صدر وفاق المدارس

حضرت مولانا **سلیم اللہ خان** صاحب مدظلہم

کی تقریظ کے ساتھ

سلیس اُردو ترجمہ، تفصیلی عُنوانات، حلِ لُغات، تخریج، شرح حدیث اور جامع اسلوب

طریق السالکین

امام نووی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کی سلیس و جامع اردو شرح

مؤلف: امام ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی ۶۳۱ - ۶۷۶

مترجم و شارح: مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی مدظلہم رئیس تخصص فی الدعوۃ جامعہ دار العلوم کراچی

ابن مولانا محمد اشفاق الرحمٰن رحمہ اللہ شارح مؤطا امام مالک

مقدمہ: مُفتی احسانُ اللہ شائق معین مفتی دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی

دار الاشاعت

اردو بازار کراچی

طریق السالکین

امام نوویؒ کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کی سلیس و جامع اردو شرح

صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کی تقریظ کے ساتھ

سلیس اردو ترجمہ، شرح حدیث تفصیلی عنوانات، حل لغات، تخریج اور جامع اسلوب

طریق السالکین

امام نووی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کی سلیس و جامع اردو شرح

جلد اوّل

مؤلف : امام ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی ۶۳۱ - ۶۷۶

مترجم و شارح : مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی مدظلہم رئیس تخصص فی الدعوۃ جامعہ دار العلوم کراچی

ابن مولانا محمد اشفاق الرحمٰن رحمہ اللہ شارح موطا امام مالک

مقدمہ : مفتی احسان اللہ شائق معین مفتی دار الافتاء، جامعۃ الرشید کراچی

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

اردو ترجمہ وشرح اور کمپیوٹر کتابت کے جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : جنوری ۲۰۰۸ء علمی گرافکس
ضخامت : 776 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿........ ملنے کے پتے ....﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

تقریظ

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

الجامعۃ الفاروقیۃ
ص.ب. رقم 11020، کراتشی رقم 25، الرمز البریدی 75230 باکستان
JAMIA FAROOQIA
P.O.Box 11020, KARACHI 25, P.C. 75230 PAKISTAN
www.farooqia.com email: info@farooqia.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدالله تعالى ونستعينه ونومن به ونتوكل عليه ونصلي ونسلم على حبيب رب العالمين وخاتم الانبياء والمرسلين وبعد.

شریعت کا علم ضروری ہے کہ اس کے بغیر حقیقی کامیابی نہ دنیا میں مل سکتی ہے، نہ آخرت میں یہ وہ سدا بہار حقیقت ہے کہ اس کا فیض اور برکتیں لامحدود ہیں، اسی لیے کہا گیا ہے علم کے دریا میں غرق ہونے والے انسان کبھی نہیں ڈوبتے، علم ایسا پھول ہے، جس کی خوشبو ہر طرف محسوس کی جاسکتی ہے، علم ایسی شمع ہے جو جتنی جلتی ہے، اتنی ہی زیادہ روشنی دیتی ہے، علم انسان کے ذہن کو سب سے زیادہ معطر کرنے والی خوشبو ہے، علم ایسا سمندر ہے جس کی نہ تو کوئی تہ ہے نہ کوئی کنارہ ہے، علم ایسا آئینہ ہے جس میں ہر انسان اپنے مستقبل کی جھلک دیکھ سکتا ہے، علم سے محبتیں جب کہ جہالت سے نفرتیں جنم لیتی ہیں اور یہ علم شریعت کا اور وحی کا علم ہے، قرآن مجید میں ہے: ﴿وعلمك ما لم تعلم وكان فضل الله عليك عظيما﴾ (سورۂ نساء آیت:۱۱۳) ﴿يرفع الله الذين آمنوا والذين اوتوا العلم درجات﴾۔ (سورۂ مجادلۃ آیت:۱۲)

اللہ بزرگ و برتر نے سید الاولين والآخرين حبيب رب العالمين خاتم الانبياء والمرسلين (جو پہلے ہی اوتيت علم الاولين والآخرين کا مصداق تھے) صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں رب زدني علما کی دعا تلقین کی ہے۔ رب زدني ايمانا۔ رب زدني اخلاصا۔ رب زدني عبادة۔ رب زدني معرفة۔ رب زدني عبدية وغیرہ کی تلقین نہیں کی اس لیے کہ علم کی فراوانی اور زیادتی ان کا اور دوسری تمام خوبیوں کا خود بخود احاطہ کر لیتی ہے۔

محی السنۃ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نوویؒ نے اسی شرعی علم کو قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کے ذریعہ اپنی تالیف ریاض الصالحین میں جمع کیا ہے بقول علامہ نوویؒ اس کتاب میں زہد و تقویٰ کا سبق بھی ہے، ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق کا بیان بھی ہے، طہارت قلب کا ذکر بھی ہے اور امراض قلب کا علاج بھی ہے، اعضاء انسانی کی سلامتی کا بھی بیان ہے اور ان کی کجی کا ازالہ بھی اور اس کے علاوہ دیگر مقاصد صالحین کا بیان بھی ہے۔

طریق السالکین اردو شرح ریاض الصالحین کے ذریعہ شارح علام نے اردو داں طبقے کے لیے ریاض الصالحین عربی سے استفادہ

کرنے کے لیے یہ شرح لکھی ہے زبان سلیس، شستہ اور عام فہم ہے تفسیری نکات بیان کیے گئے ہیں، تخریج احادیث کا اہتمام کیا گیا ہے، احادیث پر اعراب لگائی گئی ہیں اور لغات کی صرفی، نحوی تحقیق بھی کی گئی ہے۔

اللہ بزرگ و برتر سے دعا ہے کہ وہ اس شرح کو قبول حسن سے سرفراز فرمائیں، مطالعہ کرنے والے اس سے مستفید ہوں اور شارح کے لیے یہ صدقہ جاریہ بنے۔ آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان

سلیم اللہ خان

مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی۔

رئیس وفاق المدارس العربیہ پاکستان

صدر اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ

۱۸ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۲۰۰۷ء

فہرست

مقدمة الحديث

از مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ أما بعد

علم حدیث شروع کرنے سے پہلے حدیث کے متعلق بعض اہم امور اور ضروری باتیں معلوم ہونا ضروری ہے جن سے حدیث اور اس کی شرح سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ایسی بعض باتوں کو یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

حدیث کا لغوی معنی:

حدیث لغت کے اعتبار سے ہر قسم کے کلام کو کہا جاتا ہے۔ لغت عرب کے مشہور امام علامہ جوہری نے اپنی کتاب ''صحاح'' میں حدیث کے معنی اس طرح بیان کیے ہیں کہ:

الحديث الكلام قليله و كثيره و جمعه احاديث .

حدیث کی اصطلاحی تعریف:

اقوال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم وافعاله و تقريراته.

حدیث رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کو کہا جاتا ہے۔ تقریرات سے مراد صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی عمل کیا آپ نے منع نہیں فرمایا تو یہ اس عمل کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔ اس کو حدیثِ تقریری کہا جاتا ہے۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے ''فتح المغیث'' میں اس طرح تعریف فرمائی کہ:

والحديث ضد القديم ، واصطلاحا ما اضيف إلى النبي صلى الله عليه وسلم قولاله او فعلا او تقريراً او صفة حتى الحركات والسكنات في اليقظة والمنام .

حدیث کی وجہ تسمیہ:

حدیث کو حدیث کیوں کہا جاتا ہے؟ اس سلسلہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے یہ توجیہ بیان فرمائی ہے کہ لفظِ حدیث ﴿ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾ سے ماخوذ ہے۔ کہ یہاں نعمت سے مراد شرائع کی تعلیم ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن شرائع کی تعلیم فرمائی ہے ان کو آپ دوسروں تک پہنچائیں۔ آپ ﷺ نے اپنے قول وفعل کے ذریعہ اس حکم قرآنی کی تعمیل فرمائی، لہٰذا آپ ﷺ کے اقوال وافعال کا نام ''حدیث'' رکھا گیا ہے۔ (مقدمہ فتح الملہم)

استاذ محترم مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ احقر کے نزدیک صاف اور بے غبار بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال کے لیے لفظ ''حدیث'' کو مخصوص کر لینا استعارۃ العام للخاص کی قبیل سے ہے اور اس استعارہ کے ماخذ خود رسول اللہ ﷺ کے بعض ارشادات ہیں، جن میں خود آپ ﷺ نے اپنے افعال واقوال کے لیے لفظ ''حدیث'' استعمال فرمایا، چنانچہ ارشاد ہے:

حدثوا عني ولا حرج . (صحيح مسلم كتاب الزهد : ۲/۴۱۴)

اسی طرح ارشاد ہے:

من حفظ على امتي اربعين حديثا في امر دينها بعثه الله فقيها وكنت له يوم القيامة شافعا وشهيدا.

(مشکوٰۃ کتاب العلم في الفصل الثالث : صـ ۳۲)

بہر حال ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اقوال وافعال نبی کو حدیث کہنا کوئی نئی اصطلاح نہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے لہٰذا اس سلسلہ میں دُور از کار توجیہات کی کوئی حاجت نہیں۔ (درسِ ترمذی : ۱۱/۱۹)

چند متقارب الفاظ:

حدیث کے معنی میں چند الفاظ اور مستعمل ہوتے ہیں یعنی، روایت، اثر، خبر اور سنت صحیح یہ ہے کہ یہ تمام الفاظ علماءِ حدیث کی اصطلاح میں مرادف ہیں اور انہیں ایک دوسرے کے معنی میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے، بعض حضرات نے ان اصطلاحات میں فرق بھی کیا ہے، البتہ جہاں تک روایت کا تعلق ہے اس کا اطلاق بالاتفاق حدیث کے لغوی مفہوم پر ہوتا ہے یعنی کوئی بھی واقعہ یا کوئی بھی قول خواہ وہ کسی کا ہو"روایت" کہلاتا ہے، باقی چار کے بارے میں اختلاف ہے۔

علم حدیث کی تعریف:

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے علم حدیث کی یہ تعریف کی ہے:

هو علم يعرف به اقوال رسول الله صلى الله عليه وسلم وافعال واحواله ......

وہ علم جس کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور احوال کا علم حاصل ہو۔

علم حدیث کی اقسام:

علامہ ابن الاکفانی رحمہ اللہ نے ارشاد القاصد میں لکھا ہے کہ علم حدیث کی ابتداءً دو قسمیں ہیں:

(۱) علم روایۃ الحدیث　　(۲) علم درایۃ الحدیث

علم درایۃ الحدیث کی تعریف یہ ہے:

هو علم بنقل اقوال النبي صلى الله عليه وسلم وافعاله واحواله بالسماع المتصل وضبطها وتحريريها .

اور علم روایۃ الحدیث کی تعریف یہ ہے کہ:

هو علم يتعرف به انواع الرواية واحكامها وشروط الرواية واصناف المرويات واستخراج معانيها.

لہٰذا کسی حدیث کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ فلاں کتاب میں فلاں سند سے فلاں الفاظ کے ساتھ مروی ہے، یہ علم روایۃ

الحدیث ہے اور اس حدیث کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ خبر واحد ہے یا مشہور، صحیح ہے یا ضعیف، متصل ہے یا منقطع، اس کے رجال ثقہ ہیں یا غیر ثقہ، نیز اس حدیث سے کیا احکام مستنبط ہوتے ہیں اور کوئی تعارض تو نہیں ہے اگر ہے تو کیونکر رفع کیا جا سکتا ہے، یہ سب باتیں علم درایۃ الحدیث سے متعلق ہیں۔

علم حدیث کا موضوع:

علم حدیث کا موضوع آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہیں اس حیثیت سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

چنانچہ علامہ کرمانی شارح بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

موضوع علم الحديث ذات النبي صلى الله عليه وسلم من حيث انه رسول .

آپ ﷺ کے افعال واقوال علم روایت حدیث کا موضوع ہیں اور سند ومتن علم درایت حدیث کا۔

علم حدیث کی غرض وغایت:

الاهتداء بهدى النبي صلى الله عليه وسلم .

یعنی رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی اتباع ہے۔ اب دین کا مدار علم حدیث پر ہے، کیونکہ اصل دین قرآن پاک تو مجمل ہے اس کی تبیین اور توضیح کی ضرورت ہے اور وہ احادیث ہی سے ہو سکتی ہے، قرآن پاک میں نماز وزکوۃ کا تو ذکر ہے لیکن ان کی رکعات اور تعداد وغیرہ کچھ مذکور نہیں یہ سب احادیث سے ثابت ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پاک متن ہے حدیث شرح تو قرآن پاک جو مدار دین ہے اس کو سمجھنے کے لیے حدیث کا پڑھنا اہم ہوا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث پڑھنے کے لیے ایک غرض یہ کافی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا کلام ہے اور ہم محب رسول ہیں اور آپ سے سچی محبت کے دعویدار ہیں لہٰذا آپ کے کلام کو محض اس لیے پڑھنا چاہیے کہ ایک محبوب کا کلام ہے اور جب اس کو محبت کے ساتھ پڑھا جائے تو ایک قسم کی لذت وحلاوت ورغبت پیدا ہوگی جیسے اگر کوئی عشق میں پھنسا ہوا ہو اور اس کے معشوق کا خط آجائے تو اگر وہ حدیث پاک کے بھی سبق میں ہوگا تو بھی پہلے اس کو پڑھے گا اور اگر کھانے کے درمیان آجائے تو کھانا بند کردے گا اور نماز کے اوقات میں جیب پر نظر رہے گی تو جب اس ناپاک خط کو پڑھنے کا اتنا شوق اور ذوق ہے تو پھر حضور ﷺ کا پاک کلام تو اس سے بدرجہا قابل صد اہتمام ہے۔ (ماخوذ از تقریر بخاری)

علم حدیث کی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ نے ایسے خوش نصیبوں کے حق میں دعاء فرمائی ہے جو علم حدیث پڑھنے پڑھانے امت تک پہنچانے کا مشغلہ اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

عن زيد بن ثابت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : نضر الله امرا ، سمع منا حديثا فحفظه وبلغه غيره فرب حامل فقه ليس بفقيه . (كتاب العلم والعلماء : صـ ۳۹)

رسول اللہ ﷺ نے دعاء دی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وتر وتازہ رکھے جو ہم سے حدیث سن کر یاد کرے پھر دوسرں تک پہنچائے، کیونکہ بعض حدیث کو یاد کرنے والے حدیث کے مفہوم سے پوری طرح واقف نہیں ہوتے۔

عن محمد بن سيرين قال نبئت أن ابا بكرة حدث قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بمنى فقال : الا فليبلغ الشاهد منكم الغائب فإنه لعله أن يبلغه من هو اوعىٰ له منه أو من هو احفظ له .

(كتاب العلم والعلماء : ۱۱/۱۱ ٤)

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تم میں سے موجود لوگ میری احادیث کو دوسرے لوگوں تک پہنچائیں کیونکہ ہوسکتا ہے جس تک حدیث پہنچائی جارہی ہے وہ زیادہ سمجھدار اور دین کو زیادہ محفوظ کرنے والا ہو۔

وروي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : " اللهم ارحم خلفائى قلنا يا رسول الله ! ومن خلفاء ک ؟ قال الذين يأتون من بعدي يروون احاديثي ويعلمونها الناس ."

(أخرجه الهيثمي في مجمع الزوائد : ۱/۱۲٦)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! میرے خلفاء پر رحم فرما تو صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے خلفاء کون ہیں؟ تو ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور میری احادیث روایت کریں گے اور لوگوں کو سکھلائیں گے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن اولى الناس بى يوم القيامة اكثرهم علي صلوة .

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میرے سب سے قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتے ہیں تو حدیث کے پڑھنے پڑھانے وغیرہ کا مشغلہ اختیار کرنے میں اس فضیلت کے حصول کا زیادہ موقع ہے۔

حدیث روایت کرنے میں احتیاط کی ضرورت:

حدیث پڑھنا، پڑھانا یقیناً بہت ہی اجر وثواب کا کام ہے، اسی طرح حدیث روایت کرنا رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات عام کرنا بھی ضروری ہے جس کی تعلیم اوپر کی احادیث میں موجود ہے۔ تاہم جس روایت کے متعلق یقین نہ ہو کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے اس کو حدیث کہہ کر روایت کرنا یا یہ کہ جھوٹی بات کو حدیث کہہ کر بیان کرنا بڑا گناہ ہے اس پر سخت وعید آئی ہے۔

عن سمرة بن جندب ومغيرة بن شعبه رضي الله عنهما قالا قال : رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حدث عني بحديث يري أنه كذب فهو احد الكاذبين . (رواه مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے جھوٹی حدیث روایت کی وہ بھی جھوٹ باندھنے والوں کے حکم میں ہوگا۔

وعن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اتقوا الحديث عني الا ما علمتم فمن كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار . رواه الترمذي

(مشكوٰة كتاب العلم: ۱/۳٥)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث روایت کرنے میں احتیاط سے کام لو صرف وہی حدیث روایت کرو جس کا حدیث ہونا تمہیں معلوم ہو، کیونکہ جو کوئی میری طرف جھوٹی حدیث منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

خلاصہ یہ ہے صحیح حدیث کا علم حاصل کرنا، اس پر عمل کرنا، آگے امت تک پہنچانا انتہائی ضروری ہے۔ اس کو چھپانا، روگردانی کرنا جائز نہیں۔ نیز فضائل بیان کرنے کے شوق میں جھوٹی حدیث بنانا صوفیہ وغیرہ کے اقوال یا سنی سنائی بات کو حدیث کہہ کر آگے بیان کرنا یہ بھی بڑا گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حاصل ہو تو دونوں ہی باتوں پر عمل کرنا آسان ہے۔

اللّٰهم إنا نسئلک علما نافعا وعملا صالحا وقلبا خاشعا منيبا .

حجية الحديث

امتِ محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث، قرآن کریم کے بعد دین کا دوسرا اہم مآخذ ہے، لیکن بیسویں صدی کے آغاز میں جب مسلمانوں پر مغربی اقوام کا سیاسی، نظریاتی تسلط بڑھا تو کم علم مسلمانوں کا ایسا طبقہ وجود میں آیا جو مغربی افکار سے بے حد مرعوب تھا، وہ یہ سمجھتا تھا کہ دنیا میں ترقی بغیر تقلید مغرب کے حاصل نہیں ہوسکتی، لیکن اسلام کے بہت سے احکام اس کے راستہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے، اس لیے اس نے اسلام میں تحریف کا سلسلہ شروع کیا، تاکہ اسے مغربی افکار کے مطابق بنایا جاسکے، اس طبقہ کو ''اہل تجدد'' کہا جاتا ہے، ہندوستان میں سرسید احمد خان، مصر میں طٰہٰ حسین، ترکی میں ضیاء گوک الپ اس طبقہ کے رہنما ہیں، اس طبقہ کے مقاصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتے تھے جب تک حدیث کو راستہ سے نہ ہٹایا جائے، کیونکہ احادیث میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق ایسی مفصل ہدایات موجود ہیں جو مغربی افکار سے صراحتہً متصادم ہیں، چنانچہ اس طبقہ کے بعض افراد نے حدیث کو حجت ماننے سے انکار کیا، یہ آواز ہندوستان میں سب سے پہلے سرسید احمد خان اور ان کے رفیق مولوی چراغ علی نے بلند کی، لیکن انہوں نے انکارِ حدیث کے نظریہ کو علی الاعلان اور بوضاحت پیش کرنے کی بجائے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جہاں کوئی حدیث اپنے مدعا کے خلاف نظر آئی اس کی صحت سے انکار کر دیا...... خواہ اس کی سند کتنی ہی قوی کیوں نہ ہو اور ساتھ ہی کہیں کہیں اس بات کا بھی اظہار کیا جاتا رہا کہ یہ احادیث موجودہ دور میں حجت نہیں ہونی چاہئیں اور اس کے ساتھ بعض مقامات پر مفید مطلب احادیث سے استدلال بھی کیا جاتا رہا، اسی ذریعہ سے تجارتی سود کو حلال کیا گیا، معجزات کا انکار کیا گیا، پردہ کا انکار کیا گیا، اور بہت سے مغربی نظریات کو سندِ جواز دی گئی۔

ان کے بعد نظریہ انکارِ حدیث میں اور ترقی ہوئی اور یہ نظریہ کسی قدر منظم طور سے عبداللہ چکڑالوی کی قیادت میں آگے بڑھا اور یہ ایک فرقہ کا بانی تھا جو اپنے آپ کو ''اہل قرآن'' کہتا تھا، اس کا مقصد حدیث سے کلیۃً انکار کرنا تھا، اس کے بعد اسلم جیراج پوری نے اہل قرآن سے ہٹ کر اس نظریہ کو اور آگے بڑھایا، یہاں تک کہ غلام احمد پرویز نے اس فتنہ کی باگ دوڑ سنبھالی اور اسے ایک منظم نظریہ اور مکتبِ فکر کی شکل دیدی، نوجوانوں کے لیے اس کی تحریر میں بڑی کشش تھی، اس لیے اس کے زمانہ میں یہ فتنہ سب سے زیادہ پھیلا، یہاں ہم اس فتنہ کے بنیادی نظریات پر مختصر گفتگو کریں گے۔

منکرین حدیث کے تین نظریات:

منکرین حدیث کی طرف سے جونظریات اب تک سامنے آئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں:

۱۔ رسولِ کریم ﷺ کا فریضہ صرف قرآن پہنچانا تھا، اطاعت صرف قرآن کی واجب ہے، آپ ﷺ کی اطاعت ''من حیث الرسول'' نہ صحابہ پر واجب تھی اور نہ ہم پر واجب ہے (معاذ اللہ) اور وحی صرف متلو ہے اور وحی غیر متلو کوئی چیز نہیں ہے، نیز قرآنِ کریم کو سمجھنے کے لیے حدیث کی حاجت نہیں۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کے ارشادات صحابہ پر تو حجت تھے لیکن ہم پر حجت نہیں۔

۳۔ آپ ﷺ کے ارشادات تمام انسانوں پر حجت ہیں، لیکن موجودہ احادیث ہمارے پاس قابل اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچیں، اس لیے ہم انہیں ماننے کے مکلّف نہیں۔

منکرین حدیث خواہ کسی طبقہ یا گروہ سے متعلق ہوں ان کی ہر تحریر ان تین نظریات میں سے کسی ایک کی ترجمانی کرتی ہے، اس لیے ہم ان متضاد نظریات میں سے ہر ایک پر مختصر کلام کرتے ہیں۔

نظریہ اولیٰ کی تردید:

﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا ﴾

اس آیت میں ارسالِ رسول کے علاوہ ''وحیا'' ایک مستقل قسم ذکر کی گئی ہے، یہی وحی غیر متلو ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ﴾

اس میں ''القبلۃ'' سے مراد بیت المقدس ہے، اور اس کی طرف رُخ کرنے کے حکم کو باری تعالیٰ نے جعلنا کے لفظ سے اپنی جانب منسوب فرمایا، حالانکہ پورے قرآن میں کہیں بھی بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم مذکور نہیں، لامحالہ یہ حکم وحی غیر متلو کے ذریعہ تھا اور اسے اپنی طرف منسوب کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا کہ وحی غیر متلو کا حکم بھی اسی طرح واجب التعمیل ہے جس طرح وحی متلو کا۔

﴿ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ ﴾

اس آیت میں لیالی رمضان کے اندر جماع کرنے کو خیانت سے تعبیر کیا گیا اور بعد میں اس کی اجازت دیدی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم یہ واضح کر رہا ہے کہ اس سے پہلے حرمتِ جماع کا حکم آیا تھا، حالانکہ یہ حکم قرآنِ کریم میں کہیں مذکور نہیں، لامحالہ یہ حکم وحی غیر متلو کے ذریعہ تھا، اور اس کی مخالفت قرآنِ کریم کی نظر میں خیانت تھی۔

﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ (الی قوله تعالیٰ) وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ ﴾

یہ آیت غزوۂ احد کے موقع پر نازل ہوئی اور اس میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں نزولِ ملائکہ کی پیشگوئی فرمائی تھی، حالانکہ یہ پیشگوئی قرآن میں کہیں مذکور نہیں، ظاہر ہے کہ وہ وحی غیر متلو کے ذریعہ تھی۔

﴿ وَإِذْ يَعِدُكُمُ ٱللَّهُ إِحْدَى ٱلطَّآئِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ ﴾

اس میں بھی جس وعدہ کا ذکر ہے وہ وحی غیر متلو کے ذریعہ ہوا تھا، کیونکہ قرآنِ کریم میں کہیں مذکور نہیں۔

﴿ وَإِذْ أَسَرَّ ٱلنَّبِىُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَٰجِهِۦ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِۦ وَأَظْهَرَهُ ٱللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُۥ وَأَعْرَضَ عَنۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِۦ قَالَتْ مَنْ أَنۢبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِىَ ٱلْعَلِيمُ ٱلْخَبِيرُ ﴾

اس میں صاف مذکور ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پورا واقعہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ پر ظاہر فرما دیا اور قرآن میں کہیں یہ واقعہ مذکور نہیں، لامحالہ یہ وحی غیر متلو کے ذریعہ تھا۔

﴿ سَيَقُولُ ٱلْمُخَلَّفُونَ إِذَا ٱنطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا۟ كَلَٰمَ ٱللَّهِ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ ٱللَّهُ مِن قَبْلُ ﴾

اس میں یہ مذکور ہے کہ منافقین کے غزوۂ خیبر میں شریک نہ ہونے کی پیشگوئی اللہ تعالیٰ نے پہلے سے فرما دی تھی، ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئی بھی وحی غیر متلو کے ذریعہ تھی، کیونکہ قرآن میں کہیں اور اس کا ذکر نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کے فرائض منصبی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ ﴾

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ﴾

ان آیتوں میں صاف طور پر فرمایا کہ آپ کا مقصد محض پیغام پہنچا دینا نہیں بلکہ تعلیم کتاب وحکمت کی تشریح بھی تھا ظاہر بات ہے قرآنِ کریم کی تشریح کے لیے اپنی طرف سے کوئی بات کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اگر آپ کی بات حجت نہ ہو تو تعلیم کا کیا فائدہ ہے؟

نظریہ ثانیہ کی تردید:

اس نظریہ کے مطابق احادیث صحابہ کے لیے حجت تھیں، لیکن ہمارے لیے حجت نہیں، یہ نظریہ اتنا بدیہی البطلان ہے کہ اس کی تردید کے لیے کسی تفصیل کی ضرورت نہیں، اس کا خلاصہ تو یہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ آنحضرت ﷺ کی رسالت صرف عہد صحابہ تک مخصوص تھی، حالانکہ مندرجہ ذیل آیات اس کی صراحۃً تردید کرتی ہیں:

(۱) ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ﴾

(۲) ﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ﴾

(۳) ﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَٰلَمِينَ ﴾

(۴) ﴿ تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَٰلَمِينَ نَذِيرًا ﴾

نظریہ ثالثہ کی تردید:

یہ کہنا بالکل باطل ہے کہ احادیث حجت تو ہیں لیکن ہم تک قابل اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچیں، اس نظریہ کے بطلان پر مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

ہم تک قرآن بھی انہی واسطوں سے پہنچا ہے جن واسطوں سے حدیث آئی ہے، اب اگر یہ واسطے نا قابل اعتماد ہیں تو قرآن سے بھی ہاتھ دھونا پڑیں گے، منکرین حدیث اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ قرآن نے ''انا لہ لحافظون'' کہہ کر اپنی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے، حدیث کے بارے میں ایسی کوئی ذمہ داری نہیں لی گئی، لیکن اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ''انا لہ لحافظون'' کی آیت بھی تو ہم تک انہی واسطوں سے پہنچی ہے، جو بقول آپ کے نا قابل اعتماد ہیں، تو اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ آیت کسی نے اپنی طرف سے نہیں بڑھائی، دوسرے اس میں قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا گیا ہے اور قرآن باتفاق اصولیین نام ہے نظم اور معنی دونوں کا۔ اس لیے یہ آیت صرف الفاظِ قرآن کی نہیں بلکہ معانی قرآن کی حفاظت کی بھی ضمانت لیتی ہے اور معانی قرآن کی تعلیم حدیث میں ہوئی۔

(ماخوذ از مقدمۂ درسِ ترمذی ، وارشاد القاری شرح بخاری)

خلاصہ یہ ہے کہ منکرین حدیث کے تمام اعتراضات لغو اور باطل ہیں، حدیث دین کی بنیاد قرآن کی تشریح ہیں، وحی غیر متلو ہے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر دین وایمان نامکمل ہے، بلکہ حدیث کا انکار قرآن کا انکار ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

تدوین حدیث

تدوین حدیث کے بارے میں بعض لوگ اس مغالطہ میں ہیں کہ یہ تیسری صدی ہجری میں مدون ہوئی ہیں، یہ خیال محض غلط ہے۔ ابتداءِ اسلام میں باقاعدہ کتابت سے ممانعت تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ اس وقت قرآن کریم باقاعدہ مدون نہ ہوا تھا دونوں مستقل طور پر لکھی جائیں تو دونوں میں گڈ مڈ ہو جانے کا خطرہ، لیکن انفرادی طور پر احادیث لکھنے کی نہ صرف اجازت تھی بلکہ خود آنحضرت ﷺ نے بعض موقع پر اس کا حکم فرمایا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : قيد واالعلم بالكتابة قلت وما تقييده قال كتابته .

(مستدرك : ۱/۱۰٦ ، كتاب العلم)

وعن ابي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم خطب فذكر قصة في الحديث فقال ابو شاه اكتب لي يا رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اكتبوا لابي شاه وفي الحديث قصة هذا حديث حسن صحيح . (ترمذي : ۱۰۷/۲ ، ابواب العلم)

چنانچہ بہت سے صحابۂ کرام نے احادیث کا مجموعہ جمع کر لیا تھا ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) **الصحيفة الصادقة : لعبد الله بن عمرو بن العاص .**

(۲) **صحيفة علي : ابو داؤد ۲۷۸/۱ كتاب المناسك باب تحريم المدينة** کے تحت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول منقول ہے:

ما كتبنا عن رسول الله الا القران وما في هذه الصحيفة .

(۳)　كتاب الصدقة :

اس میں زکوۃ،صدقات،عشر وغیرہ کے احکام تھے ان احادیث کا آنحضرت ﷺ نے املا کروایا تھا۔

(۴)　صحف أنس بن مالک .

(۵)　صحيفة ابن عباس .

(۶)　صحيفة سعد بن عبادة .

(۸)　صحف ابي هريرة .

(۹)　صحيفة جابر بن عبد الله .

یہ چند مثالیں اس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ عہدِ رسالت ﷺ اور عہدِ صحابہ میں کتابت حدیث کا طریقہ خوب اچھی طرح رائج ہو چکا تھا، ہاں یہ درست ہے کہ تدوین حدیث کی یہ تمام کوششیں انفرادی نوعیت کی تھیں، اس کے علاوہ حفاظتِ حدیث کے لیے حفظِ روایت کا طریقہ بھی استعمال کیا گیا، نیز تعامل یعنی رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال پر بجنسہا عمل کر کے اسے یاد کرتے تھے بہت سے صحابہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کوئی عمل کیا اور اس کے بعد فرمایا:

هكذ رائت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل .

یہ طریقہ بھی حفظِ حدیث کا نہایت قابل اعتماد طریقہ ہے۔

بہر حال عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا، انہوں نے محسوس کیا کہ اگر باقاعدہ طور پر حدیث کو مدون نہ کیا جائے تو علمِ حدیث کے مٹنے کا خطرہ ہے، چنانچہ انہوں نے مدینہ طیبہ کے قاضی ابوبکر ابن حزم کے نام خط لکھا، جس میں ان کو حکم دیا:

انظر ما كان من حديث رسول الله فاكتبه فإني خفت دروس العلم وذهاب العلماء .

(صحيح البخاري : ۱/۲۱ باب كيف يقبض العلم)

چنانچہ ان کی نگرانی میں تدوین حدیث کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا جس کے نتیجے میں کئی کتابیں وجود میں آئیں۔

(۱)　كتب ابي بكر بن حزم .

(۲)　رساله سالم بن عبد الله في الصدقات .

(۳)　دفاتر الزهري .

(۴)　كتاب السنن لمكحول وغيره .

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی۔اس وقت تک حدیث کی یہ ساری کتابیں وجود میں آ چکی تھیں۔اس

سے ثابت ہوا یہ کہنا غلط ہے کہ تدوین حدیث کا عمل تیسری صدی ہجری کا ہے، بلکہ دورِ صحابہ سے ہی حدیث محفوظ کرنے کا سلسلہ جاری تھا، جس پر مذکورہ بالا تحریر شاہد ہے۔

بعض کتبِ حدیث کے مصنفین کے حالات:

"کتاب الآثار"

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کا نام نعمان ہے، ابوحنیفہ کنیت ہے، اور امام اعظم لقب ہے، والد کا نام ثابت اور دادا کا نام زوطی ہے۔

پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی۔

ائمہ اربعہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ تابعی ہیں، دو صحابی رسول ﷺ سے آپ کی ملاقات ثابت ہے:

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم رسول ﷺ متوفی ۹۳ھ

(۲) حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ متوفی ۱۱۰ھ

امام صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی پھر کوفہ کے مشہور عالم امام حماد رحمہ اللہ کے درس میں مکمل دو سال شریک ہوئے اور پوری توجہ سے فقہ حاصل کی، اس کے ساتھ حدیث پڑھنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا، حدیث میں امام صاحب کے مشہور اساتذہ، امام شعبی رحمہ اللہ، سلمہ بن کہیل، محارب بن دثار، ابواسحاق سبعی رحمہم اللہ، عون بن عبداللہ سماک بن حرب، ابراہیم بن محمد رحمہ اللہ، عدی بن ثابت اور موسیٰ بن ابی عائشہ رحمہم اللہ ہیں۔ ۱۲۰ھ میں جب آپ کے استاذ حضرت حماد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو اہل کوفہ نے استاذ کی جانشینی کے لیے تمام شاگردوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا انتخاب کیا اور درخواست کی کہ مسند درس کو مشرف فرمائیں۔

امام صاحب رحمہ اللہ نے ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے کچھ اصرار کے ساتھ یہ درخواست قبول فرمائی اور بڑے استقلال سے درس دینے لگے، تھوڑے ہی دنوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قابلیت نے تمام اسلامی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور دور دور سے طلبہ ان کی درسگاہ میں آنے لگے، اور شاگردی کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

امام صاحب کے اوصاف کا اجمالی خاکہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ ہارون الرشید نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کچھ اوصاف بیان کرو، قاضی صاحب نے امام صاحب رحمہ اللہ کے اخلاق وعادات پر ایک مختصر مگر جامع تقریر کی جو حسبِ ذیل ہے:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بہت با اخلاق اور پرہیز گار بزرگ تھے، اوقاتِ درس کے علاوہ زیادہ وقت خاموش رہتے تھے، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی گہرے غور وفکر میں مصروف ہیں، اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اس کا جواب دیدیتے تھے ورنہ خاموش رہتے، نہایت سخی اور فیاض تھے، کبھی کسی کے آگے کوئی حاجت نہیں لے گئے، اہل دنیا سے حتی الامکان بچتے تھے اور دنیوی جاہ وعزت کو حقیر سمجھتے تھے، کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتے تھے، اگر ذکر آتا تو بھلائی سے یاد کرتے تھے، بہت بڑے عالم اور مال کی طرح علم کے خرچ کرنے میں بھی فیاض تھے۔

تدوین فقہ حنفی:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے چند مخصوص شاگردوں کا انتخاب کیا، جن میں قاضی ابو یوسف، داؤد طائی، امام محمد اور امام زفر رحمہم اللہ بہت ممتاز ہیں، مسائل کے استنباط اور فقہ کی تدوین کے لیے ایک مجلس قائم فرمائی اس مجلس نے ۱۲۱ھ میں کام شروع کیا اور امام صاحب رحمہم اللہ کی وفات ۱۵۰ھ تک جاری رہا۔

امام صاحب رحمہ اللہ کی آخر عمر قید خانہ میں گزری، وہاں بھی یہ کام جاری تھا، غرض یہ کہ کم وبیش تیس سال کی مدت میں یہ عظیم الشان کام انجام کو پہنچا اور مسائل فقہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار کر لیا گیا، جس میں ''باب الطہارۃ'' سے لے کر ''باب المیراث'' تک تمام مسائل موجود تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی خدمتِ حدیث:

امام اعظم رحمہ اللہ کو فقہ کے مدون اوّل ہونے کے ساتھ ساتھ خدمتِ حدیث میں بھی اولیت کا مرتبہ حاصل ہے، چنانچہ کتاب الآثار اس کا شاہد عدل ہے۔ اس کتاب میں پہلی بار احادیث کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا گیا، علم حدیث میں اس کا پایہ بہت بلند ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے چالیس ہزار احادیث میں سے اس کتاب کا انتخاب فرمایا ہے۔

ذکرہ المؤفق في مناقب امام ابو حنیفہ .

اس کتاب کے کئی نسخے ہیں، بروایت امام محمد، بروایت امام ابو یوسف، بروایت امام زفر رحمہ اللہ اور یہ کتاب ''مؤطا امام مالک'' سے زمانًا مقدم ہے، ادھر یہ بھی ثابت ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تالیفات سے استفادہ کیا، اس لیے یہ کتاب اپنی طرز تدوین میں مؤطا امام مالک کی اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ علم حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی براہِ راست مرتب کردہ کتاب یہی ''کتاب الآثار'' ہے اس کے علاوہ مسند ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے نام سے جو مختلف کتابیں ملتی ہیں وہ خود امام صاحب کی تالیف نہیں ہیں، بلکہ آپ کے بعد بہت سے حضرات محدثین نے آپ کی مسندات تیار کیں، بعد میں علامہ خوارزمی رحمہ اللہ نے ان تمام مسانید کو ایک مجموعہ میں یکجا کر دیا جو جامع المسانید الامام الاعظم کے نام سے مشہور ہے اور اس وقت برصغیر پاک وہند میں جو مسندِ امام اعظم رحمہ اللہ درسِ نظامی کے نصاب میں داخل ہے۔ یہ درحقیقت امام عبداللہ حارثی کی تالیف ہے جس کا اختصار علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے کیا اور ملا محمد عابد سندھی رحمہ اللہ نے اس کی ابواب فقہیہ پر ترتیب دی ہے۔

وفات حسرت آیات:

رجب ۱۵۰ھ میں قید خانہ کے اندر ہی منصور نے امام صاحب کو زہر دلوایا امام صاحب نے زہر کے اثر کو محسوس کیا اور شاگردوں کو وصیت کی کہ مجھے حیزران کے مقبرہ میں دفن کیا جائے، پھر سجدہ میں گر گئے اسی حالت میں انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ تاریخ وفات ۱۵ / رجب ۱۵۰ھ ہے۔ (ماخوذ از مقدمہ مسند امام اعظم / درس ترمذی)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے   بہت مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نام: محمد، کنیت ابوعبداللہ، والد کا نام اسماعیل، دادا کا نام ابراہیم بن مغیرہ۔ آپ کے پردادا مغیرہ حاکم بخارا ایمان جعفی کے ہاتھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ولادت: ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو جمعہ کے دن بعد نمازِ جمعہ پیدا ہوئے۔

حالات: آپ بچپن میں نابینا ہوگئے تھے آپ کی والدہ ماجدہ کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بینائی عطا فرمادی، امام بخاری کو بچپن سے ہی حدیثیں یاد کرنے کا شوق تھا۔ سولہ سال کی عمر میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی تمام کتابوں کو یاد کرلیا۔ پھر اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے بھائی احمد بن اسماعیل کے ساتھ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ حج کے بعد والدہ اور بھائی واپس آگئے مگر آپ حجازِ مقدس میں حدیث پڑھنے کے لیے رک گئے، پھر آپ نے مکہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، مصر، واسط، الجزائر، شام، بلخ، ہرات اور نیشاپور وغیرہ کا سفر کیا۔

خواب اور بخاری شریف کی تصنیف:

امام بخاری رحمہ اللہ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ تشریف فرما ہیں آپ کے جسدِ اطہر پر مکھیاں بیٹھنا چاہتی ہیں مگر امام بخاری ان مکھیوں کو اڑا دیتے ہیں اس کی تعبیر یوں ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے صحیح بخاری لکھوائی۔ آپ نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے سولہ برس کی محنتِ شاقہ کے ساتھ تصنیف فرمائی۔ بخاری میں کل احادیث نو ہزار بیاسی (۹۰۸۲) ہیں۔ اگر مکررات کو حذف کر دیا جائے تو دو ہزار سات سو اکسٹھ (۲۷۶۱) ہیں۔ امام بخاری ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل فرماتے اور دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر لکھتے تھے، آپ کے شاگردوں کی تعداد نوے ہزار ہے۔

وفات: باسٹھ (۶۲) برس کی عمر میں شب شنبہ عید الفطر کی رات میں عشاء کی نماز کے وقت ۲۵۶ھ میں وفات پائی اور خرتنگ نامی گاؤں میں جو سمرقند سے دس میل کے فاصلہ پر ہے وہاں مدفون ہوئے۔

اربابِ چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے   ہر شاخ پر اپنا ہی نشان چھوڑ دیا ہے

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: مسلم، کنیت ابوالحسین، والد کا نام حجاج تھا اور لقب عساکر الدین ہے بنی قشیر قبیلہ کی نسبت کی وجہ سے قشیری کہلاتے تھے، نیشاپور کے رہنے والے ہیں، جو خراسان کا بہت ہی خوب صورت اور مردم خیز شہر ہے۔

ولادت: ۲۰۲ھ میں یا ۲۰۴ھ بعض نے ۲۰۶ھ کہا ہے، بارہ سال کی عمر سے احادیث کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ طلب حدیث کے لیے عراق، حجاز، شام، بصرہ اور مصر وغیرہ کا سفر کیا۔

اساتذہ: آپ کے اساتذہ میں سے امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری، قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مسلمہ وغیرہ، آپ کے شاگردوں میں امام ترمذی اور ابوبکر بن خزیمہ وغیرہ شامل ہیں۔ تین لاکھ احادیث امام مسلم کو ازبر تھیں۔

وفات: ۵۵ سال کی عمر میں ۲۵ رجب المرجب ۲۶۱ھ کو انتقال ہوا اور نیشاپور کے محلہ نصیر آباد میں مدفون ہوئے۔ امام مسلم نے اپنی کتاب میں مکررات کے بعد ۴ ہزار احادیث جمع کی ہیں۔

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر　آئے تھے دنیا میں اس دن کے لیے

امام ترمذی رحمہ اللہ کے مختصر حالات:

نام وولادت: آپ کا نام محمد، کنیت ابو عیسیٰ، بوغ جو شہر ترمذ سے چھ کوس کے فاصلہ پر ہے وہاں ۲۰۹ھ میں ۱۷ رجب کو پیدا ہوئے۔

اساتذہ: آپ نے امام بخاری و مسلم جیسے قابل قدر اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا اور علم حدیث کے حصول کے لیے ہزاروں میل کا سفر کیا۔

عام زندگی: آپ اپنے دور کے بے مثال عابد و زاہد تھے، شب بیداری اور خوفِ الٰہی سے گریہ وزاری کے سبب سے پہلے آنکھوں میں آشوبِ چشم ہوا پھر بینائی جاتی رہی۔

وفات: ۲۷ رجب شب دوشنبہ ۲۷۹ھ کو انتقال ہوا اور ترمذی شہر میں مدفون ہوئے۔

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید　زجام دہر مئے کل من علیہا فان

امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: سلیمان، والد کا نام اشعث بن شداد بن عمرو ہے۔

ولادت: ۲۰۲ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے۔

عام زندگی: آپ نے بھی حصولِ علم کے لیے دور دراز کا سفر کیا اور پھر اپنے زمانے کے یکتا محدث بن گئے۔ آپ کے اساتذہ میں ہزاروں محدثین ہیں، پھر عمر بھر آپ حدیث کا درس دیتے رہے اس لیے آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بے شمار ہے۔ ان کے شاگردوں میں امام ترمذی اور نسائی جیسے محدث بھی ہیں۔

بغداد کے ایک بڑے عالم سہل بن عبداللہ تستری ایک دن امام ابوداؤد کی ملاقات کے لیے آئے تو انہوں نے کہا: اپنی زبان باہر نکالیے انہوں نے زبان باہر نکالی تو انہوں نے ان کی زبان کو بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اس زبان سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو بیان کرتے ہیں۔

وفات: ۷۲ سال کی عمر میں ۱۴ شوال ۲۷۵ھ بصرہ ہی میں انتقال ہوا۔

تعدادِ روایات: امام ابوداؤد کو پانچ لاکھ احادیث یاد تھیں جن میں سے انہوں نے اپنی اس کتاب میں چار ہزار آٹھ سو احادیث کو جمع کیا۔

آہ اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں میں　رخصت اے بزمِ جہاں! سوئے وطن جاتا ہوں میں

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: احمد، آپ خراسان کے علاقہ نساء کے رہنے والے تھے اس لیے نسائی کہتے ہیں۔

ولادت: ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔

عام زندگی: آپ نہایت عابد و زاہد آدمی تھے، صوم داؤدی یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ متعدد مرتبہ زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے، امراء اور سلاطین کے درباروں سے سخت متنفر اور ایسے لوگوں کی ملاقاتوں سے ہمیشہ پرہیز کیا کرتے تھے۔

وفات: آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب بیان کیے جس پر خارجیوں نے اتنا مارا کہ اسی میں انتقال ہو گیا۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو صفاء و مروہ کے درمیان دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات ۱۳ صفر ۳۰۳ھ میں ہوئی۔ بقول شاعر

ہزاروں منزلیں ہوں گی، ہزاروں کارواں ہوں گے بہاریں ہم کو ڈھونڈیں گی نہ جانے ہم کہاں ہوں گے

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات:

نام: محمد، کنیت ابوعبداللہ، ربعی قزوینی نسبت ہے۔ مگر عام طور سے ابن ماجہ کے نام سے مشہور ہیں ایک قول یہ ہے کہ ماجہ ان کی والدہ کا نام ہے۔

ولادت: آپ ایران کے شہر قزوین میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔

عام زندگی: علم حدیث کے حصول کے لیے حجاز، عراق، شام، خراسان، بصرہ، کوفہ، بغداد، دمشق وغیرہ کا سفر کیا۔ پھر عمر بھر علم حدیث کے درس و تدریس کا مشغلہ رہا اور بلند پایہ محدثین میں شمار ہوئے۔

وفات: ۲۱ رمضان ۲۷۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ محمد بن علی قرمان اور ابراہیم بن دینار وراق دو بزرگوں نے آپ کو غسل دیا۔ آپ کے بھائی ابوبکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے بھائی ابوبکر اور عبداللہ اور آپ کے فرزند عبداللہ نے آپ کو قبر میں اتارا۔

تعداد روایات: پندرہ سو ابواب میں چار ہزار روایات کو اس کی مناسبت سے بیان فرمایا ہے۔

امام دارمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

حقیقت میں زمانہ میں وہی خوش تقدیر نام مرنے پہ بھی مٹتا نہیں جن کا زنہار

نام: عبداللہ، کنیت ابومحمد، والد کا نام عبدالرحمن دارمی ہے۔

ولادت: سمرقند میں ۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ قبیلہ بنی تمیم میں ایک خاندان دارم بن مالک بن حنظلہ کی طرف نسبت کی وجہ سے دارمی کہلاتے ہیں۔

وفات: ۲۵۵ھ میں چوہتر سال کی عمر میں ہوئی۔

(ماخوذ از بستان المحدثین لشاہ عبد العزیز : ۱۷۰ و روضة الصالحین)

امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

آپ کا نام مالک بن انس بن مالک بن ابو عامر بن عامر بن الحارث بن غیمان بن خثیل ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے چنانچہ یحییٰ بن بکیر نے جو امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں یہی بیان کیا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ شکم مادر میں معمول سے زیادہ رہے اس مدت کو بعض نے دو سال بیان کیا اور بعض نے تین سال کہا ہے۔

آپ کی وفات ۱۷۹ میں ہوئی۔

حدیث میں آپ کی مایہ ناز کتاب ''موطا'' کو تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے آپ سے سنا ہے اور حدیث میں آپ سے سند لی ہے آپ کے وصال کے بعد اس کتاب کو دنیائے اسلام میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی اور اہل اسلام اس سے فیضاب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

(ماخوذ از بستان المحدثین ، و مقدمه مظاهر حق جدید)

حدیث کی بعض اصطلاحات اور ان کی تعریفات:

صحابی: اس خوش نصیب انسان کو صحابی کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہو اور ایمان ہی کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو۔

تابعی: اس خوش قسمت شخص کو تابعی کہتے ہیں جس کو بحالت ایمان کسی صحابی سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا ہو اور ایمان ہی پر خاتمہ ہوا ہو۔

تبع تابعی: ان حضرات کو کہتے ہیں کہ جنہوں نے بحالتِ ایمان کسی تابعی سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی پر فوت ہوئے ہوں۔

حدیث باعتبارِ الفاظ کے دو چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ سند یا اسناد اور متن۔

سند یا اسناد: متن حدیث کے سلسلہ رواۃ یعنی نبی کریم ﷺ سے لے کر صاحبِ کتاب تک حدیث کو روایت کرنے والوں کے سلسلہ کو سند یا اسناد کہتے ہیں۔

متن: حدیث کے ان الفاظ کو متن کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ سے اب تک بجنسہٖ نقل ہوتے چلے آئے ہیں، مثلاً:

حدثنا ابو اليمان قال اخبرنا شعيب قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال والذي نفسي بيده لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من والده وولده .

اس حدیث میں ''حدثنا'' سے ''ابی ہریرۃ'' تک اسناد ہے اور اس کے بعد سے آخر تک کے حصہ کو متن کہیں گے۔

بلحاظِ اسناد حدیث کی تین قسمیں ہیں: مرفوع، موقوف، مقطوع.

مرفوع:

جس حدیث کی روایت کا سلسلہ نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہے، اسے حدیث مرفوع کہتے ہیں، جیسے کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، نبی کریم ﷺ نے یہ کام کیا، نبی کریم ﷺ نے اس قول و فعل پر تقریر فرمائی۔ یعنی سکوت فرمایا، یا یہ کہا جائے کہ یہ حدیث نبی کریم ﷺ

سے مرفوعاً ثابت ہے، یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو رفع کیا۔ تو اس حدیث کو جس کی سند نبی کریم ﷺ پر جا کر ختم ہوتی ہو، حدیثِ مرفوع کہا جائے گا۔

موقوف:

جس حدیث کی روایت کا سلسلہ صحابی پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے اسے حدیث موقوف کہتے ہیں، مثلاً: اس طرح کہیں کہ ''ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح کیا'' یا ایسے ہی کہا جائے کہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔

مقطوع:

اسی طرح جس حدیث کی سند تابعی تک پہنچ کر ختم ہو جائے اسے حدیثِ مقطوع کہتے ہیں، بعض حضرات کے نزدیک ''موقوف اور مقطوع'' کو اثر بھی کہتے ہیں، یعنی اس طرح ''حدیث'' کا اطلاق تو صرف نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر پر ہوگا اور صحابی و تابعی کے اقوال، افعال اور تقریر کو ''اثر'' کہا جائے گا۔

رواۃ کے اعتبار سے حدیث کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) متصل　　(۲) منقطع　　(۳) معضل

(۴) معلق　　(۵) مرسل

حدیثِ متصل:

اس حدیث کو کہا جاتا ہے کہ جس کے راوی شروع سے آخر تک پورے ہوں اور درمیان میں سے کوئی روای چھوٹ نہ گیا ہو۔

حدیثِ منقطع:

اس حدیث کو کہیں گے جس کی اسناد سے ایک یا متعدد راوی متفرق مقام سے ساقط ہو گئے ہوں۔

حدیثِ معضل:

اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی اسناد سے دو یا دو سے زائد راوی ایک ہی مقام سے بتصرف یا بلاتصرف مصنف ساقط ہوں۔

حدیثِ معلق:

وہ حدیث ہے جس کی اوائل سند سے بتصرف مصنف ایک یا متعدد راوی ساقط ہوں۔

حدیثِ مرسل:

اس حدیث کو کہیں گے جس کی اخیر سند سے تابعی کے بعد کوئی راوی ساقط ہو، جیسے کوئی تابعی حدیث روایت کرتے ہوئے کہے کہ

قال رسول اللہ ﷺ الخ .

مرتبہ اور درجہ کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں:

۱ — صحیح: جو اعلیٰ مرتبہ کی حدیث ہوتی ہے۔

۲- حسن: جو اوسط مرتبہ کی ہوتی ہے۔
۳- ضعیف: جو ادنیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔

حدیث صحیح:

وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی مصنف کتاب سے لے کر آنحضرت ﷺ تک سب کے سب صاحب عدالت اور صاحب ضبط ہوں، نیز حدیث کی روایت کے وقت مسلمان، عاقل، بالغ ہوں۔

''صاحب عدالت'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ صاحب تقوٰی وتقدس ہو، جھوٹ نہ بولتا ہو، گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو اور اگر بتقاضائے بشریت کبھی گناہِ کبیرہ صادر ہو گیا ہو تو اس سے توبہ کر لی ہو، گناہِ صغیرہ سے حتی الامکان اجتناب کرتا ہو اور ان پر دوام نہ کرتا ہو، اسبابِ فسق وفجور سے پرہیز کرتا ہو، صاحبِ مروّت ہو، یعنی ایسے کام نہ کرتا ہو جو اسلامی معاشرہ میں معیوب سمجھے جاتے ہوں، مثلاً بازار میں ننگے سر گھومنا، سرِ راہ سب کے سامنے بیٹھ کر پیشاب کرنا، راستہ چلتے ہوئے یا برسرِ بازار کھڑے ہو کر کھانا، پینا وغیرہ۔

''صاحبِ ضبط'' کے معنی یہ ہیں کہ وہ نہایت ہوشیار و سمجھدار ہو، قوی حافظہ رکھتا ہو تاکہ حدیث کے الفاظ بجنسہٖ یاد رکھ سکے۔ اور روایت حدیث کے وقت کسی قسم کی بھول چوک اور شک وشبہ کی گنجائش نہ رہ سکے۔

مصنف کتاب سے لے کر آنحضرت ﷺ تک جتنے راوی ہیں اگر ان صفات وخصوصیات کے معیار پر پورے اترتے ہوں تو ان کی روایت کردہ حدیث ''صحیح'' کہلائے گی۔

اب اگر یہ تمام صفتیں راوی میں پوری پوری پائی جائیں گی تو اس کی روایت کردہ حدیث کو ''صحیح لذاتہٖ'' کہیں گے لیکن راوی میں اگر ان صفات میں سے کسی شق سے کوئی کمی یا قصور ہو اور وہ کمی اور قصور کثرتِ طرق سے پوری ہو جاتی ہو تو اس کی روایت کردہ حدیث کو ''صحیح لغیرہٖ'' کہیں گے۔

حدیث حسن:

مصنف کتاب سے لے کر آنحضرت ﷺ تک راوی میں سے کسی ایک راوی میں ان مذکورہ بالا صفات میں سے کوئی کمی یا قصور ہو اور وہ کثرتِ طرق سے پوری بھی نہ ہوتی ہو تو اس کی روایت کردہ حدیث کو ''حدیثِ حسن'' کہا جاتا ہے۔

حدیث ضعیف:

حدیثِ صحیح اور حدیثِ حسن کی مذکورہ بالا شرائط میں سے ایک یا زیادہ شرائط اگر راوی میں مفقود ہوں، مثلاً حدیث کا راوی صاحبِ عدالت نہیں ہے یا صاحبِ ضبط نہیں ہے تو اس کی روایت کردہ حدیث ''ضعیف'' کہلائے گی۔

بایں حیثیت کہ ہم تک پہنچی، حدیث کی چار قسمیں ہیں: متواتر، مشہور، عزیز، غریب۔

متواتر:

وہ حدیث ہے جس کو ابتداء سے انتہاء تک یکساں بلاتعین عدد اسانید کثیرہ سے اتنے راویوں نے روایت کیا ہو کہ جن کا جھوٹ پر متفق

ہونا یا ان سے اتفاقیہ بھی جھوٹ کا صادر ہونا عقلاً محال ہو۔

مشہور:

وہ حدیث غیر متواتر جس کے راوی ہر طبقہ میں کم اَز کم تین یا تین سے زیادہ ہوں، بعض محدثین کے نزدیک ''مشہور'' کو مستفیض بھی کہتے ہیں۔

عزیز:

وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر طبقہ میں کم اَز کم دو ضرور ہوں۔

غریب:

وہ حدیث ہے جس کی اسناد میں کسی جگہ صرف ایک ہی راوی ہو جس کا کوئی شریک نہ ہو، غریب کو ''فرد'' بھی کہتے ہیں۔

باعتبارِ اختلاف کے حدیث کی چار قسمیں ہیں: شاذ، محفوظ، منکر، معروف۔

شاذ:

وہ حدیث ہے جس کا راوی تو ثقہ ہو مگر وہ کسی ایسے ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف ہو، جو ضبط وغیرہ وجوہ ترجیح میں اس سے بڑھا ہوا ہو۔

محفوظ:

وہ حدیث ہے جس کا راوی اوثق ہو مگر وہ ایسے راوی کی حدیث کے خلاف ہو جو ضبط وغیرہ وجوہ ترجیح میں اس سے کم تر ہو۔

منکر:

وہ حدیث ہے جس کا راوی ضعیف ہو اور وہ ایسے راوی کی حدیث کے خلاف ہو جو قوی راوی ہے۔

معروف:

وہ حدیث ہے جس کا راوی قوی ہو اور وہ ایسے راوی کی حدیث کے خلاف ہو جو ضعیف ہے۔

اصطلاحاتِ حدیث کا یہ اجمالی تعارف ہے، یوں تو حدیث کی اصطلاحات بہت زیادہ ہیں جو حدیث کی مختلف تقسیم پر مبنی ہیں لیکن ان سب کا یہاں ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا اور دوسرے یہ کہ صرف ان ہی اصطلاحات پر اکتفا کر لیا جائے تو اس کتاب کے سمجھنے اور حدیث کی حقیقت کو جاننے کے لیے کافی ہوگا نیز دوسری تمام اصطلاحات کا سمجھنا بھی عوام کے لیے بہت مشکل ہوگا اس لیے یہاں ان ہی اصطلاحات کی تعریف پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

صحاحِ ستہ:

فن حدیث کی وہ چھ کتابیں جو باعتبارِ نقل حدیث کے اعلیٰ درجہ کی ہیں اور جن کی نقل کردہ احادیث محدثین کی تحقیق اور نقد و نظر کی کسوٹی پر سب سے اعلیٰ اور صحیح مرتبہ کی ثابت ہوئی ہیں ''صحاحِ ستہ'' کہلاتی ہیں: بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی

شریف اور ابن ماجہ شریف صحاحِ ستہ میں شامل ہیں۔

بعض حضرات بجائے ابن ماجہ شریف کے مؤطا امام مالک رحمہ اللہ کو صحاحِ ستہ میں شمار کرتے ہیں، بخاری اور مسلم کے علاوہ صحاحِ ستہ کی دیگر کتب میں صحیح، حسن، ضعیف تینوں درجے کی احادیث ہیں جن کی تشریح وتوضیح ہر ایک صاحبِ کتاب نے اپنی اپنی جگہ کردی ہے۔

(ماخوذ از مقدمہ مظاہر حق جدید)

شیخین:

حضراتِ صحابۂ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو اور محدثین کے نزدیک امام بخاری اور امام مسلم کو اور فقہاء کے نزدیک امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کو شیخین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(تدریب الراوی حاشیہ : ۹۹، ۱۰۰)

متفق علیہ:

محدثین کی اصطلاح میں متفق علیہ کا مطلب جس حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متن اور سند دونوں میں متفق ہوں یا بعض کے نزدیک دونوں ایک ہی صحابی سے روایت کریں۔ (سبل السلام : ۱/۱۶)

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ صحابۂ کرام نے احادیث کو حفظ یاد کرنے کا بہت اہتمام فرمایا ہے اور متعدد صحابہ کرام نے احادیث کا مجموعہ تیار کرلیا تھا بعد کے زمانہ میں بھی حفظِ حدیث کا سلسلہ جاری رہا چنانچہ یہاں ایسے لوگوں کی مختصر فہرست لکھی جاتی ہے۔

صحابہ کرام کے علاوہ احادیث کو حفظ کرنے والے حضرات کے اسمائے گرامی:

اس امت کے جن افراد نے رسول اللہ ﷺ کے عشق ومحبت میں احادیث کو حفظ کیا اس کی مثالیں ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں تھی ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱)　سلیمان بن مہران الاعمش المتوفی ۱۴۸ھ ان سے چار ہزار احادیث مروی ہیں اور وہ سب زبانی بیان کرتے تھے۔

(تاریخ خطیب بغدادی : ۹/۵)

(۲)　امام محمد بن سلام المتوفی ۲۲۷ھ ان کو پانچ ہزار احادیث یاد تھیں، محدث عجلی فرماتے ہیں کہ ان کو سات ہزار احادیث یاد تھیں۔ (تهذيب التهذيب : ۹/۲۲۲)

(۳)　امام عبدالرحمن بن مہدی ان کو دس ہزار احادیث یاد تھیں۔ (تذكرة الحفاظ : ۱/۲۴۳)

(۴)　امام ابوحاتم کو بھی دس ہزار احادیث یاد تھیں۔ (تهذيب التهذيب : ۴/۱۸۴)

(۵)　امام محمد بن عیسیٰ بن نجیح المتوفی ۲۲۴ھ کو چالیس ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ (تذكرة الحفاظ : ۳۵۵)

(۶)　محدث محمد بن موسیٰ المتوفی ۳۲۱ھ کو ایک لاکھ احادیث یاد تھیں۔ (تهذيب التهذيب : ۹/۳۹۴)

(۷)　امام عبدان رحمہ اللہ المتوفی ۳۰۶ھ ان کو بھی ایک لاکھ احادیث یاد تھیں۔ (ميزان الاعتدال : ۳/۱۴۱)

(۸) امام بخاری ۲۵٦ھ کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں، جن میں سے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح۔

(تذکرۃ الحفاظ : ۲/۲۳۳)

(۹) امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ : ۲/۱۲۳)

(۱۰) امام مسلم کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں۔ (تاریخ خطیب بغدادی : ٤/٤١٩)

حفاظ محدثین کی لاکھوں مثالیں ہیں طوالت کے خوف سے چند پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

اپنا کیا حال ہے اسلاف کی حالت کیا تھی　　اپنی توقیر ہے کیا ان کی وجاہت کیا تھی

قریب کے زمانے میں احادیث کو یاد کرنے والے چند حضرات کے اسماءِ گرامی:

قریب کے زمانے میں بھی بہت سے لوگوں نے احادیث کو یاد کیا ان میں سے چند کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

(۱) مولانا شیخ فتح محمد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو چار ہزار احادیث یاد تھیں اور وہ عالمگیر اورنگزیب التوفی ۱۱۱۸ھ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کو بارہ ہزار احادیث یاد تھیں۔ (رسالہ الالفاء : صـ ۱۷ بابت ماہ رمضان ۱۳۵٦ھـ)

(۲) مجدد الف ثانی کے پوتے شیخ محمد فرخ کو ستر ہزار احادیث متن اور سند کے ساتھ یاد تھیں۔

(نظام تعلیم و تربیت : صـ ۱۲۳)

(۳) شیخ حسین بن محسن القاری کو بخاری کی مشہور شرح، فتح الباری کی چودہ جلدیں حفظ یاد تھیں۔

(رسالہ الرحیم بابت ماہ جولائی ۱۹٦۵ء)

(۴) مولانا داؤد کشمیری متوفی ۱۰۹۷ھ ان کو مشکوٰۃ زبانی یاد تھی اس وجہ سے ان کو مشکاتی کہا کرتے تھے۔

(نزھۃ الخواطر)

(۵) گجرات کے ایک آدمی جن کا نام محدث تاج الدین تھا ان کو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، صحاح ستہ زبانی یاد تھیں۔ (نزھۃ الخواطر : ٤/٢١٨)

(٦) حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے بارے میں مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک فرماتے ہیں کہ ان کو بخاری شریف حفظ یاد تھی۔

(حقائق السنن)

گہر جو دل میں نہاں ہیں خدا ہی دے تو ملیں　　اسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

یہ چند پر ہی اکتفاء کر دیا ہے حالانکہ اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔

حفظِ حدیث میں عورتوں کا کارنامہ:

دین کا علم حاصل کرنا اس کی تبلیغ واشاعت میں مردوں کی طرح عورتوں کا بھی حصہ رہا ہے، صحابہ کرام کی طرح صحابیات نے بھی اس میدان میں حصہ لیا ہے، چنانچہ مردوں کی طرح عورتوں میں بھی ایک دو نہیں ہزاروں عورتیں ہیں جنہوں نے احادیث کو حفظ یاد کیا۔ امام

ذہبی رحمہ اللہ نے تذکرۃ الحفاظ میں حافظاتِ حدیث کے نام لکھے ہیں:

۱- حضرت اسماء بنتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۲- ام المؤمنین حضرت جویریہ بنتِ حارث مصطلقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۳- ام المؤمنین حضرت حفصہ بنتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۴- ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنتِ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۵- ام المؤمنین حضرت زینب بنتِ جحش اسدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۶- حضرت زینب بنتِ ابوسلمہ مخزومیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۷- حضرت فاطمہ بنتِ رسول اللہ ﷺ
۸- حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۹- حضرت ام عطیہ نسیبہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۱۰- ام المؤمنین حضرت ام سلمہ ہند مخزومیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۱۱- حضرت ام حرام بنتِ ملحان انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۱۲- ان کی بہن ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۱۳- حضرت ام ہانی بنتِ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں پردہ لٹکا ہوا کرتا تھا جس کے پیچھے سے وہ حدیث بیان فرمانی رہتی تھیں۔

قاہرہ کی مشہور محدثہ نفیسہ حدیث کا درس دیتی تھیں جن کے درس سے امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی فائدہ اٹھایا۔

بخاری کے مشہور نسخوں میں سے ایک نسخہ احمد کی بیٹی کریمہ کا ہے جو اپنے وقت کی استاذ حدیث تھیں۔

چھٹی صدی کے مشہور محدث علی بن عساکر کے اساتذہ میں سے زیادہ مقدار خواتین اساتذہ کی ہے، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ام احمد زینب چوراسی سال کی عمر تک احادیث پڑھاتی رہیں۔ نیز فرماتے ہیں " وازدحم علیھا الطلبة " ان کے یہاں طلبہ کا ازدحام رہتا تھا۔

نیز ام عبداللہ زینب کمال الدین کے بارے میں لکھا ہے:

" وتکاثروا علیھا وتفردت وروت کبارا رحمھا اللہ ."

ان کے یہاں طلبہ کی کثرت آتی تھی وہ بہت سی احادیث روایت کرنے میں منفرد تھیں انہوں نے حدیث کی بڑی بڑی کتابوں کا درس دیا۔

احادیث کو صحیح وضعیف قرار دینے کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احادیثِ صحیحہ صرف صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں منحصر ہیں، نیز بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جو حدیث صحیحین

میں نہ ہو وہ لازماً کمزور ہوگی اور وہ کسی حال میں بھی صحیحین کی حدیث کا معارضہ نہیں کرسکتی، حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے، کیونکہ کسی حدیث کی صحت کا اعتبار اس کے بخاری یا مسلم میں ہونے پر نہیں بلکہ اس کی اپنی سند پر ہے، خود امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں احادیثِ صحیحہ کا استیعاب نہیں کیا، لہٰذا یہ عین ممکن ہے کہ کوئی حدیث صحیحین میں نہ ہو اور اس کے باوجود اس کا رتبہ سند کے اعتبار سے صحیحین کی بعض احادیث سے بھی بلند ہو، مثلاً مولانا عبدالرشید نعمانی نے "ما تمس اليه الحاجة" میں ابن ماجہ کی بعض ایسی روایات نقل کی ہیں جن کے بارے میں محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ ان کی سند بخاری کی سند سے بھی افضل ہے۔ لہٰذا صحیحین کو جو "أصح الكتب بعد كتاب الله" کہا جاتا ہے وہ مجموعی اعتبار سے ہے نہ کہ ہر ہر حدیث کے اعتبار سے، اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی "انهاء السكن الى من يطالع اعلاء السنن" قابل دید ہے۔

حدیث کو صحیح کہنے کا مطلب:

حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ جب ہم کسی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ نفس الامر میں بھی یقیناً صحیح ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں صحیح کی وہ فنی شرائط موجود ہیں جو محدثین نے صحیح کے لیے مقرر کی ہیں، لہٰذا ظن غالب یہ ہوتا ہے کہ وہ نفس الامر میں بھی صحیح ہوگی، اس لیے کہ نفس الامر کی صحت کا یقین تواتر کے بغیر نہیں ہوتا، لہٰذا صحیح میں بھی یہ احتمال موجود ہے کہ نفس الامری طور پر کوئی غلطی رہ گئی ہو، کیونکہ خطاء ونسیان ثقہ سے بھی ممکن ہے اور اس کا امکان ہے کہ کسی راوی سے کوئی وہم ہوا ہو، البتہ اس احتمال پر عمل اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ اس احتمال کا ثبوت دوسرے قرائن ودلائل قویہ سے نہ ہو جائے، لہٰذا اگر دوسرے دلائل قویہ اس بات پر دلالت کرتے ہوں کہ اس حدیثِ صحیح پر کسی راوی کو وہم ہوا ہے تو اس حدیث کو ترک کیا جاسکتا ہے، مثلاً یہ کہ زیادہ صحیح احادیث اس کے معارض ہوں یا وہ حدیث قرآنِ کریم کی کسی واضح آیت کے خلاف ہو، اسی طرح جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں حدیث ضعیف ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ نفس الامر میں بھی واقعۃً جھوٹی ہے، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں صحیح یا حسن کی فنی شرائط نہیں پائی جاتیں جن کی وجہ سے وہ اتنی قابل اعتماد نہیں ہے کہ اس پر کسی شرعی مسئلہ کی بنیاد رکھی جاسکے، ورنہ یہ احتمال موجود ہے کہ ضعیف راوی نے بالکل سچی بات نقل کی ہو، اس لیے کہ ضعیف راوی ہمیشہ غلطی نہیں کرتا لیکن اس احتمال پر عمل اس وقت تک جائز نہیں جب تک دوسرے دلائل قویہ اس کو ثابت نہ کردیں اب بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی مجتہد کے پاس ایسے دلائل قویہ موجود ہوتے ہیں جن کی بناء پر وہ اس ضعیف احتمال کو راجح قرار دے کر کسی حدیثِ صحیح کو ترک کردیتا ہے، یا حدیثِ ضعیف کو اختیار کرتا ہے تو اس صورت میں اس کو حدیثِ صحیح کا تارک یا حدیثِ ضعیف پر عامل نہیں کہا جاسکتا یہ بات ایک مثال سے واضح ہوگی:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے "کتاب العلل" میں لکھا ہے کہ میری کتاب میں دو حدیثیں ایسی ہیں کہ جن پر کسی فقیہ کا عمل نہیں ہے، ایک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت:

قال جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء بالمدينة من غير خوف ولا مطر. (ترمذی : ۱/۴۷ باب ما جاء في الجمع بين الصلوتين)

حالانکہ سند کے اعتبار سے یہ حدیث قابل استدلال ہے، دوسری حدیث امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہے:

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد في الرابعة فاقتلوه .

(ترمذی : ۲۰۹/۱ ابواب الحدود باب ما جاء من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد في الرابعة فاقتلوه)

حالانکہ یہ حدیث بھی قابل استدلال ہے، ان دونوں حدیثوں کے ظاہر کو باجماع امت ترک کردیا گیا ہے، کیونکہ دوسرے دلائل قویہ ان کے خلاف موجود تھے، لیکن ان حدیثوں کے ترک کرنے کی وجہ سے کسی کو بھی تارکِ سنت نہیں کہا گیا۔

اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''ابواب النکاح باب ما جاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدہما'' میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نقل کی ہے:

رد النبي صلى الله عليه وسلم ابنته زينب رضي الله تعالىٰ عنها على ابى العاص بن الربيع بعد ست سنين بالنكاح الاوّل ولم يحدث نكاحاً .

اس حدیث کا صریح تقاضا یہ ہے کہ اگر زوجہ مشرکہ کے اسلام لانے کے چھ سال بعد بھی اس کا پرانا شوہر مسلمان ہوجائے تو نکاحِ جدید کی ضرورت نہیں، حالانکہ اس پر کسی بھی فقیہ کا عمل نہیں، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

" هذا الحديث ليس باسناده بأس ولكن لا نعرف وجه الحديث ولعله قد جاء هذا من قبل داؤد بن الحصين من قبل حفظه ."

یہاں پر امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک حدیثِ صحیح میں راوی کے وہم کے احتمال کو دوسرے دلائل کی وجہ سے راجح قرار دیا ہے۔

اس کے برعکس حدیثِ ضعیف پر بعض اوقات دوسرے دلائل کی وجہ سے عمل کرلیا جاتا ہے، چنانچہ اسی باب میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے عمرو بن شعیب رحمہ اللہ کی روایت نقل کی ہے:

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رد ابنته زينب على ابي العاص بن الربيع بمهر جديد ونكاح جديد .

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هذا حديث في اسناده مقال والعمل على هذا الحديث عند أهل العلم الخ (ثم قال) وهو قول مالك بن أنس والاوزاعي والشافعي واحمد واسحاق .

کیا ان تمام ائمہ کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ عامل ''بالحدیث الضعیف'' ہیں، ظاہر ہے کہ ان حضرات نے حدیث کو اس لیے اختیار کیا کہ دوسرے دلائل سے اس کی تائید ہورہی تھی، لہٰذا اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کسی مقام پر حدیثِ ضعیف کو دوسرے دلائل کی وجہ سے اختیار کریں تو وہ تنہا نشانہ ملامت کیسے ہوسکتے ہیں؟ یہ بحث تفصیل کے ساتھ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ کی کتاب ''انہاء السکن'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (ماخوذ از مقدمہ درسِ ترمذی)

ریاض الصالحین کے مصنف رحمہ اللہ کے حالات

نام ونسب وپیدائش:

محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام النواوی، آپ ماہ محرم ۶۳۱ھ میں نواۃ مقام میں پیدا ہوئے جوارضِ حوران میں اعمالِ دمشق کا ایک قصبہ ہے۔ وفیہ یقول الشاعر

لقیت خیرا یا نوی ووقیت من الم النوی

فلقد نشابك عالم للّٰه اخلص ما نوٰی

وعلا علاہ وفضلہ فضل الحبوب علی النوی

اس لیے نسبت میں نواوی کہلاتے ہیں اتحاف میں سالِ ولادت ۸۱ ھ ہے جو ناسخین کی تحریف ہے۔

تحصیل علوم:

ابتداء میں اپنے شہر میں رہ کر قرآن پاک حفظ کیا پھر ۶۴۹ھ میں انیس برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ مدرسہ رواحیہ دمشق میں آگئے اور وہاں کمال الدین اسحاق بن احمد جعفری، رضی بن برہان، زین الدین بن عبدالدائم، عماد الدین بن عبدالکریم، زین الدین خلف بن یونس، تقی الدین بن ابی الیسر، جمال الدین بن الصیرفی سے علم حاصل کیا اور اپنے وقت کے بہت بڑے امام بنے، علامہ عبدالحی صاحب لکھتے ہیں:

وبرع في العلوم وصار محققا فی فنونه مدققا فی عمله حافظا للحديث عارفا بانواعه

علوم میں بہت نمایاں، فنون میں محقق، عمل میں مدقق حافظ حدیث اور اس کے انواع سے باخبر تھے

حالاتِ زندگی:

۶۵۱ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کے لیے گئے اور مدینہ منورہ میں ڈیڑھ ماہ قیام کیا، وقت کے بہت پابند تھے اور کھانا صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد کھاتے تھے، آپ نے زندگی بھر شادی نہیں کی، آپ بہت ہی سریع التصنیف تھے کہا جاتا ہے کہ لکھتے لکھتے جب آپ کا ہاتھ تھک جاتا تب آپ قلم رکھتے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

لئن كان هذا الدمع يجري صبابته على غير سعدی فهو دمع مضيع

آپ کی مجموعی تصانیف کا حساب لگایا گیا تو یومیہ دو کراسہ سے زائد کا اوسط پڑا۔

افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ''حسن المحاضرہ'' میں ذکر کیا ہے کہ جب شاہ ظاہر بیبرس نے ملک شام میں تاتاریوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو اس نے علماء سے اس بات کا فتویٰ طلب کیا کہ میں دشمن کے مقابلہ کے لیے رعیت سے مال لے سکتا ہوں، چنانچہ تمام علماء

نے اس کی رائے کے مطابق فتوای دیدیا اس کے بعد ظاہر نے دریافت کیا کہ تمہارے علاوہ کوئی اور ایسا عالم ہے جس نے فتوای نہ دیا ہو؟ علماء نے کہا ہاں! شیخ محی الدین نووی ہیں، ظاہر شاہ نے آپ کو بلوا کر فتوای کی فرمائش کی تو آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں یہ فتوای نہیں دے سکتا، ظاہر نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو امیر بندقدار کا غلام اور بالکل نادار تھا اللہ تعالی نے تجھے حاکم بنادیا تو اب تیرے پاس سونے چاندی میں لدے ہوئے ایک ہزار غلام اور دو سو باندیاں ہیں سو جب تو کروفر کا یہ تمام مال صرف کر چکا تب رعیت سے مال لینے کا فتوای دے سکتا ہوں۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

یہ سن کر ظاہر نہایت غضبناک و برہم ہوا اور امام نووی سے کہا کہ تو میرے شہر یعنی دمشق سے نکل جا، آپ نے فرمایا: " السمع و الطاعة" چنانچہ آپ دمشق سے نوی آ گئے، علماء نے ظاہر سے سفارش کر کے واپسی کی اجازت چاہی مگر آپ نے فرمایا کہ جب تک ظاہر دمشق میں موجود ہے میں وہاں قدم بھی نہ رکھوں گا، اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہی ظاہر کا انتقال ہو گیا۔

تصانیف:

آپ کی تصانیف میں شرح مسلم نہایت مشہور و مقبول کتاب ہے بلکہ علمی حلقوں میں آپ شارح مسلم ہی کی حیثیت سے مشہور ہیں اس کا نام "المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج" ہے نیز ریاض الصالحین کو بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے اور بعض مدارس میں داخل درس ہے، ان کے علاوہ دیگر تصنیفات یہ ہیں:

(۱) تہذیب الاسماء واللغات: اس میں آپ نے وہ تمام الفاظ جمع کر دیے ہیں جو مختصر مزنی، تہذیب وسیط، تنبیہ، وجیز اور روضہ میں ہیں مزید براں مردوں، عورتوں، ملائکہ اور جن وغیرہ کے اسماء کا آپ نے اضافہ کیا ہے کتاب کے دو حصے ہیں ایک حصہ میں اسماء ہیں دوسرے میں لغات اسی لیے اس کو تہذیب الاسماء واللغات کہا جاتا ہے۔

(۲) الروضہ (۳) شرح المہذب (۴) کتاب الاذکار
(۵) کتاب المناسک (۶) الاربعون (۷) التبیان فی آداب حملة القرآن
(۸) الاشارات فی مبہمات الحدیث (۹) التحریر فی الفاظ التنبیہ (۱۰) الخلاصہ
(۱۱) الارشاد (۱۲) التقریب فی اصول الحدیث
(۱۳) التیسیر مختصر الارشاد (۱۴) تحفة الطالب (۱۵) شرح التنبیہ
(۱۶) نکت علی الوسیط (۱۷) شرح الوسیط (۱۸) شرح البخاری، کچھ حصہ
(۱۹) رؤوس المسائل (۲۰) رسالہ فی الاستقاء (۲۱) رسالہ فی استحباب القیام لاہل الفضل
(۲۲) رسالہ فی قسمة الغنائم والاصول والضوابط (۲۳) الاشارات علی الروضہ
(۲۴) شرح سنن ابوداؤد نامکمل ہے۔

وفات:

جب آپ بیت المقدس کی زیارت کر کے واپس ہوئے تو اپنے والدین کی موجودگی میں شب چہارشنبہ ۱۴ رجب ٦٧٦ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا گیا۔

بشائر قلبی فی قدومی علیهم	ویا نسروری یوم سیری الیهم
وفی رحلتی یصفو مقامی وحبذا	مقام به حط الرحال لدیهم
ولا زاد علی الایقین بانهم	لهم کرم یغنی الوفود علیهم

انتقال کے بعد آپ کے مرثیہ میں یہ اشعار پڑھے گئے۔

رأى الناس منه زهد یحیی سمیه	وتقواه فیهما کان یبدی ویخفیه
فطوبی له ما شاقه طیب مطعم	ولا طیس لانت ورقت حواشیه
تضی وله علم تجدد ذکره	وینشره فالدهر صیبهات یطویه
ولاح علی وجه العلوم کاتبه	تخبران العلم قدمات محییه
تحلی باوصاف النبي وصحبه	وتابعهم هدیا فمن ذا یدانیه
یسر اذا ماسدوا الخصم حجة	وان ضل عن مقصد الحجة یهدیه
بکی فقده علم الحدیث واهله	مداویه والکتب الصحاح وقاریه

از طبقات الشافعیه ، مقدمه تدریب الراوی ، الرسالة المستطرفه ، التعلیقات السنیه ، حسن المحاضره وغیره ۔

(ماخوذ از ظفر المحصلین)

ریاض الصالحین کا تعارف واہمیت:

علامہ نووی شارح مسلم کی تصنیفات میں "ریاض الصالحین" انتہائی اہمیت کی حامل ہے، یہ انیس سو منتخب احادیث کا مجموعہ ہے۔
اس کتاب کو لکھنے کا کیا مقصد ہے، اس کو خود مصنف رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

فرأیت أن اجمع مختصر من الاحادیث الصحیحة مشتملا علی ما یکون طریقا لصاحبه إلی الآخرة . ومحصلا لادابه الباطنة والظاهرة جامعا للترغیب والترهیب ، وسائر انواع آداب السالکین من احادیث الزهد ، وریاضیات النفوس وتهذیب الاخلاق وطهارة القلوب وعلاجها ، وصیانة الجوارح ، وازالة اعوجاجها وغیر ذلک من مقاصد العارفین . (مقدمة الکتاب)

یعنی امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور اصلاح خلق کے متعلق آیات واحادیث اور اس پر ملنے والا اجر وثواب کو دیکھتے ہوئے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ احادیث صحیحہ کا ایک مختصر مجموعہ تیار کروں جو اس کے مطالعہ کرنے والوں کے لیے توشۂ آخرت بنے، جس سے پڑھنے

والے کا ظاہر و باطن درست ہو جائے جس سے ترغیب و ترہیب دونوں ہی حاصل ہوں اور آدابِ سالکین کی تمام قسموں کا جامع ہو، ان احادیث میں زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی کا سبق بھی ہو اور نفس کو اعمالِ صالحہ پر ابھارنے کا سامان بھی ہو اور اخلاق و کردار کو سنوارنے اور دلوں کی صفائی تمام باطنی بیماریوں (ریاکاری، عجب و کبر، حسد و کینہ، بغض و عداوت، لالچ و حرص، حبِ مال و حبِ جاہ وغیرہ) سے نجات کا ذریعہ اور ان بیماریوں کا علاج ہو، انسانی اعضاء کو گناہوں سے بچانے کا آلہ اور ان کی کجی کو دور کرنے کا سبب ہو ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والوں کے جو مقاصد ہیں وہ ان احادیث سے پورے ہوں۔

یقیناً مصنف رحمہ اللہ کے بیان کردہ تمام مقاصد اس کتاب سے پورے ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں اس کتاب کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے، اصلاحی مجالس میں اس کا درس ہوتا رہا اور تنہائی کے اوقات میں بھی یہ کتاب انیس بنتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی اور فکرِ آخرت میں اضافہ کا باعث بنتی ہے، چنانچہ دکتور ماہر یاسین فحل جنہوں نے حال میں عربی زبان میں ریاض الصالحین کی شرح لکھی وہ مقدمہ میں ریاض الصالحین کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اما بعد! فإني احمد الله اولا واخرا وظاهرا وباطنا على انهاء العمل بهذا الكتاب العظيم "رياض الصالحين" ذلك الكتاب الذي كان اول كتاب العلم قراءة لي، وكنت دائما أرجع إلى هذا الكتاب واحفظ من احاديثه وانصح الناس في العناية به، لانه كتاب كله نور، كيف لا وقد ضم بين دفتيه اهم ما يحتاجه المسلم في حياته وعباداته، لذلك انعقدت النية على العناية به عناية متميزة مع التاكيد في التعليق على اتباع منهج السلف الصالح.

کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ریاض الصالحین جیسی عظیم کتاب پر تعلیق و تحقیق کا کام مکمل کرنے کی توفیق دی یہ میرے لیے پہلی کتاب ہے جس کو میں نے بنظر غائر پڑھا ہے، پھر میرا یہ مشغلہ بن گیا، ہر وعظ و نصیحت کے موقع پر اس کتاب کی طرف مراجعت کرتا ہوں اور اس کی احادیث کو یاد کرتا ہوں اور لوگوں کو تاکید کرتا رہتا ہوں کہ اہتمام کے ساتھ اس کا مطالعہ جاری رکھیں کیونکہ یہ ایسی پرنور کتاب ہے جس میں ایک مسلمان کی ضرورت کی تمام باتیں موجود ہیں، عرب و عجم کے علماء اس کے درس کا اہتمام فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم کو دیکھا وہ بڑے اہتمام کے ساتھ اس کا درس دیتے ہیں ان کے درس کا خلاصہ جو "اصلاحی خطبات" کے نام سے شائع ہوتے ہیں اور ہو رہے ہیں، ان کا غالب حصہ اس "ریاض الصالحین" کے درس کا خلاصہ ہے۔

نیز وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے بنات کے مدارس کے نصاب میں اس کو داخل فرمایا نیز بنین کے لیے بھی اس کتاب کے مختلف ابواب داخل نصاب ہیں اور اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ عربی، اردو اور دیگر مختلف زبانوں میں اس کی مختصر اور مفصل بہت سی شروحات لکھی گئی ہیں، کسی کتاب کا مخدوم ہونا اس کے مقبول ہونے کی علامت ہے، حال ہی میں ہمارے محترم بزرگ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صاحب زید مجدہم نے اردو زبان میں ریاض الصالحین کی بہت وقیع اور مبسوط شرح تحریر فرمائی ہے یہ شرح کئی خصوصیات پر مشتمل

ہے۔حل لغات، ترجمہ، تشریح اور متعلقہ حدیث سے مستنبط ہونے والے فقہی مسائل کی وضاحت وغیرہ۔

جناب خلیل اشرف عثمانی صاحب کی درخواست پر بندہ نے اس شرح پر نظر ثانی کی، لیکن رسمی طور پر نہیں بلکہ شروع سے آخر تک بالاستیعاب دیکھا چونکہ علامہ نووی رحمہ اللہ فقہ شافعی کے پیروکار ہیں، ان کے بیان کردہ بعض مسائل سے حنفی فقہ کے متبعین کو الجھن پیش آسکتی تھی اس لیے موقع بموقع اس کی وضاحت کردی گئی کہ احناف کے ہاں مسئلہ یہ ہے نیز اصل شرح میں ہر ہر حدیث پر عنوانات نہیں تھے اس کمی کو پوری کرنے کے لیے ہر حدیث پر عنوان قائم کرکے شرح سے استفادہ کرنے والوں کے لیے مزید آسانی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اس کے علاوہ علم حدیث پر ایک مختصر اور جامع مقدمہ کا اضافہ کیا گیا جو ان شاءاللہ حدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لیے معین و مددگار ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس شرح کو امت کے لیے نافع بنائے نیز اصل شارح، ناشر اور بندۂ ناچیز کے لیے صدقۂ جاریہ اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

بندہ احسان اللہ شائق عفا اللہ عنہ

خادم افتاء وتدریس

جامعۃ الرشید، احسن آباد، کراچی

١١/٠٦/١٤٢٨ھ

مُقدّمۃ

از : امام محی الدین بن شرف نووی رحمہ اللہ

جملہ ستائش اس اللہ واحد وقہار کے لیے ہیں جو غالب ہے اور بخشنے والا ہے، جو اصحاب قلب ونظر اور ارباب دانش وبینش کی نصیحت وعبرت کے لیے رات کو دن پر لپیٹنے والا ہے۔ وہی ہے جس نے اپنے بندوں میں سے کچھ لوگوں کو منتخب فرما کر انہیں غفلت سے بیدار کیا اور دنیا کی زندگی میں انہیں زہد وتقویٰ سے سرفراز فرمایا، انہیں مراقبہ ذات اور مشاہدہ حق میں مشغول فرمایا اور انہیں ہر آن عبرت ونصیحت کا قبول کرنے والا بنایا اور انہیں توفیق عطا فرمائی کہ وہ اس کی فرماں برداری اور آخرت کی تیاری میں لگے رہیں، ان باتوں سے ڈرتے رہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بننے والی ہیں اور ان امور سے اجتناب کریں جو انہیں جہنم کا مستحق بنا دیں اور زمانے کے ہر تغیر اور حالات کے ہر نشیب وفراز میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مستقل مزاجی سے جمے رہیں۔

میں اسی کی حمد کرتا ہوں، بلیغ ترین اور پاکیزہ ترین حمد ایسی حمد جو جملہ انواع کو شامل اور زیادہ نفع دینے والی ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ نیکوکار اور رؤف ورحیم ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کے حبیب وخلیل ہیں جو صراطِ مستقیم کی جانب راہنمائی کرنے والے اور دین قویم کی طرف بلانے والے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو، درتمام انبیاء علیہم السلام پر ان کی آل پر اور تمام صالحین پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

''میں نے تمام انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے میں ان سے کسی قسم کا رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔'' (سورۃ الذاریات:۵۶،۵۷)

یہ فرمانِ الٰہی واضح ہے کہ تمام انسان صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، بنابریں ان پر لازم ہے کہ اپنے مقصد تخلیق پر نظر رکھیں، زہد وتقویٰ اختیار کریں اور لذاتِ دنیا سے گریز کریں کہ دنیا دار فانی ہے مقام دوام نہیں، عارضی سواری ہے منزل عشرت نہیں، شاہراہِ زندگی کا منقطع ہو جانے والا کنارہ ہے دائمی ٹھکانا نہیں۔ یہاں بیدار بخت وہی ہے جو اپنی زندگی بندگی رب میں گزارے اور دانا وہی ہے جو پرہیزگاری کو حاصل زیست بنائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''دنیا کی زندگی کی مثال آسمان سے نازل کردہ پانی کی سی ہے، پس اس کے ساتھ سبزہ جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں مل کر نکلا یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوش نما اور آراستہ ہوگئی اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں ناگہاں رات کو یا دن کو ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے اس کو کاٹ کر ایسا کر دیا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں، جو لوگ غور وفکر کرنے والے ہیں ان کے لیے

ہم اپنی نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔'' (سورۃ یونس: ٢٤)

اس مفہوم کی آیات قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اللہ کے بہت سے عاقبت اندیش بندے ایسے ہیں جنہوں نے دنیا سے کنارہ کرلیا ہے، وہ دنیا کے فتنوں سے لرزاں وترساں رہتے ہیں۔

دنیا کو دیکھ کر وہ اس حقیقت سے آشنا ہوگئے کہ یہ جگہ ایک بیدار انسان کا وطن نہیں ہے اور انہوں نے جان لیا کہ دنیا ایک عمیق سمندر ہے جسے عبور کرنے کے لیے انہوں نے نیک اعمال کے سفینے بنا لیے۔

جب دنیا کا یہ حال ہے جو میں نے بیان کیا اور ہمارا مقصد وجود وہ ہے جو میں نے ذکر کیا تو ہر باشعور مکلّف انسان پر لازم ہے کہ نیکو کاروں کا مسلک اختیار کرے اور اہل دانش وبصیرت کے راستے پر چلے اور جو مقصد بیان ہوا ہے اس کی تیاری کرے اور اس امر کا اہتمام کرے جس کی جانب میں نے تنبیہ کی ہے اور اس کے لیے سب سے درست راستہ اور منزل مقصود کی جانب سب سے زیادہ راہنمائی کرنے والا طریقہ وہ ہے جو اولین وآخرین کے سردار اور اگلے اور پچھلوں میں سب سے زیادہ معزز ومکرم ہمارے نبی ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ہو آپ ﷺ پر اور تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام پر۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو۔'' (سورۃ المائدۃ: ٢)

صحیح حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے'' مزید فرمایا: ''جو کسی کو کسی نیکی کی جانب راہنمائی کرے گا تو اس کو عمل کرنے والے کے برابر اجر ملے گا'' اور فرمایا: ''جو کسی کو نیکی کی طرف بلائے گا تو اس کے لیے ان لوگوں کے مثل اجر ہوگا جو اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا اور اس سے ان کے اجر میں کمی نہ ہوگی۔'' اور آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''اللہ کی قسم! تمہارے واسطے سے اللہ تعالیٰ اگر ایک شخص کو ہدایت دیدے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

ان امور کے پیش نظر میں نے ارادہ کیا کہ احادیثِ نبوی ﷺ کا ایک ایسا مختصر مجموعہ مرتب کروں جو طالب حق کے لیے آخرت کا راستہ ہموار بنادے، جس سے اسے ظاہری وباطنی آداب حاصل ہوجائیں اور جو ترغیب وترہیب اور آداب سالکین کی تمام انواع پر مشتمل ہو۔ اس میں زہد وتقویٰ کا سبق بھی ہو اور ریاضتِ نفس اور تہذیبِ اخلاق کا بیان بھی، طہارتِ قلب کا بھی ذکر ہو اور امراضِ قلب کا علاج بھی، انسانی اعضاء کی سلامتی کا بھی بیان ہو اور ان کی کجی کا ازالہ بھی اور اس کے علاوہ دیگر مقاصد صالحین کا بیان بھی۔

میں نے التزام کیا ہے کہ میں اس کتاب میں صرف ایسی صحیح اور واضح احادیث ذکر کروں گا جو مشہور کتبِ احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں اور ہر باب کا آغاز میں آیاتِ کریمہ سے کروں گا اور جو لفظ ضبط (اعراب کی وضاحت) کا یا کسی مخفی معنی کی توضیح کا محتاج ہوگا اسے میں

نفیس تنبیہات سے مزین کروں گا اور جس حدیث کے آخر میں متفق علیہ کہوں تو اس کا مطلب ہوگا کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب مکمل ہو کر طالب حق کو بھلائی کے راستے پر لے جانے والی اور برائیوں اور مہلک گناہوں سے بچانے والی ہوگی۔ میں اپنے اس بھائی سے جو اس کتاب سے مستفید ہو درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے میرے والدین اور مشائخ کے لیے تمام احباب اور جملہ مسلمانوں کے لیے دعائے خیر کرے۔ اللہ کریم ہی پر میرا اعتماد ہے، میرا بھروسہ اور سپردگی اسی پر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو گناہوں سے بچائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے وہی غالب اور حکیم ہے۔

البَابُ (١)

اَلإِخلَاصِ وَاِحضَارِالنِّيَّةِ فِي جَمِيعِ الأَعمَالِ وَالأَقوَالِ وَالأَحوَالِ البَارِزَةِ وَالخَفِيَّةِ

جملہ اعمال واقوال اور ظاہری وباطنی حالات میں اخلاص اور حسن نیت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

١. ﴿ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعۡبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤۡتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلۡقَيِّمَةِ ۝٥ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اوران کواس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں یکسو ہوکر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی سچا دین ہے۔'' (سورۃ البینۃ:۵)

تفسیری نکات: اخلاص عمل اور حسن نیت کے بارے میں یہ تین آیاتِ کریمہ جو امام نووی رحمہ اللہ نے اس باب کے آغاز میں ذکر فرمائی ہیں انتہائی اہم اور وسیع معنی کی حامل ہیں۔

پہلی آیت سورۃ البینۃ کی ہے۔ جس میں اس حقیقت کا بیان ہے کہ اسلام سے قبل اہل کتاب کو یہی حکم ہوا تھا کہ ہر طرح کے شائبہ شرک وضلال سے پاک ہوکر صرف ایک اللہ کی بندگی کریں مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر احبار اور رہبان کو ارباب بنالیا، حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ ہر فکری کجی اور ہر عملی زیغ سے بچ کر دین ابراہیم پر استقامت کے ساتھ قائم رہتے۔ غرض انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاصِ عمل اور حسن نیت اختیار کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، یہی اخلاص عمل، حسن نیت اور نماز وزکوٰۃ دین اسلام کی اساس ہیں، پھر قبول اسلام سے گریز کیوں؟ (تفسير عثماني، سورة البينة)

وَقَالَ تَعَالیٰ :

٢. ﴿ لَن يَنَالَ ٱللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ ٱلتَّقۡوَىٰ مِنكُمۡ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(٢): ''اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون۔ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''

(سورۃ الحج:٣٧)

تفسیری نکات: دوسری آیت سورۃ الحج کی ہے جس میں قربانی کا اصل فلسفہ بیان کیا گیا ہے کہ محض جانور ذبح کرنے اور اس کا خون گرانے سے تم اللہ تعالیٰ کی رضا کبھی حاصل نہیں کرسکتے، کہ یہ گوشت اور خون بارگاہِ الٰہی تک نہیں پہنچتا۔ اس کے یہاں تو تمہارے دل کا تقویٰ اور ادب پہنچتا ہے کہ کیسی خوش دلی اور جوشِ محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اس کی اجازت سے اس کے نام پر اس کے گھر کے پاس لے جاکر قربان کی۔ گویا اس قربانی کے ذریعے ظاہر کردیا کہ ہم خود بھی تیری راہ میں اسی طرح قربان ہونے کے لیے تیار ہیں۔ یہی وہ

تقویٰ ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ کا عاشق اپنے محبوبِ حقیقی کی خوشنودی حاصل کرسکتا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی :

٣. ﴿ قُلْ إِن تُخْفُوا۟ مَا فِى صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ ٱللَّهُ ﴾

نیز اللہ سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے:

(٣): ''آپ فرمادیجئے تم اپنے دل کی بات چھپائے رکھو یا اسے ظاہر کردو، اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔''

(سورۃ آل عمران: ٢٩)

تفسیری نکات: تیسری آیت آل عمران کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ تو ممکن ہے کہ آدمی اپنی نیت اور دل کی بات دوسرے لوگوں سے چھپالے مگر اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتا کہ اللہ تعالیٰ ہر بات کو بخوبی جانتا ہے اور اس کا علم ہر شئی کو محیط ہے۔

(تفسیر عثمانی، سورۃ الحج)

تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے

١. وَعَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَبِيْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بْنِ نُفَيْلِ بْنِ عَبْدِالْعُزّٰى بْنِ رِيَاحِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قُرْطِ بْنِ رَزَاحِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوٰى: فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا، اَوِ امْرَاَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ : رَوَاهُ اِمَامَا الْمُحَدِّثِيْنَ : اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ بَرْدِزْبَهْ الْجُعْفِيُّ الْبُخَارِيُّ، وَاَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ بْنِ مُسْلِمٍ الْقُشَيْرِيُّ النَّيْسَابُوْرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ كِتَابَيْهِمَا اللَّذَيْنِ هُمَا اَصَحُّ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ .

(١) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی پس جس شخص نے اللہ اور رسول ﷺ کے لئے ہجرت کی اس کی ہجرت اللہ اور رسول ہی کے لیے ہے اور جس کی ہجرت حصول دنیا یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہو تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہوگی جس کی اس نے نیت کی۔''

اس حدیث کو امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن مغیرہ بن بردزبہ جعفی بخاریؒ اور امام المحدثین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں کتب حدیث میں صحیح ترین کتابیں ہیں۔

تخریج حدیث (١): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب بدء الوحی . صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ماجاء إنما

الاعمال بالنیة .

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو حفص تھی اور الفاروق لقب تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی دعاء کے نتیجے میں اسلام لائے، آپ سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں اسلام قبول کر چکی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام سے مسلمانوں کو قوت اور اسلام کو شوکت حاصل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ کے دورِ خلافت میں عراق، مصر اور شام فتح ہوئے۔ کتب حدیث میں آپ سے مروی احادیث کی تعداد **۵۳۹** ہے **۲۳** ھ میں ٦٣ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ (تهذيب التهذيب : ٤/ ٢٦٤)

کلماتِ حدیث: اعمال: عمل کی جمع ہے۔ عمل یعمل عملا (باب سمع) کام کرنا۔ بالارادہ کوئی کام کرنا عمل ہے جبکہ ہر انسانی حرکت خواہ ارادہ ہو یا نہ ہو فعل ہے۔ نیات: نیۃ کی جمع ہے، جس کے معنی قصد و ارادہ اور عزم قلب کے ہیں۔ نوی ینوی نواۃ و نیۃ (باب ضرب) ارادہ کرنا۔ نیت کرنا۔ ہجرت کے معنی ترک کرنے اور چھوڑنے کے ہیں۔ هجر يهجر هجراً و هجرانا (باب نصر) قطع کرنا، وصل کی ضد ہے۔ هجر الشئی، اس شئے کو چھوڑ دیا اور اس سے اعراض کیا۔ ہجرت کا شرعی مفہوم آزمائش کے خوف سے دار الکفر سے دار الاسلام آجانا اور حقیقت ہجرت یہ ہے کہ ہر اس بات کو چھوڑ دینا جو اللہ سبحانہٗ کو ناپسند ہو۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ مہاجر وہ ہے جو ہر اس بات کو ترک کر دے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہو۔ دنیا دُنُوٌّ سے بنا ہے جس کے معنی قریب ہونے کے ہیں چونکہ انسان اس جہاں میں اس وقت موجود ہے اس لیے یہ قریب ہے اور دنیا ہے اور بعد میں آنے والا جہاں آخرت ہے کہ وہ بعد میں آئے گا۔

شرح حدیث: یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے اور اپنے معانی کی وسعت اور اپنے مفاہیم کی ہمہ گیری کے اعتبار سے بے حد اہم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اسے ثلث اسلام قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ فقہ کے ستر ابواب پر مشتمل ہے۔

(صحيح مسلم لشرح النووی : ١٣/ ٤٦)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح بخاری میں کتاب الایمان کے آغاز میں اور باب بدء الوحی سے پہلے ذکر کیا ہے، کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کی موجودگی میں اپنے ایک خطبہ میں اس حدیث کو ذکر فرمایا اس مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے خطبۂ کتاب میں ذکر فرمایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے خطبہ میں یہ حدیث ارشاد فرمائی جو اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ مکی زندگی مدنی زندگی کے لیے بطورِ مقدمہ تھی اور اسی بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے مقدمۂ کتاب میں ذکر فرمایا۔ ابن المنیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نزولِ وحی کے آغاز سے پہلے ہی خلوت پسند فرمانے لگے تھے اور سب کچھ چھوڑ کر غارِ حرا میں معتکف ہو جاتے، آپ ﷺ کی یہ غیر اللہ سے الی اللہ ہجرت مقدمہ تھی نزولِ وحی کا، اس لیے مناسب ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو بدء الوحی (آغاز وحی) سے متعلق حدیث سے پہلے ذکر فرمائیں۔ (فتح الباری : ١/ ٢٢٢)

درحقیقت یہ حدیث ان آیاتِ کریمہ کا بیان ہے جو امام نووی رحمہ اللہ نے اس باب کے آغاز میں ذکر کی ہیں۔ دین اسلام کی اساس اخلاصِ عمل اور حسن نیت ہے، چنانچہ ہر عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ خالصتاً لوجہ اللہ کیا گیا ہو اور صحیح نیت کے ساتھ انجام دیا جائے۔ ایسے ہی عمل کا اجر وثواب ہے، جبکہ ریاکاری اور دنیاوی اغراض کی آمیزش کے ساتھ کیا جانے والا عمل بے اثر اور بلاثمر بن جاتا ہے، لیکن یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ جس طرح نیتِ فاسدہ سے کیا جانے والا اچھے سے اچھا عمل بے ثمر اور بے نتیجہ ہو جاتا ہے اسی طرح کوئی برا عمل محض نیت کے خوب ہونے سے اچھا نہیں بن جاتا۔ برا عمل ہر حالت میں برا ہے خواہ اسے کتنا ہی حسن نیت کے ساتھ انجام دیا گیا ہو۔ اچھا عمل وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے اچھا قرار دیا ہے، برا عمل وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں برا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کام فی نفسہ برے ہیں اور ان سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے ان میں حسن نیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ان کاموں کو بزعمِ خود اچھی نیت سے کرنا ان کی قباحت اور برائی میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔ حدیثِ نبوی ﷺ کا منشا یہ ہے کہ اگر اعمالِ صالحہ میں رضائے الٰہی مقصود نہ ہو بلکہ ان کی غرض دنیاوی فائدہ ہو تو وہ اعمال دنیاوی اعمال بن جاتے ہیں۔ اعمالِ صالحہ میں نماز سب سے مہتم بالشان عمل ہے لیکن اگر ریاکاری سے پڑھی جائے تو عند اللہ اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

اللہ سبحانہٗ کی رضا کے حصول کے لیے اپنا وطن چھوڑ کر دارالاسلام میں جا کر آباد ہونا بلاشبہ ایک عظیم عمل ہے مگر شرط یہی ہے کہ ہجرت کی غرض وغایت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ حصولِ دنیا یا کسی عورت سے نکاح مقصود نہ ہو۔ ایک صاحب مدینہ منورہ میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتے تھے اس نے شرط لگائی کہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ جاؤ، چنانچہ یہ صاحب ہجرت کر کے گئے اور اس عورت سے نکاح کر لیا اور مہاجر ام قیس کہلائے کہ یہ عورت ام قیس کے نام سے متعارف تھی۔ اسی واقعہ کے پیشِ نظر حدیث میں دنیا کے ذکر کے بعد عورت سے نکاح کا ذکر فرمایا۔ اگر کوئی بات یا کوئی واقعہ رسول اللہ ﷺ کے کسی فرمان کی وجہ بنا ہو اسے سبب ورود الحدیث کہتے ہیں، جس کی جمع اسباب ورود الحدیث ہے جو علوم حدیث میں ایک اہم اور مستقل علم ہے۔

(فتح الباري : ١/ ٢٢٢ ، صحيح مسلم لشرح النووی : ١٣/ ٤٦ ، مظاهر حق : ١/ ٧٤ ، دليل الفالحين : ١/ ٢٩)

احادیث میں جن اعمال کے لیے نیت کو ضروری قرار دیا گیا ہے ان سے اعمالِ مقصودہ مراد ہیں یعنی ایسے اعمال جن کا کرنا شریعت میں مطلوب اور دین میں مقصود ہو، جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔ یہ اعمال بغیر نیت معتبر نہیں ہیں اور نہ اللہ کے نزدیک مقبول ہیں، جملہ فقہاء کے نزدیک نماز کے لیے نیت لازمی ہے اور بغیر نیت نہ تو نماز صحیح ہے اور نہ عند اللہ مقبول ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ حنفی فقہاء کے نزدیک نیت شرطِ نماز ہے اور نیت کا نماز کی صحت کے لیے شرط ہونا اجماع سے ثابت ہے، جبکہ دیگر فقہاء کے نزدیک نیت نماز کا رکن ہے۔ اعمالِ غیر مقصودہ سے مراد ایسے اعمال ہیں جو مقصود نہ ہوں، البتہ کسی دوسرے امر کی بناء پر ضروری قرار پا گئے ہوں، جیسے وضو اور غسل کہ یہ فی ذاتہ مقصود نہیں ہیں۔ اعمال غیر مقصودہ میں نیت کے لازمی ہونے کے بارے میں اختلاف ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت ضروری ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وضو اور غسل بغیر نیت بھی معتبر ہیں، البتہ ان اعمال میں نیت سنت اور مستحب ہے۔

نیت کے معنی دل سے قصد کرنے کے ہیں اس لیے زبان سے کہنا شرط نہیں ہے، البتہ بعض فقہاء کے نزدیک سنت یا مستحب ہے۔

نیت کے لیے مسلمان ہونا، عاقل ہونا اور عالم ہونا یعنی جو عمل کر رہا ہے اس کی اہمیت وحقیقت سے واقف ہونا ضروری ہے اور چوتھی شرط یہ ہے کہ نیت کے منافی کوئی کام نہ کرے۔ (الفقه على المذاهب الاربعة : ١/١٧٢، مظاهر حق جديد : ١/٧٦)

دنیوی عذاب نیک وبد دونوں پر آتا ہے

٢. وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ عَبْدِاللّٰهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَغْزُوْجَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَاِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَ اٰخِرِ هِمْ قَالَتْ قُلْتُ:يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَ اٰخِرِ هِمْ وَفِيْهِمْ اَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ : يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَ اٰخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلىٰ نِيَّاتِهِمْ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ' هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ .

(۲) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کے ارادے سے نکلے گا۔ جب وہ چٹیل میدان میں پہنچے گا تو ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ان سب کو کیسے دھنسا دیا جائے گا جبکہ ان میں بعض دکانداری کرنے والے ہوں گے اور بعض ایسے ہوں گے جو مقاتلین میں سے نہ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے پھر وہ اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث(۲): صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب ما ذكر في الاسواق . صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب الخسف بالجيش الذي يوم البيت .

راوی الحدیث: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لقب حمیراء اور ام عبداللہ کنیت تھی۔ غزوۂ احد اور غزوۂ بنی المصطلق میں شرکت فرمائی۔ مکثرین صحابہ میں سے تھیں، یعنی ان صحابۂ کرام میں سے جن میں ہر ایک سے ایک ہزار سے زائد احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کی تعداد ۲۲۱۰ ہے جن میں سے ۱۷۴ متفق علیہ ہیں۔ ۵۴ احادیث صرف صحیح بخاری میں اور ۶۸ صرف صحیح مسلم میں موجود ہیں، ۶۳ سال کی عمر میں ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔

(طبقات ابن سعد : ٧/٢٧١)

کلمات حدیث: غزا يغزو غزوًا (باب نصر) حملہ آور ہونا۔ اسی سے غازی بروزن قاضی ہے جس کی جمع غزاة بروزن قضاة ہے۔ خَسَف يخسف خسوفًا (باب ضرب) زمین پھٹ کر اس میں دھنس جانا۔ خسف القمر : چاند گرہن ہونا۔ چاند گرہن کو خسوف اور سورج گرہن کو کسوف کہتے ہیں۔ بعث يبعث بعثاً (باب فتح) کسی کو بھیجنا یا روانہ کرنا۔ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا۔ اسی سے یوم البعث ہے یعنی وہ دن جب سب انسان دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔ بيداء: وسیع اور چٹیل میدان۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وسیع چٹیل میدان۔

شرح حدیث: اس حدیثِ مبارک سے دین اسلام میں نیت کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ دنیا میں بھی اعمال کا مدار نیت ہے اور آخرت میں بھی جزا وسزا کا مدار نیت ہوگا۔ لشکر کے اندر شامل بہت سے لوگ براہِ راست جنگجو نہیں ہوتے بلکہ وہ صرف مقاتلین کے مدد گار ہوتے ہیں، لیکن جب لشکر سارا کا سارا زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور روزِ قیامت ان کا حساب وکتاب ان کی نیت کے مطابق ہوگا۔ برا کام بھی برا ہے اور برا کام کرنے والوں کے ساتھ شرکت کرنا، ان کے کام سے راضی ہونا اور سکوت اختیار کرنا بھی برا ہے، ضروری ہے کہ جس قدر ہمت اور قدرت ہو برائی کا راستہ روکے، یہ نہ ہو سکے تو زبان سے اسے برا کہے یہ بھی نہ ہو سکے تو ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ دل میں برا سمجھے۔ (فتح الباری: ۱/۱۱۰۵)

یہ حدیث دراصل اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر ہے:

﴿ وَٱتَّقُواْ فِتۡنَةً لَّا تُصِيبَنَّ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنكُمۡ خَآصَّةً ﴾

''اور اس آزمائش (عذاب) سے ڈرو جو خاص ظلم کرنے والوں ہی پر نہیں آئے گا'' (بلکہ عام ہوگا) (الانفال: ۲۵)

اگر کسی قوم کے اکثر افراد معصیت اور ظلم کا راستہ اختیار کر لیں تو جو لوگ اس عام حالت سے کنارہ کش ہیں اور مداہنت کا رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں کہ نہ نصیحت نہ فہمائش اور نہ اظہارِ نفرت، تو اس حالت پر جب اللہ کی پکڑ آئے گی تو سب اس میں شامل ہوں گے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ ''جب اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی قوم پر نازل ہوتا ہے تو وہ سب پر نازل ہوتا ہے پھر انہیں روزِ قیامت ان کی نیتوں کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا۔''

فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہوگئی

۳. وَعَنۡ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهَا قَالَتۡ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ "لَاهِجۡرَةَ بَعۡدَ الۡفَتۡحِ، وَ لٰكِنۡ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسۡتُنۡفِرۡتُمۡ فَانۡفِرُوۡا" مُتَّفَقٌ عَلَيۡهِ وَمَعۡنَاهُ: لَاهِجۡرَةَ مِنۡ مَكَّةَ لِاَنَّهَا صَارَتۡ دَارَ اِسۡلَامٍ.

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت باقی ہیں تو جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کے لیے کہا جائے تو نکل کھڑے ہو۔ متفق علیہ

مطلب یہ ہے کہ اب مکہ سے ہجرت باقی نہیں رہی کہ وہ اب دارالاسلام بن گیا ہے۔

تخریج حدیث (۳): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب وجوب التنفیر و باب فضل الجهاد. صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب المبایعة بعد فتح مكة علی الإسلام والجهاد والخیر.

کلماتِ حدیث: إذا استنفرتم فانفروا: یعنی جب امام وقت تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دے تو اس کے حکم پر لبیک کہو اور نکل کھڑے ہو۔ نفر ینفر نفورا (باب نصر) نفرت الدابة، جانور بھاگ گیا۔ نفر ینفر نفوراً و نفاراً (باب ضرب) لوگ کسی کام یا جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

جب تک کافروں سے قتال باقی ہے ہجرت باقی ہے

شرح حدیث: مکہ مکرمہ ۸ھ میں فتح ہوا۔ مکہ مکرمہ میں مسلمان کفار قریش کے ظلم وستم کا شکار تھے، ستم بالائے ستم یہ کفار مسلمانوں کو ان کے فرائض دینی کے ادا کرنے سے بھی روکتے تھے اسی وجہ سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت واجب تھی جب مکہ فتح ہو کر دارالاسلام بن گیا تو یہ فضیلت والی اور اعلیٰ مرتبہ والی ہجرت باقی نہیں رہی۔ بلکہ اس کی جگہ اخلاصِ نیت کے ساتھ اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے ساتھ جہاد نے لے لی۔ بہرحال فتح مکہ کے بعد بھی اگر مسلمان کسی ایسے مقام پر ہوں جہاں وہ آزادی کے ساتھ شعائرِ اسلام کی ادائیگی سے قاصر ہوں تو ایسے مقام سے بھی ہجرت واجب ہے اس کی تائید اس فرمانِ نبوی ﷺ سے ہوتی ہے کہ

''جب تک کافروں سے قتال باقی ہے ہجرت ختم نہیں ہوگی۔''

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عصرِ نبوی ﷺ میں ہجرت کی دو صورتیں تھیں، ایک صورت تو یہ تھی کہ اگر کسی جگہ کے لوگ اسلام لے آتے تو انہیں وہاں اذیتیں دی جاتیں اور کافر انہیں تکلیف پہنچاتے تو انہیں ہجرت کا حکم دیا جاتا تاکہ تکالیف سے محفوظ رہیں اور اسلام پر قائم رہیں۔ دوسری صورت ہجرت مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت تھی مکہ میں مسلمان کمزور اور قلیل تعداد میں تھے وہاں جو اسلام قبول کرتا اس پر ہجرت فرض ہو جاتی کہ مدینہ منورہ میں آ کر رسول اللہ ﷺ کے نورِ نبوت سے مستفید ہوں، مکہ فتح ہونے کے بعد یہ ہجرت فرض نہیں رہی بلکہ حکم ہوا کہ اپنے وطن میں قیام کریں اور نیت جہاد کے ساتھ تیار رہیں کہ جب حکم جہاد ہو اس کے لیے روانہ ہو جائیں۔

(دليل الفالحين: ١/ ٣٤، فتح الباري: ٢/ ١٥٨)

عذر کی وجہ سے جہاد سے رہ جانے والوں کا ثواب

۴. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاةٍ فَقَالَ : اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ لَرِجَالاً مَاسِرْتُمْ مَسِيْرًا وَلاَ قَطَعْتُمْ وَادِياً اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ، وَفِیْ رِوَايَةٍ : اِلَّا شَرَكُوْكُمْ فِي الْاَجْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَرَوَاهُ الْبُخَارِیُّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : اِنَّ اَقْوَاماً خَلْفَنَا بِالْمَدِيْنَةِ (۱) مَا سَلَكْنَا شِعْباً وَلاَ وَادِياً اِلَّا وَهُمْ مَعَنَا، حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ .

(۴) حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ انصاری روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جس جگہ سے گزرتے ہو اور جو وادی عبور کرتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ'' وہ اجر وثواب میں تمہارے شریک ہیں'' اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک سے واپس ہو رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ہم جس گھاٹی سے گزرتے اور جو وادی عبور کرتے ہیں وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔ اگرچہ عذر کی بناء پر وہ جسمانی طور پر

ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب من حبسه العذر عن الغزو. صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض أو غيره.

راوی الحدیث: حضرت جابر بن عبداللہ انصاری، ابوعبداللہ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، بیعت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام قبول کیا، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انیس (۱۹) غزوات میں شریک رہے، علم حدیث کے حصول کا اس قدر شغف تھا کہ جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت شام میں رہتے تھے، ایک حدیث جانتے ہیں تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹ خریدا اور ایک ماہ کی مسافت قطع کر کے پہنچے اور عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی۔ ان کی روایات کی تعداد ۱۵۴۰ ہے۔ ۳۷ھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے ۹۴ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

(دليل الفالحين : ١/ ٣٤، تهذيب التهذيب: ١/ ٤٠٧، طبقات ابن سعد : ٤/ ٢٩٢)

کلمات حدیث: قطع قطعاً (باب فتح) کاٹنا، عبور کرنا۔ حبس حبسا (باب ضرب) رک جانا، قید کرنا۔ شرکوکم: شریک ہونا۔ شرك شركا (باب سمع) اشركه في أمره اسے اپنے کام میں شریک کیا۔ رجع: لوٹنا، پھرنا۔ رجع رجوعاً (باب ضرب)

شرح حدیث: خیر کے کاموں کی نیت کرنے کا بھی اجر وثواب ہے اگر چہ کوئی بربنائے عذر اس عمل خیر کو انجام نہ دے سکے بلکہ جس قدر اپنی محرومی پر افسوس کرے گا اسی قدر اجر وثواب زیادہ ہوگا۔ دراصل اس حدیث میں اس آیت مبارکہ کی جانب اشارہ ہے۔

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَـُٔونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾ ﴾

''یہ اس واسطے کہ نہیں پہنچتی جہاد کرنے والوں کو کوئی پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے خفا ہوں کافر اور نہ چھینتے ہیں دشمن سے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے ان کے واسطے اس کے بدلے نیک عمل بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا حق ضائع نہیں کرتا۔'' (التوبۃ: ۱۲۰)

یعنی باوجود یکہ ان میں سے اکثر باتیں مثلاً بھوک پیاس لگنا یا تکلیف پہنچنا، اختیاری امور نہیں ہیں پھر بھی نیت جہاد کی برکت سے ان غیر اختیاری امور کے مقابلے میں بھی ان کے نامۂ اعمال میں حسنات درج کر دیئے جائیں گے اور اللہ سبحانہ ان کو اس تکلیف کے بدلے اجر وثواب عطا فرمائے گا کہ اللہ تعالیٰ اعمال حسنہ اور نیت حسنہ کا اجر ضائع نہیں ہونے دیتا۔ (تفسير عثماني : التوبة)

نفلی صدقہ نیت کا مدار

۵. وَعَنْ أَبِي يَزِيدَ مَعْنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَخْنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَهُوَ وَأَبُوهُ وَجَدُّهُ صَحَابِيُّونَ، قَالَ

: كَانَ اَبِىْ يَزِيْدُ اَخْرَجَ دَنَانِيْرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِى الْمَسْجِدِ فَجِئْتُ فَاَخَذْتُهَا فَاَتَيْتُه' بِهَا : فَقَالَ : وَاللّٰهِ مَااِيَّاكَ اَرَدْتُ، فَخَاصَمْتُه' اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : "لَكَ مَانَوَيْتَ يَايَزِيْدُ، وَلَكَ مَااَخَذْتَ يَامَعْنُ" رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ .

(۵) حضرت معن بن یزید بن اخنس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راویت ہے (معن، ان کے والد اور دادا تینوں صحابی ہیں) میرے والد یزید نے کچھ دینار صدقہ کے لیے نکالے اور مسجد میں ایک شخص کو دے آئے (کہ کسی مستحق کو دیدے) میں نے وہ دینار اس سے لے لیے اور اپنے والد کے پاس لے آیا، میرے والد بولے قسم بخدا میں نے یہ رقم تمہیں دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا ہم اپنا یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے آپ ﷺ نے فرمایا یزید تمہیں تمہاری نیت کا ثواب مل گیا اور اے معن جو مال تم نے لے لیا وہ تمہارا ہے۔
(صحیح بخاری)

تخریج حدیث(۵): صحيح البخارى، كتاب الزكوٰة، باب إذا تصدق على ابنه وهو لا يشعر.

راوی حدیث: حضرت معن بن یزید بن اخنس کی کنیت ابو یزید تھی۔ معن ان کے والد یزید اور دادا اخنس تینوں اصحاب رسول ﷺ تھے اور تینوں نے غزوۂ بدر میں شرکت فرمائی تھی۔ ان سے پانچ احادیث مروی ہیں، مروان کے زمانے میں شہید ہوئے۔

(تهذيب التهذيب : ٥/٤٨٦)

کلمات حدیث: أخرج دنانير : دینار صدقہ کے لیے نکالے اور انہیں مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب کو سپرد کر دیا کہ کسی مستحق کو دیدیں۔ فجئت فأخذتها : میں آیا اور میں نے وہ دینار لے لیے، یعنی بیٹا مستحق تھا اس نے اس شخص سے خود لے لیے۔ فخاصمته : میں نے یہ معاملہ (تنازعہ) رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا، خصم، فریق معاملہ، مقابل۔ الدالخصام: سخت جھگڑالو، خصمه خصماً (باب ضرب) غالب آنا، خاصم مخاصمة (باب مفاعلة) جھگڑا کرنا۔

شرح حدیث: معن کے والد یزید نے کچھ دینار بنیت صدقہ مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب کے سپرد کیے کہ وہ کسی مستحق کو دیدیں، معن خود ضرورت مند تھے اور انہوں نے اپنی ضرورت کو مقدم سمجھا اور ان صاحب سے وہ دینار لے لیے اور والد کے پاس آئے اور انہیں بتایا، والد نے کہا کہ میں نے تو تمہیں دینے کی نیت نہیں کی تھی، غرض دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یزید تمہیں تمہاری نیت کا ثواب مل گیا اور معن جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے یعنی معن چونکہ ضرورت مند تھے اس لیے صدقہ ان کو مل گیا اور ان کے والد کو ان کی نیت کا ثواب مل گیا۔ (دليل الفالحين : ١/٣٦)

وصیت تہائی مال تک جائز ہے

٦ ۔ وَعَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ مَالِكِ بْنِ اُهَيْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ ابْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَىِّ الْقُرَشِىِّ الزُّهْرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ' اَحَدِ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ، رَضِىَ اللّٰهُ

عَنهُمْ قَالَ : جَاءَ نِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِيْ فَقُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجَعِ مَاتَرٰى وَاَنَا ذُوْمَالٍ وَلاَ يَرِثُنِيْ اِلاَّ ابْنَةٌ لِيْ اَفَاتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ؟ قَالَ : لاَ، قُلْتُ : فَالشَّطْرُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ : لاَ، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اَوْ كَبِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَوَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ، وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلاَّاُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتّٰى مَاتَجْعَلُ فِيْ فِيِّ امْرَاَتِكَ قَالَ فَقُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِيْ؟ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلاً تَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلاَّ ازْدَدْتَ بِهٖ دَرَجَةً وَرِفْعَةً، وَلَعَلَّكَ اَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَّيُضَرَّبِكَ اٰخَرُوْنَ: اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلاَ تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ، لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِيْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦) ابواسحاق سعد بن ابی وقاص مالک بن اہیب بن عبدمناف بن زہرۃ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی قرشی زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوان دس اصحاب میں سے ایک ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیان کیا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میں بیمار ہوگیا، رسول اللہ ﷺ میرے پاس میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری بیماری کی شدت آپ دیکھ رہے ہیں، میں مال دار شخص ہوں اور صرف ایک بیٹی میری وارث ہے، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آدھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک تہائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایک تہائی اور ایک تہائی بھی بہت ہے۔ تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ جاؤ تو اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں نادار چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم جو خرچ رضائے الٰہی کے لئے کرو گے یہاں تک کہ وہ لقمہ جو اپنی بیوی کے منہ میں دو گے تمہیں اس کا اجر ملے گا کہتے ہیں کہ میں نے پھر عرض کی یا رسول اللہ میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پیچھے رہ جانے کی صورت میں جو عمل اللہ کی رضا کے لئے کرو گے اس سے تمہارے درجہ میں زیادتی اور بلندی ہوگی اور امید ہے کہ تمہیں مزید زندگی ملے گی اور کچھ لوگ تم سے فائدہ اٹھائینگے اور کچھ دوسرے لوگوں کو تم سے نقصان پہنچے گا۔ اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرت کو پورا فرما اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹا۔ لیکن قابل رحم سعد بن خولہ ہیں ان کے لئے رسول اللہ ﷺ دعائے رحمت فرماتے کہ وہ مکہ میں انتقال کر گئے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶): صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب رثاء النبی ﷺ سعد بن خولة . صحيح مسلم، كتاب الوصية، باب الوصية بالثلث.

راوی حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، انیس سال کی عمر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور مشرف باسلام ہوئے، ہجرت فرمائی اور تمام غزوات میں شرکت کی عشرہ مبشرہ میں سے تھے ستر سال کی عمر میں

۵۵ھ میں انتقال ہوا۔ آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۲۷۱ ہے جن میں سے ۱۵ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہیں۔

کلمات حدیث: یعودنی : عود سے ہے جس کے معنی پلٹنے اور واپس آنے کے ہیں۔ عاد عوداً (باب نصر) بیمار پرسی کرنا معاد کے معنی آخرت اور مصیر کے ہیں یعنی وہ مقام جہاں انسان کو واپس جانا ہے۔ عیادت مریض کی مزاج پرسی کرنا۔ وجع کے معنی بیماری کے ہیں اور اس کی جمع اوجاع ہے۔ وجع وجعاً (باب سمع) مریض ہونا۔ اشتد علیه المرض : فلاں کی بیماری شدت اختیار کرگئی، بیماری بڑھ گئی۔ یرثنی ، ورث ورثاً (باب حسب) وارث ہونا۔ الإرث شطر :نصف، آدھا۔ الوارثة : میت کا ترکہ۔ یتکففون تکفف سے ہے یعنی مانگنے کے لیے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا۔ اُخَلَّف میں پیچھے رہ جاؤں گا۔ خلف خلافة (باب نصر) جانشین ہونا۔ تخلف (باب تفعل) پیچھے رہ جانا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کے ساتھ کثیر تعداد میں صحابۂ کرام کی جماعت تھی۔ حجۃ الوداع کو حجۃ الاسلام بھی کہا جاتا ہے کہ اس سال کسی کافر نے حج نہیں کیا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی اس سفرِ حج میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے مکہ مکرمہ میں شدید بیمار ہوگئے، رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں سخت بیمار ہوں ایک ہی بیٹی ہے اور میرے پاس مال ہے کتنا صدقہ کردوں۔ آپ ﷺ نے ایک تہائی صدقہ کی اجازت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر تم اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑ کر جاؤ تو وہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں تنگدست چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں، اللہ کی رضا کے لیے جو بھی خرچ کیا جائے خواہ وہ اپنی بیوی کو ہی کھلانا ہو اس کا بھی اجر ملے گا۔ اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ کہیں میں پیچھے نہ رہ جاؤں یعنی کہیں میں مکہ ہی میں نہ مر جاؤں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جو عمل بعد میں کرو گے اس سے تمہارے درجات بلند ہوں گے اور لوگ تم سے نفع اٹھائیں گے اور کافروں کو نقصان پہنچے گا، یعنی آپ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی طولِ حیات کی جانب اشارہ فرمایا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو پورا کرنا۔

یہ حدیث مبارک متعدد نکات پر مشتمل ہے، جن کا اختصار کے ساتھ ذکر کرنا مناسب ہوگا۔ جملہ امورِ خیر میں مال خرچ کرنا مستحب ہے اور اس کا مدار نیت ہے اگر نیت رضائے الٰہی کی ہو تو مباح اور جائز امور بھی عبادت بن جاتے ہیں اور ان پر اجر وثواب ملتا ہے۔ بیوی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا اور اس کے منہ میں لقمہ دے دینا ایک امر مباح ہے، بلکہ اس کا تعلق بظاہر حظ دنیا سے ہے اور یہ اس وقت کیا جاتا ہے جب بیوی سے بے تکلفی اور رغبت کا اظہار مقصود ہو لیکن یہ عمل بھی اگر رضائے الٰہی کی نیت سے ہو تو یہ بھی عبادت بن جاتا ہے اور اس پر اجر وثواب ملتا ہے۔ غرض اللہ کی رضا کے لیے کھانا، پینا، سونا اور آرام کرنا تمام کام عبادت ہیں۔

اس بیماری کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص تندرست ہوگئے اور زندہ رہے یہاں تک کہ عراق فتح کیا اور فی الواقع ان سے اسلام اور اہل اسلام کو فائدہ پہنچا اور کافروں نے نقصان اٹھایا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن خولہ کے بارے میں فرمایا: لکن البائس سعد بن خولة (مگر بے چارے سعد بن خولہ) اس کے بعد کے الفاظ: اُن کے لیے رسول اللہ ﷺ دعائے رحمت فرماتے کہ وہ مکہ میں انتقال کر گئے تھے، راوی حدیث کے ہیں، بعض نے کہا کہ یہ

بات خود سعد بن ابی وقاص نے کہی اور بعض نے کہا کہ یہ امام زہریؒ کا کلام ہے۔ سعد بن خولہ کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور مکہ ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ جبکہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہجرت بھی کی تھی اور جنگ بدر میں بھی شرکت کی تھی پھر کسی وجہ سے مکہ گئے اور وہاں انتقال ہو گیا۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ ان کے مکہ میں انتقال کر جانے پر ان کے لیے دعائے رحمت فرماتے تھے کہ انہیں ہجرت کا مکمل ثواب نہیں ملا اور صحابۂ کرام کے لیے ہجرت کے مکمل ہونے کی دعا فرمائی۔

(فتح الباری : ۱/ ۷۷۶)

اللہ تعالیٰ اخلاص اور اعمال کو دیکھتا ہے

۷۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اللّٰهَ لَایَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَامِکُمْ، وَلَا اِلٰی صُوَرِکُمْ، وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷) حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمن بن صخر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہارے چہروں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۷): صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ما ذکر فی الاسواق. صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب الخسف بالجیش الذی یوم البیت.

راوی حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبدالرحمن بن صخر تھا، لیکن کنیت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعارف ہوئے اور یہ کنیت انہیں رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی کیونکہ ان کے پاس بلی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے از راہ ملاطفت انہیں ابو ہریرہ (بلی کا باپ یا بلی والا) کہہ کر مخاطب فرمایا۔ فتح خیبر کے موقع پر اسلام قبول کیا اور پھر اللہ کے رسول ﷺ جب تک اس دنیا میں رہے ساتھ نہ چھوڑا۔ دنیا کا کوئی مشغلہ نہ تھا شب و روز حفظ حدیث میں مصروف رہتے تھے۔ آپ سے ۵۳۷۴ احادیث مروی ہیں، جن میں سے تین سو متفق علیہ ہیں اور ۷۳ صرف صحیح بخاری میں ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے باہر نہیں جاتے تھے وہیں ۷۸ برس کی عمر میں ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ (تهذیب التهذیب : ۶/ ۴۴۷)

کلمات حدیث: نظر کے معنی دیکھنے کے ہیں لیکن یہاں حق سبحانہٗ کے متوجہ ہونے کے ہیں، قلب کے معنی دل کے ہیں اس کی جمع قلوب ہے۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرما کر ان میں اپنی روح پھونکی پھر ان سے اور ان کی بیوی سے تمام انسان پیدا فرمائے۔ اس لیے سب انسان اللہ کے بندے ہیں اور سب مساوی ہیں ان کے درمیان رنگ و نسل یا زبان وطن کا کوئی فرق نہیں ہے ان میں اچھے وہ ہیں جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والے اور اپنی اس دنیا کی زندگی میں زیادہ پرہیزگاری اختیار کرنے والے ہیں

اسی لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کے وجود اور اس کی صورت کو نہیں دیکھتا بلکہ حق سبحانہٗ کے یہاں اگر کسی کی کوئی قدر و قیمت ہوتی ہے تو وہ اس کے قلب میں جاگزیں تقویٰ اور حسن نیت کی ہوتی ہے کہ قلب ہی تمام اعمالِ حسنہ کا مرکز اور مصدر ہے اسی وجہ سے اہل باطن اصلاحِ قلب کو ظاہری اعمال پر مقدم قرار دیتے ہیں کہ قلب کی درستگی اور اصلاح ہو جانے کے بعد انسان کے جملہ اعمال درست اور صحیح ہو جاتے ہیں کیونکہ بندے کی عبادت اسی وقت درست ہوتی ہے جب وہ صاحبِ ایمان ہو، اسے معلوم ہو کہ کس قدر عظیم ہستی نے اسے بندگی کا مکلف بنایا ہے اور اس کے ساتھ اس کا قلب خالق و مالک کی محبت اور اس کی خشیت سے لبریز ہو، ظاہر ہے کہ یہ تمام احوالِ قلب ہیں۔

(دلیل الفالحین : ۱/ ۴۱)

اسی لیے ارشاد فرمایا:

" الا ان فی الجسد مضغة إذا صَلُحَتْ صَلُحَ الجسد کله و إذا فَسَدَتْ فَسَدَ الجسد کله الا وهی القلب ."

" سمجھ لو کہ جسم انسانی میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، جان لو کہ وہ دل ہے۔"

قلب کی اصلاح اور اس کی درستگی سے مراد اخلاصِ عمل حسن نیت اور ہر عمل خیر کو محض رضائے الٰہی کے لیے انجام دینا ہے اسی کا نام احسان ہے اور وہی عمل عند اللہ مقبول ہے جو حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ انجام دیا گیا ہو کہ نیتِ فاسدہ کے ساتھ اچھے سے اچھا عمل بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

جہاد کا مقصد اعلاءِ کلمۃ اللہ ہے

۸. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَیُقَاتِلُ حَمِیَّةً وَیُقَاتِلُ رِیَاءً اَیُّ ذٰلِکَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

(۸) ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کوئی شخص بہادری دکھانے کے لئے لڑتا ہے، کوئی حمیت کی خاطر اور کوئی دکھاوے کے لئے۔ ان میں سے کون سا اللہ کے راستے میں جہاد ہے آپؐ نے فرمایا جو شخص اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے وہ اللہ کے راستے میں جہاد کر رہا ہے۔

تخریج حدیث(۸): صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من سأل وهو قائم علماً جالساً . صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا.

راوی حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے رہنے والے تھے، اپنے قبیلے کے سردار تھے، اسلام قبول کرنے

کے بعد واپس گئے تو آپ کی دعوت پر پچاس آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۳۶۰ ہے ان میں سے ۵۰ متفق علیہ ہیں۔ اکسٹھ سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں ۵۲ھ میں انتقال فرمایا۔

(دلیل الفالحین : ۱/۴۲)

کلمات حدیث: حمیت: کسی کام سے عار محسوس کرنا، حمی حمیة (باب سمع) عار ہونا، غیرت آنا۔ شجع شجاعةً (باب کرم) بہادر ہونا۔ علیا، بلند جگہ۔

شرح حدیث: سئل رسول اللہ ﷺ (رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا) دریافت کرنے والے صاحب کا نام لاحق بن ضمرة باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں وہی عمل مقبول ہے جو اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ کیا گیا ہو۔ جہاد بھی وہی صحیح ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہو، یہ حدیث بھی حسن نیت اور اخلاصِ عمل کو مؤکد کرتی ہے کہ جب جہاد جیسے عظیم عمل میں نیت کی اس قدر اہمیت ہے تو باقی تمام اعمال میں اخلاص اور حسن نیت کی اہمیت وضرورت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

(فتح الباری : ۱/۳۱۴، دلیل الفالحین : ۱/۴۲)

****

۹۔ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ نُفَیْعِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّقَفِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفَیْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ قُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ : اِنَّهٗ کَانَ حَرِیْصًا عَلٰی قَتْلِ صَاحِبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۹) حضرت ابوبکرة نفیع بن حارث ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان تلوار سونت کر باہم جنگ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ قاتل جہنم کا حقدار ہے مگر مقتول کیوں؟ فرمایا کہ وہ بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹): صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب إذا التقی المسلمان بسیفیهما . صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب إذا تواجه المسلمان بسیفهما .

راوی حدیث: حضرت نفیع بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ طائف کے قبیلہ ثقیف کے رہنے والے تھے، ابوبکرہ ان کی کنیت تھی۔ بکرہ لکڑی کی اس چرخی کو کہتے ہیں جس کی مدد سے پانی کھینچا جاتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ فرمایا تو یہ اس چرخی کو کھینچ رہے تھے وہیں سے کود گئے اور اسلام قبول کیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بصرہ میں انتقال فرمایا آپ سے ۱۳۲ احادیث مروی ہیں جن میں سے آٹھ متفق علیہ ہیں۔ (دلیل الفالحین : ۵/۶۲۳)

کلمات حدیث: التقی التقاء (باب افتعال) باہم ملنا۔ یوم التلاقی : قیامت کا دن۔ حریصا : لالچی، حرص رکھنے والا۔ حرص حرصا (باب سمع)

کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی سزا جہنم ہے

شرح حدیث: اگر دو مسلمان عصبیت کے لیے یا کسی دنیاوی غرض کے لیے باہم قتال کریں تو دونوں جہنمی ہیں کیونکہ قتل مسلم حرام ہے اور صرف تین یعنی زانی محصن، قاتل اور مرتد کا قتل کرنا جائز ہے اس کے سوا کسی مسلمان کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَٰلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُۥ وَأَعَدَّ لَهُۥ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿٩٣﴾

''اور جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب اور اس کی لعنت ہوئی۔ (اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار ہے)'' (النساء: ۹۳)

حدیث میں الفاظ ہیں کہ مقتول بھی اپنے قاتل کو قتل کرنا چاہتا تھا یعنی اس نے اس معصیت پر اپنے نفس کو جمایا ہوا تھا کہ اگر اسے موقعہ ملا تو وہ قتل کر دے گا۔ غرض عتاب عزم معصیت پر ہے اگر عزم نہ ہو صرف خیال ہو تو عتاب نہیں ہے اور اگر اس خیال کو بھی رضائے الٰہی کے لیے ترک کر دے تو اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱: ۴۳)

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت

۱۰۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِیْ جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلٰى صَلَاتِهٖ فِیْ سُوْقِهٖ وَبَيْتِهٖ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ درجةً وذلك اَنَّ اَحَدَهُمْ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ اَتَى الْمَسْجِدَ لَايُرِيْدُ اِلَّا الصَّلٰوةَ، لَايَنْهَزُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، فَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِی الصَّلٰوةِ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ هِیَ تَحْبِسُهٗ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَادَامَ فِیْ مَجْلِسِهِ الَّذِیْ صَلّٰى فِيْهِ يَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ، مَالَمْ يُؤْذِ فِيْهِ، مَالَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَنْهَزُهٗ" هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَالْهَاءِ وَبِالزَّایِ: اَیْ يُخْرِجُهٗ وَيُنْهِضُهٗ.

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی جماعت سے پڑھی ہوئی نماز اس نماز سے کچھ اوپر بیس درجے فضیلت رکھتی ہے جو وہ بازار میں یا گھر میں پڑھتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ تم میں سے کوئی شخص جب وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد آتا ہے اس حال میں کہ نماز کے سوا اس کی کوئی اور نیت نہیں ہوتی کوئی اور بات اسے نہیں اٹھاتی سوائے نماز کے تو جو قدم وہ اٹھاتا ہے اس پر اس کا ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب وہ مسجد میں پہنچ جاتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے جب تک نماز اسے روکے رکھتی ہے۔ فرشتے تم میں سے ایک

ایک کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک نمازی اسی جگہ رہتا ہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ اس پر رحم کر اے اللہ اسے بخش دے اے اللہ اس کی طرف توجہ فرما۔ جب تک وہ ایذا نہ پہنچائے جب تک وہ بے وضو نہ ہو۔ (متفق علیہ) حدیث کے یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

ینھزہ یاء ھاء اور زاء کے ساتھ اور یاء کے زبر کے ساتھ ہے یعنی نماز ہی اسے کھڑا کرتی اور باہر نکالتی ہے۔

تخریج حدیث(۱۰): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی مسجد السوق ۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الجماعۃ و انتظار الصلاۃ .

کلمات حدیث: بضع : عربی زبان میں تین سے نو تک کے درمیانی عدد کے لیے بضع کا لفظ مستعمل ہوتا ہے، لہٰذا بضعا و عشرین درجۃ کے معنی ہوئے بیس اور کچھ اوپر۔ بعض دیگر روایات میں وضاحت کے ساتھ مسجد کی باجماعت کو گھر کی نماز سے پچیس یا ستائیس درجے افضل قرار دیا گیا ہے۔ ینھزہ : نھز نھزًا (باب فتح) اٹھنا، لا ینھزہ الا الصلوٰۃ اسے نماز کے سوا کسی اور بات نے نہ اٹھایا ہو۔ خَطوۃ : ایک بار قدم اٹھانا، خُطوۃ: دو قدم کا درمیانی فاصلہ جو پیمائش کے حساب سے چھ قدم کا ہوتا ہے۔ لم یخط خطوۃ : کوئی قدم نہیں اٹھائے گا۔ خطوات الشیطان: شیطان کی راہیں، اسکے طریقے اور اس کے نقش ہائے پا۔ خطاً خطواً (باب نصر) قدم اٹھانا۔

مساجد بہترین جگہیں ہیں

شرح حدیث: فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق دنیا کی سب سے بہتر جگہیں مساجد ہیں اور جملہ اعمالِ خیر میں نماز سب سے بہترین عمل ہے، سب سے اچھا اور سب سے بہترین عمل سب سے بہترین جگہ پر انجام دیا جائے تو اس عمل کی خوبی اور اس کے درجات کی بلندی میں کیا شائبہ باقی رہ جاتا ہے؟ مسجد میں باجماعت نماز کی فضیلتیں متعدد احادیث میں بیان کی گئی ہیں، یہ حدیث اپنے نفیس کلمات اور حسین عبارات کے اعتبار سے بے مثال ہے کہ گھر کی نماز سے مسجد کی باجماعت بیس سے زائد درجات بلند ہے آدمی کا وضو کرنا اور خوب تر وضو کرنا اور اپنی جگہ سے محض نماز کے لیے اٹھنا اور چل کر مسجد پہنچنا اور نماز باجماعت ادا کرنا۔ یہ تمام اعمالِ حسنہ اس نماز کے درجات کو بند کرنے والے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ جس قدر وقت نمازی مسجد میں نماز کے انتظار میں رہے گا وہ عند اللہ اسی طرح اجر و ثواب کا مستحق ہوگا، جیسے وہ سارا وقت نماز میں رہا ہو اس کے لیے فرشتے دعا کرتے رہیں گے۔ ظاہر ہے کہ گھر میں نماز تو ہو جاتی ہے لیکن نمازی اتنی عظیم فضیلتوں سے محروم رہ جاتا ہے جو اس حدیثِ مبارک میں بیان ہوئی ہیں۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ٤٤)

اعمالِ صالحہ کی نیت پر بھی ثواب ہے

۱۱۔ وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَبِّہٖ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّیِّئَاتِ ثُمَّ بَیَّنَ ذٰلِکَ: فَمَنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً، وَاِنْ ھَمَّ بِھَا فَعَمِلَھَا

كَتَبَهَا اللّٰهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلىٰ سَبْعِمَائَةِ ضِعْفٍ اِلىٰ اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ، وَاِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَه' حَسَنَةً كَامِلَةً، وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نیکیاں اور ساری برائیاں لکھ لی ہیں پھر انہیں بیان فرما دیا ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے مگر اس پر عمل نہ کرے اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھ لیتے ہیں اور اگر اس نے نیکی کا ارادہ کیا اور پھر اس کو انجام دے لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیوں سے لے کر سات سو بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیوں کا ثواب لکھ لیتے ہیں اور اگر کوئی شخص کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھ لیتے ہیں اور اگر اس نے برائی کا ارادہ کیا اور پھر اس پر عمل بھی کیا تو اللہ تعالیٰ ایک ہی برائی لکھتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱): صحيح البخارى، كتاب الرقاق، باب من هم بحسنة أو سيئة. صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب إذاهم العبد بحسنة كتبت.

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش شعب ابی طالب میں ہوئی، آپ ﷺ نے ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی اپنی والدہ ام الفضل کے ساتھ اسلام لائے۔ ۸ ھ میں جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو سب گھر والوں نے ہجرت کی اس وقت ان کی عمر گیارہ سال تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ علوم نبوت کے حصول کے بے حد مشتاق تھے، رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد گرم دوپہر میں کسی صحابی کے گھر کے دروازے پر بیٹھ جاتے، دھول مٹی چہرے پر پڑتی مگر ذرا پرواہ نہ کرتے جب وہ صحابی باہر آتے تو ان سے حدیث نبوی ﷺ کے سنانے کی درخواست کرتے۔ آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۲۶۶۰ ہے جن میں ۷۵ متفق علیہ ہیں۔ ۶۸ ھ میں انتقال فرمایا۔ (تهذيب التهذيب : ۳/ ۱۷۰)

کلمات حدیث: هَمَّ همّاً (باب نصر) هَمَّ بالشئ ارادہ کرنا، چاہنا، پختہ ارادہ کرنا۔ جس بات کا ارادہ کیا جائے یا جس کام کے کرنے کی فکر کی جائے۔ مُهِم: شدید معاملہ۔ المهمات من الامور۔ اہم معاملات۔ ضعف ضعفاً (باب فتح) دگنا ہونا، بڑھنا۔ ضعف الشئ: کسی چیز کا دگنا ہونا۔ أضعف الشئ : بڑھانا، دگنا کرنا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہٗ اپنے بندوں پر بڑے رحیم و کریم ہیں ان کی رحمت تمام جہانوں پر پھیلی ہوئی اور ہر شئے کو محیط ہے۔ یہ ان کا محض فضل و احسان ہے کہ وہ بندوں کی خطاؤں سے درگزر فرما دیتے ہیں، نیکیوں کو بڑھاتے پروان چڑھاتے اور انہیں نشو و نما دیتے ہیں اور برائیوں کو اپنے بندوں کے نامۂ اعمال سے محو کر دیتے ہیں۔ اگر اللہ سبحانہٗ اپنے بندوں سے ان کی خطاؤں پر مواخذہ فرمانے لگیں تو کوئی بھی باقی نہ بچے۔ اس حدیث مبارک میں بڑی خوبصورت اور بڑی دلکش بات بیان فرمائی گئی ہے جس سے اہل ایمان کے دل مضبوط ہوں اور اہل عمل اپنے اعمالِ حسنہ میں پختگی اختیار کریں، وہ بات یہ کہ اگر بندہ برائی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل بھی کر لے تو ایک برائی نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہے لیکن اگر محض برائی کا ارادہ کرنے اور اس پر عمل نہ کرے تو ایک نیکی لکھی جاتی ہے اس کے برعکس اگر نیکی کا ارادہ کرے اور عمل نہ

کرے تو یہ ایک نیکی کامل لکھ لی جاتی ہے اور اگر نیک کام کا ارادہ کر کے اسے انجام بھی دے لے تو دس نیکیوں سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ لی جاتی ہیں، پھر اللہ سبحانہ ان نیکیوں کے اجر وثواب میں اس قدر اضافہ فرماتے رہتے ہیں جس کا کوئی شمار اور حساب نہیں۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦١﴾ ﴾

''مثال ان لوگوں کی جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ اس سے اگیں سات بالیں ہر بال میں سو سو دانے اور اللہ مزید بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ نہایت بخشش کرنے والا ہے سب کچھ جانتا ہے۔'' (البقرة:٢٦١)

(دليل الفالحين : ١/٤٨)

اعمالِ صالحہ کے برکات کا ظہور دنیا میں

١٢. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنْطَلَقَ ثَلَاثَۃُ نَفَرٍ مِمَّنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَتّٰی اٰوَاھُمُ الْمَبِیْتُ اِلٰی غَارٍ فَدَخَلُوْہُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَۃٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَیْہِمُ الْغَارَ فَقَالُوْا: اِنَّہٗ لَایُنْجِیْکُمْ مِنْ ہٰذِہِ الصَّخْرَۃِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوا اللّٰہَ بِصَالِحِ اَعْمَالِکُمْ: قَالَ رَجُلٌ مِنْھُمْ : اَللّٰھُمَّ کَانَ لِیْ اَبَوَانِ شَیْخَانِ کَبِیْرَانِ وَکُنْتُ لَا اَغْبِقُ قَبْلَھُمَا اَھْلاً وَلَا مَالاً فَنَاٰی بِیْ طَلَبُ الشَّجَرِ یَوْمًا فَلَمْ اُرِحْ عَلَیْہِمَا حَتّٰی نَامَا فَحَلَبْتُ لَھُمَا غَبُوْقَھُمَا فَوَجَدْتُھُمَا نَائِمَیْنِ، فَکَرِھْتُ اَنْ اُوْقِظَھُمَا وَاَنْ اَغْبِقَ قَبْلَھُمَا اَھْلاً اَوْمَالاً، فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلٰی یَدَیْ اَنْتَظِرُ اسْتِیْقَاظَھُمَا حَتّٰی بَرَقَ الْفَجْرُ وَالصِّبْیَۃُ یَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَیَّ فَاسْتَیْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوْقَھُمَا: اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغَاءَ وَجْھِکَ فَفَرِّجْ عَنَّامَا نَحْنُ فِیْہِ مِنْ ہٰذِہِ الصَّخْرَۃِ، فَانْفَرَجَتْ شَیْئًا لَایَسْتَطِیْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْہُ: قَالَ الْاٰخَرُ: اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ کَانَتْ لِیْ ابْنَۃُ عَمٍّ کَانَتْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیَّ، وَفِیْ رِوَایَۃٍ: کُنْتُ اُحِبُّھَا کَاَشَدِّ مَایُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَآءَ فَاَرَدْتُّھَا عَلٰی نَفْسِھَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّیْ حَتّٰی اَلَمَّتْ بِھَا سَنَۃٌ مِنَ السِّنِیْنَ فَجَاءَتْنِیْ فَاَعْطَیْتُھَا عِشْرِیْنَ وَمِائَۃَ دِیْنَارٍ عَلٰی اَنْ تُخَلِّیَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ نَفْسِھَا فَفَعَلَتْ، حَتّٰی اِذَا قَدَرْتُ عَلَیْھَا'' وَفِیْ رِوَایَۃٍ: ''فَلَمَّا قَعَدْتُ بَیْنَ رِجْلَیْھَا قَالَتْ: اِتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّہٖ، فَانْصَرَفْتُ عَنْھَا وَھِیَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ وَتَرَکْتُ الذَّھَبَ الَّذِیْ اَعْطَیْتُھَا: اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغَاءَ وَجْھِکَ، فَافْرُجْ عَنَّا مَانَحْنُ فِیْہِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَۃُ غَیْرَ اَنَّھُمْ لَایَسْتَطِیْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْھَا وَقَالَ الثَّالِثُ: اَللّٰھُمَّ اسْتَاْجَرْتُ اُجَرَاءَ وَاَعْطَیْتُھُمْ اَجْرَھُمْ غَیْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَکَ الَّذِیْ لَہٗ وَذَھَبَ، فَثَمَّرْتُ اَجْرَہٗ حَتّٰی کَثُرَتْ مِنْہُ

الْاَمْوَالُ فَجَاءَ نِیْ بَعْدَ حِیْنٍ فَقَالَ: یَاعَبْدَاللّٰہِ اَدِّ اِلَیَّ اَجْرِیْ فَقُلْتُ: کُلُّ مَاتَرٰی مِنْ اَجْرِکَ: مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِیْقِ، فَقَالَ یَاعَبْدَاللّٰہِ لَاتَسْتَھْزِیٔ بِیْ! فَقُلْتُ لَآاَسْتَھْزِیٔ بِکَ، فَاَخَذَہٗ کُلَّہٗ فَاسْتَاقَہٗ فَلَمْ یَتْرُکْ مِنْہُ شَیْئًا اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغَاءَ وَجْھِکَ فَافْرُجْ عَنَّا مَانَحْنُ فِیْہِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَۃُ فَخَرَجُوْا یَمْشُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

(۱۲)　حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے تین افراد کسی سفر پر روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ رات گزارنے کے لیئے ایک غار میں داخل ہونے پر مجبور ہوگئے، اچانک پہاڑ سے ایک چٹان لڑھک کر آئی اور ان کے نکلنے کا راستہ مسدود ہوگیا۔ یہ حال دیکھ کر وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس افتاد سے نکلنے کی صورت یہ ہے کہ اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کر کے اللہ سے دعا کی جائے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میں انہیں اپنے اہل وعیال سے پہلے دودھ پلایا کرتا تھا ایک دن لکڑیوں کی تلاش میں دور نکل گیا جب میں شام کو ان کی طرف لوٹا تو وہ سوچکے تھے میں نے انہیں جگانا پسند نہیں کیا اور مجھے یہ بھی اچھا نہ لگا کہ ان سے پہلے اہل وعیال کو دودھ پلاؤں میں دودھ کا پیالہ لئے ان کے سرہانے ساری رات اس لئے کھڑا رہا کہ وہ بیدار ہوں تو ان کو دودھ پلاؤں یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی اور بچے میرے پاؤں کے پاس بھوک سے روتے چلاتے رہے۔ غرض جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تب میں نے انہیں دودھ پلایا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا تھا تو تو ہم سے اس چٹان کی مصیبت کو جس میں ہم مبتلا ہیں دور فرما۔ چٹان تھوڑی سی سرک گئی مگر اتنی کہ وہ نکل نہ سکتے تھے۔ دوسرا بولا۔ کہ اے اللہ میری ایک چچازاد تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس سے اتنی شدید محبت کرتا تھا جتنی کسی مرد کو کسی عورت سے ہوسکتی ہے۔ میں نے اس سے تکمیل خواہش کا ارادہ کیا لیکن اس نے انکار کیا۔ یہاں تک کہ اسے قحط سالی نے آدبایا وہ میرے پاس آئی میں نے اس کے ساتھ تخلیہ کی شرط پر اسے ایک سو بیس دینار دیئے۔ جس پر وہ راضی ہوگئی لیکن جب مجھے اس پر قدرت حاصل ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا کہ اللہ سے ڈر اور بغیر حق اس مہر کو نہ توڑ۔ یہ سنکر میں اسے چھوڑ کر چلا آیا حالانکہ مجھے اس سے شدید محبت تھی اور سونا جو اسے دیا تھا وہ بھی چھوڑ دیا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہمیں اس مصیبت سے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں نجات عطا فرما۔ چٹان تھوڑی سی اور سرک گئی مگر اتنی کہ وہ نکل نہ سکتے تھے۔ تیسرے نے کہا کہ اے اللہ میں نے کچھ مزدور اجرت پر رکھے سب اپنی مزدوری لے گئے سوائے ایک کے کہ وہ اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم کو تجارت میں لگایا جس سے میرے پاس کافی مال جمع ہوگیا۔ کافی وقت گزرنے کے بعد وہ شخص آیا اور بولا اے اللہ کے بندے میری مزدوری دیدے میں نے کہا کہ جو مال اونٹ گائے بکری اور غلام تم دیکھ رہے ہو سب تمہارا ہی ہے وہ کہنے لگا بندۂ خدا میرے ساتھ مذاق نہ کر میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا۔ غرض وہ تمام مال لے گیا اور اس نے کچھ نہ چھوڑا۔ اے اللہ اگر میرا یہ عمل صرف تیری رضا کے لئے تھا تو ہمیں اس مصیبت سے جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں نجات عطا فرما۔ اس پر وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ لوگ باہر نکل کر اپنی راہ چل پڑے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم. صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب قصة اصحاب الغار الثلاثة والتوسل بصالح الاعمال .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی، علم کا سمندر تھے اور عابد و زاہد تھے۔ فقہاء صحابہ میں سے ہیں، آپ سے ۱۶۳۰ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۱۷۰ متفق علیہ ہیں۔
(تہذیب التہذیب : ۳/ ۲۰۳)

کلمات حدیث: نَفَرَ تین یا تین سے زیادہ مگر دس سے کم افراد نفر کہلاتے ہیں۔ جمع انفار ہے۔ یوم النفر حجاج کا منیٰ سے مکہ معظمہ کی طرف واپس ہونے کا دن یعنی ذی الحجہ کی ۱۲ تاریخ۔ انحدرت : حدر سے جس کے معنی ہیں نیچے اترنا، انحدرت من الجبل إلى المدينة: میں پہاڑ سے اتر کر شہر کی طرف آیا۔ الحدر : ڈھلوان۔ حَدَرَ حَدُرَ حدراً : (باب نصر و کرم) نیچے اترنا۔ فسدت : سد سداً (باب نصر) سد الباب: دروازہ بند کرنا۔ سد الإناء : برتن کا منہ بند کرنا۔ السد : دو چیزوں کے درمیان آڑ۔ غبق: شام کے وقت کوئی شئے پلانا۔ غبق الغنم : شام کے وقت بکری کو پانی پلایا یا شام کے وقت دودھ نکالا۔ غبق غبقا (باب نصر و ضرب) شام کو پینے کی چیز پلانا۔ لبث لبثاً (باب سمع) رکنا ٹھہرنا۔ لبث بالمکان : اقامت کرنا۔ یتضاغون : تضاغی بھوک یا مار سے بلبلانا۔ ضغی ضغواً (باب نصر) حاضری کرنا۔ تفض : فض ختم الکتاب، مہر توڑنا۔ فض فضاً (باب نصر) فض الشئی: توڑ کر ٹکڑے کرنا۔

شرح حدیث: ایمان کے بعد انسان کی زندگی کو سنوارنے اور اس کو فلاح کے مقام تک پہنچانے میں سب سے زیادہ مؤثر اللہ تعالیٰ کا خوف وخشیت اور آخرت کی فکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت میں خشیتِ الٰہی اور فکرِ آخرت پیدا کرنے کے لیے بطورِ خاص کوشش فرمائی کبھی اس خوف اور فکر کے فوائد اور فضائل بیان فرمائے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے قہر وجلال اور آخرت کے سخت احوال کو یاد دلایا اور کبھی ان امور کو سابقہ امتوں کے حالات اور ان کے واقعات بیان فرما کر اجاگر فرمایا۔ (معارف الحدیث: ۲/ ۲۵)

یہ حدیثِ مبارک بھی ایک ایسے ہی واقعہ کے بیان پر مشتمل ہے جو اپنے اندر نصیحت کے صدہا پہلو اور عبرت کے بے شمار گوشے سمیٹے ہوئے ہے۔ اس واقعہ میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ دعا اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے اور جس قدر عاجزی مسکنت اور زاری کے ساتھ دعا کی جائے اتنا ہی جلد بابِ قبولیت کھلتا ہے۔ قرآن کریم میں سورۂ مریم میں جس طرح ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا اور وقتِ دعا عاجزی اور انکساری اور خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگنے کا بیان ہوا ہے وہ اہل دل کے لیے سرمۂ بصیرت ہے انہوں نے تاریکی شب میں پست آواز اور دبے لہجے میں اپنے رب کو پکارا۔ میرے رب میری ہڈیاں بڑھاپے سے سوکھنے لگی ہیں اور سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی چمک رہی ہے اور تجھ سے مانگ کر اے میرے رب میں کبھی محروم نہیں رہا۔ غرض حضورِ حق میں عاجزی اور انکساری سے مانگی گئی دعا رد نہیں ہوتی بلکہ فوراً درِ قبول وا ہو جاتا ہے، یہی نہیں بلکہ دنیا کے مصائب بھی ٹل جاتے ہیں فرمانِ نبوی ﷺ ہے: لا یرد القضاء إلا الدعا۔ کہ دعا کی برکت سے قضا بھی ٹل جاتی ہے، جیسا کہ اس حدیث میں بیان ہوا کہ غار میں بند اللہ کے تین بندوں نے دعا کی برکت سے اس مصیبت سے نجات حاصل کی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا کے وقت انسان کا اپنے کسی اچھے عمل کو وسیلہ بنانا اور

یہ کہنا کہ اے اللہ فلاں کارِ خیر میں نے آپ کی رضا کے لیے کیا تھا اگر اے اللہ وہ آپ کے علم میں خالص آپ کی رضا کے لیے تھا تو اے میرے رب اس کے وسیلہ سے میری مصیبت دور فرما دے۔

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک

برِوالدین یعنی ماں باپ سے حسن سلوک کے بارے میں متعدد احادیث مروی ہیں زیرِ نظر حدیث بھی ان میں سے ایک ہے، جس میں والدین کی خدمت کا ایک نادر اور غیر معمولی انداز بیان ہوا ہے کہ ساری رات دودھ کا پیالہ لیے ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا اور بچے پاس ہی بھوک سے بلکتے رہے، اٹھایا اس لیے نہیں کہ ان کے آرام میں خلل پڑے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ ماں باپ کے سامنے ''ہوں'' بھی نہ کہو اور ایک حدیثِ نبوی ﷺ میں ارشاد ہے کہ وہ شخص خاک میں مل گیا جس نے اپنے ماں باپ کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت کو حاصل نہیں کیا۔ (تقویٰ وطہارت کی زندگی اور صنفی آلودگی سے پاک زندگی یقیناً ایک مثالی زندگی ہے غلبہ شہوت کے وقت صرف اللہ کے خوف سے اپنی خواہش نفس کو دبالینا ایک بڑی ریاضت بھی ہے اور عبادت بھی)

امانت ودیانت کی خوبی اور اس کی فضیلت جا بجا متعدد احادیث میں بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا " لا دين لمن لا امانة له " (جو امانت کے وصف سے خالی ہے اس کے پاس دین بھی نہیں ہے) امانت ودیانت کے ساتھ دین اسلام نے اہل اسلام کو خیانت سے اور ہر طرح کے اکل حرام سے منع فرمایا ہے۔ اور اکل حلال کی تاکید فرمائی ہے۔ اسلام نے مال کو ''قیاماً للناس'' کہا ہے کہ اس سے انسان کی دنیاوی زندگی کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں لیکن مال ودولت، دنیا ایسی چیز نہیں ہے جن سے محبت کی جائے اور دل میں بسایا جائے، مؤمن کا دل اللہ اور اس کے رسول کی محبت کیلئے خالی ہونا چاہئے۔

مزدور نے مزدوری کو کم سمجھا اور چھوڑ کر چلا گیا۔ لیکن آجر کی امانت کا درجہ اس قدر بلند تھا کہ اس نے اس ذرا سی مزدوری کو نشوونما دیا اور بڑھایا اور جب ذرا سی مزدوری مال ودولت کا ڈھیر بن گئی اس نے یہ ساری دولت مزدور کے حوالہ کر دی جس کی مزدوری اس کے پاس رہ گئی تھی۔

البَابُ (۲)

باب التوبة

توبہ کا بیان

قَالَ الْعُلَمَاءُ: اَلتَّوْبَةُ وَاجِبَةٌ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ فَاِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَاتَتَعَلَّقُ بِحَقِّ اٰدَمِيٍّ فَلَهَا ثَلٰثَةُ شُرُوْطٍ : اَحَدُهَا اَنْ يُّقْلِعَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ وَالثَّانِيْ اَنْ يَّنْدَمَ عَلٰى فِعْلِهَا، وَالثَّالِثُ اَنْ يَعْزِمَ اَنْ لَايَعُوْدَ اِلَيْهَا اَبَدًا، فَاِنْ فُقِدَ اَحَدُ الثَّلٰثَةِ لَمْ تَصِحَّ تَوْبَتُه، وَاِنْ كَانَتِ الْمَعْصِيَةُ تَتَعَلَّقُ بِاٰدَمِيٍّ فَشُرُوْطُهَا اَرْبَعَةٌ هٰذِهِ الثَّلٰثَةُ وَاَنْ يَبْرَاَمِنْ حَقِّ صَاحِبِهَا، فَاِنْ كَانَتْ مَالًا اَوْنَحْوَه رَدَّه اِلَيْهِ، وَاِنْ كَانَتْ حَدَّ قَذْفٍ وَنَحْوَه مَكَّنَه مِنْهُ اَوْطَلَبَ عَفْوَه وَاِنْ كَانَ غِيْبَةً اسْتَحَلَّه مِنْهَا وَيَجِبُ اَنْ يَتُوْبَ مِنْ جَمِيْعِ الذُّنُوْبِ، فَاِنْ تَابَ مِنْ بَعْضِهَا صَحَّتْ تَوْبَتُه عِنْدَ اَهْلِ الْحَقِّ مِنْ ذٰلِكَ الذَّنْبِ وَبَقِيَ عَلَيْهِ الْبَاقِيْ وَقَدْ تَظَاهَرَتْ دَلَائِلُ الْكِتٰبِ وَالسُّنَّةِ وَاِجْمَاعِ الْاُمَّةِ عَلٰى وُجُوْبِ التَّوْبَةِ .

علماء فرماتے ہیں کہ ہر گناہ سے توبہ لازم ہے۔ اگر معصیت اللہ اور بندے کے درمیان ہو اور اس سے کسی دوسرے انسان کا حق متعلق نہ ہو، تو توبہ کی تین شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس معصیت کو اس وقت ترک کردے۔ دوسرے یہ کہ اس پر نادم ہو۔ تیسرے یہ کہ پختہ عزم کرے کہ پھر کبھی اس معصیت میں مبتلا نہیں ہوگا۔ ان میں سے اگر ایک شرط بھی پوری نہ ہوئی تو توبہ صحیح نہ ہوگی۔ اور اگر اس معصیت سے کسی دوسرے انسان کا بھی حق وابستہ ہے تو توبہ کے صحیح ہونے کی چار شرائط ہیں۔ یعنی مذکورہ تینوں شرائط اور چوتھی یہ کہ اس شخص کے ذمے سے بھی بری ہو جسکا کوئی حق اس پر ہو یعنی اگر اس کا کوئی مال وغیرہ اس کے ذمے ہے تو اسے ادا کرے۔ اور اگر حد قذف ہے یا کوئی اور بات ہے تو اسے بدلہ لینے کا موقعہ دے یا معاف کرائے اور اگر کسی کی غیبت کی ہے تو اسے معاف کرائے اگر کچھ گناہوں سے توبہ کی تو اہل حق کے نزدیک یہ توبہ صحیح ہے اور باقی معصیتوں سے توبہ کرنا اس پر واجب ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت کے دلائل معصیت سے توبہ کے واجب ہونے پر شاہد ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

۴. ﴿ وَتُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾ ﴾

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

''اے مؤمنو! تم سب کے سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔'' (النور: ۳۱)

تفسیری نکات: اسلام نے دین اور دنیا کی انفرادیت اور اجتماعیت میں ایک حسین امتزاج پیدا فرمایا ہے، بندگی اور عبادت ہر ہر فرد کا ذاتی فرض بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ اعمال صالحہ پر کاربند رہنا اور معاصی سے اجتناب کرنا ہر شخص پر بھی لازم ہے اور پوری جماعت پر بھی اسی طرح لازم ہے کہ ہر فرد بھی اللہ کے حضور توبہ کرے اور اہل ایمان کی پوری جماعت بھی توبہ کرے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

۵ . ﴿ اَسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور اس کے آگے توبہ کرو۔ (ہود: ۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے کہ اپنی لغزشوں، کوتاہیوں غلطیوں اور گناہوں پر، مستقل استغفار کرتے رہو اور خالص توبہ کرو اور بندگی و اطاعت پر استقامت کے ساتھ جمے رہو، آگے فرمایا کہ اگر تم یہ روش اختیار کرو گے تو اللہ تمہیں اس دنیا کی زندگی میں فوائد کثیرہ منافع عظیمہ اور رزق واسع سے سرفراز فرمائے گا اور اچھا عمل کرنے والوں کو اچھی جزا عطا فرمائے گا۔ (تفسیر عثمانی)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

۶ . ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے پکی اور خالص توبہ کرو۔'' (تحریم: ۲۸)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں '' توبة نصوحاً '' کے الفاظ ہیں جن کا مفہوم ہے ایسی خالص اور سچی توبہ کہ دل سے گناہ کا اثر تک مٹ جائے اور پھر اس گناہ کی طرف پلٹنے کا خیال تک باقی نہ رہے بلکہ توبہ کے بعد سچے دل سے گناہوں سے مجتنب ہو جائے اور اپنے آپ کو بندگی کا خوگر بنائے اور عمل صالح والی زندگی پر استقامت اختیار کر لے۔

رسول اللہ ﷺ کا کثرت استغفار

۱۳ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ''وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً'' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں دن بھر میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ کی جناب میں استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری)

تخریج حدیث (۱۳): صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی ﷺ فی الیوم و اللیلة.

کلمات حدیث: غفر غفراً (باب ضرب) غفر الشیٔ : کے معنی کسی شئے کو ڈھانپنے اور چھپانے کے ہیں۔ غفرله الذنب اس کے گناہ کو معاف کر دیا۔ استغفار : اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی طلب کرنا اور ان کی پردہ پوشی کا خواہاں ہونا۔ تاب توباً و توبةً (باب نصر) تاب إلی اللہ : گناہ چھوڑ کر اللہ کی جانب رجوع ہونا، جس طرح ایک کمزور و ناتواں حقیر و فقیر مبتلائے مصائب آدمی کسی ایسے شخص کی طرف رجوع ہو جو غنی ہو اور طاقتور ہو اور اس کی کلفت آلام کو دور بھی کر سکے، بالکل اسی طرح بندۂ عاجز و فقیر اپنے خالق و مالک

اور جملہ کائنات کے مالک فرماں روائے دوجہاں کی جانب رجوع اور متوجہ ہو تو یہ توبہ ہے انابت ہے اور رجوع الی اللہ ہے۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور جلال و جبروت کے بارے میں جس بندے کو جس درجے کا شعور و احساس ہوگا وہ اسی درجہ میں اپنے آپ کو ادائے حقوق عبودیت میں قصوروار سمجھے گا۔ رسول اللہ ﷺ کو چونکہ یہ چیز بدرجہ کمال حاصل تھی اس لیے آپ پر یہ احساس غالب رہتا تھا کہ عبودیت کا حق ادا نہ ہوسکا اسی واسطے آپ بار بار اور مسلسل توبہ و استغفار فرماتے تھے اور اس کا اظہار فرما کر امت کو تعلیم دیتے تھے۔ (فتح الباری: ۲۹۳/۳۔ معارف الحدیث: ۱۹۹/۵)

---

۱۴. وَعَنِ الاَغَرِّبْنِ يَسَارٍ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم "يَااَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ فَاِنِّيْ اَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۴) حضرت اغر بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اے لوگو! اللہ کی جناب میں توبہ کرو اور استغفار کرو کہ میں روزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۴): صحيح مسلم، كتاب الذكر، باب استحباب الاستغفار و الاستكثار منه.

راوی حدیث: حضرت اغر بن یسار مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں اور ان سے کتب ستہ میں صرف یہی حدیث مروی ہے۔ (تهذيب التهذيب: ۲۸۹/۱)

شرح حدیث: حضور اکرم ﷺ کے استغفار کی تعداد ستر اور سو مرتبہ سے بھی زیادہ ہوا کرتی تھی کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں آتا ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک نشست میں شمار کر لیتے تھے کہ آپ سو سو دفعہ اللہ کے حضور میں عرض کرتے تھے:" رب اغفرلي وتب علي انك انت التواب الغفور."

"اے میرے رب! مجھے معاف فرما اور میری توبہ قبول فرما۔ تو توبہ کو بہت قبول کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے۔"

(معارف الحديث: ۱۹۹/۵)

بندوں کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشی

۱۵. وَعَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيِّ خَادِمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ اَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَقَدْ اَضَلَّهٗ فِيْ اَرْضٍ فَلَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: " لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَيِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِيْ ظِلِّهَا وَقَدْ اَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ

قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ : اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّکَ، اَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ ."

(۱۵) حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جس کا چٹیل میدان میں اونٹ گم ہو گیا ہو اور پھر مل گیا ہو۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو کھلے اور وسیع میدان میں اپنی سواری پر تھا اچانک وہ سواری اس سے چھوٹ گئی اور گم ہوگئی، اس کے کھانے پینے کا سامان بھی اسی پر تھا۔ مایوس ہو کر یہ شخص ایک درخت کے سائے میں آکر لیٹ گیا، وہ اپنی سواری سے بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ اسی حالت میں وہ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ سواری اس کے پاس کھڑی ہوئی ہے، وہ اس کی مہار پکڑ لیتا ہے اور مارے خوشی کے کہتا ہے: اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں، یعنی خوشی کی شدت میں زبان پھسل جاتی ہے اور غلط الفاظ نکل جاتے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۵): صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة . صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب الحض علی التوبة .

راوی حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، آٹھ یا نو سال کے تھے کہ اپنی والدہ کے ساتھ اسلام لائے ان کی والدہ ام سلیم رشتہ میں حضور ﷺ کی خالہ تھیں۔ والدہ نے آپ کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، چنانچہ آپ سفر و حضر میں آپ ﷺ کی خدمت میں آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے۔ مکثرین صحابہ میں سے تھے کتب حدیث میں ان کی روایات کی تعداد ۱۲۸۶ ہے ان میں ۱۳۸ متفق علیہ ہیں ۹۳ھ میں سو سال سے زائد عمر میں انتقال فرمایا۔ (تهذیب التهذیب: ۲۹۶/۱)

کلمات حدیث: ضَلَّ ضلالاً (باب سمع وضرب) ضلال کے معنی ہیں بھٹکنا گم راہ ہونا راہ حق سے ہٹ جانا۔ فَلَتَ فلتاً (باب ضرب) رہا ہونا، چھوٹنا۔ اِیَاس أَیِسَ ایاساً (باب سمع) ناامید ہونا۔ آیسه: پچاس سال یا زیادہ عمر والی عورت۔ واضطجع: پہلو کے بل لیٹنا۔ ضجع ضجعاً (باب فتح) ضجع خطام: نکیل مہار جمع خُطُم خَطَمَ خطماً (باب ضرب) نکیل لگانا۔ خطمه بالکلام: خاموش کر دینا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ، کا فضل واحسان اس قدر عمیم ہے کہ تمام مخلوقات کو شامل اور محیط ہے وہ اس قدر مہربان اور رحیم ہیں کہ کائنات کا کوئی ادنی اور حقیر ذرہ بھی ان کی رحمت سے باہر نہیں ہے انکی رحمت وسیع ہے اور ہر شئے کو محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ اگر بندے اطاعت و فرماں برداری کا طریقہ اختیار کریں تو وہ ان سے راضی ہوتا ہے کیونکہ وہ قدردان ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس حدیث مبارک میں ایک دلنشیں مثال کے ذریعہ توبہ کی قبولیت اور توبہ پر اللہ کی رضا کو جس قدر خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے کون ہوگا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو اور وہ متاثر نہ ہو، اس کا وجود لرز نہ اٹھے اور وہ توبہ کی جانب راغب نہ ہو۔

ذرا تصور کیجیے اس مسافر کا جو تنہا اپنی اونٹنی پر سوار اور راستہ بھر کا کھانے پینے کا سامان اسی پر لاد کر دور دراز کے سفر پر کسی ایسے راستہ

سے چلا جس میں کہیں دانہ پانی ملنے کی امید نہیں پھر اثنائے سفر میں وہ کسی دن دوپہر میں سایہ دیکھ کر اترا اور آرام کرنے کے ارادہ سے لیٹ گیا، اس تھکے ماندے مسافر کی آنکھ لگ گئی کچھ دیر کے بعد آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اونٹنی اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ غائب ہے، وہ بے چارہ حیران و سراسیمہ ہو کر اس کی تلاش میں دوڑا بھاگا یہاں تک کہ گرمی اور پیاس کی شدت نے اس کو لب دم کر دیا، اب اس نے سوچا کہ شاید میری موت اسی طرح اس جنگل بیابان میں لکھی تھی اور اب بھوک پیاس میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کے یہاں مرنا ہی میرے لیے مقدر ہے، اس لیے وہ اسی سایہ کی جگہ میں مرنے کے لیے آ کے پڑ گیا اور موت کا انتظار کرنے لگا اسی حالت میں اس کی آنکھ پھر جھپکی، اس کے بعد جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اونٹنی اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ اپنی جگہ کھڑی ہے۔ ذرا اندازہ کیجیے کہ بھاگی ہوئی اور گمشدہ اونٹنی کو اس طرح اپنے پاس کھڑا دیکھ کر اس مسافر کو جو مایوس ہو کر مرنے کے لیے پڑ گیا تھا کس قدر خوشی ہوگی۔ صادق و مصدوق ﷺ نے اس حدیث پاک میں قسم کھا کے فرمایا کہ اللہ کی قسم! بندہ جب جرم و گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا اور سچے دل سے توبہ کر کے اس کی طرف آتا ہے تو اس رحیم و کریم کو اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی کہ اس مسافر کو اپنی اونٹنی کے ملنے سے ہوگی۔

(معارف الحدیث : ۵/۲۱۹)

مغرب سے سورج طلوع ہونے تک توبہ قبول ہوگی

۱۶. وَعَنْ أَبِي مُوسَى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا : رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۶) حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ ہر شب اپنا دست رحمت پھیلاتے ہیں کہ دن کا گناہگار تائب ہو جائے اور ہر دن اپنا دست رحمت پھیلاتے ہیں کہ رات کا گناہگار تائب ہو جائے۔ اللہ سبحانہ، اسی طرح فرماتے رہیں گے یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکل آئے۔ (صحیح مسلم)

تخریج حدیث(۱۶): صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب غيرة الله تعالىٰ.

کلماتِ حدیث: بَسَطَ، بسطاً (باب نصر): پھیلانا۔ طَلَعَ طلوعاً (باب نصر): نکلنا طلوع ہونا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پھیلانے کا مطلب

شرحِ حدیث: اللہ سبحانہٗ کے دستِ رحمت پھیلانے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شانِ مغفرت اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے کہ جس نے دن میں گناہ کیے ہیں وہ سرِ شام نادم ہو جائے اور اللہ کی طرف پلٹ آئے اور توبہ کر لے اور جس نے رات کو گناہ کیا ہے وہ دن کو انابت اور رجوع الی اللہ اختیار کر لے اور تائب ہو جائے۔ غرض اس حدیث میں اللہ کے فضل و کرم ان کے جود و کرم اور ان کی رحمت کی وسعت کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ تو ہر وقت مائل کرم ہیں اگر کوئی ان کی طرف تائب ہو کر پلٹنے والا ہو۔

۱۷ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے توبہ کی اس سے پہلے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۷): صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الاستغفار.

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ ہر وقت قبول فرماتے ہیں اور اس وقت تک قبول فرماتے رہیں گے جب تک بندے پر نزع کا عالم طاری نہ ہو جائے یا سورج مغرب سے نہ نکل آئے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ ءَايَٰتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَٰنُهَا لَمْ تَكُنْ ءَامَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيٓ إِيمَٰنِهَا خَيْرًا ﴾

''جس دن آئے گی نشانی تیرے رب کی کسی کا ایمان لانا کام نہ آئے گا جو پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہیں کی تھی۔'' (الانعام: ۱۵۸)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہدایت کی حد پوری ہو جائے گی اور قیامت کی ایسی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو توبہ قبول ہونے کا دروازہ بند ہو جائے گا، صحیحین کی احادیث بتلاتی ہیں کہ وہ نشانی جس کے ظاہر ہونے کے بعد نہ کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا اور نہ عاصی کی توبہ، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جب ارادہ ہوگا کہ دنیا کو ختم کرے اور عالم کا موجودہ نظام درہم برہم کر دیا جائے تو موجودہ قوانین طبعیہ کے برخلاف بہت سے عظیم الشان خوارق وقوع میں آئیں گے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آفتاب مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔ غالبًا اس حرکت مقلوبی سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جو قوانین قدرت اور نوامیس طبعیہ دنیا کے موجودہ نظم ونسق میں کارفرما تھے ان کی میعاد ختم ہوئی اور نظام شمسی کے الٹ پلٹ ہو جانے کا وقت آ پہنچا ہے۔ گویا اس وقت سے عالم کبیر کے نزع اور جانکنی کا وقت شروع ہوتا ہے اور جس طرح عالم صغیر (انسان) کی جانکنی کے وقت کا ایمان اور توبہ مقبول نہیں کیونکہ وہ حقیقت میں اختیاری نہیں ہوتا اسی طرح مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کے بعد مجموعہ عالم کے حق میں یہی حکم ہوگا کہ کسی کا ایمان اور توبہ معتبر نہ ہو۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موت کے قریب آ جانے کے وقت آدمی کی دو حالتیں ہوتی ہیں:

پہلی حالت یہ ہے کہ انسان ظاہری اسباب کے تحت زندگی سے مایوس ہو جائے مگر اس وقت تک اس پر عالم برزخ کے احوال منکشف نہ ہوئے ہوں، اس کو حالتِ یاس کہتے ہیں۔ اس حالت میں بالاتفاق توبہ قبول ہے، مؤمن ہو یا کافر۔

دوسری حالت یہ ہے کہ آدمی کو فرشتے نظر آنے لگتے ہیں اور عالمِ برزخ کے حالات منکشف ہونا شروع ہو جاتے ہیں اس حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی۔ حدیثِ مذکور میں اسی حالت کا بیان ہے اور قرآن کریم میں بھی اس جانب اشارہ موجود ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّمَا ٱلتَّوْبَةُ عَلَى ٱللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسُّوٓءَ بِجَهَٰلَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُو۟لَٰٓئِكَ يَتُوبُ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ ٱلتَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ حَتَّىٰٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ قَالَ إِنِّى تُبْتُ ٱلْـَٰٔنَ وَلَا ٱلَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾ ﴾

''اللہ ضرور توبہ قبول فرماتا ہے ان لوگوں کی جو نادانی سے برا کام کرتے ہیں پھر جلدی سے توبہ کرتے ہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور ان لوگوں کی توبہ معتبر نہیں جو برے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب موت ان کے سامنے آ جاتی ہے تو کہتے ہیں اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ایسوں کی توبہ جو حالتِ کفر میں مرجاتے ہیں ان کے لیے تو ہم نے تیار کیا ہے دردناک عذاب۔'' (النساء: ۱۷، ۱۸)

اللہ سبحانہٗ نے اپنے فضل واحسان سے اور اپنی رحمتِ واسعہ سے قبولِ توبہ کا ذمہ لے لیا ہے، مگر یہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو نادانی اور ناواقفیت سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جوں ہی متنبہ ہوتے ہیں اسی وقت شرمسار اور نادم ہو جاتے اور توبہ کرتے ہیں ایسوں کی خطائیں اللہ ضرور معاف فرما دیتا ہے البتہ ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برابر گناہ کیے جاتے ہیں اور باز نہیں آتے یہاں تک کہ جب موت ہی نظر آ گئی تو اب کہنے لگا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ (تفسیر عثمانی، الجامع للترمذی: ۹/۴۸۴)

روح حلق تک پہنچنے تک توبہ قبول ہوتی ہے

۱۸. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : " قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَالَمْ یُغَرْغِرْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(۱۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتے ہیں جب تک اس پر حالت نزع نہ طاری ہو جائے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (۱۸): الجامع للترمذی، کتاب الدعوات، باب التوبة مقبولة قبل الغرغرة.

کلماتِ حدیث: غر غر غرغرة : ہانڈی کا جوش کھا کر آواز کرنا۔ غرغر الرجل : موت کے وقت خرخر کرنا۔ غرغرہ : حالتِ نزع، جانکنی۔

تخلیق آسمان وزمین کے دن سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

۱۹. وَعَنْ زِرِّبْنِ حُبَیْشٍ قَالَ : اَتَیْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَسْاَلُهٗ عَنِ الْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّیْنِ فَقَالَ: مَاجَآءَ بِکَ یَازِرُّ ؟ فَقُلْتُ : اِبْتِغَآءُ الْعِلْمِ فَقَالَ: اِنَّ الْمَلٰئِکَةَ تَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ

رِضًا بِمَا يَطْلُبُ فَقُلْتُ : اِنَّهٗ قَدْ حَكَّ فِيْ صَدْرِی الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ بَعْدَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ وَكُنْتَ امْرأً مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ اَسْاَلُكَ هَلْ سَمِعْتَهٗ يَذْكُرُ فِيْ ذٰلِكَ شَيْأً ؟ قَالَ نَعَمْ كَانَ يَاْمُرُنَا اِذَا كُنَّا سَفْرًا. اَوْمُسَافِرِيْنَ اَنْ لَانَنْزِعَ خِفَا فَنَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهِنَّ اِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، لٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ فَقُلْتُ : هَلْ سَمِعْتَهٗ يَذْكُرُ فِي الْهَوٰى شَيْئًا؟ قَالَ : نَعَمْ كُنَّا مَعَ رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهٗ اِذْ نَادَاهُ اَعْرَابِيٌّ بِصَوْتٍ لَهٗ جَهْوَرِيٍّ : يَا مُحَمَّدُ، فَاَجَابَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِّنْ صَوْتِهٖ هَاؤُمُ فَقُلْتُ لَهٗ : وَيْحَكَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ فَاِنَّكَ عِنْدَالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ نُهِيْتَ عَنْ هٰذَا :وَاللّٰهِ لَااَغْضُضُ: قَالَ الْاَعْرَابِيُّ : اَلْمَرْءُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اَلْمَرْءُ مع مَنْ اَحَبَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَمَا زَالَ يُحَدِّثُنَا حَتّٰى ذَكَرَ بَابًا مِنَ الْمَغْرِبِ مَسِيْرَةُ عَرْضِهٖ اَوْ يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ عَرْضِهٖ اَرْبَعِيْنَ اَوْ سَبْعِيْنَ عَامًا قَالَ سُفْيَانُ اَحَدُ الرُّوَاةِ : قِبَلَ الشَّامِ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مَفْتُوْحًا لِلتَّوْبَةِ لَا يُغْلَقُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْهُ'' رَوَاهُ التِّرمِذِیُّ وَغَيْرُهٗ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۱۹) حضرت زر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ میں صفوان بن عسال کے پاس آیا اور ان سے موزوں کے مسح کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے پوچھا زرّ کیسے آئے ؟ میں نے جواب دیا کہ علم کی جستجو لائی ہے، فرمایا کہ طالب علم کے لئے فرشتے اس کی طلب پر خوشنودی کے طور اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بول و براز سے فراغت کے بعد خفین پر مسح کرنے کے بارے میں مجھے شبہ ہو گیا ہے۔ چونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ہیں اس لیے آپ سے پوچھنے آیا ہوں کیا آپ نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ کہنے لگے ہاں! جب ہم سفر میں ہوتے تو آپ ﷺ ہمیں فرماتے کہ ہم تین دن تین رات بول و براز اور سونے کے بعد خفین (موزے) نہ اتاریں سوائے اس کے کہ غسل کی حاجت ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے محبت کے بارے میں بھی کچھ سنا ہے؟ کہا ہاں۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے ایک موقعہ پر جب ہم آپ ﷺ کے پاس تھے ایک اعرابی نے اونچی آواز سے پکارا اے محمد! آپ ﷺ نے بھی اسے زوردار آواز سے کہا آ گے آ۔ میں نے کہا خیال کر و اپنی آواز پست کرو کہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ وہ بولا قسم بخدا میں آواز پست نہیں کروں گا۔ وہ اعرابی کہنے لگا کہ آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے مگر وہ ابھی ان سے نہیں ملا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی روزِ قیامت ان ہی کے ساتھ ہوگا جن سے محبت کرتا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ مسلسل بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے مغرب کی طرف ایک دروازے کا ذکر کیا جس کی مسافت چالیس یا ستر سال ہے یا سوار اس کی چوڑائی میں ساٹھ یا ستر برس تک چلتا رہے گا۔ حدیث کے ایک راوی سفیان نے کہا کہ شام کی طرف اس دروازے کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت پیدا فرما دیا تھا جب آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا یہ دروازہ کھلا ہوا ہے بند نہیں ہوگا تا آنکہ سورج مغرب سے نہ نکلے۔

(بروایت ترمذی اورانہوں نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۱۹): الجامع للترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی فضل التوبة و الاستغفار.

راوی حدیث: زِرّ بن حبیش تابعی ہیں اور مخضرم ہیں انہوں نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور زمانۂ جاہلیت بھی دیکھا حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے علم حدیث اخذ کیا ۸۲ھ میں انتقال ہوا۔ صفوان بن عسال صحابی ہیں، بارہ غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ ان سے ۲۱ احادیث مروی ہیں۔ (طبقات ابن سعد: ٦/٤١٤، تهذيب التهذيب : ٢/٥٤٩)

کلمات حدیث: ابتغاء : طلب، تلاش۔ بغی سے ہے جسکے معنی طلب کرنے اور تلاش کرنے کے ہیں۔ بَغى بَغياً وَبُغيةً (باب ضرب) اجنحة : جناح کی جمع ہے جس کے معنی پر کے ہیں۔ جهوری: بلند آواز عالی الصوت، جہر کے معنی ہیں آواز بلند ہونا یا کرنا۔ أجهر بالقرائة : بلند آواز سے پڑھنا۔ ويحلك : ویح کلمۂ ترحم۔

شرح حدیث: اس حدیثِ مبارک میں بیان ہوا ہے کہ زر بن حبیش جو تابعی ہیں ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لیے صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے جو کہ صحابی رسول ﷺ تھے، انہوں نے آمد کی وجہ دریافت کی تو بتایا کہ علم کی جستجو آپ کے دروازے پر لائی ہے اس پر صفوان نے حدیث رسول ﷺ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ طالب علم سے فرشتے اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ اس کے راستے میں پر بچھاتے ہیں، طلبِ علم اور اس کی فضیلت میں متعدد احادیث مروی ہیں اور ان سب میں علم سے مراد ''علم دین'' ہے۔ غرض زر نے صفوان سے مسح علی الخفین کے بارے میں دریافت کیا۔

موزوں پر مسح کا مسئلہ

جمہور فقہائے امت امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مسافر تین دن اور تین رات خفین (موزوں) پر مسح کر سکتا ہے جبکہ مقیم کے لیے یہ مدت ایک شب و روز ہے۔ یہ حکم حدثِ اصغر کا ہے حدثِ اکبر کی صورت میں فقہائے احناف کے نزدیک غسل رجلین (پاؤں کا دھونا) ضروری ہے۔

زر نے حضرت صفوان سے دریافت کیا کہ آپ نے مسح علی الخفین کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں سنا ہے اور آپ نے اس حدیث میں ذکر کیا کہ اعرابی آیا اور اس نے بآواز بلند آپ ﷺ کو پکارا تو میں نے اسے متنبہ کیا اور کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی جناب میں آواز کے پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَرْفَعُوٓا۟ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِىِّ وَلَا تَجْهَرُوا۟ لَهُۥ بِٱلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَـٰلُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝٢ ﴾

''اے ایمان والو! بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر اور ان سے نہ بولو تڑخ کر جیسے تڑختے ہو ایک دوسرے پر کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمام اعمال اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔'' (الحجرات: ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ چار چیزیں اعظم شعائر اللہ میں سے ہیں، قرآن، رسول کریم ﷺ، کعبہ

اور نماز۔ ان کی تعظیم وہی کرے گا جس کا دل تقویٰ سے مالا مال ہو۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب حضور ﷺ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے تو آپ کے احکام اور ارشادات سننے کے بعد ان کے خلاف آواز اٹھانا کس درجہ کا گناہ ہوگا۔

(تفسیر عثمانی : الحجرات)

اس آیت کے نزول کے بعد صحابۂ کرام نے اپنی آواز پست کرلی تھی اور آہستہ بات کرنے کو اپنی عادت بنالیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آہستہ آواز سے گفتگو فرماتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر پست آواز میں بات کرتے کہ بعض اوقات حضور اکرم ﷺ کو پوچھنے کی ضرورت پیش آجاتی۔ اسی وجہ سے اس واقعہ میں بھی حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اعرابی کو متنبہ کیا۔

اس حدیثِ مبارک میں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخرت میں آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی، یہ سوال اس اعرابی کا ہی نہ تھا بلکہ دیگر صحابۂ کرام نے بھی حضور سے یہ استفسار کیا اور آپ ﷺ نے یہی جواب دیا جس کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام کو کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنا اس بات سے مسرور ہوئے یہی وجہ ہے علماء نے فرمایا ہے کہ نیک لوگوں سے محبت رکھنے والا ان کے ساتھ ہوگا اس لیے اصحابِ صلاح وتقویٰ سے تعلق خاطر رکھنا چاہیے۔

اس حدیثِ مبارک میں ایک اور اہم بات بھی مذکور ہوئی وہ یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا اسی وقت باب توبہ بھی وجود میں لے آیا اس وقت سے لے کر تا قیام قیامت اس کا دروازہ کھلا رہے گا اور یہ دروازہ اس قدر وسیع ہے کہ اگر اس کی چوڑائی میں کوئی سوار چالیس یا ستر برس تک چلتا رہے تو بھی یہ مسافت طے نہ ہوگی۔

سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ بھی قبول ہوئی

۲۰۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِکِ بْنِ سِنَانِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : کَانَ فِیْمَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِیْنَ نَفْسًا ، فَسَأَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ فَدُلَّ عَلٰی رَاهِبٍ فَاَتَاهُ فَقَالَ : اِنَّهٗ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ نَفْسًا فَهَلْ لَهٗ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: لَا ، فَقَتَلَهٗ فَکَمَّلَ بِهٖ مِائَةً ، ثُمَّ سَاَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ فَدُلَّ عَلٰی رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ اِنَّهٗ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهٗ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَمَنْ یَحُوْلُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ التَّوْبَةِ؟ اِنْطَلِقْ اِلٰی اَرْضِ کَذَا وَکَذَا فَاِنَّ بِهَا اُنَاسًا یَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰی فَاعْبُدِ اللّٰهَ مَعَهُمْ وَلَا تَرْجِعْ اِلٰی اَرْضِکَ فَاِنَّهَا اَرْضُ سُوْءٍ ، فَانْطَلَقَ حَتّٰی اِذَا نَصَفَ الطَّرِیْقَ اَتَاهُ الْمَوْتُ ، فَاخْتَصَمَتْ فِیْهِ مَلَائِکَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِکَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِکَةُ الرَّحْمَةِ جَآءَ تَآئِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهٖ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی ، وَقَالَتْ مَلَائِکَةُ الْعَذَابِ : اِنَّهٗ لَمْ یَعْمَلْ خَیْرًا قَطُّ ، فَاَتَاهُمْ مَلَکٌ فِیْ صُوْرَةِ اٰدَمِیٍّ فَجَعَلُوْهُ بَیْنَهُمْ ، اَیْ حَکَمًا " فَقَالَ : قِیْسُوْا مَا بَیْنَ الْاَرْضَیْنِ فَاِلٰی اَیَّتِهِمَا کَانَ اَدْنٰی فَهُوَ لَهٗ ، فَقَاسُوْا فَوَجَدُوْهُ اَدْنٰی اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ اَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلَائِکَةُ الرَّحْمَةِ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ : وَفِیْ رِوَایَةٍ فِی الصَّحِیْحِ " فَکَانَ اِلَی الْقَرْیَةِ

الصَّالِحَةِ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَجُعِلَ مِنْ اَهْلِهَا" وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحِ فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِيْ وَاِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِيْ وَقَالَ : قِيْسُوْا مَا بَيْنَهُمَا فَوَجَدُوْهُ اِلٰى هٰذِهٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَلَهٗ" ، وَفِيْ رِوَايَةٍ : "فَنَاٰى بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا."

(۲۰) حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا اس نے ننانوے قتل کیے تھے، اس نے لوگوں سے پوچھا کہ روئے ارض پر سب سے بڑا عالم کون ہے اسے ایک راہب کا پتہ بتلایا گیا چنانچہ وہ اس کے پاس پہنچا اور اس سے دریافت کیا کہ اس نے ننانوے لوگوں کو قتل کیا ہے کیا اس کے لئے توبہ کی گنجائش ہے۔ راہب نے کہا نہیں تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور سو کی تعداد پوری کر دی۔ پھر لوگوں سے پوچھا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے، اسے ایک عالم کا پتہ بتایا گیا وہ اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اس نے سو افراد کا قتل کیا ہے کیا اس کے لیے توبہ کی گنجائش ہے؟ اس عالم نے کہا کیوں نہیں کون سی چیز ہے جو توبہ میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ فلاں جگہ جاؤ وہاں کچھ اللہ کے بندے اللہ کی بندگی اور عبادت میں مصروف ہیں تم بھی ان کے ساتھ شریک عبادت ہو جاؤ اور دیکھو اب اپنے ملک کی طرف نہ جانا وہ بری سرزمین ہے۔ وہ شخص چلا لیکن ابھی آدھے راستہ میں تھا کہ موت نے آلیا اب اس کے متعلق ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب میں اختلاف ہو گیا۔ ملائکہ رحمت نے کہا کہ تائب ہو کر اپنے دل سے اللہ کی جانب متوجہ تھا۔ ملائکہ عذاب بولے کہ اس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا۔ اس پر ان کے پاس ایک فرشتہ انسانی صورت میں آیا، جس پر ان فرشتوں نے اسے اپنے درمیان ثالث بنالیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ دونوں طرف کی زمین ناپ لو جس طرف کی مسافت کم ہوگی اسی طرف کے لوگوں میں شمار ہوگا پیائش کی گئی تو جس طرف جانے کا ارادہ تھا وہ مسافت کم نکلی اس پر ملائکہ رحمت نے اس کی روح قبض کی۔ (متفق علیہ)

صحیح کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ نیک لوگوں کی بستی کی جانب ایک بالشت قریب نکلا۔

اور صحیح کی ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شر کی زمین کو دور ہو جانے اور نیک لوگوں کی زمین کو قریب ہو جانے کا حکم فرمایا اور کہا کہ ان دونوں کے درمیان فاصلے کی پیائش کرو۔ فرشتوں نے اسے نیک لوگوں کی زمین کے ایک بالشت بھر قریب پایا اور اس کی مغفرت ہو گئی اور ایک اور روایت میں ہے کہ وہ اپنے سینے کے بل سرک کر نیک لوگوں کی زمین سے قریب ہو گیا۔

تخریج حدیث (۲۰): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر من بنی اسرائیل. صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قبول توبه القاتل .

راوی حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین بیعتِ عقبہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے، بنا بریں انہوں نے مسلم گھرانے میں تربیت پائی، غزوۂ احد کے بعد تمام غزوات میں حضورِ انور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ فقہائے صحابہ میں سے تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکثرین صحابہ میں سے ہیں آپ سے ۱۱۷۰ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۴۶ متفق علیہ ہیں۔ آپ نے ۷۴ سال کی عمر میں مدینہ منورہ ۷۴ھ میں وفات پائی۔

کلماتِ حدیث: راھب: رھب رھبة (باب سمع) سے ہے جس کے معنی ہیں خوف کرنا، اسی سے رہبانیة (رہبانیت) ہے یعنی دنیا اور اس کے لذائذ سے بے تعلقی اختیار کرنا۔ اسی سے راہب ہے یعنی وہ شخص جس نے رہبانیت اختیار کر لی ہو۔ کَمُلَ : پورا کرنا، کامِل : جو اپنے اجزاء یا اوصاف میں پورا ہو، اس کی ضد ناقص ہے۔ یعبُدون: عبد سے ہے جس کے معنی غلام کے ہیں۔ عَبَدَ عِبادة وعبودیة (باب نصر) خدمت کرنا، ذلیل ہونا، خشوع اختیار کرنا، اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اپنی عاجزی اور مسکنت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانا عبادت ہے اور بندگی اور اطاعت و فرماں برداری کے رنگ میں رنگ جانا عبودیت ہے۔ عبادت نام ہے بندگی کرنے کا اور عبودیت سراپا بندگی ہے۔ قطُّ: کبھی نہیں۔ مافعلت ہذا قط: میں نے یہ کام کبھی نہیں کیا۔ انه لم یعمل خیراً قط: اس نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ شِبر : بالشت جمع اشبار۔

شرحِ حدیث: نبی رحمت ﷺ نے گزشتہ اقوام کے کسی شخص کے اس واقعے کے بیان میں دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کی وسعت اور اس کے کمال کو بیان فرمایا ہے۔ اس حدیث کی روح اور اس کا پیغام یہی ہے کہ بڑے سے بڑا گناہگار جس نے سو قتل کیے ہوں اور کبھی کوئی نیک کام نہ کیا ہو اگر صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کر کے آئندہ کے لیے فرماں برداری والی زندگی اختیار کرنے کا عزم کر لے تو وہ بھی بخش دیا جائے گا اور ارحم الراحمین کی رحمت بڑھ کر اس کو اپنی آغوش میں لے لے گی۔ اگر چہ اس توبہ و انابت کے بعد وہ فوراً ہی اس دنیا سے اٹھا لیا جائے اور اسے نیک عمل کرنے کا موقعہ بھی نہ ملے اور اس کا اعمال نامہ بالکل اعمال صالحہ سے خالی ہو۔

(معارف الحدیث : ۵/۲۰۹)

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہونے کے ساتھ اس کے دشمنوں کو بھی راضی کر لیتے ہیں۔

اس حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ قاتل عمد کی بھی توبہ قبول ہے اور اسی رائے پر فقہاءِ امت کا اتفاق ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَٰلِحًا فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَٰتٍ ﴾

''مگر جو توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرے تو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔'' (الفرقان: ۷۰)

غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے صحابہ کا واقعہ

۲۱۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ بَنِيْهِ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ ابْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ بِحَدِيْثِهِ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ : قَالَ كَعْبٌ : لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ اِلَّا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ غَيْرَ اَنِّيْ قَدْ تَخَلَّفْتُ فِيْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَّلَمْ يُعَاتِبْ اَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهُ، اِنَّمَا خَرَجَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ یُرِیْدُوْنَ عِیْرَ قُرَیْشٍ حَتّٰی جَمَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ عَدُوِّھِمْ عَلٰی غَیْرِ مِیْعَادٍ : وَلَقَدْ شَھِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ الْعَقَبَۃِ حِیْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَی الْاِسْلَامِ، وَمَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِھَا مَشْھَدَ بَدْرٍ، وَاِنْ کَانَتْ بَدْرٌ اَذْکَرَ فِی النَّاسِ مِنْھَا وَکَانَ مِنْ خَبَرِیْ حِیْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ اَنِّیْ لَمْ اَکُنْ قَطُّ اَقْوٰی وَلَا اَیْسَرَ مِنِّیْ حِیْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْہُ فِیْ تِلْکَ الْغَزْوَۃِ، وَاللّٰہِ مَاجَمَعْتُ قَبْلَھَا رَاحِلَتَیْنِ قَطُّ حَتّٰی جَمَعْتُھُمَا فِیْ تِلْکَ الْغَزْوَۃِ وَلَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُرِیْدُ غَزْوَۃً اِلَّا وَرّٰی بِغَیْرِھَا حَتّٰی کَانَتْ تِلْکَ الْغَزْوَۃُ فَغَزَاھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَرٍّ شَدِیْدٍ، وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِیْدًا وَمَفَازًا وَاسْتَقْبَلَ عَدَدًا کَثِیْرًا، فَجَلّٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ اَمْرَھُمْ لِیَتَاھَّبُوْا اُھْبَۃَ غَزْوِھِمْ فَاَخْبَرَھُمْ بِوَجْھِھِمُ الَّذِیْ یُرِیْدُ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ کَثِیْرٌ وَلَا یَجْمَعُھُمْ کِتَابٌ حَافِظٌ "یُرِیْدُ بِذٰلِکَ الدِّیْوَانَ" قَالَ کَعْبٌ : فَقَلَّ رَجُلٌ یُرِیْدُ اَنْ یَتَغَیَّبَ اِلَّا ظَنَّ اَنَّ ذٰلِکَ سَیَخْفٰی بِہٖ مَالَمْ یَنْزِلْ فِیْہِ وَحْیٌ مِّنَ اللّٰہِ، وَغَزَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تِلْکَ الْغَزْوَۃَ حِیْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ فَاَنَا اِلَیْھَا اَصْعَرُ فَتَجَھَّزَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَہٗ وَطَفِقْتُ اَغْدُوْ لِکَیْ اَتَجَھَّزَ مَعَہٗ فَاَرْجِعُ وَلَمْ اَقْضِ شَیْئًا وَاَقُوْلُ فِیْ نَفْسِیْ. اَنَا قَادِرٌ عَلٰی ذٰلِکَ اِذَا اَرَدْتُ فَلَمْ یَزَلْ یَتَمَادٰی بِیْ حَتّٰی اسْتَمَرَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَادِیًا وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَہٗ وَلَمْ اَقْضِ مِنْ جِھَازِیْ شَیْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَیْئًا فَلَمْ یَزَلْ . یَتَمَادٰی بِیْ حَتّٰی اَسْرَعُوْا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ فَھَمَمْتُ اَنْ اَرْتَحِلَ فَاُدْرِکَھُمْ فَیَا لَیْتَنِیْ فَعَلْتُ، ثُمَّ لَمْ یُقَدَّرْ ذٰلِکَ لِیْ فَطَفِقْتُ اِذَا خَرَجْتُ فِی النَّاسِ بَعْدَ خُرُوْجِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْزُنُنِیْ اَنِّیْ لَا اَرٰی لِیْ اُسْوَۃً اِلَّا رَجُلًا مَغْمُوْصًا عَلَیْہِ فِی النِّفَاقِ اَوْرَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنَ الضُّعَفَاءِ وَلَمْ یَذْکُرْنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی بَلَغَ تَبُوْکَ فَقَالَ وَھُوَ جَالِسٌ فِی الْقَوْمِ بِتَبُوْکَ : مَافَعَلَ کَعْبُ بْنُ مَالِکٍ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلِمَۃَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ حَبَسَہٗ بُرْدَاہُ وَالنَّظْرُ فِیْ عِطْفَیْہِ : فَقَالَ لَہٗ مُعَاذُ ابْنُ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: بِئْسَ مَاقُلْتَ وَاللّٰہِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاعَلِمْنَا عَلَیْہِ اِلَّاخَیْرًا فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَیْنَا ھُوَ عَلٰی ذٰلِکَ رَاٰی. رَجُلًا مُبَیِّضًا یَزُوْلُ بِہِ السَّرَابُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :کُنْ اَبَا خَیْثَمَۃَ فَاِذَا ھُوَ اَبُوْ خَیْثَمَۃَ الْاَنْصَارِیُّ وَھُوَ الَّذِیْ تَصَدَّقَ بِصَاعِ التَّمْرِ حِیْنَ لَمَزَہُ الْمُنَافِقُوْنَ قَالَ کَعْبٌ : فَلَمَّا بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ تَوَجَّہَ قَافِلًا مِنْ تَبُوْکَ حَضَرَنِیْ بَثِّیْ فَطَفِقْتُ اَتَذَکَّرُ الْکَذِبَ وَاَقُوْلُ : بِمَ اَخْرُجُ مِنْ سَخَطِہٖ غَدًا وَاَسْتَعِیْنُ عَلٰی ذٰلِکَ بِکُلِّ ذِیْ رَاْیٍ مِنْ اَھْلِیْ، فَلَمَّا قِیْلَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّیْ

الْبَاطِلُ حَتّٰی عَرَفْتُ اَنِّیْ لَمْ اَنْجُ مِنْهُ بِشَیْءٍ اَبَدًا فَاَجْمَعْتُ صِدْقَه' وَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَادِمًا وَكَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ. فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَآءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ ، يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ لَه'، وَكَانُوْا بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ رَجُلًا فَقَبِلَ مِنْهُمْ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَلَهُمْ وَوَكَلَ سَرَآئِرَهُمْ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی حَتّٰی جِئْتُ فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ: تَعَالَ فَجِئْتُ اَمْشِیْ حَتّٰی جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِیْ مَاخَلَّفَكَ؟ اَلَمْ تَكُنْ قَدِابْتَعْتَ ظَهْرَكَ قَالَ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَوْجَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا لَرَاَيْتُ اَنِّیْ سَاَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهٖ بِعُذْرٍ، لَقَدْ اُعْطِيْتُ جَدَلًا وَلٰكِنِّیْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضٰی بِهٖ عَنِّیْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ (اَن) يُسْخِطَكَ عَلَیَّ وَاِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَیَّ فِيْهِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْفِيْهِ عُقْبَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاللّٰهِ مَاكَانَ لِیْ مِنْ عُذْرٍ' وَاللّٰهِ مَاكُنْتُ قَطُّ اَقْوٰی وَلَا اَيْسَرَ مِنِّیْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم : اَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰی يَقْضِیَ اللّٰهُ فِيْكَ. وَثَارَ رِجَالٌ مِنْ بَنِیْ سَلِمَةَ فَاتَّبَعُوْنِیْ فَقَالُوْا لِیْ : وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ اَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا لَقَدْ عَجَزْتَ فِیْ اَنْ لَاتَكُوْنَ اعْتَذَرْتَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ إليه الْمُخَلَّفُوْنَ، فَقَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ قَالَ : فَوَاللّٰهِ مَازَالُوْا يُؤَنِّبُوْنَنِیْ حَتّٰی اَرَدْتُ اَنْ اَرْجِعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُكَذِّبَ نَفْسِیْ، ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ : هَلْ لَقِیَ هٰذَا مَعِیَ مِنْ اَحَدٍ قَالُوْ : نَعَمْ لَقِيَه' مَعَكَ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَاقُلْتَ وَقِيْلَ لَهُمَا مِثْلَ مَاقِيْلَ لَكَ قَالَ : قُلْتُ : مَنْ هُمَا؟ قَالُوْا : مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْعَمْرِیُّ، وَهِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ الْوَاقِفِیُّ قَالَ : فَذَكَرُوْا لِیْ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيْهِمَا اُسْوَةٌ قَالَ فَمَضَيْتُ حِيْنَ ذَكَرُوْهُمَا لِیْ. وَنَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِنَا اَيُّهَا الثَّلٰثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ قَالَ : فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ. اَوْقَالَ تَغَيَّرُوْ لَنَا حَتّٰی تَنَكَّرَتْ لِیْ فِیْ نَفْسِی الْاَرْضُ فَمَا هِیَ بِالْاَرْضِ الَّتِیْ اَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلٰی ذٰلِكَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً : فَاَمَّا صَاحِبَایَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِیْ بُيُوْتِهِمَا يَبْكِيَانِ وَاَمَّا اَنَا فَكُنْتُ اَشَبَّ الْقَوْمِ وَاَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ اَخْرُجُ فَاَشْهَدُ الصَّلٰوةَ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَطُوْفُ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِیْ اَحَدٌ وَاٰتِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَاُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِیْ مَجْلِسِهٖ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَاَقُوْلُ فِیْ نَفْسِیْ هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ اَمْ لَا ؟ ثُمَّ اُصَلِّیْ قَرِيْبًا مِنْهُ وَاُسَارِقُهُ النَّظَرَ، فَاِذَا اَقْبَلْتُ عَلٰی صَلَاتِیْ نَظَرَ اِلَیَّ وَاِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَه' اَعْرَضَ عَنِّیْ حَتّٰی اِذَا طَالَ ذٰلِكَ عَلَیَّ مِنْ جَفْوَةِ الْمُسْلِمِيْنَ مَشَيْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ جِدَارَحَائِطِ اَبِیْ قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّیْ وَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللّٰهِ مَارَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ فَقُلْتُ لَه' يَا اَبَا قَتَادَةَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُنِیْ اُحِبُّ اللّٰهَ

وَرَسُوْلَه' صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَكَتَ فَعُدْتُ فَنَا شَدْتُه' فَسَكَتَ فَعُدْتُ فَنَا شَدْتُه' : فَقَالَ : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُه' اَعْلَمُ. فَفَاضَتْ عَيْنَایَ وَتَوَلَّيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ ' فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِیْ فِیْ سُوْقِ الْمَدِيْنَةِ اِذَا نَبَطِیٌّ مِنْ نَبَطِ اَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيْعُه' بِالْمَدِيْنَةِ يَقُوْلُ : مَنْ يَدُلُّ عَلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ؟ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيْرُوْنَ لَه' اِلَیَّ حَتّٰى جَآءَ نِیْ فَدَفَعَ اِلَیَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ، وَكُنْتُ، كَاتِبًا، فَقَرَاْتُه' فَاِذَا فِيْهِ : اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّه' قَدْ بَلَغَنَا اَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِهَوَانٍ وَلَامَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَانُوَاسِكَ فَقُلْتُ حِيْنَ قَرَاْتُهَا : وَهٰذِهٖ اَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّوْرَ فَسَجَرْتُهَا حَتّٰى اِذَا مَضَتْ اَرْبَعُوْنَ مِنَ الْخَمْسِيْنَ وَاسْتَلْبَثَ الْوَحْیُ اِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا تِيْنِیْ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تَعْتَزِلَ امْرَاَتَكَ، فَقُلْتُ : اُطَلِّقُهَا اَمْ مَاذَا اَفْعَلُ فَقَالَ : لَابَلِ اعْتَزِلْهَا فَلَا تَقْرَبَنَّهَا وَاَرْسَلَ اِلٰى صَاحِبَیَّ بِمِثْلِ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِامْرَاَتِیْ: اَلْحَقِیْ بِاَهْلِكِ فَكُوْنِیْ عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِیَ اللّٰهُ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ فَجَاءَ تِ امْرَاَةُ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَه' : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَه' خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ اَنْ اَخْدُمَه' ؟ قَالَ: لَاوَلٰكِنْ لَايَقْرَبَنَّكِ فَقَالَتْ : اِنَّه' وَاللّٰهِ مَابِهٖ مِنْ حَرَكَةٍ اِلٰى شَیْءٍ وَوَاللّٰهِ مَازَالَ يَبْكِیْ مُنْذُكَانَ مِنْ اَمْرِهٖ مَاكَانَ اِلٰى يَوْمِهٖ هٰذَا فَقَالَ لِیْ بَعْضُ اَهْلِیْ: لَوِاسْتَاْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اِمْرَاَتِكَ فَقَدْ اَذِنَ لِامْرَاَةِ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ اَنْ تَخْدُمَه' : فَقُلْتُ لَااَسْتَاْذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَايُدْرِيْنِیْ مَاذَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنْتُه' وَاَنَارَجُلٌ شَابٌّ فَلَبِثْتُ بِذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ فَكَمُلَ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِنْ حِيْنَ نُهِیَ عَنْ كَلَامِنَا ثُمَّ صَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ صَبَاحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً عَلٰى ظَهْرِبَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِنَا، فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِیْ ذَكَرَاللّٰهُ تَعَالٰى مِنَّا قَدْ ضَاقَتْ عَلَیَّ نَفْسِیْ وَضَاقَتْ عَلَیَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ اَوْفٰى عَلٰى سَلْعٍ يَقُوْلُ بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ يَاكَعْبُ بْنَ مَالِكٍ اَبْشِرْ' فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَعَرَفْتُ اَنَّه' قَدْ جَآءَ فَرَجٌ. فَاٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْنَا حِيْنَ صَلّٰى صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُوْنَنَا، فَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَیَّ مُبَشِّرُوْنَ وَرَكَضَ رَجُلٌ اِلَیَّ فَرَسًا وَسَعٰى سَاعٍ مِنْ اَسْلَمَ قِبَلِیْ وَاَوْفٰى عَلَى الْجَبَلِ، وَكَانَ الصَّوْتُ اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَآءَ نِی الَّذِیْ سَمِعْتُ صَوْتَه' يُبَشِّرُنِیْ نَزَعْتُ لَه' ثَوْبَیَّ فَكَسَوْتُهُمَا اِيَّاهُ بُشْرَاهُ وَاللّٰهِ مَااَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ، وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا وَانْطَلَقْتُ اَتَاَمَّمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَقَّانِی النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنِّئُوْنَنِیْ بِالتَّوْبَةِ وَيَقُوْلُوْنَ لِیْ : لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ، فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ

رَضِـيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُهَرْوِلُ حَتّٰے صَافَحَنِيْ وَهَنَّأَنِيْ وَاللّٰهِ مَاقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ غَيْرُه‘ فَكَانَ كَعْبٌ لَايَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ: قَالَ كَعْبٌ : فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُه‘ مِنَ السُّرُوْرِ : اَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّعَلَيْكَ مُذْ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ فَقُلْتُ : اَمِنْ عِنْدِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَمْ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ ؟ قَالَ : لَابَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّاسْتَنَارَ وَجْهُه‘ حَتّٰے كَاَنَّ وَجْهَه‘ قِطْعَةُ قَمَرٍ، وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌلَكَ : فَقُلْتُ: اِنِّيْ اُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ وَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِنَّمَا اَنْجَانِيْ بِالصِّدْقِ وَاِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ لَااُحَدِّثَ اِلَّاصِدْقًا مَا بَقِيْتُ، فَوَاللّٰهِ مَاعَلِمْتُ اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَبْلَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِےْ صِدْقِ الْحَدِيْثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ مِمَّا اَبْلَانِي اللّٰهُ تَعَالٰى وَاللّٰهِ مَاتَعَمَّدْتُ كِذْبَةً مُنْذُ قُلْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ يَحْفَظَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰے فِيْمَا بَقِےَ قَالَ : فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَے النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِےْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ ﴾ حَتّٰے بَلَغَ : ﴿ اِنَّه‘ بِهِمْ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ O ﴾ ﴿ وَعَلَے الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ﴾ حَتّٰى بَلَغَ : ﴿ اتَّقُوْاللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ ﴾ قَالَ كَعْبٌ : وَاللّٰهِ مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَےَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ اِذْهَدَانِےَ اللّٰهُ لِلْاِسْلَامِ اَعْظَمَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ صِدْقِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَااَكُوْنَ كَذَبْتُه‘ فَاَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا، اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰے قَالَ لِلَّذِيْنَ كَذَبُوْا حِيْنَ اَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِاَحَدٍ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءً بِمَا كَانُوْ يَكْسِبُوْنَ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَايَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ" قَالَ كَعْبٌ كُنَّا خُلِّفْنَا اَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ اَمْرِ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ حَلَفُوْالَه‘ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرلَهُمْ وَاَرْجَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْرَنَا حَتّٰى قَضَى اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ بِذٰلِكَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا،) وَلَيْسَ الَّذِيْ ذَكَرَمِمَّا خُلِّفْنَا تَخَلُّفَنَا عَنِ الْغَزْوِ وَاِنَّمَا هُوَ تَخْلِيْفُه‘ اِيَّانَا وَاِرْجَاؤُه‘ اَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَه‘ وَاعْتَذَرَ اِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ : وَفِےْ رِوَايَةٍ "اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِےْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ" وَفِےْ رِوَايَةٍ : وَكَانَ لَايَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّانَهَارًا فِے الضُّحٰى فَاِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ .

(۲۱) حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جو حضرت کعب بن مالک کے نابینا ہو جانے کے بعد ان کو لے کر جاتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے کا واقعہ سنا۔ انھوں نے بتایا کہ میں غزوہ تبوک کے علاوہ کسی بھی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی سے محروم نہیں رہا۔ البتہ میں غزوہ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا لیکن اس غزوہ میں عدم شرکت پر کسی پر عتاب نہیں ہوا تھا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان قریش کے قافلہ کی نگرانی کے ارادے سے گئے تھے بلا ارادہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کروا دیا عقبہ کی رات میں بھی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا جہاں ہم نے اسلام پر جمے رہنے کا عہد و پیمان کیا تھا۔ میں پسند نہیں کرتا کہ میں بدر میں حاضر ہو جاتا اور شب عقبہ کی حاضری سے محروم رہ جاتا اگر چہ لوگوں کے درمیان بدر کا ذکر زیادہ ہے۔

غزوۂ تبوک میں عدم شرکت کا قصہ اس طرح ہے کہ فی الواقع میں ان دنوں بہ نسبت دوسرے غزوات کے زیادہ قوت کا مالک اور بہت زیادہ مالدار تھا اللہ کی قسم میرے پاس اس سے پہلے کبھی دو سواریاں نہیں تھیں جبکہ اس غزوہ میں میرے پاس دو تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی محاذ پر جنگ کا ارادہ فرماتے تو اس کو پوشیدہ رکھتے اور کسی اور مقام کا اشارہ فرماتے۔ لیکن جنگ تبوک کی جب رسول اللہ ﷺ تیاری فرما رہے تھے تو گرمی شدت کی تھی سفر بعید تھا خشک اور بنجر علاقہ قطع کرنا تھا اور دشمن کی بڑی تعداد کا سامنا تھا۔ اسلئے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو واضح الفاظ میں بتا دیا تا کہ اس جنگ کی پوری تیاری کر لیں۔ اس موقعہ پر آپ نے اپنا ارادہ کھلے الفاظ میں ظاہر کر دیا۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بھی بہت تھی اور اس وقت تک کسی رجسٹر میں ان کے ناموں کا اندراج نہ تھا۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جو شخص جنگ میں شریک نہ ہوتا تو جب تک اس کے بارے میں وحی نازل نہ ہوتی اس کی غیر حاضری کا کسی کو پتہ نہ چلتا۔

جس وقت رسول اللہ ﷺ اس جنگ کے لئے روانہ ہو رہے تھے اس وقت پھل پک چکے تھے اور درختوں کا سایہ خوش گوار ہو گیا تھا اور میں بھی انہی کی طرف میلان رکھتا تھا۔ غرض رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے تیاری کی، مگر میرا یہ حال تھا کہ ہر صبح آتا کہ آپ ﷺ کے ساتھ تیاری کروں مگر یونہی لوٹ جاتا اور فیصلہ نہ کر پاتا، دل میں کہتا کہ میں قادر ہوں اور جب چاہوں گا تیاری کر لوں گا، میری یہی کیفیت رہی اور لوگ جہاد کی تیاری میں لگے رہے ایک صبح رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ سب مسلمان روانہ ہو گئے اور میں اپنی تیاری کے بارے میں کوئی فیصلہ ہی نہ کر پایا۔ پھر میں اگلی صبح آیا اور چلا گیا اور پھر بھی کچھ فیصلہ نہ کر پایا۔ میری یہ کیفیت طویل ہوتی گئی مجاہدین تیزی سے نکلے اور آگے بڑھ گئے۔ میں نے پھر بھی ارادہ کیا کہ میں بھی روانہ ہو جاؤں اور انہیں جا لوں اے کاش میں نے ایسا ہی کیا ہوتا لیکن یہ میرے مقدر میں نہیں تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد میں باہر نکلتا تو میں یہ دیکھ کر غمگین ہوتا کہ میرے جیسا کوئی نظر نہ آتا تھا سوائے اس شخص کے جس پر نفاق کی تہمت تھی یا کمزور لوگ جن کو اللہ نے معذور قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یاد نہیں فرمایا یہاں تک کہ تبوک پہنچ گئے۔ تبوک میں آپ ﷺ صحابۂ کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کعب بن مالک نے کیا کیا۔ بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) اس کو اس کی دو چادروں اور اپنے پہلوؤں پر نظر ڈالنے نے روک لیا ہے، معاذ بن جبل

نے اسے جواب دیا تم نے بری بات کہی اللہ کی قسم یارسول اللہ ہم اس کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سکوت فرمایا۔ اسی دوران صحرا سے ایک سفید پوش آدمی دور سے آتے نظر آئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوخیثمہ ہو اور وہ ابوخیثمہ انصاری ہی تھے یہ وہ تھے جنھوں نے ایک مرتبہ ایک صاع صدقہ کیا تو منافقین نے انہیں طعنہ دیا تھا۔

کعب کہتے ہیں کہ جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپسی کے لئے روانہ ہو چکے ہیں تو مجھے رنج وغم نے آلیا اور میں سوچنے لگا کہ میں جھوٹا بہانہ کردوں گا اور کہتا کہ کل کو میں آپ ﷺ کی ناراضگی سے کیسے بچوں گا میں اس معاملے میں اپنے گھر کے ہر سمجھ دار آدمی سے بھی مدد لیتا رہا۔ جب مجھے یہ خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ آنے والے ہی ہیں تو میرے دل سے باطل خیال جاتا رہا اور میں جان گیا کہ میں جھوٹ بول کر ہرگز نہیں بچ سکتا اب میں نے سچ بولنے کا پکا ارادہ کرلیا۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ جب تشریف لاتے تو پہلے مسجد تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے پھر لوگوں کے پاس بیٹھتے۔ جب آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تو وہ لوگ آئے جو پیچھے رہ گئے تھے انھوں نے اپنے عذر پیش کیے اور حلف اٹھائے، یہ کچھ اوپر اسّی آدمی تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول فرمایا ان سے بیعت لی۔

ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کی باطنی کیفیت کو اللہ کے سپرد کردیا۔ میں بھی حاضر ہو گیا جب میں نے سلام کیا تو آپ ﷺ نے اس طرح تبسم فرمایا جیسے ناراض آدمی تبسم کرتا ہے۔ پھر فرمایا آگے آجاؤ میں آگے بڑھ کر آیا اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں کس بات نے جہاد سے پیچھے رکھا کیا تم نے اپنی سواری نہیں خرید لی تھی۔ میں نے کہا

یارسول اللہ (ﷺ) قسم بخدا اگر میں آپ ﷺ کے سوا دنیا کے کسی اور شخص کے سامنے بیٹھا ہوتا تو یقیناً میں کوئی عذر پیش کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا مجھے بھی گفتگو کا سلیقہ ہے لیکن قسم بخدا میں بخوبی جانتا ہوں کہ اگر میں نے آج جھوٹ بول کر آپ کو راضی کرلیا تو عنقریب اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے مطلع فرما کر آپ ﷺ کو مجھ سے ناراض کردے گا اور اگر میں آپ ﷺ سے اس وقت سچ بولوں جس کی بنا پر آپ ﷺ مجھ سے خفا ہوں لیکن اس میں مجھے اللہ سے اچھے انجام کی امید ہے۔ قسم بخدا مجھے کوئی عذر نہیں تھا فی الواقع میں ان دنوں جب میں آپ سے پیچھے رہ گیا زیادہ قوت کا مالک اور زیادہ مالدار تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کہ تم یہاں سے کھڑے ہو جاؤ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں فیصلہ فرمائے۔ میرے پیچھے بنوسلمہ کے کچھ لوگ آئے اور مجھ سے کہنے لگے۔ اللہ کی قسم ہمیں نہیں معلوم کہ اس سے قبل تم کبھی گناہ کے مرتکب ہوئے ہو تم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس طرح کوئی عذر کیوں نہ پیش کردیا جیسا دوسرے پیچھے رہ جانے والے لوگوں نے کیا ہے تمہارے اس گناہ کی معافی کے لئے تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کا استغفار کافی ہوتا۔ کعب کہتے ہیں کہ واللہ وہ لوگ مجھے مستقل سرزنش کرتے رہے یہاں تک کہ میرے جی میں آیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس جا کر اپنی پہلی بات کی تکذیب کردوں۔ بجائے اس کے میں نے ان سے پوچھا کہ جو صورت حال مجھے پیش آئی ہے یہ کسی اور کو بھی پیش آئی انھوں نے کہا کہ ہاں دو افراد اور تمہارے ساتھ ہیں انھوں نے بھی ایسی ہی بات کہی ہے اور انہیں بھی اسی طرح جواب ملا ہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ دو افراد کون ہیں انھوں نے بتایا مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی۔

ان لوگوں نے ایسے دو آدمیوں کے نام بتائے جو نیک تھے اور جنگ بدر کے شرکاء میں سے تھے اور یہ دونوں میرے لیئے قابل اتباع تھے اس لیے میں بھی اپنی بات پر قائم رہا۔

رسول اللہ ﷺ نے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہم تینوں سے ہم کلام ہونے سے منع فرمادیا۔کعب کہتے ہیں کہ پھر کیا تھا لوگ ہم سے مجتنب رہنے لگے یا بدل ہی گئے حتیٰ کہ مجھے زمین بھی بدلی ہوئی لگنے لگی اب یہ وہ زمین نہیں تھی جسے میں جانتا تھا۔اس طرح ہم نے پچاس راتیں گزاریں، میرے دونوں ساتھی تو خانہ نشین ہوگئے اور گھروں میں بیٹھے روتے رہے۔لیکن میں جوان اور توانا تھا میں گھر سے نکلتا مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا اور بازاروں میں گھومتا لیکن کوئی مجھ سے کلام نہ کرتا۔میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا اور جب آپ ﷺ نماز کے بعد تشریف فرما ہوتے تو آپ ﷺ کو سلام بھی کرتا اور دل میں سوچتا کہ آپ ﷺ نے سلام کے جواب کے لئے ہونٹوں کو جنبش دی یا نہیں۔پھر میں آپ ﷺ کے قریب ہی نماز پڑھتا اور چپکے چپکے آپ ﷺ کو دیکھتا اور یہ دیکھتا کہ جب میں نماز میں مشغول ہوتا ہوں تو آپ ﷺ میری طرف نظر فرماتے ہیں اور جب میں آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو آپ ﷺ مجھ سے اعراض فرمالیتے ہیں۔الغرض جب مجھ سے مسلمانوں کی بے رخی دراز ہوگئی تو میں اپنے عم زاد اور اپنے محبوب دوست ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا اور اسے سلام کیا۔اللہ کی قسم اس نے بھی سلام کا جواب نہیں دیا میں نے کہا کہ اے ابوقتادہ میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے والا ہوں؟ وہ خاموش رہا، میں نے دوبارہ اسے قسم دی تو بھی وہ خاموش رہا پھر سہ بارہ بھی قسم دی اور پوچھا تو وہ بولا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں، یہ سن کر میری آنکھیں اُبل پڑیں میں پیچھے ہٹا اور دیوار پر سے اتر آیا۔

ایک روز مدینہ کے بازار میں پھر رہا تھا کہ شام کے نبطیوں میں سے ایک نبطی جو مدینہ میں غلّہ بیچنے آیا تھا لوگوں سے کہنے لگا کہ کیا کوئی ہے کہ جو مجھے بتلادے کہ کعب بن مالک کون ہے؟ لوگوں نے میری جانب اشارہ کیا وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے شاہ غسان کا خط دیا۔میں پڑھا لکھا تھا سو میں نے خط پڑھا اس میں اس نے لکھا تھا۔امابعد، ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ تمہارے ساتھی نے تم پر ظلم کیا ہے۔اللہ نے تمہیں ذلت کے گھر میں رہنے یا ضائع ہونے کیلئے نہیں بنایا ہے، ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہارے ساتھ ہمدردی کریں گے۔

میں نے یہ خط پڑھا اور کہا کہ یہ ایک اور آزمائش ہے، میں اسے لے کر بڑھا اور تنور میں ڈال کر جلا دیا۔جب پچاس میں سے چالیس روز گزر گئے اور ابھی تک میرے متعلق بذریعہ وحی کوئی حکم نہ آیا تھا کہ حضور ﷺ کا قاصد میرے پاس آیا اس نے آکر کہا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہو۔میں نے پوچھا کہ اسے طلاق دیدوں یا کیا کروں اس نے کہا کہ بس علیحدہ رہو اور اس کے قریب نہ جاؤ۔اسی طرح کا پیغام میرے دونوں ساتھیوں کو بھی بھیجا۔میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنے میکے چلی جاؤ اور ان کے پاس رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں فیصلہ فرمادے۔اس کے بعد ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا۔یا رسول اللہ ﷺ ہلال بن امیہ بہت بوڑھے ہیں ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے اگر میں ان کی خدمت کروں تو کیا حضور کی مرضی کے خلاف ہوگا، فرمایا کہ نہیں لیکن وہ تم سے قربت نہ کرے۔وہ کہنے لگی اللہ کی قسم ان میں کسی چیز کی طرف حرکت کی طاقت نہیں ہے اور اللہ کی

قسم جب سے یہ واقعہ ہوا اس وقت سے اب تک وہ روئے جا رہے ہیں۔ مجھ سے میرے گھر والوں نے کہا کہ تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت لے لو کیونکہ آپ ﷺ نے ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کی اجازت دی ہے میں نے کہا کہ میں اس معاملے میں حضور ﷺ سے اجازت طلب نہیں کروں گا اور مجھے نہیں معلوم کہ میں آپ سے پوچھوں تو آپ ﷺ مجھے کیا جواب دیں گے جبکہ میں جوان بھی ہوں۔ اس کے بعد میں نے دس راتیں اور گزاریں اور جب سے ہم سے بات کرنے سے منع کیا گیا تھا اس وقت سے پچاس راتیں ہوگئیں۔ میں نے پچاسویں رات کی صبح فجر کی نماز اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر پڑھی۔ نماز کے بعد اس حالت میں بیٹھا ہوا تھا جس کا ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں تنگ دل تھا اور زمین بھی اپنی وسعتوں کے باوجود میرے اوپر تنگ ہوگئی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو سلع پہاڑ پر چڑھا ہوا باآواز بلند کہہ رہا تھا ''اے کعب بن مالک بشارت ہو۔ میں فوراً سجدے میں گر گیا اور میں سمجھ گیا کہ اللہ نے کشادگی کی صورت پیدا فرما دی۔ فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہماری توبہ کے قبول ہونے کی خبر سنا دی تھی اور لوگ ہمیں یہ خوشخبری سنانے دوڑ پڑے۔ کچھ میرے دونوں ساتھیوں کو یہ خوشخبری دینے گئے۔ اور ایک شخص گھوڑے پر سوار میری طرف چل دیا۔ بنو اسلم کا ایک شخص میری طرف دوڑا اور پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس کی آواز گھڑ سوار سے پہلے مجھے پہنچی۔ جب وہ شخص میرے پاس آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی کہ مجھے بشارت دے رہا ہے میں نے اظہار تشکر کے طور پر اپنے بدن کے دونوں کپڑے اسے پہنا دیئے اور اللہ کی قسم اس وقت میرے پاس ان دونوں کپڑوں کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا میں نے عاریتاً مانگ کر دو کپڑے پہنے اور میں خدمت اقدس میں حاضری کے لئے چل پڑا۔ راستہ میں مجھے گروہ در گروہ لوگ ملتے تھے اور قبولیت توبہ پر مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے کہ مبارک ہو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہوگیا رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے گرد لوگ تھے مجھے دیکھ کر طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ میری جانب لپکے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی اللہ کی قسم طلحہ کے سوا کوئی مہاجر نہیں اٹھا اسی لئے کعب نے طلحہ کی یہ بات کبھی فراموش نہیں کی۔

کعب کہتے ہیں کہ میں نے جب رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو میں نے دیکھا کہ چہرہ انور خوشی سے دمک رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: پیدائش سے لے کر آج تک سب سے اچھے دن کی بشارت قبول کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ کی طرف سے یا اللہ کی طرف سے، فرمایا نہیں بلکہ اللہ عزوجل کی طرف سے۔ عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ مسرور ہوتے تو چہرہ انور اس طرح دمک اٹھتا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو، اور ہم سب آپ ﷺ کے اس اندازِ مسرت سے آشنا تھے۔

میں آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹھا تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) توبہ کی قبولیت کی تکمیل میں میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کے حضور صدقہ کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ کچھ مال اپنے لئے بھی رکھ لو۔ میں نے عرض کیا مجھے خیبر کے مال میں جو حصہ ملا ہے وہ میں اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔ اور میں نے مزید عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) اللہ نے مجھے سچ کی بدولت نجات عطا فرمائی ہے اب توبہ کی تکمیل میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں سچ ہی بولوں گا۔ اللہ کی قسم جب سے میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی میں نہیں جانتا کہ مسلمانوں میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کے صلے میں ایسا بہتر انعام فرمایا ہو جیسا اللہ نے

مجھ پر فرمایا۔ اس وقت سے جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات کہی آج تک میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ اور امید ہے کہ اللہ باقی زندگی بھی میری حفاظت فرمائے گا۔ اس واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر مہاجرین وانصار پر جنھوں نے تنگی کے وقت آپ کا ساتھ دیا توجہ فرمائی۔ (اس آیت تک) ''بے شک وہ ان پر بہت شفیق اور مہربان ہے اور ان تین شخصوں پر بھی رجوع فرمایا جو پیچھے رہ گئے یہاں تک کہ جب ان پر زمین باوجود اپنی وسعتوں کے تنگ ہوگئی۔ (اس آیت تک) ''اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ''

کعب کہتے ہیں کہ ''اللہ کی قسم جب سے مجھے اللہ تعالیٰ نے نعمت اسلام سے نوازا اس کے بعد کوئی نعمت مجھے اتنی عظیم نہیں محسوس ہوئی جتنی یہ نعمت کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بولا اور آپ ﷺ سے جھوٹ نہیں بولا کہ اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح دوسرے ہلاک ہوئے، کیونکہ نزول وحی کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی شدید مذمت فرمائی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تمہارے لئے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو سو ان کی طرف التفات نہ کرنا، یہ ناپاک ہیں اور جو یہ کام کرتے ہیں ان کے بدلے انکا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ تمہارے آگے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے خوش ہو جاؤ لیکن اگر تم ان سے خوش ہو جاؤ گے تو اللہ تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا۔''

کعب کہتے ہیں کہ ہم تین آدمیوں کا معاملہ ان لوگوں سے پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا جن کی عذر خواہی اور قسموں کو قبول کر لیا گیا تھا آپ ﷺ نے ان سے بیعت فرمائی اور ان کے لئے استغفار فرمایا اور ہمارا معاملہ رسول اللہ ﷺ نے مؤخر فرما دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بذات خود فیصلہ فرما دیا۔

چنانچہ اس آیت ﴿ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ﴾ میں ہمارے جہاد سے پیچھے رہ جانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے معاملہ کو ان لوگوں سے پیچھے کیا اور مؤخر رکھا۔ جنھوں نے حلف اٹھائے اور معذرت کر لی اور آپ ﷺ نے ان کی معذرت قبول فرمالی۔ (متفق علیه)

اور ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ تبوک کے لئے جمعرات کے دن روانہ ہوئے تھے اور آپ یہی پسند فرماتے تھے کہ جمعرات کو روانہ ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ جب سفر سے تشریف لاتے تو صبح کے وقت آتے سب سے پہلے مسجد تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے اور مسجد میں تشریف رکھتے۔

تخریج حدیث (۲۱): صحيح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة تبوك . صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب توبة كعب بن مالك رضی الله تعالىٰ عنه.

راوی حدیث: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شریک ۷۰ آدمیوں میں شامل تھے، غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے اس کے بعد تمام غزوات میں شرکت کی سوائے جنگِ تبوک کے۔ آپ سے ۸۰ احادیث مروی

ہیں جن میں سے تین متفق علیہ ہیں۔ ۵۰ ھ میں ۷۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

کلماتِ حدیث: تَخلَّف : پیچھے رہ گیا، عَتَب عتباً (باب نصر وضرب) عَتَب علیه : سرزنش کرنا، ناراض ہونا۔ عتاب: سرزنش، تنبیہ، اظہارِ ناراضگی۔ تَواثَقنا، مواثقة : معاہدہ کرنا، باہم عہد و پیمان کرنا۔ وَثِق، ثقة و وثوقاً (باب حسب) بھروسہ کرنا، قابلِ بھروسہ۔ میثاق: عہد جمع مواثیق۔ وَرّی، توریة : چھپانا۔ اصل بات چھپا کر دوسری بات ظاہر کرنا۔ لیتأ هَبُوا، اَهّب: کسی کام کے لیے تیار ہونا۔ جهَّزَ : مہیا کرنا، تیار کیا۔ عِطف : پہلو، شانہ۔ ینظر فی عطفیه : اپنے شانوں پر نظر رکھتا ہے یعنی متکبر ہے۔ السراب : ریگستان کی ریت کہ جب دھوپ میں چمکتی ہے تو دور سے دیکھنے والے کو پانی محسوس ہوتا ہے۔ سَخِط، سخطاً (باب سمع): غصہ ہونا، ناراض ہونا۔ سُخُط : ناراضگی۔ یعتذرون، اعتذار: عذر بیان کرنا۔ عَذَر عذراً و معذرة (باب ضرب) عذر قبول کرنا۔ جدلاً: بحث و گفتگو کی مہارت و سلیقہ۔ جِدل جدلاً (باب سمع) جھگڑالو ہونا۔ جادله مجادلة: (باب مفاعلہ) جھگڑا کرنا۔ یقضی: قضَی قضاءً (باب ضرب) فیصلہ کرنا، قاضی فیصلہ کرنے والے، جمع قضاة۔ فمضیتُ : میں اپنے ارادہ پر برقرار رہا۔ مضی یمضی مضیاً (باب ضرب) پورا کرنا، قائم رہنا۔ ضاقت : تنگ ہوگئی (باب نصر وضرب) ضاق ضیقاً (باب ضرب) تنگ ہونا، ضَیق اور ضِیق : رنج و غم جس سے تنگ دلی ہو۔ خَرَرتُ: خَرّ خراً : (باب نصر وضرب) بلندی سے گرنا۔ خَرَّ لِلّٰهِ سَاجِداً : سجدے میں گر پڑنا، فوراً سجدہ میں چلے جانا۔ رَكَضَ رکضاً: (باب نصر) دوڑنا پاؤں ہلانا، رَكَضَ الفرس برجليه : اپنے دونوں پیروں سے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ یُهنِئُونی، تهنئة : مبارکباد دینا۔

شرحِ حدیث: جنگِ تبوک غزواتِ نبی ﷺ میں سب سے زیادہ سخت اور صبر آزما معرکہ تھا ہر طرح کی مشکلات جمع تھیں اور مصائب کی کثرت تھی۔ سخت اور شدید ترین گرمی، طویل مسافت، عظیم فوج کا مقابلہ اور ظاہری بے سروسامانی ایسی کہ ایک ایک کھجور روزانہ دو دو سپاہیوں کو ملتی اور بالآخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک ایک کھجور کئی صحابہ پہلے چوستے پھر اوپر سے پانی پی لیتے، دس دس آدمی ایک ایک اونٹ پر باری باری چلے جا رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی عادتِ طیبہ تھی کہ جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو جس طرف روانگی ہوتی اس سے مختلف سمت روانہ ہونے کا اشارہ فرماتے تاکہ دشمن کے جاسوس آپ ﷺ کے عزائم کی خبریں دشمن کو نہ پہنچا دیں لیکن غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ ﷺ نے واضح الفاظ میں اعلان فرمادیا تاکہ صحابۂ کرام مناسب تیاری کرلیں اور جو معرکہ درپیش ہے اس کی سختی اور شدت کا انہیں اندازہ ہو جائے۔

غرض رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام روانہ ہو گئے اور پیچھے یا منافقین رہ گئے یا بوڑھے اور معذور۔ مگر ان کے علاوہ صحابہ کی بھی ایک جماعت روانہ نہ ہو سکی یہ اسّی سے زائد تھے اور جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا تھا، ان کی توبہ قبول کرلی گئی۔ مگر تین اصحاب کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارة بن ربیع نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے صدقِ دل سے بیان کر دیا کہ ہم بغیر کسی عذر کے پیچھے رہ گئے تھے اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کا معاملہ مؤخر فرمادیا اور فی الوقت کوئی فیصلہ نہ فرمایا اور ان کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ۷۱)

اس حدیث مبارک میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے:
کعب کہتے ہیں کہ تبوک کی مہم چونکہ بہت سخت اور دشوار تھی حضور ﷺ نے صحابۂ کرام کو تیاری کا حکم عام دیدیا اور سب مشغول ہو گئے میں بے فکر تھا کہ جب چاہوں گا فوراً تیار ہو کر چلا جاؤں گا کیونکہ اللہ کے فضل سے اس وقت میرے پاس مال و اسباب کی کمی نہ تھی، اس طرح وقت گزرتا رہا اور حضور اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہو گئے میں نے سوچا کہ میں جلد ہی روانہ ہو کر حضور ﷺ کو راستہ میں جا لوں گا۔ اسی امروز و فردا میں وقت نکل گیا اور میں نہ جا سکا۔ اب آپ ﷺ کے بعد مجھے یہ دیکھ کر وحشت ہوتی تھی کہ مدینہ میں سوائے پکے منافقین اور چند بوڑھے اور معذور لوگوں کے کوئی بھی نہ تھا۔ پریشانی میں سوچنے لگا کہ جب آپ واپس تشریف لائیں گے تو کوئی بہانہ کر دوں گا اور اس طرح آپ ﷺ کی ناراضگی سے بچ جاؤں گا۔ لیکن جب آپ تشریف لائے تو سارے جھوٹے بہانے جو سوچے تھے سب ہوا ہو گئے اور میں نے سمجھ لیا کہ دربارِ نبوت ﷺ میں سچ کے سوا کوئی چیز نجات دلانے والی نہیں ہے کیونکہ اگر میں نے جھوٹ بولا تو وحی کے ذریعے میرا جھوٹ اللہ کے رسول ﷺ پر منکشف ہو جائے گا۔ غرض میں مسجد میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹھ گیا اور سارا حال جوں کا توں عرض کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی۔ اچھا جاؤ اور اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ پھر آپ ﷺ نے حکم فرمادیا کہ ہم تینوں سے کوئی بات نہ کرے۔ چنانچہ کوئی مسلمان ہم سے بات نہ کرتا اور نہ سلام کا جواب دیتا تھا میرے دونوں ساتھی تو خانہ نشین ہو گئے اور شب و روز گھر میں وقفِ گریہ و بکا رہتے تھے میں ذرا سخت اور قوی تھا مسجد میں جاتا حضور ﷺ کو سلام کر کے دیکھتا کہ کیا لبِ مبارک کو جنبش ہوئی یا نہیں؟ میں آپ ﷺ کی طرف دیکھتا تو آپ اعراض فرمالیتے، اقارب اور اعزہ سب بیگانے ہو گئے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے مجھے شاہِ غسان کا خط دیا جس میں میری مصیبت پر اظہارِ ہمدردی کے بعد دعوت تھی کہ میں اس کے ملک میں آجاؤں وہاں مجھ سے اچھا برتاؤ ہوگا۔ میں نے پڑھ کر کہا کہ یہ بھی مستقل امتحان ہے آخر وہ خط میں نے نذرِ آتش کر دیا۔ چالیس دن گزرنے کے بعد دربارِ رسالت سے حکم ہوا کہ میں اپنی بیوی سے بھی علیحدہ رہوں چنانچہ میں نے اسے اس کے میکے روانہ کر دیا۔ اب میری پریشانی اور بڑھ گئی میں سوچتا تھا کہ اگر اسی حالت میں موت آگئی تو رسول اللہ ﷺ میرا جنازہ بھی نہیں پڑھائیں گے اور اگر اس عرصے میں اللہ کے رسول ﷺ اپنے رب کے پاس چلے گئے تو مسلمان ہمیشہ مجھ سے یہی معاملہ رکھیں گے، کوئی میرے جنازے کے قریب بھی نہ پھٹکے گا یہ وہ کیفیت تھی جس میں میرا عرصہ حیات تنگ ہو گیا اور زمین باوجود اپنی وسعتوں کے مجھ پر تنگ ہو گئی اور مجھے زندگی موت سے زیادہ سخت نظر آنے لگی۔ یکایک ایک صبح جبل سلع سے آواز آئی۔ اے کعب بن مالک بشارت ہو، میں سنتے ہی سجدے میں گر پڑا۔ معلوم ہوا کہ آخر شب میں حق تعالیٰ کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کو ہماری توبہ کی قبولیت سے مطلع فرمایا گیا ہے، آپ نے بعد نمازِ فجر صحابہ کو مطلع فرمایا ایک سوار میری طرف دوڑا اور دوسرے شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر اعلان کیا جس کی آواز سوار سے پہلے پہنچ گئی اور میں نے اپنے بدن کے کپڑے اتار کر آواز سے پکارنے والے کو دیدیئے۔ پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا لوگ جوق در جوق آتے اور مجھے مبارکباد دیتے تھے۔ حضور انور ﷺ کا چہرہ خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول فرمالی۔
اس حدیثِ مبارک میں ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ یہ بھی تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ جب

حضور ﷺ روانہ ہو چکے تھے تو اپنے باغ میں گئے وہاں خوش گوار سایہ تھا اہلیہ خوبصورت بھی تھیں اور شوہر کی خدمت کے لیے سراپا اشتیاق۔ انہوں نے پانی چھڑک کر فرش کو ٹھنڈا کیا چٹائی بچھائی اور تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے اور سرد و شیریں پانی حاضر کیا۔ نعمتوں کا یہ دسترخوان سجا ہوا دیکھ کر ابوخیثمہ کے جسم میں کپکپی سی دوڑ گئی۔ بولے تف ہے اس زندگی پر کہ میں تو خوش گوار سائے اور ٹھنڈے پانی اور باغ و بہار کے مزے لوٹ رہا ہوں اور اللہ کے محبوب پیغمبر ﷺ ایسی سخت گرمی اور لو اور تشنگی کے عالم میں کوہ و بیاباں طے کرتے ہوئے محاذِ جنگ پر جا رہے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی یکلخت اٹھ کھڑے ہوئے سواری منگوائی تلوار حمائل کی نیزہ سنبھالا اور تبوک کے راستے پر چل پڑے۔ اونٹنی ہوا کی طرح اڑی جا رہی تھی آخر لشکر کو جا پکڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے دور سے دیکھا کہ کوئی سوار ریت کے ٹیلے قطع کرتا ہوا آ رہا ہے۔ فرمایا ابوخیثمہ ہیں، تھوڑی دیر میں سب نے دیکھ لیا کہ وہ ابوخیثمہ ہی تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہوا ہے، آیات یہ ہیں:

﴿ لَقَد تَّابَ ٱللَّهُ عَلَى ٱلنَّبِيِّ وَٱلْمُهَـٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ فِى سَاعَةِ ٱلْعُسْرَةِ مِنۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُۥ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝١١٧ وَعَلَى ٱلثَّلَـٰثَةِ ٱلَّذِينَ خُلِّفُوا۟ حَتَّىٰٓ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ ٱلْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوٓا۟ أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ ٱللَّهِ إِلَّآ إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوٓا۟ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ۝١١٨ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّـٰدِقِينَ ۝١١٩ ﴾

''بیشک اللہ نے مہربانی کی پیغمبر اور مہاجرین وانصار پر جو باوجود اس کے کہ ان میں سے بعضوں کے دل جلد پھر جانے کو تھے مشکل کی گھڑی میں پیغمبر کے ساتھ رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی، بیشک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والا اور مہربان ہے اور اے اہل ایمان اللہ سے ڈرتے رہو اور راستبازوں کے ساتھ رہو'' (التوبۃ: ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں بے شمار اور اس کا فضل وکرم بے حد وسیع ہے۔ اس نے اپنے پیغمبر ﷺ پر مہربانی فرمائی اور آپ ﷺ کی برکت سے مہاجرین وانصار پر بھی مخصوص توجہ اور مہربانی رہی ہے کہ ان کو ایمان وعرفان سے مشرف فرمایا اتباع نبوی جہاد فی سبیل اللہ اور عزائم امور کے سرانجام دینے کی ہمت وتوفیق بخشی۔ پھر ایسے مشکل وقت میں جبکہ بعض مؤمنین کے قلوب بھی مشکلات اور صعوبتوں کا ہجوم دیکھ کر ڈگمگانے لگے تھے اور قریب تھا کہ رفاقت نبوی ﷺ سے پیچھے ہٹ جائیں۔ حق تعالیٰ نے دوبارہ مہربانی اور دستگیری فرمائی کہ ان کو اس قسم کے خطرات ووساوس پر عمل کرنے سے محفوظ رکھا اور مؤمنین کی ہمتوں کو مضبوط اور ارادوں کو بلند کیا۔

حدیث مبارک میں جن منافقین کا ذکر ہوا کہ وہ بربنائے نفاق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے ان کا بھی ذکر قرآن کریم میں حسب ذیل آیات میں ہوا ہے:

﴿ سَيَحْلِفُونَ بِٱللَّهِ لَكُمْ إِذَا ٱنقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا۟ عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا۟ عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ

وَمَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾

''جب تم ان کی طرف واپس جاؤ گے تو یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو سو تم ان کی طرف التفات نہ کرو۔ یہ ناپاک ہیں اور جو کام یہ کرتے ہیں ان کے بدلے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے یہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا۔'' (التوبۃ: ۹۵،۹۶)

یعنی جس طرح تبوک روانگی کے وقت منافقین نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنائے اسی طرح جب آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی مدینہ واپس آئیں گے اس وقت بھی یہ لوگ جھوٹے بہانے پیش کر کے تمہیں راضی کرنا چاہیں گے اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مصمم ارادہ تھا کہ آپ ﷺ کے ساتھ چلیں مگر فلاں فلاں موانع وعوائق پیش آ جانے کی وجہ سے مجبور رہے، آپ ﷺ فرما دیجئے کہ جھوٹی باتیں بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ تمہارے سارے عذر لغو اور بے کار ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کذب ونفاق پر پہلے ہی سے اپنے رسول ﷺ کو مطلع کر چکا ہے۔ غرض تبوک سے واپسی پر منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر جو عذر پیش کرتے تھے اس کی غرض یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو اپنی قسموں سے راضی اور مطمئن کر دیں تاکہ بارگاہِ رسالت سے ان پر کوئی عتاب نہ ہو اور وہ مسلمانوں کے درمیان سرخرو ہو کر رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بہتر ہے کہ تم ان سے تعرض نہ کرو لیکن یہ اعراض راضی اور مطمئن ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ ان کے نہایت پلید اور شریر ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ لوگ اس قدر گندے واقع ہوئے ہیں کہ ان کے پاک وصاف ہونے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ لہٰذا ان سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے۔ (دليل الفالحين : ۱/۷۱۔ تفسير عثمانی : التوبة)

ایمانی جذبہ سچی توبہ پر ابھارتا ہے

۲۲. وَعَنْ اَبِیْ نُجَيْدٍ "بِضَمِّ النُّوْنِ وَفَتْحِ الْجِيْمِ" عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ الْخُزَاعِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ حُبْلٰی مِنَ الزِّنَا فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ، فَدَعَا نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا فَقَالَ: اَحْسِنْ اِلَيْهَا فَاِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِیْ فَفَعَلَ فَاَمَرَبِهَا نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشُدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا ثُمَّ اَمَرَبِهَا فَرُجِمَتْ ثُمَّ صَلّٰی عَلَيْهَا : فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ : تُصَلِّیْ عَلَيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَقَدْ زَنَتْ؟ قَالَ : لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَوَسِعَتْهُمْ وَهَلْ وَجَدْتَ اَفْضَلَ مِنْ اَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۲) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت جو زنا سے حاملہ ہوگئی تھی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے جرم حد کا ارتکاب ہو گیا ہے آپ ﷺ مجھ پر حد قائم کر دیجئے۔ رسول اللہ

ﷺ نے اس کے ولی کو بلایا اور اس سے کہا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو جب وضع حمل ہو جائے تب اسے میرے پاس لانا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ نبی کریم ﷺ کے حکم سے اس کے کپڑے باندھ دیئے گئے پھر آپ کے حکم سے اسے رجم کر دیا گیا۔

پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں جبکہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس توبہ کو مدینہ کے ستّر آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔ کیا تم اس سے بہتر توبہ کا تصور کر سکتے ہو کہ اس نے اللہ کے لئے اپنی جان کو قربان کر دیا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۲): صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنا.

راوی حدیث: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے آغاز میں مشرف باسلام ہوئے بعض غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ فقہائے صحابہ میں سے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بصرہ آباد ہو گئے تھے آپ کی مرویات کی تعداد ۱۳۰ ہے جن میں سے ۸ متفق علیہ ہیں ۵۲ھ میں بصرہ میں انتقال فرمایا:

کلمات حدیث: حُبلى: حاملہ۔ حَبَل: حمل۔ حَبَل الحَبَله : جانور کے بچے کا بچہ۔ حَبِلت المرأة حبلا (باب سمع) حاملہ ہونا۔ رجَم، رجماً (باب نصر) پتھروں سے سنگسار کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وتربیت نے صحابہ کرام کو اتنا پاکیزہ سیرت اور اس قدر اعلیٰ کردار کا حامل بنا دیا تھا کہ اگر غفلت یا نسیان سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جاتی تو بے قرار ہو جاتے اور جب تک توبہ کے ذریعے اور رسول اللہ ﷺ کی دعا اور استغفار کے ذریعہ وہ داغ دامن سے نہ دھل جاتا اس وقت تک بے چین رہتے تھے۔ ان کے دل ہر وقت خشیت الٰہی سے کانپتے رہتے تھے اور ان کے جسم آخرت کی گرفت سے لرزتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جن گناہوں کے بارے میں جانتے تھے کہ ان کی دنیاوی سزا سخت ہے، ان کا بھی برملا اعتراف کرتے بار بار کرتے اور باصرار کرتے اور یہی خواہش ظاہر کرتے کہ جو کچھ بھی ہو ان پر سزا جاری کر دی جائے اس لیے کہ انہیں یہ بات معلوم تھی بلکہ ان کے لیے حق الیقین کے درجے میں تھی کہ آخرت کی سزا دنیا کی سزا سے کہیں زیادہ ہولناک ہوگی۔ چنانچہ وہ آخرت کی سزا پر دنیا کی سزا کو ترجیح دیتے تھے۔

اسلام نے زنا غیر محصن کی سزا اسّی کوڑے اور محصن (شادی شدہ) زانی کی سزا سنگسار کرنا مقرر کی ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر فقہاء کے نزدیک عورت اگر حاملہ ہو تو اس پر سزا کا اجراء وضع حمل کے بعد ہوگا جیسا کہ اس حدیث میں بیان ہوا ہے۔

(صحيح مسلم لشرح النووی دليل الفالحين : ۱/۸۳)

موت کی یاد حرص کا علاج ہے

۲۳. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

: لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ وَادِيَانِ، وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۳) حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر فرزند آدم کو ایک پوری وادی سونے کی مل جائے تو وہ یہی چاہے گا کہ دو وادیاں اور میسر آجائیں۔قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز آدمی کا منہ نہیں بھرتی۔اور جو شخص توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کرتا ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۳): صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال وقول الله تعالىٰ : ﴿ إنما اموالكم وأولادكم فتنة ﴾ . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب لو كان لابن آدم واديين لا بتغى ثالثاً .

کلمات حدیث: وادی: پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان پانی کی نشیبی گزرگاہ۔جمع أودية۔ ملأ یملأ: (باب فتح) مملؤ: بھرا ہوا۔ ملئی ملئاً (باب سمع) پُر ہونا،بھرنا۔ الملأ: جماعت،اشراف قوم۔ الملأ الاعلى: مقرب فرشتے۔ تُراب :مٹی۔ ابو تراب: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مال و دولت دنیا کو انسان کی دنیاوی زندگی کے قیام و بقا کا ذریعہ بنایا ہے۔یعنی مال و دولت مقصود نہیں بلکہ حصول مقصود کا ذریعہ ہیں۔خود انسان اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے بھیجا گیا ہے اور اسے یہ تمام اسباب و وسائل اس لیے مہیا کیے گئے ہیں کہ وہ انہیں کام میں لاکر اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں مدد دے۔مؤمن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت جاگزیں ہوتی ہے اور یہ محبت اس قدر ہمہ گیر اور وسیع ہوتی ہے کہ اس کے دل میں گھر کر جانے اور مرتکز ہو جانے کے بعد اس کے دل میں اتنی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ حبِ دنیا جگہ پاسکے۔مگر جس قدر انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے اور اس کا تعلق حضرت حق سے منقطع ہوتا جاتا ہے اتنا ہی اس کے دل میں دنیا کی محبت گھر کرتی جاتی ہے اور یہ حرصِ دنیا اور حبِ مال اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اگر آدمی کو دو وادیاں سونے کی بھری ہوئی مل جائیں تو اس کی تمنا ہو کہ تیسری بھی مل جائے لیکن آدمی کا منہ صرف قبر کی مٹی سے بھرتا ہے۔قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ ۝١ حَتَّىٰ زُرْتُمُ ٱلْمَقَابِرَ ۝٢ ﴾

''غفلت میں رکھا تم کو بہتات کی حرص نے یہاں تک کہ تم قبروں تک پہنچ گئے۔'' (التکاثر: ۱، ۲)

مال کی حرص انسان کو غافل بنا دیتی ہے

یعنی مال و دولت کی کثرت اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص آدمی کو غفلت میں مبتلا کیے رکھتی ہے نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے نہ آخرت کی فکر۔بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت میں اور اضافہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ موت آجاتی ہے قبر میں پہنچ کر پتہ چلتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے۔محض چند روز کی چہل پہل تھی مال و دولت دنیا فانی ہے اور اصل زندگی اور ابدی زندگی آخرت کی زندگی ہے جہاں دنیا کا مال و اسباب کام نہ آئے گا بلکہ وہاں صرف اعمالِ صالحہ ہی کام آئیں

گے۔(تفسیر عثمانی، معارف الحدیث : ۱/۵۷)

قاتل ومقتول دونوں جنت میں داخل ہوئے

۲۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَضْحَكُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى اِلٰى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُ هٰذَا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْلِمُ فَيُسْتَشْهَدُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۴) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ دوافراد کو دیکھ کر ہنسیں گے جن میں سے ایک دوسرے کا قاتل ہوگا مگر اس کے باوجود دونوں جنت میں جائیں گے ایک اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہوا شہید ہوگیا ہوگا اور اس کو قتل کرنے والے کو توبہ کی توفیق ہوئی مسلمان ہوا اور وہ بھی شہید ہوگیا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۴): صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب الكافر يقتل المسلم ثم اسلم فيسدد بعد ويقتل. صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان الرجل يقتل احدهما الآخر يدخلان الجنة.

کلمات حدیث: ضحك، يضحك، ضحكا (باب سمع) ہنسنا۔ ضاحك : ہنسنے والا۔ مضحاك : بہت ہنسنے والا۔ يستشهد : گواہی دیتا ہے، شہید ہوجاتا ہے، دراصل شہید ہوجانے والا اپنی جان کی قربانی دے کر اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جس دین پر وہ ایمان لایا تھا وہی سچا دین ہے، اس لیے اسے شہید کہا جاتا ہے۔ شهد شهادةً : (باب سمع) گواہی دینا۔ شاهد : گواہ۔

شرح حدیث: ایک مسلمان جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہوگیا وہ تو بلاشبہ جنتی ہے، لیکن اتفاق یہ ہوا کہ اس مسلمان کو مارنے والا کافر مسلمان ہوجاتا ہے اور پھر یہ بھی جہادِ حق میں شرکت کرتا ہے اور شہید ہوجاتا ہے اور بالآخر یہ بھی جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ تو اللہ سبحانہٗ ان دونوں کو جنت میں دیکھ کر خندیدہ ہوتے ہیں یعنی خوش ہوتے ہیں کہ قاتل جو کفر میں بھی مبتلا تھا اور مسلمان کا قاتل تھا وہ بھی جنت میں پہنچ گیا۔ غرض کفر اور قتل دونوں ہی بہت بڑے بڑے گناہ ہیں جب اس قدر بڑے گناہوں سے توبہ قابل قبول ہے تو انسان کو کسی بھی مرحلے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اور توبہ واستغفار کرتے رہنا چاہیے کہ وہ رحیم وکریم ہے اور غفور ورحیم ہے۔

(دليل الفالحين : ۱/۹٤)

الباب (۳)

باب الصبر

صبر کا بیان

۷. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱصْبِرُوا۟ وَصَابِرُوا۟ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے ایمان والو خود صبر کرو اور مقابلہ میں بھی صبر کرو۔'' (آل عمران: ۲۰۰)

تفسیری نکات: صبر کے لفظی معنی رکنے کے ہیں، لیکن قرآن وسنت میں صبر کے معنی نفس کو خلاف طبع امور پر جمانا صبر کہلاتا ہے۔ صبر کی تین صورتیں ہیں:

(۱) طاعتوں پر صبر یعنی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے تمام احکام بجالانا اور تسلیم ورضا کے ساتھ تعمیل احکام میں استقامت اختیار کرنا۔

(۲) ان تمام امور سے جن سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کر دیا ان سے اجتناب کرنا اور اس اجتناب پر قائم رہنا۔

(۳) مصائب اور تکالیف پر صبر۔

یہ آیتِ کریمہ سورۂ آلِ عمران کی اختتامی آیت ہے جس میں مسلمانوں کو نہایت جامع نصیحت فرمادی جو کہ درحقیقت اس پوری سورت کا خلاصہ ہے، یعنی اگر کامیاب ہونا اور دنیا اور آخرت میں مراد کو پہنچنا چاہتے ہو تو سختیاں اٹھا کر اور مصائب جھیل کر بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر جمے رہو اور ہر چھوٹی بڑی معصیت سے مجتنب رہو اور دشمن کے سامنے ثابت قدمی اور مضبوطی دکھاؤ اور اسلام اور حدودِ اسلام کی حفاظت میں لگے رہو۔ (تفسیر عثمانی : آلِ عمران)

۸. وَقَالَ تَعَالىٰ:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَىْءٍ مِّنَ ٱلْخَوْفِ وَٱلْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِ ۗ وَبَشِّرِ ٱلصَّـٰبِرِينَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''ہم خوف، فاقہ اور مال و جان اور پھلوں میں نقص و کمی کر کے تمہاری آزمائش ضرور کریں گے پس آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے۔'' (البقرۃ: ۱۵۵)

تفسیری نکات: اس آیت سے ذرا پہلے ذکر وشکر اور ترکِ کفران کا ذکر ہوا جو درحقیقت جملہ طاعات اور منہیات کو محیط ہیں اور جن کا انجام دینا دشوار امر ہے اس لیے ان کی سہولت کے لیے یہ طریقہ بتلایا گیا کہ صبر و صلاۃ سے مدد لو کہ ان کی مداومت سے تم پر تمام امور سہل کر دیئے جائیں گے اور جہاد کرو کہ اس میں صبر اعلیٰ درجہ کا ہے۔ ازاں بعد فرمایا کہ ہم صبر میں تمہاری آزمائش بھی کریں گے ڈر سے اور بھوک

سے اور مال وجان اور پیداوار کے نقصان سے اور جوان آزمائشوں میں اللہ کے دین پر ثابت قدم رہے تو آپ ایسے صابرین کو خوش خبری سنادیجئے۔ (تفسیر عثماني : البقرة)

٩. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''صبر کرنے والوں کو ان کے صبر کا صلہ بے حد وحساب ملے گا۔'' (الزمر: ١٠)

اللہ کی زمین وسیع ہے

تفسیری نکات: اس آیت سے قبل فرمایا کہ اللہ کی زمین وسیع ہے، یعنی اگر کسی علاقے یا ملک میں مسلمان کو احکامِ الٰہی پر عمل کرنے میں دشواری ہو اور وہاں کے لوگ مسلمانوں کو شریعت پر عمل کرنے سے روکتے ہوں تو اللہ کی زمین کشادہ ہے، ہجرت کر کے کسی ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں احکامِ الٰہی کی تعمیل میں رکاوٹ نہ ہو، بلاشبہ اس ترکِ وطن میں تکالیف کا سامنا ہوگا اور مصائب برداشت کرنا پڑیں گے اور خلافِ عادت امور پر صبر کرنا پڑے گا لیکن اللہ کے یہاں اس صبر پر اجر وثواب بھی بے حساب ہے۔ (تفسیر عثمانی)

١٠. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ ﴾

ارشادِ الٰہی ہے:

''اور جو صبر کرے اور قصور معاف کردے تو یہ ہمت کے کام ہیں۔'' (الشوریٰ:٤٣)

برائی کا بدلہ بھلائی ہے

تفسیری نکات: اس آیت سے پہلے فرمایا کہ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، یعنی اگر کسی پر ظلم وزیادتی ہو تو وہ اس زیادتی کا اتنا ہی بدلہ لے سکتا ہے اور بہتر یہی ہے کہ معاف کردے۔ غصہ کو پی جانا اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کردینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص پر ظلم ہوا ہو اور وہ محض اللہ تعالیٰ کے واسطے درگزر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ اس کی عزت میں اضافہ کرے گا اور اس کی مدد فرمائے گا۔ (تفسیر عثمانی)

١١. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ ٱسْتَعِينُوا۟ بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿١٥٣﴾ ﴾

اور فرمایا ہے:

''صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (البقرة:١٥٣)

صبرونماز سے مدد حاصل کریں

تفسیری نکات: اس آیتِ کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ مصائب ومشکلات کے دور کرنے کا طریقہ دوامور ہیں: صبر اور نماز۔ جب کوئی مصیبت آئے اسے اللہ کی طرف سے سمجھے اس پر ناگواری کے بجائے صبر کرے اور اس صبر پر اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی امید رکھے اور صبر کے ساتھ نماز سے مدد لے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی اہم بات پیش آتی تو آپ نماز کی طرف رجوع فرماتے۔ (تفسیر عثمانی)

۱۲. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ ٱلْمُجَٰهِدِينَ مِنكُمْ وَٱلصَّٰبِرِينَ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِی الْاَمْرِ بِالصَّبْرِ وَبَيَانِ فَضْلِهٖ كَثِيْرَةٌ مَعْرُوْفَةٌ .

نیز فرمایا ہے:

''اور ہم تم لوگوں کو آزمائیں گے تا کہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں۔''

(محمد:۳۱)

تفسیری نکات: مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ چاہتے ہیں کہ جہاد کی شدت اور اس کی مشکلات سے پتہ چل جائے کہ کون لوگ اللہ کے راستے میں لڑنے والے اور شدید ترین امتحان میں ثابت قدم رہنے والے ہیں یعنی ہر ایک کے ایمان اور اطاعت اور انقیاد کا وزن معلوم ہو جائے۔ (تفسیر عثمانی)

صفائی نصف ایمان ہے

۲۵. وَعَنْ اَبِیْ مَالِکٍ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِيْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ اَوْتَمْلَاُ . مَابَيْنَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَکَ اَوْعَلَيْکَ . كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْمُوْبِقُهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۵) ابو مالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پاکیزگی نصف ایمان ہے الحمد للہ کہنا ترازو کو ثواب سے بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ کے کلمات آسمان اور زمین کے درمیان فضا کو بھر دیتے ہیں۔ نماز نور ہے، صدقہ برہان ہے صبر روشنی ہے اور قرآن کریم تمہارے حق میں دلیل ہے یا تمہارے خلاف دلیل ہے ہر انسان جب صبح کو اٹھتا ہے تو اپنی جان کا سودا کرتا ہے یا تو اسے آزاد کرا لیتا ہے یا ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۵): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الطهور .

راوی حدیث: حضرت ابو مالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر مشرف با سلام ہوئے بعض

غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک رہے اور حجۃ الوداع میں بھی شرکت فرمائی۔ ان سے ۲۷ احادیث مروی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا۔

کلمات حدیث: شَطْر : نصف، حصہ۔ شطَر شطراً (باب نصر) الشیئ: کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا۔ طهُر طهورًا وطهارةً (باب نصر وکرم) پاک ہونا۔ الطُّهور: پاکی۔ الطَّهور: پانی جس سے پاکی حاصل کی جائے۔ برهان: دلیل جمع براہین۔ فَمعتِقُها: عتق عتِقاً (باب ضرب) آزاد ہونا۔ موبقها، وَبَق، وبقاً (باب ضرب) ہلاک ہوا۔ مُوبِق : ہلاک کرنے والا۔ جمع مُوبقات ۔ السبع الموبقات : سات بڑے گناہ جو آدمی کو تباہ کر دینے والے ہیں۔ موبق : جائے ہلاکت ۔

شرح حدیث: اس حدیثِ مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے دین کے بہت سے حقائق بیان فرمائے ہیں، پہلی بات یہ ارشاد فرمائی کہ طہارت و پاکیزگی ایمان کا خاص جزو اور اس کا ایک اہم حصہ ہے۔ طہارت و پاکیزگی کی اہمیت بیان فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کا اجر وثواب اور اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنے کا مطلب اپنے اس یقین کا اظہار اور اس کی شہادت دینا ہے کہ ساری خوبیاں اور سارے کمالات جن کی بنا پر کسی کی حمد وثناء کی جاسکتی ہے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہیں اور اس لیے ساری حمد وستائش بس اسی کے لیے ہے یہی تسبیح وتحمید حق تعالیٰ کی نورانی اور معصوم مخلوق فرشتوں کا خاص وظیفہ ہے۔ نحن نسبح بحمدک (اے اللہ! ہم تیری حمد وتسبیح میں مصروف رہتے ہیں) پس انسانوں کے لیے بھی بہترین وظیفہ اور مقدس ترین شغل یہی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اور سارے عالم کے خالق و پروردگار کی تسبیح کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی کی ترغیب کے لیے فرمایا ہے کہ ایک کلمہ سبحان اللہ میزانِ عمل کو بھر دیتا ہے اور اس سبحان اللہ کے ساتھ الحمد للہ بھی مل جائے تو ان دونوں کا نور زمین وآسمان کی ساری فضاؤں کو معمور ومنور کر دیتا ہے۔ حمد وتسبیح کی اس فضیلت اور ترغیب کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز نور ہے کہ نماز کی برکت سے قلب مؤمن نور سے منور ہو جاتا ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ فواحش سے بچتا اور منکرات سے اجتناب کرتا ہے اور آخرت میں نماز نور بن کر مؤمن کے آگے آگے چلے گی۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ دلیل بُرہان ہے یعنی اس امر کی دلیل ہے کہ صدقہ کرنے والا مؤمن اور مسلم ہے کیونکہ اگر دل میں ایمان نہ ہو تو اپنی کمائی کا صدقہ کرنا آسان نہیں ہے اور آخرت میں صدقہ کو اس کے ایمان کی دلیل اور نشانی مان کر اس کو انعامات سے نوازا جائے گا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صبر کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ ضیاء یعنی روشنی اور اجالا ہے۔ قرآن وحدیث کی زبان میں صبر کے معنی ہیں اللہ کے حکم کے تحت نفس کی خواہشات کو دبانا اور اس راہ میں تلخیاں اور ناگواریاں برداشت کرتے رہنا۔ اس لحاظ سے صبر گویا پوری دینی زندگی کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے اور اس میں نماز، روزہ، صدقہ، حج اور جہاد اور ان کے علاوہ اللہ کے لیے دین کے اور دین کے احکام کی پابندی میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کرنا سب ہی صبر کے مفہوم میں داخل ہے اور اسی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ صبر ضیاء ہے۔ قرآن کریم میں چاند کی روشنی کو نور اور سورج کی روشنی کو ضیاء فرمایا ہے ﴿ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا ﴾ (سورۂ یونس : ۵) اس لحاظ سے صبر اور نماز سے پیدا ہونے والی روشنیوں میں وہی نسبت ہوگی جو سورج

اور چاند کی روشنی میں ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے بارے میں فرمایا کہ وہ یا تو تمہارے حق میں دلیل ہے یا تمہارے خلاف۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کا ہدایت نامہ ہے اب اگر تمہارا تعلق اور رویہ اس کے ساتھ عظمت واحترام اور اتباع کا ہوگا جیسا کہ ایک صاحب ایمان کا ہونا چاہیے تو وہ تمہارے لیے شاہد و دلیل بنے گا اور اگر تمہارا رویہ اس کے برخلاف ہوگا تو پھر اس کی شہادت تمہارے خلاف ہوگی۔

انسان کی زندگی مسلسل ایک تجارت ہے

ان تنبیہات اور ترغیبات کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آخر میں ارشاد فرمایا کہ اس دنیا کا ہر انسان روزانہ اپنے نفس اور اپنی جان کا سودا کرتا ہے پھر یا تو وہ اس کو نجات دلانے والا ہے یا ہلاک کرنے والا ہے، مطلب یہ ہے کہ انسان کی زندگی ایک مسلسل تجارت اور سوداگری ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور رضاطلبی والی زندگی گزار رہا ہے تو اپنی ذات کے لیے بڑی اچھی کمائی کر رہا ہے اور اس کی نجات کا سامان کر رہا ہے اور اگر اس کے برعکس وہ نفس پرستی اور خدا فراموشی کی زندگی گزار رہا ہے تو وہ اپنی تباہی اور بربادی کما رہا ہے اور اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنا رہا ہے۔ (دليل الفالحين : ۱/۹۷۔ معارف الحديث : ۳/۵۰)

رسول ﷺ کی سخاوت

۲۶. وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ نَاسًا مِنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ حَتّٰى نَفِدَمَا عِنْدَه‘ فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ اَنْفَقَ كُلَّ شَيْئٍ بِيَدِهِ : مَايَكُنْ عِنْدِیْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ. وَمَا اُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے دست سوال دراز کیا، آپ ﷺ نے عطا فرمایا۔ انہوں نے پھر مانگا آپ ﷺ نے پھر دے دیا یہاں تک کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہوگیا۔ سب کچھ ختم ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جو کچھ ہے میں اسے تم سے روک کر نہیں رکھتا سب تقسیم کر دیتا ہوں لیکن یاد رکھو کہ جو بے نیازی اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز بنا دیتا ہے اور جو غنا اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے غنی بنا دیتے ہیں اور جو صبر اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا فرما دیتے ہیں اور کسی شخص کو کوئی عطیہ ایسا نہیں ملا جو صبر سے بہتر اور وسیع تر ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۶): صحيح البخاری، كتاب الزكاة، باب الاستغناء من المسألة . صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل التعفف والصبر.

کلمات حدیث: فأعطاهم : پس انہیں عطا فرمایا، انہیں دیا۔ أعطى إعطاءً (باب افعال) دیا۔ عَطِيّه : اسی سے ہے۔ يَعِفّ :

عَفَّ، عفَّة و عَفافاً (باب ضرب): حرام یا غیر مستحسن کام سے احتراز کرنا، پاکدامن ہونا۔ عفیف : پاکدامن مؤنث عفیفة۔ یَسْتغنی : استغناء سے یعنی بے نیاز ہونا۔ غَنِیَ غنًی (باب سمع) استغناء (باب استفعال)۔

قناعت واستغفار

شرح حدیث: قناعت واستغفار ایسے اوصاف ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتے ہیں اور اسے دنیا میں بھی دل کی بے چینی اور کڑھن کے سخت عذاب سے بھی نجات مل جاتی ہے قناعت اور استغناء کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ ملے وہ اس پر راضی اور مطمئن ہو جائے اور زیادہ کی حرص اور لالچ نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد احادیث میں استغناء کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ استغناء یہ ہے کہ انسان اکل حلال پر قناعت کرے اور طلب دنیا میں اپنی غیرت نفس کو پامال نہ کرے، ہر وقت دنیا کی طلب میں لگے رہنا اور دنیا کے پیچھے دیوانہ وار دوڑنا اور جہاں ذرا سا فائدہ نظر آئے اس کے پیچھے جان کھپانا استغناء کے خلاف ہے۔ اللہ ہی ہے جو انسان کو رزق عطا کرتا ہے اس لیے رزق اللہ ہی سے طلب کرنا چاہیے۔ (دليل الفالحين : ١/......)

اس حدیث مبارک میں تعفف استغناء اور صبر کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ يَحْسَبُهُمُ ٱلْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ ٱلتَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُونَ ٱلنَّاسَ إِلْحَافًا ﴾

''ناواقف ان ضرورت مندوں کو غنی گمان کرتے ہیں ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے حالانکہ تم ان کے چہروں سے ان کو پہچان لو گے یہ لوگوں سے نہیں مانگتے پیچھے پڑ کر۔'' (البقرة:٢٧٣)

مؤمن ہر حال میں فائدہ میں

٢٧. وَعَنْ اَبِیْ يَحْيٰى صُهَيْبِ بْنِ سِنَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَه' كُلَّه' لَه' خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ : اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَه' وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَه'". رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٢٧) حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کا معاملہ کیا خوب ہے، اس کی ہر بات اس کے لیے باعث خیر ہے اور یہ بات کہ اسے کوئی خوشی ہو تو شکر کرتا ہے اور کوئی تکلیف ہو تو صبر کرتا ہے اسی طرح ہر حالت اس کے لیے باعث خیر بن جاتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(٢٧): صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب المؤمن أمره كله خير .

راوی حدیث: حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رومی کہلاتے تھے رومی نہ تھے لیکن رومیوں نے انہیں بچپن ہی میں غلام بنا لیا تھا اور انہیں مکہ لا کر فروخت کر دیا تھا۔ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ قریش مکہ کی سختیوں اور تعذیب کا شکار ہوئے، ہجرت کا ارادہ کیا تو

مشرکین جانے کی اجازت نہ دیتے تھے انہوں نے اپنا سارا مال ان کے حوالہ کیا اور خود تن تنہا ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے رسول اللہ ﷺ نے حسرت کا اظہار فرمایا اور قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ﴾ متعدد غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد خلیفہ کے تقرر تک تین دن تک امامت کا فریضہ انجام دیا۔ آپ سے ۳۰ احادیث مروی ہیں۔ ۷۲ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ (تهذيب التهذيب : ۲/ ۵۵۶)

کلمات حدیث: عجب اور عجاب: کوئی قابل تعجب بات، اسی سے عجیب اور اعجوبہ ہے۔ شکر: محسن کے احسان کی تعریف اور ستائش کرنا۔ انسان کا محسن اعظم اللہ تعالیٰ ہے اس لیے انسان پر اس کا شکر واجب ہے۔ ضراء : مصیبت، تکلیف۔

شرح حدیث: اس دنیا میں تکلیف اور راحت سب ہی کے لیے ہے اور ہر انسان کو زندگی کے مختلف مراحل میں ان سے واسطہ پڑتا رہتا ہے تکلیف و مصیبت پر جزع وفزع اور راحت و آرام پر فخر و غرور مؤمن کی شان نہیں ہے۔ اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ مصیبت ہو یا راحت تکلیف ہو یا آرام فراخی ہو یا تنگی ہر حال میں اپنے خالق و مالک کے شکر گزار رہتے ہیں۔ انہیں اگر کوئی تکلیف پیش آتی ہے تو بندگی کی پوری شان کے ساتھ صبر کرتے ہیں اور جب انہیں راحت ملتی ہے تو حضور حق میں شکر بجالاتے ہیں اور چونکہ دکھ سکھ اور خوشی و ناخوشی ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان کی زندگی کسی وقت بھی خالی نہیں رہتی اس لیے ان بندگانِ خدا کے قلوب بھی صبر و شکر کی کیفیات سے ہمہ دم معمور رہتے ہیں۔ (معارف الحديث : ۱/ ۱۹۱)

ہر تکلیف کے بعد راحت

۲۸ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : وَاكَرْبَ اَبَتَاهُ فَقَالَ لَيْسَ عَلٰى اَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ: يَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ، يَااَبَتَاهُ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاهُ يَااَبَتَاهُ اِلٰى جِبْرِيْلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۲۸) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور کرب کی وجہ سے آپ پر غشی سی طاری ہوتی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پکار اٹھیں آہ! میرے باپ کی تکلیف! یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا آج کے بعد تیرے باپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ جب آپ ﷺ رحلت فرما گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولیں آہ میرے باپ! آپ ﷺ نے پروردگار کے بلاوے کو قبول فرمایا، اے میرے باپ! جنت الفردوس آپ ﷺ کا ٹھکانہ ہے اے میرے باپ! ہم جبرئیل علیہ السلام کو آپ کی وفات کا پرسہ دیتے ہیں اور جب آپ ﷺ کی تدفین ہوگئی تو فاطمہ کہنے لگیں تمہیں کیسے گوارا ہو گیا کہ تم اللہ کے رسول

ﷺ کو تہ خاک دفن کرو۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۲۸): صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته .

کلمات حدیث: ثقُل، ثقلاً (باب کرم): بیماری کا شدت اختیار کرنا۔ کرب : رنج ومشقت جمع کروب۔ تحثوا، حثا، حثواً (باب نصر) مٹی ڈالنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو مرض الموت میں جب شدت ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرطِ غم سے بے چین ہو گئیں اور شدتِ غم کے باوجود ان کا کمالِ صبر یہ تھا کہ صرف اتنا ہی زبان سے نکلا اے میرے باپ! اور جسدِ اطہر کی تدفین کے بعد کہنے لگیں کہ "تمہیں کیسے گوارا ہوا کہ تم اللہ کے رسول ﷺ کو تہ خاک کردو۔" حقیقت یہ ہے کہ تمام صحابۂ کرام کے لیے یہ اتنا بڑا صدمہ تھا کہ سب قلق واضطراب میں ڈوب گئے اور صدمہ سے نڈھال ہو گئے لیکن فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح سب ہی نے کمالِ صبر اختیار کیا اور ثابت قدم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صبر کے عنوان کے تحت ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی رحلت کے صدمہ سے بڑھ کر صحابۂ کرام کے لیے کون سا صدمہ ہو سکتا تھا اور اس مصیبت سے بڑھ کر کون سی مصیبت ہو سکتی تھی لیکن انہوں نے اس پر بھی صبر فرمایا اور اپنے اس عمل سے امت کو صبر کی تعلیم دی۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۰٤)

عزیز واقارب کی موت پر صبر کرنا

۲۹. وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحِبِّهٖ وَابْنِ حِبِّهٖ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، اَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ ابْنِیْ قَدِاحْتُضِرَ فَاشْهَدْنَا فَاَرْسَلَ یُقْرِیءُ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ : اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰی وَكُلُّ شَیْئٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَیْهِ تُقْسِمُ عَلَیْهِ لَیَاتِیَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَاُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ، وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَرِجَالٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَرُفِعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِیُّ فَاَقْعَدَهٗ فِیْ حِجْرِهٖ وَنَفْسُهٗ تَقَعْقَعُ، فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاهٰذَا؟ فَقَالَ : هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ" وَفِیْ رِوَایَةٍ : فِیْ قُلُوْبِ مَنْ شَآءَ مِنْ عِبَادِهٖ وَاِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

وَمَعْنٰی "تَقَعْقَعُ": تَتَحَرَّكُ وَتَضْطَرِبُ .

(۲۹) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ، رسول اللہ ﷺ کے غلام، آپ کے محبوب اور محبوب کے فرزند رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادی نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا عالم نزع میں ہے آپ ﷺ تشریف لایئے۔ جواب میں آپ ﷺ نے بعد از سلام کہلوایا کہ جو اللہ نے لیا وہ اسی کا دیا ہوا تھا اور ہر وہ شئے جو اس نے دی ہے اسی کی ہے اور

اس کے ہاں ہر شئے کی مدت مقرر ہے، اس لیے صبر کرو اور اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھو۔ صاحبزادی نے پھر پیغام بھیجا اور قسم دے کر کہلوایا کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور کچھ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف لائے۔ بچہ آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا آپ ﷺ نے اسے گود میں لیا تو اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ اس پر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) یہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت فرمایا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہے ودیعت فرما دیتے ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رحم کرنے والے بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

تفعقع: کے معنی ہے حرکت واضطراب۔

تخریج حدیث (۲۹): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببکاء اهله علیه . صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت.

راوی حدیث: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بعثتِ نبوی ﷺ سے سات سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے، ان کے والد حضرت زید رسول اللہ ﷺ کے متبنیٰ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد مرتبہ حضرت اسامہ کو سریہ کا سربراہ بنا کر بھیجا وفات سے ذرا قبل بھی آپ ﷺ نے انہیں ایک سریہ کا امیر مقرر کیا تھا جس میں کبار صحابہ بھی شامل تھے اور یہ سریہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد روانہ ہوا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ محبوب رکھتے تھے اسی طرح ان کے والد زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اور اسامہ ان کے والد زید بن حارثہ اور حارثہ یعنی دادا، بیٹا اور پوتا تینوں صحابی تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۱۲۸ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۱۷ متفق علیہ ہیں۔ ۵۴ھ میں انتقال فرمایا۔ (تهذیب التهذیب : ۱/۱۹٤)

کلمات حدیث: اجل : مدت مقررہ جمع آجال۔ اجل مسمي: متعین اور مقرر وقت۔ تَقَعْقَع: مضطرب ومتحرک ہونا۔ شدت، حرکت اور اضطراب سے آواز پیدا ہونا۔ فَاضَ، فیضاً (باب ضرب): جاری ہوا، فیضان مصدر ہے۔ فاضت عینه : آنسو بہہ نکلے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کی یہ صاحبزادی جن کا اس حدیث میں ذکر ہے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور یہ بچہ اگر لڑکا ہے تو محتمل یہ ہے کہ اس کا نام علی ہے جو حضرت زینب کے صاحبزادے تھے اور اگر یہ بچہ لڑکی ہے تو مراد امامہ بنت زینب ہیں جو زندہ رہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح کیا۔ ہوسکتا ہے کہ بحکم رب حضرت زینب کے صبر اور رسول اللہ ﷺ کی برکت سے وہ اس وقت شفا پا گئی ہوں اور زندہ رہی ہوں۔ اگر ایسا ہے تو یہ بات رسول اللہ ﷺ کے دلائل نبوت میں سے ہے۔

غرض حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی بچہ بیمار تھا اور اس کی زندگی کی امید منقطع ہوگئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو بلوایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ جو چیز واپس لے لے وہ بھی اسی کی ہے اور جو اس نے دیا ہے وہ بھی اسی کا دیا ہوا ہے۔'' یعنی مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے جو چیز بھی ہمارے پاس ہے وہ بھی اسی کی ہے اور اس نے بطورِ امانت انسان کو دی ہے تو اگر اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی امانت واپس

لے لے۔ تو اس پر جزع وفزع کے بجائے صبر سے کام لے اور امانت امانت والے کے سپرد کردینی چاہیے، لیکن چونکہ مرنے والے سے وارثوں کو قلبی تعلق ہوتا ہے اور اللہ ہی نے انسانوں کے دلوں میں محبت والفت اور رحمت ودیعت فرمائی ہے اس لیے رونے میں کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے بچہ گود میں لیا اور اس کی تکلیف اور بے چینی دیکھی تو چشم ہائے مبارک سے آنسو ابل پڑے اور فرمایا کہ یہ وہ رحمت ہے جو اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت فرمائی ہے۔

(صحیح مسلم لشرح النووی، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببکاء اھله دلیل الفالحین: ١/١٠٦)

معصوم بچے کا اپنی ماں کو صبر کی تلقین کرنا
(اصحاب الاخدود کا واقعہ)

٣٠. وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ مَلِكٌ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ فَلَمَّا كَبِرَ قَالَ لِلْمَلِكِ اِنِّيْ قَدْ كَبِرْتُ فَابْعَثْ اِلَيَّ غُلَامًا اُعَلِّمْهُ السِّحْرَ: فَبَعَثَ اِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهُ وَكَانَ فِيْ طَرِيْقِهِ اِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ فَقَعَدَ اِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهُ فَاَعْجَبَهُ وَكَانَ اِذَا اَتَى السَّاحِرَ مَرَّ بِالرَّاهِبِ وَقَعَدَ اِلَيْهِ. فَاِذَا اَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهُ فَشَكَا ذٰلِكَ اِلَى الرَّاهِبِ فَقَالَ: اِذَا خَشِيْتَ السَّاحِرَ فَقُلْ: حَبَسَنِيْ اَهْلِيْ وَاِذَا خَشِيْتَ اَهْلَكَ فَقُلْ حَبَسَنِي السَّاحِرُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ اَتٰى عَلٰى دَآبَّةٍ عَظِيْمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ فَقَالَ: اَلْيَوْمَ اَعْلَمُ السَّاحِرُ اَفْضَلُ اَمِ الرَّاهِبُ اَفْضَلُ؟ فَاَخَذَ حَجَرًا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَمْرُ الرَّاهِبِ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ اَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّابَّةَ حَتّٰى يَمْضِيَ النَّاسُ فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَمَضَى النَّاسُ فَاَتَى الرَّاهِبَ فَاَخْبَرَهُ: فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ اَيْ بُنَيَّ اَنْتَ الْيَوْمَ اَفْضَلُ مِنِّيْ قَدْ بَلَغَ مِنْ اَمْرِكَ مَا اَرٰى وَاِنَّكَ سَتُبْتَلٰى فَاِنِ ابْتُلِيْتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ: وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْاَدْوَاءِ فَسَمِعَ جَلِيْسٌ لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِيَ فَاَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيْرَةٍ فَقَالَ مَا هٰهُنَا لَكَ اَجْمَعُ اِنْ اَنْتَ شَفَيْتَنِيْ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اَشْفِيْ اَحَدًا اِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِنْ اٰمَنْتَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى دَعَوْتُ اللّٰهَ فَشَفَاكَ فَاٰمَنَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى فَشَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ اِلَيْهِ كَمَا كَانَ يَجْلِسُ: فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ؟ قَالَ رَبِّيْ قَالَ وَلَكَ رَبٌّ غَيْرِيْ؟ قَالَ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ: فَاَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الْغُلَامِ فَجِيْئَ بِالْغُلَامِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: اَيْ بُنَيَّ قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ مَا تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ فَقَالَ: اِنِّيْ لَا اَشْفِيْ اَحَدًا اِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ فَجِيْئَ بِالرَّاهِبِ فَقِيْلَ لَهُ: ارْجِعْ عَنْ دِيْنِكَ فَاَبٰى فَدَعَا بِالْمِنْشَارِ فَوُضِعَ الْمِنْشَارُ فِيْ مَفْرِقِ رَاْسِهِ فَشَقَّهُ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ، ثُمَّ جِيْئَ بِجَلِيْسِ الْمَلِكِ

فَقِيْلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِيْنِكَ فَأَبَى فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِيْ مَفْرِقِ رَاسِهِ فَشَقَّهُ بِهِ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ فَقِيْلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِيْنِكَ فَاَبٰى فَدَفَعَهُ اِلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهِ فَقَالَ : اذْهَبُوْا بِهِ اِلٰى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا فَاصْعَدُوْا بِهِ الْجَبَلَ فَاِذَا بَلَغْتُمْ ذِرْوَتَهُ فَاِنْ رَجَعَ عَنْ دِيْنِهِ وَاِلَّا فَاطْرَحُوْهُ. فَذَهَبُوْا بِهِ فَصَعِدُوْا بِهِ الْجَبَلَ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوْا وَجَآءَ يَمْشِيْ اِلَى الْمَلِكِ. فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ : مَا فُعِلَ بِاَصْحَابِكَ، فَقَالَ كَفَانِيْهِمُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَدَفَعَهُ اِلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهِ فَقَالَ : اذْهَبُوْا بِهِ فَاحْمِلُوْهُ فِيْ قُرْقُوْرٍ وَتَوَسَّطُوْا بِهِ الْبَحْرَ فَاِنْ رَجَعَ عَنْ دِيْنِهِ وَاِلَّا فَاقْذِفُوْهُ. فَذَهَبُوْا بِهِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَانْكَفَأَتْ بِهِمُ السَّفِيْنَةُ فَغَرِقُوْا وَجَآءَ يَمْشِيْ اِلَى الْمَلِكِ : فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ : مَا فُعِلَ بِأَصْحَابِكَ ؟ فَقَالَ كَفَانِيْهِمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَقَالَ لِلْمَلِكِ اِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِيْ حَتّٰى تَفْعَلَ مَا اٰمُرُكَ بِهِ قَالَ : مَاهُوَ؟ قَالَ تَجْمَعُ النَّاسَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ وَتَصْلُبُنِيْ عَلٰى جِذْعٍ ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِيْ ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِيْ كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ. ثُمَّ ارْمِنِيْ فَاِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَتَلْتَنِيْ، فَجَمَعَ النَّاسَ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ وَصَلَبَهُ عَلٰى جِذْعٍ ثُمَّ اَخَذَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِيْ كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ السَّهْمُ فِيْ صُدْغِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِيْ صُدْغِهِ فَمَاتَ فَقَالَ النَّاسُ : اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ فَاُتِيَ الْمَلِكُ فَقِيْلَ لَهُ : اَرَاَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ قَدْ وَاللّٰهِ نَزَلَ بِكَ حَذَرُكَ، قَدْ اٰمَنَ النَّاسُ. فَاَمَرَ بِالْاُخْدُوْدِ بِاَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدَّتْ وَاُضْرِمَ فِيْهَا النِّيْرَانُ وَقَالَ: مَنْ لَمْ يَرْجِعْ عَنْ دِيْنِهِ فَاَقْحِمُوْهُ فِيْهَا اَوْقِيْلَ لَهُ اقْتَحِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰى جَآءَتِ امْرَاَةٌ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا فَتَقَاعَسَتْ اَنْ تَقَعَ فِيْهَا فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ : يَا اُمَّهُ اِصْبِرِيْ فَاِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

" ذِرْوَةُ الْجَبَلِ " اَعْلَاهُ وَهِيَ بِكَسْرِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَضَمِّهَا" "وَالْقُرْقُوْرُ بِضَمِّ الْقَافَيْنِ نَوْعٌ مِنَ السُّفُنِ وَالصَّعِيْدُ هُنَا الْاَرْضُ الْبَارِزَةُ وَالْاُخْدُوْدُ" الشُّقُوْقُ فِي الْاَرْضِ كَالنَّهْرِ الصَّغِيْرِ " اُضْرِمَ اُوْقِدَ وَانْكَفَأَتْ : اَيْ : اِنْقَلَبَتْ وَتَقَاعَسَتْ : تَوَقَّفَتْ وَجَبُنَتْ.

(۳۰) حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس بادشاہ کے دربار میں ایک ساحر تھا۔ وہ ساحر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں اب بوڑھا ہوگیا ہوں اگر کوئی بچہ میرے سپرد کردو تو میں اسے سحر کی تعلیم دے دوں چنانچہ بادشاہ نے علم سحر سیکھنے کے لیے لڑکا ساحر کے سپرد کردیا۔ لڑکے کے راستے میں ایک راہب تھا لڑکا اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس کی باتیں سنیں جو اسے اچھی لگیں۔ اب یہ ہوتا کہ وہ جب ساحر کے پاس آتا تو پہلے راہب کے پاس بیٹھتا اور جب ساحر کے پاس (دیر سے پہنچتا) تو وہ اسے مارتا۔ اس نے اس بات کا راہب سے شکوہ کیا۔ راہب نے کہا کہ جب تم ساحر سے اندیشہ محسوس کرو تو کہہ دیا کرو کہ گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خطرہ ہو تو کہہ دیا کرو کہ مجھے ساحر نے روک لیا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ایک عظیم جانور لوگوں کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا، لڑکے نے کہا کہ آج معلوم ہو جائے گا کہ ساحر افضل ہے یا راہب افضل ہے؟ یہ سوچ کر اس نے پتھر اٹھایا اور کہنے لگا اے اللہ! اگر آپ کے نزدیک راہب کا معاملہ ساحر کے معاملے سے پسندیدہ ہے تو اس جانور کو مار دے تا کہ لوگ گزر سکیں اور اس نے یہ کہہ کر وہ پتھر اس جانور کے مارا جس سے وہ مر گیا اور لوگوں کا راستہ کھل گیا۔ لڑکے نے راہب کو یہ واقعہ سنایا تو راہب نے کہا کہ اے میرے بیٹے! آج تجھے مجھ پر فضیلت حاصل ہو گئی ہے اور میرے خیال میں تو ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں تجھے آزمائشوں میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ اگر کوئی آزمائش آئے تو میرے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ اب یہ لڑکا مادر زاد اندھوں، برص کے مریضوں اور لوگوں کی دیگر بیماریوں کا علاج کرتا۔ بادشاہ کا ایک مصاحب بھی اندھا ہو گیا تھا اس نے جب یہ خبر سنی تو وہ اس کے پاس تحائف لے کر آیا اور کہنے لگا یہ سب تحائف تمہارے ہیں اگر تمہارے علاج سے مجھے شفا ہو جائے۔ لڑکے نے کہا کہ میں شفا نہیں دیتا شفا دینے والا اللہ ہے اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں تمہارے لیے دعا کروں وہ تمہیں شفا دے گا۔ وہ شخص ایمان لے آیا اور اللہ کے حکم سے اسے شفا ہو گئی۔ وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور اسی طرح بیٹھ گیا جیسے بیٹھا کرتا تھا بادشاہ نے پوچھا کہ تمہاری بینائی کیسے لوٹ آئی اس نے کہا کہ میرے رب کے حکم سے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تیرا میرے سوا بھی کوئی رب ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرا اور تیرا رب اللہ ہے، اس پر بادشاہ نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے تعذیب دینے کا حکم صادر کیا، یہاں تک کہ اس نے لڑکے کے بارے میں بتا دیا۔ اس پر لڑکے کو لایا گیا۔ بادشاہ نے لڑکے سے کہا کہ صاحبزادے تمہارے سحر کا یہ حال ہے کہ تم مادر زاد اندھے اور مبروص کو درست کر دیتے ہو اور ایسے ایسے کام کرتے ہو۔ لڑکے نے جواب دیا میں کسی کو شفا نہیں دیتا شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ بادشاہ نے لڑکے کو بھی گرفتار کر لیا اور اسے بھی مبتلائے عذاب کیا یہاں تک کہ اس نے راہب کے بارے میں بتا دیا۔ اس پر راہب کو بلوایا گیا اور اسے حکم ہوا کہ اپنا دین ترک کر دو اس نے انکار کیا جس پر اس کے سر پر آرہ رکھ کر چلایا گیا کہ دونوں طرف کے ٹکڑے جدا ہو کر گر پڑے۔ پھر لڑکے کو بلایا گیا اور اس سے مطالبہ کیا گیا کہ اپنے دین کو ترک کر دو اس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے اسے اپنے درباریوں کی ایک جماعت کے سپرد کیا کہ اسے پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ جب چوٹی پر پہنچ جاؤ تب دیکھو کہ اگر یہ اپنے دین سے باز آ جائے تو درست ورنہ اسے پہاڑ سے نیچے پھینک دو۔ غرض وہ اسے پہاڑ پر لے کر چڑھ گئے۔ اب اس لڑکے نے دعا کی اے اللہ! تو انہیں میری طرف سے کافی ہو جا جس طرح تو چاہے۔ پہاڑ لرز اٹھا اور سب لوگ پہاڑ سے نیچے گر گئے اور لڑکا چلتا ہوا بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ جو لوگ تمہارے ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا اس نے کہا کہ اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا۔ بادشاہ نے پھر لڑکے کو اپنے لوگوں کی ایک اور جماعت کے سپرد کیا کہ اسے لے جاؤ اور اسے ایک کشتی میں بٹھا کر سمندر کے درمیان لے جاؤ اگر یہ اپنے دین سے باز آ جائے تو درست ورنہ اسے پانی میں پھینک دینا۔ چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے۔ لڑکے نے دعا کی اے اللہ! تو انہیں میری طرف سے کافی ہو جا جس طرح تو چاہے۔ کشتی الٹ گئی اور وہ سب غرق ہو گئے اور یہ لڑکا چلتا ہوا بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ جو لوگ ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا اور اس کے بعد لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ تو مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک تو میری بات پر عمل نہ کرے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہے۔ اس پر لڑکے نے کہا کہ تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو وہاں مجھے لکڑی

کے تنے پر لٹکاؤ پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو اسے کمان کے چلے میں رکھو اور یہ کہو کہ اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے پھر مجھے تیر مارو۔ اس طرح کرنے سے تم مجھے مارنے میں کامیاب ہو جاؤ گے، چنانچہ بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا لڑکے کو ایک تنے پر باندھ کر لٹکایا اس کے ترکش سے تیر لیا اور کمان کے چلے میں تیر رکھ کر بسم اللہ رب الغلام کہہ کر اسے مارا۔ تیر لڑکے کی کنپٹی میں لگا اس نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر رکھ لیا اور مر گیا۔ یہ دیکھ کر لوگ پکار اٹھے۔ ہم لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ کو خبر پہنچائی گئی اور کہا گیا کہ جس بات کا تجھے اندیشہ تھا وہ اب تیرے سامنے ہے لوگ ایمان لے آئے۔ اس پر بادشاہ نے حکم دیا کہ راستوں کے کناروں پر گہری خندقیں کھودو، چنانچہ خندقیں کھود کر ان میں آگ دھکائی گئی اور بادشاہ نے حکم دیا کہ جو اپنے دین سے باز نہ آئے اسے آگ میں پھینک دو۔ لوگ باز نہ آئے اور انہیں آگ میں پھینک دیا گیا۔ ایک عورت آئی اس کی گود میں بچہ تھا وہ خندق میں کودنے سے ذرا ٹھٹکی تو اس کے بچہ نے کہا میری ماں صبر کر تو حق پر ہے۔ (مسلم)

ذِروَة الجبل: پہاڑ کی چوٹی، یہ لفظ ذال کے زیر اور پیش دونوں سے ہے۔ قُرقُور: دونوں قاف پر پیش ہے، کشتی کی ایک قسم۔ صعید: کھلا میدان: أخدود: زمین میں نہر کی طرح کھائیاں۔ اضرم: آگ جلائی گئی۔ انکفات: پلٹ گئی۔ کفأ کفاء (باب فتح) پھرنا، شکست کھانا۔ انکفأ: (باب انفعال) متفرق ہونا، واپس ہونا۔ تقاعست: ٹھٹھک گئی، بزدلی پیدا ہوگئی۔ قعس قعساً (باب نصر) سینہ ابھار کر اور پیٹھ دھنسا کر چلنا۔ تقاعس (باب تفاعل) عن الآمر: پیچھے ہٹنا۔

تخریج حدیث (۳۰): صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقاق، باب قصة اصحاب الاخدود والراهب والغلام.

کلمات حدیث: الملك: بادشاہ جمع ملوک۔ مُلك: ملکیت جمع املاک۔ مِلك: ملکیت۔ مَلك: فرشتہ جمع ملائک اور ملائکہ۔ ملکوت: آسمانوں میں فرشتوں کی جگہ۔ ساحر: جادوگر۔ سحر: باطل کو حق کی صورت میں ظاہر کرنا، جادو۔ منشار: آرہ جمع مناشیر۔ فشقه: شق شقاً (باب نصر) پھاڑنا۔ رجف، رجفاً (باب نصر): ہلانا۔ أرجفت الأرض: زمین لرز گئی، زلزلہ آ گیا۔ الراجفة: قیامت کے روز صور کا پہلا نفخہ۔ رجفة: زلزلہ۔ قرقور: کشتی کی ایک قسم۔

شرح حدیث: اس واقعہ کی جانب قرآنِ کریم میں اجمالی اشارہ ہوا ہے اور حدیث نبوی ﷺ نے اس واقعہ کو مفصل بیان فرمایا ہے جبکہ اغلب یہ ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ واقعہ بالتفصیل بیان فرمایا اس وقت اہل عرب اس سے ناواقف تھے یا اسے فراموش کر چکے تھے۔ اس لیے جنابِ نبی کریم ﷺ کا اس واقعہ کو بیان کرنا آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے اور اس بات کی قطعی اور یقینی دلیل ہے کہ قرآن کریم میں وارد اجمالی امور کی تفسیر بغیر حدیثِ نبوی ﷺ کے ممکن نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا سنت قرآن کریم کا بیان ہے۔ قرآن کریم میں اس واقعہ کی جانب اس طرح اشارہ ہوا ہے:

﴿ قُتِلَ أَصْحَٰبُ ٱلْأُخْدُودِ ۝٤ ٱلنَّارِ ذَاتِ ٱلْوَقُودِ ۝٥ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝٦ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِٱلْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ﴾

''مارے گئے کھائیاں کھودنے والے اور ان کو ایندھن والی آگ سے بھرنے والے جب وہ کناروں پر بیٹھے مسلمانوں کے ساتھ جو وہ کر رہے تھے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔'' (البروج: ۴، ۵، ۶، ۷)

ہر دور اور ہر زمانے میں اہل ایمان مصائب سے دوچار ہوتے ہیں سب سے زیادہ انبیاءِ کرام علیہم السلام نے مصائب اور تکالیف برداشت کیں اور جس کا اللہ کے یہاں جتنا بلند مقام تھا اتنا ہی وہ تکالیف سے دوچار ہوا۔ اس واقعہ میں بھی اس وقت کے ظالم بادشاہ نے اہل ایمان کو آگ میں پھینکوا دیا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ خندقیں کھودوا کر انہیں آگ سے بھر دیا جائے اور جو اپنے دین سے باز نہ آئے اسے آگ میں پھینک دیا جائے ایک عورت کی گود میں بچہ تھا وہ اس بچہ کی محبت میں متأمل ہوئی تو بچہ بول پڑا اماں صبر کر تو حق پر ہے۔ چنانچہ وہ بھی آگ میں کود گئے اور بادشاہ اور اس کے حواری سنگدلی کے ساتھ کناروں پر بیٹھے یہ تماشا دیکھتے رہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب اللہ کا غضب آیا وہی آگ پھیل پڑی اور بادشاہ اور اس کے درباریوں کو بھی پھونک دیا۔ مگر صحیح روایات میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ واللہ اعلم (صحیح مسلم لشرح النووی دلیل الفالحین : ۱۰۸/۱۔ تفسیر عثمانی : سورۃ البروج)

اصل صبر صدمہ کے وقت ہوتا ہے

۳۱. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى امْرَأَةٍ تَبْكِيْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ : اتَّقِي اللّٰهَ، وَاصْبِرِيْ " فَقَالَتْ : اِلَيْكَ عَنِّيْ، فَاِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِيْ، وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيْلَ لَهَا اِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهٗ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ لَمْ اَعْرِفْكَ فَقَالَ : اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : تَبْكِيْ عَلٰى صَبِيٍّ لَهَا.

(۳۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے وہ قبر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ کہنے لگی۔ آپ اپنے کام سے کام رکھیے تمہیں وہ صدمہ نہیں پہنچا جو مجھے پہنچا ہے وہ عورت آپ ﷺ کو نہیں پہچانتی تھی۔ اسے بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ بعد ازاں وہ نبی کریم ﷺ کے گھر آئی اسے دروازے پر دربان نظر نہ آئے۔ اس نے معذرتاً کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صبر تو پہلے صدمہ کے وقت ہے۔ (مسلم)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے وہ اپنے بچہ پر رو رہی تھی۔

تخریج حدیث (۳۱): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور. صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصبر علی المصیبة عند الصدمة الأولی.

کلمات حدیث: باب : دروازہ جمع ابواب۔ صدمة : تکلیف، مصیبت۔ صدم صدماً (باب ضرب) ہٹانا، دفع کرنا۔ صدمه أمر شديد: اس کے اوپر مصیبت آپڑی۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ حد درجہ متواضع اور با اخلاق تھے، آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے معلم اخلاق بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔

چنانچہ ہر موقعہ اور ہر مرحلے پر امت کی تعلیم کا اہتمام فرماتے۔ کسی جگہ آپ ﷺ کا گزر ہوا تو دیکھا کہ ایک عورت قبر پر بیٹھی رو رہی ہے آپ ﷺ نے اسے صبر کی تلقین فرمائی وہ آپ کو نہ جانتی تھی تو اس نے کہہ دیا کہ آپ اپنے کام سے کام رکھیں، کسی نے اس عورت کو بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں بعض روایات میں ہے کہ بتانے والے فضیل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

بعد ازاں وہ عورت بطورِ معذرت آپ ﷺ کے گھر پر حاضر ہوئی، سوچا تھا سرداروں اور بادشاہوں کی طرح گھر پر دربان ہوں گے لیکن وہاں اسے ایسی کوئی بات نظر نہ آئی۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبر تو ابتدائے مصیبت کے وقت ہونا چاہیے۔ انسان کی طبیعت ایسی ہے کہ اس پر خواہ کتنی ہی بڑی مصیبت آئے اور خواہ وہ کتنے ہی بڑے صدمہ سے دوچار ہو وقت گزرنے کے ساتھ اس کے رنج وغم کی شدت میں کمی آتی جاتی ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ بالکل جاتا رہتا ہے اور یہ بھی اللہ کی رحمت ہے، ورنہ اگر انسان کے سارے رنج وغم اسی طرح تازہ رہا کرتے تو انسان کی زندگی اجیرن ہو جاتی۔ غرض رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وقت گزرنے پر تو صبر آ ہی جاتا ہے اصل صبر تو وہ ہے جو انسان اس وقت کرے جب اس پر مصیبت آئے۔ ایک اور حدیث میں جو حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے فرزندِ آدم! اگر تو نے شروع صدمہ میں صبر کیا اور میری رضا اور ثواب کی نیت کی تو میں نہیں راضی ہوں گا کہ جنت سے کم اور اس کے سوا کوئی ثواب تجھے دیا جائے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی دلیل الفالحین : ۱/۱۱۶۔ معارف الحدیث)

بچہ کی موت پر صبر کا بدلہ جنت ہے

۳۲. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی : مَالِعَبْدِی الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَآءٌ اِذَاقَبَضْتُ صَفِیَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّاالْجَنَّةَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۳۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے پاس اپنے مؤمن بندے کے لیے جب میں اہل دنیا میں سے اس کا محبوب واپس لے لوں اور وہ اس پر صبر کرے جنت کے سوا کوئی اور بدلہ نہیں ہے۔ (صحیح بخاری)

تخریج حدیث (۳۲): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب العمل الذی یبتغی به وجه اللّٰه .

کلمات حدیث: جزی یجزی جزاءً (باب ضرب) بدلہ دینا۔ جزاء : بدلہ۔ قَبَض یقبِض قبضاً (باب ضرب): کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا۔ صَفِی: مخلص دوست، ساتھی، جمع اصفیاء۔

شرح حدیث: اہل دنیا میں سے کوئی انسان کسی کا محبوب ہو، والد ہو بھائی ہو یا بیوی اور شوہر ہو اگر وہ وفات پا جائے اور یہ انسان اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر اور اس کی جانب سے اجر وثواب کی امید پر صبر کرے تو یہ صبر اس کے کمالِ ایمان کی نشانی ہوگا اور اللہ سبحانہٗ کے ہاں اس قدر مقبول ہوگا کہ اللہ سبحانہٗ اس بندے کو جنت عطا کیے بغیر راضی اور خوش نہ ہوں گے۔

طاعون پر صبر کا ثواب شہید کے برابر ہے

۳۳. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَاَخْبَرَهَا اَنَّه، كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ مَنْ يَّشَآءُ فَجَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ فِي الطَّاعُوْنِ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ اَنَّه، لَايُصِيْبُه، اِلَّامَا كَتَبَ اللّٰهُ لَه، اِلَّا كَانَ لَه، مِثْلُ اَجْرِ الشَّهِيْدِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ طاعون عذاب الٰہی کی ایک صورت تھی اللہ جن لوگوں پر چاہتا مسلط فرما دیتا تھا اب اللہ نے اسے اہل ایمان کے لیے رحمت بنا دیا ہے۔ اب کوئی اللہ کا بندہ طاعون میں مبتلا ہو وہ صبر اور طلب ثواب کی نیت سے اپنے ہی شہر میں رہے اور اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ نے جو لکھ دیا ہے وہ پہنچ کر رہے گا تو اس کو شہید کے برابر اجر ملے گا۔

تخریج حدیث (۳۳): صحیح البخاری، کتاب الطب، باب اجر الصابر فی الطاعون.

کلمات حدیث: مکث یمکث مکثاً (باب نصر) ٹھہرنا۔ بلد: شہر یا ملک جمع بلاد اور بلدان۔

شرح حدیث: طاعون یا کوئی اور وبائی بیماری کسی شہر یا بستی میں پھیل جائے تو اللہ پر ایمان رکھنے والے اللہ کے بندے کو چاہیے کہ وہ جزع وفزع نہ کرے نہ اس جگہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ جائے بلکہ یہ یقین کامل رکھے کہ جو کچھ اللہ نے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ پھر وہ اس وبائی بیماری میں مبتلا ہو کر وفات پا جائے تو اللہ کے ہاں اسے شہید کا درجہ حاصل ہوگا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُل لَّن يُصِيبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَىٰنَا ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴾

" آپ کہہ دیجیے ہم کو ہرگز نہ پہنچے گی کوئی بات مگر وہی جو اللہ نے لکھ دی ہے۔ وہی ہمارا کارساز ہے اور اللہ ہی پر چاہیے کہ اہل ایمان بھروسہ کریں۔" (التوبۃ: ۵۱)

نابینا ہونے پر جنت کی بشارت

۳۴. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ: اِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ، عَوَّضْتُه، مِنْهُمَا الْجَنَّةَ، يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جب اپنے کسی بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں میں مبتلا کر دیتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے تو میں اس کے بدلے میں اسے

جنت عطا کر دیتا ہوں۔ دو محبوب چیزوں سے مراد آنکھیں ہیں۔(بخاری)

تخریج حدیث(۳۴): صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب فضل من ذهب بصره.

کلمات حدیث: ابتلاء: آزمائش، امتحان۔ البلاء: آزمائش خواہ خیر سے ہو یا شر سے۔ بلا بلواً (باب نصر) آزمانا، امتحان لینا۔ حبیب: محبوب۔ حبیبتین: دو محبوب چیزیں یعنی آنکھیں۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ذی شعور اور ذی احساس مخلوق بنا کر پیدا فرما دیا، اسے عقل وفہم عطا کی اور اسے ناک، کان، ہاتھ، پیر اور آنکھیں عطا کیں۔ ہر نعمت اپنی جگہ پر بڑی عظیم نعمت ہے جس کا شکر ہر آن اور ہر لمحہ بندہ مؤمن پر واجب ہے لیکن آنکھیں ان اعضاء میں خاص اہمیت کی حامل ہیں کہ ان کے ضیاع سے انسان کے لیے پوری دنیا اندھیرے کے سوا کچھ باقی نہیں رہتی۔ اس نعمت کے چلے جانے پر اگر اللہ کا بندہ صبر کرے اور اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھے تو اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

مرگی کی بیماری پر صبر کا اجر

۳۵۔ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ: قَالَ لِیَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَلَا اُرِیْکَ امْرَأَةً مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ: بَلٰی قَالَ: هٰذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَآءُ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: اِنِّی اُصْرَعُ وَاِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ تَعَالٰی لِیْ قَالَ: اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَکِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یُعَافِیَکِ" فَقَالَتْ: اَصْبِرُ فَقَالَتْ: اِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ لَا اَتَکَشَّفَ فَدَعَا لَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۳۵) حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ کیا میں تمھیں ایسی عورت نہ دکھاؤں جو جنت کی حق دار ہے۔ میں نے کہا ضرور۔ انھوں نے کہا کہ یہ کالی عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی تھی اور اس نے آپ ﷺ سے عرض کی تھی کہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں بے پردہ ہو جاتی ہوں تو آپ ﷺ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر چاہو تو صبر کرلو اور تمھیں جنت ملے۔ اور اگر چاہو تو میں دعا کر دوں کہ اللہ تمھیں اس بیماری سے عافیت دے۔ اس عورت نے کہا کہ میں صبر کرتی ہوں لیکن یہ دعا ضرور فرما دیجیے کہ میں بے پردہ نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے اس کیلئے دعا فرمائی۔

تخریج حدیث(۳۵): صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب فضل من یصرع. صحیح مسلم، کتاب البر، باب ثواب المؤمن فیما یصیب من مرض اوحزن او نحو ذلك حتی الشوكة یشاكها.

راوی حدیث: حضرت عطاء بن ابی رباح تابعی تھے اور قرآن وحدیث کے حافظ اور بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے علم حدیث حاصل کیا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔ ۱۱۴ھ میں انتقال فرمایا۔

کلمات حدیث: أصرع، صَرع، صرعاً: (باب فتح) پچھاڑ دینا زمین پر گرا دینا۔ صَرع: مرگی۔ أتکشف، کشف، کشفاً:

(باب ضرب) ظاہر کرنا، کھولنا۔ تَکَشُّف : ظاہر ہوا کھل گیا۔ یعافیك : عافیة : صحت، بلاء اور مصیبت سے نجات۔ عافیٰ معافاةً وعافیة : صحت دینا، بلا اور برائی سے محفوظ رکھنا۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک خاتون جنت دکھاؤں، انہوں نے کہا کہ ہاں۔ بتایا کہ یہ کالی عورت خاتونِ جنت ہے اس نے رخصت پر عزیمت کو ترجیح دی ہے اگر یہ چاہتی تو یہ اللہ کے رسول ﷺ سے دعا کرا کے مرگی کے مرض سے شفایاب ہو جاتی لیکن اس نے دنیا کی تکلیف کو ترجیح دی تا کہ آخرت کی راحت حاصل کرے دنیا کی مصیبت پر صبر کیا تا کہ جنت میں جگہ پائے۔

(صحیح البخاری، کتاب المرضی، دلیل الفالحین : ۱/۱۱۹)

قوم کی ایذاء کے باوجود ان کے لیے دعاءِ مغفرت

۳۶۔ وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْکِیْ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِمْ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ یَقُوْلُ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَایَعْلَمُوْنَ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۳۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کا ذکر فرما رہے تھے کہ انھیں ان کی قوم نے اس قدر مارا کہ خون بہہ نکلا، لیکن وہ چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ میری قوم کے لوگوں کو معاف فرما یہ جانتے نہیں ہیں۔

تخریج حدیث (۳۶): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل . صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة احد.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بکریاں چرا رہے تھے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دودھ مانگا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بکریاں میرے پاس کسی کی امانت ہیں اس لیے میں ان کا دودھ نہیں دے سکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس کوئی بکری ایسی بھی ہے جس نے بچے نہ دیے ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں اور ایسی بکری لا کر پیش کی آپ ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا جو فوراً دودھ سے بھر گئے تینوں حضرات نے دودھ پیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے سن ۲۱ ھ میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے اور دس سال تک یہ فریضہ ادا کیا۔ قراءت قرآن تفسیر اور فقہ کے ماہر تھے۔ ان سے مروی احادیث کی تعداد ۸۴۸ ہے جن

میں سے ٦٤ متفق علیہ ہیں۔ ۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔ (تهذيب التهذيب : ٢٥٣/٣)

کلمات حدیث: حُكى، يحكى، حكاية (باب ضرب): کوئی بات یا واقعہ نقل کرنا۔ مَسح، مَسحاً (باب فتح): پونچھنا۔

شرح حدیث: انبیاء کرام علیہم السلام عبودیت اور شانِ بندگی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہوتے ہیں، وہ اپنی امت دعوت کو اللہ کے احکام پہنچا دینے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اپنی عملی زندگی سے ان احکام کی توضیح بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر اذیتوں اور تکالیف پر استقامت کا حکم ہے تو خود استقامت کرتے ہیں اگر مصائب پر صبر کا حکم ہے تو خود صبر کا پیکر بن جاتے ہیں اور اگر عفو و درگزر کا حکم ہے تو اذیتیں سہہ کر بھی ظالموں کو دعا دیتے ہیں کہ اے اللہ! انہیں معاف کردے یہ نہیں جانتے۔ (دليل الفالحين : ١٢٠/١)

مؤمن کی ہر تکلیف کا اجر ہے

٣٧. وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا اَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَ "الْوَصَبُ" : اَلْمَرَضُ .

(٣٧) حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو جو تھکن مرض حزن وملال اور تکلیف وغم پہنچتا ہے حتی کہ اگر اس کو کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے بدلے میں اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

وصب کے معنی مرض کے ہیں۔

تخریج حدیث (٣٧): صحيح البخارى، كتاب المرضى، باب ما جاء فى كفارة المرضى . صحيح مسلم، كتاب البر، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض او حزن او نحو ذلك حتى الشوكة يشاكها.

کلمات حدیث: نصب : تھکان۔ نصِب نَصَباً (باب سمع) تھکنا۔ وصب : بیماری، جسم کی لاغری، درد۔ حزن، حزناً: (باب سمع) آرزدہ ہونا۔ حزين: غمگین جمع حِزان و حَزانیٰ . اذى : تکلیف، ایذاء، تکلیف پہنچانا۔ أذية: تکلیف۔ الشوكة : کانٹا جمع اشواک۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ پر ایمان کا مقتضا یہ ہے کہ بندہ ہر وقت اور ہر گھڑی اسی کی جانب متوجہ رہے اور یقین کامل ہو کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اس ایقان کے ساتھ مصیبت تکلیف رنج اور پریشانی پر جزع فزع نہ کرے بلکہ اللہ کی رضا کے لیے صبر کرے تو معمولی سے معمولی تکلیف خواہ وہ پیر میں کانٹا لگ جانے ہی کے درجے میں ہو، اللہ کے یہاں کے اجر و ثواب کا ذریعہ اور گناہوں کی معافی کا وسیلہ بن جاتی ہے۔ غرض اللہ کے بندے سے جو کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف کو اس کا کفارہ بنا دیتے

ہیں اوراس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔ابن حبان کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرمادیتے اور ایک گناہ ساقط فرما دیتے ہیں اور اگر اس مؤمن سے کوئی خطا سرزد نہ ہوئی ہو یا پہلے ہی معاف ہوچکی ہو تو اس کے درجات میں مزید بلندی ہوتی ہے اور مزید فضل وکرم سے نوازا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری : ۳/۴۵)

رسول اللہ ﷺ کے بخار کی شدت

۳۸. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُوْعَکُ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) اِنَّکَ تُوْعَکُ وَعْکاً شَدِیْدًا قَالَ اَجَلْ اِنِّیْ اُوْعَکُ کَمَا یُوْعَکُ رَجُلَانِ مِنْکُمْ'' قُلْتُ: ذٰلِکَ اَنَّ لَکَ اَجْرَیْنِ؟ قَالَ: اَجَلْ ذٰلِکَ کَذٰلِکَ مَامِنْ مُسْلِمٍ یُصِیْبُهٗ اَذًی شَوْکَةٌ فَمَا فَوْقَهَا اِلَّا کَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا سَیِّئَاتِهٖ، وَحُطَّتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ کَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

وَالْوَعَکُ '' مَغْثُ الْحُمّٰی '' وَقِیْلَ الْحُمّٰی :

(۳۸) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب رسول اللہ ﷺ کو شدید بخار تھا میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی کہ آپ ﷺ کو تو بہت تیز بخار ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تم میں سے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔میں نے کہا اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کے لیے ثواب بھی دگنا ہے۔فرمایا۔ہاں اسی طرح ہے۔کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جسے کوئی تکلیف پہنچے مثلاً کانٹا لگے یا اس سے زیادہ کوئی تکلیف پہنچے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے گرتے ہیں۔(متفق علیہ)

وعک کا لفظ بخار کی تیزی یا محض بخار دونوں کیلئے مستعمل ہے۔

تخریج حدیث(۳۸): صحیح البخاری، کتاب المرض، باب شدة المرض . صحیح مسلم، کتاب البر، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه .

کلمات حدیث: یوعك، وعك، وعکاً (باب ضرب): گرمی تیز ہونا، بخار چڑھنا۔ الموعوك : بخار والا۔ ورق : درخت کا پتہ جمع اوراق.

انبیاء علیہم السلام صبر واستقامت کے پہاڑ

شرح حدیث: انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات اور درجات انتہائی بلند ہوتے ہیں۔وہ صبر واستقامت میں بھی مثال ہوتے ہیں اور آزمائشوں کی شدتوں سے بھی زیادہ دوچار ہوتے ہیں، چنانچہ اس حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ آپ کو بخار تھا میں آپ ﷺ کے پاس گیا

میں نے چادر کے اوپر سے جسم پر ہاتھ رکھا تو مجھے چادر سے بھی جسم کی حرارت کا احساس ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو تو بہت شدید بخار ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ہمارا یعنی انبیاء کا یہی حال ہے تکلیف بھی زیادہ اور ثواب بھی زیادہ۔ غرض انبیاءِ کرام علیہم السلام پر مصائب اور تکالیف کی شدت زیادہ ہوتی ہے، پھر علماء اور پھر صالحین مصائب و آلام سے دوچار ہوتے ہیں۔

(صحيح البخاری : ۳/۴۷)

جس طرح ہر تکلیف اور مصیبت پر صبر کرنے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسی طرح بخار سے بھی گناہ جھڑتے اور معاف ہوتے ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''بخار خطاؤں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو۔'' اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بخار میں مرجانا شہادت ہے۔'' (دليل الفالحين : ۱/۱۲۲)

****

۳۹. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ'' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ . وَضَبَطُوْا ''يُصَبْ'' بِفَتْحِ الصَّادِ وَكَسْرِهَا .

(۳۹) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے حق میں بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے کسی تکلیف میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔ (بخاری) یصب کا لفظ صاد کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث(۳۹): صحيح البخاری، كتاب المرضى، باب ما جاء في كفارة المرض .

کلمات حدیث: خَير : اچھائی، بھلائی، نیکی، جمع خیور، خیار، اختیار ہونا کسی شئے کو پسند کرنا۔

شرح حدیث: دنیا کی زندگی کلفت و آزار سے خالی نہیں ہے اور کوئی انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے بالکل ہر دکھ اور غم سے بے فکر نہیں ہوتا، بلکہ زندگی کے مختلف مراحل میں نوع بہ نوع سختیوں سے گزرتا رہتا ہے، غرض ایسا کوئی لمحہ انسان کی زندگی میں شاید ہی آتا ہو کہ وہ ہر قسم کے بکھیڑوں اور محنت و کلفت سے آزاد بالکل بے فکر ہو جائے حقیقت میں انسان کی ساخت ہی ایسی واقع ہوتی ہے کہ وہ ان سختیوں اور بکھیڑوں سے نجات نہیں پا سکتا۔ (تفسير عثمانی)

لیکن اہل ایمان کا معاملہ مختلف ہے، مؤمن کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور راحت ملتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور دونوں حالتیں اس کے لیے خیر ہی خیر ہیں۔ دنیا کی تکلیف، بیماری اور جان یا مال کا نقصان مؤمن کے لیے اس طرح خیر ہے کہ وہ اس طرح کے حالات میں خشیت و انابت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرتا اور اس کے حضور میں دعا کرتا ہے، اور جب بندہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو رحمتِ حق بھی مائل کرم ہوتی ہے اور اس طرح اس کے گناہ معاف ہو جاتے اور آخرت میں اس کے درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

****

موت کی دعاء کرنا ممنوع ہے

۴۰. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ

الْمُوْتَ لِضُرٍّ اَصَابَه، فَاِنْ كَانَ لاَبُدَّ فَاعِلاً فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مَاكَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَاكَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّیْ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۰) حضرت انسؓ سے روایت ہیکہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو کوئی تکلیف آئے تو کبھی موت کی تمنا نہ کرے اگر اس کے سوا چارہ نہ ہو تو یہ کہے اے اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھیئے جب تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہے اور اسوقت مجھے وفات دیجئے جب میرے حق میں وفات پاجانا بہتر ہو۔

تخریج حدیث(۴۰): صحیح البخاری، کتاب المرضیٰ، باب تمنیٔ المریض الموت ; صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب کراهة تمنی الموت لضر نزله به.

کلمات حدیث: أحيني: مجھے زندہ رکھو۔ حيي، يحيي، حياة: (باب سمع) زندہ رہنا۔ احياء : زندہ کرنا۔ محيي : زندہ کرنے والا۔ توفني : مجھے وفات دیدے۔ وفي، يفي، وفاءً (باب ضرب) پورا کرنا۔ وفي : پوراحق دینا۔ توفي : پوراحق لے لینا۔ توفيتُ من فلان مالي عليه : اس پر جو میرا حق تھا وہ میں نے پورا لے لیا۔ وفات بمعنی موت میں اس معنی کی رعایت ہے کہ جو روح اللہ تعالیٰ نے جسدِ خاکی میں ڈالی تھی وہ اس نے پوری واپس لے لی اور اب صرف مٹی کا ڈھیر ہے۔

شرح حدیث: بیماری یا تکلیف کی شدت میں موت کی تمنا کرنا اہل ایمان کی شان نہیں ہے کیونکہ اس طرح کی تمنا صبر کے خلاف ہے اور صبر کا حکم دیا گیا ہے نیز یہ کہ انسان مستقبل میں آنے والے حالات سے ناآشنا ہے، ہوسکتا ہے جس تکلیف سے پریشان ہو کر آدمی موت کی تمنا کررہا ہے اس کے بعد ایسا عرصۂ حیات آنے والا ہو جس میں وہ راحت وآرام سے لطف اندوز ہو اور پھر طولِ حیات کی آرزو کرے، مزید یہ کہ موت وحیات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور موت کی تمنا کرنا مشیتِ الٰہی میں دخل دینا ہے جس کا انسان کو اختیار نہیں ہے۔ (صحیح البخاری : ۵۴/۳ ۔ دلیل الفالحین : ۱۲۳/۱)

ہر دور میں ایمان والوں پر آزمائش ہوتی ہے

۴۱. وَعَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : شَكَوْنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَه، فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَقُلْنَا : اَلا تَسْتَنْصِرُ لَنَا أَلا تَدْعُوْلَنَا ؟ فَقَالَ : قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ، فَيُحْفَرُ لَه، فِي الْأَرْضِ، فَيُجْعَلُ فِيْهَا، ثُمَّ يُؤْتٰى بِالْمِنْشَارِ فَيُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِه فَيُجْعَلُ نِصْفَيْنِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِه وَعَظْمِه مَا يَصُدُّه، ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِه، وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَآءَ إِلٰى حَضْرَمَوْتَ لاَيَخَافُ إِلاَّ اللّٰهَ وَالذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِه، وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ . (رواه البخاری)

وَفِيْ رِوَايَةٍ : وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَّقَدْ لَقِيْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شِدَّةً .

(۴۱) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکوہ کیا، آپ ﷺ اس وقت کعبہ کے سائے میں چادر سر کے نیچے رکھے آرام فرمارہے تھے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب کرتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے پہلے بعض لوگوں کو پکڑ لیا جاتا گڑھا کھودا جاتا اس میں اسے کھڑا کر کے اس کے سر پر آرہ چلایا جاتا اور سر کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور لوہے کی کنگھیوں سے ہڈیوں تک گوشت اتار دیا جاتا اس کے باوجود وہ اپنے دین سے باز نہ آتا۔ اللہ کی قسم! یہ امر ضرور مکمل ہو کر رہے گا، یہاں تک کہ ایک شخص مقام صنعاء سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا یا زیادہ سے زیادہ اسے بھیڑیئے کا ڈر ہوگا کہ اس کی بکریوں کو نقصان نہ پہنچائے، لیکن تم جلدی کر رہے ہو۔ (بخاری)

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ چادر سر کے نیچے رکھے ہوئے تھے اور ہم مشرکین کی سختیاں برداشت کر رہے تھے۔

تخریج حدیث(۴۱): صحیح البخاری، کتاب علامات النبوۃ باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔

راوی الحدیث: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں، اسلام لانے والوں میں ان کا چھٹا نمبر تھا، مشرکین مکہ نے ان کی تعذیب اور ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، ننگی پیٹھ انگاروں پر لٹا کر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے، یہاں تک کہ انگارے جسم سے نکلنے والے خون اور رطوبت سے ٹھنڈے ہو جاتے۔ تمام غزوات میں شرکت کی۔ ان سے ۳۲ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۳ متفق علیہ ہیں، ۳۷ھ میں ۷۲ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ (تهذيب التهذيب : ۲/ ۸٤)

کلمات حدیث: شكونَا : ہم نے شکوہ کیا۔ شكا يشكو، شكاية : (باب نصر) شکایت کرنا۔ تشكّى : بیمار ہوا۔ شكوى : بیماری، شکایت۔ متوسِّد : ٹیک لگائے ہو۔ وِسادة : تکیہ۔ يُمشَط : کنگھی کی جاتی ہے۔ مِشط : کنگھی جمع امشاط۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے سائے میں آرام فرمارہے تھے، خباب بن ارت آئے اور عرض کیا کہ یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ ہمیں ان کافروں پر غلبہ اور نصرت عطا فرمائے تاکہ ہمیں اس عذاب و ابتلاء سے نجات حاصل ہو جو ہمیں کفار مکہ سے برداشت کرنا پڑ رہا ہے، مکہ مکرمہ میں اسلامی تاریخ کے ابتدائی ایام سخت کٹھن تھے، گنتی کے چند افراد جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے تھے، کفار قریش کے ظلم و ستم کا شکار تھے۔ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ تو غلام تھے ان کی مالکہ لوہا آگ میں تپا کر ان کے سر پر رکھ دیتی تھی، کافر انہیں آگ پر لٹا دیتے اور آگ ان کے جسم سے ٹھنڈی ہو جاتی، بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی دوپہر میں گرم ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر پتھر رکھ دیا جاتا اور وہ احد احد پکارتے۔ سمیہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم مظالم اور تعذیب کا ہر وقت نشانہ بنے رہتے۔

یہ تھے وہ حالات جن میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے دعائے نصرت کی درخواست کر رہے ہیں، مگر اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہی اہل ایمان کو ستایا گیا ہے اور سب سے زیادہ خود انبیاء کرام علیہم السلام کو تکالیف پہنچائی گئیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے تو سر پر آرہ چلا کر سر چیر دیا جاتا تھا اور لوہے کی کنگھیوں سے ہڈیوں تک گوشت اتار دیا جاتا تھا، مگر اس کے باوجود اہل ایمان دین سے نہ پھرتے تھے، جلدی نہ کرو جلد ہی وہ وقت بھی آئے گا کہ صنعاء سے حضر موت تک اللہ تعالیٰ کا ماننے والا اس طرح سفر کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔ یہ بشارت عظیم پوری ہوئی اور خیر قرون کے لوگوں نے یہ دور اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ

جزیرۂ نمائے عرب کی سرزمین کافروں کے وجود سے خالی ہوگئی اور اسلام غالب اور سربلند ہوگیا۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ۱۲۶)

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ناانصافی کی نسبت عظیم گناہ ہے

۴۲. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ اٰثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا فِي الْقِسْمَةِ فَأَعْطَى الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَأَعْطَى نَاسًا مِنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ، وَاٰثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ فَقَالَ رَجُلٌ : وَاللّٰهِ إِنَّ هٰذِهٖ قِسْمَةٌ مَا عُدِلَ فِيْهَا وَمَا أُرِيْدَ فِيْهَا وَجْهُ اللّٰهِ فَقُلْتُ : وَاللّٰهِ لَأُخْبِرَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهٗ فَأَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَانَ كَالصِّرْفِ ثُمَّ قَالَ : فَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ قَالَ: يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ أُوْذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ فَقُلْتُ : لَا جَرَمَ لَا أَرْفَعُ إِلَيْهِ بَعْدَهَا حَدِيْثًا . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَقَوْلُهٗ كَالصِّرْفِ هُوَ بِكَسْرِ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ : وَهُوَ صِبْغٌ أَحْمَرُ .

(۴۲) ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ حنین میں غنیمت کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ نے بطورِ تالیفِ قلب کچھ لوگوں کو ترجیح دی، چنانچہ آپ ﷺ نے اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو سو سو اونٹ دیے۔ اسی طرح اشرافِ عرب کو ترجیح دی اور انہیں عطا فرمایا۔ ایک شخص بولا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں انصاف نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ کی رضا مدِنظر نہیں رکھی گئی۔ میں نے سوچا کہ میں ضرور یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچاؤں گا چنانچہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو اس بات کی اطلاع دی یہ سن کر چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو کر سرخ ہوگیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون انصاف کر سکے گا اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی انصاف نہ کریں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے بھی زیادہ ستایا گیا مگر انہوں نے صبر کیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ میں اب کبھی اس طرح کی بات آپ ﷺ تک نہیں پہنچاؤں گا۔'' (متفق علیہ)

حدیث میں وارد ''صِرف'' کا لفظ ''ص'' کے زیر کے ساتھ ہے جس کے معنی سرخ رنگ کے ہیں۔

تخریج حدیث(۴۲): صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب من اخبر صاحبه بما يقال فيه. صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب اعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام .

کلمات حدیث: لأخبرن : میں ضرور خبر دوں گا۔ خبّره واخبره : آگاہ کرنا، خبردار کرنا۔ يَعدِل، عدل، عدلا : (باب ضرب) انصاف کرنا۔ عادل : انصاف کرنے والا۔ اعتدال : برابری، توسط۔ لَا جرم : ضرور۔

شرح حدیث: حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے، غزوۂ حنین ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد پیش آیا۔ جب مالِ غنیمت کی تقسیم کا مرحلہ آیا تو آپ ﷺ نے بعض سردارانِ عرب کو بطورِ تالیفِ قلب زیادہ عطا فرمایا۔ تالیفِ قلب سے مراد دلجوئی ہے، رسول اللہ ﷺ بعض ایسے لوگوں کو جنہوں نے ابھی ابھی اسلام قبول کیا ہو مال عطا فرمایا کرتے تھے

تا کہ وہ اسلام پر ثابت قدم ہو جائیں، جیسا کہ حضرت سعد سے مروی صحیح اور مرفوع حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں بعض اوقات کسی کو اس اندیشہ کے تحت دیتا ہوں کہ کہیں مال کی محرومی اس کے جہنم میں جانے کا سبب نہ بن جائے۔

غرض آپ ﷺ نے بعض سردارانِ عرب کو سو سو اونٹ عطا فرمائے تو ایک شخص جو منافق تھا اور اس کا نام ذوالخویصرہ تھا معترض ہوا اور کہنے لگا کہ یہ تقسیم منصفانہ نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سنی اور ارادہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچا دیں تا کہ آپ ﷺ کو مسلمانوں کے درمیان موجود منافقین اور ان کے خیالات سے آگہی حاصل ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ اس بات کو سن کر کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا اگر اللہ اور اس کا رسول انصاف نہیں کرتے تو اور کون ہے جو انصاف کر سکے گا؟ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ موسیٰ (علیہ السلام) پر رحم کرے انہیں اس سے بھی زیادہ ایذاء پہنچائی گئی مگر انہوں نے صبر کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے جو ایذاء پہنچائی اس کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦ يَٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِى وَقَد تَّعْلَمُونَ أَنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ ﴾

''اے میری قوم! تم مجھے کیوں ستاتے ہو، جب کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔''

(الصف:۵)

یعنی روشن دلائل اور کھلے معجزات دیکھ کر دل میں یقین رکھتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں پھر بھی نازیبا حرکات اور بیہودہ باتوں سے مجھے ستاتے ہو؟ یہ معاملہ تو کسی معمولی ناصح اور خیر خواہ کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہیے چہ جائیکہ اللہ کے رسول ﷺ سے ایسا برتاؤ کیا جائے کہ کبھی بچھڑا بنا کر پوجنے لگے اور عمالقہ سے جہاد کا حکم ہوا تو کہنے لگے موسیٰ تم اور تمہارا خدا جا کر ان سے لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ نیز ایک اور مقام پر خود اہل اسلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ ءَاذَوْا۟ مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ ٱللَّهُ مِمَّا قَالُوا۟ ۚ وَكَانَ عِندَ ٱللَّهِ وَجِيهًا ﴿٦٩﴾ ﴾

''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا، پھر جو وہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو ان سے بری دکھلا دیا وہ اللہ کے یہاں بڑے آبرو والے تھے۔'' (الاحزاب:۶۹)

یعنی تم کوئی ایسی بات یا کام نہ کرنا جس سے تمہارے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے طرح طرح کی اذیت دہ باتیں کہیں مگر وہ اللہ کے یہاں بڑی وجاہت اور مقبولیت والے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں کو رد کر کے موسیٰ علیہ السلام کا بے داغ اور بے خطا ہونا ثابت کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ وہ اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو جنگل میں لے جا کر قتل کر آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک خارق عادت طریقے سے اس کی تردید فرما دی، حضرت موسیٰ علیہ السلام شدت حیا کی بنا پر غسل کے وقت لباس نہ اتارتے تھے ان کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ ان کے جسم میں کوئی عیب ہے اسے چھپاتے ہیں؟ ایک موقعہ پر جب آپ تنہا نہا رہے تھے آپ نے اپنے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے، وہ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگا آپ اس کے پیچھے بھاگنے لگے یہاں تک کہ آپ کی قوم کے لوگوں نے آپ کو دیکھ لیا کہ آپ بے عیب ہیں۔ قارون

نے کسی عورت کو مال دے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگانے پر آمادہ کر لیا۔ قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور عورت نے برملا کہا کہ اس نے جھوٹ بولا تھا۔

مذکورہ بیان سے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی وضاحت ہوگئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے انہیں اس سے بھی زیادہ ستایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی آرزدگی دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ آئندہ وہ منافقین کی کوئی بات سن کر اسے رسول اللہ ﷺ کو نہیں پہنچائیں گے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۱۲۶۔ تفسیر عثمانی :الصف، الاحزاب)

دنیوی تکالیف موجب اجر ہے

۴۳۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَاللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتّٰى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۴۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو دنیا ہی میں اسے سزا دیدیتے ہیں جس کسی کے لیے برائی مقدر ہوتی ہے تو اس کو گناہوں میں ڈھیل دی جاتی ہے تا آنکہ وہ قیامت میں پکڑا جاتا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اجر وثواب کی زیادتی ابتلاء کی زیادتی کے ساتھ ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو محبوب جانتا ہے انکو آزمائشوں میں ڈالتا ہے جو اللہ کی رضا پر راضی رہا اس سے اللہ راضی ہوا اور جو ناراض ہوا اللہ اس سے ناراض ہوا۔ (ترمذی) اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (۴۳): الجامع الترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء.

کلمات حدیث: عجّل : جلدی کی۔ عجل، عجلاً، وعجلةً (باب سمع) جلدی کرنا۔ عقوبة : سزا۔ معاقبة : بدلہ لینا۔ مسک، امساکا : روکنا۔

شرح حدیث: مؤمن پر جب کبھی کوئی تکلیف ومصیبت آئے اسے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اس سے کیا کیا خطا میں سرزد ہوئی ہیں ان پر استغفار کرنا چاہیے اور اگر کسی کی حق تلفی ہوئی ہو تو اس سے معافی مانگنی چاہیے اور اس تکلیف پر صبر کرنا چاہیے اور جزع وفزع کے بجائے تقدیر پر راضی ہونا چاہیے۔ یہی طریقہ اس کے لیے خیر وفلاح کا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کیونکہ دنیا کی زندگی فانی اور محدود اور آخرت کی زندگی ابدی اور غیر محدود ہے باقی پر فانی کو غیر محدود پر محدود کو ترجیح دینا عقلمندی نہیں ہے۔ تقاضائے حکمت یہی ہے کہ جو تکلیف اس دنیا میں پیش آئے اسے تقدیر جان کر راضی ہو جائے اور صبر کرے تا کہ اللہ اس کے گناہوں کو

معاف فرمائیں۔خطاؤں کودرگزرفرمادیں اوراس کے درجات بلندفرمائیں۔ (معارف الحدیث)

بچہ کی موت پر صبر کا واقعہ

۴۴۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ ابْنٌ لِاَبِيْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَشْتَكِيْ، فَخَرَجَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقُبِضَ الصَّبِيُّ فَلَمَّا رَجَعَ اَبُوْطَلْحَةَ قَالَ : مَا فَعَلَ ابْنِيْ ؟ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ وَهِيَ اُمُّ الصَّبِيِّ : هُوَ اَسْكَنُ مَا كَانَ فَقَرَّبَتْ اِلَيْهِ الْعَشَآءَ فَتَعَشّٰى ثُمَّ اَصَابَ مِنْهَا فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ: وَارُوا الصَّبِيَّ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَبُوْطَلْحَةَ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ. فَقَالَ اَعَرَّسْتُمُ اللَّيْلَةَ ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَ لِيْ اَبُوْ طَلْحَةَ احْمِلْهُ حَتّٰى تَاتِيَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَعَثَ مَعَهٗ بِتَمَرَاتٍ فَقَالَ: اَمَعَهٗ شَيْءٌ قَالَ : نَعَمْ تَمَرَاتٌ فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَضَغَهَا ثُمَّ اَخَذَهَا مِنْ فِيْهِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيِ الصَّبِيِّ ثُمَّ حَنَّكَهٗ وَسَمَّاهُ عَبْدَاللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ : قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَرَاَيْتُ تِسْعَةَ اَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَؤُوا الْقُرْاٰنَ. يَعْنِيْ مِنْ اَوْلَادِ عَبْدِاللّٰهِ الْمَوْلُوْدِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : مَاتَ ابْنٌ لِاَبِيْ طَلْحَةَ مِنْ اُمِّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ لِاَهْلِهَا : لَاتُحَدِّثُوْا اَبَاطَلْحَةَ بِابْنِهٖ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا اُحَدِّثُهٗ، فَجَآءَ فَقَرَّبَتْ اِلَيْهِ عَشَاءً فَاَكَلَ وَشَرِبَ، ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَهٗ اَحْسَنَ مَاكَانَتْ تَصَنَّعُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَوَقَعَ بِهَا فَلَمَّا اَنْ رَاَتْ اَنَّهٗ قَدْ شَبِعَ وَاَصَابَ مِنْهَا قَالَتْ: يَا اَبَا طَلْحَةَ اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ قَوْمًا اَعَارُوْا عَارِيَتَهُمْ اَهْلَ بَيْتٍ فَطَلَبُوْا عَارِيَتَهُمْ اَلَهُمْ اَنْ يَّمْنَعُوْهُمْ قَالَ: لَا فَقَالَتْ: فَاحْتَسِبِ ابْنَكَ قَالَ فَغَضِبَ ثُمَّ قَالَ : تَرَكْتِنِيْ حَتّٰى اِذَا تَلَطَّخْتُ ثُمَّ اَخْبَرْتِنِيْ بِابْنِيْ فَانْطَلَقَ حَتّٰى اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِمَا كَانَ فَقَالَ : رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ لَيْلَتِكُمَا قَالَ : فَحَمَلَتْ قَالَ : وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ وَهِيَ مَعَهٗ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَى الْمَدِيْنَةَ مِنْ سَفَرٍ لَا يَطْرُقُهَا طُرُوْقًا فَدَنَوْا مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ فَاحْتُبِسَ عَلَيْهَا اَبُوْطَلْحَةَ وَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اَبُوْطَلْحَةَ : اِنَّكَ لَتَعْلَمُ يَارَبِّ اَنَّهٗ يُعْجِبُنِيْ اَنْ اَخْرُجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ وَاَدْخُلَ مَعَهٗ اِذَادَخَلَ وَقَدِ احْتُبِسْتُ بِمَا تَرٰى، تَقُوْلُ اُمُّ سُلَيْمٍ : يَا اَبَا طَلْحَةَ مَااَجِدُ الَّذِيْ كُنْتُ اَجِدُ انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا وَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ حِيْنَ قَدِمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا. فَقَالَتْ لِيْ اُمِّيْ : يَااَنَسُ لَا يُرْضِعُهٗ اَحَدٌ حَتّٰى تَغْدُوَ بِهٖ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَصْبَحَ احْتَمَلْتُهٗ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ.

(۴۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ کے ایک صاحبزادے بیمار تھے ابوطلحہ کسی ضرورت سے باہر نکلے تو ان کا انتقال ہوگیا۔ جب ابوطلحہ واپس آئے تو انھوں نے دریافت کیا کہ میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم جو اس بچے کی ماں تھیں نے کہا پہلے سے بہتر ہے، پھر ان کیلئے رات کا کھانا لائیں انھوں نے کھانا کھایا اور بیوی سے قربت کی جب فارغ ہوئے تو بولیں کہ بچہ کو دفن کرنے کا انتظام کرو۔

صبح ہوئی تو ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے بیوی سے قربت کی۔ انھوں نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ان دونوں کو برکت دے۔ چنانچہ ان کے بچہ پیدا ہوا حضرت انس کا بیان ہے کہ ابوطلحہ نے ان سے کہا:

اسے اٹھاؤ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر چلو اور کچھ کھجوریں بھی ساتھ کر دیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا بچہ کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے۔ انھوں نے کہا کہ جی ہاں کھجوریں ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے کھجور لے کر اسے اپنے دہن مبارک میں چبا کر بچہ کے منہ میں رکھی اور اس کی تحنیک فرمائی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ ابن عیینہ نے بیان کیا کہ ایک انصاری کا بیان ہے کہ اس عبداللہ کے نو لڑکوں کو میں نے دیکھا کہ سب قرآن پڑھے ہوئے تھے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابوطلحہ کا ام سلیم سے جو لڑکا فوت ہوگیا تھا ام سلیم نے اہل خانہ سے کہا کہ ابوطلحہ کو ان کے بیٹے کے بارے میں کوئی نہ بتائے میں خود ہی ان کو اطلاع کروں گی۔ ابوطلحہ آئے تو انھوں نے ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا جو انھوں نے کھایا پیا۔ پھر اہلیہ نے معمول کے مطابق زیب و زینت کی اور ابوطلحہ نے ان سے قربت کی۔ جب دیکھا کہ کھانا بھی کھا چکے اور اس سے قربت بھی کر چکے تو بولیں کہ اے ابوطلحہ یہ تو بتاؤ کہ اگر کچھ لوگ کسی کے گھر والوں کو کوئی شئے بطور عاریت دیدیں پھر اپنی دی ہوئی چیز واپس مانگیں تو کیا ان گھر والوں کو یہ حق ہے کہ وہ یہ چیز واپس نہ کریں۔ ابوطلحہ بولے نہیں۔ کہنے لگیں کہ پھر اپنے بیٹے کے بارے میں اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھو۔ یہ سن کر ابوطلحہ ناراض ہوئے۔ مجھے بتایا نہیں اور میں قربت کر بیٹھا اور اب بتا رہی ہو۔ ابوطلحہ گھر سے نکلے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو واقعہ سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تم دونوں کی رات میں برکت دے۔ بہر حال ام سلیم حاملہ ہوگئیں۔ رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں تشریف لے گئے۔ تو (ابوطلحہ) اور وہ بھی ساتھ تھے اور رسول اللہ ﷺ سفر سے جب مدینہ منورہ واپس تشریف لاتے تو رات کو نہ آتے۔ جب سب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ام سلیم کو دردزہ شروع ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ تو روانہ ہو گئے مگر ابوطلحہ ان کے پاس رک گئے۔ ابوطلحہ کہنے لگے اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر پر روانہ ہوں میں آپ ﷺ کے ساتھ جاؤں اور جب آپ ﷺ واپس آئیں تو میں آپ کے ساتھ واپس آؤں۔ اے اللہ تو دیکھ رہا ہے کہ میں اس پریشانی میں رک گیا ہوں۔ ام سلیم کہنے لگیں ابوطلحہ اب مجھے وہ تکلیف نہیں رہی جیسی میں پہلے محسوس کر رہی تھی۔ اسلئے چلو۔ غرض ہم چل پڑے۔ پھر ام سلیم کو اس وقت دردزہ ہوا جب ہم مدینہ پہنچ گئے اور ان کے بچے کی ولادت ہوئی۔ میری ماں بولیں

اے انس بچے کوکوئی دودھ نہ پلائے صبح کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جانا۔ صبح ہوئی میں نے بچہ کو اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا۔ اسکے بعد حضرت انسؓ نے باقی حدیث بیان کی۔

تخریج حدیث (۴۴): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من لم یظهر حزنه عند المصیبة. صحیح مسلم، کتاب الادب باب استحباب تحنیك المولود عند ولادته .

کلمات حدیث: عَشاء : رات کا کھانا۔ عِشاء :صلوٰۃ العشاء۔ إعشاء : رات کا کھانا کھلانا۔ تعشی: رات کا کھانا کھانا۔ عرَس، عرساً (باب نصر): خوشی میں رہنا، جماع کرنا۔ عِرس : دلہن۔ عَروس : دلہا، دلہن۔ مضَغ، مضغاً : چبانا۔ حَنّك : چبا کر نرم بنانا۔ تحنیك: کھجور وغیرہ چبا کر نوزائیدہ بچے کے تالو پر مل دینا۔

شرح حدیث: حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ انتہائی صابرہ اور شاکرہ خاتون تھیں انہوں نے اپنی سیرت و کردار سے ثابت قدمی استقلال صبر و تحمل اور شوہر سے وفاداری کی اعلیٰ ترین مثال قائم کی۔ ان کا ایک بچہ جس کا نام عمیر تھا پہلے ہی فوت ہو چکا تھا اور یہ وہی عمیر ہیں جن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے مزاح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کا کیا ہوا؟'' دوسرے بچہ کا بھی انتقال ہو گیا شوہر گھر واپس آئے تو ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا تیار ہو کر آئیں اور بہر نوع شوہر کی دلداری کی۔ پھر بولیں اے ابوطلحہ! ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر ہم کسی گھر سے عاریتاً کوئی چیز لے لیں جو کچھ وقت ہمارے پاس رہے پھر چیز کے مالک اپنی چیز واپس مانگیں تو کیا ہم واپس نہ دیں۔ ابوطلحہ بولے واپس دینی چاہیے کہنے لگیں تمہارا بیٹا اللہ کا دیا ہوا تھا اللہ نے واپس لے لیا۔ ابوطلحہ ناراض ہوئے اور بولے اللہ کی بندی پہلے بتایا ہوتا پھر اٹھے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے دونوں کو برکت کی دعا دی۔

ابوطلحہ ہر سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوا کرتے تھے ان کی اہلیہ ام سلیم بھی جایا کرتی تھیں اس واقعہ کے بعد پھر جانا ہوا۔ ام سلیم حاملہ تھیں۔ سفر سے واپسی میں درد زہ شروع ہو گیا رسول اللہ ﷺ آگے تشریف لے چلے یہ دونوں میاں بیوی ٹھہر گئے۔ ابوطلحہ کو سرکار ﷺ کی مفارقت کا افسوس ہوا کہنے لگے اے اللہ تو جانتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوتے ہیں تو میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا ہوں اور جب آپ واپس مدینہ منورہ پہنچتے ہیں تب بھی میں ساتھ ہی ہوتا ہوں اور میں اس پریشانی کی وجہ سے رک گیا اور آپ ﷺ کا ساتھ چھوٹ گیا۔ مستجاب الدعوات تھے فوراً دعا قبول ہوگئی۔ ام سلیم کہنے لگیں اب تو مجھے تکلیف نہیں ہے۔ الغرض دونوں مدینہ منورہ پہنچ گئے پھر ولادت ہوئی۔ (فتح الباری : ۷۷۸/۱ ۔ دلیل الفالحین : ۱۲۹/۱)

غصہ کے وقت نفس پر قابو رکھیں

۴۵. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَ ةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ، اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَه' عِنْدَ الْغَضَبِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

وَ "الصُّرَعَةُ" بِضَمِّ الصَّادِ وَفَتْحِ الرَّ آءِ وَاَصْلُه، عِنْدَ الْعَرَبِ مَنْ يَصْرَعُ النَّاسَ كَثِيْرًا .

(۴۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طاقتور وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ (متفق علیہ)

صُرعَہ کا لفظ صاد کے پیش اور راء کے زبر سے ہے۔ اس کی اصل اہل عرب میں یہ ہے کہ جو شخص کئی لوگوں کو پچھاڑ دے۔

تخریج حدیث(۴۵): صحیح البخاری، کتاب الادب باب الحذر من الغضب . صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل من یمسك نفسه عند الغضب .

کلمات حدیث: الشدید : بہادر، قوی، مضبوط۔ شدّ، شداً (باب نصر) : شَدَّ الشئ : باندھنا۔ شَدَّ علی العدو : حملہ آور ہونا۔ صُرَعَہ: لوگوں کو زیادہ پچھاڑنے والا۔ صرع، صرعاً (باب فتح) پچھاڑ دینا، زمین پر گرا دینا۔ صارعہ، مُصارعة (باب مفاعلة) کشتی لڑنا۔

شرح حدیث: آدمی کا سب سے بڑا اور مشکل سے زیر ہونے والا دشمن اس کا نفس ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے أعدیٰ عدوك نفسك التی بین جنبیك (تیرا سخت ترین دشمن خود تیرا نفس ہے) غصہ کے وقت نفس کو قابو میں رکھنا کہ اس سے کوئی برائی سرزد نہ ہو اصل قوت اور طاقت ہے۔ بری عادات میں سب سے بری عادت غصہ کرنا اور طیش کھانا ہے کہ اس حالت میں آدمی کو نہ حدود الٰہی کا خیال رہتا ہے اور نہ اپنے نفع اور نقصان کا۔ حد یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں انسان ناشائستہ اور غیر مہذب الفاظ منہ سے نکالنے لگتا ہے۔ واضح رہے کہ دین میں جس غصہ کی ممانعت اور مذمت کی گئی ہے اس سے مراد وہ غصہ ہے جو نفسانیت کی وجہ سے ہو اور جس سے مغلوب ہو کر انسان اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود سے نکل جائے لیکن جو غصہ حق کے لیے اور اللہ کی رضا کے لیے ہو اور اس میں حدود سے تجاوز نہ ہو وہ مذموم نہیں بلکہ محمود ہے اور ایمان کی علامت ہے۔ (معارف الحدیث : ۲/۱۴۶۔ فتح الباری : ۳/۲۱۴)

غصہ کے وقت اعوذ باللہ پڑھنے کا حکم

۴۶۔ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ وَاَحَدُهُمَا قَدِاحْمَرَّ وَجْهُه، وَانْتَفَخَتْ اَوْدَاجُه، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَ عْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَايَجِدُ، لَوْقَالَ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ذَهَبَ مِنْهُ مَايَجِدُ : فَقَالُوْالَه، : اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۶) حضرت سلیمان بن صردؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ دو آدمی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور رگیں پھول گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ایسا کلمہ معلوم ہے کہ جو اسے کہے اس کا غصہ جاتا رہے۔ اگر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لے تو اس کی یہ حالت دور ہو جائے۔ صحابۂ کرام نے اس شخص سے کہا کہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لو۔

تخریج حدیث(۴۶): صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس و جنوده . صحیح مسلم، کتاب البر، باب من یملك نفسه عند الغضب و بأی شیئ یذهب الغضب

راوی حدیث: حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور اسلام قبول کرنے کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں رہے۔ آپ سے پندرہ روایات منقول ہیں۔ حضرت حسین کی شہادت کے بعد شہید کیے گئے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۱۳۵)

کلمات حدیث: انتفخت او داجه : رگیں پھول گئیں۔ نفخ نفحاً (باب نصر): منہ سے پھونک مارنا۔ انتفخ : پھولنا۔ نفاخة: پانی کا بلبلہ۔ اوداج ودج کی جمع ہے۔ گردن کی رگ جو غصہ کے وقت پھول جاتی ہے۔ تعوّذ : عاذ، عوذاً (باب نصر): پناہ مانگنا۔ العوذُ : پناہ۔ العِیاذُ : پناہ کی جگہ۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے امت کو جن اخلاق وفضائل کی بہت تاکید اور اہتمام کے ساتھ تعلیم دی ہے ان میں سے ایک حلم اور بردباری ہے اور غصہ سے احتراز کرنا ہے۔ متعدد احادیث نبوی ﷺ میں غصہ پر قابو پانے اور غصہ کے وقت نفس کو قابو میں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ بری عادتوں میں غصہ نہایت ہی خطرناک اور بہت ہی بدانجام عادت ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کو جس نے آپ ﷺ سے نصیحت کی درخواست کی تھی فرمایا تھا غصہ مت کرو اور آپ ﷺ نے متعدد مرتبہ فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔

نبی کریم ﷺ نے غصہ سے منع کرنے کے ساتھ متعدد مواقع پر غصہ کو دور کرنے کے طریقے بھی بتائے۔ مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جب کسی کو غصہ آئے تو وہ خاموش ہو جائے۔'' یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ نیز ارشاد فرمایا کہ'' غصہ شیطان کا اثر ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے تو جب تم میں کسی کو غصہ آئے تو وضو کر لے۔'' اس حدیثِ مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لینے کو غصہ کے علاج کے طور پر ارشاد فرمایا۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۳۵۔ معارف الحدیث : ۲/۱٤۸)

قدرت ہوتے ہوئے غصہ پینے کی فضیلت

۴۷. وَعَنْ مُعَاذِبْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ كَظَمَ غَیْظًا، وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُنْفِذَه، دَعَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَه، وَتَعَالٰی عَلٰی رُؤُوْسِ الْخَلاَئِقِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُخَیِّرَه، مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ مَاشَاءَ رَوَاهُ اَبُوْدَائُوْدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(۴۷) حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص غصہ پی جائے اس حال میں کہ وہ اس کو کر گزرنے پر قادر ہو اللہ تعالیٰ روز قیامت تمام مخلوقات کے سامنے اسے پکار کر بلائیں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ حور عین میں سے جس کو چاہے پسند کرے۔ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۴۷): سنن ابی داود، کتاب الادب، باب من کظم غیظاً. الجامع للترمذی، ابواب صفة القیامة، باب فضل الرفق بالضعیف و الوالدین و المملوک

راوی حدیث: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبیلہ جہینہ سے تعلق تھا۔ مصر میں جا کر آباد ہو گئے تھے ان کے صاحبزادے سہل نے ان سے متعدد احادیث روایت کی ہیں جن میں سے بعض احادیث امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں بھی روایت کی ہیں۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے تیس احادیث روایت کی ہیں۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۳۶)

کلمات حدیث: کظم، کظماً (باب ضرب): غصہ پی لینا۔ رؤوس جمع رأس سر۔ رأس رئاسة (باب ضرب) سردار ہونا، سرداری کرنا۔ رئیس : سردار قوم جمع رؤساء۔

شرح حدیث: جس شخص کو یہ قوت وقدرت حاصل ہو کہ وہ اپنے غصہ کا برملا اظہار کر سکے اور جس سے ناراض ہے اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار کر سکے اور اسے سخت سست کہہ سکے یا ضرب وشتم کر سکے، لیکن وہ قدرت ہونے کے باوجود محض رضائے الٰہی کے لیے غصہ کو پی جائے اور درگزر سے کام لے اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی جزا اس شکل میں عطا فرمائیں گے کہ ساری مخلوق کے سامنے سے اسے بلا کر فرمایا جائے گا کہ اپنے دل کی چاہت کی اس قربانی کے بدلے آج حوران جنت میں سے جو حور چاہو اپنے لیے منتخب کر لو۔

(معارف الحدیث : ۲/۱۴۹)

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ نے قرآن کریم میں غصہ پی جانے والوں کی تعریف فرمائی ہے کیونکہ غصہ کو دبانا دراصل نفس امارہ کو قابو کرنا اور اسے برائی سے روکنا بہت بڑا جہاد ہے۔ (تحفة الاحوذی : ۷/۲۳۹)

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَٱلْكَـٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ﴾

''غصے کو پینے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے۔''

(آل عمران ۱۳۴)

غصہ نہ کرنے کی وصیت

۴۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَ ةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجلاً قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ : لاتَغْضَبْ، فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ : لاتَغْضَبْ " رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۴۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے خدمت اقدسؐ میں عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔ اس شخص نے یہ سوال کئی مرتبہ دھرایا۔ آپ ﷺ نے ہر مرتبہ فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔ (صحیح بخاری)

تخریج حدیث(۴۸): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب .

کلماتِ حدیث: أوصني : مجھے وصیت کیجئے۔ وَصّی، تَوصِیةً : (باب تفعیل) وَصّی فلانًا : کسی کام کا عہد لیا، وصیت کی۔ أوصَی، إیصاءً (باب افعال) وصیت کرنا، نصیحت کرنا۔ الوصیة : جس کی وصیت کی جائے جمع وصایا۔ فَردَّد مِراراً : بار بار دہرایا۔ ردّ، ردًّا : (باب نصر) واپس کرنا، لوٹانا۔ ردّد القول : بات کو دھرایا۔

شرحِ حدیث: حدیث مبارک میں مذکور ایک شخص سے مراد جاریہ بن قدامہ ہیں۔ احمد ابن حبان اور طبرانی نے یہ حدیث نام کے ساتھ بھی ذکر کی ہے اور بغیر نام لیے بھی (یعنی جاریۃ بن قدامہ کا نام نہیں لیا جیسا کہ زیر نظر روایت میں ہے) لیکن یہ حدیث دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی مختصر سی بات بتا دیجئے جس سے مجھے فائدہ ہو آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کرو اور تمہارے لیے جنت ہے اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو جنت میں پہنچانے والا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔

فردد مراراً: سائل نے اپنا سوال کئی مرتبہ دہرایا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ اسے مزید کوئی مفید بات معلوم ہو جائے لیکن محسن انسانیت ﷺ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ ”غصہ نہ کرو“ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ بعض اوقات ایک ہی بات تین مرتبہ فرماتے تا کہ مخاطبین بخوبی سمجھ لیں اور ذہن نشین ہو جائے۔

غصہ سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ بیشتر حالات میں غصہ تکبر کی بنا پر پیدا ہوتا ہے اور تکبر بذاتِ خود ایک بہت بڑی برائی ہے جس سے منع کیا گیا ہے اور تواضع وانکساری کا حکم دیا ہے نیز غصہ سے بہت برے نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔

ابن التین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ غصہ نہ کرو دنیا اور آخرت کی بے شمار مصالح اور فوائد پر مشتمل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس اور شیطان ہے اور غصہ یا تو نفس کی خواہش سے ہوتا ہے یا شیطان کی انگیخت سے اور جو شخص ان دونوں پر قدرت وغلبہ حاصل کر لے گویا اسے تمام برائیوں سے تحفظ حاصل ہو گیا۔ (فتح الباری : ۳/ ۲۱٤)

مصائب کفارۂ سیئات ہیں

۴۹۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَایَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِیْ نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰهَ تَعَالٰی وَمَاعَلَیْهِ خَطِیْئَةٌ " رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(۴۹) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن مرد مؤمن عورت کی جان مال اور اولاد پر مصیبتیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ اللہ سے ملاقات کرتا ہے تو اس حالت میں کرتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(ترمذی، اور ترمذی نے اسے حسن کہا ہے)

تخریجِ حدیث(۴۹): الجامع الترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء .

کلماتِ حدیث: البلاء : بلی، بلواً، وبلاءً (باب نصر) آزمانا، امتحان لینا۔ البلوی و البلیة : مصیبت۔

شرحِ حدیث: حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا دارالامتحان ہے، یہاں نوع بہ نوع مصائب اور رنگ برنگ آلام ہیں۔ یہاں ایک مؤمن کا کام یہ ہے کہ وہ مصیبت پر صبر کرے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھی ہوئی تقدیر سمجھ کر خندہ پیشانی سے برداشت کرے کہ مؤمن پر جو بھی تکلیف یا پریشانی آتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا تو اس کا کوئی گناہ باقی نہ رہے گا بلکہ سارے گناہ معاف ہوچکے ہوں گے۔

(تحفة الاحوذی : ۷/۱۲۴ ۔ دلیل الفالحین : ۱/۱۳۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ پر قابو کرنا

۵۰ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ : قَدِمَ عُیَیْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَنَزَلَ عَلٰی ابْنِ اَخِیْہِ الْحُرِّبْنِ قَیْسٍ، وَکَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِیْنَ یُدْنِیْھِمْ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَکَانَ الْقُرَّآءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَمُشَاوَرَتِہٖ کُھُوْلاً کَانُوْا اَوْشُبَّانًا فَقَالَ عُیَیْنَةُ لِابْنِ اَخِیْہِ : یَاابْنَ اَخِیْ لَکَ وَجْہٌ عِنْدَ ھٰذَاالْاَمِیْرِ فَاسْتَاذِنْ لِیْ عَلَیْہِ، فَاسْتَاذَنَ فَاَذِنَ لَہٗ عُمَرُ، فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ : ھِیَ یَاابْنَ الْخَطَّابِ، فَوَاللّٰہِ مَاتُعْطِیْنَاالْجَزْلَ. وَلَا تَحْکُمُ فِیْنَا بِالْعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حَتّٰی ھَمَّ اَنْ یُّوْقِعَ بِہٖ : فَقَالَ لَہُ الْحُرُّ : یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ لِنَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ، (العراف :۱۹۸) وَاِنَّ ھٰذَا مِنَ الْجَاھِلِیْنَ، وَاللّٰہِ مَاجَاوَزَھَا عُمَرُ حِیْنَ تَلَاھَا، وَکَانَ وَقَّافًا عِنْدَ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ .

(۵۰) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن آئے اور اپنے برادرزادحر بن قیس کے پاس ٹھہرے۔ یہ حر بن قیس ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں حضرت عمرؓ اپنے قریب رکھتے تھے اور قراء جو حضرت عمرؓ کی مجلس میں بیٹھتے اور مشاورت میں شریک ہوتے تھے ان میں عمر رسیدہ بھی تھے اور جوان بھی عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ اے بھتیجے کہ تمہارا امیر المؤمنین کے یہاں مقام ہے تم میرے لئے ان سے اجازت طلب کرو۔ حضرت عمرؓ نے اجازت دیدی۔ جب وہ مجلس میں آئے تو بولے اے ابن الخطاب۔ قسم بخدا نہ تم نے ہمیں بہت دیا اور نہ ہی ہمارے درمیان انصاف کیا۔ یہ سن کر حضرت عمر شدید ناراض ہوئے اور قریب تھا کہ انہیں ماریں۔ یہ حالت دیکھتے ہی حر بن قیس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب کرکے فرمایا ہے۔ ﴿ خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ ۱۹۹ ﴾ (معافی اختیار کرو نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو) اور یہ شخص جاہلوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم اس آیت کی تلاوت کے بعد حضرت عمرؓ نے حرکت تک نہ کی وہ اللہ کی کتاب پر بہت زیادہ عمل کرنیوالے تھے۔ (صحیح بخاری)

تخریج حدیث (۵۰): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورة الاعراف، باب اقتداء النبی ﷺ .

کلمات حدیث: یُدنِیهِمْ : دَنَا دُنُواً (باب نصر) قریب ہونا۔ ادنی إدناءً : قریب کرنا۔ شَاوَرَ مُشَاوَرَةً (باب مفاعلہ) مشورہ کرنا۔ تَشَاوَرَ القومُ : باہم مشورہ کرنا۔ الشوریٰ : مجلس مشاورت۔ کھولاً : کَھَلَ کھولاً (باب فتح) ادھیڑ عمر کا ہونا۔ کہل : تیس سے پچاس تک کی عمر والا، جمع کُھُول ۔ الجزل، جزل، جَزَالَةٌ : (باب کرم) بڑا ہونا، موٹا ہونا۔ جَزْل : بہت فیاض، بہت دینے والا۔ أجزَل العطاء : بہت انعام دیا۔

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں امورِ خلافت صحابۂ کرام کے مشورہ سے انجام دیتے تھے۔ صحابۂ کرام میں سے ایسے بڑی عمر والے جو تجربہ کار اور معاملات کو سمجھنے والے تھے اور وہ نوجوان صحابہ بھی تھے جو عالم اور فقیہ تھے۔ اسی طرح قراء آپ کی مجلس مشاورت کے ارکان تھے۔ یہ وہ اصحاب رسول ﷺ تھے جنہیں قرآن وحدیث کے معانی و مفاہیم پر دسترس تھی اور علومِ شریعت سے بخوبی آگاہ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مجلس مشاورت میں ایک صاحب حر بن قیس تھے۔ یہ خود قراء میں سے تھے یعنی قرآن کا فہم رکھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے تھے۔ ان کے پاس عیینۃ بن حصن آئے جو فتح مکہ کے وقت اسلام لائے تھے اور مؤلفۃ قلوبہم میں سے تھے۔ یہ مرتد ہو گئے اور قید کر کے حضرت ابو بکر کے پاس لائے گئے تھے اور پھر اسلام قبول کر لیا تھا جس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا۔ غرض یہ صاحب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور اس طرح مخاطب ہوئے کہ نہ تو آپ نے ہمیں کثرت سے مال دیا اور نہ ہی ہمارے درمیان انصاف کیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شدید غصہ آیا اور آپ نے ارادہ کیا کہ ان کو تادیب اور سرزنش کریں لیکن جب حر بن قیس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ آیت یاد دلائی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی حرکت تک نہیں کی کیونکہ آپ حکم قرآن پر بہت عمل کرنے والے تھے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱۳۸)

حکمرانوں کے ظلم پر صبر کرنا

۵۱ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " اِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَعْدِيْ اَثَرَةٌ وَاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِيْ عَلَيْكُمْ وَتَسْاَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَكُمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَ "الْاَثَرَةُ": الْاِنْفِرَادُ بِالشَّيْءِ عَمَّنْ لَهٗ فِيْهِ حَقٌّ .

(۵۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد ایک دوسرے پر ترجیح کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور ایسے امور سامنے آئینگے جنہیں تم ناپسند کرو گے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے کیا حکم ہے فرمایا تم پر جو حقوق ہوں تم انہیں ادا کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے سوال کرتے رہو۔ (متفق علیہ)

حدیث میں اثرہ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ایسی کسی شئے کو اپنے لئے خاص کر لینا جس میں دوسرے کا بھی حق ہو۔

تخریج حدیث(۵۱): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوۃ فی الاسلام ۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلفاء الاول فالاول.

کلماتِ حدیث: أثرۃ : دوسرے کے بالمقابل اپنے آپ کو ترجیح دینا، خود کو دوسرے پر ترجیح دینا۔

شرحِ حدیث: متعدد احادیث میں اطاعتِ امیر کا حکم دیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ جب تک کھلا کفر ظاہر نہ ہو حکمرانوں کی اطاعت کرو اور ان کے جو حقوق تمہارے اوپر لازم ہیں ان کو ادا کرو اور اپنے حقوق کے بارے میں سوال کرو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آسانیاں پیدا فرمائے اور حکمرانوں کے دلوں میں تمہاری خیر خواہی اور بھلائی ڈال دے۔ اس حدیثِ مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد جب ایسے حکمران آئیں جو تمہارے جائز حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کے مرتکب ہوں اور صاحبِ حق پر غیر مستحق کو ترجیح دینے لگیں تب بھی تم ان کے حقوق ادا کرتے رہنا اور اللہ سے دعا کرنا کہ حکمرانوں کو عدل وانصاف کی توفیق عطا فرمائے۔

(فتح الباری : ۳/۶۹٤۔ دلیل الفالحین : ۱/۱٤۰)

●●●●●●●●●●●●

۵۲۔ وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰی اُسَیْدِ بْنِ حُضَیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلاً مِّنَ الْاَ نْصَارِ قَالَ : یَارَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اَلاَتَسْتَعْمِلُنِیْ کَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا فَقَالَ : اِنَّکُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَۃً فَاصْبِرُوْا حتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

وَ "اُسَیْدٌ" بِضَمِّ الْھَمْزَۃِ . "وَحُضَیْرٌ" بِحَاءٍ مُھْمَلَۃٍ مَضْمُوْمَۃٍ وَضَادٍ مُعْجَمَۃٍ مَفْتُوْحَۃٍ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ .

(۵۲) حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کسی جگہ کا عامل مقرر فرما دیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فلاں کو کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد تم ترجیحی سلوک دیکھو گے، پس تم صبر کرو یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔ (متفق علیہ)

اُسَید : الف کے پیش کے ساتھ ہے۔ حضیر حاء کے پیش اور ضاد کے زبر کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث(۵۲): صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ سترون بعدی اموراً تنکرونھا. صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب الامر بالصبر عند الولاۃ واستشارتھم۔

راویٔ حدیث: حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبیلہ اوس کے خاندان اشہل سے تعلق تھا حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر عقبۂ اولیٰ کے بعد اسلام قبول کیا۔ عقبۂ ثانیہ میں بھی شرکت کی۔ غزوۂ احد میں شرکت فرمائی۔ قرآن کریم کی تلاوت بہت خوبصورت آواز کے ساتھ کرتے تھے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ" اسید بن حضیر بہت اچھا آدمی ہے۔" آپ سے ۱۱۸ احادیث مروی ہیں جن میں متفق علیہ بقول ابن حزم کے یہی ایک حدیث ہے ۲۰ ھ میں انتقال فرمایا۔

کلماتِ حدیث: ألا تستعملنی : کیا آپ مجھے عامل نہ مقرر کردیں۔ عمل سے عامل کام کرنے والا۔ عامل سرکاری فرائض کی انجام

ہی پر مامور شخص۔

ربط حدیث: رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء اور محسن انسانیت بنا کر مبعوث فرمائے گئے آپ ﷺ نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں انتہائی حکیمانہ ہدایات فرمائیں جو ہر اعتبار سے انسان کی صلاح وفلاح کی ضامن ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے عقائد ایمانیات، عبادات واخلاق، معاشرت ومعاملات کی طرح نظام حکومت اور حکمرانوں اور محکوموں کے حقوق وفرائض کے بارے میں واضح ہدایات فرمائیں اور خود اپنے طرزِ عمل سے اس شعبۂ زندگی کے بارے میں بھی امت کی مکمل رہنمائی فرمائی ہے۔

آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات میں حاکم اور محکوم کے حقوق وواجبات کو جدا جدا بالتفصیل بیان فرمایا اور ہر باب میں واضح راہنمائی عطا فرمائی۔ حکمرانوں کو لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف کی اور ان کے ساتھ مکمل خیر خواہی کی نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ ''اگر اللہ تعالیٰ کسی کو لوگوں کا حاکم اور نگراں بنا دے مگر وہ ان کی خیر خواہی کا فریضہ پوری طرح ادا نہ کرے تو ایسا حاکم جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا'' اور ارشاد فرمایا کہ ''اللہ کے نزدیک سب سے افضل وہ حکمراں ہوں گے جو نرم خو رحم دل عادل ومنصف ہوں گے اور بدترین وہ حکمراں ہوں گے جو سخت دل ظالم اور غیر منصف ہوں گے۔'' اسی طرح محکوموں کو ''سمع وطاعت'' (حکم سننا اور اس پر عمل کرنا) کی مکرر تاکید فرمائی گئی اور فرمایا گیا کہ جب تم اپنے حکمرانوں کی طرف سے ایسی باتیں دیکھو جو تمہیں پسند نہ ہوں یا تم یہ سمجھو کہ حقوق کی ادائیگی میں عدل وانصاف کے بجائے ترجیحی سلوک روا رکھا جاتا ہے تو صبر کرو اور حلم اور بردباری کا مظاہرہ کرو یہاں تک کہ تم حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرو۔''[۲]

(دلیل الفالحین : ۱/۱۴۹)

جنت کی تمنا کی ممانعت

۵۳. وَعَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَیَّامِهِ الَّتِیْ لَقِیَ فِیْهَا الْعَدُوَّ نَتَظَرَ حَتّٰی اِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِیْهِمْ فَقَالَ یَآ اَیُّهَاالنَّاسُ لَاتَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ، فَاِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْهِمْ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ .

(۵۳) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ دشمن کے بالمقابل کھڑے ہوئے تھے، آپؐ نے قدرے انتظار فرمایا یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا تو آپؐ نے فرمایا اے لوگو! دشمن کیساتھ مقابلہ کی تمنا نہ کرو اللہ سے عافیت طلب کرو۔ اور جب تمہارا ان سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو۔ جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے اللہ اے کتاب کے نازل کرنے والے اے بادلوں کو چلانے والے اور اے لشکروں کو شکست دینے والے ان کو شکست دے اور ہمیں ان پر غالب فرما۔ (متفق علیہ) وباللہ التوفیق

تخریج حدیث(۵۳): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب الجنة تحت بارقة السيوف . صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب كراهة تمنى لقاء العدو والامر بالصبر عند اللقاء .

عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے ابواوفی کا نام علقمۃ بن خالد تھا اور عبداللہ اور ابواوفی دونوں صحابی ہیں۔ سات غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ ان کی مرویات کی تعداد ۹۵ ہے جن میں سے دس متفق علیہ ہیں۔ بنوامیہ کے آخری دور میں انتقال ہوا۔

کلمات حدیث: ظلال : ظل کی جمع: سایہ۔ هَازِم :شکست دینے والا۔ هَزَم، هزماً (باب ضرب) دشمن کوشکست دینا۔ إنهزم إنهزاماً (باب انفعال) شکست کھانا۔ هزيمة :شکست، جمع هزائم . الأحزاب جمع حِزب : جماعت۔ تحزّب القوم : اکٹھا ہونا، جمع ہونا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو جوامع کلم عطا کیے گئے تھے یعنی آپ ایسی گفتگو فرماتے جس کے کلمات خوبصورت ترکیب کلمات بدیع اور جملے مختصر مگر گوناگوں معانی پر مشتمل ہوتے تھے۔ یہ حدیث اس کی عمدہ مثال ہے، چنانچہ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثِ مبارک نفیس اور بدیع کلام پر مشتمل اور بلاغت کلام کی اعلیٰ مثال ہے، کیونکہ یہ مختصر جملوں اور حسین کلمات کا ایسا دلکش مجموعہ ہے جس میں ہر لفظ موتی کی طرح چمکدار اور خوبصورت ہے اور حسن استعارہ کے ساتھ معانی کثیرہ پر مشتمل ہے۔ یہ یقیناً ایسا کلام ہے جس کی مثال سے فصحاء عرب کا کلام خالی ہے۔ اس حدیث کے مختصر سے کلمات میں جہاد کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب بیان کر کے اہل ایمان کو جہاد کے لیے آمادہ کیا گیا ہے، انہیں بتایا گیا ہے کہ وہ قتال وحرب کی تمنا سے گریز کریں لیکن جب دشمن سامنے آجائے تو ثابت قدمی اور صبر کے ساتھ جم کر مقابلہ کریں اور یہ جان کر جہاد میں حصہ لیں کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ مجاہدین کے لیے یہی سایہ سایۂ جنت ہے۔

جہاد میں سرفروشی اور میدانِ جنگ میں صبر وثبات کے ساتھ ساتھ مجاہد کو چاہیے کہ وہ اللہ پر بھروسہ رکھے اسی پر اعتماد کرے اور فتح و کامرانی کے لیے اسی کے سامنے دست بدعا ہو اور یقین کامل رکھے کہ فتح ونصرت اللہ ہی کے دستِ قدرت میں ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَٱثْبُتُواْ وَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾

''اے ایمان والو! جب تمہیں کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو شاید کہ تم کامیاب ہو۔'' (الانفال:۴۵)

معلوم ہوا کہ مادی ساز وسامان نہیں بلکہ صبر وثبات اور کثرت سے اللہ کی یاد ہی فتح وکامیابی کی کلید ہیں۔

(فتح الباري : ٢/١٥٥ ـ دليل الفالحين : ١/١٤٢)

البَابُ (٤)

باب الصدق
صدق کا بیان

۱۳ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّـٰدِقِينَ ﴿١١٩﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔'' (توبہ: ۱۱۹)

تفسیری نکات: صدق اصل ایمان بھی ہے اور کمالِ ایمان بھی، جب ایک بندۂ مؤمن ایمان لے آیا اور اس نے گواہی دے دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اب اس گواہی اور اس اقرار پر ثابت قدمی اور اسے زندگی کے ہر ہر مرحلے میں قلب کی گہرائیوں سے اور اپنے قول وعمل سے سچ کر دکھانے والا صدیق ہے وہ ایسا شخص ہے جو دل کی گہرائیوں میں بھی اور برملا بھی ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی صدیق ہے اس کے احوال اس کے اعمال کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کے اعمال اس کے احوال کی تصدیق کرتے ہیں، وہ پیکرِ ایمان متقی جو کمالِ ایمان اور جمالِ تقویٰ کا جامع ہو وہ صدیق ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق کا لقب تو دربارِ نبوت سے عطا ہوا مگر اس آیہ مبارک کی تفسیر میں علامہ ضحاک فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہیں۔ علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے قول کے مطابق یا تو تمام مہاجرین صحابہ مراد ہیں یا وہ تین صحابہ مراد ہیں جو غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کر سکے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے۔ (زاد المسیر : ۳٤۹/۳۔ تفسیر مظهری : ٥/٤٤۲۔ دلیل الفالحین : ۱/۱٤٥)

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صادقین کہا گیا ہے علماء اور صلحاء نہیں کہا گیا کہ ان کے ساتھ ہو جاؤ کیونکہ صادقین کا لفظ فرما کر عالم وصالح کی پہچان بتا دی کہ عالم وصالح وہ ہی شخص ہو سکتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو نیت وارادہ کا بھی سچا ہو قول کا بھی سچا ہو اور عمل کا بھی سچا ہو۔ (معارف القرآن : ٤/٤۸٥)

۱٤ . وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَٱلصَّـٰدِقِينَ وَٱلصَّـٰدِقَـٰتِ ﴾

نیز ارشاد فرمایا:

''اور سچے مرد اور سچی عورتیں۔'' (الاحزاب: ۳۵)

دوسری آیت میں مرد اور عورت دونوں کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ سچے مرد اور سچی عورتیں۔ اس سچے ہونے میں صادق القول ہونا بھی داخل ہے اور صادق العمل ہونا بھی اور ایمان اور نیت میں بھی سچا ہونا داخل ہے یعنی مسلمان مرد اور مسلمان عورت ایسے ہوتے ہیں کہ نہ ان کے کلام میں جھوٹ ہوتا ہے نہ عمل میں کم ہمتی اور سستی اور نہ ہی ریا کاری وغیرہ۔ (معارف القرآن : ۸/۳۹)

سچ اور جھوٹ کا بدلہ

۵۴. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِیْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِیْ اِلَى الْجَنَّةِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا. وَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِیْ اِلَى الْفُجُوْرِ، وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِیْ اِلَى النَّارِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۵۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صدق نیکی کی جانب راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو اللہ کے یہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ برائی کی جانب راہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۵۴): صحيح البخاری، کتاب الادب، باب قول الله تعالىٰ ﴿ يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله ﴾. صحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم النميمة و باب قبح الكذب و حسن الصدق و فضله .

کلمات حدیث: البر : نیکی۔ بَرّ بِرًّا (باب سمع وضرب) بَرَّ فی قوله : سچ بولنا۔ تبرُّر : نیک ہونا۔ البارّ : نیکوکار نیکی کرنے والا، جمع ابرار۔ البر : اللہ تعالیٰ کا نام۔ فجور : برائی۔ فَجَر و فُجورًا (باب نصر): جھوٹ بولنا، گناہ کرنا۔ فاجر : جھوٹا، جمع فُجار۔ اليمين الفاجرة : جھوٹی قسم۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ نے جن اخلاق حسنہ پر بہت زور دیا ہے اور جن کو ایمان اور اسلام کے لیے لازم اور ان کا جزء قرار دیا ہے ان میں صدق (سچائی) اور امانت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ حدیثِ مبارک صدق کی اہمیت وفضیلت اور اس کی افادیت کو بخوبی واضح کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ صدق (زندگی کے ہر مرحلے میں اور معاملے میں قول میں اور عمل میں اور نیت میں سچا ہونا) مؤمن کا اعلیٰ ترین وصف ہے کیونکہ مؤمن صادق درجہ بدرجہ بھلائیوں اور نیکیوں کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور مرحلہ بمرحلہ اس کی خوبیوں اور اس کے محاسن میں اضافہ ہوتا رہتا ہے بالآخر وہ مقام صدیقیت تک پہنچ جاتا ہے اور اسے جنت کا مستحق قرار دے کر اللہ کے یہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ بولنا ایک خبیث خصلت ہے اور اس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ آدمی میں فسق وفجور کا میلان پیدا کرتا ہے اور انسان کو برائی کی جانب دھکیلتا رہتا ہے اور اس کی پوری زندگی کو بدکاری اور برائی کی زندگی بنا کر اسے دوزخ تک پہنچا دیتا ہے۔

(معارف الحديث : ۱٦٧/۲)

مشکوک باتوں کا ترک کرنا

۵۵. وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "دَعْ مَایُرِیْبُکَ اِلیٰ مَا لَایُرِیْبُکَ، فَاِنَّ الصِّدْقَ طَمَانِیْنَۃٌ، وَالْکَذِبَ رِیْبَۃٌ"
رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ .

قَوْلُہٗ : "یَرِیْبُکَ" : ھُوَ بِفَتْحِ الْیَآءِ وَضَمِّھَا : وَمَعْنَاہُ اتْرُکْ مَاتَشُکُّ فِیْ حِلِّہٖ وَاعْدِلْ اِلیٰ مَالَاتَشُکُّ فِیْهِ.

(۵۵) حضرت حسن بن علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا وہ امور ترک کردو جوشک میں ڈالیں اور ایسے امور اختیار کرو جوشک وشبہ سے بالا ہوں۔ کیونکہ صدق طمانیت ہے اور جھوٹ شک ہے۔
(ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

یـریبك : یہ لفظ یاء کے زبر اور پیش کے ساتھ ہے مفہوم یہ ہے کہ وہ امر جس کے جواز میں شبہ ہوا سے ترک کردو اور اسے اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔

تخریج حدیث(۵۵): الجامع الترمذی .

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے تیسرے سال پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۸ سال تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرائے گا۔ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن خلیفہ ہو گئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے فوجی پیش قدمی شروع کردی۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کر لی اور خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ آپ سے ۱۳ احادیث مروی ہیں ۵۰ھ میں شہید ہوئے۔ (دلیل الفالحین : ١/١٤٦)

کلمات حدیث: الریبة : شک۔ راب، ریباً (باب ضرب) شک میں ڈالنا۔ إرتـاب : شک کیا۔ طمـانیة : اطمینان، سکون، راحت۔ أطمأنَّ، اطمئناناً : آرام لینا، قرار پکڑنا۔ المطمئن من الارض : نرم پست زمین۔

شرح حدیث: ایسا صاحب ایمان شخص جس کے قلب میں نور ایمان داخل ہو گیا ہو اور وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں ایمان کی بشاشت محسوس کرنے لگا ہو اور زندگی کے ہر مرحلے میں برابر ایمان کے تقاضوں پر عمل پیرا رہتا ہو تو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی قدرت سے اس میں ایسا وصف پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ خود بخود صدق پر مطمئن ہو جاتا اور کذب سے نفرت کرنے لگتا ہے ہر اچھی اور بھلائی کی بات پر اس کا قلب خود بخود مطمئن ہو جاتا ہے اگر چہ اسے اس بات کے خوب ہونے کا علم بھی نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی کا دل نور ایمان سے منور اور اعمال صالحہ کے دوام اور ان کی کثرت سے اس کی روح مصفا اور مسلسل اجتناب نواہی سے اس کا وجود مجلی ہو جاتا ہے تو بارگاہِ حق سے اس کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو اسے امورِ خیر کی جانب راغب کرتے رہتے اور امورِ شر سے اس کی طبیعت میں بے رغبتی کو ابھارتے رہتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ جہاں بری بات دیکھتا ہے ٹھٹھک جاتا ہے اور اچھائی کی جانب طبعًا

مائل ہوتا ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۱٤۷)

غرض مفہوم حدیث یہ ہے کہ مکلّف ہر کام یقین واعتماد کے ساتھ کرے کسی قول یا عمل کے بارے میں شک یا تردد ہو تو اسے ترک کردو کیونکہ صدق میں اطمینان وسکون اور راحت ہے اور کذب میں اضطراب نفس اور قلب کی بے چینی ہے۔ (تحفة الاحوذی : ۷/۲٦٤)

کفر کی حالت میں بھی سچائی اختیار کرنا

۵٦. عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ فِیْ قِصَّةِ هِرَقْلَ، قَالَ هِرَقْلُ: فَمَاذَا یَامُرُکُمْ. یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْسُفْیَانَ قُلْتُ: یَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَاتُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَاتْرُکُوْا مَایَقُوْلُ اٰبَاؤُکُم وَیَامُرُنَا بِالصَّلٰوةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصِّلَةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۵٦) حضرت ابوسفیانؓ ہرقل کے قصہ کی طویل حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہرقل نے سوال کیا کہ وہ پیغمبر تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں۔ کہ میں نے جواب دیا کہ وہ ہمیں کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور تمہارے آباء جو کہتے تھے اسے چھوڑ دو اور آپ ہمیں نماز صدق عفاف اور صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵٦): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب بدء الوحی . صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب کتب النبی ﷺ الی هرقل یدعو الی الاسلام .

راوی حدیث: حضرت ابوسفیان صخر ابن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے اور غزوۂ حنین میں شرکت کی بعد ازاں محاصرہ طائف اور جنگِ یرموک میں شرکت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں انتقال ہوا۔

(دلیل الفالحین : ۱/۱٤۸)

کلمات حدیث: العفاف : عَفّ . عفافاً، وعِفّةً (باب ضرب) پاک دامن ہونا غیر مستحسن کام سے باز رہنا۔ عفیف: پاکدامن جمع أعفاء . الصلة : وصَل ، وصلاً وصلة (باب ضرب) ملانا، جوڑنا۔ وصله بألف دینار ایک ہزار دینار دے کر اس کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ وصله: رشتہ داروں اور ذی رحم قرابت داروں سے حسن سلوک کیا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ٦ھ میں غیر مسلم حکمرانوں کو دعوتی خطوط ارسال فرمائے۔ ایک خط قیصرِ روم ہرقل کو بھی روانہ کیا گیا۔ اس خط کے ملنے کے بعد اس نے شام سے ابوسفیان کو بلوایا تو ان سے نبی کریم کے حالات دریافت کیے یہ ایک طویل حدیث ہے جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور صحیح بخاری میں کتاب الایمان میں مذکور ہے۔ ہرقل نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا آپ ﷺ فرماتے ہیں شرک نہ کرو اور صرف ایک اللہ کی بندگی کرو۔ زمانۂ جاہلیت کے سارے غلط اور فاسد کام چھوڑ دو، پاکدامنی اختیار کرو، سچ بولو اور صلہ رحمی کرو اور نماز پڑھو۔

(فتح الباری : ۱/ ۲۳٤ ـ دلیل الفالحین : ۱/ ۱٤۸)

شہادت کی سچی تمنا

۵۷. عَنْ اَبِیْ ثَابِتٍ وَقِیْلَ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَقِیْلَ اَبِی الْوَلِیْدِ سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ وَهُوَ بَدْرِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ تَعَالٰی الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ . بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۷) حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صدق کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کرے اللہ سبحانہ اسے شہداء کے مقامات تک پہنچادینگے اگر چہ اسکی وفات اپنے بستر پر ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۷): صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب استحباب الشهادة فی سبیل الله تعالیٰ .

راوی حدیث: حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں جنگِ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپ سے چالیس احادیث مروی ہیں۔ کوفہ میں **۳۸** ھ میں انتقال فرمایا۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ۱٤۹)

شرح حدیث: حسن نیت اصلاخلاصِ قلب ایک عظیم نعمت ہے جو مؤمن کو عطا ہوتی ہے کہ اللہ کا ایک بندہ خلوصِ دل سے شہادت کی دعا کرے تو اللہ سبحانہٗ اس کی حسن نیت کو اور اس کے اخلاص کو قبول فرماتے ہوئے اسے شہداء کے اعلیٰ مراتب عطا فرمادیں گے۔ اگر چہ اس کی وفات میدانِ جہاد کے بجائے بستر مرگ پر ہوئی ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''اگر کسی نے کسی نیک کام کی نیت کی لیکن اس کو انجام نہ دے سکا تب بھی اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں اس کارِ خیر کا ثواب لکھ دیں گے۔'' جیسا کہ پہلے حدیث مبارک گزر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''مدینہ میں کچھ لوگ ہیں تم جو راستہ قطع کرتے ہو اور جس وادی سے گزرتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔'' غرض اس حدیث مبارک میں طلبِ شہادت کا مستحب ہونا اور عملِ صالح کی نیت کا مستحب ہونا بیان کیا گیا ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ۱۵۰)

مالِ غنیمت کا حلال ہونا امتِ محمدیہ ﷺ کا خاصہ ہے

۵۸. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِیٌّ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِمْ فَقَالَ لِقَوْمِهٖ : لَایَتْبَعْنِیْ رَجُلٌ مَلَکَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ یُرِیْدُ اَنْ یَبْنِیَ بِهَا وَلَمَّا یَبْنِ بِهَا وَلَا اَحَدٌ بَنٰی بُیُوْتًا لَمْ یَرْفَعْ سُقُوْفَهَا وَلَا اَحَدٌ اشْتَرٰی غَنَمًا اَوْخَلِفَاتٍ وَهُوَیَنْتَظِرُ اَوْلَادَهَا. فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْیَةِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ اَوْقَرِیْبًا مِنْ ذٰلِکَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ : اِنَّکِ مَاْمُوْرَةٌ وَاَنَا مَاْمُوْرٌ، اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَیْنَا، فَحُبِسَتْ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ، فَجَمَعَ الْغَنَآئِمَ فَجَآءَتْ یَعْنِی النَّارَ لِتَاْکُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ : اِنَّ فِیْکُمْ غُلُوْلًا فَلْیُبَایِعْنِیْ مِنْ کُلِّ قَبِیْلَةٍ رَجُلٌ، فَلَزِقَتْ یَدُ رَجُلٍ بِیَدِهٖ فَقَالَ : فِیْکُمْ

الْغُلُوْلُ فَلْتُبَايِعْنِیْ قَبِیْلَتُکَ، فَلَزِقَتْ يَدُرَجُلَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ : فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَجَآؤُوا بِرَاْسٍ مِثْلِ رَاسِ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ فَوَضَعَهَا فَجَآءَ تِ النَّارُ فَاَكَلَتْهَا فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ قَبْلَنَا ثُمَّ اَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَآئِمَ لَمَّا رَاٰى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَاَحَلَّهَا لَنَا' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلْخَلِفَاتُ" بِفَتْحِ الْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ : جَمْعُ خَلِفَةٍ وَهِيَ النَّاقَةُ الْحَامِلُ .

(۵۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ انبیاء کرام میں سے کسی نبی نے جہاد کیلئے نکلتے ہوئے اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ ایسا شخص نہ آئے جس نے ابھی نکاح کیا ہے بیوی کو گھر لانا چاہتا ہے مگر ابھی نہیں لایا۔ ایسا شخص بھی نہ آئے جس نے گھر بنایا ہو مگر گھر کی چھت نہ پڑی ہو اور ایسا شخص بھی نہ آئے جس نے گابھن بکریاں اور اونٹنیاں خریدی ہوں اور اب ان کے بچوں کا منتظر ہو۔ غرض یہ نبی جہاد کیلئے روانہ ہوئے عصر کے قریب اس بستی کے پاس پہنچے جن سے جہاد کرنا تھا تو انھوں نے سورج کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تو بھی اللہ کے حکم کا پابند ہے اور میں بھی اسی کے حکم کا پابند ہوں اے اللہ سورج کو روک لیجئے۔ سورج ٹھہر گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح سے نوازا۔ تمام غنیمتیں جمع کیں آگ آئی تاکہ انہیں جلادے لیکن نہیں جلایا۔ اس پر اس پیغمبر نے کہا کہ ضرور تم میں کوئی خائن موجود ہے۔ اس لئے ہر قبیلے سے ایک آدمی میرے ہاتھ پر بیعت کرے۔ ایک شخص کا ہاتھ پیغمبر کے ہاتھ سے چپک گیا تو انھوں نے فرمایا کہ خیانت تمہارے قبیلے میں ہوئی ہے اب قبیلے کے سارے آدمی مجھ سے بیعت کریں اس قبیلے کے دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ چپک گئے۔ انھوں نے فرمایا کہ تم خائن ہو۔ چنانچہ یہ لوگ گائے کے سر کے برابر سونے کا ایک سر لائے اسے مال غنیمت میں شامل کردیا گیا آگ آئی اور سب سامان جلادیا آپ نے فرمایا ہم سے پہلے مال غنیمت کسی کے لئے حلال نہ تھا اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور ضعف پر نظر فرماتے ہوئے ہمارے لئے غنیمت کو حلال فرمادیا ہے۔ (متفق علیہ)

حدیث میں وارد لفظ خلفات خا کے زبر اور لام زیر کے ساتھ ہے جس کے معنی ہیں گابھن اونٹنیاں۔

تخریج حدیث(۵۸): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب قول النبی صلی اللّٰه علیه و سلم احلت لکم الغنائم. صحیح مسلم، کتاب الجها د، باب تحلیل الغنائم لهذه الامة خاصة .

کلمات حدیث: وهو یرید أن یبنی بها : اس کا ارادہ تھا کہ بیوی کو گھر میں لائے۔ بنی، بنیًا (باب ضرب) بنی البیت : گھر بنایا۔ بنی علی اهله و بنی بها : بیوی کے ساتھ پہلی رات گزاری۔ البنیان والبناء : عمارت جمع أبنیة۔ غلول : غل، غلولا (باب نصر) خیانت کرنا۔ فلزقت : لزق، لزوقاً (باب سمع) چمٹنا، چپکنا۔ لازقه ملازقة (باب مفاعلہ) چپکانا۔

شرح حدیث: اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء میں سے کوئی نبی جہاد کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ حاکم نے کعب الاحبار سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ نبی یوشع بن نون تھے اور جس بستی کی جانب جہاد کے لیے جارہے تھے اس کا نام اریحا تھا۔ ایک صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورج کو کبھی کسی کے لیے نہیں ٹھہرایا گیا سوائے یوشع بن نون کے کہ ان کے لیے اس موقعہ پر سورج کو ٹھہرایا گیا جب وہ بہ نیت جہاد بیت المقدس کی جانب سفر کررہے تھے۔

(فتح الباری : ۲/۲۲۹)

حضرت یوشع بن نون سفر جہاد کے لیے روانہ ہونے لگے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تین آدمی میرے ساتھ نہ جائیں، جس نے ابھی شادی کی ہے بیوی کو گھر لانا چاہتا ہے لیکن ابھی نہیں لا سکا۔ جو مکان تعمیر کرا رہا ہے اور مکان نامکمل ہے اور اس حالت میں ہے کہ ابھی چھت بھی نہیں پڑی اور وہ شخص جس نے گابھن جانور خریدے ہیں اس نیت سے کہ ان کے بچے ہو جائیں اور ریوڑ بڑھ جائے۔ مقصود یہ ہے کہ انسان جب جہاد کے لیے نکلے تو اس کی نیت خالص رضائے الٰہی کا حصول ہو اور کسی اور جانب اس کا دل اٹکا نہ ہوا ہو بلکہ یکسو ہو کر اور دلجمعی کے ساتھ جہاد میں شرکت کرے اور خلوصِ نیت کے ساتھ بتمنائے شہادت ساتھ چلے۔

جب اس بستی کے قریب پہنچے جس کے باشندوں سے جہاد کا حکم ہوا تھا اور جس کا نام اریحا تھا تو عصر کا وقت قریب آ چکا تھا۔ حضرت یوشع بن نون نے دعا کی کہ سورج ٹھہر جائے، چنانچہ دعا قبول ہوئی اور سورج ٹھہر گیا اور فتح ہو گئی اور غنیمتیں جمع کی گئیں کہ انہیں آگ آ کر جلا دے چنانچہ آگ آئی مگر جلایا نہیں۔ جس پر یوشع نے کہا کہ کہیں کوئی خیانت ہوئی ہے غرض خیانت کے طور پر لی گئی چیز واپس لا کر رکھ دی گئی تو آگ نے سارا سامان جلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لوگوں کے ضعف اور کمزوری کے پیش نظر غنیمت کو حلال فرما دیا۔ گزشتہ امتوں کو مال غنیمت حلال نہیں تھا اس امت کے لیے حلال کر دیا گیا۔ (فتح الباری : ۲۲۹/۱۔ دلیل الفالحین : ۱۵۰/۱)

سچائی سے تجارت میں برکت ہوتی ہے

۵۹۔ عن ابی خالد حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "البیعان بالخیار مالم یتفرقا" فان صدقا وبینا بورک لھما فی بیعھما، وان کتما وکذبا محقت برکۃ بیعھما متفق علیہ۔

(۵۹) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بائع اور مشتری جب تک جدا نہ ہوں اختیار باقی رہتا ہے اگر وہ دونوں سچ بولیں اور کھول کر بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت ہوگی اور اگر اصل بات چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع کی برکت ختم ہو جائے گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۹): صحیح البخاری : کتاب البیوع، باب بین البیعان ولم یکتما ونصحا . صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین .

راوی حدیث: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے برادر زاد تھے۔ یہ ان صحابۂ کرام میں سے ایک تھے جنہوں نے ساٹھ سال زمانۂ جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں گزارے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے۔ اشراف قریش میں تھے ایک لاکھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دار الندوۃ فروخت کر کے تمام مال صدقہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ قریش کے وقار کی جگہ کو فروخت کر دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اسلام کے بعد عزت و وقار صرف تقویٰ کو

حاصل ہے۔آپ سے چالیس احادیث مروی ہیں جن میں سے چار متفق علیہ ہیں۔ ۵۴ ھ میں انتقال ہوا۔

(دلیل الفالحین : ۱/۱۵۲)

کلمات حدیث: البیعان : بائع اور مشتری، خریدار اور فروخت کنندہ۔ باع، بیعا (باب ضرب) فروخت کرنا۔ الخیار : اختیار۔ خار، خیرۃ (باب ضرب) اختیار کرنا، پسند کرنا، منتخب کرنا۔ یتفرقا : فرق، فرقاً : (باب نصر) جدا کرنا۔ فرّق تفریقاً (باب تفعیل) جدا کرنا۔ تفرق، تفرقاً (باب تفعل) جدا ہونا۔ محقت : محق، محقاً (باب فتح) محق الشئی باطل کرنا، مٹانا۔ امحق المال : ہلاک ہونا۔ ممحقۃ : باعث بے برکتی۔

شرح حدیث: ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ زندگی کے ہر مرحلے میں صدق کو اختیار کرے اور ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی خیر خواہی کرے اور دوسرے کے لیے بھی وہی پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ کاروبار اور تجارت میں بھی سچ بولنا اور ایک آپس میں خیر خواہی اختیار کرنا ضروری بھی ہے اور مفید بھی ہے اور باعث خیر و برکت بھی۔ اگر دو آدمی خرید و فروخت کر رہے ہیں تو دونوں ایک دوسرے کے ساتھ سچ بولیں اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں اور اس معاملہ میں کوئی بات چھپانے کے بجائے ہر بات کھول کر بیان کر دیں تو اس سے دونوں کو دنیوی اور اخروی ہر طرح کے فوائد حاصل ہوں گے اور برکت حاصل ہوگی۔ جبکہ جھوٹ اور کتمان برکت کو مٹا دیں گے اور زائل کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت واثلۃ بن الاسقع سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کسی شخص نے کوئی عیب دار شئے بغیر خریدار کو بتلائے فروخت کی تو وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہتا ہے یا یہ فرمایا کہ فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

جس طرح ایک تاجر اگر اپنے کاروبار میں سچا اور مخلص ہو تو اس کے کاروبار میں برکت ہوتی ہے اسی طرح اگر بندہ اپنے رب کے ساتھ معاملے میں سچا اور مخلص ہو اور اس کی بندگی میں کوئی ریا اور کسی طرح کا کھوٹ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادت میں اور اس کے اعمال صالحہ میں برکت ڈال دیتا ہے اور انہیں قبول فرما کر ان کے اجر و ثواب کو بڑھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ سات سو گنا ہو جاتا ہے اور اس سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ۞ إِنَّ ٱللَّهَ ٱشْتَرَىٰ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَٰلَهُم بِأَنَّ لَهُمُ ٱلْجَنَّةَ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔''

(التوبۃ:۱۱۱)

کیسی عظیم الشان ہے یہ تجارت جس میں خریدار اللہ جل شانہٗ ہیں اور جو شئے خریدی ہے یعنی ہماری فانی جان اور عارضی مال جو خود انہی کا دیا ہوا ہے اور جنت جیسا اعلیٰ ترین مقام اس کا ثمن ہے جہاں ایسی نعمتیں ہوں گی جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ ان کا تصور و خیال کسی کے دل میں آیا۔

البَابُ (۵)

باب المراقبة

مراقبہ کا بیان

۱۶ . قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ :

﴿ اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾ ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو اٹھتا ہے اور تیرا پھرنا نمازیوں میں۔'' (الشعراء: ۲۱۹)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ﴿ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾ ﴾ ساجدین سے مراد حضرت عبداللہ بن عباس، عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مقاتل رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک نماز ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ' آپ کو اس وقت بھی دیکھتے ہیں جب آپ تنہا نماز میں ہوتے ہیں اور اس وقت بھی آپ کو دیکھتے ہیں جب آپ صحابۂ کرام کے ساتھ باجماعت نماز میں ہوتے ہیں۔ یا یہ کہ جب آپ تہجد کے لیے اٹھتے ہیں اور متوسلین کی خبر لیتے ہیں کہ یادِ الٰہی میں ہیں یا غافل یا جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور جماعت کی نماز میں رکوع وسجود کرتے اور مقتدیوں کی دیکھ بھال فرماتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

۱۷ . وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ﴾

اور ارشاد فرمایا:

''اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔'' (الحدید: ۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو اور جس حال میں بھی ہو کہ اللہ ہی جس کی قدرت اور مشیت پر نظامِ عالم قائم ہے اس معیت کی حقیقت اور کیفیت کسی مخلوق کے احاطۂ علم میں نہیں آسکتی مگر اس کا وجود یقینی ہے اس کے بغیر انسان کا وجود نہ قائم رہ سکتا ہے نہ کوئی کام اس سے ہوسکتا ہے اسکی مشیت وقدرت ہی سے سب کچھ ہوتا ہے جو ہر حال میں اور ہر جگہ انسان کے ساتھ ہے۔ (معارف القرآن: ۲۹۳/۸)

۱۸ . وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿۵﴾ ﴾

اور فرمایا:

''اللہ ایسا ہے کہ کوئی شے زمین میں یا آسمان میں اس پر مخفی نہیں ہے۔'' (آل عمران: ۵)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا ہے کہ جس طرح نظامِ عالم کی کوئی شۓ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی مشیئت سے باہر نہیں

ہے اسی طرح اس عالم کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز اور کوئی ذرّہ اس کے احاطۂ علم سے خارج نہیں ہے۔ سب مجرم و بری اور تمام جرموں کی نوعیت و مقدار اس کے علم میں ہے اس لیے کوئی مجرم روپوش ہو کر کہاں جا سکتا ہے اور کس طرح اس کے قبضۂ قدرت سے نکل سکتا ہے۔

(تفسیر عثمانی)

۱۹. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''بے شک تمہارا پروردگار تاک میں ہے۔'' (الفجر:۱۴)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں ارشاد ہوا کہ جس طرح کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے کہ فلاں کیونکر گزرا اور کیا کرتا ہوا گیا اور فلاں کیا لایا اور کیا لے گیا پھر وقت آنے پر اپنی معلومات کے موافق کام کرتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر سب بندوں کے ذرّہ ذرّہ احوال و اعمال کو دیکھتا ہے کوئی حرکت و سکون اس سے مخفی نہیں۔ ہاں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ غافل بندے سمجھتے ہیں کہ بس کوئی دیکھنے والا اور پوچھنے والا نہیں جو چاہو بے دھڑک کیے جاؤ۔ حالانکہ وقت آنے پر ان کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتا ہے اور ہر ایک سے انہیں اعمال کے موافق معاملہ کرتا ہے جو شروع سے اس کے زیر نظر تھے اس وقت پتہ لگتا ہے کہ وہ سب ڈھیل تھی اور بندوں کا امتحان تھا کہ دیکھیں کن حالات میں کیا کچھ کرتے ہیں اور ایک عارضی حالت پر نظر کر کے آخری انجام کو تو نہیں بھولتے۔ (تفسیر عثمانی)

۲۰. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴿١٩﴾ ﴾

اور فرمایا:

''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔'' (غافر:۱۹)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کو محیط ہے یعنی وہ جانتا ہے کہ مخلوق سے نظر بچا کر چوری چھپے کسی پر نگاہ ڈالی یا کن انکھیوں سے دیکھا یا دل میں کچھ نیت کی یا کسی بات کا ارادہ یا خیال آیا ان میں سے ہر چیز کو اللہ جانتا ہے۔

حدیث جبرائیل علیہ السلام

۶۰. عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ "بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ

عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِىْ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً : قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْأَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ قَالَ : فَاَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ : اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ، وَرُسُلِهٖ، وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ. قَالَ: صَدَقْتَ قَالَ: فَاَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِحْسَانِ ؟ قَالَ : اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ : قَالَ فَاَخْبِرْنِىْ عَنِ السَّاعَةِ: قَالَ : مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ : فَاَخْبِرْنِىْ عَنْ اَمَارَاتِهَا. قَالَ : اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا، وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِى الْبُنْيَانِ، ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ : يَاعُمَرُ اَتَدْرِىْ مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ، يُعَلِّمُكُمْ اَمْرَ دِيْنِكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَمَعْنٰى : "تَلِدُ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا" : اَىْ سَيِّدَتَهَا، وَمَعْنَاهُ اَنْ تَكْثُرَ السَّرَارِىْ حَتّٰى تَلِدَالْاَمَةُ السَّرِّيَّةُ بِنْتًا لِسَيِّدِهَا وَبِنْتُ السَّيِّدِ فِىْ مَعْنَى السَّيِّدِ وَقِيْلَ غَيْرُ ذٰلِكَ "وَالْعَالَةُ" : اَلْفُقَرَاءُ. وَقَوْلُهٗ "مَلِيًّا" اَىْ زَمَنًا طَوِيْلاً وَكَانَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا .

(٦٠) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس دوران کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا جس کا لباس نہایت سفید اور بال نہایت سیاہ تھے۔ بظاہر اس پر نہ تو سفر کے آثار تھے اور نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا۔ وہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کے زانو سے زانو ملا کر اور اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے زانو پر رکھ کر بیٹھ گیا اور کہا۔ اے محمد مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو زکوٰۃ دو رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر تم استطاعت رکھتے ہو۔ اس نے کہا کہ آپؐ نے سچ فرمایا۔ اس پر ہمیں تعجب ہوا کہ آپ سے سوالات بھی کر رہا ہے اور آپؐ کے جواب کی تصدیق بھی کر رہا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اسکے رسولوں پر اور یوم آخرت پر اور اچھی بری تقدیر پر۔ اس نے کہا کہ آپؐ نے سچ فرمایا اس نے کہا کہ مجھے احسان کے بارے میں بتایئے آپؐ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی بندگی اس طرح کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ تو تمھیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے قیامت کے بارے میں بتایئے آپؐ نے فرمایا کہ جس سے یہ سوال کیا جا رہا ہے وہ اسکو سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ پھر مجھے اس کی نشانیوں کے بارے میں بتایئے۔ آپؐ نے فرمایا باندی اپنی مالکہ کو جنے گی اور ننگے پاؤں ننگے بدن مفلس بکریاں چرانے والوں کو عمارتوں کی تعمیر میں فخر کرتے ہوئے پاؤ گے۔ پھر وہ سائل چل دیا میں نے کچھ وقت انتظار کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے عمر تم جانتے ہو کہ سائل کون تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ جبریلؑ تھے وہ اس لئے آئے تھے کہ تمہیں تمہارے دین کی باتیں سکھائیں۔ (مسلم)

اس حدیث میں وارد الفاظ باندی اپنی مالکہ کو جنے گی کے معنی ہیں کہ باندیوں کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ باندی اپنے مالک کی بیٹی

جنے گی، اور مالک کی بیٹی بھی مالکہ ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی معنی بیان کئے گئے ہیں۔ العالۃ کے معنی ہیں فقراء۔ ملیاً کے معنی ہیں زمانہ طویل جو اس حدیث میں تین دن ہیں۔

تخریج حدیث(۶۰): صحیح مسلم، کتاب الایمان .

کلماتِ حدیث: امارا تہا، الامارۃ : علامت ،نشانی جمع امارات۔ الأمرۃ : بیابان میں پتھر کا چھوٹا نشان۔ الحفاۃ : جمع الحافی ننگے پیر۔ حفی حفاً (باب سمع) زیادہ چلنے سے پاؤں گھسنا۔ ننگے پاؤں چلنا۔ العراۃ : جمع عاری: ننگا، برہنہ۔ عری عریاً (باب سمع) العالۃ : عال، عیلا (باب ضرب) محتاج کرنا محتاج ہونا۔ عائل :محتاج، جمع عالۃ۔ رعاء : رعی، یرعی، رعیاً (باب ضرب) جانور کا گھاس چرنا۔ الراعی : چرواہا جمع رعاۃ و رعاء .

شرح حدیث: حدیثِ مبارک حدیث جبرائیل علیہ السلام کے نام سے متعارف ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پوچھا کرو لیکن صحابۂ کرام آپ ﷺ کا بہت احترام کرتے تھے اور آپ ﷺ کی شخصیت کا ان پر اس قدر رعب تھا کہ انہیں سوال کرنے میں تأمل ہوتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا کہ وہ دین کی بنیادی باتوں کا سوال کریں اور آپ ﷺ کے جواب سے صحابۂ کرام مستفید ہوں۔ بعض علماء نے اس حدیثِ مبارک کی جامعیت کی بنا پر ارشاد فرمایا ہے کہ جس طرح سورۂ فاتحہ قرآن کریم کے تمام مضامین کی جامع ہونے کی بنا پر ام القرآن کہلاتی ہے اسی طرح یہ حدیث بھی سنت میں بیان کردہ علوم کی جامع ہونے کی بنا پر ام السنہ کہلانے کی مستحق ہے۔ (صحیح مسلم : ۱/ ۲۹)

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں سائل کے جواب میں پانچ امور کا بیان فرمایا ہے: اسلام، ایمان، احسان، قیامت سے متعلق انتباہ اور علاماتِ قیامت۔

اسلام کے اصل معنی ہیں اپنے آپ کو کسی کے سپرد کر دینا اور بالکل اسی کے تابع فرمان ہو جانا اور اللہ کے بھیجے ہوئے اور اس کے رسولوں کے لائے ہوئے دین کا نام اسلام اسی لیے ہے کہ اس میں بندہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اپنے مالک کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کی مکمل اطاعت کو اپنا دستور زندگی قرار دے لیتا ہے اور یہی حقیقت دین اسلام کی ہے اور یہی اس کا مطالبہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :
﴿فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا﴾ ''تمہارا اللہ وہی الہ واحد ہے لہٰذا تم اسی کے فرماں بردار مطیع ہو جاؤ۔'' (الحج: ۲۲) نیز فرمایا کہ ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ﴾ ''اور اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا۔'' (نساء: ۱۲۵) اور اسی اسلام کے متعلق اعلان فرمایا گیا ہے: ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ ''جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہا تو وہ ہرگز قبول نہ ہوگا۔'' (آل عمران: ۸۵) بہر حال اسلام کی اصل روح اور حقیقت یہی ہے کہ بندہ اپنے آپ کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور ہر پہلو سے اس کا مطیع فرمان بن جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بشرطِ استطاعت اللہ کے گھر کا حج کرو۔ یہ پانچ ارکانِ اسلام ہیں۔

ایمان کے معنی ہیں کہ اللہ کے رسول ان امور کے بارے میں جو ہمارے ادراک وشعور اور عقل وفہم سے ماوراء ہیں جو کچھ بتلائیں اور ہمارے پاس جو علم اور جو ہدایت اللہ کی طرف سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر ان کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کر لیں۔ بہر حال شرعی ایمان کا تعلق اصولاً امورِ غیب ہی سے ہوتا ہے جن کو ہم اپنے احساس وادراک کے ذریعہ معلوم نہیں کر سکتے اسی لیے ارشاد فرمایا:

﴿ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ ﴾

فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر یوم آخرت پر اور اس پر کہ اچھی بری تقدیر اسی کی جانب سے ہے۔ ایمان کے ان امورِ ششگانہ کا ذکر نہ صرف یہ کہ متعدد احادیث میں آیا ہے بلکہ قرآنِ کریم میں جا بجا متعدد آیات میں ان ایمانی امور کو اسی تفصیل اور تعیین کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک وحدہٗ لاشریک لہٗ خالق کائنات اور رب العالمین ہونے کا یقین کیا جائے عیب اور نقص کی ہر بات سے پاک اور ہر صفت کمال سے اس کو متصف سمجھا جائے۔

ملائکہ پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ یہ یقین رکھا جائے کہ مخلوقات میں ایک نورانی مخلوق ہے جو ہر لحظہ حکم الٰہی کی تعمیل میں اور اس کی تسبیح وتقدیس میں مصروف رہتے ہیں اور ان کا وجود شر اور عصیان سے پاک ہے۔

اللہ کے رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ یقین کامل ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنی ہدایت دے کر بھیجا ہے اور انہوں نے پوری امانت ودیانت کے ساتھ اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں کو پہنچایا اور ان کو راہِ راست پر لانے کی پوری پوری کوششیں کیں۔

ایمان بالیوم الآخر یہ ہے کہ اس حقیقت کا یقین کیا جائے کہ یہ دنیا ایک دن قطعی طور پر فنا کر دی جائے گی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی خاص قدرت سے پھر تمام مردوں کو زندہ کرے گا اور جس نے یہاں جو کچھ کیا ہے ان تمام اعمال کی جزا وسزا دی جائے گی۔

ایمان بالقدر یہ ہے کہ اس پر یقین کیا جائے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اللہ کے حکم اور اس کی مشیت سے ہو رہا ہے جس کو وہ پہلے ہی طے کر چکا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ تو کچھ اور چاہتا ہو اور دنیا کا یہ کارخانہ اس کی منشا کے خلاف اور اس کی مرضی کے علی الرغم چل رہا ہو۔ بلکہ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات اسی کے حکم سے ہوتی ہے۔

احسان یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اس طرح کی جائے کہ اللہ سبحانہٗ جو میرا مالک ہے وہ حاضر وناظر ہے اور میرے ہر کام کو بلکہ میری ہر حرکت وسکون کو دیکھ رہا ہے۔ اس تصور سے ایک خاص کیفیت اور بندگی میں ایک خاص شان نیازمندی پیدا ہوگی۔ غرض احسان یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اس طرح کی جائے گویا کہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور ہم اس کے سامنے ہیں اور وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔

اسلام ایمان اور احسان کے بعد سائل نے قیامت کے بارے میں استفسار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ اس کو سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔'' حضورِ اکرم ﷺ نے یہ طرزِ تعبیر اس لیے اختیار فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ کوئی بھی مسئول عنہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس حدیث کی اس روایت میں جو صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ پانچ باتیں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۂ لقمان میں ذکر فرمایا ہے۔

علاماتِ قیامت

ازاں بعد سائل نے علاماتِ قیامت کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک علامت تو یہ ہے کہ باندی اپنے آقا کو جنے گی۔ یعنی ماں باپ کی نافرمانی عام ہو جائے گی حتیٰ کہ لڑکیاں جن کی سرشت میں ماؤں کی اطاعت اور وفاداری کا عنصر بہت غالب ہوتا ہے وہ ماؤں کی نافرمان ہو جائیں گی اور ان پر حکومت چلائیں گی، جس طرح ایک مالکہ اپنی زرخرید باندی پر حکومت کرتی ہے۔ دوسری علامت یہ بیان فرمائی کہ بھوکے ننگے اور بکریوں کے چرانے والے اونچے اونچے محل بنوائیں گے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ قربِ قیامت میں دنیوی دولت و بالاتری ان اراذل کے ہاتھوں میں آئے گی جو اس کے اہل نہ ہوں گے ان کو بس اونچے اونچے شاندار محل بنوانے سے شغف ہوگا اور اسی کو وہ سرمایہ فخر ومباہات سمجھیں گے اور اسی میں اپنی اولوالعزمی دکھائیں گے اور ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کریں گے۔

اس حدیث کی بعض روایات میں یہ تصریح بھی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی یہ آمد اور گفتگو حیاتِ طیبہ کے آخر میں ہوئی تھی گویا تئیس سال میں جس دین کی تعلیم مکمل ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کی رحمت نے چاہا کہ جبرائیل علیہ السلام کے ان سوالات کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے پورے دین کا خلاصہ اور لب لباب بیان کرا کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علم کی تکمیل کر دی جائے اور ان کو اس امانت کا امین بنا دیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ دین کا حاصل بس تین ہی باتیں ہیں:

۱۔ بندہ اپنے آپ کو بالکل اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرماں بردار بنا دے اور اس کی بندگی کو اپنی زندگی بنا لے اور اسی کا نام اسلام ہے اور ارکانِ اسلام اسی حقیقت کے مظاہر ہیں۔

۲۔ ان اہم غیبی حقیقتوں کو مانا جائے اور ان پر یقین کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے بتلائیں اور جن کو ماننے کی دعوت دی اور اسی کا نام ایمان ہے۔

۳۔ اور اللہ نصیب فرمائے تو اسلام وایمان کی منزلیں طے کر لینے کے بعد تیسری اور آخری تکمیلی منزل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایسا استحضار اور دل کو مراقبہ حضور وشہود کی ایسی کیفیت نصیب ہو جائے کہ اس کے احکام کی تعمیل اور اس کی فرماں برداری وبندگی اس طرح ہونے لگے کہ گویا اپنے پورے جمال وجلال کے ساتھ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور ہم کو دیکھ رہا ہے اور اسی کیف وحال کا نام احسان ہے۔ (دليل الفالحين: ۱/۱۵۵۔ معارف الحديث: ۱/٤٦۔ الجامع للترمذی: ۷/۳۸۰)

ہر حال میں خوفِ خدا دامن گیر رہنا چاہیے

۶۱۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ وَاَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُوْلِ

اللّٰہِ ﷺ قَالَ : اتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ وَاتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ " رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

(٦١) حضرت ابوذر اور حضرت معاذ بن جبلؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو برائی کے بعد نیکی کرو کہ یہ نیکی برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(٦١): الجامع للترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی معاشرة الناس .

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ دعوتِ اسلام کا چرچا سنا تو اپنے بھائی انیس کو تحقیق کے لیے بھیجا پھر خود ہی آئے اور حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے قبیلہ کی جانب داعی بنا کر روانہ فرمایا۔ قبیلے کے نصف لوگ تو اسی وقت اسلام میں داخل ہو گئے باقی لوگوں نے ہجرت کے وقت اسلام قبول کیا ہجرتِ نبوی ﷺ کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ آپ سے ٢٨١ احادیث مروی ہیں جن میں سے ١٢ متفق علیہ ہیں۔ ربذہ میں انتقال فرمایا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (دلیل الفالحین : ١/١٦٣)

کلمات حدیث: اتق اللّٰہ حیثما کنت : جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو۔ وقی وقایة : (باب ضرب) حفاظت کرنا۔ تقی، یتقی، تقیة : پرہیزکرنا۔ التقوٰی : پرہیزگاری۔ اللہ کا خوف اور اس کے احکام پر عمل۔

شرح حدیث: یہ حدیثِ مبارک جوامع الکلم میں سے ہے اس میں تین مختصر فقرے ہیں جو اپنے اندر معانی کا دریا سمیٹے ہوئے ہیں۔ پہلے فقرے میں فرمایا تم جہاں کہیں بھی جس حال میں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو۔ یعنی مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ ظاہر و باطن ہر حالت میں اللہ سے ڈرتا رہتا ہے اور زندگی کے ہر لمحے میں تقویٰ اس کا شعار رہتا ہے۔ تقویٰ دراصل ایک بہت جامع لفظ ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندے پر عائد ہونے والے تمام حقوق کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل اور اس نے جن امور سے منع کیا ہے ان تمام سے اجتناب تقویٰ ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہر حال اور زندگی کے ہر مرحلے میں احکامِ الٰہی کا پابند ہے لیکن انسان کے وجود اور اس کی سرشت میں خطا اور نسیان شامل ہیں۔ اس کے ساتھ نفس بھی موجود ہے جو اسے اپنی خواہشوں کی تکمیل پر اکساتا ہے اور انسان کا ازلی دشمن شیطان بھی جو اسے آمادۂ گناہ کرتا رہتا ہے، اندریں صورت اگر بندۂ مؤمن سے بھول چوک سے کوئی خطا سرزد ہو جائے یا کسی معصیت کا مرتکب ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ پھر عمل صالح اور نیکی کی طرف راغب ہو کہ نیکی برائی کو مٹا دیتی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ﴾

''البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو۔'' (ہود: ١١)

یعنی نیک کام مٹادیتے ہیں برے کاموں کو۔ حضرات مفسرین نے فرمایا کہ نیک کام سے تمام نیک کام مراد ہیں جن میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقات، حسن خلق اور حسن معاملہ سب ہی شامل ہیں، مگر نماز کو ان سب میں اولیت حاصل ہے۔ اسی طرح سیئات کا لفظ تمام برے کاموں کو حاوی اور شامل ہے خواہ وہ کبیرہ گناہ ہوں یا صغیرہ، لیکن قرآن مجید کی ایک دوسری آیت نیز رسول کریم ﷺ کے متعدد ارشادات نے اس کو صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے معنی یہ ہیں کہ نیک کام جن میں نماز سب سے افضل ہے صغیرہ گناہوں کا کفارہ کر دیتے ہیں اور ان کے گناہ کو مٹا دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ إِن تَجْتَنِبُواْ كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ ﴾

''یعنی اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو تو ہم تمہارے چھوٹے گناہوں کا خود کفارہ کر دیں گے۔'' (النساء: ۳۱)

(معارف القرآن : ٤/٦٧٧)

ازاں بعد فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ یعنی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرو انہیں کسی طرح کی ایذاء نہ پہنچاؤ اور جس قدر ممکن ہو ان کی خدمت کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیم میں ایمان کے بعد جن امور کی تاکید فرمائی ہے اور انسان کی سعادت کو ان پر موقوف بتایا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اخلاقِ حسنہ اختیار کرے۔ آپ ﷺ کی بعثت کے جن مقاصد کا قرآنِ کریم میں ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ انسانوں کا تزکیہ فرماتے ہیں اور اس تزکیہ میں اخلاق کی اصلاح اور درستی کی خاص اہمیت ہے۔ اسی لیے رسولِ کریم ﷺ نے متعدد مواقع پر امت کو اخلاقِ حسنہ کے اختیار کرنے کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''تم میں سے بہترین وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔'' نیز فرمایا کہ ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔

(دليل الفالحين : ١/١٦٤ ـ معارف الحديث : ٢/١٠٧ ـ تحفة الاحوذى : ٦/١١٢)

تقدیر پر پختہ ایمان ہونا چاہیے

۶۲۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: "كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ: يَاغُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلَىٰ أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَىٰ أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي رِوَايَةِ غَيْرِ التِّرْمِذِيِّ: احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ، تَعَرَّفْ إِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ

الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَاَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا "

(٦٢) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا آپؐ نے فرمایا نوجوان میں تمہیں چند کلمات سکھلاتا ہوں۔ اللہ کے احکام کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کرے گا اللہ کے حقوق کی حفاظت کر تو اللہ کو اپنے سامنے پائے گا جب تو مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد کا طالب ہو تو اللہ ہی سے مدد طلب کر اور یقین رکھ کہ اگر تمام دنیا کے لوگ تجھے فائدہ پہنچانے پر مجتمع ہو جائیں تو وہ تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے مگر اتنا ہی جو اللہ نے تیرے لیے لکھدیا ہے اور اگر وہ سب تجھے نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائیں تو وہ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے تیری تقدیر میں لکھدیا ہے۔ قلم لکھ چکے ہیں اور تقدیر کے دفاتر خشک ہو چکے ہیں۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے۔ جامع ترمذی کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں اس طرح ہے کہ اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ فراخی کے زمانے میں اللہ کو یاد رکھو وہ تنگی میں تمہیں یاد رکھے گا۔ یقین رکھو کہ جو بات (تقدیر کی) تم سے خطا کر گئی وہ تم تک پہنچنے والی ہی نہ تھی اور جو بات تمہیں پہنچ گئی ہے وہ تم سے چوکنے والی نہ تھی۔ جان لو کہ کامیابی صبر کے ساتھ ہے اور تکلیف کے ساتھ کشادگی ہے اور تنگی کے ساتھ کشادگی ہے۔

تخریج حدیث (۶۲): الجامع الترمذی، ابواب صفة القيامة.

کلمات حدیث: جفت : جف، جفافاً (باب ضرب) خشک ہونا، سوکھنا۔ الصحف : جمع صحیفہ، لکھا ہوا کاغذ، لکھے ہوئے اوراق۔ المصحف : مجلد کتاب، قرآن کریم۔

شرح حدیث: زندگی کے ہر لمحے اور ہر ساعت میں اللہ سبحانہٗ کی بندگی اور ان کے احکام کی اطاعت ہی بندۂ مؤمن کی حیات ہے۔ اللہ سبحانہٗ کے تمام حقوق کی رعایت رکھنا اور اس کے جملہ احکام کی تعمیل بندۂ مؤمن کی حفاظت کا سامان ہے کہ اسے غوائل نفس سے مکائد شیطان سے اور مصائب دنیا سے تحفظ حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

﴿ وَأَوْفُوا۟ بِعَهْدِىٓ أُوفِ بِعَهْدِكُمْ ﴾

''تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔''

یعنی اتباع اور اطاعت کا اپنا عہد پورا کرو اور میں اپنا عہد پورا کروں گا کہ میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا اور تمہیں جنت کی نعمتوں سے سرفراز کر دوں گا۔ (معارف القرآن : ۱/۲۰۶)

یہ حدیث مبارک جوامع الکلم میں سے ہے اور اس کے مخاطب بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو علم و عمل کمالِ اخلاق اور حسن احوال میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے فرمایا کہ ہمہ وقت احکامِ الٰہی کی رعایت ملحوظ رکھو وہ تمہاری حفاظت کرے گا اور تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے کہ اس کی تائید و اعانت تمہیں حاصل ہوگی اور اس کے انس اور محبت سے سرفراز ہو کر تمام مخلوقات سے مستغنی ہو جاؤ گے۔ جب بھی کوئی حاجت درپیش ہو اللہ ہی سے سوال کرو اور اسی سے مانگو۔ و اسئلوا اللّٰه من فضله یعنی جب تم کسی کو کمال میں اپنے سے زائد دیکھو تو بجائے اس کے کہ اس خاص کمال میں اس کے برابر ہونے کی تمنا کرو تمہیں کرنا یہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل و کرم کی

درخواست کرو کیونکہ فضل خداوندی ہر شخص کے لیے جدا جدا صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے کسی کے لیے مال و دولت فضل الٰہی ہوتا ہے اگر وہ فقیر ہو جائے تو گناہ و کفر میں مبتلا ہو جائے۔ اور کسی کے لیے تنگی اور تنگدستی ہی فضل ہوتا ہے اگر وہ غنی اور مالدار ہو جائے تو ہزاروں گناہوں کا شکار ہو جائے۔ اسی طرح کسی کی عزت و جاہ کی صورت میں فضل خداوندی ہوتا ہے کسی کے لیے گمنامی اور کسمپرسی ہی میں اس کے فضل کا ظہور ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کہ وہ اپنی حکمت کے مطابق تم پر فضل کا دروازہ کھول دے۔

(معارف القرآن : ۳۹۲/۱)

حقیقت یہ ہے کہ تمام خزانے اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں اس کے سوا نہ کوئی دے سکتا ہے اور نہ کوئی کچھ چھین سکتا ہے بات یقین کی ہے جس قدر یقین پختہ اور ایمان کامل ہوگا اللہ تعالیٰ پر اعتماد میں اضافہ ہوگا اور مخلوقات سے توجہ ہٹ جائے گی اور جس قدر یقین میں کمی اور غفلت ہوگی اسی قدر مخلوق کی جانب احتیاج بڑھے گی۔ اس لیے اللہ کے بندے کو چاہیے کہ جو مانگے وہ اللہ سے مانگے اور جو استعانت طلب کرے وہ اللہ ہی سے کرے کہ اللہ کے سوا کسی کو کوئی قوت اور قدرت حاصل نہیں ہے اور جب ان کے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں ہے تو ان سے مانگنا بھی فضول ہے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوقات کسی کو فائدہ پہنچانا چاہیں تو وہ اس سے زیادہ نفع نہیں پہنچا سکتیں جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوقات مل کر کسی کو کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ قلم تقدیر لکھ چکا اور دفاتر خشک ہو چکے۔ (دلیل الفالحین: ۱۶۶/۱)

ہر گناہ اپنی ذات کے اعتبار سے بڑا ہے

۶۳۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالاً هِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ " رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

وقال "اَلْمُوْبِقَاتُ" : اَلْمُهْلِكَاتُ.

(۶۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ تم ایسے کام کر لیتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے بھی زیادہ باریک (ہلکے) ہیں لیکن ہم عہد رسالت ﷺ میں انہیں موبقات میں سمجھتے تھے۔ (صحیح البخاری)

موبقات کے معنی ہیں ہلاک کرنے والے۔

تخریج حدیث (۶۳): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من محقرات الذنوب .

کلمات حدیث: أدق : زیادہ باریک، زیادہ چھوٹا۔ دق، دقة (باب نصر) باریک ہونا، دشوار ہونا۔ الموبقات : جمع موبق: ہلاک کرنے والا۔ وبق، یبق، وبقاً (ض) ہلاک ہونا۔ السبع الموبقات : سات بڑے گناہ جو ہلاک کرنے والے ہیں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی صحبت نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سیرت و کردار کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچا دیا تھا ان میں خشیت الٰہی اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئی اور تزکیہ نبوی ﷺ سے ان کے نفوس پاکیزہ ہو گئے تھے اور ان کے قلوب مطہر ہو گئے تھے۔ وہ ذرا ذرا سی اور

معمولی معمولی باتوں میں بھی اللہ تعالیٰ سے لرزتے اور کانپتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو ایسا محسوس کرتے جیسے جنت و دوزخ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جب دربارِ نبوت ﷺ سے اٹھ آتے اور اس کیفیت میں کمی آجاتی تو اس پر گھبرا اٹھتے کہ کہیں یہ نفاق کی تو کوئی صورت نہیں ہے بے چین ہو کر سرکارِ رسالت مآب ﷺ میں آتے اور جب تک آپ ﷺ سے دریافت نہ کر لیتے تسلی نہ ہوتی۔ اسی بنا پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم جن باتوں کو معمولی سمجھ کر گزر تے ہو ہم انہیں اپنے لیے ہلاکت میں ڈالنے والی سمجھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر خشیتِ الٰہی میں اضافہ ہوگا اسی قدر انسان گناہوں سے دور ہوگا۔ ایک حدیثِ مبارک میں ارشاد ہے کہ مؤمن گناہ کو اس طرح سمجھتا ہے جیسے ایک بڑی چٹان ہے جو اس پر گرنے والی ہے اور کافر گناہ کو ایسا ہلکا سمجھتا ہے جیسا ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ۱۷۰)

حرام کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے

۶۴. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَغَارُ، وَغَیْرَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی اَنْ یَّاْتِیَ الْمَرْءُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

"وَغَیْرَةٌ" بِفَتْحِ الْغَیْنِ: وَاَصْلُهَا الْاَنَفَةُ .

(۶۴) حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ بندہ کسی ایسے کام کو کرے جس کو اللہ نے اس پر حرام قرار دیا ہے۔ (متفق علیہ) غیرۃ کے اصل معنی خودداری کے ہیں۔

تخریج حدیث (۶۴): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ . صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب غیرة اللہ تعالیٰ وتحریم الفواحش .

کلماتِ حدیث: غار یغار غیرۃ: غیرت کرنا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہٗ کی جانب غیرت کی نسبت سے مراد یہ ہے کہ جن برے امور سے حق سبحانہٗ نے منع فرمایا ہے، ظاہر ہے ان سے باز رہنا خود انسان کے مفاد میں ہے کہ انسان گناہوں کے ارتکاب سے ہلاکت میں مبتلا ہوتا ہے، حق سبحانہٗ اس کو ہلاکت اور تباہی سے بچانا چاہتے ہیں اور وہ اس تباہی کے غار میں گرنا چاہتا ہے۔ جیسے کوئی انتہائی رحم دل مالک اور آقا اپنے ماتحت کو سختی سے کسی ایسے کام سے منع کرے جو سراسر اس کے نقصان کا ہے اس کے باوجود وہ اسے کرے۔

(صحیح البخاری : ۱۰۶۲/۲ ـ دلیل الفالحین : ۱/ ۱۷۰)

بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کا واقعہ

۶۵. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : اِنَّ ثَلَاثَةً مِّنْ بَنِیْ

اِسْرَائِیْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰی اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّبْتَلِیَھُمْ فَبَعَثَ اِلَیْھِمْ مَلَکًا فَاَتَی الْاَبْرَصَ: فَقَالَ : اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ ؟ قَالَ : لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ وَیَذْھَبُ عَنِّی الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ فَمَسَحَہٗ فَذَھَبَ عَنْہُ قَذْرُہٗ وَاُعْطِیَ لَوْنًا حَسَنًا فَقَالَ : فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ الْاِبِلُ. اَوْقَالَ الْبَقَرُ. شَکَّ الرَّاوِیُ فَاُعْطِیَ نَاقَۃً عُشَرَآءَ فَقَالَ : بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْھَا فَاَتَی الْاَقْرَعَ فَقَالَ:اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَیَذْھَبُ عَنِّیْ ھٰذَاالَّذِیْ قَذِرَنِی النَّاسُ فَمَسَحَہٗ فَذَھَبَ عَنْہُ وَاُعْطِیَ شَعْرًا حَسَنًا، قَالَ: فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ: الْبَقَرُ فَاُعْطِیَ بَقَرَۃً حَامِلاً قَالَ بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْھَا فَاَتَی الْاَعْمٰی فَقَالَ: اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ : اَنْ یَرُدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَاُبْصِرُ النَّاسَ فَمَسَحَہٗ فَرَدَّ اللّٰہُ اِلَیْہِ بَصَرَہٗ قَالَ: فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ : الْغَنَمُ فَاُعْطِیَ شَاۃً وَالِدًا، فَاَنْتَجَ ھٰذَانِ وَوَلَّدَ ھٰذَا فَکَانَ لِھٰذَا وَادٍ مِنَ الْاِبِلِ، وَلِھٰذَا وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ وَلِھٰذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ ثُمَّ اِنَّہٗ اَتَی الْاَبْرَصَ فِیْ صُوْرَتِہٖ وَھَیْئَتِہٖ فَقَالَ : رَجُلٌ مِسْکِیْنٌ قَدِانْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَابَلَاغَ لِیَ الْیَوْمَ اِلَّابِاللّٰہِ ثُمَّ بِکَ اَسْأَلُکَ بِالَّذِیْ اَعْطَاکَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَا لْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِیْرًا اَتَبَلَّغُ بِہٖ فِیْ سَفَرِیْ؟ فَقَالَ : اَلْحُقُوْقُ کَثِیْرَۃٌ. فَقَالَ کَاَنِّیْ اَعْرِفُکَ، اَلَمْ تَکُنْ اَبْرَصَ یَقْذُرُکَ النَّاسُ فَقِیْرًا فَاَعْطَاکَ اللّٰہُ ؟ فَقَالَ اِنَّمَاوَرِثْتُ ھٰذَا الْمَالَ کَابِرًا عَنْ کَابِرٍ، فَقَالَ اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَصَیَّرَکَ اللّٰہُ اِلٰی مَاکُنْتَ وَاَتَی الْاَقْرَعَ فِیْ صُوْرَتِہٖ وَھَیْئَتِہٖ فَقَالَ لَہٗ مِثْلَ مَاقَالَ لِھٰذَا وَرَدَّ عَلَیْہِ مِثْلَ مَارَدَّ ھٰذَا فَقَالَ : اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَصَیَّرَکَ اللّٰہُ اِلٰی مَاکُنْتَ. وَاَتَی الْاَعْمٰی فِیْ صُوْرَتِہٖ وَھَیْئَتِہٖ فَقَالَ: رَجُلٌ مِسْکِیْنٌ وَابْنُ سَبِیْلٍ انْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ لِیَ الْیَوْمَ اِلَّابِاللّٰہِ ثُمَّ بِکَ اَسْأَلُکَ بِالَّذِیْ رَدَّعَلَیْکَ بَصَرَکَ شَاۃً اَتَبَلَّغُ بِھَا فِیْ سَفَرِیْ؟ فَقَالَ: قَدْکُنْتُ اَعْمٰی فَرَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَخُذْ مَاشِئْتَ وَدَعْ مَاشِئْتَ فَوَاللّٰہِ اَجْھَدُکَ الْیَوْمَ بِشَیْءٍ اَخَذْتَہٗ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ. فَقَالَ : اَمْسِکْ مَالَکَ فَاِنَّمَا ابْتُلِیْتُمْ فَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ وَسَخِطَ عَلٰی صَاحِبَیْکَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

"وَالنَّاقَۃُ الْعُشَرَآءُ" بِضَمِّ الْعَیْنِ وَفَتْحِ الشِّیْنِ وَبِالْمَدِّ : ھِیَ الْحَامِلُ قَوْلُہٗ "اَنْتَجَ" وَفِیْ رِوَایَۃِ "فَنَتَجَ"مَعْنَاہُ تَوَلّٰی نَتَاجَھَا وَالنَّاتِجُ لِلنَّاقَۃِ کَالْقَابِلَۃِ لِلْمَرْأَۃِ. وَقَوْلُہٗ "وَلَّدَ ھٰذَا" ھُوَ بِتَشْدِیْدِ اللَّامِ : اَیْ تَوَلّٰی وِلَادَتَھَا وَھُوَ بِمَعْنٰی نَتَجَ فِی النَّاقَۃِ. فَالْمُوَلِّدُ، وَالنَّاتِجُ وَالْقَابِلَۃُ. بِمَعْنًی لٰکِنْ ھٰذَا لِلْحَیْوَانِ، وَذَاکَ لِغَیْرِہٖ. قَوْلُہٗ، ، اِنْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ : ھُوَ. بِالْحَاءِ الْمُھْمَلَۃِ، وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَۃِ: اَیِ الْاَسْبَابُ. وَقَوْلُہٗ:"لَااَجْھَدُکَ" مَعْنَاہُ : لَااَشُقُّ عَلَیْکَ فِیْ رَدِّ شَیْءٍ تَاخُذُہٗ اَوْتَطْلُبُہٗ مِنْ مَالِیْ. وَفِیْ رِوَایَۃِ الْبُخَارِیِّ:"لَااَحْمَدُکَ" بِالْحَاءِ الْمُھْمَلَۃِ وَالْمِیْمِ وَمَعْنَاہُ : لَااَحْمَدُکَ بِتَرْکِ شَیْءٍ تَحْتَاجُ اِلَیْہِ کَمَاقَالُوْا : لَیْسَ عَلٰی طُوْلِ الْحَیَاۃِ نَدَمٌ: اَیْ عَلٰی فَوَاتِ طُوْلِھَا.

(۶۵) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے، مبروص، گنجا اور نابینا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانے کا ارادہ فرمایا تو ایک فرشتے کو ان کے پاس بھیجا۔ فرشتہ ابرص (کوڑھی) کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا چیز محبوب ہے اس نے کہا کہ اچھا رنگ اور خوبصورت جسم اور اس گھناؤنی بیماری سے نجات جس کے سبب سب لوگ مجھ سے بھاگتے اور نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو اس کی وہ بیماری دور ہوگئی اور خوبصورت جلد نکل آئی۔ فرشتے نے پوچھا کہ کون سا مال زیادہ پسند ہے تو اس نے کہا کہ اونٹ یا گائے، راوی کو اس میں شک ہے۔ اسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی دیدی اور کہا کہ اللہ تجھے برکت دے۔ اس کے بعد فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تجھے کیا محبوب ہے اس نے کہا کہ خوبصورت بال نکل آئیں تاکہ وہ عیب دور ہو جائے جسکی وجہ سے لوگ مجھے برا سمجھتے ہیں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو اس کا گنج جاتا رہا اور خوبصورت بال نکل آئے۔ پھر پوچھا تجھے کون سا مال محبوب ہے۔ اس نے کہا گائے۔ تو اسے ایک حاملہ گائے عطا کی گئی اور فرشتے نے کہا کہ اللہ تجھے اس میں برکت دے۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز محبوب ہے اس نے کہا کہ اللہ میری نگاہ واپس کردے میں لوگوں کو دیکھ سکوں فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اسکی بینائی لوٹادی۔ فرشتے نے پوچھا تمہیں کون سا مال محبوب ہے اس نے کہا بکری۔ تو اسکو بچہ دینے والی بکری دیدی گئی۔ پھر دونوں کے جانوروں نے بھی بچے دیئے اور اسکے جانور نے بھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک کی ایک وادی اونٹ سے بھر گئی، دوسرے کی گایوں سے بھر گئی اور تیسرے کی بکریوں سے بھر گئی۔

فرشتہ پھر اپنی پہلی ہئیت اور صورت میں مبروص کے پاس آیا اور کہا کہ میں مسکین ہوں، وسائل سفر سے محروم ہوں اب میرے لئے اللہ کی نصرت اور تیری مدد کے بغیر گھر پہنچنا ممکن نہیں۔ میں تجھ سے اس ذات کے نام سے سوال کرتا ہوں جس نے تجھے خوبصورت رنگ اچھی جلد اور مال عطا فرمایا کہ مجھے ایک اونٹ دیدے تاکہ میں اس پر سوار ہو کر اپنی منزل کو پہنچ سکوں۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ میرے ذمہ بہت حقوق ہیں۔ فرشتے نے کہا کہ شاید میں تجھے پہچانتا ہوں کیا تو پہلے مبروص نہیں تھا اور لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اور تو فقیر تھا اللہ نے تجھے مالدار بنادیا۔ وہ بولا: یہ مال و دولت تو میری موروثی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کردے جیسا پہلے تھا۔ فرشتہ پھر اپنی پہلے والی حالت وصورت میں گنجے کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو پہلے سے کہا تھا اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے نے دیا تھا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کردے جیسا پہلے تھا۔ اسکے بعد فرشتہ اپنی پہلے والی حالت وصورت میں اندھے کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں مسکین مسافر ہوں، میرے وسائل سفر ختم ہوگئے اب میرے لیے اللہ کی نصرت اور تیری مدد کے بغیر گھر پہنچنا ممکن نہیں۔ میں تم سے اللہ کے نام سے جس نے تمہاری بینائی لوٹائی ایک بکری کا سوال کرتا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ تکمیل سفر کی کوئی صورت کروں۔ وہ بولا بے شک میں اندھا تھا اللہ نے مجھے بینائی عطا فرمائی۔ تم جتنا چاہو میرے مال میں سے لیلو اور جو چاہو چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم آج اللہ کے نام پر تم جو لینا چاہو میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔ اس پر فرشتے نے کہا کہ تمہارا مال تمہیں مبارک۔ یہ تو تمہاری آزمائش تھی، اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوا اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہوا۔ (متفق علیہ)

النـاقة العُشراء عین کے ضمہ ش کے زبر اور مد کے ساتھ۔ حاملہ اونٹنی۔ انتج اور دوسری روایت میں فنتج معنی ہیں اسکی پیداوار کا مالک

ہوا۔ ناتج وہ آدمی جو اونٹنی سے بچہ جنوائے جیسے عورت کیلئے قابلہ (دایہ) ولّد ھذا۔

یعنی بکری سے پیدا ہونے والے بچوں کا مالک ہوا۔ ولّد ایسے ہی ہے جیسے ناقۃ میں انتج ہے، یعنی مولّد ناتج اور قابلہ کے ایک ہی معنی ہیں، لیکن قابلہ انسان کیلئے ہے اور باقی دو الفاظ حیوان کیلئے ہیں۔ انقطعت بی الحبال حاء مہملہ کیساتھ اور باء موحدہ کیساتھ یعنی اسباب۔ لا اجھدک۔ یعنی میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا کہ تم میرے مال سے کیا طلب کرو اور کیا لے لو۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے لا احمدک حاء مہملہ اور میم کیساتھ اگر تمہیں کسی شے کی ضرورت ہو اور تم نہ لو تو میں تمہاری تعریف نہیں کروں گا (مجھے اچھا نہیں لگے گا) جیسے کہتے ہیں لیس علی طول الحیاۃ ندم یعنی عمر دراز پر کوئی ندامت نہیں۔ یعنی عمر کے لمبا نہ ہونے پر۔

تخریج حدیث (۶۵): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل . صحیح مسلم، کتاب الزھد

کلمات حدیث: اقرع : گنجا مؤنث قراعاء، جمع قرعان . جبل اقرع: پہاڑ نباتات سے خالی۔ عود اقرع : چھال اتری ہوئی لکڑی۔ الأعمی : اندھا مؤنث عمیاء جمع عمیان : عمی، یعمی عمیً (باب سمع) اندھا ہونا۔ لَون: رنگ جمع الوان، لوّن تلویناً (باب تفعیل) رنگین کرنا۔ قذر قذرًا (باب نصر) گندا کرنا۔ گندا ہونا۔ القَذر : میل کچیل، جمع اقذار۔ عشراء : دس ماہ کی گابھن اونٹنی جمع عشار . حبال : جمع حبل : رسی، وسائل واسباب۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے دین کی سچائی اور اس کی صداقت کے بیان کے لیے متعدد اسلوب اختیار فرمائے ان اسالیب میں سے ایک اسلوب امم سابقہ کے احوال بیان کر کے اور ان کے اعمال اور ان کے نتائج ذکر کر کے اپنی امت کو متنبہ فرمانا ہے کہ اعمال خیر کے کیا فوائد ہیں اور اعمال شر کے کیا مفاسد اور نقصانات ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے تین آدمیوں پر احسان فرمایا۔ مگر ان میں سے دو (مبروص اور اقرع) نے ناشکری اختیار کی اور نابینا نے شکر وحمد وثنا کا طریقہ اختیار کیا اور اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں لٹا دینے کا ارادہ کیا جس پر اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوئے اور باقی دو پر اظہار ناراضگی فرمایا۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے اس مقام پر ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے کہ برص اور قرع ایسی بیماریاں ہیں جو انسان کے مزاج میں فساد پیدا کر دیتی ہیں اور طبیعت کا یہ فساد ان کے احوال واعمال پر بھی اثر انداز ہوتا ہے چنانچہ ان دونوں نے وہ رویہ اختیار کیا جو بیان کیا گیا۔ جبکہ بینائی کا نہ ہونا انسان کے مزاج پر اس طرح اثر انداز نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ نابینا شخص نے نرمی اختیار کی اور شکر کی روش اپنائی۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث ابرص واعمی واقرع فی بنی اسرائیل . صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقاق . دلیل الفالحین : ۱/ ۱۷۰)

عقلمند کون ہے؟

۶۶. عَنْ اَبِیْ یَعْلیٰ شَدَّادِ ابْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْكَیِّسُ

مَنْ دَانَ نَفْسَه‘ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَالْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَه‘ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ. قَالَ التِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُه‘ مِنَ الْعُلَمَاءِ: مَعْنٰی " دَانَ نَفْسَه‘ حَاسَبَهَا .

(٦٦) حضرت ابویعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ سمجھدار آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی زندگی کیلئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو ہوائے نفس کا متبع ہو اور اللہ تعالیٰ سے توقعات وابستہ کرے۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

امام ترمذیؒ اور دیگر علماء نے فرمایا ہے کہ دان نفسہ کے معنی ہیں اپنے آپ کا محاسبہ کیا۔

تخریج حدیث(٦٦): الجامع الترمذی، ابواب القیامة، باب الکیس من دان نفسه .

راوی حدیث: حضرت ابویعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے تھے۔ قبیلہ خزرج کے خاندان بنونجار سے تعلق تھا آپ اور آپ کے پورے خاندان نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ شداد علم اور حلم دونوں کے مجمع البحرین ہیں۔ ان سے مروی احادیث کی تعداد ۵۰ ہے، ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ (تهذيب التهذيب ، اسد الغابة : ٣٨٨/٢)

کلمات حدیث: کیس : دانا، سمجھدار جمع اکیاس . کاس، یکیس، کیسا (باب ضرب) ذہین ہونا، زیرک ہونا۔ ھوی: خواہش نفس۔ ھوی، یھوی (باب سمع) آرزو کرنا، خواہش کرنا۔ تمنی : ارادہ کرنا۔

شرح حدیث: دنیا اور دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور آخرت غیر فانی اور جاودانی ہے اور وہاں کی زندگی بھی ابدی اور لافانی ہے، دنیا کی زندگی آلام و مصائب اور رنج و محن سے لبریز ہے، آخرت کی زندگی ہر کدورت سے خالی اور ہر فکر و پریشانی سے پاک ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر بکری کے ایک بوچے (کن کٹے) مردہ بچے پر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس مرے ہوئے بچے کو ایک درہم میں خریدنا پسند کرے گا۔ صحابۂ کرام نے عرض کی ہم تو کسی قیمت پر بھی خریدنا پسند نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے خدا کی کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل ہے، جتنا یہ مردار تمہاری نظر میں ہے۔

ظاہر ہے کہ عقلمند وہی ہوگا جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دے گا اور شب و روز اپنی ذات کے محاسبہ میں مصروف رہے گا کہ ہر روز دیکھے کہ کون سے اچھے عمل کیے اور کون سے برے برے اعمال سے توبہ واستغفار کرے اور عزم کرے کہ اگلے روز ان برائیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے گا اور اپنے اعمال خیر میں اضافہ کرے گا۔ اپنی زندگی کو بنانے اور سنوارنے میں اور آخرت کی تیاری میں محاسبۂ نفس کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنے نفس کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔"

(مرقاة شرح مشكوٰة : ٤٠/١٠ ـ معارف الحديث : ٤٥/٢)

●●●●●●●●●●●●

لایعنی باتوں سے اجتناب کرنا ایمان کا تقاضہ ہے

٦٧. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُه' مَالَايَعْنِيْهِ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَغَيْرُه'.

(٦٧) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کے حسن اسلام کی ایک علامت یہ ہے کہ لایعنی باتوں کو ترک کردے۔ (ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (٦٧): الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فیمن تکلم فیما لا یعنیه .

کلمات حدیث: لا یعنیه : جو اس کے لیے مفید نہ ہو بلکہ فضول ہو۔ عنی، یعنی، عنیا (باب سمع)

شرح حدیث: انسان اس دنیا میں عمل کے لیے بھیجا گیا ہے ایسا عمل جس میں اس کی دنیا اور آخرت کی فلاح مضمر ہو انسان کی زندگی مختصر ہے اور اس کو ایک محدود فرصت عمل دستیاب ہے وہ اگر اسے لایعنی اور فضول باتوں میں صرف کردے گا تو اس محدود مدت میں ان کے اعمال کی کمی واقع ہوگی جو اس کی زندگی سنوارنے اور اس کی آخرت کو کامیاب بنانے میں مفید ہو۔ اس لیے تقاضائے فہم و دانش یہ ہے کہ آدمی ان باتوں سے احتراز کرے جو غیر مفید اور غیر ضروری ہوں خواہ ان کا تعلق افعال سے ہو یا عمل سے۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ ان امور مہمہ کو انجام دینے میں اپنی صلاحیت اور وقت کو صرف کرے جن میں اس کی معاش اور معاد کی اصلاح ہو۔ کمالاتِ علمیہ اور فضائل علمیہ کے حصول میں مصروف ہو اور اعمالِ صالحہ میں اپنے اوقات صرف کرے تاکہ اللہ کے یہاں سرخرو اور کامیاب ہو اور ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ اس سے کوئی فضول بات یا غیر ضروری کام تو سرزد نہیں ہوگیا۔ حدیث مبارک جوامع الکلم میں سے ہے اور دریائے معانی پر مشتمل ہے اور ایک باعمل انسان کے لیے مشعل راہ ہے کہ اسلام کی خوبصورتی اور اس کا حسن لایعنی اور فضول باتوں کا ترک کردینا ہے۔ (دلیل الفالحین : ١/١٧٧)

•••••••••••••

٦٨. عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَايُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيْمَ ضَرَبَ امْرَأَتَه' " رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَغَيْرُه'.

(٦٨) حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی سے یہ نہ پوچھا جائے کہ اس نے اپنی بیوی کو کیوں مارا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (٦٨): سنن ابی داو'د، کتاب النکاح، باب فی ضرب النساء .

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ نے انسان کی معاشرتی زندگی کی اصلاح کے لیے انتہائی بہترین ہدایات عطا فرمائیں۔ ان میں سب سے نمایاں ہدایت انسان کی عائلی نجی زندگی میں عدم مداخلت ہے اور اسی میں سے ایک بہترین ہدایت یہ ہے کہ آدمی دوسرے سے اس کے اپنی بیوی کو مارنے کی وجہ دریافت نہ کرے کہ حیا اس سے مانع ہے کہ آدمی اپنی عائلی زندگی کے مسائل دوسرے کے سامنے بیان کرے۔ (دلیل الفالحین : ١/١٧٨)

الباب (٦)

باب فی التقوٰی
تقویٰ کا بیان

۲۱. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ ﴾

فرمانِ الٰہی ہے:

''مومنو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔'' (آل عمران: ۱۰۲)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے یعنی ان تمام امور سے بچنے کا اہتمام جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور ان جملہ احکام و فرائض کی انجام دہی جن کا حکم فرمایا ہے۔

تقویٰ کے معنی اجتناب کرنے اور بچنے کے ہیں اس کا ترجمہ ڈرنا اس مناسبت سے کیا جاتا ہے کہ جن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ڈرنے ہی کی چیزیں ہوتی ہیں یا ان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ڈر ہوتا ہے۔ تقویٰ کے کئی درجات ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ درجہ کفر و شرک سے بچنا ہے اس معنی کے لحاظ سے ہر مسلمان کو متقی کہا جا سکتا ہے۔ دوسرا درجہ جو اصل مطلوب ہے وہ ان تمام امور سے بچنا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں اور ان تمام اعمال و افعال کو انجام دینا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک پسندیدہ ہیں۔ تیسرا درجہ تقویٰ کا اعلیٰ مقام ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو نصیب ہوتا ہے کہ قلب کو غیر اللہ کی آلودگی سے بچا کر ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد سے معمور رکھنا۔ (معارف القرآن : ۲/۱۲۷)

۲۲. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ مَا ٱسْتَطَعْتُمْ ﴾

وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ مُبَيِّنَةٌ لِلْمُرَادِ مِنَ الْاُوْلٰى .

نیز فرمایا:

''سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو۔'' (التغابن: ١٦)

دراصل یہ آیت کی وضاحت ہے۔

تفسیری نکات: دوسری آیت دراصل پہلی آیت کی تفسیر ہے اور اس کی وضاحت ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ درحقیقت اللہ سے ڈرو جتنا تمہاری قدرت میں ہے ﴿ حَقَّ تُقَاتِهِۦ ﴾ کی تفسیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معاصی اور گناہوں سے بچنے میں اپنی پوری توانائی صرف کر دے تو حق تقویٰ ادا ہو گیا۔

(معارف القرآن : ۲/۱۲۸، تفسیر مظهري : ۲/۳۱۷)

۲۳. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَقُولُوا۟ قَوْلًا سَدِيدًا ۝٧٠ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِی الْاَمْرِ بِالتَّقْوٰی کَثِیْرَۃٌ مَّعْلُوْمَۃٌ .

نیز فرمایا:

''مؤمنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سیدھی بات کہا کرو۔'' (الاحزاب: ۷۰)

تقویٰ کے حکم پر مشتمل آیات بکثرت ہیں اور معلوم ہیں۔

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اے مؤمنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور قول سدید کہا کرو۔ یعنی جو بات منہ سے نکالو وہ سچی اور کھری ہو اس میں کوئی ملاوٹ اور کوئی کھوٹ نہ ہو وہ دل سے نکلنے والی اور دل میں اتر جانے والی ہو، اس میں خشیت الٰہی ہو وہ خوف خدا سے لبریز ہو۔ کہ اللہ سے ڈر کر درست اور سیدھی بات کہنے والے کو بہترین اور مقبول اعمال کی توفیق ملتی ہے اور تقصیرات معاف کی جاتی ہیں۔ حقیقت میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی میں حقیقی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔

(تفسیر عثمانی)

۲۴. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا ۝٢ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾

نیز فرمایا:

''جو کوئی اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لیے مخلص کی صورت پیدا فرمادے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہ ہو۔'' (الطلاق: ۲-۳)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں بیان ہے کہ اللہ کا تقویٰ آدمی کے لیے مشکلات اور مصائب سے نکلنے کا راستہ بناتا ہے اور دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے اسی سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں بے قیاس و گمان روزی ملتی ہے گناہ معاف ہوتے ہیں جنت ہاتھ آتی ہے اجر بڑھتا ہے اور ایک عجیب قلبی سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے جس کے بعد کوئی سختی سختی نہیں رہتی اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا کے لوگ اس آیت کو پکڑ لیں تو ان کو کافی ہو جائے۔

(تفسیر عثمانی)

۲۵. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِن تَتَّقُوا۟ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ۝٢٩ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ مَّعْلُوْمَۃٌ .

مزید فرمایا:

''اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو تو کر دے گا تم میں فیصلہ اور دور کر دے گا تم سے تمہارے گناہ اور تم کو بخش دے گا اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔'' (الانفال:۲۹)

تقوٰی سے متعلق قرآن کریم میں متعدد آیات ہیں جو معلوم ومتعارف ہیں۔

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں اللہ سبحانہ نے تقوٰی کے تین فوائد اور نتائج بیان فرمائے ہیں، فرقان، کفارۂ سیئات اور مغفرت۔ فرقان کے معنی ہیں وہ شئے جو دو چیزوں میں واضح فرق کر دے اسی لیے فیصلے کو فرقان کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد کو بھی فرقان کہا جاتا ہے کہ اہل تقوٰی کو دشمن کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ دوسری چیز جو تقوٰی کے صلے میں عطا ہوتی ہے کفارۂ سیات ہے یعنی جو خطائیں اور لغزشیں آدمی سے سرزد ہو جاتی ہیں اللہ ان کو دنیا ہی میں بدل دیتا ہے اور ان کا کفارہ کر دیتا ہے یعنی اس کو ایسے اعمالِ صالحہ کی توفیق ہو جاتی ہے جو اس کی سب لغزشوں پر غالب آجاتے ہیں تیسری چیز جو تقوٰی کے صلے میں ملتی ہے وہ آخرت کی مغفرت اور سب گناہوں کی معافی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ (معارف القرآن : ٤/٢١٨)

تقوٰی حصولِ عزت کا سبب ہے

٦٩۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَکْرَمُ النَّاسِ ؟ قَالَ : " اَتْقَاهُمْ " فَقَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَانَسْاَ لُکَ قَالَ: فَیُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهِ بْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ بْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ بْنِ خَلِیْلِ اللّٰهِ " قَالُوْا: لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَ لُکَ قَالَ "فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِیْ: خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

وَ "فَقُهُوْا" بِضَمِّ الْقَافِ عَلَی الْمَشْهُوْرِ وَحُکِیَ کَسْرُهَا: اَیْ عَلِمُوْا اَحْکَامَ الشَّرْعِ .

(٦٩) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا۔ یارسول اللہ! کہ لوگوں میں کون زیادہ قابل اکرام ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو ان میں زیادہ تقوٰی والا ہو۔ عرض کی کہ اس سوال سے ہمارا یہ مطلب نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر مکرم انسان حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو اللہ کے نبی ہیں۔ اور ابن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہیں۔ عرض کی کہ اس سوال سے ہمارا یہ مطلب نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تو عرب کے خاندانوں کے بارے میں سوال کر رہے ہو۔ سنو جو جاہلیت کے دور میں مکرم تھا وہی عہد اسلام میں بھی مکرم ہے بشرطیکہ دین کی سمجھ رکھتا ہو۔

فقھوا ق کے ضمہ کے ساتھ مشہور ہے اگرچہ کسرہ کے ساتھ بھی بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جس نے شریعت کے احکام کی فہم حاصل کر لی۔

تخریج حدیث (٦٩): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ﴿ واتخذ اللّٰه ابراهیم خلیلا ﴾. صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل یوسف علیه السلام .

کلماتِ حدیث: الفقه : جاننا اور سمجھنا، احکامِ شرعیہ کا علم ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ۔ فقیه : علم فقہ کا جاننے والا جمع فقہاء۔ فقهاء اربعه : امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ۔ عدن، عدنا (باب نصر و ضرب) عدن بالمكان: اقامت کرنا۔ معدن : سونے چاندی کی کان جمع معادن۔

شرحِ حدیث: امام نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ کرم کی اصل کثرت خیر ہے۔ جو شخص متقی ہے وہ دنیا میں کثیر الخیر اور آخرت میں صاحبِ درجاتِ عالیہ ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس سوال کے جواب میں کہ کون زیادہ قابلِ اکرام ہے فرمایا کہ وہ جو تقویٰ میں سب سے زیادہ ہے۔ دوبارہ سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام جو خود بھی نبی اور نبی کے بیٹے اور نبی کے پوتے تھے۔ ان سے بڑھ کر دینی، روحانی، اخلاقی کمال و شرافت میں کون ہوگا؟ اور تیسری مرتبہ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تم مجھ سے معادن عرب کے بارے میں پوچھ رہے ہو یعنی وہ لوگ جن میں زمانۂ جاہلیت میں ایسی امتیازی شان اور خصوصیات موجود تھیں جن کی وجہ سے معزز و مکرم سمجھے جاتے تھے ان حضرات نے اسلام قبول کیا تو ان کی یہ خوبیاں مزید نکھر گئیں اور فہم دین نے ان کے محاسن کمال کو مزید اجاگر کر دیا۔ (دليل الفالحين : ١/١٨٢ ـ عمدة القارى : ١٤ / ٣٣٨)

دنیا پُر فریب ہے

٧٠. عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ، فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ كَانَتْ فِي النِّسَآءِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۷۰) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا شیریں اور ہری بھری ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے کہ دیکھے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ پس دنیا سے مجتنب رہو اور عورتوں سے اجتناب کرو کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کا تھا۔ (صحیح مسلم)

تخریج حدیث (۷۰): صحيح مسلم، كتاب الرقاق، باب اكثر اهل الجنة الفقراء.

کلماتِ حدیث: حلوة: شیریں، میٹھا۔ حلا يحلو (باب نصر) میٹھا ہونا۔ خضر خضراً (باب سمع) سبز ہونا۔ سرسبز ہونا۔ خضر، سبزہ زار، سبز ٹہنی، سبز ترکاری۔ خضرة مؤنث : خضر علیہ السلام۔ فتنہ آزمائش، جمع فتن۔

شرحِ حدیث: دنیا ہری بھری خوش رنگ اور دلکش ہے اس میں رعنائی ہے دلکشی ہے، اس میں کشش ہے جو انسان کو لبھانے والی اور اپنی طرف مائل کرنے والی ہے۔ مگر دنیا بقا اور دوام سے محروم اور ہر گھڑی اور ہر لمحہ فنا سے دوچار اور ہر ساعت روبہ زوال ہے۔ یہی اس کا فتنہ ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے دانائی عطا فرمائی ہو وہ اپنے آپ کو اس کے فتنہ سے بچائے گا اور احتیاط کرے گا کہ کہیں وہ دنیا میں مبتلا ہو کر آخرت نہ فراموش کر بیٹھے۔ انسان کا اس دنیا میں وجود ہی اس کی آزمائش ہے کہ وہ اس دنیا میں رہ کر کیا اعمال کرتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ

"فاتقوا الدنیا" (دنیا سے بچو)

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر امت کے لیے کوئی خاص آزمائش ہوتی ہے اور میری امت کی خاص آزمائش مال ہے۔

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم پر فقر و ناداری آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کر دی جائے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو جیسے کہ انہوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا تھا اور پھر وہ تم کو برباد کر دے جیسے کہ اس نے ان اگلوں کو برباد کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ گذشتہ اقوام کے پاس جب مال و دولت دنیا آئی تو ان کی حرص و طمع میں اضافہ ہو گیا وہ دنیا کے دیوانے اور اسی کے متوالے ہو گئے اور اصل مقصد حیات کو فراموش کر بیٹھے پھر دنیا کی کشمکش اور طمع و لالچ نے باہم حسد اور بغض پیدا کر دیا اور بالآخران کی دنیا پرستی نے انہیں تباہ و برباد کر دیا، حضور اکرم ﷺ کو اپنی امت کے بارے میں اسی کا زیادہ ڈر تھا اس حدیث میں آپ ﷺ نے از راہ شفقت امت کو اس خطرے سے آگاہ کیا ہے اور فرمایا کہ مجھے تمہارے بارے میں فقر و ناداری کا خوف نہیں بلکہ دنیا کی محبت میں پڑ کر تمہارے ہلاک و برباد ہو جانے کا زیادہ خوف ہے۔ (معارف الحدیث : ۲/ ۵۵)

ازاں بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں سے بچے رہنا کہ عورتوں کی حد سے بڑھی ہوئی محبت پرہیز گاری اور پارسائی کے لئے بربادی کا سامان ہے اور افراد کیا یہ محبت بعض اوقات قوموں اور حکومتوں کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے، چنانچہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں ہی کا تھا، ہو سکتا ہے کہ اس سے بلعام بن باعوراء کی طرف اشارہ ہو جو اپنی بیوی کی غلط باتیں ماننے سے ہلاک ہوا۔

(دلیل الفالحین : ۱/ ۱۸۳)

رسول اللہ ﷺ کی ایک جامع دعاء

۷۱. عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ : " اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے اے اللہ میں تجھ سے ہدایت پرہیز گاری پاکدامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم)

تخریج حدیث(۷۱): صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب التعوذ من شرما عمل و شر ما لم یعمل .

شرح حدیث: احادیث رسول کریم ﷺ عظیم الشان معارف علمی اور حقائق روحانی پر مشتمل ہیں، اور اسی طرح جو دعائیں آپ سے منقول (ماثور) ہیں وہ بھی اپنی فصاحت و بلاغت میں جزالت الفاظ میں اور معانی کی وسعت اور جامعیت میں انمول موتیوں کی طرح ہیں، یہ دعا بھی ایک عظیم الشان ہے جس میں چار امور کی دعاء کی گئی ہے، اولاً ہدایت کی، جس کی تعلیم خود اللہ سبحانہ نے سورۂ فاتحہ میں فرمائی

ہے اور ارشاد فرمایا: ﴿ اَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴾ لفظِ ہدایت کی بہترین تشریح امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے مفردات القرآن میں تحریر فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہدایت کے اصلی معنی کسی شخص کو منزلِ مقصود کی طرف مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنا۔

(معارف القرآن ، تفسیر سورۂ فاتحه)

ثانیاً تقوٰی، یعنی اللہ کی خشیت اور اس کا خوف، ایسی خشیت جس کے نتیجے میں انسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے تمام احکام پر عمل کرے اور ان تمام باتوں سے جن سے منع کیا گیا ہے رُک جائے۔ ثالثاً عفاف یعنی پاک دامنی اس کے معنی ہر برائی اور ہر بری بات سے احتراز اور اللہ کو چھوڑ کر بندوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے اجتناب۔ رابعاً غنا یعنی مخلوق سے بے نیازی یعنی اللہ کا بندہ جو مانگے اور جب مانگے اللہ ہی سے مانگے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے اپنی حاجت مندی کا اظہار نہ کرے، چنانچہ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین دولتمندی دل کا غنی ہونا ہے، اور ایک اور ماثور دعا میں یہ الفاظ آئے ہیں " اَللّٰهُمَّ اغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ " (اے اللہ تو اپنے فضل سے مجھے اپنے سوا ہر مخلوق سے غنی بنا دے)

قسم توڑنے میں بہتری ہو تو توڑ دینا چاہیے

۷۲. عَنْ اَبِیْ طَرِیْفٍ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمِ الطَّائِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ ثُمَّ رَاٰی اَتْقٰی لِلّٰهِ مِنْهَا فَلْیَاْتِ التَّقْوٰی" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۲) ابو طریف عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص قسم اٹھاتا ہے پھر اس سے کسی اور چیز کو بہتر پاتا ہے تو وہ بہتر کام کرے۔ (صحیح مسلم)

تخریج حدیث (۷۲): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ندب من حلف یمینا فرأی غیرها خیرا منها .

راوی حدیث: حضرت عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ ظہور اسلام کے وقت قبیلہ طی کے سردار تھے، افواج اسلام قبیلہ طیی کی طرف بڑھیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سارے خاندان کو لے کر شام چلے گئے، اتفاق سے ان کی ایک رشتہ دار خاتون پیچھے رہ گئیں اور گرفتار ہو کر مدینہ میں لائی گئیں، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ بہت عزت و اکرام کا معاملہ کیا اور ان کو رخصت کیا، عدی کو جب آپ ﷺ کے اس حسن سلوک اور اخلاق عالیہ کا علم ہوا تو وہ کاشانۂ نبوت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے انہیں گدے پر بیٹھایا اور خود زمین پر بیٹھے عدی مسلمان ہو گئے، آپ ﷺ نے انہیں دوبارہ قبیلہ طیی کا امیر مقرر فرمایا۔ ۶۷ھ میں انتقال فرمایا۔

(سیرت ابن هشام :۲/۳۸۷ ـ الاستیعاب : ۲/۵۱۶)

کلمات حدیث: حَلَفَ حلفاً (باب ضرب) اللہ کی قسم کھانا۔ اَلْحَلَفُ: عہد و پیمان۔

شرح حدیث: اگر کوئی شخص کسی کام کے چھوڑنے یا کسی کام کے کرنے کا حلف اٹھالے پھر دیکھے کہ اس سے بہتر کام سامنے ہے تو اس کام کو کرلے، فقہاء کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جس کام میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہو اسے کرے معصیت والی قسم کو پورا

کرنا جائز نہیں ہے، اگر کوئی کسی معصیت کے کام کی قسم کھالے تو امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ معصیت لعینہا ہے تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہے اور اس پر کفارہ بھی نہیں ہے، اور اگر معصیت لغیرھا جیسے عید کے دن کا روزہ تو اس کو کرنا بھی جائز نہیں ہے البتہ اس میں کفارہ لازم آئے گا۔ (اعلاء السنن : ۱۱/۴۲۶)

حجۃ الوداع کے موقع پر اہم نصیحتیں

۷۳. عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ "اتَّقُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا خَمْسَکُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَکُمْ وَاَدُّوْا زَکَاةَ اَمْوَالِکُمْ وَاَطِیْعُوْا اُمَرَآءَ کُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّکُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ فِیْ آخِرِ کِتَابِ الصَّلٰوةِ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(۷۳) حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا کہ اللہ سے ڈرتے رہو پانچوں نمازیں ادا کرو، اپنے مہینے رمضان کے روزے رکھو اور اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو اور اپنے امیروں کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (جامع ترمذی، آخر کتاب الصلاۃ، ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۷۳): سنن الترمذی، ابو اب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ .

راوی حدیث: حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر کے غزوۂ حدیبیہ میں شریک ہوئے اور بیعت رضوان کا شرف حاصل ہوا، ان کی مساعی سے ان کا پورا خاندان مشرف باسلام ہوا ان سے مروی احادیث کی تعداد ۲۵۰ ہے ۸۶ھ میں انتقال فرمایا، سو برس سے زائد عمر پائی۔ (الاصابۃ : ۳/۲۴۱، طبقات : ۷/۱۳۲، تهذیب التهذیب)

کلمات حدیث: یخطب، خطب خطبۃ (باب نصر) وعظ کہنا، تقریر کرنا ۔ الخطابۃ : تقریر، فن تقریر، خطاب، بہت تقریر کرنے والا، خطیب، خطبہ پڑھنے والا، ج، خطباء۔

شرح حدیث: خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا تقوٰی اختیار کرو کہ یہ تمام امور کی اساس ہے مفہوم تقوٰی ہے ہر اس بات سے اجتناب کرنا جس سے منع کیا گیا ہے اور اس کام کو سرانجام دینا جس کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز پنجگانہ ادا کرو کہ یہ عبادت اللہ کے بندوں کی معراج ہے، روزے رکھو اور زکوۃ دو، اور امیر کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ امیر کی امارت شرعی طریقے پر نافذ ہو جانے کے بعد تمام جائز امور میں اس کی اطاعت لازم ہے اور اس پر علامہ نووی رحمہ اللہ نے اجماع

نقل کیا ہے، نیز یہ کہ جب امارت کی شرائط کے مطابق امیر مقرر ہو جائے تو اس کی امارت سے بغاوت یا اس سے منازعت جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کی طرف سے صریح کفر ظاہر ہو۔

(دلیل الفالحین : ۱/۱۸۵، شرح مسلم للنووی : ۲/۱۲٤ ، مشکوٰۃ المصابیح، مظاهر حق)

الباب (۷)

باب في اليقين و التوكل
یقین اور توکل

۲۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَلَمَّا رَءَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلْأَحْزَابَ قَالُوا۟ هَـٰذَا مَا وَعَدَنَا ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَصَدَقَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّآ إِيمَـٰنًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾ ﴾

اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے:

''اور جب دیکھی مسلمانوں نے فوجیں بولے یہ وہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اور سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اور ان کو بڑھ گیا یقین اور اطاعت کرنا۔'' (الاحزاب: ۲۲)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں اہل ایمان کی تعریف بیان کی گئی ہے کہ جب ہر طرف سے کفر کی فوجیں اکھٹی ہو کر ان پر ٹوٹ پڑیں اور کفر کی گھٹائیں ہر سمت سے اٹھ کر آئیں (غزوۂ احزاب میں) تو ان کے صبر و ثبات میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر ان کا یقین اور پکا ہو گیا اور وہ کہنے لگے کہ یہ تو وہی منظر ہے جس کی خبر اللہ اور رسول ﷺ نے پہلے دے رکھی تھی اور جس کے متعلق ان کا وعدہ ہو چکا تھا، اور انہوں نے کہا کہ اللہ ہمیں کافی ہے وہی ہمارا بہترین کارساز ہے۔ (تفسیر عثمانی)

۲۷. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُوا۟ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَـٰنًا وَقَالُوا۟ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ فَٱنقَلَبُوا۟ بِنِعْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوٓءٌ وَٱتَّبَعُوا۟ رِضْوَٰنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٧٤﴾ ﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وہ لوگ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کفار نے تمہارے مقابلہ کے لئے لشکر جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے وہ بہت اچھا کارساز ہے، پھر وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل کے ساتھ واپس آئے تو ان کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچا، اور اللہ کی رضا کے تابع رہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔'' (آل عمران: ۱۷۳، ۱۷۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں وارد ﴿ ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ ﴾ میں مراد اکثر اہل تفسیر کے نزدیک عبد القیس کے وہ شتر سوار ہیں جو ابو سفیان کی طرف سے اس وقت خدمت گرامی میں پہنچے تھے جب آپ ﷺ حمراء الاسد میں تھے، مجاہد اور عکرمہ کے نزدیک الناس سے نعیم بن مسعود اشجعی ہے جو ابو سفیان اور اس کے مشرک ساتھیوں کی خبر لے کر مدینہ منورہ اس وقت پہنچا جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر صغریٰ کی تیاری میں مصروف تھے۔

غرض جب مسلمانوں سے کہا گیا کہ کفار تمہارے مقابلہ کی تیاری کررہے ہیں اور اپنی جمعیت اکھٹی کررہے ہیں تم ان سے ڈرو تو انہوں نے اس بات کی طرف توجہ ہی نہیں کی نہ ہمت ہارے بلکہ اللہ کے دین کی حفاظت کا عزم صمیم کرلیا جس پر اللہ سے ان کی قربت بڑھ گئی ان کے مراتب میں اضافہ ہوگیا اور ان کے ایمان میں ترقی ہوگئی اور انہوں نے کہا کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہت اچھا وکیل ہے۔ (تفسیر مظھری : ۲/۲۸٤)

۲۸. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱلْحَىِّ ٱلَّذِى لَا يَمُوتُ ﴾

نیز ارشاد فرمایا:

''اور بھروسہ رکھو اس زندہ پر جو کبھی نہیں مرے گا۔'' (الفرقان:۵۸)

۲۹. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴾

نیز ارشاد فرمایا:

''اور اللہ ہی پر مؤمنوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔'' (ابراہیم:۱۱)

تفسیری نکات: تیسری اور چوتھی آیت میں فرمایا کہ اللہ ہی پر بھروسہ کیجئے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اس کے سوا ہر شئے فانی ہے اور زائل ہو جانے والی ہے اور مؤمنوں کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ وہ اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔

۳۰. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ﴾ وَالْاٰيَاتُ فِي الْاَمْرِ بِالتَّوَكُّلِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ

نیز فرمایا:

''جب کسی کام کا عزم کرلو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔'' (آل عمران:۱۵۹)

توکل کے حکم پر مشتمل آیات متعدد ہیں اور معلوم ہیں۔

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں غزوۂ احد کے اس فیصلے کی طرف اشارہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا مدینہ منورہ کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے یا مقابلہ کے لئے باہر نکلیں تو اکثر نوجوان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے یہ ہوئی کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے، جب آپ ﷺ زرہ پہن کر باہر تشریف لائے تو ان صحابۂ کرام نے کہا کہ اندر رہ کر ہی مقابلہ کریں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب اللہ پر بھروسہ کرلیا ہے، یعنی جو بات مشورہ سے طے ہوجائے اس پر عمل کرو اور اللہ کی ذات پر اعتماد کرو۔

۳۱. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ﴾

نیز فرمایا:

''جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔'' (الطلاق:۳)

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں فرمایا کہ جو کوئی اللہ سبحانہ پر توکل کرے اللہ تعالیٰ اس کے جملہ امور کے لئے کافی ہو جائیں گے، جیسا کہ ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ پر توکل اور بھروسہ کرتے جیسا کہ اس کا حق ہے تو بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح رزق دیتا جیسا کہ پرندوں کو دیتا ہے صبح کو اپنے گھونسلے سے بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوئے واپس ہوتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے وہ وہ بندگان خدا ہوں گے جو منتر نہیں کراتے اور شگون بد نہیں لیتے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔ (معارف القرآن : ۱۹۷/۲)

۳۲. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝٢ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِيْ فَضْلِ التَّوَكُّلِ كَثِيْرَةٌ مَعْرُوْفَةٌ .

مزید ارشاد فرمایا:

''مؤمن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔'' (الانفال: ۲)

فضائل توکل کے بارے میں بکثرت آیات موجود ہیں۔

تفسیری نکات: ساتویں آیت میں مؤمن کی ان مخصوص صفات کا بیان ہے جو ہر مؤمن میں ہونی چاہیں، اس میں ارشارہ ہے کہ ہر مؤمن اپنی ظاہری اور باطنی کیفیات اور صفات کا جائزہ لیتا رہے اگر یہ صفات اس میں موجود ہیں تو اللہ کا شکر کرے اور اگر اس میں ان میں سے کوئی صفت نہیں یا اس میں ضعف ہے تو اس کے حصول اور اس کے توانا بنانے کی سعی میں لگ جائے۔

پہلی صفت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل سہم جاتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وہیبت ان کے دلوں میں رچی بسی ہے، یہاں خوف کی تعبیر وجلت قلوبھم سے کی گئی ہے۔ وجل کے معنی اس عظمت وہیبت کے ہیں جو عظیم الشان فرماں رواں کے سامنے ہونے سے اس کی جلالت شان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، قرآن کریم میں ایک دوسری آیت میں ان لوگوں کو بشارت دی گئی ہے جنکے دل اللہ کی ہیبت سے اور اس کی کبریائی سے سہم جاتے ہیں اور کانپ اٹھتے ہیں، فرمایا: ﴿ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۝٣٤ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾ یعنی خوش خبری دیدیجئے ان متواضع نرم خو لوگوں کو جن کے دل سہم جاتے ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے، ان آیات میں جس ہیبت وخوف کا ذکر ہوا ہے وہ اس اطمینان قلب کے خلاف نہیں ہے جس کا ذکر دوسری

آیت میں ہوا ہے، فرمایا: ﴿ أَلَا بِذِكْرِ ٱللَّهِ تَطْمَئِنُّ ٱلْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ ﴾ (بیشک اللہ کے ذکر سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں)

دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ جب بندہ مؤمن کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے یعنی ایمانی کیفیات میں اضافہ ہوتا ہے اور نور ایمان بڑھ جاتا ہے، ایمان کی زیادتی سے اعمال صالحہ کی جانب رغبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اعمال صالحہ سے نور ایمان بڑھتا ہے اور ترقی پاتا ہے، یہاں تک کہ برائی سے نفرت ہو جاتی ہے اور عمل صالح عین فطرت بن جاتا ہے اسی کو حدیث نبوی ﷺ میں حلاوت ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تیسری صفت مؤمن کی یہ بیان فرمائی کہ وہ اپنے تمام اعمال اور احوال میں اللہ ہی پر اعتماد اور اسی کی ذات پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ پر توکل کا مطلب ترک اسباب وتدبیر نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسباب دنیا کو کامیابی کے لئے کافی نہ سمجھے بلکہ بقدر قدرت وہمت مادی اسباب فراہم کرے اور ضروری تدبیر کرے اور پھر اللہ پر بھروسہ کرے اور یقین رکھے کہ ہر کام کا نتیجہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہی مسبب الاسباب ہیں۔ (معارف القرآن: ٤/١٧٨)

توکل کی برکت سے ستر ہزار بلاحساب جنت میں داخل ہوں گے

۷۴۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيَّ وَلَيْسَ مَعَهٗ اَحَدٌ اِذْ رُفِعَ لِيْ سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ اُمَّتِيْ فَقِيْلَ لِيْ: هٰذَا مُوْسٰى وَقَوْمُهٗ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْاُفُقِ فَنَظَرْتُ فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَقِيْلَ لِيْ: اُنْظُرْ اِلَى الْاُفُقِ الْاٰخَرِ فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَقِيْلَ لِيْ: هٰذِهٖ اُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ" ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهٗ فَخَاضَ النَّاسُ فِيْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ صَحِبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِي الْاِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا. وَذَكَرُوْا اَشْيَآءَ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا الَّذِيْ تَخُوْضُوْنَ فِيْهِ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ: هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَرْقُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ" فَقَامَ عُكَّاشَةُ ابْنُ مُحْصِنٍ فَقَالَ: اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ: "اَنْتَ مِنْهُمْ" ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ: ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ: "سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلرُّهَيْطُ" بِضَمِّ الرَّآءِ تَصْغِيْرُ رَهْطٍ وَهُمْ دُوْنَ عَشَرَةِ اَنْفُسٍ: "وَالْاُفُقُ" النَّاحِيَةُ وَالْجَانِبُ "وَعُكَّاشَةُ" بِضَمِّ الْعَيْنِ وَتَشْدِيْدِ الْكَافِ وَبِتَخْفِيْفِهَا وَالتَّشْدِيْدُ اَفْصَحُ.

(۷۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر امتیں پیش کی گئیں میں نے

دیکھا کہ ایک نبی ہے اور اس کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت ہے اور ایک نبی ہے جس کے ساتھ ایک دو آدمی ہیں اور کوئی نبی ہیں جس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے، اچانک مجھے ایک انبوہ نظر آیا میں نے خیال کیا کہ میری امت ہوگی، مجھے بتایا گیا کہ یہ موسیٰ اور ان کی امت ہے، ذرا آپ افق کی طرف نظر اٹھایئے میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی جماعت ہے مجھ سے کہا گیا کہ دوسرے افق پر بھی نظر ڈالیے تو مجھے وہاں بھی بڑی جماعت نظر آئی، مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے، ستر ہزار ان کے ساتھ ہیں جو بغیر حساب اور بغیر عذاب جنت میں داخل ہوں گے، پھر آپ ﷺ اٹھے اور مکان میں تشریف لے گئے، لوگ بعد میں گفتگو کرنے لگے کہ کون لوگ ہوں گے جو بغیر حساب کتاب اور بغیر عذاب جنت میں داخل ہوں گے بعض نے کہا کہ شاید وہ لوگ ہوں گے جنہیں آپ ﷺ کا شرف صحبت حاصل ہے، بعض نے کہا کہ شاید وہ لوگ ہوں گے جن کی پیدائش حالت اسلام میں ہوئی پس انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا، اسی طرح کئی امور ذکر کیے، آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم میں کیا گفتگو کر رہے تھے صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو بتایا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تعویذ گنڈے کرتے ہیں اور نہ فال لیتے ہیں بلکہ صرف اپنے اللہ پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں، یہ سن کر عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان میں شامل فرمادے، آپ ﷺ نے فرمایا تو ان میں شامل ہے اس کے بعد ایک اور شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی کہ اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے ان میں شامل فرمائے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔ (متفق علیہ)

رہیط، رھط کی تصغیر، دس سے کم افراد، افق، ناحیہ، اور جانب عکاشہ، عین کا ضمہ، کاف کی تشدید اور تخفیف، تشدید کے ساتھ فصیح ہے۔

تخریج حدیث (۷۴): صحیح البخاری، کتاب الطب، باب من اکتوی او کوی غیرہ۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول الطوائف من المسلمین الجنۃ بغیر حساب۔

کلمات حدیث: عُرِضَتْ: پیش کی گئی۔ عَرَضَ، عَرْضًا (باب ضرب) دکھلانا، پیش کرنا۔ رھط: قبیلہ، تین سے دس تک آدمی جن میں عورت نہ ہو۔ خَاضَ، خَوْضاً: (باب نصر) پانی میں گھسنا، کسی چیز کی گہرائی میں اترنا۔ یرقون: منتر کرتے ہیں۔ رَقیٰ، رَقْیًا (باب ضرب) کسی نفع یا نقصان کے لئے منتر کرنا۔ رقیۃ: منتر، تعویذ۔ جمع رُقیٰ، رُقیات۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ ﷺ پر نبوت ورسالت ختم ہوئی، اور آپ ﷺ تمام انبیاءؑ کے سردار ہیں اور آپ ﷺ پر حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام کی تعلیمات مکمل ہوئیں اور آپ ﷺ کو جو کتاب (قرآن کریم) عطا ہوئی وہ تمام کتب سابقہ کا خلاصہ اور ان کی جملہ تعلیمات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، اس لئے آپ ﷺ کے سامنے گزشتہ اقوام پیش کی گئیں اور آخر میں آپ ﷺ کی امت دکھائی گئی جس کی تعداد کثیر ہے، جس کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی امت ہے ان کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جو جنت میں بغیر حساب کتاب داخل ہوں گے، اور ستر ہزار کا لفظ بھی عدد کے بیان کے لئے نہیں ہے بلکہ بیان تکثیر کے لئے ہے۔

"لا یرقون ولا یسترقون" یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ دم کرتے ہیں نہ کراتے ہیں اور نہ جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کرتے ہیں

اور نہ زمانۂ جاہلیت کے طریقے کے مطابق پرندے کے دائیں یا بائیں اڑنے سے شگون لیتے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ اور امام قرطبی رحمہ اللہ نے خطابی رحمہ اللہ کے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ اس جملے کی مراد یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی قضاوقدر پر راضی ہو کر اسی پر بھروسہ اور توکل کریں گے اور ایسا نہیں ہوگا کہ انہیں تقدیر الٰہی میں تامل ہو یا اللہ پر ان کے اعتماد میں کمی ہو اور وہ اس یقین واعتماد کی کمی کی بناء پر تعویذ اور جھاڑ پھونک کی طرف راجع ہوں بلکہ ان کا تقدیر الٰہی پر ایمان اس قدر زیادہ اور اللہ پر یقین اور بھروسہ اس قدر کامل ہوگا کہ وہ ان چیزوں کی طرف راغب ہی نہ ہوں گے۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تمنا پوری ہوئی

رسول کریم ﷺ کی یہ گفتگو سن کر حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ اللہ سے دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے ان میں سے بنادے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان میں سے ہو، پھر ایک اور صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لئے بھی دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کردے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ عکاشہ تم پر سبقت لے گئے، یعنی دعا کی فضیلت میں عکاشہ تم پر سبقت لے گئے، رسول کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اس کے اہل نہیں ہو کیوں کہ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ انتہائی اعلیٰ تھے اور آپ ﷺ کبھی کسی سے ایسی بات نہ کہتے تھے جو اسے ناپسند ہو، کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ عکاشہ کے بارے میں وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو مطلع کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان میں سے ہو اور دوسرے شخص کے بارے میں وحی سے آپ ﷺ کو مطلع نہیں کیا گیا تو آپ ﷺ نے انہیں ایک خوبصورت جواب سے تسلی دیدی، دوسرے صاحب کے بارے میں کہنا کہ وہ منافق تھا، دو وجوہ سے مناسب نہیں ہے ایک یہ کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اصل ایمان اور عدالت ہے کسی صحابی کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں گے، اور جب تک حدیث سے کسی کے نفاق کی تصریح نہ ہو نفاق کا حکم صحیح نہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جس موقعہ پر دعا کی درخواست کا ذکر ہے یہ موقعہ خود ایمان اور تصدیق کا متقاضی ہے اور منافق سے بعید ہے کہ وہ اس طرح کی درخواست کرے۔

مزید یہ کہ خطیب نے تصریح کی ہے کہ یہ دوسری مرتبہ درخواست دعا کرنے والے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، اور خطیب سے یہ قول کرمانی رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔

(فتح الباری، کتاب الطب، شرح صحیح مسلم : ۷۸/۳، دلیل الفالحین : ۱۹۰/۱)

توکل کے بارے میں ایک جامع دعاء

۷۵. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَيْضًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ : اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِيْ اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَاخْتَصَرَهُ الْبُخَارِیُّ .

(۷۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے، اے اللہ میں تیرا فرماں بردار ہوگیا اور تجھ پر ایمان لے آیا اور تیری ذات پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع کیا اپنا معاملہ تیری ہی جناب میں پیش کرتا ہوں، اے اللہ میں تیری عزت کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں، تیرے سواء کوئی معبود نہیں کہ تو مجھے بھٹکنے نہ دے، تو زندہ ہے تجھے موت نہیں آئے گی لیکن تمام جن وانس مرجائیں گے، یہ الفاظ مسلم کے ہیں، بخاری نے انہیں مختصر روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث(۷۵): صحیح البخاری کتاب التوحید، باب قوله تعالیٰ ﴿ وهو العزیز الحکیم ﴾ . صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، (باب التعوذ من شرما عمل ومن شرمالم یعمل)

کلمات حدیث: اسلمت، سلم، سلاماً، وسلامة: (باب سمع) نجات پانا، بری ہونا۔ اسلم: فرمان بردار ہونا، دین اسلام اختیار کرنا۔ اسلم امره الى الله: اللہ کے سپرد کردینا۔

شرح حدیث: قرآن کریم میں اور احادیث نبوی ﷺ میں جو دعائیں منقول ہوئی ہیں انہیں ادعیۂ ماثورہ کہتے ہیں انسان کی دنیا کی صلاح اور آخرت کی فلاح سے متعلق تمام امور ادعیۂ ماثورہ میں آگئے، اور معاش ومعاد سے متعلق کوئی امر ایسا نہیں جس کے لئے کوئی نہ کوئی ماثور دعا موجود نہ ہو، اس لئے چاہئے کہ ادعیۂ ماثورہ کو اختیار کیا جائے، اللہ سبحانہ نے قرآن کریم میں دعا کا حکم فرمایا ہے: ﴿ادعونی استجب لکم﴾ (تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا) اور حدیث مبارک میں ارشاد ہے جس کے لئے باب دعا کھول دیا گیا اس کے لئے قبولیت کے دروازے کھول دیئے گئے، نیز ارشاد فرمایا کہ دعا مؤمن کا ہتھیار دین کا ستون اور آسمان وزمین کا نور ہے، اور مزید فرمایا کہ جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔

حدیث مبارک میں مذکور یہ دعا بھی ادعیہ ماثورہ میں سے اور بہت جامع اور عمدہ دعا ہے جس کا ایک ایک لفظ اعتقاد کی گہرائی اور پختگی اور ایمان کی تازگی کا سبق دے رہا ہے، اللہ سے دعا ہے کہ جملہ مسلمانوں کو اسوۂ رسول اکرم ﷺ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حسبنا اللہ ونعم الوکیل کی فضیلت

۷۶. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَیْضًا قَالَ: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَّكِیْلُ قَالَهَا اِبْرَاهِیْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُلْقِیَ فِی النَّارِ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَالُوْ اِنَّ النَّاسَ قَدْجَمَعُوْالَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَقَالُوْا: حَسْبُنَااللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ اٰخِرَ قَوْلِ اِبْرَاهِیْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُلْقِیَ فِی النَّارِ : ﴿حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ﴾ .

(۷۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے تو انہوں نے کہا کہ

ہمیں اللہ ہی کافی ہے، اور وہ اچھا کارساز ہے اور رسول کریم ﷺ نے اس وقت کہا جب لوگوں نے کہا کہ لوگ آپ ﷺ کی مخالفت میں جمع ہو گئے ان سے ڈرنا چاہئے تو اس سے ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوا اور وہ بول اٹھے "حسبنا اللہ ونعم الوکیل"۔ (بخاری)

ایک دوسری روایت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیمؑ کو جب آگ میں پھینکا جانے لگا تو ان کا آخری کلمہ تھا "حسبی اللہ ونعم الوکیل"

تخریج حدیث(۷٦): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، آل عمران، باب ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم.

کلمات حدیث: أُلقِیَ: پھینک دیا گیا۔ الالقاء: ڈالدینا۔ الوکیل: وہ جس پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے یا وہ جس کے سپرد عاجز آدمی اپنا کام کردے۔ وکل، وکلاً، الیہ الأمر: سپرد کرنا، کسی پر بھروسہ کرکے کام اس پر چھوڑ دینا۔ الوکیل: اللہ سبحانہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔

شرح حدیث: غزوۂ احد کے بعد جب کفار مکہ واپس پلٹے تو راستے میں انہیں افسوس ہوا کہ وہ فضول لوٹ آئے ایک زبردست حملہ کرکے مسلمانوں کو ختم کردیتے اور یہ مسئلہ ہمیشہ ہی کے لئے نمٹا دیتے، اس خیال کے زیر اثر پلٹنا چاہتے تھے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ ان کی ہمت جواب دے گئی اور سیدھے مکہ روانہ ہو گئے، لیکن راستے میں ملنے والے لوگوں سے کہتے تھے کہ ہم پلٹ کر آرہے ہیں، رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بذریعہ وحی معلوم ہوگئی، اس لئے آپ ﷺ ان کے تعاقب میں حمراء الاسد تک پہنچے۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ احد کے روز رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین میں اعلان فرمایا کہ ہمیں مشرکین کا تعاقب کرنا ہے مگر اس میں صرف وہی لوگ جاسکیں گے جو کل کے معرکہ میں ہمارے ساتھ تھے، اس اعلان پر دو سو مجاہدین کھڑے ہو گئے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو مشرکین کے تعاقب میں جائے گا تو ستر حضرات کھڑے ہو گئے جن میں ایسے لوگ بھی تھے جو گزشتہ کل کے معرکہ میں شدید زخمی ہو چکے تھے اور دوسروں کے سہارے چلتے تھے، یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے، حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو وہاں نعیم بن مسعود ملا، اس نے خبر دی کہ ابوسفیان نے اپنے ساتھ مزید لشکر جمع کرکے پھر یہ طے کیا ہے کہ دوبارہ مدینہ پر چڑھائی کرے اور اہل مدینہ کا استیصال کرے، زخم خوردہ ضعیف صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس خبر وحشت اثر کو سن کر یک زباں ہو کر بولے کہ ہم اس کو نہیں جانتے "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" (اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر مددگار ہے) (معارف القرآن: ۲/۲۳۹)

علماء نے حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھنے کے فوائد میں لکھا ہے کہ اس آیت کو ایک ہزار مرتبہ جذبۂ ایمان وانقیاد کے ساتھ پڑھا جائے اور دعاء مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا، غرض ہجوم افکار ومصائب کے وقت حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھنا مجرب ہے۔

(معارف القرآن: ۲/۲٤٤)

نرم دل لوگ جنت میں جائیں گے

۷۷. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّيْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قِيْلَ مَعْنَاهُ مُتَوَكِّلُوْنَ، وَقِيْلَ قُلُوْبُهُمْ رَقِيْقَةٌ .

(۷۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں کچھ ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کے مانند ہوں گے۔ (مسلم)

کسی نے کہا کہ اس کے معنی ہیں کہ وہ توکل کرنے والے ہوں گے، اور کسی نے کہا کہ وہ نرم دل ہوں گے۔

تخریج حدیث (۷۷): صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب یدخل الجنة اقوام .

کلمات حدیث: افئدتهم: ان کے دل، ان کے قلوب۔ فواد: دل جمع افئدة .

شرح حدیث: نرم دل نرم خو جن کے وجود سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے جنت میں جائیں گے کیوں کہ دین اسلام امن وسلامتی کا دین ہے اور اس دین کا ماننے والا کاملا اللہ کا فرماں بردار بن جاتا ہے اور اس کا مطیع ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی کی جملہ حرکات وسکنات اللہ کے حکم کی پابند ہو جاتی ہیں اس لئے اس کا وجود سراپا رحمت بن جاتا ہے اور اس کے کسی عمل سے یا اس کی زبان سے نکلی ہوئی بات سے کسی کو ایذا نہیں پہنچتی، ایسا شخص جنت میں جائے گا۔

ایک اور مفہوم اس حدیث مبارک کا یہ ہے کہ ایسے لوگ جنت میں جائیں گے جن کا اللہ پر اعتماد کامل ہوگا اور وہ اس کی ذات پر اس طرح بھروسہ کرتے ہوں گے جیسا کہ پرندے کرتے ہیں کہ صبح کو جب گھونسلوں سے نکلتے ہیں تو بھوک کے ستائے ہوئے اور خالی پیٹ ہوتے ہیں اور شام کو پلٹتے ہیں تو ان کے پوٹے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، پرندے نہ دوسرے دن کی فکر کرتے ہیں اور نہ اگلے دن کے لئے غذا اکھٹی کرتے ہیں۔ (شرح صحیح مسلم، دلیل الفالحین : ۱/۱۹۳)

غزوۂ ذات الرقاع کا واقعہ

۷۸. عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُمْ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِیْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهُ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ : اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَیَّ سَيْفِیْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِیْ يَدِهٖ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّیْ ؟ قُلْتُ : اللّٰهُ ثَلَاثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِیْ رِوَايَةٍ: قَالَ جَابِرٌ : كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَاتِ

الرِّقَاعِ فَاِذَا اَتَيْنَا عَلٰی شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ : تَخَافُنِيْ؟ قَالَ : لَا قَالَ : فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قَالَ : اللّٰهُ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرِ الْاِسْمَاعِيْلِيِّ فِيْ صَحِيْحِهِ قَالَ : مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ ؟ قَالَ : اللّٰهُ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهِ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ فَقَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ ؟ فَقَالَ : كُنْ خَيْرَ اٰخِذٍ فَقَالَ : تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ؟ قَالَ: لَا وَلٰكِنِّيْ اُعَاهِدُكَ اَنْ لَا اُقَاتِلَكَ وَلَا اَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُوْنَكَ فَخَلّٰى سَبِيْلَهُ فَاَتٰى اَصْحَابَهُ فَقَالَ : جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ" قَوْلُهُ : "قَفَلَ" اَيْ رَجَعَ. "وَالْعِضَاهُ" اَلشَّجَرُ الَّذِيْ لَهُ شَوْكٌ، "وَالسَّمُرَةُ" بِفَتْحِ السِّيْنِ وَضَمِّ الْمِيْمِ : اَلشَّجَرَةُ مِنَ الطَّلْحِ وَهِيَ الْعِظَامُ مِنْ شَجَرِ الْعِضَاهِ : وَاخْتَرَطَ السَّيْفَ" : اَيْ سَلَّهُ وَهُوَ فِيْ يَدِهِ. "صَلْتًا" اَيْ مَسْلُوْلًا، وَهُوَ بِفَتْحِ الصَّادِ وَضَمِّهَا .

(۷۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نجد کے علاقے میں جہاد کے لئے گئے اور جب رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے تو آپ ان کے ساتھ واپس ہوئے، کثیر خاردار درختوں کی وادی سے گزر رہے تھے کہ قیلولہ کا وقت ہوگیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ اتر پڑے لوگ متفرق ہوگئے اور درختوں کے سائے میں چلے گئے رسول اللہ ﷺ بھی کیکر کے درخت کے نیچے اترے تلوار کو اس درخت سے لٹکایا، ہم تھوڑی دیر کے لئے سو گئے اچانک رسول اللہ ﷺ ہمیں پکار رہے ہیں، اور آپ ﷺ کے پاس ایک اعرابی تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا کہ اس نے میرے اوپر میری تلوار سونت لی، میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے میں نے کہا اللہ، تین مرتبہ۔ آپ ﷺ نے اسے سزا نہیں دی اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ذات الرقاع میں تھے، ہم ایک سایہ دار درخت کے پاس آئے تو ہم نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے لئے چھوڑ دیا، ایک مشرک آیا رسول اللہ ﷺ کی تلوار درخت میں لٹکی ہوئی تھی اس نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ مجھ سے ڈرتے ہو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، اس نے کہا کہ اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ۔

ابوبکر اسماعیل کی صحیح میں مروی ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ۔ تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی، اب تلوار رسول اللہ ﷺ نے اٹھالی اور اس شخص سے کہا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا اس نے کہا کہ آپ اچھے پکڑنے والے بن جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے جواب دیا نہیں لیکن میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ کبھی جنگ نہیں کروں گا، اور تجھ سے لڑنے والوں کے ساتھ بھی نہ ہوں گا آپ ﷺ نے اسے جانے دیا، وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ایک بہترین انسان کے پاس سے تمہاری طرف آیا ہوں۔

قَفَلَ : واپس ہونا۔ عِضَاہ : کانٹوں والا جھاڑ یا درخت۔ سَمُر : کیکر کا درخت۔ اِختَرَطَ السیف : تلوار سونت لی، تلوار کھینچ لی، صلتاً : سونتی ہوئی۔

تخریج حدیث(۷۸): صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب من علق سيفه بالشجر فی السفر . صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب توكله على الله تعالىٰ وعصمة الله تعالىٰ من الناس .

کلمات حدیث: قفل : واپس ہوا، پلٹا۔ قـفـل، قفلا، قفولاً (باب نصر وضرب) سفر سے واپس آنا۔ العضاہ : بڑا کانٹے دار درخت۔ سمر : ببول کا درخت جمع اسمر . اخترط السيف . تلوار سونت لی۔ خرط (باب نصر وضرب) خرطاً، خرط الورق: ہاتھ مار کر پتے جھاڑنا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو اللہ سے ملنے کی اور ثواب آخرت کی امید رکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو زندگی کے ہر پہلو کے لئے عملی نمونہ بنایا ہے چاہئے کہ ہر حرکت وسکون اور نشست وبرخواست میں ان کے نقش قدم پر چلیں، رسول اللہ ﷺ یقین وتوکل علی اللہ اور جرأت وہمت اور شجاعت میں بھی ہمیشہ کے لئے کامل ترین نمونہ ہیں، اس حدیث میں ایک عجیب ایمان افروز اور سبق آموز واقعہ کا بیان ہوا کہ سرکار رسالت مآب تنہا ایک درخت کے سائے میں آرام فرما ہیں ذرا پلک جھپکی کہ دشمن سر پر آن کھڑا ہوا اور تلوار سونت لی اور کہنے لگا کہ آپ (ﷺ) کو مجھ سے کون بچائے گا، آپ ﷺ نے پورے سکون واطمینان سے فرمایا اللہ! وہ شخص توکل علی اللہ کی شان اور رسالت مآب ﷺ کے صبر واستقلال کو دیکھ کر لرز اٹھا اور تلوار ہاتھ سے گر گئی، اب آپ ﷺ نے تلوار اٹھالی اور اس سے پوچھا کہ اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا اس نے کہا کہ آپ اس تلوار کے بہترین اٹھانے والے ہیں، آپ ﷺ جب تلوار اٹھاتے ہیں خیر ہی کے لئے اٹھاتے ہیں کیوں کہ آپ ﷺ سراپا خیر ہیں اور آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں آپ ﷺ نے فرمایا گواہی دو کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے انکار کیا لیکن اس سب کے باوجود آپ ﷺ نے اسے کچھ نہیں کہا اور اسے جانے دیا، وہ شخص اپنے لوگوں کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ میں ایک بہترین انسان کے پاس سے آیا ہوں۔

یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ واقعہ غزوۂ ذات الرقاع (٦ھ) سے واپسی پر پیش آیا۔ اور اس کافر کا نام جس نے تلوار سونت لی تھی غورث تھا، ایک اور حدیث میں اس نوع کا ایک اور واقعہ مذکور ہے اس واقعہ میں کافر کا نام دعثور مذکور ہوا ہے اور ابن سید الناس نے بیان کیا کہ یہ واقعہ غزوۂ ذی قرد میں پیش آیا تھا، بہرحال غورث اسلام لے آیا تھا اور وہ صحبت نبوی ﷺ سے مشرف ہوا۔ (عمدة القاری : ١٤/ ٢٦٥، دليل الفالحين: ١/ ١٩٤)

---

۷۹. عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ .

وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ. مَعْنَاهُ تَذْهَبُ اَوَّلَ النَّهَارِ خِمَاصًا : اَىْ ضَامِرَةَ الْبُطُوْنِ مِنَ الْجُوْعِ وَتَرْجِعُ اٰخِرَ النَّهَارِ بِطَانًا اَىْ مُمْتَلِئَةَ الْبُطُوْنِ.

(۷۹) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم اللہ پر پورا پورا توکل کرو تو وہ تمہیں اس طرح رزق پہنچائے جیسے پرندوں کو پہنچا تا ہے صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں۔(ترمذی) ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

معنی یہ ہیں کہ صبح کو پرندے گھونسلوں سے نکلتے ہیں تو بھوک سے ان کے پوٹے چپکے ہوئے ہوتے ہیں اور شام کو واپس پلٹتے ہیں تو ان کے پوٹے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

تخریج حدیث(۷۹): الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب فی التوکل علی اللّٰه

کلمات حدیث: تَغْدُو، غَدَا غَدْواً (باب نصر) جانا صبح کو نکلنا۔ خِمَاصًا، خَمِصَ خمصا (باب سمع) پیٹ خالی ہونا۔ الخمصة: بھوک۔

شرح حدیث: اگر ایمان کے ساتھ یقین کامل ہے کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ سبحانہ کا تابع فرمان ہے اتنی بڑی اور وسیع دنیا میں کہیں کوئی پتہ بھی اللہ کی مرضی اور اس کے حکم اور اس کے علم کے بغیر نہیں گرتا، جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی کے حکم سے ہوتا ہے وہی پیدا کرنے والا وہی مارنے والا اور وہی رزق دینے والا ہے، اس کے سواء کوئی دینے والا نہیں ہے اور اس کے سواء کوئی چھیننے والا نہیں ہے اگر ساری مخلوق اللہ کی مشیت کے بغیر کسی کو کچھ دینا چاہے تو وہ کچھ نہیں دے سکتی اور اگر ساری مخلوق مجتمع ہو کر کسی سے کچھ چھیننا چاہے تو اللہ کے حکم کے بغیر نہیں چھین سکتی، اس ایمان وایقان کے ساتھ انسان سعی وتدبیر کرے اور اپنی کوشش کو بے حقیقت سمجھتے ہوئے صرف اللہ پر توکل کرے تو اللہ اسے اس طرح رزق عطا فرمائے گا جس طرح پرندوں کو عطا فرماتا ہے، وہ صبح کو گھونسلوں سے روانہ ہوتے ہیں تو بھوک سے ان کے پوٹے جسم سے چپکے ہوئے ہوتے ہیں اور شام کو پلٹتے ہیں تو وہ سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔

توکل کے معنی تبطل اور تعطل کے نہیں ہیں، سعی وکوشش اور جائز حدود میں تلاش اسباب لازمی ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ توکل کے معنی ترک تدبیر اور ترک عمل کرنے کے نہیں ہیں اور اس طرح گھر کے کونے میں پڑ جانے کے نہیں ہیں جیسے کپڑا پڑا ہو، توکل کا یہ تصور جاہلوں کا ہے اور شریعت میں حرام ہے توکل سعی وعمل اور جدوجہد کے ساتھ اللہ پر ایمان کامل اور اس پر بھروسہ کرنے کا نام ہے۔

امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں محل توکل قلب ہے اور ظاہری سعی وعمل اس عمل قلب کے منافی نہیں ہے جبکہ بندہ یہ یقین واثق رکھتا ہو کہ رزق اللہ دینے والا ہے، اور جو کچھ تنگی یا دشواری اور سہولت وآسانی پیش آئے وہ تقدیر الٰہی ہے۔

(تحفة الاحوذی:٥٦/٧، دلیل الفالحین:١٩٧/١)

رات کو سوتے وقت پڑھنے کی ایک خاص دعاء

۸۰. عَنْ اَبِیْ عِمَارَۃَ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : یَافُلَانُ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِکَ فَقُلْ : اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ، وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ : وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَرَھْبَۃً اِلَیْکَ، لَامَلْجَاَ وَلَامَنْجَاَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَ نَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ فَاِنَّکَ اِنْ مُتَّ مِنْ لَیْلَتِکَ مُتَّ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَاِنْ اَصْبَحْتَ اَصَبْتَ خَیْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنِ الْبَرَآءِ : قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اِذَآ اَتَیْتَ مَضْجَعَکَ فَتَوَضَّاْ وَضُوْءَ کَ لِلصَّلٰوۃِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّکَ الْاَیْمَنِ وَقُلْ وَذَکَرَ نَحْوَہٗ ثُمَّ قَالَ : وَاجْعَلْھُنَّ اٰخِرَمَا تَقُوْلُ .

(۸۰) حضرت ابوعمارۃ البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے فلاں جب تم بستر پر آؤ تو کہو اے اللہ میں نے اپنے آپ کو آپ کے سپرد کر دیا اور اپنے چہرے کو آپ کی طرف کر دیا اور اپنا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا اور اپنی پیٹھ کو تیری طرف جھکا دیا، تیری جانب رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے تیرے سواء نہ کوئی ٹھکانا ہے اور نہ نجات کی راہ۔ میں تیری نازل کردہ کتاب اور تیرے مبعوث کئے ہوئے رسول پر ایمان لایا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو اس رات مرجائے تو تو فطرت پر مرے گا اور بھلائی کو پہنچ جائے گا۔

صحیحین کی ایک اور روایت میں حضرت براء بن العازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے بستر پر آؤ تو نماز والا وضو کرو پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ پھر یہ کلمات کہہ، پھر فرمایا کہ ان کلمات کو بالکل آخر میں کہہ۔

تخریج حدیث(۸۰): صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب یقول اذا نام . صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع .

راوی حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے موقعہ پر چھوٹے تھے، غزوۂ احد اور بیعت رضوان میں شرکت فرمائی، ان کے ماموں حضرت ابو بردۃ بن نیار جو بیعت عقبہ میں اسلام قبول کر چکے تھے اُن کی برکت سے ان کے خاندان میں اسلام پھیلا، آپ نے مجموعی طور پر پندرہ غزوات میں شرکت کی، ان کی مرویات کی تعداد ۳۰۵ ہے جن میں سے بتیس (۳۲) متفق علیہ ہیں، حضرت مصعب بن الزبیر کے زمانے میں کوفہ میں انتقال کیا۔ (دلیل الفالحین: ۱/۱۹۸، الاستیعاب، مسند احمد: ۴/۲۹۲)

کلمات حدیث: فوضت: میں نے سپرد کر دیا۔ فوض، تفویضاً (باب تفعیل) اپنا اختیار اور اپنا کام دوسرے کے سپرد کر دینا۔ رغبۃ، رَغِبَ، رَغباً (باب سمع) چاہنا خواہش کرنا۔ رھبۃ، رَھِبَ رھبۃً (باب سمع) خوف کرنا۔ رھبانیۃ: دنیا سے لاتعلقی، ترک دنیا۔ راھب: عبادت کے لئے دنیا ترک کر دینے والا۔ جمع رھبان . ملجاء: پناہ کی جگہ۔ لجأ، لجوأ (باب سمع) پناہ لینا۔ منجا: نجات کی جگہ۔ نجا، نجاۃ (باب نصر) نجات پانا، رہائی پانا۔

شرح حدیث: اس دعاء میں اللہ پر اعتماد اور تسلیم وتفویض کی روح بھری ہوئی ہے اور ساتھ ہی ایمان کی تجدید بھی ہے۔ اس مضمون کے لئے دنیا کا بڑے سے بڑا ادیب بھی اس سے بہتر الفاظ تلاش نہیں کر سکتا۔ بلاشبہ یہ دعا رسول اللہ ﷺ کی معجزانہ دعاؤں میں سے ہے۔ (معارف الحدیث:۵/۱۲۷)

سونے کا مسنون طریقہ

اس حدیث مبارک میں تین باتوں کی تعلیم دی گئی ہے:

(۱) سونے سے پہلے وضو کرنا کہ اگر نیند کی حالت میں موت واقع ہو جائے تو آدمی انتقال کے وقت باوضو ہو نیز یہ کہ باوضو ہو کر سونے کی صورت میں اللہ کے فضل سے ملاعبت شیطان اور خواب میں اس کی تخویف سے محفوظ رہے گا بلکہ سچے خواب نظر آئیں گے۔

(۲) دائیں کروٹ پر لیٹنا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ تیامن کو پسند فرماتے تھے نیز سیدھی کروٹ سونے والا جلد بیدار ہو جاتا ہے۔

(۳) سونے سے پہلے اللہ کا ذکر، تاکہ دن بھر کی جدو جہد اور سعی وعمل کا اختتام اللہ کے نام پر ہو۔

اے اللہ میں نے اپنی جان کو اپنے وجود کو اور سراپا اپنے کو پوری طرح آپ کے سپرد کر دیا اور میں نے مکمل طور پر اپنا رخ آپ ہی کی طرف کر لیا، جو بھی میری احتیاج ہے اور جو میرے رکے ہوئے کام ہیں سب آپ کے سپرد ہیں آپ انہیں اپنی رضا اور اپنے علم وحکمت کے مطابق پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں، میں تیری طرف آ گیا ہوں تیرے ثواب اور تیرے فضل وکرم کی خواہش میں اور تیرے عذاب اور تیری ناراضگی سے ڈر کر، کیوں کہ میرا ایمان واثق ہے کہ میرے پاس تجھ سے پناہ حاصل کرنے اور نجات پانے کی کوئی جگہ نہیں سوائے تیرے دامان رحمت کے سو تو مجھے اپنی پناہ میں لے لے اور اپنی حفاظت میں لے لے اور اپنے فضل وکرم کی اور اپنے جود وکرم کی وسیع چادر سے مجھے ڈھانپ لے۔ میں تیری کتاب پر ایمان لے آیا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبی پر ایمان لے آیا جن کو تو نے رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ (شرح صحیح مسلم: ۲۷/۱۷، دلیل الفالحین: ۱۹۸/۱)

****

۸۱. عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَامِرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ کَعْبِ بْنِ سَعْدِبْنِ تَیْمِ بْنِ مُرَّةَ ابْنِ کَعْبِ بْنِ لُؤَیِ بْنِ غَالِبِ الْقُرَشِیِّ التَّیْمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ. وَهُوَ وَاَبُوْهُ: وَاُمُّهٗ صَحَابَةٌ. رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ: نَظَرْتُ اِلٰی اَقْدَامِ الْمُشْرِکِیْنَ وَنَحْنُ فِی الْغَارِ وَهُمْ عَلٰی رُءُوْسِنَا فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَیْهِ لَاَبْصَرَنَا فَقَالَ: مَاظَنُّکَ یَا اَبَابَکْرٍ بِاثْنَیْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۸۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے، جن کے والد اور والدہ بھی صحابی تھے، سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم غار میں تھے میں نے غار کے پاس مشرکین کے پاؤں دیکھے کہ وہ تو ہمارے سروں پر آ گئے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ اگر ان میں سے کوئی اپنے پیروں تلے نظر کرے تو ہمیں دیکھ لے گا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر تمہارا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے

جن کا تیسرا اللہ ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۱): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ ثانی اثنین اذهما فی الغار . صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیق .

راوی حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عبداللہ تھا، چھٹی پشت میں مرہ پر آپ کا نسب رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے، آپ کو رسول اللہ ﷺ نے صدیق اور عتیق کا لقب عطا فرمایا، آپ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے، بعثت سے قبل ہی رسول اللہ ﷺ سے الفت وصداقت کا رشتہ ہے اور اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے ہر مرحلے میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے، رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے، جمع قرآن اور مرتدین کا استیصال آپ کے عظیم کارنامے ہیں، آپ سے مروی احادیث کی تعداد ۱۴۲ ہے جن میں سے چھ متفق علیہ ہیں ۱۳ ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: الغار: غار، کھوہ، پہاڑ کے دامن میں جگہ، جمع اغوار .

شرح حدیث: اس حدیث میں واقعہ ہجرت کی جانب اجمالی اشارہ ہے رسول کریم ﷺ کو جب آپ ﷺ کی برادری اور اہل وطن نے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا تو سفر میں ایک صدیق کے سوا کوئی رفیق نہ تھا۔ دشمنوں کے پیادے اور سوار تعاقب کر رہے تھے اور ایک غار میں پناہ لی تھی جس کے کنارے پر تلاش کرنے والے دشمن پہنچ چکے تھے۔ ذرا اپنے پیروں کے نیچے دیکھتے تو آپ ﷺ کو دیکھ لیتے۔ مگر اللہ کے رسول ﷺ کوہ ثبات بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اظہار تشویش کے جواب میں فرمایا: (لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا ﴾ (غمگین مت ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے) یہ بات کہنے کو تو دو لفظ ہیں مگر حالات کا پورا نقشہ سامنے رکھ کر دیکھیے کہ یہ اطمینان وسکون مادی اسباب پر بھروسہ کرنے والے کے لئے ممکن ہی نہیں، یہ تو ثمرہ ہے ایمان ویقین اور اللہ کی ذات پر توکل اور اعتماد کا۔ اس کا سبب اس کے سوا نہ تھا جس کو اگلے جملے میں خود قرآن کریم نے بیان فرما دیا کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قلب مبارک پر تسلی نازل فرما دی اور ایسے لشکروں سے آپ کی مدد فرمائی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا"۔

(فتح الباری، تفسیر سورة توبه، شرح صحیح مسلم : ۱۵/۱۲۲، دلیل الفالحین : ۱/۲۰۰، معارف القرآن : ۴/۳۸۰)

اللہ تعالیٰ کی معیت کا کامل استحضار

۸۲. عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ وَاسْمُهَا هِنْدُ بِنْتُ اَبِيْ اُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ الْمَخْزُوْمِيَّةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ. قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَضِلَّ (٣) اَوْ اُضَلَّ، اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ، اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ، اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ "حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُمَا بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ قَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَهٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوُدَ .

(۸۲) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جن کا نام ہند بنت ابی امیہ حذیفہ مخزومیہ تھا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب گھر سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے۔ اللہ کے نام کے ساتھ نکلا ہوں اور اللہ ہی پر بھروسہ ہے، اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کیا جاؤں، یا پھسل جاؤں یا پھسلایا جاؤں یا ظلم کروں، یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا میں کسی کے ساتھ جہالت کا برتاؤ کروں یا میرے ساتھ جہالت کا برتاؤ کیا جائے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی وغیرہما نے اسے اسانید صحیحہ سے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔

تخریج حدیث (۸۲): الجامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب التعوذ من ان نجهل او يجهل علينا . سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ما يقول اذا خرج من بيته .

راوی حدیث: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ہند تھا اور قریش کے خاندان بنو مخزوم سے تعلق تھا اسلام کے اولین دور میں اپنے شوہر کے ساتھ اسلام لائیں اور حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی، غزوۂ احد میں ان کے شوہر نے شہادت پائی اس کے بعد ۴ ھ میں رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آئیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۳۷۸ احادیث مروی ہیں جن میں تیرہ متفق علیہ ہیں ۶۳ ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

کلمات حدیث: اَزِلَّ، زَلَّ ، زَلًّا (باب ضرب) پھسلنا۔ أَزَلَّهُ : پھسلانا۔ الزَلْزَلَ : گناہ۔ الزِلَّة : ایک مرتبہ کا گناہ۔ جَهِلَ جَهْلًا (باب سمع) نہ جاننا۔ جهل على : بیوقوف بننا، جہالت کا اظہار کرنا۔

شرح حدیث: آدمی جب کسی کام سے گھر سے باہر نکلتا ہے تو مختلف حالات اور مختلف لوگوں سے اس کا سابقہ پڑتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق اس کے شامل حال نہ ہو اور اس کی دستگیری اور حفاظت نہ کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ ظلوم وجہول بہک جائے اور کسی نا کردنی میں مبتلا ہو جائے یا کسی دوسرے بندے کی گمراہی اور بے راہ روی کا سبب بن جائے یا کسی سے کوئی جھگڑا ہو جائے اور اس میں وہ کوئی ظالمانہ یا جاہلانہ حرکت کر بیٹھے یا خود کسی کے ظلم وستم اور جہل و نادانی کا نشانہ بن جائے اس لئے رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلتے وقت اللہ کا پاک نام لینے اور اس پر اپنا ایمان اور اعتماد و توکل تازہ کرنے کے علاوہ ان سب خطرات سے بھی اس کی پناہ مانگتے تھے اور اپنے عمل سے امت کو تعلیم دیتے تھے کہ ہم ہر قدم پر اللہ کی مدد و توفیق اور حفاظت و دستگیری کے حاجت مند ہیں۔ (معارف الحديث : ۱۳٤/۵)

گھر سے نکلتے وقت کی دعاء

۸۳۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ قَالَ يَعْنِيْ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ: بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ يُقَالُ لَهٗ : هُدِيْتَ وَكُفِيْتَ وَوُقِيْتَ، وَتَنَحّٰى عَنْهُ الشَّيْطَانُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنِّسَائِيُّ وَغَيْرُهُمْ. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ

زَادَ اَبُوْدَاوُدَ: فَيَقُوْلُ. يَعْنِي الشَّيْطَانَ. لِشَيْطَانٍ اٰخَرَ : كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْهُدِيَ وَكُفِيَ وَوُقِيَ ؟

(۸۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص گھر سے نکلتے وقت کہے اللہ کے نام سے نکلا ہوں، اللہ پر توکل کیا، برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی توفیق اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ تو ہدایت دیا گیا کفایت کیا گیا اور بچایا گیا اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہم نے روایت کیا ہے، ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے، ابوداؤد نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں کہ شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے کہ تیرا اس شخص پر کیا بس چلے گا جسے ہدایت دی گئی کفایت کی گئی اور اسے بچالیا گیا۔

تخریج حدیث (۸۳): الجامع الترمذی ، ابواب الدعوات ، باب ما جاء ما يقول اذا خرج من بيته . سنن أبی داؤد ، كتاب الادب ، باب ما يقول اذا خرج من بيته .

شرح حدیث: اس مختصر حدیث کا پیغام اور روح یہ ہے کہ جب بندہ گھر سے باہر قدم نکالے تو اپنی ذات کو بالکل عاجز و ناتواں اور اللہ کی حفاظت و مدد کا محتاج سمجھتے ہوئے اپنے کو اس کی پناہ میں دیدے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی حفاظت اور پناہ میں لے لے گا اور شیطان اسے کوئی گزند نہ پہنچا سکے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا میں نے دریافت کیا کہ " لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰه " کا کیا مطلب ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی معصیت سے بچنے کا کوئی طریقہ نہیں سوائے اس کے کہ اللہ بچائے اور کسی طاعت کی آدمی میں کوئی ہمت نہیں سوائے اس کے کہ اللہ اس کو ہمت عطا فرمائے۔ (معارف الحديث : ۵/۱۳۲، دليل الفالحين : ۱/۲۰۴)

دوسروں کی خدمت سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے

۸۴. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ اَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اَحَدُهُمَا يَاْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ"

"يَحْتَرِفُ ": يَكْتَسِبُ وَيَتَسَبَّبُ .

(۸۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانۂ نبوت میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، اور دوسرا کوئی کام کرتا تھا، اس کام کرنے والے نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے اس بھائی کا شکوہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا ہوسکتا ہے کہ تمہیں اسی کی وجہ سے رزق مل رہا ہو۔

تخریج حدیث (۸۴): الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب التوکل علی الله .

کلمات حدیث: یَحْتَرِفُ : کام کرتا ہے۔ الحِرْفَة : پیشہ۔ اَلْمُحْتَرِفُ : پیشہ ور۔ لَعَلَّ : حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے، اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ توقع اور امید کے معنی دیتا ہے۔ بعض اوقات لام حذف ہو کر صرف علی استعمال ہوتا ہے کبھی لعل پر ما کافہ لاتے ہیں جیسے علمّا، لعلّما .

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں متعدد صحابۂ کرام ہر طرف سے یکسو ہو کر علوم نبوت کی تحصیل میں مشغول ہو گئے، اسی طرح کے ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے کہ وہ دربار نبوت میں حاضر رہتے تھے اور ان کے بھائی کچھ کام کرتے تھے، اور ان کی بھی کفالت کرتے تھے، ایک مرتبہ ان کام کرنے والے بھائی نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے بھائی کی شکایت کی کہ وہ کوئی کام نہیں کرتے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا کہ شاید تمہیں بھی انہی کی وجہ سے رزق مل رہا ہو، یعنی جب تم اس بھائی کی کفالت کرتے ہو جو دین کے حصول میں لگا ہوا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمہیں رزق عطا فرماتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک یہ بندہ اپنے بھائی کی مدد کر رہا ہوتا ہے، اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں رزق تمہارے کمزوروں کی وجہ سے ملتا ہے، اور اس واقعہ میں ایک نکتہ اور ہے کہ اگر کوئی انسان دنیا سے منقطع ہو کر اللہ کے دین کے کام میں لگ جائے اور اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کا کفیل ہو جاتا ہے اور اس کی ضرورتوں کی تکمیل کا انتظام فرما دیتا ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۲۰۵)

البَابُ (۸)

باب الا ستقامة

استقامت

۳۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ فَٱسۡتَقِمۡ كَمَآ أُمِرۡتَ ﴾

اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

''سوتو سیدھا چلا جا جیسا تجھے حکم ہے۔'' (ھود:۱۱۲)

تفسیری نکات: ان تین آیات کریمہ میں جس بات کی تعلیم دی گئی ہے وہ استقامت ہے، استقامت کا لفظ اپنے معنی میں بے اندازہ وسعت کا حامل ہے، دین کا فہم حاصل کر کے اس پر پوری زندگی کے لئے بعینہٖ دین کے جملہ تقاضوں کے مطابق اور قرآن وسنت کے احکام کے موافق اور اسوۂ حسنہ کے مطابق جسے رہنا زندگی کے کسی مرحلے میں اور کسی موڑ پر احکام الٰہی کی خلاف ورزی نہ ہو اور سرمو کہیں کسی جگہ اس سے انحراف نہ ہو استقامت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ استقامت ایک ایسا جامع لفظ ہے کہ دین کے تمام اجزاء اور ارکان اور ان پر صحیح عمل اس کی تفسیر ہے۔

دین پر استقامت گمراہیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے

دنیا میں جتنی گمراہیاں اور عملی خرابیاں آتی ہیں وہ سب استقامت سے ہٹ جانے کا نتیجہ ہوتی ہیں عقائد میں استقامت نہ رہے تو بدعات سے شروع ہو کر کفر وشرک تک نوبت پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ذات وصفات کے متعلق جو معتدل اور صحیح اصول رسول کریم ﷺ نے بیان فرمائے اس میں ذراسی کی بیشی گمراہی ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت ومحبت کی جو حدود مقرر کر دی گئی ان میں ذراسی کمی بھی گمراہی ہے اور زیادتی اور غلو بھی، اسی طرح معاملات واخلاق اور معاشرت کے تمام ابواب میں قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصولوں پر رسول کریم ﷺ نے اپنی عملی تعلیم کے ذریعے ایک معتدل اور صحیح راستہ قائم کر دیا ہے جس میں زندگی کے ہر مرحلے اور ہر موقع کے لئے ایک ایسا معتدل صراط مستقیم مسلمانوں کو دیا ہے جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی ہے۔

۳۴. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسۡتَقَٰمُواْ تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُواْ وَلَا تَحۡزَنُواْ وَأَبۡشِرُواْ بِٱلۡجَنَّةِ ٱلَّتِي كُنتُمۡ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحۡنُ أَوۡلِيَآؤُكُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَفِي ٱلۡأٓخِرَةِۖ وَلَكُمۡ فِيهَا مَا تَشۡتَهِيٓ أَنفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلٗا مِّنۡ غَفُورٖ رَّحِيمٖ ﴿٣٢﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہی ہے پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو، اور تمہیں بشارت ہو جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے دوست تھے، اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق ہیں وہاں جس نعمت کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہوگی، غفور رحیم کی جانب سے مہمان نوازی ہے۔'' (حم السجدۃ: ۳۰، ۳۱، ۳۲)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ جن لوگوں نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب یقین کرلیا اور اس کا اقرار بھی کرلیا یہ تو اصل ایمان ہوا، پھر اس پر مستقیم رہے یہ عمل صالح ہوا، اس طرح ایمان اور عمل صالح جمع ہوگئے، اس لئے علماء نے فرمایا کہ استقامت کا لفظ تمام احکام الٰہیہ اور جملہ اوامر ونواہی کو مشتمل ہے، تفسیر کشاف میں ہے کہ انسان کا رَبُّنَا اللّٰہ تب ہی صحیح ہوسکتا ہے جبکہ وہ دل سے یقین کرے کہ میں ہر حال میں اور ہر قدم پر اللہ کی زیر تربیت ہوں مجھے ایک سانس بھی اس کی رحمت کے بغیر نہیں آسکتا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان طریق عبادت پر ایسا مضبوط و مستقیم رہے کہ اس کا قلب اور قالب اس کی عبودیت سے سرمو انحراف نہ کریں۔

۳۵. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَـٰمُواْ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝١٣ أُوْلَـٰٓئِكَ أَصْحَـٰبُ ٱلْجَنَّةِ خَـٰلِدِينَ فِيهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ ۝١٤ ﴾

مزید فرمایا:

''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے، یہی اہل جنت ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (الاحقاف: ۱۳، ۱۴)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں کمال بلاغت کے ساتھ پورے ایمان واسلام اور عمل صالح کو جمع کردیا گیا ہے، رَبُّنَا اللّٰہ کا اقرار پورا ایمان ہے اور اس پر استقامت میں ایمان پر تادم مرگ قائم رہنا بھی شامل ہے اور اس کے مقتضیات پر پورا پورا عمل بھی۔ اس استقامت کا صلہ دنیا اور آخرت کے ہر فکر وغم اور پریشانی سے نجات ہے، اور جنت کی بشارت ہے۔

(تفسیر مظہری، تفسیر عثمانی، معارف القرآن)

----

۸۵. وَعَنْ اَبِیْ عَمْرٍو وَقِیْلَ اَبِیْ عَمْرَۃَ سُفْیَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)قُلْ لِیْ فِی الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَاأَسْأَلُ عَنْهُ اَحَدًا غَیْرَکَ. قَالَ : ''قُلْ : اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ'' رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

(۸۵) حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتایئے کہ پھر آپ ﷺ کے سوا کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر

اس پر استقامت اختیار کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۸۵): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام

راوی حدیث: حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمرو اور ابوعمرہ تھی، طائف کے مشہور قبیلہ بنوثقیف سے تعلق تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں طائف میں عامل مقرر کیا تھا، ان سے یہی ایک حدیث مروی ہے جو مسلم کے علاوہ جامع ترمذی سنن النسائی اور سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۲۰۷)

شرح حدیث: مطلب یہ ہے کہ اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لاکر ان کے جملہ احکام پر عمل کرنا اور زندگی کے ہر ہر مرحلے پر اطاعت وفرمان برداری کا پیکر بنا رہنا ہی ایمان کا تقاضا ہے، جس قدر ایمان مضبوط اور قوی ہوگا اسی قدر مؤمن کا جذبۂ طاعت ابھرے گا اور وہ آمادۂ عمل ہوگا اور جس قدر عمل میں کمزوری ہوگی تو وہ دلیل ہوگی ایمان کی کمزوری کی، غرض استقامت کمال ایمان کی علامت ہے کہ ایمان کے ساتھ مرتے دم تک عمل بھی کرتا رہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی، دلیل الفالحین : ۱/۲۰۷)

دین پر مضبوطی سے جمے رہنے کا حکم ہے

۸۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا، وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ لَنْ یَنْجُوَاَحَدٌ مِنْكُمْ بِعَمَلِهٖ" قَالُوْا : وَلَا اَنْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

"وَالْمُقَارَبَةُ" اَلْقَصْدُ الَّذِیْ لَاغُلُوَّ فِیْهِ وَلَاتَقْصِیْرَ. "وَالسَّدَادُ" اَلْاِسْتِقَامَةُ وَالْاِصَابَةُ. "وَیَتَغَمَّدَنِیْ" یُلْبِسُنِیْ وَیَسْتُرُنِیْ. قَالَ الْعُلَمَآءُ : مَعْنَی الْاِسْتِقَامَةِ لُزُوْمُ طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی قَالُوْا : وَهِیَ مِنْ جَوَامِعِ الْكَلِمِ وَهِیَ نِظَامُ الْاُمُوْرِ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ .

(۸۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ دین پر چلو اور مضبوطی سے جمے رہو اور جان لو کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے عمل کی بنا پر نجات نہیں پائے گا، عرض کی اور آپ بھی نہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا! اور میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ ڈھانپ لے۔ (مسلم)

مقاربۃ کے معنی ہیں ایسی میانہ روی جو غلو اور تقصیر سے خالی ہو، سداد کے معنی استقامت اور درستگی کے ہیں، یَتَغَمَّدنی مجھے پہنائے اور مجھے ڈھانپ لے، علماء فرماتے ہیں کہ استقامت کے معنی لزوم طاعت کے ہیں، اور فرمایا کہ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے کہ امور دینی کا نظم اسی پر استوار ہے۔ وباللہ التوفیق

تخریج حدیث(۸۶): صحیح مسلم، کتاب المنافقین، باب لن یدخل احدالجنة بعمله .

شرح حدیث: اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ثواب وعقاب اور احکام شرعیہ قرآن اور سنت سے ثابت ہوتے ہیں عقل

سے ثابت نہیں ہوتے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور اس کو اپنی مخلوق پر پوری قدرت حاصل ہے جو وہ چاہتا ہے وہ اپنی حکمت سے اسے انجام دیتا ہے ﴿ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾ ﴾ اور جو اہل ایمان جنت میں جائیں گے اپنے عمل کی بنیاد پر نہیں داخل ہوں گے، بلکہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے داخل ہوں گے، اعمال صالحہ تو اس کے حکم کی تعمیل کے لئے ہیں اور احکام کی تعمیل سے اس کی رضا حاصل ہوتی ہے اور رضائے الٰہی باعث بنتی ہے اس کے فضل وکرم اور رحمت کی۔ اس لئے جنت میں دخول صرف اللہ کی رحمت سے ہوگا۔ نیز یہ کہ خود دولت ایمان حاصل ہونا اور اس ایمان کے طفیل اعمال صالحہ کرنا بھی اللہ کی رحمت اس کے فضل اور توفیق سے ہے اور ہدایت ایمان بھی تو اللہ کی جانب سے ہے جب ایمان اور عمل صالح کی ابتداء اور اس کا آغاز اللہ کی رحمت اور اس کی توفیق پر موقوف ہے تو اس کا اختتام اور منتہا یعنی دخول جنت تو یہ بھی اسی کا فضل اور اس کی رحمت سے ہوگا۔

اور اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی کہ خود اللہ کے محبوب اور خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین فرما رہے ہیں کہ میں بھی عمل سے جنت میں نہیں جاؤں گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت اور فضل سے ڈھانپ لے۔

(صحيح مسلم بشرح النووی، دليل الفالحين : ١/٢٠٨)

البَابُ (۹)

فِی التَّفَکُّرِ فِیْ عَظِیْمِ مَخْلُوْقَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَفَنَاءِ الدُّنْیَا وَاَهْوَالِ الْاٰخِرَةِ وَسَائِرِ اُمُوْرِهِمَا وَتَقْصِیْرِ النَّفْسِ وَتَهْذِیْبِهَا وَحَمْلِهَا عَلَی الْاِسْتِقَامَةِ

اللہ کی عظیم مخلوقات میں غور وفکر، فنائے دنیا، اہوال آخرت اور دیگر امور میں تفکر نفس کی کوتاہی اور اس کی تہذیب اور اسے آمادۂ استقامت کرنے کا بیان

۳۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ إِنَّمَآ أَعِظُكُم بِوَٰحِدَةٍ ۖ أَن تَقُومُواْ لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَٰدَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُواْ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک اور غور کرو۔'' (سورۃ السبا: ۴۶)

تفسیری نکات: آیات مذکورہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی وسیع وعریض کائنات میں غور وفکر کی دعوت دے رہی ہیں اور یہ دعوت عمومی ہے کہ ہر انسان غور کرے اور فکر وتدبر کرے کہ کیا یہ کائنات خود بخود وجود میں آگئی یا اس کا پیدا کرنے والا اور خود انسان کا پیدا کرنے والا اللہ نہیں ہے جس نے ہر شئے کو اپنی حکمت علم اور قدرت سے پیدا فرمایا کیا یہ کائنات عبث پیدا ہوئی یا خلق کون ومکان میں حکمتیں اور اسرار پنہاں ہیں اور خود انسان ایک مقصد وجود رکھتا ہے۔

پہلی آیت میں اہل مکہ پر اتمام حجت کی جارہی ہے اور انہیں کہا جارہا ہے کہ تم ایک کام کرو کہ اللہ کے نام پر اٹھ کھڑے ہو اور کئی کئی مل کر باہم مشورہ کرو اور الگ الگ تنہائی میں غور کرو اور سوچو کہ تمہارا یہ رفیق محمد رسول اللہ ﷺ جو چالیس برس سے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں جس کے تمام حالات زندگی سے تم بخوبی واقف ہو اور اس کی امانت ودیانت صدق وعفاف اور فہم ودانش کے تم ہمیشہ معترف رہے ہو، کبھی کسی معاملہ میں نفسانیت یا غرض پرستی کا الزام تم نے اس پر نہیں رکھا کیا تم واقعی گمان کر سکتے ہو کہ انہیں بیٹھے بٹھائے جنون ہو گیا ہے جو خواہ مخواہ اس نے ایک طرف سے سب کو دشمن بنالیا کیا کہیں دیوانے ایسی حکمت ودانائی کی باتیں کیا کرتے ہیں یا کوئی مجنون اپنی قوم کی اس قدر خیر خواہی اور ان کی اخروی فلاح اور دنیاوی ترقی کا اتنا زبردست لائحہ عمل پیش کر سکتا ہے وہ تمہیں سخت خطرناک اور تباہی انگیز مستقبل سے آگاہ کر رہا ہے قوموں کی تاریخیں سناتا ہے دلائل وشواہد سے تمہارا برا بھلا سمجھاتا ہے یہ کام دیوانوں کے نہیں ہیں یہ ان اولوالعزم پیغمبروں کے کام ہیں جنہیں احمقوں اور شریروں نے ہمیشہ دیوانہ کہا ہے۔ (تفسیر عثمانی، معارف القرآن)

۳۷. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ لَأَيَٰتٍ لِّأُوْلِي ٱلْأَلْبَٰبِ ١٩٠ ٱلَّذِينَ يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ قِيَٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَٰطِلًا سُبْحَٰنَكَ ﴾

نیز فرمایا کہ

’’بیشک آسمانوں اورزمین کی تخلیق میں اورشب وروز کی آمدورفت میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آسمانوں اورزمین کی تخلیق میں غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے یہ عبث نہیں بنایا۔‘‘

(آل عمران: ۱۹۰)

آسمان وزمین کی تخلیق پر غور کرنا چاہیے

تفسیری نکات: دوسری آیت کے شان نزول سے متعلق ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور محدث ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ عطاء بن ابی رباح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے حالات میں جو سب سے عجیب واقعہ ہو وہ مجھے سنایئے، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ان کی کس شان کو پوچھتے ہو ان کی تو ہر شان عجیب تھی ہاں میں تمہیں ایک عجیب واقعہ سناتی ہوں ایک رات آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور لحاف میں میرے ساتھ لیٹ گئے پھر فرمایا کہ مجھے اجازت دو کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں، آپ ﷺ بستر سے اٹھے وضو فرمایا پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور قیام میں اس قدر روئے کہ آپ ﷺ کے آنسو سینہ مبارک پر بہنے لگے پھر رکوع فرمایا، اس میں بھی روئے، پھر سجدہ کیا اور سجدے میں بھی اس قدر روئے پھر سر اٹھایا اور مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور آپ ﷺ کو نماز کی اطلاع دی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اس قدر گریہ کیوں فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اور شکریہ میں گریہ وزاری نہ کروں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آج کی شب مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے: ﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ﴾ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ بڑی تباہی ہے اس شخص کے لئے جس نے ان آیتوں کو پڑھا اور ان میں غور نہیں کیا۔

یعنی عقلمند آدمی جب آسمان وزمین کی تخلیق اور ان کے نظام شمس وقمر اور ان کی حرکات نوع بہ نوع حیوانات اور رنگ برنگ نباتات اور ان سب میں پنہاں ایک مضبوط اور محکم نظام اور ان کے درمیان موجود ربط وترتیب پر غور کرتا ہے تو اسے یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا مرتب ومنظم سلسلہ ضرور کسی مختار کل اور قادر مطلق علیم وخبیر کے ہاتھ میں ہے جس نے اپنی عظیم قدرت اور اختیار سے ہر چھوٹی بڑی مخلوق کا انتظام فرما رکھا ہے کسی چیز کی مجال نہیں اپنے محدود وجود اور اپنے مقررہ دائرہ عمل سے باہر قدم نکال سکے۔

غرض اہل دانش وبینش وہ ہیں جو کائنات میں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں اور گردش لیل ونہار کے بارے میں سوچتے ہیں اور بالآخر پکار اٹھتے ہیں کہ اے اللہ اے ہمارے رب تیرا یہ سارا کارخانہ عبث نہیں ہے اور اس کی کوئی چیز بھی بے کار نہیں ہے، اور اگر کائنات کا ایک ایک ذرہ بے کار نہیں ہے اور کسی نہ کسی کام میں لگا ہوا ہے تو انسان کیسے بے کار ہو سکتا ہے اس کا بھی کوئی نہ کوئی مقصود وجود ہے اور مقصد حیات ہے جسے اسے سرانجام دینا ہے۔ (تفسیر مظهری، تفسیر عثمانی، معارف القرآن)

۳۸. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى ٱلْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَإِلَى ٱلسَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَإِلَى ٱلْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَإِلَى ٱلْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ ﴾

مزید فرمایا:

''بھلا کیا نظر نہیں کرتے اونٹوں پر کہ کیسے بنائے ہیں اور آسمان پر کہ کیسا اسے بلند کیا ہے اور زمین پر کہ کیسی صاف بچھائی ہے سو تو سمجھائے جا کہ تیرا کام تو یہی سمجھانا ہے۔'' (الغاشیۃ:۱۷، ۲۱)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ اور جانوروں کی بہ نسبت یہ کیسا عجیب الخلقت جانور ہے اور آسمانوں کی رفعت کو نہیں دیکھتے اور کیا پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ زمین پر کس طرح نصب کر دیئے گئے ہیں؟ کیا زمین کو نہیں دیکھتے جس پر رات دن چلتے پھرتے کاروبار کرتے اور زندگی گزارتے ہیں کہ یہ کس طرح مسطح کر کے بچھائی گئی ہے؟ کیا ان سب اشیاء کو دیکھ کر اللہ کی قدرت اور اس کے حکیمانہ نظام کی طرف عقل متوجہ نہیں ہوتی، جس سے بعث بعد الموت کا ہونا اور آخرت کے احوال اور اہوال کا یقین ہو جاتا، عرب صحرا نشین اور شتر سوار تھے اور بکثرت اونٹوں پر سوار ہو کر سفر کرتے رہتے، حالت سفر میں انسان جب تنہا ہو تو وہ طبعاً مائل تفکر ہوتا ہے، اس لئے غور وفکر کی دعوت کا آغاز اونٹ سے ہوا کہ اس پر یہ مسافر سوار ہے، اسے کہا گیا کہ ذرا نظر اٹھا کر اوپر دیکھو تو آسمان ہے سامنے دیکھو تو پہاڑ ہے نیچے دیکھو تو زمین ہے، یہ جو بہت قریب ترین اشیاء ہیں ان پر غور کرو کہ کس طرح اللہ کے کمال خلق کی دلیل ہیں۔

(تفسیر عثمانی، دلیل الفالحین : ۱/۲۱۲)

۳۹. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ ۞ أَفَلَمْ يَسِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ فَيَنظُرُوا۟ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ . وَمِنَ الْاَحَادِيْثِ الْحَدِيْثُ السَّابِقُ . '' اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَه' . ''

اور مزید فرمایا: ''کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی تا کہ دیکھتے۔'' (محمد: ۱۰)

آیات متعدد ہیں اور اس موضوع سے متعلق حدیث ''الکیس من دان نفسہ'' گزر چکی ہے۔

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں کفار مکہ کو سرزنش اور تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ کیا تم زمین میں کبھی چلے پھرے نہیں اور تم نے عاد وثمود کی بستیاں نہیں دیکھیں کہ ان کے مضبوط قلعوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح اکھاڑ پھینکا، ہر جگہ حیات وممات آبادی اور بربادی کا نقشہ بکھرا ہوا ہے اگر دیدہ بینا ہو تو عبرت کے لئے بہت سامان موجود ہے۔

البَابُ (۱۰)

فِي الْمُبَادِرَةِ إِلَى الْخَيْرَاتِ وَحِثِّ مَنْ تَوَجَّهَ لِخَيْرٍ عَلَى الْإِقْبَالِ عَلَيْهِ بِالْجِدِّ مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ

نیک کام میں جلدی کرنا اور طالب خیر کو شوق سے اور بلا تردد نیکی پر آمادہ کرنا

۴۰. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''نیکیوں میں سبقت حاصل کرو۔'' (البقرۃ:۱۴۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ نیکیوں میں سبقت حاصل کرو۔ انسان اس دنیا میں اللہ کی بندگی اور طاعت رب کے لئے بھیجا گیا ہے جو مہلت دنیا میں کام کی ملی ہے، وہ بے حد کم اور وقت انتہائی محدود ہے، اس وقت میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اسے فضول گنوایا جائے تقاضائے عقل و دانش یہی ہے کہ اس وقت کو کام میں لایا جائے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں اور اعمال صالحہ کئے جائیں اور مسابقت اور جلدی کی جائے کہیں یہ نہ ہو کہ فرصت کے انتظار میں مہلت ختم ہو جائے اس لئے مبادرت اور سبقت ضروری ہے، آخرت کی زندگی میں صرف نیکیاں ہی کام آئیں گی وہاں مال واولاد کچھ کام نہ آئے گی، مسابقت الی الخیرات میں سستی عموماً آخرت سے غفلت کے سبب ہوتی ہے جس کو اپنی آخرت اور اپنے انجام کی فکر ہو وہ ایک لحہ بھی غافل نہیں رہ سکتا اسے تو ہر گھڑی آخرت کی فکر لگی رہتی ہے اور ہر لمحہ وہاں کے ثواب اور حصول نجات کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے۔ (معارف القرآن : ۳۸۹/۱)

۴۱. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَسَارِعُوٓا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَٰوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴾

نیز فرمایا:

''اور دوڑو مغفرت کی طرف اپنے رب کی اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔'' (آل عمران:۱۳۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں مغفرت اور جنت کی طرف مسابقت اور مسارعت کا حکم دیا گیا ہے، مغفرت سے مراد اسباب مغفرت ہیں یعنی اعمال صالحہ کی طرف دوڑ و اور مسابقت کرو کہ دنیا میں وقت اور مہلت کم ہے اور آخرت کا مرحلہ کٹھن اور وہاں کی پکڑ بڑی سخت ہے اور جو اللہ پر ایمان لا کر اور رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کر کے نیک اعمال میں مسارعت اور مسابقت کرے گا تو اللہ نے اس کے لئے جنت تیار کر رکھی ہے جو اہل تقویٰ کے لئے ہے جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، انسان کے ذہن میں جو وسعت آسکتی ہے وہ زمین اور آسمانوں کی وسعت ہے لیکن یہاں جنت کی وسعت کو تمثیل کے طور پر بیان کیا گیا ہے ورنہ فی الحقیقت جنت کی وسعت آسمانوں سے اور زمین سے بھی زیادہ ہے، عرض کے معنی قیمت کے بھی بیان کئے گئے ہیں یعنی جنت کوئی معمولی شئے نہیں بلکہ

بہت قیمتی چیز ہے اس کی قیمت کا اندازہ کرنا چاہو تو کہ آسمانوں کی تہوں اور زمین کی پرتوں میں جس قدر خزانے چھپے ہوئے ہیں وہ سب مل کر بھی اس کی قیمت نہیں بنتے۔ (معارف القرآن : ۱۸۲/۲)

اعمالِ صالحہ زیادہ سے زیادہ انجام دیئے جائیں

۸۷. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصّٰلِحَةِ فَسَتَكُوْنُ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِیْ كَافِرًا اَوْيُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۸۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیک کاموں کے کرنے میں جلدی کرو، عنقریب تاریک رات کے حصوں کے مانند فتنے ہوں گے، صبح کو آدمی مؤمن ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کو کافر، دنیا کے تھوڑے سے مال کے بدلے اپنا دین فروخت کر دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۸۷): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی المبادرة بالاعمال قبل تظاهر الفتنة.

کلمات حدیث: بَادِرُوْا : جلدی کرو۔ بَادَرَ، مُبَادَرَةً (باب مفاعلہ) جلدی کرنا۔ بَدَرَ، بَدْرًا (باب نصر) جلدی کرنا۔ العرض : اسباب، سامان، جمع عروض۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ پر منکشف کیا گیا تھا کہ امت پر ایسے حالات بھی آئیں گے کہ رات کے اندھیرے کی طرح نوع بہ نوع فتنے لگاتار برپا ہوں گے، فتنوں کی کثرت سے ایسا ہو جائے گا کہ ایک آدمی صبح کو اس حال میں اٹھے گا کہ مؤمن ہوگا لیکن شام تک وہ مال کی محبت میں کسی گمراہی یا بدعملی میں مبتلا ہو کر اپنا ایمان برباد کر چکا ہوگا اور شام کو اگر حالت ایمان پر باقی ہوگا تو صبح کو ایمان کی دولت دنیا کے تھوڑے سے سامان کے بدلے فروخت کر چکا ہوگا۔

قیامت کے قریب فتنوں کا ظہور ہوگا

قیامت کے قریب فتنوں کی کثرت ہوگی اور اس طرح تیزی سے فتنے آئیں گے جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو پے در پے دانے گرتے ہیں اور ان فتنوں میں سب سے عظیم فتنہ اللہ کا اور آخرت کے حساب کا خوف دل سے جاتے رہنا اور دنیا کی محبت کا دل میں جگہ بنا لینا ہے، لوگ دنیا ہی کو اپنا محبوب و مطلوب بنالیں گے ان کی اصل فکر وسعی دنیا ہی کے واسطے ہوگی اور آخرت کا تصور مضمحل ہو کر کمزور پڑ جائے گا، غرض طلب دنیا اور دنیا کی محبت میں انسان آخرت کو فراموش کر کے ہر اس کام کے لئے آمادہ ہو جائے گا جس سے اسے دنیا حاصل ہو سکے اور اس طرح فتنے اس کو اس طرح جکڑ لیں گے کہ ہر صبح و شام اس کا ایمان خطرے میں ہوگا، ان حالات میں حکم یہ ہے کہ نیک اعمال میں جلدی کرو ایسا نہ ہو کہ کسی فتنے میں مبتلا ہو جائے اور پھر اعمال خیر کی توفیق ہی نہ ہو، نیز اعمال صالحہ کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ان اعمال کی برکت سے فتنوں سے محفوظ فرما دے گا۔

(شرح صحیح مسلم نووی، دلیل الفالحین : ۱/ ۲۱۵، معارف الحدیث : ۸/ ۹۷)

رسول اللہ ﷺ کے صدقہ کرنے کا ایک واقعہ

۸۸. عَنْ اَبِیْ سِرْوَعَةَ "بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِهَا" عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : صَلَّيْتُ وَرَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ اِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَآئِهٖ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَاٰى اَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ قَالَ : "ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ اَنْ يَحْبِسَنِيْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ "كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ اَنْ اُبَيِّتَهٗ ."

"اَلتِّبْرُ" قِطَعُ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ .

(۸۸) حضرت ابوسروعہ عقبۃ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی آپ ﷺ نماز سے سلام پھیر کر جلدی سے لوگوں کے درمیان سے نکلتے ہوئے ازواج میں سے کسی کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے، آپ ﷺ کی جلدی سے صحابۂ کرام گھبرا گئے جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور محسوس فرمایا کہ صحابہ فکرمند ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یاد آیا کہ ہمارے گھر میں چاندی کا ایک ٹکڑا ہے مجھے ناگوار گزرا کہ میں اسے رکھے ہوں تو کہہ کر آیا ہوں کہ اسے صدقہ کردیں۔ (بخاری)

ایک اور روایت میں ہے کہ صدقہ کے مال سے چاندی کا ایک ٹکڑا بچا ہوا تھا مجھے برا لگا کہ یہ ٹکڑا رات بھر گھر میں رہے۔

تبر کے معنی سونے یا چاندی کے پتھر کے ہیں۔

تخریج حدیث(۸۸): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من صلی بالناس فذکر حاجة فتخطا هم

راوی حدیث: ابوسروعہ عقبۃ بن عامر، اہل نسب بیان کرتے ہیں کہ عقبہ اور ابوسروعہ بھائی تھے دونوں فتح مکہ کے وقت اسلام لائے، ابن الاثیر نے کہا کہ یہی صحیح ہے، صحیح بخاری میں ان سے تین احادیث مروی ہیں۔

کلمات حدیث: وراء الانسان: پیچھے، کبھی آگے کے معنی میں آتا ہے۔ تخطی، خطا، خطوًا (باب نصر) قدموں کے درمیان کشادگی کرکے چلنا۔ تخطی: پھاندنا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ ﷺ کے لئے مکہ کی وادی کو سونے سے بھر دیا جائے، مگر آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اے میرے رب میں تو ایسی فقیرانہ زندگی چاہتا ہوں کہ ایک دن کھانے کو ہو اور ایک دن کھانے کو نہ ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں نے جو کی روٹی سے بھی دو دن متواتر پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ حضور ﷺ دنیا سے اٹھا لئے گئے۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث مبارک میں عقبۃ بن عامر بیان کررہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بعد نماز عصر تیزی سے گھر میں تشریف لے گئے، اور واپس آکر صحابۂ کرام کو متعجب پایا تو فرمایا کہ صدقات کے مال میں سے ایک چاندی کا پترا بچا ہوا تھا نماز میں اس کا خیال آ گیا، اور مجھے ناگوار گزرا کہ وہ رات بھر میرے گھر میں رہے، اس لئے کہہ آیا ہوں کہ اسے صدقہ کردیں۔

(دلیل الفالحین : ۱/۲۱۵، معارف الحدیث : ۲/۷۱)

عمرو بن حمام کے دخولِ جنت کا شوق

۸۹. عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اُحُدٍ : اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فَاَیْنَ اَنَا؟ قَالَ "فِی الْجَنَّۃِ" فَاَلْقٰی تَمَرَاتٍ کُنَّ فِیْ یَدِہٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

(۸۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے احد کے روز نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر میں آج قتل ہو جاؤں تو میں کہاں ہوں گا آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں اس کے ہاتھ میں چند کھجوریں تھیں وہ اس نے پھینکی پھر قتال کیا اور شہید ہو گیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۹): صحیح البخاری، کتاب المغازی، با ب غزوۃ احد . صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، با ب ثبوت الجنۃ الشہید .

کلمات حدیث: تمرات : جمع تمرۃ کی۔ کھجور۔ تمرات، چند کھجوریں۔

شرح حدیث: ایک صحابی رسول ﷺ نے جنگ احد کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، یا رسول اللہ اگر میں اس جنگ میں مارا جاؤں تو میں کہاں ہوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں خطیب کہتے ہیں کہ ان صاحب کا نام عمرو بن الحمام انصاری تھا، ان صاحب کے ہاتھ میں چند کھجوریں تھیں، انہوں نے اللہ کی رضا کے حصول کے لئے سبقت میں اتنی تاخیر پسند نہ کی کہ وہ کھجوریں کھالیں کہنے لگے اگر میں یہ کھجوریں کھانے میں لگا تو یہ تو بہت طویل وقفہ حیات ہے، چنانچہ کھجوریں پھینک دیں اور جنگ میں کود پڑے اور شہادت پائی اس روز مسلمانوں میں شہادت پانے والے وہ پہلے شخص تھے، ایک اور روایت میں ہے کہ ایک سیاہ فام شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ میرا رنگ سیاہ ہے میرے جسم میں بو ہے اور میرے پاس مال نہیں ہے اگر میں ان سے جنگ کروں اور مارا جاؤں تو میں کہاں ہوں گا آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں وہ شخص آگے بڑھا اور شہید ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تیرے چہرے کو سپید کردے تیری بو کو پاکیزہ بنادے اور تجھے جنت کی دولت عطا کردے۔ (دلیل الفالحین: ۱/۲۱۶)

صحت کے زمانہ میں صدقہ کرنے کا زیادہ ثواب ہے

۹۰. عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا ؟ قَالَ : "اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰى وَلَاتُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلْحُلْقُوْمُ" مَجْرَى النَّفْسِ. وَ "الْمَرِئُى" مَجْرَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ .

(۹۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ کون سے صدقہ کا اجر عظیم ہے؟ فرمایا وہ صدقہ زیادہ اجر کا موجب ہے جو تندرستی اور صحت کی حالت میں دے جب تو فقر سے ڈرتا ہو اور غنا کی امید رکھتا ہو۔ اتنی مہلت نہ لے کہ سانس اکھڑ جائے اور تو کہے کہ یہ فلاں کو دیدو اور یہ فلاں کو دیدو، وہ تو پہلے ہی فلاں کا ہو چکا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۰): صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب ای الصدقة افضل . صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب بیان ان افضل الصدقة صدقة الصحیح الشحیح .

کلمات حدیث: شحیح : بخیل اور حریص۔ شح کے معنی بخل مع حرص کے ہیں۔ حلقوم :حلق، جمع حلاقیم .

شرح حدیث: اللہ کی رضا کے لئے اپنا مال خرچ کرنا ایک بہترین عبادت ہے، قرآن وسنت میں جا بجا انفاق کا حکم ہے، اور بہترین صدقہ وہ ہے اور اس کا اجر وثواب بھی زیادہ ہے جب آدمی تندرستی اور صحت کے ایسے عالم میں ہو جب اس میں مال کی طبعی خواہش اور فطری میلان موجود ہو اسے فقر کا اندیشہ ہو اور وہ تونگری کا آرزومند ہو، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس حالت میں جو شخص اللہ کی راہ میں صدقہ کر رہا ہے اس کی نیت رضائے الٰہی کے حصول کی ہے اور وہ ایک عزم صمیم کے ساتھ اور شوق اور رغبت کے ساتھ اپنا مال اللہ کی راہ میں دے رہا ہے، لیکن اگر اس شخص کی بیماری یا عمر کی زیادتی سے مال ودولت کی رغبت ہی دم توڑ گئی ہے اور اب وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ تو اب جانے ہی والا ہے چلو کچھ راہ خدا میں بھی دیدوں صاف ظاہر ہے کہ اس کا اجر وثواب کم ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ اپنی زندگی کے ہر مرحلے میں صدقہ کرے اور انفاق فی سبیل اللہ کے حکم پر عمل کرے اور صحت وتوانائی کے زمانے میں مال کی رغبت رکھتے ہوئے اسے اللہ کی راہ میں صرف کرے یہ نہ ہو کہ آج کل پر ٹالتا رہے اور اسی میں دم آخر آجائے اور پھر کہے کہ یہ فلاں کو دیدو، اب تو وہ پہلے ہی فلاں اور فلاں کا ہو چکا ہے۔ (فتح الباری : ۱/۸۲٤، دلیل الفالحین : ۱/۲۱٦)

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی بہادری کا واقعہ

۹۱ . اَلْخَامِسُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ سَيْفًا يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ: مَنْ يَاْخُذُ مِنِّىْ هٰذَا؟ فَبَسَطُوْا اَيْدِيَهُمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْهُمْ يَقُوْلُ : اَنَا اَنَا قَالَ : فَمَنْ يَاْخُذُهٗ بِحَقِّهٖ ؟ فَاَحْجَمَ الْقَوْمُ فَقَالَ اَبُوْ دُجَانَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَنَا اٰخُذُهٗ بِحَقِّهٖ فَاَخَذَهٗ فَفَلَقَ بِهٖ هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اِسْمُ اَبِیْ دُجَانَةَ سِمَاکُ بْنُ خَرْشَةَ قَوْلُهٗ "اَحْجَمَ الْقَوْمُ" اَیْ تَوَقَّفُوْ. وَ"فَلَقَ بِهٖ" اَیْ شَقَّ "هَامَ الْمُشْرِكِیْنَ" اَیْ رُئُوْسَهُمْ.

(۹۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد کے موقع پر تلوار اٹھائی اور فرمایا کہ یہ مجھ سے کون لیتا ہے، سب نے ہاتھ پھیلا دیے، صحابہ میں سے ہر ایک کہہ رہا تھا کہ میں میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون اسے اس کے حق کے ساتھ لیتا ہے، اس پر سب جھجک گئے، ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ میں اسے اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں، چنانچہ انہوں نے اس سے مشرکین کی گردنیں کاٹ ڈالیں۔ (مسلم)

ابو دجانہ کا نام سماک بن خرشہ ہے، اَحْجَم القوم کے معنی ہیں رک گئے۔ فَلَقَ به سر پھاڑ دیا، هَام المشركين، مشرکین کی کھوپڑیاں۔

تخریج حدیث(۹۱): صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی دجانة سماك بن خرشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه.

کلمات حدیث: اَحْجَمَ عَنِ الشَیْئ : ڈر کر باز رہنا۔ اَحْجَمَ القوم : رک گئے، باز رہے۔ فَلَقَ به : توڑ دیا، کاٹ دیا، پھاڑ دیا۔ هَام المشركين : مشرکین کے سر۔

شرح حدیث: اللہ کے راستے میں جہاد و قتال ایک عظیم الشان عبادت ہے، اور شہادت ایک رتبۂ بلند ہے جو جہاد میں شہید ہو جانے والوں کو حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ کہ مر کر حیات جاوداں حاصل کر لیتا ہے، غزوۂ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار اٹھائی اور صحابۂ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تلوار کون لے گا، سب نے اپنے ہاتھ دراز کر دیئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون اس کا حق ادا کرے گا، ابو دجانہ آگے بڑھے اور فرمایا کہ میں اس کا حق ادا کروں گا، آپ ﷺ نے تلوار ان کو عنایت فرما دی وہ تلوار لیکر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور مشرکین کی گردنیں اڑا دیں اور بالآخر خود بھی شہید ہو گئے۔

سیرت ابن سید الناس میں ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں بھی امیدواروں میں سے تھا اور میں نے حضور ﷺ سے تلوار مانگی تھی، مگر آپ ﷺ نے ابو دجانہ کو دیدی تھی، میں نے سوچا کہ میں دیکھتا ہوں کہ کیا کرتے ہیں انہوں نے ایک سرخ پٹی نکال کر پیشانی پر باندھی، انصار نے کہا ابو دجانہ نے موت کی پٹی نکال لی وہ مشرکین کے لشکر میں گھس گئے اور جو سامنے آیا اسے قتل کرتے گئے، یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو گئے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی : ۲۰/۱٦، دلیل الفالحین : ۲۱۸/۱)

قربِ نبی کا زمانہ بہتر ہے

۹۲. اَلسَّادِسُ عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ قَالَ اَتَیْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَشَكَوْنَا اِلَیْهِ مَانَلْقٰی

مِنَ الْحَجَّاجِ. فَقَالَ: اصْبِرُوْا فَإِنَّهُ لَايَأْتِي زَمَانٌ إِلَّا وَالَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّمِنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ، سَمِعْتُهُ مِنْ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۹۲) حضرت زبیر بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہم نے ان کے سامنے حجاج کی زیادتیوں کا شکوہ کیا، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صبر کرو، جو بھی زمانہ آئے گا اس کے بعد آنے والا زمانہ اس سے برا ہوگا، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو گے، میں نے یہ بات تمہارے نبی ﷺ سے سنی ہے۔ (صحیح البخاری)

تخریج حدیث(۹۲): صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب لایأتی زمان الاالذی بعدہ شرمنہ.

شرح حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سامنے حجاج بن یوسف کی زیادتیوں کا شکوہ کیا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صبر کرو کیوں کہ جو بھی زمانہ آئے گا وہ گزرے ہوئے وقت سے برا ہوگا، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو، یہ بات میں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنی ہے، اس لئے انسان کے لئے صحیح راستہ یہ ہے کہ وہ تکالیف اور صعوبتوں کو نظرانداز کر کے اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرلے، اور بزعم خود اس خیال میں نہ بیٹھا رہے کہ جب کوئی دور امن وسکون اور عافیت کا آئے گا تو میں اچھے اعمال کروں گا کیوں کہ زمانہ (وقت) تلوار ہے یا تم اپنے عمل خیر سے اسے کاٹو یا یہ تمہیں کاٹ دے گا، مشکاۃ نبوت سے جس قدر بعد ہوتا جائے گا اسی قدر زمانہ خراب ہوتا جائے گا کیوں کہ انسان اس دنیا میں ابتلاء وآزمائش کے لئے بھیجا گیا ہے اس لئے مصائب وآلام رنج ومحن تکالیف اور دشواریاں سب اس ابتلاء کا حصہ ہیں، شاید عمر بھر میں بھی کوئی لمحہ ایسا آتا ہو جب ہر قسم کے خرشوں اور محنت وتکلیف سے آزاد اور اس بےفکری سے فائدہ اٹھا کر کوئی کار خیر کرے۔ (فتح الباری: ۳/ ۷۰۰، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۱۸)

فرصت وصحت میں خوب اعمال صالحہ کی پابندی کرو

۹۳. اَلسَّابِعُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًا اَوْغِنًى مُطْغِيًا اَوْمَرَضًا مُفْسِدًا اَوْهَرَمًا مُفْنِدًا اَوْمَوْتًا مُجْهِزًا اَوِالدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ اَوِالسَّاعَةَ فَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۹۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات باتوں کے وقوع سے پہلے جلدی جلدی عمل صالح کرلو، آیا تم ایسے فقر کا انتظار کرو گے جو مت ماردے اور تم عمل کرنا بھی بھول جاؤ، یا ایسی ثروت جو سرکش بنادے یا مرض جو جسم کو گھلادے یا بڑھاپا کہ عقل ٹھکانے نہ ہو یا موت جو اچانک آدبوچے یا پھر دجال کا انتظار کرو گے جو ہر غائب شر سے بدتر ہے جس کا انتظار ہے، یا قیامت کا اور قیامت تو بہت ہی ہولناک اور تلخ ہے۔ (ترمذی) اور ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث(۹۳): الجامع الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی المبادرۃ بالعمل.

کلمات حدیث: مُنسِیا، نَسِیَ، نَسْیًا، ونِسْیَاناً (باب سمع) بھولنا۔ هَرَماً، هَرِمَ، هرمًا (باب سمع) بہت بوڑھا ہونا۔ مفنداً،

بڑھاپے کی وجہ سے عقل میں فتور پیدا ہو جانا۔ فَنِدَ فَنَدًا (باب سمع) بڑھاپے کی وجہ سے ضعیف العقل ہونا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں اعمال صالحہ میں سبقت اور مبادرت کی تاکید ہے کہ انسان جس حال میں ہو ہر حالت میں اطاعت و بندگی کرتا رہے یہ انتظار نہ کرے کہ کوئی وقت فرصت کا اور عافیت کا میسر کروں گا کہ انسان کو کیا معلوم ہے کہ آنے والا وقت اپنے دامن میں اس کے لئے کیا آزمائش لے کر آ رہا ہے، اس لئے انسان ہر وقت عمل کرتا رہے اور عمل صالح کی طرف سبقت کرتا رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث مبارک میں بہت پر اثر الفاظ میں اعمالِ صالحہ کی جانب مبادرت کی نصیحت فرمائی آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات باتوں میں سے تمہیں کس بات کا انتظار ہے کیا فقر کا انتظار ہے کہ تنگی و ناداری کی کیفیت میں ساری اہم باتیں بھول جائیں اور سوائے تلاش وسعی رزق کے کوئی فکر دامن گیر نہ رہے دولت و ثروت کی ایسی فراوانی کا انتظار ہے جس سے دماغ میں تکبر اور سرکشی پیدا ہو جائے، یا ایسی بیماری کا انتظار ہے جو جسم کو کھوکھلا کر دے اور انسان کو ایسا بدحال کر دے کہ وہ بندگی کے قابل ہی نہ رہے، یا بڑھاپے کا انتظار ہے جس سے عقل جاتی رہے یا موت کا انتظار ہے جو ساتھ لے جانے کے لئے سامنے تیار کھڑی ہو، یا دجال کا انتظار ہے جو اگرچہ غائب ہے مگر غائب شروں میں سے سب سے بدترین شر ہے، یا پھر قیامت کا انتظار ہے جس کی ہولناکی ایسی ہوگی کہ دودھ پلانے والی ماں بچہ کو بھول جائے گی، قیامت کی دہشت بھی انتہاء کی ہے اور اس کا ذائقہ بھی بہت تلخ ہے۔

حدیث مبارک کا حاصل یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ کی بندگی میں لگا رہے اور اس طرح جلدی جلدی عمل صالح کرتا رہے گویا بس یہی اس کا آخری عمل ہے، فرصت کے لمحات کا انتظار فضول ہے، ہوسکتا ہے کہ فرصت کا وقت کبھی نہ آئے اور اس کی جگہ آدمی ان آفات میں سے کسی آفت میں مبتلا ہو جائے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ۔ (تحفة الاحوذی :۷/۸، دلیل الفالحین:۱/۲۲۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

۹۴. اَلثَّامِنُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ : لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ " قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : مَا اَحْبَبْتُ الْاَمَارَةَ اِلَّا يَوْمَئِذٍ فَتَسَاوَرْتُ لَهَا رَجَآءَ اَنْ اُدْعٰى لَهَا، فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا وَقَالَ : امْشِ وَلَاتَلْتَفِتْ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ " فَسَارَ عَلِيٌّ شَيْئًا ثُمَّ وَقَفَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ فَصَرَخَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلٰى مَاذَا اُقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ : قَاتِلْهُمْ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَقَدْ مَنَعُوْا مِنْكَ دِمَآءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّابِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُهٗ : "فَتَسَاوَرْتُ" هُوَ بِالسِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ اَىْ وَثَبْتُ مُتَطَلِّعًا .

(۹۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ میں یہ علم اس

شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے سرداری اور امامت اس دن کے علاوہ کبھی محبوب نہ لگی چنانچہ میں نے اپنے دل میں آرزو کی کہ شاید مجھے بلایا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا، اور انہیں علم عطا فرمادیا اور فرمایا روانہ ہو جاؤ کسی طرف متوجہ نہ ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح یاب فرمائے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوئے ذرا آگے جا کر رکے اور بغیر رخ موڑے پکار کر پوچھا، یارسول اللہ میں ان سے کس بات پر قتال کروں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے قتال کرو یہاں تک کہ یہ گواہی دیدیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، جب وہ یہ اقرار کرلیں تو وہ اپنی جانیں اور اپنے مال اللہ کے دیئے ہوئے حق کے مطابق تم سے محفوظ کرلیں گے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔ (مسلم)

فَتَسَاوَرْتُ: یعنی میں نے اس کی خواہش رکھتے ہوئے اپنے آپ کو اونچا کیا۔

تخریج حدیث (۹۴): صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة رضی اللّٰہ عنہم، باب من فضائل علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ .

کلمات حدیث: الرأية: جھنڈا۔ جمع رأیات. صَرَخَ، صراخاً، (باب نصر) زور سے پکارنا۔

شرح حدیث: غزوۂ خیبر کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دلانے والا ہے، بعض روایات میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں تکلیف تھی جو آپ ﷺ کے لعاب دہن لگانے سے جاتی رہی، اس واقعہ میں کئی معجزات ظاہر ہوئے مثلاً یہ کہ آپ ﷺ کے لعاب دہن سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کی تکلیف جاتی رہی اور آپ ﷺ نے معرکہ سے قبل ہی فتح کی خوشخبری دیدی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بغیر ادھر ادھر التفات کے سیدھے چلو، اس حکم نبوی ﷺ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لفظاً عمل کیا اور جب پکار کر آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں کس بات پر ان سے قتال کروں تو اسی طرح بغیر ادھر ادھر التفات کے کہا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے اس بات پر قتال کرو کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ یہ اقرار کرلیں تو ان کی جان بھی محفوظ ہوگی اور ان کا مال بھی محفوظ ہوگا۔

علمائے کرام کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ جنگ سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دی جائے اگر وہ قبول کرلیں تو ہمارے بھائی ہیں اور ان کے جان و مال محفوظ ہیں اور اگر وہ اسلام قبول نہ کریں اور جزیہ پر آمادہ ہوں تو وہ ہمارے اہل ذمہ ہیں اور اگر اسلام لانے اور جزیہ ادا کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو پھر ان سے جنگ کی جائے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی : ۱۵/۱٤٤، دلیل الفالحین : ۱/۲۲۱)

البَابُ (۱۱)

فی المجاهدة
مجاہدہ کے بیان میں

کوشش کرنے سے راہیں کھلتی ہیں

۴۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱلَّذِينَ جَٰهَدُواْ فِينَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَاۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ ﴿٦٩﴾ ﴾

اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے:

''اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں، اور بیشک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔''

(العنکبوت:٦٩)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اٹھاتے اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں ان کو ایک خاص نور بصیرت عطا فرماتا ہے اور اپنے قرب و رضا یا جنت کی راہیں سمجھاتا ہے جوں جوں وہ ریاضات و مجاہدات میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر ان کی معرفت وانکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے، اور وہ باتیں سوجھنے لگتی ہیں کہ دوسروں کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا بیشک اللہ کی حمایت و نصرت نیکی کرنے والوں کو ساتھ ہے۔ (تفسیر عثمانی)

۴۳. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأۡتِيَكَ ٱلۡيَقِينُ ﴿٩٩﴾ ﴾

نیز فرمایا کہ

''اپنے رب کی بندگی کیے جاؤ یہاں تک کہ تمہاری موت کا وقت آ جائے۔'' (الحجر:۹۹)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ بندہ ہر طرف سے توجہ ہٹا کر اور یکسو ہو کر اللہ کی تسبیح و تحمید میں لگا رہے اللہ کا ذکر ایک عظیم دولت ہے جس سے قلب مطمئن رہتا ہے اور فکر و غم دور رہتے ہیں۔ بندگی اور عبادت اور عمل صالح ساری زندگی کے لئے ہیں چنانچہ فرمایا کہ مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، علماء نے اور جمہور سلف نے اس آیت میں وارد یقین کے لفظ کے معنی موت ہی بتائے ہیں، خود قرآن کریم میں ایک اور مقام پر ہے: ﴿ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوۡمِ ٱلدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّىٰٓ أَتَىٰنَا ٱلۡيَقِينُ ﴿٤٧﴾ ﴾ (ہم تو حساب کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت نے آلیا) (تفسیر عثماني)

۴۴. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱذۡكُرِ ٱسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ إِلَيۡهِ تَبۡتِيلًا ﴿٨﴾ ﴾ اَیِ انۡقَطِعۡ اِلَیۡهِ .

نیز فرمایا کہ

''اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔'' (المزمل: ۸)

دنیا سے منہ موڑ کر ایک اللہ سے تعلق جوڑو

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ سب سے کٹ کر اور ہر تعلق سے لاتعلق ہو کر اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہو، اللہ کی یاد ہر تعلق اور ہر رشتہ پر غالب ہو چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اسی کی یاد میں مشغول رہئے، اللہ کی یاد اللہ کی بندگی اور اللہ کی عبادت صرف اور صرف اسی کی رضا کے لئے ہو اور ہر وقت اور ہر گھڑی، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ " كَانَ يَذْكُرُ اللّٰه عَلٰى كُلِّ حِيْنٍ " (رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر فرماتے تھے) اور یہ جب ہی ہے کہ ذکر عام ہو ذکر لسانی ذکر قلبی اور ذکر جوارح کو، کہ آیت کی مراد یہی ہے کہ ذکر اللہ شب و روز ہمہ وقت جاری رہے اور یہ اسی عمومی مفہوم کے ساتھ ہوگا۔

(تفسیر مظھری، تفسیر معارف القرآن، سورۂ مزمل)

۴۵. وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝٧ ﴾

نیز فرمایا کہ

''جس میں ذرہ بھر نیکی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال: ۷)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا جس نے ایمان کے ساتھ کوئی خیر کی ہوگی وہ اس کو اس کے ثواب اور جزاء کی شکل میں دیکھ لے گا، نیکی ایمان ہی کے ساتھ معتبر ہے بغیر ایمان نیکی کا اعتبار نہیں خود ایمان بہت بڑی نیکی ہے اس لئے صاحب ایمان خواہ کتنا ہی گناہ گار ہو ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ وہ بالآخر جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ (تفسیر مظھری، معارف القرآن)

۴۶. وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ﴾

مزید فرمایا کہ

''اور جو تم اپنے لیے اچھائی آگے بھیجتے ہو اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر اور صلہ میں بڑھا ہوا پاؤ گے۔'' (المزمل: ۲۰)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ جو نیکی دنیا کی زندگی میں کرو گے اللہ کے ہاں اس کو نہایت بہتر صورت میں پاؤ گے اور بہت بڑا اجر اس پر ملے گا تو یہ نہ سمجھو کہ جو نیکی ہم کرتے ہیں یہیں ختم ہو جاتی ہے ایسا نہیں ہے یہاں سے تم جو نیکیاں آگے بھیج رہے ہو سب اللہ کے یہاں جمع ہو رہی ہیں اور ان میں اللہ سبحانہ کے فضل سے دس گناہ اور سات سو گناہ اور اس سے بھی زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔

(تفسیر عثمانی)

۴۷. وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

مزید فرمایا کہ

''اور نیکی کے کاموں میں جو مال خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ یقیناً اس کو جانتا ہے۔'' (البقرۃ:۲۷۳)

غرض اس موضوع پر متعدد آیات قرآنی موجود ہیں۔

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا کہ جو مال تم دنیا میں خرچ کرو گے اسے اللہ کے ہاں بڑھا ہوا پاؤ گے کہ وہ دنیا کے مال سے کہیں بہتر اور اجر و ثواب میں عظیم تر ہوگا۔

••••••••••••

اللہ تعالیٰ بندے کے اعمال کے قدردان ہیں

۹۵۔ فَالْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا، وَاِنْ سَاَلَنِيْ اَعْطَيْتُهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

" اٰذَنْتُهٗ " اَعْلَمْتُهٗ بِاَنِّيْ مُحَارِبٌ لَهٗ " اِسْتَعَاذَنِيْ " رُوِيَ بِالنُّوْنِ وَبِالْبَآءِ.

(۹۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھتا ہو میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرے بندہ کے لئے میرا قرب حاصل کرنے کی کوئی چیز نہیں سوائے ان فرائض کے جو مجھے بے حد پسند اور محبوب ہیں اور بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنے میں لگا رہتا ہے، تا آنکہ میں اسے محبوب بنالوں اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں کہ میرے ذریعے سنتا ہے اس کی بینائی بن جاتا ہوں کہ مجھ سے دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں کہ ان سے پکڑتا ہے اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں کہ ان سے چلتا ہے جب وہ مجھ سے کچھ طلب کرتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ میں آنا چاہتا ہے تو میں اس کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں۔ (بخاری)

آذنته : میں اس کو بتا دیتا ہوں کہ اس سے میری جنگ ہے۔ استعاذنی : نون اور یاء کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث (۹۵): صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع.

کلمات حدیث: عَدا يَعْدُوْا عَدْوًا (باب نصر) ظلم کرنا۔ عَدِيَ يَعْدٰى عِدًّا (باب سمع) بغض رکھنا۔ الحرب : جنگ، جمع حروب. حَارَبَهٗ، مُحَارَبَةً : جنگ کرنا۔

شرح حدیث: ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تقریب رکھتا ہو یعنی اللہ کے تمام احکام پر عمل کرتا اور تمام نواہی سے مجتنب رہتا ہو، بکثرت عبادات نافلہ میں مشغول رہتا ہو، زبان اللہ کے ذکر سے کسی وقت خالی نہ ہو اور قلب میں نور معرفت کی ایسی روشنی موجود ہو کہ وہ اپنے قلب سے اللہ کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہوتا ہو، وہ جب نظر ڈالتا ہے تو اللہ سبحانہ کے دلائل قدرت دیکھتا ہے جب سنتا ہے آیات الٰہی سنتا ہے اور جب بات کرتا ہے تو اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہے اور جب حرکت کرتا ہے تو اس کی حرکت اللہ کی اطاعت اور رب کی فرمان برداری کے لئے ہوتی ہے، یہ ولی ہی ہے جو متقی ہے ﴿ إِنْ أَوْلِيَآؤُهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُتَّقُونَ ﴾ (اللہ کے ولی صرف اہل تقویٰ ہیں) ظاہر ہے کہ جس کے یہ اوصاف وخصائص ہوں وہ اللہ کا محبوب ہے اور جو اللہ کے محبوب سے عداوت رکھے اللہ اس کے ساتھ اعلان جنگ فرما دیتے ہیں۔

ولایت اور شان محبوبیت کے حصول کے دو طریقے بیان فرمائے، فرائض کی ادائیگی اور نوافل کی کثرت، یعنی جملہ فرائض کی ادائیگی اور تمام منہیات سے اجتناب تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے، اس کے بعد تقرب بالنوافل یعنی تمام نفلی عبادات کا انجام دینا، مثلاً تلاوت، ذکر اللہ اور باطنی عبادات جیسے توکل، خشیت الٰہی، زہد اور تسلیم رضا۔

غرض پوری زندگی رضائے الٰہی کے مطابق گزارنا اور ہر ہر لمحہ اس کی اطاعت اور بندگی میں گزارنا حب الٰہی کا سبب بنتا ہے اور اللہ کی محبت اپنے بندے سے یہ ہے کہ وہ اس کے اعمال کو قبول فرماتے ہیں اور اس پر اجر وثواب عطا فرماتے ہیں اور اس کو مزید اعمال صالحہ کی رغبت عطا فرماتے ہیں، اور اس کے دل میں اعمال صالحہ کی ایسی محبت ڈال دیتے ہیں کہ اسے ان اعمال کے انجام دینے میں کوئی کلفت باقی نہیں رہتی اور وہ ان کو اس طرح انجام دینے لگتا ہے جیسے وہ اس کی طبیعت ثانیہ بن چکے ہوں اور اس مرحلے پر پہنچ کر وہ دیکھتا ہے تو مظاہر قدرت دیکھتا ہے سنتا ہے تو آیات الٰہی سنتا ہے اور اس کے اعضاء حرکت کرتے ہیں تو کسی عبادت کی انجام دہی کے لئے کرتے ہیں۔

(فتح الباری: ٣/٣٩٢، دلیل الفالحین: ١/٢٢٤)

اعمالِ صالحہ سے بندے کو اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے

٩٦. اَلثَّانِیْ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْهِ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ قَالَ: اِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَاِذَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَاِذَا اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

(٩٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ بالشت بھر میرا تقرب اختیار کرتا ہے تو میں ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں، وہ ایک ہاتھ میرا تقرب اختیار کرتا ہے تو میں دو ہاتھ کے بقدر اس کے قریب ہوتا ہوں وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

(البخاری)

تخریج حدیث(۹۶): صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ذکر النبی ﷺ۔

کلمات حدیث: شِبْر : بالشت، جمع أَشْبَار . ذراع : ہاتھ کہنی سے لیکر درمیانی انگلی کے سرے تک۔ بَاع : دونوں بازو پھیلا کر ان کی درمیانی مقدار جوتقریباً چھ فٹ ہوتی ہے۔ هَرْوَلَ : تیز چلنا، دوڑنا۔

شرح حدیث: مفہوم حدیث یہ ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمان برداری کرتا ہے اور ان کے احکام کی تعمیل کرتا ہے تو اللہ اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور اس رضا کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ بندے کے اعمال کو قبول فرماتے ہیں اجر جزیل عطا فرماتے ہیں اور اس پر انعام فرماتے ہیں اور اسے مزید توفیق عطا فرماتے ہیں کہ وہ طاعت رب میں مزید آگے بڑھے اور زیادہ فضل و کرم کا مستحق قرار پائے۔ اس کو تمثیلی انداز میں اس طرح بیان فرمایا کہ بندہ اگر ایک بالشت اللہ کی طرف آتا ہے یعنی بندہ کوئی معمولی سی عبادت اور کوئی چھوٹی سی نیکی کرتا ہے تو اللہ اس کو قبول فرما کر اس کو مزید بندگی کی اور مزید کار خیر کی توفیق عطا فرماتے ہیں، اسی طرح جب اور مزید بندگی کرتا ہے اتنی جیسے ایک ہاتھ آگے بڑھ گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دونوں بازو پھیلانے بقدر قریب ہو جاتے ہیں اور جب بندہ گناہوں سے منہ موڑ کر نیکی کے راستے پر کشاں کشاں چلنا شروع کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی شان رحمت اس کے وجود کو ڈھانپ لیتی ہے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۲۲۸)

صحت و فراغت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں

۹۷. اَلثَّالِثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : نِعْمَتَانِ (٢) مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ : الصِّحَّةُ، وَالْفَرَاغُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۹۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو نعمتوں کے بارے میں اکثر لوگ گھاٹے میں ہیں صحت اور فراغ۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۹۷): صحیح البخاری کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق وان لا عیش الا عیش الآخرة .

کلمات حدیث: مغبون، غَبَنَ غَبْنًا (باب نصر) دھوکہ دینا نقصان پہنچانا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار اور بے حساب ہیں ہر سانس ایک نعمت ہے لیکن ان نوع بہ نوع نعمتوں میں دو نعمتیں بہت اہم بھی عظیم بھی ہیں اور بے مثال بھی ہیں، اور انہی دو نعمتوں کے استعمال میں انسان سب سے زیادہ دھوکہ میں مبتلا ہوتا ہے اور سب سے زیادہ نقصان اٹھاتا ہے۔ یہ دو نعمتیں صحت اور فرصت، اگر یہ دو نعمتیں کسی کو ایک ہی وقت میں میسر ہوں تو گویا اس کے پاس ایک عظیم خزانہ ہے جسے وہ اپنے کام میں لا کر اپنی دنیا کی زندگی بھی سنوار سکتا ہے اور اپنی عاقبت بھی درست کر سکتا ہے، پس جس شخص کو یہ دو نعمتیں حاصل ہوں وہ ان کا شکر ادا کرے اور شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے بتائے ہوئے احکام پر چلے، لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں اور اکثر لوگ گھاٹے کا شکار ہو جاتے ہیں کہ اگر صحت مند ہے تو فکر معاش اتنی مہلت ہی نہیں دیتی کہ کوئی نیک کام کر سکے، اور اگر غنی ہے تو

صحت برباد ہے اور کچھ کرنے کے قابل نہیں ہے، یا اگر صحت وفرصت دونوں موجود بھی ہیں تو سستی اور کاہلی اور عمل سے بے رغبتی کچھ کرنے نہیں دیتی۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے انسان کی ایک بہترین مثال بیان فرمائی ہے کہ اسکی مثال ایک تاجر کی سی ہے ہر تاجر چاہتا ہے کہ اس کا اصل سرمایہ محفوظ رہے اور تجارت میں کامیابی ہو اور منافع حاصل ہو اس کا طریقہ یہی ہے کہ وہ خوب حزم واحتیاط سے تجارت کرے اور جس سے معاملہ کرے اس کے صدق ودیانت کو مدنظر رکھے اور پوری طرح محتاط رہے کہ کہیں کسی دھوکہ میں مبتلا نہ ہو جائے اور کاروبار میں گھاٹا نہ ہو جائے، اسی طرح صحت وفرصت اصل سرمایہ ہیں۔ ان کے ساتھ معاملہ چاہئے ایمان اور مجاہدۂ نفس کے ساتھ تاکہ دین اور دنیا کی تمام بھلائیاں حاصل ہوں۔ اس پر لازم ہے کہ نفس اور شیطان کے حیلوں سے محتاط رہے اور ان کے دھوکہ میں نہ آئے، یہی مضمون قرآن کریم میں بھی بیان ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ هَلۡ أَدُلُّكُمۡ عَلَىٰ تِجَٰرَةٖ تُنجِيكُم مِّنۡ عَذَابٍ أَلِيمٖ ﴿١٠﴾ ﴾ (اے ایمان والو! میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک عذاب دردناک سے) (الصف: ۱۰)

یہ تجارت کیا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان اور اللہ کے راستے میں جان ومال سے جہاد اور اس کا صلہ اللہ کی رضا اور آخرت کی دائمی نعمتیں اور جنت میں پاکیزہ اور بہترین مساکن اور ہر طرح کے آرام وعیش کی فراوانی۔

(فتح الباری : ۳/۳۴۵، دلیل الفالحین : ۱/۲۲۷)

اعمال کے ذریعہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا

۹۸. اَلرَّابِعُ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقُلْتُ لَهٗ : لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَکَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَأَخَّرَ؟ قَالَ : اَفَلَا اُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَنَحْوُهٗ فِي الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ رِوَايَةِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ.

(۹۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کو اس قدر لمبا قیام فرماتے کہ پاؤں پھٹنے کے قریب ہو جاتے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اگلی پچھلی تمام فروگزاشتیں معاف فرمادی ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں اس بات کو پسند نہ کروں کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ بنوں۔ (متفق علیہ)

یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں صحیحین میں اس مضمون کی ایک اور روایت مغیرۃ بن شعبۃ سے بھی مروی ہے۔

تخریج حدیث(۹۸): صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب قیام النبی ﷺ. صحیح مسلم، کتاب المنافقین باب اکثار الاعمال والاجتهاد فی العبادة .

کلمات حدیث: تَتَفَطَّرُ : یعنی قدم مبارک پھٹ جاتے تھے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ رات کو نماز تہجد پڑھاتے اور اس قدر طویل قیام فرماتے کہ اقدام مبارک پر ورم آجاتا اور پھٹ جاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے استفسار فرمایا کہ اس قدر تعب کی کیا حاجت ہے جبکہ اللہ نے آپ ﷺ کے سارے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ عبد شکور بن جاؤں۔

اہل السنت والجماعت کا اور جملہ سلف کا اس امر پر اجماع ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں کیوں کہ انبیاء کرام کے مقام نبوت اور ان کے شرف وفضل کا مقتضا یہی ہے، اس مقام پر ذنوب کا لفظ ان معنوں میں نہیں ہے جو عام امتیوں کے لئے مستعمل ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت بہت بڑی ہے اور ان کی شان کبریائی بہت وسیع ہے اس لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ جو عبودیت وبندگی تقاضا ہے حق سبحانہ کی عظمت شان کا اس میں کوئی فروگزاشت ہو جانا اور کسی طرح کی کمی واقع ہونا انبیاء کے حق میں فروگزاشت ہیں اسی طرح اللہ کے انعامات کثیر ان کے احسانات عمیم اور ان کا فضل وکرم لامتناہی ہے ہوسکتا ہے کہ اس کے شکر میں کمی رہ جائے یہی کمی انبیاء کے حق میں فروگزاشت ہے، خود حدیث مبارک میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں عبد شکور نہ بن جاؤں یعنی میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے احسانات کا اور ان کے فضل وکرم کا اور ان کے انعامات کثیرہ کا شکر ادا کر کے عبد شکور بن جاؤں، غرض عبودیت اور شکر میں کسی طرح کی فروگزاشت کو بھی اللہ سبحانہ نے آپ سے درگزر فرمادیا ہے۔

(دليل الفالحين : ١/٢٢٨)

آخری عشرہ میں عبادت میں جان کھپانا

٩٩. عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا اَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَادَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَااللَّيْلَ وَاَيْقَظَ اَهْلَه وَجَدَّ وَشَدَّا لْمِئْزَرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"وَالْمُرَادُ": الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ" وَالْمِئْزَرُ" الْاِزَارُ وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنِ اعْتِزَالِ النِّسَآءِ. وَقِيْلَ: الْمُرَادُ تَشْمِيْرُه لِلْعِبَادَةِ يُقَالُ شَدَدْتُ لِهٰذَا الْاَمْرِ مِئْزَرِىْ: اَىْ تَشَمَّرْتُ وَتَفَرَّغْتُ لَه.

(۹۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں رات کو بیدار رہتے اور اپنے اہل خانہ کو بھی بیدار فرماتے کوشش کرنے کے ساتھ عبادت میں مشغول ہوتے اور کمر ہمت باندھ لیتے۔

(متفق علیہ)

مراد ہیں رمضان کے آخری دس دن، مئزر ازار سے ہے، جو کنایہ ہے ازواج سے دور رہنے کا، اور بعض کے نزدیک مراد عبادت کے لئے مستعد ہونا ہے، کہا جاتا ہے کہ میں نے ازار کس لیا ہے یعنی میں نے اپنے آپ کو اس کام کے لئے تیار کرلیا ہے اور اس کے لئے فارغ ہوگیا ہوں۔

تخریج حدیث(۹۹): صحيح البخاري كتاب صلاة التراويح، باب العمل في العشر الاواخر من رمضان . صحيح مسلم،

کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف العشر الا واخر من رمضان

کلمات حدیث: المئزر اور المِئزَرَة، تہبند جمع ماٰزِر، شَدَّ لِلْاَمرِ مِئزَرَةً کسی کام کے لئے مستعد و تیار ہونا۔

شرح حدیث: جس طرح رمضان المبارک کو دوسرے مہینوں پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح اس کا آخری عشرہ پہلے دو عشروں پر فضیلت رکھتا ہے کہ اس آخری عشرہ کی طاق راتوں میں کسی رات لیلۃ القدر ہوتی ہے، لیلۃ القدر کی رات کو ایک ہزار مہینوں پر فضیلت حاصل ہے اس رات کی بندگی اور عبادت ایسی ہے جیسے بندہ ایک ہزار مہینوں تک عبادت کرتا رہے اور اس رات کی یہ فضیلت اس لئے ہے کہ قرآن مجید لوح محفوظ سے سماء دنیا پر شب قدر میں اتارا گیا اور شاید اسی شب میں سماء دنیا سے حضور اکرم ﷺ پر اترنا شروع ہوا اور اس رات میں اللہ کے حکم سے روح القدس (حضرت جبرئیل علیہ السلام) بیشمار فرشتوں کے ہجوم میں نیچے اترتے ہیں تاکہ عظیم الشان خیر وبرکت سے زمین والوں کو مستفید کریں، بہر حال اس مبارک شب میں باطنی حیات اور روحانی خیر وبرکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے، عشرۂ اخیرہ کی ان تمام فضیلتوں کے پیش نظر رسول کریم ﷺ عبادت کا مزید اہتمام فرماتے خود بھی سعی وکوشش فرماتے اور اہل خانہ کو بھی آمادہ کرتے اور ترغیب دیتے تھے، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَجْتَھِدُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَالَا یَجْتَھِدُ فِیْ غَیْرِہٖ" رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں عبادت وغیرہ میں مجاہدہ کرتے اور وہ مشقت اٹھاتے جو دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔ (فتح الباری، دلیل الفالحین: ۱/۲۲۸، معارف الحدیث: ۲/۳۵۴)

قوی مؤمن ضعیف سے بہتر ہے

۱۰۰۔ اَلسَّادِسُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَ ۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَاَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ : مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ اِحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُکَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَلَاتَعْجَزْ. وَاِنْ اَصَابَکَ شَیْءٌ فَلَاتَقُلْ لَوْاَنِّیْ فَعَلْتُ کَانَ کَذَا وَکَذَا وَلٰکِنْ قُلْ : قَدَّرَاللّٰہُ، وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ " رَوَاہُ مُسْلِمٌ "

(۱۰۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن قوی اللہ کے نزدیک مؤمن ضعیف سے زیادہ اچھا ہے اور زیادہ محبوب ہے اور خیر دونوں ہی میں ہے، اس شئے کی حرص کرو جو مفید ہو اور اللہ کی مدد مانگو اور کمزور نہ پڑو، اگر کوئی مصیبت آئے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسا کرتا، لیکن کہو کہ اللہ کی تقدیر اسی طرح ہے جو اس نے چاہا وہ ہوا، اس لئے کہ اگر کا لفظ شیطان کے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۰): صحیح مسلم، کتاب القدر، باب فی الامر بالقوۃ وترک العجز والاستعانۃ باللّٰہ وتفویض المقادیر الی اللّٰہ

کلمات حدیث: عَجز عجزاً (باب ضرب وسمع) عاجز ہونا۔

شرح حدیث: مؤمن قوی وہ ہے جس کا دل قوت ایمانی سے مضبوط ہو اور اس کا اعتماد صرف اور صرف مسبب الاسباب پر ہو اور اسباب پر اس کی نظر نہ ہو، مؤمن قوی وہ ہے جسے امور آخرت کی رغبت ہو اور عبادت و بندگی میں مصروف رہتا ہو، اور مؤمن قوی وہ ہے جو دعوت و تبلیغ کے کام میں لوگوں کی طرف پہنچنے والی تکلیف اور ایذاء پر صابر ہو اور خندہ پیشانی کے ساتھ لوگوں سے پیش آتا ہو اور علامہ قرطبی نے فرمایا کہ قوی بدن ہو اور جسمانی طور پر مضبوط ہو تا کہ خوب کوشش سے اور عمدگی سے فرائض و واجبات کو ادا کر سکے اور ان امور کی انجام دہی میں تعب نہ لاحق ہو، حقیقت یہ ہے کہ مؤمن قوی کا لفظ ان تمام معانی کو مشتمل ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ کسی مؤمن میں ان میں سے کوئی ایک پہلو نمایاں ہو اور کسی میں دوسرا پہلو زیادہ نمایاں ہو، اسی لئے فرمایا کہ مؤمن ہر حال میں خیر ہے خواہ قوی ہو یا ضعیف کیوں کہ اساس خیر یعنی ایمان تو دونوں ہی میں موجود ہے لیکن اللہ کے یہاں مؤمن قوی زیادہ محبوب ہے کہ اس کی خیر مؤمن ضعیف سے زیادہ ہے۔

بہر حال مؤمن کو چاہئے کہ ہر حال میں ان امور کی طرف متوجہ رہے جو مفید ہوں اور ان باتوں کی طرف التفات نہ کرے جو غیر مفید ہوں کیونکہ فرصت حیات محدود اور در پیش عمل زیادہ ہے، غیر مفید کاموں میں الجھ کر مفید کاموں سے رہ جائے گا، لیکن یاد رہے کہ اعمال صالحہ کی توفیق اللہ کی طرف سے ہے اس لئے اسی سے استعانت طلب کرنی چاہئے اور حتی الوسع عمل میں اور کار خیر میں مصروف رہنا چاہئے۔

مؤمن کو چاہئے کہ ہر حال میں اللہ کی تقدیر پر راضی رہے اور جو کچھ گزر چکا ہے اس کی سوچ و فکر میں نہ لگا رہے کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہو جاتا بلکہ یہ کہے کہ جو کچھ ہوا وہ میری تقدیر اور اللہ کا فیصلہ ہے اور میں اللہ کے فیصلہ پر راضی ہوں، کیوں کہ اگر کا لفظ شیطان کو بہکانے کا راستہ دیدیتا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۶/ ۱۷۶، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۳۰)

جنت خلاف طبع باتوں سے مستور ہے

۱۰۱۔ اَلسَّابِعُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "حُفَّتْ" بَدَلَ "حُجِبَتْ" وَهُوَ بِمَعْنَاهُ: اَیْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا هٰذَا الْحِجَابُ فَاِذَا فَعَلَهٗ دَخَلَهَا.

(۱۰۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کو شہوات کے پردوں میں چھپادیا گیا ہے اور جنت کو ناگوار امور سے چھپادیا گیا ہے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں حجبت کی جگہ حُفَّتْ آیا ہے، معنی دونوں کے ایک ہیں کہ درمیان میں ایک حجاب ہے ان امور کا ارتکاب کرنے والا داخل ہو گیا۔

تخریج حدیث(۱۰۱): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشهوات . صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها .

کلمات حدیث: حُجِبَتْ : پردہ میں چھپائی گئی۔ حَجَبَ، حَجبًا (باب نصر) پردہ میں چھپانا۔ مَكَارِه، جمع مُكْرِه : ناپسندیدہ ناگوار۔ شَهَوَات : جمع شَهْوَةٌ : نفس کی خواہش۔

شرح حدیث: حدیث مبارک جوامع الکلم میں سے ہے اور فصیح وبلیغ کلام ہے، اس میں ایک بہت عمدہ اور دلنشین تمثیل کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ جنت کو ناگوار امور سے چھپادیا گیا ہے اور جہنم کو خواہشاتِ نفس سے چھپادیا گیا ہے اگر کوئی باہمت مکارہ کو برداشت کر کے اور کلفتوں کو انگیز کر کے اپنے آپ کو خواہشات نفس سے بچائے اور ہر برے کام سے اجتناب کرے اور اللہ کے بتائے ہوئے احکام پر چلے وہ جنت میں جائے گا، جو خواہش نفس کی پیروی کر کے دنیاوی لذتوں کے پیچھے دوڑے اور برائیوں کا ارتکاب کرے وہ جہنم میں جائے گا۔ اس تمثیل کا فائدہ یہ ہے کہ جنت میں داخلہ اللہ کے احکام کی بجاآوری کی سعی وکوشش اور ان پر صبر ہی کے ذریعے ہوسکتا ہے اسی طرح جو اتباع شہوات اور حصول لذات میں لگ جائے اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی :۱۷/۱۳۶، دلیل الفالحین:۱/۲۳۰)

نفل نمازوں میں طویل قرأت

۱۰۲. اَلثَّامِنُ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ یَرْکَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضٰی .فَقُلْتُ یُصَلِّیْ بِهَا فِیْ رَکْعَةٍ فَمَضٰی، فَقُلْتُ یَرْکَعُ بِهَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَآءَ فَقَرَأَهَا ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا یَقْرَأُ مُتَرَسِّلاً اِذَا مَرَّ بِاٰیَةٍ فِیْهَا تَسْبِیْحٌ سَبَّحَ وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ثُمَّ رَکَعَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ : سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" فَکَانَ رُکُوْعُهٗ نَحْوًا مِّنْ قِیَامِهٖ ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ : ثُمَّ قَامَ قِیَامًا طَوِیْلاً قَرِیْبًا مِمَّا رَکَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" فَکَانَ سُجُوْدُهٗ قَرِیْبًا مِّنْ قِیَامِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۲) حضرت ابوعبداللہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کی میں نے سوچا کہ آپ سو آیات تلاوت کے بعد رکوع میں جائیں گے مگر آپ تلاوت کرتے رہے میں نے سوچا سورۂ بقرہ ختم کر کے رکوع میں جائیں گے مگر آپ نے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کردی۔ سورۃ النساء ختم کر کے سورۃ آل عمران کی تلاوت شروع کردی ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے جارہے تھے جب تسبیح والی آیت پڑھتے تو سبحان اللہ کہتے جب سوال والی آیت سے گزرتے تو سوال کرتے اور جب تعوذ والی آیت پڑھتے تو اعوذ باللہ پڑھتے ،اس کے بعد آپ نے رکوع فرمایا تو سبحان ربی العظیم کہتے رہے اور آپ ﷺ کا رکوع بھی آپ کے قیام کی طرح تھا، پھر آپ نے کہا کہ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد پھر آپ نے طویل

قیام فرمایا آپ ﷺ کا یہ قیام بھی رکوع جیسا تھا پھر سجدہ کیا، اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے رہے اور آپ ﷺ کا سجدہ بھی قیام کے قریب تھا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراء ة فی صلاۃ اللیل

راوی حدیث: حضرت ابوعبداللہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت ہی میں مکہ سے آکر مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے اور مدینہ سے قبول اسلام کے لئے مکہ مکرمہ گئے، غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے رسول اللہ ﷺ نے آپ ﷺ کو منافقین کے بارے میں آگاہ فرمایا تھا، اس لئے آپ کا لقب صاحب السر تھا ۳۶ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس روز بعد انتقال فرمایا۔ آپ سے سو سے زیادہ احادیث مروی ہیں جن میں سے بارہ متفق علیہ ہیں۔

کلمات حدیث: مُتَرَسِّلاً : یعنی آپ ﷺ نے ترتیل کے ساتھ حروف کی ادائیگی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرمائی۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نماز تہجد میں طویل قرأۃ فرمایا کرتے تھے، اس روایت میں بھی راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت کی میں نے سمجھا کہ سورۂ بقرہ دو رکعتوں میں تلاوت فرمائیں گے مگر آپ تلاوت فرماتے گئے اور سورۃ بقرہ ختم کر کے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کر دی پھر سورۃ النساء کی تلاوت کر کے سورۃ آل عمران تلاوت فرمائی۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے ان اصحاب کے حق میں جن کے نزدیک قرآن کی سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے توقیفی نہیں ہے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ترتیب سور واجب نہیں ہے نہ نماز میں نہ درس و تعلیم میں اور اس بارے میں نبی کریم ﷺ کی حدیث موجود نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدوین قرآن سے پہلے صحابۂ کرام کے پاس موجود مصاحف کی ترتیب مختلف تھی، جن فقہاء اور علماء کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم کی سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نے سورتوں کی ترتیب مقرر فرمائی ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدوین سے قبل مصاحف میں سورتوں کی ترتیب کے اختلاف کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ بعض صحابۂ کرام کو اس توقیف اور تحدید کی اس وقت تک اطلاع نہ ہوئی ہو جو مصحفِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے اور جو نبی کریم ﷺ نے عرضۂ اخیر میں قائم فرمائی ان حضرات نے اس حدیث میں مذکور امر کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ بھی قبل از توقیف کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے سورۂ نساء کے بعد آل عمران تلاوت فرمائی۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ٦/٥٤، دلیل الفالحین : ١/٢٣٢)

---

۱۰۳ ۔ اَلتَّاسِعُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَاَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ، قِيْلَ: وَمَا هَمَمْتَ بِهٖ ؟ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَاَدَعَهٗ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۰۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ ﷺ نے اس قدر لمبا قیام فرمایا کہ میں نے ایک غلط بات کا ارادہ کرلیا، پوچھا گیا کہ تم نے کیا ارادہ کیا تھا؟ کہا کہ میں نے سوچا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۳): صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب طول القیام فی صلاۃ اللیل . صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراۃ فی صلاۃ اللیل .

کلمات حدیث: هَمَمْتُ : میں نے ارادہ کیا۔ هَمَّ هما (باب نصر) ارادہ کرنا، قصد کرنا۔

شرح حدیث: علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ طول قیام افضل ہے یا تکثیر رکعات۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک طول قیام افضل ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ایک قول کے مطابق کثرت سجدہ افضل ہے۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز تہجد میں تطویل اختیار فرماتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوی تھے اور رسول اللہ ﷺ کی اقتداء اور اتباع کیا کرتے تھے اس موقع پر انہوں نے تعب محسوس کیا اور بیٹھنا چاہا لیکن بیٹھے نہیں بلکہ اس ارادہ کو بھی برا سمجھا کہ انہیں رسول کریم ﷺ کی اقتداء اور اتباع کا ترک کر دینا ایک لحظہ کے لئے بھی گوارا نہ تھا اور یہی ادب ہے۔

(فتح الباری: ۱/۷۱٦، دلیل الفالحین: ۱/۲۳۳)

میت کے تین ساتھیوں کا ذکر

۱۰۴ . اَلْعَاشِرُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلاثَةٌ : اَهْلُه' وَمَالُه'، وَعَمَلُه' فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ يَرْجِعُ اهْلُه' وَمَالُه' وَيَبْقٰى عَمَلُه'، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں میت کے ساتھ جاتی ہیں، اہل خانہ، مال اور عمل، اہل خانہ اور مال تو واپس آجاتے ہیں اور عمل باقی رہتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۴): صحیح البخاری کتاب الرِقَاق، باب سَکَرَاتِ المَوْت . صحیح مسلم، کتاب الزُهد والرِقَاق .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اسے مکرم اور محترم بنایا اور اسے ایک ذمہ دار اور جواب دہ مخلوق بنا کر اس دنیا میں بھیجا گیا تا کہ وہ اس دنیا کی زندگی میں اپنے اختیار اور ارادے سے احکام الٰہی کی تعمیل کرے اور ساری زندگی اپنے رب کی مرضی کے مطابق گزارے اور آخرت کی زندگی میں اس کا ثواب اور اس کی جزا حاصل کرے اس طرح یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کچھ انسان یہاں بوئے گا وہ آخرت میں کاٹے گا، مرنے کے ساتھ یہ زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ سفر حیات جاری رہتا ہے اور مسافر کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ سفر کی تیاری کرے، خالی ہاتھ سفر پر روانہ نہ ہو۔

انسان ساری زندگی جدوجہد کرتا کوشش اور سعی سے مال ودولت اکھٹی کرتا ہے اور اپنا خاندان بساتا ہے تا کہ آل واولا د اکھٹے ہوں، لیکن جب روانگی کا وقت آتا ہے تو اسے اسی طرح خالی ہاتھ جانا پڑتا ہے جس طرح وہ خالی ہاتھ دنیا میں آیا تھا، مال تو سانس نکلتے ہی ساتھ چھوڑ جاتا ہے اقارب اور اہل خانہ قبر تک چھوڑنے چلے جاتے ہیں اور قبر میں اتار کر وہ بھی رخصت ہو جاتے ہیں جانے والے کے ساتھ صرف اعمال رہ جاتے ہیں جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

(فتح الباری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت :۳/ ۴۰۰، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۳۳)

جنت وجہنم انسان کے قریب ہیں

۱۰۵۔ اَلْحَادِیْ عَشَرَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَلْجَنَّۃُ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمْ مِنْ شِرَاکِ نَعْلِہٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِکَ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۰۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت تم سے ایک آدمی کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور جہنم بھی اسی طرح ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۰۵): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الجنۃ اقرب الی احدکم .

کلمات حدیث: شِرَاك : جوتے کا تسمہ۔ نَعل : جوتا۔

شرح حدیث: ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طاعت اور فرمان برداری جنت کی طرف لے جانے والی ہے اور معصیت اور گناہ جہنم کی طرف لے جانے والی ہے، ہوسکتا ہے کہ انسان بہت آسان اور سہل سی نیکی اس قدر خلوص نیت سے انجام دے کہ رحمت جوش میں آجائے اور وہ جنتی ہو جائے اور ممکن ہے کہ کسی وقت کی ادنی سی غفلت جہنم میں جانے کا سبب بن جائے، مؤمن کو چاہیے ہر وقت اطاعت حکم رب میں لگا رہے اور کسی نیکی کو کم سمجھ کر چھوڑ نہ دے ہوسکتا ہے وہی نیکی اللہ کی رضا کا سبب اور دخول جنت کا وسیلہ بن جائے، اور کسی برائی کو معمولی سمجھ کر اس کے ارتکاب سے گریز کرنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ اللہ سبحانہ کی ناراضگی کا ذریعہ بن جائے اور جہنم میں پہنچ جائے، ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت کا حصول سہل ہے، صرف ارادے کی تصحیح اور عزم طاعت درکار ہے اسی طرح جہنم بھی سامنے ہے ایک ہوائے نفس کی اتباع اور ارتکاب معصیت ہی تو درمیان میں ہے۔

(فتح الباری، الرقاق، باب الجنۃ اقرب الی احدکم :۳/ ۳۸۴، دلیل الفالحین : ۱/ ؟؟؟)

جنت میں رسول اللہ ﷺ کی معیت

۱۰۶۔ اَلثَّانِیْ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ فِرَاسٍ رَبِیْعَۃَ ابْنِ کَعْبِ الْاَسْلَمِیِّ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمِنْ اَھْلِ الصُّفَّۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : "کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاٰتِیْہِ

بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ : "سَلْنِیْ" فَقُلْتُ اَسْأَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ : اَوَغَیْرَ ذٰلِکَ؟ قُلْتُ : هُوَ ذَاکَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۶) ابوفراس ربیعة بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے خادم اور اصحاب صفہ میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتا آپ ﷺ کے لئے وضو کا پانی لاتا اور آپ ﷺ کی حاجات کا خیال رکھتا، آپ ﷺ نے فرمایا مجھ سے کچھ مانگتے ہو تو مانگ لو، میں نے عرض کی، جنت میں آپ کا ساتھ، آپ ﷺ نے فرمایا کچھ اور نہیں، میں نے عرض کی کہ بس یہی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۶): صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل السجود والحث علیه .

راوی حدیث: حضرت ابوفراس ربیعة بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے تھے آپ سے گیارہ احادیث مروی ہیں، صحیح مسلم میں ان سے یہی ایک روایت مروی ہے۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: درجة : مرتبہ، رتبہ، جمع درجات۔

شرح حدیث: حضرت ابوفراس ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے خادم خاص تھے، آپ رات کو باب نبوت ﷺ کے آس پاس رہتے، جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کو کوئی حاجت پیش آتی آپ فوراً خدمت میں پیش ہوتے وضو فرماتے تو وضو کا پانی لا کر دیتے۔

نبی کریم ﷺ کریم تھے اور کرماء کی شان ہوتی ہے کہ وہ تعلق رکھنے والوں سے کرم نوازی سے پیش آتے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے ابوفراس سے ارشاد فرمایا مجھ سے کچھ مانگتے ہو تو مانگ لو، آپ ﷺ اللہ کے خزانوں میں سے کچھ کسی کو عطا فرماتے تو اللہ اس کو رد کرنے والا نہیں تھا، سو آپ ﷺ نے فرمایا جو مانگنا چاہو مانگ لو، ابوفراس بولے کہ جنت میں آپ کا ساتھ، وہاں بھی اسی طرح ساتھ رہوں جس طرح یہاں ساتھ ہوں وہاں بھی اسی طرح قرب حاصل کروں جس طرح یہاں حاصل ہے وہاں بھی اسی طرح آپ کو دیکھ سکوں جس طرح یہاں دیکھتا ہوں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے سوا کچھ اور نہیں مانگ سکتے، یعنی اگر تم اس سوال سے رجوع کر کے کوئی اور سوال کر لو کیوں کہ تمہارے سوال کے نتیجے میں اگر کوئی عمل بتایا جائے جو تمہارے لئے دشوار ہو کیوں کہ جو مرتبہ بلند طلب کیا گیا ہے اس کے کچھ تقاضے بھی ہوں گے جنہیں پورا کرنا ہوگا، لیکن ابوفراس نے کہا کہ وہی مطلوب ہے یعنی میرا مدعا وہی مقام بلند ہے۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا پھر کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کرو یعنی جس طرح طبیب مریض کی مساعدت چاہتا ہے کہ طبیب جو علاج اور پرہیز بتائے مریض اس پر پوری طرح عمل کرے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شرح مشکاۃ میں فرماتے ہیں کہ کثرت سجود وسیلہ ہے تقرب الی اللہ کا اور اسی بناء پر اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴾ (سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ) حدیث مبارک میں ہے کہ سب سے زیادہ بندہ اللہ کے قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، کیوں کہ ہر سجدہ سے تقرب حاصل ہوگا اس لئے ہر بعد والے سجدے سے پہلے کی نسبت تقرب بڑھتا جائے گا، یہاں تک کہ

تقرب کا درجہ بلند ہو کر مرافقت حبیب ﷺ کے مقام تک پہنچ جائے گا۔

یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح ارشاد ہوا: ﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ ﴾ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا) یعنی رسول کریم ﷺ سے قرب کا ذریعہ قرب الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے قرب اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک اللہ کے رسول ﷺ سے قرب نہ ہو، یہ دونوں قربتیں ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہیں ایک قربت دوسری کے بغیر نہیں ہوسکتی اور ان دونوں محبتوں اور قربتوں کے حصول کا ذریعہ اتباع رسول ﷺ ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی:۴/۱۷۳، دلیل الفالحین:۱/۲۳۴)

کثرت سجدہ کرنے کی فضیلت

۱۰۷. اَلثَّالِثُ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ وَیُقَالُ : اَبُوْعَبْدِالرَّحْمٰنِ ثَوْبَانَ مَوْلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : عَلَیْکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ، فَاِنَّکَ لَنْ تَسْجُدَ لِلّٰہِ سَجْدَۃً اِلَّا رَفَعَکَ اللّٰہُ بِھَا دَرَجَۃً، وَحَطَّ عَنْکَ بِھَا خَطِیْئَۃً " رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۷) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو رسول کریم ﷺ کے مولی تھے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم پر لازم ہے کہ کثرت سجدہ کرو کیوں کہ تم جو بھی سجدہ اللہ کی رضا کے لئے کرو گے اللہ تمہارا درجہ بلند فرمادے گا اور تمہاری خطا دور فرمادے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۷): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیه .

راوی حدیث: حضرت ابوعبداللہ ثوبان رضی اللہ عنہ ہمیشہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے اور علوم نبوت سے بکثرت استفادہ کیا، آپ سے ۱۲۷ احادیث مروی ہیں ۵۴ ھ میں انتقال فرمایا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابه، الاستیعاب فی معرفة الاصحاب)

شرح حدیث: کثرت سجود سے مراد کثرت نوافل ہے کیوں کہ محض سجدہ جو مشروع ہے وہ سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر ہے اس کے علاوہ صرف سجدہ کرنا مشروع نہیں ہے۔

اللہ سبحانہ اپنے بندے کا تذلل تضرع اور عاجزی بہت پسند فرماتے ہیں اور سجدہ میں انتہائے تذلل اور تضرع ہے کیوں کہ سجدے میں انسان اپنے جسم کا وہ حصہ زمین پر رکھ دیتا ہے جو اس کے جسم میں اشرف ترین حصہ ہے، اس طرح انسان اپنے اشرف ترین اعضاء ناک اور پیشانی ارذل ترین جگہ یعنی زمین پر رکھ کر اللہ کے حضور میں اپنی عاجزی اور بے کسی کا اظہار کرتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اسے تقرب کی نعمت سے سرفراز کیا جاتا ہے: " فَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ " (سجدہ کر اور قریب ہوجا)

(شرح مسلم للنووی:۴/۱۷۲، دلیل الفالحین:۱/۲۳۶)

نیک اعمال کی توفیق کے ساتھ طویل عمر سعادت ہے

۱۰۸ . اَلرَّابِعُ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ صَفْوَانَ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ الْاَ سْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : خَیْرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ " رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

"بُسْرٌ " بِضَمِّ الْبَآءِ وَبِالسِّیْنِ الْمُھْمَلَۃِ .

(۱۰۸) ابوصفوان عبداللہ بن بسر اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا انسان وہ ہے جس کی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو۔ (الترمذی)

تخریج حدیث(۱۰۸): الجامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی طول العمر للمؤمن .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کیلئے رسول اللہ ﷺ نے درازی عمر کی دعا کی تھی چنانچہ آپ نے ۹۴ برس کی عمر میں انتقال کیا، آپ سے ۵۰ روایات مروی ہیں ۸۸ ھ میں انتقال ہوا۔ (تھذیب التھذیب:۵/۱۵، اسد الغابۃ :۳/۱۸۳)

شرح حدیث: علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وقت انسان کے لئے رأس المال کی طرح ہے تاجر کو چاہئے کہ اپنے رأس المال کی حفاظت کرے اور اس کو اس طرح کے کاروبار میں لگائے جس میں نفع زیادہ ہو اور گھاٹے کا اندیشہ نہ ہو۔ جس نے اس رأس المال سے فائدہ اٹھالیا وہ کامیاب رہا اور جس نے اسے ضائع کردیا وہ خسارے میں پڑ گیا۔ اور اس برف بیچنے والے کی طرح ہوگیا جس کی برف بکنے سے پہلے ہی پگھل گئی اور وہ خالی ہاتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ (تحفۃ الاحوذی:۷/۳۸)

غزوۂ احد میں ایک صحابی کے جذبۂ شہادت کا واقعہ

۱۰۹ . اَلْخَامِسُ عَشَرَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : غَابَ عَمِّیْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِکِیْنَ لَئِنِ اللّٰہُ اَشْھَدَنِیْ قِتَالَ الْمُشْرِکِیْنَ لَیُرِیَنَّ اللّٰہُ مَا اَصْنَعُ فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ اُحُدٍ اِنْکَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ : اَللّٰھُمَّ اَعْتَذِرُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ ھٰؤُلَآءِ . یَعْنِیْ اَصْحَابَہٗ وَاَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ ھٰؤُلَآءِ یَعْنِی الْمُشْرِکِیْنَ. ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَہٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ : یَاسَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ اَلْجَنَّۃُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ اِنِّیْ اَجِدُ رِیْحَھَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ. قَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاصَنَعَ قَالَ اَنَسٌ : فَوَجَدْنَا بِہٖ بِضْعًا وَثَمَانِیْنَ ضَرْبَۃً بِالسَّیْفِ اَوْطَعْنَۃً بِرُمْحٍ اَوْرَمْیَۃً بِسَھْمٍ وَوَجَدْنَاہُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِہِ الْمُشْرِکُوْنَ فَمَا عَرَفَہٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُہٗ بِبَنَانِہٖ قَالَ اَنَسٌ کُنَّانُرٰی اَوْنَظُنُّ اَنَّ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِیْہِ وَفِیْ اَشْبَاھِہٖ : مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاھَدُوْا اللّٰہَ عَلَیْہِ " اِلٰی اٰخِرِھَا. (الاحزاب : ۲۳) مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

قَوْلُہ: "لَيُرِيَنَّ اللّٰهُ" رُوِيَ بِضَمِّ الْيَآءِ وَكَسْرِ الرَّآءِ : اَيْ لِيُظْهِرَنَّ اللّٰهُ ذٰلِكَ لِلنَّاسِ، وَرُوِيَ بِفَتْحِهِمَا وَمَعْنَاهُ ظَاهِرٌ" وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۱۰۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے، تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ پہلی جنگ جو آپ نے مشرکوں کے ساتھ لڑی ہے میں اس میں غیر حاضر رہا اگر اللہ نے مجھے مشرکین سے جنگ کرنے کا موقعہ دیا تو اللہ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔احد کے موقعہ پر جب مسلمان منتشر ہوئے تو وہ بولے اے اللہ میں ان لوگوں کے یعنی اصحاب کے فعل پر معذرت خواہ ہوں اور ان لوگوں سے یعنی مشرکین سے بری ہوں پھر وہ آگے بڑھے تو سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامنا ہوا، بولے اے سعد بن معاذ رب نضر کی قسم جنت، میں احد کی طرف سے اس کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔سعد کہتے ہیں یارسول اللہ میں بیان نہیں کرسکتا جو کچھ اس نے کیا۔انس کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے جسم پر اسّی سے زیادہ تلوار اور نیزوں کے زخم اور تیروں کے نشانات پائے۔ہم نے دیکھا کہ وہ شہید ہوگئے اور مشرکین نے ان کا مثلہ کردیا، ان کو صرف ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے پہچانا، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سمجھتے تھے یا ہمارا گمان تھا کہ یہ آیت: ﴿ مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا۟ مَا عَٰهَدُوا۟ ٱللَّهَ عَلَيْهِ ﴾ (مؤمنوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ سے عہد کرلیتے ہیں اس میں سچے اترتے ہیں) ان کے اور ان جیسوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

لَیُرِیَنَّ اللّٰہ یاء کے ضمہ اور راء کے کسرہ کے ساتھ بھی مروی ہے، یعنی اسے اللہ لوگوں کے سامنے ظاہر فرمادے اور دونوں حروف کے فتحہ کے ساتھ بھی مروی ہے جس کے معنی ظاہر ہیں۔واللہ اعلم

تخریج حدیث(۱۰۹): صحیح البخاری کتاب الجهاد، باب من المؤمنين رجال صدقوا . صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهيد .

کلمات حدیث: غَابَ غَيْبًا وَغِيَابًا (باب ضرب) غائب ہونا، غیر حاضر ہونا۔ طَعَنَ طَعْنًا (نصر و فتح) نیزہ مارنا، تلوار کا زخم لگانا، بَنَان: انگلیوں کے پورے۔

شرح حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے غزوۂ بدر میں شرکت نہ کرسکے جس کا انہیں بے حد افسوس تھا اور انہوں نے کہا کہ سب سے پہلا معرکہ جس میں رسول اللہ ﷺ موجود تھے اور میں غیر حاضر رہا۔آئندہ اگر اللہ نے مشرکوں سے جنگ کرنے میں مجھے حاضر ہونے کی توفیق دی تو میری کارگزاری دیکھ لے گا۔

علامہ قرطبی المفہم میں فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ ان کے اللہ سے عہد و پیمان کے تھے کہ وہ جہاد و قتال میں سعی عظیم کریں گے چنانچہ احد کے دن مسلمانوں کو اول اول شکست ہوئی تو حضرت انس بن نضر نے کہا کہ اے اللہ ان لوگوں نے یعنی ساتھیوں نے جو کچھ کیا میں تیرے سامنے اس کا عذر خواہ ہوں اور مشرکین نے جو کچھ کیا اس سے تیرے سامنے اظہار بیزاری کرتا ہوں، کچھ انصار و مہاجرین ہتھیار ایک طرف رکھ کر غمگین بیٹھے ہوئے تھے یہ ان کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ صحابہ نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ شہید ہوگئے،

بولے تو آپ ﷺ کے بعد جی کر کیا کرو گے اٹھو اور جس دین کی خاطر رسول اللہ ﷺ شہید ہوئے تم بھی اسی دین پر اپنی جان قربان کر دو، یہ کہہ کر مشرکین کی طرف بڑھے، احد سے ورے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی بولے سعد مجھے احد کے قریب جنت کی ہوا محسوس ہو رہی ہے پھر آگے بڑھے اور اتنا لڑے کہ شہید ہو گئے، جسم پر اَسّی سے زیادہ زخموں کے نشانات پائے گئے، مشرکین نے مثلہ کر دیا تھا اس لئے پہچانے نہ جاتے تھے، بہن نے انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔

راوی حدیث حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم یہ سمجھا کرتے تھے کہ یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے (مؤمنوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ سے عہد کر لیتے ہیں اور اس میں سچے اترتے ہیں)

(فتح الباری:۲/۱۵۰، دلیل الفالحین:۱/۲۳۸، تفسیر مظھری :۹/۲۲٤)

اخلاص کے ساتھ تھوڑا صدقہ بھی اللہ کے ہاں قبول ہے

۱۱۰. اَلسَّادِسُ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ عَلٰى ظُهُوْرِنَا فَجَآءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيْرٍ فَقَالُوْا : مُرَآءٍ وَجَآءَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوْا : اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا : فَنَزَلَتْ ﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِيْنَ لَايَجِدُوْنَ اِلَّاجُهْدَهُمْ ﴾ اَلْاٰيَةَ .(التوبة : ۷۹) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيُّ)

"وَنُحَامِلُ" بِضَمِّ النُّوْنِ وَبِالْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ : اَیْ يَحْمِلُ اَحَدُنَا عَلٰى ظَهْرِهٖ بِالْاُجْرَةِ وَيَتَصَدَّقُ بِهَا.

(۱۱۰) حضرت ابو مسعود عقبۃ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم اپنی پیٹھوں پر لاد کر آتے (صدقہ کرنے کے لئے) ایک شخص آیا اور کثیر مال صدقہ کیا تو منافقین نے کہا کہ یہ ریا کار ہے ایک اور آیا اس نے ایک صاع صدقہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ اس کے ایک صاع سے غنی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَايَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ ﴾ (التوبہ:۷۹) (وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان پر جو نہیں رکھتے مگر اپنی محنت کا) (متفق علیہ) الفاظ حدیث صحیح بخاری کے ہیں۔

نُحَامِلُ "ن" کے پیش اور حاء کے ساتھ اس کے معنی ہیں ہم میں ایک شخص پشت پر بوجھ لاد کر مزدوری کرتا اور اس سے حاصل ہونے والی اجرت کو صدقہ کرتا۔

تخریج حدیث(۱۱۰): صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اتقوا النار و لو بشق تمرۃ، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحمل اجرۃ یتصدق بھا، والنھی الشدید عن تنقیص المتصدق بقلیل.

راوی حدیث: حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ نے عقبۂ ثانیہ میں اسلام قبول کیا، غزوۂ بدر میں شرکت فرمائی تھی جس کی بخاری رحمہ اللہ اور مسلم رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے، لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی تھی بلکہ کسی وقت بدر کے مقام پر قیام کیا تھا اس لئے بدری کہلائے، آپ سے "۱۰۲" احادیث مروی ہیں ۴۰ھ میں انتقال ہوا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: نُحَامِلُ: ہم بوجھ اٹھاتے۔ حَمَلَ حَمْلاً (ضرب) پیٹھ پر بوجھ اُٹھانا۔ صاع ایک پیمانہ جو دو سیر سے کچھ زائد ہوتا ہے۔ يَلْمِزُوْنَ: طعنہ دیتے ہیں۔ لَمَزَ لَمْزًا: (نصر، ضرب) عیب لگانا، طعنہ دینا۔

شرح حدیث: حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ صَدَقَةً ﴾ تو ہم مزدوری کرتے پیٹھ پر بوجھ لادتے اور جو کچھ مزدوری ملتی اس میں سے صدقہ کرتے غرض جس کو جتنا میسر ہوتا وہ صدقہ کردیتا کم ہو یا زیادہ، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آٹھ ہزار درہم یا چار ہزار درہم صدقہ کیا، ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے چالیس اوقیہ سونا دیا، اس طرح کے اصحاب کے بارے میں منافقین نے یہ تبصرہ کیا کہ یہ دکھاوے کے لئے کر رہے ہیں، بعض ایسے اصحاب بھی تھے جنہوں نے ایک صاع یا دو صاع نذر کی، ان کے بارے میں منافقین نے یہ طعنہ دیا کہ اللہ ان کے صاع اور دو صاع سے مستغنی ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان پر جو نہیں رکھتے مگر اپنے محنت کا، جن صاحب نے ایک صاع کا صدقہ کیا تھا وہ ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے رات بھر پانی کھینچ کر مزدوری کی جس پر دو صاع کمائے ایک صاع آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے ان کی لائی ہوئی کھجوروں کو صدقات کے تمام مال پر بکھیر دیا، آیت میں المطوعین سے مراد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان جیسے اصحاب ہیں جبکہ ﴿ وَٱلَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ ﴾ سے مراد حضرت ابو عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے اصحاب ہیں۔

(فتح الباری، تفسیر مظهری، دلیل الفالحین: ۱/۲۳۹)

بندوں پر اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم

۱۱۱. اَلسَّابِعُ عَشَرَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِىْ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَّهٗ قَالَ يَاعِبَادِىْ اِنِّىْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِىْ وَجَعَلْتُهٗ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا، يَاعِبَادِىْ كُلُّكُمْ ضَآلٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهٗ فَاسْتَهْدُوْنِىْ اَهْدِكُمْ، يَا عِبَادِىْ كُلُّكُمْ جَآئِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِىْ اُطْعِمْكُمْ، يَاعِبَادِىْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهٗ فَاسْتَكْسُوْنِىْ اَكْسُكُمْ يَاعِبَادِىْ اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِىْ اَغْفِرْلَكُمْ، يَاعِبَادِىْ اِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّىْ فَتَضُرُّوْنِىْ

ولَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِي فَتَنْفَعُوْنِيْ، يَاعِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَازَادَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَاعِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَانَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا، يَاعِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَاَلُوْنِيْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَهٗ مَانَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ، يَاعِبَادِيْ اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَالَكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَّجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّانَفْسَهٗ، قَالَ سَعِيْدٌ : كَانَ اَبُوْ اِدْرِيْسَ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ جَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ : وَرَوَيْنَا عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ : لَيْسَ لِاَهْلِ الشَّامِ حَدِيْثٌ اَشْرَفَ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ .

(۱۱۱) حضرت ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام کردیا ہے پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جسے میں ہدایت کردوں پس تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے کہ جسے میں کھلاؤں پس تم مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھانا دوں گا۔ اے میرے بندو تم سب برہنہ ہو مگر میں جس کو لباس پہنادوں پس مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس دوں گا۔ اے میرے بندو تم شب و روز خطائیں کرتے ہو اور میں سارے گناہوں کو معاف کردیتا ہوں پس مجھ سے مغفرت مانگو میں تمہیں معاف کردوں گا، اے میرے بندو تم نہ مجھے نقصان پہنچانے پر قادر ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور نہ تم مجھے نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہو کہ مجھ کو نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو تم سب اگلے پچھلے جن و بشر کسی انتہائی پرہیز گار انسان کے دل کی طرح ہوجائیں تب بھی میرے ملک میں ایک ذرہ کا بھی اضافہ نہ کرسکو گے۔ اے میرے بندو اگر تم سب اگلے پچھلے جن و بشر سب سے زیادہ بدکار انسان کے دل جیسے ہوجائیں تو اس سے میرے ملک میں ایک ذرہ کی بھی کمی نہ کرسکو گے۔

اے میرے بندو! تم سب اگلے پچھلے جن و بشر ایک ہموار میدان میں جمع ہوکر اپنی ضروریات طلب کریں اور میں سب ہی کی ضرورتیں پوری کردوں تب بھی میرے خزانے میں اتنی بھی کمی نہ ہوگی جتنی سمندر میں ڈالی ہوئی سوئی پر لگی ہوئی تری سے ہوتی ہے۔

اے میرے بندو یہ تمہارے اعمال ہیں جن کا میں احاطہ کرتا ہوں پھر ان کی پوری پوری جزا دیتا ہوں جسے بھلائی حاصل ہو وہ اللہ کا شکر کرے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ کسی کو ملامت نہ کرے سوائے اپنے نفس کے۔

سعید کہتے ہیں کہ ابو ادریس جب اس حدیث کو بیان کرتے تو گھٹنوں کے بل گر جاتے۔ (مسلم)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اہل شام کے پاس اس سے زیادہ اشرف کوئی اور حدیث نہیں ہے۔

تخریج حدیث (۱۱۱): صحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم الظلم.

کلمات حدیث: جَائِع : بھوکا۔ جَاعَ، جَوْعاً، (باب نصر) بھوکا ہونا۔ عَارٍ : برہنہ۔ عَارَ، عَوْرَۃ (باب سمع) ہر وہ امر جس سے شرم کی جائے، انسان کے وہ اعضاء جن کو حیا سے چھپایا جاتا ہے، جمع عورات، کَسْوَتُہ، جسے میں کپڑا پہناؤں۔ کَسَا، کسواً (باب نصر) کسی کو کپڑے پہنانا۔ المَخِیط، سوئی۔ خَاطَ، خَیطاً، سینا۔

شرح حدیث: یہ حدیث قدسی ہے، حدیث قدسی اسے کہتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے کوئی بات اللہ تعالی کی طرف منسوب کر کے بیان فرمائی ہو یعنی اس طرح کہا ہو کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام کائنات کے مالک ہیں اور دنیا کے تمام خزانے ان کے قبضہ قدرت میں ہیں، ان کی قدرت کا اختیار بھی لامتناہی ہے اور ان کے خزانوں میں بھی کوئی کمی نہیں آسکتی، انسان کی زندگی موت عزت وذلت، فقر وغنا اور ہدایت وگمراہی سب حق تعالی کے اختیار میں ہے، بندوں کو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کی بندگی کریں اور اس کے احکام کی کامل اطاعت کریں۔

فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا یعنی اللہ نے ارادہ فرمالیا ہے کہ وہ اپنے کسی بندے پر ظلم نہیں کریں گے اور یہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے چاہتے ہیں کہ وہ بھی آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں کیوں کہ اس نے بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا حرام قرار دیا ہے۔

اللہ سبحانہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اس کی ہدایت کے لئے انبیاء اور رسول مبعوث فرمائے اور انہیں توفیق ایمان نصیب فرمائی کیوں کہ صرف وہی ہے جو ہدایت دے سکتا ہے اور اس کے سوا کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔

اللہ کے بندے اگر ننگے اور بھوکے ہوں کوئی ان کو کپڑے دینے والا اور کوئی ان کو کھلانے والا نہیں سوائے اللہ کے وہی کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور وہی رزق عطا کرتا ہے، کیوں کہ ہر جاندار کو روزی پہنچانا اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

سارے بندے خطا کار ہیں اور اللہ سبحانہ رحمٰن ورحیم ہیں وہ اپنے بندوں کی خطاؤں اور لغزشوں اور گناہوں کو محض اپنے فضل وکرم سے معاف فرماتے رہتے ہیں، ساری دنیا کے لوگ اکھٹے ہو کر بھی کوئی ایسی بات نہیں کر سکتے جس سے اللہ سبحانہ کے ملک میں اور اس کی بادشاہت میں اور اس کے اختیار میں کوئی کمی واقع ہو جائے اور ساری دنیا کے انسان مل کر بھی کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جس سے اس کے ملک میں کوئی ذرا سا اضافہ ہو جائے، اگر ساری دنیا کے انسان کسی ایسے انسان کی طرح ہو جائیں جو سب سے زیادہ متقی ہو تو اس میں اللہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اگر ساری دنیا کے انسان مل کر کسی ایسے انسان کی طرح ہوں جو سب سے فاجر ہو تو اس سے اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، اب تک جن وانس کی تمام مخلوقات اکھٹی ہو کر بیک وقت جو کچھ اللہ سے مانگنا چاہیں وہ اللہ سے مانگ لیں اور ان سب کو اللہ تعالیٰ اسی وقت عطا فرما دے تو اس عطاء وبخشش سے اللہ کے خزانوں میں اتنی کمی بھی نہیں ہوگی جس قدر سوئی کو سمندر میں ڈبویا جائے اور اس پر پانی کی تری لگ جائے جس قدر یہ تری سمندر کے پانی میں کمی کر سکتی ہے، اتنی بھی اللہ کے خزانے میں کمی نہیں ہو سکتی، اور یہ بیان بھی محض تمثیل ہے ورنہ اللہ کے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں ہو سکتی۔

حدیث مبارک میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی اور بندے کی عاجزی اور فقیری کی ایک دلنشین تعبیر ہے اور اس حدیث کے آخر میں

وہ مصلحت اور حکمت بیان کردی گئی جس کے تحت یہ نظام عالم کام کررہا ہے اور وہ یہ کہ اللہ کے بندے اللہ کے حکم پر چلیں اور اس کی اطاعت وفرمان برداری کریں تا کہ اس کے یہاں حسن جزا کے مستحق ہوں اور اس کے فضل واحسان کے حقدار ہو جائیں، جس کو کسی نیکی کی جانب ہدایت اور راہنمائی ہو جائے وہ اللہ کی حمد وثنا کرے اور اس کا شکر ادا کرے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہو تو انسان کو خود اپنی کجروی اور نافہمی پر کف افسوس ملنا چاہئے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی:١٦/١٠٨، دلیل الفالحین:١/٢٣٩)

البَابُ (۱۲)

باب الحث على الازدياد من الخير في اواخر العمر

عمر کے آخری حصے میں کار خیر میں زیادتی کی ترغیب

۴۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ ٱلنَّذِيرُ ﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْمُحَقِّقُوْنَ مَعْنَاهُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ سِتِّيْنَ سَنَةً وَيُؤَيِّدُهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ سَنَذْكُرُهُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالىٰ وَقِيْلَ : مَعْنَاهُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً وَقِيْلَ : اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَهُ الْحَسَنُ وَالْكَلْبِيُّ وَمَسْرُوْقٌ وَنُقِلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَيْضًا. وَنَقَلُوْا اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ كَانُوْا اِذَا بَلَغَ اَحَدُهُمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً تَفَرَّغَ لِلْعِبَادَةِ. وَقِيْلَ : هُوَالْبُلُوْغُ وَقَوْلُهُ تَعَالىٰ : وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ " قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْجُمْهُوْرُ : هُوَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقِيْلَ : الشَّيْبُ قَالَهُ عِكْرِمَةُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُمَا. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو سوچنا چاہتا سوچ لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا'' (فاطر: ۳۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور محققین کہتے ہیں کہ معنی ہیں کہ کیا ہم نے تمہیں ساٹھ سال کی عمر نہیں دی اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے جو انشاء اللہ ہم عنقریب ذکر کریں گے، اور کسی نے کہا کہ اٹھارہ سال اور ایک قول ہے کہ چالیس سال مراد ہیں، یہ قول حسن کلبی اور مسروق کا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے، یہ بھی منقول ہے کہ اہل مدینہ میں سے کسی کی عمر چالیس برس ہو جاتی تو وہ اپنے آپ کو عبادت کے لئے فارغ کر لیتا، اور کسی نے کہا کہ بلوغ کی عمر مراد ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمہور کے نزدیک رسول اللہ ﷺ مراد ہیں، کسی نے کہا کہ بڑھاپا نذیر ہے یہ عکرمہ اور ابن عیینہ کی رائے ہے۔

تفسیری نکات: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عمر جس پر اللہ تعالیٰ نے گنہگار بندوں کو عار دلائی ساٹھ سال ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روایت میں چالیس اور دوسری میں ساٹھ سال کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ وہ عمر ہے جس میں انسان پر اللہ کی حجت تمام ہو جاتی ہے اور انسان کو کسی عذر کی گنجائش نہیں رہتی، ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس دوسری روایت کو ترجیح دی ہے۔ (معارف القرآن: ۳۵۱/۷)

ساٹھ سال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تعجب خیز ہے

۱۱۲. عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلىٰ امْرِئٍ

اَخَّرَ اَجَلَه' حَتّٰى بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ الْعُلَمَآءُ مَعْنَاهُ :لَمْ يَتْرُكْ لَه' عُذْرًا اِذْ اَمْهَلَه' هٰذِهِ الْمُدَّةَ.

يُقَالُ اَعْذَرَ الرَّجُلُ اِذَا بَلَغَ الْغَايَةَ فِي الْعُذْرِ.

(۱۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا عذر پورا کر دیا جس کی اجل مؤخر کر دی یہاں تک کہ وہ ساٹھ برس کو پہنچ گیا۔ (بخاری)

علماء فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ جب اللہ نے اس شخص کو اتنی طویل مہلت دیدی تو اب اسکے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا، کہا جاتا ہے " اَعْذَرَ الرَّجُلُ " کہ وہ عذر کے آخری مرحلے پر پہنچ گیا۔

تخریج حدیث(۱۱۲): صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب من بلغ ستين سنة فقد اعذر الله اليه في العمر

کلمات حدیث: اعذر، اعذاراً : کسی کو معذور سمجھنا، عذر قبول کرنا۔

شرح حدیث: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ ایسا شخص جس کی عمر ساٹھ سال ہوگئی اس کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہا کہ وہ یہ کہے کہ میں کیا کرتا مجھے فرصت ہی نہ ملی یا مجھے مہلت ہی نہیں ملی، ساٹھ سال کا عرصہ اتنا ہے کہ اسے قدرت کی نشانیاں دیکھ کر اور زندگی کے نشیب وفراز کا مزہ چکھ کر متنبہ ہو جانا چاہئے تھا اور سمجھ لینا چاہئے تھا کہ مرنے کے بعد حساب کتاب ہوگا اور اپنے کئے ہوئے اعمال کا جواب دینا ہوگا، اسے چاہئے تھا کہ وہ توبہ کرتا اور استغفار کرتا اور حضور حق میں سجدہ ریز ہو کر ہر برائی سے توبہ کر لیتا اور بندگی اور اطاعت کے راستہ پر چلتا کہ اس کا انجام بخیر ہوتا۔ غرض اللہ نے ہر طرح اتمام حجت فرمایا ہے اور کسی بندے کے لئے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا ہے۔ (فتح الباري، دليل الفالحين: ۱/۲٤٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرآن فہمی

۱۱۳. اَلثَّانِيْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُدْخِلُنِيْ مَعَ اَشْيَاخِ بَدْرٍ فَكَاَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ فَقَالَ : لِمَ يَدْخُلُ هٰذَا مَعَنَا وَلَنَا اَبْنَاءٌ مِثْلُه' فَقَالَ عُمَرُ : اِنَّه' مِنْ حَيْثُ عَلِمْتُمْ فَدَعَانِيْ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَدْخَلَنِيْ مَعَهُمْ فَمَا رَاَيْتُ اَنَّه' دَعَانِيْ يَوْمَئِذٍ اِلَّا لِيُرِيَهُمْ قَالَ: مَاتَقُوْلُوْنَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ؟ (الفتح : ۱)فَقَالَ بَعْضُهُمْ : اُمِرْنَا اَنْ نَحْمَدَاللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرَه' اِذَا نَصَرَنَا وَفَتَحَ عَلَيْنَا وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ! فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا. فَقَالَ لِيْ : اَكَذٰلِكَ تَقُوْلُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟(رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) فَقُلْتُ : لَاقَالَ : فَمَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ : هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَه' لَه' قَالَ : "اِذَاجَآءَ نَصْرُاللّٰهِ وَالْفَتْحُ " وَذٰلِكَ عَلَامَةُ اَجَلِكَ "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّه' كَانَ تَوَّابًا " (الفتح:۳) فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : مَااَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّامَاتَقُوْلُ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۱۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدر میں شرکت کرنے والے کبار صحابہ کے ساتھ مجھے اپنی مجلس میں بلایا کرتے تھے، کسی نے اس بات کو محسوس کیا کہ اس کو بھی ہمارے ساتھ بلایا جاتا ہے حالانکہ ہمارے بیٹے اس کی عمر کے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق کو تم جانتے ہو۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلایا اور ان بزرگوں کے ساتھ بٹھایا میرا خیال ہے کہ اس روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اس لئے بلایا تھا تا کہ انہیں مجھے دکھلا دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں: ﴿إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ ۝١﴾ ان میں سے بعض حضرات نے کہا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں جب ہمیں نصرت اور فتح عطا ہوگئی، بعض دیگر حضرات خاموش رہے اور کچھ نہیں کہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کیا ابن عباس تم بھی اسی طرح کہتے ہو، میں نے کہا نہیں، آپ نے پوچھا پھر تم کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کی رحلت کی اطلاع دی ہے اور فرمایا کہ جب فتح و نصرت آجائے تو یہ تمہاری وفات کی علامت ہے سو اب آپ کو چاہئے کہ آپ اپنے رب کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں کہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس طرح سمجھتا ہوں جس طرح تم نے بیان کیا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۱۴): کتاب التفسیر، باب تفسیر سورة اذا جاء نصر الله . صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب ما یُقَال فی الرکوع والسجود .

کلمات حدیث: اَشیَاخ : شیخ کی جمع، بڑی عمر ہونا۔ ذَاتَ یَوم : ذات مؤنث ہے، ذو کا جمع ذوات۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بہت صاحب علم و فضل تھے انہوں نے بیت نبوت ﷺ میں تربیت پائی تھی اور علم نبوت ﷺ سے سرفراز ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے آپ کے حق میں دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ اسے دین کا فہم عطا کر، اس دعا کا ہی اثر تھا کہ آپ کا فہم دین بعض بزرگ صحابہ سے بھی بڑھا ہوا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ امور مملکت اور دیگر امور میں مشورہ کے لئے بزرگ صحابہ کو بلاتے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بلاتے اور ان کے علم و فضل اور ان کے خانوادۂ نبوت سے تعلق کو پیش نظر ان کا اکرام فرماتے تھے، اس پر بعض صحابہ نے کہا کہ عمر ابن عباس کو بھی بلاتے ہیں ان جیسے تو ہمارے بیٹے ہیں یعنی اس عمر کی ہماری اولاد ہے، یہ کہنے والے حضرت عبدالرحمٰن عوف رضی اللہ عنہ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ آپ ان کے خانوادۂ نبوت سے تعلق ان کے علم و فضل اور ان کی ذہانت و فطانت سے بخوبی واقف ہیں۔ زہری کی روایت میں ہے کہ بعض مہاجرین نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جس طرح آپ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلاتے ہیں ہمارے بیٹوں کو بھی بلایئے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ نوجوان عمر رسیدہ لوگوں کی سی عقل رکھتا ہے، خرائطی نے مکارم الاخلاق میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس سے فرمایا کہ دیکھو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہیں بلاتے ہیں یاد رکھو ان کا راز کبھی افشاء نہ کرنا ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا اور جھوٹ نہ بولنا۔

غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان بزرگ اصحاب رسول ﷺ کو بھی بلایا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی بلایا اور سب حضرات سے استفسار فرمایا کہ آپ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں ''اذا جاء نصر اللہ والفتح'' کہتے ہیں کچھ حضرات خاموش رہے اور کچھ نے فرمایا کہ اس آیت میں حکم ہے کہ فتح ونصرت کے حاصل ہو جانے کے بعد ہم اللہ کی حمد کی تسبیح کریں اور اس سے استغفار کریں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ تم کیا کہتے ہو، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کو ان کی رحلت کی اطلاع دی گئی ہے کہ فتح ونصرت آگئی اور اللہ نے دین کو غلبہ عطا فرما دیا اور جو آپ ﷺ کا مقصد بعثت تھا وہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اب آپ تسبیح پڑھیے اپنے رب کی حمد وثناء کیجئے اور استغفار کیجئے۔

(فتح الباری : ۲/۹۲٤، دلیل الفالحین : ۱/۲٤۸)

آخری عمر میں استغفار میں کثرت کا اہتمام

۱۱۴۔ اَلثَّالِثُ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً بَعْدَ اَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ : اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ'' اِلَّا يَقُوْلُ فِيْهَا سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْهَا : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ : سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ. مَعْنٰى : ''يَتَاَوَّلُ الْقُرْآنَ'' اَيْ يَعْمَلُ مَا اُمِرَ بِهٖ فِي الْقُرْاٰنِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ'' وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ قَبْلَ اَنْ يَمُوْتَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ قَالَتْ عَآئِشَةُ: قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاهٰذِهِ الْكَلِمَاتُ الَّتِيْ اَرَاكَ اَحْدَثْتَهَا تَقُوْلُهَا؟ قَالَ : جُعِلَتْ لِيْ عَلَامَةٌ فِيْ اُمَّتِيْ اِذَا رَاَيْتُهَا قُلْتُهَا:''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ قَالَتْ: قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاكَ تُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ؟ فَقَالَ : اَخْبَرَنِيْ رَبِّيْ اَنِّيْ سَاَرٰى عَلَامَةً فِيْ اُمَّتِيْ فَاِذَا رَاَيْتُهَا اَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فَقَدْ رَاَيْتُهَا:''اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ '' فَتْحُ مَكَّةَ ''وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا''

(۱۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ﴿ إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ۝١ ﴾ کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو سبحانك ربنا وبحمدك اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ پڑھتے تھے۔ (متفق علیہ)

صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجود میں کثرت سے '' سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ

اغفرلی" کہا کرتے تھے، آپ قرآن کریم کی تاویل فرماتے یعنی قرآن کریم میں جو یہ حکم دیا گیا ہے: ﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ ﴾ پر عمل فرماتے تھے۔

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفات سے پہلے کثرت سے "سُبحانك اللّهم و بحمدك استغفرك واتوب الیك" پڑھتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا کلمات ہیں کہ اب آپ یہ کلمات کہنے لگے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میرے لئے میری امت میں ایک علامت قائم کی گئی ہے کہ جب میں اس کو دیکھوں تو یہ کہوں پھر آپ ﷺ نے سورۃ یہ تلاوت فرمائی: ﴿ إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ۝١ ﴾ الخ

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اکثر فرماتے "سُبحان اللّٰه وبحمده استغفر اللّٰه واتوب الیه" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں دیکھتی ہوں کہ اب کثرت سے کہنے لگے ہیں "سُبحان اللّٰه وبحمده استغفر اللّٰه واتوب الیه" آپ ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھے بتایا کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا، جب یہ علامت دیکھ لوں تو کثرت کے ساتھ "سُبحان اللّٰه وبحمده استغفر اللّٰه واتوب الیه" کہوں میں نے وہ علامت دیکھ لی ہے: ﴿ إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ﴾ فتح مکہ ﴿ وَرَأَيْتَ ٱلنَّاسَ يَدْخُلُونَ فِى دِينِ ٱللَّهِ أَفْوَاجًا ۝٢ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًۢا ۝٣ ﴾

تخریج حدیث (۱۱۴): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ اذا جاء نصر اللّٰه والفتح. صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود.

کلمات حدیث: يَتَأَوَّلُ، تَأَوَّلَ، تَأوِلاً: تفسیر کرنا۔ افواجا: جمع فوج گروہ، جماعت۔

شرح حدیث: نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ نصر قرآن کریم کی آخری سورت ہے، یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں یوم النحر کو نازل ہوئی اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اکیاسی دن حیات رہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سورۃ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی اس کے بعد آیت: ﴿ ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ﴾ نازل ہوئی، ان دونوں کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں صرف اسّی (۸۰) روز رہے، ان دونوں کے بعد آیت کلالہ نازل ہوئی جس کے بعد عمر مبارک کے پچاس دن باقی رہ گئے، اس کے بعد آیت: ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ نازل ہوئی جس کے بعد حیات مبارک کے کل پینتیس (۳۵) روز باقی رہے، اس کے بعد آیت ﴿ وَٱتَّقُوا۟ يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى ٱللَّهِ ﴾ نازل ہوئی جس کے بعد صرف اکیس روز اور مقاتل کی روایت میں صرف سات روز کے بعد وفات ہوگئی۔ (معارف القرآن بحواله القرطبی، فتح الباری: ۲/۹۲٤)

حقیقت تو یہ ہے کہ زندگی بھر اللہ کی بندگی اور اس کی اطاعت و فرمان برداری انسان کا فرض بھی ہے اور اس کے حق میں سراسر خیر بھی، لیکن اگر غفلت نے کسی کی راہ ماردی ہو اور نفس و شیطان نے اسے ورغلا دیا ہو اور وہ عمر عزیز کا سارا قیمتی وقت ضائع کر چکا ہو تو عمر کے

آخری حصہ میں بڑھاپے کی دستک سے تو چونک پڑنا چاہئے اور جانے سے پہلے تیاری کر لینی چاہئے، غرض عمر کے آخری حصے میں توبہ اور استغفار کی کثرت کرنی چاہئے اور اللہ جل شانہ کی طرف توجہ منعطف کرنی چاہئے، اوران تسبیحات کا بکثرت وردرکھنا چاہئے، " سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا بِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ " اور " سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ " اور " سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ " . (دليل الفالحين: ١/ ٢٣٤)

****

١١٥ . اَلرَّابِعُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَابَعَ الْوَحْيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَبْلَ وَفَاتِهِ حَتّٰى تُوُفِّيَ اَكْثَرَ مَاكَانَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۱۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ ﷺ کی وفات سے قبل مسلسل وحی نازل فرمائی حتی کہ آپ ﷺ کی وفات اس عرصے میں ہوئی جب نزول وحی کی کثرت تھی۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱۵): صحيح البخاری، كتاب فضائل القرآن، باب كيفية النزول و اول مانزل . صحيح مسلم، كتاب التفسير .

کلمات حدیث: تَابَعَ، تَبَعَ، تَبعاً : ساتھ چلنا، پیچھے چلنا۔ تابع بين الاعمال : مسلسل مصروف رہنا۔

شرح حدیث: مکہ مکرمہ میں بعثت نبوی ﷺ کے اولین دور میں وحی وقفہ وقفہ سے نازل ہوتی تھی، بعد میں ذرا جلدی جلدی وحی آنے لگی اور پے درپے آنے لگی، لیکن مکہ مکرمہ میں احکام پر مشتمل طویل سورتیں نازل نہیں ہوئیں، مدینہ منورہ ہجرت کے بعد طویل سورتیں نازل ہوئیں جن میں مفصل احکام بیان ہوئے، اورسب سے زیادہ اور کثرت سے وحی آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری دور میں نازل ہوئی، کیوں کہ آخری دور میں اسلام کو غلبہ حاصل ہو چکا تھا اورلوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہورہے تھے، عرب کے دور دراز علاقوں سے وفود آتے تھے، خدمت اقدس میں حاضر ہونے والے سوالات کرتے اور مختلف امور کے بارے میں استفسار کرتے ان وجوہ کی بناپر وحی کا نزول بکثرت ہوتا تھا اور چونکہ حیات طیبہ اپنے اختتامی دور میں داخل ہورہی تھی اس لئے بھی وحی کی کثرت ہوئی۔

(فتح الباری :٢/ ٩٣١)

****

موت اچھی حالت میں آنے کی فکر کریں

١١٦ . اَلْخَامِسُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم "يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَامَاتَ عَلَيْهِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۱۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر بندہ اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس

میں اس کی موت واقع ہوئی ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۶): صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب اثبات الحساب۔

کلمات حدیث: يُبعث : اٹھایا جائے گا، زندہ کیا جائے گا۔ یوم البعث : اٹھنے کا دن، حشر کا دن۔

شرح حدیث: جب مردے قبر سے اٹھائے جائیں گے تو وہ اس حالت میں اٹھائے جائیں گے جس حالت میں ان کی موت واقع ہوئی تھی، یہاں تک کہ اگر کسی کے ہاتھ میں مزمار تھی وہ قبر سے اس حال میں نکل کر آئے گا کہ اس کے ہاتھ میں مزمار ہوگی۔

مقصود یہ ہے کہ مؤمن کو اپنی آخری زندگی کی فکر کرنی چاہئے اور اس کو اپنی پچھلی زندگی سے بہتر بنانے کی سعی کرنی چاہئے، اور اسے چاہئے کہ حسن نیت کے ساتھ اور اخلاص کے ساتھ صرف اور صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اعمال صالحہ میں مصروف ہو جانا چاہئے، تا کہ انجام بخیر ہو اور آدمی اس دنیا سے جب رخصت ہو تو وہ نیک عمل میں لگا ہوا ہو اور اس پروردگار کی تسبیح وتحمید میں مصروف ہو جس کے سامنے پیش ہو کر اعمال کا حساب دینا ہے۔

البَابُ (۱۳)

فی بیان کثرۃ طرق الخیر

طرقِ خیر کی کثرت

۴۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَمَا تَفْعَلُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ ﴿٢١٥﴾ ﴾

اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا:

''تم جو نیکی کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے۔'' (البقرۃ:۲۱۵)

۵۰. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَمَا تَفْعَلُوا۟ مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ ٱللَّهُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

''تم جو نیکی کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔'' (البقرۃ:۱۹۷)

۵۱. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُۥ ﴿٧﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:۷)

۵۲. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا فَلِنَفْسِهِۦ ﴾

وَالْاٰیَاتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَکَثِیْرَۃٌ جِدًّا وَھِیَ غَیْرُ مُنْحَصِرَۃٍ فَنَذْکُرُ طَرَفًا مِنْھَا.

مزید فرمایا:

''جو کوئی عمل کرے وہ اپنے لئے کرے گا۔'' (الجاثیۃ:۱۵)

اس باب میں کثیر آیات ہیں، اسی طرح احادیث بھی بکثرت ہیں، ہم یہاں ان میں چند احادیث کا ذکر کرتے ہیں۔

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ کا علم کائنات کے ایک ایک ذرے کو محیط ہے، اتنی بڑی اور وسیع دنیا میں جہاں کہیں ایک پتہ بھی گرتا ہے اس کا اللہ کو علم ہے، وہ انسان کے ہر ہر عمل سے اور اس عمل کے پیچھے کارفرما نیت اور ارادے سے بخوبی واقف ہے ہر نیکی کرنے والے کی نیکی اور ہر بدی کرنے والے کی بدی سے وہ اچھی طرح واقف ہے۔

اس حقیقت کا مقتضاء یہ ہے کہ بندۂ مؤمن اللہ سبحانہ کی خشیت اختیار کرے اور محض اس کی رضا کے لئے اخلاص اور حسن نیت کے

ساتھ عمل خیر کرے، ہر شخص اپنی ذات کی فکر میں لگے اور جو عمل کرے یہ سمجھ کر کرے کہ اس کا سود وزیاں اسی کی ذات کو پہنچے گا، وہاں پہنچ کر ہر ایک کی بھلائی برائی سامنے آجائے گی اور ہر ایک اپنے کئے کا پھل چکھے گا، سب کے اعمال ان کو دکھلا دیئے جائیں گے تاکہ بدکاروں کی میدان حشر میں رسوائی ہو اور نیکوکاروں کو سرخروئی حاصل ہو یا ممکن ہے کہ اعمال کے دکھلانے سے ان کے نتائج وثمرات اور ان کی جزا وسزا دکھانا مراد ہو۔ (تفسیر عثمانی)

لوگوں کی ایذاء سے بچانا بھی صدقہ ہے

۱۱۷. اَلْاَوَّلُ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ جُنْدَبِ بْنِ جُنَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ ؟ قَالَ : اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِهٖ قُلْتُ : اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ ؟ قَالَ : اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا وَاَكْثَرُهَا ثَمَنًا قُلْتُ : فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ ؟ قَالَ : تُعِیْنُ صَانِعًا اَوْتَصْنَعُ لِاَخْرَقَ قُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ؟ قَالَ : تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلٰی نَفْسِكَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

"اَلصَّانِعُ" بِالصَّادِ الْمُهْمَلَةِ هٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ وَرُوِیَ "ضَائِعًا" بِالْمُعْجَمَةِ اَیْ ذَاضَیَاعٍ مِنْ فَقْرٍ اَوْعِیَالٍ وَنَحْوَذٰلِكَ "وَالْاَخْرَقُ" اَلَّذِیْ لَایُتْقِنُ مَایُحَاوِلُ فِعْلَهٗ.

(۱۱۷) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ کون سے اعمال افضل ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان باللہ اور اس کے راستے میں جہاد میں نے عرض کی کون سا غلام آزاد کرنا بہتر ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو گھر والوں کو زیادہ محبوب ہو اور جس کی قیمت بھی زیادہ ہو، میں نے عرض کی کہ اگر میں نہ کرسکوں، فرمایا کام کرنے والے کی مدد کرنا یا جو کام نہ کرسکے اس کا کام کرنا، میں نے عرض کی یارسول اللہ اگر میں ان میں سے کچھ کاموں میں کمزور پڑ جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے شر کو لوگوں سے روکے رکھو یہ بھی تمہاری طرف سے تمہاری جان پر صدقہ ہے۔

صانع صاد کے ساتھ مشہور ہے اگرچہ ضاد کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے یعنی جو غربت اور عیال داری سے پریشان حال ہو، اَخرَق بے ہنر جو اپنا کام صحیح طریقے پر نہ کرسکے۔

تخریج حدیث (۱۱۷): صحیح البخاری، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللّٰہ افضل الاعمال .

کلمات حدیث: اَلرِّقَاب : جمع رَقَبَۃ گردن، غلام۔ ثمن : قیمت، جمع اثمان۔

شرح حدیث: ایمان باللہ ہر عمل صالح کی اساس ہے اس کے بغیر کوئی عمل نہ عنداللہ مقبول ہے اور نہ اس پر کوئی اخروی جزا اور ثواب ہے، ایمان باللہ کے بعد درجہ جہاد فی سبیل اللہ کا ہے، یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کردینا، اور جان کا

نذرانہ پیش کرے گواہی دینا کہ اللہ کا دین ہی سچا دین ہے۔ ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ ٱشۡتَرَىٰ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ أَنفُسَهُمۡ وَأَمۡوَٰلَهُم بِأَنَّ لَهُمُ ٱلۡجَنَّةَ ﴾ ''اللہ نے خرید لی مؤمنوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔''

(التوبہ: ۱۱۱)

اس کے بعد ایسا غلام آزاد کرنا جو گھر والوں کو محبوب ہو اور اس کی قیمت بھی زیادہ ہو، یعنی اپنی محبوب اور قیمتی چیز اللہ کی رضا کے لئے قربان ہے، چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ لَن تَنَالُواْ ٱلۡبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَ ﴾ (ہرگز نہ حاصل کرسکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ) (آل عمران: ۹۲) یعنی جتنی محبوب اور پیاری چیز اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ خرچ کرو گے اسی کے مطابق اللہ سے بدلہ ملنے کی امید رکھو، اعلیٰ درجہ کی نیکی حاصل کرنا چاہو تو اپنی محبوب اور عزیز ترین چیزوں میں سے کچھ اللہ کے راستے میں نکالو، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جس چیز سے دل بہت لگا ہوا ہو اس کے اللہ کے راستے میں دینے کا بہت اجر وثواب ہے۔

اگر بندہ یہ مذکورہ کام انجام نہ دے سکے تو پھر خدمت خلق ہی کرے، لوگوں کی ان کے کاموں میں مدد کرے خاص طور پر بوڑھے اور کمزور وناتواں لوگوں کے کام کرے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو آخری درجہ یہ ہے کہ اس کے وجود سے کسی کو کسی طرح کی کوئی تکلیف نہ پہنچے اور اس کے شر سے کسی کو آزار نہ ہو، فرمایا "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ" مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے شر) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح مسلم بشرح النووی: ۲/۶۲، دلیل الفالحین: ۱/۲۵۴، تفسیر عثمانی)

بھلائی کا حکم کرنا برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے

۱۱۸. اَلثَّانِیْ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَیْضًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

''اَلسُّلَامٰى'' بِضَمِّ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَتَخْفِيْفِ اللَّامِ وَفَتْحِ الْمِيْمِ: اَلْمَفْصِلُ.

(۱۱۸) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے ہر ایک عضو پر صدقہ ہے، چنانچہ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے الحمد للہ کہنا صدقہ ہے، لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے، نیکی کی بات بتلانا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے، اور ان کے بدلے دو رکعت صلاۃ الضحیٰ کفایت کرجاتی ہیں۔

السلامی، جوڑ۔

تخریج حدیث(۱۱۸): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی نوع من المعروف ۔

کلمات حدیث: سُلامی : ہڈی، اعضاء کے جوڑ، جمع سلامیات ۔

اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے ہر ہر عضو پر صدقہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے اور اس کے فضل و کرم سے یہ تمام اعضاء سلامت رہے اور آفات سے محفوظ ہیں تو اس حفظ و سلامتی پر شکر ادا کرنا لازم ہے ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر جوڑ پر صدقہ ہے، کسی نے عرض کی یا نبی اللہ یہ کس کے بس کی بات ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں پڑے ہوئے تھوک کو دفن کر دینا صدقہ ہے راستہ سے رکاوٹ دور کرنا صدقہ ہے اور اگر یہ کرنے کا موقعہ نہ ملے تو دو رکعت ضحیٰ تمہیں کفایت کرے گی ۔

صلاۃ الضحیٰ ان سب امور کی جگہ اس لئے کفایت کر جاتی ہے کہ نماز میں آدمی کے جملہ اعضاء مصروف ہوتے ہیں اور ضروری ہے کہ آدمی وہ امور بھی جو اس حدیث میں بیان کئے گئے ہیں کرنے کی کوشش کرے، اگر ان امور کا موقع نہ ملے تو صلاۃ الضحیٰ ان سب کو کافی ہو جائے گی، صلاۃ الضحیٰ دو رکعت سے بارہ رکعت تک پڑھی جا سکتی ہے، حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ چار رکعت پڑھنے کی تھی، صلاۃ الضحیٰ کی فضیلت میں اور اس کے اجر و ثواب کے بارے میں متعدد احادیث مروی ہیں یہاں تک کہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے کہا کہ صلاۃ الضحیٰ سے متعلق احادیث معنیً حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، اور قاضی ابوبکر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صلاۃ الضحیٰ گزشتہ انبیاء اور رسولوں کی نماز ہے ۔

(مسلم بشرح النووی:۷/۸۲، دلیل الفالحین:۱/۲۵۶، مظاھر حق :۱/۸۰۲)

راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا ایمان کا حصہ ہے

۱۱۹ . اَلثَّالِثُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ اَعْمَالُ اُمَّتِيْ حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُّ فِيْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيْقِ وَوَجَدْتُّ فِيْ مَسَاوِيْ اَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۱۹) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے اچھے برے اعمال پیش کئے گئے میں نے ان اعمال حسنہ میں راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینے کے عمل کو پایا اور برے اعمال میں پایا کہ مسجد میں ناک کا فضلہ پھینک دیا جائے اور اس کو دفن نہ کیا جائے ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۱۹): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن البصاق فی المسجد فی الصلاة ۔

کلمات حدیث: يُمَاطُ، مَاطَ، يَمِيطُ، مَيْطاً (باب ضرب) جدا ہونا، دور ہونا۔ أَمَاطَ : جدا کرنا، دور کرنا۔ اِمَاطَة الأذى عن الطريق : راستے سے ایسی چیز ہٹا دینا جس سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ النُّخَاعَة : ریزش، ناک سے یا منہ سے خارج ہونے والا فضلہ۔

شرح حدیث: حضور اکرم ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کی امت کے اچھے برے اعمال پیش کئے گئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھے اعمال میں ایک یہ بات بھی تھی کہ کوئی شخص راستے میں سے ایسی چیز ہٹا دے جس سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، یعنی مؤمن کا یہ فرض ہے کہ ہر وہ کام کرے جس سے دوسرے مسلمان بھائیوں کا فائدہ ہو اور ان کو کسی بھی تکلیف کے پہنچنے سے حتی الوسع بچانے کی سعی کرے، ابن رسلان کہتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ سے سنا کہ جب کوئی اللہ کا بندہ راستے میں سے ایذاء رساں چیز کو دور کرے تو کلمہ طیبہ بھی پڑھ لے کہ اس طرح شعب ایمان میں ادنی درجہ اس کے اعلیٰ ترین درجے کے ساتھ جمع ہو جائے، یعنی کلمہ توحید میں اور مؤمن کے اقوال وافعال میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے اور قلب اور لسان باہم دگر ہو جائیں کہ یہ ایمان کی کامل صورت ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱/۲۵۸)

تسبیحات کی پابندی کرنا

۱۲۰. اَلرَّابِعُ عَنْهُ اَنَّ نَاسًا قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْاُجُوْرِ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ اَمْوَالِهِمْ قَالَ : "اَوَلَيْسَ قَدْجَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَا، تَصَدَّقُوْنَ بِه : اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ ، وَفِيْ بُضْعِ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ " قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اَيَاتِيْ اَحَدُنَا شَهْوَتَه' وَيَكُوْنُ لَه' فِيْهَا اَجْرٌ؟ قَالَ : "اَرَاَيْتُمْ لَوْوَضَعَهَا فِيْ حَرَامٍ اَكَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ اِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَه' اَجْرٌ: رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

"اَلدُّثُوْرُ "بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ : اَلْاَمْوَالُ وَاحِدُهَادَثْرٌ .

(۱۲۰) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مال دار سارا اجر وثواب لے گئے وہ بھی نماز پڑھتے ہیں اور ہم بھی نماز پڑھتے ہیں، وہ بھی روزے رکھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں اور اپنے زائد اموال صدقہ بھی کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ امور نہیں بنائے جن سے تم صدقہ کرو، ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے ہر تحمید صدقہ ہے ہر تہلیل صدقہ ہے نیکی کی بات بتلانا صدقہ ہے بری بات سے روکنا صدقہ ہے اور تمہاری شرمگاہ میں بھی صدقہ ہے، صحابۂ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم اپنی شہوت کی تکمیل کرتے ہیں کیا اس پر بھی ثواب ملتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے کہ اگر کوئی اسے حرام طریقے سے پورا کرے تو کیا اسے گناہ نہیں ہوگا، اسی طرح حلال طریقہ سے تکمیل شہوت میں اجر وثواب بھی ہوگا۔

دُثُور : اموال، واحد، دَثر .

تخریج حدیث(۱۲۰): صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان أنّ اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف .

کلمات حدیث: دثر : بہت مال جمع ، دثور ۔ وزر : گناہ، جمع ، اوزار ۔

شرح حدیث: صحابہ کرام کی جماعت حضور اکرم ﷺ کے فیض صحبت سے ایسے مزکی ہوگئے تھے کہ ان کا خیال دنیا کے بکھیڑوں سے ہٹ کر کلیتاً آخرت کی طرف ہوگیا تھا، وہ ہر وقت فکر آخرت میں لگے رہتے تھے اور آخرت کے بنانے اور سنوارنے کی سعی وکوشش میں مصروف رہتے تھے اور اعمال صالحہ کی جانب مسابقت کرتے اور ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کے لئے مسارعت کرتے، صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم کی جماعت میں بعض حضرات غنی بھی تھے اور ان کے پاس اللہ کا دیا ہوا مال وافر مقدار میں موجود تھا اور وہ اس میں سے گاہے بگاہے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے اور صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

اس صورت حال کے پیش نظر بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ آخرت کا سارا اجر وثواب تو مالدار لے گئے کیوں کہ نماز اور روزہ تو اگر ہم کرتے ہیں تو وہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ میں دل کھول کر حصہ لیتے ہیں اور ہم استطاعت نہ ہونے کی بناء پر ایسا نہیں کر سکتے۔

رسول کریم ﷺ حکیم تھے چنانچہ آپ ﷺ نے بڑا حکیمانہ جواب دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا یہ سمجھنا درست نہیں کہ مسارعت الی الخیرات اور مسابقت الی الاعمال الصالحہ کا میدان صرف مال ودولت ہے بلکہ یہ میدان تو بہت وسیع ہے تم جس قدر چاہو اور جتنا چاہو آگے بڑھتے چلے جاؤ، سبحان اللہ کہنا بھی صدقہ ہے اللہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا بھی صدقہ ہے، لا الہ الا اللہ کہنا بھی صدقہ ہے، اچھی بات بتلانا بھی صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا بھی صدقہ ہے۔

غرض اعمال صالحہ کا دائرہ مالی انفاق تک محدود نہیں ہے بے شمار نیکیاں ہیں جو شب وروز میں ایک مؤمن کر سکتا ہے اور یہ نیکیاں اجر وثواب میں بھی عظیم ہیں کہ الحمد للہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ والحمد للہ زمین وآسمان کی ساری فضاؤں کو بھر دیتے ہیں، سبحان اللہ العظیم کہنے سے جنت میں درخت اگ آتا ہے، اور لا الہ الا اللہ کہیں نہیں رکتا، یہاں تک کہ بارگاہ الٰہی میں پہنچ جاتا ہے۔

(دلیل الفالحین: ۱/۲۵۸، مؤطا امام مالك رحمه الله ، مسند امام احمد بن حنبل رحمه الله ، الجامع الترمذی، الحصن الحصین)

معمولی درجہ کی نیکی کی بھی قدر کریں

۱۲۱۔ اَلْخَامِسُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاتَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ (۱) رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۲۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی بھی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھو اگر چہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۲۱): صحیح مسلم، کتاب البر، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء.

کلمات حدیث: طلیق، خوش رو۔ طَلُقَ، طُلُوْقَةً : (باب کرم) خوش رو ہونا، خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا۔

شرح حدیث: مؤمن کی ساری زندگی اللہ کی رضا کے حصول کے لئے گزرتی ہے اور اس کی ہر حرکت وعمل احکام الٰہی کے مطابق ہوتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے احکام انسان کی زندگی کے ہر ہر مرحلے کو محیط ہیں اس لئے مؤمن کی زندگی کا ہر عمل عبادت اور نیکی ہے اور ہر نیکی باعث اجر وثواب ہے اور اسی وجہ سے کوئی بھی نیکی چھوٹی یا حقیر نہیں ہے اور نہ اسے کم اور حقیر سمجھ کر چھوڑ دینا چاہئے بلکہ رغبت سے خلوص سے اور حسن نیت سے کر لینا چاہئے ہوسکتا ہے وہی نیکی رضائے الٰہی کا سبب بن جائے۔

چنانچہ مسلمان بھائی سے خندہ روئی کے ساتھ ملنا بھی نیکی ہے، کیوں کہ مسلمان کو خوش کرنا بھی نیکی ہے نیز خندہ روئی سے باہم ملاقات سے محبت بڑھتی ہے، رسول کریم ﷺ ان کافروں سے بھی جو اللہ کے اور رسول کے دشمن تھے ان سے بھی خندہ روئی سے ملاقات فرماتے تھے، حتیٰ کہ کوئی برا آدمی بھی آپ کے پاس آجاتا آپ اس سے بھی اسی طرح خندہ پیشانی سے پیش آتے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک شخص کو برا کہا کچھ دیر بعد وہی آدمی آپ ﷺ کے پاس آگیا تو آپ ﷺ اس کے ساتھ بشاشت کے ساتھ ملے۔ (مسلم بشرح النووی، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

تین سو ساٹھ جوڑوں کا صدقہ

۱۲۲. اَلسَّادِسُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ”كُلُّ سُلامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِیْنُ الرَّجُلَ عَلٰی دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَیْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَیْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِیْهَا اِلَی الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ“ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَیْضًا مِنْ رِوَایَةِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : ”اِنَّهٗ خُلِقَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ عَلٰی سِتِّیْنَ وَثَلَاثِمِائَةِ مَفْصِلٍ، فَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَهَلَّلَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ شَوْكَةً اَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهٰی عَنْ مُنْكَرٍ عَدَدَ السِّتِّیْنَ وَالثَّلَاثِمِائَةِ فَاِنَّهٗ یُمْسِیْ یَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهٗ عَنِ النَّارِ .

(۱۲۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہو جاتا ہے، سو دو آدمیوں کے درمیان انصاف صدقہ ہے کسی کو سواری پر بٹھا دینے یا اس پر اس کا سامان رکھوانے میں مدد دینا صدقہ ہے اچھی بات کہنا صدقہ ہے جو قدم بھی نماز کی طرف جاتے ہوئے اٹھتا ہے صدقہ ہے، راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی آدم میں سے ہر شخص کے تین سو ساٹھ اعضاء پیدا کیے گئے ہیں، پس جس نے اللہ اکبر کہا، الحمد للہ کہا، لا الٰہ الا اللہ کہا سبحان اللہ

کہااور استغفر اللہ کہالوگوں کے راستے میں سے کوئی پتھر یا کانٹا یاہڈی ہٹائی، اچھی بات بتائی اور بری بات سے منع کیا اور ان کی گنتی تین سو ساٹھ ہوگئی اس روز اس کی شام اس حال میں ہوگی کہ وہ اپنے آپ کو جہنم سے دور کر چکا ہوگا۔

تخریج حدیث(۱۲۲): صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب فضل الاصلاح بین الناس و العدل بینھم . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰة، باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف .

کلمات حدیث: تُعِینُ : تم مدد کرتے ہو۔ اَعَانَ، اِعَانَةً (باب افعال) مدد کرنا۔ مَفْصِل : جوڑ، جمع مَفَاصِل . شَوْکَةٌ : کانٹا۔ شَاکَ، شَوکاً (باب نصر) کانٹا چبھنا۔ زَحْزَحَ : ہٹ گیا، دور گیا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے انسان پر انعام واکرام فرمایا ہے اور اپنی بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے، ہر صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے اور انسان سلامتی صحت اور عافیت کے ساتھ اس دن کا آغاز کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرتا رہے کہ ہر انسان پر منعم کے احسان کا شکر ادا کرنا فرض ہے انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے اس کے تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر جوڑ پر صدقہ ہے، دو آدمیوں کے درمیان انصاف کر دینا صدقہ ہے، اور ان کے درمیان صلح وآشتی پیدا کر دینا صدقہ ہے، کسی کی مدد کرنا یا اس کے کسی کام آنا صدقہ ہے خواہ کسی کو سواری پر بیٹھنے میں مدد دے یا اس کا سامان اٹھوا دے، کوئی اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے نماز کے لئے مسجد چل کر جانے میں ہر قدم اٹھانا صدقہ ہے اور صبح وشام تک یہ سارے اعمال کر لینا اپنے آپ کو جہنم سے دور کر لینا ہے۔

(دلیل الفالحین: ۱/ ۲۵۹، صحیح مسلم بشرح النووی)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمان نوازی

۱۲۳. اَلسَّابِعُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْرَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلاً كُلَّمَا غَدَا اَوْرَاحَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلنُّزُلُ" اَلْقُوتُ وَالرِّزْقُ وَمَايُهَيَّأُ لِلضَّيْفِ .

(۱۲۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح وشام مسجد جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر صبح وشام مہمانی تیار فرماتے ہیں (متفق علیہ)

نزل، کھانا پینا اور وہ اشیاء جو ایک مہمان کے لئے تیار کی جاتی ہیں۔

تخریج حدیث(۱۲۳): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل من غدا الی المسجد و من راح . صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاة تمحی به الخطایا .

کلمات حدیث: غَدَا : صبح کو روانہ ہوا۔ الغدوة : صبح کا وقت۔ رَاحَ : شام کو واپس آیا۔ رَاحَ رَوْحاً (باب نصر) شام کے وقت آنا۔

شرح حدیث: مؤمن صبح یا شام جتنی دفعہ اور جس وقت مسجد میں آتا ہے نماز کے لئے تلاوت کے لئے یا نیت اعتکاف کے ساتھ، اللہ تعالیٰ اس کو ایک معزز مہمان کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہر مرتبہ اس کے لئے سامان ضیافت کی تیاری فرماتے ہیں، یعنی اسے اجر وثواب دیتے ہیں اور جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرماتے ہیں اور فرشتوں کو اس کی تکریم کا حکم دیتے ہیں۔

(فتح الباری :۱/۵۲۸، شرح مسلم للنووی :۵/۱۴۴، معارف الحدیث:۳/۱۷۳)

---

۱۲۴. اَلثَّامِنُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَانِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ لَاتَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَالَ الْجَوْهَرِيُّ : اَلْفِرْسَنُ مِنَ الْبَعِيْرِ كَالْحَافِرِ مِنَ الدَّابَّةِ قَالَ وَرُبَّمَا اسْتُعِيْرَ فِي الشَّاةِ.

(۱۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے مسلم عورتو! کوئی عورت اپنی ہمسایہ عورت کو بکری کے کھر کا ہدیہ بھیجنے کو بھی معمولی نہ سمجھے۔ (متفق علیہ)

جوہری کہتے ہیں کہ فرسن اونٹ کا کھر اور حافر مویشی کا کھر، اور بعض اوقات بکری کے کھر کے لیے فرسن کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔

تخریج حدیث (۱۲۴): صحيح البخاری، كتاب الهبة، كتاب الادب، باب لاتحقرن جارة جارتها . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب الحث على الصدقة ولوبالقليل .

کلمات حدیث: جَارَة : پڑوسن، ہمسایہ عورت، اَلْجَار : پڑوسی، ہمسایہ، مُجَاوَرَة (باب مفاعلہ) پڑوس میں رہنا، ہمسائیگی اختیار کرنا، فِرْسَن : اونٹ کا کھر، کبھی بکری کے لئے بھی فرسن کا لفظ استعمال ہوتا ہے یعنی بکری کا کھر۔

شرح حدیث: اسلام نے اسلامی اخوت اور برادری کو تقویت دی ہے اور مسلمان کو مسلمان کا بھائی قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو آپس میں مودت اخلاص ومحبت اور حسن سلوک کے ساتھ زندگی گزارنے کی تلقین فرمائی ہے، چنانچہ اس حدیث میں فرمایا گیا کہ اگر کوئی عورت اپنی ہمسایہ عورت کے یہاں بکری کا کھر بھی ہدیہ بھجوادے تو وہ عورت اس ہدیہ کو بھی حقیر نہ سمجھے، اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے بطور خاص اس لئے مخاطب فرمایا کہ پڑوس میں رہنے والی عورتوں کے آپس کے سلوک کا اثر ان کے مردوں پر بھی پڑتا ہے اگر ہمسایہ عورتیں حسن سلوک اور باہمی مودت ومحبت کے ساتھ رہ رہی ہوں تو ان کے مرد بھی آپس میں اسی طرح رہیں گے اور اگر عورتوں کے مابین دوری پیدا ہوئی تو اس کا اثر مردوں پر بھی پڑے گا۔ (فتح الباری :۳/۱۸۴، دليل الفالحين:۱/۲۶۳)

ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں

۱۲۵. اَلتَّاسِعُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ اَوْبِضْعٌ وَسِتُّوْنَ، شُعْبَةً : فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِيْمَانِ" مُتَّفَقٌ

عَلَيْهِ .

"اَلْبِضْعُ" مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلَى تِسْعَةٍ بِكَسْرِ الْبَآءِ وَقَدْ تُفْتَحُ . "وَالشُّعْبَةُ" : الْقِطْعَةُ .

(۱۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کے ستر سے زائد یا ساٹھ سے زائد شعبہ ہیں، ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور ان میں سب سے کمتر راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ (متفق علیہ)

بضع کا لفظ تین سے نو تک کے عدد کے لئے آتا ہے، شعبہ کے معنی درجہ اور حصہ کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۲۵): صحيح البخارى، كتاب الايمان، باب امور الايمان . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب شعب الايمان .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ ایمان کے ستر سے زائد یا ساٹھ سے زائد شعبے ہیں یعنی کثیر شعبے ہیں اور یہ عدد محض کثرت کے بیان کرنے کے لئے ہے کیوں کہ ایمان کے شعبوں سے وہ تمام اعمال واخلاق اور احوال ظاہری اور باطنی مراد ہیں جو ایمان کے نتیجے اور اس کے ثمرہ کے طور پر ظہور پذیر ہوتے ہیں بالفاظ دیگر جملہ اعمال صالحہ تمام افعال خیر سارے اقوال حسنہ اور وہ تمام احوال جو ایمان سے ابھرے ہوں اور اس کے ثمرات کے طور پر ظاہر ہوئے سب ایمان کے شعبے ہیں البتہ ان کے مراتب مختلف ہیں۔

ان میں سب سے اعلیٰ اور سب سے عظیم شعبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے یعنی اللہ کی توحید کا اقرار ہے اور سب سے ادنیٰ درجہ راستے میں پڑی ہوئی کسی چیز کو ہٹا دینا جس سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، ان دونوں کے درمیان جس قدر بھی امور خیر کا تصور کیا جاسکتا ہے وہ سب کے سب ایمان کے شعبے اور اس کی شاخیں ہیں خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔

اس کے بعد خاص طور پر فرمایا کہ حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے کیوں کہ انسانی اخلاق میں حیا کا مقام بہت بلند ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حیا وہ خصلت ہے جس کی وجہ سے آدمی بہت سے گناہوں برائیوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچ جاتا ہے، اور سب سے زیادہ حیا تو بندے کو اللہ سے کرنی چاہئے جو ہر وقت سارے اعمال کو دیکھ رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ شخص بہت ہی بے حیا ہے جو اپنے خالق اور مالک سے نہ شرمائے اور جسے اپنے مالک کی نافرمانی میں حجاب محسوس نہ ہو، اگر آدمی میں خلق حیا پوری طرح موجود ہو تو نہ صرف یہ کہ اس کی زندگی انسانوں کے درمیان صاف ستھری اور پاکیزہ ہوگی بلکہ وہ اللہ سبحانہ کی نافرمانیوں سے بھی محفوظ ہو جائے گا، جامع ترمذی میں روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

" اِسْتَحْيُوا مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قَالُوْا اِذًا نَسْتَحْيِى وَالْحَمْدُلِلّٰهِ فَقَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ الْاِسْتِحْيَاءَ مِنَ اللهِ حق الحياء أن تحفظ الرأس وما حوىٰ والبطن وماوعىٰ وتذكر الموت والبلىٰ فمن فعل ذلك فقد استحيا من الله حَقَّ الْحَيَاءِ ."

(اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے حیا کرنی چاہئے، مخاطبین نے عرض کی الحمد للہ ہم اللہ سے حیا کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا

یہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا یہ حق ہے کہ سر اور سر میں جو افکار و خیالات ہیں ان سب کی نگہداشت کرو اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہوا ہے اس سب کی نگرانی کرو (یعنی برے خیالات سے دماغ کی اور حرام ناجائز غذا سے پیٹ کی حفاظت کرو) اور موت اور موت کے بعد قبر میں تمہاری جو حالت ہونی ہے اس کو یاد رکھو جس نے یہ سب کچھ کیا سمجھو کہ اللہ سے حیا کرنے کا اس نے حق ادا کیا۔

(شرح مسلم للنووی، دلیل الفالحین: ۱/ ۲٦٤، معارف الحدیث: ۱/ ۸۸)

ایک کتے کو پانی پلانے کی برکت سے دخولِ جنت

۱۲٦. اَلْعَاشِرُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ : لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلَ الَّذِىْ كَانَ قَدْ بَلَغَ مِنِّىْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهٗ مَآءً ثُمَّ اَمْسَكَهٗ بِفِيْهِ حَتّٰى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لَنَا فِى الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟ فَقَالَ : فِىْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِىْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ فَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ "وَفِىْ رِوَايَةٍ لَهُمَا : بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيْفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ اِذْرَاَتْهُ بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَاسْتَقَتْ لَهٗ بِهٖ فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهٖ.

"اَلْمُوْقُ" : اَلْخُفُّ "وَيُطِيْفُ" يَدُوْرُ حَوْلَ "رَكِيَّةٍ" وَهِيَ الْبِئْرُ.

(۱۲٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص کسی راہ گزر سے گزر رہا تھا کہ اسے پیاس کی شدت کا احساس ہوا، اسے کنواں مل گیا وہ اس میں اترا پانی پیا اور باہر آ گیا، دیکھتا کیا ہے کہ ایک کتا سخت پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالے ہوئے ہے اور گیلی مٹی کھا رہا ہے، اس شخص نے اپنے دل میں کہا کہ اس کتے کی پیاس سے وہی حالت ہو رہی ہے جو میری ہو رہی تھی وہ دوبارہ کنوئیں میں اترا اپنے جوتے میں پانی بھرا اسے منہ سے پکڑا اور اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی قدر افزائی فرماتے ہوئے اس کی مغفرت فرما دی، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمیں جانوروں سے بھی ہمدردی کا اجر ملے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ذی حیات شئے سے ہمدردی پر اجر ہے۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کو قبول فرمایا اس کی مغفرت کی اور اس کو جنت میں داخل کیا اور بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ کتا کنوئیں کے ارد گرد گھوم رہا تھا قریب تھا کہ پیاس سے ہلاک ہو جاتا کہ بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کی اس پر نظر پڑی اس نے اپنا موزہ اتارا اس کے ساتھ پانی کھینچا اور اس کو پلا دیا، اسی عمل پر اس کی مغفرت ہو گئی۔

مُوق، خف، موزہ۔ یُطِیْفُ : ارد گرد گھوم رہا تھا۔ رَکِیَّۃٌ : کنواں۔

تخریج حدیث(۱۲۶): صحیح البخاری، کتاب الشرب، باب فضائل سقی الماء . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب فضل سقی البهائم .

کلمات حدیث: موق : موٹا موزہ جو باریک موزہ پر پہنا جائے، جمع امواق . لهث الکلب : کتے نے ہانپتے ہوئے زبان باہر نکالی۔ لَهِثَ ، لهثًا (باب سمع) لَهثان : پیاسا۔ مؤنث لَهثی ، لِهاث : پیاس کی جلن اور شدت۔ لهثة : تھکن اور پیاس۔ ثَریَ : تری۔ ثراء : نمناک مٹی۔ ثری، ثری (باب سمع) خشک ہونے کے بعد تر اور نرم ہونا۔ رکیّہ : پانی والا کنواں، جمع رکایا . رکا رکواً (باب نصر) حوض بنانا۔ رَکوة : چھوٹی دونگی۔ رِکوة : چھاگل، جمع رکوات.

شرح حدیث: اللہ سبحانہ، رحمٰن ورحیم ہیں اور ان کی رحمت ساری کائنات پر محیط ہے، صفت رحم انسان میں بھی مطلوب ہے اور انسان کی صفات حمیدہ میں سے ایک بہت ہی اعلیٰ صفت ہے، نبی کریم ﷺ کو اللہ سبحانہ نے قرآن کریم میں رحمۃ للعالمین فرمایا ہے اور اہل ایمان کو آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے جس کا مقتضا یہ ہے کہ اہل ایمان اس وصف سے متصف ہوں اور ان میں رحمت کا وصف غالب اور نمایاں ہو ۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد اور نوع بہ نوع طریقوں سے امت کی اخلاقی تربیت فرمائی ہے چنانچہ اس حدیث میں ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ اس نے پیاسے کتے کو پانی دیا تھا، کیوں کہ وہ خود پیاسا تھا اس لئے اس نے اس کتے کی پیاس کی شدت کو محسوس کیا اور اسے زحمت اٹھا کر پانی پلایا اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ مبنی بر اخلاص عمل پسند آیا اور اس کی مغفرت فرمادی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فعل خیر خواہ کتنا ہی چھوٹا اور معمولی ہو اگر وہ اخلاص سے اور حسن نیت سے کیا جائے تو اللہ تعالیٰ تھوڑے سے عمل پر بہت بڑی جزا دینے والے ہیں اور ان کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں وہ جس کو چاہیں اور جب چاہیں نواز دیں، اس لئے مؤمن کو ہر وقت اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ کار خیر میں مصروف رہنا چاہئے کہ معلوم نہیں کسی وقت کوئی سعادت کی گھڑی ہو اور وہ اس سے ہمکنار ہو جائے۔ (فتح الباری : ۱/ ۲۰ ، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۶۷)

راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کی برکت

۱۲۷ . اَلْحَادِیْ عَشَرَ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَقَدْ رَأَیْتُ رَجُلاً یَتَقَلَّبُ فِی الْجَنَّةِ فِیْ شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِیْقِ کَانَتْ تُؤْذِی الْمُسْلِمِیْنَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَفِیْ رِوَایَةٍ. مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلٰی ظَهْرِ طَرِیْقٍ فَقَالَ : وَاللّٰهِ لَاُنَحِّیَنَّ هٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ لَایُؤْذِیْهِمْ فَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ " وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهُمَا : بَیْنَمَا رَجُلٌ یَّمْشِیْ بِطَرِیْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْکٍ عَلَی الطَّرِیْقِ فَاَخَّرَه' فَشَکَرَ اللّٰهُ لَه' فَغَفَرَلَه"

(۱۲۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں پھرتے ہوئے دیکھا، اس نے راستہ میں سے ایک درخت کو کاٹ دیا تھا جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی تھی۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص راستہ میں سے ایک درخت کی شاخ لے کر گزر رہا تھا اس نے کہا کہ اللہ کی قسم میں اسکے

ضرر سے مسلمانوں کو دور رکھوں گا، تا کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ ہو، اس عمل پر وہ جنت میں گیا۔

اور صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے کہ کوئی شخص کسی راستے سے گزر رہا تھا اس نے راستے میں ایک خاردار درخت کی ٹہنی پڑی دیکھی، اس نے اسے راستے سے ہٹا دیا اللہ نے اس کا یہ عمل قبول فرمایا اور اس کی مغفرت ہوگئی۔

تخریج حدیث(۱۲۷): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل تھجیر الی الظھر . صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل ازالة الاذی عن الطریق .

کلمات حدیث: غُصن : شاخ۔ جمع اَغصَان . لَا نَحِّيَنَّ : میں ضرور ہٹادوں گا۔ نَحَا، يَنحُوا، نَحواً : قصد کرنا، انّخی، انحَاء (باب افعال) کسی جانب جھکنا۔ نَحَا، يَنحِيُ، نَحيًا (باب ضرب) ایک گوشہ میں کرنا۔

شرح حدیث: مسلم کی شان یہ ہے کہ اس کے ہاتھ یا اس کی زبان سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے، مسلم سراپا خیر ہے وہ جہاں سے گزرتا ہے اس کے وجود سے ہر جگہ خیر عام ہو جاتی ہے، اسی وجہ سے وہ یہ نہیں چاہتا کہ اس کے وجود سے کسی کو تکلیف پہنچے، یہاں تک کہ وہ یہ بھی نہیں پسند کرتا کہ کسی کو کسی ایسی بات سے تکلیف پہنچے جس میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے، اسی وجہ سے راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کو ایمان کا ایک شعبہ کہا گیا ہے۔

اس حدیث مبارک میں بھی اسی عمل خیر کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جنت میں ادھر سے ادھر آ جا رہا ہے، اس کا عمل یہ تھا کہ مسلمان کی گزرگاہ میں ایک درخت تھا جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی تھی اس نے اسے کاٹ دیا تھا۔ (فتح الباری : ١/٢٤٥، دلیل الفالحین: ١/٢٦٧)

مسجد میں لوگوں کو ایذاء دینے سے بچنا

١٢٨ . اَلثَّانِيَ عَشَرَ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَهٗ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٢٨) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور پھر نماز جمعہ کے لئے مسجد میں آیا خطبہ سنا اور خاموش رہا تو اس کی اس جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیان مغفرت ہو جائے گی بلکہ تین دن اور زیادہ بھی، اور جس نے کنکری کو چھوا اس نے فضول کام کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۲۸): صحیح مسلم، کتاب الجمعة باب فضل من استمع وانصت فی الخطبة .

کلمات حدیث: الحصی : کنکری، جمع حصیات . حَصَی، حصیا (باب ضرب) کنکری مارنا۔

شرح حدیث: شب و روز کی نماز پنجگانہ اور سنن و نوافل کے علاوہ چند نمازیں اور ہیں جو صرف اجتماعی طور پر ہی ادا کی جاتی ہیں یہ

نمازیں اپنی مخصوص نوعیت اور امتیازی شان کی بنا پر گویا شعائرِ اسلام ہیں، یہ نمازیں ہیں عیدین اور جمعہ، اور جمعہ کی فضیلتیں اور اس کا اجر وثواب بہت زیادہ اور اسلامی شریعت میں اس کی اہمیت بے حد عظیم ہے، اور اس میں شرکت اور حاضری کی سخت تاکید کی گئی ہے اور نماز سے پہلے غسل کرنے اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہننے اور میسر ہو تو خوشبو لگانے کی ترغیب بلکہ ایک درجے میں تاکید کی گئی تا کہ مسلمانوں کا یہ مقدس اجتماع توجہ الی اللہ اور ذکر ودعا کی باطنی اور روحانی برکات کے علاوہ ظاہری حیثیت سے بھی پاکیزہ ہو کہ مجمع ملائکہ سے مشابہت اور مناسبت قائم ہو۔

اس حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ جس نے خوب اچھی طرح وضو کیا یعنی وضو کے جملہ آداب وسنن کی رعایت ملحوظ رکھی پھر وہ مسجد میں آیا اور سکوت کے ساتھ اور دلجمعی اور توجہ کے ساتھ خطبۂ جمعہ سنا تو اس کے تمام گناہ اس وقت سے لے کر اگلے جمعہ کو اسی وقت تک کے جو پورے سات دن ہوئے معاف کر دیئے جائیں گے اور اصول یہ ہے کہ حسنات کا اجر وثواب دس گناہ ہوتا ہے تو اس میں مزید تین دن کا اضافہ کر کے دس دن پورے کر دیئے جائیں گے نماز جمعہ کی ادائیگی کے دوران آداب مسجد کا نماز کا اور جمعہ کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے اور جمعہ کا خطبہ خاموشی اور توجہ کے ساتھ سننا ضروری ہے اور اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ آدمی خطبہ کے دوران بات کرے، حتی کہ اگر کسی کو خاموش ہو جانے کے لئے کہا تو یہ بھی ایک فضول حرکت کی، اسی طرح کنکریاں ہٹانا یا ادھر ادھر کرنا بھی ایک فضول حرکت ہے۔

زمانۂ نبوت میں مسجد نبوی ﷺ میں فرش پر کنکریاں بچھادی گئی تھیں، منع فرمایا کہ ان کنکریوں کو بھی ادھر ادھر کرنا لغو حرکت ہے بلکہ لازم ہے کہ آدمی خطبہ خشوع وخضوع کے ساتھ سنے اور اس کی تمام تر توجہ جمعہ کی نماز اور اس کے ارکان کی طرف ہو اور کسی اور طرف توجہ نہ ہو۔

(دليل الفالحين :١/٢٦٩، الجامع الترمذي:٣/٥٦، صحيح مسلم بشرح النووى كتاب الجمعة، معارف الحديث:٣/٢٢٧)

وضو کی برکت سے گناہوں کی مغفرت

١٢٩. اَلثَّالِثَ عَشَرَ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، اَوِالْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنِهٖ مَعَ الْمَآءِ، اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ، فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَآءِ، اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ.

فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَآءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١٢٩) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عبد مسلم یا بندۂ مؤمن جب وضو کرتا ہے اپنا منہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ وہ گناہ اس کے چہرے سے دھل جاتے ہیں جو اس کی بری نظر سے سرزد ہوئے، یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اس کے وہ گناہ اس کے ہاتھوں سے دھل جاتے ہیں جو اس کے ہاتھ کے پکڑنے سے سرزد ہوئے یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے وہ گناہ دھل جاتے

ہیں جن کی طرف اس کے پاؤں چل کر گئے ہوں یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک ہوجاتا ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث(١٢٩): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء .

کلمات حدیث: بَطَشَتْهَا، بَطَش، بَطْشًا (باب نصر) پکڑنا۔ نقيا : صاف ستھرا،جمع اَنْقِيَاء . نَقِيَ، يَنْقِيَ، نِقَاوَةً (باب سمع) صاف ستھرا ہونا۔

شرح حدیث: اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی حیثیت صرف یہی نہیں ہے کہ نماز تلاوت اور طواف جیسی عبادات کے لئے لازمی ہے بلکہ طہارت بجائے خود مطلوب ہے اور دین کا ایک اہم شعبہ ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلتَّوَّٰبِينَ وَيُحِبُّ ٱلْمُتَطَهِّرِينَ ﴾ (البقرة:٢٢٢) اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب پاک وصاف رہنے والے بندوں سے محبت رکھتا ہے) رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: " الطهور شطر الايمان " یعنی طہارت و پاکیزگی اسلام کا ایک حکم ہی نہیں بلکہ دین وایمان کا ایک جزو ہے۔

حدیث مبارک میں بیان ہوا کہ جب بندۂ مؤمن وضو کرتا ہے اور اپنا منہ دھوتا ہے تو سارے گناہ دھل جاتے ہیں اور پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں، جب ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں سے کئے ہوئے گناہ دھل جاتے ہیں اور پیر دھوتا ہے تو پیروں کے گناہ دھل جاتے ہیں اور مؤمن گناہوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے۔

نیک اعمال کی تاثیر ہی یہ ہے کہ ان سے گناہ محو ہوجاتے اور خطائیں درگزر کردی جاتی ہیں، خود قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ﴾ (نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی اور ان کو مٹادیتی ہیں) وضو اور نیک اعمال سے گناہوں کے محو ہوجانے اور خطاؤں کے معاف ہونے کی اس حدیث میں ایک شرط بھی بیان کی گئی وہ یہ کہ آدمی کبیرہ گناہوں سے مجتنب رہے، اسی وجہ سے اہل السنّت اس امر کے قائل ہیں کہ اعمال حسنہ سے صرف صغائر ہی کی تطہیر ہوتی ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿ إِن تَجْتَنِبُوا۟ كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ ﴾ (النساء) اگر تم ان کبائر سے مجتنب رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری برائیاں مٹادیں گے۔

(صحيح مسلم كتاب الطهارة بشرح النووي:١/١٢٥، فتح الباري:١/٢٠٩، معارف الحديث:٣/٣٩)

پانچ وقت نمازیں اور جمعہ کفارۂ سیئات کا ذریعہ ہیں

١٣٠ . اَلرَّابِعَ عَشَرَ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ، وَ رَمَضَانُ اِلىٰ رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَآئِرُ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٣٠) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اور

رمضان اگلے رمضان تک گناہوں کو اس عرصے میں معاف کردینے والے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۰): صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ ورمضان الی رمضان مکفرات .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازیں، جمعہ کی نماز اور رمضان المبارک گناہوں کو محو کردینے والے ہیں، اور ان سے ان کے درمیان آنے والے وقفوں میں کیے گئے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، حافظ ولی الدین عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ جو گناہ محو کیے جائیں گے وہ صغیرہ گناہ ہوں گے اور القرطبی فرماتے ہیں کہ شان رحمت سے کیا بعید ہے کہ کسی بندے کے صغائر کے ساتھ کبیرہ گناہ بھی معاف ہوجائیں اور اس کا اخلاص اور حسن نیت اور آداب کی رعایت اور توجہ الی اللہ اس درجہ کا ہو کہ شان کریمی مائل بکرم ہوجائے: ﴿ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ﴾ بہرحال جمہور علماء کا مذہب ظاہر حدیث کے مطابق ہے اور اسی پر اجماع ہے کہ اعمال صالحہ سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، اور کبیرہ گناہ کے لئے توبہ ضروری ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱ / ۲۷۰)

۱۳۱۔ اَلْخَامِسَ عَشَرَ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا: بَلٰی يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۳۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتادوں جس سے اللہ گناہوں کو معاف فرمادے اور درجات کو بلند فرمادے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی ضرور یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا ناگواری کے باوجود خوب اچھی طرح پورا وضو کرنا مسجدوں کی طرف زیادہ آمد ورفت رکھنا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، تمہارا رباط یہی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۱): صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ .

کلمات حدیث: اَدُلُّكُم، دَلَّ، دَلَالَة : راستہ دکھانا، بتانا۔ اَلدلِيل : ہر وہ بات جس سے راہنمائی ملے، جمع دلائل۔ رِبَاط : جس سے کسی چیز کو باندھا جائے۔ قلعہ یا وہ جگہ جہاں لشکر سرحد کی حفاظت کے لئے قیام کرے۔ فقراء کے لئے وقف مکان۔

شرح حدیث: اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان کو تین اعمال کی رغبت دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ ان اعمال سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ پہلا عمل یہ ہے کہ وضو خوب اچھی طرح اس کے تمام آداب کے ساتھ کیا جائے اور زحمت ومشقت کے باوجود کہ سخت سردی ہو یا کسی دور جگہ سے پانی لانا پڑے خوب اچھی طرح وضو کیا جائے، یہ وضو ایسا محبوب عمل ہے

جس سے بندے کو گناہوں سے پاک وصاف کر دیا جاتا ہے اور اس کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں، دوسرا عمل مسجد کی طرف اٹھنے والے قدموں کا زیادہ ہونا یعنی بندۂ مؤمن نماز کے لئے بار بار مسجد کی طرف جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جس کا مکان مسجد سے جتنے زیادہ فاصلہ پر ہوگا اس کا حصہ اس سعادت میں اسی حساب سے زیادہ ہوگا، اور تیسرا عمل ہے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا منتظر رہنا اور یہ حال اسی بندۂ مؤمن کا ہوگا جس کے دل کو نماز سے سکون ملتا ہوگا اور رسول کریم ﷺ کی ''قرۃ عینی فی الصلوٰۃ'' کی کیفیت سے کوئی ادنی سا حصہ اسے ملا ہوگا۔

آپ ﷺ نے فرمایا یہی رباط ہے، یعنی جس طرح دشمن کے حملے سے دفاع کے لئے مجاہدین سرحدی چوکی پر بیٹھ کر دشمن پر نظر رکھتے ہیں، اسی طرح یہ تینوں اعمال نفس اور شیطان کے حملوں سے حفاظت کی مضبوط چوکیاں ہیں، جو شخص ان تین اعمال کا اہتمام کرے گا وہ شیطانی حملوں سے اپنے ایمان کی حفاظت کرے گا اور اس کے ہر حملے سے محفوظ ہو جائے گا۔

(دلیل الفالحین: ۱/۲۷۲، معارف الحدیث: ۳/۴۱)

فجر وعصر کی نماز کی پابندی

۱۳۲. اَلسَّادِسَ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ '' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

''اَلْبَرْدَانِ'' : الصُّبْحُ وَالْعَصْرُ.

(۱۳۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو دو ٹھنڈی نمازیں پڑھتا ہے جنت میں داخل ہوگا۔ (متفق علیہ)

بَردان، صبح اور عصر۔

تخریج حدیث (۱۳۲): صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الفجر. صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظة علیهما.

کلمات حدیث: اَلْبَرْدَیْن، بَرُدَ بُرُوْدَة (باب کرم) سرد ہونا۔ اَلْاَبْرَدَانِ: صبح وشام۔

شرح حدیث: البردین سے صلاۃ الفجر اور صلاۃ العصر مراد ہیں، جیسا کہ خود حدیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے اور ایک اور روایت میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں: " صلاة قبل طلوع الشمس وقبل غروبها " (طلوع اور غروب سے پہلے کی نمازیں) خطابی کہتے ہیں کہ نماز فجر اور نماز عصر کو بردین اس لئے کہا گیا ہے کہ دونوں نمازیں دن کے ٹھنڈے اوقات میں ادا کی جاتی ہیں، ان دو نمازوں کی تخصیص کی وجہ بیان کرتے ہوئے بزار نے کہا ہے کہ اول اسلام میں یہی دو نمازیں فرض تھیں اور پانچ وقت کی نمازیں فرض نہیں ہوئی تھیں، جبکہ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فجر اور عصر کی نمازوں کا اہتمام بہ نسبت دوسری نمازوں کے قدرے دشوار ہے کہ صبح کا وقت آرام

کا ہے اور شام کا وقت کاروباری مصروفیات کا، اگر کوئی شخص ان کا اہتمام کرتا ہے تو وہ یقیناً تمام نمازوں کا اہتمام کرنے والا ہوگا، کہ ان نمازوں کا اہتمام خلوص عمل اور عدم کسل پر دلالت کرتا ہے۔ (فتح الباری: ۱/۴۸۹، دلیل الفالحین: ۱/۲۷۲)

بیماری کے زمانہ میں صحت کے زمانہ کے اعمال کا ثواب

۱۳۳۔ اَلسَّابِعَ عَشَرَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۳۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کا ثواب اسی طرح لکھا جاتا ہے جیسا کہ وہ صحت کی حالت میں یا وطن میں مقیم ہونے کی حالت میں کرتا تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۳۳): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب یکتب للمسافر .

شرح حدیث: اللہ کا بندہ جو اللہ کی عبادت میں مشغول رہتا ہو لیکن کسی مرض یا سفر کی بنا پر کسی وقت ان نفلی اعمال کو انجام نہ دے سکے تو اس کو اسی طرح اجر وثواب ملے گا جس طرح وہ اپنے زمانۂ صحت اور اقامت میں انجام دیتا ہو، ان اعمال سے نفلی اعمال مراد ہیں، جس کی تصریح متعدد احادیث میں موجود ہے، چنانچہ ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: "اِذَا كَانَ الْعَبْدُ يَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا فَشَغَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ مَرَضٌ أَوْ سَفَرٌ كُتِبَ لَهٗ كَصَالِحِ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ مُقِيْمٌ" (اگر بندہ کوئی عمل کرتا ہو اور مرض یا سفر کی بناء پر نہ کر سکے، تو اس کا یہ عمل اسی طرح اس کے اعمال میں لکھا جائے گا جیسا کہ وہ صحیح اور مقیم ہوئے کے زمانے میں کرتا تھا) امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ "مَا مِنِ امْرِیءٍ يَكُوْنُ له صَلَاةٌ مِنَ اللَّيْلِ يَغْلِبُهٗ عَلَيْهَا نَوْمٌ او وَجْعٌ اِلَّا كُتِبَ لَهٗ أَجْرُ صَلَاتِهٖ وَكَانَ نَوْمُهٗ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ" (اگر کسی شخص کا رات کی نماز کا معمول ہے اور کسی رات اس پر نیند کا یا بیماری کا غلبہ ہو تو اس کی نماز کا وہی اجر لکھ دیا جائے گا اور نینداس پر صدقہ ہوگی) (فتح الباری: ۲/۱۹۶، عمدة القاری: ۱۴/۳۴۰، دلیل الفالحین: ۱/۲۷۳)

۱۳۴۔ اَلثَّامِنَ عَشَرَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

(۱۳۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر اچھا کام صدقہ ہے۔ (بخاری) مسلم نے اس حدیث کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث (۱۳۴): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب کل معروف صدقة . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع عن المعروف .

شرح حدیث: ابن بطال کہتے ہیں کہ اس حدیث کی دلالت یہ ہے کہ خیر کی ہر بات اور نیکی کا ہر کام معروف ہے، چنانچہ متعدد احادیث میں مختلف امور کو صدقہ کہا گیا ہے، کہ کسی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے اور حتیٰ کہ یہ خیال رکھنا کہ کسی کو مجھ سے تکلیف نہ پہنچے اور لوگ میرے شر سے محفوظ رہیں یہ بھی صدقہ ہے۔

امام راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دراصل معروف ہر وہ عمل ہے جس کی خوبی شریعت اور عقل دونوں سے ثابت ہو، اِقتِصَاد بھی معروف ہے کیوں کہ شریعت نے اسراف سے منع کیا ہے۔ (فتح الباری :۳/۱۸٤، دلیل الفالحین: ۱/۲۷۳)

****

درخت لگانے کا اجر وثواب

۱۳۵. اَلتَّاسِعَ عَشَرَ عَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَامِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اِلَّا كَانَ مَا اُكِلَ مِنْهُ لَه، صَدَقَةً، وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَه، صَدَقَةً، وَلَا يَرْزَؤُه، اَحَدٌ اِلَّا كَانَ لَه، صَدَقَةً "رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَه، : فَلَا يَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا فَيَاْكُلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَلَا دَآبَّةٌ وَلَا طَيْرٌ اِلَّا كَانَ لَه، صَدَقَةً اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" وَفِيْ رِوَايَةٍ لَه،: لَا يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا وَلَا يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاْكُلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَلَا دَآبَّةٌ وَّلَا شَيْءٌ اِلَّا كَانَتْ لَه، صَدَقَةٌ" وَرَوَيَاهُ جَمِيْعًا مِنْ رِوَايَةِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

قَوْلُه، "يَرْزَؤُه،" اَيْ يَنْقُصُه،.

(۱۳۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان درخت لگاتا ہے اور اس کا پھل کھایا جاتا ہے وہ صدقہ ہے اور جو اس سے پھل چوری ہو جائے وہ بھی صدقہ ہے اور جو اس میں کمی واقع ہو جائے وہ صدقہ ہے۔ (مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جو درخت لگاتا ہے اس سے انسان چوپائے اور پرندے کھا جائیں تو قیامت تک کے لئے اس کے لئے صدقہ ہے۔

تخریج حدیث(۱۳۵): صحیح البخاری، کتاب الحرث والمزارعة، باب فضل الزرع والغرس. صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب فضل الغرس والزراع.

کلمات حدیث: یَغرِسُ، غَرَسَ، غَرْساً (باب ضرب) درخت لگانا۔ غِراس : پودا، پودا لگانے کا وقت۔ یَرْزَؤُه، رَزَأَ، رَزْأً: کم ہونا، کم کرنا (باب فتح) رَزِیَّة: مصیبت جمع رزایا. یَزرَع، زَرَع، زَرْعاً (باب فتح) زمین میں بیج بونا۔

شرح حدیث: اسلام سراپا سلامتی اور خیر ہی خیر ہے، یہ سلامتی اور خیر تمام انسانوں کے لئے ہے جانوروں کے لئے اور نباتات کے لئے، چنانچہ متعدد احادیث میں پودے لگانے اور نباتات اگانے پر بھی اجر بیان ہوا ہے، حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مسلم سراپا خیر ہے اور اس کے وجود سے جہاں انسان مستفید ہوتے ہیں وہاں اللہ کی دیگر مخلوقات بھی اس کے عمل خیر سے فائدہ اٹھاتی ہیں، درخت لگانا اور نباتات اگانا، دراصل نوع انسانی کی خدمت ہے اور اس کے ساتھ حیوانات کی بھی خدمت ہے سو اگر مسلمان کی کھیتی یا باغ میں کوئی انسان کچھ لے

لے یا چرند پرند اس میں سے کچھ کھالیں تو اسے اس کا افسوس نہ کرنا چاہئے اس کا بھی اجر وثواب ملے گا اور یہ اجر وثواب قیامت تک ملتا رہے گا اور جو انسان اور چرند و پرند اس کی پیداوار میں سے کھاتے رہیں گے وہ ہمیشہ کیلئے صدقہ ہوگا۔

(دلیل الفالحین: ١/ ٢٧٤، مظاهر حق جدید: ١/ ٢٦٦)

مسجد کی طرف جاتے ہوئے ہر قدم پر ثواب

١٣٦. اَلْعِشْرُوْن عَنْهُ قَالَ: اَرَادَبَنُوْ سَلِمَةَ اَنْ يَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ: اِنَّه' قَدْ بَلَغَنِيْ اَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ فَقَالُوْا: نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَرَدْنَا ذٰلِكَ فَقَالَ: "بَنِيْ سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اِنَّ بِكُلِّ خَطْوَةٍ دَرَجَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ اَيْضًا بِمَعْنَاهُ مِنْ رِوَايَةِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ "بَنُوْ سَلِمَةَ" بِكَسْرِ اللَّامِ قَبِيْلَةٌ مَعْرُوْفَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَاٰثَارُهُمْ خُطَاهُمْ.

(١٣٦) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا، رسول کریم ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ رکھتے ہو، انہوں نے عرض کی کہ جی ہاں یارسول اللہ! ہم نے یہی ارادہ کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اے بنو سلمہ اپنے گھروں ہی میں رہو تمہارے قدموں کے آثار لکھے جائیں گے، اپنے گھروں ہی میں رہو تمہارے قدموں کے آثار لکھے جائیں گے۔ (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ ہر قدم اٹھانے پر ایک درجہ ملے گا (مسلم) امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مضمون حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، بنو سلمہ انصار کا ایک معروف قبیلہ۔ آثارھم: ان کے قدموں کے اثرات۔

تخریج حدیث (١٣٦): صحيح البخاری، كتاب الاذان، باب احتساب الآثار. صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل كثرة الخطاالي المساجد.

شرح حدیث: بنو سلمہ انصار کا ایک بڑا قبیلہ تھا، جو مدینہ منورہ سے باہر بیرونی آبادی میں مقیم تھے، ان حضرات نے ارادہ کیا کہ وہاں سے مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں، قرب مسجد کے اجر وثواب کے بھی مستحق ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی زیادہ سے زیادہ حاضری ہو سکے، رسول کریم ﷺ کو ان کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنو سلمہ تم اپنے گھروں ہی میں مقیم رہو تمہارے آثار قدم لکھے جارہے ہیں اور تم ان پر اجر عظیم پارہے ہو، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے عنوان الباب میں یہ آیت بھی ذکر فرمائی ہے: ﴿ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَءَاثَارَهُمْ ﴾ (اور ہم لکھ لیتے ہیں جو عمل انہوں نے آگے بھیجے اور جو عمل صالح کے لئے انہوں نے قدم اٹھائے) جو اس واقعہ کے اس آیت کے سبب نزول ہونے کی جانب اشارہ ہے اور اس کی تصریح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔

احادیث میں مسجد کے قریب رہائش کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے جس کے سبب بنوسلمہ مسجد کے قریب رہائش رکھنا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ مدینہ منورہ کی نواحی بستیاں خالی ہو جائیں، رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں دور سے آنے پر اجر وثواب بہت زیادہ ہے کہ تمہارے ہر ہر قدم پر نیکیاں لکھی جائیں گی، یعنی مسجد کے قریب ہونا باعث اجر وثواب ہے بوجہ اللہ کے گھر سے قربت کے اور مسجد سے فاصلے پر رہنا باعث اجر وثواب ہے کہ اس میں مسجد تک اٹھنے والے قدم زیادہ ہوں گے اور اجر وثواب ان اٹھنے والے قدموں کے حساب سے ہوگا، اور اگر کسی کا گھر مسجد کے قریب ہو اور وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے تو وہ بھی باعث اجر وثواب ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت زید کے ساتھ مسجد جا رہا تھا، وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا رہے تھے، کہنے لگے میں چاہتا ہوں کہ مسجد تک ہمارے قدم بڑھ جائیں۔

(فتح الباری: ۱/ ۵۲٦، عمدة القاری، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۷۵، شرح صحیح مسلم للنووی: ۵/ ۱٤٤)

تیز گرمی میں مسجد آنے کی فضیلت

۱۳۷۔ اَلْحَادِیْ وَالْعِشْرُوْن عَنْ اَبِی الْمُنْذِرِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ رَجُلٌ لَااَعْلَمُ رَجُلاً اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ وَکَانَ لَاتُخْطِئُهُ صَلٰوةٌ فَقِیْلَ لَهٗ اَوْفَقُلْتُ لَهٗ: لَوِاشْتَرَیْتَ حِمَارًا تَرْکَبُهٗ فِی الظَّلْمَآءِ وَفِی الرَّمْضَآءِ؟ فَقَالَ: مَایَسُرُّنِیْ اَنَّ مَنْزِلِیْ اِلٰی جَنْبِ الْمَسْجِدِ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ یُکْتَبَ لِیْ مَمْشَایَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَرُجُوْعِیْ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰی اَهْلِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَدْجَمَعَ اللّٰهُ لَکَ ذٰلِکَ کُلَّهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِیْ رِوَایَةٍ " : اِنَّ لَکَ مَااحْتَسَبْتَ "

"اَلرَّمْضَآءُ": اَلْاَرْضُ الَّتِیْ اَصَابَهَا الْحَرُّ الشَّدِیْدُ.

(۱۳۷) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب تھے مجھے نہیں معلوم کہ کسی اور صاحب کا گھر مسجد سے اتنا دور ہو جتنا ان کا تھا مگر اسکے باوجود ان کی کوئی نماز نہیں چھوٹتی تھی، ان سے کہا گیا یا میں نے ان سے کہا، اگر تم گدھا خرید لو تاریکی اور گرمی میں اس پر سوار ہو کر آجایا کرو، انہوں نے کہا کہ مجھے پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پاس ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف چل کر آنا اور میرا گھر واپس جانا لکھا جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے یہ سب تمہارے لئے جمع فرما دیا۔ (مسلم)

ایک اور روایت ہے تمہیں تمہاری نیت کے مطابق ثواب ملے گا، الرمضاء، تپتی ہوئی زمین۔

تخریج حدیث(۱۳۷): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل کثرة الخطاالی المساجد.

راوی حدیث: سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہوئے، غزوۂ بدر میں شرکت فرمائی اور بعد کے غزوات میں بھی شرکت فرماتے رہے، رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن سنایا،

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کے بہت بڑے عالم تھے اس کے ساتھ ہی تورات اور انجیل کے بھی عالم تھے دور دور سے طلبہ ان کے درس میں حاضر ہوتے ، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ١٤٦ احادیث مروی ہیں ٣٩ ھ میں انتقال فرمایا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: ظلماء ، تاریکی ، ابتدائی رات ، لیلة الظلماء : تاریک رات ، رمضاء ، گرمی کی تیزی ، دھوپ کی تیزی سے گرم زمین رمضٌ ، گرمی کی جلن۔

شرح حدیث: مسجد کے قریب ہونا بھی باعث فضیلت ہے اور یہ فضیلت قرب مسجد کی ہے اور مسجد سے دور رہنا بھی باعث فضیلت ہے اور اس کا سبب آدمی کا مسجد کی نیت کر کے چل کر آنا ہے ، سو جس قدر فاصلہ ہوگا اسی قدر اجر و ثواب میں اضافہ ہوگا ، اس حدیث مبارک میں بیان ہوا کہ ایک صحابی رسول ﷺ مسجد سے دور رہتے تھے ، اور سخت گرمی اور رات کی تاریکی میں چل کر آتے تھے ، پھر بھی مسجد میں با جماعت نماز کا اس قدر اہتمام تھا کہ کبھی کوئی نماز فوت نہ ہوتی تھی ، سواری کا مشورہ دیا گیا تو اس پر بھی یہی کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے آنے جانے کے یہ سارے آثار لکھے جائیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح تمہاری نیت ہے اللہ تعالیٰ نے اسی طرح تمہارا ثواب جمع فرمایا ہے۔ (دلیل الفالحین:١/٢٧٦ ، شرح مسلم للنووی:٥/١٤٤)

کسی کو دودھ والی بکری عاریت میں دینا

١٣٨ . اَلثَّانِیْ وَالْعِشْرُوْنَ عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً اَعْلَاهَا مَنِیْحَةُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ یَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَآءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِیْقَ مَوْعُوْدِهَا اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

"اَلْمَنِیْحَةُ" : اَنْ یُعْطِیَه' اِیَّا هَالِیَا کُلَ لَبَنَهَا ثُمَّ یَرُدُّهَا اِلَیْهِ .

(١٣٨) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چالیس محاسن ہیں جن میں سب سے اعلیٰ کسی کو عاریۃً دودھ دینے والی بکری دیدینا ہے ، جو شخص ان میں سے کسی بھی حسنہ پر ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور اللہ کے وعدہ کو سچا سمجھتے ہوئے عمل کرے گا اللہ اسے جنت میں داخل فرمادے گا۔ (بخاری)

منیحة : کے معنی ہیں بکری کسی کو دینا کہ وہ اس کا دودھ استعمال میں لے آئے اور پھر بکری واپس کر دے۔

تخریج حدیث (١٣٨): صحیح البخاری ، کتاب الھبة ، باب فضل المنیحة .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں رسول کریم ﷺ کی احادیث یاد کرنے اور انہیں لکھنے کا بہت شوق تھا ، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا جس کا نام الصحیفة الصادقة رکھا تھا ، متعدد غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی ، آپ سے سات سو احادیث مروی ہیں جن میں سے سترہ متفق علیہ ہیں ٦٥ ھ میں انتقال فرمایا۔

(اسد الغابة:۳/۲۳۳، مسند الامام احمد بن حنبل :۲/۱۹۲)

کلمات حدیث: حصلة : اچھی عادت یا بری عادت، لیکن غالب استعمال اچھی عادت کے لئے ہوتا ہے۔ منیحہ، مَنَحَ، مَنْحاً (باب فتح وضرب) منح دینا، عطا کرنا۔ منیحہ اونٹنی یا بکری جسے دودھ سے فائدہ اٹھانے کے لئے دیا گیا ہو۔ عنز : بکری۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چالیس محاسن یا اچھی باتیں ہیں جن میں سے سب سے بڑی یہ ہے کہ کسی کو دودھ سے استفادہ کرنے کے لئے بکری دیدی جائے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے ایک موقعہ پر ان محاسن کو گننا شروع کیا تو ہم نے پندرہ شمار کئے جن میں چند یہ ہیں سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کے الحمد للہ کہنے پر اسے یرحمک اللہ کہنا اور راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹادینا۔

بعض علماء نے ان کو جمع کی سعی بھی کی ہے، اصل بات یہ ہے کہ ہر اچھی بات ہر معروف کام اور ہر اچھا کلمہ محاسن اسلام میں سے ہے۔

(فتح الباری :۲/۷۲، دلیل الفالحین: ۱/۲۷۷)

اللہ جل شانہٗ سے ہم کلامی

۱۳۹۔ اَلثَّالِثُ وَالْعِشْرُوْن عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْبِشِقِّ تَمْرَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهُمَا عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَامِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا سَیُكَلِّمُهٗ رَبُّهٗ لَیْسَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهٗ تَرْجُمَانٌ فَیَنْظُرُ اَیْمَنَ مِنْهُ فَلَایَرٰی اِلَّا مَا قَدَّمَ، وَیَنْظُرُ اَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا یَرٰی اِلَّا مَاقَدَّمَ وَیَنْظُرُ بَیْنَ یَدَیْهِ فَلَایَرٰی اِلَّاالنَّارَ تِلْقَآءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَمْ یَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَیِّبَةٍ"

(۱۳۹) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جہنم سے بچو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کرو۔ (متفق علیہ)

نیز بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائیں گے درمیان میں کوئی ترجمان نہ ہوگا، ہر شخص اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنے اعمال نظر آئیں گے اور بائیں جانب دیکھے گا تو اپنے اعمال نظر آئیں گے اور اپنے سامنے دیکھیں گے تو اپنے منہ کے سامنے جہنم نظر آئے گی جہنم سے بچو اگر چہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کرو اور اگر یہ بھی نہ ہو تو اچھی بات کہو۔

تخریج حدیث (۱۳۹): صحیح البخاری، کتاب التوحید ۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی

الصدقة ولو بشق تمرة .

کلمات حدیث: الشق : آدھا، کنارہ۔ شقیق : دوحصوں میں پھٹی ہوئی چیز، سگے بھائی۔

شرح حدیث: فرض زکوۃ کے علاوہ نفلی صدقات میں مال خرچ کرنا بہت بڑی نیکی ہے، اور یہ جہنم کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے، ﴿ وَسَيُجَنَّبُهَا ٱلۡأَتۡقَى ﴿١٧﴾ ٱلَّذِي يُؤۡتِي مَالَهُۥ يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ ﴾ (اللیل) (اور اس آتش جہنم سے نہایت متقی بندہ دور رکھا جائے گا جو اپنا مال اللہ کی راہ میں دیتا ہو کہ پاکیزگی حاصل کرے) حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال صالحہ کے ذریعے جہنم سے بچو اور اللہ کی راہ میں صدقہ کرو اگر کچھ بھی نہ ہو سکے تو کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دیدو، یہ نہ ہو کہ مال کثیر کی گنجائش نہ ہو اور قلیل کو کم سمجھ کر نہ دے بلکہ جو کچھ جس وقت ہو وہ اللہ کی راہ میں دیدو کیوں کہ اس کے یہاں حساب نیت کا ہے۔

روز حساب انسان اپنے دائیں بائیں اعمال دیکھے گا اور منہ کے سامنے جہنم کی آگ دیکھے گا، قرآن کریم میں ارشاد ہے:
﴿ وَوَجَدُواْ مَا عَمِلُواْ حَاضِرٗاۗ ﴾ (اور پائیں گے جو کچھ کیا ہے سامنے) اس لئے جہنم سے بچنے کی تیاری کرو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر یا کوئی اچھی بات کہہ کر۔ (دلیل الفالحین: ۱/ ۲۷۸)

اللہ جل شانہٗ کی نعمت استعمال کر کے شکر بجالائے

۱۴۰ . اَلرَّابِعُ وَالْعِشْرُوْنَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاكُلَ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدُهٗ عَلَيْهَا اَوْيَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدُهٗ عَلَيْهَا "رَوَاهُ مُسْلِمٌ .
وَ "اَلْاَكْلَةُ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ : وَهِيَ الْغَدْوَةُ اَوِ الْعَشْوَةُ .

(۱۴۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس بندے سے راضی ہوتے ہیں جو کھانا کھائے اور اللہ کی حمد کرے اور پانی پیئے اور اللہ کی حمد کرے۔ (مسلم)

اَلاَکْلَۃُ : صبح کا یا شام کا کھانا۔

تخریج حدیث (۱۴۰): صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب استحباب حمد اللّٰہ تعالیٰ بعد الاکل و الشرب .

شرح حدیث: اللہ سبحانہ کا کس قدر عظیم فضل و کرم ہے کہ انسان کو رزق عطا فرمایا اور جب رزق کھا کر بندے نے اللہ کا شکر ادا کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوئے اور اس کو مزید نعمتوں اور مزید اجر وثواب سے نوازا، چنانچہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے کس قدر فضل و کرم فرمایا کہ اس کے بندے نے کھانا کھا کر شکر ادا کیا تو اسے روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کا ثواب عطا فرمایا، جیسا کہ حدیث نبوی

ﷺ میں مذکور ہے: " الطاعم الشاكر مثل الصائم الصابر " کھانا کھانے کے بعد شکر کا طریقہ ہے کہ یہ دعا پڑھے جو صحیح بخاری صفۃ التحمید میں مذکور ہے۔

"الْحَمْدُ لله حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَير مَكْفِيٍّ وَّلاَ مُوَدَّعٍ ولا مُستَغْنًى عنه رَبنا ."

اس کے علاوہ اور بھی دعائیں منقول ہیں، لیکن اگر صرف الحمدللہ پر ہی اکتفاء کرنے جب بھی صحیح ہے۔

(صحيح مسلم بشرح النووى:١٧/٤٢)

ہر ایک کو اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ کرنا چاہیے

۱۴۱. اَلْخَامِسُ وَالْعِشْرُوْنَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ " قَالَ : اَرَاَیْتَ اِنْ لَمْ یَجِدْ ؟ قَالَ : یَعْمَلُ بِیَدَیْهِ فَیَنْفَعُ نَفْسَه وَیَتَصَدَّقُ " قَالَ : اَرَاَیْتَ اِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ ؟ قَالَ : یُعِیْنُ ذَاالْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفِ قَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ ؟ قَالَ "یَامُرُ بِالْمَعْرُوْفِ اَوِالْخَیْرِ" قَالَ : اَرَاَیْتَ اِنْ لَمْ یَفْعَلْ ؟ قَالَ : یُمْسِکُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۴۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ ہے کسی نے عرض کی کہ اگر دینے کو کچھ نہ ہو فرمایا کہ اپنے ہاتھوں سے عمل کرے اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، عرض کی اگر اتنی قدرت نہ ہو فرمایا محتاج مصیبت زدہ کی مدد کرے عرض کی کہ اگر یہ بھی نہ کر سکے فرمایا کہ نیکی یا خیر کا حکم دے، عرض کی اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا کہ برائی سے باز رہے کہ یہ بھی صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۴۱): صحيح البخارى، كتاب الزكاة، باب على كل مسلم صدقة . صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب بيان ان اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف .

کلمات حدیث: مَلْهُوْف : غمگین شخص جس کا مال ضائع ہو گیا یا کوئی عزیز قریب ساتھ چھوڑ گیا ہو۔

شرح حدیث: اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ فرض زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات دینا اور کسی نہ کسی صورت میں انفاق فی سبیل اللہ کرتے رہنا ضروری ہے اگر آدمی کے پاس دینے کو کچھ نہ ہو تو محنت و مزدوری کرے اور اس میں سے صدقہ کرے چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں روایات میں آیا ہے کہ کمر پر بوجھ لادتے تھے اور جو مزدوری ملتی اس میں سے صدقہ کرتے تھے، اگر یہ بھی نہ

ہو سکے تو کسی پریشان حال کی ہاتھ پاؤں سے مدد ہی کردے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو زبان سے کوئی کلمہ خیر ہی کہہ دے اور اگر یہ سب بھی نہ ہو تو شر سے بچے اور دوسروں کو اپنے شر سے بچائے۔ (فتح الباری ١/ ٨٣٤، دلیل الفالحین: ١/ ٢٧٩)

الباب (١٤)

باب فی الا قتصاد فی الطاعة

اِطاعت میں میانہ روی

۵۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ طٰه ۝ مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ ۝ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔'' (طہ: ۱، ۲)

تفسیری نکات: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر امر میں اقتصاد اور توسط کا حکم فرمایا ہے کہ نہ تو کوئی کام ایسا ہو کہ اسے بالکل چھوڑ دیا جائے اور نہ ایسا ہو کہ اس کی خاطر ایسی کلفت اٹھائی جائے اور اس قدر مشقت برداشت کی جائے کہ طبیعت میں ملال پیدا ہو جائے اور جو آدمی کا معمول ہے اسے بھی انجام نہ دے سکے بلکہ احکام شریعت پر اس طرح عمل کیا جائے اور اعمال صالحہ میں اس طرح مسابقت کی جائے کہ طبیعت کے ذوق وشوق سے سارے امور انجام پائیں اور ان میں دوام اور تسلسل قائم ہو جائے۔

نزولِ قرآن کریم کے اولین دور میں رسول کریم ﷺ ساری ساری رات عبادت وتلاوت اور یادالٰہی میں مصروف رہتے حتی کہ پاؤں پر ورم آجاتا اور قدم مبارک پھٹ جاتے اس کے ساتھ ہی دن بھر یہ محنت ہوتی کہ کسی طرح کافروں کے دل میں اسلام گھر کر جائے اور وہ کسی طرح اس سچائی پر ایمان لے آئیں جس میں ان کی صلاح اور فلاح ہے۔

اس پر اللہ سبحانہ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ قرآن کریم اس لئے اتارا گیا ہے کہ جن کے دل نرم ہوں اور جن کے دلوں میں اللہ کا ڈر ہو وہ اس سے نصیحت اور ہدایت حاصل کریں اور اس کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوں یہ اس لئے نہیں ہے کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں اور تکلیف اٹھائیں۔ یہ تو ایسی چیز ہے جس کا حامل اور عامل کبھی محروم اور ناکام نہیں رہے گا، آپ تکذیب کرنے والوں کی باتیں سن کر ملول نہ ہوں نہ ان کے درپے ہوں کہ وہ کسی طرح حق کو قبول کرلیں نہ آپ تکلیف اٹھائیں۔ حق کا علم بردار ہی آخر کار کامیاب ہو کر رہے گا، آپ توسط کے ساتھ عبادت کرتے رہئے، بعض روایات میں ہے کہ ابتداءً نبی کریم ﷺ شب کو نماز میں کھڑے ہو کر بہت زیادہ قرآن پڑھتے تھے، کفار آپ ﷺ کی محنت وریاضت دیکھ کر کہتے کہ قرآن کیا اترا بے چارے محمد ﷺ سخت تکلیف اور محنت میں پڑ گئے اس کا جواب دیا گیا کہ قرآن تو رحمت ہے نور اور شفاء ہے، جس کو جتنا آسان ہو اسی قدر نشاط کے ساتھ پڑھنا چاہئے اور کیف وسرور کے ساتھ تلاوت کرنا چاہئے۔

۵۴. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ ﴾

نیز فرمایا:

''اللہ تمہارے لئے آسانی اور سہولت چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔'' (البقرۃ:۱۸۵)

تفسیری نکات: روزے بہت ہی بہترین عبادت ہیں اوران کا بہت اجر وثواب ہے لیکن حالت مرض اور حالت سفر میں رخصت ہے اوراس رخصت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اپنے بندوں کے لئے سہولت اورآسانیاں پیدا فرمائیں اور تنگی اور دشواری کو دور فرمائیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ دِیۡنُ اللہ یُسۡرٌ (اللہ کا دین سہل ہے)اورفرمایا یَسِّرُوا و لا تُعَسِّرُوا (سہولتیں پیدا کرواوردشواریاں نہ پیدا کرو) مطلب یہ ہے کہ اللہ نے دین اسلام کوانسانی فطرت کے مطابق بنایا ہے اور یہ ایسا دین ہے جس میں کوئی تنگی اور حرج نہیں ہے ایک انسان اس دین کے تمام احکام پر بخوبی اور بآسانی عمل کرسکتا ہےاوراس میں ایسی زحمت کوئی نہیں ہے جس سے اس پرعمل کرنا دشوار ہو۔

****

۱۴۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ قَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ قَالَتْ: هٰذِهِ فُلَانَةُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَ: ''مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَاتُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَايَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا'' وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَادَاوَمَ صَاحِبُهٗ عَلَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

''وَمَهْ'' كَلِمَةُ نَهْيٍ وَزَجْرٍ. وَمَعْنٰى ''لَايَمَلُّ اللّٰهُ'' اَیْ لَايَقْطَعُ ثَوَابَهٗ عَنْكُمْ وَجَزَآءَ اَعْمَالِكُمْ وَيُعَامِلُكُمْ مُعَامَلَةَ الْمَالِ حَتّٰى تَمَلُّوْا فَتَتْرُكُوْا فَيَنْبَغِیْ لَكُمْ اَنْ تَاخُذُوْا مَاتُطِيْقُوْنَ الدَّوَامَ عَلَيْهِ لِيَدُوْمَ ثَوَابُهٗ لَكُمْ وَفَضْلُهٗ عَلَيْكُمْ.

(۱۴۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کے پاس ایک خاتون بیٹھی ہوئی ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کون ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یہ فلاں عورت ہے، یعنی ان کی نماز کے بارے میں بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا ٹھہرو تم پر لازم ہے کہ اسی قدر عبادت کرو جتنی قدرت ہو، اللہ کی قسم اللہ کو تھکاوٹ نہیں ہوتی لیکن تم تھک جاؤ گے اورآپ ﷺ کو وہ عبادت زیادہ پسند تھی جس پرعبادت کرنے والا دوام اختیار کرے۔ (متفق علیہ)

اور مَہ نہی اور زجر کا کلمہ ہے ''لا یَمَلُّ اللّٰہ'' کے معنی ہیں کہ اللہ مسلسل ثواب دیتا رہے گا اور وہ تمہارے اعمال کی جزا اور ثواب کا سلسلہ منقطع نہیں کرے گا اور تم سے وہ معاملہ نہیں کرے گا جو اکتا جانے والا کرتا ہے لیکن اندیشہ ہے کہ تم تھک جاؤ گے اور تھک کر جو عمل کررہے تھے وہ ترک کردو گے اس لئے مناسب یہی ہے کہ تم اتنا عمل کرو جس پر تم مداومت کرسکو تا کہ اس کا ثواب بھی مسلسل ملتا رہے اور اس کا فضل بھی تم پر مستقل رہے۔

تخریج حدیث (۱۴۲): صحیح البخاری، کتاب التھجد باب مایکرہ من التشدد فی العبادۃ ، صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین باب امر من نَعِسَ فی صلاتہ .

کلمات حدیث: مَهْ اسم فعل مبني علی السکون ، بمعنی رک جا، ٹھہر جا۔ مَلَّ مَلاً و مِلالاً (باب سمع) تنگ دل ہونا۔

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک خاتون تشریف رکھتی تھیں، خطیب نے اپنی کتاب المبہمات میں ان کا نام بتایا ہے کہ وہ حولاء بنت ثویب تھیں۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار فرمایا کہ یہ کون ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ فلاں ہیں، اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی نفل نمازوں کا ذکر کیا یا ایک روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ لوگ ان کی نمازوں کا ذکر کرتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ٹھہر و استطاعت اور ہمت کے مطابق عمل کرو اور اتنا عمل کرو جسے ہمیشہ کرتے رہو ایسا نہ ہو کہ زیادہ عمل شروع کیا جائے اور کثرت سے نوافل پڑھی جائیں اور پھر اکتا کر چھوڑ دیا جائے، کیوں کہ اللہ سبحانہ کے یہاں اجر وثواب کی کمی نہیں ہے وہ دیتے رہیں گے اور ان کی عطا وبخشش جاری رہے گی یعنی حدیث میں وارد کلمہ لَا یَمَلُّ اللّٰہ اس مجازی معنی میں کہ وہ ثواب واجر کا سلسلہ منقطع نہیں فرماتے، اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ " اکلفو من الأعمال ماتطیقون فان اللّٰہ لا یمل من الثواب حتی تملوا من العمل " (اپنے آپ کو اس قدر اعمال کا پابند بناؤ جتنی قدرت ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہیں تھکتے مگر اندیشہ ہے کہ تم عمل سے تھک جاؤ)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے قیام اللیل کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر نماز صبح کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو میں قیام الیل کو بہتر نہیں سمجھتا، اور حدیث میں وارد مَہْ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ طویل قیام الیل میں بعض لوگوں کے بارے میں اندیشہ ہو سکتا ہے کہ ان کی طبیعت میں تھکاوٹ اور ملال پیدا ہو جائے اور جو عمل انہوں نے اپنے ذمہ لیا ہے اس کو نبھا نہ سکیں، اس لئے وہ اعمال اختیار کرو جو تم ہمیشہ کر سکو، اعمال کا لفظ نماز اور دیگر اعمال سب میں داخل ہیں۔

(فتح الباری :١/٧٤٢، دلیل الفالحین:٢٨٢)

١٤٣۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ جَآءَ ثَلَاثَۃُ رَھْطٍ اِلٰی بُیُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا کَاَنَّھُمْ تَقَالُّوْھَا. وَقَالُوْا اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ. قَالَ اَحَدُھُمْ : اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ : وَاَنَا اَصُوْمُ الدَّھْرَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ: وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا، فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ : اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَکَذَا اَمَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ وَاَتْقَاکُمْ لَہٗ لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ (١) فَلَیْسَ مِنِّیْ " مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(١٤٣) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین اصحاب ازواج مطہرات کے گھروں پر آئے اور نبی کریم ﷺ کی

عبادت کے بارے میں دریافت کیا، جب انہیں بتایا گیا تو گویا انہوں نے اس کو کم سمجھا، وہ کہنے لگے کہ ہماری نبی کریم ﷺ سے کیا مناسبت آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں، اس پر ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا، دوسرے نے کہا کہ ہمیشہ روزے رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے دور رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے یہ باتیں کہی ہیں، اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا تم سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جو میری اس سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۴۳): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح. صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت الیہ نفسہ.

کلمات حدیث: اَرْقُدُ : میں سوتا ہوں۔ رَقَدَ رَقْداً رُقُوداً (باب نصر) سونا۔ مَرْقَدٌ: آرام گاہ، ہمیشہ کی آرام گاہ، قبر، جمع مَرَاقِد .

تین صحابہ کا اہم واقعہ

شرح حدیث: یہ تین اصحاب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ابن مردویہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کچھ اصحاب نے ارادہ کیا تھا کہ اپنے اوپر لذات کو حرام کرلیں تو اس پر آیت مائدہ نازل ہوئی، اور اسباب الواحدی میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے وعظ ونصیحت فرمائی عذاب آخرت سے ڈرایا، یہ سن کر دس صحابۂ کرام حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں جمع ہوئے یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر، سالم مولیٰ حذیفہ، مقداد، سلمان، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور معقل بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب نے اس ارادے کا اظہار کیا کہ دن کو روزے رکھیں گے رات کو نمازیں پڑھیں . گے بستر پر نہیں لیٹیں گے گوشت نہیں کھائیں گے عورتوں سے قربت نہیں کریں گے اور اپنے اعضاء کٹوا دیں گے، اگر یہ روایت صحیح ہے تو ہوسکتا ہے انہی میں سے ان تین نے سوال کیا جو اس حدیث میں مذکور ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا تم سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں تمہارے اوپر ہر حال میں میرے طریقہ کی اور میری سنت کی اتباع لازم ہے، میری سنت کو چھوڑ دینا میرے طریقہ کو چھوڑ دینا ہے۔

دین اسلام اللہ کی توحید، حنیفیت، اخلاص عمل اور حسن نیت پر قائم ہے اس میں نہ تو غلو اور تشدد ہے اور نہ تعمق یہ راستہ سیدھا مستقیم اور ہر قسم کے اعوجاج سے پاک ہے۔ (فتح الباری :۲/ ۹۷۱، دلیل الفالحین: ۲۸٤)

---

۱۴۴ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "هَلَکَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ" قَالَهَا ثَلَاثًا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

"اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ : اَلْمُتَعَمِّقُوْنَ الْمُشَدِّدُوْنَ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِ التَّشْدِیْدِ .

(۱۴۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تشدد کرنے والے برباد ہو گئے، آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (مسلم)

اَلْمُتَنَطِّعُوْن کے معنی ہیں جس حکم میں سختی نہ ہو اس میں سختی کرنے والے اور کھود کرید کرنے والے۔

تخریج حدیث(۱۴۴): صحیح مسلم، کتاب العلم، باب هلك اَلْمُتَنَطِّعُوْن

کلمات حدیث: اَلْمُتَنَطِّعُوْن : باریکیاں نکالنے والے اور تشدد کرنے والے۔ تَنَطَّعَ فی الکلام : بات میں غلو کرنا، تالوسے زبان چپکا کر بولنا۔ نَطَّاع : کلام میں بہت غلو کرنے والا۔

شرح حدیث: دین اسلام میں غلو اور تشدد کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور اس امر کی تاکید ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ نے جو فرمایا ہے اس کے مطابق عمل کرے اور ایمان ویقین کے ساتھ اخلاص عمل اور حسن نیت کو مدنظر رکھے، غیر ضروری باریکیاں پیدا کرنا اور جہاں شریعت نے سختی نہیں کی وہاں سختی اور تشدد کرنا برا ہے، جیسا کہ اس حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے اس طرح کے لوگوں کے لئے فرمایا کہ تشدد کرنے والے برباد ہو گئے، یعنی اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ گئے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۲۸۵)

دین میں غلو وتشدد کی ممانعت

۱۴۵ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اِلَّا غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَیْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ " رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ . وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ : سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَیْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ : اَلْقَصْدَ اَلْقَصْدَ تَبْلُغُوْا" .

قَوْلُهٗ "اَلدِّیْنُ " هُوَ مَرْفُوْعٌ عَلٰی مَالَمْ یُسَمَّ فَاعِلُهٗ وَرُوِیَ مَنْصُوْبًا وَرُوِیَ : "لَنْ یُشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ " وَقَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اِلَّا غَلَبَهٗ" اَیْ غَلَبَهُ الدِّیْنُ وَعَجَزَ ذٰلِكَ الْمُشَادُّ عَنْ مُقَاوَمَةِ الدِّیْنِ لِکَثْرَةِ طُرُقِهٖ "وَالْغَدْوَةُ": سَیْرُ اَوَّلِ النَّهَارِ "وَالرَّوْحَةُ " اٰخِرِ النَّهَارِ : "وَالدُّلْجَةُ" اٰخِرِ اللَّیْلِ وَهٰذَا اسْتِعَارَةٌ وَتَمْثِیْلٌ وَمَعْنَاهُ : اسْتَعِیْنُوْا عَلٰی طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِالْاَعْمَالِ فِیْ وَقْتِ نَشَاطِکُمْ وَفَرَاغِ قُلُوْبِکُمْ بِحَیْثُ تَسْتَلِذُّوْنَ الْعِبَادَةَ وَلَاتَسْاَمُوْنَ وَتَبْلُغُوْنَ مَقْصُوْدَکُمْ، کَمَا اَنَّ الْمُسَافِرَ الْحَاذِقَ یَسِیْرُ فِیْ هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ وَیَسْتَرِیْحُ هُوَ وَدَابَّتُهٗ فِیْ غَیْرِهَا فَیَصِلُ الْمَقْصُوْدَ بِغَیْرِ تَعَبٍ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۱۴۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دین آسان ہے جو دین میں تشدد اختیار

کرتا ہے مغلوب ہو جاتا ہے، سیدھا راستہ اختیار کرو میانہ روی اختیار کرو اور خوش ہو جاؤ اور اللہ کی مدد طلب کرو صبح کی شام کی اور کچھ رات کی عبادت کے لئے۔ (بخاری)

بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ سیدھی راہ چلو میانہ روی اختیار کرو صبح و شام اور کچھ رات کو عبادت کرو، اعتدال اختیار کرو مراد کو پہنچ جاؤ گے۔

اس حدیث میں الدین مرفوع مالم یسم فاعلہ ہے اور الدین نصب کیساتھ بھی روایت کیا گیا ہے اور ایک روایت میں الفاظ ہیں: "لن یشاد الدین احد الا غلبه" کے لفظ سے رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ دین تشدد کرنے والے پر غالب آ جائے گا اور تشدد کرنے والا دین پر دین کے مختلف اور متعدد پہلوؤں کی بناء پر اس پر ثابت قدمی دکھانے سے عاجز آ جائے گا۔ الغدوۃ کے معنی ہیں صبح کی سیر، الروحۃ، کے معنی ہیں شام کی سیر اور دلجۃ، رات کا آخری حصہ اور یہ الفاظ بطور استعارہ اور تمثیل آئے ہیں ان کے معنی ہیں اللہ کی مدد طلب کرو کہ تم ان اعمال کے ذریعہ اللہ کی عبادت اس حال میں کرسکو کہ تمہارے اندر نشاط بھی موجود ہو اور تمہارے دل بھی فارغ ہوں کہ عبادت میں لطف اور خوشی محسوس کرو اور تنگی نہ محسوس کرو کہ حصول مقصد کا یہی طریقہ ہے، جیسے ایک تجربہ کار مسافر انہی اوقات میں سفر کرتا ہے خود بھی آرام کرتا ہے اور سواری کے جانور کو بھی آرام کا موقع دیتا ہے اور بغیر تکان منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث (۱۴۵): صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب تعنی المریض الموت .

کلمات حدیث: يُشَادُّ، شَدَّشِدَّة (باب ضرب) سختی کرنا۔ فَسَدِّدوا، سَدَّ سَدًّا (باب سمع) سیدھا ہونا۔ قَارِبُوا، قَارَبَ مُقَارَبَة (باب مفاعلہ) میانہ روی اختیار کرنا۔ الدُّلْجَة: رات کا آخری حصہ۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مقصود ہے عبادات اور اعمال میں میانہ روی اختیار کرنا اور نفلی اعمال کو اس طرح انجام دینا کہ طبیعت کی رغبت اور شوق باقی رہے اور ملال اور اکتاہٹ نہ پیدا ہو، کیوں کہ اعمال کا مدار نیت پر اور اخروی نجات کا مدار رحمت حق پر ہے، اس لئے اس مسافر کی طرح جو صبح و شام کو سفر کرتا ہے اور مناسب اوقات میں خود بھی آرام کرتا ہے اور سواری کو بھی آرام کا موقع دیتا ہے انسان کی سواری اس کا نفس ہے، ضروری ہے کہ اسے بھی آرام کا موقع دیا جائے تاکہ ملال اور اکتاہٹ پیدا نہ ہو اور جس قدر عمل ہو وہ پابندی سے ہو اور مستقل ہو، اور ایسا نہ ہو کہ چند دن عمل کیا اور پھر چھوڑ دیا کر یہ رَوِش نامناسب بھی ہے اور خلاف سنت بھی۔

اس حدیث مبارک میں بہت عمدہ اور خوبصورت اور بڑے معنی خیز الفاظ آئے ہیں جن میں سے ایک سَدِّدوا ہے یہ سِداد ہے جس کے معنی درست اور صحیح کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ درست اور صحیح عمل کا قصد کرو یعنی اس عمل کا جو سنت کے مطابق ہو اور عمل میں لگے رہو کہ عمل بجائے خود رحمت حق کے متوجہ ہونے کی دلیل ہے اور رحمت حق کے طفیل بندہ جنت میں پہنچ جائے گا۔ قاربوا: یعنی نہ تو افراط کرو کہ تھک جاؤ اور بالکل عمل چھوڑ دو اور اس طرح تفریط میں پڑ جاؤ تو افراط اور تفریط سے بچ کر درمیانی راہ اختیار کرو۔ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ "ان هذا الدين متين فأغلوا فيه برفق ولا تبغضوا الى انفسكم عبادة الله فان المنبت لاأرضا ولا ظهراً ابقى" (یہ دین متین ہے اس میں نرمی سے داخل ہو اللہ کی عبادت کو اپنے نفوس کے لئے گراں نہ بنالو کیوں کہ جس تیز سوار کی سواری ہلاک ہوگئی

اس کا نہ تو سفر طے ہوا اور نہ سواری باقی رہی) (فتح الباری: ۳/۳۷۳، دلیل الفالحین: ۱/۲۸۵)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنے آپ کو رسی سے باندھنے کا واقعہ

۱۴۶. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَاِذَا حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ : مَاهٰذَا الْحَبْلُ؟ قَالُوْا : هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ فَاِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهٖ : فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ فَاِذَا فَتَرَ فَلْيَرْقُدْ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۴۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے آپ ﷺ نے دیکھا کہ مسجد کے دوستونوں کے درمیان رسی تنی ہوئی ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ رسی کس لئے ہے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے باندھ رکھی ہے نماز میں تھک جاتی ہیں تو اس کے سہارے کھڑی ہو جاتی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کھول دو، تم میں سے ہر ایک نشاط کے وقت نماز پڑھے جب تھک جائے تو سو جائے۔ (متفق علیہ)

کلمات حدیث (۱۴۶): السارِيتين : دوستون۔ سارية واحد جمع سواری . فترت، فتر فتورًا : جوڑوں کا کمزور پڑنا۔

شرح حدیث: اسلام میں گزشتہ مذاہب کے متبعین کی طرح دین میں تعمق اور غلو اختیار کرنا اور رہبانیت کی روش اپنانا منع ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے رسی کے کھول دینے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب تک شوق اور نشاط باقی رہے اس وقت تک نماز پڑھو اور جب تکان محسوس ہو تو سو جاؤ، غرض یہ حدیث عبادت اور نفلی اعمال میں میانہ روی کی تاکید اور تعمق وتشدد کی ممانعت پر مشتمل ہے، اور اسی امر کی تاکید ہے کہ عبادت اس حالت میں ہونی چاہئے کہ بندہ کی طبیعت حاضر ہو اور شوق ونشاط کی کیفیت موجود ہو۔

(فتح الباری: ۱/۷۲٤، دلیل الفالحین: ۱/۲۸۷، مظاهر حق جديد: ۱/۸۰۹)

نیند کے غلبہ کی حالت میں نماز نہ پڑھے

۱۴۷. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَايَدْرِيْ لَعَلَّهٗ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۴۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کسی کو نماز پڑھتے ہوئے اونگھ آنے لگے تو وہ سو جائے یہاں تک کہ نیند کی حالت جاتی رہے، اگر کوئی شخص نیند کے غلبہ میں نماز پڑھے تو ہوسکتا ہے کہ وہ استغفار کرنا چاہے اور اس کے بجائے اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۴۷): صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب الوضوء من النوم . صحيح مسلم، كتاب

المسافرین، باب امر من نعس فی صلاته .

کلمات حدیث: نَعُس، نَعَسَ نَعساً (باب فتح ونصر) اونگھنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ جب آدمی پر نیند کا غلبہ ہو تو اسے چاہئے کہ نفل نماز کے بجائے سو کر نیند پوری کرے اور جب نماز کا اشتیاق ہو اور طبیعت میں چستی ہو اس وقت نماز پڑھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غلبہ نیند کی وجہ سے زبان ساتھ نہ دے اور زبان سے استغفار کے بجائے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو اس کے لئے بہتر نہ ہو۔ (دلیل الفالحین: ۱/۲۸۸)

خطبہ ونماز میں اعتدال

۱۴۸. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنْتُ اُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَوَاتِ فَكَانَتْ صَلَاتُهٗ قَصْدًا وَخُطْبَتُهٗ قَصْدًا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهٗ : " قَصْدًا ": اَیْ بَیْنَ الطُّوْلِ وَالْقِصَرِ .

(۱۴۸) حضرت عبداللہ بن جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتا تھا آپ ﷺ کی نماز بھی درمیانہ تھی اور آپ ﷺ کا خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا۔ (مسلم)

حدیث میں قصد کا لفظ ہے جس کے معنی طویل اور قصیر کے درمیان۔

تخریج حدیث (۱۴۸): صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة .

راوی حدیث: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "۱۴۶" احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں ۷۴ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: قَصَدَ قصداً (باب ضرب) اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں نبی کریم ﷺ کی نماز جمعہ اور خطبہ کی کیفیت کا بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ کی نماز بھی درمیانی اور معتدل ہوتی، یعنی نہ زیادہ طویل نماز پڑھاتے اور نہ زیادہ مختصر ہوتی اسی طرح خطبہ بھی معتدل اور درمیانہ ہوتا اور یہی سنت ہے تاکہ نماز میں کمزور بیمار اور بوڑھے لوگوں کی رعایت ہو سکے، خطبہ کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طوال مفصل کی سورتوں کی مقدار سے زیادہ خطبہ کو طویل کرنا مکروہ ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ خطبہ مختصر پڑھنا اور نماز کو طویل کرنا آدمی کے تفقہ کی علامت ہے، بظاہر اس حدیث میں اور مذکورہ بالا حدیث میں تعارض نظر آتا ہے لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ یہاں بھی طوالت سے مراد یہی ہے کہ اعتدال ہو نہ زیادہ لمبی ہو اور نہ زیادہ مختصر، مقصود صرف یہ ہے کہ نماز بہ نسبت خطبہ کے طویل ہو، مگر اعتدال کے ساتھ ہو کہ مقتدیوں کو بار محسوس نہ ہو۔ (مظاهر حق جدید، صحیح مسلم بشرح النووی)

مہمان نوازی مہمان کا حق ہے

۱۴۹. وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَآءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَاالدَّرْدَآءِ فَرَاٰی اُمَّ الدَّرْدَآءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ : مَا شَانُکِ؟ قَالَتْ : اَخُوْکَ اَبُوالدَّرْدَآءِ لَیْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِی الدُّنْیَا فَجَآءَ اَبُوالدَّرْدَآءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَ لَهٗ : کُلْ فَاِنِّیْ صَآئِمٌ قَالَ : مَااَنَا بِاٰکِلٍ حَتّٰی تَاْکُلَ فَاَکَلَ فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ ذَهَبَ اَبُوالدَّرْدَآءِ یَقُوْمُ فَقَالَ لَهٗ : نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ لَهٗ : نَمْ فَلَمَّا کَانَ اٰخِرُاللَّیْلِ قَالَ سَلْمَانُ : قُمِ الْاٰنَ فَصَلَّیَا جَمِیْعًا فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ : اِنَّ لِرَبِّکَ عَلَیْکَ حَقًّا : وَاِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَلِاَهْلِکَ عَلَیْکَ حَقًّا، فَاَعْطِ کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ : فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "صَدَقَ سَلْمَانُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۴۹) حضرت وہب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سلمان اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان مواخات فرمادی تھی، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوالدرداء سے ملاقات کے لئے آئے تو دیکھا کہ حضرت ام الدرداء میلے کپڑوں میں ملبوس ہیں، سلمان نے پوچھا کیا بات ہے انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء کو دنیا سے رغبت نہیں، اسی اثناء میں حضرت ابوالدرداء بھی آگئے، انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کھانا رکھا اور ان سے کہا کہ آپ کھایئے میں روزے سے ہوں، حضرت سلمان نے کہا کہ جب تک تم نہ کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا، غرض انہوں نے بھی کھالیا، جب رات ہوئی، تو حضرت ابوالدرداء قیام اللیل کے لئے کھڑے ہوگئے، حضرت سلمان نے ان سے کہا کہ سوجاؤ، وہ کچھ دیر سوئے پھر نماز کے لئے کھڑے ہوگئے تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سوجاؤ، جب رات کا آخری حصہ ہوا تو سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اب اٹھو اور دونوں نے نماز پڑھی، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ تیرے رب کا تیرے اوپر حق ہے تیرے نفس کا تیرے اوپر حق ہے تیرے گھر والوں کا تیرے اوپر حق ہے، ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے یہ بات عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا۔

تخریج حدیث(۱۴۹): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیه لیفطر فی التطوع .

راوی حدیث: حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت صغیر السن تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے بہت محبت کرتے تھے، آپ سے پینتالیس (۴۵) احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں ۷۲ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة، دلیل الفالحین : ۱/۲۸۹)

کلمات حدیث: مُتَبَذِّلَة : روزہ مرہ کے میلے کپڑے پہنے ہوئے۔ ابتذال (باب افعال) روزمرہ کے کپڑے پہننا، پرانے بوسیدہ کپڑے پہننا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہجرت کے پانچ ماہ بعد آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں مواخات قائم فرمادیا تھا، یعنی ایک ایک مہاجر صحابی کو ایک ایک انصاری صحابی کا بھائی بنادیا تھا، اسی طرح حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیدیا تھا، اس رشتۂ اخوت کے قیام کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک موقعہ پر حضرت ابوالدرداء کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت ام الدرداء گھر کے کام کاج کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، ان کا نام خیرہ تھا اور ان کا انتقال حضرت ابوالدرداء سے پہلے ہوگیا تھا، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ ابوالدرداء کو دنیا کی طرف رغبت نہیں ہے ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ انہیں عورتوں سے رغبت نہیں ہے۔

غرض ابوالدرداء بھی آئے کھانا سامنے آیا تو حضرت ابوالدرداء دست کش بیٹھے ہیں اور بولے کہ میرا تو روزہ ہے، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی جب ہی کھاؤں گا جب تم کھاؤ گے، اس پر حضرت ابوالدرداء بھی کھانے میں شریک ہوگئے، رات ہوئی تو ابوالدرداء نوافل کے لئے کھڑے ہوگئے، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آرام کرلو بالآخر دونوں نے آخر شب میں نماز پڑھی، اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ پر اللہ کا بھی حق ہے جسم وجان کا بھی حق ہے اور بیوی کا بھی حق ہے، ہر ایک کو اس کا حق ادا کرو۔

رسول کریم ﷺ کو جب حضرت ابوالدرداء نے یہ بات بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سلمان کو علم عطا کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں فقہ کے متعدد امور ہیں جن میں سے چند یہ ہیں کہ آپس میں مسلمانوں کے درمیان اخوت وبرادری، بھائیوں سے ان کے گھر جا کر ملاقات کرنا اور ان کے پاس رات گذارنا۔ وقت ضرورت اجنبیہ سے گفتگو کرنا، مسلمان کو نصیحت کرنا اور اس حدیث میں آخر شب کی نماز کی فضیلت بھی بیان ہوئی ہے اور اس حدیث سے نفس پر بوجھ ڈال کر عبادت کا پسندیدہ نہ ہونا بیان ہوا اور یہ کہ نفلی روزہ افطار کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر طویل گفتگو فرمائی کہ نفلی روزہ کو افطار کر لینے پر اس کی قضاء ہے یا نہیں ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر افطار کا کوئی عذر ہو تو افطار درست ہے اور قضاء لازم نہیں ہے اور اگر عذر نہ ہو تو افطار نہ کرے اور اگر کرلیا تو قضاء لازم ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً قضاء لازم ہے۔

(فتح الباری: ۱/۱۰۵۲، دلیل الفالحین: ۱/۲۹۰)

****

۱۵۰. وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ اُخْبِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنِّیْ اَقُوْلُ : وَاللّٰہِ لَاَصُوْمَنَّ النَّھَارَ، وَلَاَ قُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَاعِشْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اَنْتَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ذٰلِکَ؟ فَقُلْتُ لَہٗ : قَدْ قُلْتُہٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ : فَاِنَّکَ لَاتَسْتَطِیْعُ ذٰلِکَ فَصُمْ وَاَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ وَصُمْ مِنَ الشَّھْرِ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ فَاِنَّ الْحَسَنَۃَ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا وَذٰلِکَ

مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ : قُلْتُ : فَاِنِّیْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ قَالَ : فَصُمْ يَوْمًا وَّاَفْطِرْ يَوْمَيْنِ قُلْتُ : فَاِنِّیْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ قَالَ : فَصُمْ يَوْمًا وَّاَفْطِرْ يَوْمًا فَذٰلِکَ صِيَامُ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ اَعْدَلُ الصِّيَامِ " وَفِیْ رِوَايَةٍ : "هُوَ اَفْضَلُ الصِّيَامِ فَقُلْتُ : فَاِنِّیْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَااَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ، وَلَاَنْ اَكُوْنَ قَبِلْتُ الثَّلَاثَةَ الْاَيَّامِ الَّتِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَهْلِیْ وَمَالِیْ " : وَفِیْ رِوَايَةٍ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّکَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ؟ قُلْتُ بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : فَلَاتَفْعَلْ : صُمْ وَاَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ فَاِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَيْکَ حَقًّا، وَاِنَّ لِعَيْنَيْکَ عَلَيْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَيْکَ حَقًّا، وَاِنَّ لِزَوْرِکَ عَلَيْکَ حَقًّا، وَاِنَّ بِحَسْبِکَ اَنْ تَصُوْمَ فِیْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَاِنَّ لَکَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرُاَمْثَالِهَا فَاِنَّ ذٰلِکَ صِيَامُ الدَّهْرِ " فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَیَّ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَجِدُ قُوَّةً قَالَ:صُمْ صِيَامَ نَبِیِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ وَلَاتَزِدْ عَلَيْهِ" قُلْتُ: وَمَاكَانَ صِيَامُ دَاوٗدَ؟ قَالَ "نِصْفُ الدَّهْرِ" فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ يَقُوْلُ بَعْدَ مَاكَبِرَ يَالَيْتَنِیْ قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ : "اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّکَ تَصُوْمُ الدَّهْرَ، وَتَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كُلَّ لَيْلَةٍ ؟ فَقُلْتُ : بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَمْ اُرِدْ بِذٰلِکَ اِلَّاالْخَيْرَ قَالَ : فَصُمْ صَوْمَ نَبِیِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ، فَاِنَّهٗ كَانَ اَعْبَدَالنَّاسِ، وَاقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِیْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ : يَانَبِیَّ اللّٰهِ اِنِّیْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ؟ قَالَ : فَاقْرَأْهُ فِیْ كُلِّ عِشْرِيْنَ "قُلْتُ:يَانَبِیَّ اللّٰهِ اِنِّیْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ؟ قَالَ : فَاقْرَأْهُ فِیْ كُلِّ سَبْعٍ وَلَاتَزِدْ عَلٰى ذٰلِکَ " فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَیَّ وَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اِنَّکَ لَاتَدْرِیْ لَعَلَّکَ يَطُوْلُ بِکَ عُمْرٌ " قَالَ : فَصِرْتُ اِلَى الَّذِیْ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَلَمَّا كَبِرْتُ وَدِدْتُ اَنِّیْ كُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَةَ نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

وَفِیْ رِوَايَةٍ "وَاِنَّ لِوَلَدِکَ عَلَيْکَ، حَقًّا"وَفِیْ رِوَايَةٍ: "لَاصَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ" ثَلَاثًا. وَفِیْ رِوَايَةٍ "اَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى صِيَامُ دَاوٗدَ وَاَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى صَلٰوةُ دَاوٗدَ : كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ، وَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَايَفِرُّ اِذَا لَاقٰى وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ : اَنْكَحَنِیْ اَبِیْ اِمْرَاَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَكَانَ يَتَعَاهَدُ كَنَّتَهٗ، "اَیِ امْرَاَةَ وَلَدِهٖ" فَيَسْاَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا فَتَقُوْلُ لَهٗ : نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَّجُلٍ لَمْ يَطَأْلَنَا فِرَاشًا وَلَمْ يُفَتِّشْ لَنَاكَنَفًا مُنْذُ اَتَيْنَاهُ. فَلَمَّا طَالَ ذٰلِکَ عَلَيْهِ ذَكَرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "اَلْقِنِیْ بِهٖ " فَلَقِيْتُهٗ بَعْدَ ذَالِکَ فَقَالَ : كَيْفَ تَصُوْمُ ؟ " قُلْتُ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ : وَكَيْفَ تَخْتِمُ : " قُلْتُ كُلَّ، لَيْلَةٍ وَذَكَرَ نَحْوَمَا سَبَقَ. وَكَانَ يَقْرَأُ عَلٰى بَعْضِ اَهْلِهِ السُّبْعَ الَّذِیْ يَقْرَؤُهٗ : يَعْرِضُهٗ مِنَ النَّهَارِ لِيَكُوْنَ اَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَتَقَوّٰى اَفْطَرَ اَيَّامًا وَاَحْصٰى وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَتْرُکَ شَيْئًا فَارَقَ عَلَيْهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: كُلُّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ صَحِيْحَةٌ مُعْظَمُهَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَقَلِيْلٌ مِنْهَا فِي اَحَدِهِمَا .

(۱۵۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو میرے بارے میں بتایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ جب تک میری زندگی ہے میں دن کو روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام اللیل کروں گا، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے یہ بات کہی ہے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان میں نے کہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس طرح نہ کرسکو گے، سو تم روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو، آرام بھی کرو اور قیام بھی کرو، تم مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو، ایک نیکی کا دس گنا ثواب ہوتا ہے اس طرح ایسا ہوگا جیسے ساری زندگی بھر روزے رکھ لئے، میں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ قدرت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھ لو اور دو دن افطار کرلو، میں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ قدرت ہے، فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھ لو اور ایک دن افطار کرلو، روزوں کا یہ طریقہ داؤد علیہ السلام کا تھا اور یہ روزوں کا سب سے معتدل طریقہ ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ افضل صیام ہیں، میں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کی قدرت ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں، اور اگر میں ان تین روزوں کو قبول کرلیتا جن کے بارے میں آپ ﷺ نے اول مرتبہ ارشاد فرمایا تھا تو یہ مجھے میرے اہل اور مال سے زیادہ محبوب ہوتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا مجھے نہیں بتایا گیا کہ تم دن میں روزے رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح نہ کرو بلکہ روزہ بھی رکھ لو اور افطار بھی کرلو اور آرام بھی کرو اور قیام اللیل بھی کرلو کہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے تمہاری بیوی کا تمہارے اوپر حق ہے، مہمان کا تمہارے اوپر حق ہے، بس مہینے میں تین دن روزے رکھنا تمہارے لئے کافی ہے کہ تمہیں ہر نیکی کا دس گنا ملے گا اور اس طرح تمہارے روزے زندگی بھر کے روزے ہو جائیں گے، لیکن میں نے خود ہی اپنے آپ پر سختی کی تو مجھ پر بھی سختی ہوگئی، میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے اندر قوت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو، اور اس پر زیادتی نہ کرو، میں نے عرض کیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کیا تھے؟ فرمایا: نصف دَهرٌ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص جب بوڑھے ہوئے تو فرمایا کرتے تھے کہ اے کاش میں رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ رخصت کو قبول کرلیتا۔

ایک اور رُوایت میں ہے کہ کیا مجھے نہیں بتلایا گیا کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور ہر روز رات کو تلاوت کرتے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ مگر میرا ارادہ اس عمل سے حصول خیر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کے طریقے پر روزے رکھو وہ اللہ کے بڑے عابد بندے تھے، اور قرآن پورے مہینے میں پورا کرو، میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ میں اس سے زیادہ عمل کی قدرت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیس دن میں تلاوت کرو، میں نے عرض کیا یا نبی اللہ میں اس سے زیادہ کی قدرت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دس دن میں پڑھ لیا کرو، میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ میں اس سے زیادہ کی قدرت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا سات دن میں پڑھ لیا کرو اور اس سے زیادہ نہ کرو، میں نے اپنے اوپر سختی کی تو سختی کی گئی، مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہیں کیا

معلوم ہوسکتا ہے تمہاری عمر لمبی ہو جائے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا وہی حال ہوا جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا، بوڑھا ہو گیا تو میں چاہنے لگا کہ کاش میں حضور ﷺ کی دی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری اولاد کا بھی تجھ پر حق ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا روزہ نہیں ہے جو ہمیشہ روزہ رکھے، ایک اور روایت میں ہے اللہ کے نزدیک پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، وہ آدھی رات آرام کرتے اور رات کے تیسرے حصے میں قیام فرماتے اور پھر چھٹا حصہ آرام فرماتے ایک دن روزہ رکھا کرتے اور ایک دن افطار اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہتے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میرے والد نے ایک خاندانی عورت سے میرا نکاح کر دیا، وہ اپنے بیٹے کی بیوی کو دیکھنے آیا کرتے تھے اور اس سے اس کے شوہر کے بارے میں دریافت کر لیتے وہ ان سے کہتی کہ بہت اچھا آدمی ہے جب سے ہم آئے ہیں اس نے نہ ہمارے بستر پر پاؤں رکھا اور نہ ہمارا پردہ اٹھایا جب اس حالت پر کچھ وقت گزر گیا تو (حضرت عبداللہ کے والد) نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ بات بیان کی آپ ﷺ نے فرمایا، میری ملاقات کراو، چنانچہ اس کے بعد میں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی، آپ ﷺ نے فرمایا روزے کس طرح رکھتے ہو، میں نے عرض کیا ہر روز، آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم کتنے دن میں ختم کرتے ہو میں نے عرض کیا ہر رات پھر اسی طرح واقعہ بیان کیا جس طرح گزر چکا ہے، وہ گھر میں روزانہ قرآن کریم کا ساتواں حصہ گھر کے کسی فرد کو سناتے تا کہ رات کو آسانی سے تلاوت کر سکیں، جب کبھی جسمانی توانائی کی ضرورت محسوس کرتے تو کئی دن کا افطار کرتے اور ان کو شمار کر کے یہ روزے پھر رکھتے، انہیں پسند نہیں تھا کہ کوئی عمل ان سے رہ جائے جسے وہ حیاتِ طیبہ ﷺ میں کیا کرتے تھے۔

یہ تمام روایات صحیح ہیں، ان میں سے اکثر روایات صحیحین میں ہیں اور کم روایات ایسی ہیں جو صحیحین میں سے کسی ایک میں ہیں۔

تخریج حدیث (۱۵۰): صحیح البخاری، کتاب الصوم، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر

کلمات حدیث: ما عشت : جب تک میں زندہ رہوں۔ عاش عیشا (باب ضرب) زندگی گزارنا۔ زورك : تمہارا مہمان۔ زار زیارۃً (باب نصر) زیارت کرنا، ملاقات کرنا۔ بحسبك : تمہیں کافی ہے، یفتش، فتش، تفتیشاً : بحث کرنا، سوال کرنا، تلاش کرنا۔

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت بنی نوع انسان میں سب سے افضل جماعت ہے، رسول کریم ﷺ کی تربیت نے انہیں جلا بخشی تھی اور ان کے نفوس کو پاکیزہ بنا دیا تھا اور ان میں خشیت الٰہی کی ایسی کیفیت پیدا فرما دی تھی کہ وہ گویا جنت دوزخ کو اپنے سامنے دیکھتے تھے، ان میں دنیا کی فنا اور آخرت کی بقا کا تصور اس قدر گہرا ہو گیا تھا کہ وہ ہر وقت اور ہر لحہ ان اعمال صالحہ کی فکر میں لگے رہتے تھے جو دارِ آخرت کے انعام واکرام اور اللہ سبحانہ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں، متعدد صحابۂ کرام نے اپنی زندگیوں کو مکمل طور پر عبادت کے لئے وقف کر دینے کا ارادہ کیا مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بتایا کہ اس دین کی روح توسط واعتدال اور میانہ روی ہے اور اس

کے جملہ احکام ہر طرح کی افراط اور تفریط سے منزہ اور پاک ہیں، دین اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دین اور دنیا کے تمام فرائض وواجبات ادا کئے جائیں اور دنیا کے کام بھی اگر اخلاص اور حسن نیت سے اور اللہ کی رضا کے لئے کئے جائیں تو وہ بھی دین ہی کا حصہ ہیں، اس لئے ارشاد فرمایا کہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھ کا اور تمہاری بیوی کا تمہارے اوپر حق ہے اور تمہارے مہمان کا تمہارے اوپر حق ہے، غرض آدمی اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ اس طرح عبادت کرے کہ وہ ساری عمر اس کو نبھا سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طول عمری کی بھی پیش گوئی فرمادی تھی جو پوری ہوئی اور آخر میں خود حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں حضور ﷺ کی عطا کردہ رخصت کو قبول کر لیتا۔

(فتح الباری، عمدۃ القاری، دلیل الفالحین: ۱/ ۲۹۴)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

۱۵۱ . وَعَنْ اَبِیْ رِبْعِیِّ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِیْعِ الْاُسَیِّدِیِّ الْکَاتِبِ اَحَدِ کُتَّابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَقِیَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ : کَیْفَ اَنْتَ یَاحَنْظَلَةُ ؟ قُلْتُ : نَافَقَ حَنْظَلَةُ : قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاتَقُوْلُ : قُلْتُ: نَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُذَکِّرُنَابِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ کَاَنَّا رَأْیَ عَیْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا. قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : فَوَاللّٰهِ اِنَّا لَنَلْقٰی مِثْلَ هٰذَا، فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : فَقُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "وَمَاذَاکَ ؟" قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَکُوْنُ عِنْدَکَ تُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ کَاَنَّا رَأْیَ عَیْنٍ فَاِذَاخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِکَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْتَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَاتَکُوْنُوْنَ عِنْدِیْ وَفِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَائِکَةُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ وَلٰکِنْ یَاحَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ :

قَوْلُهٗ "رِبْعِیٌّ " بِکَسْرِالرَّاءِ " وَالْاُسَیِّدِیُّ " بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّیْنِ وَبَعْدَهَا یَاءٌ مُشَدَّدَةٌ مَکْسُوْرَةٌ. وَقَوْلُهٗ : "عَافَسْنَا" هُوَ بِالْعَیْنِ وَالسِّیْنِ الْمُهْمَلَتَیْنِ : اَیْ عَالَجْنَا وَلَاعَبْنَا. "وَالضَّیْعَاتُ " : الْمَعَایِشُ.

(۱۵۱) حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول کریم ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملاقات کی اور پوچھا حنظلہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ حنظلہ تو منافق ہوگیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور وہ ہمیں جنت اور دوزخ کی

یاددلاتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آجاتے ہیں اور اپنے اہل خانہ اولاد اور مال وزمین میں مشغول ہوجاتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! ہماری بھی یہی کیفیت ہے، غرض میں اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوئے اور ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے میں نے عرض کیا یارسول اللہ حنظلہ تو منافق ہوگیا، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمارے سامنے جنت وجہنم کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم ایسا محسوس کرتے ہیں کہ گویا ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن جب آپ ﷺ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور اپنے اہل خانہ اولاد اور مال وزمین میں مشغول ہوجاتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہاری وہ کیفیت جو میرے پاس ہوتی ہے مستقل باقی رہے اور اسی طرح ذکر میں رہو تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں میں ملاقات کریں، لیکن حنظلہ کوئی کوئی ساعت۔ تین مرتبہ فرمایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۵۱): صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فضل دوام الذکر .

راوی حدیث: حضرت ابوربعی حنظلہ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے مراسلات اور خطوط تحریر فرمایا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں غزوۂ طائف سے قبل بنوثقیف کی طرف سفیر بنا کر بھیجا، آپ سے آٹھ حدیث مروی ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں انتقال فرمایا۔ (اسد الغابه:۲/۴۳، الاصابة فی تمییز الصحابه:۲/۴۳)

کلمات حدیث: نافق : منافق ہوگیا۔ مُنافَقه (باب مفاعله) بظاہر اسلام ظاہر کرنا اور دل میں کفر چھپانا۔ الضیعات : زمینیں، باغ۔ واحد ضیعة ۔ لَصافحتكم :تم سے مصافحہ کریں۔ صافح (باب مفاعله) مصافحة : ہاتھ ملانا، مصافحہ کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرتے اور اچھے اعمال کی جانب تیزی سے دوڑتے اور اس کے ساتھ ہی انہیں ایمان میں اپنے مقام اور مرتبہ کا بھی خیال رہتا چنانچہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ محسوس کیا کہ دربار رسالت ﷺ میں موجودگی کے وقت ان میں خشیت الٰہی کی ایک خاص کیفیت ہوتی ہے اور فکر آخرت کا ...م ہوتا ہے کہ گویا جنت ودوزخ آنکھوں کے سامنے ہیں لیکن حضور کی مجلس سے اٹھ آنے کے بعد اور کاروبار حیات میں مشغول ہوجانے کے بعد یہ کیفیت ماند پڑجاتی ہے کہیں یہ ضعف ایمان کی علامت تو نہیں ہے؟ اسی فکر وتردد میں تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی اور انہوں نے بھی تصدیق کی کہ اسی طرح ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری وہ کیفیت جو میرے پاس ہوتے ہوئے ہوتی ہے مسلسل باقی رہے اور کاروبار حیات میں مصروفیت سے یہ کیفیت منقطع نہ ہو تو تم فرشتوں کی جماعت میں شامل ہوجاؤ اور فرشتے نازل ہوں اور ہر جگہ تم سے مصافحہ کرنے لگیں، مگر کوئی ساعت کیسی ہے اور کوئی کیسی۔ یعنی کبھی یہ کیفیت کبھی وہ کیفیت۔

فرشتوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سراپا خیر بنایا ہے ان میں شر کا کوئی عنصر نہیں ہے وہ شب وروز مسلسل اللہ کی تسبیح میں مشغول رہتے ہیں

اور اس تسبیح وتحمید کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں کرتے اور وہ کبھی اور کسی مرحلہ میں حکم الٰہی کی خلاف ورزی نہیں کرتے، لیکن انسان فرشتوں کی طرح نہیں ہے، اگر وہ کیفیت جو میرے پاس ہوتی ہے وہ مستقل باقی رہے تو فرشتے تمہارے تکریم وتعظیم کرنے لگیں۔

لیکن انسان پر لمحات آتے ہیں کوئی وقت عبادت کا حق اور مناجات رب کا ہے اور کوئی دنیا کی زندگی میں اشتغال کا اور احوال ومواجیہ باقی نہیں رہتے آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں، غرض احوال ومواجیہ وقتی ہیں اور اصل مقصود رب کی بندگی اور اس کی رضا کا حصول ہے۔

(دلیل الفالحین: ۱/۲۹۷)

نذر صرف ایسی عبادت کی ہوتی ہے جو شرعاً مقصود ومطلوب ہو

۱۵۲۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَأَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا أَبُوْإِسْرَائِيْلَ نَذَرَ أَنْ يَقُوْمَ فِي الشَّمْسِ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُوْمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۵۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے ایک شخص کو کھڑے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے اس کے بارے میں استفسار فرمایا لوگوں نے کہا کہ یہ ابواسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا نہ بیٹھے گا اور نہ سائے میں آئے گا اور بات نہیں کرے گا اور روزہ رکھے گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے حکم دو کہ بات کرے اور سائے میں آئے بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۵۲): صحيح البخاري، كتاب الايمان والنذور، باب النذرفيما لا يملك وفي معصية.

کلمات حدیث: نذر، نذرًا، ونذورًا (ضرب اور نصر) نذر ماننا۔

شرح حدیث: ابن رجب امام نووی رحمہما اللہ کی الاربعین کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جس عمل کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ذریعہ تقرب الی اللہ نہ قرار دیا ہو اس کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے، اور جو عمل کسی ایسی عبادت میں قربت ہو جس کو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے عبادت قرار دیا ہو وہ اس عبادت سے جدا ہو کر قربت نہیں ہے، یعنی قیام مثلاً نماز میں تو قربت ہے لیکن نماز کے علاوہ محض کھڑے ہو جانا قربت نہیں ہے بلکہ ہر قربت کے لئے لازم ہے کہ اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے قربت قرار دیا ہو، روزہ چوں کہ قربت ہے اس لئے اس کو پورا کرنے کا حکم فرمایا، مگر پانچ ایام جن کے روزے رکھنا منع ہے یعنی عیدین اور ایام تشریق تو ان میں سے کسی دن کے روزے کی نذر ماننا صحیح نہیں اور نہ یہ روزہ ہوگا، بلکہ معصیت اور بلاوجہ بھوکا رہنا ہے۔

(دليل الفالحين: ۱/۲۹۸، فتح الباري: ۲/٤٩٥)

☆☆☆☆☆

البَابُ(۱۵)

فِي الْمُحَافَظَةِ عَلَى الْأَعْمَالِ

محافظتِ اعمال

۵۵. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ وَلَا يَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾

اللہ سبحانہ نے فرمایا:

"کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کو گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جو اترا ہے سچا دین اور نہ ہوں ان جیسے جن کو کتاب ملی تھی اس سے پہلے پھر دراز گزری ان پر مدت پھر سخت ہوگئے ان کے دل اور بہت ان میں نافرمان ہیں۔" (الحدید:۱٦)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ وقت آگیا ہے کہ اہل ایمان کے دل اللہ کی یاد، قرآن کریم اور اس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں اور نرم ہو کر گڑگڑانے لگیں ایمان وہی ہے کہ دل نرم ہو نصیحت کا اور اللہ کی یاد کا اثر قبول کرے، اہل کتاب بھی اولاً اپنے پیغمبروں کی صحبت سے یہ باتیں اپنے اندر رکھتے تھے مدت بعد غفلت چھائی گئی دل سخت ہوگئے اور اکثر نے سرکشی اور نافرمانی کی روش اپنالی، اب اہل اسلام بھی اپنے رسول ﷺ کی صحبت میں رہ کر (اور ان کی حدیث وسنت سے مستفید ہو کر) نرم دلی انقیاد کامل اور اللہ کے سامنے خشوع وخضوع اختیار کریں اور اس مقام بلند پر پہنچیں، جس پر پچھلی امتیں نہ پہنچ پائیں۔

(معارف القرآن، تفسیر مظهری، تفسیر عثمانی)

۵٦. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ٱبْنِ مَرْيَمَ وَءَاتَيْنَٰهُ ٱلْإِنجِيلَ وَجَعَلْنَا فِى قُلُوبِ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ٱبْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَٰهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ٱبْتِغَآءَ رِضْوَٰنِ ٱللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ﴾

نیز فرمایا:

"اور پیچھے بھیجا ہم نے عیسی مریم کے بیٹے کو اور اس کو ہم نے دی انجیل اور رکھ دی اس کے ساتھ چلنے والوں کے دلوں میں نرمی اور مہربانی اور ایک ترک دنیا کا جو انہوں نے نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں لکھا تھا یہ ان پر مگر کیا چاہئے کو اللہ کی رضامندی، پھر نہ نباہا اس کو جیسا کہ چاہئے تھا نباہنا۔" (الحدید:۲۷)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ انسانوں کی ہدایت اور ان کی حق کی جانب راہنمائی کے لئے ہر دور اور ہر زمانے میں انبیاء آتے رہے اور سب سے آخر میں حضرت عیسی علیہ السلام تشریف لائے جو ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں

اللہ نے نرمی پیدا فرمادی تھی اور وہ خلق کے ساتھ اور آپس میں محبت سے پیش آتے اور مہربانی کا سلوک کرتے لیکن آگے چل کر ان کے متبعین بے دین بادشاہوں کے مظالم سے تنگ آ کر اور دنیا کے مخمصوں سے گھبرا کر ایک نئی بدعت رہبانیت کی نکال لی جس کا اللہ نے انہیں حکم نہیں دیا تھا مگر ان کی نیت یہ تھی کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کریں بعد میں اس کی بھی رعایت نہ کر سکے، انہوں نے یہ رسم نکالی تھی کہ ترک دنیا کر کے جنگلوں میں رہتے مخلوق سے دور رہتے اور عبادت وبندگی میں لگے رہتے، مگر اس ترک دنیا کے پردے میں پھر دنیا میں ملوث ہو گئے اور جو بدعت خود ایجاد کی تھی اس کی بھی رعایت نہ کر سکے، اسلام نے اعتدال فطری سے متجاوز رہبانیت کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ عملی زندگی میں تمام حقوق فرائض کی ادائیگی اور جملہ امور میں اللہ کے احکام کی اطاعت اور پیروی کو لازم قرار دیا ہے۔

(تفسیر عثمانی، تفسیر مظہری)

۵۷. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّتِى نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنۢ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَـٰثًا ﴾

اور فرمایا:

''اور اس عورت کی طرح نہ ہو جانا جس نے محنت سے سوت کاتا پھر اس کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا''(النحل: ۹۲)

۵۸. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ ٱلْيَقِينُ ۝٩٩ ﴾

مزید فرمایا:

''اور اپنے رب کی عبادت کئے جایہاں تک کہ تمہاری موت کا وقت آجائے۔''(الحجر: ۹۹)

تیسری اور چوتھی آیت کا مقصود یہ ہے کہ اللہ کے دین پر عمل اور اس پر استقامت اور عبادت رب جب تک زندگی باقی ہے یعنی زندگی مسلسل عمل صالح سے عبارت ہے یہ نہیں آج عمل کر لیا اور چھوڑ دیا اور اطاعت بھی کر لی اور نافرمانی بھی کر لی اور اس دیوانی کی طرح ہو گئے جس نے دن بھر محنت مشقت کر کے سوت کاتا اور شام کو پارہ پارہ کر دیا، عمل صالح پر عدم استقامت اور اطاعت کی زندگی کے بعد نافرمانی کی مثال اسی طرح ہے۔ (تفسیر عثمانی)

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَمِنْهَا حَدِيثُ عَائِشَةَ وَكَانَ أَحَبُّ الدِّيْنَ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ وَقَدْ سَبَقَ قَبْلَهُ .

اور احادیث میں ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دین کا وہ کام زیادہ محبوب تھا جس پر اس کا کرنے والا مداومت اختیار کرے، اور یہ حدیث باب ماقبل میں گزر چکی ہے۔

---

۱۵۳ . وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ مِنَ اللَّيْلِ اَوْعَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَقَرَأَهُ مَابَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهُ كَاَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ

اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۵۳) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنارات کا وظیفہ چھوڑ کر سو گیا یا اس سے اس کا کچھ حصہ رہ گیا اور اس نے نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان کسی وقت پورا کر لیا تو اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے کہ جیسے اس نے رات ہی کو پڑھا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۵۳): صحيح البخاري، كتاب الايمان والنذور، باب النذر فيما لا يملك وفي معصية .

کلمات حدیث: حِــــزْب : وہ حصہ یا جزء جو انسان اپنے لئے مقرر کر لے کہ مثلاً اس قدر تلاوت یا اس قدر تسبیح اس کی جمع احزاب ہے۔

شرح حدیث: متعدد احادیث مبارکہ میں اس امر کی تاکید آئی ہے کہ انسان جو عمل خیر کرے اس پر مداومت کرے اور اس طرح نہ کرے کہ کبھی کر لیا اور کبھی چھوڑ دیا، بلکہ بہترین عمل وہی ہے جو مستقل ہو اور پابندی کے ساتھ اس پر عمل ہوتا رہا، چنانچہ اس حدیث مبارک میں بھی یہی فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے رات کو پڑھنے کے لئے کوئی حزب یا وظیفہ یا ورد متعین کر لیا ہے تو اس کی پابندی کرے اور اگر کسی عذر کی بنا پر نہ کر سکے تو اگلے دن ظہر کے وقت سے پہلے پہلے پورا کر لے کہ اگر اس وقت کے اندر پورا کرے تو اللہ کے یہاں اس کا اجر و ثواب اسی طرح لکھا جائے گا جیسے اس نے یہ عمل رات ہی کو کیا ہو، اور بلکہ اگر اس کو اپنے معمول کے چھوٹ جانے پر افسوس اور رنج ہوا ہے تو اس کو اجر و ثواب دہرا ملے گا۔ (دليل الفالحين: ۱/۳۰۳)

جس عبادت کا معمول ہے اس کو چھوڑ دینا برا ہے

۱۵۴ ۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَاعَبْدَاللّٰهِ لَاتَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۵۴) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عبداللہ فلاں کی طرح نہ ہو جانا جو رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے قیام کرنا چھوڑ دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۴): صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب ما يكره من ترك قيام الليل لمن كان يَقُوْمُه' .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا جس نے قیام اللیل شروع کیا اور پھر اسے ترک کر دیا بلکہ جو عمل بھی کرو اس پر مداومت اختیار کرو، عمل خواہ کم ہو یا زیادہ اس کا مستقل اور ہمیشہ ہونا بہتر ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوشش کی کہ میں اس شخص کا نام معلوم کروں مگر میں نہیں معلوم کر سکا مزید فرماتے ہیں کہ خود رسول کریم ﷺ اس طرح کے مواقع پر نام نہیں لیا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ جہاں کوئی برائی کا پہلو ہو وہاں ستر ہی بہتر ہے۔

(فتح الباری : ۱/۷۲٤، دلیل الفالحین : ۱/۳۰۲)

رسول اللہ ﷺ کا تہجد کی قضاء کرنا

۱۵۵. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ اَوْغَيْرِهٖ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۵۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی بیماری وغیرہ کی وجہ سے رات کی نماز (یعنی تہجد کی نماز) فوت ہوجاتی تو دن کو بارہ رکعت پڑھتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۵۵): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب جامع صلاۃ اللیل و من نام عنه او فرض.

کلمات حدیث: فاتت، فات، فوتا (باب نصر) کام کا وقت جاتا رہنا، گزرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی بیماری کی وجہ سے یا کسی اور عذر سے تہجد کی نماز رہ جاتی تو آپ ﷺ اگلے روز بارہ رکعت پڑھ لیتے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قضاء کے طور پر نہیں بلکہ بطور تلافی کے تاکہ جو عمل رہ گیا ہے اسے پورا کرلیا جائے، نفل نمازوں کی قضا کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ جو بغیر وتر پڑھے یا سنن پڑھے سوجائے وہ اس وقت پڑھ لے جب اسے یاد آجائے۔

بعض علماء کے نزدیک تہجد کی نماز آپ ﷺ پر فرض تھی جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: ﴿ نَافِلَةً لَّكَ ﴾ کہ پانچ نمازوں کے علاوہ تہجد کی نماز آپ ﷺ پر زائد فرض ہے، اگرچہ اس قول کو علامہ قرطبی رحمہ اللہ اور دوسرے محققین مفسرین ومحدثین نے مرجوع قرار دیا ہے، بہرحال اس قول کے اعتبار سے آپ ﷺ کے نماز تہجد کے فوت ہونے پر اس کی قضا کرنے میں کوئی اشکال نہیں اور اگر راجح قول کو لیا جائے کہ آپ ﷺ کے لئے اور تمام امت کے لئے تہجد نفل ہے تو تہجد کی قضا کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ نوافل کی قضاء اگرچہ ضروری نہیں تاہم اگر اس کا اہتمام کرلیا جائے تو مستحب ہے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۳۰۳، روضة الصالحین : ۱/٤۰٤، شرح مسلم للنووی : ٦/۲۲)

الباب (١٦)

فی الأمر بالمحافظة علی السنة و أدابها
سنت وآداب سنت کی محافظت کے بیان میں

٥٩. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''اور جو تمہیں رسول اللہ ﷺ دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔'' (الحشر: ۷)

تفسیری نکات: پہلی آیت کا اصل مورد احکام فئے کا بیان ہے کہ فئے کے مال کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ جس کو جتنا دیں لے لو اور جو نہ دیں اس سے باز رہو اور اِتَّقُوا اللّٰہ کہہ کر اس حکم کو مزید مؤکد کر دیا، لیکن آیت کے الفاظ عام ہیں اور مفسرین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آیت کا عموم تمام امور اور جملہ احکام کو مشتمل ہے۔

صحابۂ کرام جو قرآن کے پہلے مخاطب تھے وہ بھی یہی مفہوم سمجھتے تھے کہ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کو واجب التعمیل قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا تو اسے کہا کہ یہ کپڑے اتار دو، اس شخص نے کہا کہ اس حکم کے متعلق کیا کوئی قرآن کی آیت ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں اور یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ (معارف القرآن، تفسیر مظهری)

(نوٹ) مال فئی سے مراد وہ مال جو کفار سے جنگ کے بغیر حاصل ہو۔

٦٠. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى ﴿٤﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''اور آپ کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہتے یہ تو وحی ہے جو انہیں وحی کی گئی ہے۔'' (النجم: ۳، ۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سب وحی ہے، جو وحی قرآن میں ہے وہ وحی متلو ہے اور اس کے علاوہ آپ کے تمام فرمودات وحی غیر متلو ہیں سنت کی اتباع بھی ہر مسلمان پر لازم ہے کہ قرآن اور سنت ایک دوسرے کے ساتھ لازم ملزوم ہیں سنت کی حیثیت قرآن کے بیان کی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس نے سنت کا انکار کیا اس نے قرآن کا بھی انکار کیا۔

٦١. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾

نیز فرمایا:

''کہیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں محبوب رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔''

(آل عمران: ۳۱)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ کی محبت کا معیار رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل ہے جو جس قدر اتباع سنت پر عمل کرے گا اتنا ہی وہ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہوگا، اگر آج دنیا میں کسی کو اپنے مالک حقیقی سے محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو اس پر لازم ہے کہ اس دعویٰ محبت کو اتباع سنت نبوی ﷺ کی کسوٹی پر پرکھ کے دیکھ لے جو شخص جس قدر رسول اللہ ﷺ کی راہ پر چلتا اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت کو مشعل راہ بناتا ہے اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ وہ دعویٰ حب الٰہی میں سچا ہے اور جتنا اس دعویٰ میں سچا ہوگا اتنا ہی حضور ﷺ کی پیروی میں مضبوط اور اتباع اسوۂ حسنہ میں مستعد پایا جائے گا جس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا اور اللہ کی محبت اور حضور ﷺ کی سنت کی اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (تفسیر عثمانی)

۶۲. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْآخِرَ ﴾

نیز فرمایا:

''تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے اس کے لئے جو اللہ سے ملنے کی اور روز قیامت کی امید رکھتا ہو۔''

(الاحزاب: ۲۱)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں ان کے لئے حیات طیبہ ﷺ میں ایک بہترین نمونۂ عمل موجود ہے اور اہل ایمان پر لازم ہے کہ ہر معاملہ ہر حرکت وسکون اور ہر کام میں ان کے نقش قدم پر چلیں اور کسی معاملہ میں سرمو ان کی سنت سے انحراف نہ ہو۔ (تفسیر عثمانی)

۶۳. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ۝٦٥ ﴾

اور فرمایا کہ

''تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ مؤمن نہ ہوں گے جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں بلکہ اسے خوشی سے مان لیں۔'' (النساء: ۶۵)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں اللہ کی قسم یہ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک یہ لوگ اے رسول ﷺ تمہیں اپنے تمام چھوٹے بڑے مالی اور جانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ مان لیں کہ تمہارے فیصلے سے ان کے جی میں کچھ تنگی اور ناخوشی نہ

آنے پائے اور تمہارے ہر حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کرلیں۔ (تفسیر عثمانی)

۶۴. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ ﴾

نیز فرمایا:

اگر کسی امر میں تمہارا اختلاف ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔" (النساء: ۵۹)

قَالَ الْعُلَمَآءُ : مَعْنَاهُ اِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ .

علماء نے فرمایا کہ مراد اللہ کی کتاب اور سنت کی جانب رجوع ہے۔

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ جب بھی تمہارے درمیان کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جس میں تم آپس میں اختلاف کرو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے طالب ہو اور جو فیصلہ قرآن و سنت سے ملے اس پر عمل کرو اگر تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ جو ان کا حکم ہو وہ بلا تأمل قبول کرو، جو حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دیا ہے اور اس میں کسی تفصیل و تشریح کی حاجت نہیں ہے جیسے شرک اور کفر کی ممانعت اللہ واحد کی عبادت و بندگی وغیرہ جیسے امور یہ براہ راست احکام ربانی ہیں ان کی تعمیل بلا واسطہ حق تعالیٰ کی اطاعت ہے، قرآن کریم کے احکام کا ایک حصہ وہ ہے جو مجمل ہے اور اس میں تفصیل کی احتیاج ہے اس حصہ کی تفصیل رسول اللہ ﷺ نے اپنی قولی احادیث اور اپنی عملی سنت سے فرمائی ہے، جو خود بھی وحی ہے، اور اللہ کے رسول ﷺ کا ہر ہر فرمان حکم الٰہی کا ترجمان ہے۔ (معارف القرآن، تفسیر مظھری)

۶۵. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔" (النساء: ۸۰)

تفسیری نکات: ساتویں آیت میں فرمایا کہ جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی یعنی اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کا پیمانہ رسول ﷺ کی اطاعت ہے اور یہ بات بالکل معقول ہے کیوں کہ اللہ کے احکام جو قرآن میں مذکور ہیں وہ بھی ہمیں رسول ہی کے توسط سے ملے ہیں اور قرآن کریم میں جو احکام مجمل مذکور ہیں تو خود قرآن نے بیان کا فریضہ رسول ﷺ کے سپرد کیا ہے اور کہا ہے کہ: ﴿ لتبین للناس مانزل الیھم ﴾ (تا کہ آپ لوگوں کے لئے بیان کردیں جو ان کے لئے احکام نازل کئے گئے ہیں) اس لئے اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع اور ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی ہر حال میں لازم ہے، اور رسول کریم ﷺ کی اتباع دراصل اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان کی علامت ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے

فرمایا کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے اور یوم آخرت پر یقین رکھنے والے ہی اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی کرنے والے ہیں۔

(معارف القرآن، تفسیر عثمانی، تفسیر مظہری)

۲۷. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''جو لوگ اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت آجائے یا دردناک عذاب نازل ہو۔''

(النور:۶۳)

تفسیری نکات: آٹھویں آیت میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں کو قرآن کریم کے ذریعے سے اللہ تک پہنچنے کی سیدھی راہ بتلاتے ہیں، جو اللہ کی اور رسول ﷺ کی بتائی ہوئی راہ پر چلے گا وہی سیدھی راہ پر چلنے والا ہوگا اور جو اس راہ سے سرمو بھی انحراف کرے گا وہ سیدھی راہ سے بھٹکنے والا ہوگا۔

۲۶. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَإِنَّكَ لَتَهْدِىٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٢﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''اور بے شک آپ ﷺ راہنمائی کرتے ہیں سیدھی راہ کی جانب۔'' (الشوریٰ:۵۲)

تفسیری نکات: نویں آیت میں فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان کے دلوں میں کفر و نفاق کا فتنہ جڑ نہ پکڑ جائے اور اس طرح وہ دنیا کے مصائب اور آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

(تفسیر عثمانی)

۲۸. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِى بُيُوتِكُنَّ مِنْ ءَايَـٰتِ ٱللَّهِ وَٱلْحِكْمَةِ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِى الْبَابِ كَثِيْرَةٌ. وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ .

مزید فرمایا:

''اور تمہارے گھروں میں جو آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں بتائی جاتی ہیں انہیں یاد کرتی رہو۔''

(الاحزاب:۳۴)

تفسیری نکات: دسویں آیت میں ازواج مطہرات کو خطاب ہے کہ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں جو احکام اور دانائی اور حکمت کی باتیں ہیں انہیں سیکھو، یاد کرو اور دوسروں کو سکھاؤ اور اللہ کے احسان عظیم کا شکر ادا کرو کہ تم کو ایسے گھر میں رکھا جو حکمت کا خزانہ

اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ (تفسیر عثمانی)

رسول اللہ ﷺ سے بے جا سوالات کی ممانعت

١٥٦. فالأوّل عن ابی هريرة رضى الله عنه عن النبى صلّى الله عليه وسلّم قال: "دعونى ما تركتكم، انما اهلک من كان قبلكم كثرة سؤالهم واختلافهم على انبيائهم، فاذا نهيتكم عن شىء فاجتنبوه واذاامرتكم بامر فاتوا منه مااستطعتم" متفق عليه.

(۱۵۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں اس لئے کہ تم سے پہلے لوگ بکثرت سوال کرنے اور اپنے انبیاء کی تعلیم کے برخلاف کرنے سے ہلاک ہوئے ہیں، میں تمہیں جس بات سے منع کروں اس سے اجتناب کرو اور جب تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو جہاں تک ہو سکے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۵۶): صحيح البخارى، كتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول الله . صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب توقيره ﷺ وترك اكثار سواله عمالا ضرورة اليه .

کلمات حدیث: نهيتكم : میں نے تمہیں منع کیا۔ نَهى، نَهْيًا (باب نصر) روکنا، منع کرنا۔ النّاهى : منع کرنے والا۔ المُنْهى : وہ کام جس سے منع کیا گیا ہو، جمع مَنهيات .

شرح حدیث: قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَسْـَٔلُوا۟ عَنْ أَشْيَآءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ﴾

''اے ایمان والو! مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھول دی جائیں تو تم کو بری لگیں۔'' (المائدۃ: ۱۰۱)

یعنی جو امور رسول کریم ﷺ صراحتاً بتائیں اور جو احکام واضح فرمائیں ان پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں لیکن جس بات کے بارے میں رسول کریم ﷺ سکوت فرمائیں تو تم بھی سکوت اختیار کرو ایسا نہ ہو کہ سوال و جواب میں کوئی ایسا حکم آجائے جس پر عمل دشوار ہو جائے، جس طرح تحلیل و تحریم میں شارع کا بیان موجب ہدایت وبصیرت اور مبنی بر حکمت ہے اسی طرح ان کا سکوت بھی ذریعۂ رحمت وسہولت ہے، بحث وسوال کا دروازہ کھولنا جب کہ قرآن کریم نازل ہو رہا ہے اور اللہ کا رسول ﷺ موجود ہے اور باب تشریع مفتوح ہے تو بہت ممکن ہے کہ سوالات کے جواب میں بعض ایسے احکام نازل ہو جائیں جن سے وسعت ورحمت کی جگہ تنگی اور زحمت آجائے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے اور آپ ﷺ نے دوران خطبہ فرمایا کہ اللہ نے حج فرض کیا ہے حج کرو، ایک صحابی جن کا نام اقرع بن حابس تھا کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر سال؟ آپ ﷺ خاموش رہے انہوں نے تین مرتبہ سوال دھرایا مگر آپ ﷺ خاموش رہے، اور بعد میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اس وقت کہہ دیتا کہ ہاں تو ہر مسلمان پر ہر سال حج فرض ہو جاتا۔

(فتح الباری کتاب الاعتصام:٣/٥٩٥٧، دلیل الفالحین: ١/٣٠٦)

اطاعتِ امیر کی تاکید

١٥٧. اَلثَّانِیْ عَنْ اَبِیْ نَجِیْحِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَاالْعُيُوْنُ فَقُلْنَا:يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا قَالَ: "اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ تَاَمَّرَعَلَيْكُمْ عَبْدٌ (حَبَشِيٌّ) وَاِنَّه' مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْاعَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ:

"اَلنَّوَاجِذُ" بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ : اَلْاَنْيَابُ وَقِيْلَ الْاَضْرَاسُ.

(١٥٧) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسی پراثر نصیحت فرمائی کہ ہمارے دل لرز اٹھے اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں، ہم نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ تو الوداعی وعظ معلوم ہو رہا ہے ہمیں وصیت فرمایئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ کے تقویٰ کی اور سمع وطاعت کی اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام امیر بنا دیا جائے اور جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، پس تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی کرو، اس کو اپنے پچھلے دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور نئی نئی باتوں سے بچو اس لئے کہ ہر نئی بات گمراہی ہے۔ (ابو داؤد، ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

النواجذ، اضراس : پچھلے دانت۔

تخریج حدیث(١٥٧): سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب لزوم السنة. الجامع الترمذی، کتاب العلم، باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة.

راوی حدیث: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ اصحاب الصفہ میں سے تھے خود فرمایا کرتے تھے کہ اسلام قبول کرنے والوں میں میرا چوتھا نمبر ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پچھتر احادیث منقول ہیں ۷۵ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة)

کلمات حدیث: وَجِلَتْ، وَجِلَ، وَجْلًا (باب سمع) ڈرنا خوف محسوس کرنا۔ النَّوَاجِذ : پچھلے دانت۔ واحد، ناجذ : ڈاڑھ۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے ایک موقعہ پر اپنے اصحاب کو نصیحت فرمائی، بڑی پر اثر اور بہت بلیغ اور دل پر اثر کرنے والی، صحابۂ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) آپ (ﷺ) نے تو ایسی نصیحت فرمائی جیسے کوئی شخص رخصت ہوتے ہوئے کرتا ہے، آپ ہمیں وصیت فرمائیں، رسول کریم ﷺ نے یہ درخواست قبول فرمائی اور وصیت فرمائی جس کے تین اہم اجزاء ہیں۔

ہر حالت میں سمع وطاعت خواہ کوئی عبد حبشی بھی حاکم بنا دیا جائے۔ ہر حالت میں سنت نبوی ﷺ اور سنت خلفائے راشدین کی اتباع اور پیروی۔ اس کو پچھلے دانتوں سے خوب مضبوطی سے پکڑ لے کہ کہیں تم سے اللہ کے رسول ﷺ کی سنت نہ چھوٹ جائے اور نئی نئی باتوں سے اجتناب کیوں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

بدعت اس کو کہتے ہیں کہ جو بات اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت نہ ہو اور اسے دین سمجھ کر کیا جائے یعنی جو بات دین کی نہیں ہے اسے دین سمجھ کر کرنا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو بات قرآن کریم، سنت رسول ﷺ اور صحابۂ کرام کے منافی اور اجماع امت کے خلاف ہو تو وہ بدعت اور ضلالت ہے۔ (دلیل الفالحین: ۱/ ۸ ۳)

* * * * * * * * * * * *

اطاعت رسول اللہ ﷺ دخول جنت کا سبب ہے

۱۵۸ . اَلثَّالِثُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "كُلُّ اُمَّتِیْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى" قِيْلَ : وَمَنْ يَابٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ "فَقَدْ اَبٰى" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۵۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے، سوائے اس کے جو انکار کرے، کہا گیا یا رسول اللہ کون ہے جو انکار کرے گا آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۵۸): صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء، بسنن رسول اللّٰہ ﷺ .

کلمات حدیث: أَبٰی : انکار کیا۔ أَبٰی أَبَاءً (باب فتح وضرب) انکار کرنا، ناپسند کرنا۔

شرح حدیث: میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے اس کے جو انکار کرے، اور انکار کرنے والا وہ ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرے، ایک اور حدیث میں ہے کہ " من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ " (جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) اللہ کی اطاعت اور عدم اطاعت کا معیار رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ ﴾ (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) اور اسی طرح اللہ کی محبت بھی تابع ہے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے ﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ ﴾ (اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا) جو شخص جس قدر رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتا ہے اور آپ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا ہے وہی اللہ کی محبت کے دعویٰ میں اسی قدر سچا ہے اور جو اللہ کے رسول کی اتباع کرتا ہے وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے، اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (فتح الباری :۷۹۶/۳، دلیل الفالحین: ۱/ ۳۰۹، تفسیر عثمانی)

* * * * * * * * * * * *

الٹے ہاتھ سے کھانا تکبر کی علامت ہے

۱۵۹ . اَلرَّابِعُ عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ وَقِیْلَ اَبِیْ اِیَاسٍ سَلَمَةَ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ فَقَالَ :"کُلْ بِیَمِیْنِکَ" قَالَ : لَااَسْتَطِیْعُ قَالَ: لَااسْتَطَعْتَ" مَامَنَعَهٗ اِلَّاالْکِبْرُ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰی فِیْهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۵۹) حضرت سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا، آپ ﷺ نے فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اس نے کہا کہ میں نہیں کھا سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا (اللہ کرے) تو نہ کر سکے، اس حکم کی تعمیل میں اسے تکبر مانع تھا، لیکن اس کے بعد وہ فی الواقع اپنا داہنا ہاتھ منہ تک نہ لے جا سکا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۵۹): صحیح مسلم، حدیث (۲۱ ۰ ۱)

راوی حدیث: حضرت سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے بعد تمام غزوات میں شرکت فرمائی صلح حدیبیہ میں بیعت رضوان میں بھی موجود تھے اور تین مرتبہ بیعت فرمائی، ان سے مروی احادیث کی تعداد ۷۷ ہے جن میں ۱۶ متفق علیہ ہیں مدینہ منورہ میں ۷۴ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة : ۳/۱۱۸)

شرح حدیث: ایک شخص جس کا نام بسر بن راعی العیر تھا، تکبر سے اپنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا داہنے ہاتھ سے کھاؤ، اس نے ازراہ تکبر کہا کہ میں نہیں کر سکتا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے تو نہیں کر سکتا، اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ منہ تک نہ جا سکا، بغیر کسی عذر کے اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کی سزا دنیا میں بھی ملی، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ شخص منافق تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اس کے کھانے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ (الترغیب و الترھیب:۳/۱۲۸)

اس حدیث کی روشنی میں ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ احتیاط کرے اور کسی سنت کے بارے میں ہرگز یہ نہ کہے کہ میں نہیں کرتا یا مجھے پسند نہیں ہے (اعاذنا اللہ من ذلک) بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ میں ضرور کروں گا یا یہ کہ اللہ مجھے توفیق دے یا اللہ ہم سب کو اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز کی صفیں سیدھی رکھنے کا حکم

۱۶۰ . اَلْخَامِسُ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَکُمْ اَوْلَیُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَیْنَ وُجُوْهِکُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسَوِّیْ صُفُوْفَنَا حَتّٰی کَاَنَّمَا یُسَوِّیْ بِهَاالْقِدَاحَ حَتّٰی اِذَا رَاٰی اَنَّا قَدْعَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ یَوْمًا فَقَامَ حَتّٰی کَادَ اَنْ یُکَبِّرَ فَرَاٰی رَجُلًا بَادِیًا صَدْرُهٗ فَقَالَ عِبَادَاللّٰهِ

لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ".

(۱۶۰) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ضرور اپنی صفیں برابر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان مخالفت پیدا کر دے گا۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو سیدھا فرمایا کرتے تھے کہ گویا ان سے تیروں کو سیدھا کر رہے ہیں، حتی کہ آپ ﷺ کو یقین ہو گیا کہ ہم نے آپ ﷺ کے اس حکم کو سمجھ لیا ہے، پھر ایک روز باہر تشریف لائے کھڑے ہوئے قریب تھا کہ آپ تکبیر کہہ دیتے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سینہ باہر کو نکلا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بندو اپنی صفوں کو سیدھا کرو وگرنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔

تخریج حدیث(۱۶۰): صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب تسوية الصفوف عند الاقامة وبعدها . صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف واقامتها .

راوی حدیث: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ۵۹ھ میں حضرت امیر معاویہ نے انہیں کوفہ کا حاکم بنایا، ان سے "۱۲۴" احادیث منقول ہیں ۶۵ھ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، الاستیعاب)

کلمات حدیث: لَتُسَوُّنَّ : تم ضرور برابر کرو۔ سَوّیٰ، تسویۃ (باب تفعیل) برابر کرنا سیدھا کرنا۔ القداح : واحد، قدح: تیر۔

شرح حدیث: نماز باجماعت میں نمازیوں کی صفوں کی برابری کہ سب مل کر کھڑے ہوں اور کوئی ان میں آگے پیچھے نہ ہو اہتمام صلاۃ میں سے ہے متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے صفوں کے برابر کرنے کا حکم فرمایا ہے، غرض صفوں کا برابر کرنا سنت ہے، بعض علماء نے واجب بھی کہا ہے مگر بہرحال شرائط صلاۃ میں سے نہیں ہے۔

فرمایا کہ صفوں کو برابر کرو ورنہ اللہ تمہارے درمیان مخالفت پیدا کر دے گا، مطلب یہ ہے کہ آپس میں عداوت اور اختلاف پیدا فرما دے گا، ایک روایت میں قلوب کا لفظ آیا یعنی تمہارے دل ایک دوسرے سے بدل جائیں گے، اور ایک روایت میں لنطمس الوجوه . (اللہ تمہارے چہرے مسخ کر دے گا کے الفاظ آئے ہیں)

غرض رسول اکرم ﷺ نماز کی صفوں کے سیدھا ہونے کا بہت اہتمام فرماتے تھے اس طرح کہ گویا آپ تیروں کو سیدھا کر رہے ہیں، تیر جب تک بالکل سیدھا نہ ہو وہ ہدف تک نہیں جا سکتا تو بطور مثال بیان کیا گیا کہ صف اس قدر سیدھی فرماتے کہ جیسے اگر تیر کو بھی سیدھا کرنے کی ضرورت ہو تو اس سے سیدھا کیا جا سکتا ہے۔

(فتح الباري : ۱/۵۵۳، دليل الفالحين : ۱/۳۱۱، مظاهر حق جديد : ۱/۸۱۹)

سونے سے قبل آگ بجھانے کا حکم

۱۶۱. اَلسَّادِسُ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : احْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَةِ عَلٰی اَهْلِهٖ مِنَ اللَّیْلِ

فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَأْنِهِمْ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ النَّارَ عَدُوٌّ لَكُمْ فَإِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوْهَا عَنْكُمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٦١) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں رات کو ایک گھر میں آگ لگ گئی اور گھر والے جل گئے جب یہ بات آپ ﷺ کے سامنے ذکر کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آگ تمہاری دشمن ہے سونے کے وقت اسے بجھادیا کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٦١): صحيح البخاری، كتاب الاستيذان، باب لاتترك النار فی البيت عند النوم . صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب الأمر بتغطية الاناء وايكاء السقاء، واغلاق الابواب وذكر اسم الله واطفاء السراج والنار عند النوم .

کلمات حدیث: اِحْتَرَقَ : جل گیا۔ اِحْتِرَاق (باب افتعال) حَرَقَ حَرْقًا (باب نصر) جلانا۔ فَاَطْفِئُوْهَا، اسے بجھادو۔ طَفِئَ، طفوأً : بجھانا (باب سمع) المِطْفَأَة، آگ بجھانے کا آلہ۔

شرح حدیث: جناب نبی کریم ﷺ تمام بنی نوع انسان کے لئے نبی رحمت بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں آپ کی جملہ تعلیمات انسان کی اخروی فلاح اور دنیاوی کامیابی کا ضامن ہے، دنیا کے بھی آپ نے ان تمام امور کے بارے میں ہدایت فرمائی جس میں انسان کو مضرت اور تکلیف سے بچانا اور اس کی راحت وآرام کی تدبیر تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رات کو سونے سے پہلے کھانے پینے کے برتن ڈھانپ دو، پانی کے مشکیزے کا منہ بند کردو، دروازے بند کردو، چراغ بجھادو اور آگ ٹھنڈی کردو، اور اللہ کا نام لے کر بستر کی طرف جاؤ۔

فرمایا کہ آگ انسان کی دشمن ہے دنیا میں بھی جلاتی ہے اور انسان کے اعمال برے ہوئے تو مرنے کے بعد بھی جلائے گی اس لئے سونے سے پہلے آگ ٹھنڈی کردو، علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد امت کے لئے شفقت کے لئے ہے، ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ یہ امر وجوب کے لئے نہیں ہے، علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی سونے کا ارادہ کرے تو آگ بالکل بجھادے یا اسے اس طرح ڈھانپ دے کہ اس سے کسی نقصان کا اندیشہ نہ رہے، اس حکم کی خلاف ورزی بھی سنت کی خلاف ورزی ہے، ازاں بعد علامہ قرطبی نے ایک اور حدیث نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ چوہا جلتی ہوئی چراغ کی بتی کھینچ لایا اور اس کو آپ ﷺ کے سامنے اس چٹائی پر ڈال دیا جس پر آپ تشریف فرما تھے، اس سے بقدر درہم چٹائی جل گئی، آپ ﷺ نے فرمایا جب تم سونے لگو تو چراغ گل کردو کیوں کہ شیطان اس چوہے جیسے موذی کو اس حرکت پر آمادہ کرتا ہے اور وہ شیطان تمہیں جلا دیتا ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گھر میں آدمی تنہا ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ سونے سے پہلے ہر طرح کی آگ بجھادے اور اگر گھر میں کئی افراد ہوں تو کوئی ایک اس ذمہ داری کو پورا کرے اور سب سے زیادہ اس پر لازم ہے جو سب سے آخر میں سونے جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عام ہے اور ہر نوع کی آگ داخل ہے سوائے اس کے کہ مامون ہو جیسے بلب وغیرہ بظاہر ان کے جلے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتح الباری :٣/٢٨٦، عمدة القاری، دليل الفالحين :١/٣١٣)

دین کو قبول کرنے نہ کرنے کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں

۱۶۲. اَلسَّابِعُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ مَثَلَ مَابَعَثَنِىَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ. اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ : قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَاالنَّاسَ فَشَرِبُوْامِنْهَا وَسَقُوْا وَزَرَعُوْا، وَاَصَابَ طَائِفَةً مِنْهَا اُخْرٰى اِنَّمَا هِىَ قِيْعَانٌ لَاتُمْسِكُ مَآءً وَلَاتُنْبِتُ كَلَأً: فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ مَا بَعَثَنِى اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِىْ اُرْسِلْتُ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

فَقُهَ بضمِّ القاف على المشهورٌ او قيل بكسرها اي صار فقيهًا

(۱۶۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم دے کر مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال اس بارش کی سی ہے جو زمین پر برسی زمین کا جو عمدہ حصہ تھا اس نے پانی کو جذب کیا اور اس سے خوب گھاس اور سبزہ اگا، زمین کا ایک حصہ نشیبی تھا جس نے پانی روک لیا جس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فائدہ پہنچایا انہوں نے پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور کھیتیوں میں پانی دیا، ایک اور زمین میں پانی پہنچا جو چٹیل میدان تھی نہ اس میں پانی ٹھہرا اور نہ اس سے کوئی پیداوار ہوئی یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے دین کو سمجھا اور اس کو اس ہدایت وعلم سے فائدہ پہنچا جو اللہ نے مجھے دے کر مبعوث فرمایا ہے اس نے اس کو خود سیکھا اور دوسروں کو سکھلایا اور مثال اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر نہ اٹھایا اور نہ اس نے اس ہدایت کو قبول کیا جس کے ساتھ مجھے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ (متفق علیہ)

فَقُهَ : قاف کے ضمہ کے ساتھ اور کسرہ کے ساتھ بھی ہے۔ یعنی فقیہ ہوگیا، سمجھنے والا ہوگیا۔

تخریج حدیث (۱۶۲): صحيح البخارى، كتاب العلم، باب فضل من علم وعلّم . صحيح مسلم، كتاب الفضائل باب بيان مثل ما بعث النبى من الهدى والعلم .

کلمات حدیث: غيث : بارش۔ غاث، غيثاً (ضرب) بارش برسنا۔ فَاَنْبَتَ : نَبَتَ، نبتًا ونباتاً (نصر) سبزہ زار ہونا۔ نبات : زمین سے اگنے والا پودا یا سبزہ۔ جمع نباتات۔ کلأ : گھاس جمع اکلا، کلأ و کلی (باب سمع) سبزہ زار ہونا۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دلکش تمثیل کے ذریعے ارشاد فرمایا کہ زمین کی طرح انسانوں کی بھی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ایسی زرخیز زمین کہ جب اس پر بارش ہوئی تو اس نے پانی کو جذب کرلیا اور چند دنوں میں زمین لہلہا اٹھی، ہر طرف سبزہ زار ہوگیا پھول اور پھل نکل آئے اور ہر ذی حیات اس زمین کی کثرت پیداوار سے مستفید ہوا۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے کہ جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت سے اپنا قلب منور اور اپنا ذہن روشن کیا پھر یہ نور اور روشنی دور تک پھیل گئی اور ایک خلقت اس سے

مستفید ہوئی جیسے صحابۂ کرام فقہاءِ امت اور علمائے کرام۔

دوسری قسم: زمین نشیبی ہے پانی تو جذب نہیں کیا لیکن اسے اکٹھا کرلیا۔ اب انسان اور جانور سب اس جمع شدہ پانی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہ امتِ مسلمہ کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے علم کو محفوظ کیا اور اس کو دوسروں تک اسی طرح پہنچادیا جس طرح انہیں ملا تھا۔ جیسے محدثین کرام کہ انہوں نے احادیث کو حفظ کیا اور اسی طرح مکمل دیانت وامانت کے ساتھ امت کی امانت امت کے سپرد کردی۔

تیسری قسم: چٹیل میدان نہ تو اس نے پانی کو جذب کیا اور نہ جمع کیا۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے نہ علومِ نبوت سے خود استفادہ کیا اور نہ استفادہ کر کے دوسروں کو فائدہ پہنچایا۔ (شرح مسلم للنووی۔ عمدۃ القاری: ۴۶۹/۱۔ دلیل الفالحین: ۳۱۳/۱)

امت کو جہنم کی آگ سے بچانے کی رسول اللہ ﷺ کی انتھک کوشش

۱۶۳۔ اَلثَّامِنُ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَثَلِیْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَوْقَدَ نَارًا، فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيْهَا وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ يَدَیَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلْجَنَادِبُ" نَحْوُ الْجَرَادِ، وَالْفَرَاشِ، هٰذَا هُوَ الْمَعْرُوْفُ الَّذِیْ يَقَعُ فِی النَّارِ "وَالْحُجَزُ، جَمْعُ حُجْزَةٍ وَهِیَ مَعْقِدُ الْاِزَارِ وَالسَّرَاوِيْلِ.

(۱۶۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی اور مچھر اور پروانے آ کر اس میں گرنے لگے اور وہ انہیں آگ سے دور ہٹا رہا ہے میں بھی تمہیں پیچھے سے پکڑ پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں اور تم میرے ہاتھوں سے نکلے جارہے ہو۔ (مسلم)

الجنادب: ٹڈی اور مچھر کے مثل کیڑا، وہ مشہور کیڑا جو آگ میں گرا کرتا ہے۔ حُجز، حُجزۃ کی جمع ازار اور شلوار باندھنے کی جگہ۔

تخریج حدیث (۱۶۳): صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقتہ ﷺ۔

کلمات حدیث: الجنادب: جمع جندب ایک قسم کی ٹڈی۔ الفراش: پروانہ واحد فراشہ۔ حُجزۃ جمع حُجُز، حجز حجزاً (ضرب) روکنا۔ منع کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ امت پر انتہائی شفیق تھے آپ ﷺ چاہتے تھے کہ سب اسلام قبول کرلیں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے سرفراز ہو کر دنیا کی اور آخرت کی کامیابی حاصل کرلیں۔ آپ ﷺ نے امت دعوت پر اپنی اس شفقت کو اور اپنی اس شدید کوشش و آرزو کہ سب کے سب ہدایت یافتہ ہوجائیں ایک انتہائی خوبصورت مثال سے واضح فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ روشن کی اور لوگ اس میں پروانوں کی طرح گرنے لگے میں انہیں پیچھے سے پکڑ کر کھینچ رہا ہوں اور آگ سے بچا رہا ہوں لیکن لوگ میرے ہاتھوں سے نکلے جارہے ہیں اور اس آگ میں گر رہے ہیں۔ یعنی جہنم کی آگ ہلاکت و بربادی کی آگ اور جو لوگ اس میں گر

رہے ہیں وہ کافر، جاہل اور معاصی میں گرفتار اور دنیا کی محبت اور لذت پر ٹوٹنے والے۔ یہ دنیا پر ایسے ٹوٹے پڑے ہیں جیسے پروانے آگ پر گرتے ہیں۔ (دليل الفالحين : ١/٣١٤ـ روضة المتقين : ١/٢٠٨)

کھانے سے فراغت کے بعد برتن اور انگلیوں کو چاٹنے کا حکم

۱۶۴ . اَلتَّاسِعُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ : وَالصَّحْفَةِ وَقَالَ: "اِنَّكُمْ لَاتَدْرُوْنَ فِىْ اَيِّهَا الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِىْ رِوَايَةٍ لَه' : "اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى وَلْيَا كُلْهَا وَلَايَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ وَلَايَمْسَحْ يَدَه' بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَه' فَاِنَّه' لَايَدْرِىْ فِىْ اَىِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ" : وَفِىْ رِوَايَةٍ لَه' : "اِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَىْءٍ مِنْ شَانِهٖ حَتّٰى يَحْضُرَه' عِنْدَ طَعَامِهٖ فَاِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى فَلْيَا كُلْهَا وَلَايَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ ."

(١٦٤) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیوں اور کھانے کے برتن کو چاٹنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔ (مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ اگر تم میں سے کسی کا لقمہ ہاتھ سے گر جائے تو اسے اٹھالے اور جو کچھ اسے لگ گیا ہوا سے صاف کر کے کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور اپنے ہاتھ کو رومال سے نہ صاف کرے جب تک اپنی انگلیوں کو نہ چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ شیطان تمہارے ہر کام میں اور ہر امر میں موجود ہوتا ہے یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی موجود ہوتا ہے۔ تو اگر تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اس کو صاف کر لے اگر اس پر کچھ لگ گیا ہے اور اسے کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔

تخریج حدیث(۱۶۴): صحيح مسلم، كتاب الاشربه، باب استحباب لعق الاصابع و القصعة .

کلمات حدیث: يَلْعَقُ ، لَعِقَ لَعْقاً (باب سمع) زبان سے چاٹنا۔ اَلصَّحْفَة، پیالہ جمع صِحَاف .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو پیدا فرمایا اور وہی سب کو رزق دیتا ہے حتیٰ کہ برف پوش پہاڑ کی تہ میں چھپے ہوئے کیڑے کو بھی رزق دیتا ہے اور انسان کو بھی وہی رزق دیتا ہے اگر اللہ رزق نہ دے تو انسان رزق نہیں حاصل کر سکتا، انسان اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ ہے اسے جب اللہ کا رزق عطا ہو تو تواضع اور خاکساری سے کھائے اور کھانا ختم کر کے اپنی انگلیاں چاٹ لے اور برتن بھی چاٹ لے جس میں کھانا کھایا ہے اور اگر کوئی لقمہ گر جائے اس کو اٹھالے اور صاف کر کے کھالے، کہ اسے نہیں معلوم کہ کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقمہ اٹھا کر کھانے کا واقعہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ کافروں کی کسی مجلس میں تھے کہ ان کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا انہوں نے اس کو اٹھا کر کھانا چاہا تو کسی نے انہیں ٹوکا کہ یہاں غیر مسلموں کے سردار بھی موجود ہیں وہ کیا خیال کریں گے اس پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان بیوقوفوں کی خاطر اپنے حبیب ﷺ کی سنت ترک کردوں۔ (دلیل الفالحین: ۱/ ۳۱۵، شرح مسلم للنووی)

بدعتی قیامت کے روز رسول اللہ ﷺ کے قرب سے محروم ہوں گے

۱۶۵ ۔ اَلْعَاشِرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ : قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَوْعِظَۃٍ فَقَالَ : "یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّکُمْ مَحْشُوْرُوْنَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی حُفَاۃً عُرَاۃً غُرْلاً : "کَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِیْدُہٗ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ اَلَا وَاِنَّ اَوَّلَ الْخَلَآئِقِ یُکْسٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِبْرَاھِیْمُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اَلَا وَاِنَّہٗ سَیُجَآءُ بِرِجَالٍ مِنْ اُمَّتِیْ فَیُؤْخَذُ بِھِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ : یَارَبِّ اَصْحَابِیْ فَیُقَالُ: اِنَّکَ لَاتَدْرِیْ مَااَحْدَثُوْا بَعْدَکَ فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ :

"وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّادُمْتُ فِیْھِمْ اِلٰی قَوْلِہٖ :"الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ" فَیُقَالُ لِیْ : "اِنَّھُمْ لَمْ یَزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ عَلٰٓی اَعْقَابِھِمْ مُنْذُ فَارَقْتَھُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

"غُرْلاً" : اَیْ غَیْرَ مَخْتُوْنِیْنَ .

(۱۶۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں نصیحت فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم سب اللہ کی طرف اٹھائے جاؤ گے برہنہ پا ننگے بدن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے۔ جیسا کہ ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح ہم دوبارہ لوٹائیں گے یہ ہم پر وعدہ ہے ہم اسے ضرور پورا کریں گے، تمام مخلوق میں قیامت کے روز سب سے پہلے جسے لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے اور میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے ان کو بائیں طرف والوں میں پکڑا جائے گا، میں کہوں گا یا رب میرے ساتھی، جواب دیا جائے گا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے بعد دین میں کیا کیا ایجادیں کیں میں کہوں گا جیسا کہ عبد صالح نے کہا کہ میں جب تک ان کے درمیان رہا ان کے اوپر گواہ رہا، آپ ﷺ نے یہ آیت "العزیز الحکیم" تک تلاوت کی، پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ لوگ جوں ہی آپ ﷺ ان کو چھوڑ کر آئے اپنی ایڑیوں پر پھر کر مرتد ہوگئے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۶۵): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللّٰہ تعالیٰ واتخذاللّٰہ ابراھیم خلیلا۔ صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامۃ .

کلمات حدیث: حُفَاۃ، حَفِیَ حفًا (باب سمع) ننگے پاؤں چلنا۔ حَافٍ : ننگے پاؤں چلنے والا جمع حُفَاۃ۔ غُرلاً، غَرِلَ غرلًا

(باب سمع) بچے کا غیر مختون ہونا۔ أغرل : غیر مختون جمع غُرل .

شرح حدیث: میدان حشر میں اللہ کے حضور میں تمام انسان اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے جمع کر دیئے جائیں گے وہ سب کے سب اسی طرح اٹھ کر آجائیں گے جس طرح ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے، برہنہ پا ننگے بدن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے، جس طرح اللہ نے انہیں پیدا کیا تھا ہی طرح اپنے حضور میں لوٹا کر بھی لے آئے گا۔

علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ یوم الحساب میں ہر شخص اسی طرح حاضر ہو جائے گا جس طرح پیدا ہوا تھا اگر کسی کے ہاتھ پیر کٹ گئے تھے تو وہ لگے ہوئے ہوں گے حتی کہ ختنہ میں جو ذرا سی زائد کھال کاٹ دی جاتی ہے وہ بھی موجود ہوگی۔

تمام مخلوقات میں روز قیامت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا، ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت سے لا کر لباس پہنایا جائے گا ان کے لئے عرش کے دائیں جانب کرسی رکھی جائے گی، میرے لئے بھی حلہ لایا جائے گا جو مجھے پہنایا جائے گا اور کوئی بشر اس لباس میں میرا ہمسر نہیں ہوگا۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ خصوصیت اس بنا پر ہوگی کہ وہ برہنہ کر کے آگ میں پھینکے گئے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس فضیلت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ رتبہ میں ہمارے رسول ﷺ سے بڑھ گئے کیوں کہ بعض اوقات مفضول کو کوئی فضیلت عطا ہوتی ہے مگر اس سے فضیلت مطلقہ لازم نہیں آتی، نیز یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے زمین میرے اوپر سے کھلے گی مجھے جنت کا حلہ پہنایا جائے گا پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ پھر میرے کچھ ساتھی بائیں جانب والوں کے ساتھ لائے جائیں گے، میں کہوں گا کہ یہ میرے ساتھی ہیں، مجھے کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے نئی نئی باتیں پیدا کر لیں اور ایڑیوں کے بل پلٹ کر مرتد ہو گئے، میں اس کے جواب میں وہی کہوں گا جو عبد صالح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ ﴿ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ﴾ (جب تک میں ان کے درمیان تھا میں ان پر گواہ تھا) امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ أعراب مراد ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے، اور امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اصحابی (میرے ساتھی) سے امت کے لوگ مراد ہیں اور آپ ﷺ ان کو اس لئے پہچان لیں گے کہ روز قیامت امت محمدیہ کے لوگوں کی کچھ نشانیاں اور علامات ہوں گی مثلاً وضو کے اثر سے چہرے اور پیشانی روشن ہونا، وغیرہ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے اول میں رجال من امتی (میری امت کے لوگ) کے الفاظ آئے ہیں۔

(فتح الباری: ۲/ ۳۰۰، دلیل الفالحین: ۱/ ۳۱۶)

سنت رسول اللہ ﷺ سے اعراض کرنے والے سے قطع تعلق کرنے کا واقعہ

۱۶۲ . اَلْحَادِیْ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مُغَفَّلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ : "اِنَّهٗ لَایَقْتُلُ الصَّیْدَ وَلَایَنْکَاُ الْعَدُوَّ وَاِنَّهٗ یَفْقَاُ الْعَیْنَ وَیَکْسِرُ السِّنَّ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ اَنَّ قَرِيْبًا لِابْنِ مُغَفَّلٍ خَذَفَ فَنَهَاهُ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ : "اِنَّهَا لَاتَصِيْدُ صَيْدًا" ثُمَّ عَادَ فَقَالَ : اُحَدِّثُکَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ ثُمَّ عُدْتَ تَخْذِفُ : لَا اُكَلِّمُکَ اَبَدًا .

(١٦٦) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خذف (کنکری مارنے) سے منع فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ اس سے نہ تو شکار مرتا ہے اور نہ دشمن مرتا ہے البتہ آنکھ پھوڑتا اور دانت توڑتا ہے۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی رشتہ دار نے کسی کو کنکری ماری انہوں نے منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے خذف سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اس سے شکار نہیں ہوتا، اس نے پھر کنکری پھینکی، اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں کہ آپ ﷺ نے اس کام سے منع فرمایا تو پھر بھی کنکری پھینک رہا ہے، اب میں تجھ سے کبھی کلام نہیں کروں گا۔

تخریج حدیث(١٦٦): صحيح البخاری، كتاب الادب، باب النهى عن الخذف . صحيح مسلم كتاب الصيد، باب اباحة ما يستعان به على الأصطياد والعدو وكراهة الخذف .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ ٦ ھ میں اسلام لائے بیعت رضوان میں شرکت فرمائی بعد میں متعدد غزوات میں شریک ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۴۳ احادیث مروی ہیں جن میں چار متفق علیہ ہیں سنہ ٦٠ ھ میں انتقال فرمایا۔

(الاصابه فی تمييز الصحابه:٤/١٣٢)

شرح حدیث: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان کا بنیادی تقاضا اطاعت رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی ہر بات میں اتباع و پیروی کو جانتے تھے، ان کے نزدیک معمولی سے معمولی بات میں بھی رسول کریم ﷺ کے حکم کی اتباع اور آپ ﷺ کے ارشاد کی پیروی لازمی تھی، چنانچہ اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی رشتہ دار کنکری پھینک رہے تھے، آپ نے انہیں نصیحت فرمائی اور کہا کہ اس طرح کنکری پھینکنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ یہ ایک فضول حرکت ہے کہ اس سے نہ دشمن کو قتل کیا جاسکتا ہے اور نہ شکار ہوسکتا ہے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ کسی کی آنکھ میں لگ جائے یا دانت میں لگ جائے، مگر وہ شخص باز نہ آیا اور اس نے پھر وہی حرکت کی اس پر حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ میں تمہیں حدیث رسول ﷺ سنا رہا ہوں اور تم پھر اسی حرکت کو دہرا رہے ہو، اب میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل بدعت فاسق وفاجر اور سنت کی مخالفت کرنے والے سے قطع تعلق کرنا جائز ہے، اور جو ممانعت ہے کہ مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق نہ کیا جائے وہ وہ قطع تعلق ہے جو ذات کے لئے ہو جبکہ اہل بدعت اور مخالف سنت سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کیا جاسکتا ہے۔ (فتح البارى :٢/ ١١٨٠، دليل الفالحين: ١/ ٣١٨)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حجرِ اسود کو خطاب

۱٦٧. وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ : رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ، يَعْنِي الْاَسْوَدَ، وَيَقُوْلُ اِنِّيْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ مَاتَنْفَعُ وَلَاتَضُرُّ وَلَوْ لَااَنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُقَبِّلُكَ مَاقَبَّلْتُكَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٦٧) حضرت عابس بن ربیعہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حجر اسود کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تو پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھے بوسہ دے رہے ہیں تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٦٧): کتاب الحج باب تقبيل الحجر الاسود في الطواف . صحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب تقبيل الحجر الاسود في الطواف .

کلمات حدیث: يقبل، قبل تقبيلاً (باب تفعیل) چومنا، بوسہ دینا۔

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کی تقبیل صرف اس لئے فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے تقبیل فرمائی تھی، اور اس موقع پر بعض نو مسلم اعراب بھی موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں متنبہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہر عمل کی اتباع اور پیروی لازم ہے خواہ اس کی مصلحت معلوم ہو یا نہ ہو، ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے ایسا کیا اس لئے ہمارے اوپر بھی لازم ہے کہ ہم آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کریں۔ (دليل الفالحين: ١/٣١٨)

الباب (۱۷)

فِيْ وُجُوْبِ الْاِنْقِيَادِ لِحُكْمِ اللّٰهِ وَمَا يَقُوْلَهُ مَنْ دَعىٰ اِلىٰ ذٰلِكَ وَأمِرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نُهِيَ عَنْ مُنْكَرٍ!

اللہ کے حکم کی اطاعت واجب ہے، اور جسے اس اطاعت کے لئے بلایا جائے اور جسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جائے وہ کیا کہے

۶۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝٦٥ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تمہارے رب کی قسم، یہ مؤمن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تمہیں اپنے تنازعات میں منصف نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کردو اس سے اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ بلاتامل تسلیم کرلیں۔'' (النساء:۶۵)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ تم کو اپنے چھوٹے بڑے مالی جانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ جان لیں گے کہ تمہارے فیصلے اور حکم سے ان کے جی میں تنگی اور ناخوشی نہ آنے پائے اور تمہارے ہر حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کرلیں اس وقت تک ان کو ہرگز ایمان نصیب نہیں ہوسکتا۔

آپ ﷺ کے بعد تمام فیصلے اور تمام احکام احادیث اور سنت کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں اور ہمیں ان جملہ احکام نبوت پر اسی طرح عمل کرنا چاہئے کہ دل میں کوئی ذرا سا میل آنا تو دور کی بات ہے، ہم بہت خوشی سے تسلیم کرلیں اور اپنا سر جھکا دیں، اسی انقیاد اور اسی تسلیم ورضامندی پر ایمان موقوف ہے۔

۷۰. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝٥١ ﴾

نیز فرمایا:

''مؤمنوں کی یہ بات ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو وہ کہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (النور:۵۱)

اور اس میں متعدد احادیث ہیں، مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث جو اس باب کے شروع میں مذکور ہے اور اس کے علاوہ دیگر احادیث۔

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ ایمان والوں کی بات یہی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب بلایا جاتا ہے اور انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کوئی حکم سنایا جاتا ہے وہ اس کو اسی وقت دل و جان سے مان لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور ہم آمادۂ اطاعت ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

●●●●●●●●●●●●

اللہ اور رسول کا حکم سن کر سمع وطاعت اختیار کرنا

١٦٨. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَافِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْتُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ" الآية (البقرة : ٢٨٣) اشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَرَكُوْا عَلَی الرُّكَبِ فَقَالُوْا : اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ(صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)كُلِّفْنَا مِنَ الْاَعْمَالِ مَانُطِيْقُ : الصَّلٰوةَ وَالْجِهَادَ وَالصِّيَامَ وَالصَّدَقَةَ وَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَانُطِيْقُهَا. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ اَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ: سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا؟ بَلْ قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ" فَلَمَّا اقْتَرَأَهَا الْقَوْمُ وَذَلَّتْ بِهَا اَلْسِنَتُهُمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ اَثْرِهَا: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ، وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ" فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : "لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَااكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَاتُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا" قَالَ : نَعَمْ "رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا" قَالَ : نَعَمْ "رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَاطَاقَةَ لَنَابِهٖ" قَالَ : نَعَمْ "وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ" قَالَ : نَعَمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۶۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿ لِّلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ وَإِن تُبْدُوا۟ مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ ٱللَّهُ ﴾ (جو کچھ آسمانوں اور زمین میں سب اللہ ہی کا ہے، تم اپنے دل کی کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ اس کا تم سے حساب لے گا) یہ آیت صحابۂ کرام کو بہت سخت محسوس ہوئی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھٹنوں کے بل گر گئے اور عرض کی: یارسول اللہ، ہمیں ان اعمال کا مکلّف قرار دیا گیا جن کو ہم کر سکتے تھے یعنی نماز جہاد، روزہ اور صدقہ، مگر اس وقت جو آیت آپ ﷺ پر نازل ہوئی ہے ہم اس کی قدرت نہیں رکھتے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم بھی وہی کہنا چاہتے ہو جو تم سے پہلے اہل کتاب کہہ چکے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی، تم یہ کہو کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی۔ اے رب، ہم تیری بخشش کے طلب گار ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ جب اس آیت کو

لوگوں نے پڑھا اوران کی زبانوں پر رواں ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ آیات نازل فرمائیں ﴿ ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ ۚ وَقَالُوا۟ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ ﴿٢٨٥﴾ ﴾ (رسول اس پر ایمان لائے جو اس پر اس کے رب کی طرف سے نازل ہوا اور سب مؤمن بھی۔ سب ایمان والے بھی ایمان لائے اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ ہم اس کے رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتے اور وہ اللہ سے عرض کرتے ہیں: اے اللہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی، اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے) جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ اس آیت کو منسوخ فرما کر یہ حکم نازل فرمایا ﴿ لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا ٱكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ﴾ (اللہ کسی نفس کو اس کی قدرت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بناتا، ہر نفس کے لئے وہی ہے جو اس نے اچھا عمل کیا اور اس پر وہی جزاء ہے جو اس نے برا عمل کیا، اے ہمارے رب ہمارا مواخذہ نہ فرمایئے اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں میں نے قبول کیا ﴿ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ﴾ (اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا) اللہ سبحانہ نے فرمایا: کہ ہاں میں نے ایسا ہی کیا ﴿ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ ﴾ (اے ہمارے رب ہمارے اوپر اتنا بوجھ نہ رکھ جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہے) فرمایا ہاں ﴿ وَٱعْفُ عَنَّا وَٱغْفِرْ لَنَا وَٱرْحَمْنَآ ۚ أَنتَ مَوْلَىٰنَا فَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٢٨٦﴾ ﴾ (اے رب ہمارے گناہوں سے درگزر فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے، پس ہمیں کافروں پر غالب فرما) فرمایا کہ ہاں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۶۸): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان اللّٰہ تعالیٰ لم یکلف الامایطاق۔

کلمات حدیث: كُلِّفْنَا : ہمیں مکلّف بنایا گیا۔ كَلَّفَ تَكْلِيفًا (باب تفعیل) مکلّف بنانا۔

شرح حدیث: اللہ کا آخری دین جو محمد ﷺ لے کر مبعوث ہوئے ہیں ہر تکلیف ہر حرج سے پاک دین فطرت ہے اور ہر انسان اس پر بسہولت عمل کر سکتا ہے، کیوں کہ اسلام سابقہ ادیان کی مشقتوں اور تکلیفوں سے پاک اور ان سخت وشدید احکام سے خالی ہے جو پچھلی اقوام پر نازل کیے گئے تھے۔ وہ خیالات جو دل میں بلا ارادہ آئیں ان پر کوئی مواخذہ اور گرفت نہیں ہے، کیوں کہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت سے اللہ نے ان باتوں سے درگزر فرمادی ہے جو دل میں گزریں جب تک وہ اس کو زبان پر نہ لائیں اور اس پر عمل نہ کریں، یعنی محض خطرات قلب پر گرفت نہیں ہے الا یہ کہ کوئی کسی بری بات کو زبان سے کہے یا اس پر عمل کرے۔ جب تک عمل نہ ہو اس وقت تک مواخذہ نہیں ہے۔

صحابۂ کرام نے یہ خیال کیا کہ ہر طرح کے خواطر نفس پر محاسبہ ہوگا اس لئے انہوں نے اس کو سخت جانا لیکن جب ان کو بتایا گیا محاسبہ ان خیالات پر ہوگا جو قصداً لائے جائیں پھر ان کو زبان پر لایا جائے یا ان پر عمل کیا جائے، تو ان کو اطمینان ہوا۔

غرض سورۂ بقرہ کی آیت میں جس محاسبہ کا ذکر ہے اس سے مراد وہ ارادے اور نیتیں ہیں جو انسان اپنے قصد اور ارادہ سے دل میں جماتا ہے اور اس کے عمل میں لانے کی کوشش بھی کرتا ہے پھر اتفاق سے کچھ موانع پیش آجانے کی بنا پر عمل نہیں کرسکتا، قیامت کے دن ان کا محاسبہ ہوگا پھر حق تعالیٰ جس کو چاہیں اپنے فضل وکرم سے بخش دیں جس کو چاہیں عذاب دیں، چونکہ آیت کے ظاہری الفاظ میں دونوں قسم کے خیالات داخل ہیں اختیاری ہوں یا غیر اختیاری، اس لئے اس آیت کو سن کر صحابۂ کرام کو فکر وغم لاحق ہوگیا کہ اگر غیر اختیاری خیالات ووساوس پر بھی مواخذہ ہونے لگا تو کون نجات پائے گا، صحابۂ کرام نے اس فکر کو رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے سب کو یہ تلقین فرمائی کہ جو کچھ حکم ربانی نازل ہو اس کی تعمیل واطاعت کا پختہ قصد کرو اور کہو کہ ہم نے حکم سن لیا اور تعمیل کی، صحابۂ کرام نے اس پر عمل کیا تو اس پر یہ جملہ نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر اختیاری خیالات اور وساوس میں مواخذہ نہیں ہوگا، اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اطمینان ہوگیا۔

(دلیل الفالحین: ۱/ ۳۲۱ ۔ معارف القرآن: ۱/ ۶۹۰)

البَابُ (۱۸)

فی النهی عن البدع و محدثات الأمور
بدعت اور نئی باتوں کی ایجاد کی ممانعت

۷۱. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ فَمَاذَا بَعْدَ ٱلْحَقِّ إِلَّا ٱلضَّلَٰلُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''حق کے بعد بھٹکنے کے سوا اور کیا ہے۔'' (یونس: ۳۲)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ اللہ ہی ہے جو خالق و مالک بھی ہے اور رازق بھی۔ وہی ہے جو اس کائنات کے نظام کو تن تنہا چلا رہا ہے کوئی اس کے ملک میں اس کا شریک نہیں، جب یہ حقیقت ہے اور یہ سچائی ہے تو اس حقیقت اور سچائی سے گریز کر کے کہاں جا سکتے ہو کہ یہی تنہا سچائی اور یہی ایک واحد حق ہے اس کے سوا گمراہی اور بھٹکنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ (تفسیر عثمانی)

۷۲. وقال تعالیٰ :

﴿ مَا فَرَّطْنَا فِى ٱلْكِتَٰبِ مِن شَىْءٍ ﴾

نیز فرمایا کہ

''ہم نے اس کتاب میں کسی بات کے لکھنے میں کوتاہی نہیں کی۔'' (الانعام: ۳۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں الکتاب کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں لوح محفوظ یعنی لوح محفوظ میں تمام کائنات سے متعلق جملہ امور لکھ دیئے گئے ہیں۔ اس میں قیامت تک کے تمام واقعات و حوادث ذکر کر دیئے گئے ہیں اور کوئی شئے نہیں رہی جو لوح محفوظ میں ذکر نہ کی گئی ہو، اور الکتاب سے قرآن کریم بھی مراد ہو سکتا ہے اس صورت میں مفہوم یہ ہے کہ انسان کی صلاح و فلاح سے متعلق جملہ اصولی ہدایات اس میں درج کر دی گئی ہیں، یعنی دینی امور اجمالاً یا تفصیلاً قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ (معارف القران ۳/۳۱۵)

۷۳. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ ﴾ اَیِ الْکِتَابِ وَ السُّنَةِ .

نیز فرمایا کہ

''اگر تمہارا کسی بات میں اختلاف ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔'' (النساء: ۵۹)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ ہر معاملہ میں اور ہر امر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنا لازم اور فرض ہے، یعنی قرآن اور سنت کی جانب کہ اسی پر ایمان کا دار و مدار ہے کہ مؤمن کا ہر عمل اللہ کے رسول ﷺ کی سنتِ مطہرہ کے مطابق ہو۔

۷۴. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ﴾

نیز فرمایا کہ

''اور یہ میرا راستہ سیدھا ہے تم اس پر چلو، اور راستوں پر نہ چلنا کہ کہیں اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ'' (الانعام: ۱۵۳)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا بتایا ہوا راستہ یہی سچا اور سیدھا ہے جو اس پر چلے گا نجات پائے گا اور جو اس سے بھٹک جائے گا گمراہی میں پڑ جائے گا اور برباد و ہلاک ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس خط کے دائیں بائیں اور خطوط کھینچے اور فرمایا کہ ان راستوں میں سے ہر ایک راستہ پر شیطان گھات لگائے بیٹھا ہے جو لوگوں کو سیدھے راستہ سے ہٹا کر اپنی طرف بلاتا ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ﴾ (تفسیر ابن کثیر، معارف القرآن: ۳/ ۴۹۱)

۷۵۔ وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ.

اور فرمایا کہ

''اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا'' (آل عمران: ۳۱)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ اگر تم اللہ سے محبت کے دعوی دار ہو تو اللہ کے رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی میں رچا اور بسالو، اور اپنی زندگی کے ہر عمل کو اس کی سنت کے مطابق بنالو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا، یعنی اللہ کے محبوب سے محبت کر کے تم بھی زمرۂ احباب میں داخل ہو جاؤ گے اور محبوب سے محبت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خود کو اس جیسا بنالو۔

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا وَّهِيَ مَشْهُوْرَةٌ فَنَقْتَصِرُ عَلٰى طَرَفٍ مِنْهَا.

ہر بدعت مردود ہے

۱۶۹۔ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَرَدٌّ."

(۱۶۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی جو اس دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ جس نے ایسا کام کیا جو ہمارا امر نہیں ہے وہ مردود ہے۔

تخریج حدیث(۱۶۹): صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود . صحیح مسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور .

کلمات حدیث: اَحْدَثَ اِحْدَاثاً (باب افعال) ایجاد کرنا، پیدا کرنا۔ رَدَّ، رَدَّہ، رَدًّا و مَرْدُوْدًا (باب نصر) لوٹا دینا، پھیر دینا، رد کر دینا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لایا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے کہ یہی صراط مستقیم اور یہی راہ نجات ہے اس کے علاوہ ہر وہ امر جو دین میں اپنی طرف سے ایجاد کر لیا جائے حالانکہ وہ امر دین نہ ہو، بدعت ہے اور رد ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امرنا ھذا سے مراد امر دین ہے، یعنی جو بات دین سمجھ کر پیدا کی جائے وہ بدعت ہے، چنانچہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص دین میں کوئی نئی بات ایسی پیدا کرے جس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اجازت نہ دی ہو تو اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۳۲۵، فتح الباری : ۵/۳۲۱، جامع العلوم والحکم : ۴۲)

بہترین کتاب، کتاب اللہ ہے

۱۷۰. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَعَلَا صَوْتُهُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ، حَتّٰى كَاَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ : "صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ" وَيَقُوْلُ: "بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ" وَيَقْرِنُ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَيَقُوْلُ : اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ " ثُمَّ يَقُوْلُ "اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِاَهْلِهٖ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْضَيَاعًا فَاِلَيَّ وَعَلَيَّ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدِيْثُهُ السَّابِقُ فِيْ بَابِ الْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ .

(۱۷۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور آپ ﷺ کے جلال میں اضافہ ہو جاتا، جیسے آپ ﷺ کسی لشکر عظیم سے ڈرا رہے ہوں کہ وہ تم پر صبح کو ٹوٹ پڑے گا یا شام کو، اور فرماتے کہ میں مبعوث ہوا ہوں کہ میں اور قیامت اس طرح ہیں آپ اپنی سبابہ اور درمیانی انگلی کو ملاتے اور فرماتے اما بعد خیر حدیث کتاب اللہ اور خیر ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور برے کام وہ ہیں جو دین میں ایجاد کئے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے، فرماتے ہیں ہر مؤمن کا اس کے نفس سے بھی زیادہ اس کا ولی ہوں جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے اور

جس نے قرض یا محتاج بچے چھوڑے تو وہ میری طرف اور میرے اوپر ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۷۰): صحیح مسلم، کتاب الجمعه، باب تخفیف الصلاة والخطبة .

کلمات حدیث: اِحْمَرَّتْ، اِحْمَرَّ اِحْمِرَاراً (باب افعلال) سرخ ہونا، جیش لشکر، جمع جیوش۔

شرح حدیث: قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو داعی اور نذیر فرمایا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ کے راستے کی جانب بلاتے ہیں، اور اس دعوت کو قبول نہ کرنیوالے کو اس کے برے انجام سے ڈراتے ہیں چنانچہ اس حدیث میں بھی رسول کریم ﷺ کی داعی اور نذیر ہونے کی شان نمایاں ہے کہ بعض اوقات آپ خطبہ دیتے تو جاہ وجلال ظاہر ہوتا اور صوت مبارک بلند ہو جاتی اور آپ ﷺ اس طرح لوگوں سے مخاطب ہوتے کہ جیسے ایک عظیم لشکر صبح سویرے یا شام کے دھند لکے میں ان پر ٹوٹ پڑنے والا ہے۔

اس کائنات کی اللہ تعالیٰ نے ایک مدت انتہاء مقرر فرمادی ہے جس کے وقت مقررہ کا کسی کو علم نہیں ہے، کائنات کے اختتام کے اس مرحلہ کا نام قیامت یا ساعت ہے، رسول کریم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں قیامت کی متعدد علامات بیان فرمائی ہیں جن میں سے کچھ علامات صغریٰ ہیں اور کچھ علامات کبریٰ جو قرب قیامت کے قریب وجود میں آئیں گی۔

رسول کریم ﷺ نے اس حدیث مبارک میں اپنی بعثت کو قیامت کی علامت قرار دیا ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا، آپ ﷺ کی نبوت ورسالت پر سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا اور اب قیامت ہی آئے گی، آپ ﷺ نے اپنے اور قیامت کے قرب کو سبابہ اور درمیانی انگلی ملا کر واضح فرمایا کہ جس طرح شہادت کی انگلی سے درمیانی انگلی لمبی ہے تو اسی طرح میرے درمیان اور قیامت کے درمیان فاصلہ ہے، یعنی میں کچھ پہلے آ گیا ہوں اور قیامت میرے پیچھے پیچھے چلی آ رہی ہے۔

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے قریب مبعوث ہوا ہوں اور اس سے اس قدر پہلے آ گیا جس قدر یہ انگلی اس انگلی سے آگے بڑھی ہے اور اپنی سبابہ سے اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

فرمایا: سب سے بہتر راہنمائی اور سب سے اچھی ہدایت وہ ہدایت ہے جو محمد لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔ ہدایت کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہدایت جس کے معنی راستہ بتلانے، صحیح بتلانے، راہنمائی اور اچھائی برائی سے آگاہ کرنے اور لوگوں کو اچھے راستہ پر چلنے کی ترغیب دینے کے ہیں، رسول کریم ﷺ کی جانب نسبت کرتے ہوئے ہدایت کا یہی مفہوم ہوتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے: ﴿ وَإِنَّكَ لَتَهْدِىٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝٥٢ ﴾ ''اور تم ہدایت دیتے ہو صراط مستقیم کی جانب۔''

ہدایت کا دوسرا مفہوم توفیق دینے اور راستہ پر چلا دینے کے ہیں۔ ہدایت اس مفہوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِى مَن يَشَآءُ ﴾ (اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے)

اس کے بعد ایک اصولی بات ارشاد فرمائی کہ دین حق یہی ہے جو اللہ کے رسول لے کر مبعوث ہوئے ہیں اگر اس دین سے ہٹ کر کوئی شئے دین میں نئی پیدا کر لی تو وہ بری بات ہے اور بدعت ہے اور بدعت سے اجتناب لازم ہے۔

(دلیل الفالحین : ۱/۳۲٦ ، مظاهر حق جدیده : ۵/ ۱۰۰ ، تفسیر عثمانی)

الباب (۱۹)

فیمن سنّ سنة حسنة أو سیئة

اچھا یا برا طریقہ قائم کرنے والا

۷۱. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ:

﴿ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿٧٤﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور وہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہمیں ایسی ازواج اور اولاد عطا فرما جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور ہمیں اہل تقوی کا امام بنا۔'' (الفرقان:۷۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں اہل تقوی مؤمنین کا ذکر ہو رہا ہے وہ مؤمنین جو توبہ کرتے ہیں عمل صالح کرتے ہیں اور کسی ایسی جگہ ٹھہرتے تک نہیں جہاں جھوٹ اور برائی کا گزر ہو، فضول بات بھی سامنے آجائے تو بہت شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں کہ خود اپنی نیکی اور تقوی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ چاہتے ہیں کہ ان کی ازواج اور ان کی اولاد بھی پرہیزگاروں میں شامل ہو کر ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے اور سارا گھرانہ ایسا ہو جائے کہ اہل تقوی کے امام اور مقتداء بن جائیں۔ یعنی تقوی میں اے اللہ ہمیں ایسا مقام حاصل ہو جائے کہ دنیا کے متقی لوگوں کو ہم سے فائدہ پہنچے، اور ہمارے علم و عمل سے ان کو فائدہ پہنچے تا کہ ان کے ساتھ ہمیں بھی اجر و ثواب ملے۔ (القرطبی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر عثمانی)

۷۲. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا ﴾

اور فرمایا:

''اور ہم نے انہیں امام بنایا کہ وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔'' (الانبیاء:۷۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے کہ اللہ نے انہیں اعمال صالحہ میں دنیا کا مقتداء اور امام بنایا ہے جو ہمارے حکم کے مطابق دوسروں کو بھی ہدایت کرتے تھے اور ان سب کو ہمارے دین کا راستہ بتاتے تھے۔ (تفسیر مظہری)

صدقہ خیرات کی ترغیب

۱۷۱. وَعَنْ اَبِیْ عَمْرٍو جَرِیْرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَهٗ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِی النِّمَارِ اَوِالْعَبَآءِ مُتَقَلِّدِی السُّيُوْفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ بَلْ

كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَارَأىٰ بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَامَرَ بِلاَلاً فَاذَّنَ وَاَقَامَ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ : "يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ " إِلىٰ اٰخِرِ الْاٰيَةِ : "إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً" وَالْاٰيَةَ الْاُخْرَى الَّتِىْ فِىْ اٰخِرِ الْحَشْرِ : "يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ لِغَدٍ" تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِّنْ دِيْنَارِهٖ مِنْ دِرْهَمِهٖ مِنْ ثَوْبِهٖ مِنْ صَاعِ بُرِّهٖ مِنْ صَاعِ تَمْرِهٖ حَتّٰى قَالَ وَلَوْ بِشَقِّ تَمْرَةٍ فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهٗ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰى رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ حَتّٰى رَاَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ سَنَّ فِى الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَىْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِى الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَىْءٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهٗ "مُجْتَابِى النِّمَارِ" هُوَ بِالْجِيْمِ وَبَعْدَ الْاَلِفِ بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ. وَالنِّمَارُ جَمْعُ نَمِرَةٍ وَهِىَ كِسَاءٌ مِنْ صُوْفٍ مُخَطَّطٌ وَمَعْنٰى "مُجْتَابِيْهَا" اَيْ لاَ بِسِيْهَا قَدْخَرَقُوْهَا فِىْ رُؤُسِهِمْ. "وَالْجَوْبُ" الْقَطْعُ وَمِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالىٰ : "وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ" : اَىْ نَحَتُوْهُ وَ قَطَعُوْهُ. وَقَوْلُهٗ : "تَمَعَّرَ" هُوَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ : اَىْ تَغَيَّرَ : وَقَوْلُهٗ "رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ" بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّهَا : اَىْ صُبْرَتَيْنِ: وَقَوْلُهٗ "كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ" هُوَ بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَفَتْحِ الْهَآءِ وَالْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ قَالَهُ الْقَاضِىْ عِيَاضٌ وَغَيْرُهٗ وَصَحَّفَهٗ بَعْضُهُمْ فَقَالَ "مُدْهُنَةٌ" بِدَالٍ مُهْمَلَةٍ وَضَمِّ الْهَآءِ وَبِالنُّوْنِ وَكَذَا ضَبَطَهُ الْحُمَيْدِىُّ وَالصَّحِيْحُ الْمَشْهُوْرُ هُوَالْاَوَّلُ : وَالْمُرَادُ بِهٖ عَلَى الْوَجْهَيْنِ : الصَّفَآءُ وَالْاِسْتِنَارَةُ .

(۱۷۱) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دن کے آغاز میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ آپ کے پاس کچھ لوگ آئے جو برہنہ تھے ان کے گلے میں کمبل پڑے تھے یا عبا بدن پر تھی گلے میں تلواریں لٹکی ہوئی تھیں ان میں سے اکثر بلکہ سارے ہی قبیلہ مضر کے تھے، ان کے فقر و فاقہ کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا، آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے پھر باہر نکلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے اذان دی اور اقامت کہی آپ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ ﴾ (اے لوگو ڈرو اپنے رب سے جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا) آپ ﷺ نے آخر تک یعنی ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝١ ﴾ تک یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر آپ ﷺ نے سورۂ حشر کی آخری آیت تلاوت فرمائی ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ﴾ (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر نفس دیکھ لے کہ اس نے کیا آگے بھیجا ہے) ان آیات کی تلاوت کے

بعد فرمایا کہ ہر شخص کو دینار درہم سے، کپڑے سے، گندم و کھجور کے ایک ایک صاع سے صدقہ دینا چاہئے، یہ بھی فرمایا کہ خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، ایک انصاری ایک تھیلا اٹھا کر لائے، اس کے سنبھالنے سے گویا ان کے ہاتھ تھکے جا رہے تھے بلکہ تھک گئے تھے، اس کے بعد لوگ آتے رہے، یہاں تک کہ وہاں اشیاء خوردنی کے اور کپڑوں کے دو ڈھیر لگ گئے، میں نے دیکھا کہ چہرہ انور کندن کی طرح دمک رہا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھی سنت قائم کی تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والے کا بھی اجر ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے اجور میں کوئی کمی کی جائے اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ قائم کیا اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان کا بھی گناہ جو اس کے بعد اس پر عمل کریں بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی کی جائے۔ (مسلم)

مُجْتَابِي النِّمار : نمار جمع نمرۃ : اون کی دھاری دار چادر۔ مجتابی کے معنی پہنے ہوئے، اسے پھاڑ کر انہوں نے گلوں میں ڈال لیا تھا اور جـــوب کے معنی قطع کے ہیں، قرآن کریم میں ہے ﴿ وَثَمُودَ ٱلَّذِينَ جَابُواْ ٱلصَّخْرَ بِٱلْوَادِ ﴾ (ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر تراشے) یعنی پتھر کاٹے اور تراشے۔ تَمَعَّرَ یعنی متغیر ہوگیا "رَأَيْتُ كَوْمَيْن" یعنی دو بڑے ڈھیر "كَأَنَّه مُذْهَبَة" قاضی عیاض رحمہ اللہ وغیرہ سے اسی طرح منقول ہے، مگر بعض راویوں نے تصحیف کے ساتھ مُدْهُنَة پڑھا اور حمیدی نے بھی اسی طرح ضبط کیا ہے لیکن صحیح اور مشہور پہلا ہے، ہر دو صورت میں معنی مصفی اور منور ہونے کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۷۱): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الصدقة، ولو بشق تمرة او بكلمة طيبة .

راوی حدیث: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ۱۰ھ میں اسلام لائے، حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، جب قبول اسلام کے لئے تشریف لائے تو حضور ﷺ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھائی۔ آپ سے سو احادیث مروی ہیں جن میں آٹھ متفق علیہ ہیں۔ ۵۴ھ میں انتقال ہوا۔ (الاصابة فی تمييز الصحابة)

کلمات حدیث: فَتَمَعَّرَ، تَمَعَّرَ تَمَعُّرًا (باب تفعل) چہرہ کا رنگ غصہ سے یا ناگواری سے یا افسوس سے بدل جانا۔ كَوْمَيْنَ : دو ڈھیر، تثنیہ كَوْم : ٹیلہ، جمع اکوام۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کے پاس مضر کے قبیلے کے کچھ لوگ آئے جو بہت مفلوک الحال فقیر تھے ان کے پاس پہننے کو کپڑا نہ تھا اور انہوں نے ستر پوشی کے لئے کمبل میں سر کی جگہ بنا کر اسے آگے پیچھے ڈال لیا تھا، رسول کریم ﷺ سراپا رحمت تھے ان لوگوں کی بدحالی دیکھ کر چہرہ انور کا رنگ بدل گیا، آپ ﷺ نے اصحاب کو جمع کیا اور ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، آپ ﷺ کے فرمودات سن کر صحابۂ کرام سے جو کچھ بن پڑا، لا کر حاضر کر دیا، ایک طرف کپڑوں کا ڈھیر لگ گیا اور دوسری جانب خوردنی اشیاء کا، ایک صحابی جنہوں نے لانے میں پہل کی تھی وہ ایک بوری اٹھا کر لائے تھے جس کو اٹھاتے ہوئے ان کے ہاتھ تھکے جا رہے تھے بلکہ تھک گئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اسلام میں کوئی سنت حسنہ جاری کی تو اسے اس کا اجر ملے گا اور جس قدر لوگ بعد میں اس اچھائی پر عمل کریں گے ان سب کا بھی اجر ملے گا اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقہ کا آغاز کیا اسے اس کا گناہ ہوگا اور جس قدر لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے ان کے گناہ میں بھی اس کو حصہ ملے گا۔

سنتِ حسنہ سے مراد وہ طریقہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو اور ادلہ اربعہ سے اس کا ثبوت ملتا ہو یا سنت پہلے سے موجود ہو اور اس کی دعوت دینا اس پر عمل کرنا اور لوگوں کو تعلیم دینا یعنی اس کا احیاء اور اس کی تجدید کرنا مراد ہے۔

(دليل الفالحين: ۱/ ۳۳۰)

قتل ناحق کے گناہ میں قابیل کا بھی حصہ ہوتا ہے

۱۷۲۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَيْسَ مِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ ادَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِاَنَّهُ كَانَ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی ظلماً قتل ہوتا ہے مگر ابن آدم اول پر اس کے خون کا حصہ ہوتا ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ قائم کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۷۲): صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب يعذب الميت ببكاء اهله . صحيح مسلم، كتاب القيامة، باب اثم من دعا الى ضلالة .

کلمات حدیث: كِفْلٌ : حصہ، بوجھ۔ كَفَلَ يَكْفِلُ (باب ضرب) ضامن ہونا، کفیل ہونا۔

شرح حدیث: اس سے پہلے حدیث میں آیا ہے کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ قائم کیا اسے اس کا اجر ملے گا اور بعد میں جو اس پر عمل کریں گے ان کے اجور میں سے بھی اسے حصہ ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کوئی کمی ہو، اور جو شخص برا طریقہ قائم کرے گا اسے اس کا گناہ ہوگا اور جو بعد میں اس پر عمل کرے گا اس کے گناہ میں سے اس کو بھی حصہ ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی ہو۔

قتل کا طریقہ سب سے پہلے فرزند آدم نے قائم کیا، جیسا کہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اب جو کوئی بھی مظلوم قتل ہوتا ہے، اس قتل کے گناہ میں وہ فرزند آدم بھی شریک ہوتا ہے کہ اس نے قتل کا آغاز کیا۔

گویا اس حدیث میں تنبیہ ہے کہ کوئی آدمی ہرگز برا طریقہ جاری نہ کرے کیوں کہ اگر وہ ایسا کرے گا تو اپنے گناہ کے ساتھ ساتھ قیامت تک جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان کے گناہوں میں سے بھی اس شخص کو حصہ ملے گا اس طرح دنیا میں تمام قتل ہونے والے مظلومین کا بار گناہ قابیل پر پڑتا رہتا ہے۔ (دليل الفالحين : ۱/ ۳۳۲)

الباب (۲۰)

باب في الدلالة على خير والدعاء إلى هدى أو ضلالة

بھلائی کی طرف راہنمائی اور ہدایت یا ضلالت کی طرف بلانا

۷۳۔ قَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱدْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

''اور اپنے رب کی طرف بلاؤ۔'' (القصص:۸۷)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ آپ مسلسل اپنے رب کی جانب بلاتے رہیں خواہ یہ کافر آپ کی بات سنیں یا نہ سنیں کیوں کہ وعظ ونصیحت اور رب کی طرف راہنمائی کا مستقل اجر وثواب ہے اور مخاطب کے قبول یا عدم قبول پر موقوف نہیں ہے۔

۷۴۔ وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ ﴾

اور فرمایا کہ

''بلایئے لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت سے اور اچھی نصیحت سے۔'' (النحل:۱۲۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظت حسنہ سے بلائیں۔

حکمت سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اٹل مضامین اور مضبوط دلائل وبراہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کیے جائیں جن کو سن کر فہم وادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے، دنیا کے خیالی فلسفے اس کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی ودماغی ترقیات وحی الٰہی کے بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ نہ تبدیل کر سکیں۔

موعظتِ حسنہ یہ ہے کہ مؤثر اور رقت انگیز نصیحتوں سے سمجھایا جائے جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح بھری ہو، اخلاص، ہمدردی شفقت اور حسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے بسا اوقات اس سے پتھر دل بھی موم ہو جاتے ہیں مردوں میں جانیں پڑ جاتی ہیں ایک مایوس وپژمردہ قوم جھرجھری لیکر کھڑی ہو جاتی ہے، لوگ ترغیب وترہیب کے مضامین سن کر منزل مقصود کی طرف بے تابانہ دوڑنے لگتے ہیں اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی میں فہم نہیں ہوتے مگر طلب حق کی چنگاری سینے میں رکھتے ہیں ان میں مؤثر وعظ ونصیحت سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جا سکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ ممکن نہیں۔

(تفسیر عثمانی)

۷۵. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ﴾

اورفرمایا کہ

''اورتعاون کرونیکی کےاورتقویٰ کے کاموں میں۔'' (المائدۃ:۲)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں قرآن کریم نے ایک اصولی اور بنیادی مسئلہ کے متعلق ایک حکیمانہ فیصلہ دیا ہے جو پورے نظام عالم کی روح ہے، انسان خواہ کتنا ہی طاقتور مالدار اور ذہین ہو وہ دوسرے انسانوں کے تعاون کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔ لیکن خود اس تعاون کی بھی کوئی اساس درکار ہے جس پر یہ ہمہ گیر تعاون استوار ہو سکے، قرآن کریم نے فرمایا کہ اس تعاون کی اساس نیکی اور اللہ کا خوف ہے، یعنی بر و تقویٰ، نیکی اور خدا ترسی انسانوں کے درمیان تعاون کی اساس ہے۔ (معارف القرآن : ۳/۲٤)

۷۶. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى ٱلْخَيْرِ ﴾

اورفرمایا کہ

''اورتم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جولوگوں کونیکی کی طرف بلائے۔'' (آل عمران:۱۰۴)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے درمیان ہر وقت ایک ایسی جماعت موجود رہے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلاتی رہے اور خیر سے مراد اتباع قرآن اور سنت کا اتباع ہے، دراصل مسلمانوں کی ملی زندگی اور حیات اجتماعی کے لئے دو امور ضروری ہیں، اول تقویٰ اور اعتصام بحبل اللہ کے ذریعہ اپنی ذاتی اصلاح، دوسرے دعوت وتبلیغ کے ذریعہ دوسروں کی اصلاح، اس آیت میں اسی دوسری ہدایت کا بیان ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خاص حدود میں رہتے ہوئے لازم ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ امت میں ایک گروہ ایسا ہو جو مستقل یہی فریضہ انجام دے یعنی فریضۂ دعوت وتبلیغ اور ارشاد وہدایت، اس دعوت الی الخیر کے دو درجے ہیں، تمام دنیا کے لوگوں کو دعوت اسلام دینا زبان سے بھی اور عمل سے بھی اور سیرت وکردار سے بھی اور دوسرے ان مسلمانوں کو وعظ ونصیحت جو عمل میں کوتاہی اور علم کے دین کے حصول سے غفلت برتتے ہیں ان کو دعوت الی الخیر کا فریضہ انجام دینا۔

(تفسیر ابن کثیر : ۱/۹۳۸ ، معارف القرآن : ۲/۱۳٦)

نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کوبھی اجر ملتا ہے

۱۷۳. وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷۳) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی نیکی کی طرف راہنمائی کی اسے اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔

تخریج حدیث (۱۷۳): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فضل الغازی فی سبیل اللہ برکوب وغیرہ۔

کلمات حدیث: دَلَّ : راہنمائی کی بتایا، دلالت کی۔ دَلَّ دَلَالَۃً (باب نصر) دلالت کرنا۔

شرح حدیث: قرآن کریم کی بعض آیات کا قرآن کریم میں سبب نزول بیان کیا جاتا ہے جس سے مراد وہ واقعہ یا مناسبت ہوتی ہے جس میں قرآن کریم کی متعلقہ آیت نازل ہوئی ہو، یہ ایک باقاعدہ علم ہے جسے علم اسباب النزول کہا جاتا ہے، اسی طرح بعض احادیث کسی واقعہ یا موقع سے متعلق ہوتی، ایسا واقعہ یا موقع جس سے حدیث متعلق ہو سبب ورود الحدیث کہلاتا ہے اس کی جمع اسباب ورود الحدیث ہے اور یہ علوم الحدیث میں ایک اہم اور مستقل علم ہے۔

اس حدیث کا بھی کتب حدیث میں سبب ورود بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری سواری ہلاک ہوگئی ہے آپ ﷺ مجھے سوار کرادیجئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے یہ سن کر ایک صاحب نے فرمایا کہ یارسول اللہ! میں اس کو ایسا شخص بتادیتا ہوں جو اس کو سوار کرادے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی نیکی کی طرف راہنمائی کی اسے اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مبارک دلیل ہے کہ خیر کی جانب راہنمائی کرنا باعث اجر وثواب ہے اور اسی طرح علم سکھانا، دین کے احکام بتانا اور عبادات کے طریقے سمجھانا جیسے تمام امور بھی باعث اجر وثواب ہیں، اور امور خیر کی طرف راہنمائی کرنے والوں کو بھی ایسا ثواب ملے گا جیسا خود عمل کرنے والے کو ملے گا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ثواب اعمال اور ان کا اجر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے وہ جس کو جتنا چاہے عطا کرے۔ اعمال کا مدار نیت پر ہے اگر اخلاص اور حسن نیت ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر اجر وثواب عطا فرمائیں گے، ایک اور حدیث سے اس موضوع کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی کو روزہ افطار کرایا تو اس کو اس روزہ رکھنے والے شخص کے برابر اجر وثواب ملے گا، اور ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جس کے پاس کچھ نہ ہو اور وہ تمنا کرے کہ اگر اس کے پاس مال ودولت ہوتا تو وہ اللہ کے راستے میں اسی طرح خرچ کرتا جس طرح اس کے ساتھی نے کیا ہے تو وہ دونوں اجر وثواب میں برابر ہوں گے۔

(صحیح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، دلیل الفالحین: ۱/ ۳۳۴، روضۃ المتقین: ۱/ ۲۲۲)

۱۷۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا" وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہدایت کی طرف بلاتا ہے تو اس کو ان لوگوں کے مطابق اجر ملتا ہے جو اس کی اتباع کرتے ہیں اور اس سے ان کے اجور میں کچھ کمی نہ ہوگی اور جو شخص گمراہی کی طرف دعوت دیتا ہے اس پر اس کی اتباع کرنے والے لوگوں کے مثل گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کمی نہ ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۷۴): صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ حسنةً او سيئةً و من دعا الى هدًى او ضلالةٍ .

شرح حدیث: یہ حدیث اس امر کے بیان میں واضح ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کسی نیکی یا اچھائی کی طرف بلائے تو اسے ان لوگوں کے برابر اجر وثواب ملے گا جو قیامت تک اس کے بعد اس پر عمل کریں گے تو اسے ان سب کا اجر ملے گا یعنی جس نے کسی کو ان اعمال صالحہ کی جانب اور ان امور خیر کی طرف راہنمائی کی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ اعمال وحسنات ہیں اور وہ اپنے اس عمل میں مخلص ہو اور اس کی نیت صحیح ہے تو اسے قیامت تک ان سب کا اجر ملے گا۔

غرض یہ حدیث صریح ہے کہ امور حسنہ پر لوگوں کو آمادۂ عمل کرنا، انہیں رغبت اور شوق دلانا خاص طور پر ایسی سنت جسے لوگوں نے ترک کر دیا ہو۔ لوگوں کو اس سنت کے زندہ کرنے پر آمادہ کرنا ایسا بہترین عمل ہے جس پر قیامت تک اجر وثواب ملتا رہے گا، اسی طرح کسی برائی کو شروع کر دینا اور اس کا طریقہ قائم کر دینا اس قدر عظیم برائی ہے کہ ایسا کرنے والا نہ صرف اس گناہ کا بوجھ اٹھائے بلکہ جو لوگ اس طریقہ پر چلیں گے ان سب کے گناہ بھی ان کے ساتھ اس کے حساب میں لکھے جاتے رہیں گے۔ (اعاذنا اللہ)

(صحيح مسلم للنووی : ١٦/١٨٤ ، روضة المتقين : ١/٢٢٢)

وعظ ونصیحت سے کوئی ایک آدمی راہِ راست پر آجائے تو یہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہے

١٧٥ . وَعَنْ اَبِى الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: "لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلاً يَفْتَحُ اللّٰهُ علىٰ يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ" فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا : فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا علىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْ اَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ : "اَيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِى طَالِبٍ؟" فَقِيْلَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ يَشْتَكِىْ عَيْنَيْهِ قَالَ : "فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ" فَاُتِىَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرِئَ حَتّٰى كَاَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ : "اُنْفُذْ علىٰ رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالىٰ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَهْدِىَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَوْلُهُ "يَدُوْكُوْنَ" اَىْ يَخُوْضُوْنَ وَيَتَحَدَّثُوْنَ قَوْلُهُ "رِسْلِكَ" بِكَسْرِ الرَّآءِ وَبِفَتْحِهَا لُغَتَانِ

وَالْكَسْرُ اَفْصَحُ .

(۱۷۵) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے موقع پر فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائیں گے، وہ اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اسے محبوب رکھتے ہیں، وہ رات لوگوں نے اس اضطراب میں گذاری کہ دیکھئے جھنڈا کسے دیا جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو صحابۂ کرام رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، ہر ایک آرزو رکھتا تھا کہ جھنڈا اسے مل جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہے؟ بتایا گیا یا رسول اللہ ان کی آنکھ میں تکلیف ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں بلانے بھیجو، انہیں لایا گیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا، اور ان کے لئے دعا فرمائی، وہ صحیح ہوگئے جیسے انہیں کوئی تکلیف نہ تھی، آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا فرمادیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں، ان سے برسر پیکار رہوں گا، یہاں تک کہ وہ ہماری طرح (مسلمان) ہوجائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سیدھے چلے جاؤ یہاں تک کہ میدان جنگ میں پہنچ جاؤ پھر انہیں دعوت اسلام دو اور انہیں بتاؤ کہ ان پر اسلام میں اللہ کے کیا حقوق لازم ہوتے ہیں، اللہ کی قسم اگر اللہ تیرے سبب سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دیدے تو تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

یدوکون : غور کرتے رہے، باتیں کرتے رہے۔ رِسلك : راء کے زیر اور فتح کے ساتھ دونوں لغت ہیں لیکن را کے کسرہ کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔

تخریج حدیث (۱۷۵): صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ. صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی رضی اللہ عنہ .

راوی حدیث: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی ﷺ سے پانچ سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ والدین نے حزن نام رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بدل کر سہل رکھ دیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "۱۸۸" احادیث مروی ہیں جن میں ۲۸ متفق علیہ ہیں۔ ۹۱ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابه فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: یَدُوْكُوْن، ذاك، دوكا، ومداكا، (باب نصر) مضطرب ہونا۔ یشتکی، اشتکی اشتکاءً (باب افتعال) بیمار ہونا۔

شرح حدیث: غزوۂ خیبر کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آشوب چشم تھا، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلوایا، انہیں اپنی گود میں لٹایا اور اپنی ہتھیلی مبارک پر لعاب دہن لے کر ان کی آنکھوں پر مل دیا جس سے معجزانہ طور پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کی تکلیف فوراً جاتی رہی، اور آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا یعنی لشکر کا جھنڈا جو سیاہ رنگ کا تھا اور رسول اللہ ﷺ کا لواء سفید تھا، جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رخصت کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ اولاً انہیں دعوت اسلام دینا اگر کوئی ان میں سے تمہارے ہاتھ پر اسلام قبول کرلے تو یہ سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے اور یہ اس بناء پر فرمایا کہ اہل عرب کے نزدیک سرخ اونٹوں کو بہت قیمتی مال سمجھا جاتا تھا۔

حدیث مبارک متعدد معجزات پر مشتمل ہے، آپ ﷺ کے دست شفاء سے حضرت علی رضی اللہ علیہ کا آشوب چشم جاتا رہا، اور روایت میں ہے کہ پھر زندگی بھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنکھوں میں تکلیف نہیں ہوئی، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ خیبر کے جس قلعے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح فرمایا تھا اس کا نام قموص تھا جو ان کا سب سے بڑا قلعہ تھا، اور یہیں حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہا باندی بن کر آئی تھیں۔ (روضة المتقين : ۱/۲۲۵، دليل الفالحين : ۱/۳۳٤)

جو بیماری کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کر سکے اس کو بھی اجر ملتا ہے

۱۷٦. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ فَتًى مِنْ أَسْلَمَ قَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أُرِيْدُ الْغَزْوَ وَلَيْسَ مَعِيَ مَا أَتَجَهَّزُ بِهِ ؟ قَالَ : "ائْتِ فُلَانًا فَإِنَّهُ قَدْ كَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ فَقَالَ : إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِؤُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ : أَعْطِنِي الَّذِيْ تَجَهَّزْتَ بِهِ . فَقَالَ : يَافُلَانَةُ أَعْطِيْهِ الَّذِيْ تَجَهَّزْتُ بِهِ وَلَاتَحْبِسِيْ مِنْهُ شَيْئًا، فَوَاللّٰهِ لَاتَحْبِسِيْنَ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارَكَ لَكِ فِيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ . (۱۳۷/۲)

(۱۷٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسلم قبیلے کے ایک نوجوان نے عرض کی: یا رسول اللہ میں شرکت جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن میرے پاس کچھ نہیں ہے جس سے تیاری کروں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں شخص کے پاس جاؤ اس نے سامان جہاد تیار کر لیا تھا مگر وہ بیمار ہو گیا، وہ اس کے پاس گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم نے جو تیاری کی ہے وہ مجھے دیدو، اس نے کہا: اے فلانی اسے جو میں نے تیاری کی ہے سب دیدے اور اس میں سے کوئی چیز نہ روکنا، اللہ کی قسم اس میں کچھ نہ روکنا، تمہیں اس میں برکت ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۷٦): صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل اعانة الغازي في سبيل الله بمركوب وغيره .

کلمات حدیث: تجهز : تیاری کی (باب تفعل) جهاز : سامان عروس۔

شرح حدیث: بنو اسلم ایک بڑا قبیلہ تھا، اور متعدد صحابۂ کرام کا اس قبیلے سے تعلق تھا اور متعدد تابعین بھی بنو اسلم سے تعلق رکھتے تھے جن میں سے علماء اور راویان حدیث ہوئے۔

بنو اسلم کے کسی نوجوان نے تمنائے شرکت جہاد اور اپنے بے مایہ ہونے کی کیفیت بیان کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں بتایا کہ فلاں صاحب جہاد کی تیاری کر چکے تھے کہ بیمار پڑ گئے۔ یہ ان کے پاس چلے گئے اور وہاں جا کر عرض کی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ جہاد کے لئے تم نے جو سامان تیار کیا ہے وہ مجھے دیدو۔ ان صاحب نے اسی وقت اور بلا تأمل اپنی اہلیہ کو آواز دی اور کہا کہ جو کچھ ہے سب دیدو اور دیکھو کوئی چیز روک نہ لینا سب دیدو اللہ بہت برکت دے گا۔

اگر کسی نے کوئی شئے اللہ کے راستے میں دینے کے لئے رکھی ہو پھر وہ جہت باقی نہ رہے یا اس کام میں ضرورت باقی نہ رہے تو اسے دوسرے کار خیر میں لگائے اور اپنے ذاتی تصرف میں نہ لائے تو بہتر ہے۔ (روضة المتقين : ۱/۲۲٦)

البَابُ (۲۱)

فی التعاون علی البر و التقوٰی
نیکی اور تقوٰی کے کاموں میں تعاون

۷۷. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''نیکی اور تقوٰی کے کاموں میں تعاون کرو۔'' (المائدۃ:۳)

تفسیری نکات: پہلی آیت ایک بہت عظیم اور راہنما اصول کے بیان پر مشتمل ہے کہ نیکی اور تقوٰی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور برّ (نیکی) کا لفظ ان تمام اعمال صالحہ کو مشتمل ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمائے ہیں اور تقوٰی سے مراد اللہ کا خوف اور اس کی خشیت اور اس کی گرفت سے ڈر کر ان تمام برے کاموں سے پرہیز اور اجتناب کرنا جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (تفسیر مظهری)

۷۸. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَالْعَصْرِ ﴿١﴾ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿٢﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿٣﴾ ﴾

قَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَلَامًا مَعْنَاهُ : إِنَّ النَّاسَ اَوْ اَكْثَرَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ عَنْ تَدَبُّرِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ.

اور فرمایا:

''قسم ہے زمانے کی کہ انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔'' (العصر)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بے شمار لوگ اس سورہ کے معنی سے نا آشنا ہیں۔

دوسرے مرحلے پر پوری سورۃ والعصر ذکر فرمائی گئی یہ سورۃ اپنے اختصار کے باوجود قرآن کریم کے مضامین کا خلاصہ اور نچوڑ ہے یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر قرآن کریم میں یہی ایک سورت نازل ہوتی تو ارباب دانش کی ہدایت کے لئے کافی ہوتی۔ عصر کے معنی زمانے کے ہیں یعنی قسم ہے زمانے کی۔ جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے جسے تحصیل کمالات اور حصول سعادت کے لئے ایک متاع گراں مایہ سمجھنا چاہئے، اس سے بڑھ کر خسارہ کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے کی طرح اس کا سرمایۂ تجارت جسے عمر عزیز کہتے ہیں دم بدم کم ہو رہا ہے اگر اس روا روی میں کوئی ایسا کام نہ کرلیا جس سے یہ عمر ٹھکانے لگ جائے بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لئے کارآمد بن جائے، پھر تو خسارے کی انتہا نہیں ہے، آدمی کو چاہئے کہ وقت کی قدر پہچانے اور عمر عزیز کے لحات کو یونہی غفلت و شرارت اور لہو ولعب میں نہ گزارے بلکہ اس عمر فانی کو باقی

اور ناکارہ زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے جدوجہد کرے اور بہترین اوقات اور عمدہ مواقع کو غنیمت سمجھ کر کسب سعادت اور تحصیل کمال میں سرگرم ہو جائے۔

انسان کو اس عظیم اور ہمہ گیر خسارے سے بچنے کے لئے چار امور کی ضرورت ہے، اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر اور اللہ کے رسول ﷺ کی لائی ہوئی تمام باتوں پر ایمان، یہ ایمان دل میں راسخ ہو جائے اور قلب میں جاگزیں ہو جائے تو لازماً آدمی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے پر آمادۂ عمل ہوگا اور ایمان کا اثر قلب و دماغ سے نکل کر اعضاء و جوارح میں اثر پذیر ہوگا، ایمان اور عمل صالح انفرادی صلاح وفلاح کے ضامن ہیں، مگر بندۂ مؤمن اسی حد پر آ کر نہ رک جائے بلکہ دوسروں کو بھی اس حقیقت سے آگاہ کرے جس تک خود پہنچا ہے اور دوسروں کو بھی اس لذت سے آشنا کرے جس سے خود بہرہ ور ہوا ہے یعنی اپنے قول و فعل سے ہر معاملے میں دوسروں کو حق کی تلقین کرے اور جس قدر سختیاں اور دشواریاں اس راہ میں پیش آئیں یا خلاف طبع امور پیش آئیں پورے صبر و استقامت سے انہیں برداشت کرے، یعنی خسارۂ عظیم سے بچنے کے چار عظیم اصول ہیں دو انفرادی ہیں یعنی ایمان اور عمل صالح اور دو اجتماعی ہیں یعنی تواصی بالحق اور تواصی بالصبر۔ (تفسیر عثمانی)

مجاہدین کو سامان فراہم کرنے والے کا اجر

۱۷۷۔ وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُھَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: " مَنْ جَھَّزَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِیًا فِیْ اَھْلِہٖ بِخَیْرٍ فَقَدْ غَزَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

(۱۷۷) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہد کو سامان دیا اس نے گویا خود جہاد کیا اور جس نے مجاہد کی روانگی کے بعد اس کے گھر والوں کی خبر گیری کی اس نے بھی گویا جہاد کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۷۷): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب من جهز غازيا خلف . صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل اعانة الغازى فى سبيل الله وغيره .

راوی حدیث: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ سے قبل اسلام لائے، ان سے "۸۱" احادیث مروی ہیں جن میں پانچ متفق علیہ ہیں، ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابه فى تمييز الصحابة، تهذيب التهذيب)

شرح حدیث: کسی مجاہد کو سامان جہاد کی فراہمی کا اجر و ثواب ایسا ہے جیسے خود جہاد میں شرکت کی ہو، ابن حبان فرماتے ہیں کہ اسے بغیر جنگ میں شرکت کیے اس قدر ثواب ملے گا جیسے اس نے جہاد میں شرکت کی ہو، اسی طرح اگر کسی نے مجاہد کے جہاد پر روانہ ہونے کے بعد اس کے گھر والوں کی دیکھ بھال کی تو اس کو بھی اسی طرح ثواب ملے گا جیسے اس نے جہاد میں شرکت کی ہو۔

مسلمانوں کے مصالح کا خیال اوران کی تکمیل اوران کی ضروریات کو پورا کرنا بڑے اجروثواب کا کام ہے۔

مجاہد کے گھر کی دیکھ بھال کرنے والا اجر میں برابر کا شریک ہوگا

۱۷۸. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا اِلٰی بَنِیْ لَحْیَانَ مِنْ هُذَیْلٍ فَقَالَ : "لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا وَالْاَجْرُ بَیْنَهُمَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہذیل کے بنولحیان قبیلے کی طرف ایک جیش روانہ فرمایا اور فرمایا کہ ہر دوآدمیوں میں سے ایک جہاد میں جائے، ثواب میں دونوں شریک ہوں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۷۸): صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللّٰه بمرکوب وغیرہ.

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے ہذیل کے قبیلے بنولحیان کی طرف ایک لشکر بھیجا، علماء کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث اس وقت سے متعلق ہے جب بنولحیان سب کے سب کافر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا ہر دو میں سے ایک جائے گا، یعنی ہر قبیلہ کے نصف مقاتلین شریک جہاد ہوں گے، اور جو باقی ہیں وہ مجاہدین کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کریں گے، اور اجروثواب میں مجاہدین کے شریک ہوں گے، جیسا کہ حدیث سابق میں آیا ہے، واللہ اعلم، ایک اور روایت میں جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بنولحیان کی جانب لشکر روانہ فرمایا اور فرمایا کہ ہر دو میں سے ایک آدمی جائے اور پیچھے رہ جانے والوں کو فرمایا کہ وہ مجاہدین کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کریں، انہیں جہاد پر جانے والے کے اجر کا نصف ملے گا۔ (روضة المتقین : ۱/۲۲۸)

نابالغ بچے کے حج کا ثواب والدین کو ملے گا

۱۷۹. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِیَ رَکْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ : "مَنِ الْقَوْمُ؟" قَالُوْا : الْمُسْلِمُوْنَ، فَقَالُوْا : مَنْ اَنْتَ ؟ قَالَ : "رَسُوْلُ اللّٰهِ" فَرَفَعَتْ اِلَیْهِ امْرَاَةٌ صَبِیًّا، فَقَالَتْ : اَلِهٰذَا حَجٌّ ؟ قَالَ : "نَعَمْ وَلَکِ اَجْرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کو روحاء مقام پر ایک قافلہ ملا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کون ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ مسلمان ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، ایک عورت نے آپ ﷺ کے سامنے بچہ اٹھایا اور بولی: کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور تمہارے لئے اجر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۷۹): صحیح مسلم، کتاب الحج، باب صحة حج الصبی واجر من حج به.

شرح حدیث: کسی سفر میں روحاء کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کو کچھ سوار ملے، (رکب) ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اونٹوں پر سوار ہوں اور دس افراد سے کم ہوں، اور روحا ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلے پر ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے

ہیں کہ ہوسکتا ہے یہ ملاقات رات کے وقت ہوئی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ملاقات دن کے وقت ہوئی ہو مگر یہ لوگ اسلام لا کر اپنے علاقے میں رہ رہے ہوں اور اس سے قبل ہجرت نہ کی ہو۔

ایک عورت نے اپنے بچہ کو بلند کر کے پوچھا کہ کیا اس کا حج ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور تمہیں اس کا اجر ملے گا، یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور علماء کے مسلک کی دلیل ہے کہ بچہ کا حج منعقد ہو جاتا ہے اور صحیح ہے اور اس پر ثواب بھی ہوگا لیکن یہ حج اسلام کا حج نہ ہوگا بلکہ نفلی حج ہوگا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچہ کا حج نہیں ہے اور اصحاب ابی حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچہ کا حج بطور تمرین ہے تاکہ اسے عادت ہو جائے اور وہ بڑا ہو کر حج کر سکے، بہرحال اس امر پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ اسلامی حج (فرض حج) نہیں ہوگا بلکہ بعد بلوغ وہ حج ادا کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ تجھے اس بچے کو حج کرانے کا اجر ملے گا یعنی حج کرانے کا، اس کی تیاری کرانے اور اس زحمت کے اٹھانے کا جو وہ بچہ کو حج کرانے میں برداشت کرے گی۔

بچہ کی طرف سے نیت حج بچہ کا ولی یعنی باپ دادا وغیرہ کرے گا، یہ جب ہے جب بچہ غیر ممیز ہو، اگر بچہ خود ممیز ہو تو ولی کی اجازت سے خود حج اور احرام کی نیت کر سکتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی : ۹/۸٤، دليل الفالحين : ۱/۳٤٠ ، روضة المتقين : ۱/۲۲۸)

دوسرے کا صدقہ امانتداری کے ساتھ آگے پہنچانے والے کو برابر ثواب ملے گا

۱۸۰ . وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ : "الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ الَّذِیْ يَنْفِذُ مَا اُمِرَ بِهٖ فَيُعْطِيْهِ كَامِلاً مُوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهٗ اِلَى الَّذِیْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِیْ رِوَايَةٍ : "الَّذِیْ يُعْطِیْ مَااُمِرَبِهٖ" . وَضَبَطُوْا : "اَلْمُتَصَدِّقَيْنِ بِفَتْحِ الْقَافِ مَعَ كَسْرِ النُّوْنِ عَلَى التَّثْنِيَةِ وَعَكْسُهٗ عَلَى الْجَمْعِ وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ .

(۱۸۰) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان امین خازن وہ کام کرتا ہے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے، وہ پوری پوری مقدار اپنی خوشی کے ساتھ اس کو دیتا ہے جس کو دینے کا اسے حکم دیا گیا ہے، وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ دیتا ہے جس طرح اسے حکم دیا گیا ہے، اور بعض نے لفظ متصدقین قاف کے زبر اور نون کے زیر کے ساتھ بطور تثنیہ ذکر کیا ہے، اس کے برعکس جمع ہے اور دونوں صحیح ہیں۔

تخریج حدیث (۱۸۰): صحيح البخاری، كتاب الزكوٰة، باب اجر الخادم . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب اجر الخازن الامين والمرأة اذا تصدقت .

کلمات حدیث: الخازن : خزانہ رکھنے والا ،خزانچی۔جمع خزنة . و خُزان، خَزِن، خزنا (باب سمع) ذخیرہ کرنا،جمع کرنا۔ یُنفِذُ : نافذ کرتا ہے، جاری کرتا ہے۔ نَفَذَ نفوذا، (باب نصر) حکم پورا کرنا اور نافذ کرنا۔

شرح حدیث: فرمایا کہ خازن مسلم ہو، امین ہو، جس طرح اسے حکم دیا جائے اسی طرح کرے اور دیتے وقت خوش دلی اور بشاشت کے ساتھ دے، کیوں کہ بعض خازن دوسروں کے مال پر بخیل ہو جاتے ہیں جو بخل کی بہت ہی بری صورت ہے۔

غرض جس کو صدقہ کے مال یا کسی اور مال پر امین اور خازن بنایا گیا ہو وہ اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ اس فرض کو خوش دلی کے ساتھ جس کو دینے کو کہا گیا ہے اسے دیدے اور دینے میں اپنے کسی ذاتی رجحان کو داخل نہ ہونے دے کہ جن کو پسند کرتا ہے یا جو اس کے رشتہ دار ہوں انہیں ترجیح دیدے، جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق خازن کا فریضہ انجام دے گا وہ صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہوگا یعنی اسی طرح اجر وثواب پائے گا جس طرح صدقہ کرنے والوں کو ملے گا۔

(فتح الباری : ۱/۸۳۲ ، روضة المتقین : ۱/۲۲۸)

الباب (۲۲)

باب في النصيحة
نصیحت

۷۹. قَالَ تَعَالٰی :

﴿ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾

اللہ سبحانہ نے فرمایا :

''مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''(الحجرات: ۱۰)

تفسیری نکات: مسلمان دین کے رشتہ اور تعلق سے آپس میں بھائی بھائی ہیں اور دینی تعلق تمام تعلقات سے زیادہ مضبوط اور قوی ہوتا ہے اس لئے مسلمانوں کے درمیان رشتۂ اخوت حقیقی برادری سے بھی زیادہ قوی اور مضبوط ہونا چاہئے، تقاضائے اخوت نصیحت ہے اور دین بھی تمام تر نصیحت ہی ہے، اس لئے مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مخلص ناصح ہوں کہ یہ تقاضائے ایمان اور تقاضائے اخوت ہے۔

۸۰. وَقَالَ تَعَالٰی :

اِخْبَارًا عَنْ نُوحٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿ وَأَنصَحُ لَكُمْ ﴾

وَعَنْ هُوْدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿ وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے ان کا یہ قول نقل فرمایا:

''میں تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں۔''(الاعراف: ٦٢)

اور حضرت ہود علیہ السلام کا یہ قول نقل فرمایا:

''اور میں تمہارے لئے ناصح امین ہوں۔''(الاعراف: ٦٨)

تفسیری نکات: اسی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں پورے اخلاص کے ساتھ تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ اور اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں پیغام الٰہی پہنچا رہا ہوں اور امانت اور دیانت کے ساتھ تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں کہ اسی میں تمہاری صلاح وفلاح ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ آپ تو کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے بغیر کسی ناراضگی کے انتہائی پر شفقت لہجے میں فرمایا کہ میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں، مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مبلغین کو ایک اہم تعلیم اور ہدایت ہے کہ دعوت دینے میں جو کوئی اعتراض کرے تو جواب میں اس کے ساتھ ہمدردانہ لہجہ اختیار کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام قوم سے انتقامی جذبہ نہیں رکھتے اور نہ وہ ان سے کسی صلہ کے خواہاں ہوتے ہیں۔ وہ تو سراپا خیر خواہی اور ہمدردی ہوتے ہیں، چنانچہ ہود علیہ السلام نے مؤثر اور دلکش الفاظ میں فرمایا کہ میں تو تمہارے لئے ناصح امین ہوں۔

(تفسیر عثمانی، معارف القرآن، تفسیر مظہری)

دین خیر خواہی کا نام ہے

۱۸۱۔ فَالْاَوَّلُ عَنْ اَبِیْ رُقَیَّةَ تَمِیْمِ بْنِ اَوْسٍ الدَّارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ . قُلْنَا : لِمَنْ ؟ قَالَ : " لِلّٰهِ وَلِکِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۸۱) حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دین نصیحت ہے، ہم نے عرض کی کس کیلئے؟ فرمایا: اللہ کے لئے، اللہ کی کتاب کے لئے، اللہ کے رسول کے لئے، مسلمانوں کے ائمہ کے لئے اور عام مسلمانوں کیلئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۸۱): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین نصیحة .

راوی حدیث: حضرت ابورقیہ تمیم بن اوس رضی اللہ عنہ ۹ ھ میں اسلام لائے اور مدینہ منورہ میں قیام فرمایا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بیت المقدس چلے گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اٹھارہ احادیث مروی ہیں۔ ۴۰ ھ میں انتقال کیا۔ (الاصابه فی تمییز الصحابة، تهذیب التهذیب)

شرح حدیث: حدیث مبارک انتہائی عظیم الشان حدیث ہے اور مدار اسلام ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ ربع اسلام ہے یعنی چار اہم ترین احادیث میں سے ایک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث خود ہی مدار ہے، یہ تمیم داری کی واحد حدیث ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کی۔ صحیح بخاری میں تمیم داری کی روایت کردہ کوئی حدیث نہیں ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک میں وارد نصیحت کا لفظ بہت اہم اور جامع ہے اور خود عربی زبان میں دوسرا کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو نصیحت کے تمام معانی کو جامع ہو، جیسا کہ عربی زبان میں لفظ فلاح ایک منفرد لفظ ہے جو دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں اور کامیابیوں اور کامرانیوں کو حاوی ہے۔

غرض نصیحت کا لفظ دین کا نچوڑ اور اس کا ستون ہے اور آپ ﷺ کا الدین النصیحة : کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ الحج عرفة یعنی جس طرح وقوف عرفہ حج کا ایسا عظیم رکن ہے کہ حج کا وجود وعدم وقوف عرفہ پر منحصر ہے اسی طرح نصیحت دین کا ایسا اہم عنصر ہے کہ پورے دین کے بارے میں فرمایا کہ الدین النصیحة.

صحابۂ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ نصیحت کس کے لئے؟ فرمایا:

۱۔ اللہ کے لئے　　۲۔ اللہ کی کتاب کے لئے

۳۔ اللہ کے رسول ﷺ کے لئے　　٤۔ مسلم حکمرانوں کے لئے　　۵۔ عام مسلمانوں کے لئے

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے لئے نصیحت کا مرجع دراصل بندہ خود ہے، کیوں کہ اللہ ہر ناصح کی نصیحت سے مستغنی ہے، بہر حال اللہ کے لئے نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لائے اور اس کے احکام کی تعمیل کرے اور اس کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور

ان پر شکر کرے اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی اور معصیت سے اجتناب کرے، اسی کو خالق مالک اور رازق مانے اور جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگے۔" اذا سألت فاسأل الله و اذا استعنت فاستعن بالله " (جب سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب استعانت طلب کرو تو اللہ ہی سے کرو)

اللہ کی کتاب (قرآن کریم) کے لئے نصیحت کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم پر ایمان کامل ہو کہ یہ کلام الٰہی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوا ہے، قرآن کریم کی تعظیم وتکریم اور اسکی تلاوت کرے اس میں غور وفکر کرے اور اس کو سمجھے اور سمجھ کر عمل کرے۔

اللہ کے رسول ﷺ کے لئے نصیحت کا مطلب، اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان کامل کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے آخری رسول، خاتم الانبیاء ہیں آپ کا لایا ہوا دین قیامت تک تمام انسانیت کے لئے واحد دین اور تنہا وسیلۂ نجات ہے، آپ ﷺ کی زندگی کے ہر معاملے میں اتباع کرے اور حیات کے ہر مرحلے میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرے۔

حکمرانوں کے لئے نصیحت کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی اعانت اور نصرت کرے اور تمام جائز امور میں ان کے احکام کی پیروی کرے اور ان کیلئے دعائے خیر کرے، ان کے خلاف بغاوت نہ کرے، اور اگر وہ سیدھے راستے سے ہٹیں تو انہیں دل سوزی اور نرمی سے سمجھائے۔

اور عام مسلمانوں کے لئے نصیحت کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی مصالح میں ان کی راہنمائی کرے، ان کی دنیا اور آخرت کی بھلائی کی فکر کرے، اپنی زبان اور اپنے عمل سے ان کا معین ومددگار رہو، انہیں اچھی باتوں کی فہمائش کرے اور بری باتوں سے بچنے کی تلقین کرے، ان کی عزت وحرمت کی، جان ومال کی حفاظت کرے۔

(صحیح مسلم للنووی : ۲/۳٤ ، روضة المتقین : ۱/۲۳۰ ، مرقات المصابیح شرح مشکوٰة المصابیح : ۹/۲۲٤)

ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت

۱۸۲ . اَلثَّانِیُ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : " بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوةِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۸۲) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ میں نماز ادا کروں گا، زکوٰۃ دوں گا، اور ہر مسلم کی خیر خواہی کروں گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۸۲): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ الدین النصیحة لله ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتهم . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الدین النصیحة .

شرح حدیث: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت فرمائی اقامت صلاۃ، ایتاء زکوٰۃ اور ہر مسلمان کے لئے نصیحت پر۔ صحیح بخاری میں کتاب البیوع میں روایت ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ پر اور سمع وطاعت پر اور ہر مسلمان کے لئے

نصیحت پر۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سمع وطاعت پر بیعت کی، پھر آپ ﷺ نے مجھے تلقین فرمائی کہ میں جس قدر استطاعت ہو تعمیل حکم کروں اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و مرتبہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے جو حافظ طبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خادم کو گھوڑا خریدنے بھیجا، اس نے ایک گھوڑے کا تین سو درہم میں معاملہ کرلیا اور گھوڑے کے مالک کو لے کر آیا تا کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی قیمت کی ادائیگی کردیں، حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھوڑے کے مالک سے کہا کہ تمہارا یہ گھوڑا تو چار سو کا ہے تو کیا چار سو میں دے رہے ہو، اس نے کہا کہ ابو عبداللہ تمہاری مرضی، حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو سو درہم کر کے قیمت بڑھاتے رہے، یہاں تک کہ آٹھ سو میں خرید لیا، کسی نے کہا کہ گھوڑے کا مالک تو تین سو میں بھی راضی تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے آٹھ سو دے دیے، حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی کہ میں ہر مسلمان سے خیر خواہی کروں گا۔ (فتح الباری : ۱/۲۷۶ ، روضة المتقين :۱/۲۳۲)

جو بات اپنے لیے پسند ہو اپنے بھائی کے لیے بھی اسی کو پسند کرو

۱۸۳ . اَلثَّالِثُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال : "لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَايُحِبُّ لِنَفْسِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے اسی بات کو محبوب نہ سمجھے جس کو وہ اپنے لئے محبوب سمجھتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۸۳): صحيح البخاری، كتاب الايمان، باب من الايمان ان يحب لاخيه . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على ان من خصال الايمان ان يحب لاخيه ما يحب لنفسه من الخير .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ کوئی شخص اس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہوگا جب تک وہ ایمان کے اس اعلیٰ مرتبہ کو نہ حاصل کرلے کہ دوسرے مؤمن بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، ایک روایت میں خیر کا لفظ ہے کہ دوسرے مسلمان بھائی کے لئے ہر اس بھلائی اور خیر کو محبوب رکھے جسے اپنے لئے محبوب رکھتا ہے، یعنی یہ چاہے کہ اس کا مسلمان بھائی تمام بھلائیوں میں سبقت کر جائے، اور جملہ مراتب کمال حاصل کرلے، کیوں کہ خیر ایک جامع لفظ ہے جس میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں داخل ہیں اور یہ لفظ تمام طاعات اور اعمال صالحہ پر مشتمل ہے۔

دنیا کی بھلائی یہ ہے کہ مال و دولت عزت و آبرو حاصل ہو اور اسباب راحت حاصل ہوں اور دنیا کے مصائب اور مشکلات سے عافیت حاصل ہو، اور آخرت کی بھلائی۔۔۔۔ اعمال صالحہ کی توفیق اور خاتمہ بالخیر ہو۔

(فتح الباری :۱/۲۴۳ ، صحيح مسلم للنووی : ۲/۱۵ ، روضة المتقين :۱/۲۳۳ ، دليل الفالحين ۱/۳۴۵)

البَابُ (۲۳)

فی الامر بالمعروف والنهی عن المنکر

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

۱۸. قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى ٱلْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۚ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا کہ

''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جولوگوں کونیکی کی طرف بلائے اوراچھے کاموں کاحکم دے اور برے کاموں سے منع کرے، یہی لوگ ہیں جوکامیاب ہیں۔'' (آل عمران: ۱۰۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشادفرمایا کہ مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو دوسرے مسلمان بھائیوں کوقرآن وسنت کے مطابق اچھے کاموں کی ہدایت اور برے کاموں سے روکنے کواپنا فریضہ سمجھے، اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کی ذمہ داری ہر مسلمان پر ڈالنے کے لئے قرآن کریم میں بہت سے واضح ارشادات وارد ہیں لیکن ہر کام کی اہلیت وصلاحیت ہونا لازمی ہے اس لئے ضروری ہے کہ جوشخص اس فریضہ کوانجام دے اس کودین کامکمل علم ہو، یعنی عمومی طور پر ہر مسلمان کے لئے لازمی ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق علم دین حاصل کرے اوراپنی حدتک اچھائیوں کی تبلیغ وترویج کرے اور برائیوں سے روکے، لیکن اس کے ساتھ ہی مذکورہ آیت میں فرمایا گیا کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت ایسی ہوجوخاص طور پر دعوت وارشاد کا فریضہ انجام دے اور یہ جماعت ایسی ہو جو ہر طرح دعوت الی الخیر کی اہل ہو۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خیر سے مراد قرآنِ کریم اور میری سنت کا اتباع ہے۔ یعنی یہ جماعت دعوت الی الخیر کی علم بردار ہواور بھلائی کاحکم دینے والی اور برائیوں سے روکنے والی ہو، معروف میں وہ تمام نیکیاں اور بھلائیاں داخل ہیں جن کا اسلام نے حکم دیا ہے اور منکر ہروہ بات جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔ یہی لوگ کامیاب اور کامران ہیں۔

(معارف القرآن: ۲/ ۱۴۰)

۸۲. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ﴾

نیزفرمایا کہ

''تم بہترین امت ہوجولوگوں کے لئے اٹھائی گئی ہے۔ تم اچھے کاموں کاحکم دیتے ہواور برے کاموں سے روکتے ہو۔''

(آل عمران: ۱۱۰)

تفسیری نکات: دوسری آیت امت محمدیہ کی ایک امتیازی خصوصیت کے بیان پر مشتمل ہے، وہ خصوصیت یہ ہے کہ خلق اللہ کونفع

پہنچانے ہی کے لئے یہ امت وجود میں آئی ہے کہ تمام انسانوں کی اصلاح اس کا منصبی فریضہ ہے اور پچھلی سب امتوں سے زیادہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تکمیل اس امت کے ذریعہ ہوئی، اس جماعت کا اولین مصداق صحابۂ کرام کی جماعت ہے جو اس عظیم مقصد کو لے کر اٹھی اور اس وقت کی ساری معلوم دنیا کی تقدیر بدل دی، حیوانوں کو انسان بنادیا اور انسانوں کو سیرت و کردار کی ایسی روشن قندیلیں بنادیا جن کی روشنی قیامت تک تابندہ رہے گی۔ (معارف القرآن، تفسیر مظہری)

۸۳. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ ۝١٩٩ ﴾

نیز فرمایا کہ

''عفو کو اختیار کرو اور اچھے کاموں کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔'' (الاعراف: ۱۹۹)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں دعوت حق کی اشاعت اور تبلیغ دین کا ایک زریں اصول بیان فرمایا گیا ہے کہ سخت گیری اور تند خوئی سے پرہیز کرو اور درگزر سے کام لو، نصیحت سے نہ رکو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔

حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے پیغمبر کو برگزیدہ اخلاق اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور قرآن میں کوئی اور آیت اس آیت سے بڑھ کر مکارم اخلاق کی جامع نہیں ہے۔ (تفسیر مظہری)

۸۴. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ﴾

نیز فرمایا کہ

''مؤمن مرد اور مؤمن عورت ایک دوسرے کے دوست ہیں، اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔''

(التوبۃ: ۷۱)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں خصوصیت کے ساتھ اہل ایمان کے اس وصف کا بیان ہوا کہ آپس میں ایک دوسرے کو اچھے کاموں کی ترغیب دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں، ماقبل کی آیت میں منافقین کا ذکر تھا کہ وہ برائیوں کی ترغیب دیتے اور اچھائیوں سے روکتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ منافقین کی باہمی دوستی اور رفاقت کسی نیکی یا اچھائی پر استوار نہیں ہوتی بلکہ کسی نہ کسی دنیاوی غرض پر مبنی ہوتی ہے اور اپنی مادی اغراض کی جائز و ناجائز تکمیل کے لئے وہ خود بھی برے راستوں پر چلتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس راستے میں اپنے ساتھ ملاتے ہیں، جبکہ مؤمنین کا باہمی تعلق دنیاوی غرض اور مادی مفاد پر مبنی نہیں ہے، ان کا باہمی تعلق ایمان کے رشتہ پر استوار ہے اور اسی وجہ سے وہ خود بھی نیک اعمال کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی نیکیوں کی ترغیب دیتے ہیں، خود بھی برائیوں سے بچتے ہیں اور دوسروں کو بھی تلقین کرتے ہیں کہ دیکھو برے کام نہ کرو۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر مظہری)

۸۵. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَاءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝٧٨ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝٧٩ ﴾

نیز فرمایا کہ

''بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ کی زبانی لعنت کی گئی، اس لئے کہ نافرمانی کرتے تھے، حد سے تجاوز کرتے تھے، جو برائی کرتے اس سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے، یقیناً وہ بہت برا کرتے تھے۔'' (المائدۃ: ۷۸، ۷۹)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں بنی اسرائیل کے ان نافرمانوں کا ذکر کیا گیا ہے جو تمرد اور سرکشی میں حد سے گذر گئے تھے۔ انہوں نے یونانی بت پرستوں کی تقلید میں شرک اور کفر پر مبنی ساری رسوم اور طور طریقے اختیار کر لئے تھے اور ان پر کچھ اس طرح جم گئے تھے کہ پلٹنے کے لئے تیار نہ تھے۔ نہ مجرم جرائم سے باز آتے تھے اور نہ کوئی ان پر گرفت کرتا تھا، منکرات وفواحش کا ارتکاب کرنے والوں پر کسی طرح کے انقباض وتکدر کا اظہار تک نہیں ہوتا تھا بس سب باہم ہر طرح کی برائیوں میں شیر وشکر ہو گئے، تب اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان پر لعنت کرائی، اور اس لعنت کی وجہ یہ تھی کہ سارے برائیوں میں مبتلا تھے اور اگر کوئی بچا ہوا بھی تھا تو اسے یہ توفیق نہ ہوتی تھی کہ وہ کسی کو برے کاموں سے روکے۔ روکنا تو درکنار ان کے سامنے اپنی طبعی تکدر اور برائی پر نفرت کا اظہار ہی کر دے۔ (تفسیر عثمانی)

۸۶. وَقَالَ تَعَالَىٰ :

﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾

نیز فرمایا کہ

''آپ کہیے یہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔'' (الکہف: ۲۹)

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں ارشاد ہوا کہ حق واضح ہو کر پوری طرح سامنے آ گیا اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔

بغوی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ عیینہ بن حصن فزاری مکہ کا رئیس رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کے پاس فقراء صحابہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کا لباس خستہ اور ہیئت فقیرانہ تھی، حاضرین میں اسی طرح کے اور بھی اصحاب تھے، عیینہ نے کہا کہ ہمیں آپ ﷺ کے پاس آنے اور آپ ﷺ کی بات سننے میں یہی لوگ مانع ہیں، آپ ﷺ ان کو ہٹا دیں یا ہمارے لئے علیحدہ مجلس کا انتظام کریں۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ کو حکم فرمایا گیا کہ آپ ﷺ انہی کے ساتھ رہیں اور کفار سے کہہ دیں کہ اب حق واضح ہو چکا ہے، اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے، کسی کے ایمان میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں اور کسی کے کفر میں ہمارا کوئی

نقصان نہیں، ہم نے ان ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو گھیرے میں لے لیں گی۔

(معارف القرآن ٥/٥٨٦)

٨٧. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ﴾

نیز فرمایا کہ

''جو تمہیں حکم ملا ہے اسے واشگاف کہہ دو۔'' (الحجر:۹۴)

تفسیری نکات: ساتویں آیت میں رسول کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ کو جو احکام الٰہی ملے ہیں انہیں علی الاعلان سب کو بتا دیں اور اس دعوت میں کسی جھجک اور تامل کی ضرورت نہیں ہے۔ اس آیت کے نزول سے قبل رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام چھپ چھپ کر عبادت اور تلاوت کیا کرتے تھے اور دعوت بھی خفیہ تھی، اس آیت میں حکم ہو گیا کہ تبلیغ دین کا کام علی الاعلان کریں۔

(تفسیر عثمانی ، معارف القرآن : ٥/٣١٤)

٨٨. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴾

نیز فرمایا کہ

''جو لوگ برائی سے منع کرتے تھے ہم نے ان کو نجات دی اور جو ظلم کرتے تھے انہیں برے عذاب میں پکڑ لیا کہ نافرمانی کرتے تھے۔'' (الاعراف:۱٦۵)

تفسیری نکات: آٹھویں آیت میں ارشاد ہوا کہ ہم نے انہیں نجات دی جو برے کاموں سے دوسروں کو منع کیا کرتے تھے اور جو نافرمانی میں مبتلا تھے انہیں برے عذاب میں پکڑ لیا۔ اس آیت سے ماقبل کی آیات میں اہل سبت کا ذکر ہے جنہیں یوم السبت کو مچھلیاں پکڑنے سے منع کیا گیا تھا، مگر انہوں نے اس حکم سے بچنے کے لئے حیلہ تراشا اور حکم الٰہی کی پابندی سے گریز کیا، ان میں سے کچھ اللہ سے ڈرنے والوں نے اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی اور انہیں حتی الوسع فہمائش کی مگر وہ باز نہ آئے اور اپنی بدعملی پر مصر رہے اور انہوں نے تمام نصیحتوں کو اس طرح بھلا دیا گویا انہوں نے سنا ہی نہیں، تو ہم نے ناصحین کو بچا کر ظالموں کو سخت عذاب میں گرفتار کر لیا۔ آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ناصحین کے بھی دو گروہ ہو گئے تھے، ایک گروہ تو عاجز آ چکا تھا اور اصلاح سے مایوس ہو چکا تھا، اور دوسرا گروہ جس نے آخر وقت تک وعظ ونصیحت کا فریضہ انجام دیا، اللہ نے دونوں کو نجات دیدی اور جو خود برائی کے مرتکب نہ تھے لیکن اس پر خاموش تھے اور وعظ ونصیحت نہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ان کا ذکر نہیں فرمایا، یعنی وہ ساکت رہے تو اللہ نے بھی ان کے ذکر سے سکوت فرمایا۔

(تفسیر عثمانی ، تفسیر مظہری)

۔ ایمان کا ادنیٰ درجہ برائی کو دل سے برا سمجھے

۱۸۴۔ فَالْاَوَّلُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۸۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹادے، اگر قدرت نہ رکھتا ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا سمجھے، یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۸۴): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان .

کلمات حدیث: منکر : بری بات، برا کام، ہر وہ بات یا کام جسے اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے برا قرار دیا ہو، جمع منکرات .
ولیغیرہ : اسے چاہئے کہ اسے بدل دے۔ غیّر تغییراً (باب تفعیل) تبدیل کر دینا، بدل دینا۔

منکرات سے روکنے کے تین درجات ہیں

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ایمان کے تین درجے بیان کئے گئے ہیں اوران تینوں درجوں کا تعلق اس بات سے ہے کہ ایک مؤمن جب اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے حکم کے برخلاف کوئی بات ہوتے ہوئے دیکھے تو اس کا کیا ردعمل ہو، پہلا درجہ یہ ہے کہ ہاتھ سے مٹادے مگر بشرط استطاعت اور قدرت، اگر ہاتھ سے مٹادینے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر معاشرے میں برے لوگوں کے غلبہ کی بناء پر یہ قدرت بھی نہ رہے تو پھر دل میں برا سمجھے اور ناگوار محسوس ہو اور اگر اللہ کے فضل وکرم سے اس برائی سے خود بچا ہوا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور دعا کرے کہ اللہ! مجھے آپ آئندہ بھی اس برائی سے اسی طرح محفوظ رکھئے جس طرح آپ نے اس وقت حفاظت فرمائی ہوئی ہے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور تر درجہ ہے، اگر کوئی مسلمان اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کو دل سے بھی برا نہ سمجھے تو اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ترتیب بیان کی گئی ہے یہ قرآن کریم، سنت نبوی ﷺ اور اجماع سے ثابت ہے اوراس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جس سے ہمارا جس قدر تعلق ہو اسے ہمیں زیادہ فہمائش اور زیادہ متوجہ کرنا کہ فلاں کام یا فلاں بات اللہ اوراس کے رسول ﷺ کا حکم ہے اسے کرنا چاہئے اور فلاں بات یا فلاں کام اللہ کے اوراس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف ہے اس سے بچنا چاہئے۔ غرض جو جتنا قریب ہے وہ اتنا ہی نصیحت کا اور خیر کی جانب توجہ دلانے کا مستحق ہے۔

واضح رہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے وقت خلوص اور حسن نیت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اور جو بات کہی جائے وہ بہت دل سوزی، نرمی اور محبت سے ایسے لب ولہجہ میں کہی جائے کہ سننے والا خود محسوس کرے کہ میرا ناصح میرا مخلص ہے اور وہ میرے لئے خیر اور

بھلائی چاہتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی : ۲/ ۱۸، روضۃ المتقین : ۱/ ۲۳۶)

منکرات کو کم اَز کم دل سے برا سمجھنا ضروری ہے

۱۸۵۔ اَلثَّانِیْ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَامِنْ نَبِیٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِیْ اُمَّةٍ قَبْلِیْ اِلَّاکَانَ لَهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ یَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ، ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَالَایَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَا لَایُؤْمَرُوْنَ ' فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِیَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ وهو مُؤْمِنٌ لَیْسَ وَرَآءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۸۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس امت میں کوئی نبی مبعوث فرمایا اسے اپنی امت میں سے سچے اصحاب مل گئے جو اس کی سنت کی پیروی کرتے اور اس کے احکام پر عمل کرتے پھر ان کے بعد لوگ آئے جو جو کہتے تھے وہ کرتے نہ تھے اور جو انہیں حکم دیا جاتا اس پر عمل نہ کرتے، جو شخص ان کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے اور جو اپنے دل سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے اور جو اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے، اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کا درجہ باقی نہیں رہا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۸۵): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان.

کلمات حدیث: حـواریـون کا واحد حواری ہے، مددگار، انبیاء کرام کے خاص مددگار، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قریبی ساتھی۔
خُلُوف، الخلف : مصدر، قائم مقام ہونا۔ خَرْدَل : رائی کا دانہ۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے اپنے اس ارشاد مبارک میں بڑے دلکش انداز میں امتوں کے سبب زوال کی نشاندہی فرمائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اول اول ہر نبی کے ساتھ اس کی امت کے کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اس کی سنت پر عمل کرتے اور اس کے لائے ہوئے احکام بجالاتے ہیں، پھر کچھ وقت گزر جاتا ہے تو بعد میں آنے والوں میں وہ قوت ایمانی نہیں رہتی اور ضعف ایمان کے ساتھ ان کے اعمال میں بھی فساد سرایت کر جاتا ہے اور حالت یہ ہوتی ہے کہ زبان سے بڑی اچھی اور خوبصورت بات کرتے ہیں لیکن عملی صورت مختلف ہوتی ہے اور وہ کام کرتے ہیں جن کا اللہ نے اور رسول نے حکم نہیں دیا۔ ایسے لوگوں سے جہاد کیا جائے، ہاتھ سے جہاد، قلب سے جہاد، اور زبان سے جہاد غرض جو ان سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے۔

اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے، یعنی جو منکر کی مزاحمت ہاتھ سے، زبان سے اور دل سے نہیں کرتا، دل میں اسے ناگواری بھی محسوس نہیں ہوتی تو گویا وہ اس پر راضی ہے اور اللہ کے حکم کے خلاف کسی بات پر راضی ہونا اس کا دائرہ ایمان سے خارج ہونا ہے۔ (شرح مسلم للنووی : ۲/ ۲۴، روضۃ المتقین : ۱/ ۲۳۸)

۱۸۶۔ اَلثَّالِثُ عَنْ اَبِی الْوَلِیْدِ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَہِ، وَعَلٰی اَثَرَۃٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَنْ لَانُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَّاحًا عِنْدَکُمْ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْہِ بُرْھَانٌ، وَعَلٰی اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا، لَانَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔

"اَلْمَنْشَطُ وَالْمَکْرَہُ" بِفَتْحِ مِیْمَیْھِمَا اَیْ فِی السَّھْلِ وَالصَّعْبِ ۔ "وَالْاَثَرَۃُ" "اَلْاِخْتِصَاصُ بِالْمُشْتَرَکِ وَقَدْ سَبَقَ بَیَانُھَا ۔ "بَوَّاحًا" بِفَتْحِ الْبَآءِ الْمُوَحَّدَۃِ وَبَعْدَھَا وَاوٌ ثُمَّ اَلِفٌ ثُمَّ حَآءٌ مُھْمَلَۃٌ: اَیْ ظَاھِرًا لَایَحْتَمِلُ تَاوِیْلًا ۔

(۱۸۶) حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سمع وطاعت پر بیعت کی کہ تنگی ہو یا فراخی ہو، ہمیں کوئی حکم آسان لگے یا دشوار محسوس ہو، خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے، اور یہ کہ ہم اپنے حاکموں سے جھگڑا نہیں کریں گے جب تک ان میں کھلا کفر نہ دیکھیں جس میں ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل ہو اور یہ کہ ہم ہر موقع پر اور جہاں بھی ہوں سچ بولیں اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہ ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۸۶): صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ترون بعدی اموراً تنکرونھا. صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ اھل الاھواء فی غیر معصیۃ .

راوی حدیث: حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر اور تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ بیعت الرضوان میں بھی شریک تھے، حفاظ صحابہ میں سے تھے۔ اصحاب صفہ کو قراءت سکھاتے تھے، مرویات کی تعداد "۱۸۱" ہے، جن میں چھ متفق علیہ ہیں۔ ۳۴ھ میں انتقال فرمایا۔

کلمات حدیث: اَلْمَنْشَط : وہ کام جس میں خوشی محسوس ہو۔ نَشِطَ، نِشَاطاً (باب سمع) خوش ہونا۔ مکرہ : امر ناگوار۔ کرہ کرھا کراھۃً (باب سمع) ناپسند کرنا۔

شرح حدیث: اسلام نے تمام مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے اور انہیں یہ اصول دیا ہے کہ نیکی اور تقوای کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں اور ان کے درمیان محبت وحسن سلوک اور ایک دوسرے کی خیرخواہی ایسی ہو جیسے تمام مؤمن مل کر ایک جسد واحد کی طرح ہیں کہ اگر جسم کے ایک حصہ میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کا احساس پورے جسم کو ہوتا ہے اور مسلمانوں کا معاشرہ آپس کے اتحاد اور اتفاق میں ایک پائیدار دیوار کی طرح ہے کہ دیوار کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کی مضبوطی اور پائیداری کا سبب ہے۔

یعنی مسلمانوں کے درمیان باہم کشاکش اور عداوت ودشمنی نہیں ہوتی، وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے نہیں ہیں وہ دوسروں کا حق چھیننے کے بجائے ایثار کرتے ہیں اور اپنا حق دوسروں کو دینے کے لئے تیار رہتے ہیں، وہ اپنے حکمرانوں سے بھی منازعت اور کشاکش کا رویہ نہیں رکھتے بلکہ سمع وطاعت پر عمل کرتے ہیں سوائے اس کے کہ حکمرانوں میں کھلا کفر ظاہر ہو جائے۔

حدیث میں کُفراً بَوَّاحاً (کھلا کفر) کے الفاظ ہیں جس کے بارے میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ یہ یقین ہو کہ یہ کفر ہی ہے اور اس میں شک نہ ہو تو اس کو حکمرانی سے ہٹانے کی تدبیر کی جائے گی ورنہ نہیں، علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ایسا گناہ اور معصیت جس کے معصیت ہونے پر واضح دلیل موجود ہو۔ (صحیح مسلم بشرح النووی، روضة المتقین : ۱/۲۳۹)

ہر موقع پر حق بات کہے اس میں کسی کی ملامت کی پروانہ کرے

۱۸۷۔ اَلرَّابِعُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الْقَآئِمِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اِسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَصَارَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا وَكَانَ الَّذِيْنَ فِي اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَآءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا: لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقاً وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَاِنْ تَرَكُوْهُمْ وَ مَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا وَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعاً" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اَلْقَائِمُ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى' مَعْنَاهُ الْمُنْكِرُ لَهَا الْقَائِمُ فِيْ دَفْعِهَا وَاِزَالَتِهَا وَالْمُرَادُ بِالْحُدُوْدِ: مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ وَ "اسْتَهَمُوْا" اقْتَرَعُوْا.

(۱۸۷) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرنے اور نافرمانی کرنے والوں کی مثال اس جماعت کی سی ہے جس نے کشتی پر سواری کے لئے قرعہ اندازی کی بعض اس کی اوپر کی منزل میں سوار ہوئے اور بعض نچلی منزل میں، نچلی منزل والے پانی لینے کے لئے اوپر والوں سے گزرتے ہیں انہوں نے سوچا کہ اگر ہم اپنے حصے میں سوراخ کرلیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں، اگر اوپر والے ان کو اس ارادے پر عمل کرنے دیں اور انہیں نہ روکیں تو سب ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ان کے ہاتھ کو پکڑ لیں تو وہ خود بھی بچ جائیں گے اور باقی سب کو بھی ہلاکت سے بچالیں گے۔ (بخاری)

القائم فی حدود اللّٰہ کے معنی ہیں اللہ کی حدود کا انکار کرنے والا، ان کو روکنے والا اور ان کو ختم کرنے والا ہے، حدود کے معنی ہیں وہ تمام امور جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ اِسْتَهَمُوْا کے معنی ہیں انہوں نے قرعہ ڈالا۔

تخریج حدیث (۱۸۷): صحیح البخاری، کتاب الشرکة، باب هل یقرع فی القسمة.

کلمات حدیث: السفينة : کشتی۔ جہاز جمع سُفن. خَرَقْنَا، الخرق، پھاڑنا، شگاف، جمع خروق.

شرح حدیث: اللہ سبحانہ نے جن امور سے منع فرمایا ہے وہ سب کے سب حدود اللہ ہیں، القائم فی حدود اللہ کے معنی ہیں ان کو قائم کرنے والا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا، اور الواقع فیها سے مراد وہ لوگ ہیں جو معصیتوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور اللہ کی حدود کو توڑتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ معاشرے کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ لوگ اللہ کے احکام پر عمل کریں اور اگر کوئی خلاف ورزی کرے

اور معصیت کا مرتکب ہو تو دوسرے لوگ اسے روکیں اور باز رکھیں، اس بات کو آپ ﷺ نے ایک خوبصورت مثال کے ذریعہ بیان فرمایا کہ اگر کشتی میں لوگ سوار ہو جائیں اور قرعہ اندازی کر کے متعین کرلیں کہ ان میں سے کون لوگ اوپر کی جگہ لیں گے اور کون سے نیچے رہیں گے، اب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوئی اور وہ بار بار اوپر جانے لگے جس پر اوپر والوں کو تکلیف ہوئی تو نیچے والوں نے کہا کہ ہم نیچے اپنے حصہ میں سوراخ کر لیتے ہیں تا کہ یہیں سے پانی لیتے رہیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ ہو، اس صورت میں اگر کچھ لوگ انہیں روک دیں اور نچلے حصے میں سوراخ نہ کرنے دیں تو خود بھی غرق ہونے سے بچ جائیں گے اور باقی تمام لوگ بھی محفوظ رہیں گے۔

اسی طرح اگر معاشرے میں ایسے لوگ ہوں جو حدود اللہ کو توڑنے والوں کو روکیں اور انہیں معصیتوں سے باز رکھیں تو وہ خود بھی اللہ کی گرفت سے بچ جائیں گے اور باقی سب لوگوں کو بھی تباہی اور بربادی سے بچالیں گے۔

(فتح الباری: ۱/۲۸، روضۃ المتقین: ۱/۲۴۰، مظاہر حق جدید: ۴/۶۵۰)

حکام کے خلاف شرع امور پر نکیر کرنا ضروری ہے

۱۸۸۔ اَلْخَامِسُ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ هِنْدِ بِنْتِ اَبِيْ اُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ: "اِنَّهٗ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ اُمَرَآءُ فَتَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لَا، مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مَعْنَاهُ: مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهٖ وَلَمْ يَسْتَطِعْ اِنْكَارًا بِيَدٍ وَلَا لِسَانٍ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الْاِثْمِ وَاَدّٰى وَظِيْفَتَهٗ وَمَنْ اَنْكَرَ بِحَسَبِ طَاقَتِهٖ فَقَدْ سَلِمَ مِنْ هٰذِهِ الْمَعْصِيَةِ وَمَنْ رَضِيَ بِفِعْلِهِمْ وَتَابَعَهُمْ فَهُوَ الْعَاصِيْ.

(۱۸۸) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر ایسے لوگ حاکم بنائے جائیں گے کہ ان کے کچھ کام تمہارے جانے پہچانے اور کچھ کام ناپسندیدہ ہوں گے، جس نے ان کی بری باتوں پر اظہار ناگواری کیا وہ بری ہوگیا اور جس نے انکار کیا وہ بچ گیا لیکن جو راضی ہوگیا اور ان کی پیروی کی وہ انہیں میں شامل ہوگیا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے قتال کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں۔ (مسلم)

اس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے اپنے دل میں ناگواری محسوس کی لیکن ہاتھ سے اور زبان سے رد نہ کرسکا تو وہ گناہ سے بری ہوگیا جیسے اس نے اپنی ذمہ داری پوری کردی ہو اور جس نے اپنی طاقت کے بقدر اسے رد کیا تو وہ معصیت سے محفوظ رہا اور جو ان کے فعل پر راضی ہوگیا اور ان کی پیروی کی تو وہ گناہ گار ہے۔

تخریج حدیث(۱۸۸): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب الانكار على الامراء فيما يخالف الشرع.

کلمات حدیث: بری، بروءًا، براءً و براءۃً: بری ہونا، نجات پانا۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر امیر کی اطاعت شرعی قواعد کے مطابق قائم ہو جائے تو تمام جائز امور میں اس کی اطاعت لازم ہے اور اس پر اجماع ہے۔

یہ حدیث مبارک رسول اللہ ﷺ کی معجزانہ پیشین گوئی پر مشتمل ہے کہ آپ ﷺ نے جس صورت حال کی خبر دی وہ پوری ہوئی، یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ جو شخص منکر کے ازالہ سے عاجز ہو اور زبان سے بھی اس پر گرفت نہ کرے تو وہ سکوت پر گناہ گار نہ ہوگا، بلکہ اس وقت گناہ گار ہوگا جب دل سے راضی ہو اور ان کی متابعت کرے۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ۳۵٤ ، روضة المتقين : ۱/ ۲٤١)

****

اعلانیہ گناہ کا ہونا یہ امت کی ہلاکت ہے

۱۸۹. اَلسَّادِسُ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ الْحَكَمِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَيْهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنُهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ : قَالَ : "نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۹) ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ گھبرائے ہوئے آئے، آپ ﷺ فرما رہے تھے لا الہ الا اللہ عرب کے لئے تباہی اس شر سے جو قریب آ گیا، آج یا جوج ماجوج کی دیوار اس قدر کھول دی گئی ہے، آپ ﷺ نے انگوٹھے اور اس سے متصل انگلی سے حلقہ بنایا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے، اور ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب خبث زیادہ ہو جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۸۹): صحيح البخاري، كتاب الانبياء، باب قصة يا جوج وماجوج وغيرهما من الكتب. صحيح مسلم ، كتاب الفتن، باب اقتراب الفتن وفتح ردم يا جوج وماجوج .

راوی حدیث: حضرت ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں، آغاز ہی میں اسلام لے آئیں تھیں، آپ کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے ہوا تھا جو رسول کریم ﷺ کے متبنیٰ تھے، بعد میں آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں، رات کو نوافل پڑھتیں اور دن کو روزہ رکھتی تھیں، آپ سے "۱۱" احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ سنہ ۲۰ھ میں انتقال ہوا۔ (اسد الغابة، الاصابة في تمييز الصحابة)

کلمات حدیث: ویل : برائی، ہلاکت، دوزخ کی ایک وادی۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے سدِ یاجوج وماجوج کھلنے کے بارے میں ارشاد فرمایا اور اپنے انگوٹھے اور برابر کی انگلی سے حلقہ بنا کر بتایا کہ اتنی کھل گئی ہے اور فرمایا کہ ہلاکت ہے عرب کے لئے، یہ اس لئے فرمایا کہ اس وقت اکثر مسلمان عرب ہی تھے، اور حدیث میں وارد شر سے مراد وہ فتن اور حوادث ہیں جن کا آغاز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ہوا اور پھر فتنے

پے در پے آتے گئے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں وارد لفظ شر سے مراد فتوحات کے بعد مال ودولت کی کثرت ہے کہ مال کی کثرت کی بناء پر مسلمانوں میں باہمی تنافس اور کشمکش اور حصول امارت کی سعی شروع ہوئی۔

خبث سے مراد فواحش اور بدکاری کے کام ہیں یعنی فسق وفجور کے عام ہونے کی صورت میں جو تباہی وبربادی آئے گی وہ سب کو محیط اور نیک وبد سب کو شامل ہوگی۔ (فتح الباری : ۱/۲۹٤)

راستے میں بیٹھنے والے راستے کا حق ادا کریں

۱۹۰۔ اَلسَّابِعُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِیَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِیْهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّه " قَالُوْا: وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْاَذٰی وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْكَرِ." مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۹۰) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ راستوں میں بیٹھنے سے گریز کرو، صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ ہمارے لئے یہ مجالس ضروری ہیں کیوں کہ یہاں ہم باتیں کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھنا ضروری ہے تو راستہ کو اس کا حق دو، صحابہ نے عرض کی: راستہ کا حق کیا ہے یارسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا نگاہ نیچی رکھنا، ایذاء سے رکنا، سلام کا جواب دینا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۹۰): صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب افنیة الدور و الجلوس فیها علی الصعدات . صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب النهی عن الجلوس فی الطرقات .

کلمات حدیث: غَضُّ البصر : نگاہ نیچی کرنا۔ غَضَّ، غَضاً (باب نصر) غض طرفه : نگاہ پست کی۔ کَفَّ، کَفًا (باب نصر) رکنا، باز رہنا۔

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبوت کے مزاج شناس تھے انہیں علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ راستوں میں بیٹھنے سے احتراز کرو وجوب کے لئے نہیں ہے بلکہ بطور ترغیب ہے کیوں کہ اگر صحابۂ کرام یہ بات نہ سمجھتے تو کبھی آپ ﷺ سے مراجعت نہ کرتے۔

آپ ﷺ فرمایا: اگر کاروباری ضرورت یا کسی اور حاجات کیلئے راستوں میں بیٹھنا ضروری ہو تو راستہ کے حقوق ادا کرو، جو یہ ہیں:

(۱) آنکھیں نیچی رکھنا۔

(۲) ایذاء سے بچنا یعنی غیبت سے اور ہر اس بات اور کام سے اجتناب کرنا جس سے کسی دوسرے کو تکلیف ہو۔

(۳) سلام کا جواب دینا۔

(۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی ہر اس بات کی ترغیب دینا اور توجہ دلانا جس کا شریعت نے حکم دیا ہے اور اس بات پر متنبہ کرنا اور اس کے برے انجام سے ڈرانا جس سے شریعت نے منع کیا ہو۔

(فتح الباری : ۱/ ۲۰، روضۃ المتقین : ۱/ ۲۴۲)

مردوں کے لیے سونے کا استعمال حرام ہے

۱۹۱ . اَلثَّامِنُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی خَاتَماً مِّنْ ذَهَبٍ فِيْ يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهُ فَطَرَحَهُ وَقَالَ :" يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهِ" فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَاذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : خُذْ خَاتَمَكَ، اِنْتَفِعْ بِهٖ . قَالَ : لَا وَاللّٰهِ لَا اٰخُذُهٗ اَبَداً وَقَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۹۱) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، آپ ﷺ نے اسے اتار کر پھینک دیا، اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ آگ کا انگارہ اپنے ہاتھ میں لے لے، رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد کسی نے اس شخص سے کہا کہ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور کسی کام میں لاؤ، اس نے کہا کہ نہیں قسم بخدا جب اسے رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا ہے میں کبھی اسے نہیں اٹھاؤں گا۔

تخریج حدیث (۱۹۱): صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم خاتم الذهب علی الرجل .

کلمات حدیث: الجمرة : انگارہ۔

شرح حدیث: سونا اور ریشم مردوں کے لئے حرام ہے اور اس حدیث مبارک سے مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی وغیرہ پہننے کی حرمت قطعی ثابت ہوتی ہے۔

صحابۂ کرام رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور فرامین پر اسی طرح عمل کرتے تھے، اب یہ ارشادات نبوت ہمارے سامنے احادیث اور سنت کے عظیم ذخائر کی صورت میں موجود ہیں اور ہمارے اوپر سنت نبوی ﷺ پر اسی طرح عمل لازم ہے، ان صاحب نے رسول کریم ﷺ کے حکم پر اس طرح عمل کیا کہ جب آپ ﷺ نے ان کی انگوٹھی نکال کر پھینک دی تو انہوں نے اس کو اٹھانا تک گوارہ نہیں کیا اور نہ کسی دلیل کا سہارا لیا، حالانکہ وہ اس کو اپنے اہل خانہ کو دے سکتے تھے یا کسی اور کام بھی لا سکتے تھے لیکن ان کی غیرت نے اس کو گوارہ نہیں کیا کہ وہ اسے ہاتھ بھی لگائیں۔

(روضۃ المتقین : ۱/ ۲۴۴)

رعایا پر ظلم کرنے والے بدترین حکمران ہیں

۱۹۲. اَلتَّاسِعُ عَنْ أبي سعيد الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلٰى عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَقَالَ: اَىْ بُنَىَّ اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ شَرَّ الرِّعَآءِ الْحُطَمَةُ، فَاِيَّاكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ" فَقَالَ لَهٗ: اجْلِسْ فَاِنَّمَا اَنْتَ مِنْ نُخَالَةِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: وَهَلْ كَانَتْ لَهُمْ نُخَالَةٌ اِنَّمَا كَانَتِ النُّخَالَةُ بَعْدَهُمْ وَفِىْ غَيْرِهِمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۹۲) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس آئے اور کہا: اے میرے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ برے حاکم وہ ہیں جو ظالم ہیں، دیکھنا ان میں سے نہ ہونا، ابن زیاد نے کہا بیٹھ جاؤ، تم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں بھوسہ کی مانند ہو، عائذ نے کہا کہ کیا صحابہ میں بھی بھوسا تھا، بھوسہ تو ان کے بعد اور ان کے علاوہ آیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۹۲): صحيح مسلم كتاب الامارة، باب فضيلة الامام العادل.

راوی حدیث: حضرت عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں حدیبیہ میں شرکت فرمائی، ان سے آٹھ احادیث مروی ہیں جن میں تین متفق علیہ ہیں۔ ۶۱ھ میں انتقال کیا۔ (دليل الفالحين: ۱/ ۳۶۰)

کلمات حدیث: الحطمة: ظالم و بے درد چرواہا، (ظالم حاکم) النخالة: بھوسی۔

شرح حدیث: حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ بن زیاد سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے برے لوگ ظالم حکمران ہیں، پھر اس کو نصیحت کی کہ دیکھو کہیں تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جن کا ذکر اس ارشاد نبوت میں ہوا ہے، اس پر اس نے کہا کہ تم صحابۂ کرام کی جماعت میں ایسے ہو جیسے آٹے میں بھوسی، اس پر عائذ نے فرمایا کہ بھوسی قسم کے لوگ تو صحابۂ کرام کے بعد آئے ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو سادات امت اور ساری انسانیت کے سب سے بہترین لوگ تھے۔

(روضة المتقين: ۱/ ۲٤٤، دليل الفالحين: ۱/ ۳٦٠)

امت برائی سے روکنا چھوڑ دے گی تو ان کی دعا قبول نہ ہوگی

۱۹۳. الْعَاشِرُ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْلَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهٗ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ." رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۱۹۳) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے یا پھر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عتاب بھیج دے پھر تم دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ ہو۔ (ترمذی)

تخریج حدیث(۱۹۳): الجامع للترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر .

شرح حدیث: یہ حدیث حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ واقعات اور آئندہ وقوع پذیر ہونے والے قیامت تک کے تمام واقعات سے مطلع فرمایا تھا۔

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو متنبہ فرمایا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں کہ اس امت کے اٹھائے جانے کی غرض وغایت ہی اللہ سبحانہ نے یہ بیان فرمائی کہ یہ اچھائیوں کا نیکیوں کا، اور بھلائیوں کا اور خیر کے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، یہ اس قدر عظیم فریضہ ہے کہ یا تو امت اس کو انجام دیتی رہے گی تو اللہ کے مقرر کیے ہوئے منصب امامت کی تکمیل کرنے والی ہوگی اور اگر اس فرض کی ادائیگی میں سستی کرے گی اور تساہل اختیار کرے گی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مصائب اور آفات کی صورت میں اپنا عتاب نازل فرمادے اور ہماری دعاؤں سے بھی نہ ٹلیں، یعنی ظالم حکمران مسلط ہو جائیں گے اور دیگر بلائیں جکڑ لیں گی، تم دعائیں کرو گے کہ یہ آفات ہم سے دور کردی جائیں تو دعائیں قبول نہ کی جائیں گی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کوتاہی پر نازل ہونے والی ابتلاء سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ واللہ اعلم

(تحفة الاحوذی : ٦/٣٩١ ، روضة المتقین : ١/٢٤٥ ، دلیل الفالحین : ١/٣٦١ ، مظاهر حق جدید : ٤/٦٥٢)

حاکم کے سامنے حق کہنا یہ بھی جہاد ہے

۱۹۴ . اَلْحَادِیْ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(۱۹۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ افضل ترین جہاد ظالم سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۹۴): الجامع للترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی افضل الجهاد .

کلمات حدیث: جَائر : ظالم۔ جَارَ جورًا (باب نصر) ظلم کرنا، زیادتی کرنا۔

شرح حدیث: جہاد کی متعدد صورتیں ہیں ان میں سے افضل ظالم سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے تاکہ وہ اپنے ظلم وستم سے باز آجائے۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کو اس لئے افضل جہاد کہا گیا ہے کہ جنگ وقتال میں اگر مجاہد مارا جاتا ہے تو سیدھا جنت میں پہنچ جاتا ہے اور فتحیاب ہو کر لوٹتا ہے تو غازی بنتا ہے، یعنی جنگ وقتال میں جان کے بچ جانے کا بھی امکان موجود ہے جبکہ جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کا مطلب اپنی جان کو اس کے قہر وغضب کے حوالے کردینا ہے کہ نہ معلوم کیا سلوک کرے۔ (تحفة الأحوذي : ٦/٣٩٦)

۱۹۵۔ اَلثَّانِیَ عَشَرَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ طَارِقِ بْنِ شِھَابِ الْبَجَلِیِّ الْاَحْمَسِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَضَعَ رِجْلَہٗ فِی الْغَرْزِ: اَیُّ الْجِھَادِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "کَلِمَۃُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ" رَوَاہُ النَّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

"اَلْغَرْزُ" بِغَیْنٍ مُعْجَمَۃٍ مَفْتُوْحَۃٍ ثُمَّ رَاءٍ سَاکِنَۃٍ ثُمَّ زَایٍ وَھُوَ رِکَابُ کَوْرِ الْجَمَلِ اِذَا کَانَ مِنْ جِلْدٍ اَوْ خَشَبٍ وَقِیْلَ لَا یَخْتَصُّ بِجِلْدٍ وَخَشَبٍ۔

(۱۹۵) حضرت طارق بن شہاب بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا جب کہ آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا ہوا تھا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ظالم سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا۔ (النسائی)

غرز: اونٹ کے نیچے کی لکڑی یا چمڑے کی رکاب، کسی نے کہا کہ عام ہے لکڑی یا چمڑے کی تخصیص نہیں ہے۔

تخریج حدیث (۱۹۵): سنن النسائی، کتاب البیعۃ، باب فضل من تکلم بالحق عند امام جائر۔

راوی حدیث: حضرت ابوعبداللہ طارق بن شہاب بجلی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوئے، ان سے پانچ احادیث مروی ہیں۔ ۳۲ھ میں انتقال کیا۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ)

شرح حدیث: حسب حدیث اس حدیث کا موضوع بھی جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قدم مبارک رکاب میں رکھ چکے تھے کہ کسی نے سوال کیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ افضل جہاد جائر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ جور کے معنی ظلم کے اور اعتدال کے راستے سے ہٹ جانے کے ہیں۔ سلطان جائر وہ ہے جو اپنی رعایا کے ساتھ انصاف نہ کرے، ایسے ظالم کے سامنے وہی کلمہ حق کہے گا جو ایمانی قوت رکھتا ہو کہ سلطان جائر کے سامنے اس کو ٹوکے اور کہے کہ تم فلاں ظلم و زیادتی کر رہے ہو اس سے باز رہو، اور یہ افضل جہاد اس لئے ہے کہ بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنے والا اپنے انجام سے بے پرواہ ہو کر صرف اللہ کی رضا کے لئے یہ بات کہتا ہے تاکہ خلق خدا کو ظلم اور زیادتی سے نجات ملے۔ (دلیل الفالحین: ۳۶۲/۱، روضۃ المتقین: ۲۴۵/۱)

بھلائی کا حکم کرنا، برائی سے روکنا باعث رحمت ہے

۱۹۶۔ اَلثَّالِثَ عَشَرَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اَنَّہٗ کَانَ الرَّجُلُ یَلْقَی الرَّجُلَ فَیَقُوْلُ: یَا ھٰذَا اتَّقِ اللّٰہَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ فَاِنَّہٗ لَا یَحِلُّ لَکَ ثُمَّ یَلْقَاہُ مِنَ الْغَدِ وَھُوَ عَلٰی حَالِہٖ فَلَا یَمْنَعُہٗ ذٰلِکَ اَنْ یَّکُوْنَ اَکِیْلَہٗ وَشَرِیْبَہٗ وَقَعِیْدَہٗ، فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِکَ ضَرَبَ اللّٰہُ قُلُوْبَ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ، ثُمَّ قَالَ "لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ

بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ . کَانُوْا لَا یَتَنَا هَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ . تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ " اِلٰی قَوْلِهٖ " فَاسِقُوْنَ" ثُمَّ قَالَ : "کَلَّا وَاللّٰهِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰی یَدِ الظَّالِمِ، وَلَتَاْطِرُنَّهٗ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا وَلَتَقْصُرُنَّهٗ عَلَی الْحَقِّ قَصْرًا اَوْ لَیَضْرِبَنَّ اللّٰهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِکُمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ لَیَلْعَنَنَّکُمْ کَمَا لَعَنَهُمْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ. هٰذَا لَفْظُ اَبِیْ دَاوٗدَ، وَلَفْظُ التِّرْمِذِیِّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِیْلَ فِی الْمَعَاصِیْ نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ یَنْتَهُوْا فَجَالَسُوْهُمْ فِیْ مَجَالِسِهِمْ وَاٰکَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَلَعَنَهُمْ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ " فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَقَالَ : " لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ حَتّٰی تَاْطِرُوْهُمْ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا ."

قَوْلُهٗ:" تَاْطِرُوْهُمْ" : اَیْ تَعْطِفُوْهُمْ "وَلَتَقْصُرُنَّهٗ": اَیْ لَتَحْبِسُنَّهٗ .

(۱۹۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے بنی اسرائیل میں جو کمزوری نمایاں ہوئی وہ یہ تھی کہ ان میں ایک دوسرے سے ملتا تو کہتا اے بندہ خدا اللہ سے ڈر اور جو برا کام تو کررہا ہے وہ نہ کر یہ تیرے لئے حلال نہیں ہے، پھر جب اگلے دن اس سے ملتا تو پھر اسی طرح کی حالت میں ملاقات ہوتی تو اس کے ساتھ کھانے پینے اور بیٹھنے سے باز نہ رہتا، جب یہ کرنے لگے تو اللہ نے ان کے دل ایک دوسرے کی طرح کر دیئے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، جو لوگ بنی اسرائیل میں سے کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی اس لئے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے اور برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے، ان سے باز نہ آتے تھے، بلاشبہ وہ برے کام کرتے تھے تم ان میں بہت سو کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ برا ہے، آپ ﷺ نے یہ آیت فاسقون تک پڑھی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں اللہ کی قسم تم ضرور امر بالمعروف کرتے رہو گے اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے اور ظالم کے ہاتھ پکڑو گے اور اسے حق پر چلنے پر آمادہ کرو گے اور حق پر چلنے پر مجبور کرو گے، ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک دوسرے کے دلوں کو یکساں کر دے گا اور پھر تم پر اسی طرح لعنت کریگا جیسا کہ بنی اسرائیل پر لعنت کی۔ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے، یہ الفاظ حدیث ابوداؤد کے ہیں)

اور ترمذی میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل معاصی میں ملوث ہو گئے تو اولاً ان کے علماء نے ان کو منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے، تو وہ منع کرنے والے بھی ان کے ساتھ ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل باہم ایک دوسرے کی طرح کر دیئے اور اللہ نے ان پر داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے لعنت کی کیوں کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کر گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جب تک کہ تم ان کا رخ پوری طرح حق کی طرف نہ موڑ دو۔

تَاطِرُوْهُمْ : کے معنی ہیں کہ تم ان کا رخ موڑ دو۔ لَتَقْصِرُنَّہ' : یعنی تم ان کو روک دو۔

تخریج حدیث(۱۹۶): سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الامر و النهی . جامع الترمذی، ابواب التفسیر، تفسیر سورة المائدة .

کلمات حدیث: لَتَاطِرَنَّہ' : تم ضرور اس کا رخ حق کی جانب موڑ دوگے۔ أطره اطراً (باب ضرب ونصر) موڑنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں اول اول دینی کمزوری اور اخلاقی انحطاط کا آغاز اس طرح ہوا کہ ان لوگوں نے معاصی کا ارتکاب شروع کیا تو ان کے اہل دین اور علماء انہیں منع تو کرتے تھے لیکن خود ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے اور ان کے ہم نوالہ و پیالہ بنے ہوئے تھے، چاہئے تو یہ تھا کہ اہل ایمان ان کو برائیوں سے روکتے اور خود ان کی برائیوں سے بچنے کے لئے ان سے فاصلہ رکھتے اور ان کی مجلسوں سے احتراز رکھتے مگر وہ ان کے ساتھ تعلق اور ان کی مجالس میں شرکت کرتے جس سے اُن کی معصیتوں کی سیاہی سے ان کے اپنے دل بھی سیاہ ہو گئے اور ان کے دل بھی اہل معصیت کے ساتھ ہو گئے۔

اس امت کا یہ فریضہ ہے کہ لازماً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں ورنہ اصلاح کرنے والوں کے قلوب بھی اہل معاصی کی طرح ہو جائیں گے اور اسی طرح مستحق لعنت ہو جائیں گے، جس طرح بنی اسرائیل ہو گئے تھے۔

رسول کریم ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ضرور یہ فریضہ انجام دینا پڑے گا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو اور صرف زبانی کافی نہیں ہے بلکہ عملاً ظالم کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے آمادہ کرو کہ ظلم سے باز آ جائے، حق اور عدل وانصاف کی طرف پلٹ آئے اور ظلم وجور سے اپنا رخ پوری طرح موڑ کر تمام تر عدل وانصاف کا خوگر ہو جائے، اگر تم اس فرض کی انجام دہی سے قاصر رہے تو تمہارا بھی وہی انجام ہوگا جو بنی اسرائیل کا ہو چکا ہے۔

ظالم کو ظلم سے نہ روکنا عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے

۱۹۷ . عَنْ اَبِی بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : یَآاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّکُمْ لَتَقْرَؤُنَّ هٰذِهِ الْاٰیَةَ "یٰٓاَیُّهَاالَّذِیْنَ، اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ " وَاِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُ الظَّالِمَ فَلَمْ یَاْخُذُوْ عَلٰی یَدَیْهِ اَوْ شَکَ اَنْ یَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ، وَالنِّسَآئِی بِاَسَانِیْدِ صَحِیْحَةٍ .

(۱۹۷) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو کہ اے ایمان والو! تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم اپنے نفوس کی فکر کرو تمہیں وہ لوگ ضرر نہیں پہنچا سکتے جو گمراہ ہو گئے اگر تم ہدایت پر جمے رہو، (المائدة:

۱۰۵)اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ کا عذاب انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

تخریج حدیث(۱۹۷): سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الامر و النهی. الجامع للترمذی، ابوا ب الفتن، باب ماجاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر لمنکر :

کلمات حدیث: اَوشك : قریب ہے۔ وَشُكَ وشكاً، (باب کرم) قریب ہونا، جلدی ہونا۔

شرح حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو (یعنی المائدہ کی آیت ۱۰۵) کہ اے مسلمانو! تم اپنی فکر کرو اگر تم ہدایت پر ہو تو کوئی اگر گمراہ ہو جائے تو تمہارا اس سے کوئی نقصان نہیں ہے، تمہاری اس آیت کی تلاوت سے یہ نیت ہوتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت نہیں ہے، حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو لوگ گناہ ہوتا ہوا دیکھیں اور اس کو حتی الوسع روکنے کی کوشش نہ کریں گے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کے ساتھ ان دوسرے لوگوں کو بھی عذاب میں پکڑ لے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے فرائض اور واجبات ادا کرو جن میں خود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی شامل ہے، اگر تمہاری برائیوں سے روکنے کی حتی الوسع سعی کے بعد بھی کوئی برائی سے باز نہ آئے اور تم خود ہدایت کی راہ پر چل رہے ہو تو گمراہوں کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محققین کے نزدیک سورۃ المائدۃ کی مذکورہ آیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے معارض نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم اپنے فرائض اور واجبات ادا کرلو، اس کے باوجود بھی اگر کوئی اپنی غلطی پر جما رہے تو پھر تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے کیوں کہ تم اپنے فرائض کو ادا کر چکے ہو۔ (معارف القرآن : ۲/۲۰۱ ، روضة المتقین : ۱/۲٤۸)

البَابُ (٢٤)

تغليظ عقوبة من أمر بالمعروف ونهى عن منكر وخالف قوله فعله

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ،قول وفعل کا تضاد اور اس کی سزا

٨٩. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ:

﴿ ۞ أَتَأْمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ ٱلْكِتَٰبَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٤٤﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو فراموش کر دیتے ہو اور تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو...... کیا تم نہیں سمجھتے۔''

(البقرة:۴۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں خطاب اگر چہ علمائے یہود سے ہے کہ وہ اپنے متعلقین کو نصیحت کرتے تھے کہ اسلام پر قائم رہو۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ خود ان کے نزدیک دین اسلام دین برحق تھا، مگر وہ خود اس حق کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے لیکن معنی کے اعتبار سے اس آیت میں ہر اس شخص کی مذمت ہے جو دوسروں کو نیکی اور بھلائی کی ترغیب دے اور خود عمل نہ کرے ایسے شخص کے بارے میں احادیث میں بڑی ہولناک وعیدیں آئی ہیں۔

لیکن اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بے عمل کے لئے یا فاسق کے لئے دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنا جائز نہیں اور جو شخص خود کسی معصیت میں مبتلا ہو وہ دوسروں کو اس گناہ سے باز رہنے کی تلقین نہ کرے۔ اچھا عمل ایک مستقل نیکی ہے اور اس اچھے عمل کی تبلیغ جدا اور مستقل نیکی ہے۔ ایک نیکی کا ترک اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ دوسری نیکی کو بھی چھوڑ دیا جائے، یہ ایسا ہی ہے جیسے اگر کوئی نماز نہیں پڑھتا وہ روزہ بھی نہ رکھے، چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر ہر شخص یہ سوچ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے کہ میں خود گناہ گار ہوں میں کسی کو کیا نصیحت کروں گا، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی تبلیغ کرنے والا باقی نہیں رہے گا کیوں کہ ایسا کون ہے جس نے کبھی کوئی معصیت نہ کی ہو۔

سیدی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جب مجھے اپنی کسی بری عادت کا علم ہوتا ہے تو میں اس عادت کی مذمت اپنے مواعظ میں خاص طور سے بیان کرتا ہوں تا کہ وعظ کی برکت سے یہ عادت جاتی رہے۔

(معارف القرآن:١/٢١٨)

٩٠. وَقَالَ تَعَالىٰ:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿٢﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ ٱللَّهِ أَن تَقُولُوا۟ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿٣﴾ ﴾

نیز فرمایا:

’’اے ایمان والو! ایسی بات کہتے کیوں ہو جسے کرتے نہیں ہو، اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔‘‘ (الصف: ۲،۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ ایسی بات منہ سے کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، اس آیت کے شان نزول میں بیان ہوا کہ چند صحابۂ کرام جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں یہ گفتگو کی کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کون سا ہے تو ہم وہ عمل کریں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بذریعہ وحی مطلع فرمادیا۔ آپ ﷺ نے ان اصحاب کو بلوایا اور انہیں سورۃ الصف سنائی۔

اس مقام پر حضرت مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

کسی کام کا محض دعویٰ کرنا کہ اس کے کرنے کا ارادہ نہ ہو گناہ کبیرہ اور اللہ کی ناراضگی کا باعث ہے اور یہی سورۃ الصف کی اس آیت کا مقصود ہے اور جہاں یہ صورت نہ ہو بلکہ کرنے کا ارادہ ہو پھر بھی اپنی قوت پر بھروسہ کر کے دعویٰ کرنا مکروہ ہے۔

دعوت وتبلیغ اور وعظ ونصیحت کا کام اس طرح کرنا کہ خود آدمی اس پر عمل پیرا نہ ہو، وہ اس آیت کے مفہوم میں شامل نہیں ہے بلکہ اس سے متعلق احکام دیگر آیات اور احادیث میں بیان ہوئے ہیں، جن کی غرض وغایت ایسے آدمی کو غیرت دلانا ہے کہ جب تم دوسروں کو نصیحت کر رہے ہو تو خود عمل کیوں نہیں کرتے، لیکن یہ نہیں فرمایا کہ جب خود نہیں کرتے تو دوسروں کو کیوں دعوت دیتے ہو، اس سے معلوم ہوا کہ جس نیک کام کے کرنے کی خود کو ہمت یا توفیق نہیں ہے اس کی جانب دوسروں کو بلانا نہ چھوڑے، امید ہے کہ اس وعظ ونصیحت کی برکت سے خود اسے بھی توفیق عمل نصیب ہو جائے گی۔ (معارف القرآن: ۸/ ۴۲۴، تفسیر مظہری)

اور حضرت شعیب علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ

۱۹۱. وَقَالَ تَعَالٰی: إِخْبَارًا عَنْ شُعَيْبٍ "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ":

﴿ وَمَآ أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَآ أَنْهَىٰكُمْ عَنْهُ ﴾

’’اور میں نہیں چاہتا کہ میں خود اس کام میں تمہاری مخالفت کروں جس سے تمہیں منع کر رہا ہوں۔‘‘ (ہود: ۸۸)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب نقل فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا کہ میں جن بری باتوں سے تم کو روکتا ہوں میری یہ خواہش نہیں کہ تم سے علیحدہ ہو کر خود ان کا ارتکاب کروں، مثلاً تمہیں تارک الدنیا بناؤں اور خود دنیا سمیٹ کر اپنے گھر میں بھرلوں۔ نہیں جو نصیحت تم کو کرتا ہوں تم سے پہلے خود اسکا پابند ہوں، تم یہ الزام مجھ پر نہیں رکھ سکتے کہ میری نصیحت کسی خود غرضی اور ہوا پرستی پر محمول ہے۔ (تفسیر عثمانی: ۳۰۰)

بے عمل واعظ کی سزا

۱۹۸. وَعَنْ اَبِیْ زَيْدٍ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِى النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُ بَطْنِهٖ فَيَدُوْرُ بِهَا كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ فِى الرَّحَا فَيَجْتَمِعُ اِلَيْهِ اَهْلُ النَّارِ فَيَقُوْلُوْنَ : يَا فُلَانُ مَالَكَ ؟ اَلَمْ تَكُ تَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ فَيَقُوْلُ : بَلٰى كُنْتُ اٰمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِيْهِ وَاَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَوْلُه : "تَنْدَلِقُ" هُوَ بِالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَمَعْنَاهُ تَخْرُجُ : "وَالاَقْتَابُ" : الْاَمْعَآءُ وَاحِدُهَا قِتْبٌ .

(۱۹۸) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کو جہنم میں ڈالدیا جائے گا، اس کے پیٹ کی آنتیں باہر نکل آئینگی، وہ آنتوں کو لے کر اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے، اہل جہنم اس کے پاس جمع ہوں گے اور اس سے کہیں گے اے فلاں تجھے کیا ہوا؟ کیا تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کیا کرتا تھا..... وہ کہے گا کہ ہاں میں نیک کاموں کی تلقین کرتا مگر خود نہ کرتا اور برائی سے روکتا اور خود اس کو کرتا۔ (متفق علیہ)

تَنْدَلِقُ کے معنی ہیں باہر نکل آئیں۔ اَلْاَقْتَاب : آنتیں، واحد قِتْب ۔

تخریج حدیث(۱۹۸): صحيح البخارى، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار وغيره . صحيح مسلم كتاب الزهد، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعل .

کلمات حدیث: فَتَنْدَلِقُ، اِنْدَلَقَ، اِنْدِلَاقًا، (باب انفعال) کسی شئے کا باہر نکل آنا۔ دَلَقَ دَلْقًا (باب نصر) دلق الباب : دروازہ کو زور سے کھولنا۔ دلق السيف : تلوار کا میان سے نکل پڑنا۔ اقتاب جمع قِتْبٌ : آنتیں۔

شرح حدیث: حدیث میں اس شخص کے لئے سخت وعید بیان فرمائی گئی جو امر بالمعروف کرے اور خود عمل نہ کرے اور نہی عن المنکر کرے اور اس سے باز نہ آئے، اسے جہنم میں پھینکا جائے گا اور اس کی آنتیں باہر نکل پڑیں گی اور وہ درد والم سے بے قرار ہو کر اس طرح پھرے گا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اہل جہنم اس سے پوچھیں گے کہ تمہارا کیا حال ہے، وہ بیان کرے گا کہ میں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود عمل نہیں کرتا تھا اور برائی سے منع کرتا تھا اور خود باز نہیں آتا تھا۔ (فتح الباری : ۱/۲۷۶)

البَابُ (۲۵)

باب الامر باداء الأمانة
امانت ادا کرنے کا حکم

۹۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا۟ ٱلْأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهْلِهَا ﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کردو۔'' (النساء:۵۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں اللہ سبحانہ نے ادائے امانت کا حکم فرمایا ہے کہ امانت ان کے مستحقین کو پہنچایا کرو۔اس کے مخاطب عام مسلمان بھی ہیں اور حکمران بھی یعنی ہر وہ شخص جو کسی بھی امانت کا امین ہے، وہ اس امانت کو اس کے مستحق تک پہنچائے، حاصل یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں کوئی امانت ہے خواہ وہ مال ہو یا منصب یا کوئی اور چیز، اس پر لازم ہے کہ یہ امانت اس کے اہل اور مستحق کو پہنچا دے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہت کم ایسا ہوا کہ آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور یہ ارشاد نہ فرمایا کہ جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس میں پاس عہد نہیں اس میں ایمان نہیں۔ (معارف القرآن: ۲/۴۴۶)

۹۳. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّا عَرَضْنَا ٱلْأَمَانَةَ عَلَى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱلْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا ٱلْإِنسَٰنُ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾ ﴾

نیز فرمایا:

''ہم نے آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر بار امانت پیش کیا ان سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا، سب ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا، بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا۔'' (الاحزاب:۷۲)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں امانت سے مراد جملہ احکام شریعت ہیں جن کو ماننے اور عمل کرنے کی انسان نے ذمہ داری قبول کی کہ ان کے بجالانے پر جنت کی دائمی نعمتیں اور خلاف ورزی یا کوتاہی پر جہنم کا عذاب موعود ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ امانت ایمان وہدایت کا وہ بیج ہے جو قلوب آدم میں بکھیرا گیا، اس کی نگہداشت کرنے سے شجر ایمان کی آبیاری ہوتی ہے، ان پر باران رحمت کے لئے انبیاء اور رسول بھیجے اور وحی الٰہی کی رحمت قلوب انسانی پر نازل ہوئی، اس کی جانب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ "الامانة نزلت عن السماء فی جذر قلوب الرجال ثم علموا من القرآن" یہ امانت وہی تخم ہدایت ہے جو اللہ کی طرف سے قلوب رجال میں تہ نشین کیا گیا پھر علوم قرآن وسنت کی بارش ہوئی، جس سے اگر پوری طرح فائدہ اٹھایا جائے تو شجر ایمان بڑھے اور پھلے اور پھولے اور پھر آدمی اس کے ثمرۂ شیریں سے لذت اندوز ہو اور اگر غفلت برتی اور کوتاہی اختیار کی تو سراسر نقصان ہی

نقصان ہے۔

زمین وآسمان اور پہاڑوں میں کس میں استعداد تھی کہ اس امانت عظیمہ کے بار کو اٹھاتا، یہ انسان ہی کا حصہ ہوسکتا تھا جس کے پاس زمینِ قابل موجود تھی اور انبیاء اور رسولوں کی تعلیمات نے اس کی آبیاری کرنی تھی اس لئے اسی نے اس بارامانت کو اٹھایا مگر نوع انسانی کی اکثریت ظلوم وجهول ثابت ہوئی کہ امانت کا حق ادا نہ کرکے خسارے میں مبتلا ہوگئی۔ (تفسیر عثمانی ، معارف القرآن : ۲٤٦/۷)

منافق کی علامتیں

١٩٩. وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قال : اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ : وَفِی رِوَایَةٍ : "وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ".

(۱۹۹) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور اس کے پاس امانت رکھائی جائے تو خیانت کرے۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں ہے کہ اگر چہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور اپنے آپ کو مسلم سمجھے۔

تخریج حدیث(۱۹۹): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق .

کلمات حدیث: خان : خیانت کی۔ خان، خونا (باب نصر) خیانت کرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کے زمانے میں منافق وہ لوگ تھے جو دل میں کفر چھپائے رکھتے تھے اور لوگوں کے سامنے اسلام ظاہر کرتے تھے، اس پر قرآن کریم نے ان کی سخت سزا بیان فرمائی ہے، کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

حدیث مبارک میں نفاق کی تین علامتیں بیان کی گئی ہیں، بعض احادیث میں چار علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں، مقصود یہ ہے کہ یہ منافقوں کی خصلتیں ہیں اور جس میں یہ عادت پائی جائے گی تو گویا اس میں منافقوں کی یہ عادات ہیں اور اگر کسی میں ایک عادت ہے تو گویا ایک عادت ہے یہاں تک کہ وہ اس ایک عادت کو بھی ترک کردے۔ (فتح الباری : ۲٥٦/۱)

امانت داری کا ختم ہونا علامات قیامت ہے

٢٠٠. وَعَنْ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم حَدِیْثَیْنِ قَدْ رَاَیْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ : حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِی جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ فَعَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْاَمَانَةِ فَقَالَ " یَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ

فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ اَخَذَ حَصَاةً فَدَحْرَجَهٗ عَلٰى رِجْلِهٖ " فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ فَلَا يَكَادُ اَحَدٌ يُؤَدِّي الْاَمَانَةَ حَتّٰى يُقَالَ اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا، حَتّٰى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَا اَجْلَدَهٗ مَا اَظْرَفَهٗ مَا اَعْقَلَهٗ وَمَا فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ. وَلَقَدْ اَتٰى عَلَيَّ زَمَانٌ وَمَا اُبَالِيْ اَيُّكُمْ بَايَعْتُ، لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهٗ عَلَيَّ دِيْنُهٗ، وَلَئِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا اَوْ يَهُوْدِيًّا لَيَرُدَّنَّهٗ عَلَيَّ سَاعِيْهِ. وَاَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ اُبَايِعُ مِنْكُمْ اِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُهٗ: "جَذْرٌ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَاِسْكَانِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ اَصْلُ الشَّيْءِ وَ "الْوَكْتُ" بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقُ: اَلْاَثَرُ الْيَسِيْرُ" وَالْمَجْلُ بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْجِيْمِ وَهُوَ تَنَفُّطٌ فِي الْيَدِ وَنَحْوِهَا مِنْ اَثَرِ عَمَلٍ وَغَيْرِهٖ "قَوْلُهٗ". "مُنْتَبِرًا" مُرْتَفِعًا: قَوْلُهٗ" سَاعِيْهِ" الْوَالِيْ عَلَيْهِ.

(۲۰۰) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے دو باتیں بیان فرمائیں ایک کو میں نے دیکھ لیا اور دوسری کا منتظر ہوں، آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی تہ میں اتاری گئی پھر قرآن نازل ہوا اور قرآن سے علم حاصل کیا اور سنت سے علم سیکھا پھر آپ ﷺ نے ہمیں امانت کے اٹھائے جانے کے بارے میں بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی نیند سے بیدار ہوگا تو امانت اس کے دل سے چھن گئی ہوگی اور اس کا معمولی سا اثر باقی رہ گیا ہوگا پھر سوکر بیدار ہوگا تو اس کے دل سے باقی امانت بھی جاتی رہے گی اور آبلہ کے مانند اثر باقی رہ جائے گا جیسا کہ آگ کی چنگاری کو پاؤں پر لڑھکا دے اس سے چھالا نمودار ہوجائے اور وہ ابھرا ہوا نظر آئے مگر اس میں کچھ نہ ہو، پھر آپ ﷺ نے ایک کنکر اٹھا کر اپنے پاؤں پر لڑھکایا، اس کے بعد یہ حالت ہوجائے گی کہ لوگ خرید وفروخت کریں گے لیکن ایسا کوئی نہ ہوگا جو امانت ادا کرے یہاں تک کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار موجود ہے، کہا جائے گا کہ فلاں شخص کتنا طاقتور باتدبیر اور ہوشیار ہے جبکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ مجھ پر ایسا وقت بھی آیا ہے کہ مجھے پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ میں نے تم میں سے کس سے معاملہ کیا اس لئے کہ اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا دین میرا حق مجھے لوٹا دے گا اور اگر نصرانی یا یہودی ہے تو اس کا حاکم اس سے میرا حق دلوا دے گا لیکن آج میں تم میں سے کسی سے معاملہ نہیں کرتا مگر فلاں فلاں سے۔ (متفق علیہ)

جَذر : کے معنی اصل شے کے ہیں۔ وکت : کے معنی ہیں معمولی سا اثر۔ مَجل : چھالہ جو ہاتھ میں پڑ جائے کام وغیرہ کے اثر سے۔ مُنتَبِراً : کے معنی ہیں ابھرا ہوا۔ ساعِیه : یعنی اس پر حاکم۔

تخریج حدیث (۲۰۰): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب رفع الامانة و الایمان . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب رفع الامانة .

کلمات حدیث: وَکت : تھوڑا سا اثر، معمولی سی سیاہی، کوئی رنگ جو پہلے رنگ سے مختلف ہو، مجل ہاتھ میں کام کرنے سے گٹھے

پڑ جانا، کلہاڑی وغیرہ کے استعمال سے ہتھیلی میں چھالا پڑ جانا۔ دَحرَجتَه': تونے لڑھکایا۔ دَحرَج : لڑھکانا۔ تدحرج : لڑھکنا۔ نفط، نَفِطَ نفطاً (باب سمع) ہاتھ میں آبلہ پڑنا۔

شرح حدیث: اس حدیث کی شرح میں قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امانت سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے لیا اور وہ احکام ہیں جن کی تعمیل کا مکلّف بنایا، واحدی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں امانت سے مراد وہی امانت ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے ﴿ إِنَّا عَرَضۡنَا ٱلۡأَمَانَةَ عَلَى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَٱلۡجِبَالِ فَأَبَيۡنَ أَن يَحۡمِلۡنَهَا ﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ امانت سے مراد فرائض وواجبات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیے ہیں۔ حسن نے فرمایا پورا دین ہی امانت ہے، ابوالعالیہ نے فرمایا کہ اوامر و نواہی امانتیں ہیں، اور مقا تل نے کہا کہ اللہ کی اطاعت امانت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نور امانت لوگوں کے دلوں میں پیوست فرما دیا، اسی کی روشنی میں وہ اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں، اگر لوگ نعمت ایمان کی ناقدری کریں گے، دنیا کی محبت میں پڑ جائیں گے اور معاصی کا ارتکاب کرنے لگیں گے تو رفتہ رفتہ دلوں سے امانت بھی اٹھتی جائے گی، کہیں کوئی دل میں ذرا سا نکتہ سا رہ جائے گا، حالت یہ ہو جائے گی کہ بطور تعجب کہا جانے لگے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک شخص امانت دار ہے، اور یہ حالت ہو جائے گی کہ آدمی کی قوت وشوکت اس کی ہنرمندی اور چالاکی اور اس کی باتدبیری کا ذکر ہوگا لیکن اس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔

(فتح الباری : ۱/۳۸۸ ، مظاهر حق جدید : ٤/۱۰۹ ، صحیح مسلم لشرح النووی : ۲/۱٤٥)

رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا

۲۰۱۔ وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَاَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالاَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَجْمَعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَاتُوْنَ اٰدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ : يَااَبَانَا اِسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ . فَيَقُوْلُ : وَهَلْ اَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ . لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ ، اِذْهَبُوْا اِلَى ابْنِي اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالَ : فَيَاتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِنَّمَا كُنْتُ خَلِيْلاً مِنْ وَّرَآءَ وَرَآءَ ،اِعْمَدُوْا اِلٰى مُوْسَى الَّذِيْ كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيْماً . فَيَاتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ : لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى كَلِمَةِ اللّٰهِ وَرُوْحِهٖ . فَيَقُوْلُ : عِيْسٰى لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ فَيَاتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْمُ فَيُؤْذَنُ لَه' وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَيَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَشِمَالاً فَيَمُرُّ اَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ قُلْتُ: بِاَبِي وَاُمِّي اَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ ؟ قَالَ : اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ يَمُرُّ وَ يَرْجِعُ فِي طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيْحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ وَاَشَدُّ الرِّجَالِ تَجْرِيْ بِهِمْ اَعْمَالُهُمْ وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُوْلُ : رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجِزَ اَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰى يَجِيْءَ الرَّجُلُ لَا

يَسْتَطِيْعُ السَّيْرَ اِلاَّ زَحْفاً وَفِي حَا فَتَي الصِّرَاطِ كَلاَلِيْبُ مُعَلَّقَةٌ مَامُوْرَةٌ بِاَخْذِ مَنْ اُمِرَتْ بِهٖ، فَمَخْدُوْشٌ نَاجٍ، وَمُكَرْدَسٌ فِي النَّارِ" وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ اِنَّ قَعْرَجَهَنَّمَ لَسَبْعُوْنَ خَرِيْفاً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُه، "وَرَاءَ وَرَاءَ" هُوَ بِالْفَتْحِ فِيْهِمَا وَقِيْلَ بِالضَّمِّ بِلاَ تَنْوِيْنٍ وَمَعْنَاهُ : لَسْتُ بِتِلْكَ الدَّرَجَةِ الرَّفِيْعَةِ وَهِيَ كَلِمَةٌ تُذْكَرُ عَلٰى سَبِيْلِ التَّوَاضُعِ. وَقَدْ بَسَطْتُ مَعْنَاهَا فِي شَرْحِ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(٢٠١) حضرت حذیفہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو اکٹھا فرمائیں گے، اہل ایمان کھڑے ہوں گے تو جنت ان کے قریب کردی جائے گی ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے باپ! ہمارے لئے جنت کے دروازے کھلوایئے وہ جواب دیں گے کہ تمہارے باپ کی خطاہی نے تو تمہیں جنت سے نکالا تھا، سو میں اس کا اہل نہیں ہوں، میرے فرزند ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، ان سے اللہ نے کلام فرمایا ہے، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ بھی کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، وہ کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، اب محمد ﷺ کے پاس آئیں گے، آپ ﷺ بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہوں گے، آپ ﷺ کو اجازت عطا فرمائی جائے گی، امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا وہ پل صراط کے دائیں اور بائیں کھڑے ہو جائیں گے، اس وقت تم سے پہلا گروہ پل صراط سے بجلی کی مانند گزرے گا، راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان! بجلی کی مانند گزرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بجلی کو نہیں دیکھا کتنی سرعت سے لمحہ بھر میں جا کر پلٹ آتی ہے، پھر کچھ لوگ ہوا کی طرح گزریں گے پھر کچھ پرندوں کی طرح اور کچھ لوگ لوگوں کے تیز دوڑنے کی طرح گزریں گے، ہر ایک کا گزر اپنے اعمال کے حساب سے ہوگا اور تمہارے پیغمبر ﷺ پل صراط پر کھڑے ہوں گے اور دعا کرتے ہوں گے، اے رب سلامتی عطا فرما! اے رب سلامتی عطا فرما، یہاں تک کہ بندوں کے اعمال عاجز آجائیں گے، ایسے لوگ بھی آئیں گے جو پاؤں سے چلنے کی بھی سکت نہ رکھتے ہوں گے اور گھسٹ گھسٹ کر چل رہے ہوں گے، اور پل صراط کے دونوں کناروں پر آنکڑے لٹک رہے ہوں گے وہ ان کو پکڑ لیں گے جن کو پکڑنے کا حکم ہوگا کچھ مخدوش ہو جائیں گے لیکن نجات پا جائیں گے اور کچھ اوپر تلے جہنم میں لڑھک جائیں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان ہے کہ جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔ (مسلم)

وراء، وراء کے معنی ہیں کہ میں اس مقام بلند کا اہل نہیں اور یہ کلمہ از راہ تواضع کہا جاتا ہے اور میں نے اس کے معنی مسلم کی شرح میں تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

تخریج حدیث(٢٠١): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها .

کلمات حدیث: تُزْلَفُ : قریب کردی جائیگی۔ زَلَفَ، زلفاً (باب نصر) قریب کرنا۔ زَحَفَ، زَحَفَ زحفاً، (باب فتح)

گھٹنوں کے بل سرکنا۔ کلالیب : جمع کلوب انکس ۔ آگ نکالنے کے لئے مڑے ہوئے کنارے کی سلائی۔ مخدوش (مفعول، جسے خراش لگی ہو) خدش، خدشاً (باب ضرب)خراش لگانا۔ مُکَرْدَس، کردس علیه : اوندھا ہونا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمام انسانوں کو میدان حشر میں جمع فرمائیں گے، ان میں سے اہل ایمان کھڑے ہو جائیں گے اور جنت ان کے قریب کر دی جائے گی اور وہ حضرت آدم علیہ السلام سے درخواست کریں گے کہ جنت کا دروازہ کھلوائیے، اس پر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میری ہی خطا کی وجہ سے تم جنت سے نکالے گئے تو میں اس مقام کا اہل نہیں ہوں یعنی جنت میں مسلمانوں کے دخول کے لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اس قدر عظیم امر ہے کہ اس کے اہل نہیں ہے ۔ بات آپ نے بطور تواضع فرمائی، اسی طرح تمام انبیاء نے حق سبحانہٗ کی جناب میں شفاعت سے معذرت کی اور بالآخر شفیع المذنبین حضرت محمد ﷺ تک سب لوگ پہنچے اور آپ سے شفاعت کی درخواست کی، ہوسکتا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو رسول اللہ ﷺ کے مقام شفاعت کا علم ہو لیکن سب نے بتدریج لوگوں کو آپ ﷺ کی جانب بھیجا ہو تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ مقام رفیع صرف آپ ﷺ ہی کو حاصل ہے اور انبیاء میں سے کوئی اس میں آپ ﷺ کا شریک نہیں ہے۔

غرض رسول کریم ﷺ عرش الٰہی کے پاس کھڑے ہو جائیں گے، سجدے میں چلے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی محامد بیان فرمائیں گے جو اب تک لسان مبارک پر جاری نہیں ہوئی تھیں، پھر ارشاد ہوگا اے محمد (ﷺ) سر اٹھایئے مانگیئے دیا جائے گا، شفاعت فرمایئے، قبول کی جائے گی، آپ ﷺ فرمائیں گے: اے میرے رب میری امت! میری امت! ارشاد ہوگا اے محمد (ﷺ) اپنی امت کے ان تمام لوگوں کو جنت میں داخل فرما دیجئے جن پر حساب نہیں ہے۔

اس کے بعد امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا وہ پل صراط کے دونوں طرف کھڑے ہو جائیں گے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امانت اور رحم کی دین میں عظیم ترین اہمیت کی بناء پر انہیں بھیجا جائے گا اور وہ مشخص ہو کر پل صراط کے دونوں جانب کھڑے ہو جائیں گے۔

پل صراط پر اہل ایمان اپنے اعمال صالحہ کے اعتبار سے گزریں گے، کچھ بجلی کی سی تیزی سے گزر جائیں گے، کچھ ہوا کے جھونکے کی طرح چلے جائیں گے اور کچھ پرندوں کی طرح پرواز کرتے ہوئے چلے جائیں گے، اور کچھ اپنے پیروں پر دوڑتے ہوئے چلے جائیں گے، اور پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کے اعمال ایسے نہ ہوں گے جو انہیں پل صراط عبور کرا سکیں تو وہ گھسٹتے ہوئے جائیں گے اور پل صراط کے دونوں اطراف آنکڑے نصب ہوں گے، لوگ ان میں الجھیں گے اور زخمی ہوں گے اور کچھ زخمی ہو کر بھی پل صراط عبور کر لیں گے اور کچھ نیچے جہنم میں جا گریں گے جس کی گہرائی اس قدر ہوگی کہ اس کی تہہ میں پہنچنے میں ستر برس لگ جائیں گے۔

میت کے مال میں سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا

٢٠٢ ۔ وَعَنْ اَبِی خُبَیْبٍ "بِضَمِّ الْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ" عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا

وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِي فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهِ فَقَالَ : يَا بُنَيَّ اِنَّهُ لاَ يُقْتَلُ الْيَوْمَ اِلاَّ ظَالِمٌ اَوْ مَظْلُوْمٌ وَاِنِّي لاَ اَرَانِي اِلاَّ سَاُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُوْماً وَاِنَّ مِنْ اَكْبَرِ هَمِّي لَدَيْنِي اَفْتَرٰى دَيْنَنَا يُبْقِي مِنْ مَالِنَا شَيْئاً ؟ ثُمَّ قَالَ يَا بُنَيَّ بِعْ مَالَنَا وَاقْضِ دَيْنِي، وَاَوْصٰى بِالثُّلُثِ وَثُلُثُهُ لِبَنِيْهِ، يَعْنِي لِبَنِي عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ثُلُثُ الثُّلُثِ : قَالَ: فَاِنْ فَضَلَ مِنْ مَالِنَا بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ شَيْءٌ فَثُلُثُهُ لِبَنِيكَ قَالَ هِشَامٌ : وَكَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللّٰهِ قَدْ وَ ازٰى بَعْضَ بَنِي الزُّبَيْرِ خُبَيْبٍ وَعَبَّادٍ وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِيْنَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : فَجَعَلَ يُوْصِيْنِي بِدَيْنِهِ وَيَقُوْلُ : يَابُنَيَّ اِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ بِمَوْلاَيَ. قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَا دَرَيْتُ مَا اَرَادَ حَتّٰى قُلْتُ : يَا اَبَتِ مَنْ مَوْلاَكَ؟ قَالَ : اَللّٰهُ : قَالَ : فَوَاللّٰهِ مَا وَقَعْتُ فِي كُرْبَةٍ مِنْ دَيْنِهِ اِلاَّ قُلْتُ يَا مَوْلَى الزُّبَيْرِ اِقْضِ عَنْهُ دَيْنَهُ فَيَقْضِيَهُ قَالَ : فَقُتِلَ الزُّبَيْرُ وَلَمْ يَدَعْ دِيْنَارًا وَلاَ دِرْهَماً اِلاَّ اَرَضِيْنَ مِنْهَا الْغَابَةُ وَاِحْدٰى عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ وَدَاراً بِالْكُوْفَةِ وَ داراً بِمِصْرَ. قَالَ : وَاِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ اَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَاتِيْهِ بِالْمَالِ فَيَسْتَوْدِعُهُ اِيَّاهُ فَيَقُوْلُ الزُّبَيْرُ : لاَ وَلٰكِنْ هُوَ سَلَفٌ، اِنِّي اَخْشٰى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ وَمَا وَلِيَ اِمَارَةً قَطُّ وَلاَ جِبَايَةً وَلاَ خِرَاجًا وَلاَ شَيْئًا اِلاَّ اَنْ يَكُوْنَ فِي غَزْوٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ مَعَ اَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ : فَحَسَبْتُ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُهُ اَلْفَيْ اَلْفٍ وَمِائَتَيْ اَلْفٍ ! فَلَقِيَ حَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ : يَا ابْنَ اَخِي كَمْ عَلٰى اَخِي مِنَ الدَّيْنِ ؟ فَكَتَمْتُهُ وَقُلْتُ: مِائَةَ اَلْفٍ : فَقَالَ حَكِيْمٌ : وَاللّٰهِ مَا اَرٰى اَمْوَالَكُمْ تَسَعُ هٰذِهِ : فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : اَرَاَيْتَكَ اِنْ كَانَتْ اَلْفَيْ اَلْفٍ؟ وَمِائَتَيْ اَلْفٍ؟ قَالَ : مَا اَرَاكُمْ تُطِيْقُوْنَ هٰذَا فَاِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِيْنُوْا بِي . قَالَ: وَكَانَ الزُّبَيْرُ قَدِ اشْتَرَى الْغَابَةَ بِسَبْعِيْنَ وَمِائَةِ اَلْفٍ فَبَاعَهَا عَبْدُاللّٰهِ بِاَلْفِ اَلْفٍ وَسِتِّمِائَةِ اَلْفٍ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ : مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ شَيْءٌ فَلْيُوَافِنَا بِالْغَابَةِ، فَاَتَاهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ وَكَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ اَرْبَعُ مِائَةِ اَلْفٍ، فَقَالَ لِعَبْدِاللّٰهِ : اِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ؟ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ : لاَ، قَالَ : فَاِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوْهَا فِيْمَا تُؤَخِّرُوْنَ اِنْ اَخَّرْتُمْ، فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ:لاَ، قَالَ:فَاقْطَعُوْا لِي قِطْعَةً، قَالَ عَبْدُاللّٰهِ : لَكَ مِنْ هٰهُنَا اِلٰى هٰهُنَا. فَبَاعَ عَبْدُاللّٰهِ مِنْهَا فَقَضٰى عَنْهُ دَيْنَهُ وَاَوْفَاهُ وَ بَقِيَ مِنْهَا اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَنِصْفٌ، فَقَدِمَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ عَمْرُو ابْنُ عُثْمَانَ وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ زَمْعَةَ. فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ : كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ؟ قَالَ : كُلُّ سَهْمٍ بِمِائَةِ اَلْفٍ قَالَ: كَمْ بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَ اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَنِصْفٌ فَقَالَ الْمُنْذِرُ ابْنُ الزُّبَيْرِ : قَدْ اَخَذْتُ مِنْهَا سَهْماً بِمِائَةِ اَلْفٍ، وَقَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: قَدْ اَخَذْتُ مِنْهَا سَهْماً بِمِائَةِ اَلْفٍ، وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ: قَدْ اَخَذْتُ سَهْماً بِمِائَةِ اَلْفٍ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : كَمْ بَقِيَ مِنْهَا ؟ قَالَ : سَهْمٌ وَنِصْفُ سَهْمٍ قَالَ : قَدْ اَخَذْتُهُ بِخَمْسِيْنَ وَمِائَةِ اَلْفٍ قَالَ : وَبَاعَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ

جَعْفَرَ نَصِيْبَه' مِنْ مُعَاوِيَةَ بِسِتِّمِائَةِ اَلْفٍ. فَلَمَّا فَرَغَ اِبْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَآءِ دَيْنٍ قَالَ بَنُوا لزُّبَيْرِ : اَقْسِمْ بَيْنَنَا مِيْرَا ثَنَا : قَالَ وَاللّٰهِ لاَ اُقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى اُنَادِىْ بِالْمَوْسِمِ اَرْبَع سِنِيْنَ اَلاَ مَنْ كَانَ لَه' عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَاتِنَا فَلْنَقْضِهٖ فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِىْ فِى الْمَوْسِمِ فَلَمَّا مَضىٰ اَرْبَعُ سِنِيْنَ قَسَّمَ بَيْنَهُمْ وَدَفَعَ الثُّلُثَ وَكَانَ لِلزُّبَيْرِ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَاَصَابَ كُلَّ اِمرَا ۔ ةٍ اَلْفُ اَلْفٍ وَمِائَتَا اَلْفٍ، فَجَمِيْعُ مَالِه خَمْسُوْنَ اَلْفِ اَلْفٍ وَمِائَتَا اَلْفٍ، رَوَاهُ الْبُخَارِىّ .

(۲۰۲) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر جنگ جمل میں کھڑے تھے آپ نے مجھے بلایا تو میں بھی آپ کے برابر کھڑا ہوگیا فرمایا، کہ اے میرے بیٹے ! آج جو قتل ہوگا وہ یا ظالم ہوگا یا مظلوم اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ آج میں مظلوم قتل ہو جاؤں گا، مجھے اپنے قرض کی فکر ہے، تمہاری رائے میں قرض کی ادائیگی کے بعد ہمارے مال میں کچھ بچ جائے گا، پھر کہا کہ اے میرے بیٹے ہمارا سارا سامان فروخت کردو اور میرا قرض ادا کردو، اور انہوں نے ایک تہائی کی وصیت کی اور تہائی کے تہائی اپنے پوتوں یعنی عبداللہ بن الزبیر کے بیٹوں کو دینے کے لئے کہا، اور کہا کہ اگر قرض کے بعد ہمارے مال میں سے کچھ بچ جائے تو وہ تیرے بیٹوں کا ہے۔

ہشام کا بیان ہے کہ عبداللہ کے بعض بیٹے زبیر کے بعض بیٹوں یعنی خبیب اور عباد کے برابر تھے اور اس وقت زبیر کے نولڑکے اور نولڑکیاں تھیں۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے باپ مجھے بار بار اپنے قرض کے بارے میں تاکید کرتے رہے اور کہنے لگے اے میرے بیٹے، اگر تم اس قرض کی ادائیگی سے قاصر رہو تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا، میں سوچ میں پڑ گیا کہ کیا مراد ہے یہاں تک کہ میں نے کہا کہ ابا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مولیٰ کون ہے؟ کہنے لگا، اللہ! اس کے بعد ان کے قرض کی ادائیگی میں مجھے کچھ مشکل پیش آئی تو میں نے کہا کہ اے زبیر کے مولیٰ! زبیر کا قرض ادا کر دیجئے اور اللہ کے حکم سے ادا ہو جاتا تھا۔

غرض حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے اور کوئی دینار و درہم نہ چھوڑے البتہ دو طرح کی زمینیں تھیں ایک غابہ میں تھی، اس کے علاوہ مدینہ منورہ میں گیارہ گھر، بصرہ میں دو گھر، ایک گھر کوفہ میں اور ایک گھر مصر میں۔ اس قرض کی صورت یہ ہوئی تھی کہ اگر کوئی شخص ان کے پاس مال لے کر آتا کہ ان کے پاس امانت رکھوائے تو زبیر کہتے کہ یہ مال امانت نہیں بلکہ میرے ذمہ تیرا قرض ہے کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے، زبیر نہ کہیں حاکم رہے اور نہ کبھی ٹیکس یا خراج کی وصولی پر مامور رہے اور نہ اس طرح کی اور کوئی ذمہ داری قبول کی، وہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ غزوات میں شرکت کیا کرتے تھے۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کے قرض کا حساب کیا تو وہ بائیس لاکھ نکلا، حکیم بن حزام عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور پوچھا: بھتیجے میرے بھائی پر کتنا قرض ہے؟ میں نے ان سے چھپایا اور ایک لاکھ کہہ دیا، اس پر حکیم نے کہا کہ میرا نہیں خیال کہ تمہارے

مال سے یہ قرض پورا ہو جائے گا، میں نے کہا کہ اگر بائیس لاکھ ہو تو آپ کیا کہیں گے؟ کہنے لگے یہ تو تمہاری طاقت سے باہر ہے اگر تم عاجز ہو تو مجھ سے مدد لے لینا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی جسے عبداللہ نے سولہ لاکھ میں فروخت کیا پھر اعلان کیا کہ جس کا زبیر پر قرض ہو وہ غابہ میں آ کر ہم سے لے لے، عبداللہ بن جعفر آئے ان کے حضرت زبیر پر چار لاکھ تھے، انہوں نے کہا کہ اگر تم کہو تو میں یہ قرض تمہیں معاف کر دوں، عبداللہ نے انکار کیا، تو انہوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو اس کو مؤخر کر دوں اور بعد میں دیدو، عبداللہ نے کہا کہ نہیں، اس پر حضرت عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ پھر مجھے زمین کا قطعہ الگ کر دو، عبداللہ نے کہا کہ یہاں سے یہاں تک آپ کا قطعہ ہے، اس طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمین بیچ کر لوگوں کا قرض ادا کیا اور اس میں سے ساڑھے چار حصے بچے رہے۔

اسی عرصے میں وہ ایک مرتبہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہاں ان کے پاس عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر اور ابن زمعہ رضی اللہ عنہم بھی بیٹھے ہوئے تھے، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ غابہ کی زمین کی تم نے کیا قیمت مقرر کی؟ انہوں نے بتایا کہ ہر حصہ ایک لاکھ کا ہے، انہوں نے پوچھا اب کتنے حصے رہ گئے؟ بتایا ساڑھے چار، اس پر منذر بن زبیر نے کہا کہ ایک لاکھ کا ایک حصہ میں نے لیا، عمرو بن عثمان نے کہا کہ ایک حصہ ایک لاکھ کا میں نے لیا اور ابن زمعہ نے کہا کہ ایک لاکھ کا ایک حصہ میں نے لیا، اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے کہ اب کتنی باقی رہی، بتایا کہ ڈیڑھ، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ وہ قطعہ ڈیڑھ لاکھ میں میں نے لیا۔

راوی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھ لاکھ میں فروخت کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر قرض کی ادائیگی سے فارغ ہوئے تو حضرت زبیر کی اولاد نے کہا کہ آپ ہماری میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے، عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ اللہ کی قسم ابھی میں تمہارے درمیان تقسیم نہ کروں گا جب تک میں چار سال تک موسم حج میں یہ اعلان نہ کرا دوں کہ جس کا زبیر کے ذمہ قرض ہو وہ ہم سے آ کر لے لے، ہم ادا کر دینگے۔ غرض وہ ہر سال حج کے موسم میں منادی کراتے رہے۔ جب چار سال گزر گئے تو ان کے درمیان ترکہ کی تقسیم کی اور تہائی حصہ دیدیا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار بیویاں تھیں، ہر ایک کے حصے میں بارہ بارہ لاکھ آئے، آپ کی کل میراث پانچ کروڑ دو لاکھ تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۲۰۲): صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب برکة الغازی فی ماله .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ۱ھ میں پیدا ہوئے اور آپ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد مہاجرین کے یہاں سب سے پہلے پیدا ہوئے تھے، حضور کریم ﷺ نے کھجور چبا کر آپ کے منہ میں رکھی تھی، جنگ یرموک میں شرکت کی، آپ سے ''۳۳'' احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ ۷۲ھ میں شہادت پائی۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: الجَنب : پہلو، طرف، جانب، جمع جنوب، واجناب . دَین : قرض، ہر مالی واجب خواہ بصورت قرض ہو یا

کسی اور وجہ سے لازم آیا ہو، جمع دیون ۔

شرح حدیث: حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے، بہت بہادر تھے، ساری رات نمازیں پڑھتے، صلہ رحمی کرتے اور عطاء و بخشش کرتے ۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے ۔ فرمایا کہ میرے جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں زخمی نہ ہوا ہو۔

واقعۂ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۳۵ ھ میں مظلوم شہید ہو گئے تھے، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں حج کے لئے تشریف لائی ہوئی تھیں ۔

واقعۂ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک بڑے اونٹ پر سوار تھیں جو یعلی بن امیہ نے دوسو دینار میں خریدا تھا، اس موقع پر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج ظالم مارا جائے گا یا مظلوم شہید ہوگا، ابن بطال کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں طرف مسلمان تھے اور ہر ایک فریق اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔

غرض حضرت زبیر نے خیال کیا کہ وہ شہید ہو جائیں گے اس لئے انہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو بلایا اور وصیت فرمائی کہ ان کے مرنے کے بعد ان کے ذمہ جو قرض ہے ادا کر دیں، اور اگر ادائیگی قرض سے کچھ بچ رہے تو اس میں سے ایک تہائی کی وصیت فرمائی اور تہائی کے تہائی کی وصیت اپنے پوتوں یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر کے بیٹوں کے حق میں فرمائی۔

حضرت زبیر جہاد میں کثرت سے حصہ لیتے تھے جو مال غنیمت ملتا اسے بھی جہاد میں صرف کرتے ۔ اور اگر کوئی ان کے پاس امانت رکھتا تو اس کو اپنے ذمے قرض بنا لیتے تھے، پھر اس کو بھی امور خیر میں صرف کر دیتے ۔ اس طرح ان کے ذمہ بہت بڑا قرض ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے والد کے قرض کی ادائیگی کی سعی بلیغ فرمائی اور تمام قرض ادا کر دیا اور جن حضرات نے مدد کی پیش کش کی ان سے بھی معذرت کر لی، کیوں کہ حضرت زبیر نے فرمایا تھا کہ بیٹے اگر میرے قرض کی ادائیگی میں دشواری ہو تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا، حضرت عبداللہ نے حیران ہو کر پوچھا کون مولیٰ؟ فرمایا کہ میرا اللہ! اس پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر کی اس وصیت پر بھی عمل کیا اور کسی انسان کی مدد چاہنے کے بجائے اللہ سے مدد طلب کی اور تمام قرض ادا کر دیا، اور چار سال تک حج کے وقت منادی بھی کرائی کہ اگر کسی کا کوئی قرض ہمارے باپ کے ذمہ ہے تو وہ آ کر ہم سے لے لے۔

اس حدیث سے کئی مسائل مستنبط ہوتے ہیں، ایک یہ کہ جنگ وغیرہ جیسا کوئی بڑا معاملہ در پیش ہو تو وصیت کرنا مستحب ہے، دوسرے یہ کہ وصی تقسیم میراث کو اس وقت تک مؤخر کر سکتا ہے جب تک یہ اطمینان ہو جائے کہ کوئی قرض خواہ باقی نہیں رہا اور سب کا قرض ادا کیا جا چکا ہے، ترکہ کی تقسیم سے پہلے میت کے قرض کی ادائیگی ضروری ہے، تکفین اور تدفین اور ادائے قرض کے بعد میراث تقسیم ہوتی ہے اور اسی طرح مرنے والے کی وصیت پر بھی تقسیم میراث سے قبل عمل کیا جاتا ہے، بہر حال قرض کی ادائیگی تقسیم میراث سے قبل لازمی ہے۔

تیسرے یہ کہ پوتوں کے حق میں وصیت کی جا سکتی ہے اگر ان کے آباء ان کے حاجب بن رہے ہوں۔

(فتح الباری : ۲۳۲/۲ ، عمدۃ القاری : ۶۶/۱۵ ، دلیل الفالحین : ۳۲۵/۱ ، روضۃ الصالحین : ۲۵۶/۱)

البَابُ (۲٦)

باب تحریم الظلم والأمر برد المظالم
ظلم کی تحریم اور ردِ مظالم

۹۴ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''اور ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی شفیع جس کی بات قبول کی جائے۔'' (المؤمن:۱۸)

۹۵ . وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾ ﴾

اور فرمایا:

''اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا۔'' (الحج:۷۱)

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا حَدِيْثُ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْمُتَقَدِّمُ فِيْ اٰخِرِ بَابِ الْمُجَاهَدَةِ .

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ دوسرے انسان پر کسی طرح کا ظلم یا کوئی زیادتی کریں، ظلم کا سب سے بڑا درجہ اور سب سے بڑا ظلم شرک ہے، چنانچہ فرمایا ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ ﴾ (شرک بہت بڑا ظلم ہے) غرض ظلم کی کوئی قسم ہو اور کسی طرح کی بھی زیادتی ہو روز قیامت ظالم کا نہ کوئی دوست ہوگا، اور نہ کسی کو اجازت ہوگی کہ اس کی شفاعت کر سکے، ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور نہ کوئی ایسا ہوگا کہ ان کے فعل پر کوئی دلیل پیش کر سکے، یا عملاً انہیں کسی طرح عذاب سے بچا سکے۔

(معارف القرآن، تفسیر عثمانی)

ظلم قیامت کے دن اندھیرے کی شکل میں ہوگا

۲۰۳ . الاوّل وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَآئَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۰۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ظلم سے بچو کہ ظلم روز قیامت کی تاریکیاں ہیں اور بخل سے بچو اس لئے کہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا، بخل نے ہی انہیں خون بہانے اور حرمات کو پامال کرنے پر آمادہ کیا۔

(مسلم)

تخریج حدیث(۲۰۳): صحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم الظلم .

کلمات حدیث: شح، بخل، شحّ، شحاً (باب نصر) حرص ولالچ کرنا۔ سفکوا: خون بہانا۔ سفك، سفكاً (باب ضرب) خون بہانا۔

شرح حدیث: ظلم ایک ایسی عظیم برائی ہے جو روز قیامت انسان کو تاریکیوں میں لپیٹ لے گی اور اسے کوئی راستہ بجھائی نہیں دے گا جبکہ اہل ایمان کے سامنے ان کا نور ایمان روشن ہوگا اور وہ انہیں لے کر چلے گا، دراصل ظلم ظلمت قلب سے پیدا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ سخت دل عاصی اور راستے سے بھٹکے ہوئے لوگ ہی ظالم ہوتے ہیں اور جن کے دل نور ایمان سے منور ہوتے ہیں تو وہ ظلم کے پاس سے بھی نہیں گزرتے۔

بخل کے ساتھ حرص اور طمع بھی جمع ہو تو وہ شح کہلاتا ہے، شح انسان کو دنیا میں بھی تباہ وبرباد کرتا ہے اور اس کی آخرت کی بربادی تو اور بھی یقینی ہے۔ (روضة المتقين: ۱/ ۲٦۰)

سینگ والی بکری سے بھی ظلم کا بدلہ لیا جائے گا

۲۰۴. الثاني وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰى اَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۰۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت کے تمام حقوق ضرور اہل حقوق کو مل کر رہیں گے حتی کہ بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری سے قصاص دلایا جائے گا۔(مسلم)

تخریج حدیث(۲۰۴): صحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم الظلم .

کلمات حدیث: جلحاء: بغیر سینگوں کی بکری، جسے جمّاء بھی کہتے ہیں۔ قرناء: سینگ والی بکری۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ضرور حقوق اہل حقوق کے حوالے کردو، تمہارے ذمہ کسی کا کوئی حق نہ رہے کیوں کہ روز قیامت تمام حقوق العباد کا بدلہ چکانا ہوگا، ہر انسان کو اس کا حق دلایا جائے گا، حتی کہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روز قیامت جانوروں کے درمیان بھی اسی طرح عدل وانصاف کرایا جائیگا جس طرح انسانوں کے درمیان انصاف ہوگا۔ (دليل الفالحين: ۱/ ۳۸۸، روضة المتقين: ۱/ ۳٦۰)

دجال کی نشانیاں

۲۰۵. الثالث وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: " كُنَّا نَتَحَدَّثُ عَنْ حَجَّةِ الْوِدَاعِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا لا نَدْرِيْ مَاحَجَّةُ الْوِدَاعِ حَتّٰى حَمِدَ اللّٰهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَاَطْنَبَ فِي ذِكْرِهٖ، وَ قَالَ : " مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَه' اُمَّتَه' : اَنْذَرَه نُوْحٌ وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ بَعْدِهٖ، وَاِنَّه اِنْ يَّخْرُجْ فِيْكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَانِهٖ فَلَيْسَ يَخْفٰى عَلَيْكُمْ اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّه اَعْوَرُعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَه عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ. اَلا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَآئَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِ كُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا اَلا هَلْ بَلَّغْتُ؟" قَالُوْا : نَعَمْ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ" ثَلاثًا" وَيْلَكُمْ اَوْ وَيْحَكُمْ اُنْظُرُوْا: لا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ، بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ رَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَه' .

(۲۰۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے بارے میں بات کررہے تھے اور رسول کریم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے اور ہمیں معلوم نہیں تھا کہ حجۃ الوداع کیا ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر آپ ﷺ نے مسیح دجال کا ذکر کیا اور خوب تفصیل سے ذکر کیا، اور فرمایا کہ اللہ نے جو نبی مبعوث فرمایا ہے اس نے اپنی امت کو فتنۂ دجال سے ڈرایا ہے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی ڈرایا اور ان کے بعد آنے والے انبیاء نے بھی ڈرایا، اگر وہ تمہارے درمیان نکل آیا تو تمہارے اوپر اس کا حال مخفی نہیں رہے گا اور نہ وہ تمہارے اوپر مخفی رہے گا کیوں کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے اور وہ دائیں آنکھ سے کانا ہوگا، اس کی آنکھ ایسی ہوگی جیسے ابھرا ہوا انگور، اللہ نے تمہارے اوپر تمہارے جان ومال حرام کردیئے ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں، تمہارے اس مہینے میں، کیا میں نے تمہیں یہ بات پہنچادی؟ صحابہ نے عرض کی جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہوجا، تین دفعہ فرمایا، تم ہلاک ہو یا تمہارے اوپر افسوس، دیکھو میرے بعد کافر ہوکر ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنا۔ (بخاری، کچھ حصہ اس کا مسلم نے روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۲۰۵): صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حجة الوداع . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب لا ترجعوا بعدی کفارا .

کلمات حدیث: أعور، کانا۔ عَوِرَ عوراً (باب سمع) کانا ہونا، مؤنث عوراء . عنبة : انگور کا دانہ، جمع أعناب .

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے بارے میں بات کررہے تھے، حَجّة کالفظ ح کے زبر اور زیر سے ہے اور دونوں طرح صحیح ہے، یہ حضور ﷺ کے اس دار فانی سے تشریف لے جانے کا سال ہے، اس لئے اسے حجۃ الوداع کہتے ہیں، اسے حجۃ البلاغ اور حجۃ الاسلام بھی کہتے ہیں کہ اس حج میں اللہ کے گھر میں کوئی کافر ومشرک نہ تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ آپس میں گفتگو کررہے تھے اور رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف رکھتے تھے، ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ اسے حجۃ الوداع کیوں کہتے ہیں، یعنی صحابۂ کرام کو علم نہیں تھا کہ وداع سے مراد خود رسول کریم ﷺ کا دنیا سے تشریف لے جانا ہے، جب آپ رحلت فرماگئے تب علم ہوا کہ یہ دراصل آپ ﷺ کے رخصت ہونے کا سال تھا۔

آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثناء کی اور تفصیل سے دجال کے بارے میں بتایا اور اس کے فتنے سے ڈرایا، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے جان و مال کو تمہارے اوپر حرام قرار دیا ہے اور ان دونوں کی حرمت اس قدر عظیم ہے جیسے آج کے اس دن کی اس شہر کی اور اس مہینہ کی، کسی کی بلاوجہ جان لینا اس قدر بڑا گناہ ہے کہ اس کی سزا ہمیشہ کی جہنم کی سزا ہے، فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ تم میرے بعد کافر بن جاؤ اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو، جیسے زمانۂ جاہلیت میں کافر ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے۔

(فتح الباری : ۱/۲۱۰، دلیل الفالحین : ۱/۳۸۹)

ناحق زمین دبانے والے کی سزا

۲۰۶. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ مِنَ الْاَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۰۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً لے لے اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۰۶): صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب اثم من ظلم شیئا من الارض . صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم الظلم وغصب الارض .

کلمات حدیث: قید : مقدار۔ شبر : بالشت، جمع شبار .

شرح حدیث: اگر کسی انسان نے ظلماً کسی کی بالشت بھر زمین دنیا میں لے لی ہوگی تو وہ روز قیامت اسے سات زمینوں کا طوق پہنا دیا جائے گا، خطابی فرماتے ہیں کہ اس کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو اسے مکلف کیا جائے گا کہ وہ سات زمینیں اٹھا کر لائے یا یہ کہ اسے سات زمینوں کے اندر دھنسا دیا جائے گا اور سات زمینیں اس کی گردن میں طوق بن جائیں گے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوسرے مفہوم کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو صحیح البخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ " خسف به إلى سَبع ارضين "(اسے سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا)

(دلیل الفالحین : ۱/۳۹۲، فتح الباری : ۲/۱۶)

اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے

۲۰۷. وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِيْ لِلظَّالِمِ فَاِذَا اَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَءَ : " وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهُ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۰۷) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب اللہ گرفت فرمائے گا تو پھر اس کی گرفت سے نہ چھوٹ سکے گا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اور اسی طرح ہے تمہارے رب کی پکڑ جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے اس کی پکڑ دکھ دینے والی سخت ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۰۷): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ هود . صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم .

کلمات حدیث: یُفلِتُه: بچ نہیں سکتا۔ فلت، فلتاً (باب ضرب) رہا کرنا، چھوڑنا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کیساتھ گنہگاروں کی فوری گرفت نہیں فرماتا بلکہ انہیں مہلت دیتا رہتا ہے، کہ وہ خود ہی باز آجائیں اور توبہ کرلیں لیکن جب گرفت فرماتے ہیں تو اس کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے اور کوئی بچ کر نہیں نکل سکتا، اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتے ہیں لیکن جب گرفت فرماتے ہیں تو یہ گرفت بہت سخت ہوتی ہے۔

مظلوم کی بددعاء سے بچو

۲۰۸ . وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : " اِنَّکَ تَاتِيْ قَوْمًا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآئِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاِيَّاکَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۰۸) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جارہے ہو انہیں دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں، اگر وہ اس کو تسلیم کرلیں پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ نے شب و روز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اور اگر وہ اس کو تسلیم کرلیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کیا جائیگا اور اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو تم ان کے عمدہ مالوں سے احتراز کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچو کیوں کہ اس میں اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب حائل نہیں ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۰۸): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بالایمان باللّٰه ورسوله وشرائع الدین .

راوی حدیث: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، رسول اللہ

ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت فرمائی، رسول کریم ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا: " اعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل " ۱۸ھ میں انتقال فرمایا۔

کلمات حدیث: فَتُرَدَّ : لوٹائی جائیگی۔ رَدَّ، رَدًّا، (باب نصر) حجاب : پردہ، جمع حُجُبٌ .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ۱۰ھ میں یمن کی جانب روانہ فرمایا اور ان کو فرمایا کہ سب سے پہلے وہ ان کو اسلام کی دعوت اور شہادتین کی طرف بلائیں، اور اس کے بعد ان کو بتائیں کہ ان پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور پھر ان کو بتائیں کہ ان پر زکوٰۃ فرض ہے، یعنی تعلیم اسلام میں تدریج کا لحاظ رکھا جائے۔

اس فقرے سے کہ زکوٰۃ ان کے فقراء کو لوٹائی جائے گی، امام مالک رحمہ اللہ نے یہ استشہاد کیا ہے کہ زکوٰۃ کا تمام آٹھ مصارف زکوٰۃ میں صرف کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ امام اگر چاہے تو کسی ایک مصرف میں بھی خرچ کرسکتا ہے، اس حدیث کو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس امر کی بھی دلیل بنایا ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر لے جانا درست نہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بلا وجہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل کرنا مکروہ ہے لیکن اگر دوسرے شہر کے لوگوں کی احتیاج زیادہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ لوگوں کا زیادہ اچھا مال زکوٰۃ میں نہ لیں الا یہ کہ وہ خود اپنی رضا سے اچھا مال زکوٰۃ میں دیں اور کسی کے ساتھ ظلم اور ناانصافی نہ کرنا کہ مظلوم کی بددعائیں اور اللہ کے یہاں اس کے قبول ہونے میں کوئی حجاب نہیں ہے۔ (دليل الفالحين : ۱/ ۳۹۳ ، عمدة القاری : ۹/ ۳٤ ، فتح الملهم : ۳/ ۱۸٦)

چندہ وصول کرنے والوں کے لیے ایک تنبیہ

۲۰۹. وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِسْتَعْمَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلاً مِنَ الازْدِ یُقَالُ لَهُ : اِبْنِ اللُّتْبِیَّةِ عَلَی الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هٰذَا لَکُمْ وَهٰذَا اُهْدِیَ اِلَیَّ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنیٰ عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ " اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْکُمْ عَلَی الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّا نِیَ اللّٰهُ فَیَاْتِی فَیَقُوْلُ : هٰذَالَکُمْ وَهٰذَا هَدِیَّةٌ اُهْدِیَتْ اِلَیَّ اَفَلاَ جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اَبِیْهِ اَوْ اُمِّهٖ حَتّٰی تَاْتِیَه' هَدِیَّتُه' اِنْ کَانَ صَادِقاً وَاللّٰهِ لاَ یَاْخُذُ اَحَدٌ مِنْکُمْ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّهٖ اِلاَّ لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالیٰ یَحْمِلُهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَلاَ اَعْرِفَنَّ اَحَدًا مِنْکُمْ لَقِیَ اللّٰهَ یَحْمِلُ بَعِیْرًا لَه رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ اَوْ شَاةً تَیْعَرُ" ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی رُؤیَ بَیَاضُ اِبْطَیْهِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ" ثَلاَثًا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۲۰۹) حضرت عبدالرحمٰن بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو ازد کے قبیلے کے ایک شخص کو صدقات کی وصولی پر عامل مقرر کیا اس کو ابن اللُّتْبِیَّة کہا جاتا تھا جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ کیا گیا ہے۔

رسول کریم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا: امابعد، میں تم میں سے ایک آدمی کو ایسے کام کی ذمہ داری سونپتا ہوں جس کی ذمہ داری اللہ نے مجھ پر ڈالی ہے تو وہ آ کر کہتا ہے کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ میرا ہدیہ ہے، اپنے باپ یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا کہ کس طرح اس کے پاس ہدیہ آتا اگر وہ سچا ہوتا، اللہ کی قسم! اگر تم میں سے کوئی کسی چیز کو بغیر اس کے حق کے لے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اسے روز قیامت اٹھائے ہوئے ہوگا، میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ اللہ کے حضور حاضر ہو اور وہ اپنے اوپر اونٹ اٹھائے ہوئے ہو جو بلبلا رہا ہو، یا گائے ہو جو ڈکرا رہی ہو یا بکری ہو اور وہ ممیا رہی ہو، پھر آپ نے دست اقدس اتنے بلند اٹھائے کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی، اور آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا، اے اللہ! کیا میں نے بات پہنچادی؟" (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۰۹): صحيح البخاری، كتاب الهبة، باب من لم يقبل الهدية لِعِلّةٍ . صحيح مسلم، كتاب الامانة، باب تحريج هدايا العمال۔

راوی حدیث: حضرت ابوحمید عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ انصار صحابہ میں سے ہیں، آپ سے "۲۱" احادیث مروی ہیں جن میں سے تین متفق علیہ ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخر زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا۔ (دليل الفالحين : ۱/ ۳۹٤)

کلمات حدیث: رُغاء البعير : اونٹ کا چلانا۔ خُوار : گائے کی آواز۔ تيعر : بکری کا بولنا۔

شرح حدیث: قبیلہ ازد کا ایک شخص تھا جس کا نام عبداللہ تھا مگر ابن اللُّتبِيَّة کے لقب سے متعارف تھا، اس کو رسول اللہ ﷺ نے صدقات کے مال جمع کرنے کے لئے بھیجا، وہ واپس آیا تو اس نے کہا کہ یہ مال مسلمانوں کا ہے اور یہ چیزیں مجھے ہدیہ میں دی گئی ہیں، ظاہر ہے کہ یہ ہدایا اسے اس کے منصب کی وجہ سے دیئے گئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی عہدیدار کے لئے ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

رسول کریم ﷺ نے خطبہ بلیغ ارشاد فرمایا اور اپنے اصحاب کو قیامت کے حساب کتاب سے ڈرایا اور خاص طور پر اموال صدقات میں اگر کسی نے کوئی اونٹ لیا تو وہ حشر کے دن اسے اپنے اوپر لادے ہوئے آئے گا اور اسی طرح گائے اور بکری، اور یہ جانور اس کے اوپر چیختے چلاتے ہوئے آئیں گے تاکہ مال زکوٰۃ میں خیانت کرنے والے کی روز قیامت خوب رسوائی ہو، اور اسے اس وقت ندامت ہو جب وہ اس کی تلافی کرنے پر قادر نہیں ہوگا۔ (روضة المتقين : ۱/ ٢٦٤)

دنیا ہی میں حقوق والوں کے حقوق ادا کر دیئے جائیں

۲۱۰. وَعَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ كَانَتْ عِنْدَه مَظْلِمَةٌ لِاَ خِيْهِ : مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ مِنْ شَىْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَادِرْهَمٌ ، اِنْ كَانَ لَه عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَه حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ" رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ .

(۲۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی پر اس کے کسی مسلمان بھائی کا کوئی حق ہو، اس کی عزت سے متعلق یا اس کی کسی چیز سے متعلق، وہ اس سے آج ہی معاف کرالے، اس سے پہلے کہ نہ دینار ہوں اور نہ درہم ہوں گے۔ اگر اس کے پاس کوئی نیکی ہوگی تو وہ اس سے اس زیادتی کے عوض لے لی جائے گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس ظالم پر لاد دی جائیں گی۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۲۱۰): صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب من کانت له مظلمة .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان کے ذمہ کسی دوسرے مسلمان کا حق ہو، خواہ وہ جان سے متعلق ہو یا مال سے یا عزت وآبرو سے کہ کسی کو برا کہا، گالی دی، کسی کا کوئی مال لے لیا، خواہ کتنا ہی حقیر ہو یا اسے کسی طرح کی کوئی ایذاء یا کسی طرح کی کوئی تکلیف پہنچائی کہ تھپڑ مار دیا یا اس کی غیبت کی، لازم ہے کہ اس حق کو یہیں دنیا میں معاف کرالے یا اس سے کہے کہ وہ اپنا بدلہ لے لے، ورنہ روز قیامت اس دنیا کے سکے نہیں رہیں گے اور وہاں پر معمولی سے معمولی اور چھوٹی سے چھوٹی بات کا بدلہ دلایا جائے گا، وہاں زیادتی کرنے والے سے ہر زیادتی کے بدل اس کی نیکیاں لے کر مظلوم کو دیدی جائیں گی اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر ظالم کے حساب میں لکھ دی جائیں گی۔ (دلیل الفالحین : ۱/۳۹۷)

مسلمانوں کو ہاتھ وزبان کی ایذاء سے محفوظ رکھیں

۲۱۱. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَانَهَى اللّٰهُ عَنْهُ . " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۱۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اُن باتوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۱۱): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الایمان وأی امور ہ أفضل .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ مسلم کامل کا وصف اور اس کی نمایاں علامت یہ ہے کہ اس کی زبان سے اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہتے ہیں کہ یہی اسلام کامل کا تقاضہ ہے کہ اسلام عنوان ہے اللہ کی کامل بندگی اور اطاعت کا اور اللہ نے مسلمان کو دوسرے مسلم کی ہر طرح کی ایذا رسانی سے منع فرمایا ہے، اور اسلام کا مفہوم سلامتی ہے۔ سو جسے اسلام کامل حاصل ہو گیا وہ تمام ابنائے جنس کے لئے سراپا سلامتی بن گیا۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسلم سے مراد افضل المسلمین ہے اور وہ وہ ہے جو اللہ کے اور اس کے بندوں کے تمام حقوق ادا کرے یعنی اس کے اسلام کی علامت اور نشانی دوسرے مسلمانوں کا اس کے شر سے محفوظ رہنا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں منافق کی علامت بیان کی

گئی ہے اسی طرح یہاں مسلم کی علامت بیان کی گئی ہے۔

اسی طرح مہاجر وہ ہے جو اللہ کے منع کئے ہوئے تمام امور ترک کر دے اور چھوڑ دے، یعنی اللہ کی خاطر وطن چھوڑ دینے کے ساتھ اللہ کی خاطر ان باتوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے، بالفاظ دیگر ہجرت کی دو قسمیں ہیں: ہجرت ظاہری اور ہجرت باطنی، ہجرت ظاہری کے معنی تو واضح ہیں اور ہجرت باطنی کا مفہوم یہ ہے کہ ہر اس بات کو چھوڑ دے جس کی طرف نفس اور شیطان بلائیں، یہ خطاب بطور خاص مہاجرین سے فرمایا کہ محض ترک وطن کو کافی نہ سمجھیں بلکہ اصل بات اللہ کے اوامر کی تعمیل کرنا اور اس کے نواہی سے اجتناب ہے، غرض ہجرت کا اصل مقصود نواہی سے اجتناب اور ترک منہیات ہے۔

(فتح الباری: ١/٢٤٢، عمدة القاری: ١/٢١٦، روضة المتقین: ١/٢٦٠، صحیح مسلم بشرح النووی: ١/١٠)

مال غنیمت میں چوری کی وجہ سے جہنم رسید ہوا

٢١٢. وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ عَلىٰ ثِقْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَه كِرْكِرَةٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هُوَ فِي النَّارِ" فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(٢١٢) حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامان پر ایک شخص کِرکِرَہ نامی متعین تھا، وہ فوت ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں گیا، صحابۂ کرام نے وجہ معلوم کرنا چاہی تو معلوم ہوا کہ اس نے ایک چادر خیانۃً لی تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٢١٢): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب القلیل من الغلول.

کلمات حدیث: عباء: چادر، چوغہ۔ الغلول: مال غنیمت میں خیانت۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جب غزوات میں تشریف لے جاتے تو ایک سیاہ فام شخص آپ کی اونٹنی کو تھامتا تھا، اس کا نام کرکرہ تھا، ابوسعید نیسابوری نے شرف المصطفیٰ میں بیان کیا ہے کہ یہ حبشی صاحب یمامہ ہوذۃ بن علی الحنفی نے آپ ﷺ کو ہدیہ بھیجا تھا اور آپ ﷺ نے اس کو آزاد فرما دیا تھا۔

یہ شخص مر گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص جہنم میں گیا، صحابۂ کرام نے سبب جاننا چاہا، معلوم ہوا کہ ایک چادر مال غنیمت میں سے چھپا کر لے رکھی تھی۔ (فتح الباری: ١/٢١٦، عمدة القاری: ١٥/١٢)

غلول مال غنیمت میں چوری کو کہتے ہیں، اس چوری اور خیانت کا جرم عام چوریوں اور خیانتوں سے شدید تر ہے کیوں کہ مال غنیمت میں پورے لشکر اسلام کا حق ہوتا ہے، اس لئے معافی بھی متعذر ہے، یہی صورت مساجد، مدارس اور اوقاف کے مال کی ہے کہ ان میں خیانت اور چوری شدید ترین جرم ہے، اور اللہ کے یہاں اس کا عذاب بھی شدید تر ہے، یہی حکم حکومت کے مال میں چوری کا ہے کہ یہ بھی

خیانت عظیم ہے اور اس کی اللہ کے یہاں شدید ترین سزا ہے۔ (معارف القرآن : ۲۳۲/۲)

مسلمانوں کی جان و مال وعزت محترم ہیں

۲۱۳. وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ : اَلسَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ : ذُوالْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَيْنَ جُمَادٰی وَ شَعْبَانَ . اَیُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُه اَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّه سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ :"اَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟" قُلْنَا: بَلٰی فَقَالَ : " فَاَیُّ بَلَدٍ هٰذَا؟" قُلْنَا : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُه اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّه سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ. قَالَ : "اَلَيْسَ الْبَلْدَةُ" قُلْنَا بَلٰی قَالَ: "فَاَیُّ يَوْمٍ هٰذَا؟" قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُه اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّه سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ. فَقَالَ :" اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ " قُلْنَا: بَلٰی فَقَالَ : " فَاِنَّ دِمَآءَ كُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِكُمْ هٰذَا . فِیْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْاَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ، اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، اَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَآئِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يَبْلُغُهٗ اَنْ يَكُوْنَ اَوْعٰی لَهٗ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهٗ" ثُمَّ قَالَ : "اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ؟" قُلْنَا: نَعَمْ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۱۳) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ گھوم کر اس ہیئت پر واپس آ گیا ہے جس پر وہ اس وقت تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا کہ سال بارہ مہینوں کا ہے چار اس میں سے حرام ہیں تین پے در پے ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب مضر جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، اس کے بعد آپ ﷺ نے سکوت فرمایا، یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے سکوت فرمایا، یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ شہر نہیں ہے، ہم نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہاری جانیں تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ شہر، تمہارا یہ مہینہ، تم عنقریب اپنے رب سے ملنے والے ہو، وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا، میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کے گردنیں مارنے لگو، دیکھو جو یہاں موجود

ہیں وہ ان لوگوں کو پہنچادیں جو یہاں موجود نہیں ہیں، ممکن ہے جسے بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں نے پہنچادیا؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تو گواہ ہوجا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۱۳): صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین . صحیح مسلم، کتاب القسامة، باب تغليظ تحريم الدماء والاعراض والاموال .

کلمات حدیث: متواليات : پے درپے۔ سَيُسَمِّيْه : آپ اس کا نام رکھیں گے۔ سمى، تسمية، (باب تفعیل) نام رکھنا۔ اسم نام، جمع اسماء .

شرح حدیث: اصل ملت ابراہیمی میں یہ چار ماہ اشہر حرام (حرمت والے مہینے) قرار دیئے گئے تھے، اسلام سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت و جہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال وقتال میں بعض قبائل کی درندگی اور انتقام کا جذبہ کسی آسمانی یا زمینی قانون کا پابند نہ رہا تو نَسِیء (مہینوں کو آگے پیچھے کردینے) کی رسم نکالی یعنی جب کسی زورآور قبیلہ کا ارادہ محرم میں جنگ کرنے کا ہوا تو ایک سردار نے اعلان کردیا کہ امسال ہم نے محرم کو اشہر حرام سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو کردیا، پھر اگلے سال کہہ دیا کہ اس مرتبہ حسب دستور محرم حرام اور صفر حلال رہے گا، اس طرح سال میں چار ماہ کی گنتی پوری کرلیتے تھے لیکن ان کی تعیین میں حسب خواہش ردوبدل کرتے رہتے تھے، ابن کثیر رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق نسی کی رسم صرف محرم وصفر میں ہوتی تھی، اور اس کی وہی صورت تھی جو اوپر مذکور ہوئی، اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ عِدَّةَ ٱلشُّهُورِ عِندَ ٱللَّهِ ٱثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِى كِتَٰبِ ٱللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ مِنْهَآ أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ ﴾

''مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں، اللہ کے حکم میں، جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین، ان میں چار مہینے ہیں ادب کے، یہی ہے سیدھا دین۔'' (التوبۃ:۳۶)

رسول کریم ﷺ جب حجۃ الوداع میں خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عرب نے مہینوں میں نسیئہ کرکے جس طرح گڑبڑ پیدا کردی تھی اب زمانہ گھوم کر وہاں آگیا ہے جس وقت اللہ نے آسمان کو اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، اب چار مہینے قابل احترام ہیں جن میں تین متصل ہیں اور ایک رجب مضر ہے۔ مضر ایک قبیلہ کا نام تھا، اس قبیلہ میں رجب کے مہینے کی بطور خاص تکریم کی جاتی تھی اس لئے رجب مضر فرمایا۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اب ان مہینوں کی حرمت منسوخ ہوگئی، کیوں کہ شوال اور ذی قعدہ میں اہل طائف کا محاصرہ کیا گیا اور ہوازن کے ساتھ جنگ کی گئی۔

فرمایا کہ جو یہاں موجود ہے وہ یہ باتیں ان کو پہنچادے جو یہاں موجود نہیں ہے، اس سے تبلیغ دین اور اشاعت علم کا وجوب مستنبط ہوتا ہے۔ (فتح الباری : ۲۸٦/۱ ، روضة المتقین : ۲٦۸/۱ ، دلیل الفالحین : ۳۹۸/۱ ، مظاہر حق : ۷۳۸/۲)

جھوٹی قسم کے ذریعہ دوسرے کا مال دبانے والا جہنم میں داخل ہوگا

۲۱۴. وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِیَمِیْنِهٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ" فَقَالَ رَجُلٌ: وَاِنْ کَانَ شَیْئًا یَسِیْرًا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ " وَاِنْ قَضِیْبًا مِنْ اَرَاکٍ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۱۴) حضرت ایاس بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جھوٹی قسم سے کسی مسلمان کا حق دبالے اللہ نے اس کے لئے جہنم واجب کردیا اور اس پر جنت حرام فرمادی۔ شخص نے کہا یارسول اللہ! اگر چہ کوئی معمولی سی شئے ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر چہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۲۱۴): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم بمین فاجرة بالنار .

راوی حدیث: حضرت ایاس بن ثعلبہ انصاری رضی اللہ عنہ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تین احادیث مروی ہیں۔ رسول کریم ﷺ احد سے واپس تشریف لا رہے تھے جب آپ کا انتقال ہوگیا اور رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ۲ ۰ ٤)

کلمات حدیث: اِقْتَطَعَ : کاٹ لیا۔ اِقْتِطَاع (باب افتعال) کسی کا کوئی مال لے لینا۔ قَضِیْب : کاٹی ہوئی شاخ، جمع قُضْبَان ۔ اَرَاك : ایک درخت کا نام، پیلو کا درخت۔

شرح حدیث: جھوٹی قسم کھانا بہت گناہ ہے اور معصیت ہے، خاص طور پر اگر کسی دوسرے کا مال ناجائز طور پر دبانے کے لئے جھوٹی قسم کھائی جائے تو اس جرم کی سنگینی میں اضافہ ہوجاتا ہے اور ایسا شخص جہنم میں جائے گا، کسی نے عرض کی یارسول اللہ! اگر چہ کوئی حقیر شئے کیوں نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا اگر چہ اراک (پیلو) کی ایک ٹہنی کیوں نہ ہو، غرض کسی دوسرے کا حق بغیر اس کی صریح رضامندی کے لینا حرام ہے اور اگر کوئی شخص ناجائز طور پر کسی کا مال دبانے کے لئے جھوٹی قسم کھالے تو معصیت در معصیت ہوکر جرم کی سنگینی بڑھ جاتی ہے اور ایسا شخص جہنم کا مستحق قرار پاتا ہے۔ (صحیح مسلم للنووی : ۲/ ۱۳٦)

مالِ غنیمت میں خیانت بڑا گناہ ہے

۲۱۵. وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ عُمَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: " مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْکُمْ عَلٰی عَمَلٍ فَکَتَمَنَا مِخْیَطًا فَمَا فَوْقَهٗ کَانَ غُلُوْلًا یَاتِیْ بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ " فَقَامَ اِلَیْهِ رَجُلٌ اَسْوَدُ مِنَ الْاَنْصَارِ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اقْبَلْ عَنِّیْ عَمَلَکَ قَالَ : " وَمَا لَکَ؟" قَالَ : سَمِعْتُکَ تَقُوْلُ کَذَا وَ کَذَا قَالَ : " وَاَنَا اَقُوْلُ الْاٰنَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰی عَمَلٍ فَلْیَجِیْٔ بِقَلِیْلِهٖ وَکَثِیْرِهٖ فَمَا اُوْتِیَ مِنْهُ اَخَذَ وَمَا نُهِیَ عَنْهُ انْتَهٰی." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۱۵) حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ تم میں سے اگر کسی کو ہم کوئی عمل سپرد کریں اور ہم سے ایک سوئی یا اس سے زیادہ کوئی چیز چھپا لے یہ خیانت ہے جسے وہ روز قیامت لے کر آئے گا، انصار میں سے ایک کالا شخص کھڑا ہوا گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں، اس نے کہا یا رسول اللہ مجھ سے اپنا کام واپس لے لیجئے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا، اس نے کہا کہ میں نے آپ کو اس طرح کہتے ہوئے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ جسے ہم نے کسی کام پر مقرر کیا وہ کم وبیش جو کچھ ہے ہمارے پاس لے کر آئے، اس میں سے جو اسے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے روک دیا جائے اس سے باز رہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۱۵): صحیح مسلم، کتاب الأمارة، باب تحریم هدایا العمال .

راوی حدیث: حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے رہنے والے تھے، پھر جزیرۃ العرب منتقل ہو گئے۔ وہیں انتقال ہوا، ان سے کل تین احادیث مروی ہیں۔ (دلیل الفالحین : ۱/۴۰۳)

کلمات حدیث: مخیط : سوئی۔ غلول : خیانت، خاص طور پر مال غنیمت میں خیانت۔

شرح حدیث: اگر کوئی کسی کی شئے بغیر اس کی اجازت کے لے لے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسے واپس کرے اور اللہ سے توبہ کرے، اگر ایسا نہ کیا تو قیامت کے روز اس پر مؤاخذہ ہوگا، چنانچہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ہم کسی کو صدقات وغیرہ پر عامل مقرر کریں تو اسے چاہئے کہ وہ سارا مال لا کر دیانت داری کے ساتھ حوالے کر دے، اگر کسی نے اس میں سے ایک سوئی بھی رکھ لی تو یہ غلول یعنی خیانت ہے اور وہ روز قیامت اس جرم کے ساتھ آئے گا اور اس پر اس کا مؤاخذہ ہوگا۔

غرض مال غنیمت میں سے کوئی مال لے لینا یا عام مسلمانوں کے مال میں سے کچھ لے لینا معصیت اور سنگین جرم ہے اور اس جرم کی سنگینی ایک شخص کا مال بغیر اس کی مرضی کے لے لینے سے کہیں زیادہ ہے۔ سرکاری مال میں خیانت اسی حکم میں داخل ہے۔

(روضة المتقین : ۱/۲۶۹)

شہید سے حقوق العباد معاف نہیں

۲۱۶۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا: فُلَانٌ شَهِيْدٌ وَفُلَانٌ شَهِيْدٌ حَتّٰى مَرُّوْا عَلٰى رَجُلٍ فَقَالُوْا : فُلَانٌ شَهِيْدٌ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " كَلَّا اِنِّيْ رَاَيْتُهُ فِي النَّارِ فِيْ بُرْدَةٍ غَلَّهَا اَوْ عَبَاءَةٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۱۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن آپ ﷺ کے اصحاب کی ایک جماعت آپ ﷺ کے پاس آئی اور آپ ﷺ کو بتایا کہ فلاں شہید ہو گیا، حتی کہ انہوں نے کہا کہ فلاں شخص بھی شہید ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں، میں نے اسے جہنم میں دیکھا ہے ایک چادر یا ایک عبا کی خیانت میں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۱۶): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم الغلول وانه لایدخل الجنة الا المؤمنون .

شرح حدیث: صلح حدیبیہ سے واپسی کے بعد ٦ ھ میں خیبر کا واقعہ پیش آیا، ایک جماعت صحابہ کی آئی اور اس نے خدمت اقدس ﷺ میں عرض کی کہ فلاں صاحب شہید ہو گئے، جب ایک شخص کے نام پر پہنچے اور کہا کہ وہ صاحب بھی شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں وہ تو ایک چادر مال غنیمت میں سے چرانے کے جرم میں جہنم میں گیا۔

معلوم ہوا کہ عام مسلمانوں کے مال سے کوئی چیز خیانتاً اور چھپا کر لے لینا اس قدر عظیم جرم ہے کہ اللہ کے راستے میں شہید ہونا بھی ایسے شخص کو جہنم میں جانے سے نہیں بچا سکتا۔

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن الخطاب ! جاؤ اور لوگوں میں منادی کر دو کہ جنت میں صرف مؤمن جائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ جنت میں صرف وہ لوگ جائیں گے جو صاحب ایمان بھی ہوں اور صاحب امانت بھی ہوں بلکہ مؤمن تو ہوتا ہی وہ ہے جو ہر طرح کی خیانت سے پاک ہو، نہ اللہ اور رسول ﷺ کی خیانت کرے اور نہ عام انسانوں کی خیانت کرے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت احکام شریعت کی خلاف ورزی ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیانت کو منافق کی علامات میں سے بیان فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی : ٢/١٠٨، روضة المتقين : ١/٢٧٠، دليل الفالحين : ١/٤٠٤)

---

٢١٧. وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَامَ فِيْهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ اَنَّ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْاِيْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ فَقَالَ لَهٗ، رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ " ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :" كَيْفَ قُلْتَ؟" قَالَ : اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَتُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّيْنَ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ قَالَ لِيْ ذٰلِكَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٢١٧) حضرت حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے انہیں بتایا کہ جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ افضل الاعمال ہیں، ایک آدمی کھڑا ہوا، اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ! فرمایئے اگر میں اللہ کے راستے میں قتل ہو جاؤں، کیا میری خطائیں معاف کر دی جائیں گی؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ہاں اگر تم اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے اور تم صابر اور محتسب ہو، جنگ کا سامنا کرنے والے ہو، پیٹھ موڑ کر جانے والے نہ ہو، سوائے قرض کے کہ وہ معاف نہیں ہوگا، اور مجھے یہ بات جبرئیل نے بتائی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٢١٧): صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه الا الدين .

راوی حدیث: حضرت حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ ہجرت سے دس سال قبل مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی، ان سے مروی احادیث کی تعداد ۱۷۰ ہے جن میں سے ۱۱ متفق علیہ ہیں۔ ۶۰ھ سے پہلے کوفہ میں انتقال ہوا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: مُقبِل : سامنا کرنے والا۔ إقبال (باب افعال) سے۔ مُدبِر : پشت پھیرنے والا، پلٹنے والا۔ إدبار (باب افعال) سے۔

شرح حدیث: حقوق العباد کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ کسی بندے پر کسی انسان کا حق ہو تو وہ صاحب حق سے معاف کرانا ضروری ہے اگر چہ بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جائے۔

اللہ کے راستے میں جان قربان کر دینا ایک عظیم نیکی ہے جس سے ساری خطائیں درگزر فرمادی جاتی ہیں سوائے قرض کے کہ وہ حق العبد ہے، اور اس کی دنیا ہی میں صاحب حق کو ادائیگی ضروری ہے۔

اس حدیث میں ایک اہم نکتہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات جبرئیل امین نے بتائی، اس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ جو کچھ فرماتے تھے وہ اپنے پاس سے نہیں فرماتے تھے بلکہ سب کا سب وحی ہوتا تھا اور جبرئیل امین آپ کے پاس قرآن کے علاوہ بھی دیگر احکام و ہدایات بھی لے کر آتے تھے۔ (روضة المتقین : ۱/ ۲۷۱)

حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والا مفلس ہے

۲۱۸۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟" قَالُوْا : اَلْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ : " اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِیَامٍ وَزَکٰوةٍ وَیَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَ قَذَفَ هٰذَا وَاَکَلَ مَالَ هٰذَا وَ سَفَکَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۱۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ ہمارے درمیان مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و متاع نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو روز قیامت آئے اور اس کے پاس نمازیں بھی ہوں روزے بھی ہوں اور زکوٰۃ بھی ہو، مگر اس نے کسی کو گالی دی ہو کسی کو تہمت لگائی ہو اور کسی کا مال کھایا ہو، کسی کا خون بہایا ہو اور کسی کو مارا ہو، تو اس کو اُس کی نیکیاں دیدی جائیں گی اور اس کو اُس کی نیکیاں دیدی جائیں گی، اگر حساب برابر ہونے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان کی خطائیں اس کے حساب میں درج کر دی جائیں گی اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۲۱۸): صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم .

کلمات حدیث: شتم : گالی دی۔ شتم شتما (بابِ ضرب) گالی دینا۔ قذف : تہمت لگائی۔ قذف، قذفاً (بابِ ضرب) تہمت لگانا۔ طرح : پھینکا۔ طرح طرحاً (بابِ فتح) پھینکنا۔

شرح حدیث: یہ حدیث اہل عقل ودانش کے لئے مقام فکر وتامل ہے کیوں کہ ایک سخت وعید پر مشتمل ہے کہ آدمی نے اس دنیا کی زندگی میں تھوڑے بہت اعمال خیر کیے کہ کچھ نمازیں پڑھ لیں اور کچھ روزے رکھ لئے اور اس کے ساتھ ہی ایک پشتارہ اپنے ساتھ غیبتوں کا، خیانتوں کا، دوسروں کا مال ناحق کھانے اور دوسروں پر نوع بہ نوع زیادتیاں کرنے کا بھی ساتھ میں باندھ لیا، وہاں پہنچے تو وہ سب اپنا حق لینے آ گئے، وہاں تو یہی سکہ رائج ہے، نیکیوں کی پوٹلی میں سے نکال کر سب کو تقسیم کردی گئیں پوٹلی خالی ہوگئی، اب مظلوموں کی خطائیں اور ان کے گناہ اس کے ذمہ ڈالے گئے، یہ تو جب ہے جب کچھ نیکیاں بھی ساتھ لے گیا ہو، اگر نیکیوں کی کوئی چھوٹی سی پوٹلی بھی ساتھ نہ ہوئی تب کیا ہوگا؟ أعاذ نا اللّٰه من ذلك ؟ (دليل الفالحين: ۱/ ٤٠٥)

باطل دعویٰ کے ذریعہ مال غصب کرنا جہنم کی آگ کو قبول کرنا ہے

۲۱۹. وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ ، فَاَقْضِيَ لَهُ بِنَحْوِمَا اَسْمَعُ ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ اَخِيْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلْحَنَ" : اَيْ اَعْلَمَ .

(۲۱۹) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک میں انسان ہوں اور تم اپنے تنازعات میرے پاس لاتے ہو، ہوسکتا ہے کہ تم میں کچھ دلیل میں دوسرے سے زیادہ تیز ہوں اور میں جس طرح سنوں اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کردوں، اگر میں اسے فیصلہ میں اس کے بھائی کا حق دیدوں تو گویا میں نے اس کو آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دیا ہے۔ (متفق علیہ)

الحن کے معنی زیادہ جاننے کے ہیں۔

تخریج حدیث(۲۱۹): صحيح البخاری، کتاب الاحکام، باب موعظة الامام للخصوم . صحيح مسلم، کتاب الاقضية، باب الحكم بالظاهر و اللحن بالحجة .

کلمات حدیث: اَلْحَن : زیادہ ذہین، بات کو زیادہ واضح کرنے والا۔ لَحِنَ، لحنا (بابِ سمع) ذہین ہونا، اپنی دلیل سے خبردار ہونا۔

شرح حدیث: ارشاد فرمایا کہ میں انسان ہوں، علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے اس جملہ سے کلام کا آغاز فرمایا کہ

سہو اور نسیان انسان سے مستبعد نہیں ہے بلکہ انسانی وجود خود ہی نسیان کا متقاضی ہے، اور فرمایا کہ جب تم میرے پاس اپنے تنازعات لاتے ہو تو میں اس میں فریقین کے دلائل سن کر فیصلہ کرتا ہوں ہو سکتا ہے کہ صاحب حق دلیل میں کمزور ہو یا اس کے پاس دلیل نہ ہو اور جو صاحب حق نہیں وہ اپنا حق ہونے کی دلیل پیش کر دے، اگر میں نے اپنے فیصلے سے کسی کو کوئی چیز دے دی جو دراصل اس کی نہیں ہے تو یہ جہنم کا ایک انگارہ ہے، اس شخص کو چاہیے کہ اسے ہرگز نہ لے بلکہ خود ہی صاحب حق کو اس کا حق لوٹا دے۔

اس حدیث سے علماء کرام نے یہ استنباط کیا ہے کہ اگر عدالت سے کسی کو کوئی حق مل جائے جو فی الواقع اس کا نہیں تھا تو وہ اس کا نہیں ہے، اسے چاہئے کہ اس صاحب کو لوٹا دے، ورنہ یہ اس کے لئے جہنم کا ایک ٹکڑا ہے۔

(فتح الباری : ۱۷/۲ ، روضة المتقین : ۲۷۲/۱ ، دلیل الفالحین : ۴۰۶/۱)

ناحق خون بہانے سے دینی کشادگی ختم ہو جاتی ہے

۲۲۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِيْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَاماً " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۲۲۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن جب تک حرام خون کو نہ گرائے وہ اپنے دین کے متعلق کشادگی میں رہتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۲۲۰): صحیح البخاری، کتاب الدیات .

کلمات حدیث: فُسحة : کشادگی، گنجائش۔ فَسَحَ فسحا (باب فتح) کشادہ قدم رکھنا۔ تَفَسَّحَ : کشادہ ہونا۔ تَفَسَّحُوا فی المجالس : بیٹھنے میں کشادگی اختیار کرو۔

شرح حدیث: مؤمن جب تک کسی کو قتل نہ کرے وہ اپنے دین کے معاملے میں کشادگی میں رہتا ہے، یعنی اس پر باب رحمت کھلا رہتا ہے، جب کسی کو قتل کر دیا تو سارے راستے بند ہو گئے اور وہ اللہ کی رحمت سے محرومین کے گروہ میں داخل ہو گیا، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ اگر کسی نے کسی مؤمن کے قتل میں مدد دی، چاہے وہ مدد صرف کوئی لفظ کہہ کر ہی ہو، اس کی آنکھوں کے درمیان اللہ کی رحمت سے محروم لکھ دیا جاتا ہے، مقصود تمام کبائر سے اجتناب ہے اگر مؤمن کبائر سے مجتنب ہے تو اس کے لئے باب رحمت ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ (فتح الباری : ۵۸۴/۳ ، دلیل الفالحین : ۴۰۸/۱)

ناحق مال کھانے پر جہنم کی وعید

۲۲۱. وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ عَامِرٍ الْاَنْصَارِيَّةِ وَهِيَ امْرَأَةُ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ رِجَالاً يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۲۲۱) حضرت خولہ بنت عامر انصاریہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بعض لوگ اللہ کے مال میں بغیر حق تصرف کرتے ہیں، ان کے لئے روز قیامت جہنم ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۲۲۱): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، کتاب فرض الخمس .

راوی حدیث: ام محمد حضرت خولہ رضی اللہ عنہا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ ان سے آٹھ احادیث مروی ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ (دليل الفالحين : ۱/ ۴۰۹)

شرح حدیث: اس حدیث میں اور دیگر متعدد احادیث میں کسی کا مال ناحق لے لینے پر جہنم کی وعید آئی ہے مثلاً ایک حدیث میں مذکورہ حدیث کا مضمون ان الفاظ میں آیا ہے "بیشک دنیا سرسبز وشاداب ہے اور کچھ لوگ اللہ کے مال میں بغیر حق گھسے جاتے ہیں، ان کے لئے روز قیامت جہنم کی آگ ہے" اور ایک حدیث میں فرمایا کہ دنیا سرسبز وشاداب ہے جس نے اس سے اپنا حق لیا اسے اس میں برکت دی گئی اور کوئی ایسا ہے جو اللہ کے مال میں اور اللہ کے رسول کے مال میں گھستا ہے وہ روز قیامت جہنم میں ڈالا جائے گا۔

عام مسلمانوں کے مال میں تصرف کرنا اور اسے ذاتی مفادات میں استعمال کرنا سخت گناہ ہے اور اس پر جہنم کی وعید ہے۔

(فتح الباری : ۲/ ۲۲۸، روضة المتقين : ۱/ ۲۷۴، نزهة المتقين : ۱/ ۱۹۷)

البَاب (۲۷)

باب تعظيم حرمات المسلمين وبيان حقوقهم والشفقة عليهم ورحمتهم

مسلمانوں کی حرمتوں کی تعظیم ان کے حقوق کا بیان اور ان پر شفقت ورحمت

۹۶۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ ذٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

''جو اللہ کے احکام کی تعظیم کرے گا تو اس کے رب کے پاس اس کے لئے خیر ہے۔'' (الحج: ۳۰)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ جو شخص ان امور کا احترام اور ادب کرے جن کا اللہ تعالیٰ نے ادب واحترام مقرر فرمایا ہے تو یہ خیر عظیم اس کے لئے اللہ کے خزانۂ رحمت میں جمع ہو جائیگی، مراد یہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ نے منع فرمایا اور جن امور کے چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے، ان کو چھوڑ دینا اور ان سے باز رہنا ہر مسلم پر لازم ہے، اسی طرح جن چیزوں کو اللہ نے محترم قرار دیا ہے اور ان کا ادب مقرر کیا ہے ان کی تعظیم کرنا اور ان کا ادب بجالانا بڑی خوبی اور نیکی کی بات ہے جس کا انجام نہایت اچھا ہوگا۔

(تفسیر مظہری، تفسیر عثمانی، معارف القرآن)

۹۷۔ وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴾

اور فرمایا:

''جو اللہ کے مقرر کئے ہوئے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ قلوب کا تقویٰ ہے۔'' (الحج: ۳۲)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے گا تو یہ نشانی ہے تقویٰ اور پرہیزگاری کی۔ آیت میں شعائر کا لفظ آیا ہے جو شعیرۃ کی جمع ہے جس کے معنی علامت کے ہیں جو چیز کسی خاص مذہب یا جماعت کی علامت خاص سمجھی جاتی ہو وہ اس کے شعائر کہلاتے ہیں، شعائر اسلام ان خاص احکام کا نام ہے جو عرف میں مسلمان ہونے کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔

(معارف القرآن: ۶/۲۶۳)

۹۸۔ وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

اور فرمایا:

''اور ایمان والوں کے لئے اپنے بازو جھکاؤ۔'' (الحجر: ۸۸)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اہل ایمان کے ساتھ نرمی شفقت اور محبت کا برتاؤ کیجئے۔ ان کے لئے اپنے پہلو کو جھکا

دیجئے کہ اس سے انہیں فائدہ پہنچے گا۔

۹۹. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ﴾

نیز فرمایا:

''جس شخص نے کسی کو قتل کیا، بغیر جان کے بدلے یا فساد فی الارض کے، اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ رہنے دیا تو گویا تمام انسانوں کی زندگی کا موجب ہوا۔'' (المائدۃ:۳۲)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں بیان فرمایا کہ کسی انسان کو ناحق قتل کر دینا ایک جرم عظیم ہے، حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی انسان کے پاس اللہ کی امانت ہے اور اللہ تعالیٰ جس طرح اپنے سب بندوں کے مالک ہیں اسی طرح ان کی جانوں کے بھی مالک ہیں، انسان نہ اپنی جان کا مالک ہے اور نہ کسی اور کی جان کا اسی لئے خودکشی بھی حرام ہے اور کسی اور انسان کو قتل کرنا ایسا ہے جیسا ساری انسانیت کو قتل کر دینا اور کسی کو بچا لینا ایسا ہے جیسے ساری انسانیت کو بچا لینا۔ مجاہد کا قول ہے کہ اگر کسی نے کسی کو ناحق قتل کیا تو وہ اس جرم کی وجہ سے جہنم میں اس طرح جائے گا جس طرح اگر وہ تمام انسانوں کو قتل کر دیتا تب جہنم میں جاتا اور اگر کسی آدمی کو ناحق قتل سے بچا لیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو بچا لیا۔ (تفسیر مظهری، معارف القرآن)

مؤمن ایک دوسرے کے لیے مضبوطی اور قوت کا ذریعہ ہیں

۲۲۲. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً " وَشَبَّکَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۲۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن مؤمن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ہر حصہ دوسرے حصے کو مضبوط رکھتا ہے، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۲۲): صحيح البخاري، كتاب الادب، باب فضل تعاون المؤمن . صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم .

کلمات حدیث: البُنیان : عمارت، مکان۔ بنی، بنیاً، (باب ضرب) مکان یا عمارت بنانا۔ شَبَكَ، شَبكاً (باب ضرب) ایک دوسرے میں داخل ہونا۔ شبك بأصابعه : دونوں ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالیں۔

شرح حدیث: امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک نادر اور دلکش تشبیہ کے ساتھ مسلمانوں کی باہمی اخوت

و برادری اور الفت و محبت کو ظاہر فرمایا ہے کہ تمام مسلمان باہم ملکر ایک عمارت کی طرح ہیں، عمارت کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کے لئے اور پوری عمارت کے لئے باعث تقویت ہے، اسی طرح ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے باعث قوت ہے اور سب مسلمانوں کے باہمی تعاون سے ان کے دینی اور دنیاوی امور پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو سارے معاملات ابتری سے دوچار ہو جائیں۔

رسول کریم ﷺ نے مزید توضیح کے لئے اپنے ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پروئیں اور اس طرح مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کو بیان فرمایا۔ (فتح الباری: ۱/ ۴۵۶، دلیل الفالحین: ۲/ ۴، روضۃ المتقین: ۱/ ۲۷۶)

اسلحہ لے کر چلتے ہوئے احتیاط سے کام لے کہ ناحق دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے

۲۲۳. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ مَرَّ فِيْ شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا اَوْ اَسْوَاقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ اَوْ لِيَقْبِضْ عَلٰى نِصَالِهَا بِكَفِّهِ اَنْ يُصِيْبَ اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا بِشَيْءٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۲۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہماری مساجد یا ہمارے بازار میں سے تیر لے کر گزرے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے اگلے تیز حصہ کو روک لے یا اس کو ہاتھ میں کر لے تا کہ کسی مسلمان کو اس سے تکلیف نہ پہنچے۔

تخریج حدیث (۲۲۳): صحيح البخاري، كتاب الصلوة، باب المرور في المسجد . صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب امر من مر بسلاح في مسجد أو سوق أو غيرهما .

کلمات حدیث: نبل : تیر۔ نَبَلَ نبلاً (باب نصر) تیر مارنا، واحد نبلة ، جمع نبال . نصال : پیکان۔ نَصَلَ نصلاً (باب نصر) تیر میں پیکان لگانا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، آپ ﷺ نے بنی نوع انسان کی فلاح و بہتری کے لئے بے شمار ارشادات فرمائے، ان میں سے ایک اہم ارشاد یہ ہے کہ کوئی شخص عام مقامات (مسجد/ بازار) سے ہتھیار لے کر نہ چلے، اگر تیر وغیرہ لے کر جا رہا ہے تو اس کو اس طرح پکڑ لے کہ اس کا تیز حصہ اپنی طرف رکھے اور اسے مضبوطی سے پکڑے، بلاضرورت اور محض اظہار قوت و شوکت کے لئے ہتھیار لے کر چلنا درست نہیں۔ (نزهة المتقين: ۱/ ۲۳۲)

تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں

۲۲۴. وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ

بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰی" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۲۲۴) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی باہمی الفت ومودت اور رحمت وشفقت میں مثال انسانی جسم کی سی ہے کہ اگر کسی ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کا سارا جسم بیداری اور بخار کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۲۴): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم. صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم.

کلمات حدیث: توادهم: آپس میں محبت۔ وادّه، ودادًا ومُوادّةً، (باب مفاعلہ) محبت ظاہر کرنا۔ تراحمهم: ان کا آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنا۔ تراحم (باب تفاعل) ایک دوسرے پر رحم کرنا۔ تعاطُفهم: ان کا آپس میں مہربانی کرنا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام مؤمنین کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کا رشتہ دنیا کے ہر رشتہ سے قوی تر ہے، اسی لئے ایک نہیں متعدد احادیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی باہمی مودت واخوت کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے اور ان کے درمیان باہمی تعاون کی ضرورت کو واضح فرمایا ہے۔

اس حدیث مبارک میں ایک بہت عمدہ تمثیل کے ذریعے مسلمانوں کے درمیان باہمی الفت ومودت کو اجاگر فرمایا ہے کہ تمام اہل ایمان باہم مل کر ایسے ہیں جیسے جسد واحد کہ اگر کسی عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو وہ صرف جسم کے اس حصے تک محدود نہیں رہتی بلکہ سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔

اہل اسلام آپس میں محبت اور تعاون ہی سے ایک مضبوط اجتماعی قوت بن سکتے ہیں اور یہ اتحاد واتفاق صرف دین کے رشتہ ہی سے ممکن ہے اور دین کا رشتہ اس وقت مضبوط ہوگا جب مسلمان اس پر عمل کریں گے اور سارے کے سارے اسلام کو اپنی زندگی میں عملاً جاری کریں گے۔ (روضة المتقين: ۱/ ۲۷۷، دليل الفالحين: ۲/ ۵)

شفقت سے اپنی اولاد کا بوسہ لینا

۲۲۵. وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْاَقْرَعُ: اِنَّ لِيْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا. فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علی کو پیار کیا، آپ ﷺ کے پاس اس وقت اقرع بن حابس بھی تھے، اقرع بولے کہ میرے تو دس بیٹے ہیں، میں نے ان میں سے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۲۵): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبیله . صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمة الصبیان والعیال .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے بہت محبت فرماتے تھے، ایک موقعہ پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیار فرمایا، آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس بیٹھے تھے تو وہ بولے کہ میرے تو دس بیٹے ہیں، میں نے کسی سے پیار نہیں کیا، آپ ﷺ نے ان کی طرف تعجب سے دیکھا اور فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا، یعنی جو اللہ کے بندوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتے۔

علماء نے فرمایا کہ بچوں کو پیار کرنا سنت نبوی ﷺ اور اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

(فتح الباری : ۱۷۸/۳ ، دلیل الفالحین : ۶/۲)

اولاد کو پیار کرنا

۲۲۶. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَدِمَ نَاسٌ مِنَ الْاَعْرَابِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا : اَتُقَبِّلُوْنَ صِبْيَانَكُمْ ؟ فَقَالَ : نَعَمْ . قَالُوْا : لٰكِنَّا وَاللّٰهِ مَا نُقَبِّلُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَوَ اَمْلِكُ اِنْ كَانَ اللّٰهُ نَزَعَ مِنْ قُلُوْبِكُمُ الرَّحْمَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۲۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے خدمت میں کچھ اعرابی حاضر ہوئے، کہنے لگے، کیا تم اپنے بچوں کو پیار کرتے ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، انہوں نے کہا لیکن ہم تو واللہ پیار نہیں کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کیا کرسکتا ہوں اگر اللہ نے تمہارے دلوں سے جذبہ رحمت نکال لیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۲۶): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم . صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمة الصبیان والعیال .

کلمات حدیث: نَزَعَ، نزعاً (باب ضرب) نکالنا، کھینچنا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہیں، انہوں نے اپنے بندوں کے دلوں میں رحمت ودیعت فرمائی ہے، اس لئے بے رحمی، سختی اور بے مروتی کا رویہ انسانی طبیعت کے برخلاف ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ رحیم ہیں اس لئے جو بندہ اللہ کے احکام کی تعمیل کرنے والا ہوگا اس کے دل میں ضرور رحمدلی ہوگی اور رأفت ورحمت ہوگی، غرض رحم دلی اللہ جل شانہ کی طرف سے ایک عطیہ ہے۔ اگر وہ خود ہی کسی دل سے جذبہ رحمت نکال دے تو کسی کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس کے دل میں دوبارہ پیدا کردے۔

(فتح الباری :۱۸۲/۳ ، دلیل الفالحین:۷/۲)

جو دوسروں پر رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جاتا

۲۲۷. عَنْ جَرِيْرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ لاَ يَرْحَمُ النَّاسَ لاَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۲۷) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں فرماتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۲۷): صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ ﴿قل ادعوا اللّٰه أوادعوا الرحمٰن﴾ . صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمة الصبيان والعيال .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں فرماتے۔ یہ حدیث مبارک عام ہے، اس لئے تمام انسانوں پر خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم رحم کرنا چاہیے بلکہ جانور بھی رحم کے مستحق ہیں، لوگوں کو کھانا کھلانا، اُن کی خدمت کرنا، کمزوروں، ناتوانوں، بیماروں اور بچوں کی دیکھ بھال کرنا، بچوں سے شفقت سے پیش آنا، ایذاء رسانی سے اجتناب کرنا، کسی کا سامان اٹھوا دینا اور پانی پلانا وغیرہ یہ اور اس طرح کے دیگر امور رحم میں داخل ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔

اس مضمون کی متعدد احادیث ہیں، جن میں سے چند یہاں درج کی جاتی ہیں:

من لم يرحم المسلمين لم يرحمه الله	جو مسلمانوں پر رحم نہ کرے اللہ اس پر رحم نہیں کرتا
من لا يرحم من في الأرض لا يرحمه من في السماء	جو زمین والوں پر رحم نہیں کرتا اس پر آسمان والا رحم نہیں کرتا
ارحموا من في الارض يرحمكم من في السماء	اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا

غرض احسان کا بدلہ احسان ہے۔ جو جس طرح دنیا میں عمل کرے گا آخرت میں اسی طرح جزا ہوگی۔

(فتح الباري : ۱۸۲/۱ ، روضة المتقين : ۲۷۹/۱ ، دليل الفالحين : ۸/۲)

امام معذوروں کا خیال کر کے ہلکی نماز پڑھائے

۲۲۸. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ؛ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ. وَاِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَآءَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ : " وَذَا الْحَاجَةِ"

(۲۲۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے کہ ان میں کمزور بیمار اور بوڑھے ہوتے ہیں اور جب خود نماز پڑھے تو جس قدر چاہے طویل نماز پڑھے۔ (متفق

علیہ) اور ایک روایت میں حاجت مند کے بھی الفاظ ہیں۔

تخریج حدیث(۲۲۸): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اذا صلی لنفسه فلیطول ماشاء . صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب بر الائمة بتخفیف الصلاة فی تمام .

کلمات حدیث: فَلْيُخَفِّفْ : اسے چاہئے کہ تخفیف کرے۔ خفّفَ تخفیفاً: تخفیف کرنا، فلیطوّل : اسے چاہئے کہ لمبا کرے، طوّل تطویلا: (باب تفعیل) لمبا کرنا طویل کرنا۔

شرح حدیث: اسلامی شریعت کے تمام احکام بندوں کے مصالح پر مشتمل ہیں چنانچہ اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام لوگوں کو نماز کی امامت کرائے تو ہلکی نماز پڑھائے کیوں کہ نمازیوں میں کمزور، بیمار اور بوڑھے بھی ہو سکتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جن کو کوئی ضرورت ہو اور طبرانی کی ایک روایت میں مرضع اور حامل کے بھی الفاظ آئے ہیں۔

بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں جو حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ارشاد ہے کہ تم میں سے جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی نماز پڑھائے کہ ان میں کمزور بوڑھے اور حاجت والے بھی ہوں گے۔

حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ اگر نمازیوں میں ان لوگوں میں سے کوئی نہ ہو تو نماز کی تطویل میں حرج نہ ہو لیکن ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ تخفیف کا حکم عام ہے اور ہر حال میں تخفیف مطلوب ہے، کیوں کہ احکام عام ہوتے ہیں اور نادر صورتوں پر قائم نہیں ہوتے، جیسے سفر میں قصر کی علت اگر چہ مشقت کا ہونا ہے لیکن حکم قصر عام ہے خواہ مشقت موجود ہو یا نہ ہو، اسی طرح تخفیف صلاۃ لازمی ہے خواہ وہ لوگ موجود ہوں یا نہ ہوں جن کی موجودگی کی بناء پر تخفیف کا حکم ہوا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی : ۱۵٤/٤، شرح الزرقانی : ۳۹۲/۱، روضة المتقین : ۲۷۹/۱)

امت پر رحم کھاتے ہوئے عمل چھوڑ دیتے تھے

۲۲۹. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ : " اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَّعْمَلَ بِهٖ خَشْيَةَ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۲۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی وقت کسی عمل کو چھوڑ دیتے حالانکہ آپ ﷺ اس کو کرنا چاہتے، اس خیال سے کہ لوگ اس پر عمل کریں اور ان پر فرض ہو جائے۔

تخریج حدیث(۲۲۹): صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب تحریض النبی صلی اللہ علیه و سلم علی صلاة اللیل و النوافل . صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب صلاة الضحی و إن أقلها رکعتان .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کوئی عمل خیر کرنا چاہتے مگر بعض اوقات امت پر شفقت فرما کر اس کو نہ کرتے، اس خیال سے کہ اگر

آپ ﷺ نے اس عمل کا اہتمام کیا تو صحابۂ کرام بھی آپ ﷺ کو دیکھ کر اس عمل کو کریں گے اور اس طرح کہیں وہ عمل امت پر فرض نہ ہو جائے اور پھر امت کو اس فرض کی دائیگی میں مشقت کا سامنا کرنا پڑے۔

جیسے آپ ﷺ نے رمضان المبارک میں تین رات تراویح پڑھائی لیکن چوتھی رات آپ ﷺ تراویح کی امامت کے لئے باہر تشریف نہیں لائے، صحابۂ کرام نے انتظار فرمایا، بعد میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لئے نہیں آیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے اور تم اس سے عاجز ہو جاؤ۔

(فتح الباری: ۷۱۳/۱، شرح الزرقانی: ۴۳۴/۱، روضۃ المتقین: ۲۸۰/۱، دلیل الفالحین: ۸/۱)

امت کے لیے صوم وصال ممنوع ہے

۲۳۰. وَعَنهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ: نَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ فَقَالُوا: اِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: "اِنِّيْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَ يَسْقِيْنِيْ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
مَعْنَاهُ يَجْعَلُ فِيَّ قُوَّةَ مَنْ اَكَلَ وَشَرِبَ.

(۲۳۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے صحابۂ کرام پر رحم کرتے ہوئے انہیں صوم وصال سے منع فرمایا، صحابہ نے عرض کی کہ آپ ﷺ بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں رات اس طرح گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (متفق علیہ)

معنی یہ ہیں کہ مجھے ایسی قوت عطا فرما دیتا ہے جو اس شخص کو ملتی ہے جو کھاتا اور پیتا ہے۔

تخریج حدیث(۲۳۰): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الوصال. صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النهی عن الوصال فی الصوم.

کلمات حدیث: وِصال، وَصَلَ وَصْلاً و وِصَالاً (باب ضرب) ملانا، ایک شئ کو دوسری شئ سے ملانا، مسلسل کھائے پیئے بغیر روزے رکھنا، دو یا زیادہ روزے اس طرح رکھنا کہ نہ ان کے درمیان سحری ہو اور نہ افطاری۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے صحابۂ کرام کو صوم وصال سے منع فرمایا تا کہ آپ ﷺ ان کو زحمت اور مشقت سے بچائیں، صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ بھی تقرب الی اللہ اور اس اعلیٰ مقام کے باوجود جس پر آپ ﷺ سرفراز ہیں صوم وصال رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کون میرا جیسا ہے، مجھے تو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ سبحانہ کی عظمت وجلال میں تفکر اور مشاہدہ تجلیات حق میں مصروف رہنے سے جو روحانی غذا حاصل ہوتی ہے وہ اس جسمانی غذا سے کہیں زیادہ تقویت دینے والی تھی، یعنی روحانی غذا انسان کو جسمانی غذا سے مستغنی کر دیتی

ہے۔ (عمدة القاری : ۱۱/۱۰٤ ، روضة المتقین : ۱/۲۸۱ ، دلیل الفالحین : ۲/۱۰)

بچوں کے رونے کی وجہ سے آپ کا نماز کو مختصر کرنا

۲۳۱. وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ الْحَارِثِ ابْنِ رِبْعِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنِّیْ لَاَ قُوْمُ اِلَی الصَّلٰوةِ وَاُرِیْدُ عَنْ اُطَوِّلَ فِیْهَا. فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ كَرَاهِیَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّهٖ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۲۳۱) حضرت حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھانے کھڑا ہوتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ نماز طویل کردوں، پھر کسی بچے کی رونے کی آواز سن کر اپنی نماز کو مختصر کردیتا ہوں، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بچے کی ماں پر دشواری ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۲۳۱): صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب من أخف الصلاة عند بکاء الصبی .

کلمات حدیث: اتجوّز : میں مختصر کرتا ہوں۔ تجوُّز فی الصلاة : نماز میں اختصار کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک دلیل ہے اس امر پر کہ امام اپنے مقتدیوں کا خیال رکھے اور ان پر شفقت ومہربانی کا رویہ اختیار کرے جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ ارادہ کرتا ہوں کہ نماز میں قرأت لمبی کروں کہ مجھے کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں نماز مختصر کردیتا ہوں کہ اس کی ماں پریشان نہ ہو کہ اس کا دل نماز میں بچے کی طرف لگا رہے گا، غرض امام کو اپنے مقتدیوں کے احوال کی رعایت رکھنی چاہئے، اور نماز پڑھانے میں اختصار سے کام لینا چاہئے۔ اختصار سے مراد قرأت کا اختصار ہے۔ ورنہ نماز کے سنن واستحباب کی پابندی بہرحال لازم ہے۔ (روضة المتقین : ۱/۲۸۱)

فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی حفاظت میں ہوتا ہے

۲۳۲. وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :" مَنْ صَلّٰی صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِیْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا یَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَیْءٍ فَاِنَّهٗ مَنْ یَّطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَیْءٍ یُدْرِكْهُ ثُمَّ یَكُبُّهٗ عَلٰی وَجْهِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۳۲) حضرت جندب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی حفاظت میں ہے، دیکھو اللہ تمہیں اپنے ذمہ سے متعلق کسی بات کا مطالبہ نہ کرے، جس سے وہ مطالبہ کرے گا اس کو پکڑ کر چہرے کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۲۳۲): صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل صلاة العشاء و الصبح فی جماعة .

راوی حدیث: حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں مقیم ہوئے اور پھر بصرہ آ گئے۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے ۴۳ احادیث روایت کی ہیں کہ جن میں سے سات متفق علیہ ہیں۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں صبح کی نماز کی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی، کیوں کہ اس نماز میں کلفت زیادہ ہے کہ بندہ صبح کی نیند چھوڑ کر یہ کہتا ہوا کہ نماز نیند سے بہتر ہے، اللہ کے حضور میں حاضر ہو جاتا ہے تو اللہ سبحانہ اس سے اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ اسے اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں، اور بندہ صبح کی نماز پڑھ کر اللہ کے حفظ وامان میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس لئے صبح کی نماز کا اہتمام بہت ضروری ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ نماز صبح ادا کر کے بندہ دن بھر کوئی ایسا کام نہ کرے جو اللہ کے ذمہ اور اس کے عہد سے نکل جائے۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی شدید ہے۔ اگر اس نے کسی سے اپنے کسی حق کا مطالبہ کر دیا واہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو، وہ گرفت میں آ گیا اور جہنم میں ڈالدیا گیا، مقصود یہ ہے کہ اللہ کی خشیت اور خوف کے ساتھ صبح کی نماز کا اہتمام ہو اور پھر دن بھر پورا خیال رکھا جائے کہ کہیں کوئی معصیت سرزد نہ ہو جائے۔ أعاذنا الله من ذلك . (روضة المتقين : ۱/ ۲۸۲، دليل الفالحين : ۲/ ۱۲)

جو مسلمان کی حاجت پوری کرے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے

۲۳۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۳۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے۔ اور نہ اسے دشمن کے حوالے کرے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ اس کی حاجت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی کسی تکلیف کو دور کرتا ہے اللہ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کسی تکلیف کو دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۳۳): صحيح البخاری، كتاب المظالم، باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه . صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم .

کلمات حدیث: فَرَّجَ تفريجًا (باب تفعیل) کشادگی پیدا کرنا، تکلیف اور غم دور کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس اُخوت کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر ظلم نہ کرے اور کسی اور کو اس کے اوپر زیادتی نہ کرنے دے بلکہ اس کی مدد کرے اور اس کی مدافعت کرے کہ جو مسلمان دوسرے مسلمان کی ضرورت پوری کرے اللہ اس کی ضرورت کی تکمیل فرمائے گا۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد اور نصرت فرماتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی نصرت و مدد کرتا رہتا ہے، اگر کوئی مسلمان

دوسرے مسلمان کی تکلیف دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی بڑی پریشانی دور فرما دیں گے۔ظاہر ہے دنیا کی تکلیف آخرت کی تکلیف اور پریشانی کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

اور اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کسی بڑے کام یا کسی ناشائستہ حرکت میں مبتلا دیکھے اور اس پر پردہ ڈالدے کہ کسی کے سامنے اس بات کا ذکر نہ کرے، لیکن بغیر کسی کو بتائے اسے نصیحت وفہمائش کرے تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اسکے عیوب پر پردہ ڈال دیں گے جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر اور اس کی برائیوں پر دنیا اور آخرت دونوں میں پردہ ڈال دیں گے۔ (روضة المتقين : ۱/۲۸۳)

کوئی مسلمان کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے

۲۳۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لاَ یَخُوْنُه، وَلاَ یُكَذِّبُه، وَلاَ یَخْذُلُهُ ،كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُه، وَمَالُه، وَدَمُه، اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا، بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(۲۳۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس کی خیانت کرے، نہ اس سے جھوٹ بولے، نہ اسے رسوا کرے، ہر مسلمان کی عزت اس کا مال اور اس کی جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے، تقویٰ یہاں ہے، کسی مسلمان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو حقیر سمجھے۔(ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)

تخریج حدیث(۲۳۴): الجامع للترمذی، ابو اب البر، باب ماجاء فی شفقة المسلم علی المسلم .

کلمات حدیث: لا یَخذُلُه : اسے رسوا نہ کرے۔ خذل، خذلاً (باب نصر) مدد چھوڑ دینا، یعنی اس کی مدد اور نصرت نہ چھوڑے اور اس طرح بے یار ومددگار اور رسواء ہو جائے۔

شرح حدیث: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور اس رشتۂ اُخوت کا تقاضا ہے کہ مسلمان باہم ایک دوسرے کی خیانت نہ کریں، آپس میں ایک دوسرے سے جھوٹ نہ بولیں اور نہ ایک دوسرے کو اس طرح بے یار ومددگار چھوڑ دیں کہ وہ ظلم کے حوالے ہو جائے، اور کوئی اس کی مدد کرنے والا نہ ہو، بلکہ تمام مسلمانوں کے درمیان نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون، ایک دوسرے کی مدد اور نصرت ہونی چاہئے کہ اگر کوئی کسی پر ظلم کر رہا ہے تو ظالم کو دفع کرنا چاہئے اور مظلوم کو ظلم سے بچانا چاہئے یا کوئی مسلمان کسی برے کام میں مبتلا ہو تو اس کو اس کام سے روکنا چاہئے اور نصیحت کرنی چاہئے، کیوں کہ اسے برے کام سے نہ روکنا اس کی فضیحت کا سامان کرنا اور حشر کے میدان میں اسے رسواء ہونے کے لئے چھوڑ دینا ہے۔

ہر مسلمان کی جان مال اور عزت وآبرو دوسرے مسلمان کے لئے محترم ہے، اس لئے کوئی مسلمان کسی مسلمان کی عزت پر حرف زنی نہ

کرے کہ اس کی غیبت کرے، اسے برا بھلا کہے اور اس کی نسبت پر عیب لگائے، نہ اس کے جان و مال پر کوئی زیادتی کرے، مسلمان کی جان و مال اور عزت کی حرمت کتاب وسنت کے متعدد دلائل سے ثابت ہے اور اس پر اجماع امت ہے۔

ایک مسلمان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو حقیر سمجھے، تقویٰ کا مقام قلب ہے، کسی مسلمان کو حقیر سمجھنا گناہ عظیم ہے کہ اس کا منشاء تکبر ہے اور تکبر بہت بڑا گناہ اور جرم عظیم ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کے قلب میں ذرہ برابر تکبر ہوگا جنت میں داخل نہیں ہوگا اور حدیث نبوی میں تکبر کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں کہ تکبر حق کا چھپانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔ مسلمان کو سلام نہ کرنا یا اس کے سلام کا جواب نہ دینا بھی تکبر میں داخل ہے۔ (دلیل الفالحین : ۲/ ۱٤ ، روضة المتقین : ۱/ ۲۸٤)

مسلمان کی جان و مال اور عزت کو نقصان پہنچانا حرام ہے

۲۳۵. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا ، اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ. اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا" وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ "بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ، " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

" اَلنَّجْشُ" :اَنْ يَزِيْدَ فِيْ ثَمَنِ سِلْعَةٍ يُنَادٰى عَلَيْهَا فِي السُّوْقِ وَنَحْوِهٖ وَلَا رَغْبَةَ لَهٗ فِيْ شِرَائِهَا بَلْ يَقْصِدُ اَنْ يَغُرَّ غَيْرَهٗ، وَهٰذَا حَرَامٌ " وَالتَّدَابُرُ": اَنْ يُعْرِضَ عَنِ الْاِنْسَانِ وَيَهْجُرَهٗ وَيَجْعَلَهٗ كَالشَّيْءِ الَّذِيْ وَرَآءَ الظَّهْرِ وَالدُّبُرِ.

(۲۳۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپس میں حسد نہ کرو، نہ خرید وفروخت میں ایک دوسرے پر بولی دو، نہ بغض رکھو اور بے رخی اور اعراض مت کرو، ایک دوسرے کے سودے پر سودا مت کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو حقیر سمجھتا ہے اور نہ رسوا کرتا ہے، تقویٰ یہاں ہے، آپ ﷺ نے سینہ مبارک کی جانب تین مرتبہ اشارہ فرمایا، آدمی کی برائی کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر خیال کرے۔ ہر مسلمان کی جان و مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے (مسلم)

نجش کے معنی ہیں کہ بازار میں اگر کوئی شئے فروخت ہو رہی ہے تو اس کی قیمت بڑھا کر بتائے حالانکہ خود لینے کا ارادہ نہ ہو بلکہ دوسرے کو دھوکہ دینا مقصود ہو، اور یہ حرام ہے، تدابر کے معنی ہیں کسی انسان کو چھوڑ دینا اور اس سے اعراض کرنا جیسے کوئی چیز پس پشت ڈال دی ہو۔

تخریج حدیث (۲۳۵): صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن والتجسس.

کلمات حدیث: لَا تَحَاسَدُوْا : آپس میں حسد نہ کرو، حسد کے معنی یہ تمنا کرنے کے ہیں کہ فلاں شخص کے پاس جو نعمت ہے وہ اس

سے جاتی رہے۔ لا تناجشوا: نجش نہ کرو، نجش کے معنی ہیں بازار میں بولی لگانے کے وقت بڑھا کر قیمت بتانا جبکہ خود لینے کی نیت نہ ہو بلکہ دوسروں کو دھوکہ میں ڈال کر بیچنے والے کے سامان کی قیمت بڑھانا مقصود ہو، تاکہ لوگ اس شئے کو زیادہ قیمت میں خرید لیں۔ لا تباغضوا: آپس میں بغض نہ رکھو۔ لا تدابروا: آپس میں بے رخی اور بے اعتنائی نہ اختیار کرو۔

شرح حدیث: باہمی معاملات کی ان خرابیوں کی نشاندہی کی گئی جو ایک مسلمان کے شایان شان نہیں اور اس پر لازم ہے کہ وہ ان امور سے اجتناب کرے، سب سے پہلے حسد سے منع فرمایا جو ایک بہت بری اخلاقی بیماری ہے کہ انسان یہ چاہے کہ اللہ نے فلاں کو جو اپنی نعمت سے نوازا ہے وہ اس سے چھن جائے اور جاتی رہے، تناجش اور تباغض سے منع فرمایا یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بغض اپنے دل میں رکھے، مؤمن اللہ کا محبوب ہے اللہ کے محبوب سے بغض رکھنا کتنی بڑی برائی ہوگی، اور فرمایا ایک دوسرے سے اعراض نہ کرو۔

بیع پر بیع کرنے سے بھی منع فرمایا، اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے خیار مجلس یا خیار شرط سے بیع کی ہو تو دوسرا شخص خیار کے زمانے میں بائع سے کہے کہ اس سودے کو منسوخ کردو، میں زیادہ قیمت میں لے لوں گا، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر بائع نے پہلی بیع منسوخ کر کے دوسرے کو وہ شئ فروخت کردی تو بیع منعقد ہوگی لیکن ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا۔

فرمایا کہ یہ اخلاقی اور معاشرتی برائیاں ترک کر کے آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ اور اپنی زندگی کے تمام معاملات کو اخوت، ہمدردی، دیانت، محبت ومودت اور حسن معاملہ پر استوار کرو۔

(صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۶/۹۷، روضة المتقين: ۱/۲۸٤، نزهة المتقين: ۱/۲۳۷)

جو اپنے لیے پسند کرے اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرے

۲۳۶۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ. " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۳۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۳۶): صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب من الايمان ان يحب لاخيه. صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على ان من خصال الايمان ان يحب لغيره ما يحب لنفسه من الخير.

شرح حدیث: ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث میں ایمان سے ایمانِ کامل مراد ہے یعنی اس شخص کا ایمان کامل ہوگا جو اپنے بھائی کے لئے وہی چاہے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے، ایک روایت میں من الخیر کے الفاظ بھی ہیں یعنی جس خیر کو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی دوسرے مسلمان کے لئے پسند کرے خواہ خیر دنیوی ہو یا اخروی مثلاً دنیا میں صحت وعافیت، راحت ورزق اور اولاد اور آخرت کی خیر میں آخرت کی نجات، اللہ اور رسول کی رضا اور خاتمہ بالخیر۔

(روضة المتقین: ۱/ ۲۸۵، شرح مسلم للنووی، دلیل الفالحین: ۳/ ۱۳، مظاہر حق جدید: ٤/ ٥٤٠)

ظالم کو ظلم سے باز رکھ کر اس کی مدد کرو

۲۳۷. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: "اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِماً اَوْ مَظْلُوْماً" فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْصُرُهٗ اِذَا كَانَ مَظْلُوْمًا، اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ اَنْصُرُهٗ؟ قَالَ: "تَحْجُزُهٗ اَوْ تَمْنَعُهٗ مِنَ الظُّلْمِ، فَاِنَّ ذٰلِكَ نَصْرُهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۲۳۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم، ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ، مظلوم کی تو مدد کروں گا، ظالم کی میں کیسے مدد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو ظلم کرنے سے باز رکھو، یہی اس کی مدد ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۲۳۷): صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب اَعِنْ اخاك ظالما أو مظلوما.

کلمات حدیث: تحجزه: اسے روکو۔ حجز حجزاً (باب نصر): منع کرنا، روکنا۔

شرح حدیث: ظلم اور زیادتی سے معاشرے میں ایک ہمہ گیر فساد پھیلتا ہے، اس لئے اسلامی تعلیم یہ ہے کہ ہر شخص کو ظلم کرنے سے روکا جائے، حدیث مبارک فصاحت و بلاغت کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم، مظلوم کی مدد تو یہ ہے کہ اسے ظلم سے بچایا اور تحفظ دلایا جائے اور ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم سے باز رکھا جائے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ ظالم اپنی ذات میں مظلوم ہی ہے کہ اس کے ظلم و زیادتی کا وبال اور عذاب اس دنیا میں بھی اس پر پڑے گا اور آخرت میں بھی، تو مآل کار وہ خود مظلوم ہو گیا، اور اس طرح خود اسے تنبیہ کی گئی کہ وہ ظلم سے باز رہے۔ ابن حبان کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ظالم کو ظلم سے روک دینا ہی اس کی مدد کرنا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ مظلوم کی مدد یہ ہے کہ ظالم سے لے کر اس کا حق اسے دیدیا جائے اور ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کے نفس سے یہ حق لیا جائے۔

(فتح الباری: ۲/ ١٤، روضة المتقین: ۱/ ۲۸٦)

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں

۲۳۸. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَ فِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ: اِذَا لَقِيْتَهٗ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَاِذَا دَعَاكَ فَاَجِبْهُ، وَاِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهٗ، وَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ، وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ،

وَاِذَا مَاتَ فَاتْبَعْهُ"

(۲۳۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا، دعوت کو قبول کرنا اور چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو اسے یرحمک اللہ کہہ کر جواب دینا۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کے حق چھ ہیں: جب تو اس سے ملے تو اسے سلام کر اور جب تجھے بلائے تو اس کی دعوت قبول کر، جب تجھ سے خیر خواہی چاہے تو اس کی خیر خواہی کر اور جب وہ چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے، جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرے اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے۔

تخریج حدیث (۲۳۸): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم علی المسلم رد السلام .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں، ایک روایت میں ہے کہ چھ حقوق ہیں۔ سب سے پہلے سلام کا جواب دینا ہے جو کہ اہل اسلام کی خصوصیت اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔ سلام کرنا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت اور فرشتوں کا شعار ہے، فرشتے اہل جنت کو سلام کریں گے اور اہل جنت بھی باہم سلام کریں گے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر شخص معین کو سلام کیا جائے تو اس پر سلام کا جواب دینا فرض عین ہے۔

بیمار کی مزاج پرسی کرنا، فقہاء نے فرمایا کہ عیادت سنت مؤکدہ ہے، اور جمہور فقہاء کے نزدیک مندوب ہے، عیادت مریض کے وقت ضروری ہے کہ اس کا حال معلوم کرے اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے اور اس کے حق میں دعا کرے، اور غیر ضروری طور پر مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھے۔

جنازے کے ساتھ جانے کا بہت اجر وثواب ہے۔ بالخصوص اگر آدمی کو اپنی موت یاد آئے تو اس کا بہت فائدہ ہے۔

دعوت میں بلایا جائے تو دعوت میں جائے۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی کو ولیمہ کی دعوت میں بلایا جائے تو ضرور جائے، اس لئے فقہاء نے فرمایا کہ ولیمہ کی دعوت میں شرکت واجب اور باقی دعوتوں میں شرکت مستحب ہے۔

اگر کسی کو چھینک آئے اور وہ بعد میں الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے، تین مرتبہ تک اور امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ سنت کفایہ ہے یعنی اگر حاضرین میں سے ایک شخص یرحمک اللہ کہہ دے تو سب کی طرف سے ہو جائے گا۔

فتح الباری : ۷۵۵/۱ ، روضة المتقین : ۲۸٦/۱ ، شرح مسلم للنووی .

سات باتوں کا حکم اور سات باتوں سے ممانعت

۲۳۹. وَعَنْ اَبِیْ عُمَارَةَ الْبَرَّآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّم بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ : اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ، وَاِفْشَآءِ السَّلَامِ .وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيْمَ اَوْتَخَتُّمٍ بِالذَّهَبِ وَعَنْ شُرْبٍ بِالْفِضَّةِ، وَعَنِ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ، وَعَنِ الْقَسِّيِّ، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ : وَاِنْشَادِ الضَّالَّةِ " فِي السَّبْعِ الْاَوَّلِ.

"اَلْمَيَاثِرُ": بِيَآءٍ مُثَنَّاةٍ قَبْلَ الْاَلِفِ وَثَآءٍ مُثَلَّثَةٍ بَعْدَهَا وَهِيَ جَمْعُ مِيْثَرَةٍ وَهِيَ شَيْءٌ يُتَّخَذُ مِنْ حَرِيْرٍ وَيُحْشٰى قُطْنًا اَوْ غَيْرَهُ وَيُجْعَلُ فِي السَّرْجِ وَكُوْرِ الْبَعِيْرِ يَجْلِسُ عَلَيْهِ الرَّاكِبُ ." وَالْقَسِّيُّ " : بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ الْمُشَدَّدَةِ وَهِيَ ثِيَابٌ تُنْسَجُ مِنْ حَرِيْرٍ وَكَتَّانٍ مُخْتَلَطَيْنِ." وَاِنْشَادِ الضَّالَّةِ " :تَعْرِيْفُهَا .

(۲۳۹) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا اور سات باتوں سے منع فرمایا ہمیں حکم دیا کہ ہم مریض کی عیادت کریں، جنازہ کے پیچھے چلیں، چھینکنے والے کا جواب دیں، قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کریں، مظلوم کی مدد کریں داعی کی دعوت پر لبیک کہیں اور سلام کو عام کریں، اور آپ ﷺ نے ہمیں منع فرمایا سونے کی انگوٹھی پہننے سے، چاندی کے برتن میں پانی پینے سے، سرخ ریشمی گدوں پر بیٹھنے سے، قسی کے کپڑے پہننے سے اور ریشم استبراق اور دیباج پہننے سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں پہلی سات باتوں میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنا بھی ہے۔ المیاثر میثرة: کی جمع ہے جو ریشم سے بنتی ہے اور اس میں روئی بھری جاتی ہے اور اس کو گھوڑوں کی کاٹھیوں اور اونٹوں کے کجاوہ پر رکھا جاتا ہے، اور اس پر سوار بیٹھتا ہے۔ القسی : ایسے کپڑے جو ریشم اور سوت سے ملا کر بنائے جاتے ہیں۔ إنشاد الضالة : کے معنی گمشدہ چیز کے بارے میں اعلان کرنے کے ہیں۔

تخریج حدیث(۲۳۹): صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز . صحيح مسلم كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب و الفضة على الرجال و النساء .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے سات باتوں کا حکم فرمایا اور سات باتوں سے منع فرمایا، ان میں سے بعض امور گزشتہ حدیث میں بیان ہو چکے ہیں۔ اس حدیث میں جو امور زائد مذکور ہوئے وہ اس طرح ہیں۔ قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کرنا۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی پر اعتماد کر کے قسم کھائے کہ فلاں شخص فلاں کام ضرور کر دے گا تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کام کو کر کے قسم کھانے والے کو قسم سے بری کر دے بشرطیکہ وہ ناجائز کام نہ ہو۔ جہاں کسی مسلمان پر ظلم وزیادتی ہو رہی ہو اس کا دفاع کرے اور اسے ظلم سے بچائے۔ حدیث مبارک میں سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا گیا۔ اسلام نے سونے کا استعمال صرف عورتوں کیلئے جائز قرار دیا ہے اور مردوں کیلئے حرام قرار دیا ہے۔ نیز چاندی کے برتن میں پانی پینے سے منع فرمایا، غرض سونے چاندی اور ریشم کا استعمال مردوں پر حرام ہے۔

(فتح الباري : ۷۵۵/۱، عمدة القاري ، روضة المتقين . . /۲۸۷ ، دليل الفالحين : ۲۲/۲)

البَابُ (۲۸)

ستر عورات المسلمين والنهي عن إشاعتها لغير ضرورة
مسلمانوں کی پردہ پوشی اوران کے عیوب کی تشہیر کی ممانعت

۱۰۰. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''جولوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مؤمنوں میں بے حیائی پھیلےان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔''

(النور:۱۹)

تفسیری نکات: مسلم معاشرے میں بے حیائی کی باتیں کرنا اوران کو پھیلانا ایک سنگین اخلاقی برائی ہے، کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ بلاثبوت جو چاہے کہتا پھرے۔ چنانچہ فرمایا کہ جولوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی باتیں اور فواحش پھیلاتے ہیں ان کو دنیا وآخرت دونوں جگہ عذاب الیم ہوگا۔ فواحش اور برائیوں کو پھیلنے سے روکنے کا مؤثر طریقہ یہی ہے کہ ان کی اشاعت روکی جائے، کیوں کہ بے حیائی کی خبروں کو شہرت دینے سے ان جرائم کی ہولنا کی کا تأثر لوگوں کے دلوں میں کمزور ہو جاتا ہے اوران میں ان گناہوں کے ارتکاب کی جرأت بڑھ جاتی ہے۔ (معارف القرآن : ٦/ ٣٨٠)

مسلمان کے عیوب کی پردہ پوشی کا حکم

۲۴۰. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " لَا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِی الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۴۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ کسی بندہ کی دنیا میں پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

تخریج حدیث(۲۴۰): صحيح مسلم، كتاب البر، باب بشارة من ستر عيبه فى الدنيا بأن يستر عليه فى الآخرة

شرح حدیث: حدیث مبارک میں مسلمانوں کے عیوب پر پردہ ڈالنے کی ترغیب دی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ یہ ایک بڑی اخلاقی فضیلت ہے اور اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمادے گا اور اس کے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور اسے قیامت کی باز پرس سے بچالے گا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے دو مفہوم ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائیں گے اوراس کے عیوب کی تشہیر نہ ہونے دیں گے۔ دوسرے یہ کہ اللہ اس کا محاسبہ نہیں فرمائیں گے اوراس کے گناہوں کا ذکر بھی نہ ہوگا۔

(شرح مسلم للنووی : ۱۱٤/۱٦ ، دليل الفالحين : ۲٤/۲ ، روضة المتقين : ۲۸۹/۱)

گناہ کا اظہار بھی گناہ ہے

۲۴۱. وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "كُلُّ أُمَّتِىْ مُعَافًى اِلاَّ الْمُجَاهِرِيْنَ، وَاِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ اَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلاً ثُمَّ يُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ : يَافُلاَنُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهٗ رَبُّهٗ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَاللّٰهِ عَنْهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۴۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے تمام لوگوں کو معاف کر دیا جائے گا سوائے ان کے جو خود اپنے عیوب کا چرچا کرتے ہیں۔ ان کا چرچا یہ ہے کہ آدمی رات کو کوئی برا کام کرتا ہے، صبح ہوتی ہے اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی ہوئی ہوتی ہے مگر وہ کہتا ہے کہ اے فلاں میں نے رات فلاں فلاں کام کیا، حالانکہ اللہ نے اس پر پردہ ڈال دیا تھا مگر وہ اللہ کے ڈالے ہوئے پردہ کو چاک کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۴۱): صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب ستر المؤمن على نفسه . صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب النهي عن هتك الانسان ستر نفسه .

کلمات حدیث: المجاهرين : اعلان کرنے والے، چرچا کرنے والے، مجاهر کی جمع ۔ جاهره . مجاهرة (باب مفاعلہ) کھلم کھلا ظاہر کرنا۔ جهر جهرًا : آواز بلند کرنا۔

شرح حدیث: انسان خطا اور نسیان کا مرکب ہے اور بحیثیت انسان کوئی غلطی سرزد ہوسکتی ہے اور آدمی کسی برائی میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت میں تقاضائے انسانیت اور شرافت یہ ہے کہ آدمی شرمندہ ہو اور توبہ اور ندامت کے ساتھ اللہ کی جانب رجوع کرلے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرمادیں گے۔

لیکن اگر کوئی آدمی برا کام کر کے لوگوں کے درمیان اس کی تشہیر کرتا پھرے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے قلب و دماغ پر شیطان کا تسلط قائم ہو چکا ہے اور اس کے دل میں اللہ کا خوف اور اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی عظمت واہمیت باقی نہیں رہی، یہ شخص اس حرکت سے توبہ کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے اور غضب الٰہی کا نشانہ بن جاتا ہے۔ أعاذ نا اللّٰه من ذلك .

(روضة المتقين : ۲۹۰/۱ ، دليل الفالحين : ۲٥/۲)

باندی بار بار زنا کرے تو اس کو فروخت کردو

۲۴۲. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلاَ يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّانِيَةَ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلاَ يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ

مِنْ شَعَرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . " اَلتَّثْرِيْبُ" اَلتَّوْبِيْخُ .

(۲۴۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ باندی زنا کرے اور اس کا زنا واضح ہوجائے تو اسے حد لگائی جائے اور اس کو برا بھلا نہ کہا جائے، دوبارہ زنا کرے تو پھر حد لگائی جائے اور برا بھلا نہ کہا جائے، پھر اگر تیسری بار زنا کرے تو اسے فروخت کردے اگرچہ بالوں کی رسی کے بدلے ہی کیوں نہ ہو۔ (متفق علیہ) تثریب کے معنی برا بھلا کہنے کے ہیں۔

تخریج حدیث (۲۴۲): صحيح البخاری، كتاب العتق، باب كراهية التطاول على الرقيق . صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب رجم اليهود وأهل الذمة فى الزنا .

کلمات حدیث: فَلْيَجْلِدْهَا : اسے کوڑے مارے۔ جَلَدَ جلدًا (باب ضرب) کوڑے مارنا۔ لَا يُثَرِّبْ : اسے برا بھلا نہ کہے۔ تثریب (باب تفعیل) کسی کو برا کہنا اور اس کے فعل پر اسے برا بھلا کہنا۔

شرح حدیث: باندی اگر زنا کرے تو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک مالک اسے خود حد لگا سکتا ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حد جاری کرنا صرف سلطان کا حق ہے۔ غیر سلطان کو حد لگانے کی اجازت نہیں ہے۔

(اعلاء السنن : ۱۱/۵۸۰ ، دليل الفالحين : ۲/۲٦)

شراب پینے والے کی سزا

۲۴۳. وَعَنْهُ قَالَ : أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ خَمْرًا قَالَ: "اضْرِبُوْهُ" قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ : فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: اَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ : " لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا ، لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۲۴۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا اسے مارو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے ہاتھ سے مارا، کسی نے جوتے سے مارا اور کسی نے کپڑے سے مارا، جب وہ چلا گیا تو لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ اللہ تجھے رسوا کرے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح نہ کہو، اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۲۴۳): صحيح البخاری، كتاب الحدود، باب ما يكره من لعن شارب الخمر .

کلمات حدیث: لا تُعِيْنُوا : اعانت نہ کرو۔ أَعَانَ، إِعَانَةً (باب افعال) اعانت کرنا۔ أعان عليه : اس کے خلاف دوسرے کی اعانت کی۔

شرح حدیث: شرب خمر (مے نوشی) حدود کے جرائم میں سے ایک جرم ہے اور اس کی حد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اسی کوڑے ہیں۔ زمانۂ نبوت ﷺ میں مے نوشی کے واقعات بہت کم ہوئے اور اسی طرح حضرت ابوبکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بھی مے نوشی کے واقعات پیش نہیں آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مے نوشی کے متعدد واقعات پیش آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسّی کوڑے کی سزا جاری فرمائی اور اس پر اجماع صحابہ منعقد ہو گیا۔

(المغنی لابن قدامہ : ۳۰۷/۸ ، فتح الباری : ۱۱۷/۱ ، شرح المؤطا للزرقانی : ۱۸۲/٤)

الباب (۲۹)

باب فی قضاء حوائج المسلمین
مسلمانوں کی ضرورتیں پوری کرنے کا بیان

۱۰۱. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۩ ﴿٧٧﴾﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور نیک کام کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (الحج: ۷۷)

تفسیری نکات: خیر کے معنی ہر نیکی کے ہیں، خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، دینی ہو یا دنیاوی، یعنی ہر عمل صالح خیر ہے اور عمل صالح وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے مطابق ہو اور اس کی رضا کے حصول کے لئے ہو اور فلاح کے معنی ہیں دنیا اور آخرت کی کامیابی، مطلب یہ ہے کہ اعمال صالحہ کرتے رہو، اس سے تمہیں دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہوگی۔

اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کے فضائل

۲۴۴. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۲۴۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو بے سہارا چھوڑے۔ جو شخص اپنے بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتیں پوری فرماتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی کسی تکلیف کو دور کرتا ہے اللہ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کسی تکلیف کو دور فرمائے گا اور جو کوئی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۴۴): صحيح البخاري، كتاب المظالم، باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه. صحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم الظلم.

کلمات حدیث: كُرْبَةٌ: پریشانی۔ كَرَبَ كَرْبًا (باب نصر) پریشان کرنا، غمگین کرنا۔ سَتَرَ: چھپایا، پردہ ڈالا۔ ستر، ستراً (باب نصر) چھپانا۔ مستور: پوشیدہ۔

شرح حدیث: ظلم ہر صورت میں اور ہر حالت میں حرام ہے اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ کسی مسلمان پر ظلم ہوتا ہوا دیکھے تو اسے

بچائے اور اس کو ظلم سے نجات دلائے اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کسی ضرورت کو پورا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرمائیں گے، ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کی حاجت روائی کا ثواب ساری عمر کی بندگی کے برابر ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے مضطر بھائی کی مدد کرے اللہ تعالیٰ اس دن اس کو ثابت قدم رکھیں گے، جس دن پہاڑ بھی اپنی جگہ نہ ٹھہر سکیں گے۔ حدیث مبارک میں کُـربَة کا لفظ ہے جس میں تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ صاف ظاہر ہے دنیا کی مصیبت کے مقابلہ میں آخرت کی مصیبت عظیم ہے، اور اس کے سامنے دنیا کی مصیبت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

اس حدیث کی شرح باب ۲۷ میں گزر چکی ہے۔

جس جگہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے رحمت کے فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں

۲۴۵ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُّؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَ غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ. وَمَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۴۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مؤمن کی دنیاوی مصیبت کو دور کرے گا اللہ اس سے قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور فرمائے گا اور جو شخص کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے اور جو شخص حصول علم کے راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے راستے آسان فرما دے گا اور اگر کچھ لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوں تاکہ اللہ کی کتاب کی تلاوت کریں اور اس کا درس دیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت الٰہی انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے قریب رہنے والے فرشتوں میں فرماتے ہیں اور جس کا عمل اسے پیچھے چھوڑ جائے اس کا نسب اس کو آگے نہیں لے جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۴۵): صحیح مسلم، کتاب الدعوات، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن.

کلمات حدیث: غشیتهم : انہیں ڈھانپ لیا، ان پر چھا گئی۔ غَشِیَ غشیاً (باب سمع) ڈھانپنا، چھا جانا۔ حفتهم : انہیں گھیر لیا۔ حَفَّ، حفاً (باب نصر) گھیرنا۔ بَطَأ : مؤخر کر دیا، پیچھے چھوڑ دیا۔

شرح حدیث: قیامت کی کسی مصیبت کا دنیا کی کسی بڑی سے بڑی مصیبت سے بھی مقابلہ نہیں ہوسکتا، اس دن کی مصیبت تو ایسی ہوگی کہ ﴿ تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ أَرْضَعَتْ ﴾ ماں اپنے شیر خوار بچہ سے غافل ہوجائے گی، دنیا میں لوگوں کے کام آنا، ان کی تکلیف دور کرنا اور ان کی پریشانی کو رفع کرنا اس قدر عظیم اجر وثواب کا کام ہے کہ اللہ اس کے صلے میں قیامت کی مصیبت سے نجات عطا فرمائیں گے۔

قیامت کا دن بہت کٹھن اور بہت سخت ہوگا، دنیا میں کسی تنگی سے نکالنا اور اس کی دشواری کو دور کرنا ایسی بڑی نیکی ہے جس کے صلہ میں آخرت کی تنگی اور سختی سے نجات مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اعانت ونصرت فرماتے رہیں گے جب تک وہ دنیا میں اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا رہے گا۔

اللہ کی کتاب کی تلاوت کے لئے اور اس کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے اگر کوئی جماعت اللہ کے گھر میں یا کسی اور جگہ اکھٹا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتے ہیں ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور فرشتوں کی مجلس میں اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتے ہیں۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اگر بندہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس مجلس میں یاد کرتا ہوں جو انسان کی مجلس سے بہتر ہے اور جو علم دین کے حصول کے لئے کسی راستے پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں، سکینت سے مراد اطمینانِ قلب اور رحمت سے مراد اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جن گھروں میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے وہ آسمان والوں کے لئے اس طرح چمکتے ہیں جیسے زمین والوں کے لئے آسمان کے ستارے۔

آخرت کی فلاح دنیا میں اعمال صالحہ پر موقوف ہے۔ وہاں کوئی رشتہ اور نسب کام نہیں آئے گا، بلکہ ہر ایک کے درجات اس کے عمل کے مطابق ہوں گے، ﴿ وَلِكُلٍّ دَرَجَٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ﴾ رسول کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے فاطمہ! جو چاہو پوچھ لو، میں اللہ کی گرفت سے کچھ بھی نہیں بچا سکتا۔

(شرح مسلم للنووی : ۱۸/۱۷ ، روضة المتقین : ۲۹۲/۱ ، دلیل الفالحین : ۲۹/۲)

الباب (۳۰)

باب الشفاعة

شفاعت کا بیان

۱۰۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ مَن يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''جو شخص نیک بات کی سفارش کرے تو اس کو اس کے ثواب میں حصہ ملے گا''(النساء:۸۵)

تفسیری نکات: شفاعت کے لفظی معنی جوڑنے اور ملانے کے ہیں، اور مراد یہ ہے کہ اگر طالب حق کمزور ہو اور اپنا حق خود نہ لے سکتا ہو تو اس کے ساتھ اپنی قوت ملا کر اسے قوی کر دیا جائے یا بیکس اکیلے شخص کے ساتھ مل کر اسے جوڑا بنا دیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جائز شفاعت کے لئے ایک شرط تو یہ ہے کہ جس کی شفاعت کی جائے اس کا مطالبہ حق اور جائز ہو، دوسرے یہ کہ وہ اپنے مطالبہ کو بوجہ کمزوری خود بڑے لوگوں تک نہیں پہنچا سکتا تو آپ پہنچا دیں۔ بالفاظ دیگر خلاف حق سفارش کرنا یا دوسروں کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کرنا شفاعت سیئہ ہے اور سفارش میں اپنے تعلق یا مرتبہ سے دباؤ ڈالنا ظلم ہے اور شفاعت سیئہ ہے، یعنی جو شخص کسی کے جائز حق اور جائز کام کی جائز طریقہ پر سفارش کرلے تو اس کو ثواب کا حصہ ملے گا۔ (معارف القرآن : ۲/۴۹۷)

----

۲۴۶. وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ طَالِبُ حَاجَةٍ أَقْبَلَ عَلَى جُلَسَائِهِ فَقَالَ: "اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا أَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ : "مَا شَاءَ."

(۲۴۶) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی طالب حاجت آتا آپ ﷺ حاضرین کی جانب متوجہ ہو کر فرماتے کہ شفاعت کرو تمہیں اس کا اجر ملے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی زبان سے جو فیصلہ پسند ہو وہ کرا دیتا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ جو چاہے فیصلہ کرا دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۴۶): صحيح البخاري، كتاب الزكوة، باب التحريض على الصدقة . صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب الشفاعة فيما ليس بحرام .

کلمات حدیث: اِشْفَعُوا : شفاعت کرو، شفاعت۔سفارش۔ اشفعوا تو جروا : شفاعت کرو تمہیں اجر ملے گا۔

شرح حدیث: اگر کوئی شخص کمزوری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اپنا حق نہ لے سکے تو اس کے حق میں سفارش کر کے حق دلا دینا باعث اجر و ثواب ہے، جائز اور حق کام میں سفارش جائز ہے اور ناجائز کاموں میں اور ناجائز طریقے سے ناجائز ہے۔ حدود کے اسقاط

کے لئے سفارش حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے جو فیصلہ چاہتے ہیں کرا دیتے ہیں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے، وہ جو فرماتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے وحی ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ آخرت میں اجر وثواب عطا کرنا اللہ ہی کا کام ہے اور جب رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ شفاعت کرو تمہیں اجر ملے گا تو یہ اللہ ہی کا فیصلہ ہے جو لسان نبوت پر جاری ہوا۔

(فتح الباری : ۱/۸۳۰ ، شرح مسلم للنووی : ۱۶/۱۴۶ ، روضة المتقین : ۱/۲۹۴)

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی سفارش

۲۴۷۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ قِصَّةِ بَرِيْرَةَ وَزَوْجِهَا ، قَالَ : قَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " لَوْ رَاجَعْتِهِ ؟ " قَالَتْ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، تَامُرُنِيْ ؟ قَالَ : " إِنَّمَا اَشْفَعُ " قَالَتْ : لاَ حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۲۴۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بریرہ اور ان کے شوہر کے قصے میں روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے شوہر سے رجوع کر لو، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ، آپ ﷺ مجھے حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سفارش کر رہا ہوں، انہوں نے کہا کہ مجھے ان کی حاجت نہیں ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۲۴۷): صحیح البخاری ، کتاب الطلاق ، باب شفاعة النبی ﷺ فی زوج بریرة .

شرح حدیث: حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں، ان کا نکاح دور غلامی میں مغیث نامی ایک سیاہ فام غلام سے ہو گیا تھا، حضرت بریرہ آزاد ہو گئیں تو انہیں شرعی قانون کے مطابق یہ اختیار حاصل ہوا کہ وہ چاہیں تو پہلے نکاح کو برقرار رکھیں اور چاہیں تو ختم کر دیں، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے نکاح ختم کر دینے کو ترجیح دی۔

حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی، وہ ان کے فراق میں مدینہ کی گلیوں میں روتے پھرتے تھے، یہاں تک کہ ان کے آنسو بہہ کر ان کی داڑھی پر آ جاتے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ حال دیکھا تو رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ بریرہ کو مغیث سے رجوع کرنے کے لئے کہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت بریرہ سے اپنے شوہر سے مفارقت کے فیصلے کو واپس لینے اور شوہر سے مراجعت کے لئے کہا، انہوں نے دریافت کیا، یارسول اللہ کیا آپ مجھے حکم فرما رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ سفارش کر رہا ہوں، بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے، یعنی وہ اپنے فیصلے پر قائم ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سفارش پر عمل کرنا لازم نہیں ہے۔ (فتح الباری : ۲/۱۰۹۸ ، روضة المتقین : ۱/۲۹۵)

الباب (۳۱)

باب الاصلاح بین الناس
لوگوں کے درمیان مصالحت

۱۰۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ:

﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''لوگوں کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہے سوائے اس کے کہ کوئی حکم دے صدقہ کا یا اچھے کام کا یا لوگوں کے درمیان صلح کراونے کا۔'' (النساء:۱۱۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے باہمی مشورے اور سرگوشیاں جو آخرت کی فکر سے بے پرواہ ہو کر محض چندروزہ دنیا کے وقتی منافع کے لئے ہوتی ہیں ان میں بھلائی کا اور خیر کا کوئی پہلو نہیں ہے، سوائے اس کے کہ ایک دوسرے کو صدقہ خیرات کی ترغیب دیں، اچھائیوں اور نیک کاموں پر آمادہ کریں یا لوگوں کے درمیان باہم صلح کرادینے پر غور کریں، معروف ہر وہ کام ہے جو شریعت میں اچھا سمجھا جائے اور جس کو اہل شرع پہچانتے ہوں۔ اس کے بالمقابل منکر ہے یعنی ہر وہ کام ہے جو شریعت میں ناپسندیدہ ہو اور اہل شریعت اسے نہ جانتے ہوں۔

ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے ہر کلام میں ضرر اور نقصان ہے الا یہ کہ اس میں اللہ کا ذکر ہو یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوئی بات ہو۔

لوگوں کے درمیان صلح کرادینے کی فضیلت اس حدیث مبارک سے معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسا کام نہ بتلاؤں جس کا درجہ روزے نماز اور صدقہ میں سب سے افضل ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور بتایئے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان صلح کرانا۔ (معارف القرآن : ۲/۵٤٥)

۱۰۴. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾

نیز فرمایا

''صلح بہت اچھی بات ہے۔'' (النساء:۱۲۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت کریمہ خانگی معاملات سے متعلق ہے کہ اگر زوجین میں نااتفاقی پیدا ہو جائے تو ان کے لئے بہتر یہی ہے کہ آپس میں صلح کرلیں کہ صلح ہی خیر ہے اور اسی میں ان دونوں کی بھلائی ہے۔ (معارف القرآن : ۲/٥٦٢)

۱۰۵. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ﴾

نیز فرمایا کہ

''اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو۔'' (الانفال: ۱)

تفسیری نکات: تیسری آیت غزوۂ بدر سے متعلق ہے کہ جب مسلمانوں کو اللہ نے فتح نصیب فرمائی تو مسلمانوں کے درمیان مال غنیمت کے بارے میں اختلاف ہوا۔ ان پر ارشاد ہوا کہ اللہ سے ڈرو اور باہمی تعلقات کو صحیح رکھنے کے لئے تقویٰ اختیار کرو کہ دل اللہ کی یاد اس کی خشیت سے معمور رہیں تو اختلاف ونزاع کی فرصت کہاں۔

۱۰۶. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ﴾

مزید فرمایا کہ

''مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں، اپنے بھائیوں میں صلح کروادیا کرو۔'' (الحجرات: ۱۰)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان کے درمیان اختلاف اور نزاع پیدا ہو جائے تو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو، یعنی دو بھائی اگر آپس میں لڑ پڑیں تو انہیں یونہی نہ چھوڑو بلکہ اصلاح ذات البین کی پوری کوشش میں اللہ سے ڈرتے رہو کہ کسی طرح کی بے جا طرفداری نہ ہو۔ (تفسیر عثمانی)

جسم کے ہر جوڑ کے عوض صدقہ لازم ہوتا ہے

۲۴۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :'' كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ. تَعْدِلُ بَيْنَ الِا ثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِيْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَيْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيْهَا إِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ، وَ تُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ '' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَ مَعْنٰى '' تَعْدِلُ بَيْنَهُمَا'' : تُصْلِحُ بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ .

(۲۴۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے ہر روز جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے۔ کسی کو سواری میں مدد دینا اور اسے سوار کرادینا صدقہ ہے یا اس کا سامان سواری پر رکھوادینا صدقہ ہے اچھی بات صدقہ ہے۔ نماز کے لئے جانے کے لئے جو قدم اٹھتا ہے صدقہ ہے اور راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹادینا صدقہ ہے۔ (متفق علیہ) تعدل بينهما کے معنی ہیں کہ تم ان دونوں کے درمیان صلح کرادو۔

تخریج حدیث (۲۴۸): صحيح البخاری، کتاب الجهاد، باب من اخذ بالركاب . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة

باب بیان أن اسم الصدقة تقع كل نوع من المعروف .

کلماتِ حدیث: سُلامي : جمع سُلامية : انگلی کا ایک جوڑ، انسانی اعضاء، انسانی بدن کے جوڑ، جمع سلامیات .

شرحِ حدیث: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ کائنات پیدا فرمائی جس کی ہر شئے اس کے کمال کی گواہی دے رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ کس قدر عظیم اور کس قدر بڑا صانع ہے جس نے یہ تمام اشیاء پیدا فرمائی ہیں اور ان تمام اشیاء کے درمیان خود انسان کا وجود اپنے اندر بے شمار شواہد لئے ہوئے ہے جو اس کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنا سر اپنے پیدا کرنے والے خالقِ عظیم کے سامنے جھکا دے۔

اللہ سبحانہ کا کمالِ قدرت انسان کے وجود میں اس کی جان، سانس کی آمد و رفت اور وہ سارا نظام ہے جس پر انسان کا وجود استوار ہے، اسی میں ۳۶۰ ہڈیاں اور جوڑ ہیں جن کی وجہ سے انسان کا جسم بآسانی اور سہولت ہر جانب اور پہلو حرکت ہے، اس لئے فرمایا کہ ہر صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرے۔

یہ صدقہ بڑا نہیں کہ انسان کے لئے دشوار ہو، بلکہ دو آدمیوں کے درمیان صلح کرا دینا صدقہ ہے، کسی کو سواری پر سوار کرا دینا، نماز کو جانے کے لئے قدم اٹھانا اور راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹا دینا صدقہ ہے۔ اس حدیث کی شرح پہلے بھی گزر چکی ہے۔

(دليل الفالحين : ٢/٣٦)

تین مواقع میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے

۲۴۹. وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِىْ مُعَيْطٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : " لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِىْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِىْ خَيْرًا اَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِىْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ زِيَادَةٌ قَالَتْ : وَلَمْ اَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِىْ شَىْءٍ مِمَّا يَقُوْلُهُ النَّاسُ اِلَّا فِىْ ثَلَاثٍ : تَعْنِى الْحَرْبَ وَالْاِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ وَحَدِيْثُ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا .

(۲۴۹) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کذاب نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی خاطر کوئی اچھی بات پہنچا دیتا یا کہہ دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ ﷺ رخصت دیتے ہوں ان باتوں میں جو لوگ کہتے ہیں سوائے تین مواقع کے، یعنی جنگ، مرد کا اپنی بیوی سے بات کرنا اور عورت کا اپنے شوہر سے بات کرنا۔

تخریج حدیث (۲۴۹): صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب ليس الكذاب الذي، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة .

راویِ حدیث: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ۷ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، صلح حدیبیہ میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ جو مسلمان مکہ سے مدینہ آئے گا اس کو واپس مکہ بھیج دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ فکر مند ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اذا جاء كم المؤمنات مهاجرات ﴾ یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پیادہ چل کر آئی تھیں، دس احادیث روایت کی ہیں اور صحیحین میں یہی

ایک حدیث ہے۔ (دلیل الفالحین : ۲/۳۸)

کلمات حدیث: نَمَیٰ، یَنْمِی (باب ضرب) چغلخوری کرنا۔ نمی الحدیث إلی فلان : کسی کی طرف کسی بات کی نسبت کرنا۔ نَمِیْتُ الحدیث : میں نے بات پہنچائی، اس وقت کہتے ہیں جب بہ نیت اصلاح ہو۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ اگر لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی خاطر کوئی شخص فریقین کی اچھی باتیں ایک دوسرے کو پہنچادے تو وہ جھوٹا نہیں ہے یعنی وہ دونوں کی نفرت وعداوت کی باتوں پر خاموشی اختیار کرے اور دونوں کے بارے میں صرف وہ باتیں کرے جن سے ان کے درمیان صلح ہو سکے۔

جنگ کے موقع پر بطور توریہ بات کرنا بھی کذب نہیں، چنانچہ اگر یہ کہا جائے کہ ہمارا لشکر بڑا عظیم ہے یا ہمیں مدد پہنچنے والی ہے یعنی اللہ کی مدد پہنچنے والی ہے۔

اسی طرح میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے سے کہیں کہ مجھے دنیا میں تیرے سوا کسی سے محبت نہیں ہے۔

جنگ میں اس طرح کے جملے یا میاں بیوی کے درمیان اس طرح کی بات جھوٹ نہیں ہے۔

(فتح الباری : ۲/۹٦، روضة المتقین : ۱/۲۹۷، دلیل الفالحین : ۲/۳۸)

حق کا کچھ حصہ ساقط کرنے کی سفارش

۲۵۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةٍ اَصْوَاتُهُمَا، إِذَا اَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْاٰخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِي شَيْءٍ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا اَفْعَلُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : " اَيْنَ الْمُتَاَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ؟ فَقَالَ : اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَهُ اَيُّ ذٰلِكَ اَحَبَّ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

مَعْنٰى "يَسْتَوْضِعُهُ" يَسْاَلُهُ اَنْ يَّضَعَ عَنْهُ بَعْضَ دَيْنِهِ . "وَيَسْتَرْفِقُهُ" : يَسْاَلُهُ الرِّفْقَ . "وَالْمُتَاَلِّيْ" : اَلْحَالِفُ .

(۲۵۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے دروازے پر جھگڑنے والوں کو سنا کہ ان کی آوازیں بلند تھیں۔ ان میں سے ایک دوسرے سے قرض کم کرنے کا سوال کر رہا تھا اور اس سے قدرے نرمی کا سوال کر رہا تھا اور وہ دوسرا کہہ رہا تھا اللہ کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا، رسول کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم کھانے والا کون ہے؟ جو بھلائی کا کام نہیں کرنا چاہتا، اس نے کہا: یارسول اللہ میں ہوں، اور جس طرح یہ مقروض پسند کرے اسی طرح صحیح ہے۔

(متفق علیہ)

یَسْتَوْضِعُه' : کے معنی ہیں اس سے سوال کر رہا تھا کہ اس پر کچھ قرضہ کم کردے۔ یَسْتَرْفِقُه' : اس سے نرمی کا مطالبہ کر رہا تھا۔

مُتَأَلِّيَ، حالف : قسم کھانے والا۔

تخریج حدیث(۲۵۰): صحیح البخاری، کتاب الصلح، هل یشیر الامام بالصلح . صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب استحباب الوضع عن الدین .

کلمات حدیث: یستوضع:(استیضاع باب استفعال)قرض کی رقم کم کرنے کا مطالبہ کرنا،یسترفقہ:نرمی طلب کررہا تھا، استرفاق (باب استفعال)مہربانی طلب کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بیان ہوا کہ باب نبوت ﷺ پر دو آدمی قرض کے معاملے میں بلند آواز سے جھگڑ رہے تھے۔ مقروض قرض کی ادیگی میں مہلت اور تخفیف کا خواہاں اور قرض دہندہ تیار نہ تھا۔وہ قسم کھا کر ہر رعایت سے انکار کررہا تھا،لیکن حضور ﷺ کے باہر تشریف لاتے ہی اور چہرہ انور پر نظر پڑتے ہی ذرا ہی دیر میں غصہ بھی جاتا رہا اور جو شخص قسم کھا کر کسی رعایت سے انکار کررہا تھا وہ اب کہہ رہا ہے جو مقروض چاہے میں وہی کرنے کے لئے تیار ہوں۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾

”اگر مقروض تنگ دست تو اسے مہلت دیدو اور اگر معاف کردو تو یہ تمہارے لئے خیر ہے۔“(البقرۃ:۲۸۰)

رسول کریم ﷺ نے دونوں کے درمیان صلح کرادی،اور امت کو یہ درس دیا کہ مقروض کے ساتھ نرمی اور احسان کا سلوک کیا جائے اور مطالبہ میں شدت نہ ہو بلکہ نرمی سے مطالبہ ہو اور کسی اچھے کام کے چھوڑ دینے کی قسم نہ کھائی جائے،اور اگر آپس میں تیز کلامی ہو جائے تو اسے اسی وقت درگزر کردیا جائے۔ (فتح الباری : ۹۹/۲ ، روضة المتقین : ۲۹۸/۱، دلیل الفالحین : ۳۸/۱)

امام کو فتحہ دینے کے لیے سبحان اللہ کہنا

۲۵۱ . وَعَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ ابْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ اَنَّ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَرٌّ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِيْ اُنَاسٍ مَعَهُ فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَآءَ بِلَالٌ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَهَلْ لَكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ ؟ قَالَ : نَعَمْ اِنْ شِئْتَ فَاَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ وَتَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَبَّرَ وَكَبَّرَ النَّاسُ وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَاَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلٰوتِهِ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ اِلْتَفَتَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَهُ

فَحَمِدَاللّٰهَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰی وَرَآءَہٗ حَتّٰی قَامَ فِی الصَّفِّ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ " اَيُّهَا النَّاسُ مَالَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَیْءٌ فِی الصَّلٰوةِ اَخَذْتُمْ فِی التَّصْفِيْقِ ؟ اِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ. مَنْ نَابَهٗ شَیْءٌ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَقُلْ : سُبْحَانَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ : سُبْحَانَ اللّٰهِ اِلَّا الْتَفَتَ. يَااَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّیَ بِالنَّاسِ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ" فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ : مَاكَانَ يَنْبَغِیْ لِابْنِ اَبِیْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مَعْنٰی " حُبِسَ " اَمْسَكُوْهُ لِيُضِيْفُوْهُ .

(۲۵۱) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی بنو عمرو بن عوف کے درمیان لڑائی ہوگئی ہے، رسول کریم ﷺ چند اصحاب کے ساتھ ان کے درمیان صلح کرانے تشریف لے گئے، آپ ﷺ کو رکنا پڑ گیا اور نماز کا وقت ہو گیا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے ابوبکر! رسول اللہ ﷺ کو دیر ہوگئی اور نماز کا وقت ہو گیا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں اگر تم چاہو، بلال نے تکبیر کہی اور حضرت ابوبکرؓ آگے آئے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی اتنے میں رسول اللہ ﷺ چلتے ہوئے صفوں کے درمیان آگئے اور صف میں کھڑے ہو گئے، لوگوں نے تالی بجائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں التفات نہ فرماتے تھے جب لوگوں نے زیادہ تالی بجائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوجہ ہوئے، دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں، آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اشارہ فرمایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دست مبارک بلند فرمائے اور اللہ کی حمد وثناء کی اور پچھلے پاؤں پلٹے یہاں تک کہ صف میں آکر کھڑے ہو گئے، اور رسول کریم ﷺ آگے تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا اے لوگو! تمہیں کیا ہوا کہ جب نماز میں کوئی بات پیش آجاتی ہے تو تم تالی بجاتے ہو، تالی تو عورتوں کے لیے ہے۔ نماز میں اگر کوئی بات پیش آئے تو سبحان اللہ کہنا چاہیے کیونکہ جب آدمی کسی کو سبحان اللہ کہتے ہوئے سنے گا تو متوجہ ہو جائے گا۔ اے ابوبکر! جب میں نے تمہیں اشارہ کر دیا تھا تو تم نے لوگوں کو نماز کیوں نہیں پڑھائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابوقحافہ کے بیٹے کے لئے یہ کہاں مناسب ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی موجودگی میں لوگوں کو نماز پڑھائے۔ (متفق علیہ)

حُبِس کے معنی ہیں کہ لوگوں نے آپ کو مہمان نوازی کے لئے روک لیا۔

تخریج حدیث (۲۵۱): صحيح البخاری، احكام السهو، باب الإشارة فی الصلوٰة . صحيح مسلم، كتاب الصلوٰة، باب تقديم الجماعة من يصلی بهم اذاتأخر الإمام .

شرح حدیث: مدینہ منورہ میں انصار کے دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج تھے، بنی عمرو بن عوف قبیلہ اوس کی ایک شاخ تھی اور یہ قبا میں

رہتے تھے، ان میں دو افراد کے درمیان جھگڑا ہو گیا، اور بخاری کی روایت میں ہے کہ اہل قباء میں لڑائی ہوگئی، یہاں تک کہ ایک دوسرے پر پتھر برسائے۔

جب آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چلو ہم چل کر ان کے درمیان صلح کرادیں۔ چنانچہ آپ ﷺ روانہ ہوئے اور چند اصحاب بھی آپ کے ساتھ گئے۔ طبرانی کے بیان کے مطابق ان اصحاب رسول ﷺ کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سہل بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ ﷺ ان حضرات کے ساتھ بعد ظہر روانہ ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ اگر عصر کی نماز کا وقت آجائے اور میں نہ پہنچوں تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہنا کہ نماز پڑھادیں۔

عصر کی نماز کا وقت آگیا اور رسول اللہ ﷺ واپس تشریف نہیں لائے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے، یعنی کیا آپ نماز اول وقت میں پڑھائیں گے یا رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا کچھ اور انتظار فرمائیں گے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اول وقت میں نماز پڑھانے کو ترجیح دی۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز کا آغاز کیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹ گئے لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کے پیچھے صبح کی دوسری رکعت میں شرکت فرمائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز مکمل کی، یعنی جب اکثر نماز ہوگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز مکمل کرنا مناسب خیال کیا اور اس موقع پر چونکہ نماز تھوڑی ہوئی تھی اس لئے آپ پیچھے ہٹ گئے۔

بہر حال اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی غیر موجودگی میں اپنی جگہ آپ کو امام مقرر فرمایا، یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشارہ فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو اور پیچھے نہ ہٹو، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے ہاتھ بلند فرمائے۔

(فتح الباری : ۱/ ۵۳۷ ، شرح الزرقانی : ۱/ ٤٦٧ ، دلیل الفالحین : ۲/ ٤٠ ، روضة المتقین : ۱/ ۲۹۹)

الباب (۳۲)

فضل ضعفة المسلمين و الفقرآء و الخاملين

ضعیف اور گمنام مسلمانوں کی فضیلت

۱۰۷. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُم بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ ﴾

اللہ کا فرمان ہے:

''اور روکے رکھا اپنے آپ کو انکے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام اس کی رضا کی طلب میں۔'' (الکہف:۲۸)

تفسیری نکات: عیینہ بن حصن فزاری جو مکہ کا ایک سردار تھا، وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور جب اس نے آپ ﷺ کے پاس حضرت سلمان فارسی اور دیگر فقراء صحابہ کو بیٹھا ہوا دیکھا تو اس نے کہا کہ اگر آپ ﷺ ہمارے لئے جدا مجلس رکھیں تو ہم آپ ﷺ کی بات سن سکتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور حکم ہوا کہ آپ ﷺ انہی لوگوں کے ساتھ رہیے کہ یہ اللہ کے دیدار اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے شوق میں نہایت اخلاص کے ساتھ دائماً عبادت میں مشغول رہتے ہیں، ان مؤمنین مخلصین کو اپنی صحبت اور مجالست سے مستفید کرتے رہئے اور کسی کے کہنے سننے پر ان کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے۔ (تفسير عثمانى ، تفسير مظهرى)

جنتی اور جہنمیوں کی پہچان

۲۵۲. وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: " اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ :

"اَلْعُتُلُّ" : اَلْغَلِيْظُ الْجَافِيْ " وَالْجَوَّاظُ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَتَشْدِيْدِ الْوَاوِ وَبِالظَّآءِ الْمُعْجَمَةِ : وَهُوَ الْجَمُوْعُ الْمَنُوْعُ وَقِيْلَ : اَلضَّخْمُ الْمُخْتَالُ فِيْ مِشْيَتِهٖ وَقِيْلَ : اَلْقَصِيْرُ الْبَطِيْنُ .

(۲۵۲) حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اہل جنت کے بارے میں نہ بتاؤں، ہر کمزور ونا تواں، اگر وہ اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم پوری فرمادے، کیا میں تمہیں اہل جہنم کے بارے میں نہ بتاؤں، ہر بخیل سرکش متکبر۔ (متفق علیہ)

عُتُل : غلیظ کھر درا۔ جَوّاظ : جمع کرنے والا اور کسی کو نہ دینے والا، کسی نے کہا کہ کوتاہ قد اکڑ کر چلنے والا، اور کسی نے کہا کہ چھوٹے قد بڑے پیٹ والا۔

تخریج حدیث(۲۵۲): صحيح البخارى، كتاب التفسير باب قوله تعالىٰ عُتُلٍّ بعد ذلك زنيم . صحيح مسلم،

کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء .

راوی حدیث: حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام کلثوم جرول تھا، آپ سے چھ احادیث مروی ہیں، جن میں سے چار متفق علیہ ہیں۔

کلمات حدیث: عُتُل : سرکش بدخلق، بدطینت۔ مستکبر : اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والا۔

شرح حدیث: قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے: ﴿ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ﴾ اللہ کے یہاں مکرم اور معزز وہ ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہو، قیامت کے دن فیصلہ تقویٰ اور اعمال کی بنیاد پر ہوگا، دنیا کے مال ومتاع کا وہاں کوئی حساب نہ ہوگا، ایسا شخص جو بالکل کمزور ناتواں ہو اور جس کی طرف لوگ توجہ نہ دیتے ہوں ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کا ایسا مقبول بندہ جو اگر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم بھی پوری کردے، یہی اہل جنت ہیں، رسول کریم ﷺ نے اس حدیث مبارک میں اہل جنت اور اہل جہنم کی بعض دنیاوی علامات ذکر فرمائی ہیں اور مقصود یہی ہے کہ اللہ کے یہاں کسی کی دنیاوی حیثیت کا کوئی حساب نہیں ہے، وہاں کا حساب تقویٰ، عمل صالح اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ (دلیل الفالحین : ۲/۴۵)

گمنام آدمی شہرت یافتہ سے بہتر

۲۵۳. وَعَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَه جَالِسٌ : " مَارَأيُكَ فِي هٰذَا؟ " فَقَالَ : رَجُلٌ مِنْ اَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا وَاللّٰهِ حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُّنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُّشَفَّعَ . فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ لَه رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم "مَارَأيُكَ فِي هٰذَا ؟" فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ هٰذَا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَا يُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا يُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا يُسْمَعَ لِقَوْلِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " هٰذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُه " حَرِيٌّ " هُوَ بِفَتْحِ الْحَآءِ وَكَسْرِ الرَّآءِ وَتَشْدِيْدِ الْيَاءِ: اَيْ حَقِيْقٌ. وَقَوْلُه " شَفَعَ " بِفَتْحِ الْفَآءِ .

(۲۵۳) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کا نبی کریم ﷺ کے پاس گزر ہوا، ایک صاحب آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تمہاری اس آدمی کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا: شریف لوگوں میں سے ہے، اللہ کی قسم یہ ایسا ہے کہ کسی عورت سے پیغام دے تو نکاح ہو جائے اور اگر کسی کی سفارش کردے تو سفارش قبول کرلی جائے، آپ ﷺ یہ سن کر خاموش ہوگئے، بعد میں ایک اور شخص گزرا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ! فقراء مسلمین میں سے ایک شخص ہے، کہیں پیغام دے گا تو نکاح نہیں ہوگا اور کسی کی

سفارش کرے گا تو سفارش قبول نہیں ہوگی، اور کوئی بات کہے گا تو کوئی سنے گا نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اُس جیسے دنیا بھر کے انسانوں سے بہتر ہے (متفق علیہ)

حریٌّ کے معنی مستحق کے ہیں۔ شفع کا لفظ فاء کے فتحہ کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث(۲۵۳): صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب الأكفاء في الدين .

کلمات حدیث: حري : مستحق، لائق، قابل، جمع حريون أحريا .

شرح حدیث: ابن حبان کی ایک روایت میں تصریح ہے کہ جو صاحب اس موقع پر رسول کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے شخص جیسے لوگوں کی تعداد اگر اتنی ہو کہ ساری زمین بھر جائے تو یہ دوسرا شخص ان سب سے افضل ہے، علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ پہلا شخص کافر تھا تب تو وجہ صاف ظاہر ہے ورنہ ایسی کوئی بات ہوگی جس کی اطلاع آپ ﷺ کو بذریعہ وحی کی گئی ہوگی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ہر فقیر اسی طرح ہے بلکہ اصل بات تقویٰ اور عمل صالح ہے۔ (فتح الباري : ٢/٩٨٤ ، روضة المتقين : ١/٣٠٣ ، شرح صحيح مسلم للنووي : ١٧/١٥٠)

جنت وجہنم کی بحث وتکرار

۲۵۴. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ : فِیَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَکَبِّرُوْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ : فِیَّ ضُعَفَآءُ النَّاسِ وَمَسَاکِیْنُهُمْ، فَقَضَی اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّکِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ وَاِنَّکِ النَّارُ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ وَلِکِلَیْکُمَا عَلَیَّ مِلْؤُهَا " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۵۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت اور جہنم نے دلیل دی، جہنم نے کہا کہ میرے یہاں بڑے جبار اور متکبر ہوں گے جنت نے کہا کہ میرے یہاں کمزور اور مساکین ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ تو جنت میری رحمت ہے، میں جس پر رحم کرنا چاہوں گا تیرے ساتھ کروں گا، اور تو جہنم ہے تو میرا عذاب ہے، میں جس کو عذاب دینا چاہوں گا تجھ سے دوں گا، اور میں ضرور تم دونوں کو بھر دوں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۲۵۴): صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها ، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء

کلمات حدیث: اِحْتَجَّتْ : دلیل دی۔ احتجاج (باب افتعال) دلیل دینا۔ حُجة : دلیل جمع حِجَج .

شرح حدیث: اللہ کے یہاں نجات کا مدار تقویٰ اور عمل صالح ہے اور پھر دخول جنت اللہ سبحانہ کی مشیت پر موقوف ہے، ظاہر ہے

کہ اس میں ضعفاء اور مساکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیاوی اعتبار سے تو کم حیثیت تھے لیکن اپنے اعمال سے اللہ کی رضا کے مستحق ہوئے اور اس کی مشیت سے جنت میں داخل ہوئے۔ (فتح الباری : ۹۸٤/۲ ، روضة المتقین : ۳۰۲/۱)

قیامت کے روز اعمال سے وزن ہوگا

۲۵۵. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"اِنَّهٗ لَیَاتِی الرَّجُلُ السَّمِیْنُ الْعَظِیْمُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَایَزِنُ عِنْدَاللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۲۵۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت ایک موٹا اور بڑا آدمی لایا جائے گا، اللہ کے نزدیک اس کی حیثیت مچھر کے برابر بھی نہ ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۵۵): صحیح البخاری، کتا ب التفسیر، سورة الکهف، فلا نقیم لهم یو م القیامة وزنا . صحیح مسلم، کتا ب صفات المنافق و أحکامهم، باب صفة القیامة و الجنة و النار .

شرح حدیث: مقصود حدیث مبارک کا یہ ہے کہ روز قیامت دنیا کے اعتبار سے بڑا آدمی لایا جائے گا اور اللہ کے یہاں اس کی حیثیت مچھر کے برابر نہیں ہوگی، اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ﴿ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ﴾ (روز قیامت ان کا کوئی وزن نہیں کریں گے) یعنی ان کے اعمال حبط ہو کر صرف سیئات باقی رہ جائیں گی۔

(روضة المتقین : ۳۰٤/۱)

مسجدوں میں جھاڑو دینے والے کا مرتبہ

۲۵٦. وَعَنْهُ اَنَّ امْرَاءَةً سَوْدَاءَ کَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَآبًا فَفَقَدَهَا اَوْ فَقَدَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَنْهَا اَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا: مَاتَ، قَالَ : اَفَلَا کُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِیْ بِهٖ " فَکَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا اَوْ اَمْرَهٗ فَقَالَ : " دُلُّوْنِیْ عَلٰی قَبْرِهٖ " فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰی اَهْلِهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِیْ عَلَیْهِمْ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

قَوْلُهٗ " تَقُمُّ " هُوَ بِفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ : اَیْ تَکْنُسُ. " وَالْقُمَامَةُ " اَلْکُنَاسَةُ : " وَاٰذَنْتُمُوْنِیْ " بِمَدِّ الْهَمْزَةِ: اَیْ اَعْلَمْتُمُوْنِیْ .

(۲۵٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک کالی عورت یا کوئی نوجوان مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا، آپ ﷺ نے اسے نہ دیکھا تو اس کے بارے میں دریافت کیا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی کہ وہ تو مرگیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے کیوں نہ اطلاع دی۔ گویا لوگوں نے اس عورت یا جوان کے معاملے کو معمولی سمجھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر

پر لے چلو۔ صحابہ آپ کو لے گئے اور آپ ﷺ نے وہاں نماز پڑھی، اور فرمایا کہ یہ قبریں تاریکی سے بھری ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ان پر میری نماز سے منور فرما دیتے ہیں (متفق علیہ)

تَقُمُّ : جھاڑو دیتی تھی۔ قُمامه : کچرا۔ آذنتمونی :تم نے مجھے بتلایا۔

تخریج حدیث (۲۵۶): صحیح البخاری، کتاب المساجد، باب کنس المسجد . صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی القبر .

کلمات حدیث: تَقُمُّ : جھاڑو دیتی تھی۔ قمامه :کوڑا۔ قم قماً (باب نصر) قم البیت گھر میں جھاڑو دینا۔

شرح حدیث: صحیح بخاری کی روایت میں ہے کالا مرد یا کالی عورت یہ شک راوی حدیث تابعی کی طرف سے ہوتا ہے لیکن دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت تھی اور اس کا نام ام محجن تھا، اور رسول اللہ ﷺ کے اس کے بارے میں استفسار کے جواب میں جواب دینے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، یہ عورت مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی، اور تنکے وغیرہ پڑے ہوئے اٹھایا کرتی تھی، اس عورت کا انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ اس کا انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی پھر آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے۔

اس حدیث مبارک کے آخر میں یہ جملہ کہ یہ قبریں تاریکی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ان پر میری نماز سے منور فرما دیتے ہیں، امام مسلم نے از ابو کامل جحدری از حماد روایت کیا ہے جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یہ جملہ روایت نہیں کیا کیوں کہ یہ زیادتی اس روایت میں مدرج ہے اور در اصل ثابت کی طرف مرسل ہے (تابعی کا بغیر صحابی کا نام لئے روایت کرنا) ہے بیہقی فرماتے ہیں کہ ظن غالب یہ ہے کہ یہ ثابت کے مراسیل میں سے ہے۔

حدیث سے مسجد کی صفائی کی فضیلت ثابت ہے اور یہ کہ رسول کریم ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے جس سے امت پر آپ ﷺ کی شفقت اور آپ ﷺ کی تواضع ثابت ہوتی ہے۔

(فتح الباری : ۱/۴۵۱ ، شرح النووی لصحیح مسلم : ۲۲/۷ ، روضة المتقین : ۱/ ۳۰٤ ، دلیل الفالحین : ۲/ ٦۰)

بعض لوگ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے قسم کھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پورا فرماتے ہیں

۲۵۷. وَعَنْـهُ قَـالَ : قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " رُبَّ اَشْعَثَ مَدْ فُوْعٍ بِالْاَ بْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَ بَرَّه‘ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۲۵۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے پراگندہ غبار آلود جنہیں دروازوں سے ہی دھکیل دیا جاتا ہے اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرما دیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۵۷): صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل الضعفاء و الخاملین .

کلمات حدیث: أشعث : پراگندہ بال۔ مدفوع بالأبواب : ایسا شخص جسے لوگ دروازے پر سے ہٹا دیتے ہوں یعنی مسکین وفقیر۔

شرح حدیث: اللہ کے بعض نیک بندے اپنے زہد وتقوی کی بناء پر اللہ کے یہاں بڑا مقام رکھتے ہیں اور اس حد تک انہیں تقرب الٰہی حاصل ہوتا ہے کہ اگر وہ قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم بھی پوری فرما دیتے ہیں مگر ظاہری دنیاوی حالت فقر کی ہوتی ہے کیوں کہ ان کا دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور ان کی ہر احتیاج وضرورت اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہوتی ہے، لیکن دنیا میں بال پراگندہ اور غبار آلود ہوتے ہیں اور اگر کسی کے دروازے پر جائیں تو وہ ظاہری حالت دیکھ کر انہیں واپس لوٹا دیں۔

(روضة المتقين : ۱/۳۰۵ ، دليل الفالحين : ۲/۶۰)

جنت میں داخل ہونے والے عام افراد

۲۵۸۔ وعَنْ اُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ، مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَآءُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"وَالْجَدُّ": بِفَتْحِ الْجِيْمِ ، اَلْحَظُّ وَالْغِنٰى وَقَوْلُهُ "مَحْبُوْسُوْنَ" : اَيْ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُمْ بَعْدُ فِي دُخُوْلِ الْجَنَّةِ.

(۲۵۸) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا، دیکھا کہ اس میں عام طور پر داخل ہونے والے مساکین ہیں اور ارباب دولت کو روک دیا گیا ہے، جبکہ اہل جہنم کو جہنم میں لے جائے جانے کا حکم دیدیا گیا ہے، اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں داخل ہونے والوں میں اکثر عورتیں ہیں۔ (متفق علیہ)

جد کے معنی خوش نصیبی اور دولت۔ محبوسون کے معنی وہ لوگ جنہیں ابھی جنت میں جانے کی اجازت نہیں ملی۔

تخریج حدیث (۲۵۸): صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لاتأذن المرأة في بيت زوجها إلا باذنه . صحيح مسلم، كتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء .

کلمات حدیث: جد : خوش نصیبی، مال ودولت۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے شب معراج جنت اور دوزخ کے احوال کا مشاہدہ فرمایا، ہوسکتا ہے یہ حدیث ان مشاہدات میں سے ہو یا آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا ہو اور انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔

آپ ﷺ نے مشاہدہ فرمایا کہ جنت میں کثرت سے داخل ہونے والے فقراء اور مساکین ہیں اور اغنیاء کو باہر روک لیا گیا ہے اور انہیں ابھی اجازت نہیں ملی، البتہ اہل جہنم کے بارے میں حکم دیدیا گیا ہے اور وہ اس میں جا رہے ہیں اور زیادہ تعداد عورتوں کی ہے کہ عورت

کثرت سے معاصی کی مرتکب ہوتی ہیں اور کفران عشیر کرتی ہیں۔ (فتح الباری : ۲/۱۰۵۱)

جریج رحمہ اللہ کا عبرت ناک واقعہ

۲۵۹. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَمْ یَتَکَلَّمْ فِی الْمَهْدِ اِلَّا ثَلاثَةٌ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ، وَصَاحِبُ جُرَیْجٍ، وَ کَانَ جُرَیْجُ رَجُلاً عَابِداً فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَکَانَ فِیْهَا فَأَتَتْهُ اُمُّه' وَهُوَ یُصَلِّیْ فَقَالَتْ : یَاجُرَیْجُ ، فَقَالَ : یَارَبِّ اُمِّیْ وَصَلاتِیْ فَأَقْبَلَ عَلٰی صَلوتِهٖ فَانْصَرَفَتْ، فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَقَالَتْ : یَا جُرَیْجُ فَقَالَ : اَیْ رَبِّ اُمِّیْ وَصَلاتِیْ فَأَقْبَلَ عَلٰی صَلاتِهٖ، فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَقَالَتْ : یَا جُرَیْجُ فَقَالَ : اَیْ رَبِّ اُمِّیْ وَصَلاتِیْ فَأَقْبَلَ عَلٰی صَلاتِهٖ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ لاَ تُمِتْهُ حَتّٰی یَنْظُرَ اِلٰی وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ، فَتَذَاکَرَ بَنُوْ اِسْرَآئِیْلَ جُرَیْجاً وَعِبَادَتَهٗ وَکَانَتِ امْرَأَةٌ بَغِیٌّ یُتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا فَقَالَتْ :اِنْ شِئْتُمْ لَاَفْتِنَنَّه' فَتَعَرَّضَتْ لَه' فَلَمْ یَلْتَفِتْ اِلَیْهَا فَاَتَتْ رَاعِیاً کَانَ یَاوِیْ اِلٰی صَوْمَعَتِهٖ فَاَمْکَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَیْهَا فَحَمَلَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَیْجٍ فَاَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوْهُ وَهَدَمُوْا صَوْمَعَتَه' وَجَعَلُوْا یَضْرِبُوْنَه' : فَقَالَ : مَا شَأْنُکُمْ ؟ قَالُوْا: زَنَیْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِیِّ فَوَلَدَتْ مِنْکَ ، قَالَ اَیْنَ الصَّبِیُّ ؟ فَجَآءُوْا بِهٖ فَقَالَ: دَعُوْنِیْ حَتّٰی اُصَلِّیَ فَصَلّٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ اَتَی الصَّبِیَّ فَطَعَنَ فِیْ بَطْنِهٖ وَقَالَ : یَا غُلَامُ مَنْ اَبُوْکَ ؟ قَالَ : فُلَانٌ الرَّاعِیْ فَاَقْبَلُوْا عَلٰی جُرَیْجٍ یُقَبِّلُوْنَه' وَیَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ وَ قَالُوْا : نَبْنِیْ لَکَ صَوْمَعَتَکَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ : لاَ اَعِیْدُوْهَا مِنْ طِیْنٍ کَمَا کَانَتْ فَفَعَلُوْا وَبَیْنَا صَبِیٌّ یَرْضَعُ مِنْ اُمِّهٖ فَمَرَّ رَجُلٌ رَاکِبٌ عَلٰی دَآبَّةٍ فَارِهَةٍ وَشَارَةٍ حَسَنَةٍ فَقَالَتْ اُمُّه' : اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَ هٰذَا فَتَرَکَ الثَّدْیَ وَاَقْبَلَ اِلَیْهِ فَنَظَرَ اِلَیْهِ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لاَ تَجْعَلْنِیْ مِثْلَه'، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰی ثَدْیِهٖ فَجَعَلَ یَرْتَضِعُ فَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَحْکِیْ ارْتِضَاعَه' بِاُصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ فِیْ فِیْهِ فَجَعَلَ یَمُصُّهَا قَالَ : وَمَرُّوْا بِجَارِیَةٍ وَهُمْ یَضْرِبُوْنَهَا وَیَقُوْلُوْنَ زَنَیْتِ سَرَقْتِ وَهِیَ تَقُوْلُ : حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ فَقَالَتْ اُمُّه' : اَللّٰهُمَّ لاَ تَجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَهَا فَتَرَکَ الرَّضَاعَ وَنَظَرَ اِلَیْهَا فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا فَهُنَالِکَ تَرَاجَعَا الْحَدِیْثَ فَقَالَتْ : مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَیْئَةِ فَقُلْتُ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَه' فَقُلْتَ : اَللّٰهُمَّ لاَ تَجْعَلْنِیْ مِثْلَه' وَمَرُّوْا بِهٰذِهِ الْاَمَةِ وَهُمْ یَضْرِبُوْنَهَا وَیَقُوْلُوْنَ زَنَیْتِ سَرَقْتِ فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ لاَ تَجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَهَا فَقُلْتَ :اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا قَالَ : اِنَّ ذٰلِکَ الرَّجُلَ کَانَ جَبَّارًا فَقُلْتُ : اَللّٰهُمَّ لاَ تَجْعَلْنِیْ مِثْلَه' وَاِنَّ هٰذِهٖ یَقُوْلُوْنَ لَهَا زَنَیْتِ وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتُ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا ." مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

"وَالْمُوْمِسَاتُ" بِضَمِّ الْمِیْمِ الْاُوْلٰی وَ اِسْکَانِ الْوَاوِ وَکَسْرِ الْمِیْمِ الثَّانِیَةِ وَبِالسِّیْنِ الْمُهْمَلَةِ وَهُنَّ

الزَّوَانِیْ وَالْمُوْمِسَةُ الزَّانِیَةُ. وَقَوْلُه' "دَابَّةٌ فَارِهَةٌ" بِالْفَآءِ : اَیْ حَاذِقَةٌ نَفِیْسَةٌ "وَالشَّارَةُ" بِالشِّیْنِ الْمُعْجَمَةِ وَتَخْفِیْفِ الرَّآءِ وَهِیَ الْجَمَالُ الظَّاهِرُ فِی الْهَیْئَةِ وَالْمَلْبَسِ. وَمَعْنیٰ "تَرَاجَعَا الْحَدِیْثَ" اَیْ حَدَّثَتِ الصَّبِیَّ وَحَدَّثَهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۲۵۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مہد میں صرف تین نے بات کی عیسیٰ بن مریم اور صاحب جریج، جریج ایک بندۂ عابد تھا اس نے صومعہ بنالیا تھا۔ ایک مرتبہ اس کی ماں آئی اور وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ ماں نے آواز دی اے جریج! جریج نے دل میں کہا کہ یارب میری ماں اور میری نماز، لیکن وہ نماز پڑھتا رہا۔ اگلے روز اس کی ماں پھر آئی، جریج اس وقت بھی نماز میں تھا، ماں نے پکارا: اے جریج: جریج نے دل میں کہا کہ یارب میری ماں اور میری نماز، لیکن پھر نماز ہی میں مصروف رہا، اس کی ماں بولی: اے اللہ اسے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک یہ بدکار عورتوں کے چہرے نہ دیکھ لے۔

جریج کا اور جریج کی عبادت کا بنی اسرائیل میں چرچا ہوگیا، بنی اسرائیل میں ایک بدکار عورت بھی تھی جس کی حسن کی مثالیں دی جاتی تھیں، اس نے لوگوں سے کہا کہ تم چاہو تو میں اس کو آزماتی ہوں، وہ اس کے پاس آئی، جریج نے کوئی التفات نہ کیا، تو وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو جریج کے صومعہ میں آیا کرتا تھا اور اس کو اپنے اوپر قدرت دی، وہ اس کے ساتھ ملوث ہوگیا اور وہ حاملہ ہوگئی، جب بچہ ہوا تو اس نے کہا کہ یہ جریج کا ہے، لوگ آئے جریج کو اس کے صومعہ سے اتارا اور مارنے لگے، جریج نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ تو نے اس فاحشہ سے زنا کیا اور اس سے تیرا بچہ پیدا ہوا، جریج نے کہا کہ بچہ کہاں ہے؟ وہ لوگ بچہ کو لائے، جریج نے کہا مجھے مہلت دو میں نماز پڑھ لوں، غرض اس نے نماز پڑھی اور بچہ کے پاس آیا اور اس کے پیٹ میں انگلی گھسا کر کہا کہ اے بچے! تیرا باپ کون ہے، بچہ بول پڑا اور اس نے بتایا کہ فلاں چرواہا۔

اس پر لوگ جریج پر ٹوٹ پڑے، اسے بوسہ دینے لگے اور بطور تبرک اس کے جسم کو چھونے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تیرا صومعہ سونے کا بنوادیں گے۔ اس نے کہا کہ نہیں اسی طرح مٹی کا بنادو جس طرح پہلے تھا۔

ابھی یہ بچہ اپنی ماں کا دودھ پیتا تھا کہ آدمی ایک عمدہ اور خوبصورت سواری پر بیٹھا ہوا گزرا، ماں نے کہا کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنادے، بچہ نے پستان چھوڑ دیا اور اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا، پھر وہ پستان کی طرف متوجہ ہو کر دودھ پینے لگا۔

راوی کا بیان ہے کہ گویا یہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس بچے کے دودھ پینے کو بیان کررہے تھے اور آپ ﷺ اپنی انگلی منہ میں لیکر چوس رہے تھے۔

ازاں بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ ایک باندی کو لے کر گزرے، وہ اسے مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا اور تو نے چوری کی، اور وہ کہہ رہی تھی حسبی اللہ ونعم الوکیل، بچہ کی ماں نے کہا: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا، بچہ نے دودھ پینا چھوڑا اور اس لونڈی کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا بنادے۔

اس مقام میں ماں بیٹے سے بات ہوئی۔ ماں نے کہا کہ ایک آدمی اچھی حالت میں گزرا، میں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے تو اس نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا اور لوگ ایک باندی کو لے کر گزرے جسے وہ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا تو نے چوری کی، میں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا، تو اس نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنا دے۔ بچہ نے کہا کہ وہ مرد ظالم تھا، اس لیے میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا اور باندی جسے کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے اس نے زنا نہیں کیا اور کہہ رہے تھے کہ تو نے چوری کی اس نے چوری نہیں کی۔ میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنا دینا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۵۹): صحیح البخاری، کتاب احادیث الأنبياء، باب واذكر في الكتاب مريم. صحيح المسلم كتاب البر والصلة، باب تقديم بر الوالدين على التطوع بالصلوٰة وغيرها

کلمات حدیث: مُومِسَات: جمع مُومِسَة: بدکار عورت۔ صومعة: عبادت گاہ، جو اوپر سے پتلی ہوتی ہے اور عموماً اونچی جگہ اور بستی سے باہر بنائی جاتی ہے۔ شارة: حسن صورت۔

شرح حدیث: زرکشی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین بچوں نے بات کی، علاوہ بنی اسرائیل کے اور بھی واقعات روایات میں آئے ہیں جن میں بچوں کے بولنے کا ذکر ہے۔

بنی اسرائیل میں جریج نامی ایک شخص تھا جو اپنے صومعہ میں مستقل عبادت میں مصروف رہتا تھا، اس کی ماں بوڑھی تھی، اس نے آ کر پکارا، صومعہ اوپر ہوتا ہے اس لئے وہ خود جریج تک نہ آ سکتی تھی اس لئے اس نے نیچے ہی سے پکارا، جریج نماز میں تھے، وہ سوچ میں پڑ گئے کہ حق اللہ فائق ہے یا حق العبد اور ان کے اجتہاد نے انہیں یہی راہنمائی کی کہ بندوں کی خاطر اللہ کی عبادت منقطع نہ کی جائے، ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر جریج عالم ہوتے تو انہیں علم ہوتا کہ ماں کی پکار کا جواب دینا عبادت رب سے اولیٰ ہے، علماء فرماتے ہیں کہ نفلی نماز چھوڑ کر ماں کے بلانے پر جواب دینا چاہئے۔

حدیث مبارک متعدد فوائد پر مشتمل ہے جن میں سے چند یہ ہیں: اول یہ کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض ہے اور خاص طور پر ماں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت بہت زیادہ ہے حتیٰ کہ نفل نماز پر ماں کی پکار پر جواب دینے کو ترجیح دینی چاہئے اور یہ کہ ماں کی دعا قبول ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو آزمائشوں سے نکال لیتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مَخۡرَجٗا ۝٢ ﴾

''اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے تنگی سے نکلنے کا راستہ پیدا فرما دیتے ہیں۔'' (الطلاق: ۲)

(فتح الباری: ۱/ ۷٤۱، روضہ المتقین: ۱/ ۳۰۸)

☆.....☆.....☆☆☆.....☆.....☆

الباب (۳۳)

ملاطفة اليتيم و البنات و سائر الضعفة و المساكين و المنكسرين و الإحسان إليهم و الشفقة عليهم و التواضع معهم و خفض الجناح لهم

یتیم بچوں، لڑکیوں اور تمام کمزوروں، مساکین اور خستہ حال لوگوں کے ساتھ نرمی، شفقت، احسان اور تواضع سے پیش آنا

۱۰۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَٱخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِينَ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور مؤمنین کے لئے اپنے بازو جھکا دیجئے۔'' (الحجر: ۸۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ اہل ایمان کے ساتھ وابستہ رہیں، ان کے ساتھ شفقت اور التفات کے ساتھ پیش آئیں اور اپنی نرمی اور مہربانی اور عطف و کرم کا بازو ان کے لئے جھکا دیں۔

۱۰۹. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَٱصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ رَبَّهُم بِٱلۡغَدَوٰةِ وَٱلۡعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجۡهَهُۥۖ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنَاكَ عَنۡهُمۡ تُرِيدُ زِينَةَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا ﴾

اور فرمایا:

''اور روکے رکھو اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام اس کی رضا کی طلب میں، اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر تلاش میں رونق زندگانی دنیا کی۔'' (الکہف: ۲۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت کے شان نزول میں بغوی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے عیینہ بن حصن فزاری جو رئیس مکہ تھا، حاضر خدمت اقدس ہوا آپ ﷺ کے پاس اس وقت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر فقراء صحابہ تھے، اس نے کہا کہ ان لوگوں کو ہٹا دیجئے تا کہ ہم آپ ﷺ کی بات سن سکیں۔ اس پر آیات نازل ہوئیں اور آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ اپنا تعلق انہی لوگوں سے قائم رکھیں اور اپنی توجہات انہی کے ساتھ وابستہ رکھیں، انہی سے مشورہ لیں اور انہیں کی مدد اور اعانت سے ہر کام کریں۔ کیوں کہ یہ لوگ صبح و شام اللہ کو پکارتے ہیں اور ان کے تمام اعمال خالص اللہ کی رضا کے لئے ہیں، یہ سب وہ حالات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نصرت کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اللہ کی مدد ایسے ہی لوگوں کے لئے آیا کرتی ہے۔ (معارف القرآن)

۱۱۰. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ فَأَمَّا ٱلۡيَتِيمَ فَلَا تَقۡهَرۡ ۝٩ وَأَمَّا ٱلسَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ ۝١٠ ﴾

اور فرمایا:

''تو تم بھی یتیم پر ظلم نہ کرو اور مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔'' (الضحیٰ: ۹، ۱۰)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں ارشاد ہوا کہ یتیموں کی خبر گیری اور دلجوئی کیجئے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیجئے اور کوئی بات ایسی نہ ہو جس میں یتیم کی بے وقعتی یا تحقیر کا پہلو ہو۔

۱۱۱. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ أَرَءَيْتَ ٱلَّذِى يُكَذِّبُ بِٱلدِّينِ ۝١ فَذَٰلِكَ ٱلَّذِى يَدُعُّ ٱلْيَتِيمَ ۝٢ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ ٱلْمِسْكِينِ ۝٣ ﴾

اور فرمایا:

''بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے، یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔'' (الماعون: ۱-۳)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ یتیم کو چھوڑ دینا، اسے دھکے دینا اور اس کی حقارت کرنا، مسکین کو نہ کھلانا اور نہ کسی کو کھلانے کی ترغیب دینا یہ اوصاف اس شخص کے ہو سکتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور روز جزا کو جھٹلاتا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس کا آخرت پر اور روز قیامت پر ایمان ہو وہ یتیم کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکتا بلکہ وہ اس کے ساتھ رأفت و رحمت کا برتاؤ کرے گا، اس پر شفقت کرے گا اور اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے گا، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا قیامت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے انگشت شہادت اور درمیان کی انگلی ملا کر اشارہ فرمایا۔

فقراء مسلمین کی اللہ کے ہاں قدر

۲۶۰. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِتَّۃَ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِکُوْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اُطْرُدْ ھٰؤُلَآءِ، لَا یَجْتَرِئُوْنَ عَلَیْنَا وَکُنْتُ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَجُلٌ مِنْ ھُذَیْلٍ وَبِلَالٌ وَرَجُلَانِ لَسْتُ اُسَمِّیْھِمَا، فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَّقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَہٗ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی: "وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

(۲۶۰) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چھ افراد نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، مشرکین نے آپ ﷺ سے کہا کہ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں کہیں یہ ہم پر جری نہ ہو جائیں، اور میں تھا اور ابن مسعود تھے اور ہذیل کے ایک آدمی تھے اور بلال تھے اور دو آدمی اور تھے جس کے نام مجھے یاد نہیں، رسول اللہ ﷺ کے دل میں وہ بات آئی جو اللہ نے چاہی، جس پر آپ

ﷺ نے سوچا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور جو لوگ پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام اس کی رضا کی طلب میں، آپ انہی کے ساتھ اپنے آپ کو روکے رکھیے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۶۰): صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ عنہ۔

کلمات حدیث: نفر: تین سے لے کر دس تک کے افراد کو نفر کہتے ہیں۔ اُطرُدْ: نکال دیجئے۔ طرد طردًا (باب نصر) دور کرنا، ایک طرف کرنا۔

شرح حدیث: ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کے پاس اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن فزاری آئے، یہ مؤلفة القلوب تھے یعنی رسول کریم ﷺ ان کے ساتھ مالی حسن سلوک فرماتے اور رغبت رکھتے کہ شاید یہ لوگ اسلام لے آئیں، نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت فقراء، صحابہ بیٹھے ہوئے تھے جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انہوں نے کہا کہ ہم عرب کے سردار ہیں ہم ان فقراء کے ساتھ بیٹھیں گے تو انہیں ہمارے سامنے بولنے کی جرأت ہو جائے گی۔ آپ ایسا کیجئے کہ ان کو ہٹا دیں یا ہمارے لئے علیحدہ مجلس کا انتظام کرلیں تا کہ ہم آپ ﷺ کی بات سن سکیں۔

رسول اللہ ﷺ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیا بعید ہے اس طرح یہ لوگ اسلام لے آئیں۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیات لے کر نازل ہوئے کہ آپ ﷺ انہی حضرات کے ساتھ جڑے رہیں اور اپنے آپ کو ان سے جدا نہ کریں، کہ یہ حضرات صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور صرف اس کی رضا کے طالب ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے یہاں قدر و قیمت ایمان والوں کی ہے۔ اہل دنیا اور دنیا کی شان وشوکت کی اس کے یہاں کوئی قیمت نہیں ہے۔ جو لوگ ایمان سے اور اعمال صالحہ سے محروم ہیں خواہ وہ دنیاوی لحاظ سے کتنے ہی بلند کیوں نہ ہوں، آخرت میں وہ بے حیثیت ہیں۔ (روضة المتقین : ۱/ ۳۱۰، شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۵/ ۱۴۷)

رسول اللہ ﷺ فقراءِ مسلمین کی حمایت

۲۶۱. وَعَنْ اَبِیْ هُبَیْرَةَ عَآئِذِ بْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِیِّ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَیْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَبَا سُفْیَانَ اَتٰی عَلٰی سَلْمَانَ وَصُهَیْبٍ وَبِلَالٍ فِیْ نَفَرٍ فَقَالُوْا مَا اَخَذَتْ سُیُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عُدُوِّ اللّٰهِ مَاْخَذَهَا. فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ : اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَیْخِ قُرَیْشٍ وَسَیِّدِهِمْ ؟ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ : "یَا اَبَابَکْرٍ لَعَلَّکَ اَغْضَبْتَهُمْ ؟ لَئِنْ کُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّکَ" فَاَتَاهُمْ فَقَالَ : یَا اِخْوَتَاهُ اَغْضَبْتُکُمْ؟ قَالُوْا لَا ، یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکَ یَا اَخِیْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُه' "مَا خَذَهَا" اَیْ لَمْ تَسْتَوْفِ حَقَّهَا مِنْهُ. وَقَوْلُه' "يَا اَخِيْ" رُوِیَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الْخَاءِ وَتَخْفِيْفِ الْيَاءِ وَرُوِیَ بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ الْخَاءِ وَ تَشْدِيْدِ الْيَآءِ .

(٢٦١) حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ جو اہل بیعت رضوان میں سے ہیں ان سے مروی ہے کہ ابوسفیان کا سلمان صہیب اور بلال رضوان اللہ علیہم کے پاس سے گزر ہوا تو انہوں نے کہا: کیا اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن میں اپنی جگہ نہیں بنائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کیا تم قریش کے شیخ اور سردار کو یہ بات کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت اقدس میں آ کر عرض کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہیں تم نے ان کو ناراض تو نہیں کر دیا، اگر تو نے ناراض کر دیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا، بھائیو! شاید میں نے تمہیں ناراض کر دیا، وہ بولے نہیں اے ہمارے بھائی! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ (مسلم)

ما خذ ها : یعنی تلوار نے اپنا حق وصول نہیں کیا۔ یا أخي : ہمزہ کے زبر اور خاء کے زیر اور یاء کے سکون کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے اور الف کے پیش اور فاء کے زبر اور یاء مشدد کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔

تخریج حدیث (۲۶۱): صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل سلمان وصهيب وبلال رضي الله تعالىٰ عنه .

راوی حدیث: حضرت عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے، ان سے سات احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے ایک متفق علیہ ہے۔ (تهذيب الكمال : ١٨٦/١)

کلمات حدیث: أغضبتهم : تم نے انہیں ناراض کر دیا۔ غضب : غصہ، ناراضگی۔ أغضبه : اسے ناراض کر دیا۔ سيوف : تلواریں، واحد سیف : تلوار۔

شرح حدیث: حضرت سلمان، صہیب، بلال اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ہوا، یعنی اس وقت جب وہ اسلام نہ لائے تھے اور صلح حدیبیہ ہو چکی تھی، ان حضرات نے کہا کہ اسلام کی تلوار نے ابھی اس شخص کا فیصلہ نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جملے کو مناسب نہ سمجھا تو انہوں نے ابوسفیان کی خاطر کہا کہ تم قریش کے سردار کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں یہ بات تھی کہ شاید ابوسفیان نرم پڑ جائیں اور ان کا دل اسلام کی طرف مائل ہو جائے گا۔

مگر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات آ کر رسول اللہ ﷺ کو سنائی، رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہ فرمایا کہ ان لوگوں کا اللہ کے یہاں بڑا بلند مقام ہے، کہیں تم نے ان کو ناراض تو نہیں کر دیا۔ ان کی ناراضگی تمہارے رب کی ناراضگی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر فوراً ان حضرات کے پاس آئے اور بولے میرے بھائیو! کیا تم میری بات سے ناراض ہو گئے ہو، انہوں نے کہا نہیں ہم آپ سے ناراض نہیں ہوئے، اللہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مغفرت فرمائے۔

یعنی یہ حضرات بھی جان گئے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جوفرمایا وہ اس لئے فرمایا کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کی جانب رغبت دلاسکیں۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہم کا مقام ومرتبہ کیا تھا اور وہ عظمت کے اس مقام پر پہنچ گئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی ناراضگی کو اللہ کی ناراضگی کا سبب قرار دیا، اور اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کس طرح ﴿ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ کی تفسیر بنے ہوئے تھے کہ ان کی سوچ اور فکر کے زاویے بھی متحد ہو گئے تھے اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے برجستہ کہا کہ ہم آپ سے ناراض نہیں بلکہ آپ کے لئے دعا گو ہیں۔ (روضة المتقين : ۱/۳۱۱ ، دليل الفالحين : ۲/۶۲)

یتیم کی کفالت کرنے والے کا مرتبہ

۲۶۲. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا " وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا۔ رَوَاهُ الْبُخَارِي .

"وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ" : اَلْقَآئِمُ بِاُمُوْرِهٖ .

(۲۶۲) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کا کفیل جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی سبابہ اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا کہ دونوں کے درمیان ذرا سی جگہ تھی۔ (بخاری)

كافل اليتيم : کے معنی ہیں یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا۔

تخریج حدیث (۲۶۲): صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان .

کلمات حدیث: کافل : کفالت کرنے والا، دیکھ بھال کرنے والا۔ كَفَلَ كفالة، (باب نصر) کسی کی خبر گیری کی ذمہ داری لے لینا۔

شرح حدیث: یتیم کی دیکھ بھال کا اجر وثواب اور اخروی درجات کی بلندی کا اندازہ اس حدیث مبارک سے ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا، واضح رہے کہ انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے درمیان کوئی انگلی نہیں ہوتی۔ اس سے یتیم کی کفالت کرنے والے کا آخرت میں مقام اور جنت میں اس کے اعلیٰ مرتبہ کا اظہار ہوتا ہے۔ (روضة المتقين : ۱/۳۱۲)

۲۶۳. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ اَوْلِغَيْرِهٖ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ" وَاَشَارَ الرَّاوِيْ وَهُوَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى، رَوَاهُ

مُسْلِمٌ .

وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. "اَلْيَتِيْمُ لَه اَوْ لِغَيْرِهٖ" مَعْنَاهُ : قَرِيْبُه اَوِالْاَجْنَبِيُّ مِنْهُ فَالْقَرِيْبُ مِثْلُ اَنْ تَكْفُلَه اُمُّه اَوْجَدُّه اَوْ اِخْوَةٌ اَوْ غَيْرُهُمْ مِنْ قَرَابَتِهٖ. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۲۶۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کا کفیل، خواہ یتیم کا قریبی رشتہ دار ہو یا غیر ہو، جنت میں اس طرح ہوں گے، اور راوی نے جو مالک بن انس ہیں سبابہ اور وسطی سے اشارہ کیا۔ (مسلم)

الیتیم له أو لغیره : کے معنی ہیں کفیل کا قریب یا اس کا اجنبی ہونا، قریب مثلاً : ماں، دادا، بھائی، یا اور کوئی رشتہ دار۔

تخریج حدیث (۲۶۳): صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب الإحسان إلى الأرملة والمسكين واليتيم .

شرح حدیث: یتیم کا رشتہ دار اس کا کفیل ہو یا کوئی اور اس کا کفیل بنا ہو اللہ کے یہاں عظیم اجر وثواب کے مستحق ہوں گے، چنانچہ روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان یتیم کو اپنے گھر میں رکھ کر کھلائے پلائے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور جنت میں داخل کریں گے۔ (روضة المتقين : ۳۱۳/۱)

حقیقی مسکین جو اپنے کو سوال سے بچا رکھے

۲۶۴. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، اِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ يَتَعَفَّفُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَفِىْ رِوَايَةٍ فِى الصَّحِيْحَيْنِ: "لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِىْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ".

(۲۶۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے جو ایک دو کھجور یا ایک دو لقمہ مانگتا پھرے، مسکین وہ ہے جو سوال کرنے سے بچے۔ (متفق علیہ)

صحیحین کی اور ایک روایت میں ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے پاس چکر لگائے اور لقمہ دو لقمہ اور کھجور دو کھجور اسے واپس لوٹا دیں بلکہ مسکین وہ ہے جو اتنا مال نہ پائے جو لوگوں سے اس کو بے نیاز کر دے اور نہ کسی کو اس کا پتہ ہو کہ اسے صدقہ کرے اور نہ وہ خود کسی سے سوال کرے۔

تخریج حدیث (۲۶۴): صحيح البخاري، كتاب الزكوٰة، باب قول الله تعالىٰ لا يسئلون الناس إلحافا . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب المسكين الذى لا يجد غنى .

کلمات حدیث: يَتَعَفَّفُ، تَعَفُّفَ (باب تفعل) پاکدامنی اختیار کرنا، دست سوال دراز کرنا۔ عَفَّ، عِفَّةٌ (باب نصر) غیر مستحسن کام سے رک جانا۔

شرح حدیث: مسکین سکون سے ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسکین کو مسکین اس لئے کہتے ہیں کہ مال کی کمیابی سے اس کے اندر حرکت کرنے کی بھی سکت نہیں رہی، اور حدیث مبارک میں فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے جو دست سوال دراز کرے، لوگوں کے گھروں کے چکر لگائے اور اسے کھجور دو کھجور اور لقمہ دو لقمہ دے کر لوٹا دیں، بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا نہیں ہے کہ اسے بے نیازی حاصل ہو، مگر وہ نہ سوال کرتا ہے اور نہ اپنی ضرورت ظاہر ہونے دیتا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ اس طرح کے باعفت ضرورت مند کو تلاش کر کے اس کی ضرورت کو پورا کرنا عنداللہ بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔

(روضة المتقين : ۱/۳۱۳ ، دليل الفالحين : ۲/٦٦)

* * * * * * * * * * * *

۲۶۵۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلسَّاعِيُ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" وَاَحْسِبُهٗ قَالَ: "وَكَالْقَائِمِ الَّذِيْ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ الَّذِيْنَ لَا يُفْطِرُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(۲٦۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ اور مسکین پر خرچ کرنے والا اس مجاہد کی طرح ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرلے، راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ وہ اس شخص کی طرح ہے جو رات کو نماز میں کھڑا رہتا ہے، تھکتا نہیں ہے اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو افطار نہیں کرتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۶۵): صحيح البخاری، كتاب النفقات، باب الساعی علی الأرملة. صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب الإحسان إلى الأرملة والمسكين.

کلمات حدیث: أرملة : بیوہ۔ جمع أرامل. أرامل : مساکین مرد وعورت۔

شرح حدیث: غریب اور بے سہارا عورتوں کی کفالت اور دیکھ بھال اور مساکین کی دیکھ بھال بڑا اجر وثواب کا کام ہے، یعنی جب کوئی شخص مستقل طور پر اس طرح کے اہل احتیاج کی خدمت اپنے ذمہ لے لے اور ان کے اخراجات کی کفالت سنبھال لے، اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایسا ہے جیسے مجاہد فی سبیل اللہ یا اس شخص کی طرح جو ساری رات عبادت کرتا اور دن کو روزے رکھتا ہے۔

(روضة المتقين : ۱/۳۱٤ ، دليل الفالحين : ۲/٦٦)

* * * * * * * * * * * *

برا ولیمہ جس میں فقراء کو شریک نہ کیا جائے

۲٦٦۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يَمْنَعُهَا مَنْ يَاْتِيْهَا وَيُدْعٰى اِلَيْهَا مَنْ يَاْبَاهَا، وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مِنْ قَوْلِهٖ: "بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى اِلَيْهَا الْاَغْنِيَآءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَآءُ"

(۲۶۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کھانوں میں برا کھانا اس ولیمہ کا ہے جس میں آنے والوں کو روکا جائے اور انکار کرنے والوں کو بلایا جائے اور جس نے انکار کیا اس نے اللہ اور رسول کے حکم کی نافرمانی کی ۔ (مسلم)

صحیحین کی ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ برا کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے۔

تخریج حدیث(۲۶۶): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من ترك الدعوة . صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الأمر بإجابة الداعي إلى الدعوة .

کلمات حدیث: یأباها : اس سے انکار کرے۔ أبیٰ إباءً (باب فتح وضرب) انکار کرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے فرمایا ولیمہ کا وہ کھانا برا کھانا ہے جس میں غریبوں اور فقیروں کو آنے سے روکا جاتا ہے حالانکہ وہ آنا چاہتے ہیں، اور ان امیروں کو اور دولتمندوں کو اور صاحب حیثیت لوگوں کو بلایا جاتا ہے جن کو آنے کی فرصت نہیں ملتی اور وہ آنا نہیں چاہتے، حالانکہ ولیمہ کی دعوت کو قبول نہ کرنا اللہ کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے۔

حدیث مبارک میں آئندہ زمانے کی خبر دی گئی ہے کہ آنے والے دور میں لوگ دعوت ولیمہ کو بڑے لوگوں سے تعلقات قائم کرنے کا ذریعہ بنالینگے، ان محافل میں ان کی تکریم اور عزت کریں گے، ان کے لئے جدا اہتمام کریں گے، اور ان کو شوق ورغبت سے بلائیں گے، اور وہ آنا نہ چاہیں گے، اور غریبوں کو نہیں بلایا جائے گا حالانکہ اگر انہیں بلایا جائے تو وہ آجائیں گے۔

مقصودِ حدیث یہ ہے کہ دعوت ولیمہ میں شرکت کرنی چاہئے اور صاحب دعوت کو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور اہل تعلق کو مقدم رکھے اور ضرورت مندوں اور غرباء اور مساکین کو کھلائے کہ خیر وبرکت اسی کھانے میں ہے جس میں غریب شریک ہوں۔

(فتح الباری : ۱۰۲۸/۲ ، روضة المتقین : ۳۱٤/۱)

بچیوں کی پرورش کی فضیلت

۲٦۷ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ" وَضَمَّ أَصَابِعَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

"جَارِيَتَيْنِ" اَيْ بِنْتَيْنِ .

(۲۶۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں وہ روز قیامت آئے گا اور میں اور وہ اس طرح ہوں گے، آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا۔ (مسلم)

جاریتین کے معنی دو لڑکیاں۔

تخریج حدیث(۲۶۷): صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الإحسان إلى البنات .

کلمات حدیث: عَالَ : پرورش کی، نگہداشت کی۔ عـال، عولاً (باب نصر) عـال الرجـل عيالـه : اپنے بچوں کی پرورش اور کفالت کی۔

شرح حدیث: دولڑکیوں کی پرورش، ان کی کفالت اوران کی نگہداشت کرنا یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائیں، بہت اجر وثواب کا کام ہے اور عنداللہ اس کا درجہ اس قدر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یہ شخص جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیان کی انگلی ملا کر اشارہ فرمایا۔

حدیث مبارک میں بطور خاص لڑکیوں کی کفالت، پرورش اور تربیت کا ذکر فرمایا۔ کیوں کہ بالعموم لڑکیاں کمزور ہوتی ہیں اور معاشرے میں ان کو کم حیثیت خیال کیا جاتا ہے، بالخصوص عرب کے جاہلی معاشرے میں لڑکی ننگ وعار کی علامت تصور کی جاتی تھی، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی پرورش وتربیت کا مقام اس قدر بلند فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود مردوں کے لئے قابل رشک ہے بالخصوص جبکہ لڑکیاں یتیم اور بے سہارا بھی ہوں۔

(شرح مسلم للنووی رحمه اللّٰه : ١٤٧/١٦ ، روضة المتقين : ٣١٥/١ ، دليل الفالحين : ٦٨/٢)

---

٢٦٨. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَى امْرَاءَ ةٌ وَمَعَهَا اِبْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ اِبْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَاَخْبَرْتُه‘ فَقَالَ: " مَنْ اُبْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْيءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَه‘ سِتْرًا مِنَ النَّارِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٢٦٨) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت اپنی دولڑکیوں کے ساتھ آئی، اس نے سوال کیا، اس وقت میرے پاس کھجور تھی، وہ میں نے اسے دیدی، اس نے وہ دونوں لڑکیوں میں تقسیم کردی اور خود نہیں کھائی، پھر وہ کھڑی ہوئی اور چلی گئی۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جوان لڑکیوں کے سلسلے میں آزمایا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو یہ لڑکیاں اس کیلئے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائیں گی۔

تخریج حدیث (۲۶۸): صحيح البخاری، كتاب الزكوٰة، باب اتقوا النار ولو بشق تمرة . صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل الإحسان إلى البنات .

کلمات حدیث: اُبْتُلِيَ : آزمایا گیا، آزمائش میں ڈالا گیا۔ بَلِيَ بَلاءً (باب نصر) آزمانا۔

شرح حدیث: اسلام سے قبل اہل عرب میں لڑکیوں کی حیثیت بہت گری ہوئی تھی اور عورتیں بہت حقیر سمجھی جاتی تھیں، قرآن کریم میں اس وقت کی صورت حال کا ایک نقشہ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے کہ جب کسی کو آکر خبر دی جاتی کہ تیرے لڑکی ہوئی ہے تو غم پی لیتا اور رنج سے اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے، وہ لوگوں سے شرم کے مارے چھپتا پھرتا کہ اس کے یہاں لڑکی ہوئی ہے، سوچ میں پڑ جاتا کہ اس ذلت کو

برداشت کرے یا اس لڑکی کو جا کر مٹی میں دبا آئے۔

اس معاشرتی ماحول میں اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں کہ اگر کسی کو ان لڑکیوں کی آزمائش پیش آ گئی اور اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے حجاب بن جائیں گی، یعنی یہ لڑکیاں اس کے درمیان اور جہنم کے درمیان حائل ہو جائیں گی، اور اسے جہنم میں جانے سے بچا لیں گی۔ (شرح مسلم للنووی : ۱۶/۱۴۷ ، روضة المتقین : ۱/۳۱۶)

لڑکیاں قیامت کے دن آگ سے حجاب بن جائیں گی

۲۶۹. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : جَآءَتْنِيْ مِسْكِيْنَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا فَاَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ فَاَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً وَ رَفَعَتْ اِلٰى فِيْهَا تَمْرَةً لِتَاْكُلَهَا فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِيْ كَانَتْ تُرِيْدُ اَنْ تَاْكُلَهَا بَيْنَهُمَا ، فَاَعْجَبَنِيْ شَاْنُهَا فَذَكَرْتُ الَّذِيْ صَنَعَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ اَوْ اَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۶۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی، اس کی دو لڑکیاں تھیں، میں نے اسے تین کھجوریں کھانے کے لئے دیدیں۔ اس نے ان دونوں لڑکیوں کو ایک ایک کھجور دیدی اور ایک کھجور کھانے کے لئے اپنے منہ کی طرف لے کر گئی لیکن لڑکیوں نے وہ بھی اپنے کھانے کے لئے مانگ لی۔ اس نے اس کھجور کو جس کو وہ کھانے کا ارادہ کر رہی تھی چیرا اور دونوں کو دیدیا، مجھے اس کی یہ بات پسند آئی اور میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اس عمل پر جنت واجب کر دی یا اس عمل کی وجہ سے اسے جہنم سے آزادی مل گئی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۶۹): صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الإحسان إلی البنات.

کلمات حدیث: فَشَقَّتْ : اس نے چیرا۔ شق، شقا (باب نصر) پھاڑنا، چیرنا۔ شقاق : باہمی اختلاف۔

شرح حدیث: ضعیف اور ناتواں لڑکیوں کی پرورش اور مسکین ماں کی ان پر ایسی شفقت اور رحمة للعالمین کا وفور رحمت اور اس عورت کے لئے جنت کی بشارت۔

بیوی اپنے شوہر کے مال میں صدقہ کر سکتی ہے بشرطیکہ شوہر کی طرف سے اجازت ہو اور اس صورت میں دونوں کو اجر ملے گا، بیوی کو صدقہ کرنے کا اور شوہر کو رضامندی ظاہر کرنے اور دونوں کو ان کے حسن نیت کا۔

(شرح مسلم للنووی : ۱۶/۱۴۸ ، نزهة المتقین : ۱/۲۶۵)

کمزور اور یتیموں کا حق

۲۷۰. وَعَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ خُوَيْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ : ''اَللّٰهُمَّ اِنِّی اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِیْفَیْنِ الْیَتِیْمِ وَالْمَرْاَةِ'' حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ وَمَعْنیٰ ''اُحَرِّجُ'' : اُلْحِقُ الْحَرَجَ وَ هُوَ الْاِثْمُ بِمَنْ ضَیَّعَ حَقَّهُمَا وَاُحَذِّرُ مِنْ ذٰلِکَ تَحْذِیْرًا بَلِیْغًا وَاَزْجُرُ عَنْهُ زَجْرًا اَکِیْدًا.

(۲۷۰) حضرت خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں ڈرتا ہوں دو کمزوروں کے حق کے بارے میں، یتیم اور عورت۔

حدیث حسن ہے، نسائی نے سند جید سے روایت کیا ہے۔

اُحَرِّجُ کے معنی ہیں حرج محسوس کرتا ہوں یعنی گناہ اس شخص کے لئے جو ان کے حق کو ضائع کرے اور میں اس سے خوب ڈرتا ہوں اور سخت تاکید کے ساتھ اس سے روکتا ہوں۔

تخریج حدیث(۲۷۰): مسند الامام احمد بن حنبل : ۲/۴۳۹ .

راوی حدیث: حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے اور فتح مکہ میں شرکت فرمائی۔ بیس احادیث منقول ہیں جن میں دو متفق علیہ ہیں ۔ ۶۸ ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ (الإصابة فی التمییز الصحابة)

کلمات حدیث: اُحَرِّجُ کے معنی ہیں حرج محسوس کرتا ہوں، حرج سے ہے جس کے معنی گناہ کے ہیں۔ حرج کے معنی تنگی اور دشواری کے ہیں۔

شرح حدیث: رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے لوگوں کے بارے میں خاص طور پر دو افراد کے حقوق کے ضائع کرنے اور ان کے پورا نہ کرنے سے ڈرتا ہوں، اور اسی لئے ان کی سختی سے تاکید کرتا ہوں، بار بار فہمائش کرتا ہوں، یہ دو ہیں: یتیم اور عورت، کہ یہ دونوں اس قدر کمزور ہیں کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی نہیں ہے اور جس کا اللہ ہو اس کے حق کے بارے میں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے، حدیث مبارک میں یتیم کا ذکر پہلے فرمایا کہ وہ کمزوری میں عورت سے بڑھا ہوا ہے، غرض حدیث مبارک میں اس امر پر شدت سے تنبیہ کی گئی ہے کہ دیکھو کہیں تم یتیم اور کمزور لوگوں کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرنے لگو، تمہارے اوپر لازم ہے کہ یتیموں اور عورتوں کی ہمدردی اور مواسات میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑو، اس حکم میں شوہر بھی داخل ہیں کہ انہیں چاہئے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور ان کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کریں۔ (روضة المتقین : ۱/۳۱۷)

ضعفاء کی برکت سے رزق ملنا

۲۷۱. وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَاٰی سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلاً عَلٰی مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: '' هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ '' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ هٰکَذَا مُرْسَلاً فَاِنَّ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ تَابِعِیٌّ، رَوَاهُ الْحَافِظُ اَبُوْ بَکْرٍ الْبَرْقَانِیُّ فِیْ صَحِیْحِهٖ مُتَّصِلاً عَنْ

مُصْعَبٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

(۲۷۱)　حضرت مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص کو خیال ہوا کہ انہیں اپنے سے کم تر لوگوں پر فضیلت ہے، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہی کمزور لوگوں کے سبب سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو مرسل روایت کیا ہے کیوں کہ مصعب بن سعد تابعی ہیں، اور حافظ ابوبکر برقانی نے اپنی صحیح میں از مصعب از والد خود متصل روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث(۲۷۱):　صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب من استعان بالضعفاء و الصالحين .

کلمات حدیث:　تُرْزَقُوْنَ : تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔ رزقه، رزقًا (باب نصر) رزق پہنچانا، دینا، عطا کرنا۔

شرح حدیث:　حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے اوصاف کمال کے حامل صحابی رسول ﷺ تھے۔ ان میں بہادری اور شجاعت تھی اور صاحب جود و کرم تھے، انہوں نے خیال کیا کہ یہ غزوات میں شجاعت اور بہادری سے شرکت کرنا اور مال بھی خرچ کرنا یہ ایک درجہ میں دوسرے لوگوں پر سبقت کا پہلو ہے۔ چنانچہ عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص قوم کا حامی اور اپنے ساتھیوں کا مدافع ہو، کیا اس کا حصہ وہی ہوگا جو سب لوگوں کا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ جس فضل کا خیال حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں پیدا ہوا تھا وہ غنیمت کے حصہ میں زائد حصہ پانے کا خیال تھا، جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غزوات میں جو نصرت حاصل ہوتی ہے اور تمہیں جو رزق حاصل ہوتا ہے اس کا سبب تو یہی ضعفاء اور کمزور لوگ بنتے ہیں۔ کیوں کہ یہ ضعیف و کمزور لوگ جس عاجزی و اخلاص اور حسن نیت سے اللہ کی بارگاہ میں دعائیں کرتے ہیں تو ان کی دعائیں قبول ہو جاتی ہیں، چنانچہ نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت اس کے کمزور لوگوں کی دعاء و نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے عطا فرمائی ہے۔

غرض رسول کریم ﷺ نے حضرت سعد کو جو جواب دیا اس کا مقصد یہ تھا کہ ان کے دل میں جو یہ خیال آیا کہ شاید جنگ میں فتح و نصرت کا معیار ان کی یا ان جیسے لوگوں کی شجاعت ہے تو ایسا نہیں ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ فتوحات کا دروازہ فقراء کی دعاؤں سے کھلتا ہے اور انہی کے طفیل سب کو رزق ملتا ہے۔

(فتح الباری : ۱۷۸/۲، روضة المتقين : ۳۱۸/۱ ، دليل الفالحين : ۷۴/۲)

مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو

۲۷۲. وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ عُوَيْمِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : " اِبْغُوْنِي الضُّعَفَآءَ فَاِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ " رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ .

(۲۷۲)　حضرت ابوالدرداء عویمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے کمزور

لوگوں میں تلاش کرو کہ کمزوروں کے سبب تمہاری مدد ہوتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد نے اس حدیث کو بسند جید روایت کیا)

تخریج حدیث(۲۷۲): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی انتصار بأرذل الخیل والضعفة.

راوی حدیث: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بعد میں اسلام لائے اور احد کے بعد کے غزوات میں شرکت کی، البتہ غزوۂ احد میں شرکت کے بارے میں اختلاف ہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی، ان سے ایک سوانیاسی احادیث مروی ہیں، جن میں سے دو متفق علیہ ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ۷۵)

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کمزور لوگوں کی نصرت واعانت میں میری مدد کرو۔ یا مقصود یہ ہے کہ مجھے کمزور اور ضعفاء میں تلاش کرو، کیوں کہ کمزور اور دنیاوی اعتبار سے ضعیف و ناتواں لوگوں میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے، ان میں عجز و تواضع اور فقر پایا جاتا ہے اور یہ اوصاف عند اللہ مقبول ہیں، یہ انہی کی دعائیں ہیں جن کی بناء پر نصرت عطا ہوتی ہے اور سب کو رزق ملتا ہے۔

(نزهة المتقين : ۱/ ۲٦٦)

الباب (۳٤)

باب الوصية بالنساء

عورتوں کو وصیت

۱۱۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"عورتوں کے ساتھ اچھی طرح گزارہ کرو۔" (النساء:۱۹)

۱۱۳. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَلَن تَسْتَطِيعُوٓاْ أَن تَعْدِلُواْ بَيْنَ ٱلنِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُواْ كُلَّ ٱلْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَٱلْمُعَلَّقَةِ وَإِن تُصْلِحُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٢٩﴾ ﴾

اور فرمایا:

"تم اگر چاہو تو بھی عورتوں کے درمیان عدل نہ کرسکو گے سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت کو جیسے ادھر میں لٹکتی اور اگر اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (النساء:۱۲۹)

تفسیری نکات: اس باب میں دو آیات آئی ہیں اور دونوں ہی عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت اور حسن سلوک کی تاکید پر مشتمل ہیں، اور فرمایا ہے کہ عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں اخلاق کا معاملہ رکھو اور ان کے ساتھ حسن سلوک رکھو اور جو طریقے جاہلیت میں مروج تھے ان سب کو ترک کر دو، تم سے یہ تو نہ ہو سکے گا کہ محبت قلبی اور ہر امر میں بالکل مساوات اور برابری رکھو مگر ایسا ظلم بھی نہ کرو کہ ایک کی طرف بالکل جھک جاؤ اور دوسری کو درمیان میں لٹکتی رکھو۔ بہتر راستہ تمہارے لیے یہی ہے کہ تم ان عورتوں کے ساتھ صلح وصفائی کے ساتھ اچھی اور ستھری معاشرت اختیار کرو اور ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(تفسیر عثمانی ، تفسیر مظهری)

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

عورتوں کے ساتھ نرمی برتنے کا حکم

۲۷۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا ، فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ مَافِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ ، فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ وَاِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ : وَفِیْ رِوَايَةٍ فِی الصَّحِيْحَيْنِ: "اَلْمَرْاَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ وَفِيْهَا عِوَجٌ" وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : اِنَّ الْمَرْءَةَ

خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ عَلىٰ طَرِيْقَةٍ فَاِنْ اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ وَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا."

قَوْلُهٗ " عَوَجٌ " هُوَ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْوَاوِ.

(۲۷۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو کہ عورت کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی کا اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے، اگر اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی رہے گی۔ اس لئے عورتوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو۔ (متفق علیہ)

اور صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے کہ عورت پسلی کی طرح ہے، سیدھا کرو گے تو توڑ ڈالو گے اور اگر اس سے فائدہ اٹھاؤ تو اس طرح اٹھاؤ کہ اس میں ٹیڑھی باقی ہو۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے، وہ تمہارے لئے ایک طریقہ پر برقرار نہیں رہے گی۔ اگر اس سے تم فائدہ اٹھاؤ تو اسی طرح اٹھاؤ کہ اس میں ٹیڑھ باقی ہو اور اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اس کا توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔

عوج کا لفظ عین اور واؤ کے زبر کے ساتھ۔

تخریج حدیث (۲۷۳): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب المدارة مع النساء. صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء.

کلمات حدیث: فاستوصوا: اچھی نصیحت قبول کرو، استیصاء (باب استفعال) نصیحت قبول کرنا، فاستوصوا بالنساء خیرًا: عورتوں سے اچھا سلوک کرو، عورتوں کے بارے میں اچھی نصیحت قبول کرو اور اس پر عمل کرو، آپس میں ایک دوسرے کو عورتوں کے ساتھ حسن معاملہ کی نصیحت کرو۔

شرح حدیث: حضرت حواء علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کی گئی تھیں، حدیث میں اسی جانب لطیف اشارہ ہے، بعض علماء نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ عورت کی مثال پسلی کی سی ہے لیکن پسلی کا حسن اس کے ٹیڑھا ہونے میں ہے، یہ انتہائی حکیمانہ تشبیہ ہے کہ اگرچہ مرد کو عورت میں ایک قسم کا زیغ نظر آتا ہے لیکن عورت اور مرد کے اس فطری تضاد ہی میں ایک طرح کا حسن ہے جو مرد کی خشک اور سخت طبیعت کے لئے بادِ نسیم کا کام دیتا ہے، یہ عورت کی خدمت نہیں بلکہ اس کی فطرت کی ایک خوبصورت تعبیر ہے اور مرد کے لئے نصیحت ہے کہ عورت سے معاملہ کرتے وقت اس کی کمزوری اور اس کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے معاملہ کر لے، اور اس کے ساتھ نرمی اور اخلاق سے پیش آئے۔ (فتح الباری: ۲/ ۲۹۰، روضة المتقین: ۱/ ۳۲۰)

****

۲۷۴. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِيْ عَقَرَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿ اِذَا انْبَعَثَ اَشْقَاهَا ﴾ اِنْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ

عَزِيْزٌ عَارِمٌ مَنِيعٌ فِيْ رَهْطِهِ، ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَآءَ فَوَعَظَ فِيْهِنَّ فَقَالَ : يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَاَتَه' جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّه' يُضَاجِعُهَا مِنْ اٰخِرِ يَوْمِهٖ " ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِيْ ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ وَقَالَ "لِمَ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" وَالْعَارِمُ" بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالرَّآءِ هُوَ الشَّرِيْرُ الْمُفْسِدُ. وَقَوْلُه'، "اِنْبَعَثَ" اَیْ قَامَ بِسُرْعَةٍ .

(۲۷۴) حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا،آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے اور آپ ﷺ نے اونٹنی اور اس کے ذبح کرنے والے کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِذِ انۢبَعَثَ أَشْقَىٰهَا ﴾ کہ جو شخص اس اونٹنی کو مارنے اٹھا تھا وہ بد بخت زبردست فسادی تھا اور قبیلہ میں پرشوکت آدمی تھا، پھر آپ ﷺ نے عورتوں کا ذکر فرمایا اور ان کے بارے میں نصیحت فرمائی، تم میں سے کوئی بیوی کو اس طرح مارتا ہے جیسے غلام کو مارا جاتا ہے اور شاید دن کے آخر میں اس سے ہمبستری کرے، پھر آپ ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ کسی کی ہوا خارج ہونے پر ہنسنا نہیں چاہئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص ایسی بات پر کیسے ہنستا ہے جسے وہ خود کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

عارم : کے معنی ہیں شریر فسادی۔ اِنْبَعَثَ : کے معنی ہیں جلدی سے اٹھا۔

تخریج حدیث (۲۷۴): صحيح البخاری، کتاب التفسير، تفسير والشمس وضحاها . صحيح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب النار يدخل الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ، فتح مکہ کے قریب اسلام لائے، ان سے کتب حدیث میں ایک ہی حدیث مروی ہے، اور وہ متفق علیہ ہے **۳۵** ھ میں وفات پائی۔

کلمات حدیث: انبعث : جلدی سے کھڑا ہونا۔ بعث بعثاً (باب فتح) اٹھنا، اٹھانا، بھیجنا۔ ضرطة : ہوا کا آواز کے ساتھ اخراج۔ ضرط، ضَرطاً (باب ضرب) آواز سے ہوا خارج کرنا۔ عارم : بدخلق، موذی، شوخ۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے خطبہ مبارکہ میں تین امور کا ذکر فرمایا، آپ ﷺ نے اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر کیا، اور اس اونٹنی کا واقعہ بیان کیا جو اظہار معجزہ کے طور پر ظاہر ہوئی تھی اور اسے قوم صالح میں سے ایک شقی نے ذبح کر دیا تھا، اور قوم عذاب میں گرفتار ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے سب کو مٹا کر برابر کر دیا۔ ﴿ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم بِذَنۢبِهِمْ فَسَوَّىٰهَا ﴿١٤﴾ ﴾

اور اس کے بعد آپ ﷺ نے عورتوں کا ذکر فرمایا اور نصیحت فرمائی کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو اور انہیں غلاموں کی طرح مارنے کے متعلق فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح مارے جیسے کسی غلام کو مارا جاتا ہے پھر وہ شام کو یا رات کو اس سے قربت کا خواہاں ہو، یعنی مرد و عورت کے آپس میں ایک دوسرے کی جانب التفات اور میلان کے لئے ضروری ہے کہ دونوں کے درمیان معاشرت محبت ومودت پر استوار ہو، اور اس میں نفرت کا ذرا سا بھی شائبہ نہ آنے پائے۔ اگر دن میں انسان بیوی کے ساتھ نامناسب طریقے سے پیش آیا ہے تو رات کو بیوی کے دل میں التفات کے اور محبت کے جذبات کہاں سے بیدار ہوں گے جو ان کے باہمی

تعلق کے لئے ضروری ہیں۔

تیسری بات اس خطبۂ مبارک میں آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ آداب مجلس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ایک دوسرے پر نہ ہنسے بلکہ باہم تکریم اور تعظیم غالب ہوتا کہ حسن معاشرت کا مظاہرہ ہو، پس اگر کسی کی ہوا خارج ہو جائے تو اس پر نہ ہنسے کہ یہ ایسی حرکت ہے جو خود ہنسنے والے سے بھی سرزد ہو سکتی ہے۔ (فتح الباري :۲/ ۲۰۸، روضة المتقين :۱/ ۳۲۳، دليل الفالحين:۲/ ۷۹)

عورتوں کی اچھی خصلتوں کو دیکھیں

۲۷۵. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقاً رَضِيَ مِنْهَا اٰخَرَ" اَوْ قَالَ غَيْرَهٗ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ،

وَقَوْلُهٗ : "يَفْرَكْ" هُوَ بِفَتْحِ الْيَآءِ وَاِسْكَانِ الْفَآءِ وَفَتْحِ الرَّاءِ مَعْنَاهُ : يُبْغِضُ يُقَالُ فَرِكَتِ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا وَفَرِكَهَا زَوْجُهَا بِكَسْرِ الرَّآءِ يَفْرَكُهَا بِفَتْحِهَا : اَيْ اَبْغَضَهَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۲۷۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مؤمن کسی مؤمن عورت کو ناپسند نہ کرے اگر اس کی کوئی ایک بات ناپسند ہوگی تو اس کی دوسری بات پسند ہوگی۔ (مسلم)

يَفْرَكُ : کے معنی ناپسند کرنا۔ کہا جاتا ہے: فَرِكت المرأة زوجها اور فَرِكها زوجها، کہ عورت نے شوہر کو ناپسند کیا اور شوہر نے بیوی کو ناپسند کیا۔

تخریج حدیث (۲۷۵): صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء.

کلمات حدیث: لَا يَفْرَكُ : دشمنی نہ رکھے۔ فَرِكَ فركاً (باب سمع) نفرت رکھنا، میاں بیوی کا ایک دوسرے سے بغض رکھنا۔

شرح حدیث: کوئی مؤمن مرد اپنی مؤمن بیوی سے ہرگز بغض اور نفرت نہ رکھے کیوں کہ اگر اس میں کوئی برائی ہے تو یقیناً اس میں کوئی خوبی بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان اسی طرح ہے کہ اس میں کچھ خوبیاں ہیں اور کچھ برائیاں ہیں۔ اچھا انسان وہ ہے جس کی اچھائیاں غالب ہوں اور لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچے، انسان کو چاہئے وہ اپنی بیوی میں خوبیاں تلاش کرے اور ان خوبیوں کی اساس پر حسن معاشرت استوار کرے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کوئی بے عیب ساتھی ڈھونڈتا رہے گا تو بے یار و مددگار رہ جائے گا۔

(شرح صحيح مسلم للنووي: ۱۰/ ۵۰، مظاهر حق جديد :۳/ ۳۷۲، مرقاة المصابيح :٦/ ٢٦٤)

عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو

۲۷٦. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ یَقُوْلُ بَعْدَ اَنْ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالیٰ وَاَثْنیٰ عَلَیْهِ وَذَکَّرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ : "اَلاَ وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَکُمْ لَیْسَ تَمْلِکُوْنَ مِنْهُنَّ شَیْئًا غَیْرَ ذٰلِکَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُبَیِّنَةٍ، فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَیْرَ مُبَرِّحٍ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلاَ تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا، اَلاَ اِنَّ لَکُمْ عَلیٰ نِسَآئِکُمْ حَقًّا وَلِنِسَآئِکُمْ عَلَیْکُمْ حَقًّا : فَحَقُّکُمْ عَلَیْهِنَّ اَنْ لَّا یُوْطِئْنَ فُرُشَکُمْ مَنْ تَکْرَهُوْنَ وَلاَ یَاْذَنَّ فِیْ بُیُوْتِکُمْ لِمَنْ تَکْرَهُوْنَ ، اَلاَ وَحَقُّهُنَّ عَلَیْکُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَیْهِنَّ فِیْ کِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ " رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

قَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "عَوَانٍ" اَیْ اَسِیْرَاتٌ جَمْعُ عَانِیَةٍ بِالْعَیْنِ الْمُهْمَلَةِ وَهِیَ الْاَسِیْرَةُ وَالْعَانِیْ : اَلْاَسِیْرُ ، شَبَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْاَةَ فِیْ دُخُوْلِهَا تَحْتَ حُکْمِ الزَّوْجِ بِالْاَسِیْرِ" وَالضَّرْبُ الْمُبَرِّحُ" : هُوَ الشَّاقُ الشَّدِیْدُ. وَقَوْلُهٗ صَلَّی الله علیه وسلم ﴿فَلاَ تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلاً﴾ : اَیْ لاَ تَطْلُبُوْا طَرِیْقًا تَحْتَجُّوْنَ بِهٖ عَلَیْهِنَّ وَتُؤْذُوْنَهُنَّ بِهٖ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۲۷۶) حضرت عمرو بن الاحوص جشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثناء کی، تذکیر ونصیحت فرمائی پھر فرمایا کہ دیکھو عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کہ تمہاری قیدی ہیں اور تم ان سے سوائے اس کے اور کسی شئی کے مالک نہیں ہو، الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اگر ایسا کریں تو انہیں بستروں سے الگ کر دو اور انہیں مارو مگر مار دردناک نہ ہو، اگر وہ تمہاری فرمان برداری اختیار کریں تو ان پر اعتراض کا راستہ تلاش نہ کرو، سن لو کہ تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر ان لوگوں کو پاؤں نہ رکھنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں انہیں نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو۔ اور سن لو ان کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ ان کے کپڑے اور ان کے کھانے میں حسن سلوک کرو۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

عوان کے معنی قیدی کے ہیں۔ عوان عانیة کی جمع ہے اور عانیہ کے معنی قیدی کے ہیں اور عانی اسیر یعنی قیدی، رسول اللہ ﷺ نے بیوی کو قیدی سے تشبیہ دی کیوں کہ وہ جب شوہر کے گھر میں آجاتی ہے تو اس کے حکم کے تابع ہوجاتی ہے۔

ضرب مبرح کے معنی ہیں شدید ضرب، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان پر زیادتی کرنے یا ایذاء پہنچانے کے بہانے نہ تلاش کرو۔

تخریج حدیث (۲۷۶): الجامع للترمذی، أبواب النكاح، باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجها.

راوی حدیث: حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان سے دو احادیث مروی ہیں۔

(دلیل الفالحین: ۲/ ۸۱)

کلمات حدیث: یؤطئن، وطأ، وطئاً (باب ضرب) پاؤں رکھنا۔ عوان : قیدی جمع عانیة .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں بعد حمد وثناء فرمایا اے لوگو! عورتوں سے حسن سلوک کرو، یہ اگر چہ بظاہر تمہاری قیدی بن گئی ہیں لیکن تم ماسواء فطری تعلق کے ان کی کسی بھی شئے کے مالک نہیں ہو۔

ناگزیر حالات میں عورت کو سرزنش کرنے کی اجازت اسلام نے دی ہے لیکن احادیث مبارکہ میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ نصیحت اور فہمائش پر زور ہو اور اگر مارنا ناگزیر ہو جائے تو وہ شدید نہ ہو، اور اعتدال ملحوظ رہے۔

فرمایا کہ تمہاری بیویوں پر تمہارا حق ہے کہ وہ تمہارے مال کی اور تمہارے گھر کی حفاظت کریں اور کسی ایسے شخص کو گھر میں نہ آنے دیں جس کا آنا تمہیں پسند نہ ہو اور تمہاری بیویوں کا تمہارے اوپر یہ حق ہے کہ تم ان کے لباس کا، رہن سہن اور کھانے پینے کا خیال رکھو اور ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آؤ۔ (روضة المتقين : ١/ ٣٢٣، دليل الفالحين:٢/ ٨١)

بیوی کے حقوق

٢٧٧. وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِ نَا عَلَيْهِ ؟ قَالَ: " اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلاَ تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلاَ تُقَبِّحْ وَلاَ تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ " حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ

وَقَالَ مَعْنىٰ " لاَ تُقَبِّحْ " اَیْ لاَ تَقُلْ قَبَّحَكِ اللّٰهُ .

(٢٧٧) حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کیا کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ فرمایا کہ جب تو کھائے اسے بھی کھلائے اور جب تو پہنے تو اسے بھی پہنائے، اور اس کے چہرے پر نہ مارو اور اس سے قبیح بات نہ کہو، اور اس سے علیحدگی نہ اختیار کرو مگر گھر میں۔

یہ حدیث حسن ہے اور اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے، لاتقبح کے معنی ہیں یہ مت کہو کہ قبحك الله . (اللہ تجھے قبیح بنادے)

تخریج حدیث (٢٧٧): سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق المرأة علی زوجها .

کلمات حدیث: لا تقبّح : یہ مت کہو قبحك الله (اللہ تجھے قبیح بنادے) قُبح : برائی، قول یا فعل کی برائی۔ قَبُحَ قَبْحًا (باب کرم) قبیح ہونا۔ قبیح، قبیحة : برا، جمع قبائح .

شرح حدیث: شوہر کی ذمہ داری ہے کہ اپنے معاشی حالات اور اپنی آمدنی کے مطابق بیوی کے لباس اور کھانے کا انتظام کرے اور دیگر ضروریات زندگی فراہم کرے، اور اگر ناگزیر حالات میں بطور تنبیہ مارنے کی نوبت آئے تو چہرے پر نہ مارے اور نہ ایسے کلمات کہے جو بددعا پر مشتمل ہوں۔ کیوں کہ چہرہ انسانی شرف وکرامت کا مرکز ہے۔ اس لئے چہرے پر مارنا انسانیت کی توہین ہے۔

فقہاء نے فرمایا ہے کہ شوہر کو چار مواقع پر بیوی کو مارنے کی اجازت ہے:

(۱) شوہر کی خواہش کے علی الرغم بیوی کا زیب وزینت نہ کرنا۔

(۲) فرائض نماز روزہ وغیرہ ترک کرنا۔

(۳) شوہر کی مرضی اور اجازت کے بغیر گھر سے جانا۔

(۴) شوہر سے ہم بستری کے لئے آمادہ نہ ہونا۔

نیز فرمایا کہ اگر بطور تادیب ان کو چھوڑنے کی ضرورت پیش آئے تو یہ چھوڑنا گھر کے اندر ہو، اور اس کو کسی اور گھر میں نہ منتقل کیا جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَٱهۡجُرُوهُنَّ فِي ٱلۡمَضَاجِعِ ﴾

''کہ ان کو بستروں میں علیحدہ چھوڑ دو۔''

بیوی کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا

۲۷۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: " اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَاناً اَحْسَنُهُمْ خُلُقاً وَخِیَارُكُمْ خِیَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(۲۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کامل ترین ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۲۷۸): الجامع الترمذی، أبواب النكاح، باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجها .

کلمات حدیث: خیارکم: تم میں اچھے لوگ، خیر کی جمع خیار۔

شرح حدیث: اخلاق کا سرچشمہ اور اس کا منبع ایمان ہے۔ جس قدر ایمان مضبوط ہوگا اتنا ہی آدمی کا اخلاق بلند ہوگا اور جس قدر ایمان کمزور ہوگا اتنا ہی اخلاق کمزور ہوگا۔ مزید یہ کہ اسلامی اخلاق میں تواضع اور انکساری اعلیٰ خوبیاں ہیں اور ان کا پورا اور مکمل مظاہرہ اس وقت ہوتا ہے جب واسطہ کمزوروں اور ضعیفوں سے ہو اور عورتیں بھی ضعیف اور کمزور ہیں۔ اس لئے جو ان سے اچھے طریقے سے پیش آتا ہے وہ یقیناً ایک عمدہ انسان ہے۔ (روضة المتقين : ۱/ ۳۲۵)

عورتوں کو بلا وجہ مارنے کی ممانعت

۲۷۹. وَعَنْ اِیَاسِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ ذُبَابٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ: " لَا تَضْرِبُوْا اِمَآءَ اللّٰهِ " فَجَآءَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ذَئِرْنَ النِّسَآءُ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ . فَرَخَّصَ فِيْ ضَرْبِهِنَّ فَاَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ اَطَافَ بِاٰلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ اُولٰئِكَ بِخِيَارِكُمْ " رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

قَوْلُهُ: " ذَئِرْنَ " هُوَ بِذَالٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَةٍ ثُمَّ هَمْزَةٍ مَكْسُوْرَةٍ ثُمَّ رَآءٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ نُوْنٍ : اَيِ اجْتَرَاْنَ: قَوْلُهُ " اَطَافَ " اَيْ اَحَاطَ .

(۲۷۹) حضرت ایاس بن عبداللہ بن ذباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی باندیوں کو مت مارو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہوگئیں۔ آپ ﷺ نے انہیں مارنے کی اجازت دیدی، اس کے بعد بہت سی عورتیں ازواج مطہرات کے پاس جمع ہوگئیں جو اپنے شوہروں کا شکوہ کر رہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کے اہل بیت کے پاس بہت سی عورتیں جمع ہوگئیں جو اپنے شوہروں کا شکوہ کر رہی تھیں، یہ لوگ تمہارے اچھے لوگ نہیں ہیں۔ (ابوداؤد باسناد صحیح)

ذئرن : یعنی جری ہوگئیں۔ أطاف : گھیر لیا، احاطہ کرلیا۔

تخریج حدیث (۲۷۹): سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی ضرب النساء.

کلمات حدیث: ذئرن : غصہ ہوگئیں، دلیر ہوگئیں۔ ذئر ذئرًا (باب سمع) نفرت کرنا۔

شرح حدیث: قرآن کریم میں عورتوں کو بعض حالات مین مارنے کی اجازت دی گئی ہے، اور یہ خاص حالات جن میں مارنے کی جازت ہے عورت کی طرف سے نافرمانی (نشوز) کا اندیشہ ہونا ہے، تو ان حالات میں یہ حکم ہے:

﴿ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ﴾

"اور جن کی نافرمانی کا تمہیں ڈر ہو، انہیں نصیحت کرو، ان کو بستر میں چھوڑ دو اور مارو۔" (النساء:۳۴)

یعنی اگر عورتوں کی طرف نافرمانی کا صدور ہو یا اس کا اندیشہ ہو تو پہلا درجہ ان کی اصلاح کا یہ ہے کہ نرمی سے ان کو سمجھاؤ، سمجھانے سے باز نہ آئیں تو ان کا بستر علیحدہ کردو تاکہ وہ شوہر کی ناراضگی کا احساس کر کے اپنے فعل پر نادم ہوجائیں، اور جو اس سے بھی اثر نہ لے اس کو معمولی مار کی بھی اجازت ہے جس سے بدن پر کوئی اثر نہ پڑے، اگرچہ بدرجہ مجبوری خاص حالت میں مارنے کی اجازت دی گئی ہے، مگر حدیث میں فرمایا گیا ہے: " ان یضرب خیارکم ." (تمہارے اچھے مرد کبھی نہیں ماریں گے۔)

غرض متعدد احادیث میں بیویوں کو مارنے کی ممانعت آئی ہے جبکہ قرآن کریم میں اجازت دی گئی ہے، بعض علماء نے اس کی تطبیق اس طرح بیان فرمائی ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو مارنے سے منع فرمادیا تھا ممکن ہے، آپ ﷺ نے قرآن کریم کی اس آیت کے نزول سے قبل منع فرمایا ہو لیکن جب عورتیں دلیر ہوگئیں تو آپ ﷺ نے پھر مارنے کی اجازت دیدی اور حکم قرآنی سے بھی اس کی تائید ہوگئی۔

ابن سعد اور بیہقی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ پہلے مردوں کو مطلقاً عورتوں کو مارنے سے منع کر دیا گیا تھا مگر پھر عورتیں دلیر ہوگئیں تو پھر اجازت دیدی گئی۔ (واللہ اعلم)

(معارف القرآن :۲/ ۴۰۰، روضة المتقين :۱/ ۳۲۵، مظاهر حق حديد:۳/ ۳۸۶)

---

۲۸۰. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۲۸۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا ایک متاع ہے اور اس کی اچھی متاع نیک بیوی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۲۸۰): صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة.

کلمات حدیث: متاع: ہر فانی شئے جسے استعمال کر لیا جائے اور پھر وہ ختم ہو جائے، ساری دنیا متاع ہے یعنی بس ایک وقتی استعمال کی شئے ہے جیسے ہاتھ پونچھنے کا کاغذ۔

شرح حدیث: اس حدیث مبارک میں رسول کریم ﷺ نے دنیا کو متاع قرار دیا، متاع ہر وہ چیز ہے جس سے وقتی انتفاع ہو اور اس کے بعد وہ ختم ہو جائے اور قرآن کریم میں دنیاوی زندگی کو متاع الغرور فرمایا گیا ہے، یعنی ایک تو دنیا وقتی اور لمحاتی استعمال کی چیز ہے اور مزید یہ کہ اس میں غرور اور دھوکہ بھی ہے کہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس کے پاس جس قدر دنیا ہوگی وہ اسی قدر خوش نصیب ہوگا لیکن جب لمحۂ گزراں گزر جائے گا تو پتہ چلے گا کہ یہ تو فریب نظر کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے۔

فرمایا کہ اس متاع دنیا میں اگر کوئی چیز اچھی ہے تو وہ نیک اور صالح بیوی ہے، اور فرمایا کہ نیک اور صالح بیوی وہ ہے کہ مرد اسے دیکھے تو خوش ہو۔ کوئی بات کہے تو فوراً تعمیل کر دے اور جب وہ گھر میں موجود نہ ہو تو اپنے نفس کی اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔

(نزهة المتقين :۱/ ۲۷۳، روضة المتقين :۲/ ۳۲۶)

البَاب (۳۵)

حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ
عورتوں پر مردوں کے حقوق

۲۱۴۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ السَّابِقِ بِالْبَابِ قَبْلَه'.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''مرد عورتوں پر قوام ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ انہوں نے اپنے اموال میں سے خرچ کیا ان میں سے جو نیک ہیں تابعدار ہیں اور پیٹھ پیچھے حفاظت کرنے والی ہیں اللہ کی حفاظت کی مدد سے۔'' (النساء: ۳۴)

اس مضمون کی احادیث میں سے عمرو بن الاحوص کی حدیث پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جابجا عورتوں اور مردوں کو ایک ساتھ مخاطب فرمایا اور جو احکام، عبادات، معاملات، تمدنی اور معاشرتی زندگی سے متعلق مردوں کے لئے ہیں وہی عورتوں کے لئے بھی ہیں۔

لیکن عورت کی زندگی کے بعض پہلو ایسے ہیں جو فطری اور طبعی طور پر مرد سے مختلف ہیں، خاص طور پر ازدواجی اور عائلی زندگی عورت اور مرد کی مختلف ہے۔ اسی لئے عائلی اور ازدواجی زندگی سے متعلق احکام بھی قدرے مختلف ہیں۔

جس طرح ہر اجتماعی نظام کے لئے عقلاً اور عرفاً یہ ضروری ہے کہ اس میں کسی ایک کو ذمہ دار قرار دیا جائے خواہ وہ سربراہ یا حاکم ہو یا امیر ہو، اسی طرح عائلی نظام میں بھی ایک امیر یا سربراہ کی ضرورت ہے۔ مردوں میں بنسبت عورتوں کے علمی اور عملی قوت زیادہ ہوتی ہے جو اس قدر بدیہی ہے جس کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عائلی زندگی کا سربراہ مرد کو مقرر فرمادیا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم اور واجب ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں اور دونوں کے حقوق باہم مماثل ہیں لیکن ایک چیز میں مردوں کو امتیاز حاصل ہے کہ وہ حاکم ہیں، قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر یہ بھی واضح کردیا گیا ہے کہ یہ تفوق مرد کو جو عورت پر حاصل ہوا ہے یہ کوئی استبدادی صورت نہیں ہے کہ جو اس کے جی میں آئے کر گزرے بلکہ وہ قانون شریعت کا بھی پابند ہے اور مشورہ کا بھی پابند ہے کہ اپنے اہل خانہ سے مشورہ کر کے اپنے گھریلو امور کو انجام دے۔

﴿ عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ ﴾

''کہ امور خانہ داری میں بیوی باہمی رضامندی سے اور مشورہ سے کام لیں۔''

اس بیان سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ مرد کی جس سربراہی یا حاکمیت کی بات قرآن کریم نے فرمائی ہے اس میں نہ تو عورتوں کی

حیثیت کو کم کیا گیا ہے اور نہ اس میں ایسی کوئی بات ہے جو عورتوں کے لئے گراں ہو۔ اس کے باوجود بھی اگر کسی قسم کی گرانی کا احتمال ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی مصلحت بھی بیان فرمادی، یہ مصلحت دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ ایک پہلو تو طبعی اور فطری ہے اور وہ یہ کہ مرد بنسبت عورت کے زیادہ عملی قوت رکھتا ہے اور عورت کی بہ نسبت زیادہ برداشت کا مالک ہے، اور دوسرا پہلو شرعی ہے اور وہ یہ کہ اسلام نے معاشی جدوجہد اور بیوی بچوں کی کفالت کا ذمہ دار مرد کو قرار دیا ہے اور اسی کے ذمہ تمام عائلی مصارف لگائے گئے ہیں، ان دونوں پہلوؤں کے پیش نظر مناسب ہوا کہ قوت فیصلہ مرد کے ہاتھ میں دیدی جائے۔ (معارف القرآن: ۲/۳۹۵)

خاوند کو ناراض کرنے والی پر فرشتوں کی لعنت

۲۸۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَه' اِلٰی فِرَاشِهٖ فَلَمْ تَاتِهٖ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِیْ رِوَايَةٍ لَهُمَا "اِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَآئِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ" وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَامِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْا امْرَأَتَه' اِلٰی فِرَاشِهٖ فَتَابٰی عَلَيْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ سَاخِطاً عَلَيْهَا حَتّٰی يَرْضٰی عَنْهَا."

(۲۸۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب خاوند اپنی عورت کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور شوہر اس سے ناراض ہو کر رات گزارے تو فرشتے صبح ہونے تک اس عورت پر لعنت کرتے ہیں۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب عورت مرد کے بستر کو چھوڑ کر رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت فرماتے ہیں۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے اور وہ انکار کر دیتی ہے تو جو آسمان میں ہے وہ اس وقت تک اس سے ناراض رہتا ہے جب تک وہ خاوند اس سے راضی ہو جائے۔

تخریج حدیث (۲۸۱): صحيح البخاری، كتاب النكاح . صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها .

کلمات حدیث: لَعَنَتْهَا: اسے لعنت کرتے ہیں۔ لَعَنَ لَعناً (باب فتح) گالی دینا، دھتکارنا۔

شرح حدیث: اسلام نے میاں بیوی کا علیحدہ علیحدہ حقوق و فرائض کا تعین کر دیا ہے اور ان کی اہمیت بھی واضح کر دی ہے، دراصل اسلام چاہتا ہے کہ خانگی زندگی پر لطف، پر کیف اور پرامن ہو، یہ امن و آشتی کا گہوارہ ہو، اس میں میاں بیوی اگر اس طرح ایک دوسرے کے ساتھی اور رفیق ہوں جس طرح لباس آدمی کا رفیق اور ساتھی ہوتا ہے۔ لباس آدمی کے مطابق ہوتا ہے، اسے گرمی اور سردی سے بچاتا ہے، وہ اسے برہنگی سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی پردہ پوشی کرتا ہے، لباس اس کے لئے زیبائش و زینت بھی ہے، اسی طرح میاں بیوی باہم لباس کی طرح ہوں، ایک دوسرے کی حفاظت کریں، ایک دوسرے کے عیوب کی پردہ پوشی کریں اور ایک دوسرے کے لئے زیبائش

اور زینت ہوں۔

مقصود حدیث یہ ہے کہ عورت پر اپنے خاوند کی اطاعت واجب ہے، جب وہ اس کو بلائے اور اس کے پاس معقول عذر بھی نہ ہو، اگر عورت اس کے بلانے پر اس کے حکم کی اطاعت نہ کرے گی تو وہ کبیرہ گناہ کی مرتکب ہونے کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے دور کردی جائے گی۔ (نزهة المتقين: ١/ ٢٧٤)

شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ کی ممانعت

۲۸۲. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَیْضًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَلَا تَاْذَنَ فِیْ بَیْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ.

(۲۸۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ اس کا شوہر موجود ہو اور وہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ لے اور شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے کی اجازت دیدے۔ (متفق علیہ اور الفاظ حدیث بخاری کے ہیں)

تخریج حدیث (۲۸۲): صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لاتأذن المرأة في بيت زوجها. صحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب ما أنفق العبد من مال مولاه.

کلمات حدیث: لا تأذن، أذن، إذنا (باب سمع) اجازت دینا۔

شرح حدیث: مقصود حدیث یہ ہے کہ عورت اپنے امور کی تنظیم میں شوہر کے حقوق کی رعایت ملحوظ رکھے مثلاً اگر شوہر گھر پر ہے تو اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔ چنانچہ ایک روایت میں وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ بیوی پر شوہر کا ایک حق یہ بھی ہے کہ نفلی روزہ اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے، اگر رکھ لیا تو مقبول نہ ہوگا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شوہر کا حق نفلی روزہ پر فائق ہے۔ اس لئے شوہر کا حق فوت ہونے کی صورت میں نفلی روزہ صحیح نہ ہوگا، الا یہ کہ کہیں گیا ہو تو بغیر اجازت نفلی روزہ رکھنے میں حرج نہیں ہے۔

اسی طرح بیوی کو چاہئے کہ وہ ان لوگوں کو شوہر کی غیر موجودگی میں گھر میں نہ بلائے جن کو وہ پسند نہ کرتا ہو، البتہ شوہر کی طرف سے صریحاً اجازت ہو یا ضمناً ہو تو درست ہے۔ (فتح الباري: ٢/ ١٠٥٠، روضة المتقين: ١/ ٣٢٩، شرح مسلم للنووي)

۲۸۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ، وَالْاَمِیْرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَهْلِ بَیْتِهٖ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِیَةٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ. فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۲۸۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائیگا اور امیر نگران ہے اور آدمی اپنے گھر کا نگران ہے اور عورت اپنے گھر کی، شوہر کی اور بچوں کی نگران ہے، تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

تخریج حدیث (۲۸۳): صحیح البخاری، کتاب النکاح، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الإمام العادل۔

کلمات حدیث: راع، راعی: رعایت رکھنے والا، نگہبانی کرنے والا، جانوروں کا رکھوالا، چرواہا۔ رعی، رعیا (باب فتح) رعت الماشیۃ الکلأ: جانور کا گھاس چرنا۔ رعیت: جو چیز کسی کی نگہبانی میں ہو۔ رعایۃ: دیکھ بھال۔

شرح حدیث: راعی کا مفہوم ہے ہر وہ شخص جو امین ہو، قابل اعتماد ہو اور اسے جب کوئی ذمہ داری سپرد کی جائے اسے پورا کرے، کوئی شئے اس کی تحویل میں دی جائے تو اس کی حفاظت کرے۔ اس راعی (چرواہے) کی طرح جو جانوروں کی گلہ بانی کرتا ہے یعنی ان کی حفاظت بھی کرتا ہے، دیکھ بھال بھی کرتا ہے اور شام کو بحفاظت ان کے ٹھکانے پر پہنچا دیتا ہے۔

معاشرے کا ہر ہر فرد اپنی جگہ پر نگران اور محافظ ہے۔ کیوں کہ اس کے ذمہ لوگوں کے حقوق ہیں، جو اسے ادا کرنے ہیں۔ کچھ فرائض ہیں جو اسے پورا کرتے ہیں کچھ واجبات ہیں جو ادا کرنے ہیں اور ہر ایک ان حقوق و فرائض اور واجبات کے بارے میں اللہ کے سامنے جواب دہ ہے۔ ایک جماعت کا امیر بھی راعی ہے اسے بھی جواب دینا ہے اور ایک شخص بھی اپنے اہل بیت کا نگران ہے اسے بھی جواب دینا ہے، بیوی بھی ذمہ دار ہے شوہر کے گھر کی اور اس کے بچوں کی اور اسے بھی جواب دینا ہے۔

اس لئے لازم ہے کہ ہر شخص اپنے حقوق ادا کرے، فرائض کی تکمیل کرے اور واجبات کو پورا کرے اور ہر معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے مطابق عمل کرے، کیوں کہ ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر راعی سے روز قیامت میں سوال ہوگا کہ اس نے اللہ کا حکم پورا کیا یا اسے ضائع کر دیا، یہی مضمون حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر راعی سے اس شئے کے بارے میں پوچھے گا جو اس کی نگرانی میں دی گئی کہ کیا اس نے حفاظت کی یا ضائع کر دیا۔

(فتح الباری: ۱/ ٦٢٤، روضۃ المتقین: ۱/ ۳۳۰، مظاہر حق جدید: ۳/ ٦٧٠)

* * * * * * * * * * * *

۲۸۴۔ وَعَنْ اَبِیْ عَلِیٍّ طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَہٗ لِحَاجَتِہٖ فَلْتَاْتِہٖ وَاِنْ کَانَتْ عَلَی التَّنُّوْرِ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ. حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(۲۸۴) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر شوہر بیوی کو اپنی کسی ضرورت کے

لئے بلائے تو اسے آنا چاہئے اگر چہ وہ تنور پر ہو۔ (ترمذی ونسائی ،اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

تخریج حدیث (۲۸۴): الجامع الترمذی، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ۔

راوی حدیث: حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ ،انہیں طلق بن ثمامہ بھی کہا جاتا ہے، یمامہ کے وفد کے ساتھ آئے اور اسلام قبول کیا۔آپ سے چودہ احادیث مروی ہیں۔ (دلیل الفالحین:۲/ ۹۰)

شرح حدیث: بیوی کو چاہئے کہ جس وقت اسے شوہر پکارے وہ پہلے اس کی بات سنے۔اگر چہ وہ کسی کام میں مصروف ہو اور اگر چہ وہ تنور پر روٹی پکا رہی ہو۔ (دلیل الفالحین:۲/ ۹۰،روضة المتقين :١/ ٣٣١، تحفة الأحوذي:٤/ ٣٦٠)

اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو بیوی کو حکم ہوتا کہ شوہر کو سجدہ کرے

۲۸۵۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

(۲۸۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔(ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۲۸۵): الجامع الترمذی، ابواب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ۔

شرح حدیث: غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے لیکن بیوی پر شوہر کے ایسے حقوق ہیں اور ان کی اس قدر اہمیت ہے کہ اگر کسی کے لئے سجدہ کی کوئی گنجائش ہوتی تو عورت کو کہا جاتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے، صاف ظاہر ہے کہ شریعت میں غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے لیکن یہ بات صرف اہمیت کے واضح کرنے کے لئے فرمائی گئی ہے۔

یہ حدیث ابن حبان رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی باغ میں داخل ہوئے تو وہاں دو اونٹ لڑ رہے تھے اور بلبلا رہے تھے، آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے اپنی گردنیں زمین پر لگا دیں،کسی صاحب نے جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے کہا کہ انہوں نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ کسی کو سجدہ کرے، اور اگر کسی کے لئے کسی کو سجدہ کرنا موزوں ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر شوہر کا عظیم حق رکھا ہے۔

(تحفة الأحوذي:٤/ ٣٥٨، روضة المتقين :١/ ٣٣١)

شوہر کو راضی کرنے والی جنت میں جائے گی

۲۸۶۔ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اَيُّمَا امْرَاَةٍ

مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ .

(٢٨٦) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت اس حال میں وفات پاگئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا، وہ جنت میں گئی۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۲۸۶): الجامع الترمذي، أبواب الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة .

شرح حدیث: جس عورت نے تمام عمر اپنے شوہر کو خوش رکھا اس نے گویا اللہ کے بھی حقوق ادا کئے اور حقوق العباد بھی ادا کئے اور اسی حال میں وہ دنیا سے رخصت ہوگئی تو وہ جنتی ہے۔ (تحفة الأحوذي: ٤/٣٦٠، دليل الفالحين: ٢/٩٢)

حوروں کی ناراضگی

۲۸۷ . وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ : لَا تُؤْذِيهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ ، فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ يُوشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ .

(۲۸۷) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو حور عین جو جنت میں اس کی بیوی ہوگی وہ کہتی ہے کہ تیرا برا ہو، اسے تکلیف نہ پہنچا، تیرے پاس تو یہ مہمان ہے جلد ہی یہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے گا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۲۸۷): الجامع الترمذي، أبواب الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة .

کلمات حدیث: حور : اہل جنت کی عورتیں واحد حوراء، جن کی آنکھوں کی سفیدی بہت سفید اور سیاہی بہت سیاہ ہوگی۔ عین جمع، عيناء : بڑی آنکھوں والی۔ دخيل : جو باہر سے آیا ہو جمع دخلاء۔

شرح حدیث: جنت کی حوریں اس بیوی کو جو شوہر کو تکلیف پہنچائے کہتی ہیں کہ تو اسے تکلیف پہنچاتی ہے تیرے پاس تو یہ چند دن کا مہمان ہے ہمارے پاس آکر تو یہ ہمیشہ رہے گا۔

مطلب یہ ہے کہ متقی شوہر کی بیوی کو اس کا زیادہ خیال کرنا چاہئے اور کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے اسے تکلیف پہنچے۔

(تحفة الأحوذي : ٤/٣٦٠)

عورتیں فتنہ ہیں

۲۸۸ . وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۲۸۸) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ ضرر رساں فتنہ نہیں چھوڑا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۸۸): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شوم المرأة. صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب أکثر أهل الجنة الفقراء.

کلمات حدیث: أضر: زیادہ ضرر رساں، زیادہ نقصان دہ۔ ضرر: نقصان۔ أضرار: نقصانات۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے بعد آنے والے فتنوں میں سے سب سے زیادہ جس فتنے سے ڈرتا ہوں وہ عورتوں کا فتنہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ إِنَّ مِنْ أَزْوَٰجِكُمْ وَأَوْلَـٰدِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَٱحْذَرُوهُمْ ﴾ (التغابن: ۱۴) ''تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد تمہاری دشمن ہیں، ان سے ڈرتے رہو'' وجہ یہ ہے کہ آدمی بیوی اور بچوں کی فکر میں پڑ کر اللہ کو اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے، ان کی خاطر برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے اور بھلائیوں سے محروم رہتا ہے، اور ان کی خاطر مال حرام سے بھی نہیں بچتا، جو بیوی اور بچے اتنے بڑے خسارے اور نقصان کا سبب بنیں وہ دوست کیسے ہو سکتے ہیں وہ تو کھلے دشمن ہیں چاہیے کہ ان دشمنوں کی دشمنی سے تحفظ کی تدبیر کی جائے یعنی آخرت کی فکر کی جائے اور نیک اعمال کئے جائیں اور احکام الٰہی کے مطابق زندگی گزاری جائے۔

قرآن کریم نے ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ ٱلشَّهَوَٰتِ مِنَ ٱلنِّسَآءِ ﴾ (لوگوں کے لئے شہوات کی محبت مزین کردی گئی یعنی عورتوں کی) اس آیت میں حب شہوات کے بیان میں سب سے پہلے عورتوں کا ذکر کیا گیا، صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں سے بچو کہ بنی اسرائیل میں فتنہ کا آغاز عورتوں سے ہوا۔

(فتح الباری: ۲/ ۹۸۵، روضة المتقین: ۱/ ۳۳۳، تفسیر عثمانی، دلیل الفالحین: ۲/ ۹۳)

البَابُ (۳۶)

النَّفَقَةُ عَلَى الْعِيَالِ
اہل وعیال پر خرچ کرنے کا بیان

۱۱۵ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور باپ پر ہے کھانا کپڑا ان عورتوں کا دستور کے موافق۔'' (البقرة:۲۳۳)

تفسیری نکات: پہلی آیت مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے کہ بچہ کی کفالت اور اس کے مصارف باپ کے ذمہ ہیں۔ اسی طرح ماں کا نفقہ اور ضروریات زندگی باپ کے ذمہ ہیں، جب تک بچہ کی ماں باپ کے نکاح میں موجود ہے۔ یا اگر طلاق ہوگئی ہے تو عدت کے دوران بھی ماں کے مصارف باپ کے ذمہ ہیں۔

اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر ماں باپ دونوں امیر یا دونوں غریب ہوں تو نفقہ میں ان کی معاشی حالت کا لحاظ رکھا جائے گا لیکن اگر ماں غریب اور باپ مالدار ہو تو صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ نفقہ درمیانہ ہوگا، اور امام کرخی کے نزدیک ہر حالت میں باپ کی معاشی حالت کے مطابق نفقہ دیا جائے گا، فتح القدیر میں بہت سے فقہاء کا فتویٰ اسی قول کے مطابق نقل کیا گیا ہے۔

(معارف القرآن : ۱/ ۵۸۰ ۔ تفسیر مظهری)

۱۱۶ . وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ﴾

اور فرمایا:

''وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے اس کے مطابق خرچ کرے، اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے۔'' (الطلاق:۷)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ بچہ کی تربیت کا خرچ باپ پر ہے، وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق اور کم حیثیت کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے، اگر کسی شخص کو زیادہ فراخی نصیب نہ ہو تو جتنی روزی اللہ نے دی ہو اور وہ اسی میں سے اپنی گنجائش کے موافق خرچ کیا کرے۔ اللہ کسی کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

معلوم ہوا کہ نفقہ میں باپ کی حالت کا اعتبار ہے، اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔

(تفسیر عثمانی، تفسیر مظهری، معارف القرآن:۷/ ٤٩٢، فتح القدير : ٣/ ٤٢٢)

۱۱۷ . وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَىْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ ﴾

اور فرمایا

''جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ اس کا صلہ دیتا ہے۔'' (النساء:۳۹)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ اہل ایمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ رزق کی تنگی کا خوف دل میں نہ لائیں۔ جو رزق مقدر ہے وہ ضرور پہنچ کر رہے گا، اور اس میں خرچ کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جو کچھ تم اللہ کے احکام کے مطابق خرچ کرو گے اللہ اس کا صلہ تمہیں ضرور دے گا۔ (تفسیر عثمانی)

اہل وعیال کو کھلانے میں زیادہ ثواب ہے

۲۸۹۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ، وَدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰی مِسْکِیْنٍ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِکَ اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِیْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِکَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۲۸۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک دینار وہ ہے جس کو تم نے فی سبیل اللہ خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جو تم نے غلام آزاد کرنے میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جو تم نے کسی مسکین کو دیدیا اور ایک دینار وہ ہے جو تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا، ان سب میں سے زیادہ اجر والا دینار وہ ہے جو تم نے اپنے اہل وعیال پر صرف کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۲۸۹): صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل الصدقة علی العیال و المملوك

کلمات حدیث: اجر: بدلہ، مزدوری، اجرت، جمع اُجور۔ اجر، اجرًا (باب نصر وضرب) بدلہ دینا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا ثواب عظیم بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ بیوی بچوں پر خرچ کرنا جہاد فی سبیل اللہ، غلام آزاد کرنے اور نفلی صدقہ سے بھی افضل ہے۔ اس لئے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنا فرض ہے اور فرض واجب نفلی مصارف پر مقدم ہے، نیز اس حدیث میں نفلی انفاق کے مراتب بھی بیان کر دیے گئے جن میں سے اعلیٰ اللہ کی راہ میں جہاد پر خرچ کرنا ہے۔ (شرح مسلم للنووی: ۷/ ۷۱، روضة المتقین: ۱/ ۳۳٤)

افضل ترین صدقہ

۲۹۰۔ وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ وَیُقَالُ لَهٗ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ثَوْبَانَ بْنِ بُجْدُدَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِیْنَارٌ یُنْفِقُهٗ عَلٰی عِیَالِهٖ وَدِیْنَارٌ یُنْفِقُهٗ عَلٰی دَآبَّتِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ دِیْنَارٌ یُنْفِقُهٗ عَلٰی اَصْحَابِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ"

رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(۲۹۰) ابوعبداللہ جنہیں ابوعبدالرحمٰن ثوبان بن بجد کہا جاتا ہے اور جو آپ ﷺ کے غلام تھے ان سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے افضل دینار جو آدمی خرچ کرتا ہے وہ دینار ہے جو وہ اپنے عیال پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جو وہ اللہ کی راہ میں جہاد کی خاطر اپنی سواری پر صرف کرے اور وہ دینار ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۲۹۰): صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ علی العیال و المملوك .

کلمات حدیث: سبیل : راستہ، طریقہ، جمع سُبُل .

شرح حدیث: سب سے زیادہ اجر وثواب والا انفاق وہ ہے جو آدمی اپنے بیوی بچوں پر کرے، ابو قلابہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں رسول کریم ﷺ نے اہل وعیال پر خرچ کرنے کے ذکر سے ابتداء کی۔ ظاہر ہے کہ یہ بہت ہی فضیلت اور اجر وثواب کا کام ہے، کیوں کہ یہ افراد آدمی کی زیر کفالت ہیں اور ان پر صرف کرنا واجب ہے اور واجب کی تکمیل مقدم بھی ہے اور افضل بھی۔

اس کے بعد ذکر فرمایا کہ پھر وہ انفاق ہے جو آدمی اپنی اس سواری پر کرے جسے اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے تیار کر رہا ہے اور پھر وہ انفاق ہے جو آدمی اپنے مجاہد ساتھیوں پر کرے۔ (روضۃ المتقین : ۱/۳۳۴، شرح مسلم للنووی :۷/۷۲)

اپنی اولاد پر خرچ کرنے پر بھی اجر ملتا ہے

۲۹۱. وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ : قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)ھَلْ لِیْ اَجْرٌ فِیْ بَنِیْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اِنْ اُنْفِقَ عَلَیْھِمْ وَلَسْتُ بِتَارِکَتِھِمْ ھٰکَذَا وَلاَ ھٰکَذَا اِنَّمَا ھُمْ بَنِیَّ ؟ فَقَالَ : " نَعَمْ لَکِ اَجْرُمَا اَنْفَقْتِ عَلَیْھِمْ " مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۲۹۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں ابوسلمہ کے بچوں پر خرچ کروں تو کیا مجھے اس کا ثواب ملے گا اور میں انہیں اس حال میں چھوڑ بھی نہیں سکتی۔ آخر وہ میری اولاد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تمہیں ان پر خرچ کرنے کا اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۹۱): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الزکاۃ علی الزوج و الأیتام فی الحجر . صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ و الصدقۃ علی الاقربین و الزوج و الأولاد .

شرح حدیث: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے ابوسلمہ کے نکاح میں تھیں، جن سے ان کے چار بچے تھے، عمر، زینب، درہ اور محمد۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور دریافت کیا کہ کیا میں اگر ان بچوں پر خرچ کروں تو مجھے اس پر اجر ملے گا، یہ میرے بچے ہیں، ان کو اس حال میں کیسے چھوڑ دوں، آخر یہ میری اولاد ہیں، مجھے ہی ان کی کفالت کرنی

چاہیے، بجائے اس کے کہ کسی اور پر چھوڑ دوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں تمہیں ضرور اجر ملے گا۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ان بچوں پر خرچ کرنا واجب نہ تھا، کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ وضاحت فرما دیتے بلکہ یہ انفاق نفلی تھا، یعنی اگر عورت بیوہ ہو جائے اور اس کے بچے ہوں تو جو کچھ وہ اپنے بچوں پر خرچ کرے وہ نفلی انفاق ہے۔ (فتح الباری: ۱/ ۸۴۲، روضۃ المتقین: ۱/ ۳۳۴)

صرف رضاءِ الٰہی کے لیے خرچ کرنا باعث اجر ہے

۲۹۲. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِی حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ الَّذِیْ قَدَّمْنَاهُ فِیْ اَوَّلِ الْكِتَابِ فِیْ بَابِ النِّیَّةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ: "وَاِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِیْ فِیِ امْرَأَتِکَ." مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۲۹۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی ایک طویل حدیث میں بیان کیا کہ جو ہم اول کتاب میں باب نیت میں ذکر کر چکے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ تم اللہ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہو تمہیں اس پر ضرور اجر ملے گا، یہاں تک کہ تم اگر بیوی کے منہ میں ایک نوالہ دو گے اس کا بھی اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۲۹۲): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنیة. صحیح مسلم، کتاب الوصیة بالثلث.

کلمات حدیث: تبتغی: تم تلاش کرتے ہو، جاتے ہو۔ ابتغاء (باب افتعال) تلاش کرنا۔ بغی بغیا، (باب ضرب) طلب کرنا۔

شرح حدیث: مقصود حدیث یہ ہے کہ ہر عمل جو آدمی اخلاص سے اور حسن نیت سے اور طلب رضائے الٰہی کے لئے کرے اس پر اللہ کے یہاں اجر و ثواب ہے، خواہ بظاہر وہ عمل بہت ہی چھوٹا اور معمولی کیوں نہ ہو اور خواہ بظاہر وہ ایسا عمل ہو جس میں انسان کا اپنا حظ نفس بھی شامل ہو، چنانچہ فرمایا جو بھی کچھ تم اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرو گے اس پر تمہیں اجر ملے گا حتی کہ اگر بیوی کے منہ میں لقمہ بھی رکھ دیا تو اس پر بھی اجر ملے گا، حالانکہ بظاہر یہ عمل مختصر سا اور معمولی سا ہے اور اس میں حظ نفس بھی بظاہر موجود ہے، لیکن اگر یہی عمل اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کا حکم دیا ہے اور یہ ملاطفت اور دلجوئی کا اظہار بھی حسن معاشرت میں داخل ہے تو بلاشبہ یہ بھی باعث اجر و ثواب ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب بیوی کے منہ میں لقمہ دینے کا اجر و ثواب ہے تو اندازہ کیجئے کہ ایک فقیر و مسکین کو کھلانے کا کس قدر اجر و ثواب ہوگا کہ بیوی کو کھلانے میں بظاہر داعیہ نفس بھی موجود ہے جبکہ محتاج کو کھلانے میں یہ بھی موجود نہیں ہے۔

غرض حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی سے ملاطفت، اس پر نرمی اور مہربانی، اس پر ایثار اور اس کا اکرام یہ تمام امور حسن معاشرت کا حصہ ہیں اور ان سب پر اجر و ثواب ہے۔ (روضۃ المتقین: ۱/ ۳۳۵، دلیل الفالحین: ۲/ ۹۶)

اہل وعیال پر خرچ کرتے ہوئے بھی ثواب کی نیت کرے

۲۹۳۔ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال : " اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَھْلِہٖ نَفَقَۃً یَحْتَسِبُھَا فَھِیَ لَہٗ صَدَقَۃٌ " مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۲۹۳) حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے حق میں صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۹۳): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب ماجاء أن الأعمال بالنیة . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰة، باب فضل النفقة والصدقة علی الأقربین والزوج والأولاد .

کلمات حدیث: یحتسبھا : اسے عمل ثواب سمجھ رہا ہے، ثواب کی امید کررہا ہے۔ حسب حسباً (باب نصر) گننا، شمار کرنا۔ احتساب : کسی کام کو ثواب کی نیت سے کرنا۔

شرح حدیث: حدیث سابق میں بھی یہ مضمون بیان ہو چکا ہے کہ صاحب ایمان کے جملہ امور اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے تابع اور اللہ کی رضا کے لئے ہوتے ہیں، اور حسن نیت سے مباح امور بھی باعث اجر وثواب بن جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنا واجب ہے اور واجب اور فرض کی ادائیگی باعث اجر وثواب ہے اور جب آدمی نیت بھی کرے کہ اے اللہ تیرے حکم کی تعمیل میں اپنی اولاد پر خرچ کررہا ہوں، اے اللہ مجھے اس پر اجر عطا فرمائیے تو یہ خرچ کرنا اس کے حق میں صدقہ ہوگیا۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل خانہ پر انفاق واجب ہے اور جو اس واجب کو ادا کرے گا اسے اس کی نیت کے مطابق ثواب ملے گا، اور واجب ہونے اور اسے صدقہ کہنے میں کوئی تعارض نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نفلی صدقہ سے افضل ہے۔

مہلب نے فرمایا: مسلمانوں کو معلوم ہے کہ صدقہ میں کتنا اجر ہے تو رسول کریم ﷺ نے اہل خانہ پر خرچ کرنے کو بھی صدقہ قرار دیا ہے حالانکہ یہ اجماعاً واجب ہے، کہ کہیں یہ نہ ہو کہ کوئی مسلمان صدقہ کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب دیکھ کر جو مال اسے گھر والوں پر خرچ کرنا تھا وہ صدقہ کردے، اس لئے فرمایا کہ اہل خانہ پر خرچ کرنا واجب بھی ہے اور صدقہ بھی ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انفاق کا اجر نیت سے وابستہ ہے، خواہ وہ انفاق واجب ہو یا غیر واجب۔ یعنی جس صورت میں تقرب الی اللہ اور رضائے الٰہی کی اور حصول اجر وثواب کی نیت کی وہ صدقہ ہوگیا اور اس پر ثواب متعین ہوگیا۔

(فتح الباری : ۱/۲۷۷، شرح صحیح مسلم للنووی: ۷/۷۷، روضة المتقین : ۱/۳۳۶)

ماتحت افراد کے حقوق ضائع کرنا گناہگار ہونے کے لیے کافی ہے

۲۹۴۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: " کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّقُوْتُ " حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَغَیْرُہٗ وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ

فِیْ صَحِیْحِہٖ بِمَعْنَاہُ قَالَ: ''کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یَحْبِسَ عَمَّنْ یَّمْلِکُ قُوْتَہٗ''

(۲۹۴) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ جس کو کھلانے کا وہ ذمہ دار ہے ان کو ضائع کردے۔ (حدیث صحیح ہے۔اسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے)

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اسی معنی میں یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ آدمی کے گناہ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جن کی خوراک کا وہ ذمہ دار ہے وہ ان سے روک لے۔

تخریج حدیث(۲۹۴): سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقة علی العیال والمملوك۔

کلمات حدیث: قوت : روزی، کھانا، خوراک، ضرورت کے مطابق غذا، جمع أقوات . قات، قوتاً (باب نصر) روزی دینا، خوراک دینا۔

شرح حدیث: احادیث سابقہ میں بیان ہو چکا ہے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنا واجب بھی اور باعث اجر وثواب بھی ہے، اس حدیث میں فرمایا کہ اہل وعیال کے نفقہ کو ضائع کرنا گناہ ہے اور باعث مؤاخذہ ہے، اور اہل وعیال کے نفقہ کو ضائع کرنا اور انہیں نہ دینا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر یہی ایک گناہ ہو تو روز آخرت وہ شدید مؤاخذہ میں گرفتار ہو سکتا ہے۔ (روضة المتقين : ۱/ ۳۳۷)

مال خرچ کرنے والوں کے حق میں فرشتے دعا کرتے ہیں

۲۹۵۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : '' مَا مِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْہِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُھُمَا : اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَیَقُوْلُ الْاٰخَرُ: اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا '' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۲۹۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر صبح دو فرشتے آسمانوں سے اترتے ہیں، ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا صلہ عطا فرما، اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ بخیل کے مال کو تلف فرما۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۲۹۵): صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب قولہ تعالیٰ : واما من اعطی واتقی . صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی المنفق والممسك .

کلمات حدیث: تلف : ضیاع، نقصان۔ تَلِفَ، تلفاً (باب سمع) ہلاک ہونا، ضائع ہونا۔

شرح حدیث: جو شخص رضائے الٰہی کے لئے حسن نیت کے ساتھ اور اجر وثواب کی امید کے ساتھ ان کاموں میں اپنے مال کو صرف کرتا ہے جن میں صرف کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا تو اس کے لئے فرشتے دعا کرتے ہیں، اے اللہ اس کو اس کا صلہ عطا فرما، اور جو شخص مال کی محبت اور بخل کی وجہ سے ان امور خیر میں صرف نہ کرے اور ڈرے کہ خرچ کرنے سے اس کا مال کم ہو جائے گا، تو فرشتے دعا کرتے ہیں اے اللہ اس کے مال کو تلف کردے۔ (فتح الباری : ۱/ ۸۳۲، روضة المتقين : ۱/ ۳۳۸)

دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے

۲۹۶۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَاكَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ "رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ :

(۲۹۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور خرچ کی ابتداء اپنے اہل وعیال سے کرو، اچھا صدقہ وہ ہے جو تونگری کے ساتھ ہو، جو شخص سوال سے بچے اللہ اسے بچا لیتا ہے اور طالب غنا کو اللہ غنی کر دیتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۲۹۶): صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب لا صدقة الا عن ظهر غنى .

کلمات حدیث: تعول : تم کفالت کرتے ہو، پرورش کرتے ہو۔ عال، عولاً (باب نصر) اولاد کی یا زیر کفالت لوگوں کے معاش کا انتظام کرنا، ان کے اوپر خرچ کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک رسول کریم ﷺ کے اعلیٰ اور لطیف پیرایہ بیان کا ایک بہترین نمونہ ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی دینے والا انسان لینے والے انسان سے بہتر ہے۔ طبرانی رحمہ اللہ کی ایک روایت میں ہے جو حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ دینے والے کے ہاتھ کے اوپر ہے اور دینے والے کا ہاتھ اس سے اوپر جسے دیا جا رہا ہے اور جسے دیا جا رہا ہے اس کا ہاتھ سب سے نیچے ہے، اور ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاتھ تین ہیں، اللہ کا ہاتھ جو بلند تر ہے، پھر دینے والے کا ہاتھ اور پھر جسے دیا جا رہا ہے، اس کا ہاتھ سب سے نیچے ہے۔

فرمایا کہ دینے کی ابتدا اور خرچ کرنے کا آغاز ان لوگوں سے کرو جو تمہارے زیر کفالت ہوں اور اس کے بعد دیگر وجوہ خیر میں خرچ کرو۔

اور بہترین صدقہ وہ ہے کہ اس کے دینے کے بعد بھی تمہارے پاس بقدر ضرورت باقی رہے، یعنی افضل صدقہ وہ ہے جو جملہ حقوق واجبات کی تکمیل کے بعد ہوتا ہے تاکہ متصدق کی احتیاج باقی نہ رہے اور کچھ نہ کچھ حاجات ضروریہ کے لئے بچ رہے۔

(فتح الباری: ۸۲۸/۱، روضة المتقين : ۳۳۹/۱، دليل الفالحين : ۹۹/۱)

الباب (۳۷)

اَلْإِنْفَاقُ مِمَّا يُحِبُّ وَمِنَ الْجَيِّدِ

محبوب اور عمدہ شئے کو اللہ کے راستے میں دینا

۱۱۸۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیزوں میں سے کچھ'' (آل عمران: ۹۲)

۱۱۹۔ وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ
وَلَا تَيَمَّمُوا۟ ٱلْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ ﴾

نیز فرمایا:

''اے اہل ایمان! خرچ کرو عمدہ چیزیں جو تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں اور بری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرو'' (البقرۃ: ۲۶۷)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ اپنے محبوب ترین مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تب تمہیں کمال بر حاصل ہوگا، یعنی جس قدر کوئی چیز پیاری اور محبوب اور چنیدہ ہو، اسے اخلاص وحسن نیت سے اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے تو اسی کے مطابق اللہ کے یہاں بدلہ پاؤ گے یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو اس کے خرچ کرنے کا بڑا درجہ ہے۔

(تفسیر عثمانی)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اے اہل ایمان عند اللہ صدقہ کے مقبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ کے راستے میں دے رہے ہو وہ حلال وطیب ہوں، اس میں کوئی شائبہ بھی اس بات کا نہ ہو کہ وہ تمہارے پاس کسی غیر مناسب طریقے سے آئی ہے۔ اچھی سے اچھی چیز اور طیب و پاکیزہ چیز جو تم نے خود کمائی ہو یا اللہ نے زمین سے اگائی ہو اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کرو، اور گری پڑی اپنی ضرورت سے فالتو چیزیں اللہ کی راہ میں دینے کا ارادہ نہ کرو، یعنی ایسی چیز جسے خود تمہیں کوئی دے تو تم اسے لینے کو تیار نہ ہو، یعنی پیمانہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز ہو، جس کو کوئی اگر تمہیں دے تو تم اسے خوشی اور شوق سے لے لو، یہ ایسی چیز ہے جو اللہ کی راستے میں دینے کی ہے اور کمال بر یہ ہے کہ وہ چیز اللہ کی راہ میں دو جو تمہارے لئے سب سے محبوب ہو، جیسا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا باغ دیا۔

(تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری، تفسیر عثمانی)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا باغ وقف کرنا

۲۹۷ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ اَبُوْطَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَكْثَرَ الْاَ نْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالاً مِنْ نَخْلٍ وَكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهِ اِلَيْهِ بَيْرَحَآءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْ خُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَآءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ : "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" جَآءَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَ عَلَيْكَ "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلَيَّ بَيْرَحَآءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَرْجُوْا بِرَّهَا، وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَ قْرَبِيْنَ' فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ : اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَسَّمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَالٌ رَابِحٌ" رُوِيَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ "رَابِحٌ" وَ "رَايِحٌ" بِالْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ وَبِالْيَآءِ الْمُثَنَّاةِ : اَيْ رَايِحٌ عَلَيْكَ نَفْعُهٗ، وَ"بَيْرَحَآءَ" حَدِيْقَةُ نَخْلٍ، وَرُوِيَ بِكَسْرِ الْبَآءِ وَفَتْحِهَا.

(۲۹۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تمام انصار صحابہ سے زیادہ کھجوروں کے باغوں کے مالک تھے، انہیں اپنے تمام اموال میں بیرحاء زیادہ محبوب تھا، یہ مسجد نبوی کے سامنے تھا، رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا خوش گوار پانی پیتے، حضرت انس کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ لَن تَنَالُواْ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَ ﴾ تو حضرت ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ! اللہ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے: ﴿ لَن تَنَالُواْ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَ ﴾ مجھے اپنے اموال میں سب سے زیادہ محبوب بیر حاء ہے اب یہ اللہ کے لئے صدقہ ہے میں اللہ کے یہاں اس کے اجر اور ذخیرہ ہونے کا امیدوار ہوں، اب یارسول اللہ آپ ﷺ اسے اس جگہ صرف کر دیں جہاں اللہ کے حکم سے آپ کی رائے ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واہ تیرا یہ مال بہت نفع بخش ہے تیرا یہ مال بہت نفع بخش ہے، تو نے جو کہا میں نے سن لیا، میری رائے ہے کہ اسے تم اپنے رشتہ داروں میں خرچ کر دو، اس پر حضرت ابوطلحہ نے فرمایا یارسول اللہ میں اسی طرح کرتا ہوں اور حضرت ابوطلحہ نے یہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

مال رابح : صحیح روایات میں باء کے ساتھ ہے اور یاء کے ساتھ بھی روایت ہوا ہے، معنی ہیں منافع بخش مال۔ بیر حاء : کھجوروں کے ایک باغ کا نام۔

تخریج حدیث (۲۹۷): صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب الزكاة على الأقارب . صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة و الصدقة على الأقربين .

کلمات حدیث: رابح : مفید، نفع بخش۔ رَبَحَ، ربحا (باب فتح) نفع دینا۔

شرح حدیث: قرآن کریم کے اولین مخاطب اور نبی کریم ﷺ سے براہ راست مستفید ہونے والے صحابۂ کرام اپنے ایمان میں تقوای میں عمل صالح میں اور سب سے بڑھ کر آخرت پر یقین میں قیامت تک آنے والے اہل ایمان سے بڑھے ہوئے تھے، اور وہ ساری انسانیت کا خلاصہ اور تمام انسانوں میں سب سے بہترین انسان تھے، وہ پوری انسانیت کا انتخاب تھے، ان کا ایمان اس قدر کامل اور ان کے آخرت میں ملنے والے اجر و ثواب کا اس قدر یقین کامل تھا کہ قرآن کریم کی آیت کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا کانوں میں کیا پڑا ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون اور جس کے پاس جو بہترین متاع تھی، اس سے فوراً دست بردار ہو گیا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھجوروں کے کئی باغات تھے۔ ان میں انہیں جو سب سے زیادہ پسند تھا وہ تھا جو مسجد کے سامنے تھا، اس کا پانی بہت عمدہ اور شیریں اور خوش گوار تھا، نبی کریم ﷺ خود اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس باغ کا پانی نوش فرماتے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے، لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون میرا باغ بیرحاء مجھے بہت زیادہ محبوب ہے میں اسے صدقہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اپنے رشتہ داروں میں صرف کر دو۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں اور بنی اعمام میں تقسیم کر دیا۔

اسی طرح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بہت عمدہ گھوڑا تھا، وہ آیت مبارکہ سنتے ہی حاضر خدمت اقدس ہوئے اور یہ گھوڑا سرکار کی نذر کر دیا، جو آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔

اور اس طرح کے متعدد واقعات ہیں جن سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قوت روح ایمانی کا اندازہ ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کا کیا مقام تھا۔

(فتح الباری:۱/ ۸٤۰، (حدیث ۱٤٦۱) صحیح مسلم :۷۳/۷، معارف القرآن:۲/۷ ۱۰، روضة المتقين :۱/ ۳٤۰، دليل الفالحين:۲/۱۰۱)

البَاب (۳۸)

وُجُوبُ اَمْرِهِ اَهْلَهٗ وَاَوْلَادَ الْمُمَيِّزِيْنَ وَسَائِرَمَنْ فِيْ رَعِيَّتِهٖ بِطَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالىٰ وَنَهْيِهِمْ عَنِ الْمُخَالِفَةِ وَتَأْدِيْبِهِمْ وَمَنْعِهِمْ عَنْ اِرْتِكَابِ مَنْهِيٍّ عَنْهُ

اہل خانہ کو ممیز بچوں کو اور متعلقین کو اللہ کی اطاعت کا حکم دینا اور اس کی مخالفت سے روکنا، تادیب کرنا اور انہیں منہیات سے باز رکھنا اور اس کا وجوب

۱۲۰. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو'' (طہٰ:۱۳۲)

۱۲۱. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ﴾

اور فرمایا کہ

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ'' (التحریم:۶)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو یعنی اپنے جملہ متعلقین اور اتباع کو نماز کا حکم کرو، حدیث میں ہے کہ جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھواؤ اور جب دس برس کا ہو جائے تو اس کو مار کر نماز پڑھواؤ۔ (تفسیر عثمانی)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، جہنم کی آگ اللہ کی نافرمانی میں ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ہر شخص اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی دین کی راہ پر لائے، سمجھا کر، تنبیہ کر کے، تادیب کر کے، جس طرح بھی ممکن ہو انہیں احکام الٰہی کا پابند بنائے اور رب کی بندگی میں لے آئے، کیوں کہ جو رب کی بندگی سے نکل گیا وہ ہلاک ہو گیا۔ (تفسیر عثمانی)

سادات کے لیے زکوٰۃ حرام ہے

۲۹۸. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " كَخْ كَخْ اِرْمِ بِهَا اَمَا عَلِمْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ " اَنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ"

وَقَوْلُهٗ : " كَخْ كَخْ" يُقَالُ بِاِسْكَانِ الْخَاءِ وَيُقَالُ بِكَسْرِهَا مَعَ التَّنْوِيْنِ وَهِيَ كَلِمَةُ زَجْرٍ لِلصَّبِيِّ عَنِ

الْمُسْتَقْذَرَاتِ وَكَانَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَبِيًّا .

(۲۹۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے صدقات کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھالی اور اسے اپنے منہ میں رکھ لیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تھوک دو تھوک دو، اسے پھینک دو، تمہیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔ کخ کخ: تنبیہی کلمہ ہے بچہ کو اس وقت بولا جاتا ہے جب اس نے کوئی گندی چیز منہ میں لے لی ہو، اس وقت حضرت حسن بچے تھے۔

تخریج حدیث (۲۹۸): صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب مايذكر في الصدقة للنبي ﷺ . صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب تحريم الزكاة على النبي ﷺ وعلى آله .

کلمات حدیث: لَا تَحِلُّ : حلال نہیں ہے۔ حَلَّ، حلولا (باب نصر وضرب) واجب ہونا۔ حل، حلاً، (باب ضرب) حلال ہونا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بیان ہوا کہ جناب نبی کریم ﷺ اور آپ کے آل پر آپ ﷺ کی زندگی میں اور آپ کی رحلت کے بعد مال صدقہ حلال نہیں ہے، ایک روایت میں ہے کہ آل محمد ﷺ کو صدقہ حلال نہیں ہے اور آل محمد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔ اور چونکہ انہیں صدقہ حلال نہیں ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں سہم ذوی القربی میں سے حصہ دیا، یہ عطیہ صدقہ کے حلال نہ ہونے کا بدل اور صلہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے احکام سے بچوں کو بچپن ہی سے واقف کرانا چاہئے، اگر وہ کہیں کوتاہی کریں تو انہیں تنبیہ کی جائے اور یاد دلایا جائے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ ابھی بچے ہی تھے، انہوں نے صدقہ کی کھجور منہ میں رکھ لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تھوک دو تھوک دو اسے پھینک دو، نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے، مطلب یہ ہے کہ تمہیں یہ بات پہلے ہی بتائی جا چکی ہے اور تمہیں اس کا علم ہے اور جب تمہیں علم ہے تو تم نے کھجور منہ میں کیوں رکھ لی۔

(فتح الباري: ۱/۸۵۳، (حديث ۱۴۹۱) روضة المتقين: ۱/۳۴۲)

کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا

۲۹۹ . وَعَنْ اَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالْاَ سَدِ رَبِيْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : كُنْتُ غُلَامًا فِيْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ" فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِيْ بَعْدُ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" تَطِيْشُ " : تَدُوْرُ فِيْ نَوَاحِي الصَّحْفَةِ .

(۲۹۹) حضرت ابوحفص عمرو بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہما جو آپ ﷺ کے زیر پرورش تھے، بیان کرتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے زیر پرورش ابھی بچہ تھا اور میرا ہاتھ کھانا کھاتے وقت پیالے میں ادھر ادھر چلا جاتا تھا، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ لڑکے بسم اللہ پڑھو، اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ، آپ ﷺ کے فرمانے کے بعد میرا ہمیشہ یہی طریقہ رہا۔ (بخاری و مسلم)

یطیش : ادھر ادھر پڑتا تھا۔

تخریج حدیث(۲۹۹): صحيح البخارى، كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام و الأكل باليمين . صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام و الشراب و أحكامها

راوی حدیث: حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صاحبزادے ہیں ان کے والد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تھے، ہجرت سے دو سال قبل پیدا ہوئے، جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اس وقت یہ بچے ہی تھے اور اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے گھر میں پرورش پائی۔

ابن الاثیر کے قول کے مطابق ۸۳ ھ میں انتقال ہوا۔

کلمات حدیث: تطيش : ادھر ادھر ہاتھ پڑنا، اوچھا ہاتھ پڑنا۔ طاش طيشا (باب ضرب) اوچھا ہونا۔ طاش السهم عن الغرض : تیر کا نشانہ سے خطا ہونا۔

شرح حدیث: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کی نکاح میں آئیں تو ان کے ابوسلمہ سے فرزند عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما ابھی چھوٹے تھے، اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کے گھر میں رہے، اور آپ ﷺ کی زیر تربیت تھے یعنی عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے ربیب تھے۔ ربیب اس بچے کو کہتے ہیں جو کسی کی بیوی کا اس کے پہلے شوہر سے ہو اور دوسرے شوہر کے زیر پرورش رہے۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں چھوٹا تھا اور حضور ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا اور پیالہ میں کبھی ادھر ہاتھ ڈالتا اور کبھی ادھر، تو آپ نے فرمایا: لڑکے، بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، سیدھے ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔

کھانے کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا باعث برکت ہے اور شیطان کھانے سے دور ہو جاتا ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے گھر آتا ہے اور گھر میں آتے وقت اور کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان (اپنے ہم جنسوں سے) کہتا ہے کہ یہاں تمہارے لئے نہ رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ کھانا کھانے کی، اور اگر گھر میں آیا اور اللہ کا نام نہیں لیا تو شیطان کہتا ہے: آجاؤ تمہیں رات گزارنے کی جگہ مل گئی اور جب وہ کھانے کے وقت بھی اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان کہتا ہے رات گزارنے کی جگہ بھی مل گئی اور رات کا کھانا بھی مل گیا۔

سیدھے ہاتھ سے کھانے کا حکم وجوب کے لئے ہے، صحیح مسلم کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی

ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھائے تو اپنے سیدھے ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو سیدھے ہاتھ سے پیئے، کیوں کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صریحاً ممانعت کی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے، الٹے ہاتھ سے مت کھاؤ کہ شیطان الٹے ہاتھ سے کھاتا ہے۔

اور فرمایا کہ اپنے سامنے سے کھاؤ، کیوں کہ ادھر ادھر سے کھانا خلاف ادب ہے اور اس سے کھانے والے کو تکلیف ہوگی، خاص طور پر جبکہ کھانا شوربہ کی قسم کا ہو، البتہ اگر ایک ہی برتن میں مختلف النوع خشک اشیاء ہوں تب اجازت ہے کہ آدمی اس میں سے جس طرف سے چاہے لے لے۔

حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی بچے تھے جب رسول کریم ﷺ نے انہیں کھانا کھانے کے مذکورہ آداب ارشاد فرمائے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت سے ان آداب کی پابندی کر رہا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کس طرح احکام نبوی ﷺ پر عمل کرتے تھے اور اسوۂ رسول ﷺ کی اتباع کا ان کا معیار کس قدر بلند تھا۔

(فتح الباری: ۲/۱۱۴٤، (حدیث ۵۳۷٦) روضة المتقین: ۱/۳٤٤، دلیل الفالحین: ۱/۱۰۷، صحیح مسلم بشرح النووی: ۳/۱۷۲، عمدة القاری: ۲۱/۲۸)

ہر شخص سے اپنے ماتحت افراد کی دینی تربیت کے بارے میں سوال ہوگا

۳۰۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ: اَلْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي اَهْلِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ: فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۰۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم سب نگران ہو اور تم سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا، امام راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا، اور آدمی اپنے گھر والوں پر نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور وہ اپنی رعیت کی جواب دہ ہے، خادم اپنے مالک کے مال کا راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے، تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت پر مسئول ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۰۰): صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضیلة الإمام العادل۔

شرح حدیث: یہ حدیث باب ۵ میں گزر چکی ہے، دراصل محدثین کرام کا طریقہ یہی ہے کہ ایک حدیث جو مختلف فقہی احکام پر

دلالت کرتی ہے اسے مختلف ابواب میں مکرر درج کردیتے ہیں، صحیح بخاری وغیرہ میں مکرر کی یہی وجہ ہے، اس لئے اس حدیث کی شرح کے لئے باب ۳۵ حدیث ۲۸۳ ملاحظہ کی جائے۔

سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم کرو

۳۰۱. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَآءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ ." حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

(۳۰۱) حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات سال کے ہوجائیں اور انہیں مار کر نماز پڑھواؤ جب وہ دس سال کے ہوجائیں اور ان کے بستر الگ کردو۔ (یہ حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد نے باسناد حسن روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۳۰۱): سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ.

شرح حدیث: بچوں کی تعلیم وتربیت کو بچپن ہی سے شروع کردینا چاہئے تا کہ احکام شریعت ان کی طبیعتوں میں راسخ ہوجائیں اور پھر کبھی ان کے دل سے نہ نکلیں، اس کے ساتھ ہی بچوں کے ذہنوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ڈالنی چاہئے، اور جیسا کہ مشہور ہے کہ "العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر" یہ سب امور ان کے دلوں میں نقش ہوجائیں۔

اسلامی احکام میں سب سے اہم حکم نماز ہے، بچوں کو شروع سے نماز کی اہمیت وعظمت دلنشیں کرانی چاہئے، سات برس کے ہوجائیں تو انہیں نماز کا حکم کرنا چاہئے اور دس برس کے ہوجائیں تو نماز مار کر پڑھوانا چاہئے۔

اس حدیث مبارک میں بچوں کے بارے میں یہ بھی ارشاد ہوا کہ وہ دس برس کے ہوجائیں تو ان کا بستر علیحدہ کردیں۔

(روضۃ المتقین: ۱/۳۴۵)

بچوں کو نماز سکھلاؤ

۳۰۲. وَعَنْ اَبِيْ ثُرَيَّةَ سَبْرَةَ ابْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلٰوةَ لِسَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرِ سِنِيْنَ " حَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَلَفْظُ اَبِيْ دَاوٗدَ: " مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلٰوةِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِيْنَ.

(۳۰۲) حضرت سبرۃ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کی تعلیم دو، اور دس سال کا ہو جائے تو مار کر نماز پڑھواؤ۔ (یہ حدیث حسن ہے، اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے) اس حدیث میں ابوداؤد میں یہ الفاظ آئے ہیں، بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم کرو۔

تخریج حدیث (۳۰۲): سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء متی یؤمر الغلام بالصلاۃ . الجامع الترمذی ، ابواب الصلاۃ ، باب ما جاء متی یؤمر الصبي بالصلاۃ .

راوی حدیث: حضرت سبرۃ بن معبد الجہنی رضی اللہ عنہ ۵ ھ کے قریب اسلام لائے اور غزوۂ خندق میں شرکت کی اور فتح مکہ میں بھی شرکت فرمائی، ان سے ''۱۹'' احادیث منقول ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال ہوا۔

کلمات حدیث: علموا: سکھلاؤ، تعلیم دو۔ علم، تعلیما (باب تفعیل) سکھلانا، تعلیم دینا۔

شرح حدیث: بچوں کو نماز سکھانے کا حکم ہے کہ ان کو نماز کا طریقہ اور نماز کے شروط و آداب کی تعلیم دی جائے اور ان سے نماز پڑھوائی جائے اور دس برس کے ہو جائیں، تو مار کر نماز پڑھوائی جائے۔ (تحفة الأحوذی: ۲/ ٤٦٠)

الباب (۳۹)

حَقُّ الْجَارِ وَالْوَصِيَّةِ بِهٖ

پڑوسی کا حق اور اس کے ساتھ حسن سلوک

۱۰۲۴۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مساکین اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ، سب کے ساتھ احسان کرو۔''

(النساء:۳۶)

تفسیری نکات: آیت کریمہ حقوق العباد کا ایک اجمالی بیان ہے اور اس بیان کا آغاز اللہ کی توحید اور اسی واحد و یکتا کی بندگی سے فرمایا ہے کیوں کہ انسان کے اخلاق و اعمال کو درست رکھنے میں کوئی امر اس قدر موثر نہیں ہے جس قدر اللہ پر ایمان اور اس کی خشیت اور خوف، اللہ کا خوف ہی وہ واحد چیز ہے جو انسان کو انسانی حقوق کے احترام پر ہر حالت میں آمادہ کرنے والا ہے۔

اس کے بعد اہل تعلق کی تمام فہرست میں والدین سے حسن سلوک کو مقدم رکھا تا کہ یہ حقیقت اجاگر ہو جائے کہ حقیقت اور اصل کے اعتبار سے تو تمام احسانات اور انعامات اللہ ہی کی طرف سے ہیں لیکن ظاہری اسباب کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے بعد والدین ہیں جن کے احسانات آدمی پر سب سے زیادہ ہیں کہ وہی اس کی پرورش اور تربیت کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں اور راتوں کو جاگ کر بچوں کو آرام پہنچاتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے دس وصیتیں فرمائی تھیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اپنے والدین کی نافرمانی یا دل آزاری نہ کرو، اگرچہ وہ یہ حکم دیں کہ تم اپنے اہل وعیال اور مال کو چھوڑ دو۔

آیت میں والدین کے بعد تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید آئی ہے، پھر یتیم اور مسکین کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد چوتھے نمبر پر ''والجار ذی القربیٰ'' اور پانچویں نمبر ''والجار الجنب'' فرمایا، جار کے معنی پڑوسی کے ہیں اور اس کی مذکورہ دو قسمیں ہیں جن کی تفسیر و توضیح میں صحابۂ کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

عام مفسرین نے فرمایا کہ جار ذی القربی سے وہ پڑوسی مراد ہے جو تمہارے مکان سے متصل رہتا ہے، اور جار الجنب سے وہ پڑوسی مراد

ہے جو تمہارے مکان سے کچھ فاصلہ پر رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جار ذی القربیٰ سے مراد وہ شخص ہے جو پڑوسی بھی ہے اور رشتہ دار بھی۔ اس طرح اس میں دو حق جمع ہو گئے، اور جار الجنب سے مراد وہ ہے جو صرف پڑوسی ہے رشتہ دار نہیں ہے، اس لئے اس کا درجہ پہلے سے مؤخر رکھا گیا۔

چھٹے نمبر پر ارشاد فرمایا "والصاحب بالجنب" اس کے لفظی معنی ہم پہلو ساتھی کے ہیں جس میں رفیق سفر بھی داخل ہے اور وہ بھی جو عام مجلس میں ساتھ بیٹھا ہو، یعنی جس شخص کے لئے تھوڑی دیر کا ساتھ ہوا ہو اس کے ساتھ بھی حسن سلوک ضروری ہے، اس کے بعد ساتویں نمبر پر مسافر کا حق بیان فرمایا کہ اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کرو اور پھر آٹھویں نمبر پر ملازموں اور غلاموں کے حقوق ہیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے۔ (معارف القرآن :۲/۴۰۹)

جبرئیل علیہ السلام پڑوسی کے حقوق کی مسلسل تاکید کرتے تھے

۳۰۳: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَازَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۰۳) حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ وہ اسے وارث قرار دیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۰۳): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الوصیة بالجار . صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب الوصیة بالجار والاحسان الیه .

کلمات حدیث: سَيُوَرِّثُهٗ : عنقریب وہ اسے اس کا وارث بنا دیں گے۔ وَرَّثَ : وارث بنانا۔ وَرِثَ، ورثا (باب سمع) وارث ہونا۔

شرح حدیث: فرمایا رسول کریم ﷺ نے کہ حضرت جبرئیل امین آتے رہے اور آ کر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت اور فضیلت بتاتے رہے، ان کے اس طرح بتاکید اور بار بار پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں فرماتے رہنے سے مجھے خیال ہوا کہ شاید وہ اسے وارث قرار دیں گے۔

مقصود حدیث پڑوسی کے حق اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے۔

(فتح الباری :۳/۱۸۳، (حدیث ۶۰۱۴) روضة المتقین :۱/۳۴۷، دلیل الفالحین:۲/۱۱۱)

پڑوسی کو ہدیہ دینے کی خاطر شوربہ بڑھانا

۳۰۴. وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا

طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَآءَ هَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّه' عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ: اِنَّ خَلِيْلِيْ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)اَوْصَانِيْ " اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَآءَ هَا ثُمَّ انْظُرْ اَهْلَ بَيْتٍ مِنْ جِيْرَانِكَ فَاَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ"

(۳۰۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر! اگر تم شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کردو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے تاکید فرمائی کہ جب تم شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی ڈال دو پھر اپنے پڑوسیوں کے گھر والوں کی طرف دو اور اس میں سے کچھ دے کر ان کے ساتھ بھلائی کرو۔

تخریج حدیث(۳۰۴): صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب الوصية بالجار والاحسان اليه .

کلمات حدیث: تَعَاهَدْ : عہد رکھو، دیکھ بھال کرو۔ تَعَاهَدَ (باب تفاعل) ایک دوسرے کا خیال رکھنا، ایک دوسرے کی خبر گیری کرنا۔ وَأَصِبْهُمْ : انہیں پہنچادو۔ أَصَابَ إِصَابَةً (باب افعال) اَصَابَ السَّهْمَ : تیر نشانہ پر لگا۔

شرح حدیث: پڑوسیوں کو باہم ہدیہ بھیجتے رہنا چاہئے اگر گنجائش نہ ہو تو یہی کرو کہ سالن میں پانی کی مقدار ذرا سی بڑھادو اور اس میں سے تھوڑا سا سالن پڑوسی کو بھیج دو۔

مقصودِ حدیث پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اور ان کا خیال رکھنے کی اہمیت کو بیان کرنا ہے۔

(تحفة الأحوذي:٥/٥٧٤، شرح صحيح مسلم للنووي:١٦/١٤٤)

ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ پڑوسی کو تکلیف نہ دی جائے

۳۰۵. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:"وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ!" قِيْلَ : مَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ:"اَلَّذِيْ لَايَاْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَه" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: " لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَاْمَنُ جَارُه' بَوَائِقَه' "

"اَلْبَوَائِقُ" : اَلْغَوَائِلُ وَالشُّرُوْرُ .

(۳۰۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہے، کسی نے عرض کی: یارسول اللہ کون؟ فرمایا جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ وہ شخص جنت میں نہیں داخل ہوگا جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں۔ البوائق، شر اور فتنے۔

تخریج حدیث(۳۰۵): صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب اثم من لم يأمن جاره بوائقه . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب تحريم إيذاء الجار .

کلمات حدیث: بوائقه : اس کی مصیبتیں اور فتنے ،واحد بائقة، باق بوقا (باب نصر) جھگڑنا، جھگڑا اٹھانا، شر پیدا کرنا۔

شرح حدیث: حکم ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان کا اکرام اور عزت کرو۔ اگر نہ ہو سکے تو کم تر درجہ یہ ہے کہ اسے اپنے شر سے محفوظ رکھو، رسول کریم ﷺ نے مکرر سہ کرر ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص مؤمن نہیں جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔

اگر کوئی شخص پڑوسیوں کو ایذاء پہنچاتا ہے اور اپنے شر اور فتنے سے انہیں تکلیف پہنچاتا ہے اور اپنی ان حرکتوں کو جائز اور درست سمجھتا ہے اور اس ایذاء رسانی کو حلال سمجھتا ہے تو گویا وہ دین کے احکام کو مذاق سمجھتا اور ان کا استخفاف کرتا ہے تو وہ کافر ہے وہ تو بلاشبہ جنت میں نہیں جائے گا، لیکن اگر یہ بات نہیں ہے بلکہ محض غفلت اور نادانی سے ایسی حرکت ہو جاتی ہے تو مطلب یہ ہے کہ وہ سیدھا جنت میں نہیں جائے گا جیسا کہ فائزین جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی تو جہنم میں اپنی سزا پوری کر کے پھر جنت میں جائے گا۔

یہ دونوں معنی اہل حق کے مسلک کے مطابق ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ کی توحید پر ہو اور وہ کبائر پر مصر رہا ہو تو اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، چاہے اس کو معاف فرما کر جنت میں داخل فرمادے یا اسے جہنم کی سزا دے اور پھر جنت میں داخل فرمائے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اسی طرح فرمایا ہے۔ (فتح الباري :۳/۱۸۳، (٦٠١٦) صحيح مسلم للنووي:۲/۱۵، روضة المتقين :۱/٤٤٨)

پڑوسی کو ہدیہ دیا کریں اگرچہ معمولی چیز ہو

۳۰۶. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَا نِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ لَاتَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسَنَ شَاةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۰٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمان عورتو! اپنی پڑوسن کے لئے کوئی چیز حقیر نہ سمجھو اگرچہ بکری کا ایک کھر ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۰٦): صحيح البخاري، كتاب الهبة، باب لا تحقرن جارة لجارتها . صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بالقليل ولاتمنع من القليل لاحتقارها .

شرح حدیث: پڑوسیوں کو ہدیہ بھیجتے رہنا چاہیے چاہے کوئی معمولی شئے ہو، اور جسے ہدیہ بھیجا جائے وہ ہدیہ کو حقیر نہ سمجھے بلکہ اس کا اور ہدیہ بھیجنے والے کا اکرام کرے، حدیث کی شرح (حدیث ۱۲۴) میں گزر چکی ہے وہاں بھی ملاحظہ کر لیا جائے۔

(فتح الباري :۲/٥٤، (٢٥٦٦)

پڑوسی کو دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے

۳۰۷. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال : 'لا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ، اَن يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ" ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ : مَالِيْ اَرَا كُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَاللّٰهِ لَا رْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

رُوِيَ " خَشَبَهُ " بِالْاِ ضَافَةِ وَالْجَمْعِ وَ رُوِيَ " خَشَبَةٌ " بِالتَّنْوِيْنِ عَلَى الْاِ فْرَادِ وَقَوْلُه' : مَالِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ : يَعْنِي عَنْ هٰذِهِ السُّنَّةِ .

(۳۰۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم اس سے اعراض کر رہے ہو۔ اللہ کی قسم میں اس مسئلہ کو تمہیں ضرور بتا کر رہوں گا۔ (بخاری ومسلم)

خَشَبَهٌ : روایت ہوا ہے اضافت اور جمع کے ساتھ، اور خَشَبَةٌ :تنوین کے ساتھ مفرد بھی روایت ہوا ہے۔ مالی أراكم عنها معرضين : کے معنی ہیں کہ مجھے تعجب ہے کہ میں تمہیں اس سنت سے اعراض کرتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

تخریج حدیث (۳۰۷): صحيح البخاري، كتاب المظالم، باب لايمنع جار جاره أن يغرز . صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب غرز الخشب في جدار الجار.

کلمات حدیث: یغرز : لگالے، گاڑے۔ غرز غرزًا (باب ضرب) گاڑنا۔

شرح حدیث: یہ حکم برائے استحباب ہے کہ اگر گھر کی دیوار مشترک ہو اور پڑوسی کوئی شہتیر دیوار میں نصب کرنا چاہے یا کوئی بل رکھنا چاہے تو پڑوسی کو چاہئے کہ وہ اسے منع نہ کرے۔

حدیث مبارک کی جانب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے طلباء کے التفات میں کمی پائی تو فرمایا کہ یہ کیا بات ہے؟ اگر تم اس ارشاد نبوت ﷺ کے قبول کرنے میں ذرا بھی تامل کرو گے تو میں اس حکم نبوی ﷺ کو نافذ کر کے رہوں گا۔

غرض حدیث مبارک کا مقصود پڑوسیوں کے درمیان حسن معاشرت اور حسن سلوک کی تاکید ہے، تاکہ ان کے درمیان باہم الفت ومودت پروان چڑھے اور اختلاف ونزاع کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ (فتح الباري :۲/ ۱۹ (۲٤٦٣)

مہمانوں کا اکرام کریں

۳۰۸. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال : "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلاَ يُؤْذِجَارَه'، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَه'، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَسْكُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۰۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا

ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۰۸): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللہ . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم ایذاء الجار .

کلمات حدیث: فلایؤذی : تکلیف نہ پہنچائے، ایذاء نہ دے۔ آذی، اِیذاءً (باب افعال) تکلیف پہنچانا، ایذاء دینا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، مراد ایمان کامل ہے اور ایمان میں صرف ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ ان ہر دو ایمان میں مبدء اور معاد دونوں آ گئے کہ اللہ ہی نے پیدا فرمایا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے سو جس کا یہ ایمان پختہ ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے بلکہ اس کا اکرام کرے، اس کی عزت کرے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اسی طرح مہمان کی مہمان نوازی کرے کہ مہمان نوازی مکارم اخلاق میں سے ہے اور انبیاء اور صالحین کی سیرت حسنہ ہے۔

اور جب بات کرے تو اول اس پر غور کرے کہ اگر کلمہ خیر ہو تو اس کو زبان سے ادا کرے ورنہ خاموش رہے کیوں کہ بات یا تو خیر ہے یا شر ہے یا اس کا مآل خیر ہے یا اس کا مآل شر ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مفہوم حدیث یہ ہے کہ جب کوئی شخص بات کا ارادہ کرے تو دیکھ لے کہ فی الواقع خیر ہے، یعنی کوئی امر واجب یا مندوب پر مشتمل بات ہے تب بات کرے ورنہ خاموش رہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید ، (جب کوئی لفظ زبان سے نکالتا ہے تو ایک سخت نگران پاس موجود ہوتا ہے) علماء سلف کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا فرشتے اس بات کو لکھ لیتا ہے جو انسان کی زبان سے نکلے؟ جیسا کہ آیت قرآنی کا عموم اس پر دلالت کرتا ہے یا صرف ان باتوں کو لکھتا ہے جن میں کوئی ثواب یا عتاب ہو، بہر حال اس حدیث کے مفہوم کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی کو چاہیے کہ بولنے سے پہلے سوچ لے کہ اس کی بات کسی طرح کے شر یا مضرت پر تو مشتمل نہیں ہے، جب یہ اطمینان ہو جائے تو بات کرے ورنہ خاموش رہے۔

(فتح الباری: ۱۸۵/۳ حدیث نمبر : ۶۰۱۸)

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۶/۲ ، روضة المتقین : ۳۵۰/۱؛ نزہة المتقین : ۲۸۹/۱)

اچھی بات کرے یا خاموشی اختیار کرے

۳۰۹. وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُحْسِنْ اِلٰی جَارِهٖ : وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ، وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَسْكُتْ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ، وَ رَوَی الْبُخَارِیُّ بَعْضَهٗ .

(۳۰۹) حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ (مسلم نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور بخاری میں اس کا کچھ حصہ آیا ہے)

تخریج حدیث(۳۰۹): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللّٰہ .

کلمات حدیث: فلیحسن : چاہئے کہ احسان کرے، حسن سلوک کرنا چاہیے۔ أحْسَنَ، احساناً (باب افعال) احسان کرنا، اچھا سلوک کرنا۔

شرح حدیث: اس حدیث کا مضمون وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث میں گزرا ہے، مقصود دونوں احادیث کا یہ ہے کہ جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنا برتاؤ اللہ کی مخلوق سے اچھا رکھے، اور کسی کی ایذاء اور تکلیف کا باعث نہ بنے۔

جس پڑوسی کا دروازہ قریب ہو وہ ہدیہ کا زیادہ حق دار ہے

۳۱۰. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، اِنَّ لِيْ جَارَيْنِ فَاِلٰى اَيِّهِمَا اُهْدِىْ؟ قَالَ: اِلٰى اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۳۱۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں، میں ان میں سے کس کو ہدیہ دوں؟ فرمایا جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۳۱۰): صحیح البخاری، کتاب الشفقة، باب ای الجوار أقرب .

کلمات حدیث: أُهْدِى : میں ہدیہ دیتا ہوں۔ أَهْدٰى اِهداءً (باب افعال) ہدیہ دینا۔

شرح حدیث: پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک عمل بیت نبوت ﷺ ہے، لازم ہے کہ ہر آدمی جو اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے اور پڑوسیوں کا شمار چالیس گھروں تک ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ پڑوس ہر طرف سے چالیس گھر ہیں، لیکن ان میں حسن سلوک کی ترتیب اس طرح ہے کہ جس کا دروازہ قریب تر ہو اس کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک میں پہل کرنی چاہئے کہ اگر کوئی شئے بطور ہدیہ بھیجنا ہو تو سب سے پہلے اس کے یہاں بھیجے جس کا دروازہ سب سے قریب تر ہے۔ (فتح الباری :۲/۱۱۴۵، (حدیث نمبر : ۲۲۵۹)

بہترین ساتھی اور بہترین پڑوسی

۳۱۱. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "خَيْرُ

الْاَصْحَابِ عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ، وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۳۱۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک بہترین دوست وہ ہیں جو اپنے دوست کے لئے خیر ہوں اور اللہ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے ہمسایہ کے لئے خیر ہوں۔ (ترمذی نے روایت کیا اور اس حدیث کو حسن کہا ہے)

تخریج حدیث (۳۱۱): الجامع الترمذی، ابو اب البر و الصلة، باب ماجاء فی الإحسان الی الخادم .

کلمات حدیث: اَصْحَاب : ساتھی دوست، رفیق، جمع صَاحِب، صَحِبَ، صحبة (باب سمع) ساتھ ہونا، رفیق ہونا۔

شرح حدیث: صحبت کا اثر انسان پر ہوتا ہے اس لئے لازمی ہے کہ انسان اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور جن لوگوں کے ساتھ وقت گزارے وہ اس کے دین کی صلاح وفلاح میں اس کی مدد کرنے والے ہوں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ انسان اپنے دوست کے طریقے پر ہوتا ہے اس لئے دیکھ لینا چاہئے کہ کس سے دوستی کی جائے۔

اللہ کے نزدیک اچھے ساتھی اور اچھے رفیق وہ ہیں جو خیر ہوں یعنی خود بھی سراپا خیر ہوں اور ان کے اعمال وافعال بھی خیر ہوں اور ان کی بات بھی خیر پر مشتمل ہو، اسی طرح اللہ کے نزدیک اچھے پڑوسی وہ ہیں جو خیر یعنی اپنے افعال واعمال میں اور پڑوسی کی خیر خواہی میں وہ سراپا خیر ہوں۔ (روضة المتقین : ۱/۳۵۳)

البَاب (۴۰)

بِرُّ الْوَالِدَيْنِ وَصِلَةُ الْاَرْحَامِ

برالوالدین اور صلۂ رحمی

۱۲۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت داروں کے ساتھ اور یتیموں اور فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ۔'' (النساء:۳۶)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اللہ سبحانہ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ اس کو ملا کر بیان فرمایا گویا اللہ کی بندگی کے بعد سب سے پہلا فریضہ بحیثیت انسان جو انسان پر عائد ہوتا ہے وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک ہے، اس آیت کریمہ کے بارے میں تفصیلی نکات اس سے پہلے باب میں آچکے ہیں، وہاں ملاحظہ کئے جائیں۔

۱۲۴. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ﴾

اور فرمایا:

''اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے واسطے سے سوال کرتے ہو آپس میں اور خبردار رہو قرابت والوں سے۔'' (النساء:۱)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ ہی انسان کا خالق مالک اور اس کا رب ہے، اس لئے اسی سے ڈرو، اور اس لئے بھی اس سے ڈرو کہ تم خود آپس میں اس کے نام کا واسطہ دے دے کر اپنے حقوق طلب کرتے ہو اور اپنے معاملات اور حاجات ضروریہ میں اسی کا وسیلہ پکڑتے ہو یعنی تم اپنے وجود اور بقا ہی میں اللہ کے محتاج نہیں ہو بلکہ تمام حاجتوں اور کاموں میں بھی اسی کے محتاج ہو۔ اس لئے بندگی صرف اللہ ہی کی کرو اور اسی سے ڈرو اور اسی واسطے اور تعلق سے صلہ رحمی کرو اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی سے اجتناب کرو، کہ تم سب کا پیدا کرنے والا اور رشتوں کی لڑی میں جوڑنے والا وہی ایک اللہ ہے اور وہی سب کا مالک ہے، اور وہی سب کا رازق ہے اور وہی سب کا خالق ہے، جب سب کا خالق و مالک اور رازق ایک ہی ہے تو سب پر ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی بھی واجب ہے۔ (تفسیر عثمانی)

سورۃ الملک قیامت کے دن شفاعت کرے گی

۱۰۱۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مِنَ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةٌ ثَلاثُوْنَ اٰیَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰی غُفِرَلَه، وَهِیَ : تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ "رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗد وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ: وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ: "تَشْفَعُ:"

(۱۰۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں ایک سورۃ ہے جس میں تیس آیات ہیں جو آدمی کی شفاعت کرتی ہیں یہاں تک کہ اس کو معاف کر دیا جاتا ہے اور وہ سورت تبارك الذی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابوداؤد کی ایک روایت میں شفعت کی جگہ تشفع ہے یعنی سفارش کرتی ہے۔

تخریج حدیث (۱۰۱۶): سنن ابی داؤد، كتاب الصلاة، باب في عدد الآي. الجامع للترمذي، ابواب ثواب القرآن، باب ما جاء في سورة الملك.

کلمات حدیث: شفعت لرجل حتى غفرله: ایک آدمی کی سفارش کی یہاں تک کہ اس کی مغفرت ہوگئی۔ آدمی کی سفارش کرتی ہے یہاں تک کہ اس کی معافی کا پروانہ حاصل کر لیتی ہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں سورۃ الملک کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ سورۃ الملک ہر مؤمن کے دل میں ہو اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت اللہ کے عذاب سے روکنے والی اور نجات دینے والی ہے۔ اس حدیث میں فرمایا کہ جو شخص سورۃ الملک کی تلاوت پر مداومت کرے اس کے احکام پر عمل کرے اور اس کے مضامین سے عبرت حاصل کرے تو یہ سورت روز قیامت اس کی شفاعت کرے گی یہاں تک کہ معافی مل جائے گی۔ حدیث مبارک میں شفعت بصیغہ ماضی آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی کہ کوئی سورۃ الملک پڑھتا تھا اور اس کی شفاعت پر اس کی مغفرت ہوگئی اور آپ ﷺ نے بطور ترغیب اس کو خبر دینے کے طور پر بیان فرمایا۔ یا شفعت، تشفع کے معنی میں ہے جیسا کہ ابوداؤد کی ایک روایت میں تشفع ہے یعنی روز قیامت سورۃ الملک اپنے پڑھنے والے کے حق میں سفارش کرے گی یہاں تک کہ اسے معاف کر دیا جائے گا۔ (روضة المتقين : ۳/۵۸ ـ دليل الفالحين : ۳/۴۶۰)

سورۃ البقرۃ کی آخری آیات کی فضیلت

۱۰۱۷. وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ قَرَاَ بِالْاٰیَتَیْنِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِیْ لَیْلَةٍ کَفَتَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

"قِیْلَ کَفَتَاهُ الْمَکْرُوْهَ تِلْکَ اللَّیْلَةَ وَقِیْلَ کَفَتَاهُ مِنْ قِیَامِ اللَّیْلِ.

(۱۰۱۷) حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رات کو سورۂ بقرہ کی آخری

دو آیتیں پڑھیں وہ اسے کافی ہو جائیں گی۔ (متفق علیہ)

کسی نے کہا کہ کافی ہو جائیں گی کے معنی ہیں کہ اس رات کے شر کو کافی ہو جائیں گی اور کسی نے کہا کہ اس رات کے قیام لیل کو کافی ہو جائیں گی۔

تخریج حدیث (۱۰۱۷): صحيح البخاری، کتاب المغازی، و کتاب فضائل القرآن، باب من لم ير بأسا ان يقول سورة الفاتحة و سورة كذا و كذا . صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة البقرة و خواتم سورة البقرة .

کلمات حدیث: كفتاه : اسے کافی ہو جائیں گی یعنی یہ دو آیتیں اس کو رات کے کسی شر سے بچانے اور محفوظ رکھنے کے لیے کافی ہوں گی۔

شرح حدیث: سورۃ البقرۃ کی آخر کی دو آیات کی فضیلت بیان ہوئی ہے یعنی آمن الرسول سے آخر تک کہ جو شخص انہیں پڑھے گا یہ اسے کافی ہو جائیں گی شیطان کے شر اور ہر نوع کے شر سے۔ جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آیت الکرسی پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا محافظ بن جاتا ہے اور صبح تک شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔ (فتح الباري : ۲/ ۹۵۱ - روضة المتقين : ۳/ ۵۹)

سورۂ بقرۃ کی تلاوت سے شیطان بھاگ جاتا ہے

۱۰۱۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَاتَجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ تُقْرَأُ فِیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں کو مقابر نہ بناؤ! بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ البقرۃ پڑھی جاتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۱۸): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة النافلة في بيته .

کلمات حدیث: مقابر : جمع مقبرۃ، قبر۔ مقابر : قبرستان۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کہ جس طرح مردے کچھ نہیں کرتے اسی طرح تم بھی نماز، قرآن اور تلاوت اور اللہ کے ذکر سے بے تعلق ہو جاؤ۔ جس دل میں اللہ کی یاد نہیں ہے وہ مردہ دل ہے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہیں ہے وہ قبرستان ہے اور ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں سورۃ البقرۃ پڑھی جاتی ہے اس سے شیطان دور بھاگتا ہے اور اس گھر کے لوگوں کو بہکانے اور ورغلانے سے مایوس ہو جاتا ہے کیونکہ سورۃ البقرۃ دلائل و براہین، احکام و قصص اور موعظت و عبر اور شریعت اور معجزات کے بیان پر مشتمل ہے اس میں شیطان کے مکائد کا ذکر ہے اور اس کے حضرت آدم علیہ السلام کے بہکانے کا ذکر ہے۔ مضامین کے تنوع اور کثرت کا یہ حال ہے کہ کہا گیا کہ سورۃ البقرۃ میں ایک ہزار اوامر ایک ہزار ممانعتیں ایک ہزار احکام اور ایک ہزار اخبار مذکور ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/ ٦٠ - روضة المتقين : ٣/ ٥٩ - دليل الفالحين : ٣/ ٤٦٢)

سب سے محبوب عمل

۳۱۲. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی؟ قَالَ : "اَلصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا" قُلْتُ : ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ:"بِرُّ الْوَالِدَیْنِ" قُلْتُ : ثُمَّ اَیٌّ : قَالَ "اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۳۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل اللہ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: نماز اپنے وقت پر، میں نے عرض کی کہ پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے عرض کی کہ پھر کون سا؟ فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۱۲): صحیح البخاری، کتاب المواقیت، باب فضل الصلوٰة و وقتها . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الایمان باللّٰہ أفضل الأعمال .

کلمات حدیث: الجہاد : اللہ کے راستے میں جنگ وقتال، اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے کافروں سے قتال۔ جهد جهداً (باب فتح) کوشش کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بر بالوالدین یعنی والدین کے ساتھ نیک سلوک کی اس قدر اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اسے نماز کے فوراً بعد ذکر فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ حقوق اللہ میں اعلیٰ ترین اور بلند ترین درجہ نماز کا ہے اور حقوق العباد میں جو حق سب پر مقدم اور سب سے فائق ہے وہ والدین کا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وقضی ربك ان لا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا" یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا اور عبادت و بندگی میں نماز کا درجہ اعلیٰ اور بلند ہے اس لئے رسول کریم ﷺ نے نماز کا ذکر فرمایا۔ (فتح الباری : ۱/۴۷۱ (۵۲۷) ، شرح مسلم للنووی : ۲/۶۶)

* * *

باپ کے ساتھ حسن سلوک کا بہترین طریقہ

۳۱۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : 'لَا یَجْزِیْ وَلَدٌ وَالِداً اِلَّآ اَنْ یَّجِدَهٗ مَمْلُوْکاً فَیَشْتَرِیَهٗ فَیُعْتِقَهٗ ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۳۱۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بیٹا اپنے والدین کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا الا یہ کہ اسے غلام پائے اور خرید کر آزاد کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۳۱۳): صحیح مسلم، کتاب العتق، باب فضل عتق الولد .

کلمات حدیث: لایجزی : بدلہ نہیں دیتا۔ جزی جزاءً (باب ضرب) بدلہ دینا۔

شرح حدیث: کوئی صورت ایسی نہیں ہے کہ اولا د والدین کا بدلہ چکا سکے سوائے اس کے کہ کسی بیٹے کو اپنا باپ غلامی کی حالت میں ملے اور وہ اس کو خرید کر آزاد کر دے، یعنی اگر باپ کا صلہ کسی درجے میں ہو سکتا ہے تو وہ یہ ہے۔اس کے علاوہ کوئی صلہ نہیں ہے۔

اگر کوئی اپنے قریبی رشتہ داروں کا مالک ہو جائے تو اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے،اہل ظاہر کی رائے یہ ہے کہ محض مالک ہونے سے آزاد نہیں ہوگا چاہے وہ باپ ہی کیوں نہ ہو بلکہ وہ خرید کر آزاد کرے گا،ان کی دلیل اسی حدیث کے ظاہری الفاظ ہیں، جبکہ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ باپ ماں دادا دادی جونہی اولاد کی ملکیت میں آئیں گے خود بخود آزاد ہو جائیں گے،اسی طرح بیٹا اور بیٹی باپ کی ملکیت میں آجائیں تو وہ اسی وقت آزاد ہو جائیں گے اور اس میں مسلم اور کافر قریب اور بعید اور وارث اور غیر وارث کا کوئی فرق نہیں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ ماں باپ اور اولاد کے علاوہ دیگر رشتہ دار جیسے بھائی وغیرہ محض ملک سے آزاد نہیں ہوں گے بلکہ آزاد کرنے سے آزاد ہوں گے،امام مالک رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ بھائی بھی از خود آزاد ہو جائیں گے،امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ہر ذی رحم رشتہ والا شخص ملکیت میں آتے ہی خود بخود آزاد ہو جائے گا۔ (شرح مسلم للنووی: ۱۲۹/۱۰)

مؤمن کو صلہ رحمی کرنا چاہیے

۳۱۴. وَعَنْهُ اَيْضاً رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۱۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ صلہ رحمی کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۱۴): صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب من كان يؤمن بالله . صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الحث على إكرام الجار و الضيف .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں تین امور کی تاکید فرمائی گئی ہے،مہمان کا اکرام،صلہ رحمی اور کلمۂ خیر کہنا کہ آدمی اپنے مہمان کی مہمان نوازی کرے اور اس کی تکریم کرے۔تعلق والوں سے اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے اور اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے، یہ حدیث ۳۱۰ میں گزر چکی ہے۔ (فتح الباري :۱۱۴۵/۲)

جو صلہ رحمی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے

۳۱۵. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰى اِذَا

ہونے کا عذر کیا تو میں نے اسے ترس کھا کر چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا وہ پھر آئے گا میں نے پھر تیسری رات اس کا انتظار کیا وہ پھر آ کر طعام (غلہ) بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا کہ یہ آخری اور تیسری مرتبہ ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں دوبارہ نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ تم مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ میں نے کہا کہ وہ کیا کلمات ہیں؟ اس نے کہا کہ جب تم رات کو بستر پر آؤ تو آیت الکرسی پڑھا کرو تمہارے اوپر اللہ کی طرف سے ایک محافظ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے پاس نہیں آئے گا اس پر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی میں حاضر خدمت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے رات کے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے کہا کہ وہ مجھے کچھ کلمات سکھائے گا جن سے اللہ مجھے فائدہ پہنچائے گا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا کلمات ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ جب تم رات کو بستر پر آؤ تو آیت الکرسی اول سے آخر تک پڑھو یعنی اللہ لا الہ الا ھو القیوم اور مجھ سے کہا کہ تمہارے اوپر اللہ کی طرف سے محافظ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ خود تو جھوٹا ہے لیکن تم سے سچ کہا ہے۔ اے ابو ہریرہ! تمہیں معلوم ہے کہ تین دن سے تم کس سے مخاطب ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۰۲۰): صحیح البخاری، کتاب الوکالة کاملا، باب اذا وکل رجل فترك الوکیل شیئا فاجازه الموکل فهو جائز۔

کلمات حدیث: زکوۃ رمضان سے مراد صدقۃ الفطر ہے۔ یحثو : دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر کھانا لے رہا تھا۔

شرح حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو صدقۃ الفطر میں آئی ہوئی کھجوروں کا محافظ مقرر فرمایا تھا۔ حدیث مبارک میں آیت الکرسی کی فضیلت کا بیان ہے اور اس کا رات کو سونے سے پہلے پڑھنا بہت خیر و برکت کا حامل ہے۔ متعدد احادیث میں آیۃ الکرسی کے فضائل بیان ہوئے ہیں کیونکہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی دس صفات کو یکجا بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ البقرۃ میں ایک آیت ہے جو سیدۃ آیۃ القرآن ہے، وہ جس گھر میں پڑھی جائے شیطان اس سے نکل جاتا ہے۔

نسائی کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھا کرے تو اسے جنت میں داخل ہونے کے لیے بجز موت کے کوئی مانع نہیں ہے یعنی موت کے بعد وہ فوراً جنت کے آثار اور راحت و آرام کا مشاہدہ کرنے لگے گا۔

(فتح الباري : ۱/ ۱۱۶۵ ۔ روضة المتقين : ۳/ ۶۱ ۔ دليل الفالحين : ۳/ ۶۰۵)

دجال کے فتنے سے حفاظت کا ذریعہ

۱۰۲۱ ۔ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ

حَافِظ عَشْرَ ایَاتٍ "مِنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْکَهْف عُصِمَ مِنَ الدَّجالِ"

وَفِی رِوَایة : "مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْکَهْفِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۱) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات حفظ کر لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہو گیا اور ایک اور روایت میں سورۃ الکہف کی آخری دس آیات کے بارے میں یہی ارشاد ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۲۱): صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة الكهف .

کلماتِ حدیث: عصم : محفوظ کر دیا گیا، بچا لیا گیا۔ عصم عصما (باب ضرب) محفوظ ہونا۔

شرح حدیث: دجال قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اور اس کا فتنہ قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والے فتنوں میں سب سے بڑا سب سے ہمہ گیر اور سب سے زیادہ دین وایمان کی بربادی کا سبب ہوگا اور اسی لیے متعدد احادیث میں اس سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے اور فرماتے تھے

" اللّٰهم اني اعوذبک من فتنة المسيح الدجال ."

"اے اللہ! میں مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

اس کے فتنہ کے اس قدر شدید ہونے کی ایک وجہ یہ ہوگی کہ اللہ کے حکم سے بعض خارق عادت قوتیں حاصل ہوں گی، وہ کہے گا کہ اے آسمان بارش برسا دے تو بارش ہو جائے گی اور زمین کو اگانے کا حکم دے گا تو زمین سے پیداوار ظاہر ہو جائے گی۔

صحیح مسلم میں مروی دو روایات میں فتنہ دجال سے محفوظ رہنے کے لیے سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات اور سورۃ الکہف کی آخری دس آیات پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ جو شخص ان آیات کو پڑھنے کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دجال کے فتنے سے محفوظ رکھے گا۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٨١/٦ ـ روضة المتقين : ٣/ ٦٣ ـ دليل الفالحين : ٤٦٧/٣)

سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

۱۰۲۲۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا قَالَ : بَیْنَما جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِیْضًا مِنْ فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ : هٰذَا بَابٌ مِنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْیَوْمَ وَلَمْ یُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَکٌ فَقَالَ : هٰذَا مَلَکٌ نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ لَمْ یَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَیْنِ اُوْتِیْتَهُمَا لَمْ یُؤْتَهُمَآ نَبِیٌّ قَبْلَکَ: فَاتِحَةُ الْکِتَابِ وَخَوَاتِیْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهَا اِلَّا اُعْطِیْتَهٗ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ . "اَلنَّقِیْضُ": اَلصَّوْتُ .

(۱۰۲۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم

﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ ﴾

''اور ہم نے انسان کو تاکید نصیحت کی کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے، ماں نے مشقت پر مشقت برداشت کی اور دو سال میں دودھ چھڑایا۔''

یعنی وهنا على وهن میں پہلا وھن حمل ہے اور دوسرا وضع حمل اور تیسرے رضاعت، بہر حال ماں کا حق باپ کے حق پر فائق اور مقدم ہے۔ (فتح الباری :۳/۱٦٦ (٥٩٧١) روضة المتقين: ۱/ ۳٥٨)

والدین بڑھاپے میں حسن سلوک کے زیادہ حق دار ہیں

۳۱۷. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ: أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۱۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، ماں باپ کو یا ایک کو یا دونوں کو بوڑھا پایا اور جنت میں داخل نہیں ہوا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۳۱۷): صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب رغم أنف من أدرك أبويه او أحدهما .

کلمات حدیث: رغم : خاک آلود ہو۔ رغم، رغماً (باب نصر) ذلیل ہونا، خاک آلود ہونا۔ رغم الله أنفه : اللہ اسے ذلیل کرے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں والدین کی خدمت گزاری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی جارہی ہے کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور ان کی خدمت تو زندگی کے ہر حصہ میں لازم ہے مگر جب والدین بوڑھے ہو جائیں اور کمزور ونا تواں ہو کر دوبارہ بچوں کی طرح ہو جائیں، اس وقت تو ان کی خدمت اسی طرح کرنی چاہئے جس طرح انہوں نے اس وقت کی تھی جب تم بچے تھے، یہی وقت ہے جس میں ان کے احسانات کا کسی درجہ میں صلہ دیا جا سکتا ہے۔

فرمایا: کس قدر کم نصیب ہے وہ انسان، کس قدر بد قسمت ہے، اس کی ناک خاک آلود ہو ماں باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر بھی جنت میں نہ جا سکا، حالانکہ اسے چاہئے تھا کہ ماں باپ کی خدمت کرتا اور ان کی دعا حاصل کر کے رحمت الٰہی کا مستحق ہوتا اور جنت میں چلا جاتا۔ (دليل الفالحين:۲/ ۱۲٥، روضة المتقين :۱/ ۳٥٩، شرح صحيح مسلم للنووی:٦/ ۱٦/ ۸۸)

جو قطع رحمی کرے اس سے بھی صلہ رحمی کیا جائے

۳۱۸. وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُونِي وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيئُونَ إِلَيَّ وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ. فَقَالَ: "لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ

وَلَا یَزَالُ مَعَکَ مِنَ اللّٰہِ ظَھِیْرٌ عَلَیْھِمْ مَا دُمْتَ عَلٰی ذٰلِکَ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

"وَتُسِفُّھُمْ" بِضَمِّ التَّاءِ وَکَسْرِ السِّیْنِ الْمُھْمَلَۃِ وَتَشْدِیْدِ الْفَاءِ " وَالْمَلُّ" بِفَتْحِ الْمِیْمِ وَتَشْدِیْدِ اللَّامِ وَھُوَ الرَّمَادُ الْحَارُ: اَیْ کَاَنَّمَا تُطْعِمُھُمُ الرَّمَادَ الْحَارَ، وَھُوَ تَشْبِیْہٌ لِمَا یَلْحَقُھُمْ مِنَ الْاِثْمِ بِمَا یَلْحَقُ اٰکِلَ الرَّمَادِ الْحَارِ مِنَ الْاَلَمِ وَلَا شَیْءَ عَلٰی ھٰذَا الْمُحْسِنِ اِلَیْھِمْ لٰکِنْ یَنَالُھُمْ اِثْمٌ عَظِیْمٌ بِتَقْصِیْرِھِمْ فِیْ حَقِّہٖ وَاِدْخَالِھِمُ الْاَذٰی عَلَیْہِ، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ.

(۳۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ میرے قریبی رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برا برتاؤ کرتے ہیں، میں ان سے بردباری کا رویہ اختیار کرتا ہوں وہ جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر فی الواقع اسی طرح ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو تو تم ان پر گرم خاک ڈال رہے ہو اور جب تک تمہارا یہ رویہ رہے گا اللہ کی طرف سے تمہارے ساتھ ایک مددگار رہے گا جو ان کے مقابلے میں تیری مدد کرے گا۔ (مسلم)

تسِفُّھُم، تاء کے ضمہ سین کے زیر اور فاء کے شد کے ساتھ۔ مَلّ میم کے فتحہ اور لام کے شد کیساتھ گرم راکھ، (بھوبھل) جیسے کہ تم انہیں گرم راکھ کھلا رہے ہو، یہ تشبیہ ہے اس امر کی کہ وہ گناہ میں مبتلا ہو رہے ہیں جیسے اگر کوئی گرم راکھ ڈالے تو اسے اذیت و تکلیف ہوگی اور جو ان کے ساتھ احسان کر رہا ہے اسے کوئی تکلیف نہیں لیکن وہ سخت گناہ میں مبتلا ہیں کہ وہ اس کا حق ادا نہیں کر رہے ہیں اور اسے ایذاء پہنچا رہے ہیں۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث (۳۱۸): صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ الرحم وقطیعتھا.

کلمات حدیث: تسفھم: تم ان پر پھینک رہے ہو۔ سفّ سفاً (باب سمع) دوا یا ستو وغیرہ پھانکنا۔ مَلّ، ملاً (باب نصر) مل الشئی فی الجمر: انگاروں پر رکھنا۔

شرح حدیث: مقصود حدیث یہ ہے کہ آدمی اپنے اہل تعلق سے حسن تعلق رکھے خواہ ان کا رویہ کچھ بھی ہو اور رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آئے اور ان سے صلہ رحمی کرے، اور اس میں ان کی طرف جو تکلیف و ایذاء پیش آئے اس پر صبر کرے، تو اللہ کے یہاں اس کا اجر و ثواب زیادہ ہوگا، اور وہ رشتہ دار جن کی حالت حدیث میں بیان ہوئی گرم راکھ پھانکنے پر مجبور ہوں گے اور اللہ اس شخص کی حفاظت کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرما دیں گے جو اسے ان لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاء اور تکلیف سے محفوظ رکھے گا۔

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۶/۹۳، دلیل الفالحین: ۲/۱۲۵)

صلہ رحمی کے دو نقد فائدے

۳۱۹. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ

الباب (۱۸۵)

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْء
وضوء کی فضیلت

۲۷۴۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغْسِلُوا۟ وُجُوهَكُمْ ﴾

الی قَوْلِه تَعَالٰی :

﴿ مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَـٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝٦ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہوتو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو، اپنے سروں کا مسح کرلو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھولو اور اگر تم جنبی ہوتو اچھی طرح پاکی حاصل کرلو اور اگر تم بیمار ہو یا حالتِ سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا، یا تم نے بیویوں سے قربت کی ہو، پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو پاک مٹی سے، اللہ تعالیٰ تم پر تنگی کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نصیحت کو تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔''

(المائدۃ:٦)

<u>تفسیری نکات:</u> نماز پڑھنے کے لیے باوضوء ہونا ضروری ہے اور جسم کی اور اس جگہ کی جہاں نماز پڑھی جانے پاکی ضروری ہے، اگر پہلے سے وضو ہوتو دوبارہ وضوء کرنا مستحب ہے۔ وضوء میں پہلے چہرے کو دھونا چاہیے، تمام اعضاءِ وضوء کو ایک ایک مرتبہ دھونا چاہیے اور تین تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔

پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو، وارجلکم کا عطف اگر وجوهکم کی طرف ہے تو معنی یہ ہیں کہ پیروں کو ٹخنوں تک دھوؤں اور اگر اس کا عطف وامسحوا پر ہے تو معنی ہوں گے کہ پاؤں میں موزے ہونے کی صورت میں پاؤں پر ٹخنوں تک مسح کرو چمڑے کے موزے پہننے کی صورت میں ان پر حالت اقامت میں ایک دن ایک رات مسح درست ہے اور حالتِ سفر میں تین دن تین رات مسح کیا جاسکتا ہے۔ ناپاکی کی حالت میں غسل کرنا چاہیے، پانی نہ ہونے کی صورت میں اور حالتِ عذر میں تیمم درست ہے۔ (معارف القرآن)

قیامت کے دن اعضاءِ وضوء چمک رہے ہوں گے

۱۰۲۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُوْلُ: ''اِنَّ اُمَّتِيْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُطِيْلَ غُرَّتَه'

فَلْيَفْعَلْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے لوگوں کو روز قیامت پکارا جائے گا اور وضوء کے آثار سے ان کے چہرے اور اعضاء وضوء چمک رہے ہوں گے تو تم سے جو چاہتا ہے کہ اس کی روشنی طویل ہو تو وہ ضرور ایسا کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۲۴): صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون من اثر الوضوء. صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب استحباب الطهارة الغرة والتحجيل.

کلماتِ حدیث: أمتي : میری امت یعنی امت محمدیہ ﷺ، نبی کے تمام ماننے والے، اس نبی کی امت کہلاتے ہیں، اور اصولوں کی اساس پر جو لوگ تیار ہوں اور وہ سب ان اصولوں کو مانتے ہوں تو وہ ملت کہلاتے ہیں جیسے: ﴿ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ﴾ (تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت) غرہ : گھوڑے کی پیشانی پر سفید بال، یہاں پر چہروں کی روشنی اور نور مراد ہے، روزِ قیامت مؤمنین کے چہرے نورِ ایمان سے دمک رہے ہوں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ﴾ اور محجلين : تحجيل سے ہے گھوڑے کی ٹانگوں پر پائی جانے والی سفیدی کو کہتے ہیں۔ یہاں وہ نور اور روشنی مراد ہے جو روز قیامت مومنین کے ہاتھوں اور پیروں پر وضو کے آثار سے پائی جائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ روز قیامت مؤمنین کے چہرے اور ہاتھ پاؤں نور سے منور ہوں گے۔

شرحِ حدیث: روزِ قیامت جب امتِ محمدیہ ﷺ کے افراد کو پکارا جائے گا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں امت سے مراد امت اجابت ہے یعنی تا قیام قیامت جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لاکر آپ ﷺ کی امت میں شامل ہوں گے تو ان کے چہرے اور ان کے ہاتھ پاؤں نور سے چمک رہے ہوں گے۔ جس قدر کثرت سے کوئی صاحبِ ایمان وضوء کرے گا اتنا ہی اس کے چہرے کی اور اس کے ہاتھوں اور پیروں کی روشنی اور نور بڑھتا جائے گا۔

(فتح الباري : ۱/ ۳۱۸ ـ ارشاد الساري : ۱/ ۳٤٤ ـ روضة المتقين : ۳/ ٦٧ ـ دليل الفالحين : ۳/ ٤٧٢)

وضوء کی برکت سے جنت کے زیورات

۱۰۲۵ ۔ وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : "تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوءُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے خلیل ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جہاں تک وضوء کا پانی پہنچتا ہے اس جگہ تک مؤمن کے زیورات ہوں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۲۵): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء.

کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی کہ میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اجر کا طلب گار ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والدین کے پاس جاؤ اور ان کی خدمت کرو۔ (متفق علیہ اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے جہاد کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی خدمت میں جہاد کرو۔

تخریج حدیث (۳۲۱): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب الجهاد بإذن الأبوين. صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب بر الوالدين و أيهما أحق به.

کلمات حدیث: أُبَايِعُكَ : میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ بايع، مبايعةً (باب مفاعلہ) کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اس کا نام معاویہ بن جاہمہ تھا، جیسا کہ امام نسائی اور امام احمد بن حنبل نے معاویہ بن جاہمہ سے روایت کیا ہے کہ جاہمہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں آپ ﷺ سے جہاد میں شرکت کے بارے میں مشورہ کے لئے آیا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ماں ہے، اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا اسی کے ساتھ رہو، اسی کی خدمت میں لگے رہو۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ اس شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور میری غرض وہ اجر ہے جو مجھے اللہ کے یہاں ملے گا، قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ واقعہ ہجرت اور جہاد کے وجوب کے زمانے کا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا والدین زندہ ہیں؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور ان کی اچھی طرح خدمت کرو، یا دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا انہی کی خدمت کرو اور یہی تمہارا جہاد ہے۔

ہجرت کے واجب ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اسے والدین کی خدمت کا حکم دیا کیوں کہ والدین کا حق مقدم اور فائق ہے۔

شرح السنہ میں ہے کہ یہ حکم نفلی جہاد کے بارے میں ہے یعنی اگر کسی شخص کے والدین مسلم ہوں تو والدین کی اجازت کے بغیر نفلی جہاد میں جانا درست نہیں، اور اگر جہاد فرض ہو تو والدین کی اجازت کی ضرورت نہیں اور جہاد میں شریک ہونا چاہئے، علماء نے فرمایا ہے کہ تمام نفلی حج وعمرہ کے لئے بھی والدین کی اجازت لینی چاہئے۔

(فتح الباري: ١٩٦/٢، صحيح مسلم بشرح النووي: ٨٤/١٦، دليل الفالحين، ١٢٩/٢، روضة المتقين: ٣٦٢/١،
مظاهر حق جديد ٧٣٩/٣)

صلہ رحمی یہ ہے کہ قطع تعلق کرنے والے سے صلہ رحمی کی جائے

۳۲۲۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيءِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلُ الَّذِیْ

اِذَا قَطَعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُ .

"وَقَطَعَتْ" بِفَتْحِ الْقَافِ وَالطَّآءِ "وَرَحِمُهُ" مَرْفُوْعٌ .

(۳۲۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ صلہ رحمی کرنے والا نہیں جو بدلے میں صلہ رحمی کرے، اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو خود صلہ رحمی کرے لیکن لوگ اس سے قطع رحمی کریں۔ (بخاری)

قَطَعَتْ : ق اور ط کے زبر کے ساتھ منقول ہے۔ رَحِمُہٗ : پیش کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث(۳۲۲): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب فضل صلاۃ العشاء فی جماعۃ .

کلمات حدیث: المکافیٔ : بدلہ دینے والا۔ کَافَأَ، مکافأۃ (باب مفاعلہ) بدلہ دینا، جیسا جس نے جیسا کیا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا۔

شرح حدیث: صلہ رحمی کی تاکید اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کی نصیحت ہے کہ رشتہ داروں اور قرابت داروں سے ہر حال میں صلہ رحمی کرے، خواہ ان کی طرف سے بھی اسی حسن سلوک کا اظہار ہو یا نہ ہو۔

حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ صلہ رحمی یہ نہیں ہے کہ رشتہ داروں نے جو حسن سلوک کیا ان کے ساتھ ویسا ہی حسن سلوک کرلیا اور معاملہ برابر ہوگیا، یہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کر رہا ہے اور وہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کر رہے ہوں بلکہ حقیقی صلہ رحمی یہ ہے کہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے جو قطع رحمی کریں۔ چنانچہ ابن العربی نے فرمایا کہ اس حدیث میں صلہ رحمی کرنے والے سے مراد وہ ہے جو واصل کامل ہو کیوں کہ اگر رشتہ داروں کی طرف سے بھی صلہ رحمی ہو تو یہ معاملہ برابر سرابر ہوگیا لیکن اگر کوئی ان رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہو جو اس کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں تو یہ واصل کامل ہے کیوں کہ اس کی صلہ رحمی اس صورت میں ہر طرح کی غرض سے پاک اور محض رضائے الٰہی کے لئے ہے۔ (فتح الباری :۳/۱۷۵ (۵۹۹۱) تحفۃ الأحوذی:۶/۲۰، دلیل الفالحین:۲/۱۳۰، نزھۃ المتقین :۱/۲۹۸)

صلہ رحمی کرنے والے کے لیے

۳۲۳. وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ: مَنْ وَّصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۲۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رحم عرش سے لٹکا ہوا کہہ رہا ہے جو مجھے ملائے اللہ اسے ملائے اور جو مجھے قطع کرے اللہ اس سے قطع کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۲۳): صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من وصل وصله الله . صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها .

کلمات حدیث: معلّقة : لٹکی ہوئی۔ علق، تعلیقاً (باب تفعیل) لٹکانا۔

ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف اس کے پیر چل کر گئے تھے یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۲۸): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء.

کلمات حدیث: نقيا : صاف ستھرا۔ نقي نقاوة (باب سمع) صاف ہونا، پاکیزہ ہونا۔ نقی پاک وصاف، جمع انقیاء.

شرح حدیث: مؤمن یا مسلم جب وضوء کرتا ہے تو اس کے صغیرہ گناہ اعضاء کے دھلنے کے ساتھ دھلتے جاتے ہیں اور آخری قطرے کے ٹپکنے کے ساتھ ہر عضو سے گناہ خارج ہوتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وضوء مکمل ہونے تک بندہ صغیرہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں واضح طور پر پاؤں کے دھلنے اور ان کے دھلنے سے ان گناہوں کے نکل جانے کو بیان کیا جارہا ہے جن کی طرف آدمی پیروں سے چل کر گیا ہو تو یہ دلیل واضح ہے کہ شیعوں کا پیروں پر مسح کا مسئلہ صحیح نہیں ہے۔ یہاں گناہوں کی معافی سے صغیرہ گناہوں کی معافی مراد ہے اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا ضروری ہے اور حقوق العباد کی معافی کے لیے ان حقوق کی ادائیگی یا اصحاب حقوق سے معافی حاصل کرنا ضروری ہے۔ خود رسول کریم ﷺ نے ایک حدیث میں کبائر کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں، جمعہ سے جمعہ اور رمضان سے رمضان تک یہ عبادات درمیانی عرصہ کے لیے کفارہ ہیں جب تک آدمی کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي ۱۱۳/۳۔ تحفة الأحوذي : ۳۱/۱)

وضوء کرنے والوں کو رسول اللہ ﷺ پہچان لیں گے

۱۰۲۹۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَا حِقُوْنَ، وَدِدْتُ اَنَّا قَدْ رَاَيْنَا اِخْوَانَنَا قَالُوْا اَوَلَسْنَا اِخْوَانَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ "اَنْتُمْ اَصْحَابِيْ وَاِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ لَمْ يَاْتُوْا بَعْدُ" قَالُوْا: كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَاْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ "اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَهٗ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ اَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهٗ؟" قَالُوْا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: "فَاِنَّهُمْ يَاْتُوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ، وَاَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلام ہو تم پر اے اس گھر میں رہنے والے مؤمنو! ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ صحابہ نے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے صحابہ ہو، میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی نہیں آئے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جو لوگ آپ کی امت میں ابھی نہیں آئے انہیں آپ ﷺ کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر کالے سیاہ گھوڑوں میں کسی کے بیچ کلیاں گھوڑے ملے ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچانے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیوں نہیں!

آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ وضوء کی وجہ سے سفید ہاتھ پاؤں کے ساتھ آئیں گے اور میں حوض پر ان کا استقبال کروں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲۹): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب استحباب اطالة الغر و التحجيل.

کلماتِ حدیث: اتى المقبرة : آپ ﷺ قبرستان تشریف لائے۔ مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع مراد ہے۔ خيل غر محجلة : گھوڑے جن کی پیشانی اور چاروں ٹانگوں پر سفیدی ہو۔ پنج کلیاں گھوڑے۔ دهم بهم : دهم ادهم کی جمع ہے بمعنی سیاہ۔ بهم بهیم کی جمع ہے خوب سیاہ یعنی کالے سیاہ۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع تشریف لائے اور وہاں مردوں کو سلام کیا اور فرمایا کہ تمنا یہ تھی کہ ہم اپنے بعد آنے والے بھائیوں کو بھی دیکھ لیتے اور کسی نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ ہم روزِ قیامت آنے والے بھائیوں سے بھی ملاقات کریں اور بھائی سے مراد وہ سچے مؤمن ہیں جو ایمان کامل اور حبِ رسول ﷺ میں اعلیٰ درجہ پر فائز ہوں گے جیسا کہ حدیث میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بھائی وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا اور مجھ پر ایمان لائیں گے مجھ سے ملے نہ ہوں گے اور میری رسالت کی تصدیق کریں گے ان میں سے ہر ایک کی تمنا ہوگی کہ اگر اہل مال سب کچھ لٹا کر بھی مجھے دیکھ سکے تو دیکھ لے۔ امام باجی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم میرے اصحاب ہو تو آپ کے فرمانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابہ کرام بھائی نہیں ہیں بلکہ وہ بھائی بھی ہیں اور اصحاب ہیں، جبکہ آئندہ آنے والے بھائی ہوں گے اصحاب نہ ہوں گے کیونکہ تمام مؤمنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب روزِ قیامت آپ کی ملاقات ان اہل ایمان سے ہوگی جو بعد میں آئیں گے تو آپ ﷺ انہیں کس طرح پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی کے ایسے گھوڑے ہوں جن کی پیشانی اور ٹانگیں سفید ہوں اور وہ سیاہ گھوڑوں کے درمیان کھڑے ہوں کیا گھوڑوں کے مالک کو اپنے گھوڑوں کے پہچاننے میں دشواری پیش آسکتی ہے؟ میرے آئندہ آنے والے مؤمن بھائیوں کی پیشانیاں اور اعضاء وضوء کے اثر سے دمک رہے ہوں گے اور میں حوضِ کوثر پر ان کا استقبال کروں گا۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۱۸/۳ ۔ روضه المتقين : ۳ : ۷۱)

درجات بلند کرنے والے اعمال

۱۰۳۰ ۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَايَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟" قَالُوْا : بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ : "اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَالصَّلٰوةِ " فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

(۱۰۳۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے ذریعے سے اللہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور درجات بلند فرما دیتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشقت

سے صلہ رحمی کرو۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ کافر رشتہ دار سے بھی صلہ رحمی جائز ہے۔

(فتح الباری :۲/۶۸، روضۃ المتقین :۱/۳۶۵، دلیل الفالحین:۲/۱۳۲)

کیا بیوی اپنے خاوند کو زکوۃ دے سکتی ہے؟

۳۲۶. وَعَنْ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ امْرَأَةِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَصَدَّقْنَ يَامَعْشَرَ النِّسَآءِ : وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ" قَالَتْ: فَرَجَعْتُ اِلىٰ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَقُلْتُ لَه' : اِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأْتِهِ فَاسْأَلْهُ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنِّيْ وَاِلَّا صَرَفْتُهَا اِلىٰ غَيْرِكُمْ. فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ : بَلِ ائْتِيْهِ اَنْتِ فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا امْرَأَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَه' اِئْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ : اَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلىٰ اَزْوَاجِهِمَا وَعَلىٰ اَيْتَامٍ فِيْ حُجُوْرِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ. فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَه' فَقَالَ لَه' رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ هُمَا ؟" قَالَ : امْرَأَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَزَيْنَبُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَيُّ الزَّيَانِبِ هِيَ ؟" قَالَ: امْرَأَةُ عَبْدِاللّٰهِ .فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَهُمَا اَجْرَانِ اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۲۶) حضرت زینب ثقفیہ اہلیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے جماعت خواتین! صدقہ کروخواہ اپنے زیور سے صدقہ کرو، کہتی ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ آپ کا ہاتھ ہلکا ہے اور رسول کریم ﷺ نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا ہے تم جاؤ اور پوچھو کہ اگر یہ میری طرف سے تمہارے لئے جائز ہے تو میں دیدوں ورنہ تمہارے علاوہ کسی کو دیدوں، عبداللہ نے کہا کہ تم ہی چلی جاؤ، میں گئی تو انصار کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر موجود تھی، وہ بھی وہی بات پوچھنے آئی تھی جو میں پوچھنے آئی تھی، رسول اللہ ﷺ کی ایک عظمت وہیبت تھی، بلال آئے تو ہم نے ان سے کہہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ دو عورتیں آپ ﷺ کے دروازے پر آئی ہیں اور آپ ﷺ سے پوچھ رہی ہیں کہ کیا ان کی طرف سے ان کے شوہروں پر اور ان یتیموں پر جو ان کی زیر کفالت ہیں صدقہ جائز ہے مگر یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں، غرض بلال گئے اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ دونوں کون ہیں، انہوں نے بتایا کہ ایک انصاری عورت اور زینب ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کون سی زینب؟ انہوں نے بتایا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی، رسول کریم ﷺ نے

فرمایا کہ ان دونوں کو دو اجر ملیں گے، قرابت داری کا اجر اور صدقہ کا اجر۔ (بخاری ومسلم)

تخریج حدیث(۳۲۶): صحيح البخاری، كتاب الزكاة، باب الزكاة على الزوج والأيتام فى الحجر . صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين .

راوی حدیث: حضرت زینب ثقفی اہلیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ان سے آٹھ احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔

کلمات حدیث: تَصَدَّقْنَ : اے عورتو! تم صدقہ کرو۔ تَصَدَّقَ (باب تفعل) صدقہ کرنا۔

شرح حدیث: حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے دست کاری کرتی تھیں، جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ ہلکا تھا، یعنی وہ تنگ دست تھے، رسول کریم ﷺ نے عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے عورتو! صدقہ کرو چاہے اپنے زیور میں سے کرو، تو زینب رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ سے دریافت کرنے گئیں اور دروازے ہی پر رک گئیں جہاں ایک انصاری عورت پہلے سے کھڑی تھی اور اندر جانے کی ہمت نہیں تھی کہ رسول کریم ﷺ کی ہیبت اور عظمت تھی، غرض حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم پوچھ کر آؤ کہ کیا میں اپنے شوہر اور ان یتیم بچوں پر صدقہ کر سکتی ہوں جو میری زیر پرورش ہیں، رسول کریم ﷺ نے اجازت عطا فرمائی۔

بالاتفاق تمام علماء کی رائے یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے، مگر عورت اپنے شوہر کو زکوٰۃ دینا چاہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ بیوی شوہر کو زکوٰۃ نہ دے کہ میاں بیوی عادۃً ایک دوسرے کے مال میں شریک ہوتے ہیں اور شوہر کو زکوٰۃ دینے کا مآل یہ ہوگا کہ وہ مال زکوٰۃ لوٹ کر پھر بیوی کی طرف آجائے گا، امام ابویوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح مرد کا اپنی بیوی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اسی طرح بیوی بھی اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے، البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نفلی صدقہ بیوی اپنے شوہر کو دے سکتی ہے۔ (فتح الباری : ۸۴۲/۱، شرح مسلم للنووی :۷۵/۷، مظاهر حق :۲۶۸/۲)

ہرقل کے دربار میں ابوسفیان کی تقریر

۳۲۷. وَعَنْ اَبِیْ سُفْيَانَ صَخْرِبْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ فِیْ قِصَّةِ هِرَقْلَ اَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لِاَبِیْ سُفْيَانَ : فَمَاذَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖ ؟ يَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ : يَقُوْلُ: "اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَآءُكُمْ وَيَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۲۷) حضرت ابوسفیان صخر بن حرب اپنی طویل حدیث میں جو ہرقل سے متعلق ہے بیان کرتے ہیں کہ ہرقل نے ابوسفیان سے کہا کہ یہ پیغمبر تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں، ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے

ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور جو باتیں تمہارے آباؤ اجداد کہتے ہیں انہیں چھوڑ دو، اور وہ ہمیں نماز کا حکم دیتے ہیں اور سچ بولنے، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۲۷): صحیح البخاری، باب بدء الوحی : صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب کتاب النبی ﷺ إلی هرقل یدعوه إلی الإسلام

شرح حدیث: حدیث مبارک کے اس حصے میں نماز کی، عفت کی اور صلہ رحمی کی تاکید ہے، اللہ کی بندگی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، غلط موروثی اور رواجی عادتوں کو ترک کر دینا اور دین حنیف کی اتباع کرنا اور نماز قائم کرنا، مکارم اخلاق کو اختیار کرنا، اور صلہ رحمی کرنا، یہ مسلم اور مؤمن کے خصائص ہیں۔ (فتح الباری : ۱/ ۲۳۲)

آپ ﷺ کی پیشین گوئی

۳۲۸. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّكُم سَتَفْتَحُوْنَ اَرْضاً يُذْكَرُ فِيْهَاالْقِيْرَاطُ" وَفِيْ رِوَايَةٍ: " سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَهِيَ اَرْضٌ يُسَمَّى فِيْهَا الْقِيْرَاطُ فَاسْتَوْصُوْا بِاَهْلِهَا خَيْرًا ، فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا " وَفِيْ رِوَايَةٍ : "فَاِذَا افْتَتَحْتُمُوْهَا فَاَحْسِنُوْا اِلىٰ اَهْلِهَا فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا" اَوْ قَالَ " ذِمَّةً وَصِهْرًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَالَ الْعُلَمَاءُ: الرَّحِمُ الَّتِيْ لَهُمْ كَوْنُ هَاجَرَ اُمِّ اِسْمَاعِيْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ: "وَالصِّهْرُ": كَوْنُ مَارِيَةَ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ .

(۳۲۸) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم عنقریب ایک ملک فتح کرو گے جہاں قیراط کا ذکر ہوگا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تم عنقریب مصر فتح کرو گے اس ملک میں سکہ کا نام قیراط ہے تم اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کیوں کہ ان کے لئے ہمارا ذمہ بھی ہے اور رشتہ داری بھی ہے۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ جب تم اسے فتح کرلو تو اسکے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کہ ان کے لئے ذمہ بھی ہے اور رحم بھی ہے، یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ ذمہ ہے اور سسرالی رشتہ ہے۔

علماء کہتے ہیں کہ رحم تو یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ مصر کی تھیں اور سسرالی رشتہ یہ تھا کہ فرزند رسول ﷺ حضرت ابراہیم کی والدہ ماریہ مصر کی تھیں۔

تخریج حدیث (۳۲۸): صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب وصیة النبی ﷺ بأهل مصر.

کلمات حدیث: قیراط : ایک سکہ ہے، جمع قراریط . اس کی اصل قراط ہے یاء کا اضافہ بطور تسہیل کر دیا، یہ نصف دانق کے برابر

ہوتا ہے اور دانق ۱۲ حبہ کا ہوتا ہے، قیراط کا استعمال مصر میں عام تھا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے مصر کے فتح ہونے کی پیشین گوئی فرمائی جو پوری ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں مصر فتح ہوگیا اور اہل اسلام کا غلبہ اور اقتدار قائم ہوگیا۔

(شرح مسلم للنووی: ۱۶/ ۷۸، روضة المتقین: ۱/ ۳۶۸)

اہل قرابت کو جہنم کی آگ سے ڈرانا

۳۲۹. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ: "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُرَیْشاً فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ وَقَالَ: "یَابَنِیْ عَبْدِ الشَّمْسِ، یَا بَنِیْ کَعْبِ ابْنِ لُؤَیٍّ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ یَا بَنِیْ مُرَّةَ بْنِ کَعْبٍ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ، یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ، یَا بَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ، یَا بَنِیْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ یَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئاً غَیْرَ اَنَّ لَکُمْ رَحِماً سَاَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "بِبَلَالِهَا" هُوَ بِفَتْحِ الْبَآءِ الثَّانِیَةِ وَکَسْرِهَا "وَالْبِلَالُ": اَلْمَآءُ وَمَعْنَى الْحَدِیْثِ: سَاَصِلُهَا شَبَّهَ قَطِیْعَتَهَا بِالْحَرَارَةِ تُطْفَاُ بِالْمَآءِ وَهٰذِهٖ تُبَرَّدُ بِالصِّلَةِ.

(۳۲۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ ۝٢١٤ ﴾ تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کو بلایا، جب سب جمع ہوگئے تو آپ ﷺ نے عمومی خطاب بھی فرمایا اور خصوصی بھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے بنی عبد شمس، اے بنی کعب بن لوئی، اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے بنو مرۃ بن کعب اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے بنی عبد مناف اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے بنی ہاشم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے بنی عبد المطلب اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے فاطمہ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ کہ میں اللہ کی طرف سے تمہارے لئے کچھ نہیں کرسکتا سوائے اس کے کہ تمہارے نسبی تعلق کی بنا پر صلہ رحمی کرتا رہوں گا۔ (مسلم)

ببلالها باء ثانیة کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ، اور بلال، پانی۔ اور حدیث کے معنی ہیں میں صلہ رحمی کروں گا قطع رحمی کو حرارت سے تشبیہ دی جو پانی سے بجھائی جاتی ہے اور قطع رحمی صلہ رحمی سے ٹھنڈی کی جاتی ہے۔

تخریج حدیث (۳۲۹): صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله تعالىٰ وأنذر عشيرتك الأقربين.

کلمات حدیث: ببلالها: اس کی تری سے، اس کی نمی سے، اس کی خشکی سے، بلال، پانی، یا نمی، کسی نے کہا کہ بلال، دودھ یا پانی کی اتنی مقدار کہ حلق تر ہوجائے۔ البلل: تری، نمی، خشکی، حدیث میں بَلُّو الْأَرْحَام یعنی صلہ رحمی کر کے قریبی رشتہ داروں کو ٹھنڈک پہنچاؤ، اسی

طرح یہاں یہ الفاظ: غیر أن لکم رحما سابلها ببلاها: یعنی میں تمہیں جہنم کی آگ سے تو نہیں بچا سکتا لیکن تمہارا مجھ سے جو نسبی تعلق ہے تو اس تعلق کی ٹھنڈک تمہیں پہنچ جائے گی، یعنی دنیا میں میں تمہارے ساتھ صلہ رحمی کرتا رہوں گا اور قطع رحمی کی گرمی کو صلہ رحمی کی خنکی سے اور تری سے ٹھنڈا کرتا رہوں گا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اس آیت مبارکہ، وانذر عشیرتک الاقربین، کے نزول کے بعد قریش کو جمع کیا اور ان سب سے عمومی اور خصوصی خطاب فرمایا اور انہیں جہنم کی آگ سے ڈرایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خصوصیت کے ساتھ فرمایا کہ میں اللہ کے یہاں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا سوائے اس کے کہ دنیا میں صلہ رحمی کرتا رہوں۔ (تحفة الأحوذی: ۹/ ۴۰)

مؤمنین کے دوست اللہ اور نیک لوگ ہیں

۳۳۰۔ وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جِھَارًا غَیْرَ سِرٍّ یَقُوْلُ :" اِنَّ اٰلَ بَنِیْ فُلَانٍ لَیْسُوْا بِاَوْلِیَآئِیْ اِنَّمَا وَلِیِّیَ اللّٰہُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ لَھُمْ رَحِمٌ اَبُلُّھَا بِبِلَالِھَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِیِّ .

(۳۳۰) حضرت ابوعبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھلے الفاظ میں بغیر کسی اخفاء کے یہ کہتے ہوئے سنا کہ فلاں کی اولاد سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، میرا ولی تو اللہ ہے اور صالح مؤمنین ہیں۔ لیکن میرا اور ان کا قرابت کا تعلق ہے جس کو میں صلہ رحمی سے نمی پہنچاؤں گا۔ (متفق علیہ) الفاظ حدیث بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث (۳۳۰): صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب یبل الرحم ببلالها. صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب موالاة المؤمنین ومقاطعة غیرهم.

کلمات حدیث: جهاراً: بآواز بلند۔ جَهَرَ، جهرةً (باب فتح) جهر بالأمر: اعلان کیا۔

شرح حدیث: محدثین کرام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس موقع پر ان لوگوں کا نام لیا تھا مگر روای نے فتنہ کے خوف سے نام نہیں لیا، لیکن بعض شارحین حدیث نے ابولہب کا نام ذکر کیا ہے اور بعض نے حکم بن ابی العاص کا نام ذکر کیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے، بلکہ قریش کے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ بدستور اسلام کی دشمنی پر قائم رہے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ میرے اولیاء نہیں ہیں، اور قرابت کی بناء پر ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور قطع رحمی کی گرمی کو صلہ رحمی کی نمی سے دور کرتا ہوں۔

ولکن لهم رحم أبلها ببلالها: ان کا میرے ساتھ قرابت داری کا تعلق ہے جسے میں نمی پہنچاتا ہوں اور ٹھنڈا کرتا ہوں۔ اہل عرب تری اور نمی کا صلہ رحمی پر اطلاق کرتے تھے اور اسی طرح قطع رحمی کو خشکی اور گرمی سے تعبیر کرتے تھے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نمی سے اشیاء باہم پیوست ہو جاتی اور جڑ جاتی ہیں جبکہ خشکی سے ٹوٹ جاتی اور جدا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے قطع رحمی کے لئے استعارہ گرمی اور حدت کا

ہوا اور صلہ رحمی کے لئے استعارہ بلال اور نمی کا ہوا۔ اور مطلب یہ ہوا کہ میں قطع رحمی کی خشکی اور حدت کو صلہ رحمی کی نرمی اور نمی سے ٹھنڈا کردیتا ہوں۔ (تحفة الأحوذي:۹/۴۰)

جنت کے قریب کرنے والے اعمال

۳۳۱. وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ خَالِدِ بْنِ زَیْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ . فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :" تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلاَ تُشْرِکُ بِهٖ شَیْئاً وَتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِی الزَّکَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۳۳۱) حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جو مجھے جنت میں پہنچادے، اور جہنم سے دور کردے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۳۱): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الإیمان الذی یدخل به الجنة .

راوی حدیث: حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں، رسول اللہ ﷺ ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں قیام کیا، تمام غزوات میں شرکت فرمائی، آپ سے "۱۵۰" احادیث مروی ہیں، جن میں سے سات متفق علیہ ہیں، ۵۲ھ میں غزوۂ قسطنطنیہ جاتے ہوئے راستے میں انتقال ہوا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة)

شرح حدیث: کسی نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! مجھے کوئی عمل بتلادیجئے جو جنت میں لے جائے اور جہنم سے دور کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کی عبادت کرو بغیر کسی شائبۂ شرک کے۔ نماز زکوٰۃ اور صلہ رحمی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل بتلادیجئے جسے کرکے میں جنت میں چلا جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، فرض نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اس نے کہا کہ اللہ کی قسم میں اس پر کوئی زیادتی نہ کروں گا، جب وہ چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو اچھا معلوم ہو کہ کسی جنتی شخص کو دیکھے تو وہ اس کو دیکھ لے۔ (فتح الباری:۱/۸۱۵)

افطار کھجور سے کرنا سنت ہے

۳۳۲. وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُکُمْ

فَلْيُفْطِرْ عَلىٰ تَمْرٍ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ تَمراً فَالْمَاءُ فَإِنَّهُ طَهُوْرٌ " وَقَالَ: " اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ، وَعَلَىٰ ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۳۳۲) حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص روزہ افطار کرے تو کھجور پر کرے کہ اس میں برکت ہے لیکن اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرے کہ پانی پاکیزہ ہے، اور فرمایا کہ مسکین کو صدقہ دینا صدقہ ہے اور رشتہ داروں کو صدقہ دینے کا دگنا ثواب ہے صدقہ کا اور صلہ رحمی کا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۳۳۲): الجامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ.

راوی حدیث: حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ضبی یہ ایک ہی ہیں جو صحابی ہیں اور ان کے علاوہ کوئی صحابی ضبی نہیں ہے۔ ان سے تیرہ احادیث مروی ہیں۔ (دلیل الفالحین: ۲: ۱۴۲)

شرح حدیث: حدیث مبارک میں کھجور سے یا پانی سے روزہ کھولنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ کھجور سے روزہ کھولنا باعث ثواب اور باعث برکت ہے اور پانی طہور ہے کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿ وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿٤٨﴾ ﴾ یعنی پانی پاک بھی ہے اور اس سے پیاس بھی بجھتی ہے چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ ﷺ نے پانی سے روزہ کھولا تو فرمایا کہ ذهب الظماء پیاس جاتی رہی، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کھجور نہ ہو تو پانی ہی کافی ہے کہ اس سے بھی اصل سنت ادا ہو جائے گی کہ پانی طہور ہے یعنی منتہائے طہارت ہے اس لئے بہتر ہے کہ اس سے آغاز کیا جائے اور اس کو طہارت باطن اور طہارت ظاہر کی دلیل بنایا جائے۔

نیز فرمایا کہ مسکین کو صدقہ دینا ایک صدقہ اور رشتہ دار کو صدقہ کا دھرا ثواب ہے یعنی رشتہ داروں کو صدقہ دینا افضل ہے کہ یہ دو خیر پر مشتمل ہے، صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔ (تحفۃ الأحوذی: ۳/۳۶۸)

کیا والدین کے کہنے پر بیوی کو طلاق دینا چاہیے؟

۳۳۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَالَ: كَانَتْ تَحْتِيْ اِمْرَأَةٌ وَكُنْتُ أُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِيْ: طَلِّقْهَا فَاَبَيْتُ فَاَتَى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "طَلِّقْهَا" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ، حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(۳۳۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی، مجھے اس سے محبت تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ اسے طلاق دیدو، میں نے انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے یہ بات ذکر کی، اس پر نبی کریم ﷺ فرمایا کہ اسے طلاق دیدو۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے)

تخریج حدیث(۳۳۳): الجامع الترمذی، ابواب الطلاق، باب ماجاء فی الرجل یسأله ابوه ان یطلق زوجته، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب بر الوالدین .

کلمات حدیث: یَکرهُهَا : وہ اس کو ناپسند کرتے تھے۔ کَرِہ کُرهًا، (باب سمع) ناپسند کرنا۔ کَارِهٌ : (اسم فاعل) ناپسند کرنے والا۔ مکروہ : فعل ناپسندیدہ۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک اہلیہ تھیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے ناپسند فرماتے تھے، یا کسی وجہ سے اسے اپنے صاحبزادے کے دین کے بارے میں مضر خیال کرتے تھے، غرض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاحبزادے کو حکم دیا کہ اسے طلاق دو، انہیں تأمل ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور ان سے سارا حال عرض کیا، آپ ﷺ نے طلاق کا حکم فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے طلاق دیدی۔

اگر والدین کسی معقول وجہ کی بناء پر بیٹے کو حکم دیں کہ بیوی کو طلاق دیدے تو ان کے حکم کو تسلیم کرنا چاہئے لیکن اگر کوئی معقول وجہ موجود نہ ہو بلکہ محض ضد ہو تو طلاق دینا درست نہیں ہے۔ (تحفة الأحوذی: ٤/ ٤١٢)

والد جنت کا بہترین دروازہ ہے

۳۳۴. وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً اَتَاهُ فَقَالَ: اِنَّ لِی اِمْرَاَةً وَاِنَّ اُمِّی تَاْمُرُنِی بِطَلَاقِهَا؟ فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: " اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَاَضِعْ ذٰلِکَ الْبَابَ اَوِاحْفَظْهُ " رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(۳۳۴) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میری ایک بیوی ہے اور میری ماں کہتی ہے کہ اسے طلاق دیدوں، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ باپ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے اگر تم چاہو تو اس دروازے کو ضائع کردو یا اس کی حفاظت کرو۔ (ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۳۳۴): الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب الفضل فی رضاء الوالدین .

کلمات حدیث: فَأَضِعْ : ضائع کردو۔ ضَاعَ ضَیْعًا (باب ضرب) ضائع ہونا۔ أَضَاعَ إِضَاعَةً (باب افعال) ضائع کرنا۔

شرح حدیث: باپ جنت کا باب اوسط ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اوسط الابواب سے مراد ہے سب سے اچھا اور سب سے اعلیٰ دروازہ اور مقصود یہ ہے کہ جنت میں داخلے کے کئی دروازے ہیں جن میں سب سے اچھا دروازہ درمیانی دروازہ ہے اور اس دروازہ تک رسائی باپ کے حقوق کی تکمیل سے حاصل ہوتی ہے اور ماں کا درجہ تو باپ سے بھی بلند ہے، اس لئے وہ بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہے، اور والدین کے حقوق کی تکمیل سے مراد یہ ہے کہ ان کے ساتھ نیکی کی جائے، ان کی خدمت کی جائے اور ہر معاملہ میں ان کی

اطاعت کی جائے الا یہ کہ کوئی امر خلاف شریعت ہو۔

والدین کی اطاعت اولاد پر واجب ہے۔ لیکن اگر والدین خلاف شریعت حکم دیں تو ان کی اطاعت لازم نہیں ہے، مثلاً اگر والدین فرض حج ادا کرنے سے یا بقدر فرض علم دین حاصل کرنے سے منع کریں تو ان کی اطاعت جائز نہیں ہے، بیوی کو بلا عذر طلاق دینا ناجائز ہے اور مکروہ تحریمی ہے اس لئے والدین کی ضد پر طلاق دینا صحیح نہیں ہے۔ (تحفة الأحوذی:۶/۸، روضة المتقین :۱/۳۷۲)

خالہ کا احترام والدہ کی طرح ہے

۳۳۵. وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مَشْهُوْرَةٌ: مِنْهَا حَدِيْثُ اَصْحَابِ الْغَارِ، وَحَدِيْثُ جُرَيْجٍ وَقَدْ سَبَقَا، وَاَحَادِيْثُ مَشْهُوْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ حَذَفْتُهَا اِخْتِصَارًا وَمِنْ اَهَمِّهَا حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الطَّوِيْلُ الْمُشْتَمِلُ عَلٰى جُمَلٍ كَثِيْرَةٍ مِنْ قَوَاعِدِ الْاِسْلَامِ وَاٰدَابِهِ وَسَاَذْكُرُهُ بِتَمَامِهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي بَابِ الرَّجَاءِ قَالَ فِيْهِ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ يَعْنِيْ فِيْ اَوَّلِ النُّبُوَّةِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا اَنْتَ؟ قَالَ: "نَبِيٌّ" فَقُلْتُ: "وَمَا نَبِيٌّ؟" قَالَ: "اَرْسَلَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى" فَقُلْتُ: "بِاَيِّ شَيْءٍ اَرْسَلَكَ؟" قَالَ: "اَرْسَلَنِيْ بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَكَسْرِ الْاَوْثَانِ وَاَنْ يُّوَحَّدَ اللّٰهُ لَا يُشْرَكُ بِهٖ شَيْءٌ" وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۳۳۵) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خالہ ماں کے درجے میں ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے)

اس باب میں متعدد احادیث صحیح بخاری میں موجود ہیں جو مشہور ہیں، جیسے اصحاب غار کی حدیث اور حدیث جریج ہے اور یہ دونوں پہلے گزر چکی ہیں، اور میں نے کئی مشہور احادیث کو اختصار کی خاطر حذف کر دیا ہے، ان احادیث میں زیادہ اہم عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو اسلام کے بہت سے احکام و آداب پر مشتمل ہے، یہ حدیث انشاء اللہ باب الرجاء میں مکمل ذکر ہوگی، اس حدیث میں ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس اوائل نبوت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی کہ آپ ﷺ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نبی ہوں، میں نے دریافت کیا کہ نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے؟ میں نے پوچھا کہ آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو صلہ رحمی کا اور بتوں کے توڑنے کا حکم دوں اور یہ کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کے بعد حدیث کو مکمل کیا۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث (۳۳۵): الجامع الترمذی، ابواب البر و الصلة، باب ماجاء فی بر الخالة.

کلمات حدیث: منزلة : درجہ، مرتبہ، مقام، اترنے کی جگہ۔ مَنْزِل کا مؤنث، منزل کی جمع منازل، نَزَلَ نُزُوْلًا (باب ضرب) اترنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے خالہ کا درجہ ماں کے برابر قرار دیا اور فرمایا کہ خالہ ماں ہی کے درجہ میں ہے۔ سو جس طرح ماں کی تکریم، اس کی خدمت، اس کے ساتھ حسن سلوک اور اس کے احکام کی تعمیل اولاد پر لازم ہے اسی طرح خالہ کے ساتھ بھی حسن سلوک واجب ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، میری توبہ کا کیا طریقہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہاری خالہ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اس کے ساتھ نیکی کرو۔ (تحفة الأحوذی: ٦/ ١٤)

حدیث اصحاب الغار باب الاخلاص میں اور حدیث جریج باب فضل ضعفة المسلمین میں گزر چکی ہے۔

البَابُ (٤١)

تَحْرِيمِ الْعُقُوقِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِم
والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی کی حرمت

۱۲۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں۔ ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے، پھر کردیا ان کو بہرا اور اندھی کردی ان کی آنکھیں۔'' (محمد: ۲۲)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں تَوَلَّيْتُمْ آیا ہے۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک اعراض اور دوسرے کسی قوم یا جماعت پر حکومت۔ ابوحیان نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں پہلے معنی کو ترجیح دی ہے اور یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر تم احکام الٰہیہ سے روگردانی کروگے جس میں جہاد بھی شامل ہے تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ تم جاہلیت کے قدیم طریقے اختیار کرلوگے اور جس کے نتیجے میں زمین میں فساد پھیل جائے گا اور قطع رحمی عام ہو جائے گی۔

دوسرا مفہوم روح المعانی اور تفسیر القرطبی میں مذکور ہے یعنی یہ کہ اگر تمہیں اس حالت میں اقتدار حاصل ہو جائے تو اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا کہ تم زمین میں فساد پھیلاؤ گے اور رشتوں اور قرابتوں کو توڑ ڈالو گے۔ (معارف القرآن، تفسیر عثمانی)

۱۳۰. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٢٥﴾ ﴾

اور اللہ نے فرمایا:

''جو لوگ اللہ سے پختہ عہد کر کے اسے توڑتے ہیں اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں قطع کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہے اور ان کے لئے گھر بھی برا ہے۔'' (الرعد: ۲۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں۔ اس عہد میں عہد الست بھی شامل ہے اور وہ عہد بھی جو شہادتیں ادا کر کے ایک مسلمان عہد کر لیتا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے تمام احکام کا زندگی بھر پابند رہوں گا، یہ لوگ ان تعلقات کو قطع کر دیتے ہیں جن کو قائم رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا، اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تعلق بھی شامل ہے جس کا قطع کرنا ان کے احکام کی خلاف ورزی کرنا ہے اور اس میں وہ تمام تعلقات بھی شامل ہیں جو انسانوں کے حقوق

ادا کرنے کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول نے دیئے ہیں۔

مزید یہ کہ یہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ زمین میں فساد پھیلانا دراصل نتیجہ ہے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی کا، ایسے نافرمانوں اور سرکشوں پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے برا ٹھکانا ہے۔ (معارف القرآن، تفسیر مظهری)

۱۳۱۔ وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ ٱلْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَٱخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ ٱلذُّلِّ مِنَ ٱلرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ٱرْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِى صَغِيرًا ﴿٢٤﴾ ﴾

نیز فرمایا کہ

''تمہارے رب نے فیصلہ فرما دیا کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑکو اور ان سے اچھی بات کرو اور تواضع اور نیازمندی کے ساتھ اپنا پہلو ان کے سامنے جھکا دو، اور کہو اے رب العالمین! ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میری تربیت کی جب کہ میں چھوٹا تھا''

(بنی اسرائیل:۲۳،۲۴)

تفسیری نکات: تیسری آیت کی توضیح باب برالوالدین وصلة الأرحام میں گزر چکی ہے۔

والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے

۳۳۶۔ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ : رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اَلاَ اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ؟" ثَلاثاً قُلْنَا : بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ . قَالَ: اَلْاِ شْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ " وَكَانَ مُتَّكِئاً فَجَلَسَ فَقَالَ : "اَلاَ وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَه' سَكَتَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۳۶) حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کیا ہے، آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی ہم نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی، آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے بیٹھ گئے اور فرمایا خبردار جھوٹی گواہی، آپ یہ بات دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے سوچا کہ کاش آپ خاموش ہو جائیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۳۶): صحيح البخاري، كتاب الشهادات، باب ماقيل في شهادة الزور . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان الكبائر واكبرها .

کلماتِ حدیث: أُنَبِّئُكُمْ : میں تمہیں خبردار کردوں۔ نَبَأٌ :خبر جمع أنباء . نَبَّأَ ، تَنْبِئَةً : خبر دینا۔

شرحِ حدیث: حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرامؓ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہیں مطلع نہ کردوں کہ بڑے گناہ کون سے ہیں، آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معلم بنا کر مبعوث فرمایا تھا، اس لئے آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ ٹھہر ٹھہر کر اور ایک ایک لفظ واضح کر کے ادا فرماتے تا کہ سننے والے بخوبی سن بھی لیں اور کلمات مبارکہ کو یاد بھی کرلیں، اور جہاں آپ ﷺ بات کی اہمیت کو جتلانا چاہتے کہ سامعین کے بخوبی ذہن نشین ہوجائے وہاں آپ تین مرتبہ ارشاد فرماتے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کبائر کے تعین میں خاصا اختلاف ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس گناہ کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہنم کا ذکر فرمایا ہو یا غضب یا لعنت یا عذاب کا ذکر کیا ہو وہ کبیرہ ہے۔

اسی طرح کا قول حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جس گناہ پر آخرت میں جہنم کی سزا اور دنیا میں حد کی سزا رکھی ہو وہ کبیرہ گناہ ہے، اور فقہائے شافعیہ میں سے الماوردی نے کہا ہے کہ "الكبيرة ما وجبت فيه الحدود أو توجه إليها الوعيد" (ہر معصیت جس کی حد بیان کی گئی ہو یا جس پر وعید آئی ہو کبیرہ ہے) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ کیا کبیرہ گناہ سات ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں ستر تک ہوسکتے ہیں، بعض علماء نے کبیرہ گناہوں کی تعداد سات بتائی ہے اور بعض نے سترہ تک تعداد بتائی ہے، حافظ ذہبی نے ستر گناہ بیان کئے ہیں۔

متعدد احادیث میں کبائر کا ذکر آیا ہے اور ایک حدیث میں سات مہلکات کا ذکر ہوا ہے، بہر کیف اس حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے تین ذکر فرمائے: شرک، والدین کی نافرمانی اور جھوٹی گواہی۔

شرک باللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، عقوق والدین، والدین کی نافرمانی یعنی ہر وہ کام جو والدین کی ناراضگی کا سبب بنے اور ان کو اس سے تکلیف پہنچے۔ کہا گیا ہے کہ ہر اس کام میں والدین کی اطاعت واجب ہے جو معصیت نہ ہو اور اس میں ان کی مخالفت اور نافرمانی ہو۔

اور فرمایا کہ جھوٹی گواہی، رسول کریم ﷺ سہارے کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اس موقعہ پر آپ ﷺ سیدھے ہوگئے، یعنی جھوٹی گواہی کے ذریعے کسی باطل تک رسائی حاصل کرنا یا ناجائز مال حاصل کرنا یا حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنا، شرک باللہ کے بعد کسی گناہ کا نقصان اور اس کی مضرت جھوٹی گواہی سے زیادہ نہیں ہے۔ (فتح الباري : ۱۶۸/۳ ، روضة المتقين : ۳۷۵/۱)

جھوٹی قسم کھانا بھی کبیرہ گناہ ہے

۳۳۷. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْكَبَائِرُ اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

"اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ" اَلَّتِيْ يَحْلِفُهَا كَاذِبًا عَامِدًا سُمِّيَتْ غَمُوْسًا لِاَنَّهَا تَغْمِسُ الْحَالِفَ فِي الْإِثْمِ.

(۳۳۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک، والدین کی نافرمانی، قتل النفس اور جھوٹی قسم۔ (بخاری)

یمین غموس وہ جھوٹی قسم جس میں جھوٹ عمداً ہو، اسے غموس اس لئے کہا گیا کہ قسم کھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔

تخریج حدیث (۳۳۷): صحیح البخاری کتاب الایمان و النذور، باب الیمین الغموس.

کلمات حدیث: یمین : داہنا ہاتھ، دائیں جانب، قسم، جمع أیمان، أیمن الله اور أیم، اللہ کی قسم۔ غمس، غموسا، وغمسا (پانی میں ڈوبنا) ستارے کا ڈوبنا۔ یمین الغموس : جھوٹی قسم، گناہ سے لبریز قسم۔

شرح حدیث: اس حدیث میں کبیرہ گناہ چار بیان کئے گئے ہیں، شرک باللہ، والدین کی نافرمانی، قتل نفس، اور جھوٹی گواہی۔ ایمان میں سب سے مقدم سب سے ارفع اور سب سے اعلیٰ اللہ کی ذات اور اس کی تمام صفات پر ایمان لانا ہے کہ اس کی ذات کو ایک اور یکتا سمجھے اور نہ کسی کو اس کی ذات میں شریک کرے اور نہ اس کی صفات میں سے کسی صفت میں شریک کرے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی قرآن وسنت میں متعدد بار تاکید کی ہے اور ان کی نافرمانی سے منع کیا گیا ہے۔ قتل النفس کہ کسی کو ناحق قتل کر دینا، جس کی جزا ابدی جہنم ہے اور ایک جان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے۔ اور جھوٹی قسم کھا کر کوئی ناجائز حق لے لینا۔

فقہاء نے یمین کی تین قسمیں کی ہیں، یمین لغو، یمین منعقدہ اور یمین غموس، ماضی کی کسی بات خلاف واقعہ یہ سمجھ کر قسم کھانا کہ میں سچا ہوں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یمین لغو ہے اس میں نہ کفارہ ہے اور نہ یہ گناہ ہے لیکن اس طرح کی قسموں میں بھی احتیاط کرنی چاہئے اور بلا وجہ قسمیں کھانے سے احتراز کرنا چاہئے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بلا مقصد زبان سے اللہ کی قسم نکل جانا یمین لغو ہے۔

مستقبل کے بارے میں قسم کھانا کہ فلاں کام کروں گا اور فلاں کام نہیں کروں گا یمین منعقدہ ہے اور اس قسم کو توڑ دینے پر باتفاق فقہاء کفارہ لازم ہے۔

ماضی کے کسی واقعہ پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا تاکہ باطل طریقے پر کسی کا مال دبا لیا جائے یمین غموس ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس قسم میں بھی کفارہ ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کفارہ نہیں ہے، ایک حدیث میں ہے کہ راوی نے پوچھا کہ یمین غموس کیا ہے؟ فرمایا کہ جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال لے لے۔

(تحفة الأحوذی : ۳٦۷/۸ ، فتح الباری : ٤۸۲/۳ ، روضة الصالحین : ۱۸۳/۲ ، روضة المتقین : ۳۷٦/۱)

والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے

۳۳۸. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ " قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ " اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ!" قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ

يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: ''يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ''.

(۳۳۸) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے، صحابہ نے عرض کی کیا کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور یہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

ایک روایت میں ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ اپنے والدین کو لعنت بھیجے۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ کوئی شخص کیسے اپنے والدین کو لعنت کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کسی کے باپ کو گالی دے اور وہ اس کے باپ کو گالی دے اور یہ کسی کی ماں کو گالی دے اور وہ اس کی ماں کو گالی دے۔

تخریج حدیث(۳۳۸): صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب لا یسب الرجل والدیه. صحیح مسلم، کتاب الأیمان، باب بیان أکبر الکبائر وأکبرها.

کلمات حدیث: شتم: گالی۔ شتم شتمًا (باب نصر وضرب) گالی دینا۔

شرح حدیث: قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ میں کثرت سے اور بتاکید والدین کی خدمت، ان کی فرمان برداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ان کی نافرمانی کرنے یا انہیں کسی طرح کی ایذاء پہنچانے سے تختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے بلکہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ ان کے سامنے اف بھی نہ کہو، ان احکام کی موجودگی میں یہ کیسے ممکن ہوگا کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے، والدین کو برا بھلا کہنا یا انہیں گالی دینا بہت گناہ اور برا کام ہے اور کسی دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے کر اپنے ماں باپ کو گالی دلوانے کا سبب بن جانا بھی بہت گناہ اور بہت برا کام ہے، یعنی جس طرح گناہ کا کرنا گناہ ہے اسی طرح گناہ کا سبب بننا یا اس میں کسی طرح مددگار ہو جانا بھی گناہ اور معصیت ہے۔ (فتح الباری: ۳/۶۶۷، روضۃ المتقین: ۱/۳۷۸)

قطع رحمی کرنے والا جنت سے محروم ہوگا

۳۳۹. وَعَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ'' قَالَ سُفْيَانُ فِيْ رِوَايَةٍ يَعْنِيْ ''قَاطِعُ رَحِمٍ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۳۹) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا، سفیان نے کہا کہ رشتوں کو توڑنے والا مراد ہے۔ (بخاری ومسلم)

تخریج حدیث(۳۳۹): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب اثم القاطع. صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، والأداب، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها.

راوی حدیث: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے اور غزوۂ حنین میں شرکت کی اور واپسی میں آپ ﷺ

کے ساتھ تھے، آپ سے ساٹھ احادیث منقول ہیں جن میں سے چھ متفق علیہ ہیں ۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔ (اسد الغابہ : ۱/ ۲۷۳)

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی دوطرح تاویل کی جاسکتی ہے ایک یہ کہ یہ قطع رحمی کرنے والا وہ ہے جو اسے حلال سمجھ کر کرتا ہے اور جان بوجھ کر اور اس کی حرمت کا علم رکھتے ہوئے بلا تاویل اور بلا شبہ اس کو حلال سمجھتا ہے تو ایسا شخص جہنم میں جائے گا، دوسری تاویل یہ ہے کہ قطع رحمی کرنے والا پہلے ہی مرحلے میں جنت میں نہیں جائے گا بلکہ جہنم میں سزا بھگت کر پھر جنت میں جائے گا۔

(فتح الباری : ۳/ ۱۷۲، روضة المتقین: ۱/ ۳۷۸، تحفة الأحوذی: ٦/ ٢٠)

اللہ تعالیٰ نے ان چھ چیزوں کو حرام کیا ہے

۳۴۰۔ وَعَنْ اَبِیْ عِیْسٰی الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی حَرَّمَ عَلَیْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ، وَمَنْعاً وَهَاتِ، وَوَاْدَ الْبَنَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِیْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَاِضَاعَةَ الْمَالِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

قَوْلُهٗ "مَنْعاً" مَعْنَاهُ: مَنْعُ مَا وَجَبَ عَلَیْهِ، "وَهَاتِ" طَلَبُ مَا لَیْسَ لَهٗ، "وَوَاْدَ الْبَنَاتِ" مَعْنَاهُ : دَفْنُهُنَّ فِی الْحَیَاةِ. "وَقِیْلَ وَقَالَ" مَعْنَاهُ: الْحَدِیْثُ بِكُلِّ مَا یَسْمَعُهٗ فَیَقُوْلُ قِیْلَ كَذَا وَقَالَ فُلَانٌ كَذَا مِمَّا لَا یَعْلَمُ صِحَّتَهٗ وَلَا یَظُنُّهَا وَكَفٰی بِالْمَرْءِ كَذِباً اَنْ یُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ. "وَاِضَاعَةَ الْمَالِ" تَبْذِیْرُهٗ وَصَرْفُهٗ فِیْ غَیْرِ الْوُجُوْهِ الْمَاْذُوْنِ فِیْهَا مِنْ مَقَاصِدِ الْاٰخِرَةِ وَالدُّنْیَا وَتَرْكُ حِفْظِهٖ مَعَ اِمْكَانِ الْحِفْظِ. وَ"كَثْرَةَ السُّؤَالِ" اَلْاِلْحَاحُ فِیْمَا لَا حَاجَةَ اِلَیْهِ وَفِی الْبَابِ اَحَادِیْثُ سَبَقَتْ فِی الْبَابِ قَبْلَهٗ كَحَدِیْثِ : "وَاَقْطَعُ مَنْ قَطَعَكِ" وَحَدِیْثِ : "مَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ".

(۳۴۰) حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر حرام قرار دیا ہے ماؤں کی نافرمانی کو، اپنا مال روکنے اور دوسرے کے مال میں تصرف کرنے کو اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کو اور تمہارے لئے مکروہ قرار دیا ہے بے مقصد گفتگو کو اور کثرت سوال کو اور مال ضائع کرنے کو۔ (متفق علیہ)

منعاً کے معنی ہیں جو اپنے اوپر لازم ہے اسے خرچ نہ کرنا۔ وھات : اور وہ مال لینا جو اس کا نہیں ہے۔ وأد البنات : لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا۔ قیل و قال : ہر سنی سنائی بات کہنا مثلاً یہ کہ کہا گیا ہے یا فلاں نے اس طرح کہا ہے اور اس کی صحت کا علم نہ ہو، اور نہ صحت کا گمان ہو، آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات نقل کر دے، اور اضاعة المال : مال کو غیر ضروری موقعہ پر اور بلا ضرورت خرچ کرنا اور ان امور میں خرچ کرنا جن سے نہ دنیا کا کوئی مقصد حاصل ہو اور نہ آخرت کا اور اس کی بقدر امکان حفاظت میں کوتاہی کرنا۔

اس باب میں متعدد احادیث ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں، اور میں اس سے تعلق توڑ دوں گا جو تجھ سے تعلق منقطع کرے اور جس نے مجھے قطع کیا اللہ اس سے تعلق قطع کرے۔

تخریج حدیث (۳۴۰): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر. صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب النهی عن کثرة السائل من غیر حاجة.

راوی حدیث: حضرت مغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ ۵ھ میں اسلام لائے۔ متعدد غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپ سے ۱۳۳ احادیث مروی ہیں جن میں سے نو متفق علیہ ہیں۔

کلمات حدیث: وأد: لڑکی کو زندہ زمین میں دفن کرنا۔ وَأْدً، وأدًا (باب ضرب) زندہ درگور کرنا۔ مَوْؤُدَة: وہ لڑکی جسے زندہ زمین میں گاڑا گیا ہو۔

شرح حدیث: ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے اور اخلاق حسنہ کے بیان میں بہت اہمیت کی حامل ہے کیوں کہ اس میں متعدد امور بیان ہوئے ہیں اور کل چھ برائیاں ہیں جن سے منع کیا گیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماں کی نافرمانی حرام اور گناہ کبیرہ میں سے ہے، اور یہاں رسول کریم ﷺ نے ماں کے ذکر پر اس لئے اکتفاء کیا کہ ماں کی حرمت باپ کی حرمت سے زیادہ اور اس کی نافرمانی باپ کی نافرمانی سے زیادہ شدید ہے، اس لئے جب آپ ﷺ سے کسی نے سوال کیا کہ میرا نیک سلوک (برّ) کس کے ساتھ ہو تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا تیری ماں تیری ماں تیری ماں اور چوتھی مرتبہ فرمایا تیرا باپ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زیادہ تر باپ کی بہ نسبت ماں کی نافرمانی زیادہ کی جاتی ہے۔

منعاًوھات سے مراد اپنا مال خرچ نہ کرنا اور دوسرے کے مال کی طمع میں رہنا۔

وأد البنات: اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کو بہت ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا تھا، اور لڑکی کی پیدائش تو باپ اپنے لئے ایک عار اور ذلت کی بات سمجھتا تھا، اس لئے وہ لڑکی کو زمین میں زندہ دفن کر دیتے تھے، اس کے دو طریقے مروج تھے ایک تو یہ تھا کہ عورت وضع حمل کے قریب ایک گڑھے کے پاس بیٹھا دی جاتی لڑکا ہوتا تو بچ جاتا اور لڑکی ہوتی تو اسے اس گڑھے میں پھینک کر مٹی ڈال دیتے تھے، اور ایک طریقہ یہ تھا کہ جب لڑکی چھ سال کی ہو جاتی تو اس کا باپ اس کی ماں سے کہتا کہ تو اسے کپڑے پہنا دے، میں اسے رشتہ داروں سے ملانے لے جاتا ہوں، وہ اسے لے کر صحراء میں نکل جاتا جب کوئی گڑھا آتا تو اس بچی سے کہتا کہ اس گڑھے میں دیکھ کیا ہے وہ اس میں دیکھنے کے جھکتی۔ یہ پیچھے سے دھکا دیتا اور مٹی ڈال کر واپس آ جاتا۔ قیل وقال: کثرت سے باتیں کرنا، بلاتحقیق دوسروں کی باتیں نقل کرنا۔

کثرت سوال: مال کا کثرت سے سوال کرنا، یا خبروں کو ٹٹولنا اور جستجو میں لگنا، مال کے بارے میں کثرت سوال کی برائی قرآن کریم میں بھی مذکور ہے، فرمایا: لایسألون الناس الحافا. ''لوگوں سے لپٹ کر اور باصرار سوال نہیں کرتے۔''

اضاعت مال سے مراد اسراف ہے یا حرام جگہوں پر مال کا خرچ کرنا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مال کو قیاماً للناس قرار دیا ہے یعنی یہ لوگوں کی مصلحتوں کی تکمیل کا ذریعہ ہے اور بغیر کسی دینی یا دنیوی مصلحت کے خرچ کرنا تبذیر ہے اور ضرورت سے زائد خرچ کرنا اسراف ہے۔

(فتح الباری: ۸٤٧/۱، روضة المتقین: ۳۸۰/۱)

البَابُ (٤٢)

فَضْلِ بِرِّ اَصْدِقَاءِ الْاَبِ وَالْاُمِّ وَالْاَقَارِبِ وَالزَّوْجَةِ وَسَآئِرِمَنْ يُنْدَبُ اِكْرَامُه‘

والد، والدہ، رشتہ دار، بیوی اور وہ تمام لوگ جن کا اکرام مستحب ہے ان کے احباب کے ساتھ حسن سلوک

----

۳۴۱. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ اَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ اَبِيْهِ ." رواه مسلم .

(۳۴۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہت بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوست کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۳۴۱): صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب أصدقاء الاب والام ونحوهما .

کلمات حدیث: وُدّ : دوست، حبیب، صدیق۔ وَدَّ، وداً : خواہش کرنا، محبت کرنا۔ وددت لو كان كذا : میں چاہتا تھا کہ اگر ایسا ہوتا۔ وَدُود : بہت محبت کرنے والا۔ وُدّ ابیه : اس کے باپ کے محبوب اور پیارے دوست اور ساتھی۔

شرح حدیث: ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک صرف ان کی ذات تک محدود نہیں بلکہ یہ ان کے ملنے والوں، دوستوں اور احباب تک وسیع ہے، مطلوب یہ ہے کہ والدین کے ساتھ اولاد کے تعلق محبت کا یہ عالم ہو کہ وہ ان لوگوں سے بھی محبت کریں جن سے ان کے والدین کو محبت تھی، یا جنہیں اس کے والدین سے محبت تھی۔

فرمایا کہ یہ بڑی عظیم نیکی ہے کہ آدمی اپنے باپ کے چاہنے والوں اور اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

(تحفة الأحوذي : ٦/ ١٣، روضة المتقين : ١/ ٣٨٠، شرح صحيح مسلم للنووي : ١٦/ ٨٩)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنے والد کے دوست کے ساتھ حسن سلوک کا واقعہ

۳۴۲. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلاً مِنَ الْاَعْرَابِ لَقِيَه‘ بِطَرِيْقِ مَكَّة فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَحَمَلَه‘ عَلٰى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُه‘ وَاَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلٰى رَاسِهٖ قَالَ ابْنُ دِيْنَارٍ فَقُلْنَا لَه‘ اَصْلَحَكَ اللّٰهُ اِنَّهُمُ الْاَعْرَابُ وَهُمْ يَرْضُوْنَ بِالْيَسِيْرِ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: اَنَّ اَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: " اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ"

وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّه‘ كَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ كَانَ لَه‘ حِمَارٌ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِ. اِذَا

مَلَّ رُکُوبَ الرَّاحِلَةِ وَعِمَامَةٌ يَشُدُّبِهَا رَاسَه' فَبَيْنَا هُوَ يَوْمًا عَلىٰ ذٰلِکَ الْحِمَارِ اِذْ مَرَّ بِهٖ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ : اَلَسْتَ ابْنَ فُلاَنِ بْنِ فُلاَنٍ ؟ قَالَ بَلیٰ فَاَعْطَاهُ الْحِمَارَ فَقَالَ ارْكَبْ هٰذَا وَاَعْطَاهُ الْعِمَامَةَ وَقَالَ: اشْدُدْ بِهَا رَاْسَکَ فَقَالَ لَه' بَعْضُ اَصْحَابِهٖ غَفَرَ اللّٰهُ لَکَ اَعْطَيْتَ هٰذَا الْاَ عْرَابِیَّ حِمَارًا كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَاْسَکَ ؟ فَقَالَ :اِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:" اِنَّ مِنْ اَبَرِّالْبِرِّ اَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُوَلِّیَ " وَاِنَّ اَبَاهُ كَانَ صَدِيْقًا لِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، رَوىٰ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلَّهَا مُسْلِمٌ .

(۳۴۲)　حضرت عبداللہ بن دینار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کے راستہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک اعرابی ملا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے سلام کیا اور جس گدھے پر سوار تھے اس پر اسے بٹھادیا اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر اسے پہنادیا۔

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے، یہ تو اعراب ہیں تھوڑے پر بھی خوش ہوجاتے ہیں، اس پر عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ اس شخص کا باپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست تھا، اور میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (مسلم)

عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک گدھا تھا، وہ جب مکہ مکرمہ جاتے اور اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو کچھ وقت کے لئے اس پر بیٹھ جاتے اور سر پر عمامہ باندھ لیتے تھے، ایک مرتبہ اسی طرح گدھے پر سوار تھے کہ ایک اعرابی سامنے آیا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پوچھا کہ کیا تم فلاں بن فلاں ہو، اس نے کہا کہ ہاں، تو انہوں نے اسے وہ گدھا عطا کردیا اور فرمایا کہ اس پر سوار ہوجاؤ اور اپنا عمامہ بھی اتار کردیدیا کہ اس کو سر پر باندھ لو، آپ کے بعض ساتھیوں نے کہا کہ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے آپ نے اس اعرابی کو اپنا گدھا دیدیا جس پر آپ سواری کرتے تھے اور عمامہ بھی دیدیا جس سے آپ اپنا سر باندھا کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے چلے جانے کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے، اور اس کا باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا، یہ روایات امام مسلم نے نقل کی ہیں۔

تخریج حدیث(۳۴۲):　صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة اصدقاء الاب والام ونحوهما .

کلمات حدیث:　أَصْلَحَكَ اللّٰه : اللہ آپ کی اصلاح کرے، دعائیہ کلمہ ہے، اللہ آپ کو نیکی عطا کرے، اللہ آپ کا بھلا کرے۔ اصلح اصلاحا (باب افعال) درست کرنا صحیح کرنا۔

شرح حدیث:　صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے اور ان تمام اعمال واخلاق پر عمل کرتے جن کی آپ ﷺ نے تعلیم فرمائی، حضور اکرم ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد صحابۂ کرام ایک ایک اسوۂ حسنہ کو یاد کرتے

اوراس پر عمل کرتے، آپ ﷺ کے ہر ارشاد اور ہر نصیحت کو روبہ عمل لاتے، صحابۂ کرام میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بطور خاص سنن نبوی کا تتبع کرتے اور ان پر عمل کرتے حتیٰ کہ اگر کبھی راستہ میں کہیں رسول اللہ ﷺ کسی درخت کے سائے میں رکے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہتمام فرماتے کہ اس کے درخت کے سائے میں تھوڑی دیر رک جائیں اور اس درخت کو پانی دیتے تا کہ وہ سرسبز وشاداب رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ کے سفر میں اپنے ساتھ ایک گدھا بھی رکھتے تھے، تا کہ اونٹ کی سواری سے تھک جائیں تو کچھ وقت اس گدھے پر بیٹھ کر سفر طے کرلیں، ایک موقع پر اسی طرح تشریف لے جارہے تھے، سر پر عمامہ بندھا ہوا تھا، ایک اعرابی ملا آپ نے اسے اپنے گدھے پر سوار کرادیا اور اپنا عمامہ بھی اس کو دیدیا کہ اس کو اپنے سر پر باندھ لو، اور بتایا کہ یہ میرے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست ہے یا اس کا باپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔

اوراسی طرح روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے گئے، اور فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں کیوں آیا ہوں، میں اس لئے آیا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص باپ کے مرنے کے بعد اس سے صلہ رحمی کرنا چاہے تو اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے اور میرے باپ اور تمہارے والد کے درمیان دوستی تھی۔ (شرح صحیح مسلم للنووی، ۱۶/۸۸، روضة المتقین: ۱/۳۸۰، مظاہر حق جدید ۴/۵۱۳)

والدین کی وفات کے بعد ان کے متعلقین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے

۳۴۳. وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ "بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّیْنِ" مَالِکِ بْنِ رَبِیْعَةَ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَیْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْجَآءَهٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلَمَةَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ فَقَالَ: "نَعَمْ اَلصَّلٰوةُ عَلَیْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا، وَاِکْرَامُ صَدِیْقِهِمَا" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ.

(۳۴۳) حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر تھے کہ بنی سلمہ کا ایک شخص آیا، اور اس نے عرض کی کہ کیا کوئی ایسی نیکی ہے جسے میں اپنے والدین کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد بھی کرسکوں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ان کے لئے دعاء، ان کے حق میں طلب مغفرت، ان کی وفات کے بعد ان کے عہد کو پورا کرنا اور اُن رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا جن سے صلہ رحمی والدین کے توسط سے ہو، اور ان کے دوستوں کی تکریم کرنا۔

(ابوداؤد)

تخریج حدیث(۳۴۳): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب بر الوالدین .

حضرت اُسید بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت ابو اُسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے، تمام غزوات میں شرکت فرمائی، احادیث جوان سے مروی ہیں ان کی تعداد ۲۸ ہے، ان میں سے ۴ متفق علیہ ہیں، مدینہ منورہ میں ٦٨ ھ میں انتقال ہوا، بدری صحابہ میں سے سب سے آخر میں انتقال کرنے والے ہیں۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا سلسلہ ان کی موت سے منقطع نہیں ہوجاتا بلکہ مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، کہ ان کے لئے دعا کرے اور کہے رب ارحمهما كما ربياني صغيرا، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرے، مثلاً یہ کہے: اللّٰهم اغفرلي ولوالديّ . اگر انہوں نے کسی سے کوئی عہد کیا ہوا تھا تو اسے پورا کرے، اور ان کے اہل تعلق رشتہ داروں سے حسن سلوک کرے اور ان کے دوستوں کا اکرام کرے۔ (روضة المتقين: ۱/ ۳۸۱، دليل الفالحين: ۲/ ۱۵٦)

رسول اللہ ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک

۳۴۴ وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ: مَاغِرْتُ عَلىٰ اَحَدٍ مِنْ نِسَآءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاغِرْتُ عَلىٰ خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَمَا رَاَيْتُهَا قَطُّ وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا اَعْضَآءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِيْ صَدَآئِقِ خَدِيْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهٗ: كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَأَةٌ اِلَّا خَدِيْجَةَ! فَيَقُوْلُ: "اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِيْ فِيْ خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ اِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ يَقُوْلُ: "اَرْسِلُوْا بِهَا اِلىٰ اَصْدِقَآءِ خَدِيْجَةَ": وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ: اِسْتَاذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ اُخْتُ خَدِيْجَةَ عَلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيْجَةَ فَارْتَاحَ لِذٰلِكَ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ.

قَوْلُهَا "فَارْتَاحَ" هُوَ بِالْحَآءِ وَفِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّحِيْحَيْنِ لِلْحُمَيْدِيْ "فَارْتَاعَ" بِالْعَيْنِ وَمَعْنَاهُ: اهْتَمَّ بِهٖ.

(۳۴۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے مجھے غیرت محسوس نہیں ہوتی تھی، مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محسوس ہوتی تھی، حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہ تھا، لیکن آپ ﷺ ان کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے اور کبھی بکری ذبح فرما کر اس کے حصے بنا کر ان کی سہیلیوں کو بھیجتے، کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہہ دیتیں جیسا کہ دنیا میں خدیجہ کے سوا کوئی اور عورت ہی نہیں، آپ ﷺ فرماتے کہ وہ تو وہی تھی اور میری اس سے اولاد ہے۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں ہے کہ آپ بکری ذبح فرما کر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں میں گنجائش کے مطابق ہدیۃً بھجوادیتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب بکری ذبح فرماتے تو کہتے کہ اس کو خدیجہ کی سہیلیوں میں بھیج دو، اور ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور اجازت طلب کی آپ ﷺ کو خدیجہ کا اجازت طلب کرنا یاد آ گیا، جس سے آپ مسرور ہوئے اور فرمایا: اے اللہ! ہالہ بنت خویلد ہو۔

فارتاح : حاء کے ساتھ حمیدی کی جمع بین الصحیحین میں ہے۔ فارتاع : عین کے ساتھ جس کے معنی ہیں کہ آپ ﷺ نے اہتمام فرمایا۔

تخریج حدیث (۳۴۴): صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب تزویج النبی ﷺ خدیجة وفضلها. صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل خدیجة رضی اللہ عنها .

کلمات حدیث: غرت : مجھے غیرت محسوس ہوئی۔ غار غرة (باب سمع) غیرت کرنا۔ خلائلها : ان کی دوست، ان کی سہیلیاں، جمع خليلة .

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ تمام ازواج میں سب سے زیادہ تعلق خاطر رکھتے تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر خوش ہوتی تھیں، اسی لئے فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں سے کسی سے مجھے غیرت محسوس نہیں ہوئی جو حضرت خدیجہ سے ہوئی حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہ تھا، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی سن تمیز کو نہیں پہنچیں تھیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تھا، یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی نکاح میں آئیں اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا چکی تھیں، اس کی تائید صحیحین میں وارد ایک حدیث کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئی اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کو تین سال ہو چکے تھے۔

رسول کریم ﷺ اکثر و بیشتر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یاد فرماتے، بکری ذبح کر کے ان کی دوستوں کے گھر بھجواتے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد آئیں، باہر سے ان کی آواز سن کر خوش ہو گئے اور حضرت خدیجہ یاد آ گئیں اور فرمایا: اے اللہ! یہ ہالہ ہو۔

اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہ غیرت محسوس ہوتی جو سوکن کو سوکن پر ہوتی ہے اور کبھی فرما دیتیں کہ کیا دنیا میں خدیجہ ہی ایک عورت ہے، آپ ﷺ یہ سن کر حضرت خدیجہ کی تعریف فرماتے اور کہتے کہ وہ تو بس وہی تھی، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک موقع پر فرمایا کیا اللہ نے آپ ﷺ کو خدیجہ کے بدلے میں بہترین ازواج نہیں عطا فرما دیں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! جب میری قوم نے مجھے جھٹلایا وہ مجھ پر ایمان لائی، جب میری قوم نے مجھے بے وقعت کیا اس نے میری مدد کی اور جب میری قوم نے مجھے تنگ دست رکھا اس نے مجھے اپنا مال دیا، ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ اس سے میری اولاد بھی ہوئی، آپ ﷺ کی سب اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی سوائے ابراہیم کے کہ وہ حضرت ماریہ سے ہوئے۔

(دليل الفالحين : ۲/۱۵۷ ، فتح الباری : ۲/٤٠٤)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت

۳۴۵. وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ سَفَرٍ فَكَانَ يَخْدُمُنِيْ فَقُلْتُ لَهُ: لَا تَفْعَلْ، فَقَالَ: "اِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ الْاَنْصَارَ تَصْنَعُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئاً اٰلَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ اَنْ لَّا اَصْحَبَ اَحَداً مِنْهُمْ اِلَّا خَدَمْتُهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۴۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں جریر بن عبداللہ بجلی کے ساتھ تھا، وہ میری خدمت کرتے تھے۔ میں نے انہیں منع کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ انصار رسول ﷺ کے ساتھ اس طرح کرتے تھے، میں نے قسم کھائی کہ میں انصار میں سے جس کے ساتھ جاؤں گا اس کی خدمت کروں گا۔ (متفق علیہ)

البَابُ (۴۳)

اِکْرَامُ اَهْلِ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ بَیَانُ فَضْلِهِمْ
اہل بیت رسول ﷺ کا اکرام اوران کے فضائل

۱۳۲ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجْسَ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾ ۳۳

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے اہل بیت !اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کردے اور تمہیں بالکل پاک کردے۔'' (الاحزاب: ۳۳)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ نبی کے گھر والوں کو احکام الٰہی پر عمل کرا کے خوب پاک وصاف کردے اوران کے مرتبہ کے مطابق ان کی ایسی قلبی صفائی اور اخلاقی رفعت عطا فرمادے جو دوسرے تمام لوگوں سے ممتاز و فائق ہو، یہاں تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ مراد ہے جو اولیاء کامل کو عطا ہوتا ہے جس کے بعد وہ معصوم تو نہیں بنتے البتہ محفوظ ہوجاتے ہیں، نظم قرآنی میں غور کرنے والوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی تردد نہیں ہوسکتا کہ اہل بیت کے مدلول میں ازواج مطہرات یقیناً داخل ہیں بلکہ آیت کا خطاب اولاً انہی سے ہے لیکن اولاد اور داماد بھی اہل بیت میں داخل ہیں بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں، یعنی اگرچہ نزول آیت اولاً ازواج ہی کے حق میں ہے اور وہی اولین مخاطب ہیں مگر اولاد بھی اس فضیلت میں داخل ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

۱۳۳ . وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَـٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ ﴾

نیز فرمایا:

''جو شخص اللہ کے مقرر کردہ شعائر کی تعظیم کرے تو یہ اس کے قلب کا تقویٰ ہے۔'' (الحج: ۳۲)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ جس کے دل میں اللہ کی عظمت ہوگی اور اس کی ہیبت وخشیت ہوگی وہ اللہ کے مقرر کردہ احکام پر عمل کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی نشانیوں کی تعظیم کرے گا اور اللہ کے رسول ﷺ کی نسبت بھی اللہ ہی کی جانب ہے، اس لئے اللہ کے رسول ﷺ کی تکریم وتعظیم اوران کے احکام کی فرمان برداری بھی لازم ہے اور فرض ہے جو اہل بیت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب ہیں، ان کی تکریم وتعظیم بھی ضروری ہے۔

کتاب اللہ اور اہل بیت رسول ﷺ دونوں کا احترام ضروری ہے

۳۴۶ . وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ حَيَّانَ قَالَ : اِنْطَلَقْتُ اَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ وَ عَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ اِلَى زَيْدِ بْنِ

اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمَّا جَلَسْنَا اِلَيْهِ قَالَ لَهٗ حُصَيْنٌ : لَقَدْ لَقِيْتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيْرًا رَاَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتَ حَدِيْثَهٗ وَغَزَوْتَ مَعَهٗ وَصَلَّيْتَ خَلْفَهٗ، لَقَدْ لَقِيْتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيْرًا حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَا ابْنَ اَخِيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّيْ وَقَدُمَ عَهْدِيْ وَنَسِيْتُ بَعْضَ الَّذِيْ كُنْتُ اَعِيْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا حَدَّثْتُكُمْ فَاقْبَلُوْا وَمَالَا فَلَا تُكَلِّفُوْنِيْهِ ثُمَّ قَالَ : قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِيْنَا خَطِيْبًا بِمَآءٍ يُدْعٰى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ : "اَمَّا بَعْدُ اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَاْتِيَ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَاُجِيْبَ وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ اسْتَمْسِكُوْا بِهٖ " فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَ رَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ: " وَاَهْلُ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ" فَقَالَ لَهٗ حُصَيْنٌ ! وَمَنْ اَهْلُ بَيْتِهٖ يَا زَيْدُ اَلَيْسَ نِسَآءُهٗ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ؟ قَالَ : نِسَآؤُهٗ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَلٰكِنْ اَهْلُ بَيْتِهٖ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهٗ قَالَ : وَمَنْ هُمْ ؟ قَالَ : هُمْ اٰلُ عَلِيٍّ وَّاٰلُ عَقِيْلٍ وَّاٰلُ جَعْفَرَ وَّاٰلُ عَبَّاسٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قَالَ، كُلُّ هٰؤُلَآءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ ؟ قَالَ : نَعَمْ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ : " اَلَا وَاِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ : اَحَدُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ، مَنِ اتَّبَعَهٗ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ تَرَكَهٗ كَانَ عَلٰى ضَلَالَةٍ ."

(۳۴۶) حضرت یزید بن حیان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حصین بن سبرہ اور عمرو بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو حصین نے کہا کہ زید آپ کو بڑی خیر کثیر ملی، آپ نے اللہ کے رسول کو دیکھا، ان کی باتیں سنیں، ان کے ساتھ غزوات میں شرکت اور ان کی اقتداء میں نماز ادا کی، یقیناً زید آپ کو خیر کثیر ملی، اے زید ہمیں کوئی حدیث سنایئے جو آپ نے رسول ﷺ سے سنی ہو، انہوں نے کہا کہ میرے بھتیجے میری عمر زیادہ ہوگئی اور زیادہ وقت گزر گیا اور رسول کریم ﷺ کی جو احادیث یاد تھیں ان میں سے بعض میں بھول بھی گیا، اب جو بیان کروں اسے قبول کرلو اور جو بیان نہ کروں اس کا تم مجھے مکلف نہ بناؤ، پھر کہنے لگے، کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان مکہ اور مدینہ کے درمیان خم نامی پانی کے چشمے پر خطبہ دینے کھڑے ہوئے، حمد وثناء اور وعظ وتذکیر کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اما بعد، اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، قریب ہے کہ اللہ کا رسول میرے پاس موت کا پیام لے کر آجائے اور میں اسے لبیک کہہ دوں، میں تمہارے درمیان دو عظیم الشان چیزیں چھوڑنے والا ہوں ایک کتاب اللہ جو سراسر ہدایت اور نور ہے۔ اللہ کی کتاب کو پکڑ لو اور خوب مضبوطی سے تھام لو، آپ ﷺ نے کتاب اللہ پر عمل کی تاکید کی اور ترغیب دلائی، پھر فرمایا، اور میرے اہل بیت اور میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں، حصین نے کہا کہ اے زید آپ ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی ازواج آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی ازواج آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے ہیں اور آپ ﷺ کے اہل

بیت وہ ہیں جن پر آپ ﷺ کے بعد صدقہ لینا حرام ہے، حصین نے کہا کہ وہ کون ہیں؟ زید نے فرمایا کہ آل علی آل عقیل آل جعفر اور آل عباس، حصین نے کہا کہ کیا ان پر صدقہ حرام ہے تو زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جی ہاں۔ (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ خبردار! میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں، ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جو اللہ کی رسی ہے جس نے اس کی اتباع کی وہ ہدایت پر رہا اور جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ گمراہ ہوا۔

تخریج حدیث(۳۴۶): صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل علی رضی اللّٰہ عنہ.

راوی حدیث: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ سترہ غزوات میں شرکت فرمائی اور احد کے موقعہ پر وہ چھوٹے تھے اس لئے جنگ میں شرکت نہ کر سکے، آپ سے ستر احادیث منقول ہیں جن میں سے چار متفق علیہ ہیں ۵۶ھ میں انتقال ہوا۔ (دلیل الفالحین:۲/۱٦۲)

کلمات حدیث: ثقلین : دو بھاری چیزیں، دو عظیم الشان امور، یعنی قرآن کریم اور سنت نبوی ۔ ثقل : بوجھ جمع اثقال .

شرح حدیث: متعدد احادیث میں رسول کریم ﷺ نے قرآن اور سنت کو مضبوطی سے تھامنے اور ان پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے، اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں، اللہ کی کتاب اور اہل بیت۔ اللہ کی کتاب سراسر ہدایت اور نور ہے کہ اس پر عمل کرنے سے راہ حق روشن ہوتی ہے اور انسان اس کتاب پر عمل کر کے دنیا کی زندگی سنوار سکتا ہے اور آخرت کی صلاح وفلاح حاصل کر سکتا ہے، اور اہل بیت کے بارے میں میں تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل بیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور وہ سب اہل بیت ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ ہیں آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس۔ (شرح مسلم للنووی:۱٦/۱٤۵)

اہل بیت کی تکریم وتعظیم کا حکم

۳۴۷. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَوْقُوْفاً عَلَيْهِ اَنَّهُ قَالَ: ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

مَعْنٰى " ارْقُبُوْهُ" رَاعُوْهُ وَاحْتَرِمُوْهُ وَاَكْرِمُوْهُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۳۴۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے موقوفا روایت کیا کہ محمد ﷺ کے اہل بیت کی تکریم کرو۔ (بخاری)

اُرْقُبُوا : کے معنی ہیں رعایت رکھو، احترام کرو اور اکرام کرو۔

تخریج حدیث(۳۴۷): صحیح البخاری، کتاب الفضائل الصحابة، باب مناقب الحسن والحسین .

کلمات حدیث: اُرْقُبُوا : احترام کرو، خیال رکھو۔ رَقَبَ رُقوباً (باب نصر) نگہبانی کرنا۔

شرح حدیث: جس کے دل میں اللہ کا تقویٰ اور خشیت ہوگی وہ ہر اس حکم اور ہر اس امر کا احترام کرے گا جس کی نسبت اللہ کی طرف ہوگی اور اسی طرح جس کے دل میں رسول کریم ﷺ کی محبت ہوگی وہ ہر اس شخص کی اور چیز کی تعظیم وتکریم کرے گا جس کی آپ کی جانب نسبت ہوگی، یعنی وہ آپ ﷺ کے صحابۂ کرام کی، امہات المومنین کی اور آپ کی اولاد حضرات حسن اور حسین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کی تکریم وتعظیم کرے گا، اور یہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے واسطے اور تعلق کی بنا پر آپ ﷺ کے اہل بیت کی تکریم اور تعظیم کرو۔ (فتح الباری : ۲/ ٤٣٢)

البَابُ (٤٤)

تَوْقِيْرُ الْعُلَمَآءِ وَالْكِبَارِ وَاَهْلِ الْفَضْلِ وَتَقْدِيْمُهُمْ عَلٰى غَيْرِهِمْ وَرَفْعُ مَجَالِسِهِمْ وَاِظْهَارُ مَرْتَبَتِهِمْ

علماء کبار اور اہل فضل کی توقیر ان کو دوسروں پر مقدم رکھنا ان کی مجلس کی قدر اور ان کے مرتبہ کا اظہار

۱۳۴۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۗ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''آپ فرما دیجیے کہ کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں۔ عقلمند لوگ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔''

(الزمر: ۹)

تفسیری نکات: زجاج فرماتے ہیں کہ عالم اور غیر عالم برابر نہیں ہیں، اسی طرح مطیع اور عاصی برابر نہیں ہیں۔ علم کا تقاضا ہی عمل ہے اور ایمان علم و عمل کا نام ہے جس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ عمل نہ کرے بالفاظ دیگر عالم وہی ہے جو اپنے علم سے اولاً خود منتفع ہو اور پھر دوسروں کو نفع پہنچائے جسے خود اپنے علم کا فائدہ نہ پہنچے وہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی علم نہ ہو، اور اہل عقل و دانش ہی اس فرق و امتیاز کو جان سکتے ہیں جو عالم اور جاہل میں ہے اور جو مطیع اور عاصی میں ہے۔ (روضة المتقين: ١/ ٣٨٦)

امامت کی شرائط

۳۴۸۔ وَعَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِيِّ الْاَنْصَارِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ، فَاِنْ كَانُوْا فِى الْقِرَاءَةِ سَوَآءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَاِنْ كَانُوْا فِى السُّنَّةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَاِنْ كَانُوْا فِى الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِىْ سُلْطَانِهِ، وَلَا يَقْعُدْ فِىْ بَيْتِهِ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ اِلَّا بِاِذْنِهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِىْ رِوَايَةٍ لَهُ : "فَاَقْدَمُهُمْ سِلْمًا" بَدَلَ "سِنًّا" : اَوْ اِسْلَامًا. وَفِىْ رِوَايَةٍ : "يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ وَاَقْدَمُهُمْ قِرَآءَةً، فَاِنْ كَانَتْ قِرَآءَتُهُمْ سَوَآءً فَيَؤُمُّهُمْ اَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِى الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَلْيَؤُمَّهُمْ اَكْبَرُهُمْ سِنًّا" وَالْمُرَادُ "بِسُلْطَانِهِ مَحَلُّ وِلَايَتِهِ اَوِ الْمَوْضِعُ الَّذِىْ يَخْتَصُّ بِهِ" "وَتَكْرِمَتُهُ" بِفَتْحِ التَّاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَهِىَ مَا يَنْفَرِدُ بِهِ مِنْ فِرَاشٍ وَسَرِيْرٍ وَنَحْوِهِمَا .

(۳۴۸) حضرت عقبہ بن عمرو بدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کا امام وہ بنے جو اللہ کی کتاب کو زیادہ

پڑھنے والا ہو، اگر سب قراءت میں برابر ہوں تو جو زیادہ سنت کا جاننے والا ہو، اگر سب سنت میں برابر ہوں تو جو ہجرت میں مقدم ہو اگر سب ہجرت میں برابر ہوں تو جو عمر میں زیادہ ہو، اور کوئی آدمی دوسرے آدمی کے غلبہ والی جگہ میں امامت نہ کرائے، اور نہ کسی آدمی کے گھر میں اس کی عزت والی مسند پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے۔ (مسلم) اور ایک روایت میں عمر میں مقدم کی جگہ اسلام میں مقدم ہے۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ لوگوں کی امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا زیادہ جاننے والا اور قراءت کا زیادہ علم رکھنے والا ہو، اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امامت کرے، جو ہجرت میں مقدم ہو، اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرے۔

سلطانہ سے مراد اس شخص کی محل ولایت ہے یا وہ مقام جو اس کے ساتھ خاص ہو اور تکرمتہ بستر یا سریر وغیرہ جو اس شخص کے ساتھ مختص ہو۔

تخریج حدیث (۳۴۸):　　صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب من أحق بالإمامة .

کلمات حدیث:　　یَؤُمُّ : امامت کرتا ہے۔ أَمَّ، أماً (باب نصر) قصد کرنا۔ أم القوم یا أم بالقوم : امامت کرنا۔

شرح حدیث:　　حدیث میں امام صلاۃ کی شرائط بیان فرمائی گئی ہیں کہ وہ شخص لوگوں کو امامت کرائے جو قراءت قرآن کا زیادہ جاننے والا ہو، اگر اس وصف میں سب برابر ہوں تو جو سنت نبوی ﷺ کا زیادہ جاننے والا ہو۔ اس بارے میں دو فقہی مذاہب ہیں، پہلا مذہب امام شافعی رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے کہ ان کے نزدیک قرآن کا قاری قرآن کے عالم پر مقدم ہے، کیوں کہ حدیث مذکور میں أقرؤهم، کا لفظ ہے یعنی ان میں سب سے زیادہ قراءت قرآن کا جاننے والا، اور دوسرا مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کی ایک روایت ہے کہ عالم بالسنۃ مقدم ہے بشرطیکہ وہ قرآن کا اتنا حصہ صحیح طور پر پڑھ سکتا ہو جو صحت نماز کے لئے ضروری ہے، کیوں کہ قراءت قرآن کی ضرورت اور احتیاج نماز کے ایک رکن میں ہوتی ہے جبکہ علم تمام نماز کے لئے ضروری ہے، نیز یہ کہ رسول کریم ﷺ نے مرض الوفات میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدم فرمایا جو اعلم بالسنۃ تھے۔

ہجرت سے اب مراد ہجرت عن المعاصی ہوگی، اگر اس میں سب برابر ہوں تو جو عمر میں زیادہ ہو وہ امامت کرائے۔

بادشاہ، گھر کا سربراہ، مجلس کا نگران، امام مسجد جو باقاعدہ متعین ہو، امامت کے زیادہ حقدار ہیں، جب تک یہ خود کسی دوسرے کو امامت کی اجازت نہ دیں، یؤم القوم میں ثبوت ہے کہ عورت مردوں کی امامت نہیں کرا سکتی، کیوں کہ قوم کا لفظ مردوں کے ساتھ خاص ہے، نیز صحابہ یا تابعین یا بعد کے ادوار میں کہیں ایک مثال موجود نہیں ہے کہ کسی عورت نے مردوں کی امامت کرائی ہو۔

(نزهه المتقين : ۳۱۸/۱، روضة الصالحين : ۲۰۳/۲)

علماء اور نماز کے مسائل سے واقف لوگوں کو امام کے قریب کھڑا ہونا چاہیے

۳۴۹. وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ وَيَقُوْلُ

"اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ، لِيَلِنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لِيَلِنِيْ" وَهُوَ بِتَخْفِيْفِ النُّوْنِ وَلَيْسَ قَبْلَهَا يَآءٌ: وَ رُوِيَ بِتَشْدِيْدِ النُّوْنِ مَعَ يَآءٍ قَبْلَهَا " وَالنُّهٰى" : اَلْعُقُوْلُ. "وَاُولُوا الْاَحْلَامِ" : هُمُ الْبَالِغُوْنَ ، وَقِيْلَ اَهْلُ الْحِلْمِ وَالْفَضْلِ .

(۳۴۹) حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں صفوں کو درست رکھنے کے لئے ہمارے شانوں پر ہاتھ رکھتے اور فرماتے: سیدھے ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو کہ اس سے تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، میرے قریب تم میں سے ان لوگوں کو ہونا چاہئے جو بالغ ہیں اور عقلمند ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں۔ (مسلم)

لیلنی : کا لفظ نون کی تخفیف کے ساتھ ہے اور اس سے پہلے یاء نہیں ہے، نون تشدید اور اس سے پہلے یاء کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ النھی : کے معنی عقول کے ہیں اور أولوا الاحلام کے معنی ہیں بالغ اور کسی نے کہا کہ اہل علم اور فضل۔

تخریج حدیث (۳۴۹): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا.

کلمات حدیث: لِيَلِنِي : مجھ سے مل جائے، مجھ سے قریب ہو جائے۔ ولی ولیا (باب سمع) قریب ہونا، متصل ہونا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جب نماز کی امامت کے لئے کھڑے ہوتے تو صفوں کی درستگی کا بطور خاص اہتمام فرماتے اور صفوں کے قریب جا کر نمازیوں کے شانوں پر دست مبارک رکھتے اور صفوں کو سیدھا رکھنے کی نصیحت فرماتے۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر نماز کی صفیں درست نہ ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک صفوں کی درستگی اور ان کو سیدھا رکھنے کی تاکید متعدد احادیث میں وارد ہے اس لئے صفوں کا سیدھا اور درست رکھنا اقامت صلوٰۃ میں سے ہے، بہرحال صفوں کو سیدھا رکھنا چاہیے قریب قریب ہو کر اور مل کر کھڑا ہونا چاہیے، صفوں کی برابری اور کندھوں کے برابر کرنے میں درحقیقت امت کی وحدت کی طرف اشارہ ہے اور امت کی بات کے ایک ہونے اور زندگی کے تمام میدانوں میں یکجہتی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ خاص کر جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ میں امت کی وحدت کی اشد ضرورت ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نماز کی صفوں میں افضل پھر اس سے کم اور پھر اس سے کم کو مقدم کرنے کا مقصود یہ ہے کہ اہل فضل کا اکرام کیا جائے اور نیز یہ کہ اگر امام کو اپنی جگہ کسی کو کھڑا کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو قریب ایسا شخص ہو جو اس کا نائب بننے کا زیادہ حق دار ہو، کیوں کہ وہ زیادہ بہتر طریقے پر امام کے سہو کو سمجھ سکے گا، اور اس لئے بھی کہ اہل عقل و دانش قریب ہوں تا کہ نماز کے طریقے کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ لیں۔ (شرح مسلم للنووی : ۱۲۹/۴، نزھۃ المتقین : ۲۲۸/۱)

---

۳۵۰. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لِيَلِنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" ثَلَاثًا "وَاِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۵۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے قریب تم میں سے وہ لوگ رہیں جو بالغ اور عقلمند ہیں، اس جملے کو آپ نے تین مرتبہ دھرایا، اور تم اپنے آپ کو بازار کے شور سے بچاؤ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۳۵۰): صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف واقامتها.

کلمات حدیث: هيشات : مخلوط آوازیں، ملی جلی اونچی آوازیں، جمع هوشة فتنہ اور اختلاف۔ هاش، هيشا (باب ضرب) جوش اور حرکت میں آنا۔

شرح حدیث: نماز ایک عظیم الشان عبادت ہے جس میں اللہ کا بندہ اپنے رب کے حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مسجد کی اور نماز کی پوری فضا اس عظمت کی حامل ہو جو اس عبادت کا تقاضا ہے اور بندگی رب کی تعظیم وتکریم سے پوری فضا معمور ہو، صفیں ملی ہوئی اور پیوست، اور بالغ وار باب عقل آگے ہوں اور مسجد میں کہیں شور نہ ہو اور نہ کوئی باآواز بلند بول رہا ہو، اس کے ساتھ ہی جہاں تک ممکن ہو باہر کے شور سے بھی مسجد کو اور نماز کے ماحول کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے۔ (شرح مسلم للنووی: ۴/ ۱۳۰)

مجلس میں گفتگو کرنے کا حق بڑے کو ہے

۳۵۱۔ وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰ وَقِیْلَ اَبِیْ مُحَمَّدٍ سَھْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ "بِفَتْحِ الْحَآءِ الْمُھْمَلَةِ وَاِسْكَانِ الثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ" اَلْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ. اِنْطَلَقَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَھْلٍ وَّمُحَیِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ اِلٰی خَیْبَرَ وَهِیَ یَوْمَئِذٍ صُلْحٌ فَتَفَرَّقَا فَاَتٰی مُحَیِّصَةُ اِلٰی عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَھْلٍ. وَهُوَ یَتَشَحَّطُ فِیْ دَمِهٖ قَتِیْلًا فَدَفَنَهٗ ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنُ سَھْلٍ وَّمُحَیِّصَةُ وَحُوَیِّصَةُ اِبْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ یَتَكَلَّمُ فَقَالَ: "كَبِّرْ كَبِّرْ" وَهُوَ اَحْدَثُ الْقَوْمِ فَسَكَتَ فَتَكَلَّمَا فَقَالَ: "اَتَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ؟" وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِیْثِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

وَقَوْلُهٗ، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "كَبِّرْ كَبِّرْ" مَعْنَاهُ: یَتَكَلَّمُ الْاَكْبَرُ.

(۳۵۱) ابویحیٰ سے روایت ہے اور کہا گیا کہ ابومحمد سہل بن حثمہ انصاری سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود خیبر گئے، اس وقت اہل خیبر کے ساتھ صلح تھی، راستے میں دونوں جدا ہو گئے، جب محیصہ عبداللہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ اپنے خون میں لت پت مقتول پڑے ہیں، انہوں نے ان کو دفن کر دیا، پھر وہ مدینہ منورہ واپس آ گئے، اور عبدالرحمٰن بن سہل اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے بیٹے محیصہ اور حویصہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے، عبدالرحمٰن نے گفتگو کا آغاز کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بڑا آدمی بات کرے، کیوں کہ وہ ان سب میں چھوٹے تھے، وہ خاموش ہو گئے پھر ان دونوں نے واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم قسم اٹھاتے ہو اور اپنے مقتول کے قاتل سے حق طلب کرتے ہو، اس کے بعد مکمل حدیث بیان کی۔ (متفق علیہ)

آپ ﷺ نے فرمایا کبر کبر یعنی تم میں سے بڑا آدمی بات کرے۔

تخریج حدیث(۳۵۱): صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب القسامة، صحیح مسلم، کتاب القسامة .

کلمات حدیث: یتشحط : خون میں لتھڑا ہوا اور تڑپتا ہوا۔ شحط بالدم : خون میں لت پت ہونا۔

شرح حدیث: مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی محلے یا علاقے میں کوئی شخص مقتول پڑا ہوا ملے اور قاتل کا پتہ نہ چلے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اہل محلّہ سے پچاس لوگوں کی قسمیں لی جائیں گی، ہر ایک اس طرح قسم اٹھائے گا کہ اللہ کی قسم نہ میں نے قتل کیا ہے اور نہ مجھے قاتل کا علم ہے، ان پچاس لوگوں کا انتخاب مقتول کے ولی کریں گے، اگر پچاس کے پچاس آدمیوں نے قسم کھالی تو اب اہل محلّہ پر دیت لازم ہو جائے گی اور قصاص نہیں ہوگا، اور ان پچاس میں جو قسم کھانے سے انکار کرے تو اسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جیل میں بند کر دیا جائے گا، تاوقتیکہ وہ یا تو قتل کا اقرار کرے یا قسم کھائے۔

امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اولاً اولیاء مقتول قسم کھائیں گے اور کہیں گے کہ فلاں قاتل ہے۔ اگر مقتول کے اولیاء قسم کھانے سے انکار کر دیں، تو پھر اہل محلّہ میں سے پچاس آدمیوں سے قسمیں لی جائیں گی، اگر ان پچاس نے قسمیں کھالیں کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہمیں اس کا علم ہے تو یہ سب بری ہو جائیں گے اور ان پر نہ دیت ہوگی اور نہ قصاص، البتہ اگر قسمیں کھانے سے انکار کریں تو ان پر دیت کی ادائیگی لازم آئے گی۔

حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ بڑا آدمی بات کرے، یہی حصہ حدیث کا باب سے متعلق ہے جس کی بناء پر اس حدیث کو یہاں ذکر کیا گیا ہے کہ آداب مجلس کا تقاضا یہ ہے کہ بڑا آدمی بات کرے۔

(فتح الباری : ۲/۲۵۳ ، هدایه : ٤/٦٣١ ، روضة الصالحین : ۲/۲۰۷)

---

۳۵۲. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ يَعْنِيْ فِي الْقَبْرِ ثُمَّ يَقُوْلُ : " اَيُّهُمَا اَكْثَرُ اَخْذاً لِلْقُرْاٰنِ ؟ " فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۳۵۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ احد کے شہداء کو دو دو آدمیوں کو ایک ایک قبر میں اکٹھا دفن فرمایا، اس موقع پر آپ استفسار فرماتے کہ ان میں سے کس کو قرآن زیادہ محفوظ تھا، جب بتایا جاتا کہ ان دونوں میں سے یہ زیادہ قرآن کا علم رکھنے والا تھا تو اسے آپ لحد میں رکھنے میں مقدم فرماتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۳۵۲): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب دفن الرجلین و الثلاثه فی قبر .

کلمات حدیث: اللحد : قبر بنانے کی دو صورتیں ہیں، ایک لحد یعنی قبر کھودنے کے بعد مغربی جانب مزید کھودی جاتی ہے، اسے لحد کہتے ہیں اور دوسری صورت شق ہے جس میں صرف سیدھی نیچے کی جانب کھدائی ہوتی ہے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ اصحاب کے مقام و مرتبہ کا خیال فرماتے تھے چنانچہ جب غزوۂ احد کے موقعہ پر شہداء کی تدفین

فرمائی تو دو شہیدوں کے لئے ایک قبر کھودی جاتی اور آپ ﷺ دریافت فرماتے کہ ان دونوں میں سے قرآن کا زیادہ جاننے والا کون ہے، پھر آپ ﷺ اس کو تدفین میں مقدم فرماتے۔ (فتح الباری: ۱/۷۹٤)

ہر معاملہ میں بڑے کا حق مقدم ہے

۳۵۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَرَانِيْ فِي الْمَنَامِ اَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَآءَ نِيْ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ، فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ فَقِيْلَ لِيْ: كَبِّرْ فَدَفَعْتُهٗ اِلَى الْاَكْبَرِ مِنْهُمَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ مُسْنَدًا وَالْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقاً.

(۳۵۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں کہ میرے پاس دو آدمی آئے، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا، میں نے مسواک چھوٹے کو دیدی تو مجھ سے کہا کہ بڑے کو دیجئے، تو میں نے وہ ان دونوں میں سے بڑے کو دیدی۔ (مسلم مسنداً والبخاری تعلیقا)

تخریج حدیث (۳۵۳): صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب دفع السواك الى الاكبر. صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، باب رؤیا النبی ﷺ.

کلمات حدیث: اَتَسَوَّكُ: میں مسواک کر رہا ہوں، مسواک کرتا ہوں۔ سوك الشيء: ملنا، رگڑنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو خواب میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا، اور پھر دیکھا کہ میرے پاس دو افراد آئے اور میں نے مسواک چھوٹے کو دیدی تو مجھے کہا گیا کہ بڑے کو دیجئے تو میں نے بڑے کو دیدی۔

بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ راوی نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ مسواک فرما رہے تھے، فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے پاس کھڑے ہوئے لوگوں میں سے بڑے کو دیدی اور ارشاد فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بڑے کو دوں۔

یعنی پہلے آپ نے اپنے آپ کو مسواک کرتے ہوئے اور حاضرین میں سے بڑے کو دیتے ہوئے دیکھا پھر آپ ﷺ نے بیداری میں عمل فرما کر دکھایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ کو اس بارے میں بذریعہ وحی مطلع فرمایا گیا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسواک فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کے پاس دو آدمی کھڑے تھے، آپ ﷺ کو وحی کی گئی کہ مسواک ان میں سے بڑے کو دیدیں۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقصود حدیث یہ ہے کہ ہر بات اور ہر معاملے میں اس کو مقدم کیا جائے جو عمر میں بڑا ہو، کھانے پینے اور ہر بات میں اس امر کا لحاظ رکھا جائے، مہلب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جب ہے کہ جب لوگوں کے درمیان کوئی خاص ترتیب نہ ہو، اگر لوگ کسی ترتیب سے بیٹھے ہوں تو سیدھے ہاتھ پر بیٹھا ہوا شخص مقدم ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی دوسرے کی مسواک کا استعمال مکروہ نہیں ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ استعمال سے پہلے دھولیا

جائے، مگر سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ وہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی مسواک دھونے کے لئے دیتے تو میں دھونے سے پہلے خود کر لیتی پھر دھوکر آپ کو دیتی، یہ دراصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذہانت اور فطانت ہے کہ وہ اس طرح مسواک کے استعمال سے ریق رسول اللہ ﷺ سے شفا حاصل کرتی تھیں، اور پھر دھوکر آپ ﷺ کو دیدیتی تھیں۔

(فتح الباری: ۱/۳۶۹)

---

۳۵۴. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :" اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْہِ وَالْجَافِیْ عَنْہُ وَاِکْرَامُ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ " حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ .

(۳۵۴) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی تعظیم اور بزرگی کا ایک پہلو یہ ہے سفید ڈاڑھی والے بوڑھے، مسلمان، حامل قرآن جو اس میں حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو اور نہ ہی اس سے جفا کرنے والا ہو اور صاحب عدل وانصاف بادشاہ کا اکرام۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث(۳۵۴): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم.

کلمات حدیث: الجافی : جفا کرنے والا۔ جفا، جفاء (باب نصر) قرار نہ پکڑنا۔ الجافی : وہ شخص جو قرآن کریم کا عالم یا حافظ ہو اس کے باوجود اس کی تلاوت سے اعراض کرے۔ المقسط : عادل اور منصف۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ کی تکریم اور تعظیم ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس تعظیم وتکریم کا طریقہ یہ ہے کہ جن امور کی اللہ کی جانب نسبت ہو ان کی تکریم کی جائے، اس حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کی تکریم وتعظیم یہ بھی ہے کہ بوڑھے سفید ریش مسلمان کی عزت کرنا، قرآن کا علم رکھنے والے کی عزت کرنا اور اس حاکم یا بادشاہ کی عزت کرنا جو لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کرتا ہو۔

(روضۃ المتقین: ۱/۳۹۰، دلیل الفالحین)

---

۳۵۵. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : " لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیَعْرِفْ شَرَفَ کَبِیْرِنَا" حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗد وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ. وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ: "حَقَّ کَبِیْرِنَا".

(۳۵۵) حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کے شرف کو نہیں پہچانتا۔

یہ حدیث صحیح ہے، اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوداؤد کی ایک

روایت میں: ہمارے بڑوں کا حق نہیں پہچانتا...... کے الفاظ آئے ہیں۔

تخریج حدیث(۳۵۵): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الرحمة . الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الصبيان .

کلمات حدیث: شرف : مرتبہ، بلندی۔ شَرف، شرفًا (باب کرم) بلند مرتبہ ہونا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آنے اور بڑوں کی تعظیم وتکریم کی تاکید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو چھوٹوں سے شفقت اور بڑوں کی تکریم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں یعنی ہمارے طریقہ پر نہیں ہے۔

(تحفة الاحوذی : ٦/ ٣٤، روضة المتقين : ١/ ١٩١، دليل الفالحين: ٢/ ١٧٥)

لوگوں سے ان کے مرتبہ اور حیثیت کے موافق معاملہ کرو

٣٥٦. وَعَنْ مَيْمُوْنَ بْنِ اَبِىْ شَبِيْبٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا مَرَّبِهَا سَآئِلٌ فَاَعْطَتْهُ كِسْرَةً وَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَهَيْئَةٌ فَاَقْعَدَتْهُ فَاَكَلَ فَقِيْلَ لَهَا فِىْ ذٰلِكَ ؟ فَقَالَتْ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ لٰكِنْ قَالَ مَيْمُوْنُ : لَمْ يُدْرِكْ عَآئِشَةَ وَقَدْ ذَكَرَهٗ مُسْلِمٌ فِىْ اَوَّلِ صَحِيْحِهٖ تَعْلِيْقاً فَقَالَ : وَذُكِرَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ، وَذَكَرَهُ الْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ فِىْ كِتَابِهٖ "مَعْرِفَةُ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ" فَقَالَ : هُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ .

(٣٥٦) حضرت میمون بن ابی شبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا، آپ نے اسے روٹی کا ٹکڑا دیدیا، اور ایک شخص آیا جو اچھے کپڑوں اور اچھی حالت میں تھا، آپ نے اسے بٹھایا اور اسے کھلایا۔ کسی نے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق برتاؤ کرو، (ابوداؤد، لیکن ابوداؤد نے کہا کہ میمون راوی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زمانہ نہیں پایا) امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح کے شروع میں معلق روایت کیا ہے اور ذکر کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم لوگوں کے ساتھ ان کے مرتبے کے مطابق برتاؤ کریں، اور حاکم نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث(۳۵۶): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلهم .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے اس امر کی متعدد احادیث میں تاکید فرمائی کہ لوگوں سے معاملات میں ان کے مراتب کا خیال رکھا جائے، نماز کی صفوف میں ارباب عقل وعلم کو مقدم رکھا جائے، گفتگو میں بڑی عمر کے آدمی کو مقدم رکھا جائے، اور رسول کریم ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے متوجہ فرمایا کہ مسواک بڑے کو دیدیں اور یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ ان کے مراتب کے مطابق معاملہ کرو۔

اس حدیث کی شرح میں ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَمَا مِنَّآ إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ﴿١٦٤﴾ ﴾ ''ہم میں سے ہر ایک کا وہاں ایک مقرر مقام ہے۔'' اور اسی طرح قرآن کریم میں فرمایا ہے: ﴿ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ ﴾ ''اور ہم نے ان میں سے بعض کے درجات بعض پر بلند کئے۔'' یہی حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ معاملہ اس کے مرتبے کے مطابق کیا جائے۔

(مرقات: ۹/۲۳۹، روضة المتقين: ۱/۳۹۱، دليل الفالحين: ۲/۱۷۶)

مجلس شوریٰ کے ارکان اہل علم وتقویٰ ہوں

۳۵۷۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَنَزَلَ عَلٰى ابْنِ اَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيْهِمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ الْقُرَّآءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَ مُشَاوَرَتِهٖ كُهُوْلًا كَانُوْا اَوْشُبَّانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ اَخِيْهِ: يَاابْنَ اَخِي اَلَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْاَمِيْرِ فَاسْتَاْذِنْ لِيْ عَلَيْهِ فَاسْتَاْذَنَ لَهٗ فَاَذِنَ لَهٗ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ: فَوَاللّٰهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ فِيْنَا بِالْعَدْلِ فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى هَمَّ اَنْ يُّوْقِعَ بِهٖ فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ﴾ وَاِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ. وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۵۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس قیام کیا، حر ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس میں اپنے قریب جگہ دیتے تھے، قراء صحابہ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس مشاورت میں شرکت کرتے تھے عمر رسیدہ اور نوجوان بھی، عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا، بھتیجے تمہیں امیر المؤمنین کے یہاں خاص مقام حاصل ہے، میرے لئے ان سے ملنے کی اجازت لے لو، انہوں نے ان کے لئے اجازت طلب کرلی، جب وہ اندر داخل ہوئے تو بولے: اے عمر ابن الخطاب اللہ کی قسم تم ہمیں نہ زیادہ دیتے ہو نہ انصاف کرتے ہو، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ ہوگئے یہاں تک کہ ان کو سزا دینے کا ارادہ کیا، اس پر حر نے ان سے کہا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ درگزر کرو، بھلائی کا حکم دو، جاہلوں سے اعراض کرو، اور یہ شخص جاہلوں میں سے ہے، اللہ کی قسم جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی تو عمر وہیں رک گئے، اور وہ اللہ کی کتاب پر ٹھہر جانے والے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۳۵۷): صحيح البخاري، كتاب التفسير، سورة الاعراف.

کلمات حدیث: یُدنیھم : انہیں قریب کرتے ۔ اَدْنٰی، ادناءً (باب افعال) قریب کرنا۔

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت میں کبار صحابہ، قراء اور ذی علم وفہم صحابۂ کرام شرکت فرمایا کرتے تھے، عیینہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناشائستہ الفاظ میں گفتگو کی جس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوگئے مگر جب حر بن قیس نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ درگزر کرو، نیکیوں کا حکم دو، اور جاہلوں سے اعراض کرو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ جاتا رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حکم قرآنی پر رک جانے والے تھے۔ (فتح الباری : ۲/ ۷٤۲)

بڑے عالم کو ہی مسائل بیان کرنا چاہئیں

۳۵۸۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: لَقَدْ کُنْتُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غُلَامًا فَکُنْتُ اَحْفَظُ عَنْہُ فَمَا یَمْنَعُنِیْ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا اَنَّ ھٰھُنَا رِجَالًا ھُمْ اَسَنُّ مِنِّیْ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

(۳۵۸) حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ حیات میں لڑکا تھا، میں آپ ﷺ کی احادیث یاد کرلیتا تھا، مگر مجھے ان کے بیان کرنے میں مانع صرف یہ ہے کہ یہاں کچھ لوگ ہیں جو عمر میں مجھ سے بڑے ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۳۵۸): صحیح البخاری، کتاب الفضائل . صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب این یقوم الامام من المیت للصلاۃ علیہ .

کلمات حدیث: أسن : بڑی عمر والا۔ کبیر السن . رجا لا ھم أسن سنی : مجھ سے عمر میں بڑے لوگ۔

راوی حدیث: حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ، غزوۂ بدر میں صغرسن کی بناء پر شرکت نہ کرسکے۔ احد میں جب حضور ﷺ نے ایک لڑکے کو اجازت دی تو سمرۃ نے کہا کہ میں کشتی میں اسے ہرا سکتا ہوں چنانچہ اس کو ہرادیا تو آپ ﷺ نے سمرۃ کو اجازت دیدی، اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے، آپ سے ''۱۲۳'' احادیث مروی ہیں، جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ ۶۰ھ میں انتقال فرمایا۔ (اسد الغابۃ : ۲/ ۳۵۵)

شرح حدیث: امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت بیس سال تھی اور انہوں نے اپنے آپ کو غلام کبار صحابہ کی مناسبت سے کہا ہے، بہرحال انہوں نے علم نبوی ﷺ حاصل کیا، قرآن اور حدیث نبوی کے علوم سے استفادہ کیا اور احادیث یاد کیں لیکن وہ اس علم کو بیان کرنے میں بعض اوقات متأمل ہوتے تھے کہ ان سے بڑی عمر کے صحابۂ کرام کی جماعت موجود تھی۔ ان کے احترام میں وہ احادیث رسول ﷺ بیان نہ فرماتے۔ (دلیل الفالحین: ۲/ ۱۷۹)

جو بوڑھے کی عزت کرے گا اس کی عزت کی جائے گی

۳۵۹. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخاً لِسِنِّهِ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عَنْ سِنِّهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

(۳۵۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی نوجوان بوڑھے انسان کی بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت ایسے شخص کو پیدا فرما دیتے ہیں جو اس کی عمر کی وجہ سے اس کی عزت کرے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

تخریج حدیث (۳۵۹): الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی اجلال الکبیر.

کلمات حدیث: قَيَّضَ: مقرر فرمایا، قادر بنایا، مقدر فرمایا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مضمون یہ ہے کہ اگر کوئی انسان اپنی جوانی کے زمانے میں کسی بوڑھے کی تکریم اور تعظیم کرے کہ بوڑھا آدمی ایمان میں بھی مقدم ہے اور اس کی عمر کی زیادتی کے ساتھ اس کے اعمال صالحہ میں بھی اضافہ ہو چکا ہے، یہ جوان بوڑھا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خدمت اس کی توقیر اور اس کی تکریم کے لئے کسی جوان کو مقرر فرما دیتے ہیں، حدیث مبارک کے یہ الفاظ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کے اس عمل کو قبول فرماتے ہوئے اس کی عمر میں اور اس کے علم وعمل میں برکت عطا فرما دیتے ہیں اور اس کے لئے کسی جوان کو مقرر فرما دیتے ہیں جو اسی طرح توقیر کرے جیسے اس نے کی تھی۔

(تحفة الأحوذی: ۱۵۷/۶، دلیل الفالحین: ۱۷۹/۲)

الباب (۴۵)

زِيَارَةُ اَهْلِ الْخَيْرِ وَ مُجَالَسَتُهُمْ وَ صُحْبَتُهُمْ وَ مَحَبَّتُهُمْ وَطَلَبُ زِيَارَتِهِمْ وَالدُّعَآءُ مِنْهُمْ وَزِيَارَةُ الْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَةِ

زیارت اہل خیران کے ساتھ مجالست ان کی صحبت اوران سے محبت ان سے ملاقات کر کے درخواست دعاءاور متبرک مقامات کی زیارت

۱۳۵ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَـٰهُ لَآ أَبْرَحُ حَتَّىٰٓ أَبْلُغَ مَجْمَعَ ٱلْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِىَ حُقُبًا ﴿٦٠﴾ ﴾

اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى :

﴿ قَالَ لَهُۥ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰٓ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے کہا کہ جب تک میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں میں ہٹوں گا نہیں خواہ میں برسوں چلتا رہوں۔'' (الکہف: ۶۰)

اس آیت تک کہ'' جب موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا کیا میں آپ کے ساتھ چلوں کہ آپ بھلائی کی وہ باتیں جو اللہ نے آپ کو سکھلائی ہیں مجھے بھی سکھا دیں۔'' (الکہف:۶۶)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کا بیان ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو وعظ فرمار ہے تھے اور نہایت مؤثر اور بیش بہا نصیحتیں فرمار ہے تھے، کسی نے پوچھا کہ اے موسیٰ! کیا آپ سے بڑا بھی کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نفی میں جواب دیا جس پر اللہ سبحانہ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت ہوئی کہ مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے علم عطا فرمایا ہے تم ان کے پاس جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھی یوشع بن نون کو ساتھ لیکر روانہ ہوئے اور فرمایا کہ میں اس وقت چلتا رہوں گا جب تک میں مجمع البحر تک نہ پہنچ جاؤں، بہرکیف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور ان سے مدعا بیان کیا کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھلا دیجئے، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی تربیت فرمائی، بات یہ ہے کہ مجھے جزئیات کونیہ کا علم عطا ہوا ہے، جس میں تمہیں کم حصہ ملا ہے اور تمہیں علم شریعت عطا ہوا جس میں میرا علم تم سے کم ہے اور تمہارا اور میرا علم اللہ کے علم کے سامنے اتنا بھی نہیں ہے جتنا دریا سے چڑیا اپنے منہ میں پانی لیتی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے کی یہ شرط عائد کی کہ وہ کوئی بات نہیں پوچھیں گے جب تک وہ خود اس کے بارے میں نہ بتائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کرلیا، لیکن جو واقعات پیش آئے وہ بہت ہی عجیب و غریب تھے اور

شریعت کے ظاہری احکام کے برخلاف تھے جن کی بعد میں حضرت خضر علیہ السلام نے وضاحت کی اور انہیں بیان کیا۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ تحصیل علم کا ادب یہی ہے کہ شاگرد اپنے استاد کی تعظیم وتکریم کرے اور اس کی اتباع کرے اگرچہ فی نفسہ شاگرد استاد سے افضل واعلیٰ کیوں نہ ہو، علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ طلب علم کے لئے سفر اور علماء اور فضلاء کی صحبت سے مستفید ہونے کے لئے دور دراز کا سفر کرنا ہمیشہ سلف صالح کی سنت رہی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث کے سننے کے لئے ایک ماہ کا سفر کر کے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ (تفسیر عثمانی، معارف القرآن، روضة المتقين: ۱/ ۳۹٤)

۱۳۶. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ وَٱصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ ﴾

اور فرمایا:

”اپنے نفس کو ان کے ساتھ وابستہ رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ان کی رضا طلب کرتے ہیں۔“ (الکہف: ۲۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں رسول کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ عیینہ بن حصن جیسے بڑے اور مالدار لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی رغبت میں ان فقراء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دوری نہ اختیار کریں، جو صبح وشام اللہ کی رضا کے لئے اسے پکارتے رہتے ہیں، بلکہ انہی اصحاب کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ رکھیے۔

امام نووی رحمہ اللہ کے اس آیت کریمہ کو اس باب میں لانے کا مقصود یہ ہے کہ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا زیادہ وقت اہل تقویٰ اور اہل فضل وکمال کی صحبت میں گزاریں اور مالداروں اور اہل دنیا سے دور رہیں۔

(تفسير عثماني، روضة المتقين: ۱/ ۳۹٤، معارف القرآن: ٥/ ٥٧٥)

حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت کے لیے جانا

۳٦۰. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا. فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهَا بَكَتْ فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيْكِ؟ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ اَنِّيْ لَا اَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَآءِ. فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَآءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳٦۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آؤ ہم ام ایمن کی زیارت کے لئے چلیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ان سے ملنے جایا کرتے تھے، یہ دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں، ان دونوں حضرات نے کہا کہ کیوں روتی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ ﷺ کے لئے بہتر مقام ہے، انہوں نے کہا کہ میں اس لئے نہیں روتی کہ مجھے یہ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ کے لئے بہتر مقام ہے، میں اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، حضرت ام ایمن کی اس بات نے ان دونوں حضرات کو بھی آمادہ گریہ کردیا، اور یہ بھی ام ایمن کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۳۶۰): صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل ام ایمن رضی اللّٰہ عنھا .

کلمات حدیث: فَهَيَّجَتْهُمَا: ان دونوں کو آمادہ گریہ کردیا۔ هيج، تهييجًا (باب تفعیل) برانگیختہ کرنا۔ هاج، هَيَجَانًا (باب ضرب) جوش اور حرکت میں آنا، ھیجان، اضطراب۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت حضرت ام ایمن حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں، یہ حبشہ کی ایک باندی تھیں، جو حضرت عبداللہ کو وراثت میں ملی تھیں، رسول کریم ﷺ کو گود میں لیتیں اور کھلاتی تھیں، جب رسول کریم ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو رسول کریم ﷺ نے ان کو آزاد کردیا اور ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردیا اور انہی کے بطن سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جو رسول کریم ﷺ کو بہت محبوب تھے، حضرت ام ایمن رسول کریم ﷺ سے بہت محبت کرتی تھیں اور آپ ﷺ کے ساتھ بالکل ماں جیسا برتاؤ کرتیں، اور رسول کریم ﷺ بھی انہیں ماں ہی کے درجے میں سمجھتے اور کثرت سے ملنے جایا کرتے تھے، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صرف پانچ ماہ زندہ رہیں اور انتقال فرماگئیں۔

رسول کریم ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آؤ ہم ام ایمن کے گھر چلیں کیوں کہ رسول کریم ﷺ بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہ حضرات ان کے پاس پہنچے تو حضرت ام ایمن رسول اللہ ﷺ کو یاد کر کے رونے لگیں۔ ان حضرات نے کہا کہ آپ کیوں روتی ہیں، رسول اللہ ﷺ کا مقام و مرتبہ اللہ کے یہاں بہت بلند اور عظیم ہے، ام ایمن بولیں کہ یہ بات تو میں بھی جانتی ہوں، لیکن میں اس لئے روتی ہوں کہ حضور اکرم ﷺ اس دنیا میں تشریف رکھتے تھے تو جبرئیل امین آتے رہتے اور وحی کا سلسلہ مستقل قائم تھا، اب تو آسمان سے کوئی نامہ و پیام نہیں آتا، ام ایمن کی یہ بات سن کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی آبدیدہ ہوگئے۔

اس حدیث سے مستنبط ہوتا ہے کہ بزرگوں اور محترم لوگوں سے ملاقات کیلئے جانا چاہیے اور جن محترم لوگوں سے تعلق ہو ان کی وفات کے بعد ان کے متعلقین سے تعلق رکھنا چاہئے اور صالحین کے دنیا سے رخصت ہوجانے پر ان کی یاد میں آبدیدہ ہوجانا بھی ان سے اپنے تعلق کا اظہار ہے۔ (دلیل الفالحین : ۲/۱۸۲ ، شرح صحیح مسلم للنووی : ۸/۱۶)

اللہ والوں سے محبت کرنے کا صلہ

۳۶۱. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اَنَّ رَجُلاً زَارَ اَخاً لَهُ فِي قَرْيَةٍ اُخْرىٰ فَاَرْصَدَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ مَدْرَجَتِهِ مَلَكاً فَلَمَّا اَتىٰ عَلَيْهِ قَالَ: اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ اُرِيْدُ اَخاً لِيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ . قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا عَلَيْهِ ؟

قَالَ: لاَ غَيْرَ اَنِّيْ اَحْبَبْتُهُ فِي اللّٰهِ تَعَالىٰ قَالَ ! فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهُ فِيْهِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ : يُقَالُ : "اَرْصَدَهُ" لِكَذَا اِذَا وَكَّلَهُ بِحِفْظِهِ: "وَالْمَدْرَجَةُ" بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَالرَّآءِ الطَّرِيْقُ وَمَعْنىٰ "تَرُبُّهَا" تَقُوْمُ بِهَا وَتَسْعىٰ فِيْ صَلاَحِهَا

(۳۶۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کسی دوسری بستی میں گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا جو اس کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا، تو فرشتہ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ اس بستی میں میرا بھائی رہتا ہے اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کیا اس کا تمہارے اوپر کوئی احسان ہے جس کی وجہ سے تم اس سے ملنے جا رہے ہو، اس نے کہا کہ نہیں بس میں اس سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ اس پر فرشتے نے کہا کہ تو سن لو میں تمہاری طرف اللہ کا یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ جس طرح تم اس بھائی سے اللہ کی خاطر محبت کرتے ہو اللہ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔ (مسلم)

اَرْصَدَهُ : کے معنی ہیں حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ مَدْرَجة : راستہ۔ تَرُبُّهَا : یعنی اسے استوار رکھتے ہو اور اس کی بہتری کے خواہاں ہو۔

تخریج حدیث(۳۶۱): صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والاداب، باب فضل الحب فی اللّٰہ .

کلمات حدیث: اَرْصَدَ : راستے میں کھڑا کیا۔ ارصاد (باب افعال) راستے میں کھڑا کرنا۔ رَصَدَ رَصْدًا (باب نصر) انتظار کرنا۔ مَدْرجة : راستہ۔ دَرَجَ دُروجا (باب نصر) چلنا۔ دَرَجَ الرجل : سیڑھی پر چڑھنا۔ درجة : سیڑھی، زینہ کا ایک درجہ، جمع درجات . تَرُبُّها : جس کو تم تربیت دے رہے، جس کا تمہیں خیال ہے۔ رَبَّ رباً (باب نصر) انتظام کرنا۔

شرح حدیث: اللہ کی رضا کے خاطر کسی سے تعلق رکھنا اور صرف اسی غرض سے اس کی ملاقات کے لئے جانا نیکی ہے، اور اس پر بہت اجر و ثواب ہے، علماء سے ملنے جانا اور صالحین سے ملنے جانا تا کہ ان سے کسی دین کی بات کا علم ہو اور ان کی مجلس میں بیٹھنے سے روحانی فائدہ حاصل ہو، بہت ہی نیکی اور اجر و ثواب کا کام ہے۔ (دلیل الفالحین:۲/ ۱۸۴)

مسلمان بھائی کی زیارت کے لیے جانے کی فضیلت

۳۶۲. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ عَادَ مَرِيْضاً اَوْ زَارَ اَخاً لَهُ فِي اللّٰهِ نَادَاهُ مُنَادٍ بِاَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّاْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلاً" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ

وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ غَرِيبٌ .

(۳٦٢) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی بیمار کی عیادت کی یا محض اللہ کی رضا کے لئے کسی بھائی سے ملنے گیا تو پکارنے والا اسے آواز دے کر کہتا ہے کہ مبارک ہو، اور مبارک ہو تیرا چلنا اور تو نے جنت میں اپنی جگہ بنالی۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن اور بعض نسخوں میں ہے کہ غریب ہے)

تخریج حدیث(۳۶۲): الجامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی زیارة الاخوان .

کلمات حدیث: طِبْتَ : تجھے خوشگوار ہو، مبارک ہو۔ طاب، طیباً (باب ضرب) عمدہ ہونا، خوش گوار ہونا۔ تبوأت : تو نے جگہ بنالی، تو نے ٹھکانا بنالیا۔ تبوأ المکان : کسی جگہ رہنا اقامت کرنا۔

شرح حدیث: مریض کی عیادت، حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ، اور کسی مسلمان بھائی سے ملاقات خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں حیات طیبہ کا وسیلہ اور جنت میں علو درجات کا ذریعہ ہے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مریض کی عیادت کرنے والا خرفة الجنة میں گھومتا پھرتا ہے کسی نے عرض کی کہ خرفۃ الجنۃ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے باغات۔

(روضة المتقين : ۱/۳۹۷، دليل الفالحين : ۲/۱۸٤، مرقاة شرح مشكوٰة : ٥/٢٥٥)

نیک لوگوں کی مجلس کی مثال مشک کی طرح ہے

٣٦٣. وَعَنْ اَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَجَلِيْسِ السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُحْذِيَكَ وَ اِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحاً طَيِّبَةً وَنَافِخِ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحاً مُنْتِنَةً " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "يُحْذِيَكَ" يُعْطِيَكَ .

(۳٦۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے مشک رکھنے والا اور آگ کی بھٹی پھونکنے والا، مشک والا یا تو تمہیں مشک دیدے گا یا تم اس سے خرید لوگے یا تم اس کی لطیف خوشبو سونگھ لوگے، اور بھٹی پھونکنے والا ہو سکتا ہے تمہارے کپڑے جلادے یا تم اس کی بدبو سونگھ لو۔ (متفق علیہ)

یُحْذِیَکَ : کے معنی ہیں تمہیں بطور عطیہ دیدے گا۔

تخریج حدیث(۳۶۳): صحیح البخاری، کتاب الذبائح، باب المسك . صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحین .

کلمات حدیث: یُحْذِیك : تجھے عطیہ دیدے۔ اَحْذَی احذاءً (باب افعال) مال غنیمت میں سے حصہ دینا۔ منتنة : بدبودار۔

نَتِنَ نتنا (باب ضرب وسمع) بدبودار ہونا۔

شرح حدیث: انسان کے لئے لازم ہے کہ اچھے لوگوں کے ساتھ رہے اور برے لوگوں سے دور رہے اور ان سے اجتناب کرے کیوں کہ انسان پر ان لوگوں کا اثر پڑتا ہے جن کی صحبت میں رہتا ہے، اس بات کو حدیث مبارک میں بہت دلنشین اور عمدہ مثال سے واضح فرمایا ہے کہ ایک شخص ہے جو مشک فروخت کرتا ہے، مشک بہت لطیف خوشبودار اور بہت قیمتی چیز ہے، اگر کسی کی دوستی اور رفاقت مشک کے تاجر کے ساتھ ہو تو اس شخص کی اس تاجر سے دوستی کا کوئی نقصان نہیں البتہ فائدے کی تین صورتیں ہیں تاجر اسے حدیۃً مشک دیدے یا یہ اس سے مشک خرید لے یا کم از کم جتنی دیر اس کے پاس بیٹھا ہے اتنی دیر مشک کی خوشبو سے تو ضرور لطف اندوز ہو رہا ہے، ایسے ہی اگر کسی عالم باعمل کی صحبت ہو تو وہ عالم تمہیں از خود کوئی دین کی بات بتادے گا یا تم اس سے سوال کر کے اس سے کوئی بات معلوم کرلو گے یا کم از کم جتنی دیر اس کے پاس رہو گے اس کے دینی اور روحانی فیض سے مستفید ہو گے۔

اور برے آدمی کی صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اس لوہار سے دوستی کرلے جس نے بھٹی لگا رکھی ہے۔ اب اگر کوئی اس کے پاس جا کر بیٹھے تو اس سے کیا حاصل ہوگا یہی کہ کپڑے جل جائیں گے، یا کم از کم بھٹی کی بدبو تو ضرور ناک میں داخل ہوگی۔

(فتح الباری: ۱/۱۰۹۸، مرقاۃ: ۹/۱۲۵، روضۃ المتقین: ۱/۳۹۷، مظاہر حق: ٤/٥٦٧)

نکاح کے لیے دیندار عورت کو ترجیح دینے کا حکم

۳۶۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَمَعْنَاهُ اَنَّ النَّاسَ یَقْصُدُوْنَ فِی الْعَادَةِ مِنَ الْمَرْأَةِ هٰذِهِ الْخِصَالَ الْاَرْبَعَ فَاحْرِصْ اَنْتَ عَلٰی ذَاتِ الدِّیْنِ وَاظْفَرْ بِهَا وَاحْرِصْ عَلٰی صُحْبَتِهَا.

(۳۶۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی چار خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے اس سے نکاح کیا جاتا ہے، مال، نسب، جمال، اور دین، پس تو دین دار عورت کو حاصل کر تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (متفق علیہ)

یعنی لوگ عموماً عورتوں میں یہ خوبیاں تلاش کرتے ہیں لیکن تو دین والی کو حرص کر اور اسے حاصل کر اور اس کی رفاقت کی خواہش کر۔

تخریج حدیث (۳۶۴): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین. صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب نکاح ذات الدین.

کلمات حدیث: فَاظْفَرْ: تم کامیاب، کامیابی حاصل کرو۔ ظَفِرَ ظفرًا (باب سمع) مقصد حاصل ہونا، کامیاب ہونا۔ تَرِبَتْ یداك: تیرے دونوں ہاتھوں پر مٹی لگے، یہ لفظی ترجمہ ہے لیکن عربی زبان کے محاورے میں یہ جملہ بطور تنبیہ استعمال ہوتا ہے، یعنی ایسے موقع پر جب کسی اندیشہ یا خطرے پر متنبہ کرنا مقصود ہو۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فرمایا گیا کہ آدمی نکاح کرتے وقت عورت کے چار پہلوؤں پر نظر کرتا ہے اس کا حسن اور مال، یا اس کا حسب اور اس کا دین، لیکن بہتر یہ ہے کہ آدمی دین کو ترجیح دے کہ عورت کی رفاقت اور اس کا ساتھ عمر بھر کا ہے جب وقتی رفاقت اور دوستی میں ضروری ہے کہ دین والے سے دوستی کی جائے، تو نکاح کے وقت یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ عورت کے دین کے پہلو کو ترجیح دی جائے، ابن ماجہ کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں سے ان کے حسن کی خاطر نکاح نہ کرو کہ ہوسکتا ہے کہ ان کا حسن باعثِ ہلاکت بن جائے۔ عورتوں سے ان کے مال کی خاطر نکاح نہ کرو، ہوسکتا ہے کہ مال ان کی طبیعت میں سرکشی پیدا کردے۔ عورتوں سے نکاح ان کے دین کی خاطر کرو، اگر کوئی عورت کالی ہو مگر دین دار ہو تو وہ دوسری عورتوں سے افضل ہے۔

مقصود یہ ہے کہ دین کے پہلو کو ترجیح دی جائے لیکن اگر دیگر خوبیاں بھی موجود ہوں اور دین دار بھی ہو تو بہت ہی خوب ہے۔

(فتح الباری :۲/۹۸٤، صحیح مسلم للنووی : ۱۰/٤٤، روضة المتقین : ۱/۳۹۸)

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت

۳۶۵۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيلَ: "مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا؟" فَنَزَلَتْ: "وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۶۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا مانع ہے اگر تم ہمارے پاس زیادہ آیا کرو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم تمہارے رب کے حکم سے آتے ہیں اُسی کے لئے ہے جو ہمارے سامنے ہے جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۳۶۵): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورة مریم.

کلمات حدیث: تَزُوْرُنا : تم ہماری ملاقات کے لئے آتے ہو۔ زار، زیارة (باب نصر) ملاقات کرنا، ملنے جانا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کسی معاملے میں وحی کے منتظر تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کئی روز تک نہ آئے جس سے آپ ﷺ کی طبیعت پر بوجھ ہوا، ادھر کافر کہنے لگے کہ محمد کو اس کے رب نے خفا ہو کر چھوڑ دیا۔ اس طعن سے آپ ﷺ اور زیادہ دلگیر ہوئے، آخر جب جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جتنا تم آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے، اس پر یہ وحی نازل ہوئی کہ ہم تو عبد مامور ہیں، بدون حکم الٰہی ہم پر بھی نہیں ہلا سکتے، ہمارا چڑھنا اترنا سب اسی کے اذن و حکم کے تابع ہے، وہ جس وقت اپنی حکمت کاملہ سے مناسب جانے ہمیں نیچے اترنے کا حکم دے کیوں کہ ہر زمانے اور ہر مکان کا علم اسی کو ہے، اور وہی جانتا ہے کہ فرشتہ کو پیغمبر کے پاس کس وقت بھیجنا چاہئے۔ (تفسیر عثمانی)

مؤمن سے دوستی رکھو اور کھانا متقی کو کھلاؤ

۳۶۶. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا یَاْکُلْ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ لَابَاسَ بِهٖ.

(۳٦٦) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صرف مؤمن ہی سے دوستی کرو اور تمہارا کھانا صرف متقی لوگ ہی کھائیں۔ (ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے روایت کیا اور سند میں کوئی کمی نہیں ہے)

تخریج حدیث(۳٦٦): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب من یؤمر ان یجالس. الجامع الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی صحبة المؤمن.

کلمات حدیث: تقی: پرہیزگار، اللہ سے ڈرنے والا۔ تَقِیَ تقاءً (باب ضرب) پرہیزگار ہونا۔

شرح حدیث: انسان کا تعلق اچھے انسانوں سے ہونا چاہیے اور برے انسانوں سے تعلق رکھنا اپنے اعمال و اخلاق کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس کا قلبی تعلق اور اس کی مستقل مصاحبت اللہ کے نیک بندوں سے ہو، تاکہ ان کی نیک صحبت سے اسے فائدہ پہنچے۔

اسی طرح جب خلوص و محبت سے اپنے کھانے میں کسی کو شریک کرے وہ تقی اور پرہیزگار اللہ کا بندہ ہو۔

مقصودِ حدیث یہ ہے کہ ایک مسلمان کی قلبی وابستگی اہل تقویٰ اور اہل ایمان کے ساتھ ہو اور اس کا اٹھنا بیٹھنا ایسے لوگوں ہی کی معیت میں ہو، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان سب سے تعلق توڑ لے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اصل قلبی اور مستقل تعلق اور صحبت نیک لوگوں کے ساتھ ہو، اسی طرح کھانا کھلانے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف متقی ہی کو کھلائے، بلکہ غیر متقی کو بھی کھلا سکتا ہے بلکہ کافر کو بھی کھلا سکتا ہے۔

(معالم السنن: ٤/١١٥، المرقاة: ٨/٧٥١)

* * *

دوستی دیکھ کر نیک لوگوں سے رکھے

۳٦٧. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلُ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ وَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

(۳٦٧) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لئے آدمی کو دیکھنا چاہئے کہ کس سے دوستی کرے۔ (ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۳٦٧): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب من یؤمر ان یجالس. الجامع الترمذی، کتاب الزھد،

باب الرجل علی دین خلیلہ .

کلمات حدیث: یُخَالِل : خلیل بنائے، دوستی رکھے۔ خاللہ، مُخَالَلَۃً (باب مفاعلہ) دوستی کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا دوستی اور رفاقت کے تعلق سے پہلے دیکھنا چاہیے کہ کس سے دوستی کا رشتہ استوار کر رہے ہیں، کیوں کہ اس کی دوستی اور رفاقت کا اثر تمہارے اوپر ہوگا، اگر اچھا آدمی ہوگا تو اچھے اثرات مرتب ہوں گے اور برا آدمی ہوگا تو برے اثرات ہوں گے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دوستی سے پہلے پانچ امور دیکھنے چاہئیں:

(۱) صاحب عقل وہوش مند ہو　(۲) اخلاق حسنہ کا مالک ہو

(۳) فاسق نہ ہو　(٤) بدعتی نہ ہو　(۵) اور دنیا کا حریص نہ ہو۔

امام غزالی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ حریص آدمی کے پاس بیٹھنے سے آدمی کی حرص کی سرشت جاگتی ہے اور زاہد کے پاس بیٹھنے سے طبیعت زہد کی طرف مائل ہوتی ہے، اس لئے انسان کو چاہئے کہ اہل تقویٰ کی مجلس کو اختیار کرے۔

(تحفة الأحوذی : ۷/۹٤، روضة المتقين : ۱/٤۰۰)

آدمی کا حشر دوست کے ساتھ ہوگا

۳٦۸. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَ شْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اَلرَّجُلُ یُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا یَلْحَقْ بِهِمْ ؟ قَالَ : "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ"

(۳٦۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ کسی نے کہا کہ آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے مگر ان سے ملا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی۔

تخریج حدیث(۳٦۸): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب علامة الحب فی اللّٰه . صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من احب .

کلمات حدیث: اَحَبَّ : جس سے محبت رکھے۔ حَبَّ حباً (باب ضرب) محبت کرنا۔

شرح حدیث: حدیث میں اس امر کی تاکید ہے کہ آدمی اپنا تعلق محبت ومودت صلحاء اور اتقیاء کے ساتھ اختیار کرے کہ یہ تعلق محبت اللہ کی رحمت سے اور اس کے فضل سے سبب نجات اور ذریعہ فلاح بن جائے گا اور آدمی کا انجام بخیر ہوگا، غرض جو لوگ سلف صالح سے محبت

رکھتے ہیں، صحابۂ کرام تابعین اور اتباع تابعین سے ان کو قلبی تعلق ہے اور صلحاء اور علماء سے محبت رکھتے ہیں وہ روز قیامت انہی لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور بیس کے قریب صحابۂ کرام نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں روایت کیا ہے، اور ابونعیم نے ان سب کو یکجا ایک کتاب میں ذکر کیا ہے جس کا نام انہوں نے کتاب المحبین مع المحبوبین رکھا ہے۔ (فتح الباری :۳/ ۲۳۰)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ذریعۂ نجات ہے

۳۶۹. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَا اَعْدَدتَّ لَهَا ؟" قَالَ : حُبُّ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ قَالَ : "اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا : مَا اَعْدَدتُّ لَهَا مِنْ كَثِيْرِ صَوْمٍ وَلَا صَلٰوةٍ وَلَا صَدَقَةٍ : وَلٰكِنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ .

(۳۶۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ کسی اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے، اس نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کی محبت، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ (متفق علیہ) الفاظ حدیث مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے بکثرت روزوں، نماز اور صدقہ سے تیاری تو نہیں کی ہے لیکن مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے۔

تخریج حدیث (۳۶۹): صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب مناقب عمر . صحيح مسلم، كتاب البر و الصلة، باب المرء مع من احب .

کلمات حدیث: اَعْدَدتَّ : تو نے تیاری کی۔ أعده للأمر : کسی معاملے کے لئے تیار کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک بڑی روح پرور اور ایمان افروز ہے، کسی اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے بڑا حکیمانہ استفسار فرمایا کہ تو نے اس کی کیا تیاری کر رکھی ہے؟ کیوں کہ قیامت تو یقیناً آئے گی اور حساب کتاب بھی یقیناً ہوگا لیکن قیامت کا وقت معلوم ہو جانا انسان کے لئے کوئی بھی فائدہ اپنے اندر نہیں رکھتا، بلکہ ایک موقعہ پر فرمایا کہ من مات قيامت قيامته، (جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی) تو قیامت کے واقعات وحوادث کا سلسلہ تو آدمی کی اپنی موت سے شروع ہو جاتا ہے، اس لئے دریافت فرمایا کہ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہوئی ہے، اعرابی بھی سچا عاشق تھا، اس نے کہا کہ میں نے کوئی بڑی تیاری نہیں کی ہے نہ روزوں اور نمازوں کی کثرت ہے اور نہ صدقات کی بہتات، بس اتنا ہے کہ اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، فرمایا کہ تم انہی

کے ساتھ ہوگے جن سے تم محبت رکھتے ہو۔

محبت ہوتو اطاعت ساتھ آتی ہے جس کو اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہو کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ان کا فرمان بردار نہ ہو، کوئی رسول ﷺ کا عاشق ہو کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی نہ کرے، اسی لئے فرمایا: ﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ ﴾ ''اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔''

محبت اور اتباع باہم گر لازم ہیں کبھی بات اتباع سے شروع ہوتی ہے اور پھر محبت بھی آجاتی ہے اور کبھی آغاز محبت سے ہوتا ہے جو کشاں کشاں درِ محبوب کی دریوزہ گری کی طرف کھینچ لیتی ہے۔

(فتح الباری: ۳/ ۲۳۰، صحیح مسلم بشرح النووی: ۱۶/ ۱۵٤، روضة المتقین: ۱/ ٤۰۲، دلیل الفالحین: ۲/ ۱۹۰)

نیک لوگوں سے محبت کی وجہ سے جنت میں ان کی معیت نصیب ہوگی

۳۷۰. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَ لَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۷۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ﷺ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت رکھتا اور عمل میں ان تک نہیں پہنچتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی انہی کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۷۰): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب علامة الحب فی اللّٰه. صحیح مسلم، کتاب البر والصلة باب المرء مع من احب.

کلمات حدیث: لم یلحق بهم: عمل صالح میں ان کے برابر نہیں ہے۔ لَحِق، لحقاً (باب سمع) ملجانا، آملنا۔

شرح حدیث: ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت میں ساتھ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ جنت کے اعلیٰ حصوں میں مقامات بلند پر فائز ہوں گے، وہ جنت کے نچلے درجوں میں آکر ان لوگوں سے ملاقات کریں گے، اور کبھی یہ ہوگا کہ جنت کے باغات میں کہیں ملاقات ہوجائے، یعنی محب اور محبوب جنت ہی میں ہوں گے اور باہم ملاقات بھی ہوگی اور یہ مطلب نہیں کہ مرتبہ اور درجہ بھی یکساں ہوگا بلکہ درجات اور مراتب مختلف ہوں گے۔ (روضة المتقین: ۱/ ٤۰۲، فتح الباری: ۳/ ۲۳۰)

لوگ معادن کی طرح ہیں

۳۷۱. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ

کَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا ، وَالْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَاتَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ.'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ.

قَوْلُهُ: ''اَلْاَرْوَاحُ'' اَلَخ مِنْ رِوَايَةِ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا .

(۳۷۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ کانیں ہیں جیسے سونے اور چاندی کی کانیں ہوتی ہیں، جوان میں زمانۂ جاہلیت میں اچھے ہیں وہ زمانہ اسلام میں بھی اچھے ہیں اگر وہ دین کا فہم رکھتے ہوں، ارواح مختلف لشکر ہیں جن کی عالم ارواح میں ملاقات ہوگئی وہ دنیا میں بھی باہم مانوس ہوں گے اور جو وہاں انجان رہے ان میں یہاں بھی بعد ہوگا۔ (مسلم) امام بخاری رحمہ اللہ نے الارواح کے لفظ سے آخر تک یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

تخریج حدیث(۳۷۱): صحيح البخاري، كتاب الانبياء، باب الارواح جنود مجنده . صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب خيار الناس .

کلمات حدیث: فَقِهُوا : انہوں نے بات سمجھ لی۔ فَقِهَ فقها (باب سمع) سمجھنا۔ فَقُه فقها (باب کرم) علم غالب ہونا۔ فقيه : فقہ کا جاننے والا جمع فقهاء . اِءْتَلَفَ : مل گیا۔ إئتلاف (باب افتعال) ملنا، باہم دگر ایک ہونا۔ الف و ألفة : دوستی کرنا۔

شرح حدیث: لوگ کانوں کی طرح ہیں، جس طرح کانوں میں اعلیٰ اور قیمتی اشیاء بھی ہوتی ہیں جیسے سونا اور چاندی وغیرہ اسی طرح ان میں بعض خسیس اور نکمی اشیاء بھی ہوتی ہے، انسانوں میں بھی بعض بڑے اچھے اور اعلیٰ اخلاق واوصاف کے حامل ہوتے ہیں اور بعض کے اخلاق واوصاف ردی اور خسیس ہوتے ہیں اس بناء پر جب اسلام قبول کرنے اور دین کا فہم حاصل کرنے کے بعد سونا نکھر کر کندن بن گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ثابت ہوئے، یعنی طبعی خوبیاں اور فطری اوصاف موجود تھے اسلام سے ان میں نکھار آ گیا اور جودت پیدا ہوگئی۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تمام انسانوں سے عہد لیا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اور سب پکار اٹھے ہاں اے اللہ آپ ہمارے رب ہیں، اس وقت سارے انسان چیونٹیوں کی طرح ایک جگہ اکھٹے تھے جن ارواح کا وہاں تعارف ہوگیا دنیا میں بھی وہ ایک دوسرے سے مانوس ہیں اور جن میں وہاں اجنبیت تھی تو یہاں بھی اجنبیت برقرار ہے، یعنی دنیا میں جن انسانوں کے درمیان الفت ومحبت کا تعلق ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان کی روحوں کا عالم ارواح میں تعلق ہوا تھا، اور جن کے درمیان یہاں منافرت اور لاتعلقی ہے تو اسی طرح عالم ارواح میں ان کی روحیں لاتعلق تھیں۔

غرض مقصودِ حدیث یہ ہے کہ انسان کا اصل شرف وفضل اس کے اخلاق واعمال اور دین کا فہم ہے، دنیا کے مناصب کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اسلام میں شرف وفضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔ (روضة المتقين : ۱/ ۴۰۲، دليل الفالحين : ۲/ ۱۹۱)

حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ کا تذکرہ

۳۷۲. وَعَنْ اُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو وَيُقَالُ ابْنُ جَابِرٍ وَهُوَ "بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ" قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا اَتٰى عَلَيْهِ اِمْدَادُ اَهْلِ الْيَمَنِ سَاَلَهُمْ : اَفِيْكُمْ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ حَتّٰى اَتٰى عَلٰى اُوَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهٗ : اَنْتَ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ : مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ ؟ قَالَ : نَعَمْ .قَالَ فَكَانَ بِكَ؟ بَرَصٌ فَبَرَاْتَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ : لَكَ وَالِدَةٌ؟ قَالَ : نَعَمْ: قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : " يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اِمْدَادِ اَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَاَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَ بَرَّهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ يَّسْتَغْفِرَلَكَ فَافْعَلْ: فَاسْتَغْفِرْلِيْ فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ. فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ : اَيْنَ تُرِيْدُ ؟ قَالَ : اَلْكُوْفَةَ قَالَ. اَلَا اَكْتُبُ لَكَ اِلٰى عَامِلِهَا ؟ قَالَ اَكُوْنُ فِيْ غَبْرَآءِ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيَّ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِنْ اَشْرَافِهِمْ فَوَافٰى عُمَرَ فَسَاَلَهٗ عَنْ اُوَيْسٍ فَقَالَ : تَرَكْتُهٗ رَثَّ الْبَيْتِ قَلِيْلَ الْمَتَاعِ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: " يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ اُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اِمْدَادِ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعُ دِرْهَمٍ، لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَ بَرَّهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ يَسْتَغْفِرَلَكَ فَافْعَلْ " فَاَتٰى اُوَيْسًا فَقَالَ : اِسْتَغْفِرْلِيْ قَالَ : اَنْتَ اَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ فَاسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ : لَقِيْتَ عُمَرَ قَالَ : نَعَمْ، فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ، فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ فَانْطَلَقَ عَلٰى وَجْهِهٖ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ اَيْضًا عَنْ اُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَهْلَ الْكُوْفَةِ وَفَدُوْا عَلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَفِيْهِمْ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بِاُوَيْسٍ فَقَالَ عُمَرُ: هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِنَ الْقَرَنِيِّيْنَ ؟ فَجَآءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ :" اِنَّ رَجُلاً يَاتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ اُمٍّ لَهٗ قَدْ كَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ تَعَالٰى فَاَذْهَبَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّيْنَارِ اَوِالدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ" وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : اِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ وَلَهٗ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ ."

قَوْلُهٗ، "غَبْرَآءُ النَّاسِ "بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَاِسْكَانِ الْبَآءِ وَبِالْمَدِّ وَهُمْ فُقَرَآءُ هُمْ وَصَعَالِيْكُهُمْ وَمَنْ لَا يُعْرَفُ عَيْنُهٗ مِنْ اَخْلَاطِهِمْ "وَالْاِمْدَادُ " جَمْعُ مَدَدٍ وَّهُمُ الْاَعْوَانُ وَالنَّاصِرُوْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُمِدُّوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْجِهَادِ .

(۳۷۲) اسیر بن عمرو سے روایت ہے انہیں ابن جابر بھی کہا جاتا ہے، اُسَیر کا لفظ الف کے پیش اور سین کے زبر کے ساتھ ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی اہل یمن کا لشکر آتا تو آپ دریافت فرماتے کہ کیا تم میں اویس بن عامر ہیں، یہاں تک

کہ اویس بن عامر آ گئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم اویس بن عامر ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ نے پوچھا تمہارا تعلق مراد کے قرن قبیلے سے ہے؟ انہوں نے کہاں کہ ہاں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے جسم پر برص کے داغ تھے وہ صحیح ہو گئے سوائے ایک درہم کے برابر حصے کے، جواب دیا ہاں پوچھا کیا تمہاری والدہ ہیں؟ کہا جی ہاں! اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے پاس مراد کے قرن قبیلے کا اویس بن عامر اہل یمن کے غازیوں کے ساتھ آئے گا جو جہاد میں لشکر اسلام کی مدد کرتے ہیں ان کے جسم پر برص کے نشان ہوں گے جو درہم کے حصے کے برابر کے علاوہ صحیح ہو گئے ہوں گے، وہ اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہوگا، اگر وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھا لے تو یقیناً اللہ اس کی قسم کو پورا فرمادیں گے، اے عمر! اگر تم ان سے مغفرت کی دعا کرواسکو تو ضرور کروانا، اس لئے تم میرے لئے بخشش کی دعا کردو چنانچہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بخشش کی دعا کی۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ اب کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ فرمایا کہ کوفہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کوفہ کے گورنر کے پاس تمہارے لئے خط لکھ دوں۔ فرمایا کہ مجھے عام لوگوں میں رہنا زیادہ پسند ہے، اگلے سال یمن کے معزز لوگوں میں سے ایک شخص حج کو آیا اور اس کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تو آپ نے اس سے اویس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں ان کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان کی زندگی بہت سادہ ہے اور دنیا کا سامان بہت کم رکھتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے پاس مراد قبیلے کی شاخ قرن کا اویس بن عامر یمن کے رہنے والے امدادی گروہ کے ساتھ آئے گا، اس کو برص کی تکلیف ہوگی جو دور ہو چکی ہوگی سوائے ایک درہم کی مقدار کے، وہ اپنی والدہ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرنے والا ہوگا، اگر وہ اللہ کے نام کی قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم کو پوری فرمادیں گے، اگر تم ان سے مغفرت کی دعا کرواسکو تو ضرور کروانا۔

یہ شخص حج سے فراغت کے بعد حضرت اویس کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ میری بخشش کی دعا فرمائیں، انہوں نے فرمایا تم خود ابھی ابھی ایک نیک سفر سے آئے ہو تو تم میرے لئے طلب مغفرت کرو، پھر انہوں نے پوچھا کیا تم عمر سے ملے، اس نے کہا ہاں، اس پر اویس نے اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی، اس طرح لوگوں کو ان کے بارے میں علم ہو گیا، اور وہ اپنے راستہ پر چل پڑے۔

(مسلم)

مسلم کی دوسری روایت میں اسیر بن جابر سے مروی ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے ان میں سے ایک شخص حضرت اویس کا مذاق اڑاتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کیا یہاں قبیلہ قرن والوں میں سے کوئی ہے، یہ شخص آیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا اسے اویس کہا جاتا ہوگا وہ یمن میں اپنی والدہ کو چھوڑ کر آئے گا، اس کو برص کی بیماری تھی، اس نے اللہ سے دعا کی اللہ نے اس کی بیماری دور کر دی، اب برص کا داغ ایک درہم یا دینار کے برابر رہ گیا ہے تم میں سے جو ملے اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرائے۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تابعین میں سب سے بہتر وہ ہے جسے اویس کہا جاتا ہے، ان کی والدہ ہیں ان کے جسم میں برص کے داغ تھے، تم اس سے کہنا کہ وہ تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرے۔

غبراء الناس: غریب و مفلس، غیر معروف لوگ۔ الامداد: جہاد میں مدد دینے والے۔

تخریج حدیث (۳۷۲): صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل اویس القرنی.

راوی حدیث: اُسَیر بن عمرو یا ابن جابر رضی اللہ عنہ، رسول کریم ﷺ کی رحلت کے وقت دس سال کے تھے، ان سے دو احادیث مروی ہیں، حجاج بن یوسف کے زمانے میں انتقال ہوا۔ (دلیل الفالحین: ۱۹۲/۲)

کلمات حدیث: غبراء: عام لوگ۔ بنو الغبراء: فقراء اور مساکین۔

شرح حدیث: حدیث مبارک حضرت اویس رضی اللہ عنہ جو سید التابعین تھے ان کے فضل و کمال کے بیان پر مشتمل ہے، رسول کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں پیشن گوئی فرمائی جو پوری ہوئی، رسول کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ ان سے اپنے حق میں دعا کرانا، حضرت اویس اپنی ماں کی خدمت میں مصروف رہے اور ان کی خدمت میں مصروف رہنے کی بناء پر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔

غرض حضرت اویس رضی اللہ عنہ ولی تھے اور مستجاب الدعوات تھے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان سے دعا کرانے کے لئے ارشاد فرمایا، حضرت اویس اپنے آپ کو چھپانے کے لئے عام لوگوں کے درمیان رہتے تھے، اور یہی طریقہ ان اولیاء عارفین کا ہے جن کو اگر کوئی روحانی کمال حاصل ہو تو وہ اس کا اظہار کرنے کے بجائے اسے چھپاتے ہیں۔ واللہ اعلم

(صحیح مسلم، بشرح النووی: ۷۸/۱۶، روضۃ المتقین: ۴۰۴/۱، دلیل الفالحین: ۱۹۲/۲)

رسول اللہ ﷺ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعاؤں کی درخواست

۳۷۳. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَاْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَاَذِنَ لِيْ وَقَالَ: " لَاتَنْسَنَا يَا اُخَيَّ مِنْ دُعَآئِكَ" فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ لِيْ بِهَا الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: " اَشْرِكْنَا يَا اُخَيَّ فِيْ دُعَآئِكَ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(۳۷۳) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عمرے کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے فرمایا اے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس جملے سے مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ اگر ساری دنیا بھی مل جائے تو اس قدر خوشی نہ ہوتی۔

ایک اورروایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی شریک رکھنا، (صحیح حدیث ہے جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۳۷۳): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء . الجامع الترمذی، ابو اب الدعوات، باب احادیث شتی .

کلمات حدیث: مایسرنی : مجھے خوشی نہیں ہوگی۔ سر، سرورًا (باب نصر) خوش ہونا۔

شرح حدیث: سفر پر جانے والے مسافر سے دعا کی درخواست کرنا مستحب ہے، خاص طور پر اگر مسافر حج اور عمرے کے سفر پر جارہا ہوتو اس سے دعا کی درخواست کی جائے کہ وہ وہاں قبولیت کے مقامات پر دعا کرے۔

خود دعا کرنے والے کو بھی چاہیے کہ وہ دعا کو اپنی ذات تک محدود نہ رکھے بلکہ اپنی دعوات صالحات میں اپنے والدین کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے، نفلی اعمال میں خیر کے لئے بزرگوں، اساتذہ اور مشائخ سے سفر کی اجازت لینا مستحب ہے۔

(روضة المتقين : ١/ ٤٠٥)

مسجدِ قبا کی فضیلت

۳۷۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُ قُبَآءَ رَاكِباً و مَاشِياً فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاتِيْ مَسْجِدَ قُبَآءَ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِباً وَمَاشِياً وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُه'.

(۳۷۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قبا تشریف لے جاتے تھے، کبھی سوار ہوکر اور کبھی پیدل، اور وہاں دو رکعت پڑھتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر یوم السبت کو قباء تشریف لے جاتے سوار ہوکر یا پیدل اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے۔

تخریج حدیث(۳۷۴): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب فضل الصلاۃ فی مسجد قباء . صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل مسجد قباء .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو قباء کے مقام پر قیام فرمایا اور یہیں اسلام کی اولین مسجد تعمیر فرمائی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى ٱلتَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ﴾

"جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقوی پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ ﷺ اس میں نماز کے لئے کھڑے ہوں۔"

(التوبة : 108)

رسول اللہ ﷺ سوار ہوکر یا پیدل مسجد قبا جاتے اور وہاں دورکعت پڑھتے ۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ ہفتہ کے روز جاتے اور مسجد قبا میں دورکعت پڑھتے ، مسجد قبا میں نماز کے بارے میں ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر وہ مسجد قبا آیا اور اس نے یہاں آکر نماز پڑھی تو اس کو عمرہ ادا کرنے کا اجر ملے گا۔

حضرات شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور دیگر صحابہ مسجد قبا آکر دوگانہ ادا کیا کرتے تھے۔

(فتح الباری : ۷۳۷/۱ ، روضة المتقین : ۴۰۶/۱)

الباب(٤٦)

فَضلُ الحُبِّ فِی اللّٰہِ وَالحَثِّ عَلَیہِ وَاعلَامِ الرَّجُلِ مَن یُحِبُّہٗ اَنَّہٗ یُحِبُّہٗ وَمَاذَا یَقُولُ لَہٗ اِذَا اَعلَمَہٗ

اللہ کے لئے محبت اوراس کی فضیلت جس شخص سے محبت ہواسے بتادینااوراس کا جواب

۱۳۷. قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ :

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِینَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَینَھُم ﴾

اللہ سبحانہ نے فرمایا:

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحمدل ہیں۔'' (الفتح: ۲۹)

تفسیری نکات: قرآن کریم میں جناب نبی کریم ﷺ کا ذکر آپ کے اوصاف وخصائص کے ساتھ ہوا۔ یعنی یاایھا الرسول، یاایھا المزمل، البتہ چار مقامات پر آپ کا اسم گرامی محمد بھی آیا ہے جن میں سے ایک مقام یہ ہے۔

اس مقام پر مصلحت یہ تھی کہ صلح حدیبیہ کے صلح نامہ میں جب آپ ﷺ کے نام کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد رسول اللہ لکھا تو کفار قریش نے اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھنے پر اصرار کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بذریعہ حکم ربانی محمد بن عبداللہ لکھا جانا قبول فرمایا یہاں خصوصیت کے ساتھ محمد رسول اللہ لاکر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے آپ کا نام قرآن کریم میں ثبت فرمادیا۔

اس کے بعد صحابۂ کرام کے فضائل کا بیان ہوا، اور خصوصیت کے ساتھ دو اوصاف بیان کئے گئے۔

پہلا وصف یہ ہے کہ وہ کافروں پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ خلوص اور ایثار کے ساتھ پیش آتے ہیں اور جو مدینہ منورہ میں مقیم ہیں وہ اپنے ان بھائیوں سے محبت کرتے ہیں جو وطن چھوڑ کر یہاں آگئے ہیں، یعنی ان کی دوستی اور دشمنی، محبت وعداوت کوئی چیز اپنے نفس کے۔لئے نہیں بلکہ سب اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے اور یہی کمال ایمان ہے۔

دوسرا وصف یہ بیان کیا گیا کہ وہ رکوع وسجود اور نماز میں مشغول رہتے ہیں، پہلا وصف کمال ایمان کی علامت تھی اور دوسرا وصف کمال عبودیت کی مثال ہے، نماز ان کا ایسا وظیفۂ حیات ہے کہ اس کے مخصوص آثار ان کے چہروں سے نمایاں ہوتے ہیں، بالخصوص نماز تہجد کا یہ اثر بہت زیادہ واضح ہوتا ہے جیسا کہ ابن ماجہ میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کی رات کی نماز بکثرت ہو دن میں اس کا چہرہ منور نظر آتا ہے۔ (معارف القرآن ، تفسیر عثمانی ، تفسیر مظہری)

۱۳۸. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَالَّذِینَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِیمَانَ مِن قَبلِھِم یُحِبُّونَ مَن ھَاجَرَ اِلَیھِم ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے، وہ محبت کرتے ہیں ان سے جو وطن چھوڑ کر آتے ہیں ان

کے پاس۔'' (الحشر:۹)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں انصار صحابہ کی فضیلت بیان کی گئی کہ وہ ان مہاجر صحابہ سے محبت کرتے ہیں جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ آگئے، ان انصار صحابہ نے مہاجرین کا ایسا اکرام اور استقبال کیا کہ ایک مہاجر کو اپنے پاس جگہ دینے کے لئے کئی کئی انصاری صحابہ نے درخواست کی اور نوبت یہاں تک آئی کہ بعض اوقات قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا گیا۔

تین خصلتوں سے حلاوتِ ایمان نصیب ہوتی ہے

۳۷۵. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " ثَلاَثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَبِهِنَّ حَلاَوَ ةَ الْاِيْمَانِ : اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه' اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لاَ يُحِبُّه' اِلاَّ لِلّٰهِ، وَاَنْ يَّكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۳۷۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین خصلتیں ہیں جو اگر کسی میں پائی جائیں تو اس نے ایمان کی حلاوت پالی، اسے اللہ اور رسول سب سے زیادہ محبوب ہو جائیں، اس کی کسی سے محبت صرف اللہ کے لئے ہو اور کفر جس سے اللہ نے اسے نجات دی اس کی طرف پلٹنا اس کو آگ میں پھینکے جانے سے بھی ناگوار ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۷۵): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حلاوة الایمان. صحیح مسلم، کتاب الادب، باب بیان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الایمان .

کلمات حدیث: أنْقَذَه' : اس کو نجات دلا دی، اس کو بچالیا۔ انقذ، انقاذًا (باب افعال) نجات دلانا، خلاصی کرانا۔ أن يُقْذَف : یہ کہ پھینک دیا جائے، ڈال دیا جائے۔ قَذَفَ، قذفاً (باب ضرب) پھینکنا۔

شرح حدیث: تین باتیں ہیں وہ اگر کسی شخص میں موجود ہوں تو وہ حلاوت ایمان کو پالے گا، اس کی محبت کا مرکز اور منتہا اللہ اور اس کے رسول ہوں۔ کسی اور شئے کی محبت ان پر غالب نہ آئے، بلکہ ہر مقام پر غلبہ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کا ہو، یعنی اگر ایک طرف آل واولاد کی محبت ہو اور دنیا کی محبت ہو اور دوسری طرف اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ہو تو وہ اللہ اور رسول کے حکم پر چلے اور دنیا کو چھوڑ دے، اگر کسی سے محبت کرے تو وہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے۔ اور دہکتی آگ میں پھینک دیا جانا قبول ہو مگر ایمان کا چھوڑنا منظور نہ ہو۔

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں محبت سے محبت عقلی مراد ہے کہ اس امر کو ہوائے نفس پر ترجیح دے جس کی عقل سلیم متقاضی ہو، جیسے مریض طبعاً دواء کو ناپسند کرتا ہے مگر تقاضائے عقل یہ ہے کہ دوا پی کر حصول صحت کا اہتمام کرے، ہر انسان کے سامنے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جملہ احکام شریعت انسان کی صلاح وفلاح پر مبنی ہیں اور ان امور کا اختیار کرنا جن میں انسان کی صلاح اور فلاح ہو عقل سلیم کا تقاضا ہے اور انسان اگر اپنے آپ کو احکام شریعت پر عمل کا پابند بنالے تو وہ ایک طرح کے اطمینان اور سکون کی کیفیت کو محسوس کرتا ہے اور قلب کا اطمینان اور روح کا سکون حلاوت ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ رب الارباب اور منعم حقیقی ہیں اور منعم سے محبت کرنا اور اس کا تابع فرمان رہنا عقل کا، روح کا اور طبیعت کا مقتضا ہے، اور رسول کریم ﷺ واسطہ ہیں تمام روحانی انعامات اور جملہ علوم الٰہیہ کا، اس لئے آپ ﷺ سے محبت ایک لازمی ضرورت ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسلام کا اصل اصول ہے اور حلاوت ایمان کا مفہوم درحقیقت یہ ہے کہ مسلمان کو طاعت میں لذت حاصل ہونے لگے اور نافرمانی اور عصیان سے اضطراب اور بے چینی محسوس ہونے لگے، اس مفہوم کی ایک اور حدیث ہے جس میں فرمایا ہے کہ اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ پر ایمان اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوگیا، ایمان کی حلاوت چکھنے اور اس کا ذائقہ محسوس کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان ویقین میں ایسے درجہ کمال کو پہنچ جائیں کہ قلب مطمئن ہو جائے، شرح صدر ہو جائے اور ایمانی کیفیات خون میں جذب ہو جائیں، اور وجود میں سرایت کر جائیں، یہی حلاوت ایمان ہے اور یہی ایمان کا ذائقہ ہے۔

(فتح الباری : ۱/ ۲۴۴، شرح مسلم النووی : ۲/ ۱۲، روضة المتقین : ۱/ ۴۰۷، دلیل الفالحین : ۲/ ۲۰۱)

عرش کے سایہ کی جگہ پانے والے خوش نصیبوں کا تذکرہ

۳۷۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ : اِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ رَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَ رَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَ تَفَرَّقَا عَلَیْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حُسْنٍ وَ جَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ وَ رَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ." مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۳۷۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا اس دن جب اس کے سایہ کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا، امام عادل، نوجوان جو اللہ کی محبت میں پلا بڑھا، وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو، وہ دو آدمی جن کی آپس میں محبت اللہ کے لئے ہو، جب ملتے ہوں تو اسی پر ملتے ہوں اور جب جدا ہوتے ہوں تو اسی پر جدا ہوتے ہوں اور وہ آدمی جسے کوئی حسین وجمیل عورت بلائے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جو صدقہ کرے اور اس کو چھپائے یہاں تک کہ بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے اور وہ آدمی جس نے اپنی خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہہ نکلے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۳۷۶): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ. صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل اخفاء الصدقة .

کلمات حدیث: نشأ : پلا بڑھا، پرورش پائی۔ نشأ، نشوءًا (باب فتح) پیدا ہونا، پھوٹنا۔ فاضت : بہ گئی۔ فاض فیضًا : (باب ضرب) بہہ نکل جانا۔ فاضت عینه : آنسو بہ نکلے۔

شرح حدیث: سات اللہ کے بندے ایسے ہوں گے جو اس روز اللہ کے سائے میں ہوں گے جب اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، اللہ کے سایہ سے مراد اللہ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت کا سایہ ہے یا عرش کا سایہ مراد ہے جیسا کہ ایک روایت میں ظل عرشہ کے الفاظ آئے ہیں، یا پھر جنت اور اس کی نعمتوں کا سایہ مراد ہے جیسا کہ ارشاد ہے، وندخلھم ظلاً ظلیلاً (اور ہم انہیں گھرے سائے میں داخل کریں گے)۔

یہ سات اللہ کے بندے یہ ہیں:

(١) امام عادل، جو عدل وانصاف کے ساتھ مسلمانوں کے مصالح بروئے کار لائے۔

(٢) نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پلا بڑھا ہو، یعنی جس نے جوانی میں بھی ہوائے نفس سے کنارہ کر کے اللہ کی بندگی کو اپنا شیوہ بنائے رکھا ہو۔

(٣) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے، یعنی ہر وقت منتظر رہے کہ نماز کا یا کسی عبادت کا وقت ہو اور مسجد میں جاؤں۔

(٤) ایسے دو آدمی جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتے ہوں جب باہم ملیں تو اللہ کے لئے ملیں جب جدا ہوں تو اسی تعلق پر جدا ہوں، یعنی ان کی باہمی محبت کا کوئی دنیاوی سبب نہیں تھا، صرف اللہ کی محبت میں دونوں جمع ہوئے تھے اور موت نے ان کو جب جدا کیا تو وہ اسی تعلق پر قائم تھے۔

(٥) وہ شخص جسے کوئی حسین وجمیل اور باحیثیت عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہے کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔

(٦) وہ شخص جس نے اللہ کے راستہ میں اس قدر چھپا کر صدقہ دیا کہ بائیں ہاتھ کو علم نہ ہوا کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے، یہ بات نفلی صدقہ کے بارے میں ہے اور اس میں اخفاء اور سر کی فضیلت اس لئے ہے کہ اس صورت میں ریاکاری کا امکان نہیں ہے لیکن فرض زکوٰۃ میں علی الاعلان زکوٰۃ دینا بہتر ہے جیسا کہ فرض نماز مسجد میں سب کے سامنے افضل ہے اور نفلی نماز کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ افضل نماز آدمی کی اپنے گھر میں نماز ہے سوائے فرض کے۔

(٧) اور وہ شخص جس نے اپنی خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہہ نکلے۔

(فتح الباری : ٥٢٧/١ ، شرح مسلم ، النووی : ١٠٧/٧ ، روضة المتقين : ٤٠٨/١ ، دليل الفالحين : ٢٠٢/١)

اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں محبت کرنے والوں کا اجر

٣٧٧. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :" اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ : اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٣٧٧) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائیں گے کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ عطا کروں گا جبکہ میرے سائے کے

علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۳۷۷): صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الحب فی اللہ .

کلمات حدیث: بِجَلَالِیْ : میرے جلال کے ساتھ، میرے جلال کی وجہ سے۔ جَلَّ، جلالٌ (باب ضرب) بڑی شان والا ہونا۔

شرح حدیث: یہ حدیث حدیث قدسی ہے، اور حدیث قدسی اسے کہتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائیں گے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کا باہمی تعلق میری وجہ سے تھا، میری اطاعت کے لئے تھا اور میری عظمت وجلال کے باعث تھا، آج میں ان کو اپنے سائے میں لیتا ہوں یعنی میں نے انہیں اپنے دامانِ رحمت میں لے لیا۔

(روضة المتقین : ۱/ ۴۱۰ ، دلیل الفالحین : ۲/۲۰۶)

سلام کی اشاعت دخولِ جنت کا سبب ہے

۳۷۸. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا . اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۳۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک تم مؤمن نہ ہو اور تم مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک باہم محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتلادوں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو باہمی محبت کرنے لگو، آپس میں سلام کو عام کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۳۷۸): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أنه لایدخل الجنة الا المؤمنون .

کلمات حدیث: أَفْشُوْ : پھیلاؤ۔ أَفْشیٰ، اِفشاءٌ (باب افعال) پھیلانا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص بغیر ایمان جنت میں نہیں جائیگا اور ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوگا جب تک اہل ایمان کے درمیان باہم محبت نہ ہو، اور فرمایا کہ محبت کے نشو ونما کا طریقہ سلام کی کثرت ہے۔

اہل ایمان کے درمیان محبت درحقیقت ایمان کی علامت ہے، ایمان کامل اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے اور جو اس محبت میں شریک ہیں اور جو اس سلسلہ میں جڑے ہوئے ہیں ان کے درمیان باہم مودت اور محبت کا تعلق قائم ہونا ایک فطری امر ہے، اور اس کی نشو ونما کے لئے اور اس کو ابھارنے اور تقویت دینے کے لئے باہم ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کرنا۔ ہر شخص کو سلام کرو۔ عَرَفْتَ ام لم تعرف : "پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو" (روضة المتقین : ۱/ ۴۱۰)

اللہ تعالیٰ کی خاطر مسلمان بھائی کی زیارت کرنے والے کے لیے فرشتے کی دعا

٣٧٩. وَعَنهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: "اَنَّ رَجُلاً زَارَ اَخًا لَهُ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰی فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ عَلٰی مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا" وَذَكَرَ الْحَدِيثَ اِلٰی قَوْلِهٖ: "اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهُ فِيهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَقَدْ سَبَقَ بِالْبَابِ قَبْلَهُ.

(٣٧٩) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک آدمی اپنے بھائی سے ملاقات کے لئے دوسری بستی میں پہنچا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ مقرر فرمادیا، اس کے بعد اس قول تک حدیث بیان کی، کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے محبوب بنالیا جیسا کہ تو نے اس سے اللہ کی خاطر محبت کی۔ (مسلم) یہ حدیث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث (٣٧٩): صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الحب فی اللّٰه .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے رشتۂ محبت استوار رکھنا بہت عظیم عمل خیر ہے اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر کسی سے ملنے کے لئے سفر کرنا دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں باعث خیر اور اجر و برکت ہے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ (دلیل الفالحین : ٢/ ٢٠٧)

****

انصار صحابہ سے محبت ایمان کی علامت

٣٨٠. وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْاَنْصَارِ: "لَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ، مَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٣٨٠) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انصار کے بارے میں فرمایا کہ ان سے مؤمن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا جو ان سے محبت کرے گا اللہ اسے محبوب رکھے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٣٨٠): صحیح البخاری، کتاب فضائل الصدقة، باب مناقب الانصار . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان حب الانصار رضی اللّٰه عنهم من الایمان .

شرح حدیث: انصار سے مراد وہ اصحاب رسول اللہ ﷺ ہیں جن کا تعلق قبیلہ اوس وخزرج سے ہے، انہوں نے رسول کریم ﷺ کی نصرت و مدد فرمائی، اس لئے انصار کہلائے، یعنی رسول کریم ﷺ اور اسلام کے اعوان و مددگار اور اسلام کی نصرت کے لئے کھڑا ہونے والا گروہ جنہوں نے مکہ مکرمہ سے آنے والے مہاجر مسلمانوں کو پناہ دی اور مدافعت اسلام میں بڑی ہمت اور جرأت اور شجاعت کے ساتھ حصہ لیا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے بہت محبت کی اور اپنے جان و مال کی قربانی دی اور اسلام کی خاطر سارے جہاں کی دشمنی مول لی، اس لئے ان سے محبت ایمان کی علامت اور ان سے بے رخی اور بے اعتنائی نفاق کی علامت ہے۔

(فتح الباری : ٢/ ٤٤٧ ، دلیل الفالحین : ٢/ ٢٠٧)

اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے والے قیامت کے دن نور کے ممبر پر ہوں گے

۳۸۱. وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : " قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَنَابِرٌ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَآءُ "رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۳۸۱) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ میرے جلال وعظمت کی خاطر محبت کرنے والے کہاں ہیں، ان کے لئے نور کے منبر ہیں اور انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۳۸۱): الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ماجاء فی الحب فی اللّٰه .

کلمات حدیث: یغبطهم : ان سے رشک کریں گے۔ غبط، غبطا (باب ضرب وسمع)دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر خواہش کرنا کہ میرے پاس بھی ہو۔

شرح حدیث: اللہ کے تعلق سے باہم محبت کرنے والوں کی فضیلت اور ان کے رفع درجات کا بیان ہے کہ ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے، اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی خاطر باہم محبت کرنے والے عرش کے پاس یاقوت کی کرسیوں پر فروکش ہوں گے، مگر شرط یہی ہے کہ یہ محبت خالصاً لوجہ اللہ ہو اور اس میں دنیا کی آلائش نہ ہو۔

روز قیامت اللہ کے یہاں ہر مؤمن کا اس کے اخلاق واعمال کے اعتبار سے ایک مرتبہ ومقام ہوگا۔ بلاشبہ شہداء اور انبیاء ان مؤمنین سے کہیں زیادہ بلند مرتبہ پر فائز ہوں گے اور انہیں بہت بلند درجات حاصل ہوں گے لیکن اس کے باوجود یہ خیال کریں گے کہ یہ خوبی بھی انہیں حاصل ہوتی اور وہ اپنے جملہ مراتب کے ساتھ خاص اس مرتبہ کے بھی حامل ہوتے۔ (تحفة الأحوذی : ۷/ ۱۱۰)

اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہوگئی

۳۸۲. وَعَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ : دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ فَاِذَا فَتًى بَرَّاقُ الثَّنَايَا وَاِذَا النَّاسُ مَعَهُ فَاِذَا اخْتَلَفُوْا فِيْ شَيْءٍ اَسْنَدُوْهُ اِلَيْهِ وَصَدَرُوْا عَنْ رَأْيِهِ فَسَاَلْتُ عَنْهُ فَقِيْلَ : هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ هَجَّرْتُ فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِيْ بِالتَّهْجِيْرِ وَوَجَدْتُهُ يُصَلِّيْ فَانْتَظَرْتُهُ حَتّٰى قَضٰى صَلٰوتَهُ ثُمَّ جِئْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهٖ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ: وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُ حِبُّكَ لِلّٰهِ فَقَالَ : آللّٰهِ؟ فَقُلْتُ : اللّٰهِ فَقَالَ: آللّٰهِ ؟ فَقُلْتُ : اللّٰهِ فَاَخَذَنِيْ بِحَبْوَةِ رِدَآئِيْ فَجَبَذَنِيْ اِلَيْهِ فَقَالَ: اَبْشِرْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ

وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ " حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّأ بِإِسْنَادِهِ الصَّحِيْحِ .

قَوْلُهُ " هَجَّرْتُ " أَيْ بَكَّرْتُ، وَهُوَ بِتَشْدِيْدِ الْجِيْمِ قَوْلُهُ : "آللهِ " فَقُلْتُ : اَللهِ الاَوَّلُ بِهَمْزَةٍ مَمْدُوْدَةٍ لِلاِسْتِفْهَامِ وَالثَّانِي بِلاَ مَدّ .

(۳۸۲) حضرت ابوادریس خولانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک نوجوان ہے جس کے دانت چمکدار ہیں اور لوگ اس کے ساتھ ہیں جب کسی معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہوتا ہے تو اس کی رائے پر سب متفق ہو جاتے ہیں۔ میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اگلے دن میں صبح سویرے ہی مسجد پہنچ گیا، میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے پہلے ہی آ چکے ہیں، میں نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے پایا میں نے انتظار کیا، یہاں تک کہ ان کی نماز پوری ہوگئی۔ میں سامنے کی طرف سے ان کے پاس آیا۔ انہیں سلام کیا اور عرض کیا کہ اللہ کی قسم میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں، انہوں نے کہا کیا واقعی؟ میں نے کہا کہ ہاں اللہ کی قسم، انہوں نے کہا کیا واقعی؟ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم، انہوں نے مجھے میری چادر کے کنارے سے پکڑا اور مجھے اپنی طرف کھینچا اور فرمایا خوش ہو جاؤ، کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری محبت واجب ہوگئی ان کے لئے جو میرے واسطے سے آپس میں محبت کرتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔ (یہ حدیث صحیح ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے اسے اپنی المؤطا میں روایت کیا ہے)

ہجرت کے معنی ہیں کہ میں صبح سویرے پہنچ گیا، آللہ فقلت اللہ، پہلا مد کے ساتھ ہے یعنی بطور استفہام اور دوسرا بغیر مد کے ہے۔

تخریج حدیث (۳۸۲): مؤطا الامام مالك، كتاب الشعر، باب ماجاء في المتحابين في الله .

کلمات حدیث: هجرت : میں صبح سویرے پہنچ گیا۔ حبوۃ : چادر کا کونہ۔ جبذنی : مجھے کھینچا۔ جبذ جبذاً (باب ضرب) کھینچنا۔

شرح حدیث: اللہ کے نیک بندے جو اللہ کے دین پر عمل کرتے ہیں اور شب و روز دین کے سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کرنے میں لگے رہتے ہیں، وہ ایک ایسے عالم میں ہوتے ہیں کہ دنیا اور اہل دنیا سے ان کا قلبی تعلق ختم ہو جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے وہی آدمی محبوب ہوتا ہے جو اس حب دین میں اس کا شریک ہو، اسے وہی اچھا لگتا ہے جو اس دین کی بات کرے۔ اسی کے لئے اپنی جان اپنا وقت اور اپنا مال خرچ کرے۔

اللہ کے دین سے محبت اور تعلق کی یہ کیفیت اور اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اعمال و احوال پر عمل کی یہ شیفتگی جس کی خاطر ہے وہ کیوں کر اس سے غافل ہو سکتا ہے، وہ بھی یہی کہتا ہے کہ ان لوگوں کو بشارت دیدو میری محبت بھی ان کے لئے ہے اور میرا تعلق بھی ان کے ساتھ ہے۔ (شرح الزرقانی علی موطا الامام مالك : ٤/٤٤٥)

جس مؤمن سے محبت ہو اسے خبر کردو

۳۸۳. وَعَنْ اَبِیْ کَرِیْمَةَ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " اِذَا اَحَبَّ الرَّجُلُ اَخَاهُ فَلْیُخْبِرْهُ اَنَّه' یُحِبُّه." رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(۳۸۳) ابوکریمہ مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے بتادے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ (اس روایت کو ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۳۸۳): الجامع الترمذی، ابو اب الزهد، باب ماجاء فی أعلام الحب. سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب إخبار الرجل الرجل بمحبته اياه.

راوی حدیث: حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ، شام سے ایک وفد میں آپ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا، باقی زندگی شام میں گزاری، آپ سے ۴۷ احادیث منقول ہیں ۸۷ھ میں انتقال ہوا۔ (دلیل الفالحین: ۲/ ۲۱۰)

کلمات حدیث: فلیخبره : اسے چاہیے کہ وہ اسے بتادے۔ أخبر إخباراً (باب افعال) خبر دینا مطلع کرنا۔

شرح حدیث: کسی کے ساتھ دینی تعلق اور محبت ہو تو اس کو بتلا دینا چاہئے تاکہ وہ اس کے لئے دعائے خیر کرے اور اس کا قلب اس کی طرف متوجہ ہو اور اس طرح دونوں کے درمیان مناسبت پیدا ہو کر ایک روحانی رشتہ استوار ہو، نیز اس کو اطلاع دینے سے اس کے قلب کو سرور حاصل ہوگا، اور مسلمان کے دل میں خوشی اور مسرت داخل کرنا بجائے خود ثواب ہے۔

(دلیل الفالحین: ۲/ ۱۱۲، روضة المتقین: ۱/ ٤١٤)

****

رسول اللہ ﷺ کا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محبت کی اطلاع دینا

۳۸۴. وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِیَدِهٖ وَقَالَ: " یَا مُعَاذُ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ ثُمَّ اُوْصِیْکَ یَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوةٍ تَقُوْلُ: " اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ" حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

(۳۸۴) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ تھاما اور کہا کہ اے معاذ! اللہ کی قسم میں تجھ سے محبت کرتا ہوں، پھر اے معاذ! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ضرور یہ کہنا کہ اللّٰهم أعنى على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك.

تخریج حدیث(۳۸۴): سنن ابی داؤد، کتاب الوتر ،باب فی الاستغفار . سنن النسائی ، کتاب الصلوٰۃ، باب الذکر بعد الدعاء .

کلمات حدیث: لاتدعن : تم کبھی نہ چھوڑنا۔ ودع، ودعًا (باب فتح) چھوڑنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کوان کے نام سے پکارااور فرمایا کہ معاذ مجھے تم سے محبت ہے، تم ضرور ہرنماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرو۔

" اللّٰھم أعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک ."

حدیث مبارک سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل اوران کے مقام کی وضاحت ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ان سے محبت رکھتے تھے اور محبت کا صلہ اور انعام رسول کریم ﷺ نے اس دعا کی صورت میں عطا فرمایا، ظاہر ہے کہ شاہ کونین ﷺ کا انعام اتنا ہی عظیم الشان ہونا چاہئے تھا جس قدر کہ یہ دعا عظیم الشان ہے۔ (دلیل الفالحین : ۲/۲۱۱)

محبت کی اطلاع دینے والے کے حق میں دعا

۳۸۵. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ رَجُلٌ بِهٖ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّ هٰذَا. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اَاَعْلَمْتَهُ"؟" قَالَ: لَا. قَالَ:"اَعْلِمْهُ"فَلَحِقَهُ فَقَالَ : اِنِّيْ اُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ. فَقَالَ اَحَبَّكَ اللّٰهُ الَّذِيْ اَحْبَبْتَنِيْ لَهُ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۳۸۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص گزرااوراس نے کہا کہ یارسول اللہ! میں اس شخص سے محبت کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ تو نے اسے بتلادیا۔ اس نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو بتادو۔ اس پر وہ شخص اس کے پاس گیا اور کہا کہ میں اللہ کیلئے تجھے محبوب رکھتا ہوں، اس نے اس کے جواب میں کہا کہ اللہ تجھے محبوب رکھے جس کی رضا کی خاطر تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ (ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث(۳۸۵): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب اخبار الرجل الرجل بمحبته ایاه .

کلمات حدیث: أأعلمته' : کیا تو نے اسے بتادیا ہے؟ أعلم إعلاماً (باب افعال) بتلانا، باخبر کرنا، مطلع کرنا۔

شرح حدیث: حدیث سابق میں بھی بیان ہو چکا ہے کہ جب کسی سے دین کے حوالے سے محبت ہو تو اسے بتادینا چاہئے تاکہ وہ اپنی دعوات صالحات میں یادرکھے اور محبت وتعلق میں اضافہ ہو اوراس اضافہ سے دونوں کو دینی اور روحانی فائدہ ہو، اس حدیث مبارک میں وہ جواب دیا گیا جو اس شخص کو دینا چاہئے جس سے کہا جائے کہ میں تجھ سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں تو وہ جواب میں کہے کہ جس اللہ کی خاطر تو مجھ سے محبت کرتا ہے میری دعا ہے کہ وہ تجھے اپنا محبوب بنالے۔ (دلیل الفالحین : ۲/۲۱۲)

البَابُ (٤٧)

علامات حب اللّٰہ تعالیٰ العبد و الحث علی التخلق بھا و السعی فی تحصیلھا

اللہ سبحانہ کی اپنے بندے سے محبت کی علامات محبت والے اعمال کو اختیار کرنا اور انکے حصول کی سعی کرنا

۱۳۹. قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ :

﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

''آپ کہہ دیجئے، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور اللہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔'' (آل عمران: ۳۱)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ حُب الٰہی کا پیمانہ اتباع رسول ﷺ ہے یعنی جو شخص جس قدر رسول کریم ﷺ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے گا اور جس قدر آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرے گا اور اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرے گا، اسی قدر اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوگی اور وہ اس کے فضل وانعام کا مستحق ہوگا، جو علامت ہے کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے اور اس پر مہربانی اور شفقت فرماتا ہے، یہی نہیں بلکہ اللہ کی محبت اور حضور ﷺ کی اتباع کے نتیجے میں پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے اور آئندہ کے لئے مزید انعامات کا دروازہ کھل جائے گا اور طرح طرح کی ظاہری اور باطنی مہربانیاں مبذول ہوجائیں گی۔ (تفسیر عثمانی)

۱۴۰. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ يُجَٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ۝٥٤ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لائیں گے جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوں گے، وہ مؤمنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ وسعت والے اور جاننے والے ہیں۔'' (المائدۃ: ۵۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت کے مخاطب اہل ایمان ہیں، ان سے کہا جارہا ہے کہ وہ سب مرتد ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ ایک جماعت اٹھائیں گے جو دین کی حفاظت اور اس کی اشاعت کا فریضہ انجام دے گی اور ان کے حسب ذیل اوصاف ہوں گے۔

ان کی ایک عظیم صفت یہ ہوگی کہ اللہ ان سے محبت رکھے گا اور وہ اللہ سے محبت رکھیں گے، دوسری صفت اس جماعت کی یہ بیان کی گئی کہ یہ

مسلمانوں کے سامنے نرم دل اور کافروں کے مقابلہ میں سخت ہوں گے، یعنی ان کی محبت وعداوت اور دوستی اور دشمنی اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ صرف اللہ کے دین کی خاطر ہوگی، ان کی لڑائی کا رخ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرماں برداروں کی طرف نہیں بلکہ اس کے دشمنوں اور نافرمانوں کی طرف ہوگا، تیسری صفت اس جماعت کی یہ بیان کی گئی کہ یہ لوگ دین حق کی برتری اور غلبہ اور اشاعت کے لئے جہاد کرتے رہیں گے علاوہ چوتھی صفت ان میں یہ ہوگی کہ وہ اقامت دین کلمہ حق کی سربلندی کی کوشش میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔ (معارف القرآن)

اللہ تعالیٰ اپنے والی کی مدد فرماتے ہیں

۳۸۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :" اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ : مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُه‘ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّه‘ فَاِذَا اَحْبَبْتُه‘ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یَبْصُرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ اَعْطَیْتُه‘ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّه‘ " رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

مَعْنٰی " اٰذَنْتُه‘ " : اَعْلَمْتُه‘ بِاَنِّیْ مُحَارِبٌ لَّه‘. وَقَوْلُه‘ " اسْتَعَاذَنِیْ " رُوِیَ بِالْبَآءِ وَرُوِیَ بِالنُّوْنِ .

(۳۸۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرے دوست سے دشمنی کرے یقیناً میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور میرے بندے کا فرائض کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنا مجھے باقی تمام امور سے زیادہ محبوب ہے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، وہ اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں دیدیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری)

آذنته : میں اسے بتادیتا ہوں کہ میری اس سے جنگ ہے۔ استعاذنی : نون کے ساتھ اور باء کے ساتھ دونوں طرح مروی ہے۔

تخریج حدیث(۳۸۶): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع .

شرح حدیث: اللہ کے ولی کی فضیلت اور اس کا اللہ کے یہاں مقام بیان ہوا ہے کیوں کہ جس سے اللہ محبت رکھے اور جو اللہ سے محبت رکھے وہ اپنی تدبیر چھوڑ کر اللہ کی تدبیر پر راضی ہو جاتا ہے اور اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع بنالیتا ہے، اور اس کا ہر قدم اسی کی جانب اٹھتا ہے اور اس کا ہر عمل اس کی رضا کے لئے ہوتا ہے، اس لئے کہ اللہ کی اطاعت سہل، آسان اور اس کے مزاج کے موافق ہو جاتی ہے اور اللہ کی نافرمانی دشوار، گراں، باعث زحمت اور مزاج پر گراں بن جاتی ہے (اس حدیث کی شرح اس سے پہلے حدیث ۹۷ میں گزر چکی ہے، وہاں ملاحظہ کی جائے۔) (روضة المتقین : ۱/۴۷۶)

نیک آدمی کی قبولیت آسمان سے زمین پر اتار دی جاتی ہے

۳۸۷۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ تَعَالَى الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيْلَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِيْ فِيْ أَهْلِ السَّمَآءِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَقَالَ : " إِنِّيْ أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ : إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ. وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَيَقُوْلُ : إِنِّيْ أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيْلُ " ثُمَّ يُنَادِيْ فِيْ أَهْلِ السَّمَآءِ : إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوْهُ فَيُبْغِضُهُ أَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِي الْأَرْضِ " .

(۳۸۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام کو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں تو بھی اس سے محبت کر، اس پر جبرئیل آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں تم بھی محبت کرو، آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس کے لئے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (متفق علیہ)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بنالیتے ہیں تو جبرئیل کو بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، جبرئیل اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمانوں سے نداء دیتے ہیں کہ اللہ نے فلاں بندے کو اپنا محبوب بنالیا ہے تو تم اس سے محبت کرو تو آسمان والے اسے محبوب بنالیتے ہیں پھر زمین میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند فرماتے ہیں تو جبرئیل کو بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندے کو ناپسند کرتا ہوں تم بھی اسے ناپسند کرو، جبرئیل اسے ناپسند کرتے ہیں، آسمان والوں میں اعلان کردیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو ناپسند کرتے ہیں تم اسے ناپسند کرو، اس پر آسمان والے اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں اور پھر یہ ناپسندیدگی زمین میں رکھ دی جاتی ہے۔

تخریج حدیث (۳۸۷): صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب ذکر الملائکۃ۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب اذا احب اللہ عبدًا احبہ لعبادہ۔

کلمات حدیث: نادی : آواز دی، پکارا۔ نادی، نداء مناداۃ (باب مفاعلہ) پکارنا، آواز دینا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی محبت سے مراد اس کی رحمت کا فضل وکرم اور اس کا اپنے بندے پر انعام واحسان ہے، چنانچہ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ دیکھ میرا فلاں بندہ میری رضا کا متلاشی ہے دیکھو میں اس پر اپنی

رحمت بھیج رہا ہوں، اس پر جبرئیل کہتے ہیں کہ اللہ کے فلاں بندے پر اللہ کی رحمت اور حملۃ العرش کہتے ہیں کہ اللہ کے فلاں بندے پر رحمت، اور ہر طرف کے فرشتے یہی کہتے ہیں یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں میں یہی پکار اور صدا ہوتی ہے اور پھر زمین پر اس بندے کیلئے رحمت نازل ہوتی ہے، محبت کی تین قسمیں ہیں، حب الٰہی، حب روحانی، اور حب طبعی، اللہ کی اپنے بندوں سے محبت حب الٰہی، فرشتوں کی بندوں سے محبت حب روحانی اور بندوں کی اللہ کے اس بندے سے محبت حب طبعی ہے، اور اس حدیث میں یہ تینوں موجود ہیں۔

زمین میں مقبولیت رکھے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کے قلوب اللہ کے اس بندے کی طرف مائل ہوجاتے ہیں اور اس سے راضی ہوجاتے ہیں۔ (فتح الباری : ٢٦٤/٢ ، روضۃ المتقین : ٤١٦/١)

سورۂ اخلاص سے محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوئی

٣٨٨. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلاً عَلٰى سَرِيَّةٍ فَكَانَ يَقْرَأُ لِاَ صْحَابِهٖ فِيْ صَلَاتِهِمْ فَيَخْتِمُ " قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : "سَلُوْهُ لِاَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ؟" فَسَاَلُوْهُ، فَقَالَ : لِاَ نَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَبِهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَخْبِرُوْهُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّه" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٣٨٨)　حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر روانہ فرمایا، وہ جب نماز پڑھاتے تو اپنی نماز کو قل ھو اللہ احد پر ختم کرتے۔ جب لشکر کے لوگ واپس آئے تو انہوں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی تو آپ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ ان سے دریافت کرو کہ کیوں ایسا کرتے ہیں؟ لوگوں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس سورہ میں اللہ کی صفت بیان ہوئی ہے اس لئے مجھے یہ سورہ پڑھنا محبوب ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(٣٨٨):　صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ امته الی توحید اللّٰه تبارك وتعالیٰ، صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب قراء ۃ ﴿ قل هو اللّٰه احد ﴾.

کلمات حدیث:　یختم : ختم کرنا۔ ختم ختاما (باب ضرب) فارغ ہونا، ختم کردینا۔

شرح حدیث:　رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ روانہ فرمایا اور ایک صاحب کو اس کا امیر مقرر کیا، کہا گیا ہے کہ ان کا نام کلثوم بن ہدم تھا، مگر اس روایت میں تامل ہے اور وہ یہ کہ یہ صاحب نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد جلد ہی انتقال کر گئے تھے۔ (واللہ اعلم)

یہ صاحب اپنی ہر نماز میں کسی دوسری سورت کے ساتھ قل ھو اللہ احد بھی ملایا کرتے تھے، واپسی پر اہل لشکر نے رسول کریم ﷺ سے بیان کیا، تحقیق سے معلوم ہوا کہ چوں کہ سورۂ احد اللہ تعالیٰ کی صفت توحید پر مشتمل ہے اس لئے ان کو یہ سورۃ محبوب ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی انہیں محبوب رکھتے ہیں۔ (فتح الباری : ٨٣٦/٣)

الباب (٤٨)

اَلتَّحْذِیْرُ مِنْ اِیْذَآءِ الصَّالِحِیْنَ و الضعفة و المساکین
نیک لوگوں، کمزوروں اور مساکین کو ایذاء پہنچانے پر تحذیر

١٤١. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَالَّذِینَ یُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِینَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِینًا ﴿٥٨﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور جو لوگ مؤمن مردوں مؤمن عورتوں کو ایسے کام کی نسبت سے جو انہوں نے نہ کیا ہو ایذاء دیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر رکھا'' (الاحزاب: ٥٨)

تفسیری نکات: اہل ایمان جو ہر تہمت سے بری ہوں اور انہوں نے کوئی برا کام نہ کیا ہو ان کی جانب کسی برائی کو منسوب کرنا بہتان کبیرا اور گناہ عظیم ہے۔ سلف صالح میں سے کسی کے بارے میں اس طرح کی کوئی بات نقل کرنا جو ان کے مقام ومرتبہ کے شایاں شان نہ ہو اور جو کام انہوں نے نہ کیا ہو وہ ان کی طرف منسوب کرنا یا کسی طرح کے عیب کی نسبت ان کی جانب کرنا گناہ ہے اور ایسا شخص اس وعید شدید میں داخل ہے، رافضی جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ عیوب اور نقائص بیان کرتے ہیں جن سے اللہ نے ان کو بری قرار دیا ہے یعنی وہ ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن کرتے ہیں جو اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ ان سے راضی ہوا اور جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں برے کلمات کہتے ہیں وہ ان اہل ایمان پر تہمت عائد کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بری فرمایا ہے اور ان سے راضی ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ (روضة المتقین : ١/ ٤١٩)

١٤٢. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ فَأَمَّا الْیَتِیمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿٩﴾ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿١٠﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''یتیم پر ظلم نہ کرو اور مانگنے والے کو نہ جھڑکو'' (الضحیٰ: ١٠)

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَکَثِیْرَةٌ مِنْهَا حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِی الْبَابِ قَبْلَ هٰذَا : "مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُه' بِالْحَرْبِ' وَمِنْهَا حَدِیْثُ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَلسَّابِقُ فِیْ بَابِ مُلَاطَفَةِ الْیَتِیْمِ وَقَوْلُه' صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "یَا اَبَا بَکْرٍ لَئِنْ کُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّکَ."

اس موضوع سے متعلق بکثرت احادیث ہیں جن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث جو اس سے پہلے باب میں گزری ہے کہ جس نے میرے دوست سے دشمنی رکھی میں نے اس سے جنگ کا اعلان کر دیا، اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی

حدیث جو اس سے پہلے باب ملاطفۃ الیتیم میں گزر چکی ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر اگر تم نے انہیں ناراض کر دیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔

تفسیری نکات: دوسری آیت میں یتیم کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ یتیم کو کمزور اور لاوارث سمجھ کر اس کے مال پر مسلط نہ ہو جاؤ اور ان کے حقوق نہ دباؤ، بلکہ اس کے مال کی حفاظت کرو اور جب وہ سن رشد کو پہنچے تو اس کا مال دیانت و امانت کے ساتھ اس کے سپرد کر دو اور اس کے حقوق کے پورا کرنے کا اہتمام کرو، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے گھروں میں وہ گھر بہتر ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ احسان اور محبت کا سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (رواہ البخاری فی الادب المفرد)

سائل کو جھڑکنے کی ممانعت کی گئی خواہ وہ مال کا سائل ہو یا کوئی علمی بات پوچھنے والا ہو، بہتر یہ ہے کہ سائل کو کچھ دے کر رخصت کرے یا نرمی سے عذر کرے، اور زجر اور ڈانٹنے اور جھڑکنے کا رویہ ہرگز اختیار نہ کرے۔ اسی طرح طالب علم جو علمی سوال کرے یا دین کی کوئی بات دریافت کرے تو اس سے شفقت اور محبت کے ساتھ دینی یا علمی بات بتانا چاہئے کہ بات اس کے دلنشین ہو جائے اور اس کے دل میں اس پر عمل کی خواہش اور جذبہ بیدار ہو جائے۔ (معارف القرآن)

فجر کی نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں آجاتا ہے

۳۸۹۔ وَعَنْ جُنْدُب بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبُهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ ثُمَّ يَكُبُّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۸۹) حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کے ضمانت میں ہے، دیکھو اللہ تم سے اپنی ضمانت کے بارے میں کوئی مطالبہ نہ کرے، اس لئے اگر وہ کسی سے اپنے ضمانت کے بارے میں کوئی بات طلب کرے گا تو وہ اسے گرفت میں لے آئے گا اور اس کو منہ کے بل جہنم کی آگ میں پھینک دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۳۸۹): صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة.

کلمات حدیث: یکبه : اسے الٹے منہ پھینک دے گا۔ کب کباً (باب نصر) اوندھا کرنا۔

شرح حدیث: نماز فجر پڑھ کر آدمی اللہ کے ذمہ میں آجاتا ہے، اب اس آدمی پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے بندگی کے اس عہد کو سارا دن نبھائے اور کوئی ایسی بات یا کام نہ کرے جو اللہ کی رضا کے خلاف ہو، غرض حدیث مبارک میں ان لوگوں کو فضیلت اور ان کے درجات کی بلندی کا بیان ہے جو اہتمام اور پابندی کے ساتھ صلوٰۃ الفجر ادا کرتے ہیں، ایسا شخص اللہ کی حفظ و امان میں ہوتا ہے اس لئے اسے چاہئے کہ وہ ان نمازیوں کو ایذاء دے کر جنہوں نے صبح کی نماز پڑھی اللہ کی ذمہ داری کو نہ توڑے، اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور

اسے سزا کے لئے طلب کریں گے اور جس کو اللہ طلب کریں وہ اسے ضرور پالیں گے۔ اس کی گرفت سے بچنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔
اس حدیث کی تشریح باب تعظیم حرمات المسلمین میں گزر چکی ہے۔ (نزهة المتقين: ١/٣٤٤)

البَابُ(٤٩)

اِجْرَآءُ اَحْكَامِ النَّاسِ عَلَى الظَّاهِرِ وَسَرَآئِرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى
اجراء احکام کا تعلق ظاہر سے ہے اور باطنی احوال اللہ کے سپرد ہیں

۱۴۳۔ قَالَ اللّٰهُ تعالٰی :

﴿ فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُاْ ٱلزَّكَوٰةَ فَخَلُّواْ سَبِيلَهُمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔'' (التوبۃ:۵)

تفسیری نکات: اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ اگر کوئی کافر بظاہر کفر سے توبہ کر کے اسلامی برادری میں داخل ہو جائے جسکی بڑی علامت نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے تو پھر مسلمان کو ان سے تعرض کرنے اور ان کا راستہ روکنے کی اجازت نہیں، رہا باطن کا معاملہ تو وہ اللہ کے سپرد ہے مسلمانوں کا معاملہ اس کے ظاہر کو دیکھ کر ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

****

غلبۂ دین تک قتال جاری رکھنے کا حکم

۳۹۰۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَآءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۹۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کرتا رہوں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں جب وہ ایسا کر لیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیں گے سوائے حق اسلام کے اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۹۰): صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب فان تابوا واقاموا الصلوٰة . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا .

کلمات حدیث: عصموا : محفوظ کرلیں۔ عصم عصما (باب ضرب) محفوظ رکھنا۔

شرح حدیث: انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کی غرض و غایت یہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ سے بھٹکے ہوئے اللہ کے بندوں کو سیدھا راستہ دکھائیں اور انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سنائیں ان کا تزکیہ کر کے انہیں پوری طرح احکام الٰہی کا پابند بنائیں، اگر اس راہ میں رکاوٹ پیش آئے تو جہاد و قتال سے یہ رکاوٹ دور کی جائے تا کہ سب کے سب اللہ کو معبود برحق تسلیم کر لیں، اور نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ دینے

والے بن جائیں یعنی اسلام میں داخل ہو جائیں تو ان کے جان و مال محفوظ ہو جائیں گے۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ شہادتین کا اقرار اور رسول اللہ ﷺ جو احکام لے کر آئے ان سب کو تسلیم کرنا شرط ایمان ہے اور کلمہ توحید کے اقرار اور اعمال ظاہرہ کے بروئے کار لانے کے بعد انسان کے جان و مال محفوظ ہو جاتے ہیں اور سرائر کا معاملہ اللہ کے ذمے ہے۔ (فتح الباری: ۱/۲۵۱، روضة المتقین: ۱/۴۲۱، مظاہر حق جدید: ۱/۱۰۱)

ایمان قبول کرنے والے کی جان و مال محفوظ ہے

۳۹۱. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ طَارِقِ بْنِ اَشْیَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : " مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ كَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَرُمَ مَالُه' وَدَمُه' وَحِسَابُه' عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۳۹۱) حضرت ابوعبداللہ طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اور اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کیا اس کی جان و مال حرام ہو گئے اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۳۹۱): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر لقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ۔

راوی حدیث: حضرت طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ان سے چار احادیث مروی ہیں، واللہ اعلم۔

کلمات حدیث: کفر: کفر کیا، انکار کیا۔ کفر بما یعبد من دون اللہ: اللہ کے سوا جن کی بندگی کی جاتی ہے ان سب کا انکار کیا۔

شرح حدیث: اہل کفر میں سے اگر کوئی شخص شہادتین کا اقرار کرے اور اللہ کے رسول ﷺ کے لائے ہوئے تمام احکام کو تسلیم کر کے کفر کی تمام صورتوں کا انکار کر دے تو وہ ظاہری احکام میں اسلام میں داخل مقصود ہوگا اور اس کے جان و مال محفوظ ہوں گے۔

(روضة المتقین: ۱/۴۲۲، شرح مسلم النووی: ۱/۱۸۸)

میدانِ جنگ میں کلمہ پڑھنے والا مسلمان سمجھا جائے گا

۳۹۲. وَعَنْ اَبِیْ مَعْبَدِالْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اِنْ لَقِيْتُ رَجُلاً مِنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰى يَدَىَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَمِنِّیْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ اَاَقْتُلُه' يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا ؟ فَقَالَ :"لَا تَقْتُلْهُ" فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَطَعَ اِحْدٰى يَدَىَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا؟ فَقَالَ : "لَا تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَه' فَاِنَّه' بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَه' وَاِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يَقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِیْ قَالَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَمَعْنیٰ " اِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِکَ" : اَیْ مَعْصُوْمُ الدَّمِ مَحْکُوْمٌ بِاِسْلَامِهٖ وَ مَعْنَی "اِنَّکَ بِمَنْزِلَتِهٖ" اَیْ مُبَاحُ الدَّمِ بِالْقِصَاصِ لِوَرَثَتِهٖ لَا اَنَّهٗ بِمَنْزِلَتِهٖ فِی الْکُفْرِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۳۹۲) حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی آپ فرمایئے اگر میرا سامنا کسی کافر سے ہو جائے اور ہم قتال کریں اور وہ میرے ہاتھ کو تلوار سے کاٹ دے اور میرے وار سے بچنے کے لئے درخت کی پناہ لے لے اور کہے کہ میں نے اللہ کے لئے اسلام قبول کیا، یا رسول اللہ کیا اس کے یہ کلمہ کہنے کے بعد میں اسے قتل کر سکتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا، اسے مت قتل کرو اگر تو اسے قتل کرے گا تو وہ اس درجہ میں ہوگا جس پر تو قتل سے پہلے تھا اور تو اس درجہ میں ہو جائیگا جس پر وہ یہ کلمہ کہنے سے پہلے تھا۔

انہ بمنزلتك : کے معنی ہیں کہ وہ معصوم الدم ہوگا اور اس کے اسلام کا حکم ہوگا، اور انك بمنزلتك کے معنی ہیں یعنی مباح الدم اور اس کے ورثاء قصاص لے سکیں گے، نہ یہ کہ وہ کفر میں اس کے درجہ میں ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

تخریج حدیث (۳۹۲): صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائكة بدرا . صحيح مسلم، كتاب الايمان، با ب تحريم قتل الكافر بعد ان قال لا اله الاالله .

راوی حدیث: حضرت ابو معبد مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی، متعدد غزوات میں شرکت فرمائی، آپ سے "۴۲" احادیث مروی ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اسلام قبول کیا۔

شرح حدیث: امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ کافر اپنے کفر کی وجہ سے مباح الدم ہوتا ہے، (یعنی اس کا قتل جائز ہوتا ہے) اسلام قبول کرنے کے بعد وہ مسلمانوں کی طرح مصان الدم ہو گیا (یعنی اسکا قتل جائز نہ رہا، اور اس کا خون محفوظ قرار پا گیا) اب اگر مسلمان نے اسے قتل کر دیا تو یہ مسلمان قصاص میں مباح الدم ہو گیا یعنی وارثوں کو قصاص لینے کا حق حاصل ہو گیا۔

(فتح الباری : ۲/ ۵۳٤ ، روضة المتقين : ۱/ ٤۲۲ ، دليل الفالحين : ۲/ ۲۲٤)

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خاص واقعہ

۳۹۳. وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ عَلٰى مِيَاهِهِمْ وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ رَجُلاً مِنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَكَفَّ عَنْهُ الْاَنْصَارِيُّ وَطَعَنْتُهٗ بِرُمْحِيْ حَتّٰى قَتَلْتُهٗ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ. " يَا اُسَامَةُ اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ مَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ ؟" قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا فَقَالَ : "اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ مَا قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ: "فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَقَالَ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَقَتَلْتَه' ؟ " قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا قَالَهَا خَوْفاً مِنَ السِّلَاحِ قَالَ :" اَفَلاَ شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ حَتّٰى تَعْلَمَ اَقَالَهَا اَمْ لاَ ؟ :" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّىْ اَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ .

"اَلْحُرَقَةُ" بِضَمِّ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِ الرَّآءِ : بَطْنٌ مِنْ جُهَيْنَةَ الْقَبِيْلَةِ الْمَعْرُوْفَةِ. وَقَوْلُه' " مُتَعَوِّذًا" : اَیْ مُعْتَصِمًا بِهَا مِنَ الْقَتْلِ لاَ مُعْتَقِدًا لَهَا .

(۳۹۳)　حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہینہ کی ایک شاخ حرقہ کی طرف بھیجا تو ہم صبح کے وقت ان کے پانی کے چشموں پر حملہ آور ہو گئے، میری اور انصاری کی دشمن قوم کے ایک شخص سے مڈ بھیڑ ہو گئی جب ہم اس پر غالب آ گئے تو اس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا، انصاری نے تو اس سے ہاتھ روک لیا لیکن میں نے نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا، جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو یہ خبر نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اسامہ تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ وہ تو جان بچانے کے لئے کہہ رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا، آپ ﷺ مسلسل یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اور تم نے اسے قتل کر دیا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس نے یہ بات ہتھیار کے خوف سے کہی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا کہ تم جان لو کہ اس نے دل سے کہا تھا یا نہیں؟ آپ ﷺ یہ جملہ دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ میں اسی روز اسلام لاتا۔

حرقة : معروف قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ۔ متعوذاً : قتل سے بچنے کے لئے، نہ کہ اعتقاد سے۔

تخریج حدیث(۳۹۳):　صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی ﷺ . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لاالہ الا اللّٰہ .

کلمات حدیث:　فَصَبَّحنا : ہم نے صبح کی۔ صَبَّح : صبح کی، صبح کے وقت پہنچے۔

شرح حدیث:　رسول کریم ﷺ نے ایک سریہ روانہ کیا جس میں حضرت اسامہ بن زید بھی تھے جب یہ جماعت جہینہ قبیلے کی ایک شاخ حرقہ کے قریب پہنچی تو انہوں نے صبح کے وقت ان مشرکین پر حملہ کر دیا۔

حضرت اسامہ نے میدان جنگ میں ایک ایسے کافر کو قتل کر دیا جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا تھا۔ جب رسول کریم ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود قتل کر دیا، اور آپ ﷺ نے بار بار یہی جملہ کہا، ابن التین کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ملامت کا یہ انداز آپ ﷺ کا تعلیم اور موعظت کا ایک اسلوب تھا تا کہ کوئی شخص آئندہ ایسے کسی شخص کو قتل کرنے کی جرأت نہ کرے جو یہ کلمہ کہہ لے، خواہ قتل کرنے والے کی نظر میں اس نے جان بچانے ہی کے لیے کہا ہو، اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے تمنا کی کہ میں آج ہی کے روز مسلمان ہوتا کہ اسلام سے ماسبق کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، میں آج اسلام لاتا تو میری یہ خطا بھی اسلام سے درگزر ہو جاتی۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ پتہ چلتا کہ اس نے یہ کلمہ دل سے کہا تھا یا نہیں؟ اس سے مراد یہ

ہے کہ مسلمان ظاہر کے مکلّف ہیں باطن کے مکلّف نہیں کیوں کہ کسی کے دل کا حال جاننے کی کوئی صورت نہیں ہے اس لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم زبانی اعتراف واقرار پر ہی اکتفاء کریں۔

(فتح الباری : ۲/۶۱۶ ، روضة المتقین : ۱/۴۲۳ ، دلیل الفالحین : ۲/۲۲۶)

کلمہ گو مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے

۳۹۴. وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثاً مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَاَنَّهُمُ الْتَقَوْا فَکَانَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِذَا شَآءَ اَنْ یَّقْصِدَ اِلٰی رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَصَدَ لَهٗ فَقَتَلَهٗ وَاَنَّ رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَصَدَ غَفْلَتَهٗ وَکُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّهٗ اُسَامَةُ بْنُ زَیْدٍ فَلَمَّا رَفَعَ عَلَیْهِ السَّیْفَ قَالَ : لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ فَقَتَلَهٗ فَجَآءَ الْبَشِیْرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ وَاَخْبَرَهٗ حَتّٰی اَخْبَرَهٗ خَبَرَ الرَّجُلِ کَیْفَ صَنَعَ فَدَعَاهُ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ : "لِمَ قَتَلْتَهٗ ؟" فَقَالَ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْجَعَ فِی الْمُسْلِمِیْنَ وَقَتَلَ فُلاَنًا وَفُلاَنًا وَسَمّٰی لَهٗ نَفَراً وَاِنِّیْ حَمَلْتُ عَلَیْهِ فَلَمَّا رَأَی السَّیْفَ قَالَ : لاَاِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اَقَتَلْتَهٗ ، ؟" قَالَ نَعَمْ قَالَ :" فَکَیْفَ تَصْنَعُ بِلآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ اِذَا جَآئَتْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ؟" قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْلِیْ قَالَ : "وَکَیْفَ تَصْنَعُ بِلآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اِذَا جَآءَ تْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ؟" فَجَعَلَ لاَ یَزِیْدُ عَلٰی اَنْ یَّقُوْلَ : "کَیْفَ تَصْنَعُ بِلاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اِذَا جَآئَتْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۳۹۴) حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی ایک جماعت کی طرف مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ فرمایا، دونوں کا مقابلہ ہوا کافروں میں ایک شخص تھا وہ جس مسلمان کو قتل کرنا چاہتا قتل کر دیتا، مسلمانوں میں سے بھی ایک شخص اس کی غفلت کو تاڑنے لگا ہم آپس میں کہہ رہے تھے کہ یہ اسامہ بن زید ہیں جب انہوں نے کافر پر تلوار اٹھائی تو اس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا لیکن انہوں نے اسے قتل کر دیا، خوشخبری دینے والا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے اس سے حالات دریافت کیے اس نے بتلائے یہاں تک اس نے اس آدمی کا واقعہ بھی بیان کیا کہ اس نے کس طرح قتل کیا آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے اس کو کیوں قتل کیا؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ اس نے مسلمانوں کو بہت تکلیف پہنچائی اور فلاں فلاں کو قتل کر دیا، اور کئی لوگوں کے نام لے کر بتایا، میں نے اس پر حملہ کیا، جب اس نے تلوار دیکھی تو اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اسے قتل کر دیا اس نے کہا کہ ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس وقت کیا کرو گے جب روز قیامت لا الہ الا اللہ آئے گا، اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے لئے استغفار فرما دیں، آپ ﷺ مسلسل یہی فرماتے جاتے تھے تم اس وقت کیا کرو گے جب روز قیامت لا الہ الا اللہ آئے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۳۹۴): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لاالہ الااللہ .

کلمات حدیث: التقوا : باہم ملے۔ التقاء (باب افتعال) باہم ملنا۔ أوجع فی المسلمین : مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی، مسلمانوں کو قتل کیا۔

شرح حدیث: اس کافر کے قتل کیے جانے پر جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا تھا رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس روز تم کیا کرو گے جب یہ کلمہ لا الہ الا اللہ اس شخص کے حق میں شفیع بن کر آئے گا، اور کہے گا کہ تم نے اس شخص کو کیوں قتل کر دیا جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا تھا۔

(فتح الباری : ۶۱۶/۲ ، روضة المتقین : ۴۲۴/۱ ، شرح مسلم النووی : ۸۸/۲)

ایمان وکفر کا فیصلہ ظاہری اعمال پر ہے

۳۹۵. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ :" اِنَّ نَا ساً كَانُوْا يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ الْوَحْىَ قَدِ انْقَطَعَ وَاِنَّمَا نَاْخُذُكُمُ الْاٰنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا اَمَّنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ وَلَيْسَ لَنَا مِنْ سَرِيْرَتِهٖ شَيْءٌ اَللّٰهُ يُحَاسِبُهٗ فِيْ سَرِيْرَتِهٖ وَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا سُوْءً ا لَمْ نَاْمَنْهُ وَ لَمْ نُصَدِّقْهُ وَاِنْ قَالَ اِنَّ سَرِيْرَتَهٗ حَسَنَةٌ،" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۳۹۵) حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطاب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ زمانۂ رسول اللہ ﷺ میں بعض لوگوں پر بذریعہ وحی مواخذہ ہو جاتا تھا، اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، اب ہم تمہارے ظاہری اعمال پر مواخذہ کریں گے جس آدمی کے ہمارے سامنے اچھے اعمال ہوں گے اس کو ہم امن دیں گے اور اپنے قریب کریں گے اور ہمیں اس کے باطن سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کے باطن کا حساب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اور جس نے ہمارے سامنے کوئی برا کام کیا نہ تو ہم اسے امن دیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے اگر چہ وہ یہ کہے کہ میرا باطن اچھا ہے۔ (بخاری)

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی سابقین اسلام میں سے ہیں، حبشہ ہجرت کی اور وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں انتقال فرمایا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة، طبقات ابن سعد)

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حیات طیبہ میں وحی کا سلسلہ جاری تھا اور رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی لوگوں کے نفاق اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے کید اور مکر کی اطلاع ہو جاتی تھی، اب رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں نہیں رہے اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم لوگوں کے ظاہر کو دیکھیں اور ان کے ساتھ ان کے ظاہری اعمال کے مطابق برتاؤ کریں اور ان کے دلوں میں چھپے ہوئے راز اور بھید اللہ کے حوالے کریں کہ وہی باطن کا حساب کرنے والا ہے۔

(فتح الباری : ۷۶/۲ ، روضة المتقین : ۴۲۵/۱)

البَابُ (۵۰)

بَابُ الْخَوْفِ
اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا بیان

۱۴۴ . قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور مجھ ہی سے ڈرو۔'' (البقرۃ: ۴۰)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ اگر تم ڈرتے ہو تو پھر مجھ سے ہی ڈرو یعنی مجھ سے عہد شکنی اور تمام اوامر و نواہی کے معاملے میں ڈرو، رھبۃ ایسا خوف ہے جس میں پرہیز اور بچاؤ ہو جس میں کسی برے کام کے انجام کا خوف ہو، حدیث میں ہے کہ مؤمن کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے ڈرے۔ (تفسیر مظھری)

۱۴۵ . وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''بیشک تمہارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔'' (البروج: ۱۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی شدید ہے اور وہ جب کسی عاصی نافرمان اور ظالم کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ بہت سخت بڑی دردناک اور بہت شدید ہوتی ہے۔ (روضۃ المتقین : ۱/٤٢٦)

۱۴۶ . وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَجْمُوعٌ لَهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَشْهُودٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَعْدُودٍ ﴿١٠٤﴾ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ﴿١٠٥﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿١٠٦﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''اور اسی طرح ہوتی ہے تمہارے رب کی پکڑ جب وہ نافرمان بستیوں کو پکڑتا ہے، اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور شدید ہے، ان واقعات میں اس شخص کے لئے جو عذاب آخرت سے ڈرتا ہے عبرت کی نشانی ہے یہ وہ دن ہوگا جس میں سب اکھٹے کئے جائیں گے، اور یہی وہ دن ہوگا جس میں اللہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے، اور ہم نے اسے ایک وقت مقرر تک مؤخر کیا ہوا ہے، جب وہ دن آئے گا

کوئی جاندار اس کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا ان میں کچھ شقی ہوں گے اور کچھ سعید، شقی جہنم میں ہوں گے جہاں وہ چلائیں گے اور دھاڑیں ماریں گے۔'' (ھود: ۱۰۲)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ گزشتہ اقوام پر عذاب اس وجہ سے ہوا کہ وہ مستحق عذاب تھے اور وہ ظالم تھے اس لئے انہیں ظلم کی سزا ملی، حضرت ابوموسیٰ اشعری راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے آخر جب اس کی گرفت کرتا ہے تو ایسی کرتا ہے کہ وہ چھوٹ نہیں سکتا، گزشتہ اقوام کے واقعات میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے ہی آخرت کے عذاب کی ہولناکی کا پورا پورا اندازہ کر سکتے ہیں، جبکہ منکرین آخرت تو جانوروں کی طرح فہم وبصیرت سے عاری ہیں وہ کہاں اس عذاب کی شدت کو سمجھ سکتے ہیں، قیامت کا دن ایسا دن ہوگا جس میں تمام انسان جمع ہوں گے اور سب حاضر کئے جائیں گے اور مدت مقررہ پوری ہو جائے گی، کوئی انسان بغیر اجازت بات نہیں کر سکے گا، ان میں کچھ شقی ہوں گے اور کچھ سعید۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ نکلے، بقیع میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ بھی چھڑی ہاتھ میں لئے تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ کچھ دیر چھڑی سے زمین کریدتے رہے اور فرمایا کہ کوئی جان کسی بدن میں پھونکی ہوئی ایسی نہیں کہ جنت یا دوزخ میں اس کے لئے جگہ لکھ نہ دی گئی ہو یا اس کا شقی یا سعید ہونا لکھ نہ دیا گیا ہو، ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ پھر اپنے مقدر میں لکھے ہوئے پر بھروسہ کروں اور عمل ترک کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا عمل کئے جاؤ ہر ایک کو تقدیر میں لکھے ہوئے عمل کی توفیق دی جاتی ہے شقاوت والوں کو اہل شقاوت کے عمل کی اور اہل سعادت کو سعادت مندوں کے عمل کی توفیق دی جاتی ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝٥ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝٦ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝٧﴾ سو جو لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ اس میں چیخ و پکار کر رہے ہوں گے، آیت میں زفیر وشہیق کے الفاظ ہیں، زفیر گدھے کی ابتدائی آواز، اور شہیق گدھے کی آخری آواز کے لئے ہوتا ہے۔ (معارف القرآن، تفسیری مظہری)

۱۴۷. وَقَالَ تَعَالَىٰ :

﴿ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۗ ﴾

اور فرمایا کہ

''اور اللہ تم کو اپنے غضب سے ڈراتا ہے۔'' (آل عمران: ۲۸)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے، اور یہ بھی اللہ کا کرم ہے اور اس کا احسان ہے کہ اس نے انسان کو پہلے ہی سے عذاب آخرت پر متنبہ کر دیا کہ انسان اگر چاہے تو ابھی سے اس کے بچنے کی تدبیر کر لے۔

۱۴۸. وَقَالَ تَعَالَىٰ :

﴿ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝٣٤ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝٣٥ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝٣٦ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝٣٧ ﴾

اور فرمایا کہ

''اس دن آدمی دور بھاگے گا اپنے بھائی ماں سے، اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے، اس روز ہر شخص اپنی فکر میں ہوگا جو دوسرے سے غافل بنادے گی۔'' (عبس: ۳۸)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ روز قیامت اتنا سخت ہوگا کہ آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے دور بھاگے گا کہ کوئی کسی کو نہ پوچھے گا اور نہ کوئی کسی کو جانتا پہچانتا ہوگا۔

۱۴۹. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ﴿١﴾ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے، قیامت کا زلزلہ بہت ہی عظیم ہے اس دن تم دیکھو گے کہ دودھ پلانے والی عورتیں اپنے شیر خوار بچوں کو بھول جائیں گی، اور حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے وہ مدہوش نہ ہوں گے مگر اللہ کا عذاب بہت شدید ہے۔'' (الحج: ۱)

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں فرمایا کہ قیامت کا بھونچال بڑا شدید ہوگا، ساری زمین ہلا ماری جائے گی، ہیبت اور خوف کی شدت کا یہ عالم ہوگا کہ حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور دودھ پلانے والی عورتیں اپنے شیر خوار بچوں سے غافل ہو جائیں گی اور اس قدر پریشانی اور گھبراہٹ طاری ہوگی کہ انسان ایسے لگیں گے جیسے نشہ کی کیفیت میں ہوں، نشہ نہیں ہوگا بلکہ اللہ کے عذاب کا خوف اور اہوال وشدائد کی سختی ہوش گم کردے گی۔ (تفسیر عثمانی)

۱۵۰. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴿٤٦﴾ ﴾

اور ارشاد فرمایا کہ

''اور جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اس کے لئے دو باغ ہیں۔'' (الرحمٰن: ٤٦)

تفسیری نکات: ساتویں آیت میں فرمایا کہ جو شخص دنیا میں ڈرتا رہا کہ ایک روز اپنے رب کے سامنے جواب دہی کے لئے کھڑا ہونا ہے اور اس خوف سے اللہ کی نافرمانی سے بچتا رہا اور پوری طرح تقویٰ کے راستہ پر چلتا رہا اس کے لئے جنت میں دو علیشان باغ ہوں گے۔ (تفسیر عثمانی)

۱۵۱. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوٓا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيٓ أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَىٰنَا عَذَابَ ٱلسَّمُومِ ﴿٢٧﴾ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْبَرُّ ٱلرَّحِيمُ ﴿٢٨﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''اور ان میں سے بعض بعض کی طرف متوجہ ہوکر سوال کریں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے اہل میں ڈرا کرتے تھے اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں عذاب سموم سے بچالیا ہم اس سے پہلے اسے پکارا کرتے تھے کہ وہی احسان کرنے والا مہربان ہے۔'' (الطور:۲۵)

تفسیری نکات: آٹھویں آیت میں بیان ہوا کہ جب اہل جنت جنت میں پہنچ جائیں گے تو ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر باتیں کریں گے اور غایت مسرت اور اطمینان سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں ڈرتے رہتے تھے کہ دیکھئے مرنے کے بعد کیا انجام ہو، یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا اللہ کا احسان دیکھو کہ آج اس نے کیسا مامون ومطمئن کردیا کہ دوزخ کی بھاپ بھی ہم کو نہیں لگی، ہم ڈر کر اپنے رب کو پکارتے تھے اور امید باندھ کر پکارتے تھے آج دیکھ لیا کہ اس نے اپنی مہربانی سے ہماری پکار سنی اور ہمارے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا۔

(تفسیر عثمانی)

انسان کو عمل کرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے

۳۹۶. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ "اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِي بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْماً نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيْهِ الرُّوْحَ وَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهٖ وَ اَجَلِهٖ وَ عَمَلِهٖ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ. فَوَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَايَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۹۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم سے جو کہ صادق ومصدوق ہیں کہ تم میں سے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر اسی قدر مدت علقہ ہوتا ہے، پھر اتنی ہی مدت مضغہ ہوتا ہے پھر اللہ فرشتے کو بھیجتا ہے جو روح پھونکتا ہے اور اسے چار باتیں لکھ دینے کا حکم دیا جاتا ہے اس کی روزی اس کی موت اس کا عمل اور یہ کہ شقی ہے یا سعید، قسم ہے اس ذات کی جس کے سواء اور کوئی الٰہ نہیں، تم میں سے ایک آدمی عمل جنت کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس میں اور جنت میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے گا کہ لکھا ہوا غالب آجائے گا اور وہ اہل جہنم کے کام کرنے لگے گا اور جہنم میں پہنچ جائے گا، اور تم میں سے کوئی جہنمیوں کے کام کرتا رہے گا یہاں تک کہ اس میں اور جہنم میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے گا کہ

لکھا ہوا غالب آ جائے گا اور وہ اہل جنت کے کام شروع کر دے گا اور جنت میں پہنچ جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۹۶): صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، صحیح مسلم، کتاب القدر، باب

کلمات حدیث: فینفخ : پھونک ماردی جائے گی۔ نفخ، نفخاً (باب نصر) پھونک مارنا۔

شرح حدیث: صادق مصدوق ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انسان کے نطفہ کو رحم مادر میں استقرار عطا فرماتا ہے پھر جمے ہوئے بستہ خون کی شکل اختیار کرتا ہے (علقہ) پھر گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے، (مضغہ) پھر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو بھیجتے ہیں جو اس میں روح پھونک دیتا ہے، اس کی موت کا وقت، اس کا عمل جو وہ زندگی میں کرے گا اور یہ کہ وہ شقی ہوگا یا سعید۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے ایک شخص برابر اہل جنت کے کام کرتا رہتا ہے، لیکن وہ کنارے پر رہتا ہے، ایمان ویقین پر جمتا نہیں ہے اور اس کے دل میں زیغ (کجروی) چھپا رہتا ہے جب وہ انجام کے قریب ہوگا تو تقدیر کا لکھا ہوا غالب آ جائے گا اور وہ کوئی عمل جہنم کر کے جہنمی ہو جائے گا۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ وہ جو عمل کر رہا ہوگا وہ لوگوں کی نظروں میں اہل جنت کے اعمال ہوں گے، ورنہ فی الحقیقت منافق ہوگا اور جو شخص اہل جہنم کے اعمال کر رہا ہوگا، اللہ کی توفیق اور اس کی رحمت سے وہ آخر میں اعمال جنت کی طرف متوجہ ہوگا اور اہل جنت میں سے ہو جائے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے انسانوں کی طبیعت میں برائی سے اچھائی کی طرف انقلاب تو بکثرت ہوتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ نیک آدمی برا آدمی بن جائے، کیوں کہ حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ میری رحمت ہر شئے کو محیط ہے۔

حدیث مبارک تقدیر پر واضح دلیل ہے کہ انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کا رزق، اس کا عمل اور اس کی موت کا وقت لکھ دیا جاتا ہے اور لکھدیا جاتا ہے کہ وہ شقی ہے یا سعید، سعادت دراصل اسباب کونیہ کا انسان کے اعمال خیر میں اس کا معاون اور مددگار ہونا ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ہر ایک کے لئے وہ راستہ سہل اور آسان بنا دیا جائے گا۔

(فتح الباری : ۲۲٤/۳ ، شرح مسلم النووی : ۱٥٦/۱٦ ، روضة المتقين : ٤٢٨/۱ ، دليل الفالحين : ۲۳٤/۱)

جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ لائیں گے

۳۹۷. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يُؤْتىٰ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۳۹۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت جہنم کو اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار زمام ہوں گی اور ہر زمام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۳۹۷): صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب شدة حر نار جهنم وبعد قعرها .

کلمات حدیث: زمام: نکیل، جس سے کسی چیز کو باندھا جائے۔ جمع أزمة.

شرح حدیث: جہنم اس قدر بڑی اور پرہیبت ہوگی کہ اسے ستر ہزار فرشتے کھینچ کر لائیں گے اور اسے اس جگہ رکھ دیں گے جہاں وہ اہل محشر اور جنت کے درمیان حائل ہو جائے اور پل صراط کو جہنم پر رکھ دیا جائے گا اور ہر شخص کو اس پر سے گزر کر جنت میں جانا ہوگا، اہل جنت پل صراط کو عبور کر کے جنت میں پہنچ جائیں گے اور اہل جہنم جہنم میں گر پڑیں گے، جہنم کو لانے کا ذکر قرآن کریم میں ہے فرمایا:

﴿ وَجِاْیٓءَ یَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ﴾

''اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا۔'' (روضۃ المتقین: ۱/۲۳٤)

سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا

۳۹۸. وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ : رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ''اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ يُوْضَعُ فِيْ اَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُه' مَا يَرٰى اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَاباً وَاِنَّه' لَا هُوَنُهُمْ عَذَابًا'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۳۹۸) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ روز قیامت سب سے ہلکا عذاب جہنم کا اس شخص کو ہوگا جس کے تلووں میں دو انگارے رکھدیے جائیں گے، جن سے اس کا دماغ کھولتا رہے گا اور وہ یہ سمجھے گا کہ اس سے زیادہ شدید عذاب والا کوئی نہیں حالانکہ وہ اہل جہنم میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۳۹۸): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، صحیح مسلم، کتاب الایمان.

کلمات حدیث: اهون: زیادہ ہلکا۔ هان هوناً (باب نصر) آسان ہونا، ہلکا ہونا۔ أخمص: تلوا، پیر کے نیچے کا وہ حصہ جو زمین سے نہیں لگتا۔ یغلی: کھولتا ہے جوش مارتا ہے۔ غلی، غلیاً (باب ضرب) جوش مارنا۔

شرح حدیث: جو شخص جنت کے سب سے نچلے درجے میں ہوگا وہ کہے گا کہ سب سے زیادہ راحت میں میں ہی ہوں اور جو جہنم کے ہلکے ترین عذاب میں مبتلا ہوگا وہ کہے گا کہ میں جہنم کے شدید ترین عذاب میں مبتلا ہوں، جہنم کا سب سے ہلکا عذاب یہ ہوگا کہ آگ کے دو انگارے دونوں پاؤں کے نیچے رکھدیے جائیں گے جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

(فتح الباری: ۳/٤٢٤، روضة المتقین: ۱/٤٣٠، دلیل الفالحین: ۲/۲۳۷)

بعض کو آگ گردن تک پکڑے گی

۳۹۹. وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : '' مِنْهُمْ مَنْ

تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلَى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَاخُذُهُ اِلٰى حُجْزَتِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَاخُذُهُ اِلٰى تَرْقُوَتِهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلْحُجْزَةُ" : مَعْقِدُ الْاِ زَارِ تَحْتَ السُّرَةِ. وَ "اَلتَّرْقُوَةُ" بِفَتْحِ التَآءِ وَضَمِّ الْقَافِ : هِيَ الْعَظْمُ الَّذِىْ عِنْدَ ثُغْرَةِ النَّحرِ ، وَلِلْاِنْسَانِ تَرْقُوَتَانِ فِي جَانِبَيِ النَّحْرِ .

(۳۹۹) حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اہل جہنم میں سے بعض وہ ہوں گے جن کو آگ نے ان کے ٹخنوں تک بعض کو ان کے گھٹنوں تک اور بعض کو ان کی کمر تک اور بعض کو ان کی گردن تک پکڑے ہوئے ہوگا۔ (مسلم)

حُجزة : ناف کے نیچے ازار باندھنے کی جگہ۔ ترقوة : وہ ہڈی جو سینے کے گڑھے کے پاس ہے، ہنسلی۔

تخریج حدیث(۳۹۹): صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها ، باب في شدة حر نار جهنم وبعد قعرها .

کلمات حدیث: حجزته : اس کے کمر کے باندھنے کی جگہ، ازار باندھنے کی جگہ۔

شرح حدیث: جہنم کے مختلف درجات ہوں گے اور عذاب کی متنوع صورتیں ہوں گی، کسی کے ٹخنوں تک آگ پہنچ رہی ہوگی، کسی کے گھٹنوں تک اور کسی کی گردن سے ذرا نیچے سینے تک آگ لپٹی ہوئی ہوگی، جس کا عذاب سب سے ہلکا ہوگا جس کے تلووں کے نیچے دو انگارے رکھے ہوں گے جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ اعاذنا الله منها .

(روضة المتقين : ۴۳۱/۱، دليل الفالحين : ۲۳۸/۲، شرح مسلم النووی : ۱۴۸/۱۶)

قیامت کے دن لوگ اپنے اعمال کے حساب سے پسینوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے

۴۰۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَتّٰى يَغِيْبَ اَحَدُهُمْ فِىْ رَشْحِهِ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"وَالرَّشْحُ" اَلْعَرَقُ .

(۴۰۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب انسان اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ ان میں سے بعض اپنے کانوں کے نصف تک پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ (متفق علیہ)

رشح : کے معنی پسینہ کے ہیں۔

تخریج حدیث(۴۰۰): صحيح البخاری، كتاب التفسير، باب تفسير يوم يقوم الناس لرب العالمين . صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب صفة يوم القيامة .

کلمات حدیث: رشح : پسینہ۔ رَشَحَ رشحاً (باب فتح) پسینہ آنا۔

شرح حدیث: قیامت کے روز مختلف اور متعدد مواقف ہوں گے جب تمام انسانوں کی اللہ کے حضور پیشی ہوگی، اس وقت ہولناک مناظر اور دہشت وخوف اور سورج کی قربت کی وجہ سے سارے انسان پسینوں میں نہا جائیں گے، ہر ایک کو اس کے اعمال کی نسبت سے پسینہ آئے گا ان میں سے کسی کا پسینہ اس کے کانوں کے نصف تک پہنچا ہوگا، اور اس کے منہ میں لگام کی طرح اٹک جائے گا، جیسا کہ حضرت مقداد بن اسود سے مروی حدیث میں ہے کہ روز قیامت سورج لوگوں کے بالکل قریب آجائے گا یہاں تک کہ ایک میل کا فاصلہ رہ جائے گا۔ لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ڈوبے ہوں گے کسی کے گھٹنوں تک پسینہ پہنچ رہا ہوگا اور کسی کی چھاتی سے اوپر تک اور کسی کو پسینہ منہ تک پہنچ کر اسے لگام لگادے گا، رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

(فتح الباری : ۹۰۸/۲، روضۃ المتقین : ۴۳۱/۱)

رسول اللہ ﷺ کو جنت وجہنم کے حالات دکھلائے گئے

۴۰۱۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ فَقَالَ : "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً" فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: "بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَصْحَابِهِ شَيْءٌ فَخَطَبَ فَقَالَ : عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ، وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا" فَمَا اَتٰى عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمٌ اَشَدَّ مِنْهُ . غَطَّوْا رُؤُوْسَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ .

"اَلْخَنِيْنُ" بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ : هُوَ الْبُكَاءُ مَعَ غُنَّةٍ وَانْتِشَاقِ الصَّوْتِ مِنَ الْاَنْفِ .

(۴۰۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا، میں نے ایسا خطبہ پہلے نہیں سنا تھا، آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں وہ بات معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور زیادہ روؤ، یہ سن کر صحابۂ کرام نے اپنے چہرے ڈھانپ لئے اور سسکیاں لے کر رونے لگے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے اصحاب کے بارے میں کوئی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر جنت اور جہنم کو پیش کیا گیا، میں نے آج کے دن کی طرح کی بھلائی اور برائی نہیں دیکھی، اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور بہت زیادہ روؤ، اصحاب رسول ﷺ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں آیا انہوں نے اپنے سر ڈھانپ لئے اور آہ وبکا کرنے لگے۔ خنین : ناک کی آواز کے ساتھ رونا۔

تخریج حدیث (۴۰۱): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ لو تعلمون ما أعلمُ لضحکتم قلیلا

ولبکیتم کثیرا ۔

کلمات حدیث: فغطی : ڈھانپ لیا۔ غطی تغطیۃ : چھپانا ڈھانپنا۔ خنین : روتے ہوئے ناک میں سے نکلنے والی آواز۔ حنۃ : گنگناہٹ، ناک کی آواز۔

شرح حدیث: اہل ایمان کے لئے بشارت ہے کہ ان کے لئے جنت میں انواع واقسام کی نعمتیں موجود ہیں اور انذار تنبیہ ہے کافروں اور مشرکوں اور گنہگاروں کے لئے کہ جہنم کے عذاب کی ہولناکیاں بہت ہی شدید ہیں۔

صحیح بخاری کی حدیث میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہے کہ سامنے باغ میں میرے سامنے جنت اور جہنم دونوں لائے گئے، جو خیر کثیر میں نے جنت میں دیکھی میں نے اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور جو شر عظیم میں نے آج جہنم میں دیکھا وہ میں نے اس سے پہلے نہ دیکھا تھا۔

آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا جو میں جانتا ہوں اگر تمہیں اس کا علم ہو جائے تو تم بہت کم ہنسو اور بہت زیادہ روؤ، اس پر تمام صحابۂ کرام میں رقت طاری ہو گئی اور سب کے رونے کی آواز سنی جانے لگی۔

رسول کریم ﷺ کے اصحاب اخلاق حسنہ کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے اور ان میں گداز اور نرمی اعلیٰ درجہ کی تھی اور احوال واہوالِ قیامت کو سن کر ان پر رقت طاری ہو جاتی، اور یہ بات بجائے خود کمال ایمان کی علامت ہے کیونکہ رقت کا تعلق تقوی اور اللہ تعالیٰ کی خشیت سے ہے جس قدر اللہ تعالیٰ کی خشیت زیادہ ہوگی اتنا ہی آدمی رقیق القلب ہوگا اور جس قدر انسان ایمان وتقوی اور خشیت الٰہی سے دور ہوگا اتنا ہی سخت دل ہوگا۔

رونا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، حدیث مبارک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کی آنکھ سے مکھی کے سر کے برابر بھی آنسو نکل آئے اس کا جہنم میں جانا اس قدر دشوار ہے جیسا کہ تھنوں میں سے دودھ نکالنے کے بعد دوبارہ تھنوں میں ڈالنے کی کوشش کرنا۔

(روضۃ المتقین : ۱/۴۳۱، دلیل الفالحین : ۲/۳۳۸)

قیامت کے دن آدمی کا پسینہ لگام کی طرح ہوگا

۴۰۲۔ وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ، قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ الرَّاوِيُ عَنِ الْمِقْدَادِ: فَوَ اللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا يَعْنِيْ بِالْمِيْلِ اَمَسَافَةَ الْاَرْضِ اَمِ الْمِيْلَ الَّذِيْ تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ ' فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ : فَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى حِقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ الْعَرَقُ اِلْجَاماً " وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۰۲) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ روز قیامت سورج

مخلوق سے قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ ان سے ایک میل کی مقدار ہو جائے گا۔

سلیم بن عامر جو حضرت مقداد سے اس حدیث کے روایت کرنے والے ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ اس حدیث میں میل سے کیا مراد ہے میل مسافت ارض والا یا میل جس سے آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے۔ (سلائی)

لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، کسی کے ٹخنوں تک ہوگا کسی کے گھٹنوں تک ہوگا اکسی کی کمر تک پسینہ آ رہا ہوگا اور کسی کے منہ تک پہنچ کر ان کے منہ میں لگام ڈالی ہوئی ہوگی اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔"الحجم الدابة" جانور کے لگام لگائی۔

تخریج حدیث(۴۰۲): صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب صفة یوم القیامة .

کلمات حدیث: حقویه : اس کے دونوں کوکھ، ازار باندھنے کی جگہ۔ یلجمه : اسے لگام لگا دے گا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں احوال قیامت کا بیان ہے کہ سورج انسانوں کے بالکل قریب آ جائے گا اور لوگ اپنے بارے میں فیصلے کے انتظار میں کھڑے رہیں گے اور خوف عذاب اور ہول منظر اور سورج کی قربت سے سب کے پسینے بہ رہے ہوں گے، جس کے جس قدر گناہ ہوں گے اسی کے حساب سے وہ پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہونگے یہاں تک کہ بعض لوگوں کے کانوں تک پسینہ پہنچ جائے گا اور ان کے منہ میں اس طرح پھنس جائے گا کہ جس طرح جانور کے منہ میں لگام پھنسی ہوئی ہوتی ہے۔

(روضة المتقين : ۱/۴۳۳ ، دليل الفالحين : ۲/۲۴۰)

قیامت میں آدمی کا پسینہ زمین میں بھی ستر ہاتھ سرایت کرے گا

۴۰۳. وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعاً وَيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰذَانَهُمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . ومَعْنىٰ" يَذْهَبُ فِي الْاَرْضِ" يَنْزِلُ وَيَغُوْصُ .

(۴۰۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت لوگوں کو پسینہ آئے گا یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ تک پہنچ جائے گا اور ان کو پسینہ کی لگام لگی ہوگی جو ان کے کانوں تک پہنچ جائے گی۔ (متفق علیہ)

یذهب فی الارض : کے معنی ہیں زمین میں سرایت کر جائے گا اور اتر جائے گا۔

تخریج حدیث(۴۰۳): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قوله تعالیٰ الا یظن اولئك انهم مبعوثون لیوم عظیم. صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، صفة یوم القیامة .

کلمات حدیث: یعرق : پسینہ آئے گا۔ عرق عرقاً (باب سمع) پسینہ آنا۔

شرح حدیث: حدیث کے الفاظ بظاہر عام ہیں لیکن متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث کا تعلق کافروں اور کبیرہ

گناہوں میں مبتلا انسانوں کے ساتھ ہے اور انبیاء کرام رضوان اللہ علیہم اور شہداء اور وہ اہل ایمان جن پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت فرمائیں گے ان احوال سے مستثنیٰ ہوں گے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس کے منہ میں پسینہ کی لگام ہوگی وہ کافر ہوگا، بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ روز قیامت کی مصیبت بڑی کٹھن ہوگی، یہاں تک کہ کافر کے منہ میں پسینہ کی لگام لگی ہوگی کسی نے کہا کہ اس وقت مؤمنین کہاں ہوں گے؟ فرمایا کہ سونے کی کرسیوں پر جن پر بادل سایہ فگن ہوں گے، ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بسند صحیح روایت کیا ہے کہ سورج کو دس برس کی حرارت دیدی جائے گی اور اسے لوگوں کی کھوپڑیوں کے قریب کر دیا جائے گا یہاں تک کہ سروں سے اس کا فاصلہ دو قوس کا رہ جائے گا، لوگوں کو پسینہ آئے گا اور زمین پر پسینہ کا چڑھاؤ قدآدم ہو جائے گا پھر اور چڑھے گا یہاں تک کہ حلق میں آجائے گا، ابن المبارک نے اپنی روایت میں یہ الفاظ بھی لکھے کہ اس دن مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں اس دن کی گرمی سے محفوظ ہوں گے، قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد کامل ایمان ہے اور سب لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے باہم متفاوت ہوں گے۔ (فتح الباری : ۳/٤١٤ ، روضة المتقين : ١/٤٣٣ ، دليل الفالحين : ٢/٢٤٠)

جہنم کی گہرائی کی حالت

۴۰۴۔ وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعَ وَجْبَةً فَقَالَ: " هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟" قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ . قَالَ: " هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهٖ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا فَهُوَ يَهْوِيْ فِي النَّارِ الْاٰنَ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى قَعْرِهَا فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۰۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تھے کہ آپ ﷺ نے کسی چیز کے گزرنے کی آواز سنی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ پتھر ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا، وہ گرتا رہا اور آج اس کی تہہ میں پہنچا ہے اور تم نے اس کے گرنے کی آواز سنی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴۰۴): صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها .

کلمات حدیث: وجبة : شور، آواز، کسی چیز کے گرنے کی آواز۔

شرح حدیث: جہنم کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور بڑے اور عظیم پتھر اوپر سے لڑھکائے جاتے ہیں تو ایک پتھر کو تہ تک پہنچنے میں ستر برس لگتے ہیں اور جہنم کی آگ سے اٹھنے والی ایک ایک چنگاری اتنی بڑی ہوتی ہے جیسے کوئی قصر ہو اور جیسے وہ زرد اونٹ ہیں اہل عرب کالے اونٹوں کو زرد کہہ دیا کرتے تھے، جہنم کی آگ سیاہ اور تاریک ہوگی۔ پتھر کے گرنے کی آواز پر رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں، یہ صحابۂ کرام کا ادب تھا اور وہ ہمیشہ اسی طرح کہا کرتے تھے، اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پتھر کے گرنے کی آواز بطور کرامت صحابۂ کرام نے بھی سنی، جیسا کہ صحابہ حنین جذع

(لکڑی کے اس ٹکڑے کے رونے کی آواز جس سے آپ ﷺ سہارا لیکر خطبہ دیا کرتے تھے) اور دست مبارک میں کنکریوں کے تسبیح کی آواز سنی۔

(روضة المتقين : ١/٤٣٥ ، شرح مسلم النووی : ١٧/١٤٨ ، دليل الفالحين : ٢/٢٤٠)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حجاب ختم ہو جائے گا

۴۰۵. وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :" مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ : فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَآءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ. " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۰۵) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب تم میں سے ہر ایک سے اس کا رب ہم کلام ہوگا اور اس کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا، آدمی دائیں طرف دیکھے گا تو اس کے بھیجے ہوئے اعمال ہوں گے اور اپنے بائیں طرف دیکھے گا تو اس کے بھیجے ہوئے اعمال ہوں گے اور اپنے سامنے دیکھے گا تو جہنم کی آگ ہوگی، تو جہنم سے بچو اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کے ساتھ ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۴۰۵): صحيح البخاری، كتاب الادب، باب طيب الكلام . صحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب الحث على الصدقة .

شرح حدیث: انسان اپنے دائیں بائیں اپنے اعمال دیکھے گا اور سامنے دھکتا ہوا جہنم ہوگا، اگر تم جہنم کی آگ سے بچنا چاہتے ہو تو اس کے لئے ہر تدبیر کرو چاہے وہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ میں دینا ہو، یعنی حسن نیت اور اخلاص سے ہر عمل خیر کرو، یہی طریقہ ہے جہنم سے نجات حاصل کرنے کا۔ (نزهة المتقين : ١/٣٥٧)

اس حدیث کی تشریح باب فی کثرة طرق الخیر میں گزر چکی ہے۔

فرشتوں کے بوجھ سے آسمان چرچراتا ہے

۴۰۶. وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" اِنِّيْ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِيْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِداً لِلّٰهِ تَعَالٰى. وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَى الْفُرُشِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

"وَاَطَّتْ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَتَشْدِيْدِ الطَّآءِ " وَتَئِطُّ" بِفَتْحِ التَّآءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ مَكْسُوْرَةٌ. وَالْاَ طِيْطُ صَوْتُ الرَّحْلِ وَالْقَتَبِ وَشِبْهِهِمَا وَمَعْنَاهُ اَنَّ كَثْرَةَ مَنْ فِي السَّمَآءِ مِنَ الْمَلآئِكَةِ الْعَابِدِيْنَ قَدْ اَثْقَلَتْهَا حَتّٰى اَطَّتْ وَ"الصُّعُدَاتُ" بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ : الطُّرُقَاتُ، وَمَعْنٰى "تَجْأَرُوْنَ" تَسْتَغِيْثُوْنَ .

(۴۰٦) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے آسمان چرچرا رہا ہے اور اسے چرچرانا چاہئے، چار انگل کے برابر بھی کوئی جگہ نہیں کہ ایک فرشتہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے، اور اگر تم جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور بہت زیادہ روؤ، بستروں میں بیویوں سے قربت بے کیف ہو جائے اور اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے پہاڑوں میں چلے جاؤ۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

أَطَّتْ : ہمزہ کے زبر اور طاء کی تشدید کے ساتھ۔ اور تَئِطُّ تاء کے فتحہ اور ہمزہ مکسورہ کے ساتھ۔ اَطِيْط : کجاوے کی آواز، یا اس جیسی چیزوں کی آواز، معنی یہ ہیں کہ ملائکہ عابدین کی کثرت کی بنا پر آسمانوں سے آواز آتی ہے۔ صُعُدات : کے معنی ہیں راستے، اور تَجْأَرُوْنَ کے معنی ہیں تم مدد کے لئے پکارو گے۔

تخریج حدیث(۴۰٦): الجامع الترمذی، ابواب الزھد، باب قول رسول اللّٰہ ﷺ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا .

کلمات حدیث: أَطَّتْ : چرچرائی، آواز آئی۔ أط، أطِيطا (باب ضرب) چرچرانا۔

شرح حدیث: فرشتوں کی کثرت سے آسمانوں میں اس طرح آواز پیدا ہوتی ہے جیسے چارپائی پر زیادہ لوگوں کے بیٹھنے سے ہوتی ہے کہ کوئی چپہ آسمان میں ایسا نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سجدہ ریز نہ ہو۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مرنے کے بعد وہ احوال جو مجھے معلوم ہیں تمہیں معلوم ہو جائیں تو تمہاری ہنسی جاتی رہے اور گریہ اس کی جگہ لے لے اور آرام گاہوں میں اپنی بیویوں سے شاد کام ہونا دشوار ہو جائے اور اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے جنگل اور پہاڑوں کی طرف نکل جاؤ۔

اس دنیا کی زندگی پر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ایک پردہ ڈال دیا ہے جس سے دنیا کی اصل حقیقت عام نگاہوں سے پوشیدہ ہوگئی، اور مرنے کے بعد کی زندگی کے حالات آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، انسان کا امتحان اور اس کی آزمائش بھی دراصل یہی ہے کہ وہ اس دنیا کی دلکشی، رعنائی اور کیف وسرور پر مرمٹتا ہے یا اللہ کے بھیجے ہوئے اولوالعزم پیغمبروں کی لائی ہوئی ہدایت کی روشنی میں عملی زندگی استوار کرتا ہے، اگر انسان کو اس دنیا کی حقیقت سے آگہی حاصل ہو جاتی اور اسے علم ہو جاتا کہ مرنے کے بعد کیا حالات پیش آنے والے ہیں تو یقیناً ایسا ہی ہوتا کہ انسان کا ہر کیف وسرور ایک بے کیف عمل بن جاتا، حقیقت یہی ہے کہ اگر کوئی ایمان ویقین کے ساتھ ان احوال آخرت کے بارے میں سوچے تو اس کے سامنے دنیا کی ہر عیش بے کیف ہو جائے۔ (روضة المتقين : ١/٤٣٦)

قیامت کے دن ہر آدمی سے یہ سوالات ہوں گے

۴۰۷. وَعَنْ اَبِی بَرْزَةَ " بِرَاءٍ ثُمَّ زَايٍ " نَضْلَةَ بْنِ عُبَيْدِ الاَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " لاَ تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَ اَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَ فَعَلَ فِيْهِ، وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَ فِيْمَ اَنْفَقَهٗ، وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَ اَبْلَاهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۴۰۷) حضرت ابو برزہ نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کسی بندے کے قدم نہیں ہٹیں گے، جب تک اس سے اس کی عمر کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اس نے کن کاموں میں صرف کیا، علم کے بارے میں کہ اس کے مطابق کس قدر عمل کیا، اس کے مال کے بارے میں کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا اور جسم کے متعلق کہ اسے کن کاموں میں کمزور کیا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۴۰۷): الجامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب ماجاء فی شان الحساب و القصاص .

راوی حدیث: حضرت نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو برزہ ہے اور اسی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں، رسول کریم ﷺ کے ساتھ مختلف غزوات میں شرکت کی "۴۶" احادیث مروی ہیں جن میں دو متفق علیہ ہیں۔

(تهذيب التهذيب)

کلمات حدیث: أبلاہ : اس کو پرانا کیا، اس کو صرف کیا۔ أبلی، البلاء (باب افعال) کپڑے کو بوسیدہ کر دینا۔

شرح حدیث: جنت یا جہنم کا اس وقت تک حکم نہیں ہوگا جب تک ہر اللہ کا بندہ چار سوال کا جواب نہ دیدے اگر ان چاروں سوالوں کا جواب اللہ کی رضا کے مطابق ہے تو جنتی ہے اور اگر اس کے برخلاف ہے تو جہنمی ہے۔

سب سے پہلے عمر کے بارے میں سوال ہوگا کہ زندگانی کن کاموں میں بسر کی، علم کے بارے میں سوال ہوگا کہ علم کے مطابق عمل کیا یا نہیں، مال کے بارے میں سوال ہوگا کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں صرف کیا اور جسم کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس سے کیا کام لئے اللہ کی بندگی کی یا معصیتوں کا ارتکاب کیا۔ (روضة المتقين : ۴۳۶/۱ ، دليل الفالحين : ۲۴۴/۲)

قیامت کے دن زمین اپنے اوپر کیے جانے والے اعمال کی گواہی دے گی

۴۰۸. وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا" ثُمَّ قَالَ :"اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا "قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: " فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ اَوْاَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا تَقُوْلُ : عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۴۰۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''یومئذ تحدث أخبارھا'' اور دریافت فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس کی خبریں کیا ہوں گی؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی خبریں یہ ہوں گی کہ وہ اللہ کے ہر بندے مرد اور عورت کے خلاف گواہی دے گی ان اعمال کی جو اس کی پشت پر انہوں نے کئے ہوں گے وہ کہے گی تو نے فلاں دن فلاں کام کیا، یہی زمین کی خبریں ہیں۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۴۰۸): الجامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب الارض تحدث اخبارھا یو م القیامة .

کلمات حدیث: أتدرون : کیا تم جانتے ہو۔ دری، دریاً (باب ضرب) جاننا۔

شرح حدیث: سطح زمین ایک ریکارڈ کی طرح ہے اس پر انسان کے تمام اچھے برے اعمال نقش ہو رہے ہیں اور ہر اٹھنے والا قدم یہاں اپنا دائمی نشان ثبت کر رہا ہے، روز قیامت جہاں مجرموں کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے جسم کی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی وہاں ایک عینی گواہ زمین ہوگی جس کے پاس ہر انسان کی چلت پھرت کا مکمل ریکارڈ موجود ہے، یہ طاعات اور معاصی جو اس کی سطح پر ہوئی ہیں سب کی تفصیل بیان کردے گی۔ (تحفة الأحوذی : ۹/ ۲٦٤ ، روضة المتقین : ۱/ ٤۳۷، دلیل الفالحین : ۲/ ۲٤٥)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خوف

۴۰۹۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "كَيْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الْاِذْنَ مَتٰى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ" فَكَاَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ "قُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

" اَلْقَرْنُ " هُوَ الصُّوْرُ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ " كَذَا فَسَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

(۴۰۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کیسے خوش ہوں جبکہ صور پھونکنے والا صور اپنے منہ میں لے چکا ہے، اس کا کان اللہ کے حکم پر لگا ہوا ہے کہ کب اسے صور پھونکنے کا حکم ہو اور وہ پھونک دے، یہ سن کر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پریشان ہو گئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کہو حسبنا اللہ ونعم الوکیل (اللہ کافی ہے اور اللہ بہترین کارساز ہے) (اسے ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

قرن کے معنی صور کے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ﴾ اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر فرمائی ہے۔

تخریج حدیث(۴۰۹): الجامع الترمذی ا، ابواب التفسیر، سورة الزمر .

کلمات حدیث: اِلْتَقَمَ : منہ میں لے لیا۔ التقم الطعام : کھانا نگل لیا۔

شرح حدیث: مقصودِ حدیث شریف یہ ہے کہ قیامت قریب آ گئی ہے اور قربِ قیامت کے بیان سے غرض یہ ہے کہ لوگ متنبہ ہو جائیں کہ مہلت کا وقت ختم ہو چکا اور تیاری کے لئے بہت کم وقت رہ گیا ہے اس لئے چاہئے کہ لوگ خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور قیامت کی پیشی کے لئے تیاری کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے کیسے زندگی خوش گوار محسوس ہو سکتی ہے جبکہ اسرافیل علیہ السلام صور کو منہ میں لے چکے ہیں اور انتظار میں ہیں کہ مجھے حکم ملے اور اس میں پھونک ماروں، یہ بات سن کر صحابۂ کرام پر پریشانی کی ایک کیفیت طاری ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ ﴾ پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا تو آپ نے فرمایا: ﴿ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ ﴾ اور جب رسول کریم ﷺ سے کہا گیا کہ کفار مکہ نے آپ کے مقابلے کے لئے ایک بڑا لشکر تیار کر لیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ ﴾

(روضة المتقین : ١/٤٣٨)

اللہ تعالیٰ کا سودا جنت ہے

۴۱۰. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :" مَنْ خَافَ اَدْلَجَ، وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ، اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ، اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

"وَاَدْلَجَ" بِاِسْكَانِ الدَّالِ وَمَعْنَاهُ : سَارَمِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ. وَالْمُرَادُ التَّشْمِيْرُ فِي الطَّاعَةِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۴۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دشمن کے حملے سے ڈرا اور رات کے ابتدائی حصے میں نکل گیا اور جو رات کے ابتدائی حصے میں نکل گیا وہ منزل کو پہنچ گیا، اللہ کا سودا مہنگا ہے اور اللہ کا سودا جنت ہے۔ (ترمذی نے اسے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے) واللہ اعلم

تخریج حدیث (۴۱۰): الجامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب من خاف ادلج و سلعة اللّٰه غالية .

کلمات حدیث: اَدلج : رات کے ابتدائی حصے میں سفر کیا یعنی شب بیداری کی، قیام لیل کیا اُدلج، اِدلاجاً (باب افعال) پوری رات یا رات کے آخری حصے میں سفر کرنا۔ دُلجة : رات کے آخری حصے کا سفر۔

شرح حدیث: امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر آخرت پر روانہ ہونے والے کی مثال بیان فرمائی ہے کہ اگر کسی مسافر کو راستے میں کسی دشمن کا خوف ہو اور وہ رات کے پہلے ہی حصے میں سفر پر چل نکلے کہ دشمن سے بھی بچ جائے اور منزل پر بھی

بعافیت پہنچ جائے۔

اگر سالک آخرت بھی بیدار ہو، اسے اپنے سفر کی اہمیت کا اندازہ ہو اور اس نے اس کی پوری تیاری کی ہو، اسے معلوم ہو کہ اس کے راستے میں اس کا دشمن شیطان گھات لگائے بیٹھا ہے اور اس کا نفس بھی اس کا راستہ کھوٹا کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ جلد از جلد سفر پر چلنے کی تیاری شروع کردے، آج کل پر نہ ٹالتا رہے، اخلاص نیت کے ساتھ شیطان کے مکائد اور نفس کے غوائل سے بچتا ہوا جلد از جلد سفر شروع کردے، سفر لمبا بھی ہے کٹھن بھی ہے۔ پتہ نہیں رات رات میں پورا بھی ہو یا نہ ہو، اس لئے لازمی ہے کہ اول شب (اول عمر) میں سفر شروع کرے تا کہ اختتام شب (موت) تک سفر پورا ہوجائے، اور منزل مقصود پر پہنچ جاؤ اور یاد رکھو کہ منزل مقصود یعنی جنت نہ تو کم قیمت ہے اور نہ اس کا حصول آسان، اس کی اللہ نے ایک بڑی قیمت لگادی ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ ٱشْتَرَىٰ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَٰلَهُم بِأَنَّ لَهُمُ ٱلْجَنَّةَ ﴾ ''اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں کہ انہیں اس کے بدلے میں جنت ملے گی۔''

اللہ سبحانہ کی خشیت اور اس کا تقوٰی، نفس کو اطاعت الٰہی پر آمادہ کرنا اور جملہ احکام شریعت پر عمل کر کے اللہ کی رضا کا حصول یہی مؤمن کا مقصود ہے اور اسی کا صلہ جنت ہے۔ (تحفة الأحوذي : ٧/ ١٩٠ ، روضة المتقين : ١/ ٤٣٩)

قیامت کے دن لوگ ننگے، بغیر ختنے کے اٹھائے جائیں گے

٤١١. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : ''يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً'' قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ جَمِيْعاً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ؟ قَالَ : ''يَاعَآئِشَةُ الْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يُهِمَّهُمْ ذٰلِكَ'' وَفِيْ رِوَايَةٍ : ''اَلْاَمْرُ اَهَمُّ مِنْ اَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

''غُرْلاً'' بِضَمِّ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ : اَيْ غَيْرَ مَخْتُوْنِيْنَ .

(٤١١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ روز قیامت لوگ ننگے پیر، برہنہ جسم غیر مختون اٹھائے جائیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مرد اور عورت اکٹھے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ وہ معاملہ اس قدر شدید ہوگا کہ کسی کو خیال بھی نہ ہوگا کہ نظر اٹھائے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ معاملہ اس قدر کٹھن ہوگا کہ کہاں کوئی کسی کی طرف نظر اٹھا سکے گا۔

غرلا : غیر مختون۔

تخریج حدیث (٤١١): صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب كيف يحشر . صحيح مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة .

کلمات حدیث: حفاة : ننگے پیر لوگ، جمع حافی ۔ ننگے پیر۔ حفی حفاً (باب سمع) ننگے پیر چلنا۔ عراة : برہنہ جسم لوگ۔ عری عریا (باب سمع) ننگا ہونا۔ اسم فاعل عاری جمع عراة ۔ وعریان ۔ غرلا : غیر مختون واحد غرل ۔ غرل غرلاً (باب سمع) بچے کا غیر مختون ہونا۔

شرح حدیث: میدان حشر میں حساب کتاب کے لئے سارے انسان جمع ہوں گے تو سب برہنہ پا، برہنہ جسم اور غیر مختون ہوں گے، وہ سب اللہ کے دربار میں اس طرح حاضر ہوں گے جس طرح اللہ نے ان کو پیدا فرمایا تھا، ﴿ کما بدأ کم تعودون ﴾ (تم لوٹ کر اس حال میں آ ؤ گے جس حال میں تمہاری ابتداء ہوئی تھی) سب اکیلے اور تنہا ہوں گے: ﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ "تم سب ہمارے پاس تنہا تنہا آ گئے جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔"

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ انسان میدان حشر میں ننگا آئے گا اور اس کا جسم اس حالت میں ہوگا جس حالت میں اللہ نے پیدا فرمایا تھا۔ اگر اس کے جسم کا کوئی حصہ قطع کیا گیا ہوگا تو وہ لگا دیا جائے گا یہاں تک کہ مرد اقلف (غیر مختون) ہوں گے۔

منظر کی ہولناکی اس قدر شدید ہوگی اور لوگوں کو اپنی فکر اتنی پڑی ہوگی اور اس قدر شدید پریشانی کا عالم ہوگا کہ کسی انسان کو اتنی مہلت نہ ہوگی کہ وہ کسی دوسرے کو دیکھ سکے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ لوگوں کی نظر ایک دوسرے کے جسم کی طرف پڑے گی، آپ ﷺ نے فرمایا: لکل امرئ شان یُغنیه . "ہر ایک ایسی فکر میں مبتلا ہوگا جو اسے دوسروں سے غافل کر دے گی۔"

(روضة المتقین : ۱/۴۳۹)

اَلْبَابُ (۵۱)

بَابُ الرَّجَآءِ

رجاء کا بیان

۱۵۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ قُلْ يَـٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُواْ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًاۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اللہ سب گناہوں کو معاف کر دینے والا ہے وہی بخشنے والا مہربان ہے۔'' (الزمر: ۵۳)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں اور عفو و درگزر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفا کا حکم رکھتی ہے، کوئی وجہ نہیں کہ کوئی اس آیت کو سننے کے بعد اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائے، کیوں کہ اللہ جس کے چاہے گناہ معاف کر سکتا ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا پھر بندہ ناامید کیوں ہو، در توبہ کھلا ہوا ہے۔

۱۵۳. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَهَلْ نُجَـٰزِيٓ إِلَّا ٱلْكَفُورَ ﴿١٧﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''ہم صرف نافرمان ہی کو یہ بدلہ دیتے ہیں۔'' (سبا: ۱۷)

۱۵۴. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَآ أَنَّ ٱلْعَذَابَ عَلَىٰ مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٤٨﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''یقیناً ہماری طرف وحی آئی ہے کہ جو جھٹلائے اور منہ پھیرے اس کے لئے عذاب ہے۔'' (طٰہٰ: ۴۸)

۱۵۵. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ﴾

مزید فرمایا:

''اور میری رحمت ہر شئے کو واسع ہے۔'' (الاعراف: ۱۵۶)

تفسیری نکات: باقی آیات کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کا عذاب صرف کافروں کے ساتھ مخصوص ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اور

منہ پھیر لیتے ہیں، جبکہ رحمت الٰہی ہر شئے کو محیط اور شامل ہے اور اہل ایمان کو ہر وقت اللہ کی رحمت کی امید رکھنی چاہئے اور توبہ وانابت اور استغفار سے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے۔ (معارف القرآن ، تفسیر عثمانی)

جس کی موت توحید ورسالت کے اقرار پر آجائے وہ جنت کا مستحق ہے

۴۱۲. وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ شَهِدَ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَاَنَّ عِيْسٰى عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ وَكَلِمَتُهُ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِنْهُ، وَالْجَنَّةَ وَالنَّارَ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "مَنْ شَهِدَ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ."

(۴۱۲) حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا اور اس کی روح ہیں، اور جنت اور جہنم حق ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے خواہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اس پر اللہ جہنم کو حرام فرما دے گا۔

تخریج حدیث (۴۱۲): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قوله تعالىٰ يا اهل الكتاب لا تغلوا في دينكم. صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب من لقي الله بالايمان وهو غير شاك فيه دخل الجنة

کلمات حدیث: أَلقاها : اسے ڈال دیا۔ أَلقى القاءً : ڈالنا، دل میں کوئی بات ڈالنا۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت اہم ہے اور بڑی جامع ہے کہ اس میں ایسے الفاظ وکلمات یکجا ہو گئے ہیں جن سے اہل ایمان تمام ملتوں اور جملہ عقائد باطلہ سے ممتاز ہو گئے۔

اہل ایمان کے اعمال خواہ جیسے بھی ہوں ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ انہیں ان کے برے اعمال کی سزا دے کر یا اگر وہ چاہے تو بغیر سزا دیئے ان کے گناہوں کو معاف فرما کر جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہیں داخل فرما دیں گے۔

حدیث مبارک میں اللہ کی توحید اور انبیاء کرام کی رسالت اور عبدیت کا بیان ہے کہ تمام انبیاء کرام اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں: ﴿ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ ﴾ خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ وہ کلمہ کن سے ہوئے اور وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل اور ان کی عبدیت کے منکر ہیں اور یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی رسالت کے منکر ہیں، عبداللہ ورسولہ فرما کر دونوں کی تردید فرمادی۔

برائی کا بدلہ برائی سے دیا جائے گا

۴۱۳. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَه' عَشْرُ اَمْثَالِهَا اَوْ اَزِیْدُ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَجَزَآءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِثْلُهَا اَوْ اَغْفِرُ. وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعاً، وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعاً، وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُه' هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِیَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِیْئَةً لاَ یُشْرِکُ بِیْ شَیْئاً لَقِیْتُه' بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مَعْنَی الْحَدِیْثِ : "مَنْ تَقَرَّبَ" اِلَیَّ بِطَاعَتِیْ "تَقَرَّبْتُ" اِلَیْهِ بِرَحْمَتِیْ وَاِنْ زَادَ زِدْتُ " فَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ " وَاَسْرَعَ فِیْ طَاعَتِیْ اَتَیْتُه'، "هَرْوَلَةً " اَیْ صَبَبْتُ عَلَیْهِ الرَّحْمَةَ وَسَبَقْتُه' بِهَا وَلَمْ اُحْوِجْهُ اِلَی الْمَشْیِ الْکَثِیْرِ فِی الْوُصُوْلِ اِلَی الْمَقْصُوْدِ " وَقُرَابُ الْاَرْضِ بِضَمِّ الْقَافِ وَیُقَالُ بِکَسْرِهَا وَالضَّمُّ اَصَحُّ وَاَشْهَرُ وَمَعْنَاهُ : مَا یُقَارِبُ مِلْأَهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۴۱۳) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک نیکی کی اس کے لئے دس گنا اجر ہے یا میں اس سے بھی زیادہ دوں گا اور جس نے برائی کی اس کا بدلہ اس کے مثل ہوگا یا میں معاف کردوں گا اور جو مجھ سے بالشت بھر قریب ہوگا میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوں گا، اور جو شخص میرے پاس پیدل چلتا ہوا آئے گا تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آؤں گا اور جو مجھ سے اس حال میں ملے گا کہ اس نے زمین بھرنے کے برابر گناہ کئے ہوں لیکن میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو میں اس کے گناہوں کے برابر مغفرت کے ساتھ اس سے ملوں گا۔ (مسلم)

من تقرب : کے معنی ہیں جو میری اطاعت کے ذریعے میرے قریب ہوتا ہے، تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں اگر وہ اطاعت میں زیادتی کرتا ہے تو میں رحمت میں زیادتی کرتا ہوں اگر وہ میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے اور میری اطاعت میں جلدی کرتا ہے تو میں اس کی طرف لپکتا ہوا آتا ہوں یعنی اس پر اپنی رحمت نچھاور کردیتا ہوں اور اس کی طرف سبقت کرتا ہوں اور میں اس کو مقصود تک پہنچنے میں زیادہ چلنے کی زحمت نہیں دیتا اور قراب الارض : میں قراب کا لفظ ق کے پیش کے ساتھ ہے، کسی نے کہا کہ کسرہ کے ساتھ بھی صحیح ہے لیکن پیش زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ اور اس کے معنی ہے "جو اتنا ہو کہ زمین بھر جائے۔" (واللہ اعلم)

تخریج حدیث (۴۱۳): صحیح مسلم، کتاب الذکر بالدعاء، باب فضل الذکر والدعاء والتقریب الی اللہ.

کلمات حدیث: هرولة : تیز روی، تیز چلنا۔

شرح حدیث: حدیث قدسی ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا اجر دس گنا عطا فرمائیں گے اور دس کا یہ عدد کم سے کم ہے کیوں کہ اس کے بعد فرمایا کہ میں اس پر اور اضافہ کردوں گا اور یہ اضافہ اور زیادتی سات سو گنا تک ہوگی، یعنی آدمی کو ایک نیکی کا اجر ایسا ملے گا

جیسے اس نے سات سونیکیاں کی ہوں۔

اور جس نے کوئی برائی کی تو اس برائی کا بدلہ اس کے برابر ہوگا ،نیکیوں میں انعام واکرام کے پہلو کو ترجیح ہے، یعنی ایک نیکی کا اجر ایک نیکی اور اس کے بعد انعام واکرام اور عطا وبخشش جس کی کوئی حد نہیں ہے اور برائیوں میں عدل وانصاف کے پہلو کو ترجیح ہے کہ جس نے جتنی برائی کی اس کی اتنی ہی سزا ہو لیکن یہاں بھی اختیار ہے کہ معاف کر دیں اور کوئی سزا نہ دیں، بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نیکیوں سے برائیوں کو دور کر دیا جائے:

﴿ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ﴾

فرمایا کہ کوئی میری طرف بالشت بھر بڑھتا ہے میں اس کی طرف ہاتھ بھر بڑھتا ہوں اور جو میری جانب ہاتھ بھر بڑھتا ہے میں اس کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر آتا ہوں اور جو میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف لپک کر آتا ہوں یعنی بندہ اگر میری اطاعت اور بندگی کی طرف چند قدم چلتا ہے میں اپنی رحمت اس پر نچھاور کر دیتا ہوں اور جس قدر بڑھتا ہے اور جس قدر اطاعت و بندگی میں تیز روی دکھاتا ہے اسی قدر میری رحمتیں ان کی طرف تیزی سے آتی ہیں، میری رحمت کی وسعتوں کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی اس قدر برائیاں کر کے میرے پاس آئے کہ روئے ارض اس کے گناہوں سے بھر جائے تو میں اتنی ہی مغفرتیں لے کر آتا ہوں اور اس کے سارے گناہ معاف کر دوں گا۔ (دليل الفالحين : ٢/٢٥٢)

شرک سے بچنے والے کے لیے جنت ہے

۴۱۴. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ ؟ قَالَ: مَنْ مَاتَ لاَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئاً دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئاً دَخَلَ النَّارَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۱۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! دو واجب کرنے والی چیزیں کیا ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی اس حال میں مر جائے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کوئی شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں جائے گا اور جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو تو وہ جہنم میں جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۱۴): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على ان من مات لايشرك بالله شيئا دخل الجنة

کلمات حدیث: موجبتان : دو واجب کرنے والی باتیں، یعنی ایسی دو باتیں جن سے جنت یا جہنم واجب ہو جاتی ہے۔ أوجب ایجابا (باب افعال) واجب کرنا۔ موجبة : واجب کرنے والی اور موجبتان دو واجب کرنے والی باتیں۔

شرح حدیث: جس شخص نے زندگی بھر کبھی اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا اور اللہ کی توحید پر ایمان رکھتے ہوئے مر گیا وہ جنتی ہے اور سارے مسلمان اسی طرح ہیں کہ سب اللہ کے ایک معبود ہونے کے قائل اور اس کے یکتا ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، بشرطیکہ کبائر پر اصرار

نہ ہوتو اللہ کی رحمت سے سب جنت میں جائیں گے، اور جو مصر علی الکبائر ہو اور اسی حالت میں مر جائے تو اس کا معاملہ اللہ کی مشیت کے تابع ہوگا اگر چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو جنت میں داخل فرمادے۔

اور جو حالت شرک باللہ میں مرگیا وہ جہنمی ہے ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (روضة المتقين: ١/٤٤٤، دليل الفالحين: ٢/٢٥٤)

صدق دل سے توحید کے اقرار کرنے والے پر جہنم حرام ہے

۴۱۵. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيْفُه' عَلَى الرَّحْلِ قَالَ: "يَا مُعَاذُ" قَالَ : لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ : "يَامُعَاذُ" قَالَ : لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: "يَا مُعَاذُ" قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلاثًا، قَالَ: " مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ اَنْ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُه' وَرَسُوْلُه' صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ' قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلاَ اُخْبِرُ بِهَا النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا؟ قَالَ : "اِذًا يَتَّكِلُوْا" فَاَخْبَرَبِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَثُّمًا، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَوْلُه' " تَاَثُّمًا " اَیْ خَوْفًا مِّنَ الْاِ ثْمِ فِیْ كَتْمِ هٰذَا الْعِلْمِ .

(۴۱۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے آپ ﷺ کی سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ، معاذ نے جواب دیا لبیک یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے پھر فرمایا اے معاذ، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ لبیک یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے پھر فرمایا اے معاذ، حضرت معاذ نے فرمایا کہ لبیک یا رسول اللہ، تین مرتبہ فرمایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا ہر بندہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں اور اس نے اپنے دل کی سچائی کے ساتھ یہ گواہی دی اللہ اس پر جہنم کو حرام فرمادے گا، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ کیا میں لوگوں کو بتادوں کہ خوش ہو جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح تو لوگ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد کتمان علم کے گناہ سے بچنے کے لئے بیان کی (متفق علیہ)

تأثما : کے معنی ہیں کتمانِ علم کے خوف سے۔

تخریج حدیث(۴۱۵): صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة .

کلمات حدیث: اذا يتكلوا : اس طرح تو وہ بھروسہ کرکے بیٹھ رہیں گے۔ اتكل يتكل توكل (باب تفعل) اللہ پر بھروسہ کرنا۔

تأثما : گناہ سمجھتے ہوئے، کتمانِ علم کے گناہ سے بچتے ہوئے۔

شرح حدیث: جس شخص نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل سے کہہ لیا اللہ نے اس پر جہنم کو حرام کر دیا، امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے

ہیں کہ حدیث مبارک میں صدقاً من قلبہ (صدق دل) کے معنی یہاں استقامت کے ہیں کہ جس کی تصدیق اعمال واخلاق سے ہو، کیوں کہ محض شہادتین کے زبانی اقرار پر جہنم سے نجات اس عموم کے ساتھ دیگر دلائل قطعیہ کے برخلاف ہے کیوں کہ اہل السنّت کے نزدیک قطعی دلائل سے یہ امر ثابت ہے کہ عاصی مؤمنین کو بھی عذاب ہوگا اور پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت پر جہنم سے نکالے جائیں گے۔

غرض جو صدق دل سے کلمہ توحید ادا کرے اور اسی توحید ورسالت کے اقرار پر اس کی موت واقع ہو جائے وہ جنت میں جائے گا اور اس پر جہنم حرام ہو جائے گی یعنی جہنم کی ابدی اور دائمی سزا نہیں ہوگی بلکہ وہ کچھ وقت سزا پا کر جنت میں پہنچ جائے گا یا یہ کہ حدیث میں مطلق جنت میں داخل ہونے کا وعدہ ہے اول مرتبہ جنت میں داخل ہونے کا وعدہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(فتح الباری : ۱/۳۱۵ ، روضۃ المتقین: ۱/۴۴۵)

غزوۂ تبوک میں معجزۂ نبوی کا ظہور

۴۱۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَوْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا شَكَّ الرَّاوِیُ وَلَا يَضُرُّ الشَّكُّ فِي عَيْنِ الصَّحَابِيِّ لِاَنَّهُمْ كُلَّهُمْ عُدُوْلٌ قَالَ : لَمَّا كَانَ غَزْوَةُ تَبُوْكَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَقَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا فَاَكَلْنَا وَادَّهَنَّا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِفْعَلُوْا" فَجَآءَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ. يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ فِيْ ذٰلِكَ الْبَرَكَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "نَعَمْ" . فَدَعَا بِنِطْعٍ فَبَسَطَهٗ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَيَجِيْءُ الْاٰخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَيَجِيْئُ الْاٰخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطْعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَسِيْرٌ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ خُذُوْا فِيْ اَوْعِيَتِكُمْ فَاَخَذُوْا فِيْ اَوْعِيَتِهِمْ حَتّٰى مَا تَرَكُوْا فِي الْعَسْكَرِ وِعَاءً اِلَّا مَلَاُوْهُ وَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَفَضَلَ فَضْلَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فَيُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابی کے نام میں راوی کو شک ہوا ہے اور صحابی کی تعیین میں شک ہونا کوئی مضر نہیں ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں، بہر حال روایت ہے کہ جب غزوۂ تبوک میں صحابۂ کرام شدت بھوک سے تنگ ہوئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹ ذبح کرلیں ان کا گوشت کھائیں اور ان کی چربی حاصل کریں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایسا ہی کرلو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ اونٹوں کو ذبح کریں گے تو سواریاں کم ہو جائیں گی، آپ ﷺ سب سے بچے ہوئے کھانے منگوا لیجئے پھر ان پر اللہ سے برکت

کی دعا فرمادیجئے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں برکت عطا فرمادے گا آپ ﷺ نے فرمایا درست ہے، آپ ﷺ نے ایک چمڑے کا دسترخوان منگوایا اور اسے بچھایا پھر آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے ان کے بچے ہوئے کھانے منگوائے تو کوئی مٹھی بھر مکئی لایا کوئی مٹھی بھر کھجور لایا اور کوئی روٹی کا ٹکڑا لایا حتی کہ دسترخوان پر تھوڑی سی اشیاء جمع ہوگئیں، آپ ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی پھر فرمایا کہ اس سے اپنے برتنوں کو بھرلو، انہوں نے اپنے برتنوں کو بھرلیا یہاں تک کہ لشکر میں کوئی ایسا برتن نہیں رہا جس کو انہوں نے نہ بھرلیا ہو۔ سب نے کھایا اور سیر ہوگئے اور کچھ بچ رہا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں، جو شخص ان دونوں کے اقرار کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرے گا، اس طرح کہ اسے کوئی شک وشبہ نہ ہو تو اس کو جنت سے نہیں روکا جائے گا۔

تخریج حدیث (۴۱۶): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة .

کلمات حدیث: نواضحنا : ہمارے پانی لانے والے اونٹ۔ نواضح ۔ جمع ناضح مؤنث ناضحة .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں مذکور واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے۔ غزوۂ تبوک میں صحابۂ کرام کی تعداد بہت تھی اور غذائی اشیاء کی شدید قلت پیدا ہوگئی تھی اور بعض صحابۂ کرام کے پاس کھانے کو کچھ نہ بچا تھا، اس لئے سوچا گیا کہ کچھ اونٹ ذبح کرلئے جائیں اور ان کے گوشت سے غذائی قلت کا مسئلہ حل کیا جائے، لیکن اس موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اونٹ ذبح کرنا مناسب نہیں ہے، جس کے پاس جو کھانے کی اشیاء بچ رہی ہیں وہ لے آئے اور آپ ﷺ دعا فرمادیں، آپ ﷺ نے دسترخوان بچھوایا، اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تمام خوردنی اشیاء لاکر رکھ دیں، تب بھی وہ تھوڑی سی ہوئیں، آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ اپنے برتن بھرلو، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے برتن بھر لئے حتی کہ لشکر میں کوئی برتن ایسا نہیں بچا جو خالی رہ گیا، اور سب نے کھایا اور پھر بھی بچ رہا۔

ازاں بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں، اب اللہ کے یہاں جو بندہ اس حال میں جائے گا کہ اسے ان دونوں باتوں کے بارے میں ذرا بھی شک نہ ہو وہ جنت سے محروم نہ ہوگا۔

(شرح مسلم النووی : ۱۹۶/۱ ، دلیل الفالحین : ۲۵۶/۲ ، روضة المتقین : ۴۴۶/۱)

جو اخلاص کے ساتھ "لا الٰہ الا اللہ" کہے اس پر جہنم کی آگ حرام ہے

۴۱۷. وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ : كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ وَكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَآءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ : إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيْلُ إِذَا جَآءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّي فِي بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "سَأَفْعَلُ" فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَأَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ وَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ أَيْنَ

تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟ " فَاَشَرْتُ لَهٗ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اُحِبُّ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ فَصَفَفْنَا وَرَآءَهٗ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ فَحَبَسْتُهٗ عَلٰى خَزِيْرَةٍ تُصْنَعُ لَهٗ فَسَمِعَ اَهْلُ الدَّارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَثَابَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ رَجُلٌ مَا فَعَلَ مَالِكٌ لَا اَرَاهُ! فَقَالَ رَجُلٌ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' لَا تَقُلْ ذٰلِكَ اَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ اَمَّا نَحْنُ فَوَاللّٰهِ مَا نَرٰى وُدَّهٗ وَلَا حَدِيْثَهٗ اِلَّا اِلَى الْمُنَافِقِيْنَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

" وَعِتْبَانُ " بِكَسْرِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ التَّآءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَبَعْدَهَا بَآءٌ مُوَحَّدَةٌ. وَ "الْخَزِيْرَةُ" بِالْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ وَالزَّايِ: هِيَ دَقِيْقٌ يُطْبَخُ بِشَحْمٍ. وَقَوْلُهٗ " ثَابَ رِجَالٌ " بِالثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ: اَيْ جَآءُوْا وَاجْتَمَعُوْا.

(۴۱۷) حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ جو اُن لوگوں میں سے تھے جو غزوۂ بدر میں شریک تھے بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا، ان کے اور میرے درمیان ایک برساتی نالہ پڑتا تھا، جب بارشیں ہوتیں تو میرے لئے اسے عبور کر کے مسجد تک پہنچنا دشوار ہوتا، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری بینائی کمزور ہوگئی ہے اور جو وادی میرے اور میری قوم کے درمیان ہے اس میں بارشوں میں پانی بہتا ہے اور مجھے اسے عبور کرنا دشوار ہوتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ تشریف لاتے اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیتے تا کہ میں اسے نماز کے لئے مقرر کرلوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا میں آؤں گا۔ اگلے روز دن چڑھے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، میں نے اجازت دیدی، آپ ﷺ بیٹھے نہیں بلکہ فرمایا کہ تم اپنے گھر کی کونسی جگہ میں چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں۔ میں نے جگہ بتائی جہاں میں چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھیں، غرض آپ ﷺ کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنالی۔ آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا اور آپ ﷺ کے سلام کے بعد ہم نے بھی سلام پھیر دیا، میں نے آپ ﷺ کو روک لیا کہ آپ ﷺ کے لئے خزیرہ تیار کیا جا رہا تھا۔ قریب کے گھر والوں کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ میرے گھر میں تشریف فرما ہیں تو ان میں سے بہت سے لوگ آ گئے اور گھر میں کافی لوگ جمع ہو گئے۔

کسی نے کہا کہ مالک کو کیا ہوا، میں اسے نہیں دیکھ رہا، اس پر ایک شخص نے کہا کہ منافق ہے اسے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح نہ کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے صرف رضائے الٰہی کے لیے لا الہ الا اللہ کہا، اس شخص نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں مگر ہم تو بظاہر دیکھتے ہیں کہ اسے منافقین سے محبت ہے اور انہیں سے اس کی بات چیت ہے، آپ

ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ نے اس شخص پر جہنم کی آگ حرام کردی ہے جو اقرار کرتا ہے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور اس کا مقصود صرف رضائے الٰہی ہو۔ (متفق علیہ)

عتبـــان : ع کے زیر تاء کے سکون کے ساتھ ہے، خزیرہ گوشت اور آٹا ملا کر پکایا جاتا ہے اسے خزیرہ کہتے ہیں یہ لفظ خاء اور زاء کے ساتھ۔ ثاب رجال کے معنی ہیں کہ لوگ آ گئے اور ان کا اجتماع ہو گیا۔

تخریج حدیث (۴۱۷): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت ۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنۃ .

راوی حدیث: حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بنوسالم سے تعلق تھا۔ قبا کے قریب گھر تھا اور بنوسالم کی مسجد میں جا کر نماز پڑھاتے تھے، محمد بن ربیع نے ۲ ھ میں ان کو بہت بوڑھا دیکھا تھا، بخاری اور مسلم نے ان سے صرف یہی حدیث روایت کی ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں انتقال فرمایا۔ (دلیل الفالحین : ۲/۲۵۷)

کلمات حدیث: اجتیازۃ : اس کا عبور کرنا، اس کو پار کرنا۔ فثاب : پلٹے آئے۔

شرح حدیث: حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کا قبا میں قیام تھا، وہاں سے نماز پڑھانے بنوسالم کی مسجد میں جایا کرتے تھے، راستے میں ایک نالہ پڑتا جس میں بسا اوقات بارش کا پانی آجاتا، حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بینائی بھی کمزور ہو گئی، مختلف روایات میں جو الفاظ آئے ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بالکل نابینا نہیں ہوئے تھے بلکہ بینائی کمزور ہو گئی تھی، حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیں تاکہ میں اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں، رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں دو رکعت نماز پڑھی۔

بعد ازاں حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کے لئے خزیرہ تیار کرایا، اسی اثناء میں آس پاس سے کافی لوگ جمع ہو گئے، اور کسی نے حضرت مالک بن دخشم کے بارے میں کہا کہ وہ منافق ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں ایسی بات نہ کہو اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اور اس کی غرض صرف رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ تھے، ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے غزوۂ بدر اور بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی، خود رسول کریم ﷺ نے ان کے ایمان کی تصدیق فرمائی۔

(فتح الباری : ۱/۵۳۳ ، شرح مسلم النووی : ۱/۲۱۳ ، روضۃ المتقین : ۱/۴۴۷)

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت کی ایک مثال

۴۱۸۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْيٍ.

فَاِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَسْعٰى اِذَاوَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ اَخَذَتْهُ فَاَلْزَقَتْهُ بِبَطْنِهَا فَاَرْضَعَتْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ قُلْنَا: لَا وَاللّٰهِ. فَقَالَ: "اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۴۱۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے، دیکھا کہ قیدیوں میں سے ایک عورت دوڑتی پھر رہی ہے اسے جو کوئی بچہ نظر آتا ہے اسے پکڑ کر اپنے آپ سے چمٹاتی اور دودھ پلاتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں پھینک دے گی، ہم سب نے کہا کہ اللہ کی قسم نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ عورت اپنے بچہ پر مہربان ہے۔ (بخاری ومسلم)

تخریج حدیث(۴۱۸): صحيح البخاری، كتاب الادب، باب رحمة الولد تقبيله ومعانقته . صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالىٰ.

کلمات حدیث: طارحة: پھینکنے والی۔ طرح الشئی: پھینک دیا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی رحمت بے انتہاء وسیع بھی ہے اور ہمہ گیر بھی کہ تمام کائنات کو اور اس میں موجود ہر شئے کو اور ہر ذی حیات کو اللہ کی رحمت واسعہ اپنے دامن میں لئے ہوئے، اور خاص طور پر مؤمن بندوں پر رحمت الٰہی کی وسعتوں کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا، فرمایا:

﴿ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ﴾

"اور میری رحمت بڑی وسیع ہے اور میں اسے بطور خاص ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔"

ایک قیدی عورت اپنے بچے کی تلاش میں سرگرداں تھی اور ہر بچہ کو اٹھا کر سینے سے لگاتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنا کہ یہ عورت اپنے بچے پر ہے، رسول اللہ ﷺ نے یہاں اپنے بندوں کا لفظ جو اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ عباد سے مراد عباد مؤمنین ہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چند اصحاب کی ساتھ کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں ایک بچہ تھا، اس کی ماں نے اس جماعت کو آتے ہوئے دیکھا تو اسے ڈر ہوا کہ کسی کا پیر اس کے بچے کو نہ لگ جائے تو وہ دوڑتی ہوئی آئی اور وہ پکار رہی تھی میرا بیٹا، میرا بیٹا، غرض وہ بھاگ کر آئی اور اسے اٹھالیا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں کیسے پھینک سکتی ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ بھی اپنے محبوب کو آگ میں پھینکنے والا نہیں ہے۔

غرض اللہ کی رحمت کا اپنے وجود اور اپنی صلاحیت کے اعتبار سے عام ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ جن مستحقین کے لئے لکھ دی گئی ان کے لئے خاص ہے، اور اللہ کا بندہ جب اللہ کی طرف رجوع کرلے اور توبہ وانابت کی ساتھ اس کی طرف پلٹے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کی رحمت واسعہ سے اپنی امیدیں وابستہ کرے۔ (فتح الباری: ۱۷۹/۳، روضة المتقين: ۴۴۹/۱)

میری رحمت میرے غصہ پر غالب رہے گی

۴۱۹. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : " لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِیْ كِتَابٍ فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ : اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ" وَفِیْ رِوَایَةٍ " غَلَبَتْ غَضَبِیْ" وَفِیْ رِوَایَةٍ " سَبَقَتْ غَضَبِیْ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۴۱۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا فرما چکا تو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

ایک روایت میں غلبت غضبی کے الفاظ ہیں اور ایک اور روایت میں سبقت غضبی کے الفاظ ہیں۔

تخریج حدیث(۴۱۹): صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ویحذرکم اللّٰہ نفسه . صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللّٰہ تعالیٰ .

کلمات حدیث: تغلب : غالب ہوتی ہے۔ غلبت : غالب ہوگئی۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ کی رحمت کائنات کی ہر شئے کو محیط ہے اور رحمت غضب پر غالب ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رحمت الٰہی کے غضب پر سابق اور غالب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو اس کی رحمت سے حصہ وافر ملتا ہے جو اس سے کہیں زیادہ ہے جو اس کے بندوں کو اس کی ناراضگی اور غضب سے ملتا ہے، کیوں کہ رحمت بلا استحقاق بھی ملتی ہے، رحمت کا وہ بھی مستحق ہے جس نے کوئی حق بندگی بھی ادا نہ کیا ہو جبکہ غضب اور ناراضگی صرف اس وقت اور اس عمل تک محدود ہے جو انسان نے اللہ کی ناراضگی کا عمل کیا ہو۔ (فتح الباری : ۲۵۸/۲ ، روضة المتقین : ۴۵۰/۱)

اللہ تعالیٰ کی سو رحمتوں میں سے ایک زمین پر اتاری گئی ہے

۴۲۰. وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیَقُوْلُ :"جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَاَمْسَکَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ وَاَنْزَلَ فِی الْاَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا فَمِنْ ذٰلِکَ الْجُزْءِ یَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ حَتّٰی تَرْفَعَ الدَّآبَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْیَةَ اَنْ تُصِیْبَهٗ" وَفِیْ رِوَایَةٍ : " اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی مِائَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَآئِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا یَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا یَتَرَاحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰی وَلَدِهَا وَاَخَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی تِسْعًا وَّتِسْعِیْنَ رَحْمَةً یَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ . مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَیْضًا مِنْ رِوَایَةِ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :"اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی مِائَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ یَتَرَاحَمُ بِهَا الْخَلْقُ بَیْنَهُمْ وَتِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ لِیَوْمِ الْقِیَامَةِ "

وَفِیْ رِوَایَةٍ " اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ کُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ فَجَعَلَ مِنْهَا فِی الْاَرْضِ رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلٰی وَلَدِهَا وَالْوَحْشُ وَالطَّیْرُ بَعْضُهَا عَلٰی بَعْضٍ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ اَکْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ."

(٤٢٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو جزء بنائے، ننانوے اپنے پاس رکھے اور ایک جزء زمین پر اتارا، تمام مخلوقات اسی ایک جزء کے طفیل باہم ایک دوسرے سے رحم کا برتاؤ کرتے ہیں، یہاں تک کہ جانور اپنے بچے کے پاس سے اپنا کھر موڑ لیتا ہے کہ کہیں اسے نہ لگ جائے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس رحمت کے سو درجے ہیں، اس میں سے اس نے ایک رحمت نازل فرما کر جن وانس بہائم اور ہوام کو عطا فرمائی جس سے وہ باہم رحمت وعطف سے پیش آتے ہیں اور اسی سے وحشی جانور اپنے بچے سے مہربانی سے پیش آتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ننانوے حصے جو اپنے پاس رکھ لئے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

(متفق علیہ)

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس رحمت کے سو اجزاء ہیں، رحمت کا ایک حصہ وہ ہے جس سے تمام مخلوقات آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ننانوے حصے روز قیامت کے لئے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تو رحمت کے سو حصے پیدا فرمائے، ہر ایک رحمت کی وسعت آسمان سے زمین تک کے برابر ہے، اس میں سے ایک حصہ زمین میں رکھ دیا جس سے ماں اپنے بچے سے محبت کرتی ہے اور وحشی جانور اور پرندے آپس میں محبت کرتے ہیں، جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ اس ایک حصے کو بھی ملا کر پوری سو رحمتیں فرمائے گا۔

تخریج حدیث (٤٢٠): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب جعل اللہ الرحمة مأة جزء.

کلمات حدیث: یتراحم الخلائق: مخلوقات آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتی ہیں. تراحم (باب تفاعل) آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی کرنا۔ یتعاطفون: آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں۔ تعاطف (باب تفاعل) آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی۔

شرح حدیث: علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے رحمت کو پیدا فرمایا اور اس کے سو حصے کئے اور ہر حصہ ایسا ہے کہ آسمان سے زمین تک ساری فضاء بھر جائے، اس حدیث کا مقتضاء یہ ہے کہ وہ تمام نعمتیں وہ جملہ انعام واکرام اور وہ سارے احسان جو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر فرمائے گا ان کی سو اقسام ہیں، ایک قسم تمام کائنات کو اور جملہ مخلوقات کو فی الوقت دیدی گئی جس سے تمام کائنات کا نظام چل رہا ہے اور جملہ مخلوقات کی مصالح کی تکمیل ہو رہی ہے اور سارے انسان بہرہ مند ہو رہے ہیں، روز قیامت اللہ تعالیٰ اس حصۂ رحمت کو ان ننانوے حصوں کے ساتھ ملا دیں گے جو اس کے پاس ہیں اور ان جملہ رحمتوں سے اپنے عباد مؤمنین پر فضل وکرم فرمائیں گے اور یہ وہ بات

ہوئی جیسے فرمایا ہے:

﴿ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ﴿٤٣﴾ ﴾

''اور وہ مومنوں پر بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔'' (فتح الباری : ۳/۱۷۹)

توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں

۴۲۱. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَحْكِي عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ قَالَ : " اَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْباً فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْباً فَعَلِمَ اَنَّ لَهُ رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ : اَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ : اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْباً فَعَلِمَ اَنَّ لَهُ رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ : اَيْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ : اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْباً فَعَلِمَ اَنَّ لَهُ رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ فَلْيَفْعَلْ مَاشَآءَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ : "فَلْيَفْعَلْ مَا شَآءَ " اَيْ مَا دَامَ يَفْعَلُ هٰكَذَا يُذْنِبُ وَيَتُوْبُ أَغْفِرُ لَهُ فَاِنَّ التَّوْبَةَ تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا .

(۴۲۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ کوئی بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ میرا گناہ معاف فرما، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا اور اسے علم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کردیتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ کرتا ہے، اس نے پھر دوبارہ گناہ کیا اور کہا کہ اے میرے رب میرا گناہ معاف فرما، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا اور اسے معلوم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کردیتا ہے اور اس پر مؤاخذہ کرتا ہے، پھر دوبارہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے رب میرا گناہ معاف فرما اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور اسے علم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کردیتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے، یقیناً میں نے اپنے بندے کو معاف کردیا اب وہ جو چاہے کرے۔

(بخاری ومسلم)

جو چاہے کرے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ اس طرح کرتا رہے گا یعنی جب تک وہ ہر گناہ کے بعد توبہ کرتے رہے گا میں اسے معاف کرتا رہوں گا، کہ توبہ سے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

تخریج حدیث(۴۲۱): صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللّٰہ . صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول التوبۃ من الذنوب وان تکررت .

کلمات حدیث: أذنب : گناہ کیا، گناہ گار ہوا. ذنب : گناہ، جمع ذنوب .

شرح حدیث: ابن بطال فرماتے ہیں کہ جو شخص گناہوں پر مصر ہو کہ بار بار گناہ کرتا اور بار بار استغفار کرتا ہو، اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو معاف فرمادے، اور اس کی یہ نیکی کہ وہ ایک اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اسی کو غالب قوت والا سمجھتا ہے کہ جس کا چاہے مواخذہ کرے اور جس کو چاہے معاف فرمادے، تمام گناہوں پر غالب آجائے کہ ہر نیکی کا اجر وثواب دس گنا ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی توحید اور اس کی ربوبیت پر ایمانِ کامل یہ سب سے بڑی نیکی ہے۔

حدیث مبارک میں توبہ اور استغفار کی فضیلت کا بیان ہے، لیکن توبہ کے لئے ضروری ہے کہ پچھلے گناہوں پر شرمندگی اور ندامت ہو اور دوبارہ نہ کرنے کا عزم صمیم ہو، اور اگر بالفعل گناہ میں مبتلا ہے تو اسی وقت چھوڑ دے، توبہ کی قبولیت کا قرآن کریم میں وعدہ فرمایا گیا ہے:

" وهو الذی يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن السيئات ."

''وہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے برے کاموں سے درگزر فرمادیتا ہے۔''

(فتح الباری : ۳/۸۸۷ ، عمدة القاری)

گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے

۴۲۲. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَيَغْفِرُ لَهُمْ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۲۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ سے مغفرت طلب کریں گے اور اللہ انہیں معاف کردے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴۲۲): صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة .

کلمات حدیث: لذهب الله بكم : اللہ تمہیں لے جائے، یعنی تمہیں ختم کردے۔ ذهب به : لے جانا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح حسن عمل کرنے والوں کو جزا اور صلہ عطا فرماتے ہیں اسی طرح خطا کاروں سے درگزر فرماتے ہیں، وہ غفار ہیں حلیم ہیں، تواب ہیں اور اپنے گنہگار بندوں کو بہت معاف کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حکمت اس امر کی متقاضی ہوئی کہ ایک ایسی مخلوق جو اپنے اختیار اور ارادے سے احکام الٰہی پر عمل کرے اور اس کے وجود میں خیر وشر کے ہر دو پہلو موجود ہوں، وہ ایسی مخلوق ہو جو فجور کی طرف مائل ہو سکتی ہو اور تقویٰ کی طرف بھی ملتفت ہو سکتی ہے، گناہ کرے اور طالب مغفرت ہو اور توبہ اور رجوع کرے، اور یہ اس لئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی صفات غفار ستار اور غفور اور رحیم کا اظہار ہو ورنہ اگر خالص نیک اعمال بغیر گناہ اور خطا کے مقصود ہوتے تو اس کے لئے فرشتے پہلے ہی موجود تھے۔

(شرح صحیح مسلم النووی : ١٧/٥٥ ، روضۃ المتقین : ١/٤٥٤ .)

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

۴۲۳. وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ خَالِدِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "لَوْلَا اَنَّکُمْ تُذْنِبُوْنَ لَخَلَقَ اللّٰہُ خَلْقاً یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ فَیَغْفِرَ لَھُمْ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

(۴۲۳) حضرت ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ سے مغفرت طلب کریں گے اور اللہ انہیں معاف فرمائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۲۳): صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة .

شرح حدیث: اس حدیث مبارک کا مضمون بھی وہی حدیث سابق والا ہے اور مقصود حدیث اللہ کی رحمت وفضل اور ان کے عفو ودرگزر کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ انسان اگر اللہ کی جانب توبہ وانابت کے ساتھ رجوع کرے تو وہ بہت معاف کرنے والے اور بہت درگزر کرنے والے ہیں۔ (شرح مسلم النووی : ٧/٥٤)

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کے لیے جنت کی خوشخبری

۴۲۴. وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : کُنَّا قُعُوْدًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَنَا اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فِیْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْنِ اَظْھُرِنَا فَاَبْطَأَ عَلَیْنَا فَخَشِیْنَا اَنْ یُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَکُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَتَیْتُ حَآئِطاً لِّلْاَنْصَارِ. وَذَکَرَ الْحَدِیْثَ بِطُوْلِہٖ اِلٰی قَوْلِہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اذْھَبْ فَمَنْ لَقِیْتَ وَرَآءَ ھٰذَا الْحَآئِطِ یَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُسْتَیْقِناً بِھَا قَلْبُہٗ فَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّةِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

(۴۲۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور چند اصحاب بھی تھے، رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان میں سے اٹھے اور تشریف لے گئے، خاصی دیر ہوگئی ہمیں اندیشہ ہوا کہ ہماری غیر موجودگی میں دشمن آپ کو نقصان نہ پہنچائے، اس پر ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور میں سب سے پہلے خوف زدہ ہوا، سو میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا، یہاں تک کہ میں انصار کے ایک باغ میں پہنچا، اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طویل حدیث بیان کی اور اس کے بعد کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اور جو اس باغ کے باہر ملے جو اللہ کے ایک ہونے کی گواہی دیتا ہو اور دل سے یقین رکھتا ہو اس کو جنت کی خوش خبری دیدو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴۲۴): صحیح مسلم، کتاب الایمان، با ب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة .

کلمات حدیث: فأبطأ : آپ ﷺ نے تاخیر کی۔ أبطاء : دیر کرنا۔

شرح حدیث: ایسا شخص جس نے اپنے قلب کی گہرائیوں سے اللہ کی وحدانیت وربوبیت اور رسول ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا ہے اور اسی اقرار واعتراف پر موت واقع ہو وہ جنت میں جائے گا، اگر اس نے اسلام کے بعد کوئی کبیرہ گناہ نہیں کیا اور اس کا انتقال ہو گیا تو وہ ابتداء ہی جنت میں جائے گا اور اگر اسلام کے بعد زندہ رہا اور اس نے کچھ صغیرہ گناہ بھی کئے لیکن اس کی نیکیاں اس کی حسنات پر غالب آ گئیں یا اس نے سرے سے کوئی معصیت نہیں کی تو وہ بھی جنتی ہے اور اگر اس کی حسنات اتنی نہیں ہیں جو اس کے برائیوں پر غالب آ جائیں یا اس نے کوئی کبیرہ گناہ بھی کیا ہے لیکن اس نے اس سے توبہ کر لی تو وہ بھی جنتی ہے، اور اگر صغیرہ گناہ حسنات سے زیادہ ہوں یا کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہو اور بغیر توبہ مر جائے تو وہ جہنم میں کچھ وقت گناہوں کی سزا پا کر جنت میں پہنچ جائے گا یا محض فضل الٰہی سے جنت میں پہنچ جائے گا اور اللہ اس کے گناہ معاف فرما دے گا، جیسے فرمایا: ﴿ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ﴾ "علاوہ شرک کے اللہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا" (شرح مسلم النووی : ۲۰۷/۱)

حضرات انبیاء علیہم السلام کی اپنی اپنی امتوں کے حق میں دعاء

۴۲۵. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلاَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اِبْرَاهِيْمَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِيْراً مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّه، مِنِّیْ " اَلْاٰيَةَ وَ قَوْلُ عِيْسٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَکِيْمُ " فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ : "اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ" وَبَکٰی فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : "يَاجِبْرِيْلُ اذْهَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَرَبُّکَ اَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْکِيْهِ؟ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَه، رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ وَهُوَ اَعْلَمُ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : " يَا جِبْرِيْلُ اذْهَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ فَقُلْ : اِنَّا سَنُرْضِيْکَ فِیْ اُمَّتِکَ وَلاَ نَسُوْءُ کَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۴۲۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ﴾ (اے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا پس جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے ہیں) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول پڑھا: ﴿ إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ (اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کر دے تو تو عزیز وحکیم ہے)

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے، اور کہنے لگے اے میری امت، اے میری امت، اور آپ ﷺ پر گریہ

طاری ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرئیل محمد کے پاس جاؤ تمہارا رب تو جانتا ہے مگر تم ان سے پوچھو کہ ان کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جبرئیل آئے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل کو مطلع کیا کہ آپ ﷺ نے کیا دعا فرمائی تھی، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جبرئیل محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کی امت کے بارے میں آپ کو خوش کر دیں گے اور ہم آپ کو ناراض نہیں کریں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۲۵): صحیح مسلم، کتاب الایمان، دعاء النبی ﷺ لأمته و بکائه شفقة علیهم .

کلمات حدیث: لا نسوؤك : آپ کو برا نہ معلوم ہو۔ ساء سوءًا (باب نصر) ناگوار ہونا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک بہت اہم اور دقیق مضمون پر مشتمل ہے، حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر کس قدر شفیق اور امت کی اخروی فلاح کے بارے میں کس قدر فکر مند ہیں، آپ ﷺ دونوں ہاتھ بلند فرماتے ہیں اور وہ دعا فرماتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمائی اور وہ دعا فرماتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی اور آپ ﷺ پر گریہ طاری ہو جاتا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل کو بھیجتے ہیں کہ آپ اپنی امت کے بارے میں اس قدر فکر مند نہ ہوں، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو راضی فرمائے گا:

﴿ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ ﴾

''اللہ تعالیٰ عنقریب آپ کو عطا فرمائے گا اور آپ راضی ہو جائیں گے۔'' (شرح مسلم النووی : ٣/٦٦)

حق اللہ اور حق العبد کی تفصیل

۴۲۶. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ فَقَالَ " يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ "؟ قُلْتُ : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ : "فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا " فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ ؟ قَالَ :" لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۲٦) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا کہ اللہ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ اس کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ شرک نہ کرے اس کو عذاب نہ دے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں لوگوں کو بشارت دیدوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں بشارت نہ دو کہ کہیں بھروسہ کر کے بیٹھے رہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۴۲٦): صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ امته الی تو حید اللّٰه .

صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة .

کلمات حدیث: رِدْف : وہ شخص جو سواری کے پیچھے بیٹھا ہوا۔ ردف ردفاً (باب نصر) ردیف ہونا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا خالق مالک اور رازق ہے اس لئے انسانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانیں اور اس کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں، اس کی وحدانیت کا اقرار کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور اس کی اطاعت و بندگی میں لگے رہیں۔ اگر اللہ کے بندے اللہ کا حق ادا کریں تو اللہ تعالیٰ کا بھی وعدہ ہے کہ وہ انہیں قیامت کے عذاب سے بچائے اور ان کو آخرت کی نعمتوں سے نوازے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نیک عمل کرنے پر بندوں کے لئے اپنے خاص فضل سے جس اجر و ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کا پورا ہونا یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں وعدہ خلافی نہیں ہے: "ان الله لا يخلف الميعاد " (فتح الباري : ٢/١٦٦)

مؤمن کی قبر میں شہادتین کا اقرار

٤٢٧. وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهِ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ﴾ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٤٢٧) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب مسلمان سے قبر میں سوال ہوتا ہے اور وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تو یہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ہے:

﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ﴾

"اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی رکھے گا۔"

(بخاری و مسلم)

تخریج حدیث (٤٢٧): صحيح البخاري، تفسير سورة ابراهيم، صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها . باب عرض مقعد الميت من الجنة او النار عليه .

شرح حدیث: مسلمان سے قبر میں سوال ہوگا تو وہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں، مسلمان کی قبر میں یہ ثابت قدمی اور یہ استقلال اس فرمان الٰہی کے مطابق ہوگا۔

﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ﴾

"اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو مضبوط بات سے ثابت قدم رکھتا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔"

مطلب یہ ہے کہ مؤمنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمہ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے۔ دنیا میں کیسی ہی

آفات وحوادث پیش آئیں کتنا ہی سخت امتحان ہو قبر میں نکیرین سے سوال وجواب ہو، محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑادینے والا ہو، ہر موقعہ پر یہی کلمہ توحیدان کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔ (فتح الباری : ١/٨٠٤ ، تفسیر عثمانی)

کافر کے نیک کاموں کا بدلہ دنیا میں دے دیا جاتا ہے

٤٢٨. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ الْكَافِرَ اِذَا عَمِلَ حَسَنَةً اُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِنَ الدُّنْيَا وَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَدَّخِرُ لَهٗ حَسَنَا تِهٖ فِي الْاٰخِرَةِ وَيُعْقِبُهٗ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلٰى طَاعَتِهٖ" وَفِي رِوَايَةٍ : اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِي الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا اَفْضٰى اِلَى الْاٰخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهٗ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٤٢٨) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کافر جب کوئی نیک کام کرتا ہے تو اس کو دنیا ہی میں اس کا صلہ دیدیا جاتا ہے اور مؤمن کی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ آخرت کے لئے ذخیرہ کر لیتا ہے اور اس کی طاعت پر اسے دنیا میں بھی رزق ملتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مؤمن کی نیکی کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ اسے دنیا میں بھی اس کا صلہ ملتا ہے اور آخرت میں بھی، اور کافر نے جو نیک کام اللہ کے لئے کئے ہوں اس کو دنیا ہی میں صلہ دیدیا جاتا ہے اور جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوتی جس کا بدلہ دیا جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٤٢٨): صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار ،باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة .

کلمات حدیث: یُعقبه : اس کو بعد میں ملتا ہے، بعد میں آتا ہے۔ عقب : پیچھے، بعد میں۔ اعقب : پیچھے آنا، بعد میں لانا۔

شرح حدیث: علمائے امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کافر اگر حالت کفر میں مرجائے تو اسے آخرت میں اس کا کوئی صلہ نہیں ملے گا البتہ دنیا میں اس کی ان نیکیوں کا صلہ دیا جائے گا جو اس نے بطور تقرب الی اللہ کی ہوں گی اس کے برعکس مؤمن کو دنیا میں صلہ ملے گا اور اس کی نیکیاں آخرت کا ذخیرہ بن جائیں گی اور اس کو تمام اعمال صالحہ کا صلہ ملے گا۔ (شرح صحیح مسلم النووی : ١٧/١٢٤)

پانچوں نمازوں کی مثال

٤٢٩. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

''اَلْغَمْرُ'' : اَلْكَثِيْرُ .

(۴۲۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے ایک گہری نہر بہہ رہی ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ (مسلم)

غمر : کے معنی ہیں زیادہ۔

تخریج حدیث(۴۲۹): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاۃ تمحی به الخطایا وترفع به الدرجات .

کلمات حدیث: غمر : زیادہ پانی، بکثرت پانی۔ نهر جارٍ غمرٍ : بہت پانی والی بہتی ہوئی نہر۔

شرح حدیث: جس طرح کسی انسان کو اگر ظاہری گندگی لگ جائے تو وہ اس کو دور کرنے کے لئے اسے پانی سے دھوتا ہے اور دھونے سے ظاہری اور حسی نجاستیں جسم سے اور لباس سے دور ہو جاتی ہیں، یہ تو حال ظاہری اور حسی نجاستوں کا ہے باطنی نجاستوں کی گندگی حسی نجاستوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، ظاہری نجاست کو دور کرنے کا طریقہ وضو اور نماز ہے، اب اگر کسی کے گھر کے سامنے گہرے پانی کی نہر بہہ رہی ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو اس کا جسم کس قدر صاف ستھرا ہو جائے گا، اسی طرح اگر کوئی مؤمن ایمان اور حسن نیت اور خلوص کے ساتھ روزانہ پانچ مرتبہ وضو کرے اور نماز کو اس کے جملہ آداب کے ساتھ ادا کرے، اس کی باطنی طہارت کا کیا عالم ہوگا یہی کہ اس کے اعضاء وضو روز قیامت چمک رہے ہوں گا اور اس کا چہرہ تروتازہ ہوگا اور وہ خوش ہو کر اپنے رب کی طرف دیکھ رہا ہوگا۔

(شرح صحیح مسلم النووی : ٦/١٤٤ ، روضة المتقین : ١/٤٦٠)

جس خوش نصیب کے جنازہ میں چالیس مسلمان شریک ہوں

۴۳۰. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ''مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهِ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۳۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان آدمی مر جائے اور اس کے جنازے میں چالیس آدمی ایسے شریک ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوں اللہ تعالیٰ مرنے والے کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرمائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴۳۰): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه اربعون شفعوا فیه .

کلمات حدیث: شَفَّعَهُم : اللہ ان کی شفاعت قبول فرمالے گا۔ شَفَعَ، شفاعة (باب فتح) سفارش کرنا۔

شرح حدیث: جنازے میں شرکت کرنا اور جنازے کے ساتھ چلنا بہت بڑی نیکی ہے اسی طرح نماز جنازہ میں شرکت کا بہت اجر

وثواب ہے، اللہ تعالیٰ کا مسلمان پر فضل عظیم ہے کہ وہ مسلمانوں کی مسلمانوں کے حق میں کی جانے والی دعا بھی قبول فرماتے ہیں اور اسی لئے جنازے کی نماز میں مسلمانوں کا کثرت سے شرکت کرنا مستحب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مرنے والے مسلمان کے جنازے میں سو آدمی ہوں اور وہ اس کی شفاعت کریں تو اللہ ان کی شفاعت قبول فرمالیتا ہے، ایک اور روایت میں تین صفوں کا ذکر ہے اور ایک اور روایت میں چالیس آدمیوں کا ذکر ہے۔

ان میں سے کوئی بھی تعداد ہو، اللہ کی ذات کریم ہے اس سے امید ہے کہ وہ ان مسلمانوں کی میت کے حق میں دعا اور ان کی شفاعت کو قبول فرمائیں گے۔ (شرح صحیح مسلم النووی : ١٦/٧ ، روضة المتقين : ٤٦١/١)

جنت میں سب سے زیادہ تعداد امت محمدیہ ﷺ کی ہوگی

۴۳۱ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ نَحْوًا مِنْ اَرْبَعِيْنَ فَقَالَ: " اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ ؟" قُلْنَا : نَعَمْ. قَالَ : "اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ: " وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَمَا اَنْتُمْ فِي اَهْلِ الشِّرْكِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَآءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَآءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَحْمَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۳۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چالیس کے قریب افراد ایک خیمہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو، ہم نے کہا، کہ ہاں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کا تہائی حصہ ہو، ہم نے کہا کہ ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے میں تو امید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کا آدھا ہو، اور یہ اس لئے کہ جنت میں صرف مسلمان ہی جائیں گے اور مشرکین کے مقابلے میں تم ایسے ہو جیسے کالے بیل کی کھال میں سفید بال یا سرخ بیل کی کھال میں سیاہ بال۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۴۳۱): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف الحشر ۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون هذه الأمة نصف أهل الجنة .

کلمات حدیث: قبة : خیمہ، عمارت جو اندر سے گولائی دار ہو، اور اوپر کو اٹھی ہوئی ہو، جمع قباب .

شرح حدیث: نبی کریم ﷺ چمڑے کے بنے ہوئے قبہ سے ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوئے اور صحابۂ کرام کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش ہو گے کہ جنت میں تمام امتوں اور ملتوں کی مجموعی تعداد کے بالمقابل تمہاری تعداد چوتھائی ہو، صحابۂ کرام نے اللہ اکبر اور سبحان اللہ کہا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ تم ایک تہائی ہو، صحابہ نے پھر خوشی کا اظہار فرمایا، تو آپ ﷺ نے

فرمایا کہ میں تو اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ تمہاری تعداد نصف ہو۔

جامع ترمذی میں بروایت صحیحہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہونگی جن میں اَسّی صفیں میری امت کی ہوں گی۔ (فتح الباری: ٣/٤١٢، شرح مسلم النووی: ٣/٨٠، دليل الفالحين: ٢/٢٧١)

یہود ونصاریٰ کی جنت کے حصے مسلمانوں کو ملیں گے

٤٣٢. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَ شْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ دَفَعَ اللّٰهُ اِلیٰ کُلِّ مُسْلِمٍ یَهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا فَیَقُوْلُ هٰذَا فِکَاکُکَ مِنَ النَّارِ" وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ بِذُنُوْبٍ اَمْثَالِ الْجِبَالِ یَغْفِرُهَا اللّٰهُ لَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ،

قَوْلُهٗ : "دَفَعَ اِلیٰ کُلِّ مُسْلِمٍ یَهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا فَیَقُوْلُ هٰذَا فِکَاکُکَ مِنَ النَّارِ" مَعْنَاهُ مَاجَآءَ فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ "لِکُلِّ اَحَدٍ مَنْزِلٌ فِی الْجَنَّةِ وَ مَنْزِلٌ فِی النَّارِ فَالْمُؤْمِنُ اِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ خَلَفَهُ الْکَافِرُ فِی النَّارِ لِاَنَّهٗ مُسْتَحِقٌّ لِذٰلِکَ بِکُفْرِهٖ" وَمَعْنٰی "فِکَاکُکَ" اِنَّکَ کُنْتَ مُعَرَّضاً لِدُخُوْلِ النَّارِ وَهٰذَا فِکَاکُکَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ قَدَّرَ لِلنَّارِ عَدَدًا یَمْلَؤُهَا فَاِذَا دَخَلَهَا الْکُفَّارُ بِذُنُوْبِهِمْ وَکُفْرِهِمْ صَارُوْا فِیْ مَعْنَی الْفِکَاکِ لِلْمُسْلِمِیْنَ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(٤٣٢) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی سپرد فرمادے گا اور کہے گا کہ یہ تیرا جہنم سے فدیہ ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ مسلمان ایسے آئیں گے جن کے گناہ پہاڑوں کے مثل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمادیں گے۔ (مسلم)

دَفَع الی کل مسلم : کے معنی وہی ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آئے ہیں کہ ہر آدمی کا جنت میں ایک مقام ہے اور جہنم میں بھی ہے۔ ایمان دار آدمی جنت میں چلا جائے گا تو کافر اسکی جگہ دوزخ میں جائے گا۔ اس لئے کہ وہ کفر کی وجہ سے اس کا مستحق ہے۔ فکاك : کا مطلب یہ ہے کہ تو جہنم میں جانے والوں میں ہو جاتا مگر یہ تیرا فدیہ بن گیا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں جانے والوں کی مقدار متعین کی ہے جو اسے بھر دیں گے۔ گویا کافروں کا اپنے کفر اور اپنے گناہوں کی بنا پر جہنم میں جانا مسلمانوں کے لئے ایک طرح کا فدیہ ہو جائے گا۔

تخریج حدیث (٤٣٢): صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل وان كثر قتله .

کلمات حدیث: فکاک : فدیہ۔ فکاک الا سیر : قیدی کو چھڑانا۔

شرح حدیث: قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر مکلّف انسان کا ایک ٹھکانہ جنت میں ہے اور ایک ٹھکانہ جہنم میں ہے۔ اب ان مکلفین میں سے جو شخص ایمان لے آیا اور اس کا ایمان خالص ہوا تو اس کا جو ٹھکانہ جہنم میں ہے اس کی جگہ اس کو جنت میں مل جائے گا اور اگر ایمان نہ لایا تو اس کے برعکس ہو جائے گا گویا کافر جہنم میں مؤمنین کی جگہ ہیں اور چونکہ تقدیر الٰہی میں جہنم کا بھرا جانا ہے اور وہ بھری جائے گی کافروں سے تو گویا کفار مؤمنین کا کفارہ ہو گئے۔

بعض مسلمان ایسے آئیں گے جن کے گناہوں کا انبار پہاڑوں کی طرح بلند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی معاف فرما دیں گے۔ اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں جنہیں امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر نہیں کیا کہ یہ گناہ یہود و نصاریٰ پر ڈال دیئے جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کے گناہ معاف فرما دے گا اور اس کے مثل وہ گناہ جو یہود و نصاریٰ نے کیے ہوں گے ان پر ڈال دے گا، یعنی جتنے گناہ مسلمانوں کے معاف کیے جائیں گے، اسی قدر کافروں پر ان کے گناہوں کا بوجھ ڈال دیا جائے گا، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ گناہ جن کا طریقہ کافروں نے جاری کیا ہو اور مسلمانوں نے ان کا ارتکاب کر لیا ہو وہ مسلمانوں سے معاف کر دیئے جائیں گے اور کافر ان گناہوں پر اس لئے ماخوذ ہوں گے کہ انہوں نے ان کا طریقہ جاری کیا ہوگا، اور حدیث میں ہے کہ جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا اس کو اس کا گناہ ہوگا اور ان کا بھی گناہ ہوگا جو بعد میں اس پر عمل کریں گے۔ (دلیل الفالحین : ٢/٢٧١)

دنیا میں پردہ پوشی آخرت میں مغفرت

٤٣٣. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ”يُدْنَى الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رَبِّهٖ حَتّٰى يَضَعَ كَنَفَهٗ عَلَيْهِ فَيُقَرِّرُهٗ بِذُنُوْبِهٖ فَيَقُوْلُ : اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا ؟ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُوْلُ رَبِّ اَعْرِفُ قَالَ : فَاِنِّيْ قَدْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى صَحِيْفَةَ حَسَنَاتِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

”كَنَفَهٗ“ سَتْرُهٗ وَرَحْمَتُهٗ .

(٤٣٣) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مؤمن روز قیامت اپنے پروردگار کے قریب ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے دامان رحمت میں لے لے گا پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا، اور کہے گا کہ فلاں گناہ کو پہچانتے ہو، وہ کہے گا اے رب جانتا ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈال دیا تھا، اور آج میں انہیں معاف کرتا ہوں۔ اس طرح اس کو نیکیوں کا اعمال نامہ دیدیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

کَنفہ : کے معنی اپنی رحمت سے ڈھانپ لیا، اور پردہ ڈال دیا۔

تخریج حدیث(۴۳۳): صحیح البخاری، تفسیر سورة هود . صحیح مسلم، کتا ب التوبة باب توبة القاتل و ان کثر قتله .

کلمات حدیث: کَنَفه : اس کی حفاظت۔ کنف کنفًا (باب نصر) کسی چیز کو حفاظت میں لینا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ روز قیامت اپنے مؤمن بندوں پر لطف وکرم فرمائیں گے۔انہیں اپنے دامان رحمت میں لیں گے اور ان سے پوچھیں گے کہ تم نے فلاں فلاں گناہ کئے تھے، وہ ان گناہوں کا اقرار کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تمہارے ان گناہوں پر دنیا میں پردہ ڈال دیا تھا اب میں یہاں بھی معاف کرتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اللہ کے بندے کھلم کھلا گناہ نہیں کرتے بلکہ خطا اور لغزش سے ان سے کبھی کبھار گناہ سرزد ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ان کے گناہوں کو اپنے فضل وکرم سے معاف فرما دے گا۔

(فتح الباری : ۲/ ۱٤ ، روضة المتقین : ۱/ ٤٦٤ ، مظاهر حق : ٥/ ۱۳٦)

نماز کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں

۴۳۴: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً اَصَابَ مِنِ امْرَاۃٍ قُبْلَةً فَاَتی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہ' فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالیٰ .

﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفاً مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ ﴾ فَقَالَ الرَّجُلُ : اَلِیَ هٰذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ " لِجَمِیْعِ اُمَّتِیْ کُلِّهِمْ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۴۳۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا اور اس نے آکر نبی کریم ﷺ کو اطلاع دی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، نماز قائم کرو صبح وشام، اور رات کے کچھ حصے میں بیشک اچھائیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہے، اس شخص نے عرض کیا کہ کیا یا رسول اللہ یہ میرے ساتھ خاص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، بلکہ میری تمام امت کے لئے ہے۔ (بخاری ومسلم)

تخریج حدیث(۴۳۴): صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب الصلاة کفارة . صحیح مسلم، کتاب التوبة باب ان الحسنات یذهبن السیئات .

شرح حدیث: امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ قصہ قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس ایک عورت آئی جس کا شوہر جہاد پر گیا ہوا تھا، اس نے کہا کہ مجھے ایک درہم کی کھجوریں دیدو، اس شخص نے کہا کہ مجھے وہ عورت اچھی لگی، میں نے اس سے کہا کہ گھر میں آجاؤ، وہاں میرے پاس زیادہ اچھی کھجوریں ہیں، میں اسے لے کر اندر آیا اسے چمٹایا اور بوسہ لیا، وہ عورت بولی اللہ سے ڈر، اس پر وہ شخص خوف زدہ ہو گیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ توبہ کر لو اور دوبارہ نہ کرنا،

پھر وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اچھائیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔
ایک حدیث میں ہے کہ نماز دوسری نماز تک کفارہ ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو، مجاہد نے کہا کہ ﴿ إِنَّ ٱلْحَسَنَـٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ﴾ میں حسنات سے مراد یہ کلمات ہیں، سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔
اس شخص نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ کیا یہ حکم میرے لئے خاص ہے، یعنی یہ حکم کہ نماز سے میرا یہ گناہ معاف ہو گیا خاص میرے لئے ہے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کا انعام ایک شخص کے لئے نہیں ہوتا بلکہ عام ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمر نے ٹھیک کہا، اور یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اجتہادات میں سے ہے جن کی لسان نبوت ﷺ سے تصدیق کی گئی، اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ سوال کرنے والے حضرت معاذ بن جبل تھے۔
بہرحال رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اصول کہ حسنات سے سیئات مٹادی جاتی ہیں میری تمام امت کے لئے ہے۔

(فتح الباری : ٧٦٣/٢ ، دلیل الفالحین : ٢٧٣/٢ ، نزهة المتقين : ٣٧٧/١)

نماز سے صغیرہ گناہ خود معاف ہو جاتے ہیں

٤٣٥۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَيَّ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللّٰهِ قَالَ : " هَلْ حَضَرْتَ مَعَنَا الصَّلٰوةَ ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ : " قَدْ غُفِرَ لَكَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَقَوْلُهُ "اَصَبْتُ حَدًّا " مَعْنَاهُ : مَعْصِيَةً تُوْجِبُ التَّعْزِيْرَ وَلَيْسَ الْمُرَادُ الْحَدَّ الشَّرْعِيَّ الْحَقِيْقِيَّ كَحَدِّ الزِّنَا وَالْخَمْرِ وَغَيْرِهِمَا فَاِنَّ هٰذِهِ الْحُدُوْدَ لاَ تَسْقُطُ بِالصَّلٰوةِ وَلاَ يَجُوْزُ لِلْاِمَامِ تَرْكُهَا .

(٤٣٥) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے گناہ کیا ہے آپ مجھ پر حد جاری کر دیجئے۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، نماز کے بعد اس نے پھر عرض کی یا رسول اللہ میں نے گناہ کیا ہے، مجھ پر اللہ کی کتاب کا فیصلہ جاری کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا گناہ معاف کر دیا گیا ہے۔ (متفق علیہ)

أَصَبْتُ حَدًّا : کے معنی ہیں کہ میں نے ایسی معصیت کا ارتکاب کیا ہے جس پر تعزیر ہے، حد شرعی حقیقی یہاں مراد نہیں ہے جیسے حد زنا اور حد خمر وغیرہ کیوں کہ یہ حدود نماز سے ساقط نہیں ہوتیں، اور نہ امام کے لیے ان کا ترک کرنا جائز ہے۔

تخریج حدیث (٤٣٥): صحيح البخاري، كتاب المحاربين، باب اذا اقر بالحد ولم يبين هل الامام أن يستر عليه. صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب ان الحسنات يذهبن السيئات .

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ تھے، انہیں چھوٹی سی چھوٹی بات بھی کھٹکتی اور وہ اس کو بڑی بات سمجھتے، جب تک وہ اسے خدمت اقدس ﷺ میں عرض کر کے اپنے لیے آپ سے دعا و استغفار نہ کرالیں۔ یہی حال ان صاحب کا تھا جن سے کوئی معمولی لغزش ہوئی اور وہ فوراً آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ مجھ پر حد جاری فرمادیجیے۔ اتنے میں نماز کھڑی ہوگئی نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی انہوں نے یہ بات کہی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھ لی تمہارا گناہ معاف کر دیا گیا۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بظاہر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی ان کے گناہ سے مطلع فرمادیا، اسی لیے آپ ﷺ نے استفسار نہیں فرمایا۔

کھانے پینے کے بعد حمد سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں

٤٣٦۔ وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا " اَوْ يَشْرِبُ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدُهُ عَلَيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلْاَ كْلَةُ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الْاَ كْلِ كَالْغَدْوَةِ وَالْعَشْوَةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(٤٣٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی اس ادا سے خوش ہوتے ہیں کہ جو کھائے اس پر اللہ کی حمد کرے اور جو پیئے اس پر اللہ کی حمد کرے۔ (مسلم)

اُکلہ ایک مرتبہ کا کھانا۔ جیسے غدوۃ اور عشوۃ۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث(٤٣٦): صحیح مسلم ، کتاب الذکر والدعاء ، باب استحباب حمد اللّٰہ تعالیٰ بعد الاکل والشرب .

کلمات حدیث: أکلة : ایک مرتبہ کا کھانا۔ شربة : ایک مرتبہ کا پینا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حساب ہیں اور منعم کا شکر واجب ہے اور اللہ تعالیٰ حمد و شکر پر خوش بھی ہوتے ہیں اور نعمتوں میں اضافہ بھی فرماتے ہیں: ﴿ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾ "اگر تم شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا۔"

احادیث میں مختلف مواقع کے لیے مختلف کلمات شکر اور حمد بیان ہوئے ہیں، ان کو یاد کرنا اور ان کو ان مواقع پر ادا کرنا بڑے ثواب اور اجر کی بات ہے ورنہ صرف الحمد للہ یا الحمد للہ رب العالمین کہنا بھی کافی ہے۔

کھانے پینے سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھنی چاہیے:

" الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه غير مكفي ولا مودع ولا مستغن عنه ربنا ."

"اے اللہ! ہر طرح کی حمد تیرے لیے ہے، بہت حمد پاکیزہ حمد ایسی حمد جس سے اس کھانے میں برکت ہو جس سے ہمیں کفایت نہیں

ہے اور جسے ہم نہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ مستغنی ہو سکتے ہیں۔اے ہمارے رب۔'' (روضة المتقين : ١/٤٦٥)

اللہ تعالیٰ ہاتھ پھیلاتے ہیں تا کہ لوگ توبہ کریں

٤٣٧. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : '' اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ يَبْسُطُ يَدَه' بِاللَّيْلِ لِيَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَه' بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِیْءُ اللَّيْلِ حَتّیٰ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا.'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٤٣٧) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں کہ دن کو گناہ کرنے والے توبہ کرلیں اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں تا کہ رات کو گناہ کرنے والے توبہ کرلیں۔ یہ سلسلہ اس وقت تک رہے گا جب تک سورج مغرب سے نکل آئے۔(مسلم)

تخریج حدیث(٤٣٧): صحيح مسلم ، كتاب التوبة ، باب قبول التوبة من الذنوب وان تكررت .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ شب و روز دامانِ رحمت و مغفرت دراز کرتے ہیں کہ جو گنہگار بندے ہیں وہ توبہ و انابت کریں اور اللہ کی طرف رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ ان پر مہربانیاں فرماتے اور ان کے گناہ معاف اور خطائیں درگزر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتے رہیں گے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے کہ اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ (روضة المتقين : ١/٤٦٦)

اس حدیث کی توضیح اس سے قبل باب التوبہ میں بھی گزر چکی ہے۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے کا واقعہ

٤٣٨. وَعَنْ اَبِیْ نَجِيْحٍ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ '' بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْبَآءِ '' السُّلَمِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ وَاَنَا فِی الْجَاهِلِيَّةِ اَظُنُّ اَنَّ النَّاسَ عَلیٰ ضَلَالَةٍ وَاَنَّهُمْ لَيْسُوْا عَلیٰ شَیْءٍ وَ هُمْ يَعْبُدُوْنَ الْاَوْثَانَ فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ اَخْبَارًا فَقَعَدْتُ عَلیٰ رَاحِلَتِیْ فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْفِيًا جُرَاءُ عَلَيْهِ قَوْمُه' فَتَلَطَّفْتُ حَتّٰی دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لَه': مَا اَنْتَ؟ قَالَ : ''اَنَا نَبِیٌّ'' قُلْتُ : وَمَا نَبِیٌّ؟ قَالَ: ''اَرْسَلَنِیَ اللّٰهُ'' قُلْتُ: اَیُّ شَیْءٍ اَرْسَلَکَ؟ قَالَ ''اَرْسَلَنِیْ بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَكَسْرِ الْاَوْثَانِ وَاَنْ يُّوَحَّدَ اللّٰهُ لَا يُشْرَكُ بِه شَیْءٌ '' قُلْتُ فَمَنْ مَّعَکَ عَلیٰ هٰذَا؟ قَالَ : '' حُرٌّ وَ عَبْدٌ'' وَمَعَه' يَوْمَئِذٍ اَبُوْ بَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقُلْتُ : اِنِّیْ مُتَّبِعُکَ قَالَ : ''اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ ذٰلِکَ يَوْمَکَ هٰذَا اَلَا تَریٰ حَالِیْ وَ حَالُ النَّاسِ ؟ وَلٰكِنِ ارْجِعْ اِلیٰ اَهْلِکَ فَاِذَا سَمِعْتَ بِیْ قَدْ ظَهَرْتُ فَاْتِنِیْ''

قَالَ : فَذَهَبْتُ اِلىٰ اَهْلِىْ وَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَكُنْتُ فِىْ اَهْلِىْ فَجَعَلْتُ اَتَخَبَّرُ الْاَ خْبَارَ وَاَسْاَلُ النَّاسَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ حَتّٰى قَدِمَ نَفَرٌ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَقُلْتُ مَا فَعَلَ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِىْ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ ؟ فَقَالُوا : النَّاسُ اِلَيْهِ سِرَاعٌ وَقَدْ اَرَادَ قَوْمُهٗ قَتْلَهٗ فَلَمْ يَسْتَطِيْعُوْا ذٰلِكَ فَقَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنِىْ قَالَ:" نَعَمْ اَنْتَ الَّذِىْ لَقِيْتَنِىْ بِمَكَّةَ" قَالَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِىْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَاَجْهَلُهٗ اَخْبِرْنِىْ عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ : "صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ قَيْدَ رُمْحٍ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَىْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ، ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَىْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ" قَالَ فَقُلْتُ: يَا نَبِىَّ اللّٰهِ فَالْوُضُوْءُ حَدِّثْنِىْ عَنْهُ ؟ فَقَالَ: "مَامِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوْءَهٗ فَيَتَمَضْمَضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ وَفِيْهِ وَخَيَاشِيْمِهٖ ، ثُمَّ اِذَا غَسَلَ وَجْهَهٗ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ مِنْ اَطْرَافِ لِحْيَتِهٖ مَعَ الْمَآءِ، ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَآءِ ، ثُمَّ يَمْسَحُ رَاْسَهٗ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَاْسِهٖ مِنْ اَطْرَافِ شَعْرِهٖ مَعَ الْمَآءِ، ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَآءِ فَاِنْ هُوَ قَامَ فَصَلّٰى فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالىٰ وَاَثْنىٰ عَلَيْهِ وَمَجَّدَهٗ بِالَّذِىْ هُوَ لَهٗ اَهْلٌ وَ فَرَّغَ قَلْبَهٗ لِلّٰهِ تَعَالىٰ اِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ " فَحَدَّثَ عَمْرُو ابْنُ عَبَسَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اُمَامَةَ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ اُمَامَةَ يَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ فِىْ مَقَامٍ وَاحِدٍ يُعْطٰى هٰذَا الرَّجُلُ فَقَالَ عَمْرٌو: يَا اَبَا اُمَامَةَ لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّىْ وَرَقَّ عَظْمِىْ وَاقْتَرَبَ اَجَلِىْ وَ مَابِىْ حَاجَةٌ اَنْ اَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالىٰ وَلَا عَلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَمْ اَسْمَعْهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا، حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ ، مَا حَدَّثْتُ اَبَدًا بِهٖ وَلٰكِنِّىْ سَمِعْتُهٗ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهٗ " جُرَآءُ عَلَيْهِ قَوْمُهٗ" هُوَبِجِيْمٍ مَضْمُوْمَةٍ وَبِالْمَدِّ عَلىٰ وَزْنِ عُلَمَاءَ:اَىْ جَاسِرُوْنَ مُسْتَطِيْلُوْنَ غَيْرُ هَائِبِيْنَ، هٰذِهِ الرِّوَايَةُ الْمَشْهُوْرَةُ ، وَرَوَاهُ الْحُمَيْدِىُّ وَغَيْرُهٗ " حِرَاءٌ " بِكَسْرِ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَقَالَ مَعْنَاهُ : غِضَابٌ ذَوُوْغَمٍّ وَهَمٍّ قَدْعِيْلَ صَبْرُهُمْ بِهٖ حَتّٰى اَثَّرَ فِىْ اَجْسَامِهِمْ مِنْ قَوْلِهِمْ : حَرٰى جِسْمُهٗ يَحْرٰى اِذَا نَقَصَ مِنْ اَلَمٍ اَوْ غَمٍّ اَوْ نَحْوِهٖ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ بِالْجِيْمِ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " بَيْنَ قَرْنَىْ شَيْطَانٍ " : اَىْ نَاحِيَتَىْ رَاْسِهٖ وَالْمُرَادُ التَّمْثِيْلُ مَعْنَاهُ اَنَّهٗ حِيْنَئِذٍ يَتَحَرَّكُ الشَّيْطَانُ وَشِيْعَتُهٗ وَيَتَسَلَّطُوْنَ

وَقَولُه' " يُقَرِّبُ وُضُوءَ ه' " مَعْنَاهُ يُحْضِرُ الْمَآءَ الَّذِىْ يَتَوَضَّأُ بِهِ . وَقَوْلُه' "اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا " هُوَ بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ : اَىْ سَقَطَتْ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ " جَرَتْ " بِالْجِيْمِ وَالصَّحِيْحُ بِالْخَآءِ وَهُوَ رِوَايَةُ الْجَمْهُوْرِ وَقَولُه' فَيَنْتَثِرُ" : اَىْ يَسْتَخْرِجُ مَا فِىْ اَنْفِهِ مِنْ اذًى . وَالنَّثْرَةُ : طَرْفُ الْاَنْفِ .

(۴۳۸) حضرت ابونجیح عمرو بن عبسہ سلمی سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرا زمانہ جاہلیت میں یہ خیال تھا کہ لوگ گمراہ ہیں اوران کے پاس کوئی دین نہیں ہے اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ میں نے سنا کہ مکہ میں ایک صاحب بعض اخبار بتا رہے ہیں۔ میں سواری پر بیٹھا اور میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا، میں نے دیکھا کہ آپ اپنی قوم کی شدت مخالفت کی بنا پر چھپ چھپ کر تبلیغ کرتے ہیں۔ میں بھی چپکے چپکے آپ ﷺ تک پہنچ گیا، میں نے کہا کہ تم کون ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نبی ہوں۔ میں نے کہا کہ نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے، میں نے کہا کہ کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ میں صلہ رحمی کا حکم دوں، بتوں کو توڑ دوں اور لوگوں کو بتاؤں کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ میں نے پوچھا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ایک آزاد اور ایک غلام۔ اس وقت تک آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ میں نے کہا کہ میں بھی آپ ﷺ کا پیروکار رہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس وقت ایسا نہیں کر سکتے، تم دیکھ نہیں رہے کہ میرا ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس وقت تو تم اپنے گھر والوں میں واپس چلے جاؤ۔ جب سنو کہ میں غالب آ گیا تب میرے پاس آنا۔ اس نے بیان کیا کہ میں اپنے گھر والوں میں واپس چلا گیا۔

بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ میں اپنے گھر والوں میں تھا اور آپ ﷺ کے بارے میں خبریں لیتا رہتا تھا اور ان لوگوں سے بھی پوچھتا جن کا مدینہ آنا جانا ہوتا، یہاں تک کہ ہمارے کچھ لوگ مدینہ سے آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ ان صاحب کا کیا حال ہے جو مدینہ آئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ لوگ ان کی طرف تیزی سے آ رہے ہیں اور ان کی قوم نے ان کو قتل کرنا چاہا تھا مگر وہ ایسا نہ کر سکے۔ یہ سن کر میں مدینہ آیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے پہچانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم وہی ہو جو مجھ سے مکہ میں ملے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے وہ باتیں بتلائیں جو اللہ نے آپ کو سکھائی ہیں اور میں ان سے ناواقف ہوں۔ مجھے نماز کے بارے میں بتائیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: صبح کی نماز پڑھو۔ پھر نماز سے رکے رہو تا آنکہ سورج ایک نیزے کے بقدر بلند ہو جائے، اس لیے کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر اسے سجدہ کرتے ہیں۔ اس وقت کے گزرنے کے بعد پھر نماز پڑھو کہ نماز میں فرشتے گواہ ہوتے اور لکھنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ سایہ نیزے کے برابر ہو جائے۔ پھر نماز سے رک جاؤ اس لیے کہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے پھر جب سایہ چڑھنے لگے تو نماز پڑھو اس لیے کہ نماز میں فرشتے حاضر اور گواہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھو۔ پھر نماز سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اس لیے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت اسے کافر سجدہ کرتے ہیں۔

انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ وضو کے بارے میں بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص وضو کا پانی اپنے قریب کرے تو پہلے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور ناک صاف کرے تو اس کے چہرے ناک اور منہ کے گناہ گر جاتے ہیں پھر جب وہ اپنا منہ دھوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اس کے چہرے کی غلطیاں اس کی ڈاڑھی کے کناروں کے ساتھ گر جاتی ہیں پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کی خطائیں اس کی انگلیوں سے پانی کے ساتھ نکل جاتی ہیں پھر وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کی غلطیاں اس کے بالوں کے کناروں سے نکل جاتی ہیں پھر وہ اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوتا ہے تو اس کے پاؤں کے گناہ اس کی انگلیوں سے نکل جاتے ہیں۔

پھر وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور اس کی تمجید کی جس طرح کہ وہ حق رکھتا ہے اپنے دل کو اللہ کے لیے فارغ کر دیا تو گناہوں سے اس طرح صاف ہو کر نکلتا ہے جیسے وہ اس وقت تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا۔

عمرو بن عبسہ نے اس حدیث کو صحابی رسول ﷺ حضرت ابوامامہ کے سامنے بیان کیا۔ ابوامامہ نے کہا کہ اے عمرو بن عبسہ! دیکھو کیا بیان کر رہے ہو، کیا ایک ہی جگہ آدمی کو یہ مقام دے دیا جائے گا۔ حضرت عمرو نے کہا کہ اے ابوامامہ! میری عمر بھی زیادہ ہوگئی، میری ہڈیاں بھی کمزور ہوگئیں اور میری موت بھی قریب آگئی۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ بولوں۔ اگر میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے ایک، دو، تین مرتبہ بلکہ سات مرتبہ نہ سنا ہوتا تو میں اس کو کبھی بیان نہ کرتا۔ لیکن میں نے اس کو اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنا ہے۔ (مسلم)

حراء علیه قومه : یعنی وہ آپ پر بڑی جسارت کرنے والے ہیں اور اس میں قطعاً ڈرنے والے نہیں ہیں۔ یہ مشہور روایت ہے اور حمیدی نے اس کو حراء نقل کیا ہے۔ جس کے معنی غضبناک غم اور فکر والے کے ہیں، یہاں تک کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو جائے اور وہ غم ان کے جسم میں اثر کر جائے۔ جیسے کہتے ہیں حرى يحرى جب جسم غم و رنج وغیرہ سے کمزور ہو جائے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ لفظ جیم کے ساتھ ہے۔

بين قرني شيطان : شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان یعنی اس کے سر کے دونوں کناروں کے درمیان اور مطلب اس کا یہ ہے کہ شیطان اور اس کا ٹولہ اس وقت حرکت میں ہوتا ہے اور تسلط و غلبہ کرتا ہے۔

يقرب وضوء ه : اس پانی کو قریب لائے جس سے وضو مقصود ہے۔

الاخرت خطايا : غلطیاں گر جاتی ہیں، بعض نے جرت روایت کیا ہے اور صحیح لفظ خاء کے ساتھ ہے اور جمہور کی روایت یہی ہے۔

فينتثر : ناک صاف کرے۔ نثرة : ناک کی ایک جانب۔

تخریج حدیث (٤٣٨): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها ـ باب اسلام عمرو بن عبسة رضى الله عنه .

راوی حدیث: حضرت ابونجیح عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں۔ طائف، فتح مکہ اور دیگر غزوات میں شرکت

کی۔ان سے ۴۸ احادیث مروی ہیں۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں انتقال ہوا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلماتِ حدیث: فتلطفت : میں چپکے سے پہنچا۔ چھپتے چھپاتے پہنچا۔ تلطف : حیلہ کرے، بھید معلوم کرنا۔ خرت : گرگئی۔ خر لله ساجداً : اللہ کے لیے سجدے میں گر گیا۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ نبوت و رسالت ملنے کے بعد مکہ مکرمہ میں چھپ چھپ کر دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ چند اصحاب آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے۔وہ بھی قریش کے ظلم وستم کا شکار تھے۔عرب میں بت پرستی اور ہر طرح کی برائیاں عام ہونے کے باوجود بعض لوگ ایسے تھے جن کے دل بت پرستی پر مطمئن نہ تھے اور کسی دین حق کی تلاش میں رہتے تھے۔انہی پاکیزہ نفوس میں سے ایک حضرت عمرو بن عبسہ تھے۔رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد یہ مسلسل ہر آنے جانے والے سے آپ ﷺ کے بارے میں خبریں معلوم کرتے رہتے تھے۔بالآخر خود مکہ مکرمہ آکر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور چھپ چھپا کر آپ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تم واپس چلے جاؤ۔اور جب دین حق کو قوت اور غلبہ حاصل ہو جب میرے پاس آنا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغیر ایمان کے لوٹا دیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایمان لے آئے اور اسلام قبول کر لیا لیکن اس وقت ان کا رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ میں ٹھہرنا مناسب نہیں تھا کیونکہ قریش کے لوگ انہیں ہرگز زندہ نہیں چھوڑتے۔اس لیے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے ایمان واسلام کے ساتھ لوٹ جاؤ اور جب دیکھو کہ دین حق کو قوت حاصل ہوگئی ہے تب میرے پاس آنا۔

اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور پورا مکہ آپ ﷺ کا دشمن تھا مگر آپ کو دعوت حق کے عام ہونے اور دین کے غالب ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ آپ ﷺ نے حتمی طریقے پر فرمایا کہ جب دیکھو دین قوی ہو گیا ہے جب میرے پاس آجانا۔

نماز میں فرشتے حاضر بھی ہوتے ہیں اور نمازی کی کیفیات واحوال کی بالتفصیل حضورِ حق میں گواہی بھی دیتے ہیں۔اس لیے اہل ایمان کو چاہیے کہ نماز کامل خشوع وخضوع کے ساتھ عاجزی اور بندگی کے ساتھ ادا کریں کہ جب اس نماز کی حالت وکیفیت کا نقشہ فرشتے اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں تو رحمت حق جوش میں آئے اور نمازی کی کامیابی اور نجات کا پیغام لائے۔

نبی کا انتقال پہلے ہونا قوم کے لیے خوشخبری ہے

٤٣٩۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَ شْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةَ اُمَّةٍ قَبَضَ نَبِیَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهٗ لَهَا فَرَطاً وَسَلَفاً بَیْنَ یَدَیْهَا وَاِذَا اَرَادَ هَلَكَةَ اُمَّةٍ عَذَّبَهَا

وَنَبِيُّهَا حَيٌّ فَاَهْلَكَهَا وَهُوَ حَيٌّ يَنْظُرُ فَاَقَرَّ عَيْنَه' بِهلاَ كِهَا حِيْنَ كَذَّبُوْهُ وَعَصَوْا اَمْرَه " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۴۳۹) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو امت سے پہلے اس امت کے نبی کی روح قبض فرمالیتا ہے اور اس کو ان کے لیے آگے جانے والا اور میر سامان بنا دیتا ہے۔ اور جب اللہ کسی امت کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو نبی زندہ ہوتا ہے اور قوم کی ہلاکت دیکھ رہا ہوتا ہے اور وہ اس قوم کی تباہی سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے جس نے اسے جھٹلایا اور اس کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴۳۹): صحیح مسلم ، کتاب فضائل النبی ﷺ ، باب إذا اراده الله رحمة امة قبض نبيها قبلها.

کلمات حدیث: فرطاً : مقدم آگے جانے والی شئے۔ فرط فروطا (باب نصر) آگے بڑھنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بشارت عظیم ہے تمام اہل اسلام کے لیے اور خاص طور پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے کہ رسول اللہ ﷺ پہلے اللہ کے گھر تشریف لے جا کر اپنی امت کا استقبال کریں گے اور ان کی شفاعت کریں گے اور یہ کہ اللہ نے اپنے رسول کی آنکھیں ٹھنڈی فرمادیں کہ آپ ﷺ کو ایسے جاں نثار متبعین کی جماعت ملی جنہوں نے آپ ﷺ کی ایک ایک ادا کی پیروی کی اور آپ ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

پیغمبر کی امت سے قبل وفات کا امت کو فائدہ تب پہنچتا ہے جب کہ وہ امت ان کی اقتداء کرنے والی اور ان کے دین پر قائم رہنے والی ہو جیسا کہ صحابۂ کرام اور سلف صالح نے آپ ﷺ کی اتباع اور پیروی کی اور دنیا کے کونے کونے میں دعوت حق کو پہنچا دیا۔

(نزهة المتقين : ۱/ ۳۸۳)

البَاب (۵۲)

بَابُ فَضْلِ الرَّجآءِ
رجاء کی فضیلت

۱۵۶۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ : اِخْبَارًا عَنِ الْعَبْدِ الصَّالِح

﴿ وَأُفَوِّضُ أَمْرِيٓ إِلَى ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ بَصِيرُۢ بِٱلۡعِبَادِ ﴿٤٤﴾ فَوَقَىٰهُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِ مَا مَكَرُواْۖ ﴾

اللہ تعالیٰ عبد صالح کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ان برائیوں سے بچا لیا جن کی انہوں نے تدبیریں کیں۔'' (غافر:۴۴)

تفسیری نکات: فرعون کی قوم میں سے ایک شخص ایمان لے آیا، یہ شخص اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور چھپ چھپ کر اپنی قوم کے لوگوں کو حق کی جانب متوجہ کرتا رہتا تھا۔ رفتہ رفتہ قوم فرعون کو اس کے ایمان کا علم ہو گیا اور وہ اس کے قتل کے در پے ہو گئے اور اس کے پکڑنے کے لیے دوڑے۔ اس شخص نے کہا کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں وہی اپنے بندوں کا محافظ اور ان کا نگران ہے اور یہ کہہ کر یہ شخص پہاڑ کی طرف بھاگ گیا اور فرعون اور اس کے لوگوں کی گرفت سے بچ گیا۔ اور اسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی نجات عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ بندے کے گمان کے مطابق معاملہ فرماتے ہیں

۴۴۰۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّه' قَالَ: '' قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ وَاَنَا مَعَه' حَيْثُ يَذْكُرُنِیْ وَاللّٰهِ لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَآلَّتَه' بِالْفَلَاةِ وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا، وَاِذَا اَقْبَلَ اِلَیَّ يَمْشِیْ اَقْبَلْتُ اِلَيْهِ اُهَرْوِلُ '' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَهٰذَا لَفْظُ اِحْدٰی رِوَايَاتِ مُسْلِمٍ وَتَقَدَّمَ شَرْحُه' فِی الْبَابِ قَبْلَه'، وَرُوِیَ فِی الصَّحِيْحَيْنِ : ''وَاَنَا مَعَه' حِيْنَ يَذْكُرُنِیْ '' بِالنُّوْنِ وَفِی هٰذِهِ الرِّوَايَةِ ''حَيْثُ'' بِالثَّاءِ وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ .

(۴۴۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اور اللہ کی قسم اللہ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا تم میں سے وہ شخص خوش ہوتا ہے جسے جنگل میں اپنی گم شدہ چیز مل جاتی ہے اور جو ایک بالشت مجھ سے قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس کے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب

وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ مسلم کی روایات میں سے ایک روایت کے ہیں اور اس کی شرح سابق باب میں گزر چکی ہے اور صحیحین میں ہے کہ اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے یعنی ن کے ساتھ حین اور اس روایت میں حیث ہے اور دونوں صحیح ہیں۔

تخریج حدیث (۴۴۰): صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ تعالیٰ ﴿ ویحذرکم اللّٰہ نفسہ ﴾. صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بھا.

کلمات حدیث: ضالتہ : اس کی گمشدہ شئے ، اس کی گم شدہ سواری۔ ضل ضلالا (باب سمع وضرب) راستہ سے بھٹکنا، راہ گم کر دینا، کسی چیز کا ضائع یا گم ہونا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں پر بہت مہربان ہیں وہ ان پر انعام واکرام کرتے ہیں اور ان کے ساتھ فضل وکرم فرماتے ہیں وہ اپنے بندوں کے گمان وخیال میں آنے والی باتوں کو بھی پورا فرما دیتے ہیں اور جب بندہ اپنے مالک کے بارے میں گمان کرتا ہے کہ وہ اس کی دعا قبول فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ احسان فرماتے اور اس کی دعا قبول فرما لیتے ہیں۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں'' کے معنی ہیں قبولیتِ توبہ کا گمان، استغفار کے وقت مغفرت کا گمان اور اعمالِ حسنہ پر ثواب واجر کا گمان۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اس یقین کے ساتھ مانگو کہ اللہ ضرور تمہاری دعا کو قبول فرمائے گا۔ صرف دعا ہی نہیں بلکہ ہر عمل صالح میں یہی یقین واثق ہو کہ درِ قبول ضرور کھلا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے قبول فرمائیں گے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہی وعدہ فرمایا ہے کہ اور ان کے یہاں وعدہ میں تخلف نہیں ہے۔

اللہ کا بندہ اپنے خالق ومالک کو یاد کرتا ہے تو اللہ سبحانہ بھی اسے یاد فرماتے ہیں اگر بندہ اللہ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے تو اللہ بھی اپنی رحمت وکرم سے اس کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اور اگر وہ مجلس میں یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنے فضل وکرم فرشتوں کی مجلس میں ذکر کرتے ہیں۔

اور جب بندہ رجوع اور انابت کے ساتھ پلٹ کر اللہ کی جانب آتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس قدر خوش ہوتے ہیں جیسے کوئی شخص کسی چٹیل بے گیاہ میدان میں سفر کر رہا ہو، اس کی ذرا سی آنکھ لگ گئی۔ دیکھا تو سواری غائب اور اسی پر اس کا کھانے پینے کا سامان، اب سوائے اس کے کہ اس صحراء میں موت آ کر اسے دبوچ لے کچھ بھی نہیں ہر امید منقطع اور ہر سہارا ختم۔ پریشانی کی شدت میں پھر غفلت ہوئی اب کہ جو آنکھ کھلی تو اس کی سواری پاس ہی کھڑی تھی۔ اس وقت اس شخص کو کس قدر خوشی ہوگی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کے توبہ کرنے سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

(فتح الباری : ۸۵۱/۳۔ روضۃ المتقین : ۴۷۰/۱۔ دلیل الفالحین : ۲۸۶/۲)

اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنے کا حکم

۴۴۱۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُمَا اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِہٖ

بِثَلٰثَةِ اَيَّامٍ يَقُوْلُ : "لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا هُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۴۴۱) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کی وفات سے تین دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کسی شخص کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴۴۱): صحیح مسلم ، کتاب الجنة ، باب الامر بحسن الظن باللّٰہ تعالٰی عند الموت .

کلمات حدیث: ظن : گمان ۔ ظن ظنا (باب نصر) گمان کرنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت فضل وکرم کی امید رکھے اور ان کی رحمتوں کا خواستگار رہے، ہر وقت عمل صالح کرتا رہے اور ہر وقت اس فکر میں لگا رہے کہ اسے برائیوں سے مجتنب رہنا ہے۔ غرض معاصی سے اجتناب اعمال صالحہ کی جانب سبقت اور اللہ کی رحمت اور فضل وکرم کی جستجو یہ امور ایسے ہیں جن سے بندہ اپنے خاتمہ بالخیر کی امید رکھ سکتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بندہ کو اس حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں اس کی موت واقع ہوگی۔ یعنی اگر موت کے وقت بندہ اعمال صالحہ میں لگا ہوا برائیوں سے احتراز اور اجتناب کرتا ہوا اور قلب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے لبریز ہو تو یہی حالت اللہ تعالیٰ برقرار رکھیں گے اور اس بندے کو اپنی بے کراں رحمت کا مستحق بنائیں گے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٣٢﴾ ﴾

"ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو" (شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۷/ ۱۷۲)

گناہ کی مقدار جتنی بھی ہوگی توبہ سے معاف ہوجاتے ہیں

۴۴۲۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَادَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِيْ، يَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ ، يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ لَوْ اَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِهَا الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ : وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

"عَنَانُ السَّمَآءِ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ قِيْلَ هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا اَيْ ظَهَرَ اِذَا رَفَعْتَ رَاْسَكَ . وَقِيْلَ: هُوَ السَّحَابُ : وَ "قُرَابُ الْاَرْضِ" بِضَمِّ الْقَافِ وَقِيْلَ بِكَسْرِهَا وَالضَّمُّ اَصَحُّ وَاَشْهَرُ وَهُوَ : مَا يُقَارِبُ مِلَاَهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۴۴۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے فرزند آدم علیہ السلام تو مجھ سے جتنا مانگے اور جیسی مجھ سے امید رکھے میں تیری ساری خطائیں معاف کردوں گا خواہ تیرے عمل کیسے ہی ہوں۔ اے

آدم کے بیٹے مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ اگر تیری خطائیں آسمانوں کی بلندیوں تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے گا تو میں تجھے معاف کر دوں گا۔ اے آدم کے بیٹے اگر تو میرے پاس زمین بھر کر گناہوں کے ساتھ آئے اور مجھ سے اس حالت میں ملے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں تیرے پاس زمین بھر کر مغفرت لے آؤں گا۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس حدیث کو حسن کہا)

عنان السماء: عین کے زبر کے ساتھ یعنی وہ شئے جو تیرے لیے ظاہر ہو اور اگر تو سر اٹھائے تو اسے دیکھ لے۔ کسی نے کہا کہ اس کے معنی بادل کے ہیں۔ قراب الارض: ق کے پیش کے ساتھ۔ کسی نے کہا کہ ق کے زیر کے ساتھ لیکن پیش کے ساتھ زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ یعنی اس کو بھر کر۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث (۴۴۲): الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب غفران الذنوب ومهما عظمت.

کلمات حدیث: رجوتنی: تو نے مجھ سے امید کی۔ رجا رجاء (باب نصر) امید رکھنا۔

شرح حدیث: اللہ کا مؤمن بندہ ہر وقت اللہ سے اس کے فضل و کرم اور خیر کا طالب رہے اور اپنی خطاؤں اور لغزشوں پر معافی کا طلب گار رہے۔ اصل بات یہ ہے کہ غفلت اور کوتاہی تو ہر وقت قابل معافی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ سرکشی اور بغاوت نہ ہو اور ایسی غفلت نہ ہو کہ کبھی پلٹ کر رجوع کرنے کی توفیق نہ ہو، اگر بھول چوک سے بغیر اصرار کے اور بغیر تمرد اور سرکشی کے خطائیں سرزد ہو جائیں اور اللہ کا بندہ اللہ سے معافی کا خواستگار ہو اور اس سے دعاء رجاء کا تعلق ہو تو اگر اس کے گناہوں کی چٹان آسمانوں کو چھولے اور اس کی لغزشوں کے انبار سے ساری زمین بھر جائے۔ اللہ ان سب کو معاف فرما دیں گے۔

مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہیں وہ سراپا رحمت ہیں اور ہر وقت درگزر کرنے کے لیے تیار ہیں۔ شرط یہی ہے کہ بندے اس کی جانب رجوع کریں اور توبہ کریں اور دعاء کے لیے ہاتھ پھیلا دیں۔ (دلیل الفالحین: ۲/۲۸۸)

البَابُ(٥٣)

الْجمع بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ
خوف اور رجاء دونوں کو جمع رکھنے کا بیان

اللہ کا بندہ حالتِ صحت میں ہو تو اس کے لیے پسندیدہ امر یہ ہے کہ وہ خائف اور راجی ہو اور خوف و رجاء ہر دو پہلو برابر ہوں اور حالتِ مرض میں رجاء کو غالب رکھے۔ کتاب اور سنت سے مأخوذ قواعد اس پر واضح طور پر دلالت کرتے ہیں۔

١٥٧. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ﴿٩٩﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے ڈر سے مگر خرابی میں پڑنے والے۔'' (الاعراف:٩٩)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ کیا یہ لوگ جو دنیا کی عیش و راحت میں ست ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھے۔ ان کو اس بات سے بے فکر نہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر رات کے وقت یا دن کے وقت کسی بھی حالت میں آ سکتا ہے جیسا کہ پچھلی قوموں پر آیا ہے۔ اس لیے تقاضائے عقل یہ ہے کہ آدمی ان واقعات سے عبرت حاصل کرے اور اللہ کی گرفت اور اس کی ناراضگی سے بے فکر ہو کر نہ بیٹھا رہے۔ (معارف القرآن ٤/ ١٦)

١٥٨. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّهُۥ لَا يَاْيْـَٔسُ مِن رَّوْحِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٨٧﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اللہ کے ڈر سے وہی نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں۔'' (یوسف:٨٧)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ان کی رحمت سے مایوس ہونا کافروں کا شیوہ ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انہیں اللہ کی قدرتِ کاملہ اور رحمتِ واسعہ کا صحیح ادراک ہی نہیں ہوتا ان کا سارا حساب مادی ہوتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر مایوسیوں کی گھٹائیں بھی امڈ آئیں اور مشکلات کے پہاڑ راستے میں کھڑے ہو جائیں وہ ہرگز اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔

١٥٩. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ﴾

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جس دن بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے چہرے کالے سیاہ۔'' (آل عمران:١٠٦)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں ایک جھلک ہے اس روز کی جب اہل ایمان کے چہرے سفید اور کافروں کے چہرے سیاہ پڑ چکے

ہوں گے۔ سورۂ قیامہ میں ہے کہ کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ یعنی ہشاش بشاش ہوں گے اور ان کی آنکھیں محبوبِ حقیقی کے دیدارِ مبارک سے روشن ہوں گی۔ (تفسیر عثمانی)

١٦٠. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ ٱلْعِقَابِ وَإِنَّهُۥ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٧﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''بے شک تمہارا رب جلد عذاب دینے والا ہے اور وہ یقیناً بخشنے والا مہربان ہے۔'' (الاعراف:١٦٧)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد عذاب دینے والا ہے یعنی بڑے لوگوں پر گرفت اور مواخذہ میں دیر نہیں لیکن جو توبہ کرے اور نادم ہو کر اللہ کی طرح رجوع کرے تو اس کی بخشش اور اس کی رحمت بے پایاں ہے۔

١٦١. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ﴿١٣﴾ وَإِنَّ ٱلْفُجَّارَ لَفِى جَحِيمٍ ﴿١٤﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''بے شک نیکوکار نعمتوں والی جنت میں ہوں گے اور بدکردار جہنم میں جائیں گے۔'' (الانفطار:١٣)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ نیک لوگ ہمیشہ کی نعمتوں میں رہیں گے اور کافر آگ جہنم میں ہوں گے۔ جنت کی نعمتیں دائمی اور لازوال ہیں اور اسی لیے جنت کا نام دارالنعیم ہے۔ پھر یہ نعمتیں ہر خدشہ اور کھٹکے سے خالی ہیں اور ان میں یہ بھی اندیشہ نہیں کہ درمیان میں کوئی ایسی بات پیش آجائے گی جس سے نعمت اور تنعم کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

وزنی اعمال والے جنت میں جائیں گے

١٦٢. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَٰزِينُهُۥ ﴿٦﴾ فَهُوَ فِى عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَٰزِينُهُۥ ﴿٨﴾ فَأُمُّهُۥ هَاوِيَةٌ ﴿٩﴾ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِي هٰذَا الْمَعْنٰى كَثِيْرَةٌ فَيَجْتَمِعُ الْخَوْفُ وَالرَّجَآءُ فِي اٰيَتَيْنِ مُقْتَرِنَتَيْنِ اَوْ اٰيَاتٍ اَوْ اٰيَةٍ.

نیز فرمایا کہ

''جن کے اعمال کے وزن بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہوں گے اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے وہ ہاویہ میں ہوں گے۔''

(القارعۃ:٦)

اس مفہوم کی آیات بکثرت ہیں جن میں خوف و رجاء کا دو متصل آیتوں میں یا ایک آیت میں بیان ہے۔

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں فرمایا کہ جس کے اعمال اس روز وزنی ہوں گے وہ سراسر عیش و آرام میں رہے گا اور اعمال کا وزن

اخلاص اور ایمان کی نسبت ہوگا۔ جس قدر ایمان گہرا اور مضبوط، جس قدر خلوص و یقین اور جس قدر حسن نیت ہوگی اسی قدر اعمال کا وزن بڑھ جائے گا۔ دیکھنے میں کتنا ہی بڑا عمل ہو لیکن روح اخلاص سے خالی ہو وہ اللہ کے ہاں کچھ وزن نہیں رکھتا۔ ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ۝١٠٥﴾ "ہم روز قیامت انہیں کوئی وزن نہیں دیں گے۔" اور جن کے اعمال بے وزن اور ہلکے ہوں گے وہ ایک گڑھے میں پھینک دیئے جائیں گے جو گرم دہکتی ہوئی آگ سے لبریز ہوگا۔ (تفسیری مظہری۔ تفسیر عثمانی)

کافر کو اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت کا علم ہو جائے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہو

٤٤٣۔ وعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَاللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهٖ اَحَدٌ، وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٤٤٣) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے یہاں کتنی سزا ہے تو اس کی جنت کی آس ختم ہو جائے اور اگر کافر کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے یہاں کس قدر رحمت ہے تو کوئی شخص مایوس نہ رہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٤٤٣): صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب سعة رحمة اللّٰه وانها سبقت غضبه.

کلمات حدیث: قنط : ناامید ہونا۔ قنط قنوطاً (باب سمع ونصر) مایوس ہونا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی رحمتیں لامتناہی اس کے پاس موجود نعمتیں بے شمار اور اس کا فضل و احسان بے حد و بے حساب، اسی طرح قہر و غضب کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اگر انسان کو کچھ اندازہ ہو ان بے کراں رحمتوں کا اور ان بے حساب نعمتوں کا اور پھر اس کی بے دریغ عطاؤں بخشش کا تو کافر بھی آس لگا بیٹھے گا کہ یہ تو مجھے بھی مل جائے گا۔ یہی مضمون اس حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ اگر فی الواقع اللہ کے عذاب کا پتہ چل جائے تو مؤمن جنت کی طمع چھوڑ کر کہے کہ بس میں سزا سے بچ جاؤں یہی غنیمت ہے۔ اور اگر کافر کو وہاں کی نعمتوں اور ان کی عطاؤں بخشش کی بے کرانیوں کا علم ہو تو وہ بھی جنت میں جانے کی طمع کر بیٹھے۔

مقصود حدیث یہ ہے کہ آدمی خوف و رجاء کے ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر معاصی سے اجتناب کرے اور اعمالِ صالحہ میں لگا رہے۔ (روضة المتقين : ٢/٤٠٢۔ دليل الفالحين : ٢/٢٩١)

نیک صالح شخص کا جنازہ کہتا ہے جلدی پہنچاؤ

٤٤٤۔ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا النَّاسُ اَوِ الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ اِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ : قَدِّمُوْنِیْ، قَدِّمُوْنِیْ،

وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ : يَا وَيْلَهَا : اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۴۴۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جنازہ رکھا جاتا ہے لوگ اٹھاتے ہیں یا مرد اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں۔ اگر وہ جنازہ نیک آدمی کا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی آگے لے چلو مجھے جلدی آگے لے چلو اور اگر جنازہ برا آدمی کا ہوتا ہے تو کہتا ہے ہائے ہائے اس کی ہلاکت اسے کہاں لے جا رہے ہو، یہ آواز انسان کے سوا ہر شئے سنتی ہے اور اگر انسان سن لے تو چیخ مار کر بے ہوش ہو جائے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۴۴۴): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب حمل الرجال الجنازة .

کلمات حدیث: صعق : چیخ مار کر بے ہوش ہو جانا۔ صعق صعقا (باب نصر) چیخ مارنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں اللہ سبحانہ کی رحمت واسعہ اور عذاب شدید کا بیان ہے اور مقصود بیان یہ ہے کہ آدمی اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر کے عمل نہ چھوڑے اور عذاب کے خوف سے مایوس نہ ہو جائے۔ ایک حدیث مبارک میں ہے کہ ایمان خوف اور رجاء کے درمیان ہے اور اس کا مقصود یہ ہے کہ مؤمن وہ ہے جو عمل میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی خشیت اور تقویٰ بھی اسے آمادۂ عمل کرتا ہے اور اللہ سبحانہ کی رحمتوں کا شوق اور ان رحمتوں کے مستحق ہونے کی امید بھی اسے عمل میں لگائے رکھتی ہے۔ اس طرح خوف اور رجاء دونوں ہی اس کے ایمان کے لیے مددگار اور معین ثابت ہوتے ہیں۔

اگر مرنے والا اللہ کا نیک بندہ ہے تو اسے اپنی منزل جنت کی جانب جانے کا اور جلد وہاں پہنچ جانے کا اشتیاق ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو اور اگر مرنے والا برا آدمی تھا تو اس کا جنازہ پکارتا ہے تم مجھے اٹھا کر ہلاکت کی کس وادی میں لے جا رہے ہو۔ یہ آواز تمام مخلوقات سنتی ہیں سوائے انسان کے اور اگر انسان سن لے تو اسے ضبط کا یارا نہ رہے اور بے ہوش ہو جائے۔

تدفین میں جلدی کرنی چاہیے:

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنازہ صرف مرد اٹھائیں اور عورتوں کا جنازہ اٹھانا درست نہیں ہے اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ جنازہ کی تدفین میں جلدی کرنی چاہیے اور جس قدر جلد ممکن ہو اس کی تدفین سے فارغ ہو جائے کیونکہ اگر مرنے والا نیک اور صالح ہے تو وہ اپنی منزل کی جانب بسرعت روانہ ہو جائے اور اگر برا ہے تو انسان اس کے بوجھ سے جلد آزاد ہو جائیں۔

جنت کا قرب

۴۴۵ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۴۴۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت جوتے کے تسمے سے بھی

زیادہ قریب ہے اور جہنم بھی اسی طرح ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۴۴۵): صحیح البخاری : کتاب الرقاق، باب الجنة اقرب الی احدکم من شراك نعله .

کلمات حدیث: شراك نعله : اس کے جوتے کا تسمہ۔ شراك النعل : جوتے کا تسمہ۔

شرح حدیث: حصول جنت کا بہت آسان ہے بس ایمان اور عمل اور ہر کام میں رضائے الٰہی کی جستجو، شریعت کے احکام پر عمل اولا دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن جب آدمی عمل کرنے لگتا ہے تو آسان ہو جاتا ہے اور پھر عمل کرتا رہتا ہے۔

تو اعمال صالحہ اس کی عادت اور فراغ کا حصہ بن جاتے ہیں اور اس کی طبیعت ثانیہ ہو جاتے ہیں اور پھر اسے کوئی دشواری باقی نہیں رہتی بلکہ عمل کرنا اس کے لیے زیادہ سہل اور آسان ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں ارشاد ہے: " کل میسر لما خلق " ہر انسان کے لیے وہ عمل سہل بنا دیا گیا ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے۔

ابن بطال فرماتے ہیں کہ طاعت و بندگی جنت میں پہنچانے والی ہے اور ہوائے نفس کی پیروی اور معصیت جہنم کی طرف لے جانے والی ہے۔ حدیث مبارک میں ہے کہ بندہ کبھی بے دھیانی میں کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جو اللہ کی رضا اور خوشنودی اپنے دامن میں لیے ہوئے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اس کے درجات بلند فرما دیتے ہیں اور کبھی بندہ بے خیالی میں ایسی بات کہہ دیتا ہے جس میں اللہ کی ناراضگی ہوتی ہے اور وہ بات اسے جہنم میں پھینک دیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بندۂ مؤمن کسی بھی عمل خیر کو چھوٹا اور کم نہ سمجھے کیا خبر ہے وہی عمل قلیل اللہ کی رضا کا سبب بن جائے اور کسی برائی کو حقیر نہ سمجھے ہو سکتا ہے کہ وہ برائی اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ بن جائے اور اس بات کا لحاظ اعمال، اخلاق، احوال اور اقوال ہر جگہ رہنا چاہیے۔ (فتح الباری : ۳/۳۸٤۔ عمدة القاری : ۲۳/۱۱۹۔ روضة المتقین : ۲/۵)

البَابُ (٥٤)

فضل البکآء من خشیة اللّٰہ تعالیٰ و شوقاً الیه

گریہ از خشیت الٰہی اور شوقِ لقاءِ باری

١٦٣ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۩ ﴿١٠٩﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور اس سے ان کے خشوع میں اوراضافہ ہو جاتا ہے۔'' (الاسراء: ١٠٩)

قرآنِ کریم سنتے وقت رونا مستحب ہے

تفسیری نکات: آیت میں ان اہل ایمان کا ذکر ہوا جو اللہ کی خشیت سے روتے ہیں اور اس رونے سے ان کی خشیت میں اور اضافہ ہوتا ہے۔قرآن کریم کے سننے کے وقت رونا مستحب ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے خوف سے رویا وہ جہنم میں نہ جائے گا، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں لوٹ جائے اور چونکہ تھنوں سے نکلا ہوا دودھ دوبارہ ان میں نہیں لوٹایا جا سکتا، اسی طرح اللہ کی خشیت میں رونے والا جہنم میں نہیں جا سکتا۔ بغوی نے حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو اللہ کے خوف سے روئی اور اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو اللہ کی راہ میں بیدار رہی اور اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو اللہ کی ممنوعات سے بند رکھی گئی یا فرمایا اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو اللہ کی راہ میں پھوڑی گئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مؤمن بندے کی آنکھ سے اللہ کے خوف سے آنسو نکلتے ہیں خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں، اللہ نے آگ کو اس پر حرام کر دیا ہے۔ (تفسیر مظہری۔ معارف القرآن)

١٦٤ . وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔'' (النجم: ٥٩)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں کفار سے خطاب ہے کہ کیا تم اس کلام پر تعجب کر رہے ہو اور ہنس رہے ہو حالانکہ تمہیں یہ کلام سن کر رونا چاہیے، یعنی قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے اور یہ کلام تمہارے سامنے آچکا ہے تم اس پر عمل کرو اور جو تمہاری کوتاہیاں اور بداعمالیاں ہیں ان پر اللہ کے سامنے عاجزی کرو اور روؤ اور خشیت وتضرع کا اظہار کرو۔ ذکر قیامت اور عذاب آخرت کا سن کر چاہیے تھا کہ خشیت الٰہی سے رونے لگتے اور اس سے نجات کے لیے اللہ کی جانب رجوع کرتے کہ کسی عاقل کو زیبا نہیں کہ انجام سے غافل ہو کر نصیحت

وفہمائش کی باتوں پر ہنسے اور مذاق اڑائے بلکہ لازم ہے کہ بندگی کی راہ اختیار کرے اور مطیع و تابعدار ہو کر جبین نیاز خداوند قہار کے سامنے جھکا دے۔ (تفسیر عثمانی)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

رسول اللہ ﷺ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن سننا

۴۴۶. وعن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال لي النبي صلى الله عليه وسلم: "اقرأ علىّ القرآن" قلت: يا رسول الله اقرأ عليك و عليك أنزل؟ قال "إني أحب أن أسمعه من غيري" فقرأت عليه سورة النساء حتى جئت إلى هذه الآية:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾﴾

قال: "حسبك الآن" فالتفت إليه فإذا عيناه تذرفان متفق عليه.

(۴۴۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو قرآن سناؤں؟ قرآن کریم تو آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنے علاوہ کسی اور سے سننا پسند ہے۔ اس پر میں نے آپ ﷺ کے سامنے سورۃ النساء کی تلاوت کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾﴾

''اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنائیں گے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس کافی ہے اور جب میں آپ ﷺ کی جانب متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں میں آنسو بہہ رہے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۴۴۶): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ النساء، باب فكيف إذا جئنا. صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل استماع القرآن.

کلمات حدیث: تذرفان: آنسو بہا رہی ہیں۔ ذرف ذرفاً (باب ضرب) آنسو بہنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے قرآن کریم سناؤ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کو سناؤں اور قرآن کریم تو آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے اور آپ ﷺ ہی اس کے معانی اور حقائق سے بخوبی آشنا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی تلاوت کرنے کے علاوہ دوسروں سے بھی تلاوت کراوں۔ غرض حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کی مگر جب وہ اس آیت پر پہنچے کہ ''اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ ﷺ کو ان پر گواہ بنائیں گے۔'' یعنی ان کافروں کا کیا برا حال ہوگا اس وقت جب ہم بلائیں گے ہر امت اور

ہرقوم میں سے گواہ جوان کے حالات بیان کرے گا اور گواہی دے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا یعنی ہر امت کا نبی ان پر گواہی دے گا اور تم کو اے محمد ﷺ تمہاری امت پر گواہ بنائیں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہؤلاء کا اشارہ انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کی طرف ہے اور مطلب یہ ہوا کہ انبیاءِ سابقین جیسے اپنی امت کے کفار کے کفر اور فساق کے فسق کی گواہی دیں گے تم بھی اے محمد ﷺ ان سب کی بداعمالیوں پر گواہ ہو گے۔

اس آیت پر پہنچ کر رسولِ کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بس کافی ہے۔ انہوں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ آبدیدہ تھے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے اپنی امت پر شفقت کے طور اور احوالِ قیامت سے اثر انگیزی کی بنا پر آنسو بہہ رہے تھے۔

قرآن کریم کی تلاوت کرنے یا سننے کے وقت رونا اور آمادۂ گریہ ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ طبیعت پر کلامِ الٰہی کی تاثیر مرتب ہوئی ہے جو بذاتِ خود ایک امر مستحسن ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن سنتے ہوئے رونا عارفین کی صفت اور صالحین کا شعار ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت یا اس کے سماع کے وقت رونا مستحب ہے اور امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قراءت قرآن کے وقت رونا مستحب ہے اور اگر رونا نہ آتا ہو تو رونے کی صورت بنا لینا اور خوف وخشیت کا اظہار بھی مستحب ہے۔

(فتح الباری : ۲/ ۷۲۰ـ تحفة الأحوذی : ۸/ ۳۷۲ـ شرح صحیح مسلم للنووی : ۶/ ۷۶)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر خشیتِ الٰہی سے گریہ طاری ہونا

۴۴۷۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَبَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ فَقَالَ : " لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلاً وَلَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا " قَالَ فَغَطّٰی اَصْحَابُ رسولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِیْنٌ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَسَبَقَ بَیَانُهٗ فِی بَابِ الْخَوْفِ .

(۴۴۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے ایسا خطبہ دیا کہ اس سے پہلے میں نے اس جیسا خطبہ نہیں سنا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تمہیں وہ باتیں معلوم ہو جائیں جو مجھے معلوم ہے تو تم کم ہنسو اور بہت زیادہ روؤ۔" اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے اور ان کے رونے کی آواز سنائی دی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۴۴۷): (یہ حدیث باب الخوف میں گزر چکی ہے)

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس امتِ مسلمہ کے سب سے بہترین سب سے زیادہ اعلیٰ اور منتخب افراد تھے، وہ آپ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور آپ کی صحبت سے وہ روحانی ارتقاء اور تزکیۂ نفس کے اس قدر اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے تھے کہ وہ آپ ﷺ کی مجلس میں ایسا محسوس کرتے تھے جیسے جنت ودوزخ ان کی آنکھوں کے سامنے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی طبیعتیں بڑی جلد فرمانِ نبوت ﷺ کا اثر قبول کر لیتیں۔ چنانچہ جب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں وہ جانتا ہوں جو اگر تم جانتے تو ہنستے کم اور رونا زیادہ ہو جاتا۔ تو

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جان گئے کہ آپ ﷺ عالم آخرت کے واقعات وحوادث کی طرف اشارہ فرمار ہے ہیں۔اس پرخشیت الٰہی سے ان پر گر یہ طاری ہو گیا۔ (روضة المتقين : ٢/٦۔ دليل الفالحين: ٢/٢٩٥)

جہنم کی آگ اور اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار جمع نہیں ہو سکتے

۴۴۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " لاَ يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكیٰ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰی يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ، وَلاَ يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۴۴۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے خوف سے رو پڑا ہو، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے اور اللہ کے راستے میں ناک میں جانے والا غبار اور جہنم کا دھواں بھی اکٹھے نہیں ہوں گے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۴۴۸): الجامع للترمذی، ابواب الجهاد، باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل اللّٰه .

کلمات حدیث: دخان : دھواں۔جمع أدخنه .

شرح حدیث: اللہ کی خشیت سے اگر کبھی کسی بندہ مومن کی آنکھ سے آنسو نکل آئے تو اللہ تعالیٰ اس پر اس قدر رحمت وفضل وکرم فرمائیں گے کہ اس کو جہنم کی آگ سے محفوظ فرمادیں گے۔ ایسے شخص کو جہنم کی آگ پہنچنا اس قدر دشوار اور محال ہوگا جیسے جانور کے تھنوں سے دودھ نکال کر دوبارہ تھنوں میں واپس پہنچانا اور اسی طرح اگر کسی کی ناک میں جہاد فی سبیل اللہ کے راستے میں اٹھنے والا گرد وغبار چلا گیا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی ناک کو جہنم کی آگ کے دھوئیں سے محفوظ فرمادیں گے۔

(تحفة الاحوذی : ٧/١٦۔ دليل الفالحين : ٢/٧)

تنہائی میں اللہ کو یاد کر کے آنسو بہانا

۴۴۹. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لاَ ظِلَّ اِلاَّ ظِلُّهُ: اِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالیٰ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَ رَجُلاَنِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لاَ تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِياً فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۴۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات افراد ہیں جو روز قیامت اللہ کے عرش کے سائے میں ہوں گے یہ ایسا دن ہوگا جس دن اس کے سایہ رحمت کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (۱) امام عادل، (۲) وہ

نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پلا بڑھا ہو، (٣) وہ شخص جس کا دل مساجد میں معلق ہو، (٤) وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں جمع ہوئے ہوں اور اسی پر جدا ہوئے ہوں، (٥) وہ شخص جسے کوئی حسین و صاحب حیثیت عورت (برائی کیلئے) بلائے اور وہ کہے کہ نہیں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں (٦) اور وہ شخص جو صدقہ دے اور اس کو اس قدر چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا، (٧) اور وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہہ نکلے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٤٤٩): مؤطا امام مالك رحمه الله، كتاب الشعر، باب ما جاء في المتحابين في الله .

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ کی امت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بغیر حساب کتاب جنت میں پہنچ جائے آپ نے فرمایا ہاں وہ جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہو۔

غرض یادِ الٰہی میں گریہ وزاری اللہ کے یہاں ایک محبوب عمل ہے اور ایسا شخص ان سات میں ایک ہے جو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی خوفِ خدا کی کیفیت

٤٥٠. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهِ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ فِي الشَّمَائِلِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(٤٥٠) حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ کے سینہ میں سے رونے کی آواز اس طرح آ رہی تھی جس طرح ہانڈی کے پکنے کی آواز آتی ہے۔ (یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اپنی شمائل میں بسند صحیح ذکر کیا ہے)

تخریج حدیث (٤٥٠): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب البكاء في الصلاة .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بنی عامر کے وفد میں شامل ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے چھ احادیث مروی ہیں۔

کلماتِ حدیث: أزيز : ہانڈی کے پکنے کی آواز۔ أزّ أزاً (باب نصر) دیگچی کا جوش مارنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ اللہ کے رسول اور نبی ہیں، حضرت جبرئیل امین آپ کے پاس وحی لے کر آتے تھے اللہ سبحانہ کے جلال و جمال کا جو شعور و احساس اللہ کے رسول ﷺ کو ہو سکتا ہے وہ دنیا کے کسی انسان کو نہیں ہو سکتا اور جن امورِ غیب پر رسول اللہ ﷺ مطلع تھے ان پر کوئی اور مطلع نہیں ہو سکتا اس لیے آپ ﷺ اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے خود ارشاد

فرمایا:

" لأخشاكم لله وأتقاكم له ."

''میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کی خشیت اختیار کرنے والا اور اس کا سب سے زیادہ تقوای اختیار کرنے والا ہوں۔''

غرض اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کی عظمت کا اثر رسولِ کریم ﷺ پر ہوتا اور آپ ﷺ گریہ فرماتے اور یہ گریہ وزاری آپ ﷺ کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت تھی۔ (تحفة الاحوذی : ١٠/٥٤٠ ۔ دليل الفالحين : ٢/٢٩٧)

حضرت ابی بن کعب کو سورۂ بینہ سنانا

٤٥١۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ " إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ ﴿ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا ﴾ " قَالَ وَسَمَّانِيْ ؟ قَالَ : نَعَمْ " فَبَكَى أُبَيٌّ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَفِيْ رِوَايَةٍ : فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِيْ .

(٤٥١) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ سناؤں حضرت ابی نے دریافت کیا کیا اللہ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، یہ سن کر حضرت اُبی بن کعب رونے لگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٤٥١): صحيح البخارى، كتاب المناقب، باب مناقب ابىّ رضى الله عنه . صحيح مسلم، كتاب المسافرين، باب استحباب قراء ة القرآن على اهل الفضل .

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں سورۂ ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ تمہارے سامنے تلاوت کروں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تعجب کا اظہار فرماتے ہوئے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تمہارا نام لے کر فرمایا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر شدتِ گریہ طاری ہو گیا، یہ گریہ تضرع و عاجزی کا تھا کہ کہاں میں اور کہاں اللہ سبحانہ کا میرا نام لے کر فرمانا، یا یہ گریہ سرور و شادمانی کا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر فضل و کرم کیا اور یہ مرتبہ عطا فرمایا۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی کو تعجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بصراحت آپکا نام لیا ہے اور گریہ یا تو خوشی اور مسرت سے تھا یا خوف و خشیت سے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے انعام و اکرام کا شکر کیسے ادا ہو۔

اور رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنانا اس لیے تھا کہ انہیں اس سورۂ میں تثبت حاصل ہو اور اس لیے کہ قرآن کریم کے سننے اور سنانے کی سنت قائم ہو۔ (فتح البارى : ٢/٤٥٢ ۔ روضة المتقين : ١/٩ ۔ دليل الفالحين : ٢/٩)

اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو رُلانے کا واقعہ

۴۵۲۔ وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا اِلَيْهَا بَكَتْ " فَقَالَا لَهَا : مَا يُبْكِيْكِ ؟ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَاعِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ، اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ اِنِّيْ لَااَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنِّيْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَآءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَآءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ زِيَارَةِ اَهْلِ الْخَيْرِ .

(۴۵۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ چلو ہم ام ایمن سے ملاقات کے لیے چلتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ان سے ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ ان دونوں حضرات نے کہا کہ آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ جو اللہ کے یہاں ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زیادہ خیر ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ جو اللہ کے یہاں ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زیادہ خیر ہے میں تو اس بات پر روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اس بات کو سن کر ان دونوں کو بھی رونا آ گیا اور یہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۴۵۲): صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل ام ایمن ۔

کلمات حدیث: انتهينا : ہم پہنچ گئے۔ انتهى انتهاء (باب افتعال) نہایت تک پہنچنا۔

شرح حدیث: حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ یاد آ گئے اور یہ بات یاد آ گئی کہ کتنی بڑی خیر آپ ﷺ کے وجود سے امت کے لیے وابستہ تھی اور کس قدر خیر و برکات آپ ﷺ کے وجود سے قائم تھیں جو باقی نہ رہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندوں سے لوگوں کے لیے جو خیر وابستہ ہوتی ہے اور ان کے چلے جانے سے اہل دنیا ان کی برکات سے محروم ہو جاتے ہیں اس پر اللہ والوں کو رنج و افسوس ہوتا ہے کہ ہم خیر سے محروم ہو گئے۔ یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ (دليل الفالحين : ۲۹۸/۲)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کے لیے امام مقرر فرمایا

۴۵۳۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْعُهٗ قِيْلَ لَهٗ فِي الصَّلٰوةِ : قَالَ :"مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ" فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ . فَقَالَ :" مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ" وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

قَالَتْ قُلْتُ : ، اِنَّ اَبَابَكْرٍ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَآءِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۵۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ ﷺ سے نماز کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم کرو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرم دل آدمی ہیں جب وہ تلاوت کرتے ہیں تو ان پر گریہ غالب آجاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انہوں نے عرض کیا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو شدت گریہ سے اپنی آواز لوگوں کو نہ سنا پائیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۴۵۳): صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب صدا المريض ان يشهد الجماعة . صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب استخلاف الامام إذا عرض له عذر .

کلمات حدیث: رقيق : نرم دل۔ رق رقة (باب ضرب) رحم کھانا۔ نرم دل ہونا۔ رقيق القلب : نرم دل۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں حکم فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور آپ ﷺ نے اس بات کو بتاکید اور مکرر فرمایا جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کی خلافت کے سب سے زیادہ مستحق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور اسی بات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا اور فرمایا جس شخص کو اللہ کے رسول ﷺ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا اسے ہم اپنی دنیا کے لیے بھی پسند کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت رقیق القلب تھے اور تلاوتِ قرآن کے وقت آپ پر گریہ طاری ہو جاتا تھا نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول کریم ﷺ سے بہت محبت تھی۔ اس بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب ہیں یہ آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نماز میں تلاوت قرآن کی آواز مقتدیوں تک پہنچ نہیں پائے گی۔

(فتح الباري : ۱/۵۳۶ ۔ عمدة القاري : ۵/۲۰۰)

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کفن کا ناکافی ہونا

۴۵۴. وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِماً فَقَالَ : قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّيْ، فَلَمْ يُوْجَدْ لَهٗ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ : اِنْ غُطِّيَ بِهَا رَاْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهٗ، ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ . اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا . قَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۴۵۴) حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے ان کے سامنے افطار کے لیے کھانا لایا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مصعب شہید کر دیئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ ان کے لیے کفن میسر نہ تھا ایک چادر تھی اگر سر ڈھانپ دیا جائے تو پیر کھل جائیں اور اگر پیر ڈھانپ دیئے جائیں تو سر کھل جائے۔ پھر دنیا کو ہمارے لیے وسیع کر دیا گیا۔ یا انہوں نے کہا کہ پھر ہم کو دنیا کی فراخی عطا کر دی گئی۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں تو نہیں دے دیا گیا۔ اس کے بعد وہ رونے لگے اور کھانا بھی چھوڑ دیا۔ (بخاری)

کلمات حدیث: عجلت : جلدی کر دی گئی، جلدی دیدی گئی۔ عجل تعجیلا (باب تفعیل) جلدی کرنا۔

شرح حدیث: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ایک جلیل القدر صحابی ہیں ایک روز آپ روزے سے تھے افطار کے وقت آپ کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ اس وقت تک جو اللہ کی نعمتوں کی فراوانی ہو چکی تھی ان کا خیال کر کے آپ کا خیال اس دور کی طرف چلا گیا جب مسلمان عسرت و تنگی کی زندگی گزار رہے تھے اور اسی حوالہ سے حضرت مصعب بن عمیر یاد آ گئے جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مصعب مجھ سے بہتر تھے مگر انہیں پورا کفن میسر نہ تھا ایک چادر تھی سر ڈھکتے تو پاؤں کھل جاتے تھے پیر ڈھکتے تو سر کھل جاتا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے اس دور کا اس دور سے موازنہ کیا اور انہیں یہ فکر دامن گیر ہو گئی کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم نے اسلام کے دور میں جو نیکیاں کیں ان کا اجر و ثواب دنیا میں ہی ہمیں دیا جا رہا ہے۔ اس پر آپ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ کھانے سے بھی دست کش ہو گئے۔ (فتح الباری : ۱/۷٦٦۔ دلیل الفالحین : ۲/۳۰۰)

دو قطرے اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں

۴۵۵. وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عُجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالیٰ مِنْ قَطْرَتَیْنِ وَاَثَرَیْنِ قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ. وَاَمَّا الْاَثَرَانِ فَاَثَرٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تَعَالیٰ وَاَثَرٌ فِیْ فَرِیْضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ تَعَالیٰ". رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

(۴۵۵) حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے، آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے آنکھ سے ٹپک پڑے اور قطرۂ خون جو اللہ کے راستے میں بہا دیا جائے اور دو نشانوں میں سے ایک وہ نشان جو اللہ کے راستے میں لگ جائے اور دوسرے وہ نشان جو اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کو پورے کرتے ہوئے پہنچے۔ (اس حدیث کو ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا اور حسن کہا ہے)

حدیث (۴۵۵): الجامع للترمذی، ابواب الجهاد، باب ما جاء فی فضل المرابط.

کلمات حدیث: اثرین : دو اثر، دو نشان، دو علامتیں، اثر کا تثنیہ۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کو دو قطرے اور دو نشان بہت پسند ہیں، ایک قطرہ آب جو کسی صاحب ایمان وتقویٰ کی آنکھ سے خشیتِ الٰہی سے نکل آئے۔ دوسرا قطرۂ خون جو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے شہید کے بدن سے بہہ نکلے اور دو نشانوں میں سے ایک اللہ کے راستے میں جہاد میں کوئی زخم مجاہد کے جسم پر آ جائے اور وہ نشان جو اللہ کا مقرر کیا ہوا فرض پورا کرنے میں جسم پر لگ جائے۔ جیسے مسجد کی طرف جانے یا حج پر چل کے جانے میں پیروں پر نشان، یا سردی میں وضو سے ہاتھ پیروں کا پھٹنا، یا وضو کے پانی کا جسم پر باقی رہنا، گرم پتھریلی زمین پر پیشانی کا پھٹ جانا اور روزہ دار کے منہ میں بو ہو جانا وغیرہ۔ غرض چھوٹا بڑا کوئی نشان جو اللہ کی بندگی میں جسم پر رہ جائے وہ اللہ کو بہت محبوب ہے۔ (تحفة الاحوذی : ٥/٣٠٥۔ روضة المتقين : ٢/١١)

٤٥٦۔ وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ مِنْهَا حَدِيْثُ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ، وَقَدْ سَبَقَ فِي بَابِ النَّهْيِ عَنِ الْبِدَعِ.

(٤٥٦) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسی پر اثر نصیحت فرمائی کہ ہمارے دل کانپ اٹھے اور ہماری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

تخریج حدیث (٤٥٦): سنن ابی داؤد، باب لزوم السنة. الجامع للترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء في الاخذ في السنة واجتناب البدعة.

شرح حدیث: مقصودِ حدیث خشیتِ الٰہی سے رونا ہے۔ اس باب میں متعدد احادیث اس موضوع پر آئی ہیں اور یہ حدیث کا ایک حصہ ہے مکمل حدیث اور اس کی شرح باب فی الامر بالمحافظة على السنة وآدابها میں گزر چکی ہے۔

(روضة المتقين : ٢/١٤)

البَابُ(٥٥)

فضل الزهد في الدنيا والحث على التقلل منها وفضل الفقر
زہد فی الدنیا کی فضیلت اس میں کمی کی ہدایت اور فقر کی فضیلت

دنیاوی زندگی کی مثال

١٦٥ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّمَا مَثَلُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلْأَنْعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ ٱلْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَٱزَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ أَتَىٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِٱلْأَمْسِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا پس اس زمین کا سبزہ جس کو لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلا۔ یہاں تک کہ جب زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور خوب مزین ہوئی اور زمین کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ ہم اب اس پر بالکل قابض ہو گئے ہیں تو اس حال میں دن یا رات میں اس پر کوئی حادثہ آ پڑا تو وہ ایسی ہوگئی گویا بالکل یہاں پر کچھ بھی نہ تھا ہم اسی طرح صاف صاف نشانیوں کو بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (یونس:٢٤)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں انسان کی دنیا کی زندگی کی مثال بیان کی ہے کہ جیسے آسمان سے خوب پانی برسا اور زرخیز زمین نے اپنی ساری زرخیزی اگل ڈالی اور خوب پھل پھول اور سبزہ نکل آیا اور کثرت نباتات کی یہ کیفیت ہوئی کہ پتے اور شاخیں آپس میں الجھ گئیں۔ غرض ہر طرف رونق چھا گئی اور ساری زمین مزین ہو گئی۔ اب مالکوں نے سمجھا کہ اب یہ سب پیداوار ہماری ہے تو ناگاہ ہمارا حکم آ پہنچا اور سب کھیتی برباد ہو گئی اور ایسی ہو گئی جیسے یہاں پہلے کچھ تھا ہی نہیں۔ اسی طرح انسان کی دنیاوی زندگی کا حال ہے کہ خواہ کتنی ہی حسین اور دلکش نظر آئے حتیٰ کہ بے وقوف لوگ اس کی رونق اور دلربائی پر مفتون ہو کر اصل حقیقت کو فراموش کر دیں لیکن اس کی یہ شادابی اور زینت و محبت محض چند روزہ ہے جو بہت جلد زوال و فنا کے ہاتھوں نسیاً منسیاً ہو جائے گی۔ (معارف القرآن۔ تفسیر عثمانی)

١٦٦ . وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ ٱلرِّيَٰحُ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾ ٱلْمَالُ وَٱلْبَنُونَ زِينَةُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَٱلْبَٰقِيَٰتُ ٱلصَّٰلِحَٰتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ﴿٤٦﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''ان سے دنیا کی مثال بیان کر دیجئے جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا پس اس کے ساتھ زمین کا سبزہ رل مل گیا کہ وہ ریزہ ریزہ ہوجائے کہ اس کو ہوا اڑائے لیے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔ مال اور اولاد دنیوی زندگی کی ایک رونق ہے اور جو اعمالِ صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔'' (الکهف:۴۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ دنیا کی عارضی بہار اور فانی اور سریع الزوال تر و تازگی کی مثال ایسی سمجھو کہ خشک اور مردہ زمین پر بارش کا پانی پڑا وہ یک بیک جی اٹھی گنجان درخت اور مختلف اجزاء سے رلا ملا سبزہ نکل آیا لہلہاتی کھیتی آنکھوں کو بھلی معلوم ہونے لگی مگر چند روز ہی گزرے کہ زرد ہو کر سوکھنا شروع ہوگئی آخر ایک وقت آیا کہ کانٹ چھانٹ کر برابر کر دی گئی پھر ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑ گئی۔ یہی حال دنیا کے دیدہ زیب و آبلہ فریب بناؤ سنگھار کا سمجھو چند روز کے لیے خوب ہری بھری نظر آتی ہے اور آخر میں فنا ہی فنا ہے۔ مال و اولاد تو دنیا کی زینت ہیں یہ آخرت میں کام نہیں آتے آخرت میں کام آنے والی وہ نیکیاں جو باقی رہیں گی کہ آخرت کی زندگی کا مدار عمل صالح پر ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر عثمانی)

دنیوی زندگی محض ایک کھیل کود ہے

۱۶۷۔ وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ اَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت و آرائش اور تمہارے آپس میں فخر و مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ کی خواہش ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بارش کہ اس سے کھیتی انسانوں کو بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے، پھر اے دیکھنے والے تو اس کو دیکھتا ہے کہ وہ پک کر زرد پڑ جاتی ہے پھر وہ چورہ چورہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں کافروں کے لیے سخت عذاب اور مؤمنوں کے لیے اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو فریب کا سامان ہے۔'' (الحدید: ۲۰)

تفسیری نکات: اس تیسری آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ دنیا کی زندگی لعب و لہو اور زینت و تفاخر ہے اور مال و اولاد کی کثرت ہے یہ سارا سامان فانی اور بہت جلد زائل ہو جانے والا ہے جیسے کسی کھیتی کی رونق و بہار چند روزہ ہوتی ہے پھر زرد پڑ جاتی ہے اور آدمی اور جانور اس کو روند کر چورا کر دیتے ہیں اور خوبصورتی اور شادابی کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ یہی حال دنیا کی زندگی اور اس کے ساز و سامان کا سمجھو کہ وہ فی الحقیقت ایک دغا کی پونجی اور ایک دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ آدمی اس کی ظاہری دلفریبی سے دھوکہ کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا اور وہ ہے ایمان اور عمل صالح۔

(معارف القرآن۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر عثمانی)

لوگوں کے شہوات اور عورتوں کی محبت محبوب بنادی گئی

١٦٨ . وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ ٱلشَّهَوَٰتِ مِنَ ٱلنِّسَآءِ وَٱلْبَنِينَ وَٱلْقَنَٰطِيرِ ٱلْمُقَنطَرَةِ مِنَ ٱلذَّهَبِ وَٱلْفِضَّةِ وَٱلْخَيْلِ ٱلْمُسَوَّمَةِ وَٱلْأَنْعَٰمِ وَٱلْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَٱللَّهُ عِندَهُۥ حُسْنُ ٱلْمَـَٔابِ ﴿١٤﴾ ﴾

اور فرمایا:

''لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزوں میں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت معلوم ہوتی ہے مگر یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔''

(آل عمران: ۴۰)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ انسان کے لیے عورتوں، اولاد، سونا چاندی اور مال مویشی کی محبت کو خوبصورت اور دلآویز بنا دیا گیا ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ دنیا کا سارا نظام انسان کی ان چیزوں سے قلبی الفت اور تعلق سے وابستہ ہے اگر انسان کی ان اشیاء سے محبت ختم ہو جائے تو دنیا کا سارا نظام برہم ہو جائے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ دنیا دار الامتحان ہے دیکھنا یہ ہے کہ کون باقی کو فانی پر ترجیح دیتا اور کون آخرت کی نعمتوں کو دنیا کی متاع فانی پر ترجیح دیتا ہے اور عمل صالح کے ذریعے آخرت کی تیاری کرتا ہے اور کون دنیا کی اس ظاہری اور فانی دلکشی میں کھو کر اپنی عاقبت برباد کرتا ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر عثمانی)

١٦٩ . وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴿٥﴾ ﴾

اور فرمایا:

''اے لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور فریب دینے والا شیطان تم کو فریب نہ دے دے۔''

(فاطر: ۵)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں تمام عالم انسانیت کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کا وعدہ برحق اور سچا ہے دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کی پرفریب زندگی سے دھوکہ میں مبتلا ہو جاؤ اور شیطان تمہیں اللہ کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا کر دے۔ یعنی ایک دن دنیا کی یہ بہار ختم ہو جائے گی اور یہ باغ اجڑ جائے گا اور تمہیں اپنے اعمال کے حساب کے لیے پیش ہونا پڑے گا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کی ابھی سے تیاری کی ضرورت ہے، دیکھو شیطان تمہارا دشمن ہے وہ کہیں تمہیں کسی فریب میں نہ مبتلا کر دے۔ (تفسیر عثمانی)

مال ودولت کی بہتات نے غافل بنادیا

١٧٠. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٤ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝٥ ﴾

اور فرمایا کہ:

''تم کو مال کی بہتات نے غافل کردیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جادیکھیں۔ دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا دیکھو اگر تم جانتے یعنی علم الیقین رکھتے۔'' (التکاثر: ١)

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں ارشاد ہوا کہ تمہاری ہلاکت اور بربادی کا اصل سبب تکاثر ہے اسنے تمہیں حقیقت سے غافل کردیا اور ایسی گہری غفلت طاری کردی کہ قبروں میں جاپڑے مگر آنکھ نہ کھلی۔ یعنی مال ودولت کی کثرت اور دنیا کے ساز وسامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے اور نہ آخرت کی فکر۔ بس شب وروز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال ودولت کی بہتات ہو۔ یہ پردہ غفلت کا نہیں اٹھتا اور موت آجاتی ہے۔ دیکھو مال واولاد کام آنے والی چیزیں نہیں ہیں یہ حقیقت عنقریب تم پر منکشف ہوجائے گی اور تم بالیقین جان لوگے کہ دنیا اور دنیا کی ہر شئے فانی اور آخرت ہی دارالبقاء ہے۔

(معارف القرآن۔ تفسیر عثمانی)

١٧١. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

اور فرمایا:

''اور یہ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور تماشا ہے اور ہمیشہ کی زندگی کا مقام تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ سمجھتے۔''

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَشْهُوْرَةٌ، وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَاَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصٰى فَنُنَبِّهُ بِطَرَفٍ مِنْهَا عَلٰى مَا سِوَاهُ .

تفسیری نکات: ساتویں آیت میں فرمایا کہ دنیا کی زندگی تو بس لہو ولعب اور کھیل اور تماشہ ہے یعنی جس طرح کھیل اور تماشہ ایک وقتی دلچسپی کا مشغلہ ہوتا ہے اور اس کے ذرا دیر بعد ختم ہوجاتا ہے دنیا بھی ایک ذرا دیر کا شغل ہے اور پھر سب کچھ فنا کے گھاٹ اتر جانے والا ہے اور آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے جو لافانی اور باقی رہنے والی ہے۔

اس مضمون سے متعلق آیات قرآن کریم میں بکثرت ہیں اور احادیث تو شمار سے بھی زیادہ ہیں، جن میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

دنیا کی کشمکش میں ہلاکت کا خوف

٤٥٧. وَعَنْ عَمْرِوبْنِ عَوْفِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رسولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَ ةَ بْنَ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِيْ بِجِزْيَتِهَا فَقَدِمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ رسولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلَّى رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوْا لَهٗ فَتَبَسَّمَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ ثُمَّ قَالَ: اَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَاعُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ؟ "فَقَالُوْا: اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ: "اَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْامَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَابُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٤٥٧) حضرت عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح کو بحرین سے جزیہ لانے کے لیے روانہ فرمایا۔ وہ بحرین سے مال لے کر آئے۔ انصار نے ان کی واپسی کی خبر سنی تو نمازِ فجر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نمازِ فجر کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ آپ کے سامنے آئے۔ آپؐ ان کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور فرمایا کہ تم نے ابوعبیدہ کے متعلق بحرین سے کچھ لانے کے بارے میں سنا ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اور خوشی والی چیزوں کی امید رکھو۔ اللہ کی قسم مجھے تمہارے فقر سے اندیشہ نہیں ہے بلکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا فراخ کر دی جائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فراخ کی گئی پھر تم دنیا کے حصول کیلئے کشمکش کرنے لگو جیسا کہ انہوں نے کشمکش کی اور تم بھی اسی طرح ہلاک ہو جاؤ جیسا کہ وہ ہلاک ہوئے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٤٥٧): صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقاق .

راویٔ حدیث: حضرت عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ نے اسلام کے اولین دور میں اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ ان سے سات احادیث مروی ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں انتقال فرمایا۔

(الاستیعاب : ٢/ ٤٥١)

کلماتِ حدیث: جزیہ: مسلم ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں پر عائد ہونے والا ٹیکس جس کے بدلے حکومت ان کے جان و مال کے تحفظ کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ فتنا فسوھا : تم اس کے حصول کے لیے کشمکش کرو۔ تنافس (باب تفاعل) مال کے حصول اور اس کی طلب میں مسابقت اور خود لینا چاہنا اور دوسرے کا لینا ناپسند کرنا، یعنی حسد کا ابتدائی درجہ کہ حسد کے معنی ہیں دوسرے کے پاس موجود نعمت کے زوال کی تمنا کرنا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اہل بحرین سے معاہدہ صلح فرما کر وہاں علاء بن حضرمی کو امیر مقرر فرمایا تھا، بحرین کے بیشتر لوگ اس وقت مجوسی تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ کو اس علاقے کا جزیہ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا جب وہ واپس آئے اور انصار

نے ان کی آمد کے بارے میں سنا تو صبح کی نماز میں جمع ہو گئے۔ اس وقت مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے علاوہ اور بھی مساجد تھیں اور انصار اپنی مساجد میں نماز پڑھا کرتے اور جب کوئی امر مہم درپیش ہوتا تو سب مسجد نبوی ﷺ میں جمع ہوا کرتے تھے جیسا کہ اس موقع پر جمع ہوئے۔

اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں بشارت ہو اور پر امید رہو کہ یہ خوشیاں ملیں گی اور راحتیں آئیں گی۔ یہ بات آپ ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ہے اور جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح ہوا کہ تھوڑا ہی وقت گزرا کہ مالی خوش حالی کا دورہ ہو گیا اور فقر و تنگی کی جگہ وسعت و فراخی نے لے لی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تنگی اور فقر سے کوئی ڈر نہیں ہے میں تمہارے بارے میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تمہارے لیے معاشی فراخی پیدا ہو جائے اور تم دنیا کی کشمکش اور مزاحمت میں مبتلا ہو جاؤ جیسا کہ تم سے پہلے دیگر قومیں ہوئیں اور تم بھی اسی طرح ہلاک و برباد ہو جاؤ جیسا کہ وہ ہلاک و برباد ہوئیں۔

مال و دولت کی فراوانی فتنہ کا باعث بنتی ہے کیونکہ مال کی کثرت سے مال کی محبت پیدا ہوتی ہے اور پھر حصول مال و دولت میں باہم مزاحمت و منافست اور مقابلہ اور کشمکش پیدا ہوتی ہے جس سے نفرتیں اور عداوتیں جنم لیتی ہیں اور بخل و حرص اور حسد مزید خرابیاں پیدا کرتے ہیں جس سے آپس میں لڑائی جھگڑوں کی نوبت آتی ہے یہ تو دنیاوی اور معاشرتی نقصانات ہیں اور دین کا نقصان یہ ہے کہ مال کی محبت اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہوتی، جس قدر مال کی محبت میں اضافہ ہوگا اسی قدر خشیتِ الٰہی میں کمی آئے گی اور خشیتِ الٰہی میں کمی عمل صالح کے نقصان کا سبب بن جائے گی۔ (فتح الباری : ۲/۲۴۵۔ روضة المتقین : ۲/۱۶)

مال و دولت کی فراوانی فتنہ کا باعث ہے

۴۵۸. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَلَسَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَه'، فَقَالَ: "اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِیْ مَا یُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۴۵۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بعد جس چیز کا مجھے تمہارے بارے میں خوف ہے وہ دنیا کی زینت و آرائش ہے جس کا دروازہ تمہارے اوپر کھول دیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۴۵۸): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰة، باب الصدقة علی الیتامی . صحیح مسلم، کتاب الزکوة، باب تخوف ما یخرج من زهرة الدنیا .

کلمات حدیث: زهره : کلی، شگوفہ، جمع ازهار . زهرة الدنیا : دنیا کی دلکشی اور رونق۔

شرح حدیث: مال و دولت کی وہ آسودگی اور فراخی جو دنیا کی محبت دل میں ڈال دیتی اور اس کا گرویدہ بنا دیتی ہے اور حرص و طمع میں

مبتلا کرتی ہے، چونکہ انسان کو اخلاقی اور روحانی طور پر تباہ کر دیتی ہے اور اخروی ہلاکت کا مستوجب بنا دیتی ہے اس لیے رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کی مالی خوشحالی اور دنیاوی فراخی سے خوف کا اظہار فرمایا۔ اس میں اصل نکتہ مال کی محبت ہے۔ جس قدر حب مال بڑھے گی اسی قدر اس کے اخلاقی اور دینی مفاسد میں اضافہ ہوگا اور اگر دنیا کی محبت دل میں پیدا نہ ہو اور اکتسابِ مال اور اس کے خرچ میں ان حدود کی رعایت رکھی جائے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر فرمائی اور بکثرت فی سبیل اللہ انفاق کیا جائے تو مال کے ان مفاسد سے اللہ کے حکم سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ (مظاہر حق: ٤/ ٦٣٥)

دنیا اور عورتوں کے فتنے سے بچو

٤٥٩. وَعَنْهُ اَنَّ رسولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ: فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٤٥٩) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا شیریں اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ تم کو دنیا میں خلیفہ بنانے والا ہے تاکہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو پس دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٤٥٩): صحيح مسلم، كتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء .

کلماتِ حدیث: مستخلفکم : اللہ تمہیں اس دنیا میں نائب بنانے والا ہے تم اس میں وہی تصرف کرنا جس کی تمہیں اجازت دی گئی ہے۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک تنبیہ اور تحذیر ہے کہ اہل ایمان دنیا کے فتنوں میں نہ مبتلا ہو جائیں بلکہ دنیا کے بارے میں محتاط رہیں اور اعمالِ آخرت میں لگے رہیں۔ دنیا شیریں بھی ہے اور تر و تازہ بھی، جیسے کوئی بہت لذیذ پھل ہو جس میں لذت و شیرینی، خوبصورتی اور دلکشی، خوشبو اور مہک جمع ہو گئے ہوں اور انسان کی طبیعت میں اس کی شدید رغبت پیدا ہو جائے لیکن یہ لذت فانی ہے اور آنی ہے۔ اس کی خاطر دائمی اور باقی رہنے والے نعمتوں کا ضائع کر دینا خلافِ عقل ہے اس لیے چاہیے کہ دنیا کا برتنا اور اس میں تصرف کرنا اس طرح ہو جیسے ایک نائب اور خلیفہ کا ہوتا ہے کہ اس کا تصرف وہی ہوتا ہے جو اس کے مالک کا حکم ہوتا ہے۔ دنیا سراسر آزمائش ہے اور اس آزمائش میں نمایاں فتنہ عورت کا ہے اس لیے دنیا میں محتاط رہو اور عورت کے باب میں محتاط رہو۔ (شرح صحيح مسلم للنووی : ١٧/ ٤٦)

٤٦٠. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٤٦٠) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۴۶۰): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب التحریض علی القتال .

کلمات حدیث: عیش : زندگی۔ عاش عیشاً (باب ضرب) زندگی گزارنا۔

شرح حدیث: مراد یہ ہے کہ دنیا کی زندگی فانی اور زائل ہونے والی جبکہ آخرت کی زندگی ابدی اور لا فانی ہے اور مؤمن دنیا میں دنیا کے لیے نہیں جیتا بلکہ اس کی دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کے بنانے اور سنوارنے کے لیے ہے کہ آخرت کی زندگی ابدی اور سرمدی ہے اور وہ دار القرار اور دار البقاء ہے نہ وہاں دنیا کا رنج وغم نہ فکر و پریشانی نہ تردد و حیرانی بلکہ وہاں کی زندگی عیشۃ راضیۃ مرضیۃ کی تصویر ہے۔ اس لیے فرمایا اے اللہ زندگی درحقیقت آخرت کی زندگی ہے۔

خندق کی کھدائی کے موقع پر صحابۂ کرام خندق کھود رہے تھے اور خندق کی مٹی اپنی پیٹھ پر لاد کر لے جا رہے تھے اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا "اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔" اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ خندق کھودتے ہوئے صحابۂ کرام یہ رجز پڑھ رہے تھے:

نحن الذین بایعوا محمدا علی الجهاد ما حیینا ابدا

"ہم نے محمد سے بیعت کی ہے جہاد کی جب تک ہم زندہ ہیں۔"

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" اللهم لا عیش الا عیش الآخرة فاکرم الانصار والمهاجرة ."

"اے اللہ! زندگی نہیں ہے مگر آخرت کی زندگی۔ تو انصار اور مہاجرین کو عزت عطا فرما۔"

(فتح الباری : ٢/٤٤٩۔ عمدة القاری : ١٧/٣٦٢)

میت کے تین ساتھی

۴٦١. وَعَنْهُ عَنْ رسولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: "يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلاثَةٌ اَهْلُه' وَمَالُه' وَعَمَلُه' فَيَرْجِعُ اِثْنَانِ وَيَبْقىٰ وَاحِدٌ : يَرْجِعُ اَهْلُه' وَمَالُه' وَيَبْقىٰ عَمَلُه' " مُتَّفَقٌ عَلَيْه .

(٤٦١) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں میت کے پیچھے جاتی ہیں اس کے اہل وعیال، اس کا مال اور اس کا عمل۔ پھر دو تو واپس آ جاتی ہیں اور ایک ساتھ رہ جاتی ہے۔ اہل وعیال اور مال واپس آ جاتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۴٦١): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت صحیح مسلم، ابواب الزهد والرقاق .

کلمات حدیث: یتبع : پیچھے جاتا ہے۔ تبع تبعًا (باب سمع) پیچھے چلنا، جمع اتباع .

شرح حدیث: دنیا کی زندگی میں آدمی کے تین رفیق اور ساتھی ہوتے ہیں جو اس دنیا کی زندگی میں اس کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں،

اہل وعیال، مال اور عمل۔ زندگی اختتام کو پہنچتی ہے تو سب سے پہلے مال ہے جو اپنے رفیق کو چھوڑتا ہے کہ ادھر جان نکلی ادھر مال غائب، اہل وعیال البتہ میت کو اٹھا کر قبرستان تک ساتھ چلتے ہیں اور قبرستان سے وہ بھی واپس آجاتے ہیں۔ البتہ عمل ساتھ رہتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی قبر میں جاتا ہے چنانچہ روایت ہے کہ ''جب مردہ قبر میں لیٹ جاتا ہے تو ایک شخص حسین وجمیل خوش پوشاک اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ میں تیرا عمل صالح ہوں۔''

(فتح الباری : ٣/١-٤٠١۔ عمدة القاری : ٢٣/١٤٨۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ١٨/٧٤۔ روضة المتقین : ٢/١٨)

جہنم میں غوطہ لگانے کے بعد آدمی دنیا کے ناز ونعمت کو بھول جائے گا

٤٦٢۔ وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''يُؤتىٰ بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ : يَاابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّبِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ : لَاوَاللّٰهِ يَا رَب، وَيُؤْتىٰ بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ : يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ مَا مَرَّبِيْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَاَيْتُ شِدَّةً قَطُّ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٤٦٢) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت جہنمیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ نعمتوں والا ہوگا اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر کہا جائے گا کہ فرزند آدم کیا تو نے دنیا میں کوئی بھلائی دیکھی تھی کیا تجھے دنیا میں کوئی نعمت ملی تھی۔ وہ کہے گا نہیں اللہ کی قسم اے میرے رب۔ پھر جنتیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب لوگوں سے زیادہ دکھی ہوگا۔ اسے جنت کا ایک غوطہ دیا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا اے فرزند آدم تو نے کبھی کوئی دکھ دیکھا ہے کبھی تیرے اوپر کوئی سخت وقت گزرا ہے۔ وہ کہے گا نہیں اللہ کی قسم اے میرے رب نہ میں نے کبھی کوئی دکھ دیکھا اور نہ مجھ پر کبھی سخت وقت گزرا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(٤٦٢): صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار.

کلمات حدیث: فیصبغ: اسے ڈبویا جائے گا، غوطہ دیا جائے گا۔ صبغ صبغاً (باب نصر) رنگنا، ڈبونا۔ صبغ یده فی الماء : پانی میں ہاتھ ڈبویا۔ صبغ فلانا بالنعیم : نعمتوں سے چھپا دینا۔

شرح حدیث: دنیا کی جن نعمتوں کے پیچھے آدمی دیوانہ وار دوڑتا ہے اور اس کے حصول کی خاطر ہر برائی کا ارتکاب کرتا ہے اس کی حقیقت مرنے کے بعد اتنی سی ہوگی کہ جو شخص دنیا میں سب سے زیادہ منعم ہوگا اسے ذرا سا جہنم کا مزہ چکھایا جائے گا اور وہ دنیا کی عیش اس طرح بھول جائے گا جیسے یہاں اسے کبھی کوئی نعمت ملی ہی نہ تھی اور جو شخص یہاں دشواریوں اور تکالیف میں زندگی گزار رہا ہوگا اور اس نے کبھی کوئی راحت نہ دیکھی ہوگی اسے ذرا سی جنت کی جھلک دکھائی جائے گی وہ دنیا کی ہر کلفت اور مشقت کو بھول جائے گا اور کہے گا کہ میں

نے دنیا میں کوئی مشقت اور کلفت نہیں دیکھی۔ (شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۲۲/۱۷۔ روضة المتقین : ۱۹/۲)

دنیا کی قدر و قیمت

۴۶۳. وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَا الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَایَجْعَلُ اَحَدُکُمْ اُصْبُعَه' فِی الْیَمِّ فَلْیَنْظُرْ بِمَ یَرْجِعُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۴۶۳) حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی انگلی دریا میں ڈبوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کی انگلی پر کتنا پانی لگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۴۶۳): صحیح مسلم، کتاب الجنة ونعیمها، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامة.

راوی حدیث: حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ صغار صحابہ میں سے ہیں رسول اللہ ﷺ کے دور میں چھوٹے تھے۔ آپ سے سات احادیث مروی ہیں۔ (دلیل الفالحین : ۳۱٤/۲)

کلمات حدیث: یم : دریا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بیان فرمایا گیا ہے کہ دنیا کی نعمتوں اور آخرت کی نعمتوں میں فرق کی نسبت کیا ہے فرمایا کہ یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص دریا کے پانی میں انگلی ڈبوئے تو جس قدر پانی اس کی انگلی کو لگ سکتا ہے یہی مناسبت ہے دنیا کی نعمتوں کی آخرت کی نعمتوں کے ساتھ، کیونکہ دنیا کی ہر نعمت فانی ہے اور آخرت کی ہر نعمت ابدی اور لازوال ہے۔ (روضة المتقین : ۲۰/۲)

آپ ﷺ کا مردہ بکری کے بچہ کے پاس سے گزر ہوا

۴۶۴. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوْقِ وَالنَّاسُ کَنَفَتَیْهِ فَمَرَّ بِجَدْیٍ اَسَکَّ مَیِّتٍ فَتَنَاوَلَه' فَاَخَذَ بِاُذُنِهٖ ثُمَّ قَالَ : "اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ هٰذَا لَه' بِدِرْهَمٍ؟ " فَقَالُوْا مَانُحِبُّ اَنَّه' لَنَا بِشَیْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهٖ ؟ ثُمَّ قَالَ : "اَتُحِبُّوْنَ اَنَّه' لَکُمْ قَالُوْا: وَاللّٰهِ لَوْکَانَ حَیًّا کَانَ عَیْبًا اِنَّه' اَسَکُّ فَکَیْفَ وَهُوَ مَیِّتٌ ! فَقَالَ، "فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْیَا اَهْوَنُ عَلَی اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَیْکُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۴۶۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بازار سے گزر رہے تھے اور لوگ آپ ﷺ کے دونوں جانب تھے۔ ایک بکری کے مردہ بچے کے پاس سے گزرے جس کے کان چھوٹے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون یہ چاہتا ہے کہ اس کو ایک درہم میں لے لے صحابہ نے عرض کی کہ ہم اس کو کسی بھی چیز کے عوض لینے کو تیار نہیں ہیں اور ہم اس کا کیا کریں گے۔ آپ ﷺ نے پوچھا تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ یہ بچہ تمہیں بلاعوض دے دیا جائے۔ صحابہ نے عرض کیا یہ تو اگر زندہ ہوتا تب بھی عیب دار تھا کہ اس کے کان چھوٹے ہیں اور مردہ کا تو سوال ہی کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ نکمی شئے ہے جتنا یہ مردار

تمہارے لیے ہے۔(مسلم)

کنفتیه : آپ ﷺ کے دونوں جانب۔أسک : چھوٹے کان والا۔

تخریج حدیث(۴٦۴): صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقاق .

کلمات حدیث: جدی : بکری کا بچہ۔

شرح حدیث: دنیا اللہ کی نظر میں ایک عیب دار مردار بکری کے بچے سے بھی زیادہ بے حقیقت ہے اس لیے دانائی یہ ہے کہ دنیا سے دل لگا کر آخرت کھوئی نہ کی جائے اور یہ دنیا اس قابل نہیں ہے کہ آدمی اس کے حصول کے لیے جد و جہد کرے اس پر وقت صرف کرے یا اس کی قیمت ادا کرے کہ اس ساری دنیا کی قیمت ایک درہم بھی نہیں ہے۔ (روضة المتقين : ٢/ ٢٠ ـ دليل الفالحين : ٢/٣١٥)

احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو صدقہ کردوں

٤٦٥ ـ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرَّةٍ بِالْمَدِينَةِ فَاسْتَقْبَلَنَا أُحُدٌ فَقَالَ : " يَا أَبَا ذَرٍّ" : قُلْتُ : لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ : فَقَالَ : " مَا يَسُرُّنِي أَنَّ عِنْدِي مِثْلَ أُحُدٍ هٰذَا ذَهَبًا تَمْضِي عَلَيَّ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ إِلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ إِلَّا أَنْ أَقُولَ بِهِ فِي عِبَادِ اللّٰهِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا" عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَعَنْ خَلْفِهِ ثُمَّ سَارَ فَقَالَ " إِنَّ الْأَكْثَرِينَ هُمُ الْأَقَلُّونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا " عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ خَلْفِهِ "وَقَلِيلٌ مَا هُمْ "ثُمَّ قَالَ لِي : مَكَانَكَ لَا تَبْرَحْ حَتّٰى آتِيَكَ ثُمَّ انْطَلَقَ فِي سَوَادِ اللَّيْلِ حَتّٰى تَوَارَى فَسَمِعْتُ صَوْتًا قَدِ ارْتَفَعَ فَتَخَوَّفْتُ أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ عَرَضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرَدْتُ أَنْ آتِيَهُ فَذَكَرْتُ قَوْلَهُ : "لَا تَبْرَحْ حَتّٰى آتِيَكَ فَلَمْ أَبْرَحْ حَتّٰى أَتَانِي فَقُلْتُ : لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتًا تَخَوَّفْتُ مِنْهُ فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ :"وَهَلْ سَمِعْتَهُ"؟" قُلْتُ : نَعَمْ قَالَ : ذَاكَ جِبْرِيلُ أَتَانِي فَقَالَ :مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا، دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ : وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ : " وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰكَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ !!

(۴٦۵) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ کی پتھریلی زمین سے گزر رہا تھا کہ ہمارے سامنے احد پہاڑ آ گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر! میں نے کہا کہ لبیک یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ پسند نہیں کہ اس پر تین دن گزریں اور میرے پاس اس میں سے ایک دینار بچا ہو سوائے اس کے کہ میں کچھ قرض کی ادائیگی کے لیے روک لوں۔ سوائے اس کے کہ میں اللہ کے بندوں میں پکاروں یہ لے لو یہ لے لو یہ لو لے دائیں بائیں اور پیچھے، پھر آپ ﷺ ذرا آگے چلے اور فرمایا کہ زیادہ مال و دولت والے ہی قیامت کے روز اجر و ثواب میں کم

ہوں گے سوائے ان لوگوں کے جو یہ کہیں لے لو لے لو دائیں بائیں اور پیچھے۔ اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہیں ٹھہر جاؤ، جب تک میں خود تمہارے پاس نہ آؤں، آپ ﷺ رات کے اندھیرے میں چلے گئے اور آپ ﷺ کا وجود میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے ایک بلند ہوتی ہوئی آواز سنی اور مجھے ڈر ہوا کہ کہیں کوئی دشمن تو آپ ﷺ کے سامنے نہیں آ گیا۔ میں نے سوچا کہ میں آپ ﷺ کے پاس پہنچوں لیکن مجھے آپ ﷺ کی بات یاد آ گئی کہ یہیں ٹھہر جاؤ جب تک میں خود تمہارے پاس نہ آ جاؤں۔ اس پر میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ آ گئے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک آواز سنی تھی جسے سن کر میں ڈر گیا اور میں نے آپ ﷺ سے ساری بات ذکر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بھی وہ آواز سنی؟ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبریل تھے جو میرے پاس آئے اور کہا کہ جو شخص تمہاری امت میں سے اس حال میں وفات پا جائے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے فرمایا اگر چہ وہ زنا اور چوری کرے۔ (متفق علیہ، یہ الفاظ بخاری کے ہیں)

تخریج حدیث(۴۶۵): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب المکثرون.

کلمات حدیث: تواری: چھپ گیا، آپ ﷺ کی ذات نظروں سے غائب ہوگئی۔ لا تبرح: تم اس جگہ سے نہ ہٹنا۔

شرح حدیث: زہد اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا میں آدمی اتنا مال اپنے پاس رکھے جس سے اس کی ضرورتیں پوری ہو سکیں، ضرورت سے زیادہ مال بجائے خود ایک فتنہ اور آزمائش ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر احد پہاڑ سونے کا ہو جائے تو میں اسے تین دن میں تقسیم کر دوں اور فرمایا کہ روزِ قیامت مال و دولت والے ہی اجر و ثواب میں کم ہوں گے سوائے اس دولت مند شخص کے جو دائیں اور پیچھے سب مال تقسیم کر دے۔

آخر میں فرمایا کہ جبرئیل نے آ کر کہا کہ اے اللہ کے رسول! تمہاری امت میں سے جو شخص اس حال میں وفات پائے کہ اس نے کبھی اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں جائے گا، اگر چہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرے یعنی وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائے گا یا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے گناہ معاف فرما دیں گے اور وہ سیدھا جنت میں چلا جائے گا۔ (فتح الباری : ۱۱۸۹/۱۔ روضة المتقین : ۲۱/۲۔ تحفة الأحوذی : ۴۳۹/۷)

بقدرِ دین مال کے علاوہ کا صدقہ

۴۶۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ' لَوْکَانَ لِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِیْ اَنْ لَا تَمُرَّ عَلَیَّ ثَلَاثُ لَیَالٍ وَعِنْدِیْ مِنْهُ شَیْءٌ اِلَّا شَیْءٌ اُرْصِدُه' لِدَیْنٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ !!

(۴۶۶) حضرت ابو ہریرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد کے برابر سونا ہو مجھے اس بات سے خوشی ہوگی کہ میری تین راتیں اس حال میں نہ گزریں کہ اس میں سے میرے پاس کچھ باقی ہو سوائے اتنے حصے کے جو

میں قرض کی ادائیگی کے لیے سنبھال کر رکھ لوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۴۶۶): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ ما احب ان لی عندی مثل احد ذھباً.

کلمات حدیث: ارصدہ: میں اس کی حفاظت کروں۔ أرصدہ لدین: میں قرض کے لیے اس کو حفاظت سے رکھ لوں۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت کا بیان ہے کہ اللہ کے راستے میں ہر وقت خرچ کیا جائے اور وجوہِ خیر میں صرف کیا جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر احد پہاڑ سونے کا ہو جائے تو میں نہیں چاہتا کہ تین دن سے زیادہ میرے پاس کوئی مال باقی رہے الا یہ کہ میں کچھ بچا کر بحفاظت اس لیے رکھوں کہ اس سے قرض کی ادائیگی کی جائے۔

(فتح الباری: ۱/۱۱۹۰)

دنیا میں اپنے سے کم حیثیت لوگوں کو دیکھنا چاہیے

۴٦٧. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَفِىْ رِوَايَةِ الْبُخَارِىِّ " اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِى الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ "!

(۴٦٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی طرف دیکھو جو تم سے نیچے ہیں اور ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہیں یہ بہتر طریقہ ہے اس بات کا کہ تم اللہ کی نعمتوں کو کم نہ سمجھو۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو مال میں اور حسن میں اس سے بڑھا ہوا ہو تو وہ اس آدمی کو بھی دیکھے جو اس سے نیچے ہو۔

تخریج حدیث(۴٦٧): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من ینظر الی من ھو اسفل منہ. صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقاق.

کلمات حدیث: أن لا تزدروا: یہ کہ تم حقیر نہ جانو۔ ازدراء: حقیر سمجھنا۔ أجدر: زیادہ حق دار، زیادہ موزوں، زیادہ مناسب۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک دانش وحکمت کا ایک بڑا ذخیرہ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی ایسے آدمی کو دیکھو جس کو اللہ نے تم پر فضیلت دی ہے یعنی وہ صحت وحسن میں تم سے زیادہ ہے یا خاندان اور اولاد میں زیادہ ہے یا اس کے پاس مال تم سے زیادہ ہے تو تم اس آدمی کی طرف بھی نظر کرو جو دنیا کی حیثیت میں تم سے کم ہو اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر تم اپنے سے زیادہ مالدار اور منعم کو دیکھو گے تو جن نعمتوں سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے وہ تمہیں کم اور بے حقیقت محسوس ہوں گی اور یہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری ہے۔ اس لیے اس کی تلافی یہ ہے کہ پھر تم اس شخص کو بھی دیکھو جو نعمتوں کے اعتبار سے تم سے کم ہوتا کہ پھر تم یہ سوچنے پر مجبور ہو جاؤ کہ اللہ کا

شکر ہے کہ میرے پاس اس شخص سے زیادہ نعمتیں ہیں۔ حالانکہ جو نعمتیں اللہ نے تمہیں دی ہیں تم اگر ان کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔ ﴿ وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ ٱللَّهِ لَا تُحْصُوهَآ ﴾ اور حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''مالداروں سے میل ملاپ کم رکھو کہ اس طرح تم اللہ کی نعمتوں کی ناشکری سے بچ جاؤ گے۔''

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارک بہت عمدہ مضامین اور نفیس معانی پر مشتمل ہے اور وہ یہ کہ جب بھی انسان اپنے سے کم تر انسان کی طرف دیکھے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ دنیا میں بے شمار لوگ ہیں جو ان نعمتوں سے محروم ہیں جو اس کو حاصل ہیں اور اس احساس کے ساتھ اس میں جذبۂ شکر بیدار ہوگا اور شکر پر اللہ تعالیٰ مزید نعمتیں عطا فرمائیں گے۔ جیسا کہ وعدۂ الٰہی ہے: (لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾ (اگر تم شکر کرو گے تو میں زیادہ دوں گا) حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے جد سے روایت کرتے ہیں کہ ''جس شخص میں دو خوبیاں ہیں وہ اللہ کے یہاں صابر و شاکر لکھا جائے گا، جو دنیا میں کسی کو اپنے سے کمتر دیکھے تو اپنے پاس موجود اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے اور جو دین میں اپنے سے بلند نظر آئے تو اس کی پیروی کرے۔

(فتح الباری : ٣/٣٨٤۔ عمدة القاری : ٢/١٢٠۔ روضة المتقین : ٢/٢٣۔ دلیل الفالحین : ٢/٣٢٠)

درہم و دنیا کے غلام کے لیے بددعاء

٤٦٨. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ وَالْخَمِيْصَةِ : إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ" ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ !!

(٤٦٨) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ برباد ہوا وہ آدمی جو مال و متاع کا غلام ہے مل گیا تو خوش ہوا اور نہ ملا تو ناراض۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٤٦٨): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الحراسة .

کلمات حدیث: تعس : ٹھوکر کھائے، گر پڑے، ہلاک ہو جائے۔ تعس تعساً (باب سمع) ہلاک ہونا، منہ کے بل گرنا۔ قطیفه : کپڑے کی ایک قسم، ایک خاص قسم کی چادر، جمع قطائف . خمیصه : سیاہ نشان والی چادر جمع خمائص . عبد الدینار والدرهم والقطیفة والخمیصة : درہم و دینار اور لباس و چادر کا غلام۔

شرح حدیث: مال و دولت اور لباس و زیبائش کی ایسی محبت کہ آدمی پیسے کا اور اپنے لباس و آرائش تن کا غلام بن کر رہ جائے، ایسا آدمی جو اس طرح دنیا کا بندۂ غلام بن جائے تو گویا فانی اشیاء میں اپنا دل لگائے ہوئے اور آخرت کی لافانی نعمتوں سے غافل ہے۔ غرض مال و متاع کی حد سے بڑھی ہوئی محبت اس کی غلامی میں مبتلا ہونا ہے جو ایک اخلاقی اور دینی برائی ہے بلکہ ضرورت سے زیادہ اشیاء کا جمع کرنا بھی برا ہے اور دولت کی نمائش اور اس پر افتخار بھی برائی ہے۔ دنیا ایک عارضی مستقر ہے اور اس کی ساری چیزیں عارضی ہیں اور آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ ﴿ وَإِنَّ ٱلدَّارَ ٱلْآخِرَةَ لَهِيَ ٱلْحَيَوَانُ ﴾ اس لیے ایک مؤمن کو چاہیے کہ دنیا میں دل

لگانے کی بجائے آخرت کی تیاری کر لے۔ (فتح الباری : ۳/ ۳۰۴)

اصحابِ صفہ کے فقر کی حالت

۴۶۹. وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ أَهْلِ الصِّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَآءٌ: إِمَّا إِزَارٌ وَ إِمَّا كِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرٰى عَوْرَتُهُ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ !!

(۴۶۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اصحابِ صفہ کے ستر آدمیوں کو دیکھا جن میں سے کسی کے پاس بھی پوری چادر نہ تھی یا تہبند یا کپڑا جسے وہ اپنی گردن میں باندھ لیتے تھے جو کبھی پنڈلی کے نصف تک پہنچتی اور بعض کی ٹخنوں تک ہوتی اسے وہ اپنے سامنے دونوں ہاتھوں سے پکڑے رہتا کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۴۶۹): صحيح البخاري، كتاب المساجد، باب نوم الرجال في المسجد .

کلمات حدیث: صفہ : مسجدِ نبوی ﷺ میں چبوترہ جس پر فقراء صحابہ بیٹھا کرتے تھے۔ رداء : وہ کپڑا جسم سے اوپر کے حصے کی پوشش کی جائے۔ ازار، تہبند : یعنی وہ کپڑا جو نیچے باندھا جائے۔ کساء : کپڑا، جمع اکسية.

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں مسجدِ نبوی ﷺ میں زمین سے تھوڑا سا اونچا چبوترا بنا دیا گیا تھا (اب بھی ہے) اس پر بیشتر ایسے صحابہ جو علم دین کے حصول کے لیے باہر سے آتے اور جو صحابہ تنگدست تھے بیٹھا کرتے، یہاں وہ علوم نبوت سیکھتے اور شمع نبوت کی روشنی سے اپنے قلوب کو منور کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ صفہ میں سے میں نے ستر صحابۂ کرام ایسے دیکھے جن کو پورا لباس میسر نہ ہوتا یا صرف لنگی ہوتی جسے وہ باندھ لیتے یا چادر ہوتی جسے وہ گردن میں باندھ لیتے اور سامنے سے دونوں کندھے ہاتھوں سے تھامے رکھتے کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔ یہ گویا صحابۂ کرام کی زندگی کی تصویر ہے جس کا عنوان ہے زہد و تقوای اور اللہ کے دین کے حصول اور اس کی اشاعت کے لیے رغباتِ دنیا سے منہ موڑ لینا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیثِ مبارک سے یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اصحابِ صفہ کی تعداد ستر تھی، ایسا نہیں ہے بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام سے پہلے اصحابِ صفہ کے ستر اصحاب رسول اللہ نے بئر معونہ بھیجے تھے جو شہید ہو گئے تھے۔ حاکم اور ابونعیم وغیرہ نے اصحابِ صفہ کے اسماءِ گرامی جمع کیے ہیں، جن سے ان کی کثرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ (فتح الباری : ۱/ ۴۴۴)

مؤمن کی دنیوی زندگی ایک قید خانہ ہے

۴۷۰. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ !!

(٤٧٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دنیا مؤمن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(٤٧٠): صحیح مسلم، کتاب الزھد و الرقاق.

کلمات حدیث: سجن : قیدخانہ۔ سجن سجنا (باب نصر) قید کرنا۔ سجین : قیدی۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں مؤمن احکام الٰہی کا پابند ہے، اس پر محرمات سے اور ممنوعات سے بچنا لازم ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ رب چاہی زندگی گزارے من چاہی زندگی نہ گزارے۔ یعنی مؤمن کی زندگی پابند ہے اور اس کی آزادی مفقود ہے اور یہی قید کا مفہوم ہے۔ جبکہ کافر کو آزادی ہے جس طرح چاہے اپنی زندگی گزارے اور جو جی چاہے کرے تو گویا وہ جنت میں ہے۔

یا یہ کہ دنیا کافر کے لیے جنت ہے اس عذاب کے مقابلے میں جس سے وہ آخرت میں دوچار ہوگا اور مؤمن کے لیے یہ دنیا قید خانہ ہے ان نعمتوں کے مقابلے میں جن سے وہ آخرت میں سرفراز ہونے والا ہے۔ (روضة المتقين: ٢/ ٢٥ ـ نزهة المتقين : ٢/ ٤٠٤)

دنیا میں مسافروں کی طرح رہو

٤٧١. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبَيَّ فَقَالَ : " كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ " وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ : "اِذَا اَمْسَيْتَ فَلاَ تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلاَ تَنْتَظِرِ الْمَسَآءَ وَخُذْ مِن صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ !!

قَالُوْا فِيْ شَرْحِ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَعْنَاهُ لاَ تَرْكَنْ اِلَى الدُّنْيَا وَلاَ تَتَّخِذْهَا وَطَنًا وَلاَ تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِطُوْلِ الْبَقَآءِ فِيْهَا وَلاَ بِالْاِعْتِنَآءِ بِهَا وَلاَ تَتَعَلَّقْ مِنْهَا اِلَّا بِمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْغَرِيْبُ فِيْ غَيْرِ وَطَنِهٖ وَلاَ تَشْتَغِلْ فِيْهَا بِمَا لاَيَشْتَغِلُ بِهِ الْغَرِيْبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الذِّهَابَ اِلٰى اَهْلِهٖ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ !!

(٤٧١) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھا اور فرمایا دنیا میں اس طرح رہو جیسے مسافر رہتا ہے، یا کوئی راستے سے گزر رہا ہوتا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کر اور صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کر اپنی تندرستی کے زمانے میں اپنی بیماری کے لیے تیاری کرو اور زندگی میں موت کے لیے تیاری کرو۔ (بخاری نے روایت کیا)

علماء نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ دنیا کی طرف نہ جھکو نہ اسے اپنا مسکن بناؤ اور نہ دل میں یہ آرزو بساؤ کہ میں یہاں عرصہ دراز رہوں اور نہ اس کا زیادہ اہتمام کرو۔ دنیا سے تمہارا تعلق بس اتنا ہو جتنا مسافر کو پردیس سے ہوتا ہے اور دنیا میں ان اشیاء کے ساتھ مشغول نہ ہو جنکے ساتھ وہ مسافر مشغول نہیں ہوتا جو اپنے گھر واپس جانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ وباللہ التوفیق

تخریج حدیث(٤٧١): صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ كن في الدنيا كأنك غريب.

کلمات حدیث: غریب : اجنبی، مسافر۔ جمع غرباء ۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی مسافر کہیں سے کسی بستی میں آجاتا ہے نہ لوگ اسے جانتے ہیں اور نہ وہ لوگوں کو جانتا ہے۔ وہ اس طرح ٹھہرتا ہے جیسے اسے کسی چیز سے رغبت نہیں ہے صرف چندروز وہ یہاں ٹھہرا ہے یہ وقت گزار کر وہ آگے چلا جائے گا۔ فرمایا بلکہ اس طرح زندگی گزارو جیسے کوئی راہ رو ہوتا ہے کہ وہ صرف راستہ عبور کرتا ہے کہ کسی طرح منزل قطع ہو اور وہ اپنے اصل ٹھکانے پر پہنچ جائے۔

صحت کے زمانے میں بیماری کے زمانے کی تیاری کرو اور زندگی میں موت کی تیاری کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی سے اپنے آپ کو اہل قبور میں شمار کرلو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ باتوں کو پانچ باتوں سے پہلے غنیمت جانو جوانی کو بڑھاپے سے پہلے صحت کو بیماری سے پہلے تونگری کو فقر سے پہلے فرصت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔

(فتح الباري : ٣٤٧/٣ ، عمدة القاري : ٢٢/ ٥٠ ـ روضة المتقين : ٢/ ٢٥ ـ تحفة الأحوذي : ٤٢/٧)

محبوب بننے کے نسخے

٤٧٢. وَعَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ، اِذَا عَمِلْتُه' اَحَبَّنِيَ اللّٰهُ وَاَحَبَّنِيَ النَّاسُ فَقَالَ : "اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَيْرُه' بِاَسَانِيْد حَسَنَةٍ !!

(٤٧٢) حضرت ابوالعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کوئی ایسا عمل بتائیں کہ جب میں وہ کروں تو اللہ بھی مجھے محبوب بنالے اور لوگ بھی مجھے محبوب رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور جو لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبت ہو جاؤ تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ (یہ حدیث حسن ہے جسے ابن ماجہ وغیرہ نے باسانید صحیحہ روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (٤٧٢): سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الزهد في الدنيا .

کلمات حدیث: ازهد: بے رغبتی اختیار کرو۔ زهد زهدا (کرم) بے رغبتی سے کسی شئے کو ترک کر دینا۔ زاهد : جو دنیا سے لگاؤ نہ رکھتا ہو، جمع زهاد ۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ہے کہ کسی نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیں کہ اللہ کے یہاں بھی محبوب ہو جاؤں اور اہل دنیا میں بھی محبوب ہو جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا دنیا سے زہد اللہ کا محبوب بناتا ہے اور لوگوں کے پاس جو مال ومتاع ہے اس

سے بے رغبتی ان کا منظور نظر بنا دیتی ہے۔

زہد کے معنی ترک دنیا نہیں بلکہ زہد کے معنی ترک حب دنیا ہیں کہ دنیا کی اشیاء میں دل اٹکا ہوا نہ ہو بلکہ دل آخرت کی تیاری میں لگا ہو اور دنیا سے حسب ضرورت مستفید ہو اور جو زائد از ضرورت ہے اس سے اعراض کرے۔

امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زہد اعلیٰ ترین مقام ہے اور سب مقامات میں افضل ہے کہ اس سے حب الٰہی عطا ہوتی ہے اور آدمی اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ (روضة المتقين : ٢/ ٢٨)

آپ ﷺ کی بھوک کی کیفیت

٤٧٣. وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا اَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا فَقَالَ : لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِىْ مَايَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلاَءُ بِهِ بَطْنَه' . رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

" اَلدَّقَلُ " بِفَتْحِ الدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْقَافِ : رَدِیْءُ التَّمْرِ !!

(٤٧٣) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ لوگوں کے پاس کس قدر دنیا آ گئی ہے میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ سارا دن بھوک کی وجہ سے پیٹ کے بل جھکے رہتے اور ردی کھجور بھی میسر نہ ہوتی کہ پیٹ بھر لیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٤٧٣): صحيح مسلم، اوائل كتاب الزهد والرقاق .

کلمات حدیث: الدَّقَلُ : ردی اور نکمی کھجور۔ یلتوی : جھکے رہتے۔ التوی التواء (باب افتعال) مڑنا۔ بھوک کا اضطراب۔

شرح حدیث: اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی کا یہ نقشہ تھا اور اہل ایمان کے لئے آپ کی سیرت مطہرہ کے ہر پہلو میں آپ ﷺ کی اقتداء اور پیروی لازم ہے۔

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (شرح صحيح مسلم للنووى : ١٨/ ٨٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کرامت

٤٧٤. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِيْ بَيْتِيْ مِنْ شَيْءٍ يَا كُلُه' ذُوْكَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِيْ رَفٍّ لِّيْ فَاَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ فَكِلْتُه' فَفَنِيَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !!

" قَوْلُهَا شَطْرُ شَعِيْرٍ " : اَیْ شَیْءٌ مِنْ شَعِيْرٍ كَذَا فَسَّرَهُ التِّرْمِذِیُّ !

(٤٧٤) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور میرے گھر میں

کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی ذی روح کھا سکے البتہ تھوڑے سے جو تھے جو عرصے تک اس میں سے لے کر کھاتی رہی پھر جب میں نے وہ ناپ لئے۔ تب وہ ختم ہو گئے۔ (متفق علیہ)

شطر شعیر کے معنی امام ترمذی رحمہ اللہ نے تھوڑے سے جو کے بیان کیے ہیں۔

تخریج حدیث(۴۷۴): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب نفقة نساء النبی ﷺ.

کلمات حدیث: رف : الماری، سامان رکھنے کا تختہ۔ جمع رفوف.

شرح حدیث: یہ رسول کریم ﷺ کی ازواج کی زندگی کا نقشہ ہے۔ جزیرہ نمائے عرب سارا کا سارا آپ ﷺ کے تابع فرمان ہو چکا تھا اور اس کی آمدنی آپ ﷺ کے قدموں میں تھی اس کے باوجود آپ ﷺ کی محبوب ترین اہلیہ کے ہاں جو کی اس معمولی سی مقدار کے سوا کچھ نہ تھا۔ (فتح الباري : ٢/٢٢٤۔ نزهة المتقين : ٢/٤٠٧)

رسول اللہ ﷺ کا ترکہ

۴۷۵۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَخِيْ جُوَيْرِيَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا اَمَةً وَلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِيْ كَانَ يَرْكَبُهَا وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيْلِ صَدَقَةً" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۴۷۵) حضرت عمرو بن الحارث، جو ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہما کے بھائی ہیں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بوقت وفات دینار و درہم لونڈی اور غلام یا کوئی اور چیز چھوڑ کر نہیں گئے سوائے اس سفید خچر کے جس پر آپ ﷺ سوار ہوتے تھے اور ہتھیار اور زمین جو آپ نے مسافروں کے لئے وقف کر دی تھی۔ (بخاری)

راوی حدیث: حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ قبیلہ خزاء سے تعلق رکھتے تھے اور ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ ان سے بخاری میں یہی ایک حدیث مروی ہے، اور ایک مسلم میں ہے یعنی کل دو احادیث مروی ہیں۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

تخریج حدیث(۴۷۵): صحیح البخاری، بکتاب الوصایا، باب الوصایا.

کلمات حدیث: سلاحہ۔ آپ ﷺ کے ہتھیار۔ سلاح ہتھیار جمع اسلحہ

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اس دار فنا سے دار بقاء کی جانب سفر فرمایا تو آپ ﷺ کے ترکہ میں درہم و دینار باندی اور غلام کچھ نہ تھا، سوائے سفید خچر، کچھ ہتھیار اور کچھ زمین کے۔ زمین سے مراد وہ باغ ہیں جو مدینہ منورہ فدک اور خیبر میں تھے۔ مدینہ میں بنو نضیر کی جائیداد تھی ۳ ھ میں غزوۂ احد کے موقع پر آپ ﷺ کو چند باغ ہبہ کئے گئے تھے۔ صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ ﷺ نے مستحقین میں تقسیم فرما دیے تھے فدک کی آمدنی مسافروں کے لئے وقف تھی اور خیبر کی آمدنی آپ ﷺ نے تین حصوں میں تقسیم فرما دی

تھی دو حصے عام مسلمانوں کے لئے اور ایک حصہ ازواج مطہرات کے سالانہ مصارف کے لئے تھا اور اس سے بھی جو بچ جاتا وہ فقراء مہاجرین پرصرف ہوتا۔

تحفۃ القاری میں ہے کہ فدک کی زمیں کا نصف وادی قری کی زمین کا تہائی خمس خیبر کا حصہ اور بنونضیر کی زمین تینوں کو آپ نے مسافروں کے لئے وقف فرمادیا تھا۔ یعنی اس مال کے علاوہ جو مسلمانوں کے لئے صدقہ تھا اور کوئی مال نہ تھا۔

(فتح الباري : ٢/١١٩ ـ روضة المتقين : ٢/٢٩ ـ دليل الفالحين : ٢/٣٣٠ ـ روضة الصالحين : ٢/٤٠٣)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فقر

٤٧٦. وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ نَمِرَةً فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رِجْلَيْهِ بَدَا رَاْسُهٗ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُغَطِّيَ رَاْسَهٗ وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِنَ الْاِذْخَرِ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدُبُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" اَلنَّمِرَةَ " كِسَآءٌ مُلَوَّنٌ مِنْ صُوْفٍ وَقَوْلُهٗ " اَيْنَعَتْ " اَیْ نَضِجَتْ وَاَدْرَكَتْ وَقَوْلُهٗ " يَهْدُبُهَا " هُوَ بِفَتْحِ الْيَآءِ وَضَمِّ الدَّالِ وَكَسْرِهَا لُغَتَانِ : اَیْ يَقْطِفُهَا وَيَجْتَنِيْهَا وَهٰذِهٖ اِسْتِعَارَةٌ لِمَا فَتَحَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ مِنَ الدُّنْيَا وَتَمَكَّنُوْا فِيْهَا .

(٤٧٦) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رضائے الٰہی کے لئے ہجرت کی، اور ہمارا اجر اللہ پر ثابت ہوگیا۔ ہم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہوگئے اور انھوں نے اپنے اجر (مال غنیمت) میں سے کچھ نہیں کھایا۔ ان میں سے ایک مصعب بن عمیر تھے جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے انھوں نے ترکہ میں ایک چادر چھوڑی تھی اگر ہم ان کا سر ڈھانپتے تو پیر کھل جاتے اور پیر ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ ان کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈالدیں۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کے پھل پک گئے اور وہ اسے چن رہے ہیں۔

(بخاری ومسلم)

النمرة : اون سے بنی ہوئی دھاری دار چادر۔ اینعت : یعنی پھل پک گئے۔ یھدبھا : وہ پھل کاٹ اور چن رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کے اوپر دنیا میں وسعت پیدا کی اور وہ اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔

تخریج حدیث (٤٧٦): صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب اذا لم يجد كفنا الاما يواري رأسه او قدمه غطى رأسه. صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب كفن الميّت .

کلمات حدیث: اینعت ینع ینعا (باب فتح) پھل کا پکنا۔ ھدب ھدبا (باب ضرب) ھدب الثمر : پھل چننا۔

شرح حدیث: صحابۂ کرام نے اپنا وطن اور اپنا گھر بار اور رشتہ دار اور متعلقین چھوڑ کر اللہ کی رضا کے لئے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور اللہ نے ان کے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا۔ ان میں بعض صحابۂ کرام وہ ہیں جنہوں نے صرف تنگی کا زمانہ دیکھا اور دشواریوں اور تکالیف پر صبر کیا اللہ نے ان کا اجر جنت میں محفوظ کر لیا۔

جیسے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو غزوۂ احد میں شہید ہوگئے ان کے ترکہ میں ایک چھوٹی سی چادر تھی اسی میں انہیں کفن دیدیا گیا۔ حال یہ تھا کہ سر ڈھانپتے تھے تو پیر کھلتے تھے اور پیر ڈھانپتے تھے تو سر کھلتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ سر ڈھانپ دیا جائے اور پیروں پر اذخر گھاس ڈالدی جائے۔

مطلب حدیث یہ ہے کہ صحابۂ کرام کی ہجرت خالصتاً لوجہ اللہ تھی اور انھوں نے اسلام کے راستے میں سختیاں جھیلیں مصائب برداشت کئے اذیتیں سہیں اس کے بعد ان میں سے بعض تو جلد ہی اللہ سے جا ملے ان کی ان قربانیوں کا سارا اجر وثواب اللہ کے یہاں محفوظ رہا اور کچھ اس وقت تک حیات رہے جب اللہ نے مسلمانوں کو فراخی عطا فرمائی اور یہ مسلمان اس سے بھی مستفید ہوئے۔

(فتح الباري : ١/٧٦٦۔ شرح مسلم للنووي : ٧/٦)

دنیا کی قدر ومنزلت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں

٤٧٧. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ !!

(٤٧٧) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک اگر دنیا ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ پانی کا ایک گھونٹ بھی کسی کافر کو نہ پلاتا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (٤٧٧): الجامع للترمذي، ابواب الزهد، باب ما جاء في هوان الدنيا على الله .

کلمات حدیث: جناح : پر، بازو، جمع اجنحة . جنح جنوحاً (باب فتح) مائل ہونا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ نے دنیا کو انسان کے لیے دار قرار اور بقاء نہیں بنایا بلکہ دار الامتحان بنایا ہے، یہاں انسان اس لیے آیا ہے کہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے احکام پر چلے اور اس کی بندگی کرے سو یہ دار العمل ہے اور یہاں سے انسان کو ایک نہ ایک دن رخصت ہونا ہے اور یہاں کیے ہوئے اعمال کا حساب دینا ہے۔

اللہ کے نزدیک ساری دنیا اور اس کے مال ومتاع کی حقیقت ایک مچھر کے پر برابر بھی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ حقیر ہے اگر دنیا کی اللہ کی نظر میں اتنی حیثیت بھی ہوتی جتنی مچھر کے ایک پر کی ہوتی ہے تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی میسر نہیں آتا۔ اس لیے کہ منعم

اپنی نعمتوں سے اپنے ماننے والوں کو سرفراز کرتا ہے اپنے دشمنوں کو اور نہ ماننے والوں کو نہیں دیتا۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَوْلَآ أَن يَكُونَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِٱلرَّحْمَٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّن فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ﴿٣٣﴾ ﴾

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سارے لوگ ایک طریقے پر ہو جائیں گے تو ہم کافروں کے گھروں کی چھتوں ان کے اوپر چڑھنے والی سیڑھیوں کو اوران کے گھروں کے دروازوں اور چھپر کھٹوں کو جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں سونے چاندی کا بنا دیتے۔

یعنی اللہ کے ہاں دنیا کے مال و دولت کی کوئی قدر نہیں ہے اگر یہ مصلحت پیش نظر نہ ہوتی کہ کافروں کے پاس مال و دولت دنیا کی عمومی اور ہمہ گیر فراوانی دیکھ کر سارے لوگ ہی کافر نہ ہو جائیں تو ہم سب کافروں کو سونے اور چاندی کے گھر عطا کر دیتے۔

اور اہل ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا عِندَ ٱللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾ ﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ نیکوکاروں کے لیے زیادہ بہتر ہے۔'' (تحفة الأحوذي: ٢٦/٧، روضة المتقين: ٣١/٢)

****

دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے

٤٧٨۔ وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: 'اَلاَ اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلاَّ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالىٰ وَمَا وَالاهُ وَعَالِمًا وَمُتَعَلِّمًا " رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ" حَسَنٌ !

(٤٧٨) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور سوائے عالم کے اور علم سیکھنے والے کے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (٤٧٨): الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی هو ان الدنيا علی الله .

کلمات حدیث: ملعونة : دھتکاری ہوئی۔ لعن لعناً (باب فتح) دھتکارنا، رحمت سے دور ہونا۔

شرح حدیث: دنیا اور دنیا کی ساری متاع اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے حقیقت ہے اور اس کی لذتوں میں مشغول ہونا مبغوض ہے، سوائے اللہ کے ذکر کے اوران امور کے جن کا تعلق اللہ کے ذکر سے ہو یعنی علم دین سیکھنا، سکھانا، اس پر عمل کرنا اور عبادت اور بندگی کرنا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ دنیا کو برا کہنا اور اس پر لعنت بھیجنا مطلقاً ہے بلکہ اس حدیث میں خود اس امر کی طرف اشارہ موجود ہے کہ دنیا ناپسندیدہ وہ ہے جو اللہ کی یاد سے خالی ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ:'' دنیا کو برا نہ کہو کہ دنیا مؤمن کی اچھی سواری ہے اس سواری پر سوار ہو کر وہ خیر حاصل کرتا اور شر سے نجات حاصل کرتا ہے اور جب بندہ کہتا ہے کہ اللہ دنیا پر لعنت کرے تو دنیا کہتی ہے کہ اللہ کی لعنت اس پر جو ہم سب سے زیادہ اپنے رب کا نافرمان ہے۔''

غرض جن احادیث میں دنیا پر لعنت آئی ہے ان کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا کو اللہ کے خوف سے بے پرواہ ہو کر اس طرح برتنا جس طرح کافر اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (تحفة الاحوذي : ٧/٢٨۔ روضة المتقين : ٢/٣٢۔ دليل الفالحين : ٢/٣٣٢)

جائیداد دنیا سے دنیا میں رغبت ہوتی ہے

٤٧٩۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لاَ تَتَّخِذُو االضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(٤٧٩) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جائیداد نہ بناؤ کہ اس سے تمہاری دنیا میں رغبت میں اضافہ ہوگا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(٤٧٩): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب لا تتخذوا الضيعة فترغبوا في الدنيا .

کلمات حدیث: ضیعة : زمین، جائیداد۔

شرح حدیث: اہل ایمان کے لیے دنیا ایک پل صراط کی طرح ہے کہ اس پر سے گزر کر اسے جنت میں جانا ہے۔ دنیا دار العمل ہے اور دنیا ایک مسافر خانہ ہے یہاں انسان اس طرح دل نہ لگائے جیسے یہی اس کی منزل ہے اور اب اسے آگے نہیں جانا۔ غرض مطلب یہ ہے کہ جائیداد بنانے یا مال و دولت کمانے میں اس قدر انہماک جو آخرت سے غافل بنا دے برا ہے لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلتے ہوئے اور حقوق و فرائض کی ادائیگی کے ساتھ صاحب ثروت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَـٰرَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ ﴾

''ایسے لوگ جو تجارت اور خرید و فروخت سے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔'' (تحفة الاحوذي : ٧/٣٦)

دنیاوی زندگی کی مدت بہت قلیل ہے

٤٨٠۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا فَقَالَ: "مَا هٰذَا" ؟ فَقُلْنَا "قَدْوَهَى فَنَحْنُ نُصْلِحُه' فَقَالَ : " مَا اَرَى الْاَ مْرَ اِلَّا اَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ " رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادِ الْبُخَارِيْ وَ مُسْلِمٍ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(٤٨٠) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنے چھپر کی مرمت کر رہے

تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کی کہ یہ چھپر کمزور ہو گیا تھا ہم اسے ٹھیک کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو موت کو اس سے بھی زیادہ قریب دیکھ رہا ہوں۔ (اس حدیث کو ابوداود اور ترمذی نے بخاری اور مسلم کی سند سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہیں)

تخریج حدیث(۴۸۰): الجامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی مختصر الامل.

کلمات حدیث: خص : چھپر، بانس اور لکڑی کی چھت یا بانس اور لکڑی کی جھونپڑی۔

شرح حدیث: موت اتنی بڑی اور اٹل حقیقت ہے کہ اس سے بڑی اور اٹل حقیقت دنیا میں کوئی نہیں ہے اور اس سے انسان سب سے زیادہ غافل ہے۔ دنیا میں تو قیام اس طرح ہو جس طرح کوئی اجنبی کسی بستی میں آکر کسی کام کے لیے ٹھہر جائے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کا کام جلد از جلد ہو جائے تاکہ وہ یہاں سے واپس جائے یا اس شخص کی طرح ہوتا ہے کہ جو راستہ میں چل رہا ہے اور سانس لینے کے لیے درخت کے سائے میں رک جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو موت کو اس سے قریب دیکھ رہا ہوں کہ کوئی چھپر کی مرمت کر کے پھر اس کے سائے میں رہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تم ایک شخص کو بازار میں چلتا پھرتا دیکھ رہے ہو اور اس کا نام مرنے والوں کی فہرست میں درج ہوتا ہے۔ (تحفة الاحوذي : ٧/ ٤٥)

امت محمدیہ ﷺ کا فتنہ مال ہے

۴۸۱. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : " اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ اُمَّتِيْ : الْمَالُ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۴۸۱) حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر امت کے لیے فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۴۸۱): الجامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء ان فتنة هذه الأمة فی المال .

کلمات حدیث: فتنة : آزمائش، ابتلاء جمع فتن.

شرح حدیث: مقصود حدیث یہ ہے کہ گزشتہ اقوام مختلف فتنوں میں مبتلا ہوئیں لیکن یہ امت جس بڑے فتنے میں مبتلا ہوگی وہ مال و دولت کی محبت ہے اور اس کے حصول کے لیے زندگی وقف کر دینا ہے اور اس طرح اوقات کا اعمال صالحہ سے خالی ہو جانا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ إِنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَٰدُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾

''مال و اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں۔''

غرض مال ودولت کے حصول میں ایسا انہماک اور اس کی اس قدر محبت کہ آدمی آخرت سے غافل ہو جائے اور جس مقصد کے لیے دنیا میں آیا ہے وہ مقصد فوت ہو جائے ظاہر ہے کہ ایسا ہونا صاحب ایمان کے لیے ایک بہت بڑا فتنہ اور بڑی آزمائش ہے۔

(تحفة الاحوذي : ٧/٤٦ - روضة المتقين : ٢/٣٤)

ابن آدم کا حق دنیا میں کیا ہے؟

۴٨٢. وَعَنْ اَبِیْ عَمْرٍو وَيُقَالُ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ وَيُقَالُ اَبُوْ لَيْلٰى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ لِا بْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِیْ سِوٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ : بَيْتٌ يَسْكُنُهٗ، وَثَوْبٌ يُوَارِیْ عَوْرَتَهٗ وَجِلْفُ الْخُبْزِ، وَالْمَآءِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.

قَالَ التِّرْمِذِیُّ سَمِعْتُ اَبَا دَاوٗدَ سُلَيْمَانَ ابْنَ سَالِمٍ الْبَلْخِیَّ يَقُوْلُ : سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ شُمَيْلٍ يَقُوْلُ : اَلْجِلْفُ : اَلْخُبْزُ لَيْسَ مَعَهٗ اِدَامٌ . وَقَالَ غَيْرُهٗ : هُوَ غَلِيْظُ الْخُبْزِ وَقَالَ الْهَرَوِیُّ : اَلْمُرَادُ بِهٖ هٰهُنَا وِعَآءُ الْخُبْزِ كَالْجَوَالِقِ وَالْخُرْجِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۴٨٢) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابو عمرو ابو عبد اللہ اور ابو لیلیٰ تھی بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان چیزوں کے علاوہ فرزند آدم علیہ السلام کا کوئی اور حق نہیں رہنے کے لیے گھر، تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا اور خشک روٹی اور پانی۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث صحیح ہے)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوداود سلیمان بن سالم بلخی سے سنا ہے کہ نضر بن شمیل نے بتایا کہ جلف بغیر سالن کی روٹی اور کسی نے کہا کہ موٹی روٹی اور ہروی نے کہا کہ یہاں اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن میں روٹی رکھی جاتی ہے، جیسے بورے اور تھیلے۔

تخریج حدیث (۴٨٢): الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ليس لابن آدم حق فيما سوى خصال ثلاث.

راوی حدیث: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی رسول ﷺ اور تیسرے خلیفہ راشد تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ اور ام کلثوم آپ کے نکاح میں آئیں اور حضرت رقیہ کی بیماری کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی پھر باقی غزوات میں شرکت فرماتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے ۱۴۲ احادیث مروی ہیں جن میں سے تین متفق علیہ ہیں۔ مظلوم شہید ہوئے۔

کلمات حدیث: جلف : بغیر سالن کے خشک روٹی، یا موٹی روٹی۔

شرح حدیث: انسان کی بقا اور اس کی حیات تین چیزوں پر موقوف ہے اور یہی اس کا حق ہے اس کے علاوہ تمام چیزیں اس کی حقیقی ضرورت سے زائد ہیں۔ حقیقی ضرورت صرف اتنی ہے کہ سر چھپانے کی جگہ ہو تن ڈھانپنے کو کپڑا ہو اور معمولی غذا اور پانی میسر آ جائے جس سے سلسلۂ حیات جاری رہے۔ یہ ضرورتیں اگر حلال وطیب ذریعے سے حاصل ہوں تو ان کے بارے میں حساب نہ ہوگا۔ اس مفہوم کی

تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو رسول کریم ﷺ کے مولی ابوعسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ''ایک رات رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور میرے پاس آ کر مجھے بلایا میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ چلے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں بلایا وہ بھی آ گئے تو آپ ﷺ چلے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں بلایا وہ بھی آئے تو آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں پہنچے اور ان سے فرمایا کہ ہمیں کھلاؤ۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھجور کا ایک خوشہ اٹھایا جو وہ انصاری سے لے کر آئے تھے انہوں نے اسے زمین پر مارا اور کھجوریں رسول اللہ ﷺ کے سامنے بکھر گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا ہم سے روزِ قیامت اس کا بھی سوال ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں سوائے تین چیزوں کے کپڑے کا ٹکڑا جس سے آدمی اپنا ستر چھپالے، روٹی کا ٹکڑا جس سے بھوک جاتی رہے اور کوئی سوراخ جس میں وہ سردی گرمی سے پناہ لے لے۔'' (تحفة الاحوذي : ٧/٥٢ ـ دليل الفالحين : ٢/٣٣٦)

انسان مال سے کتنا استفادہ کرتا ہے؟

٤٨٣ ۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ "بِكَسْرِ الشِّيْنِ وَالْخَاءِ الْمُشَدَّدَةِ الْمُعْجَمَتَيْنِ" رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ : اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ : ﴿ أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ ۝١ ﴾ قَالَ: "يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ: مَالِيْ مَالِيْ وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مِنْ مَالِكَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ ؟ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٤٨٣) حضرت عبداللہ بن شخیر سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ اس وقت ﴿ أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ ۝١ ﴾ تلاوت فرمارہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال اور اے آدم کے بیٹے تیرے مال میں سے تیرا حصہ اتنا ہی ہے جتنا تو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٤٨٣): صحيح مسلم، اوائل كتاب الزهد و الرقاق .

کلمات حدیث: فأمضيت : تو نے اسے آگے بھیج دیا، تو نے نافذ کر دیا۔ امضی إمضاء (باب افعال) پورا کرنا، نافذ کرنا۔

شرح حدیث: ﴿ أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ ۝١ ﴾ تمہیں دنیا کے مال و دولت کی کثرت طلب اور طلب کثرت نے دھوکہ میں ڈال دیا، تم ایسی غفلت میں مبتلا ہوئے کہ تم اپنے اصل مقصد کو بھول کر دوسرے کاموں میں لگ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تکاثر کے معنی مال و اولاد کی کثرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں مال اور اولاد کی محبت پیدا کی ہے جو ان کی محبت میں دور تک نکل جائے وہ ان امور سے غافل ہو جائے گا جو زیادہ اہم ہیں اور جن کا پورا کرنا واجب ہے، حتی کہ موت اسے آئے گی اور وہ قبر میں جا لیٹے گا۔ حدیث صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر ابن آدم کے پاس ایک وادی سونے کی ہو تو وہ چاہے گا کہ دو وادیاں ہو جائیں اور ابن آدم کا منہ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرتی اور اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمالے۔''

انسان کا مال بس اتنا ہی ہے کہ جو اس نے کھالیا اور پہن لیا اور جو اس نے صدقہ کر کے اللہ کے گھر بھیج دیا، یعنی آدمی کی ذاتی منفعت اتنے مال سے وابستہ ہے اور باقی مال سے اس کا ذاتی نفع وابستہ نہیں بلکہ وہ فی الحقیقت وارثوں کا ہے۔ واضح رہے کہ جیسا کہ آیت مبارکہ میں واضح اشارہ موجود ہے مال واولاد کی وہ کثرت بری ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور فکرِ آخرت سے غافل کردے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی کو مال واولاد بھی کثرت سے عطا فرمائے اور وہ اللہ کی یاد اور فکرِ آخرت سے غافل نہ ہو بلکہ اس مال کو امورِ خیر میں صرف کرے تو پھر اس میں برائی نہیں ہے۔ (تحفة الاحوذي : ٧/٥٣)

رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے فقر کے لیے تیار رہیں

٤٨٤. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُ حِبُّکَ فَقَالَ : " اُنْظُرْ مَا ذَا تَقُوْلُ؟ "قَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُ حِبُّکَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ : " اِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِيْ فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا، فَاِنَّ الْفَقْرَ اَسْرَعُ اِلٰى مَنْ يُحِبُّنِيْ مِنَ السَّيْلِ اِلٰى مُنْتَهَاهُ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

" اَلتِّجْفَافُ " بِكَسْرِ التَّآءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقُ وَاِسْكَانِ الْجِيْمِ وَبِالْفَآءِ الْمُكَرَّرَةِ وَهُوَ شَيْءٌ يُلْبَسُهُ الْفَرَسُ لِيُتَّقٰى بِهِ الْاَذٰى وَقَدْ يَلْبَسُهُ الْاِنْسَانُ .

(٤٨٤) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اللہ کی قسم مجھے آپ ﷺ سے محبت ہے۔ فرمایا: سوچ لو کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے پھر کہا اللہ کی قسم مجھے آپ سے محبت ہے تین بار اس نے اسی طرح کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو فقر کا ٹاٹ تیار کرلو کہ فقر اس آدمی کی طرف جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس سے بھی زیادہ تیزی سے جاتا ہے جتنا سیلاب اپنے بہاؤ کی طرف جاتا ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تجفاف وہ چیز جو گھوڑے کو اس لیے پہناتے ہیں تا کہ اس تکلیف سے بچایا جا سکے اور کبھی بوقتِ ضرورت اس کو انسان بھی پہن لیتا ہے۔

تخریج حدیث (٤٨٤): الجامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء في فضل الفقر .

کلمات حدیث: تجفاف : ڈھال۔

شرح حدیث: ایک شخص نے آپ کے سامنے آپ ﷺ سے اپنی شدید محبت کا دعویٰ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سوچ کر کہو کہ کیا کہہ رہے ہو کہ محبت کا اقتضاء اتباع اور اقتداء ہے اور ہر امر میں آپ ﷺ کی پیروی ہے اور جو زندگی آپ ﷺ نے زہد کی اور فقر کی گزاری اس میں بھی آپ ﷺ کی پیروی ضروری ہوگی۔ فرمایا کہ فقر مجھ سے محبت کرنے والے کی جانب اس طرح آتا ہے جیسے پانی کا ریلا نشیب کی طرف جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ اگر چاہیں تو بطحاء مکہ آپ ﷺ کے لیے سونے سے بھر دی جائے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اے میرے رب میں تو چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن پیٹ بھروں جس دن بھوکا رہوں اس دن تجھے

یاد کروں اور تیرے سامنے عاجزی اور تضرع کروں اور جس دن کھاؤں اس دن تیری حمد کروں اور شکر ادا کروں۔

محبت کے لیے ضروری ہے کہ محبوب کی روش اختیار کرے اور ان صفات سے متصف ہو جو محبوب کے اوصاف ہیں اور لذات دنیا سے کنارہ کش ہو کر اس طرح صبر کرے جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا اور یہ ایک امر عظیم ہے جس کے لیے صبر عظیم درکار ہے اور اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ غور کرلو اور سوچ لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔ (تحفة الاحوذي : ٧/٦٥ - دليل الفالحين : ٢/٣٣٨)

حرص کی مثال بھوکے بھیڑیئے کی طرح ہے

٤٨٥. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهِ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(٤٨٥) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیئے اگر بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ انہیں اتنا نقصان نہیں پہنچائیں گے جتنا مال کی حرص اور بڑائی کی حرص آدمی کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (٤٨٥): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء في معيشة اصحاب النبي ﷺ .

راوی حدیث: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ عقبہ ثانیہ میں ستر آدمیوں کے ساتھ آئے اور اسلام قبول کیا غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی اور غزوۂ تبوک میں مخلفین میں رہ گئے اور مقاطعہ کے بعد توبہ قبول ہوئی ۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

کلمات حدیث: شرف : عزت، بلندی نسبی بزرگی۔ شرف شرفا (باب کرم) معزز ہونا۔ شریف : معزز جمع شرفاء .

شرح حدیث: مال و دولت کی حرص اور عزت و منصب کی حرص آدمی کے دین کی دشمن ہے کیونکہ حرص کا اگلا درجہ شح اور شح (حرص مع بخل) ہلاک کر دیتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ "شح سے بچو کہ اس سے پچھلے لوگ ہلاک ہو گئے۔" غرض حدیث مبارک کا مقصود مال کی حرص اور عزت و منصب کی حرص پر متنبہ کرنا ہے کہ اس سے آدمی کا دین برباد ہو جاتا ہے۔ (تحفة الأحوذي : ٧/٩٠)

آپ ﷺ کا چٹائی پر سونا

٤٨٦. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِيْ جَنْبِهِ قُلْنَا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْنَا، لَكَ وِطَاءً فَقَالَ مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا؟ مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(٤٨٦) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ چٹائی پر سوئے ہوئے تھے جب آپ اٹھے تو آپ ﷺ کے پہلو پر چٹائی کے نشان تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم آپ کے لیے گدا بنوا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا تعلق میں تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے سائے میں ذرا دیر ٹھہرتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر چل پڑتا ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (٤٨٦): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما انا فی الدنیا الا کراکب .

کلماتِ حدیث: أثر فی جنبه : پہلو پر نشان ڈال دیا۔ وطاء : نرم بستر۔ حصیر : چٹائی، جمع حصر .

شرحِ حدیث: حدیث مبارک میں انتباہ ہے کہ عرصۂ دنیا بہت قلیل ہے اور اجل بہت نزدیک ہے، نیز حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے زہد کا بیان ہے اور چونکہ امت پر آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع لازم ہے اس لیے ضروری ہے کہ اہلِ ایمان کا دنیا کی جانب میلان ضرورت کے مطابق ہو اور وہ دنیا کی لذتوں میں منہمک ہونے کی بجائے فکرِ آخرت اور اس کی تیاری پر توجہ کریں۔

دنیا میں تو انسان اس طرح ہے جیسے کوئی سوار گھڑی دو گھڑی درخت کے سائے میں ٹھہرتا ہے اور پھر چل پڑتا ہے، کیونکہ دنیا کی زندگی میں خواہ آدمی کتنی ہی طویل عمر گزارے اس کی حقیقت ساعت دو ساعت سے زیادہ نہیں ہے۔

﴿ لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ﴾

''ہم دنیا میں رہے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔'' (تحفة الاحوذي : ٩٣/٧ - روضة المتقين : ٣٧/٢)

فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے

٤٨٧. وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَآءِ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ : رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ، وَقَالَ : حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ .

(٤٨٧) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فقراء جنت میں مالدار لوگوں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث صحیح ہے)

تخریج حدیث (٤٨٧): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء ان فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل اغنياء هم.

کلماتِ حدیث: فقراء: اہلِ احتیاج، جن کے پاس کچھ نہ ہو۔ فقیر کی جمع فقر نہ ہونا۔

شرحِ حدیث: اس مؤمن صابر کی فضیلت کا بیان ہے جو تنگدستی اور احتیاج پر صبر کر کے اعمالِ صالحہ میں مصروف رہے۔ فقراء کا جنت میں اغنیاء سے پہلے دخول دراصل ان کے صبر کا انعام ہے اور صلہ ہے دنیا کی نعمتوں سے محرومی کا تاکہ وہ دنیا میں جن نعمتوں سے محروم رہے اور ان سے متمتع نہ ہو سکے جلد جنت میں پہنچ کر ان سے لطف اندوز ہوں۔ (روضة المتقين : ٣٨/٢)

---

٤٨٨. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَآءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ اَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ .

(٤٨٨) حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا کہ اکثر اہل جنت فقراء ہیں اور میں نے جہنم کو دیکھا کہ اکثر اہل جہنم عورتیں ہیں ۔ (متفق علیہ ، از روایت ابن عباس ، بخاری نے حضرت عمران بن الحصین سے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے)

تخریج حدیث (٤٨٨): صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة ۔ صحیح مسلم، کتاب الرقاق باب اکثر اهل الجنة الفقراء .

کلمات حدیث: اطلعت : میں مطلع ہوا، میں نے دیکھا ۔ اطلع اطلاعا : جاننا ۔

شرح حدیث: دنیا کی کثرت سے احتراز اور صرف قدر کفاف پر گزارا کرنا اور ترفہ اور عیش دنیا سے اجتناب کرنا اس حدیث کا اصل موضوع ہے اس طرح عورتوں کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں اور اپنے شوہروں کے حق میں نافرمانی سے بچیں ۔ صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " مجھے جہنم دکھائی گئی میں نے دیکھا کہ اکثریت اہل جہنم کی عورتیں ہیں اپنے کفر (نافرمانی) کی بناء پر، آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتی ہیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شوہر کی نافرمانی کرتی ہیں اور احسان ناشناسی کرتی ہیں اگر تم ان کے ساتھ عرصے تک حسن سلوک کرتے رہو اور پھر وہ تمہاری ذرا سی بات دیکھیں گی تو یہی کہیں گی کہ تو نے مجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہیں کی ۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مردوں کی بہ نسبت عورتوں میں دنیا کی محبت و رغبت زیادہ ہوتی ہے اور دنیا کی دلکشیوں کی جانب ان کا میلان زیادہ ہوتا ہے اور اس بنا پر وہ آخرت سے اعراض کرنے والی ہوتی ہیں کیونکہ ان کی عقل کم ہوتی ہے اور ان میں دھوکہ کھا جانے کا میلان زیادہ ہوتا ہے اس لیے وہ اعمال صالحہ اور آخرت کی تیاری سے دور ہوتی ہیں ۔

(تحفة الاحوذي : ٣٦٧/٧ ـ فتح الباري : ٢٦٩/٢)

جنت میں اکثر فقراء کو دیکھا گیا

٤٨٩. وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" وَالْجَدُّ " اَلْحَظُّ وَالْغِنٰى، وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ فَضْلِ الضَّعَفَةِ .

(۴۸۹) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں اکثریت مساکین کی ہے اور اصحاب مال و دولت روک دیئے گئے ہیں۔ البتہ اصحاب جہنم کے بارے میں انہیں جہنم میں لے جانے کا حکم ہوگیا ہے۔ (متفق علیہ)

جد کے معنی مال و دولت کے ہیں اس سے پہلے یہ حدیث ضعفاء کی فضیلت کے باب میں آچکی ہے۔

تخریج حدیث(۴۸۹): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا تأذن المرأة فی بیت زوجها الا بإذنه . صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اهل الجنة الفقراء .

کلمات حدیث: مساکین : جمع مسکین، جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ بقدر کفایت نہ رکھنے والا۔

شرح حدیث: امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جنت اور جہنم دکھلائی گئی اور اسی طرح آپ ﷺ کو اہل جنت کے اوصاف و خصائص اور اہل جہنم کے احوال سے مطلع فرمایا گیا تا کہ آپ ﷺ اپنی امت کو ان تمام اوصاف و خصائص سے آگاہ فرمادیں جو جنت میں لے جانے والے ہیں اور ان احوال پر متنبہ فرمادیں جو اہل جہنم کے ہیں۔

(فتح الباري : ۲/۱۰۵۱ ـ روضة المتقين : ۲/۴۰)

اس حدیث کی شرح پہلے بھی (حدیث ۲۶۹) میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شئ باطل ہے

۴۹۰. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ : اَلاَ كُلُّ شَیْءٍ مَاخَلاَ اللّٰهِ بَاطِلُ . " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۹۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے وہ لبید کا یہ شعر ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔" (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۴۹۰): صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ایام الجاهلية۔ صحیح مسلم، کتاب الشعر .

کلمات حدیث: ما خلا : ماسوا۔ ما خلا اللّٰه : اللہ کے سوا، اللہ کے علاوہ۔

شرح حدیث: حضرت لبید بن ربیعۃ رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت کے ان چند بڑے شعراء میں سے ہیں جو اصحاب المعلقات کہلاتے ہیں انہوں نے اسلام قبول کیا اور طویل عمر پائی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ کہہ کر شاعری ترک کردی تھی کہ کیا قرآن نازل ہونے کے بعد بھی کوئی شعر کہہ سکتا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے بعض مواقع پر بعض اشعار کی تحسین فرمائی۔ انہی میں سے ایک مصرع یہ بھی ہے کہ اللہ کے سوا ہر شئے باطل ہے۔ اگر شعر با مقصد اور اچھے اور عمدہ معانی پر مشتمل ہو تو اس کا پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔ (فتح الباري : ۲/۴۶۳)

البَاب (٥٦)

فَضْلِ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ وَالْاِقْتِصَارِ عَلَى الْقَلِيْلِ مِنَ الْمَاكُوْلِ وَالْمَشْرُوْبِ وَالْمَلْبُوْسِ وَغَيْرِهَا مِنْ حَظُوْظِ النَّفْسِ وَتَرْكِ الشَّهَوَاتِ

بھوک جفاکشی اوراکل وشراب اورلباس میں کم سے کم پر اقتصار اور حظ نفس اور ترک خواہشات کی فضیلت

بعد میں آنے والوں نے نماز ضائع کی خواہشات کے پیرو کار رہے

۴۷۱. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَوٰةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَأُو۟لَٰٓئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْـًٔا ﴿٦٠﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

’’پھران کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کردی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے سوان کا نقصان ان کے آگے آئے گا۔ بجزان کے جوتوبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کی ذرا سی بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔‘‘ (مریم: ۵۹)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں بیان کیا جارہا ہے کہ ہدایت یافتہ اور منتخب لوگوں کے بعد ایسے لوگ آئے جنہوں نے اللہ کے مقرر کردہ اہم ترین فریضہ نماز کو بھی ضائع کردیا اور دنیا کے مزوں اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر احکام الٰہی سے غافل ہو گئے یہ عنقریب اپنے نقصان اور خسارے کو دیکھ لیں گے حتی کہ ان میں سے بعض کو جہنم کی اس بدترین وادی میں دھکیلا جائے گا جس کا نام ہی غی ہے۔ سوائے ان کے جو سچے دل سے توبہ کر کے ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کرلیں اور اپنی روش درست کرلیں تو ان کے لیے جنت کے دروازے کھلے ہیں توبہ کے بعد جو نیک اعمال کرے گا سابق جرائم کی بنا پر اس کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔

(تفسیر مظہری۔ تفسیری عثمانی)

قارون کی دولت

۴۷۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِۦ فِى زِينَتِهِۦ ۖ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَوٰةَ الدُّنْيَا يَٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ أُوتِىَ قَٰرُونُ إِنَّهُۥ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ ءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا وَلَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا الصَّٰبِرُونَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''پس قارون اپنی پوری آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے مجمع میں نکلا۔ تو دنیاوی زندگی کے متوالے کہنے لگے کہ کاش کہ ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے یہ تو بڑا ہی قسمت کا دھنی ہے۔ ذی علم لوگ انہیں سمجھانے لگے کہ افسوس بہتر چیز تو وہ ہے جو بطور ثواب انہیں ملے گی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں یہ بات انہی کے دل میں ڈال دی جاتی ہے جو صبر و سہار والے ہوں۔''
(القصص: ٧٩)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ قارون کے پاس بڑا خزانہ تھا اور اسے بڑی قوت وشوکت حاصل تھی ایک روز جو وہ بڑی شان وشوکت سے مجمع میں آیا تو بعض لوگوں نے کہا کہ اگر اسی طرح مال ودولت اور شان وشوکت ہمیں بھی ملی ہوتی تو ہم بھی خوش نصیب ہوتے لیکن اہل علم نے کہا کہ یہ دنیا کی شان وشوکت یہ مال ومتاع ثواب آخرت کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اللہ نے اہل ایمان اور عمل صالح والوں کے لیے جو اجر وثواب رکھا ہے وہ اس دنیا اور اس دنیا کی ساری متاع سے کہیں زیادہ بہتر ہے ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا کسی کان نے نہیں سنا اور نہ کسی کے وہم وگمان میں ان کا گزر ہوا۔

١٧٤۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝٨ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہوگا۔'' (التکاثر: ٨)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ روزِ قیامت سوال ہوگا کہ بتاؤ کہ جو بے شمار نعمتیں تمہیں دنیا کی زندگی میں عطا کی گئی تھیں ان کا تم نے کیا شکر ادا کیا۔ نعمتوں میں تمام نعمتیں شامل ہیں خواہ وہ کھانے پینے سے متعلق ہوں یا آرام وآسائش سے یا مال واولاد سے یا حکومت واقتدار۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝٣٦ ﴾

''ناک، کان اور دل سب کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز بندہ سے جس چیز کا سب سے پہلے سوال ہوگا وہ تندرستی ہے اس کو کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں تندرستی نہیں دی تھی اور کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزِ محشر آدمی اپنے قدم اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکے گا جب تک اس سے پانچ باتوں کے بارے میں جواب نہ لیا جائے۔ ایک یہ کہ اس نے اپنی عمر کو کن کاموں میں فنا کیا؟ اپنی جوانی کو کہاں خرچ کیا؟ مال کس طرح حاصل کیا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ اور جو علم اللہ تعالیٰ نے اسے دیا تھا اس پر اس نے کتنا عمل کیا؟

(معارف القرآن)

١٧٥۔ وقال تعالیٰ :

﴿ مَن كَانَ يُرِيدُ ٱلْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُۥ فِيهَا مَا نَشَآءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُۥ جَهَنَّمَ يَصْلَىٰهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا ﴿١٨﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''جس کا ارادہ صرف اس جلدی والی دنیا (فوری فائدہ) کا ہی ہوا سے ہم یہاں جس قدر جس کے لیے چاہیں سردست دیتے ہیں بالآخر ہم اس کے لیے جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ برے حالوں کا دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔ (الاسراء: ۸۱)

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ .

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ ہم ان لوگوں میں سے جو صرف متاع دنیا کے لیے سرگرداں ہیں جس کو چاہیں اور جس قدر چاہیں اپنی حکمت و مصلحت کے موافق دنیا کا سامان دیدیتے ہیں تا کہ ان کی جد و جہد کا پھل مل جائے اور اگر آخری سعادت مقدر نہیں تو شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز ہو کر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم کے ابدی جیل خانہ میں دھکیل دیے جائیں۔

(تفسیر عثمانی)

آپ ﷺ کے گھر والوں نے مسلسل دو دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا

۴۹۱. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَا شَبِعَ الُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ : مَا شَبِعَ الُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ .

(۴۹۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ نے کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔ (متفق علیہ)

اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے گھر والوں نے مدینہ آنے کے بعد کبھی گندم کی روٹی مسلسل تین دن تک پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

تخریج حدیث (۴۹۱): صحيح البخاری، کتاب الاطعمة، باب ما كان النبي ﷺ و اصحابه یأکلون . صحیح مسلم، اوائل کتاب الزهد و الرقاق۔

کلمات حدیث: ما شبع : پیٹ نہیں بھرا، سیر نہیں ہوا۔ شبع شبعا (باب سمع) پیٹ بھرنا، سیر ہونا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل خانہ کی عادت طیبہ یہ تھی کہ پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے تھے اور ایک دن کھاتے تھے اور ایک دن فاقے سے رہتے یا روزہ رکھ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر پیشکش فرمائی کہ مکہ کے پہاڑوں کو آپ ﷺ کے لیے سونا بنا دیا جائے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں اے رب! میں تو چاہتا ہوں ایک دن پیٹ بھروں تو اللہ کا شکر کروں اور دوسرے

دن بھوکا رہوں تو صبر کروں ۔''

صحیح بخاری میں حضرت ابو عازم سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا کبھی رسول اللہ ﷺ نے سفید چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی؟ سہل نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعثت سے لے کر اللہ کے ہاں تشریف لے جانے تک سفید چھنے ہوئے گندم کے آٹے کی روٹی دیکھی بھی نہیں۔ میں نے دریافت کیا تمہارے پاس زمانہء نبوت میں چھلنیاں تھیں۔ سہل نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعثت کے وقت سے دنیا سے تشریف لے جانے تک چھلنی نہیں دیکھی۔ میں نے پوچھا کہ تم بغیر چھنے جو کی روٹی کیسے کھا لیتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اسے پیس کر پھونک مارتے تھے جتنا (بھوسہ) اس میں سے اڑ ا اڑ گیا اور جو بچتا اسے پانی میں تر کر کے کھا لیتے تھے۔

فتوحات کی کثرت سے مال غنیمت بکثرت آتا لیکن آپ ﷺ اسے اسی وقت تقسیم فرما دیتے اور رات ہونے سے پہلے آپ ﷺ کے گھر میں کچھ نہ ہوتا۔ آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا جیسا کہ متعدد احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے رب! میں تو چاہتا ہوں کہ ایک دن کھاؤں تو تیرا شکر کروں اور دوسرے دن نہ کھاؤں اور صبر کروں۔''

(فتح الباري : ٢/١١٥٦ ـ تحفة الأحوذي : ٧/٧٠ ـ شرح مسلم للنووي : ١٨/٨٣)

دو دو مہینے آپ ﷺ کے گھر چولہا نہیں جلتا تھا

٤٩٢. وَعَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تَقُوْلُ : وَاللّٰهِ يَا ابْنَ اُخْتِيْ اِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ اِلَى الْهِلاَلِ ثُمَّ الْهِلاَلِ ثَلاَثَةَ اَهِلَّةٍ فِيْ شَهْرَيْنِ وَمَا اُوْقِدَ فِيْ اَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ : قُلْتُ : يَا خَالَةُ فَمَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ ؟ قَالَتِ: اَلْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَآءُ اِلَّا اَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيْرَانٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوْا يُرْسِلُوْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَلْبَانِهَا فَيَسْقِيْنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٤٩٢) حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اے میرے خواہرزاد ہم چاند کی طرف دیکھتے پھر ایک اور چاند پھر ایک اور چاند یعنی دو مہینوں میں تین چاند گزر جاتے رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا اے خالہ آپ کا گزارا کیسے ہوتا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ دو سیاہ چیزیں کھجور اور پانی البتہ رسول اللہ ﷺ کے انصاری پڑوسی جن کے یہاں دودھ دینے والے جانور تھے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیج دیتے جو آپ ﷺ ہمیں پلا دیتے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث (٤٩٢): صحیح البخاری، کتاب الھبة، باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابه . صحیح مسلم، اوائل کتاب الزھد والرقاق .

کلماتِ حدیث: منائح : دودھ دینے والے جانور، واحد منیحۃ ۔ دودھ دینے والا جانور جو کسی کو دودھ کے استعمال کے لیے دے کر دیا جائے اور وہ دودھ ختم ہونے کے بعد اسے واپس کر دے۔

شرحِ حدیث: اللہ کے رسول ﷺ کے گھروں میں دو دو ماہ تک آگ نہیں جلتی تھی صرف کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔ یعنی زہد اور دنیا سے بے رغبتی کی یہ فضا تھی اور یہ اس لیے تھی تا کہ امت کے لیے ایک مثال اور نمونہ قائم ہو۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ اکثر یہ دعا فرماتے:

" اللّٰهم اجعل رزق محمد قوتا ."

" اے اللہ آل محمد کا رزق بقدر کفاف فرما دے۔"

یہاں قوت کا لفظ ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بس اتنی روزی کہ سوال کی حاجت نہ رہے اور نہ ہی وہ زائد ہو کہ ترفہ کے زمرے میں آئے کہ قوت وہ ہے جس سے بدن کی قوت باقی رہے۔

(تحفة الأحوذي : ٧/ ٢٢ ـ فتح الباري : ٢/ ٤٤٥ ـ روضة المتقين : ٢/ ٤٤)

جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی

٤٩٣۔ وعن ابی سعید المقبری عن ابی هریرة رضی الله عنه انه' مر بقوم بین ایدیهم شاة مصلیة فدعوه فابی ان یاکل وقال : خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم من الدنیا ولم یشبع من خبز الشعیر رواه البخاری .

" مصلیة " بفتح المیم : ای مشویة .

(٤٩٣) حضرت ابو سعید مقبری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی دعوت دی مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

مصلیۃ : میم کے زبر کے ساتھ یعنی بھنی ہوئی۔

تخریجِ حدیث (٤٩٣): صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب ما کان النبی ﷺ واصحابه یاکلون

کلماتِ حدیث: مصلیۃ : بھنی ہوئی۔ صلی صلیا (باب ضرب) گوشت بھوننا۔

شرحِ حدیث: صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ پر اپنی جانیں فدا کی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ان میں سے کسی سے مخاطب ہوتے تو برجستہ ان کی زبانوں پر جملہ آتا " فداک ابی وامی یا رسول اللہ " اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ بھی آپ پر قربان۔ انہوں نے یہ بات صرف زبانی نہیں کی بلکہ اس دین کے لیے جو رسول اللہ ﷺ لائے تھے اس پر اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ

ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی ایسی اقتداء کی اور آپ کی ایک ایک بات کی اس طرح پیروی کی کہ تاریخ عالم میں اس کی کہیں اور مثال نہیں ملتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھنا ہوا گوشت کھانے کی دعوت دی گئی تو آپ کی آنکھوں کے سامنے حیات طیبہ کا نقشہ آ گیا اور انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

(فتح الباري : ۱۱۵٦/۲ ۔ عمدة القاري : ۷۸/۲۱)

آپ ﷺ نے میز پر رکھ کر کبھی کھانا نہیں کھایا

۴۹۴۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَمْ يَأْكُلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خِوَانٍ حَتَّى مَاتَ وَمَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتَّى مَاتَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ : وَلَا رَأَى شَاةً سَمِيْطًا بِعَيْنِهِ قَطُّ.

(۴۹۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرتے دم خوان پر رکھ کر کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی آپ ﷺ نے پتلی چپاتی کھائی۔ (بخاری)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بھنی ہوئی بکری اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی۔

تخریج حدیث (۴۹۴): صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب الخبز المرقق والاكل على الخوان والسفرة.

کلمات حدیث: خوان : چوکی یا تخت، جس پر کھانا رکھ کر کھایا جائے، تاکہ کھانے کے لیے زیادہ جھکنا نہ پڑے۔ سمیط : بکری کا چھوٹا سا بچہ جسے بھون لیا جائے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ ارادتاً طیبات دنیا کو ترک کر کے کھانے، پینے اور لباس میں سادگی اختیار کیے ہوئے تھے اور یہ اس لیے کہ آپ ﷺ نعیم آخرت کو طیبات دنیا پر ترجیح دیتے تھے۔ آپ ﷺ فقر کو غنا پر، سادگی کو توسع پر اور قدر کفاف کو وسعت رزق پر ترجیح دیتے تھے۔ (تحفة الأحوذي : ۷۴/۷ ۔ فتح الباري : ۱۱۵٦/۲ ۔ عمدة القاري : ۲۲/۲۱)

ردی کھجور سے بھی پیٹ نہیں بھرا

۴۹۵۔ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلدَّقَلُ" تَمْرٌ رَدِيءٌ.

(۴۹۵) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ردی کھجور بھی آپ ﷺ کو اتنی نہ ملتی کہ پیٹ بھر لیتے۔ (مسلم)

دقل : ردی کھجور۔

تخریج حدیث (۴۹۵): صحيح مسلم، اوائل كتاب الزهد والرقاق.

کلماتِ حدیث: دقل : ردی اور ادنیٰ قسم کی کھجور۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لیے عملی نمونہ ہے آپ ﷺ نے زہد کی زندگی گزاری اور دنیا کی نعمتوں اور لذتوں پر ہمیشہ آخرت کے انعام واکرام اور وہاں کی نعمتوں کو ترجیح اور فوقیت دی۔ غرض آپ ﷺ کی تمام زندگی سادگی اور سخت کوشی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ اس طرح کی زندگی آپ ﷺ نے امتِ مسلمہ کے سامنے بطورِ مثال رکھی تاکہ امت کے لوگ اس طرزِ حیات کو برضا ورغبت اختیار کریں کیونکہ یہ طرزِ حیات لوگوں میں جفاکشی اور سادگی پیدا کرتا ہے انہیں بلند اور اعلیٰ قدروں کے لیے جینا سکھاتا ہے انہیں اصولوں کے لیے مرنا سکھاتا ہے اور ان کے اندر دین کے لیے قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس طرزِ حیات کے لوگ حبِ دنیا سے حسد سے باہمی بغض ونفرت سے اور دنیا کے حصول کی کشمکش سے محفوظ رہتے ہیں۔ جبکہ اربابِ ثروت بالعموم پہلے بیان کردہ خصائص سے محروم رہتے اور ان اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو بیان کی گئیں۔ اسی لیے فرمایا کہ میں تمہارے فقر سے نہیں ڈرتا تمہارے اوپر دنیا کی فراوانی سے اندیشہ کرتا ہوں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بھی جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح لوگوں کو کھاتے پیتے دیکھا تو آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ یاد آگئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تو تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ کو ردی کھجور بھی اتنی میسر نہ ہوتی کہ آپ اس سے پیٹ بھر لیتے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے تمہارے نبی کے الفاظ بطورِ تنبیہ استعمال کیے تاکہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے اتباع کی جانب متوجہ کر سکیں۔ (دلیل الفالحین : ۲/۳۵۳)

آپ ﷺ نے زندگی بھر چھلنی نہیں دیکھی

۴۹۶۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ مِنْ حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى! فَقِيْلَ لَهُ: هَلْ كَانَ لَكُمْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَاخِلُ ؟ قَالَ: مَارَاى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْخُلاً مِنْ حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَقِيْلَ لَهُ : كَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُوْنَ الشَّعِيْرَ غَيْرَ مَنْخُوْلٍ ؟ قَالَ كُنَّا نَطْحَنُهُ، وَنَنْفُخُهُ فَيَطِيْرُ مَا طَارَ وَمَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

" قَوْلُه " " اَلنَّقِيُّ " هُوَ " بِفَتْحِ النُّوْنِ وَكَسْرِ الْقَافِ وَتَشْدِيْدِ الْيَاءِ " وَهُوَ الْخُبْزُ الْحُوَّارِى وَهُوَ الدَّرْمَكُ : قَوْلُه " ثَرَّيْنَاهُ " هُوَ بِثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ ثُمَّ رَاءٍ مُشَدَّدَةٍ ثُمَّ يَاءٍ مُثَنَّاةٍ مِنْ تَحْتُ ثُمَّ نُوْنٍ : اَىْ بَلَّلْنَاهُ وَعَجَنَّاهُ.

(۴۹٦) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بعثت کے وقت سے لے کر وفات تک رسول اللہ ﷺ نے سفید چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں دیکھی۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں

چھلنیاں نہیں تھیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعثت سے لے کر وفات تک چھلنی نہیں دیکھی، پھر ان سے پوچھا کہ بغیر چھنے ہوئے جو کی روٹی کیسے کھاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم جو کو پیستے پھر اس میں پھونک مارتے جو اڑتا وہ اڑ جاتا باقی ہم آٹا گوندھ لیتے۔ (بخاری)

نقی : سفید چھنے ہوئے آٹے کی روٹی۔ ثرینا، ہم اسے بھگوتے اور آٹا گوندھ لیتے۔

تخریج حدیث(۴۹۶): صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب النفخ فی الشعیر.

کلمات حدیث: ثریناہ : ہم اسے تر کر لیتے اسے بھگو لیتے۔ مناحل : جمع منخل چھلنی۔

شرح حدیث: حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی جانب سے جس عظیم مشن کو لے کر اٹھے تھے کہ اللہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو اللہ کی طرف لانا اس میں اس کی گنجائش ہی کہاں تھی کہ آپ ﷺ طیبات دنیا کا اہتمام فرماتے۔ اسی طرح جو جماعت آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کی اس مشن کی تکمیل کے لیے تیار کی تھی وہ ہر وقت جان ہتھیلی پر لیے پھرتے تھے انہیں کب فرصت تھی کہ دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے وقت نکالتے۔ مزید یہ کہ جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فقر اختیاری تھا اور صحابۂ کرام آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کرتے تھے اور ہر معاملے میں آپ ﷺ کی پیروی کرتے تھے۔

(فتح الباري : ٢/١١٥٥ـ دليل الفالحين : ٢/٣٥٤)

آپ ﷺ حضرات شیخین کو لے کر ایک انصاری صحابی کے گھر تشریف لے گئے

۴۹۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ فَاِذَا هُوَ بِاَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ " مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ ؟ " قَالَ : اَلْجُوْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ " وَاَنَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَاَخْرَجَنِی الَّذِیْ اَخْرَجَكُمَا قُوْمَا" فَقَامَا مَعَهٗ فَاَتٰى رَجُلاً مِنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُوَ لَيْسَ فِیْ بَيْتِهٖ، فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ قَالَتْ مَرْحَبًا وَاَهْلاً : فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اَيْنَ فُلَانٌ ؟ "

" قَالَتْ : ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَآءَ اِذْ جَآءَ الْاَنْصَارِیُّ فَنَظَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا اَحَدٌ. اَلْيَوْمَ اَكْرَمُ اَضْيَافاً مِنِّیْ، فَانْطَلَقَ فَجَاءَ هُمْ بِعِذْقٍ فِيْهِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطَبٌ فَقَالَ كُلُوْا وَاَخَذَ الْمُدْيَةَ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ " فَذَبَحَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوْا، فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوْا وَرَوُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : " وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَتُسْاَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمُ الْجُوْعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰى اَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيْمُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !!

قولها " يستعذب " : اى يطلب الماء العذب وهو الطيب : " والعذق بكسر العين واسكان الذال المعجمة وهو الكباسة وهى الغصن " والمدية بضم الميم وكسرها. هى السكين " والحلوب " ذات اللبن : والسوال عن هذا النعيم سوال تعديد النعم لا سوال توبيخ وتعذيب. والله اعلم. و هذا الانصارى الذى اتوه هو ابو الهيثم بن التيهان رضى الله عنه، كذا جاء مبينا فى رواية الترمذى وغيره.

(۴۹۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دن کو یا رات کو حضور ﷺ باہر تشریف لائے وہاں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اس وقت کس وجہ سے اپنے گھروں سے باہر آئے انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ (ﷺ) بھوک۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں بھی اسی وجہ سے باہر آیا ہوں جس وجہ سے تم آئے ہو چلو اٹھو۔ وہ دونوں اٹھے اور آپ ﷺ کے ساتھ چلے۔ آپ ﷺ ایک انصاری کے ہاں پہنچے وہ گھر پر نہیں تھے لیکن ان کی بیوی نے دیکھا اور وہ بولی مرحبا خوش آمدید۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ فلاں کہاں ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری بھی آگئے انہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھ کر کہا الحمد للہ آج مجھ سے زیادہ کوئی شخص معزز اور مکرم مہمان والا نہیں ہے اتنا کہا اور چلے گئے۔ وہ گئے اور کھجور کا ایک خوشہ لائے جس میں گدری، خشک اور تر کھجوریں تھیں انہوں نے کہا کھائیے اور یہ کہہ کر چھری اٹھائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دودھ دینے والی بکری ذبح نہ کرنا۔ بہر حال انہوں نے بکری ذبح کی۔ سب نے بکری کا گوشت اور کھجوریں اور پانی پیا۔ جب سیر ہو گئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن تم سے ضرور ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ تمہیں بھوک نے تمہارے گھروں سے نکالا۔ ابھی تم پلٹے بھی نہ تھے کہ تمہیں یہ نعمتیں مل گئیں۔ (مسلم)

یستعذب : میٹھے پانی کی تلاش میں گئے ہیں۔ عذق : کھجوروں کا خوشہ۔ مدیہ چھری۔ حلوب : دودھ دینے والی۔ سوال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں گنوائے گا یہ مطلب نہیں ہے کہ باز پرس کرے گا اور سزا دے گا۔ واللہ اعلم اور انصاری جن کے گھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تھے وہ ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ ترمذی کی روایت میں اس کی وضاحت ہے۔

تخریج حدیث (۴۹۷): صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب جواز استتباعه غيره الى دار من يثق برضاه بذلك.

کلمات حدیث: روی : سیراب ہونے۔ روی ریا (باب سمع) پانی سے سیراب ہونا۔

شرح حدیث: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی بندگی میں مصروف اور اس کے حضور میں حاضر تھے کہ بھوک کی شدت نے یکسوئی اور استحضار میں کمی پیدا کر دی اور بھوک کی بے چینی نشاط عبادت میں مانع بن گئی تو دونوں حضرات باہر تشریف لے آئے اتنی ہی دیر میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لائے اور فرمایا کہ جو حال صاحبین کا ہے وہی میرا ہے۔

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہما کا یہ حال فتوحات سے پہلے تھا۔ یہ بات صحیح نہیں اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فتح خیبر کے بعد اسلام لائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیشہ ہی رسول اللہ ﷺ اس حال میں رہے کہ یسر اور عسر دوش بدوش چلتے رہے۔ اگر کہیں سے آپ ﷺ کے پاس کچھ آتا آپ ﷺ اسے اسی وقت تقسیم فرما دیتے اور آپ ﷺ اور آپ کے اہل خانہ اکثر جو اور کھجور اور پانی پر گزارا فرماتے۔ صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ نے کبھی جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مدینہ منورہ آنے کے بعد سے آل رسول نے مسلسل تین رات کھانا نہیں کھایا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور جب آپ نے وفات پائی تو اس وقت آپ کی زرہ تھوڑے سے جو کے بدلے جو آپ کے گھر والوں نے قرض لی تھی رہن رکھی ہوئی تھی۔ غرض جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ آتا آپ اسے فوراً صرف فرما دیتے محتاجوں کو دیدیتے مہمان نوازی فرماتے اور سرایا اور لشکروں کی تیاری پر صرف کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے اپنی یہ حالت چھپایا کرتے تھے لیکن جوں ہی جانثار صحابہ کو علم ہوتا تو وہ فوراً جو میسر ہوتا خدمت اقدس میں حاضر کر دیتے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی آواز سے آپ کی بھوک کا اندازہ ہوا انہوں نے اسی وقت کھانا حاضر کیا اور حضرت ابو شعیب انصاری رضی اللہ عنہ نے چہرہ انور کی طرف دیکھ کر بھانپ لیا کہ سرکار بھوکے ہیں وہ اسی وقت کھانا لانے دوڑے۔ خود اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی حال ہوتا تھا لیکن جب سرکار کے بارے میں علم ہوتا کہ بھوک کی شدت ہے تو خود نہ کھاتے آپ ﷺ کو پیش کر دیتے۔

﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾

''وہ خود بھوکے ہوتے ہوئے اپنے آپ پر ترجیح دیتے تھے۔''

(شرح صحیح مسلم للنووی : ١٣/١٧٧۔ تحفۃ الاحوذی : ٧/١١٨۔ روضۃ المتقین : ٢/٤٧)

دنیا منہ پھیر کر بھاگ رہی ہے

٤٩٨۔ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ: خَطَبَنَا عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ وَكَانَ اَمِيرًا عَلَى الْبَصْرَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ اٰذَنَتْ بِصُرْمٍ وَوَلَّتْ حَذَّاءَ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ يَتَصَابُّهَا صَاحِبُهَا، وَاِنَّكُمْ مُنْتَقِلُوْنَ مِنْهَا اِلٰى دَارٍ لَا زَوَالَ لَهَا فَانْتَقِلُوْا بِخَيْرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ فَاِنَّهُ قَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِيْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ عَامًا لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللّٰهِ لَتُمْلَاَنَّ اَفَعَجِبْتُمْ؟ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ عَامًا وَلَيَاْتِيَنَّ عَلَيْهِ يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيْظٌ مِنَ الزِّحَامِ وَلَقَدْ رَاَيْتُنِيْ، سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى قَرِحَتْ اَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا فَمَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَصْبَحَ اَمِيْرًا عَلٰى مِصْرٍ مِنَ الْاَمْصَارِ

وَاِنِّیْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَکُوْنَ فِیْ نَفْسِیْ عَظِیْمًا وَعِنْدَ اللّٰهِ صَغِیْرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهٗ " اٰذَنَتْ " هُوَ بِمَدِّ الْاَلِفِ ! اَیْ اَعْلَمَتْ : وَقَوْلُهٗ "بِصُرْمٍ" هُوَ بِضَمِّ الصَّادِ : اَیْ بِاِنْقِطَاعِهَا وَفَنَائِهَا، قَوْلُهٗ "وَوَلَّتْ حَذَّآءَ" هُوَ بِحَاءٍ مُهْمَلَةٍ مَفْتُوْحَةٍ ثُمَّ ذَالٍ مُعْجَمَةٍ مُشَدَّدَةٍ ثُمَّ اَلِفٍ مَمْدُوْدَةٍ : اَیْ سَرِیْعَةً : "وَالصُّبَابَةُ" بِضَمِّ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ وَهِیَ الْبَقِیَّةُ الْیَسِیْرَةُ وَقَوْلُهٗ " یَتَصَابُّهَا" هُوَ بِتَشْدِیْدِ الْبَآءِ قَبْلَ الْهَاءِ اَیْ یَجْمَعُهَا " "وَالْكَظِیْظُ" الْكَثِیْرُ الْمُمْتَلِیْ:وَقَوْلُهٗ " قَرِحَتْ" هُوَ بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ الرَّآءِ اَیْ صَارَتْ فِیْهَا قُرُوْحٌ .

(۴۹۸) خالد بن عمیر عدوی بیان کرتے ہیں کہ بصرہ کے امیر عتبۃ بن غزوان نے خطبہ دیا اور بعد حمد وثناء کہا کہ دنیا اختتام کے قریب ہے اور پلٹ کر بھاگ رہی ہے۔ بس اب دنیا کے برتن میں دنیا کی تلچھٹ باقی رہ گئی ہے جسے صاف کرنے والا صاف کرتا ہے۔ اب تمہیں یہاں سے ایک اور گھر منتقل ہونا ہے جو ایسا گھر ہے جس میں زوال نہیں ہے تمہارے پاس جو بہتر سے بہتر سامان ہے اس کے ساتھ اس گھر میں منتقل ہو۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے پتھر لڑھکایا جائے گا وہ ستر برس تک لڑھکتا رہے گا مگر تہہ میں نہیں پہنچ پائے گا۔ اللہ کی قسم جہنم بھر دی جائے گی، کیا تمہیں تعجب ہے اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت کے دو کواڑوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے اور اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ انسانوں کی بھیڑ سے بھری ہوگی۔ تحقیق میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات افراد میں ساتواں پایا ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا کچھ کھانے کو نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہماری باچھیں زخمی ہو گئیں۔ اس زمانے میں مجھے ایک چادر ملی میں نے وہ پھاڑ کر اپنے اور سعد بن مالک کے درمیان تقسیم کر لی آدھی کی میں نے ازار باندھ لی اور آدھی سعد بن مالک نے ازار بنالی۔ لیکن آج ہم میں سے ہر ایک کسی شہر کا امیر ہے۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ اپنی نظر میں بڑا ہوں اور اللہ کے ہاں چھوٹا ہوں۔ (مسلم)

آذنت : اعلان کیا، مطلع کیا۔ صرم: ختم کردیا گیا، کاٹ دیا گیا۔ ولت حذاء : تیزی سے پلٹ گئی، الٹے پاؤں پلٹ گئی۔ صبابہ: تلچھٹ، بچا ہوا حصہ۔ یتصابھا : وہ اسے پیتا ہے۔ کظیظ : بھرا ہوا، قرحت: زخم ہو گئے۔

تخریج حدیث(۴۹۸): صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقاق .

راوی حدیث: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں حبشہ کی جانب ہجرت کی مشہور تیر انداز تھے۔ غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے۔ بصرہ خود عتبۃ بن غزوان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ۱۷ھ میں بسایا تھا اور خود ہی اس کے امیر ہوئے۔ آپ سے چار احادیث مروی ہیں۔ صحاح ستہ میں یہی ایک حدیث مذکور ہے۔ ربذہ میں وفات پائی۔

(دلیل الفالحین : ۲/ ۳٦۰)

کلمات حدیث: قرحت : زخمی ہو گئے۔ قرح قرحاً (باب فتح) زخمی کرنا۔ اشد اقنا : ہماری باچھیں۔ شدق : باچھ، ہونٹوں کے کنارے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے بے انتہاء دکھ اٹھائے اور ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں اور اسلام کا بیج جزیرۂ عرب میں بویا اور اس کی آبیاری کی یہاں تک کہ یہ ایک تناور درخت بن گیا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام اس وقت کی ساری معلوم دنیا میں پہنچ گیا اور دنیا اسلام اور اہل اسلام کے سرنگوں ہوگئی۔ محکوم حاکم بن گئے اور حاکم محکوم ہو گئے اور پتے چبا کر جنگیں لڑنے والے شہروں کے امیر ہو گئے۔ اور یہ انقلابِ عظیم ربع صدی میں برپا ہو گیا۔

حضرت عتبۃ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں بصرہ شہر بسایا تھا اور وہ اس کے امیر تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے تقریر کی اور دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا نقشہ کھینچا اور جنت وجہنم کا ذکر کیا اور بتایا کہ سات اصحاب رسول اللہ ﷺ تھے اور میں ان میں ساتواں تھا۔ ہم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ تھا اور ہم بھوک کی شدت برداشت نہ کر پاتے تو پتے چبایا کرتے تھے جس سے ہمارے ہونٹوں کے کناروں پر زخم ہو گئے تھے۔ لباس بھی میسر نہ تھا۔ مجھے کہیں سے ایک چادر مل گئی تھی جسے میں نے پھاڑ کر دو حصوں میں تقسیم کر لیا اور ایک ٹکڑا میں نے باندھ لیا اور ایک سعد بن مالک نے باندھ لیا۔ آج میں اور سعد بن مالک دونوں امیر شہر ہیں۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۸/ ۸۰)

جن کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ نے سفرِ آخرت فرمایا

۴۹۹. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَخْرَجَتْ لَنَا عَآئِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا كِسَآءً وَاِزَارًا غَلِيْظًا قَالَتْ : قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَيْنِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۴۹۹) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں اوپر پہننے کی ایک موٹی چادر اور ایک ازار نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کپڑوں میں وفات پائی۔ (بخاری ومسلم)

تخریج حدیث (۴۹۹): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب ما ذكر من درع النبی ﷺ وعصاه وسيفه .

کلمات حدیث: کساء : کپڑا، چادر جو اوپر پہنی جائے، یا قمیص۔ ازار : تہبند، غلیظ، موٹی۔

شرح حدیث: حیاتِ طیبہ پوری کی پوری زہد اور دنیا سے بے رغبتی اور دنیا کی نعمتوں پر اللہ کے یہاں ملنے والی نعمتوں کو ترجیح دینے کی مثال ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ کپڑے دکھائے جن میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی ایک موٹی چادر اوپر اوڑھنے کی اور ایک ازار، زیرِ نظر حدیث میں لفظ غلیظ ہے جس کے معنی موٹے کپڑے کے ہیں لیکن صحیح مسلم کی ایک روایت میں ملبد کا لفظ ہے، یعنی پیوند لگا ہوا۔ یعنی چادر میں اتنے پیوند لگے ہوئے تھے کہ درمیان میں گٹھل بن گیا تھا۔ (فتح الباري : ۲/ ۲۲۶ ۔ روضة المتقين : ۲/ ۵۰)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر چلایا

۵۰۰. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنِّیْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

نجاهد مع صلى الله عليه وسلم ما لنا طعامٌ الا ورق الحُبلة وهذا السَّمُرُ حتى ان كان احدنا ليضعُ كما تضعُ الشَّاةُ ماله خلطٌ متفق عليه.

" الحُبلةُ " بضمِّ الحاء المُهملة واسكانِ الباء المُوحَّدة: وهي والسَّمُرُ نوعان معروفان من شجر البادية

(٥٠٠) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں عرب میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیراندازی کی۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے اور ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا سوائے کیکر اور سمر کے پتوں کے۔ یہاں تک کہ ہم بکری کی مینگنیوں کی طرح قضائے حاجت کرتے کہ آپس میں خلط نہ ہوتی۔

حبلہ اور سمر جنگل کے درختوں کی قسمیں ہیں (کیکر اور ببول)

تخریج حدیث(٥٠٠): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب ما ذكر من درع النبي ﷺ وعصاه وسيفه.

کلمات حدیث: خلط: ملی ہوئی شئے۔ خلط خلطا (باب ضرب) ملانا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ١ ھ میں ساٹھ سواروں کا ایک دستہ عبیدۃ بن الحارث کی سرکردگی میں ابوسفیان بن حرب اور اس کے ساتھی مشرکین کے قافلے پر نظر رکھنے کے لیے رابغ روانہ فرمایا تھا اس میں نہ جنگ کی نوبت آئی اور نہ تلواریں باہر نکلیں صرف فریقین میں تیراندازی ہوئی اور مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلا تیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے چلایا۔ جو اسلام کی تاریخ میں دشمنان اسلام پر چلایا جانے والا پہلا تیر تھا۔

مقصود بیان یہ ہے کہ اسلام کی سربلندی کے لیے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے صحابہ کرام نے کس قدر مصائب برداشت کیے اور کس قدر سخت حالات سے گزرے اور ہر حالت میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

(فتح الباري: ٢/ ٤٣٥ـ مظاهر حق: ٤/ ٧٤١ـ روضة المتقين: ٢/ ٥١)

یا اللہ بقدرِ ضرورت روزی عطا فرما

٥٠١ـ وعن ابي هريرة رضي الله عنهُ قال: قال رسُوْلُ الله صلّى اللّه عليه وسلّم: " اللّهمّ اجعلْ رزق آل محمد قوتا " متفق عليه.

قال اهلُ اللُّغة والغريبِ معنى " قُوْتا " اي ما يسدُّ الرَّمق.

(٥٠١) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ آل محمد ﷺ کو رزق بقدر کفاف عطا فرما۔ (متفق علیہ)

اہل لغت کہتے ہیں کہ قوت سے مراد خوراک کی اتنی مقدار جس سے بھوک مٹ جائے۔

تخریج حدیث(٥٠١): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابہ ۔ صحیح مسلم، اوائل کتاب الزھد والرقاق۔

کلمات حدیث: قوت : بقدر کفاف روزی، اتنی خوراک جس سے بھوک مٹ جائے ۔ اسباب زندگی کی کم سے کم مقدار ، معیشت کی لازمی مقدار۔

شرح حدیث: حدیث مبارک دلیل ہے کہ بقدر کفاف روزی سب سے اچھی روزی ہے کہ اس میں دنیا سے زہد اور آخرت کی نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں پر ترجیح دینا اور باقی کو فانی پر فوقیت دینا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مؤمن کی ساری زندگی ایک ایسے مسافر کی زندگی ہو جسے یہ بستی چھوڑ کر اپنے اصل وطن جانا ہے جہاں ہر طرح کی راحت و آرام اس کا منتظر ہے۔ رسول کریم ﷺ کی ہر سنت قابل اتباع ہے اور ہر مؤمن کے لیے اسوۂ حسنہ اور نمونہ عمل ہے۔ (فتح الباری : ٣٧٢/٣)

رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ

٥٠٢۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنْ كُنْتُ لَاَعْتَمِدُ بِكَبِدِیْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ، وَاِنْ كُنْتُ لَاَشُدُّ الْحَجَرَ عَلٰی بَطْنِیْ مِنَ الْجُوْعِ. وَلَقَدْ قَعَدْتُ یَوْمًا عَلٰی طَرِیْقِهِمُ الَّذِیْ یَخْرُجُوْنَ مِنْهُ فَمَرَّ بِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِیْنَ رَاٰنِیْ وَعَرَفَ مَا فِیْ وَجْهِیْ وَمَا فِیْ نَفْسِیْ ثُمَّ قَالَ " اَبَاهِرٍّ " قُلْتُ : لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ "اِلْحَقْ" وَمَضٰی فَاتَّبَعْتُهٗ، فَدَخَلَ فَاسْتَاْذَنَ فَاَذِنَ لِیْ فَدَخَلْتُ فَوَجَدَ لَبَنًا فِیْ قَدَحٍ فَقَالَ : مِنْ اَیْنَ هٰذَا اللَّبَنُ " قَالُوْا اَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ اَوْ فُلَانَةٌ. قَالَ "اَبَاهِرٍّ" قُلْتُ : لَبَّیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : " اِلْحَقْ اِلٰی اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِیْ، قَالَ وَاَهْلُ الصُّفَّةِ اَضْیَافُ الْاِسْلَامِ لَایَاْوُوْنَ عَلٰی اَهْلٍ وَلَا مَالٍ وَلَا عَلٰی اَحَدٍ وَكَانَ اِذَا اَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا اِلَیْهِمْ وَلَمْ یَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَیْئًا وَاِذَا، اَتَتْهُ هَدِیَّةٌ اَرْسَلَ اِلَیْهِمْ وَاَصَابَ مِنْهَا وَاَشْرَكَهُمْ فِیْهَا. فَسَآءَنِیْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِیْ اَهْلِ الصُّفَّةِ ! كُنْتُ اَحَقَّ اَنْ اُصِیْبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً اَتَقَوّٰی بِهَا فَاِذَا جَآءَ وْا وَاَمَرَنِیْ فَكُنْتُ اَنَا اُعْطِیْهِمْ : وَمَا عَسٰی اَنْ یَّبْلُغَنِیْ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ وَلَمْ یَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُدٌّ، فَاَتَیْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَاَقْبَلُوْا وَاسْتَاْذَنُوْا فَاَذِنَ لَهُمْ وَاَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَیْتِ، قَالَ. " اَبَاهِرٍّ " قُلْتُ: لَبَّیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ" خُذْ فَاَعْطِهِمْ قَالَ فَاَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ اُعْطِیْهِ الرَّجُلَ فَیَشْرَبُ حَتّٰی یَرْوٰی ثُمَّ یَرُدُّ عَلَیَّ الْقَدَحَ فَاُعْطِیْهِ الْاٰخَرَ فَیَشْرَبُ حَتّٰی یَرْوٰی ثُمَّ یَرُدُّ عَلَیَّ الْقَدَحَ فَاُعْطِیْهِ الرَّجُلَ فَیَشْرَبُ حَتّٰی یَرْوٰی، ثُمَّ یَرُدُّ عَلَیَّ الْقَدَحَ فَیَشْرَبُ حَتّٰی یَرْوٰی ثُمَّ یَرُدُّ عَلَیَّ الْقَدَحَ حَتّٰی انْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِیَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَاَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهٗ عَلٰی یَدِهٖ فَنَظَرَ اِلَیَّ فَتَبَسَّمَ

فَقَالَ " اَبَا هِرٍّ" "قُلْتُ لَبَّيْکَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: بَقِيْتُ اَنَا وَاَنْتَ " قُلْتُ : صَدَقْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ" اقْعُدْ فَاشْرَبْ" فَقَعَدْتُ، فَشَرِبْتُ فَقَالَ : اشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ يَقُوْلُ : اشْرَبْ حَتّٰى قُلْتُ لَا وَالَّذِيْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا اَجِدُ لَهٗ مَسْلَکاً، قَالَ: "فَاَرِنِيْ" فَاَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَسَمّٰى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵۰۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں بھوک کی شدت سے اپنا پیٹ زمین سے لگا لیتا اور کبھی بھوک کی شدت سے پتھر پیٹ پر باندھ لیتا ایک روز میں راستہ میں بیٹھ گیا جہاں سے لوگ نکل رہے تھے۔ میرے پاس سے رسول اللہ ﷺ گزرے آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور مجھے دیکھ کر میرے چہرے اور میرے دل کی کیفیت جان گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابا ہر (ابو ہریرہ) میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! فرمایا کہ میرے ساتھ آؤ۔ یہ کہہ کر آپ چل پڑے میں بھی آپ کے پیچھے چلا۔ آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے میں نے اجازت طلب کی تو مجھے بھی اجازت مرحمت فرمادی اور میں بھی اندر چلا گیا۔ آپ کو ایک پیالہ میں دودھ رکھا ہوا ملا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ گھر والوں نے کہا کہ فلاں مرد یا فلاں عورت نے آپ ﷺ کے لیے ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابا ہر (ابو ہریرہ) میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! اہل صفہ کے پاس جاؤ انہیں میرے پاس بلا لاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے ان کا نہ کوئی ٹھکانہ تھا نہ گھر بار اور نہ مال نہ کوئی سہارا رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی صدقہ آتا تو ان کو بھجوا دیتے اور آپ ﷺ اس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب ہدیہ آتا تو انہیں بلوا لیتے خود بھی اس میں استعمال فرماتے اور انہیں بھی شریک کرتے۔

مجھے یہ بات گراں ہوئی میں نے سوچا کہ اس دودھ سے اہل صفہ کا کیا بنے گا؟ اہل صفہ کے بجائے میں زیادہ حق دار تھا کہ یہ دودھ پی لیتا کہ کچھ توانائی آتی جب وہ آئیں گے تو آپ مجھے حکم فرمائیں گے کہ میں انہیں دیدوں پھر ہو سکتا ہے کہ یہ دودھ مجھ تک نہ پہنچے۔ لیکن اللہ کی اطاعت اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے سوا چارہ نہیں۔

غرض اہل صفہ کے پاس آیا اور ان کو بلا لایا وہ سب آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی اور وہ گھر میں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابا ہر (ابو ہریرہ) میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! یہ لو اور انہیں دیدو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پیالہ لیا ایک شخص کو دیتا وہ سیر ہو کر پیتا اور پیالہ مجھے دیدیتا میں دوسرے کو دیتا وہ سیر ہو کر پیتا اور پیالہ مجھے دیدیتا یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ تک پہنچا اور سب لوگ پی کر سیراب ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے پیالہ لے کر اپنے ہاتھ پر رکھا اور مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابا ہر (ابو ہریرہ) میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میں اور تم رہ گئے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ صحیح فرماتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور پیو۔ میں بیٹھ گیا اور پیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پیو میں نے پیا۔ آپ یہ فرماتے گئے کہ پیو یہاں تک کہ میں نے عرض کیا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو

حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اب میرے پیٹ میں جگہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا لاؤ مجھے دو میں نے وہ پیالہ آپ کو دیدیا، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اللہ کا نام لیا اور بچا ہوا دودھ پی لیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۵۰۲): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ و اصحابه.

کلمات حدیث: أتقوی: میں قوت حاصل کرلوں، مجھے توانائی مل جائے۔ قوی، قوۃ (باب سمع) طاقت ہونا، کسی کام پر قادر ہونا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ کے معجزہ کا بیان ہے کہ دودھ کا ایک پیالہ کثیر آدمیوں کو کافی ہوگیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس موقعہ پر اصحاب صفہ کی تعداد ستر تھی اور کسی نے کہا کہ چار سو تھی۔ حاکم اپنی متدرک میں فرماتے ہیں کہ میں نے ان تمام احادیث کا جائزہ لیا جو اصحاب صفہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ تمام اکابر صحابہ تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کو اور اس کی خشیت کو اپنا شعار بنالیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی مجالس میں حاضری کو اپنے اوپر لازم کرلیا تھا اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کی اتباع و اقتداء میں مسکنت فقر اور تضرع اختیار کرلیا تھا اور اپنے آپ کو اللہ کی عبادت اور اس کے سامنے عاجزی اور بندگی کے لیے وقف کردیا تھا اور دنیا دنیا والوں کے لیے چھوڑ کر خود اللہ کے لیے ہوگئے تھے۔

علماء نے فرمایا کہ اصحاب صفہ کی تعداد مختلف اوقات میں مختلف ہوتی تھی کبھی تعداد زیادہ ہوتی اور کبھی غزوات یا کسی اور مقصد کے لیے چلے جاتے تو تعداد کم ہوجاتی تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھوک کی شدت سے اپنا پیٹ زمین سے لگا لیتے یا پتھر باندھ لیتے۔ خود رسول کریم ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی پیٹ پر پتھر باندھا ہے یعنی ایک پتلا اور چپٹا پتھر لے لیتے جس کی لمبائی بالشت بھر ہوتی اسے پیٹ پر رکھ کر اوپر سے کپڑا باندھ لیتے تھے اس سے کھڑا ہونے میں مدد ملتی تھی۔

بخاری اور جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راستے میں آکر بیٹھ گئے تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ آئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر سے قرآن کی ایک آیت کی تفسیر پوچھی اور دل میں خیال کیا کہ شاید ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے ساتھ لے جائیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے میں نے ان سے بھی ایک آیت کی تفسیر پوچھی اور دل میں خیال کیا کہ شاید عمر مجھے ساتھ لے جائیں گے اور پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے مجھے مسکرا کر دیکھا اور کہا ابوہریرہ میں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ آجاؤ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اشارہ کو نہیں سمجھا اور ان کے آیت قرآن کے بارے میں سوال کو اس کے ظاہر پر لیا۔ چنانچہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے افسوس کا اظہار بھی کیا کہ کیوں نہ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے گئے۔ اللہ کی قسم اگر میں تمہیں ساتھ لے جاتا تو یہ میرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوتا۔

جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تمام اصحاب صفہ کو دودھ پلا چکے تو رسول اللہ ﷺ نے دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لیا اور حضرت ابوہریرہ

رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر مسکرائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات اشارہ ہے اس امر کا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دل میں موجود اس بات کو جان گئے کہ شاید دودھ میرے لیے نہ بچے۔ بہر کیف آخر میں رسول اللہ ﷺ نے دودھ کا پیالہ لیا اللہ کی حمد کی اس نعمت پر جو اس نے عطا فرمائی اور اس برکت کی جو اس دودھ میں اس نے پیدا فرمائی اور بسم اللہ کہہ کر آپ ﷺ نے بقیہ دودھ نوش فرمالیا۔ (فتح الباري : ٣٦٧/٣۔ عمدة القاري : ٨٨/٢٣۔ تحفة الأحوذي : ٢٢٢/٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھوک کی وجہ سے بیہوش ہو جانا

٥٠٣۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَاَخِرُّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى حُجْرَةِ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِيْءُ الْجَائِيْ فَيَضَعُ رِجْلَهٗ عَلٰى عُنُقِيْ وَيَرٰى اَنِّيْ مَجْنُوْنٌ وَمَا بِيْ مِنْ جُنُوْنٍ مَابِيْ اِلَّا الْجُوْعُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٥٠٣) محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرا یہ حال ہوتا کہ میں منبر رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے درمیان بے ہوش ہو کر گر جاتا کوئی آنے والا آتا اور میری گردن پر پاؤں رکھتا اور یہ سمجھتا کہ میں مجنون ہوں مجھے جنون نہیں ہوتا بھوک کی شدت سے یہ حال ہو جاتا۔ (بخاری)

تخریج حدیث(٥٠٣): صحيح البخاري، كتاب الاعتصام، باب ما ذكر النبي ﷺ وحض على اتفاق اهل العلم.

کلمات حدیث: لأخر : میں گر جاتا، میں گر پڑتا۔ خر خرورًا : اوپر سے نیچے گرنا۔ خر الله ساجدًا : اللہ کے لیے سجدے میں نیچے گر گیا۔

شرح حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان صحابۂ کرام میں سے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی تج دی تھی اور اپنے اوقات کو علوم نبوت کے حصول اور ان کی اشاعت میں لگا دیا تھا۔ ان کا نہ کوئی ذریعہ معاش تھا نہ تجارت اور زراعت ان کا شب و روز ایک ہی مشغلہ تھا اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت اور آپ کی احادیث کو حفظ کرنا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا ہے ایک حصہ عبادت کے لیے اور ایک حصہ آرام کے لیے اور ایک حصہ اللہ کے رسول کی احادیث یاد کرنے کے لیے۔ نیز فرماتے کہ میرے مہاجر بھائی کاروبار میں اور میرے انصاری بھائی زمینوں میں مصروف رہتے میرا کوئی کام نہ تھا سوائے اس کے کہ ہر وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتا اور جو کھانے کو مل جاتا کھا لیتا۔ نتیجہ یہ کہ میں ان مجالس نبوت میں حاضر ہوتا جن میں دوسرے غیر موجود ہوتے اور میں وہ احادیث بھی یاد رکھتا جو دوسرے بھول جاتے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ میں نے اپنی چادر بچھا دی آپ نے فرمایا اسے لپیٹ کر اپنے سینے سے لگا لو۔ میں نے اسی طرح کیا اور میں اس کے بعد سے آپ ﷺ کی کوئی حدیث نہیں بھولا۔ (فتح الباري : ٨١٨/٣۔ روضة المتقين : ٥٥/٢)

رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت آپ کی زرہ گروی رکھی ہوئی تھی

٥٠٤. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُه' مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيّ فِيْ ثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٥٠٤) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ تیس صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(٥٠٤): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب ما قيل في درع النبی ﷺ .

کلمات حدیث: مرهونة : رہن رکھی ہوئی۔ رهن رهنا (باب نصر) رہن رکھنا، گروی رکھنا۔

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ اس یہودی کا نام ابوالشحم تھا۔ آپ ﷺ بعض اوقات یہودیوں سے قرض لے لیا کرتے تھے اور مسلمان صحابہ سے اس لیے نہ لیتے کہ وہ آپ سے قرض واپس نہ لیں گے، جو آپ ﷺ پسند نہیں فرماتے تھے یا اس لیے لیتے تھے کہ جواز کا بیان ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ اہل کتاب سے قرض لینا درست ہے۔

علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ذمیوں سے اور کافروں سے معاملات درست ہیں سوائے اس کے کہ یہ علم ہو کہ اس کے پاس جو شئے ہے وہ حرام ہے۔ (فتح الباري : ١٠٩٠ ـ روضة المتقين : ٥٦/٢ ـ دليل الفالحين : ٣٧٢/٢)

-----

٥٠٥. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَه' بِشَعِيْرٍ وَمَشِيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُه' يَقُوْلُ مَا اَصْبَحَ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَاعٌ وَلَا اَمْسٰى وَاِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ اَبْيَاتٍ " رَوَاهُ الْبُخَارِيّ .

" اَلْاِ هَالَةُ " بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ : اَلشَّحْمُ الذَّائِبُ : " وَالسَّنِخَةُ " بِالنُّوْنِ وَالْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ، وَهِيَ الْمُتَغَيِّرَةُ.

(٥٠٥) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زرہ جو کے بدلے رہن رکھی اور میں آپ ﷺ کے لیے جو کی روٹی اور چربی جو قدرے متغیر ہوگئی تھی لے کر گیا اور میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آل محمد ﷺ کے پاس صبح کو یا شام کو ایک صاع بھی خوراک نہیں ہوتی اور اس وقت آپ ﷺ کے نو گھر تھے۔ (بخاری)

اهالة : پگھلی ہوئی چربی۔ بسنخة : جس میں قدرے تغیر آ گیا ہو۔

تخریج حدیث(٥٠٥): صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئة .

کلمات حدیث: إهالة : پگھلی میں چربی، کسی نے کہا کہ خشک چکنائی یا وہ چکنائی جو بطور سالن استعمال ہو۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا یہی نقشہ ہے جو آپ ﷺ کی وفات تک برقرار رہا کہ آپ ﷺ آخرت کو دنیا پر ترجیح اور دنیا میں زہد وفقر اختیار فرمایا اور جب آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیش کش ہوئی کہ احد پہاڑ سونے کا بنا دیا جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اے میرے رب! مجھے تو یہی پسند ہے کہ ایک دن کھانے کو مل جائے تو شکر کروں اور دوسرے دن کھانے کا نہ ملے تو صبر کروں۔ (فتح الباري : ١/١٠٩٠۔ دليل الفالحين : ٢/٣٧٤)

اصحابِ صفہ کی ناداری

٥٠٦. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ مَامِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَآءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا كِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِيْ، اَعْنَاقِهِمْ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهٗ بِيَدِهٖ كَرَاهِيَةَ اَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(٥٠٦) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ستر اہل صفہ دیکھے کسی کے پاس بھی چادر (رداء نہیں تھی یا تو ازار ہوتی یا چادر جسے گردن سے باندھ لیتے جو آدھی پنڈلیوں تک آتی یا ٹخنوں تک پہنچتی وہ اسے جمع کر کے ہاتھ سے پکڑ لیتے کہ کہیں ستر نہ نظر آئے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٥٠٦): صحيح البخاري، ابواب المساجد، باب نوم الرجال في المساجد .

کلماتِ حدیث: كراهية : ناپسند کرتے ہوئے۔ كره كرها (باب سمع) ناپسند کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ زہد اور دنیا سے استغناء کی زندگی گزارتے تھے۔ خاص طور پر اصحابِ صفہ زہد اور دنیا سے بے رغبتی میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے متبع تھے۔ اصحابِ صفہ کا کوئی کاروبار یا زراعت نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس صدقات میں اگر کچھ آجاتا تو ان اصحاب کو بھیج دیتے اور اگر آپ ﷺ کے پاس ہدیہ آتا تو ان اصحاب کو بلوا کر اپنے ساتھ شریک فرماتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے وقت سے حضور ﷺ کی وفات تک اصحابِ صفہ میں ہی شامل رہے اور وہ اصحاب کے تمام لوگوں سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب اصحابِ صفہ کو کھانے پر بلاتے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کو حکم فرماتے کہ ان حضرات کو لے کر آؤ۔

اصحابِ صفہ کی تعداد مختلف اوقات میں مختلف رہتی کبھی غزوات میں شرکت کی وجہ سے بھی کم ہو جاتی۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں ان کی تعداد ٣٢ بتائی ہے۔ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ٩٣، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ١٠١ اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے چار سو تعداد بتائی ہے۔

(روضة المتقين : ٢/٢٥)

اس حدیث کی شرح باب فضل الزہد فی الدنیا میں بھی گزر چکی ہے۔

آپ ﷺ کا بچھونا

٥٠٧. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اُدْمٍ حَشْوُه، لِيْفٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٥٠٧) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا چمڑے کا بستر تھا جس میں کھجور کی چھال اور پتے بھرے ہوئے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(٥٠٧): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ و اصحابه .

کلمات حدیث: اُدم : چمڑا جسے دباغت دیدی گئی۔ لیف : کھجور کی چھال اور پتے۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس کے نشان آپ ﷺ کے پہلو پر ابھر آئے تھے۔ کسی نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کیلئے کوئی بستر لے آئیں تاکہ آپ اس سے بچ جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا دنیا سے کیا تعلق؟ میں تو وہ سوار ہوں جو دو گھڑی درخت کے سائے میں رکتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر آگے روانہ ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے آپ ﷺ کا بستر دیکھا کہ چادر دھری کر کے ڈال دی گئی تھی۔ تو اس نے ایک گدا بھیج دیا جس میں روئی بھری ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور وہ گدا دیکھ کر فرمایا: اے عائشہ! اسے واپس کر دو۔ اللہ کی قسم اگر میں چاہتا تو اللہ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔

(فتح الباري : ٣٦٧/٣ ـ عمدة القاري : ٩٣/٢٣)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فقر کی حالت

٥٠٨. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْجَآءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَدْبَرَ الْاَ نْصَارِيُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَا اَخَا الْاَ نْصَارِ كَيْفَ اَخِيْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ "؟ فَقَالَ : صَالِحٌ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ يَعُوْدُه، مِنْكُمْ " ؟ فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَه، وَ نَحْنُ بِضْعَةَ عَشَرَمَا عَلَيْنَا نِعَالٌ وَلَا خِفَافٌ وَلَا قَلَانِسُ وَلَا قُمُصٌ نَمْشِيْ فِيْ تِلْكَ السِّبَاخِ حَتّٰى جِئْنَاهُ فَاسْتَاخَرَ قَوْمُه، مِنْ حَوْلِهٖ حَتّٰى دَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ مَعَه، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٥٠٨) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے

تھے کہ ایک انصاری شخص آیا اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا پھر وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے انصاری بھائی، میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ اچھا ہے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ان کی عیادت کے لیے جائے گا۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو ہم سب آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے ہم دس سے زیادہ افراد تھے ہم میں سے کسی کے پاس چپل، جوتے، ٹوپی یا قمیص کچھ نہ تھا ہم شور والی زمین میں پیدل چل رہے تھے، یہاں تک کہ ہم حضرت سعد کے گھر پہنچ گئے۔ اوران کی قوم کے لوگ ان کے گرد سے ہٹ گئے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب جو آپ کے ساتھ تھے حضرت سعد کے قریب ہو گئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(٥٠٨): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی عیادة المرضی .

کلمات حدیث: سباخ : ایسی زمین جس میں ہل نہ چلایا گیا ہو۔ شور والی زمین۔ سبخ سبخا (باب سمع) زمین میں شور ہونا۔ قلانس جمع قلنسوۃ : ٹوپی۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک انصاری نے آ کر سلام کیا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ہمارے بھائی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کیسے ہیں؟ اس نے جواب دیا ٹھیک ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان اس طرح رہتے تھے کہ کوئی فرق وامتیاز نہ ہوتا تھا اور باہر سے آنیوالے ناواقف آدمی کو پوچھنا پڑتا تھا کہ تم میں محمد کون ہیں؟ آپ ہر ایک کا خیال رکھتے مزاج پرسی فرماتے اور عیادت کے لیے جاتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت سعد کو بھائی کہا اسی طرح آپ ﷺ نے ایک موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا بھائی ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا۔

دس سے زائد صحابۂ کرام آپ ﷺ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کو روانہ ہوئے ان سب کا یہ حال تھا کہ کسی کے پاؤں میں جوتے نہیں تھے اور کسی کے سر پر ٹوپی نہیں اور لباس ہر ایک کا نامکمل تھا، اسی طرح پیدل چلتے ہوئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گئے حضرت سعد بن عبادہ کے گرد ان کی قوم کے لوگ جمع تھے، رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر وہ پیچھے ہٹ گئے۔

بیمار کی عیادت رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور اس کا بڑا اجر اور اس عمل کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے، اہل خانہ کو چاہیے کہ جب کوئی مریض کی عیادت کے لیے آئے تو اسے جگہ دیں اور اسے مریض کے قریب آنے دیں تا کہ وہ اس کی مزاج پرسی کر سکے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/٢٠١ ـ دليل الفالحين : ٢/٣٧٦)

سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے

٥٠٩. وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ : "خَيْرُكُمْ قَرْنِىْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" قَالَ عِمْرَانُ : فَمَا اَدْرِىْ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ يَكُوْنُ بَعْدَ هُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذِرُوْنَ

وَلاَ یُوْفُوْنَ، وَیَظْهَرُ فِیْهِمُ السِّمَنُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۵۰۹) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں پھر وہ لوگ جوان کے بعد آئیں گے اور پھر وہ لوگ جوان کے بعد آئیں گے۔

حضرت عمران فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔ پھران کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی دیں گے اوران سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی خیانت کریں گے اور انہیں امین نہیں سمجھا جائے گا نذر مانیں گے اور پورا نہیں کریں گے اوران میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

تخریج حدیث(۵۰۹): صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب لا یشهد علی شهادة جور . صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب افضل الصحابة ثم الذین یلونهم .

کلمات حدیث: سمن : موٹاپا۔ سمن سمنا (باب سمع) موٹا ہونا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں پھر جوان کے بعد آئیں گے پھر جوان کے بعد آئیں گے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرن کے معنی ہیں وہ لوگ جو ایک ہی دور میں ہوں اور امورِ مقصودہ میں مشترک ہوں۔ صحیح یہ ہے کہ قرن کا لفظ مدت مقررہ کے ساتھ محدود نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا قرن (زمانہ) آپ ﷺ کا اور آپ کے اصحاب کا زمانہ ہے جو بعثت مبارکہ سے لے کر آخری صحابی کی موت تک جاری رہا۔ یعنی ایک سو بیس برس (عصر صحابہ سن تاریخ کے اعتبار سے سن ۱۰ھ میں ختم ہوگیا کیونکہ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلۃ اللیثی رضی اللہ عنہ نے سن ۱۰ھ میں وفات پائی اور ایک قول کے مطابق ان کی وفات سن ۱۱۰ھ میں ہوئی) پھر قرن تابعین ہے جو سن ۱۷۰ھ تک رہا پھر اتباع تابعین کا زمانہ ہے جو دو سو بیس سن ۲۲۰ھ تک جاری رہا۔ اس کے بعد بدعات عام ہوگئیں معتزلہ کی موشگافیاں شروع ہوگئیں اور فلاسفہ کی آراء ذہنوں میں سرایت کر گئیں۔ خلق قرآن جیسے فتنے کھڑے ہوگئے اور اس حالت میں بہت کچھ تغیر واقع ہوگیا جو سلف صالح (صحابہ، تابعین اور تبع تابعین) کے دور میں تھی۔

حضرت عمران بن حصین نے فرمایا کہ مجھے نہیں یاد کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ کہ پھر وہ لوگ جوان کے بعد آئیں گے دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔ دو مرتبہ کے اعتبار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور اتباع تابعین کے ادوار ہوگئے اور اگر آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا تو چوتھے دور میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیات پیدا ہوئیں جنہوں نے مدافعت عن السنہ کا فریضہ ادا کیا اور انتہائی عزیمت کے ساتھ اصل دین کی تبلیغ کی اور اس کے لیے عظیم قربانیاں دیں۔

پھر حدیث نبوی ﷺ کے مطابق لوگوں میں اخلاقی فساد دینی کمزوری اور دیگر عیوب پیدا ہوگئے امانت میں خیانت عام ہوگئی، لوگ نذر مانتے اسے پورا نہیں کرتے، یعنی اللہ سے کیا ہوا عہد پورا نہیں کرتے تو انسانوں سے کیے ہوئے عہد کی کیا قیمت باقی رہ جاتی ہے۔ دولت دنیا پر فخر عیش کوشی اور آرام وآسائش کی زندگی عام ہوگئی۔ (فتح الباري : ۲/ ۸۰۔ دلیل الفالحین : ۲/ ۳۷۷)

بقدرِ ضرورت مال اپنے پاس رکھنا جائز ہے

٥١٠. وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : یَا ابْنَ اٰدَمَ: اِنَّکَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ وَاَنْ تُمْسِکَهٗ شَرٌّ لَکَ، وَلَا تُلَامُ عَلٰی کِفَافٍ، وَابْدَا بِمَنْ تَعُوْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(٥١٠) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن آدم! اگر تو زائد مال خرچ کرے گا تو تیرے لیے بہتر ہوگا اور اگر تو اسے روکے گا تو تیرے لیے برا ہوگا۔ بقدر کفاف مال ہونے پر کوئی ملامت نہیں ہے اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کر جو تیرے زیر کفالت ہیں۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(٥١٠): صحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب بيان أن افضل الصدقة صدقة الصحيح الشحيح . الجامع للترمذي، ابواب الزهد، باب اليد العليا خير من اليد السفلى .

کلماتِ حدیث: کفاف : کافی رزق، وہ مقدار جو انسان کی ضرورتوں کے لیے کافی ہو۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حدیثِ مبارک میں ارشاد فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ جو مال واشیاء اس کے پاس اس کی ضرورت سے زائد ہوں انہیں خرچ کردے اور یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں جمع ہو جائے گا۔ اور جو مال اپنے پاس روک لیا ہے وہ شر ہے اس لیے کہ اس کی آخرت میں جوابدہی کرنی ہوگی اور خرچ کرنے سے جو ثواب ہوتا اس سے محروم رہے گا۔ لیکن اگر آدمی کے پاس بقدرِ کفاف ہو تو اس پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

اور جو لوگ زیرِ کفالت ہیں ان پر پہلے خرچ کیا جائے۔ اہل وعیال اور زیرِ کفالت افراد پر صرف کرنے کی فضیلت متعدد احادیث میں بیان ہوئی ہے۔ (شرح مسلم للنووي : ٧/١١٣ ۔ تحفة الأحوذي : ٧/٥٤)

صحت اور ایک دن کی غذا مل جائے

٥١١. وَعَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ مِحْصَنٍ الْاَنْصَارِیِّ الْخُطْمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ اَصْبَحَ مِنْکُمْ اٰمِنًا فِیْ سِرْبِهٖ مُعَافًی فِیْ جَسَدِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ یَوْمِهٖ فَکَاَنَّمَا حِیْزَتْ لَهُ الدُّنْیَا بِحَذَافِیْرِهَا ." رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ قَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

"سِرْبِهٖ" بِکَسْرِ السِّیْنِ الْمُهْمَلَةِ : اَیْ نَفْسِهٖ، وَقِیْلَ قَوْمِهٖ .

(٥١١) حضرت عبیداللہ بن محصن انصاری خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص صبح کرے اس حال میں کہ اس کی جان سلامت ہو، جسم بیماری سے محفوظ ہو اور اس دن کی روزی اس کے پاس موجود ہو تو گویا ساری دنیا مع اس کے ساز وسامان اس کیلئے جمع کردی گئی ہو۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

سربه : یعنی اس کی جان اور کسی نے کہا کہ اس کی قوم۔

تخریج حدیث(۵۱۱): الجامع للترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی الزھادة فی الدنیا .

کلمات حدیث: آمناً فی سربه : جان کی سلامتی کے ساتھ۔ آمن فی سربه : اس وقت کہتے ہیں جب آدمی کو کوئی اندیشہ اور خوف نہ ہو۔ بحذا فیرها : دنیا کے تمام ساز وسامان کے ساتھ۔ حذا فیر : جمع حذفور کی جس کے معنی جماعت کے ہیں۔

شرح حدیث: جو انسان صبح کو اٹھا اور اسے کوئی ڈر اور خوف نہیں جان اس کی سلامت ہے صحت کو کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوا اور آج کے دن کا رزق بھی اس کے پاس موجود ہے۔ تو یہ ایسا ہے جیسے اس کی ساری دنیا اس کے جملہ ساز وسامان کے ساتھ مل گئی ہو۔ کہ صحت و عافیت اللہ کے ہاتھ میں اور رزق اللہ دینے والا ہے۔ جس نے آج دیا ہے وہی کل بھی دے گا جس نے آج صحت دی ہے وہی کل کو بھی صحت مند رکھے گا اور جس نے آج بے خوف بنایا اور عافیت عطا کی ہے وہی کل کو بھی کرے گا اور زندگی تو آج ہی کی ہے کل کا کیا پتہ۔ رسول اللہ ﷺ کسی جگہ گزر رہے تھے دیکھا کہ لوگ چھپر کی مرمت کر رہے ہیں آپ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ چھپر خراب ہو گیا اس کی مرمت کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا موت تو اس سے بھی قریب ہے۔

(روضة المتقین : ٢/٦١ - دلیل الفالحین : ٢/٣٧٩)

وہ خوش نصیب ہے جس کو ایمان کے بعد بقدرِ کفاف روزی مل جائے

٥١٢. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ . " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۱۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے پاس بقدرِ کفاف روزی موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے اسے اس پر قناعت بھی عطا فرما دی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۵۱۲): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰة، باب فی الکفاف والقناعة .

کلمات حدیث: قنعه : اسے قانع بنا دیا، اسے قناعت عطا فرما دی۔ قنع قناعة (باب سمع) جو کچھ ملے اس پر صبر کرنا، قناعت اختیار کرنا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں اس شخص کیلئے بشارت ہے فلاح دنیا اور فلاح آخرت کی جو اللہ کے فضل سے مسلمان ہوا اس کو بقدرِ ضرورت رزق میسر ہو اور جو اللہ نے اسے دیا ہے وہ اس پر قانع ہو۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس کو قناعت حاصل ہو گئی اسے مطلوب حاصل ہو گیا اور مقصود مل گیا کہ قناعت ایسی بڑی دولت ہے جسکی برکت سے انسان دنیا کے بے شمار آزار سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(روضة المتقین : ٢/٦١ - دلیل الفالحین : ٢/٣٨٠)

۵۱۳. وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ فَضَالَةَ بْنِ عُبَیْدٍ اَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : " طُوْبٰی لِمَنْ هُدِیَ اِلَی الْاِسْلَامِ، وَکَانَ عَیْشُهُ کَفَافًا وَقَنِعَ ." رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(۵۱۳) حضرت ابومحمد فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ خوش خبری ہو اس شخص کو جسے اسلام کی ہدایت ملی اور رزق کفاف ملا اور وہ اس پر قانع ہو گیا۔ (اس حدیث کو ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۵۱۳): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی الکفاف .

کلمات حدیث: طوبیٰ: خوشخبری، مبارکباد، جنت کا ایک نام۔

راوی حدیث: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی فتح مصر میں شرکت کی اور بعد میں دمشق میں سکونت اختیار کی اور وہاں کے قاضی بنائے گئے۔ ان سے پچاس احادیث مروی ہیں، ۵۳ھ میں انتقال ہوا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں اس مسلمان کو خوشخبری دی گئی ہے جسے اسلام کی ہدایت ملی اور وہ اس ہدایت پر پوری طرح عمل پیرا ہوا اور اسے قدر کفاف رزق حاصل ہو اور وہ اس پر قانع ہو۔ حدیث مبارک دراصل دعا ہے ہر اس مسلمان کے حق میں جو اپنے ایمان پر قائم ہو عمل صالح کرتا ہو اور رزق کو اللہ کی طرف سے جان کر جو اس کی طرف سے ملے اس پر قانع اور صابر اور شاکر ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝۲۹ ﴾

"خوشخبری ہو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور ان کے لیے اچھا ٹھکانا ہے۔"

(روضة المتقین : ۲/۶۲ ۔ دلیل الفالحین : ۲/۳۸۰)

آپ ﷺ کئی کئی رات بھوکے رہتے تھے

۵۱۴. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَبِیْتُ اللَّیَالِیَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِیًا وَاَهْلُهُ لَا یَجِدُوْنَ عَشَاءً وَکَانَ اَکْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِیْرِ . رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(۵۱۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کئی کئی رات مسلسل بھوکے رہتے اور اہل خانہ کے پاس رات کا کھانا نہیں ہوتا تھا ان کی خوراک اکثر اوقات جو کی روٹی ہوتی تھی۔ (ترمذی نے روایت کیا اور

کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۵۱۴): الجامع للترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی معیشۃ النبی ﷺ.

کلمات حدیث: طاویاً: بھوکا۔ طوی طوی (باب سمع) بھوکا ہونا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں رات کا کھانا نہیں ہوتا تھا اور آپ ﷺ مسلسل کئی کئی راتیں بھوکے گزارتے اور بیشتر حالات میں جو کی روٹی ہی تناول فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد جب کبھی پیٹ بھر کر کھانا کھایا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آبدیدہ ہو گئیں اور رسول اللہ ﷺ یاد آ گئے کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر زندگی بھر ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ روٹی اور گوشت ایک دن میں دومرتبہ تناول فرمایا ہو۔ (تحفة الأحوذي : ۷/ ۷۰)

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھوک کی وجہ سے نماز میں گر جاتے تھے

۵۱۵. وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِالنَّاسِ يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ. وَهُمْ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتّٰى يَقُوْلَ الْاَعْرَابُ : هٰؤُلَآءِ مَجَانِيْنَ فَاِذَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ : " لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَالَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَاَحْبَبْتُمْ اَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَحَاجَةً " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ .

" اَلْخَصَاصَةُ . اَلْفَاقَةُ وَالْجُوْعُ الشَّدِيْدُ .

(۵۱۵) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے کھڑے ہوتے اور صف میں کھڑے ہوئے بعض لوگ بھوک کی شدت سے گر پڑتے تھے۔ یہ اصحاب صفہ تھے حتیٰ کہ اعراب انہیں مجنون کہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر ان کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے کہ اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کے یہاں تمہارے لیے کیا اجر وثواب ہے تو تم اس فاقہ اور حاجت میں اضافہ کی آرزو کرو۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث صحیح ہے) خصاصۃ کے معنی فاقہ اور شدید بھوک کے ہیں۔

تخریج حدیث(۵۱۵): الجامع للترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی معیشۃ النبی ﷺ.

کلمات حدیث: خصاصۃ : شدت بھوک اور اس سے پیدا ہونے والی کمزوری اور ضعف۔

شرح حدیث: مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ کے ایک کونے میں ایک چبوترہ بنا دیا گیا تھا اور اس پر کھجور کے پتوں سے سایہ کر دیا گیا تھا، دور دراز سے لوگ اسلام قبول کرنے اور دین سیکھنے آتے وہ یہیں رہتے تھے رات دن علم دین سیکھتے رسول اللہ ﷺ کی احادیث یاد کرتے اور عبادت و بندگی میں لگے رہتے۔ ان لوگوں کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس اگر کہیں سے کچھ آ جاتا تو ان

لوگوں کو بھیج دیتے اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان کے لیے جو کچھ میسر ہوتا فراہم کرتے تھے۔

بعض اوقات بھوک کی شدت کا یہ عالم ہو جاتا کہ اصحابِ صفہ میں بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے کھڑے گر پڑتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے موقع پر ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آخرت کی کس قدر نعمتیں تمہارے لیے رکھی ہیں تو تم تمنا کرو کہ بھوک اور فاقہ میں کچھ اور اضافہ ہو جائے۔ چنانچہ اس سے پہلے روایت گزر چکی ہے کہ فقراء مالداروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (روضة المتقین : ٢/٦٣۔ دلیل الفالحین : ٢/٣٨٢)

پیٹ کی تین حصے کرنا چاہیے

٥١٦. وَعَنْ اَبِیْ کَرِیْمَةَ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : " مَامَلَا اٰدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُکُلَاتٌ یُقِمْنَ صُلْبَه، فَاِنْ کَانَ لَا مُحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهٖ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهٖ وَثُلُثٌ لِنَفْسِهٖ ." رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

" اُکُلَاتٌ " اَیْ لُقَمٌ .

(٥١٦) حضرت ابو کریمہ مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی آدمی نے کوئی برتن نہیں بھرا کہ اس کا بھرنا پیٹ کے بھرنے سے برا ہو۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں اور اگر کھانا ہی ہے تو تہائی کھانے کے لیے تہائی پانی کے لیے اور تہائی سانس کے لیے۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے) اکلات کے معنی ہیں چند لقمے۔

تخریج حدیث(٥١٦): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی کراهیة کثرة الاکل .

کلمات حدیث: وعاء : برتن جمع اوعیة .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے پیٹ کو ایک برتن قرار دیا جیسا کہ گھر میں برتن ہوتے ہیں جن میں کھانا پکایا جاتا ہے پھر اس برتن کو برا برتن قرار دیا ہے اور فرمایا کہ کسی برتن کا بھرنا برا نہیں ہے جتنا اس برتن کا بھرنا برا ہے کیونکہ پیٹ بھرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ اس نظام کو چلانے کے لیے جو اللہ نے اس کے ساتھ وابستہ کیا ہے جبکہ پیٹ کے بھرنے سے دین اور دنیا دونوں کا فساد پیدا ہوتا ہے۔ پیٹ کے لیے چند لقمے کافی ہیں جن سے آدمی کی کمر سیدھی ہو جائے۔ اگر اس حد سے تجاوز کرنا ہے تو انتہائی حد یہ ہے کہ ایک تہائی غذا ایک تہائی پانی اور ایک تہائی سانس لینے کی جگہ۔

حدیث کا مقصود یہ بیان ہے کہ بسیار خوری انسان کے لیے بیماریاں لاتی ہے اور اس پر وبال بن جاتی ہے۔

(روضة المتقین : ٢/٦٤۔ دلیل الفالحین : ٢/٣٨٢)

سادگی ایمان کا حصہ ہے

٥١٧. وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِیِ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذَکَرَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یومًا عِنْدَهٗ اَلدُّنْیَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : " اَلَا تَسْمَعُوْنَ ؟ " " اَلَا تَسْمَعُوْنَ ؟ اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ، اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ " " یَعْنِیْ " اَلتَّقَحُّلَ : رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ .

" اَلْبَذَاذَةَ " بِالْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ وَالذَّالَیْنِ الْمُعْجَمَتَیْنِ وَهِیَ رَثَاثَةُ الْهَیْئَةِ وَتَرْکُ فَاخِرِ اللِّبَاسِ وَاَمَّا "التَّقَحُّلَ" فَبِالْقَافِ وَالْحَاءِ : قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ : اَلْمُتَقَحِّلُ هُوَ الرَّجُلُ الْیَابِسُ الْجِلْدِ مِنْ خُشُوْنَةِ الْعَیْشِ وَتَرْکِ التَّرَفُّهِ .

(٥١٧) حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ انصاری حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اصحابِ رسول ﷺ نے آپ کے سامنے دنیا کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم سنتے نہیں ہو کیا تم سنتے نہیں ہو کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ آپ ﷺ کی مراد تھی آرام وآسائش سے گریز۔

بذاذہ کے معنی ہیں انسان کی ظاہری حالت کا اچھا نہ ہونا عمدہ قیمتی لباس ترک کرنا اور تقحل سے مراد وہ ہے جو اہل لغت تقحل کے مراد لیتے ہیں یعنی وہ شخص جس کی جلد جفاکشی سخت کوشی اور عدم راحت سے جھریوں والی اور خشک ہو جائے۔

تخریج حدیث(٥١٧): سنن ابی داؤد، اوائل کتاب الترجل .

کلمات حدیث: بذاذہ : بدحالی، شکستگی، سادگی۔

شرح حدیث: اسلام نے تکبر کو گناہ قرار دیا ہے کیونکہ تکبر ایسی اخلاقی برائی ہے جس سے بہت سے محاسن اخلاق ضائع ہو جاتے ہیں اور یہ کہ تکبر کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتے ہیں اس وجہ سے ان امور سے بھی منع کیا گیا جو تکبر کا سبب بن سکتے ہوں یعنی لباس اور ہیئت ایسی ہونا جس سے تفاخر پیدا ہوتا ہے۔

اسلام نے سادگی اور تواضع پر زور دیا ہے کہ لباس سادہ ہو رہن سہن سادہ ہو خوراک سادہ ہو اور یہ اس لیے کہ یہ سادگی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہ دنیا ہمارا مستقل مستقر نہیں ہے یہ عارضی ٹھکانا ہے جسے جلد چھوڑ کر چلا جانا ہے۔ چنانچہ فرمایا سادگی ایمان کا حصہ ہے یعنی ایسی زندگی جو آرام وآسائش سے دور اور جفاکشی اور سخت کوشی سے عبارت ہو۔

(روضة المتقین : ٦٥/٢۔ دلیل الفالحین : ٣٨٣/٢۔ نزهة المتقین : ٤٣٤/١)

عنبر مچھلی ملنے کا واقعہ

٥١٨. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّرَ عَلَیْنَا اَبَا عُبَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ نَتَلَقّٰی عِیْراً لِقُرَیْشٍ، وَزَوَّدَنَا جِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ یَجِدْ لَنَا غَیْرَهٗ.

فَكَانَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ يُعْطِيْنَا تَمْرَةً تَمْرَةً فَقِيْلَ : كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِهَا "؟ قَالَ: نَمَصُّهَا كَمَا يَمَصُّ الصَّبِيُّ ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَآءِ فَتَكْفِيْنَا يَوْمَنَا اِلَى اللَّيْلِ، وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ ثُمَّ نَبُلُّهُ بِالْمَآءِ فَنَاْكُلُهُ قَالَ وَانْطَلَقْنَا عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَرُفِعَ لَنَا عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ كَهَيْئَةِ الْكَثِيْبِ الضَّخْمِ فَاَتَيْنَاهُ فَاِذَا هِيَ دَآبَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرَ : فَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ : مَيْتَةٌ ثُمَّ قَالَ : لَا، بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَكُلُوْا، فَاَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا وَنَحْنُ ثَلَاثُمِائَةٍ حَتّٰى سَمِنَّا، وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا نَغْتَرِفُ مِنْ وُقْبِ عَيْنِهٖ بِالْقِلَالِ الدُّهْنَ وَنَقْطَعُ مِنْهُ الْفِدَرَ كَالثَّوْرِ اَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ، وَلَقَدْ اَخَذَ مِنَّا اَبُوْ عُبَيْدَةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ، رَجُلًا فَاَقْعَدَهُمْ فِيْ وُقْبِ عَيْنِهٖ وَاَخَذَ ضِلْعًا مِنْ اَضْلَاعِهٖ فَاَقَامَهَا ثُمَّ رَحَلَ اَعْظَمَ بَعِيْرٍ مَعَنَا فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَحْمِهٖ وَشَائِقَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فذكرنا ذلک لـه فقل هورزقٌ اخرجه اللّٰه لكم فهل معكم من لحمهٖ شيءٌ فتطعمونافارسلنا الى رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) منه فاكلهٗ. رواه مسلم "اَلْجِرَابُ" وِعَاءٌ مِنْ جِلْدٍ مَعْرُوْف، وَهُوَ بِكَسْرِ الْجِيْمِ وَفَتْحِهَا، وَالْكَسْرُ اَفْصَحُ . قَوْلُهٗ "نَمَصُّهَا" بِفَتْحِ الْمِيْمِ "وَالْخَبَطُ" وَرَقُ شَجَرٍ مَعْرُوْفٍ تَاْكُلُهُ الْاِبِلُ" وَالْكَثِيْبُ" التَّلُّ مِنَ الرَّمْلِ وَالْوَقْبُ" بِفَتْحِ الْوَاوِ وَاِسْكَانِ الْقَافِ وَبَعْدَهَا بَآءٌ مُوَحَّدَةٌ وَهُوَ نُقْرَةُ الْعَيْنِ . "وَالْقِلَالُ" اَلْجِرَارُ" وَالْفِدَرُ" بِكَسْرِ الْفَآءِ وَفَتْحِ الدَّالِ الْقِطَعُ" رَحَلَ الْبَعِيْرَ" بِتَخْفِيْفِ الْحَآءِ! اَيْ جَعَلَ عَلَيْهِ الرَّحْلَ : "اَلْوَشَائِقُ" بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالْقَافِ : اللَّحْمُ الَّذِيْ اقْتُطِعَ لِيُقَدَّدَ مِنْهُ . وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۵۱۸) حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں روانہ فرمایا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا۔ ہمارا مقصد قریش کے قافلے کا تعاقب کرنا تھا اور ہمیں کھجوروں کا ایک تھیلا دیا اس کے علاوہ آپ ﷺ کے پاس ہمیں دینے کے لیے کچھ نہ تھا۔ ابوعبیدہ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے رہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ پھر آپ کیسے گزارا کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم اس کھجور کو بچوں کی طرح چوستے رہتے پھر پانی پی لیتے اس طرح یہ کھجور اور پانی ہمارے دن سے رات تک کافی ہو جاتا۔ ہم لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے اور ان کو پانی سے تر کر کے کھا لیتے۔ ہم چلتے چلتے ساحل سمندر تک پہنچ گئے۔ سمندر کے ساحل پر ہمارے سامنے ریت کے ٹیلے کی طرح ایک چیز ظاہر ہوئی ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ ایک جانور تھا جسے عنبر کہا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بولے یہ تو مردار ہے۔ پھر کہا کہ نہیں ہم تو اللہ کے رسول ﷺ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اللہ کے راستے میں ہیں اور تم اضطرار کی حالت میں ہو تو تم اس کو کھا سکتے ہو۔ ہم نے ایک مہینہ اس کے گوشت پر گزارا کیا اور ہم تین سو افراد تھے یہاں تک کہ ہم موٹے ہو گئے۔ ہم اس کی آنکھ کے خول سے چربی کے ڈول نکالتے تھے اور بیل کے برابر اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو لیا اور اس کی آنکھ کے ایک گڑھے میں بٹھایا اور اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کو لے کر نصب کیا پھر اپنے پاس موجود سب سے بڑے اونٹ پر کجاوہ باندھا اور وہ اونٹ اس پسلی کے نیچے سے گزر گیا۔ ہم نے زادِراہ کے طور پر اس کے گوشت کے ٹکڑے لیے۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوئے تو ہم نے آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نکالا تھا اگر تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت بچا ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا گوشت بھیجا جو آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔ (مسلم)

جراب : چمڑے کا تھیلا۔ یہ لفظ جیم کے زبر اور زیر دونوں طرح بولا جاتا ہے مگر زیر کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔ نمصها : نون کے زبر کے ساتھ۔ الخبط : درخت کے پتے جنہیں اونٹ کھاتے ہیں۔ کثیب : ریت کا ٹیلہ۔ وقب : آنکھ کا گڑھا۔ فلال: مٹکے قدر ٹکڑے۔ رحل البعیر : اونٹ پر کجاوہ۔ وشائق: وہ گوشت جسے سکھانے کے لیے کاٹا جائے۔

تخریج حدیث (۵۱۸): صحيح مسلم، كتاب الصيد و الذبائح، باب اباحة ميتة البحر .

کلمات حدیث: وشائق: جمع وشیقہ : کاٹ کر ٹکڑوں میں خشک کیا ہوا گوشت۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں ایک لشکر بھیجا تاکہ وہ قافلۂ قریش کا تعاقب کریں۔ اس غزوہ کا نام غزوۂ سیف البحر ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ لشکر ساحل سمندر کی طرف جہینہ کے ایک قبیلہ کی طرف ۸ ھ میں بھیجا گیا تھا ہو سکتا ہے دونوں مقاصد اس لشکر کے سامنے ہوں یعنی قریش کے قافلہ کا تعاقب اور جہینہ دونوں ہی مدنظر تھے۔ لیکن ۸ ھ کا ذکر محل نظر آتا ہے کہ یہ زمانہ صلح تھا ہو سکتا ہے کہ قریش کے قافلہ کی جہینہ سے حفاظت مقصود ہو یہی وجہ ہے کہ کسی سے مقابلہ نہیں ہوا اور یہ لشکر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ایک ہی جگہ ٹھہرا رہا۔

صحابۂ کرام سب کے سب زاہد تھے اور یہ ان کی کرامت تھی کہ وہ اس قدر عرصہ ایک ایک کھجور پر گزارا کرتے ہیں۔ اولاً اہل لشکر کے پاس اپنی اشیاء جو بھی کھانے کی تھیں وہ ختم ہو گئیں تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سب کے پاس بچی ہوئی اشیاء جمع کر کے ان کو اجتماعی تقسیم کیا، جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بعض مواقع پر اسی طرح کیا اور اشعری قبیلے کے لوگوں نے جب یہ طریقہ اختیار کیا تو آپ ﷺ نے اس کی تعریف فرمائی۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پہلے ایک ایک مٹھی کھجور تقسیم کرتے تھے بعد میں ایک ایک کھجور تقسیم ہوئی۔

بہر حال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک ایک کھجور اور درختوں کے پتے کھا کر گزارا کیا تا آنکہ انہیں ایک بہت بڑی عنبر مچھلی ملی۔ اولاً حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد یہ ہوا کہ یہ مچھلی مردار ہے اور حلال نہیں ہے بلکہ پھر جب رفقاء کی اضطراری حالت پر نظر کی تو یہ اجتہاد فرمایا کہ اس مچھلی کو کھانا جائز ہے۔ واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے اصحابِ لشکر کی تطییب خاطر کے لیے خود بھی اس مچھلی کے گوشت کو تناول فرمایا۔ (فتح الباري : ٦٤٨/٢ـ عمدة القاري : ١٩/١٨ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ٧٢/١٣)

آپ ﷺ کی آستین کی لمبائی

۵۱۹. وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّصْغِ . رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

" اَلرُّصْغُ " بِالصَّادِ وَالرُّسْغُ بِالسِّيْنِ اَيْضًا : هُوَ الْمَفْصِلُ بَيْنَ الْكَفِّ وَالسَّاعِدِ .

(۵۱۹) حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیص کی آستین پہونچے تک ہوتی تھیں۔ (ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

رصغ اور رسغ کلائی اور ہتھیلی کے درمیان کا جوڑ۔

تخریج حدیث(۵۱۹): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی القمیص . الجامع للترمذی، ابواب اللباس باب ما جاء فی القمیص .

راوی حدیث: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا ہجرت نبوی ﷺ کے بعد اسلام قبول کیا سن ۱۵ ھ میں جنگ میں انہوں نے اپنے خیمے کی لکڑی سے نو رومیوں کو مارا۔ آپ سے ۸۱ روایات منقول ہیں۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

کلمات حدیث: رصغ اور رسغ دونوں طرح مستعمل ہے۔ ہتھیلی اور کلائی کے درمیان کا جوڑ۔ جمع ارصاغ اور ارساغ .

شرح حدیث: آستین کا چھوٹا ہونا ممکن ہے کہ ہاتھ کو سردی اور گرمی سے نہ بچائے اور زیادہ لمبی آستین ہونا زائد از ضرورت اور تکبر کی علامت ہے۔ اور خیر الأمور اوسطها . (دليل الفالحين : ۲/ ۳۹۰)

جنگِ خندق کے موقع پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضیافت

۵۲۰. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِنَّا كُنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاؤُا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا، هٰذِهٖ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ فَقَالَ : " اَنَا نَازِلٌ " ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيْبًا اَهْيَلَ اَوْ اَهْيَمَ، فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِيْ اِلَى الْبَيْتِ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِيْ رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا فِيْ ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ : عِنْدِيْ شَعِيْرٌ وَعَنَاقٌ فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجِيْنُ قَدْ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْاَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ تَنْضَجُ فَقُلْتُ : طُعَيِّمٌ لِيْ فَقُمْ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ، قَالَ كَمْ هُوَ ؟ " فَذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ " كَثِيْرٌ طَيِّبٌ قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتّٰى اٰتِيَ " فَقَالَ "قُوْمُوْا" فَقَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فَقُلْتُ : وَيْحَكِ جَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَمَنْ مَعَهُمْ قَالَتْ : هَلْ سَأَلَكَ ؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ : "اُدْخُلُوْا وَلَا تَضَاغَطُوْا فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّوْرَ اِذَا اَخَذَ مِنْهُ وَيُقَرِّبُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ ثُمَّ يَنْزِعُ فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوْا وَبَقِيَ مِنْهُ فَقَالَ : "كُلِيْ هٰذَا وَاَهْدِيْ فَاِنَّ النَّاسَ

اَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ جَابِرٌ. لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا فَانْكَفَأْتُ اِلَى امْرَاَتِيْ فَقُلْتُ : هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ فَاِنِّيْ رَاَيْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيْدًا ؟ فَاَخْرَجَتْ اِلَيَّ جِرَابًا فِيْهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍ وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ فَفَرَغَتْ اِلٰى فَرَاغِيْ وَقَطَّعْتُهَا فِيْ بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّيْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ : لَا تَفْضَحْنِيْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ مَعَهٗ فَجِئْتُهٗ فَسَارَرْتُهٗ فَقُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ، فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ فَصَاحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُؤْرًا فَحَيَّهَلَا بِكُمْ "فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ، وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى اَجِيْءَ " فَجِئْتُ وَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتّٰى جِئْتُ امْرَاَتِيْ فَقَالَتْ : بِكَ وَبِكَ! فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذِيْ قُلْتِ، فَاَخْرَجَتْ عَجِيْنًا فَبَسَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ: "اُدْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ، وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا " وَهُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَاَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَاِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ . قَوْلُهٗ " عَرَضَتْ كُدْيَةٌ" بِضَمِّ الْكَافِ وَاِسْكَانِ الدَّالِ وَبِالْيَآءِ الْمُثَنَّاةِ تَحْتُ وَهِيَ قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ صُلْبَةٌ مِنَ الْاَرْضِ لَا يَعْمَلُ فِيْهَا الْفَأْسُ : وَ الْكَثِيْبُ " اَصْلُهٗ تَلُّ الرَّمْلِ وَالْمُرَادُ هُنَا صَارَتْ تُرَابًا نَاعِمًا وَهُوَ مَعْنٰى " اَهْيَلَ " " وَالْاَثَافِيُّ" : اَلْاَحْجَارُ الَّتِيْ يَكُوْنُ عَلَيْهَا الْقِدْرُ : "وَتَضَاغَطُوْا" تَزَاحَمُوْا "وَالْمَجَاعَةُ الْجُوْعُ وَهُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ : وَالْخَمَصُ بِفَتْحِ الْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ وَالْمِيْمِ: الْجُوْعُ : وَانْكَفَأْتُ، انْقَلَبْتُ وَرَجَعْتُ وَالْبُهَيْمَةُ بِضَمِّ الْبَآءِ تَصْغِيْرُ بَهْمَةٍ وَهِيَ : الْعَنَاقُ بِفَتْحِ الْعَيْنِ " وَالدَّاجِنُ" هِيَ الَّتِيْ اَلِفَتِ الْبَيْتَ : وَالسُّؤْرُ" : اَلطَّعَامُ الَّذِيْ يُدْعَى النَّاسُ اِلَيْهِ، وَهُوَ بِالْفَارِسِيَّةِ "وَحَيَّهَلَا": اَيْ تَعَالَوْا وَقَوْلُهَا "بِكَ وَبِكَ" اَيْ خَاصَمَتْهُ وَسَبَّتْهُ لِاَنَّهَا اِعْتَقَدَتْ اَنَّ الَّذِيْ عِنْدَهَا لَا يَكْفِيْهِمْ فَاسْتَحْيَتْ وَخَـ ـيَ عَلَيْهَا مَا اَكْرَمَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى بِهٖ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذِهِ الْمُعْجِزَةِ الظَّاهِرَةِ وَالْاٰيَةِ الْبَاهِرَةِ : "بَسَقَ" : اَيْ بَصَقَ وَيُقَالُ اَيْضًا : بَزَقَ : ثَلَاثُ لُغَاتٍ " وَعَمَدَ" بِفَتْحِ الْمِيْمِ: اَيْ قَصَدَ : وَاقْدَحِيْ" اَيْ اِغْرِفِيْ وَالْمِقْدَحَةُ الْمِغْرَفَةُ : "وَتَغِطُّ" اَيْ لِغَلَيَانِهَا صَوْتٌ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۵۲۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خندق والے دن خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان آ گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ ایک چٹان ہمارے لیے رکاوٹ بن گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں خود اترتا ہوں۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہمارے تین دن ایسے گزرے تھے کہ ہم نے کوئی چکھنے والی چیز نہ چکھی تھی۔ آپ ﷺ نے کدال لی اور چٹان پر ماری جس سے وہ ریت کے ٹیلے کی طرح ریزہ ریزہ ہوگئی میں نے کہا کہ یا

رسول اللہ مجھے گھر جانے دیجئے۔ میں نے بیوی سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے حال میں دیکھا کہ جس پر صبر نہیں کیا جا سکتا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اس نے کہا کہ جو ہیں اور بکری کا بچہ ہے میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور اس نے جو پیسے گوشت کو ہانڈی میں ڈالا پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آٹا تیار تھا اور ہنڈیا چولھے پر پکنے کے قریب تھی۔ میں نے عرض کیا میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے تو آپ ﷺ اٹھیں اور ایک یا دو آدمی اور ساتھ لے لیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کتنا ہے؟ میں نے بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا بہت ہے اور عمدہ ہے، بیوی کو جا کر کہو کہ ہانڈی چولھے سے نہ اتارے اور روٹی تنور سے نہ نکالے جب تک میں نہ آ جاؤں۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا اٹھو مہاجرین اور انصار سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں بیوی کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ اللہ تیرا بھلا کرے رسول اللہ ﷺ مع مہاجرین اور انصار اور جو ان کے ساتھ ہیں تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ کیا تم نے حضور ﷺ سے پوچھا ہے میں نے کہا کہ ہاں۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا داخل ہو جاؤ اور تنگی نہ کرو۔ پھر رسول اللہ ﷺ روٹی کو توڑ کر اس پر گوشت رکھتے اور ہنڈیا اور تنور کو ڈھانپ دیتے جب اس سے روٹی اور سالن لے لیتے اور صحابہ کی طرف بھیج دیتے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور اس میں سے کچھ بچ گیا۔ اس کے بعد میری بیوی سے فرمایا کہ تو بھی اس میں سے کھالے اور ہدیہ بھی بھیج دے لوگ بھوکے ہیں۔

(بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ جابر نے کہا کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے ہیں، میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تیرے پاس کوئی چیز ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو شدید بھوک کی حالت میں دیکھا ہے اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع جو تھی اور ہمارے پاس بکری کا ایک پالتو بچہ تھا میں نے اسے ذبح کر لیا اور بیوی نے جو کا آٹا پیس لیا۔ میرے فارغ ہونے تک وہ بھی فارغ ہو گئی۔ میں نے گوشت کاٹ کر ہانڈی میں ڈال دیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میری بیوی نے کہا تھا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ چنانچہ میں آیا اور میں نے چپکے سے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے بکری کا چھوٹا سا بچہ ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے ایک صاع جو پیسے ہیں، آپ ﷺ چلیے اور آپ ﷺ کے ساتھ چند افراد چلیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ اے اہل خندق! جابر نے کھانا تیار کیا ہے، چلو سب لوگ چلو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہانڈی کو چولھے سے نہ اتارنا اور آٹے کی روٹی نہ لگانا جب تک میں نہ آ جاؤں۔

میں گھر آیا، رسول اللہ ﷺ بھی لوگوں سے پہلے تشریف لے آئے۔ میں بیوی کے پاس آیا تو وہ بولی یہ تو نے کیا کیا میں نے کہا کہ میں نے تو وہی کیا جو تو نے کہا تھا، غرض اس نے آٹا نکالا اور رسول اللہ ﷺ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی، پھر آپ ﷺ ہماری ہانڈی کی طرف آئے اس میں بھی لعاب دہن ملایا اور برکت کی دعا کی۔ پھر میری بیوی سے فرمایا کہ ایک روٹی پکانے والی بلا لو تا کہ وہ تیرے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہنڈیا میں سے سالن پیالہ میں ڈالتی جاؤ اور ہانڈی کو چولھے سے مت اتارو۔ صحابہ کی تعداد ایک ہزار تھی، اللہ کی قسم ہے کہ ان سب نے کھایا اور کھانا باقی چھوڑ کر چلے گئے، ہماری ہانڈی اسی طرح جوش مار رہی تھی اور آٹے سے روٹیاں اسی طرح پک رہی تھیں۔

كدية : مٹی کی سخت چٹان جسے کلہاڑے کے بغیر نہ توڑا جاسکے۔ كثيب : کے معنی مٹی کا تودہ، یہاں معنی ہیں کہ وہ چٹان ریت کی طرح نرم ہوگئی۔ یہی معنی اہیل کی ہے۔ الاثافي : چولھے کے وہ پتھر جن پر ہانڈی رکھی جاتی ہے۔ تضاغطوا: بھیڑ کرو۔ المجاعة : بھوک۔ خمص: بھوک۔ انكفأت : پلٹ گئی، لوٹ گئی۔ بهيمة بهمة : کی تصغیر عناق کو کہتے ہیں یعنی بکری کا چھوٹا بچہ۔ داجن : وہ جانور جو گھر سے مانوس ہو یعنی پالتو جانور۔ سور : اس کھانے کو کہتے ہیں جس پر لوگوں کو دعوت دی جائے، یہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ حيهلا: کے معنی ہیں آؤ۔ بك و بك : اپنے خاوند سے جھگڑی اور اسے برا بھلا کہا، کیونکہ اس نے سمجھا کہ ان کے پاس جتنا کھانا ہے وہ اتنے لوگوں کو کافی نہ ہوگا، اور وہ شرمندہ ہوگی ظاہر ہے کہ اسے معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کا کس قدر اکرام فرمائیں گے اور کس قدر بڑی نشانی اور عظیم معجزہ ظاہر ہوگا۔ بسق، بصق: اور بزق تین الفاظ ہم معنی ہیں یعنی لعاب دہن لگایا۔ عمد : ارادہ کیا، قصد کیا۔ اقدحي : چمچے سے نکال کردے۔ مقدحه : چمچہ۔ تغط : کھولنے اور پکنے کی آواز۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث (۵۲۰): صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق . صحيح مسلم، كتاب الاشربه، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاء ذالك .

کلمات حدیث: لا تضاغطوا: ہجوم نہ کرو، ایک دوسرے کو راستے میں نہ دباؤ۔ ضغط ضغطا (باب فتح) دبانا، بھینچنا، گھر میں داخلے کے وقت آپ ﷺ نے اصحاب کو نصیحت فرمائی کہ آرام سے گھر میں داخل ہو اور ہجوم کر کے گھر میں مت جاؤ۔

شرح حدیث: حدیث مبارک دو عظیم الشان معجزات کے بیان پر مشتمل ہے۔ جنگ خندق کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب خندق کھود رہے تھے تین دن کے بھوکے تھے اور پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے، خندق کھودنے کے وقت ایک مقام پر سخت ٹیلہ درمیان میں آگیا، رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی آپ ﷺ نے فرمایا میں اترتا ہوں، آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے کدال ہاتھ میں لی اللہ اکبر کہا اور ایک ضرب لگائی تو اس چٹان کا ایک حصہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت کی طرح بکھر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے شام کی کنجیاں عطا کر دی گئیں اور میں اس وقت وہاں کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے دوسری ضرب لگائی چٹان کا ایک اور حصہ بکھر گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر مجھے فارس کی کنجیاں عنایت کر دی گئیں اور میں مدائن کے سفید قصور دیکھ رہا ہوں، اس کے بعد آپ ﷺ نے تیسری ضرب لگائی اور بسم اللہ کہا۔ چٹان کا باقی حصہ بھی ٹوٹ گیا، اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں عطا کر دی گئیں اللہ کی قسم میں صنعاء کے دروازے اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق کی کھدائی کے حصے کر کے ایک ایک حصہ دس دس آدمیوں کے سپرد فرمایا تھا۔ صحابہ کا بیان ہے کہ جس حصے میں ہم کھدائی کر رہے تھے درمیان میں ایک سفید چٹان آگئی جس کے توڑنے کی کوشش میں ہماری کدالیں ٹوٹ گئیں، ہم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے ایک ضرب لگائی جس سے چٹان ٹوٹی اور اس سے روشنی کی ایک چمک پیدا ہوئی۔ اس پر آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور سب نے اللہ اکبر کہا۔ پھر بعد میں ہم نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی چمک پر قصور شام روشن ہو گئے اور جبرئیل امین نے مجھے بتایا کہ آپ

ﷺ کی امت کو ان پر فتح حاصل ہوگی۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ مسلمان یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

دوسرا معجزہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے تو وہ آپ ﷺ سے اجازت لے کر گھر آئے اور گھر آ کر چند آدمیوں کے کھانے کا انتظام کیا ان کی اہلیہ نے بھی انہیں تاکید کی کہ دیکھو چند آدمی ہوں زیادہ نہ آجائیں اور شرمندگی ہو کہ کھانا کم پڑ گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو چپکے سے بتایا کہ آپ ﷺ چلیے اور چند اور اصحاب ساتھ لے لیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمادیا: ''اے اہل خندق! جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کرایا ہے آؤ سب چلو۔'' آپ ﷺ نے جابر سے فرمایا تم جا کر بیوی سے کہو کہ جب تک میں نہ آؤں نہ ہانڈی چولھے سے نہ اتاریں اور نہ روٹی پکانا شروع کریں۔ جابر رضی اللہ عنہ گھر پہنچے تو اہلیہ اولاً پریشان ہوئیں اور جابر کو برا بھلا کہا کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا نہیں کہ کھانا کتنے افراد کے لیے ہے۔ حضرت جابر نے انہیں ساری بات بتائی تو انہیں اطمینان ہوا۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سے کہا کہ ایک عورت اور بلواؤ جو تمہارے ساتھ روٹی پکائے اور تم سالن نکال کر دیتی رہو۔ سب نے کھانا کھالیا اور بچ گیا۔ آپ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سے کہا کہ تم بھی کھالو اور ہدیہ بھیج دو۔ اصحابِ خندق نے کھانا کھایا اور پڑوسیوں کو بھی بھیجا گیا اور اصحابِ خندق کی تعداد ایک ہزار تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی برکت سے کھانے میں اضافہ ہو جانا اور چند آدمیوں کا کھانا سینکڑوں اور ہزاروں کو کافی ہو جانا علاماتِ نبوت میں سے ہے اور متعدد واقعات سے متعلق احادیث اس قدر کثرت سے ہیں کہ متواتر کے درجے میں ہوگئی یعنی یہ مضمون کہ حضور ﷺ کی برکت سے کھانا بڑھ گیا اور چند آدمیوں کا کھانا ایک پوری جماعت کو کافی ہو گیا متواتر کے درجے میں ہے کہ ظاہر ہے کہ تھوڑے سے کھانے کا بڑھ جانا ایک خلافِ عادت امر ہے اس لیے معجزہ ہے۔ علمائے کرام نے ان دلائل نبوت ﷺ کو مستقل مؤلفات میں جمع کیا ہے جیسے بیہقی کی دلائل النبوۃ جو اس موضوع پر سب سے عمدہ تالیف ہے۔

خندق فارسی لفظ کندہ کا معرب ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کو جلاوطن کر دیا تو وہ خیبر چلے گئے اور انہوں نے مکہ میں سرداران قریش کو آمادہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کریں چنانچہ ان سازشوں کے نتیجے میں ابوسفیان کی سربراہی میں چار ہزار کا لشکر جمع ہو گیا اور عرب کے دیگر قبائل بھی جمع ہو گئے۔ اسی لیے اسے غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے اور یہ سب مل کر دس ہزار کا لشکر ہو گیا تھا جو مدینہ منورہ پر چڑھ آیا تھا اور صحابۂ کرام کی تعداد ایک ہزار تھی، یہ ۴ ھ کا واقعہ ہے۔ اس واقعہ پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا جو آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔

(فتح الباري: ٢/٥٦٤ـ عمدة القاري: ١٧/٢٣٦ـ شرح مسلم للنووي: ١٣/١٨٤)

آپ ﷺ کا معجزہ، تھوڑا سا کھانا اسّی آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھایا

۱۵۲۱. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ: قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفًا اَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ ؟ فَقَالَتْ : نَعَمْ، فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ اَخَذَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ ؟" فَقُلْتُ : نَعَمْ، فَقَالَ : "اَلِطَعَامٍ " فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قُوْمُوْا" فَانْطَلَقُوْا وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ حَتّٰى جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ : فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ : يَااُمَّ سُلَيْمٍ : قَدْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ ؟ فَقَالَتْ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَانْطَلَقَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلاَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " هَلُمِّيْ مَا عِنْدَكِ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ ' فَاَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَفُتَّ وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ اُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَاٰدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ، ثُمَّ قَالَ : "ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ، فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا، ثُمَّ قَالَ : " ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ " فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْ ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ " ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ "فَاَذِنَ لَهُمْ حَتّٰى اَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ رَجُلاً اَوْ ثَمَانُوْنَ: مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَمَا زَالَ يَدْخُلُ عَشَرَةٌ وَيَخْرُجُ عَشَرَةٌ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلاَّ دَخَلَ فَاَكَلَ، حَتّٰى شَبِعَ ثُمَّ هَيَّاَهَا فَاِذَا هِيَ مِثْلُهَا حِيْنَ اَكَلُوْا مِنْهَا، وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَكَلُوْا عَشَرَةً عَشَرَةً حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ بِثَمَانِيْنَ رَجُلاً ثُمَّ اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَهْلُ الْبَيْتِ وَتَرَكُوْا سُؤْرًا . وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ اَفْضَلُوْا مَا بَلَغُوْا جِيْرَانَهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَوَجَدْتُهٗ جَالِسًا مَعَ اَصْحَابِهٖ وَقَدْ عَصَبَ بَطْنَهٗ بِعِصَابَةٍ فَقُلْتُ لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ لِمَ عَصَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَهٗ؟ فَقَالُوْا: مِنَ الْجُوْعِ، فَذَهَبْتُ اِلٰى اَبِيْ طَلْحَةَ وَهُوَ زَوْجُ اُمِّ سُلَيْمٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَقُلْتُ يَا اَبَتَاهُ قَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَصَبَ بَطْنَهٗ بِعِصَابَةٍ فَسَاَلْتُ بَعْضَ اَصْحَابِهٖ فَقَالُوْا مِنَ الْجُوْعِ فَدَخَلَ اَبُوْ طَلْحَةَ عَلٰى اُمِّيْ فَقَالَ : هَلْ مِنْ شَيْءٍ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ عِنْدِيْ كِسَرٌ مِنْ خُبْزٍ وَتَمَرَاتٌ، فَاِنْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْدَهٗ اَشْبَعْنَاهُ، وَاِنْ جَآءَ اٰخَرُ مَعَهٗ قَلَّ عَنْهُمْ . وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ .

(۵۲۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم سے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز سنی اس میں کچھ ضعف تھا میں سمجھتا ہوں کہ بھوک کی وجہ سے ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہیں۔ کہنے لگیں

ہاں ہے انہوں نے جو کی چند روٹیاں اور اپنا دوپٹہ لے کر اس کے ایک کنارے میں دو روٹیاں لپیٹیں اور میرے کپڑے کے نیچے چھپا دیں اور اس دوپٹے کا کچھ حصہ میرے گرد لپیٹ دیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ کر دیا۔ میں وہ لے کر آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے پاس کچھ لوگ تھے میں وہاں جا کر کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے میں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کیا کھانے کے لیے کچھ ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا چلو کھڑے ہو۔ وہ سب لوگ چلے میں ان کے آگے آگے چلنے لگا یہاں تک کہ میں ابوطلحہ کے پاس پہنچ گیا اور میں نے انہیں بتلایا۔ ابوطلحہ بولے اے ام سلیم! رسول اللہ ﷺ مع اصحاب تشریف لائے ہیں ہمارے پاس تو ان سب کے کھلانے کے لیے نہیں ہے وہ بولیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔

بہر حال ابوطلحہ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور باہر آ کر رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا، رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ آگے بڑھے اور گھر کے اندر تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اے ام سلیم! جو تمہارے پاس کھانا ہے وہ یہاں لے آؤ۔ وہ روٹیاں لے آئیں اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان روٹیوں کو توڑ دو تو انہیں توڑ دیا گیا اور ام سلیم نے ان پر گھی کی کپی نچوڑ کر ان پر گویا سالن لگا دیا۔ پھر جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ اللہ کے رسول ﷺ نے دعا فرمائی۔ پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلالو۔ چنانچہ دس آدمیوں کو بلایا گیا انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلالو۔ دس آدمی بلائے گئے انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے، پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلاؤ۔ دس آدمی بلائے گئے انہوں نے سیر ہو کر کھایا چلے گئے۔ اور آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلالو دس آدمی بلائے گئے یہاں تک کہ سب لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔ یہ کل ستر یا اسی آدمی تھے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ دس اندر جاتے اور دس باہر جاتے یہاں تک کہ کوئی آدمی نہیں جو اندر جا کر سیر ہو کر نہ آ گیا ہو۔ پھر اس کھانے کو جمع کیا گیا تو وہ اسی طرح تھا جیسے کھانے سے پہلے تھا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ دس دس کھاتے رہے، یہاں تک کہ اسّی لوگوں نے کھانا کھایا پھر بعد میں رسول اللہ ﷺ اور اہل خانہ نے کھایا اور پھر بھی کچھ بچ رہا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ پھر اتنا بچا کہ پڑوسیوں کو بھیج دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے اور اپنے پیٹ پر پٹی باندھی ہوئی تھی، میں نے بعض صحابہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ پر پٹی کیوں باندھی ہوئی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ بھوک کی وجہ سے باندھی ہوئی ہے۔ میں ابوطلحہ کے پاس آیا، وہ ام سلیم بنت ملحان کے شوہر تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ ابا جان رسول اللہ ﷺ کے پیٹ پر پٹی بندھی ہوئی تھی میں نے آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ بھوک کی وجہ سے باندھی ہے۔ ابوطلحہ میری ماں کے پاس آئے اور ان سے پوچھا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں روٹی کے ٹکڑے اور چند کھجوریں ہیں۔ اگر آپ ﷺ تنہا تشریف لے آئیں تو سیر ہو جائیں گے اور اگر

اور لوگ بھی ہوئے تو کم پڑے گا۔اس کے بعد پھر باقی حدیث بیان کی۔

تخریج حدیث(۵۲۱): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوۃ فی الاسلام : صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار من یثق رضاہ بذلک.

کلمات حدیث: ملفت : انہوں نے لپیٹ دیا۔ لف لفا (باب نصر) لپیٹنا۔ ففت : توڑا گیا ٹکڑے کیے گئے۔ فت فتا (باب نصر) چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنا۔

شرح حدیث: حضرت ابوطلحہ زید بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ حضرت ام سلیم کے دوسرے شوہر تھے،حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ام سلیم کے صاحبزادے ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی آواز میں کمزوری سے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ کو شدتِ بھوک سے ضعف ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور دیکھا کہ آپ ﷺ کے شکم مبارک پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔اس وقت حضرت انس بچے تھے،آپ نے صحابہ میں کسی صحابی سے وجہ دریافت کی۔بتایا گیا کہ آپ ﷺ نے شکم مبارک بھوک کی شدت سے باندھا ہوا ہے۔انہوں نے آکر یہ احوال اپنی ماں ام سلیم سے بیان کیا۔ام سلیم نے اسی وقت کچھ روٹیاں اپنے دوپٹے کے ایک کنارے میں باندھیں اور اس بندھے ہوئے حصہ کو حضرت انس کے کپڑوں میں چھپا کر دوپٹہ کا باقی حصہ اوپر سے لپیٹ دیا۔

حضرت انس جا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس اور ان کے اصحاب کے پاس کھڑے ہو گئے،ایک روایت میں ہے کہ ابوطلحہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہما سے کہا تھا بیٹا رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر کھڑے ہو جانا جب آپ ﷺ کے اصحاب اٹھ جائیں اور رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لے جانے لگیں تو تم ان کے ساتھ جانا جب دروازے کے قریب پہنچو تو جب عرض کرنا کہ اباجان آپ ﷺ کو بلاتے ہیں۔ غرض حضرت انس رضی اللہ عنہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا کھانے کے لیے بلایا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی ہاں۔

غرض رسول کریم ﷺ اور تمام اصحاب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر آ گئے اور چند روٹیاں تھیں جن پر گھی ٹپکا دیا گیا روٹیاں ایک بڑے برتن میں تھیں رسول اللہ ﷺ انگشتِ شہادت سے روٹی پر پھیلاتے اور بسم اللہ پڑھتے یہاں تک کہ بڑھنے لگیں اور اوپر اٹھنے لگیں اور سارا لگن بھر گیا۔دس دس آدمیوں نے کھایا،اس طرح اسی آدمیوں نے کھایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور بچا ہوا کھانا پڑوس میں بھی بھیج دیا گیا۔

(ارشاد الساري: ۸/ ۷۰۔ فتح الباري: ۲/ ۳۸۲۔ عمدۃ القاري: ۱۶/ ۱۶۶۔ شرح صحیح مسلم للنووي: ۱۳/ ۱۸۰)

البَابُ(۵۷)

بَابُ الْقَنَاعَةِ وَالْعَفَافِ، وَالْاِقْتِصَادِ فِي الْمَعِيشَةِ وَالْإِنْفَاقِ، وَذَمِّ السُّؤَالِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ

قناعت وعفاف معیشت وانفاق میں اقتصاد اور بلاضرورت سوال کی مذمت

۱۷۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي ٱلْأَرْضِ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ رِزْقُهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''کوئی شئے زمین پر چلنے والی ایسی نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔'' (ہود:۶)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں فرمایا کہ زمین پر چلنے والا ہر جاندار جسے رزق کی احتیاج لاحق ہو اس کو روزی پہنچانا اللہ نے محض اپنے فضل سے اپنے ذمہ لازم کرلیا ہے، جس قدر روزی جس کے لیے مقدر ہے وہ اسے یقیناً پہنچ کر رہے گی جو وسائل واسباب بندہ اختیار کرتا ہے وہ روزی پہنچنے کے دروازے ہیں اگر آدمی کی نظر اسباب و وسائل کو اختیار کرتے وقت مسبب الاسباب پر ہو تو یہ توکل کے منافی نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ان وسائل و اسباب میں مقید اور محصور سمجھنا درست نہیں وہ گاہ بگاہ سلسلۂ اسباب کو چھوڑ کر روزی پہنچا دیتا ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظهري۔ تفسير عثماني)

اصل فقیر وہ ہے جو لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے

۱۷۷. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ لِلْفُقَرَآءِ ٱلَّذِينَ أُحْصِرُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي ٱلْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ ٱلْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ ٱلتَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُونَ ٱلنَّاسَ إِلْحَافًا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''ان فقراء کے لیے جو اللہ کے راستے میں محصور ہو گئے، وہ زمین میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے، ناواقف انہیں تعفف کی بنا پر غنی سمجھتے ہیں مگر تم انہیں ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔'' (البقرة:۲۷۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ تمہارے صدقات اور انفاق کے مستحق وہ فقراء ہیں اور ان کو دینا بڑا اجر وثواب ہے جو اللہ کی راہ اور اس کے دین کے کام میں مقید ہو کر چلنے پھرنے کھانے کمانے سے رک رہے ہیں اور کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے صحابۂ کرام اور خاص طور پر اہل صفہ تھے، جنہوں نے گھر بار چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کر لی تھی اور علوم نبوی ﷺ کے حصول ہی میں لگے رہتے تھے۔ (تفسير عثماني)۔

میانہ روی شرعاً پسندیدہ ہے

۱۷۸. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ وَالَّذِينَ إِذَآ أَنفَقُواْ لَمْ يُسْرِفُواْ وَلَمْ يَقْتُرُواْ وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی، وہ ان دونوں کے درمیان معتدل ہوتے ہیں۔''

(الفرقان:٦٧)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں معیشت میں اور خرچ میں اقتصاد اور اعتدال پر زور دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ انسان ذاتی زندگی میں خرچ میں نہ اسراف کرے اور نہ بالکل ہاتھ روک لے بلکہ اعتدال کے ساتھ میانہ روی اختیار کرے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں انفاق اور صدقات میں بھی اعتدال اور توازن کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ (تفسير عثماني۔ معارف القرآن)

انسان وجنات کی تخلیق عبادت کے لیے ہے

۱۷۹. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَآ أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَآ أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اور میں نے جن اور انس کو نہیں پیدا کیا ہے سوائے اس کے کہ وہ میری عبادت کریں نہ میں ان سے رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔'' (الذاریات:٥٦)

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَتَقَدَّمَ مُعْظَمُهَا فِي الْبَابَيْنِ السَّابِقَيْنِ، وَمِمَّا لَمْ يَتَقَدَّمْ.

اس موضوع سے متعلق متعدد احادیث پہلے دو ابواب میں گزر چکی ہیں کچھ یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ جن وانس عبادت اور بندگی کے لیے پیدا کیے گئے اللہ کا کوئی نفع یا فائدہ ان سے متعلق نہیں ہے وہ ان سے روزی طلب نہیں کرتا بلکہ ان کو روزی پہنچاتا ہے وہ ان سے کھانا نہیں مانگتا بلکہ ساری مخلوقات کو وہ کھلاتا ہے، جب وہ خالق بھی اور رازق بھی ہے تو بندگی اور عبادت بھی اسی کی کی جائے۔ (معارف القرآن)

اصل مالداری دل کا غنی ہونا ہے

۵۲۲. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "اَلْعَرَضُ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالرَّآءِ هُوَ الْمَالُ"

(۵۲۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مال واسباب کی زیادتی کا نام غنا نہیں

ہے۔غنا تو نفس کے استغناء کا نام ہے۔(متفق علیہ) عرض کے معنی مال کے ہیں۔

تخریج حدیث(۵۲۲): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب لیس الغنی عن کثرۃ العرض .

کلمات حدیث: عرض : سامان، اشیاء، جمع عروض .

شرح حدیث: ابن بطال فرماتے ہیں کہ حقیقت غنا کثرت مال نہیں ہے کیونکہ بہت سے ایسے مالدار ہوتے ہیں کہ کثرت مال کے باوجود ان کی طبیعت سیر نہیں ہوتی اور قناعت حاصل نہیں ہوتی بلکہ جس قدر مال بڑھتا جاتا ہے اتنی ہی حرص بڑھتی جاتی ہے اور اس دھن میں لگا رہتا ہے کہ کہیں سے اور مال آ جائے اور اس دھن میں اچھے برے کی بھی تمیز جاتی رہتی ہے، بلکہ حرص تو یہ بتلاتی ہے کہ وہ درحقیقت فقیر ہے کیونکہ فقر تو نام ہی احتیاج کا ہے جب احتیاج باقی ہے تو فقر بھی باقی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جسے حقیقی غنا حاصل ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر قانع ہوتا ہے، وہ حرص کا شکار نہیں ہوتا، وہ غیر ضروری طور پر دنیا کے مال واسباب کے پیچھے نہیں بھاگتا وہ دست سوال دراز نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہوتا ہے اور اگر کوئی شئے ضائع ہو جائے یا مال تلف ہو جائے تو رنج وغم میں مبتلا نہیں ہوتا اور مال و دولت آ جائے تو ضرورت سے زیادہ خوش نہیں ہوتا بلکہ دینے والے کا حمد وشکر کرتا ہے۔

نفس کا غنا دراصل قلب کا مستغنی ہونا ہے اور قلب تب مستغنی ہوتا ہے جب آدمی اللہ تعالیٰ کا محتاج اور اس کا دست نگر ہو جائے اور انسانوں سے اپنی احتیاج کا تعلق منقطع کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنی احتیاج کا رشتہ استوار کر لے جو مانگے اسی سے مانگے اور جو ملے اس پر راضی برضا ہو کر شکر گزار بندہ بن جائے۔ (ارشاد الساري : ۱۳/۴۴۸ ـ روضة المتقین : ۲/۷۴ ـ دلیل الفالحین : ۲/......)

---

۵۲۳. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۲۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اسلام قبول کیا اسے بقدر ضرورت رزق عطا کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو کچھ دیا اس پر قناعت کی توفیق بھی مل گئی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۵۲۳): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الکفاف و القناعة .

کلمات حدیث: افلح : کامیاب ہوا۔ فلاح : کامیابی۔ دنیا اور آخرت کی کامیابی۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی بندگی کی توفیق، رزق کفاف اور قناعت اس قدر بڑی اور عظیم نعمتیں ہیں کہ دنیا بھر کی نعمتیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، حافظ المنذری الترغیب والترہیب میں فرماتے ہیں کہ رزق کفاف کے معنی ہیں کہ آدمی کو اتنا میسر ہو کہ اسے کسی سے مانگنے کی حاجت نہ ہو اور حاجت سے زائد بھی نہ ہو لیکن جو حاصل ہو اس پر قناعت حاصل ہو۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اتنا مال جس

سے ضرورتیں پوری ہو جائیں اور ترفہ میں داخل نہ ہو۔ (شرح مسلم للنووي : ٧/ ١٣٠ ـ دليل الفالحين : ٢/ ٤٠٨)
اس حدیث کی شرح پہلے بھی گزر چکی ہے۔

اشراف نفس سے ممانعت

۵۲۴۔ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَاَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَاَعْطَانِيْ، ثُمَّ قَالَ " يَاحَكِيْمُ : إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ، وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهٗ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَايَشْبَعُ : "وَالْيَدُالْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى" قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَأُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدْعُوْا حَكِيْمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَآءَ فَيَاْبٰى اَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهٗ فَاَبٰى اَنْ يَقْبَلَهٗ فَقَالَ : يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اُشْهِدُكُمْ عَلٰى حَكِيْمٍ اِنِّيْ اَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِيْ قَسَمَهُ اللّٰهُ لَهٗ فِيْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَاْبٰى اَنْ يَّاْخُذَهٗ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" يَرْزَأْ " بِرَاءٍ ثُمَّ زَايٍ ثُمَّ هَمْزَةٍ، اَيْ لَمْ يَاْخُذْ مِنْ اَحَدٍ شَيْئًا، وَاَصْلُ الرُّزْءِ النُّقْصَانُ : اَيْ لَمْ يَنْقُصْ اَحَدًا شَيْئًا بِالْاَخْذِ مِنْهُ، وَاِشْرَافُ النَّفْسِ " تَطَلُّعُهَا وَطَمَعُهَا بِالشَّيْءِ " وَسَخَاوَةُ النَّفْسِ " هِيَ عَدَمُ الْاِشْرَافِ اِلَى شَيْءٍ وَالطَّمَعِ فِيْهِ وَالْمُبَالَاةِ بِهٖ وَالشَّرَهِ " .

(۵۲۴) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا میں نے پھر سوال کیا پھر عطا فرمایا میں نے پھر سوال کیا پھر عطا کیا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے حکیم! یہ مال سرسبز و شیریں ہے جو شخص اسے سخاوت نفس سے حاصل کرے اس کے لیے اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو نفس کے لالچ کے ساتھ حاصل کرتا ہے اس کے لیے اس میں برکت نہیں دی جاتی اور وہ اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جو کھاتا ہے مگر پیٹ نہیں بھرتا اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حکیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں آپ ﷺ کے بعد کسی سے نہ کوئی چیز لوں گا یہاں تک کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حکیم کو دینے کے لیے بلاتے مگر وہ انکار کر دیتے اور کچھ نہ لیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں دینے کے لیے بلاتے مگر وہ انکار کر دیتے اور کچھ نہ لیتے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت تم گواہ رہو کہ میں حکیم کو اس کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس فئے میں مقرر کیا ہے مگر حکیم اسے لینے سے انکار کر رہے ہیں۔ غرض حکیم نے رسول اللہ ﷺ کے بعد سے لے کر اپنی وفات تک کبھی کوئی چیز کسی سے نہیں لی۔ (متفق علیہ) یرزأ: یعنی کسی سے کوئی چیز نہیں لی۔ رزء کی اصل نقصان ہے یعنی کسی سے

کوئی چیز لے کر اس کا نقصان نہیں کیا۔ اشراف نفس: کسی چیز کی آس لگانا اور اس کا لالچ کرنا۔ سخاوت نفس: یعنی کسی چیز کی آس نہ لگانا اور نہ اس کی طمع کرنا اور نہ اس کی پرواہ کرنا اور نہ حرص کرنا۔

تخریج حدیث (۵۲۴): صحيح البخاري، كتاب الزكوة، باب بيان أن اليد العليا خير من اليد السفلى.

کلماتِ حدیث: لا أرزأ: میں کوئی کمی نہیں کروں گا، میں کسی سے نہیں مانگوں گا، میں کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کروں گا۔

شرحِ حدیث: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے متعدد بار سوال کیا اور آپ ﷺ نے ہر مرتبہ عطا فرمایا اور پھر انہیں نصیحت فرمائی کہ دنیا کا مال و دولت دنیا کی آرائش و زیبائش ہے۔ ﴿ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ یہ وقتی چمک دمک ہے اور جلد زائل ہو جانے والی ہے، یہ سرسبز و شاداب اور شیریں یعنی انسانی نفس کو مرغوب ہے اور نفس کے اندر اس کی جانب طبعی میل موجود ہے مگر اس کا حصول اسی وقت خوب اور بہتر ہے اور انسان کے حق میں مفید ہے جب سوال نہ ہو، اشراف نفس نہ ہو، طمع اور لالچ نہ ہو، انسان اپنی غیرت اور عزتِ نفس مال کی خاطر پامال نہ کرے بلکہ جب اللہ تعالیٰ دے تو عزتِ نفس کے ساتھ اور بغیر طمع و لالچ لے لے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جو ملا اس پر قناعت کرے زیادہ کی حرص نہ کرے یہ وہ مال ہے جس میں برکت ہوتی ہے اور غنا حاصل ہوتا ہے۔ بصورتِ دیگر اس میں برکت باقی نہیں رہتی اور آدمی اس سے پوری طرح مستفید نہیں ہو پاتا کہ وہ جاتا رہتا ہے پھر اور طلب کرتا ہے اور اس طرح وہ ایک ایسی وادی میں بھٹک جاتا ہے جہاں سے واپسی کا راستہ باقی نہیں رہتا اور بالآخر وہ اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جو کھاتا رہے اور اس کا پیٹ نہ بھرے۔

دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے، کہ لینے میں بہت سی اخلاقی، دینی اور معاشرتی برائیاں اور خرابیاں ہیں اور دینے میں ہر طرح کی خوبیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اجرِ عظیم ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نفوس فیضِ نبوی ﷺ سے مجلی اور مصفی ہو گئے، حضرت حکیم بن حزام پر اس نصیحت کا ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اس وقت قسم کھالی کہ کسی سے کبھی کچھ نہ لوں گا اور انہوں نے اس پر عمل کر دکھایا۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مال فئے میں سے اپنا وہ حصہ بھی نہیں لیا جو سب مسلمانوں کو ملتا تھا۔

(فتح الباري: ۳/۳۵٦۔ ارشاد الساري: ۷/٦٢)

غزوۂ ذات الرقاع

۵۲۵۔ وَعَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىْ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزْوَةٍ وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيْرٌ نَعْتَقِبُهٗ فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمِىْ وَسَقَطَتْ اَظْفَارِىْ فَكُنَّا نَلُفُّ عَلٰى اَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ عَلٰى اَرْجُلِنَا مِنَ الْخِرَقِ قَالَ اَبُوْ بُرْدَةَ: فَحَدَّثَ اَبُوْمُوْسٰى بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ثُمَّ كَرِهَ ذٰلِكَ وَقَالَ: مَاكُنْتُ اَصْنَعُ بِاَنْ

اَذْكُرَه' : قَالَ كَاَنَّه' كَرِهَ اَنْ يَكُوْنَ شَيْئًا مِنْ عَمَلِهِ اَفْشَاهُ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۲۵) حضرت ابُردۃ رضی اللہ عنہ نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے ہم چھ آدمی تھے اور ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے پیدل چلنے سے ہمارے پیر پھٹ گئے اور میرے پیر بھی پھٹ گئے اور میرے ناخن بھی ٹوٹ کر گر گئے ۔ ہم نے اپنے پیروں پر پٹیاں لپیٹ لی تھیں، اس لیے اس غزوہ کا نام ہی غزوۂ ذات الرقاع پڑ گیا ۔ کیونکہ ہم نے اپنے پیروں پر چیتھڑے باندھ لیے تھے ۔

حضرت ابو بردہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی پھر انہیں کچھ اچھا نہ لگا اور کہنے لگے میں نہیں چاہتا تھا کہ اس بات کا ذکر کروں یعنی انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ اپنے کسی عمل کو بیان کریں ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۵۲۵): صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة ذات الرقاع . صحيح مسلم كتاب الجهاد والسير، باب غزوة ذات الرقاع .

کلمات حدیث: نقبت : پھٹ گئے، زخمی ہو گئے ۔ نقب نقباً (باب سمع) موزے کا پھٹا ہوا ہونا ۔

شرح حدیث: غزوۂ ذات الرقاع کے نام اور وقت کے بارے میں اختلاف ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ ہے کہ یہ فتح خیبر کے بعد ہوا اور ذات الرقاع نام ہونے کی ایک وجہ تو خود اس حدیث میں بیان ہوئی ہے اور دیگر وجوہات بھی ذکر کی گئی ہیں ۔ ایک وجہ یہ بیان کی گئی کہ جھنڈوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور ایک وجہ یہ بیان کی گئی کہ ایک درخت اس نام کا کسی مقام پر تھا، لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے اسی سبب کو ترجیح دی ہے جو خود اس حدیث میں بیان ہوا کیونکہ اس غزوہ میں صحابہ کے پیر زخمی ہو گئے اور انہوں نے پیروں پر پٹیاں باندھ لی تھیں اس لیے اس کا نام غزوۂ ذات الرقاع ہو گیا ۔

یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جفاکشی اور سخت کوشی کا عالم تھا کہ ایک اونٹ چھ آدمیوں کے پاس ہے اور اس پر باری باری سوار ہو رہے ہیں اور پیدل چلتے چلتے پاؤں پھٹ گئے، ناخن تک ٹوٹ کر گر گئے مگر صبر و استقامت کے یہ پیکر اپنی جگہ سے نہ ہلے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں ثابت قدمی سے آگے بڑھتے گئے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے حکم پر جاں نثاری اور فدا کاری کے ثبوت پیش کر گئے ۔

پھر حضرت ابوموسیٰ اس حدیث کو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور ان کے احوال کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اور بیان کرتے ہوئے متامل بھی ہوتے ہیں کہ اس میں خود ان کی بھی آزمائش اور اس پر صبر کا ذکر آتا ہے کہ نیکی اللہ کے اور اللہ کے بندے کے درمیان معاملہ ہے ۔ (فتح الباري : ۵۷۳/۲ ۔ روضة المتقين : ۷۸/۲ ۔ دليل الفالحين : ۴۱۱/۲)

رسول اللہ ﷺ کا عمرو بن حرام کے استغناء کی تعریف

۵۲۶ . وَعَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ "بِفَتْحِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقَ وَاِسْكَانِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ" رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِمَالٍ اَوْ سَبْيٍ فَقَسَّمَه' فَاَعْطٰى رِجَالاً وَتَرَكَ

رِجالاً فبلغه' اَنَّ الَّذِیْنَ ترک عتبُوْا فَحَمِدَ اللّٰہَ ثُمَّ اَثْنیٰ عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ "اَمَّا بَعْدُ فَوَاللّٰہِ اِنِّی لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَاَدَعُ الرَّجُلَ وَالَّذِیْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الَّذِیْ اُعْطِیْ وَلٰکِنِّیْ اِنَّمَا اُعْطِیْ اَقْوَامًا لِمَا اَرٰی فِیْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْجزَعِ وَالْهَلَعِ وَاَکِلُ اَقْوَامًا اِلٰی مَا جَعَلَ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْغِنیٰ وَالْخَیْرِ مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ" قَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ، فَوَاللّٰہِ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِکَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ، رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

"اَلْهَلَعُ" هُوَ اَشَدُّ الْجزَعِ، وَقِیْلَ الضَّجَرُ.

(۵۲۶) حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (تغلب تاء کے زبر غین کے سکون اور لام کے زیر کے ساتھ ہے) کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی یا مال آیا۔ آپ ﷺ نے انہیں تقسیم فرما دیا، آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ لوگوں کو نہ دیا۔ پھر آپ ﷺ کو یہ بات پہنچی کہ جن کو آپ ﷺ نے نہیں دیا وہ ناراض ہوئے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: اما بعد! اللہ کی قسم میں کچھ لوگوں کو دیتا ہوں اور کچھ لوگوں کو نہیں دیتا اور جن لوگوں کو میں نہیں دیتا وہ مجھے ان سے محبوب ہیں جنہیں میں دیتا ہوں۔ میں ان لوگوں کو دیدیتا ہوں جن کے دلوں میں گھبراہٹ اور بے چینی دیکھتا ہوں اور جن لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ اللہ نے ان کے دلوں میں خیر اور استغناء پیدا کیا ہے تو میں انہیں اللہ کے سپرد کر دیتا ہوں انہی میں سے ایک عمرو بن تغلب ہیں۔ حضرت عمرو بن تغلب کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کی اس بات کے مقابلے میں سرخ اونٹ لینا بھی پسند نہیں کروں گا۔ ہلع کے معنی گھبراہٹ کے ہیں اور بعض نے اس کا ترجمہ بے قراری کیا ہے۔

تخریج حدیث(۵۲۶): صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب من قال فی الخطبة بعد الثناء اما بعد.

کلمات حدیث: عتبوا: ناراضگی کا اظہار کیا۔ عتب عتباً (باب نصر) خفا ہونا، ناراض ہونا۔

راوی حدیث: حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے اور پھر بصرہ میں آباد ہو گئے آپ سے دو احادیث مروی ہیں اور دونوں بخاری نے روایت کی ہیں۔ (دلیل الفالحین: ۲/ ۴۱۲)

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے معاملات میں عدل وانصاف سے کام لیتے اور فراستِ نبوی ﷺ سے ان کے امور کو نمٹاتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: مجھے جن لوگوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان کو نہ دیا جائے تو وہ پریشان ہوں گے اور ان کی طبیعت میں بے چینی اور اضطراب ہوگا تو آپ ﷺ انہیں عطا فرماتے اور جن کے بارے میں آپ ﷺ سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قناعت سے نوازا ہے اور ان کو صبر وہمت عطا فرمائی ہے ان کو آپ ﷺ نہ دیتے اور فرمایا کہ یہی لوگ مجھے محبوب ہیں یعنی مال کی محبت نہ ہونے اور اس کے حصول کے لیے جزع وفزع نہ ہونے کی بنا پر اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر واستقامت سے نوازا ہے، ان اوصاف کی بنا پر وہ آپ ﷺ کو محبوب تھے اور فرمایا کہ ان میں سے عمرو بن تغلب بھی ہیں۔

عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے کوئی اس جملے کے بدلے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سرخ اونٹ بھی دیدے تو میں

نہ لوں، مطلب یہ نہیں کہ عمرو بن تغلب اپنے بارے میں تعریفی جملے سے خوش ہو رہے ہیں بلکہ وہ اس لیے خوش ہو رہے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں اپنے محبوبین میں شامل فرمایا ہے۔ (ارشاد الساري : ۲/۵۹۷۔ دلیل الفالحین : ۲/۴۱۳)

بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد ہو

۵۲۷۔ وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلىٰ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفُّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَلَفْظُ مُسْلِمٍ اَخْصَرُ .

(۵۲۷) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کرو جن کی کفالت تمہارے ذمے ہو۔ بہترین صدقہ وہ ہے جو ضروریات کی تکمیل کے بعد ہو اور جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اسے بچالیتا ہے اور جو استغناء اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے غنی فرما دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

الفاظ حدیث بخاری کے ہیں، مسلم کے الفاظ مختصر ہیں۔

تخریج حدیث (۵۲۷): صحيح البخاري، كتاب الزكوٰة، باب لا صدقة الا عن ظهر غنى . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب النفقة على العيال .

کلمات حدیث: تعول : تم کفالت کرتے ہو۔ عال عولاً (باب نصر) آل واولاد کی معاشی کفالت کرنا۔ عیال: آل اولاد۔

شرح حدیث: مؤمن کو چاہیے کہ ہر حال میں اللہ کے راستے میں خرچ کرتا رہے اور صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کرتا رہے لیکن اس سلسلے میں بھی اعتدال کو ہاتھ سے نہ جانے دے بلکہ اعتدال اور میانہ روی اختیار کرے کہ افضل صدقہ وہ ہے کہ آدمی دے کر تنگی محسوس نہ کرے، بلکہ دینے کے بعد بھی مستغنی رہے اور اتنا مال باقی رہے جس سے وہ اپنی حوائج اور ضروریات پوری کر سکے۔

جو شخص انسانوں کے سامنے اپنی احتیاج بیان کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجات کو رکھتا ہے اور اس سے مانگتا ہے اور انسانوں سے مانگنے سے گریز کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے مستغنی فرما دیتے ہیں۔

(فتح الباري : ۱/۸۲۸۔ ارشاد الساري : ۳/۵۵۰۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۷/۱۱۲)

مانگنے میں اصرار نہیں کرنا چاہیے

۵۲۸۔ وَعَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُلْحِفُوْا فِي الْمَسْأَلَةِ، فَوَاللّٰهِ لَا يَسْأَلُنِيْ اَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجَ لَهٗ مَسْأَلَتُهٗ مِنِّيْ شَيْئًا وَاَنَا لَهٗ كَارِهٌ فَيُبَارَكَ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتُهٗ . " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۲۸) حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوال کرنے میں اصرار نہ کرو۔ اللہ کی قسم تم سے اگر کوئی مجھ سے کچھ مانگے اور اس کے سوال پر میں ناپسندیدگی کے ساتھ اسے دیدوں تو اس کو اس مال میں برکت نہ ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۵۲۸): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب النھی عن المسألۃ.

کلمات حدیث: لا تلحفوا : تم اصرار مت کرو۔ ألحف إلحافا (باب افعال) اصرار کے ساتھ اور لپٹ کر مانگنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے اصرار کے ساتھ سوال نہ کرو ہوسکتا ہے کہ میں اس وقت کسی مصلحت کی بناء پر نہ دینا چاہتا ہوں لیکن سوال میں اصرار کی بناء پر دیدوں تو اس مال میں برکت نہیں ہوگی۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۷/۱۱٤)

****

لوگوں سے سوال نہ کرنے پر بیعت

۵۲۹. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِکٍ الْاَشْجَعِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةً اَوْ ثَمَانِیَةً اَوْ سَبْعَةً فَقَالَ: "اَلاَ تُبَایِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ" وَکُنَّا حَدِیْثِیْ عَهْدٍ بِبَیْعَةٍ، فَقُلْنَا : قَدْ بَایَعْنَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" ثُمَّ قَالَ: "اَلاَ تُبَایِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ" فَبَسَطْنَا اَیْدِیَنَا وَقُلْنَا : قَدْ بَایَعْنَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَعَلاَمَ نُبَایِعُکَ ؟ قَالَ : عَلٰی اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلاَ تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَالصَّلَوٰاتِ الْخَمْسِ وَتُطِیْعُوْا" وَاَسَرَّ کَلِمَةً خَفِیْفَةً "وَلاَ تَسْئَالُوا النَّاسَ شَیْئًا" فَلَقَدْ رَاَیْتُ بَعْضَ اُولٰئِکَ النَّفَرِ یَسْقُطُ سَوْطُ اَحَدِهِمْ فَلاَ یَسْئَالُ اَحَدًا یُنَاوِلُهٗ اِیَّاهُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۲۹) حضرت ابوعبدالرحمٰن عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نو یا آٹھ یا سات افراد آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرو گے؟ حالانکہ ہم کچھ ہی دن پہلے بیعت ہو چکے تھے اس لیے ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم تو آپ ﷺ سے پہلے ہی بیعت ہو چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرو گے۔ اس پر ہم نے بیعت کے لیے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا ایک بیعت تو ہم پہلے کر چکے ہیں۔ اب ہم کس امر پر بیعت کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بیعت کرو کہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، پانچ وقت کی نمازیں ادا کرو گے اور اللہ کی اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔ حضرت عوف بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے ان میں سے بعض لوگوں کو دیکھا کہ اگر ان کا کوڑا زمین پر گر جاتا تو وہ کسی سے اس کو اٹھا کر دینے کا سوال نہ کرتے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۵۲۹): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب کراھیۃ المسألۃ بالناس.

راوی حدیث: حضرت ابوعبدالرحمٰن مالک بن عوف اشجعی رضی اللہ عنہ فتح مکہ میں شرکت فرمائی، رسول اللہ ﷺ سے سرسٹھ احادیث

روایات کی ہیں جن میں چھ متفق علیہ ہیں۔ (دليل الفالحين : ٢/٤١٦)

شرح حدیث: صحابہ رسول اللہ ﷺ کی ہر معاملے میں اقتداء کرتے تھے اور ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے تھے اور آپ ﷺ کی نصائح خواہ معاشرت سے متعلق ہو یا معیشت سے، اخلاق سے متعلق ہوں یا اعمال سے وہ ہر ہر معاملے میں آپ ﷺ کی اتباع اپنے لیے لازم سمجھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بعض اصحاب کو نصیحت فرمائی کہ کسی سے کوئی سوال نہ کرو تو انہوں نے اس پر اس طرح عمل کیا کہ اگر سواری پر سے کسی کا کوڑا بھی گر جاتا تو وہ سواری سے اترتا اپنا کوڑا اٹھاتا اور دوبارہ سواری پر بیٹھ کر روانہ ہو جاتا لیکن پاس سے گزرنے والے سے یہ نہ کہتا کہ میرا کوڑا اٹھا دو۔ (شرح مسلم للنووي : ٧/١١٦۔ روضة المتقين : ٢/٨٢)

مانگنے والوں کا چہرہ قیامت کے دن گوشت سے خالی ہوگا

٥٣٠ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَاتَزَالُ الْمَسْئَلَةُ بِاَحَدِكُمْ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" اَلْمُزْعَةُ " بِضَمِّ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الزَّايِ وَبِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ . اَلْقِطْعَةُ .

(۵۳۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو آدمی سوال کرتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ تو وہ اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا تک نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

مزعة : میم کے پیش کے ساتھ، بوٹی کا ٹکڑا، گوشت کا ٹکڑا۔

تخریج حدیث (۵۳۰): صحيح البخاري، كتاب الزكوة، باب من سأل الناس تكثراً . صحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب كراهة المسألة للناس .

کلمات حدیث: مسألة : سوال، مانگنا۔

شرح حدیث: امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص جو دنیا میں سوال کرتا رہا ہو وہ قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی یا اس کے چہرے پر عذاب ہوگا جس سے اس کے چہرے کا گوشت گر جائے گا۔

ابن ابی جمرہ نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں کہ اس کے چہرے کا حسن باقی نہیں رہے گا۔ المہلب کہتے ہیں کہ حدیث سے اپنے ظاہری معنی مراد ہیں۔ یعنی اس کے چہرے پر گوشت نہیں رہے گا اور یہ اس کی سزا ہوگی اور اس کی علامت بھی ہوگی۔

بہر حال یہ حدیث اس شخص سے متعلق ہے جو بلا ضرورت ایسا سوال کرے جس سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث مرفوع میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو اپنے مال میں اضافے کے لیے لوگوں سے مانگے تو وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خراشیں پڑی ہوئی ہوں گی اگر کوئی چاہے تو ان کو کم کرے اور چاہے تو زیادہ کر لے۔“ (فتح الباري : ١/٨٤٦)

دینے والا لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے

۵۳۱. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنبَرِ، وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْئَالَةِ " اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلىٰ وَالْيَدُ الْعُلْيَا وَهِيَ الْمُنفِقَةُ، السُّفْلىٰ هِيَ السَّآئِلَةُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۳۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور صدقہ کا اور تعفف یعنی سوال سے احتراز کا ذکر فرما رہے تھے۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر والا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے والا سوال کرنے والا ہاتھ ہے۔'' (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۳۱): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب لا صدقۃ الا عن ظھر غنی . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب النفقۃ علی العیال .

کلمات حدیث: الید العلیا: اوپر والا ہاتھ، جو ہاتھ اوپر ہو، یعنی دینے والا ہاتھ۔ الید السفلی : نچلا ہاتھ، یعنی وہ ہاتھ جو نیچے ہو یعنی لینے والا ہاتھ۔

شرح حدیث: مقصودِ حدیث انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ کہ بغیر حق اور بلاضرورت سوال کرنا بہت بڑی اخلاقی برائی ہے جس سے اجتناب ضروری ہے کہ اس سے انسان کی عزت نفس پامال ہوتی ہے اور بہت سی اخلاقی اور دینی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس حدیث کی شرح پہلے بھی ۷۲ میں گزر چکی ہے۔ (دلیل الفالحین : ۲/۴۱۸)

مال بڑھانے کے لیے بھیک مانگنا آگ کے انگارے جمع کرنا ہے

۵۳۲. وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا، فَاِنَّمَا يَسْئَالُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ اَوْلِيَسْتَكْثِرْ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۳۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی سے اس لیے سوال کرے کہ اس کے مال میں اضافہ ہو۔ وہ مال نہیں جمع کر رہا انگارے جمع کر رہا ہے خواہ کم جمع کرے یا زیادہ کر لے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۵۳۲): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب کراھت المسألۃ بالناس .

کلمات حدیث: جمراً : انگارہ، جہنم کا انگارہ۔

شرح حدیث: وعید شدید ہے اس شخص کے لیے جو لوگوں سے بلاضرورت بکثرت سوال کرے اس کا یہ سوال دھکتے ہوئے انگارے اور عذابِ جہنم ہے۔ (روضۃ المتقین : ۲/۸٤)

بھیک مانگنے والا اپنے چہرہ زخمی کرتا ہے

۵۳۳۔ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ الْمَسْأَلَةَ كَدٌّ يَكُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ، اِلَّا اَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا اَوْ فِيْ اَمْرٍ لاَ بُدَّ مِنْهُ ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ . "اَلْكَدُّ" اَلْخَدْشُ وَنَحْوُهُ .

(۵۳۳) حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوال کرنا خراش ہے اور آدمی سوال کر کے اپنا چہرہ چھیلتا ہے، مگر یہ کہ آدمی بادشاہ سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملہ میں سوال کرے جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔

(اسے ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے) کد کے معنی خراش کے ہیں۔

تخریج حدیث (۵۳۳): الجامع للترمذی، کتاب الزکوٰۃ، باب ما جاء فی النھی عن المسألة .

کلمات حدیث: کد : خراش۔

شرح حدیث: خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مانگنے کی اس صورت میں اجازت ہے جب آدمی صاحبِ اختیار اور اقتدار سے اپنا حق مانگے، اگرچہ یہ مانگنے والا غنی ہو یا ایسی صورت پیدا ہوگئی ہو کہ اس کے پاس مال باقی نہ رہا ہو یا مال تک اس کی رسائی نہ ہو مثلاً سفر میں ہو یا کوئی حادثہ یا مصیبت پیش آگئی ہو جس کی وجہ سے مجبور ہو گیا ہو پھر سوال جائز ہے اور بلاضرورت سوال کی وعید حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ (تحفة الأحوذي : ۳/۴۰۶)

لوگوں کے سامنے فقر ظاہر کرنے کی مذمت

۵۳۴۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ، وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ فَيُوْشِكُ اللّٰهُ لَهُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ اَوْ اٰجِلٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

"يُوْشِكُ" بِكَسْرِ الشِّيْنِ : اَيْ يُسْرِعُ .

(۵۳۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص فاقہ سے ہو تو وہ لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرے تو اس کا فاقہ ختم نہیں ہوگا اور جو اس کا اظہار اللہ کے سامنے کرے تو اللہ تعالیٰ جلد یا بدیر اسے روزی عطا فرما دیتے ہیں۔ (ابوداؤد نے اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

یوشك کے معنی ہیں جلدی کرے۔

تخریج حدیث (۵۳۴): سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب الاستعفاف . الجامع للترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی الھم فی الدنیا.

کلماتِ حدیث: لم تسد فاقته : اس کا فاقہ دور نہ ہوگا، اس کی بھوک نہیں مٹے گی۔

شرحِ حدیث: جو شخص فاقہ سے ہو یعنی بھوک کی شدت کا شکار ہو اور وہ اس کا اظہار انسانوں کے سامنے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھوکا ہی رکھتے ہیں کہ ایک ایک لقمہ کے لیے وہ ہر دروازے پر جاتا رہے کیونکہ اس نے رازق کو رازق نہیں مانا بلکہ انسانوں کو رازق جانا تو پھر اسے انسانوں کے دروازے ہی پر جانا چاہیے اور جس نے اپنی بھوک کا اظہار اللہ کے سامنے کیا اللہ تعالیٰ اس کی بھوک رفع فرمادیں گے۔

﴿ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾

اس کو اس طرح رزق پہنچادیں گے اس کا گمان اور اس کا خیال تک بھی وہاں نہیں پہنچ سکے گا اور یہ بات کیفیت، کمیت اور نوعیت تینوں سے متعلق ہے، آدمی کو معلوم نہیں ہے اور نہ اس کے گمان کی رسائی ہے کہ اللہ جو رزق اسے عطا فرمائیں گے اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ اور وہ کس طرح اور کس ذریعے سے اس تک پہنچے گا؟ نہ اسے کمیت کا اندازہ ہوگا کہ اس کی مقدار کیا ہوگی؟ اور نہ اسے یہ پتہ ہوگا کہ اس کی نوعیت کیا ہوگی؟

وہب بن منبہ نے ایک شخص کو کہا جو اربابِ ثروت اور اصحابِ اقتدار سے ملا کرتا تھا۔ برا ہو تیرا تو لوگوں کے دروازے پر جاتا ہے جو چاہیں تجھ سے اپنا دروازہ بند کرلیں اور اپنی دولت تجھ سے چھپالیں اور اس کے دروازے پر نہیں گیا جو اپنا دروازہ کبھی کسی سائل سے نہیں بند کرتا اور جو خود بلا بلا کر شب و روز تقسیم کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو خود فرماتا ہے:

﴿ وَسْئَلُوا اللَّهَ مِن فَضْلِهِ ﴾

''اور اللہ سے اس کا فضل طلب کرو۔'' (دليل الفالحين : ٢/ ٤٢٠)

سوال نہ کرنے پر جنت کی ضمانت

۵۳۵۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَكَفَّلَ لِيْ اَنْ لَا يَسْئَالَ النَّاسَ شَيْئًا وَاَتَكَفَّلُ لَه بِالْجَنَّةِ ؟ " فَقُلْتُ : اَنَا : فَكَانَ لَا يَسْئَالُ اَحَدًا شَيْئًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۵۳۵) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے سوال نہیں کرے گا میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ میں ضمانت دیتا ہوں۔ اس کے بعد ثوبان نے کبھی کسی سے کوئی سوال نہیں کیا۔ (ابوداؤد نے صحیح سند سے روایت کیا ہے)

تخریجِ حدیث (۵۳۵): سنن ابی داؤد، کتاب الزکوة، باب کراهية المسألة .

کلماتِ حدیث: تکفل : کفیل بن گیا، ضامن ہوگیا۔ کفل کفالة (باب نصر) کسی کی ذمہ داری قبول کرنا۔

شرحِ حدیث: اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر پورا پورا بھروسہ کرتا ہو اور اسی پر اس کا توکل ہو اور وہ اللہ کے سوا انسان سے کوئی سوال نہ

کرے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کی جنت کا ضامن ہوں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ ثوبان نے کبھی کسی سے کوئی سوال نہیں کیا ان کا کوڑا اگر جاتا تھا تو وہ سواری سے اتر کر خود اٹھاتے تھے اور کسی سے نہ کہتے تھے کہ مجھے دیدو۔

(روضۃ المتقین : ۲/ ۸٤)

تین آدمیوں کے لیے سوال کرنا جائز ہے

۵۳۶. وَعَنْ اَبِیْ بِشْرٍ قَبِیْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قال : تحمّلْتُ حمالة فاتیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُه' فِیْهَا فَقَالَ " اَقِمْ حَتّٰی تَاتِیَنا الصَّدقَةُ فنامُر لک بها" ثُمَّ قال: " یا قبیْصَةُ اِنَّ الْمَسْـــأَلَةَ لَاتَـحِـلُّ اِلَّا لِاَحَـدِ ثَلَاثَةٍ : رَجُـلٌ تَـحَـمَّـلَ حَـمَالَة فحلّتْ لهُ الْمسْئالة حتی یُصیْبها ثُمّ یُـمْسِـکُ، وَرَجُـلٌ اَصَـابَتْـهُ جَـآئِـحَةٌ اِجْتَـاحَتْ مَالَه' فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِنْ عَیْشٍ اَوْقَالَ : سِدَادًا مِنْ عَیْشٍ، وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰی یَقُوْلَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِی الْحجی مِنْ قَوْمِه لَقَدْ اَصابتْ فُلَانًـا فَـاقَةٌ فَـحَـلَّـتْ لَه' الْمَسْئَالَةُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِنْ عَیْشٍ اَوْقَال: سِدادًا مِنْ عَیْشٍ فَما سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْـأَلَةِ یَاقَبِیْصَةُ سُحْتٌ یَا کُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

" اَلْحَمَالَةُ " بِفَتْحِ الْحآءِ : اَنْ یَقَعَ قِتَالٌ وَنَحْوُه' بَیْنَ فَرِیْقَیْنِ فَیُصْلِحُ اِنْسَانٌ بَیْنَهُمْ عَلٰی مَالٍ یَتَحَمَّلُه' وَیَلْتَزِمُه' عَلٰی نَفْسِهٖ : " وَالْجَآئِحَةُ " : اَلْاٰ فَةُ تُصِیْبُ مَالَ الْاِنْسَانِ : " وَالْقِوَامُ " بِکَسْرِ الْقَافِ وَفَتْحِهَا: هُوَ مَا یَقُوْمُ بِهٖ اَمْرُ الْاِنْسَانِ مِنْ مَالٍ وَّنَحْوِهٖ ! " وَالسِّدَادُ " بِکَسْرِ، السِّیْنِ : مَا یَسُدُّ حَاجَةَ الْمُعْوِزِ وَیَکْفِیْهِ " وَالْفَاقَةُ " اَلْفَقْرُ: " وَالْحِجَی " اَلْعَقْلُ .

(۵۳۶) حضرت ابو بشر قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ذمہ ضمانت لے لی اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس غرض کے لیے سوال کرنے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ٹھہرو ہمارے پاس صدقہ کا مال آجائے تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے قبیصہ سوال صرف تین صورتوں میں سے ایک میں جائز ہے۔ وہ شخص جس نے کسی کی ضمانت اپنے ذمہ لے لی اس کے لیے سوال اس وقت تک حلال ہے جب تک ضرورت پوری ہو اس کے بعد رک جائے۔ دوسرا وہ آدمی جسے کوئی حادثہ پیش آجائے جس سے اس کا مال ختم ہو جائے اس کے لیے سوال درست ہے یہاں تک کہ اتنی مقدار پالے جس سے زندگی گزار سکے یا اس کی ضرورت کو پوری کردے اور تیسرے وہ جس کو فاقہ پہنچ جائے اور اس کی قوم کے تین عقلمند لوگ کہہ دیں کہ فلاں فاقے کا شکار ہے اس کو اس وقت تک سوال جائز ہے یہاں تک کہ اسے گزراوقات مل جائے یا اس کی ضرورت پوری ہو جائے۔ اس کے سوا سوال اے قبیصہ! آگ ہے جس کو مانگنے والا کھاتا ہے اور حرام کھاتا ہے۔ (مسلم)

حمالۃ : ح کے فتحہ کے ساتھ، ایسی صورت جب فریقین میں لڑائی یا کوئی اور واقعہ ہو جائے اور ان کے درمیان کوئی صلح کرانے کے

لیےکوئی مال اپنے ذمہ لے لے۔ جائحہ : ایسی آفت جس میں انسان کا مال ضائع ہو جائے۔ قوام: ہر وہ شئ جس سے انسان کے معاملات استوار ہوں جیسے مال۔ سداد : جس سے تنگدست کی حاجت پوری ہو اور اسے کافی ہو جائے۔ فاقہ: کے معنی فقر کے ہیں۔ حجی : کے معنی عقل کے ہیں۔

تخریج حدیث(۵۳۶): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب من تحل له المسألة.

راوی حدیث: حضرت ابو بشر قبیصۃ بن المخارق رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ ایک وفد کی صورت میں آئے اور اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے چھ احادیث مروی ہیں۔

کلمات حدیث: جائحہ : ہلاکت، بڑی آفت، خشک سالی، جمع جائحات .

شرح حدیث: سوال کرنا صرف تین صورتوں میں جائز ہے اور ان تینوں صورتوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے۔

دو انسانوں کے درمیان کسی طرح کے نزاع کو رفع کرنے کے لیے ایک تیسرا شخص کوئی مال یا قرض وغیرہ اپنے ذمہ لے لے تو اس کی ادائیگی کے لیے سوال کرنا درست ہے، جب یہ ذمہ داری پوری ہو جائے تو اس کے بعد سوال سے باز آ جائے۔ کسی قدرتی آفت کی بناء پر یا کسی افتاد کی وجہ سے اس کا مال ضائع ہو جائے اور سارا مال ختم ہو جائے تو وہ بقدرِ ضرورت کا سوال کر سکتا ہے یا کوئی شخص فاقہ میں مبتلا ہو جائے تو وہ اس قدر سوال کرے کہ اس کی بھوک رفع ہو جائے۔

تین آدمیوں کی گواہی کی شرط فقہاء کے نزدیک ثبوت اِعسار (Insolvency) کے لیے ہے اور یہی رائے صحیح ہے ایک اور رائے یہ ہے کہ دیگر معاملات کی طرح یہاں بھی دو گواہوں کی گواہی کافی ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی جن کے لیے سوال کرنا جائز ہے تین قسمیں کی ہیں: ان میں سے ایک غنی ہے اور دو فقیر ہیں۔ غنی صاحب حمالہ ہے یعنی وہ شخص جس نے اصلاحِ ذات البین کی خاطر کوئی مالی ذمہ داری قبول کر لی۔ اسے صدقہ دیا جا سکتا ہے یہاں تک کہ وہ اس ذمہ داری کو پورا کر لے۔ دو فقیروں میں سے ایک فقیر وہ ہے جو پہلے صاحبِ مال تھا پھر اس کے مال پر کوئی ظاہری آفت آ گئی جس کا سب کو علم ہو گیا، مثلاً اس کے سارے سامانِ تجارت کو آگ لگ گئی یا باغ یا کھیتی باد و باراں کی نذر ہو گئی۔ دوسرا فقیر وہ ہے جو پہلے صاحبِ مال تھا لیکن اس کا مال اس طرح ضائع ہوا ہے کہ اس کا سبب کسی کو معلوم نہیں ہے جیسے اس کا مال چوری ہو گیا ہو یا کسی کے پاس رکھوایا ہوا اور اس نے واپسی سے انکار کر دیا ہو۔ اس آخری صورت میں ضرورت ہوگی کہ صورتِ حال کی وضاحت کے لیے گواہ موجود ہوں اور وہ گواہی دیں کہ یہ شخص فقیر ہو گیا ہے۔

(شرح مسلم للنووي : ۱۱۸/۷۔ روضة المتقین : ۸٦/۲ .

اصل فقیر وہ نہیں جو لوگوں کے گھروں کا چکر کاٹے

۵۳۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " لَيْسَ

الْمِسْكِيْنُ الَّذِیْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِیْ لاَ يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلاَ يُفْطَنُ لَهٗ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلاَ يَقُوْمُ فَيَسْئَالُ النَّاسَ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۳۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے کہ جو لوگوں کے گھروں کے چکر لگائے اور لوگ ایک دو لقمہ یا ایک دو کھجور دے کر لوٹا دیں۔ لیکن اصل مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے دوسروں سے مستغنی کر دے اور اس کی مسکنت کا علم نہ ہو کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود لوگوں سے مانگنے کے لیے کھڑا ہوتا ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۵۳۷): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب لا یسألون الناس الحافا . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب المسکین الذی لا یجد غنی .

کلمات حدیث: مسکین : وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو، یا اتنا نہ ہو جو اس کے اور اس کے بچوں کے لیے کافی ہو۔ سکون کے معنی ہیں عدم حرکت، گویا مسکین وہ ہے جو نہ ہونے کی بنا پر حرکت کے قابل نہ رہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فرمایا گیا ہے کہ مسکین وہ نہیں جو در در مانگتا پھرے کہیں سے لقمہ مل جائے اور کہیں سے دو لقمے اور دینے والا کہے کہ چلو آگے بڑھو۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا نہ ہو جو دوسروں سے مستغنی کر دے اور کسی کو پتہ بھی نہ ہو کہ وہ مسکین ہے اور وہ خود سوال نہ کرتا ہو۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسکین سکون سے بنا ہے گویا وہ مال کی کمی کی وجہ سے اس قابل بھی نہ رہا کہ کوئی حرکت و عمل کر سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ﴾

"یا مسکین جو مٹی میں رُل گیا ہو" (فتح الباري : ۱/ ۸٤۸۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۷/ ۱۱۵)

الباب (۵۸)

بَابُ جَوَازِ الْاَخْذِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا تَطَلُّعٍ اِلَيْهِ

جو شئے بلا طلب اور بغیر خواہش مل جائے اس کے لینے کا جواز

۵۳۸. وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِى الْعَطَآءَ فَاَقُوْلُ: اَعْطِهٖ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ اِلَيْهِ مِنِّىْ، فَقَالَ "خُذْهُ اِذَا جَآءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَىْءٌ وَاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَآئِلٍ، فَخُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ فَاِنْ شِئْتَ كُلْهُ وَاِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْ بِهٖ وَاَمَّا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ" قَالَ سَالِمٌ فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ لَا يَسْأَلُ اَحَدًا شَيْئًا وَلَا يَرُدُّ شَيْئًا اُعْطِيَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"مُشْرِفٌ" بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ اَىْ مُتَطَلِّعٌ اِلَيْهِ.

(۵۳۸) حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ عطا فرماتے تو میں ان سے کہتا کہ اس کو دیدیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو تو آپ ﷺ فرماتے کہ لے لو جو مال تمہارے پاس خود آئے اور تمہیں اس کی حرص نہ ہو اور نہ تم اس کے طلبگار ہو تو تم اسے لے لو۔ اگر چاہو تو اپنے استعمال میں لاؤ ورنہ صدقہ کردو اور جو مال اس طرح نہ ہو تو اس کے پیچھے اپنے آپ کو نہ لگاؤ۔

(متفق علیہ)

مشرف : مشرف وہ میلان رکھتا ہو اور توقع رکھتا ہو کہ اسے کچھ ملے یعنی اس کے دل میں طمع اور حرص ہو۔

تخریج حدیث (۵۳۸): صحيح البخاري، كتاب الزكوة، باب من اعطى لله شيئا من غير المسألة.

کلمات حدیث: فتموّلہ : تو تم مالدار بن جاؤ تم مال حاصل کرلو تم مال کے مالک ہو جاؤ۔ موّل : کسی کو مالدار بنایا۔ تموّل (باب تفعل) مالدار بننا۔ مشـــرف: مال ملنے کی خواہش اور آرزو رکھنے والا۔ اشراف کے معنی ہیں دل میں یہ امید لگانا کہ مجھے فلاں شخص کچھ دے گا۔

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال عطا فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ کسی اور کو دیدیجئے اس پر ان کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مال تمہارے پاس از خود آئے اور تمہیں نہ اس کی حرص ہو اور نہ خواہش ہو تو اس کو لے لو پھر چاہے خود استعمال کرو اور خواہ صدقہ کردو۔ (فتح الباري : ۱/ ۸٤۷۔ ارشاد الساري : ۳/ ٦۰٥)

الباب (۵۹)

اَلْحَثُّ عَلَى الْاَكْلِ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَالتَّعَفُّفِ بِهٖ عَنِ السُّوَالِ وَالتَّعَرُّضِ لِلْاِعْطَآءِ

اپنے ہاتھ کی کمائی کھانا سوال سے احتراز اور دوسروں کو دینے کی تاکید

۱۸۰ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُوا۟ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''جب نماز جمعہ پوری ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔'' (الجمعۃ: ۱۰)

تفسیری نکات: آیت مبارکہ سے پہلے بیان ہوا کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو مسجد میں آجاؤ اور خرید و فروخت بند کر دو اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں چل پھر کر اللہ کا فضل تلاش کرو۔ سلفِ صالح سے مروی ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد کاروبار میں ستر گنا برکت ہے۔ اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ اللہ کو بہت کثرت سے یاد کرو کہ اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔

جنگل کی لکڑیاں بیچ کر کھانا بھیک مانگنے سے بہتر ہے

۵۳۹ . وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَامِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَاَنْ يَّاخُذَ اَحَدُكُمْ اَحْبُلَهٗ ثُمَّ يَاتِیَ الْجَبَلَ فَيَاتِیْ بِحُزْمَةٍ مِنْ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ'' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۵۳۹) حضرت ابوعبداللہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کا اپنی رسیاں لے کر پہاڑ پر چلا جانا اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا اپنی کمر پر لاد کر لانا اور انہیں فروخت کرنا کہ اللہ اس کے چہرے کو شرمندگی سے محفوظ رکھے اس سے بہتر ہے کہ وہ سوال کرے اور لوگ دیں یا نہ دیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۵۳۹): صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب الاستعفاف عن المسألة .

کلماتِ حدیث: حزمة : لکڑی کا گٹھا۔ أحبله : اس کی رسیاں۔ حبل : رسی جمع أحبل .

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں اپنے ہاتھ کی کمائی کی فضیلت بیان کی گئی اور بتایا گیا ہے کہ انسان اپنے ہاتھوں سے جو کسب کرے وہ بہترین ہے خواہ اسے معاشرے میں لوگ کمتر ہی سمجھیں۔ اگر کوئی عیب کی یا شرمندگی کی بات ہے تو وہ سوال کرنے اور مانگنے میں ہے۔ کسب خواہ کوئی بھی ہو اور کسی طرح کا ہو اس میں کوئی عیب ہے اور نہ برائی۔ (فتح الباري : ۸٤٥/۱۔ روضة المتقین : ۹۰/۲)

مزدوری کرنا بھیک مانگنے سے بہتر ہے

۵۴۰ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّحْتَطِبَ

اَحَدُکُمْ حُزْمَۃً عَلیٰ ظَھْرِہٖ خَیْرٌ لَہ' مِنْ اَنْ یَّسْاَلَ اَحَدًا فَیُعْطِیَہ' اَوْ یَمْنَعُہ'۔" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

(۵۴۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے اگر ایک شخص لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لاتا ہے اور اسے بیچ کر گزارا کرتا ہے یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے اور وہ اسے دے یا نہ دے۔ (بخاری ومسلم)

تخریج حدیث (۵۴۰): صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب الاستعفاف عن المسألۃ . صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب کراھیۃ المسألۃ بالناس .

کلمات حدیث: یحتطب : لکڑیاں جمع کرتا ہے۔ حطب حطباً (ض) لکڑی چننا۔ حاطب: لکڑیاں چننے والا یا جمع کرنے والا۔

شرح حدیث: لکڑیاں کمر پر لاد کر بیچنا اس سے بہتر ہے کہ آدمی دستِ سوال دراز کرے۔ کہ مانگنے میں شرمندگی اور ندامت ہے اور جس سے مانگا جائے اور وہ نہ دے تو اور زیادہ شرمندگی کا باعث ہے۔ (فتح الباري : ۱/۸٤٤۔ روضۃ المتقین : ۲/۹۰)

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے

۵۴۱. وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :"کَانَ دَاوٗدُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا یَاْکُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ۔" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ .

(۵۴۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۵۴۱): صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ .

شرح حدیث: حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اولو العزم پیغمبر تھے وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے اور اپنے کسب سے رزق حاصل کرتے تھے۔ وہ زرہیں بنا کر فروخت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا وہ بغیر آگ اور بغیر آلات کے لوہے کو جس طرح چاہتے موڑ لیتے تھے اور اس کی زرہیں تیار کرتے تھے، زرہ میں حلقات سب سے پہلے انہوں نے ہی بنائے تا کہ فراخ اور کشادہ رہیں اور انہوں نے ان حلقوں کو چھوٹے بڑے بنا کر ایک مناسب ترتیب سے جوڑا تا کہ ان کے اندر جسم سہولت کے ساتھ حرکت کر سکے۔ (فتح الباري : ۱/۳۲٦۔ عمدۃ القاري : ۱٦/۱۰۔ روضۃ المتقین : ۲/۹۰۔ دلیل الفالحین : ۲/٤۲۷)

حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے

۵۴۲. وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :"کَانَ زَکَرِیَّا عَلَیْہِ السَّلَامُ نَجَّارًا . رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(۵۴۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نجار تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۵۴۲): صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل زكريا عليه السلام .

کلماتِ حدیث: نجار : بڑھئی۔ نجر الخشب :لکڑی چھیلنا۔

شرح حدیث: حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔سورۂ مریم کے آغاز میں آپ کے اللہ سے دعا مانگنے کا ذکر ہے کہ آپ نے بہت عاجزی اور تضرع سے اللہ سے دعا کی اور اللہ کو چپکے چپکے پکارا اپنی کمزوری اور عجز کا اظہار کیا کہ میری ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہیں اور بڑھاپے کی آگ جنگل کی آگ کی طرح میرے سر میں بھڑک اٹھی ہے اور اے اللہ! میں نے جب کبھی دعا مانگی میں محروم نہیں رہا۔یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے دعا مانگی ہو اور میرے رب کے حضور قبول نہیں ہوئی ہو۔

حدیثِ مبارک کا مقصود یہ ہے کہ کوئی بھی عمل کمتر نہیں ہے اور کسی کام میں انسان کے لیے کوئی عیب کا یا شرمندگی کا کوئی پہلو نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اہمیت رزقِ حلال اور کسبِ طیب کی ہے۔جس عمل سے بھی انسان کو پاکیزہ اور ستھرا رزق حاصل ہو وہی عمدہ اور بہترین ہے۔ (شرح مسلم للنووي : ١٦/ ١١٠۔ روضة المتقين : ٢/ ٩٠۔ دليل الفالحين : ٢/ ٤٢٧)

سب سے بہتر اپنے ہاتھ کی کمائی ہے

۵۴۳۔ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عليه السلام كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵۴۳) حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص نے کوئی کھانا نہیں کھایا بہتر اس کھانے سے جو اس نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا ہو اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کے کھاتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۵۴۳): صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده.

کلماتِ حدیث: قط : کبھی،عربی زبان کے قواعد کے اعتبار سے یہ ظرفِ زمان ہے اور منفی کے معنی میں مستعمل ہے۔جیسے ما فعلت هذا قط . (میں نے یہ کام کبھی نہیں کیا)

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں ہاتھ سے کام کرنے اور کسب ید سے رزق حاصل کرنے کی فضیلت بیان کی جارہی ہے۔ابن المنذر فرماتے ہیں کہ اگر ہاتھ سے کام کرنے والا اور عمل ید سے رزق حاصل کرنے والا متوکل ہو اور یقین کامل رکھتا ہو کہ رزق دینے والا صرف اللہ ہے اور جو اس کے عمل ید سے مستفید ہو اس کا خیر خواہ ہو اور اس کی بھلائی چاہتا ہو تو ہاتھ سے رزق کمانا سب سے بہتر اور سب سے افضل ہے۔ (فتح الباري : ١/ ١٠٩٠۔ ارشاد الساري : ٥/ ٣٣)

البَابُ (٦٠)

اَلْكَرَمِ وَالْجُوْدِ وَالْاِنْفَاقِ فِيْ وُجُوهِ الْخَيْرِ ثِقَةً بِاللّٰهِ تَعَالٰى

کرم اور جود اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کے ساتھ وجوہِ خیر میں انفاق

١٨١. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جو چیز بھی تم خرچ کرو گے تمہیں اس کا بدلہ ملے گا۔'' (سبا: ۳۹)

جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کیا جائے اس کا اجر ضرور ملے گا

١٨٢. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ٱبْتِغَآءَ وَجْهِ ٱللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جو تم مال میں سے خرچ کرو اس میں تمہارا اپنا فائدہ ہے اور تم نہیں خرچ کرو گے مگر اللہ کے رضا جوئی کے لیے اور جو تم خرچ کرو گے مال میں سے وہ تمہیں لوٹا دیا جائے گا اور تمہارے حق میں کمی نہیں کی جائے گی۔'' (البقرۃ: ۲۷۲)

١٨٣. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور جو تم خرچ کرو مال میں اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں۔'' (البقرۃ: ۲۷۳)

تفسیری نکات: آیاتِ کریمہ کا مضمون مختصراً یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رزاق ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون کتنا اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے۔ بہر حال جو کچھ اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے یعنی کسی کو صدقہ دو اور کسی پر انفاق کرو، وہ سب باقی رہے گا بلکہ اس میں اور اضافہ ہوگا اور یہ اضافہ شدہ مال واپس ملے گا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اصل یہ ہے کہ تمام اعمال کی اساس خلوص اور نیت ہے اگر محض رضائے الٰہی کی خاطر آدمی اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا وہ اسے بڑھ چڑھ کر واپس ملے گا اور ہر نیکی سات سو گنا تک بڑھے گی اور اللہ چاہے گا تو اس میں اور اضافہ فرمادے گا۔

(معارف القرآن)

دو آدمی قابل رشک ہیں

۵۴۴. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَاحَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ ! رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً" فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ مَعْنَاهُ : يَنْبَغِيْ اَنْ لَا يُغْبَطَ اَحَدٌ إِلَّا عَلٰى إِحْدٰى هَاتَيْنِ الْخَصْلَتَيْنِ .

(۵۴۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال عطا کیا ہو اور پھر اسے ہمت دی ہو کہ وہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ کرے دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے سمجھ دی ہو وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو۔ (متفق علیہ)

اس کے معنی یہ ہیں کہ ان دو خوبیوں کے علاوہ اور کسی بات پر رشک کرنا درست نہیں ہے۔

تخریج حدیث (۵۴۴): صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الاعتباط فی العلم والحکم . صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه .

کلمات حدیث: یقضی : فیصلہ کرتا ہے۔ قضی قضاء (باب ضرب) فیصلہ کرنا۔

شرح حدیث: اس حدیث مبارک میں ارشاد ہوا ہے کہ دو باتیں ایسی ہیں جن پر حسد کرنا روا ہے، یہاں درحقیقت حسد کے معنی رشک کے ہیں یعنی یہ خواہش کرنا یہ نعمت مجھے بھی عطا ہو جائے جبکہ حسد کے معنی ہیں دوسرے سے زوال نعمت کی تمنا کرنا۔ حسد ممنوع اور حرام ہے۔

غرض حدیث میں ارشاد فرمایا گیا دو آدمیوں سے رشک کرنا جائز ہے ایک وہ جسے اللہ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں صرف کرتا ہے اور دوسرا وہ جسے علم وحکمت اور دانائی عطا کی گئی وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ دو آدمیوں کے سوا کسی پر رشک کرنا روا نہیں ہے ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا فرمایا، وہ شب وروز اسی میں مصروف ہے اور دوسرا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور وہ شب وروز اس مال کو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کر رہا ہے۔ (فتح الباری : ۷٤۲/۳۔ روضة المتقین : ۹۳/۲)

انسان کا اپنا مال وہی ہے جو صدقہ کیا

۵۴۵. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ ؟" قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَامِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَيْهِ . قَالَ " فَاِنَّ مَالَهٗ مَاقَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهٖ مَااَخَّرَ ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵۴۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جسے اپنے

وارث کا مال زیادہ محبوب ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا اپنا مال وہ ہے جو اس نے صدقہ کر کے آگے بھیج دیا اور وارثوں کا مال وہ ہے جو پیچھے چھوڑ گیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۵۴۵): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما قدم من ماله فهو له .

کلمات حدیث: وارثه : اس کا وارث۔ ورث وراثة : وارث ہونا۔ وارث : میراث پانے والا جمع ورثة اور ورثاء .

شرح حدیث: حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں ایک مقرر اور متعین مدت کے لیے دنیا کی چیزوں سے متمتع ہوتا ہے اور پھر اسے یہ سب چھوڑ کر جانا ہے جو اس کے وارث لے لیتے ہیں اور مالک بن جاتے ہیں، لیکن جو مال آدمی نے خلوص سے اور حسن نیت سے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا وہ اللہ کے یہاں جمع ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اس پر اضافہ فرماتے ہیں اس طرح اللہ کے یہاں اجر وثواب عظیم جمع ہو جاتا ہے۔ (روضة المتقين : ۲/ ۹٤)

صدقہ کے ذریعہ جہنم سے بچو

۵۴۶. وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ"مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۴۶) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۴۶): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب طیب الکلام . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰة، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة .

کلمات حدیث: اتقوا : بچو۔ اتقوا النار : آگ سے بچو۔ تقوٰی : اللہ کی خشیت اور اس کا خوف، اللہ کے خوف سے پرہیزگاری اختیار کرنا اور عمل صالح کرنا۔ منہیات سے اجتناب اور اوامر پر عمل کرنا۔

شرح حدیث: علاوہ فرض زکوٰۃ کے آدمی کو چاہیے کہ نفلی صدقات بھی دیتا رہے اور انفاق فی سبیل اللہ کرتا رہے کم زیادہ کی کوئی قید نہیں اصل چیز حسن نیت ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ کی کوئی بھی صورت ہو وہ آدمی کو جہنم کی آگ سے بچانے والی ہے۔ یہاں بھی اسی امر کی تاکید کی گئی کہ اللہ کی راہ میں کچھ نہ کچھ دیتے رہو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو کہ یہ جہنم کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

(دلیل الفالحین : ۲/ ٤٣١ ۔ روضه المتقین : ۲/ ۹٤)

رسول اللہ ﷺ نے کبھی سوال کرنے والے کو "نہیں" نہیں کہا

۵۴۷. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَاسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا .

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۴۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبھی کوئی سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں آپ نے نہیں کہا ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۴۷): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء وما یکرہ من البخل . صحیح مسلم، کتاب فضائل النبی ﷺ، باب ما سئل الرسول ﷺ شیئا قط فقال لا .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم سے نوازا تھا آپ جود وسخا کے پیکر تھے چنانچہ آپ ﷺ نے کبھی سوال کرنے والے یا مانگنے والے کے جواب میں نہیں ہے نہیں کہا۔ اگر سائل کی ضرورت کی شئے آپ کے پاس موجود ہوتی تو آپ عطا فرما دیتے بلکہ اکثر اس کے سوال سے زیادہ دیتے اور نہ ہوتا تو آپ آئندہ کے لیے وعدہ فرماتے اور آپ ﷺ ہمیشہ اپنا وعدہ پورا فرماتے تھے اور اگر آپ کسی سبب کی بنا پر دینا خلافِ مصلحت خیال فرماتے تو آپ ﷺ سکوت فرمالیا کرتے تھے۔

(فتح الباري : ۱۸۹/۳ ـ روضة المتقين : ۹۵/۲)

سخاوت کرنے والے کے حق میں فرشتوں کی دعاء

۵۴۸ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ : اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا . " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۴۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر روز جب اللہ کے بندے صبح کرتے ہیں تو آسمان سے دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا صلہ عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! مال کو روک کر رکھنے والے کا مال تلف فرما دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۴۸): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب قولہ تعالیٰ فاما من اعطی واتقی . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فی المنفق والممسك .

کلمات حدیث: منفق : خرچ کرنے والا، اسم فاعل انفاق سے۔ ممسك : روکنے والا۔ مال کو روکنے والا۔ بخیل : امساک سے اسم فاعل امساک کے معنی روکنا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک کا مقصود اللہ کے مقرر کردہ مالی حقوق وفرائض کی ادائیگی اور نفلی صدقات کی اہمیت کا بیان ہے اس مضمون کی اور بھی متعدد احادیث ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز طلوع آفتاب کے وقت دو فرشتے اس کے دونوں کناروں میں کھڑے ہوتے ہیں اور ندا دیتے ہیں کہ جس کو جن وانس کے علاوہ سب سنتے ہیں

کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو تھوڑی چیز جس میں کفایت ہو وہ اس زیادہ مقدار سے بہت بہتر ہے جو اللہ سے غافل کردے۔

حدیث مبارک میں انفاق کرنے والے کے حق میں دعا فرمائی گئی ہے خواہ وہ انفاق واجب ہو یا نفل۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ دعا واجبات اور مستحبات ہر طرح کے انفاق کو شامل ہے لیکن مستحبات سے رکنے والا اور نہ دینے والا بددعا کا مستحق نہیں، الا یہ کہ اس کا نہ دینا غلبۂ بخل کی بنا پر ہو تو وہ بھی اس بددعا میں شامل ہوگا۔ (دلیل الفالحین : ۲/۴۳۲۔ نزھة المتقین : ۲/۴۵۸)

خرچ کرو تم پر خرچ کیا جائے گا

۵۴۹. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْفِقْ يَا ابْنَ اٰدَمَ يُنْفَقْ عَلَيْكَ . " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۴۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''اے فرزندِ آدم! خرچ کر تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا۔'' (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۴۹): صحيح البخاری، كتاب التفسير، باب قوله تعالىٰ و كان عرشه على الماء . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب الحث على النفقة و تبشير المنفق بالخلف .

کلمات حدیث: انفق : خرچ کر۔ ينفق عليك : تیرے اوپر خرچ کیا جائے گا۔

شرح حدیث: اے مؤمن! تو بھلائی کے کاموں میں اللہ کے احکام اور اس کی ہدایات کے مطابق خرچ کر اور اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھ اللہ تعالیٰ تجھے دنیا میں بھی وسعت عطا فرمائیں گے اور آخرت کا اجر وثواب تو بے حد وحساب ہے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ کے ہاتھ بھرے ہوئے ہیں دن ورات دیتے رہنے سے اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آتی۔''

قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ ﴾

''اور تم جو خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا عوض دیتا ہے۔'' (سبا:۳٦)

خرچ کرنے سے اور اللہ کے بتائے ہوئے مصارف میں صرف کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، بلکہ بڑھتا ہے اور نشو ونما پاتا ہے اور اس میں برکت ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ اس کا عوض دیتا ہے خواہ مال کی صورت میں یا استغناء کی صورت اور اللہ کے یہاں تو اس کا اجر وثواب بے حساب ہے۔ (روضة المتقين : ۲/۹٦۔ دليل الفالحين : ۲/۴۳۲۔ نزهة المتقين : ۱/۴۵۸)

سلام کرنا، کھانا کھلانا بہترین عمل ہے

۵۵۰. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِ سْلَامِ خَيْرٌ ؟ قَالَ : "تُطْعِمُ الطَّعَامَ. وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۵۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانا کھلاؤ اور سلام کرو جس کو تم پہچانتے ہو اور جس کو نہیں پہچانتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۵۰): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الایمان وفی ای امورہ افضل .

کلمات حدیث: الاسلام : گردن نہادن، مطیع وفرماں بردار ہونا۔ انقیاد کامل: احکام اسلام کا دل سے قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا۔ أي الاسلام: کون سی خصلت یا کون سی خوبیوں والے مسلمان افضل ہیں۔

شرح حدیث: ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے یعنی اسلام اپنے ماننے والوں کے درمیان بہت سی عمدہ صفات پیدا کرتا ہے انہیں نہایت بہترین خصوصیات حاصل ہو جاتی ہیں اور اُن کی نفیس ترین فطری صلاحیتیں ابھر کر اور نکھر کر سامنے آجاتی ہیں۔ان میں سے کون سی خوبیاں سب سے عمدہ اور سب سے بہترین ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سوال کرنے والے کے بارے میں علم نہیں کہ کون ہیں، مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کا اسلام سب سے افضل ہے جس کے ہاتھ سے اور زبان کی تکلیف سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم وحکمت اور دانائی اور فراست عطا فرمائی، آپ ﷺ ہر سوال کا جواب سائل کے حالات اس کے مزاج اور اس کی نفسیات کو مدِ نظر رکھ کر فرماتے اس طرح بظاہر یہ جواب مختلف نظر آتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ دین کی تمام باتیں اور اسلام کے جملہ امور باہم ایک دوسرے میں مربوط اور پیوست ہیں ان میں باہم کوئی فرق واختلاف نہیں بلکہ موافقت اور مجانست ہے۔اسلام کے لفظی معنی سلامتی کے ہیں دنیا کی بھی سلامتی اور آخرت کی بھی سلامتی۔اسلام میں داخل ہونے والے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنی ذات میں سلامتی کا پیکر بن جائے کہ اس کی زبان سے اور اس کے ہاتھ سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔یہ پیکر سلامتی اپنے وجود سے بھی امن وسلامتی کا چلتا پھرتا پیامبر ہے اور اپنی زبان سے بھی وہ جس سے اس کا سامنا ہوتا ہے یہی کہتا ہے کہ تم پر سلامتی ہو کہ یہ جنت کا باسی ہے اور جنت کا نام دار السلام ہے اور وہاں کا تحیۃ (Greeting) بھی سلام ہے اور اسلام چونکہ سلامتی کا علم بردار ہے اس لیے اسلام کا شعار بھی سلام ہے۔اس لیے فرمایا کہ کثرت سے کھانا کھلانا اور بکثرت سلام کرنا اسلام کی نمایاں خوبیاں اور مسلمان کا نمایاں وصف ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس ارشادِ نبوت "کہ سلام کرو جسے تم جانتے ہو اور جسے تم نہیں جانتے۔" کا مطلب یہ ہے کہ سلام

صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو یہ نہ ہو کہ جس کو جانتے ہو اسے سلام کرلیا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس میں تمہاری ذات کا دخل ہو گیا اور یہ سلام خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں رہا۔ ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر ایک کو سلام کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ہر ایک کو سلام کرنے سے اجنبیت دور ہو کر باہم رشتہ اخوت مضبوط ہوگا۔ قاضی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے درمیان باہم مودت اور محبت کو اجاگر کرنا اور ان کے درمیان الفت کو فروغ دینا فرائض دین اور ارکانِ شریعت میں سے ہے اور سلام کرنا اس کا ایک موثر ذریعہ ہے۔

(فتح الباري : ٣/٢٦٠۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ٢/١٠۔ روضة المتقين : ٢/٩٧۔ عمدة القاري : ٢٢/٣٦٨)

●●●●●●●●●●●●

۵۵۱. وَعَنْهُ قَالَ ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً اَعْلَاهَا مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَآءَ ثَوَابِهَا وَ تَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا الْجَنَّةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ.

(۵۵۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چالیس خصلتیں ہیں ان میں سب سے اعلیٰ دودھ دینے والے جانور کا عطیہ دینا ہے۔ جو شخص بھی ان خصلتوں میں سے کسی پر اس کے بارے میں کیے ہوئے وعدے پر یقین کے ساتھ عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (بخاری)

اس حدیث کا بیان باب بیان کثرۃ طرق الخیر میں ہو چکا ہے۔

تخریج حدیث(۵۵۱): صحيح البخاري ، كتاب الهبة ، باب فضل المنيحة .

کلماتِ حدیث: منیحۃ : دودھ دینے والا جانور جو کسی کو اس لیے دیا جائے کہ وہ اس کے دودھ سے فائدہ اٹھائے اور پھر واپس کردے۔

شرح حدیث: اسلام تو سارا ہی خیر ہے اور اس کی ہر بات خیر پر مشتمل ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا چالیس خصلتیں یا چالیس نیکیاں ایسی ہیں کہ ان میں سے اگر کسی ایک نیکی پر کوئی اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور حسن نیت کے ساتھ عمل پیرا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ رسولِ کریم ﷺ یقیناً ان خصلتوں کو یا ان حسنات کو جانتے تھے اور آپ اگر مصلحت کے مطابق سمجھتے تو آپ ﷺ ان کو بیان بھی فرما دیتے لیکن ہوسکتا ہے کہ ان کی تعیین اس طرح نہ کی گئی ہو جس طرح شبِ قدر کی تعیین نہیں فرمائی۔ ہوسکتا ہے کہ تعیین نہ فرمانے میں یہ مصلحت ہو کہ کہیں لوگ انہی چالیس نیکیوں میں مصروف ہو کر باقی نیکیوں سے بے اعتنائی کرنے لگیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر وہ نیکی جس کو حسن نیت سے خالصتاً للہ ایمان و یقین کے ساتھ کیا جائے وہ اللہ کی رحمت سے اور اس کے فضل سے جنت میں جانے کا سبب بن جائے گی۔ (دليل الفالحين : ٢/٤٣٣۔ نزهة المتقين : ١/٤٥٩)

●●●●●●●●●●●●

ضرورت سے زائد صدقہ کر دینا بہتر ہے

۵۵۲. وَعَنْ اَبِی اُمَامَةَ صُدَیّ بْنِ عَجْلَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّکَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ وَاِنْ تُمْسِکْهُ شَرٌّلَکَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ وَابْدَا بِمَنْ تَعُوْلُ وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۵۲) حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن آدم! اگر تو ضرورت سے زائد مال خرچ کرے تو تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو اسے روک رکھے گا تو تیرے لیے برا ہوگا اور بقدرِ ضرورت پر کوئی ملامت نہیں ہے اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کر جو تیرے زیر کفالت ہیں اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۵۲): صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان الید العلیا خیر من السفلی .

کلمات حدیث: فضل : ہر وہ چیز جو ضرورت سے زائد ہو۔ تبذل الفضل : وہ مال اور اشیاء جو ضرورت سے زائد ہوں ان کو اللہ کی راہ میں صرف کر دو۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں وجوہِ خیر میں صرف کرنے کی فضیلت بیان کی گئی اور نہ دینے اور مال کو روک رکھنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس حدیث کی شرح اس سے پہلے (حدیث: ۵۱۰) میں گزر چکی ہے۔

(دلیل الفالحین : ۲/ ٤٣٤ ـ نزهة المتقین : ۱/ ٤٦٠)

آپ ﷺ کی سخاوتِ عظیم کی مثال

۵۵۳. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْاِسْلَامِ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ، وَلَقَدْ جَآءَهٗ رَجُلٌ فَاَعْطَاهُ غَنَمًا بَیْنَ جَبَلَیْنِ فَرَجَعَ اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ :یَا قَوْمِ اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا یُعْطِیْ عَطَآءَ مَنْ لَا یَخْشَی الْفَقْرَ وَاِنْ کَانَ الرَّجُلُ لَیُسْلِمُ مَا یُرِیْدُ اِلَّا الدُّنْیَا فَمَا یَلْبَثُ اِلَّا یَسِیْرًا حَتّٰی یَکُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۵۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے نام پر جب کبھی کچھ مانگا گیا آپ ﷺ نے ضرور دیا۔ ایک شخص آیا آپ ﷺ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان ساری بکریاں دیدیں۔ وہ اپنی قوم میں واپس آیا اور اس نے کہا کہ اے میری قوم اسلام قبول کرلو۔ محمد ﷺ اس شخص کی طرح دیتے ہیں جسے فقر کا اندیشہ نہ ہو۔ ہوتا یہ تھا کہ کوئی شخص دنیا کی خاطر اسلام قبول کر لیتا لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد اسے اسلام دنیا اور دنیا کی تمام اشیاء سے محبوب ہو جاتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۵۳): صحیح مسلم، کتاب فضائل النبی ﷺ، باب ما سئل رسول اللّٰہ ﷺ شیئا قط .

کلمات حدیث: فما یلبث إلا یسیرًا : نہیں ٹھہرا مگر تھوڑا سا۔ ما لبث : نہیں ٹھہرا۔ نہیں توقف کیا۔ ما لبث أن فعل : اس نے

اس کام کو کرنے میں دیر نہیں کی۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ کی جود و بخشش اور عطا میں کوئی مثال نہ تھی اور اگر دینے میں اسلام کی کوئی مصلحت مدِنظر ہوتی تو اور بھی زیادہ جود وسخا کا مظاہرہ فرماتے ایک شخص کو اس قدر بڑی تعداد میں بکریاں عطا فرمادیں کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں سما تیں۔ وہ اپنی قوم کے پاس واپس پہنچا تو وہ اپنی قوم میں اسلام کا داعی تھا۔ رسولِ کریم ﷺ بعض کافروں کو بھی عطا فرماتے اور ارادہ یہ فرماتے کہ اس سے ان کے دل میں اسلام کی جانب میلان پیدا ہو اور بعض نومسلموں کو بھی عطا فرماتے، تاکہ وہ اسلام پر ثابت قدم ہو جائیں۔ اس طرح کے لوگوں کو ''مؤلفۃ القلوب'' کہا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں مؤلفۃ القلوب کی تالیف قلب کا سلسلہ روک دیا تھا۔

اولاً بعض کافر آپ ﷺ کی داد و دہش سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے لیکن چند دن نہ گزرتے کہ اسلام دل میں گھر کر لیتا اور اسلام ساری دنیا کی دولت سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی فراست نبوی سے لوگوں کے امراض کو جان لیتے تھے اور ان کی قلبی کیفیات کو پہچان لیتے اور کمالِ رحمت وشفقت سے دنیا کے حریص اور مال کے طالب کا علاج مال دے کر فرماتے اور جب وہ ایک مرتبہ فیضِ نبوی ﷺ سے فیضیاب ہو جاتا ہے تو اس دروازے پر آنے والا خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا ہے۔ حبِ ایمان دل میں گھر کر جاتی اور اسلام دنیا کی ساری دولت سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔ (دليل الفالحين : ٢/٤٣٤۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٦/٥٨)

اصرار کے ساتھ سوال کرنے والے کو عطیہ دینا

٥٥٤۔ وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَغَيْرُ هٰؤُلَآءِ كَانُوْا اَحَقَّ بِهٖ مِنْهُمْ؟ قَالَ: "اِنَّهُمْ خَيَّرُوْنِيْ اَنْ يَسْاَلُوْنِيْ بِالْفُحْشِ اَوْيُبَخِّلُوْنِيْ وَلَسْتُ بِبَاخِلٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٥٥٤) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کچھ مال تقسیم فرمایا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ان لوگوں سے دوسرے لوگ زیادہ حق دار تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے مجھے اختیار دیا کہ وہ مجھ سے سخت انداز سے سوال کریں اور میں انہیں دوں یا وہ مجھے بخیل قرار دیں اور میں ان کو دوں، حالانکہ میں بخیل نہیں ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٥٥٤): صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب فى الكفاف و القناعة .

کلمات حدیث: الفحش : برائی، بدزبانی، بدکلامی، سختی۔ الفاحش قبيح ، فحش فحشا (باب کرم) برا ہونا۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ کو خلق عظیم اور صبر اور حلم عطا کیا گیا تھا آپ ﷺ جود وسخا کرنے والے اور رحم کرنے والے تھے، جاہلوں اور ناشائستہ لوگوں کی باتوں کو بہت تحمل اور شائستگی سے برداشت فرماتے اور اس کے ساتھ بھی حسن سلوک فرماتے جو آپ ﷺ سے غیر مناسب طریقے پر پیش آتا۔ عرب کے بہت سے لوگوں میں طبعی جفا اور درشتی تھی ان کی طبیعت میں غلظت اور شدت تھی جب وہ اسلام

قبول کر لیتے تو رفتہ رفتہ یہ برائیاں محاسن میں تبدیل ہو جاتیں۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد ابتدائی ایام میں ان کی جاہلی زندگی کا رنگ باقی رہتا۔ آپ ﷺ نے ایک موقعہ پر کچھ مال عطا فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان سے زیادہ مستحق لوگ موجود تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعض اوقات میں اس لیے دے دیتا ہوں کہ وہ مانگنے میں یا تو سختی اور تندی کا مظاہرہ کریں گے یا مجھے بخیل قرار دیں گے۔ آپ ﷺ نے ان کو عطا فرما کر ان کی تالیف قلب فرمائی اور بخل کے لفظ سے اپنی ذات مبارک کو محفوظ فرمالیا۔

(شرح مسلم للنووي : ۷/ ۱۳۰۔ روضه المتقين : ۲/ ۹۸۔ دليل الفالحين : ۲/ ۴۳۵)

میں نہ بخیل ہوں اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل

۵۵۵. وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ : بَيْنَمَا هُوَيَسِيْرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَهُ الْاَ عْرَابُ يَسْأَلُوْنَهُ حَتَّى اضْطَرُّوْهُ اِلَى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَآءَهُ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: " اَعْطُوْنِيْ رِدَآئِيْ فَلَوْ كَانَ لِيْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَلَا كَذَّابًا وَلَا جَبَانًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

" مَقْفَلَهُ " : اَىْ فِيْ حَالِ رَجُوْعِهِ " وَالسَّمُرَةُ " : شَجَرَةٌ . " وَالْعِضَاهُ " شَجَرٌ لَهُ شَوْكٌ .

(۵۵۵) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ غزوۂ حنین سے واپسی پر آپ ﷺ کے ساتھ تھے اعراب (یعنی دیہاتی) آپ ﷺ کے پاس آئے اور لپٹ کر آپ ﷺ سے سوال کرنے لگے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو اس طرح گھیرا کہ آپ ﷺ نے ایک درخت کا سہارا لے لیا۔ انہوں نے آپ کی چادر بھی لے لی آپ ﷺ ٹھہر گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری چادر دیدو۔ اگر میرے پاس ان درختوں کی تعداد کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ پھر تم مجھے نہ بخیل پاتے نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔ (بخاری)

مقفله : واپس آتے ہوئے۔ السمره : ایک قسم کا درخت۔ العضاه : خاردار درخت۔

تخریج حدیث (۵۵۵): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب ما كان النبي ﷺ يعطى المؤلفة قلوبهم .

کلمات حدیث: مقفله : آپ کی واپسی کے وقت۔ قفل قفلا قفولا (باب نصر وضرب) سفر سے واپس آنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ غزوۂ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے یہ غزوہ ۸ ھ میں حنین کے مقام پر ہوا، آپ ﷺ کے ساتھ بارہ ہزار جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ اولاً مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے فتح ونصرت سے نوازا۔ راستہ میں کچھ اعراب آپ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو گھیر لیا، آپ ایک کیکر کے درخت کے قریب جا لگے اس میں چادر مبارک کسی جھاڑی میں الجھ کر جسم مبارک سے اتر گئی مگر پیکرِ حلم نے کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا کہ اگر میرے پاس ان جھاڑیوں کی تعداد کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تقسیم کر دیتا اور پھر کسی کے دل میں یہ خیال نہ آتا کہ میں نے کوئی جھوٹ بولا ہے یا وعدہ خلافی کی ہے یا

نقل کیا ہے۔ (فتح الباري : ٢/٢٤٣ـ ارشاد الساري : ٧/٦٧ـ دليل الفالحين : ٢/٤٣٦ـ روضة المتقين : ٢/٩٩)

غزوۂ حنین کا مختصر خاکہ

۸ ھ میں فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ہوازن اور ثقیف وغیرہ کے متعدد قبائل نے ایک لشکرِ جرار تیار کیا ہے اور بڑا ساز وسامان کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ ﷺ نے دس ہزار مہاجرین وانصار کی فوج گراں لے کر جو مکہ فتح کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے ہمراہ آئی تھی طائف کی طرف کوچ کیا دو ہزار طلقاء بھی جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہو لیے۔ بارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر روانہ ہوا تو بعض صحابہ بے ساختہ بول اٹھے کہ ہم تو بہت تھوڑے تھے جب ہم غالب آتے رہے آج تو ہمارے ساتھ ایک بڑا لشکر ہے۔ یہ جملہ بارگاہِ واحدیت میں ناپسند ہوا۔ ابھی مکہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ دونوں لشکروں کا ٹکراؤ ہوگیا۔ فریق مخالف ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار تھا ہوازن کا قبیلہ فن تیراندازی میں سارے عرب میں شہرت رکھتا تھا۔ اس کے تیراندازوں کا ایک دستہ حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا اولاً کفار کو ہزیمت ہوئی وہ بہت سامال چھوڑ کر پسپا ہوئے دیکھ کر مسلمان سپاہی غنیمت کی طرف جھک پڑے اس وقت ہوازن کے تیراندازوں نے تیروں کا ایسا حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے زمین باوجود فراخی کے تنگ ہوگئی کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ صرف اللہ کا رسول ﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ میدان میں جما رہا۔ یہ خاص موقعہ تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت وتوکل اور معجزانہ شجاعت کا محیر العقول نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ سفید خچر پر سوار ہیں عباس ایک رکاب اور سفیان بن الحارث دوسری رکاب تھامے ہوئے سامنے سے چار ہزار کا لشکر پورے جوش انتقام میں ٹوٹ پڑتا ہے، ہر طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے ساتھی منتشر ہو چکے ہیں۔ رفیق اعلیٰ آپ ﷺ کے ساتھ ہے ربانی تائید اور آسمانی سکینہ کی غیر مرئی بارش آپ ﷺ پر اور آپ کے رفقاء پر ہو رہی ہے۔ اسی حالت میں اطمینان وسکون کے ساتھ آواز دی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جن کی آواز بہت بلند تھی انہوں نے آپ ﷺ کی طرف سے صحابہ کو پکارا۔ آواز کا پہنچنا تھا کہ صحابۂ کرام پلٹ آئے اور ہر ایک کا رُخ آپ کی طرف ہوگیا اسی اثناء میں آپ نے تھوڑی سی مٹی اور کنکریاں اٹھائیں اور لشکرِ کفار کی طرف پھینک دیں جو اللہ کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے فرشتوں کی فوجیں بھیج دیں۔ کفار کنکریوں کے آنکھوں پر پڑنے سے ابھی آنکھیں مل رہے تھے کہ اثناء میں لشکرِ اسلام دوبارہ مجتمع ہوگیا اور اب جو حملہ کیا تو فتح سے ہمکنار تھے۔ بہت سا مالِ غنیمت ملا اور لشکرِ اسلام نے مدینہ منورہ روانگی کا ارادہ کیا۔

اس واپسی کے سفر میں بعض اعراب نے آکر رسول اللہ ﷺ کو گھیر لیا وہ آپ ﷺ سے مال کا سوال کر رہے تھے انہوں نے آپ کو اس طرح گھیرا کہ آپ ﷺ راستے سے ہٹ کر ایک کیکر کے درخت کی طرف چلے گئے اسی اثناء میں چادرِ مبارک جھاڑیوں میں پھنس کر جسم مبارک سے اتر گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری چادر دیدو اگر میرے پاس ان جھاڑیوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تقسیم کر دیتا کیونکہ میں نہ جھوٹا ہوں نہ وعدہ خلاف اور نہ بخیل۔

غرض ان اعراب کی تندی شدت اور سختی پر آپ ﷺ نے کوئی ناگواری ظاہر فرمائی نہ غصہ کا اظہار کیا بلکہ انتہائی حلم ووقار کے ساتھ ان

کی زیادتی کو برداشت فرمایا۔ (فتح الباري : ۲/ ۲٤۲ ۔ روضة المتقين : ۲/ ۹۹، تفسير عثماني ۔ معارف القرآن)

معاف کرنے سے عزت میں تواضع سے مرتبہ میں اضافہ ہوتا ہے

۵۵٦. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَ ةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَ جَلَّ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۵٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی معاف کردینے سے اللہ کے یہاں عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور جو شخص اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بلند فرمادیتے ہیں۔

تخریج حدیث(۵۵٦): صحيح مسلم، كتاب البر والصلة باب استحباب العفو والتواضع .

کلمات حدیث: صدقه : جو مال بطور تقرب الی اللہ دیا جائے۔ جمع صدقات .

شرح حدیث: اللہ کے راستے میں خرچ کرنے اور صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ مال بڑھتا اور نشوونما پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں برکت پیدا فرمادیتے ہیں اور اس میں سے جو صرف ہو جاتا ہے اور اس کا بدلہ عنایت فرماتے ہیں اور آخرت میں ملنے والا اجر تو بے حساب ہے۔ جو آدمی درگزر سے کام لیتا ہے وہ لوگوں کی نظروں میں محترم بن جاتا ہے اور ان کے دلوں میں اس کی عزت قائم ہو جاتی ہے اور آخرت کا اجر و ثواب اور وہاں کے مقامات بلند اس کے سوا ہیں۔ اسی طرح تواضع کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دنیا میں لوگوں میں بلند فرما دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا درجہ بلند فرمادیتے ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۵/ ۱۱٦ ۔ روضة المتقين : ۲/ ۱۰۰ ۔ نزهة المتقين : ۱/ ٤٦۲)

صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی

۵۵۷. وَعَنْ اَبِیْ کَبْشَةَ عُمَرَو بْنِ سَعْدٍ الْاَ نْمَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "ثَلَاثَةٌ اُقْسِمُ عَلَیْهِنَّ وَاُحَدِّ ثُکُمْ حَدِیْثًا فَاحْفَظُوْهُ: مَانَقَصَ مَالُ عَبْدٍمِنْ صَدَقَةٍ، وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً صَبَرَ عَلَیْهَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عِزًّا، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْاَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ بَابَ فَقْرٍ اَوْ کَلِمَةً نَحْوَهَا، وَاُحَدِّ ثُکُمْ حَدِیْثًا فَاحْفَظُوْهُ قَالَ : اِنَّمَا الدُّنْیَا لِاَ رْبَعَةِ نَفَرٍ : عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ یَتَّقِیْ فِیْهِ رَبَّهٗ وَیَصِلُ فِیْهِ رَحِمَهٗ وَیَعْلَمُ لِلّٰهِ فِیْهِ حَقًّا فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَلَمْ یَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّیَّةِ یَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِیَّتِهٖ فَاَجْرُهُمَا سَوَآءٌ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَمْ یَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ یَخْبِطُ فِیْ مَالِهٖ بِغَیْرِ عِلْمٍ لَا یَتَّقِیْ فِیْهِ رَبَّهٗ وَلَا یَصِلُ فِیْهِ رَحِمَهٗ وَلَا

يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا فَهٰذَا بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالاً وَلاَ عِلْمًا فَهُوَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِيْ مَالاً لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلاَنٍ فَهُوَ نِيَّتُهٗ فَوِزْرُهُمَا سَوَآءٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۵۵۷) حضرت ابو کبشہ عمر بن سعد انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین باتیں ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں اور ایک بات تمہیں بتاتا ہوں تم اسے یاد کرلو صدقہ سے آدمی کا مال کم نہیں ہوتا اور اگر کسی بندے پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرمادیتے ہیں اور جو بندہ سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ یا آپ ﷺ نے اسی طرح کی کوئی بات فرمائی اور میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں اس کو یاد کرلو۔ دنیا کے اعتبار سے لوگ چار قسم کے ہیں۔ وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم دیا اور وہ اس میں اپنے رب سے ڈرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے اور اللہ کا حق اس میں پہچانتا ہے یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ والا ہے۔ وہ بندہ جس کو اللہ نے علم دیا لیکن مال نہیں دیا مگر اس کی نیت سچی ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح عمل کرتا تو اس کو اس کی نیت کا ثواب ملے گا اور دونوں کا بدلہ برابر ہے۔ وہ بندہ جس کو اللہ نے مال دیا اور علم نہیں دیا وہ اپنے مال میں بغیر علم کے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور اس میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا اور نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ اس میں اللہ کا حق پہچانتا ہے یہ بدترین مرتبہ والا ہے۔ اور وہ بندہ جس کو اللہ نے نہ علم دیا اور نہ مال دیا مگر وہ یہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح برے کام کرتا تو یہ اس کی نیت ہے اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۵۵۷): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء مثل الدنيا مثل اربعة نفر .

راوی حدیث: حضرت ابو کبشہ عمرو بن سعد انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ہیں غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شرکت فرمائی بعض احادیث مروی ہیں لیکن تعداد کا تعین نہیں ہے ۱۳ھ میں انتقال ہوا۔ (الاستيعاب في معرفة الأصحاب : ۶۷۴/۲)

کلمات حدیث: مظلمة : وہ شے جو کسی نے کسی سے ظلماً لے لی ہو۔ یا ظالم نے کوئی زیادتی کی ہو جس کا بدلہ نہ لیا جاسکا ہو۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں بیان ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ نشو ونما پاتا ہے اور بڑھتا ہے اور اس میں برکت ہوتی ہے اور اللہ کے یہاں اجر وثواب ہے۔ کسی زیادتی پر صبر کرنے کا اللہ کے یہاں بہت بڑا صلہ ہے اور جو شخص سوال کا دروازہ کھولے اس پر فقر کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ مال اور علم دونوں حاصل ہوں اور انسان اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے اور دین کی ہدایت پر عمل کرے تو یہ سب سے افضل ہے۔ اگر صرف علم ہو مال نہ ہو لیکن نیت صالح ہو کہ اگر مال بھی ہوتا تو میں کارِ خیر میں خرچ کرتا یہ بھی اپنی نیت کے اجر وثواب کے اعتبار سے پہلے ہی کے برابر ہے اور دونوں کا اجر وثواب مساوی ہے۔ ایک وہ شخص ہے جس کے پاس مال تو ہے مگر وہ علم سے محروم ہے اور وہ مال کو غلط جگہوں پر خرچ کرتا ہے اور اللہ سے بے خوف ہوکر زندگی گزارتا ہے اور ایک اور شخص جس کے پاس نہ علم ہے اور نہ مال ہے اور اس کی نیت یہ ہے کہ مال ہوتا تو میں بھی اس شخص کی طرح فضول خرچی کرتا تو یہ دونوں برابر ہیں اور ان کا گناہ برابر ہے۔ (تحفة الأحوذي : ۳۱/۷۔ روضة المتقين : ۱۰۲/۲۔ نزهة المتقين : ۴۶۳/۱)

صدقہ کیا ہوا سارا مال باقی ہے

۵۵۸. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَا بَقِيَ مِنْهَا ؟ " قَالَتْ : ما بَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا قَالَ: "بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ . وَمَعْنَاهُ : تَصَدَّقُوْا بِهَا اِلَّا كَتِفَهَا فَقَالَ بَقِيَتْ لَنَا فِي الْاٰخِرَةِ كلها اِلَّا كَتِفَهَا .

(۵۵۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راویت ہے کہ بیان کرتی ہیں کہ ایک بکری ذبح کی تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ اس بکری میں سے کچھ باقی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ صرف شانہ باقی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: سب باقی ہے سوائے شانے کے۔ (اسے ترمذی نے رُوایت کیا اور کہا کہ حدیث صحیح ہے)

معنی یہ ہیں کہ سارا گوشت صدقہ کر دیا گیا تھا۔ سوائے شانہ کے گوشت کے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آخرت میں ہمارے لیے سب باقی ہے سوائے اس شانے کے گوشت کے۔

تخریج حدیث(۵۵۸): الجامع للترمذي، ابواب صفة القيامة، باب فضل التصدق .

شرح حدیث: صدقہ کی فضیلت اور اس کے اجر وثواب کا بیان ہے کہ جو مال اللہ کی راہ میں صدقہ دیا گیا ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور اس کا اجر وثواب باقی رہنے والا ہے اور جو مال اپنے پاس باقی رہ گیا وہ باقی رہنے والا نہیں بلکہ فنا ہونے والا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ ﴾

''جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔'' (النحل:۹۶)

(تحفة الأحوذي : ۲۱۳/۷ ـ روضة المتقين : ۱۰۳/۲ ـ دليل الفالحين : ۴۴۰/۲)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال کو گن گن کر خرچ مت کرو

۵۵۹. وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَا تُوْكِيْ فَيُوْكَى عَلَيْكِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ "اَنْفِقِيْ اَوْ اِنْفَحِيْ اَوْ اَنْضِحِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ، وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" وَانْفَحِيْ " بِالْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ، وَهُوَ بِمَعْنٰى " اَنْفِقِيْ " كَذٰلِكَ " اِنْضَحِيْ " .

(۵۵۹) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مال کو روک کر نہ رکھو کہ اللہ بھی تم سے روک لے گا۔''

اور ایک اور روایت میں ہے کہ خرچ کرو یا عطیہ دو یا پھینک دو۔ گن گن کر نہ رکھو کہ اللہ بھی گن کر دیں گے۔ اور جمع نہ کر کہ اللہ بھی روک لیں گے۔ (متفق علیہ)

انفحی : حاء کے ساتھ اور انضحی ضاد کے ساتھ دونوں کے معنی انفقی کے ہیں۔

تخریج حدیث (۵۵۹): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب التحریض علی الصدقۃ . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الانفاق و کراھۃ الاحصاء .

کلمات حدیث: لا توکی : جمع مت کرو اور باندھ کر مت رکھو اور جو تمہارے پاس ہے اسے روک کر نہ رکھو۔ فیوکی : کہ وہ منقطع ہو جائے گی۔ لا تحصی : مال کو شمار نہ کرو۔ فیحصی : کہ تمہیں دیتے وقت بھی گنا جائے۔ لا توعی : جو بچ جائے اس برتن میں سنبھال کر نہ رکھو۔ فیوعی اللّٰہ علیك : کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سے اپنے فضل کو روک لیں گے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے حساب دیتے ہیں اسی طرح اللہ کے بندوں کو بھی چاہیے کہ وہ اللہ کے راستے میں بے حساب دیا کریں کیونکہ جزاء عمل عمل کے مساوی ہوتی ہے اگر تم اللہ کے راستے میں دینے میں گنتی اور شمار کرو گے تو اللہ کے یہاں بھی تمہارے ساتھ یہی معاملہ ہوگا۔ مؤمن جو اللہ کے رازق ہونے پر یقین کامل رکھتا ہے وہ بچا کر نہیں رکھتا اور ذخیرہ نہیں کرتا بلکہ جس طرح اسے بے حساب ملا ہے اسی طرح بے حساب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا ہے۔

(فتح الباری : ۸۳۰/۱۔ روضۃ المتقین : ۱۰۳/۲)

بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال

۵۶۰۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّه، سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ مِنْ ثُدِيِّهِمَا اِلٰى تَرَاقِيْهِمَا فَاَمَّا الْمُنْفِقُ فَلاَ يُنْفِقُ اِلَّا سَبَغَتْ اَوْ وَفَرَتْ عَلٰى جِلْدِهٖ حَتّٰى تُخْفِیَ بَنَانَه، وَتَعْفُوَ اَثَرَه، وَاَمَّا الْبَخِيْلُ فَلاَ يُرِيْدُ اَنْ يُّنْفِقَ شَيْئًا اِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا فَهُوَ يُوَسِّعُهَا فَلاَ تَتَّسِعُ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" وَالْجُنَّةُ " الدِّرْعُ، وَمَعْنَاهُ اَنَّ الْمُنْفِقَ كُلَّمَا اَنْفَقَ سَبَغَتْ وَطَالَتْ حَتّٰى تَجُرُّ وَرَآءَه، وَتُخْفِیَ رِجْلَيْهِ وَاَثَرَ مَشْيِهٖ وَخُطُوَاتِهٖ .

(۵۶۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے دو آدمی ہوں ان کے بدن پر سینے سے ہنسلی تک لوہے کی زرہیں ہیں۔ خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو زرہ کھل جاتی ہے اور اس کی کھال پر محیط ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو چھپا لیتی ہے اور اس کے نشان قدم مٹا دیتی ہے اور بخیل آدمی جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ جم جاتا ہے اور وہ اسے کھولنا

چاہتا ہے اور وہ کھلتی نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

جنة : زرہ اس کے معنی ہیں کہ خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو زرہ کھل جاتی ہے اور لمبی ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اس کے پیچھے گھسٹنے لگتی ہے اور اس کے پیروں اور اس کے چلنے کے نشان اور قدموں کو چھپا لیتی ہے۔

تخریج حدیث (۵۶۰): صحيح البخاري، كتاب الزكوٰة، باب مثل البخيل و المتصدق . صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب مثل المنفق و البخيل .

کلمات حدیث: ثديهما : ان دونوں کے پستان، ان دونوں کے سینے۔ ثدي ثدی کی جمع ہے۔ تراقيهما : ان دونوں کی ہنسلیاں۔ ترقوة : ہنسلی جمع تراقي . لزقت : چمٹ گئی۔ لزق، لزوقا (باب سمع) چپکنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے کی اور بخیل کی ایک بہت ہی بلیغ مثال بیان فرمائی کہ دو آدمی ہیں جو زرہ پہننا چاہتے ہیں ان میں سے ایک نے زرہ پہنی تو وہ اس کے جسم پر پھیل گئی اور کھل گئی اور اس کے جسم پر محیط ہو گئی یہاں تک کہ پیروں کی انگلیاں بھی چھپ گئیں اب وہ آدمی چلتا ہے تو اس کے پیروں کے نشان مٹتے جاتے ہیں۔ اور یہ شخص بڑی فراخی اور کشادگی محسوس کرتا ہے اور کسی طرح کی تنگی اور دشواری محسوس نہیں کرتا۔ دوسرا آدمی وہ ہے جس نے زرہ پہنی تو وہ اس کے سینہ پر اور اس کی گردن میں پھنس کر رہ گئی نہ وہ کھلتی اور نہ نیچے آتی ہے اور وہ اس کے کھولنے کی جس قدر کوشش کرتا ہے اسی قدر وہ تنگ ہوتی ہے اور سکڑتی ہے اور اس کے حلقے چمٹ کر رہ جاتے ہیں۔

پہلا شخص اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والا ہے وہ جس قدر خرچ کرتا ہے اتنا ہی اس کا سینہ وسیع ہوتا ہے اتنا ہی اس کے قلب میں توسع پیدا ہوتا ہے اور اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

دوسرا شخص بخیل ہے کہ اگر وہ خرچ کرنا چاہے تو وہ خرچ نہیں کر سکتا کہ اس کا سینہ جکڑا ہوتا ہے اور اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے اور مال کی محبت اسے بھینچ لیتی ہے۔

(فتح الباري : ١/٨٨٣ـ إرشاد الساري : ٣/٥٦٤ـ روضة المتقين : ٢/١٠٤ـ دليل الفالحين : ٢/٤٤٢)

صرف حلال مال کا صدقہ قبول ہوتا ہے

٥٦١. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسَبٍ طَيِّبٍ ، وَلاَ يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلاَّ الطَّيِّبَ، فَاِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّىْ اَحَدُ كُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٥٦١) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی پاکیزہ کمائی سے کھجور کے برابر بھی صدقہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ کمائی میں سے دیتے ہوئے صدقہ کو قبول فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے

ہاتھ میں لیتے ہیں پھر اس کے دینے والے کے لیے اسے بڑھاتے اور نشو نما دیتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

فلو : گھوڑے کا بچہ۔

تخریج حدیث (۵۶۱): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقہ من کسب طیب . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقۃ من الکسب الطیب .

کلمات حدیث: کسب طیب : حلال کمائی۔ ولا یقبل اللّٰہ إلا الطیب : اور اللہ تعالیٰ صرف طیب ہی کو قبول فرماتے ہیں۔

شرح حدیث: صدقہ کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب کا بیان ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی حلال اور طیب کمائی سے ایک کھجور کی مالیت کے برابر اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتے ہیں یعنی اسے شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہیں اور اس سے راضی ہوتے ہیں پھر اس کو بڑھاتے رہتے ہیں اور نشو و نما دیتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ صدقہ بڑھ کر ایک پہاڑ بن جاتا ہے یا اس کا اجر و ثواب مثل پہاڑ کے ہو جاتا ہے۔

مقصودِ حدیث یہ ہے کہ صدقہ کی کمی یا زیادتی اہم نہیں ہے اہم اخلاص اور حسن نیت ہے، خلوص اور حسن نیت سے دیا گیا صدقہ خواہ مقدار میں کتنا ہی کم کیوں نہ ہو وہ اللہ کی رضا اور قبولیت حاصل کرتا ہے اور اس کا اجر و ثواب بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ صدقہ کو نشو و نما دے کر اور اسے بڑھا کر پہاڑ کے برابر بنا دینے کے دونوں معنی ہیں کہ وہ فی الواقع مثل پہاڑ کے ہو جائے گا کہ میزانِ عمل میں اس کا وزن زیادہ ہو یا یہ کہ اس کا اجر و ثواب بڑھ کر پہاڑ کے مانند ہو جائے گا۔

(فتح الباري : ۱/۸۲۲۔ إرشاد الساري : ۳/۵۲۶۔ عمدة القاري : ۸/۳۸۸۔ مرقاة المصابيح : ٤/۲۰۰)

صرف کرنے والے کی زمین پر بارش برسنے کا واقعہ

۵۶۲. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِفَلَاةٍ مِنَ الْاَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِيْ سَحَابَةٍ : اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحّٰى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَآءَهٗ فِيْ حَرَّةٍ فَاِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَآءَ كُلَّهٗ فَتَتَبَّعَ الْمَآءَ فَاِذَا رَجُلٌ قَآئِمٌ فِيْ حَدِيْقَتِهٖ يُحَوِّلُ الْمَآءَ بِمِسْحَاتِهٖ فَقَالَ لَهٗ : يَا عَبْدَاللّٰهِ مَااسْمُكَ؟ قَالَ : فُلَانٌ لِلْاِسْمِ الَّذِيْ سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهٗ : يَا عَبْدَاللّٰهِ لِمَ تَسْاَلُنِيْ عَنِ اسْمِيْ؟ فَقَالَ : اِنِّيْ سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِيْ هٰذَا مَآؤُهٗ يَقُوْلُ : اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ لِاِسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيْهَا؟ فَقَالَ! اَمَّا اِذْ قُلْتَ هٰذَا فَاِنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ وَاٰكُلُ اَنَا وَعَيَالِيْ ثُلُثًا وَاَرُدُّ فِيْهَا ثُلُثَهٗ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

" اَلْحَرَّةُ " : الْاَرْضُ الْمُلَبَّسَةُ حِجَارَةً سَوْدَآءَ، " وَالشَّرْجَةُ " بِفَتْحِ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَاِسْكَانِ الرَّآءِ

وَبِالْجِيم : هِيَ مَسِيْلُ الْمَآءِ .

(۵۶۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی جنگل سے گزر رہا تھا کہ اس نے ایک بادل میں سے آواز آتی ہوئی سنی کہ فلاں باغ کو سیراب کرو۔ وہ بادل ہٹ گیا اور اس نے ایک پتھریلی زمین پر پانی برسا دیا اور نالوں میں سے ایک نالہ میں سارا پانی جمع ہو گیا اور وہ پانی نالے میں چلنے لگا یہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے چلا۔ دیکھا کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا بیلچے سے پانی لگا رہا ہے۔ اس نے پوچھا اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے آنے والی آواز میں سنا تھا۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! تو کیوں میرا نام پوچھتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی ہے یہ آواز سنی تھی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو تو وہ کیا عمل ہے جو تو کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ جب تم نے یہ بات کہی ہے تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ باغ کی پیداوار کا اندازہ کر کے ایک تہائی صدقہ کرتا ہوں ایک تہائی اپنے عیال پر صرف کرتا ہوں اور باقی ایک تہائی اسی باغ میں لگا دیتا ہوں۔

حرہ : پتھریلی زمین، سیاہ پتھروں والی زمین۔ شرجۃ : پانی کی گزرگاہ، برساتی نالہ۔

تخریج حدیث (۵۶۲): صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقاق، باب الصدقة في المساكين.

کلمات حدیث: حرۃ : سیاہ پتھر والی زمین۔ شرجۃ : پانی کا نالہ، برساتی پانی کی گزرگاہ۔ فتنحی : ہٹ گیا اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔

شرح حدیث: حدیث میں صدقہ کی فضیلت اور مساکین اور مسافروں سے حسن سلوک کا اجر اور اپنے اہل خانہ پر خرچ کرنے کا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا نہ صرف یہ کہ آخرت میں بھی اجر وثواب ہے بلکہ دنیا میں بھی اس میں اضافہ اور برکت ہوتی اور اللہ کی رحمت اس مال کی جانب متوجہ ہوتی ہے جس میں صدقہ دیا گیا ہو۔ (شرح مسلم للنووي : ۸۸/۱۸)

البَابُ (٦١)

النَّهْيِ عَنِ الْبُخْلِ وَالشُّح
بخل اور حرص کی ممانعت

مرنے کے بعد اس کا مال اس کو فائدہ نہ دے گا

۱۸۴ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَأَمَّا مَنۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۝٨ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۝٩ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْعُسْرَىٰ ۝١٠ وَمَا يُغْنِى عَنْهُ مَالُهُۥٓ إِذَا تَرَدَّىٰٓ ۝١١ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''جس نے بخل کیا بے پرواہ ہو گیا اور اچھی بات کی تکذیب کی ہم اس کو عنقریب پہنچادیں گے سختی میں اور جب یہ گڑھے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔ (اللیل:۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا اس کی خوشنودی اور آخرت کی پرواہ نہ کی اور اللہ کے وعدوں اور اس کی ہدایات کو جھوٹ جانا اس کا دل روز بروز سخت اور تنگ ہوتا چلا جائے گا نیکی کی توفیق سلب ہوتی جائے گی اور آخر کار آہستہ آہستہ عذابِ الٰہی کی سختی میں پہنچ جائے گا۔ یہی اللہ کی عادت ہے کہ سعداء جب نیک عمل اختیار کرتے ہیں اور اشقیاء جب برے عمل کی طرف چلتے ہیں تو دونوں کے لیے وہی راستہ آسان کر دیا جاتا ہے جو انہوں نے تقدیرِ الٰہی کے موافق اپنے ارادے اور اختیار سے پسند کر لیا ہے۔

جو شخص بخل سے بچا رہے وہ کامیاب ہے

۱۸۵ . وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝١٦ ﴾

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَتَقَدَّمَتْ جُمْلَةٌ مِنْهَا فِي الْبَابِ السَّابِقِ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (التغابن:١٦)

پچھلے باب میں متعدد احادیث اس موضوع سے متعلق گزر چکی ہیں۔

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ مراد کو وہی پہنچتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس کے دل کے لالچ سے بچالے اور حرص و بخل سے محفوظ فرمادے، کیونکہ اللہ کی راہ میں خلوص اور حسن نیت کے ساتھ حلال اور طیب مال خرچ کرنا ہی فلاح اور کامیابی ہے کہ یہ مال آگے پہنچ کر ذخیرہ ہو جاتا ہے اور ختم ہونے اور فنا ہونے سے بچ جاتا ہے۔ (تفسیر مظهری، تفسیر عثماني)

ظلم قیامت کے روز اندھیرے کا باعث ہوگا

۵۶۳. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَکُوْا دِمَآءَ هُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵٦۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ظلم سے بچو کہ ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے اور بخل وحرص سے بچو، بخل اور حرص ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا اور انہیں اس پر آمادہ کیا کہ وہ ایک دوسرے کا خون بہائیں اور حرام چیزوں کو حلال سمجھیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۶۳): صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة و الآداب، باب تحریم الظلم .

کلمات حدیث: سفکوا : خون بہایا، انہوں نے خوں ریزی کی۔ سفك سفكاً (باب ضرب) خون بہانا، خونریزی کرنا۔

شرح حدیث: ظلم وزیادتی اور کسی کے ساتھ ناانصافی سے پیش آنا قیامت کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ روزِ قیامت سخت اندھیرا ہوگا اور ایک اندھیرا ظلم کا ہوگا جس میں ظالم بھٹکتا پھرے گا اور نجات کا راستہ نہ پا سکے گا۔ جبکہ مؤمن کے آگے پیچھے نور ہوگا جس کی روشنی میں وہ چلے گا اور جنت کا راستہ پالے گا۔ بہرحال ظلم وزیادتی سے بچنا اور بخل سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نفس کا شح لوگوں کا مال ناجائز ذرائع سے کھانے کو کہا جاتا ہے۔ صرف اپنا مال روک رکھنا اور اسے خرچ نہ کرنا بخل ہے۔ (روضة المتقين : ۲/۱۰۸ ـ نزهة المتقين : ۱/٤٦٨ ـ مظاهر حق : ۲/۲٤٤)

البَابُ(٦٢)

الِایْثَارِ وَالْمُوَاسَاةِ
ایثار ومواسات

انصارِمدینہ کی تعریف

١٨٦۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''اور وہ ان کو اپنی جان پر مقدم رکھتے ہیں اگر چہ خود فاقہ سے ہوں۔'' (الحشر:۹)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں بیان ہوا کہ صحابہ خود تنگی اور احتیاج کے باوجود اپنے آپ پر دوسرے مسلمان بھائیوں کو ترجیح دیتے ہیں اور خود سختیاں اٹھا کر اور فاقے برداشت کر کے اگر ان کی بھلائی پہنچا سکیں تو دریغ نہیں کرتے۔

ضرورت کے باوجود مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں

١٨٧۔ وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ ﴾ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَاتِ ۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین کو یتیم کو اور اسیر کو۔'' (الدھر:۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا وصف بیان ہو رہا ہے کہ وہ باوجود خواہش اور احتیاج کے اللہ کی محبت کے جوش میں اپنا کھانا مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔ قیدی عام ہے مسلم ہو یا کافر، حدیث میں ہے کہ بدر کے قیدیوں کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے حکم فرمایا کہ جس مسلمان کے پاس کوئی قیدی رہے وہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ صحابۂ کرام اس حکم کی تعمیل میں قیدیوں کو اپنے سے بہتر کھانا کھلاتے تھے، حالانکہ وہ قیدی مسلمان نہ تھے۔ (تفسير عثماني۔ معارف القرآن)

مہمان کی خاطر چراغ گل کرنے کا واقعہ

٥٦٤۔ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنِّىْ مَجْهُوْدٌ فَاَرْسَلَ اِلٰى بعض نِسَائِهٖ فَقَالَتْ : وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَاعِنْدِىْ اِلَّا مَآءٌ، ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى اُخْرٰى

فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِکَ، حَتّٰی قُلْنَ کُلُّھُنَّ مِثْلَ ذَالِکَ، لاَ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَاعِنْدِیْ اِلاَّ مَآء. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " مَنْ یُضِیفُ هٰذَا اللَّیْلَةَ ؟ "فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ : اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰی رَحْلِهٖ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ : اَکْرِمِیْ ضَیْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفِیْ رِوَایَةٍ" قَالَ لِامْرَاَتِهٖ: هَلْ عِنْدَکِ شَیْءٌ ؟ قَالَتْ، لاَ، اِلاَّ قُوْتَ صِبْیَانِیْ قَالَ : عَلِّلِیْهِمْ بِشَیْءٍ فَاِذَا اَرَادُو الْعَشَآءَ فَنَوِّمِیْهِمْ وَاِذَا دَخَلَ ضَیْفُنَا فَاَطْفِیءِ السِّرَاجَ وَاَرِیْهِ اَنَّانَاْکُلُ فَقَعَدُوْا وَاَکَلَ الضَّیْفُ وَبَاتَا طَاوِیَیْنِ، فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : فَقَالَ : " لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِیْعِکُمَا بِضَیْفِکُمَا اللَّیْلَةَ ." مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۵۶۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں بھوک سے نڈھال ہوں۔آپ ﷺ نے ازواج میں سے کسی کے پاس پیغام بھیجا۔انہوں نے جواب دیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔اس پر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ آج کی رات کون اس کی مہمان نوازی کرے گا؟ایک انصاری نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں، وہ اسے ساتھ لے کر اپنے گھر چلے گئے اور اہلیہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کا اکرام کر۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ان صحابی نے اپنی اہلیہ سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے انہوں نے کہا کہ نہیں صرف میرے بچوں کی خوراک ہے انہوں نے کہا کہ بچوں کو کسی طرح بہلا دو اور جب وہ رات کا کھانا مانگیں تو انہیں سلا دینا اور جب مہمان اندر آئے تو چراغ بجھا دینا اور یہ ظاہر کرنا کہ گویا ہم بھی اس کے ساتھ کھا رہے ہیں۔غرض سب بیٹھ گئے مہمان نے کھانا کھایا اور ان دونوں نے رات بھوکے گزاری۔اگلی صبح جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ کل رات تم نے اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس پر اللہ بہت خوش ہوا ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۶۴): صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ویؤ ثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة . صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب اکرام الضیف وفضل الایثار .

کلمات حدیث: مجهود : تکلیف رسیدہ، بدحال، بھوک کا ستایا ہوا۔ جهد عیشه : اس کی زندگی دشوار اور پرمشقت ہوگی۔ رحل : فرودگاہ، اقامت گاہ۔ فعللیهم :تم انہیں بہلا دو اور کسی بات میں مشغول کردو کہ وہ کھانا نہ مانگیں۔

شرح حدیث: ایک صاحب سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک کی شکایت کی،آپ کے گھر میں پانی کے سوا کچھ نہ تھا،آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ کون اس کی مہمان نوازی کرے گا ایک انصاری نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ)میں کروں گا۔

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صحابی ابوطلحہ تھے کسی نے کہا کہ ثابت بن قیس تھے اور ایک اور قول یہ ہے کہ عبداللہ بن رواحہ تھے۔

اگلے دن جب یہ صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے رات کے عمل پر رضامندی اور خوشی کا اظہار فرمایا ہے اور اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾

''اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ خود ضرورت مند ہوں۔''

(فتح الباري : ۲/ ۴۵۰ ـ إرشاد الساري : ۸/ ۲۷۱ ـ روضة المتقين : ۲/ ۱۰۹ ـ دليل الفالحين : ۲/ ۴۵۰)

دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لیے کافی ہوتا ہے

۵۶۵. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "طَعَامُ الْإِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلاثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْإِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الْإِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةَ وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ ."

(۵۶۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو آدمیوں کا کھانا تین کو کافی ہے اور تین کا کھانا چار کو کافی ہے۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو کافی ہے دو کا کھانا چار کو کافی ہے اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہے۔

تخریج حدیث (۵۶۵): صحيح البخاري، كتاب الاطعمة، باب طعام الواحد يكفي الاثنين . صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل .

کلمات حدیث: کافی : پورا۔ کافی : کفایت کرنے والا۔ کفی کفاية (باب ضرب) کافی ہونا۔

شرح حدیث: ایک آدمی اگر سیر ہو کر کھائے تو اتنا کھانا دو آدمی کھا سکتے ہیں جس سے ان کی بھوک رفع ہو جائے گی اور جسمانی قوت عمل و حرکت کے لیے برقرار رہے گی۔ مقصودِ حدیث یہ ہے کہ انسان پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائے بلکہ اپنے کھانے میں ضرورت مندوں اور محتاجوں کو شریک کرے کہ قدر کفایت پر گزارا کرنے سے برکت ہوتی ہے اور اگر آدمی کے پاس کھانا کم ہو تو دوسروں کو اس میں شریک کرنے سے حجاب نہ ہونا چاہیے۔ ابن المہلب فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارک کا مطلوب قدرِ کفایت پر قناعت اختیار کرنے کی ترغیب اور دوسروں کے ساتھ مواسات اور مہمان نوازی کی ترغیب ہے۔ (فتح الباري : ۲/ ۱۱۵۰ ـ إرشاد الساري : ۱۲/ ۱۶۲)

جس کے پاس ضرورت سے زائد سامان ہو وہ دوسرے کو دیدے

۵۶۶. وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَيْنَمَا نَحْنُ فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَ رَجُلٌ عَلَىٰ رَاحِلَةٍ لَهُ فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهُ يَمِيْنًا وَ شِمَالاً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَىٰ مَنْ لاَ ظَهْرَ لَهُ وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَىٰ مَنْ لاَزَادَ لَهُ " فَذَكَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتّٰى رَاَيْنَا اَنَّهُ لاَ حَقَّ لِاَحَدٍ مِنَّا فِيْ فَضْلٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۵٦٦) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک شخص اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں نظریں گھما کر دیکھنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اسے دیدے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد کھانا ہو وہ اسے دیدے جس کے پاس کھانا نہ ہو۔ اسی طرح آپ ﷺ نے مختلف اشیاء کا ذکر کیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا ہم میں سے کسی کا اس کی ضرورت سے زائد مال پر کوئی حق نہیں ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵٦٦): صحیح البخاری، کتاب اللقطة، باب استحباب المواساة بفضول المال .

کلمات حدیث: راحلته : اس کی سواری، سواری کا جانور۔ رحل رحلة (باب فتح) سفر کرنا۔ رحلة : سفر۔ الرحلة فی طلب العلم : علم کے حصول کے لیے سفر کرنا، بطورِ خاص حدیث کے سماع کے لیے سفر کرنا۔ علامہ خطیب بغدادی کی کتاب ہے جس میں ان محدثین کا ذکر ہے جنہوں نے حدیث کے سننے کے لیے سفر کیا۔

شرح حدیث: مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور مواسات اور تعاون کا معاملہ کریں جس چیز کی جس کو ضرورت ہو اور اپنی ضرورت سے زائد ہو وہ اسے دیدینا چاہیے۔ صحابۂ کرام کی زندگی اس طرزِ حیات کی مکمل تعبیر ہے۔ وہ ایثار و قربانی تعاون باہمی اور اخوت ومودت کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔ وہ بنی نوع انسان کی طویل تاریخ میں انسانیت کا اس قدر اعلیٰ مثال تھے کہ ان کی طرح کی جماعت نہ پہلے کبھی آئی اور نہ آئندہ کبھی آئے گی۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

(روضة المتقین : ۲/۱۱۱ ۔ دلیل الفالحین : ۲/۴۵۲)

رسول اللہ ﷺ کا ایک صحابی کو کفن کے لیے اپنی چادر عطیہ کرنا

۵٦٧ . وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً جَآئَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوْجَةٍ فَقَالَتْ: نَسَجْتُهَا بِيَدَيَّ لِاَ كْسُوَكَهَا فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا فَخَرَجَ اِلَيْنَا وَاِنَّهَا لِاِزَارُهُ فَقَالَ فُلاَنٌ: اُكْسُنِيْهَا مَا اَحْسَنَهَا! فَقَالَ : " نَعَمْ " فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا ثُمَّ اَرْسَلَ بِهَا اِلَيْهِ. فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ : مَا اَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا ثُمَّ سَاَلْتَهُ وَعَلِمْتَ اَنَّهُ لاَ يَرُدُّ سَآئِلاً! فَقَالَ : اِنِّي وَاللّٰهِ مَا سَاَلْتُهُ لِاَ لْبَسَهَا، اِنَّمَا سَاَلْتُهُ لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ . قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵٦٧) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی ایک بُنی ہوئی چادر

لے کر آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میں نے اپنے ہاتھوں سے بنی ہے تا کہ آپ ﷺ کو پہناؤں۔ آپ نے اپنی حاجت کے پیش نظر قبول فرمالیا۔ پھر آپ ﷺ نے بطور تہبند باندھ کر تشریف لائے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ چادر بہت اچھی ہے، یہ آپ مجھے دیدیجئے آپ نے فرمایا: ہاں۔ پھر آپ ﷺ مجلس سے اٹھ گئے پھر اسے لپیٹ کر اس آدمی کی طرف بھیج دیا۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا رسول اللہ کو ضرورت تھی اور آپ نے اسے پہن لیا تھا تم نے مانگ لی حالانکہ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کے سوال کو رد نہیں فرماتے۔ اس شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ میں نے پہننے کے لیے نہیں مانگی ہے بلکہ اس لیے مانگی ہے کہ یہ میرا کفن بن جائے۔ سہل کہتے ہیں کہ اس شخص کو اسی چادر میں کفن دیا گیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۵٦۷): صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب من استعد الكفن في زمن النبي ﷺ فلم ينكر عليه.

کلمات حدیث: منسوجة: بُنی ہوئی۔ بردة منسوجة: بنی ہوئی چادر۔ نسج نسجاً (باب نصر) کپڑا بُننا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ جود وسخا میں مثل بادِ نسیم تھے آپ ﷺ نے کبھی سائل کے جواب میں انکار نہیں فرمایا، ہمیشہ جس نے جو سوال کیا وہ پورا فرما دیا اگر کچھ نہ ہوا تو آئندہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ کسی عورت نے آپ ﷺ کو ایک چادر اپنے ہاتھوں سے بن کر پیش کی آپ ﷺ کو بھی حاجت تھی آپ ﷺ نے پہن لی۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ! بہت اچھی ہے مجھے عنایت فرما دیجئے۔ اسی وقت اٹھ کر اندر چلے گئے اور چادر ان صحابی کو بھجوا دی۔ محبّ الطبری کا بیان ہے کہ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور طبرانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے یہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے کہا کہ آپ نے کیوں یہ چادر مانگ لی جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی ضرورت تھی اور تمہیں معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کو رد نہیں فرماتے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے کفن کے لیے لی ہے اور انہیں اسی چادر میں کفن دیا گیا۔

حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ صحابی رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے کفن کا انتظام فرمایا اور رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زندگی میں موت کا سامان تیار کرنا جائز ہے۔ کیونکہ مؤمن کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اوقات فراغ میں بطورِ خاص موت کو یاد کرے اور اس کی تیاری کرے۔ ایک حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''سب سے افضل مؤمن وہ شخص ہے جو کثرت سے موت کو یاد کرے اور اس کی خوب تیاری کرے۔''

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض صلحاء نے اپنی زندگی میں اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر بھی کھودی ہے تا کہ قبر اور موت کا تصور متمثل ہو جائے، جبکہ بعض علماء نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ کوئی امر مستحب ہوتا تو صحابۂ کرام ضرور فرماتے صحیح یہ ہے کہ اہل ایمان جس کام کو اچھا جانیں وہ اللہ کی نظر میں بھی اچھا ہے۔ خاص طور پر جبکہ یہ عمل صلحاء اخیار کا ہو۔ واللہ اعلم

(فتح الباري: ۷٦٦/۱۔ عمدة القاري: ۸۸/۸۔ إرشاد الساري: ۳۵۰/۳)

اشعریین کی تعریف

۵۶۸. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : " اِنَّ الْاَشْعَرِیِّیْنَ اِذَا اَرْمَلُوْا فِی الْغَزْوِ اَوْقَلَّ طَعَامُ عِیَالِهِمْ بِالْمَدِیْنَةِ جَمَعُوْا مَاکَانَ عِنْدَهُمْ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْهُ بَیْنَهُمْ فِیْ اِنَآءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِیَّةِ فَهُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُمْ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

" اَرْمَلُوْا " فَرَغَ زَادُهُمْ اَوْقَارَبَ .

(۵۶۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اشعر کے لوگ جب جہاد میں ان کا زادِراہ ختم ہو جاتا ہے یا مدینہ میں ان کا کھانا کم پڑ جاتا ہے تو سب کے پاس جو کچھ ہوتا ہے ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں پھر اس کو برتنوں میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ (متفق علیہ)

اَرملوا: کے معنی ہیں ان کا زاد ختم ہو گیا یا ختم ہونے کے قریب ہے۔

تخریج حدیث(۵۶۸): صحیح البخاری، کتاب الشرکة، باب الشرکة فی الطعام . صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل الاشعریین .

کلمات حدیث: ارملوا : فقیر ہو گئے، کھانے کے لیے کچھ نہ رہا۔ فھو منی : وہ مجھ سے ہیں، یعنی اخلاق و عادات میں مجھ سے قریب ہیں۔ انا منھم: میں ان میں سے ہوں، اتحاد اور اللہ کے احکام کی اتباع میں ہم باہم متفق ہیں۔

شرح حدیث: اشعری قبیلے کے لوگوں کا یہ طریقہ مروّج تھا کہ جب وہ فقر و احتیاج کے دور سے گزرتے اور کھانے پینے کی اشیاء کی قلت ہو جاتی تو تمام لوگ اپنی اشیاء لا کر ایک چادر پر رکھ دیتے پھر یہ اشیاء سب کے درمیان برابر تقسیم کر دی جاتیں۔ یہ باہمی تعاون، ہمدردی اور مواسات کی ایک اعلیٰ مثال ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اس حدیث میں اشعری قبیلے کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قبیلہ تھا اور اس ایثار اور مواسات کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو ان کے درمیان موجود تھی۔ (فتح الباري : ۲۷/۲۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۵۰/۱۵۔ روضة المتقین : ۱۱۳/۲)

البَابُ (٦٣)

التَّنَافُسِ فِيْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ وَالْاِسْتِكْثَارِ مِمَّا يُتَبَرَّكُ بِهٖ

امورِ آخرت میں تنافس اوراشیاءِ متبرکہ کی کثرت کی رغبت

١٨٨ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ ٱلْمُتَنَٰفِسُونَ ﴿٢٦﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

''حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنی چاہیے۔'' (المطففین: ٢٦)

تفسیری نکات: مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ تنافس کے معنی امور خیر میں مسابقت کے ہیں کہ مرغوب اور اچھی شئے کے حصول کے لیے سب لوگ سعی کریں اور اس کے حصول میں مسابقت کریں۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرماں برداری نیکیوں میں مسابقت اور امورِ خیر کی طرف بڑھنے میں جلدی اور عجلت محبوب ہے کہ اعمالِ صالحہ ہی جنت کی جانب لے جانے والے ہیں۔

(معارف القرآن۔ تفسیری مظهری)

دائیں طرف سے تقسیم کرنا مستحب ہے

٥٦٩ . وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْاَشْيَاخُ فَقَالَ لِلْغُلَامِ. "اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ هٰؤُلَآءِ؟ " فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا . فَتَلَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" تَلَّهٗ " بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقَ : اَيْ وَضَعَهٗ وَهٰذَا الْغُلَامُ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا .

(٥٦٩) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی مشروب پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اس میں سے پیا، آپ ﷺ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا، بائیں جانب کچھ بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں ان لوگوں کو دے دوں مگر لڑکے نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے ملنے والے حصے میں اپنے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ پیالہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ (متفق علیہ)

تله : یعنی رکھ دیا۔ یہ غلام (لڑکا) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

تخریج حدیث (٥٦٩): صحيح البخاری، كتاب المظالم، باب إذا اذن له . صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب استحباب ادارة الماء واللبن نحوهما على يمين المبتدی .

کلمات حدیث: شراب: مشروب جمع اشربة . بنصیبی : آپ ﷺ کے بچے ہوئے میں سے مجھے جو حصہ ملا ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو کوئی مشروب پیش کیا گیا، اس وقت آپ ﷺ کی بائیں جانب کچھ بزرگ بیٹھے ہوئے تھے اور دائیں جانب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے جو اس وقت نوعمر تھے لیکن نوعمری کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو علم وعمل اور فراست سے نوازا تھا۔ انہوں نے بیت نبوت ﷺ ہی میں نشو ونما پائی تھی وہ حضور کے چچازاد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے حق میں دعاء فرمائی تھی:

" اللّٰهم فقه في الدين ."

''اے اللہ اسے دین کا فہم عطا فرما۔''

اور جو بزرگ حضور ﷺ کے بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس مشروب میں سے پیا پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں ان بزرگوں کو دیدوں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بچے ہوئے مشروب میں سے مجھے حصہ ملے تو میں اس میں اپنے آپ پر کسی اور کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے وہ پیالہ ان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

صحیح بخاری میں ایک اور حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے گھر کی ایک بکری کا دودھ دوہا گیا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ اس میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں موجود ایک کنوئیں کا پانی ملایا گیا اور رسول اللہ ﷺ کو پیالہ میں پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اس میں سے پیا اور جب آپ ﷺ نے پیالہ منہ سے ہٹایا تو اس وقت آپ ﷺ کی بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ آپ ﷺ اپنا بچا ہوا اس اعرابی کو دے دیں گے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس ہیں انہیں دیدیجئے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں جانب بیٹھے ہوئے اعرابی کو دیدیا اور فرمایا کہ دائیں جانب کو مقدم رکھا جائے۔

ہر معاملہ میں ابتداءِ بالیمین یعنی داہنے ہاتھ سے کام کرنا اور داہنی طرف سے ابتداء کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور آپ ﷺ ہمیشہ اسی طرح فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما چونکہ کم سن تھے اس لیے ان سے پوچھ لیا لیکن اعرابی سے نہیں پوچھا بلکہ حضرت عمر کے کہنے کے باوجود کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیدیجئے اعرابی کو دیدیا جس سے یہ بات مؤکد ہوگئی کہ اگر مجلس میں ایک سے زیادہ لوگ ہوں اور کوئی شئے دینا ہو تو دائیں جانب سے ابتداء کرنی چاہیے۔

ابویعلی موصلی نے بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''بڑوں کو پہلے دو'' تو یہ غالباً اس صورت پر محمول ہے جبکہ شرکاءِ مجلس دائیں جانب نہ ہوں بلکہ سامنے بیٹھے ہوئے ہوں۔

(فتح الباري: ١/١١٧٩۔ارشاد الساري: ٥/٣٤٢۔عمدة القاري: ١٢/٢٦٨۔شرح صحيح مسلم للنووي: ١٣/١٦٨)

حضرت ایوب علیہ السلام پر ٹڈیوں کی بارش

۵۷۰. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَ ةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " بَیْنَا اَیُّوْبُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَغْتَسِلُ عُرْیَانًا فَخَرَّ عَلَیْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ اَیُّوْبُ یَحْثِیْ فِیْ ثَوْبِهٖ . فَنَادَاهُ رَبُّهٗ عَزَّوَجَلَّ : یَااَیُّوْبُ اَلَمْ اَکُنْ اَغْنَیْتُکَ عَمَّا تَرٰی؟ قَالَ : بَلٰی وَعِزَّتِکَ وَلٰکِنْ لاَ غِنٰی بِیْ عَنْ بَرَکَتِکَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۵۷۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل کر رہے تھے کہ آپ پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام انہیں سمیٹ کر اپنے کپڑے میں رکھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پکارا اے ایوب! کیا میں نے تمہیں ان چیزوں سے مستغنی نہیں کر دیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا کہ ہاں بلاشبہ لیکن آپ کی عزت کی قسم آپ کی برکتوں سے بے نیازی نہیں ہوسکتی!

تخریج حدیث (۵۷۰): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قول الله تعالیٰ وایوب إذ نادیٰ ربه .

کلمات حدیث: جراد : ٹڈی۔ جراد من ذهب : سونے کی ٹکڑے جو ٹڈی کے مشابہ تھے۔ یحثی : ان کو پکڑ پکڑ کر اپنے کپڑے میں ڈالنے لگے۔

شرح حدیث: علماء فرماتے ہیں کہ اگر آدمی ایسی جگہ ہو جہاں اس کے جسم پر کسی کی نظر پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو برہنہ نہا سکتا ہے، البتہ مستحب یہ ہے اور حیا کا تقاضا ہے کہ پھر بھی ستر پوشی کا اہتمام کرے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور ان کے فضل وکرم کا انسان ہر حال میں اور ہر وقت محتاج ہے کوئی خواہ کتنا ہی تونگر ہو اللہ کے سامنے تو وہ فقیر اور محتاج ہی ہے دولتمند اور صاحب ثروت تو وہ دوسرے انسانوں کے سامنے ہے۔ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل وکرم سے کوئی مستغنی نہیں ہوسکتا اور حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے رب کی عزت کی قسم بلاشبہ آپ کی نوازشیں پہلے ہی بے شمار ہیں لیکن میں آپ کی مزید نعمتوں سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے میں اس نعمت کو بھی سمیٹ رہا ہوں جو آپ نے اس وقت میری جانب بھیجی ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو اپنی ذات پر اعتماد ہو کہ مال و دولت کی کثرت کی حرص اسے اللہ کے احکام سے نہیں ہٹائے گی بلکہ وہ مال کی زیادتی کی صورت میں اسے زیادہ وجوہِ خیر میں صرف کر سکے گا تو ایسے شخص کو مال کی حرص کرنا اور اس کے حصول کی تمنا کرنا درست ہے۔

(فتح الباري : ۳۸۲/۱۔ إرشاد الساري : ۵۱۹/۱۔ روضة المتقين : ۱۱۵/۲۔ مظاهر حق : ۲۷٦/۵)

البَابُ(٦٤)

فَضُلِ الْغَنِيِّ الشَّاكِرِوَهُوَ مَنُ اَخَذَ الْمَالَ مِنُ وَجُهِهٖ وَصَرَفَه فِيُ وُجُوهه الْمَامُوُرِ بِهَا

غنی شاکر کی فضیلت یعنی جو مال جائز طریقے پر حاصل کرلے اوران مصارف میں صرف کرے جن میں صرف کرنے کا حکم ہے

کس کو نیک اعمال کی توفیق ملے

١٧٩. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝٥ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝٦ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْيُسْرَىٰ ۝٧ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''جس نے اللہ کی راہ میں دیا اور پرہیز گاری اختیار کی اور اچھائی کی تصدیق کی تو ہم اسے آسانی کی طرف پہنچادیں گے۔''

(اللیل:٥)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ جو شخص خیر کے کاموں میں اپنے مال کو صرف کرتا ہے اور اللہ کی خشیت اس کے دل میں جاگزین ہے اور وہ ہر مرحلے پر اپنے رب سے ڈرتا رہتا ہے اور اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایات کو سچ جانتا ہے اور بشارات ربانی کو صحیح سمجھتا ہے اس کے لیے ہم نیکی کا راستہ آسان کردیں گے اور انجام کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام میں پہنچادیں گے جس کا نام جنت ہے۔

(تفسیر عثمانی۔ معارف القرآن)

اللہ کی خاطر مال دینے والا جہنم سے محفوظ رہے گا

١٩٠. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝١٧ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُۥ يَتَزَكَّىٰ ۝١٨ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُۥ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۝١٩ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝٢٠ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝٢١ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

'' بچالیا جائے گا اس کو جہنم سے جو بڑا پرہیز گار ہے جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہوجائے اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضاجوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہیں کہ اس کا بدلہ دیا جائے یہ شخص عنقریب خوش ہوجائے گا۔''(اللیل:١٧)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ وہ شخص جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور اس خرچ کرنے سے کسی کا بدلہ اتارنا مقصود نہیں ہے

بلکہ خالص رضائے مولی اور دیدار الٰہی کی تمنا میں گھر بار لٹا رہا ہے تو وہ اطمینان رکھے کہ اسے ضرور خوش کر دیا جائے گا۔ اگر چہ یہ مضمون عام ہے لیکن بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کا نزول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہوا اور یہ بہت بڑی دلیل ان کی فضیلت و برتری کی ہے، زہے نصیب اس بندے کے جس کے اتقی ہونے کی تصدیق قرآن کریم میں کی جائے اور اسے ﴿ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ﴿٢١﴾ ﴾ کی بشارت سنائی جائے۔ (تفسير عثماني۔ تفسيری مظهری)

چھپا کر صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے

١٩١. وَقَالَ تَعَالَىٰ :

﴿ إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٧١﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اگر تم ظاہر کر کے صدقہ دو جب بھی اچھی بات ہے اور اگر اس کو مخفی طور سے فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ گناہ بھی دور کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کیے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں۔'' (البقرة: ٢٧١)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اگر تم علی الاعلان راہِ حق میں صرف کرو اور کھلم کھلا وجوہِ خیر میں خرچ کرو کہ اس سے دیکھنے والوں کو بھی رغبت اور شوق پیدا ہو اور وہ بھی وجوہِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگیں تو یہ بہت خوب ہے اور اگر چھپا کر خیرات کرو تا کہ تمہارا عمل شائبہ ریا سے پاک ہو تو یہ بھی اچھا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال صرف کرنا اور وجوہِ خیر میں دینا ہر حال میں بہتر ہے خواہ اس کا اظہار ہو یا اخفاء کہ دونوں ہی بہتر ہیں البتہ موقع اور مصلحت کا لحاظ ضروری ہے۔ (تفسير عثماني)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبوب چیز صدقہ کرنا

١٩٢. وَقَالَ تَعَالَىٰ :

﴿ لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٩٢﴾ ﴾

وَالْأيَاتُ فِيْ فَضْلِ الْإِنْفَاقِ فِي الطَّاعَاتِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''تم نیکی کو کبھی حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو اور جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ اس کو خوب جانتے ہیں۔''

(آل عمران: ٩٢)

طاعتوں میں مال خرچ کرنے کے بارے میں قرآن کریم میں متعدد آیات ہیں جو مشہور و معلوم ہیں۔

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ کمالِ بِر تو اسی وقت حاصل ہوگا جب اپنا محبوب ترین مال اللہ کے راستے میں دو گے جس قدر پیاری اور محبوب چیز ہو اور جس قدر خلوص اور اخلاصِ نیت ہو اسی کے مطابق اللہ کے یہاں سے اس کا صلہ ملے گا۔

قابلِ رشک مسلمان

۵۷۱. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لاَ حَسَدَ اِلاَّ فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَتَقَدَّمَ شَرْحُهٗ قَرِيْبًا .

(۵۷۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صرف دو باتوں میں رشک کرنا جائز ہے ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اسے حق کے راستے میں صرف کرے اور وہ شخص جسے اللہ نے حکمت سے نوازا وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

اور اس کی شرح قریب ہی گزری ہے۔

تخریج حدیث (۵۷۱): صحيح البخاري، كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة . صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه .

کلمات حدیث: حكمة : علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حکمت سے مراد قرآن ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد سنتِ رسول ﷺ ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ حکمت سے مراد وہ تمام احکام وعلوم ہیں جن پر قرآن وسنت مشتمل ہیں۔

شرح حدیث: مال کو اس لیے کمانا چاہیے کہ اسے نیکی کے کاموں میں صرف کیا جائے اور اللہ کی بتائی ہوئی ہدایات کی روشنی میں ان پر عمل کیا جائے اور علم اس لیے حاصل کیا جائے کہ اس سے خود بھی فائدہ اٹھایا جائے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا جائے۔ مال اور علم یہ دوایسی چیزیں ہیں جن میں رشک کرنا جائز ہے اور آدمی ان کے حصول کی اللہ سے دعا کر سکتا ہے، بشرطیکہ ان کے صحیح استعمال کی نیت ہو، حقیقت ہے کہ مال کا وجوہِ خیر میں صرف کرنا اس نعمت کا شکر ادا کرنا ہے اور علم کی تعلیم واشاعت میں مصروف ہونا نعمتِ علم کا شکر ادا کرنا ہے۔

اس حدیث کی شرح پہلے بھی (حدیث ۵۴۴) گزر چکی ہے۔ (نزهة المتقين : ۲/ ٤٧٥)

صرف دو آدمیوں پر حسد جائز ہے

۵۷۲. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَالَ لاَ حَسَدَ اِلاَّ فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَا لاً فَهُوَ يُنْفِقُهٗ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" اَلْاٰنَآءُ " : اَلسَّاعَاتُ .

(۵۷۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو باتوں پر رشک کرنا جائز ہے ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا فرمایا اور وہ اس پر عمل پیرا ہے شب وروز کے تمام اوقات میں اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ کرے شب وروز کے تمام اوقات میں۔ (متفق علیہ)

آناء : کے معنی ساعات یعنی اوقات۔

تخریج حدیث(۵۷۲): صحیح البخاری، کتاب التوحید . صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن و یعلمه .

کلمات حدیث: آتاه القرآن : اللہ نے اسے قرآن عطا کیا یعنی فہم قرآن عطا کیا اور اس نے حفظ کیا اور سمجھا۔ فهو یقوم به : وہ اس کو قائم کرتا ہے، یعنی اس پر عمل کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں حسد کا لفظ استعمال ہوا۔ حسد کے معنی ہیں کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر اس کے زوال کی تمنا کرنا۔ بعض علماء نے کہا کہ حسد وہ ہے کہ یہ تمنا کرے کہ دوسرے سے نعمت زائل ہو جائے اور اسے مل جائے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ حسد کے معنی زوالِ نعمت غیر کے ہیں مگر اس حدیث میں حسد سے مراد غبطہ ہے جس کے معنی ہیں کسی دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر تمنا کرنا کہ میرے پاس بھی یہ نعمت ہو لیکن دوسرے کے پاس سے اس نعمت کے زائل ہونے کی تمنا نہ کرے۔ یعنی اگر کسی کے پاس مال ہو اور کوئی شخص اپنے دل میں یہ آرزو کرے کہ اگر اللہ مجھے بھی مال عطا کر دے تو میں بھی اللہ کے راستے میں خرچ کروں تو یہ غبطہ (رشک) ہے اور اسی کے بارے میں حدیث میں فرمایا کہ رشک کے جواز کی بھی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ کسی کے پاس مال ہو اور وہ اس مال کو شب و روز اللہ کے راستے میں خرچ کر رہا ہو دوسرا آدمی جس کے پاس مال نہیں ہے وہ یہ خواہش کرے کہ اگر میرے پاس مال ہو تو میں بھی اسی طرح اللہ کے راستے میں خرچ کروں اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو اللہ نے قرآن کا علم اور اس کا فہم عطا فرمایا ہے اور وہ شب وروز خود بھی اس کے مطابق عمل کر رہا ہے اور لوگوں کو بھی تعلیم دے کہ قرآن کو سیکھیں اور اس پر عمل کریں۔

علماءِ کرام نے فرمایا کہ حسد کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور مجازی۔ حقیقی حسد کسی کے پاس موجود نعمت کے زوال کی تمنا کرنا، یہ حسد حرام ہے اور اس کی حرمت پر امت کا اجماع ہے۔ مجازی حسد وہ ہے جسے غبطہ (رشک کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں اس نعمت کی تمنا کرنا جو دوسرے کے پاس ہے بغیر اس کے کہ دوسرے شخص سے اس نعمت کے زوال کی تمنا کرے اگر اس کا تعلق مباح امور سے ہے تو یہ رشک مباح ہوگا اور اگر اس کا تعلق طاعات سے ہے تو یہ مستحب ہوگا۔ (روضة المتقين : ۱٦٧/٢ ـ شرح صحیح مسلم للنووي : ٨٤/٦)

تسبیحاتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت

۵۷۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالُوْا : ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ ' فَقَالَ: "وَمَا ذَاكَ؟" فَقَالُوْا: يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَيَعْتِقُوْنَ وَلَا نَعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اَفَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ " قَالُوْا بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: " تُسَبِّحُوْنَ . وَتَحْمَدُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ مَرَّةً " فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا : سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ .

" اَلدُّثُوْرُ " اَلْاَمْوَالُ الْكَثِيْرَةُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۵۷۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقراءِ مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اربابِ ثروت بلند درجات اور دائمی نعمتیں لے گئے ۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا وہ کیسے؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں مگر وہ صدقہ دیتے ہیں جو ہم نہیں دے پاتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے ۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس کے ذریعے تم ان کو پالو جو تم سے آگے نکل گئے اور ان سے آگے نکل جاؤ جو تمہارے بعد ہیں اور کوئی تم سے زیادہ فضیلت والا نہ ہو جب تک وہی عمل نہ کرے جو تم کرتے ہو ۔ انہوں نے عرض کیا کہ ضرور یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو ۔ فقراءِ مہاجرین دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے دولت مند بھائیوں کو ہمارے عمل کا علم ہو گیا اور وہ بھی اسی طرح کرنے لگے جس طرح ہم کر رہے ہیں ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرما دے ۔ (متفق علیہ) حدیث کے یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں ۔

" دثور " کے معنی اموال کثیرہ کے ہیں ۔ واللہ اعلم ۔

تخریج حدیث (۵۷۳): صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب الذكر بعد الصلاة . صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة .

کلمات حدیث: الدرجات العلى : بلند درجات، اعلیٰ مقامات، قرب الٰہی ۔ النعيم المقيم : ایسی نعمتیں جو منعم کے پاس ہمیشہ رہیں اور اس سے کبھی واپس نہ لی جائیں ۔ یعنی جنت کی نعمتیں ۔ تسبحون : تم سبحان اللہ کہو، تم تسبیح کرو ۔ سبح تسبيحا (باب تفعیل) اللہ کی تسبیح کرنا ۔ سبحان اللہ کہنا ۔ تحمدون : تم اللہ کی حمد بیان کرو، یعنی الحمد للہ کہو ۔ تكبرون : تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، یعنی اللہ اکبر کہو ۔

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اعمالِ خیر میں مسابقت فرماتے اور ان کی سعی و کوشش ہوتی کہ اعمالِ خیر میں جس قدر ہو سکے اضافہ ہو اور جو بات لسانِ نبوت ﷺ سے صادر ہو اس پر فوراً عمل کریں اسی جذبہ شوق عمل کے تحت بعض فقراء مہاجرین رسول اللہ

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، ان میں سے ایک حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اور ایک حضرت ابودرداء تھے جیسا کہ نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے ان حضرات نے عرض کیا کہ ارباب ثروت آخرت کے بلند مقامات اور جنت کی دائمی نعمتوں میں ہم پر بازی لے گئے ۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیسے؟ عرض کیا کہ جسمانی اور بدنی عبادتیں جو ہم کرتے ہیں وہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ جو مالی عبادات انجام دیتے ہیں ہم مال نہ ہونے کی بناء پر ان سے محروم ہیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ '' ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ، الحمدللہ اور اللہ اکبر ۳۳ ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو ۔ ان صحابۂ کرام نے یہ عمل شروع کیا تو تمام صحابہ کو علم ہوگیا اور سب تسبیح ، تحمید اور تکبیر کرنے لگے ۔ یہ حضرات پھر رسولِ کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ جو عمل آپ ﷺ نے ہمیں بتایا ہمارے بھائیوں کو اس کا علم ہوگیا اور وہ بھی یہ عمل کرنے لگے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کا فضل ہے اللہ جس کو چاہے عطا فرمادے ۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں حدیث سے متعلق متعدد پہلوؤں پر گفتگو کی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ کیا غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر ۔ اکثر صوفیہ کی رائے یہ ہے کہ فقیر صابر افضل ہے کہ طریقت کا مدار تہذیب نفس اور اس کی ریاضت پر ہے اور یہ وصف فقراء میں بہ نسبت اغنیاء کے زیادہ ہوتا ہے ۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے وہی پسند ہے جو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے اور آپ کے صحابہ کے لیے پسند فرمایا یعنی فقر اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ فقراء مسلمین جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے اور اغنیاء جنت اور جہنم کے درمیان پل پر روک لیے جائیں گے اور وہاں ان سے ان کے زائد اموال کے بارے میں سوال ہورہا ہوگا ۔

(فتح الباري : ١/ ٦٠١ ـ إرشاد الساري : ٢/ ٥٠٣ ـ عمدة القاري : ٧/ ١٨٣ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ٥/ ٧٩)

الباب (۶۵)

ذِكْرِ الْمَوْتِ وَقَصْرِ الْأَمَلِ
موت کو یاد کرنا اور آرزوؤں کو کم کرنا

ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے

۱۹۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ ٱلْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَٰعُ ٱلْغُرُورِ ﴿١٨٥﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بے شک وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکہ کا سامان ہے۔ (آل عمران: ۱۸۵)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ ہر ذی روح اور جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ یہ ایسی اٹل حقیقت ہے اور اس قدر واضح حقیقت ہے کہ کسی دلیل کی بھی محتاج نہیں ہے مگر تعجب ہے کہ انسان سب سے زیادہ اسی سے غافل اور بے پرواہ ہے موت کے بعد ہر ایک کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اچھے عمل کا اچھا بدلہ اور برے عمل کا برا بدلہ۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظہری)

۱۹۵. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌۢ بِأَىِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''نہ کوئی جانتا ہے کہ وہ کل کیا کچھ کرے گا اور نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔'' (لقمان: ۳۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ قیامت تو آ کر رہے گی، کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، کسی کو خبر نہیں کہ وہ کل کو کیا کرے گا؟ اور کچھ کرنے کے لیے زندہ بھی رہے گا؟ کب موت آ جائے گی اور کہاں آئے گی؟ پھر یہ وثوق کہاں سے ہو کہ آج کی بدی کا تدارک کل کی نیکی سے ضرور کر لے گا اور توبہ کی توفیق مل جائے گی؟ (تفسیر عثمانی)

۱۹۶. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَـْٔخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴾

اور فرمایا کہ

''جب ان کی اجل آ جائے گی تو نہ ایک گھڑی مؤخر ہو گی اور نہ مقدم۔ (النحل: ۶۱)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی بد عملی اور نافرمانی پر دنیا میں فوراً پکڑنا اور سزا دینا شروع کر دے تو

چند گھنٹے بھی زمین کی یہ آبادی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے اللہ نے اجل کا یعنی موت کا اور موت کے بعد جزا وسزا کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے اس مقرر وقت سے ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ (تفسير مظهري۔ تفسير عثماني)

موت کے آنے سے پہلے پہلے نیک اعمال کر لے

۱۹۷. وَقَالَ تَعَالىٰ:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَٰلُكُمْ وَلَآ أَوْلَـٰدُكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَـٰسِرُونَ ﴿٩﴾ وَأَنفِقُوا۟ مِن مَّا رَزَقْنَـٰكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِىَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَآ أَخَّرْتَنِىٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ ٱلصَّـٰلِحِينَ ﴿١٠﴾ وَلَن يُؤَخِّرَ ٱللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَآءَ أَجَلُهَا ۚ وَٱللَّهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١١﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''اے اہل ایمان تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کریں وہ بڑے ہی زیاں کار لوگ ہیں اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہماری راہ میں اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو کہنے لگے اے میرے رب اگر تو مجھے تھوڑی سی مہلت دے دیتا تو میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا اور جب کسی کا مقرر وقت آجاتا ہے پھر اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مؤخر نہیں کرتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (المنافقون: ۹)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں اہل ایمان سے خطاب ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مال اور اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل کر دے یعنی آدمی کے لیے بڑے خسارے کی بات ہے کہ باقی کو چھوڑ کر فانی میں مشغول ہو جائے۔ مال واولاد وہی اچھی ہے جو اللہ کی یاد اور عبادت سے غافل نہ کرے اگر ان دھندوں میں پڑ کر اللہ کی یاد سے غافل ہو گیا تو آخرت بھی کھوئی اور دنیا میں بھی قلبی سکون نہ ملا۔ (تفسير عثماني)

مرنے کے بعد دنیا میں آنے کی تمنا

۱۹۸. وَقَالَ تَعَالىٰ:

﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ٱرْجِعُونِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّىٓ أَعْمَلُ صَـٰلِحًا فِيمَا تَرَكْتُ ۚ كَلَّآ ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ۖ وَمِن وَرَآئِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٠٠﴾ فَإِذَا نُفِخَ فِى ٱلصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ فِى جَهَنَّمَ خَـٰلِدُونَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ ٱلنَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَـٰلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ أَلَمْ تَكُنْ ءَايَـٰتِى تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿١٠٥﴾ ﴾

الیٰ قَوْلِهٖ تَعَالیٰ:

﴿ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّينَ ﴿١١٣﴾ قَالَ إِن
لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١٤﴾ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا
لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ ﴾

اور فرمایا کہ

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس لوٹا دے کہ میں اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کرلوں ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ یہ تو صرف ایک بات ہے جس کا یہ قائل ہے ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے ان کے دوبارہ جی اٹھنے تک۔ پس جب کہ صور پھونک دیا جائے اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے نہ آپس کی پوچھ گچھ۔ جن کی ترازو کا پلہ بھاری ہوگیا وہ نجات والے ہوں گئے اور جن کی ترازو کا پلہ ہلکا ہوگیا یہ ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کرلیا جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی اور وہ وہاں بدشکل بنے ہوئے ہوں گے۔ کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی واقعی ہم تھے ہی گمراہ۔ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نجات دے اگر اب بھی ہم ایسا ہی کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھٹکارے ہوئے یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ میرے بندوں کی ایک جماعت تھی جو برابر یہی کہتی رہی کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لا چکے ہیں تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ لیکن تم انہیں مذاق ہی میں اڑاتے رہے یہاں تک کہ تم نے میری یاد بھلادی اور تم ان سے مذاق ہی کرتے رہے۔ میں نے آج انہیں ان کے اس صبر کا بدلہ دے دیا کہ وہ اپنی مراد کو پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ تم زمین میں باعتبار برسوں کی گنتی کے کس قدر رہے۔ وہ کہیں گے کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم گنتی گننے والوں سے پوچھ لیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا فی الواقع تم وہاں بہت ہی کم رہے ہو، اے کاش! تم اسے پہلے ہی جان لیتے، کیا تم یہ گمان کیے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہیں جاؤ گے۔'' (المؤمنون: ۹۹-۱۱۵)

تفسیری نکات: پانچویں نمبر پر جو آیات قرآنی آئی ہیں ان میں ارشاد ہوا ہے کہ جب ان کافروں کی موت کا وقت آئے گا تو ان میں سے کوئی کہے گا کہ اے اللہ! مجھے واپس بھیج دے میں پھر سے عمل صالح کروں گا اور جو تقصیرات سرزد ہوئی ہیں ان کی تلافی کروں گا، لیکن اجل کا اور موت کا ایک وقت مقرر ہے وہ آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔ ابھی تو مرحلہ موت کا ہے جب آگے ایک برزخ آتا ہے جس سے جہاں والوں سے پردہ ہو جاتا ہے اور مردوں کے درمیان اور دنیا کے لوگوں کے درمیان آخرت تک یہ پردہ قائم رہے گا کہ مرنے کے بعد کوئی دنیا میں واپس نہیں جاسکتا اور جب صور پھونکا جائے گا اور تمام مخلوق کو ایک میدان میں جمع کر دیا جائے گا اس وقت ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہو گا اولاد ماں باپ سے بھائی بھائی اور میاں بیوی سے کوئی سروکار نہ رکھے گا ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے۔ اب جن کے اعمالِ صالحہ کا وزن زیادہ ہوگا وہ کامیاب ہوں گے اور جن کی میزانِ عمل خالی ہوگی وہ اپنی جان ہار بیٹھے اب وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جہاں جھلس دے گی ان کو جہنم کی آگ اور وہ وہاں بدشکل ہو رہے ہوں گے یعنی جہنم میں جلتے جلتے بدن سوج جائے گا نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک اور اوپر کا پھول کر کھوپڑی تک پہنچ جائے گا اور زبان باہر نکل کر زمین پر لٹکتی ہوگی جسے دوزخی پاؤں سے روندیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا

اب بتاؤ جو آیات تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھیں وہ جھوٹی تھیں یا سچی؟ کہیں گے اے ہمارے رب! اس وقت ہمارے اوپر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم راستے سے بھٹک گئے تھے۔ اب آپ ہمیں اس عذاب سے نکال لیجیے۔ اب ہم دوبارہ نافرمانی کریں تو ہم بڑے ظالم ہوں گے۔ کہا جائے گا کہ پھٹکارے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔ جو کیا تھا اس کی سزا بھگتو۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب کے بعد فریاد منقطع ہو جائے گی اور زفیر وشہیق کے سوا کوئی کلام نہ کر سکیں گے۔

اہل ایمان دنیا کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحمت فرما۔ اور آپ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والوں میں سے ہیں۔ لیکن ان کا مذاق اڑایا اور ان کے استہزاء کو تم نے ایسا مشغلہ بنایا کہ تمہیں ہماری یاد بھی باقی نہ رہی۔ اہل ایمان نے تمہاری اس ایذاء رسانی پر صبر کیا اور آج انہیں ان کے صبر کا پھل مل گیا اور وہ کامیاب و کامران قرار پائے۔ کہا جائے گا کہ یہ درست ہے کہ تم دنیا میں بہت کم رہے اور واقعی دنیا کی عمر تھوڑی ہے لیکن اگر اس حقیقت کا ادراک اس وقت کر لیتے یعنی دنیا کی بے ثباتی اور فنا کی حقیقت کو سمجھ کر آخرت کی تیاری کر لیتے تو آج اس انجام سے دوچار نہ ہوتے۔ اصل بات یہ ہے کہ تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ سارا کارخانہ ایک کھیل تماشا ہے اور اس کے بعد کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔ اگر اس دنیا کی زندگی کے بعد ایک اور زندگی نہ ہو تو یہ سارا نظام عبث ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ (تفسير عثماني ۔ معارف القرآن)

کیا مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا وقت نہیں آیا

۱۹۹ . وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَـٰسِقُونَ ﴿١٦﴾ ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ .

اور فرمایا کہ

''کیا اب تک ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اس سے نرم ہو جائیں اور ان کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔'' (الحدید: ١٦)

اس مضمون سے متعلق آیات بکثرت ہیں اور معلوم ہیں۔

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں فرمایا کہ وقت آ گیا ہے کہ اہل ایمان کے دل قرآن، اللہ کی یاد اور اس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں اور نرم ہو کر گڑگڑانے لگیں اور ان اہل کتاب کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں یہ باتیں اپنے رسولوں کے ذریعے معلوم ہوئیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ان کے دل سخت ہو گئے اور نافرمانی پر اتر آئے۔ اب مسلمانوں کی باری آئی ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کی تعلیمات سے مستفید ہو کر نرم دلی انقیاد کامل اور خشوع لذکر اللہ کی صفات سے متصف ہوں اور اس بلند مقام پر پہنچیں جہاں آج تک کوئی امت نہیں پہنچی۔ (تفسير عثماني)

دنیا میں مسافر کی طرح رہو

۵۷۴. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِيْ فَقَالَ: "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ " وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ' وَ خُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۵۷۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے شانوں پر دستِ مبارک رکھا اور فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہو جس طرح کوئی مسافر یا راہ گزر رہتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو۔ صحت کے زمانے میں بیماری کے لیے اور زندگی میں موت کے لیے تیاری کرو۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۵۷۴): صحيح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ كن في الدنيا .

کلمات حدیث: غریب : وہ مسافر جو کسی بستی میں چندروز کے لیے آیا ہو اور واپس جلد از جلد اپنے وطن جانے کی فکر میں لگا ہوا ہو۔ عابر سبیل : راستے سے گزرنے والا، وہ مسافر جو دورانِ سفر کسی درخت کے سائے میں گھڑی دو گھڑی رک جائے اور پھر سفر شروع کر دے۔

شرح حدیث: دنیا کی زندگی خواہ کتنی ہی لمبی ہو مگر وہ ختم ہونے والی ہے زندگی جب اختتام پر پہنچتی ہے تو انسان محسوس کرتا ہے کہ جیسے ساری زندگی جو اس نے گزاری ہے ایک دن کے بقدر ہے یا جیسے آدھے دن کے برابر ہے۔ آدمی جب بھی پلٹ کر پیچھے کی طرف دیکھتا ہے سوائے حسرتوں، کلفتوں اور ناتمام آرزوؤں کے کچھ بھی نہیں ملتا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی زندگی ایسی ہے جیسے کہیں سے کوئی مسافر آیا اور کسی بستی میں چندروز کے لیے ٹھہر گیا اب اس کو یہ فکر ہے کہ جس کام کے لیے آیا ہے وہ کر لے اور واپس وطن روانہ ہو جائے یا انسان کی زندگی اس راہ گزر کی سی ہے جو چلتے چلتے کہیں دو گھڑی سانس لینے کو رک جائے۔ اس اجنبی مسافر کے لیے کہاں گنجائش ہے کہ وہ جس بستی میں آیا ہے وہاں دل لگائے اور راہ گزر کے لیے کہاں موقع ہے کہ وہ زیرِ سایہ شجر ہی پڑاؤ ڈال لے۔ اگر ایسا کرے گا تو اپنی منزل کھوئی کرے گا۔

دنیا میں مؤمن کی زندگی ایک اجنبی مسافر کی سی ہے وہ خود بھی دنیا کے لیے اجنبی ہے اور دنیا اس کے لیے اجنبی ہے اسے جلدی ہے کہ بھیجنے والے نے اس کو جس کام کے لیے بھیجا ہے وہ انجام دے کر اپنے مالک کے پاس پہنچ جائے اور اس سے ابدی اور دائمی نعمتوں کا انعام حاصل کرے۔ (روضة المتقين : ۲ / ۱۲٤ دليل الفالحين : ۷/۳)

اس حدیث کی شرح باب الزہد (۴۷۱) میں بھی گزر چکی ہے۔

وصیت نامہ لکھ کر اپنے پاس رکھے

۵۷۵. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوْصَى فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ' هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ " يَبِيْتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَامَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذٰلِكَ

اِلَّا وَعِنْدِیْ وَصِیَّتِیْ .

(۵۷۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کے پاس کچھ ہو جس میں وہ وصیت کرنا چاہے اور وہ دو راتیں ایسی گزارے اور اس کی وصیت لکھی ہوئی اس کے پاس موجود نہ ہو۔ (متفق علیہ)

الفاظ حدیث صحیح بخاری کے ہیں اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ وصیت کے بغیر تین راتیں گزارے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے جب سے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہ گزری کہ میرے پاس میری وصیت موجود نہ ہو۔

تخریج حدیث(۵۷۵): صحیح البخاری، کتاب الوصایا وقول النبی ﷺ وصیة الرجل مکتوبة . صحیح مسلم، اول کتاب الوصیة .

کلمات حدیث: یوصی : وصیت کرنا چاہتا ہے۔ لہ مال یوصی فیہ : اس کے پاس مال ہے جس میں وہ وصیت کرنا چاہتا ہے۔ اوصی ایصاء (باب افعال) وصیت کرنا۔

شرح حدیث: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مفہوم حدیث یہ ہے کہ مؤمن کو چاہیے کہ موت سے کسی وقت غافل نہ رہے اور ہر وقت موت کی تیاری میں رہے اسی تیاری میں سے ایک وصیت کا لکھا ہوا موجود ہونا ہے اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ آدمی وصیت لکھ کر رکھ لے۔ وصیت کا جلد لکھ لینا اور صحت کے زمانے میں لکھ لینا مستحب ہے اور اس پر دو گواہ بھی بنا لے۔ اس لیے کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ شَهَـٰدَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ حِينَ ٱلْوَصِيَّةِ ٱثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾

"اے ایمان والو! اپنے درمیان گواہ بنالو تم میں سے دو عادل گواہ وصیت کے وقت جب تم میں سے کسی کو موت آئے۔" (المائدۃ:۱۰۶)

اکثر فقہاء کے نزدیک وصیت مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ بہر حال وصیت کے لکھنے میں جلدی کرنا مستحب ہے کیونکہ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کب آئے گی۔ (شرح صحیح مسلم للنووی: ۶۴/۱۱۔ روضة المتقین: ۱۲۴/۲۔ دلیل الفالحین: ۸/۳)

لمبی امیدیں باندھنا درست نہیں

۵۷۶۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُطُوْطًا فَقَالَ: " هٰذَا الْاِ نْسَانُ وَهٰذَا اَجَلُه، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْجَآءَ هُ الْخَطُّ الْاَ قْرَبُ " رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۵۷۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کئی خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے، ابھی وہ تمناؤں کے درمیان ہوتا ہے کہ موت اسے آلیتی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۵۷۶): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی الامل وطوله .

کلمات حدیث: خطوط : لکیریں، جمع خط : لکیر۔ خط خطا (باب نصر) لکیر کھینچنا، لکھنا۔

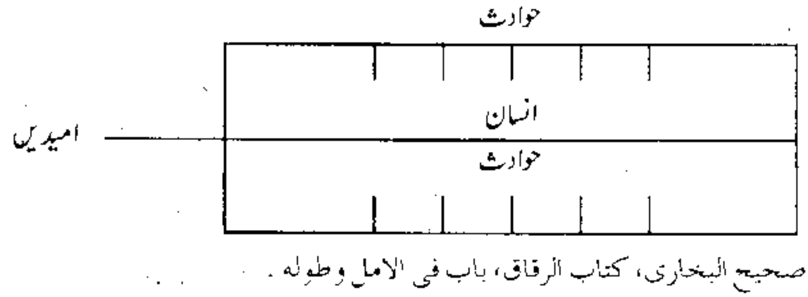
شرح حدیث: انسان اس دنیا کی زندگی میں آرزوؤں اور تمناؤں میں پھنسا رہتا ہے اور موت اچانک آ کر دبوچ لیتی ہے اور تمنائیں تشنہ تکمیل رہ جاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ حکیم اور مربی تھے اور آپ بہت دقیق معانی کو مثالوں کے ذریعہ سمجھاتے تھے اور واقعات ومثال سے ان کی وضاحت فرماتے تھے اور کبھی برموقعہ اور برجستہ جملہ فرما دیتے جو سامعین کی توجہ اس نکتہ کی طرف مبذول کر دیتا جو آپ ﷺ ذہن نشین کرانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کچھ لوگ اپنے چھپر کی مرمت کر رہے تھے آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا چھپر کی مرمت کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ موت اس سے پہلے ہے۔ یعنی چھپر کی مرمت اور پھر اس سے مستفید ہونا تو آرزوئیں ہیں اور موت ان آرزوؤں کو منقطع کر دینے والی ہے، موت کا آنا یقینی اور اٹل ہے اور تمناؤں کو پورا کرنا غیر یقینی اور موہوم ہے۔

اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے جو لکیریں کھینچیں محدثین کرام نے احادیث کی روشنی میں ان کے متعدد نقشے بنائے ہیں جو فتح الباری میں دیئے گئے ہیں۔

آدمی حوادث سے بچ سکتا ہے، موت سے نہیں

۵۷۷. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا إِلٰى هٰذَا الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ فَقَالَ : " هٰذَا الْإِنْسَانُ، وَهٰذَا اَجَلُهٗ مُحِيْطًا بِهٖ. اَوْ قَدْ اَحَاطَ بِهٖ. وَهٰذَا الَّذِيْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهٗ، وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ، فَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا وَاِنْ اَخْطَاَهٗ، هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا. " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَهٰذِهٖ صُوْرَتُهٗ.

(۵۷۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مربع خط کھینچا اور اس کے درمیان میں ایک خط کھینچا جو اس مربع سے باہر نکلا ہوا تھا اور درمیانی والے خط کے ساتھ چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچیں اس کے بعد فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور باہر نکلنے والا خط اس کی امیدیں ہیں اور چھوٹی چھوٹی لکیریں حوادث ہیں اگر ایک حادثہ خطا کر جاتا ہے تو دوسرا اس کو دبوچ لیتا ہے اگر اس سے بچ جاتا ہے تو دوسرا آ لیتا ہے۔ (بخاری) اور یہ اس کی صورت ہے:



تخریج حدیث (۵۷۷): صحيح البخارى، كتاب الرقاق، باب فى الامل وطوله.

کلمات حدیث: أعراض : جمع عرض۔ وہ بات جو پیش آئے یعنی حادثہ، مصیبت اور آفت۔ نهشه : اسے نوچ لیا، کھسوٹ لیا،

ہلاک کر دیا۔ نهش نهشاً (باب فتح دانتوں سے نوچنا)۔

شرح حدیث: اس دنیا میں انسان کی زندگی ہموار اور پرسکون نہیں ہے بلکہ بے شمار حوادث، مصائب اور رنج و محن سے بھری ہوئی ہے۔ کوئی لمحہ انسان کی زندگی میں ایسا نہیں تھا جب وہ ہر فتنے اور ہر طرح کی تشویش اور تردد سے آزاد ہو۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَـٰنَ فِى كَبَدٍ ۝٤ ﴾

''ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔''

انسان کی زندگی میں مصائب و آلام کی جس قدر کثرت ہے اس سے کہیں زیادہ اس کی تمنائیں اور آرزوئیں ہیں جو مرتے دم تک انسان کا ساتھ نہیں چھوڑتیں۔

رسول اللہ ﷺ نے انسان کی زندگی کی کیفیات و احوال کو ایک نقشہ کی صورت میں واضح فرمایا۔ آپ ﷺ نے ایک مربع بنایا۔ اس کے درمیان ایک سیدھی لکیر بنائی جو اس مربع سے باہر نکل گئی اور جو لکیر مربع کے درمیان چھوٹی چھوٹی لکیریں اس درمیانی لکیر کی طرف رخ کیے ہوئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو ہر طرف سے موت اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے اس کی امیدوں اور تمناؤں کی لکیر خود اس کی حیات سے زیادہ لمبی ہے۔ زندگی میں بھی امیدوں کے برآنے کا کوئی وقت آتا ہے تو حوادث اسے درمیان میں سے اچک لیتے ہیں، ایک حادثہ سے اگر بچاؤ ہو بھی گیا تو دوسرا حادثہ اس امید کو قتل کرنے کے لیے تیار ہے۔ انسان بیم و رجا میں گرفتار اور امیدوں اور حوادث کی چکی میں پستا رہتا ہے کہ اس کی موت اسے آکر دبوچ لیتی ہے۔

اگر دنیا کی زندگی کا یہی نقشہ ہے تو اس زندگی کے لیے تیاری کیوں نہ کی جائے جہاں نقشہ اس سے مختلف ہوگا اور مؤمن کو وہ کچھ ملے گا جس کا ذکر اس کے کانوں نے نہ سنا ہوگا اس کی آنکھوں نے دیکھا نہ ہوگا اور اسے اس کا خیال تک نہ آیا ہوگا۔

(روضة المتقين : ۲/ ۱۲۶ ـ دليل الفالحين : ۳/ ۹)

سات حالات سے پہلے موت کی تیاری کر لیں

۵۷۸۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ" سَبْعًا " هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًا، اَوْ غِنًى مُطْغِيًا، اَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُفَنِّدًا اَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا اَوِ الدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ، اَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ؟!" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۵۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات باتوں سے پہلے اعمال میں جلدی کرو۔ کیا تم انتظار کر رہے ہو بھلا دینے والے فقر کا، سرکش بنا دینے والی دولت کا، بگاڑ دینے والی بیماری کا، سٹھیا دینے والے بڑھاپے کا، تیار موت کا، یا دجال کا، وہ بدترین غائب ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے یا قیامت کا قیامت تو بہت بڑی مصیبت اور بڑی تلخ حقیقت ہے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۵۷۸): الجامع للترمذي، ابواب الزهد، باب ما جاء في المبادرة بالعمل .

کلمات حدیث: بادروا : جلدی کرو۔ بادر مبادرة (باب مفاعلہ) جلدی کرنا۔ فقر منسی : بھلا دینے والا فقر، ایسی تنگدستی اور تنگ حالی کہ آدمی پریشانی میں مبتلا ہو کر نسیان کا شکار ہو جائے۔ غنی مطغ : ایسی دولت جس سے طبیعت میں سرکشی اور نافرمانی پیدا ہو جائے۔ هرم مفند : ایسا بڑھاپا کہ آدمی کی عقل خبط ہو جائے۔ فند : بڑھاپے یا بیماری سے عقل کا جاتا رہنا۔

شرح حدیث: ہر مسلمان کو چاہیے کہ نیک عمل میں جلدی کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت نکل جائے اور وہ عمل کرنے سے رہ جائے، فرمایا کہ عمل کرنے کے لیے کس بات کا انتظار ہے، حوادث و آفات انسان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں مدت عمل محدود ہے اور موت قریب ہے اس لیے عمل میں مسابقت اور مبادرت کرنی چاہیے۔ (تحفة الأحوذي : ۷/۸)

موت کو کثرت سے یاد کرو

۵۷۹. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ " يَعْنِي الْمَوْتَ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۵۷۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لذتوں کا خاتمہ کر دینے والی بات موت کو کثرت سے یاد کرو۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۵۷۹): الجامع للترمذي، ابواب الزهد، باب ما جاء في ذكر الموت .

کلمات حدیث: هاذم اللذات : لذتوں کو قطع کرنے والی۔ هذم هذما (باب نصر) قطع کرنا، کاٹنا۔

شرح حدیث: موت، احوال موت اور آخرت کو کثرت سے یاد کرنا چاہیے کہ موت کی یاد سے دنیا کی رغبتوں میں کمی ہوتی ہے اور امیدیں دم توڑ دیتی ہیں اور انسان آخرت کی تیاری کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے اور گناہوں سے توبہ کی توفیق ملتی ہے اس وجہ سے موت کا یاد کرنا زبان سے بھی اور دل سے بھی مستحب ہے کہ اس کی یاد کی وجہ سے آدمی معصیتوں سے احتراز کرتا اور اعمال صالحہ کی طرف راغب ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لذتوں کا خاتمہ کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کرو کہ اگر کوئی تنگی معاش میں اسے یاد کرتا ہے تو اس پر وسعت ہو جاتی ہے اور جو وسعت میں یاد کرتا ہے وہ اس پر تنگی کر دیتی ہے۔

(تحفة الأحوذي : ۷/۱۰۔ دليل الفالحين : ۳/۱۲)

رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کو آخرت یاد دلانا

۵۸۰. وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ : " يَا اَيُّهَا النَّاسُ اُذْكُرُوا اللّٰهَ، جَآءَ تِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ، جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ " قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِيْ ؟ فَقَالَ : مَا شِئْتَ" قُلْتُ الرُّبُعَ ؟ قَالَ: مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ". قُلْتُ : فَالنِّصْفُ ؟ قَالَ " مَا

شِئْتَ، فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ: اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا؟ قَالَ، "اِذًا تُكْفَى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(۵۸۰) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ایک تہائی رات گزر جاتی۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ اے لوگو! اللہ کو یاد کرو کہ لرزہ طاری کر دینے والی اور اس کے پیچھے آنے والی آ گئی یعنی موت اپنی ساری ہولنا کیوں کے ساتھ آ گئی موت اپنی ساری ہولنا کیوں کے ساتھ آ گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اکثر آپ پر درود پڑھتا ہوں میں کتنا وقت درود کے لیے مقرر کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جتنا چاہو۔ میں نے عرض کیا کہ چوتھائی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو تم چاہو اور اگر زیادہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے کہا کہ آدھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو تم چاہو اور زیادہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے کہا کہ دو تہائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو تم چاہو اور زیادہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے کہا کہ میں اپنا سارا وقت آپ ﷺ پر درود پڑھنے کے لیے مقرر کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے تیرے غموں کی تلافی کر دی جائے گی اور تیرے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۵۸۰): الجامع للترمذی، ابواب صفة القيامة.

کلمات حدیث: راجفة: قیامت کے روز پہلا نفخہ صور جس کی وجہ سے پہاڑ کانپ جائیں گے۔ رادفة: نفخہ ثانیہ۔ جاءت الراجفة تتبعها الرادفة: علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راجفہ سے مراد پہلا نفخہ صور ہے جس میں سب زندہ لوگ مر جائیں گے اور رادفہ سے مراد اس کے بعد آنے والا دوسرا نفخہ صور ہے جس میں سب لوگ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جب رات میں بیدار ہوتے تھے تو سب اہل خانہ کو اور متعلقین کو بیدار فرماتے، آپ ﷺ کہتے کہ اے لوگو! اٹھو اور اللہ کو یاد کرو کہ قیامت قریب آ گئی اور موت قریب ہو چکی ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اپنا سارا وقت آپ ﷺ پر درود پڑھنے میں صرف کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے سارے غموں کی تلافی کی جائے گی اور تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کسی شخص نے کہا کہ میں نے اپنا سارا درود آپ کے لیے کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ تمہاری دنیا اور آخرت کے جملہ امور کو کافی ہو جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کی بڑی فضیلت اور اس کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ بلکہ بعض روایات میں تو آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار مرتبہ رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ (دليل الفالحين: ۳/ ۱۴۔ روضة المتقين: ۲/ ۱۲۸)

صدر وفاق المدارس
حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم
کی تقریظ کے ساتھ

سلیس اُردو ترجمہ، تفصیلی عُنوانات، حلّ لُغات، تخریج، شرح حدیث اور جامع اسلوب

طریق السالکین

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کی سلیس و جامع اُردو شرح

مؤلف : امام ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی ۶۳۱ - ۶۷۶

مترجم و شارح : مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی مدظلہم رئیس تخصص فی الدعوۃ جامعہ دارالعلوم کراچی
ابن مولانا محمد اشفاق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ شارح مؤطا امام مالک

مُقدمہ : مُفتی احسانُ اللہ شائق معین مفتی دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی

دار الاشاعت
اردو بازار، کراچی

طریق السالکین

اردو

امام نووی کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کی سلیس و جامع اردو شرح

صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کی تقریظ کے ساتھ

سلیس اردو ترجمہ، شرح حدیث تفصیلی عنوانات، حل لغات، تخریج اور جامع اسلوب

طریق السالکین

اِمام نووی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کی سلیس و جامع اردو شرح

جلد دوئم

مؤلف: امام ابی زکریا یحیٰی بن شرف النووی الدمشقی ٦٣١ - ٦٧٦

مترجم و شارح: مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی مدظلہم رئیس تخصص فی الدعوۃ جامعہ دارالعلوم کراچی

ابن مولانا محمد اشفاق الرحمٰن رحمہ اللہ شارح موطا امام مالک

مقدمہ: مُفتی احسانُ اللہ شائق معین مفتی دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

اردو ترجمہ وشرح اور کمپیوٹر کتابت کے جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : جنوری ۲۰۰۸ء علمی گرافکس
ضخامت : 709 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

……ملنے کے پتے……

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست

البَابُ(٦٦)

اِسۡتِحۡبَابُ زِيَارَةِ الۡقُبُوۡرِ لِلرِّجَالِ وَمَا يَقُوۡلُه الزَّائِرُ
مردوں کے لیے زیارتِ قبور کا استحباب اور زائر زیارت کے وقت کیا کہے؟

قبر کی زیارت کیا کرو

۵۸۱. عَنۡ بُرَيۡدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ : قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ كُنۡتُ نَهَيۡتُكُمۡ عَنۡ زِيَارَةِ الۡقُبُوۡرِ فَزُوۡرُوۡهَا " رَوَاهُ مُسۡلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ ." فَمَنۡ اَرَادَاَنۡ يَزُوۡرَ الۡقُبُوۡرَ فَلۡيَزُرۡ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الۡاٰخِرَةَ ."

(۵۸۱) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کر دیا تھا، اب زیارت کیا کرو۔ (مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص قبروں کی زیارت کرنا چاہتا ہے پس وہ زیارت کرے بے شک قبروں کی زیارت آخرت کو یاد دلانے والی ہے۔

تخریج حدیث(۵۸۱): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها .

راوی حدیث: حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے اور اسلام قبول کیا آپ ﷺ کے ساتھ بنو اسلم کے اسی افراد نے اسلام قبول کیا، صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان میں شرکت کی اور دیگر غزوات میں بھی شرکت فرمائی۔ آپ سے ۱۶۴ احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے ایک متفق علیہ ہے۔ ۶۳ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة في تميز الصحابة)

کلماتِ حدیث: نهيتكم : میں نے تمہیں منع کیا تھا، میں نے تمہیں روک دیا۔ منهي : وہ امر جس سے منع کر دیا گیا ہو جمع منهيات. ناهي: روکنے والا، منع کرنا، منع کرنے والی بات یا حکم۔ الاوامر والنواهي : احکام اور ممانعتیں۔ الامر بالمعروف والنهي عن المنكر : اچھائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا۔

شرح حدیث: آغازِ اسلام میں رسول اللہ ﷺ نے قبرستان جانے اور قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرما دیا تھا کیونکہ لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور اس امر کا اندیشہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں جو رسوم و بدعات قبرستان میں ہوا کرتی تھیں کہیں ان کا اعادہ نہ ہو۔ لیکن جب اسلام دلوں میں راسخ ہو گیا تو قبروں پر جانے کی اجازت دیدی گئی۔ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اعتبار اور موعظت کے لیے قبرستان جانا مستحب ہے تا کہ موت آنکھوں کے سامنے رہے اور یہ احساس غالب رہے کہ ہمیں بھی اللہ کے گھر جانا ہے اور وہاں اپنے اعمال کو پیش کرنا ہے کہ اس استحضار سے انسان آمادۂ عمل ہوتا ہے اور برے اعمال کے چھوڑنے پر طبیعت آمادہ ہوتی ہے اور توبہ واستغفار کی جانب توجہ ہوتی ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۷/ ٤٠)

رسول اللہ ﷺ کا رات کے وقت جنت البقیع تشریف لے جانا

۵۸۲. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَاقَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كُلَّمَا كَان لَيْلَتُها مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقُوْلُ: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُم دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ، غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۸۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کی باری کی رات میں انکے پاس قیام فرماتے تو آپ ﷺ رات کے آخری حصہ میں بقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے کہ تم پر سلامتی ہو اے مؤمنین کے گھر۔ تمہارے پاس وہ کل آ گیا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور انشاءاللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۸۲): صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها.

کلمات حدیث: بقیع : مدینہ منورہ کا قبرستان۔ جنة البقيع : غرقد : ایک قسم کی جھاڑی، چونکہ اس قبرستان میں یہ جھاڑیاں تھیں اس لیے اسے بقیع الغرقد کہا جاتا تھا۔ اتاكم ما توعدون غدا : تمہارے پاس آ گیا جس کے وقوع کا کل تم سے وعدہ تھا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ رات کے آخری پہر میں قبرستان تشریف لے جاتے اور اہل قبور کے لیے دعا فرماتے اور کہتے کہ جو وعدہ تم سے کیا گیا تھا وہ تم نے سچ پایا اور تمہارے سامنے آ گیا ہم بھی ان شاءاللہ جلد تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں، جنۃ البقیع مدینہ منورہ میں واقع ہے اس میں دس ہزار صحابہ مدفون ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۳۴/۷۔ روضة المتقين : ۱۲۹/۲۔ دليل الفالحين : ۱۵/۳)

قبرستان میں داخل ہوتے وقت پڑھنے کی دعاء

۵۸۳. وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمَقَابِرِ اَنْ يَقُوْلَ قَآئِلُهُمْ : " اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۵۸۳) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو تعلیم دیتے کہ قبرستان جا کر یہ دعاء پڑھیں:

" السلام عليكم اهل الديار من المؤمنين والمسلمين وانا انشاء الله بكم لا حقون أسال الله لنا ولكم العافية ."

''اے مؤمنوں اور مسلمانوں کی بستیوں والوں تم پر سلامتی ہو اور انشاءاللہ ہم بھی تمہارے ساتھ آملیں گے ہم اللہ سے اپنے لیے اور

تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔''

تخریج حدیث(۵۸۳): صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبر والدعاء لاهلها .

کلمات حدیث: لا حقون : ملنے والے، لاحق ہونے والے۔ لحق لحوقا ولحاقا (سمع) آملنا، متصل ہونا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ اپنی امت کے لیے شفیق اور رؤف رحیم ہیں آپ ﷺ کی امت پر شفقت دنیا میں بھی آخرت میں بھی، زندگی میں بھی ہے اور مرنے کے بعد بھی، دعاء مغفرت کی صورت میں بھی ہے اور شفاعت کی صورت میں بھی۔ آپ ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ جب قبرستان میں جاؤ تو اہل قبور پر اللہ کی سلامتی بھیجو اور ان کے لیے اور اپنے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے ہمیں اور تمہیں احوال قبور اور احوال قیامت اور عذابِ قبر سے عافیت عطا فرمائے اور ہمیں اور تمہیں اس دار القرار میں کامیابی عطا فرمائے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۳۸/۷ ۔ روضة المتقين : ۱۳۰/۲ ۔ دليل الفالحين : ۱۷/۳)

●●●●●●●●●●●●

۵۸۴. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ : " اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۵۸۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ کے قبرستان سے گزرتے تو چہرۂ انور ان کی طرف فرما لیتے اور کہتے کہ:

" السلام عليكم يا أهل القبور يغفر الله لنا ولكم انتم سلفنا ونحن بالأثر ."

''اے اہل قبور! تم پر سلامتی ہو اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے اور تم ہم سے پہلے آگئے ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔''

تخریج حدیث(۵۸۴): الجامع للترمذي، ابواب الجنائز، باب ما يقول الرجل إذا دخل المقابر .

کلمات حدیث: سلف : پچھلے لوگ آباء واجداد، جمع اسلاف ۔ سلف صالح صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین۔ نحن بالأثر : ہم عنقریب تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

شرح حدیث: قبرستان میں جا کر اہل قبور کے لیے اور اپنے لیے دعاءِ مغفرت کرنا چاہیے، ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل قبور کے ساتھ وہی تعلق رکھنا چاہیے جو ان کے ساتھ زندگی میں تھا یعنی جس قدر ادب و تعظیم اور تکریم آدمی دنیا میں اس شخص کی موت سے پہلے کرتا تھا اب بھی اسی طرح کی تکریم کا اظہار کرے۔

جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ قبر میں چہرے کے مواجہ ہو کر دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قبلہ رو ہو کر دعائے مغفرت کرنی چاہیے، قبر پر حاضری کے وقت بہتر یہ ہے کہ ایک مرتبہ سورۃ الفاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مردے کو بخش دے اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرے۔ (تحفة الأحوذي : ۱٤٨/٤ ۔ دليل الفالحين : ۱۸/۳)

البَاب(٦٧)

كَرَاهِيَةُ تَمَنِّيُ الْمَوْتِ بِسَبَبِ لِضَرٍّ نَزَلَ بِهِ وَلَا بَاسَ بِهِ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ فِي الدِّيْنِ

تکلیف یا مصیبت کی بناء پر تمنائے موت کی کراہت اور دین میں فتنہ کے خوف سے اس کا جواز

موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے

۵۸۵. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " لَا يَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِناً فَلَعَلَّهٗ يَزْدَادُ وَاِمَّا مُسِيْئًا فَلَعَلَّهٗ يَسْتَعْتِبُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیْ.

وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا يَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَلَا يَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَاْتِيَهٗ اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ، وَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرُهٗ اِلَّا خَيْراً ."

(۵۸۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ اچھے اعمال کرنے والا ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ مزید اعمال کرے اور اگر وہ برے اعمال کرنے والا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اسے توبہ کی توفیق مل جائے۔ (متفق علیہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔)

اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے اور نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعاء کرے کیونکہ آدمی کے مرنے کے ساتھ اس کے اعمال بھی منقطع ہو جاتے ہیں اور مؤمن کی عمر کی زیادتی اس کی بھلائی میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔

تخریج حدیث(۵۸۵): صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة . صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب كراهية تمني الموت لضر نزل به.

کلماتِ حدیث: محسنا : اچھے اعمال کرنے والا۔ يستعتب : اللہ کی طرف معذرت سے رجوع کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا طلب گار رہو۔ استعتب استعتاباً (باب استفعل) رضامندی چاہنا۔

شرح حدیث: موت کی تمنا سے منع فرمایا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نیک آدمی کے اعمالِ صالحہ میں عمر کے بڑھنے کے ساتھ اضافہ ہوتا رہے گا اور اگر آدمی برے اعمال کا مرتکب ہے تب بھی یہ امید ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ توبہ کر لے اور اپنے مالک کو راضی کر لے، لیکن فرمایا کہ موت کی تمنا یا موت کی دعاء موت کے آنے سے پہلے نہ کرے لیکن اگر موت کا وقت آ گیا ہے تو پھر زندگی کی تمنا نہ کرے کہ یہ بظاہر اللہ سے ملاقات سے گریز کے مترادف ہوگا نیز یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" اللّٰهم الحقنی بالرفیق الأعلیٰ ."

''اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ میں پہنچا دے۔''

اور یہ آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا جب آپ ﷺ کو زندگی یا موت کے اختیار کا حق دیا گیا، لیکن آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے پاس مقاماتِ بلند کا انتخاب فرمایا۔

غرض جو شخص اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہے اور اعمالِ صالحہ میں مصروف اور وہ تمام کام انجام دے رہا ہے جو رضائے الٰہی کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں تو اس کی عمر میں اضافہ ہوگا اسی قدر جنت کی نعمتوں میں اضافہ ہوگا اور اخروی زندگی میں درجات بلند ہوں گے اور جس کے اعمال ایسے نہیں ہیں تو ممکن ہے کہ وہ زندہ رہا تو توبہ کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے اور محسنین میں داخل ہو جائے۔

(فتح الباري : ۷۸٤/۳۔ إرشاد الساري : ۱۹٥/۱٥۔ عمدة القاري : ۸/۲۔ دليل الفالحين : ۱۹/۳)

دنیوی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا منع ہے

۵۸٦. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُ كُمْ الْمَوْتَ لِضَرٍّ اَصَابَه، فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلاً فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا، وَتَوَ فَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِيْ . " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۸٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص تکلیف پہنچنے کے وقت موت کی آرزو نہ کرے اگر ایسا کرنا ضروری ہو تو یہ کہے کہ اے اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہو اور مجھے وفات دے دے اگر میری موت میرے لیے بہتر ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۸٦): صحيح البخاری، کتاب المرضى باب تمنى المريض الموت . صحيح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء باب کراهية تمنى الموت لضر نزل به .

کلماتِ حدیث: ضر : تکلیف، مصیبت، نقصان۔ لضر أصابه : کسی مصیبت کی وجہ سے جو اسے پہنچی ہو۔

شرحِ حدیث: موت کا ایک وقت مقرر ہے جو نہ آگے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ یہ اللہ کی طے کردہ تقدیر ہے جس پر بندہ ایمان لا چکا ہے۔ اس لیے موت کی تمنا کرنا ایک طرح کا اعتراض ہے تقدیر الٰہی پر اور قضا وقدر میں مداخلت ہے غرض کسی بیماری یا مصیبت یا تکلیف یا پریشانی سے تنگ آ کر موت کی تمنا یا دعا کرنا درست نہیں ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۷/۸)

تعمیر میں خرچ ہونے والے پیسے پر اجر نہیں ملتا

۵۸۷. وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ : دَخَلْنَا عَلٰى خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَعُوْدُه، وَقَدِ

اكْتَوٰى سَبْعَ كَيَّاتٍ فَقَالَ: إِنَّ اَصْحَابَنَا الَّذِيْنَ سَلَفُوْا مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا' وَاِنَّا اَصَبْنَا مَالَا نَجِدُ لَهٗ' مَوْضِعًا اِلَّا التُّرَابَ وَلَوْ لَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا اَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهٖ . ثُمَّ اَتَيْنَاهُ مَرَّةً اُخْرٰى وَهُوَ يَبْنِيْ حَائِطًا لَهٗ' فَقَالَ : " اِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهٗ اِلَّا فِيْ شَيْءٍ يَجْعَلُهٗ' فِيْ هٰذَا التُّرَابِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ .

(۵۸۷) حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خباب بن ارت کی عیادت کے لیے گئے انہوں نے سات داغ لگوائے تھے۔ وہ کہنے لگے کہ ہمارے جو اصحاب گزر گئے اور چلے گئے دنیا نے ان میں کوئی کمی نہیں کی اور ہمیں اتنا کچھ مل گیا ہے کہ ہم اس کے لیے مٹی کے سوا کوئی جگہ نہیں پاتے اگر نبی کریم ﷺ ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ فرماتے تو میں ضرور دعا کرتا۔ پھر ہم دوبارہ ان کے پاس گئے تو وہ اپنی دیوار بنا رہے تھے انہوں نے کہا کہ مؤمن جہاں بھی خرچ کرتا ہے اسے اجر ملتا ہے سوائے اس کے جو وہ اس مٹی پر کرتا ہے۔ (متفق علیہ) اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث (۵۸۷): صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت ۔ صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب کراهية تمنی الموت لضر نزل به .

کلمات حدیث: اکتوی : داغ لگوایا، علاج کے طور پر داغ لگوانا۔ اکتوی سبع کیات : سات مرتبہ یا سات مقامات پر داغ لگوائے۔ بطورِ علاج سات داغ لگوائے۔ زمانۂ جاہلیت کا ایک طریقہ علاج۔

شرح حدیث: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے اپنی کسی بیماری کے علاج کے لیے اہل عرب کے طریقہ علاج کے مطابق سات داغ لگوائے۔ جامع ترمذی رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق آپ نے یہ داغ پیٹ میں لگوائے تھے۔ ان داغوں سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کہ جس ابتلاء سے میں گزرا ہوں اصحاب نبی ﷺ میں سے کوئی نہیں گزرا۔ ابن العربی فرماتے ہیں کہ اس ابتلاء سے ان کی مراد یہ بیماری نہیں بلکہ مال کی کثرت کو انہوں نے ابتلاءِ عظیم کہا ہے۔ ترمذی رحمہ اللہ ایک روایت میں ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں میرے پاس ایک درہم نہیں ہوا کرتا تھا اور آج میرے گھر کے ایک کونے میں چالیس ہزار موجود ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ابتلاء سے مراد وہ تکالیف اور مصائب مراد ہوں جو مشرکین نے پہلے اسلام لانے والوں کو پہنچائیں۔ ان کے ہاتھوں جس تعذیب سے خود حضرت خباب رضی اللہ عنہ گزرے، گویا حضرت خباب رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ اللہ نے اس تعذیب اور ابتلاء کا صلہ انہیں دنیا میں بھی عطا فرمایا ہے اور انہیں دنیا میں وسعت عطا کی ہے، اور ان کی تمنا یہ تھی کہ انہیں یہ سارا اجر آخرت ہی میں ملتا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اصحاب رسول ﷺ سے جو اس دنیا سے پہلے چلے گئے دنیا نے ان کے آخرت کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں بلکہ ان کا ثواب اخروی اسی طرح برقرار رہا، مگر مجھے اب دنیا میں بھی حصہ مل گیا ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہمارا اجر وثواب اللہ کے یہاں مقرر ہو گیا اس کے بعد ہم میں سے کچھ اللہ کے گھر چلے گئے اور انہوں نے دنیا میں سے کوئی حصہ نہیں پایا ان میں سے ایک مصعب بن عمیر ہیں۔

خلفائے راشدین کے عہدِ مبارک میں ان کے عادلانہ طرزِ عمل کی بناء پر ہر شخص مستغنی ہوگیا اور یہ حال ہوگیا کہ غنی (مالدار) کو محتاج نہیں ملتا تھا کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کر سکے۔ اسی بناء پر حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب ہم مٹی کی دیوار بنا کر اس میں اپنا مال خرچ کرر ہے ہیں کہ انفاق کے اور مواقع موجود نہیں رہے۔ اور فرمایا کہ ہر انفاق پر اجر ہے مگر مٹی پر خرچ کرنے کا تو اجر نہیں ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ جس ابتلاء کا حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمایا وہ ابتلاءِ دنیا اور مال دنیا ہے اور دنیا کی اس کثرت سے ان کی طبیعت میں آزردگی پیدا ہوئی اور انہوں نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے موت کی تمنا سے منع نہ فرمادیا ہوتا تو میں موت کی تمنا کرتا۔ وجہ آزردگی یہ تھی کہ جو اصحابِ رسول ﷺ دنیا کی کثرت ہونے سے پہلے اللہ کے گھر چلے گئے انہیں اسلام کے راستے میں مصائب برداشت کرنے کا پورا پورا صلہ مل گیا لیکن جو ان کے بعد زندہ رہے ایسا نہ ہو کہ دنیا کی کثرت میں مبتلا ہو کر اس اجر و ثواب میں کمی آجائے جو اللہ کے یہاں سابقہ خدمت کے صلہ میں جمع ہوا تھا اور یہ ایسی عظیم ابتلاء ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے تمنائے موت سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں تمنا کرتا۔

(فتح الباري : ٣/٥٤ـ إرشاد الساري : ١٢/٤٠٢ـ روضة المتقين : ٢/١٣٤)

الباب (٦٨)

اَلْوَرَعِ وَتَرْكِ الشُّبُهَاتِ
ورع اور ترکِ شبہات

١٩٩. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمٌ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور تم اس کو ہلکی بات سمجھتے ہو اور یہ اللہ کے یہاں بہت بڑی بات ہے۔'' (النور:١٥)

تفسیری نکات: آیت مبارکہ کا تعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برات سے ہے کہ جو بعض لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا جسے ''افک'' کہتے ہیں۔ اس کی برأت خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر لگائی گئی تہمت کا ازالہ ایک بچے سے کرایا گیا۔ حضرت مریم السلام کی برأت کی تصدیق ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی کرائی گئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔

مقصود یہ ہے کہ سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے نقل کرنا برائی ہے اگر کسی خاتون کی عصمت کے بارے میں ہو تو بہت ہی بڑی برائی ہے۔ تم اس بات کو ہلکا اور معمولی سمجھ رہے ہو لیکن یہ اللہ کے یہاں ایک جرم عظیم ہے۔ (معارف القرآن)

٢٠٠. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''بے شک تیرا رب گھات میں ہے۔'' (الفجر:١٤)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور یہ سارے اعمال اللہ کے فرشتے لکھ رہے ہیں تمہارا کوئی عمل اور کوئی حرکت اللہ سے مخفی نہیں ہے پھر تمہیں حساب کے لیے ہمارے سامنے پیش ہونا ہے اور ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ (معارف القرآن)

حلال وحرام واضح ہے

٥٨٨. وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ " إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى

يُوْشَكُ اَنْ يَرْتَعَ فِيهِ، اَلا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمىً ، اَلا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ' اَلا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ' وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ' اَلا وَهِيَ الْقَلْبُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ' وَرَوَيَاهُ مِنْ طُرُقٍ بِاَلْفَاظٍ مُتَقَارِبَةٍ .

(۵۸۸) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا اور جو شبہات میں گر پڑا تو وہ حرام میں مبتلا ہو گیا جیسے چرواہا چراگاہ کے آس پاس جانور چراتا ہے قریب ہے کہ جانور چراگاہ میں داخل ہو جائے سن لو کہ ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ وہ امور ہیں جن کو اس نے حرام قرار دیا ہے۔ سن لو کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہوتا ہے جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے خبردار وہ دل ہے۔ (متفق علیہ) اور بخاری ومسلم دونوں نے دیگر اسانید سے بھی اس حدیث کو ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث (۵۸۸): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینه . صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب اخذ الحلال و ترک الشبهات .

کلمات حدیث: بین : ظاہر، واضح، کھلا ہوا۔ مشتبهات : ایسے امور جن کی حلت یا حرمت واضح نہ ہو۔ یا جن کے جواز اور عدم جواز میں شبہ ہو اور کسی قطعی دلیل سے جواز ثابت نہ ہو۔ مشتبہات مشتبہ کی جمع ہے جو اشتباہ سے ہے، یعنی کسی امر میں شبہ پیدا ہونا۔ فمن اتقى الشبهات : جس نے ان امور سے احتراز کیا جن میں کسی طرح کا شبہ ہو۔ حـمـی : چراگاہ، شاہی چراگاہ میں عام لوگوں کو اپنے جانوروں کو چرانے کی اجازت نہیں تھی، اس لیے بہتر یہ ہے کہ چرواہا اپنے جانوروں کو شاہی چراگاہ سے دور رکھے ایسا نہ ہو کہ اس کے جانور اس میں داخل ہو جائیں۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا کہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے اپنے قول و عمل سے اور اپنی سیرت طیبہ سے ان احکام کی وضاحت فرمادیں جو اللہ نے انسانوں کی رہنمائی اور ان کی ہدایت کے لیے نازل فرمائے ہیں۔ ﴿ لتبین للناس ما نزل الیهم ﴾

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اقوال واعمال سے اور اپنی سنت مطہرہ کے ذریعے دین کے جملہ امور کی خوب اچھی طرح وضاحت فرمادی اور ان پر عمل کر کے دکھا دیا اور صحابہ کرام کی ایک عظیم جماعت تیار فرمادی جنہوں نے دین پر عمل کر کے امت کے لیے ہمیشہ کے لیے راہیں روشن فرمادیں۔ جس سے وہ تمام امور واضح اور روشن ہو گئے جو اللہ نے حلال فرمائے ہیں اور وہ امور بھی واضح اور متعین ہو گئے جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، لیکن ان واضح امور کے درمیان بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کو فقہاء اور علماء تو جانتے ہیں لیکن عام طور پر لوگ ان سے واقف نہیں ہوتے اس لیے ان سے احتراز اور اجتناب ہی تورع اور احتیاط کا تقاضا ہے۔ مشتبہ امور سے احتراز کرے گا اس کا دین بھی محفوظ رہے گا اور اس کی عزت بھی محفوظ رہے گی کہ کسی کو اس پر اعتراض کا موقع نہیں ملے گا۔ اور جو ان شبہات میں مبتلا ہو گا تو ممکن ہے کہ وہ محرمات میں بھی مبتلا ہو جائے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی دو صورتیں ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ مشتبہات میں

بکثرت مبتلا ہونے کی بناء پر احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے اور آدمی حرام میں مبتلا ہو جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی مشتبہات میں مبتلا ہو کر جری ہو جائے اور حرام میں مبتلا ہو جائے۔ بہر حال ہر صورت میں مشتبہ امور سے اجتناب اور احتراز ضروری ہے۔

اس بات کو رسول اللہ ﷺ نے ایک بہت بہترین اور عمدہ مثال سے واضح فرمایا ہے۔ اہل عرب میں دستور تھا کہ بادشاہ کسی قطعہ زمین کو اپنی خصوصی چراگاہ بنالیتے تھے جسے حمی کہا جاتا تھا اور اس میں اگر کوئی اور داخل ہوتا تو اسے سزا دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بادشاہ کی حمی ہوتی ہے۔ اللہ جو تمام انسانوں کا مالک ہے اور ان کا بادشاہ ہے اس کی بھی ایک حمی ہے اور اس حمی سے مراد وہ امور ہیں جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے تو جس طرح ایک چرواہا اپنی بکریاں شاہی چراگاہ سے فاصلہ پر رکھتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی بکریاں چرتے ہوئے شاہی حمی میں داخل ہو جائیں اور اسے سزا ملے۔ اسی طرح ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ مشتبہ امور سے احتراز کرے تاکہ کسی حرام کام میں مبتلا نہ ہو، سو جو حرام سے بچنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مشتبہ امور سے بھی بچے۔

اس کے بعد فرمایا کہ آدمی کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جو اگر درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جائے وہ اگر فاسد ہو جائے تو سارا جسم فاسد ہو جائے۔ سن لو یہ قلب ہے۔ جب تک انسان کا دل صحیح ہے اور اس کی حرکت درست ہے تو سارا جسم درست رہے گا اور اگر آدمی دل کی کسی بیماری میں مبتلا ہے تو اس کا سارا جسم بھی بیمار اور سقیم ہو جائے گا۔

جس طرح دل کا یہ ظاہری حال ہے اسی طرح اس کی باطنی کیفیت بھی کہ قلب کی اصلاح ہی سے انسان کے تمام احوال درست ہوتے ہیں اور قلب کا فساد اس کی نیت میں اور اس کے عمل میں سرایت کر جاتا ہے کہ ایک حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ ایمان تمناؤں اور آرزوؤں کا نام نہیں ہے ایمان تو وہ ہے جو دل میں جاگزیں ہو جائے اور عمل سے اس کی تصدیق ہوتی رہے۔ او کما قال ﷺ

علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث انتہائی اہم ہے کیونکہ یہ ان تین احادیث میں سے ایک ہے جن کو علماء نے مدار اسلام قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے بعض علماء نے اسے ثلث اسلام قرار دیا ہے۔ ان تین احادیث میں ایک تو یہی ہے اور باقی دو احادیث یہ ہیں:

"إنما الأعمال بالنيات."

"اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔"

"من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه."

"اسلام کا حسن یہ ہے کہ ان باتوں کو ترک کر دے جو اس سے متعلق نہیں ہیں۔"

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث اس لیے عظیم اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں حلال اور حرام کا بیان ہے اور یہ بیان ہے کہ تمام اعمال کا تعلق قلب سے ہے اگر قلب درست ہے تو اعمال صحیح ہیں اور اگر قلب میں فساد ہے تو تمام اعمال فاسد ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حلال وہ ہے جس کی حلت واضح ہو اور اس کی حلت میں کوئی خفا نہ ہو جیسے روٹی کھانا، بات کرنا اور چلنا پھرنا وغیرہ اور حرام وہ ہے جس کی واضح طور پر ممانعت کی گئی جیسے شراب پینا، جھوٹ بولنا وغیرہ اور مشتبہات وہ ہیں جن کی حلت یا حرمت واضح نہ ہو مثلاً وہ امور جن میں علماء کا دلائل میں اختلاف ہو یا وہ امر مکروہ ہو۔

(عمدة القاري : ١/٤٥٩ـ إرشاد الساري : ١/٢٠٨ـ فتح الباري : ١/٢٧٤ـ روضة المتقين : ٢/١٣٦)

انبیاء علیہم السلام صدقہ نہیں کھاتے تھے

۵۸۹. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ : لَوْلَا اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَ كَلْتُهَا ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۸۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کو راستے میں کھجور پڑی ہوئی ملی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ کھجور صدقہ کی ہوگی تو میں کھالیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۸۹): صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب ما ينزه من الشبهات . صحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب تحريم الزكوة على رسول الله ﷺ.

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ پر اور آپ کے اہل بیت پر صدقہ حلال نہیں تھا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں آل محمد کو صدقہ حلال نہیں ہے۔ اگر راستہ میں کسی کو کوئی شے پڑی ہوئی ملے جس کے بارے میں خیال ہو کہ اس کا مالک اس کی تلاش میں نہیں نکلے گا تو اسے اٹھا کر استعمال میں لانا صحیح ہے اور اس کی تعریف کی (یعنی لوگوں کو بتانے اور اعلان کرنے کی) ضرورت نہیں۔ (فتح الباري : ١/١٠٨٦ـ إرشاد الساري : ٥/١٧)

گناہ اور نیکی کی پہچان

۵۹۰. وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

" حَاكَ " بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْكَافِ اَيْ تَرَدَّدَ فِيْهِ .

(۵۹۰) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نیکی اچھے اخلاق ہیں اور برائی وہ ہے جو تیرے نفس میں کھٹکے اور تجھے لوگوں کا اس پر مطلع ہونا ناپسند ہو۔ (مسلم) حاک: یعنی تردد ہو۔

تخریج حدیث(۵۹۰): صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تفسير البر والاثم .

راوی حدیث: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے والد نے رسول اللہ ﷺ کو ایک جوڑا جوتوں کا پیش کیا۔ اصحابِ صفہ میں سے تھے اور بعد میں شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ سے سترہ احادیث مروی ہیں۔ (دليل الفالحين : ٣/٣٧)

کلماتِ حدیث: بر : نیکی، نیک عمل، عمل خیر، بر فجور کے بالمقابل ہے، مجموعی طور پر بر کا لفظ تمام اعمالِ خیر اور خصالِ خیر کو شامل ہے۔

اثم : گناہ، جملہ افعالِ شر اثم ہیں جمع آثام ہے۔ حاك : یعنی وہ امر جس کے بارے میں تردد ہو۔ والأثم ما حاك في صدرك : گناہ وہ جو تمہارے دل میں کھٹکے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کو اللہ سبحانہ کی جانب سے جوامع کلم عطا فرمائے گئے تھے یعنی آپ مختصر چھوٹے اور خوبصورت جملوں میں اس قدر عظیم بات ارشاد فرماتے کہ ان کے اندر معانی کا ایک سمندر موجزن تھا اور حکمت و دانائی کا ایک خزانہ مخفی ہوتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نیکی حسن اخلاق کا نام ہے یعنی حسن اخلاق ہی ہر اچھائی اور نیکی کا سرچشمہ ہے ایک ایسے انسان سے ہی نیکی اچھائی اور بھلائی کا صدور ہوگا جو محاسن اخلاق سے متصف ہو اور فرمایا کہ برائی وہ ہے کہ آدمی اس کو لوگوں سے چھپانا چاہے اور اس کے دل میں تردد و تذبذب کا ایک کھٹکا سا پیدا ہو جائے اور یہی انسانی فطرت ہے۔

﴿ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۞ ﴾

''اللہ نے انسان کے نفس میں اس کی اچھائی اور برائی ڈال دی۔''

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٩٠/١۔ روضة المتقين : ١٣٨/٢)

گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے

١٥٩١. وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ؟ " قُلْتُ: نَعَمْ . فَقَالَ: "اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ الْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَ اطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوْكَ " حَدِيْثٌ حَسَنٌ . رَوَاهُ أَحْمَدَ الدَّارِمِيُّ فِي مُسْنَدَيْهِمَا .

(١٥٩١) حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھ سے نیکی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں آپ نے فرمایا کہ نیکی اپنے دل سے پوچھ لیا کرو۔ نیکی وہ ہے جس سے نفس مطمئن ہو اور دل بھی اس پر مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو نفس میں کھٹکے اور دل میں اس کے بارے میں تردد ہو۔ اگرچہ لوگ تمہیں فتویٰ دیں اور فتویٰ دیں۔ (یہ حدیث حسن ہے اسے احمد اور دارمی نے اپنی مسانید میں روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (١٥٩١): سنن الدارمي، كتاب البيوع، باب دع ما يريبك الى مالا يريبك .

راوی حدیث: حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ دس افراد کے ساتھ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا آپ سے گیارہ احادیث مروی ہیں۔ (دليل الفالحين : ٢٨/٣)

کلماتِ حدیث: استفت : پوچھ لو، جواب طلب کرلو۔ استفتاء (باب استفعال) سوال پوچھنا، مسئلہ دریافت کرنا۔ مستفتی : سوال دریافت کرنے والا ہے۔ مفتی : فتویٰ دینے والا۔ فتوی : دینی مسئلے کے بارے میں عالم کی رائے، مسئلہ کی وضاحت، جمع فتاویٰ۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ کی آمد پر علم ہو گیا کہ وہ کیا دریافت کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم براور اثم (نیکی اور برائی) کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یہ حضور ﷺ کے دلائل النبوۃ میں سے ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ''اپنے دل سے پوچھ لیا کرو۔'' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ حضرت وابصہ اسلام کے احکام پر پوری طرح عمل کرنے والے ہیں اور ان کے دل میں ایمان جاگزیں اور اسلام متمکن ہو چکا ہے اب ان کے دل کا فتویٰ اسلام کے مطابق اور دین سے ہم آہنگ ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بر وہ ہے جس سے نفس اور دل مطمئن ہوں'' کیونکہ انسان کی اصل فطرت خیر ہے اور نفس اور دل خیر پر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اور اثم وہ ہے جو نفس میں کھٹکے اور دل میں اس کے بارے میں تردد ہو۔ کیونکہ انسان اگر اپنی فطرت پر باقی ہے تو وہ شر اور گناہ کو قبول نہیں کرتا بلکہ اسے رد کرتا ہے اور اسی لیے لوگوں کی نظروں سے چھپاتا ہے کہ اس کا دل اور نفس خود اسے ایسا او پرا کام سمجھتے ہیں جس پر دوسرے مطلع نہ ہوں۔ اگر چہ لوگ تمہیں فتویٰ دیتے رہیں کہ نہیں اس بات میں کوئی حرج نہیں لیکن جب دل کی گواہی یہ ہے کہ یہ درست نہیں ہے تو احتراز ہی اولیٰ ہے۔ یہاں دل سے مراد قلب سلیم ہے وہ دل نہیں جو برائیوں سے مسخ ہو چکا ہو۔

(روضة المتقين : ٢/ ١٤٠ـ دليل الفالحين : ٣/ ٢٨)

رضاعت میں شک ہو تب بھی نکاح نہ کرے

٥٩٢. وَعَنْ اَبِىْ سِرُوَعَةَ "بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَنَصْبِهَا" عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِاَبِىْ اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ : اِنِّى قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِىْ قَدْ تَزَوَّجَ بِهَا، فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِىْ وَلَا اَخْبَرْتِنِىْ فَرَكِبَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : بِالْمَدِيْنَةِ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ؟ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ." رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ. اِهَابٌ" بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ "وَعَزِيْزٌ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَبِزَاىٍ مُكَرَّرَةٍ.

(٥٩٢) حضرت ابو سروعہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابو اہاب ابن عزیز کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ ان کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میں نے عقبہ کو اور اس عورت کو جس کے ساتھ انہوں نے نکاح کیا ہے دودھ پلایا ہے۔ عقبہ نے اس سے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے مجھے پہلے کبھی بتایا۔ وہ سوار ہوئے اور مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ ﷺ سے دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیسے جب کہ یہ بات کہہ دی گئی۔ عقبہ نے اس عورت سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس عورت نے کسی اور سے نکاح کر لیا۔ (بخاری)

اھاب : ہمزہ کے زیر کے ساتھ، عزیز عین کے فتحہ اور زاء مکرر کے ساتھ۔

تخریج حدیث (٥٩٢): صحيح البخاری، كتاب العلم، باب الرحلة في المسألة النازلة .

کلمات حدیث: أرضعتني : تو نے مجھے دودھ پلایا ہے۔ أرضع ارضاعا (باب افعال) دودھ پلانا۔ مرضعه : دودھ پلانے والی۔

شرح حدیث: حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک رضاعت کے اثبات کے لئے دومرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ثبوتِ رضاعت کے لیے ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک اس حدیث کا تعلق ورع اور تقویٰ سے ہے کہ احتیاط کا مقتضا یہ ہے کہ اگر ایک عورت بھی کہے تب بھی رضاعت کے معاملے میں جدائی بہتر ہے۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی مطلع فرمادیا گیا ہو۔

(فتح الباري : ١/٢٩٥۔ روضة المتقين : ٢/١٤٠ دليل الفالحين : ٣/٢٩۔ مظاهر حق : ٣/٣٢٦)

شک میں ڈالنے والی چیز کو بھی چھوڑ دے

٥٩٣. وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَالَا يُرِيْبُكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ مَعْنَاهُ : اُتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِيْهِ وَخُذْ مَالَا تَشُكُّ فِيْهِ.

(٥٩٣) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سن کر یاد کیا ہے کہ جو بات تمہیں شک میں ڈالے اسے ترک کر کے وہ بات اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

اس کے معنی ہیں کہ جس میں شک ہو اسے ترک کردو اور اسے اختیار کرلو جس میں شک نہ ہو۔

تخریج حدیث (٥٩٣): الجامع للترمذي، ابواب الزهد.

کلمات حدیث: دع ما يريبك : جو تمہیں شک میں ڈالے۔ ریب : شک، شبہ۔

شرح حدیث: جس قول میں یا عمل میں شک ہو کہ حلال ہے یا حرام یا جائز یا ناجائز تو احتیاط اور ورع کا تقاضا یہ ہے کہ اسے ترک کر دو اور وہی کام کرو کہ جس کا یقین ہو کہ یہ کام صحیح اور درست ہے۔ ایک مسلمان کا قلب غلط بات کی طرف رہنمائی نہیں کرتا اس میں شک کا پیدا ہو جانا اس بات کے غلط ہونے کی علامت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم حرام میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے حلال کے دس حصوں میں سے نو کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم نے حرام میں مبتلا ہونے کے خوف سے مباح کے ستر حصے چھوڑ دیئے۔ (روضة المتقين : ٢/١٤١۔ دليل الفالحين : ٣/٣٠۔ مظاهر حق : ٣/٤٣)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قئی کر کے حرام کو پیٹ سے نکالا

٥٩٤. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ لِاَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ

الْخَرَاجَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يَأْكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ فَجَآءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ : تَدْرِيْ مَا هٰذَا ؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ : وَمَا هُوَ؟ فَقَالَ : كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِلْاِنْسَانِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا اُحْسِنُ الْكِهَانَةَ اِلَّا اِنِّيْ خَدَعْتُهٗ فَلَقِيَنِيْ فَاَعْطَانِيْ بِذٰلِكَ هٰذَا الَّذِيْ اَكَلْتَ مِنْهُ، فَاَدْخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَهٗ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهٖ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

" اَلْخَرَاجُ " شَيْءٌ يَجْعَلُهُ السَّيِّدُ عَلٰى عَبْدِهٖ يُؤَدِّيْهِ اِلَى السَّيِّدِ كُلَّ يَوْمٍ وَبَاقِيْ كَسْبِهٖ يَكُوْنُ لِلْعَبْدِ .

(۵۹۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا وہ آپ کے لیے کما کر لاتا تھا اور اسی کمائی سے کھاتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا آپ نے اس میں سے کچھ کھایا۔ غلام نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے پوچھا کہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں کسی انسان کے لیے کہانت (پیش گوئی) کی تھی حالانکہ میں کہانت جانتا بھی نہ تھا بس میں نے اسے دھوکہ دیا تھا آج وہ مجھے ملا اور اس نے مجھے یہ چیز دیدی جو آپ نے کھائی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اپنا ہاتھ اپنے منہ میں ڈالا اور جو پیٹ میں گیا تھا سب قے کر دیا۔ (بخاری)

خراج : وہ رقم جو آقا روزانہ اپنے غلام پر خرچ کرتا ہے اور غلام کما کر اسے واپس کرتا ہے اور باقی خود رکھ لیتا ہے۔

تخریج حدیث(۵۹۴): صحيح البخاري، فضائل الصحابة، باب ايام الجاهلية .

کلماتِ حدیث: تکهنت : میں نے کہانت کی، میں نے بذریعہ کہانت پیش گوئی کی۔ کہانت علم نجوم کی مدد سے پیش گوئی کرنا۔
کاهن : ایسی پیش گوئی کرنے والا۔

شرحِ حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا جو آپ کے لیے کما کر لاتا تھا اور آپ اس سے روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کہاں سے اور کس طرح کمایا ہے۔ ایک رات وہ کھانے کی کوئی شئے لایا اور آپ نے وہ بغیر دریافت کیے کھالی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ چیز کہانت کی اجرت تھی تو آپ نے قے فرما دی اور جو کچھ پیٹ میں گیا تھا سب نکال دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق تھے اور آپ میں ورع وتقویٰ کامل درجہ کا تھا اور ہر قول وعمل میں بے انتہا محتاط تھے اور بقول امام غزالی رحمہ اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ عمل تورع اور تقویٰ کی بناء پر تھا۔

(فتح الباري : ٤٦١/٢ ـ روضة المتقين : ١٤٢/٢ ـ دليل الفالحين : ٣١/٣)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹے کا وظیفہ کم مقرر کیا

۵۹۵ . وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَرْبَعَةَ الْاٰفٍ وَفَرَضَ لِابْنِهٖ ثلاثة الاف وَخَمْسَمِائَةٍ فَقِيْلَ لَهٗ : هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْته ؟ فَقَالَ : اِنَّمَا هَاجَرَ بِهٖ اَبُوْهُ يَقُوْلُ لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهٖ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵۹۵) حضرت نافع سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وظائف مقرر کیے تو مہاجرین اولین کے لئے چار چار ہزار مقرر کیے اور اپنے صاحبزادے کے تین ہزار پانچ سو مقرر کیے۔ کسی نے کہا کہ وہ بھی مہاجرین میں سے ہیں تو آپ نے ان کا وظیفہ کم کیوں رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے باپ نے اسے ہجرت کروائی ہے یعنی وہ ان لوگوں کی طرح نہیں ہے جنہوں نے از خود ہجرت کی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۵۹۵): صحیح البخاری، فضائل الصحابة، باب هجرة النبی ﷺ و اصحابه الی المدینة .

کلمات حدیث: هاجر : اس نے ہجرت کی۔ هاجر به ابوه : اسے اس کا باپ ہجرت کے وقت اپنے ساتھ لایا، ہجرت کے معنی ہیں اللہ کی رضا اور اس کے احکام پر عمل کے لیے دار الکفر چھوڑ کر دار الاسلام میں آنا۔

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ تقویٰ اور ورع میں ممتاز تھے آپ نے اپنے صاحبزادے کا وظیفہ دوسرے مہاجرین سے کم رکھا کیونکہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے تھے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے اپنے والد کے ساتھ تبعاً ہجرت کی تھی اور ان کی ہجرت بالاستقلال نہ تھی۔ (فتح الباري : ۲/ ۵۰٤۔ روضة المتقين : ۲/ ١٤٣)

☆☆☆☆☆

متقی بننے کے لیے مشتبہ چیزوں کو چھوڑنا ضروری ہے

۵۹٦ وَعَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَالَا بَاسَ بِهٖ حَذَراً لِمَا بِهٖ بَاْسٌ ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ قَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۵۹٦) حضرت عطیہ بن عروہ سعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ اس وقت تک متقیوں میں شمار نہیں ہوتا جب تک وہ ان چیزوں کو جن میں کوئی حرج نہیں اس لیے نہ چھوڑ دے کہ ان چیزوں سے بچ سکے جن میں حرج ہے۔

تخریج حدیث(۵۹٦): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب من درجات المتقین .

کلمات حدیث: باس : حرج، تنگی۔ لا باس علیك : تمہارے اوپر کوئی خوف نہیں۔ لا باس فیه : اس میں کوئی حرج نہیں۔
حذراً : احتیاطاً۔ بطور احتیاط۔ حذر حذراً (باب نصر) پرہیز کرنا، چوکنا رہنا محتاط ہونا۔

شرح حدیث: ایک مؤمن مسلمان درجہ صالحین اور متقین کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ ان مباح (جائز امور کو بھی ترک نہ کردے جن میں کسی طرح کا کوئی التباس یا شک ہو۔ یعنی حلال امور تو بہت سے ہیں لیکن آدمی ان میں سے انہی میں مشغول ہو جن کی اسے ضرورت اور احتیاج ہے مباح امور میں غیر ضروری انہماک ان امور سے غفلت کا سبب بن جائے گا جو زیادہ اہم ہے۔ انسان کا وقت بہت قیمتی ہے اور اسے انہی امور میں صرف کیا جا سکتا ہے جو بہت اہم ہیں۔ (روضة المتقين : ۲/ ١٤٣)

☆☆☆☆☆

البَابُ (٦٩)

اِسْتِحْبَابِ الْعُزْلَةِ عِنْدَ فَسَادِ النَّاسِ وَالزَّمَانِ اَوِ الْخَوْفِ مِنْ فِتْنَةٍ فِي الدِّيْنِ اَوْ وُقُوْعٍ فِيْ حَرَامٍ وَّشُبُهَاتٍ وَنَحْوِهَا

فسادِ زمانہ یا کسی دینی فتنہ میں مبتلا ہونے یا حرام کام یا شبہات میں مبتلا ہونے کے خوف سے عزلت نشینی کا استحباب

اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو

١٠٢. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ فَفِرُّوٓا إِلَى اللّٰهِ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''دوڑو اللہ کی جانب میں میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' (الذاریات: ٥٠)

تفسیری نکات: خالق ارض وسما اللہ تعالیٰ ہے انسان کا خالق و مالک اور رازق اللہ تعالیٰ ہے، انسان کو پھر اللہ کے حضور میں حاضر ہونا اور اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے اس لیے ضروری ہے کہ اللہ کی طرف دوڑو اس کی طرف رجوع کرو اور اس کے حضور میں توبہ اور انابت کرو۔ اگر تم اللہ کی طرف رجوع نہ ہوئے تو اس کی کامل بندگی اختیار نہ کی تو میں تمہیں صاف صاف لفظوں میں ایک بہت برے انجام سے ڈراتا ہوں۔ (تفسیر عثمانی)

پرہیز گار مؤمن اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے

٥٩٧. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

اَلْمُرَادُ "بِالْغَنِيِّ" غِنَى النَّفْسِ، كَمَا سَبَقَ فِي الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ .

(٥٩٧) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت رکھتے ہیں جو پرہیز گار لوگوں سے بے نیاز اور اپنے آپ کو چھپانے والا ہو۔ (مسلم)

غنی سے مراد غنی نفس ہے جیسا کہ اس سے پہلے ایک حدیث صحیح میں آیا ہے۔

تخریج حدیث (٥٩٧): صحیح مسلم، اوائل کتاب الزهد والرقاق .

کلماتِ حدیث: تقی : پرہیز گار، اللہ سے ڈرنے والا۔ التقیٰ : پرہیز گاری، اللہ کے ڈر سے محرمات سے احتراز کرنا۔ متقی :

تقویٰ اختیار کرنے والا، اللہ کے خوف سے برائیوں کو ترک کرنے والا۔ تقوی : اللہ کی خشیت، اللہ کا ڈر اور اس کا خوف، اللہ کی ناراضگی کا خوف۔ غنی: دل کا غنی۔ مستغنی : جو لوگوں سے بے نیاز ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا ہو۔ خفي : چھپا ہوا، پوشیدہ۔ جس کا لوگوں کو پتہ نہ ہو۔ وہ شخص جو شہرت کا خواہاں نہ ہو۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ اپنے اس بندے کو محبوب رکھتے ہیں جو اپنے خالق و مالک سے ڈرنے والا ہو، لوگوں سے بے نیاز ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہو اور لوگوں کی نظروں سے چھپ کر بندگی رب میں لگا ہوا ہو۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَّقِينَ ﴾

''اللہ تعالیٰ متقین کو محبوب رکھتے ہیں۔'' (التوبۃ: ۴)

اور متقی وہ ہے جو محرمات سے بچنے والا شبہات سے محترز اور مشتبہات سے تورع اختیار کرتا ہو۔

غنی وہ ہے جو دنیا کے امور سے اور لوگوں سے صرف نظر کر کے خالصتاً اللہ کا ہو رہا ہے اور دنیا اور دنیا والوں سے مستغنی ہو گیا ہو اور خفی وہ ہے جو لوگوں سے اعتدال سے زیادہ میل جول نہ رکھتا ہو اور اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپا کر یادِ الٰہی میں لگا ہوا ہو۔

(روضة المتقين : ٢/ ١٤٥ ـ دليل الفالحين : ٣/ ١٣٤)

ایمان بچانے کی خاطر پہاڑ کی گھاٹی میں زندگی گزارنا

٥٩٨. وَعَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ : اَيُّ النَّاسِ اَفْضَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ ! مُؤْمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ." قَالَ : قَالَ ! ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ : ثُمَّ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِيْ شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ رَبَّهُ ." وَفِيْ رِوَايَةٍ : " يَتَّقِي اللّٰهَ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۹۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ کسی شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ کون شخص افضل ہے۔ فرمایا کہ وہ مؤمن جو اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جو لوگوں سے کنارہ کش ہو کر کسی گھاٹی میں بندگی رب میں لگا ہوا ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ سے ڈرتا ہوا اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ کیا ہوا ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۹۸): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب افضل الناس مؤمن يجاهد بنفسه وماله في سبيل الله. صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل الجهاد و الرباط.

کلماتِ حدیث: معتزل : لوگوں سے الگ تھلگ رہنے والا۔ اعتزال (باب افتعال) علیحدہ ہونا، علیحدہ رہنا، عزلت اختیار کرنا۔ عزلت : خانہ نشینی، گوشہ نشینی۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے سوالات کا حکیمانہ جواب ارشاد فرماتے اور جواب دیتے وقت سائل کی حاضرین مجلس کی اور وقت اور موقعہ کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے۔ یہ سوال متعدد صحابہ کرام نے کیا کہ ای الناس افضل (کہ کون شخص افضل ہے؟ چنانچہ بعض روایات میں خیر الناس منزلاً (لوگوں میں مرتبہ میں بہتر) اور بعض روایات میں ای الناس اکمل ایماناً (کہ کون شخص ہے جس کا ایمان زیادہ کامل ہے)

سوال کی اساس یہ ہے کہ اگر سب مؤمن ہوں اور جملہ فرائض و واجبات ادا کر رہے ہوں تو ان میں افضل یا اکمل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو ہیں ایک مجاہد فی سبیل اللہ جو اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستے میں جہاد میں لگا ہوا ہے۔ اور دوسرا وہ جو کہیں چھپ کر اللہ کی بندگی میں لگا ہوا ہو اور اس کی عزلت نشینی نے لوگوں کو اس کے شر سے بچایا ہو ایک اور موقعہ پر جب آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ای المسلمین خیراً (کون سا مسلم زیادہ اچھا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

اس حدیث سے بعض علماء نے عزلت نشینی کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے لیکن اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر رہنا زیادہ افضل ہے بشرطیکہ آدمی احکام شریعت کا پابند اور فتنوں سے مجتنب رہنے پر قادر ہو۔ فتنوں کے زمانے میں تنہا رہنا اور اللہ کی عبادت میں مصروف رہنا تا کہ فتنوں اور آزمائشوں سے احتراز ہو سکے زیادہ بہتر ہے۔

(فتح الباري : ۲/ ۱٤٤ ـ روضة المتقين : ۲/ ١٤٥ ـ دليل الفالحين : ۳/ ۳٥)

فتنے کے زمانہ میں لوگوں سے الگ رہنا

۵۹۹. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " يُوْشِكُ اَنْ يَكُوْنَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ، وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

وَ " شَعَفَ الْجِبَالِ " : اَعْلَاهَا .

(۵۹۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ ایسا ہو کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش برسنے والے مقامات پر چلا جائے اور اس طرح وہ فتنوں سے بھاگ کر اپنا دین بچا لے۔ (بخاری)

شعف الجبال کے معنی ہیں پہاڑوں کی بلندی۔

تخریج حدیث (۵۹۹): صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب من الدين الفرار من الفتن .

کلمات حدیث: شعف الجبال : پہاڑوں کی بلندیاں، پہاڑوں کی چوٹیاں۔ شعفة : پہاڑ کی چوٹی جمع شعف۔ فتن : فتنے، آزمائشیں، واحد فتنة . ایسی صورت حال جس میں آدمی کو اپنے دین کا تحفظ دشوار ہو۔ یوشك : قریب ہے، قریب ہوگا، جلدی ہوگا۔ أوشك : جلدی ہوا، قریب ہوا۔ أوشك یوشك ایشاكاً (باب افعال) جلدی ہونا۔ وشك : جلدی۔ وشكان : سرعت۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ نے بکثرت احادیث میں ایسے فتنوں کی اور اضطرابات وحوادث کی خبر دی ہے جن کی وجہ سے مسلمان اپنے دین پر قائم رہنے اور اس پر عمل کرنے میں آزمائش سے اور تکلیف سے دوچار ہوگا اور سب احوال سامنے آ چکے ہیں اور آ رہے ہیں۔ اس حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسا وقت آئے گا جب فتنوں کی شدت اور کثرت کا یہ حال ہوگا کہ ایک مسلمان کے لیے اپنے ایمان واسلام پر قائم رہنے اور اپنے دین پر عمل کرنے کے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں رہے گا کہ وہ اپنی بکریاں لے کر پہاڑوں پر چلا جائے اور اس عزلت واعتزال کی مدد سے اپنے دین کی حفاظت کرے۔

فتنہ کے وقت دین کی حفاظت کی نیت سے لوگوں سے اعتزال اختیار کرنا مستحب ہے۔

(فتح الباري : ١/٢٤٩ ـ إرشاد الساري : ١/١٤٦)

ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں

٦٠٠ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَابَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ فَقَالَ اَصْحَابُه، وَاَنْتَ؟ قَالَ " نَعَمْ كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٦٠٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا ہے اس نے بکریاں چرائی ہیں، صحابہ کرام نے دریافت کیا اور آپ ﷺ نے بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں نے مکہ والوں کی بکریاں چند قراریط کے عوض چرائی ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٦٠٠): صحيح البخاري، كتاب الاجارة، باب من رعى الغنم على قراريط.

کلماتِ حدیث: قراریط : جمع قیراط، اس کی مقدار نصف دانق ہے اور دانق کی مقدار ایک درہم اور دینار کا چھٹا حصہ ہے۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں بیان ہے کہ تمام انبیاءِ کرام نے بکریاں چرائیں اور خود رسولِ کریم ﷺ نے بھی بکریاں چرائیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی بنا کر مبعوث کیے گئے انہوں نے بکریاں چرائیں حضرت داؤد علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا انہوں نے بکریاں چرائیں اور خود میں نے اجیاد میں اپنے اہل کی بکریاں چرائیں۔"

انسانوں کا معاملہ بھی بکریوں کی طرح ہے ان کو بھی ایک گلہ بان کی ضرورت ہے جو ان کو صحیح راستہ پر لے کر چلے راستے میں بھیڑیوں اور درندوں سے ان کی حفاظت کرے، ہر ایک انسان پر نظر رکھے کہ کہیں وہ گلے سے علیحدہ تو نہیں ہوگیا۔ یہ بھی دیکھے کہ کسی کے پیر میں کانٹا تو نہیں چبھ گیا یا کوئی خاردار جھاڑی میں تو نہیں الجھ گیا پھر ان سب کو اندھیرا پھیلنے سے پہلے بحفاظت منزل تک پہنچا دے۔ انسانوں کا گلہ بان اللہ کا فرستادہ رسول ہوتا ہے، گلّہ امت ہے، راستہ راہِ حق ہے، راستے کے خطرات وہ فتنے ہیں جو دین پر چلنے میں پیش آتے ہیں منزل آخرت کی فلاح اور کامیابی ہے۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام کو بکریوں کے چرانے کی ذمہ داری اسی لیے سپرد ہوتی ہے کہ انہیں بعد میں انسانوں کو تعلیم وتربیت دینا اور ان کو

راہِ حق پر لے کر چلنا اور منزل کی جانب راہنمائی کرنا آسان ہو جائے۔ جو تکلیف ومشقت اور محنت ومصیبت بکریاں چرانے میں پیش آتی ہے اسی طرح کی تکالیف کو سہنا مصائب کا برداشت کرنا اور صبر وضبط اور استقلال کا مظاہرہ کرنا انسانوں کی تعلیم وتربیت میں بھی لازم ہے۔ اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو بلانا دنیا کا مشکل ترین کام ہے اور اس راستے میں پیش آنے والی صعوبتیں انتہائی گراں اور بے شمار ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ ”سب سے زیادہ ابتلاء سے گزرنے والے انبیاء ہیں۔“

” اشد الناس بلاءً الانبیاء .“

(فتح الباري : ١/ ١١٤٦ـ عمدة القاري : ١٢، ١١٢)

جہاد میں نکلنے کے لیے تیار رہنے والا اللہ کو محبوب ہے

٦٠١. وَعَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ : ”مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ اَوِ الْمَوْتَ مَظَانَّهٗ، اَوْ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ فِيْ رَاسِ شَعْفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْاَوْدِيَةِ يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِيْ خَيْرٍ .“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

”يَطِيْرُ“ : اَيْ يُسْرِعُ ”وَمَتْنُهٗ“ ظَهْرُهٗ . ”وَالْهَيْعَةُ“ : ”اَلصَّوْتُ لِلْحَرْبِ“ ”وَالْفَزْعَةُ“ : نَحْوُهٗ . ”وَمَظَانُّ الشَّيْءِ“ اَلْمَوَاضِعُ الَّتِيْ يُظَنُّ وُجُوْدُهٗ فِيْهَا . ”وَالْغُنَيْمَةُ“ بِضَمِّ الْغَيْنِ تَصْغِيْرُ الْغَنَمِ وَالشَّعْفَةُ“ بِفَتْحِ الشِّيْنِ وَالْعَيْنِ وَهِيَ اَعْلَى الْجَبَلِ .

(٦٠١) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے بہتر زندگی اس آدمی کی ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے اس کی پشت پر بیٹھا اڑا چلا جاتا ہو۔ جب بھی کوئی خوفناک آواز یا گھبراہٹ سنتا ہے تو شہادت کے یا موت کے مواقع تلاش کرتا ہوا اس آواز کی طرف اڑ کر چلا جاتا ہے۔ یا وہ شخص ہے جو اپنی بکریوں میں کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں رہ کر نماز ادا کرتا ہے اور زکوۃ دیتا ہے اور موت تک اللہ کی عبادت کرتا ہے لوگوں سے اس کا واسطہ صرف خیر کا اور بھلائی کا واسطہ ہے۔ (مسلم)

یطیر : اڑ کر جاتا ہے یعنی جلدی کرتا ہے۔ متنہ : اس کی پشت۔ ھیعۃ : جنگ کی آواز۔ فزعۃ : خوفناک آواز۔ مظان الشی : وہ مواقع جہاں کسی شئے کا وجود متوقع ہو۔ غنیمہ : غین کے پیش کے ساتھ چھوٹی بکری۔ شعفہ : پہاڑ کی چوٹی۔

تخریج حدیث (٦٠١): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فضل الجهاد والرباط .

کلمات حدیث: عنان : لگام جمع اعنۃ . یبتغی القتل : کفار کو قتل کے لیے جہاد میں ڈھونڈتا ہے۔ الیقین : موت کہ سب سے زیادہ یقینی امر موت ہی ہے۔ معاش : زندگی وہ شئے جس سے زندگی برقرار رہے۔

شرح حدیث: سب سے عمدہ زندگی اس مجاہد فی سبیل اللہ کی ہے جو گھوڑے کی پشت پر سوار میدان کارزار میں مصروف جہاد رہتا ہے، جہاں اسے حق و باطل کی کوئی رزم گاہ نظر آئی وہ وہاں اڑ کر پہنچ گیا وہ شوقِ شہادت میں تلواروں کی جھنکار میں راحت وچین پاتا ہے۔ یا اس شخص کی زندگی بہترین ہے جو اپنی بکریاں لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا یا کسی وادی میں پہنچ گیا اب وہ ہر طرف سے مستغنی ہو کر اللہ کی بندگی میں مصروف ہے۔ لوگوں سے اس کا تعلق صرف خیر اور بھلائی کا تعلق ہے اور اس کے سوا کوئی تعلق نہیں ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر عزلت اور گوشہ نشینی آدمی کو غیبت سے برائیوں سے اور منکرات سے بچاتی ہے تو عزلت سے بہتر کوئی شئے نہیں ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ برے ساتھی کی مصاحبت سے وحدت بہتر ہے اور نیک اور صالح آدمی کی صحبت وحدت سے خوب تر ہے، اچھی بات بتلانا سکوت سے بہتر ہے اور بری بات منہ سے نکالنے سے بہتر خاموش رہنا ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۳/ ۳۰۔ روضة المتقين : ۲/ ۱٤۸)

البَابُ (۷۰)

فَضْلِ الْإِخْتِلَاطِ بِالنَّاسِ وَحُضُوْرِ جَمْعِهِمْ وَجَمَاعَاتِهِمْ وَمَشَاهِدِ الْخَيْرِ وَمَجَالِسِ الذِّكْرِ مَعَهُمْ، وَعِيَادَةِ مَرِيْضِهِمْ، وَحُضُوْرِ جَنَآئِزِهِمْ، وَمُوَاسَاةِ مُحْتَاجِهِمْ، وَاِرْشَادِ جَاهِلِهِمْ وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِنْ مَصَالِحِهِمْ لِمَنْ قَدَرَ عَلَى الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَقَمَعَ نَفْسِهٖ

جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قدرت رکھتا ہو اور اپنے آپ کو ایذاء دہی سے روک سکتا اور دوسروں کی ایذاء پر صبر کر سکتا ہو اس کے لیے لوگوں کے ساتھ اختلاط، جمعہ اور جماعت میں حاضری بھلائی کی مجالس میں شرکت، مریض کی عیادت، جنازہ میں حاضری محتاج کی خدمت، جاہل کی راہنمائی جیسے دیگر مصالح میں شرکت کرنا افضل ہے

اِعْلَمْ اَنَّ الْاِخْتِلَاطَ بِالنَّاسِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِیْ ذَكَرْتُهٗ هُوَ الْمُخْتَارُ الَّذِیْ كَانَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَآئِرُ الْاَنْبِيَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ وَكَذٰلِكَ الْخُلَفَآءُ الرَّاشِدُوْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَخْيَارِهِمْ، وَهُوَ مَذْهَبُ اَكْثَرِ التَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَبِهٖ قَالَ الشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاَكْثَرُ الْفُقَهَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ.

لوگوں کے ساتھ اس طرح کا میل جول نہ صرف یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ طریقہ ہے بلکہ جملہ انبیاءِ کرام، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اخیارِ مسلمین کا طریقہ ہے اور یہی اکثر تابعین اور ان کے بعد آنے والوں کا مسلک ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء کی رائے ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

۲۰۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِیْ مَعْنٰى مَا ذَكَرْتُهٗ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔'' (المائدۃ: ۲)

اور اس موضوع پر متعدد آیات قرآنی موجود ہیں جو معلوم و متعارف ہیں۔

تفسیری نکات: تمام انسانیت اس سے تو واقف ہے کہ انسانوں کے مابین باہم تعاون ناگزیر ہے لیکن آج تک انسانیت کوئی ایسا جامع اصول دریافت نہ کر سکی جس پر ساری دنیا کے لوگ ہر زمانے اور دور میں باہم تعاون کر سکیں۔ چنانچہ وہ کبھی تعاون باہمی کی اساس ملک و قوم کو قرار دیتے ہیں اور کبھی نسلی وحدت کو کبھی ان کے اشتراک باہم کی بنیاد خاندان اور قبیلہ ہوتی ہے اور کبھی زبان و ثقافت۔

قرآن کریم نے تعاون باہمی کا ایسا اصول دیا ہے جس سے نہ دنیا نزولِ قرآن سے پہلے آشنا تھی اور نہ قرآن آجانے کے بعد اس جیسا یا اس سے بہتر اصول وضع کر سکی اور یقیناً یہ اعجازِ قرآن کی ایک واضح دلیل ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ "نیکی اور خدا ترسی پر تعاون کرو اور بدی اور ظلم پر تعاون نہ کرو۔" مسلم ہوں یا غیر مسلم، یہودی ہوں یا نصاریٰ یا کسی اور مذہب کے ماننے والے ساری دنیا کے انسانوں کے لیے ایک ہی اصول ہے جس پر سب ہر دور میں ہر وقت اور ہر سوسائٹی میں عمل کر سکتے ہیں کہ بھلائی میں اور خدا ترسی میں تعاون کرنا اور ظلم و زیادتی اور ناانصافی اور برائی کا ساتھ نہ دینا۔ یعنی تعاون اور تناصر کی اساس بر و تقویٰ ہے اور یہی ملتِ اسلامیہ کی اساس ہے اور یہی انسانیت کی فطرت سے ہم آہنگ ہے اور یہی وہ اصول ہے جس پر اگر انسانیت قائم ہو جائے تو دنیا سے ظلم و تعدی کا خاتمہ ہو جائے۔

(معارف القرآن)

الباب (۷۱)

التَّوَاضُع وَخَفْضُ الْجَنَاحِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ
تواضع اور اہل ایمان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا

مؤمنوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں

۲۰۳۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢١٥﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور مؤمنین میں سے جو تمہاری اتباع کرنے والے ہیں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ (الشعراء: ۲۱۵)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ اہل ایمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور رشتہ اخوت کا تقاضا ہے کہ ان کے ساتھ بہت مہربانی اور نرمی کا سلوک ہو۔ تو اے رسول ﷺ! جو آپ کے متبعین ہیں آپ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں اور اپنی محبت و مودت کا پہلو ان کے لیے جھکا دیجئے۔ (تفسیر عثمانی۔ تفسیر مظہری)

مؤمن ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہے

۲۰۴۔ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرما دے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے، مؤمنوں کے لیے وہ نرم ہوں گے اور کافروں کے لیے سخت ہوں گے۔'' (المائدۃ: ۵۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ کا یہ دین آخری دین ہے یہ ہمیشہ باقی رہے گا کہ یہ پیغام ابدی اور سرمدی ہے اس لیے اب قیامت تک یہی دین ہے اور اس دین کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے اپنے ذمے لے لیا ہے اس لیے مسلمانوں کے کسی گروہ یا جماعت کو یہ خیال نہ ہوگا کہ اگر وہ اس دین سے پھر گئے تو یہ دین بھی باقی نہیں رہے گا بلکہ حقیقت اس کے برعکس یہ ہے کہ جو اس دین سے پھرے گا وہ اپنا ہی کچھ نقصان کرے گا، اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ حق تعالیٰ مرتدین کے بدلے میں ایسی جماعت لے آئے گا جو اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے اور اللہ بھی انہیں محبوب رکھے گا۔ وہ مسلمانوں پر شفیق و مہربان اور دشمنان اسلام کے خلاف غالب اور زبردست

ہوں گے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر عثمانی)

رنگ ونسل کی تفریق صرف پہچان کے لیے ہے

۲۰۵. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَـٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَـٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے پھر تمہیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔'' (الحجرات: ۱۳)

تفسیری نکات: تیسری آیتِ کریمہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا پھر ان سے ان کے کنبے اور قبیلے بنائے یہ سارے کنبے قبیلے خاندان قومیں اور نسلیں پہچان اور تعارف کے لیے ہیں، اگر یہ نہ ہوتا تو انسان اس طرح باہم گم ہوتے جس طرح بکریوں کے ریوڑ میں بکریاں گم ہوتی ہیں۔ غرض یہ تقسیمات انسانوں کے باہمی تعارف کے لیے ہیں اور چونکہ سب ایک مرد وعورت سے پیدا ہوئے ہیں اس لیے سب یکساں ہیں اور ایک جیسے ہیں کسی کو کسی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ خاندان اور قبیلے سے کوئی امتیاز اور کوئی فضیلت قائم نہیں ہوتی کیونکہ سارے قبیلوں اور قوموں کا منتہا ایک مرد اور ایک عورت ہیں۔ اس لیے فضیلت و امتیاز کا ایک ہی معیار ہے کہ کون اپنے خالق و مالک کا زیادہ فرماں بردار ہے۔ جو شخص جس قدر نیک خصلت مؤدب اور پرہیز گار ہو اسی قدر اللہ کے ہاں معزز ومکرم ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظہری)

اپنی بڑائی مت جتاؤ

۲۰۶. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ فَلَا تُزَكُّوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ ٱتَّقَىٰٓ ۝٣٢ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''تم اپنے آپ اپنی پاکیزگی نہ بیان کرو وہی پرہیز گاروں کو خوب جانتا ہے۔'' (النجم: ۳۲)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اپنی پاکیزگی نہ بیان کرو اور اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے بزرگ نہ ظاہر کرو وہ سب کی بزرگی اور پاکبازی کو بہت خوب جانتا ہے اور اس وقت سے جانتا ہے جب سے تم نے ہستی کے اس دائرے میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنی اصل کو نہ بھولے جس کی ابتداء، مٹی سے تھی پھر بطن مادر کی تاریکیوں میں ناپاک خون سے پرورش پاتا رہا اس کے بعد

کتنی جسمانی اور روحانی کمزوریوں سے دوچار رہنا۔ آخر میں اگر اللہ نے اپنے فضل سے کسی مقام پر پہنچا دیا تو اس کو اس قدر بڑھ چڑھ کر دعویٰ کرنے کا استحقاق نہیں۔ (تفسیر عثمانی)

اہل اعراف کا اہل جہنم سے گفتگو

۲۰۷. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَنَادَىٰٓ أَصْحَٰبُ ٱلْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُم بِسِيمَٰهُمْ قَالُوا۟ مَآ أَغْنَىٰ عَنكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ۝ أَهَٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ ٱللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۚ ٱدْخُلُوا۟ ٱلْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اہل اعراف بہت سے آدمیوں کو جنہیں وہ پہچانیں گے پکاریں گے، کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا بڑا سمجھنا کچھ کام نہ آیا کیا یہ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نہ کرے گا ان کو یہ حکم ہوگا کہ جاؤ جنت میں تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے۔'' (اعراف: ۴۸، ۴۹)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ اہل اعراف اہل جہنم سے کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا کچھ کام نہ آیا اور تم اپنے تکبر کی وجہ سے مسلمانوں کو حقیر سمجھتے تھے اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے دیکھو ان مسلمانوں کو جنت میں عیش کر رہے ہیں۔ یہ وہی مسلمان ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ اپنی رحمت نہیں کرے گا۔ دیکھ لو ان پر اتنی بڑی رحمت ہوئی کہ انہیں کہا گیا کہ جاؤ جنت میں جہاں تم پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہوگے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب اہل اعراف کا سوال و جواب اہل جنت اور اہل جہنم دونوں کے ساتھ ہو چکے گا اس وقت رب العالمین اہل جہنم کو خطاب کر کے یہ کلمات فرمائیں گے کہ تم لوگ قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ان کی مغفرت نہ ہوگی اور ان پر کوئی رحمت نہ ہوگی، سو اب دیکھو ہماری رحمت اور اس کے ساتھ ہی اہل اعراف کو خطاب ہوگا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ نہ تمہیں پچھلے معاملات کا کوئی خوف ہونا چاہیے اور نہ آئندہ کا کوئی غم وفکر۔ (معارف القرآن، تفسیر ابن کثیر)

ایک دوسرے پر فخر نہ کریں

۶۰۲. وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "إِنَّ اللّٰهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ وَ لَا يَبْغِي أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۶۰۲) حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ آپس میں تواضع اختیار کرو حتیٰ کہ نہ کوئی کسی پر فخر کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(٦٠٢): صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها و اهلها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا.

راوی حدیث: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بعثت نبوی ﷺ قبل رسول اللہ ﷺ کے احباب میں سے تھے، فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے ان سے تیس احادیث مروی ہیں۔ (الاستیعاب : ٢/٥١٠)

کلمات حدیث: تواضعوا: آپس میں تواضع اختیار کرو۔ تواضع (باب تفاعل) باہم متواضع ہونا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں تواضع اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ تواضع اللہ کے لیے ہے جیسا کہ ایک اور حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

" من تواضع لله فقد رفعه الله ."

" جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے گا اللہ اسے بلند فرمادے گا۔"

دین کے عالم استاد اور والد کے لیے تواضع اختیار کرنا واجب ہے اور تمام مخلوق کے لیے تواضع اختیار کرنا مستحب ہے۔ غرض جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تواضع اختیار کرے گا اللہ لوگوں کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت پیدا فرمادے گا اور آخرت میں اس کے درجات بلند فرمادے گا۔ اہل دنیا کے سامنے مالی مفادات کی خاطر جھکنا تواضع نہیں ذلت و رسوائی ہے۔ جس سے مسلمان کو احتراز کرنا چاہیے۔

ظلم و تعدی اور تفاخر تواضع کی ضد ہیں اس لیے کسی انسان پر کسی طرح کی کوئی زیادتی خواہ زبان سے ہو یا ہاتھ سے منع ہے اور اسی طرح فخر کرنا اور دوسروں پر اپنی بڑائی جتلانا ممنوع ہے۔ (روضۃ المتقین : ٢/١٥١)

تواضع اختیار کرنے سے مرتبہ میں اضافہ ہوتا ہے

٦٠٣۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَ ةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلاَّ عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلاَّ رَفَعَهُ اللّٰهُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٦٠٣) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے سے عزت بڑھا دیتے ہیں اور جو کوئی اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سرفرازی عطا فرماتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(٦٠٣): صحیح مسلم، کتاب البر، باب استحباب العفو والتواضع .

کلمات حدیث: ما نقصت صدقة من مال : صدقہ مال میں کچھ بھی کمی نہیں کرتا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ ہی رازق ہیں وہ جس کو جتنا چاہیں اور جب چاہیں عطا فرمادیں کہ ان کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے اگر کوئی شخص اللہ کے راستے میں صدقہ دیتا ہے اور انفاق کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اور ان کی رضا اور رزق میں اضافہ کا سبب بنتی ہے

اور اس صدقہ کی جگہ اس کے مال میں برکت ڈال دیتا ہے یا فی الواقع مزید عطا فرما دیتا ہے یا آخرت کے اجر وثواب میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان لوگوں کی مثال جو راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسا کسی نے ایک دانہ گندم بویا اس سے سات بالیں پھوٹیں اور ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کو چاہیں اس میں مزید اضافہ فرما دیں کہ وہ بڑی وسعتوں والا اور جاننے والا ہے۔

عفو و درگزر سے اللہ تعالیٰ رفعت وعزت عطا فرماتے ہیں اور جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند فرما دیتے ہیں، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بلندی دونوں طرح ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بلند فرما دیں تواضع کی وجہ سے اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیں اور لوگوں کی نظروں میں اس کی وقعت بڑھا دیں اور آخرت میں اس کے اجر وثواب میں اضافہ ہو جائے اور دنیا کی تواضع کے بدلے آخرت کے درجات بلند کر دیئے جائیں۔ (روضة المتقين : ٢/ ١٥١ ـ دليل الفالحين : ٣/ ٤٦)

رسول اللہ ﷺ کا بچوں کو سلام کرنا

٦٠٤. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ مَرَّ عَلَىٰ صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ. " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٠٤) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بچوں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا طریقہ یہی تھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٦٠٤): صحيح البخاري، كتاب الاستئذان، باب التسليم على الصبيان . صحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب السلام على الصبيان .

کلماتِ حدیث: رسول کریم ﷺ بچوں سے بہت شفقت فرماتے اور ان کے ساتھ محبت اور تواضع سے پیش آتے اور آپ ﷺ بچوں کو سلام کرتے اور انہیں سلام کرنے میں پہل فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ انصار صحابہ سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تو ان کے بچوں کو سلام کرتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم بچوں کے پاس آئے اس وقت میں بھی بچہ تھا آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا۔ ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بچوں کو دیکھ کر فرماتے: "السلام علیکم یا صبیان ."

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بچوں کو سلام کرنا مستحب ہے اور اگر بچہ بڑے کو سلام کرے تو اس پر سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ بچوں کو سلام کرنے میں تواضع کا ایسا پہلو ہے کہ اس سے تکبر کی چادر اتر جاتی ہے۔ اور تواضع اور نرمی مزاج بن جاتی ہے۔

(فتح الباري : ٣/ ٢٦٥ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٤/ ١٢٥ ـ روضة المتقين : ٢/ ١٥٣ ـ دليل الفالحين : ٣/ ٤٦)

آپ ﷺ ہر ایک ضرورت پوری فرماتے

۶۰۵۔ وَعَنْهُ قَالَ : اِنْ كَانَتِ الْاَ مَةُ مِنْ اِمَآءِ الْمَدِيْنَةِ لَتَاْخُذُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِهٖ حَيْثُ شَآئَتْ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۶۰۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی۔

تخریج حدیث(۶۰۵): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الکبر تعلیقاً .

کلماتِ حدیث: أمة : باندی۔جمع إماء . فتنطلق : چل پڑتی ، چلی جاتی۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ کے حسنِ اخلاق کا منتہا اور آپ ﷺ کی تواضع کی رفعت کا یہ عالم تھا کہ مدینہ منورہ کی کوئی باندی آتی اور دستِ مبارک تھام کر اپنے کسی کام کے لیے لے جاتی حتیٰ کہ مدینہ منورہ سے باہر لے جاتی آپ اس کا کام کرتے اور واپس تشریف لے آتے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ مدینہ منورہ کی کوئی بچی آتی اور آپ ﷺ کا ہاتھ تھام لیتی اور جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی اور آپ اپنا دستِ مبارک اس کے ہاتھ سے نہ نکالتے۔(روضة المتقين: ۲/ ۱۵۴ـدليل الفالحين: ۳/ ۴۷)

آپ ﷺ گھر کے کام میں گھر والوں کی مدد فرماتے تھے

۶۰۶۔ وَعَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ! سُئِلَتْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَاكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ ؟ قَالَتْ! كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ " يَعْنِيْ خِدْمَةِ اَهْلِهٖ " فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۶۰۶) حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔(بخاری)

تخریج حدیث(۶۰۶): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من کان فی حاجة اھله .

کلماتِ حدیث: مھنة : ہنر، خدمت، کام، جمع مھن .

شرحِ حدیث: رسولِ اکرم ﷺ اپنے گھر کے کام اپنے دستِ مبارک سے انجام دیا کرتے تھے، حضرت ہشام بن عروہ از والد خود روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ اپنے کپڑے سیتے، اور وہ کام کرتے جو مرد اپنے گھروں میں کرتے۔

حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ”جوتے کی مرمت فرماتے کپڑے سیتے اور ڈول کی مرمت کرتے۔
حضرت عمرہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کپڑے درست کرتے اپنی بکری کا دودھ دوھتے اوراپنے سارے کام کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ سب لوگوں میں نرم مزاج سب سے زیادہ کریم تھے اورتمہارے مردوں میں سے ایک مرد تھے مگر یہ کہ آپ بسام (بہت مسکرانے والے) تھے۔
غرض رسول اللہ ﷺ اپنے کام خود کرتے اور جوں ہی نماز کا وقت ہوتا یا اذان ہو جاتی تو آپ ﷺ مسجد تشریف لے جاتے۔

(إرشاد الساري : ۲/۳۱۸۔ فتح الباري : ۱/۵۳٤۔ روضة المتقين : ۲/۱۰٤۔ دليل الفالحين : ۳/٤۷)

☆☆☆☆☆

آپ ﷺ کا خطبہ کے دوران مسائل کی تعلیم فرمانا

۶۰۷. وَعَنْ اَبِیْ رِفَاعَةَ تَمِیْمِ بْنِ اُسَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِنْتَهَیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَخْطُبُ فَقُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَجُلٌ غَرِیْبٌ جَآءَ یَسْاَلُ عَنْ دِیْنِه لَا یَدْرِیْ مَا دِیْنُه‘؟ فَاَقْبَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَرَکَ خُطْبَتَه‘ حَتّٰی اِنْتَهٰی اِلَیَّ، فَاُتِیَ بِکُرْسِیٍّ فَقَعَدَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ یُعَلِّمُنِیْ مِمَّا عَلَّمَه‘ اللّٰهُ ثُمَّ اَتٰی خُطْبَتَه‘ فَاَتَمَّ اٰخِرَهَا .“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۰۷) حضرت ابی رفاعہ تمیم بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا آ اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ایک مسافر آپ ﷺ سے اپنے دین کے بارے میں پوچھنے آیا ہے کہ اسے نہیں معلوم اس کا دین کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور خطبہ چھوڑ دیا اور میرے پاس آگئے۔ آپ ﷺ کے لیے ایک کرسی لائی گئی جس پر آپ ﷺ تشریف فرما ہو گئے اور مجھے وہ باتیں سکھلانے لگے جو اللہ نے آپ کو سکھلائی تھیں۔ پھر آپ ﷺ خطبہ کی جانب متوجہ ہوئے اوراس کا آخری حصہ مکمل فرمایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۰۷): صحيح مسلم، كتاب الجمعه، باب حديث المتعلم فى الخطبه .

راوی حدیث: حضرت ابورفاعہ تمیم بن اسید رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے اور فتح مکہ میں شرکت فرمائی، یہ روایت آپ ہی سے منقول ہے کہ کعبۃ اللہ میں تین سو سے زائد بت تھے اورآپ ﷺ جاء الحق و زهق الباطل پڑھتے جاتے اور بت گرتے جاتے تھے۔ آپ سے مرویات کی تعداد ۱۸ ہے۔

کلمات حدیث: انتهيت : میں پہنچ گیا۔ انتہاء (باب افتعال) کسی شئے کا آخر تک پہنچ جانا کسی شئے کا اپنی نہایت تک پہنچ جانا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ اپنے اخلاقِ کریمانہ کی بناء پر اورامت پر اپنی بے انتہاء شفقت کی وجہ سے ہر صاحب ایمان واسلام کی طرف توجہ فرماتے اوراس کے ساتھ کمال مہربانی سے پیش آتے۔ اگر کوئی دین کی بات معلوم کرنے آتا تو سب ، پہلے ۔ ﷺ اس کو دین کی بات سمجھاتے۔ چنانچہ جب حضرت ابورفاعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں آپ سے دین کی باتیں سمجھنے آیا ہوں تو ا ﷺ

خطبہ چھوڑ کر اس کے سوال کا جواب دینے اور اس کی تفہیم و تعلیم کے لیے بیٹھ گئے اور بھی اصحاب موجود تھے اس لیے آپ ﷺ اونچی جگہ پر بیٹھ گئے تا کہ جملہ حاضرین گفتگو سے مستفید ہوں۔

ممکن ہے کہ یہاں خطبہ جمعہ کے علاوہ کوئی اور خطبہ ہو کہ آپ ﷺ مختلف مواقع پر خطاب فرمایا کرتے تھے اور اگر جمعہ کا خطبہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ سائل سے گفتگو مختصر ہوئی ہو اور پھر آپ ﷺ نے خطبہ پورا کر لیا ہو۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو باتیں آپ نے سائل سے ارشاد فرمائیں ہو سکتا ہے کہ وہ بھی خطبہ سے متعلق ہوں اور خطبہ کے دوران ایک جگہ سے دوسری جگہ آ جانے سے خطبہ منقطع نہیں ہوتا۔

علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم اسلام اور ایمان کے بارے میں دریافت کرنے آئے اور وہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہو تو اس کی طرف فوری طور پر متوجہ ہو کر اسے ضروری تعلیم دینی چاہیے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/١٤٤ - روضة المتقين : ٢/١٥٥)

لقمہ گر جائے تو صاف کر کے کھالینا چاہیے

٦٠٨ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ قَالَ : وَقَالَ : " إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْأَذَى وَلْيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ" وَأَمَرَ أَنْ تُسْلَتَ الْقَصْعَةُ قَالَ : فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ أَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٦٠٨) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے اپنی تین انگلیاں چاٹتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ فرماتے کہ اگر تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اس کو مٹی وغیرہ صاف کر کے کھالے اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ اور آپ ﷺ نے حکم دیا کہ پیالہ کو چاٹ کر صاف کیا جائے کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٦٠٨): صحيح مسلم، كتاب الاطعمه، باب استحباب لعق الاصبع و القصعة و اكل اللقمة.

کلمات حدیث: فليمط : اسے چاہیے کہ دور کر دے اور جدا کر دے۔ فليمط عنها الأذى : اس پر اگر مٹی وغیرہ لگ گئی ہے تو اسے دور کر دے۔ أماط إماطة : دور کرنا۔ إماطة الأذى عن الطريق : راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا۔ قصعة : پیالہ جمع قصعات۔ لعق : چاٹنا۔ لعق لعقا (باب سمع) چاٹنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ معلم اخلاق بنا کر مبعوث فرمائے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اخلاق کی تتمیم کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں اسی لیے محسن انسانیت ﷺ نے ہر بات کی تعلیم دی ہے خواہ اس کا تعلق باہمی میل جول سے ہو یا نشست و برخواست کھانے پینے سے ہو یا غسل و طہارت زندگی کا وہ کون سا پہلو ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ ہدایت اور راہنمائی نہ فرمائی ہے۔

آپ ﷺ جس برتن میں کھانا تناول فرماتے اسے چاٹ لیتے اور پھر تین انگلیاں چاٹ لیتے کیونکہ آپ ﷺ کھانا تناول فرماتے

وقت تین انگلیاں استعمال فرماتے اور آپ ﷺ اسی کا حکم فرماتے اور کہتے کہ تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے اس رزق کے کون سے حصے میں اللہ نے برکت رکھی ہے۔

آپ ﷺ فرماتے کہ اگر تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے اور وہ پاک جگہ میں گرا ہو تو اسے صاف کر کے کھا لو اور اگر ناپاکی میں گرا ہے اور دھونا اور پاک کرنا دشوار ہو تو جانور کو کھلا دیا جائے لیکن شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گرے ہوئے لقمہ کو اٹھا کر کھا لینا مستحب ہے۔ انسان کے سامنے جو کھانا آتا ہے اللہ اس رزق میں برکت رکھ دیتا ہے، لیکن کھانے والے کو یہ علم نہیں ہوتا کہ جو کھانا وہ کھا چکا ہے اس میں برکت تھی یا جو برتن میں یا اس کی انگلیوں پر لگا رہ گیا ہے اس میں برکت ہے۔ برکت کے معنی اس خیر اور بھلائی کے ہیں جو انسان کو اس رزق سے حاصل ہو کہ وہ اسے ہر بیماری اور تکلیف سے بچا کر صحت و قوت عطا کرے اور اس کے ساتھ اللہ کے احکام پر چلنے کی توفیق عطا ہو۔

(شرح صحیح مسلم للنووي: ١٤/١٧٤۔ تحفة الأحوذي: ٥/٥٣٠۔ روضة المتقين: ٢/١٥٦۔ دليل الفالحين: ٣/٤٩)

رسول اللہ ﷺ نے بھی بکریاں چرائیں ہیں

٦٠٩۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِیًّا اِلَّا رَعَی الْغَنَمَ ." قَالَ اَصْحَابُهُ : وَاَنْتَ : فَقَالَ : "نَعَمْ كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰی قَرَارِیْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ ." رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(٦٠٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو مبعوث فرمایا اس نے بکریاں چرائی ہیں۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ آپ ﷺ نے بھی بکریاں چرائی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٦٠٩): صحیح البخاری، کتاب الاجارہ، باب من رعی الغنم علی قراریط.

شرح حدیث: نبوت سے قبل ہی حضور اکرم ﷺ اعلیٰ اخلاق سے متصف تھے اور آپ ﷺ اس وقت بھی متواضع تھے اور اس کمال تواضع کے تحت چند قراریط پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہ حدیث اور اس کی شرح پہلے (حدیث ٦٠٠) گزر چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ معمولی ہدیہ بھی قبول فرما لیتے تھے

٦١٠۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"لَوْ دُعِیْتُ اِلٰی كُرَاعٍ اَوْ ذِرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُهْدِیَ اِلَیَّ ذِرَاعٌ اَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ ." رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(٦١٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے بکری کے پائے یا بازو کھانے کی

دعوت دی جائے تو میں جاؤں گا اور اگر مجھے بازو یا پائے ہدیہ کے طور پر دیے جائیں تو میں اسے قبول کروں گا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۶۱۰): صحیح البخاری، کتاب الهبة، باب القلیل بن الهبة .

کلمات حدیث: کراع : بکری یا گائے کے پائے جمع اکارع۔ ذراع : بازو۔ جمع أذرع .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ اپنے اخلاقِ کریمانہ اور تواضع کی بناء پر جو بھی آپ ﷺ کو بلاتا اس کے گھر تشریف لے جاتا اگرچہ پہلے سے آپ ﷺ کو علم تھا کہ جو کھانا وہ پیش کرے گا وہ معمولی ہوگا۔ اسی طرح آپ ﷺ تالیفِ قلب کے طور پر معمولی سے معمولی ہدیہ بھی قبول فرمالیا کرتے تھے۔ (فتح الباري : ٢/ ٥٤- إرشاد الساري : ٣٦٣/٥)

آپ ﷺ کی اونٹنی "عضباء" کا واقعہ

۶۱۱. وَعَنْ انسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتْ نَاقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَضْبَاءُ لَا تُسْبَقُ اَوْلَا تَكَادُ تُسْبَقُ فَجَآءَ اَعْرَابِيٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ لَّهٗ فَسَبَقَهَا فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى عَرَفَهٗ "النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" فَقَالَ: "حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَه." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٦١١) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اونٹنی تھی جس سے آگے کوئی اونٹ نہ نکلتا تھا ایک اعرابی اونٹ پر سوار آیا اور اپنا اونٹ اس سے آگے نکال لے گیا۔ مسلمانوں پر یہ بات گراں گزری یہاں تک کہ آپ ﷺ کو بھی اندازہ ہوگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار حاصل ہے کہ دنیا میں جو شئے بلند ہو وہ اسے پست فرما دے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۶۱۱): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب ناقة النبي ﷺ.

کلمات حدیث: عضباء : رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کا نام۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس کئی اونٹنیاں تھیں جن میں سے ایک شہباء تھی اس اونٹنی کے سوا کوئی آپ ﷺ کو نزولِ وحی کے وقت برداشت نہ کر پاتی۔ قعود دو سال سے کم عمر کا اونٹ جس پر سواری شروع کر دی گئی ہو۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کی ایک اونٹنی عضبا تھی کوئی بھی اونٹ اس کی تیز روی کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی اپنا اونٹ لے کر آیا جو حضور کی اونٹنی سے آگے نکل گیا یہ بات صحابہ کرام کی طبیعت پر گراں گزری۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی ہر شئے زوال و فنا سے گزرتی ہے اور کبھی کوئی شئے ایسی نہیں ہوتی جو بلند ہو اور اس پر ضعف و انحطاط نہ آئے اور وہ پست نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس دنیا کی ہر شئے مائل بہ زوال ہے اور اس کلیہ میں کہیں استثناء نہیں ہے۔ جب دنیا کی ہر شئے کا یہ حال ہے تو اس کی کسی شئے پر فخر و مباہات کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ (فتح الباري : ٢/ ١٧٠)

☆☆☆

انتخاب (۷۲)

تَحْرِيْمِ الْكِبْرِ وَالْإِعْجَابِ
تکبر اور خود پسندی کی حرمت

جنت تواضع اختیار کرنے والوں کے لیے ہے

۲۰۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ:

﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو زمین میں ظلم وفساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور انجام نیک تو پرہیز گاروں ہی کا ہے۔(القصص:۸۳)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ آخرت کی نعمتیں ان کے لیے ہیں جو ملک میں شرارت کرنا اور بگاڑ ڈالنا نہیں چاہتے اور اس فکر میں نہیں رہتے ہیں کہ اپنی ذات کو سب سے اونچا رکھیں بلکہ تواضع وانکساری اور پرہیز گاری کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ دنیا کے حریص نہیں ہوتے آخرت کے عاشق ہوتے ہیں۔ (معارف القرآن)

حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتیں

۲۰۹. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿١٨﴾ ﴾

وَمَعْنٰى ﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ ﴾: اَىْ تُمِيْلُهٗ وَتُعْرِضُ بِهٖ عَنِ النَّاسِ تَكَبُّرًا عَلَيْهِمْ وَالْمَرَحُ التَّبَخْتُرُ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور تو اپنے رخسار کو لوگوں کے لیے مت پھلا اور زمین میں اکڑ کر مت چل بے شک اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔(لقمان:۱۸)

تصعر خدك للناس کے معنی ہیں تکبر کی وجہ سے لوگوں سے چہرہ پھیرنا۔ مرح اکڑنا اور اترانا۔

تفسیری نکات: دوسری آیت میں تکبر سے منع کیا گیا اور فرمایا کہ زمین پر اس طرح چلو جس طرح اللہ کے متواضع بندے چلتے ہیں اور زمین میں اکڑ کر مت چلو۔ (تفسیر مظہری)

۲۱۰ . وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''زمین پر اکڑ کر مت چلو'' (الاسراء:۳۷)

تفسیری نکات: تیسری اور چوتھی آیت میں بیان کیا ہے کہ تکبر کی ہر روش اور بڑائی کا ہر طریقہ اللہ کے یہاں ناپسندیدہ ہے چہرے کو اس طرح بنانا جس سے تکبر کا اظہار ہو چال متکبرانہ ہو لوگوں کو غرور سے دیکھنا، اترانا اور شیخیاں مارنا یہ سب اخلاق رذیلہ ہیں ان سے احتراز ضروری ہے اور اس کے برعکس تواضع وانکساری ہر بات میں خوب تر ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر عثمانی)

اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے

۲۱۱ . وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوأُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴾

اِلیٰ قَوْلِهِ تَعَالیٰ : ﴿ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ ﴾ الْآیَاتِ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''بے شک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا اس نے ان پر سرکشی کی ہم نے اس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ جن کی چابیاں ایک طاقتور جماعت کو بوجھل کر دیتی تھیں۔ جب اس کو اس کی قوم نے کہا کہ مت اتراؤ بے شک اللہ تعالیٰ اکڑنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ (آیت کے اس حصے تک ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ (القصص:۷٦)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا ہے کہ دنیا کی اس دولت پر اترانا جو فانی اور زائل ہو جانے والی ہے اور جس کی قیمت اللہ کی نظر میں ایک مکھی کے پر کے برابر بھی نہیں ہے اس پر تکبر کرنا بہت بڑی برائی ہے خوب سمجھ لو کہ اللہ کو اکڑنے اور اترانے والے بندے اچھے نہیں لگتے اور جو چیز مالک کو اچھی نہ لگے اس کا انجام سوائے ہلاکت و بربادی کے کیا ہو سکتا ہے۔ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا اس کے پاس بے اندازہ دولت تھی مگر اپنے برے اعمال اور تکبر کی وجہ سے وہ اور اس کا گھر زمین میں دھنسا دیے گئے۔

(تفسیر عثمانی)

متکبر جنت میں داخل نہ ہوگا

۲۱۲ . وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''لَا يَدْخُلُ

الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ!" فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً؟ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"بَطَرُ الْحَقِّ" دَفْعُهُ وَرَدُّهُ عَلَىٰ قَائِلِهِ. "وَغَمْطُ النَّاسِ": اِحْتِقَارُهُمْ.

(٦١٢) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا۔ ایک آدمی نے سوال کیا کہ آدمی کو پسند ہوتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر ہے حق بات ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ (مسلم)

بطر الحق کے معنی ہیں حق کو ٹھکرانا اور کہنے والے کی بات کو اس کے منہ پر لوٹا دینا۔ غمط الناس کے معنی ہیں لوگوں کو حقیر جاننا۔

تخریج حدیث (٦١٢): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب تحريم الكبر و بيانه.

کلماتِ حدیث: بطر الحق: زیادتی نعمت کی وجہ سے اور دولت دنیا کی وجہ سے اترانا اور تکبر کی وجہ سے صحیح بات کو قبول نہ کرنا۔

غمط الناس: لوگوں کی تحقیر کرنا، ناقدری کرنا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں تکبر کی ممانعت اور اس سے تحذیر شدید ہے کہ اگر قلب میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا تو ایسا آدمی جنت میں نہیں جائے گا۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کبر کے لیے ضروری ہے کہ کوئی بات یا کوئی شخص جس پر تکبر کا اظہار ہو اگر اظہارِ تکبر اللہ پر اللہ کے رسول ﷺ پر یا اس حق پر ہو جو اللہ کے رسول ﷺ لے کر آئے ہیں تو یہ کبر کفر ہے اور اگر ان کے علاوہ ہو تب بھی کبر معصیت اور گناہِ کبیرہ ہے اور اگر آدمی تکبر پر مصر رہے تو اندیشہ ہے کہ کہیں حد سے بڑھا ہوا تکبر کفر تک نہ لے جائے۔ ایسا متکبر معذب فی النار ہوگا یہاں تک کہ اس کے وجود سے تکبر کے اثرات جاتے رہیں تو پھر اللہ کی رحمت اس کے ایمان کی برکت سے اس کی نجات کا ذریعہ بنے گی۔

کسی نے عرض کیا کہ ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کا لباس اور جوتے اچھے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تکبر نہیں ہے حبِ جمال ہے اور اللہ جمیل ہے جمال کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر یہ ہے کہ آدمی حق کو رَد کرے اور ٹھکرائے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ یعنی دوسروں کو حقیر جاننا تکبر ہے اور تکبر یہ ہے کہ ایک آدمی صحیح اور سچی بات کہے مگر اسے صرف اس لیے رَد کر دے کہ وہ آدمی اس کی نظر میں حقیر اور کم حیثیت ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي: ٧٨/٢ ـ روضة المتقين: ١٥٩/٢)

بائیں ہاتھ سے کھانا تکبر کی علامت ہے

٦١٣. وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ فَقَالَ: "كُلْ بِيَمِيْنِكَ" قَالَ: لَا أَسْتَطِيْعُ قَالَ: "لَا اسْتَطَعْتَ، مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ": قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا إِلَىٰ فِيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۶۱۳) حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا کہ میں نہیں کر سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھ میں اس کی طاقت نہ ہو۔ اس شخص کو صرف تکبر نے آپ ﷺ کی بات ماننے سے روکا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ آدمی اپنا داہنا ہاتھ اپنے منہ تک نہ لے جا سکا۔

تخریج حدیث(۶۱۳): صحیح مسلم، کتاب الاطمه، باب الادب فی الطعام و الشراب .

کلمات حدیث: کل بیمینك : اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ امر ہے۔ اکل اکلا (باب نصر) کھانا۔

شرح حدیث: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ سیدھے ہاتھ سے کھاؤ اس نے تکبر کے ساتھ کہا کہ میں سیدھے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے اس کی طاقت نہ ہو اور اس کے بعد وہ کبھی اپنا دایاں ہاتھ منہ تک نہ لے جا سکا۔ اس شخص کا نام بسر بن راعی الاشجعی ہے اس وقت تک یہ اسلام نہ لائے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابۃ میں ان کو صحابہ کرام میں ذکر کیا ہے۔

داہنے ہاتھ سے کھانا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کوئی ہرگز اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پیے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۳ /۱۲۶ روضة المتقین : ۲ /۱۰۷)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے بھی حدیث ۱۶۰ میں گزر چکی ہے۔

سرکش، متکبر، بخیل جہنمی ہیں

۶۱۴. وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: " اَلَااُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَتَقَدَّمَ شَرْحُه فِيْ بَابِ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِيْنَ .

(۶۱۴) حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتلا دوں کہ اہل جہنم کون ہیں؟ ہر سرکش بخیل اور متکبر جہنمی ہے۔ (متفق علیہ)

اس کی شرح باب ضعفۃ المسلمین میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث(۶۱۴): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ عتل بعد ذلك زنيم . صحيح مسلم، صفة الجنة، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء .

کلمات حدیث: عتل : سخت اور بدمزاج۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہے کہ تکبر ایسا برا وصف ہے جو انسان کو جہنم میں پہنچا دیتا ہے اس حدیث کی شرح اس سے پہلے باب ضعفۃ المسلمین (حدیث ۲۵۴) میں گزر چکی ہے۔

جنت وجہنم کا مکالمہ

۶۱۵. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِحْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ : فِیَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ : فِیَّ ضُعَفَآءُ النَّاسِ وَمَسَاكِیْنُهُمْ . فَقَضَی اللّٰهُ بَیْنَهُمَا : اِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَآءُ وَاِنَّكِ النَّارُ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَآءُ، وَلِكِلَیْكُمَا عَلَیَّ مِلْؤُهَا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۱۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت اور جہنم میں آپس میں دلیلوں کا تبادلہ ہوا۔ جہنم نے کہا کہ یہاں بڑے بڑے جبار اور متکبر ہیں، جنت نے کہا کہ میرے یہاں ضعفاء اور مساکین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ اے جنت! تو میری رحمت ہے تیرے ذریعے سے میں جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور تو اے جہنم! میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعے سے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا اور تم دونوں کے بھرنے کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۱۵): صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء .

کلمات حدیث: احتجت : دلیل۔ احتج احتجاجاً (باب افتعال) دلیل دینا۔ حجة : دلیل، جمع حجج .

شرح حدیث: حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ تکبر اللہ کے یہاں ناپسندیدہ ہے اور اس کے برعکس تواضع وانکساری اور عاجزی اللہ کے یہاں پسندیدہ اوصاف ہیں، کیونکہ فی الواقع انسان کمزور ہے۔ ﴿ وَخُلِقَ ٱلْإِنسَـٰنُ ضَعِيفًا ﴾ اور انسان اپنی ہر ضرورت اور زندگی کی بقاء کے لیے ہر وقت اللہ کا محتاج ہے۔ یا ایها الناس انتم الفقراء الی اللّٰه اس لیے اللہ کے حضور میں اپنی عاجزی اور اپنی حاجتمندی کا اظہار کرنا انسان کی محبوب صفت ہے اللہ پر ایمان رکھنے والے کو جنت میں لے جائے گی۔ اس حدیث کی شرح باب فضل المسلمین (حدیث ۲۵۶) میں گزر چکی ہے۔ (دلیل الفالحین : ۳/۵۹)

ازار، تہبند، شلوار ٹخنے سے نیچے لٹکانے پر وعید

۶۱۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَایَنْظُرُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلٰی مَنْ جَرَّاِزَارَهٗ بَطَرًا ." مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۶۱۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف

نظر نہیں فرمائیں گے جس نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر ٹخنے سے نیچے کھینچی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٦١٦): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب من جرازاره من خیلاء ۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس باب تحریم جر الثوب خیلاء ۔

کلمات حدیث: جر : کھینچا۔ جر جرا (باب نصر) کھینچنا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ اس شخص کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائیں گے جو اپنی ازار کو تکبر کے طور پر کھینچ کر چلتا ہو اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر نہیں کریں گے جو اپنے کپڑے کو تکبر سے کھینچ کر چلتا ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ازار ہو یا قمیص یا عمامہ اس کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بطورِ تکبر ہو تو حرام ہے اور اگر تکبر کے بغیر ہو تو مکروہ ہے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا تکبر ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں لباس کو ٹخنے سے نیچے لٹکانا حرام ہے اور قمیص اور ازار کا نصف ساق تک رکھنا مستحب ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ''مومن کی ازار اس کے نصف ساق تک ہو اور نصف ساق سے کعبین (ٹخنوں) تک کے درمیان ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بطورِ تکبر ہو تو حرام ہو اور بغیر تکبر ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ (فتح الباري : ۳/ ۱۰۸ ۔ دلیل الفالحین : ۳/ ٦٠)

تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بات نہیں فرمائیں گے

٦١٧ . وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " ثَلَاثَةٌ لَايُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَايُزَكِّيْهِمْ وَلَايَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ . " اَلْعَآئِلُ " اَلْفَقِيْرُ .

(٦١٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت کلام نہیں فرمائیں گے نہ ان کو پاک فرمائیں گے اور نہ ان کی جانب نظرِ رحمت فرمائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر۔ (مسلم) عائل فقیر کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث (٦١٧): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن بالعطیة ۔

کلمات حدیث: لا یزکیهم : انہیں پاک نہیں کرے گا۔ زکی تزکیة : پاک کرنا، نشوونما کرنا، یعنی ان کو گناہوں سے پاک نہ کرے گا اور نہ ان کے اعمال کو قبول کرے گا۔

شرح حدیث: تین آدمی ہیں جن سے روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائے گا یعنی کلام رضا نہیں ہوگا بلکہ ناراضگی اور غصہ سے کلام ہوگا اور کسی نے کہا کہ عدمِ کلام سے مراد اعراض کرنا اور ناراضگی کا اظہار کرنا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے پاک وصاف

فرمائے گا اور نہ ان کی جانب نظر رحمت فرمائے گا اور ان کے لیے عذاب الیم ہے۔ وہ تین آدمی یہ ہیں۔ بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور فقیر متکبر۔ یعنی اگر جرم کے اسباب اور دواعی موجود نہ ہونے کے باوجود انسان جرم کرے اور گناہ کا مرتکب ہو تو اس کے گناہ کی سنگینی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور گناہ کی سنگینی سزا کی سختی اور شدت کی داعی ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۲/ ۱۰۰۔ دلیل الفالحین : ۳/ ۶۰)

تکبر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے

۶۱۸۔ وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : الْعِزُّ إِزَارِیْ، وَالْكِبْرِيَآءُ رِدَآئِیْ . فَمَنْ يُنَازِعُنِیْ فِیْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَقَدْ عَذَّبْتُه ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عزت میری ازار اور کبریا میری رداء ہے۔ جو اسے مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا میں اسے عذاب میں مبتلا کروں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۱۸): صحیح مسلم، باب تحریم الکبر.

کلمات حدیث: عز : عزت، قوت اور غلبہ۔ نازعنی : جو مجھ سے چھینے گا، جو مجھ سے منازعت کرے گا۔ نازع منازعة (باب مفاعلہ) جھگڑنا۔ نازعه الثوب : کسی کو کپڑے سے پکڑ کر کھینچنا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی صفات کریمہ میں سے ایک اس کی کبریائی اور اس کی عظمت اور اس کا ہر شئے سے بڑا ہونا ہے وہی غالب اور قدرت والا ہے اور وہی مالک اور قاہر ہے اور ہر شئے اس کی مخلوق ہے جس پر اسے پوری قدرت اور مکمل اختیار حاصل ہے۔ کسی بھی مخلوق کے لیے یہ امر زیبا نہیں ہوسکتا کہ وہ خالق کی ہمسری کرے کسی بھی محکوم کے لیے یہ موزوں نہیں ہوسکتا کہ وہ حاکم کی برابری کرے اور کسی مملوک کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مالک سے ہمسری کرے۔ اس لیے فرمایا کہ بڑائی اور عظمت میرا لباس ہے۔ جو بڑائی کرتا ہے تکبر کرتا ہے وہ گویا میرا لباس کبریائی مجھ سے کھینچتا ہے۔ (روضة المتقین : ۲/ ۱۶٤)

اترا کر چلتے ہوئے زمین میں دھنسنا

۶۱۹۔ وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِیْ فِیْ حُلَّةٍ تُعْجِبُه' نَفْسُه' مُرَجِّلٌ رَأْسَه' يَخْتَالُ فِیْ مِشْيَتِه إِذْ خَسَفَ اللّٰهُ بِه فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِی الْأَرْضِ إِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مُرَجِّلٌ رَأْسَه' : أَیْ مُمَشِّطُه' : يَتَجَلْجَلُ بِالْجِيْمَيْنِ : أَیْ يَغُوْصُ وَيَنْزِلُ .

(۶۱۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی عمدہ لباس میں ملبوس جارہا تھا اور اسے اپنا آپ اچھا لگ رہا تھا سر میں کنگھی کی ہوئی تھی اترا کر چل رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی وقت زمین میں دھنسا دیا وہ روز قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا رہے گا۔ (متفق علیہ)

مرجل رأسه : بالوں میں کنگھی کی ہوئی۔ یتجلجل : اتر تا جائے گا۔

تخریج حدیث(۶۱۹): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخیلاء ۔ صحیح مسلم، اللباس، باب تحریم التبختر فی المشی مع اعجابه شبابه ۔

کلماتِ حدیث: حلة : کپڑوں کا جوڑا۔ جمع حلل ۔ یختال : اکڑتا ہوا۔ اختال اختیالاً (باب افتعال) تکبر کرنا، اکڑ کر چلنا۔ خسف : دھنسا دیا۔ خسف خسوفاً (باب ضرب) فی الارض : زمین میں دھنسنا۔

شرح حدیث: پچھلی امتوں میں سے کسی کا واقعہ ہے کہ کوئی شخص عمدہ لباس پہن کر اور اپنے آپ کو بنا سنوار کر تکبر کے ساتھ اتراتا ہوا جار ہا تھا کہ اللہ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک اسی طرح دھنستا رہے گا۔ حدیث کا مقصود یہ ہے کہ تکبر کرنا لوگوں کو حقیر سمجھنا اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنا کمال سمجھ کر ان پر اترانا، بہت بڑا گناہ ہے اور جس قدر بڑا گناہ ہے اتنی ہی بڑی اس کی سزا ہے۔

(فتح الباری : ۳/۱۰۸۔ روضة المتقین : ۲/۱٦۵)

خود پسندی میں مبتلا شخص کا انجام

۶۲۰۔ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَايَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِه حَتّٰى يُكْتَبَ فِي الْجَبَّارِيْنَ فَيُصِيْبُه' مَا اَصَابَهُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ . وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

"يَذْهَبُ بِنَفْسِه" : اَيْ يَرْتَفِعُ وَيَتَكَبَّرُ .

(٦٢٠) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی تکبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ سرکشوں میں لکھا جاتا ہے۔ پس اس کو وہی سزا ملے گی جو ان کو ملے گی۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

یذهب بنفسه : بڑائی اور تکبر کرتا ہے۔

تخریج حدیث(۶۲۰): الجامع للترمذی، ابواب البر والصلة والآداب ۔

کلماتِ حدیث: یذهب بنفسه : تکبر کا اظہار کرتا ہے، بڑائی کرتا ہے۔

شرحِ حدیث: آدمی اپنے آپ کو بلند سمجھتا رہتا ہے اور اس حسن ظن میں مبتلا رہتا ہے کہ وہ بہت بڑا اور عظیم آدمی ہے یہاں تک کہ وہ تکبر کے مختلف درجے طے کرتا ہوا متکبر سرکش اور ظالم لوگوں کے درجے کو پہنچ جاتا ہے اور اس کا نام ان کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر خصالِ حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ پروان چڑھانے کی کوشش کرے اور برے اخلاق سے بچے اور کوشش اور سعی کر کے اچھی عادات اختیار کرے۔ (روضة المتقین : ۲/۱٦٦۔ دلیل الفالحین : ۳/٦۳)

☆☆☆☆☆☆☆

البَابُ (۷۳)

حُسْنِ الْخُلُقِ
حسن اخلاق

۲۱۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''بے شک آپ اعلیٰ اخلاق پر ہیں۔'' (القلم: ۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ ترین اخلاق پر مبعوث فرمایا، خود آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مکارمِ اخلاق کی تتمیم کے لیے مبعوث ہوا ہوں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا، یعنی لسانِ نبوت پر قرآن جاری تھا اور آپ ﷺ کے اقوال واعمال وعادات قرآن کی تفسیر تھے قرآن نے جس جس نیکی بھلائی اور اچھائی کی تعلیم دی وہ ساری کی ساری آپ ﷺ کی فطرت میں موجود تھیں اور آپ ﷺ ان سب کا عملی پیکر تھے اور قرآن کریم نے جن برائیوں کا ذکر کیا ہے آپ ﷺ ان سے طبعاً نفور اور عملاً بہت دور تھے۔ آپ ﷺ کے مزاج کی ساخت آپ کی طبیعت کا رنگ اور آپ کی فطرت کا اسلوب ہی اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا تھا کہ آپ ﷺ کی کوئی حرکت وعمل تناسب واعتدال سے اور اللہ کے بنائے ہوئے قانونِ فطرت سے سرمو تجاوز نہ کرسکتی تھی۔ (تفسیر عثمانی : معارف القرآن)

۲۱۴. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ﴾ الْآيَةَ.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور وہ غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کردینے والے ہیں۔'' (آلِ عمران: ۱۳۴)

تفسیری نکات: دوسری آیتِ کریمہ میں اخلاق کے چند پہلوؤں کو واضح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اہلِ تقویٰ وہ ہیں جو راحت وتکلیف ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں۔ فی الواقع غصہ کو پی جانا بہت بڑا کمال ہے اور اس پر مزید یہ کہ لوگوں کی زیادتیوں یا غلطیوں کو بالکل معاف فرمادیتے ہیں اور نہ صرف معاف کردیتے ہیں بلکہ حسنِ سلوک اور نیکی سے پیش آتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

●●●●●●●●●●●●

رسول اللہ ﷺ سب سے اچھے اخلاق کے مالک تھے

۲۲۱. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا"

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٢١) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے بہترین اخلاق والے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۲۱): صحیح البخاری ، کتاب الادب ، باب الکنیة للصبی . صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، باب کان رسول اللہ ﷺ احسن الناس خلقاً .

کلماتِ حدیث: خلق : طبیعت، خصلت، عادت، جمع اخلاق.

شرحِ حدیث: دنیا میں نیکی اور اچھائی کا سرچشمہ ہمیشہ اس دنیا میں اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء اور رسول رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے گزشتہ انبیاء کی تمام تعلیمات کو جمع فرما دیا تھا اس لیے آپ ﷺ حسن اخلاق کے اعلیٰ ترین نمونہ تھے نہ صرف اپنے زمانے کے لیے بلکہ ہر آنے والے زمانے کے لیے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ کا اسوۂ حسنہ آپ کی سیرتِ طیبہ اور آپ کی حیات تمام انسانیت کے لیے ایک اعلیٰ ترین نمونہ اخلاق ہے۔

﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾

(فتح الباري : ۳/ ۲٤٠ ـ تحفة الأحوذي : ۲/ ۳٠۷)

رسول اللہ ﷺ کے عمدہ اخلاق کا بیان

۶۲۲ . وَعَنْهُ قَالَ: مَامَسِسْتُ دِيْبَاجًا وَلَاحَرِيْرًا أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَاشَمَمْتُ رَائِحَةً قَطُّ أَطْيَبَ مِنْ رَآئِحَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَقَدْ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ قَطُّ، أُفٍّ، وَلَاقَالَ لِشَيْءٍ فَعَلْتُهُ: لِمَ فَعَلْتَه"؟ وَلَالِشَيْءٍ لَمْ أَفْعَلْهُ . أَلَافَعَلْتَ كَذَا؟" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٢٢) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کوئی دیباج یا ریشم اتنا نرم نہیں پایا جتنی نرم آپ ﷺ کی ہتھیلی تھی اور کوئی خوشبو اس قدر لطیف کبھی نہیں سونگھی جتنی لطیف خوشبو آپ کے جسم کی تھی، میں دس سال آپ کی خدمت میں رہا آپ ﷺ نے مجھے کبھی اُف نہیں کہا اور جو کام میں نے کیا آپ نے اس کے بارے میں کبھی یہ نہیں فرمایا کہ کیوں کیا اور جو کام میں نے نہیں کیا اور اس کے بارے میں آپ نے کبھی نہیں فرمایا کہ کیوں نہیں کیا؟ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۲۲): صحیح البخاری ، کتاب المناقب ، باب صفة النبي ﷺ . صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، باب کان رسول اللہ ﷺ احسن الناس خلقا.

کلماتِ حدیث: دیباج : ریشم کی ایک قسم ہے۔ حریر : ریشم۔ ألین : زیادہ نرم، افعل التفضیل۔ لان لینا (باب ضرب) نرم

ہونا۔ رائحۃ : خوشبو،جمع روائح۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ حسن و جمال باطنی کے ساتھ ظاہری حسن و جمال کا بھی پیکر تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ کے کف دست حریر اور ریشم سے زیادہ نرم اور ملائم تھے اور جسدِ اقدس میں ایسی لطیف خوشبو تھی کہ ایسی خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شفا میں فرمایا ہے کہ آپ جس سے مصافحہ فرماتے سارا دن اس کے ہاتھ میں خوشبو رہتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی کسی عطار کی ہتھیلی کی طرح تھی آپ اگر کسی بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ خوشبو کی بنا پر دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں دس سال رہا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو میری عمر دس سال تھی مجھے میری ماں نے خدمتِ رسول ﷺ میں دے دیا تھا، رسول اللہ ﷺ کی رحلت تک آپ کے ساتھ رہا، اس دس سال کے طویل عرصے میں کبھی آپ نے ہوں تک نہیں کہا کسی کام کو یہ نہیں کہا کہ کیوں کیا اور کسی کام کو یہ نہیں کہا کہ کیوں نہیں کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ دس سال تک سفر و حضر میں گھر میں اور باہر ہر وقت آپ کے ساتھ رہے۔

(فتح الباري : ۲/۲۷۷ ـ روضة المتقين : ۲/۱٦۸)

حالتِ احرام میں شکار واپس کرنا

۶۲۳ . وَعَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَالَ: اَهْدَيْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا فَرَدَّهُ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَاٰى مَافِيْ وَجْهِيْ قَالَ : "اِنَّالَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۲۳) حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک حمار وحشی بطورِ ہدیہ بھیجا۔ آپ نے اسے واپس فرما دیا لیکن جب میرے چہرے پر اس کا اثر دیکھا تو فرمایا کہ ہم نے تمہارا ہدیہ اس لیے واپس کیا کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔

تخریج حدیث (۶۲۳): صحيح البخاري ، كتاب الحج ، باب اذا اهدى للمحرم حمارا و حشيا حيا لم يقبل . صحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب تحريج الصيد للمحرم.

کلماتِ حدیث: حماراً وحشيا : جنگلی گدھا،جمع حمر ، حمير.

راوی حدیث: حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ آپ سے سولہ احادیث مروی ہیں۔ زمانہ خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں انتقال فرمایا۔ (شرح الزرقاني : ۲/۳۷٦)

شرحِ حدیث: ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کی رائے ہے کہ اگر غیر محرم نے محرم کے لیے

شکار کیا تو محرم کو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر محرم نے شکار کرنے والے غیر محرم کو نہ اشارہ کیا ہو اور نہ دلالت کی ہو اور نہ صراحتاً کہا ہو تو محرم اس شکار کو کھا سکتا ہے جو غیر محرم نے کیا ہو۔

اگر محرم کو زندہ جانور دیا جائے تو محرم کو لینا جائز نہیں ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو عنوان باب بنایا ہے رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت صعب بن جثامہؓ کے چہرے پر ملال دیکھا تو آپ ﷺ نے ان کی دلداری کے لیے وضاحت فرمائی کہ ہم حالتِ احرام میں ہیں اس لیے ہم نے تمہارے اس ہدیہ کو قبول نہیں کیا۔ (فتح الباري: ۹۷۶/۱ ـ شرح الزرقاني: ۳۷۵/۲)

گناہ کا کام وہ جس پر لوگوں کے مطلع ہونا ناپسند ہے

۶۲۴۔ وَعَنِ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ فَقَالَ: "اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْاِثْمُ مَاحَاکَ فِیْ نَفْسِکَ وَکَرِهْتَ اَنْ یَّطَّلِعَ عَلَیْهِ النَّاسُ." رواہُ مُسْلِمٌ.

(۶۲۴) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بر حسن اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جس کی تمہارے دل میں کھٹک محسوس ہو اور تمہیں پسند نہ ہو کہ لوگوں کو اس کی اطلاع ہو۔

<u>تخریج حدیث (۶۲۴):</u> صحيح مسلم، كتاب البر و الصلة، باب تفسير البر و الاثم.

<u>کلماتِ حدیث:</u> البر: نیکی، بھلائی، جملہ امور خیر۔ البر: اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔

<u>شرحِ حدیث:</u> اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرتِ سلیمہ پر پیدا کیا ہے، اگر انسان کی یہ فطرت بدستور سلیم باقی رہے اور گناہوں کی آلودگیوں میں ملوث ہو کر زنگ خوردہ نہ ہو جائے تو انسان جان سکتا ہے کہ برائی اور گناہ کیا ہے اس کا قلب کبھی بھی گناہ اور برائی پر اطمینان محسوس نہیں کرے گا بلکہ اس کے دل میں ایک کھٹک سی پیدا ہو جائے گی اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی انسان یہ نہیں چاہتا کہ لوگ اسے برا سمجھیں یا اس کی کسی برائی کا ذکر کریں اس لیے وہ لوگوں سے اس برائی کو چھپانا چاہتا ہے۔ اس کے برعکس اگر قلب زنگ خوردہ ہو جائے اور فطرتِ سلیمہ منقلب ہو جائے تو انسان کے سینے میں آویزاں یہ خیر و شر کی میزان بے اثر ہو جاتا ہے۔

غرض رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بر (نیکی) حسن اخلاق ہے اور اثم (گناہ) ہر وہ کام یا بات ہے جس سے دل میں کھٹک ہو اور آدمی یہ چاہے کہ کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ فحش گو نہ تھے

۶۲۵۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَامُتَفَحِّشًا : وَكَانَ يَقُوْلُ : "اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٢٥) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو فحش گو تھے اور نہ فحش گوئی اختیار فرماتے تھے اور آپ ﷺ فرماتے کہ تم میں سے سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۲۵): صحيح البخاری ، كتاب المناقب ، باب صفة النبي ﷺ . صحيح مسلم ، كتاب الفضائل ، باب كثرة حيائه ﷺ.

کلماتِ حدیث: فاحشاً : قبیح ، بدخلق ۔ فحش : قبیح قول یا فعل ۔ متفحشا : بدزبان ۔

شرح حدیث: نبوت اور رسالت سے پہلے ہی سارا عرب آپ ﷺ کو پکار پکار کر صادق وامین کہہ رہا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کے صادق القول ہونے اور آپ کی سیرت کی پاکیزگی اور اخلاقی رفعت و بلندی پر اس قدر یقین کامل تھا کہ جب آپ ﷺ نے آکر غارِ حرا میں فرشتے کے آنے اور وحی کے نازل ہونے کا واقعہ سنایا تو انہوں نے ایک لمحہ کا بھی تردد نہیں کیا اور فوراً ایمان لے آئیں۔ صحابہ کرام کی عظیم تعداد نے زندگی بھر آپ کو دیکھا سب نے گواہی دی کہ آپ ﷺ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔

آپ ﷺ نے حیاتِ طیبہ کے مختلف مراحل میں کبھی بھی کوئی برا یا ناگوار لفظ زبان سے ادا نہیں کیا، حقیقت یہ ہے کہ جس زبان پر ہر وقت اللہ کا کلام جاری تھا اسے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ آپ نے اپنے اصحاب کو بھی یہی تعلیم دی کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں ایمان کے اعتبار سے کامل ترین وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو اور اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہو۔

(فتح الباري : ۲/ ۳۷۲ ـ تحفة الاحوذي : ٦/ ٩٨ ـ إرشاد الساري : ٨/ ٥٤ ـ روضه المتقين : ٢/ ١٧٠)

حسنِ اخلاق میزانِ عمل پر بہت بھاری ہوگا

٦٢٦ ـ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَا مِنْ شَيْءٍ اَثْقَلُ فِي مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَاِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

" اَلْبَذِيُّ " هُوَالَّذِيْ يَتَكَلَّمُ بِالْفُحْشِ وَرَدِيْءِ الْكَلَامِ .

(٦٢٦) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت مومن کے میزان میں کوئی عمل حسن خلق سے وزنی نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ فحش گوئی اور بدزبانی کرنے والے کو ناپسند فرماتے ہیں۔ (الترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بذی وہ ہے جو فحش گوئی اور بدزبانی کرے۔

تخریج حدیث(۶۲۶): الجامع للترمذی، ابواب البر والصلة والآداب، باب ما جاء فی حسن الخلق.

کلماتِ حدیث: یبغض : ناپسند کرتا ہے۔ یبغض : ابغاض (باب افعال) مراد یہ ہے کہ اللہ جس سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمائیں گے عالم ملکوت میں کوئی فرشتہ اس کے بارے میں کلمہ خیر نہیں کہے گا۔

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ کے یہاں انسان کے اعمال وزن ہوں گے اور وہاں معانی اور مفاہیم بھی مجسد ہو جائیں گے۔ جیسا کہ فرمایا کہ موت کو ایک مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا۔ اور روز قیامت صرف انہی اعمال کا وزن ہوگا جو ایمان کے ساتھ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوں کافر کے اعمال کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَـٰمَةِ وَزْنًا ﴾ (الکہف:۱۰۵)

اور وہاں کے پیمانے اس دنیا کے پیمانوں سے مختلف ہوں گے جو باتیں اس دنیا میں ہلکی تصور کی جاتی ہوں یا دنیادار لوگوں کی نظر میں بے قیمت ہوتی ہیں حساب کے روز ان کی قیمت بہت زیادہ ہوگی جیسا کہ فرمایا:

"کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم."

"دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری ہیں وہ یہ ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔"

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ناپسند فرماتے ہیں جو بدزبان اور فحش گو ہو۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ بذی کے معنی ہیں بدگو، بے حیا اور بے ہودہ باتیں کرنے والا۔ اور ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ بذی کے معنی بد اخلاق کے ہیں کہ پہلے اخلاق حسنہ کا ذکر تھا تو یہاں اس کے بالمقابل بدخلقی کا ذکر فرما دیا۔ (تحفة الاحوذی: ۶/ ۱۳۰ ۔ روضة المتقین: ۲/ ۱۷۰ ۔ دلیل الفالحین: ۳/ ۶۷)

دو چیزیں جہنم میں داخل کرنے والی ہیں

۶۲۷۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ، قَالَ: "تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ" وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ فَقَالَ: "الْفَمُ وَالْفَرْجُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۶۲۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل ہے جس سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اور حسن خلق اور آپ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل ایسا ہے جس سے زیادہ لوگ جہنم میں جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا منہ اور شرم گاہ۔ (ترمذی اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے)

تخریج حدیث(۶۲۷): الجامع للترمذی، ابواب البر والصلة والآداب، باب ما جاء فی حسن الخلق.

کلماتِ حدیث: یدخل : داخل کرے گا۔ ادخل ادخالا (باب افعال) داخل کرنا۔ دخل دخولا (باب نصر) داخل ہونا۔

شرحِ حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا ہے کہ اسلام میں دو طرح کے حقوق ہیں: حقوق اللہ اور حقوق العباد تقویٰ یعنی اللہ کی

خشیت اور اس کا خوف ایسی بات ہے کہ جس سے اللہ کے تمام حقوق کی ادائیگی وابستہ ہے بلکہ تقویٰ نام ہی ہے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرنے اور جملہ منہیات سے بچنے کا اور حسن اخلاق منبع ہے حقوق العباد کی ادائیگی کا اس لیے تقویٰ اور حسن خلق ایسا عمل ہے جو بہت کثیر تعداد میں انسانوں کو جنت میں لے جائے گا۔

جبکہ انسان کے منہ سے بہت سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہوتے ہیں جیسے اکل حرام، غیبت اور بہتان وغیرہ، اسی طرح شرم گاہ بدکاری کا ذریعہ ہے اس لیے جو فعل سب سے زیادہ لوگوں کو جہنم میں لے جانے والا ہے وہ منہ اور شرم گاہ ہے۔ امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منہ زبان پر مشتمل ہے اور زبان کا تحفہ دین کے اہم امور میں سے ایک ہے اور اکل حلال تقویٰ کی اساس اور بنیاد ہے اور اسی طرح شرمگاہ کی حفاظت بھی دین کا ایک اہم جز ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۞ ﴾

جو شخص باوجود قدرت اور ارتفاع موانع اور وجود شہوت کے محض اللہ کے ڈر سے حرام کاری سے باز رہا اور اپنی عصمت کی حفاظت کی وہ درجہ صدیقین تک پہنچ جاتا ہے اور جنت اس کا ٹھکانا ہوتی ہے۔

﴿ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى ۞ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى ۞ ﴾

''جو شخص اللہ کے روبرو پیش ہونے سے ڈرا اور اپنے خواہش نفس کی اتباع سے بچا اس کا ٹھکانا جنت ہے۔''

(تحفة الاحوذي : ٦/١٣٢ ـ الترغيب والترهيب : ٣/٣٨٥ ـ دليل الفالحين : ٣/٦٨)

عورتوں سے اچھے اخلاق سے پیش آنا

۶۲۸۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

(٦٢٨) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں میں سب سے زیادہ اخلاق والے ہیں اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے اچھے ہیں۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث (۶۲۸): الجامع للترمذی، ابواب الایمان، باب ما جاء فی استکمال الایمان .

کلمات حدیث: خیارکم: تم میں سب سے اچھے۔ خیر: نیکی، بھلائی نیک اور اچھا آدمی جمع اخیار.

شرح حدیث: ایمان اور اخلاقِ حسنہ باہم لازم وملزوم ہیں آدمی جتنے اچھے اخلاق والا ہوگا اتنا ہی کامل ایمان والا ہوگا اور جس قدر ایمان میں کمال اور ترقی حاصل ہوگی اسی قدر اخلاق رفیع اور بلند ہوں گے۔ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ بھی بذاتِ خود کمال اخلاق اور کمال ایمان کی علامت ہے کیونکہ عورت بہ نسبت مرد کے ایک کمزور وجود ہے نیز وہ اپنی حاجات کی تکمیل میں مرد کی تابع اور اس کی دست

نگر ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ اخلاق مصلحت اور ضرورت کے تحت نہیں ہے بلکہ اللہ کی رضا کے لیے ہے جو بذاتِ خود کمالِ ایمان کی دلیل ہے۔ (روضة المتقین : ۲/ ۱۷۲ ـ نزهة المتقین : ۱/ ۵۱۰)

۶۲۹ . وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : "إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّآئِمِ الْقَآئِمِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ .

(۶۲۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مومن اپنے حسن اخلاق سے وہ درجہ پالیتا ہے جو ایک روزہ دار شب بیدار شخص پاتا ہے۔ (ابوداود)

تخریج حدیث(۶۲۹): سنن ابی داود ، کتاب الاداب ، باب حسن الخلق .

کلماتِ حدیث: لیدرك : پالیتا ہے۔ أدرك ادراكاً (باب افعال) پالینا، مل جانا۔

شرح حدیث: اصل بات اللہ کے راستے میں چلنے کی سعی اور مجاہدہ ہے۔ قیام لیل ایک مجاہدہ ہے اور صوم نہار ایک مجاہدہ۔ اور مختلف ومتنوع لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ دیانت وامانت کے ساتھ اور صدق وصفا کے ساتھ معاملہ کرنا بھی مجاہدہ ہے اور اس مجاہدے سے گزر کر مومن قائم اور صائم کا درجہ حاصل کرلیتا ہے اگر چہ اس کی نفلی نمازیں کم ہوں اور نفلی روزوں کی تعداد کم ہو۔

(دلیل الفالحین : ۳/ ۶۹ ـ روضة المتقین : ۲/ ۱۷۳)

اخلاق کی بدولت جنت میں اعلیٰ مقام حاصل ہوگا

۶۳۰ . وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَآءَ وَاِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَاِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِيْ اَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُه'، حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ "الزَّعِيْمُ" : الضَّامِنُ .

(۶۳۰) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس شخص کے لیے جس نے حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دیا جنت کے اطراف میں ایک گھر کا ضامن ہوں اور اس شخص کے لیے بھی جنت کے درمیان میں گھر کا ضامن ہوں جس نے جھوٹ کو چھوڑ دیا خواہ مزاح کے طور پر ہی ہو اور اس شخص کے لیے بھی جنت کے بلند ترین مقام پر گھر کا ضامن ہوں جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ (ابوداود) حدیث صحیح ہے۔

الزعیم کے معنی ضامن کے ہیں۔

تخریج حدیث(۶۳۰): سنن ابی داود ، کتاب الأدب ، باب حسن الخلق .

کلماتِ حدیث: ربض : گردونواح، شہر کی فصیل، جمع ارباض ۔ المراء : لڑائی، جھگڑا۔ مازحاً : مذاق کرتے ہوئے، بطور

مذاق۔ مزح مزحا (باب فتح) مذاق کرنا۔

شرح حدیث: اگر کوئی شخص صلح وآشتی کی خاطر اور اس خاطر کہ جھگڑے میں پڑ کر باہمی مخاصمت بڑھے گی اور شر وفساد میں اضافہ ہوگا حق پر ہوتے بھی اپنا حق بھی چھوڑ دے اس کے حق میں ارشاد ہوا کہ میں جنت کے اطراف میں اس کے لئے گھر کی ضمانت دیتا ہوں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور جس کی زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور فرمایا جو شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے حتیٰ کہ کبھی ہنسی مذاق میں ایسا موقع نہیں آتا کہ وہ جھوٹ بولے تو جنت کے درمیان میں اس کے لیے گھر کا ضامن ہوں۔ اور جو شخص اعلیٰ اخلاق کا مالک ہے میں اس کے لیے جنت کے اعلیٰ حصہ میں گھر کا ضامن ہوں۔

احادیث مبارکہ میں اخلاقِ حسنہ سے وہ اخلاق مراد ہیں جن کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہے، یعنی سچ بولنا، غیبت نہ کرنا، کسی پر بہتان نہ لگانا، ایثار، تواضع، مہمان نوازی، دل میں کسی کی برائی نہ رکھنا، اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، کسی کی جاسوسی نہ کرنا، کسی کو طعنہ نہ دینا، مسلمان کی خیرخواہی کرنا، سلام کرنا، سلام میں پہل کرنا، دوسرے مسلمان کی خدمت کرنا، خیانت نہ کرنا، کسی کی عیب جوئی نہ کرنا، یتیموں کی سرپرستی کرنا، غریبوں اور محتاجوں کی کفالت کرنا، ماں باپ کی اور بڑے عمر کے لوگوں کی تکریم کرنا، تمام مسلمانوں کی عزت کرنا، لین دین اور معاملات میں ایمانداری برتنا، تکبر نہ کرنا، سخاوت، صلہ رحمی، وغیرہ اور ان امور کی تفصیل کے لیے امام غزالی رحمہ اللہ کی احیاء علوم الدین بہترین کتاب ہے۔ (دلیل الفالحین : ۳/ ۶۹)

اخلاق والے کو نبی کریم ﷺ کا قرب حاصل ہوگا

۶۳۱۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ وَاَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَحَاسِنَكُمْ اَخْلَاقًا، وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ فَمَا الْمُتَفَيْهِقُوْنَ؟ قَالَ "الْمُتَكَبِّرُوْنَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ! حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

" وَالثَّرْثَارُ" : هُوَ كَثِيْرُ الْكَلَامِ تَكَلُّفًا.

"وَالْمُتَشَدِّقُ"! الْمُتَطَاوِلُ عَلَى النَّاسِ بِكَلَامِهِ وَيَتَكَلَّمُ بِمِلْءِ فِيْهِ تَفَاصُحًا وَتَعْظِيْمًا بِكَلَامِهِ.

"وَالْمُتَفَيْهِقُ" اَصْلُهُ مِنَ الْفَهْقِ وَهُوَ الْاِمْتِلَاءُ، وَهُوَ الَّذِيْ يَمْلَاءُ فَمَهُ بِالْكَلَامِ وَيَتَوَسَّعُ فِيْهِ وَيُغْرِبُ بِهِ تَكَبُّرًا وَارْتِفَاعًا وَاِظْهَارًا لِلْفَضِيْلَةِ عَلٰى غَيْرِهِ. وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ تَفْسِيْرِ حُسْنِ الْخُلُقِ قَالَ: هُوَطَلَاقَةُ الْوَجْهِ، وَبَذْلُ الْمَعْرُوْفِ" وَكَفُّ الْاَذٰى.

(۶۳۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز تم میں سے سب سے زیادہ محبوب مجھے وہ شخص ہوگا جو تم میں سب سے اچھے اخلاق والا ہوگا اور تم میں سے سب سے زیادہ مجھے ناپسندیدہ وہ لوگ ہوں گے جو بہت

زیادہ باتیں کرنے والے بناوٹ کرنے والے اور تکبر سے منہ کھول کر باتیں کرنے والے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ باتونی اور بناوٹ والے لوگ تو ہم سمجھ گئے، متفیہقون کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ متکبر ہیں۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

ثرثار تکلف کے ساتھ اور بن کر باتیں کرنے والا۔ المتشدق اپنے کلام کی بڑائی جتلانے کے لیے منہ بھر کر بات کرنے والا۔

متفیہق: اس کی اصل فہق ہے جس کے معنی بھرنے کے ہیں یعنی جو منہ بھر کر بات کرتا ہے اور اس کو لمبا کرتا ہے اور دوسروں پر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے اور اپنی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے تکبر سے باتیں کرتا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن خلق کے معنی حضرت عبداللہ بن مبارک سے یہ نقل کیے ہیں کہ حسن خلق کے معنی ہیں لوگوں سے خندہ روئی سے پیش آنا ان کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آنا اور کسی کو ایذاء نہ پہنچانا۔

تخریج حدیث (۶۳۱): الجامع للترمذی ، کتاب البر والصلة والآداب ، باب ما جاء فی معالی الاخلاق.

کلمات حدیث: الثرثارون : بہت بولنے والے۔ ثرثرة الکلام: بسیار گوئی جس کے الفاظ زیادہ ہوں اور معنی کم ہوں۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں حسن اخلاق کی اہمیت اور اس کی فضیلت کا بیان ہے کہ آخرت میں اخلاق حسنہ کے حامل اہل ایمان رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں قریب ترین ہوں گے اور ان لوگوں کی برائی بیان فرمائی گئی ہے جو تکبر کی بناء پر منہ پھلا کر لفظوں کو آرائش دے کر اور انہیں سنوار کر اور جملوں کو گھما پھرا کر اس انداز سے بات کرتے ہیں کہ لوگ ان سے مرعوب ہو جائیں اور ان کی بڑائی کے اور دانش دنیا کے قائل ہو جائیں، یہ لوگ روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بار نہ پاسکیں گے اور آپ ﷺ اس وقت انہیں ناپسند فرمائیں گے جب اہل ایمان آپ کی شفاعت کے محتاج ہوں گے۔ (روضة المتقین : ۲/ ۱۷٤ ۔ دلیل الفالحین : ۳/ ۷۰)

O

الباب (۷۴)

اَلْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ وَالرِّفْقُ
حلم، بردباری اور نرمی

۲۱۵. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَٱلْكَٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے اور اللہ نیکو کاروں کو پسند کرتا ہے۔'' (آل عمران: ۱۳۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ایک عظیم اخلاقی خوبی کا بیان ہوا ہے اور وہ ہے حلم یعنی بردباری کہ اہل ایمان اور اہل تقویٰ کے محاسن اخلاق میں سے ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ وہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں اور تحمل اور برداشت کی ان میں ایسی شان ہوتی ہے کہ وہ غصہ کا اظہار نہیں کرتے بلکہ غصہ پی جاتے ہیں اور ان کا یہ حسن عمل اللہ کے یہاں پسندیدہ ہے۔ (معارف القرآن ۔ تفسیر مظھري)

۲۱۶. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ ﴿١٩٩﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''عفو و درگزر کو اختیار کرو نیکی کا حکم کر دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔'' (اعراف: ۱۹۹)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ عفو و درگزر اختیار کرو نیکی کا حکم دو، یعنی ہر جگہ اور ہر موقعہ پر معاف کر دینا بہتر ہے اور نیکی کا حکم دیتے رہو یعنی اللہ نے جو باتیں انسانوں کی بھلائی کی بتائی ہیں اور جو جانی پہچانی نیکیاں ہیں ان کی فہمائش اور تعلیم کرتے رہو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔ (معارف القرآن)

عفو و درگزر کرنے سے دشمن کو دوست بنایا جا سکتا ہے

۲۱۷. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَلَا تَسْتَوِي ٱلْحَسَنَةُ وَلَا ٱلسَّيِّئَةُ ۚ ٱدْفَعْ بِٱلَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا ٱلَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُۥ عَدَٰوَةٌ كَأَنَّهُۥ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ٱلَّذِينَ صَبَرُوا۟ وَمَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٣٥﴾ ﴾

اور فرمایا:

''بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی اس طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا سرگرم دوست بن جائے گا یہ بات انہی لوگوں کو حاصل ہوگی جو برداشت کرنے والے ہیں اور انہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں۔

(السجدہ:۳۴)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ برائی کو انگیز کر کے اچھائی سے بدلہ دینا بڑی اخلاقی جرات اور ہمت چاہتا ہے یہ اعلیٰ خصلت اور یہ کریمانہ اخلاق اللہ کے ہاں سے بڑے قسمت والے خوش نصیب اقبال مندوں کو ملتا ہے۔ ایک سچے مؤمن کا مسلک یہ ہونا چاہیے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دے بلکہ جہاں تک ممکن ہو برائی کے مقابلے میں اچھائی سے پیش آئے اگر کوئی سخت بات کہے یا برا معاملہ کرے تو اس کے بالمقابل وہ طرز عمل اختیار کرنا چاہیے جو اس سے بہتر ہو، یعنی غصہ کے جواب میں برد باری گالی کے جواب میں تہذیب و شائستگی اور سختی کے جواب نرمی اور مہربانی سے پیش آئے۔ اس طرز عمل کے نتیجے میں تم دیکھ لو گے کہ سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا اور ایک وقت آئے گا کہ وہ ایک گہرے اور گرمجوش دوست کی طرح تم سے برتاؤ کرنے لگے گا۔

۲۱۸. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴾

اور فرمایا کہ:

''جو صبر کرے اور قصور معاف کر دے تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (الشوریٰ:۴۳)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ صبر کرنا اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کر دینا بڑی ہمت اور حوصلے کا کام ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس بندے پر ظلم ہوا اور وہ محض اللہ کے واسطے درگزر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ اس کی عزت بڑھائے گا اور مدد کرے گا۔

برد باری اللہ تعالیٰ کو پسند ہے

۶۳۲. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَشَجِّ عَبْدِالْقَيْسِ'' اِنَّ فِيْكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ: ''اَلْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۳۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اشج عبدالقیس سے فرمایا کہ تمہارے اندر دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں ایک حلم اور دوسرے سوچ سمجھ کر کام کرنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۶۳۲): صحیح مسلم، اوائل کتاب الایمان۔

کلمات حدیث: حلم: عقل، صبر، برد باری، جمع احلام، صفت حلیم، اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک۔ اناۃ: ٹھہراؤ، تحمل، عدم عجلت: یعنی کسی کام کو کرنے سے پہلے مصالح پر نظر کرنا اور نتائج و عواقب پر غور کرنا۔

شرح حدیث: قبیلہ عبدالقیس کے چودہ افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی آمد کا سبب یہ ہوا کہ منقذ بن حیان زمانہ جاہلیت میں مدینہ منورہ تجارت کے لیے آیا کرتے تھے۔ رسول کریم ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد بھی لحاف اور کھجوریں لے کر مدینہ منورہ آئے۔ منقذ بن حیان بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم ﷺ وہاں سے گزرے، حضرت منقذ آپ کو دیکھ کر کھڑے

ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم منقذ بن حیان ہو تمہاری قوم کا کیا حال ہے؟ پھر آپ نے ان کی قوم کے اشراف کے نام لے لے کر پوچھا: منقذ کو حیرت ہوئی کہ آپ ﷺ کو سب کے نام کیسے معلوم ہیں؟ بہر حال انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور سورۂ فاتحہ اور سورۂ اقراء یاد کی اور ہجر روانہ ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہاتھ قبیلہ عبد القیس کے کچھ لوگوں کے نام خط بھی بھیجا وہ خط لے گئے اور کچھ روز اس خط کو اپنے پاس چھپائے رکھا۔

ان کی بیوی جو منذر بن عائذ کی بیٹی تھی، جن کے چہرے پر نشان تھا اور اس نشان کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشج کہا تھا۔ غرض منقذ بن حیان کی بیوی نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اپنے باپ منذر بن عائذ سے ذکر کیا اور کہا کہ جب سے منقذ یثرب سے آیا ہے عجیب باتیں دیکھنے میں آرہی ہیں اپنے اعضاء دھوتا ہے قبلہ رُو ہو جاتا ہے کمر جھکا تا ہے اور پیشانی زمین پر ٹیکتا ہے۔ دونوں نے منقذ سے ملاقات کی اور باپ بیٹی دونوں مسلمان ہو گئے۔ پھر منذر بن عائذ اشج نے رسول اللہ ﷺ کی تحریر کو اپنی قوم عصر اور محارب پر پیش کیا اور انہیں یہ تحریر پڑھ کر سنائی جسے سن کر وہ سب مسلمان ہو گئے اور سب وفد کی صورت میں مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے معجزانہ طور پر اپنے صحابہ کرام کو دی اور فرمایا کہ اہل مشرق کے بہترین لوگ وفد عبد القیس آرہا ہے جس میں اشج عصری بھی ہیں۔

جب یہ وفد مدینہ منورہ پہنچا تو تمام شرکاء وفد فرطِ اشتیاق سے آپ کی زیارت کے لیے دوڑے اور شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ مگر اشج جو نوجوان بھی اور سردارِ قوم بھی تھے انہوں نے پہلے اونٹوں کو باندھا غسل کیا اور عمدہ لباس زیب تن کیا اور پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے برابر بٹھایا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ان لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ تم اپنے نفسوں پر اور اپنی قوم پر بیعت کرو گے سب نے کہا کہ جی ہاں اشج بولے یا رسول اللہ! کسی امر سے کسی کو ہٹانا اس قدر دشوار نہیں ہے جتنا دشوار کسی کو اس کے دین سے ہٹانا ہے اس لیے اولاً ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں اور اپنی قوم کے پاس داعی بھیجتے ہیں پھر جو ہمارے ساتھ چلے تو درست ورنہ ہم اس کے ساتھ جنگ کریں گے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے صحیح کہا تمہارے اندر دو خصلتیں ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں ایک حلم اور دوسرے سوچ سمجھ کر کام کرنا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اشج کے طرزِ عمل اور ان کی گفتگو سے ان کے حلم و تدبر اور ان کی فہم و فراست ظاہر ہے کہ انہوں نے سوچ سمجھ کر بات کہی اور عواقب و نتائج پر نظر ڈال کر آئندہ کے لائحہ عمل ترتیب دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ ان کی کوشش سے ان کی قوم کے لوگ اسلام قبول کر لیں گے اور ان کے اندر موجود خوبیاں اسلام کی اشاعت کا سبب اور ذریعہ بنیں گی، اس لیے آپ ﷺ نے ان کی ان خوبیوں کی تعریف فرمائی۔ اشج نے دریافت کیا یا رسول اللہ! یہ دو خوبیاں میرے اندر جبلی ہیں یا اکتسابی؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے تمہیں ان خوبیوں کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ اس پر اشج رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسی خصلتوں کے ساتھ پیدا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ١٦٢/١ ـ روضه المتقين : ١٧٢/٢ ـ دليل الفالحين : ٧٤/٣)

اللہ تعالیٰ نرمی کرنے کو پسند فرماتے ہیں

۶۳۳. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والے ہیں اور نرمی کو پسند کرتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۳۳): صحيح البخاری ، كتاب الادب ، باب فضل الرفق . صحيح مسلم ، كتاب البر ، باب فضل الرفق .

کلمات حدیث: رفق : نرمی۔ رفیق : نرمی برتنے والا، نرمی کرنے والا جمع رفقاء رفق رفقا (باب کرم) مہربانی کا برتاؤ کرنا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر شئے کو وسیع ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں اور ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ تمام انسان بھی آپس میں نرمی کا معاملہ کریں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جسے نرمی سے کچھ حصہ مل گیا اسے خیر سے حصہ مل گیا۔

اس حدیث مبارکہ کا سبب ورود یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے آپ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ اور انہوں نے کہا کہ السام علیکم (تم پر موت آئے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا نہیں بلکہ تم پر موت اور لعنت یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرم خوئی کو پسند فرماتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا تھا؟ آپ نے فرمایا میں نے بھی تو کہہ دیا تھا وعلیکم (اور تم پر بھی)

(فتح الباري : ۱۸۵/۲ ـ إرشاد الساري : ٤١٦/٦ ـ روضة المتقين : ۱۷۷/۲)

اللہ تعالیٰ نرمی اختیار کرنے والوں کو وہ چیز عطا فرماتے ہیں جو سختی والوں کو عطا نہیں فرماتے

۶۳۴. وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِيْ عَلَى الرِّفْقِ مَالَايُعْطِيْ عَلَى الْعُنْفِ وَمَالَايُعْطِيْ عَلٰى مَاسِوَاهُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۳۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والے ہیں اور نرمی کو پسند فرماتے ہیں اور نرمی کرنے پر وہ نعمتیں عطا فرماتے ہیں جو سختی کرنے پر عطا نہیں فرماتے بلکہ اس کے علاوہ کسی اور چیز پر بھی نہیں فرماتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۳۴): صحيح مسلم ، كتاب البر ، باب فضل الرفق .

کلماتِ حدیث: یعطی : عطا کرتا ہے۔ أعطی اعطاء (باب افعال) دینا، عطا کرنا، عطیہ، ہدیہ، جمع عطایا۔ معطی: دینے والا، ان اللہ ھو المعطی : اللہ ہی دینے والا ہے۔ عنف : سختی، درشتگی، شدت۔ أعنف : سخت دل، سخت مزاج، کھردرا۔

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا سلوک کرنے والے ہیں اس لیے بندوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ آپس میں نرمی کا مہربانی کا اور حسن سلوک کا معاملہ کریں اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا بخشش سب سے زیادہ بلکہ ہر چیز سے زیادہ نرمی اختیار کرنے پر ہوتی ہے اور اس میں دنیاوی فائدہ بھی ہے کہ نرمی اختیار کرنے سے باہمی تعلق محبت اور مودت میں اضافہ ہوگا اور لڑائی جھگڑے کم ہوں گے اور معاشرے میں امن وسکون اور عافیت میں اضافہ ہوگا۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ١٦/ ١٢٠)

نرمی سے کام میں حسن پیدا ہوتا ہے

٦٣٥ . وعَنهَا اَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الرِّفْقَ لَايَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهُ، وَلَايُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَه." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٦٣٥) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس بات میں نرمی ہو وہ اس کو مزین بنا دیتی ہے اور جس بات سے نرمی جاتی رہے وہ عیب دار ہو جاتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٦٣٥): صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل الرفق .

کلماتِ حدیث: زانہ : اسے مزین بنا دیا، اسے زینت دے دی۔ زان زینا (باب ضرب) زینت دینا، مزین کرنا، خوبصورت بنانا۔ شانہ : اسے عیب دار بنا دیا، عیب دار کر دیا، بدصورت بنا دیا۔ شان شینا (باب ضرب) عیب دار کرنا، عیب دار ہونا۔

شرحِ حدیث: نرم خوئی انسان کا ایسا وصف ہے جس سے انسان لوگوں کے درمیان محبوب ومقبول ہو جاتا ہے اور کیونکہ طبیعت کی نرمی دراصل سرچشمہ ہے تمام اخلاقِ حسنہ کا کہ اچھے اخلاق و عادات تمام کے تمام وصف رحمت سے پیدا ہوتے اور تمام صفات رذیلہ طبیعت کی سختی تندی اور غلظت سے پیدا ہوتی ہے جتنا انسان رحیم وکریم ہوگا اتنے ہی اس کے اخلاق اچھے اور عمدہ ہوں گے اور جس قدر سخت مزاج اور کھردرا ہوگا اسی قدر اخلاق رذیلہ اس کے اندر موجود ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شے کو خوبصورتی اور حسن عطا فرما دیتے ہیں جس میں نرمی ہو اور جس بات سے نرمی جاتی رہے وہ عیب دار ہو جاتی ہے۔ اس لیے مؤمن کے طرزِ عمل کا ہر ہر پہلو نرمی اور محبت کا ہونا چاہیے سختی اور ترش روئی کا نہ ہونا چاہیے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ١٦/١٢١)

دیہاتی کا مسجد میں پیشاب کرنے کا واقعہ

٦٣٦ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَالَ اَعْرَابِيٌّ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ النَّاسُ اِلَيْهِ لِيَقَعُوْا فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "دَعُوْهُ وَاَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهِ سَجْلاً مِّنْ مَّآءٍ اَوْذَنُوْبًا مِنْ مَآءٍ، فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ

مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

" السَّجَلُ " بِفَتْحِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَإِسْكَانِ الْجِيْمِ : وَهِيَ الدَّلْوُ الْمُمْتَلِئَةُ مَآءً وَكَذٰلِكَ الذَّنُوْبُ .

(٦٣٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ اس کی جانب لپکے کہ اسے کچھ کہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہادو، کہ تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو سختی کرنے والے نہیں بنا کر بھیجے گئے ہو۔ (بخاری)

السجل : پانی سے بھرا ہوا ڈول اور یہی معنی ذنوب کے ہیں۔

تخریج حدیث(۶۳۶): صحيح البخاري ، كتاب الطهارة ، باب صب الماء على البول في المسجد .

کلمات حدیث: أريقوا : بہادو۔ أراق إراقة : پانی بہانا۔

شرح حدیث: ایک اعرابی مسجد میں آیا اور اس نے پیشاب کر دیا اس اعرابی کا نام اقرع بن حابس تھا۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس کا نام عیینہ بن حصین یا ذوالخویصرہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اولاً تو اس نے آ کر کہا کہ اے اللہ مجھ پر اور محمد پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے تو بہت وسیع شے کو محدود کر دیا۔ لوگ اس کی جانب بڑھے کہ اس کو روکیں یا کچھ کہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہادو۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زمین پر پانی بہانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زمین پانی بہانے سے پاک ہو جاتی ہے، دھوپ سے خشک ہو کر بھی پاک ہو جاتی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں آسانی پیدا کرنے والا بنا کر مبعوث کیا گیا ہے اور تنگی پیدا کرنے والا بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا ہے یہ بات آپ ﷺ نے اس لیے فرمائی کہ صحابہ کرام کا بطور خاص اور تمام امت کا علی وجہ العموم یہ فریضہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نیابت کرتے ہوئے ہر دور اور زمانے میں دعوت دین کا کام سرانجام دیں اور کار دعوت میں نرمی اور تیسیر کا پہلو اختیار کریں۔

(فتح الباري : ۱/۳۵۵ ۔ إرشاد الساري : ۱/٤٤٥ ۔ عمدة القاري : ۳/۱۸۹)

خوشخبری سناؤ نفرت مت پھیلاؤ

۶۳۷۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا، وَبَشِّرُوْا وَلَاتُنَفِّرُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٣٧) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آسانی کرو سختی نہ کرو، خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۳۷): صحيح البخاري ، كتاب العلم ، باب كان النبي ﷺ يتخولهم بالموعظة . صحيح

مسلم ، کتاب الجهاد ، باب الامر بالتیسر و ترك التعسیر۔

کلماتِ حدیث: یسروا : تم آسانیاں پیدا کرو۔ یسر تیسیراً (باب تفعیل) آسانی کرنا۔ ولا تعسروا : اور تنگی نہ پیدا کرو۔ عسر تعسیراً (باب تفعیل) تنگی کرنا، دشواری پیدا کرنا۔

شرحِ حدیث: دعوت کا کام ساری امت کا فریضہ ہے اور بطورِ خاص علماء اور دعاۃ کا کہ ان کے پاس دین کا علم ہونے کی وجہ سے ان پر زیادہ ذمہ داری ہے کہ وہ دین کی تبلیغ کریں اور لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلائیں اس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک زریں اصول بیان فرمایا کہ لوگوں کو دین کی دعوت دینے میں ان کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرو اور ان کے سامنے وہ پہلو رکھو جن میں اللہ کی رحمت و مغفرت اور اس کے فضل و کرم کا بیان ہے یعنی ترغیب والے امور کو بیان کرو اور اپنے رویے اور طرزِ گفتگو میں سختی نہ آنے دو اور نہ ایسے سختی اور شدت والے امور کو بیان کرو جن سے طبیعتوں میں تنفر پیدا ہو اور بجائے اس کے کہ لوگ دین کے قریب آئیں اور دور ہو جائیں۔ (فتح الباري : ۱/ ۲۸۸ ـ إرشاد الساري : ۱/ ۲٤۸ ـ عمدة القاري : ۲/ ۷۱)

نرمی سے محروم بھلائی سے محروم

۶۳۸ ۔ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ يُحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ كُلَّه"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۳۸) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ ہر بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔ (مسلم)

تخریجِ حدیث (۶۳۸): صحیح مسلم ، کتاب البر والصلة والآداب ، باب فضل الرفق .

کلماتِ حدیث: یحرم : محروم کیا گیا۔ محرم حرمانا (باب نصر) محروم ہونا، محروم کرنا، محروم وہ شخص جو محروم کیا گیا ہو۔

شرحِ حدیث: جملہ محاسنِ حسنہ اور صفاتِ حمیدہ کا سرچشمہ اور منبع انسان کی طبیعت کا لطیف اور نرم ہونا ہے اور جملہ مساوی اور صفاتِ مذمومہ کا منبع طبیعت کی درشتگی اور سختی اور تندی ہے۔ درشتگی اور غلظتِ طبع ایک طبعی صفت ہے جبکہ نرمی رفق اور مہربانی ملکوتی وصف ہے اس لیے فرمایا کہ جو نرمی سے محروم ہو گیا اور ہر خوبی بھلائی اور اچھائی سے محروم ہو گیا جیسا کہ اس سے پہلے گزرنے والی حدیث میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والے ہیں اور نرمی کو پسند فرماتے ہیں اور نرمی پر وہ کچھ نعمتیں عطا فرماتے ہیں جو سختی اور تندی میں نہیں عطا فرماتے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۶/ ۱۱۸ ـ دليل الفالحين : ۳/ ۷۸)

آپ ﷺ کی نصیحت، غصہ مت کرو

۶۳۹ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ!

اَوْصِنِیْ . قَالَ! لَاتَغْضَبْ" فَرَدَّدَمِرَارًا' قَالَ : "لَاتَغْضَبْ " رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(٦٣٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کرو، اس نے اپنی بات کئی مرتبہ دہرائی اور آپ ﷺ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۶۳۹): صحیح البخاری ، کتاب الادب ، باب الحذر من الغضب .

کلمات حدیث: لا تغضب : غصہ نہ کرو۔ غضب غضبا (باب سمع) غصہ کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ مخاطبین کے حالات وکیفیات کو مدنظر رکھ کر گفتگو فرماتے تھے اور سوال کرنے والے سائل کے قلبی حال کے پیش نظر اسے نصیحت فرماتے۔ غصہ کرنا یا غصہ آجانا ایک بہت بڑی برائی ہے جس کے متعدد نقصانات اور بہت سی قباحتیں ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے مکرر اور سہ کرر غصہ سے منع فرمایا۔ غصہ یا غضب دراصل دورانِ خون کی شدت ہے جو انسان کو انتقام پر آمادہ کرتا ہے اور شیطان کا انسان کے دل میں ڈالا ہوا ایسا وسوسہ ہے جس سے آدمی حدودِ اعتدال سے نکل جاتا ہے۔ اس حالت میں دل میں برائی پیدا ہوتی اور حسد پیدا ہوتا ہے اور زبان سے برائی کی بات کہتا ہے بلکہ غصہ اور غضب کی حالت میں بسا اوقات آدمی ایسی بیہودہ سرائی پر اتر آتا ہے کہ کوئی بعید نہیں کہ کوئی کلمہ کفر بھی کہہ دے۔ اس موقعہ پر آدمی کو چاہیے کہ اللہ کی ناراضگی کا تصور کرے اور یہ یاد کرے کہ اللہ کا غضب بہت شدید ہے۔ (دلیل الفالحین : ۳/۷۸)

یہ حدیث اور اس کی شرح اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے۔

ذبح وقتل بھی اچھی حالت میں ہو

۶۴۰ . وَعَنْ اَبِیْ یَعْلیٰ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ، فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَه' وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَه'،، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٦٤٠) حضرت ابویعلی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو اچھے طریقہ سے کرنے کو لازم قرار دیا ہے حتیٰ کہ اگر کسی کو قتل کرو تو وہ بھی اچھی طرح کرو اور ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور اپنی چھری کو خوب تیز کرلو اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۶۴۰): صحیح مسلم ، کتاب الصید ، باب الامر باحسان الذبح و القتل و تحدید الشفرة .

کلمات حدیث: لیحد : اسے چاہیے کہ تیز کرلے۔ شفرته : اس کی بڑی چھری۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارکہ میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر اس بات کو فرض اور لازم قرار دیا ہے کہ وہ ہر بات کو اور ہر کام کو عمدگی اور خوبصورتی کے ساتھ کرے حتیٰ کہ اگر تم کسی آدمی کو قتل کرنے لگو یعنی میدانِ جنگ میں کسی دشمن کو یا کسی کو قصاصاً قتل کرنے لگو تو

اس میں بھی اچھا طریقہ اختیار کرو یعنی اس کو مارنے میں کوئی ظالمانہ طریقہ اختیار نہ کرو، اس کی انسانیت کی تکریم کو برقرار رکھو اور اس طرح قتل کرو کہ اسے کم سے کم تکلیف ہو اور مرنے کے بعد اس کا مثلہ نہ کرو۔

اسی طرح جانور کو ذبح کرتے وقت چھری کی دھار تیز کرلو کند چھری سے نہ ذبح کرو کہ اس طرح جانور کو زیادہ تکلیف ہوگی۔

(شرح مسلم للنووي : ۱۳/۹۰)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے نفس کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا

۶۴۱۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَاخُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ قَطُّ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَالَمْ يَكُنْ اِثْمًا، فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ : وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۴۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو باتوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار ہوا آپ ﷺ نے ان میں زیادہ آسان کو اختیار فرمایا، سوائے اس کے کہ وہ گناہ نہ ہو۔ کیونکہ اگر گناہ ہوتا تو آپ ﷺ تمام انسانوں سے زیادہ اس سے دور ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی بات میں اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ کی حرمتوں میں سے کسی حرمت کو پامال کیا گیا ہو، تو آپ ﷺ اللہ کے لیے بدلہ لیتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۴۱): صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ. صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدته ﷺ للآثام واختیاره من المباح اسهله وانتقامه لله عند أنتهاك حرماته .

کلمات حدیث: ایسرهما : دونوں میں سے زیادہ آسان، مثلاً آپ ﷺ کو دو سزاؤں میں اختیار ہوتا تو آپ ان میں ہلکی سزا کو لیتے دو واجبات ہوتے تو اس میں سے ہلکے امر کو اختیار فرماتے اور جنگ و صلح کے دو پہلوؤں میں سے صلح کو اختیار فرماتے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو مباح امور میں سے جب دو میں سے ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے سہل اور آسان کو اختیار فرماتے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ تخییر آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتی ہو کہ آپ ﷺ مثلاً کافروں سے جنگ کریں یا مصالحت کر کے جزیہ قبول فرمالیں یا امت کے کسی فرد کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں آپ ﷺ کسی فرد کو کوئی مجاہدہ بتائیں یا اسے کوئی آسان اور سہل کلمات بتادیں کہ یہ پڑھ لیا کرو تو آپ ان صورتوں میں سہل اور آسان ہی کو اختیار فرماتے۔ ہاں اگر اس آسان پہلو میں کسی طرح کوئی برا پہلو نکلتا ہو یا وہ کسی گناہ کو مقتضی ہوتا ہو تو پھر آپ اس آسان پہلو کو ترک فرمادیتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی معاملہ میں اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا۔ آپ ﷺ صرف اس وقت سزا دیتے جب اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کا ارتکاب کیا گیا ہو اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حرمتوں کو پامال کیا گیا ہو۔ ایک شخص نے آپ ﷺ کی چادر پکڑ کر اس زور سے کھینچی کہ آپ کی گردن مبارک پر کپڑے کی رگڑ کا نشان پڑ گیا اور اس شخص نے کہا کہ یہ مال نہ تمہارا ہے اور نہ تمہارے باپ کا۔ آپ ﷺ نے اس پر

تبسم فرمایا اور اس کو مال عطا فرمایا۔

مقصودِ حدیث یہ ہے کہ دین کے معاملے میں سختی اور تشدد کے بجائے رفق اور نرمی کا پہلو غالب ہے اور جن امور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رخصت عطا فرمائی ہے ان رخصتوں کو قبول کیا جائے اور حق کے راستے میں صبر وتحمل اور حسن اخلاق سے کام لیا جائے لیکن جہاں معاملہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کا ہو اس پر خوب مضبوطی اور استقامت سے قائم رہنا چاہیے۔

(فتح الباري : ٢/ ٣٧٣ ـ إرشاد الساري : ٨/ ٥٦ ـ دليل الفالحين : ٣/ ٨٠ ـ روضة المتقين : ٢/ ١٨١)

جہنم کی آگ کن پر حرام ہے؟

٦٤٢ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ . اَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ ؟ تَحْرُمُ عَلٰى كُلِّ قَرِيْبٍ هَيِّنٍ لَيِّنٍ سَهْلٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(٦٤٢) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسے لوگوں کی خبر نہ دوں جو جہنم کی آگ پر حرام ہیں یا جہنم کی آگ ان پر حرام ہے۔ ہر وہ شخص جو قریب آنے والا آسانی کرنے والا نرمی برتنے والا اور نرم خو اس پر آگ حرام ہے۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (٦٤٢): الجامع للترمذي ، صفة يوم القيامة ، باب كان ﷺ في مهنة اهله ۔

کلماتِ حدیث: كل قريب : لوگوں کے قریب، ملنے جلنے والا اور ان سے بہتر معاملہ کرنے والا۔ هين لين سهل : جس سے بات چیت آسان ہو جو معاملہ میں نرم ہو اور سہولت کے ساتھ اچھی طرح معاملہ کرتا ہو۔ یعنی متواضع نرم خو اور جس سے معاملات میں دشواری نہ پیش آئے۔

شرحِ حدیث: حدیث مبارک میں تعلیم ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اچھے اخلاق اور عادات حسنہ اختیار کریں اور لوگوں سے میل جول اور ان کے ساتھ معاملات میں دیانت اور امانت کے ساتھ نرمی اور لطف اور سہولت کے ساتھ پیش آئیں۔ لوگوں کے ساتھ دین کی حدود و قیود میں رہتے ہوئے میل جول رکھیں اور ان کے کام آئیں، ان کی خدمت کریں اور ان کے ساتھ تواضع وانکساری کا معاملہ کریں اور یہ طرز زندگی اللہ کی رضا کے لیے اختیار کریں۔ (روضة المتقين : ١/ ١٨٢ ـ دليل الفالحين : ٣/ ٨١)

البَابُ (۷۵)

العَفُوِ وَاِعْرَاضِ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ
عفو ودرگزر اور جاہلوں سے اعراض

۲۱۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ ﴿١٩٩﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''عفو ودرگزر کو اختیار کرو اور نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔'' (الاعراف.۱۹۹)

تفسیری نکات: پہلی آیت ایک جامع ہدایت ہے جو تین نکات پر مشتمل ہے، عفو، امر بالمعروف اور اعراض عن الجاہلین۔ مفسرین نے عفو کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس کے معنی ہیں ہر ایسے کام کو قبول کر لینا جو بغیر کسی کلفت کے آسانی کے ساتھ انجام پا جائیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے نازل ہونے پر فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اعمال واخلاق میں سرسری اطاعت قبول کرنے کا حکم دیا ہے اور میں نے عزم کیا ہے کہ جب تک میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں میں ایسا ہی عمل کروں گا۔ عفو کے دوسرے معنی درگزر کے ہیں۔ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے جبریل امین سے اس کا مطلب دریافت کیا۔ جبریل امین نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنے کے بعد یہ مطلب بتایا کہ جو شخص آپ ﷺ پر ظلم کرے اسے معاف کر دیں جو آپ کو نہ دے آپ ﷺ اس پر بخشش کریں اور جو آپ سے قطع تعلق کرے آپ اس سے بھی ملا کریں۔

پہلے اور دوسرے معنی میں بظاہر فرق ہے لیکن حاصل دونوں کا ایک ہی یعنی درگزر کرنا اور سختی سے گریز کرنا۔

دوسرا جملہ ہے وامر بالعرف عرف کے معنی ہیں ہر اچھے اور مستحسن کام کو عرف کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ برائی اور ظلم سے پیش آئیں آپ انہیں معاف کر دیں اور انہیں نیک اور اچھے بھلے کاموں کی ہدایت کرتے رہیں۔

تیسرا جملہ واعرض عن الجاہلین ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ آپ ﷺ جاہلوں سے کنارہ کش ہو جائیں یعنی ظلم کا بدلہ لینے کے بجائے آپ ﷺ ان سے خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کریں۔ (معارف القرآن)

۲۲۰. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ فَٱصْفَحِ ٱلصَّفْحَ ٱلْجَمِيلَ ﴿٨٥﴾ ﴾

اور فرمایا کہ:

''تم ان لوگوں سے اچھی طرح درگزر کرو۔'' (الحجر:۸۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ لوگوں کی ایذاء رسانی اور ان کی تکلیف دہ باتوں کا جواب نہ دیں بلکہ ان سے درگزر

فرمائیں اور خوبصورتی کے ساتھ ان کو معاف فرمادیں۔ حدیث میں ہے کہ جب کسی کو برا بھلا کہا جائے اور وہ جواب نہ دے تو فرشتے اس کی طرف سے جواب دیتے ہیں اور جب وہ جواب دیتا ہے تو فرشتے آسمانوں پر چلے جاتے ہیں۔ (تفسیر مظھری)

۲۲۱. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ﴾

اور فرمایا کہ:

''چاہیے کہ وہ معاف کریں اور درگزر کردیں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادیں۔'' (النور: ۲۲)

تفسیری نکات: تیسری آیت کے شانِ نزول میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی مالی مدد کیا کرتے تھے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعۂ افک میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بھی شریک ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد بند کردی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں چاہتا ہوں کہ اللہ مغفرت فرمادے اور آپ نے ان کی امداد کا سلسلہ دوبارہ شروع کردیا۔ (تفسیری مظھری ۔ معارف القرآن)

۲۲۲. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ ﴾

اور فرمایا کہ:

''لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو دوست رکھتے ہیں۔'' (آل عمران: ۱۳۴)

تفسیری نکات: چوتھی آیت کریمہ میں اہل تقویٰ کی صفاتِ حمیدہ کا بیان ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں تنگی ہو یا فراخی اور غصہ کو پی لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں لوگوں کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کردینا انسانی اخلاق میں ایک بڑا درجہ رکھتا ہے اور اس کا ثواب آخرت نہایت اعلیٰ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ کی طرف سے منادی ہوگی کہ جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق ہے وہ کھڑا ہو جائے تو اس وقت وہ لوگ کھڑے ہوں گے جنہوں نے لوگوں کے ظلم و جور کو معاف کردیا ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

۲۲۳. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴾

اور فرمایا کہ:

''جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو یہ یقیناً ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (الشوریٰ: ۴۳)

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ .

اس باب میں متعدد آیات ہیں جو معلوم اور مشہور ہیں۔

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں ارشاد ہوا کہ غصہ کو پی جانا اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کر دینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس پر ظلم ہوا ہو اور وہ اللہ کے واسطے اسے معاف کر دے تو اللہ اس کی عزت بڑھائے گا اور مدد کرے گا۔ (تفسیر عثمانی)

اور اس مضمون کی آیات بکثرت ہیں اور معلوم ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا طائف کے سفر میں تکلیف برداشت کرنا

۶۴۳. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ ؟ قَالَ : "لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ وَكَانَ اَشَدَّ مَالَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ، فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا وَاَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ، فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَرَدُّوْا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهٗ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ . فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ : يَامُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَاَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ، وَقَدْ بَعَثَنِيْ رَبِّيْ اِلَيْكَ لِتَاْمُرَنِيْ بِاَمْرِكَ، فَمَا شِئْتَ : اِنْ شِئْتَ اَطْبَقْتُ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ .

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" اَلْاَخْشَبَانِ " اَلْجَبَلَانِ الْمُحِيْطَانِ بِمَكَّةَ وَالْاَخْشَبُ : هُوَ الْجَبَلُ الْغَلِيْظُ .

(۶۴۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ کیا آپ ﷺ پر یوم احد سے زیادہ سخت دن آیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری قوم کی طرف سے تکلیفیں اٹھائیں اور سب سے زیادہ تکلیف مجھے عقبہ والے دن پیش آئی۔ جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا۔ اس نے میری دعوت کو جس طرح میں چاہتا تھا قبول نہیں کیا۔ میں وہاں سے اس حال میں چلا کہ میں بہت غمگین تھا مجھے اس غم سے اس وقت افاقہ ہوا جب میں قرن ثعالب کے مقام پر پہنچا۔ میں نے ذرا سر اٹھایا تو ایک بادل کو اپنے اوپر سایہ فگن پایا میں نے دیکھا کہ اس میں حضرت جبرئیل ہیں۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم کی بات سن لی اور جو جواب انہوں نے دیا وہ بھی سن لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں پر مقرر فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی اس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمد اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ بات سن لی جو انہوں نے آپ سے کہی ہے میں پہاڑوں پر مقرر فرشتہ ہوں اور مجھے میرے رب

نے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے حکم دیں جو آپ چاہیں، اگر آپ چاہیں تو میں ان پر دونوں پہاڑوں کو ملادوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا کرے جو ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ (متفق علیہ)

اخشبان مکہ کو گھیرے ہوئے دو بڑے پہاڑ۔ اخشب: عظیم پہاڑ۔

تخریج حدیث (۶۴۳): صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة. صحیح مسلم، کتاب المغازی، باب ما لقی النبی ﷺ من اذی المشرکین و المنافقین.

کلمات حدیث: مهموم: غمگین۔ هم هما (باب نصر) غمگین ہونا۔ لم استفق: مجھے افاقہ نہیں ہوا۔ أفاق إفاقة (باب افعال) صحت یاب ہونا۔ إفاق من النوم: نیند سے بیدار ہونا۔ استفاق بمعنی افاق۔ استفاق الرجل من نومه: نیند سے بیدار ہونا یا غفلت سے چونک جانا۔

شرح حدیث: غزوۂ احد ۳ھ میں ہوا، اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور پر زخم آئے اور دندانِ مبارک شہید ہوئے اور آپ ایک گڑھے میں گر گئے جسے کسی کافر نے کھودا تھا اور اس غزوہ میں ستر سے زیادہ صحابہ کرام شہید ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کیا آپ ﷺ پر احد سے بھی زیادہ سخت دن آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری قوم کی طرف سے مجھے شدید ترین تکالیف عقبہ کے دن پہنچیں۔ اس عقبہ سے منیٰ میں وہ عقبہ مراد ہے جس سے جمرۃ العقبہ منسوب ہے۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور عم محترم حضرت ابوطالب انتقال کر گئے اور آپ بالکل بے سہارا ہو گئے۔ ادھر قریش کے لوگوں نے آپ کی ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی اور آپ کی دعوت کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے اور دعوتِ اسلام قبول کرنے والوں کو ستانے پر تل گئے۔

ان حالات میں آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ آپ طائف جا کر دعوتِ دین کی سعی کریں مکہ سے طائف کا سفر کوئی آسان سفر نہیں تھا کہ طائف کا مکہ سے فاصلہ سو میل سے زائد کا ہے، راستہ پہاڑی سنگستانی اور پر مشقت ہے، سواری سے آدمی چار دن میں پہنچتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سفرِ دعوت کو قریش سے مخفی رکھنے کے لیے یہ راستے پیدل طے کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

جب آپ ﷺ پر مشقت سفر طے کر کے طائف پہنچے اور وہاں کے سرداروں کے سامنے دعوتِ اسلام رکھی تو انہوں نے آپ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا اور استہزاء کیا اور آپ کے پیچھے اوباش لڑکوں کو لگا دیا جنہوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسائے جس سے قدم مبارک خون آلود ہو گئے اور سر پر بھی زخم آئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ عتبہ بن ربیعہ کے باغ میں پہنچ گئے اور تھک کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

اللهم اليك اشكو ضعف قوتي وقلة حيلتي وهواني على الناس يا ارحم الراحمين انت رب المستضعفين وانت ربي إلىٰ من تكلني إلى بعيد يتهجمني ام الى عدو ملكته أمري ان لم يكن بک علي غضب فلا أبالي غير أن عافيتک أوسع لي أعوذ بنور وجهک الذي اشرقت له الظلمات

وصلح عليه أمر الدنيا والآخرة من أن تنزل بي غضبك أو يحل علي سخطك لك العتبي حتى ترضى ولا حول ولا قوة إلا بك .

''اے اللہ! میں آپ کی بارگاہ میں اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں کی نظروں میں بے حیثیت ہونے کا شکوہ کرتا ہوں۔ یاارحم الراحمین آپ کمزوروں کے رب ہیں۔ آپ میرے رب ہیں تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے؟ کسی دشمن کے جو مجھے دبائے یا کسی دوست کے قبضے میں میرے سب کام دے رہا ہے۔ تو اگر آپ مجھ سے ناخوش نہ ہو تو مجھے ان میں سے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے پھر بھی تیری دی ہوئی عافیت مجھے زیادہ وسیع ہے میں تیری ذاتِ گرامی کے نور کی پناہ میں آتا ہوں جس نے آسمانوں کو روشن کر رکھا ہے اور اس سے ظلمتیں چمک اٹھی ہیں اور اس سے دنیا اور آخرت کے کام درست ہیں، تیری پناہ اس امر سے کہ تو مجھ پر اپنا غصہ اتارے اور مجھ پر اپنی ناخوشی نازل کرے اور حق ہے کہ تو ہی منایا جائے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے اور نہ کوئی بچاؤ ہے۔ (گناہ) سے اور نہ کوئی طاقت ہے عبادت کی) مگر تیری ہی مدد سے۔''

ازاں بعد آپ طائف سے غمگین واپس ہوئے اور آپ کی طبیعت کو اس وقت تک افاقہ نہ ہوا جب تک آپ ﷺ قرن الثعالب (قرن المنازل جو اہل نجد کی میقات ہے) نہ پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے بادلوں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا اور پہاڑوں کے فرشتے نے آپ ﷺ کو پیش کش کی کہ آپ ﷺ فرمائیں تو میں مکہ کے دونوں پہاڑوں کو ملا کر ان کے درمیان بسنے والوں کو کچل دوں۔ مگر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ مجھے امید ہے کہ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ آئیں گے جو ایک اللہ کی عبادت کرنے والے ہوں گے۔

حدیثِ مبارک میں بیان ہے اس امر کا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا دین اللہ کے بندوں تک پہنچانے میں کس قدر تکالیف برداشت کیں اور کس قدر عظیم صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور ان تمام تکالیف اور ایذاء پر معاف فرمایا اور درگزر کیا۔

(فتح الباري : ٢/٢٦٨ ـ عمدة القاري : ١٥/١٩٣ ـ دليل الفالحين : ٣/٨٤ ـ روضة المتقين : ٢/١٨٤ ـ الطبقات الكبرى : ١/١٠٢ ، السيره النبوية لابن كثير : ٢/١٥٠)

آپ ﷺ نے جہاد کے علاوہ کبھی کسی کو نہیں مارا

٦٤٤ . وَعَنْهَا قَالَتْ : مَاضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَاامْرَاَةً وَلَاخَادِمًا اِلَّا اَنْ يُجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَمَانِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمُ مِنْ صَاحِبِهٖ اِلَّا اَنْ يُنْتَهَكَ شَيْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ تَعَالٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٦٤٤) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے دستِ مبارک سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو اور نہ کسی خادم کو، سوائے اللہ کے راستے میں جہاد کے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کو کسی سے کوئی تکلیف پہنچی ہو اور آپ نے اس کا

بدلہ لیا ہو سوائے اس کے کہ اللہ کی حرمات کی بے حرمتی کی گئی ہو اور آپ ﷺ نے اللہ کے لیے اس کا بدلہ لیا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۶۴۴): صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدته للآثام واختیاره من المباح اسهله.

کلمات حدیث: نیل منه : اس سے تکلیف پہنچی۔ نال نیلاً (باب فتح) ملنا، پانا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی کسی انسان کو عورت کو یا خادم کو یا حیوان کو کبھی نہیں مارا بلکہ ہر ایک سے درگزر کیا اور ہر ایک کو معاف کر دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں دس سال رہے ان کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی انہیں اف تک نہ کہا اور نہ کبھی یہ کہا کہ فلاں کام کیوں کیا یا فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ آپ کو اپنی قوم کے لوگوں اور کفار اور منافقین سے بے شمار تکالیف پہنچیں آپ نے کبھی بھی کسی سے اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا۔ سوائے اس کے کہ اللہ کے راستے میں جہاد میں اور اس صورت میں جب کسی نے اللہ کی مقرر کردہ حرمات سے کوئی حرمت پامال کی ہو صرف اس صورت میں آپ ﷺ نے اللہ کے لیے بدلہ لیا۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۵/ ۶۸ ۔ روضة المتقین : ۲/ ۱۸۵)

آپ ﷺ کا صبر وتحمل

۶۴۵۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ، فَاَدْرَكَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهٗ بِرِدَآئِهٖ جَبْذَةً شَدِيْدَةً، فَنَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهٖ، ثُمَّ قَالَ : يَامُحَمَّدُ مُرْلِيْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَ لَهٗ بِعَطَآءٍ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۴۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا اس وقت جسم مبارک پر نجران کی بنی ہوئی موٹے کنارے والی چادر تھی، ایک اعرابی ملا اور آپ کی چادر کو زور سے کھینچا میں نے دیکھا کہ شانہ مبارک پر چادر کے شدت سے کھینچنے کی وجہ سے نشان پڑ گیا ہے۔ وہ اعرابی بولا اے محمد! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے مجھے بھی دیے جانے کا حکم دیجیے۔ آپ ﷺ ہنستے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو دینے کا حکم فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۴۵): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبرة والشملة. صحیح مسلم، کتاب الزکوٰة، باب اعطاء من سأل بفحش وغلظة.

کلمات حدیث: برد : چادر، دھاری دار کپڑا، جمع برود۔ غلیظ الحاشیة : سخت کنارے والی، یعنی نجران کی بنی ہوئی چادر جس کے کنارے سخت اور کھردرے تھے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبر وتحمل کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور عفو و درگزر کی بہترین مثال تھے۔ آپ نے اس اعرابی کی سختی اور درشتگی کو برداشت کیا جو تکلیف پہنچی اسے انگیز کیا، اور جو طرز تخاطب اس نے اختیار کیا اس کو درگزر

فرمایا اور خندیدگی کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی ضرورت کی تکمیل فرمائی۔

(فتح الباري : ۲/ ۲٤۳ ـ إرشاد الساري : ۷/ ٦۸)

٦٤٦۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِيْ نَبِيًّا مِنَ الْاَنْبِيَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٦٤٦) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ انبیاءِ کرام علیہم السلام میں کسی نبی کا واقعہ سنا رہے تھے کہ ان کی قوم کے لوگوں نے انہیں مارا اور ان کا خون بہنے لگا۔ وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے یہ جانتے نہیں ہیں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(٦٤٦): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوۂ احد.

کلمات حدیث: فأدموه: اس کا خون نکال دیا۔ أدمی ادماء (باب افعال) خون نکالنا۔ دَم: خون، جمع دماء.

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے انبیاء بنی اسرائیل میں کسی نبی کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان کی قوم نے ان کو مارا حتیٰ کہ ان کا خون بہنے لگا۔ علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا نام معلوم نہ ہو سکا لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام ہوں کہ ان کی قوم کے لوگ ان کو پکڑ کر مارتے یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو جاتے اور جب ہوش میں آتے تو وہ فرماتے کہ اے اللہ میری قوم کے لوگوں کو معاف کر دے کہ یہ جانتے نہیں ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو بات نبی اسرائیل کے ان نبی کو پیش آئی اسی طرح ہمارے رسول اللہ ﷺ کو احد میں پیش آئی، کہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور دندانِ مبارک شہید ہو گئے اور اس حالت میں آپ کو انبیاءِ کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کا یہ واقعہ مستحضر ہو گیا اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ان کی تسلی کے لیے سنایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جعرانہ میں غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ لوگوں نے آپ ﷺ پر ہجوم کر لیا۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اس کی قوم کی جانب رسول بنا کر بھیجا۔ مگر انہوں نے اسے جھٹلایا اور اس کو زخمی کر دیا اور وہ اپنی پیشانی سے خون پونچھتا تھا اور کہتا تھا کہ اے رب! میری قوم کو معاف فرما دے یہ جانتے نہیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ گویا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ یہ واقعہ سناتے ہوئے اپنی پیشانی پونچھ رہے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث مذکور میں جس نبی کا ذکر ہے وہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی ہیں اور اسی وجہ سے انہوں نے عنوان باب میں باب ما ذکر عن بنی اسرائیل کا عنوان قائم کیا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل سے کافی پہلے گزرے

ہیں۔ (فتح الباري : ۲/ ۳٥٤ ۔ ارشاد الساري : ۷/ ٤٣٣)

۶۴۷۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِکُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۴۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طاقتور وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۴۷): صحیح البخاری ، کتاب الادب ، باب الحذر من الغضب . صحیح مسلم ، کتاب البر ، باب من یملك نفسه عند الغضب .

کلمات حدیث: صرعة : وہ شخص جو کسی کو پچھاڑ دے۔ صرع صرعاً (باب فتح) پچھاڑنا۔ یملك نفسه : اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ ملك ملكاً (باب ضرب) مالک ہونا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے انسان کے وجود میں متعدد اور مختلف قوتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ اس میں قوت بہیمی بھی ہے اور قوتِ روحانی بھی کیونکہ انسان مٹی سے پیدا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنے حکم سے روح ودیعت فرمائی تمام شہوانی اور نفسانی قوتوں کا تعلق قوت بہیمہ سے ہے اور تمام اعلیٰ اور ارفع محاسن وفضائل کا تعلق قوت روحانی سے ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات کمال انسانیت نہیں ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو پچھاڑ دے کہ یہ قوت تو ایک حیوان میں بھی موجود ہے انسانی شرف وکمال تو اس میں ہے کہ آدمی اپنے نفس پر اس قدر قابو یافتہ ہو کر غصہ آئے اور اسکے مقتضاء پر عمل نہ ہو بلکہ ﴿ وَٱلْكَـٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ﴾ پر عمل ہو۔ (دلیل الفالحین : ۳/ ۸۸)

البَابُ (٧٦)

اِحْتِمَالِ الْاَذٰی
اذیت اور تکلیف کا برداشت کرنا

۲۲۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَٱلْكَـٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ١٣٤ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''غصے کو پینے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں اور اللہ نیکو کاروں کو پسند کرتا ہے۔'' (آل عمران: ۱۳۴)

۲۲۵. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جو صبر کرے اور قصور معاف کر دے تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (الشوریٰ: ۴۳)

وَفِی الْبَابِ : اَلْاَحَادِیْثُ السَّابِقَةُ فِی الْبَابِ قَبْلَه' .

ان آیات کی تفسیر اس سے قبل باب الحلم والاناءۃ والرفق میں گزر چکی ہے۔

قطع رحمی پر صبر کرنا

۶۴۸ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ وَاُحْسِنُ اِلَیْهِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ، وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَیَجْهَلُوْنَ عَلَیَّ : فَقَالَ : "لَئِنْ کُنْتَ کَمَا قُلْتَ فَکَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَایَزَالُ مَعَکَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی ظَهِیْرٌ عَلَیْهِمْ مَادُمْتَ عَلٰی ذٰلِکَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُه' فِیْ "بَابِ صِلَةِ الْاَرْحَامِ" .

(۶۴۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں اپنے قرابت داروں سے صلہ رحمی کرتا ہوں وہ میرے ساتھ قطع رحمی کرتے ہیں میں ان کے ساتھ اچھائی کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ان کے ساتھ تحمل سے پیش آتا ہوں وہ میرے ساتھ جاہلانہ رویہ اختیار کرتے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اسی طرح ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو تو تم گویا ان کے منہ پر گرم راکھ ڈال رہے ہو اور جب تک تم اس طرح کرتے رہو گے اس وقت تک تمہارے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک مددگار (فرشتہ) مقرر رہے گا۔ (مسلم) اس کی شرح باب صلۃ الارحام میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث(۲۲۸): صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة و الآداب، باب صلة الرحم و تحریم قطعتها

کلمات حدیث: یسیئون: وہ برائی کرتے ہیں۔ أساء إساءة: برائی کرنا۔

شرح حدیث: اللہ کی رضا کی خاطر رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف کو برداشت کرنا اور درگزر دینا ایک عظیم اخلاقی خوبی ہے اور اللہ کے یہاں اس کا بڑا اجر وثواب ہے۔

﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴾

''جو صبر کرے اور قصور معاف کردے تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (دلیل الفالحین: ۸۹/۳)

اس حدیث کی شرح باب صلة الارحام میں گزر چکی ہے۔

الباب (۷۷)

الْغَضَبُ اِذَا انْتَهَكَتْ حُرُمَاتُ الشَّرْعِ وَالْاِنْتِصَارِ لِدِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی

احکامِ شرعیہ کی بے حرمتی پر ناراض ہونا اور دین کی حمایت کرنا

۲۲۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَٰتِ ٱللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ عِندَ رَبِّهِۦ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''جو شخص اللہ کے محترم کردہ امور کی تعظیم کرے گا اس کے لیے اس کے رب کے پاس اجر ہے۔'' (الحج: ۳۰)

تفسیری نکات: پہلی آیتِ مبارکہ میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ کے محترم کردہ امور کی تعظیم وتکریم پر اللہ کے یہاں اس کا بڑا اجر ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی اچھا کام کرنے والے کے حسنِ عمل کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتا بلکہ ہر محسن کا اجر اس کے یہاں نشوونما پاتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے۔ اللہ کی محترم اشیاء اور وہ امور جن کو اللہ تعالیٰ نے حرمت والا قرار دیا ہے عمومی طور پر تمام احکامِ شریعت ہیں لیکن بطورِ خاص وہ امور جو اسلام کی خصوصیات اور اس کے امتیازی نشانات ہیں ان کا احترام اور بھی زیادہ ہے، جن کو شعائر اللہ فرمایا ہے۔

(معارف القرآن)

۲۲۷. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝٧ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو مضبوط کرے گا۔'' (محمد: ۷)

تفسیری نکات: دوسری آیتِ کریمہ میں ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے یعنی اللہ کے دین پر عمل کرو گے اور اس کی تبلیغ کرو گے اور اسے لوگوں تک پہنچاؤ گے اور جہاں کوئی کسی دینی بات کو زِک پہنچا رہا ہو تم اس کی مدافعت کرو گے اور اس کی حمایت میں کھڑے ہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں غلبہ اور نصرت عطا فرمائیں گے اور جہاد وحق پر تمہیں ثابت قدمی عطا فرمادیں گے۔ (معارف القرآن)

وَفِي الْبَابِ حَدِيْثُ عَائِشَةَ السَّابِقُ فِيْ بَابِ الْعَفْوِ .

امام نماز میں قوم کی رعایت کرے

۶۴۹. وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنِّيْ لَا تَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا! فَمَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضِبَ فِيْ مَوْعِظَةٍ قَطُّ اَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ، فَقَالَ : ''يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ مِنْكُمْ

مُنَفِّرِيْنَ فَاَيُّكُمْ اَمَّ النَّاسَ فَلْيُوْجِزْ فَاِنَّ مِنْ وَرَآئِهِ الْكَبِيْرَ وَالصَّغِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۴۹) حضرت ابو مسعود عقبۃ بن عمرو بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں صبح کی نماز میں اس لیے پیچھے رہ جاتا ہوں کہ فلاں آدمی ہمیں لمبی نماز پڑھاتا ہے میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو نصیحت فرماتے ہوئے اس قدر غصے میں کبھی نہ دیکھا جس قدر آپ ﷺ اس روز غصہ ہوئے آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نفرت پیدا کرنے والے ہیں جو بھی کوئی لوگوں کو امامت کرائے وہ اختصار کرے کہ اس کے پیچھے بوڑھے اور بچے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۴۹): صحيح البخاري ، كتاب الاذان ، باب تخفيف الامام في القيام . صحيح مسلم ، كتاب الصلاة، باب أمر الائمة بتخفيف الصلاة .

کلمات حدیث: منفرين : نفرت دلانے والے، متنفر کرنے والے۔ نفر تنفيراً (باب تفعیل) متنفر کرنا، بھگانا۔ فليوجز : اسے چاہیے کہ مختصر کرے۔ اوجز ایجازاً (باب افعال) اختصار کرنا مختصر کرنا۔

شرح حدیث: نماز باجماعت میں حکم شرعی یہی ہے کہ امام لوگوں کو معتدل نماز پڑھائے، رکوع اور سجود اعتدال کے ساتھ ہوں، نہ قراءت زیادہ طویل ہو اور نہ رکوع وسجود میں تسبیحات اتنی زیادہ ہو جس سے کسی کی طبیعت میں اکتاہٹ اور ملال پیدا ہو۔ غرض امام کو چاہیے کہ وہ مقتدیوں کا خیال رکھے اور اتنی لمبی نماز نہ پڑھائے جس سے لوگ اکتا جائیں۔

دین کے معاملے میں یعنی جب کوئی دینی نقصان واقع ہو رہا ہو اس وقت غصہ کرنا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس لیے ناراض ہوئے کہ نماز کی طوالت کی وجہ سے ایک شخص جماعت میں شرکت سے محروم یا موخر ہو رہا ہے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں لا اکاد ادرك الصلاة کے الفاظ ہیں جن کا مطلب ابو الزناد بن سراج نے یہ بیان کیا ہے کہ سائل کا کہنا یہ تھا کہ وہ ضعیف ہے۔ قراءت میں طوالت کی بناء پر جب رکوع کا وقت آتا ہے تو اس کی کمزوری بڑھ جاتی ہے اور وہ اس قابل نہیں رہتا کہ پھر امام کے ساتھ نماز پوری کر سکے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مفہوم اچھا ہے۔ لیکن بخاری رحمہ اللہ نے ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ روایت کیے ہیں کہ " انی لا تاخر عن الصلاة " اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ میں جماعت میں نہیں پہنچ پاتا بلکہ بعض اوقات طوالت کے خوف سے متاخر ہو جاتا ہوں۔ (فتح الباري : ۱/۲۹۸ ۔ إرشاد الساري : ۱/۲۸۰ ۔ عمدة القاري : ۲/۱۵۸)

تصویر کشی پر اللہ تعالیٰ کا عذاب

۶۵۰ . وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِّيْ بِقِرَامٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ، فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ هتكه وتلوّن وجهه وَقَالَ "يَاعَآئِشَةُ : اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" السَّهوَةُ " كَالصُّفَّةِ تَكُونُ بَيْنَ يَدَيِ الْبَيْتِ .
" وَالْقِرَامُ " بِكَسْرِ الْقَافِ سِتْرٌ رَقِيْقٌ .
وَهَتَكَه' . أَفْسَدَ الصُّوَرَةَ الَّتِيْ فِيْهِ .

(٦٥٠) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لائے۔ میں نے گھر کے سامنے چبوترے پر ایک پردہ ڈال رکھا تھا جس میں تصاویر تھیں آپ نے ﷺ نے انہیں دیکھا تو انہیں پھاڑ دیا اوراور چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ قیامت کے روز وہ لوگ شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے جو اللہ کی صنعت خلق میں اس کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ (متفق علیہ)

السھوۃ: صفہ چبوترہ جو گھر کے سامنے ہو۔ قرام: باریک پردہ۔ ھتکہ: آپ ﷺ نے ان تصاویر کو بگاڑ دیا جو پردے پر بنی ہوئی تھیں۔

تخریج حدیث (٦٥٠): صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب ما وطيء من التصاوير. صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب لا تدخل الملائكة.

کلمات حدیث: السھوۃ: روشندان، طاقچہ۔ تماثیل: واحد تمثال، مجسمہ۔ یضاھون: اللہ تعالیٰ کی صنعت خلق سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ ضاھی مضاھاۃ: مشابہ ہونا، مشابہت اختیار کرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ ایک سفر سے تشریف لائے، بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے ایک پردہ دیکھا کہ جس میں تصاویر تھیں آپ ﷺ نے ان کو پھاڑ دیا یا مٹا دیا اور فرمایا کہ روز قیامت ان لوگوں کو شدید عذاب ہوگا جو اللہ کی صنعت کی مشابہت اختیار کرتے ہیں ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کی طرح خلق کرنے کی کوشش اسے چاہیے کہ ایک دانہ پیدا کر کے دکھائے ایک ذرہ پیدا کر کے دکھائے۔

علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ عبادت کے لیے تصویر بنانا یا بت بنانا حرام ہے اور ایسا شخص کافر ہے اور اس کے لیے سخت ترین عذاب ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اگر بنانے والے کا ارادہ اللہ کی مشابہت اختیار کرنا نہ ہو تو یہ فسق ہے اور گناہِ کبیرہ ہے۔

(فتح الباري: ٣/ ١٦٠ ـ روضة المتقين: ٢/ ١٩٠)

حدوداللہ ساقط کرنے کے لیے سفارش کرنا گناہ ہے

٦٥١ وَعَنْهَا اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوْا: مَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى؟!" ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ : "اِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ! وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٥١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کو اس مخزومی عورت کا معاملہ جس نے چوری کی تھی بہت اہم معلوم ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اس کی کون رسول اللہ ﷺ سے بات کرنے کی ہمت کرے گا سوائے اسامہ کے کہ وہ محبوب رسول ﷺ زید کے صاحبزادے ہیں۔ اسامہ نے آپ ﷺ سے گفتگو کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم حدود اللہ میں سے ایک میں سفارش کرتے ہو۔ آپ ﷺ اٹھے اور آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے کہ ان میں سے جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے اور اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۵۱): صحیح البخاری ، کتاب الحدود ، باب اقامة الحدود علی الشریف و الوضیع . صحیح مسلم ، کتاب الحدود ، باب قطع السارق فی الشریف وغیرہ .

کلماتِ حدیث: یجتری : جرأت کرے، ہمت کرے۔ اجترأ اجتراءً (باب افتعال) ہمت کرنا۔ جراء جراءة (باب کرم) بہادر ہونا، جری ہونا۔

شرحِ حدیث: قریش کی ایک مخزومی عورت جس کا نام فاطمہ بنت اسد لوگوں سے چیز مستعار لے کر مکر جایا کرتی تھی ، پھر اس نے چوری کی ، بنی مخزوم قریش کا ایک بڑا قبیلہ تھا ابوجہل کا بھی تعلق اس قبیلہ سے تھا۔ قریش کے لوگوں کو اس کی بڑی فکر ہوئی کہ اگر اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو اتنے بڑے قبیلے کی بے عزتی ہوگی اس لیے انہوں نے سوچا کہ اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب حضرت زید کے فرزند حضرت اسامہؓ آپ سے بات کریں۔ حضرت اسامہؓ نے آپ ﷺ سے گفتگو کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش کر رہے ہیں۔ اسامہؓ بولے یا رسول اللہ (ﷺ) میرے لیے اللہ سے معافی طلب کیجیے۔

بعد میں یا شام کے وقت آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے کہ اگر ان کے معزز آدمی نے چوری کی تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور اگر کسی کمزور نے چوری کی تو اس پر حد جاری کر دی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کا نام لیا اور اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل نے مالداروں سے حدود ساقط کر دی تھیں اور ضعفاء پر جاری کیا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے حدود کے معاملے میں شفاعت کو اس قدر اہم سمجھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر فاطمہ بنت اسد کے بجائے فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حد کا مقدمہ قاضی کے پاس یا عدالت میں پہنچنے کے بعد سفارش کرنا حرام ہے، البتہ اگر مقدمہ عدالت تک نہ پہنچا ہو اور ملزم عادی مجرم نہ ہو اور لوگ اس سے تنگ نہ پڑ گئے ہوں تو سفارش کرنا جائز ہے۔

(فتح الباري : ٢/٣٥٢ ـ تحفة الأحوذي : ٤/٨٠٠ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ١١/١٥٤)

قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے

٦٥٢ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُؤِيَ فِيْ وَجْهِهٖ، فَقَامَ فَحَكَّهٗ بِيَدِهٖ فَقَالَ "اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِيْ صَلَاتِهٖ فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ وَاِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَا يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِهٖ، ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَآئِهٖ فَبَصَقَ فِيْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ : "اَوْيَفْعَلُ هٰكَذَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَالْاَمْرُ بِالْبُصَاقِ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِهٖ هُوَفِيْمَا اِذَاكَانَ فِيْ غَيْرِ الْمَسْجِدِ، فَاَمَّا فِي الْمَسْجِدِ فَلَا يَبْصُقُ اِلَّا فِيْ ثَوْبِهٖ .

(٦٥٢) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی جانب تھوک لگا ہوا دیکھا۔ آپ کی طبیعت پر اس سے اس قدر گرانی ہوئی کہ اس کا اثر آپ ﷺ کے چہرے پر دیکھا گیا، آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور دستِ مبارک سے اسے رگڑ کر صاف کر دیا اور فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور اس کا رب اس کے درمیان اور قبلہ کے درمیان ہے اس لیے تم میں سے کسی کو قبلہ کی طرف نہیں تھوکنا چاہیے بلکہ اپنی بائیں جانب یا اپنے پیر کے نیچے تھوکے پھر آپ نے اپنی چادر کا کونہ پکڑا اور اس میں تھوکا پھر اس کے ایک حصے کو دوسرے حصے پر رگڑ دیا اور فرمایا کہ یا اس طرح کرے۔ (متفق علیہ)

بائیں جانب یا قدموں کے نیچے تھوکنے کا حکم مسجد کے باہر ہے مسجد کے اندر صرف اپنے کپڑے میں تھوکے۔

تخریج حدیث (٦٥٢): كتاب البخاري ، كتاب الصلاة ، باب حك البزاق باليد من المسجد . صحيح مسلم ، كتاب الصلاة ، باب النهى عن البصاق فى المسجد في الصلوٰة وغيرها .

کلمات حدیث: نخامه : بلغم۔ فحكه : آپ نے اسے رگڑ دیا۔ حك حكا (باب نصر) رگڑنا، مٹانا۔

شرح حدیث: نماز کی روح بندے کی اپنے خالق و مالک سے مناجات ہے اور اس مناجات کا تقاضا ہے کہ حد درجہ تواضع و انکساری کا اظہار ہو آدمی مؤدب کھڑا ہو اور کوئی خلافِ ادب حرکت نہ کرے بس خلوصِ دل حسن نیت کے ساتھ اللہ کی تحمید اور تمجید میں مصروف ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ کھنکار کر گلا صاف کرنا اور تھوک یا بلغم وغیرہ نماز میں خلافِ ادب اور روح مناجات کے برخلاف ہے اور قبلہ کی تھوکنا تو اور بھی برا ہے کہ قبلہ رُخ ہو کر تو وہ نماز میں کھڑا ہے۔ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قبلہ رُ دہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہے اور مقصود توجہ اللہ کی تعظیم اور اس پر اللہ کی جانب سے اجر و ثواب ہے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نمازی کے جانب

قبلہ ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ مسجد میں تھوکنا حرام ہے اور قبلہ کی جانب تھوکنا تو اور بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ حنفی فقہاء کے نزدیک مسجد میں تھوکنا مکروہِ تحریمی ہے۔ غرض آداب مسجد کا تقاضا ہے کہ اسے ہر گندگی اور آلودگی سے پاک رکھا جائے اور مسجد کی صفائی اور اس میں نفاست اور پاکیزگی کو برقرار رکھنے کی سعی کارِ ثواب ہے۔

(فتح الباري: ۱/ ٤٣٢۔ إرشاد الساري: ۲/ ۷۲۔ شرح صحيح مسلم للنووي: ٥/ ٣٣۔ الفقه على المذاهب الأربعة: ۱/ ۲۸۹)

الباب (۷۸)

اَمرُ وُلَاةِ الْاُمُوْرِ بِالرِّفْقِ بِرَعَايَاهُمْ وَنَصِيحَتِهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَالنَّهْيِ عَنْ غَشِّهِمْ وَالتَّشْدِيْدِ عَلَيْهِمْ وَاِهْمَالِ مَصَالِحِهِمْ وَالْغَفْلَةِ عَنْهُمْ وَعَنْ حَوَائِجِهِمْ

حکام کو اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی کرنے خیر خواہی کرنے اور ان پر شفقت کرنے کا حکم اور ان پر سختی کرنے اور ان کے مصالح کو نظر انداز کرنے اور ان کی ضرورتوں سے غفلت برتنے کی ممانعت

۲۲۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٢١٥﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''آپ اپنے متبع مؤمنین کے لیے اپنا بازو پست رکھیں۔'' (الشعراء: ۲۱۵)

تفسیری نکات: پہلی آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ تمام مؤمنین کے ساتھ نرمی خوش خلقی اور تواضع کے ساتھ پیش آئے اور ان پر اس طرح شفقت کیجئے جیسے پرندے اپنے بچوں پر کرتے ہیں کہ ان پر اپنے پر جھکا کر ان کو اپنے پروں کی حفاظت میں لے لیتے ہیں۔ (تفسیری مظہری)

. . . .

اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کا حکم فرماتے ہیں

۲۲۹. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ ۞ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ وَٱلْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتے ہیں اور بے حیائی منکرات اور ظلم و زیادتی کرنے سے منع فرماتے ہیں وہ تمہیں نصیحت کرتے ہیں تا کہ تمہیں موعظت ہو۔'' (النحل: ۹۰)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ عدل اور احسان کرو اور رشتہ داروں اور قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور ان کے ساتھ عطاؤ بخشش کا رویہ اختیار کرو اور برے کاموں بری باتوں اور ظلم و زیادتی سے باز رہو۔ آیتِ کریمہ اس قدر جامع آیت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے قرآن کریم کی جامع ترین آیت قرار دیا ہے کہ اس میں تین سب سے اعلیٰ اور بلند ترین اور نمایاں ترین اخلاقی اور اجتماعی تعلیمات کا حکم فرمایا ہے اور تین بہت بڑی برائیوں سے منع فرمادیا ہے۔ (معارف القرآن)

. . . .

ہر شخص اپنے ماتحت افراد کا مسئول ہے

٦٥٣۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٦٥٣) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ تم سب نگران ہواور تم سب سے اپنی زیرنگرانی افراد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ امام نگران ہے اس سے اس کے زیر نگران افراد کے بارے میں سوال ہوگا۔ آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے اس سے ان افراد کے بارے میں سوال ہوگا جو اس کی زیر نگرانی ہیں عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اس سے اس کی زیرنگرانی افراد کے بارے میں سوال ہوگا اور خادم اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار اور نگران ہے اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ غرض تم میں سے ہر ایک مسئول ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں بازپرس ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٦٥٣): صحيح البخاري، باب الجمعة في القرى والمدن. صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضيلة الامام العادل.

کلمات حدیث: کلکم راع: تم میں سے ہر ایک نگران اور ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں سوال ہوگا کہ ان کو اللہ کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق پورا کیا یا نہیں۔

شرح حدیث: معاشرے کا ہر فرد اپنے مقام پر اور اپنی حیثیت میں مسئول اور ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے سوال ہوگا کہ اس نے اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے پر پورا کیا یا نہیں، حکمران اپنی زیرنگرانی تمام افراد کے بارے میں ذمہ دار اور مسئول ہے آدمی اپنے اہل خانہ کے بارے میں جوابدہ ہے عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کے بارے میں مسئول ہے اور خادم اپنے مالک کے مال کے بارے میں جوابدہ ہے یعنی معاشرے کا کوئی فرد مسئولیت اور جوابدہی سے ماوراء نہیں ہے۔ (نزهة المتقين: ١/٥٢٧)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے (حدیث ۲۸۵) میں گزر چکی ہے۔

دھوکہ باز حاکم پر جنت حرام ہے

٦٥٤۔ وَعَنْ اَبِيْ يَعْلىٰ مَعْقَلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَامِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌ لِرَعِيَّتِهِ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ : "فَلَمْ یَحُطْهَا بِنُصْحِهٖ لَمْ یَجِدْ رَآئِحَةَ الْجَنَّةِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ !
مَامِنْ اَمِیْرٍ یَلِیْ اُمُوْرَ الْمُسْلِمِیْنَ ثُمَّ لَایَجْهَدُ لَهُمْ وَلَمْ یَنْصَحْ لَهُمْ اِلَّا لَمْ یَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ .

(۶۵۴) حضرت ابویعلیٰ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا نگران بنا دیتا ہے اور وہ اس حال میں مرتا ہے کہ اس نے اپنی رعیت کو دھوکہ دیا ہو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرما دیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر اس نے خیر خواہی کے ساتھ حقوق کی حفاظت نہیں کی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو حاکم مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار بنتا ہے پھر ان کے حقوق کی ادائیگی کی سعی نہیں کرتا اور ان کی خیر خواہی نہیں کرتا تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث(۶۵۴): صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیة فلم ینصح ۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الامام العادل وعقوبة الجائر والحث علی الرفق بالرعیة والنهی عن ادخال المشقة علیهم .

راوی حدیث: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے اور صلح حدیبیہ میں آپ کے ساتھ تھے اور بیعتِ رضوان کے موقعہ پر ایک درخت کی شاخ سے آپ کے اوپر سایہ کیے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے ۱۳۴ احادیث مروی ہیں، جن میں سے ایک متفق علیہ ہے۔ حضرت امیر معاویہ کے زمانہ خلافت میں انتقال ہوا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلماتِ حدیث: یسترعیه : جو اپنے ماتحت افراد کی نگرانی اور ان کی خیر خواہی کا ذمہ دار ہو۔ رعی رعایة (باب فتح) رعایت کرنا نگرانی اور نگہبانی کرنا، گلہ بانی کرنا۔ رعی الامیر رعیته : حکمران کا اپنی رعایا کے امور کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنا اور ان کے حقوق کی نگہداشت کرنا۔ غاش : دھوکہ دینے والا، خیانت کرنے والا، حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والا۔ لم یحطها : ان کی اور ان کے حقوق کی حفاظت نہیں کرتا۔

شرحِ حدیث: انسان کو اس دنیا میں ایک ذمہ دار مخلوق بنا کر بھیجا گیا یہ بالکل آزاد پھرنے والے جانوروں کی طرح نہیں ہے بلکہ زندگی میں اپنے سارے طرزِ عمل کا اور جملہ اعمال و اقوال کا جواب دہ ہے اور جو شخص اسلام لا کر شہادتین اپنی زبان سے ادا کر لیتا ہے وہ ان تمام احکام پر عمل کرنے کی ذمہ داری اور ان میں کمی اور کوتاہی پر جوابدہی کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اور اللہ کے رسول ﷺ نے زندگی کے مختلف مراحل کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔

مسلمان حکمران کی ذمہ داریاں اور اس کے فرائض و واجبات ایک عام مسلمان سے بہت زیادہ ہیں۔ حکمران اس امر کا ذمہ دار ہے اور اس پر اللہ کے یہاں جواب دہ ہے اور وہ تمام مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کرے، ان کی دینی اور دنیاوی بھلائی اور خیر خواہی کی ہر وقت فکر کرے اور ان کے جملہ حقوق ادا کرے اور ان پر نہ خود ظلم و زیادتی کرے اور نہ کسی کو کرنے دے۔

ان حقوق و فرائض میں سے اگر کسی امر میں کوتاہی ہوگئی اور ان کی تکمیل کی تندہی سے کوشش نہ کی اور جو مسلمانوں کی طرف سے اس پر

ذمہ داری عائد ہوئی تو اس نے ان کی امانت میں خیانت کی اور ان کو دھوکہ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرمادے گا اور وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظالم حکمرانوں کے لیے یہ ایک سخت ترین وعید ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نگران اور حکمران بنایا اور وہ ان کے حقوق کی پاسبانی اور فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہا اور ظلم وستم سے کام لیا تو ظاہر ہے کہ وہ اس عظیم امت کی ذمہ داریوں سے کیسے سبکدوش ہو سکے گا۔ (فتح الباري : ٣/٧٤٤۔ روضة المتقين : ٢/١٩٥۔ شرح مسلم للنووي : ٢/١٤١)

رعایا پر مشقت ڈالنے والے حاکم کی سزا

٦٥٥. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَقُوْلُ فِيْ بَيْتِيْ هٰذَا : اَللّٰهُمَّ مَنْ وَّلِيَ اَمْرَ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٦٥٥) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص میری امت کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنے اور وہ ان کی مشقت میں ڈالے تو تو بھی اس پر سختی فرما اور جو میری امت کے معاملات میں سے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنے پھر ان سے نرمی کرے تو تو بھی اس سے نرمی فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٦٥٥): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فضل الامام العادل .

کلمات حدیث: ولـی : نگراں بنا، والی بنا، حاکم بنا۔ ولـی ولایۃ (باب حسب) والی ہونا کسی کے کام کا نگراں ہونا، ولی، نگراں سرپرست جمع اولیاء۔ والی : حاکم جمع ولاۃ .

شرح حدیث: جو شخص امت کا حاکم بنے یا ان کے کسی معاملہ کا نگران بنے اس پر فرض ہے کہ وہ ان کے ساتھ نرمی برتے اور اچھی طرح پیش آئے اور ان کے حقوق وواجبات کو تندہی سے ادا کرے اور کسی طرح کی کوتاہی نہ کرے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ١٢/١١٨)

میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا

٦٥٦. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ بَنُوْاِسْرَآئِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ، وَاِنَّهٗ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَيَكُوْنُ بَعْدِيْ خُلَفَآءُ فَيَكْثُرُوْنَ" قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ : "اَوْفُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ، ثُمَّ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ وَاسْأَلُوْا اللّٰهَ الَّذِيْ لَكُمْ، فَاِنَّ اللّٰهَ سَآئِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٥٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کے ہاتھوں میں تھی جب کوئی پیغمبر فوت ہوتا تو دوسرا اس کا جانشین ہوتا میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے میرے بعد خلفاء ہوں گے اور وہ کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس بارے میں ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں فرمایا کہ تم سب سے پہلے کی بیعت کو پورا کرو اور پھر ان کا حق ان کو دو اور اپنے لیے اللہ سے مانگو کہ اللہ تعالیٰ ان سے خود ان لوگوں کے بارے میں باز پرس کریں گے جن کا انہیں والی بنایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٦٥٦): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل . صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب وفاء بیعة الاول فالاول .

کلمات حدیث: تسوسھم : ان کی سیاست کرتے تھے ان کے سیاسی امور سنبھالے ہوئے تھے۔ ساس سیاسة (باب نصر) تدبیر و انتظام کرنا، اجتماعی امور کی دیکھ بھال کرنا۔

شرح حدیث: بنی اسرائیل یعنی اسرائیل کی اولاد، اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ اسر کے معنی ہیں بندہ اور ایل کے معنی ہیں اللہ۔ اس طرح اسرائیل کے معنی ہیں عبداللہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور ان کی نسل بنو اسرائیل کہلاتی ہے۔ بنی اسرائیل میں یکے بعد دیگرے نبی آتے رہے اور ایک نبی وفات پا جاتا تو دوسرا نبی اس کی جگہ آ جاتا۔ اس لیے ان کی دینی اور روحانی سیادت کے ساتھ ان کی دنیاوی قیادت بھی ان کے انبیاء کے ہاتھوں میں رہی۔ فرمایا چونکہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اس لیے میرے بعد میرے خلفاء ہوں گے جو مسلمانوں کے معاملات کے ذمہ دار ہوں گے جب تک وہ حق پر قائم رہیں ان کی اطاعت ضروری ہے۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے حکمرانوں سے اپنے تعلق کو برقرار رکھیں ان کی خیر خواہی کریں اور ان کی اطاعت کریں اور جو تمہارا حق رہ جائے اس میں حکمراں کی اطاعت سے نکلنے کی بجائے اللہ سے سوال کرو اور اس سے مانگو کہ وہ تمہاری مشکلات آسان کرے اور تمہارے معاملات درست کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ان حکمرانوں سے باز پرس کرنے والے ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انہیں امارت اور حکمرانی عطا کی تھی، انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا یا نہیں۔

(فتح الباری: ٢/٣٤٤ ـ شرح صحیح مسلم للنووی : ١٢/١٩٢ ـ روضة المتقین : ٢/١٩٧ ـ نزهة المتقین : ١/٥٢٨)

بدترین حاکم رعایا پر ظلم کرنے والے

٦٥٧ . وَعَنْ عَآئِذِبْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ' دَخَلَ عَلٰى عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَقَالَ لَه' : اَیْ بُنَیَّ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : اِنَّ شَرَّالرِّعَآءِ الْحُطَمَةُ فَاِيَّاکَ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٥٧) حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بدترین حکمران وہ ہیں جو لوگوں پر ظلم کرنے والے ہوں۔ دیکھو تو ان میں سے نہ ہونا۔

تخریج حدیث(٦٥٧): صحیح مسلم، الامارہ، باب فضیلة الامام العادل وعقوبة الجائر .

کلماتِ حدیث: حطمه : سخت مزاج ظالم حکمران۔ حطم : بے رحم چرواہا۔

شرحِ حدیث: ظلم اور نا انصافی بذاتِ خود بہت بڑی برائی اور گناہِ عظیم ہے اور اگر حاکم جس کو اللہ نے اپنے بندوں پر اس لیے حکمران بنایا ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کرے اور ان سے نرمی اور شفقت سے پیش آئے وہ اگر ظلم و نا انصافی کرے تو اس کا گناہ بہت عظیم ہوگا اور اس کی روزِ قیامت باز پرس شدید ہوگی۔

(روضة المتقين : ٢ /١٩٨ نزهة المتقين: ١ / ٥٢٩)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے (حدیث ١٩٦) میں گزر چکی ہے۔

حاکم کو رعایا کے حالات سے مطلع ہونا ضروری ہے

٦٥٨ . وَعَنْ اَبِیْ مَرْيَمَ الْاَزْدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّه' قَالَ لِمُعَاوِيَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاحْتَجَبَ دُوْنَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ : اِحْتَجَبَ اللّٰهُ دُوْنَ حَاجَتِهٖ وَخَلَّتِهٖ وَفَقْرِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلٰى حَوَآئِجِ النَّاسِ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ .

(٦٥٨) حضرت ابو مریم ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ جس کو مسلمانوں کے امور میں سے کسی امر کا والی بنا دے اور وہ ان کی ضرورتوں، حاجتوں اور فقر کی تکمیل میں رکاوٹ بن جائے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی ضرورتوں، حاجتوں اور اس کے فقر کے درمیان رکاوٹ ڈال دے گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت ایک آدمی مقرر کر دیا کہ لوگوں کی ضرورتیں پوری کرے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

تخریج حدیث(٦٥٨): سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فیما یلزم الامام من امر الرعیة . الجامع للترمذی، ابواب الاحکام باب ما جاء فی امام الرعیة .

راویِ حدیث: حضرت ابو مریم ازدی رضی اللہ عنہ کسی نے کہا کہ ابو مریم ازدی اور ابو مریم غسانی ایک ہی ہیں اور کسی نے کہا کہ دو ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا نام ابو عمرو بن صرۃ الجہنی ہے صحابی ہیں شام میں وفات پائی ان سے صرف یہی ایک روایت مروی ہے۔ (دليل الفالحين : ٢ /١٠٢ ـ تحفة الأحوذي : ٤ /٦٤٢)

کلماتِ حدیث: فاحتجب : لوگوں کے درمیان اور اپنے درمیان حجاب ڈال لیا، یعنی لوگوں میں سے ضرورت مندوں کو اپنے تک پہنچنے سے روکا اور اس طرح ان کی حاجات کی تکمیل سے باز رہا۔ احتجاب باب افتعال چھپنا۔ اندر آنے سے لوگوں کو روکنا۔ خلتهم: ان کی حاجت اور ان کی محتاجی۔ احتجب الله دون حاجته : یعنی اس کی دعا قبول نہ ہوگی اور نہ اس کی امید پوری ہوگی۔

شرحِ حدیث: حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی کو مسلمانوں کے امور کا نگران اور والی بنادے اور وہ ان کی ضروریات کو پورا نہ کرے ان کی حاجتوں کی تکمیل نہ کرے اور ان کی احتیاج رفع کرنے کا سامان نہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی روزِ قیامت اس کی حاجات اور اس کی ضرورتوں کی تکمیل نہیں فرمائے گا۔ (تحفة الأحوذي : ٤/٦٤٢)

البَابُ(۷۹)

الوَالِیُ العَادِلُ
والی عادل

۲۳۰. قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَـٰنِ ﴾ اَلْاٰیَةَ .

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے عدل اور احسان کا۔'' (النحل: ۹۰)

تفسیری نکات: پہلی آیت قرآن کریم کی ایک جامع ترین آیت ہے جس میں دین اسلام کی اعلیٰ ترین تعلیمات کو سمو دیا گیا ہے۔ عدل کے معنی برابر کرنے کے ہیں یعنی انسانوں کے درمیان ہر معاملے میں مساوات برتا کہ نہ کسی کے ساتھ زیادتی ہو اور نہ ناانصافی اور نہ ایسا ہو کہ کسی کا حق ادا ہونے سے رہ جائے یا کسی کو اس کے حق سے زیادہ دے دیا جائے۔ احسان کے معنی اچھا کرنے کے ہیں اسلام میں ہر معاملے میں اور ہر بات میں احسان پسندیدہ ہے۔ عدل واحسان کرنا ہر مسلمان پر ہر بات میں لازم ہے لیکن اگر کسی پر کسی کی کوئی ذمہ داری عائد ہو تو اس کا یہ فریضہ بڑھ جاتا ہے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ عدل واحسان کے ساتھ پیش آئے۔ (معارف القرآن)

۲۳۱. قَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَأَقْسِطُوٓا۟ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''انصاف کرو اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔'' (الحجرات: ۹)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ جب باہم دو گروہ برسر پیکار ہوں تو ان کے درمیان صلح کرا دیں اور ان کے درمیان اس طرح عدل وانصاف سے فیصلہ کریں کہ جس میں کسی کی طرف داری یا جانب داری کا شائبہ تک نہ ہو اور یہ اس لیے کریں کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ (تفسیر عثماني)

سات آدمیوں کو عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی

۶۵۹. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ : اِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمُ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ، وَرَجُلٌ

ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۵۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات افراد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا انصاف کرنے والا حکمران وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پلا بڑھا ہو۔ وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو وہ دو آدمی جو صرف اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہوں اس پر ملتے ہوں اور اسی پر جدا ہوتے ہوں اور وہ آدمی جس کو کوئی حسین اور مرتبہ والی عورت دعوت گناہ دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ آدمی جو اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا اور وہ آدمی جو خلوت میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی یاد میں اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۵۹): صحیح البخاری، ابواب صلاۃ الجمعه، باب من جلس فی المسجدینتظر الصلاۃ . صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل اخفاء الصدقة .

کلمات حدیث: فاضت عيناه : اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ فاض فيضاناً (باب ضرب) بہنا۔

شرح حدیث: سات آدمی ہیں جو روز قیامت اللہ کے سایہ رحمت میں ہوں گے جبکہ اس کے سایہ رحمت کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ مسلمانوں کا حکمران جو عدل و انصاف سے حکومت کرے۔ ایسا نوجوان جس نے عنفوان شباب سے اپنی زندگی اللہ کی عبادت میں گزاری ہو اور گناہوں سے باز رہا ہو، وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو، وہ آدمی جو دوسرے سے صرف اللہ کی خاطر محبت کرتا ہو۔ اور اس کی محبت میں کوئی دنیاوی غرض شامل نہ ہو۔ وہ آدمی جو گناہ کے سارے دواعی موجود ہونے کے باوجود محض اللہ کے خوف سے اس سے باز رہے۔ اور وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں اس طرح چھپا کر خرچ کرے کہ خود اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

اس حدیث میں سات افراد کا ذکر فرمایا ہے قیامت کے دن ان کی قسموں کی تعداد ستر تک پہنچ جائے گی جیسا کہ حافظ سخاوی نے فرمایا ہے اور علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ سات کے عدد پر اکتفاء ان اعمال کی اہمیت اور ان کی فضیلت کی وضاحت کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے (حدیث ۳۷۷) میں گزر چکی ہے۔ (نزهة المتقين : ۱/۳۳۶)

عادل حکمرانوں کے لیے خوشخبری

۶۶۰ . وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "إِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ: اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَاوَلُوْا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۶۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے وہ لوگ جو اپنی حکومتوں میں اپنے گھر والوں میں اور ان لوگوں میں جن کے وہ والی ہیں

انصاف کرتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۶۶۰): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فضل الامام العادل و عقوبة الجائر.

کلمات حدیث: المقسطین : انصاف کرنے والے۔ اقسط اقساطاً (باب افعال) عدل وانصاف کرنا۔

شرح حدیث: عدل وانصاف کرنے والے روزِ قیامت نور کی بلندیوں پر ہوں گے اور انہیں بلند اور رفیع نورانی مقامات حاصل ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو عدل وانصاف کریں گے یعنی ان کو جو بھی ذمہ داری اور جس درجہ کی حکمرانی سپرد ہوگی وہ اس میں عدل وانصاف سے کام لیں گے خواہ وہ عمومی حکمرانی ہو یا خصوصی جیسے قضا اور احتساب وغیرہ یا اس کا تعلق یتیموں کی دیکھ بھال یا صدقات کے انتظام سے یا اہل خانہ کے حقوق وواجبات کی ادائیگی سے ہو وہ ہر جگہ اور ہر موقعہ پر عدل وانصاف کرتے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۲/۱۷۷)

اچھے اور برے حاکم کی پہچان

۶۶۱. وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَشِرَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَ يُبْغِضُوْ نَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ!" قَالَ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَانُنَابِذُهُمْ ؟ قَالَ : "لَا، مَااَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ: لَا، مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"تُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ" : تَدْعُوْنَ لَهُمْ.

(۶۶۱) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں تو ان کے حق میں دعا کرو اور وہ تمہارے حق میں دعا کریں اور تمہارے برے حکمران وہ ہیں جن کو تم ناپسند کرو اور وہ تمہیں ناپسند کریں تم ان کو برا بھلا کہو وہ تمہیں برا بھلا کہیں۔ راوی نے بیان کیا کہ ہم نے عرض کیا کہ کیا ہم ان کی بیعت توڑ دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں جب تک وہ تمہارے اندر نماز قائم کرتے رہیں نہیں جب تک وہ تمہارے اندر نماز قائم کرتے رہیں۔

تصلون علیهم : تم ان کے لیے دعا کرتے ہو۔

تخریج حدیث(۶۶۱): صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب خیار الائمة و شرارهم.

کلمات حدیث: تصلون علیهم : تم ان کے لیے دعا کرتے ہو۔ صلی صلاة (باب ضرب) صلی علیهم : دعا دی۔
ننابذهم : انہیں چھوڑ دیں، انہیں اتار دیں، ان کی بیعت توڑ دیں اور ان کے خلاف خروج کریں۔

شرح حدیث: حکام اور رعایا کا رشتہ اس امر پر استوار ہے کہ حکام عدل وانصاف کریں اور اپنے محکوم لوگوں کے حقوق ادا کریں اور

نہ ان پر ظلم ہونے دیں اور نہ خود ظلم کریں اور محکومین کو چاہیے کہ وہ اپنے حکمرانوں کی اطاعت کریں اور ان کے احکام پر عمل کریں اور ان کی تکریم کریں اور ان کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں تا کہ وہ بھی اپنی رعایا کے حق میں خیر خواہ اور دعا گو ہو جائیں۔ یہی راستہ ہے جس سے ملک میں امن وامان قائم ہوسکتا ہے اور ترقی کی شاہراہ کھل سکتی ہے۔

جب حکمران شرائط امارت پر پورے اترتے ہوں اور ان کی حکمرانی قائم ہو جائے اور لوگ انہیں تسلیم کر لیں تو پھر ان کے خلاف بغاوت اور منازعت جائز نہیں ہے جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں اور ان سے کھلا کفر ظاہر نہ ہو۔

(شرح صحیح مسلم للنووي: ۱۲/ ۲۰٤۔ روضة المتقين: ۲/ ۲۰۰)

تین قسم کے لوگوں کے لیے جنت کی خوشخبری

۶۶۲۔ وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ":

۱۔ ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُوَفَّقٌ.

۲۔ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِیْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ.

۳۔ وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْعِيَالٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٦٦٢) حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین قسم کے لوگ جنتی ہیں، انصاف کرنے والا حکمران جسے بھلائی کی توفیق ملی ہو، مہربان آدمی جس کا دل ہر رشتہ دار اور ہر مسلمان کے لیے نرم ہو۔ وہ پاک دامن جو عیال دار ہونے کے باوجود سوال سے بچنے والا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۶۲): صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها.

کلمات حدیث: موفق: جسے توفیق ملی ہو، جسے اللہ کی جانب سے راہنمائی عطا ہوئی ہو۔

شرح حدیث: تین آدمی اہل جنت میں سے ہیں، ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کوئی اختیار یا اقتدار عطا فرمایا اور وہ اللہ کی توفیق سے ان لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کرتا ہے جو اس کی زیر حکمرانی ہیں اور ان کی خیر خواہی اور ان کی بھلائی میں لگا رہتا ہے۔ دوسرا وہ رقیق القلب رحم دل انسان جو عزیز وقریب یا اجنبی اور بعید ہر ایک ساتھ مہربانی اور محبت سے پیش آتا ہے اور تیسرے وہ عفت مآب انسان جو ضرورت مند ہونے کے باوجود اللہ پر توکل کیے رہتا ہے نہ کسی سے سوال کرتا ہے اور نہ اپنی اور اپنے عیال کی کفالت کے لیے مال حرام کی جانب مائل ہوتا ہے۔ (روضة المتقين: ۲/ ۲۰۲۔ نزهة المتقين: ۱/ ۵۳۲)

الباب (۸۰)

وَجُوبِ طَاعَةِ وُلَاةِ الْأُمُورِ فِيْ غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَتَحْرِيْمِ طَاعَتِهِمْ فِي الْمَعْصِيَةِ

حکمرانوں کی ان امور میں اطاعت کا وجوب جو معصیت نہ ہوں اور ناجائز امور میں ان کی اطاعت کی حرمت

. . . .

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور حاکم کی اطاعت کا حکم

۲۳۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور ان کی جو تمہارے حکمران ہیں۔'' (النساء: ۵۹)

تفسیری نکات: آیت مذکورہ سے پہلے مختصر سی آیت میں دستورِ مملکت کے بنیادی اصول بیان ہوئے ہیں، اوّل یہ کہ اصل حکم اللہ تعالیٰ کا ہے، دنیا کے حکمران اپنی حکمرانی میں اس کے تابع ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ہی اختیار واقتدار عطا کرتا ہے اس لیے وہ پابند ہیں کہ وہ اس اختیار کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کریں۔ دوسرے یہ کہ باشندگانِ ملک کے حقوق اللہ کی امانتیں ہیں جو حکمرانوں کو ادا کرنی چاہئیں۔ تیسرے یہ کہ حکمرانی بطورِ نیابت ہے اصل نہیں ہے چوتھے یہ کہ حکمرانی کی اساس عدل وانصاف ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔ واضح رہے کہ اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ دونوں کی اطاعت مقصود بالذات ہیں اور اسی لیے اطیعوا کا لفظ جس طرح اللہ کے ساتھ آیا ہے اسی طرح رسول کے ساتھ بھی آیا ہے جبکہ اولوالامر کے ساتھ اطیعوا کا لفظ نہیں لایا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اولوالامر کی اطاعت تابع ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے، اگر حکمرانوں کے احکام اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے مطابق ہوں تو ان کی اتباع مسلمانوں پر لازم ہے اور اگر حکمرانوں کے احکام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے برخلاف ہوں تو ان میں مسلمان حکمرانوں کی اطاعت کے پابند نہیں ہیں۔

(معارف القرآن)

****

گناہ کے حکم میں حاکم کی بات ماننا جائز نہیں

۶۶۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيْمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ اِلَّا اَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ!" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٦٦٣) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ سنے

اوراطاعت کرے خواہ کوئی حکم اس کو پسند ہو یا ناپسند ہو الا یہ کہ اسے کسی معصیت کا حکم دیا جائے اگر معصیت کا حکم دیا جائے تو اس میں سمع و طاعت نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۶۳): صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب السمع و الطاعة اللامام . صحیح مسلم، کتاب الاماره، باب وجوب طاعة الامراء في غير معصية و تحريمها في المعصية.

کلمات حدیث: السمع و الطاعة : یعنی حکمرانوں کے احکام سننا اوران کی اطاعت کرنا۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس امر پر علماء کا اتفاق ہے کہ جب حکمران شرعی طور پر متعین ہوا ہو تو جائز امور میں اس کی اطاعت لازم ہے لیکن اگر وہ کسی ایسی بات کا حکم دے جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ہو تو اس میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ یہ مضمون متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے چنانچہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنو اور اطاعت کرو اگر چہ کوئی حبشی غلام تمہارے اوپر حاکم بنا دیا گیا ہو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں سنوں اور اطاعت کروں اگر چہ حکمران کوئی ناک کان کٹا غلام ہو۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنو اور اطاعت کرو اگر چہ تمہارے اوپر کوئی ایسا حبشی غلام حاکم بنا دیا جائے جس کا سر کشمش کی طرح ہو، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص امیر کی کوئی ایسی بات دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اسے چاہیے کہ صبر کرے کیونکہ اگر کوئی بالشت بھر بھی جماعت سے جدا ہوا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

(فتح الباري : ۷٤۳/۳ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۹۰/۱۲ ـ روضة المتقين : ۲۰۵/۲)

طاقت کے موافق حاکم کی اطاعت لازم ہے

۶۶۴ ـ وَعَنْهُ قَالَ : كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا : "فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۶۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ سے سمع و طاعت کی بیعت کرتے تو آپ ﷺ فرماتے جن میں تمہاری طاقت ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۶۴): صحیح البخاری، کتاب الاحکام باب السمع و الطاعة للامام . صحیح مسلم، کتاب الاماره، باب البيعة على البيعة .

کلمات حدیث: فیما استطعتم : یعنی بیعت ان امور کے ساتھ خاص ہے جن میں استطاعت اور قدرت ہو۔

شرح حدیث: حاکم کی اطاعت دو شرطوں کے ساتھ ہے ایک شرط تو یہ ہے کہ اس کے احکام اللہ کے اور اللہ کے رسول ﷺ کے

احکام کے خلاف نہ ہوں اور دوسرے یہ کہ وہ جو حکم دے وہ انسانی قدرت اور استطاعت میں ہو اور حاکم کو چاہیے کہ وہ اپنے ہر حکم میں لوگوں کی مصلحتوں کو پیش نظر رکھے اور ان کو مشقت میں مبتلا نہ کرے۔

(فتح الباري : ۳/۷۷۲۔ روضة المتقين : ۲/۲۰٤۔ دليل الفالحين : ۳/۱۰۹)

جو حاکم کی اطاعت نہ کرے اس کی موت جاہلیت کی ہوگی

۶۶۵۔ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ : "وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ مُفَارِقٌ لِلْجَمَاعَةِ فَإِنَّهُ يَمُوْتُ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً " .

" الْمِيْتَةُ " بِكَسْرِ الْمِيْم .

(۶۶۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے روز اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہو گی اور جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (مسلم)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ہے کہ اگر کوئی جماعت سے جدا ہو کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

میتة کا لفظ میم کے زیر کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث (۶۶۵): صحيح مسلم، كتاب الاماره، باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن .

کلمات حدیث: من خلع يدا من طاعت : جو حکمران کی اطاعت سے نکل کر اس کی بیعت توڑ دے۔ مفارق للجماعة : مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہونے والا۔

شرح حدیث: اسلام نے مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق کی تعلیم دی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمام مسلمان باہم مل کر ایک مضبوط عمارت کی طرح ہیں جس کا ہر حصہ دوسرے حصے کی مضبوطی کا باعث ہے۔ اتحاد و اتفاق کے لیے نظم ملت لازمی ہے اس لیے خلفاء اور حکمرانوں کی اطاعت کو لازم قرار دیا گیا اور ان کی بیعت کر لینے کے بعد یعنی ان کی حکمرانی تسلیم کر لینے کے بعد ان کی اطاعت سے نکلنا جماعت کے نظم سے نکل جانا ہے جو جائز اور درست نہیں ہے اس لیے فرمایا کہ جس نے اطاعتِ امیر کا عہد کر کے اسے توڑ دیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ یعنی جس طرح زمانۂ جاہلیت میں عرب منتشر اور پراگندہ قبائل میں بکھرے ہوئے تھے اور ان کا کوئی سربراہ یا حاکم ایسا نہیں ہوتا تھا جس کی سب اطاعت کرتے ہوں اسی طرح اس شخص کی موت ہوگی یعنی ایک گنہگار کی موت مرا۔

(دليل الفالحين : ۳/۱۰۹۔ روضه المتقين : ۲/۲۰٤)

حاکم غلام ہو تب بھی اس کی اطاعت کی جائے

۶۶۶۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَاَنَّ رَاْسَه' زَبِيْبَةٌ ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٦٦٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سنو اور اطاعت کرو اگر چہ تم پر کوئی ایسا حبشی غلام حاکم بنا دیا جائے جس کا سر کشمش کی طرح ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۶۶۶): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب امامة العبد و المولی .

کلمات حدیث: استعمل : بنا دیا گیا، عامل مقرر کر دیا گیا، حاکم بنا دیا گیا۔ استعمال (باب استفعال) عامل کے لفظی معنی کام کرنے والا اور اصطلاحی معنی ہیں حکومت کا کارندہ امیر حاکم۔

شرح حدیث: حدیث میں عامل سے مراد وہ حاکم یا امیر ہے جو خلیفہ کے ماتحت ہو یعنی اگر کسی علاقے کا حاکم کوئی حبشی غلام بھی مقرر کر دیا جائے تب بھی اس کی اطاعت لازم ہے اور اس کی نافرمانی اور عدم اطاعت جائز نہیں ہے کیونکہ حاکم کی اطاعت انہی امور میں ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے مطابق ہوں اور تمام مسلمان برابر ہیں ان کے درمیان رنگ و نسل اور جنس کا کوئی فرق نہیں ہے ہر ایسا مسلمان جو اللہ اور رسول کے احکام کا ماننے والا اور ان پر عمل کرنے والا ہو وہ مسلمانوں کا حاکم بن سکتا ہے اور مسلمانوں پر اس کی اطاعت لازم ہے۔ (فتح الباري : ١/٥٤٤۔ روضه المتقين : ٢/٢٠٥۔ دليل الفالحين : ٣/١١٠)

ہر حال میں حاکم کی اطاعت کی جائے

۶۶۷۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيْ عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَاَثَرَةٍ عَلَيْكَ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٦٦٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے۔ تنگی ہو یا آسانی خوشی ہو یا ناخوشی ہر حال میں اطاعت کرنا ہے بلکہ اگر تمہارے اوپر دوسروں کو ترجیح دی جائے جب بھی اطاعت لازم ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۶۶۷): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصية و تحريمها في المعصية.

کلمات حدیث: عسر : تنگی۔ یسر : آسانی۔ منشطك و مكرهك : یعنی امیر کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے خواہ اس کے احکام ہلکے ہوں جن سے تم خوش ہو یا گراں ہوں جن سے تم ناخوش ہو۔

شرح حدیث: اصول یہ ہے کہ اجتماعی مصلحت کو انفرادی مصلحت پر فوقیت حاصل ہوتی ہے اجتماعی اور ملی مصلحت کا تقاضا ہے کہ میں حکمران کی اطاعت ہے تا کہ ملی شیرازہ بندی قائم رہے اور انتشار و افتراق پیدا نہ ہو یہ مصلحت اور اس کے ساتھ دیگر اجتماعی مصالح کے

پیش نظر اگر ایک فرد یا چند افراد بعض احکام کی تعمیل میں تنگی یا دشواری محسوس کریں یا انہیں وہ احکام یا پالیسیاں اچھی نہ معلوم ہوں تو یہ حکمران کی اطاعت سے نکلنے کا جواز فراہم نہیں کرتیں۔ بلکہ ہر حالت میں اطاعت و انقیاد لازمی ہے اور اس صورت میں بھی لازم ہے جب کوئی شخص کسی منصب کا خود کو اہل سمجھتا ہو اور اس کو چھوڑ کر کسی اور کو مقرر کر دیا جائے۔ غرض ایک مرتبہ اطاعت قبول کر لینے کے بعد ہر حالت میں اطاعت لازم ہے۔ (روضة المتقين : ۲/ ۲۰۶۔ دليل الفالحين : ۳/ ۱۱۰۔ مظاهر حق : ۳/ ٦٦١)

●●●●●●●●●●●●

آخری زمانہ فتنہ اور آزمائش کا ہوگا

۶۶۸۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، فَمِنَّا مَنْ يُصْلِحُ خِبَاءَهُ وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ، وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِيْ جَشَرِهِ إِذْ نَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ: فَاجْتَمَعْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ يَدُلَّ اُمَّتَهٗ عَلٰى خَيْرِ مَايَعْلَمُهٗ لَهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّمَا يَعْلَمُهٗ لَهُمْ، وَاِنَّ اُمَّتَكُمْ هٰذِهٖ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِيْ اَوَّلِهَا، وَسَيُصِيْبُ اٰخِرَهَا بَلَآءٌ وَاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا، وَتَجِيْءُ فِتَنٌ يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَتَجِيْءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ: هٰذِهٖ مُهْلِكَتِيْ، ثُمَّ تَنْكَشِفُ! وَتَجِيْءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ : هٰذِهٖ هٰذِهٖ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَاْتِهٖ مَنِيَّتُهٗ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَلْيَاْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُؤْتٰى اِلَيْهِ.

وَمَنْ بَايَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ فَلْيُطِعْهُ اِنِ اسْتَطَاعَ، فَاِنْ جَآءَ اٰخَرُ يُنَازِعُهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْاٰخَرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُهٗ " يَنْتَضِلُ " اَيْ يُسَابِقُ بِالرَّمْيِ بِالنَّبْلِ وَالنُّشَّابِ.

" وَالْجَشَرُ " بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالرَّاءِ : وَهِيَ الدَّوَابُّ الَّتِيْ تُرْعٰى وَتَبِيْتُ مَكَانَهَا وَقَوْلُهٗ.

" يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا " : اَيْ يُصَيِّرُ بَعْضُهَا بَعْضًا رَقِيْقًا : اَيْ خَفِيْفًا لِعِظَمِ مَابَعْدَهٗ فَالثَّانِيْ يُرَقِّقُ الْاَوَّلَ وَقِيْلَ مَعْنَاهُ يُسَوِّقُ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ بَتَحْسِيْنِهَا وَتَسْوِيْلِهَا، وَقِيْلَ يُشْبِهُ بَعْضُهَا بَعْضًا.

(٦٦٨) حضرت عبداللہ عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مقام پر قیام کیا۔ ہم میں سے کچھ اپنے خیمے درست کر رہے تھے اور کچھ تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے اور بعض مویشیوں میں مصروف تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے آواز دی کہ نماز تیار ہے۔ ہم سب آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پہلے جو نبی ہوا اس پر لازم تھا کہ وہ اپنی امت کو ان سب بھلائی کے کاموں کو بتلائے جن کو وہ جانتا تھا اور ان برائی کی باتوں سے ان کو

ڈرائے جن کو وہ جانتا تھا کہ وہ بری ہیں تمہاری اس امت کی عافیت اس کی پہلے حصے میں ہے اور اس کے آخر میں آزمائش رکھی گئی ہے اور ناگوار امور پیش آئیں گے اور ایسے فتنے پیش آئیں گے کہ بعد والوں کے سامنے پہلے فتنے ہلکے معلوم ہوں گے۔ ایک فتنہ آئے گا اور مؤمن سمجھے گا کہ میں اس میں ہلاک ہو گیا، پھر وہ ختم ہو جائے گا اور ایک اور فتنہ سر ابھارے گا تو مؤمن کہے گا کہ اس میں میری ہلاکت یقینی ہے اب جو شخص چاہے کہ اسے جہنم سے ہٹا دیا جائے اور وہ جنت میں داخل ہو جائے تو اس کو اس حال میں موت آنی چاہیے کہ وہ اللہ پر یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

جو شخص امام کی بیعت کر چکا ہو، اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے چکا ہو اور اس کی امامت پر دل سے راضی ہو چکا ہو وہ جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت کرے اور اگر کوئی دوسرا آ کر اس سے منازعت کرے تو اس دوسرے کی گردن مار دے۔ (مسلم)

ینتضل : تیراندازی میں مقابلہ۔ جشر : چراگاہ میں چرنے والے مویشی، وہ مویشی جو چراگاہوں میں چرتے اور وہیں رات گزارتے ہیں۔ یرقق بعضها بعضا : یعنی ایک دوسرے کو ہلکا کر دینے والا ہو گا بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ ایک فتنہ دوسرے کا شوق دلائے گا اور اس کے دل میں اس کی تزئین پیدا کرے گا اور بعض نے کہا کہ ہر فتنہ دوسرے سے ملتا جلتا ہو گا۔

تخریج حدیث (۶۶۸): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب الآمر بالوفاء ببیعة الخلفاء الاول فالأول.

کلمات حدیث: خباء ٌ : خیمہ جس میں چھپا جائے یا اون کا بنا ہوا کپڑا جس کو دو یا تین لکڑیاں کھڑی کر کے لٹکا دیا جائے۔ عافیتها : امت کی فتنوں سے حفاظت۔ مهلکتی : میری ہلاکت۔ هذه هذه : یہ فتنہ سب سے بڑھ کر ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس امت کا پہلا حصہ فتنوں سے عافیت میں ہے اور اس کے آخری حصے میں فتنے ہوں گے عجیب عجیب امور پیش آئیں گے اور فتنوں کا سلسلہ اس طرح قائم ہو جائے گا کہ ہر فتنہ کے بعد دوسرا فتنہ ہو گا اور ہر آنے والے فتنہ کے سامنے پہلا فتنہ ہلکا معلوم ہو گا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلامتی اور عافیت کے دور سے مراد پہلے تین خلفائے راشدین کا زمانہ ہے کہ اس دور میں امت متحد اور متفق رہی اور ان کی دنیا درست اور دین مستقیم رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے فتنوں کا دروازہ کھل گیا۔ یعنی امت کے اوّل حصے سے مراد عصر خلفائے راشدین اور اس کے آخری حصے سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے لے کر آخر تک تمام زمانہ ہے۔

فتنوں کے بعد فتنے مسلسل آئیں گے اور آنے والے فتنے کو دیکھ کر خیال ہو گا کہ پہلا فتنہ اس کے سامنے ہلکا تھا اور مؤمن سمجھے گا کہ اس فتنے میں اس کی ہلاکت ہے اور ختم ہو جائے گا تو دوسرے فتنے کے بارے میں کہے گا کہ یہ تو بہت شدید ہے اور اس میں میری ہلاکت ہے جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ جہنم سے ہٹا دیا گیا اور جنت میں داخل ہو گیا۔

(روضة المتقين : ۲/۲۰٦ ـ دليل الفالحين : ۳/۱۱۱)

جو حاکم رعایا کے حقوق ادا نہ کرے اس کی بھی اطاعت کی جائے

۶۶۹۔ وَعَنْ اَبِیْ هُنَیْدَةَ وَآئِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلَ سَلَمَةُ بْنِ یَزِیْدَ الْجُعْفِیُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : یَانَبِیَّ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَیْنَا اُمَرَآءُ یَسْأَلُوْنَا حَقَّهُمْ وَیَمْنَعُوْنَا حَقَّنَا فَمَا تَاْمُرُنَا" فَاَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ سَأَلَه، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ "اسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِمْ مَاحُمِّلُوْا وَعَلَیْکُمْ مَاحُمِّلْتُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٦٦٩) حضرت ابو ہنیدہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ سلمۃ بن یزید الجعفی نے آپ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کی نبی! بتائیے اگر حاکم ہم سے اپنا حق مانگیں اور ہمارا حق نہ دیں تو ہمارے لیے آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے اعراض فرمایا۔ اس نے پھر سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنو اور اطاعت کرو ان پر لازم ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اور تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم اپنی ذمہ داری پوری کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٦٦٩): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فی طاعة الامراء، وان منعوا الحق.

راوی حدیث: حضرت ابوہنیدہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا استقبال فرمایا ان کے لیے چادر بچھائی اور اس پر انہیں بٹھایا اور ان کی اولاد کی برکت کے لیے دعا فرمائی۔ ان سے ۷۱ ۱ احادیث منقول ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں انتقال فرمایا۔ (الاستیعاب في تمییز الأصحاب)

کلمات حدیث: حملوا: ان پر وزن لادا گیا، یعنی ان پر ذمہ داریاں عائد کی گئیں۔ علیہم ما حملوا و علیکم ما حملتم: حکمرانوں پر جو فرائض اور ذمہ داریاں عائد کی گئی ان پر ان کا پورا کرنا لازم ہے اور تمہارے اوپر جو فرائض اور ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں تمہارے اوپر ان کا پورا کرنا لازم ہے۔

شرح حدیث: اسلام میں جوابدہی انفرادی اور شخصی ہے آخرت میں ہر شخص اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا اگر کوئی حاکم ہے تو اس کے فرائض ہیں عدل و انصاف لوگوں کی خیر خواہی اور ان کی مصالح کی رعایت اور ان کی ظلم و زیادتی سے تحفظ اگر حاکم ان میں سے کسی امر میں کوتاہی کرے گا وہ عنداللہ اس کا جواب دہ ہوگا۔ اسی طرح محکوم پر سمع و طاعت اور حکمرانوں کے حقوق کی ادائیگی لازم ہے اور اس کو اس بارے میں جوابدہی کرنی ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے اللہ اور رسول ﷺ کے احکام پر عمل پیرا ہو تو اس میں امت مسلمہ کا استحکام اس کی اور فلاح ہے۔ (شرح مسلم للنووي: ۱۹۸/۱۲)

حاکم کے حق ادا کرو اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو

۶۷۰۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّهَا سَتَکُوْنُ بَعْدِیْ اَثَرَةٌ وَاُمُوْرٌ تُنْکِرُوْنَهَا!" قَالُوْا، یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ تَاْمُرُ مَنْ اَدْرَکَ مِنَّا ذٰلِکَ؟ قَالَ

تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِیْ عَلَیْکُمْ، وَتَسْاَلُوْنَ اللّٰہَ الَّذِیْ لَکُمْ " مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(٦٧٠) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد ترجیحی سلوک ہوگا اور ایسے امور پیش آئیں گے جو اوپرے ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا آپ ﷺ اسے کیا حکم فرماتے ہیں جو ہم میں سے اس صورت حال کو پائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو حق ان کا تمہارے ذمہ ہو، اسے ادا کرو اور جو تمہارا حق ان کے ذمہ ہو اس کا اللہ سے سوال کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٦٧٠): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوۃ و الفتن .

کلمات حدیث: اثرہ : ترجیحی سلوک کہ حکام حق دار کو اس کو حق نہ دیں بلکہ اس کو دیدیں جس کو وہ پسند کریں، یعنی مستحق پر غیر مستحق کو ترجیح دیں۔ اموراً تنکرونھا : ایسی باتیں جو معلوم و متعارف نہ ہوں۔ انکر انکاراً (باب افعال) جاہل ہونا، رد کرنا، انکار کرنا۔ منکر: نامعلوم اور غیر متعارف بات۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مقصود یہ ہے کہ اگر حکمران ترجیحی سلوک کریں اور مستحق پر غیر مستحق کو اور اہل پر نا اہل کو ترجیح دینے لگیں اور ان سے ایسے امور ظاہر ہونے لگیں جن سے لوگ واقف نہ ہوں تو بھی ان کی اطاعت لازم ہے اور اس صورت میں لوگ اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے رہیں اور ان کے ذمہ حکمرانوں کے جو حقوق ہیں انہیں ادا کرتے رہیں اور اپنے حق کے بارے میں اللہ سے دعا کریں۔ (روضة المتقین : ٢٠٩/٢ - دلیل الفالحین : ١١٥/٣)

اس حدیث کی شرح باب الصبر میں بھی گزر چکی ہے۔

امیر کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے

٦٧١. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَمَنْ یُطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(٦٧١) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٦٧١): صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب اطیعوا الرسول . صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة و تحریمها فی المعصیة.

کلمات حدیث: امیر : ہر حاکم خواہ خلیفہ ہو یا کوئی اور جمع امراء۔ امیر حکم دینے والا۔ امر حکم جمع اوامر۔ الاوامر و النواھی : احکام و منہیات۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَ ﴾

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

اور فرمایا جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَن يَعۡصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَإِنَّ لَهُۥ نَارَ جَهَنَّمَ ﴾

''جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اس کے لیے جہنم کی آگ ہے۔''

اس کے بعد فرمایا جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی، یعنی امیر کی اطاعت کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے تو اس کی اطاعت آپ ﷺ کے اس حکم کی اطاعت ہے اور اس کی نافرمانی آپ ﷺ کے اس حکم کی نافرمانی ہے اور جو امیر اللہ کے اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کے مطابق عمل پیرا ہو تو اس کی اطاعت دراصل احکامِ شریعت کی اتباع ہے اور اس طرح رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے۔

(فتح الباري : ۷۳۸/۳۔ روضة المتقين : ۲۰۸/۲۔ دليل الفالحين : ۳ / ۱۱۶۔ شرح صحيح مسلم : ۱۸۷/۱۲)

ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرے

۶۷۲. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَرِهَ مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ، فَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۶۷۲) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے حاکم کی طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو صبر کرے کہ جو شخص امیر کی اطاعت سے ایک بالشت کے برابر بھی باہر نکلا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۷۲): صحيح البخاري، كتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ سترون بعدى اموراً تنكرونها.
صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن و تحذير الدعاة.

کلماتِ حدیث: شبراً : ایک بالشت کے برابر۔ شبر : بالشت جمع اشبار۔

شرح حدیث: متعدد احادیثِ مبارکہ میں امیر کی اطاعت کے لازم ہونے کو بیان کیا گیا ہے جس سے مقصود مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کو برقرار رکھنا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کوئی ناگوار امر دیکھے تو اسے چاہیے کہ صبر کرے اور اس کی اطاعت سے باہر نہ نکلے کہ جو سلطان کی اطاعت سے ایک بالشت بھر بھی باہر نکلا اور اسی حال میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ جاہلیت کی موت مرنے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح جاہلیت کے لوگ گمراہ اور منتشر اور بے نظام تھے اور کسی امام کی اطاعت میں نہیں تھے اسی طرح یہ موت بھی ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ کافر مرا بلکہ گنہگار ہونے کی حالت میں مرا۔ ہوسکتا ہے کہ ان الفاظ کا مقصود زجر و تنبیہ ہو کہ ایک مسلمان کے لیے یہ

موزوں نہیں ہے کہ وہ امیر کی اطاعت سے باہر نکل جائے اور اسی حالت میں اس کی موت واقع ہو جائے۔

(فتح الباري : ٣/ ٦٩٤ ـ روضة المتقين : ٢/ ٢١٠)

جس نے حاکم کی توہین کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی توہین کی

٦٧٣. وَعَنْ اَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ اَهَانَ السُّلْطَانَ اَهَانَهُ اللّٰهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ وَقَدْ سَبَقَ بَعْضُهَا فِيْ اَبْوَابٍ.

(٦٧٣) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے سلطان کی توہین کی اللہ تعالیٰ اس کی توہین کرے گا۔

(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

اس موضوع سے متعلق متعدد احادیث ہیں جن میں سے بعض گزشتہ ابواب میں آچکی ہیں۔

تخریج حدیث (٦٧٣): الجامع للترمذي، ابواب الفتن، باب ما جاء في الخلفاء.

کلمات حدیث: أهان : اہانت کی۔ سلطان : صاحب اختیار واقتدار۔

شرح حدیث: تمام کائنات کا مالک ومختار اللہ تعالیٰ ہے وہی ہر شئے پر قادر ہے اور ہر شئے اس کی ملکیت میں ہے اور ساری سلطنت اسی کی سلطنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جس کو چاہے جتنا چاہے رزق عطا فرماتا ہے اسی طرح وہ جس کو چاہے اختیار اور اقتدار عطا فرمائے۔

﴿ تُؤْتِي ٱلْمُلْكَ مَن تَشَآءُ وَتَنزِعُ ٱلْمُلْكَ مِمَّن تَشَآءُ ﴾

''جسے چاہے تو ملک عطا کرے اور جس سے چاہے تو ملک چھین لے۔''

حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

﴿ يَٰدَاوُۥدُ إِنَّا جَعَلْنَٰكَ خَلِيفَةً فِى ٱلْأَرْضِ ﴾

''اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔''

معلوم ہوا کہ سلطان درحقیقت اللہ تعالیٰ کا نائب ہے اور دنیا میں جس انسان کے پاس جو اختیار واقتدار ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے اس لیے جو اس کی توہین کرے گا اللہ اس کی توہین کرے گا۔

مقصودِ حدیث یہ ہے کہ امیر کی توقیر اور تکریم کی جائے اور قول سے یا فعل سے اس کی اہانت اور تذلیل نہ کی جائے بلکہ اگر کسی کو حاکم سے کوئی صدمہ اور تکلیف پہنچے تو وہ اللہ سے دعا کرے۔ (تحفة الأحوذي : ٦/ ٤٧٦)

الباب (۸۱)

النَّهِيُ عَنُ سُوَالِ الْإِمَارَةِ وَاخُتِيَارِ تَرُكِ الْوَلَايَاتِ اِذَا لَمُ يَتَعَيَّنُ عَلَيُهِ اَوُتَدُعُ حَاجَةٌ اِلَيُهِ

طلب امارت کی ممانعت اور عدم تعیین اور عدمِ حاجت کی صورت میں امارت سے گریز

۲۳۳۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ تِلْكَ ٱلدَّارُ ٱلْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَٱلْعَٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾

(القصص:۸۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''آخرت کا گھر ہم نے انہی لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم وفساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور اچھا انجام پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔''

تفسیری نکات: آیتِ کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ کامیابی اچھا انجام اور آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے جو تکبر نہیں کرتے اور زمین میں فساد کا ارادہ نہیں کرتے تکبر کی تمام صورتیں اور شکلیں ممنوع ہیں اور ہر گناہ فساد ہے۔ آخرت کی کامیابی بہت بڑی کامیابی ہے اور یہ کامیابی ان کے لیے جو ملک میں شرارت کرنا اور بگاڑ ڈالنا نہیں چاہتے۔ (تفسیر عثمانی)

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

امارت طلب کرنے کی ممانعت

۶۷۴۔ وَعَنُ اَبِیُ سَعِيدٍ عَبُدِالرَّحُمٰنِ بُنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنُهُ قَالَ : قَالَ لِیُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ "يَاعَبُدَالرَّحُمٰنِ ابُنَ سَمُرَةَ : لَاتَسُئَلِ الْاِمَارَةَ، فَاِنَّکَ اِنُ اُعُطِيتَهَا عَنُ غَيُرِ مَسْاَلَةٍ اُعِنُتَ عَلَيُهَا، وَاِنُ اُعُطِيتَهَا عَنُ مَسْاَلَةٍ وُكِلُتَ اِلَيُهَا، وَاِذَا حَلَفُتَ عَلٰى يَمِيُنٍ فَرَاَيُتَ غَيُرَهَا خَيُرًا مِّنُهَا فَأْتِ الَّذِیُ هُوَ خَيُرٌ وَكَفِّرُ عَنُ يَمِينِکَ" مُتَّفَقٌ عَلَيُهِ.

(۶۷۴) حضرت ابوسعید عبدالرحمن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمن بن سمرہ امارت کا سوال نہ کرنا اگر تمہیں بغیر تمہاری خواہش کے دیدی جائے تو اس میں تمہاری مدد کی جائے گی اور اگر سوال کرنے پر دی گئی تو تم اس کے سپرد کر دیئے جاؤ گے اور اگر تم قسم کھاؤ اور دیکھو کہ قسم کے برخلاف کام زیادہ بہتر ہے تو وہ بہتر کام کرو اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۷۴): صحيح البخاري، كتاب الأيمان والنذور. صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب ندب من حلف يمينا فرأى غيرها خيراً.

راوی حدیث: حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے اسلام لانے کے بعد غزوۂ تبوک میں

شریک ہوئے۔ آپ سے چودہ ۱۴ احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ سنہ ۵۰ھ میں انتقال ہوا۔

(الاصابة في تمييز الصحابة)

کلمات حدیث: أعنت عليها : اللہ کی جانب سے تمہاری مدد کی جائے گی اور درست کاموں کی توفیق عطا کی جائے گی۔ أعان اعانة (باب افعال) نصرت کرنا، مدد کرنا۔ و کلت اليها : تمہیں اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بیان ہے کہ کسی کو منصب امارت اور اختیار طلب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اختیار واقتدار ایک بہت بڑی ذمے داری ہے جس میں لوگوں کے معاملات وسائل سے واسطہ پڑتا ہے اور اس بات کا امکان ہے کہ کسی کی حق تلفی ہو جائے اور کسی کے ساتھ زیادتی ہو جائے جس کی روز قیامت جواب دہی کرنی ہوگی۔ اس اعتبار سے لوگوں کی ذمہ داریاں اَز خود اپنے ذمہ لے لینا سخت نامناسب کام ہے۔ ہاں اگر تمہارے سوا کوئی منصب کا اہل موجود نہ ہو اور تمہیں تمہاری خواہش کے بغیر کوئی ذمہ داری دیدی جائے اور تم خدا خوفی کے ساتھ اسے قبول کر لو تو اللہ کی طرف سے نصرت اور مدد ہوگی اور اس کی مدد سے صحیح اور درست کام ہوں گے اور تمہاری خدمت سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔

اگر کسی نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس نے دیکھا کہ جس کام کی قسم کھائی ہے دوسرا کام اس سے زیادہ بہتر ہے تو وہ اس بہتر کام کو کرے اور قسم کا کفارہ ادا کر دے۔ اس صورت میں قسم کا توڑنا مستحب ہے اور اگر کسی گناہ کے کام پر قسم کھائی تھی تو قسم توڑنا واجب ہے قسم توڑنے کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مساکین کو کھانا کھلانا جو ایک دن کے لیے کفایت کرنے والا ہو اور اگر قدرت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے۔ (روضة المتقين : ۲/ ۲۱۱۔ دليل الفالحين : ۳/ ۱۲۰۔ نزهة المتقين : ۱/ ۵۴۰)

امارت کے لیے صلاحیت ضروری ہے

۶۷۵۔ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَااَبَاذَرٍّ اِنِّيْ اَرَاکَ ضَعِيْفًا وَاِنِّيْ اُحِبُّ لَکَ مَااُحِبُّ لِنَفْسِيْ، لَاتَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيْمٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۷۵) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر میں دیکھتا ہوں کہ تم ضعیف ہو میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے کرتا ہوں دیکھو کبھی دو آدمیوں کا امیر نہ بننا اور کسی یتیم کے مال کا ذمہ دار نہ بننا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۷۵): صحيح مسلم، كتاب الاماره، باب كراهية الامارة بغير ضرورة .

کلمات حدیث: لا تأمرن : تم ہرگز امیر نہ بننا۔ ولا تولين : اور ہرگز ولی نہ بننا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوذر جو بات مجھے اپنے لیے پسند ہے وہی تمہارے لیے پسند ہے تم ضعیف ہو تمہارے اندر حکومت کے سنبھالنے کی قوت وقدرت نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر زہد کا غلبہ تھا اور

دنیا کی باتوں سے گھبراتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو کبھی دو آدمیوں کے بھی امیر نہ بننا اور نہ کبھی یتیم کے مال کے متولی بننا۔

کسی منصب کو قبول کرنے کی دو بنیادی شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ آدمی اس منصب کے تقاضوں کو جانتا اور پوری طرح سمجھتا ہو اور اس کو اس کے بارے میں علم ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ جسمانی اور ذہنی طور پر اس منصب کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی قدرت اور طاقت رکھتا ہو۔ ان دو شرطوں کو قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

﴿ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴾

''میں حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔''

امارت قیامت کے روز باعث ندامت ہوگی

۶۷۶۔ وَعَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلاتَسْتَعْمِلُنِيْ؟ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنْكِبِيْ ثُمَّ قَالَ: ''يَااَبَاذَرٍّ اِنَّكَ ضَعِيْفٌ، وَاِنَّهَا اَمَانَةٌ، وَاِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ اِلَّامَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَاَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۶۷۶) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے کسی جگہ عامل نہ مقرر فرمادیں؟ آپ ﷺ نے میرے شانے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ ابوذر تم ضعیف ہو اور یہ روز قیامت رسوائی اور ندامت کا سبب ہوگی سوائے اس کے کہ کوئی اسے حق کے ساتھ لے اور ان ذمہ داریوں کو پورا کرے جو اس پر عائد ہوتی ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۷۶): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب کراھیة الامارہ بغیر ضرورة.

کلمات حدیث: خزی : رسوائی۔ خزی (باب سمع) ذلیل ہونا۔

شرح حدیث: قرآن کریم میں اجتماعی مناصب میں سے کسی منصب کا اہل ہونے کے لیے چار شرائط بیان کی گئی ہیں یہ چار شرائط اس قدر جامع ہیں اور اس قدر محیط ہیں کہ اہلیت وصلاحیت اور استعداد کی ان سے زیادہ جامع شرائط بیان نہیں کی جاسکتیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا ﴿ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴾ اور حضرت موسیٰ کے واقعہ میں بیان ہوا انه لقوی امین یعنی جو کام اور ذمہ داری سپرد کی جائے اس کا جاننے والا، ان ذمہ داریوں کو دیانت اور امانت کے ساتھ ادا کرنے والا اور ان ذمہ داریوں کے پورا کرنے پر جسمانی اور علمی طور پر قدرت رکھنے والا اور ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے سلسلے میں جو مال اور جو اشیاء اس کی تحویل میں آئیں ان کی حفاظت کرنے والا ہو۔

اگر کوئی آدمی کسی منصب کا اہل نہ ہو یا اس میں استعداد موجود نہ ہو اس کو وہ منصب سپرد کرنا خیانت اور بد دیانتی ہے اور اس شخص کا قبول کرنا گناہ ہے اور آخرت کی جوابدہی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث حکومت وسیادت سے کنارہ کش رہنے اور مناصب کے قبول کرنے سے اجتناب کرنے کے ایک بہترین اصول کا بیان ہے، خاص طور پر جس شخص میں اہلیت اور استعداد نہ ہو ہر

گز کوئی منصب قبول نہ کرے۔ (شرح مسلم للنووي : ۱۷٦/۱۲۔ روضة المتقين : ۲۱٤/۲۔ دليل الفالحين : ۱۲۰/۳)

امارت کے لالچ کی پیشین گوئی

٦۷۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْإِمَارَةِ، وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(٦۷۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم عنقریب امارت کی حرص کرو گے جو روز قیامت ندامت اور شرمندگی ہوگی۔ (بخاری)

تخریج حدیث(٦۷۷): صحيح البخاری، كتاب الاحكام، باب ما يكره من الحرص على الامارة .

کلمات حدیث: ستحرصون : تم عنقریب حرص کرنے لگو گے۔ حرص حرصاً (باب ضرب) حرص کرنا۔ ندامة : شرمندگی، ندامت۔ ندمه ندامة (باب سمع) پشیمان ہونا۔ شرمندہ ہونا۔

شرح حدیث: صحابہ کرام حب مال اور دنیا کی محبت سے بہت دور تھے وہ صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سرشار تھے اور ان کا ہر عمل آخرت کے لیے تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے بطور پیش گوئی فرمائی کہ عنقریب تم امارت اور مناصب کی حرص کرنے لگو گے حالانکہ ان مناصب کو حاصل کر کے ان کی ذمہ داریوں کو دیانت اور امانت کے ساتھ پورا نہ کر پانا اور عدل و انصاف میں کوتاہ دست ہو جانے کا حتمی نتیجہ قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کی صورت میں ظاہر ہوگا حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ "اولها ملامة وثانيها ندامة وثالثها عذاب يوم القيامة" منصب و امارت کا قبول کرنا اولاً ملامت ثانیاً ندامت اور ثالثاً عذابِ قیامت میں مبتلا ہونا ہے۔

غرض ایسے شخص کا امارت یا منصب کا طلب کرنا جو اس کی پوری استعداد اور مطلوبہ صلاحیت سے بہرور نہ ہو اور اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو ممنوع ہے، اسی طرح ایسے شخص کو منصب یا امارت سپرد کرنا بھی ممنوع ہے۔

(فتح الباري : ۷٤٤/۳۔ إرشاد الساري : ۹٦/۱٥۔ عمدة القاري : ۳۳۸/۲٥)

الباب (۸۲)

حِثِّ السُّلْطَانِ وَالْقَاضِيْ وَغَيْرِهِمَا مِنْ وُلَاةِ الْاُمُوْرِ عَلٰى اتِّخَاذِ وَزِيْرٍ صَالِحٍ وَتَحْذِيْرِهِمْ مِنْ قُرَنَاءِ السُّوْءِ وَالْقُبُوْلَ مِنْهُمْ

سلطان اور قاضی اور دیگر حکام کو نیک وزراء منتخب کرنے کی ترغیب اور برے ساتھیوں سے ڈرانے اور ان کے مشورے قبول نہ کرنے کی ہدایت

برے دوست قیامت کے روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے

۲۳۴۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اس دن دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔'' (الزخرف:٦٧)

تفسیری نکات: روزِ قیامت دنیا کی کوئی رشتہ داری اور کوئی دوستی کام نہ آئے گی، روزِ قیامت آدمی اپنے بھائی اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا اور ہر ایک اپنی الجھن میں گرفتار ہوگا۔ دوست دوست سے بھاگے دنیا کی سب دوستیاں ساری صحبتیں اور تمام تعلق منقطع ہو جائیں گے آدمی پچھتائے گا کہ دنیا میں فلاں شریر آدمی سے کیوں دوستی کی تھی جو اس کے اکسانے سے آج گرفتار مصیبت ہونا پڑا۔ (تفسیر عثمانی)

ہر حاکم کے دو دوست ہوتے ہیں

٦٧٨۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَابَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ وَلَااسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِيْفَةٍ اِلَّا كَانَتْ لَهٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَحُضُّهٗ عَلَيْهِ وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهٗ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهٗ عَلَيْهِ وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٦٧٨) حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اور اس کے بعد جس کو خلیفہ بنایا اس کے دو دوست ہوتے تھے ایک نیکیوں کا حکم دیتا اور ان پر آمادہ کرتا اور دوسرا برائیوں کا حکم دیتا اور ان پر اکساتا، معصوم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٦٧٨): صحیح البخاری، کتاب القدر، باب المعصوم من عصم اللّٰہ ۔

کلماتِ حدیث: بطانتان : دو رفیق، دو مددگار، دو مشیر۔ بطانة الرجل : کسی کا ایسا قریبی ساتھی جس سے وہ ہر بات میں مشورہ

کرے۔ تحضه : جواسے آمادہ کرے۔ حض حضاً (باب نصر) اکسانا۔

شرح حدیث: مقصودِ حدیث یہ ہے کہ ہر شخص کو اور خاص طور پر حکام کو اور سربراہانِ مملکت کو چاہیے کہ وہ اپنے قریبی ایسے ساتھیوں کو منتخب کریں جو نیک ہوں اللہ اور رسول کے احکام پر عمل کرنے والے ہوں اور ان کے دل خشیتِ الٰہی سے لبریز ہوں تا کہ وہ ان کو صحیح مشورہ دیں انہیں اچھی باتوں کی جانب راہنمائی کریں اور امورِ خیر پر آمادہ کریں اور ایسے لوگوں سے گریز کریں جو بداعمال اور بداطوار ہوں انہیں برائیوں کی طرف مائل کریں اور بداعمالیوں پر اکسائیں اور اپنے آپ کو شر اور فتنہ سے بچانے کے لیے اللہ سے دعا بھی کریں کہ معصوم وہی ہے جس کو اللہ اپنی حفاظت میں لے لے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی نے کوئی منصب سنبھالا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو وہ اس کے لیے صالح وزیر مقرر فرما دے گا اگر بھول جائے تو یاد دلائے گا اور اگر یاد ہو تو مددگار ہو گا۔

ابن التین فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ حدیث میں مذکور بطانتین کے لفظ سے دو وزیر بھی مراد ہو سکتے ہیں اور فرشتہ اور شیطان بھی مراد ہو سکتے ہیں اور کرمانی نے فرمایا کہ بطانتین سے مراد نفس امارہ اور نفس لوامہ مراد ہوں اور جملہ معانی مراد لینا زیادہ بہتر ہے کہ کسی کے ساتھ کوئی اور کسی اور کے ساتھ کوئی اور ہے۔ (فتح الباري : ٣/ ٧٧١۔ إرشاد الساري : ١٥/ ١٦١۔ عمدة القاري : ٢٥/ ٤٠٠)

حاکم کو اچھا مشیر مل جانا سعادت ہے

٦٧٩۔ وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِالْاَمِيْرِ خَيْرًا جَعَلَ لَه' وَزِيْرَ صِدْقٍ اِنْ نَسِيَ ذَكَّرَه' وَاِنْ ذَكَرَ اَعَانَه'، وَاِذَا اَرَادَبِه غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَه' وَزِيْرَ سُوْءٍ اِنْ نَسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ وَاِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

(٦٧٩) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی امیر کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے ایک سچا وزیر عطا فرما دیتے ہیں کہ اگر وہ بھول جائے تو اسے یاد دلا دیتا ہے اور اگر یاد ہو تو اس کی مدد کرتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کچھ اور ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے ساتھ ایک برا وزیر مقرر کر دیتے ہیں کہ اگر وہ بھول جائے اسے یاد نہیں دلاتا اور اگر اسے یاد ہو تو اس کی مدد نہیں کرتا۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے بسند جید روایت کیا اور اس کی سند مسلم کی شرط کے مطابق ہے)

تخریج حدیث (٦٧٩): سنن ابی داوٗد، کتاب الامارہ، باب اتخاذ الوزیر .

کلمات حدیث: وزیر : نائب، مددگار، امورِ مملکت میں حکمران کا نائب جمع وزراء۔ إن نسي ذكره : یعنی اگر حکمران امت کی فلاح و بہبود بھول جائے یا کسی اہم اور ضروری بات سے اسے غفلت ہو جائے تو وزیر اس کو یاد دلا دیتا ہے اور اس بات کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

شرح حدیث: حاکم اور سربراہِ مملکت کے لیے ضروری ہے کہ اپنے ساتھ ایسے لوگوں کو شریک کار کرے جو اپنے کاموں کے ماہر

ہونے کے ساتھ اللہ سے ڈرنے والے ہوں اور اس حاکم کے ساتھ بھی مخلص ہوں اور مسلمانوں کے بھی ہمدرد اور خیر خواہ ہوں تا کہ وہ اس کی بروقت راہنمائی کر سکیں اگر ایسا ہو جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی رضا مندی کی دلیل ہے۔ نیز حدیث مبارک میں تنبیہ ہے کہ حکمراں برے کردار کے حامل افراد کو راز دار نہ بنائیں جو ان کے بگاڑ اور سرکشی کا ذریعہ بنیں۔

(نزهة المتقين : ١/٥٤٣۔ روضة المتقين : ٢/٢١٧)

البَابُ(۸۳)

النَّهيُ عَنُ تَوُلِيَةِ الُإ مَارَةِ وَالُقَضَآءِ وَغَيُرِهِمَا مِنَ الُوِلَايَاتِ لِمَنُ سَأَلَهَا اَوُ حَرَصَ عَلَيُهَا فَعَرَّضَ بِهَا

امارت، قضا اور دیگر مناصب ان کے حریص طلب گاروں کو دینے کی ممانعت

سوال کرنے والے کو عہدہ نہیں دیا جائے گا

۶۸۰. وَعَنُ اَبِیُ مُوُسَی الُاَشُعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنُهُ قَالَ : دَخَلُتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَرَجُلَانِ مِنُ بَنِیُ عَمِّیُ فَقَالَ اَحَدُهُمَا : یَارَسُوُلَ اللّٰهِ اَمِّرُنَا عَلیٰ بَعُضِ مَاوَلَّاکَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، وَقَالَ الُاٰخَرُ مِثُلَ ذٰلِکَ فَقَالَ : اِنَّا وَاللّٰهِ لَانُوَلِّیُ هٰذَا الُعَمَلَ اَحَدًا سَأَلَهٗ اَوُ اَحَدًا حَرَصَ عَلَیُهِ .مُتَّفَقٌ عَلَیُهِ .

(۶۸۰) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو چچا زاد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ جن علاقوں کو اللہ نے آپ کی ولایت میں دیا ہے ہمیں ان میں سے کسی علاقے کا امیر بنادیں، دوسرے نے بھی اسی طرح کی التماس کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم ہم اس کام پر اس شخص کو مقرر نہیں کرتے جو اس کا سوال کرے یا اس کا حریص ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۸۰): صحيح البخاري، كتاب الاحكام، باب ما يكره من الحرص على الامارة .

کلمات حدیث: أمرنا : ہمیں امیر بنادیجئے۔ أمر تأمیرا.(باب تفعیل) امیر مقرر کرنا۔

شرح حدیث: طلبِ منصب کی ممانعت فرمائی گئی اس لیے کہ جو شخص منصب کا خواہشمند اور حریص ہو تو اس کو اللہ کی جانب سے نصرت وحمایت حاصل نہ ہوگی جیسا کہ سابق حدیث میں بیان ہوا ہے نیز یہ کہ جو خواہشمند ہے اور حریص ہے یقیناً اس کا اس میں دنیاوی مفاد ہے اور وہ مسلمانوں کے مال اور ان کے منصب سے ذاتی فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ بات بجائے خود اس کو نااہل قرار دینے والی ہے اور نااہل کو کوئی منصب سپرد کرنا درست نہیں ہے۔

ابن المہلب فرماتے ہیں کہ مناصب کی حرص اور امارت کا لالچ ہی قتل وغارت کی بنیاد اور فساد فی الارض کی اصل جڑ ہے، اگر یہ حرص ختم ہوجائے اور اس لالچ کا سدباب ہوجائے کہ کسی منصب کے طلبگار کو منصب نہ دیا جائے تو قتل وغارت اور فساد فی الارض اور مال کی لوٹ مار اور چھینا جھپٹی ختم ہوجائے۔

(فتح الباري : ۳/۷٤٤۔ عمدة القاري : ۲٥/۳۳۹۔ إرشاد الساري : ۱٥/۹۸۔ روضة المتقين : ۲/۲۱۸)

کتاب الأدب

الباب (۸٤)

بَابُ الْحَيَاءِ وَفَضْلِهِ وَالْحَثِّ عَلَى التَّخَلُّقِ بِهِ
حیااور اس کی فضیلت اور اس کو اختیار کرنے کی ترغیب

۶۸۱۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۸۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی انصاری شخص کے پاس سے گزرے وہ انصاری اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں نصیحت کررہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے رہنے دو حیا تو ایمان کا حصہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۸۱): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الحیاء من الایمان .

کلمات حدیث: دعه : اسے چھوڑ دے، اسے رہنے دے۔ ودع ودعاً (باب فتح) چھوڑنا۔ دع : (امر) چھوڑ دے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ تشریف لے جارہے تھے آپ نے دیکھا کہ انصاری اپنے بھائی کو حیا کی تلقین کررہے ہیں اور اس باب میں قدرے شدت سے کام لے رہے ہیں اور اس کو سرزنش کررہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ رہنے دو کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حیا بھی برائی سے روکتی ہے اور ایمان بھی برائی سے روکتا ہے۔ امام راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حیا کے معنی ہیں نفس کا بری بات سے رُک جانا۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حیا فطری ہے لیکن احکام شریعت پر عمل کرنے سے اس میں اضافہ ہوتا ہے اور اس اعتبار سے یہ اکتسابی بھی ہے اور یہ اکتسابی حیا ہے جس کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا اور اہل ایمان کو اس کا مکلف بنایا گیا جبکہ فطری یا غریزی حیا کا انسان مکلف نہیں ہے کہ وہ اس کی استطاعت اور قدرت میں نہیں ہے۔ حیا کا اعلیٰ ترین درجہ اور سب سے پہلا درجہ اللہ تعالیٰ سے حیا ہے اور یہ حیا اللہ تعالیٰ کی کمال معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور اس حقیقت پر اپنے فکر وعمل کے طاری کرلینے سے حاصل ہوتی ہے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ سے ایسی حیا کرو جیسا کہ اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔'' صحابہ کرام نے عرض کیا الحمد للہ ہم تو حیا کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح نہیں کہ بلکہ حق حیا یہ ہے کہ دیکھو کہ سر میں کیا افکار وخیالات گردش کررہے ہیں، پیٹ میں کیا رزق گیا اور موت کو اور موت کے بعد جسم کے بوسیدہ ہوجانے کو یاد کرو۔ جس نے اس طرح کیا اس نے اللہ سے حیا کا حق ادا کیا۔ رسول اللہ ﷺ میں حیا کا یہ شعور کامل اپنے منتہا درجہ کا تھا اور آپ ﷺ حیا غریزی میں کسی نا کتخدا لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔

(فتح الباري : ۳/ ۲۵۰ ـ إرشاد الساري : ۱۳ /۱۲۸ ـ روضة المتقین : ۲/ ۲۲۱)

حیاء میں خیر ہی ہے

۶۸۲ . وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلْحَيَآءُ لَايَاتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : " اَلْحَيَآءُ خَيْرٌ كُلُّه " اَوْقَالَ "اَلْحَيَآءُ كُلُّه خَيْرٌ .

(۶۸۲) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حیا خیر ہی لاتی ہے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حیا ساری کی ساری خیر ہے۔

تخریج حدیث(۶۸۲): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحیاء . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب شعب الایمان .

کلمات حدیث: لا یأتی : نہیں لاتا۔ أتی اتیانا (ضرب) آنا، لانا۔

شرح حدیث: حیا سراسر خیر ہے، حیا پوری کی پوری خیر ہے اور حیا کا کوئی نتیجہ نہیں سوائے خیر کے حیا خیر ہے اور خیر سے خیر ہی برآمد ہوگی۔ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) کیا حیا دین کا حصہ ہے آپ نے ﷺ فرمایا حیا پورا دین ہے نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لے جانے والا ہے۔ غرض حیا انسان کو برائیوں سے روکتی ہے اور اللہ کی نافرمانیوں سے باز رکھتی ہے اس لیے حیا دین بھی ہے اخلاق بھی ہے اور ایمان بھی ہے۔ (فتح الباري : ۳/ ۲۱۵ ـ روضة المتقین : ۲/ ۲۱۹)

ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں

۶۸۳ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اَوْبِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً، فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" اَلْبِضْعُ " بِكَسْرِ الْبَآءِ وَيَجُوْزُ فَتْحُهَا وَهُوَ مِنَ الثَّلَاثَةِ اِلَى الْعَشَرَةِ .

" وَالشُّعْبَةُ " : اَلْقِطْعَةُ وَالْخَصْلَةُ .

" وَالْاِمَاطَةُ " : اَلْاِزَالَةُ .

" وَالْاَذٰى " : مَايُؤْذِيْ كَحَجَرٍ وَشَوْكٍ وَطِيْنٍ وَرَمَادٍ وَقَذَرٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ .

(۶۸۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر یا کچھ اوپر ساٹھ شاخیں ہیں جن میں افضل لا الہ الا اللہ اور سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا ہے اور حیا بھی ایمان کی شاخ ہے۔
(متفق علیہ)

بضع تین سے دس تک عدد۔ الشعبة جزء یا خصلت۔ اماطة، ازالۂ اذی جس سے تکلیف ہو جیسے پتھر کانٹا مٹی راکھ گندگی اور اس طرح کوئی اور چیز۔

تخریج حدیث(۶۸۳): صحیح البخاری، باب امور الایمان ۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب شعب الایمان

کلمات حدیث: الشعبة : ٹکڑا، درخت کی ٹہنی، جمع سعب۔ شعب الایمان : ایمان کی شاخیں۔

شرح حدیث: ایمان اور اعمالِ صالحہ لازم وملزوم ہیں، ایمان اعمالِ صالحہ پر ابھارتا اور آمادہ کرتا ہے اور تمام اعمالِ صالحہ ایمان کے اجزاء اور اس کے حصے ہیں۔ حیا بھی عمل صالح ہے اس لیے وہ بھی ایمان کا ایک حصہ ہے اور ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ ساٹھ اور ستر کا عدد بطور مثال بیان ہوا لیکن اصل مقصود کثرت اور تعدد ہے۔ غرض فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہنا ایمان کا سب سے افضل شعبہ ہے کہ ایمان باللہ اور ایمان بالتوحید تمام اعمالِ صالحہ کی اساس ہے اللہ پر ایمان اور اس کی وحدانیت پر ایمان کے بغیر نہ کوئی عمل مقبول ہے اور نہ وہ عمل صالح ہے اور ایمان کا سب سے ادنیٰ درجہ راستے سے تکلیف پہنچانے والی چیز کا ہٹا دینا ہے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے باب الدلالۃ علی کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی ہے۔

(روضة المتقين : ۲/۲۲۱۔ دليل الفالحين : ۳/۱۲۷)

رسول اللہ ﷺ کی حیاء کی حالت

۶۸۴۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَآءً مِنَ الْعَذْرَآءِ فِیْ خِدْرِهَا، فَاِذَارَاٰى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِیْ وَجْهِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَالَ الْعُلَمَآءُ : حَقِيْقَةُ الْحَيَآءِ خُلُقٌ يَبْعَثُ عَلٰى تَرْكِ الْقَبِيْحِ وَيَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِيْرِ فِیْ حَقِّ ذِی الْحَقِّ وَرَوَيْنَا عَنْ اَبِی الْقَاسِمِ الْجُنَيْدِ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ : اَلْحَيَآءُ رُؤْيَةُ الْاٰلَآءِ "اَیِ النِّعَمِ" وَرُؤْيَةُ التَّقْصِيْرِ فَيَتَوَلَّدُ بَيْنَهُمَا حَالَةٌ تُسَمّٰى حَيَآءً، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۶۸۴) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی بڑھ کر حیادار تھے۔ جب آپ ﷺ کوئی ایسی بات دیکھتے جو آپ کو ناپسند ہوتی تو ہم اس ناگواری کو آپ کے چہرۂ مبارک سے پہچان لیتے۔ (متفق علیہ)

علماء کہتے ہیں کہ حیا ایسی خصلت کو کہتے ہیں جو آدمی کو بری چیز کے ترک پر آمادہ کرے اور صاحب حق کے حق میں کوتاہی سے

روکے۔ہم نے ابوالقاسم جنید سے نقل کیا کہ حیا اس حالت کو کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے اپنے اوپر انعامات دیکھنے اور ان کے بارے میں اپنی کوتاہیوں پر نظر کرنے سے دل میں پیدا ہوتی ہے۔واللہ اعلم

تخریج حدیث(۶۸۴): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من لم يواجه الناس بالاعتاب . صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب كثرة حياء ﷺ.

کلمات حدیث: عذراء : باکرہ، کنواری، جمع عذاری۔ خدر : گھر کا وہ کونا جس کے آگے پردہ لگا یا ہو۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ کے کمال حیا کو بیان کیا گیا ہے اور چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ہر عادت اور ہر خصلت امت کے لیے اسوۂ حسنہ ہے اس لیے حیا میں بھی آپ کی تقلید ضروری ہے۔

(روضة المتقين : ۲/ ۲۲۱۔ دليل الفالحين : ۳/ ۱۲۹)

(اس سے پہلے یہ حدیث باب بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی ہے۔)

الباب (۸۵)

حِفْظِ السِّرِّ
رازوں کی حفاظت

۲۳۵ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"عہد کو پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔" (الاسراء: ۳۴)

تفسیری نکات: آیت کریمہ میں عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا، عہد اللہ سے بھی ہوتا ہے اور اللہ کے بندوں سے بھی، اللہ سے کیا ہوا عہد وہ ہے جو آدمی شہادتین پڑھ کر اللہ کی توحید و ربوبیت اور اپنی بندگی کا اقرار کرتا ہے ظاہر ہے کہ اس عہد کا وفا کرنا لازم ہے اور جو عہد بندوں سے کیے ہوں اور خلاف شریعت نہ ہوں ان کا بھی پورا کرنا لازم ہے اور اس عہد میں ہر طرح کے معاشرتی اور تمدنی معاہدات شامل ہیں۔ (معارف القرآن)

میاں بیوی کا راز افشاء کرنا بری بات ہے

۶۸۵ . وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَاللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلُ يُفْضِيْ اِلَى الْمَرْاَةِ وَتُفْضِيْ اِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۸۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ برا وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی سے ہم صحبت ہوتا ہے اور بیوی اس کے ساتھ ہم صحبت ہوتی ہے اور وہ اس راز کو کھولتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۸۵): صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم افشاء سر المرأة .

کلمات حدیث: یفضی : ملتا ہے، ہم صحبت ہوتا ہے۔ ینشر سرها : اس کا راز کھولتا ہے۔

شرح حدیث: اخلاقِ رذیلہ میں ایک انتہائی رذیل اور بری بات یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ شب باشی کا قصہ لوگوں کے درمیان بیان کرے اللہ تعالیٰ کے یہاں روز قیامت یہ سب سے برا انسان ہوگا اور ایک اور حدیث میں اسے عظیم ترین خیانت کہا گیا ہے۔ ابن الملک فرماتے ہیں کہ میاں بیوی کے درمیان ہر بات اور فعل امانت ہے اور اس امانت کا افشاءِ خیانت ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۸/۱۱ روضه المتقين : ۲۲۲/۲)

رسول اللہ ﷺ کے راز کو مخفی رکھنا

٦٨٦ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ تَأَيَّمَتْ بِنْتُه' حَفْصَةُ قَالَ لَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ؟ قَالَ سَاَنْظُرُ فِيْ اَمْرِيْ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِيْ فَقَالَ قَدْ بَدَالِيْ اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا . فَلَقِيْتُ اَبَابَكْرِ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ، اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَرْجِعْ اِلَيَّ شَيْئًا! فَكُنْتُ عَلَيْهِ اَوْجَدَ مِنِّيْ عَلٰى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْكَحْتُهَا اِيَّاهُ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ : لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ اَرْجِعْ اِلَيْكَ شَيْئًا؟ فَقُلْتُ! نَعَمْ قَالَ فَاِنَّه' لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ اِلَّا اَنِّيْ كُنْتُ عَلِمْتُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْتَرَكَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَبِلْتُهَا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

"تَأَيَّمَتْ" : اَيْ صَارَتْ بِلَازَوْجٍ وَكَانَ زَوْجُهَا تُوُفِّيَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "وَجَدْتَ" غَضِبْتَ .

(٦٨٦) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے کہا کہ تم چاہو تو حفصہ بنت عمر کا نکاح میں تم سے کردوں گا۔ انہوں نے کہا کہ میں اس معاملہ میں غور کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کئی روز انتظار کیا پھر ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میرے سامنے یہ بات آئی ہے کہ میں ابھی شادی نہ کروں۔ پھر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کردوں اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں ان پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ رنجیدہ ہوا میں کچھ دن ٹھہرا کہ رسول اللہ ﷺ نے حفصہ کے لیے پیغام دیا اور میں نے حفصہ کا نکاح آپ ﷺ سے کردیا اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ تم نے میرے لیے حفصہ کے نکاح کی بات کی اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو شاید تم مجھ سے ناراض ہو۔ میں نے کہا ہاں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اس میں جواب دینے سے اور کسی بات نے نہیں روکا مگر صرف اس بات نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح کا ذکر فرمایا تھا اور میں حضور ﷺ کا راز افشاء نہیں کرسکتا تھا اگر رسول اللہ ﷺ ان سے نکاح کا ارادہ ترک فرمادیتے تو میں کرلیتا۔ (بخاری)

تخریج حدیث(٦٨٦): صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب شهود الملائكة بدراً .

کلماتِ حدیث: تأیمت : بیوہ ہوگئی۔ ایم : بیوہ جمع أیائم اور ایامی.

شرحِ حدیث: قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ ﴾

"اور اپنی بیوہ عورتوں کے نکاح کرو۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے حضرت حفصہ کے نکاح کی شیخین سے بات کی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر خنیس بن حذافہ سہمی جو اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے تھے احد میں زخمی ہو گئے تھے اور انہی زخموں سے تاب نہ لا کر انتقال کر گئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں باہمی تعلق اخوت ومحبت زیادہ تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں میں مواخات فرمائی تھی نیز یہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جواب نہیں دیا اس لیے حضرت عمرؓ نے ناراضگی محسوس کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اصل صورت حال بتا کر اس کی تلافی فرمائی کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اپنا ارادہ نہ ظاہر فرمایا ہوتا تو میں حفصہ سے نکاح کر لیتا اور میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشاء کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔

(فتح الباري : ۲/ ۱۰۰۰۔ روضة المتقين : ۲/ ۲۲۳)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آپ ﷺ کے راز چھپانا

۶۸۷. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كُنَّ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهٗ فَاَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَمْشِيْ مَاتُخْطِئُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَلَمَّا رَاٰهَا رَحَّبَ بِهَا وَقَالَ : "مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ" ثُمَّ اَجْلَسَهَا عَنْ يَمِيْنِهٖ اَوْعَنْ شِمَالِهٖ، ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَآءً شَدِيْدًا، فَلَمَّا رَاٰى جَزَعَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ لَهَا: خَصَّكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ نِسَآئِهٖ بِالسِّرَارِ ثُمَّ اَنْتِ تَبْكِيْنَ؟ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا : مَاقَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ مَا كُنْتُ اُفْشِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهٗ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ : عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَالِيْ عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَا حَدَّثْتِنِيْ مَاقَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: اَمَّاالْاٰنَ فَنَعَمْ اَمَّا حِيْنَ سَارَّنِيْ فِي الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ وَاَنَّهٗ عَارَضَهُ الْاٰنَ مَرَّتَيْنِ "وَاِنِّيْ لَااُرَى الْاَجَلَ اِلَّا قَدِاقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ فَاِنَّهٗ نِعْمَ السَّلَفُ اَنَالَكِ" فَبَكَيْتُ بُكَآئِيَ الَّذِيْ رَاَيْتِ، فَلَمَّا رَاٰى جَزَعِيْ سَارَّنِي الثَّانِيَةَ فَقَالَ : "يَافَاطِمَةُ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَوْسَيِّدَةَ نِسَآءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ؟ " فَضَحِكْتُ ضَحِكِي الَّذِيْ رَاَيْتِ : مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

(۶۸۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس آپ کی ازواج

تھیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چلتی ہوئی آپ کے پاس آئیں ان کی چال میں اور رسول اللہ ﷺ کی چال میں کوئی فرق نہیں تھا۔ جب آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو انہیں مرحبا کہا اور فرمایا میری بیٹی کو خوش آمدید پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا۔ پھر آہستہ سے ان سے کوئی بات کہی جس پر وہ خوب روئیں جب آپ ﷺ نے ان کی یہ بے قراری دیکھی تو آپ ﷺ نے دوبارہ آہستہ سے ان سے کوئی بات کہی جس پر وہ ہنس پڑیں۔ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ نے اپنی ازواج کے درمیان آپ سے کوئی خاص بات بطور راز کے کہی تو آپ رونے لگیں۔

جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے راز کو افشاء کرنے والی نہیں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد میں نے ان سے کہا کہ تم پر میرا جو حق ہے میں اس کے حوالے سے تم پر زور دے کر پوچھتی ہوں کہ جب تم رسول اللہ ﷺ سے بات کر رہی تھیں تو آپ ﷺ نے تم سے کیا فرمایا تھا۔ اس پر حضرت فاطمہ بولیں اب میں بتا سکتی ہوں۔ جب آپ ﷺ نے پہلی مرتبہ مجھ سے آہستہ سے بات کہی تھی وہ بات یہ تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سال میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ میرے ساتھ قرآن کا دور کرتے ہیں اب اس سال دو مرتبہ دور فرمایا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میری موت قریب آگئی ہے تو تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ کہ تمہارے لیے بہت اچھا آگے جانے والا ہوں میں یہ بات سن کر رو پڑی جیسا کہ تم نے دیکھا۔ جب آپ ﷺ نے میرا شدت گریہ دیکھا تو آپ ﷺ نے دوبارہ مجھ سے آہستہ سے بات کہی اور فرمایا کہ اے فاطمہ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم مؤمن عورتوں کی سردار ہو یا فرمایا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو اس پر میں ہنسنے لگی جیسا کہ تم نے دیکھا۔ (یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

تخریج حدیث (۶۸۷): صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الاسلام. صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فضائل بنت النبي ﷺ.

کلمات حدیث: مشية: چال، چلنے کا انداز۔ جزعها: شدت گریہ، بے قراری۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کرتے تھے اور اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے بہت محبت فرماتی تھیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں رسول اللہ ﷺ کی عادات طیبہ اور خصائص حمیدہ جلوہ گر تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چلنے کا انداز رسول اللہ ﷺ کے چلنے کے انداز سے اس قدر مشابہ تھا کہ گویا کوئی فرق ہی نہ تھا غرض آپ رضی اللہ عنہا اٹھنے بیٹھنے اور عادات واطوار میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے پیار کرتے اور اپنی جگہ بٹھاتے۔

رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت میں آپ ﷺ کے پاس آپ ﷺ کی ازواج موجود تھیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں آپ ﷺ نے انہیں اپنے پاس بٹھایا اور ان سے آہستہ سے کہا کہ حضرت جبرائیل سال میں ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے اور اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے اور میں سمجھ رہا ہوں کہ میرے دنیا سے جانے کا وقت آگیا ہے یہ سن کر حضرت فاطمہؓ پر گریہ

طاری ہوگیا تو آپ ﷺ نے دوبارہ ان سے آہستہ سے فرمایا کہ تم اس امت کی عورتوں کی سردار ہو اور تم سب سے پہلے مجھ سے آکر ملنے والی ہو۔ (فتح الباري : ۲/۴۳٤۔ روضة المتقين : ۲/۲۲۲۔ شرح مسلم للنووي : ٤/۱٦)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ کے راز مخفی رکھنا

٦٨٨. وَعَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَاالْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَبَعَثَنِيْ فِيْ حَاجَتِهٖ فَأَبْطَاْتُ عَلٰى اُمِّيْ فَلَمَّا جِئْتُ قَالَتْ مَاحَبَسَكَ؟ فَقُلْتُ : بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَةٍ، قَالَتْ : مَاحَاجَتُه؟ قُلْتُ : اِنَّهَاسِرٌّ قَالَتْ : لَا تُخْبِرَنَّ بِسِرِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدًا، قَالَ اَنَسٌ : وَاللّٰهِ لَوْ حَدَّثْتُ بِهٖ اَحَدًا لَحَدَّثْتُكَ بِهٖ يَاثَابِتُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَه مُخْتَصَرًا .

(٦٨٨) حضرت ثابت سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا۔ آپ ﷺ نے مجھے کسی کام سے بھیج دیا اور مجھے ماں کے پاس واپس جانے میں دیر ہوگئی۔ جب میں پہنچا تو میری ماں نے کہا کہ کہاں رُک گئے تھے۔ میں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے کسی کام سے بھیجا تھا۔ ماں نے پوچھا کہ کیا کام تھا۔ میں نے کہا کہ یہ راز ہے۔ ماں بولی رسول اللہ ﷺ کا راز کبھی کسی کو نہ بتانا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ثابت اگر میں کسی سے بیان کرتا تو میں تم سے ضرور بیان کر دیتا۔ (یہ حدیث مسلم نے روایت کی ہے اور بخاری نے مختصراً روایت کی ہے)

تخریج حدیث (٦٨٨): صحيح البخاری، كتاب الاستيذان، باب حفظ السر . صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فضائل انس رضی الله عنه .

کلمات حدیث: غلمان : لڑکے، نوجوان، غلام کی جمع ہے۔ فابطات : میں نے دیر کر دی۔ أبطأ إبطاءً (باب افعال) دیر کرنا۔ مؤخر کرنا۔

تشریح حدیث: راز کی حفاظت کی اہمیت کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی بات اپنی ماں کو بھی نہیں بتائی اور ان کی والدہ نے بھی ان کو یہی تاکید کی کہ رسول اللہ ﷺ کی راز کی بات کسی کو نہ بتانا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کی اس قدر پابندی کی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی کسی کو بتانا پسند نہیں فرمایا۔

(فتح الباري : ۲۸٤/۳۔ روضة المتقين : ۲۲٦/۲۔ دليل الفالحين : ۱۳٦/۳)

البَابُ (٨٦)

الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَاِنْجَازِ الْوَعْدِ

عہد نبھانا اور وعدہ پورا کرنا

٢٣٦. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''عہد کو پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔'' (الاسراء: ٣٤)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ عہد کے بارے میں روزِ قیامت سوال ہوگا عہد کا لفظ ہر عہد و میثاق کو شامل ہے۔غرض ہر عہد و میثاق اور ہر عہد و پیمان کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ (تفسير مظهري)

٢٣٧. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اللہ کے عہد کو پورا کرو جو تم نے اس سے عہد کیا ہے۔'' (النحل: ٩١)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ سے کیے ہوئے اپنے اقرار اور عہد و پیمان کو پورا کرو یعنی جو اللہ تعالیٰ نے فرائض واجبات مقرر فرمائے ہیں ان کی تکمیل کرو اور جو اس نے احکام دیے ہیں ان پر عمل کرو۔ (تفسير مظهرى)

٢٣٨. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔'' (المائدۃ: ١)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اے ایمان والو! تمہارے ایمان کا مقتضا یہ ہے کہ اپنے عہدوں کو جو ایمان کے ضمن میں تم سے اللہ تعالیٰ نے کیے ہیں انہیں پورا کرو۔ یعنی جملہ احکام شرعیہ پر عمل کرو۔ امام راغب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ معاہدات کی جتنی قسمیں اور صورتیں ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں اور ابتداءً اس کی تین قسمیں ہیں ایک وہ معاہدہ جو انسان کا رب العالمین کے ساتھ ہے مثلاً ایمان، اطاعت کا عہد اور حلال و حرام کی پابندی کا عہد، دوسرے وہ معاہدہ جو انسان کا اپنے نفس کے ساتھ ہے جیسے نذر مان لینا یا قسم کے ذریعہ کوئی بات اپنے ذمہ لے لینا، تیسرے وہ معاہدہ جو ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ ہے اس میں وہ تمام معاہدات شامل ہیں جو دو افراد کے درمیان جماعتوں کے درمیان یا حکومتوں کے درمیان ہوں۔ (معارف القرآن)

جو دوسروں سے کہے اس پر خود بھی عمل کرے

۲۳۹ . وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفۡعَلُونَ ۝٢ كَبُرَ مَقۡتًا عِندَ ٱللَّهِ أَن تَقُولُواْ مَا لَا تَفۡعَلُونَ ۝٣ ﴾

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے ہاں یہ بات بہت ناراضی والی ہے کہ وہ باتیں کہو جو کرو نہیں۔''

(الصف:۲)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ اے ایمان والو! ایسی بات نہ کہو جو تم نہ کرو، اللہ تعالیٰ اس شخص سے ناراض ہوتے ہیں جو زبان سے بہت کچھ کہیں اور عمل کے وقت ان کی تکمیل نہ کر سکیں۔ روایات میں ہے کہ کچھ مسلمان ایک جگہ جمع تھے کہنے لگے کہ اگر معلوم ہو کہ کون سا کام اللہ کے یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہے تو وہی کریں اس پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ اللہ کو سب سے زیادہ ان لوگوں سے محبت ہے جو اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں کے مقابلہ پر ایک آہنی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور میدانِ جنگ میں اس شان سے صف آرائی کرتے ہیں کہ گویا وہ سب مل کر ایک مضبوط دیوار ہیں جس میں سیسہ پلا دیا گیا ہے اور جس میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہیں پڑ سکتا۔ اب اس معیار پر اپنے آپ کو پرکھ لو۔ (تفسير عثماني)

منافقین کی تین علامات

٦٨٩ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "ايَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : "وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ ."

(٦٨٩) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بولے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں اگر چہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے۔

تخریج حدیث (٦٨٩): صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب علامة المنافق .

کلمات حدیث: منافق : جو بظاہر اسلام ظاہر کرے اور بباطن کفر چھپائے، یعنی برے باطن اور اچھے ظاہر والا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں نفاق کی تین علامات بیان کی گئی ہیں اور امت مسلمہ کو متنبہ کیا گیا ہے کہ لوگ اس امر کا خیال

رکھیں کہ اگر ان باتوں میں سے کوئی بات اپنے اندر نظر آئے تو اس سے توبہ کریں اور استغفار کریں اور اس سے بچنے کی تدبیر کریں کیونکہ منافق بحکم قرآن جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوگا۔ اصل دین بھی تین باتوں میں منحصر ہے: قول، فعل اور نیت۔ جھوٹ سے قول کا فساد نمایاں ہو جاتا ہے خیانت سے عمل کی خرابی کا پتہ چلتا ہے اور وعدہ خلافی سے نیت کی خرابی ظاہر ہو جاتی ہے۔

منافق اگر اپنے نفاق سے توبہ کر لے اور اعمال کو درست کر لے اور اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھام لے اور اللہ پر توکل کرے اور ریا سے دین کو پاک رکھے تو وہ خالص مسلمان ہے اور دین و دنیا میں اہل اسلام کے ساتھ ہوگا۔

یہ حدیث باب الامر بأداء الامانۃ میں گزر چکی ہے۔

(فتح الباري : ١/٢٨٣ ـ إرشاد الساري : ١/١٧١ ـ روضه المتقين : ٢/٢٢٧)

جس میں چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہوگا

٦٩٠. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا :

اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَ،

اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ،

وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ،

وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٩٠) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار باتیں ہیں جس میں ہوں گی وہ منافق خالص ہے اور جس میں ان میں سے ایک ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک بات ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے، جب بولے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالم گلوچ کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(٦٩٠): صحيح البخاری، كتاب الايمان، باب علامة المنافق . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب خصال المنافق .

کلمات حدیث: غدر : جس بات پر اتفاق ہو چکا ہے اس سے پھر گیا۔ غدر غدراً (باب نصر۔ ضرب) خیانت کرنا، عہد توڑنا۔

شرح حدیث: سابق حدیث میں نفاق کی تین علامتیں بیان کی گئی تھی، یہاں چار بیان کی گئی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ نفاق کے مختلف درجات ہیں جس طرح کفر کے درجات ہیں اور نفاق کے مختلف درجات کے اعتبار سے متعدد علامتیں ہوسکتی ہیں۔ علامہ قرطبی رحمہ

اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ پہلے وحی کے ذریعے آپ کو تین علامتیں بتائی گئی ہیں پھر آپ ﷺ کو چوتھی علامت بھی بتادی گئی یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے خود ان علامتوں کا مشاہدہ کیا ہو اور انہیں بیان فرمایا ہو۔ مذکورہ بالا دونوں احادیث سے پانچ علامات بنتی ہیں: جھوٹ، غدر، وعدہ خلافی، خیانت اور فجور۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ منافقین کی اور بھی خصلتیں اور علامتیں ہیں جیسے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ''جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی اور کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لیے۔'' گویا دینی احکام کی تعمیل میں سستی اور کاہلی اور نماز میں ریاکاری یہ بھی نفاق کی علامات ہیں۔

نفاق کی دو قسمیں ہیں: نفاق اعتقادی اور نفاق عملی۔ علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں نفاق فی العقیدہ مراد ہے۔ اور اگر اہل ایمان سے کسی میں یہ علامات یا ان میں سے کوئی علامت پائی تو جائے ایسا مؤمن مشابہ منافقین ہوگا۔ بہرحال علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر یہ علامات مسلم مصدق میں پائی جائیں جو اپنی زبان سے اور قلب سے اسلام کی اور اسلامی احکام کی تصدیق کرتا ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے نہ اسے اس درجہ کا منافق قرار دیا جائے جو مخلد فی النار ہوگا۔ صحیح رائے یہی ہے کہ وہ منافقین کے مشابہ ہے اور اسے اپنے اس نفاق سے توبہ کر کے اپنے اعمال کی اصلاح کرنی چاہیے۔

(فتح الباري : ١/٢٨٣ ـ إرشاد الساري : ١/١٧٢ ـ روضة المتقين : ٢/٢٢٩ ـ شرح صحيح مسلم : ٢/٤١)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ ﷺ کے عہد کو پورا کرنا

۶۹۱۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِيَ النَّبِيُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَوْ قَدْجَآءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَلَمْ يَجِئْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَآءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَمَرَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَنَادٰى : مَنْ كَانَ لَهٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ اَوْ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا فَاَتَيْتُهٗ وَقُلْتُ لَهٗ : اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ كَذَا وَكَذَا، فَحَثٰى لِيْ حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا فَاِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ فَقَالَ لِيْ خُذْ مِثْلَيْهَا . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۹۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بحرین سے مال آیا تو میں اتنا اتنا اور اتنا دوں گا۔ بحرین کا مال نہیں آیا اور رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد جب بحرین سے مال آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ جس کا رسول اللہ ﷺ پر کوئی قرض ہو یا آپ ﷺ نے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اس اس طرح فرمایا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے لپ بھر کر دیا میں نے گنا تو وہ پانچ سو درہم تھے اس کے بعد فرمایا کہ اس سے دگنا اور لے لو۔ (متفق علیہ)

<u>تخریج حدیث (۶۹۱)</u>: صحيح البخاري، كتاب الكفالة، باب من تكفل عن ميت دينا . صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب ما سئل رسول الله ﷺ شيئا قط فقال لا .

کلمات حدیث: ھکذا وھکذا وھکذا : اس طرح، اس طرح اور اس طرح۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ملا کر دکھایا اور تین مرتبہ اشارہ کیا کہ میں تمہیں تین لپ بھر کر دوں گا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی وفات سے قبل بحرین سے جزیہ کا مال آنے کی توقع تھی، آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بحرین سے مال آجائے تو میں تمہیں اس طرح، اس طرح اور اس طرح دوں گا اور آپ ﷺ نے لپ بھر کر دینے کا اشارہ فرمایا، لیکن اس مال کے آنے سے پہلے آپ ﷺ رحلت فرما گئے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وعدہ کو پورا فرمایا اور تین لپ کے بقدر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر کو لپ بھر کر دیا اور فرمایا کہ اسے شمار کرو۔ شمار کیے تو وہ پانچ سو درہم تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس کا دگنا یعنی ہزار درہم اور لے لو۔

مرنے والے نے اگر کسی سے کوئی عہد یا وعدہ کیا ہو تو اس کی موت کے بعد اس کی تکمیل کرنی چاہیے اسی طرح سابق حکومت کے تمام وعدے اور عہود اور مواثیق آنے والی حکومت کو پورے کرنے چاہئیں۔

(فتح الباري: ۱/۱۱۶۰۔ شرح صحيح مسلم للنووي: ۱۵/۵۸۔ روضه المتقين: ۲/۲۳۰۔ دليل الفالحين: ۳/۱۳۹)

البَابُ (٨٧)

اَلْامْرُ بِالْمُحَافِظَةِ عَلىٰ مَااعْتَادَه' مِنَ الْخَيْرِ

عاداتِ حسنہ کی حفاظت

٢٤٠. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ نعمتوں والے معاملہ کو تبدیل نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ اس چیز کو تبدیل کر دیں جو ان کے دلوں میں ہے۔'' (الرعد: ١١)

پکا وعدہ کر کے توڑنا بہت بری بات ہے

٢٤١. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''تم اس عورت کی طرح مت بنو جس نے اپنے سوت کو مضبوط کر لینے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔'' (النحل: ٩٢)

'' وَالْاَنْكَاثُ '' : جَمْعُ نِكْثٍ وَهُوَ الْغَزْلُ الْمَنْقُوْضُ .

انکاث نکث کی جمع ہے کاتے ہوئے سوت کے ٹکڑے۔

یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جائیں

٢٤٢. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اور نہ وہ ان لوگوں کی طرح ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پس ان پر مدت دراز ہوگئی جس سے ان کے دل سخت ہو گئے۔''

(الحدید: ١٦)

٢٤٣. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''انہوں نے حق کی رعایت نہ کی جیسا رعایت کرنے کا حق تھا۔'' (الحدید: ۲۷)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے جو ہمیشہ اس کی طرف سے ہوتی رہتی ہے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا جب تک وہ اپنی روش اللہ کے ساتھ نہ بدلے۔ جب بدلتی ہے تب آفت آتی ہے جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی نہ کسی کی مدد اس وقت کام دیتی ہے۔ (تفسير عثماني)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ عہد باندھ کر توڑ ڈالنا ایسی حماقت ہے جیسے کوئی عورت دن بھر سوت کاتے پھر کاتا کاتایا سوت شام کے وقت توڑ کر پارہ پارہ کر دے چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت ایسا ہی کیا کرتی تھی، مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاتا اور جب چاہا انگلیوں کی ادنیٰ حرکت سے بے تکلف توڑ ڈالا۔ سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے۔ بات کا اعتبار نہ رہے تو دنیا کا نظام مختل ہو جائے قول وقرار کی پابندی ہی سے عدل کی ترازو سیدھی رہ سکتی ہے۔

(معارف القرآن ، تفسير عثماني)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اصل ایمان وہی ہے کہ جس سے دلوں میں گداز پیدا ہو، شروع میں اہل کتاب یہ باتیں اپنے پیغمبروں کی صحبت میں سیکھتے تھے مدت کے بعد غفلت چھا گئی دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثروں نے نافرمانی اور سرکشی اختیار کر لی۔ اب مسلمانوں کی باری ہے کہ وہ اپنے رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے اپنے دلوں کی دنیا سنواریں نرم دلی اور خشوع اور تضرع الی اللہ کی صفات سے متصف ہوں اور گزشتہ قوموں کی طرح سخت دل نہ ہو جائیں۔ (تفسير عثماني)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ بنی اسرائیل نے رہبانیت خود ابتداع کی تھی اور اسے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا لیکن پھر اس لازم کی ہوئی شئے کے حق کو بھی پوری طرح ادا نہ کر سکے۔ (معارف القرآن)

عمل پر مداومت ہونا چاہیے

۶۹۲. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَاعَبْدَاللّٰهِ لَاتَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْه .

(۶۹۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ تم فلاں شخص کی طرح نہ ہونا پہلے وہ رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے چھوڑ دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۹۲): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب ما يكره من ترك قيام الليل . صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهي عن صوم الدهر.

کلمات حدیث: قيام الليل : رات کو کھڑا ہونا، یعنی تہجد پڑھنا۔

شرح حدیث: متعدد احادیث میں ارشاد ہوا کہ آدمی اگر نفلی اعمال میں سے کوئی عمل شروع کرے تو پھر استقامت کے ساتھ قائم رہے اور اسے ہمیشہ کرے کیونکہ کسی عمل خیر کا شروع کرنا ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ سے عہد کرلیا ہو کہ اب میں یہ کام کروں گا اور جب اللہ سے عہد کرلیا تو اس کی تکمیل اور عہد کا ایفاء ضروری ہے۔

(فتح الباري : ١/١٢٤۔ روضة المتقين : ٢/٢٣٢۔ دليل الفالحين : ٣/١٣٩)

الْبَابُ (۸۸)

اِسْتِحْبَابِ طِيْبِ الْكَلَامِ وَطَلَاقَةِ الْوَجْهِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

کلامِ طیب اور خندہ پیشانی سے ملاقات کا استحباب

۲۴۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَٱخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''آپ اپنے بازو مؤمنین کے لیے پست کر دیجیے۔'' (الحجر:۸۸)

تفسیری نکات: دعوتِ دین کا کام دنیا کا سب سے مشکل کام ہے اور اس کام میں پیش آنے والی تکالیف مصیبتیں اور مشقتیں بھی حد سے زیادہ ہیں اس میں نرمی شفقت اور مہربانی کی بہت زیادہ ضرورت ہے اس لیے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مؤمنین کی جو جماعت آپ ﷺ کے ساتھ ہے ان کے ساتھ بہت مہربانی شفقت اور محبت سے پیش آئیں۔ (معارف القرآن)

۲۴۵. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّوا۟ مِنْ حَوْلِكَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ یقیناً آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔'' (آل عمران:۱۵۹)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ مخاطبین دعوت سے بہت نرمی خوش خلقی اور لطف و مہربانی سے پیش آئیں کیونکہ دعوت و تبلیغ دین کا جو فریضہ آپ ﷺ کے سپرد ہے وہ اسی طرح انجام پا سکتا ہے۔ اگر آپ ﷺ میں یہ اخلاقِ حمیدہ اور اوصاف کریمانہ نہ ہوتے تو لوگ آپ کے گرد جمع نہ ہوتے۔ (معارف القرآن)

---

۶۹۳. وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۶۹۳) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ ہو، اگر کسی کے پاس یہ بھی نہ ہو تو اچھی بات کے ذریعے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۹۳): صحيح البخارى ، كتاب الادب ، باب طيب الكلام ، صحيح مسلم ، كتاب الزكوٰة ، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة .

کلماتِ حدیث: شق : ٹکڑا۔ شق تمرة : کھجور کا ٹکڑا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کے یہاں فلاح ونجات کا مدار رضائے الٰہی پر ہے اور رضائے الٰہی ایسے عمل سے حاصل ہوتی ہے جو خلوص اور نیت حسنہ کے ساتھ کیا گیا ہو خواہ وہ اہل دنیا کی نظروں میں بہت چھوٹا اور بہت معمولی ہو، خواہ وہ اتنا چھوٹا اور اس قدر معمولی ہو جتنا کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کر دینا۔ ﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴾ جس نے ایک ذرّہ کے برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور اگر کسی کو کھجور کا ایک ٹکڑا بھی میسر نہ ہو تو کوئی اچھی بات کہہ دے۔ (دلیل الفالحین : ۱٤۲/۳ ، روضة المتقين : ۲۳۳/۲)

یہ حدیث اس سے پہلے بیان کثرۃ طرق الخیر (حدیث ۱۳۹) میں گزر چکی ہے۔

---

۶۹۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهُوَ بَعْضُ حَدِيْثٍ تَقَدَّمَ بِطُوْلِهِ.

(۶۹۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اچھی بات بھی صدقہ ہے۔ (متفق علیہ) یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ مفصل حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث (۶۹۴): صحيح البخاری ، كتاب الصلح ، باب فضل الاصلاح بين الناس و العدل بينهم . صحيح مسلم ، كتاب الزكوٰة ، باب بيان ان اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف .

شرح حدیث: دین کی ہر بات کلمہ طیبہ ہے معنی یہ ہیں کہ کسی کو دین کی کوئی بات بتا دینا بھی صدقہ ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱٤٤/۳)

یہ حدیث اس سے پہلے باب بیان کثرۃ طرق الخیر حدیث ۱۲۲ میں گزر چکی ہے۔

---

۶۹۵. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاتَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَّلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۹۵) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی نیک کام کو حقیر نہ سمجھو اگر چہ وہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۹۵): صحيح مسلم ، كتاب البر ، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء .

کلمات حدیث: بوجه طليق : متبسم اور کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ کسی بھی نیکی کو معمولی اور بے حقیقت نہ سمجھو حتیٰ کہ اگر تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرو، کیونکہ انسان کا چہرہ اس کے باطن کا آئینہ ہے۔ اگر کسی سے ملاقات کے وقت چہرے پر مسرت اور بشاشت کے اثرات ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے مؤمن بھائی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور دوسرا جب اسے اس طرح خندہ پیشانی سے ملتا ہوا دیکھے گا تو وہ بھی خوش ہوگا اور مؤمن کا خوش کرنا اور اس سے محبت سے اور مودّت سے پیش آنا نیکی ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱٤٤/۳)

الباب (٨٩)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ بَيَانِ الْكَلَامِ وَاِيْضَاحِهٖ لِلْمُخَاطَبِ وَتَكْرِيْرِهٖ لِيَفْهَمُ اِذَا لَمْ يَفْهَمْ اِلَّا بِذٰلِكَ

مفصل اور واضح کلام کا استحباب اور مخاطب کے عدم فہم کے پیش نظر بات کو مکرر کہنا

رسول اللہ ﷺ کا اہم بات کو تین مرتبہ دہرانا

٦٩٦. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ وَاِذَا اَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٦٩٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بات فرماتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے تا کہ خوب سمجھ لی جائے اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لاتے تو انہیں تین مرتبہ سلام فرماتے ۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٦٩٦): صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من اعاد الحدیث ثلاثاً .

کلمات حدیث: اعادھا : اسے دہراتے ۔ أعاد إعادة (باب افعال) دہرانا، لوٹانا۔ عاد عوداً : (باب نصر) لوٹنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ دین کے احکام اور شریعت کی باتوں کو بہت واضح کر کے بیان فرماتے اور بات کو تین مرتبہ ارشاد فرماتے تا کہ سب بخوبی سمجھ لیں ذہن نشین کر لیں اور کلمات طیبہ کو حفظ کر لیں خاص طور پر جبکہ حاضرین کی تعداد زیادہ ہوتی تھی تو یہ اہتمام فرماتے تا کہ بات ہر شخص تک پہنچ جائے اور کوئی محروم نہ رہے اسی طرح سلام تین مرتبہ یعنی زیادہ تعداد میں حاضرین ہوتے تو دائیں جانب، بائیں جانب اور سامنے سلام فرماتے ۔ اسی طرح استیذان (گھر میں آنے کی اجازت طلب کرنے) کے وقت تین مرتبہ سلام فرماتے ۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ اگر تم میں سے کوئی گھر میں آنے کی تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو وہ واپس ہو جائے اور صحابہ کرام کے یہاں استیذان کا طریقہ یہی تھا کہ جس کے گھر جاتے تو دروازے کے باہر السلام علیکم کہتے تھے ۔ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکرار کلام اور تکرار سلام تفہیم کے لیے ہوتا تھا تا کہ آپ کی بات بخوبی سمجھ لی جائے ۔ سلام کے تکرار کی ایک توجیہ محدثین نے یہ فرمائی ہے کہ جب آپ ﷺ کسی گھر میں تشریف لے جاتے تو استیذان کے لیے سلام فرماتے، پھر جب اندر تشریف لے جاتے تو سلام کرتے اور پھر رخصت ہونے کے وقت سلام فرماتے ۔

(فتح الباري : ١/ ٢٩٨ ۔ ارشاد الساري : ١/ ٢٨٦ ۔ دليل الفالحين : ٣/ ١٤٤)

رسول اللہ ﷺ کی گفتگو واضح اور صاف ہوتی تھی

٦٩٧. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا

فَصْلاً يَفْهَمُه' كُلُّ مَنْ يَسْمَعُه' . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ .

(۶۹۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صاف اور واضح گفتگو فرماتے جسے ہر سننے والا سمجھ لیتا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث(۶۹۷): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الهدی فی الکلام .

کلماتِ حدیث: کلاماً فصلاً : یعنی آپ ﷺ کی گفتگو میں الفاظ واضح صاف اور جدا جدا ہوتے تھے اور ہر سننے والا بخوبی سمجھ بھی لیتا تھا اور الفاظ بھی ذہن نشین ہو جاتے تھے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ جب گفتگو فرماتے تو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے۔ ہر لفظ جدا جدا واضح اور صاف ہوتا اور ہر لفظ کے حروف بھی واضح اور صاف ہوتے یہاں تک کہ اگر سننے والا کلام کے الفاظ کو گننا چاہے تو وہ گن سکتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ کلامِ نبوت میں معانی اور الفاظ دونوں ہی مقصود ہیں جس طرح معنی کے واضح ہونے اور مفہوم کے روشن ہونے کی اہمیت تھی اسی طرح الفاظ نبوت ﷺ کی اہمیت تھی۔ (روضة المتقین : ۲/ ۲۳٤ ۔ دلیل الفالحین : ۳/ ۱٤٦)

البَابُ (۹۰)

بَابُ اِصُغَآءِ الْجَلِيُسِ لِحَدِيُثِ جَلِيُسِهٖ الَّذِيُ لَيُسَ بِحَرَامٍ وَاسُتِنُصَاتِ الْعَالِمِ وَالْوَاعِظِ حَاضِرِيُ مَجُلِسِهٖ

ہم نشیں کی ایسی بات جو ناجائز نہ ہو توجہ سے سننا اور عالم یا واعظ کا حاضرین مجلس کو خاموش کرانا

میرے بعد کفر کی طرف مت لوٹو

۶۹۸. عَنْ جَرِيُرِ بُنِ عَبُدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ فِيُ حَجَّةِ الْوَدَاعِ : "اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ" ثُمَّ قَالَ : لَاتَرُجِعُوُا بَعُدِيُ كُفَّارًا يَضُرِبُ بَعُضُكُمُ رِقَابَ بَعُضٍ." مُتَّفَقٌ عَلَيُهِ.

(۶۹۸) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مجھ سے فرمایا کہ تم لوگوں کو خاموش کرواؤ۔ پھر فرمایا کہ تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۹۸): صحیح البخاري، کتاب العلم، باب الانصات للعلماء.

کلمات حدیث: استنصت : لوگوں کو خاموش کراؤ۔ استنصات (باب استفعال) کسی سے خاموش ہو جانے کے لیے کہنا، خاموش رہنے کی درخواست کرنا۔ نصت نصا (باب ضرب) خاموش رہنا۔ اذا قریء القرآن فانصتوا له : جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو اس کے سننے کے لیے خاموشی اختیار کرلو اور پوری توجہ اس کی طرف مبذول کرلو۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا تو حاضرین اور سامعین کی ایک بڑی تعداد آپ ﷺ کے ارشادات سننے کے لیے موجود تھی، اس لیے آپ ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں سے کہیں کہ خاموش ہو جائیں۔ یہ حج رسول اللہ ﷺ کا آخری حج تھا اس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو اور ان کے توسط سے پوری امت کو بہت اہم اور وقیع ہدایات فرمائیں اور تبلیغ شریعت اور دعوت دین کا حکم فرمایا اور کہا کہ جو یہاں موجود ہیں وہ دین کی ان باتوں کو ان لوگوں تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

اس خطبہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اے لوگوں میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو" اس جملے کے علماء نے متعدد مفہوم بیان کیے ہیں، خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے کر آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔ قاضی اور نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم کافروں کے مشابہ اور ان جیسے نہ ہو جانا کہ جیسے وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں تم بھی ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔

(عمدة القاري : ۲۸۲/۲ ۔ إرشاد الساري : ۳۱۸/۱ ۔ فتح الباري : ۳۱۲/۱ ۔ شرح صحیح مسلم للنووي . ۴۸/۲)

البَابُ (۹۱)

بَابُ الْوَعْظِ وَالْاِقْتِصَادِ فِيْهِ
وعظ ونصیحت میں اعتدال

۲۴۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور اچھے وعظ کے ذریعے بلاؤ۔'' (النحل:۱۲۵)

تفسیری نکات: یہ آیت کریمہ دعوت وتبلیغ کا ایک مکمل نصاب ہے اس میں دعوت کے اعلیٰ ترین اصولوں کو چند مختصر الفاظ کی لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔ دعوت دین انبیاء علیہم السلام کا فریضہ منصبی ہے۔ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کے داعی الی اللہ ہونے کے وصف کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿ وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴾ (الاحزاب:۴۶)

رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ ﷺ کے بعد نبوت ورسالت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو چکا ہے، اس لیے کارِ دعوت امت کے سپرد فرما دیا گیا، ارشاد ہوا ہے۔

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾

(آل عمران:۱۰۴)

''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دے نیک کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں۔''

فرمایا کہ تم اپنے رب کے راستے یعنی دین اسلام کی جانب لوگوں کو بلاؤ حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ۔ حکمت سے وہ طریقہ دعوت مراد ہے جس میں مخاطب کے احوال کی رعایت سے ایسی تدبیر اختیار کی گئی ہو جو مخاطب کے دل پر اثر انداز ہو سکے اور نصیحت سے مراد یہ ہے کہ عنوان بھی نرم اور دلنشین ہو۔ غرض حکمت سے مراد وہ بصیرت ہے جس کے ذریعے انسان مقتضیات احوال کو معلوم کر کے اس کے مناسب کلام کرے وقت اور موقعہ ایسا تلاش کرے کہ مخاطب پر بار نہ ہو اور موعظت کے معنی ہیں کسی خیر خواہی کی بات کو اس طرح کہا جائے کہ اس سے مخاطب کا دل قبولیت کے لیے نرم ہو جائے۔ (معارف القرآن)

وعظ میں میانہ روی کا راستہ اختیار کیا جائے

۶۹۹۔ وَعَنْ اَبِيْ وَآئِلٍ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ : كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُذَكِّرُنَا فِيْ كُلِّ

خَمِیْسٍ مَرَّةً: فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: یَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ اَنَّکَ ذَکَّرْتَنَا کُلَّ یَوْمٍ فَقَالَ: اَمَا اِنَّهٗ یَمْنَعُنِیْ مِنْ ذٰلِکَ اَنِّیْ اَکْرَهُ اَنْ اُمِلَّکُمْ وَاِنِّیْ اَتَخَوَّلُکُمْ بِالْمَوْعِظَةِ کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَیْنَا. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

"یَتَخَوَّلُنَا: یَتَعَهَّدُنَا"

(۶۹۹) حضرت ابووائل شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے۔ کسی نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں روزانہ نصیحت فرمایا کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے لیے روزانہ وعظ ونصیحت سے یہ امر مانع ہے کہ کہیں میں تمہیں اکتاہٹ میں نہ ڈال دوں میں وعظ ونصیحت میں تمہارا اسی طرح خیال رکھتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ اکتاہٹ کے ڈر سے ہمارا خیال فرماتے تھے۔

یتخولنا: ہمارا خیال رکھتے تھے، ہماری رعایت رکھتے تھے۔

تخریج حدیث(۶۹۹): صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من جعل للاهل العلم أیاماً معلومة.

کلمات حدیث: أتخولکم بالموعظة: میں نصیحت میں تمہارا خیال رکھتا ہوں اور تمہاری مصلحت کو ملحوظ رکھتا ہوں۔ خال المال تخولاً (باب تفعل) اصلاح اور درستگی کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی تعلیم وتربیت اور دین کی تفہیم میں ان کے ساتھ بہت نرمی اور شفقت فرماتے نصیحت اور موعظت میں اس بات کا خیال رکھتے کہ جب سننے والوں کی طبیعت میں نشاط اور اشتیاق موجود ہو اور بات کے سننے اور اس پر عمل کرنے کی رغبت موجود ہو جب نصیحت کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ کثرت موعظت سے طبیعت میں اکتاہٹ پیدا ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے آپ سے درخواست کی گئی کہ آپ روزانہ وعظ فرمایا کریں تو آپ نے اسوۂ حسنہ بیان فرمایا اور کہا کہ میں بھی اسی بات کا خیال رکھتا ہوں اور اس لیے روزانہ وعظ ونصیحت کو مناسب نہیں سمجھتا۔

(فتح الباري: ۱/۶۸۸۔ إرشاد الساري: ۱/۲۴۸)

جمعہ کا خطبہ مختصر نماز لمبی ہونی چاہیے

۷۰۰. وَعَنْ اَبِی الْیَقْظَانِ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهٖ: فَاَطِیْلُوا الصَّلٰوةَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"مَئِنَّةٌ" بِمِیْمٍ مَفْتُوْحَةٍ ثُمَّ هَمْزَةٍ مَکْسُوْرَةٍ ثُمَّ نُوْنٍ مُشَدَّدَةٍ اَیْ عَلَامَةٌ دَالَّةٌ عَلٰی فِقْهِهٖ.

(۷۰۰) حضرت ابوالیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

آدمی کے فقہ کی علامت یہ ہے کہ نماز لمبی اور خطبہ مختصر ہو تو نماز لمبی کرو اور خطبہ مختصر کرو۔ (مسلم)

مئنة: فقہ پر دلالت کرنے والی علامت۔

تخریج حدیث(۷۰۰): صحیح مسلم، کتاب الجمعه، باب تخفیف الصلاة و الخطبة.

راوی حدیث: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں حضرت عمار اور حضرت صہیب بن سنانؓ نے دار ارقم میں ایک ساتھ اسلام قبول کیا اس وقت تک تیس سے زائد افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔ والد، والدہ اور بھائی شہید ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے آل عمار تمہیں بشارت ہو جنت تمہاری منتظر ہے۔ آپ سے ۱۶۲ احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

کلمات حدیث: الفقه: جاننا، سمجھنا، فہم اور سمجھ، احکام شرعیہ کا اس کے تفصیلی دلائل کے ساتھ جان لینا اور سمجھ لینا۔ فقیہ: فقہ کا جاننے والا جمع فقہاء۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ امام کے فقہ کی علامت یہ ہے کہ خطبہ مختصر کرے اور نماز طویل کرے کہ نماز اصل مقصود ہے اور خطبہ نماز ہی کی تمہید ہے اور اصل کو مقدم کرنا ضروری ہے، نیز یہ کہ خطبہ کا مخاطب نمازی ہیں اور نماز میں اللہ سے مناجات ہے، مناجات رب بندوں سے خطاب پر مقدم ہے۔ اس لیے خطبہ میں اختصار چاہیے اور نماز کو طویل کیا جائے یعنی میانہ روی اور اعتدال کے ساتھ یعنی یہ کہ خطبہ ایسا طویل نہ ہو کہ نمازیوں پر گراں ہو اور نہ نماز اتنی مختصر ہو کہ ارکان کا اعتدال مجروح ہو جائے۔ اس اعتبار سے یہ حدیث ان احادیث کو معارض نہیں ہے جو نماز کے مختصر کرنے اور زیادہ طویل نہ کرنے کے بارے میں ہیں کہ وہاں بھی قصد و اعتدال مقصود ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي: ١٣٨/٦ ـ روضة المتقين: ٢٣٧/٢ ـ دليل الفالحين: ١٤٩/٣)

نماز میں بات کرنا مفسد نماز ہے

٧٠١. وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "بَيْنَا اَنَا اُصَلِّي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ! فَقُلْتُ وَاثُكْلَ اُمِّيَاهُ مَاشَأْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَيَّ؟ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَاَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِيْ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِاَبِيْ هُوَ وَاُمِّيْ مَارَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَابَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ فَوَاللّٰهِ مَاكَهَرَنِيْ وَلَاضَرَبَنِيْ وَلَاشَتَمَنِيْ قَالَ: "اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَايَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ اَوْكَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَقَدْ جَآءَ اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَاتُوْنَ الْكُهَّانَ؟ قَالَ "فَلَا تَأْتِهِمْ" قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُوْنَ؟ قَالَ: "ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُوْنَهٗ فِيْ صُدُوْرِهِمْ فَلَا

يَصُدَّنَّهُمْ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ

" الثُّكْلُ! " بِضَمِّ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ! اَلْمُصِيبَةُ وَالْفَجِيعَةُ : "مَاكَهَرَنِيْ" اِيْ مَانَهَرَنِيْ .

(۷۰۱) حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ نمازیوں میں سے کسی کو چھینک آ گئی میں نے کہا یرحمک اللہ لوگ مجھے دیکھنے لگے تو میں نے کہا کہ ہائے میری ماں کی جدائی! تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو اس پر وہ لوگ رانوں پر اپنے ہاتھ مارنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، میرے ماں اور باپ آپ ﷺ پر قربان میں نے آپ ﷺ جیسا معلم نہ پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ بعد میں کبھی دیکھا جو آپ ﷺ کی طرح عمدگی سے تعلیم دینے والا ہو، اللہ کی قسم! نہ آپ ﷺ نے مجھے سرزنش کی نہ مارا اور نہ برا کہا۔ بلکہ فرمایا نماز میں اس طرح کوئی بات درست نہیں ہے۔ یہ تو تسبیح ہے تکبیر ہے اور قرآتِ قرآن ہے۔ یا جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میں ابھی اپنے دورِ جاہلیت کے قریب ہوں اور اللہ کی رحمت سے اب اسلام لایا ہوں ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس بھی جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے پاس نہ جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ ہم میں سے کچھ فال لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسی بات ہے جسے وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں ہرگز وہ شگون ان کو کام سے نہ روکے۔ (مسلم)

ثکل : مصیبت، آفت۔ ماکھرنی : مجھے سرزنش نہیں کی۔

تخریج حدیث (۷۰۱): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ و نسخ ما کان من اباحته

راوی حدیث: حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد کسی وقت اسلام لائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں کہا ہے کہ صحابی ہیں مدینہ منورہ آئے اور وہیں مقیم ہو گئے آپ سے ۱۳ احادیث مروی ہیں۔ (دلیل الفالحین : ۳/ ۱۵۰)

کلماتِ حدیث: فرماني القوم بابصارهم : لوگوں نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا۔ واثكل امياه : عرب کا ایک محاورہ، ماں کا غم اپنے بچے کے مرنے پر، یعنی افسوس کی بات ہے۔ کهان : کاہن کی جمع کہانت، مستقبل کی باتیں بتانا۔ يتطيرون : فال لیتے ہیں، شگون لیتے ہیں۔ طیرہ: بدشگونی، پرندے کے اڑنے سے بدشگونی لینا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ اور صفاتِ حمیدہ کی وہ شخص قسمیں کھا کر گواہی دے رہا ہے جو ابھی جاہلیت سے نکل کر اسلام میں داخل ہوا، اسے ہنوز آدابِ صلاۃ کا بھی علم نہیں ہے اور ابھی وہ شگون بھی لیتا ہے اور کاہنوں کے پاس جاتا ہے۔ مگر یہ شخص کہہ رہا ہے کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہو جائیں ایسا معلم ایسا ہادی ایسا رہنما نہ پہلے کبھی دیکھا اور نہ کبھی بعد میں دیکھا۔

نماز نفل ہو یا فرض نماز میں ہر طرح کا کلام ممنوع ہے۔ ناگزیر ضرورت کے موقع پر مرد تسبیح (سبحان اللہ) کہے اور عورت تصفیق کرے۔

ستاروں کی مدد سے یا کسی اور طرح مستقبل گوئی (کہانت یا نجوم) اسلام میں جائز نہیں ہے اس لیے کہ تقدیر پر ایمان لانا جزو ایمان ہے اور کہانت اور نجوم کے ذریعے مستقبل میں ہونے والی کسی بات کو جاننے کا دعویٰ اور پھر اس پر یقین کر لینا تقدیر پر ایمان کے برخلاف

اوراس کے معارض ہے۔ مؤمن کا عقیدہ ونؤمن بالقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ کہ ہم ایمان لاتے ہیں اس تقدیر پر اچھی ہو یا بری جو اللہ نے ہماری مقرر اور مقدر فرمادی ہے۔ پر ہے اور مستقبل گوئی اور اس پر یقین کرنا اس سے ہم آہنگ نہیں ہے اور اس عمل پر حاصل ہونے والی اجرت حرام ہے۔

بدفالی اور بدشگونی بھی نفس میں آنے والا ایک تصور وخیال ہے جو شیطانی القاء ہے اس لیے اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۸/۵۔ روضة المتقین : ۲/ ۲٤۰۔ دلیل الفالحین : ۳/ ۱۵۰)

رسول اللہ ﷺ کا ایک مؤثر وعظ

۷۰۲. وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرِفَتْ مِنْهَاالْعُيُوْنُ . وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَقَدْ سَبَقَ بِكَمَالِهِ فِيْ بَابِ الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ وَذَكَرْنَا اَنَّ التِّرْمِذِيَّ قَالَ : اِنَّهٗ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۷۰۲) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ایسا مؤثر وعظ ارشاد فرمایا کہ ہمارے دل لرز اٹھے اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

یہ حدیث مکمل اس سے پہلے باب الامر بالمحافظة علی السنة میں گزر چکی ہے اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث (۷۰۲): الجامع للترمذی، ابواب العلم، باب الاخذ بالسنة واحتناب البدعة .

کلمات حدیث: وجلت : دل لرز اٹھے، ڈر گئے۔ ذرفت : آنسو بہہ نکلے۔

شرح حدیث: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اس قدر دل میں اتر جانے والی نصیحت فرمائی اور اس قدر دل سوز باتیں ارشاد فرمائیں کہ ہمارے دل کانپ اٹھے اور ہماری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ یہ حدیث اور اس کی شرح اس سے پہلے (حدیث ۱۵۸) میں گزر چکی ہے۔

الباب (۹۲)

بَابُ الْوَقَارِ وَالسَّكِينَةِ
وقار اور سکون کا بیان

جاہلانہ طرزِ گفتگو سے پرہیز کرنا عباد الرحمٰن کی صفت ہے

۷۴۷۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُونَ قَالُوا سَلٰمًا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''رحمٰن کے بندے ایسے ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ گفتگو کرتے ہیں تو وہ سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں۔'' (الفرقان:۶۳)

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا وہی اس کا خالق اس کا رازق اور اس کا رب ہے اور انسان اللہ کا بندہ ہے اور بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اللہ کے ہر حکم کو مانے تسلیم کرے اور برضا و رغبت اس کے مطابق عمل کرے۔ جب اللہ پر ایمان رکھنے والا اللہ کا بندہ اس کی عبودیت میں سرشار ہو جاتا ہے تو اس میں بے شمار خوبیاں اور لاتعداد محاسن پیدا ہو جاتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ کے بندے زمین میں بہت وقار تواضع اور سکون کے ساتھ چلتے ہیں اور ان کے چلنے کا یہ انداز اس لیے بن جاتا ہے کہ ان کے قلب و دماغ اور ان کے سارے وجود پر اللہ کی کبریائی اور اس کی عظمت محیط رہتی ہے۔ جیسا کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مومنین مخلصین کے تمام اعضاء و جوارح سب اللہ کے سامنے اظہار عجز و نیاز کرتے ہیں اور خشیتِ الٰہی سے پرسکون ہو جاتے ہیں۔ وہ کسی جاہلانہ بات کی طرف دھیان نہیں دیتے بلکہ سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں۔ (معارف القرآن)

آپ ﷺ اکثر اوقات تبسم فرماتے تھے

۷۰۳۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَارَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى تُرٰى مِنْهُ لَهَوَاتُهُ، إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

اَللَّهَوَاتُ : جَمْعُ لَهَاةٍ : وَهِيَ اللَّحْمَةُ الَّتِي فِي أَقْصٰى سَقْفِ الْفَمِ .

(۷۰۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کھل کر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا کہ جس سے آپ ﷺ کے حلق کا کوا نظر آئے۔ آپ ﷺ صرف تبسم فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

لھوات جمع لھاۃ : حلق کا کوا۔ گوشت کا وہ ٹکڑا جو انتہائی حلق میں ہوتا ہے۔

تخریج حدیث(۷۰۳): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب التبسم و الضحك .

کلمات حدیث: مستجمعاً: پوری طرح کھل کر ہنسنے والے، یعنی رسول اللہ ﷺ کو پوری طرح کھل کر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ لھوات: لھاۃ کی جمع منہ کے اندر کے کنارے پر گوشت کا ٹکڑا۔ کوا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ وقار وسکون اور حسن معاشرت اور حسن اخلاق کے پیکر تھے آپ متبسم رہتے مگر پورے منہ کے ساتھ کھل کر نہ ہنستے تھے۔ علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انبیاء کا ہمیشہ یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ متبسم ہوتے مگر کھل کر نہ ہنستے تھے۔ بعض اوقات ہنستے بھی تھے اتنا جس سے دندانِ مبارک ظاہر ہو جائیں ایسے موقع پر آپ ﷺ دستِ مبارک منہ پر رکھ لیتے تھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ فم مبارک سے روشنی نکلتی تھی جس کا اثر دیوار پر نمایاں ہوتا۔

(روضة المتقین : ۲/ ۲٤۱ ۔ دلیل الفالحین : ۳/ ۱٥٤)

البَابُ (۹۳)

بَابُ النَّدْبِ اِلیٰ اِتْیَانِ الصَّلوٰةِ وَالْعِلْمِ وَنَحْوِهِمَا مِنَ الْعِبَادَاتِ بِالسَّكِیْنَةِ وَالْوَقَارِ

نمازٗ طلبِ علم اور دیگر عبادات کے لیے سکون ووقار کے ساتھ آنے کا استحباب

۲۴۸. قال اللّٰه تعالیٰ :

﴿ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَـٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔'' (الحج: ۳۲)

تفسیری نکات: شعائر جمع ہے شعیرہ کی اور اس کے معنی ہیں علامت اور نشانی۔ جو باتیں کسی مذہب کی علامات سمجھی جاتی ہیں ان کو شعائر کہتے ہیں۔ شعائر سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ احکام ہیں جو دین حنیف کی امتیازی علامات بن گئے ہیں۔ ان احکام کی تعظیم وتکریم لازمی ہے اور یہ تعظیم قلب کے تقویٰ کی علامت ہے۔ جن کے دل خشیتِ الٰہی سے لبریز ہوتے ہیں وہی ان شعائر کی تعظیم کرتے ہیں، کیونکہ دل کا تقویٰ انسان کے تمام اعمال، اقوال اور احوال پر اثر انداز ہوتا ہے۔ (معارف القرآن)

نماز میں دوڑ کر آنے کی ممانعت

۷۰۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلوٰةُ فَلَا تَاْتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَسْعَوْنَ وَاْتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَمْشُوْنَ وَعَلَیْكُمُ السَّكِیْنَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ : زَادَ مُسْلِمٌ فِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ : فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا كَانَ یَعْمِدُ اِلَی الصَّلوٰةِ فَهُوَ فِی الصَّلوٰةِ."

(۷۰۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو دوڑے ہوئے نہ آؤ سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہوئے آؤ جو نماز امام کے ساتھ ملے وہ پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے پورا کرلو۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں مسلم نے یہ الفاظ زائد روایت کیے کہ تم میں سے جب کوئی نماز کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔

تخریج حدیث (۷۰۴): صحیح البخاری، کتاب الجمعه، باب المشی الی الجمعة. صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب اتیان الصلاة بوقار و سکینة.

کلمات حدیث: سکینة : اطمینان وسکون، حرکات میں آہستگی اور حالت وکیفیت میں وقار ملحوظ رکھنے کا نام سکینہ ہے۔

شرح حدیث: نماز کے لیے اطمینان اور سکون کے ساتھ جانا چاہیے دوڑتے بھاگتے نماز کے لیے جانا مناسب نہیں ہے اس کی وجہ

یہ ہے کہ جب آدمی نماز کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ نماز کا سلام پھیرنے تک نماز ہی میں رہتا ہے اس لیے اس عجلت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جس قدر نماز امام کے ساتھ ملے وہ امام کے ساتھ پڑھ لی جائے اور جو باقی رہ جائے وہ پوری کر لی جائے۔

(فتح الباري : ۱/۵۱۶۔ روضة المتقين : ۲/۲٤۲۔ دليل الفالحين : ۳/۱۵٦

سفر میں سواریوں کی دوڑانے کی ممانعت

۷۰۵. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَآءَهُ زَجْرًا شَدِيْدًا وَضَرْبًا وَصَوْتًا لِلْاِبِلِ، فَاَشَارَ بِسَوْطِهِ اِلَيْهِمْ وَقَالَ : "اَيُّهَاالنَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَه .

"اَلْبِرُّ" : اَلطَّاعَةُ" وَ"الْاِيْضَاعُ" بِضَادٍ مُعْجَمَةٍ قَبْلَهَا يَآءٌ وَهَمْزَةٌ مَكْسُوْرَةٌ وَهُوَ: الْاِسْرَاعُ .

(۷۰۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ عرفہ کے دن آپ ﷺ کے ساتھ عرفات سے واپس لوٹ رہے تھے آپ ﷺ نے اپنے پیچھے بہت ڈانٹنے، مارنے اور اونٹوں کی آوازیں سنیں آپ ﷺ نے اپنے کوڑے سے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اے لوگو! سکون اختیار کرو، نیکی سواریوں کو دوڑانے میں نہیں ہے۔ (بخاری)

مسلم نے اس حدیث کے کچھ حصے کو روایت کیا ہے۔

"بر" کے معنی طاعت کے ہیں اور "ایضاع" کے معنی تیز روی کے ہیں۔

تخریج حدیث (۷۰۵): صحيح البخاری، كتاب الحج، باب امر النبي ﷺ بالسكينة عند الافاضة .

کلمات حدیث: دفع : کوچ کیا، لوٹا۔ زجراً : دھکیلنا، دور کرنا۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرفہ سے واپس آرہے تھے کہ آوازیں آئیں کہ لوگ اونٹوں کو مار کر ان کو تیز دوڑا رہے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وقار اور سکون کے ساتھ چلو اور اونٹوں کے تیز دوڑانے میں کوئی نیکی نہیں ہے، نیکی تو حج کے وہ اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔

۹/ذی الحجہ یوم عرفہ ہے، اس روز عرفات میں وقوف فرض ہے۔

(فتح الباري : ۱/۹۲۲۔ روضة المتقين : ۲/۲٤٤۔ دليل الفالحين : ۳/۱۵۷

الباب (۹۴)

بَابُ اِكْرَامِ الضَّيْفِ
مہمان نوازی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا واقعہ

۲۴۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ هَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٤﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ﴿٢٥﴾ فَرَاغَ إِلٰى أَهْلِهِ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ﴿٢٦﴾ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٢٧﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے جب وہ ان کے پاس آئے تو سلام کیا اور انہوں نے بھی سلام کیا اور کہا کہ انجانے لوگ ہیں پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک تلا ہوا بچھڑا بھون کر لائے اور ان کے قریب کیا اور فرمایا کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟'' (الذاریات:۲۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا ذکر ہے کہ جو فرشتے تھے جن کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اوّل انسان سمجھے ان کی بڑی عزت کی اور سلام کا جواب سلام سے دیا اور دل میں کہا کہ مہمان اجنبی ہیں پھر نہایت مہذب اور شائستہ پیرائے میں کہا کہ کیوں حضرات آپ کھانا نہیں تناول فرماتے۔ بالآخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم ہو گیا کہ یہ فرشتے ہیں۔

(تفسير عثماني)

مہمانوں کے اکرام کا خیال رکھنا ضروری ہے

۲۵۰. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَجَآءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّـَٔاتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ﴾

وَجَآءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور ان کی قوم ان کے پاس دوڑتی ہوئی آئی اور اس سے پہلے بھی وہ ان برائیوں کا ارتکاب کرتے تھے حضرت لوط علیہ السلام نے

فرمایا اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے سامنے رسوانہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی بھی سمجھدار آدمی نہیں ہے۔'' (ہود: ۷۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں بیان ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی ایک جماعت آئی جو سب حسین لڑکوں کی شکل میں تھے ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے کیونکہ وہ سب برے کاموں میں گرفتار تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میری قوم کے لوگو! مجھے میرے مہمانوں کے سامنے شرمندہ نہ کرو تم میری بیٹیاں ہیں ان سے شادی کرلو۔ یہ زیادہ پاکیزہ ہیں۔ کیا تم میں ایک شخص بھی نہیں جو سیدھی سیدھی باتوں کو سمجھ کر نیکی اور تقویٰ کی راہ اختیار کرے۔

(تفسیر عثماني۔ معارف القرآن)

مہمانوں کا اکرام ایمان کا تقاضا ہے

٧٠٦. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ، وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْلِیَصْمُتْ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

(٧٠٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی تکریم کرے اور جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے اور جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ بھلائی کی بات کہے یا خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٧٠٦): صحيح البخاري، كتاب الادب، باب من كان يؤمن بالله. صحيح مسلم، كتاب الادب، باب الحث على اكرام الجار ولزوم الصمت الا من الخير.

کلمات حدیث: ضيف : مہمان جمع ضيوف.

شرح حدیث: مہمان نوازی انبیاءِ کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور بطورِ خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر کامل اور مکمل ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ مہمان نوازی کرے۔ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کی تخصیص سے مراد مبدا اور معاد پر ایمان ہے یعنی جس شخص کا یہ ایمان ہو کہ مجھے اللہ نے پیدا کیا ہے اور پھر مجھے حساب کتاب کے لیے اس کے سامنے پیش ہونا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ مہمان نوازی کے وصف سے متصف ہو۔ مہمان کی تکریم سے مراد یہ ہے کہ خوشی سے اور قلبی مسرت کے ساتھ اس کا استقبال کرے خود اس کی خدمت کرے اور فوری طور پر کھانے پینے کے لیے پیش کرے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی کی گئی کہ مہمان کی تکریم کرو۔ انہوں نے مہمان کے لیے بھنی ہوئی بکری کا اہتمام کیا۔ پھر وحی آئی کہ مہمان کا اکرام کرو، انہوں نے بیل ذبح کیا، اس کے بعد پھر وحی آئی کہ مہمان کا اکرام کرو انہوں نے اونٹ ذبح کیا پھر وحی آئی کہ مہمان کا اکرام کرو تو آپ نے مہمان کی خود خدمت کی اس پر وحی آئی کہ ہاں اب تم نے مہمان کا اکرام کیا۔

اور جو شخص اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ صلہ رحمی کرے اور جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا خاموش ہو جائے۔

یہ حدیث اس پہلے باب حق الجار ووصیۃ میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين : ۲/ ۲٤٦ ۔ دليل الفالحين : ۳/ ۱٦۰)

ایک دن ایک رات کی مہمانی مہمان کا حق ہے

۷۰۷۔ وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ خُوَیْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ جَآئِزَتَهٗ"، : قَالُوْا وَمَا جَآئِزَتُهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: "يَوْمُهٗ وَلَيْلَتُهٗ" : وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ فَمَا كَانَ وَرَآءَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : "لَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يُقِيْمَ عِنْدَ اَخِيْهِ حَتّٰى يُؤْثِمَهٗ" قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يُؤْثِمُهٗ قَالَ يُقِيْمُ عِنْدَهٗ وَلَاشَیْءَ لَهٗ يَقْرِيْهِ بِهٖ .

(۷۰۷) حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے اپنے مہمان کی تکریم کرنی چاہیے اور اس کا حق ادا کرنا چاہیے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک دن اور رات کی مہمانی اور مہمان نوازی تین دن ہے اس سے زائد صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی کے پاس اتنا ٹھہرے کہ اسے گنہگار کر دے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسے گنہگار کیسے کرے گا فرمایا کہ اس کے پاس ٹھہرا رہے اور اس کے پاس اس کی مہمان نوازی کے لیے کچھ نہ رہے۔

تخریج حدیث(۷۰۷): صحيح البخاري، كتاب الادب، باب اكرام الضيف و خدمته اياه بنفسه . صحيح مسلم، كتاب اللقطة، باب الضيافة .

کلمات حدیث: جائزته : اس کا انعام۔ جائزة : عطیہ انعام، جمع جوائز۔ یؤثمه : اسے گناہ میں مبتلا کرے۔ اثم : گناہ جمع آثام۔ اثم اثما (باب سمع) گنہگار ہونا، گناہ کا ارتکاب کرنا۔

شرح حدیث: ایک شب و روز مہمان کی خصوصی خدمت کرے اور اس کی خاص تکریم کرے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شب و روز کی ضیافت کے کیا معنی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ایک شب و روز خاص تکریم کرے اور تحفہ یا ہدیہ دے اور تین دن مہمان نوازی کرے۔ ابوعبید نے کہا کہ ایک شب و روز خاص اہتمام کرے اور پھر باقی ایام معمول کے مطابق مہمان نوازی کرے اور اس قدر تحفہ یا ہدیہ دے دے جو اس کے ایک شب و روز کے سفر کو کافی ہو سکے۔ اسی سے ملتا جلتا مفہوم خطابی رحمہ اللہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔

کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس اتنا قیام کرے کہ وہ گنہگار ہو جائے۔ یعنی مہمان کو چاہیے کہ اپنے میزبان کے پاس اتنا قیام نہ کرے کہ وہ تنگی میں پڑ جائے امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مہمان کو چاہیے کہ تین دن سے زیادہ قیام نہ کرے کہ ہوسکتا ہے کہ میزبان تنگ ہو جائے اور اپنے مہمان کی غیبت اور برائی کر کے گناہ میں مبتلا ہو یا اس کے بارے میں کوئی ایسا گمان دل میں لائے جو گناہ ہو۔ لیکن اگر میزبان اپنے مہمان سے تین دن کے بعد بھی ٹھہرنے کی درخواست کرے تو اس کا ٹھہرنا درست ہے۔

امام لیث رحمہ اللہ کے نزدیک ایک شب و روز کی مہمان نوازی واجب ہے اور دو دن کی ضیافت مستحب، جمہور فقہاء کے نزدیک مہمان نوازی مستحب ہے۔ (فتح الباري : ۱۸٤/۳۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۱٦/۲۔ دلیل الفالحین : ۱٦۰/۳)

بَابُ (۹۵)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ التَّبْشِيرِ، وَالتَّهْنِئَةِ بِالْخَيْرِ

نیک کاموں پر بشارت اور مبارکباد دینے کے استحباب کا بیان

شریعت کی پابندی کرنے والوں کو بشارت دو

۱ ۲۵. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''خوشخبری سنادو میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات پھر چلتے ہیں اس کی اچھی باتوں پر۔'' (الزمر: ۱۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ اللہ کے ان بندوں کو خوشخبری ہو جو اللہ کی اور اللہ کے رسول کی باتیں خوب دھیان سے اور توجہ سے سنتے ہیں اور ان میں سے اعلیٰ اعلیٰ ہدایات پر عمل کرتے ہیں یا یہ کہ اللہ کی باتیں سن کر ان بہترین باتوں پر عمل کرتے ہیں کہ اللہ کی ساری ہی باتیں بہترین ہیں۔ (تفسير مظهري۔ تفسير عثماني)

جہاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت

۲ ۲۵. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿٢١﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''ان کا رب ان کو خوشخبری سناتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور ایسے باغوں کی ان کے لیے کہ ان میں دائمی نعمت ہوگی۔'' (التوبہ: ۲۱)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بشارت دیتے ہیں رحمت، رضوان اور جنت کی، رحمت نتیجہ ہے ایمان کا کہ بغیر ایمان کے رحمت متوجہ نہیں ہوگی، رضوان یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا صلہ ہے جہاد فی سبیل اللہ کا کہ مجاہد فی سبیل اللہ تمام لذتیں ترک کر کے دنیا کا ہر تعلق منقطع کر کے اللہ کے راستے میں مال کی بھی قربانی دیتا ہے اور جان کی بھی، اس لیے اس کا صلہ بھی سب سے اعلیٰ اور سب سے ارفع یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والا اللہ کی رضا کے لیے اپنا وطن چھوڑ کر نئی جگہ آ کر بس جاتا ہے اس لیے اس کا صلہ جنت ہے۔ (تفسير عثماني)

۳ ۲۵. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝٣٠ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''خوشخبری سنو جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا تھا۔'' (فصلت: ۳۰)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اللہ کے وہ بندے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر جم گئے اور استقامت اختیار کرلی یعنی دل سے اقرار کیا اور اس حقیقت کو قلب کی گہرائیوں میں جاگزیں کرلیا اور مرتے دم تک اسی یقین پر قائم رہے اور اس کے مقتضا پر اعتقاداً وعملاً جمے رہے اور اپنے رب کے عائد کیے ہوئے حقوق وفرائض کو سمجھا اور ان کے مطابق عمل کیا ان اللہ کے بندوں پر موت کے وقت قبر میں پہنچ کر اور قبروں سے اٹھائے جانے کے وقت اللہ کے فرشتے اترتے ہیں انہیں تسکین دیتے ہیں اور جنت کی بشارت سناتے ہیں اور انہیں ابدی راحت اور دائمی مسرت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظهري)

۲۵۴. وَقَالَ تَعَالَىٰ :

﴿ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۝١٠١ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج صاحبزادے کی بشارت دی۔'' (الصافات: ۱۰۱)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک حلیم الطبع فرزند یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ جن کے حلم وفرماں برداری کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ فوراً بلا تامل کہا کہ ابا جان جو حکم ملا ہے وہ کر گزریے آپ مجھے شکر گزار بندوں میں سے پائیں گے۔ (معارف القرآن)

۲۵۵. وَقَالَ تَعَالَىٰ :

﴿ وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اور ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے۔'' (ہود: ٦٩)

۲۵۶. وَقَالَ تَعَالَىٰ :

﴿ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ۝٧١ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''ابراہیم کی اہلیہ کھڑی تھیں وہ ہنس پڑیں ہم نے ان کو بشارت دی اسحٰق کی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی۔'' (ہود: ۷۱)

تفسیری نکات: پانچویں اور چھٹی آیت میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب علیہم السلام

کی ولادت کی خوشخبری سنائی۔ حضرت سارہ علیہا السلام کے کوئی اولاد نہ تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی۔ قبولیت دعا اور اولاد کی خوشخبری لے کر فرشتے آئے کہ آپ کو اسحاق کی ولادت کی خوشخبری اور اسحاق کے یہاں یعقوب کی ولادت کی خوشخبری۔ فرشتوں کی خوشخبری سن کر حضرت سارہ ہنس پڑیں اور کہنے لگیں کہ کیا میں بڑھیا ہو کر اولاد جنوں گی اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں۔ فرشتوں نے کہا کہ تم اللہ کے حکم پر تعجب کر رہی ہو؟ اے گھر والو! تم سب پر اللہ کی رحمت ہو۔ (معارف القرآن)

حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے بشارت

۲۵۷. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''پکار کر کہا اس سے فرشتوں نے جبکہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی۔''

(آل عمران: ۳۹)

تفسیری نکات: ساتویں آیت میں حضرت زکریا علیہ السلام کو بشارت اور خوشخبری دیے جانے کا ذکر ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام لاولد تھے اور بوڑھے تھے اولاد کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ حضرت مریم علیہا السلام پر اللہ کے فیضانِ رحمت کی بارش دیکھ کر بہت عاجزی اور زاری سے دعا کی کہ اللہ مجھے بھی اولاد دیدے۔ خوشخبری ملی کہ آپ کے فرزند ہوگا جس کا نام یحییٰ ہوگا، اور نبی صالح ہوگا۔

(معارف القرآن)

حضرت مریم علیہا السلام کے لیے ولادت کی بشارت

۲۵۸. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ ﴾ الْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں بشارت دیتے ہیں کہ ایک کلمہ جو من جانب اللہ ہوگا اس کا نام مسیح ہوگا۔'' (آل عمران: ۴۵)

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ . وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا وَهِيَ مَشْهُوْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مِنْهَا .

اس موضوع پر قرآن کریم میں متعدد آیات ہیں اور اسی طرح احادیث بھی بکثرت موجود ہیں جن میں سے بعض یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

تفسیری نکات: آٹھویں آیت میں حضرت مریم علیہا السلام کو بشارت کے دیے جانے کا ذکر ہے کہ فرشتے حضرت مریم علیہا السلام

کے پاس آئے اور انہیں ایک کلمہ کی خوشخبری سنائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ اس لیے کہا گیا کہ وہ محض حکم الٰہی سے خلاف عادت بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے اس کے معنی مبارک ہیں کہ آپ جس بیمار کے جسم پر ہاتھ پھیر دیتے تھے وہ شفایاب ہو جاتا تھا۔ (معارف القرآن)

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے بشارت

۷۰۸. عَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَیُقَالُ اَبُوْمُحَمَّدٍ وَیُقَالُ اَبُوْمُعَاوِیَةَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفیٰ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَشَّرَ خَدِیْجَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَآ بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَاصَخَبَ فِیْهِ. وَلَا نَصَبَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

" اَلْقَصَبُ " هُنَا : اَللُّؤْلُؤُ الْمُجَوَّفُ " وَالصَّخَبُ " ! الصِّیَاحُ وَاللَّغَطُ وَالنَّصَبُ " التَّعَبُ ."

(۷۰۸) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی جن کی کنیت ابوابراہیم ابو محمد اور ابو معاویہ تھی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دی کہ جنت میں ان کے لیے موتیوں کا گھر ہوگا جس میں نہ شور ہوگا اور نہ تھکاوٹ۔ (متفق علیہ)

قصب کے معنی ہیں۔ موتی : کھوکھلا موتی۔ صخب : شور۔ نصب : تکان۔

تخریج حدیث (۷۰۸): صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب تزوج النبی ﷺ خدیجة. صحیح مسلم. کتاب الفضائل الصحابة، باب فضائل خدیجة ام المؤمنین رضی اللّٰه عنها.

شرح حدیث: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلی اہلیہ تھیں جن سے آپ کی اولاد ہوئی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی اور آپ ﷺ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رفاقت پچیس سال رہی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی اور آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ کے بارے میں فرماتے کہ جب سارے قریش نے مجھے اور میری دعوت کو رد کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں اور جب سارے مکہ نے میری تکذیب کی انہوں نے میری تصدیق کی اور جب سب نے مجھے محروم رکھا انہوں نے اپنے مال سے میری مدد کی۔ نبوت کے دسویں سال ان کی وفات ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں موتیوں کے گھر کی خوشخبری سنائی صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبرئیل آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! یہ خدیجہ آئی ہیں جو اپنے ساتھ برتن لائی ہیں جس میں سالن یا کھانا یا پینے کی کوئی شئے ہے جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیں اور جنت میں موتیوں سے بنے ہوئے گھر کی بشارت دیدیں جس میں نہ شور ہوگا اور نہ تکان۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ یہ سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ ہی السلام ہے، اسی سے السلام ہے اور جبرئیل پر بھی السلام۔ اور سنن نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خدیجہ کو سلام کہا ہے یہ سن کر حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ اللہ ہی السلام ہے اور جبرئیل پر سلام اور اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ پر السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ سے بہت تعلق خاطر رکھتے اور اکثر انہیں یاد فرماتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کی بہن حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا تشریف لاتیں تو ان کے گھر میں آنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو ان کے استیذان سے حضرت خدیجہ کا استیذان یاد آجاتا اور آپ ﷺ فرماتے اے اللہ ہالہ ہو۔ (فتح الباري : ۳/٤٥٤ ـ إرشاد الساري : ۸/۲۹٤ ـ عمدة القاري : ۱٦/۳۸٦)

بئر اریس کا واقعہ

۷۰۹. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ تَوَضَّأَ فِیْ بَیْتِهٖ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ : لَاَلْزَمَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَ كُوْنَنَّ مَعَهٗ یَوْمِیْ هٰذَا، فَجَآءَ الْمَسْجِدَ فَسَأَلَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا: وَجَّهَ هٰهُنَا، قَالَ فَخَرَجْتُ عَلٰٓی اَثَرِهٖ اَسْأَلُ عَنْهُ حَتّٰی دَخَلَ بِئْرَ اَرِیْسٍ فَجَلَسْتُ عِنْدَالْبَابِ حَتّٰی قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهٗ وَتَوَضَّأَ، فَقُمْتُ اِلَیْهِ فَاِذَا هُوَ قَدْ، جَلَسَ عَلٰی بِئْرِ اَرِیْسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَیْهِ وَدَلَّاهُمَا فِی الْبِئْرِ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَالْبَابِ فَقُلْتُ : لَاَكُوْنَنَّ بَوَّابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْیَوْمَ : فَجَآءَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ : اَبُوْبَكْرٍ فَقُلْتُ عَلٰی رِسْلِكَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ یَسْتَاْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَاَقْبَلْتُ حَتّٰی قُلْتُ لِاَبِیْ بَكْرٍ : اُدْخُلْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ یُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ حَتّٰی جَلَسَ عَنْ یَمِیْنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ فِی الْقُفِّ وَدَلّٰی رِجْلَیْهِ فِی الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَیْهِ ثُمَّ رَجَعْتُ وَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ اَخِیْ یَتَوَضَّأُ وَیَلْحَقُنِیْ فَقُلْتُ اِنْ یُرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ یُرِیْدُ اَخَاهُ. خَیْرًا یَاْتِ بِهٖ، فَاِذَا اِنْسَانٌ یُحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ عَلٰی رِسْلِكَ ثُمَّ جِئْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ وَقُلْتُ : هٰذَا عُمَرُ یَسْتَاْذِنُ ؟ فَقَالَ : "اِئْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ" فَجِئْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ اَذِنَ وَیُبَشِّرُكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْقُفِّ عَنْ یَسَارِهٖ وَدَلّٰی رِجْلَیْهِ فِی الْبِئْرِ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ : اِنْ یُرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَیْرًا. یَعْنِیْ اَخَاهُ یَاْتِ بِهٖ، فَجَآءَ اِنْسَانٌ فَحَرَّكَ الْبَابَ : فَقُلْتُ : مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ : عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقُلْتُ : عَلٰی رِسْلِكَ، وَجِئْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ : "اِئْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰی تُصِیْبُهٗ"، فَجِئْتُ فَقُلْتُ اُدْخُلْ وَیُبَشِّرُكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوَى تُصِيْبُكَ، فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَى فَجَلَسَ وِجَاهَهُمْ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فَاَوَّلْتُهَا قُبُوْرَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ : وَزَادَ فِي رِوَايَةٍ "وَاَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ الْبَابِ: وَفِيْهَا اَنَّ عُثْمَانَ حِيْنَ بَشَّرَهُ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى ثُمَّ قَوْلُهُ "وَجَّهَ، بِفَتْحِ الْوَاوِ وَتَشْدِيْدِ الْجِيْمِ : اَىْ تَوَجَّهَ، وَقَوْلُهُ "بِئْرِ اَرِيْسٍ" هُوَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الرَّآءِ وَبَعْدَهَا يَآءٌ مُثَنَّاةٌ مِّنْ تَحْتُ سَاكِنَةٌ ثُمَّ سِيْنٌ مُهْمَلَةٌ وَهُوَ مَصْرُوْفٌ وَمِنْهُمْ مَّنْ مَنَعَ صَرْفَهُ "وَالْقُفِّ" بِضَمِّ الْقَافِ وَتَشْدِيْدِ الْفَآءِ، وَهُوَ الْمَبْنِيُّ حَوْلَ الْبِئْرِ : قَوْلُهُ، عَلٰى رِسْلِكَ، بِكَسْرِ الرَّآءِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَقِيْلَ بِفَتْحِهَا اَىْ اُرْفُقْ .

(۷۰۹) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں وضو کیا اور گھر سے نکلا اور یہ ارادہ کیا کہ آج کا دن میں آپ ﷺ کے ساتھ رہوں گا اور یہ سارا دن آپ ﷺ کے ساتھ گزاروں گا۔ مسجد پہنچا اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دریافت کیا۔ صحابہ نے بتایا کہ اس طرف تشریف لے گئے ہیں میں آپ ﷺ کے بارے میں پوچھتا ہوا آپ ﷺ کے پیچھے چلا یہاں تک کہ بئیر اریس پہنچا اور دروازے پر بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے قضاءِ حاجت کے بعد وضو فرمایا تو میں آپ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ بئر اریس کی منڈیر پر بیٹھے ہیں اور آپ ﷺ نے پنڈلیاں کھول لی ہیں اور ٹانگوں کو کنویں میں لٹکایا ہوا ہے۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا پھر میں واپس آ گیا اور دروازے پر بیٹھ گیا اور میں نے کہا کہ آج میں رسول اللہ ﷺ کا دربان بنوں گا۔

اسی دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کون ہے، جواب دیا ابوبکر، میں نے کہا ٹھہریے اور میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ابوبکر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں اجازت دیدو اور جنت کی خوشخبری دیدو۔ میں واپس آیا اور ابوبکر سے کہا کہ داخل ہو جایئے اور رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر گئے اور رسول اللہ ﷺ کی دائیں جانب منڈیر پر بیٹھ گئے اور کنویں کے اندر اسی طرح پیر لٹکا لیے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے لٹکائے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیاں کھول لیں۔ پھر میں پلٹ آیا اور آکر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے بھائی کو وضو کرتے ہوئے چھوڑا تھا کہ وہ مجھے آ ملے گا۔ میں نے کہا کہ اگر اللہ نے فلاں کے ساتھ یعنی میرے بھائی کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ہوگا تو اس کو لے آئے گا۔ اسی لمحے ایک انسان دروازے کو حرکت دینے لگا میں نے کہا کہ یہ کون ہے انہوں نے کہا کہ عمر بن الخطاب میں نے کہا کہ ٹھہر جایئے، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو سلام کر کے عرض کیا کہ عمر اجازت طلب کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں اجازت دیدو اور انہیں جنت کی خوشخبری دیدو میں عمر کے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو آنے کی اجازت دی اور آپ ﷺ آپ کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر گئے اور رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب منڈیر پر بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں کنویں میں لٹکا لیے۔ میں پھر لوٹ آیا اور بیٹھ گیا اور میں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کے ساتھ یعنی میرے بھائی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اس کو لے آئے گا اس لمحے ایک انسان نے آکر دروازے کو حرکت دی میں نے کہا کہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ میں نے کہا کہ ٹھہریے اور میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی آپ ﷺ نے کہا

کہ انہیں اجازت دیدو اور جنت کی خوشخبری دیدو ایک آزمائش کے ساتھ جوان کو پہنچے گی۔ میں آیا اور میں نے کہا کہ داخل ہو جاؤ اور تمہیں رسول اللہ ﷺ جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اس ابتلاء کے ساتھ جو تمہیں پیش آئے گا۔ وہ داخل ہوئے اور انہوں نے منڈیر کو پر پایا تو وہ ان کے سامنے دوسری جانب بیٹھ گئے۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان کے بیٹھنے کی تاویل ان کی قبروں سے کرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دروازے کی دربانی کا حکم دیا اور اسی روایت میں ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بشارت ملی تو انہوں نے اللہ کی حمد کی اور کہا کہ اللہ مدد کرنے والا ہے۔

وجہ کے معنی توجہ، یعنی متوجہ ہوئے۔ بئیر اریس : اریس کا لفظ بعض منصرف پڑھتے ہیں اور بعض غیر منصرف، مدینہ منورہ کا ایک کنواں ہے۔ قف : کنویں کی منڈیر علی رسلک ٹھہریے۔

تخریج حدیث (۷۰۹): صحيح البخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب قوله كنت متخذا خليلاً . صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل عثمان بن عفان رضي الله عنه .

کلمات حدیث: فخرجت على اثره : میں آپ ﷺ کے پیچھے نکلا۔ دخل بیئر اریس : آپ ﷺ اس باغ میں داخل ہوئے جس میں بئیر اریس واقع تھا۔ ساقیه : آپ ﷺ کی دونوں پنڈلیاں۔ ساق واحد : بلوى ابتلاء .

شرح حدیث: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور کی خدمت میں حاضری کے ہر وقت مشتاق رہتے اور جب موقعہ ملتا تو آپ کے اعمال وافعال کو غور سے اور توجہ سے دیکھتے اور ان کو اسی طرح اپنے صفحۂ قلب پر محفوظ کر لیتے اور اسی طرح آپ ﷺ کے فرمودات کو یاد کر لیتے اور حرص کرتے کہ جس طرح آپ ﷺ کریں اسی طرح کریں اور ہر ہر عمل میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے اپنی پنڈلیاں کھول لیں اور ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی جنت کی بشارت دی اور بطور معجزہ ان کو پیش آنے والے ابتلاء کی خبر دی۔

(فتح الباري : ٢/ ٤١٠ ـ إرشاد الساري : ٨/ ١٦٥ ـ عمدة القاري : ١٦/ ٢٦٢)

****

کلمۂ توحید کی گواہی دینے والوں کے لیے جنت کی بشارت

۷۱۰۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ اَظْهُرِنَا فَاَبْطَأَ عَلَيْنَا وَخَشِيْنَا اَنْ يُقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتَيْتُ حَائِطًا لِّلْاَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِهٖ هَلْ اَجِدُ لَهٗ بَابًا؟ فَلَمْ اَجِدْ فَاِذَا

رَبِيعٌ يَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَآئِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَهُ وَالرَّبِيعُ الْجَدْوَلُ الصَّغِيرُ فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "اَبُوْهُرَيْرَةَ؟ "فَقُلْتُ : نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ : مَاشَأْنُكَ" قُلْتُ : كُنْتَ بَيْنَ ظَهْرِيْنَا فَقُمْتَ فَاَبْطَأْتَ عَلَيْنَا فَخَشِيْنَا اَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَاَتَيْتُ هٰذَا الْحَآئِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهٰؤُلَآءِ النَّاسُ . وَرَآئِيْ : فَقَالَ : "يَا اَبَا هُرَيْرَةَ!!" وَاَعْطَانِيْ نَعْلَيْهِ فَقَالَ : "اِذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيْتَ مِنْ وَرَآءِ هٰذَا الْحَآئِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ...... مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُه' فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

" الرَّبِيعُ " النَّهْرُ الصَّغِيرُ وَهُوَ الْجَدْوَلُ بِفَتْحِ الْجِيْمِ" كَمَا فَسَّرَه' فِي الْحَدِيْثِ :" وَقَوْلُه' "اِحْتَفَزْتُ" رُوِيَ بِالرَّآءِ وَبِالزَّايِ وَمَعْنَاهُ بِالزَّايِ : تَضَامَمْتُ وَتَصَاغَرْتُ حَتّٰى اَمْكَنَنِيَ الدُّخُوْلُ .

(۷۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بعض افراد رسول اللہ ﷺ کے اردگرد بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ ابوبکر اور عمر بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر تشریف لے گئے اور خاصی دیر ہوگئی ہم ڈر گئے کہ ہماری غیر موجودگی میں آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ ہم گھبرا گئے اور ہم اٹھے اور میں پہلا گھبرانے والا تھا پس میں آپ ﷺ کو تلاش کرنے نکل پڑا۔ یہاں تک کہ میں بنی نجار میں انصار کے ایک باغ کے قریب پہنچا میں اس کے گرد گھوما کہ مجھے دروازہ مل جائے جو مجھے نہ ملا میں نے دیکھا کہ ایک نالہ ہے جو بیرونی کنویں سے باغ کے اندر جا رہا تھا۔ ربیع پانی کے چھوٹے نالہ کو کہتے ہیں۔ میں اس میں سے سمٹ کر داخل ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمارے درمیان تشریف رکھتے تھے پھر آپ اٹھ کر چلے آئے آپ ﷺ نے ہمارے پاس واپس آنے میں دیر کی۔ ہمیں ڈر ہوا کہ ہماری غیر موجودگی میں آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اس پر ہم گھبرائے اور ان میں سب سے پہلے میں گھبرایا۔ میں اس باغ کے پاس آیا اور اس طرح سمٹا جس طرح لومڑی سمٹتی ہے اور یہ لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ پھر آپ ﷺ نے مجھے اپنے نعلین عطا فرمائے اور فرمایا ان کو لے جاؤ اور جو تمہیں اس دیوار کے پیچھے سے اس حال میں ملے کہ وہ دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہو اس کی جنت کی خوشخبری دیدو۔ اس کے بعد پوری حدیث ذکر کی۔ (مسلم)

الربیع : نہر صغیر۔ جدول : پانی کا راستہ۔ احتفزت : میں سکڑا اور سمٹا اور داخل ہو گیا۔

تخریج حدیث (۷۱۰): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعا.

کلمات حدیث: من بین اظهرنا : ہمارے درمیان سے۔ فأبطأ علینا : ہمارے پاس واپس آنے میں دیر کر دی۔ جوف حائط : باغ کے اندر۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے صحابہ کی ایک جماعت تھی جن میں ابوبکر و عمر بھی تھے اور خود راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ مجلس سے اٹھ کر تشریف لے گئے خاصی دیر ہوگئی تو صحابہ کرام پریشان ہو

گئے اور گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ کہیں کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن آپ کو کوئی گزند نہ پہنچائے۔ اٹھ کر آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے حضرت ابو ہریرہ آگے آگے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ ایک باغ میں داخل ہوئے وہاں آپ کو بیٹھا ہوا پایا آپ ﷺ نے نعلین مبارک ان کو دیئے اور فرمایا جو تمہیں ملے کہ قلب کے یقین کے ساتھ اللہ کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہوا سے جنت کی خوشخبری سنادو۔

یہ حدیث دلیل ہے اس امر پر کہ توحید کے اعتقاد کے لیے دل سے یقین اور زبان سے اقرار دونوں ضروری ہیں اور دونوں میں سے ایک کافی نہیں ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی : ۱/۲۱۰)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت کا واقعہ

۷۱۱۔ وَعَنِ ابْنِ شَمَاسَةَ قَالَ : حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ فِيْ سِيَاقَةِ الْمَوْتِ فَبَكَىٰ طَوِيْلاً وَحَوَّلَ وَجْهَهٗ إِلَى الْجِدَارِ فَجَعَلَ ابْنُهٗ يَقُوْلُ يَا اَبَتَاهُ اَمَا بَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ : إِنَّ اَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، إِنِّيْ قَدْ كُنْتُ عَلٰى اَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ : لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَمَا اَحَدٌ اَشَدُّ بُغْضًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّيْ وَلَا اَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ قَدِ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهٗ، فَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ الْإِسْلَامَ فِيْ قَلْبِيْ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اُبْسُطْ يَمِيْنَكَ فَلْاُبَايِعْكَ : فَبَسَطَ يَمِيْنَهٗ فَقَبَضْتُ يَدِيْ فَقَالَ : "مَالَكَ يَا عَمْرُو"؟ قُلْتُ : اَرَدْتُ اَنْ اَشْتَرِطَ قَالَ : تَشْتَرِطُ مَاذَا؟ قُلْتُ اَنْ يُغْفَرَ لِيْ قَالَ : اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا، وَاَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ؟ وَمَا كَانَ اَحَدٌ اَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا اَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ، وَمَا كُنْتُ اُطِيْقُ اَنْ اَمْلَاَ عَيْنِيْ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهٗ، وَلَوْ سُئِلْتُ اَنْ اَصِفَهٗ مَا اَطَقْتُ لِاَنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَمْلَاُ عَيْنِيْ مِنْهُ وَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ وُلِّيْنَا اَشْيَاءَ مَا اَدْرِيْ مَا حَالِيْ فِيْهَا؟ فَإِذَا اَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبَنِّيْ نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ فَإِذَا دَفَنْتُمُوْنِيْ فَشُنُّوْا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا، ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَوْلَ قَبْرِيْ قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰى اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ وَاَنْظُرَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

" قَوْلُهٗ " شُنُّوْا " رُوِيَ بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالْمُهْمَلَةِ : اَيْ صُبُّوْهُ قَلِيْلاً قَلِيْلاً : وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ .

(۷۱۱) حضرت ابن شماسہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت ان کے پاس میں موجود تھے۔ وہ دیر تک روتے رہے اور دیوار کی طرف منہ کر لیا۔ ان کے صاحبزادے نے کہا کہ اے ابا جان کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے یہ خوشخبری نہیں دی؟ آپ نے اپنا رُخ ادھر کیا اور فرمایا کہ سب سے بہترین چیز ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت کو سمجھتے ہیں۔ زندگی میں مجھ پر تین ادوار گزرے ہیں۔ میری ایک حالت یہ تھی کہ مجھ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی نفرت کرنے والا نہ تھا مجھے یہ بات

سب سے محبوب تھی کہ میرا بس چلے تو میں آپ ﷺ کو قتل کردوں، اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو جہنمی ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اپنا داہنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ ﷺ سے بیعت کرتا ہوں آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا داہنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرو کیا ہوا میں نے عرض کیا کہ میرا ارادہ آپ ﷺ سے ایک شرط طے کرنے کا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کیا شرط ہے میں نے کہا کہ میری مغفرت ہوجائے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام اپنے ماقبل کے گناہوں کو مٹادیتا ہے، ہجرت اپنے سے پہلے گناہوں کو مٹادیتی ہے اور حج اپنے ماقبل کے گناہوں کو مٹادیتا ہے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہ تھا اور نہ آپ ﷺ سے بڑھ کر عظمت والا میری نگاہ میں کوئی اور تھا اور آپ ﷺ کے رعب کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا اور اگر مجھ سے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک بیان کرنے کو کہا جائے تو میں اس کی ہمت نہیں رکھتا کیونکہ میں نے آپ ﷺ کو نظر بھر کر دیکھا ہی نہیں۔ اگر اس حالت میں میری موت آتی تو مجھے امید ہوتی کہ میں جنت میں جاتا، پھر ہم بعض چیزوں پر نگران بنائے گئے مجھے نہیں معلوم میرا ان میں کیا حال ہوگا؟ جب میں فوت ہوجاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی عورت نہ ہو اور نہ آگ ہو۔ جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر تھوڑی تھوڑی کرکے مٹی ڈالنا اور میری قبر کے اردگرد اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کرکے اس کا گوشت بانٹا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس حاصل کروں اور دیکھ لوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے قاصدوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں۔ (مسلم)

شنوا : تھوڑی تھوڑی کرکے مٹی ڈالو۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث (۷۱۱): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یهدم ما قبله .

کلمات حدیث: فی سیاق الموت : موت کے قریب۔ اطباق ثلاث : تین حالات۔ نائحة : میت کے اوصاف بیان کرکے اس پر رونے والی، ماتم کرنے والی جمع نائحات .

شرح حدیث: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے تین ادوار بیان فرمائے اور ان میں سے بہترین دور اس کو زمانے کو قرار دیا جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزرا اور آپ ﷺ کی محبت سے سرفراز ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد امارت و سیادت میں مصروف ہوئے اور حصہ زندگی کے بارے میں تامل فرمایا کہ کہیں دنیا کے کاموں میں مصروف ہوکر اللہ اور اللہ کے رسول کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ ہوئی ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک بہت اہمیت کی حامل ہے اور دین کی بہت سی اہم باتیں بیان ہوئی ہیں اسلام ہجرت اور حج سے پہلے کیے ہوئے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ علماء نے فرمایا ہے کہ گناہوں سے مراد حقوق اللہ ہیں حقوق العباد کی ادائیگی اسلام لانے کے بعد بھی لازم ہے۔ جس شخص کی موت کا وقت قریب ہو اس کے سامنے اللہ کی رحمت اور اس کے فضل و کرم کا ذکر کرنا مستحب ہے۔ نیاحت یعنی مرنے والے پر رونا پیٹنا حرام ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۱۷/۲ ۔ روضة المتقین : ۲۵٤/۲ ۔ دلیل الفالحین : ۱۷۰/۳)

البَابُ (٩٦)

بَابُ وَدَاعِ الصَّاحِبِ وَوَصِيَّتُهُ عِنْدَ فِرَاقِهِ لِسَفَرٍ وَغَيْرِهٖ وَالدُّعَاءِ لَهٗ وَطَلَبِ الدُّعَاءِ مِنْهُ

ساتھی کو رخصت کرنا اور سفر وغیرہ کی جدائی کے وقت اس کے لیے دعا کرنا اور اس سے دعا کی درخواست کرنا اور اس کا استحباب

انبیاء علیہم السلام کا موت کے وقت اولاد کو وصیت کرنا

۲۵۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَوَصَّىٰ بِهَآ إِبْرَٰهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَٰبَنِىَّ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصْطَفَىٰ لَكُمُ ٱلدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ ٱلْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنۢ بَعْدِى قَالُوا۟ نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ ءَابَآئِكَ إِبْرَٰهِۦمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ ﴿١٣٣﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اس بات کی وصیت کی یعقوب نے بھی کہا کہ اے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لیے اس دین کو پسند کر لیا ہے، پس جب تمہیں موت آئے تو اس حال میں آئے کہ تم مسلمان ہو، کیا تم اس وقت حاضر تھے۔ جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے انہوں نے کہا کہ ہم تمہارے اور تمہارے باپ دادا ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک ہے اور ہم اس کے فرماں بردار ہیں۔ (البقرۃ: ۱۳۲)

تفسیری نکات: آیت کریمہ سے پہلے ارشاد ہوا تھا کہ ملت ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور ایسی ملت کے تارک کو کیوں کر احمق نہ کہا جائے۔ جس کی یہ شان ہو کہ اسی کی بدولت ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو رسالت کے لیے منتخب کیا اور اس ملت کے دین کو انسانی فطرت کے مطابق بنایا کہ کوئی سلیم الفطرت انسان اس سے روگردانی نہیں کر سکتا دین ابراہیم کا مرکزی نقطہ توحید الٰہی اور ایک اللہ کی بندگی ہے جس کا اظہار حضرت ابراہیم نے ان الفاظ میں فرمایا: ﴿ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾ ''میں نے پروردگار عالم کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔'' اور یہی توحید اور ایک اللہ کی بندگی تمام آسمانی مذاہب کا نقطۂ اشتراک ہے۔ اسی لیے فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلْإِسْلَٰمُ ﴾

''دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت کی اور ان سے عہد لیا کہ اسلام کے سوا اور کسی ملت پر نہ مرنا مراد اس کی یہ ہے کہ اپنی

زندگی میں اسلام اور اسلامی تعلیمات پر پختگی سے عمل کرتے رہو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا خاتمہ بھی اسلام ہی پر فرمادے۔ جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ تم اپنی زندگی میں جس حالت کے پابند رہو گے اسی حالت پر تمہاری موت بھی ہوگی اور اسی حالت میں محشر میں اٹھائے جاؤ گے اللہ جل شانہٗ کی عادت یہی ہے کہ جو بندہ نیکی کا قصد کرتا ہے اور اس کے لیے اپنے مقدر کے مطابق کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیکی کی توفیق دیتے ہیں اور یہ کام اس کے لیے آسان کر دیتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ جس چیز کو وہ اصل دائمی اور لازوال دولت سمجھتے ہیں یعنی اسلام وہ ان کی اولاد کو پوری کی پوری مل جائے اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو آخری وقت میں وصیت فرمائی کہ ہمیشہ ملتِ اسلام پر قائم رہنا۔ یہی وصیت ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمائی کہ دیکھو تمہاری ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

یہ تو موضوع سے متعلق قرآن کریم کی آیت تھی۔ اس موضوع سے متعلق متعدد احادیث مروی ہیں ان میں سے ایک حضرت زید بن ارقم سے مروی حدیث ہے جو اس سے پہلے باب اکرام اہل بیت رسول اللہ ﷺ میں گزر چکی ہے۔ (معارف القرآن)

****

کتاب اللہ اور اہل بیت کے حقوق کی وصیت

۷۱۲. وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا حَدِيْثُ زَيْدِبْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الَّذِیْ سَبَقَ فِیْ بَابِ اِكْرَامِ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْنَا خَطِيْبًا فَحَمِدَاللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ: "اَمَّابَعْدُ، اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ رَسُوْلُ رَبِّیْ فَاُجِيْبَ وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا: كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ، فَخُذُوْا، بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ" فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ "وَاَهْلُ بَيْتِیْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَيْتِیْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ.

(۷۱۲) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا موعظت کی اور یاد دہانی فرمائی اور فرمایا کہ امابعد اے لوگو! میں بشر ہوں قریب ہے کہ اللہ کا فرستادہ میرے پاس آئے اور میں اس کو لبیک کہوں۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ جس میں نور اور ہدایت ہے۔ اللہ کی کتاب تھام لو اور مضبوطی سے پکڑ لو۔ غرض رسول اللہ ﷺ نے کتاب اللہ کے تھام لینے پر زور دیا اور اس کی رغبت دلائی۔ پھر فرمایا اور میرے اہل بیت۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔ (مسلم) یہ روایت مفصل صورت میں پہلے گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث (۷۱۲): صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فضائل علي رضي الله عنه.

راوی حدیث: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بنو خزرج سے تعلق تھا انصاری صحابی ہیں سترہ غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے

ساتھ شرکت کی۔ آپ سے ۱۹۰ احادیث مروی ہیں ۶۸ھ میں انتقال فرمایا۔

کلمات حدیث: نقلین : دو بھاری اور نفیس چیزیں یعنی اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت۔ استمسکوا به: اسے خوب چمٹے رہو، اسے اچھی طرح تھامے رہو۔ إمساك : (باب افعال) روک۔ استمساك (باب استفعال) خوب مضبوطی سے پکڑنا۔ رغب فيه : اس سے ترغیب دلائی۔ رغب رغبا (باب سمع) چاہنا خواہش کرنا۔ مرغوب : مطلوب، جمع مراغب۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ سے اس دنیا سے روانگی سے قبل صحابہ کرام کو اور ان کے توسط سے پوری امت کو وصیت فرمائی کہ دو اہم اور نفیس چیزوں کو بہت مضبوطی سے تھام لو قرآن کریم اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے: عضوا علیہا بالنواجذ اپنے پچھلے دانتوں سے انہیں مضبوطی سے پکڑ لو۔ اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت، یعنی اہل بیت سے تعلق محبت اور ان کے ساتھ تعاون۔ یہ حدیث اس سے پہلے (حدیث ۳۴۷) گزر چکی ہے۔

(دليل الفالحين : ۱۷۵/۳۔ نزهة المتقين : ۱/ ۵۷۰)

دین کی تبلیغ کرنے کی وصیت

۷۱۳۔ وَعَنْ اَبِیْ سُلَیْمَانَ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَاَقَمْنَا عِنْدَه' عِشْرِيْنَ لَيْلَةً، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَظَنَّ اَنَّا قَدِاشْتَقْنَا اَهْلَنَا فَسَاَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا مِنْ اَهْلِنَا فَاَخْبَرْنَاهُ، فَقَالَ : اِرْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَاَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَصَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا وَصَلُّوْا كَذَافِيْ حِيْنِ كَذَا، فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ : زَادَالْبُخَارِيُّ فِيْ رِوَايَةٍ لَه' "وَصَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ ."

قوله' : " رحيمًا رفيقًا "روى بفآءٍ وقافٍ، وروى بقافين .

(۷۱۳) حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کئی افراد جو عمر میں باہم قریب قریب الرحال تھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے بیس رات آپ کے پاس قیام کیا۔ رسول اللہ ﷺ بڑے مہربان اور نرم دل تھے۔ آپ ﷺ نے سمجھ لیا کہ ہمیں اپنے گھروں والوں کے پاس واپس جانے کا اشتیاق ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے پوچھا کہ اپنے گھر والوں میں کس کس کو چھوڑ کر آئے ہیں۔ ہم نے آپ کو تفصیل بتائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے اہل خانہ کے پاس واپس چلے جاؤ ان کے پاس رہو ان کو تعلیم دو اور حکم دو اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھو۔ جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور تم میں سے بڑا امامت کرائے۔ (متفق علیہ)

بخاری نے ایک روایت میں یہ الفاظ روایت کیے ہیں اور نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

کلماتِ حدیث (۷۱۳): رحیما رفیقا : رفیق بھی روایت ہے اور رقیق بھی روایت کیا گیا ہے۔

راوی حدیث: حضرت ابو سلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نو جوانوں کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ آپ سے ۱۵ احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں ۹۴ھ میں بصرہ میں انتقال کیا۔

کلماتِ حدیث: شبۃ : نو جوان، شاب کی جمع۔ اشتقنا : ہم کو شوق ہوا، ہم مشتاق ہوئے۔ اشتیاق (باب افتعال) مشتاق ہونا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ بڑے رحیم اور شفیق تھے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

﴿ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ﴾

''آپ (ﷺ) مؤمنین پر بڑے رحیم تھے۔''

نو جوانوں کی ایک جماعت خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی۔ ان نو جوانوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد بیس دن قیام کیا آپ ﷺ نے انہیں احکامِ اسلام کی تعلیم دی اور پھر جب آپ ﷺ نے محسوس فرمایا کہ انہیں اپنے گھر والے یاد آرہے ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں الوداعی نصیحتیں فرمائیں اور انہیں رخصت فرمایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا واپس جا کر اپنے اہل خانہ کو تعلیم دو اور دین کی باتیں سکھاؤ اور احکامِ اسلام پر عمل کی تاکید کرو۔ اور تم نے جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھو۔

قرآن کریم میں متعدد مرتبہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر نماز کی تفصیلات مذکور نہیں ہیں، یہ تمام تفصیلات جزئیات اور احکام رسول اللہ ﷺ نے اپنے اقوال واعمال سے بیان فرمائے ہیں اور یہاں بہت وضاحت سے ارشاد فرمایا کہ جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھو اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے اپنے مناسکِ حج اخذ کرلو۔ احکامِ اسلام قرآنِ کریم میں اجمالاً مذکور ہوئے ہیں ان کی مکمل تفصیل اور ان کی جملہ متعلقہ جزئیات کا بیان سنتِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوا ہے اور اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ سنت قرآن کا بیان ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو سنت کا منکر ہے وہ در حقیقت قرآن کا بھی منکر ہے کیونکہ رسول کی اطاعت اور انکے اسوۂ حسنہ کی پیروی کا حکم قرآن ہی نے دیا ہے۔ غرض قرآن اور سنت دونوں باہم لازم وملزوم ہیں اور دونوں مل کر شریعت ہیں۔

حدیثِ مبارک دین اسلام سیکھنے کے لیے سفر کرنے کی فضیلت اور اس کی اہمیت کی واضح دلیل ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ١٤٨/٥ ـ روضة المتقين : ٢٥٧/٢)

سفر پر جاتے وقت دعاء کی درخواست کرنا

۷۱۴. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِسْتَاذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَاذِنَ وَقَالَ "لَاتَنْسَانَا يَا اُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ فَقَالَ كَلِمَةً مَايَسُرُّنِي اَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ

: "اَشْرِکْنَا یَااُخَیَّ فِیْ دُعَائِکَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(۷۱۴) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عمرہ کی اجازت طلب کی آپ ﷺ نے اجازت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس جملہ سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جاتی تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی اور ایک اور روایت میں ہے کہ اے ہمارے پیارے اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی شریک کرنا۔ (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث(۷۱۴): سنن ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات .

کلماتِ حدیث: لا تنسانا : ہمیں نہ بھولنا۔ نسی نسیانا (باب سمع) بھولنا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ حج اور عمرے کے لیے جانے والوں سے دعا کی درخواست کرنی چاہیے کہ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے کس قدر محبت کے ساتھ پیش آتے تھے اور صحابہ کرام کے دلوں میں آپ ﷺ کی کس قدر عظمت و محبت تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ساری دنیا کی دولت بھی رسول اللہ ﷺ کے اس جملہ کے برابر نہیں ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱۷۷/۳)

یہ حدیث اس سے پہلے باب زیارة اہل الخیر میں گزر چکی ہے۔

رخصت کرتے وقت کی دعاء

۷۱۵. وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا کَانَ یَقُوْلُ لِلرَّجُلِ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا : اُدْنُ مِنِّیْ حَتّٰی اُوَدِّعَکَ کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوَدِّعُنَا فَیَقُوْلُ اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ، وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ، رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(۷۱۵) حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس شخص سے جو سفر کا ارادہ کرتا فرماتے کہ مجھ سے قریب ہو جاؤ کہ میں تمہیں الوداع کہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمیں الوداع کہتے تو آپ ﷺ الوداع کہتے تو فرماتے کہ میں تیرے دین کو تیری امانت کو اور تیرے آخری اعمال کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ (ترمذی)

ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث(۷۱۵): الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب ما یقول إذا ودع انسانا .

کلماتِ حدیث: ادن منی : میرے قریب ہو جاؤ۔ دنا دنواً (باب نصر) قریب ہونا۔ دنیا کو دنیا اس لیے کہا جاتا ہے کہ ہم اس وقت یہاں موجود ہے اور یہ بہ نسبتِ آخرت کے ہمارے قریب تر ہے۔ استودع اللہ: اللہ کے پاس ودیعت رکھتا ہوں، اللہ کی حفاظت میں دیتا ہوں۔ استودع : میں الوداع کہتا ہوں۔

شرحِ حدیث: حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی سفر کا ارادہ کرتا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے کہ میرے قریب آجاؤ میں تمہیں اس طرح رخصت کروں جس طرح رسول اللہ ﷺ رخصت فرمایا کرتے تھے۔ ابن حبان کی روایت میں ہے کہ مجاہد کا بیان ہے کہ میں نے اور ایک شخص نے عراق کا ارادہ کیا ہم روانہ ہونے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے ساتھ آئے اور رخصت ہوتے وقت فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ میں تمہیں دے دوں لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی شئے اللہ کی حفاظت میں رکھوا دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ میں تم دونوں کا دین امانت اور خواتیم اعمال اللہ کے پاس ودیعت رکھواتا ہوں۔ امانت سے مراد اہل وعیال ہیں اور خواتیم اعمال سے مراد زندگی کے آخری اعمال ہیں۔ مناوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مستحب یہ ہے کہ مسافر سفر سے پہلے کوئی اچھا عمل کرے مثلاً یہ کہ توبہ کرے تو افل پڑھے اور صدقہ دے۔ (تحفة الاحوذي : ٧/٣٧٤۔ روضة المتقين : ٢/٢٥٨۔ دليل الفالحين : ٣/١٧٨)

لشکر روانہ کرتے وقت کی دعاء

٧١٦. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوَدِّعَ الْجَيْشَ يَقُوْلُ "أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ، وَأَمَانَتَكُمْ، وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

(٧١٦) حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر کے الوداع کہنے کا ارادہ فرماتے تو کہتے کہ میں تمہارے دین کو تمہاری امانت کو اور تمہارے اختتامی اعمال کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ (یہ حدیث صحیح اور اسے ابوداؤد وغیرہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (٧١٦): سنن ابی داؤد، كتاب الجهاد، باب الدعاء عند الوداع.

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ عنہ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے اور والد کے ساتھ اسلام قبول کیا بیعت رضوان میں شرکت کی اس وقت ان کی عمر سترہ سال تھی۔ آپ سے ٢٧ ١ احادیث مروی ہیں، کوفہ میں انتقال فرمایا۔

(الاصابة في تمييز الصحابة)

کلماتِ حدیث: خواتيم عملك : تیرے آخری اعمال۔ خواتیم جمع ہے واحد خاتم ہے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر کو رخصت فرماتے تو ان اصحاب لشکر کو مخاطب کر کے فرماتے کہ میں تمہارے دین کو تمہاری امانتوں کو اور تمہارے آخری اعمال کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ یعنی تمہارا دین محفوظ رہے تمہاری امانتیں یعنی مال ومتاع اور اہل و عیال با حفاظت رہیں اور اللہ کرے کہ تمہارے اعمال ہمیشہ اچھے اعمال رہیں جن میں غرض وغایت صرف اللہ کی رضا ہو، یہاں تک کہ تمہاری موت آجائے اور تم اعمالِ صالحہ پر قائم رہو۔ (روضة المتقين : ٢/٢٦٠)

سفر میں بھی تقویٰ پر قائم رہا جائے

۷۱۷. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ سَفَرًا فَزَوِّدْنِيْ، فَقَالَ : "زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى" قَالَ زِدْنِيْ، قَالَ :"وَغَفَرَ ذَنْبَكَ" قَالَ : زِدْنِيْ، قَالَ : "وَيَسَّرَلَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۷۱۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! سفر کا ارادہ ہے آپ ﷺ مجھے توشہ سفر عنایت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تقویٰ کو تمہارے لیے زادِ راہ بنائے۔ اس نے کہا کہ کچھ اور فرمایئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تمہارے گناہ معاف کرے اس نے پھر کہا کہ یارسول اللہ اس میں زیادتی کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جہاں بھی ہو تمہارے لیے بھلائی کو آسان فرمادے۔ (ترمذی)

اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (۷۱۷): الجامع للترمذی، ابواب الدعوات .

کلماتِ حدیث: زودك اللّٰه: اللہ تیرے لیے زادِ راہ بنائے۔ زود: توشہ دینا، زادِ سفر دینا۔ تزوید: زادِ راہ دینا۔ زاد: کھانے پینے کی اشیاء جو سفر میں ساتھ رکھی جائیں۔

شرحِ حدیث: مسافر جب سفر پر روانہ ہوتا ہے تو وہ کھانا پینا اور ایسی چیزیں اپنے ساتھ لے لیتا ہے جن کی سفر میں ضرورت پیش آئے اور منزل پر پہنچ کر ان کی حاجت پیش آئے اللہ کے یہاں جانا بھی ایک سفر ہے اور اس سفر کا زادِ راہ تقویٰ ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ ﴾

''زادِ راہ ساتھ لے لو اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔''

ایک شخص خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ! سفر کا ارادہ ہے آپ مجھے زادِ راہ عنایت فرمادیجیے۔ (یعنی نصیحت کردیجیے) اور دعاء فرمادیجیے جو میرے لیے سفر میں خیر و برکت کا باعث ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تمہارے لیے زادِ راہ بنائے۔ اس نے کہا کچھ اور بھی فرمایئے آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تمہاری مغفرت کرے اس نے پھر کہا کہ کچھ اور فرمایئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جہاں کہیں پہنچو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے خیر کے کاموں کو آسان فرمادے اور دنیا اور آخرت کی خیر حاصل ہو۔

(تحفة الأحوذي : ۳۷٦/۷ ۔ روضة المتقين : ۲٦۰/۲)

☆......☆......☆......☆......☆

الباب (۹۷)

بَابُ الْاِسْتِخَارَةِ وَالْمُشَاوَرَةِ

استخارہ اور مشورہ کا بیان

۲۶۰. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ کرتے رہیے۔'' (آل عمران: ۱۵۹)

۲۶۱. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ﴾ اَیْ يَتَشَاوَرُوْنَ بَيْنَهُمْ فِيْهِ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔'' (الشوریٰ: ۳۸) یعنی آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔

تفسیری نکات: ان آیاتِ کریمہ میں سے پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اپنے معاملے میں ان سے مشورہ کرتے رہیے اور دوسری آیت میں مسلمانوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے کام آپس کے مشورہ سے کرتے ہیں۔ دونوں جگہوں پر مشورہ کے ساتھ امر کا لفظ مذکور ہے۔ ہر مہتم بالشان قول اور فعل کو امر کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو جن کاموں میں وحی ہوتی تھی وہ آپ ﷺ وحی کے مطابق انجام دیتے اور جو امور اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ ﷺ کی صوابدید پر چھوڑ دیئے جاتے آپ ان میں مشورہ فرماتے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے موقعہ پر مشورہ فرمایا۔ اور بہت مرتبہ آپ ﷺ نے اپنی رائے کے برخلاف مشورہ دینے والوں کی رائے پر عمل فرمایا۔ بعد میں صحابہ کرام کا بھی یہی معمول رہا کہ تمام معاملات میں باہم مشورہ کیا کرتے تھے۔ مشورہ عام ہے خانگی معاملات ہو یا ازدواجی۔ معاشرتی مسائل ہوں یا امورِ مملکت ہر جگہ مشورہ مستحسن اور مستحب ہے۔ (معارف القرآن)

****

استخارہ کی اہمیت

۷۱۸. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَالسُّوْرَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ، يَقُوْلُ: اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لِيَقُلْ! اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَاَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ: اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ" اَوْقَالَ: عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ

تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْقَالَ : عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ، وَاقْدُرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ ." قَالَ وَیُسَمِّیْ حَاجَتَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

(۷۱۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ہر معاملے میں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جیسے قرآن کریم کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو وہ فرض نماز کے علاوہ دو رکعت پڑھے پھر کہے کہ اے اللہ میں تیرے علم کے ساتھ تجھ سے بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری طاقت کے ذریعے سے تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں اس لیے کہ تو قدرت رکھنے والا ہے اور میرے اندر کوئی طاقت نہیں تو علم والا ہے اور میں بے علم ہوں اور تو تمام غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین معاش انجام کار کے اعتبار سے میرے لیے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر فرما۔ یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ اگر یہ کام دنیا اور آخرت کے لحاظ سے بہتر ہے تو تو اسے میرے لیے مقدر فرما دے اور اس کے کرنے کو میرے لیے آسان فرما دے پھر میرے لیے اس میں برکت ڈال دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین معاش انجام کار کے لحاظ سے میرے لیے برا یا دنیا اور آخرت کے لحاظ سے برا ہے تو اس کو مجھ سے دور فرما دے اور مجھ کو اس سے دور کر دے اور مجھے بھلائی مقدر فرما جہاں بھی وہ ہے پھر میرے لیے اس پر راضی کر دے۔ اس کے بعد اپنی ضرورت کا ذکر کرے۔

تخریج حدیث (۷۱۸): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب ما جاء في التطوع مثنى مثنى .

کلمات حدیث: الاستخارة : طلبِ خیر کرنا، اللہ سے امر خیر کی جانب راہنمائی طلب کرنا۔ استخار استخارة (باب استفعال) طلب خیر کرنا۔ عاجل امری و آجلہ : میرا وہ کام جو جلد ہونے والا یا بعد میں ہونے والا ہے۔

شرح حدیث: فرائض و واجبات اور جو امور شریعت نے مقرر فرما دیے ہیں ان میں استخارہ نہیں ہے بلکہ احکام شریعت کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا کام ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے اس میں بھی استخارہ نہیں ہے بلکہ اس کو نہ کرنا لازم ہے۔ صرف مباح امور میں استخارہ کیا جاتا ہے مثلاً کسی کو کہیں سفر کرنا ہے تو وہ یہ استخارہ کرے کہ سفر کرے یا نہ کرے۔ فوراً اس سفر پر جائے یا بعد میں کسی وقت جائے یا مثلاً بچی کے نکاح کے دو جگہ سے پیغام ہیں اس پیغام کو قبول کرے یا دوسرے پیغام کو قبول کرے یہ اور اس طرح کے دیگر مباح امور میں استخارہ کرنا چاہیے۔

استخارہ کے لیے فرض نماز کے علاوہ دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعاء پڑھنی چاہیے۔ اگر تحیۃ المسجد کے ساتھ استخارہ کی نیت کر لی جائے تب بھی درست ہے۔ استخارہ کے بعد جس امر پر یا جس پہلو پر قلب مطمئن ہو کر لینا چاہیے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ استخارہ کے لیے رات کا ہونا یا خواب دیکھنا یا کوئی غیبی اشارہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ ضروری چیز دو رکعت نماز پڑھنا اور استخارہ کی دعا کرنا ہے۔ (فتح الباري : ١/٧٢٦۔ روضة المتقين : ٢/٢٦٢)

☆☆☆☆☆

البَابُ (۹۸)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الذَّهَابِ اِلَى الْعِيْدِ وَعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَالْحَجِّ وَالْغَزْوِ وَالْجَنَازَةِ وَنَحْوِهَا مِنْ طَرِيْقٍ وَالرُّجُوْعِ مِنْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ لِتَكْثِيْرِ مَوَاضِعِ الْعِبَادَةِ

نمازِ عید، مریض کی عیادت، حج، جہاد اور جنازہ وغیرہ کے لیے ایک راستے سے جانے اور دوسرے راستے سے واپس آنے (تاکہ مواضع عبادت بکثرت ہو جائیں) کا استحباب

عید کے دن آتے جاتے راستہ تبدیل کرنا

۷۱۹. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

" قَوْلُه " " خَالَفَ الطَّرِيْقَ ": يَعْنِيْ ذَهَبَ فِيْ طَرِيْقٍ، وَرَجَعَ فِيْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ.

(۷۱۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید کے روز راستہ بدلا کرتے تھے۔ (بخاری) یعنی ایک راستے سے جاتے اور دوسرے راستے سے آیا کرتے تھے۔

تخریج حدیث (۷۱۹): صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب من خالف الطريق إذا رجع يوم عيد .

کلمات حدیث: خالف الطريق : آپ ﷺ نے راستہ بدلا۔ خالف مخالفة (باب مفاعلہ) خلاف کرنا، برخلاف کرنا۔

شرح حدیث: عید کے دن نمازِ عید کے لیے جانے اور آنے میں مستحب یہ ہے کہ ایک راستہ سے جائے اور دوسرے راستے سے واپس آئے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا مقتضا یہی ہے امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ راستہ بدلنے میں حکمت یہ ہے کہ عبادت کے مقامات کی کثرت ہو جائے۔ یعنی جاتے ہوئے جو مقامات آئے ان میں یہ جانے والا عبادت کرنے والا تھا اور واپسی پر جب دوسرے مقامات سے آیا تو ان مقامات پر بطور عابد گزر رہا اور اس طرح اس کے مقامات عبادت میں اضافہ ہو گیا کیونکہ قیامت کے روز دونوں طرف کے راستے گواہی دیں گے کہ اللہ کا بندہ اللہ کی عبادت کے لیے یہاں سے گزرا تھا، اور عیدین کے روز تکبیرات مسنون ہیں تو دونوں طرف کے راستے اللہ کے ذکر سے معمور ہو جائیں گے۔ (فتح الباري : ۶۶۲/۱۔ روضة المتقين : ۲۲٤/۲۔ دليل الفالحين : ۱۸۳/۳)

رسول اللہ ﷺ نے حج کے لیے آتے جاتے راستہ تبدیل فرمایا

۷۲۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيْقِ الْمُعَرَّسِ وَاِذَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا ! " وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۲۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ شجرہ کے راستے سے باہر نکلتے اور معرس کے راستے سے داخل ہوتے اور جب مکہ میں داخل ہوتے ثنیہ علیا (اوپر کی کھائی) سے داخل ہوتے اور ثنیہ سفلی (نچلی کھائی) کے راستے واپس آتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۷۲۰): صحیح البخاری، کتاب الحج، باب خروج النبي ﷺ عن طریق الشجرة . صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب دخول مکة من الثنیة العلیا والخروج منها من الثنیة السفلی .

کلمات حدیث: معرس : آخر شب میں قافلہ کے رکنے اور آرام کرنے کی جگہ۔ ایک مقام کا نام جو مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ الثنیة العلیا : حجون ثانی کو کہتے ہیں۔ الثنیة السفلی : ثنیہ دو پہاڑوں کے درمیان تنگ راستے کو کہتے ہیں۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ حج کے ارادے سے یا عمرے کے ارادے سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوتے تو آپ ﷺ شجرہ کے راستے سے روانہ ہوتے، شجرہ سے مراد ذوالحلیفہ ہے، جہاں سے رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا اور ذوالحلیفہ اہل مدینہ کی میقات ہے۔ شجرہ سے مراد وہ درخت ہے جس کے نیچے حضرت اسماء بنت عمیس کے یہاں حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اسماء کو کہیں کہ غسل کر کے احرام باندھ لیں۔ واللہ اعلم

اور جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ منورہ واپس آتے تو معرس سے داخل ہوتے جو مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ (فتح الباري : ۱/۸۸٦۔ روضة المتقین : ۲/۲٦٦۔ دلیل الفالحین : ۳/۱۸۳)

البَابُ (۹۹)

بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ تَقۡدِيۡمِ الۡيَمِيۡنِ فِيۡ كُلِّ مَاهُوَ مِنۡ بَابِ التَّكۡرِيۡمِ

نیک کاموں میں دائیں ہاتھ کو مقدم رکھنے کا استحباب

كَالۡوُضُوۡءِ وَالۡغُسۡلِ وَالتَّيَمُّمِ وَلُبۡسِ الثَّوۡبِ وَالنَّعۡلِ وَالۡخُفِّ وَالسَّرَاوِيۡلِ وَدُخُوۡلِ الۡمَسۡجِدِ، وَالسِّوَاكِ وَالۡاِكۡتِحَالِ وَتَقۡلِيۡمِ الۡاَظۡفَارِ، وَقَصِّ الشَّارِبِ، وَنَتۡفِ الۡاِبۡطِ وَحَلۡقِ الرَّأۡسِ وَالسَّلَامِ مِنَ الصَّلٰوةِ، وَالۡاَكۡلِ وَالشُّرۡبِ وَالۡمُصَافَحَةِ وَاسۡتِلَامِ الۡحَجَرِ الۡاَسۡوَدِ وَالۡخُرُوۡجِ مِنَ الۡخَلَآءِ وَالۡاَخۡذِ وَالۡعَطَاءِ وَغَيۡرِ ذٰلِكَ مِمَّا هُوَ فِيۡ مَعۡنَاهُ وَيُسۡتَحَبُّ تَقۡدِيۡمُ الۡيَسَارِ فِيۡ ضِدِ ذٰلِكَ كَالۡامتخاطِ وَالۡبُصَاقِ عَنِ الۡيَسَارِ وَدُخُوۡلِ الۡخَلَآءِ وَالۡخُرُوۡجِ مِنَ الۡمَسۡجِدِ وَخَلۡعِ الۡخُفِّ وَالنَّعۡلِ وَالسَّرَاوِيۡلِ وَالثَّوۡبِ وَالۡاِسۡتِنۡجَآءِ وَفِعۡلِ الۡمُسۡتَقۡذَرَاتِ وَاَشۡبَاهِ ذٰلِكَ.

جیسے: وضو، غسل، تیمم، کپڑا پہننا، جوتا پہننا، موزہ اور شلوار پہننا، مسجد میں آنا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن تراشنا، مونچھیں کتروانا، بغل کے بالوں کو اکھاڑنا، سر منڈانا، نماز سے سلام پھیرنا، کھانا پینا، مصافحہ کرنا، حجرِ اسود کا استلام کرنا، بیت الخلاء سے باہر آنا اور دینا اور لینا وغیرہ، اسی طرح بائیں ہاتھ کا مقدم کرنا ان امور کے برخلاف امور میں مستحب ہے جیسے: ناک صاف کرنا، تھوکنا، بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے باہر نکلنا، موزے جوتے شلوار اور کپڑے اتارنا، استنجاء کرنا، گندے کام کرنا اور اس طرح کے دوسرے کام۔

اہل جنت کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے

۲۶۲. قَالَ تَعَالٰى :

﴿ فَأَمَّا مَنۡ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ فَيَقُولُ هَآؤُمُ ٱقۡرَءُواْ كِتَٰبِيَهۡ ﴿١٩﴾ ﴾ الۡاٰيَة.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”جس شخص کو اس کے دائیں ہاتھ میں اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا وہ کہے گا کہ میرا نامۂ اعمال پڑھو۔“ (الحاقۃ: ۱۹)

۲۶۳. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ فَأَصۡحَٰبُ ٱلۡمَيۡمَنَةِ مَآ أَصۡحَٰبُ ٱلۡمَيۡمَنَةِ ﴿٨﴾ وَأَصۡحَٰبُ ٱلۡمَشۡـَٔمَةِ مَآ أَصۡحَٰبُ ٱلۡمَشۡـَٔمَةِ ﴿٩﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”پس دائیں ہاتھ والے دائیں ہاتھ والے ہیں اور بائیں ہاتھ والے بائیں ہاتھ والے ہیں۔“ (الواقعہ: ۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ کے وہ بندے جو روزِ قیامت سرفراز اور کامیاب ہوں گے ان کا نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ خوشی اور مسرت سے کہیں گے لو دیکھ لو اور اسے پڑھ لو۔ اس میں تمام کے تمام اعمالِ صالحہ اور ان کا بے

حساب اجر وثواب موجود ہے اور دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ کے کامیاب اور کامران بندے عرشِ الٰہی کے دائیں جانب ہوں گے یہ اہل جنت ہوں گے اور ان کے نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں ہوگا جبکہ اہل جہنم بائیں جانب ہوں گے اور ان کے نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں ہوں گے۔ (معارف القرآن)

آپ ﷺ اچھے کاموں کو دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے

۷۲۱۔ وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ، فِيْ طُهُوْرِهٖ، وَتَرَجُّلِهٖ، وَتَنَعُّلِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۲۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے تمام کاموں میں دائیں طرف سے کام کرنا پسند تھا، وضوء میں، کنگھی میں اور جوتے پہننے میں دائیں طرف سے ابتداء فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۷۲۱): صحيح البخارى، باب التيمن فى الوضوء والغسل . صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب التيمن فى الطهور وغيره.

کلماتِ حدیث: تیمن : دائیں ہاتھ سے کام کرنا اور دائیں طرف سے شروع کرنا۔ یمین : داہنا ہاتھ، برکت وقوت، جمع ایمان۔ الأیمن : داہنی طرف، دائیں جانب۔ یعجبه التیمن فی شأنه کله : آپ ﷺ اپنے ہر معاملہ میں دائیں جانب سے آغاز کو اور دائیں ہاتھ سے کام کرنے کو پسند فرماتے تھے۔

شرحِ حدیث: تمام اچھے کاموں میں دائیں ہاتھ، دائیں پیر اور دائیں جانب کو مقدم رکھنا مستحب ہے، رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں میں دائیں ہاتھ سے کام کرنے اور دائیں جانب سے آغاز کرنے کو پسند فرماتے تھے اور آپ حتی الوسع اسی طرح فرماتے تھے۔ سوائے بیت الخلاء میں جانے کے اور مسجد سے باہر آنے کے اور اسی طرح استنجاء اور ناک صاف کرنے کے وقت آپ بایاں ہاتھ استعمال فرماتے تھے۔

غرض تمام اچھے کاموں میں دائیں جانب سے شروع کرنا اور دائیں ہاتھ سے کام لینا مستحب ہے، کنگھی، غسل اور سر منڈانے میں سر کے دائیں حصے سے شروع کرنا مستحب ہے، جوتا اور موزہ بھی دائیں پیر میں پہلے پہننا مستحب ہے۔ وضو میں دایاں ہاتھ دایاں پیر پہلے دھونا مستحب ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے وضوء میں تیامن کی خلاف ورزی کی تو سنت کی خلاف ورزی کی اور اتباعِ سنت کے ثواب سے محروم رہا لیکن وضوء ہو جائے گا۔ (فتح الباري : ۱/۳۳۳۔ إرشاد الساري : ۱/۳۸۵۔ عمدة القاري : ۲/۴۳۸)

استنجاء اور دیگر گندے کاموں کو بائیں ہاتھ سے انجام دیا جائے

۷۲۲۔ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهٖ وَطَعَامِهٖ، وَكَانَتِ

الْيُسْرٰى لِخَلَائِهٖ وَمَا كَانَ مِنْ اَذًى حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاؤْدَ وَغَيْرُهٗ بِاسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۷۲۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا دایاں ہاتھ وضوء اور طعام کے لیے تھا اور بایاں ہاتھ استنجاء اوران کاموں میں استعمال ہوتا جن میں کوئی ناگواری ہوتی۔ (یہ حدیث صحیح ہے، اسے ابوداؤد وغیرہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۷۲۲): سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب کراهية مس الذكر باليمين في الاستبراء .

کلماتِ حدیث: اليمنى : داہنا ہاتھ۔ اليسرى : بایاں ہاتھ۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ وضوء اور غسل میں دائیں جانب سے آغاز کرتے یعنی دایاں ہاتھ اور دایاں پیر پہلے دھوتے اور دائیں ہاتھ سے کھانا تناول فرماتے کہ داہنے ہاتھ میں برکت ہے اور متکبر کافروں کی مخالفت ہے کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھاتے تھے اور استنجاء وغیرہ میں بایاں ہاتھ استعمال فرماتے تھے۔ حضرت قتادہ سے مروی ہے حدیث صحیح ہے کہ ''جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنے عضو کو داہنا ہاتھ نہ لگائے اور جب حاجت کے لیے جائے تو دائیں ہاتھ سے صفائی نہ کرے۔''

(روضة المتقين : ۲/ ۲٦۸۔ دليل الفالحين : ۳/ ۱۸۵)

میت کے غسل میں بھی دائیں جانب کو مقدم رکھے

۷۲۳۔ وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُنَّ فِيْ غُسْلِ ابْنَتِهٖ زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : ''اِبْدَءْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۲۳) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے غسل وفات کے بارے میں عورتوں سے فرمایا کہ داہنے اعضاء اور وضوء کے اعضاء سے ابتداء کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۷۲۳): صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل . صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب في غسل الميت .

راوی حدیث: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا نام نسیبہ بنت حارث ہے ہجرت سے قبل اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شرکت فرمائی جن میں وہ زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں، آپ سے ۴۰ احادیث مروی ہیں جن میں ۹ متفق علیہ ہیں۔

(دليل الفالحين : ۳/۱۸۷۔ الاصابة في تمييز الصحابة)

کلماتِ حدیث: میامن : دائیں جانب، دائیں اعضاء، میمنہ کی جمع: داہنا حصہ، داہنی طرف۔

شرحِ حدیث: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا زمانہ نبوت میں انتقال کر جانے والی عورتوں کو غسل دیا کرتی تھیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں کا انتقال ۸ھ میں ہوا تو حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں غسل دیا اور اس موقعہ پر آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ دائیں طرف سے غسل دینا شروع کریں۔

(روضة المتقين : ۳/ ۲٦۹ ـ دليل الفالحين : ۳/ ۱۸۷)

جوتا دائیں پاؤں میں پہلے پہنیں

۷۲۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَاْ بِالْيُمْنٰى وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَاْ بِالشِّمَالِ. لِتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۷۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں پیر سے ابتداء کرے اور جب اتارے تو پہلے بائیں پاؤں سے اتارے کہ جوتا پہنتے وقت دائیں پیر سے پہل کرے اور جوتا اتارتے وقت دائیں پیر سے آخر میں اتارے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۷۲۴): صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب ينزع نعل اليسرى . صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب إذا انتعل فليبدأ باليمين وإذا خلع فليبدأ بالشمال .

شرح حدیث: امام ابن العربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تمام اعمالِ صالحہ میں ابتداء بالیمین افضل ہے کیونکہ حسی طور پر دائیں جانب کو قوت اور تفوق حاصل ہے اور شرعاً اس کی تقدیم افضل اور مستحب ہے۔ خطابی نے فرمایا کہ جوتا انسان کے لیے باعث شرف وفضیلت ہے کہ انسان جوتا پہن کو اپنے پاؤں کو گندگی، آلودگی اور تکلیف دہ چیز سے بچالیتا ہے اس لیے پہننے میں جوتا پہلے دائیں پاؤں میں پہنے اور اتارتے وقت بائیں پیر سے جوتا اتارے تاکہ دائیں پیر میں جوتا زیادہ وقت رہے۔ جبکہ بیت الخلاء میں جاتے وقت بایاں پاؤں اندر رکھے اور نکلتے وقت دایاں پاؤں باہر نکالے تاکہ دائیں پاؤں کا بیت الخلاء کے اندر رہنے کا وقت کم ہوجائے اور اس طرح اس کی تکریم ہو جائے۔ (روضة المتقين : ۲/ ۲۷۰ ـ دليل الفالحين : ۳/ ۱۸۷)

کھانا پینا سیدھے ہاتھ سے ہونا چاہیے

۷۲۵. وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ يَمِيْنَهٗ لِطَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ، وَثِيَابِهٖ، وَيَجْعَلُ يَسَارَهٗ لِمَا سِوٰى ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَغَيْرُهٗ.

(۷۲۵) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ کھانے پینے اور کپڑے پہننے کے لیے استعمال کرتے تھے اور بایاں ہاتھ ان کاموں کے علاوہ تھا۔ (اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے اختیار کیا ہے)

تخریج حدیث(۷۲۵): سنن ابی داؤد، كتاب الطهارة، باب كراهية مس الذكر باليمين في الاستبراء .

راوی حدیث: حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ اس وقت قریش کعبۃ اللہ

کی تعمیر میں مصروف تھے پہلا نکاح خنیس بن صرافہ سے ہوا جو غزوۂ بدر یا احد میں زخمی ہونے کے بعد انتقال کر گئے ان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔ ۴۵ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

کلماتِ حدیث: کان يجعل يمينه : دائیں ہاتھ کو استعمال کرتے تھے۔ لما سوی ذلك : اس کے علاوہ۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کھانے پینے کی اشیاء دائیں ہاتھ سے لیتے اور دائیں ہاتھ سے تناول فرماتے اور اسی طرح لباس کو داہنے ہاتھ سے پکڑتے اور اسے پہننے میں دایاں ہاتھ استعمال فرماتے تھے۔ یعنی قمیص میں دایاں ہاتھ پہلے داخل فرماتے اور شلوار میں دایاں پیر پہلے داخل کرتے۔ یعنی ہر اس کام میں داہنا ہاتھ استعمال فرماتے جس میں کوئی شرف وفضیلت ہو اور ہر اس کام میں بایاں ہاتھ استعمال کرتے جس میں اذی کا اور اہانت کا پہلو ہو۔ (روضة المتقين : ۲/۲۷۰۔ دليل الفالحين : ۳/۱۸۸)

کپڑے پہننا وضوء کرنا بھی دائیں ہاتھ سے شروع کریں

۷۲٦۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا لَبِسْتُمْ وَاِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَأُوْا بِاَيَامِنِكُمْ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۷۲٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کپڑا پہنو یا وضو کرو تو دائیں اعضاء سے شروع کرو۔ (یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد اور ترمذی نے بسند صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۷۲٦): سنن ابی داؤد، كتاب اللباس، باب الانتعال . الجامع للترمذي، ابواب اللباس، باب ما جاء بأي رجل يبدأ إذا انتعل .

کلماتِ حدیث: بأيامنكم : اپنے داہنے اعضاء سے۔ ايامن : ایمن کی جمع، دائیں جانب، دایاں عضو۔ یمن کے معنی برکت کے ہیں اور تیمن کے معنی کسی شے سے حصولِ برکت کے ہیں۔ نیز تیمن کے معنی دائیں جانب سے یا دائیں اعضاء سے ابتداء کرنے کے ہیں۔

شرحِ حدیث: حدیث کا مقصود یہ ہے کہ دائیں اعضاء کو بائیں اعضاء پر ایک درجہ میں فضیلت حاصل ہے اس لیے دائیں اعضاء سے ابتداء افضل ہے۔ غرض ہر وہ کام جو کسی شرف اور فضیلت کا حامل ہو اسے دائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے اور اس میں تیامن کا لحاظ رکھنا چاہیے اور جو کام شرف وفضیلت کا حامل نہ ہو اسے بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے۔

(روضة المتقين : ۲/۲۷۱۔ دليل الفالحين : ۳/۱۸۹)

سر کے بال دائیں جانب سے منڈانا کٹوانا شروع کریں

۷۲۷۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى مِنًى فَاَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا، ثُمَّ اَتٰى مَنْزِلَهٗ بِمِنًى وَنَحَرَ ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ "خُذْ" وَاَشَارَ اِلٰى جَانِبِهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ الْاَيْسَرِ : ثُمَّ جَعَلَ

يُعْطِيْهِ النَّاسَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ" لَمَّا رَمَى الْجَمْرَةَ، وَنَحَرَ نُسُكَهُ وَحَلَقَ : نَاوَلَ الْحَلَّاقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ، ثُمَّ دَعَا اَبَا طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْاَيْسَرَ فَقَالَ : احْلِقْ" فَحَلَقَهُ فَاَعْطَاهُ اَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ: "اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ.

(۷۲۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ تشریف لائے اور جمرہ پر اسے کنکر مارے پھر منیٰ میں اپنے جائے قیام پر تشریف لائے اور قربانی فرمائی۔ پھر حلاق سے کہا کہ لو اور اپنے سر کے دائیں جانب اشارہ فرمایا اور پھر بائیں جانب اور پھر آپ ﷺ نے وہ بال لوگوں کو عطا فرما دیے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے جمرہ کو کنکریاں ماریں اپنی قربانی کا جانور ذبح کر لیا اور حلق کروانے لگے تو سر کی دائیں جانب حلاق کی طرف کی اس نے دائیں جانب حلق کر دیا آپ ﷺ نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ بال ان کو عطا فرما دیئے پھر آپ ﷺ نے سر کا بایاں حصہ حلاق کے آگے کیا اور فرمایا حلق کر دو اس نے حلق کر دیا آپ نے وہ بھی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیدیئے اور فرمایا انہیں لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔

تخریج حدیث (۷۲۷): صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الانسان . صحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان ان السنة يوم النحر ان يرمى ثم يحلق .

کلماتِ حدیث: الجمرة : جمرہ عقبہ منیٰ کا مشہور مقام، جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ خذ : لے لو۔ أخذ أخذا (باب نصر) سے امر کا صیغہ۔ مراد یہ ہے کہ سر مونڈو۔ نسكه : قربانی کا جانور۔ نسك : عبادت۔ نسك نسكا (باب نصر) جانور ذبح کیا۔ نسيكه : ذبیحہ۔ جمع نسك.

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ حجۃ الوداع کے موقعہ پر منیٰ تشریف لائے اور جمرہ عقبہ پر سات کنکریاں ماریں پھر منیٰ میں اپنی جائے قیام پر تشریف لائے اور اس جانور کی قربانی کی جو آپ ﷺ قربانی کے لیے ساتھ لائے تھے۔ (ہدی) ابن التین نے بیان فرمایا کہ آپ ﷺ نے مسجد کے قریب جمرہ اولیٰ کے پاس قربانی فرمائی اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر سات اونٹ ذبح فرمائے۔

آپ ﷺ نے سر کے داہنے حصے کی طرف اشارہ فرمایا کہ اسے مونڈھو اور پھر سر کا بایاں حصہ منڈوایا اور بال ابوطلحہ کو عطا فرمائے۔ جمہور علماء کے نزدیک سر کے دائیں حصے کا پہلے حلق کرانا مستحب ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عسقلانی نے بالوں کے دیئے جانے کے بارے میں متعدد روایات کے ذکر کرنے کے بعد ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپ ﷺ نے سر کے دائیں حصے کے بال حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیئے کہ انہیں لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیں اور بائیں حصے کے بال بھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیئے اور فرمایا کہ انہیں ام سلیم رضی اللہ عنہا (ابوطلحہ کی اہلیہ) کو دیدیں۔ (فتح الباري : ۱/۳۳٤۔ تحفة الأحوذي : ۳/۷۸۲۔ روضة المتقين : ۲/۲۷۱)

☆/☆/☆/☆/☆

کتاب آداب الطعام

الباب (۱۰۰)

كِتَابُ اٰدَابِ الطَّعَامِ بَابُ التَّسْمِيَةِ فِي اَوَّلِهٖ وَالْحَمْدُ فِي اٰخِرِهٖ
کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا اور کھانا کھانے کے بعد الحمدللہ کہنا

اللہ کا نام لے کر شروع کریں

۷۲۸. عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۲۸) حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا نام لو دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۲۸): صحیح البخاری، کتاب الاطعمه، باب التسمية على الطعام و الاكل باليمين . صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب آداب الطعام و الشرب و احكامهما .

کلمات حدیث: بسم الله : اللہ کا نام لو، یعنی بسم اللہ پڑھو۔ اسم نام جمع اسماء۔ اسماء اللّٰه الحسنی : اللہ کے بہترین نام۔ سمی تسمية : (باب تفعیل) نام رکھنا۔ سم : صیغہ امر، نام لو۔ سم اللّٰه : اللہ کا نام لو۔

شرح حدیث: عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ کے پہلے شوہر سے صاحبزادے رسول اللہ ﷺ کے ربیب بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو۔ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو، داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ اگر ایک ہی برتن میں مختلف النوع کھانے ہوں تو آدمی اپنا ہاتھ ان کھانوں کی جانب بڑھا سکتا ہے۔

یہ حدیث اس سے پہلے (حدیث ۳۸) میں گزر چکی ہے۔

(تحفة الاحوذي : ۶۰۶/۵۔ روضة المتقين : ۲۷۳/۲۔ دليل الفالحين : ۱۲۱/۳)

شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو یہ پڑھے

۷۲۹. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اَوَّلِهٖ فان نسی فَلْيَقُلْ : بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ"، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۷۲۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اللہ کا نام لے اگر کھانے کے شروع میں اللہ کا نام لینا بھول جائے تو یہ کہہ لے بسم اللہ اولہ وآخرہ (اللہ ہی کا نام ہے پہلے بھی اور آخر میں بھی) ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث (۷۲۹): سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمہ، باب التسمیة علی الطعام. الجامع للترمذی، ابواب الاطعمه، باب ما جاء فی التسمیة علی الطعام.

شرح حدیث: کھانا یا پینا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا مستحب ہے۔ اگر ابتداء میں بھول جائے تو جب یاد آئے جب پڑھ لے اور یہ کہے کہ بسم اللہ اولہ وآخرہ۔ اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد الحمد للہ کہے۔ اس طرح کہنے سے بسم اللہ کی برکت اس کھانے کو بھی مشتمل ہو جائے گی جو کھا چکا ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر عمداً بھی بسم اللہ نہ پڑھی اور کھانے کے دوران خیال آ جائے یا کوئی توجہ دلا دے تو بھی بسم اللہ اولہ وآخرہ کہہ لے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کھانے اور پینے کے دوران بھی اللہ کا نام لینے سے سنت ادا ہو جائے گی۔ مگر وضوء کے آغاز میں اگر بسم اللہ نہ پڑھی اور اثناء وضوء پڑھی تو سنت ادا نہیں ہوگی۔ البتہ محیط میں ہے کہ کھانے پینے کے آغاز میں یا وضوء کے شروع میں کلمہ طیبہ پڑھ لینے سے بھی سنت ادا ہو جائے گی۔

(تحفة الاحوذي: ٥/٦٠٨۔ روضة المتقين: ٢/٢٧٣۔ عمدة القاري: ٢١/٢٨)

بسم اللہ کی برکت سے شیطان قریب نہیں آتا

۷۳۰۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَه؛ فَذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالىٰ عِنْدَ دُخُوْلِه وَعِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ لِاَصْحَابِه، لَامَبِيْتَ لَكُمْ وَلَاعَشَآءَ وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالىٰ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ: وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالىٰ: عِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ: اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَآءَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۷۳۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوا اور اندر آنے کے وقت اور کھانے کے وقت اللہ کا نام لے تو شیطان اپنے اصحاب سے کہتا ہے کہ اس گھر میں نہ تمہارے رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ کھانا ہے اور اگر گھر میں داخل ہوا اور اللہ کا نام نہ لیا تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں رات کا ٹھکانہ مل گیا اور جب کھانے کے وقت بھی اللہ کا نام نہ لے تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں رات گزارنے کا ٹھکانا بھی مل گیا اور رات کا کھانا بھی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۷۳۰): صحيح مسلم، كتاب الاشربه، باب آداب الطعام والشراب واحكامهما.

کلمات حدیث: مبیت: رات گزارنے کی جگہ۔ بات بيتا ومبيتاً (باب نصر وضرب) رات گزارنا۔

شرح حدیث: سنن ابوداود میں حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو یہ کہے:

" اللّٰهم إني أسالک خير المولج وخير المخرج بسم الله ولجنا وبسم الله خرجنا وعلى الله ربنا توكلنا ."

"اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں خیر کے ساتھ داخل ہونا اور خیر کے ساتھ باہر آنا۔ اللہ کے نام کے ساتھ ہم اندر آئے اور اللہ کے نام کے ساتھ ہم باہر نکلے اور اللہ جو ہمارا رب ہے ہم نے اسی پر بھروسہ کیا۔"

اور اس کے بعد اپنے اہل خانہ کو سلام کرے۔

شیطان اپنے اعوان وانصار کے ساتھ پھرتا ہے، جس گھر میں اہل خانہ گھر میں آنے کے وقت اور کھانا کھانے کے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں شیطان کہتا ہے کہ اس گھر میں نہ تم رات گزار سکتے ہو اور نہ یہاں کھانا ہے اور جس گھر میں آدمی نہ داخلے کے وقت اللہ کا نام لیتا ہے اور نہ کھانے کے وقت اللہ کا نام لیتا ہے شیطان کہتا ہے کہ آج رات یہ گھر تمہارا ٹھکانہ ہے اور یہاں تمہارے لیے کھانا بھی موجود ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ١٤/ ١٦٠ ـ روضة المتقين : ٢/ ٢٧٤ ـ دليل الفالحين : ٣/ ١٩٢)

جو کھانا بسم اللہ کے بغیر کھایا جائے اس میں شیطان شریک ہوتا ہے

۷۳۱ ۔ وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا اِذَا حَضَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ اَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعَ يَدَهٗ، وَاِنَّا حَضَرْنَا مَعَهٗ مَرَّةً طَعَامًا فَجَاءَ تْ جَارِيَةٌ كَاَنَّهَا تُدْفَعُ، فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا ثُمَّ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ كَاَنَّمَا يُدْفَعُ فَاَخَذَ بِيَدِهٖ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ، وَاِنَّهٗ جَآءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا فَاَخَذْتُ بِيَدِهَا، فَجَآءَ بِهٰذَا الْاَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهٖ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ يَدَهٗ فِيْ يَدِيْ مَعَ يَدَيْهِمَا " ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَكَلَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۷۳۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کھانے کے لیے موجود ہوتے تو ہم اس وقت تک ہاتھ نہ بڑھاتے جب تک رسول اللہ ﷺ ابتداء نہ فرماتے اور ہاتھ نہ بڑھاتے۔ ایک مرتبہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے کہ ایک لڑکی آئی جیسے اسے دھکیلا جا رہا ہو اور کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے لگی تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک اعرابی آیا جیسے اسے دھکیلا جا رہا ہو آپ ﷺ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان اس کھانے کو اپنے لیے حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ شیطان اس لڑکی کو اسی لیے لایا تھا کہ اس کے ذریعہ سے کھانے کو اپنے لیے حلال کر لے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اس اعرابی کو لایا کہ اس کے ذریعہ کھانے کو اپنے لیے حلال کرے تو میں نے اس کا بھی ہاتھ

پکڑ لیا۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے پھر آپ نے اللہ کا نام لیا اور کھانا تناول فرمایا۔(مسلم)

تخریج حدیث(۷۳۱): صحیح مسلم، کتاب الاشربه، باب آداب الطعام و الشراب و احکامها .

کلمات حدیث: کانها تدفع : تیزی سے آرہی تھی جیسے اسے دھکیلا جارہا ہو۔ دفع دفعاً (باب فتح) ہٹانا، دور کرنا، دھکیلنا۔

شرح حدیث: صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کا احترام کرتے اور آپ ﷺ کے احترام اور تکریم کی بنا پر کھانے میں اس وقت تک پہل نہ کرتے جب تک رسول اللہ ﷺ پہل نہ فرماتے۔امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص بغیر بسم اللہ کے کھانا شروع کر دے تو اس کھانے پر شیطان کو قدرت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اس میں سے کھا سکتا ہے اور حاضرین میں سے کوئی ایک بھی بسم اللہ پڑھ لے تو اس کھانے پر شیطان کو قدرت حاصل نہیں ہوتی۔تورپشتی فرماتے ہیں کہ اللہ کے نام لے لینے سے کھانا شیطان کے لیے حلال ہو جاتا ہے اور وہ کھانے کی برکت کو ختم کر دیتا ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۵۶/۱۳۔ روضة المتقین : ۲۷٤/۲)

درمیان میں بسم اللہ پڑھنے سے شیطان کھایا ہوا الٹی کر دیتا ہے

۷۳۲ وَعَنْ أُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَرَجُلٌ يَأْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ اللّٰهَ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ اِلَّا لُقْمَةٌ، فَلَمَّا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: "مَازَالَ الشَّيْطَانُ يَاْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اِسْتَقَاءَ مَافِيْ بَطْنِهِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ .

(۷۳۲) حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ اور ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی جب کھانا ختم ہو گیا اور اس نے آخری لقمہ اٹھایا تو اس نے کہا کہ بسم اللہ اولہ وآخرہ۔ اس پر آپ ﷺ ہنسے اور فرمایا کہ شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو اس نے قے کر کے جو پیٹ میں گیا تھا نکال دیا۔اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

تخریج حدیث(۷۳۲): سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمه، باب التسمية علی العطام .

راوی حدیث: امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ خزاعی بصری ہیں کنیت ابوعبداللہ ہے۔ان کی اس حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث معلوم نہیں ہے۔امام نووی رحمہ اللہ نے ان کے صحابی ہونے کی تصریح اس لیے کر دی کہ محدثین کے علاوہ دوسرے لوگوں کو ان کے صحابی ہونے کا علم نہیں ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱۹٤/۳)

کلمات حدیث: استقاء : از خود کوشش کر کے قے کر دی۔ قاء قیئاً (باب ضرب) قے ہونا۔ استقاء : کوشش کر کے قے کرنا پیٹ میں موجود غذا کو نکالنا۔

شرح حدیث: ممکن ہے کہ جو صاحب کھانا کھا رہے تھے وہ بسم اللہ پڑھنا بھول گئے ہوں اور جب کھانے کے آخر میں انہیں یاد آیا تو انہوں نے فرمانِ نبوی کے مطابق بسم اللہ اولہ وآخرہ کہا جس پر رسول اللہ ﷺ خوش ہوئے اور خوشی سے تبسم فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابلیس نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے اللہ! آپ کی مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کا آپ نے رزق نہ مقرر کیا ہو میرا رزق کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کھانا جس پر میرا نام نہ لیا گیا ہو۔ (روضة المتقين : ٢/٢٧٦ - حلية الأولياء : ٨/١٢٦)

بغیر بسم اللہ کے کھانے میں برکت نہیں ہوتی

۷۳۳. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ طَعَامًا فِيْ سِتَّةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَجَآءَ اَعْرَابِيٌّ فَاَكَلَهٗ بِلُقْمَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَمَا اِنَّهٗ لَوْ سَمّٰى لَكَفَاكُمْ" : رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۷۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز اپنے چھ اصحاب کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے ایک اعرابی آیا اور اس نے دو لقموں میں سارا کھانا کھا لیا آپ ﷺ نے فرمایا سن لو اگر یہ شخص بسم اللہ پڑھ لیتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہو جاتا۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۷۳۳): الجامع للترمذی، ابواب الاطعمه، باب ما جاء فی التسمية على الطعام .

کلمات حدیث: لو سمى : اگر یہ شخص اللہ کا نام لے لیتا، اگر یہ شخص بسم اللہ پڑھ لیتا۔ لكفاكم : تو جو کھانا یہاں موجود تھا وہ تم سب کو کافی ہو جاتا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنے سے برکت ہوتی ہے اور بصورتِ دیگر برکت اٹھ جاتی ہے۔ بسم اللہ زور سے پڑھنا مستحب ہے اور اگر کوئی شخص بسم اللہ نہ پڑھے یا بھول جائے تو تنبیہ ہوتے ہی بسم اللہ اولہ و آخرہ کہہ لے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ کھانا مکمل ہے جس میں چار باتیں جمع ہوں کھانا حلال ہو، لوگ مل کر کھائیں، اولاً بسم اللہ پڑھی جائے اور آخر میں الحمد للہ کہا جائے۔

(تحفة الاحوذي : ٥/٦٠٨ - روضة المتقين : ٢/٢٧٦ - دليل الفالحين : ٣/١٩٤)

دسترخوان اٹھانے کی دعاء

۷۳۴. وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهٗ قَالَ : "اَلْحَمْدُلِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

کھانے کے بعد دعاء پڑھنے سے گناہوں کی مغفرت

۷۳۵. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ اَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۷۳۵) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کھانا کھا کر یہ دعا پڑھی اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

" الحمد لله الذي اطعمني هذا ورزقنيه من غير حول مني ولا قوة ."

''اللہ کی تعریف ہے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور بغیر میری قوت وطاقت کے مجھے یہ رزق عطا کیا۔''

ابوداؤد، ترمذی، صاحب ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (۷۳۵): سنن ابی داؤد، اوائل کتاب اللباس۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات .

کلمات حدیث: من غیر حول منی ولا قوۃ : میری کسی تدبیر اور قوت کے بغیر۔ حول : طاقت، تدبیر، کوشش۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فرمایا کہ رزق عطا کرنے والا صرف اللہ ہے اور کوئی انسان محض اپنی تدبیر کے بھروسہ پر رزق حاصل نہیں کرسکتا۔ اس لیے جب انسان کھانا کھائے تو اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرے اور بہت تواضع اور انکساری سے کھانا کھائے اور کھا کر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے بغیر میرے حیلے اور تدبیر کے اور بغیر میری قوت وطاقت کے رزق عطا فرمایا اس طرح کھانے والے کا اجر یہ ہے کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کھانا تناول کرنے کے بعد جس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا فرماتے اور دعائیہ کلمات کہتے انہیں ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''زاد المعاد فی ہدی خیر العباد'' میں جمع کر دیا ہے۔

(تحفة الاحوذي : ٥/٦٠٨۔ روضة المتقين : ٢/٢٧٧۔ نزهة المتقين : ١/٥٨٤۔ زاد المعاد : ٢/٤٣٥)

المسان (۱۰۱)

بَابُ لَایُعِیبُ الطَّعَامَ وَاِسْتِحْبَاب مَدْحِه

کھانے میں عیب نہ نکالنے اور اس کی تعریف کرنے کا استحباب

رسول اللہ ﷺ کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے

۷۳۶. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَاعَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ: اِنِ اشْتَهَاهُ اَکَلَه وَاِنْ کَرِهَه تَرَکَه. " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۷۳۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ خواہش ہوتی تو کھا لیتے نہ ہوتی تو چھوڑ دیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۷۳۶): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء . صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب لا یعیب الطعام.

کلمات حدیث: ما عاب : آپ ﷺ نے عیب ذکر نہیں کیا، کوئی نقص نہیں بتایا۔ عاب عیباً (باب ضرب) عیب بیان کرنا، نقص بتلانا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے کا نقص یا عیب نہیں ذکر کیا امام نووی رحمہ اللہ نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ جیسے کھانا کچا ہے یا نمک کم ہے یا نمک زیادہ ہے وغیرہ، بلکہ جو کھانا آپ کے سامنے رکھا جاتا اور آپ ﷺ کو رغبت ہوتی تو آپ کھا لیتے اور اگر رغبت نہ ہوتی تو نہ کھاتے۔ (فتح الباري : ۲/۳۷۲۔ روضة المتقین : ۲/۲۷۸)

سرکہ بہترین سالن ہے

۷۳۷. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ اَهْلَه الْاُدْمَ فَقَالُوْا: مَا عِنْدَنَا اِلَّاخِلٌّ، فَدَعَابِه فَجَعَلَ یَاکُلُ وَیَقُوْلُ " نِعْمَ الْاُدْمُ الْخَلُّ، نِعْمَ الْاُدْمُ الْخَلُّ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۳۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اہل خانہ سے سالن طلب فرمایا، انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس صرف سرکہ ہے آپ ﷺ نے منگوا لیا اور تناول فرمایا اور فرمایا کہ سرکہ اچھا سالن ہے، سرکہ اچھا سالن ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۷۳۷): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب فضیلة الخل و التأدم به .

کلمات حدیث: أدم : وہ شئے جسے سالن کے طور پر استعمال کیا جائے۔ ادم : ادام کی جمع ہے جس کے معنی ہیں سالن۔

شرح حدیث: خطابی اور قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک سے اور دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ

سادگی اور تواضع کو محبوب رکھتے تھے اور اسی بناء پر آپ ﷺ نے سرکہ کی تعریف فرمائی کہ یہ گھروں میں آسانی سے میسر ہوتا ہے اور اس میں تکلف اور مشقت نہیں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے گھر چلا گیا۔ آپ ﷺ کے سامنے کھانا رکھا گیا تو وہ روٹی کے ٹکڑے اور سرکہ تھا۔ آپ نے فرمایا کھاؤ سرکہ اچھا سالن ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت سے میں سرکہ پسند کرنے لگا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس وقت سے کدو پسند کرنے لگا۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/١٤ ـ روضة المتقين : ٢٧٩/٢)

البَابُ (۱۰۲)

بَابُ مَايَقُوْلُهٗ مَنْ حَضَرَ الطَّعَامَ وَهُوَ صَآئِمٌ اِذَالَمْ يُفْطِرْ
روزہ دار کے سامنے کھانا آئے اور وہ افطار کرنا نہ چاہے تو کیا کہے؟

دعوت قبول کرنا سنت ہے

۷۳۸. عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دُعِىَ اَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَاِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ، وَاِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيُطْعَمْ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَالَ الْعُلَمَآءُ بِمَعْنٰى " فَلْيُصَلِّ " فَلْيَدْعُ وَمَعْنٰى " فَلْيُطْعَمْ" فَلْيَاكُلْ.

(۷۳۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سے کسی کو کھانے پر بلایا جائے تو وہ اسے قبول کرلے اگر روزہ سے ہوتو اس کے لیے دعا کرے اور اگر روزے سے نہ ہوتو کھالے۔ (مسلم)

علماء نے فرمایا ہے کہ فلیصل کے معنی ہیں کہ اسے چاہیے کہ دعا کرے اور فلیطعم کے معنی ہیں کہ کھانا کھالے۔

تخریج حدیث(۷۳۸): صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابة الداعی الی دعوته.

کلمات حدیث: فلیجب : جواب دے یعنی قبول کرلے، ولیمہ کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے۔ فلیصل : اسے چاہیے کہ کھانا کھلانے والے کے حق میں دعائے خیر کرے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ ہر ایک کی دعوت قبول فرمالیا کرتے تھے اور اسی کی آپ ﷺ نے تاکید فرمائی ہے اور روزہ دار ہونے کی صورت میں بھی چاہیے کہ دعوت سے معذرت نہ کرے بلکہ شرکت کرے اور صاحب خانہ کے حق میں دعا کرے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دعاء سے مراد مغفرت اور برکت کی دعاء ہے۔ چنانچہ ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ روزہ سے ہوتے تو کھانا نہ کھاتے، بلکہ برکت کی دعاء فرماتے اور اگر روزے سے نہ ہوتے تو کھانا تناول فرمالیتے۔ (صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابة الدعای الی دعوته)

الباب (۱۰۳)

بَابُ مَایَقُوْلُه، مَنْ دُعِیَ اِلیٰ طَعَامٍ فَتَبِعَه، غَیْرُه،

اگر کسی کو کھانے کے لیے بلایا جائے اور کوئی اور بھی اس کے ساتھ ہولے تو وہ میزبان سے کیا کہے؟

اگر دعوت میں فضولی ساتھ ہو جائے

۷۳۹. عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : دَعَا رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَه، لَه، خَامِسَ خَمْسَةٍ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ قَالَ لَه، النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :"اِنَّ هٰذَا تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَاْذَنَ لَه، وَاِنْ شِئْتَ رَجَعَ" قَالَ : بَلْ اٰذَنُ لَه، یَارَسُوْلَ اللّٰهِ . مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۷۳۹) حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو کھانے پر بلایا جو اس نے آپ ﷺ کے لیے تیار کیا تھا آپ (شرکائے دعوت میں) پانچویں تھے۔ آپ کے ساتھ ایک اور شخص ہولیا۔ جب آپ ﷺ اس شخص کے دروازے پر پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ہمارے ساتھ آگیا ہے اگر تم چاہو تو اس کو بھی اجازت دیدو اور تم چاہو تو یہ واپس چلا جائے۔ اس شخص (میزبان) نے کہا کہ یارسول اللہ! میں اسے اجازت دیتا ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۳۹): صحیح البخاری، کتاب الاطعمه، باب الرجل یتکلف الطعام لاخوانه . صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب ما یفعل الضیف إذا تبعه غیر من دعاه صاحب الطعام

کلماتِ حدیث: صنعه : اس نے اس کو تیار کیا، اس کا کھانا تیار کیا، یا تیار کرایا۔ خامس خمسة : پانچ آدمیوں میں پانچواں، یعنی چار افراد پہلے ہی مدعو تھے اور رسول اللہ ﷺ پانچویں تھے۔

شرحِ حدیث: صحابہ کرام حصولِ برکت اور انوارِ نبوت سے استفادے کے لیے اور علوم نبوت کے حصول کے لیے خواہشمند رہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ آپ کے ساتھ گزاریں اس لیے رسول اللہ ﷺ کہیں جاتے اور کسی مقام سے گزرتے بعض صحابہ آپ کے ساتھ ہو لیتے۔

ایک انصاری نے آپ ﷺ کی دعوت کی۔ ان صاحب کا نام ابوشعیب تھا ان کے پاس ایک غلام تھا جو قصاب تھا، ایک موقعہ پر ابو شعیب نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور پر بھوک کے آثار دیکھے تو انہوں نے اپنے غلام سے کہا کہ پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرلو کہ میں چاہتا ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو بلالوں اور آپ ﷺ پانچویں ہو جائیں گے۔ یعنی چار کھانے والے پہلے سے موجود تھے۔ غرض ان صاحب نے رسول اللہ ﷺ کو بلایا تو آپ ﷺ تشریف لائے تو ایک صاحب آپ ﷺ کے ساتھ آگئے اور آپ ﷺ نے صاحبِ خانہ سے ان کے بارے میں اجازت لی، رسول اللہ ﷺ نے صاحبِ طعام سے اس لیے صراحتاً اجازت لی کہ آپ کو ان کی اجازت کا علم نہیں تھا اگر آپ کو اس کی اجازت کا علم ہوتا تو آپ صراحتاً اجازت نہ لیتے۔ حدیثِ مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بلا دعوت کسی کے کھانے پر

جانا غیر مستحسن ہے۔

کوفہ میں ایک شخص تھا جس کا نام طفیل تھا وہ ولیمہ کی دعوتوں میں بغیر بلائے پہنچ جایا کرتا تھا اس کا نام طفیل الاعراس پڑ گیا۔ بعد میں ہر اس شخص کو طفیلی کہا جانے لگا جو بن بلائے کسی کے ساتھ لگ کر دعوت میں پہنچ جائے۔

(فتح الباري : ٢/١١/٦٠١٠ ـ عمدة القاري : ٩٤/٢٢ ـ روضة المتقين : ٢/٢٨٠ ـ نزهة المتقين : ١/٥٨٦)

البَاب (۱۰٤)

بَابُ الْاَکْلِ مِمَّا یَلِیْهِ وَوَعْظِهٖ وَتَأْدِیْبِهٖ مَنْ یُسِیْءُ اَکْلَه'

اپنے سامنے کھانا اوراس شخص کو وعظ وتادیب جو آدابِ طعام کی رعایت ملحوظ نہ رکھے

سیدھے ہاتھ سے اوراپنے سامنے سے کھانا

۷۴۰۔ عن عمر بن ابی سلمۃ رضی اللّٰہ عنہ قال : کُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "یَاغُلَامُ سَمِّ اللّٰہَ، وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

قَوْلُه' : "تَطِیْشُ" بِکَسْرِ الطَّآءِ وَبَعْدَهَا یَآءٌ مُثَنَّاةٌ مِنْ تَحْتِ مَعْنَاهُ تَتَحَرَّکُ وَتَمْتَدُّ اِلٰی نَوَاحِی الصَّحْفَةِ.

(۷۴۰) حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابھی بچہ تھا اور آپ ﷺ کے زیر تربیت تھا کہ کھاتے وقت میرا ہاتھ پلیٹ میں ادھر ادھر پڑتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا لڑکے بسم اللہ پڑھو، داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (متفق علیہ)

تطیش : پیالہ میں ادھر ادھر ہاتھ پڑتا تھا۔

تخریج حدیث (۷۴۰): صحیح البخاری، کتاب الاطعمه، باب التسمية علی الطعام والاکل بالیمین ۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربه، باب آداب الطعام والشراب واحکامها.

کلماتِ حدیث: حجر رسول اللہ ﷺ : رسول اللہ ﷺ کی زیر تربیت۔ صحفه : ایسا برتن یا بڑی پلیٹ جس میں چار پانچ آدمی کھانا کھا سکیں۔

شرح حدیث: اپنے بچوں کو اور زیر تربیت بچوں کو کھانے پینے کے آداب سکھانا اسوۂ رسول اللہ ﷺ ہے جس کی اتباع کرنی چاہیے۔ عمر بن ابی سلمہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے اور رسول اللہ ﷺ کے ربیب (زیر پرورش) تھے۔

اس حدیث کی شرح پہلے باب (حدیث ۳۸) میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقین : ۲/ ۲۸۲)

بائیں ہاتھ سے کھانے والے کے لیے بددعاء

۷۴۱۔ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ فَقَالَ : "کُلْ بِیَمِیْنِکَ" قَالَ : لَا اَسْتَطِیْعُ قَالَ : لَا اسْتَطَعْتَ مَامَنَعَه' اِلَّا الْکِبْرُ! فَمَا رَفَعَهَا اِلٰی فِیْهِ

رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۴۱) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا کہ میں نہیں کھا سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر نہیں کر سکو گے۔ اس نے تکبر کی وجہ سے ایسا کہا تھا اور پھر وہ اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے منہ تک نہ لے جا سکا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۷۴۱): صحیح مسلم، کتاب الاشربه، باب آداب الطعام و الشراب و احکامها .

کلمات حدیث: لا استطیع : میں نہیں کر سکتا، میں ایسا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ لا استطعت : تو نہ کر سکے، تو نہ کر سکے گا، تجھے یہ قدرت نہیں ہوگی۔

شرح حدیث: زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ تکبر کے طور پر بائیں ہاتھ سے کھاتے تھے اس شخص نے بھی اسی طرح تکبر کے طور پر اُلٹے ہاتھ سے کھایا اور رسول اللہ ﷺ کی نصیحت پر یہ جواب دیا کہ میں نہیں کر سکتا تو آپ نے فرمایا کہ اب نہیں کر سکے گا اور معجزۂ نبوت کے طور پر وہ پھر کبھی اپنا داہنا ہاتھ اپنے منہ تک نہ لے جا سکا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسوۂ رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہر وقت اور حال میں لازم ہے۔ (روضة المتقين : ۲/ ۲۸۲ ـ نزهة المتقين : ۱/ ۵۸۷)

یہ حدیث اس سے پہلے دو مرتبہ گزر چکی ہے۔

الباب (۱۰۵)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقِرَانِ بَيْنَ تَمْرَتَيْنِ وَنَحْوِهِمَا إِذَا اَكَلَ جَمَاعَةٌ إِلَّا بِإِذْنِ رِفْقَتِهِ

رفقائے طعام کی اجازت کے بغیر دو کھجوریں یا اسی طرح کی دو چیزیں ملا کر کھانے کی ممانعت

دو کھجوریں ایک ساتھ کھانے کی ممانعت

۷۴۲۔ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ قَالَ اَصَابَنَا عَامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَرُزِقْنَا تَمْرًا، وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَاكُلُ فَيَقُوْلُ : لَاتُقَارِنُوْا فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْإِقْرَانِ، ثُمَّ يَقُوْلُ:'' اِلَّا اَنْ يَسْتَاذِنَ الرَّجُلُ اَخَاهُ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۴۲) جبلۃ بن سحیم سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط سالی کا شکار ہوئے۔ ہمیں چند کھجوریں ملیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گزرے اور ہم کھجوریں کھا رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ دو دو کھجوریں ملا کر نہ کھاؤ کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کھانے سے منع فرمایا ہے سوائے اس کے کہ آدمی اپنے بھائی سے اجازت لے لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۴۲): صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب إذا اذن الانسان للآخر شيئا جاز . صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب نهي الاكل مع جماعة عن قران تمرتين .

کلمات حدیث: قران : ملانا، دو چیزوں کو اکٹھا کرنا، حج اور عمرہ دونوں ایک احرام کے ساتھ ادا کرنا۔ لا تقارنوا : دو کھجوریں ملا کر نہ کھاؤ۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ اگر متعدد افراد مل کر کھجور یا کھجور سے ملتی جلتی چیز کھا رہے ہوں اور وہ چیز مقدار میں کم ہو تو یہ بات مستحسن نہیں ہے کہ کوئی آدمی دو دو کھجوریں ملا کر کھائے۔ الا یہ کہ وہ ساتھیوں سے اجازت لے لے۔ کیونکہ اس طرح دو کھجوریں کھانا آدابِ مجلس کے برخلاف اور غیر مستحسن ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مذکورہ میں ایک ساتھ دو کھجوریں کھانے کی ممانعت مطلق نہیں ہے بلکہ یہ قحط اور افلاس کے زمانے سے متعلق ہے یعنی اگر وسعت و فراخی ہو تو ممانعت نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ میں نے تمہیں دو دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع کیا تھا اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت عطا فرما دی ہے اس لیے اب تم جمع کر کے کھا سکتے ہو۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارک کا تعلق اس صورت سے ہے جب کئی افراد کھا رہے ہوں اور کھانا مشترک ہو اور سب ایک ایک کھجور کھا رہے ہوں تو ایک شخص کا دو دو کھجوریں ملا کر کھانا خلافِ ادب بھی ہوگا اور خلافِ مروت بھی البتہ اگر ساتھی صراحتاً ایسا کرنے کی اجازت دے دیں پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

(فتح الباري : ۱۱٦٤/۲۔ روضة المتقين : ۲۸۲/۲۔ روضة الصالحين : ۲٦٥/۳۔ شرح مسلم : ۱۹۱/۱۳)

البَابُ (۱۰٦)

بَابُ مَايَقُوْلُه‘ وَيَفْعَلُه‘ مَنْ يَّاكُلُ وَلَا يَشْبَعُ
اگر کوئی کھا کر سیر نہ ہوتو وہ کیا کہے اور کیا کرے؟

اکٹھے کھانے کی برکت

۷۴۳. عَنْ وَحْشِيِّ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَاْكُلُ وَلَانَشْبَعُ؟ قَالَ : "فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ" قَالُوْا : نَعَمْ : قَالَ : فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ .

(۷۴۳) حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) ہم کھاتے ہیں اور ہمارا پیٹ نہیں بھرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شاید تم الگ الگ کھاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانے کے لیے سب اکٹھے ہو کر بیٹھو اور اللہ کا نام لے کر کھاؤ اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔

(ابوداؤد)

تخریج حدیث(۷۴۳): سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمه، باب الاجتماع علی الطعام.

راوی حدیث: حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور عم محترم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ جس نیزے سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اسی سے مسیلمہ کذاب کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ چار یا آٹھ احادیث مروی ہیں۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

کلماتِ حدیث: فلعلکم تفترقون : شاید تم الگ الگ ہو کر کھاتے ہو۔ افتراق : (باب افتعال) جدا ہونا ٹولیاں بننا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب اہل خانہ مل کر اور اکٹھے ہو کر کھانا کھائیں اور بسم اللہ پڑھ کر کھائیں تو کھانے میں برکت ہوگی اور اگر محارم کے علاوہ غیر محارم بھی ہوں تو سب مرد مل کر کھائیں اور سب عورتیں اور بچے مل کر کھائیں۔ کھانے کا یہ طریقہ باعثِ برکت بھی ہے اور اس میں باہم محبت ومودت اور اتفاق بھی ہے۔

(روضة المتقين : ۲/۲۸٤۔ دليل الفالحين : ۳/۲۰۵)

الباب (۱۰۷)

بَابُ الْاَمْرِ بِالْاَكْلِ مِنْ جَانِبِ الْقَصْعَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْاَكْلِ مِنْ وَسْطِهَا
برتن کے کنارے سے کھانے کا حکم اور اس کے درمیان سے کھانے کی ممانعت

برکت کھانے کے درمیان نازل ہوتی ہے

۷۴۴. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْبَرَكَةُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ فَكُلُوْا مِنْ حَافَتَيْهِ وَلَاتَاْكُلُوْا، مِنْ وَسَطِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۷۴۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے۔تم برتن کے دونوں کناروں سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھاؤ۔ (اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۷۴۴): سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمه، باب ما جاء فی الاکل من اعلیٰ الصفحة. الجامع للترمذی، ابواب الاطعمه، باب ما جاء فی کراهية الاکل من وسط الطعام.

کلمات حدیث: حافتيه : اس کے دونوں کناروں سے۔ حافة : کنارہ، جمع حافات.

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیر و برکت اور زیادتی اور اضافہ برتن کے درمیان میں نازل ہوتی ہے اور کھانے کی برکت یہ ہے کہ آدمی اس سے سیر ہو جاتا ہے وہ کھانا اس کے جسم کے لیے مفید ہوتا ہے اور کھانے والا کھانے کی مضرتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانے کے چاروں طرف سے کھاؤ اور اس کا درمیانی حصہ رہنے دو کہ اس میں برکت ہوتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے الام میں فرمایا ہے کہ اگر کسی نے سامنے کے بجائے ادھر ادھر سے کھایا یا کھانے کے درمیان سے کھایا وہ گنہگار ہوگا۔ امام رافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ برتن کے درمیان سے کھانا مکروہ ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ روٹی بھی کناروں سے کھانی چاہیے۔ (تحفة الاحوذي : ۵/۵۳۲۔ روضة المتقين : ۲/۲۸۵)

رسول اللہ ﷺ کا بڑا پیالہ

۷۴۵. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا الْغَرَّآءُ يَحْمِلُهَا اَرْبَعَةُ رِجَالٍ فَلَمَّا اَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحٰى اُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ، يَعْنِيْ وَقَدْ ثُرِدَ

فِيهَا، فَالْتَفُّوا عَلَيْهَا، فَلَمَّا كَثُرُوا جَثَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ مَاهٰذِهِ الْجِلْسَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِيْ عَبْدًا كَرِيمًا وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا عَنِيدًا" ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كُلُوْا مِنْ حَوَالَيْهَا وَدَعُوْا ذِرْوَتَهَا يُبَارَكْ فِيهَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ" . "ذِرْوَتَهَا" اَعْلَاهَا : بِكَسْرِ الذَّالِ وَضَمِّهَا .

(۷۴۵) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بڑا پیالہ تھا جس کا نام غراء تھا اس کو چار آدمی اٹھاتے تھے، جب چاشت کا وقت ہوتا اور صحابہ کرام نماز ضحیٰ سے فارغ ہو جاتے تو وہ پیالا لایا جاتا اس میں ثرید ہوتا لوگ اس کے اردگرد جمع ہو جاتا اور جب لوگ زیادہ ہوتے تو آپ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے۔ ایک روز ایک اعرابی نے کہا کہ یہ کیسی نشست ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے مہربان بندہ بنایا ہے جبار وسرکش نہیں بنایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کے اطراف سے کھاؤ اور اس کا اوپر والا حصہ (درمیانی) چھوڑ دو اس میں برکت نازل ہوتی ہے۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے بسند جید روایت کیا ہے) ذروتھا : یعنی اس کا بلند حصہ۔

تخریج حدیث(۷۴۵): سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمه، باب ما جاء فی الاکل من اعلیٰ الصحفة .

کلمات حدیث: قد ثرد فیھا : جس میں ثرید تھا، ثرید روٹیاں توڑ کر شوربے میں ڈال دینا۔ جثا علی رکبتیه : آپ ﷺ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ جثا جثوا (باب نصر) زانو کے بل بیٹھنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ صحابہ کرام کے لیے اور خصوصاً اصحابِ صفہ کے لیے کھانا تیار کراتے تھے آپ ﷺ کے گھر میں ایک بڑا سا تھال یا خوان تھا جس کا نام غراء تھا، یعنی چمکدار اور روشن۔ ایک مرتبہ حضورِ اقدس ﷺ اس میں ثرید بنوا کر لائے۔ ثرید اہل عرب کا مقبول کھانا تھا، جس میں شوربہ بنا کر اس میں روٹیاں توڑ کر ڈال لیتے تھے۔ جب صحابہ کرام صلاۃ الضحیٰ پڑھ کر فارغ ہو چکے تو یہ تھال لا کر رکھا گیا سب اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں اللہ کا مکرم بندہ ہوں یعنی متواضع اور سخی ہوں اور اس طرزِ نشست میں تواضع زیادہ ہے اور جبار وسرکش نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کناروں سے کھانا تناول کرتے رہو درمیانی حصہ میں برکت نازل ہوتی رہے گی۔ (روضة المتقین : ۲۸۶/۲۔ دلیل الفالحین : ۲۰۷/۳)

الباب (١٠٨)

باب كراهية الاكل متكئًا
ٹیک لگا کر کھانے کی کراہت

رسول اللہ ﷺ ٹیک لگا کر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے

٧٤٦. عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ وَهبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَآ اٰكُلُ مُتَّكِئًا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ : قَالَ الْخَطَّابِیُّ اَلْمُتَّكِیءُ هٰهُنَا : هُوَ الْجَالِسُ مُعْتَمِدًا عَلٰى وِطَاءٍ تَحْتَه، قَالَ : وَاَرَادَ اَنَّه، لَایَقْعُدُ عَلَی الْوِطَآءِ وَالْوَسَآئِدِ كَفِعْلِ مَنْ يُرِيْدُ الْاِكْثَارَ مِنَ الطَّعَامِ بَلْ يَقْعُدُ مُسْتَوْفِزًا لَامُسْتَوْطِئًا : وَيَاْكُلُ بُلْغَةً هٰذَا كَلَامُ الْخَطَّابِیِّ، وَاَشَارَ غَيْرُه، اِلٰى اَنَّ الْمُتَّكِئَ : هُوَ الْمَآئِلُ عَلٰى جَنْبِهٖ . وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(٧٤٦) حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔(بخاری)

امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ متکئی سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے نیچے بچھے ہوئے گدے کا سہارا لے کر بیٹھے مقصد یہ ہے کہ آپ گدوں اور تکیوں پر اس آدمی کی طرح نہیں بیٹھتے تھے جو زیادہ کھانے کا ارادہ رکھتا ہو بلکہ آپ ﷺ سکڑ کر بیٹھتے اور کسی چیز کا سہارا نہ لیتے تھے اور بقدرِ ضرورت کھاتے تھے۔

تخریج حدیث(٧٤٦): صحيح البخارى، كتاب الاطعمه، باب الاكل متكئا .

راوی حدیث: حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ان نوجوان صحابہ کرام میں سے ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت کم سن تھے ٧٤ھ میں کوفہ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

کلماتِ حدیث: وطاء : نرم گدا،فرش۔ الوسائد : تکیے جمع وسادة . مستوفزاً : جم کر نہ بیٹھنا بلکہ اس طرح بیٹھنا جیسے اٹھنے کی جلدی ہو۔ بلغة : اتنی خوراک جس سے زندگی باقی رہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو انتہائی تواضع اور شان عبدیت کے ساتھ تناول فرماتے آپ ﷺ کسی پہلو پر ٹیک نہ لگاتے اور نہ آپ گدے وغیرہ پر جم کر تشریف نہ کرتے بلکہ کھانے کے لیے اس طرح بیٹھتے جیسے وہ شخص بیٹھتا ہے جسے جلد اٹھنا ہو اور آپ ﷺ تھوڑی سی خوراک کھا کر دست کش ہو جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بکری (کا گوشت) ہدیۃً بھیجا آپ نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر تناول فرمایا ایک اعرابی نے کہا کہ یہ کیسی نشست ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عبدِ کریم بنایا ہے اور مجھے جبار اور سرکش نہیں بنایا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے

کہ ایک فرشتہ خدمت میں حاضر ہوا یہ فرشتہ اس سے پہلے نہیں آیا تھا اس نے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کے رب نے آپ ﷺ کو اختیار دیا ہے کہ آپ عبد نبی بن جائیں یا ملک نبی؟ اس پر آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل کی جانب دیکھا حضرت جبرئیل نے تواضع کی جانب اشارہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں عبد نبی ہوں اس کے بعد آپ ﷺ نے کبھی تکیہ لگا کر نہیں کھایا۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تکیہ لگانے سے مراد ایک پہلو پر ٹیک لگانا ہے۔ لیکن خطابی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حدیث میں تکیہ لگانے سے ایک پہلو پر ٹیک لگا کر بیٹھنا نہیں ہے بلکہ جم کر بیٹھنا ہے اور مفہوم حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھانے کے لیے اس طرح جم کر نہ بیٹھتے تھے جیسے بسیار خور جم کر بیٹھتے ہیں بلکہ آپ اس طرح بیٹھتے جس طرح وہ آدمی بیٹھتا ہے جسے جلدی ہو اور وہ فوراً اٹھنا چاہتا ہو اور اس طرح آپ تھوڑا سا کھانا تناول فرماتے۔ (تحفة الاحوذي : ٥/٥٧٠ ـ روضة المتقين : ٢/٢٨٧)

****

دوزانو بیٹھ کر کھانا

۷۴۷۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا مُقْعِيًا يأكُلُ تَمْرًا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

" اَلْمُقْعِيْ " هُوَ الَّذِیْ يُلْصِقُ اِلْيَتَيْهِ بَالْاَرْضِ وَيَنْصِبُ سَاقَيْهِ .

(۷۴۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں بیٹھے دیکھا کہ آپ ﷺ کے دوزانوں کھڑے ہوئے تھے اور آپ کھجور تناول فرما رہے تھے۔ مقعی وہ شخص جو ٹانگوں کو کھڑا کرے اور زمین پر سرین ٹیکے ہوئے ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۷۴۷): صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب استحباب تواضع الاكل وصفة قعوده.

کلمات حدیث: مقعیا : سرین زمین پر رکھ کر اور پنڈلیوں کو کھڑی کر کے بیٹھنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کی فکر ہمیشہ غلبۂ اسلام اور صحابہ کرام کی تعلیم و تربیت اور اصلاح پر مرتکز رہتی اور آپ کھانے کی جانب بہت توجہ نہیں فرماتے بھوک مٹانے کے لیے جلدی سے کچھ تناول فرما لیتے اور پھر دین حق کی تبلیغ و اشاعت کے کام میں مصروف ہو جاتے تھے۔ جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے پاس کہیں سے کھجوریں آئیں آپ انہیں تقسیم فرما رہے تھے اور تقسیم کے دوران آپ ﷺ نے جلدی جلدی چند کھجوریں تناول فرمالیں۔ (روضة المتقين : ٢/٢٨٨ ـ دليل الفالحين : ٣/٢٠٩)

البَابُ (۱۰۹)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْاَكْلِ بِثَلَاثِ اَصَابِعَ وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْاَصَابِعِ وَكَرَاهَةِ مَسْحِهَا قَبْلَ لَعْقِهَا وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْقَصْعَةِ وَاَخْذِ اللُّقْمَةِ الَّتِىْ تَسْقُطُ مِنْهُ وَاَكْلِهَا وَجَوَازِ مَسْحِهَا بَعْدَ اللَّعْقِ بِالسَّاعِدِ وَالْقَدَمِ وَغَيْرِهِمَا

تین انگلیوں سے کھانے کا استحباب، انگلیاں چاٹنے کا استحباب، اور انہیں بغیر چاٹے صاف کرنے کی کراہت، پیالہ کو چاٹنے کا استحباب، گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر کھا لینے کا استحباب اور انگلیوں کو چاٹنے کے بعد انہیں کلائی اور تلووں وغیرہ سے صاف کرنے کا استحباب

کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا چاہیے

۷۴۸۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَمْسَحْ اَصَابِعَهُ حَتّٰى يَلْعَقَهَا، اَوْ يُلْعِقَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۷۴۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی کھانا کھائے تو اپنی انگلیاں صاف نہ کرے یہاں تک کہ انہیں چاٹ لے یا چٹوا لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۴۸): صحيح البخاری، کتاب الاطعمه، باب لعق الاصابع. صحيح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع و القصعة.

کلماتِ حدیث: حتى يلعقها: یہاں تک کہ اسے چاٹ لے۔ لعق لعقاً (باب سمع) زبان سے یا انگلی سے کسی چیز کو چاٹنا۔

شرحِ حدیث: رزق تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ کی نعمت ہے اور اللہ کی نعمت کے شکر کا تقاضا ہے کہ کھانے کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو، نیز کھانے میں اللہ کی طرف سے برکت ہوتی ہے لیکن وہ کون سا حصہ ہے جس میں برکت ہے وہ کھانے والے کو معلوم نہیں ہے، اس لیے کھانے والے کو چاہیے کہ وہ انگلیاں بھی چاٹ لے اور وہ برتن بھی چاٹ لے جس میں کھانا کھایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے یعنی انگشتِ شہادت اس کے برابر کی بڑی انگلی اور انگوٹھا اور جب آپ ﷺ انگلیاں چاٹتے تو سب سے پہلے درمیانی انگلی کو چاٹتے پھر انگشتِ شہادت اور پھر انگوٹھا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی جب کھانا کھا چکے تو مستحب یہ ہے کہ پہلے اپنی انگلیاں چاٹ لے یا کسی کو چٹوا دے اور کسی ایسے شخص کو چٹوائے جو کراہت محسوس نہ کرے جیسے اپنی بیوی یا بچہ۔

(فتح الباري: ۱۱۶۶/۲۔ عمدة القاري: ۱۱۲/۲۱۔ روضة المتقين: ۲۸۸/۲)

تین انگلیوں سے کھانا

۷۴۹. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَأْكُلُ بِثَلَاثِ اَصَابِعَ فَاِذَا فَرَغَ لَعِقَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۴۹) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور جب فارغ ہوتے تو انہیں چاٹ لیتے ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۷۴۹): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع و القصعة .

کلماتِ حدیث: وإذا فرغ : اور جب آپ ﷺ فارغ ہوتے ۔ فرغ فراغاً (باب فتح) کام سے فارغ ہونا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کی عادتِ طیبہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کھانا کھاتے وقت تین انگلیوں سے کھاتے لیکن کبھی چوتھی اور پانچویں بھی ملا لیتے ۔ ملا علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چار یا پانچ انگلیوں کا کھانے میں استعمال ضرورت کے مطابق ہوتا تھا۔ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین انگلیوں سے کھانے کی مصلحت یہ ہے کہ لقمہ چھوٹا ہو اور ہاتھ پر زیادہ کھانا نہ لگے ۔

(روضة المتقين : ۲۸۹/۲ ـ دليل الفالحين : ۳/؟؟؟ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۸۲/۱۳)

انگلیوں کو چاٹنے کے فائدے

۷۵۰. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ، وَقَالَ : "اِنَّكُم لَاتَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۵۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیاں اور کھانے کا برتن چاٹنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ کون سے حصے میں برکت ہے؟ (مسلم)

تخریج حدیث(۷۵۰): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع و القصعة .

کلماتِ حدیث: صحفة : بڑا پیالہ جو چار پانچ آدمیوں کے کھانے کے لیے کافی ہو سکے۔

شرحِ حدیث: کھانا کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹنا اور وہ برتن چاٹنا جس میں کھانا کھایا ہے مستحب ہے کہ انگلیاں چاٹنے سے طبیعت میں موجود تکبر دور ہو جاتا ہے اور اس سے اللہ کی نعمت کی قدر اور اس کی تعظیم کا اظہار ہوتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی کے سامنے جو کھانا آتا ہے اس میں برکت ہوتی ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ کس حصہ میں برکت ہے اس حصہ میں جو آدمی کھا چکا ہے یا اس حصہ میں جو انگلیوں یا برتن میں لگا رہ گیا ہے یا اس لقمہ میں جو نیچے گرا ہے۔ اس لیے مستحسن بات یہ ہے کہ انگلیاں اور برتن چاٹ لے اور گرا ہوا لقمہ اٹھا کر کھا لے۔ (صحيح مسلم للنووي : ۱۷۳/۱۳ ـ روضة المتقين : ۲۹۰/۲)

ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اٹھا کر کھالے

۷۵۱. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى وَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَهُ فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۵۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اس کو اٹھا کر اگر اس پر کچھ لگ گیا ہو صاف کرلے اور کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور اپنا ہاتھ رومال سے اس وقت تک نہ پونچھے جب تک انگلیاں نہ چاٹ لے کیونکہ اسے معلوم نہیں ہے کہ اس کے کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۷۵۱): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع و القصعة .

کلمات حدیث: مندیل : رومال جمع منادیل.

شرح حدیث: کھانا کھاتے وقت اگر لقمہ ہاتھ سے دستر خوان پر یا زمین پر گر جائے تو اسے صاف کر کے کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور جب تک انگلیاں نہ چاٹ لے اپنا ہاتھ رومال سے نہ پونچھے البتہ انگلیاں چاٹ لینے کے بعد رومال سے ہاتھ سے صاف کرنا درست ہے۔ (شرح مسلم للنووي : ۱۷۳/۱۳)

گرا ہوا لقمہ شیطان کے لیے نہ چھوڑے

۷۵۲. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَاْنِهِ، حَتّٰى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ فَاِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى ثُمَّ لِيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، فَاِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ اَصَابِعَهُ، فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۵۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے ہر کام میں موجود رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے کھانے میں بھی موجود ہوتا ہے، اگر کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اس کو اٹھا کر صاف کرلے اور کھالے اور شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور جب کھانے سے فارغ ہو تو اپنی انگلیاں چاٹ لے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۷۵۲): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع و القصعة .

کلمات حدیث: يحضره : وہ وہاں موجود ہے۔ حضر حضوراً (باب نصر) موجود ہونا۔

شرح حدیث: شیطان ہر وقت اور ہر حالت میں انسان کے ساتھ لگا رہتا ہے تا کہ اسے اللہ کی یاد سے غافل کر دے اور اس سے

برے کام کرائے حتی کہ جب انسان کھانا کھاتا ہے اس وقت بھی موجود ہوتا ہے اور گھات لگا کر بیٹھ جاتا ہے کہ اس کو موقعہ ملے تو وہ اس کے عمل اور رزق میں بے برکتی ڈالے اور اس کی زندگی میں فساد پیدا کرے۔ اور آدمی کے پاس شیطان سے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ اللہ کا نام ہر وقت اس کی زبان پر ہے۔ اس لیے کھانے کے وقت چاہیے کہ اگر لقمہ ہاتھ سے گر جائے تو اسے اٹھا کر کھا لے اور شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور جب کھانے سے فارغ ہو تو انگلیاں چاٹ لے۔ تاکہ تواضع کا اظہار ہو اور تکبر سے احتراز ہو۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ١٧٣/١٣ ـ روضة المتقين : ٢٩١/٢)

کھانے کے بعد برتن کو صاف کرلیا جائے

٧٥٣. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ وَقَالَ : "اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْ خُذْهَا وَلْيُمِطْ عَنْهَا الْاَذٰى وَلْيَاْ كُلْهَا وَلَايَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ" وَاَمَرَنَا اَنْ نَسْلُتَ الْقَصْعَةَ وَقَالَ "اِنَّكُمْ لَاتَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٧٥٣) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اگر کھانا کھاتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے اور فرماتے کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اسے اٹھا لے اور صاف کر کے کھا لے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور آپ ﷺ ہمیں حکم فرماتے کہ پیالہ چاٹ کر صاف کرلیں اور فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٧٥٣): صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة .

کلماتِ حدیث: نسلت : ہم پونچھ لیں اور صاف کرلیں۔ سلت سلتاً (باب نصر وضرب) پونچھنا، چاٹنا، برتن کو انگلی سے چاٹنا۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور پھر انہیں چاٹ لیتے نیز فرماتے کہ کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا کر اور صاف کر کے کھا لے اور شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور برتن کو بھی چاٹ کر صاف کرلیا جائے کہ تمہیں نہیں معلوم کہ کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ اس مضمون کی احادیث مع شرح پہلے بھی گزر چکی ہیں۔

(شرح مسلم للنووي : ١٧٣/١٢ ـ دليل الفالحين : ٢١٤/٣)

٧٥٤. وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ، اَنَّهُ سَأَلَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ : لَاقَدْكُنَّا زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَانَجِدُ مِثْلَ ذٰلِكَ الطَّعَامِ اِلَّا قَلِيْلًا، فَاِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيْلُ اِلَّا اَكُفُّنَا وَسَوَاعِدُنَا وَاَقْدَامُنَا، ثُمَّ نُصَلِّيْ وَلَا نَتَوَضَّأُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٧٥٤) حضرت سعید بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آگ پر پکی ہوئی

چیز کے کھانے سے وضوء ٹوٹنے کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسا کھانا کم ہی پاتے تھے۔ اگر ہوتا تو ہمارے پاس رومال نہ ہوتے اور ہم ہتھیلیوں، کلائیوں اور پیروں کے تلووں سے انگلیاں پونچھ لیتے اور نماز پڑھتے مگر وضوء نہ کرتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۷۵۴): صحیح البخاری، کتاب الاطعمه، باب المنديل.

کلمات حدیث: مِمَّا مسّت النار: اس چیز کو کھانے کے بعد وضوء کرنے کا مسئلہ جو آگ پر پکی ہو۔ مس مساً (باب نصر) چھونا، لگنا۔

شرح حدیث: سعید بن الحارث تابعی ہیں انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اس کھانے کے بعد جو آگ پر پکا ہو تو وضوء کیا جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں آگ پر پکے ہوئے کھانے کے بعد وضوء نہیں ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اولاً یہ اختلاف صحابہ اور تابعین میں مشہور تھا مگر بعد میں اجماع ہو گیا کہ آگ پر پکے ہوئے کھانے کو کھا لینے کے بعد وضوء نہیں ہے اور اسی پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمانہ نبوت میں ایسا اتفاق کم ہی ہوتا تھا کہ ہم باقاعدہ پکے ہوئے کھانے کھائیں اگر کبھی ایسا ہوتا بھی تو ہم اپنی انگلیاں ہتھیلیوں، کلائیوں اور پیروں کے تلووں سے پونچھ لیتے اور نماز پڑھ لیتے اور وضوء نہ کرتے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ پونچھنے کے لیے رومال کا استعمال درست ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ کا ملنا اور پونچھنا دونوں مستحب ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ صابن بائیں ہاتھ میں لے کر پہلے داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں دھوئے پھر ان پر صابن لگا کر ہونٹ دھوئے دانتوں کو اوپر سے نیچے ملے اور تالو کو انگلی سے ملے۔ پھر آخر میں ہاتھ صابن سے دھولے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي:۱۳/۱۷٤۔ روضة المتقين:۲/۲۹۳۔ عمدة القاري:۲۱/۱۷۵۔ احياء علوم الدين:۲/۱۲)

البَابُ (۱۱۰)

باب تکثیر الایدی علیٰ طعام
کھانے پر ہاتھوں کی کثرت

دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہے

۷۵۵. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِیْ الثَّلَاثَةِ وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِیْ الْاَرْبَعَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۵۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ دو آدمیوں کا کھانا تین کو کافی ہے اور تین کا کھانا چار کو کافی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۵۵): صحیح البخاری، کتاب الاطعمه، باب طعام الواحد یکفی الاثنین . صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب فضیلة المواساة في الطعام القلیل .

کلماتِ حدیث: کافی : جو تمہارے لیے پورا ہو اور کم نہ پڑے۔

شرح حدیث: اگر دو آدمیوں کا کھانا ان کے سیر ہونے کے بقدر ہو تو وہ تین آدمیوں کو کافی ہے اور تین آدمیوں کا پیٹ بھر کر کھانا چار آدمیوں کو کافی ہے۔ یعنی بطور قناعت کافی ہے اور ان کی صحت اور عبادت کے لیے موزوں ہے۔ کھانے میں اپنے ساتھ اپنے بھائیوں کو شریک کرنے میں ایثار بھی ہے اور خیر و برکت بھی اور آپس میں مودت والفت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے (حدیث ۵٦۵) میں گزر چکی ہے۔

(فتح الباري : ۳/۱۱۵۰۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۲۰/۱٤۔ روضة المتقین : ۲/۲۹۳)

ایک آدمی کا کھانا دو کے لیے کافی ہے

۷۵٦. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِیْ الِاثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِیْ الْاَرْبَعَةَ، وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِیْ الثَّمَانِيَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۵٦) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کے لیے کافی ہے۔

تخریج حدیث (۷۵٦): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب فضیلة المواساة فی الطعام القلیل .

کلماتِ حدیث: یکفی : کافی ہوتا ہے، پورا ہوتا ہے۔ کفی کفایة : کافی ہونا۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں دراصل ایثار، ہمدردی اور قناعت کی تعلیم ہے کہ انسان خود اکیلا بیٹھ کر نہ کھائے بلکہ دوسرے آدمیوں کو بھی شریک کرے بالخصوص اہل حاجت اور مساکین کو کھانے میں شریک کرنا بہت اجر وثواب کا کام ہے اور اس میں کھانے کے کم پڑ جانے کا اندیشہ نہ کرے بلکہ دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہو جائے گا۔ کہ اس طرح کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مل کر کھاؤ۔ علیحدہ علیحدہ نہ کھاؤ کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو کافی ہوتا ہے۔ یعنی اجتماع کی اور اکٹھے کھانے کی برکت سے کھانا کافی ہو جاتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ١٤/ ٢٠۔ تحفة الاحوذي : ٥/٥٥٦)

البَابُ (۱۱۱)

بَابُ اَدَبِ الشُّرْبِ وَاسْتِحْبَابِ التَّنَفُّسِ ثَلَاثًا خَارِجَ الْإِنَاءِ وَكَرَاهِيَةِ التَّنَفُّسِ فِى الْإِنَاءِ وَاسْتِحْبَابِ إِدَارَةِ الْإِنَاءِ عَلَى الْأَيْمَنِ فَالْأَيْمَنِ بَعْدَ الْمُبْتَدِئِ

پانی پینے کے آداب، برتن سے باہر تین مرتبہ سانس لینے کا استحباب پہلے آدمی کے لینے کے بعد برتن کو دائیں طرف سے حاضرین کو دینا

پانی تین سانس میں پینا چاہیے

۷۵۷. عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِى الشَّرَابِ ثَلَاثًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ يَعْنِىْ : يَتَنَفَّسُ خَارِجَ الْإِنَاءِ .

(۷۵۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کوئی شئے پیتے ہوئے تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔ (متفق علیہ) یعنی آپ ﷺ برتن کے باہر سانس لیتے تھے۔

تخریج حدیث (۷۵۷): صحيح البخارى، كتاب الاشربة، باب الشرب بنفس او ثلاثة . صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب كراهة التنفس فى الاناء .

کلمات حدیث: كان يتنفس : آپ ﷺ سانس لیتے تھے۔ نفس : جان جمع نفوس : زندگی۔ نفس : سانس، جمع انفاس . متنفس، متنفسا (باب تفعل) سانس لینا۔ متنفس : سانس لینے والا۔ زندہ انسان۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ جب پانی یا دودھ وغیرہ پیتے تو آپ تین مرتبہ سانس لے کر پیتے اور سانس برتن سے باہر لیتے تھے۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ پینے کے دوران تین مرتبہ سانس لیتے اور آپ فرماتے کہ اس طرح تین مرتبہ سانس لینے سے پانی زیادہ سیراب کرنے والا بیماری سے شفا دینے والا اور زیادہ آسانی سے پیٹ میں اتر جانے والا ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک سانس میں پانی پی لینے سے منع فرمایا اور یہ ممانعت مکروہ تنزیہی کے درجہ میں ہے۔ اسی طرح پانی پیتے ہوئے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔ یہ ممانعت ایسی ہے جیسے کھانے پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔

(فتح الباري : ۳/ ۴۰۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۳/ ۱۶۸)

ایک سانس میں پینے کی ممانعت

۷۵۸. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاتَشْرَبُوْا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيْرِ، وَلٰكِنِ اشْرَبُوْا مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَسَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدُوْا اِذَا اَنْتُمْ رَفَعْتُمْ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۷۵۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ہی سانس میں اونٹ کی طرح نہ پیئو، بلکہ دو مرتبہ یا تین مرتبہ سانس لے کر پیئو۔ اور جب پیئو تو بسم اللہ پڑھو اور جب فارغ ہو تو الحمد للہ کہو۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۷۵۸): الجامع للترمذی : ابواب الاشربة، باب ما جاء فی التنفس فی الاناء .

کلمات حدیث: سموا إذا انتم شربتم : جب پیئو تو اللہ کا نام لے کر پیئو۔ سموا : اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ پڑھو۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا ہے کہ اونٹ کی طرح ایک ہی مرتبہ میں پانی مت پیئو۔ دو مرتبہ یا تین مرتبہ کر کے پیو اور جب پی کر فارغ ہو جاؤ تو الحمد للہ کہو۔ یعنی جب بھی منہ سے برتن ہٹاؤ تو الحمد للہ کہو یا آخر میں الحمد للہ کہو۔ بہتر ہے کہ ہر مرتبہ الحمد للہ کہے۔ جیسا کہ طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین سانس میں پانی پیتے تھے۔ جب برتن کو منہ کے قریب لے جاتے تو بسم اللہ پڑھتے اور جب برتن منہ سے ہٹاتے تو الحمد للہ کہتے، آپ ﷺ ایسا تین مرتبہ فرماتے۔

(تحفة الاحوذي : ٥/٦٥٦۔ روضة المتقين : ٢/٢٩٦۔ دليل الفالحين : ٣/٢١٨)

پیتے وقت برتن میں سانس لینے کی ممانعت

۷۵۹. وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْاِنَآءِ": مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، يَعْنِيْ يُتَنفَّسَ فِيْ نَفْسِ الْاِنَاءِ .

(۷۵۹) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)
یعنی برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث(۷۵۹): صحيح البخاری، کتاب الاشربة، باب النهی عن التنفس فی الاناء . صحيح مسلم، کتاب الاشربة، باب کراهية التنفس فی الاناء .

کلمات حدیث: إناء : برتن، جمع اوانی .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اس امت کو تمام اخلاقِ کریمانہ کی تعلیم دی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ برتن کے اندر سانس نہ لو کہ حیوان جہاں پانی پیتے ہیں وہیں سانس لیتے رہتے ہیں انسان اشرف المخلوقات ہے اس کے جملہ اخلاق و آداب اعلیٰ اور ارفع ہونے چاہئیں کہ اخلاقِ حسنہ اور صفاتِ حمیدہ کے اجتماع کا نام ہی انسانیت ہے۔

(فتح الباري : ١/٣٢٦۔ تحفة الاحوذي : ٥/٦٥٩)

تقسیم دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیے

٧٦٠. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيْبَ بِمَآءٍ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ اَعْرَابِيٌّ وَعَنْ يَسَارِهِ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَشَرِبَ، ثُمَّ اَعْطَى الْاَعْرَابِيَّ وَقَالَ: "اَلْاَيْمَنَ فَالْاَيْمَنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"شِيْبَ اِيْ خُلِطَ". یعنی ملایا گیا۔

(٧٦٠) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا جس میں پانی ملا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے دائیں جانب ایک اعرابی تھا اور بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے پیا اور پی کر اس اعرابی کو دیا اور کہا کہ دائیں جانب والا مقدم ہے۔ (متفق علیہ) شیب کے معنی ہیں ملایا گیا۔

تخریج حدیث(٧٦٠): صحيح البخاري، كتاب الاشربة، باب شرب اللبن بالماء. صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب استحباب ادارة الماء باللبن.

کلمات حدیث: الأيمن فالأيمن: پہلے دائیں جانب پھر بائیں جانب۔ یعنی جب کوئی شئے دینی ہو یا تقسیم کرنی ہو تو پہلے اس شخص کو دی جائے جو اس کے دائیں جانب ہو اور پھر جو اس کے دائیں جانب ہو۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو پانی ملا ہوا دودھ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس میں کچھ نوش فرمانے کے بعد دائیں طرف بیٹھے ہوئے اعرابی کو دیا اور فرمایا کہ دائیں جانب مقدم ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کی بائیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہر معاملے میں عدل فرماتے اور مساوات قائم فرماتے یہاں بھی آپ ﷺ نے عدل و مساوات کی اعلیٰ ترین مثال قائم فرمائی۔ (فتح الباري: ٢/٥٥۔ تحفة الاحوذي: ٥/٦٦٤. شرح صحيح مسلم للنووي: ١٣/١٦٨)

ضرورت کے موقع پر بائیں جانب والے سے اجازت لے لے

٧٦١. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ اَشْيَاخٌ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ هٰؤُلَآءِ؟" فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللّٰهِ، لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا، فَتَلَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"قَوْلُهُ" "تَلَّهُ": اَيْ وَضَعَهُ وَهٰذَا الْغُلَامُ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

(٧٦١) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو پینے کی کوئی چیز پیش کی گئی آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ پیا۔ آپ ﷺ کے دائیں جانب ایک نوجوان تھا اور بائیں جانب بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ

نے اس نوجوان سے کہا کہ کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں یہ ان لوگوں کو دیدوں۔نوجوان نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں آپ ﷺ سے پانے والے حصہ پر اپنے آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا آپ ﷺ نے وہ پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔(متفق علیہ) تلہ : کے معنی ہیں رکھدیا۔یہ نوجوان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

تخریج حدیث(۷۶۱): صحيح البخاري، كتاب الاشربة، باب هل يستأذن الرجل عن يمينه في الشرب ليعطي الاكبر. صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب استحباب ادارة الماء باللبن.

کلمات حدیث: أتاذن لي: کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو۔ اذن اذناً (باب سمع) اجازت دینا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کوئی مشروب پیش کیا گیا،آپ ﷺ کے دائیں جانب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے جو ابھی کم سن تھے لیکن بیت نبوت میں رہ کر تعلیم وتربیت حاصل کر رہے تھے اس لیے نوعمری میں بھی فضل وکمال کے آثار ہویدا تھے۔ بائیں جانب کچھ بزرگ تھے۔روایات میں ہے کہ وہ حضرت خالد بن ولید تھے۔آپ ﷺ نے کچھ پی کر بچا ہوا دینا چاہا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا جو کہ آپ ﷺ کے دائیں جانب تھے اور سنت بھی یہی ہے کہ دائیں جانب والے کو دیا جائے۔ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس واقعہ میں آپ ﷺ کے دائیں جانب اعرابی کے ہونے کا ذکر ہے کہ اس میں آپ ﷺ نے اس سے نہیں پوچھا لیکن اس واقعہ میں آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بہت محبت فرماتے اور جو مجلس میں موجود بزرگ تھے وہ بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے رشتہ دار تھے اور حضرت عبداللہ احکام شریعت سے واقف تھے اس لیے آپ نے ان سے پوچھا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! آپ کی طرف سے مجھے جو حصہ ملے گا میں اس میں اپنے آپ پر کسی کو ترجیح دینے والا نہیں ہوں۔ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ باری تمہاری ہے لیکن اگر تم چاہو تو خالد کو دیدوں۔اور ایک اور روایت میں ہے کہ تمہارے چچا کو دیدوں۔حضرت خالد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عمر میں بڑے تھے اس لیے انہیں چچا فرمایا ہو سکتا ہے کہ خالدؓ عمر میں حضرت عباس کے قریب ہوں۔لیکن اس کے علاوہ حیثیتوں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ مرتبہ میں بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت خالدؓ بعد میں اسلام لائے۔ (دليل الفالحين : ۳/ ۲۲۰)

یہ حدیث اور اس کی شرح پہلے (حدیث ۵۶۸) میں گزر چکی ہے۔

البَابُ (۱۱۲)

كَرَاهَةِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَنَحْوِهَا وَبَيَانُ اَنَّهُ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ لَاتَحْرِيمٍ

مشکیزہ سے منہ لگا کر پانی پینے کی کراہت یہ کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے

۷۶۲. عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ يَعْنِيْ اَنْ تُكْسَرَ اَفْوَاهُهَا وَيُشْرَبَ مِنْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۶۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکیزہ کا منہ موڑ کر اس سے پانی پینے سے منع فرمایا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۷۶۲): صحیح البخاری، کتاب الاشربه، باب اختناث الاسقیه . صحیح مسلم، کتاب الاشربه، باب آداب الطعام و الشراب .

کلماتِ حدیث: اسقیة : جمع سقاء . چمڑے کا پانی بھرنے کا برتن ۔ تکسر : دوھرا کرنا، منہ موڑنا۔ اختناث : مشکیزہ کا منہ موڑ کر اسے نیچے کی طرف جھکا لینا تا کہ اس سے پانی پیا جا سکے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ مشکیزے میں سے زیادہ پانی آجائے اور حلق میں اٹک جائے یا پانی میں کوئی ایسی شئے ہو جس سے تکلیف کا اندیشہ ہو چنانچہ مسند ابی بکر بن شیبہ میں ہے کہ کسی شخص نے مشک سے لگا کر پانی پیا، مشک میں سانپ کے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے جو اس کے پیٹ میں چلے گئے اس پر رسول اللہ ﷺ نے مشک سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا۔

حدیثِ مبارک کے الفاظ اس قدر ہیں " نهى عن اختناث الاسقية " اس کے بعد اختناث کے معنی ہیں جو زہری رحمہ اللہ نے بیان کیے ہیں کہ مشکیزہ کا منہ موڑ کر اسے نیچے جھکا لیا جائے۔ زہری کے بیان کردہ یہ معنی مدرج ہیں۔ اگر کسی محدث کی طرف سے حدیث میں کچھ الفاظ بطورِ توضیح آگئے ہوں تو ایسی حدیث کو مدرج کہتے ہیں اور اس داخل کرنے کے عمل کو ادراج کہا جاتا ہے۔ اگر راوی کے بیانیہ الفاظ شروع میں ہوں تو ایسی حدیث کو مدرج الاول، اگر درمیان میں ہوں تو مدرج الوسط اور آخر میں ہوں تو مدرج الآخر کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث مدرج الاخیر ہے کہ اس میں زہری کے توضیحی الفاظ آخر میں آئے ہیں۔

(دليل الفالحين : ۲۲۱/۳ ـ فتح الباري : ۳۸/۳ ـ تحفة الاحوذي : ٦٦٠/٥)

مشکیزے سے منہ لگا کر پینے کی ممانعت

۷۶۳. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُشْرَبَ مِنْ

فِي السِّقَآءِ اَوِ الْقِرْبَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۶۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشک یا مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۷۶۳): صحیح البخاری، کتاب الاشربة، باب الشرب من فم السقاء .

کلمات حدیث: سقاء : مشک چمڑے کا پانی کا برتن۔جمع اسقیه . قربة : چھوٹا سا مشکیزہ،جمع قرب.

شرح حدیث: مشک یا مشکیزہ کا منہ چونکہ بند ہوتا ہے اس لیے ممکن ہے کہ اس میں تنکا یا کوئی ایسی چیز آ جائے جس سے تکلیف ہو یا پانی کا منہ بند ہونے کی وجہ سے اس کے منہ میں بو پیدا ہو جائے اور پینے والے کو اس طرح پینے سے ناگواری ہو۔چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں یہی وجہ بیان کی گئی ہے یا مشک سے پانی زیادہ آ جائے اور پینے والے کے گلے میں پھندا لگ جائے یا اس کے کپڑے بھیگ جائیں ابن العربی فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی وجہ ہو کراہت کے لیے کافی ہے۔

(فتح الباري : ۳۹/۳۔ روضة المتقين : ۲۹۹/۲۔ دليل الفالحين : ۲۲۲/۳)

ضرورت کے موقع پر منہ لگا کر پینے کی اجازت

۷۶۴. وَعَنْ اُمِّ ثَابِتٍ كَبْشَةَ بِنْتِ ثَابِتٍ اُخْتِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِيْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ اِلٰى فِيْهَا فَقَطَعْتُهُ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ : وَاِنَّمَا. قَطَعَتْهَا لِتَحْفَظَ مَوْضِعَ فَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَتَبَرَّكَ بِهٖ وَتَصُوْنَهٗ عَنِ الْاِبْتِذَالِ : وَهٰذَا الْحَدِيْثُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى بَيَانِ الْجَوَازِ : وَالْحَدِيْثَانِ السَّابِقَانِ لِبَيَانِ الْاَفْضَلِ وَالْاَكْمَلِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۷۶۴) حضرت ام ثابت کبشہ بنت ثابت جو حضرت حسانؓ کی ہمشیرہ تھیں، روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ نے کھڑے کھڑے ایک لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے پانی پیا میں نے بعد میں مشکیزہ کا منہ کاٹ کر (بطور تبرک) اپنے پاس رکھ لیا۔(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے) حضرت ام ثابت نے مشکیزے کا منہ اس لیے کاٹ لیا تھا کہ وہ اس چیز کو محفوظ رکھنا چاہتی تھیں جس پر آپ ﷺ کا منہ لگا تھا تا کہ اس سے برکت حاصل کریں اور اسے عام استعمال سے بچائیں اور یہ حدیث اس کے جواز پر محمول ہے جبکہ پہلے دو حدیثیں افضل واکمل طریقے کو بیان کر رہی ہیں۔واللہ اعلم

تخریج حدیث(۷۶۴): الجامع للترمذی، ابواب الاشربه، باب ما جاء فی الرخصة فی اختناث الاسقية .

کلمات حدیث: من فی قربة معلقة : لٹکے ہوئے مشکیزے کے منہ سے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے لٹکے ہوئے مشکیزے سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز

ہے اور جو احادیث آپ ﷺ کے مشکیزے سے پانی پینے کے بارے میں ہیں ان سب میں یہی ہے کہ مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔ ابن العربی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے ضرورتاً مشکیزے سے پانی پیا ہو یا وہ بہت ہی چھوٹا مشکیزہ ہو۔ (اداوۃ) اور ممانعت کی حدیثیں اس صورت سے متعلق ہیں جب مشکیزہ بڑا ہو کہ اس میں زیادہ احتمال ہے کہ کوئی مضرت رساں چیز پانی میں آ گئی ہو۔

(روضة المتقين : ۲/ ۳۰۰۔ دليل الفالحين : ۳/ ۲۲۲)

البَابُ (۱۱۳)

بَابُ كِرَاهَةِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ
پانی میں پھونک مارنے کی ممانعت

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

۷۶۵. عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ، فَقَالَ رَجُلٌ : اَلْقَذَاةُ اَرَاهَا فِي الْاِنَاءِ؟ فَقَالَ "اَهْرِقْهَا قَالَ : اِنِّيْ لَااَرْوٰى مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ: "فَاَبِنِ الْقَدَحَ اِذًا عَنْ فِيْكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۷۶۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پینے والی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ایک شخص نے عرض کیا کہ بعض اوقات برتن میں کوئی تنکا وغیرہ ہوتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پانی کو گرادو۔اس نے عرض کیا کہ میں ایک سانس میں سیراب نہیں ہوتا آپ نے فرمایا کہ اپنے منہ سے برتن کو جدا کر کے سانس لے لو۔(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے)

تخریج حدیث(۷۶۵): الجامع للترمذی، ابواب الاشربة، باب كراهية النفخ فی الشرب .

کلمات حدیث: اهرقها : اسے گرادو۔ اهراق (باب افعال) گرانا۔ إني لا أروي : میں سیراب نہیں ہوتا۔ روي ريا (باب سمع) سیراب ہونا۔ فأبن القدح : پیالہ کو جدا کردو۔ أبان : جدا کیا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آدمی کے منہ میں بو ہو یا اس کے معدے میں بخارات ہوں جن سے پانی میں اثر پیدا ہوجائے۔اگر پانی میں تنکا وغیرہ ہو تو برتن جھکا کر پانی گرادیا جائے زیادہ تنکے وغیرہ پڑے ہوں تو سارا گرادے۔

تین مرتبہ سانس لے کر پانی پینا چاہیے اور پانی کو چوس کر پینا چاہیے کہ اس طرح پانی خوشگوار مزید اور راحت دینے والا محسوس ہوگا۔

(تحفة الاحوذی : ۶/۶۷)

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

برتن میں پھونک مارنا ممنوع ہے

۷۶۶. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْاِنَاءِ اَوْيُنْفَخَ فِيْهِ : رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ!

(۷۶۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانی کے برتن میں سانس لینے سے یا پھونک مارنے سے منع فرمایا۔(ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۷۶٦): الجامع للترمذی، ابواب الاشربة، باب كراهية النفخ فی الشراب .

کلمات حدیث: نهى ان يتنفس فى الإناء : برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔

شرح حدیث: پانی کے برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع فرمایا اسی طرح گرم کھانے یا پینے کی چیز میں پھونک نہیں مارنا چاہیے بلکہ اس کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔ اگر برتن میں کوئی تنکا وغیرہ ہو تو اسے گرادیا جائے یا چمچے سے نکال دیا جائے۔

(روضة المتقين : ۲/۱ ۰ ۳۔ دليل الفالحين : ۳/ ۲۲٤)

الباب (۱۱٤)

بَابُ بَيَانِ جَوَازِ الشُّرْبِ قَآئِمًا وَبَيَانِ اَنَّ الْاَكْمَلَ وَالْاَفْضَلَ الشُّرْبُ قَاعِدًا

کھڑے ہوکر پانی پینے کا جواز لیکن افضل یہی کہ بیٹھ کر پانی پیا جائے

حضرت کبشہ سے مروی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

ماءِ زم زم کھڑے ہوکر پینے کی اجازت

۷۶۷. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۷٦۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمزم کا پانی دیا آپ ﷺ نے اسے کھڑے ہوکر پیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۷٦۷): صحيح البخاری، کتاب الاشربه، باب الشرب قائما. صحيح مسلم، کتاب الاشربة، باب في الشرب من زمزم قائماً.

کلمات حدیث: سقیت : میں نے پلایا۔ سقی سقیاً (باب ضرب) پلانا۔

شرح حدیث: امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ زمزم پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہوکر پانی پیا کیونکہ ازدحام تھا اور لوگوں کی کثرت کی وجہ سے بیٹھنا متعذر تھا۔ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان جواز کے لیے کھڑے ہوکر پانی پیا یا اس لیے کہ وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی یا بیٹھنے کی جگہ گیلی تھی۔

روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر پانی پیا اور فرمایا کہ لوگ کھڑے ہوکر پانی پینا مکروہ سمجھتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا۔

(تحفة الاحوذي : ٥/٦٥٠۔ روضة المتقين : ٣/٣٠٢۔ فتح الباري : ٣/٣٦)

ضرورت کے موقع پر کھڑے ہوکر پینا جائز ہے

۷٦۸. وَعَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتٰى عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَابَ الرَّحْبَةِ فَشَرِبَ قَائِمًا وَقَالَ : اِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ فَعَلْتُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۷٦۸) حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باب الرحبہ آئے اور کھڑے ہوکر پانی پیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا جس طرح تم مجھے کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ (البخاری)

تخریج حدیث(۷۶۸): کتاب الاشربه، باب الشرب قائما ۔

کلمات حدیث: رحبة : کھلی زمین صحن۔ رحبة الوادی : وادی کے درمیان پانی گزرنے کی جگہ، جمع رحاب ۔

شرح حدیث: عام حالات میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ بیٹھ کر پانی پیا جائے لیکن اگر کوئی ایسا موقعہ ہو کہ بیٹھنے کی جگہ نہ ہو یا لوگوں کا ازدحام ہو یا کوئی اور مجبوری ہو تو کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء میں سے کسی نے بھی کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کو حرمت پر محمول نہیں کیا ہے۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت طبی اعتبار سے ہے اور کسی طرح کے نقصان سے بچنے کے لیے ہے کیونکہ بیٹھ کر پانی پینا زیادہ سہل اور آسان ہے اور اس میں پھندا لگنے کا امکان بھی کم ہے۔

(روضة المتقین : ۲/۳۰۳)

ہلکی پھلکی چیز کھڑے ہو کر کھانے کی اجازت ہے

۷۶۹. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا نَأْكُلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَمْشِيْ وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۷۶۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چلتے چلتے کھا لیتے اور کھڑے کھڑے پانی پی لیتے ۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث(۷۶۹): الجامع للترمذی، ابواب الاشربة، باب ما جاء فی النهی فی الشرب قائما.

کلمات حدیث: علی عهد : زمانہ میں، اس دور میں۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو احادیث مبارکہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کے بارے میں ہیں وہ کراہت تنزیہی کا بیان ہے یعنی کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ تنزیہی ہے اور جو احادیث کھڑے ہو کر پانی پینے کے بارے میں ہیں وہ بیان جواز کے لیے ہیں اور سنت نبوی ﷺ میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں مثلاً وضوء میں طریقہ مسنون یہ ہے کہ تین تین مرتبہ اعضاء دھوئے جائیں لیکن آپ ﷺ نے ایک ایک مرتبہ بھی اعضاء وضوء کو دھویا جو جواز کو بیان کرنے کے لیے ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اونٹ پر بیٹھے ہوئے طواف فرمایا حالانکہ پیدل طواف زیادہ بہتر ہے اور زیادہ کامل ہے اس میں اصول یہ ہے کہ افضل اور مستحب پر مواظبت فرمایا کرتے تھے اور جواز بیان کرنے کے لیے ایک یا دو مرتبہ فرماتے۔ اور اس پر مستقل عمل نہ ہوتا چنانچہ اکثر آپ ﷺ کا پینا بیٹھ کر تھا، اکثر آپ کا وضوء اعضاء کو تین تین مرتبہ دھونا تھا اور اکثر آپ ﷺ کا طواف پیدل تھا۔ (شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۳/۱٦٤)

رسول اللہ ﷺ کا بیٹھ کر پینا

۷۷۰. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا : رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۷۷۰) حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود رضی اللہ عنہم روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہو کر اور بیٹھے ہوئے دونوں حالتوں میں پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۷۷۰): الجامع للترمذی، ابواب الاشربة، باب ما جاء فی الرخصة فی الشرب قائماً .

شرح حدیث: طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے دونوں حالتوں میں پانی پیتے دیکھا۔ یہ حدیث ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ذکر کی ہے اور طبرانی نے اوسط میں ذکر کی ہے۔ خطابی، ابن بطال اور امام نووی رحمہ اللہ کے نزدیک ممانعت کی احادیث کراہت تنزیہی پر محمول ہیں اور کھڑے ہو کر پانی پینے کی احادیث بیانِ جواز کے لیے ہیں۔ (تحفة الاحوذي : ٥/ ٦٥٠)

کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت

۷۷۱. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ نَهٰى اَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَآئِمًا. قَالَ قَتَادَةُ : فَقُلْنَا لِاَنَسٍ : فَالْاَكْلُ؟ قَالَ ذٰلِكَ اَشَرُّ. اَوْاَخْبَثُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَآئِمًا .

(۷۷۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا قتادہ کہتے ہیں کہ ہم نے انس سے کہا کہ اور کھڑے ہو کر کھانے کے بارے میں کیا ہے تو انہوں نے فرمایا یہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ (مسلم) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے پر سرزنش فرمائی۔

تخریج حدیث(۷۷۱): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب کراهية الشرب قائما .

کلمات حدیث: أشر : زیادہ برا، زیادہ بڑا شر۔ أشر : افعل التفضیل کا صیغہ ہے ہمزہ کثرت استعمال سے حذف ہو گیا اور شر ہو گیا جو مستعمل ہے۔ شر بمعنی مصدر برائی جمع شرور۔ شریر : برا کام کرنے والا۔ جمع اشرار . زجر : سرزنش کی، تنبیہ کی۔ زجر عن کذا : کسی کام سے تنبیہ کر کے زور سے روکنا۔ زاجر : روکنے والا جمع زواجر .

شرح حدیث: امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کے کئی مفاسد ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس طرح پینے والے کو سیرابی حاصل نہیں ہوتی اور جگر کو یہ موقعہ نہیں ملتا کہ وہ پانی کو جسم کے تمام حصوں میں پہنچائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پانی تیزی سے براہِ راست معدہ میں چلا جاتا ہے اور معدہ کو ٹھنڈا کر کے نظام ہضم کو متاثر کرتا ہے۔ بہرحال اسوۂ حسنہ یہی ہے کہ آپ ﷺ بیٹھ کر پانی نوش فرماتے تھے اور یہی عادتِ شریفہ تھی۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ١٣/ ١٦٤ ـ روضة المتقين : ٢/ ٣٠٥)

بھولے سے کھڑے ہوکر پئے تو قے کردے

۷۷۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "لَایَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِنْکُمْ قَائِمًا، فَمَنْ نَسِیَ فَلْیَسْتَقِیْءَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۷۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہوکر پانی نہ پئے اور اگر بھول کر پی لے تو قے کردے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۷۷۲): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب کراهية الشرب قائما.

کلمات حدیث: فلیستقیء : اسے چاہیے کہ قے کردے۔

شرح حدیث: قے کرنے کا حکم مبنی پر استحباب ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کھڑے ہوکر پانی پیا تو مستحب یہ ہے کہ وہ قے کردے کیونکہ اگر حکم شرعی کو وجوب پر محمول کرنا متعذر رہو تو اسے استحباب پر محمول کرنا چاہیے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کھڑے ہوکر پانی پینے والے پر قے کرنا لازم نہیں ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا یہ کہنا کہ قے لازم نہیں ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قے کرنا مستحب نہیں ہے۔ قے کرنا یقیناً مستحب ہے کہ اس کی تائید میں یہ حدیث صحیح موجود ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض کے کلام سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ استحباب کے قائل نہیں ہیں۔ دراصل قاضی عیاض نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی قتادہ ہیں جن پر تدلیس کی تہمت ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ان کے سماع کی دلیل موجود ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کھڑے ہوکر کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تدلیس کے معنی ہیں راوی کا اس طرح حدیث روایت کرنا جیسے اس نے اپنے پیش رو سے سنی ہو حالانکہ اس کا سننا ثابت نہ ہو۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۳/ ۱٦٤ ۔ دلیل الفالحین : ۳/ ۲۲۷)

الباب (۱۱۵)

بَابُ اِسْتِحْبَاب كَوْن سَاقِي الْقَوْمِ اٰخِرَهُمْ شُرْبًا
پلانے والے کیلئے سب سے آخر میں پینے کا استحباب

۷۷۳. عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ كَرِيْمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "سَاقِی الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ" يَعْنِیْ شُرْبًا، رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۷۷۳) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کو پلانے والا سب سے آخر میں پیئے۔(ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۷۷۳): الجامع للترمذی، ابواب الأشربة، باب ما جاء ان ساقی القوم آخرهم .

کلمات حدیث: ساقی : پلانے والا۔ سقی سقیا (باب ضرب) پلانا، آخر، پچھلا، آخر میں آنے والا۔ آخرت کو آخرت اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دنیا کے بعد آنے والی ہے۔

شرح حدیث: اخلاقِ حسنہ اور اسلامی آداب کا تقاضا یہ ہے کہ جب کوئی دوسروں کو پانی یا دودھ پلائے یا ان کی مہمان داری کرے تو خود سب سے آخر میں پیئے یا کھائے اور اپنے آپ کو اس پلانے یا کھلانے کے دوران سب کا خادم تصور کرے۔ اہل صفہ کے دودھ پلانے کا واقعہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دودھ کا پیالہ دیا اور فرمایا کہ سب کو پلاؤ۔ آپ نے سب کو پلایا اور سب سے آخر میں خود پیا اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بچا ہوا پی لیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی کے ذمہ مسلمانوں کی کوئی خدمت ہو یا مسلمانوں کی کوئی مصلحت ہو جس میں وہ خود بھی شریک ہو تو پہلے سب مسلمانوں کی مصلحت کی تکمیل کرے اور آخر میں اپنی مصلحت کی جانب نظر کرے۔

(تحفة الاحوذي : ٥/٦٦٦ـ روضة المتقين : ٢/٣٠٦)

الباب (۱۱۶)

بَابُ جَوَازِ الشُّرْبِ مِنْ جَمِيعِ الْاَوَانِيْ الطَّاهِرَةِ غَيْرَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَجَوَازِ الْكَرْعِ وَهُوَ الشُّرْبُ بِالْفَمِ مِنَ النَّهْرِ وَغَيْرِه' بِغَيْرِ اِنَآءٍ وَلَا يَدٍ وَتَحْرِيْمِ اِسْتِعْمَالِ اِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فِي الشُّرْبِ وَالْاَكْلِ وَالطَّهَارَةِ وَسَآئِرِ وُجُوْهِ الْاِسْتِعْمَالِ

تمام پاک برتنوں سے سوائے سونے اور چاندی کے برتنوں کے پینا جائز ہے، نہر وغیرہ سے بغیر برتن اور بغیر ہاتھ کے منہ لگا کر پینا جائز ہے، چاندی سونے کے برتنوں کا استعمال کھانے پینے میں طہارت میں اور ہر کام میں حرام ہے

۷۷۴. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ اِلٰى اَهْلِهٖ وَبَقِيَ قَوْمٌ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ كَفَّه'، فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ قَالُوْا: كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ : ثَمَانِيْنَ وَزِيَادَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: هٰذِهٖ رِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَه' وَلِمُسْلِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِاِنَآءٍ مِّنْ مَّآءٍ، فَاُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِّنْ مَّآءٍ، فَوَضَعَ اَصَابِعَه' فِيْهِ : قَالَ اَنَسٌ : فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَى الْمَآءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ، فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّاَ مَابَيْنَ السَّبْعِيْنَ اِلَى الثَّمَانِيْنَ .

(۷۷۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کا وقت ہوگیا تو جن کے گھر قریب تھے وہ گھر چلے گئے اور کچھ لوگ باقی رہ گئے۔رسول اللہ ﷺ کے پاس پتھر کا ایک برتن لایا گیا وہ برتن اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں ہتھیلی بھی نہیں پھیل سکتی تھی۔اس سے سب نے وضوء کرلیا۔لوگوں نے پوچھا کہ تم کتنے تھے،انہوں نے بتایا اسی سے کچھ زائد۔(متفق علیہ، یہ الفاظ بخاری کے ہیں)

ایک اور راویت جو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کی ہے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانی کا برتن منگوایا، آپ ﷺ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس کا منہ کھلا ہوا تھا اور اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔آپ نے اس میں اپنی انگلیاں ڈبو دیں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پانی آپ ﷺ کی انگلیوں سے ابل رہا ہے۔اور میں نے وضوء کرنے والوں کا اندازہ لگایا تو وہ ستر سے اسی کے درمیان تھے۔

تخریج حدیث (۷۷۴): صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب الغسل والوضوء فی المخضب والقدح والخشب والحجارة ۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ.

کلمات حدیث: المخضب : پتھر کا برتن۔ ان یبسط فیه کفه : برتن اس قدر چھوٹا تھا کہ اس میں ہتھیلی بھی پھیلا کر نہیں رکھی جاسکتی تھی۔ فحزرت : میں نے اندازہ کیا۔

شرحِ حدیث: نماز کا وقت قریب آیا، جن کے گھر قریب تھے وہ گھروں میں چلے گئے اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ نمازِ عصر کا وقت آ گیا اور وضوء کے لیے پانی نہیں تھا اور ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ کہیں تشریف لے گئے چلتے رہے کہ نماز کا وقت آ گیا اور وضوء کے لیے پانی نہیں ملا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ زورا تشریف لے گئے مسجد وہاں سے تھوڑے سے فاصلے پر تھی۔ آپ ﷺ کے پاس پانی کا ایک برتن لایا گیا جو اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں ہتھیلی بھی پھیلا کر نہیں رکھی جا سکتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ پانی کے برتن میں اپنی انگلیاں ڈال دیں اور انگشت ہائے مبارک سے پانی نکلنے لگا اور ستر اسی آدمیوں نے وضوء کر لیا۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ نے وضوء کیا اور پھر اپنی چار انگلیاں پانی میں ڈال دیں اور لوگوں سے فرمایا کہ سب وضوء کر لیں اور سب نے وضوء کر لیا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی انگشت ہائے مبارک سے پانی ابلنے کا واقعہ متعدد مرتبہ پیش آیا اور بارہا یہ معجزہ ظاہر ہوا اور یہ ایسا منفرد معجزہ ہے جو انبیاءِ سابقین علیہم السلام میں سے کسی کو نہیں ملا۔

(فتح الباري : ۱/۳۳٤۔ إرشاد الساري : ۱/۳۸٦)

پیتل کا برتن استعمال کرنا جائز ہے

۷۷۵۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْرَجْنَا لَهُ مَآءً فِيْ تَوْرٍ مِنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّاَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

" الصُّفْرُ " بِضَمِّ الصَّادِ، وَيَجُوْزُ كَسْرُهَا، وَهُوَ النُّحَاسُ : "وَالتَّوْرُ" كَالْقَدَحِ وَهُوَ بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقِ .

(۷۷۵) حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے تانبے کے ایک پیالہ میں پانی پیش کیا اور آپ ﷺ نے اس سے وضوء فرمالیا۔ (بخاری) صفر: تانبا، تور: پیالہ۔

تخریج حدیث (۷۷۵): صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب الوضوء من التور .

راوی حدیث: حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ہجرتِ نبوی ﷺ کے بعد اسلام قبول کیا ۶۳ ھ میں شہید ہوئے۔

(اسد الغابة في معرفة الصحابة : ۳/۱٦۸)

کلماتِ حدیث: تور من صفر : تانبے کا پیالہ۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ دھات کے برتن وضوء اور کھانے پینے میں استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

(فتح الباري : ۱/۳٤٦)

رسول اللہ ﷺ کو ٹھنڈا پانی پسند تھا

۷۷۶. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَمَعَهٗ صَاحِبٌ لَهٗ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَآءٌ بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِيْ شَنَّةٍ وَاِلَّا كَرَعْنَا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ . " اَلشَّنُّ " اَلْقِرْبَةُ .

(۷۷۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے پاس تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ایک صحابی بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارے مشکیزے میں رات کا پانی ہو تو دیدو ورنہ ہم منہ لگا کر پی لیں۔ (بخاری) شن کے معنی ہیں مشکیزہ۔

تخریج حدیث(۷۷۶): صحیح البخاری، کتاب الاشربه باب شرب اللبن بالماء.

کلمات حدیث: شـن : چمڑے کی پرانی مشک۔ شن اس کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں پانی ٹھنڈا رہتا ہے اور اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اسے طلب فرمایا۔ وإلا كرعنا : ورنہ ہم منہ لگا کر پی لیں گے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ایک انصاری کے یہاں تشریف لے گئے۔ جو صاحب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور جن انصاری کے ہاں گئے وہ ابوالہیثم بن التیہان تھے۔ یہ گرمی کا وقت تھا، وہ اپنے باغ میں پانی دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس رات کا ٹھنڈا پانی ہے ورنہ ہم منہ لگا کر پی لیں، یعنی باغ میں جو پانی گزر رہا ہے اس میں سے پی لیں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس شن میں رات کا ٹھنڈا پانی ہے۔ آپ عریش (چھپر) کی جانب تشریف لے گئے انہوں نے پیالے میں ٹھنڈا پانی لیا اور اس پر بکری کا دودھ دوہا اور خدمت اقدس میں پیش کیا اور پی کر پیالہ واپس کر دیا جس میں سے ان صاحب نے پیا جو آپ ﷺ کے ساتھ آئے۔ (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ)

ابن المہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گرمی کے دنوں میں ٹھنڈا پانی اللہ کی نعمت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ٹھنڈا پانی طلب کر کے پیا اس لیے ٹھنڈا پانی پینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب روز قیامت بندہ سے سوال ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا میں نے تجھے تندرست جسم عطا نہیں کیا اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ٹھنڈا پانی ایک بڑی نعمت ہے اور اس کے بارے میں سوال ہوگا۔

(فتح الباري : ۳/ ۳٤۔ عمدة القاري : ۲۸۲/۲۱۔ روضة المتقين : ۲/ ۲۰۹۔ دليل الفالحين : ۳/ ۲۳۱)

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت

۷۷۷. وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ

وَالدِّيْبَاجِ وَالشُّرْبِ فِي اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَقَالَ: ''هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَهِيَ لَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ .'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۷۷) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حریر و دیباج کے پہننے سے اور سونے چاندی کے برتن میں پانی پینے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ چیزیں کافروں کو دنیا میں دی گئی ہیں اور تمہیں آخرت میں ملیں گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۷۷۷): صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال . صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضة .

کلمات حدیث: ديباج : ایک قسم کا ریشمی کپڑا۔ جمع دبابيج .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو ریشم اور دیباج کے لباس سے منع فرمایا۔ یعنی یہ حکم مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کو پہننا جائز ہے اور اسی طرح آپ ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے اور پینے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ اشیاء اس دنیا میں کافروں کے لیے ہیں اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ آخرت میں عطا فرمائیں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ایسی نعمتیں عطا فرمائیں گے جن کو کسی کی آنکھ نے نہ دیکھا ہو، اور جن کے ذکر سے کوئی کان آشنا ہوا اور نہ وہ کبھی کسی کے تصور و خیال میں آئی ہوں۔ دار قطنی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص سونے چاندی کے برتن میں پیے یا ایسے برتن میں پیئے جس میں کچھ چاندی یا سونا لگا ہو تو یہ پانی نارِ جہنم بن کر اس کے پیٹ میں اتر تا رہے گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس برتن میں پانی نہیں پیتے تھے جس میں چاندی کا حلقہ لگا ہوا ہو یا اس کا کنارہ چاندی کا ہو اور طبرانی کی اوسط میں ہے کہ حضرت ام عطیہؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پیالہ میں بھی پانی پینے سے منع فرمایا جس پر کسی جگہ چاندی لگی ہو، البتہ عورتوں کو اس کی اجازت دی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کسی مجوسی نے سونے یا چاندی کے برتن میں پانی دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہ برتن اٹھا کر پھینک دیا اور فرمایا کہ میں اس کو پہلے بھی منع کر چکا ہوں ورنہ میں برتن نہ پھینکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے اور پینے سے منع فرمایا ہے۔

جس برتن میں تھوڑی سے چاندی لگی ہو تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس برتن میں پانی پینا جائز ہے، بشرطیکہ چاندی والے حصے کو نہ ہاتھ لگے اور نہ منہ لگے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس طرح کے برتن میں بھی پانی پینا کراہت سے خالی نہیں ہے اور جو برتن پورا چاندی کا ہو اس کا استعمال تو کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک قول یہی مروی ہے کہ اگر ذرا سی بھی چاندی ہو تو مذکورہ شرائط کے ساتھ ایسے برتن سے پانی پینا مکروہ ہے۔

(فتح الباري : ۱۱۵۸/۳ ـ عمدة القاري : ۸۶/۲۱ ـ روضة المتقين : ۳۱۰/۲)

چاندی کے برتن میں پینے پر وعید

۷۷۸. وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"اَلَّذِیْ يَشْرَبُ فِیْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ اِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : اِنَّ الَّذِیْ يَاْكُلُ اَوْيَشْرَبُ فِیْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ، وَالذَّهَبِ" وَفِیْ رِوَايَةٍ لَهٗ : "مَنْ شَرِبَ فِیْ اِنَآءٍ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْفِضَّةٍ فَاِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِهٖ نَارًا مِّنْ جَهَنَّمَ ."

(۷۷۸) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چاندی کے برتن میں پانی پیئے گا تو یہ پانی اس کے پیٹ میں نارِ جہنم بن کر گرتا رہے گا۔ (متفق علیہ)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص چاندی اور سونے کے برتن میں کھاتا ہے۔

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے سونے اور چاندی کے برتن میں پانی پیا اس نے اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر لی۔

تخریج حدیث(۷۷۸): صحيح البخاری، كتاب الاشربة، باب آنية الفضة . صحيح مسلم، كتاب اللباس ، باب تحريم استعمال اوانی الذهب .

کلماتِ حدیث: انما يجرجر فی بطنه النار : وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ انڈیل رہا ہے۔ جرجر یجرجر : پانی کا یا کسی چیز کا اس طرح گرنا یا انڈیلنا جس سے آواز پیدا ہو۔ جو آدمی سونے یا چاندی کے برتن میں کھائے گا یا پیئے گا، یہ پانی یا غذا دھکتی ہوئی آگ بن کر اس کے پیٹ میں اترتی رہے گی۔

شرحِ حدیث: اس امر پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا اور پینا مرد و عورت دونوں کے لیے حرام ہے اور گناہِ کبیرہ ہے اور علماء میں سے کسی کا اس امر میں اختلاف نہیں ہے، علامہ طیبی اور امام نووی رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ اگر برتن میں سونے چاندی کی چھوٹی چھوٹی کیلیں لگی ہوں اور کم مقدار میں ہوں تو ایسے برتن کا استعمال جائز ہے لیکن حنفی فقہاء کے نزدیک ایسے برتن سے بھی پانی پینا اس شرط کے ساتھ جائز ہوگا کہ سونے کی جگہ پر نہ ہاتھ لگے اور منہ لگے۔

(فتح الباري : ٤١/٣ ۔ عمدة القاري : ٢٠٠/٢١)

کتاب اللباس

الباب (۱۱۷)

بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ الثَّوۡبِ الۡاَبۡیَضِ، وَجَوَازِ الۡاَحۡمَرِ وَالۡاَخۡضَرِ وَالۡاَصۡفَرِ وَالۡاَسۡوَدِ وَجَوَازِہٖ مِنۡ قُطۡنٍ وَکَتَّانٍ وَشَعۡرٍ وَصُوۡفٍ وَغَیۡرِھَا اِلَّا الۡحَرِیۡرَ

سفید کپڑے کے استحباب اور سرخ، سبز اور کالے کپڑے کا جواز نیز سوائے ریشم کے روئی، اون اور بالوں وغیرہ کے کپڑوں کا جواز

لباس کا مقصد ستر پوشی ہے

۲۶۴۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ:

﴿ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَرِیۡشًا وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی ذٰلِکَ خَیۡرٌ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہاری ستر پوشی کرتا ہے اور زینت بخشتا ہے اور لباس تقویٰ خوب تر ہے۔''

(الاعراف: ۲۶)

۲۶۵۔ وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ وَجَعَلَ لَکُمۡ سَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمُ الۡحَرَّ وَسَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمۡ بَاۡسَکُمۡ ﴾

اور فرمایا کہ:

''اور تمہارے لیے کرتے بنائے جو تم کو گرمی سے بچائیں اور ایسے کرتے جو تم کو جنگ سے محفوظ رکھیں۔'' (النحل: ۸۱)

تفسیری نکات: دونوں آیات اللہ تعالیٰ کے اس انعام کے بیان پر مشتمل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو لباس عطا کیا اور لباس بھی دو طرح کے عطا فرمائے لباس زینت یا وہ لباس جو دنیاوی فائدہ کا حامل ہو اور لباس تقویٰ یعنی وہ لباس جو آخرت میں انسان کی ستر پوشی کرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں لباس عطا فرمایا جو تمہیں سردی اور گرمی سے بچاتا ہے اور تمہیں زیب و زینت عطا کرتا ہے اور تمہاری ستر پوشی کرتا ہے اور وہ لباس آہن جو تمہیں جنگوں میں دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھتا ہے، مگر اس لباس سے لباس تقویٰ زیادہ بہتر ہے، جس طرح لباس دنیا گرمی سے اور آزار سے اور دشمن کے حملوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ لباس تقویٰ آخرت کی شدت جہنم کی گرمی اور شیطان کے حملے سے محفوظ رکھتا ہے۔ (تفسیر عثماني۔ معارف القرآن)

لباس اور کفن دونوں میں سفید کپڑا پسندیدہ ہے

۷۷۹. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ: رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(۷۷۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو کہ یہ تمہارے اچھے کپڑے ہیں اور انہی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۷۷۹): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب في البياض . الجامع للترمذی، ابواب الجنائز، باب ما يستحب من الاكفان .

کلمات حدیث: البسوا : تم پہنو، تم لباس پہنو۔ لبس لبسا (باب سمع) کپڑا پہننا۔

شرح حدیث: سفید لباس پہننا مستحسن اور مستحب ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے موقعہ پر میں نے آپ ﷺ کے دائیں بائیں دو افراد سفید کپڑوں میں ملبوس دیکھے جن کو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ یہ حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام تھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے جنت کو سفید بنایا ہے اور اللہ کو سفید رنگ پسند ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سفید لباس تواضع اور عاجزی کی علامت ہے، مساجد میں اور اوقاتِ عبادت میں سفید لباس پہننا افضل ہے نیز عیدین اور جمعہ کے روز سفید لباس پہننا اچھا ہے۔ (روضة المتقين : ۲/ ۳۱۳۔ دليل الفالحين : ۳/ ۲۳۵)

سفید لباس پاکیزگی کا ذریعہ

۷۸۰. وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْبَسُوا الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ" رَوَاهُ النَّسَائِيُّ، وَالْحَاكِمُ وَقَالَ : حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ .

(۷۸۰) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفید لباس پہنو کہ یہ زیادہ پاک اور پاکیزہ ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو (نسائی اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے کہا کہ حدیث صحیح ہے)

تخریج حدیث(۷۸۰): سنن النسائي، كتاب الجنائز، باب أي الكفن خير .

کلمات حدیث: كفنوا : کفن دو، کفن، مردے کا لباس۔ جمع اکفان .

شرح حدیث: سفید لباس پہننے کی تاکید اس لیے ہے کہ سفید لباس پاک اور پاکیزہ ہوتا ہے چونکہ اس پر لگا ہو میل فوراً محسوس ہوتا

ہے اس لیے اس کی صفائی اور نظافت کا زیادہ اہتمام کرتا ہے، نیز کہ سفید کپڑا زیادہ متواضعانہ اور عجب وتکبر سے بعید تر ہے اور سفید رنگ فطرت سے قریب تر ہے اسی لیے مردوں کو بھی سفید کپڑوں میں کفن دینے کا حکم ہوا اور یہ اشارہ ہے اس طرف کہ زندہ ہوں یا مردہ ہر وقت رجوع الی اللہ کی جانب متوجہ رہنا چاہیے یعنی سفید لباس کا پہننا موت اور کفن کو یاد دلانے والا ہے۔

(روضة المتقين : ٣١٤/٢ - تحفة الأحوذي : ٩٨/٨)

رسول اللہ ﷺ میانہ قد تھے

٧٨١. وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا وَلَقَدْ رَاَيْتُه‘ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ مَارَاَيْتُ شَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٧٨١) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا قد درمیانہ تھا اور میں نے آپ ﷺ کو سرخ حلہ میں دیکھا ہے اور میں نے کوئی شخص آپ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٧٨١): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الثوب الاحمر . صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب في صفة النبي صلى الله عليه وسلم .

کلمات حدیث: مربوعاً : درمیانی قد۔ حلة حمراء : سرخ جوڑا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کا قد درمیانہ تھا، صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک تمام لوگوں میں حسین ترین تھا اور آپ ﷺ کا اخلاق سب لوگوں میں بہترین تھا اور آپ ﷺ نہ طویل تھے اور نہ قصیر۔

اور فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کو سرخ جوڑے میں ملبوس دیکھا اس وقت مجھے آپ ﷺ اتنے حسین لگے کہ میں نے اس سے پہلے اتنا حسن نہیں دیکھا تھا۔

حلۃ حمراء سے مراد یمن کے بنے ہوئے دو کپڑے ہیں جن میں لال اور سبز پٹیاں ہوتی ہیں وہ خالص لال نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ابن الہمام نے بیان کیا اور ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حلۃ حمراء سے مراد دو یمنی چادریں ہیں جن میں سرخ اور کالی دھاریاں ہوتی تھیں۔

(تحفة الأحوذي : ٣٨٩/٥ - روضة المتقين : ٣١٤/٢)

رسول اللہ ﷺ کا سرخ خیمہ

٧٨٢. وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ، وَهُوَ بِالْاَبْطَحِ فِيْ قُبَّةٍ لَه‘ حَمْرَآءَ مِنْ اَدَمٍ فَخَرَجَ بِلَالٌ بِوَضُوْئِهٖ فَمِنْ نَاضِحٍ وَنَآئِلٍ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَآءُ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِ سَاقَيْهِ، فَتَوَضَّأَ وَاَذَّنَ بِلَالٌ، فَجَعَلْتُ

اَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَّهٰهُنَا، يَقُوْلُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا: حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، ثُمَّ رُكِزَتْ لَهُ عَنَزَةٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ لَايُمْنَعُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. " اَلْعَنَزَةُ " بِفَتْحِ النُّوْنِ نَحْوُ الْعُكَّازَةِ.

(۷۸۲) حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں ابطح کے مقام پر سرخ رنگ کے چمڑے کے خیمے میں دیکھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا وضوء کا پانی لے کر باہر آئے۔ کچھ لوگ تھے جنہیں پانی کے چھینٹے ملے اور بعض کو پانی مل گیا۔ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے آپ ﷺ سرخ جوڑا پہنے ہوئے تھے گویا مجھے اب بھی آپ ﷺ کی پنڈلیوں کی سفیدی نظر آرہی ہے آپ نے وضو کیا اور بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ میں حضرت بلال کے چہرے کو دائیں اور بائیں ادھر ادھر ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا جب آپ حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کہہ رہے تھے۔ آپ کے سامنے ایک نیزہ گاڑ دیا گیا آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ آپ کے سامنے سے کتاب اور گدھا گزرا مگر روکا نہیں گیا۔ (متفق علیہ)

عنزہ : چھوٹا نیزہ۔

تخریج حدیث(۷۸۲): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الثوب الاحمر . صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب سترۃ المصلی .

کلمات حدیث: اُدم : دباغت دیا ہوا چمڑا۔ رکزت : گاڑا گیا۔ رکز ترکیزاً : (باب تفعیل) زمین میں لکڑی وغیرہ گاڑنا۔ عنزہ: نیزہ جمع عنزات.

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ ایک سرخ چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ سرخ حلہ پہنے ہوئے تھے بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے وضو کا پانی لائے آپ نے وضوء فرمایا تو صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے وضو کا پانی اپنے ہاتھوں اور منہ پر ملا کسی کو پانی ملا اور کسی کو پانی کے چھینٹے ملے اور اس طرح سب نے آپ کا تبرک حاصل کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح میں انہوں نے اپنا چہرہ دائیں بائیں گھمایا۔ آپ ﷺ کی نماز کے سامنے ایک نیزہ گاڑ دیا گیا اور سامنے سے کسی جانور کو گزرنے سے روکا نہیں گیا۔

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے وضو کا پانی لے کر بطور تبرک اپنے ہاتھوں اور چہروں پر ملنے لگے۔

آپ ﷺ کے سامنے نیزہ بطور سترہ کے گاڑا گیا۔ اگر نمازی اپنے سامنے کوئی لکڑی بطور سترہ نصب کرلے یا کوئی چیز اپنے سامنے رکھ لے تو اس کے آگے سے گزرنے میں حرج نہیں ہے۔ سترہ صرف امام کے سامنے ہونا کافی ہے یعنی امام کے ساتھ سترہ کا ہونا مقتدیوں کے لیے بھی کافی ہے۔ (ارشاد الساري : ۱/ ۴۱۲ ـ فتح الباري : ۱/ ۳٤٤)

سبز رنگ کے دھاری دار کپڑے

۷۸۳. وَعَنْ اَبِیْ رِمْثَةَ رِفَاعَةَ التَّيْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ . رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۷۸۳) حضرت ابورمثہ رفاعۃ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے دوسبز رنگ کے کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ (ابوداوداور ترمذی نے بسند صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۷۸۳): سنن ابي داؤد، كتاب اللباس، باب الرخصة في اللون الاحمر . الجامع للترمذي، ابواب الآداب، باب ما جاء في الثوب الاخضر .

راوی حدیث: حضرت ابورمثہ رفاعۃ تیمی رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں صرف ان کا اور ان کے والد کا نام ذکر کیا ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ ان کا انتقال افریقہ میں ہوا۔ ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں متعدد احادیث مروی ہیں۔

کلماتِ حدیث: ثوبان : دو کپڑے یعنی ازار اور چادر۔ ثوب کا تثنیہ جس کے معنی کپڑے کے ہیں۔

شرحِ حدیث: جامع ترمذی میں بردان اخضران کے الفاظ ہیں۔ برد دھاری دار چادر کو کہتے ہیں یعنی آپ ﷺ کا لباس مکمل سبز نہیں تھا بلکہ سبز دھاریاں تھیں۔ یہی بات ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کہی ہے۔ سفید رنگ کے بعد ہرا رنگ اہمیت کا حامل ہے کہ اہل جنت کا لباس ہوگا اور یہ کہ سبز رنگ بینائی کو تسکین بخشنے والا اور دیکھنے والوں کی نظروں میں خوش کن ہے۔

(المرقاة : ۸/۱٦٤ ـ تحفة الاحوذي : ۸/۱۰۱)

رسول اللہ ﷺ کے سیاہ عمامہ کا ذکر

۷۸۴. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عَمَامَةٌ سَوْدَآءُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۸۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ میں داخل ہوئے تو آپ سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۷۸۴): صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز دخول مكه بغير احرام .

کلماتِ حدیث: عمامة سوداء : سیاہ عمامہ۔ سوداء : اسود کا مؤنث۔ لباس اسود اور عمامۃ سوداء۔

شرحِ حدیث: صحیح حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود تھا۔ پھر آپ ﷺ نے خود اتار دیا اور عمامہ پہن لیا۔ چنانچہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ ﷺ سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے یہ خطبہ کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے دیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے سیاہ عمامہ پہنا ہوا ہو اور اس کے اوپر خود ہو پھر آپ ﷺ نے خود اتار دیا ہو اور عمامہ اسی طرح باقی رہا۔

بہرحال افضل تو سفید لباس ہے جو آپ ﷺ نے اکثر پہنا ہے لیکن سیاہ عمامہ پہننا بھی جائز ہے، لیکن یہ امر بھی مدنظر رہے کہ احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ کے سیاہ عمامہ پہننے کا کسی اور موقعہ پر ذکر نہیں ہے۔ صرف یہی حدیث مبارک ہے کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر سیاہ عمامہ پہنا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ عمامہ پہننا آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور فتح مکہ کے دن سیاہ عمامہ پہننا اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح ہر رنگ بدل جاتا ہے مگر سیاہ رنگ نہیں بدلتا اسی طرح آج کے بعد ہر دین تبدیل ہوگا مگر دین اسلام نہیں بدلے گا۔ البتہ ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جمعہ کے روز خطبہ دیا اور آپ ﷺ سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ واللہ اعلم (روضة المتقين : ٢/٣١٧۔ دليل الفالحين : ٣/٢٣٨)

---

٧٨٥. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَمْرِو بْنِ حُرَیْثٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی، رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ قَدْ اَرْخٰی طَرَفَیْهَا بَیْنَ كَتِفَیْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ! وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ .

(٧٨٥) حضرت ابوسعید عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ گویا میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ سیاہ عمامہ پہنے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے کاندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا ہے۔ (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھے۔

تخریج حدیث (٧٨٥): صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير احرام .

راوی حدیث: حضرت ابوسعید عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر بارہ سال تھی۔ ان سے ١٨ احادیث مروی ہیں اور صحاح میں مروی ہیں ٨٥ھ میں انتقال فرمایا۔ (دليل الفالحين : ٣/٢٣٨)

کلمات حدیث: أرخى : لٹکایا۔ ارخی ارخاء (باب افعال) لٹکانا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے یہ خطبہ فتح مکہ کے دوسرے دن دیا تھا جیسا کہ یہ بات بالتصریح اس حدیث میں آئی ہے کہ جو امام بخاری نے ابوشریح عدوی سے روایت کی ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن خطبہ دیا۔ (حدیث ٤٢٩٥)

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ مشہور اور صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عمامہ کا ایک سرا لٹکایا، لیکن بعض نے دونوں کناروں کا ذکر کیا ہے۔

(فتح الباري : ٢/٦٢٤۔ روضة المتقين : ٢/٣١٨۔ دليل الفالحين : ٣/٢٣٨)

آپ ﷺ کے عمامہ کے دو شملے تھے

٧٨٦. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ثَلَاثَةِ

أَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ، وَلَا عِمَامَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" السَّحُوْلِيَّةُ " بِفَتْحِ السِّيْنِ وَضَمِّهَا وَضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَتَيْنِ : ثِيَابٌ تُنْسَبُ إِلٰى سَحُوْلٍ : قَرْيَةٌ بِالْيَمَنِ: وَالْكُرْسُفُ الْقُطْنُ .

(٧٨٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو سحول کے بنے ہوئے تھے اس میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔ (متفق علیہ) سحولیۃ: سحول کے بنے ہوئے کپڑے جو یمن کا ایک گاؤں تھا۔ کرسف کے معنی ہیں روئی۔

تخریج حدیث(٧٨٦): صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب الثياب البيض للكفن . صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب فی كفن الميت .

کلماتِ حدیث: سحولية من كرسف : سحول کے روئی کے بنے ہوئے کپڑے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کو تین سفید سوتی چادروں میں کفن دیا گیا یہ چادریں یمن کے ایک شہر سحول کی بنی ہوئی تھیں۔ اسی طرح مردوں کو تین کپڑوں میں کفن دینا مسنون ہے۔ (روضة المتقين : ٣١٨/٢۔ دليل الفالحين : ٢٣٨/٣)

رسول اللہ ﷺ کی سیاہ چادر کا ذکر

٧٨٧. وَعَنْهَا قَالَتْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدِ! رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

" اَلْمِرْطُ " بِكَسْرِ الْمِيْمِ : وَهُوَ كِسَاءٌ ! " وَالْمُرَحَّلُ " بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ هُوَالَّذِيْ فِيْهِ صُوْرَةُ رِحَالِ الْإِبِلِ وَهِيَ الْاَكْوَارُ .

(٧٨٧) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن صبح کو آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے جسم پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک نقش ونگار والی چادر تھی۔ (مسلم)

مرط : چادر، مرحل وہ کپڑا جس میں اونٹ کے کجاوں کی تصویریں ہوں اسے اکوار بھی کہتے ہیں۔

تخریج حدیث(٧٨٧): صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب التواضع فی اللباس و الاقتصار على الغليظ منه .

کلماتِ حدیث: ذات غداة : صبح کے وقت۔ اکوار : جمع کور۔ کجادہ۔ مرط : اون یا سوت وغیرہ کی بنی ہوئی چادر جو بطورِ ازار باندھی جائے۔ مـــرحـــل : جس میں رحال یعنی کجاوہ کی تصویر بنی ہو بعض روایات میں مرحل آیا ہے یعنی جس میں علم بنا ہوا ہو۔ جمع مرحلات اور مراحل۔

شرحِ حدیث: حدیث مبارک ایسا کپڑا پہننے کے جواز کی دلیل ہے جو چھپا ہوا ہو اور نقش ونگار بنے ہوئے ہوں۔ البتہ انسان اور

جانور یعنی ذی روح کی تصویر ممنوع ہے۔ (روضة المتقين : ٢/٣١٩ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٣/٥٠)

رسول اللہ ﷺ نے اونی جبہ بھی استعمال فرمایا

٧٨٨. وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ مَسِيْرٍ، فَقَالَ لِيْ : "أَمَعَكَ مَآءٌ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، فَنَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَمَشٰى حَتّٰى تَوَارٰى فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَآءَ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتّٰى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ: دَعْهُمَا فَإِنِّيْ أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ" وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا : مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ "وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ أَنَّ هٰذِهِ الْقَضِيَّةَ كَانَتْ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ .

(٧٨٨) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران میں رات کے وقت آپ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس پانی ہے میں نے کہا کہ جی ہاں۔ یہ سن کر آپ ﷺ سواری سے اترے اور پیدل چلے یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں آپ ﷺ نظروں سے اوجھل ہو گئے، پھر آپ ﷺ تشریف لائے تو میں نے برتن سے پانی ڈالا۔ آپ ﷺ نے اپنا چہرہ دھویا۔ آپ ﷺ نے اندر کی طرف سے ہاتھوں کو نکالا آپ ﷺ نے اپنے بازو دھوئے اور سر کا مسح کیا۔ میں آپ ﷺ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں رہنے دو میں نے پاک پاؤں میں پہنے تھے اور آپ نے ان پر مسح فرمایا۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے شامی جبہ پہنا ہوا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ تبوک میں پیش آیا۔

تخریج حدیث(٧٨٨): صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب من لبس جبة ضيقة الكمين في السفر . صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين .

کلمات حدیث: ذات ليلة : ایک رات۔ توارى فى سواد الليل : رات کی سیاہی میں چھپ گئے یعنی نظروں سے اوجھل ہو گئے اور تاریکی کی وجہ سے آپ نظر نہ آتے تھے۔ افرغت : میں نے انڈیلا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک غزوۂ تبوک سے متعلق ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے رات کا وقت تھا آپ ﷺ ضرورت کے لیے تشریف لائے اور وضوء فرمایا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے وضوء کے لیے پانی دیا اور آپ ﷺ کے موزے اتارنے کے لیے جھکے لیکن آپ نے منع فرما دیا اور مسح علی الخفین فرمایا۔

راوی میں ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو وضوء کرایا اور وضوء کے لیے پانی ڈالا اس سے معلوم ہوا کہ وضوء

میں مدد کرنا اور وضوء کرانا صحیح ہے، نیز حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عرفہ سے واپسی پر انہوں نے آپ ﷺ کو وضوء کرایا۔

مسح علی الخفین کا جواز ائمہ اربعہ کے نزدیک متفق علیہ مسئلہ ہے حنفی فقہاء کے نزدیک مقیم کے لیے ایک دن ورات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات مسح کی اجازت ہے۔

(فتح الباری : ۱/ ۳٤۰۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۳/۱٤٦۔ إرشاد الساري : ۱/ ٤۰۱۔ عمدة القاري : ۳/ ۹۰)

البَابُ (۱۱۸)

اِسْتِحْبَابِ الْقَمِيْصِ
قمیص پہننے کا استحباب

۷۸۹۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ القَمِيْصُ: رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۷۸۹) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ لباس میں رسول اللہ ﷺ کو قمیص زیادہ پسند تھی۔

(اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۷۸۹): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی القمیص.

کلمات حدیث: قمیص : کرتا، جمع قمص اور اقمصه .

شرح حدیث: اہل عرب کا عام لباس دو چادریں تھا، ایک ازار اور ایک اوپر سے پہننے والی چادر، مگر قمیص بھی موجود تھی اور پہنی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ قمیص کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ ابن الجزری نے بیان کیا ہے کہ اس وقت قمیص سلی ہوئی ہوتی دو آستینیں ہوتیں اور اسے لباس کے نیچے پہنا جاتا اور بالعموم قمیص سوت یا اون کا ہوتا۔ لیکن حدیث مبارک میں قمیص سے مراد سوتی قمیص ہے کیونکہ دمیاطی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ کی قمیص سوتی تھی اور قمیص کی آستینیں چھوٹی تھیں۔ اور آپ ﷺ قمیص کو اس لیے پسند فرماتے کہ اس میں اعضاء کی ستر پوشی زیادہ ہے اور بدن کے لیے آرام دہ ہے اور اس میں تواضع زیادہ ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ قمیص پہننا مستحب ہے چادر کی بہ نسبت اس سے جسم زیادہ مستور ہوتا ہے۔

(تحفة الاحوذي : ٤٥٩/٥ ـ روضة المتقين : ٣٢١/٢ ـ دليل الفالحين : ٢٤١/٣)

البَابُ (۱۱۹)

بَابُ صِفَّةِ طُوْلِ الْقَمِيْصِ وَالْكُمِّ وَالْإِزَارِ وَطَرْفِ الْعِمَامَةِ وَتَحْرِيْمِ إِسْبَالِ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى سَبِيْلِ الْخُيَلَاءِ وَكَرَاهَتِهٖ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءِ

قمیص، آستین، ازار اور عمامہ کے کنارے کی لمبائی اور بطورِ تکبر ان میں سے کسی چیز کے لٹکانے کی حرمت اور بغیر تکبر کراہت کا بیان

۷۹۰. عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّسْغِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۷۹۰) حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کی قمیص کی آستین پہنچوں تک تھیں۔ (اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۷۹۰): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی القمیص . الجامع للترمذی، ابواب اللباس، باب ما جاء فی القمیص .

کلمات حدیث: کم : آستین، جمع اکمام . رسغ : ہتھیلی اور کلائی کا جوڑ، پہنچا۔

شرح حدیث: ابن الجزری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث مبارک دلیل ہے کہ قمیص کی آستین پہنچے تک ہونی چاہئیں اور اس سے زیادہ لمبی نہ ہوں۔ قمیص کے علاوہ کپڑے کی آستین انگلیوں کے سروں تک ہوسکتی ہیں ابن الجوزی رحمہ اللہ نے الوفاء میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قمیص پہنتے جس کی لمبائی ٹخنوں سے اوپر ہوتی اور جس کی آستینیں انگلیوں کے کناروں تک ہوتیں۔ (روضة المتقين : ۳۲۲/۲۔ دليل الفالحين : ۲٤۲/۳)

یہ حدیث اس سے پہلے (حدیث ۵٦) میں گزر چکی ہے۔

ٹخنے کے نیچے کپڑا پہننے پر وعید

۷۹۱ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" فَقَالَ لَهٗ اَبُوْبَكْرٍ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اِزَارِيْ يَسْتَرْخِيْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَهٗ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّكَ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهٗ خُيَلَاءَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ : وَرَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَهٗ .

(۷۹۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تکبر سے اپنا کپڑا زمین پر کھینچتا

ہوا چلتا ہے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی طرف نظر نہیں فرمائیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرا تہبند بھی لٹک جاتا ہے مگر میں اس کا خیال رکھتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر تم ان میں سے نہیں ہو جو تکبر سے ایسا کرتے ہیں۔ (بخاری، مسلم نے اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۷۹۱): صحیح البخاری، فضائل الصحابة، باب لو کنت متخذا خلیلا . صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم الثوب خیلاء و بیان حدما یجوز ارخاؤه الیه و ما یستحب .

کلماتِ حدیث: من جر ثوبه خیلاء : جس نے اپنا کپڑا تکبر سے کھینچا۔ یسترخی : لٹک جاتا ہے۔

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس شخص کی جانب بنظرِ رحمت نہیں دیکھیں گے جو تکبر کے ساتھ اپنے کپڑے کو زمین پر گھسیٹتا ہوا چلتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میری ازار بھی بعض اوقات لٹک جاتی ہے اور میں اسے ٹھیک کرتا رہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم ان لوگوں میں نہیں ہو کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے وعید اس کے لیے ہے جو عجب اور تکبر سے ایسا کرے نہ کہ وہ جس سے بلا قصد و ارادہ ایسا ہو جائے۔ (فتح الباري : ۲/ ۴۰۸ ـ ارشاد الساري : ۵/ ۱۵٦)

متکبر نظرِ کرم سے محروم ہوگا

۷۹۲. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَایَنْظُرُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا : مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۷۹۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس شخص کی طرف نظر نہیں فرمائیں گے جو غرور سے اپنا تہبند زمین پر کھینچتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۷۹۲): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من غیر خیلاء . صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب خیلاء .

کلماتِ حدیث: بَطَراً : اترا کر، غرور کے ساتھ، اللہ کی نعمتوں کا انکار اور ان پر شکر نہ کرنا۔

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ نظر رحمت و کرم نہیں فرمائیں گے اس شخص کی جانب جو غرور و تکبر سے اپنی ازار کو کھینچتا ہے۔ رضا اور عدم رضا دونوں سے نظر کا تعلق ہے کہ رضا میں نظر کرم ہوتی ہے اور عدم رضا میں نظر غضب ہوتی ہے جیسا کہ روایت ہے کہ تم سے پہلے لوگوں میں کسی نے چادر پہنی اور اس میں تکبر اور غرور کے ساتھ چلا اللہ تعالیٰ نے اسے ناراضگی سے دیکھا اور زمین کو حکم دیا تو زمین نے اس کو نگل لیا۔

غرضِ مقصود حدیث یہ ہے کہ جو زمین پر کپڑے کو اس طرح گھسیٹتا ہوا چلے اور وہ تکبر اور غرور سے ایسا کرے جیسے ایک متکبر سرکش اور احسان ناشناس کیا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی جانب نظرِ کرم نہیں فرمائیں گے اور یہ حکم مردوں اور عورتوں کو دونوں کو شامل ہے۔ اس نکتہ کو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بخوبی سمجھا کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عورتیں اپنے کپڑوں کے دامن کا کیا

کریں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بالشت لٹکائیں انہوں نے عرض کیا کہ اس طرح ان کے پیر کھل جائیں گے تو آپ نے فرمایا کہ پھر ایک ہاتھ لٹکا لیا کریں۔ اس سے زیادہ نہ کریں۔

حاصل یہ ہے کہ مردوں کے لیے دو صورتیں ہیں ایک حالت استحباب اور وہ یہ کہ کپڑا نصف ساق تک ہو اور ایک حالت جواز اور وہ کہ کپڑا ٹخنوں سے اوپر ہو۔ اسی طرح عورتوں کے لیے دو صورتیں ہیں ایک صورت استحباب اور وہ یہ کہ جو مردوں کے لیے جواز کا درجہ ہے اس سے ایک بالشت زیادہ ہو اور ایک حالت جواز ہے اور وہ یہ کہ مردوں کے لیے جواز کے درجے سے دو بالشت زیادہ۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جو طبرانی نے اوسط میں نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے بالشت سے ناپ کر دکھایا کہ عورتوں کا دامن اتنا ہو۔ ابو یعلی نے بھی بغیر فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام لیے اس روایت کو نقل کیا اور کہا کہ آپ ﷺ نے ایک بالشت اور دو بالشت ناپا۔

(فتح الباري: ۳/۱۰۸۔ عمدة القاري: ۲۱/۴۴۳۔ روضة المتقين: ۲/۳۲۴۔ شرح صحيح مسلم للنووي: ۱۴/۵۵)

****

ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانے والا جہنمی ہے

۷۹۳. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فَفِي النَّارِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۷۹۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ازار کا ٹخنوں سے نیچا حصہ جہنم میں جائے گا۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۷۹۳): صحيح البخاری، کتاب اللباس، باب ما اسفل من الكعبين ففی النار .

کلمات حدیث: ما أسفل : جو حصہ نیچے آگیا، جو حصہ نیچے لٹک گیا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کے الفاظ بظاہر کپڑے کے جہنم میں جانے کو بیان کر رہے ہیں لیکن فی الحقیقت مراد یہ ہے کہ ٹخنوں سے نچلا جسم کا حصہ جتنے حصے پر ازار لٹکائی گئی ہے وہ جہنم میں جائے گا۔ چنانچہ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ جگہ جس پر ازار ٹخنوں سے نیچے لٹک جائے وہ مقام آگ کا مستحق بن گیا۔ بلا عذر کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مکروہ ہے اور اگر تکبر کے ساتھ ہو تو حرام ہے۔ لیکن اگر ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم وغیرہ ہو جس کو ڈھکنا ضروری ہو تو بلا کراہت اس پر کپڑا ڈال لینا جائز ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خارش کی بناء پر ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت عطا فرمائی۔

(فتح الباري : ۳/۱۰۸۔ عمدة القاري : ۲۱/۴۴۳۔ نزهة المتقين : ۱/۶۱۲۔ روضة المتقين : ۲/۳۲۴)

****

تین آدمی قیامت کے روز شرف کلام سے محروم ہوں گے

۷۹۴. وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَايَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَايُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : قَالَ فَقَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ. قَالَ اَبُوْذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ"؟ قَالَ : "اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَه' بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَّه' "اَلْمُسْبِلُ اِزَارَهُ !

(۷۹۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت کلام نہیں فرمائے گا اور ان کی طرف نظر کرم نہیں کرے گا اور ان کو پاک نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے قرآنی آیت کا یہ حصہ تین مرتبہ تلاوت فرمایا۔ ابوذر نے کہا کہ یہ تو نامراد ہوگئے اور خسارے میں پڑ گئے یارسول اللہ! یہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔ اور ایک روایت میں الفاظ ہیں، ازار لٹکانے والا۔

تخریج حدیث(۷۹۴): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم اسبال الازار والمن بالعطية وتنفيق السلعة بالحلف.

کلماتِ حدیث: مسبل : کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔ اسبل اسبالاً (باب افعال) لٹکانا۔ منان : بہت احسان جتانے والا۔ من مناً (باب نصر) احسان کرنا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائے گا ان کی جانب نظر کرم نہیں کرے گا انہیں پاک نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ یہ تین آدمی یہ ہیں: کپڑا لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے کلامِ رضا نہیں فرمائیں گے بلکہ ان سے ناراضگی اور غصہ کے ساتھ تخاطب ہوگا ان کی جانب نظر کرم کی بجائے غصہ اور غضب سے دیکھا جائے گا، ان کی تعریف نہیں کی جائے گی اور ان کے گناہ معاف کر کے انہیں پاک وصاف نہیں کیا جائے گا اور وہ عذابِ الیم سے دوچار ہوں گے۔

ایک وہ جو تکبر سے اپنا کپڑا زمین پر لٹکائے۔ جیسا کہ حدیث سابق میں آیا ہے۔ منان جو دوسروں کو اول تو کچھ دیتا نہیں لیکن اگر کسی کو دیدیا تو اس کا ہر موقعہ پر احسان جتلاتا ہے۔ من اور اذی سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے کہ من واحسان تکبر اور عجب وبخل اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے غافل ہو جانے سے پیدا ہوتا ہے اور تیسرا وہ شخص جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا سامان فروخت کرے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۹۸/۲۔ روضة المتقين : ۳۲۵/۲۔ دليل الفالحين : ۲۴۴/۳)

ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا حرام ہے

۷۹۵. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "الاِسْبَالُ

فِی الْاِزَارِ وَالْقَمِیْصِ وَالْعِمَامَةِ مَنْ جَرَّ شَیْئًا خُیَلاَءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالنِّسَآئِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ .

(۷۹۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راویت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسبال ازار قمیص اور عمامہ تینوں میں ہوتا ہے جو بھی تکبر کے ساتھ کپڑا لٹکائے گا اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی طرف نظر کرم نہیں کرے گا۔ (ابوداود، نسائی، حدیث صحیح ہے)

تخریج حدیث(۷۹۵): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار . سنن نسائی، کتاب الزینة، باب التغلیظ فی جر الازار.

شرح حدیث: اسبال کے معنی کپڑے کے لٹکانے کے ہیں یعنی شریعت نے جو حد مقرر کی ہے اس سے زائد لٹکانا منع ہے اور اس اعتبار سے اسبال ازار قمیص اور عمامہ تینوں میں ہے۔ ازار کی حد کعبین (ٹخنوں) تک ہے اس سے زائد اسبال ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث گزر چکی ہے کہ جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں جائے گا۔ ازار کا ذکر بطورِ خاص اس لیے کیا کہ یہ اس وقت کا عام لباس تھا لیکن اس حکم میں شلوار وغیرہ بھی داخل ہے۔ قمیص بھی اس قدر لمبا ہونا کہ پیر ڈھک جائیں یعنی ٹخنوں سے نیچے ممنوع ہے۔ عمامہ کے شملے کی لمبائی کمر کے نصف تک ہے اس سے زیادہ بدعت ہے۔

اگر اسبال کی ان صورتوں میں کوئی صورت بطورِ تکبر ہو تو وہ وعید میں داخل ہے۔ (روضة المتقین : ۳۲٦/۲)

شلوار کو نصف پنڈلی تک رکھنا

۷۹٦. وَعَنْ اَبِیْ جُرَیٍّ جَابِرِ ابْنِ سُلَیْمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : "رَاَیْتُ رَجُلاً یَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأیِه : لَایَقُوْلُ شَیْئًا اِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ قُلْتُ : مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : قُلْتُ : عَلَیْکَ السَّلَامُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، مَرَّتَیْنِ. قَالَ : "لَاتَقُلْ عَلَیْکَ السَّلَامُ، عَلَیْکَ السَّلَامُ تَحِیَّةُ الْمَوْتیٰ : قُلْ: السَّلَامُ عَلَیْکَ" قَالَ : قُلْتُ : اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ : اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِیْ اِذَا اَصَابَکَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَه' کَشَفَه' عَنْکَ" وَاِذَا اَصَابَکَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَه' اَنْبَتَهَا لَکَ وَاِذَا کُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرٍ اَوْفَلاَةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُکَ فَدَعَوْتَه' رَدَّهَا عَلَیْکَ" قَالَ قُلْتُ : اعْهَدْ اِلَیَّ قَالَ : لَاتَسُبَّنَّ اَحَدًا : قَالَ: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَه' حُرًّا وَّلَا عَبْدًا، وَلاَ بَعِیْرًا، وَلاَ شَاةً ! وَلاَ تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا، وَاَنْ تُکَلِّمَ اَخَاکَ وَاَنْتَ مُنْبَسِطٌ اِلَیْهِ وَجْهُکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ، وَارْفَعْ اِزَارَکَ اِلیٰ نِصْفِ السَّاقِ، فَاِنْ اَبَیْتَ فَاِلَی الْکَعْبَیْنِ، وَاِیَّاکَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ!" فَاِنَّهَا مِنَ الْمَخِیْلَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْمَخِیْلَةَ وَاِنِ امْرُؤٌ شَتَمَکَ وَعَیَّرَکَ بِمَا یَعْلَمُ فِیْکَ فَلاَتُعَیِّرْه' بِمَا تَعْلَمُ فِیْهِ فَاِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِکَ عَلَیْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ، وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ!!

(۷۹۶) حضرت ابوجری جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ لوگ ان کی رائے پر عمل کرتے ہیں اور جو وہ کہتا ہے وہی کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں میں نے کہا کہ علیک السلام یا رسول اللہ۔ میں نے دومرتبہ کہا آپ ﷺ نے فرمایا کہ علیک السلام علیک السلام نہ کہو کہ یہ مردوں کا سلام ہے۔تم کہو السلام علیک۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! میں اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں کہ جب تجھے کوئی تکلیف پہنچے اور تو اسے پکارے تو وہ تجھ سے اس تکلیف کو دور کردے اور جب تو قحط سالی میں مبتلا ہو اور تو اسے پکارے تو وہ زمین سے تیرے لیے پیداوار نکال دے اور جب تو کسی جنگل یا کھلے میدان میں ہو اور تیری سواری گم ہو جائے اور تو اسے پکارے تو وہ تجھے لوٹا دے۔ کہا کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ سے وعدہ لے لیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کبھی کسی کو برا نہ کہنا۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کسی آزاد یا غلام کو حتی کہ اونٹ بکری کو برا نہیں کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیکی کے کسی کام کو معمولی نہ سمجھنا تمہارا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ بات کرنا بھی صدقہ ہے اور اپنا ازار نصف ساق تک رکھنا اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ٹخنوں تک اور ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے بچنا کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے۔ اگر کوئی تجھے برا بھلا کہے اور اس بات پر تجھے عار دلائے جو اسے معلوم ہے کہ تیرے اندر ہے تو تو اسے اس بات پر عار نہ دلانا جو تجھے معلوم ہے کہ اس کے اندر ہے کہ اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ (ابوداؤد، ترمذی، ترمذی نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے یہ روایت حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۷۹۶): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کراهیة ان یقول علیك السلام. الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی کراهیة ان یقول علیك السلام مبتداً.

راوی حدیث: حضرت ابوجری جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ نے خود اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ اس حدیث میں بیان کیا ہے عرب کے قبیلہ تمیم کی ایک شاخ سے تعلق تھا ان سے متعدد احادیث مروی ہیں لیکن ان میں سے صحیحین میں کوئی نہیں ہے۔

(الاستیعاب: ۱/۵۵)

کلمات حدیث: ارض قفر: خالی زمین جس میں نہ پانی ہو نہ نباتات۔ لا تسبن احداً: کسی کو ہرگز برا نہ کہنا، کسی کو ہرگز گالی نہ دینا۔ سب سبا (باب نصر) گالی دینا، برا بھلا کہنا۔ وبال: مصیبت، برا انجام۔

شرح حدیث: صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع رہتے آپ ﷺ کی ہر بات توجہ سے سنتے اور آپ کے ہر ارشاد پر عمل کرتے۔ حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھ کر پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ صحابہ کرام نے بتایا کہ اللہ کے رسول ہیں۔ فوراً قبول اسلام کے لیے آگے بڑھے اور کہا کہ علیک السلام۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ طریقہ شعراء عرب کا تھا کہ مردوں کو مخاطب کرکے علیک السلام کہتے۔ اسلام میں سلام کا طریقہ یہ ہے کہ سلام کو مقدم کیا جائے اور کہا جائے السلام علیک۔ اور اس طریقہ میں زندہ اور مردہ سب یکساں ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: السلام علیکم یا اهل القبور. اس میں اصول یہ ہے کہ دعائیہ کلمہ کو ہمیشہ مقدم رکھا جائے جیسا کہ

قرآن کریم میں ہے: ﴿ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ﴾ اور فرمایا ﴿ سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ ﴾ اور بددعا کا کلمہ بعد میں آتا ہے جیسے ﴿ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي ﴾ اور ﴿ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں اس قادر عظیم اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جو مصیبتوں کو دور کرتا ہے زمین سے نباتات اور نوع بہ نوع اشیاء اگاتا ہے اور سواری جنگل میں گم ہو جائے تو اسے واپس لاتا ہے، غرض اپنے بندوں کی ہر پکار کو سنتا ہے اور دعا کو پورا کرتا ہے۔

شلوار ٹخنوں سے اوپر تک

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے کچھ نصیحتیں فرما دیں، فرمایا کہ نیکی کا کام بظاہر خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو اسے کم نہ سمجھو حتی کہ اگر تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آؤ تو یہ بھی صدقہ ہے اور دیکھو ازار نصف ساق تک رکھو اگر تم اس سے زیادہ رکھنا چاہو تو بس ٹخنوں تک، دیکھو ازار کا لٹکانا تکبر ہے اور تکبر اللہ کو پسند نہیں ہے اور اگر کوئی شخص تمہیں برا بھلا کہے اور تمہارے ان عیوب کی نشاندہی کرے جو فی الواقع تمہارے اندر ہیں تو تم اس کے ساتھ یہی رویہ اختیار کرو کہ اس کا وبال اور برا انجام تمہارے اوپر ہوگا۔

(تحفة الأحوذي : ۵۳۷/۷ ـ روضه المتقين : ۳۲۷/۲ ـ دليل الفالحين : ۲۴۵/۳)

ٹخنے چھپا کر نماز پڑھنے والے کی نماز قبول نہیں

۷۹۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّيْ مُسْبِلٌ اِزَارَه، قَالَ لَه، رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ" فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ : "اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ، فَقَالَ لَه، رَجُلٌ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَكَ اَمَرْتَه، اَنْ يَتَوَضَّاءَ ثُمَّ سَكَتَّ عَنْه،؟" قَالَ : "اِنَّه، كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ مُسْبِلٌ اِزَارَه، وَاِنَّ اللّٰهَ لَايَقْبَلُ صَلٰوةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

(۷۹۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس کا ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ وضو کرو۔ وہ گیا وضو کر کے آیا آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ وضو کرو۔ ایک اور شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس کو وضو کا حکم فرمایا اور پھر آپ خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا کہ یہ شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس کا ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جس کا کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہو۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے مسلم کی شرط پر سند صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۷۹۷): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار.

کلمات حدیث: بینما رجل یصلی مسبل ازارہ : اس دوران کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس نے اپنا ازار لٹکایا ہوا تھا۔

شرح حدیث: علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسبال ازار (کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا) معصیت ہے اور رسول اللہ

ﷺ نے وضوء کا حکم اس لیے دیا کہ وضوء سے معصیت کی شدت میں کمی آجاتی ہے، امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کا باوضو ہونے کے باوجود وضو کا حکم دینے میں مصلحت یہ تھی کہ شاید یہ شخص خود ہی غور کر لے اور اس کو تنبیہ ہو جائے کہ وہ کون سی غلطی کا ارتکاب کر رہا ہے اور اللہ کے رسول کے فرمان پر عمل کی برکت سے ظاہری طہارت کے ساتھ باطنی طہارت بھی حاصل ہو جائے۔

ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکائے اور یہ کہے کہ میں تکبر کی وجہ سے ایسا نہیں کرتا کہ اس کا لٹکانا ہی تکبر کی دلیل ہے۔ مزید یہ کہ فرمانِ نبوت ﷺ کے الفاظ پر اور نص پر عمل لازم ہے خواہ حکم کی علت موجود ہو یا نہ ہو جیسے سفر میں قصر واجب ہے خواہ علت قصر موجود ہو یا نہ ہو۔

اگر کسی شخص نے اس طرح نماز پڑھی کہ اس کے ٹخنے ڈھکے ہوئے ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرے۔

(روضة المتقین : ۳۲۸/۲۔ دلیل الفالحین : ۲۴۸/۳)

میدانِ جنگ میں بھی خلافِ شرع لباس سے اجتناب کیا جائے

۷۹۸۔ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ بَشِيْرِ التَّغْلَبِيِّ قَالَ : اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ وَكَانَ جَلِيْسًا لِاَبِي الدَّرْدَآءِ قَالَ كَانَ بِدِمَشْقَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهٗ سَهْلُ ابْنُ الحنظليه وَكَانَ رَجُلاً مُتَوَحِّدًا قَلَّمَا يُجَالِسُ النَّاسَ اِنَّمَا هُوَ صَلٰوةٌ فَاِذَا فَرَغَ فَاِنَّمَاهُوَ تَسْبِيْحٌ وَتَكْبِيْرٌ حَتّٰى يَاْتِيَ اَهْلَهٗ فَمَرَّبِنَا وَنَحْنُ عِنْدَ اَبِي الدَّرْدَاءِ فَقَالَ لَهٗ اَبُو الدَّرْدَاءِ : كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ : قَالَ : بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَقَدِمَتْ فَجَآءَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَجَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ الَّذِيْ يَجْلِسُ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ اِلٰى جَنْبِهٖ: لَوْرَاَيْتَنَا حِيْنَ الْتَقَيْنَا نَحْنُ وَالْعَدُوُّ فَحَمَلَ فُلَانٌ وَطَعَنَ فَقَالَ: خُذْهَا مِنِّيْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِيُّ، كَيْفَ تَرٰى فِيْ قَوْلِهٖ؟ فَقَالَ : مَاأُرَاهُ اِلَّا قَدْ، بَطَلَ اَجْرُهٗ : فَسَمِعَ بِذٰلِكَ اٰخَرُ فَقَالَ مَااَرٰى بِذٰلِكَ بَاْسًا فَتَنَازَعَا حَتّٰى سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ! لَابَاْسَ اَنْ يُؤْجَرَ وَيُحْمَدَ" فَرَاَيْتُ اَبَاالدَّرْدَآءِ سُرَّ بِذٰلِكَ وَجَعَلَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ اِلَيْهِ وَيَقُوْلُ : أَاَنْتَ سَمِعْتَ ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَيَقُوْلُ نَعَمْ : فَمَا زَالَ يُعِيْدُ عَلَيْهِ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَقُوْلُ لَيَبْرُكَنَّ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، قَالَ : " فَمَرَّبِنَا يَوْمًا اٰخَرَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوالدَّرْدَآءِ : كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُنْفِقُ عَلَى الْخَيْلِ كَالْبَاسِطِ يَدَهٗ بِالصَّدَقَةِ لَايَقْبِضُهَا، ثُمَّ مَرَّبِنَا يَوْمًا اٰخَرَ، فَقَالَ لَهٗ اَبُو الدَّرْدَآءِ : كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْاَسَدِيُّ لَوْلَا طُوْلُ جُمَّتِهٖ! وَاِسْبَالُ اِزَارِهٖ!" فَبَلَغَ خُرَيْمًا فَعَجَّلَ: فَاَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهٗ اِلٰى اُذُنَيْهِ وَرَفَعَ اِزَارَهٗ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ ثُمَّ مَرَّبِنَا يَوْمًا اٰخَرَ ، فَقَالَ لَهٗ اَبُو الدَّرْدَآءِ :

كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّكُمْ قَادِمُوْنَ عَلٰى اِخْوَانِكُمْ: فَاَصْلِحُوْا رِحَالَكُمْ وَاَصْلِحُوْا لِبَاسَكُمْ حَتّٰى تَكُوْنُوْا كَاَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ: فَاِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَاالتَّفَحُّشَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ اِلَّاقَيْسَ بْنِ بِشْرٍ فَاخْتَلَفُوْا فِيْ تَوْثِيْقِهٖ وَتَضْعِيْفِهٖ وَقَدْ رَوٰى لَهٗ مُسْلِمٌ .

(۷۹۸) قیس بن بشر تغلبی بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے خبر دی اور میرے والد حضرت ابوالدرداء کے ہم جلیس تھے کہ دمشق میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک صحابی تھے جن کو ابن حنظلیہ کہا جاتا تھا وہ تنہائی پسند تھے اور لوگوں کے ساتھ کم اٹھتے بیٹھتے تھے۔نماز پڑھتے رہتے ،نماز سے فارغ ہوتے تو تکبیر و تسبیح میں مصروف ہو جاتے یہاں تک کہ اپنے گھر پہنچ جاتے۔ایک مرتبہ وہ ہمارے پاس سے گزرے اور ہم حضرت ابوالدرداء کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی بات بیان فرمایئے جس سے ہمیں فائدہ ہو اور آپ کا کوئی نقصان نہ ہو۔انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا جب وہ لشکر واپس آیا تو ان میں ایک آدمی ایسا آیا جو اس مجلس میں بیٹھ گیا جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے کہا کہ اگر تو ہمیں اس وقت دیکھتا جب ہم اور دشمن مدمقابل آئے فلاں شخص نے حملہ کیا اور نیزہ مارا اور کہنے لگا: لو! جنگ کا مزہ چکھو میں غفاری لڑکا ہوں۔تم بتلاؤ اس طرح کی بات کا کیا حکم ہے؟ اس آدمی نے کہا میں سمجھتا ہوں اس کا اجر ضائع ہو گیا۔یہ بات دوسرے نے بھی سنی اور اس نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی حرج ہے۔اب ان دونوں کے درمیان منازعہ ہو گیا یہاں تک کہ یہ باتیں آپ ﷺ نے بھی سن لیں تو آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ کیا حرج ہے کہ اللہ کے یہاں اجر اور دنیا میں ستائش دونوں جمع ہوں۔میں نے دیکھا کہ حضرت ابوالدرداء بہت خوش ہوئے اور ان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے لگے اور کہنے لگے کہ کیا واقعی تم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے انہوں نے کہا کہ جی ہاں! حضرت ابوالدرداء اپنے اس سوال کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے سوچا کہ ابوالدرداء ضرور دوزانوں ہو کر بیٹھ جائیں گے۔

قیس کہتے ہیں کہ ایک روز پھر وہ ہمارے پاس سے گزرے تو ابوالدرداء نے عرض کیا کہ کوئی بات سنایئے۔جس میں ہمیں فائدہ پہنچے اور آپ کو کوئی نقصان نہ ہو۔انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد کے گھوڑوں پر خرچ کرنے والا ایسا ہے جیسے صدقہ کے لیے ہاتھ کھولنے والا جو اسے بند نہ کرے۔

اسی طرح پھر ایک اور دن وہ ہمارے پاس سے گزرے تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی بات بیان فرمایئے کہ ہمیں فائدہ اور آپ کو نقصان نہ ہو۔تو انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خریم الاسدی اچھا آدمی ہے بس اس کے بال لمبے ہیں اور ازار لٹکا تا ہے۔یہ بات خریم کو پہنچی انہوں نے اسی وقت چھری اٹھائی اور اپنے بالوں کی لٹ کانوں تک کاٹ ڈالی اور اپنی ازار نصف ساق تک باندھ لی۔

پھر ایک اور دن وہ ہمارے پاس سے گزرے تو ابوالدرداء نے ان سے کہا کہ ہمیں کوئی کام کی بات بتا دیجئے جس سے ہمیں فائدہ ہو

اور آپ کو کوئی نقصان نہ ہو، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس جانے والے ہو۔ اپنے کجاووں کو درست کرلو اور اپنا لباس درست کرلو۔ تا کہ ایسے ہو جاؤ، جیسے وہ آدمی جو چہرے پر تل رکھتا ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو اور برائی اختیار کرنے کو ناپسند فرماتے ہیں۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے بسندِ حسن روایت کیا ہے البتہ قیس بن بشر کے بارے میں ثقہ اور ضعیف ہونے میں اختلاف ہے۔ اور امام مسلم نے اس سے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث (۷۹۸): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار .

کلمات حدیث: متوحداً : علیحدہ رہنے والا، تنہائی اختیار کرنے والا۔ جمته : ان کے لمبے بال۔ جمة : شانوں تک لمبے بال۔ شفرة : چاقو۔ شامة : تل۔ فحش : برائی، فعل وقول کی برائی۔ تفحش : برائی کو اختیار کرنا، بری ہیئت اختیار کرنا۔

شرح حدیث: قیس بن بشر تغلبی جو صغار تابعین میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ میرے والد بشر تغلبی جو کبار تابعین میں سے ہیں حضرت ابوالدرداء عویمر بن زید، جو مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں کہ ہم جلیس تھے۔ اس وقت دمشق میں ایک اور صحابی رسول ﷺ تھے ان کا نام سہل بن حنظلیہ تھا، وہ تنہائی پسند تھے اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتے نمازیں پڑھتے اور تسبیح و تکبیر میں مشغول رہتے اور اسی حالت میں گھر واپس چلے جاتے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اگر آپ ہمیں کوئی بات (حدیث) سنا دیں تو ہمیں فائدہ ہوگا اور آپ کا کوئی نقصان نہیں ہے اس پر انہوں نے حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ روانہ فرمایا جب وہ سریہ واپس آیا تو اس میں سے شریک ایک صاحب نے بیان کیا کہ جنگ کے دوران ایک نوجوان نے دشمن کے نیزہ مارا اور کہا لے لے جنگ کا مزہ۔ میں غفاری نوجوان ہوں۔ اس پر چند صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا کہ کیا یہ فخریہ جملہ کہنے سے آخرت کا اجر وثواب باقی رہا یا نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اجر اخروی بھی باقی ہے اور ستائش دنیا بھی۔ یہ حدیث سن کر حضرت ابوالدرداء بہت خوش ہوئے اور سہل بن حنظلیہ سے بار بار سوال کیا کہ آپ نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ راوی کا کہنا ہے کہ حضرت ابوالدرداء نے ابن الحنظلیہ کے سامنے ایسی تواضع اختیار کی جیسی شاگرد استاذ کے سامنے کرتا ہے۔

اس کے بعد پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سہل بن الحنظلیہ سے حدیث سننے کی درخواست کی جس پر انہوں نے یہ فرمانِ نبوت سنایا کہ جہاد کے گھوڑے پر خرچ کرنے والا ایسا ہے جیسے مسلسل صدقہ کرنے والا جو صدقہ سے اپنا ہاتھ نہ بند کرتا ہو۔

حضرت ابوالدرداء نے پھر حضرت ابن الحنظلیہ سے حدیث سنانے کی درخواست کی تو انہوں نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے خریم اسدی کے بارے میں فرمایا کہ خریم بہت اچھے آدمی ہیں، اگر ان کے سر کے بال لمبے نہ ہوتے اور ان کا ازار نہ لٹکا ہوا ہوتا۔ خریم کو جب اس ارشاد نبوت کی اطلاع ملی تو انہوں نے اسی وقت اپنے سر کے بال کاٹ دیے اور ازار کو نصف ساق تک باندھ لیا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ابن الحنظلیہ سے پھر حدیث سنانے کی درخواست کی تو انہوں نے یہ حدیث مبارک سنائی کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس جارہے ہو، اپنے کجاوے درست کرلو اور اپنے لباس درست کرلو تا کہ لوگوں کے درمیان تم ایسے نظر آؤ جیسے خوبصورت چہرے پر تل نظر آتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی طرح کی برائی کو اور بری ہیئت کو پسند نہیں فرماتا۔

(روضة المتقين : ۲/۲۲۹ ۔ دليل الفالحين : ۳/۲٤۹)

شلوار نصف پنڈلی اور ٹخنے کے درمیان

۷۹۹. وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِزَارَةُ الْمُسْلِمِ اِلٰى نِصْفِ السَّاقِ، وَلَاحَرَجَ اَوْلَا جُنَاحَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، فَمَا كَانَ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِى النَّارِ، وَمَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۷۹۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلم کی ازار نصف ساق تک ہے۔ نصف ساق اور ٹخنوں کے درمیان ہونے میں کوئی حرج یا کوئی گناہ نہیں ہے جو ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ آگ میں ہوگا اور جو اپنا ازار ٹخنوں سے نیچے زمین پر گھسیٹتا ہوا چلے گا اللہ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ (ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث (۷۹۹): سنن ابی داؤد، كتاب اللباس، باب فى قدر موضع الازار .

شرح حدیث: مقصود حدیث مبارک یہ ہے کہ مسلمان کا طریقہ ازار باندھنے کا یہ ہے کہ وہ نصف ساق تک باندھتا ہے البتہ اسے اجازت ہے کہ وہ نصف ساق سے ٹخنوں تک کے درمیان رکھ سکتا ہے۔ ٹخنوں سے نیچے ازار آگ میں ہوگا اور تکبر کے ساتھ زمین پر کپڑا گھسیٹ کر چلنے والے کو اللہ نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ (روضة المتقين : ۲/۳۳۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لباس کے خیال رکھنے کا حکم

۸۰۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَرَرْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِىْ اِزَارِىْ اِسْتِرْخَاءٌ، فَقَالَ : يَاعَبْدَاللّٰهِ، اِرْفَعْ اِزَارَكَ" فَرَفَعْتُهٗ ثُمَّ قَالَ : "زِدْ" فَزِدْتُ فَمَا زِلْتُ اَتَحَرَّاهَا بَعْدُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : اِلٰى اَيْنَ؟ فَقَالَ : اِلٰى اَنْصَافِ السَّاقَيْنِ . رواه مسلم .

(۸۰۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا اور میرا ازار لٹکا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ! اپنا ازار اوپر کرلو۔ میں نے اوپر کرلیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اور کرلو، میں نے اور اوپر کرلیا۔ اس کے بعد میں نے اس بات کا مستقل خیال رکھا۔ بعض لوگوں نے پوچھا کہ کہاں تک تو فرمایا کہ آدھی پنڈلیوں تک۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۸۰۰): صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم الثوب خيلاء .

کلمات حدیث: استرخاء : لٹک جانا، لٹکا لینا۔ استرخاء : (باب استفعال) ارخی ارخاء (باب افعال) لٹکانا۔ فما زلت

انحسراها بعد : اس کے بعد میں ہمیشہ اس جستجو میں رہا کہ کہیں میری ازار تو نیچے نہیں ہوگئی۔اس کے بعد مجھے خیال لگا رہتا کہ کہیں ازار تو نیچے نہیں ہوگئی اور میں اس کے اوپر کرنے کا اہتمام کرتا رہتا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نصفِ ساق تک ازار رکھنے کی تعلیم دی جس پر انہوں نے پوری احتیاط سے عمل کیا بلکہ ہر وقت خیال رکھتے تھے کہ کہیں فرمانِ نبوت کی خلاف ورزی نہ ہو جائے۔اسی طرح حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نصف ساق تک لنگی باندھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے ازار کی یہی صورت تھی۔ (روضة المتقين : ۲/۳۳۱)

عورتیں اپنے ٹخنے چھپائیں گی

۸۰۱. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ : فَكَيْفَ تَصْنَعُ النِّسَآءُ بِذُيُوْلِهِنَّ؟ قَالَ : يُرْخِيْنَ شِبْرًا" قَالَتْ : اِذًا تَنْكَشِفُ اَقْدَامُهُنَّ : قَالَ : "فَيُرْخِيْنَهُ ذِرَاعًا لَايَزِدْنَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ !!

(۸۰۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے تکبر سے اپنا کپڑا لٹکا کر اسے زمین پر گھسیٹا اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی جانب نظر کرم نہیں فرمائیں گے۔یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عورتیں اپنے دامن کا کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بالشت لٹکالیں۔انہوں نے عرض کیا کہ اس طرح تو پاؤں نظر آئیں گے آپ ﷺ نے فرمایا ایک ہاتھ لٹکالیں اس سے زیادہ نہیں۔(ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۸۰۱): سنن ابی داؤد، ابواب اللباس، باب فی الانتعال .

کلماتِ حدیث: کیف تصنع النساء بذیولهن : عورتیں اپنے دامن کا کیا کریں۔ ذیول : ذیل کی جمع دامن۔کپڑے کا کنارہ۔

شرحِ حدیث: کپڑے کو تکبر کے ساتھ زمین پر کھینچ کر چلنے کی ممانعت عورتوں اور مردوں کے لیے ہے البتہ عورتوں پر اپنی ٹانگوں اور پیروں کو ڈھانپنا لازم ہے اگر چادر سے پوری طرح پوشیدہ نہ ہوں تو بہتر ہے کہ موزے پہن لیں تا کہ پیر مستور ہو جائیں۔علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح مردوں کی دو حالتیں ہیں ایک حالت استحباب اور ایک حالتِ جواز، مردوں کی حالتِ جواز سے ایک بالشت زائد عورتوں کے لیے حالتِ استحباب اور دو بالشت زائد حالتِ جواز ہے۔

(تحفة الأحوذي : ٥/٤٠٦۔ روضة المتقين : ٢/٣٣٢۔ دليل الفالحين : ٣/٢٥٤)

بَابٌ (۱۲۰)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَرْكِ التَّرَفُّعِ فِي اللِّبَاسِ تَوَاضُعًا

بطورِ تواضع عمدہ لباس کے ترک کرنے کا استحباب

قَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ فَضْلِ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ جُمَلٌ تَتَعَلَّقُ بِهٰذَا الْبَابَ .

اس سے قبل باب فضل الجوع وخشونۃ العیش میں بعض احادیث اس موضوع سے متعلق گزر چکی ہیں۔

* * * * * * * * * * * *

۸۰۲. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ ترك اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَآئِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنْ اَيِّ حُلَلِ الْاِيْمَانِ شَآءَ يَلْبَسُهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۸۰۲) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اچھا لباس پہننے کی قدرت حاصل ہو وہ صرف اللہ کی رضا کے لیے بطور تواضع اسے ترک کر دے اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ ایمان کے جوڑوں میں جو جوڑا اسے پسند ہو وہ اسے پہن لے۔

(ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۸۰۲): الجامع للترمذی، ابواب صفة القيامة .

کلمات حدیث: حتی یخیرہ : یہاں تک کہ اسے اختیار دے گا۔ خیر تخییراً (باب تفعیل) اختیار دینا، اختیار عطا کرنا۔

شرح حدیث: جو شخص اعلیٰ اور نفیس کپڑے پہننے کی مالی استطاعت رکھنے کے باوجود اللہ کی خشیت سے اور اللہ کے سامنے متواضع بن کر اور ثوابِ آخرت کی تمنا میں دنیا کی لذتوں کو کمتر اور حقیر سمجھتے ہوئے سادہ لباس پہنے گا اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت تمام مخلوقات کی موجودگی میں یہ اختیار دیں گے کہ ایمان کے انعام میں عطا ہونے والے جوڑوں میں جو جوڑا چاہے زیب تن کر لے۔

(روضة المتقين : ۳۳۳/۲۔ دليل الفالحين : ۳۵٦/۳)

الباب (١٢١)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ التَّوَسُّطِ فِي اللِّبَاسِ وَلَا يَقْتَصِرُ عَلَىٰ مَا يُزْرِيْ بِهٖ لِغَيْرِ حَاجَةٍ وَلَا مَقْصُوْدٍ شَرْعِيٍّ

لباس میں اعتدال اور توسط کا استحباب، بلاضرورت اور بغیر مقصودِ شرعی کے ایسا معمولی لباس نہ پہنے جو باعثِ عیب ہو

٨٠٣۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُّرٰى أَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(٨٠٣) حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ بندے پر اس کی نعمتوں کا اثر ظاہر ہو۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(٨٠٣): الجامع للترمذی، ابواب الادب، باب ما جاء ان اللّٰہ تعالیٰ یحب ان یری اثر نعمته علی عبده

کلماتِ حدیث: اثر : نشان، علامت، جمع آثار۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو جب دینی اور دنیاوی نعمتیں عطا فرمائے تو وہ ان کا شکر ادا کرے اور ان نعمتوں میں اللہ کی مخلوق کو شریک کر لے۔

" وأحسن كما احسن الله إليك ."

"تم بھی اللہ کی مخلوق پر اسی طرح احسان کرو جیسا کہ اس نے تم پر احسان فرمایا۔"

اور خود بھی ان نعمتوں کو استعمال کرے اور دوسروں کو بھی ان سے مستفید ہونے کا موقعہ فراہم کرے۔ اچھا لباس اور اچھی وضع اختیار کرے تا کہ اہل حاجت اس کی طرف متوجہ ہوں اور اگر اللہ نے اس کو علم عطا فرمایا ہے تو علم کا اظہار کرے تا کہ تشنگانِ علم اس کے علم سے مستفید ہوں اور یہ سمجھے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی مخلوقات کو اپنی نعمتیں پہنچانے کا وسیلہ اور ذریعہ بنایا ہو۔

(تحفة الأحوذي : ٨/١١٠ - روضة المتقين : ٢/٣٣٤)

بَابُ (۱۲۲)

بَابُ تَحْرِيمِ لِبَاسِ الْحَرِيرِ عَلَى الرِّجَالِ وَتَحْرِيمِ جُلُوسِهِمْ عَلَيْهِ وَاسْتِنَادِهِمْ إِلَيْهِ وَجَوَازُ لُبْسِهِ لِلنِّسَاءِ

مردوں کے لیے ریشمی لباس پہننا، ریشمی فرش پر بیٹھنا اوراس کوتکیہ لگانا حرام ہے، جبکہ عورتوں کوریشمی لباس پہننا جائز ہے

۸۰۴۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ، فَإِنَّ مَنْ لَبِسَهُ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۰۴) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ریشم نہ پہنو جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۰۴): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشه للرجال . صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة علی الرجال والنساء وخاتم الذهب والحریر علی الرجال واباحته للنساء.

کلمات حدیث: لا تلبسوا الحریر : تم ریشم نہ پہنو۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں خطاب مردوں سے ہیں جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے اور یہ ممانعت برائے تحریم ہے کیونکہ یہ لباس اہل کفر کا لباس ہے جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سونا، چاندی، حریر اور دیباج یہ کافروں کے لیے دنیا میں ہے اور تمہارے لیے آخرت میں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ جس نے دنیا میں ریشمی لباس پہنا جنت میں وہ اس سے محروم رہے گا یعنی اس کے دل کو اس کی طلب سے پھیر دیا جائے گا اور اس کے دل میں اس کی خواہش نہیں رہے گی یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جس شخص نے شراب پی اور بغیر توبہ مر گیا تو اسے جنت میں شراب نہیں ملے گی۔

شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد کہ جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا جبکہ اہل جنت کا لباس حریر ہوگا۔ ﴿ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴾ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ لابس حریر جنت میں نہیں جائے گا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہی آیت پڑھی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ دنیا میں ریشم پہننے والا ان لوگوں کی طرح جنت میں نہیں

جائے گا جس طرح فائزین پہلے ہی مرحلے میں جنت میں پہنچ جائیں گے، بلکہ سزا کے بعد جنت میں جائے گا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جس نے دنیا میں ریشم کا لباس پہنا اسے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت آگ کا لباس پہنائیں گے۔

(فتح الباري : ٣/١١٨۔ تحفة الاحوذي : ٨/١٠٨)

دنیا میں ریشمی لباس پہننے والا قیامت میں ریشمی لباس سے محروم ہوگا

٨٠٥. وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "اِنَّمَا يَلْبِسُ الْحَرِيْرَ مَنْ لَاخَلَاقَ لَهٗ"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ" مَنْ لَاخَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ .

"قَوْلُهٗ "مَنْ لَاخَلَاقَ لَهٗ"، : اَیْ لَانَصِیْبَ لَهٗ !!

(٨٠٥) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ریشم وہی پہنتا ہے جس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

من لا خلاق له کے معنی ہیں کہ اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

تخریج حدیث(٨٠٥): صحيح البخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال وقدر ما يجوز منه . صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضة على الرجال والنساء .

کلماتِ حدیث: الحرير : ریشم، ریشمی کپڑا، ریشمی لباس۔

شرحِ حدیث: لباس حریر پہننے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا، مطلب یہ ہے کہ اس کی سزا جنت سے محرومی ہے سوائے اس کے کہ جس کو اللہ معاف فرمادے اور اللہ علاوہ شرک کے جو گناہ چاہے معاف فرمادے۔ یا یہ کہ دنیا میں ریشم کا لباس پہننے والے کو آخرت میں ریشم کا لباس پہننا نصیب نہ ہوگا۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ مردوں کے لیے ریشمی لباس پہننا گناہِ کبیرہ ہے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو جنت سے محروم ہو جائے گا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں۔

(فتح الباري : ٣/١١٨۔ شرح مسلم للنووي : ١٤/٣٢)

٨٠٦. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا، لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٨٠٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۰۶): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر للرجال وقدر ما یجوز منہ . صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضة علی الرجال والنساء .

شرح حدیث: مسلمان مردوں کے لیے ریشم کا لباس پہننا حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ دنیا کی نعمتوں سے اس طرح لطف اندوز ہونا اور لذائذ دنیا سے اس طرح متمتع ہونا اس آدمی کا شیوہ نہیں ہوسکتا جو اللہ سے ڈرنے والا اور نعیم آخرت کی تمنا رکھنے والا ہو۔ نیز یہ کہ اس سے تکبر اور غرور کا اظہار ہوتا ہے اور تکبر بھی حرام ہے اور اس سے نسوانی خصائص پیدا ہوتے ہیں اور مردانہ سادگی اور شجاعت متاثر ہوتی ہے اس لیے بھی ممنوع ہے۔ (روضة المتقین : ۳۳۷/۲۔ دلیل الفالحین : ۲۵۹/۳)

سونا اور ریشم کا استعمال مردوں پر حرام ہے

۸۰۷. وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ حَرِيْرًا فَجَعَلَهٗ فِيْ يَمِيْنِهٖ وَذَهَبًا فَجَعَلَهٗ فِيْ شِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ : اِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

(۸۰۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ریشم لیا اور اسے داہنے ہاتھ میں رکھا اور سونا لیا اسے اپنے بائیں ہاتھ میں رکھا اور کہا یہ دونوں میرے مردوں پر حرام ہیں۔ (ابوداؤد نے بسند حسن روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۸۰۷): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء .

راوی حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے عم محترم حضرت ابوطالب کے فرزند تھے۔ دس سال کی عمر میں اسلام لائے۔ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ تیس سال تک صحبت نبوی میں رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے ۵۸۶ احادیث مروی ہیں جن میں سے بیس متفق علیہ ہیں ۴۰ ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة في تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: ذکور : ذکر کی جمع یعنی مرد۔ ذکور امتی : میرے امت کے مرد۔

شرح حدیث: ریشم کا لباس اور سونے کے زیورات پہننا مردوں کے لیے حرام ہے اور عورتوں کے لیے جائز ہے اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے حرام ہے۔ (دلیل الفالحین : ۲۵۹/۲)

۸۰۸. وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيْرِ وَالذَّهَبِ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ، وَاُحِلَّ لِاِنَاثِهِمْ : رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۸۰۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ریشم کا لباس اور سونا پہننا میری

امت کے مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۸۰۸): الجامع للترمذی، ابواب اللباس، باب ما جاء فی الحریر و الذھب .

کلمات حدیث: ذکور : مرد، ذکر کی جمع۔

شرح حدیث: سونے کے زیورات اور ریشمی لباس پہننا مردوں کے لیے حرام ہے الا یہ کہ کوئی شدید ضرورت ہو جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو خارش کی بناء پر ریشمی لباس پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اسی طرح عرفجہ بن اسعد رضی اللہ عنہ کی زمانہ جاہلیت میں ناک کٹ گئی تھی انہوں نے چاندی کی لگوالی جس میں بو ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا کہ وہ سونے کی ناک لگوالیں۔ اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے سونے کے دانت لگوانا بھی جائز ہے۔

(روضۃ المتقین : ۲/۳۳۸۔ تحفۃ الاحوذي : ۵/۳۸۲)

. . . .

سونے اور ریشم عورتوں کے لیے حلال ہے

۸۰۹. وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَشْرَبَ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَاَنْ نَاكُلَ فِيْهَا، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَاَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۸۰۹) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سونے اور چاندی کے برتنوں میں پانی پینے اور ان میں کھانا کھانے اور ریشم اور دیباج کا لباس پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۸۰۹): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر و افتراشه للرجال و ما یجوز منه.

کلمات حدیث: آنية : برتن، جمع اوانی .

شرح حدیث: سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے اور پینے کی ممانعت فرمائی اور دیباج اور حریر کے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ریشمی بستر اور تکیہ کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔

(فتح الباري : ۳/۱۱۵۸۔ روضۃ المتقین : ۲/۳۳۹)

البَاب (۱۲۳)

بَابُ جَوَازِ لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِمَنْ بِهٖ حِكَّةٌ
خارش والے کے لیے ریشمی لباس کا جواز

۸۱۰. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو ریشمی لباس پہننے کی اجازت دی کیونکہ ان دونوں کو خارش تھی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۱۰): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ما یرخص من الحریر للحکة. صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب اباحة لبس الحریر لرجل إذا کانت به حکة.

کلمات حدیث: حکة : کھجلی، خارش۔ حك أحك احکا کا (باب افعال) کھجانا۔ حك راسه : سر کھجایا۔

شرح حدیث: ضرورت، بیماری یا عذر کی موجودگی میں رخصت ہے اور اس طرح کے کسی عذر کی صورت میں مرد بھی ریشمی لباس پہن سکتے ہیں۔ اگر کسی کے پاس کوئی کپڑا موجود نہ ہو سوائے ریشمی کپڑے کے تو اس کو پہننا جائز ہے۔ طبری نے کہا کہ جنگ میں بھی جائز ہے کہ زرہ سے تکلیف نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾

''اور اللہ نے تمہارے اوپر دین میں کوئی حرج نہیں رکھا۔''

اور فرمایا کہ

﴿ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ﴾

''اندھے، لنگڑے اور بیمار پر کوئی دشواری نہیں۔'' (روضة المتقین : ۳۳۸/۲۔ دلیل الفالحین : ۲۶۱/۳)

البَابُ (۱۲٤)

بَابُ النَّهْيَ عَنِ اِفْتِرَاشِ جُلُودِ النُّمُور وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا
چیتے کی کھال پر بیٹھنے اوراس پر سوار ہونے کی ممانعت

۸۱۱. عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَاتَرْكَبُوْا الْخَزَّ وَلَاالنِّمَارِ." حَدِيْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِاسْنَادٍ حَسَنٍ.

(۸۱۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ریشم اور چیتے کی کھال پر مت سوار ہونا۔(یہ حدیث حسن ہے اوراسے ابوداؤدوغیرہ نے بسندِ حسن روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۸۱۱): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب جلود النمور والسباع.

راوی حدیث: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فتح مکہ کے دن حضرت معاویہ اوران کے والدابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔غزوۂ حنین اورطائف میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے آپ سے ۱۶۳ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۴ متفق علیہ ہیں۔ (الاستيعاب في معرفة الاصحاب)

کلمات حدیث: نمار : نمر کی جمع، چیتا۔ النمار : چیتے کی کھال۔

شرح حدیث: گھوڑوں کی زین پر ریشم کا کپڑا یا چیتے کی کھال چڑھانا اہل عجم کے یہاں متعارف تھا رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے منع فرمایا کہ گھوڑے کی زین پر ریشم چڑھوا کر یا چیتے کی کھال چڑھوا کر اس پر سواری نہ کرو۔اگر زین پر جو کپڑا چڑھایا جائے وہ ریشم اور اون سے ملا کر بنایا گیا ہو تو اس کا زین پر استعمال اوراس پر بیٹھنا اہل عجم سے مشابہت کی بناء پر مکروہ تنزیہی ہے اوراگر خالص ریشم ہو تو مکروہ تحریمی ہو۔

چیتے کی کھال گھوڑے کی زین پر ڈال کر اس پر بیٹھنے کی ممانعت کے بارے میں ایک اور حدیث ابن ماجہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چیتے کی کھال پر سواری سے منع فرمایا۔ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چیتے کی کھال پر سواری سے اس لیے منع فرمایا کہ اس میں تزین اور تکبر ہے اوراہل عجم کی مشابہت ہے۔ (روضة المتقين : ۲/ ۳٤٠۔ دليل الفالحين : ۳/ ۲٦١)

درندوں کی کھال استعمال کرنے کی ممانعت

۸۱۲. وَعَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى، عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ بِاَسَانِيْدِ صِحَاحٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ نَهٰى عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ اَنْ تُفْتَرَشَ.

(۸۱۲) ابوالملیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھالیں پہننے سے منع فرمایا۔ (اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے باسانید صحاح روایت کیا ہے)

اور ترمذی کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے درندوں کی کھالوں کو بچھا کر ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث (۸۱۲): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب جلود النمور والسباع . الجامع للترمذی، ابواب اللباس .

راوی حدیث: حضرت ابوالملیح بن اسامة الہذلی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسامة بن عمیر کو صحابی کہا ہے یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ بعض احادیث ان سے منقول ہیں۔ ابوالملیح اپنے والد سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ (دليل الفالحين : ٣/٢٦٣)

کلمات حدیث: جلود السباع : درندوں کی کھالیں۔ جلود : جلد کی جمع بمعنی کھالیں۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھالیں استعمال کرنے پہننے اور انہیں بچھا کر بیٹھنے سے منع فرمایا کہ اس میں ایک طرح کا تبختر اور تکبر پایا جاتا ہے۔ یعنی خواہ دباغت دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک درندوں کی کھال کے بال دباغت سے پاک نہیں ہوتے اس لیے بھی حرام ہے اور جن فقہاء کے نزدیک درندے کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے ان کے نزدیک متکبرین اور مترفین کا طریقہ ہونے کی بناء پر ممنوع ہے۔ (تحفة الاحوذي : ٥/٤٧٠ ـ روضة المتقين : ٢/٣٤٠)

البَابُ (۱۲۵)

بَابُ مَایَقُوْلُ اِذَا لَبِسَ ثَوْبًا جَدِیْدًا اَوْنَعْلًا اَوْنَحْوَه'
نیا لباس اور نیا جوتا وغیرہ پہننے کے وقت کیا کہنا چاہیے؟

نیا لباس وغیرہ پہنتے وقت یہ دعاء پڑھے

۸۱۳. عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ . عِمَامَةً اَوْقَمِیْصًا اَوْرِدَآءً . یَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْهِ، اَسْئَلُکَ خَیْرَه'، وَخَیْرَ مَاصُنِعَ لَه'، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَاصُنِعَ لَه' ." رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(۸۱۳) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لے کر عمامہ یا قمیص یا چادر یہ دعاء فرماتے:

" اللّٰهم لک الحمد أنت کسوتنیه اسألک خیره وعیر ما صنع له وأعوذبک من شره وشرما صنع له."

"اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں تو نے مجھے یہ لباس پہنایا میں تجھ سے اس کی خیر مانگتا ہوں اور جس لیے یہ بنا ہے اس کی خیر مانگتا ہوں اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے اور جس کے لیے یہ بنا ہے اس کے شر سے۔

اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (۸۱۳): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس . الجامع للترمذی، ابواب اللباس، باب ما یقول إذا لبس ثوباً جدیداً .

کلمات حدیث: استجد : نیا پایا۔ تجدد : نیا ہونا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اس کا نام لے کر اللہ کا شکر ادا فرماتے کہ اے اللہ تو نے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی جملہ محامد تیرے ہی لیے ہیں اس کپڑے کو میرے لیے مبارک ومسعود فرما اس میں جس قدر خیر ہے وہ میرے لیے مقدر فرما اور اس میں جو شر ہے اس سے مجھے محفوظ فرما۔ غرض نیا لباس پہنتے وقت مذکورہ دعاء پڑھنا مسنون ہے۔ مستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص دینار یا نصف دینار کا کپڑا خریدتا ہے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کر کے اسے پہنتا ہے ابھی کپڑا اس کے گھٹنوں تک نہیں پہنچتا کہ اللہ اس کی مغفرت کر دیتا ہے۔ (تحفة الاحوذي : ٥/٤٦٣)

★★★★★

البَابُ (۱۲٦)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْاِ بْتِدَآءِ بِالْيَمِيْنِ فِى اللِّبَاسِ

لباس پہنتے وقت دائیں طرف سے ابتداء کا استحباب

هٰذَا الْبَابُ قَدْ تَقَدَّمَ مَقْصُوْدُهٗ وَذَكَرْنَا الاَحَادِيْثَ الصَّحِيْحَةَ فِيْهِ.

اس باب سے متعلق متعدد احادیث اس سے پہلے گزر چکی ہیں اور مقصود واضح ہو چکا ہے۔

کتاب آداب نوم والاضطجاع

الباب (۱۲۷)

بَابُ اٰدَابِ النَّوْمِ وَالْاِضْطِجَاعِ
سونے، لیٹنے، بیٹھنے، مجلس، ہم نشینی اور خواب کے آداب

سونے کے وقت کی دعائیں

۸۱۴. عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ نَامَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ قَالَ "اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِهٰذَا اللَّفْظِ فِيْ كِتَابِ الْاَدَبِ مِنْ صَحِيْحِهٖ.

(۸۱۴) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر تشریف لاتے تو دائیں کروٹ لیٹتے اور فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ."

"اے اللہ! میں نے اپنا وجود آپ کے سپرد کر دیا، اپنا رُخ آپ کی طرف کر دیا، اپنا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا اور رغبت اور خوف کے ساتھ ہر طرف سے پشت پھیر کر آپ کی طرف ہو گیا کوئی جائے پناہ نہیں کوئی چھوٹنے کا مقام نہیں مگر تیری ہی طرف میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے رسالت عطا فرمائی۔"

(اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں کتاب الادب میں روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۸۱۴): صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب النوم على الشق الايمن.

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ جب سونے کے لیے لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو نماز والا وضوء کرو اور داہنی کروٹ لیٹو اور یہ دعاء پڑھو۔ سونے سے پہلے وضوء کرنا مستحب ہے اگر چہ پہلے سے وضوء ہو۔ صحیح مسلم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان نے اس طرح رات گزاری کہ وہ باوضو تھا اور اس نے اللہ کو یاد کیا اور وہ درمیان شب میں اٹھے اور اللہ سے دنیا یا آخرت کی کوئی خیر مانگے اللہ اسے ضرور عطا فرمادے گا اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے باوضوء رات گزاری اس کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اس کے بیدار ہونے کے وقت کہتا ہے کہ اے اللہ! فلاں کی مغفرت فرما اس نے باوضو رات گزاری۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دائیں کروٹ پر سونے کے متعدد فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ انسان بسہولت بیدار ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں چونکہ دل لٹکا ہوا ہوتا ہے اس لیے اس کا دل نیند سے بوجھل نہیں ہوتا۔ بڑی حکمت یہ ہے کہ یہ ہیئت قبر کی یاد دلاتی ہے کہ مردے کو قبر میں اسی طرح لٹایا جاتا ہے۔ (روضة المتقين : ٣٤١/٢ ۔ روضة الصالحين : ٣٤٦/٣)

. . . .

باوضوء سونا مسنون ہے

٨١٥. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وَضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ وَقُلْ "وَذَكَرَ نَحْوَه' وَفِيْهِ : "وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَمَاتَقُوْلُ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٨١٥) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم بستر پر آنے کا ارادہ کرو تو نماز والا وضوء کرو اور دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ اور کہو اس کے بعد وہی دعاء مذکور بیان فرمائی۔ اور اس دعاء کو تمام کلمات کے آخر میں کہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٨١٥): صحيح مسلم، كتاب الوضوء، باب فضل من بات بالوضوء .

کلمات حدیث: إذا آتيت مضجعك : جب اپنے بستر پر آؤ۔ جب اپنے لیٹنے کی جگہ آؤ۔ اضطجع : پہلو کے بل لیٹنا۔ مضجع خواب گاہ، بستر، سونے کی جگہ۔ جمع مضاجع .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ باوضو ہو کر دائیں کروٹ لیٹو اور یہ دعاء پڑھو اور اس دعاء کو اپنے جملہ معمولات کے آخر میں پڑھو۔ یعنی دعاء کے یہ کلمات تمام دعاؤں کے پڑھ لینے کے بعد آخر میں پڑھے جائیں۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دعاء بہت عمدہ مضامین پر مشتمل ہے۔ اس میں فرمایا: "اسلمت نفسی " کہ میں نے اپنی جان اپنا وجود اور اپنے اعضاء وجوارح سب اللہ کے حکم کے تابع کر دیے، وجهت وجهي اليك یعنی میرا یہ تسلیم وانقیاد میری یہ اطاعت وفرماں برداری ریا کی ہر میل سے اور نفاق کے ہر ملاوٹ سے پاک ہے میرا مکمل رُخ آپ ہی کی جانب ہے کسی اور طرف نہیں ہے کہ نفاق کا شائبہ اور ریا کا اندیشہ ہو۔ وفوضت امری الیک میں نے اپنے سارے امور آپ کے سپرد کر دیے ہیں اپنی تدبیر سے دستکش ہو گیا اور اپنے معاملات میں آپ کو اپنا کفیل اپنا نگران اور اپنا ولی بنا لیا الجات ظهری الیک اسباب ووسائل دنیا سے رُخ موڑ کر تیرا سہارا اختیار کر لیا۔ رغبة ورهبة اليك تیرے فضل وکرم کی رغبت وشوق اور

تیری ہی ناراضگی سے ڈر کر، یعنی اپنے تمام امور تیرے سپرد کر دیے اس شوق اور امید میں کہ تو ان تمام کو درست اور صحیح فرمادے اور ان کی بہتر تدبیر فرمادے اور سب اسباب و تدابیر چھوڑ کر اس ڈر اور خوف سے تیرے پاس چلا آیا کہ کہیں دنیا کی تدبیریں بے اثر اور دنیا کے اسباب معطل ہو جائیں اور پھر میرا کوئی ٹھکانہ نہ رہے۔ واللہ اعلم

(تحفة الاحوذي : ۹/۳۱۵۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۷/۲۷۔ روضة المتقين : ۲/۳٤٤)

رسول اللہ ﷺ کی تہجد کی پابندی

۸۱۶. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَجِيْءَ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَه'. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۱٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو گیارہ رکعت پڑھتے جب فجر طلوع ہوتی تو دو ہلکی رکعتیں پڑھتے پھر دائیں کروٹ لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن آتا اور آپ ﷺ کو اطلاع دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۱۶): صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الاضطجاع على الايمن . صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى ﷺ في الليل.

کلمات حدیث: ثم اضطجع على شقه الأيمن : پھر آپ ﷺ اپنے داہنی کروٹ لیٹ جاتے۔ شق : جانب پہلو۔ ایمن : دایاں۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ رات کو تہجد کی نماز گیارہ رکعت پڑھتے یعنی آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر فجر کے طلوع ہو جانے کے بعد یعنی صبح صادق کے بعد دو رکعت ہلکی پڑھتے جن میں آپ ﷺ سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص پڑھتے۔ پھر دائیں کروٹ لیٹ کر ذرا سا آرام کرتے اور جب مؤذن اذان کی اطلاع دیتا تو نمازِ فجر کے لیے اٹھ جاتے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز شب میں مشغول رہا ہو اس کے لیے فجر سے پہلے کی دو سنتوں کے بعد آرام کرنا مستحب ہے۔

(روضة المتقين : ۲/۳٤٥۔ مظاهر حق : ۲/۳٤٦۔ فتح الباري : ۱/٥۱۳۔ إرشاد الساري : ۲/۲٦۹)

داہنی کروٹ میں سونا مسنون ہے

۸۱۷. وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَه' مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَه' تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا" وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ : "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۸۱۷)　حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنا داہنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے پھر فرماتے:

" باسمک اللّٰھم اموت و احیا ۔ "

''اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں۔''

اور جب بیدار ہوتے تو یہ دعاء پڑھتے:

" الحمدللہ الذي أحیانا بعد ما أماتنا وإلیہ النشور ۔ "

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

(بخاری)

تخریج حدیث(۸۱۷):　صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب ما یقول إذا نام.

کلمات حدیث:　النشور: زندہ ہونا۔ قیامت کے دن اٹھنا۔ یوم النشور: دوبارہ زندہ ہونے کا دن۔ وإلیہ النشور: اور زندہ ہو کر اسی کی جانب پلٹنا ہے۔

شرح حدیث:　رسول کریم ﷺ جب سونے کے لیے لیٹتے تو اپنا داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھتے اور فرماتے ''اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ مرتا اور تیرے نام کے ساتھ جیتا ہوں۔'' اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ فرماتے:

" اللّٰھم قنی عذابک یوم تبعث عبادک ۔ "

''اے اللہ! تو مجھے اپنے عذاب سے بچالے جب تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔''

نیند کی موت سے تشبیہ

رسول اللہ ﷺ جب بیدار ہوتے تو فرماتے اے اللہ! ساری حمد وثناء تیرے لیے کہ تو نے ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا۔ سوتے وقت کی دعاء میں اور بیدار ہونے کے وقت کی دعاء میں سونے کو موت اور بیدار ہونے کو حیات سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ اس طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَٱلَّتِى لَمْ تَمُتْ فِى مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ ٱلَّتِى قَضَىٰ عَلَيْهَا ٱلْمَوْتَ وَيُرْسِلُ ٱلْأُخْرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝٤٢ ﴾

''اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں پھر رکھ چھوڑتا ہے جن میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقرر تک اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں۔'' (الزمر: ۴۲)

امام بغوی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نیند میں روح نکل جاتی ہے مگر اس کا مخصوص تعلق

بندہ سے بذریعہ شعاع کے رہتا ہے جس سے حیات باطل نہیں ہو پاتی۔ (جیسے آفتاب لاکھوں میل سے اپنی شعاعوں کے ذریعے نباتات کو حیات بخشتا ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیند میں بھی وہی چیز نکلتی ہے جو موت کے وقت نکلتی ہے لیکن تعلق کا انقطاع ایسا نہیں ہوتا جو موت میں ہوتا ہے۔

ابواسحاق زجاج کہتے ہیں کہ وہ نفس (جان) جو نیند میں انسان کے بدن کو چھوڑ جاتا ہے وہ نفس ہے جس کا تعلق احساس وشعور سے ہے اور وہ نفس جو موت سے انسانی جسم میں جدا ہوتا ہے وہ روح ہے جس کا تعلق زندگی اور حیات سے ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نیند ہو یا موت دونوں میں روح کا تعلق بدن سے منقطع ہو جاتا ہے روح کا جسم سے بے تعلق ہونا عارضی اور ظاہری ہو تو نیند ہے باطنی اور مستقل ہو تو موت ہے اور اسی لیے کہتے ہیں کہ نیند موت کی بہن ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نیند کو موت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح موت سے انسان کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور وہ اپنی حیات سے اور اپنے اعضاء سے مستفید نہیں ہو سکتا یہی حال نیند کا بھی ہے کہ اس سے بھی سلسلہ عمل منقطع ہو جاتا ہے اور انسان اپنی زندگی سے اور اپنے اعضاء کے اعمال سے متمتع ہونے کے قابل نہیں رہتا اور حیات تو دراصل عمل کا نام ہے عمل نہ ہو تو وقت انسان کو قتل کر دیتا ہے اور کچھ باقی نہیں بچتا اس برف بیچنے والے کی طرح جس کی برف کا کوئی خریدار نہیں تھا اور برف کے پگھلنے کے ساتھ اس کی پونجی بھی جاتی رہی۔

(فتح الباري : ۲۹۸/۳۔ ارشاد الساري : ۲۱٦/۱۳۔ تحفة الاحوذي : ۳۳۸/۹۔ عمدة القاري : ٤٤١/۲۲)

پیٹ کے بل سونے کی ممانعت

۸۱۸۔ وَعَنْ يَعِيشَ بْنِ طِخْفَةَ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ اَبِيْ : "بَيْنَمَا اَنَا مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى بَطْنِيْ اِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِيْ بِرِجْلِهِ فَقَالَ: "اِنَّ هٰذِهِ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ" فَقَالَ" فَنَظَرْتُ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۸۱۸) حضرت یعیش بن طخفۃ غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا کہ ایک دن میں مسجد میں پیٹ کے بل سویا ہوا تھا کہ کسی شخص نے مجھے اپنے پاؤں سے حرکت دی اور کہا کہ لیٹنے کا یہ طریقہ اللہ کو ناپسند ہے۔ میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ (ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث(۸۱۸): سنن ابی داؤد، کتاب النوم، باب في الرجل يضطجع على بطنه .

راوی حدیث: حضرت یعیش بن طخفۃ غفاری صحابی ہیں۔ ابن الاثیر نے کہا کہ شامی ہیں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں کہا ہے کہ ان سے یہی ایک حدیث مروی ہے۔

کلمات حدیث: انا مضطجع في المسجد على بطني: میں مسجد میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ ضجعة : لیٹنے کی ہیئت، لیٹنے کا طریقہ۔

شرح حدیث: طخفة بن قیس غفاری اصحاب صفہ میں سے تھے، سحر کے وقت مسجد میں پیٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے انہیں اٹھایا اور فرمایا کہ سونے کا یہ طریقہ اللہ کو ناپسند ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اہل جہنم کا طریقہ ہے۔ (تحفة الاحوذي : ۵۳/۸۔ روضة المتقين : ۳۴۸/۲)

بستر پر لیٹے وقت ذکر اللہ کا اہتمام کریں

۸۱۹. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ یَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰی فِیْهِ كَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مُضْطَجَعًا، لَایَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰی فِیْهِ كَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

"اَلتِّرَةُ" بِكَسْرِ التَّآءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقٍ وَهِیَ: النَّقْصُ، وَقِیْلَ : التَّبِعَةُ.

(۸۱۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس نے اللہ کا ذکر نہیں کیا تو اس پر اللہ کی جانب سے سرزنش ہوگی اور جو سونے کے لیے لیٹا اور اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا اس پر اللہ کی جانب سے سرزنش ہوگی۔ (ابوداؤد نے بسند حسن روایت کیا)

ترة : نقصان، باز پرس.

تخریج حدیث (۸۱۹): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کراهیة ان یقوم الرجل من مجلسه و لا یذکر .

کلمات حدیث: ترة : سرزنش، تنبیہ۔ وتر وترا وترة (باب ضرب) گھبرا دینا۔ ستانا، تکلیف پہنچانا۔

شرح حدیث: ہر مسلمان جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے اللہ کو یاد کرے دل میں یاد کرے اور زبان سے بھی یاد کرے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ قِيَـٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ ﴾

''وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اٹھتے، بیٹھتے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے۔''

حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اللہ کو یاد نہیں کیا اور بغیر اللہ کا نام لیے لیٹ گیا تو اس پر اللہ کی سرزنش اور وبال ہے۔ (روضة المتقین : ۳۴۸/۲)

الباب (۱۲۸)

بَابُ جَوَازِ الْاِسْتِلْقَآءِ عَلَى الْقَفَا وَوَضْعِ اِحْدَى الرِّجْلَيْنِ عَلَى الْاُخْرٰى اِذَا لَمْ يَخَفْ اِنْكِشَافَ الْعَوْرَةِ وَجَوَازِ الْقُعُوْدِ مُتَرَبِّعًا وَمُحْتَبِيًا

چت لیٹنے، ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو تو ٹانگ پر ٹانگ رکھنے، چوکڑی مار کر بیٹھنے اور ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد کر کے بیٹھنے کا جواز

چت لیٹنے کی صورت میں ستر کا خیال رکھیں

۸۲۰. عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِى الْمَسْجِدِ وَاضِعًا اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۸۲۰) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں اس طرح لیٹا ہوا دیکھا کہ آپ ﷺ نے ٹانگ پر ٹانگ رکھی ہوئی تھی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۲۰): صحیح البخاری، کتاب المساجد، باب الاستلقاء فی المسجد.

کلماتِ حدیث: مستلقیا: سیدھا لیٹے ہوئے، چت لیٹے ہوئے۔ استلقی علی قفاہ: چت سونا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ مسجد میں سیدھا لیٹے ہوئے تھے اور ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں آپ نے اس طرح لیٹنے سے منع فرمایا کہ آدمی سیدھا لیٹے اور ٹانگ پر ٹانگ رکھ لے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یا تو اس طرح لیٹنے کی ممانعت منسوخ ہے یا ممانعت اس صورت میں ہے جب ستر کھل جانے کا اندیشہ ہو اور اگر ستر کھلنے کا ڈر نہ ہو تو حرج نہیں ہے۔

حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ مسجد میں لیٹنا یا تکیہ لگا کر بیٹھ جانا جائز ہے اور مسجد میں رہنے کا جو ثواب ہے وہ صرف بیٹھے ہوئے شخص کے لیے نہیں بلکہ لیٹنے والا بھی اس اجر و ثواب کا مستحق ہے۔

(فتح الباري: ۱/۰۰۰۵ - إرشاد الساري ۲/۱۳٦ - روضة المتقين: ۲/۳۰۰ - دليل الفالحين: ۳/۳۷۱)

فجر کے بعد آپ ﷺ کا چار زانو بیٹھنا

۸۲۱. وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِىْ مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَغَيْرُهٗ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ.

(۸۲۱) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز کے بعد چار زانو ہو کر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح طلوع ہو جاتا۔
(یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد وغیرہ نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۸۲۱): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح ۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الرجل یجلس متربعاً .

کلمات حدیث: تربع : چار زانو ہو کر بیٹھے۔ حسناء : روشن، منور، خوبصورت ۔ حسن حسنا (باب کرم) خوبصورت ہونا، اسم صفت حسن جمع حسان مؤنث حسنہ و حسناء . جمع حسنات .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد میں تشریف فرما ہوتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح نکل آتا۔ آپ ﷺ اس وقت تک چار زانو ہو کر بیٹھ جاتے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعد نماز فجر سورج کے طلوع ہونے تک مسجد میں بیٹھنا اور ذکر و دعاء میں مصروف ہونا مستحب ہے اور یہ یادِ الٰہی کا بہت عمدہ وقت ہے کہ اس وقت نہ تو کوئی نماز ہے اور نہ دنیا کے کسی کام کا وقت ہے اس لیے قلب یکسو اور دعاء اور مناجات کے لیے فارغ ہوتا ہے۔ (روضۃ المتقین : ۲/ ۳۵۰۔ دلیل الفالحین : ۳/ ۲۷۲)

●●●●●●●●●●●●

احتباء کی حالت میں بیٹھنے کا ثبوت

۸۲۲. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ مُحْتَبِيًا، بِيَدَيْهِ هٰكَذَا، وَوَصَفَ بِيَدَيْهِ الْاِحْتِبَاءَ وَهُوَ الْقُرْفُصَاءُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۸۲۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو صحن کعبہ میں اس طرح بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ نے دونوں ہاتھ ٹانگوں کے گرد باندھے ہوئے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے احتباء کی یہ کیفیت کر کے دکھائی۔ اس کی قرفصاء بھی کہتے ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۸۲۲): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب الاحتباء بالید و هو القرفصاء .

کلمات حدیث: ٭ محتبیاً : ہاتھ ٹانگوں کے گرد باندھے ہوئے۔ احتباء : بیٹھ کر ٹانگیں کھڑی کر لینا اور پشت پر سے لا کر کپڑا ٹانگوں پر باندھ لینا۔ اسی کو قرفصاء کہتے ہیں۔

شرح حدیث: حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ ٹانگیں کھڑی کر کے دونوں ہاتھوں کو ان کے گرد لا کر آگے سے پکڑ لینا یا کپڑے کو کمر کے گرد اور ٹانگوں کے گرد باندھ کر بیٹھ جانا جائز ہے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ طرزِ نشست اختیار فرمائی ہے۔ اس طریقہ جلوس کو احتباء یا قرفصاء کہتے ہیں۔ واللہ اعلم (فتح الباری : ۳/۲۷۸۔ عمدۃ القاري : ۲۲/۴۰۲)

●●●●●●●●●●●●

رسول اللہ ﷺ کا رعب

۸۲۳. وَعَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَاعِدُ الْقُرْفُصَآءِ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ .

(۸۲۳) حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ قرفصاء کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں نے دیکھا کہ اس طرز نشست میں آپ ﷺ پر تخشع طاری ہے تو رعب اور خوف سے میرے اوپر کپکپی طاری ہوگئی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

تخریج حدیث (۸۲۳): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب جلوس الرجل. الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان.

راوی حدیث: حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں ان سے ایک طویل حدیث مروی ہے جو الیواقیت القاضرہ میں مکمل مذکور ہے جو دو ورق کے قریب ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حبیب بن ازہر کے نکاح میں تھیں جن سے ان کے یہاں کئی لڑکیاں ہوئیں جب حبیب فوت ہوئے تو یہ بچیاں عمر بن ایوب بن ازہر نے اپنی تحویل میں لے لیں جس کا شکوہ لے کر یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں۔ (دليل الفالحين : ۲۷۳/۳)

کلمات حدیث: متخشع : خشوع اختیار کیے ہوئے۔ تخشع : عاجزی اور خشوع اختیار کرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ ٹانگیں کھڑی کر کے اور ان کے گرد ہاتھوں کو باندھ کر بیٹھے ہوئے تھے اس حالت میں حضرت قیلہ بنت مخرمہ نے آپ ﷺ کو دیکھا اور محسوس کیا کہ آپ ﷺ پر خشیت الٰہی کی بنا پر اس قدر رعب اور وقار چھایا ہوا ہے کہ وہ ڈر گئیں اور ان پر کپکپی طاری ہوگئی۔ (روضة المتقين۔ تحفة الاحوذي : ۳۰۰/۸)

مغضوب علیہم لوگ کی طرح بیٹھنا

۸۲۴. وَعَنِ الشَّرِيْدِ بْنِ سَوَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّبِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جَالِسٌ هٰكَذَا، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِي الْيُسْرٰى خَلْفَ ظَهْرِيْ وَاتَّكَأْتُ عَلٰى أَلْيَةِ يَدِيْ فَقَالَ: أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ . رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

البَابُ (۱۲۹)

بَابُ فِيْ آدَابِ الْمَجْلِسِ وَالْجَلِيْسِ
مجلس میں بیٹھنے اور ہم نشینی کے آداب

کسی کو اس کی جگہ سے اٹھانے کی ممانعت

۸۲۵. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَايُقِيْمَنَّ اَحَدُكُمْ رَجُلاً مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ وَلٰكِنْ تَوَسَّعُوْا وَتَفَسَّحُوْا" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا قَامَ لَهٗ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهٖ لَمْ يَجْلِسْ فِيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۸۲۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے البتہ تم مجلس میں فراخی اور توسع پیدا کرو اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت یہ تھی کہ اگر کوئی ان کی خاطر اپنی جگہ سے اٹھ جاتا تو وہ وہاں نہ بیٹھتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۲۵): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب لا یقیم الرجل من مجلسه. صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم اقامة الانسان من موضعه.

کلمات حدیث: تفسحوا: فراخی پیدا کرو، کشادگی کرو۔ فسح فسحاً (باب فتح) کشادہ قدم رکھنا۔ تفسح تفسحاً (باب تفعل) کشادگی کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ سب کو چاہیے کہ سب توسع اور فراخی اختیار کریں اور تھوڑا سا قریب ہو کر آنے والے کے لیے جگہ بنالیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُواْ فِى ٱلْمَجَٰلِسِ فَٱفْسَحُواْ يَفْسَحِ ٱللَّهُ لَكُمْ ﴾

"اے ایمان والو! جب کوئی تم سے کہے کہ کھل کر بیٹھو تو کھل جاؤ اللہ کشادگی دے تم کو۔" (المجادلة: ۱۱)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلیم دی ہے اور ان کو ادب سکھایا ہے کہ مجلس میں ایک دوسرے کے لیے جگہ بنالیں اور توسع اختیار کرلیں کہ اللہ بھی دنیا اور آخرت کی وسعتیں اور فراخیاں عطا فرمائے گا یا قلوب میں توسع پیدا فرمائے گا یا قبر کشادہ فرمادے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں بیٹھنا تحریم کے لیے ہے یعنی اگر کوئی جمعہ کی نماز میں یا دیگر نمازوں میں صف اوّل میں آکر بیٹھ گیا تو وہ اس جگہ بیٹھنے کا حق دار ہے اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس کو وہاں سے اٹھا کر خود بیٹھ جائے۔ لیکن اگر مسجد میں کوئی شخص کسی جگہ بیٹھ کر درس دیتا ہو یا فتویٰ دیتا ہو اور وہ موجود ہو تو اسی کو اپنی اس جگہ پر بیٹھنا چاہیے اور کسی اور کو اس کی موجودگی میں نہ بیٹھنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے اگر کوئی شخص از خود اپنی جگہ سے اٹھ جاتا کہ وہ وہاں بیٹھ جائیں وہ تب بھی وہاں نہ بیٹھتے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنتِ نبوی ﷺ کے ہر عمل کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور احکام نبوی ﷺ پر پوری طرح بلفظہ عمل فرماتے اور عزیمت کو اختیار فرماتے۔ (فتح الباري : ١/٦٢٩۔ ارشاد الساري : ٣/٥٨٣)

مجلس سے اٹھ کر جانے والا واپسی پر اپنی جگہ کا زیادہ حق دار ہے

٨٢٦. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِّنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٨٢٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے اٹھے اور پھر اسی جگہ واپس آئے تو وہ زیادہ حق دار ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(٨٢٦): صحیح مسلم، کتاب السلام، باب إذا قام من مجلسه ثم عاد فهوا حق به.

کلماتِ حدیث: ثم رجع اليه : پھر اس جگہ واپس آگیا۔

شرحِ حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مسجد میں یا کسی اور جگہ سے اٹھا اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ واپس اسی جگہ آکر بیٹھے گا مثلاً وضوء کرنے چلا گیا یا کسی ضرورت کے لیے چلا گیا پھر وہ واپس آگیا تو اس کا اس جگہ سے اختصاص باطل نہیں ہوا بلکہ وہ اس نماز کی ادائیگی تک اسی جگہ بیٹھ سکتا ہے اگر کوئی اور اس جگہ بیٹھ گیا ہے تو اسے اٹھا سکتا ہے اور جو شخص وہاں بیٹھ گیا ہے اسے چاہیے کہ اٹھ جائے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسجد کے کسی خاص حصہ میں بیٹھ کر درس وافتاء کا کام کرتا ہو اور یہ بات لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہ جگہ اس کے لیے مختص ہوگئی مگر جمہور فقہاء کے نزدیک یہ بطور استحسان ہے اور کوئی حق واجب نہیں ہے اور یہی امام مالک رحمہ اللہ کے قول کی مراد ہے۔ (شرح صحیح مسلم : ١٤/١٣٥۔ روضة المتقين : ٢/٣٥٤)

مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے

٨٢٧. وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا اِذَا اَتَیْنَا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ اَحَدُنَا حَیْثُ یَنْتَهِیْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

(٨٢٧) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب نبی کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو ہم میں سے ہر ایک وہیں بیٹھ جاتا جہاں وہ پہنچتا۔ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(٨٢٧): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب في التحلق. الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب اجلس حیث انتهی بك المجلس.

کلماتِ حدیث: حیث ینتھی : جہاں مجلس منتہی ہوتی یعنی مجلس کے کنارے پر اور اس کے حاشیہ پر۔

شرح حدیث: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حلقہ بنا کر بیٹھتے جو آتا جاتا وہ اس حلقے کے کناروں پر لوگوں کے پیچھے بیٹھ جاتا اور لوگوں کے درمیان آنے یا آگے آنے کی کوشش نہ کرتا۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بیٹھے ہوئے تھے کہ تین افراد آئے ان میں سے دو آگئے اور ایک چلا گیا۔ ان دو میں سے ایک کو حلقہ کے درمیان جگہ مل گئی وہ وہاں بیٹھ گیا دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا واپس چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ان تین آدمیوں کے بارے میں بتاؤں، ان میں سے ایک نے اللہ کی پناہ طلب کی اور اللہ نے اسے پناہ دیدی اور ایک نے اللہ سے حیا اختیار کی تو اللہ نے بھی اس سے حیا کی اور تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ نے بھی اس سے اعراض کیا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی پناہ میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حلقہ کے درمیان میں بیٹھ گیا اور مجلس نبوت کے شرکاء میں شریک ہو گیا تو اللہ نے بھی اسے ان میں شامل فرمالیا اور اپنی رحمت کا مستحق قرار دے لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حلقہ درس میں اگر جگہ ہو تو اس جگہ کو پر کر لینا مستحب ہے جیسا کہ صف کے درمیان خلل کو پر کرنا مستحب ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

(تحفة الاحوذي : ٨/٢٦ ۔ روضة المتقين : ٢/٣٥٥)

دو آدمیوں کے درمیان گھسنے کی ممانعت

٨٢٨. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "لاَ یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَیَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَیَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ اَوْیَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِهٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلاَ یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَهٗ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(٨٢٨) حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے خوب پاکیزگی حاصل کرے، تیل لگائے یا گھر میں موجود خوشبو لگائے پھر وہ جمعہ کے لیے گھر سے نکلے اور دو آدمیوں کو جدا نہ کرے پھر جس قدر اس کے مقدر میں ہے نماز پڑھے امام کے خطبہ کے دوران خاموش رہے اس کی اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک مغفرت کر دی جائے گی۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٨٢٨): صحیح البخاری، کتاب الجمعه، باب الدهن للجمعه .

راوی حدیث: حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اسلام سے قبل آتش پرست تھے پھر عیسائیت اختیار کر لی، عیسائی راہبوں نے آپ کو آخری رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتایا تو آپ کی خدمت میں پہنچ کر اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے ۶۰ا احادیث

مروی ہیں ،عہدِ عثانی میں انتقال ہوا۔ (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب)

کلماتِ حدیث: ینصت : خاموشی اختیار کی۔ انصات (باب افعال) خاموشی اختیار کرنا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کو غسل کیا خوب پاکیزگی حاصل کی تیل اور خوشبو استعمال کیا پھر جمعہ کے لیے مسجد میں گیا اور جہاں جگہ مل گئی وہاں بیٹھ گیا اور دو آدمیوں کو علیحدہ کر کے ان کے درمیان جگہ بنانے کی کوشش نہیں کی پھر جتنی نماز کی اسے توفیق ہوئی اتنی نماز پڑھی اور خطبہ کے درمیان سکوت اختیار کیا تو اس کے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ یعنی صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے کیونکہ ابن ماجہ کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب تک کبائر کا ارتکاب نہ کرے۔

(روضة المتقين : ٢/٣٥٦۔ فتح الباري : ١/٦٢٠۔ ارشاد الساري : ٢/٥٥٢۔ دليل الفالحين : ٣/٢٧٦)

دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت سے بیٹھنا

٨٢٩. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَايَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا :" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوُدَ : "لَا يَجْلِسُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا .

(٨٢٩) حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دو آدمیوں کو ان کی اجازت کے بغیر علیحدہ کر کے ان کے درمیان بیٹھ جائے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

ابوداؤد کی ایک اور روایت میں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔

تخریج حدیث (٨٢٩): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الرجل يجلس بين الرجلين بغير اذنهما . الجامع للترمذی، ابواب الادب، باب ما جاء فی كراهية الجلوس بين الرجلين بغير اذنهما .

کلماتِ حدیث: أن يفرق بين اثنين : دو آدمیوں کو جدا کر کے خود درمیان میں بیٹھ جائے۔ فرق تفريقاً (باب تفعیل) جدا کرنا۔ تفریق کرنا۔

شرحِ حدیث: اگر دو آدمی ایک ساتھ بیٹھے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر ان کے درمیان بیٹھنا درست نہیں البتہ ان سے اجازت لے کر بیٹھ سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر دو آدمی باہم بات کر رہے ہوں تو ان کے درمیان نہ آنا چاہیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ ایسی بات کر رہے ہوں جس میں اس شخص کی شرکت مناسب نہ خیال کرتے ہوں۔

(تحفة الاحوذي : ٨/٢٨ ۔ روضه المتقين : ٢/٣٥٧۔ دليل الفالحين : ٣/٢٧٧)

حلقہ کے درمیان بیٹھنے والے پر لعنت

۸۳۰. وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الْحَلْقَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ ! وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ اَنَّ رَجُلاً قَعَدَ وَسَطَ حَلْقَةٍ فَقَالَ حُذَيْفَةُ مَلْعُوْنٌ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اَوْلَعَنَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الْحَلْقَةِ : قَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۸۳۰) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حلقہ کے درمیان بیٹھنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔(ابوداؤد نے بسندِ حسن روایت کیا)

اور ترمذی نے ابومجلز سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی کسی حلقہ کے درمیان بیٹھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بزبانِ محمد ﷺ ملعون ہے۔ یا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بلسانِ محمد ﷺ اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو حلقہ کے درمیان بیٹھ جائے۔(امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۸۳۰): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الجلوس وسط الحلقه. الجامع للترمذی، ابواب الادب، باب ما جاء فی کراهية القعود وسط الحلقه۔

کلمات حدیث: وسط الحلقه : حلقہ کے درمیان۔ وسط وسطا (باب ضرب) درمیان میں ہونا۔

شرح حدیث: علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی علمی حلقہ میں اگر کوئی شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر درمیان میں آکر بیٹھ جائے جس سے سب کو ایذاء پہنچے اور لوگوں کی توجہ منقطع ہو اور اس طرح وہ لوگوں کی نظروں کے درمیان اور خطیب کی گفتگو کے درمیان حائل ہو جائے تو یہ فعل قابل مذمت ہے اور لعنت کا سبب وہ ایذاء ہے جو لوگوں کو اس فعل سے پہنچے گی۔

(تحفة الاحوذي : ۸/۲۹۔ روضة المتقين: ۲/۳۵۸۔ دليل الفالحين : ۳/۲۷۸)

بہتر مجلس جس میں وسعت ہو

۸۳۱. وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "خَيْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُهَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ .

(۸۳۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بہتر مجلس وہ ہے جو زیادہ فراخ ہو۔(ابوداؤد نے بسند صحیح بشرط بخاری روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۸۳۱): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی سعة المجلس .

کلمات حدیث: مجالس : مجلس کی جمع، بیٹھنے کی جگہ، وہ لوگ جو ایک جگہ میٹھے ہوں۔

شرحِ حدیث: سب سے اچھی مجلس وہ ہے جس میں وسعت وکشادگی ہو، امام بخاری نے الادب المفرد میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کسی جنازے کی مجلس میں تاخیر سے پہنچے جب وہ پہنچے تو کچھ لوگ جگہ کرنے لگے اور کچھ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے کہ آپ کو جگہ دیدیں مگر آپ پیچھے کھلی جگہ میں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اچھی مجلس وہ ہے جو زیادہ کھلی ہو۔

غرض مجلس میں کشادگی اور توسع مستحب ہے کہ آدمی مطمئن ہو کر بیٹھے اور متکلم کا کلام توجہ سے سنے۔

(روضة المتقين : ۲/۳۵۸۔ دليل الفالحين : ۳/۲۷۸)

مجلس سے اٹھنے کی دعاء

۸۳۲. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ فِیْ مَجْلِسٍ فَکَثُرَ فِیْهِ لَغَطُه' فَقَالَ قَبْلَ اَنْ یَقُوْمَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِکَ: سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْهَدُ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ: اِلَّا غُفِرَلَه' مَاکَانَ فِیْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِکَ." رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(۸۳۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں فضول باتیں کثرت سے کی گئیں۔ مگر اس نے مجلس سے کھڑے ہونے سے پہلے کہا کہ

" سبحانک اللّٰهم وبحمدک اشهد ان لا إله إلا أنت استغفرک وأتوب إليک ."

" اے اللہ! آپ کی ذات پاک ہے آپ ہی کے لیے حمد ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں تجھ سے استغفار طلب کرتا ہوں اور تیری جانب توبہ کرتا ہوں۔"

تو اس کے اس مجلس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (ترمذی، اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۸۳۲): الجامع للترمذي، ابواب الدعوات، باب ما يقول إذا قام من مجلسه .

کلماتِ حدیث: فكثر فيه لغطه : اس مجلس میں کثرت سے فضول باتیں ہوئیں۔ لغط لغطاً (باب فتح) شور، فضول بات۔

شرحِ حدیث: ایسی مجلس جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ذکر سے خالی ہو اور دنیا کی فضول باتیں بکثرت ہوں، ایسی مجلس میں اگر کوئی شریک ہو اور اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ دعاء پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی اس مجلس میں سرزد ہونے والی خطاؤں کو معاف کر دے گا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ (ﷺ) کیا ہم اپنی باتوں پر بھی ماخوذ ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں تجھے روئے لوگ اوندھے منہ جہنم میں اپنی زبان کی فروگزاشتوں پر ہی پھینکے جائیں گے۔

(روضة المتقين : ۲/۳۵۹۔ دليل الفالحين : ۳/۲۷۹)

مجلس سے اٹھتے وقت کا معمول

۸۳۳. وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِاٰخِرَةٍ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ: "سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَيْکَ" فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّکَ لَتَقُوْلُ قَوْلاً مَا كُنْتَ تَقُوْلُه' فِيْمَا مَضٰى؟ قَالَ : "ذٰلِکَ كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُوْنُ فِي الْمَجْلِسِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ، وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ فِي الْمُسْتَدْرَکِ مِنْ رِوَايَةِ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَقَالَ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ .

(۸۳۳) حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو آخر میں یہ دعا فرماتے:

" سبحانک اللّٰهم وبحمدک اشهد ان لا إله إلا انت استغفرک وأتوب إليک ."

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ یہ دعاء فرما رہے ہیں جبکہ اس سے پہلے آپ ﷺ یہ دعاء نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کلمات مجلس میں ہونے والی باتوں کا کفارہ ہیں۔ (ابوداؤد، حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے)

تخریج حدیث (۸۳۳): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کفارہ المجلس .

کلمات حدیث: يقول باخرة : آخر میں کہتے، بعد میں کہتے۔ جاء بأخرة : وہ دیر سے آیا۔ بأخرة عمره : اس کی عمر کے آخری حصے میں۔

شرح حدیث: حضرت رافع بن خدیج انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گرد آپ ﷺ کے اصحاب مجتمع ہو جاتے جب آپ اٹھنے لگتے تو مجلس کے آخر میں یہ کلمات فرماتے اور یہ الفاظ بھی فرماتے:

" عملت سوءاً وظلمت نفسي فاغفرلي فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت ."

"میں نے برا کیا اپنی جان پر ظلم کیا آپ میری مغفرت فرما دیجئے کہ آپ کے سوا کوئی خطاؤں کا معاف کرنے والا نہیں ہے۔"

کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو آپ نے نئے کلمات کہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل امین علیہ السلام آئے مجھے ان کلمات کی تعلیم دی اور کہا کہ اے محمد! یہ مجلس کا کفارہ ہیں۔ (روضة المتقين : ۲/ ۳۶۰۔ دليل الفالحين : ۳/ ۲۸۰)

مجلس سے اٹھنے کی دوسری دعاء

۸۳۴. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ مِنْ

مَجْلِسٍ حَتّٰى يَدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ" اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا، وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا" وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۸۳۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ کم ہی ایسا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کسی مجلس سے کھڑے ہوں اور یہ کلمات نہ فرمائیں ۔اے اللہ! ہمیں اپنے خوف کا اتنا حصہ عطا فرما کہ جو ہمارے درمیان اور تیری معصیتوں کے درمیان حائل ہو جائے اور اتنا جذبہ طاعت عطا فرما جو ہمیں تیری جنت کا مستحق بنا دے اور ایسا یقین نصیب فرما دے جس سے مصائب دنیا ہمارے لیے آسان ہو جائیں اے اللہ! جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہمیں اپنے کانوں، آنکھوں اور اپنی قوت سے نفع اٹھانے کا موقعہ عطا فرما اور انہیں ہمارا وارث بنا اور تو ہمارا بدلہ ان سے لے جو ہم پر ظلم کرے اور ان لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما جو ہم سے دشمنی رکھتے ہیں اور ہمیں ہمارے دین کے بارے میں آزمائش میں نہ ڈالنا اور دنیا کو ہماری سب سے بڑی سوچ اور ہمارا منتہائے علم نہ بنانا اور ہم پر ایسے لوگوں کا غلبہ نہ فرما جو ہم پر رحم نہ کریں۔ (ترمذی، امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۸۳۴): الجامع للترمذی، ابواب الدعوات.

کلماتِ حدیث: تحول : جو حائل ہو جائے۔ حال حولا (باب نصر) حائل ہونا۔ تهون : ہلکا بنا دے، آسان بنا دے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ جب کسی مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے جو اپنے مضمون کے اعتبار بڑی جامع اور اپنے معانی کے لحاظ سے انتہائی بلیغ ہے۔ کہ فرمایا: ''اے اللہ! ایسا خشیت اور ایسا خوف عطا فرما جو معاصی سے باز رکھنے والا ہو۔ یعنی خوف الٰہی کی ایسی زیادتی اور غلبہ نہ ہو جس سے ناامیدی پیدا ہو کہ انسان جو عمل کرتا ہے اسے بھی چھوڑ بیٹھے، بلکہ خشیتِ الٰہی کی ایسی کیفیت ہو جو گناہوں سے باز رکھنے والی ہو کہ یہی مقصود ہے۔ آخرت کی نعمتوں کے ملنے کا ایسا یقین کامل ہو کہ اس کے سامنے دنیا کی ساری نعمتیں ہیچ ہو جائیں اور دنیا کی کسی نعمت کا نہ ہونے کا افسوس نہ ہو اور ملنے پر حد سے زیادہ خوشی نہ ہو۔

﴿ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ﴾

''تاکہ تم غم نہ کھایا کرو اس پر جو ہاتھ نہ آیا اور نہ شیخی کرو اس پر جو تم کو اس نے دیا۔'' (الحدید: ۲۳)

ہمارے جملہ اعضاء اطاعتِ الٰہی میں اور اعمالِ صالحہ میں مصروف رہیں اور ہم ایسے آثار اور صدقاتِ جاریہ اپنے پیچھے چھوڑ جائیں جو ہمارے بعد ہمارے وارث ہوں۔ کوئی ہم پر زیادتی اور ظلم کرے تو اے اللہ ہمیں اس سے بدلہ لینے کی ضرورت نہ پیش آئے تو ہمیں ہمارا صلہ اور ہمارا بدلہ عطا فرما دے اگر ہمارے اوپر کوئی مصیبت آنی ہے تو وہ ہماری دنیا میں آ جائے لیکن ایسی مصیبت کوئی نہ آئے جس سے ہمارے دین کا نقصان ہو کہ عبادت و بندگی میں کمی آ جائے یا یادِ الٰہی میں فرق پیدا ہو جائے۔

اے اللہ! ایسا نہ ہو کہ ہمارا سارا انہماک ہماری پوری توجہ اور ہمارا مکمل دھیان دنیا کمانے اس کے حاصل کرنے اس سے لطف اندوز ہونے اور اسے سمیٹنے جمع کرنے اور اس کی حفاظت کرنے ہی میں صرف ہو جائے ہمارا سارا مبلغ علم دنیا ہی بن جائے ہمیں جو بات معلوم ہو وہ دنیا ہی کی بات ہو، ہم جو سیکھیں وہ دنیا ہی کی بات سیکھیں جو ہنر حاصل کریں وہ دنیا ہی کا کریں۔ اے اللہ ایسا نہ ہو کہ ہماری خواہشوں رغبتوں اور توجہات کا مرکز اور مطمح نظر دنیا ہی بن جائے۔ اے اللہ! ایسا نہ ہو اور اے اللہ یہ بھی نہ ہو کہ ہمارے گناہوں کی سزا میں ہم پر کوئی بے رحم ظالم مسلط ہو جائے اور ہم اس کے قہر اور غلبہ کے نیچے پس کر رہ جائیں۔

﴿ هُوَ الْحَيُّ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ﴾

''وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اسی کو پکارو دین کے خلوص کے ساتھ۔'' (الغافر: ٦٥)

(روضة المتقين : ٢/ ٣٦٠ دليل الفالحين : ٣ / ٢٨٠)

بغیر ذکر کے مجلس باعثِ ندامت ہوگی

۸۳۵. وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَامِنْ قَوْمٍ يَقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَايَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۸۳۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ مجلس سے اس طرح اٹھتے ہیں کہ وہ اس مجلس میں اللہ کا نام نہیں لیتے وہ ایسے ہیں جیسے کسی مردار گدھے کے پاس سے اٹھے ہوں اور یہ مجلس ان کے لیے سبب حسرت بن جائے گی۔ (ابوداؤد نے بسند صحیح راویت کیا)

تخریج حدیث(۸۳۵): • سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کراهية ان يقوم الرجل من مجلسه ولا يذكر الله .

کلماتِ حدیث: جيفة : مردار جس سے بو آتی ہو۔ جمع اجياف . جيفة حمار : گدھے کی سڑی ہوئی لاش۔

شرحِ حدیث: کون و مکان میں جہاں کوئی خیر اور بھلائی ہے وہ اللہ کے نام سے ہے اگر اللہ کا نام نہ ہو تو یہ سارا کارخانہ بے حقیقت اور بے معنی ہے۔ مسلمان جو اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی زبان ہر وقت ذکر الٰہی سے تر ہو اور اس کا قلب ہر وقت اللہ کی یاد سے منور ہو۔ اللہ کے نزدیک دنیا کی اور دنیا کی تمام اشیاء کی حقیقت ایک مکھی کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ جب یہ حقیقت ہے تو ایسی مجلس جس میں اللہ کے ذکر نہ ہو اور مجلس کی ساری گفتگو دنیا ہی کے گرد گھومتی رہے تو یہ ایسی ہے جیسے بھیڑیے لاش کے گرد جمع ہو گئے ہوں۔

امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارک میں مردار گدھے کے لفظ سے اشارہ ہے ان لوگوں کے مزاج کے بگڑ جانے اور عقل کے پلید ہو جانے کی طرف جو اللہ کے ذکر سے اتنی دیر محروم رہنا گوارا کرتے ہیں اور متنبہ نہیں ہوتے اور ان کی فطرتِ سلیمہ بیدار

نہیں ہوتی۔ یہ مجلس روزِ قیامت اہل مجلس اور اس کے شرکاء کے لیے حسرت کا باعث بن جائے گی جیسا کہ طبرانی اور بیہقی نے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں جمع ہوئے اور اس میں انہوں نے اللہ کو یاد نہیں کیا وہ اس مجلس کو روزِ قیامت حسرت کی صورت میں اپنے سامنے دیکھیں گے۔

(روضة المتقين : ۳٦٢/٢ ـ دليل الفالحين : ٢٨٢/٣)

مجلس میں درود پڑھنا

٨٣٦. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَاجَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالىٰ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلىٰ نَبِيِّهِمْ فِيْهِ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ فَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَآءَ غَفَرَلَهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(٨٣٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اس میں نہ اللہ کا نام لیں اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجیں مگر یہ کہ وہ مجلس ان کے لیے اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوگی اگر چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو معاف فرمادے۔ (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (٨٣٦): الجامع للترمذي، ابواب الدعوات، باب القوم يجلسون ولا يذكرون الله .

کلمات حدیث: ترة : حسرت، وبال، ندامت، سرزنش، ناراضگی۔

شرح حدیث: اگر مجلس میں دنیا ہی کی بات ہوتی رہے اور اس میں اللہ کا ذکر نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے یہ مجلس روزِ قیامت باعثِ حسرت وندامت ہوگی کہ کاش ہم اس طرح غافل نہ ہوتے اور اس موقعہ پر بھی اللہ کو اور اللہ کے رسول کو یاد رکھتے اور وہ اس وقت مشیتِ الٰہی کے تابع ہوں گے کہ ان کو عذاب دے یا انہیں معاف کردے۔

مقصود یہ ہے کہ ہر حال میں اور ہر مجلس میں اللہ کا نام لینا ضروری ہے کہ کوئی نہ کوئی دین کی کوئی بات ہو دین کا کوئی مسئلہ بیان ہو اللہ کا اور اللہ کے رسول کا ذکر ہو اور اللہ کے رسول پر درود ہو۔

(تحفة الاحوذي : ٢٩٨/٩ ـ روضة المتقين : ٣٦٣/٢ ـ دليل الفالحين : ٢٨٣/٣)

٨٣٧. وَعَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال : "مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالىٰ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مُضْطَجَعًا لَايَذْكُرُاللّٰهَ تَعَالىٰ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ " رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَدْ سَبَقَ قَرِيْبًا، وَشَرَحْنَا ." " اَلتِّرَةَ " فِيْهِ .

(٨٣٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں

اللہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ مجلس اس پر اللہ کی طرف سے حسرت وندامت کا باعث ہوگی اور جو بستر پر لیٹا اور اس نے اللہ کا نام نہیں لیا تو یہ اس کے لیے اللہ کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے جہاں ہم ترۃ کے معنی بیان کر چکے ہیں)

تخریج حدیث(۸۳۷): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کراهية ان يقوم الرجل من مجلسه ولا يذكر الله تعالىٰ .

کلمات حدیث: مقعد : بیٹھنے کی جگہ، مجلس، جمع مقاعد . قعد قعوداً (باب نصر) بیٹھنا۔

شرح حدیث: مسلم اللہ کا فرماں بردار اور اس کا مطیع وہ ہے جو ہر وقت اور ہر گھڑی اللہ کو یاد کرتا رہے۔ اگر ہر موقعہ اور ہر مرحلے اور ہر مجلس میں اللہ کی جانب دھیان ہوگا تو بے شمار برائیوں سے انسان بچ جائے گا، غیبت سے بدگوئی اور بدگمانی سے کسی مسلمان کا برا چاہنے سے اور تجسس اور چغلخوری سے مجالس پاک ہو جائے گی اور روز قیامت آدمی ندامت وحسرت اور افسوس سے اللہ کی رحمت سے محفوظ ہو جائے گا۔

یہ حدیث اس سے پہلے بھی (حدیث ۸۱۹) میں گزر چکی ہے۔

(روضة المتقين : ۲/۳٦۳۔ دليل الفالحين : ۳/۲۸۳)

الباب (۱۳۰)

بَابُ الرُّؤْيَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا
خواب اوراس کے متعلقات

۲٦٦. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦ مَنَامُكُم بِٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اوردن میں سونا بھی ہے۔'' (الروم:۲۳)

تفسیری نکات: انسان کی زندگی اور زندگی کا ہر سانس اللہ کے وجود کی علامت ہے۔اگر اللہ کا حکم نہ ہوتو کوئی متنفس سانس بھی نہیں لے سکتا۔بالکل اسی طرح انسان کی نینداوراس کا سونا بھی اللہ کے وجود کی اس کے حکیم وخبیر ہونے کی اوراس کے قادرومطلق ہونے کی عظیم نشانی ہے۔سویا اور مرا برابر ہیں،مرنے میں بھی عمل منقطع اورسونے میں بھی انسان کی حرکت وعمل معطل،مرنے سے بھی زندوں سے رابطہ منقطع ہوجاتا ہے سوکر بھی بیدار لوگوں سے تعلق باقی نہیں رہتا۔مرکر بھی بے شعور واحساس اور نیند میں بھی احساس وشعور خوابیدہ۔مردہ جاتا ہے تو واپس نہیں خوابیدہ جاکر واپس آجاتا ہے اور دوبارہ اس کا شعور احساس بیدار ہوجاتا ہے،گویا انسان ہرروز مرتا ہے اور ہردن اسے نئی زندگی ملتی ہے۔اس سے بڑھ کر خالق کائنات کے وجوداوراس کے خالق ومالک اور مدبر وقیوم ہونے کی اور کیا دلیل ہوگی۔

(معارف القرآن)

. . . .

خواب میں بشارت کا ملنا یہ بھی علم نبوت میں سے ہے

۸۳۸. وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : " لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ " قَالُوْا : وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ ؟ قَالَ : " الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ .

(۸۳۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت باقی نہیں رہی صرف مبشرات رہ گئے ہیں،صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: رویائے صالحہ۔(بخاری)

تخریج حدیث(۸۳۸): صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب المبشرات .

کلمات حدیث: نبوۃ : خبر دینا،نبی خبردینے والا،اللہ کی طرف سے خبردینے والا،اللہ کی جانب سے خبر پہنچانے والا،اللہ کی طرف سے غیب کی باتیں بتانے والا،جمع انبیاء۔ مبشرات : مبشرہ کی جمع،بمعنی بشریٰ یعنی بشارت،خوش خبری،یعنی رویائے صالحہ۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ سلسلہ نبوت اختتام کو پہنچا۔اب صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں۔یعنی رویائے صالحہ۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں پردہ ہٹایا آپ ﷺ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں بنائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! مبشرات نبوت میں سے اب رویائے صالحہ باقی رہ گئے جو کوئی مسلمان دیکھے یا جسے دکھلائے جائیں۔

ابن التین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ میرے بعد سلسلہ نبوت منقطع ہے اس کے بعد صرف رؤیا باقی ہیں اور الہام بھی ہے جو غیر نبی کو بھی ہوسکتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گزشتہ قوموں میں بعض لوگ محدث ہوتے اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ رویائے صالحہ سے مراد سچے خواب ہیں اور رویائے صالحہ نبوت کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

(فتح الباري : ٦٦٣/٣ ـ عمدة القاري : ٢٠٢/٢٤ ـ روضة المتقين : ٣٦٤/٢ ـ دليل الفالحين : ٢٨٥/٣)

مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے

٨٣٩. وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ، وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءً ا مِّنَ النُّبُوَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَصْدَقُكُمْ رُؤْيَا اَصْدَقُكُمْ حَدِيْثًا.

(٨٣٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب مؤمن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں جو بات میں زیادہ سچا ہے اس کا خواب بھی سچا ہوگا۔

تخریج حدیث(٨٣٩): صحيح البخاري، كتاب التعبير، صحيح مسلم، اول كتاب الرؤياء .

کلمات حدیث: إذا اقترب الزمان : جب زمانہ قیامت کے قریب ہو جائے گا۔

شرح حدیث: آخر زمانے میں منجملہ علامات قیامت کے ایک یہ بھی ہوگی کہ اہل ایمان سچے خواب دیکھیں گے کیونکہ صاحب ایمان اپنے آپ سے سچا ہوتا ہے مخلوق سے سچا ہوتا ہے اور اپنے اللہ سے سچا ہوتا ہے تو غلبہ صدق کی بناء پر اس کے خواب بھی سچے ہوتے ہیں۔ یہ خواب یا مبشرات ہوں گے یا مستقبل کی خبریں اور چونکہ نبوت میں بھی تبشیر اور مستقبل کی خبریں ہوتی ہیں اس لیے رویائے صادقہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہیں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ کیا خواب کی تعبیر ہر شخص بتا سکتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ کیا نبوت بھی کھیل ہے؟ اور فرمایا کہ خواب تو نبوت کا جزء ہے تو ایسی شئے کو جو نبوت کا جزء ہو مذاق نہیں بنانا چاہیے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے کلام کی مراد یہ ہے کہ جس طرح نبوت میں اخبار عن الغیب ہے اسی طرح خواب میں بھی اگر مستقبل کی کسی بات کی اطلاع ہو تو مشابہت پیدا ہوگئی اور یہ مشابہت جزء نبوت ہے، اس لیے بغیر علم خواب کی تعبیر بتانا درست نہیں ہے۔

(فتح الباري: ۳/۶۵٦۔ عمدة القاري: ۲۲۹/۲٤۔ شرح صحیح مسلم للنووي: ۱۸/۱۵)

خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت

۸۴۰. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ رَانِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَيَرَانِیْ فِی الْيَقْظَةِ. اَوْكَاَنَّمَا رَانِیْ فِی الْيَقْظَةِ. لَايَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِیْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۸۴۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے حالتِ بیداری میں دیکھے گا یا گویا کے اس نے مجھے بیداری میں دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۴۰): صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب من رأی النبی ﷺ فی المنام. صحیح مسلم، کتاب الرؤیاء.

کلماتِ حدیث: لا یتمثل الشیطان بی: شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔ تمثل به: کسی کا مشابہ یا ہم شکل ہونا۔ مثل مثولاً (باب نصر) کسی کے مانند ہونا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا وہ عنقریب مجھے عالم بیداری میں دیکھے گا۔ یا فرمایا کہ گویا اس نے مجھے ہی دیکھا۔ پہلی بات کا مطلب یہ ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو دنیا میں خواب میں دیکھا وہ روزِ قیامت آپ ﷺ کو عالم بیداری میں دیکھے گا۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے دنیا میں خواب میں دیکھا اسے مرنے کے بعد خصوصی ملاقات اور زیارت کا شرف حاصل ہوگا اور قیامت میں آپ کا دیدار شفاعت کی علامت ہوگا۔

دوسرے مفہوم کے اعتبار سے بات واضح ہے کہ انبیاءِ کرام اور خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کا خواب میں دیکھنا صلاح وتقویٰ اور بلندی درجات کی علامت ہے، کیونکہ جو خواب میں زیارت کرتا ہے وہ فی الواقع حضور ﷺ ہی کو دیکھتا ہے کیونکہ شیطان آپ ﷺ کی صورت میں نہیں آسکتا اس لیے کہ وہ اللہ کی طرف سے مردود قرار دیا گیا ہے اور آپ محبوبِ الٰہی ہیں۔

(فتح الباري: ۳۰٤/۱۔ ارشاد الساري: ۳۰۳/۱۔ عمدة القاري: ۲۳۱/۲۔ شرح صحیح مسلم: ۱۵/۲۰)

اچھا خواب محبت کرنے والے کو بتائے

۸۴۱. وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِذَارَأَى اَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا فَاِنَّمَا هِیَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِهَا وَفِیْ رِوَايَةٍ، فَلَا يُحَدِّثْ بِهَا اِلَّا مَنْ يُحِبُّ. وَاِذَا رَاٰى غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا يَكْرَهُ فَاِنَّمَا هِیَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا

وَلَا يَذْكُرْهَا لِاَحَدٍ فَاِنَّهَا لَاتَضُرُّهُ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۴۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب کہ کوئی اچھا خواب دیکھے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اس پر اللہ کی حمد کرے اور اسے بیان کردے۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ صرف اس سے بیان کرے جس سے محبت رکھتا ہو اور اگر اس کے علاوہ کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے تو اسے چاہیے کہ اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے بیان نہ کرے وہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۴۱): صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب الرؤياء الصالحه من الله . صحيح مسلم، اول كتاب الرؤياء .

کلمات حدیث: روياء: خواب۔ رأى رؤية (باب فتح) دیکھنا۔

شرح حدیث: جب کوئی شخص اچھا خواب دیکھے تو اس پر اللہ کی حمد وثناء کرے کہ اچھا خواب اللہ کی جانب سے ہوتا ہے اور اس خواب کو کسی مخلص عالم دین سے بیان کرے تا کہ وہ خواب کی جو تعبیر دے وہ بھی اس کے لیے باعث مسرت اور خوشی ہوگی۔

اور اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ دراصل شیطان کی طرف سے ہے کہ وہ ہر طرح اللہ کے بندوں کو تکلیف پہنچانا اور ان کو مشوش کرنا چاہتا ہے کہ تشویش سے عبادت الٰہی میں خلل پڑتا ہے۔ یہ خواب کسی سے ذکر نہ کرے اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے کہ جو شخص اللہ کی پناہ میں آگیا وہ شیطان کے اغواء اور اغراء سے مامون ہوگیا۔ مگر صرف اعوذ باللہ زبان سے کہہ لینے پر اکتفاء نہ کرے بلکہ دل کی گہرائیوں سے اپنے آپ کو اللہ کی حفاظت اور پناہ میں دیدے۔ خواب میں ڈرنے کے بارے میں تعوذ کے طریقے کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی مؤطا میں حضرت خالد بن ولید سے راویت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں کبھی کبھی خواب میں ڈر جاتا ہوں آپ نے فرمایا کہ یہ کلمات پڑھ لیا کرو:

"أعوذ بكلمات الله التامات من شر غضبه وشر عباده ومن همزات الشياطين وأن يحضرون ."

"میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کے ان کلمات سے جو تام ہیں اس کے غضب کے شر سے اس کے بندوں کے شر سے اور شیطان کی انگیخت سے اور اس سے کہ شیطان اور اس کے ساتھی میرے پاس موجود ہوں۔" (فتح الباري: ٣/٦٦٠۔ عمدة القاري: ٢٤/١٩٩)

اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہیں

۸۴۲. وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ . مِنَ اللّٰهِ، وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَمَنْ رَاٰى شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ شِمَالِهِ ثَلَاثًا، وَلْيَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِنَّهَا لَاتَضُرُّهُ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" النَّفْثُ " نَفْخٌ لَطِيْفٌ لاَرِيْقَ مَعَه.

(۸۴۲) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رویاء صالحہ یا آپ نے فرمایا رویاء حسنہ اللہ کی جانب سے ہے اور حلم شیطان کی جانب سے ہے۔ اگر کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو بائیں جانب تین مرتبہ پھونک دے اور شیطان سے پناہ مانگے۔ اب اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ (متفق علیہ) نفث: ایسی غیر محسوس پھونک جس میں تھوک شامل نہ ہو۔

تخریج حدیث (۸۴۲):

کلمات حدیث: حلم: خواب جمع احلام۔ رویا: خواب، جس خواب کی نسبت اللہ سبحانہٗ کی جانب ہو اسے حلم نہیں کہتے بلکہ رویا کہتے ہیں اور جس کی نسبت شیطان کی طرف ہو اسے رویا نہیں کہتے حلم کہتے ہیں۔

شرح حدیث: رویاء صالحہ یا رویاء حسنہ اللہ سبحانہٗ کی جانب سے ہوتا ہے اور اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی جو دیکھنے والے کو ناپسند ہو اور نہ اس میں شیطان کی کسی کارروائی کا دخل ہوتا ہے اور اسی لیے اسے صالحہ یا حسنہ کہتے ہیں کہ وہ شیطانی اثرات سے پاک ہوتا ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ خواب جس کو دیکھنے والا پریشان افسردہ اور غمگین ہو اس خواب کو دیکھ کر تین مرتبہ بائیں جانب پھونک دینا چاہیے اور اللہ سے پناہ مانگنی چاہیے۔ اگر صدق دل سے آدمی اللہ کی پناہ میں تعوذ پڑھے اور نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے خواب کے برے اثرات سے محفوظ فرما دے گا اور شیطانی تدابیر سے اس کی حفاظت فرمائے گا۔

(فتح الباري : ۲/ ۲۷۸ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۵/ ۱۴ ـ عمدة القاري : ۱۵/ ۲۴۵)

برا خواب دیکھے تو یہ عمل کرے

۸۴۳. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلاَثًا، وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلاَثًا وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۸۴۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی برا خواب دیکھے تو تین مرتبہ اپنے بائیں جانب پھونکے اور تین مرتبہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے اور اس پہلو سے اپنے آپ کو تبدیل کرے جس پر پہلے تھا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۸۴۳):

کلمات حدیث: فليبصق: اسے چاہیے کہ وہ تھوک دے، یا پھونک دے۔ بصق بصقا (باب نصر) تھوکنا۔ وليتحول: اور یہ کہ پلٹ جائے، اور یہ کہ پہلو بدل لے۔ حول تحولا (باب تفعل) پھر جانا، بدل لینا تحویل ہو جانا۔ حال حولا (باب نصر) ایک

حالت سے دوسری حالت میں آجانا۔

شرح حدیث: جب آدمی کوئی براخواب دیکھے تو وہ تین مرتبہ بائیں جانب پھونک دے یعنی شیطان کو دھتکار دے اور دفع کر دے اور اس کی توہین کر دے اور تین مرتبہ شیطان سے اللہ کی پناہ میں آجائے اور اپنا پہلو بطورِ تفاؤل بدل لے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام احوال و حوادث پر قادر ہے وہ برے حال کو اچھے حال سے اور برے خواب کے اثرات کو مٹا کر اچھے نتائج مرتب فرما دے گا بائیں جانب تھوکنے کی تاکید اس لیے ہے کہ شیطان ہمیشہ بائیں جانب سے آتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ١٥/١٦ ـ نزهة المتقين : ١/٦٣٧)

جھوٹا خواب بیان کرنا گناہ ہے

۸۴۴. وَعَنْ اَبِی الْاَسْقَعِ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرٰی اَنْ يَدَّعِیَ الرَّجُلُ اِلٰی غَيْرِ اَبِيْهِ، اَوْيُرِیَ عَيْنَه' مَالَمْ تَرَ، اَوْيَقُوْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَمْ يَقُلْ ." رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۸۴۴) حضرت ابوالاسقع واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ سب سے بڑا بہتان یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ اپنے آپ کو کسی اور کی طرف منسوب کرے یا اپنی آنکھوں کو وہ خواب دکھائے جو اس کی آنکھوں نے نہیں دیکھا یا رسول اللہ ﷺ کی جانب وہ بات منسوب کرے جو آپ نے ارشاد نہیں فرمائی۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۸۴۴): صحیح البخاری، کتاب المناقب .

کلمات حدیث: فری : جھوٹ۔ فری فریا (باب ضرب) کسی پر جھوٹ باندھنا۔ الفریة : جھوٹ، یری عینه مالم یر: اپنی آنکھ کو وہ دکھلا دے جو اس نے نہیں دیکھا، یعنی جھوٹا خواب بیان کرے۔

شرح حدیث: تین جھوٹ عظیم ترین جھوٹ ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی اپنے آپ کو کسی اور کی جانب منسوب کرے یعنی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں کہے کہ وہ میرا باپ ہے۔ یہ بہتان ہے خود اپنے آپ پر اور اس شخص پر جس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر رہا ہے۔ دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ جھوٹا خواب بیان کرے کہ مجھے اللہ نے یہ خواب دکھایا اور مجھے خواب میں یہ بات بتائی اور تیسرا جھوٹ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں وہ بات کہے جو آپ نے نہیں کہی۔ تینوں باتیں گناہِ کبیرہ ہیں۔ لیکن ان میں تیسری بات یعنی رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا اپنے لیے جہنم کو ٹھکانا بنانا ہے۔ کہ حدیث صحیح میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے اوپر جھوٹ باندھا وہ اپنے ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (فتح الباري : ٢/٣٦٢ ـ ارشاد الساري : ٨/١٧)

کتاب السلام

الباب (۱۳۱)

بَابُ فَضْلِ السَّلَامِ وَالْأَمْرِ بِإِفْشَائِهِ
سلام کی فضیلت اور اس کے عام کرنے کا حکم

۲۶۷. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا۟ وَتُسَلِّمُوا۟ عَلَىٰٓ أَهْلِهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تم اجازت نہ لے لیا کرو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلیا کرو۔'' (النور:۲۷)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ جب اہل ایمان کسی کے گھر جائیں تو گھر میں آنے کی اجازت طلب کریں اور اہل خانہ کو سلام کریں، استیذان یعنی اجازت لے کر کسی کے گھر میں جانے کا حکم بے شمار اجتماعی مصالح پر مشتمل ہے اور عورتوں اور مردوں دونوں کو شامل ہے چنانچہ ایک حدیث میں حضرت ام ایاس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم چار عورتیں اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتی تھیں اور گھر میں جانے سے پہلے ان سے اجازت لیا کرتی تھیں جب وہ اجازت دے دیتیں تب اندر جاتے تھے۔ غرض گھر میں داخل ہونے سے پہلے اہل خانہ سے اجازت طلب کرنے کا حکم عام ہے مرد وعورت محرم اور نامحرم سب اس حکم میں داخل ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی اپنی ماں کے پاس جائے وہ بھی استیذان کرے، چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی الموطا میں حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا میں اپنی والدہ کے پاس جاتے وقت بھی اجازت طلب کروں جبکہ میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر بھی اجازت لیے بغیر گھر میں نہ جاؤ۔ اس نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو ہر وقت اپنی والدہ کی خدمت میں رہتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر بھی اجازت لیے بغیر گھر میں نہ جاؤ۔ کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اپنی والدہ کو ننگی دیکھو اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی لیے اجازت لینی چاہیے کہ اس امر کا احتمال موجود ہے کہ وہ گھر میں کسی ضرورت سے ستر کھولے ہوئے ہو۔

غرض گھر میں داخل ہوتے وقت استیذان اور گھر میں داخل ہو کر اہل خانہ کو سلام اسلامی آداب معاشرت کا حصہ ہے اور اس کی پابندی ضروری ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظهري)

۲۶۸. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُبَـٰرَكَةً طَيِّبَةً ﴾

اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جب تم گھروں میں داخل ہونے لگوتو اپنے گھر والوں کوسلام کرو، یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔'' (النور: ٦١)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ جب تم گھروں میں داخل ہوتو ادب یہ ہے کہ گھر میں موجود اہل خانہ کو سلام کرو کہ تم بھی مسلمان ہو اور وہ بھی مسلمان ہیں اور اپنے اہل خانہ کو سلام کرنا ایسا ہے جیسے اپنے آپ پر سلامتی بھیجی کیونکہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، متعدد احادیث میں سلام کرنے کی تاکید اور فضیلت بیان ہوئی ہے۔

(معارف القرآن۔ تفسیر عثماني)

۲۶۹. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ﴾

اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور جب تم کوکوئی دعا دے تو تم اس سے بہتر دعا دو یا انہی لفظوں سے دعا دو۔'' (النساء: ٨٦)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ جب کوئی تمہیں دعا دے یعنی سلام کرے تو تم بھی اس کو اس سے بہتر الفاظ میں دعا دو یعنی سلام کرو۔ امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اہل عرب اسلام سے پہلے حیاک اللہ کہتے تھے کہ اللہ تجھے زندہ رکھے اسی وجہ سے آیۃ کریمہ میں تحیۃ کہا گیا ہے۔ اسلام نے سلام کا طریقہ مقرر فرمایا کہ یہ کہو کہ السلام علیکم اور اس سے بہتر تحیہ یہ ہے کہ یہ کہو ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ سلام کا حکم آنے کے بعد سب سے پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور میں نے کہا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (احکام القرآن)

۲۷۰. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٤﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ﴾

اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''کیا تمہارے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمان کی خبر پہنچی جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کیا تو انہوں نے بھی جواب میں سلام کہا۔'' (الذاریات: ۲۴)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کے آنے کا ذکر ہے کہ ان کے پاس مکرم اور قابل احترام مہمان (فرشتے) آئے اور انہوں نے آتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ان کے جواب میں انہیں سلام کہا۔ سلام کرنا سنت ابراہیم ہے اور دین اسلام میں اس کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ اس لیے تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ سلام کا اہتمام کرے اور اس کو پھیلائیں۔ (معارف القرآن)

****

سلام کو عام کرنا افضل ترین عبادت ہے

۸۴۵. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ : "تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۴۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا اسلام اچھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو ہر شخص کو جس کو تم جانتے ہو اور جس کو نہیں جانتے ۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۴۵): صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب اطعام الطعام في الاسلام . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان تفاضل الاسلام وأي اموره افضل .

کلمات حدیث: تقرأ السلام : تم سلام کہو، تم السلام علیکم کہو۔ قرأ قراة : پڑھنا۔ قرآن وہ کتاب جو بکثرت اور ہر وقت پڑھی جائے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ مخاطب کے درجہ فہم اس کی قوت عمل اور اس کے مرتبہ ایمان کے پیش نظر مختلف حالات میں پوچھنے والوں کو مختلف جواب دیتے تھے کسی نے پوچھا کہ کون سا اسلام اچھا ہے؟ یعنی اسلام کے کون سے اعمال زیادہ پسندیدہ اور خوب تر ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل حاجت کو کھانا کھلانا اور ہر ایک کو سلام کرنا خواہ تم اس کو جانتے ہو یا نہ جانتے ہو۔ لوگوں کو کھانا کھلانا اور سلام کرنا سنت ابراہیمی ہے اور اسلام نے نہ صرف یہ کہ اس سنت کو زندہ رکھا بلکہ اسے خوب مؤکد کر دیا۔ فرمایا:

﴿ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝٨ ﴾

''وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھلاتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ﴾

''جنت میں وہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔''

سلام کی تاکید متعدد احادیث میں وارد ہے کہ مسلمان پر لازم ہے کہ ہر وہ مسلمان کو سلام کرے خواہ وہ اس کا جاننے والا ہو یا نہ ہو، کیونکہ حسن نیت اور خالص رضائے الٰہی کے لیے سلام وہی ہوگا جس میں وہ لوگ بھی شامل ہوں جن کو سلام کرنے والا نہیں جانتا اگر صرف ان لوگوں کو ہی سلام کیا جائے جن کو آدمی پہچانتا ہے تو اس میں ذاتی تعارف اور پہچان کا عنصر شامل ہو جائے گا اور وہ خالصتاً للہ نہیں رہے گا۔ اور جب تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو وہ اجنبیت کہاں جو سلام سے اعراض پر مائل کرے جیسا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی باہمی الفت ومحبت تو دین کا ایک فریضہ اور رکن شریعت ہے اور اسلامی نظام کا وہ پہلو ہے جس پر اسلامی معاشرت استوار

ہے اور اطعام طعام اور سلام تالیفِ قلب اور مؤدت کے بڑھانے کا عظیم ذریعہ ہے۔

(فتح الباري : ١/٢٤٢ ـ ارشاد الساري : ١/١٣٥)

****

حضرت آدم علیہ السلام کا فرشتوں کو سلام کرنا

۸۴۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلیٰ اُولٰٓئِکَ نَفَرٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ جُلُوْسٍ. فَاسْتَمِعْ مَایُحَیُّوْنَکَ فَاِنَّهَا تَحِیَّتُکَ وَتَحِیَّةُ ذُرِّیَّتِکَ : فَقَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، فَقَالُوْا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۸۴۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا جاؤ اور فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو اور سنو کہ وہ تمہارے سلام کا کس طرح جواب دیتے ہیں؟ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا تحیہ ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں السلام علیکم کہا تو انہوں نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ یعنی انہوں نے ورحمۃ اللہ زائد کہا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۴۶): صحيح البخاری، كتاب الانبياء، باب بدء السلام . صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب يدخل الجنة اقوام افئدتهم مثل افئدة الطير .

کلماتِ حدیث: يحيونك : تمہیں تحیہ کریں گے، تمہیں سلام کریں گے۔ حی تحیۃ : سلام کرنا۔ حیاک اللہ کہنا۔ ذریۃ : نسل، آل اولاد، جمع ذریات.

شرحِ حدیث: ابتدائے آفرینش سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک سلام تمام انبیاء کرام کا تحیہ رہا ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو تو انہوں نے انہیں کہا کہ السلام علیکم کہا اور فرشتوں نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا۔ ماذری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابتداء بالسلام سنت ہے اور اس کا جواب واجب ہے اور سلام کرنا فرضِ کفایۃ ہے قاضی عیاض قاضی عبدالوہاب سے نقل کرتے ہیں کہ ابتداءِ بالسلام سنت ہے یا فرض کفایۃ ہے یعنی اگر ایک جماعت کو سلام کیا گیا اور ان میں سے کسی ایک نے جواب دیدیا تو سب کی طرف سے ہوگیا۔ ابتداءِ بالسلام میں السلام علیکم کہنا کافی ہے جبکہ جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہنا زیادہ بہتر ہے۔ (فتح الباري : ٢/٢٨٧ ـ إرشاد الساري : ٧/٢٣٣)

****

سلام کو عام کرنے کا حکم

۸۴۷. وَعَنْ اَبِیْ عُمَارَةَ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَآئِزِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَنَصْرِ الضَّعِيْفِ، وَعَوْنِ الْمَظْلُوْمِ، وَاِفْشَآءِ السَّلَامِ، وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ هٰذَا لَفْظُ اِحْدٰى رِوَايَاتِ الْبُخَارِيِّ .

(۸۴۷) حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم فرمایا، مریض کی عیادت، اتباع جنائز، چھینک والے کے الحمدللہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا، کمزور کی مدد کرنا، مظلوم کی نصرت کرنا، سلام کو عام کرنا اور قسم کھانے والی کی قسم کو پورا کرنا۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کی ایک روایت کے ہیں۔

تخریج حدیث (۸۴۷): صحيح البخاری، كتاب الاستيذان، باب افشاء السلام . صحيح مسلم، كتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم ردالسلام .

کلمات حدیث: ابرار المقسم : مقسم یعنی قسم کھانے والے کو اس کی قسم سے بری کر دینا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کا حکم فرمایا یعنی ان امور کو انجام دینا، مستحب قرار دیا کہ ہر مسلمان مریض کی عیادت کرے، جنازے کے ساتھ چلے، جسے چھینک آئے اسے یرحمک اللہ کہے یعنی اس کی الحمدللہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہے کمزور اور مظلوم کی مدد اور نصرت کرے سلام کو عام کرے یعنی کثرت سے سلام کرے اور حلف کھانے والے کو اس کے حلف سے بری کر دے یعنی اگر مثلاً کسی نے قسم کھالی کہ فلاں شخص اتنی نفل نماز پڑھے گا تو اس فلاں شخص کو چاہیے کہ وہ اس تعداد میں نفل پڑھ لے تا کہ قسم کھانے والا اپنی قسم سے بری ہو جائے۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب ۲۷ میں گزر چکی ہے۔ (دليل الفالحين : ۳/ ۲۹۴)

****

سلام آپس میں محبت قائم کرنے کا ذریعہ ہے

۸۴۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۸۴۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم جنت میں نہیں جاؤ گے جب تک تم ایمان نہ لاؤ اور تم اس وقت تک ایمان والے نہ ہو گے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو کیاں تمہیں ایسی بات نہ بتلاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو تمہارے درمیان محبت پیدا ہو جائے۔ سلام عام کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۸۴۸): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان ان لا يدخل الجنة الا المؤمنون وان محبة المومنين من الايمان .

کلمات حدیث: افشوا السلام : سلام کو پھیلاؤ، سلام کو عام کرو، کثرت سے سلام کرو۔ افشی افشاءً (باب افعال) پھیلانا۔

فشی فشواً (باب نصر) پھیلنا۔

شرح حدیث: جنت میں جانے کے لیے ایمان ضروری ہے کیونکہ کافر جنت میں نہیں جائیں گے صرف اہل ایمان ہی جنت میں جائیں گے اور کمال ایمان کے لیے لازمی ہے کہ اہل ایمان کے درمیان باہم محبت ہو اور محبت نشو ونما پاتی ہے اور پروان چڑھتی ہے کثرت سلام سے تو خوب سلام کرو اور سلام کو عام کرو۔ (دلیل الفالحین : ۱/ ۲۹٤ ۔ نزهة المتقين : ۱/ ٦٤١)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سلام کی برکت سے جنت میں داخلہ

۸۴۹. وَعَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۸۴۹) حضرت ابو یوسف عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سلام عام کرو کھانا کھلاؤ صلہ رحمی کرو اور نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوں تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۸۴۹): الجامع للترمذي، ابو اب الاطعمه، باب ما جاء في فضل اطعام الطعام .

کلمات حدیث: نیام : جمع نائم، سوئے ہوئے۔ نام نوماً (باب فتح) سونا۔

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن سلام مدینہ منورہ کے یہودیوں میں سے تھے، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند سوال کیے اور کہا کہ ان سوالوں کا نبی کے سوا کوئی اور جواب نہیں دے سکتا تشفی ہونے پر اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خندق میں شریک تھے۔ ۲۵ احادیث مروی ہیں، ۴۳ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

شرح حدیث: کثرت سے سلام مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا کھلانا، صلہ رحمی اور تہجد کی نماز یہ اہل جنت کے کام ہیں، یعنی یہ وہ اہل ایمان ہیں جو بلا حساب کتاب جنت میں جائیں گے۔ (روضة المتقين : ۲/ ۳۷۷)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سلام کے لیے بازار جانا

۸۵۰. وَعَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّهُ كَانَ يَاْتِيْ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فَيَغْدُوْ مَعَهُ اِلَى السُّوْقِ قَالَ : فَاِذَا غَدَوْنَا اِلَى السُّوْقِ لَمْ يَمُرَّ عَبْدُاللّٰهِ عَلٰى سَقَّاطٍ وَلَاصَاحِبِ بَيْعَةٍ وَلَامِسْكِيْنٍ وَلَااَحَدٍ اِلَّاسَلَّمَ عَلَيْهِ، قَالَ الطُّفَيْلُ : فَجِئْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَوْمًا فَاسْتَتْبَعَنِيْ اِلَى السُّوْقِ فَقُلْتُ لَهُ : مَاتَصْنَعُ بِالسُّوْقِ وَاَنْتَ لَاتَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ وَلَاتَسْاَلُ عَنِ السِّلَعِ وَلَا تَسُوْمُ بِهَا وَلَاتَجْلِسُ فِيْ مَجَالِسِ السُّوْقِ؟ وَاَقُوْلُ : اِجْلِسْ

بِنَاهُهُنَا نَتَحَدَّثُ، فَقَالَ : يَااَبَا بَطْنٍ وَكَانَ، الطُّفَيْلُ ذَابَطْنٍ اِنَّمَا نَغْدُوْا مِنْ اَجْلِ السَّلَامِ فَنُسَلِّمُ عَلٰى مَنْ لَقِيْنَاهُ، رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۸۵۰) حضرت طفیل بن ابی کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کے لیے جاتے اوران کے ساتھ بازار جاتے۔ کہتے ہیں کہ جب ہم بازار میں سے گزرتے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر چیزیں بیچنے والے کو، ہر تاجر کواور ہر مسکین کوسلام کرتے۔ طفیل کہتے ہیں کہ ایک روز میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ چلو بازار چلتے ہیں میں نے کہا کہ آپ بازار جا کر کیا کریں گے؟ آپ کسی خریدنے کی جگہ کھڑے نہیں ہوتے آپ کسی چیز کے بارے میں دریافت نہیں کرتے کسی چیز کا بھاؤ نہیں کرتے اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں یہیں تشریف رکھیں ہم باتیں کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگے اے پیٹ والے، طفیل کا پیٹ بڑا تھا، ہم تو سلام کرنے جاتے ہیں جو ملے گا اسے سلام کریں گے۔ (مالک نے اس حدیث کو اپنی موطا میں بسند صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۸۵۰): مؤطا امام مالك، كتاب السلام، باب جامع السلام .

کلمات حدیث: فاستتبعني : آپ نے چاہا کہ میں ان کے پیچھے چلوں، مجھے کہا کہ میں ان کے ساتھ چلوں۔ استتباع (باب استفعال) پیچھے آنے کا مطالبہ کرنا۔ تبع تبعاً (باب سمع) تابع ہونا، کسی کے پیچھے چلنا۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما احکام نبوی کی تعمیل میں بڑے کوشاں رہتے تھے اور ہر فرمانِ نبوت پر پوری طرح عمل کرتے اوراس پر عمل کرنے کے مواقع تلاش کرتے۔ صرف اس لیے بازار جاتے کہ وہاں جا کر جو بھی ملے گا اسے سلام کریں گے اور افشاء سلام کے حکم پر عمل کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سلام عام کرو کہ اس میں اللہ کی رضا ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلام کرو اسے بھی جسے تم جانتے ہو اور اسے بھی جسے نہیں جانتے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سلام اللہ کا نام ہے اللہ نے اس کو زمین میں اتارا ہے اس کو اپنے درمیان عام کرو۔ (شرح الزرقاني : ٤/٤٦٢)

البَابُ (۱۳۲)

بَابُ كَيْفِيَّةِ السَّلَامِ
سلام کی کیفیت

سلام کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ ابتداء کرنے والا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے یعنی جمع کے الفاظ کے ساتھ سلام کرے اگر چہ جسے سلام کیا ہے وہ ایک ہی ہو اور جواب دینے والا کہے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی علیکم سے پہلے واؤ کا اضافہ کرے۔

يُسْتَحَبُّ اَنْ يَقُوْلَ الْمُبْتَدِئُ بِالسَّلَامِ! اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه'! فَيَاتِىْ بِضَمِيْرِ الْجَمْعِ وَاِنْ كَانَ الْمُسَلَّمُ عَلَيْهِ وَاحِدًا، وَيَقُوْلُ الْمُجِيْبُ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه' فَيَأْتِىْ بِوَاوِ الْعَطْفِ فِىْ قَوْلِهٖ: وَعَلَيْكُمْ.

***

سلام کے ہر جملہ میں دس نیکیاں

۸۵۱. عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَآءَ رَجُلٌ : اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَشْرٌ" ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ "عِشْرُوْنَ" ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه'، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ "ثَلَاثُوْنَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۸۵۱) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے السلام علیکم کہا اور بیٹھ گیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دس نیکیاں ملیں۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا اور بیٹھ گیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ بیس نیکیاں ملیں پھر ایک اور شخص آیا اس نے کہا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور بیٹھ گیا آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ تیس نیکیاں ملیں۔ (ابوداؤد اور ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۸۵۱): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف السلام . الجامع للترمذی. ابواب الاذان، باب ما ذکر فی فضل السلام .

کلمات حدیث: فرد علیہ : آپ ﷺ نے اسے سلام کا جواب دیا۔ رد رداً (باب نصر) لوٹانا، پھیرنا، جواب دینا۔ رد علیہ السلام : سلام کا جواب دینا۔

شرح حدیث: سلام کرنا ہر حال میں افضل ہے اور اس کا اہتمام لازمی ہے کیونکہ سلام کرنا عبادت ہے اور ایسی ہلکی عبادت ہے جو نفس پر گراں نہیں ہوتی اور اس کا اجر بہت ملتا ہے اور ضروری ہے کہ مکمل سلام کیا جائے اور کہا جائے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جو شخص

مجلس میں آئے وہ سلام کرے اور جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے اور جو شخص مجلس سے اٹھ کر جانے لگے وہ سلام کر کے رخصت ہو جائے۔

(روضة المتقين : ۲/۳۷۸۔ دليل الفالحين : ۳/۲۹۷)

****

جبرائیل علیہ السلام کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سلام کرنا

۸۵۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ" قَالَتْ قُلْتُ :" وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه' "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰكَذَا وَقَعَ فِيْ بَعْضِ رِوَايَاتِ الصَّحِيْحَيْنِ':"وَبَرَكَاتُه':"وَفِيْ بَعْضِهَا بِحَذْفِهَا : وَزِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ .

(۸۵۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرئیل آئے ہیں تمہیں سلام کہتے ہیں میں نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ (متفق علیہ) صحیحین کی بعض روایات میں وبرکاتہٗ ہے اور بعض میں نہیں ہے، ثقہ راوی کا اضافہ مقبول ہے۔

تخریج حدیث(۸۵۲): صحيح البخاری، کتاب بدء الخلق . صحيح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل عائشه.

کلمات حدیث: يقرا عليك السلام : جبرئیل تمہیں سلام کہتے ہیں۔

شرح حدیث: صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے عائشہ! یہ جبرئیل ہیں جو تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ علماء نے فرمایا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام تمہارے رب کی طرف سے تمہیں سلام کہہ رہے ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ ہی السلام ہے اسی سے السلام ہے اور آپ پر اور جبرئیل پر سلام ہو۔

غرض حدیثِ مبارک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور ان کا مرتبہ بیان ہوا کہ حضرت جبرئیل نے انہیں سلام کہلوایا اور اس معاملے میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا یہ امتیاز ہے کہ جبرئیل ان کی جانب اللہ کی طرف سے سلام لے کر آئے۔

(فتح الباري: ۲/۲٦٤۔ ارشاد الساري: ۷/۱٥٤۔ عمدة القاري: ۱٥/۱۸٥۔ شرح صحيح مسلم للنووي: ۱٥/۱۷۰)

****

رسول اللہ ﷺ کا اہل مجلس کو تین مرتبہ سلام کرنا

۸۵۳۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ، وَإِذَا اَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلاثًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَهٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَاإِذَا كَانَ الْجَمْعُ كَثِيْرًا .

(۸۵۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی بات فرماتے تو اسے تین مرتبہ دھراتے تا کہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے اور جب کسی قوم کے پاس آ کر سلام کرتے تو سلام تین مرتبہ فرماتے ۔ (بخاری) یعنی اس صورت میں جبکہ مجلس میں لوگ زیادہ ہوتے ۔

تخریج حدیث (۸۵۳): صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من اعاد الحدیث ثلاثا .

کلمات حدیث: اعادها ثلاثا : اسے تین مرتبہ دہراتے ۔ أعاد إعادة : دہرانا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ معلم انسانیت تھے آپ ﷺ لوگوں کی تعلیم و تربیت کرتے اور ان کا تزکیہ فرماتے اور انہیں حکمت کی باتیں سمجھاتے اس لیے آپ ﷺ اس بات کا اہتمام فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کے فرمودات تمام لوگ سن لیں انہیں بخوبی سمجھ لیں اور اگلوں تک پہنچانے کے لیے اپنی صفحاتِ قلوب پر مرتسم کر لیں ۔ اس لیے آپ جب کوئی بات فرماتے تو اسے تین مرتبہ دھراتے تا کہ اسکو بخوبی سمجھ لیا جائے ۔

اگر آپ ﷺ کسی مجلس سے گزرتے اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی تو آپ ﷺ دائیں بائیں اور سامنے تین مرتبہ سلام فرماتے ۔

(فتح الباري : ۱/۲۹۹ ۔ ارشاد الساري : ۱/۲۸۵ ۔ روضه المتقين : ۲/۳۸۱ ۔ دليل الفالحين : ۳/۲۹۹)

سلام کے ذریعہ کسی کو ایذاء نہ پہنچائے

۸۵۴ . وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ قَالَ : كُنَّا نَرْفَعُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيْبَهُ مِنَ اللَّبَنِ فَيَجِيْئُ مِنَ اللَّيْلِ فَيُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا لَا يُوْقِظُ نَائِمًا وَيُسْمِعُ الْيَقْظَانَ فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۸۵۴) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے حصے کا دودھ اٹھا کر رکھ دیتے تھے آپ رات کو آتے تو اس طرح سلام کرتے کہ سویا ہوا بیدار نہ ہو جائے اور جاگنے والا سن لے ۔ غرض نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے اسی طرح سلام کیا جو آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی ۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۸۵۴): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب فضل الضیف و فضل ایثاره .

کلمات حدیث: نصیبه من اللبن : دودھ میں آپ ﷺ کا حصہ ۔ یعنی اہل خانہ آپ کے لیے دودھ کا حصہ علیحدہ رکھ دیتے تھے ۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ رات کے وقت تشریف لاتے تو ایسے مدھم مگر سنائی دینے والی آواز سے سلام کرتے کہ جاگا ہوا سن لے اور سویا ہوا سوتا رہے اور اس کی نیند میں خلل نہ پڑے ۔

یہ حدیث حضرت مقداد سے مروی ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ حضرت مقداد اور ان کے دو ساتھی بھوک سے پریشان ہو کر بعض اصحابِ رسول ﷺ کے پاس گئے مگر وہاں ان کا مدعا پورا نہ ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ انہیں

اپنے گھر لے گئے گھر میں تین بکریاں تھیں ان کا دودھ دوھا گیا اور سب نے پی لیا ان تینوں اصحاب کا قیام رسول اللہ ﷺ کے پاس کئی روز رہا اور تینوں رات کو دودھ پی کر سو جاتے اور حضور ﷺ کے حصے کا دودھ اٹھا کر رکھ دیتے تا کہ جب آپ تشریف لائیں تب نوش فرمالیں۔
ایک رات مقداد کے دل میں خیال ہوا کہ حضور ﷺ انصار صحابہ کے یہاں چلے گئے ہوں اور وہاں آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمالیا ہوگا تو وہ دودھ جو رسول اللہ ﷺ کے لیے رکھا تھا وہ بھی خود ہی پی لیا۔ مقداد فرماتے ہیں کہ ابھی وہ دودھ میرے معدے میں گھوم ہی رہا تھا کہ مجھے شرمندگی اور ندامت نے آلیا اور میں نے کہا کہ یہ میں نے کیا کیا؟ اب رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں گے جب وہ دیکھیں گے کہ ان کے کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے تو وہ مجھے بددعا دیں گے میں نے کروٹیں بدلنی شروع کیں نیند نہ آتی تھی چادر اتنی چھوٹی تھی کہ سر ڈھکتا تو پیر کھلتے پیر ڈھکتا تو سر کھل جاتا۔ اسی حالت کرب میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، جب آپ نے کھانے کے لیے کچھ نہ پایا تو آپ ﷺ نے دست مبارک بلند فرمائے میں لرز اٹھا کہ میرے حق میں بددعا فرماتے ہیں اور میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ! اسے کھلا جو مجھے کھلائے اور اسے پلا جو مجھے پلائے۔ میں نے اسی وقت ارادہ کیا کہ میں جا کر ایک بکری ذبح کر دوں مگر وہاں جا کر دیکھا تو تینوں بکریوں کے تھن دودھ سے لبریز تھے۔ میں نے ان کا دودھ نکالا، رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا آپ نے پی کر مجھے دے دیا میں نے عرض کیا کہ اور پیجئے آپ ﷺ نے اور پیا اور پھر مجھے دیدیا جب میں نے دیکھا کہ آپ سیر ہو گئے اور میں آپ کی دعا کا مستحق ہو گیا ہوں تو میں مارے خوشی کے ہنسنے لگا اور دوہرا ہو گیا۔ آپ نے وجہ دریافت کی تو میں نے آپ کو سارا واقعہ سنا دیا آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کی رحمت ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ١٤/١٣ ـ روضه المتقين : ٢/٣٨١)

رسول اللہ ﷺ کا اشارہ سے سلام کرنا

٨٥٥. وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّفِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا وَعُصْبَةٌ مِنَ النِّسَآءِ قُعُوْدٌ فَالْوٰى بِيَدِهٖ بِالتَّسْلِيْمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَهٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ اللَّفْظِ وَالْاِشَارَةِ، وَيُؤَيِّدُهٗ اَنَّ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاؤدَ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا."

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ بِاسْنَادٍ جَيِّدٍ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ بِنَحْوِهٖ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ ذُكِرَ بَعْدَهٗ

(٨٥٥) حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجد میں سے گزرے، عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی آپ نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔

کہ یہ امر اس پر محمول ہے کہ آپ ﷺ نے زبان سے بھی سلام کیا ہوگا اور ہاتھ سے اشارہ بھی کیا ہوگا۔ اس کی تائید ابو داؤد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں تصریحاً موجود ہے کہ آپ نے سلام فرمایا۔

تخریج حدیث(۸۵۵): الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی التسلیم علی النساء۔

کلمات حدیث: عصبة : جماعت۔ فالوی بیده : ہاتھ سے اشارہ کیا۔ الوی الواء بیده او بثوبه : اپنے ہاتھ سے یا اپنے کپڑے سے اشارہ کیا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ مسجد سے گزرے وہاں کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں، آپ نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ اور آپ ﷺ نے زبان سے بھی السلام علیکم فرمایا جس کی تصریح ابوداؤد کی روایت میں موجود ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اندیشہ فتنہ نہ ہو تو مردوں کا عورتوں اور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا جائز ہے۔ مالکی فقہاء نے کہا کہ بوڑھی عورت کو سلام کرنا درست ہے جوان کو نہیں ہے۔ مالکی فقہاء میں ربیعہ کے نزدیک مطلقاً منع ہے۔ بہر حال جہاں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اس صورت میں سلام کرنا جائز ہے۔

فقہاء احناف نے خوف فتنہ کی وجہ سے غیر محرم عورتوں کو سلام کرنے سے منع فرمایا لہذا نا جائز ہے۔ (ابن شائق عفا اللہ عنہ)

ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں کو السلام علیکن کہا اور ہاتھ سے اشارہ اس لیے کیا کہ وہ متنبہ ہو جائیں کہ آپ ﷺ سلام فرما رہے ہیں۔ (روضه المتقین : ۳۸۲/۲۔ دلیل الفالحین : ۳۰۰/۳)

. . . .

علیک السلام مُردوں کا سلام ہے

۸۵۶. وَعَنْ اَبِیْ جُرَیِّ الْهُجَیْمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: عَلَیْکَ السَّلَامُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ : فَقَالَ : "لَاتَقُلْ عَلَیْکَ السَّلَامُ، فَاِنَّ عَلَیْکَ السَّلَامُ تَحِیَّةُ الْمَوْتٰی" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ، وَقَدْ سَبَقَ لَفْظُهٗ بِطُوْلِهٖ.

(۸۵۶) ابو جری ہجیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ علیک السلام کیونکہ علیک السلام مردوں کا سلام ہے۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے، اور یہ حدیث مفصل صورت میں پہلے گزر چکی ہے)

تخریج حدیث(۸۵۶): سنن ابی داؤد، باب کراهیة ان یقول علیك السلام. الجامع للترمذی، کتاب الاستیذان، باب ما جاء فی کراهیة أن یقول علیك السلام مبتدأ.

کلمات حدیث: موتی : مردے، میت کی جمع۔ مات موتاً (باب نصر) مرنا، زندگی کا ختم ہونا۔ أمات إماتة (باب افعال) مارنا۔ ارض موات : بنجر اور غیر آباد زمین۔

شرح حدیث: اسلام میں طریقہ سلام السلام علیکم کہنا ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ۔ اس لیے علیک السلام کہہ کر سلام کی ابتداء کرنا درست نہیں ہے۔ یہ طریقہ عرب کے شعراء نے مردوں کے ساتھ خطاب میں استعمال کیا ہے اور اسی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے۔

یہ حدیث اس سے پہلے (حدیث ۷۹۶) میں بھی گزر چکی ہے۔ (روضة المتقین : ۳۸۲/۲)

المتن (۱۳۳)

بَابُ اٰدٰبِ السَّلَامِ
سلام کے آداب

۸۵۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "یُسَلِّمُ الرَّاکِبُ عَلَی الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ عَلَی الْقَاعِدِ، وَالْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَفِیْ رِوَایَةِ الْبُخَارِیُّ "وَالصَّغِیْرُ عَلَی الْکَبِیْرِ ."

(۸۵۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوار پیدل کو سلام کرے چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ (متفق علیہ) بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

تخریج حدیث(۸۵۷): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب تسلیم القلیل علی الکثیر. صحیح مسلم، کتاب السلام، باب التسلیم الراکب علی الماشی .

کلمات حدیث: راکب : سوار۔ رکب رکوبا (باب سمع) سوار ہونا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو جو تعلیم دی وہ دنیا کی سب سے بہترین سب سے اعلیٰ اور ارفع تعلیم ہے۔ دنیا میں کوئی بھی ایسی مثال موجود نہیں ہے کہ آدابِ معاشرت کے اس قدر اعلیٰ اصول بیان کیے گئے ہوں، جن میں معاشرت اور اجتماعیت کے جملہ اعلیٰ ترین پہلو جمع کر دیے گئے ہوں اور ان کو اس قدر تفصیل سے بیان کیا گیا ہو سوار کی حیثیت بظاہر پیدل چلنے والے سے فائق ہوتی ہے اس لیے تواضع کا تقاضا ہے کہ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور اسی طرح کھڑا ہوا بیٹھے ہوئے لوگوں کو کرے۔ عملی سہولت اور آسانی کی بات یہ ہے کہ تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ (مظاہر حق : ٤ /٤٤٧)

سلام میں پہل کرنے والا اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے

۸۵۸. وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَاَهُمْ بِالسَّلَامِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ، وَرَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قِیْلَ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، الرَّجُلَانِ، یَلْتَقِیَانِ اَیُّهُمَا یَبْدَاُ بِالسَّلَامِ؟ قَالَ : "اَوْلَاهُمَا بِاللّٰهِ تَعَالٰی" قَالَ التِّرْمِذِیُّ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ

(۸۵۸) ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں اللہ کے زیادہ

قریب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔(ابوداؤد نے بسند صحیح جید روایت کیا)

اور ترمذی نے ابوامامہ سے ایک روایت میں نقل کیا ہے کہ کسی نے کہا کہ یارسول اللہ (ﷺ) دو آدمی جو باہم ملاقات کریں ان میں سے کون سلام میں پہل کرے آپ ﷺ نے فرمایا ان میں جو اللہ کے زیادہ نزدیک ہے۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۸۵۸): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب في فضل من بدأ السلام . الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی فضل الذي يبداء بالسلام .

کلمات حدیث: بدأهم بالسلام : ان کو سلام کرنے میں پہل کی، ان کو پہلے سلام کیا۔ بدأ بدأ (باب فتح) ابتداء کرنا، پہل کرنا۔

شرح حدیث: سلام کرنا ایک عبادت ہے اور عبادت میں پہل اور سبقت مطلوب ہے۔ اگر دو آدمی باہم ملیں اور دونوں کی سلام کرنے میں حیثیت برابر ہو تو جو سلام میں پہل کرے وہ اللہ کے نزدیک زیادہ مقرب ہوگا اور اس کا اجر وثواب زائد ہوگا۔ امام طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں ملنے والوں میں سے جس نے سلام میں پہل کی وہ اللہ کی رحمت سے زیادہ قریب ہوگا کیونکہ سلام میں پہل اچھا عمل ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ رَحْمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ ٱلْمُحْسِنِينَ ۝٥٦ ﴾

''اللہ کی رحمت اچھا عمل کرنے والوں سے زیادہ قریب ہے۔''

(تحفة الأحوذي : ۵۰۴/۷۔ روضة المتقين : ۳۸۴/۲)

☆☆☆☆

الباب (۱۳٤)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ اِعَادَةِ السَّلَامِ عَلٰی مَنْ تَكَرَّرَ لِقَاؤُهٗ عَلٰی قُرْبٍ، بِاَنْ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ ثُمَّ دَخَلَ فِی الْحَالِ اَوْحَالَ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ وَنَحْوِهَا

تکرارِ ملاقات کے ساتھ اعادۂ سلام کا استحباب
مثلاً کوئی باہر گیا اور فوراً اندر آ گیا یا درخت درمیان میں آ گیا

۸۵۹. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِ الْمُسِیْءِ صَلَاتَهٗ اَنَّهٗ جَآءَ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ فَرَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ فَقَالَ : "اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ" فَرَجَعَ فَصَلّٰی، ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی فَعَلَ ذٰلِکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۸۵۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس شخص کی حدیث میں جس نے نماز اچھی طرح نہیں پڑھی تھی بیان کیا کہ وہ آیا اور نماز پڑھی پھر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو سلام کیا آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ جاؤ نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی وہ گیا نماز پڑھی پھر آیا اور نبی کریم ﷺ کو سلام کیا اور اس طرح تین مرتبہ کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۵۹): صحیح البخاری، کتاب الأذان۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ.

کلماتِ حدیث: المسیء صلوته : نماز اچھی طرح نہ ادا کرنے والا۔ أساء، إساءة : برا کرنا۔

شرحِ حدیث: ایک شخص آیا اس نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور جا کر نماز پڑھی نماز پڑھ کر آیا پھر رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ جاؤ جا کر نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا یعنی وہ تین مرتبہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے آیا اور تینوں مرتبہ سلام کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر دوبارہ ملاقات کا وقت کم ہو پھر بھی سلام کرنا افضل ہے۔

(فتح الباري : ١/٥٦٤۔ ارشاد الساري : ١/٤٠٤)

ہر ملاقات پر سلام کرنا

۸٦۰. وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا لَقِیَ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْهِ، فَاِنْ حَالَتْ بَیْنَهُمَا شَجَرَةٌ اَوْجِدَارٌ اَوْحَجَرٌ ثُمَّ لَقِیَهٗ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْهِ." رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

(۸٦۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے ملے تو اس کو سلام کرے اگر درمیان میں درخت یا دیوار یا پتھر آ جائے تو پھر ملے تو پھر سلام کرے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (۸٦۰): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاه یسلم علیه.

کلماتِ حدیث: فإن حالت بینهما شجرة : اگران دونوں کے درمیان درخت حائل ہوجائے۔ حال حولاً (باب نصر) حائل ہونا، رکاوٹ بننا۔ حائل : رکاوٹ، جمع حوائل.

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملے تو اسے سلام کرے یعنی سلام میں پہل اور سبقت کرے کہ سلام عبادت ہے اور عبادت میں سبقت باعث اجر وثواب ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿ وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلسَّٰبِقُونَ ﴿١٠﴾ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلْمُقَرَّبُونَ ﴿١١﴾ فِى جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ﴿١٢﴾ ﴾

''سبقت کرنے والے ہی اول اور مقرب ہیں اور نعمتوں کے باغات میں رہنے والے ہیں۔'' (الواقعہ: ۱۰)

اگر درمیان میں تھوڑا سا وقفہ آجائے اور پھر دوبارہ ملاقات ہو تو پھر سلام کرے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تاکید ہے کثرتِ سلام اور اشاعتِ سلام کی کہ ہر آنے جانے والے کو سلام کیا جائے اور بار بار کی ملاقات پر بار بار سلام کیا جائے۔

(روضة المتقين : ٢/٣٨٦ـ دليل الفالحين : ٣/٣٠٥)

حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث مذکور یہ حکم احیانا پیش آنے والی صورت پہ محمول ہے۔ جہاں بار بار یہ صورت پیش آتی ہو مثلاً کوئی اپنے مخدوم (استاذ شیخ وغیرہ) کے کمرے میں بار بار آتا جاتا رہتا ہے تو اس میں تکرار سلام وجواب میں حرج ظاہر ہے اس لئے یہ صورت حدیث سے مستثنیٰ ہے (ماخوذ از احسن الفتاویٰ ۸/۱۴۳ اضافہ از ابن شائق عفا اللہ عنہ)

الباب (۱۳۵)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ السَّلَامِ اِذَا دَخَلَ بَيْتَه‘
اپنے گھر میں داخل ہونے کے وقت سلام کا استحباب

۲۷۱. قَالَ تَعَالٰی :

﴿ فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جب تم اپنے گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو یہ اللہ کی طرف سے پاکیزہ اور مبارک طریقہ ہے۔''

(النور:٦١)

تفسیری نکات: آیتِ مبارکہ میں ارشاد ہے کہ جب گھر میں داخل ہو تو اپنے نفسوں پر اور اپنی جانوں پر سلام بھیجو، یعنی اے اللہ! سلامتی ہو مجھ پر میرے اہل وعیال پر اور میرے بچوں پر، گھر میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم کہنے کا یہی مطلب ہے۔ امام تشتری فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے یعنی ہر گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا چاہیے یعنی اگر اپنا گھر ہے یا ایسا گھر ہے جس میں رہنے والے مسلمان ہیں تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہنا چاہیے اور اگر خالی ہو جس میں کوئی نہ رہتا ہو تو کہنا چاہیے:

'' السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین .''

اور اگر گھر کے رہنے والے غیر مسلم ہوں تو کہے کہ:

'' السلام علی من اتبع الھدی .''

یہ آیت اس سے پہلے بھی فضل السلام میں آچکی ہے۔ (احکام القرآن)

****

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا

۸۶۱. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَابُنَيَّ، اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى اَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُنْ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(٨٦١) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو یہ تمہارے لیے اور تمہارے گھر والوں کے لیے باعثِ برکت ہوگا۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۸۶۱): الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی التسلیم إذا دخل بیته .

کلمات حدیث: سلم : سلام کرو، صیغہ امر ہے۔ سلم تسليماً (باب تفعیل) سلام کرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے انتہائی ملاطفت اور محبت کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یا بنی کہہ کر مخاطب فرمایا کہ اے میرے بیٹے! گھر میں داخل ہوا کرو تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا کرو۔ یعنی جب گھر میں داخل ہو تو اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر اللہ کی سلامتی بھیجو کہ اللہ تمہیں اور مجھے سلامت رکھے، اور اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اس سے گھر میں خیر و برکت ہوگی۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ جس نے گھر میں داخل ہو کر سلام کیا تو وہ اللہ کی حفاظت میں چلا گیا۔

(تحفة الاحوذي : ۵۰۸/۷ ـ روضة المتقين : ۳۸۷/۲)

البَابُ (۱۳٦)

بَابُ السَّلَامِ عَلَی الصِّبْیَانِ
بچوں کو سلام کرنا

۸٦۲. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ مَرَّ عَلٰی صِبْیَانٍ فَسَلَّمَ عَلَیْهِمْ وَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُهٗ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۸٦۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا اور بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح بچوں کو سلام کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸٦۲): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب التسلیم علی الصبیان ۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب السلام علی الصبیان .

کلمات حدیث: مر علی صبیان : بچوں کے پاس سے گزرے، بچوں کے پاس سے گزرہوا۔ مر مروراً (باب نصر) گزرنا۔ صبیان صبی (بچہ) کی جمع۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ بچوں سے بہت شفقت فرماتے اور ان کے ساتھ ساتھ محبت سے پیش آتے۔ آپ ﷺ اگر کہیں تشریف لے جا رہے ہوتے اور راستہ میں بچے مل جاتے تو آپ انہیں سلام کرتے تھے۔ آپ ﷺ انصار صحابہ کے گھر جاتے تو ان کے بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور انہیں سلام کرتے اور انہیں دعا دیتے تھے۔

(فتح الباري : ۳/ ۲٦٤ ۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۱٤/ ۱۲٥)

الباب (۱۳۷)

بَابُ سَلَامِ الرَّجُلِ عَلٰی زَوْجَتِهٖ وَالْمَرْأَةِ مِنْ مَحَارِمِهٖ وَعَلٰی اَجْنَبِیَّةٍ وَاَجْنَبِیَّاتٍ لَایَخَافُ الْفِتْنَةَ بِهِنَّ وَسَلَامِهِنَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ

بیوی کو محارم عورتوں کو اور ان عورتوں کو جن سے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو سلام کرنے کا جواز اور اسی شرط سے ان کا مردوں کو سلام کرنا

۸۶۳۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتْ فِيْنَا امْرَأَةٌ وَفِیْ رِوَايَةٍ: كَانَتْ لَنَا عَجُوْزٌ. تَأْخُذُ مِنْ اُصُوْلِ السِّلْقِ فَتَطْرَحُه فِی الْقِدْرِ وَتُكَرْكِرُ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيْرٍ فَاِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ وَانْصَرَفْنَا نُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَدِّمُه اِلَيْنَا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

قَوْلُه "تُكَرْكِرُ" : اَیْ تَطْحَنُ.

(۸۶۳) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے محلے میں ایک عورت تھی اور ایک روایت میں ہے کہ بڑھیا تھی جو چقندر کی جڑیں ہانڈی میں ڈالتی اور اس میں جو کے دانے پیس کر ڈالتی اور جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر آتے تو اسے سلام کرتے تو وہ یہ کھانا ہمیں پیش کرتی تھی۔ (بخاری) تکرکر پیستی تھی۔

تخریج حدیث (۸۶۳): صحیح البخاری، کتاب الجمعه، باب القائلة بعد الجمعة.

کلمات حدیث: اصول السلق: چقندر کی جڑیں۔ اصل، جڑ جمع اصول۔ قدر: ہانڈی جمع قدور۔ حبّات: جمع حبہ دانے۔

شرح حدیث: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بوڑھی مسکین خاتون تھی جو عمر رسیدہ تھی۔ وہ چقندر کی جڑیں اور جو کے دانے پیس کر اس کا دلیہ پکاتی تھی، ہم جمعہ کے روز نماز پڑھ کر واپس آتے تو اس بوڑھی عورت کو سلام کرتے اور وہ یہ دلیہ ہمارے آگے کر دیتی، اس سے معلوم ہوا کہ عمر رسیدہ عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے یعنی جن سے فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

(فتح الباري: ۱/۶٤۳۔ ارشاد الساري: ۲/۲۱۸)

ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کو سلام کرنا

۸۶۴۔ وَعَنْ اُمِّ هَانِیءٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهُوَ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُه بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ وَذَكَرَتِ الْحَدِيْثَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۸۶۴) حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں یوم فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی آپ ﷺ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کیا ہوا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ اس

کے بعد انہوں نے ایک طویل حدیث روایت کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۸۶۴): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه .

راوی حدیث: حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائیں جبکہ ان کا شوہر نجران بھاگ گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو ان سے بہت تعلق تھا فتح مکہ کے دن ان کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہا سے ۴۶ احادیث مروی ہیں۔ (تهذيب التهذيب)

شرح حدیث: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی چچا زاد بہن تھی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا، حضرت ام ہانی نے اپنے مشرک شوہر کو پناہ دی تھی، جبکہ حضرت علی ان کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے، ام ہانی یہی مسئلہ لے کے آپ ﷺ کے پاس آئی تھیں آپ ﷺ نے ان کی پناہ کو برقرار رکھا۔ (نزهة المتقين : ۱/ ٦٤٩ ـ فتح الباري : ۱/ ۳۸۲ ـ شرح مسلم : ٤/ ٢٤)

عورتوں کی جماعت کو سلام کا ثبوت

۸٦٥. وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَهٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوٗدَ، وَلَفْظُ التِّرْمِذِيِّ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا وَعُصْبَةٌ مِنَ النِّسَآءِ قُعُوْدٌ فَاَلْوٰى بِيَدِهٖ بِالتَّسْلِيْمِ .

(۸٦٥) حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ہم چند عورتوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور الفاظ ابو داؤد کے ہیں)

ترمذی میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز مسجد میں سے گزرے وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے انہیں سلام کا اشارہ کیا۔

تخریج حدیث(۸٦٥): سنن ابی داؤد، كتاب الادب، باب السلام على النساء . الجامع للترمذي، ابواب الاستيذان، باب ما جاء في التسليم على النساء .

کلمات حدیث: نسوة : عورتیں۔ جمع ہے اس کا واحد علی خلاف قیاس امرأة ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے ایک مجمع کو سلام کیا اور ہاتھ سے اشارہ فرمایا تا کہ وہ متنبہ ہو جائیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ نامحرم عورتوں کو سلام نہ کرنا چاہیے البتہ اگر بوڑھی خواتین ہوں کو انہیں سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے بھی (حدیث ۵۲۲) میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين : ۲/ ؟؟؟ ـ دليل الفالحين : ۳۰۹)

البَاب (۱۳۸)

بَابُ تَحْرِيمِ اِبْتِدَائِنَا الْكَافِرَ بِالسَّلَامِ وَ كَيْفِيَةِ الرَّدِّ عَلَيْهِمْ وَاِسْتِحْبَابِ السَّلَامِ عَلٰى اَهْلِ مَجْلِسٍ فِيهِمْ مُسْلِمُوْنَ وَ كُفَّارٌ

کفار کو سلام کی ابتداء کی حرمت اور ان کو جواب دینے کا طریقہ
اس مجلس کو سلام کرنے کا استحباب جس میں مسلم اور کافر دونوں ہوں

٨٦٦. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَاتَبْدَؤُا الْيَهُوْدَ وَلَاالنَّصَارٰى بِالسَّلَامِ، فَاِذَا لَقِيْتُمْ اَحَدَهُمْ فِیْ طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُ اِلٰى اَضْيَقِهِ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٨٦٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کو سلام میں پہل نہ کرو، جب تم راستے میں کہیں ان سے ملو تو انہیں راستے کے تنگ حصے میں چلنے پر مجبور کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۸۶۶): صحيح مسلم، كتاب السلام، باب النهى عن ابتداء اهل الكتاب بالسلام و كيف يرد عليهم.

شرح حدیث: السلام اللہ کا اسم مبارک ہے کفار اور مشرکین اس قابل نہیں ہے کہ انہیں اللہ کے اس اسم گرامی سے مخاطب کیا جائے اور نہ وہ اس قابل ہیں کہ ان پر اللہ کی رحمت اور اس کی سلامتی بھیجی جائے درانحالیکہ وہ اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کے مستحق ہیں۔ اسلام میں سلام کا طریقہ باہمی محبت اور مودت کے بڑھانے کے لیے ہے اور مسلمانوں کو اہل کفر سے دوستی اور محبت کا تعلق رکھنے سے منع کیا گیا ہے اگر غیر مسلم سلام میں پہل کریں تو انہیں صرف وعلیکم کہہ دیا جائے یا کہا جائے یہدیکم اللہ (اللہ تمہیں ہدایت دے۔)

(فتح الباري : ٣/٢٦٨ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٢١/١٤)

اہل کتاب کو سلام کے جواب کا طریقہ

٨٦٧. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا : وَعَلَيْكُمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٨٦٧) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو کہا کرو، وعلیکم۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۶۷): صحيح البخاری، كتاب الاستيذان، باب كيف يرد على اهل الذمة بالسلام . صحيح مسلم، كتاب السلام باب النهى عن ابتداء اهل الكتاب بالسلام .

کلمات حدیث: اهل الكتاب : کتاب والے یعنی یہود و نصاریٰ۔

شرح حدیث: سلام کرنا اکرام واحترام کرنا ہے اور غیر مسلم اکرام واحترام کے مستحق نہیں ہے بلکہ ان سے اعراض اور فاصلہ چاہیے کہ ہم اسلام کے ماننے والے ہیں اور وہ دشمنانِ اسلام ہیں اگر وہ خود سلام کریں تو انہیں وعلیکم کہہ دیا جائے یعنی تمہارے اوپر وہ کچھ ہو جس کے تم مستحق ہو۔

کفار اور مسلمانوں کی مخلوط جماعت کو سلام کا طریقہ

۸٦٨. وَعَنْ اُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى مَجْلِسٍ فِيْهِ اَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ. عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۸٦۸) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ایک مجلس پر گزر ہوا تو جس میں مسلمان بھی تھے، بت پرست بھی تھے، اور یہود بھی تھے تو آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸٦۸): صحيح البخارى، كتاب الاستيذان، باب التسليم على مجلس فيه اخلاط . صحيح مسلم، كتاب الجهاد و السير، باب فى دعاء النبي ﷺ وصبره على اذى المنافقين .

کلمات حدیث: اخلاط : ملے جلے۔ خلط خلطا (باب ضرب) ملنا۔ اکٹھا ہونا۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ طریقہ مسنون یہ ہے کہ اگر ایسی مجلس سے گزر ہو جس میں مسلم اور غیر مسلم مجتمع ہوں کہ سلام کیا جائے اور نیت مسلمانوں کو سلام کرنے کی ہو اور ایسے مجمع کو سلام میں پہل کرنا بھی جائز ہے۔ اگر صرف غیر مسلم ہوں تو السلام علىٰ من اتبع الهدىٰ کہا جائے یا السلام علينا و على عباد الله الصالحين کہا جائے۔

(فتح الباري : ۲/ ۷۱۱۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۲/ ۱۳۳)

الباب (۱۳۹)

بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ السَّلَامِ اِذَا قَامَ مِنَ الۡمَجۡلِسِ وَفَارَقَ جُلَسَاءَهُ اَوۡ جَلِيۡسَهُ
مجلس میں آتے جاتے سلام کرنا

۸۶۹. عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ : "اِذَا انۡتَهٰى اَحَدُكُمۡ اِلَى الۡمَجۡلِسِ فَلۡيُسَلِّمۡ، فَاِذَا اَرَادَ اَنۡ يَقُوۡمَ فَلۡيُسَلِّمۡ، فَلَيۡسَتِ الۡاُوۡلٰى بِاَحَقَّ مِنَ الۡاٰخِرَةِ رَوَاهُ اَبُوۡدَاوٗدَ وَالتِّرۡمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيۡثٌ حَسَنٌ .

(۸۶۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور جب اٹھ کر جانے لگے جب بھی سلام کرے کہ پہلا سلام دوسرے سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔ (ابوداود، ترمذی، ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۸۶۹): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب السلام إذا قام من المجلس . الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی التسلیم عند القیام وعند القعود .

کلمات حدیث: أراد، إرادة (باب افعال) ارادہ کرنا، چاہنا۔

شرح حدیث: اسلامی ادب کا مقتضا یہ ہے کہ جب کوئی کسی کے پاس جائے یا کسی مجلس میں شریک ہو تو اس وقت بھی سلام کرے اور جب رخصت ہونے لگے یا مجلس سے اٹھنے لگے اس وقت بھی سلام کرے تا کہ سلامتی کے ساتھ آئے اور سلامتی لے کر جائے اور سلامی دے کر جائے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پہلا سلام بھی سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے اور دوسرا سلام بھی سنت ہے اور اس کا جواب دینا بھی واجب ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اہل مجلس کو دونوں مرتبہ اس کے سلام کا جواب دینا چاہیے۔ (تحفة الاحوذي : ۵۱۶/۷)

الباب (۱٤۰)

بَابُ الْإِسْتِئْذَانِ وَاٰدَابِهٖ

اجازت طلب کرنے اور اس کے آداب کا بیان

۲۷۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا۟ وَتُسَلِّمُوا۟ عَلَىٰٓ أَهْلِهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔'' (النور:۲۷)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں اہل ایمان کو حکم فرمایا گیا ہے کہ اگر اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں داخل ہو تو پہلے اجازت طلب کرو اور اہل خانہ کو سلام کرو۔ یعنی گھر میں جانے سے پہلے اجازت طلب کرو کہ فلاں شخص اندر آنا چاہتا ہے اور سلام کرو پھر اجازت ملنے پر گھر کے اندر جاؤ۔ آیت کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ خواہ بہت ہی قریبی محارم ہوں جیسے ماں بہن وغیرہ تب بھی اجازت لے کر اور سلام کر کے اندر جانا چاہیے۔ (معارف القرآن)

بچہ جب بالغ ہو جائے تو وہ بھی اجازت لے

۲۷۳. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَإِذَا بَلَغَ ٱلْأَطْفَـٰلُ مِنكُمُ ٱلْحُلُمَ فَلْيَسْتَـْٔذِنُوا۟ كَمَا ٱسْتَـْٔذَنَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ اسی طرح اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے لوگ اجازت مانگتے تھے۔''

(النور:۵۹)

تفسیری نکات: اس آیت میں فرمایا کہ جب بچہ ذرا بڑے ہو جائیں اگر چہ وہ ابھی بالغ نہ ہوئے ہوں ان کو بھی یہی تعلیم دی جائے کہ وہ جب گھر میں داخل ہوں تو وہ اسی طرح اجازت لے کر اندر آئیں جیسے بڑے اجازت لے کر اندر آتے ہیں اور آیت کے عموم میں وہ محارم اور اقارب بھی داخل ہیں جو ایک ہی گھر میں رہتے ہوں ان کے لیے بھی استیذان مستحب ہے۔ (معارف القرآن)

اجازت تین بار طلب کرے

۸۷۰. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"الاسْتِئْذَانُ ثَلاثٌ، فَإِنْ أُذِنَ لَکَ وَإِلَّا فَارْجِعْ . " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ "

(۸۷۰) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ استیذ ان (اجازت طلب کرنا) تین مرتبہ ہے اگر اجازت مل جائے تو درست ورنہ لوٹ جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۷۰): صحيح البخاري، كتاب الاستيذان، باب التسليم والاستيذان ثلاثا . صحيح مسلم، اول كتاب الاستيذان .

کلمات حدیث: استيذان : اجازت طلب کرنا۔ إذن : اجازت، اجازت لینا۔

شرح حدیث: جب آدمی کسی کے گھر جائے تو تین مرتبہ اجازت طلب کرے اگر اجازت ملے تو گھر میں جائے ورنہ واپس ہو جائے۔ یعنی اہل خانہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ چاہیں اندر آنے کی اجازت دیں یا نہ دیں، یعنی اگر صاحب بیت کسی دینی یا دنیاوی کام میں مشغول ہو تو وہ آنے والے سے معذرت کر لے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا ہے میں ان کے پاس گیا اور ان کے دروازے پر تین مرتبہ سلام کیا لیکن مجھے جواب نہیں ملا میں واپس چلا آیا پھر بعد میں ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ تمہیں میرے پاس آنے میں کیا مانع ہوا میں نے کہا کہ میں آیا تھا اور آپ کے دروازے پر کھڑے ہو کر میں نے تین مرتبہ سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہیں دیا تو میں واپس آ گیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو وہ واپس ہو جائے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تم اس پر گواہ لاؤ گے۔ اب تم بتاؤ تم میں سے کس نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا کہ اللہ کی قسم تمہارے ساتھ لوگوں میں سب سے کم سن صحابی جائے گا۔ لوگوں میں میں سب سے چھوٹا تھا تو میں ان کے ساتھ گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ استیذ ان حکم شرعی ہے اور اس پر قرآن وسنت کے دلائل موجود ہیں اور اجماع امت بھی ہے۔ اس میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ سلام کرے اور تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور بہتر یہ ہے کہ پہلے سلام کرے اور پھر اجازت طلب کرے یعنی اس طرح کہے السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟

(فتح الباري: ٢٦٢/٣ ـ تحفة الأحوذي: ٤٩٧/٧ ـ شرح صحيح مسلم للنووي: ١١٠/١٤ ـ ارشاد الساري: ٢٤٨/١٣)

اجازت کے ساتھ داخل ہونے کی حکمت

۸۷۱. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ . " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۷۱) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ استیذ ان تو نگاہ کی بناء پر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۷۱): صحيح البخاری، كتاب الاستيذان، باب الاستيذان من اجل البصر . صحيح مسلم، كتاب الاستيذان، باب تحريم النظر في بيت غيره.

کلمات حدیث: من اجل البصر : نگاہ کی وجہ سے، نظر کی بناء پر۔ بصر : نگاہ، نظر۔ بصر بصارة (باب کرم) دیکھنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھر میں اجازت لے کر اندر جانے کی حکمت یہ ہے کہ آنے والے کی نظر گھر والوں پر نہ پڑے یعنی بعض اوقات آدمی اپنے گھر میں ایسے گھریلو مشاغل میں مصروف ہوتا ہے جن کے بارے میں وہ چاہتا ہے کہ دوسرے اس پر مطلع نہ ہوں، علاوہ گھر میں خواتین اپنے گھریلو مشاغل میں مصروف ہوں گی اور وہ نامحرم بھی ہوں گی اس لیے گھر میں جانے سے پہلے اجازت طلب کرنا چاہیے، خواہ گھر میں صرف اس کی ماں ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر گھر میں صرف ماں ہی ہو اور یہ بیٹا ماں کے ساتھ اسی گھر میں رہتا ہو تب بھی اجازت لے کر جائے۔

ادب یہ ہے کہ جب کسی گھر میں اندر آنے کی اجازت طلب کرے تو دروازے سے ہٹ کر کھڑا ہو کہ استیذ ان اسی لیے کہ گھر کے افراد پر نظر نہ پڑے۔ ترمذی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جب کسی گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے کہ وہ اجازت ملنے سے پہلے اس گھر کے اندر دیکھے کیونکہ اگر اس نے دیکھ لیا تو وہ گھر میں داخل ہو گیا، یعنی گھر میں داخل ہو کر بھی وہ اہل خانہ کو دیکھتا اس نے اجازت ملنے سے پہلے ہی دیکھ لیا تو استیذ ان کی کیا ضرورت باقی رہی۔ ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نگاہ اندر پڑ گئی تو اجازت کی کیا ضرورت باقی رہ گئی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس آنکھ میں اجازت لینے سے پہلے گھر کا منظر آ گیا وہ فاسق ہو گیا۔

حدیثِ مذکورہ استیذ ان تو نگاہ کی بناء پر ہے کا سبب الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے حجرے میں کسی سوراخ سے جھانک رہا تھا آپ ﷺ اس وقت لوہے کی کنگھی سر مبارک میں فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو اس طرح جھانک رہا ہے تو میں یہ کنگھی تیری آنکھ میں گھسا دیتا استیذ ان کا حکم تو نگاہ ہی کی بناء پر ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ استیذ ان ہر حالت میں ہے خواہ آدمی جس کے گھر میں داخل ہو وہ اس کے محرم ہوں یعنی ماں اور بہن ہی کیوں نہ ہوں۔ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا میں اپنی ماں کے پاس جانے کی بھی اجازت لوں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تو کسی وقت گھر میں داخل ہو اور وہ ایسے حال میں ہے جو تمہیں پسند نہ ہو۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا میں اپنی بہن کے گھر جانے کی اجازت لوں حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں تو اس نے کہا کہ اس کو تو میں نے پالا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں پسند ہو گا کہ وہ لباس تبدیل کر رہی ہو اور تمہاری نظر اس پر پڑ جائے۔

(فتح الباري : ٣/٢٦١۔ إرشاد الساري : ١٣/٢٤٥۔ شرح صحيح مسلم : ١٤/١١٤۔ تحفة الأحوذي : ٧/٥٦٠)

اجازت لینے کا مسنون طریقہ

٨٧٢. وَعَنْ رِبْعِيّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ عَامِرٍ اَنَّه' اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتٍ فَقَالَ : اَاَلِجُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَادِمِه "اُخْرُجْ اِلٰى هٰذَا فَعَلِّمْهُ الْاِسْتِئْذَانَ فَقُلْ لَه' قُلِ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، اَاَدْخُلُ؟ فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَاَدْخُلُ؟ فَاَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ : رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(٨٧٢) حضرت ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ بنی عامر کے ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی، آپ ﷺ اس وقت گھر میں موجود تھے اس شخص نے کہا کہ کیا میں داخل ہو جاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ باہر جاؤ اور اس شخص کو اجازت کا طریقہ سکھاؤ اس سے کہو کہ یہ اس طرح کہے السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟ اس شخص نے یہ بات سن لی اور کہا السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟ نبی کریم ﷺ نے اسے اجازت دی اور وہ اندر آیا۔
(ابوداؤد، بسند صحیح)

تخریج حدیث(٨٧٢): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیفیة الاذن .

کلمات حدیث: أألج : کیا میں داخل ہو جاؤں۔ ولج ولوجا (باب ضرب) داخل ہونا، گھسنا، دشواری کے ساتھ اندر آنا۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿ حَتَّىٰ يَلِجَ ٱلْجَمَلُ فِى سَمِّ ٱلْخِيَاطِ ﴾ یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے۔

شرح حدیث: نبی کریم ﷺ شفیق و رحیم تھے اور امت کی تعلیم بہت محبت اور انتہائی شفقت سے فرماتے تھے، دروازے پر کوئی شخص آیا اور اس نے کہا کہ کیا میں داخل ہو جاؤں آپ ﷺ نے خدام سے فرمایا جاؤ تم جا کر اسے بتاؤ کہ اس طرح کہتے ہیں۔ اس شخص نے باہر سے سن لیا اور اس نے کہا کہ السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟

منجملہ آداب استیذان کے ایک اہم بات یہ ہے کہ آدمی بالکل دروازے کے سامنے نہ کھڑا ہو بلکہ دروازے کے دائیں جانب یا بائیں جانب کھڑا ہو۔ چنانچہ طبرانی نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور دروازے کے بالکل سامنے کھڑا ہو گیا اور اجازت طلب کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح ہٹ کر کھڑے ہو۔ اجازت طلب کرنا نظر کی وجہ سے ہے۔ ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے زمانہ نبوت میں لوگوں کے گھروں پر پردے نہیں ہوتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں استیذان کا حکم فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے فراخی عطا فرمائی تو پھر میں نے نہیں دیکھا کہ

کوئی اس پر عمل کرتا ہو، ابن عبد البر کہتے ہیں کہ پھر لوگ دروازے کھٹکھٹانے لگے۔ حضرت عبد اللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو دائیں یا بائیں کونے پر کھڑے ہوتے کیونکہ اس وقت دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔

(روضة المتقين : ٢/٣٩٥ـدليل الفالحين : ٣/٣١٤)

. . . .

سلام کے بعد اندر آنے کی اجازت لے

۸۷۳. وَعَنْ كِلْدَةَ بْنِ الْحَنْبَلِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ اُسَلِّمْ : فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِرْجِعْ فَقُلْ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ ءَاَدْخُلُ؟ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ !!

(۸۷۳) حضرت کلدۃ بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور سلام کیے بغیر ہی اندر داخل ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے جاؤ اور کہو السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۸۷۳): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیفیة الاستیذان . الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی التسلیم قبل الاستیذان .

راوی حدیث: حضرت کلدۃ بن حنبل رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ان سے استیذان کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے۔

(التقريب، تهذيب التهذيب)

شرح حدیث: حدیث مبارک میں تعلیم ہے کہ جو آدمی اپنے گھر میں یا کسی اور کے گھر میں جائے اولاً سلام کرے اور پھر اجازت طلب کرے۔ استیذان کا یہ مسنون طریقہ ہے اور صاحب خانہ کو حق حاصل ہے کہ وہ ایسے شخص کو جو سلام و استیذان کے حکم پر عمل نہ کرے اجازت نہ دے بلکہ اس کو متنبہ کر کے اور اسے گھر میں آنے کے مسنون طریقہ کی تعلیم دے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس شخص کو اندر آنے کی اجازت نہ دیتے جو پہلے سلام نہ کرتا۔ (تحفة الأحوذي : ٧/٥٢٢ـ دليل الفالحين : ٣/٣١٥)

الباب (۱٤۱)

بَابُ بَيَانِ اَنَّ السُّنَّةَ اِذَا قِيلَ لِلْمُسْتَأْذِنِ مَنْ اَنْتَ؟ اَنْ يَقُوْلَ فُلَانٌ فَيُسَمِّيَ نَفْسَهُ بِمَا يُعْرَفُ بِهِ مِنْ اِسْمٍ اَوْ كُنْيَةٍ وَكَرَاهَةِ قَوْلِهِ "اَنَا" وَنَحْوِهَا

مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب اجازت طلب کرنے والے سے پوچھا جائے کہ کون ہے تو اپنا وہ نام اور کنیت بتائے جس سے وہ متعارف ہو اور میں یا اس طرح کا لفظ کہنا ناپسندیدہ ہے

---

۸۷۴. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الْمَشْهُوْرِ فِي الْاِسْرَآءِ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " ثُمَّ صَعِدَبِيْ جِبْرِيْلُ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ، فَقِيْلَ : مَنْ هٰذَا؟ قَالَ : جِبْرِيْلُ، قِيْلَ : وَمَنْ مَّعَكَ،؟ قَالَ : مُحَمَّدٌ. ثُمَّ صَعِدَ اِلَى السَّمَآءِ الثَّانِيَةِ.

وَالثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ، وَسَآئِرِ هِنَّ وَيُقَالُ فِيْ بَابِ كُلِّ سَمَآءٍ : مَنْ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ : جِبْرِيْلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۸۷۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث اسراء میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر مجھے جبرئیل آسمانِ دنیا پر لے کر گئے اور دروازہ کھلوایا تو پوچھا گیا کہ کون؟ بتایا کہ جبرئیل پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا کہ محمد پھر دوسرے تیسرے اور چوتھے اور تمام آسمانوں پر لے کر گئے ہر آسمان کے دروازے پر پوچھا جاتا کون؟ اور یہ کہتے جبرئیل۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۷۴): صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة. صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الاسراء برسول ﷺ.

کلمات حدیث: الاسراء : رسول کریم ﷺ کا سفرِ معراج۔ اسری اسراء (باب افعال) رات کو لے کر چلنا۔ اسری بعبده : اپنے بندے کو رات کو لے کر چلا۔ سری سرية : رات کا سفر۔

شرح حدیث: شب معراج میں رسول کریم ﷺ ساتوں آسمانوں پر لے جائے گئے۔ جس آسمان پر تشریف لے جاتے وہاں پوچھا جاتا کہ کون ہے؟ حضرت جبرئیل جواب میں کہتے کہ جبرئیل۔ پھر پوچھا جاتا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے کہ محمد۔ اس پر مرحبا کی صدائیں بلند ہوتیں اور آسمان کے فرشتے رسول اللہ ﷺ کو سلام کرتے۔

اس مقام پر حدیث طویل کے اس حصے کے ذکر سے مقصود یہ استدلال ہے کہ جب آدمی کسی کے گھر جا کر اجازت طلب کرے تو واضح طور پر اپنا نام بتائے اور کوئی ایسا لفظ جیسے "میں" وغیرہ نہ کہے جس سے ابہام پیدا ہو اور بلاوجہ صاحبِ خانہ کو الجھن ہو اور اسے بار بار پوچھنا پڑے۔

(فتح الباري : ۲۶۳/۲۔ روضة المتقين : ۳۹۶/۲۔ دليل الفالحين : ۳۱٦/۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا نام ظاہر کرنا

۸۷۵. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجْتُ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِیْ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِیْ وَحْدَهٗ، فَجَعَلْتُ اَمْشِیْ فِیْ ظِلِّ الْقَمَرِ، فَالْتَفَتَ فَرَاٰنِیْ فَقَالَ "مَنْ هٰذَا ؟ فَقُلْتُ : اَبُوْذَرٍّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۷۵) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں باہر نکلا تو رسول اللہ ﷺ تنہا چلتے ہوئے نظر آئے میں بھی چاند کی روشنی میں چلا، آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا کہ کون ہے؟ میں نے کہا ابوذر! اللہ مجھے آپ پر قربان کردے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۷۵): صحیح بخاری، کتاب الرقاق. باب المکثرون۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الترغیب فی الصدقة.

کلمات حدیث: فالتفت فرأنی : آپ ﷺ متوجہ ہوئے اور آپ نے مجھے دیکھا۔ آپ ﷺ نے التفات کیا اور مجھے دیکھ لیا۔ لفت لفتا (باب ضرب) دائیں یا بائیں مڑنا، متوجہ ہونا۔ لفت النظر : نظر گھما کر دیکھنا۔ التفات : (باب افتعال) مائل ہونا، متوجہ ہونا، گھومنا۔

شرح حدیث: صحابہ کرام رسول کریم ﷺ کے ارشادات سننے اور آپ ﷺ سے دینی اور روحانی استفادہ کے لیے ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ رہتے اور اگر آپ کہیں تشریف لے جاتے تو صحابہ کرام کو یہ تامل ہوتا کہ کہیں آپ کے دشمن آپ کو نقصان نہ پہنچائیں یا آپ ﷺ کو کسی خدمت کی ضرورت ہو اور بروقت کوئی موجود نہ ہو تو اس لیے آپکے پیچھے پیچھے جاتے تا کہ اگر کہیں اور کوئی بات پیش آئے فوراً اپنے آپ کو خدمتِ اقدس پیش کردیں۔ چنانچہ جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ رات کے وقت کہیں جا رہے ہیں تو وہ آپ کے پیچھے چلے اور جب رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ کون ہے؟ تو فرمایا کہ ابوذر، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔

شیخین کی ایک روایت میں زمان ومکان کی تعیین بھی ہے کہ آپ رات کے وقت حرہ مدینہ میں جارہے تھے حرہ مدینہ منورہ کے شمالی جانب معروف جگہ ہے۔ بہر حال اس موقعہ پر حضرت ابوذر نے اپنا نام صراحت کے طور پر بتایا اور یہی اس حدیث کے یہاں ذکر کرنے کا مقصد ہے کہ جب کوئی پہچاننے کے لیے پوچھے کہ کون ہے؟ تو جواب میں واضح طور پر نام بتانا چاہیے تا کہ تردد اور التباس باقی نہ رہے اور دوبارہ سوال کی ضرورت نہ پیش آئے۔ (روضة المتقین : ۲/۳۹۸۔ دلیل الفالحین : ۳/۳۱۷)

---

۸۷۶. وَعَنْ اُمِّ هَانِئٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهٗ فَقَالَ : " مَنْ هٰذِهٖ؟ " فَقُلْتُ : اَنَا اُمُّ هَانِئٍ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

حدیث (۸۷۶) حضرت ام ھانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی آپ غسل فرمارہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ پر پردہ کیا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ

میں ام ہانی ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(٨٧٦): صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب التستر فی الغسل عند الناس . صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب تستر المغتسل بثوب ونحوہ .

شرح حدیث: مقصودِ حدیث پاک یہ ہے کہ جب پوچھا جائے کہ کون ہے؟ تو بصراحت بتایا جائے کہ میرا یہ نام ہے اور اسی غرض کے لیے امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں دوبارہ ذکر کیا ہے، جبکہ یہ حدیث اس سے پہلے حدیث ٧٦٤ میں گزر چکی ہے۔

(نزھة المتقین : ١/٦٥٤)

جواب میں ''میں ہوں'' کہنے کی مذمت

٨٧٧. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ، ''مَنْ هٰذَا؟'' فَقُلْتُ اَنَا، فَقَالَ : اَنَا اَنَا؟'' كَاَنَّهُ كَرِهَهَا، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٨٧٧) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا میں میں اور آپ ﷺ نے اس جواب کو ناپسند فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(٨٧٧): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب کراھیة قول المستأذن أنا إذا قیل من ھذا.

کلمات حدیث: فدققت الباب : میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دق دقا (باب نصر) دروازہ کھٹکھٹانا۔

شرح حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دروازہ کھٹکھٹانا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ادب المفرد میں یہ حدیث بھی ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر کے دروازے پر انگلیوں کے ناخنوں سے ٹھک ٹھک کیا جاتا۔ صحابہ کرام ایسا حسن ادب کی خاطر سے کرتے تھے کہ زیادہ تیز آواز نہ ہو اور معمولی آواز ہو کہ آپ ﷺ قریب ہوں تو سن لیں اور اگر آپ قریب نہ ہوتے تب دروازہ کھٹکھٹایا جاتا۔ سہیلی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر کوئی کنڈی وغیرہ نہ تھی اس لیے صحابہ کرام ناخنوں سے کھٹکھٹاتے مگر اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرام ایسا ادب واحترام کی وجہ سے کرتے تھے۔

اس حدیثِ مبارک سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ جب استیذان کے وقت صاحب خانہ دریافت کرے کہ کون ہے؟ تو وضاحت کے ساتھ نام بتانا چاہیے اور کسی مبہم جواب سے گریز کرنا چاہیے کہ اس کے بعد پھر مزید سوال کرنا پڑے چنانچہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ہوں تو آپ ﷺ نے اس جواب کو ناپسند فرمایا۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس طرح کے جواب میں کراہت کا پہلو یہ ہے کہ یہ جواب نامکمل ہے اور اس کے بعد پھر سوال کرنے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔

(فتح الباري : ٢٦٦/٣ ۔ ارشاد الساري : ٢٥٢/١٣ ۔ روضة المتقين : ٣٩٨/٢ ۔ دليل الفالحين : ٣١٨/٣)

الباب (۱٤۲)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ اِذَا حَمِدَاللّٰهَ تَعَالىٰ وَ كَرَاهَةِ تَشْمِيتِهِ اِذَا لَمْ يَحْمَدِاللّٰهَ تَعَالىٰ وَبَيَانِ آدَابِ التَّشْمِيتِ وَالْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ

چھینکنے والے کے الحمدللہ کہنے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنے کا استحباب اور بغیر اس کے الحمدللہ کہے یرحمک اللہ کہنے کی کراہت چھینکنے والے کے جواب اور چھینکنے اور جمائی لینے کے آداب

۸۷۸. عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَاِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالىٰ كَانَ حَقًّا عَلىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَه' اَنْ يَقُوْلَ لَه': يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا تَثَاءَ بَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّه' مَااسْتَطَاعَ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَثَاءَ بَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۸۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چھینکنے کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی لینے کو ناپسند فرماتے ہیں۔ اگر تم میں سے کسی کو چھینک آجائے اور وہ الحمدللہ کہے تو ہر مسلمان جس نے اسے الحمدللہ کہتے ہوئے سنا ہے اس پر حق ہے کہ وہ یرحمک اللہ کہے۔ البتہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے اس لیے اگر تم میں سے کسی کو جمائی آجائے تو اسے حتی الوسع روکنے کی کوشش کرے کیونکہ جب تم میں سے کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۸۷۸): صحیح البخاري، کتاب الادب، باب ما یستحب من العطاس ویکرہ من التثاؤب .

کلمات حدیث: عطاس : چھینک۔ عطس عطسا وعطاساً (باب ضرب) چھینکنا۔ تثاؤب : جمائی۔ تثاء ب : جمائی لی۔

شرح حدیث: امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چھینک سے مسام کھلتے ہیں اور بدن ہلکا ہوتا ہے جس سے عبادت میں نشاط پیدا ہوتا ہے جبکہ جمائی سستی اور کاہلی کی علامت اور بالعموم خوش خوراکی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ چھینکنا پسندیدہ اور جمائی لینا ناپسندیدہ ہے اور جہاں تک قدرت ہو جمائی کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

غرض اگر کسی کو چھینک آجائے اور وہ اس سے فارغ ہو کر الحمدللہ کہے تو جو اس کی الحمدللہ سنے ضرور اسے یرحمک اللہ کہے۔ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمائی کو شیطان کی جانب منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ شیطان انسانی نفس کی ہوئی کو ابھارتا اور خواہشات کو مزین بنا کر پیش کرتا ہے۔ سو جب جمائی لینے والا منہ کھولتا ہے اور "ہا" کی آواز نکالتا ہے شیطان خوش ہوتا ہے کیونکہ اس حالت میں انسان کی شکل متغیر ہو جاتی ہے۔ بہر حال جب جمائی آئے تو اسے روکنے کی کوشش کرنی چاہیے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اسے چاہیے کہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے۔

(فتح الباري : ۲/۲۷۷ ۔ ارشاد الساري : ۷/۱۹۹)

چھینکنے والا ''الحمد للہ'' کہے تو جواب میں ''یرحمک اللہ'' کہا جائے

٨٧٩. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ''إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ : اَلْحَمْدُلِلّٰهِ، وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْصَاحِبُهُ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فَإِذَا قَالَ لَهُ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فَلْيَقُلْ : يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ'' رَوَاهُ الْبُخَارِيِّ .

(٨٧٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو الحمد للہ کہے اور اس کا بھائی یا اس کا ساتھی یرحمک اللہ کہے اور جب وہ یرحمک اللہ کہے تو چھینکنے والا کہے:

'' یهديكم الله ويصلح بالكم .''

''اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال کی اصلاح فرمائے۔'' (بخاری)

تخریج حدیث(٨٧٩): صحيح البخاري، كتاب الادب، باب إذا عطس كيف يشمت .

کلمات حدیث: بالکم : تمہارا دل، تمہارحال۔ بال : دل۔ ما بالك : تمہارا کیا حال ہے؟

شرح حدیث: اگر کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہیے کہ وہ فارغ ہو کر الحمد للہ کہے اور جو اس کی الحمد للہ سنے وہ یرحمک اللہ کہے اور چھینکنے والا کہے: يهديكم الله و يصلح بالكم . حنفی فقہاء کے نزدیک یرحمک اللہ کہنا واجب علی الکفایہ۔ یعنی اگر چھینکنے والے کی الحمد للہ سننے والے متعدد لوگ ہوں اور ان میں سے کوئی ایک یرحمک اللہ کہہ دے تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ علماء کی ایک جماعت کے نزدیک چھینکنے والے کی الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا ہر سننے والے پر واجب ہے۔ شافعی فقہاء کے نزدیک چھینکنے والے کی الحمد للہ کے جواب میں کسی ایک کا یرحمک اللہ کہہ دینا کافی ہے لیکن ہر ایک کا کہنا افضل ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا واجب ہے اور ایک اور قول کے مطابق مسنون ہے۔

(فتح الباري : ٣/ ٢٥٠ ـ ارشاد الساري : ١٣/ ٢٢٤ ـ روضة المتقين : ٢/ ٤٠٢)

چھینکنے والا الحمد للہ نہ کہے تو جواب نہ دیا جائے

٨٨٠. وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : '' إِذَاعَطَسَ أَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتُوْهُ، فَإِنْ لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٨٨٠) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو تم یرحمک اللہ کہو اور اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو تم یرحمک اللہ نہ کہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(٨٨٠): صحيح مسلم، كتاب الزهد و الرقاق ، باب تشميت العاطس .

کلمات حدیث: فشمتوه : اسے دعا دو، اسے یرحمک اللہ کہو۔ تشمیت العاطس : چھینکنے والے کی الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں فرمایا گیا کہ جس آدمی کو چھینک آئے اور وہ فارغ ہو کر الحمد للہ کہے تو اس کو یرحمک اللہ کہا جائے اور اگر وہ چھینکنے کے بعد الحمد للہ نہ کہے تو اسے یرحمک اللہ نہ کہا جائے کیونکہ یرحمک اللہ یعنی اللہ تجھ پر رحم فرمائے یہ دعاء اس کے الحمد للہ کہنے پر دی جاتی ہے کہ جب اللہ نے تجھے حمد کی اور شکر کی توفیق بخشی ہے تو میری دعا ہے کہ وہ تجھ پر رحم بھی فرمائے، تجھ پر اپنی مہربانیاں فرمائے اور تجھے نعمتیں عطا فرمائے۔ قاضی کہتے ہیں کہ چھینکنے والے کے کلمات حمد کے بارے میں متعدد آراء ہیں ایک یہ ہے کہ الحمد للہ کہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ الحمد للہ رب العالمین کہے اور تیسری رائے یہ ہے کہ الحمد للہ علی کل حال کہے ابن جریر فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ ان کلمات میں سے جو کلمہ چاہے کہے مقصود حمد ادا ہو جائے گا۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ١٨/ ٩٤۔ روضة المتقين : ٢/ ٤٠٢)

****

رسول اللہ ﷺ کا اندازِ تربیت

٨٨١۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ اَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْاٰخَرَ، فَقَالَ الَّذِيْ لَمْ يُشَمِّتْهُ : عَطَسَ فُلَانٌ فَشَمَّتَّهُ وَعَطَسْتُ فَلَمْ تُشَمِّتْنِيْ؟ فَقَالَ "هٰذَا حَمِدَاللّٰهَ وَاِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللّٰهَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٨٨١) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں دو افراد کو چھینک آئی آپ ﷺ نے ایک کو یرحمک اللہ کہا اور دوسرے سے نہیں کہا۔ تو جس کو آپ ﷺ نے یرحمک اللہ نہیں کہا تھا اس نے عرض کیا کہ فلاں کو چھینک آئی تو آپ ﷺ نے یرحمک اللہ کہا اور مجھے چھینک آئی تو آپ ﷺ نے یرحمک اللہ نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے الحمد للہ کہا اور تم نے الحمد للہ نہیں کہا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٨٨١): صحيح البخاری، کتاب الادب، باب لا يشمت العاطس إذا لم يحمد . صحيح مسلم، کتاب الزهد و الرقاق : باب تشميت العاطس .

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں بیان ہوا کہ یرحمک اللہ کہے جانے کا مستحق وہی ہے جو چھینک آنے کے بعد الحمد للہ کہے اگر چھینک آنے کے بعد کوئی الحمد للہ نہیں کہتا تو اسے یرحمک اللہ نہیں کہا جائے گا۔ البتہ چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو پھر سننے والا اسے ضرور یرحمک اللہ کہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیحین کی حدیث ہے کہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان بھائی پر پانچ باتیں واجب ہیں سلام کا جواب دینا، چھینک کے بعد الحمد للہ کہنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا، دعوت قبول کرنا، مریض کی عیادت کرنا اور جنازہ کے ساتھ چلنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں بیان کیا کہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا کہ امام ابو داؤد صاحب

السنن جہاز میں سوار ہو گئے تھے، انہوں نے سنا کہ کسی نے ساحل پر چھینک آنے کے بعد الحمد للہ کہا تو وہ فوراً جہاز سے اتر کر ایک درہم کے بدلے ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر ساحل پر آئے اور اس شخص کو یرحمک اللہ کہہ کر آئے اور پھر جہاز پر سوار ہو گئے۔ کسی نے اس عمل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ مستجاب الدعوات ہو۔ اس کے بعد بعض لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے جہاز والو! ابوداؤد نے ایک درہم میں جنت خرید لی۔ واللہ اعلم

(فتح الباري : ۳/۲٤٦ ـ ۲٥١ ـ ارشاد الساري : ۱۳/۲۲۰)

چھینکنے کے وقت اہل مجلس کا خیال رکھنا

۸۸۲. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ وَضَعَ یَدَهُ اَوْثَوْبَه' عَلٰی فِیْهِ وَخَفَضَ. اَوْغَضَّ. بِهَا صَوْتَه' شَکَّ الرَّاوِیْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(۸۸۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تو آپ ﷺ اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے اور اپنی آواز کو ہلکا یا پست کر لیتے۔ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۸۸۲): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی العطاس . الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی خفض الصوت و تغیر الوجه العطاس .

کلمات حدیث: خفض : جھکایا، نیچے کیا، کم کیا۔ خفض صوته : اپنی آواز کو کم کیا۔ غض : جھکایا، پست کیا۔ غض صوته : اپنی آواز کو پست کیا۔ غض بصره : اپنی نگاہ کو نیچا کیا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ انتہائی اعلیٰ اور بلند تھے، آپ ﷺ کو اگر چھینک آ جاتی تو آپ ﷺ چہرہ انور پر کپڑا ڈال لیتے یا دست مبارک منہ پر رکھ لیتے اور آواز کو نیچا اور پست فرما لیتے آپ ﷺ نے اپنے اقوال اور اعمال سے امت کو تعلیم فرمائی اور ادب سکھایا تاکہ امت بھی آپ ﷺ کے سکھائے ہوئے طریقوں کے مطابق عمل کرے۔ اس لیے جب کسی کو چھینک آئے، حتی المقدور آواز کو پست کرے اور اپنے منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لے کیونکہ چھینک کے وقت آدمی کے چہرے کے نقوش متغیر ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات قدرے ریزش بھی منہ اور ناک سے نکل آتی ہے یہ منظر دیکھنے والے کے لیے گراں ہوسکتا ہے اس لیے تعلیم فرمائی کہ منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لے اور آواز کو پست کر لے البتہ جب الحمد للہ کہے تو وہ زور سے کہے تاکہ لوگ سن لیں اور یرحمک اللہ کہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چھینک کے وقت ان آداب کی رعایت ملحوظ رکھنی چاہیے۔ چھینک کی آواز کو دبائے اور کم کرے۔ الحمد للہ زور سے کہے۔ چہرے پر کپڑے ڈال لے، تاکہ منہ کا اندرونی حصہ نظر نہ آئے یا منہ ناک سے خارج ہونے والی ریزش سے ہمنشیں کو تکلیف نہ پہنچے اور اپنی گردن دائیں بائیں نہ کرے۔

(تحفة الاحوذي : ۸/۱۸ ـ روضة المتقين : ۲/۴۰۳ ـ دليل الفالحين : ۳/۳۲۳)

رسول اللہ ﷺ سے دعاء حاصل کرنے کا نرالا طریقہ

۸۸۳. وَعَنْ اَبِیْ مُوسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ الْيَهُودُ يَتَعَاطَسُونَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُونَ اَنْ يَقُولَ لَهُمْ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ فَيَقُولُ : "يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(۸۸۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ یہودی آپ ﷺ کی مجلس میں بتکلف چھینکتے تھے اس امید پر کہ آپ انہیں یرحمک اللہ کہیں گے مگر آپ ﷺ فرماتے:

" يهديكم الله ويصلح بالكم ."

''اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال درست فرمائے۔'' (اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۸۸۳): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف یشمت الذمی . الجامع للترمذی، ابواب الادب، باب ما جاء کیف یشمت العاطس .

کلمات حدیث: کان الیهود یتعاطسون: یہود کوشش کر کے چھینک لے لیتے تھے۔ یہود بتکلف چھینکتے تھے۔ یرجون : امید رکھتے تھے، توقع کرتے تھے، تمنا ہوتی تھی۔ رجا رجاء (باب نصر) امید رکھنا، امید کرنا، متمنی ہونا۔

شرح حدیث: یہود رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے، کبھی آپ ﷺ سے کوئی سوال کرتے اور کبھی کوئی بات پوچھتے کیونکہ یہود جانتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنی اولاد کو پہچانتے تھے اور انہیں یہ بھی علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور اللہ کے یہاں آپ کی دعا اسی وقت قبول ہو جاتی ہے۔ اس حقیقت کو جانتے اور سمجھتے ہوئے وہ آپ کی مجلس میں کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح چھینک آئے اور ایسا وہ اس امید اور توقع پر کرتے تھے کہ آپ ﷺ انہیں کہیں گے یرحمکم اللہ مگر آپ ﷺ فرماتے: یهدیکم الله ویصلح بالکم . اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال درست فرمائے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایمان کی اور اسلام کی ہدایت دے اور تمہارے دلوں کو اس حق کے قبول کرنے پر آمادہ کر دے جو تم خود جانتے پہچانتے ہو، کیونکہ اللہ کی رحمت اسی وقت متوجہ ہوتی ہے جب ایمان و اسلام موجود ہو اور دل میں قبول حق کا جذبہ اور نیت حسنہ موجود ہو۔ (تحفة الاحوذي : ۸/۱۱ ـ روضة المتقين : ۲/۴۰۴ ـ دليل الفالحين : ۳/۳۲۳)

۸۸۴. وَعَنْ اَبِیْ سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا

تَثَاءَ بَ اَحَدُکُمْ فَلْیُمْسِکْ بِیَدِہٖ عَلٰی فِیْهِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۸۸۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنے ہاتھ سے اپنا منہ بند کر لے کہ شیطان اندر داخل ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۸۸۴): صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقاق، باب تشمیت العاطس و کراھیة التثاؤب.

کلمات حدیث: فلیمسك بیده علی فیه : اپنا منہ اپنے ہاتھ سے بند کر لے۔ مسك مسكا (باب ضرب) چمٹنا۔ امسك امساكاً (باب افعال) روکنا، بند کرنا۔

شرح حدیث: جمائی شیطان کی انگیخت سے آتی ہے، جیسا کہ بعض صحابہ کرام سے مروی روایات میں آتا ہے نیز یہ کہ شیطان انسان کا دشمن ہے انسان پر جو بھی کوئی بری یا ناگوار حالت طاری ہوتی ہے تو شیطان اس سے خوش ہوتا ہے اور اس پر ہنستا ہے اور جب جمائی کے لیے انسان منہ کھولتا ہے شیطان اندر داخل ہو جاتا ہے، اس لیے فرمایا کہ جب جمائی آئے تو ہاتھ سے منہ بند کر لینا چاہیے۔

انبیاءِ کرام کو اللہ تعالیٰ نے جمائی سے محفوظ فرمایا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور شیطان سے اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں اور جمائی شیطان کی انگیخت سے پیدا ہوتی ہے اس لیے انبیاء کرام جمائی سے محفوظ رہتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے التاریخ الکبیر میں یزید بن اصم سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی جمائی نہیں لی اور الشفاء میں ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی انگڑائی نہیں لی، کیونکہ انگڑائی لینا بھی شیطان کی کسی حرکت کے تحت ہوتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۹٦/۱۸)

البَابُ (۱٤۳)

بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ الۡمُصَافَحَةِ عِنۡدَ اللِّقَاءِ وَبَشَاشَةِ الۡوَجۡهِ وَتَقۡبِيۡلِ يَدِالرَّجُلِ الصَّالِحِ وَتَقۡبِيۡلِ وَلَدِهٖ شَفۡقَةً وَمُعَانَقَةِ الۡقَادِمِ مِنۡ سَفَرٍ وَكَرَاهِيَةِ الۡإِنۡحِنَآءِ

ملاقات کے وقت مصافحہ، خندہ پیشانی سے ملنے، نیک آدمی کے ہاتھ کو بوسہ دینے، اپنے بچوں کو شفقت سے چومنے اور سفر سے واپس آنے والے سے معانقہ کا استحباب اور جھکنے کی کراہت

صحابہ آپس میں مصافحہ کرتے تھے

۸۸۵. عَنۡ اَبِيۡ الۡخَطَّابِ قَتَادَةَ قَالَ! قُلۡتُ لِاَنَسٍ :اَكَانَتِ الۡمُصَافَحَةُ فِيۡ اَصۡحَابِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمۡ . رَوَاهُ الۡبُخَارِيُّ .

(۸۸۵) ابوالخطاب قتادہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا صحابہ کرام کے مابین مصافحہ کا معمول تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۸۸۵): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب المصافحه .

کلمات حدیث: مصافحه : ہاتھ ملانا، دو آدمیوں کا باہم ہاتھ ملانا۔ صافح مصافحة (باب مفاعلة) مصافحہ کرنا، ہاتھ ملانا۔

شرح حدیث: صحابہ کرام کے درمیان مصافحہ کا معمول تھا اس سے معلوم ہوا کہ مصافحہ سنت ہے، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مصافحہ سنت ہے اور اس پر اجماع ہے۔ فقہاء نے فرمایا کہ مصافحہ کا مطلب ہاتھ ملانا ہے اتنے عرصے میں جتنے میں سلام مکمل ہو۔ مصافحہ کے ساتھ بشاشت کے ساتھ سلام کرنا اور دعا دینا مستحب ہے جبکہ بغیر سلام ہاتھ ملانا مکروہ ہے۔

احمد ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو دو مسلمان باہم ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

(فتح الباري : ۳/۳۷٤۔ ارشاد الساري : ۱۳/۲٦۹)

اہل یمن میں اسلام سے پہلے بھی مصافحہ کا رواج تھا

۸۸٦. وَعَنۡ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ لَمَّا جَآءَ اَهۡلُ الۡيَمَنِ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَدۡ جَآءَ كُمۡ اَهۡلُ الۡيَمَنِ، وَهُمۡ اَوَّلُ مَنۡ جَآءَ بِالۡمُصَافَحَةِ رَوَاهُ اَبُوۡدَاوٗدَ بِاِسۡنَادٍ صَحِيۡحٍ .

(۸۸٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یمن کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں اور یہ پہلے لوگ ہیں جنہوں نے آ کر مصافحہ کیا۔ (ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث(۸۸۶): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب المصافحه.

کلمات حدیث: هم أول من جاء بالمصافحه : وہ پہلے لوگ ہیں جو مصافحہ لے کر آئے۔ وہ پہلے لوگ ہیں جنہوں نے آ کر مصافحہ کیا۔ اوّل : پہلا جمع اوائل۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اپنے کئی ارشادات مبارک میں اہل یمن کی فضیلت اور خوبی بیان فرمائی ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ

" الایمان یمان والحکمة یمانية ."

"ایمان اہل یمن میں ہے اور حکمت یمنی ہے۔"

یمن کے بعض افراد حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے آ کر مصافحہ کیا آپ ﷺ نے اس پر اظہار مسرت فرمایا اور کہا صحابہ کرام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس یمن کے لوگ آئے ہیں اور یہ پہلے لوگ ہیں جنہوں نے آ کر مصافحہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کام پر اس طرح اظہار پسندیدگی کو تقریر کہا جاتا ہے یعنی جو بات یا کام آپ ﷺ کے سامنے ہوا اس پر آپ نے رضامندی ظاہر فرمائی یا سکوت اختیار فرمایا تو وہ کام شرعاً درست اور صحیح ہے کیونکہ اگر صحیح نہ ہوتا تو آپ اس کو رد فرما دیتے۔ اس طرح کی سنت کو اصطلاحاً سنت تقریری کہا جاتا ہے۔

(روضة المتقين : ۲/۴۰۶ ـ دليل الفالحين : ۳/۳۲۵)

مصافحہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں

۸۸۷. وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَامِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَفْتَرِقَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤْدَ .

(۸۸۷) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو دو مسلمان باہم ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث(۸۸۷): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب المصافحه.

کلمات حدیث: قبل ان یفترقا : اس سے قبل کہ دونوں جدا ہوں۔ افترق افتراقاً (باب افتعال) جدا ہونا، علیحدہ ہونا۔

شرح حدیث: اہل اسلام اور اہل ایمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان کے درمیان اخوت ومحبت کا رشتہ قائم اور ان کو دینی رشتہ باہم ملاتا ہے اور دنیا میں مضبوط ترین تعلق پختہ ترین رشتہ اور باقی رہنے والا علاقہ دین کا تعلق اور دینی محبت ہے۔ اس لیے جب دو مسلمان باہم ملاقات کرتے ہیں تو ان کی ملاقات دو بچھڑے بھائیوں کا ملاپ ہوتا ہے وہ خوشی اور مسرت کے ساتھ ایک دوسرے سے ملتے اور خالصتاً اللہ کی رضا کیلئے ملتے ہیں اور باہم مصافحہ کرتے ہیں اور وہ جدا نہیں ہوتے کہ اللہ ان دونوں کے گناہوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ میں روایت ہے کہ ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ میری حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے سلام کیا میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور میرے سامنے ہنسے اور مسکرائے اور کہنے لگے کہ تمہیں پتہ ہے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ نے اچھا ہی کیا ہوگا۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے ملے اور آپ ﷺ نے میرے ساتھ اسی طرح کیا جس طرح میں نے تمہارے ساتھ کیا اور میں نے بھی وہی بات کہی جو تم نے کہی اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان باہم ملتے ہیں اور ایک دوسرے کو سلام کرتا ہے اور اس کا ہاتھ محض اللہ کی رضا کے لیے اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے ابھی وہ جدا نہیں ہوتے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی سے ملاقات فرماتے تو اس کے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ نکالنے میں پہل نہ فرماتے جب تک وہ شخص نہ نکالتا اور نہ اس سے اپنا رخ بدلتے جب تک کہ وہ آپ ﷺ سے رخ نہ بدل لیتا۔

غرض اللہ کی محبت کے ساتھ دو مسلمانوں کا باہم ملنا اور مصافحہ کرنا سنت ہے اور گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے۔

(تحفة الاحوذي : ٧/٥٤٤ ـ روضة المتقين : ٢/٤٠٦ ـ دليل الفالحين : ٣/٣٢٦)

****

سلام کے وقت جھکنا ممنوع ہے

٨٨٨. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلرَّجُلُ مِنَّا يَلْقٰى اَخَاهُ اَوْصَدِيْقَه' اَيَنْحَنِيْ لَه' ؟ قَالَ : "لَا" قَالَ : اَفَيَلْتَزِمُه' وَيُقَبِّلُه'؟ قَالَ : "لَا" قَالَ فَيَاْخُذُ بِيَدِهٖ وَيُصَافِحُه'؟ قَالَ: "نَعَمْ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(٨٨٨) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لیے جھک جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ اسے چمٹا لے اور بوسہ دے فرمایا نہیں اس نے کہا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لے اور مصافحہ کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(٨٨٨): الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی المصافحة .

کلمات حدیث: اینحنی له : کیا اس کے سامنے جھک جائے۔ انحنی ینحنی انحناء (باب انفعال) جھکنا، کمر کے بل جھکنا۔

شرح حدیث: کسی کے سامنے پیٹھ موڑ کر جھکنا مکروہ ہے۔ شیخ ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی کے سامنے زمین بوسی کرنا اور پیٹھ کو جھکانا اگر محض تعظیم کے لیے ہو تو ناجائز اور گناہ ہے اور عبادت کے طور پر ہو تو کفر ہے۔ رکوع اور سجود صرف اللہ تعالیٰ کے لیے زیبا ہے اور رکوع کی یا سجدے کی کوئی صورت یا اس کے قریب کوئی شکل کسی انسان کے لیے اختیار کرنا درست نہیں ہے۔

معانقہ کرنا اور بوسہ لینا حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے جبکہ دیگر ائمہ کے نزدیک جائز ہے اس لیے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے معانقہ بھی فرمایا اور بوسہ بھی لیا ہے۔ (روضه المتقين : ٢/٤٠٧ ـ روضة المتقين : ٣/٤٢٥)

یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دیا

۸۸۹. وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ يَهُوْدِيٌّ لِصَاحِبِهٖ اذْهَبْ بِنَا اِلٰى هٰذَا النَّبِيِّ: فَاَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَاهُ عَنْ تِسْعِ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى قَوْلِهٖ فَقَبَّلَا يَدَهٗ وَرِجْلَهٗ وَقَالَا: نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيٌّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهٗ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ .

(۸۸۹) حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ آؤ اس نبی کے پاس چلیں، وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور نو آیات بینات کے بارے میں استفسار کیا۔ اس کے بعد حدیث راوی کے اس قول تک ذکر کی کہ ان دونوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ اور پیر کا بوسہ لیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔ (ترمذی وغیرہ نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث (۸۸۹): الجامع للترمذی، ابواب الاستيذان، باب ما جاء في قبلة اليد و الرجل .

کلمات حدیث: تسع آیات بینات : نو کھلی ہوئی نشانیاں۔ نو واضح معجزات۔ آیات : نشانیاں۔ معجزات جمع آیۃ۔ علامت، نشانی۔ بینات: جمع بینۃ کھلی ہوئی، واضح۔

شرح حدیث: دو یہودی خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نو آیات بینات کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ یہ ہیں کہ (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، (۲) چوری نہ کرو، (۳) زنا نہ کرو، (۴) کسی انسان جس کی جان کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ، (۵) کسی بری الذمہ کو حاکم کے پاس نہ لے جاؤ کہ وہ اسے قتل کر دے، (۶) جادو ٹونہ نہ کرو، (۷) سود نہ کھاؤ، (۸) پاک دامن پر تہمت نہ لگاؤ، (۹) لڑائی کے میدان سے مت بھاگو اور یہود کے لیے خاص حکم یہ بھی ہے کہ ہفتہ کے دن میں حد سے مت بڑھو۔

رسول اللہ ﷺ نے وہ نو باتیں بھی بیان فرمائیں جو یہود اور مسلمانوں میں مشترک تھیں اور وہ خاص بات بھی بتائی جو یہودیوں کے ساتھ خاص تھی اور اسے وہ اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں آپ ﷺ نبی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہیں میری اتباع سے کیا امر مانع ہے؟ وہ بولے کہ یہودی کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ نبوت رہے۔ اگر ہم آپ ﷺ کی اتباع کریں تو ہمیں ڈر ہے کہ یہود ہمیں قتل کر دیں گے، لیکن ان کا یہ کہنا خود ان کے اس قول کی تکذیب ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں کیونکہ آپ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی، جب سلسلۂ نبوت ہی ختم ہوگیا تو آل داؤد میں نبوت کا کیا سوال باقی رہا۔

(تحفة الاحوذي : ۷/۵۵۶ـ روضة المتقين : ۲/۴۰۸ـ دليل الفالحين : ۳/۳۲۷)

صحابہ کرام کا رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دینا

٨٩٠. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قِصَّةٌ قَالَ فِيهَا : فَدَنَوْنَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلْنَا يَدَهُ . رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ .

(٨٩٠) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک قصہ منقول ہے جس میں ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے قریب ہوئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث(٨٩٠): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب قبله الید .

کلمات حدیث: فدنونا : ہم قریب ہوئے۔ دنا دنوا (باب نصر) قریب ہونا۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی دنیاوی غرض سے کسی شخص کو بوسہ دینا جیسے کسی کو دنیاوی عزت و وجاہت حاصل ہو اس کے ہاتھوں کو بوسہ دینا شدید کراہت کا حامل ہے۔ البتہ اگر صاحب علم و تقویٰ اور صاحب زہد و تقویٰ کو بطور کرامت اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا جائے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ (روضة المتقين : ٢/ ٤٠٩)

●●●●●●●●●●●●

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معانقہ

٨٩١. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَدِمَ زَيْدُبْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَاتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ : فَقَامَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ ثَوْبَهُ فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(٨٩١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہ مدینہ منورہ آئے، آپ ﷺ میرے گھر میں تھے وہ آئے اور دروازے کھٹکھٹایا نبی کریم ﷺ اپنے کپڑے کھینچتے ہوئے کھڑے ہوئے اور حضرت زید سے معانقہ کیا اور انہیں پیار کیا۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(٨٩١): الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی المعانقة والقبلة .

کلمات حدیث: فاعتنقه : آپ ﷺ نے ان سے معانقہ کیا، آپ ﷺ نے انہیں گلے لگالیا۔ اعتناق (باب افتعال) معانقہ کرنا، گلے لگانا۔ عنق : گردن جمع اعناق .

شرح حدیث: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے محبوب تھے آپ کسی غزوہ یا سریہ میں گئے ہوئے تھے جب آپ واپس آئے تو رسول کریم جلدی سے چادر مبارک کھینچتے ہوئے اٹھے اور آپ کو گلے لگایا اور پیار کیا اور خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا۔

(روضة المتقين : ٢/ ٤٠٩ ـ دليل الفالحين : ٣/ ٣٢٨

●●●●●●●●●●●●●

مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا

۸۹۲۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَیْہ وسَلَّم "لاتحقِرنّ من المَعْرُوْفِ شَیْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلِیْقٍ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(۸۹۲) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی بھی نیکی کو ہرگز حقیر نہ سمجھو اگرچہ تم اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے ملو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۸۹۲): صحیح مسلم، کتاب البر، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء .

کلمات حدیث: بوجه طلیق : کشادہ روئی کے ساتھ، چہرے کی کشادگی کے ساتھ۔

شرح حدیث: مسلمانوں میں باہم مودت ومحبت مطلوب ہے اور کھلے چہرے سے ملنا اور خندہ پیشانی سے پیش آنا اسی حبِ قلبی کا اظہار ہے اور یہ صدقہ ہے اور اس پر اجر وثواب ہے۔ اس حدیث کی شرح اس سے قبل باب بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی ہے۔

(نزهة المتقين : ١/٦٦٢ ـ روضة المتقين : ٢/٤١٠)

اپنی اولاد کے بوسہ لینے کا جواز

۸۹۳۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَبَّلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، فَقَالَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ: اِنَّ لِیْ عَشْرَۃً مِّنَ الْوَلَدِ مَاقَبَّلْتُ مِنْھُمْ اَحَدًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : "مَنْ لَایَرْحَمْ لَایُرْحَمْ!" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۸۹۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حسن بن علی کو پیار کیا تو اقرع بن حابس نے کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں میں نے ان کا کبھی بوسہ نہیں لیا آپ نے فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۹۳): صحیح مسلم، باب رحمة ﷺ بالصبیان . صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبیله .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جس طرح بڑوں سے شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے اسی طرح آپ بچوں سے بھی محبت فرماتے تھے۔ حضرت ابراہیم جس مرضعہ کے سپرد ہوئے تھے اس کا شوہر لوہار تھا، رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیم سے ملنے عوالی مدینہ جاتے اور مرضعہ کے گھر میں دھواں بھرا ہوا ہوتا۔ شفقت ومحبت اللہ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے اور یہ اس کی مہربانی اور اس کی رحمت ہے اور اس رحمت کا مستحق بھی وہی ہے جو دوسروں پر رحم کرے فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(فتح الباري : ٣/١٧٧ ـ ارشاد الساري : ١٣/٢٩ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٥/٦٠)

کتاب عیادۃ المریض

الباب (١٤٤)

کِتَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَتَشْيِيعِ الْمَيِّتِ وَالصَّلوٰةِ عَلَيْهِ وَحَضُورِ دَفْنِهِ، وَالْمَكْثِ عِنْدَ قَبْرِهِ بَعْدَ دَفْنِهِ

عیادت مریض اور جنازے کے ساتھ جانے کا حکم

۸۹۴. عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ ! اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ !! بِعَيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۹۴) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ: مریض کی عیادت کریں جنازہ کے ساتھ چلیں، چھینکنے والے کی چھینک پر دعا دینے، قسم دلانے والے کی قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت دینے والی کی دعوت قبول کرنے اور اسلام کو پھیلانے کا حکم فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۹۴): صحيح البخاری، کتاب الاستيذان، باب افشاء السلام . صحيح مسلم، كتاب السلا باب من حق المسلم للمسلم رد السلام.

کلمات حدیث: عيادة المريض : مریض کی عیادت، بیمار کی مزاج پرسی۔ عاد عوداً و عيادة (باب نصر) بیمار کی مزاج کرنا۔

شرح حدیث: یہ حدیث اور اس کی شرح اس سے پہلے باب ۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس حدیث کے ذکر کرنے کا مقص عیادت مریض کے حکم کی وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امت کو مریض کی عیادت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

(روضة المتقين : ۱۲/۲

مریض کی عیادت کرنا مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے

۸۹۵. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ : رَدُّالسَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۹۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازے کے پیچھے جانا، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۹۵): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم علی المسلم رد السلام .

کلمات حدیث: حق المسلم : کسی مسلمان پر شریعت کی جانب سے عائد ہونے والا فریضہ خواہ فرض واجب کے درجے میں ہو یا مستحب اور مندوب کے درجے میں ہو۔ تشمیت العاطس : چھینکنے والے کی الحمدللہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بیان فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں، سلام کا جواب دینا، جب کوئی کسی کو سلام کرے تو اس کا جواب دینا اس پر واجب عین ہے اور اگر جن کو سلام کیا گیا وہ متعدد ہوں تو ایک جواب دے دینے سے سب کی طرف سے سلام ہو گیا۔ مریض کی عیادت سنت ہے اور اگر مریض قرابت دار یا پڑوسی ہو تو واجب ہے۔ جنازے کے ساتھ چلنا یعنی جائے تدفین تک جانا فرضِ کفایہ ہے۔ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے، ولیمہ کے علاوہ دیگر دعوتوں کا قبول کرنا مسنون ہے۔ چھینکنے والے کی الحمدللہ کہنے کے جواب میں اسے یرحمک اللہ کہنا واجب عین ہے اگر زیادہ افراد موجود ہوں تو فرضِ کفایہ ہے بعض فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب ۳۷ میں گزر چکی ہے۔ (روضۃ المتقین : ۲/ ٤١٢ ـ نزهة المتقين : ١/ ٢٤٠)

بیمار کی عیادت نہ کرنے پر وعیدیں

۸۹٦. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: "يَاابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِىْ ! قَالَ : يَارَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِىْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ : اَمَاعَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْعُدْتَّهٗ لَوَجَدْتَّنِىْ عِنْدَهٗ؟ يَاابْنَ اٰدَمَ اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِىْ ! قَالَ! يَارَبِّ كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ ! اَمَاعَلِمْتَ اَنَّهُ اِسْتَطْعَمَكَ عَبْدِىْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ ! اَمَا عَلِمْتَ اِنَّكَ لَوْاَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِىْ، يَاابْنَ اٰدَمَ اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِىْ! قَالَ يَارَبِّ كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِىْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ ! اَمَاعَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِىْ ؟ رواه مسلم .

(۸۹٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت فرمائیں گے کہ ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا کہ اے میرے رب میں کیسے آپ کی عیادت کرتا آپ رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو نے اس کی عیادت نہیں کی کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا

تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا مگر تو نے مجھے نہیں کھلایا۔ بندہ کہے گا کہ اے رب میں آپ کو کس طرح کھلاتا آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے اسے نہیں کھلایا۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اگر تو اسے کھلاتا تو اس کے ثواب کو میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ بندہ کہے گا کہ اے رب میں آپ کو کیسے پلاتا؟ آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا مگر تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اگر تو اسے پلاتا تو اس کے ثواب کو میرے پاس پاتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۸۹۶):　صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل عيادة المريض .

کلماتِ حدیث:　ان الله عزوجل يقول : یہ حدیث قدسی ہے، یعنی ایسی حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ لو جدت عندي : اس کا کئی گنا ثواب میرے پاس پالیتا۔

شرحِ حدیث:　ایک حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہیں، یعنی جس طرح کوئی آدمی اپنے کنبہ کی اور اپنے اہل وعیال کی کفالت کرتا ہے اور ان کو روزی پہنچانے کا بندوبست کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو رزق پہنچاتا ہے اس لیے جو اللہ کی مخلوق کو زیادہ فائدہ پہنچائے وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ ضرورت مندوں اور محتاجوں کی خدمت کرنا، بیمار کی دیکھ بھال کرنا، اس کی تیمارداری کرنا اور اس کی عیادت کرنا اور بھوکے کو کھانا کھلانا اور پیاسے کو پانی پلانا، بہت اجر وثواب کے کام ہیں اور آدمی یہ اجر وثواب روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے پاس پائے گا۔ غرض خلق خدا بمنزلہ عیال کے ہے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا اجر جزیل کا حق دار بنانا ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۶/۱۰۳۔ روضة المتقين : ۲/۴۱۲)

بیماروں کی عیادت کی اہمیت

۸۹۷. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "عُوْدُوْ الْمَرِیْضَ، وَاَطْعِمُوْا الْجَائِعَ، وَفُكُّوْ الْعَانِیَ ." رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ "اَلْعَانِیُ" اَلْاَسِیْرُ .

(۸۹۷)　حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مریض کی عیادت کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو رہا کراؤ۔ (بخاری) عانی : اسیر۔

کلماتِ حدیث(۸۹۷):　فكوا العاني : قیدی کی گردن چھڑاؤ، قیدی کو آزاد کرو، عانی سے قیدی بھی مراد ہو سکتا ہے اور مقروض بھی یعنی مقروض کی گردن اس کے ذمہ لازم قرض سے چھڑاؤ۔ ابن الاثیر نے النہایۃ میں بیان کیا ہے کہ عانی وہ شخص ہے جو ذلت وعاجزی سے جھک جائے۔

شرحِ حدیث:　حدیث مبارک میں تین احکام مذکور ہیں: عیادت مریض، بھوکے کو کھانا کھلانا اور قیدی کو چھڑانا۔ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم وجوب کا محتمل ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بطور استحباب ہو۔ جمہور کی رائے ہے کہ حکم اصلاً استحباب کے لیے ہے لیکن

بعض حالات میں فرض کے درجے میں بھی پہنچ سکتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ یہ تینوں امور واجب علی الکفایہ ہیں یعنی مسلمانوں پر عمومی طور پر واجب ہیں لیکن اگر کوئی اس ذمہ داری کو پورا کرلے تو سب کی طرف سے اداء ہو جائے گا البتہ تمام مسلمانوں کے حق میں سنت ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بھوکے کو کھانا کھلانا اس صورت میں سنت ہے جب وہ مضطر نہ ہو اگر حالتِ اضطرار میں ہو تو اسے کھلانا فرض ہے۔

(فتح الباري : ۳/۴۸ـ روضة المتقین : ۲/۴۱۴ـ دلیل الفالحین : ۳/۳۳۴ـ مظاهر حق : ۲/۲۵)

عیادتِ مریض کی فضیلت

۸۹۸. وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ! إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِيْ خَرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ قِيْلَ ! يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَاخَرْفَةُ الْجَنَّةِ ؟ قَالَ "جَنَاهَا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۸۹۸) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ واپس آنے تک خرفة الجنة جنت کے پھل چننے میں مصروف رہتا ہے۔

تخریج حدیث(۸۹۸): صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة، باب فضل عیادة المریض .

کلماتِ حدیث: خرفة الجنة : جنت کے تازہ پھل، منتخب اور چیدہ میوہ۔ جناها : اس کا توڑنا، اس کا لے لینا۔ جنی جنیا (باب ضرب) درخت پر لگے ہوئے پھل توڑنا۔ جنی : چنا ہوا پھل۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں مریض کی عیادت کی فضیلت واہمیت اور اس کے اجر وثواب کو بیان کیا گیا ہے کہ مریض کی عیادت سے مریض کو ایک حد تک تسلی ہو جاتی ہے اور اس کی طبیعت میں انشراح اور خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے جس سے اس کے مرض میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ مریض کی اس طرح عیادت کہ اس کے مرض میں تخفیف اور اسے تکلیف کا احساس میں کمی ہو جائے اور عیادت کرنے والا اس کے حق میں شفایابی کی دعا کرے تو جب تک یہ عیادت کرنے والا مریض کے پاس رہے گا اللہ کے یہاں اس کا اجر وثواب جمع ہوتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور اس کے فضل وکرم سے فیضیاب ہوتا رہے گا۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۶/۱۰۲ـ روضة المتقین : ۲/۴۱۵)

البتہ مریض کے پاس اتنی دیر تک نہیں بیٹھنا چاہئے جس سے وہ پریشان ہو جائے۔ ابن شاکق عفا اللہ عنہ

ستر ہزار فرشتوں کی دعاءِ مغفرت

۸۹۹. وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ! سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ! مَامِنْ

مُسْلِمٍ يَّعُوْدُ مُسْلِماً غُدْوَةً اِلَّا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً اِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

" اَلْخَرِيْفُ " : اَلثَّمَرُ الْمَخْرُوْفُ اى الْمُجْتَنٰى .

(۸۹۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کو مزاج پرسی کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور جس نے اس کی شام کو عیادت کی تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور جنت میں اس کے لیے چنیدہ پھل ہوتے ہیں۔(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۸۹۹): الجامع للترمذی، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی عیادۃ المریض.

کلمات حدیث: غدرۃ : صبح کے وقت۔ عشیۃ : شام کے وقت۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بیان ہے کہ مریض کی عیادت کرنا اس قدر اجر وثواب کا کام ہے کہ رحمت کے فرشتے صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک عیادت کرنے والے کے لیے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں اور علاوہ ازیں جنت میں اس کے لیے منتخب فوا کہ اور چیدہ میوہ جات رکھے جاتے ہیں یعنی اس کے لیے جنت کی گراں قدر نعمتیں مہیا کی جاتی ہیں۔

(تحفة الاحوذي : ٤/ ١٢٠ - روضة المتقين : ٢/ ٤١٦)

رسول اللہ ﷺ کا یہودی لڑکے کی عیادت فرمانا

۹۰۰. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ، فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ : "اَسْلِمْ" فَنَظَرَ اِلٰى اَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ : اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ .

" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۹۰۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہو گیا رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کی عیادت کی اور اس کے سرہانے بیٹھے اور اس سے فرمایا کہ اسلام قبول کرلو۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس تھا اس کے باپ نے کہا کہ ابوالقاسم ﷺ کی اطاعت کر اور وہ اسلام لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس سے باہر نکلے اور فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اسے آگ سے بچالیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۹۰۰): صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب إذا اسلم الصبي فمات هل يصلى عيه .

کلمات حدیث: أنقذه من النار : اسے جہنم سے بچالیا، اسے آگ سے بچالیا۔ أنقد انقاذاً (باب انفعال) نجات دینا۔ چھڑانا۔

<u>شرحِ حدیث:</u> رسول اللہ ﷺ تمام انسانیت کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گئے ایک یہودی لڑکا جو آپ کی خدمت کیا کرتا تھا بیمار ہو گیا تو آپ ﷺ اس کے گھر تشریف لے گئے اس کے سرہانے بیٹھے اور اس کی مزاج پرسی کی اور اسے دعوتِ اسلام دی جو اس نے قبول کر لی۔ آپ ﷺ اس کے قبولِ اسلام پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔

(فتح الباري : ۱/۷۹۷۔ روضة المتقين : ۲/٤۱٦)

البَابُ (١٤٥)

مَا يُدْعىٰ بِهٖ لِلْمَرِيْضِ
مریض کے لیے دعاء کا طریقہ

٩٠١. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكَى الْاِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ، اَوْ كَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ اَوْجُرْحٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِصْبَعِهٖ هٰكَذَا وَوَضَعَ سُفْيَانُ بْنِ عُيَيْنَةَ الرَّاوِيُّ سَبَّابَتَهُ بِالْاَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا وَقَالَ! "بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى بِهٖ سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٩٠١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے جب کوئی آدمی اپنی کسی بیماری کی شکایت کرتا یا اس کے کوئی پھوڑا یا زخم ہوتا تو نبی کریم ﷺ اپنی انگلی سے اس طرح کرتے۔ راوی حدیث سفیان بن عیینہ نے اپنی انگشت شہادت زمین پر رکھی پھر اٹھائی اور کہا کہ:

"بسم اللّٰه تربة ارضنا بريقة بعضنا يشفي به سقيمنا بإذن ربنا."

"اللہ کے نام سے ہمارے زمین کی مٹی ہم میں سے بعض کے لعاب دہن سے مل کر ہمارے رب کے حکم سے ہمارے مریض کی شفا یابی کا ذریعہ ہو جائے۔" (متفق علیہ)

تخریج حدیث(٩٠١): صحيح البخاري، كتاب الطب، باب رقية النبي صلى اللّٰه عليه وسلم. صحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين والنملة.

کلمات حدیث: اشتكى : بیمار ہوا۔ شكا شكاية : شکایت کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی اپنی کسی بیماری یا پھوڑے یا زخم کا ذکر کرتا تو آپ ﷺ لعابِ دہن انگلی پر لگا کر مٹی پر رکھتے اور اس خاک آلود انگلی کو تکلیف کی جگہ پر پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے۔ امام بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض طبی مباحث میں یہ بات دیکھی ہے کہ لعابِ دہن میں بھی شفایابی کی تاثیر موجود ہے۔ جس سے مزاج میں اعتدال پیدا ہو کر بیماری میں تخفیف ہو جاتی ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مٹی سے مدینہ منورہ کی مٹی مراد ہے کہ ممکن ہے کہ خاکِ مدینہ میں برکت اور شفا ہو اور خود رسول اللہ ﷺ کے لعابِ دہن میں شفا ہونا یقینی ہے۔ (فتح الباري : ٨٦/٣۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٥٤/١٤)

مریض کی عیادت کا مسنون طریقہ

٩٠٢. وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعُوْدُ بَعْضَ اَهْلِهٖ يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى وَيَقُوْلُ

"اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ البَأسَ! اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیُ!، لاَ شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ، شِفَاءً لَایُغَادِرُسَقَماً ."
مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۹۰۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر والوں میں سے کسی کی عیادت فرماتے تو دایاں ہاتھ پھیرتے اور فرماتے:

" اللّٰھم رب الناس إذھب البأس واشت انت الشافي لا شفاءً إلا شفاؤک شفاءٌ لا یغادر سقما ."

"اے اللہ! لوگوں کے رب تکلیف دور فرمادے اور شفا دیدے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں ہے، ایسی شفا دیدے کہ یہ بیماری باقی نہ رہے۔" (متفق علیہ) .

تخریج حدیث (۹۰۲): صحیح البخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبي ﷺ. صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب رقیة المریض .

کلمات حدیث: شفاء لا یغادر سقما : ایسی شفا جس سے بیماری باقی نہ رہے۔ غادر مغادرة : چھوڑنا، ترک کرنا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کا دَم کرنا ثابت ہے اس لیے دم کرنے اور جھاڑنے کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ اس میں یا اس کے طریقہ کار میں کوئی غلط اور نامناسب بات نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ اور مسنون دعاؤں کے ذریعے سے جھاڑا جائے یا معوذتین پڑھ کر جھاڑا جائے۔

(فتح الباري : ۸٦/۳۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۱٤/۱٥٤)

جھاڑ پھونک کا جائز طریقہ

۹۰۳۔ وعن انسٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ انَّہ' قَالَ لِثَابِتٍ رحمہ اللّٰہ : "اَلااَرقِیکَ بِرُقْیَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلیٰ، قَالَ ! اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْھِبَ الْبَاسِ، اشْفِ اَنْتَ الشَّافِیُ، لاَ شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ، شِفَآءً لَایُغَادِرُ سَقَماً ." رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ .

(۹۰۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ثابت سے کہا کہ کیا میں تم پر رسول اللہ ﷺ کا بتلایا ہوا دم نہ کروں؟ انہوں نے کہا کہ ضرور۔ تو انہوں نے یہ دعاء پڑھ کر جھاڑا:

" اللّٰھم رب الناس إذھب البأس واشف انت الشافي لا شفاءً إلا شفاؤک شفاءٌ لا یغادر سقمًا ."

"اے اللہ! لوگوں کے رب تکلیف دور فرمادے اور شفا دیدے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں ہے، ایسی شفا دیدے کہ یہ بیماری باقی نہ رہے۔" (بخاری)

تخریج حدیث (۹۰۳): صحیح البخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبي ﷺ.

کلماتِ حدیث: رقیة : جھاڑ تعویذ۔ جمع رقی، رقیات۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں مریض کو جھاڑنے کے لیے ایک بہترین دعا کی تلقین فرمائی گئی ہے اس حدیث کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب کسی کو جھاڑا جائے تو صرف اللہ کے نام سے اور احادیث میں مذکور ماثورہ دعاؤں سے جھاڑا جائے اور یہ کہ اعتقاد جازم یہی ہو کہ صرف اللہ ہی شفا دینے والا ہے اور اس کے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں۔

(فتح الباري : ٣/٨٦۔ روضة المتقين : ٢/٤١٩۔ دليل الفالحين : ٣/٣٣٩)

عیادت کے وقت حضرت سعد کے لیے دعاء

۹۰۴۔ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : عَادَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ! اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْداً، اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْداً۔" (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۹۰۴) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! سعد کو شفاء عطا فرما۔ اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما۔ اے اللہ سعد کو شفا عطا فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۰۴): صحيح مسلم، كتاب الوصية، باب الوصية بالثلث.

کلماتِ حدیث: اشف : شفا دیدے۔ شفى شفاء (باب ضرب) سے امر کا صیغہ۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ مریض کی عیادت کے لیے جانا افضل عمل اور باعث اجر وثواب ہے اور مریض کا نام لے کر بطورِ خاص اس کی شفایابی کے لیے دعاء کرنا مسنون ہے۔

صحیح بخاری میں مروی حدیث میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مکہ مکرمہ میں شدید بیمار ہو گیا نبی کریم ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے میں نے عرض کیا یا نبی اللہ میں مال چھوڑوں گا میری ایک ہی بیٹی ہے کیا میں دو تہائی مال کی وصیت کر دوں اور ایک تہائی چھوڑ دوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں میں نے عرض کیا کہ میں نصف مال کی وصیت کر دوں اور نصف چھوڑ دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں میں نے عرض کیا کہ ایک تہائی کی وصیت کر دوں اور دو تہائی اس کے لیے چھوڑ دوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تہائی صحیح ہے اور تہائی بھی بہت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے میری پیشانی پر دستِ مبارک رکھا اور پھر اپنا ہاتھ میرے چہرے اور پیٹ پر پھیرا اور فرمایا کہ اے اللہ! سعد کو شفا دے اور اس کی ہجرت مکمل فرما دے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں آج تک اپنے جگر میں دستِ مبارک کی ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مریض کے جسم پر ہاتھ رکھنا شفقت اور محبت کے اظہار کے لیے فرمایا اور اس لیے بھی کہ مرض کی شدت معلوم ہو جائے تا کہ آپ ﷺ حسبِ حال دعاء فرمائیں اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک پھیرنے سے بیماری میں خفت ہو جائے۔

(فتح الباري : ٣/٥٠٠۔ ارشاد الساري : ١٢/٢٨٩۔ روضه المتقين : ٢/٩١٣۔ دليل الفالحين : ٣/٣٤٠)

اپنے اوپر دم کرنے کا طریقہ

۹۰۵. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ شَکَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَعًا یَجِدُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ، فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. "ضَعْ یَدَکَ عَلَی الَّذِیْ یَاْلَمُ مِنْ جَسَدِکَ وَقُلْ! بِسْمِ اللّٰہِ. ثَلَاثًا. وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ : اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ". (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۹۰۵) حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میرے جسم میں ایک جگہ درد ہو رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: درد کی جگہ ہاتھ رکھ کر پہلے تین مرتبہ بسم اللہ پڑھو اسکے بعد سات دفعہ یہ دعاء پڑھو، اعوذ بعزۃ اللّٰہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر۔

. . . .

مریض کے لیے دعاء کا ایک طریقہ

۹۰۶. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ عَادَ مَرِیْضًا لَمْ یَحْضُرْہُ اَجَلُہٗ فَقَالَ عِنْدَہٗ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَشْفِیَکَ: اِلَّا عَافَاہُ اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ الْمَرَضِ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ! حَدِیْثٌ حَسَنٌ، وَقَالَ الْحَاکِمُ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ.

(۹۰۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی ایسے مریض کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اس کے پاس سات مرتبہ یہ کلمات کہیں:

" اسأل اللّٰہ العظیم برب العرش العظیم أن یشفیک ."

"میں اللہ رب عرشِ عظیم سے سوال کرتا ہوں کہ تجھے شفا عطا فرمادے۔"

اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے شفا عطا فرمادیں گے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق ہے)

تخریج حدیث(۹۰۶): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمریض عند العیادۃ . الجامع للترمذی، ابواب الطھارۃ .

کلمات حدیث: الاعافاہ اللہ من ذلک المرض : مگر اللہ تعالیٰ اسے اس مرض سے عافیت عطا فرمادیتے ہیں۔ عافی معافاۃ (باب مفاعلہ) صحت دینا، عافیت عطا کرنا۔

شرح حدیث: مریض کے لیے جب دعاء کی جائے تو بہت خشوع کے ساتھ اور عاجزی کے ساتھ دعا کی جائے اور ماثور دعاؤں کو اختیار کیا جائے کیونکہ جو کلمات لسانِ نبوت ﷺ سے اداء ہوئے ہیں ان کی اپنی تاثیر ہے اور ان کی برکت ہے اور ان میں خیر عظیم ہے۔ غرض قبولیت کے یقین کے ساتھ اور حسن نیت کے ساتھ کی گئی دعا اللہ کے یہاں ضرور قبول ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ مریض کو شفاء عطا فرماتے ہیں۔ (روضة المتقین : ۲/۴۳۲۔ دلیل الفالحین : ۳/۳۴۱)

لا باس طہور کہنا

۹۰۷. وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اَعْرَابِيٍّ يَعُوْدُهٗ، وَكَانَ اِذَا دَخَلَ عَلٰى مَنْ يَعُوْدُهٗ قَالَ : "لَابَاسَ، طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۹۰۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک اعرابی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور آپ ﷺ جب کسی کی عیادت کے لیے جاتے تو فرماتے کہ

" لا بأس طهور إن شاء الله ."

"کوئی فکر کی بات نہیں اللہ چاہے گا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کر دے گی۔" (بخاری)

تخریج حدیث(۹۰۷): صحيح البخاري، كتاب المرضى، باب عيادة الاعراب .

کلمات حدیث: طھور : پاکی کے حصول کا ذریعہ۔ پاک کرنے والی شئے۔ پاکی، طہور، وضوء کا پانی۔

شرح حدیث: ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حد درجہ متواضع تھے اور آپ ﷺ تواضع کی بناء پر اعرابی کی مزاج پرسی کے لیے جاتے اور اس کے لیے دعاء فرماتے اور اسے تسلی دیتے کہ فکر نہ کر دیہ بیماری تمہارے لیے جسمانی اور روحانی پاکی کا ذریعہ بن جائے گی اور گناہ معاف ہو جائیں گے اور اگر بیماری سے گناہ معاف ہو جائیں تو یہ بہت ہی عمدہ اور خوب بات ہے کہ دنیا کی تھوڑی سے تکلیف کے بدلے میں آخرت کی بڑی تکلیف دور ہو جائے۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک اعرابی کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور جب آپ ﷺ کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ فرماتے کوئی فکر وغم کی بات نہیں ان شاء اللہ پاکی کا ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس عرابی سے یہ جملہ کہا تو اس نے کہا کہ آپ پاکی کہہ رہے ہیں یہ تو کھولتا ہوا ابلتا ہوا بخار ہے جس نے ایک بوڑھے کو گرفت میں لے لیا ہے تا کہ اسے قبرستان لے جائے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس وقت۔ آپ ﷺ کے ہاں فرمانے کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کو اطلاع دے دی گئی کہ وہ اس بیماری میں انتقال کر جائے گا اس پر آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اس کا بخار اس کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جائے اور ہوسکتا ہے کہ اعرابی کے جواب کے وقت آپ ﷺ کو یہ علم ہوا ہو کہ یہ اب زندہ نہیں رہے گا۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ وہ اعرابی انتقال کر گیا۔ اور دولابی نے الکنی میں روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

کہ اللہ کا فیصلہ ہو کر رہے گا اور اس کے بعد اعرابی انتقال کر گیا۔ (فتح الباري: ۲/۲۹۶۔ ارشاد الساري: ۸/۱۱۰)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی دعاء

۹۰۸. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ جِبْرِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ! یَامُحَمَّدُ اشْتَکَیْتَ؟ قَالَ "نَعَمْ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ یُؤْذِیْکَ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْعَیْنِ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ یَشْفِیْکَ، بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۹۰۸) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا اے محمد کیا آپ بیمار ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان الفاظ سے دعاء دی:

" بسم الله ارقيک من کل شيء يؤذيک من شر کل نفس او عين حاسد الله يشفيک باسم الله أرقيک ."

"اللہ کے نام سے آپ پر دَم کرتا ہوں اور ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف پہنچائے ہر حسد کرنے والے کے نفس سے اور حاسد کی آنکھ کے شر سے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو شفاء عطا فرمائے اللہ کے نام سے آپ ﷺ پر دم کرتا ہوں۔"

تخریج حدیث (۹۰۸): صحيح مسلم، كتاب السلام، باب الصب و المرض و الرقى .

کلمات حدیث: اشتکیت : کیا آپ ﷺ بیمار ہیں۔ اشتکی : بیمار ہوا۔

شرح حدیث: رسول اکرم ﷺ بیمار بھی ہوئے اور لوگوں کی ایذاء اور تکلیف سے بھی متاثر ہوئے اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے شفا کی دعاء بھی فرماتے اور تعوذ بھی فرماتے۔ جب کبھی آپ ﷺ بیمار ہوئے تو جبرئیل امین آپ ﷺ کی عیادت کے لیے آئے چنانچہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو یہ کلمات فرما کر جھاڑا۔ (نزهة المتقين : ۳/۲٤)

بیماری کی حالت میں پڑھنے کے کلمات

۹۰۹. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ "مَنْ قَالَ : لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ صَدَّقَهٗ رَبُّهٗ فَقَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَکْبَرُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ قَالَ یَقُوْلُ! لَااِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ لَاشَرِیْکَ لِیْ! وَاِذَا قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُکُ وَلَهُ الْحَمْدُ، قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَنَا لِیَ الْحَمْدُ وَلِیَ الْمُلْکُ وَاِذَا قَالَ : لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِیْ! وَکَانَ یَقُوْلُ مَنْ قَالَهَا فِیْ مَرَضِهٖ ثُمَّ مَاتَ لَا تَطْعَمُهُ النَّارُ."

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۹۰۹) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کہا کہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اس کا رب اس کی تصدیق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بے شک میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں اور جب وہ کہتا ہے لا اللہ اللہ وحدہ لاشریک لہ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں میں اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں اور جب وہ یہ کہتا ہے کہ لا الہ الا اللہ لہ' الملك وله الحمد تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں میرے ہی لیے تعریف ہے اور میری ہی بادشاہی ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں گناہ سے پھیرنا اور نیکی کرنے کی ہمت کرنے کی ہمت دینا صرف میرا ہی کام ہے اور نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے جو شخص ان کلمات کو اپنی بیماری میں پڑھے پھر وہ اس بیماری میں مر جائے تو اسے جہنم کی آگ نہیں کھائے گی۔ (یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۹۰۹): الجامع للترمذی، ابواب الدعوات : باب ما يقول العبد إذا مرض .

کلمات حدیث: لم تطعمه النار : آگ اسے نہیں چکھے گی۔ طعم طعما (باب سمع) چکھنا۔

شرح حدیث: یہ کلمات بہترین کلمات ہیں ہر وقت اور ہر لمحہ ورد زبان رہیں تو بہت ہی بہترین اور خوب ہے اور ان کا بڑا اجر د ثواب ہے۔ خاص طور پر بیماری میں ان کلمات کو پڑھنا بہت ہی مفید ہے اور اسی بیماری میں موت آجائے تو اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کی امید ہے۔ (روضة المتقين : ۳۲۳/۲ ۔ دليل الفالحين : ۳۴۳/۳)

اَلْبَابُ (١٤٦)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ سُؤَالِ اَهْلِ الْمَرِيْضِ عَنْ حَالِهِ

بیمار کے اہل خانہ سے مریض کا حال پوچھنے کا استحباب

٩١٠. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَقَالَ النَّاسُ : يَااَبَا الْحَسَنِ كَيْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٩١٠) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے باہر آئے جبکہ آپ مرضِ وفات میں تھے۔ ان سے لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بحمد للہ اب آپ بہتر ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٩١٠): صحيح البخاری، كتاب الاستيذان، باب المعانقه .

کلمات حدیث: بارئا : مرض سے بری، بہتر حالت، صحت کے قریب، ابرء سے اسم فاعل۔

شرح حدیث: مرض کے غلبہ کی بناء پر اگر مریض سے عیادت کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے اہل خانہ سے مزاج پرسی کرنی چاہیے اور جس سے مزاج پرسی کی جائے وہ ایسے کلمات کہے جو اگر مریض کے علم میں آئیں وہ تو ان سے خوش ہو اور ان میں امید و رجاء کا پہلو غالب ہو جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب الحمد للہ آپ روبصحت ہیں۔ (نزهة المتقين : ٢/ ٢٠٥)

البَاب (١٤٧)

بَابُ مَا يَقُولُهُ مَنْ اَيِسَ مِنْ حَيَاتِهِ
جو شخص اپنی زندگی سے مایوس ہو جائے وہ کیا دعاء کرے؟

٩١١. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلَيَّ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٩١١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ میرے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے میں نے سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے:

" اللّٰهم اغفرلي وارحمني والحقني بالرفيق الأعلىٰ."

"اے میرے اللہ! مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔" (متفق علیہ)

تخریج حدیث(٩١١): صحيح البخارى، كتاب المرضى، باب تمنى المريض الموت. صحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب رقية المريض.

کلمات حدیث: وهو مستند الى: آپ ﷺ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے۔ استناد (باب افتعال) ٹیک لگانا، سہارا لینا۔ سند سنوداً (باب نصر) اعتماد کرنا، بھروسہ کرنا۔ استند إليه: سہارا لیا۔

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ مرض الوفات کی شدت میں مجھ سے سہارا لیے ہوئے تھے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

" اللّٰهم اغفرلي وارحمني والحقني بالرفيق الأعلىٰ."

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں سنتی تھی کہ ہر نبی کو موت سے پہلے دنیا اور آخرت میں اختیار دیا جاتا ہے اور میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿مَعَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَ وَحَسُنَ أُوْلَٰٓئِكَ رَفِيقٗا﴾ (النساء:٦٩)

"ان کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام فرمایا، انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین اور اچھی ہے ان کی رفاقت۔"

الرفیق الاعلیٰ کے معنی ہیں وہ مقام جہاں ان انبیاء اور صدیقین اور شہداء کی مرافقت ہو امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رفیق اعلیٰ سے مراد اعلیٰ علیین میں رہنے والے انبیاء کی مرافقت ہے۔ (فتح الباري: ٦٧٢/٢۔ روضة المتقين: ٤٢٥/٢)

رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت کی کیفیت

۹۱۲. وَعَنْهَا قَالَتْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ عِنْدَه' قَدَحٌ فِيْهِ مَآءٌ وَّهُوَ يَدْخِلُ يَدَه' فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَه' بِالْمَاءِ ثُمَّ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَكَرَاتِ الْمَوْتِ" . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

(۹۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو انتقال کے وقت دیکھا کہ آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا جس میں پانی تھا آپ ﷺ اپنا ہاتھ پیالہ میں ڈالتے پھر اپنے چہرہ مبارک پر پانی کو ملتے اور ارشاد فرماتے اے اللہ موت کی سختیوں اور بے ہوشیوں پر میری مدد فرما۔

تخریج حدیث (۹۱۲): الجامع للترمذی، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی التشدید عند الموت .

کلمات حدیث: غمرات : غمرة کی جمع سکرات موت کی شدت۔ سکرات : سکرة کی جمع یہ لفظ موت کی اس شدت پر بولا جاتا ہے جس سے حواس گم ہو جائیں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کو آخری ایام میں بخار کی شدت تھی اور اس شدت حرارت میں تخفیف کے لیے آپ بار بار اپنا ہاتھ پیالہ میں ڈال کر دستِ مبارک تر کرتے اور وہ چہرے پر ملتے اور دعاء فرماتے کہ اے اللہ موت کی سختی میں آسانی فرما۔ رسولِ اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں امت کے لیے اسوۂ حسنہ بنایا اور آپ ﷺ کو موت کے وقت سکرات کی شدت بھی محسوس ہوئی تا کہ امت کے لیے اس آخری مرحلے سے متعلق اسوۂ حسنہ ہو جائے اور مسلمان آخری وقت میں اللہ کو یاد کریں اور دعاء کریں کہ:

" اللهم اعنی علی غمرات الموت وسكرات الموت ."

''اے اللہ! موت کی سختیوں اور بے ہوشیوں میں میری مدد فرما۔'' (روضة المتقين : ٢/٤٢٦ ـ نزهة المتقين : ٢/٢٦)

الباب (۱۴۸)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ وَصِيَّةِ اَهْلِ الْمَرِيْضِ وَمَنْ يَخْدُمُهُ بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِ وَاحْتِمَالِهِ الصَّبْرَ عَلٰى مَا يَشُقُّ مِنْ اَمْرِهِ وَكَذَا الْوَصِيَّةِ بِمَنْ قَرُبَ سَبَبُ مَوْتِهِ بِحَدٍّ اَوْ قِصَاصٍ وَنَحْوِهِمَا

مریض کے گھر والوں اور اس کے خدمت گاروں کو مریض کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور مریض کی طرف سے پیش آنے والی مشقتوں پر صبر کرنے کی تلقین اسی طرح جس کا سبب موت قریب ہو یعنی حد یا قصاص وغیرہ نافذ ہونے والی ہو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید

عورت کو حالتِ حمل میں رجم نہیں کیا جائے گا

۹۱۳۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ امْرَاَةً مِنْ جُهَيْنَةَ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَيَّ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا فَقَالَ "اَحْسِنْ اِلَيْهَا فَاِذَا وَضَعَتْ فَاْتِنِيْ بِهَا" فَفَعَلَ، فَاَمَرَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشُدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۹۱۳) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جہینہ کی ایک عورت جو زنا سے حاملہ تھی، آپ ﷺ کی خدمت میں آئی، اس نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے حد کا جرم کیا ہے، آپ میرے اوپر حد قائم فرما دیجئے۔ آپ نے اس کے ولی کو بلوایا فرمایا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو جب بچہ کی پیدائش ہو جائے تب میرے پاس لے کر آؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا آپ ﷺ نے حکم فرمایا اور اس کے کپڑوں کو اس پر مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی سنگساری کا حکم دیا اور اسے سنگسار کر دیا گیا اور آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۱۳): صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنا.

کلمات حدیث: أصبت حدا: میں نے ایسے جرم کا ارتکاب کر لیا جس پر حد لازم آتی ہے۔ ولیها: اس کا ولی۔ ولی: وہ قریبی رشتہ دار جو اپنے زیر ولایت شخص کے معاملہ کا ذمہ دار ہو۔

شرح حدیث: جہینہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس لائی گئی اور اس نے اعتراف جرم زنا کیا آپ ﷺ نے اس کے ولی کو بلا کر اسے حکم فرمایا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور جب بچہ کی پیدائش ہو جائے تب میرے پاس لے کر آ ۔ احسان کا حکم آپ ﷺ نے اس لیے فرمایا تا کہ رشتہ دار اور عزیز اس کے ساتھ برا اور توہین آمیز سلوک نہ کریں اور غیرت اور عار کے نام پر اس پر کوئی زیادتی نہ کریں کیونکہ دراصل یہ عورت توبہ کر چکی ہے۔ دوسری وجہ حکم احسان کی ہے کہ اس کے شکم میں پرورش پانے والا بچہ محفوظ رہے۔

غرض ایسا ہی ہوا کہ اس عورت کے جب بچہ پیدا ہو گیا تو اس کا ولی اسے لے کر آیا آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس کے کپڑے اس کے گرد لپیٹ کر باندھ دیے جائیں تا کہ اجرائے سزا کے دوران اس کا جسم نہ کھلے اور اس کے بعد اسے رجم کر دیا گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ اس عورت کی نمازِ جنازہ پڑھا رہے ہیں جس نے زنا کیا ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے جو مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کی جائے تو وہ سب کو کافی ہو جائے اور اس سے بڑھ کر کیا توبہ ہوگی کہ اس نے اپنی جان اللہ کی نذر کر دی۔

(شرح صحيح مسلم : ١٦٩/١١ ـ تحفة الأحوذي : ٨١٠/٤)

الباب (۱٤۹)

جَوَازُ قَوْلِ الْمَرِيْضِ اَنَا وَجِعٌ ، اَوْشَدِيْدُ الْوَجِعِ اَوْ مَوْعُوْكٌ اَوْوَارَأْسَاهُ وَنَحْوُ ذٰلِكَ اِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى السَّخَطِ وَاِظْهَارِ الْجَزَعِ

بیمار کا یہ کہنا کہ مجھے تکلیف ہے یا سخت تکلیف ہے یا بخار ہے یا ہائے میرا سر وغیرہ بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ اللہ سے ناراضگی اور جزع وفزع کے طور پر نہ ہو

رسول اللہ ﷺ کو بخار دو آدمیوں کے برابر ہوتا تھا

۹۱۴. عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ فَمَسِسْتُه‘ فَقُلْتُ : اِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا : فَقَالَ اَجَلْ اِنِّيْ اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۱۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ کو بخار تھا میں نے آپ کو چھو کر دیکھا اور عرض کیا کہ آپ ﷺ کو شدید بخار ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں مجھے تم میں سے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔

تخریج حدیث (۹۱۴): صحیح البخاری، کتاب المرض، باب شدة المرض . صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة والآداب، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض او حزن او نحو ذلك.

کلمات حدیث: یوعك : بخار ہے۔ وعك : بخار کا درد اور تکلیف۔ وعك وعکاً : گرمی، تیزی ہونا۔ موعوك : جس کو بخار ہو، بخار والا۔ انك لتوعك وعك شدیداً : آپ کو شدید بخار ہے۔

شرح حدیث: سب سے زیادہ آزمائش سے انبیاء کرام گزرتے ہیں اور جس کا تعلق اللہ سے زیادہ ہوتا ہے اس کی آزمائشیں زیادہ ہوتی ہیں۔ رسول کریم ﷺ کو شدید بخار چڑھتا اور آپ ﷺ نے خود فرمایا کہ مجھے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی آزمائش اور تکلیف میں زیادتی سے ان کے مراتب اور درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

علامہ سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مریض اللہ کی حمد اور اسکے شکر کیساتھ اپنے اہل خانہ یا عیادت کرنیوالوں کے سامنے اپنے مریض کی کیفیت بیان کر سکتا ہے مگر اسطرح کہ اس میں تقدیر کا شکوہ اور ناراضگی کا پہلو نہ ہو۔ (روضة الصالحین : ۴۵۲/۳۔ روضة المتقین : ۲/٤۲۸)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیماری کی کیفیت بتانا

۹۱۵. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَآءَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِي مِنْ وَجَعٍ اِشْتَدَّ بِي فَقُلْتُ : بَلَغَ بِي مَاتَرىٰ وَاَنَا ذُوْمَالٍ، وَلَا يَرِثُنِي اِلَّا ابْنَتِي وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ" . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۹۱۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں سخت بیمار تھا رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے آئے میں نے عرض کیا کہ میری تکلیف کی شدت دیکھ رہے ہیں اور میں مالدار آدمی ہوں اور میری ایک ہی بیٹی ہے جو میرا وارث ہے۔اس کے بعد پھر مکمل حدیث ذکر کی۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۱۵): صحيح البخاري، كتاب المرضى، باب قول المريض انى وجع. صحيح مسلم، كتاب الوصية ؟ باب الوصية بالثلث .

کلماتِ حدیث: يعودني من وجع اشتد بي : میری شدید بیماری میں عیادت کے لیےتشریف لائے۔ وجع : درد۔بیماری،جمع اوجاع.

شرح حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ شدید بیمار ہو گئے اور امام بخاری رحمہ اللہ کی تشریح کے مطابق آپ مکہ مکرمہ میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر بیمار ہوئے۔رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے ہر ایک سے بہت محبت فرماتے اور بہت شفقت فرماتے۔آپ ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے انہوں نے اپنے مرض کی شدت بیان کی اور عرض کیا کہ میرے پاس خاصا مال ہے اور ایک بیٹی وارث ہے اور انہوں نے آپ ﷺ سے وصیت کے بارے میں دیافت کیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تہائی مال کی وصیت کی جاسکتی ہے اور تہائی بھی بہت ہے۔ (فتح الباري : ۵۲/۳۔ ارشاد الساري : ۳۹۸/۱۲۔ دليل الفالحين : ۳۵۱/۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شدتِ مرض کو بیان کرنا

۹۱۶. وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ، قَالَتْ عَآئِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَارَأْسَاهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بَلْ اَنَا وَارَأْسَاهُ" وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۹۱٦) حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیماری کی شدت میں کہا کہ ہائے میرا سر۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بلکہ میں کہتا ہوں کہ ہائے میرا سر۔اور اس کے بعد حدیث ذکر کی۔(بخاری)

شرح حدیث(۹۱٦): ابن ماجہ کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات بقیع میں جنازہ کی شرکت سے واپس آئے اور میرے سر میں درد تھا اور میں کہہ رہی تھی کہ ہائے میرا سر تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی کہتا ہوں کہ ہائے میرا سر۔

حدیث کا مقصود یہ ہے کہ مریض اپنے مرض کی کیفیت کو بیان کر سکتا ہے اور اپنے مرض کی شدت کو بیان کر سکتا ہے۔چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے مرض کی شدت کے بارے میں بیان کیا۔

(نزهة المتقين : ۲۸/۲۔ فتح الباري : ۵۲/۳۔ ارشاد الساري : ۳۹۵/۱۲)

الباب (۱۵۰)

بَابُ تَلْقِيْنِ الْمُحْتَضِرِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
جس کی موت قریب ہو اسے لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنا

۹۱۷۔ عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهِ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ : صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ .

(۹۱۷) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے گا۔ (ابوداؤد، وحاکم۔ حاکم نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے)

تخریج حدیث (۹۱۷): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی التلقین .

کلمات حدیث: آخر کلامہ : اس کا آخری کلام اس کی آخربات۔ آخر : پچھلا: جمع آخرون . مونث اخری : جمع اخریات .

شرح حدیث: آخری وقت میں جب آدمی اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہو اور اس کی زبان پر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ جاری ہو تو وہ اس کے صاحبِ ایمان ہونے کی علامت ہے اور اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے جنت میں جائے گا۔ یا تو براہِ راست جنت میں جائے گا یا جو کچھ اس کے گناہ ہوں گے ان کی سزا پا کر رحمتِ الٰہی سے جنت میں پہنچ جائے گا۔ اور یہ امر بصراحت اس روایت میں مذکور ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے بوقتِ موت لا الہ الا اللہ کہا اسے کسی دن اس کا فائدہ پہنچ کر رہے گا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ جس نے وقتِ موت لا الہ الا اللہ کہا وہ کسی دن اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس نے آخری وقت کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں جائے گا۔ بشرطیکہ کہ اس کے گناہ اس کی میزان پر غالب نہ ہوں ایسی صورت میں اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ اگر چاہے تو وہ ان گناہوں کی سزا دے اور چاہے تو اس کے گناہ معاف فرمادے اور اسی وقت جنت میں داخل فرمادے اور اگر میزانِ عمل میں اس کی حسنات غالب ہوں تو وہ اللہ کی رحمت سے ضرور جنت میں جائے گا۔ (روضۃ المتقین : ۲ / ۴۳۰۔ دلیل الفالحین : ۳/۳۵۳)

موت کے وقت کلمہ تلقین کرنا

۹۱۸۔ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۹۱۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۱۸): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتی لا اله الا الله .

کلماتِ حدیث: لقنوا موتاکم : ان لوگوں کو جن کا موت کا وقت قریب ہو تلقین کرو۔ لقن تلقینا (باب تفعیل) بالمشافہ سمجھانا، بتانا، ذکر کرنا تا کہ یاد آ جائے۔

شرحِ حدیث: جب کسی مریض کی موت کا وقت قریب آئے تو جو لوگ اس کے پاس موجود ہوں انہیں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھنا چاہیے تا کہ مریض کو بھی خیال آ جائے اور وہ بھی کلمہ پڑھ لے۔ اسے تلقین کہتے ہیں لیکن اس امر کا خیال رکھنا چاہیے کہ زیادہ کثرت نہ کی جائے ہوسکتا ہے کہ مرض کی شدت میں مریض کو گرانی ہو اور نہ اسے یہ کہنا چاہیے کہ تم بھی پڑھو۔

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تلقینِ موتی کا یہ حکم اس فرمانِ الٰہی میں داخل ہے:

﴿ وَذَكِّرْ فَإِنَّ ٱلذِّكْرَىٰ تَنفَعُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۝٥٥ ﴾

''اور یاد دہانی کرو کہ یاد دہانی مومنین کے لیے فائدہ مند ہے۔'' (الذاریات:۵۵)

اور سب سے زیادہ تذکیر باللہ کی آدمی کو ضرورت بوقت موت ہے کہ آخری وقت بھی اگر اسے شیطان اچک لے تو اس کے بعد تو عرصہ مہلت باقی نہیں رہا۔ (شرح صحیح مسلم، للنووي : ٦/١٩٤۔ روضة المتقين : ٢/٤٣١)

البَابُ (۱۵۱)

بَابُ مَا يَقُوْلُهُ بَعْدَ تَغْمِيْضِ الْمَيِّتِ

مرنے والے کی آنکھیں بند کرنے کے بعد کون سی دعاء پڑھی جائے؟

٩١٩. عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلىٰ اَبِىْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُه، فَاَغْمَضَهُ ثُمَّ قَالَ : "اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ" فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ لَاتَدْعُوْا عَلىٰ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ "فَاِنَّ الْمَلآئِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلىٰ مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِىْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَه، فِى الْمَهْدِيِّيْنَ " . وَاخْلُفْهُ فِىْ عَقِبِهٖ فِى الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلَه، يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ، وَافْسَحْ لَه، فِىْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْلَه، فِيْهِ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۹۱۹) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابو سلمہ کے پاس آئے ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں بند فرما دیا اور فرمایا کہ جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کو جاتا ہوا دیکھتی ہیں۔ یہ سن کر گھر کے کچھ لوگ زور سے رونے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے لیے صرف بھلائی کی دعاء کرو تم جو دعاء کرتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ ابو سلمہ کی مغفرت فرما ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کے درجات بلند فرما پسماندگان میں اس کے پیچھے خلیفہ (دیکھ بھال کرنے والا) بن جا اور اے اللہ رب العالمین ہماری اور اس کی مغفرت فرما اس کی قبر کشادہ فرما اور اسکی قبر کو روشن فرما دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۹۱۹): صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب فى اغماض الميت والدعاء له اذا احتضر .

کلمات حدیث: فضج ناس من اهله : اس کے گھر والوں میں بعض افراد زور سے روئے۔ ضج ضجا (باب نصر) شور مچانا، چیخنا، رونا۔ ضجة : چیخ و پکار۔ وارفع درجته فى المهديين : ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما دے۔ مهديين : مهدى کی جمع یعنی ہدایات یافتہ۔ وہ شخص جس کی اللہ تعالیٰ حق کی طرف راہنمائی فرمائیں۔ وقد شق بصره .فاغمضه : اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں آپ ﷺ نے اسے بند فرما دیا۔ اغمض اغماضا (باب افعال) آنکھ بند کرنا۔ واخلفه فى عقبه فى الغابرين : آنے والے زمانوں میں تو اس کے پیچھے اس کا قائم مقام ہو جا۔ الغابرين : غابر کی جمع باقی ماندہ۔

مرنے کے بعد روح کا جسم سے ایک گنا تعلق قائم رہتا ہے۔

شرح حدیث: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے آپ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے دست مبارک سے ان کی آنکھیں بند فرما دیں اور فرمایا کہ جب آدمی کی روح نکلتی ہے تو اس کی نگاہ اس کا تعاقب کرتی ہے کہ اس کی روح کہاں جارہی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال سے اس حدیث پر غور کر رہا ہوں اور میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ انسان کے سارے جسم سے روح نکل جاتی ہے اور آخر میں سر میں اور آنکھوں میں رہ جاتی ہے تو جو روح نکل کر جا رہی ہوتی ہے اسے مرنے والے کی آنکھیں دیکھتی ہیں اور جب پوری آنکھیں نکل جاتی ہیں تو آنکھیں اسی طرح پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں جیسے مذبوح جانور کی رہ جاتی ہیں۔ اور بعض علماء نے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ روح کا مرنے والے کے جسم سے ایک نوع کا اتصال باقی رہتا ہے اور یہ اتصال بالکلیہ منقطع نہیں ہوتا اور روح جسم سے نکلنے کے بعد دیکھتی بھی اور سنتی بھی ہے اور سلام کا جواب بھی دیتی ہے۔

ابن حجر ھیثمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب شرح المنہاج میں تحریر کیا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ مفہوم یہ ہو کہ جب روح نکل جاتی ہے تو قوتِ باصرہ بھی نکل کر اس کے پیچھے چلی جاتی ہے اور اسی بناء پر آنکھ کی پتلی ٹھہر جاتی ہے اور مرنے والے کی شکل کریہہ المنظر ہو جاتی ہے اور اس کراہت منظر کو دور کرنے کے لیے آنکھوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے نیز یہ کہ جب آنکھ سے بصارت جاتی رہی تو اس کے کھلے رہنے کا فائدہ باقی نہیں رہا، اس لیے بھی مردے کی آنکھیں بند کرنے کا حکم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے امت کو تعلیم دی کہ جب کوئی عزیز قریب مر جائے تو چیخ و پکار اور رونے کی بجائے دعاء کی جائے مرنے والے کے لیے بھی اور ان لوگوں کے لیے جو اس کے پیچھے اس کے لواحقین میں سے زندہ ہیں کیونکہ اس موقعہ پر جب دعائے خیر کی جاتی ہے تو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ مرنے والے کے اہل خانہ سے تعزیت کے لیے جائیں وہ بھی مرنے والے اور اس کے لواحقین کے حق میں دعاء کریں۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/١٩٧ ـ دليل الفالحين : ٣/٣٥٥)

البَاب (۱۵۲)

مَایُقَالُ عِنْدَ الْمَیِّتِ وَمَا یَقُوْلُہٗ مَنْ مَاتَ لَہٗ مَیِّتٌ

میت کے پاس کیا کہا جائے اور مرنے والے کے ورثاء کے پاس کیا کلمات کہیں جائیں؟

۹۲۰۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِیْضَ اَوِالْمَیِّتَ فَقُوْلُوْ خَیْرًا، فَاِنَّ الْمَلَائِکَۃَ یُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَاتَقُوْلُوْنَ قَالَتْ! فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْسَلَمَۃَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، اِنَّ اَبَاسَلَمَۃَ قَدْمَاتَ، قَالَ: "قُوْلِیْ : اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلَہٗ وَاَعْقِبْنِیْ مِنْہُ عُقْبٰی حَسَنَۃً" فَقُلْتُ فَاَعْقَبَنِیَ اللّٰہُ مَنْ ھُوَ خَیْرٌ لِّیْ مِنْہُ! مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ھٰکَذَا : "اِذَا حَضَرْتُمْ لِلْمَرِیْضِ اَوِالْمَیِّتِ" عَلَی الشَّکِّ وَرَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَغَیْرُہٗ: "اَلْمَیِّتَ" بَلَا شَکٍّ!

(۹۲۰) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم بیمار یا مریض کے پاس آؤ تو اس سے اچھی بات کہو کیونکہ اس وقت تم جو دعاء کرتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ابو سلمہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ دعاء پڑھو:

" اللّٰھم اغفرلي وله واعقبني منه عقبی حسنة ."

"اے اللہ! میری اور اس کی مغفرت فرما اور مجھے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما۔"

اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بدل یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمادیا۔ (مسلم نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ)

تخریج حدیث(۹۲۰): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المریض والمیت. سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب ما یستحب ان یقال عند المیت من الکلام.

کلماتِ حدیث: واعقبني منه عقبی حسنة : اور مجھے اس کی جگہ بہتر صلہ عطا فرما۔ اعقبنی : مجھے عوض یا بدلہ میں دیدے۔

شرحِ حدیث: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ جب ابو سلمہ کا انتقال ہو گیا تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے مجھے اس دعاء کی تلقین فرمائی اور دعاء قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ابو سلمہ کی جگہ رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا۔ یعنی مجھے بہترین صلہ اور اچھا عوض عطا فرمایا۔ ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس قدر بڑی خیر کی بات ہے کہ ایک چھوٹا سا جملہ کہا جائے اور اس پر اتنی بڑی خیر کثیر مرتب ہو جائے اور اس کے ساتھ گناہوں سے مغفرت کا انعام بھی مل جائے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۹۷/۵)

جانی و مالی صدمہ پر یہ دعاء پڑھے

۹۲۱. وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ! "مَا مِنْ، عَبْدٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ! اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ : اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا : اِلَّا اَجَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مُصِيْبَتِهٖ وَاَخْلَفَ لَهٗ خَيْرًا مِنْهَا قَالَتْ : فَلَمَّا تُوُفِّيَ اَبُوْسَلَمَةَ قُلْتُ كَمَا اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ خَيْرًا مِّنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۹۲۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جسے کوئی مصیبت پہنچے اور وہ کہے کہ:

" انا لله وانا اليه راجعون اللهم اجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها ."

" ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اے اللہ مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کی جگہ بہتر بدلہ عطا فرما۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے اس طرح دعاء کی جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ سے بہتر یعنی رسول اللہ ﷺ کو عطا فرما دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۲۱): صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند المصيبة.

کلمات حدیث: واخلف : اس سے بہتر عوض عطا فرما۔ اخلف له : بدلہ دینا، صلہ دینا۔

شرح حدیث: دنیا کی ہر شئے اللہ کی ملکیت ہے، ہماری جانیں بھی اسی کی ملک ہیں اور جو شئے کسی کی ملک ہو تو مالک کو اختیار ہے جب چاہے واپس لے لے۔ اسی لیے تعلیم فرمائی کہ جب ہمیں جان و مال کا کوئی نقصان ہو یا کوئی مصیبت آئے تو ہم یہ کہیں ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اس حقیقت کو سمجھنے والا اور اس کو اپنے دل میں جاگزیں کر لینے والا کسی بھی مصیبت میں صبر کا دامن چھوڑ کر جزع وفزع میں مبتلا نہ ہوگا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ إِذَآ أَصَٰبَتۡهُم مُّصِيبَةٞ قَالُوٓاْ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيۡهِ رَٰجِعُونَ ۝١٥٦ أُوْلَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوَٰتٞ مِّن رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٞۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُهۡتَدُونَ ۝١٥٧ ﴾

" ایسے لوگ کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ایسے لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور اس کی مہربانی اور یہی لوگ سیدھی راہ پر ہیں۔" (البقرة:۱۵٦)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں یہ دعا پڑھا کرتی تھی اور فی الواقع اللہ تعالیٰ نے مجھے

ابوسلمہ سے بہتر صلہ عطا فرمایا اور مجھے ابوسلمہ کی جگہ رسول اللہ ﷺ مل گئے۔

(شرح مسلم للنووي : ٦/١٩٥ ـ روضة المتقين : ٢/٤٣٥)

بچہ کے انتقال پر صبر کا بدلہ "بیت الحمد" ہے

۹۲۲. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا مَاتَ وَلَدُالْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِمَلَائِكَتِهٖ : قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : نَعَمْ، فَيَقُوْلُ : قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ : فَيَقُوْلُ فَمَاذَا قَالَ عَبْدِیْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی : اِبْنُوا لِعَبْدِیْ بَيْتًا فِی الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۹۲۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی اللہ کے بندے کا بچہ وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی وہ کہتے ہیں کہ ہاں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے اس کے دل کا ثمر لے لیا وہ کہتے ہیں ہاں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اس نے آپ کی حمد بیان کی اور انا للہ پڑھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۹۲۲): الجامع للترمذي، ابواب الجنائز، باب فضل المصيبة إذا احتسب .

کلمات حدیث: ثمرة فؤاده : اس کے دل کا پھل، اس کا ثمر قلب۔ اس کے جگر کا ٹکڑا۔ فؤاد : دل جمع افئدة . ثمرة : پھل، میوہ جمع اثمار.

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کے انسان پر بے شمار احسانات ہیں، زندگی کا ایک ایک سانس اسی کی نعمت ہے مال و اولاد اس کا دیا ہوا عطیہ ہیں۔ وہ ہر شئے کا مالک وہ اگر کسی کو کوئی شئے دے کر واپس لے لے تو جس کی تھی اس نے لے لی تو جزع وفزع کا کیا مقام؟ اب اگر کسی بندے کے بچہ مر جائے اور اس کی موت پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے اور انا للہ پڑھ کر صبر کرے تو اس کے لیے جنت میں ایک گھر تعمیر کیا جائے گا اور اس کا نام بیت الحمد ہوگا۔ اس رنج وغم کے موقعہ پر اللہ کے بندے نے اللہ کی حمد بیان کی تو اس کے صلہ میں ملنے والے انعام کا نام بھی بیت الحمد ہوگا۔ (تحفة الاحوذي : ٤/٨٢ ـ روضة المتقين : ٢/٤٣٥ ـ دليل الفالحين : ٣/٣٦٠)

اولاد کے انتقال پر صبر کا بدلہ جنت ہے

۹۲۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی مَالِعَبْدِیْ الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَآءٌ اِذَآ قَبَضْتُ صَفِيَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةَ . رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

(۹۲۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس اس بندے کے لیے جنت کے سوا کوئی جزا نہیں ہے جس کی میں محبوب شئے واپس لے لوں اور اس پر وہ ثواب کی نیت سے صبر کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۹۲۳): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب العمل الذی یبتغی به وجه اللّٰه تعالیٰ .

کلمات حدیث: احتسبه : اجر کی امید کی، ثواب کی امید رکھی۔ احتساب (باب افتعال) کسی کام کے وقت اجر وثواب کی اور اللہ کے یہاں جزا کی امید رکھنا۔

شرح حدیث: یہ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میرے بندے کا کوئی محبوب اور پیارا وفات پا جائے تو خواہ وہ اولاد ہو باپ ہو یا ماں یا عزیز واقارب ہو اور وہ اس پر اللہ کی رضا کی خاطر اور اس کے یہاں ملنے والے اجر وثواب کی امید میں صبر کرے تو اس کی جزا جنت ہے۔ (روضة المتقين : ۲/۴۳۶ ـ دليل الفالحين : ۳/۳۶۱)

رسول اللہ ﷺ کے نواسہ کے انتقال کا واقعہ

۹۲۴. وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : اَرْسَلَتْ اِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ تَدْعُوْهُ وَتُخْبِرُهُ، اَنَّ صَبِيًّا لَهَا. اَوِابْنًا فِي الْمَوْتِ فَقَالَ لِلرَّسُوْلِ: "اَرْجِعْ اِلَيْهَا فَاَخْبِرْهَا اَنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُسَمًّى فَمُرْهَا، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ" وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۲۴) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے کسی صاحبزادی نے پیغام بھیج کر آپ ﷺ کو بلوایا اور اطلاع بھجوائی کہ ان کا کوئی بچہ یا بیٹا موت کی آغوش میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پیغام لانے والے سے فرمایا کہ واپس جاؤ اور کہو کہ جو اللہ نے واپس لے لیا وہ بھی اسی کا ہے اور جو اس نے عطا فرمایا وہ بھی اسی کا ہے، اس کے پاس ہر شئے کا ایک وقت مقرر ہے۔ اسے کہو کہ صبر کرے اور اللہ کے یہاں ملنے والے اجر کی امید رکھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۲۴): صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب قول الرسول ﷺ يعذب الميت ببكاء اهله . صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت .

کلمات حدیث: اجل مسمى : وقت مقرر۔ جو نہ ذرا آگے سرک سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ دنیا میں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے بلکہ پوری دنیا کا ایک وقت مقررہ۔ یہ مدت پوری ہوتی ہے اور وہ چیز فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے کسی کو قدرت نہیں روک سکے یا اسے باقی رکھ سکے۔ یا اس کی بقاء کی مدت میں اضافہ کر سکے۔

شرح حدیث: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کسی بچہ کی موت کا وقت قریب تھا انہوں نے آپ ﷺ کے پاس کسی کو بھیجا کہ آپ

ﷺ کو اطلاع دے اور آپ ﷺ کو بلا لائے۔ اس پر آپ ﷺ نے قاصد کو فرمایا واپس جا کر کہو کہ ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے وہی دیتا ہے وہی لیتا ہے وہی زندگی عطا کرتا ہے وہی مارتا ہے، اس نے ہر شئے کی ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جوں ہی وہ مدت پوری ہوئی اس شئے کا خاتمہ ہوا اس اجل مسمی کو نہ کوئی روک سکتا ہے اور نہ ٹال سکتا ہے اس لیے اسے چاہیے کہ صبر کرے اور اللہ کے یہاں اجر کی امید رکھے۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب الصبر میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين : ٤٣٧/٢ ـ دليل الفالحين : ٣٦١/٣)

البَابُ (۱۵۳)

جَوَازُ الْبُكَآءِ عَلَى الْمَيِّتِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَّلَا نِيَاحَةٍ

نوحہ خوانی اور چیخ و پکار کے بغیر مرنے والے پر رونے کا جواز

اَمَّا النِّيَاحَةُ فَحَرَامٌ وَسَيَاتِيْ فِيْهَا بَابٌ فِيْ كِتَابِ النَّهْيِ، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَمَّا الْبُكَاءُ فَجَاءَ تْ اَحَادِيْثُ بِالنَّهْيِ عَنْهُ وَاَنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ وَهِيَ مُتَاَوَّلَةٌ مَحْمُوْلَةٌ عَلٰى مَنْ اَوْصٰى بِهٖ وَالنَّهْيُ اِنَّمَا هُوَ عَنِ الْبُكَآءِ الَّذِيْ فِيْهِ نَدْبٌ اَوْنِيَاحَةٌ : وَالدَّلِيْلُ عَلٰى جَوَازِ الْبُكَآءِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَّلَانِيَاحَةٍ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ مِنْهَا :

مرنے والے پر نوحہ کرنا حرام ہے اس موضوع پر ان شاء اللہ کتاب النہی میں ایک مستقل باب آئے گا۔ رونے کی ممانعت کے بارے میں بھی متعدد احادیث مروی ہیں، یہ بھی ہے کہ گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔ اگر چہ اس کی تاویل کی گئی ہے اور اسے رونے پیٹنے کی وصیت پر محمول کیا گیا ہے غرض بغیر نوحہ اور بغیر چیخ و پکار کے رونے کے جواز میں متعدد احادیث موجود ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر رسول اللہ ﷺ کا آبدیدہ ہونا

۹۲۵ . عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ وَمَعَهٗ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَّسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَبَكٰى، رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَآءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا : فَقَالَ: "اَلَاتَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَايُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَابِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا اَوْ يَرْحَمُ" وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۲۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت سعد بن وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ پر گریہ طاری ہوگیا آپ ﷺ کو روتا دیکھ کر سب رونے لگے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نہیں سنتے یقیناً اللہ تعالیٰ کسی کو آنسو بہانے اور دل کے غمگین ہونے پر عذاب نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے عذاب دے گا یا رحم فرمائے گا، اور آپ ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۲۵): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب البکاء عند المریض . صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت .

کلمات حدیث: الحزن : رنج و غم۔ حزین : غمگین، جمع حزناء .

شرح حدیث: اسلامی شریعت میں مواخذہ ان امور میں ہے جو اختیاری ہوں غیر اختیاری امور پر مواخذہ نہیں ہے۔ عزیز قریب کی وفات کا غم ہونا افسوس ہونا دل غمگین ہونا آنکھوں سے آنسوؤں کا بہہ نکلنا فطری امور ہیں اور غیر اختیاری ہیں۔ لیکن نوحہ کرنا، چیخ و پکار کرنا، ماتمی جلوس برپا کرنا، سینہ کوبی کرنا اور ایسے کلمات کہنا کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتراض ہو یا شکوہ ہو، یا اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہو یہ سب امور اور اسی طرح کی دوسری باتیں جن سے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے ان پر مواخذہ ہے۔

رسول کریم ﷺ بہت نرم دل اور اپنے اصحاب سے بہت محبت کرنے والے تھے آپ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو ان کی بیماری اور تکلیف دیکھ کر آپ ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا اور آپ کو روتا دیکھ کر صحابہ کرام بھی رونے لگے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں یا دل غمگین ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہیں مواخذہ زبان سے نکلنے والے کلمات پر ہے کہ انسان اس سے اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہے انا للہ پڑھتا ہے یا اس سے ایسے کلمات نکلتے ہیں جو ناشکری اور تقدیر پر اعتراض کے ہوں تو ان پر مواخذہ ہے۔ صبر و شکر اور حمد کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا اور ناشکری کے کلمات کہنے والوں پر اور نوحہ کرنے والوں پر اللہ ناراض ہوگا۔ (فتح الباري : ۱/ ۷۸۰۔ روضة المتقين : ۲/ ۴۳۷۔ دليل الفالحين : ۳/ ۳۶۴)

رشتہ داروں کی موت پر آنسو جاری ہونا

۹۲۶۔ وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ إِلَيْهِ ابْنُ ابْنَتِهٖ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهٗ سَعْدٌ: مَاهٰذَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِي قُلُوْبِ عِبَادِهٖ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۲۶) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کی صاحبزادی کا بیٹا جو مرنے والا تھا لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ حضرت سعد نے فرمایا یا رسول اللہ یہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رحمدلی ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رحمدل بندوں ہی پر رحم فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۲۶): صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب قول النبي ﷺ يعذب الميت ببكاء اهله . صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت .

کلمات حدیث: ففاضت عينا رسول الله : آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

شرح حدیث: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے مرض الموت میں تھے انہیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ حضرت سعد نے استفسار فرمایا کہ یا رسول اللہ یہ کیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کے دلوں میں رحمدلی رکھی ہے۔ اور کسی کی موت کے وقت رحمدلی کے جذبات سے متاثر ہو کر آنسوؤں کا بہہ نکلنا اور دل کا غمگین ہو جانا منع نہیں ہے، بلکہ یہ تو عین رحمدلی کا تقاضا ہے اور اللہ رحیم ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے ان پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔

(فتح الباري : ١/ ٧٧٠ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/ ٢٠٠)

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موت پر رسول اللہ ﷺ کا غم

٩٢٧. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى ابْنِهٖ اِبْرَاهِيْمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تذرفان فَقَالَ لَهٗ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ : وَاَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ : "يَاابْنَ عَوْفٍ اِنَّهَا رَحْمَةٌ" ثُمَّ اَتْبَعَهَا بِاُخْرٰى، فَقَالَ! اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَلَانَقُوْلُ اِلَّا مَايُرْضِيْ رَبَّنَا : وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَااِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوٰى بَعْضَهٗ مُسْلِمٌ. وَالْاَحَادِيْثُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مَشْهُوْرَةٌ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(٩٢٧) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے وہ اس وقت لب دم تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں بہنے لگیں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن عوف یہ رحم لی ہے پھر آپ کو دوبارہ آنسو آ گئے اور فرمایا بے شک آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور دل غمگین ہے لیکن ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر غمگین ہیں۔ (بخاری اس حدیث کے کچھ حصے کو مسلم نے راویت کیا ہے)

اس موضوع سے متعلق صحیح احادیث بکثرت اور مشہور ہیں۔

تخریج حدیث (٩٢٧): صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب قول النبي انا بك لمحزونون. صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمة الصبيان والعيال وتواضعه.

کلمات حدیث: وهو يجود بنفسه : وہ اس وقت اپنی جان دے رہے تھے، وہ اس وقت لب دم تھے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اپنی مرضعہ کے پاس تھے اور ان کی عمر وقت وفات سولہ سترہ ماہ تھی، رسول اللہ ﷺ ابوسیف کے گھر تشریف لے گئے جو مرضعہ کا شوہر تھا اور آہن گری اس کا پیشہ تھا، جب رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے تو اس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ لبِ دم تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو لب دم دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور جب وہ انتقال کر گئے تو رسول اللہ ﷺ پھر رونے لگے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو رحم لی ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت فرمائی ہے اس رونے کو اس رونے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا جس سے منع کیا گیا ہے اور وہ روتا ہے جو بین کے طور پر ہو دکھلاوے کے طور پر ہو اور اس میں چیخ و پکار اور ایسے امور شامل ہوں جن سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ جو رونا جائز اور روا ہے وہ تو یہ ہے کہ شدت غم سے آنسو بہہ نکلیں اور دل آزردہ ہو جائے۔

(فتح الباري : ٩/ ٧٧٨ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٥/ ٦٠ ـ روضة المتقين : ٢/ ٤٤٠ ـ دليل الفالحين : ٣/ ٣٦٥)

البَابُ (۱۵٤)

اَلْكَفُّ عَنْ مَا يَرٰى مِنَ الْمَيِّتِ مِنْ مَكْرُوْهٍ
میت کی کوئی ناگوار بات دیکھ کر اسے ذکر کرنے کی ممانعت

۹۲۸ . عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ اَسْلَمَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ اَرْبَعِيْنَ مَرَّةً " رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ .

(۹۲۸) رسول اللہ ﷺ کے مولیٰ حضرت ابورافع اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میت کو غسل دیا اور اس کی کسی ناگوار بات کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ چالیس مرتبہ اس کی مغفرت فرمائے گا۔ (حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے)

تخریج حدیث (۹۲۸): المستدرك للحاكم، كتاب الجنائز.

کلماتِ حدیث: فكتم عليه : اس پر چھپایا، اس کی پردہ پوشی کی، اس کا کوئی عیب دیکھ کر اسے بیان نہیں کیا۔ كتم كتما كتمانا (باب نصر) پوشیدہ کرنا، چھپانا۔

شرحِ حدیث: جو شخص مردے کو غسل دے اور اسے مردے کے کسی عیب یا کسی ناگوار بات کی اطلاع ہو جائے مثلاً چہرے کی سیاہی یا چہرے پر خوف کے آثار یا خلقی بدصورتی وغیرہ اور وہ اس بات کو چھپائے اور کسی سے بیان نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس مرتبہ مغفرت فرمائیں گے۔ یعنی جو گناہ اس نے چالیس مرتبہ کیا ہوگا وہ چالیس گناہ معاف فرما دیں گے۔ مسند احمد بن حنبل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس نے میت کو غسل دیا اور اس کے بارے میں امانت داری برتی اور اس کی کوئی ایسی بات جو اس میں ہو افشاء نہیں کی وہ روزِ قیامت ایسا اٹھے گا جیسے اس کی ماں نے اسے اسی وقت جنا ہو اور اسی لیے ارشاد فرمایا کہ جنازے کو غسل وہ شخص دے جو مرنے والے سے قریب ترین رشتہ رکھتا ہو ایسا شخص غسل دے جسے اللہ کی جانب سے امانت اور ورع کا کوئی حصہ ملا ہو۔

(روضة المتقين : ۲/٤٤١ ـ نزهة المتقين : ۲/۳۵)

بَابٌ (۱۵۵)

الصَّلٰوۃِ عَلیٰ الْمَیِّتِ وَتَشْیِیْعِهٖ وَحُضُوْرُ دَفْنِهٖ وَکَرَاهَةِ اِتِّبَاعِ النِّسَآءِ الْجَنَائِزَ

میت کی نمازِ جنازہ پڑھنا، جنازے کے ساتھ جانا اور تدفین کے وقت موجود ہونا، عورتوں کے جنازے کے ساتھ جانے کی کراہت

جنازے کے ساتھ جانے کی فضیلت پہلے ہی بیان ہو چکی ہے۔

تدفین تک رہنے والے کا اجر وثواب

۹۲۹. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْهَا فَلَه' قِیْرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَ هَا حَتّٰی تُدْفَنَ فَلَه' قِیْرَاطَانِ'' قِیْلَ : وَمَاالْقِیْرَاطَانِ ؟ قَالَ : ''مِثْلُ الْجَبَلَیْنِ الْعَظِیْمَیْنِ''. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۹۲۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جنازے میں نمازِ جنازہ پڑھے جانے تک موجود رہا اسے ایک قیراط ملے گا اور جنازے کے ساتھ رہا یہاں تک کہ اس کی تدفین ہوگئی اسے دو قیراط ملیں گے۔ کسی نے عرض کیا کہ دو قیراط کیا ہیں؟ فرمایا: دو عظیم پہاڑوں کی مانند۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۲۹): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من انتظر حتی تدفن. صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فضل الجنازة و اتباعها .

کلماتِ حدیث: من شهد الجنازه : جو جنازے میں شریک ہوا، جو جنازہ میں موجود رہا۔

شرحِ حدیث: جنازے میں شرکت کرنا بہت ہی اجر وثواب کا کام ہے جو شخص نمازِ جنازہ تک موجود رہے اسے ایک قیراط ملے گا اور جو تدفین کے وقت تک موجود رہے اسے دو قیراط ملیں گے اور ہر قیراط ایسا ہوگا جیسا کہ عظیم پہاڑ۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیراط (Karrat) کا وزن چار جو کے برابر ہوگا اور دراصل یہ دینار کا بارہواں حصہ ہوتا ہے۔

(فتح الباري : ۱/۷٤٦۔ روضة المتقين : ۲/٤٤٦)

جنازہ و دفن دونوں میں شرکت کا ثواب

۹۳۰. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِیْمَاناً وَاحْتِسَابًا وَّکَانَ مَعَه' حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْهَا وَیُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّه' یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَا طَیْنِ کُلُّ قِیْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ، وَمَنْ صَلّٰی عَلَیْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّه' یَرْجِعُ بِقِیْرَاطٍ .'' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۹۳۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت کے ساتھ کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ چلا اور جنازے کی نماز پڑھی جانے اور دفن کیے جانے تک اس کے ساتھ رہا تو وہ اجر کے دو قیراط لے کر لوٹے گا۔ ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جس نے جنازے کی نماز پڑھی اور تدفین سے پہلے لوٹ آیا تو وہ ایک قیراط لے کر لوٹا۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۹۳۰): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب اتباع الجنازة من الایمان .

کلماتِ حدیث: من اتبع جنازه مسلم : جو کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے۔ اتباع : پیچھے چلنا۔ تبع تبعا (باب سمع) تابع ہونا، پیچھے چلنا، پیروی کرنا۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں فرمایا کہ جو شخص ایمان اور احتساب کے ساتھ یعنی ایمان کے ساتھ اور اللہ کے یہاں اجر وثواب کی امید کے ساتھ خالص رضائے الٰہی کے لیے جنازہ کے ساتھ چلا اور جنازہ کے ساتھ رہا جنازہ کی نماز ادا کی اور پھر تدفین میں موجود رہا اسے دو قیراط ملیں گے ہر قیراط احد پہاڑ کے مانند ہوگا ایک اور روایت میں ہے کہ اسکے لیے دو قیراط اجر لکھا جائے گا روزِ قیامت اس کی میزان میں ان دونوں میں سے کم وزن والا بھی احد پہاڑ کے مانند ہوگا۔

اور جس نے نمازِ جنازہ پڑھی اور تدفین سے پہلے چلا آیا تو وہ ایک قیراط لے کر لوٹے گا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قیراط اس کے لیے جو جنازہ میں شروع سے حاضر ہو اور پھر نماز جنازہ پڑھ کر جائے اور یہی محب الطبری کی رائے ہے۔

(فتح الباري : ١/٢٦٤ ـ ارشاد الساري : ١/١٩٦ ـ دليل الفالحين : ٣/٣٧٠)

عورتوں کی جنازہ میں شرکت ممنوع ہے

۹۳۱. وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَآئِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَمَعْنَاهُ" وَلَمْ يُشَدِّدْ فِي النَّهْيِ كَمَا يُشَدِّدُ فِي الْمُحَرَّمَاتِ .

(۹۳۱) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے روک دیا گیا مگر ہم پر سختی نہیں کی گئی۔ (متفق علیہ)

یعنی ممانعت میں اس طرح سختی نہیں کی گئی جیسی محرمات میں ہوتی ہے۔

تخریج حدیث(۹۳۱): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنائز . صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب نهی النساء عن اتباع الجنائز .

کلماتِ حدیث: ولم یعزم علینا : ہم پر شدت نہیں کی گئی۔ عزم عزماً (باب ضرب) پختہ ارادہ کرنا۔

شرحِ حدیث: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صحابیات کو جنازہ کے ساتھ جانے

سے منع کیا گیا لیکن اس ممانعت میں اتنی سختی اور شدت نہیں جس قدر محرمات میں ہوتی ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مفہوم یہ ہے کہ عورتوں کو جنازے میں جانے سے منع کیا گیا ہے لیکن حرام قرار نہیں دیا گیا گویا ممانعت تنزیہی ہے۔ بہر حال جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا ممنوع ہے اور اس بارے میں ایک اور حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنازے کے ساتھ جانے والی عورتیں اجر کے بجائے گناہ لے کر لوٹتی ہیں۔

امام سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حنفی فقہاء اور امام احمد اور جمہور علماء کے نزدیک عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا مکروہ تحریمی ہے کہ یہ بے شمار مفاسد پر منتج ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہِ تنزیہی ہے۔ علامہ ابن امیر الحاج جو ساتویں صدی ہجری کے آخر کے علماء میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ جنازے کے ساتھ عورتوں کے جانے کی ممانعت کا یہ اختلاف کہ مکروہِ تحریمی ہے یا تنزیہی، یہ اس دور میں تھا جب ملتِ اسلامیہ کی خواتین شرعی احکام کی پابند تھیں، اب کسی کا اختلاف نہیں ہے سب کے نزدیک عورتوں کی جنازے میں شرکت ناجائز ہے۔ (فتح الباري : ۱/۳۱۳۔ روضة المتقين : ۲/٤٤٣۔ دليل الفالحين : ۳/۳۷۱۔ روضة المتقين : ۳/٤٧١)

الْبَابُ (۱۵٦)

اِسْتِحْبَاب تَكْثِيرِ الْمُصَلِّينَ عَلَى الْجَنَازَةِ وَجَعْلِ صُفُوْفِهِمْ ثَلَاثَةً فَاكْثَرَ

جنازے کی نماز میں نمازیوں کی کثرت اور صفوں کے تین یا زیادہ ہونے کا استحباب

٩٣٢. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَامِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلَغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۹۳۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے جنازے کی نماز مسلمانوں کی ایک جماعت پڑھے جن کی تعداد سوتک پہنچتی ہو اور وہ سب میت کی شفاعت کریں ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۳۲): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه مائة شفعوا فيه.

کلماتِ حدیث: أمة : لوگوں کا گروہ، جماعت۔ شفعوا : ان کی شفاعت قبول کی جائے گی یعنی ان کی طلب مغفرت کی دعاء قبول کی جائے گی۔

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر عظیم رحمت اور اس کا بے شمار فضل وکرم ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی وفات کے بعد اس کی مغفرت کی دعاء کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعاء قبول فرمالیتے ہیں اور مرنے والے کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ اس حدیث میں سو کی تعداد کا ذکر ہے جبکہ اگلی حدیث میں چالیس کا ذکر ہے اور ایک اور حدیث میں تین صفوں کا ذکر ہے۔ ممکن ہے کہ پہلے سو کی تعداد بیان ہوئی ہو اور پھر دریائے رحمت جوش میں آیا تو چالیس تعداد ہوگئی اور فضل وانعام اور زیادہ ہوا تو تین صفیں ذکر کی گئیں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر سہ احادیث سوالوں کے جواب میں ہیں، ہر ایک جواب اس وقت کی مناسبت اور ضرورت کے مطابق ہے۔

(روضة المتقين : ۲/ ٤٤٤ ـ دليل الفالحين : ۳/ ۳۷۲)

جنازہ میں چالیس آدمیوں کی شرکت بھی باعثِ رحمت ہے

٩٣٣. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَامِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَايُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۹۳۳) ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان آدمی مرجائے اور اس کے جنازے میں ایسے چالیس آدمی نماز پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی دعائے مغفرت قبول فرمالیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۹۳۳): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه اربعون شفعوا فیه .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو محبوب رکھتے ہیں اوران کی دعائیں مرنیوالوں کے حق میں قبول فرمالیتے ہیں۔گزشتہ حدیثِ مبارک میں سو آدمیوں کے نمازِ جنازہ میں شرکت کا ذکر ہے اوراس حدیث میں چالیس کا ذکر ہے مگراس شرط کے ساتھ کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرتے ہوں اور ہوسکتا ہے کہ شرک خفی مراد ہو یعنی اگر جنازہ کے شرکاء ایسے ہوں جو کبھی شرکِ خفی میں بھی مبتلا نہ رہے ہوں تو چالیس کی تعداد بھی مرنے والے کی مغفرت کے لیے کافی ہے اوراگراس درجہ کے نہ ہوں تو پھر سو ہوں کہ ان سو کی دعاء سے اللہ تعالیٰ مرنے والے کی مغفرت فرمادے گا۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱٦/۷ ـ روضة المتقین : ۲/٤٤٤ ـ دلیل الفالحین : ۳/۳۷۲)

****

لوگ کم ہوں تو جنازہ کی تین صفیں بنائی جائیں

۹۳۴۔ وَعَنْ مَرْثَدِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ : كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ فَتَقَالَّ النَّاس عَلَيْهَا جَزَّأَهُمْ عَلَيْهَا ثَلاَثَةَ اَجْزَآءٍ ثُمَّ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ثَلاَثَةُ صُفُوْفٍ فَقَدْ اَوْجَبَ(الجنة) رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرمِذِيُّ وَقَالَ! حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۹۳۴) مرثد بن عبداللہ یزنی سے راویت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب نمازِ جنازہ پڑھاتے اورلوگوں کی جنازے میں حاضری کم دیکھتے تو انہیں تین صفوں میں تقسیم کر دیتے اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مرنے والے کی نمازِ جنازہ میں تین صفیں ہوں اس کے لیے جنت واجب ہوجاتی ہے۔(ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۹۳۴): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب الصفوف علی الجنازه . الجامع للترمذی، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی الصلوٰة علی الجنازة والشفاء للمیت .

کلماتِ حدیث: فتقال الناس علیها : جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد کو قلیل سمجھا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہٗ کا اپنے مؤمن بندوں پر احسانِ عظیم اور رحمت بے پایاں ہے کہ وہ اپنے بندوں کی دعاؤں سے مرنے والے کی مغفرت فرمادیتے ہیں،خواہ وہ دعاء کرنے والے سو ہوں یا چالیس ہوں یا تین صفوں میں ہیں اورصرف یہی نہیں بلکہ وعدہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (روضه المتقین : ۲/٤٤٤ ـ دلیل الفالحین : ۳/۳۷۳)

البَابُ (۱۵۷)

بَابُ مَایَقْرَأُ فِیْ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ

نمازِ جنازہ میں کیا پڑھا جائے؟

بَابُ مَایَقْرَأُ فِیْ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ یُکَبِّرُ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ یَتَعَوَّذُ بَعْدَ الْاُوْلٰی ثُمَّ یَقْرَأُ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ، ثُمَّ یُکَبِّرُ الثَّانِیَۃَ، ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَالْاَفْضَلُ اَنْ یُتِمَّہٗ بِقَوْلِہٖ: کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ. اِلٰی قَوْلِہٖ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. وَلَا یَقُوْلُ مَایَفْعَلُہٗ کَثِیْرٌ مِّنَ الْعَوَامِ مِنْ قِرَاءَ تِھِمْ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ اَلْاٰیَۃَ. فَاِنَّہٗ لَاتَصِحُّ صَلٰوتُہٗ اِذَا اقْتَصَرَ عَلَیْہِ، ثُمَّ یُکَبِّرُ الثَّالِثَۃَ وَیَدْعُوْ لِلْمَیِّتِ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ بِمَا سَنَذْکُرُہٗ مِنَ الْاَحَادِیْثِ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ یُکَبِّرُ الرَّابِعَۃَ وَیَدْعُوْ، وَمِنْ اَحْسَنِہٖ اَللّٰھُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ وَاغْفِرْلَنَا وَلَہٗ وَالْمُخْتَارُ اَنَّہٗ یُطَوِّلُ الدُّعَآءَ فِی الرَّابِعَۃِ خِلَافَ مَایَعْتَادُہٗ اَکْثَرُ النَّاسِ: لِحَدِیْثِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی الَّذِیْ سَنَذْکُرُہٗ اِنْ شَاءَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَمَّا الْاَدْعِیَۃُ الْمَاثُوْرَۃُ بَعْدَالتَّکْبِیْرَۃِ الثَّالِثَۃِ فَمِنْھَا.

نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں کہی جائیں، پہلی تکبیر کے بعد اعوذ باللہ کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھی جائے دوسری تکبیر کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا جائے اور کہا جائے اللّٰھم صلی علی محمد اور افضل یہ ہے کہ کما صلیت علی ابراہیم کہہ کر آخر تک یعنی انک حمید مجید تک پڑھا جائے اور اس طرح نہ کرے جس طرح بہت سے عوام کرتے ہیں کہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی پڑھتے ہیں صرف اس آیت کے پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے اور مسلمانوں کے لیے دعاء کی جائے جس کے بارے میں ہم انشاء اللہ احادیث ذکر کریں گے پھر چوتھی تکبیر کے بعد دعاء کی جائے بہتر دعاء یہ ہے:

" اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ ."

''اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کرنا اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما)

پسندیدہ بات یہ ہے کہ چوتھی تکبیر میں لمبی دعاء کرے برعکس اس کے جس کے لوگ عادی ہیں جیسا کہ ابن ابی اوفی کی حدیث سے ثابت ہے جس کو ہم ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔

تنبیہ: جنازہ کا یہ مذکورہ طریقہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کے مطابق ہے۔ احناف کے نماز جنازہ کا طریقہ اس سے مختلف ہے جو فقہ حنفی کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اگلی حدیث کی شرح میں اسکو ذکر کریں گے۔ ابن شائق عفا اللہ عنہ

تیسری تکبیر کے بعد جو دعائیں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

. . . .

جنازہ کی ایک جامع دعاء

۹۳۵۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ عَلٰی جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَآئِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ، وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ، وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ : وَاَهْلاً خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَاذٰلِكَ الْمَيِّتُ! رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۹۳۵) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر یہ دعاء پڑھی جو میں نے یاد کرلی، آپ ﷺ نے فرمایا:

" اللهم اغفرله سے واعذه من عذاب النار تک۔

اے اللہ اس کو معاف فرمادے اور اس پر رحم فرما اس کو عذاب سے عافیت دے اور اس سے درگزر فرما اس کی مہمان نوازی اچھی کر اس کی قبر کشادہ کردے اس کو برف اور اولوں کے پانی سے دھودے اور اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کردے جیسے تونے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کردیا اور اس کو اس کے دنیاوی گھر کے بدلے میں بہتر گھر اس کے گھر والوں سے بہتر گھر والے اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل کر اور اس کو عذاب قبر اور جہنم کی آگ سے بچا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی یہ دعاء سن کر میں نے تمنا کی کہ اس میت کی جگہ میں ہوتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۹۳۵): صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب الدعاء للميت فى الصلاة .

کلمات حدیث: جنازہ : میت، میت کے دفن میں جانے والے۔ جنز جنزاً (باب ضرب) چھپانا، جمع جنائز۔ واكرمه نزله : اس کو مہمانی سے مکرم فرمادے، اس کی مہمان نوازی فرما کر عزت عطا فرما۔

شرح حدیث: نمازِ جنازہ فرض ہے اور ان کلمات مسنونہ کے ساتھ دعاء کرنا سنت ہے کیونکہ یہ دعائے خیر بڑے وسیع معانی پر مشتمل ہے، نمازِ جنازہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھنا ہے اور اگر کسی نے ثناء کی جگہ سورۂ فاتحہ پڑھ لی تو بھی درست ہے اور یہ ثناء کے قائم مقام ہوجائے گی۔ دوسری تکبیر کے بعد وہ درود شریف پڑھنا چاہیے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور جسے درودِ ابراہیمی کہتے ہیں اور تیسری تکبیر کے بعد دعاء پڑھی جائے جو دعاء بھی پڑھی جائے وہ درست ہے۔

چوتھی تکبیر کے بعد کوئی ماثور دعاء نہیں ہے اس لیے فوراً سلام پھیردے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي: ۲٦/۷۔ روضة المتقين: ٤٤٥/٢۔ دليل الفالحين: ٣٧٥/٣۔ روضة الصالحين: ٤٧٧/٣)

. . . .

جنازہ کی ایک اہم دعاء

۹۳٦ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ قَتَادَةَ وَاَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ الْاَشْهَلِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَاَبُوْهُ صَحَابِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَصَغِيْرِنَا

وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَانِ، اَللّٰهُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَهُ، وَلَاتَفْتِنَّا بَعْدَهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مِنْ رِوَايَةِ اَبِي هُرَيْرَةَ وَالْاَشْهَلِيِّ، وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ مِنْ رِوَايَةِ اَبِي هُرَيْرَةَ وَاَبِي قَتَادَةَ قَالَ الْحَاكِمُ : حَدِيْثُ اَبِي هُرَيْرَةَ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ : اَصَحُّ رِوَايَاتِ هٰذَا الْحَدِيْثِ رِوَايَةُ الْاَشْهَلِيِّ : قَالَ الْبُخَارِيُّ وَاَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثُ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ .

(۹۳۶) حضرت ابو ہریرہ، حضرت قتادہ اور ابو ابراہیم اشہلی از والد خود روایت کرتے ہیں اور ان کے والد صحابی رسول ﷺ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی اور یہ دعاء فرمائی (اللہم اغفر لحسینا سے ولا تفتنا بعدہ تک) اے اللہ ہمارے زندہ کو اور مردہ کو ہمارے چھوٹے کو اور بڑے کو ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو ہمارے حاضر اور غائب لوگوں کو معاف فرما دے اے اللہ ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو تو موت دے اسے اسلام پر موت دے اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں کسی آزمائش میں مبتلا نہ کر۔

اس حدیث کو ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ اور اشہلی کی روایت سے نقل کیا ہے اور ابو داؤد نے اس حدیث کو بروایت ابو ہریرہ اور ابو قتادہ نقل کیا ہے۔ حاکم نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی حدیث صحیح ہے اور بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ امام بخاری نے فرمایا کہ اس باب میں صحیح ترین حدیث حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی ہے۔

تخریج حدیث(۹۳۶): الجامع للترمذی، ابواب الجنائز، باب ما يقول في الصلاة على الميت . سنن ابی داؤد، كتاب الجنائز ، باب الدعاء للميت

کلماتِ حدیث: من توفيته منا : جس کو تو ہم میں سے وفات دے۔ توفى توفيا : (باب تفعیل) پورا پورا لینا۔ اللہ نے انسان کے وجود میں جو روح پھونکی ہے اور جو جان ڈالی ہے موت کے وقت وہ اسے پوری لے لیتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا ﴾

''اللہ تعالیٰ جو پوری جان لے لیتا ہے۔''

متوفی : مردہ جس کی جان لے لی جاتی ہے۔

شرحِ حدیث: حدیث میں منقول دعاء نمازِ جنازہ کی تیسری تکبیر کے بعد پڑھی جانے والی مشہور دعاء ہے اور اسی پر امت میں عمل ہے اور اس دعاء کا پڑھنا بہتر اور افضل ہے۔ کیونکہ یہ دعاء بہت بلیغ اور جامع دعاء ہے اور تمام زندوں اور مردوں کو شامل ہے اور میت کے لیے بہترین تحفہ ہے جو اللہ کے یہاں اس کی مغفرت اور اس کے درجات کی بلندی کا سبب بنے گی یہ دعاء اس قدر جامع ہے کہ آدمی زندگی بھی اسلام کے مطابق گزارے اور موت بھی ایمان کے مطابق ہو۔ (تحفة الاحوذي : ٤/٨٧۔ نزهة المتقين : ٣/٤٠)

مرنے والے کے حق میں دعاء

۹۳۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَآءَ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ .

(۹۳۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نمازِ جنازہ پڑھو تو خلوص کے ساتھ مرنے والے کے لیے دعاء کرو۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث(۹۳۷): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت .

کلمات حدیث: فاخلصوا له الدعاء : اس کے لیے دعاء خالص کرو، خلوصِ نیت کے ساتھ اور صدق دل سے اس کے لیے دعاء کرو۔ اخلاص (باب افعال) خالص کرنا۔

شرح حدیث: نمازِ جنازہ کے دوران جو دعاء پڑھی جاتی ہے اس کو بہت خلوص صدق دل اور حسن نیت کے ساتھ مانگا جائے تاکہ مرنے والے کو بھی اس کا فائدہ پہنچے اور اس پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرمائے اور اسی طرح دعاء کرنے والا بھی اللہ کی رحمت اور اجر و ثواب کا مستحق قرار پائے۔ (روضة المتقین : ۲/۴۴۸۔ دلیل الفالحین : ۳/۳۷۷)

* * *

جنازہ میں پڑھی جانے والی ایک اور دعاء

۹۳۸. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلٰوةِ عَلَی الْجَنَازَةِ "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا، وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَیْتَهَا لِلْاِسْلَامِ، وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا، وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِیَتِهَا وَقَدْ جِئْنَاکَ شُفَعَآءَ لَهٗ فَاغْفِرْلَهٗ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ .

(۹۳۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نمازِ جنازہ میں یہ دعاء پڑھی (اللّٰهم انت ربها سے فاغفر له تک) اے اللہ تو ہی اس کا رب ہے تو نے ہی اسے پیدا فرمایا تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت دی تو نے ہی اس کی روح قبض فرمائی اور تو ہی اس کے ظاہر اور پوشیدہ اعمال کو بخوبی جانتا ہے ہم تیرے پاس اس کے شفیع بن کر آئے ہیں تو تو اس کو معاف فرمادے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث(۹۳۸): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت .

کلمات حدیث: شفعاء : جمع شفیع، شفع شفاعة (باب فتح) سفارش کرنا۔

شرح حدیث: جنازہ کی نماز میں پڑھنے کے لیے احادیث میں متعدد دعائیں مروی ہیں یہ سب دعائیں مسنون ہیں اور ان میں کوئی بھی دعاء پڑھی جائے درست ہے۔ لیکن زیادہ افضل دعاء وہ ہے جو حدیث (۹۳۶) میں گزری ہے اگر وقت میں گنجائش ہو تو ان دعاؤں کو جمع کرکے بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ (روضة المتقین : ۲/۴۴۹۔ دلیل الفالحین : ۳/۳۷۸۔ عمدة الفقه : ۲/۵۱۹)

* * *

جنازہ میں نام لے کر دعاء کرنا

۹۳۹. وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَمِعْتُه، يَقُوْلُ! اَللّٰهُمَّ اِنَّ فَلَانَ ابْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِکَ وَحَبْلِ جِوَارِکَ فَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ، وَعَذَابَ النَّارِ، وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَآءِ وَالْحَمْدِ اللّٰهُمَّ فَاغْفِرْلَه، وَارْحَمْهُ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ.

(۹۳۹) حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک مسلمان کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ ﷺ نے یہ دعاء پڑھی۔ اللھم ان فلان سے الرحیم تک۔ اے اللہ فلاں ابن فلاں تیری امان میں اور تیری حفاظت میں ہے تو اسے قبر کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے بچا تو وعدے کو پورا کرنے والا اور تعریف کے لائق ہے۔ اے اللہ تو اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما بے شک تو بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

تخریج حدیث(۹۳۹): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت.

کلمات حدیث: فی ذمتك : تیری ذمہ داری اور عہد میں ہے۔ حبل جوارك : تیری حفاظت کا طالب ہے۔ انت اهل الوفاء والحمد : آپ شکر کے اور حمد و ثناء کے مستحق ہیں۔

شرح حدیث: اسلام سے قبل اہل عرب کی عادت تھی کہ جب کوئی شخص سفر کرتا تو راستہ میں آنے والے قبیلوں کے سرداروں سے معاہدہ کر لیتا کہ وہ جب ان کے علاقے سے گزرے گا تو وہ اس کی حفاظت کریں گے اس کو حبل الجوار کہتے ہیں۔ دعاء کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ ہم نے فلاں کو تیرے ذمہ میں اور تیرے عہد میں دے دیا تو اسے قبر کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے بچا لے اور تو بڑا وعدوں کا پورا کرنے والا ہے۔ اور ہر حمد و ثناء کا مستحق ہے۔ (روضة المتقین : ۲/ ۴۵۰۔ دلیل الفالحین : ۳/۳۷۹)

چوتھی تکبیر کے بعد سلام پہلے دعاء

۹۴۰. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّه، كَبَّرَ عَلٰی جَنَازَةِ ابْنَةٍ لَه، اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ فَقَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ كَقَدْرِ مَابَيْنَ التَّكْبِيْرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُلَهَا وَيَدْعُوْاثُمَّ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ هٰكَذَا، وَفِیْ رِوَايَةٍ: كَبَّرَ اَرْبَعًا فَمَكَثَ سَاعَةً حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّه، سَيُكَبِّرُ خَمْسًا ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ : فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا لَه، : مَاهٰذَا ؟ فَقَالَ : اِنِّیْ لَااَزِيْدُكُمْ عَلٰی مَارَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ، اَوْهٰكَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ : حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.

(۹۴۰) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی صاحبزادی کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار

تکبیریں کہیں چوتھی تکبیر کے بعد اتنا ٹھہرے جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور مرنے والی کے لیے استغفار اور دعاء کرتے رہے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے چار تکبیریں کہیں اور کچھ دیر توقف کیا میں نے خیال کیا کہ شاید پانچویں مرتبہ تکبیر کہیں گے پھر انہوں نے دائیں بائیں سلام پھیر دیا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو ہم نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا؟ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جو کرتے ہوئے دیکھا تمہارے سامنے میں اس سے زائد کوئی کام نہیں کروں گا۔ یا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا ہے۔ (حاکم نے اسے روایت کیا ہے اور کہا کہ حدیث صحیح ہے)

تخریج حدیث (۹۴۰): المستدرك للحاكم، الجنائز.

کلمات حدیث: هكذا يصنع: اسی طرح کیا کرتے تھے۔ صنع صنعاً (باب فتح) بنانا، کرنا۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، چار تکبریں کہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد بھی سلام سے پہلے کچھ دیر توقف کیا۔ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ راوی نے کہا کہ میں نے سنا کہ لوگ صفوں کے درمیان سبحان اللہ کہہ رہے ہیں۔ سلام پھیرنے کے بعد انہوں نے پوچھا کہ کیا تم یہ خیال کر رہے تھے کہ پانچویں تکبیر کہوں گا میں ایسا کوئی کام نہیں کرسکتا جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو، رسول اللہ ﷺ چار تکبیرات ہی کہا کرتے تھے پھر آپ ﷺ توقف فرماتے اور دعاء فرماتے اور پھر سلام پھیرا کرتے۔

امام رافعی رحمہ اللہ نے چوتھی تکبیر کے بعد دعاء کرنے کے بارے میں فقہی اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ راجح یہی ہے کہ جنازہ کی نماز میں چوتھی رکعت کے بعد سلام پھیرنے سے قبل بھی مرنے والے کے لیے دعاء کی جاسکتی ہے۔

(روضة المتقين: ۲/ ٤٥٠ ـ دليل الفالحين: ۳/۳۷۹)

الباب (۱۵۸)

بَابُ الْاِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ
جنازہ میں جلدی کرنے کا حکم

جنازہ لے جاتے ہوئے قدرے تیز چلنا

۹۴۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ : فَاِنْ تَکُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَيْهِ، وَاِنْ تَکُ سِوٰی ذٰلِکَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِکُمْ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : "فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا عَلَيْهِ."

(۹۴۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنازہ میں جلدی کرو اگر نیک ہے تو تم اسے بھلائی کی جانب لے جا رہے ہو اور اگر اس کے برعکس ہے تو یہ برائی ہے جسے تم اپنے کندھوں سے اتار دو گے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں تقدمونہا الیہ کی جگہ تقدمونہا علیہ ہے۔

کلمات حدیث (۹۴۱): اسرعوا بالجنازۃ : جنازہ کی تیاری اور جنازہ کو لے کر جانے میں جلدی کرو۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہے کہ جنازہ میں جلدی کرو یعنی جب کسی شخص کی وفات ہو جائے تو اس کو غسل دینے ا جنازہ تیار کرنے اور اسے قبرستان لے کر جانے اور تدفین کرنے میں جلدی کرو۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے یہی مفہوم بیان کیا ہے اور کہا کہ مطلب یہ ہے کہ سارے کام جلدی کیے جائیں تاکہ تدفین میں تاخیر نہ ہو۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ جنازہ جلدی کرنا مستحب ہے لیکن جلدی سے مراد لے کر بھاگنا نہیں ہے اور نہ ایسی جلدی ہے جس سے کسی قسم کی کوئی خرابی رونما ہونے کا اند ہو۔ طبرانی نے بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مر جا اسے نہ روکو اور اسے جلد اس کی قبر تک لے جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس فرمان کی حکمت خود ہی بیان فرمائی کہ جنازہ کی تیاری اور اس کی جلد تدفین کی حکمت یہ ہے کہ اگر مر والا نیک اور صالح تھا اور تم اسے جلد اس کے اچھے انجام اور خیر کی طرف پہنچا دو گے اور اگر مرنے والا برا آدمی ہے جس نے اپنی زندگ کی نافرمانی میں گزاری ہے تو بہتر یہی ہے کہ تم اپنے کندھوں سے اس بوجھ کو جلد اتار دو۔

(فتح الباري : ۱/ ۷۸۳ - روضة المتقين : ۲/ ۴۵۱ - دليل الفالحين : ۳/ ۸۱)

میت کی گفتگو مخلوقات سنتی ہیں

۹۴۲۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

"اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ : قَدِّمُوْنِيْ وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا يَاوَيْلَهَا اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۹۴۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ نیک نہیں ہوتا تو وہ کہتا ہے کہ ہائے ہلاکت و بربادی، مجھے تم کہاں لے جا رہے ہو؟ اس کی یہ آواز انسان کے علاوہ ہر شے سنتی ہے اگر انسان سن لے تو انسان بے ہوش ہو جائے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۹۴۲): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب حمل الرجال الجنازة دون النساء .

کلمات حدیث: ولو سمع الانسان لصعق : اگر انسان سن لے تو اس پر غشی طاری ہو جائے اور وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو جائے۔

شرح حدیث: نیک اور صالح آدمی کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ جلدی چلو اور اگر وہ برا آدمی ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ ہائے بربادی اور ہلاکت کہاں لے کر جا رہے ہو۔

حدیث مبارک میں تصریح ہے کہ جنازہ کو صرف مرد اٹھائیں گے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جنازہ صرف مرد ہی اٹھائیں گے اور عورتیں نہیں اٹھائیں گی۔ ابویعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک جنازے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ عورتیں بھی ساتھ آ رہی ہیں تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم جنازہ اٹھاؤ گی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دفن کرو گی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اجر لے کر لوٹو گناہ لے کر نہ لوٹو۔ (فتح الباري : ۷۸۳/۱)

الباب (۱۵۹)

بابُ تَعۡجِيلِ قَضَآءِ الدَّيۡنِ عَنِ الۡمَيِّتِ وَالۡمُبَادَرَةِ اِلٰى تَجۡهِيزِهٖ اِلَّآ اَنۡ يَمُوۡتَ فَجۡأَةً فَيُتۡرَكَ حَتّٰى يَتَيَقَّنَ مَوۡتُهٗ

مرنے والے کے قرض کی ادائیگی اور اس کی تجہیز میں جلدی کرنا سوائے اس کے کوئی اچانک مرجائے تو توقف کیا جائے تاکہ موت کا یقین ہو جائے

مقروض کی روح قرض کی ادائیگی تک معلق رہتی ہے

۹۴۳۔ عَنۡ اَبِيۡ هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ "نَفۡسُ الۡمُؤۡمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيۡنِهٖ حَتّٰى يُقۡضٰى عَنۡهُ" . رَوَاهُ التِّرۡمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيۡثٌ حَسَنٌ .

(۹۴۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کی روح اس کے قرض کی بنا پر معلق رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کر دیا۔ (ترمذی، امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۹۴۳): الجامع للترمذی، ابواب الجنائز، باب ما جاء عن النبي ﷺ نفس المؤمن معلقه بدينه .

کلمات حدیث: حتی یقضی عنه : یہاں تک کہ اس کی جانب سے اداء کر دیا جائے۔

شرح حدیث: جملہ حقوق العباد کی ادائیگی زندگی ہی میں لازم ہے اور ضروری ہے کہ آدمی مرنے سے پہلے حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرے اور خاص طور پر قرض کی ادائیگی بے حد ضروری ہے اگر مرنے والے کے ذمہ کوئی قرض ہو تو اس کے وارث اسے فوراً ادا کریں۔ کیونکہ مؤمن کی جان اپنے قرض کے ساتھ محبوس رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کر دیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن قتادہ نے روایت کیا کہ ان کے والد حضرت قتادہ نے بیان کیا کہ ہم میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نمازِ جنازہ کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں اس نے کچھ نہیں چھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس نے قرض چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں اٹھارہ درہم قرض ہے۔ آپ ﷺ نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا مرنے والے نے اس قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں اس نے اس قرض کی ادائیگی کے لیے بھی کچھ نہیں چھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم خود ہی نماز پڑھ لو۔ ابوقتادہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر میں اس کا قرض ادا کر دوں تو آپ ﷺ اس کی نماز پڑھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اس کی جانب سے قرض ادا کر دو گے تو میں نماز پڑھا دوں گا۔ چنانچہ حضرت ابوقتادہ گئے اور اس کا قرض ادا کر کے آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم اس کا قرض ادا کر آئے انہوں نے کہا کہ ہاں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار میں فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارک میں دراصل ورثاء کو تاکید ہے کہ وہ مرنے والے کے قرض کی

ادائیگی میں جلدی کریں یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہو جس سے قرض ادا ہو سکے۔ اور اگر اس نے مال نہیں چھوڑا لیکن زندگی میں اس کا عزم ارادہ تھا کہ وہ قرض ادا کرے تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کا قرض اس کی طرف سے اداء فرمائیں گے بلکہ احادیث میں یہاں تک آیا ہے کہ اگر مرنے والے کو مدیون (مقروض) سے محبت تھی تو اگر چہ وہ مال چھوڑ کر مرا ہو اور ورثاء پھر بھی اس کا قرض ادا نہ کریں تب بھی اللہ تعالیٰ اس کے قرض کے متولی ہوں گے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح ونصرت عطا فرمادی اور مال ودولت کی فراوانی ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ مقروض کا قرض مسلمانوں کے مال سے اداء فرماتے تھے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے قرض چھوڑا وہ میرے ذمہ ہے اور میرے بعد والیوں کے ذمہ ہے کہ وہ اسے بیت المال سے ادا کریں۔

(تحفة الاحوذي : ١٩٢/٤ ـ روضة المتقين : ٤٥٣/٢ ـ دليل الفالحين : ٣٨٣/٣)

کفن دفن میں جلدی کرنا چاہیے

۹۴۴ . وَعَنْ حُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اُرٰى طَلْحَةَ اِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيْهِ الْمَوْتُ فَاٰذِنُوْنِيْ بِهٖ وَعَجِّلُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَ اَنِيْ اَهْلِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ .

(۹۴۴) حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت طلحہ بن براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ طلحہ کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ مجھے ان کی موت کی اطلاع دینا اور تدفین میں جلدی کرنا کیونکہ یہ مناسب نہیں ہے کہ مسلمان کی لاش اس کے گھر والوں کے درمیان رکھی رہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (۹۴۴): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب التعجیل بالجنازة و کراهية حبسها .

کلمات حدیث: آذنوني : مجھے اطلاع دے دو۔ مجھے خبر کر دو، امر کا صیغہ ایذان سے ایذان کے معنی اطلاع دینا۔ اذان : اعلان۔

شرح حدیث: جب کسی مسلمان کی وفات ہو جائے تو اس کے تمام کاموں میں جلدی کرنا چاہیے اور کسی بات میں غیر ضروری تاخیر نہیں کرنی چاہیے اور اس کے غسل، تجہیز وتکفین اور تدفین میں جلدی کرنی چاہیے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض جگہ مال ودولت کی جانچ پڑتال یا تقسیم ترکہ کے انتظام و اہتمام یا دوستوں اور رشتہ داروں کے انتظار یا نمازیوں کی کثرت یا ایسی ہی اور کسی غرض سے میت کی تدفین میں دیر کی جاتی ہے حتیٰ کہ بعض جگہ کامل دو دن تک میت پڑی رہتی ہے یہ سب ناجائز اور منع ہے۔

(روضة المتقين : ٤٥٤/٢ ـ دليل الفالحين : ٣٨٣/٣ ـ احکام میت از مولانا ڈاکٹر عبد الحی : ص ٢٢٧)

البَابُ (١٦٠)

بَابُ الْمَوْعِظَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ
قبر کے پاس وعظ ونصیحت

۹۴۵. عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا فِيْ جَنَازَةٍ فِيْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ فَاَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهٗ وَمَعَهٗ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ وَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهٖ: ثُمَّ قَالَ، مَامِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ " فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلىٰ كِتَابِنَا؟ فَقَالَ : "اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ"، وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۴۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے پاس تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آکر بیٹھ گئے ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے آپ ﷺ کے پاس ایک چھڑی تھی آپ ﷺ نے سر مبارک جھکایا اور چھڑی سے زمین کو کریدنا شروع کر دیا اور فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کا انجام لکھا ہوا ہے کہ جنتی ہے یا جہنمی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) کیا ہم اس لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کر کے بیٹھ جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمل کرتے رہو ہر ایک کو اسی عمل کی توفیق ہوگی جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۴۵): صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب موعظة المحدث عند القبر . صحيح مسلم، اوائل كتاب القدر .

کلمات حدیث: مخصرہ: ٹیک لگانے والی چھڑی یا لکڑی۔ جمع مخاصر۔

شرح حدیث: قبرستان میں طبیعت پر دنیا کی بے ثباتی کا اثر ہوتا ہے اور اس وقت کی نصیحت اور موعظت پراثر ہوتی ہے اس لیے اگر تدفین کے وقت وعظ ونصیحت ہو تو مفید ہوگی جیسا کہ اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے موعظت فرمائی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر آدمی کا جنت اور دوزخ میں ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا مگر اسے اس کا جہنم میں ٹھکانا دکھایا جائے گا تا کہ وہ شکر کرے اور جہنم میں کوئی نہیں جائے گا مگر اسے اس کا جنت میں ٹھکانا دکھایا جائے گا تا کہ اسے حسرت ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) جب سب کا انجام لکھا ہوا ہے اور اسی لکھے ہوئے کے مطابق ہونا ہے تو کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ تقدیر پر بھروسہ کر لیا جائے فرمایا عمل کرتے رہو اس لیے کہ ہر ایک کے لیے وہ عمل آسان بنا دیا گیا ہے جو اس کے انجام کے مطابق ہے، جنت میں جانے والے کے لیے اعمال صالحہ آسان ہیں اور جہنم میں جانے والے کے لیے معاصی اور گناہ کی زندگی پر کشش ہے۔ مزید یہ کہ یہ پتہ نہیں ہے کہ اللہ کے یہاں کیا لکھا ہوا ہے اس لیے اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ نیک اعمال کیے جائیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق زندگی گزاری جائے۔ (فتح الباري : ١/ ٨٠٠۔ ارشاد الساري : ٤٥٨/٣۔ روضة المتقين : ٢/ ٤٥٤)

البَابُ (۱۶۱)

بَابُ الدُّعَآءِ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ دَفْنِهٖ وَ الْقُعُوْدِ عِنْدَ قَبْرِهٖ سَاعَةً لِلدُّعَاءِ لَهٗ وَالْاِسْتِغْفَارِ وَالْقِرَاءَةِ !

تدفین کے بعد میت کے لیے دعاء اور قبر کے پاس کچھ وقت بیٹھ کر مرنے والے کے لیے دعا اور استغفار کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا

دفن کے بعد میت کے حق میں دعاء کرنا

۹۴۶. عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو وَقِيْلَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ وَقِيْلَ اَبُوْ لَيْلٰى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ وَقَالَ : "اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَسَلُوْا لَهُ التَّثْبِيْتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَالُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ .

(۹۴۶) حضرت ابوعمرو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابوعبداللہ اور ابولیلیٰ بھی ذکر کی گئی ہے سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہر جاتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کی ثابت قدمی کے لیے دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جا رہا ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (۹۴۶): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف .

کلمات حدیث: تثبیت : مضبوطی، ثابت قدمی، قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں ثابت قدمی۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو کچھ دیر توقف فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے طلبِ مغفرت کرلو اور دعاء کرو کہ وہ قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں ایمان اور یقین پر ثابت قدمی سے قائم رہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مردے سے قبر میں سوال ہوتا ہے اور وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اس آیت مبارکہ میں اسی جانب اشارہ ہے:

﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ﴾

''اللہ تعالیٰ قول ثابت کے ساتھ اہل ایمان کو دنیا اور آخرت میں ثابت قدمی عطا فرماتے ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ جب مردہ قبر میں اتار دیا جاتا ہے اور اس کو لے کر آنے والے رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے پھر دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ان صاحب یعنی محمد ﷺ کے بارے میں تم کیا کہتے تھے تو مومن کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لو اللہ نے اس کے بدلے تمہیں جنت میں ٹھکانا عطا فرمایا ہے اور وہ ان دونوں کو دیکھے گا۔ (قتادہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بھی بتایا گیا کہ

اس کی قبر وسیع کر دی جائے گی) اس کے بعد پھر انہوں نے پھر حدیث انس بیان کی کہ اور منافق اور کافر سے پوچھا جائے گا کہ ان صاحب یعنی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتے تھے تو وہ کہے گا کہ میں نہیں جانتا میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اسے کہا جائے گا کہ نہ تو نے جانا نہ تو نے اتباع کی پھر اس کو لوہے کے گرز مارے جائیں گے جسے انسانوں اور جنوں کے سوا تمام مخلوقات سنیں گی۔

حدیثِ مبارک۔ سے معلوم ہوا کہ تدفین کے بعد کچھ وقت ٹھہر کر مرنے والے کے لیے دعاء واستغفار کرنا چاہیے اور اس کی ثابت قدمی کے لیے دعاء کرنی چاہیے ایک حدیث میں ہے کہ اتنا ٹھہرنا چاہیے کہ اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے۔

فتاویٰ امداد الاحکام میں ہے کہ بعض لوگ تدفین کے بعد قبر پر انگلی رکھ کر مردے کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تم سے فرشتے پوچھیں کہ تمہارا رب کون ہے؟ تو تم کہنا کہ میرا رب اللہ ہے میرا رسول محمد اور میرا دین اسلام ہے۔ یہ روافض کا شعار ہے اور غلط ہے۔ اس لیے اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ (روضة المتقين : ٢/٤٥٦ ـ دليل الفالحين : ٣/٣٨٧ ـ امداد الاحكام : ١/١١٥)

دفن کے بعد کچھ دیر قبر پر ٹھہرنا

٩٤٧. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : إِذَا دَفَنْتُمُوْنِيْ فَأَقِيْمُوا حَوْلَ قَبْرِيْ قَدْرَمَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتّٰى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَعْلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ، قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُقْرَأَ عِنْدَهٗ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْاٰنِ، وَإِنْ خَتَمُوا الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ كَانَ حَسَنًا .

(٩٤٧) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح ہو کر اس کا گوشت تقسیم ہوتا ہے تا کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور میں جان لوں کہ میں اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ (مسلم)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ قرآن پڑھا جائے اور اگر پورا قرآن پڑھ لیا جائے تو اور اچھا ہے۔

تخریج حدیث (٩٤٧): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب كون الايمان يهدم ما كان قبله و كذلك الهجرة و الفتح

کلماتِ حدیث: جزور : ذبح کے لیے اونٹ۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ مردے کے لیے اگر دعاء کی جائے تو اس سے اسے فائدہ پہنچتا ہے اور اس کی تائید قرآن وسنت سے ہوتی ہے۔ جہاں تک قبر کے پاس تلاوت قرآن کا تعلق ہے تو ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح کتاب الفقہ الاکبر میں فرمایا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ ابوحنیفہ اور احمد کے نزدیک قبر کے پاس تلاوت قرآن مکروہ ہے۔

(روضة المتقين : ٢/٤٥٧ ـ دليل الفالحين : ٣/٣٨٧)

نوٹ:

قبر کے پاس تلاوت کا مکروہ ہونا شاید اس صورت میں کہ اجرت دیکر کسی کو تلاوت کیلئے بٹھایا ورنہ قبرستان میں تلاوت کا جواز احادیث سے ثابت ہے مثلا ایک روایت میں ہے جو شخص قبرستان میں سورۂ یٰسین کی تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے اس دن مردوں کے عذاب میں تخفیف فرماویں گے اور اسکے حروف کی مقدار میں پڑھنے والے کو اجر ملے گا۔ (ابن شائق عفا اللہ عنہ)

(شامیہ : جـ ۱)

الباب (۱۶۲)

بَابُ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالدُّعَاءِ لَهُ

میت کی طرف سے صدقہ اور اس کے لیے دعاء

۲۷۳۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''اور وہ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔'' (الحشر: ۱۰)

تفسیری نکات: وہ مسلمان جو پچھلے تمام مسلمانوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں بالخصوص خیر القرون کے لیے اور ان سے محبت رکھتے ہیں اور انہیں برا نہیں کہتے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمام مسلمانوں کے لیے ہے کہ اگلوں کا حق مانیں اور انہی کے پیچھے چلیں اور ان کی محبت کے ساتھ ان کی اتباع کریں۔ (تفسیر عثمانی)

****

میت کی طرف سے صدقہ وخیرات

۹۴۸۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّيْ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا مِنْ أَجْرٍ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: ''نَعَمْ''. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۹۴۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر انہیں کچھ کہنے کا موقعہ ملتا تو وہ صدقہ کی وصیت کرتیں تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو ان کو اجر ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۴۸): صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب موت الفجاءة. صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب وصول ثواب الصدقة عن الميت اليه.

کلمات حدیث: اجر: ثواب، جمع اجور: ماجور جسے اجر دیا جائے، جیسے اللہ کے یہاں اجر ملے گا۔

شرح حدیث: ایک صاحب نے خدمت میں عرض کیا کہ میری والدہ اچانک انتقال کر گئی ہیں، یہ صحابی حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ تھے اور ان کی والدہ کا نام عمرہ تھا۔ اسی طرح ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں گئے ہوئے تھے اور مدینہ منورہ میں ان کی والدہ کا وقتِ وفات قریب آ گیا تو کسی نے ان سے کہا کہ وصیت کر دیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں کیا وصیت کروں جو کچھ مال ہے وہ تو سعد کا ہے غرض حضرت سعد کی واپسی سے پہلے ان کا انتقال ہو گیا۔ جب

حضرت سعد واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر سکتا ہوں اور کیا انہیں اس عمل کا اجر وثواب ملے گا؟ نبی کریم ﷺ نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت سعد نے کہا کہ میرا فلاں باغ میری ماں کی طرف سے صدقہ ہے۔

غرض حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ مرنے والے کی طرف سے صدقہ کرنا عمل خیر ہے اور اس کا ثواب مرنے والے کو پہنچتا ہے اور اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے اسی طرح میت کے حق میں کی جانے والی دعاء قبول ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت سے اس دعاء سے دنیا سے جانے والے کو فائدہ پہنچتا ہے۔ (فتح الباری: ۱/۸۱۲۔ ارشاد الساری: ۳/۴۹۵۔ روضۃ المتقین: ۲/۴۵۹)

****

موت کے بعد کام آنے والے اعمال

۹۴۹۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ، اَوْعِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ، اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۹۴۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو سلسلہ عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین باتوں کے (۱) صدقہ جاریہ، (۲) علم جس سے فائدہ ہو، (۳) یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعاء کرے۔

تخریج حدیث (۹۴۹): صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق من الثواب للمیت بعد وفاته.

کلمات حدیث: انقطع عمله: اس کا عمل منقطع ہو گیا۔ اس کا عمل ختم ہو گیا۔

شرح حدیث: حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ آدمی کی موت کے ساتھ اس کا دنیا سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے البتہ تین اعمال ایسے ہیں جو اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے لیے باعث اجر وثواب بنتے ہیں اور ان کی خیر اسے حاصل ہوتی ہے۔ ایک صدقہ جاریہ، یعنی ایسا صدقہ جو باقی رہے جیسے مسجد یا مدرسہ بنوانا، یا کوئی ایسا کام کر جانا جس سے عام مسلمانوں کو تادیر فائدہ پہنچتا رہے۔ دوسرے مرنے والے کا علم جس سے لوگ اس کے مرنے کے بعد مستفید ہوتے رہیں، مثلاً اس نے زندگی میں تدریس تعلیم و تبلیغ کے فرائض انجام دیئے جس کے نتیجے میں اس کے تلامذہ اس علم کو دوسروں کو سکھا رہے ہیں خود بھی عمل کر رہے ہیں اور دوسروں پر راہ عمل روشن کر رہے ہیں، یا مرنے والے کی تصانیف جس سے بعد میں آنے والے مستفید ہو رہے ہیں اور دین کا علم حاصل کر رہے ہیں۔ تیسرے اولادِ صالح جو اس کے حق میں دعائے خیر کرے۔ اس میں اس بات کی جانب بھی اشارہ ہے کہ باپ اولاد کی ایسی تعلیم وتربیت کرے جس سے اولاد صالح ہو جائے اور اس کے حق میں دعا کرے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي: ۱۱/۷۲)

الباب (۱۶۳)

بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى المَيّتِ
مرنے والے کی خوبیاں بیان کرنا

٩٥٠ . عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "وَجَبَتْ" ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَاوَجَبَتْ؟ فَقَالَ : "هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، اَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۵۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کا گزر ایک جنازے کے پاس سے ہوا، سب نے مرنے والے کے بارے میں کلمہ خیر کہا آپ ﷺ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ اس کے بعد ایک اور جنازہ کے پاس سے گزرے لوگوں نے اس کے بارے میں بری بات کہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا واجب ہوگئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے بارے میں تم نے کلمہ خیر کہا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے برائی بیان کی اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۹۵۰): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت . صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فیمن یثنی علیه خیر او شر امن الموتی .

کلمات حدیث: فاثنوا علیها خیرا : اس کی خوبیاں بیان کیں، اس کے بارے میں کلمہ خیر کہا۔ ثنا : تعریف، ستائش، بیان محاسن۔ ثنی ثنایاء (باب ضرب) تعریف کرنا۔

شرح حدیث: مستدرک حاکم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ فلاں صاحب کا جنازہ ہے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے والے تھے اور اللہ کی اطاعت کے کام کرتے اور اس کی سعی کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے واجب ہوگئی کا کلمہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ وجہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کی یہ ہے کہ جب اللہ کا مومن بندہ وفات پاتا ہے تو اللہ اپنے بندوں کے دلوں میں اچھائی القاء فرما دیتے ہیں اس پر سب اس کی ثناء کرتے ہیں اور اس کے محاسن بیان کرتے ہیں جو اس کے اہل جنت میں سے ہونے کی علامت اور نشانی بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو جنت میں داخل فرما دیتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ پھر دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے کہا کہ فلاں کا

جنازہ ہے جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا دشمن تھا اور معاصی کا ارتکاب کرتا تھا اور انہی میں لگا رہتا تھا۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر جہنم واجب ہوگئی۔اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو یا جو تمہاری طرح ایمان وتقویٰ کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔ابن التین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ خطاب صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہے کہ ان کی ہر بات مشتمل بر حکمت ہوتی تھی کہ وہ علوم نبوت ﷺ سے براہ راست فیضیاب ہوئے تھے۔

(فتح الباري : ۱/ ۸۰۲۔ ارشاد الساري : ۳/ ٤٦٥۔ روضة المتقين : ۳/ ٤٦٠۔ دليل الفالحين : ۳/ ۳۹۱)

دو آدمی بھی میت کی تعریف کریں تو وہ جنت میں داخل ہوگا

۹۵۱۔ وَعَنْ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ : قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَجَلَسْتُ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَأُثْنِیَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ : وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِاُخْرٰى فَاُثْنِیَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَاُثْنِیَ عَلٰى صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ قَالَ اَبُو الْاَسْوَدِ : فَقُلْتُ : وَمَا وَجَبَتْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ : قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهٗ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ" فَقُلْنَا : وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ : "وَثَلَاثَةٌ" فَقُلْنَا : وَاثْنَانِ؟ قَالَ : "وَاثْنَانِ" ثُمَّ لَمْ نَسْئَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ . رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۹۵۱) حضرت ابوالاسود سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا۔لوگوں کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے مرنے والے کی خوبیاں بیان کیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔پھر ایک اور جنازہ گزرا لوگوں نے اس مرتبہ بھی مرنے والے کی خوبیاں بیان کیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔پھر ایک اور جنازہ گزرا اس مرتبہ لوگوں نے مرنے والے کی برائی کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی۔راوی حدیث ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کیا واجب ہوگئی اے امیر المؤمنین! فرمایا کہ میں نے وہی کہا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان کے بارے میں چار مسلمان بھلائی کی گواہی دیں تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرماتے ہیں۔ہم نے کہا کہ تین، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تین بھی۔ہم نے کہا کہ اور دو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں دو بھی۔پھر اس کے بعد ہم نے ایک کے بارے میں نہیں پوچھا۔(بخاری)

تخریج حدیث (۹۵۱): صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب ثناء الناس على الميت .

کلمات حدیث: وجبت : جو اس کے بارے میں کہا گیا وہی ثابت ہوگیا اور اسی کے مطابق وہ اچھے یا برے بدلے کا مستحق ہوگیا۔

شرح حدیث: مدینہ منورہ میں کوئی وبائی مرض پھیل گیا تھا اور کثرت سے اموات واقع ہو رہی تھیں راوی کا بیان ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا کوئی جنازہ آیا تو لوگوں نے اس کے حسن عمل اور ایمان کی تعریف کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

واجب ہوگئی دوسرا جنازہ آیا تب بھی ایسا ہی ہوا۔ تیسرا جنازہ آیا لوگوں نے اس کی بدعملی کا ذکر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی، راوی نے پوچھا کہ کیا واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس مسلمان کے حق میں چار آدمی گواہی دیں اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمادیتے ہیں۔

مرنے والے کے بارے میں چار یا تین یا دو مسلمانوں کی گواہی کا قبول فرما کر اللہ تعالیٰ کا اس مسلمان کو جنت میں داخل فرمادینا اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ وہ مرنے والے کے حق میں اپنے بندوں کی دعاء بھی قبول فرماتا ہے اور اس کے حق میں گواہی کو بھی شرف قبولیت عطا فرماتا ہے اسی بناء پر علماء امت نے ارشاد فرمایا ہے کہ مرنے کے بعد مرنے والے کے حق میں کلمۂ خیر ہی کہنا چاہیے۔

(فتح الباري : ۱/۲۰۸ ـ ارشاد الساري : ۳/۴٦٥ ـ دليل الفالحين : ۳/۳۹۲)

البَابُ (١٦٤)

بَابُ فضل من مات له اولاد صغار
جس کے چھوٹے بچے مرجائیں اس کی فضیلت

نابالغ اولاد کی موت کی فضیلت

۹۵۲. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ لَهُ ثَلاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ اِيَّاهُمْ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۵۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان کے تین نابالغ بچے وفات پا جائیں اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل اور اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۵۲): صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب . صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه .

کلمات حدیث: لم يبلغوا الحنث : جو ابھی گناہ کی عمر کو نہیں پہنچے، یعنی بالغ نہیں ہوئے۔ حنث : گناہ جمع احناث۔ حنث اليمين : قسم توڑ دینا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ اگر کسی مسلمان کے تین چھوٹے بچے مر جائیں اور وہ ان پر صبر کرے اور حکم الٰہی سمجھ کر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ نابالغ بچوں کا ذکر اس لیے فرمایا کہ چھوٹے بچوں پر آدمی زیادہ شفیق اور مہربان ہوتا ہے اور ان کی تکلیف سے اسے زیادہ دکھ پہنچتا ہے اور اس صدمہ پر صبر کرنا زیادہ دشوار ہوتا ہے۔ اس مصیبت فاجعہ پر صبر کی جزا جنت ہے۔

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝١٠ ﴾

''صبر کرنے والوں کا اجر بے حساب ہوگا۔'' (فتح الباري : ١/٢/٨٠٢ ۔ ارشاد الساري : ٣/٤٦٦)

جس کے تین بچے مرجائیں

۹۵۳. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يَمُوْتُ لِاَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثَلاثَةٌ مِنْ وَلَدٍ لَا تَمَسُّهُ النَّارُ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۵۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی مسلمان کے تین بچے مر جائیں اسے آگ نہیں چھوئے گی مگر قسم پوری کرنے کے لیے آگ پر سے گزرے گا۔ (متفق علیہ)

تحلۃ القسم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی جانب اشارہ ہے کہ:

﴿ وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ﴾

''تم میں سے ہر شخص اس پر سے گزرے گا۔''

گزرنے سے مراد پل صراط پر سے گزرنا ہے۔ صراط ایک پل ہے جو جہنم کے اوپر سے گزرتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔

تخریج حدیث(۹۵۳): صحيح البخاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب . صحيح مسلم، کتاب البر و الصلة، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه .

کلماتِ حدیث: تحلة القسم : قسم کو حلال کرنے کے لیے۔ حلال الیمین کا مصدر ہے قسم کا کفارہ ادا کرکے قسم سے حلال ہو جانا۔ مطلب یہ ہوا کہ آگ پر سے گزر ہوگا اور اس لیے ہوگا کہ اس آیت میں وارد قسم پوری ہو جائے۔

شرحِ حدیث: جس مؤمن آدمی کے تین بچے وفات پا جائیں اور وہ صبر کرے اور اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو جائے تو اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی اور پل صراط پر سے گزرتے ہوئے جہنم کی لپیٹ اسے تکلیف نہیں پہنچائے گی اور وہ اگر اہل سعادت میں سے ہے تو پلک جھپکنے کی مدت میں پل صراط سے گزر جائے گا۔ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پل صراط پر سے گزرے گا مگر اس کو نہ چھوئے گی اور اس کی تکلیف پہنچے گی۔ (روضة المتقين : ٢/٤٦٤ ـ نزهة المتقين : ٢/٥٠)

عورتوں کو نصیحت کے لیے الگ دن مقرر کرنا

۹۵۴۔ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيْثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيْكَ فِيْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ قَالَ : "اِجْتَمِعْنَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا" فَاجْتَمَعْنَ فَأَتَاهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ : مَامِنْكُنَّ مِنِ امْرَأَةٍ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِنَ الْوَلَدِ إِلَّا كَانُوْا لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: وَاثْنَيْنِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَاثْنَيْنِ" . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۵۴) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی کہنے لگی یا رسول اللہ مرد آپ ﷺ کی باتیں لے گئے۔ آپ ﷺ ہمارے لیے ایک دن مقرر فرما دیجئے کہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور آپ ﷺ ہمیں بھی ان باتوں کی تعلیم دیں جو اللہ نے آپ کو سکھائی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا تم فلاں فلاں دن جمع ہو جاؤ۔ وہ سب جمع ہو گئیں تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں ان باتوں کی تعلیم دی جو اللہ نے آپ ﷺ کو سکھائی تھیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں جو عورت اپنے تین بچے آگے بھیج دے (یعنی زندگی میں اسکے تین بچے فوت ہو جائیں) تو وہ اس کے لیے

جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائیں گے۔ایک عورت نے عرض کیا کہ دو بچوں کے بارے میں کیا حکم ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو بچے بھی۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۵۴): صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب . صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب من يموت له ولد .

کلمات حدیث: تقدم ثلاثة من الولد : جو عورت تین بچے آگے بھیج دے۔یعنی وفات پا جائیں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت کا دائرہ مردوں تک محدود نہ تھا بلکہ صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ صحابیات بھی علوم نبوت سے بخوبی فیضیاب ہوئیں اور دینی علم کا بہت بڑا حصہ ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابیات کے ذریعہ امت تک پہنچا۔ جس طرح صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے فیض صحبت سے مستفید ہونے کے خواہش مند رہتے تھے اسی طرح عورتیں بھی رہتی تھیں۔چنانچہ خواتین نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ مرد حضرات آپ ﷺ کی احادیث اور آپ کے کلماتِ طیبہ کا سارا ذخیرہ سمیٹ کر لے جاتے ہیں ہمارے لیے بھی آپ ﷺ کوئی وقت مقرر فرما دیں۔آپ ﷺ نے وقت اور دن کا تعین فرما دیا اور آپ تشریف لے گئے اور اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی عورت کے تین بچے وفات پا گئے اور اس نے ان کے مرنے پر صبر کیا اور اللہ کا حکم سمجھ کر تقدیر پر راضی ہوگئی وہ تینوں بچے اس کے اور جہنم کی آگ کے درمیان حجاب بن جائیں گے۔کسی عورت نے پوچھا اگر دو ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں دو بھی۔

رسول اللہ ﷺ نے پہلے تین کا عدد ارشاد فرمایا اور پھر دو کا۔دونوں ہی باتیں وحی کے مطابق تھیں یعنی جب آپ ﷺ سے دو کے بارے میں پوچھا گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں دو بھی تو آپ کا یہ فرمانا بھی وحی کے مطابق تھا۔

(فتح الباري : ۱/ ۳۰۲۔ ارشاد الساري : ۱/ ۲۹۵)

الباب (۱۶۵)

بَابُ الْبُكَآءِ وَالْخَوْفِ عِنْدَ الْمُرُوْرِ بِقُبُوْرِ الظَّالِمِيْنَ وَمَصَارِعِهِمْ وَاِظْهَارِ الْاِفْتِقَارِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَالتَّحْذِيْرِ مِنَ الْغَفْلَةِ عَنْ ذٰلِكَ

ظالموں کے قبروں اوران کی بربادی کے مقامات پر سے گزرتے ہوئے رونا اور ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے اور غفلت میں مبتلا ہونے سے پرہیز کا بیان

****

قوم ثمود کی بستیوں سے تیزی کے ساتھ گزرنے کا حکم

۹۵۵. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ يَعْنِيْ لَمَّا وَصَلُوا الْحِجْرَ : دِيَارَ ثَمُوْدَ: "لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَآءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، فَاِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ لَا يُصِيْبُكُمْ مَا اَصَابَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ : لَمَّا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجْرِ قَالَ: "لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اَنْ يُصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ" ثُمَّ قَنَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ وَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى اَجَازَ الْوَادِيَ .

(۹۵۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ حجر جہاں قوم ثمود کے مکانات تھے پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جب ان عذاب یافتہ لوگوں کے پاس سے گزرو تو روتے ہوئے گزرنا اگر تم پہ گریہ طاری نہ ہو تو وہاں سے نہ جانا کہ کہیں تمہیں بھی عذاب اسی طرح اپنی لپیٹ میں لے لے جیسے انہیں لے لیا تھا۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مقام حجر سے گزرے تو ارشاد فرمایا کہ تم ان لوگوں کی آبادی کے پاس سے گزرو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو روتے ہوئے گزرنا کہ کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آجائے جو ان پر آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک ڈھانپ لیا اور سواری کو تیز کر دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ اس وادی سے نکل گئے۔

تخریج حدیث (۹۵۵): صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة في مواضع الخسف والعتاب . صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب لا تدخلوا مساكن الذين ظلموا انفسهم .

کلمات حدیث: حجر شام اور مدینہ کے درمیان اس علاقے کا نام ہے جہاں کبھی قوم ثمود آباد تھی۔ قنع راسه : آپ نے اپنا سر ڈھانپ لیا۔ حتى اجاز الوادي : یہاں تک کہ آپ ﷺ نے وادی کو عبور کر لیا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ ۹ ھ میں غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو آپ کا ان مقامات سے گزر ہوا جہاں کبھی قوم ثمود آباد تھی اور ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا تھا۔ اس علاقے کا نام حجر ہے اور یہاں قوم صالح آباد تھی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَٰبُ ٱلْحِجْرِ ٱلْمُرْسَلِينَ ۝٨٠ ﴾

''اوراصحاب حجر نے رسولوں کو جھٹلایا۔''(الحجر: ۸۰)

غرض جب ان مقامات کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ ان مقامات سے روتے ہوئے گزرو، خودآپ ﷺ نے اپنا سرڈھانپ لیااوراونٹنی کوتیز کر کے اس علاقے سے باہر نکل گئے۔صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ لوگ ارضِ ثمود یعنی حجر میں اتر گئے اور وہاں کنویں سے پانی لے کرآٹا گوندھ لیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانی پھینک دیں اورآٹااونٹوں کو کھلادیں البتہ اس کنوئیں سے پانی لے سکتے ہیں جس پر حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پینے آتی تھی۔

اسی طرح وادی محسر سے جو مکہ اور عرفہ کے درمیان ہے جلد گزرنے کا حکم ہے کیونکہ اس جگہ اصحابِ فیل ہلاک ہوئے تھے۔

غرض جب کسی ایسے علاقے سے گزرہو جہاں گزشتہ اقوام میں سے کسی قوم پر عذاب نازل ہوا ہوتو وہاں ٹھہرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزتے اوراس کی خشیت سے کانپتے ہوئے اورگریہ طاری کیے ہوئے تیز روی سے گزرجانا چاہیے۔کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتو گویا ہم اس کے مواخذے اوراس کی گرفت سے بےفکراورفسادِقلب وعمل میں ان سے مشابہت رکھنے والے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ظالموں کے ساتھ نشست وبرخاست کی ممانعت کی گئی ہے اورفرمایا گیا:

﴿ وَلَا تَرْكَنُوٓا۟ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ ﴾

''ظالموں کی طرف مت جھکاؤ اختیار کرو ورنہ تمہیں آگ چھولے گی۔''

(روضة المتقين: ٢/٤٦٦ـ نزهة المتقين: ٢/ ٥١)

کتاب آداب السفر

البَابُ (١٦٦)

بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ الۡخُرُوۡجِ یَوۡمَ الۡخَمِیۡسِ وَاِسۡتِحۡبَابِهٖ اَوَّلَ النَّهَارِ
جمعرات کے روز صبح کے وقت آغازِ سفر کا استحباب

رسول اللہ ﷺ جمعرات کے دن سفر کو پسند فرماتے تھے

٩٥٦. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ، لَقَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ اِلَّا فِيْ يَوْمِ الْخَمِيْسِ.

(٩٥٦) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے جمعرات کے روز روانہ ہوئے تھے اور آپ ﷺ جمعرات کے روز سفر پر روانہ ہونا پسند فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے کہ کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ جمعرات کے علاوہ کسی اور روز سفر فرماتے۔

تخریج حدیث(٩٥٦): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب السير وحده.

کلمات حدیث: لقلما : بہت کم ایسا تھا۔

غزوۂ تبوک

شرح حدیث: ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کو ان انباط کے ذریعہ جو شام سے مدینہ منورہ تیل لے کر آتے تھے یہ خبر ملی کہ رومیوں نے ایک بڑا لشکر اکٹھا کر لیا ہے اور اپنے ساتھ بعض قبائل عرب کو بھی ملا لیا اور ان کا مقدمہ (لشکر کا اگلا حصہ) بلقاء تک پہنچ چکا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے تیاری کا حکم دیا اور واضح طور پر منزل کی نشاندہی فرمادی کہ ہمارا رخ تبوک کی جانب ہے۔ تبوک مدینہ منورہ اور دمشق کے درمیانی راستے پر خیبر اور العلاء کے خط پر واقع ہے اور آج کل حدود حجاز میں ہے۔ غزوۂ تبوک ۹ ھ میں ہوا اور یہ حیاتِ طیبہ کا آخری غزوہ ہے۔ مسلمان چونکہ مالی تنگی کی حالت میں تھے اس لیے تبوک کے لیے تیار ہونے والے لشکر کو جیش عسرت کہا گیا ہے۔ اس لشکر کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو سو اونٹ پوری طرح تیار کر کے دیئے تھے اور دو سو اوقیہ چاندی بھی اس لشکر کی تیاری کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کی تھی۔

اس غزوہ کے لیے رسول اللہ ﷺ جمعرات کے روز روانہ ہوئے۔ جمعرات کے روز سفر کا آغاز سنت ہے اگر بسہولت انتظام ہو سکے تو جمعرات کے روز سفر بہتر ہے ورنہ جس روز بھی مناسب ہو سفر کیا جا سکتا ہے۔

(روضة المتقين : ۳/ ٤ ـ دليل الفالحين : ۳/ ٤٠١)

دن کے آغاز پر کام کرنے سے برکت ہوتی ہے

٩٥٧. وعَنْ صَخْرِ بْنِ وداعَةَ الْغَامِدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليهِ وسلَّم قَالَ: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْجَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ، وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِرًا، وَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَه' أَوَّلَ النَّهَارِ فَأَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُه' : رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۹۵۷) حضرت صخر بن وداعہ غامدی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ میری امت کیلئے صبح کے وقت برکت عطا فرما۔ رسول اللہ ﷺ جب کوئی سریہ یا لشکر روانہ فرماتے تو دن کے اول حصہ میں روانہ فرماتے اور حضرت صخر تاجر تھے وہ اپنی تجارت کا سامان صبح سویرے روانہ کرتے وہ دولت مند ہو گئے اور مال میں اضافہ ہو گیا۔ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۹۵۷): سنن ابي داؤد، كتاب الجهاد، باب الابتكار بالسفر. الجامع للترمذي، ابواب البيوع، باب ما جاء في التكبير في التجارة .

راوی حدیث: حضرت عمرو بن کعب غامدی رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں حجازی ہیں اور طائف میں قیام رہا۔ سن وفات کا علم نہیں ہے اور ان سے ایک ہی حدیث مروی ہے جبکہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ دو احادیث مروی ہیں۔ (دليل الفالحين : ۳/ ٤٠٢)

کلماتِ حدیث: بارك : برکت عطا فرما، اس میں اضافہ اور نمو پیدا فرما۔ بكور : جمع بكر بكوراً : دن کے آغاز میں کوئی کام کرنا۔ صبح سویرے کام کا آغاز کرنا۔ بكرة غدوة : کی طرح ہے یعنی صبح سویرے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے امت کے لیے دعاء فرمائی کہ امت کے لوگوں کے ان کاموں میں اللہ برکت عطا فرمائے جن کا آغاز وہ صبح سویرے کریں اور رسول کریم ﷺ جب کوئی لشکر یا سریہ روانہ کرتے تو صبح سویرے کرتے تھے۔ یعنی سفر ہو یا طلب علم یا کسب معاش ہو ہر کام کا آغاز صبح سویرے کیا جائے تو اس میں خیر و برکت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فجر کی نماز کے بعد اپنے بندوں میں رزق تقسیم فرماتے ہیں اور صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ ہاتھ روکنے والے کے مال کو تلف کر دے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تلف سے مراد مال کا ضیاع ہے یا صاحب مال کی ہلاکت ہے اور ان اوقات کا ضیاع ہے کہ وہ کار خیر میں استعمال نہیں ہوئے ابن العربی فرماتے ہیں کہ صبح کا وقت تمام اوقات یوم میں بہترین ہوتا ہے کہ اس وقت آدمی کو نشاطِ نفس راحت بدن اور صفاء خاطر کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت صخر تاجر تھے اور ان کی عادت تھی کہ وہ اپنی تجارتی مشاغل کا آغاز صبح سویرے کرتے تھے اللہ نے ان کے مال میں برکت عطا فرمائی ان کے مال میں اضافہ ہوا اور وہ دولت مند ہو گئے۔ (تحفة الاحوذي : ٤/ ٤٥٣ ـ روضة المتقين : ۳/ ٤ ـ دليل الفالحين : ۳/ ٤٠٢)

الباب (۱٦۷)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ طَلَبِ الرُّفْقَةِ وَتَأْمِيْرِهِمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَاحِدًا يُطِيْعُوْنَه'

سفر کے لیے رفقاء کی تلاش اوران میں سے کسی کوامیر بنا کراس کی اطاعت کا استحباب

تنہا سفر کرنے کے نقصانات

۹۵۸. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَوْ اَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ مِنَ الْوَحْدَةِ مَاأَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَه، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۹۵۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کا وہ نقصان معلوم ہو جائے جو مجھے معلوم ہے تو کوئی سوار رات کے وقت تنہا سفر نہ کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۹۵۸): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب السير وحده.

کلمات حدیث: راکب: سوار، جمع رکبان. سواری پر سفر کرنے والے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تنہا سفر کرنے کی مضرتیں اور نقصانات جو مجھے معلوم ہیں اگر لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو کوئی شخص رات کے وقت تنہا سفر نہ کرے۔ مقصود حدیث یہ ہے کہ مطلق سفر نہ کرے نہ دن کو نہ رات کو رات کا ذکر صرف اس لیے فرمایا کہ اس میں مزید تکلیف کا اندیشہ ہے اور مضرت دینی بھی ہے اور دنیاوی بھی، دینی مضرت یہ ہے کہ وہ نماز با جماعت سے محروم رہے گا، دنیوی مضرت یہ ہے کہ اپنی حاجتوں میں کسی کی مدد نہ لے سکے گا۔ غرض سفر میں رفقائے سفر کا انتخاب کر کے آپس میں کسی ایک کو اپنا امیر بنا کر اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ (فتح الباري: ۱/۱۹۷. إرشادي: ٦/٤٧٠)

جنگل میں اکیلا سفر کرنے والا شیطان ہے

۹۵۹. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۹۵۹) حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ از والد خود از جد خود روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک سوار شیطان اور دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار قافلہ ہے۔ (ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے باسانید صحیحہ اور روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۹۵۹): سنن ابي داؤد، كتاب الجهاد، باب الرجل يسافر وحده.

شرح حدیث: حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان ایک یا دو آدمیوں سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تین سے نہیں کرتا۔ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک یا دو آدمی سفر پر ہوں تو شیطان کو یہ ہمت ہو جاتی ہے کہ انہیں نقصان پہنچائے اگر تین ہوں تو اس کو ہمت نہیں ہوتی۔ یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ تنہا سفر پر جانے والا شیطان ہے کہ شیطان کے معنی دور ہونے اور بعید ہونے کے ہیں اکیلا آدمی بھی انسانوں سے دور ہو جاتا ہے اور اس کا تعلق بستی سے منقطع ہو جاتے ہیں، چنانچہ روایت ہے کہ ایک آدمی تنہا سفر پر روانہ ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ شخص راستے میں مر جائے تو میں کس سے معلوم کروں گا۔ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی سفر میں مر جائے گا تو اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہ جائے گی۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ تعلیم نبوت ادب وارشاد کی نوعیت ہے اور یہ ممانعت حرمت پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اگر ایک یا دو مسافر سفر کریں اور خطرات کا اندیشہ نہ ہو تو درست ہے، اسی طرح گھر میں تنہا سونے کا حکم ہے کہ اگر آدمی ضعیف القلب ہو اور اس کے خیالات بھی پراگندہ ہوں تو وہ تنہا نہ سوئے کہ مبادا اسے رات کے وقت وحشت محسوس نہ ہو۔ (روضة المتقين : ٢/ ٦۔ دليل الفالحين : ٣/ ٤٠٣)

****

سفر میں تین میں ایک کو امیر بنایا جائے

۹۶۰. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

(۹۶۰) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تین آدمی سفر کے لیے نکلیں تو وہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لیں۔ (حدیث حسن ہے ابوداؤد نے بسند حسن روایت کی ہے)

تخریج حدیث (۹۶۰): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی القوم يسافرون ويؤمروا احدهم .

کلمات حدیث: فلیؤمروا احدهم : اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لیں۔ امیر : حاکم جمع امراء . امارت : امیر بننا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں حسن معاشرت کی بہت عمدہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب تین آدمی سفر پر روانہ ہوں تو وہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا امیر مقرر کر لیں اور جو وہ کہے اس کے مطابق عمل کریں تاکہ تشتت اور افتراق کی جگہ جمعیت اور اتحاد پیدا ہو اور اتحاد اتفاق کی برکت حاصل ہو اور اگر باہم کوئی اختلاف ہو جائے تو اس کا اسی وقت فیصلہ ہو سکے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امیر بنانے کا حکم اس لیے ہے کہ باہم نزاع کی صورت میں اسی وقت فیصلہ ہو سکے اور جو فیصلہ امیر کرے اسے قبول کیا جائے۔ امیر کا انتخاب بھی اس کی اعلیٰ دینی اور اخلاقی خوبیوں کی بناء پر ہونا چاہیے۔ (روضة المتقين : ٣/ ٧۔ دليل الفالحين : ٣/ ٤٠٤)

****

سفر میں چار آدمی ہونا بہتر ہے

۹۶۱. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "خَیْرُ الصَّحَابَةِ اَرْبَعَةٌ

وَخَيْرُ السَّرَايَا اَرْبَعُمِائَةٍ، وَخَيْرُ الْجُيُوْشِ اَرْبَعَةُ الْاٰفٍ، وَلَنْ يُغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا مِّنْ قِلَّةٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(٩٦١) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہترین ساتھی چار ہیں بہترین چھوٹا لشکر چار سو کا ہے بہترین بڑا لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کا لشکر قلت تعداد کی بناء پر کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث(۹۶۱): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فيما يستحب من الجيوش والرفقاء والسرايا . الجامع للترمذی، ابواب السير، باب ما جاء في السرايا۔

کلمات حدیث: الصحابة : ساتھی، رفقاء۔ صاحب کی جمع ہے جو صحبۃ سے بنا ہے جس کے معنی ہمنشیں اور ساتھ ہونے کے ہیں۔ تاریخ اسلام میں صحابی اور صحابہ کا لفظ رسول اللہ ﷺ کے رفقاء کے ساتھ خاص ہو گیا اور اصطلاحاً صحابی وہ ہے جس نے حالت ایمان میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو اور حالتِ اسلام میں وفات پائی ہو۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ سفر میں چار آدمیوں کی رفاقت اچھی رفاقت ہے کہ آسانی اور سہولت کے ساتھ اپنے معاملات طے کر سکتے ہیں باہم مشورہ کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کی ضرورتوں کے کفیل ہو سکتے ہیں۔ اور فرمایا کہ اگر مسلمانوں کا لشکر بارہ ہزار پر مشتمل ہو تو وہ محض قلت افراد کی بناء پر مغلوب نہ ہوگا چنانچہ غزوۂ حنین میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی بعض صحابہ کرام کے دلوں میں اپنی کثرت کا عجب پیدا ہوا اور یہ عجب ہی مغلوبیت کا سبب بنا۔ مسلمانوں کی اصل قوت کثرتِ تعداد نہیں ہے بلکہ ایمان اور اتحاد اور اہل اسلام کی باہمی اخوت ہی اصل طاقت ہے۔ (روضة المتقين : ۳/۷۔ دليل الفالحين : ۳/۴۰۵)

البَابُ (۱۶۸)

بَابُ اَدَبَ السَّيرِ وَالنُّزُوْلِ وَالْمَبِيْتِ وَالنَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَاسْتِحْبَابِ السُّرٰى وَالرِّفْقِ بِالدَّوَّابِ وَمُرَاعَاةِ مَصْلِحَتِهَا وَاَمْرِمَنْ قَصَّرَ فِيْ حَقِّهَا بِالْقِيَامِ بِحَقِّهَا وَجَوَازِ الْاَرْدَافِ عَلَى الدَّابَّةِ اِذَا كَانَتْ تُطِيْقُ ذٰلِكَ

سفر میں چلنے اترنے رات گزارنے اور سونے کے آداب اور رات کو چلنے اور جانوروں کا خیال رکھنے اور ان کے ساتھ نرمی کرنے کا استحباب اور اس شخص کا حکم جو جانوروں کے حق میں کوتاہی کرے اور اگر جانور طاقت رکھتا تو پیچھے بٹھانے کے جواز کا بیان

سفر میں جانوروں کا خیال رکھنا

۹۶۲. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَاَعْطُوا الْاِ بِلَ حَظَّهَا مِنَ الْاَرْضِ وَاِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْجَدْبِ فَاَسْرِعُوْا عَلَيْهَ السَّيْرَ وَبَادِرُوْا بِهَا نِقْيَهَا، وَاِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوْا الطَّرِيْقَ فَاِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ وَمَاْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

مَعْنٰى : اَعْطُوا الْاِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْاَرْضِ" اَیْ اُرْفُقُوْا بِهَا فِي السَّيْرِ لِتَرْعٰی فِیْ حَالِ سَيْرِهَا : وَقَوْلُه' "نِقْيَهَا" هُوَ بِكَسْرِ النُّوْنِ وَاِسْكَانِ الْقَافِ وَبِالْيَآءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْتُ وَهُوَ الْمُخُّ، مَعْنَاهُ اَسْرِعُوْابِهَا حَتّٰى تَصِلُوا الْمَقْصِدَ قَبْلَ اَنْ يَذْهَبَ مُخُّهَا مِنْ ضَنْكِ السَّيْرِ وَالتَّعْرِيْسُ" النُّزُوْلُ فِي اللَّيْلِ .

(۹۶۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم سرسبز شاداب زمین میں سفر کرو تو اونٹوں کو اس زمین سے چرنے کا موقعہ دو اور جب تم خشک اور بنجر زمین سے گزرو تو تیز رفتاری سے چلو اور ان کی قوت ختم ہونے سے پہلے منزل پر پہنچو اور جب رات کو پڑاؤ کرو تو راستے سے ہٹ کر کرو۔ کہ رات کے وقت راستوں پر جانور آجاتے ہیں اور کیڑے مکوڑے گزرتے ہیں۔ (مسلم)

اعطو الا بل خظها کے معنی ہیں کہ چلنے میں نرمی کرو تا کہ سفر کے دوران چر سکیں اور نقیها کے معنی ہیں گودا۔ مفہوم یہ ہے کہ تیز چلو تا کہ ان کا گودا ختم ہونے سے پہلے منزل پر پہنچ جاؤ اور یہ نہ ہو کہ راستے کی دشواریوں سے اونٹوں میں قوت ہی باقی نہ رہے۔ تعریس کے معنی رات کو پڑاؤ کرنے اور آرام کرنے کے ہیں۔

تخریج حدیث (۹۶۲): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب مراعاة مصلحة الدواب فی السیر والنهی عن التعریس فی الطریق۔

کلمات حدیث: خصب : مصدر ہے سرسبز شاداب ہونا۔ جدب : خشکی، یعنی زمین کا خشک اور بغیر سبزہ کے ہونا۔ ماوی الهوام :

کیڑے مکوڑوں کی پناہ گاہ، مثلاً سانپ، بچھو، وغیرہ جمع ہوجاتے ہیں۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے امت کو جو تعلیم دی ہے وہ کامل ترین اور جامع ترین تعلیم ہے۔ دنیا کا کوئی دین اور کوئی مذہب اور کوئی نظام تعلیم اس قدر مکمل اس قدر جامع اور اس قدر اعلیٰ اور محکم اخلاقی بنیادوں پر استوار نہیں ہے جس قدر اسلام کی تعلیم ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ دورانِ سفر اگر کسی قطعہ زمین سے گزر و جہاں سبزہ اور شادابی ہو تو اونٹوں کو موقعہ دو کہ وہ چر لیں اور اپنا پیٹ اچھی طرح بھر لیں، اور جب ایسی زمین سے گزر ہو جہاں گھاس اور سبزہ نہ ہو تو ایسے علاقے سے تیزی سے گزر جاؤ نیز اس امر کا لحاظ رکھو کہ سفر کے جانور تھک نہ جائیں اور ان کی قوت ختم نہ ہو جائے اس لیے سفر کی ایسی ترتیب قائم کرو جس سے جانور تھکنے اور مضمحل ہونے سے محفوظ رہیں۔ کیڑے مکوڑے اور بہت سے ضرر رساں جانور رات کے وقت باہر آتے ہیں اور وہ بالعموم راستے پر چلنے لگتے ہیں، اس لیے رات کو جب پڑاؤ کرو تو راستے سے ہٹ کر کرو۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۳/ ۵۸۔ روضة المتقین : ۳/ ۸۔ نزهة المتقین : ۲/ ۵۵)

****

فجر کے قریب گہری نیند نہ سوئے

۹۶۳۔ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ فِیْ سَفَرٍ فَعَرَّسَ بِلَيْلٍ اِضْطَجَعَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَاِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهٗ وَوَضَعَ رَاْسَهٗ عَلٰى كَفِّهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَالَ الْعُلَمَاءُ : اِنَّمَا نَصَبَ ذِرَاعَهٗ لِئَلَّا يَسْتَغْرِقَ فِی النَّوْمِ فَتَفُوْتَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ عَنْ وَقْتِهَا اَوْعَنْ اَوَّلِ وَقْتِهَا .

(۹۶۳) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر کے دوران رات کو کسی مقام پر ٹھہرتے تو دائیں کروٹ لیٹتے اور جب صبح صادق سے ذرا پہلے ٹھہرتے تو اپنا بازو کھڑا کر کے سر مبارک ہتھیلی پر رکھ لیتے۔ (مسلم)

علماء نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ بازو پر سر مبارک اس لیے ٹیک لیتے کہ کہیں گہری نیند نہ آجائے اور صبح کی نماز کا وقت نکل جائے یا اول وقت نکل جائے۔

تخریج حدیث (۹۶۳): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجیل قضاء ھا

کلمات حدیث: لئلا یستغفرق فی النوم : تاکہ آپ ﷺ گہری نیند نہ سوجائیں۔ استغراق (باب استفعال) استغراق فی النوم : گہری نیند سونا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ سفر میں جب کسی منزل پر قیام فرماتے تو رات کے وقت دائیں کروٹ سوتے اور اگر آخر شب میں کسی منزل پر اترتے تو سیدھا ہاتھ کھڑا کر لیتے اور اس کی ہتھیلی پر سر کو ذرا ساٹھ کا کر آرام فرما لیتے اور پوری طرح نہ لیٹتے اس احتیاط کے تحت

کہ ہوسکتا ہے کہ گہری نیند آجائے اور صبح کی نماز اول وقت میں نہ پڑھی جا سکے یا صبح کی نماز قضا ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ اگر نماز کا وقت قریب ہو تو آدمی کو سونے میں احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیے اور خیال رکھنا چاہیے کہ نیند کی وجہ سے نماز کا وقت نہ جاتا رہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ١٦٤/٥ ـ روضة المتقين : ١٠/٣)

رات کے سفر کرنے کی برکات

۹۶۴۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَلَيْكُمْ، بِالدُّلْجَةِ، فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ "الدُّلْجَةُ" السَّيْرُ فِي اللَّيْلِ.

(۹۶۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کو سفر کرو کہ رات کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔ (ابوداؤد نے بسند حسن راویت کیا ہے) دلجہ کے معنی ہیں رات کو چلنا۔

تخریج حدیث(۹۶۴): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الدلجة .

کلمات حدیث: الدلجة : رات کا آخری حصہ۔ ادلج القوم : ساری رات چلنا، یا رات کے آخری حصہ میں چلنا۔

شرح حدیث: ابن الاثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بتایا ہے کہ پوری رات سفر کرنا چاہیے کہ فرمایا گیا ہے کہ رات کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور اس میں رات کے اگلے یا پچھلے حصہ میں فرق نہیں کیا گیا ہے، بہر حال مسافر کے لیے رات کا سفر بہ نسبت دن کے سفر کے زیادہ آسان ہوتا ہے اور کم وقت میں زیادہ سفر طے ہو جاتا ہے۔

(روضة المتقين : ١٠/٣ ـ حلية الاولياء : ٢٥٠/٩)

دورانِ سفر اکٹھا رہنے چاہیے

۹۶۵۔ وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّاسُ اِذَا نَزَلُوْا مَنْزِلاً تَفَرَّقُوْا فِي الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِيْ هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ اِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ ! "فَلَمْ يَنْزِلُوْا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلاً اِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

(۹۶۵) حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ جب دورانِ سفر کسی مقام پر اترتے تو گھاٹیوں اور وادیوں میں متفرق ہو جاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا اس طرح گھاٹیوں اور وادیوں میں متفرق ہو جانا شیطان کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام جب کسی منزل پر اترتے تو سب باہم ساتھ رہتے۔ (ابوداؤد نے بسند حسن روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۹۶۵): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب ما یؤمر من انضمام العسکر و سعته .

راوی حدیث: حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں صلح حدیبیہ میں شرکت فرمائی اور بیعت رضوان کے وقت بھی

موجود تھے۔ وہ اپنے قبیلے کی طرف داعی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ سجدے کی حالت میں انتقال فرمایا۔ آپ سے چالیس احادیث مروی ہیں جن میں سے تین متفق علیہ ہیں۔ (الاصابہ، اسد الغابة : ١٥٥/٥ . تهذيب الكمال : ص ٤٤٦)

کلمات حدیث: شعاب : جمع شعب . پہاڑی راستہ۔ اودية : جمع وادی پانی کے گزرنے کا راستہ، پہاڑوں کے درمیان کی جگہ۔

شرح حدیث: مسلمانوں کے اتحاد باہمی کی تعلیم نبوی ﷺ میں خاص اہتمام ہے اور متعدد احادیث میں اتحاد و اتفاق کی نہ صرف یہ کہ تعلیم دی گئی ہے بلکہ مختلف صورتوں میں اتحاد کے عملی مظاہرے کی بھی تاکید کی گئی ہے جیسا کہ اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے دورانِ سفر کسی منزل پر اترنے کے بعد متفرق ہو جانے سے منع فرمایا اور صحابہ کرام نے اس پر اس طرح عمل فرمایا کہ جب ایسا موقعہ آتا تو سب یکجا اور ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہتے۔ (روضة المتقين : ١١/٣۔ دليل الفالحيين : ٤١٠/٣)

****

جانوروں کے حقوق کا خیال رکھا جائے

٩٦٦. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ عَمْرٍو، وَقِيلَ سَهْلِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ عَمْرٍو. اَلْاَنْصَارِيِّ الْمَعْرُوْفِ بِابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ : مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُه' بِبَطْنِهِ فَقَالَ : "اتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَآئِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَكُلُوْهَا صَالِحَةً! رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(٩٦٦) حضرت سہل بن عمرو اور بعض کے نزدیک سہل بن الربیع بن عمرو انصاری جو ابن الحنظلیہ کے نام سے مشہور تھے اور اہل بیعت رضوان میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ایسے اونٹ پر سے ہوا جس کی کمر پیٹ سے لگی ہوئی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر سواری کرو جب یہ تندرست ہوں اور ان کا گوشت کھاؤ جب یہ تندرست ہوں۔ (ابوداؤد نے بسندِ صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۹۶۶): سنن ابی داؤد، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام على الدواب و البهائم .

راوی حدیث: حضرت سہل بن عمرو یا حضرت سہل بن ربیع رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے اصحاب بیعت رضوان میں ہیں بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ سے نو احادیث مروی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں انتقال فرمایا۔

(دليل الفالحين : ٤١١/٣)

کلمات حدیث: معجمه : بے زبان جانور۔ عجماوات : چوپائے، بے زبان جانور۔ صالحه : جو سواری کے لیے موزوں ہوں اور کھانے کے لیے موزوں ہوں۔ لحق ظهره ببطنه : اس کی پشت پیٹ سے مل گئی۔ مطلب یہ ہے کہ بے حد دبلا ہو گیا۔

شرح حدیث: سواری کے جانور ہوں یا عام جانور سب کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ملا ہے خاص طور پر سواری کے جانور اور وہ جانور جن سے کسی نہ کسی صورت انتفاع حاصل کیا جاتا ہے ان کی دیکھ بھال اور ان پر رحم کرنے کا حکم دیا گیا کہ ان کے کھانے پینے اور ان کے

آرام اور راحت کا خیال رکھا جائے اور ان کو سواری میں اتنا نہ تھکایا جائے کہ وہ لاغر اور کمزور ہو جائیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو ان کو تندرست رکھو تندرست جانور پر سواری کرو اور تندرست جانور کا گوشت کھاؤ۔

(روضة المتقين : ۱۱/۳ ـ دليل الفالحين : ۴۱۱/۳)

****

جانوروں کو ستانا جائز نہیں

۹۶۷. وَعَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : اَرْدَفَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ خَلْفَهٗ وَاَسَرَّ اِلَیَّ حَدِيْثًا لَا اُحَدِّثُ بِهٖ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ، وَكَانَ اَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهٖ هَدَفٌ اَوْحَآئِشُ نَخْلٍ، يَعْنِیْ حَآئِطَ نَخْلٍ : رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا مُخْتَصَرًا وَزَادَفِيْهِ الْبَرْقَانِیُّ بِاِسْنَادِ مُسْلِمٍ هٰذَا بَعْدَ قَوْلِهٖ: حَآئِشُ نَخْلٍ. فَدَخَلَ حَآئِطًا لِرَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا فِيْهِ جَمَلٌ فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَرْجَرَ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَاَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ سَرَاتَهٗ اَیْ سَنَامَهٗ. وَذِفْرَاهُ فَسَكَنَ، فَقَالَ:" مَنْ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ؟ لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟ فَجَآءَ فَتًى مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ : هٰذَا لِیْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ : قَالَ : اَفَلَا تَتَّقِی اللّٰهَ فِیْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِیْ مَلَّكَكَ اللّٰهُ اِيَّاهَا؟ فَاِنَّهٗ يَشْكُوْا اِلَیَّ اَنَّكَ تُجِيْعُهٗ وَتُدْئِبُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ كَرِوَايَةِ الْبَرْقَانِیِّ، قَوْلُهٗ "ذِفْرَاهُ هُوَ بِكَسْرِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَاِسْكَانِ الْفَآءِ وَهُوَ لَفْظٌ مُفْرَدٌ مُؤَنَّثٌ : قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ الذِّفْرٰى: الْمَوْضِعُ الَّذِیْ يَعْرَقُ مِنَ الْبَعِيْرِ خَلْفَ الْاُذُنِ : وَقَوْلُهٗ" تُدْئِبُهٗ اَیْ تُتْعِبُهٗ.

(۹۶۷) حضرت ابوجعفر عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا۔ مجھ سے رازداری کی ایک بات کہی جو میں کسی سے نہیں کہوں گا۔ اور رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے دیوار یا کھجور کے جھنڈ کے پردہ کرنے کو زیادہ اچھا پردہ سمجھتے تھے۔ (امام مسلم نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے)

اور برقانی نے مسلم کی سند کے ساتھ حائش نخل کے بعد یہ اضافہ کیا ہے۔

کہ پھر آپ ﷺ ایک انصاری شخص کے باغ میں داخل ہوئے اس میں ایک اونٹ تھا جب اس اونٹ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ بلبلایا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے آپ ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کے کوہان اور کان کے پچھلے حصہ پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہوگیا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟ ایک انصاری نوجوان آیا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس جانور کے بارے میں جس کا اللہ نے تمہیں مالک بنایا ہے اللہ سے نہیں ڈرتے کیونکہ اس نے مجھ سے شکوہ کیا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس کو تھکا دیتے ہو۔ اس روایت کو ابوداؤد نے بھی برقانی کی طرح ذکر کیا ہے۔

ذفـراہ : یہ لفظ مفرد ہے اور مؤنث ہے۔ اہل لغت بیان کرتے ہیں کہ ذفری اونٹ کے کان کے پیچھے کی وہ جگہ جہاں اسے پسینہ آتا ہے۔ تدئبه : کے معنی ہیں تم اسے تھکا دیتے ہو۔

تخریج حدیث(۹٦۷): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب ما یستر به لقضاء الحاجة . سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب ما یومر به من القیام علی الدواب والبهائم .

راوی حدیث: ابوجعفر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ عم محترم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے۔ جب ۷ھ میں حضرت جعفر مدینہ منورہ آئے تو حضرت عبداللہ کی عمر سات سال تھی آپ نے ان کو اس وقت بیعت فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ بن جعفر صورتاً اور سیرتاً مجھ سے مشابہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔ آپ سے مروی دو احادیث بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔ ۸۰ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابه : ٤٨/٤ ۔ اسد الغابة : ١٣٤/٣)

کلمات حدیث: حائش : گنجان درخت کا حصہ، کھجوروں کا جھنڈ۔ جرجر الجمل : اونٹ کا بلبلانا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو بطور معجزہ اونٹ کے شکوہ کرنے کا علم ہوگیا کہ اس کا مالک اسے بھوکا رکھتا ہے اور تھکا دیتا ہے اور جب آپ ﷺ نے اس کے کوہان پر اور اس کے کانوں کے پیچھے ہاتھ پھیرا تو وہ سمجھ گیا کہ آپ ﷺ اسے تسلی دے رہے ہیں اور آپ ﷺ اس کی تکلیف و شکایت کو دور فرمائیں گے اس لیے وہ خاموش اور پرسکون ہوگیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ جاؤ معلوم کرو کہ یہ اونٹ کس کا ہے؟ وہ گئے اور جاکر اس اونٹ کے مالک کو بلا لائے تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اس اونٹ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ کیا حال ہے؟ ہم اس پر پانی لایا کرتے تھے اب یہ پانی ڈھونے سے بھی عاجز ہے تو اب ہم نے اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اب ایسا نہ کرو۔

(دلیل الفالحین : ٤١٣/٣ ۔ السنن الکبری للبیهقي : ٩٤/١)

صحابۂ کرام کا جانوروں کے حقوق اداء کرنا

۹٦۸ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ! كُنَّا اِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلاً لاَ نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ"! وَقَوْلُه' "لاَنُسَبِّحُ" اَیْ لاَنُصَلِّی النَّافِلَةَ، وَمَعْنَاهُ اَنَّا. مَعَ حِرْصِنَا عَلَى الصَّلٰوةِ. لاَنُقَدِّمُهَا عَلٰى حَطِّ الرِّحَالِ وَاِرَاحَةِ الدَّوَابِّ .

(۹٦۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارا طریقہ یہ تھا کہ ہم کسی جگہ اترتے تو ہم اونٹوں کے پالان اتارنے سے پہلے نفل نماز بھی نہ پڑھتے۔ (ابوداؤد نے مسلم کی شرط کے مطابق سند سے روایت کیا ہے)

لا نسبـح : کے معنی یہ ہیں کہ ہم نفل نماز بھی نہ پڑھتے تھے۔ یعنی نفل نماز کی حرص اور اشتیاق کے باوجود ہم اسے جانوروں کے اوپر

سے کجاوے اتار کر انہیں آرام پہنچانے پر مقدم نہ کرتے۔

تخریج حدیث(۹۶۸): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی نزول المنازل .

کلمات حدیث: نحل الرحال : جانوروں کی پشت پر سے کجاوے اتارنا، الرحال رحل کی جمع ہے جس کا اطلاق کجاوے کے ساتھ ساتھ اسباب سفر پر بھی ہوتا ہے۔

شرح حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام سفر جہاد میں جب کسی منزل پر قیام کرتے تو سب سے پہلے اونٹوں کے اوپر سے کجاوے اور سامان اتار کر انہیں راحت و آرام پہنچاتے تھے اور نوافل کا شدید اشتیاق رکھنے کے باوجود نوافل کو بھی اس کام پر مقدم نہ کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم نبوی ﷺ کے زیر اثر صحابہ کرام جانوروں کی راحت اور آرام کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔ (روضة المتقين : ١٤/٣ ـ دليل الفالحين : ٤١٤/٣)

البَابُ (١٦٩)

بَابُ اِعَانَةِ الرَّفِيْقِ
رفیق سفر کی اعانت و مدد

اس موضوع سے متعلق متعدد احادیث پہلے بھی گزر چکی ہیں جیسے یہ حدیث کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اس وقت تک مدد فرماتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔ اور جیسے حدیث ہر نیکی صدقہ ہے اور اسی طرح دیگر احادیث۔

●●●●●●●●●●●●

زائد سواری سے رفقاء سفر کی اعانت

۹۶۹. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَةٍ لَه، فَجَعَلَ یَصْرِفُ بَصَرَه، یَمِیْنًا وَشِمَالاً، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ کَانَ مَعَه، فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْیَعُدْ بِه عَلٰی مَنْ لَاظَهْرَ لَه، وَمَنْ کَانَ لَه، فَضْلُ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِه عَلٰی مَنْ لَازَادَلَه،"، فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَاذَکَرَه، حَتّٰی رَاَیْنَا اَنَّه، لَاحَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۹٦۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سفر میں تھے ایک شخص اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں نظر ڈال کر دیکھنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد سواری ہو تو وہ اس کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس زائد زادِ راہ ہے وہ اس کو دیدے جس کے پاس نہیں ہے۔ اس طرح آپ ﷺ نے مال کی دیگر اصناف کا بھی ذکر فرمایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہمیں ضرورت سے زائد چیز رکھنے کا حق نہیں ہے۔

تخریج حدیث(۹٦۹): صحيح مسلم، كتاب اللقطه، باب استحباب المواساة بفضول الاموال .

کلمات حدیث: يصرف نظره : اپنی نظر گھما کر دیکھ رہا تھا کہ کہیں سے اس کو مدد مل جائے۔ فضل ظهر : ضرورت سے زائد سواری کا اونٹ۔ فضل : ضرورت سے زائد چیز۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے اپنے کسی سفر کے دوران کسی منزل پر قیام کیا کہ اس اثناء میں ایک شخص آیا جو نظر ڈال کر سب کی طرف دیکھنے لگا۔ غالبًا اس کا اونٹ تھکا ہوا اور لاغر تھا اور اس کے پاس اشیاءِ ضرورت موجود نہیں تھیں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو اس کی نصرت اور مدد کرنے کا حکم فرمایا کہ جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو وہ اسے سواری دے دے اور جس کے پاس ضرورت سے زیادہ زادِ راہ وہ اسے زادِ راہ دیدے۔ (دليل الفالحين : ٤١٦/٣ ـ روضة الصالحين : ٥١٧/٣ ـ نزهة المتقين : ٥٩/٢)

●●●●●●●●●●●●

تنگی کے وقت باری باری سوار ہونا

۹۷۰. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّه، اَرَادَ اَنْ یَغْزُ وَفَقَالَ :

يَامَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ، اِنَّ مِنْ اِخْوَانِكُمْ قَوْمًا لَّيْسَ لَهُمْ مَالٌ وَّلَا عَشِيْرَةٌ فَلْيَضُمَّ اَحَدُكُمْ اِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ اَوِالثَّلَاثَةِ فَمَا لِاَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَحْمِلُهٗ اِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ يَعْنِيْ اَحَدَهُمْ قَالَ، فَضَمَمْتُ اِلَيَّ اثْنَيْنِ اَوْثَلَاثَةً مَالِيْ اِلَّاعُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ اَحَدِهِمْ مِنْ جَمَلِيْ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ .

(۹۷۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جماعت مہاجرین وانصار! تمہارے بھائیوں میں سے ایسے بھی ہیں جن کے پاس نہ مال ہے اور نہ خاندان۔ لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ دو یا تین آدمیوں کو اپنے ساتھ ملالے۔ چنانچہ ہم میں سے جس کے پاس سواری تھی اس پر ایک ایک باری باری بیٹھتا تھا۔ میں نے بھی اپنے ساتھ دو یا تین ملا لیے تھے اور مجھے بھی اپنے اونٹ پر سب کی طرح باری باری سوار ہونے کا موقعہ ملتا تھا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (۹۷۰): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب الرجل يتجمل بمال غيره يغزو .

کلمات حدیث: معشر : جماعت۔ عشیرہ : قبیلہ۔ فليضم اليه : اسے اپنے ساتھ ملالے، یعنی اس پر خرچ کرے۔

شرح حدیث: ہجرت کے بعد جب اہل اسلام مدینہ منورہ میں جمع ہوئے تو مہاجرین سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ آئے تھے اور عسرت و تنگی کا دور تھا، رسول اللہ ﷺ نے اولاً مہاجرین اور انصار میں مواخات قائم فرمائی پھر جب غزوات میں تشریف لے جاتے تب بھی صحابہ کرام ایثار اور قربانی سے کام لیتے اور جنکے پاس مال ہوتا وہ ان پر خرچ کرتے جنکے پاس نہ ہوتا جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں لشکر اسلام کی تیاری میں حصہ لیا تھا۔ اسی طرح بعض غزوات میں رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جس کے پاس سواری اور زادراہ ہو وہ اپنے ساتھ دو تین کو ملالے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سب باری باری سوار ہوتے اور اونٹ کے مالک کو بھی اونٹ پر سوار ہونے کا اتنا ہی موقعہ ملتا جتنا اس کے ان ساتھیوں کو جن کو اس نے اپنے ساتھ شامل کیا تھا۔ (دليل الفالحين : ۴۱۷/۳ ـ نزهة المتقين : ۵۹/۲)

****

امیر قافلہ رفقاءِ سفر کا خیال رکھے

۹۷۱. وَعَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيْرِ فَيُزْجِيُ الضَّعِيْفَ وَيُرْدِفُ وَيَدْعُوْلَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

(۹۷۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دوران سفر پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے کمزور کو چلاتے یا اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور اس کے لیے دعاء فرماتے۔ (ابوداؤد نے بسند حسن روایت کیا)

تخریج حدیث (۹۷۱): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی لزوم الساقة .

کلمات حدیث: فیزجی : چلاتے تھے۔ ازجی ازجاء : آگے بڑھانا، چلانا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کی امت سے محبت اور شفقت کا یہ حال تھا کہ آپ ﷺ کسی غزوہ پر روانہ ہوتے وقت سب سے پیچھے چلتے اور جو کوئی کمزور پیچھے رہ جاتا اس کی سواری کو تیز کرتے یا اسے اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور سب کیلئے دعاء فرماتے۔ (روضة المتقين : ۱۵/۲)

الباب (۱۷۰)

بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا رَكِبَ الدَّابَّةَ لِلسَّفَرِ

سوار ہوتے وقت پڑھنے کی دعاء

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ﴿١٢﴾ لِتَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ﴿١٣﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہوتا کہ تم ان کی پیٹھ پر سیدھے ہوکر بیٹھو پھر جب تم سیدھے ہوکر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارے لیے تابع کر دیا ہم اس کو قابو کرنے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ (الزخرف: ۱۲، ۱۳)

تفسیری نکات: سمندروں کی لہروں پر سفر کرتے ہوئے اور جانوروں کی پشت پر بیٹھے ہوئے ہر لمحہ اور ہر ساعت اس خالق و مالک کو یاد کرنا چاہیے جس نے ہمیں پیدا فرمایا پھر ہمیں عقل و دانش سے نوازا جس کی مدد سے ہم نے کشتیاں بنائیں اور جانوروں کو اپنے قابو میں کیا۔ سمندر اور یہ سواری کے جانور اللہ سبحانہٗ کا اعجازِ تخلیق ہیں اور پھر جانوروں کا انسان کا مطیع و فرماں بردار ہونا بھی اللہ کی حکمت و قدرت کا شاہکار ہے اس لیے ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم اس کے شکر گزار رہوں اور صدقِ دل سے اس حقیقت کا اعتراف کریں کہ اے اللہ آپ کی ذات پاک ہے جس نے سمندر کی لہروں پر سفر کے لیے ہوا اور کشتی کو مسخر فرما دیا اور جانوروں کو ہمارا تابع بنا دیا ہم یہ کام نہیں کر سکتے تھے، یہ تو صرف آپ کا اعجازِ تخلیق ہے ہم تو فانی ہیں اور آپ کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ (تفسير عثماني۔ معارف القرآن)

سفر کے وقت پڑھنے کی دعاء

۹۷۲. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَوٰى عَلٰى بَعِيْرِهِ خَارِجًا اِلٰى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ "سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ، وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ! اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ فِىْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَاتَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ، وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ : اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِى الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ" وَاِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَفِيْهِنَّ "اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

مَعْنٰى "مُقْرِنِيْنَ" مُطِيْقِيْنَ "وَالْوَعْثَآءُ بِفَتْحِ الْوَاوِ وَاِسْكَانِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَبِالثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ

بِالْمَدْوَهِيَ : اَلشِّدَّةُ وَالْكَآبَةُ " بِالْمَدْوَهِيَ : تَغَيُّرُ النَّفْسِ مِنْ حُزْنٍ وَنَحْوِهِ "وَالْمُنْقَلَبُ" الْمَرْجِعُ .

(۹۷۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ جب سفر پر روانہ ہونے کے لیے اونٹ پر تشریف فرما ہوتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر فرماتے اور پھر یہ دعاء پڑھتے: (سبحان الذیٰ سے والولد تک) پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارا تابع وفرمان بنا دیا اور ہم اسے اپنا تابع نہیں بنا سکتے تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا اور ایسے عمل کی توفیق کی دعاء کرتے ہیں جس سے تو راضی ہو، اے اللہ! ہمارے لیے اس سفر کو آسان بنا دے اور اس کے فاصلے کو طے فرما دے۔ اے اللہ! تو سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور اہل وعیال کا محافظ ہے۔ اے اللہ! میں سفر میں سختی پر برے منظر اور واپسی مال اہل اور اولاد میں بری تبدیلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور جب آپ ﷺ واپس آتے تو آپ ﷺ یہ کلمات ارشاد فرماتے۔ (آئبون سے حامدون تک) ہم سفر سے واپس آنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ (مسلم)

مقرنین: کے معنی ہیں طاقت رکھنے والے۔ وعثاء: کے معنی ہیں شدت اور سختی۔ کابة: کے معنی ہیں غم وغیرہ سے نفس کا متغیر ہونا۔ منقلب: لوٹنے کی جگہ۔

تخریج حدیث (۹۷۲): صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما یقول إذا رکب الی سفر الحج .

کلمات حدیث: استوی: معتدل اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وعثاء السفر: سفر کی پریشانی۔ وعث وعثاً: دشوار گزار ہونا۔ پر مشقت ہونا۔ کابة المنظر: برا منظر۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ سے منقول تمام دعائیں جو مختلف مواقع اور متنوع حاجات کے لیے ماثور ہیں سب کی سب انتہائی جامع اور بلیغ اور معانی کا ایک دریا اپنے اندر سمیٹے ہوئے، مسلمان کی سعادت یہ ہے کہ اسے ادعیہ ماثورہ کا ایک وافر ذخیرہ یاد ہو جسے وہ اپنے شب و روز میں اور اپنی مختلف حاجات کے لیے پڑھ سکے کہ زبانِ نبوت ﷺ سے نکلا ہوا ہر لفظ اپنے اندر خیر کا ایک سرچشمہ سمیٹے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ دعاء بھی اسی طرح پر اثر دلنشیں بلیغ اور جامع ہے اور سفر کے دوران پیش آنے والے تمام حالات کا احاطہ کیے ہوئے، بنا بریں سفر میں اس دعاء کا پڑھنا باعث خیر و برکت ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی: ۹/۹۳۔ روضۃ المتقین: ۳/۱۶)

سفر شروع کرنے سے پہلے ایک دعاء

۹۷۳۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَـفَـرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَالْكُوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ، وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ : رَوَاهُ مُسْلِمٌ . اَلْحُوْرِ هٰكَذَا هُوَ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ" اَلْحُوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ" بِالنُّوْنِ وَكَذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ قَالَ التِّرْمِذِيُّ : وَيُرْوٰى، اَلْكَوْرُ بِالرَّآءِ، وَكِلَاهُمَا لَهٗ وَجْهٌ : قَالَ الْعُلَمَاءُ

وَمَعْنَاهُ بِالنُّوْنِ وَالرَّآءِ جَمِيْعًا : الرُّجُوْعُ مِنَ الْإِسْتِقَامَةِ اَوِ الزِّيَادَةِ اِلَى النَّقْصِ قَالُوْا : وَرِوَايَةُ الرَّآءِ مَاخُوْذَةٌ مِّنْ تَكْوِيْرِ الْعِمَامَةِ، وَهُوَ كَفُّهَا وَجَمْعُهَا وَرِوَايَةُ النُّوْنِ مِنَ الْكَوْنِ، مَصْدَرُ كَانَ يَكُوْنُ كَوْنًا : اِذَا وُجِدَ وَاسْتَقَرَّ.

(۹۷۳) حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے تو سفر کی سختی واپسی پر رنج و تکلیف، کمال کے بعد زوال مظلوم کی بد دعاء اور اہل و مال میں برے منظر سے پناہ مانگتے تھے۔ (مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اسی طرح روایت کیا ہے یعنی الحور بعد الکون ن کے ساتھ اور اسی طرح ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے ترمذی نے کہا ہے کہ کور بھی روایت کیا گیا ہے اور دونوں صحیح ہیں)

علماء فرماتے ہیں کہ کون اور کور دونوں الفاظ ر کے معنی استقامت سے واپسی یا زیادتی سے کمی کی طرف آنے کے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ کور تکویر العمامۃ سے ہیں جس کے معنی ہیں عمامہ کو لپیٹنا اور اکٹھا کرنا اور کون کان یکون کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی شئے کا ٹھہرنا اور موجود ہونا۔

تخریج حدیث (۹۷۳): صحيح مسلم، كتاب الحج، سنن ابى داؤد، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا خرج مسافر.

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ ہیں اور بنی مخزوم کے حلیف تھے بعد میں بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں آپ سے سترہ احادیث مروی ہیں جو کتبِ خمسہ میں منقول ہیں جن میں سے صحیح مسلم میں تین احادیث منقول ہوئی ہیں۔ (دليل الفالحين : ۳/ ۴۲۱)

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو آغاز سفر سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے سفر کی صعوبتوں اور دشواریوں سے سفر سے واپسی پر کسی غمگین بات سے دوچار ہونے سے، اچھائی کے برائی میں بدل جانے سے، مظلوم کی بد دعاء سے اور اہل و عیال اور مال میں کسی بری بات کا سامنا کرنے سے۔ حدیثِ نبوی ﷺ کے یہ الفاظ اس قدر جامع ہیں کہ آدمی کو زندگی میں جو کوئی بری بات پیش آ سکتی ہے ان سب سے اللہ کی پناہ مانگنے کا ذکر آ گیا ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۹/ ۹۴)

سواری پر سوار ہونے کی دعاء

۹۷۴۔ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ : شَهِدْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِيَ بِدَآبَّةٍ لِيَرْكَبَهَا، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِي الرِّكَابِ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ! وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ اِنَّهٗ لَايَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ" ثُمَّ ضَحِكَ فَقِيْلَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ : رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ

اَیِّ شَیْءٍ ضَحِکْتَ؟ قَالَ : "اِنَّ رَبَّکَ سُبْحَانَهٗ یَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ : اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ یَعْلَمُ اَنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَیْرِیْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ، وَفِیْ بَعْضِ النُّسَخِ : حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَهٰذَا لَفْظُ اَبِیْ دَاوٗدَ .

(۹۷۴) علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کے لیے سواری کا جانور لایا گیا آپ نے اس کی رکاب میں پیر رکھتے ہوئے بسم اللہ کہا اور جب اس کی پشت پر بیٹھ گئے تو آپ نے کہا:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ ﴾

"پاک ہے اللہ کی ذات جس نے اسکو ہمارے تابع کر دیا اور ہم اس کو اپنے تابع نہیں بنا سکتے تھے اور ہم اللہ کی طرف پلٹنے والے ہیں۔"

پھر آپ نے تین مرتبہ الحمد للہ کہا، پھر تین مرتبہ اللہ اکبر کہا پھر آپ نے کہا:

"سبحانک انی ظلمت نفسی فاغفرلی انه لا یغفر الذنوب الا انت ."

"تیری ذات پاک ہے میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے معاف فرما دے تیرے سوا کوئی گناہوں کا معاف کرنے والا نہیں ہے۔"

اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسے کسی نے عرض کیا کہ آپ کس بات پر ہنسے آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا جس طرح میں نے کیا۔ میں نے بھی یہی عرض کیا تھا یا رسول اللہ! آپ کس بات پر ہنسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ یہ کہتا ہے کہ اے اللہ مجھے معاف فرما دے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں کہ میرے بندے کو یہ معلوم ہے کہ اسے کوئی میرا سوا معاف کرنے والا نہیں۔

(ابوداؤد، ترمذی، ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں ہے کہ حسن صحیح ہے اور الفاظ حدیث ابوداؤد کے ہیں)

تخریج حدیث(۹۷۴): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب مایقول الرجل إذا رکب . الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب ما ذکر فی دعوة المسافر .

کلمات حدیث: أتی بدابة لیرکبها : آپ کے پاس ایک سواری لائی گئی تا کہ آپ اس پر سوار ہو جائیں۔ اتی اتیانا (باب ضرب) آنا۔ اتی ماضی مجهول : لایا گیا۔

شرح حدیث: صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی ہر ہر سنت پر عمل فرماتے تھے اور ہر وہ کام کرتے تھے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ تمام کلمات ادا کیے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے ہوئے سنا تھا اور اسی طرح مسکرائے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا تھا اور جب آپ سے متبسم ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ اپنے اس بندے سے خوش ہوتے ہیں جو اس سے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ میرے بندے کو یہ علم ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور اس کے گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔

(دلیل الفالحین : ۴۲۳/۳ ـ مسند احمد بن حنبل : ۷۵۳/۱)

البَاب (۱۷۱)

بَابُ تَكْبِيْرِ الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ الثَّنَايَا وَشَبْهَهَا وَتَسْبِيْحِه إِذَا هَبَطَ الْأَوْدِيَةِ وَنَحْوِهَا وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُبَالَغَةِ بَرَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيْرِ وَنَحْوِه

بلندی پر چڑھتے وقت تکبیر اور بستی کی جانب آتے ہوئے تسبیح کرنا چاہیے، تکبیر میں بہت زیادہ آواز بلند کرنے کی ممانعت

٩٧٥. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۹۷۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۹۷۵): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب التسبيح إذا هبط وادياً.

کلمات حدیث: صعدنا، صعدنا صعوداً (باب سمع) اوپر چڑھنا۔

شرح حدیث: المہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ہر بلند جگہ پر چڑھتے ہوئے اللہ اکبر فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اس امر کی جانب اشارہ تھا کہ دنیا کی کوئی شئے نہ بڑی ہے نہ اونچی ہے اور نہ عظیم اللہ ہی سب سے بلند ہے وہی سب سے اعلیٰ ہے اور وہی عظیم ہے اور جب رسول اللہ ﷺ نیچے کی طرف آتے تو سبحان اللہ فرماتے اور اللہ کی تسبیح کرتے کہ حضرت یونس علیہ السلام بھی شکم حوت میں اللہ کی تسبیح بیان فرمائی تھی، نیز تسبیح اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔

(فتح الباري: ۲/۱۹٦ ـ ارشاد الساري: ٦/٦٦)

چڑھتے ہوئے "اللہ اکبر" اترتے ہوئے "سبحان اللہ" کہیں

٩٧٦. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجُيُوْشُه إِذَا عَلَوُا الثَّنَايَا كَبَّرُوْا وَإِذَا هَبَطُوْا سَبَّحُوْا رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

(۹۷۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے لشکر کا معمول تھا کہ جب بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے اترتے تو تسبیح کہتے۔ (ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث (۹۷۶): سنن ابي داؤد، كتاب الجهاد، باب ما يقول الرجل إذا سافر.

کلمات حدیث: علو الثنايا: جب گھاٹیوں کے اوپر آتے۔ الثنايا: جمع ثنیہ گھاٹی، پہاڑ کی بلندی پر موڑ۔ هبطو: اترے۔ هبا هبوطا (باب نصر) نیچے اترنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی اتباع کرنے والے صحابہ کرام دورانِ سفر جب کسی بلند جگہ پر آتے تو اللہ اکبر کہتے تا کہ علوحسی پر علوحقیقی کی عظمت و بلندی کا اعتراف واقرار ہو اور جب نیچے کی طرف آتے تو سبحان اللہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس بات سے پاک ہے جو اس کی شان کے مناسب نہیں ہے۔ (نزهة المتقين : ٢/٦٥)

****

سفر سے واپسی کے وقت کی دعاء

٩٧٧. وَعَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ اَوِالْعُمْرَةِ كُلَّمَا اَوْفَى عَلٰى ثَنِيَّةٍ اَوْفَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلاَ ثًا، ثُمَّ قَالَ : لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اٰيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ،، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْجُيُوْشِ اَوِالسَّرَايَا اَوِالْحَجِّ اَوِالْعُمْرَةِ ! قَوْلُهٗ : "اَوْفٰى" اَيِ ارْتَفَعَ وَقَوْلُهٗ "فَدْفَدٍ" هُوَ بِفَتْحِ الْفَائَيْنِ بَيْنَهُمَا دَالٌ مُهْمَلَةٌ سَاكِنَةٌ وَاٰخِرُهٗ دَالٌ اُخْرٰى وَهُوَا الْغَلِيْظُ الْمُرْتَفِعُ مِنَ الْاَرْضِ .

(٩٧٧) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حج یا عمرے سے واپس تشریف لاتے تو کسی پہاڑی یا بلند جگہ پر چڑھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے پھر یہ فرماتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے لیے ہے ملک اور تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر شئے پر قادر ہے ہم لوٹ کر آنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں سجدہ کرنے والے ہیں اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا فرما دیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور کافروں کے لشکروں کو اس نے خود تنہا شکست دے دی۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بڑے لشکروں یا چھوٹے لشکروں یا حج یا عمرے سے لوٹتے تو یہ دعاء پڑھتے۔

اوفی : بلند جگہ پر چڑھنا۔ فد فد : زمین کا بلند حصہ۔

شرح حدیث: ہر سفر میں آتے جاتے بلندی پر چڑھتے ہو اللہ اکبر کہنا اور نیچے آتے ہوئے سبحان اللہ کہنا مستحب ہے۔ تا کہ اللہ کی وحدانیت کا زبان سے اظہار ہو اس کی نعمتوں اور اس کی مہربانیوں پر شکر ادا ہو اور اس کے احسانات کا اعتراف ہو اور بندگی اور طاعت کا عزم نو ہو۔ تسلیم ورضا اور قلب وزبان اور عمل میں ہم آہنگی کا نام بندگی ہے۔

(نزهة المتقين : ٢/٦٥۔ روضة المتقين : ٣/٢٢۔ فتح الباري : ١/٩٦٢۔ ارشاد الساري : ٤/٣٢٠)

****

سفر میں بھی تقویٰ اختیار کریں

٩٧٨. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُسَافِرَ فَاَوْصِنِيْ،

قَالَ : "عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالتَّكْبِيرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اطْوِلَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ .

(۹۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا سفر کا ارادہ ہے آپ مجھے وصیت فرما دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا تقوی اختیار کرو اور ہر بلند جگہ پر تکبیر کہو۔ جب وہ شخص جانے کے لیے پلٹا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" اللّٰهم اطوله البعد وهون عليه السفر . "

"اے اللہ اس کے لیے فاصلے سمیٹ دے اور اس کے لیے سفر آسان فرما دے۔"

تخریج حدیث (۹۷۸): الجامع للترمذی، کتاب الدعوات .

کلمات حدیث: علیك : تمہارے اوپر لازم ہے، تمہارے لیے ضروری ہے۔ شرف : بلندی، ہر بلندی کو کہتے ہیں خواہ حسی ہو یا معنوی چنانچہ شرف نسب بھی بولا جاتا ہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کی تعلیم یہ ہے کہ سفر کے آغاز سے پہلے آدمی کو چاہیے کہ مرشد کے پاس یا اپنے دینی علم کے استاذ کے پاس یا اپنے کسی نیک اور صالح بزرگ کے پاس جائے اور اس سے اپنے حق میں دعاء کروائے اور نصیحت کی درخواست کرے اور جس سے درخواست کی جائے وہ تقوی کی اور یاد الٰہی کی نصیحت کرے اور سفر کے آسان ہونے کی دعاء کرے۔

(روضة المتقين : ۳/۲۳ ـ دليل الفالحين : ۳/۴۲۸ ـ نزهة المتقين : ۲/۶۶)

دعاء آہستہ مانگنا افضل ہے

۹۷۹. وَعَنْ اَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَكُنَّا اِذَا اَشْرَفْنَا عَلٰى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا وَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَا اَيُّهَا النَّاسُ! ارْبَعُوا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّهُ مَعَكُمْ، اِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ! "اِرْبَعُوا" بِفَتْحِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ اَيْ اُرْفُقُوا بِاَنْفُسِكُمْ .

(۹۷۹) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے جب ہم کسی وادی میں اوپر چڑھتے تو ہم لا الہ الا اللہ کہتے اور اللہ اکبر کہتے اور ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے ساتھ نرمی کرو تم بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے سننے والا ہے اور قریب ہے۔

(متفق علیہ)

اربعوا : کے معنی ہیں اپنے آپ سے نرمی کرو۔

تخریج حدیث(۹۷۹): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب ما یکره من رفع الصوت فی التکبیر . صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذکر .

کلماتِ حدیث: اشرفنا : ہم بلند ہوئے، ہم بلندی پر چڑھے۔ هللنا : ہم نے لا الا اللہ کہا۔ هلل يهلل تهليلاً (باب تفعیل) لا الہ الا اللہ کہنا۔ کبرنا : ہم نے اللہ اکبر کہا۔ کبر تکبیراً (باب تفعیل) اللہ اکبر کہنا۔

شرحِ حدیث: صحابہ کرام دورانِ سفر لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے اور بعض اوقات آوازیں زیادہ بلند ہو جاتیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سننے والا ہے تم سے قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے اس لیے تکبیر و تہلیل میں آواز زیادہ بلند کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وقار اور سکینت کے ساتھ اللہ کو یاد کرو۔ (فتح الباري : ۲۹۴/۲ ۔ ارشاد الساري : ٦/٤٦٥)

البَابُ (۱۷۲)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الدُّعَآءِ فِیْ السَّفَرِ

سفر میں دعاء کا استحباب

تین آدمیوں کی دعاء رد نہیں ہوتی

۹۸۰. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَکَّ فِیْهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَلَیْسَ فِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ "عَلٰی وَلَدِهٖ".

(۹۸۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین دعائیں بلاشبہ مقبول ہیں: مظلوم کی بد دعاء، مسافر کی دعاء اور باپ کی اپنے بیٹے کے لیے بد دعاء۔ ابوداؤد، ترمذی امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے، ابوداؤد میں علی ولدہ کے الفاظ نہیں ہیں)

تخریج حدیث(۹۸۰): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الدعاء بظهر الغیب. الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب ما ذکر فی دعوة المسافر.

کلمات حدیث: مستجابات : مستجابة : کی جمع یعنی وہ دعاء جو قبول کرلی گئی ہو۔ مستجاب الدعوات : وہ شخص جس کی دعائیں اللہ کے یہاں قبول ہوتی ہیں۔ قد استجاب اللّٰه له : اللہ نے اس کی دعاء قبول فرمائی۔

شرح حدیث: دعائیں اصل اظہارِ بندگی، عجز و نیاز اور سراپا التجا ہو جانا ہے یہ کیفیت جس قدر ہوگی اس قدر دعاء کے مقبول ہونے کی توقع اور امید ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں ایک مظلوم کی بد دعاء کہ اس کی دعاء بھی دل سے نکلتی ہے وہ مجبور ہو کر اور بے سہارا ہو کر اللہ کو پکارتا ہے اللہ اس کی دعاء قبول فرماتا ہے، مسافر بھی کہ وہ اپنے اہل وعیال سے اور خاندان سے منقطع ہوتا ہے اس لیے اس کی دعاء بھی قبول کی جاتی ہے اور اسی طرح باپ کی بد دعاء، اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہے کہ باپ بھی بہت عاجزی اور خلوص سے دعاء مانگتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس کی دعاء قبول فرماتے ہیں۔

الباب (۱۷۳)

بَابُ مَايَدْعُوبِهٖ اِذَاخَافَ نَاسًا اَوْغَيْرَهُمْ
لوگوں سے یا کسی چیز سے خوف کے وقت کیا دعاء پڑھی جائے؟

۹۸۱ . عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ : اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ، وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنِّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ".

(۹۸۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی قوم سے خوف محسوس فرماتے تو یہ دعاء پڑھتے:

" اللّٰهم انا نجعلک فی نحورهم ونعوذبک من شرورهم ."

"اے اللہ ہم تجھے ان کے سامنے کرتے ہیں اور تیرے ذریعے سے ان کی شرارتوں سے پناہ مانگتے ہیں۔" (ابوداؤداور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے)

تخریج حدیث (۹۸۱): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا خاف قوماً .

کلمات حدیث: نحورهم : ان کے سامنے۔نحور جمع ہے نحر سینے کا بالائی حصہ۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ جب دشمنانِ اسلام سے کوئی خوف اور خطرہ محسوس فرماتے تو اپنے آپ کو اللہ کی حفاظت میں دیدیتے تھے اور اسی کی پناہ چاہتے تھے اور اللہ ہی پر اعتماد بھروسہ اور یقین رکھتے تھے۔

﴿ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ﴾

"جو اللہ پر توکل کرے اللہ اسے کافی ہے۔" (روضة المتقين : ۳/ ۲٦۔ نزهة المتقين : ۲/ ٦٧)

البَابُ (۱۷٤)

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا
کسی منزل پراترتے وقت کی دعاء

****

۹۸۲. عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : مَنْ نَزَلَ مَنْزِلاً ثُمَّ قَالَ : اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ! لَمْ يَضُرُّهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۹۸۲) حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جوکوئی کسی منزل پر اترے اور یہ کلمات کہے:

" اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق ."

''میں اللہ کے کامل کلمات کے ذریعے مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔'' تو اسے اپنی اصل منزل پہنچنے تک کوئی شئے نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۹۸۲): صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب في التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء .

راوی حدیث: حضرت خولہ ام شریک رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی خالہ تھیں ان کا نکاح حضرت عثمان بن مظعونؓ سے ہوا تھا جن کا انتقال ۲ھ میں ہوگیا تھا اور ان کے بعد حضرت خولہ نے نکاح نہیں کیا۔ ان سے پندرہ احادیث منقول ہیں۔

(الاصابة : ۸/ ۷۰ـ تهذيب التهذيب : ۲/ ۲۱۵)

کلمات حدیث: التامات : تامہ کی جمع، مذکر تام۔ تم تماماً (باب ضرب) تام ہونا، مکمل ہونا۔ کلمات الله التامات : اللہ کے پاکیزہ اور مکمل کلمات۔

شرح حدیث: سفر میں کسی جگہ ٹھہرنا ہو تو اس دعاء کو پڑھنا چاہیے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مسافر اپنے گھر پہنچنے تک تمام حوادث، خطرات اور اندیشوں سے محفوظ رہے گا اور ہر شر سے اللہ کی پناہ میں ہوگا۔ (دليل الفالحين : ۳/ ۴۳۲)

****

جنگل میں قیام کے وقت یہ دعاء پڑھے

۹۸۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَفَرَ فَاَقْبَلَ اللَّيْلُ قَالَ "يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ، وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ اَسَدٍ وَاَسْوَدَ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ، وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا

وَلَدَ "رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ."

" وَالْاَسْوَدُ " الشَّخْصُ : قَالَ الْخَطَّابِیُّ وَسَاكِنُ الْبَلَدِ" ! هُمُ الْجِنُّ الَّذِيْنَ هُمْ سُكَّانُ الْاَرْضِ : قَالَ : وَالْبَلَدُ مِنَ الْاَرْضِ مَاكَانَ مَاوَى الْحَيَوَانِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ بِنَاءٌ وَمَنَازِلُ : قَالَ يَحْتَمِلُ اَنَّ الْمُرَادَ" بِالْوَالِدِ" اِبْلِيْسُ وَمَاوَلَدَ الشَّيَاطِيْنُ .

(۹۸۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دورانِ سفر جب رات آجاتی تو رسول اللہ ﷺ یہ کلمات ارشاد فرماتے (یاارض ربی سے وماولد تک) اے زمین میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے میں تیرے شر سے اور اس چیز کے شر سے جو تیرے اندر ہے اس شر سے جو تیرے اندر پیدا کیا گیا ہے اور اس کی شر سے جو تیرے اوپر رینگتا ہے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیر سے اور سانپ سے بچھو سے اور اس زمین پر رہنے والے (جنات) اور والد (ابلیس) اور ولد (شیطان) سے ۔ (ابوداؤد)

اسود کالے سانپ کو کہتے ہیں، امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ساکن البلد سے مراد وہ جن ہیں جو زمین میں رہتے ہیں اور بلند سے مراد زمین کا وہ قطعہ ہے جس میں حیوانات رہتے ہیں اور اگرچہ اس میں کوئی آبادی اور عمارت نہ ہو اور والد سے مراد ابلیس اور ماولد سے مراد شیاطین ہیں ۔

تخریج حدیث(۹۸۳): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب ما يقول الرجل إذا نزل المنزل .

کلمات حدیث: ما فيك : جو ایذاء رساں چیزیں تیرے اندر ہیں ۔ وما خلق فيك : جو تجھ میں پیدا کی گئیں ۔ ما يدب : جو حرکت کرنے والا کیڑا ہو ۔ دب دبيباً (باب ضرب) رینگنا ۔

شرح حدیث: رات کو شیاطین باہر نکلتے ہیں اور ہر طرح کے ایذاء رساں جانور بھی باہر آجاتے ہیں اس لیے جو دعاء مذکور ہوئی وہ دورانِ سفرات کے وقت کسی منزل پر اترتے وقت پڑھی جائے تاکہ پڑھنے والا جسمانی اور روحانی طور پر اللہ کی پناہ میں آجائے اور رات کے وقت تمام نادیدہ مخلوقات کے شر سے محفوظ ہو جائے ۔ (روضة المتقين : ۲۸/۳ ۔ دليل الفالحين : ٤٣٣/٣)

اَلْبَابُ (۱۷۵)

بَابُ اسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ الْمُسَافِرِ فِي الرُّجُوْعِ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِذَا قَضٰى حَاجَتَه‘

مسافر کا اپنی مصروفیت نمٹا کر جلد اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹنے کا استحباب

ضرورت پوری ہونے کے بعد سفر سے واپسی میں جلدی کرے

۹۸۴۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَه‘ وَشَرَابَه‘ وَنَوْمَه‘ فَإِذَا قَضٰى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَه‘ مِنْ سَفَرِهٖ فَلْيُعَجِّلْ إِلٰى أَهْلِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

"نهمته": مَقْصُوْدَه‘.

(۹۸۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفر عذاب کا ایک حصہ ہے جو مسافر کو کھانے پینے اور سونے سے مانع ہو جاتا ہے۔ جب سفر کا مقصد پورا ہو جائے تو اپنے اہل خانہ کی طرف جلد لوٹ جانا چاہیے۔ (متفق علیہ) نھمتہ: کے معنی ہیں اسکا مقصود۔

تخریج حدیث (۹۸۴): صحيح البخاري، كتاب العمرة، باب السفر قطعة العذاب. صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب السفر قطعة من العذاب.

کلمات حدیث: قطعة من العذاب: عذاب کا ایک حصہ، یعنی تکلیف اور مشقت جس سے مسافر سفر میں دوچار ہوتا ہے۔ يمنع احدكم: تم میں ہر ایک کے لیے مانع بن جاتا ہے۔ یعنی سفر میں آدمی کو کھانے پینے اور راحت و آرام کی وہ کیفیت حاصل نہیں ہوتی جو اسے اپنے گھر میں ہوتی ہے۔

شرح حدیث: سفر میں آدمی کو اپنے گھر کی بہ نسبت بے آرامی اور عدام راحت ضرور ہوتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے بیوی بچوں، والدین اور احباب کی جدائی محسوس کرتا ہے اس لیے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ جب مقصود سفر تمام ہو جائے تو پھر آدمی کو چاہیے کہ گھر واپس آنے میں جلدی کرے۔

(روضة المتقين: ۲۸/۳ـ دليل الفالحين: ۴۳۵/۳ـ فتح الباري: ۹۶۴/۱)

الباب (۱۷۶)

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقُدُوْمِ عَلٰی اَهْلِهٖ نَهَارًا وَ كَرَاهَتِهٖ فِي اللَّيْلِ لِغَيْرِ حَاجَتِهٖ

دن کے وقت سفر سے واپس آنے کا استحباب اور بلاضرورت رات کو آنے کی کراہت

۹۸۵. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا طَالَ اَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقَنَّ اَهْلَهٗ لَيْلًا" وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَطْرُقَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ لَيْلًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۹۸۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی اپنے گھر سے غیر حاضری طویل ہو جائے تو رات کے وقت گھر واپس نہ آئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت گھر واپس آنے سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۸۵): صحيح البخاري، كتاب العمرة، باب لا يطرق اهله اذا بلغ المدينة. صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب كراهة الطروق، وهو الدخول ليلا لمن ورد من سفر.

کلماتِ حدیث: فلا يطرق اهله ليلا: رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس نہ آئے۔ طروق: کے معنی رات کو آنے کے ہیں۔ رات کو آنے والے کو طارق کہا جاتا ہے۔ طروق کے اصل معنی مارنے اور دھکیلنے کے ہیں اسی لیے طریق راستہ کو کہتے ہیں کہ لوگ راستہ پر پیر مارتے ہوئے چلتے ہیں اور رات کو آنے والے کو بھی دروازہ بجانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

شرحِ حدیث: مقصودِ حدیث یہ ہے کہ جو آدمی طویل عرصہ سے سفر میں ہو وہ اچانک رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس نہ آئے، اگر اس کے آنے کی اہل خانہ کو پہلے سے اطلاع ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

(فتح الباري : ۱/۹۶۳۔ ارشاد الساري : ۴/۳۲۴)

رسول اللہ ﷺ سفر سے دن کے وقت واپس تشریف لاتے تھے

۹۸۶. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهٗ لَيْلًا، وَكَانَ يَاْتِيْهِمْ غُدْوَةً اَوْ عَشِيَّةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۹۸۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر سے رات کو گھر تشریف نہیں لاتے تھے، صبح کو یا شام کو آتے تھے۔ (متفق علیہ)

طروق کے معنی رات کے وقت آنا۔

تخریج حدیث(۹۸۶): صحیح البخاری، کتاب العمرة، باب الدخول بالعشی . صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب کراهية الطروق وهو الدخول ليلاً لمن ورد من سفر .

کلماتِ حدیث: غدوة : صبح کا وقت۔ عشية : شام کا وقت۔

شرحِ حدیث: رسول کریم ﷺ جب کسی سفر پر یعنی کسی جنگی مہم وغیرہ پر تشریف لے جاتے تو رات کے وقت گھر تشریف نہ لاتے اور رات کو گھر نہ جانے کی وجہ اس حدیث میں بیان ہوئی ہے جو بخاری اور مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک لشکر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے تھے، جب ہم مدینہ منورہ واپس آئے تو ہم اپنے گھروں کو جانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کچھ توقف کرو ہم رات کو گھر جائیں گے، تاکہ بیوی کنگھی کر لے اور صفائی کر لے۔ ظاہر ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ شوہر بغیر اطلاع سفر سے واپس آئے تو اس صورت میں رات کے وقت اچانک گھر میں داخل نہ ہو بلکہ یا تو صبح کو واپس ہو یا شام کو یا اہل خانہ کو اطلاع ہو جانے کا انتظام کرے جیسا کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے توقف کا حکم فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کی یہ ایک روشن مثال ہے اور مقصود یہ ہے کہ شوہر گھر واپس آ رہا ہو تو بیوی کو اطلاع کر دے یا اطلاع ہونے کا انتظار کرے اور بغیر اطلاع رات کے وقت گھر میں نہ جائے ہوسکتا ہے کہ بیوی کسی ایسے حال میں ہو جس میں وہ شوہر کا استقبال کرنا پسند نہ کرتی ہو یا وہ حالت شوہر کے لیے ناپسند ہو نیز یہ کہ اطلاع سے اشتیاقِ ملاقات پیدا ہوگا جو زن و شوہر کے باہمی تعلق کے لیے مستحسن ہے۔ (فتح الباري : ۱/۹٦٣۔ ارشاد الساري : ٤/٣٢٤)

البَابُ (۱۷۷)

بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا رَجَعَ وَإِذَا رَأَىٰ بَلْدَتَه'
سفر سے واپسی پر اپنے شہر کو دیکھ کر کیا پڑھے؟

اس باب سے متعلق وہ حدیث بھی ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور باب تكبير المسافر اذا صعد الثنايا میں گزر چکی ہے۔ (یعنی بلندی پر جاتے ہوئے اللہ اکبر اور پستی کی جانب آتے ہوئے سبحان اللہ کہنا)

****

۹۸۷. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِظَهْرِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ " اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ .

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۹۸۷) حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ واپس آئے جب ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

" آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون ."

"آنے والے توبہ کرنے والے بندگی کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے۔"

آپ ﷺ یہ کلمات فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۸۷): صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما يقول إذا قفل من سفر الحج وغيره.

کلمات حدیث: ظهر المدينه : مدینہ کے باہر، اطراف مدینہ۔

شرح حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ خیبر سے واپسی پر میں اور ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے سواری پر تشریف فرما تھیں جب ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جو بندگی اور عبودیت کے اظہار اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی تقدیس کے بیان پر مشتمل ہیں اور ان کلمات میں اس امر کا اظہار ہے کہ جس قدر اللہ کے ہم پر انعامات ہیں اس قدر ہم اس کی بندگی اور اس کے سامنے عجز و نیاز کے لیے اس کی توفیق کے محتاج ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۹/۹٦۔ دليل الفالحين : ۳/٤٣٨)

باب (۱۷۸)

بَابُ اسْتِحْبَابِ ابْتِدَاءِ الْقَادِمِ بِالْمَسْجِدِ الَّذِیْ فِیْ جِوَارِہٖ وَصَلوٰتِہٖ فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ

سفر سے واپسی پر قریبی مسجد میں دو رکعت نفل پڑھنے کا استحباب

۹۸۸۔ عَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اذا قَدِمَ مِن سفرٍ بدأ بالمَسْجدِ فرکع فِیْهِ رکْعَتَیْنِ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔

(۹۸۸) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے تھے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نفل ادا فرماتے ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۸۸): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الصلاة اذا قدم من سفر. صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب رکعتین فی المسجد لمن قدم من سفر اول قدومه.

کلمات حدیث: بدأ بالمسجد : مسجد سے ابتداء کرتے یعنی مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد آپ سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے ۔

شرح حدیث: سفر سے بخیر و خوبی واپسی پر مسافر کو چاہیے کہ پہلے مسجد میں دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ نے اسے سفر عافیت کے ساتھ رکھا اور خیریت کے ساتھ واپس لایا۔ اس عمل میں اللہ کے گھر کی تعظیم بھی ہے کہ آدمی سفر سے واپس آکر پہلے مسجد میں داخل ہو کیونکہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَـٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ ﴾

''اور مسجد شعائر اللہ میں سے ہیں۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ پہلے مسجد میں اس لیے تشریف لے جاتے تھے کہ اس امر کا اظہار ہو جائے کہ میرے گھر سے اللہ کا گھر زیادہ محترم و مکرم ہے اور تا کہ آپ ﷺ امت کو اللہ کی بارگاہ میں ادائے شکر کا ایک خوبصورت طریقہ تعلیم فرما دیں۔

(روضة المتقین : ۳۲/۳۔ دلیل الفالحین : ۴۳۹/۳)

البَابُ (۱۷۹)

بَابُ تَحْرِيْمِ سَفَرِ الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا
عورت کے تنہا سفر کی حرمت

عورت کے لیے بغیر محرم کے سفر کرنا ممنوع ہے

۹۸۹۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَايَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ عَلَيْهَا ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۸۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی عورت کے لیے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن اور ایک رات کا سفر کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۸۹): صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب تقصير الصلاة . صحيح مسلم، كتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم .

کلمات حدیث: مسيرة يوم وليلة : ایک دن اور رات کی مسافت۔ سار سيراً (باب ضرب) چلنا، سفر کرنا۔ مسيرة : مسافت

شرح حدیث: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ عورت بغیر محرم تین دن کا سفر نہ کرے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ عورت بغیر محرم دو دن کا سفر نہ کرے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں مطلق ممانعت مذکور ہے کہ عورت بغیر محرم سفر نہ کرے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہے کہ جب رسول کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا عورت بغیر محرم تین دن کا سفر کر سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں! پھر پوچھا گیا کہ دو دن کا سفر کر سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے نفی میں جواب دیا اور جب مطلق دریافت کیا گیا کہ کیا عورت بغیر محرم سفر کر سکتی ہے تو آپ ﷺ نے مطلق جواب دیا کہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا مطلقاً حرام ہے۔ حج، عمرے اور دارالشرک سے باہر نکلنے کے علاوہ بغیر محرم ہر سفر کی حرمت پر اجماع ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک سفر حج میں محرم کا ہونا شرط ہے۔

(فتح الباري : ۱/ ۷۰۰۔ روضة المتقين : ۳/ ۲۷۔ دليل الفالحين : ۳/ ٤٤٠)

اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا حرام ہے

۹۹۰۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "لَايَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْمَحْرَمٍ وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ" فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ امْرَاَتِیْ خَرَجَتْ حَاجَّةً وَاِنِّیْ اكْتُتِبْتُ " فِیْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا ؟ قَالَ : " اِنْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَاَتِكَ."

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۹۹۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہرگز کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے مگر اس صورت میں جبکہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو اور کوئی عورت سفر نہ کرے مگر اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔ کسی شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے اور میرا فلاں غزوہ کے لیے (نام) لکھا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۹۰): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بأمراۃ الاذ و محرم . صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج و غیرہ .

کلمات حدیث: وانی اکتتبت فی غزوۃ کذا : اور میں فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہوں، میرا نام فلاں غزوہ کے لیے لکھ لیا گیا ہے۔ اکتتبت ماضی مجہول ہے، اکتتاب (باب افتعال) کا۔

شرح حدیث: کوئی مرد کسی نامحرم عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ بیٹھے، ایک روایت میں ہے کہ اگر کوئی اجنبی مرد کسی نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھتا ہے تو ان دونوں کے درمیان شیطان ہوتا ہے۔ بہر حال یہ ضروری ہے کہ جب کوئی مرد کسی نامحرم عورت کے ساتھ بیٹھے تو محرم ضرور موجود ہو عورت کا محرم یا مرد کا محرم اور بغیر کسی تیسرے شخص کی موجودگی کے نامحرم عورت کے ساتھ بیٹھنا حرام ہے۔ اگر ایک عورت کے ساتھ دو یا زیادہ نامحرم مرد بیٹھیں وہ بھی حرام ہے البتہ ایک مرد کئی عورتوں کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے۔

اسی طرح عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ اس سے پہلے حدیث میں گزر چکا ہے۔

عورت کا محرم وہ مرد ہے جس سے شریعت میں نکاح کرنا دائمی طور پر حرام ہو، یہ حرمت نسب کی بناء پر ہو، یا رضاعت کی بناء پر یا سسرالی رشتہ کی بناء پر ہو۔ سفر میں محرم کی شرط میں یہ بھی ضروری ہے کہ محرم عاقل اور بالغ ہو، بچہ اور مجنون محرم کی شرط کو پورا نہیں کرتا۔

(روضة المتقين : ۳/۳۳۔ فتح الباري : ۱/۹۹٤۔ ارشاد الساري : ٤/۴۰۰)

کتاب الفضائل

الباب (۱۸۰)

بَابُ فَضْلِ قِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ
تلاوت قرآن کی فضیلت

****

۹۹۱. عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَفِیْعًا لِاَصْحَابِهٖ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۹۹۱) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت کیا کرو کہ روزِ قیامت تلاوت کرنے والوں کا شفیع بن کر آئے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۹۱): صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قراء ة القرآن.

شرح حدیث: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور خیر و برکت اور اجرعظیم کا خزانہ ہے اس کی تلاوت پر ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس لیے تلاوت قرآن پر مداومت رکھنی چاہیے اور شب و روز کے اعمال میں ایک بڑا حصہ تلاوت قرآن کا ہونا چاہیے۔ الفاظ کی تلاوت کے ساتھ قرآن کے معانی اور احکام کے سمجھنے اور ان پر غور کرنے اور ان پر عمل کرنے کی ضرورت بھی محتاج بیان نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ ہم قرآن اور علم و عمل ایک ساتھ سیکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔

قرآن کریم روزِ قیامت شفیع بن کر آئے گا کہ گنہگاروں کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور جو گناہوں سے پاک ہوں گے ان کے درجات بلند ہوں گے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زھراوان یعنی سورۃ البقرۃ اور سورۂ آلِ عمران کی تلاوت کیا کرو کہ یہ دونوں سورتیں روزِ قیامت دو بادلوں کی طرح آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کو ڈھانپ لیں گے۔

(شرح مسلم للنووي : ۷۸/۵۔ روضة المتقين : ۳۶/۳)

****

سورۂ بقرہ اور آلِ عمران کی شفاعت

۹۹۲. وَعَنِ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یُؤْتٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِالْقُرْاٰنِ وَاَهْلِهِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِی الدُّنْیَا تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۹۹۲) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے روز قرآن کو اور دنیا میں قرآن پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران آگے ہوں گی اور اپنے پڑھنے والوں کے حق میں سفارش کریں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۹۲): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن۔

کلمات حدیث: تحاجان عن صاحبهما: اپنے پڑھنے والوں کے حق میں جھگڑا کریں گی اور ان کے حق میں دلیل دیں گی۔

شرح حدیث: جو اہل ایمان دنیا کی زندگی میں فہم وتدبر کے ساتھ قرآن کی تلاوت کریں گے اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں گے ان کے لیے بشارت وخوشخبری ہے کہ روز قیامت قرآن کریم ان کی سفارش کرے گا اور وہ اللہ کے اہل اس کے مقربین اور اس کے خاص اولیاء قرار پائیں گے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ نیک لوگ روز قیامت اہل اللہ قرار دیے جائیں گے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل اللہ اہل قرآن ہوں گے۔ سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران آگے آگے ہوں گی اور یہ دونوں سورتیں صاحب قرآن پر سایہ فگن ہوں گی اپنے پڑھنے والے کی مدافعت کریں گی اور اس کی طرف سے صفائی سے پیش کریں گی۔ (شرح صحیح مسلم للنووي: ۷۸/۶۔ تحفة الأحوذي: ۱۹۳/۸)

قرآن سیکھنے اور سکھانے والا بہترین شخص ہے

۹۹۳۔ وعن عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خيركم من تعلم القرآن وعلمه. رواه البخاري.

(۹۹۳) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۹۹۳): صحیح البخاری، کتاب الفضائل، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه۔

کلمات حدیث: خیرکم: تم میں سے سب سے اچھا، تمہارا بہترین، خیر بھلائی، جمع خیور۔ خیر: افعل التفضیل جمع اخیار۔

شرح حدیث: قرآن کریم کلام اللہ ہے اور اللہ کے کلام کو سیکھنا، سکھانا، سمجھنا سمجھانا خود عمل کرنا اور دوسروں کو آمادہ عمل کرنا سراسر خیر ہی خیر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن کریم سیکھنا اور سکھانا اشرف العلوم کا سیکھنا اور سکھانا ہے۔ غرض تمام اہل ایمان میں قرآن کے سیکھنے اور سکھانے والے اس پر عمل کرنے والے اور اس پر عمل کرانے والے سب سے بہترین اور سب سے افضل لوگ ہیں اور اس کی وجہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ جس نے قرآن کریم سیکھ لیا اس نے گویا اپنے پہلوؤں کے درمیان بغیر اس کے کہ اس کی طرف وحی کی جائے علم نبوی کو سمیٹ لیا اور نبوت کے بعض درجات سے متصل ہو گیا اور ان صدیقین کے زمرے میں شامل ہو گیا جس نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی پوری اطاعت

اور بندگی کی اور علم وعمل کی اعلیٰ مثال قائم کردی۔ (فتح الباري : ١/ ٩٥٩۔ دليل الفالحين : ٣/ ٤٤٣)

اٹک اٹک کر پڑھنے والے کو دگنا ثواب ملتا ہے

۹۹۴۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهٖ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِیْ يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ، وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۹۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے اور وہ اس کا ماہر ہے تو وہ روزِ قیامت بزرگ نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اس کے پڑھنے میں مشقت اٹھاتا ہے تو اس کے لیے دگنا ثواب ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۹۴): صحيح البخاري، كتاب التو حيد، باب قول النبي ﷺ الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة. صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب الماهر بالقرآن والذى يتتع فيه .

کلمات حدیث: سفرہ جمع سفير : وہ فرشتے جو اللہ کے رسولوں کے پاس اللہ کے پیغام لے کر آتے ہیں، کرام جمع کریم، معزز ومکرم، فرماں بردار ومطیع اور نیک۔

شرح حدیث: جو صاحب ایمان قرآن کریم کا ماہر ہو یعنی اس کے الفاظ ومعانی سے آشنا اور اس کی تلاوت پر قدرت رکھنے والا، اس کے معانی ومفاہیم کو بیان کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا روزِ قیامت ان مقرب اور فرماں بردار فرشتوں کے ساتھ ساتھ ہوگا جو اللہ کے پیغام اللہ کے رسولوں کے پاس لے کر آتے ہیں۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرماں بردار ہوتے ہیں وہ اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے، وہ اللہ کے احکام سے بخوبی واقف ہوتے ہیں کہ وہ خود یہ احکام اللہ کے رسولوں کے پاس لے کر آتے ہیں اور انہیں پہنچاتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے ان کی امت کو پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں، اسی طرح اہل ایمان جو قرآن کے علوم معانی پر دسترس رکھتے ہیں اور اس کی آیات کے مفاہیم کے ماہر ہیں وہ خود عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو عمل کراتے ہیں اور علوم قرآن کو دوسرے لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور انہی صفات سے متصف ہونے کی بناء پر وہ روزِ قیامت سفرة کرام بررة کے ساتھ ہوں گے اور جو لوگ اٹک اٹک کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں ان کو دھرا اجر ملے گا تلاوت قرآن کا اجر اور اس مشقت وتکلیف کا اجر جو وہ قرآن کریم کے سیکھنے اور اس کی تلاوت میں اٹھاتے ہیں۔ (فتح الباري : ٢/ ٩٠٧۔ شرح مسلم للنووي : ٦/ ٧٤۔ تحفة الأحوذي : ٨/ ٢١٧)

***

تلاوت کرنے والے اور نہ کرنے والے کی مثال

۹۹۵۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمُهَا طَیِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَایَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ : لَارِیْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الرَّیْحَانَةِ :رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَایَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَیْسَ لَهَا رِیْحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ . مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۹۹۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کی تلاوت کرنے والے مؤمن کی مثال نارنگی کی سی ہے کہ خوشبو بھی اچھی ہے اور ذائقہ بھی عمدہ ہے اور جو مومن قرآن کی تلاوت نہیں کرتا وہ کھجور کی طرح ہے کہ جس میں خوشبو نہیں ہوتی لیکن ذائقہ شیریں ہوتا ہے اور اس منافق کی جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے مثال ریحانہ (پھول) کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہے مگر ذائقہ کڑوا ہے اور اس منافق کی جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا مثال اندرائن کی طرح ہے کہ خوشبو بھی نہیں ہے اور ذائقہ بھی کڑوا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۹۵): صحیح البخاری، کتاب الاطعمه . صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضیلة حافظ القرآن .

کلمات حدیث: اترجه : ایک پھل جو دیکھنے میں بہت خوبصورت خوشبو میں عمدہ اور ذائقہ میں لطیف ہے۔ حنظلة : اندرائن، ایک پھل جو کڑوا ہونے میں ضرب المثل ہے۔

شرح حدیث: حکیم انسانیت ﷺ نے بہت سے امور کو تشبیہات بلیغہ، تمثیلات بدیعہ اور اشارات لطیفہ کے ذریعہ سمجھایا ہے اور ان امور کے دقیق ترین پہلوؤں کو اجاگر فرمایا ہے چنانچہ یہاں بھی ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے مؤمن کی مثال اترجہ کی سی ہے کہ خوشبو بھی لطیف اور ذائقہ بھی عمدہ۔ اس مثال میں رسول اللہ ﷺ نے اصل ایمان کو ذائقہ سے تشبیہ دی ہے اور تلاوت قرآن کو خوشبو سے کیونکہ جس طرح پھل میں ذائقہ بغیر خوشبو کے بھی ہو سکتا ہے اسی طرح بغیر کثرت تلاوت کے بھی صاحب ایمان مومن ہو سکتا ہے۔ اترجہ ایک پھل ہے اس کا ذائقہ عمدہ اور خوشبو لطیف ہوتی ہے یہ چھونے میں ملائم ہوتا ہے اور اس میں بے شمار منافع ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ جس گھر میں اترجہ ہو اس میں جن داخل نہیں ہوتا، اس کا یہ وصف قرآن کی طرح ہے کہ جس گھر میں قرآن کی تلاوت کی جائے اس میں شیطان نہیں آتا۔ اترجہ کے دانے کا غلاف سفید ہوتا ہے جو قلب مؤمن کے مناسب ہے کہ مومن کا دل گناہوں کی سیاہی سے پاک اور سفید ہوتا ہے۔ ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس طرح کے پھل کو خلاصۃ الوجود کہا جا سکتا ہے اور مؤمن بھی خلاصۃ الوجود ہے۔

اس مومن کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا کھجور کی طرح ہے کہ کھجور کا ذائقہ تو شیریں ہے مگر خوشبو سے خالی ہے، منافق جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے ایسا ہے جیسے ریحانہ کہ اس کی خوشبو تو اچھی ہے مگر ذائقہ کڑوا ہے اور جو منافق تلاوت نہیں کرتا وہ حنظلہ کی طرح ہے کہ خوشبو بھی نہیں ہے اور ذائقہ بھی کڑوا ہے۔ (فتح الباري : ۲/۹۵٤ ۔ ارشاد الساري : ۱۱/۲۹٦ ۔ روضة المتقين : ۳/۳۹)

****

قرآن بلندی وپستی درجات کا ذریعہ ہے

۹۹۶. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ . " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۹۹۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ بعض لوگوں کو بلند فرماتے ہیں اور بعض کو گرادیتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۹۹۶): صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه .

شرح حدیث: امت مسلمہ کے لیے قرآن ہی باعث عزت وافتخار ہے کہ اللہ سبحانہ اس قرآن کے ذریعے سے اٹھاتے اور بلند فرماتے ہیں اور درجات بلند فرماتے ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نافع بن عبدالحارث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرف سے مکہ مکرمہ کے عامل تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو حضرت عمر نے ان سے پوچھا کہ اہل وادی پر کس کو عامل مقرر کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابن ابزی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ابن ابزی کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک غلام ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر تم نے مولی کو کیوں ان پر حاکم بنادیا؟ اس پر نافع نے جواب دیا کہ وہ کتاب اللہ کا قاری ہے اور فرائض کا عالم ہے یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے کچھ لوگوں کو بلند فرماتے ہیں اور کچھ کو پست فرمادیتے ہیں۔ یعنی جو قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے علوم کی تحصیل میں مصروف اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوتا ہے اللہ اس کے دنیا کے درجات اور آخرت کے مراتب بلند فرماتے ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/٨٤)

****

دو باتوں میں حسد کرنا جائز ہے

۹۹۷. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال : " لَاحَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰه مَالًافَهُوَ يُنْفِقُهٗ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ . " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

" الْاٰنَاءُ " : السَّاعَاتُ .

(۹۹۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسد صرف دو باتوں میں روا ہے، ایک وہ شخص جس کو اللہ نے قرآن کا علم عطاء فرمایا، وہ دن ورات اسی میں مصروف رہتا ہے اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہے جسے وہ دن رات اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

آناء کے معنی ہیں اوقات۔

تخریج حدیث(۹۹۷): صحیح البخاری، و صحیح مسلم.

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو آدمی ایسے ہیں جن پر رشک روا ہے ایک وہ شخص جو قرآن کریم کا عالم ہو اور شب و روز اسی کی تلاوت اس کی آیات میں فہم و تدبر اور اس کے معانی کے بیان و توضیح اور اس کے احکام پر عمل میں مصروف ہو اور دوسرا شخص جس کے پاس مال ہو جسے وہ شب و روز اللہ کے راستے میں خرچ کر رہا ہو۔

(دلیل الفالحین : ۳/٤٤٥۔ نزهة المتقين : ۲/۷٦)

یہ حدیث باب الکرم والجود (حدیث:۵۴۴) اور باب فضل الغنی الشاکر (حدیث:۵۷۲) میں گذر چکی ہے۔

تلاوت کرنے والوں پر سکینہ نازل ہوتا ہے

۹۹۸. وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ وَعِنْدَهٗ فَرَسٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْا وَجَعَلَ فَرَسُهٗ يَنْفِرُ مِنْهَا، فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ : "تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

"الشَّطَنُ" بِفَتْحِ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالطَّآءِ الْمُهْمَلَةِ : اَلْحَبْلُ.

(۹۹۸) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سورۃ الکہف کی تلاوت کیا کرتا تھا اس کے پاس ایک گھوڑا تھا جو دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا، تلاوت کے دوران اس کو ایک بادل نے ڈھانپ لیا اور اس کے قریب ہو گیا اور گھوڑا اس سے بدکنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے یہ بات ذکر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا جو قرآن کریم کی تلاوت کی بناء پر نازل ہوا۔ (متفق علیہ) شطن کے معنی رسی کے ہیں۔

تخریج حدیث(۹۹۸): صحیح البخاری، كتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة الكهف. صحیح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب نزول السكينة لقراءة القرآن.

کلمات حدیث: شطن : بر وزن سبب، اس کی جمع اشطان بروزن اسباب.

شرح حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب سورۃ الکہف پڑھ رہے تھے، تحفۃ القاری میں ہے کہ یہ صاحب اسد بن حضیر تھے۔ ان کی قراءت کے دوران ایک بادل اتر کر ان کے قریب آ گیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا جو قرآن کریم کی تلاوت کے ساتھ نازل ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ یہ فرشتوں کی ایک جماعت تھی جو تمہارا قرآن سننے اتری تھی اور اگر تم صبح تک پڑھتے تو لوگ بھی انہیں دیکھ لیتے۔ سکینہ کے معنی وقار اور سکون کے ہیں یہاں فرشتوں کی ایک جماعت مراد ہے جو قرآن کریم کی عظمت کے طور پر انتہائی سکون اور وقار کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کو سنتے ہیں۔ قول مختار یہ ہے کہ سکینہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جس پر سکون اور وقار کا غلبہ ہے اور جو قرآن کریم کی تلاوت سننے فرشتوں کی معیت میں زمین پر اترتی

ہے۔ واللہ اعلم (عمدة القاري : ١٧/٢٠٢۔ فتح الباري : ٢/٣٩٦۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/٧٠)

قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں

٩٩٩۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ : آلمٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(٩٩٩) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور نیکی کا دس گناہ ثواب ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ الٓم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(٩٩٩): الجامع للترمذی، ابواب ثواب القرآن، باب ما جاء فيمن قرأ حرفا من القرآن ماله من الاجر .

کلمات حدیث: حسنة : نیکی، بھلائی، اچھی بات، جمع حسنات.

شرح حدیث: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو ساری کائنات پر اسی طرح فضیلت و برتری اور شرف حاصل ہے جس طرح خود ذات باری تعالیٰ تمام مخلوقات سے اعلیٰ ارفع اور عظیم ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کا اجر و ثواب اور اس کے احکام و آیات میں غور و فکر اور اس پر عمل کا صلہ کون و مکاں کی وسعتوں سے زیادہ ہے اس کے ایک حرف کی تلاوت بھی نیکی اور حسنہ ہے اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے اس لیے الٓم کہنے کی تیس نیکیاں ہیں۔ پھر اللہ جس قدر چاہے ان نیکیوں میں اور ان کے اجر و ثواب میں اضافہ فرماتا رہتا ہے یہاں تک کہ یہ اجر و ثواب سات سو گناہ تک پہنچ جاتا ہے۔ (تحفة الأحوذي : ٨/٢٢٧۔ روضة المتقين : ٣/٤٣)

جو سینہ قرآن سے خالی ہو ویران گھر کی طرح ہے

١٠٠٠۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ!

(١٠٠٠) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے سینے میں قرآن کا کوئی حصہ نہ ہو، وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(١٠٠٠): الجامع للترمذی، ابواب ثواب القرآن، باب الذی لیس فی جوفه قرآن کالبیت الخرب .

کلمات حدیث: جوف : پیٹ۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جوف سے مراد دل ہے۔

شرح حدیث: کوئی بھی شخص جو اللہ پر اس کے رسول ﷺ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کے دل میں

قرآن یا قرآن کا کچھ حصہ نہ ہو، اگر کوئی ایسا ہو جس کے دل میں قرآن کا کوئی حصہ نہ ہو تو اس کا دل اور اس کا وجود ایک ویرانے اور خرابے کی طرح ہے۔ گھر تو وہ ہے جس میں مکین ہوں اور جس میں کوئی نہ رہتا ہو اور اسی طرح اس پر کچھ وقت گزر جائے تو وہ ویران اور کھنڈر بن جاتا ہے۔ مؤمن کا دل اللہ کی یاد سے آباد ہوتا ہے اور قلبِ مؤمن میں ایک گوشہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں یادِ الٰہی کے سوا اور کوئی شے سما نہیں سکتی اور اگر دل یادِ الٰہی سے بالکل خالی ہو تو ایسا اضطراب اور بے چینی اور قلق جنم لیتا ہے جس کا علاج ساری دنیا کے مال و دولت اور جملہ آسائشات سے بھی نہیں ہو سکتا، وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہتا ہے اور اسی حال میں موت کے ہم آغوش ہو جاتا ہے اور جنہیں اللہ کے فضل سے امن کی دولت ہاتھ آجائے وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

اللہ کے ذکر سے اور قرآن سے خالی دل کو غیر آباد مسکن سے تشبیہ دینا بہت عمدہ دلنشیں اور دقیق تعبیر ہے جس سے مراد یہ ہے کہ دل کا اللہ کی یاد سے خالی ہونا فسادِ قلب کی علامت ہے جس طرح کسی گھر کا کھنڈر بن جانا اس بات کی علامت ہے کہ اس میں کوئی رہتا نہیں ہے، ایک اور حدیث میں اس معنی کی وضاحت بخوبی بیان ہوگئی ہے فرمایا کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو اگر درست ہو تو سارا جسم درست ہے اور اگر اس میں فساد پیدا ہو جائے تو سارے جسم میں فساد سرایت کر جاتا ہے سمجھ لو کہ یہ دل ہے۔

قلب کو ویرانہ بننے سے بچانے کا سب سے بڑا اور اولین ذریعہ نماز ہے، نماز کی پابندی اور صبح و شام تلاوت و تسبیح اور ذکر کرنا اور اللہ کو یاد کرنا ہے۔

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٤١﴾ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٤٢﴾ ﴾

(تحفة الأحوذي : ٨/ ٢٣٠ـ روضة المتقين : ٣/ ٤٤ـ دليل الفالحين : ٣/ ٤٤٧)

ہر ایک آیت کی بدولت جنت کا ایک درجہ بلند ہوگا

١٠٠١. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ : اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَؤُهَا .رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(١٠٠١) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صاحب قرآن سے کہا جائے گا پڑھتا جا اور درجاتِ بلند پر چڑھتا جا اور تلاوت کرتا جا جیسا کہ تو دنیا میں تلاوت کیا کرتا تھا، تیری منزل وہ ہوگی جہاں تو آخری آیت پڑھ کر ختم کرے۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (١٠٠١): سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ. الجامع للترمذی، ابواب ثواب القرآن، باب الذی لیس فی جوفہ قرآن کالبیت الخرب .

کلمات حدیث: صاحب القرآن : حافظ قرآن یا اس کے بعض حصے کو یاد رکھنے والا، اس کی تلاوت پر فہم و تدبر کے ساتھ مواظبت

کرنے والا۔ وارتق : امر کا صیغہ ارتقاء (باب افتعال) سے بمعنی چڑھنا۔ بلندی پر جانا۔ اقرأ و ارتق : قرآن پڑھتا جا اور چڑھتا جا، جنت میں تیرے درجات کی بلندی کا حساب تیری تلاوت کے ساتھ وابستہ ہے۔

شرح حدیث: صاحب القرآن وہ ہے جس نے دنیا میں رہتے ہوئے قرآن کریم کے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھا ہو، اسے حفظ کیا ہو، اس کے معانی اور مطالب کے سمجھنے میں اپنے اوقات صرف کئے ہوں، اس کی تعلیم و تدریس میں وقت لگایا ہو اور اس کے احکام پر عمل کیا ہو۔ صاحب القرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا تیرے درجات کی بلندی وہاں تک ہے جہاں تک تیرے پڑھنے کا منتہیٰ ہو۔ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک اثر میں آیا ہے کہ جنت کے درجات کی تعداد آیات قرآن کے مطابق ہے اور صاحب قرآن سے کہا جائے گا اسی طرح تلاوت کر جس طرح تو دنیا میں تلاوت کیا کرتا تھا۔

صاحب قرآن سے مراد قرآن کا باعمل عالم ہے یعنی جو تلاوت قرآن کرتا ہے اور اس کے معانی اور مفاہیم سمجھتا ہے اور اس کے احکام کے مطابق عمل کرتا ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم قرآن اور علم و عمل ایک ساتھ سیکھتے تھے، یعنی قرآن کریم کا حفظ اور اس کی تلاوت، اس کے معانی کا فہم اور اس کے احکام پر عمل۔

(تحفة الأحوذي : ٨/ ٢٣١ ـ دليل الفالحين : ٣/ ٤٤٧)

الباب (۱۸۱)

بَابُ الْاَمْرِ بِتَعَهُّدِ الْقُرْاٰنِ وَالتَّحْذِيْرِ مِنْ تَعْرِيْضِهٖ لِلنِّسْيَانِ

قرآنِ کریم کی حفاظت کا حکم اور اس کو بھلا دینے کی ممانعت

۱۰۰۲. عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "تَعَاهَدُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَلُّتًا مِّنَ الْاِبِلِ فِيْ عُقُلِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۰۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی حفاظت کرو! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ قرآن نکل جانے میں اس اونٹ سے زیادہ ہے جو رسی میں بندھا ہوا ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۰۲): صحیح البخاری، کتاب الفضائل، باب استذکار القرآن. صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب الامر بتعهد القرآن.

کلماتِ حدیث: تعاهدوا هذا القرآن : اس قرآن کی حفاظت کرو، اس کے ساتھ حفظ و تلاوت کا اور فہم و درس کا تعلق برقرار رکھو۔ جو کچھ قرآن یاد کیا اور سمجھا ہے اسے دہراتے رہو اور بھول جانے سے اس کی حفاظت کرو۔ اشد تفلتا من الإبل فی عقلها : بندھے ہوئے اونٹ کی اگر رسی کھل جائے تو وہ جس طرح نکل جاتا ہے اسی طرح اگر قرآن کا حفظ و تلاوت اور درس و تدریس جاری نہ رہے تو وہ اس سے بھی زیادہ جلدی سے نکل جاتا ہے۔

شرحِ حدیث: قرآن کریم اگر کسی نے حفظ کیا ہے تو وہ اس کی تلاوت کرتا رہے، اگر کسی نے سمجھا ہے اور معانی پر غور کیا ہے تو وہ اس کا اعادہ کرتا رہے اور دیکھ کر تلاوت کرنے والا تلاوت کا معمول رکھے۔ یعنی جس نے جس قدر قرآن یاد کیا ہے تلاوت کی ہے یا سمجھا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس عمل کو ہمیشہ جاری رکھے ورنہ جو اس نے سیکھا ہے یا یاد کیا ہے وہ اسے بھول جائے گا اور اس کے ذہن سے نکل جائے گا۔ مقصودِ حدیث یہ ہے کہ قرآنِ کریم سے مؤمن کا تعلق وقتی نہیں دائمی ہے۔

(فتح الباري : ۹۶۰/۲۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ٦٨/٦)

قرآن کو یاد رکھنے کی کوشش کرنا بہت ضروری ہے

۱۰۰۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البَابُ (۱۸۲)

بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِيْنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْانِ وَطَلَبِ الْقِرَاءَ ةِ مِنْ حُسْنِ الصَّوْتِ وَالْاِسْتِمَاعِ لَهَا
حسن صوت کے ساتھ تلاوت قرآن کا استحباب

اچھی آواز والے سے قرآن سننے کی درخواست اور اس کو سننا

۱۰۰۴۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَااَذِنَ اللّٰه لِشَيْءٍ مَااَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُ بِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

مَعْنٰى "اَذِنَ اللّٰهُ" اَيِ اسْتَمَعَ وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلَى الرِّضَا وَالْقَبُوْلِ.

(۱۰۰۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کی طرف کان نہیں لگاتے جیسا کہ اچھی آواز والے نبی کی طرف توجہ فرماتے ہیں جو بلند اور اچھی آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

اذ ن اللہ کے معنی ہے کہ اللہ سنتا ہے جو اشارہ ہے اللہ کی رضا اور قبول کی جانب۔

تخریج حدیث (۱۰۰۴): صحيح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب من لم يتغن بالقرآن. صحيح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن.

کلمات حدیث: ما اذن الله : اللہ تعالیٰ نہیں سنتا، نہیں کان لگاتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ توجہ نہیں فرماتے۔

شرح حدیث: اللہ کا نبی اگر اچھی آواز کے ساتھ اللہ کے کلام کو بآواز بلند اور بصوت حسن تلاوت کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتے ہیں اور کسی شئے کی جانب اتنی توجہ نہیں فرمائی جاتی جتنی توجہ اس جانب فرماتے ہیں اور اسی طرح جب نبی کا کوئی امتی تلاوت کرتا ہے تو رحمت حق اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ حدیث مبارک میں يتغني بالقرآن سے مراد قرآن کریم کی قلبی کیفیات کے ساتھ تلاوت کرتا ہے کہ تلاوت کے وقت دل سوزی ہو رقتِ قلب ہو اور آواز میں سوز ہو، کلامِ الٰہی کی تلاوت سے دل پھٹا جاتا ہو اور آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں ہو، تلاوت کرنے والا دنیا اور دنیا کی تمام لذتوں سے فرار حاصل کر کے گناہوں کی مغفرت اور رحمت کی امید میں اللہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے، یہ وہ مناجات ہے جس کو اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتے ہیں۔

(فتح الباري : ۲/۹۵۶۔ روضة المتقين : ۳/۴۷۔ دليل الفالحين : ۳/۴۵۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش آواز تھے

۱۰۰۵۔ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: "لَقَدْ اُوْتِيْتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَا مِيْرِ الِ دَاوُدَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ "لَوْ رَاَيْتَنِيْ وَاَنَا اَسْتَمِعُ لِقِرَآءَ تِكَ الْبَارِحَةَ".

(۱۰۰۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے سُروں میں سے ایک سُر دیا گیا ہے۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم مجھے دیکھ لیتے کہ میں گزشتہ رات تمہاری قرأت سن رہا تھا۔

تخریج حدیث(۱۰۰۵): صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقرآن. صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن.

کلماتِ حدیث: مـــزمـــار: بانسری جمع مزامیر۔ یہاں مراد قراءت کی خوش الحانی ہے جسے مزامیر آلِ داؤد سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے بہت خوبصورت آواز عطا ہوئی تھی، حسن صوت کا یہ عالم تھا کہ پرندے اتر آتے اور ان کی تلاوت سنتے۔

شرحِ حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بہت خوش الحانی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن کی تلاوت میں خوش الحانی ان پر ختم تھی۔ ایک شب تلاوت فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی آپ کی تلاوت سنی تو اگلے دن فرمایا کہ جو خوش الحانی حضرت داؤد علیہ السلام کو ملی تھی تمہیں بھی اس کا حصہ وافر ملا ہے اور اگر تمہیں معلوم ہو جاتا کہ میں تمہاری تلاوت سن رہا تھا تو تم یقیناً خوش ہوتے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوموسیٰ اشعری کے گھر کے پاس سے گزرے وہ اس وقت اپنے گھر میں تلاوت فرما رہے تھے، وہ دونوں سننے کھڑے ہو گئے کچھ دیر کھڑے رہے اور پھر تشریف لے گئے، اگلے روز صبح کو جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ملاقات رسول اللہ ﷺ سے ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوموسیٰ میں اور عائشہ کل تمہارے گھر کے پاس سے گزرے تھے تم اس وقت اپنے گھر میں تلاوت کر رہے تھے تو ہم کھڑے ہو گئے اور ہم نے تمہاری تلاوت سنی، اس پر حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ میری قراءت سن رہے ہیں تو میں اپنی تلاوت کو اور بھی زیادہ خوبصورت بنا دیتا۔

(فتح الباري : ۹٦٦/۲ ـ عمدة القاري : ۷۸/۲۰)

رسول اللہ ﷺ بہت خوش آواز تھے

۱۰۰٦۔ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ

فِی الْعِشَآءِ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتاً مِّنْهُ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۱۰۰۶) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز عشاء میں والتین والزیتون کی تلاوت کرتے ہوئے سنا میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز والا کسی کو نہیں پایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۰۶): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب القراء ۃ فی العشاء. صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب القراء ۃ فی العشاء.

کلمات حدیث: فما سمعت احسن صوتا منه : میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس کی آواز آپ ﷺ کی آواز سے اچھی ہو۔ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت آواز کسی کی نہیں سنی۔

شرح حدیث: انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اوصاف وخصائص اوراپنی عادات وخصائل اوراپنے اخلاق وشمائل میں تمام انسانوں سے ممتاز اعلیٰ اورارفع ہوتے ہیں اوررسول کریم ﷺ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے درمیان اورتمام دنیا کے انسانوں کے درمیان اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے اورآپ ﷺ کی ہرعادت اورآپ کی ہرخصلت اورآپ کی ہرخوبی درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی تھی، چنانچہ آپ ﷺ حسن صوت میں بھی درجۂ کمال پر فائز تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعلی بن السکن کی کتاب الصحابہ میں زرعۃ بن خلیفہ کے ترجمہ میں دیکھا کہ زرعۃ بن خلیفہ جو یمامہ کے ایک شخص تھے انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کے بارے میں سنا تو ہم آپ ﷺ کے پاس آئے اوراسلام لے آئے آپ نے نماز میں والتین اورسورۃ القدر کی تلاوت کی۔ ہوسکتا ہے کہ یہ وہی عشاء کی نماز ہو جس کا ذکر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہےاورصحیح بخاری کی ایک اورروایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سفر میں تھےاورآپ ﷺ نے عشاء کی ایک رکعت میں والتین پڑھی۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز میں قصار مفصل کی سورتوں میں سے قرأت فرمائی کہ آپ حالت سفر میں تھےاورسفر میں تخفیف مطلوب ہے۔ (فتح الباري : ۱/۵۷۱۔ ارشاد الساري : ۳/٤١٥)

****

خوش الحانی سے تلاوت نہ کرنے پر وعید

۱۰۰۷. وَعَنْ اَبِیْ لُبَابَةَ بَشِیْرِ بْنِ عَبْدِالْمُنْذِرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَیْسَ مِنَّا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ.

مَعْنٰی "یَتَغَنّٰی" یُحَسِّنُ صَوْتَه بِالْقُرْاٰنِ".

(۱۰۰۷) حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن کریم کو خوش الحانی سے تلاوت نہیں کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد نے بسند جید روایت کیا ہے) یتغنی کے معنی ہیں قرآن کی تلاوت کے وقت

اپنی آواز کو اچھا بنانا۔

تخریج حدیث(۱۰۰۷): سنن ابی داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ .

راوی حدیث: حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر اسلام لائے اکثر غزوات میں شرکت فرمائی۔غزوۂ بدر میں آپ ﷺ کے ہم رکاب تھے۔ان سے ۱۵ احادیث مروی ہیں،دورِ نبوت ہی میں انتقال فرمایا۔

(اسد الغابة، الاصابه في تمييز الصحابة)

کلماتِ حدیث: یتغن بالقرآن : قرآن کریم کی دلسوزی اور رقتِ قلبی اور خلوصِ نیت ومحبت کے ساتھ کیف وسرور اور وجد کے ساتھ تلاوت کرنا۔

شرح حدیث: علامہ ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احادیث میں وارد تغنی بالقرآن سے مراد قرآن کریم کی دلسوزی اور رقتِ قلبی کے ساتھ وجد آفریں آواز میں اس طرح تلاوت کرنا ہے کہ جو کوئی سنے جھوم اٹھے اور یہ صورت جب پیدا ہوتی ہے جب قاری پر کلامِ الٰہی کی عظمت طاری ہو اور زبان وقلب ہم آہنگ ہوں اور سارا نظامِ صوت کلماتِ قرآن کے اتار چڑھاؤ سے بخوبی ہم آہنگ ہو۔

(روضة المتقين : ۴۸/۳)

تلاوت سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے

۱۰۰۸. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْاٰنَ" فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ؟ قَالَ :"اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِيْ "فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰى جِئْتُ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ "فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا قَالَ حَسْبُكَ الْاٰنَ" فَالْتَفَتُّ اِلَيْهِ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۰۰۸) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ، میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں آپ ﷺ کو پڑھ کر سناؤں اور آپ پر قرآن نازل ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ میں اپنے علاوہ کسی اور سے سنوں۔میں نے آپ ﷺ کے سامنے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کی جب میں اس آیت پر پہنچا:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍۭ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾ ﴾

"اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت پر ایک گواہ لائیں گے اور ان سب پر آپ کو گواہ بنائیں گے۔"

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اتنا ہی کافی ہے۔میں آپ کی طرف متوجہ ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۰۸): صحيح البخاری، کتاب التفسير، باب فكيف إذا جئنا. صحيح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل استماع القرآن .

کلمات حدیث: فإذا عيناه تذرفان : کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سورۃ النساء سنی جب وہ اس آیت پر پہنچے:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾ ﴾

تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ بس یہیں تک کافی ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پلٹ کر دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، یعنی آپ اپنی امت کے اس امر پر شفقت کر کے آبدیدہ ہو گئے کہ آپ کی امت کے اعمال پر گواہ بنایا جائے گا اور گواہ کا فرض ہے کہ وہ سب کچھ سچ سچ بیان کر دے تو آپ ﷺ کیونکر روزِ قیامت میدانِ حشر میں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی امت کی کمزوریوں اور نقائص کی نشاندہی کریں گے۔

حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی تلاوت اچھی آواز سے اور خلوص سے اور قلب کی گہرائیوں سے کرنی چاہیے اور اچھے قاری سے قرآن کریم کی تلاوت سننا چاہیے کہ بعض اوقات سننے کی تاثیر خود تلاوت کرنے سے زیادہ ہوتی ہے۔

یہ حدیث اس سے پہلے بھی باب فضل البكاء من خشية الله میں گزر چکی ہے۔ (دليل الفالحين : ٣/٤٥٤)

البَاب (۱۸۳)

بَابٌ فِي الْحَثِّ عَلٰى سُوَرٍ وَآيَاتٍ مَخْصُوصَةٍ
مخصوص سورتیں اور مخصوص آیات کے پڑھنے کی ترغیب

****

سورۂ فاتحہ کی فضیلت

۱۰۰۹۔ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَافِعِ بْنِ الْمُعَلّٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلَا اُعَلِّمُكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ لَاُعَلِّمَنَّكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ؟ قَالَ : "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهُ"، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ،

(۱۰۰۹) حضرت ابوسعید رافع بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کریم کی عظیم سورت نہ سکھادوں؟ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیا، پھر جب ہم مسجد سے نکلنے لگے، میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ آپ مجھے قرآن کریم کی عظیم سورت سکھائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ الحمد لله رب العالمين سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۰۰۹): صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب فاتحة الكتاب .

راوی حدیث: حضرت ابوسعید رافع بن معلیٰ صحابی رسول ﷺ ہیں، اہل حجاز میں شمار ہوتے ہیں ان سے دو حدیثیں مروی ہیں۔
(دليل الفالحين : ۳/٤٥٦)

کلمات حدیث: السبع المثانی : سات آیات جو ہر نماز میں دہرائی جاتی ہیں۔

شرح حدیث: سورۃ الفاتحہ کی سات آیات ہیں جو ہر نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں اور اس سورۃ کو القرآن العظیم کہا گیا۔
قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

﴿ وَلَقَدْ ءَاتَيْنَٰكَ سَبْعًا مِّنَ ٱلْمَثَانِى وَٱلْقُرْءَانَ ٱلْعَظِيمَ ۝٨٧ ﴾

"ہم نے آپ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم عطا کیا۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ام القرآن هى سبع المثانى اور القرآن العظيم ہے۔ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ام اصل کو کہتے ہیں اور سورہ الفاتحہ کو ام القرآن اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اصل قرآن ہے اور اس کا مقدمہ ہے بلکہ قرآن کریم کے جملہ معانی اور مفاہیم پر مشتمل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بھی ہے، اس کی عبودیت کا اقرار بھی ہے، ذکر معاد بھی ہے اور منکروں کا انجام بھی بیان کیا گیا ہے اور ہدایت اور صراط مستقیم کی دعاء بھی ہے جو کہ اصل مقصود ہے۔

سورۃ الفاتحہ کو ام القرآن اور ام الکتاب اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سے قرآن کریم کا آغاز ہوتا ہے اور یہ کہ یہ قرآن کریم کے جملہ مضامین اور تمام معانی کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ سورۃ الفاتحہ کے اور بھی بہت سے نام ہے جو یہ ہیں: الکنز، الوافیہ، الشفاء، الشافیہ، الکافیہ، الاساس، السوال، الشکر، الدعاء۔ (فتح الباري : ۲/ ٦٨٢۔ عمدة القاري : ١٨/ ١٠٢۔ ارشاد الساري : ١٠/ ٥)

سورۂ اخلاص اجر میں تہائی قرآن کے برابر ہے

۱۰۱۰۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ قِرَآءَ ةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ : "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ"

وَفِیْ رِوَایَةٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ "اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَقْرَاَ بِثُلُثِ الْقُرْاٰنِ فِیْ لَیْلَةٍ" فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَیْهِمْ وَقَالُوْا اَیُّنَا یُطِیْقُ ذٰلِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ : "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ ثُلُثُ الْقُرْاٰنِ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۰۱۰) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قل ہو اللہ احد کے بارے میں فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ سورت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایک رات میں ایک تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتا، صحابہ نے اس امر کو دشوار محسوس کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قل ہو اللہ احد اللہ الصمد ایک تہائی قرآن ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۰۱۰): صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قل هو الله .

کلمات حدیث: لتعدل ثلث القرآن : ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ عدل عدلاً (باب ضرب) برابری کرنا، یعنی یہ سورت اجر وثواب اور خیر و برکت میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

شرح حدیث: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے مضامین تین اقسام پر مشتمل ہیں۔ احکام، اخبار اور توحید، سورۃ الاخلاص توحید کے مضمون کا انتہائی جامع اور مکمل بیان ہے اس لیے اسے ایک تہائی قرآن فرمایا۔ اس مفہوم کی تائید حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن کریم کے تین اجزاء قرار دیئے اور فرمایا کہ سورۃ الاخلاص اس کا ایک جزء ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ کے دو اسماء وارد ہوئے ہیں جو قرآن کریم کی دیگر سورتوں میں نہیں آئے، ایک الاحد اور دوسرا الصمد۔ یہ دونوں کلمات اللہ تعالیٰ کے ایک، واحد اور یکتا ہونے اور اس کے جملہ کمالات کے ساتھ متصف ہونے کو بیان کرتے ہیں یعنی الاحد دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ ایک ہے، یکتا ہے، واحد ہے اور فرد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ کوئی اس

جیسا ہے اور الصمد تمام صفات کمال پر دلالت کرتا ہے کہ وہی ایک ذات ہے جو جملہ اوصاف کمال سے متصف ہے اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ اخلاص اللہ کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت پر مشتمل ہے اور اس لیے اسے ایک تہائی قرآن فرمایا گیا۔

ابن عبدالبر نے اسحاق بن راہویہ کا قول نقل کیا ہے کہ سورۂ اخلاص کے ایک تہائی قرآن ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سورہ کو تین مرتبہ پڑھ لیا تو پورا قرآن ہو گیا، ایسا سمجھنا غلط ہے۔

(فتح الباري : ٢/٩٥٢۔ ارشاد الساري : ١١/٢٨٧۔ عمدة القاري : ٢٠/٤٥)

ایک صحابی کا سورۂ اخلاص کی مکرر تلاوت کرنا

١٠١١. وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلاً سَمِعَ رَجُلاً يَقْرَأُ : "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" يُرَدِّدُهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ جَآءَ اِلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ وَكَانَ الرَّجُلُ يَتَقَالُّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهِ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ، "رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ".

(١٠١١) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی کو قل هو الله احد بار بار پڑھتے ہوئے سنا اگلے دن صبح کو اس نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا گویا وہ اس عمل کو کم سمجھ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ سورہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (١٠١١): صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن .

کلمات حدیث: يتقالها : اسے قلیل سمجھ رہا تھا۔ تقال الشيئ: کسی شئے کو قلیل سمجھنا۔

شرح حدیث: ایک صاحب نے نماز میں کئی مرتبہ سورۂ اخلاص کو دہرایا جب یہ بات آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ثلث قرآن ہے۔ الشیخ زکریا تحفۃ القاری میں فرماتے ہیں کہ جنہوں نے سورۃ الاخلاص کی بار بار تلاوت کی وہ قتادۃ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور جنہوں نے ان کو پڑھتے ہوئے سنا اور اس قراءت کو کم سمجھا وہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ الاخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے اور وہ اس لیے کہ قرآن کریم کے مضامین اپنے معانی کے اعتبار سے تین قسموں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں جو یہ ہیں: علم التوحید، علم الشرائع اور علم الاخلاق وتہذیب النفس۔ سورۂ اخلاص علم التوحید کے بیان پر مشتمل ہے اس لیے ایک تہائی قرآن ہے اور علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کے مضامین کے تین پہلو ہیں قصص، احکام اور صفات الٰہی اور سورۂ اخلاص صفات الٰہی کا بیان ہے۔

(فتح الباري : ٢/٩٥٢۔ عمدة القاري : ٢٠/٤٦۔ ارشاد الساري : ١١/٢٨٧)

١٠١٢. وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِىْ قُلْ هُوَ

اللّٰهُ اَحَدٌ : "اِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ" . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قل ھو اللہ احد کے بارے میں فرمایا کہ یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (مسلم)

__تخریج حدیث (۱۰۱۲):__ صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب فضل قراءة قل هو الله احد.

__تشریح حدیث:__ سورۃ الاخلاص اپنے مضامین کی اہمیت اور توحید باری تعالیٰ پر مشتمل ہونے کی بناء پر بے حد اہم اور افضل ہے اور اس فضیلت میں اس قدر بڑھی ہوئی کہ گویا ایک تہائی قرآن کے برابر ہوگئی کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی ذات و صفات کی معرفت کا موضوع اہم ترین ہے اور اس سورۃ میں انتہائی جامعیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان ہوا ہے اس لیے اسے ایک تہائی قرآن کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ (روضه المتقين : ۳/ ٥٤۔ دليل الفالحين : ۳/ ٤٥٨)

یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے وہاں اس کی مزید شرح ملاحظہ فرمائی جائے۔

سورۂ اخلاص کی محبت دخول جنت کا ذریعہ ہے

۱۰۱۳. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قَالَ : "اِنَّ حُبَّهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ : وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ صَحِيْحِهِ تَعْلِيْقًا!

(۱۰۱۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے یہ سورہ یعنی قل هو الله احد بہت محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری اس سورۃ سے محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقاً روایت کیا ہے)

__تخریج حدیث (۱۰۱۳):__ صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الجمع بين السورتين . الجامع للترمذي، ابواب ثواب القرآن، باب ما جاء في سورة الاخلاص.

__شرح حدیث:__ اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اصل ایمان ہے اور جسے اللہ کے کلام سے محبت ہے اسے گویا اللہ ہی سے محبت ہے اور سورۂ اخلاص چونکہ اللہ کی ذات وصفات کے بیان پر مشتمل ہے اس لیے اس سورۃ سے محبت دخول جنت کی ضامن ہے۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسجد قباء میں ایک انصاری صحابی امامت کیا کرتے تھے اور قراءت میں پہلے سورۂ اخلاص پڑھتے اور پھر اس کے ساتھ ایک اور سورت ملا لیتے اور ہر رکعت میں اسی طرح کرتے۔ ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا کہ تم سورۂ اخلاص پڑھتے ہو پھر اس کے ساتھ ایک اور سورت ملاتے ہو یا تو صرف یہی سورت پڑھ لو یا اس کے علاوہ کوئی اور سورت پڑھ لو۔ انہوں نے کہا کہ میں تو اس سورت کو نہیں چھوڑ سکتا تم چاہو تو میں تمہیں امامت کراؤں اور اگر تم چاہو تو میں چھوڑ دوں

لوگ انہیں اپنے درمیان افضل سمجھتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ ان کے علاوہ کوئی اور امامت کرے۔ غرض یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اے فلاں! تم اس طرح کیوں نہیں کرتے جس طرح تمہارے ساتھی کہتے ہیں اور ہر رکعت میں تم اس سورۃ کا کیوں التزام کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے یہ سورۃ محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری اس سورت سے محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی۔

غرض سورۂ اخلاص سے محبت اور اس سے تعلق جنت میں جانے کا سبب ہے کیونکہ یہ سورۃ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی صفاتِ کمال کے بیان پر مشتمل ہے۔ (فتح الباري : ۵۷۳/۱ ـ ارشاد الساري : ۴۲۳/۲ ـ روضة المتقين : ۵۵/۳)

معوذتین کی فضیلت

۱۰۱۴۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ؟ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ . قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۱۴) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تجھے نہیں معلوم کہ آج کی رات ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ اس سے پہلے ان کی مثال نہیں دیکھی گئی۔ یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۱۴): صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب فضل قراءة المعوذتين .

کلمات حدیث: لم یر مثلهن قط : ان کی مثال نہیں دیکھی گئی، ان کی کوئی مثال نہیں ہے، وہ بے مثال ہیں۔

راوی حدیث: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہجرتِ نبوی ﷺ کے بعد اسلام لائے۔ قرآن کریم سے بہت شغف تھا اور اپنے ہاتھ سے مصحف لکھا تھا، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ان سے صرف ایک حدیث سننے کے لیے مصر پہنچے تھے اور حدیث سن کر فوراً واپس آ گئے تھے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے ۵۵ احادیث مروی ہیں جن میں سے یہ ایک متفق علیہ ہے۔ سنہ ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔

(اسد الغابة : ۴۲۳/۳ ـ الاصابة في تمييز الصحابة : ۴۸۹/۲)

شرح حدیث: معوذتین کا پڑھنا تمام ضرر رساں اشیاء سے تحفظ کا ایک مؤثر ذریعہ ہے اور مخلوقات کے شر سے بچنے کے لیے ان دونوں سورتوں کا پڑھنا اور ان کا ورد رکھنا اور اپنے اوپر پڑھ کر دم کرنا بے حد مفید ہے۔ ابن حبان اور نسائی نے بسندِ صحیح حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار تھے اور میں آپ ﷺ کے پیچھے تھا میں نے اپنا

کے بعد کوئی رات ایسی نہیں گزری کہ میں نے ان سورتوں کو نہ پڑھا ہو اور میں ان سورتوں کا پڑھنا کیوں کر چھوڑ سکتا ہوں، جبکہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ان کے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/٨٢۔ روضة المتقين : ٣/٥٦)

معوذتین کے ذریعہ آپ پناہ مانگتے تھے

١٠١٥ . وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَآنِّ وَعَیْنِ الْاِنْسَانِ حَتّٰی نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتَا اَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَاسِوَاهُمَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(١٠١٥) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنوں اور انسانوں کی نظرِ بد سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ معوذتین نازل ہو گئیں جب یہ دونوں سورتیں نازل ہو گئیں تو آپ ﷺ نے ان دونوں کو (تعوذ کے طور پر) اختیار کر لیا اور ان کے علاوہ (تعوذات) کو ترک فرما دیا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (١٠١٥): الجامع للترمذی، ابواب الطب، باب ما جاء فی الرقية بالمعوذتين .

کلمات حدیث: أخذبهما وترك ما سواهما : معوذتین کو اختیار کر لیا اور دیگر معوذات کو ترک فرما دیا۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ معوذتین کے نازل ہونے سے پہلے جنوں اور انسانوں کی بدنظری سے تحفظ کے لیے کلمات تعوذ پڑھا کرتے تھے، جب معوذتین نازل ہو گئیں تو آپ ﷺ ان سورتوں کو پڑھنے لگے اور ان کے علاوہ تعوذ کے دیگر کلمات ترک فرما دیے۔
صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ عین (نظر لگنا) حق ہے۔

دنیا کا ہر نفع اور نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کی مرضی کے بغیر کسی کو نہ کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے اور نہ نقصان، اس لیے دنیوی اور اخروی آفات سے بچنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اللہ کی پناہ میں آجائے۔ ان دونوں سورتوں میں یہی تعلیم دی گئی اور دنیا کے ہر شر اور ہر آفت سے بچ کر اللہ کی پناہ میں آجانے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

سورۂ فلق کے آغاز میں صبح کے رب کی پناہ مانگی گئی ہے کہ رات کا اندھیرا اکثر شرور و آفات کا سبب بنتا ہے اور دن کا اجالا ان کا پردہ چاک کر دیتا ہے جو صبح کے رب کی پناہ میں آجائے گا وہ شر اور آفت کی تاریکی سے نکل کر اللہ کی پناہ میں آجائے گا اور اس کی پناہ میں آجانے سے شر کی تاریکی چھٹ جائے گی اور امن و عافیت اور سلامتی کا نور اسے اپنی حفاظت میں لے لے گا۔ شر کا لفظ عام ہے اور ہر طرح کے شر کو اور اسبابِ شر کو شامل ہے۔ سورۂ فلق کا پڑھنے والا تمام شرور، سحر اور حسد سے محفوظ رہے گا۔ اور سورۃ الناس کا پڑھنے والا برے وساوس، افکار اور خیالات سے محفوظ ہو کر اللہ کی پناہ اور اس کی امان میں آجائے گا۔

(روضة المتقين : ٣/٥٧۔ دليل الفالحين : ٣/٤٦٠۔ معارف القرآن۔ تفسیری مظہری)

سورۃ الملک قیامت کے دن شفاعت کرے گی

۱۰۱۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''مِنَ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةٌ ثَلَاثُوْنَ اٰیَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰی غُفِرَلَه' وَهِیَ: تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ'' رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ: وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاؤدَ: ''تَشْفَعُ:''

(۱۰۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں ایک سورۃ ہے جس میں تیس آیات ہیں جو آدمی کی شفاعت کرتی ہیں یہاں تک کہ اس کو معاف کر دیا جاتا ہے اور وہ سورت تبارك الذی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابوداؤد کی ایک روایت میں شفعت کی جگہ تشفع ہے یعنی سفارش کرتی ہے۔

تخریج حدیث(۱۰۱۶): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی عدد الآی. الجامع للترمذی، ابواب ثواب القرآن، باب ما جاء فی سورۃ الملك.

کلمات حدیث: شفعت لرجل حتی غفرله: ایک آدمی کی سفارش کی یہاں تک کہ اس کی مغفرت ہوگئی۔ آدمی کی سفارش کرتی ہے یہاں تک کہ اس کی معافی کا پروانہ حاصل کر لیتی ہے۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں سورۃ الملک کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ سورۃ الملک ہر مؤمن کے دل میں ہو اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت اللہ کے عذاب سے روکنے والی اور نجات دینے والی ہے۔ اس حدیث میں فرمایا کہ جو شخص سورۃ الملک کی تلاوت پر مداومت کرے اس کے احکام پر عمل کرے اور اس کے مضامین سے عبرت حاصل کرے تو یہ سورت روزِ قیامت اس کی شفاعت کرے گی یہاں تک کہ معافی مل جائے گی۔ حدیث مبارک میں شفعت بصیغہ ماضی آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی کہ کوئی سورۃ الملک پڑھتا تھا اور اس کی شفاعت پر اس کی مغفرت ہوگئی اور آپ ﷺ نے بطورِ ترغیب اس کو خبر دینے کے طور پر بیان فرمایا۔ یا شفعت، تشفع کے معنی میں ہے جیسا کہ ابوداؤد کی ایک روایت میں تشفع ہے یعنی روزِ قیامت سورۃ الملک اپنے پڑھنے والے کے حق میں شفارش کرے گی یہاں تک کہ اسے معاف کر دیا جائے گا۔ (روضة المتقين: ۳/ ۵۸۔ دلیل الفالحین: ۳/ ٤٦٠)

سورۃ البقرۃ کی آخری آیات کی فضیلت

۱۰۱۷. وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''مَنْ قَرَاَ بِالْاٰیَتَیْنِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِیْ لَیْلَةٍ کَفَتَاهُ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

''قِیْلَ کَفَتَاهُ الْمَکْرُوْهَ تِلْکَ اللَّیْلَةَ وَقِیْلَ کَفَتَاهُ مِنْ قِیَامِ اللَّیْلِ.

(۱۰۱۷) حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رات کو سورۂ بقرہ کی آخری

دو آیتیں پڑھیں وہ اسے کافی ہو جائیں گی۔ (متفق علیہ)

کسی نے کہا کہ کافی ہو جائیں گی کے معنی ہیں کہ اس رات کے شر کو کافی ہو جائیں گی اور کسی نے کہا کہ اس رات کے قیام لیل کو کافی ہو جائیں گی۔

تخریج حدیث(۱۰۱۷): صحيح البخاری، كتاب المغازی، و كتاب فضائل القرآن، باب من لم یر بأسا ان یقول سورة الفاتحة و سورة كذا و كذا . صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة البقرة و خواتم سورة البقرة .

کلمات حدیث: كفتاه : اسے کافی ہو جائیں گی یعنی یہ دو آیتیں اس کو رات کے کسی شر سے بچانے اور محفوظ رکھنے کے لیے کافی ہوں گی۔

شرح حدیث: سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات کی فضیلت بیان ہوئی ہے یعنی آمن الرسول سے آخر تک کہ جو شخص انہیں پڑھے گا یہ اسے کافی ہو جائیں گی شیطان کے شر اور ہر نوع کے شر سے۔ جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آیت الکرسی پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا محافظ بن جاتا ہے اور صبح تک شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔ (فتح الباري : ۲/ ۱۵۹۰ ـ روضة المتقين : ۳/ ۵۹)

سورۂ بقرۃ کی تلاوت سے شیطان بھاگ جاتا ہے

۱۰۱۸ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَاتَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِیْ تُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں کو مقابر نہ بناؤ! بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ البقرۃ پڑھی جاتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۱۸): صحيح مسلم، كتاب صلاة، المسافرين، باب استحباب صلاة النافلة فی بيته .

کلمات حدیث: مقابر : جمع مقبرۃ، قبر۔ مقابر : قبرستان۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کہ جس طرح مردے کچھ نہیں کرتے اسی طرح تم بھی نماز، قرآن اور تلاوت اور اللہ کے ذکر سے بے تعلق ہو جاؤ۔ جس دل میں اللہ کی یاد نہیں ہے وہ مردہ دل ہے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہیں ہے وہ قبرستان ہے اور ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں سورۃ البقرۃ پڑھی جاتی ہے اس سے شیطان دور بھاگتا ہے اور اس گھر کے لوگوں کو بہکانے اور ورغلانے سے مایوس ہو جاتا ہے کیونکہ سورۃ البقرۃ دلائل و براہین، احکام و قصص اور موعظت و عبر اور شریعت اور معجزات کے بیان پر مشتمل ہے اس میں شیطان کے مکائد کا ذکر ہے اور اس کے حضرت آدم علیہ السلام کے بہکانے کا ذکر ہے۔ مضامین کے تنوع اور کثرت کا یہ حال ہے کہ کہا گیا کہ سورۃ البقرۃ میں ایک ہزار اوامر ایک ہزار ممانعتیں ایک ہزار احکام اور ایک ہزار اخبار مذکور ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/ ٦٠ ـ روضة المتقين : ۳/ ۵۹ ـ دليل الفالحين : ۳/ ٤٦٢)

قرآن کریم کی عظیم آیت

۱۰۱۹۔ وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ : قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰیَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ اَعْظَمُ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ، فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ وَقَالَ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ اَبَا الْمُنْذِرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۱۹) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوالمنذر کیا تمہیں معلوم ہے کہ کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ لا الہ الا هو الحی القیوم یہ سن کر آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اے ابومنذر تمہیں یہ علم مبارک ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۱۹): صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة الكهف و آية الكرسي.

کلمات حدیث: لیهنك العلم : تمہیں یہ علم مبارک ہو۔ هنا یهناء : خوش گوار ہونا، اچھا ہونا۔

شرح حدیث: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو دورِ نبوت ہی میں سارا قران حفظ تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ چار آدمیوں سے قرآن حاصل کرو، عبداللہ بن مسعود، سالم مولی ابی حذیفہ، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔ نیز صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں سورۃ لم یکن الذین کفروا من اهل الکتاب سناؤں۔ حضرت ابی بن کعب نے دریافت کیا کہ کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک عظیم فضیلت اور تشریف عظیم ہے اور اسی وجہ سے وہ آبدیدہ ہو گئے۔ ابوعبید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابی کو سنانے کا مقصود اس سورۃ کو ان کو سکھانا اور ان کو بخوبی اس کی ادائیگی کی تعلیم دینا تھا اور یہ مقصود تھا کہ اس طرح امت میں قرآن سننے اور سنانے کی سنت قائم ہو جائے اور جماعتِ صحابہ کو علم ہو جائے کہ حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ کو حفظ قرآن اور ادائے کلماتِ قرآن میں ایک گونہ فضیلت حاصل ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت الکرسی کو قرآن کریم کی عظیم ترین آیت اس لیے فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف کا بیان ہے اور ایسے معانی کا بیان ہے کہ جو بالکل ممتاز اور نمایاں ہیں اور تقریباً سولہ مقامات پر ضمائر کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے اور اللہ سبحانہٗ کی تعظیم اور ان کی کبریائی کا بیان ہے۔ (شرح مسلم للنووي : ۸۲/۶۔ روضه المتقين : ۶۰/۳۔ دليل الفالحين : ۴۶۳/۳)

رات کو آیت الکرسی کی تلاوت سے گھر محفوظ ہو جاتا ہے

۱۰۲۰۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : وَكَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ، فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ : لَاَرْفَعَنَّكَ اِلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنِّيْ مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ، وَبِيْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ. فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَااَبَا هُرَيْرَةَ، مَافَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً وَّعِيَالاً فَرَحِمْتُه، فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَه، فَقَالَ: "اَمَا اِنَّه، قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ اَنَّه، سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَصَدْتُه، فَجَآءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ، فَقُلْتُ: لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: دَعْنِيْ فَاِنِّيْ مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَااَعُوْدُ، فَرَحِمْتُه، وَخَلَّيْتُ سَبِيْلَه، فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَااَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً وَّعِيَالاً فَرَحِمْتُه، وَخَلَّيْتُ سَبِيْلَه، فَقَالَ: "اِنَّه، قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ" فَرَصَدْتُه، الثَّالِثَةَ فَجَآءَ يَحْثُوْمِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُه، فَقُلْتُ: لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اٰخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ اِنَّكَ تَزْعَمُ اَنَّكَ لَاتَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ فَقَالَ دَعْنِيْ فَاِنِّيْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا، قُلْتُ: مَاهُنَّ؟ قَالَ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ فَاِنَّه، لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرُبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ، فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَه، فَاَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَافَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ اَنَّه، يُعَلِّمُنِيْ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللّٰهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَه، فَقَالَ: "مَاهِيَ؟ فَقُلْتُ: قَالَ لِيْ اِذَا اَوَيْتَ، اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ اَوَّلِهَا حَتّٰى تَخْتِمَ الْاٰيَةَ: "اَللّٰهُ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" وَقَالَ لِيْ: لَايَزَالُ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَنْ يَقْرَبَكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّه، قَدْصَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثٍ يَااَبَا هُرَيْرَةَ؟ قُلْتُ: لَا! قَالَ: "ذَاكَ شَيْطَانٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۰۲۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی زکوٰۃ کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ ایک شخص آیا اور طعام (غلہ) بھرنے لگا میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا اس نے کہا کہ میں ضرورت مند ہوں اور عیال دار ہوں مجھے سخت ضرورت تھی میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب صبح کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ تیرے رات والے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس نے ضرورت مند ہونے اور عیال دار ہونے کا عذر کیا تو میں نے ترس کھا کر اس کو چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا۔ میں نے سمجھ لیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا ہے تو وہ ضرور آئے گا، اس لیے میں اس کے انتظار میں رہا وہ پھر آیا اور طعام (غلہ) بھرنے لگا میں نے کہا کہ میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں ضرورت مند ہوں اور عیال دار ہوں اور میں پھر نہیں آؤں گا، میں نے اس پر ترس کھا کر اس کو چھوڑ دیا۔ صبح کو خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے رات کے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس نے ضرورتمند ہونے اور عیال دار

ہونے کا عذر کیا تو میں نے اسے ترس کھا کر چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا وہ پھر آئے گا میں نے پھر تیسری رات اس کا انتظار کیا وہ پھر آ کر طعام (غلہ) بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا کہ یہ آخری اور تیسری مرتبہ ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں دوبارہ نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ تم مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ میں نے کہا کہ وہ کیا کلمات ہیں؟ اس نے کہا کہ جب تم رات کو بستر پر آؤ تو آیت الکرسی پڑھا کرو تمہارے اوپر اللہ کی طرف سے ایک محافظ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے پاس نہیں آئے گا اس پر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی میں حاضر خدمت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے رات کے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے کہا کہ وہ مجھے کچھ کلمات سکھائے گا جن سے اللہ مجھے فائدہ پہنچائے گا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا کلمات ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ جب تم رات کو بستر پر آؤ تو آیت الکرسی اول سے آخر تک پڑھو یعنی اللــه لا الــه الا هو القيوم اور مجھ سے کہا کہ تمہارے اوپر اللہ کی طرف سے محافظ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ خود تو جھوٹا ہے لیکن تم سے سچ کہا ہے۔ اے ابو ہریرہ! تمہیں معلوم ہے کہ تین دن سے تم کس سے مخاطب ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۰۲۰): صحيح البخاری، کتاب الوکالة کاملا، باب اذا وکل رجل فترك الوكيل شيئا فاجازه الموكل فهو جائز .

کلمات حدیث: زکوۃ رمضان سے مراد صدقۃ الفطر ہے۔ يحثو : دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر کھانا لے رہا تھا۔

شرح حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو صدقۃ الفطر میں آئی ہوئی کھجوروں کا محافظ مقرر فرمایا تھا۔ حدیث مبارک میں آیت الکرسی کی فضیلت کا بیان ہے اور اس کا رات کو سونے سے پہلے پڑھنا بہت خیر و برکت کا حامل ہے۔ متعدد احادیث میں آیۃ الکرسی کے فضائل بیان ہوئے ہیں کیونکہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی دس صفات کو یکجا بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ البقرۃ میں ایک آیت ہے جو سیدۃ آیۃ القرآن ہے، وہ جس گھر میں پڑھی جائے شیطان اس سے نکل جاتا ہے۔

نسائی کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھا کرے تو اسے جنت میں داخل ہونے کے لیے بجز موت کے کوئی مانع نہیں ہے یعنی موت کے بعد وہ فوراً جنت کے آثار اور راحت و آرام کا مشاہدہ کرنے لگے گا۔

(فتح الباري : ۱۱۶۵/۱ ـ روضة المتقين : ۶۱/۳ ـ دليل الفالحين : ۳' ۴۶۵)

دجال کے فتنے سے حفاظت کا ذریعہ

۱۰۲۱۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ

حَافَظَ عَشْرَ اٰیَاتٍ "مِنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْکَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ"
وَفِیْ رِوَایَةٍ : "مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْکَهْفِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۱) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات حفظ کرلیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہوگیا اور ایک اور روایت میں سورۃ الکہف کی آخری دس آیات کے بارے میں یہی ارشاد ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲۱): صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة الکهف .

کلمات حدیث: عصم : محفوظ کردیا گیا، بچالیا گیا۔ عصم عصماً (باب ضرب) محفوظ ہونا۔

شرح حدیث: دجال قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اور اس کا فتنہ قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والے فتنوں میں سب سے بڑا سب سے ہمہ گیر اور سب سے زیادہ دین و ایمان کی بربادی کا سبب ہوگا اور اسی لیے متعدد احادیث میں اس سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے اور فرماتے تھے :

" اللّٰهم اني اعوذبک من فتنة المسيح الدجال ."

" اے اللہ! میں مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

اس کے فتنہ کے اس قدر شدید ہونے کی ایک وجہ یہ ہوگی کہ اللہ کے حکم سے بعض خارق عادت قوتیں حاصل ہوں گی، وہ کہے گا کہ اے آسمان بارش برسادے تو بارش ہوجائے گی اور زمین کو اگانے کا حکم دے گا تو زمین سے پیداوار ظاہر ہوجائے گی۔

صحیح مسلم میں مروی دو روایات میں فتنہ دجال سے محفوظ رہنے کے لیے سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات اور سورۃ الکہف کی آخری دس آیات پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ جو شخص ان آیات کو پڑھنے کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دجال کے فتنے سے محفوظ رکھے گا۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٨١/٦ ـ روضة المتقين : ٦٣/٣ ـ دليل الفالحين : ٤٦٧/٣)

سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

۱۰۲۲ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ : بَیْنَمَا جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِیْضًا مِنْ فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ : هٰذَا بَابٌ مِنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْیَوْمَ وَلَمْ یُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَکٌ فَقَالَ : هٰذَا مَلَکٌ نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ لَمْ یَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَیْنِ اُوْتِیْتَهُمَا لَمْ یُؤْتَهُمَآ نَبِیٌّ قَبْلَکَ : فَاتِحَةُ الْکِتَابِ وَخَوَاتِیْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهَا اِلَّا اُعْطِیْتَهٗ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ . "اَلنَّقِیْضُ": الصَّوْتُ .

(۱۰۲۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم

ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے اوپر سے ایک آواز سنی۔ حضرت جبرئیل نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور فرمایا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا اور اس دروازے سے ایک فرشتہ اترا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں اترا تھا۔ اس فرشتے نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور کہا کہ آپ ﷺ کو دونوروں کی بشارت ہو جو آپ ﷺ کو عطا کیے گئے آپ سے پہلے یہ کسی نبی کو نہیں دیے گئے۔ فاتحۃ الکتاب اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیت۔ ان کا جو حرف بھی آپ ﷺ تلاوت کریں گے وہ آپ کو دے دیا جائے گا۔ (مسلم) نقیض کے معنی آواز کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۰۲۲): صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل الفاتحة و خواتیم سورة البقرة.

کلماتِ حدیث: أبشر بنورين أو تيتهما : ان دونوروں کی خوشخبری قبول کیجئے جو آپ کو دیے گئے ہیں۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل امین علیہ السلام پہلے سے موجود تھے کہ آسمانوں میں سے ایک آواز سنائی دی، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آسمان کے ایک دروازے کی آواز ہے جو آج پہلی مرتبہ کھلا ہے اور اس سے جو فرشتہ اتر کر آ رہا ہے وہ بھی آج پہلی مرتبہ اتر کر آ رہا ہے۔ غرض وہ فرشتہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور کہا کہ آپ ﷺ کو بشارت ہو آپ کو دونور عطا ہوئے ہیں جو پہلے کبھی کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے تھے سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات، آپ ان کا جو حرف پڑھیں گے وہ آپ ﷺ کو عطا کر دیا جائے گا۔

سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات نور ہی نور ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو ایک نمایاں فضیلت اور مرتبہ عطا کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان آیات کا پڑھنا ان پر غور کرنا اور ان پر عمل کرنا بہت ہی باعثِ برکت اور سعادت ہے کہ جو ان کی مواظبت کے ساتھ تلاوت کرے گا اور ان سے اپنا قلبی اور عملی تعلق رکھے گا اللہ کے فضل و کرم سے وہ ان کے ساتھ ہوگا جن کو یہ دونور عطا ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت کی رسوائی اور شرمندگی سے محفوظ فرما دیں گے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ يَوْمَ لَا يُخْزِي ٱللَّهُ ٱلنَّبِيَّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَـٰنِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَٱغْفِرْ لَنَآ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ۝٨ ﴾

”جس دن کہ اللہ ذلیل نہ کرے گا نبی کو ان لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ، ان کی روشنی دوڑتی ہے ان کے آگے اور ان کے داہنے، کہتے ہیں کہ اے رب، ہمارے! پوری کر دے ہم کو ہماری روشنی اور معاف کر ہم کو بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔“ (التحریم:۸)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سورۂ بقرۃ کی آخری آیات عرش کے نیچے خزانوں سے عطا کی گئی ہیں اور مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔

غرض سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات کو اہتمام سے روزانہ تلاوت کرنا چاہیے ان کے معانی و مفاہیم کو سمجھنا چاہیے اور ان سے قلبی روحانی اور عملی تعلق رکھنا چاہیے کہ اللہ کی رحمت بے پایاں سے اُمید ہے کہ ان سے تعلق قائم رکھنے والا اور روزِ قیامت ان کے نور سے مستفید ہوگا۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/ ٨٠۔ روضة المتقين : ٣/ ٦٤۔ نزهة المتقين : ٣/ ٨٨)

الباب (۱۸٤)

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاِجْتِمَاعِ عَلَى الْقِرَآءَةِ
قرآن کریم کی اجتماعی تلاوت کا استحباب

۱۰۲۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ یَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَهُ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ، وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهُ"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کا باہم درس کرتے ہیں ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس موجود فرشتوں میں فرماتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲۳): صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر.

کلمات حدیث: یتدارسون : آپس میں درس لیتے ہیں، ایک دوسرے کو سناتے ہیں۔ تدارس (باب تفاعل) درس درساً دراسة (باب نصر) سیکھنا، پڑھنا۔ تدارس : باہم مل کر پڑھنا۔

شرح حدیث: قرآن کریم کلام الٰہی ہے اور کلام الٰہی سے محبت و تعلق علامت ہے اللہ سے محبت و تعلق کی اس لیے اللہ کے گھر یعنی مسجد میں جو اللہ کی زمین میں سب سے بہترین جگہ ہے جمع ہو کر قرآن سیکھنا اور سکھانا تلاوت کرنا اور ایک دوسرے کو سکھانا اس قدر فضیلت کا اور اس قدر خیر کا باعث ہے کہ سکینت نازل ہوتی ہے، رحمت ڈھانپ لیتی ہے فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس موجود فرشتوں کی موجودگی میں ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب قضاء حوائج المسلمین میں گزر چکی ہے۔

(روضة المتقين : ۳/ ٦٥۔ دليل الفالحين : ۳/ ٤٧٠)

البَاب (۱۸۵)

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ
وضوء کی فضیلت

۲۷۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغْسِلُوا۟ وُجُوهَكُمْ ﴾

اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی:

﴿ مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَـٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝٦ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو، اپنے سروں کا مسح کرلو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھولو اور اگر تم جنبی ہو تو اچھی طرح پاکی حاصل کرلو اور اگر تم بیمار ہو یا حالتِ سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا، یا تم نے بیویوں سے قربت کی ہو، پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو پاک مٹی سے، اللہ تعالیٰ تم پر تنگی کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نصیحت کو تم پر پوری کرے تا کہ تم شکر کرو۔''

(المائدۃ:٦)

تفسیری نکات: نماز پڑھنے کے لیے باوضوء ہونا ضروری ہے اور جسم کی اور اس جگہ کی جہاں نماز پڑھی جائے پاکی ضروری ہے، اگر پہلے سے وضو ہو تو دوبارہ وضوء کرنا مستحب ہے۔ وضوء میں پہلے چہرے کو دھونا چاہیے، تمام اعضاءِ وضوء کو ایک ایک مرتبہ دھونا چاہیے اور تین تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔

پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو، وارجلکم کا عطف اگر وجوھکم کی طرف ہے تو معنی یہ ہیں کہ پیروں کو ٹخنوں تک دھوؤں اور اگر اس کا عطف وامسحوا پر ہے تو معنی ہوں گے کہ پاؤں میں موزے ہونے کی صورت میں پاؤں پر ٹخنوں تک مسح کرو چمڑے کے موزے پہننے کی صورت میں ان پر حالتِ اقامت میں ایک دن ایک رات مسح درست ہے اور حالتِ سفر میں تین دن تین رات مسح کیا جاسکتا ہے۔ ناپاکی کی حالت میں غسل کرنا چاہیے، پانی نہ ہونے کی صورت میں اور حالتِ عذر میں تیمم درست ہے۔ (معارف القرآن)

قیامت کے دن اعضاءِ وضوء چمک رہے ہوں گے

۱۰۲۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ''اِنَّ اُمَّتِیْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُطِيْلَ غُرَّتَهٗ

فَلْيَفْعَلْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۰۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے لوگوں کو روزِ قیامت پکارا جائے گا اور وضوء کے آثار سے ان کے چہرے اور اعضاءِ وضوء چمک رہے ہوں گے تو تم سے جو چاہتا ہے کہ اس کی روشنی طویل ہو تو وہ ضرور ایسا کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۲۴): صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء و الغر المحجلون من اثر الوضوء.
صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب استحباب الطهارة الغرة و التحجیل.

کلماتِ حدیث: أمتي : میری امت یعنی امت محمدیہ ﷺ، نبی کے تمام ماننے والے، اس نبی کی امت کہلاتے ہیں، اور اصولوں کی اساس پر جو لوگ تیار ہوں اور وہ سب ان اصولوں کو مانتے ہوں تو وہ ملت کہلاتے ہیں جیسے: ﴿ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ﴾ (تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت) غرہ : گھوڑے کی پیشانی پر سفید بال، یہاں پر چہروں کی روشنی اور نور مراد ہے، روزِ قیامت مؤمنین کے چہرے نورِ ایمان سے دمک رہے ہوں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ﴾ اور محجلین : تحجیل سے ہے گھوڑے کی ٹانگوں پر پائی جانے والی سفیدی کو کہتے ہیں۔ یہاں وہ نور اور روشنی مراد ہے جو روزِ قیامت مومنین کے ہاتھوں اور پیروں پر وضو کے آثار سے پائی جائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ روزِ قیامت مؤمنین کے چہرے اور ہاتھ پاؤں نور سے منور ہوں گے۔

شرحِ حدیث: روزِ قیامت جب امتِ محمدیہ ﷺ کے افراد کو پکارا جائے گا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں امت سے مراد امت اجابت ہے یعنی تا قیام قیامت جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لا کر آپ ﷺ کی امت میں شامل ہوں گے تو ان کے چہرے اور ان کے ہاتھ پاؤں نور سے چمک رہے ہوں گے۔ جس قدر کثرت سے کوئی صاحبِ ایمان وضوء کرے گا اتنا ہی اس کے چہرے کی اور اس کے ہاتھوں اور پیروں کی روشنی اور نور بڑھتا جائے گا۔

(فتح الباري : ۱/۳۱۸۔ ارشاد الساري : ۱/۳۴۴۔ روضة المتقين : ۳/۶۷۔ دلیل الفالحین : ۳/۴۷۲)

وضوء کی برکت سے جنت کے زیورات

۱۰۲۵ . وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ خَلِيلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوْءُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے خلیل ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جہاں تک وضوء کا پانی پہنچتا ہے اس جگہ تک مؤمن کے زیوارت ہوں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۲۵): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء.

کلماتِ حدیث: خلیلی : خلیل اس دوست کو کہتے ہیں جس کی محبت دل میں اتر جائے اور پیوست ہو جائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر رسول اللہ ﷺ کا ذکر خلیلی (میرے دوست، میرے حبیب) کہہ کر فرماتے تھے۔

شرحِ حدیث: روزِ قیامت مؤمن کے ہاتھوں اور پیروں میں اس جگہ تک زیوارت ہوں گے جہاں تک وضوء کا پانی پہنچتا ہے، امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حلیہ سے مراد تحجیل ہے کہ جہاں تک وضوء کا پانی پہنچے وہاں تک اعضاءِ وضوء منور اور روشن ہوں گے اور یہ امتِ محمد ﷺ کا اختصاص ہے کسی اور امت کے لوگوں کو یہ حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے حوض کا فاصلہ اتنا ہے جتنا ایلہ سے عدن، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں اس حوض سے لوگوں کو اس طرح ہٹا رہا ہوں گا جس طرح آدمی اپنے حوض سے اجنبی اونٹوں کو ہٹاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ہمیں پہچان لیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تم میرے پاس اس طرح آؤ گے کہ تمہارے اعضاءِ وضوء وضوء کے آثار سے دمک رہے ہوں گے اور یہ خوبی تمہارے علاوہ کسی اور کو حاصل نہ ہوگی۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۳/ ۱۲۰ ـ روضه المتقين : ۳/ ٦٧)

وضوء کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں

١٠٢٦. وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲٦) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے وضوء کیا اور اچھی طرح وضوء کیا اس کے جسم سے اس کے سارے گناہ نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲٦): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء .

کلماتِ حدیث: حتى تخرج من تحت اظفاره : یہاں تک کہ گناہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔ اظفار : ظفر کی جمع، ناخن: یعنی وضوء سے ظاہری طہارت بھی حاصل ہوتی ہے اور باطنی طہارت بھی اس درجہ حاصل ہوتی ہے کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ دھل کر نکل جاتے ہیں۔

شرحِ حدیث: جس نے وضوء کیا اور خوب اچھی طرح وضو کیا یعنی اعضاءِ وضوء کو اچھی طرح اور تین تین مرتبہ حسنِ نیت اور خلوصِ قلب کے ساتھ دھویا تو اعضاءِ وضوء کے دھلنے کے ساتھ اس کے تمام گناہ دھل جائیں گے حتی کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جائیں گے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا اخلاصِ قلبی اور حسنِ نیت انتہائی درجے کا ہو کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے اور اس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف فرما دیے جائیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۳/ ۱۱٤ ـ دليل الفالحين : ۳/ ٤٧٣)

وضوء سے پچھلے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں

۱۰۲۷. وَعَنْهُ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ وَضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّاءَ هٰكَذَا غُفِرَلَه' مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَكَانَتْ صَلٰوتُه' وَمَشْيُه' اِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۷) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اس طرح وضوء فرمایا جس طرح میں نے کیا اور فرمایا کہ جس نے اس طرح وضوء کیا اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف کر دیے گئے اور اب اس کا نماز پڑھنا اور چل کر مسجد جانا نفل ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۲۷): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء و الصلاة عقبة.

کلماتِ حدیث: غفرلـه مـا تقدم من ذنبه : اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے گئے، جو گناہ وہ اس وضوء سے پہلے کر چکا ہے وہ معاف کر دیئے گئے۔

شرحِ حدیث: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خود وضوء کر کے دکھایا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح وضوء فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جس نے اس طرح وضو کیا اس کے گزشتہ صغیرہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے یعنی وضوء کے پانی کے ساتھ تمام صغیرہ گناہ دھل جاتے ہیں اور کوئی گناہ باقی نہیں رہتا اور اس کے بعد جب وہ نماز کو جاتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو اس کے اجر وثواب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۳/۹۵۔ روضة المتقين : ۳/۶۹)

وضوء میں جس عضوء کو دھویا جائے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

۱۰۲۸. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّاءَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَه' خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَآءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِالْمَآءِ، فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَآءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَآءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِالْمَآءِ، حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مسلمان یا بندۂ مومن وضوء کرتا ہے اور اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے وہ تمام گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں، جن کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ پھر جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے وہ گناہ نکل جاتے ہیں جن کو اس کے ہاتھوں نے پکڑا تھا اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے

ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف اس کے پیر چل کر گئے تھے یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔
(مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲۸): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء.

کلمات حدیث: نقيا: صاف ستھرا۔ نقي نقاوة (باب سمع) صاف ہونا، پاکیزہ ہونا۔ نقی پاک وصاف، جمع انقياء.

شرح حدیث: مؤمن یا مسلم جب وضوء کرتا ہے تو اس کے صغیرہ گناہ اعضاء کے دھلنے کے ساتھ دھلتے جاتے ہیں اور آخری قطرے کے ٹپکنے کے ساتھ ہر عضو سے گناہ خارج ہوتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وضوء مکمل ہونے تک بندہ صغیرہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں واضح طور پر پاؤں کے دھلنے اور ان کے دھلنے سے ان گناہوں کے نکل جانے کو بیان کیا جا رہا ہے جن کی طرف آدمی پیروں سے چل کر گیا ہو تو یہ دلیل واضح ہے کہ شیعوں کا پیروں پر مسح کا مسئلہ صحیح نہیں ہے۔ یہاں گناہوں کی معافی سے صغیرہ گناہوں کی معافی مراد ہے اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا ضروری ہے اور حقوق العباد کی معافی کے لیے ان حقوق کی ادائیگی یا اصحاب حقوق سے معافی حاصل کرنا ضروری ہے۔ خود رسول کریم ﷺ نے ایک حدیث میں کبائر کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں، جمعہ سے جمعہ اور رمضان سے رمضان تک یہ عبادات درمیانی عرصہ کے لیے کفارہ ہیں جب تک آدمی کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي: ۱۱۳/۳۔ تحفة الأحوذي: ۳۱/۱)

وضوء کرنے والوں کو رسول اللہ ﷺ پہچان لیں گے

۱۰۲۹. وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَا حِقُوْنَ، وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوْا أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ "أَنْتُمْ أَصْحَابِيْ وَإِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ لَمْ يَأْتُوْا بَعْدُ" قَالُوْا: كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ "أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ"؟" قَالُوْا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: "فَإِنَّهُمْ يَأْتُوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ، وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلام ہو تم پر اے اس گھر میں رہنے والے مؤمنو! ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ صحابہ نے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے صحابہ ہو، میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی نہیں آئے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جو لوگ آپ کی امت میں ابھی نہیں آئے انہیں آپ ﷺ کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر کالے سیاہ گھوڑوں میں کسی کے بیچ کلیاں گھوڑے ملے ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچانے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیوں نہیں!

آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ وضوء کی وجہ سے سفید ہاتھ پاؤں کے ساتھ آئیں گے اور میں حوض پر ان کا استقبال کروں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۲۹): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب استحباب اطالة الغر و التحجيل.

کلمات حدیث: اتى المقبرة : آپ ﷺ قبرستان تشریف لائے۔ مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع مراد ہے۔ خيل غر محجلة : گھوڑے جن کی پیشانی اور چاروں ٹانگوں پر سفیدی ہو۔ پنج کلیاں گھوڑے۔ دهم بهم : دهم ادهم کی جمع ہے بمعنی سیاہ بهم بهيم کی جمع ہے خوب سیاہ یعنی کالے سیاہ۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع تشریف لائے اور وہاں مردوں کو سلام کیا اور فرمایا کہ تمنا یہ تھی کہ ہم اپنے بعد آنے والے بھائیوں کو بھی دیکھ لیتے اور کسی نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ ہم روزِ قیامت آنے والے بھائیوں سے بھی ملاقات کریں اور بھائی سے مراد وہ سچے مؤمن ہیں جو ایمان کامل اور حبِ رسول ﷺ میں اعلیٰ درجہ پر فائز ہوں گے جیسا کہ حدیث میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بھائی وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا اور مجھ پر ایمان لائیں گے مجھ سے ملے نہ ہوں گے اور میری رسالت کی تصدیق کریں گے ان میں سے ہر ایک کی تمنا ہوگی کہ اگر اہل مال سب کچھ لٹا کر بھی مجھے دیکھ سکے تو دیکھ لے۔ امام باجی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم میرے اصحاب ہو تو آپ کے فرمانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابہ کرام بھائی نہیں ہیں بلکہ وہ بھائی بھی ہیں اور اصحاب ہیں، جبکہ آئندہ آنے والے بھائی ہوں گے اصحاب نہ ہوں گے کیونکہ تمام مؤمنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب روزِ قیامت آپ کی ملاقات ان اہل ایمان سے ہوگی جو بعد میں آئیں گے تو آپ ﷺ انہیں کس طرح پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی کے ایسے گھوڑے ہوں جن کی پیشانی اور ٹانگیں سفید ہوں اور وہ سیاہ گھوڑوں کے درمیان کھڑے ہوں کیا گھوڑوں کے مالک کو اپنے گھوڑوں کے پہچاننے میں دشواری پیش آسکتی ہے؟ میرے آئندہ آنے والے مؤمن بھائیوں کی پیشانیاں اور اعضاء وضوء کے اثر سے دمک رہے ہوں گے اور میں حوضِ کوثر پر ان کا استقبال کروں گا۔

(شرح صحيح ملسم للنووي : ۱۱۸/۳ ـ روضه المتقين : ۷۱/۳)

درجات بلند کرنے والے اعمال

۱۰۳۰۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَايَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟" قَالُوْا : بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ : "اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ" فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۳۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے ذریعے سے اللہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور درجات بلند فرما دیتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشقت

نے وقت پوری طرح وضوء کرنا مسجد کی طرف جاتے ہوئے قدموں کا زیادہ ہونا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ یہی رباط ہے، یہی رباط ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۳۰): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب اسباغ الوضوء علی المکاره.

کلماتِ حدیث: اسباغ الوضوء علی المکاره: ناگوار اور پرمشقت مواقع پر پورا اور مکمل وضوء کرنا یعنی جب وضوء کرنا طبیعت کے خلاف ہو مثلاً شدید سردی ہو۔ فذلکم الرباط: تمہارا رباط یہ ہے یعنی تمہارا اپنے آپ کو بندگی اور عبادات کے لیے وقف کر دینا یہی ہے۔

شرحِ حدیث: اقوامِ گزشتہ میں لوگ اپنی پوری زندگی عبادت اور بندگی کے لیے وقف کر دیتے تھے اور ترکِ دنیا اختیار کر کے رہبانیت اختیار کرلیا کرتے تھے۔ اب اس امت کے لیے رباط کا طریقہ یعنی اپنے آپ کو جہاد کے لیے وقف کرنا یا عبادت و بندگی کے لیے وقف کر دینا یہ ہے کہ ناگوار حالتوں میں وضوء کی تکمیل، مسجد کے لیے اٹھنے والے بکثرت قدم اور ایک نماز سے دوسری نماز کا انتظار، یہ ایسا عمل ہے کہ جس سے تمام خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اور درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

یہ حدیث باب کثرة طرق الخیر میں گزر چکی ہے۔ حدیث (۱۳۱) (دلیل الفالحین: ۴۷۷/۳)

صفائی نصف ایمان ہے

۱۰۳۱. وَعَنْ اَبِیْ مَالِکِ نِ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ فِیْ بَابِ الصَّبْرِ، وَفِی الْبَابِ حَدِیْثُ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ السَّابِقُ فِیْ اٰخِرِ بَابِ الرَّجَآءِ وَهُوَ حَدِیْثٌ عَظِیْمٌ مُشْتَمِلٌ عَلٰی جُمَلٍ مِنَ الْخَیْرَاتِ!"

(۱۰۳۱) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پاکیزگی اور طہارت نصف ایمان ہے۔ (مسلم) یہ حدیث مفصل باب الصبر میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث (۱۰۳۱): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء.

اس موضوع سے متعلق عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث باب الرجاء میں گزر چکی ہے جو بڑی اہم حدیث ہے اور عمدہ مضامین پر مشتمل ہے۔

کلماتِ حدیث: الطهور: خوب پاکیزگی اور طہارت۔ الطهور: طاء کے زبر کے ساتھ پانی، یعنی وہ شئے جس سے پاکی حاصل کی جائے۔ شطر: نصف۔

شرحِ حدیث: طہارتِ جسمانی نماز کے لیے ضروری ہے۔ اس طہارت کی اہمیت اور فضیلت کو اجاگر کرنے کے لیے فرمایا کہ

طہارت نصف ایمان ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب الصبر میں گزر چکی ہے۔

●●●●●●●●●●●●●

وضوء کے بعد کلمۂ شہادت پڑھنے کی فضیلت

۱۰۳۲. وعن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: مامنكم من أحد يتوضأ فيبلغ. أوفيسبغ الوضوء ثم قال : اشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله إلا فتحت له أبواب الجنة الثمانية يدخل من أيها شاء" رواه مسلم وزاد الترمذي : اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين .

(۱۰۳۲) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جوکوئی وضوء کرتا ہے یا مکمل وضوء کرے پھر کہے:

" اشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله ."

" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (مسلم) ترمذی نے یہ الفاظ زائد ذکر کیے ہیں کہ یہ کہے کہ:

" اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين ."

" اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں بنادے اور مجھے خوب پاکیزگی حاصل کرنے والوں میں سے بنادے۔"

تخریج حدیث (۱۰۳۲): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء .

کلمات حدیث: يسبغ : وضوء کے واجبات اور مستحبات کو پوری طرح اداء کرنا ہے۔ التوابين : التواب کی جمع خوب توبہ کرنے والے۔ التواب : اللہ تعالیٰ کا نام، بہت توبہ قبول کرنے والا۔ المتطهرين : گناہوں سے خوب پاکی حاصل کرنے والے۔

شرح حدیث: نماز کے لیے وضوء لازم اور ضروری ہے اور وضوء کے لیے ضروری ہے کہ تمام سنن اور آداب کی رعایت ملحوظ رکھ کر مکمل وضوء کیا جائے کہ اعضاء وضوء پر خوب اچھی طرح پانی پہنچ جائے اور وضوء کے دوران وہ کلمات کہے جو مسنون اور ماثور ہیں اور کمال یقین اور کمال ایمان کے ساتھ اللہ کے ایک ہونے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہونے کی شہادت دے تو اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(روضة المتقين : ۳/۷۳۔ دليل الفالحين : ۳/۴۷۸)

☆☆☆☆☆

الباب (١٨٦)

بَابُ فَضْلِ الْاَذَانِ
اذان کی فضیلت کا بیان

١٠٣٣. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَوْيَعْلَمُ النَّاسُ مَافِی النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّآ اَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا عَلَيْهِ، وَلَوْيَعْلَمُوْنَ مَافِی التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاتَوْهُمَا وَلَوْحَبْوًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
"اَلْاِسْتِهَامُ" : اَلْاِقْتِرَاعُ : "وَالتَّهْجِيْرُ" : اَلتَّبْكِيْرُ اِلیٰ الصَّلٰوةِ .

(١٠٣٣) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان اور صف اول میں کتنا ثواب ہے اور انہیں موقع نہ ملے سوائے اس کے کہ وہ قرعہ اندازی کریں تو وہ اس پر قرعہ اندازی کریں اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اوّل وقت آنے کا کس قدر ثواب ہے تو وہ دوڑ کر آئیں اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ عشاء اور فجر کی نماز میں حاضری کا کس قدر اجر ہے تو وہ ضرور آئیں اگر چہ انہیں گھسٹ کر آنا پڑے۔ (متفق علیہ)

استہام کے معنی قرعہ اندازی کے ہیں اور تہجیر کے معنی نماز کی طرف جلد آنے کے ہیں۔

تخریج حدیث (١٠٣٣): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الاستہام فی الاذان. صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف .

کلمات حدیث: تهجیر : نماز کو جلدی جانا۔ لاستبقوا الیه : اذان سے پہلے مسجد کی طرف سبقت کریں۔ عتمة : نماز عشاء، عتمہ کے معنی رات کی تاریکی کے ہیں اور مراد عشاء کی نماز ہے۔ حبواً: کے معنی گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل چلنا، یعنی گھسٹ کر آنا، مطلب یہ ہے کہ اگر انتہائی مشقت کے ساتھ آنا پڑے تب بھی آئے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہے کہ اذان دینے اور نماز کی پہلی صف میں نماز پڑھنے کا اس قدر عظیم اجر وثواب ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی حقیقت کا ادراک اور پورا شعور حاصل ہو جائے تو لوگ اس کے لیے مسابقت کریں اور ہر ایک اس فضل وکمال کے حصول کا خواستگار ہو جائے اور ظاہر ہے کہ سب اس فضیلت کو حاصل نہ کرسکیں گے تو وہ آپس میں قرعہ اندازی کریں گے اور قرعہ اندازی میں جن کے نام آئیں گے وہ اذان دیں گے اور صف اول میں نماز پڑھیں گے اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اوّل وقت میں یا اذان سے پہلے نماز کے لیے مسجد میں پہنچنے کا کس قدر اجر وثواب ہے تو سب مساجد کی طرف دوڑ پڑیں اور اگر لوگوں کو صبح کی نماز اور عشاء کی نماز میں حاضری کی فضیلت اور اس کے اجر کا علم ہو جائے تو وہ گرتے پڑتے مسجد آئیں بلکہ ان کو گھسٹ کر بھی آنا پڑے تو اس حالت میں بھی وہ مسجد میں پہنچ جائیں۔ (فتح الباري : ١/ ٥٠٧۔ شرح مسلم للنووي : ٤/ ١٣٢۔ تحفة الأحوذي : ٢/ ٢٠)

قیامت کے دن مؤذنین کی گردنیں سب سے اونچی ہوں گی

۱۰۳۴۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۰۳۴) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اذان دینے والوں کی گردنیں روزِ قیامت سب لوگوں سے لمبی ہوں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۳۴): صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب فضل الاذان .

کلمات حدیث: اعناق : جمع عنق گردن۔

شرح حدیث: اذان دینے والے روزِ قیامت اپنے اعمال کے اجر وثواب کی توقع میں گردنیں اٹھا کر دیکھ رہے ہوں گے اس بناء پر وہ سب سے نمایاں اور ممتاز ہوں گے اور ان کو یہ مقام اس لیے حاصل ہوگا کہ وہ دنیا میں لوگوں کو صلاح اور فلاح کی طرف بلاتے رہے۔

(دليل الفالحين : ۳/۴۸۱)

اذان بلند آواز سے کہنی چاہیے

۱۰۳۵۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ صَعْصَعَةَ اَنَّ اَبَاسَعِيْدِ الْخُدْرِیَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَهٗ : "اِنِّیْ اَرَاکَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِیْ غَنَمِکَ. اَوْبَادِيَتِکَ فَاَذَّنْتَ لِلصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَکَ بِالنِّدَآءِ فَاِنَّهٗ لَايَسْمَعُ مَدٰی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ، وَلَا اِنْسٌ، وَلَا شَیْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" قَالَ اَبُوْسَعِيْدٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۰۳۵) حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ سے روایت ہے کہ ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تمہیں بکریاں اور جنگل پسند ہیں۔ تم جب جنگل میں اپنی بکریوں کے ساتھ ہوا کرو تو بلند آواز کے ساتھ نماز کے لیے اذان دیا کرو کہ مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اور جن وانس اور جو شئے اس آواز کو سنے گی وہ روزِ قیامت مؤذن کے حق میں گواہی دے گی۔ ابوسعید نے فرمایا کہ میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۰۳۵): صحيح البخارى، كتاب الاذان، باب رفع الصوت بالنداء .

کلمات حدیث: البادية : جنگل جمع بوادی . مدى صوت المؤذن : جس حد تک مؤذن کی آواز پہنچتی ہو۔

شرح حدیث: اذان شعائرِ اسلام میں سے ہے اور اذان کا بہت اجر وثواب ہے۔ مؤذن اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتا اس کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے اور تمام لوگوں کو صلاح اور فلاح کی طرف بلاتا ہے اس کی آواز جہاں تک پہنچے

گی تمام جن وانس اور تمام موجودات روزِ قیامت اس کے حق میں گواہ بن کر آئیں گے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرشتے بھی اس کے حق میں گواہی دیں گے۔

علامہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جنگل میں تنہا ہو تو وہ فضیلت اذان کے حصول کی نیت سے اذان دے تو اسے ضرور اذان کی خیر وبرکت حاصل ہوگی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اذان میں رفع صوت (آواز بلند کرنا) مستحب ہے۔

(فتح الباري : ١/٥٠٤۔ ارشاد الساري : ٢/٢٥٤۔ روضة المتقين : ٣/٧٦۔ نزهة المتقين : ٢/٩٦)

اذان کی آواز سن کر شیطان بھاگتا ہے

١٠٣٦. وعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَايَسْمَعَ التَّأْذِيْنَ، فَاِذَا قُضِيَ النِّدَآءُ اَقْبَلَ حَتّٰى اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ حَتّٰى اِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ يَقُوْلُ، اُذْكُرْ كَذَا، وَاذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَذْكُرْ مِنْ قَبْلُ. حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ مَايَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلتَّثْوِيْبُ": اَلْاِقَامَةُ .

(١٠٣٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پلٹ کر بھاگتا ہے اور ہوا خارج کرتا ہے تا کہ وہ اذان کو نہ سن سکے۔ جب اذان مکمل ہو جاتی ہے تو واپس آ جاتا ہے یہاں تک کہ جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے اور جب اقامت پوری ہو جاتی ہے پھر آ جاتا ہے یہاں تک کہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان وسوسے ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر فلاں بات یاد کر یعنی وہ باتیں جو اسے اس سے پہلے یاد نہ تھیں

یہاں تک کہ اس آدمی کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ اسے یہ پتہ نہیں رہتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی۔ (متفق علیہ) تثویب کے معنی اقامت اور تکبیر کے ہیں۔

تخریج حدیث(١٠٣٦): صحيح البخارى، كتاب الاذان، باب فصل التأذين. صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب فضل الاذان وهرب الشيطان عند سماعه .

کلمات حدیث: ادبر الشيطان : شیطان پریشان ہو کر تیز بھاگتا ہے یہاں تک کہ اس کے بھاگنے کی آواز پیدا ہوتی ہے مسلم کی ایک روایت میں حصاص کا لفظ ہے یعنی خوف کے ساتھ اور پریشانی کے ساتھ تیز دوڑنے سے اس کی آواز پیدا ہوتی ہے جسے ضراط اور حصاص سے تعبیر کیا گیا ہے۔

شرح حدیث: شیطان اذان کی آواز سن کر بھاگتا ہے اور بھاگتے ہوئے اس کی ہوا خارج ہوتی ہے قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظاہری معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان کی اذان سے شدت نفرت کا بیان مقصود ہو۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت

میں حصاص کالفظ وارد ہوا ہے جس کے معنی اس آواز کے ہیں جو تیز دوڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیطان اذان سے اس قدر نفرت کرتا ہے کہ وہ اس کے نہ سننے کی یہ تدبیر کرتا ہے کہ آوازیں نکالتا ہے تا کہ اس کے کانوں میں اذان کی آواز کی بجائے یہ آوازیں جائیں۔ اس کے اس عمل کی برائی اور قباحت بیان کرنے کے لیے اس آواز کو ضراط سے تعبیر کیا گیا۔ ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسجد میں اذان ہو جانے کے بعد مسجد سے باہر نہ جانا چاہیے تا کہ ظاہری طور پر بھی شیطان کی مشابہت نہ ہو۔

اذان کے بعد جب اقامت ہوتی ہے تو شیطان پھر بھاگ جاتا ہے اور اقامت کے پورا ہونے کے بعد پھر آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں وسوسے ڈالنا شروع کرتا حتیٰ کہ اسے وہ باتیں بھی یاد دلاتا ہے جو وہ بھول چکا تھا، ان شیطانی وسوسوں کی کثرت سے نمازی کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔ (فتح الباري : ۵۰۲/۱۔ ارشاد الساري : ۲۵۳/۲۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۷۸/٤)

****

اذان کا جواب دینا مسنون ہے

۱۰۳۷۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَايَقُوْلُ. ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوْا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَاتَنْبَغِيْ اِلَّالِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِاللّٰهِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ، فَمَنْ سَاَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۳۷) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم اذان سنو تو وہی کلمات کہو جو مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو یہ جنت کا درجہ ہے جو کسی کے لیے مناسب نہیں ہے سوائے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں جو میرے لیے وسیلہ کا سوال کرے گا اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۳۷): صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب القول مثل قول المؤذن.

کلمات حدیث: الوسیلہ : وسیلہ کسی شے تک پہنچنے کے ذریعہ کو کہتے ہیں، روزِ قیامت الوسیلہ جنت کا بلند ترین مقام ہوگا جو اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک بندے کو حاصل ہوگا۔

شرح حدیث: مؤذن جس طرح کلمات کہے سننے والا انہیں اسی طرح دہراتا جائے البتہ حی علی الصلاة حی علی الفلاح سن کر لا حول و لا قوة الا بالله کہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں صراحتاً مذکور ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہو اور اسی طرح تمام کلمات اذان دہراؤ، یہاں تک کہ مؤذن حی علی الصلاة حی علی الفلاح

کہے تو تم لا حول و لا قوة الا باللہ کہو اور جب وہ لا الہ الا اللہ کہے تم بھی لا الہ الا اللہ کہو جس نے اس طرح کلمات اذان صدق دل سے کہے جنت میں داخل ہوا، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی فرض یا نفل نماز پڑھ رہا ہو اس وقت اذان سنے تو نماز سے فارغ ہو کر کلماتِ اذان دہرا لے۔

اذان کے کلمات دہرانے کے بعد درود شریف پڑھنا چاہیے کہ جو ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ ﷺ کے لیے وسیلہ طلب کرو یعنی وہ دعاء پڑھی جائے جس میں اللہ سے رسول اللہ ﷺ کے لیے وسیلہ کا سوال ہے۔ جو یہ دعاء پڑھے گا اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٤/٧٤۔ روضة المتقين : ٣/٧٩۔ نزهة المتقين : ٣/٩٨)

اذان کے جواب دینے کا طریقہ

١٠٣٧. وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا كَمَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٠٣٨) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اذان کی آواز سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٠٣٨): صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب ما يقول اذا سمع المنادي. صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب القول مثل قول المؤذن.

کلماتِ حدیث: النداء : کے معنی پکار اور اعلان کے ہیں، یہاں اذان مراد ہے۔

شرحِ حدیث: علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اذان سننے والے کو اسی طرح کلمات اذان کہنا چاہیے جس طرح مؤذن کہے اور اس طرح کلمات اذان کہنا مستحب ہے اور اس کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ حی علی الصلاة اور حی علی الفلاح پر لا حول و لا قوة الا باللہ کہے۔ اسی طرح اذانِ فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے بعد کہے صدقت و بررت وبالحق نطقت (تم نے سچ کہا نیک بات کہی اور حق زبان سے ادا کیا) اذان کا جواب ہر شخص کو دینا چاہیے چاہے باوضوء ہو یا نہ ہو اور چاہے جنبی اور حائض ہو، اور اگر نماز میں اذان سنے تو نماز پوری کر کے کلمات اذان کہہ لے۔

(فتح الباري : ١/٦٠٥۔ ارشاد الساري : ٢/٢٥٧۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ٤/٧٣)

اذان کے بعد کی دعاء

١٠٣٩. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ قَالَ

حِیْنَ یَسْمَعُ النِّدَاءَ اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدًا نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّه، حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۰۳۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اذان سن کر یہ کلمات کہے اس کے لیے روزِ قیامت میری شفاعت حلال ہوگئی۔

اللّٰهم رب هذه الدعوة التامة والصلاة القائمة آت محمدا الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودا الذي وعدته . (البخاری)

''اے اللہ! اس دعوت کامل اور اس قائم ہونے والی نماز کے مالک! محمد کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں اس مقامِ محمود پر سرفراز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔''

تخریج حدیث (۱۰۳۹): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء .

کلماتِ حدیث: الدعوة: دعوتِ حق، حق کی جانب بلاوا، یعنی اذان۔ التامة: کامل جس میں قیامت تک رد و بدل نہیں ہوسکتا، یہ دعوت مکمل بھی ہے اور تام بھی ہے اس میں کسی لفظ کے اضافے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی لفظ کم کیا جا سکتا ہے۔

شرحِ حدیث: جو صاحبِ ایمان اذان سنے وہ اذان کے کلمات دہرائے اور پھر دعائے مذکور پڑھے اللہ کی رحمت سے وہ روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔ اس دعاء میں ہے کہ اے اللہ! رسول اللہ ﷺ کو وسیلہ عطا فرما۔ وسیلہ جنت کا ایک مقامِ بلند ہے جو اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک بندے کو ملے گا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا۔ اور اے اللہ! رسول اللہ ﷺ کو مقامِ محمود عطا فرما یعنی مقامِ حمد عطا فرما جس کا تو نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا ہے اور کہا ہے کہ:

﴿ عَسَىٰٓ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝٧٩ ﴾

''اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود عطا فرمائیں گے۔'' (الاسراء: ۷۹)

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت میں یہی مقامِ محمود مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے عسی کے لفظ کا استعمال تیقن ہی کے معنی میں ہوتا ہے۔ (فتح الباري : ۶۱۴/۱۔ ارشاد الساري : ۲۵۸/۲۔ روضة المتقين : ۸۲/۳۔ تحفة الأحوذي : ۶۴۷/۱)

اذان کے بعد کی دوسری دعاء

۱۰۴۰. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ : مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ : اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، غُفِرَلَهٗ ذَنْبُهٗ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۴۰) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اذان سن کر یہ

کلمات کہے اس کے گناہ معاف کردیے گئے۔ (مسلم)

أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شریک له وأن محمد عبده ورسوله رضیت بالله ربا وبمحمد رسولا وبالإسلام دینا .

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں میں راضی ہوں کہ اللہ میرا رب ہے محمد اس کے رسول ہیں اور اسلام میرا دین ہے۔'' (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۴۰): صحیح مسلم، کتاب الصلاہ، باب القول مثل قول المؤذن .

کلمات حدیث: ذنب : گناہ جمع ذنوب.

شرح حدیث: اذان سننے والے کے لیے اذان سن کر فارغ ہونے کے بعد ان کلمات کا کہنا مستحب ہے یعنی پہلے کلماتِ اذان مؤذن کے ساتھ دہرائے، پھر یہ کلمات کہے اور اس کے بعد وہ دعاء پڑھے جو اوپر مذکور ہوئی۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ٤/٧٦)

اذان واقامت کے درمیان دعاء قبول ہوتی ہے

۱۰۴۱ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"الدُّعَاءُ لَايُرَدُّ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۰۴۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعاء رد نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث(۱۰۴۱): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی الدعاء بین الاذان والاقامة . الجامع للترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی أن الدعاء لا یرد بین الاذان والاقامة .

کلمات حدیث: لا یرد : لوٹایا نہیں جاتا۔ یعنی اذان اور تکبیر کے درمیان دعاء رد نہیں کی جاتی۔

شرح حدیث: ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعاء رد نہیں ہوتی بلکہ مقبول ہوتی ہے اس لیے کہ اس وقت دعاء مانگنے والے کی نیت میں خلوص ہوتا ہے اور ابواب رحمت مفتوح ہوتے ہیں۔ ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اذان اور اقامت کے درمیان کیا دعاء مانگیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے دنیا اور آخرت کی عافیت طلب کرو۔ ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو اوقات ایسے ہیں جن میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں نماز کے وقت اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے صفیں بناتے وقت۔

غرض اذان کے بعد نماز کی تکبیر کہے جانے تک دعائیں مقبول ہوتی ہیں، یہ وقت استجابت دعاء اور آسمانوں کے ابوابِ قبولیت کھولے جانے کا وقت ہے۔ (تحفة الأحوذي : ١/٦٥٠۔ روضة المتقين : ٣/٨٤)

البَابُ (۱۸۷)

بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوتِ
نمازوں کی فضیلت

نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے

۲۷۵. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

''بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔'' (العنکبوت: ۴۵)

تفسیری نکات: نماز اللہ اور بندے کے درمیان ایک خصوصی تعلق ہے، اسی لیے فرمایا کہ نماز مؤمنین کی معراج ہے یعنی اہل ایمان کو نماز میں وہ ترقی درجات اور وہ فضیلت ومرتبت حاصل ہوتی ہے جو اس کے لیے اللہ کی جانب اور ملا اعلیٰ کی جانب روحانی ارتقاء کا ذریعہ بن جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ سے یہ خصوصی تعلق قائم ہو جاتا ہے تو بندہ مؤمن پھر کسی معصیت یا گناہ یا برائی کی طرف کیسے جا سکتا ہے؟ وہ تو ہر بری بات سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور ہر معصیت سے دور ہو جاتا ہے۔ اگر نماز کی یہ تاثیر ظاہر نہ ہو تو سمجھنا یہی چاہیے کہ نمازی کی نماز میں کمی ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص کی نماز اسے بے حیائی اور برے کاموں سے نہیں روکتی وہ نماز ہی نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس کو اس کی نماز برائیوں اور برے کاموں سے نہیں روکتی اس سے اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان اور فاصلہ بڑھ جاتا ہے۔

(معارف القرآن۔ تفسیر ابن کثیر)

پانچوں نمازوں سے پاکیزگی حاصل ہونے کی مثال

۱۰۴۲. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهَرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ؟ قَالُوْا : لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ قَالَ : فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ ، يَمْحُوا اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۰۴۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے نہر ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ نہاتا ہو کیا اس پر کوئی میل باقی رہے گا صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) کوئی میل نہیں باقی رہے گا، فرمایا کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ پانچوں نمازوں کے ذریعے تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۴۲): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلوات الخمس کفارۃ. صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاۃ لتمحی به الخطایا و ترفع به الدرجات۔

کلمات حدیث: هل یبقی من درنه شی: کیا اس کا میل کچیل باقی رہ جائے گا۔ درن: میل کچیل۔ جمع ادران۔

شرح حدیث: علامہ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص پر بہت میل کچیل ہو اور اس کا جسم بہت گندا ہو اور اس کے گھر کے دروازے کے سامنے ایک نہر بہہ رہی ہو اور وہ اپنے بدن پر اس میل کچیل کو دھونے اور صاف کرنے کے لیے دن میں روزانہ نہانا شروع کر دے تو اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی نہیں رہے گا جس طرح میل کچیل جسمی ہوتا ہے اسی طرح معنوی میل کچیل اور گندگی ہوتی ہے اور یہ معنوی اور غیر حسی میل کچیل اللہ کی نافرمانیوں، معصیتوں اور گناہوں کا میل ہوتا ہے یہ انسان کے وجود پر محیط ہو جاتا ہے اور اس کے نفس پر چھا جاتا ہے اور اس کے دل کو گھیر لیتا ہے اور دل سیاہ ہو جاتا ہے اس غیر حسی میل کو دور کرنے کا طریقہ پانچ وقت نمازوں کے لیے وضوء ہے، وضو سے تمام غیر محسوس میل دور ہو کر آدمی اسی طرح صاف ستھرا ہو جاتا ہے جس طرح نہر کے بہتے پانی میں روزانہ پانچ مرتبہ نہانے سے ظاہری اور محسوس میل کچیل دور ہو جاتا ہے، نفس پر چڑھے ہوئے میل کے پرت اترتے جاتے ہیں، دل کا زنگ دور ہو جاتا ہے، ناامیدی اور مایوسی کی جگہ امید اور رجاء ابھر آتی ہے، سینے سے بوجھ اتر جاتا ہے، پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں اور غم و آلام جاتے رہتے ہیں، کیونکہ غموم گناہوں سے پیدا ہوتے ہیں، جس قدر گناہ دور ہوتے جائیں گے اسی قدر ہموم و افکار فاسدہ ختم ہوتے جائیں گے اور جب اس وضوء کے بعد نماز پڑھے تو نماز تو نور ہے اس سے دل منور ہو جائے گا، قلب مضطر کو قرار آ جائے گا بے چین طبیعت مطمئن ہو جائے گی اور دنیا کی تاریکیوں اور گناہوں کی ظلمتوں سے گھبرایا ہوا آدمی عافیت پا جائے گا۔

﴿ أَلَا بِذِكْرِ ٱللَّهِ تَطْمَئِنُّ ٱلْقُلُوبُ ۞ ﴾ (۲۸)

(روضة المتقین: ۳/۸۵۔ فتح الباري: ۱/۴۷۲۔ شرح صحیح مسلم للنووي: ۵/۱۴۴)

****

گناہوں کو مٹانے میں پانچوں نمازوں کی مثال

۱۰۴۳۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْه قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ غَمْرٍ جَارٍ عَلىٰ بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلْغَمْرُ" : بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، اَلْكَثِيْرُ.

(۱۰۴۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی مثال اس گہری نہر کی سی ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے بہہ رہی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ (مسلم)

غمرۃ کے معنی کثیر پانی کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۰۴۳): صحیح مسلم، كتاب المساجد، باب المشى الى الصلاة تمحى به الخطايا وترفع به الدرجات.

کلمات حدیث: نهر جار غمر : بہت پانی والی بہتی ہوئی نہر، نہر کا پانی جس قدر زیادہ ہوگا اور جس قدر بہاؤ تیز ہوگا اسی قدر وہ میل کو دور کرنے میں مؤثر ہوگا۔ غمر غمراً (باب نصر) غمره الماء کثیر پانی نے اسے ڈھانپ لیا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ پانچ وقت کی نماز گناہوں کی معافی اور معصیتوں کے میل کچیل کے دور کرنے میں اس قدر مؤثر ہے جس طرح کسی گھر کے سامنے تیز اور گہرے پانی کی نہر بہہ رہی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ وقت نہاتا ہو تو اس کے جسم پر کوئی ظاہری میل باقی نہیں رہتا۔ یعنی ایمان اخلاص اور رضائے الٰہی کی نیت سے پانچ وقت کی نماز آدمی کو گناہوں کی گندگی کے میل اور نافرمانیوں کی گندگی سے بالکل پاک وصاف کر دیتی ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ١٤٤/٥ ـ روضة المتقين : ٨٦/٣ ـ دليل الفالحين : ٤٩٠/٣)

نماز گناہوں کو مٹاتی ہے

۱۰۴۴ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَه' فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ ، اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ فَقَالَ الرَّجُلُ : اِلَى هٰذَا؟ قَالَ : "لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۴۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو یہ بات بتائی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ طَرَفَيِ ٱلنَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ ٱلَّيْلِۚ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِۚ ﴾

"نماز قائم کرو، دن کے دونوں کناروں میں اور کچھ حصہ رات کو، بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔"

اس شخص نے عرض کیا کیا یہ حکم میرے لیے خاص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری ساری امت کے لیے ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۴۴): صحيح البخارى كتاب التفسير، سورة هود . صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب قوله تعالىٰ ان الحسنات يذهبن السيئات .

کلمات حدیث: طرفى النهار وزلفا من الليل : دن کے دونوں کناروں سے مراد فجر، ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں اور زلفا من اللیل سے مغرب اور عشاء۔

شرح حدیث: پانچ وقت نمازوں کی ادائیگی سے آدمی کے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں گویا وضوء اور نماز کی پابندی سے آدمی روزانہ گناہوں اور معصیتوں سے پاک ہوتا رہتا ہے اور اس کے وجود سے نافرمانیوں کا میل دھلتا رہتا ہے۔

جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک صاحب نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا۔ اور آپ ﷺ سے عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ﴾ اچھائیوں سے برائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ یعنی نمازوں سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ان صاحب نے دریافت کیا کہ یہ حکم صرف میرے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تمام امت کے لیے ہے۔

(نزهة المتقين : ٢/١٠١ ـ روضة المتقين : ٣/٨٦ ـ دليل الفالحين : ٣/٩٠)

نمازوں کے درمیانی اوقات گناہوں کے لیے کفارہ ہیں

۱۰۴۵۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ، كَفَارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ مَالَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۴۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ سے دوسرے جمعہ تک درمیانی عرصے کے لیے کفارہ ہیں، جب تک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۴۵): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان.

کلمات حدیث: مالم تغش الكبائر : جب تک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

شرح حدیث: پانچوں نمازیں اور دو جمعہ کے درمیان کا عرصہ آدمی کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے یعنی ہر دو نمازوں کے درمیان اور دو جمعہ کے درمیان کی خطائیں، لغزشیں اور گناہِ صغیرہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور ان کو درگزر کر دیا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ﴾

جب تک آدمی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے کیونکہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے بعد توبہ ضروری ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٣/١٠٠)

خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھی جانے والی نمازوں کی فضیلت

۱۰۴۶۔ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَامِنِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهٗ صَلٰوةٌ مَكْتُوْبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَ هَا، وَخُشُوْعَهَا، وَرُكُوْعَهَا، اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَالَمْ تُؤْتِ كَبِيْرَةٌ وَذٰلِكَ الدَّهْرُ كُلَّهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۴۶) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان فرض نماز کا وقت آنے پر اچھی طرح وضوء کرے اور اچھی طرح خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھے تو وہ نماز اس

ـے گناہوں کے لیے کفارہ بن جائے گی جب تک کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرلے اور ہمیشہ اسی طرح ہوتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۴۲): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء و الصلاة عليه.

کلماتِ حدیث: الدهر : طویل زمانہ، طویل عرصہ۔

شرح حدیث: مسلمان آدمی ایمان کے ساتھ حسن نیت کے ساتھ اور رضائے الٰہی کی نیت کے ساتھ وضوء کرتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتا ہے کہ اس کا دل بھی خاشع ہوتا ہے اور اس کے جوارح بھی اس کے سامنے عاجزی اختیار کیے ہوتے ہیں اور اسی طرح خشوع وخضوع کے ساتھ وہ اللہ کے سامنے جھک جاتا اور رکوع میں چلا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام صغیرہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں، جب تک کہ وہ کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرلے اور اللہ تعالیٰ کا مسلمان بندے سے یہ معاملہ ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اس حدیث میں گناہوں کی معافی سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، گناہِ کبیرہ کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۹۶/۳۔ روضة المتقين : ۸۷/۳۔ دليل الفالحين : ۴۹۱/۳)

الباب (۱۸۸)

بَابُ فَضْلِ صَلوٰةِ الصُبحِ وَالعَصرِ
صبح اور عصر کی نمازوں کی فضیلت

۱۰۴۷ . عَنْ اَبِیْ مُوسیٰ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وسَلَّم قَالَ : "مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

البردان : الصبح و العصر .

(۱۰۴۷) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو دو ٹھنڈی نمازیں پڑھتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔ (متفق علیہ) بردان صبح اور عصر کی نمازیں۔

تخریج حدیث (۱۰۴۷): صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الفجر. صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتي العصر و الصبح و المحافظة علیهما.

کلمات حدیث: البردان : تثنیہ ہے برد کا جس کے معنی ہیں ٹھنڈا اور سرد، مراد ہے دو ٹھنڈی نمازیں یعنی فجر اور عصر۔

شرح حدیث: جو مسلمان فجر اور عصر کی نمازوں کا اہتمام کرتا ہے اور ہر وقت ان میں حاضری کے بارے میں فکرمند رہتا ہے کہ صبح کی نماز کا وقت نیند کا وقت ہے ڈر ہوتا ہے کہ کہیں نیند غالب نہ آجائے اور عصر کی نماز کا وقت کاروبار اور عملی جدوجہد کا وقت ہوتا ہے تو ڈر ہوتا ہے کہ مصروفیت کی بناء پر نماز نہ موخر ہو جائے۔ جو شخص ان دونوں نمازوں کو اہتمام کے ساتھ ادا کرتا ہے تو یہ اس امر کی علامت ہے کہ وہ تمام نمازوں کا اہتمام کرتا ہے۔ ایسا شخص اللہ کی رحمت سے جنت میں جائے گا، یہ اشارہ ہے کہ اس مسلمان کا خاتمہ اللہ کے فضل سے ایمان واسلام پر ہوگا۔ (فتح الباري : ۴۸۹/۱۔ ارشاد الساري : ۲۲۳/۲۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۱۴/۵)

نمازِ فجر وعصر کی پابندی کرنے والا جہنم سے محفوظ رہے گا

۱۰۴۸ . وَعَنْ اَبِیْ زُهَیْرٍ عُمَارَةَ بْنِ رُوَیْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَنْ یَلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلَّی قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا" یَعْنِی الْفَجْرَ، وَالْعَصْرَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۴۸) حضرت ابوزہیر عمارۃ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ہرگز جہنم میں نہ جائے گا جو سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھتا ہے۔ یعنی فجر اور عصر۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۴۸): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح و العصر و المحافظة علیهما

راوی حدیث: حضرت ابوزہیر عمارۃ بن رویبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تہذیب میں فرماتے ہیں کہ یہ صحابی رسول ہیں کوفہ میں آ کر بس گئے تھے اور ۷۰ھ کے بعد تک حیات رہے ان سے نو احادیث مروی ہیں۔

(دليل الفالحين : ٣/٤٩٢)

کلمات حدیث: لن يلج النار احد : کوئی شخص ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا۔ ولج ولوجاً (باب ضرب) داخل ہونا۔

شرح حدیث: جو مسلمان ان دونوں نمازوں یعنی فجر اور عصر کا اہتمام کرے اور ان کی حفاظت کرے وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔
عبداللہ بن فضالہ روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں تعلیم دی اور اس تعلیم میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''پانچوں نمازوں کی حفاظت کرو'' میں نے عرض کیا کہ میں کافی کاموں میں مشغول رہتا ہوں آپ ﷺ مجھے کسی امر جامع کا حکم دیجیے جس پر عمل کرنا میرے لیے کافی ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عصرین کی حفاظت کرو۔ یہ لفظ ہمارے لہجے میں نہ تھا اس لیے میں نے عرض کیا عصرین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا طلوع شمس سے پہلے کی نماز اور غروب شمس سے پہلے کی نماز۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فجر اور عصر کے زائد اہتمام کا اس لیے فرمایا کہ فجر کی نماز نیند کے غلبہ کے وقت ہے اور عصر کی نماز کاروباری مصروفیات کا وقت ہے۔ اور صبح کے وقت دن کے فرشتے اترتے ہیں اور عصر کے وقت رات کے فرشتے اترتے ہیں اور بندوں کے اعمال کا گوشوارہ لے کر اوپر جاتے ہیں۔ اس لیے ان دونوں وقت کی نمازوں کی حفاظت اور ان کا زائد اہتمام دراصل پانچوں نمازوں کے اہتمام اور ان کی محافظت کی دلیل ہے۔ اور اس لیے ان کی حفاظت کرنے والا جنت میں جائے گا۔ (روضة المتقين : ٣/ ٩٠۔ دليل الفالحين : ٣/٤٩٢)

فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی امان میں ہے

١٠٣٩. وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَانْظُرْ يَاابْنَ اٰدَمَ لَايَطْلُبَنَّكَ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(١٠٣٩) حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز صبح پڑھتا ہے وہ اللہ کی امان میں رہتا ہے۔ اے ابن آدم! احتیاط کر کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تجھ سے اپنے ذمہ (امان) کے بارے میں سوال کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١٠٣٩): ذمة الله : اللہ کی حفاظت اور اس کی امان۔ لا يطلبنك : اللہ تجھ سے مطالبہ نہ کرے؟ اللہ تم سے محاسبہ نہ کرے کہ تم میری حفظ وامان میں تھے تم نے اس کو بھی توڑ ڈالا اور میرے ذمہ کی بھی خلاف ورزی کی۔

شرح حدیث: جس مسلمان نے فجر کی نماز پڑھی وہ اللہ کے حفظ وامان میں داخل ہو گیا اسے چاہیے کہ وہ اللہ کے حفظ وامان ہی میں رہے اور کوئی کام ایسا نہ کرے جس سے وہ اس عہد اور ذمہ سے نکل جائے اور اللہ کے یہاں اس سے باز پرس کی جائے کہ اس نے اللہ کے ذمہ کو کیوں توڑ دیا اور اس کی عطا کردہ حفظ وایمان سے کیوں نکل گیا۔ اسی طرح ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اس شخص کے حفظ وامان میں خلل نہ ڈالے کہ اس کے ساتھ کسی طرح کی کوئی زیادتی کرے اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے اللہ کے حفظ وامان کو توڑنے پر اس کے مؤاخذے سے

ڈرنا چاہیے۔ (روضة المتقین : ۳/ ۹۰۔ دلیل الفالحین : ۳/ ۴۹۳)

نمازِ فجر وعصر میں فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے

۱۰۵۰. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْکُمْ مَلَائِکَةٌ بِاللَّیْلِ وَمَلَائِکَةٌ بِالنَّهَارِ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ فَیَسْاَلُهُمُ اللّٰهُ. وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ : تَرَکْنَا هُمْ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ، وَاَتَیْنَاهُمْ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۱۰۵۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پاس روز وشب کے فرشتے باری باری آتے رہتے ہیں، اور یہ رات دن کے فرشتے نماز فجر اور نماز عصر میں جمع ہوتے ہیں۔ وہ فرشتے جنہوں نے تمہارے درمیان رات گزاری اوپر چلے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں حالانکہ وہ فرشتوں سے زیادہ جانتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم انہیں اس حال میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تب بھی وہ نماز میں مصروف تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۵۰): صحیح البخاری، کتاب المواقیت . صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظة علیهما .

کلمات حدیث: یتعاقبون : باری باری آتے ہیں۔ یعرج : چڑھتے ہیں۔ عرج عروجاً (باب فتح وسمع) چڑھنا۔ معراج : رسول اللہ ﷺ کا آسمانوں پر تشریف لے جانا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کے وہ فرشتے جو انسانوں کی نگرانی پر مامور ہیں، صبح وشام بدلتے رہتے ہیں۔ دن کے فرشتے صبح کی نماز میں پہنچ جاتے ہیں، اس وقت رات کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں، اسی طرح رات کے فرشتے عصر میں آتے ہیں اور اس وقت دن کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں یعنی فجر اور عصر ان دونوں کے دوران رات ودن کے دونوں فرشتے موجود ہوتے ہیں اور جب اوپر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو وہ جواب دیں گے جب ہم گئے تھے تو جب بھی وہ نماز میں تھے اور جب ہم واپس آئے اس وقت بھی وہ نماز میں تھے۔ اس بناء پر ان دونوں اوقات کی نمازوں کے اہتمام اور ان کی محافظت کا حکم فرمایا گیا ہے۔ نیز ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد ارزاق تقسیم ہوتے ہیں اور شام (عصر) کے وقت لوگوں کے اعمال کا حساب لے کر اوپر جاتے ہیں۔

(فتح الباري : ۱/ ۴۸۲۔ ارشاد الساري : ۲/ ۲۰۵۔ روضة المتقین : ۳/ ۹۱۔ شرح صحیح مسلم : ۵/ ۱۱۲)

جنت میں دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا

۱۰۵۱. وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ :كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ . اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَاتَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَاتُضَامُوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَاتُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ، لَيْلَةَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ.

(۱۰۵۱) حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے چاند کی چودھویں رات تھی۔ آپ ﷺ نے چاند کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ بے شک تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت نہیں ہے اگر تمہیں طاقت ہے تو سورج کے نکلنے سے پہلے کی نماز اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے کی نماز میں مغلوب نہ ہو جاؤ، بلکہ ان نمازوں میں ضرور حاضر ہو۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے چودھویں کے چاند کو دیکھا۔

تخریج حدیث (۱۰۵۱): صحيح البخاري، كتاب المواقيت، باب فضل صلاة الفجر . صحيح مسلم، كتاب التوحيد .

کلماتِ حدیث: ليلة البدر : چودھویں شب، بدر کو بدر اس لیے کہتے ہیں کہ چودھویں شب میں چاند جلد طلوع ہوتا ہے۔ لا تضامون : تمہیں کوئی دقت اور مشقت پیش نہیں آتی۔

شرحِ حدیث: مؤمنین کو اللہ کا دیدار نصیب ہوگا وہ دیدار جو اللہ کی صفات کمال کے لائق ہے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ تم اپنے رب کو عیاناً دیکھو گے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا روزِ قیامت ہم اپنے رب کو دیکھیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں چودھویں کی شب چاند کو دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! فرمایا کہ اسی طرح تم اپنے رب کو بھی دیکھو گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ ﴾

''کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔''

فرمایا کہ نمازِ فجر اور عصر کا اہتمام اور ان کی زائد محافظت کرو۔ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مقصودِ حدیث یہ ہے کہ ان دونوں نمازوں کی حفاظت اور ان کا زیادہ اہتمام اہل ایمان کو دیدارِ الٰہی کا استحقاق عطا ہونے کا سبب ہے، صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ نے اس کے بعد یہ آیت پڑھی:

﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿٣٩﴾ ﴾ (ق:۳۹)

(فتح الباري : ٤٨١/١ ـ ارشاد الساري : ٢٥٤/٢ ـ روضة المتقين : ٩١/٣ ـ دليل الفالحين : ٤٩٥/٣)

نمازِ عصر چھوڑنے کی نحوست

۱۰۵۲. وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ تَرَكَ صَلوٰةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُه" . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ!

(۱۰۵۲) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نمازِ عصر چھوڑ دی اس کے اعمال برباد ہوگئے۔(بخاری)

تخریج حدیث(۱۰۵۲): صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب من ترک صلاة العصر .

کلماتِ حدیث: فقد حبط عمله : اس کا عمل برباد ہوگیا۔اس کا عمل بے کار گیا۔ حبط حبطاً (باب سمع) ضائع ہونا، بے کار رہو جانا۔

شرح حدیث: جس نے نمازِ عصر عمداً ترک کردی جیسا کہ حضرت ابوالدرداء سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عمداً نمازِ عصر ترک کی یہاں تک کہ وہ اس سے فوت ہوگئی (وقت نکل گیا) تو اس کا عمل حبط ہوگیا۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عمداً نمازِ عصر چھوڑ دی یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اس کا گویا اہل اور مال سب کچھ برباد ہوگیا۔

ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حبط عمل سے مراد نقص عمل ہے یعنی جس وقت فرشتے عمل اوپر لے کر جاتے ہیں اس وقت اس کا عمل ناقص ہونے کی بناء پر وہ اسے اوپر نہیں لے جاتے۔قرآن کریم میں ہے:

﴿ حَٰفِظُواْ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ ﴾

''نمازوں کی محافظت کرو اور نمازِ عصر کی محافظت کرو۔''(البقرۃ:۲۳۸)

چونکہ نمازِ عصر رفع عمل کا وقت ہے اور جس نے عصر کی نماز نہیں پڑھی اس کا عمل ناقص ہوگیا اور نقصانِ عمل کی بناء پر وہ اس دن کی پیشی میں پیش نہ ہو سکا۔ واللہ اعلم

(فتح الباري : ۱/ ۴۸۱۔ ارشاد الساري : ۲/ ۲۵۳۔ روضة المتقين : ۳/ ۹۳۔ دليل الفالحين : ۳/ ۴۹۶)

البَابُ (۱۸۹)

بَابُ فَضْلِ الْمَشْيِ اِلَى الْمَسَاجِدِ
مساجد کی طرف چل کر جانے کی فضیلت

مسجد میں پابندی سے حاضری دینے والوں کے لیے خوشخبری

۱۰۵۳. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسَاجِدِ اَوْرَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ فِی الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا اَوْرَاحَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۱۰۵۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو یا شام کو مسجد کی طرف چلا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے مہمانی تیار کرتے ہیں ہر صبح وشام اس کے جانے کے وقت۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۵۳): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل من غدا الی المسجد ومن راح. صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاۃ لتمحی به الخطایا وترفع به الدرجات

کلمات حدیث: من غدا الی المسجد أوراح : جو صبح کو یا شام کو مسجد گیا۔ غدا : صبح کے وقت کوئی کام کیا۔ راح : شام کے وقت کوئی کام کیا۔ غدوۃ : صبح کا وقت۔ روحۃ : شام کا وقت۔

شرح حدیث: مسجد اللہ کا گھر ہے جو اللہ کے گھر جائے گا اس کی مہمان نوازی ہوگی۔ یعنی ہر وقت جب مسجد میں نماز کے لیے جائے اس کے لیے جنت میں مہمان نوازی تیار کر کے رکھی جائے گی کہ جب وہ جنت میں پہنچے گا تو وہ اس مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوگا۔

(فتح الباري : ۱/۵۲۹۔ ارشاد الساري : ۲/۳۰٤۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ٥/١٤٥)

مسجد کی طرف اٹھنے والے ہر قدم پر گناہ معاف ہوتا ہے

۱۰۵۴. وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ تَطَهَّرَ فِیْ بَیْتِهٖ ثُمَّ مَضٰی اِلٰی بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ لِیَقْضِیَ فَرِیْضَةً مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ كَانَتْ خُطُوَاتُهٗ اِحْدَاهَا تَحُطُّ خَطِیْئَةً وَالْاُخْرٰی تَرْفَعُ دَرَجَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۵۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کیا پھر وہ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف روانہ ہوا تا کہ اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کو ادا کرے تو اس کے ہر قدم رکھنے سے ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور دوسرا قدم رکھنے سے ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۵۴): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاۃ تمحی به الخطایا وترفع به الدرجات.

کلماتِ حدیث: خطواته :خطوات خطوۃ کی جمع ،ایک قدم ،جتنی مرتبہ وہ مسجد کو جانے کے لیے قدم اٹھاتا ہے ایک مرتبہ میں اس کا ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور دوسرا قدم اٹھانے پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

شرح حدیث: جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضوء کیا اور صرف نماز کے لیے مسجد کی طرف جاتا ہے تاکہ مسجد میں فرض نماز ادا کرے تو اس کے ہر پہلے قدم پر اس کی ایک خطا معاف ہو جاتی ہے اور ہر دوسرے قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔حضرت عقبہ بن عامر سے مروی حدیث میں ہے کہ اس کے ہر قدم پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ١٤٤/٥ ـ روضة المتقین : ٩٥/٣)

مسجد میں پیدل حاضری کا شوق

١٠٥٥ . عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ :كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، لَااَعْلَمُ اَحَدًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ، وَكَانَتْ لَاتُخْطِئُهٗ صَلٰوةٌ فَقِيْلَ لَهٗ: لَوِاشْتَرَيْتَ حِمَارًا لِتَرْكَبَهٗ فِي الظُّلْمَاءِ وفِي الرَّمْضَآءِ قَالَ : مَايَسُرُّنِيْ اَنَّ مَنْزِلِيْ اِلىٰ جَنْبِ الْمَسْجِدِ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ يُكْتَبَ لِيْ، مَمْشَايَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَرَجُوْعِيْ اِذَا رَجَعْتُ اِلىٰ اَهْلِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"قَدْجَمَعَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١٠٥٥) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انصاری صحابی تھے میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو ان سے زیادہ دور سے مسجد آتا ہو،اس کے باوجود کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ نماز میں نہ پہنچے ہوں۔کسی نے ان سے کہا کہ آپ ایک گدھا خرید لیتے تاریکی اور گرمی کے وقت اس پر سوار ہو جاتے۔انہوں نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ میرا گھر مسجد کے قریب ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مسجد میں آنا لکھا جائے اور میرا واپس گھر جانا لکھا جائے ،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے اس کے لیے یہ سب اجر و ثواب جمع فرما دیا۔(مسلم)

تخریج حدیث(١٠٥٥): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل کثرة الخطا الی المساجد.

کلماتِ حدیث: رمضاء : گرمی کی شدت۔ ظلماء : تاریکی،اندھیرا۔

شرح حدیث: ایک صحابی رسول ﷺ تھے جن کا گھر مسجد سے بہت دور تھا اور مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق وہ پانچوں نمازوں میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا کرتے تھے تاکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھیں۔کسی نے ان سے کہا کہ ایک گدھا خرید لیں تاکہ گرمی میں یعنی ظہر کی نماز کے وقت اور تاریکی میں یعنی فجر اور عشاء کی نمازوں کے لیے اس پر سوار ہو سکیں اور راستے میں سانپ وغیرہ کا بھی ڈر نہ ہو۔انہوں نے کہا کہ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ میرا گھر مسجد کے ساتھ ہو جائے بلکہ یہی چاہتا ہوں کہ اسی طرح پیدل نمازوں کے لیے آتا اور واپس جاتا رہوں اور میرے مسجد کی طرف اٹھنے والے قدم اور واپس جانے کے لیے اٹھنے والے قدم لکھے جاتے

رہیں اوران کا اجروثواب مجھے ملتا رہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا یہ سب اجروثواب اللہ کے یہاں جمع ہوگیا۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ١٤٣/٥ ـ روضة المتقين : ٩٥/٣ ـ دليل الفالحين : ٤٩٨/٣)

نمازیوں کے نشانات قدم لکھے جاتے ہیں

١٠٥٦ . وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَارَادَ بَنُوْسَلِمَةَ اَنْ يَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ بَلَغَنِيْ اَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ قَالُوْا : نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَرَدْنَا ذٰلِكَ، فَقَالَ "بَنِيْ سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ فَقَالُوْا مَايَسُرُّنَا اَنَّا كُنَّا تَحَوَّلْنَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مَعْنَاهُ مِنْ رِوَايَةِ انَسٍ.

(١٠٥٦) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد کے پاس کچھ زمین خالی ہوئی تو بنوسلمہ نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں یارسول اللہ ہمارا یہی ارادہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے بنی سلمہ! اپنے ہی گھروں میں رہو تمہارے آثار قدم لکھے جاتے ہیں، اپنے ہی گھروں میں رہو تمہارے آثار قدم لکھے جاتے ہیں۔ یہ ارشاد سن کر بنوسلمہ نے کہا کہ اب ہمیں یہ پسند نہیں ہے کہ ہم مسجد کے قریب منتقل ہوں۔ (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے ہم معنی حدیث حضرت انس سے روایت کی ہے)

تخریج حدیث(١٠٥٦): صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الاحتساب من الآثار. صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل كثرة الخطا الى المساجد.

کلمات حدیث: البقاع : جمع بقعة . جگہ، قطعۂ زمین۔

شرح حدیث: بنوسلمہ مدینہ منورہ کے انصار کا خاندان ہے۔ یہ مدینہ منورہ کے نواحی علاقے میں مسجد نبوی سے دور رہتے تھے۔ مسجد نبوی کے آس پاس کی کچھ زمین خالی ہوئی تو بنوسلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے گھر فروخت کر کے مسجد نبوی کے قریب آباد ہو جائیں تاکہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں منتقل ہونے سے منع فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ مسجد کی طرف اٹھنے والے ہر قدم پر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ مدینہ منورہ کی نواحی بستیاں خالی ہو جائیں۔ بنوسلمہ نے کہا کہ اب ہمیں یہی پسند ہے کہ ہم اپنے سابق گھروں میں رہیں اور مسجد کو جانے میں اٹھنے والے اپنے قدموں کا اجروثواب حاصل کریں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ١٤٣/٥ ـ فتح الباري : ٥٢٥/١ ـ ارشاد الساري : ٢٩٧/٢)

دور سے مسجد آنے والوں کو زیادہ ثواب ملتا ہے

۱۰۵۷۔ وعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہُ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسَلَّمَ " اِنَّ اَعْظَمَ النَّاسِ اَجْرًا فِی الصَّلوٰۃِ اَبْعَدُھُمْ اِلَیْھَا مَمْشًی فَاَبْعَدُھُمْ : وَالَّذِیْ یَنْتَظِرُ الصَّلوٰۃَ حَتّٰی یُصَلِّیَھَا مع الْاِمَامِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِّنَ الَّذِیْ یُصَلِّیْھَا ثُمَّ یَنَامُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

(۱۰۵۷) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کا ثواب سب سے زیادہ اس شخص کو ملے گا جو سب سے زیادہ فاصلہ سے چل کر آئے گا اور جو شخص نماز کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ وہ امام کے ساتھ نماز اداء کرلے اس شخص سے کہیں زیادہ ہے جو اکیلا نماز پڑھ کر سو جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۵۷): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الفجر فی جماعۃ. صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد.

کلماتِ حدیث: ابعدھم الیھا ممشی: جو سب سے زیادہ دور سے چل کر آتا ہے۔

شرحِ حدیث: جو مسلمان نماز باجماعت کے لیے مسجد چل کر آئے اس کے ہر قدم پر نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو شخص زیادہ دور سے چل کر آئے اس کی زیادہ نیکیاں لکھی جائیں گی اور وہ زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا اور جو شخص مسجد میں آکر نمازِ عشاء کا انتظار کرتا ہے اور نماز کو امام کے ساتھ باجماعت ادا کرتا ہے اس کا اجر و ثواب اس شخص سے بہت زیادہ ہے جو تنہا نماز پڑھ کر سو جائے۔

(فتح الباري : ۱/۵۲۴۔ ارشاد الساري : ۲/۲۹۴۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۵/۱۴۲)

* * * * * * * * * * * *

اندھیروں میں مسجد آنے والوں کو قیامت کے دن نور ملے گا

۱۰۵۸۔ وعَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہُ عنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسَلَّمَ قَالَ :" بَشِّرُوْا الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَی الْمَساجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیامَۃِ " رَوَاہُ اَبُوْداوٗد، والتِّرْمِذِیُّ.

(۱۰۵۸) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تاریکی میں مسجد کی طرف چل کر آنے والوں کو بشارت دیدو کہ روزِ قیامت ان کو نورِ تام حاصل ہوگا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

تخریج حدیث(۱۰۵۸): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی المشی الی الصلاۃ فی الظلم. الجامع للترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی فضل العشاء والفجر فی جماعۃ.

کلماتِ حدیث: المشائین : پیدل چل کر آنے والے۔ مشی مشیا (باب ضرب) پیدل چلنا۔

شرحِ حدیث: روزِ قیامت انسانوں کو تاریکیاں اور اندھیرے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوں گے اور کسی کو راستہ جھائی نہ دے گا

اس عالم میں جس کو روشنی حاصل ہوگی وہ اس کے اعمال کی روشنی ہے۔ان اعمال صالحہ میں سے ایک جن سے روزِ قیامت مؤمن کی راہیں روشن اور منور ہو جائیں گی تاریکی میں مسجد کی طرف پیدل چل کر جانا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو قیامت کی تاریکیوں میں مکمل روشنیوں کی خوش خبری سنا دو جو دنیا میں رات کی تاریکی میں مسجد کی طرف پیدل چل کر آتے ہیں، یعنی فجر اور عشاء کی نمازیں مسجد میں ادا کرتے ہیں۔

روزِ قیامت مکمل اور پوری روشنی اسے حاصل ہوگی جس کا ایمان مکمل اور اسلام تام ہوگا جو یقین کی دولت سے سرفراز ہوگا اور جو اعمالِ صالحہ کا خوگر ہوگا اور جس کا ایمان جس قدر کمزور ہوگا اور جس کا اعمالِ صالحہ کا زادِ راہ جس قدر خفیف ہوگا اس کا نور اسی قدر کم اور ہلکا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَوْمَ تَرَى ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَـٰتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَـٰنِهِم بُشْرَىٰكُمُ ٱلْيَوْمَ جَنَّـٰتٌ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَـٰرُ خَـٰلِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٢﴾ ﴾

”جس دن تم دیکھو گے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو کہ دوڑتی ہوئی چلتی ہوگی ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے داہنے۔خوش خبری ہے آج تم کو جنت کی جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ اس میں رہو، یہی ہے عظیم کامیابی۔“ (الحدید: ۱۲)

حدیث میں رات کی تاریکی میں فجر اور عشاء کی باجماعت مسجدوں میں ادائیگی کے لیے چل کر جانے والوں کو نورِ تام کی خوش خبری دی گئی ہے۔(تحفة الأحوذي : ۱۸/۲۔ روضة المتقين : ۹۸/۳۔ دليل الفالحين : ۵۰۰/۳)

****

۱۰۵۹۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَلَااَدُلُّكُمْ عَلیٰ مَايَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا بَلیٰ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ :"اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلیٰ الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ، وَاِنْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَالصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۵۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتلاؤں جس سے اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں مٹا دیں اور درجات بلند فرما دیں؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور فرمائیے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دشواریوں کے باوجود پوری طرح وضوء کرنا، مساجد کی طرف جانے میں زیادہ قدموں کا اٹھنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔یہی رباط ہے یہی رباط ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۵۹): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الاسباغ الوضوء على المكاره .

کلماتِ حدیث: اسباغ الوضوء : وضو کو اچھی طرح اور پوری طرح کرنا، کہ تمام اعضاءِ وضوء کا احاطہ ہو جائے اور وہ بخوبی دھل جائیں۔ مکارہ : مشقتیں، دشواریاں۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں ارشاد فرمایا کہ تین اعمالِ صالحہ ایسے ہیں جن سے خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اور درجات بلند فرما دیئے جاتے ہیں۔ پہلا عمل ہے حسنِ نیت اور اخلاص کے ساتھ مسنون طریقے پر وضو کرنا اور وضو کے پانی کو اعضاءِ وضوء پر اچھی طرح پہنچانا اور اس بات کی احتیاط ملحوظ رکھنا کہ کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے چنانچہ ایک حدیثِ مبارک میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ارشاد فرمایا ہے کہ

" ويل للأعقاب من النار ."

''پاؤں کی ایڑیوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔''

کیونکہ پاؤں کی ایڑیاں اکثر خشک ہوتی ہیں تو امکان ہوتا ہے کہ پانی اچھی طرح نہ پہنچ پائے اس لیے تنبیہ فرمائی کہ ایڑیوں کا بطورِ خاص خیال رکھو کہ کہیں خشک نہ رہ جائیں۔

دوسرا عمل ہے مسجد کی جانب کثرت سے اٹھنے والے قدم، کہ ہر قدم پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

تیسرا عمل ہے، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار۔ فرمایا کہ یہ رباط حقیقی ہے یہ نفس کے ساتھ جہاد ہے اور نفس کے ساتھ جہاد جہادِ اکبر ہے۔

رباط کے معنی ہیں جہاد میں سرحد پر مورچہ بند ہونا اور سرحدوں کی دشمنوں سے حفاظت کرنا اور اپنے آپ کو جہاد کے لیے تیار رکھنا ایک حدیث میں اسے جہادِ اصغر اور نفس کے ساتھ جہاد کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے کہ نفس کے ساتھ جہاد دائمی اور مستقل ہے یعنی اپنے آپ کو شیطانی وساوس سے محفوظ رکھنا اور نفسانی خواہشات سے بچانا اور ہر وقت اپنے آپ کو اعمالِ صالحہ کے لیے آمادہ اور تیار رکھنا۔ حدیث میں مذکور ان تین اعمال کو رباطِ حقیقی کہا گیا ہے۔

یہ حدیث (۱۳۵) اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے۔

(روضة المتقين : ۹۷/۳ ـ نزهة المتقين : ۱۰۸/۲ ـ دليل الفالحين : ۵۰۰/۳)

جو مسجد میں کثرت کے ساتھ آتا ہے اس کے ایمان کی گواہی دو

۱۰۶۰ . وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاشْهَدُوْا لَه' بِالْاِيْمَانِ" قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ "اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَاللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" الاٰيَةُ' رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۱۰۶۰) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو مسجد کی طرف سے کثرت سے آتا دیکھو تو اس کے صاحبِ ایمان ہونے کی گواہی دو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ﴾

''اللہ کی مساجد کو وہ آباد رکھتے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔''

ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث(۱۰۶۰): الجامع للترمذی، باب التفسير، باب من سورة التوبة .

کلمات حدیث: يعتاد المساجد : مساجد کثرت سے آتا ہے۔ مسجد میں حاضری کا اہتمام کرتا ہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہے کہ جو شخص مسجد میں کثرت سے آتا ہو، اور مسجد میں زیادہ وقت گزارتا ہو، مسجد سے اس کا تعلق زیادہ ہو۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ سات افراد ہیں جن کو اللہ اپنے سایۂ رحمت میں لے گا جب کوئی اور سایہ نہ ہوگا سوائے اس کے سائے کے۔ ان سات میں ایک فرد وہ ہے جس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ: " قلبه معلق بالمساجد ." اس کا دل مسجدوں میں اٹکا ہوا ہو علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں يعتاد المساجد کی جگہ يتعاهد المساجد آیا ہے جس کا مفہوم زیادہ عام ہے اور جس میں مسجد سے ہر نوع کا تعلق داخل ہے یعنی مسجد بنانا، مسجد کی مرمت و اصلاح اور مسجد کا انتظام و انصرام اور مسجد میں اعتکاف و عبادت اور کثرت سے مسجد کی طرف آنا وغیرہ۔ ان میں سے ہر کام عبادت ہے اور ہر کام اس حدیث کے مفہوم میں داخل ہے۔ (دليل الفالحين : ۵۰۱/۳ ۔ تحفة الأحوذي : ۴۰۲/۷)

(۱۹۰) الثانی

بَابُ فَضْلِ اِنْتِظَارِ الصَّلٰوۃِ
انتظارِ صلاۃ کی فضیلت

انتظار کرنے والے کو نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے

۱۰۶۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَایَزَالُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوۃٍ مَادَامَتِ الصَّلٰوۃُ تَحْبِسُه' لَایَمْنَعُه' اَنْ یَنْقَلِبَ اِلٰی اَهْلِه اِلَّاالصَّلٰوۃُ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۱۰۶۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی نماز ہی میں رہتا ہے جب تک نماز اس کو روکے رکھے اور کوئی شئے اس کو اپنے گھر جانے میں مانع نہ ہو سوائے نماز کے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۶۱): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ . صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاۃ الجماعۃ و انتظار الصلاۃ.

کلمات حدیث: ما دامت الصلاۃ تحبسه : جب تک نماز روکے رکھے۔ حبس حبسا (باب ضرب) روکنا۔

شرح حدیث: جو شخص مسجد میں بیٹھا ہوا نماز کا انتظار کرتا ہے وہ مستقل نماز ہی میں ہے یعنی اس کو نماز ہی کا اجر و ثواب ملتا رہے گا جب تک نماز نے اسے روکا ہوا ہو اور اسے گھر جانے میں کوئی اور امر مانع نہ ہو۔ سوائے اس کے کہ وہ نماز کے انتظار میں ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ بعض صحابہ کرام نماز پڑھ کر دوسری نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اے معشر المسلمین تمہیں بشارت ہو تمہارے رب نے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا اور فرشتوں کے سامنے تمہاری ثنا فرمائی اور فرمایا کہ دیکھو یہ میرے بندے ہیں ایک فرض ادا کر کے دوسرے فرض کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ غرض جو شخص ایک نماز پڑھ کر دوسری نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھا رہے اسے اس طرح اجر و ثواب ملتا رہے گا جیسے وہ یہ سارا وقت نماز میں رہا ہو۔

(فتح الباری : ۵۲۶/۱۔ ارشاد الساری : ۳۰۰/۲۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۴۱/۵)

نماز کے انتظار کرنے والوں کے حق میں فرشتے دعا کرتے ہیں

۱۰۶۲۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْمَلَائِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ مَالَمْ یُحْدِثْ، تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

(۱۰۶۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس آدمی کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں جو نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی جب تک وہ بے وضوء نہ ہو۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ اس کی

مغفرت فرمادے اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۰۶۲): صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة.

کلمات حدیث: مالم يحدث: جب تک حدث نہ کرے، یعنی جب تک بے وضوء نہ ہو جائے۔ یا ہاتھ یا زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔

شرح حدیث: مسلمان جب ایک نماز پڑھ کر دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے اور اللہ کی تسبیح اور تحمید میں اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے تو فرشتے مستقل اس کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں اے اللہ اس کو معاف فرمادے اے اللہ اس پر رحم فرما۔ (فتح الباري: ۱/۵۲٦۔ ارشاد الساري: ۲/۳۰۰)

جماعت کے انتظار میں بیٹھنے کی فضیلت

۱۰۶۳۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَّرَ لَيْلَةً صَلوٰةَ الْعِشَاءِ اِلىٰ شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ بَعْدَ مَاصَلّٰى فَقَالَ: "صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوْا وَلَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلوٰةٍ مُنْذُ انْتَظَرْتُمُوْهَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۰٦۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز نصف شب تک مؤخر فرمادی نماز سے فارغ ہو کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم جس وقت سے نماز کا انتظار کر رہے ہو نماز ہی میں ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۰۶۳): صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب وقت العشاء الى نصف الليل.

کلمات حدیث: شطر الليل: آدھی رات۔ ثم أقبل علينا بوجهه: پھر اپنے چہرہ ہماری طرف فرمایا اور ہماری طرف متوجہ ہوئے۔

شرح حدیث: ایک شب رسول اللہ ﷺ نے نماز عشاء میں نصف شب تک تاخیر فرمائی۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں نصف لیل کی وضاحت موجود ہے اور نماز سے فارغ ہو کر صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم جس وقت سے نماز کا انتظار کر رہے ہو اس وقت سے لے کر نماز سے فارغ ہونے تک تم نماز ہی میں تھے اور نماز کا اجر و ثواب مستقل تمہارے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہا۔

(فتح الباري: ۱/۵۲۲۔ ارشاد الساري: ۲/۲۹۱۔ شرح صحيح مسلم للنووي: ۵/۱٤۱)

الباب (١٩١)

بَابُ فَضْلِ صَلوٰةِ الْجَمَاعَةِ

نمازِ باجماعت کی فضیلت

١٠٦٤. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :" صَلوٰةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِنْ صَلوٰةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً " "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ".

(١٠٦٤) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جماعت سے پڑھی جانے والی نماز تنہا نماز سے ستائیس درجہ افضل ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٠٦٤): صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاۃ الجماعة. صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاۃ الجماعة.

کلماتِ حدیث: الفذ : تنہا، اکیلا۔ صلاۃ الفذ : تنہا نماز، اکیلے بغیر جماعت کے نماز۔

شرحِ حدیث: باجماعت نماز کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب تنہا (منفرد) کی نماز سے ستائیس گنا زیادہ ہے۔ مقصود حدیث یہ ہے کہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ باجماعت نماز کا اہتمام کرلے اور فرائض کو منفرداً اور تنہا ادا نہ کرے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ جماعت کی نماز فرد کی نماز سے ٢٥ درجہ زیادہ ہے، ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعۂ وحی پہلے ٢٥ درجات زائد ہونے کی اطلاع دی گئی ہو اور بعدازاں امتِ مسلمہ پر فضل فرماتے ہوئے ستائیس درجہ فرمادیا گیا۔

(فتح الباری : ١/٥٢٢۔ ارشاد الساری : ٢/٢٨٩)

جماعت کی نماز کا ثواب ٢٥ گنا زیادہ ہوتا ہے

١٠٦٥. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "صَلوٰةُ الرَّجُلِ فِيْ جَمَاعَةٍ تُضَعَّفُ عَلىٰ صَلوٰتِهِ فِيْ بَيْتِهِ وَفِيْ سُوْقِهِ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا، وَذٰلِكَ اَنَّهُ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَايُخْرِجُهُ اِلَّا الصَّلوٰةُ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ، فَاِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَادَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ مَالَمْ يُحْدِثْ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَايَزَالُ فِيْ صَلوٰةٍ مَاانْتَظَرَ الصَّلوٰةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

(١٠٦٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی وہ نماز جو اس نے جماعت میں

پڑھی ہو اس نماز سے جو اس نے اپنے گھر میں یا بازار میں پڑھی ہو پچیس گنا زیادہ ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اس نے اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد کی طرف روانہ ہوا اور سوائے نماز کے مسجد کی طرف جانے کی اور کوئی غرض نہ ہو اس حال میں وہ جو قدم اٹھائے گا اس کا ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک خطا معاف کردی جائے گی اور نماز پڑھنے کے بعد وہ جب تک اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بیٹھا رہے گا تو جب تک حدث لاحق نہ ہو فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہیں گے اور کہتے رہیں گے اے اللہ! اس پر رحم فرما اے اللہ! اس پر مہربان ہو جا اور جب تک وہ دوسری نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز ہی میں رہتا ہے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۰۶۵): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل الفجر فی جماعة . صحیح مسلم، کتاب مساجد، باب فضل صلاة الجماعة .

کلمات حدیث: تضعف : دوگنا کردی جاتی ہے۔ ضعف تضعیفا (باب تفعیل) دگنا کرنا۔

شرح حدیث: باجماعت نماز تنہا نماز سے پچیس درجہ زیادہ ہے اور یہ اس لیے کہ آدمی اچھی طرح سنن کے مطابق وضوء کر کے صرف دائے نماز کے لیے گھر سے نکلتا ہے اس کے ہر ہر قدم پر دس نیکیاں ملتی ہیں پھر ملائکہ اس کے لیے دعاء اور استغفار کرتے ہیں اور پھر جب تک وہ نماز کی جگہ بیٹھا تسبیح واستغفار کرتا ہے اور دوسری نماز کے انتظار میں رہتا ہے تو اسے اس تمام وقت میں نماز ہی کا اجر وثواب ملتا ہے۔

غرض حدیث مبارک باجماعت مسجد میں نماز کی ادائیگی کی فضیلت کے بیان پر مشتمل ہے۔ اور ان سب امور کی بناء پر جو حدیث میں بیان ہوئے ہیں مسلمان کو چاہیے کہ وہ مسجد میں باجماعت نماز کا اہتمام کرے اور اس کی پابند کرے۔ باجماعت نماز احناف کے نزدیک واجب ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ اکثر احناف کے نزدیک باجماعت نماز واجب ہے۔

(فتح الباري : ۱/۳۳۹۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۵/۱۲۸۔ فتح القدیر شرح الهدایة)

نابینا کو بھی جماعت کے ساتھ نماز کی تاکید

۱۰۶۶ . وَعَنْهُ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَعْمٰى فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَيْسَ لِيْ قَائِدٌ يَقُوْدُنِيْ اِلَى الْمَسْجِدِ، فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُرَخِّصَ لَهٗ فَيُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِهٖ، فَرَخَّصَ لَهٗ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ: "هَلْ تَسْمَعُ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ: "فَاَجِبْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۶۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو مجھے مسجد تک لے جائے اور رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے، آپ ﷺ نے اولاً انہیں اجازت دیدی۔ جب وہ واپس جانے لگے تو انہیں بلایا اور پوچھا کہ کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو اس نے کہا کہ ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اذان کا جواب دو۔ (یعنی مسجد میں نماز ادا کرو) (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۶۶): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب یجب اتیان المسجد علی من سمع النداء .

کلمات حدیث: لیس لی قائد یقودنی : میرے پاس کوئی آدمی نہیں ہے جو مجھے لے کر مسجد آئے۔ قاد قیادۃ (باب نصر) کسی کے آگے چلنا اور دوسرے کا اس کے پیچھے چلنا۔ قائد : رہنما جمع قواد .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک نابینا صاحب آئے ،ابوداؤد کی روایت میں وضاحت ہے کہ وہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تھے ،انہوں نے عرض کیا کہ نابینا ہوں اور نماز کے لیے لے جانے والا بھی کوئی نہیں ہے آپ ﷺ نے اولاً انہیں رخصت عطا فرمائی پھر آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ وہ کیا اذان کی آواز سنتے ہیں انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں مسجد میں آ کر نماز پڑھنا چاہیے۔امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے اجازت مرحمت فرمائی لیکن بعد میں آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ آ سکتے ہیں تو آپ ﷺ نے رخصت واپس لے لی۔امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ اجازت واپس لینے کے بارے میں آپ ﷺ کو وحی آ گئی ہو اس لیے آپ ﷺ نے اجازت واپس لے لی یا آپ ﷺ نے ان کے حق میں اس بات کو بہتر خیال فرمایا کہ رخصت پر عمل کرنے کی بجائے عزیمت پر عمل کریں یعنی مسجد میں آ کر باجماعت نماز ادا کریں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۳۲/۵ ۔ روضة المتقین : ۱۰۵/۳ ۔ دلیل الفالحین : ۷/۳)

جماعت میں حاضری کی تاکید

۱۰۶۷ . وعَنْ عَبْدِاللّٰهِ وَقِيْلَ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ الْمَعْرُوْفِ بِابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمِ الْمُؤَذِّنِ رضی اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِ وَالسِّبَاعِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ فَحَيَّهَلًا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

وَمَعْنٰى "حَيَّهَلًا" : تَعَالَ.

(۱۰۶۷) حضرت عبداللہ اور کہا گیا عمرو بن قیس جو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہیں نے بیان کیا کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مدینہ منورہ میں سانپ اور درندے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح سنتے ہو تو پھر مسجد میں آؤ۔(ابوداؤد نے بسند حسن روایت کیا) تعال کے معنی ہیں آ جاؤ۔

تخریج حدیث(۱۰۶۷): سنن ابی داؤد ، کتاب الصلاۃ، باب فی التشدید فی ترک الجماعۃ .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ صحابی تھے اور نابینا تھے۔مکہ میں مسلمان ہوئے اور مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ ۱۳ مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی نیابت میں نمازوں کے امام رہے۔دو یا تین روایات منقول ہیں۔خلافت فاروقی میں انتقال فرمایا۔

(الاصابة)

کلمات حدیث: حیہلا : آؤ جلدی کرو۔یہ دو لفظ ہیں۔حی : بمعنی آؤ۔ ہلا : جلدی کرو۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نے عرض کیا کہ میں نابینا ہوں اور مسجد آتا ہوا ڈرتا ہوں کہ کوئی موذی جانور مجھے نقصان نہ پہنچائے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم حی علی الصلاۃ سنتے ہو پھر ضرور مسجد میں آؤ۔یعنی جو شخص اذان کی آواز سنے تو باوجود عذر کے بھی مسجد میں آکر باجماعت نماز میں شرکت کرے۔ (روضة المتقين : ۱۰۶/۳ ۔ دليل الفالحين : ۵۰۸/۳)

جماعت چھوڑنے پر وعید

۱۰۶۸ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْتَطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۰۶۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کی جائیں اور لکڑیاں جمع کر لی جائیں پھر میں نماز کا حکم دوں اور اذان دی جائے پھر ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں خود ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز سے پیچھے رہ گئے اور ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۶۸): صحيح البخاری، كتاب الاذان . صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة الجماعة .

کلمات حدیث: هممت : میں نے پکا ارادہ کیا۔ هم هماً (باب نصر) ارادہ کرنا۔ اخالف : نماز میں شرکت نہ کروں اور ان کے گھروں کی طرف جاؤں جو نماز میں نہیں آئے۔

شرح حدیث: نماز باجماعت کی اہمیت کس قدر ہے اس کا اندازہ اس حدیث مبارک سے ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو باجماعت نمازوں کی ادائیگی کے لیے مسجد میں نہیں آتے۔آپ ﷺ نے اس امر کا اظہار ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو بلا کسی عذر کے جماعت کے ساتھ نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے اور یہ ان منافقین کے بارے میں ہے جو فجر اور عشاء میں حاضر نہ ہوتے تھے چنانچہ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز زیادہ گراں ہے۔ نیز اس کی تصریح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ جو نماز میں نہ آتا تھا وہ وہی ہوتا تھا جس کا نفاق سب کو معلوم ہوتا تھا۔نماز باجماعت کی احادیث میں اس قدر تاکید کی گئی ہے اور اس حاضری پر اس قدر زور دیا گیا ہے کہ بعض فقہاء نے نماز باجماعت کو فرض کہا ہے، الا یہ کہ کوئی عذر ہو، احناف کے نزدیک واجب ہے۔

(فتح الباري : ۵۲۰/۱ ۔ ارشاد الساري : ۲۸۶/۲ ۔ دليل الفالحين : ۵۰۹/۳)

جماعت کے ساتھ نماز اداء کرنا سنن ہدیٰ میں سے ہے

۱۰۶۹. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : "مَنْ سَرَّه' اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ تَعَالیٰ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلىٰ هٰؤُلَآءِ الصَّلَوٰتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ، فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِه، لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُوْمُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتىٰ بِه يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَه' قَالَ: "اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى، وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلٰوةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ."

(۱۰۶۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ وہ مسلمان ہو، وہ ان نمازوں کی حفاظت کرے جب ان کے لیے اذان دی جائے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سنن ہدی مقرر فرمائی ہیں اور یہ نمازیں سنن ہدی میں سے ہیں۔ اگر تم اس طرح گھروں میں نماز پڑھنے لگو جس طرح کوئی پیچھے رہ جانے والا پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت ترک کر کے گمراہ ہو جاؤ گے۔ ہم نے اپنے زمانے میں لوگوں کو دیکھا کہ کوئی بھی جماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا سوائے اس کے کہ جو منافق ہوتا تھا اور اس کا نفاق معلوم ومشہور ہوتا تھا۔ حد تو یہ کہ کسی کو اس حال میں لایا جاتا کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان سہارا لیے ہوئے ہوتا اور اسے لا کر صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔ (مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سنن ہدیٰ کی تعلیم دی اور ان سنن ہدیٰ میں سے ایک یہ ہے کہ اس مسجد میں نماز ادا کی جائے جس میں اذان دی جاتی ہو۔

تخریج حدیث(۱۰۶۹): صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب صلاة الجماعة من سنن الهدى.

کلماتِ حدیث: المتخلف : پیچھے رہ جانے والا۔ تخلف تخلفا (باب تفعل) پیچھے رہ جانا۔

شرحِ حدیث: نماز باجماعت کی انتہائی بلیغ انداز میں تاکید کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ نماز باجماعت کا اہتمام ہر اس مسلمان پر لازم ہے جو حالتِ اسلام میں اللہ کے حضور میں حاضر ہونا چاہتا ہو وہ ہر حال میں باجماعت نماز میں حاضری کی سعی کرے کہ یہ باجماعت نماز کی حاضری سنن ہدیٰ میں سے ہے اور اگر سب لوگ بغیر جماعت گھروں میں نماز پڑھنے لگیں تو یہ گمراہی ہے اور سنتِ رسول ﷺ کا ترک ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ دورِ صحابہ میں تو باجماعت نماز سے وہی پیچھے رہتا تھا جس کا منافق ہونا معلوم ومشہور ہوتا تھا۔

سنن ھدیٰ : ہدیٰ کے معنی ہدایت کے ہیں اور سنن سنت کی جمع ہے جس کے معنی ہیں رسول اللہ ﷺ کا مقرر فرمایا ہوا طریقہ، اس طرح سنن ہدیٰ کے معنی ہوئے وہ طریقے جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائے اور جن کو اختیار کرنا امت کے لیے لازم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جو اعمال وافعال اس طور پر فرمائے کہ بعد میں امت کے لوگ ان پر عمل کریں وہ تمام اعمال وافعال سنن ہدی ہیں، ان میں سے جن اعمال کی تاکید کی گئی ہے وہ سنن مؤکدہ ہیں اور جن کی تاکید نہیں کی گئی وہ سنن غیر مؤکدہ ہیں۔ اصولی طور پر رسول اللہ ﷺ کے تمام اعمال وافعال کی اتباع اور پیروی لازم ہے کہ قرآن کریم نے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کو لازم قرار دیا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۳۳/۵۔ روضة المتقین : ۱۰۸/۳۔ دلیل الفالحین : ۵۱۰/۳)

جنگل میں بھی جماعت کے ساتھ نماز کا اہتمام کریں

۱۰۷۰. وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَامِنْ ثَلاثَةٍ فِيْ قَرْيَةٍ وَلَابَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلوٰةُ اِلَّا قَدِاسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ. فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، فَاِنَّمَا يَاكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ". رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

(۱۰۷۰) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بستی یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور ان کے درمیان نماز قائم نہ ہوئی ہو تو شیطان ان پر غالب آ جاتا ہے۔ اس لیے تم پر جماعت لازم ہے۔ بھیڑیا اس بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے دور ہوتی ہے۔ (ابوداؤد نے بسند حسن روایت کیا)

تخریج حدیث (۱۰۷۰): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب في التشديد فی ترك الجماعة .

کلمات حدیث: قرية : بستی جمع قری، بدو : جنگل۔ استحوذ عليه الشيطان : شیطان ان پر غالب آ گیا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں نماز باجماعت کی تاکید ہے کہ جہاں جس بستی میں یا جنگل میں تین مسلمان موجود ہوں انہیں چاہیے کہ وہ باجماعت نماز ادا کریں، اگر انہوں نے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ لی تو وہ گویا اسلامی نظم اور اجتماعیت سے نکل گئے، نماز باجماعت مسلمانوں کی اخوت اور اجتماعیت کا ایک اعلیٰ ترین مظہر ہے۔ اس اجتماعیت سے علیحدہ ہو کر شیطان کو غلبہ پانے اور تسلط جمانے کا موقع مل جاتا ہے کہ بھیڑیا اس بکری کو شکار کرتا ہے جو گلے سے علیحدہ ہو گئی ہو۔

(روضة المتقین : ۱۰۹/۳۔ دلیل الفالحین : ۵۱۱/۳۔ نزهة المتقین : ۱۱٤/۲)

البَابُ (۱۹۲)

بَابُ الْحَثِّ عَلٰى حُضُوْرِ الْجَمَاعَةِ فِي الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ
فجر اور عشاء کی جماعت میں حاضری کی ترغیب

****

۱۰۷۱. عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ صَلَّى الْعِشَآءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّه'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ شَهِدَ الْعِشَآءَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَ لَه' قِيَامُ نِصْفِ لَيْلَةٍ وَمَنْ شَهِدَ الْعِشَآءَ وَالْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَ لَه' كَقِيَامِ لَيْلَةٍ" قَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۱۰۷۱) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت سے ادا کی اس نے گویا آدھی رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز با جماعت پڑھ لی اس نے گویا تمام رات نماز پڑھی۔(مسلم)

ترمذی کی روایت جو حضرت عثمان بن عفان سے مروی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی عشاء کی نماز میں حاضر ہوا تو اس کو آدھی رات کے قیام کا ثواب ہے اور جس نے عشاء اور فجر کی نماز با جماعت ادا کی اسکے لیے پوری رات کے قیام کا ثواب ہے۔(ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ روایت حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۰۷۱): صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة العشاء و الصبح في جماعة. الجامع للترمذي، كتاب الصلاة، باب ما جاء في فضل العشاء و الفجر في جماعة .

کلمات حدیث: قیام اللیل : رات کو کھڑا ہونا یعنی رات کو نماز پڑھنا، نماز شب، تہجد۔

شرح حدیث: عشاء اور فجر کی نمازیں با جماعت مسجد میں ادائیگی کا اس قدر اجر و ثواب ہے جیسے کوئی شخص ساری رات نماز میں اور تہجد میں رہے۔ حدیث مبارک میں فجر اور عشاء کی نماز کو مسجد میں با جماعت پڑھنے کی فضیلت اور اس کا اعلیٰ ترین مرتبہ بیان ہوا اور اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ مسلمان کو صبح اور عشاء کی نماز با جماعت مسجد میں ادا کرنا چاہیے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو عشاء اور فجر کی نمازوں کا اجر و ثواب معلوم ہو جائے تو وہ ضرور آئیں چاہے انہیں گھسٹ کر آنا پڑے اور ایک اور روایت میں ہے جسے طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راویت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عشاء کی نماز با جماعت مسجد میں ادا کی اور پھر مسجد سے نکلنے سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں تو اس کی یہ رات لیلۃ القدر کے برابر ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ١٣٤/٥ ـ تحفة الأحوذي : ١٦/٢)

١٠٧٢ . وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَافِى الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ.

(۱۰۷۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ عشاء اور صبح کی نماز میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور آئیں خواہ وہ گھسٹ کر ہی آئیں ۔ (متفق علیہ)

اس سے پہلے یہ حدیث مفصل گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث(۱۰۷۲): صحيح البخارى، كتاب صلاة الجماعة، باب فى فضل التهجد . صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب التسوية الصفوف و اقامتها .

کلمات حدیث: لأتوهما ولو حبواً : وہ ضرور ان دونوں نمازوں میں آتے خواہ انہیں گھٹنوں کے بل آنا پڑتا یا گھسٹ کر آنا پڑتا، یعنی اگر بیمار اور معذور بھی ہوتے تو بھی مسجد میں ان دونوں نمازوں کے لیے حاضر ہو جاتے ۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں نماز عشاء اور نماز فجر میں باجماعت مسجد میں حاضری کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب فضل الاذان میں (۱۰۴۵) میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين : ۱۱۱/۳ ـ دليل الفالحين : ۵۱۳/۳)

١٠٧٣ . وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَيْسَ صَلوٰةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنْ صَلوٰةِ الْفَجْرِ وَالْعِشَآءِ وَلَوْيَعْلَمُوْنَ مَافِيْهِمَا لَاتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۷۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافقین پر کوئی نماز فجر اور عشاء سے زیادہ بھاری نہیں ہے اور اگر انہیں علم ہو جائے کہ ان نمازوں میں کس قدر اجر و ثواب ہے تو وہ ضرور آئیں اگر چہ گھسٹ کر آئیں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۷۳): صحيح البخارى، كتاب الاذان، باب فضل العشاء فى الجماعة . صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة العشاء و الصبح في جماعة .

کلمات حدیث: أثقل : زیادہ بوجھل، زیادہ وزنی۔ ثقل : بوجھ وزن، جمع اثقال ۔

شرح حدیث: جس کا دل ایمان و یقین سے خالی اور جس کا قلب اللہ کی یاد سے معمور نہ ہو اس کے لیے ہر نماز بھاری اور دشوار ہے اور نماز عشاء اور نماز فجر تو اور بھی دشوار ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَلَا يَأْتُونَ ٱلصَّلَوٰةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ ﴾

''نمازوں میں منافقین سستی اور کاہلی کے ساتھ آتے ہیں۔''

اہل اسلام کو چاہیے کہ مساجد میں باجماعت نمازوں کا اہتمام کریں اور ذوق وشوق کے ساتھ اور جذبۂ ایمانی کے ساتھ مساجد میں حاضر ہوں تا کہ کوئی ظاہری سی اور معمولی سی مشابہت بھی منافقین کے ساتھ نہ ہو اور نمازِ فجر اور نمازِ عشاء کی مسجد میں باجماعت ادائیگی تو کمال ایمان کی علامت ہے بنا بریں ان دونوں نمازوں کے لیے مسجد میں حاضری اور باجماعت ادائیگی بہت ضروری ہے۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ سے واضح ہے۔

(فتح الباري : ۵۲۶/۱ ـ ارشاد الساري ء ۲۹۸/۲ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۳۱/۵)

الباب (۱۹۳)

بَابُ الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ وَالنَّهْيِ الْاَكِيْدِ وَالْوَعِيْدِ الشَّدِيْدِ فِيْ تَرْكِهِنَّ

فرض نمازوں کی محافظت اوران کے ترک کی ممانعت اور شدید وعید

۲۷۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿ حَـٰفِظُوا۟ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''تم نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔'' (البقرة:۲۳۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں فرمایا کہ نماز پنجگانہ کی حفاظت کرو یعنی انہیں وقت پر تمام آداب وسنن کی رعایت کے ساتھ مسجد میں باجماعت ادا کرو اور خاص طور پر درمیانی نماز کا خیال رکھو۔ درمیانی نماز عصر کی نماز ہے، یہ وقت دنیاوی کاموں کی مصروفیات کا ہوتا ہے اس لیے زیادہ اہتمام سے ذکر فرمایا کہ کہیں غفلت نہ ہو جائے۔ (تفسير عثماني)

۲۷۷. وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿ فَإِن تَابُوا۟ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا۟ سَبِيلَهُمْ ﴾

اور فرمایا کہ:

''اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔'' (التوبة:۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا کہ جو کافر ایمان لے آئے اور توبہ کرلے اور نماز قائم کرلے اور زکوٰۃ ادا کرے ان سے کوئی تعرض نہ کرو۔ اب وہ تمہارے دینی بھائی بن چکے ہیں یعنی مسلمان اور غیر مسلم میں وجۂ امتیاز نماز ہے اور ایمان اور کفر میں حدِ فاصل نماز ہے۔ کسی غیر مسلم کے مسلمان ہو جانے پر اس کے اسلام پر اعتماد تین باتوں پر موقوف ہے ایک توبہ دوسرے اقامت الصلاة اور تیسرے اداءِ زکوٰۃ جب تک ان باتوں پر عمل نہ ہو محض کلمہ پڑھ لینے سے ان کا اسلام قابل اعتماد تصور نہ ہوگا۔ مانعینِ زکوٰۃ کے بارے میں قتال پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے استدلال کیا تھا۔ (تفسير عثماني۔ معارف القرآن)

نماز کو اس کے وقت پر اداء کرنا افضل عمل ہے

۱۰۷۴. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: ''اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَيُّ؟ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ. قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۷۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وقت پر نماز کی ادائیگی میں نے کہا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک، میں نے کہا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ۔
(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۷۴): صحیح البخاری، کتاب المواقیت، باب فضل الصلاۃلوقتها. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الایمان باللّٰہ تعالیٰ افضل الایمان .

کلمات حدیث: أحب الی اللّٰہ : اللہ کو زیادہ پسند، اللہ کو زیادہ محبوب، اللہ کے یہاں زیادہ مقبول۔

شرح حدیث: نمازوں کو اپنے تمام سنن آداب کے ساتھ باجماعت مسجد میں ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ اور مقبول عمل ہے۔ نماز کے بعد درجہ افضلیت کا والدین کے حسن سلوک ان کی تابعداری اوران کی خدمت ہے اوراس کے بعد درجۂ فضیلت جہاد فی سبیل اللہ کو حاصل ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب بر الوالدین (۳۱۴) میں گزر چکی ہے۔

(روضۃ المتقین : ۳/۱۱۲۔ دلیل الفالحین : ۳/۵۱٤۔ نزھۃ المتقین : ۲/۱۱۵)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے

۱۰۷۵. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۰۷۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۷۵): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب دعاؤکم ایمانکم . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم بني الاسلام علی خمس .

کلمات حدیث: بني الإسلام علی خمس : اسلام پانچ باتوں پر قائم ہے۔ پانچ باتیں اسلام کی اساس ہیں۔ اسلام پانچ امور پر مبنی ہے۔

شرح حدیث: اسلام کو ایک مضبوط اور عظیم الشان عمارت سے تشبیہ دی گئی جس کے پانچ ستون ہیں، ان میں سے ہر ستون اس عمارت کی استواری قیام اور بقاء کے لیے اہم ہے، یہ پانچ بنیادی ستون ہیں جن پر یہ عمارت قائم ہے۔ شہادتین کا اقرار، نماز کا قیام،

ادائے زکوۃ، حج اور روزے۔ کسی کا ایمان اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک وہ ان پانچ باتوں کو نہ مانے اور ان پر دل سے عمل نہ کرے ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کفر ہے۔

یہ حدیث مبارک جوامع الکلم میں سے ہے اور اس میں بڑی خوبصورتی اور بڑی عمدگی اور انتہائی حسن کے ساتھ ارکانِ خمسہ کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اہل عرب کے خیمے پانچ ستونوں پر نصب ہوا کرتے تھے ایک درمیان میں اور چار کناروں پر، درمیانی ستون اور اصل ستون اقرار شہادتین ہے اور باقی چار ستون ارکانِ اربعہ ہیں۔

(فتح الباري : ۱/ ۲٤۰ـ شرح صحیح مسلم للنووي : ۱/ ۱۵۷ـ نزهة المتقین : ۲/ ۱۱۷)

کفر سے توبہ کر کے ایمان قبول کرنے سے جان و مال محفوظ ہو جاتا ہے

۱۰۷٦۔ وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَآءَ هُمْ، وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۷٦) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔ وہ یہ سب کام کریں تو ان کی جانیں اور ان کے مال مجھ سے محفوظ کیے گئے ہیں سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۷٦): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ. صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلوۃ .

کلمات حدیث: الناس : کافر مراد ہیں۔

شرح حدیث: بت پرست اور کافروں سے اس وقت تک قتال کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ اسلام میں داخل نہ ہو جائیں اور ان کے اسلام کی دلیل زبان سے شہادتین کا اقرار، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا اور اسلام کے احکام وفرائض کو ماننا اور ان پر عمل کرنا ہے۔ اسی طرح اسلام میں داخل ہو کر ان کے جان و مال کو تحفظ حاصل ہو جائے گا سوائے ان حقوق وفرائض کے جو اسلام نے مقرر کیے ہیں۔

یہ حدیث اس سے پہلے (حدیث ۳۹۱) میں بھی آئی ہے۔

دین کی تعلیم میں ترتیب وحکمت اختیار کی جائے

۱۰۷۷۔ وعن مُعاذٍ رضي اللّٰهُ عنهُ قَالَ : بعثني رَسُوْلُ اللّٰهِ صلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلَّم اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ

"اِنَّکَ تَاتِیْ قَوْمًا مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ فَادْعُهُمْ اِلٰی شَهَادَةِ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی افْتَرَضَ عَلَیْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی افْتَرَضَ عَلَیْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَآئِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَآئِهِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاِیَّاکَ وَکَرَآئِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَیْسَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ "مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ"

(۱۰۷۷) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف روانہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو انہیں سب سے پہلے شہادتین کی طرف بلانا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں تو ان کو اس بات کی طرف دعوت دینا کہ اللہ نے دن ورات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس بات کو تسلیم کر لیں تو ان کو دعوت دینا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی اور اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں تو ان کے عمدہ مال زکوٰۃ میں لینے سے احتراز کرنا اور مظلوم کی بد دعاء سے بچنا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۷۷): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ ۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ ۔

کلماتِ حدیث: اهل الكتاب : وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی، یعنی یہود ونصاریٰ۔

شرحِ حدیث: کفار کو اسلام کی دعوت دینا اور انہیں حق کی جانب بلانا فرض ہے اور تمام امت مسلمہ پر فرضِ کفایہ ہے اور ضروری ہے کہ ہر دور میں ایک جماعت ایسی ہو جو دین کی طرف دعوت دے اور تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے، نماز کی ادائیگی زکوٰۃ دینا ہر مسلمان پر فرض ہے اور غیر مسلم اسلام کے قبول کرنے کے بعد اس امر کا پابند ہو جائے گا کہ نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے۔ زکوٰۃ جس شہر کے مالداروں سے لی جائے اسی شہر کے فقراء میں تقسیم کی جائے اور جب تک اس شہر کے مستحقین کی ضرورت سے زائد نہ ہو دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے۔

عامل زکوٰۃ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ لوگوں کا عمدہ مال زکوٰۃ میں لے اور کسی پر ظلم کرے کہ مظلوم کی بد دعاء قبول ہوتی ہے۔

اس حدیث کی شرح باب تحریم الظلم (حدیث ۲۱۰) میں گزر چکی ہے۔

(نزهة المتقين : ۲/۱۱۸ . دليل الفالحين : ۳/۵۱۷)

ایمان وکفر کے درمیان حدِ فاصل نماز ہے

۱۰۷۸. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "اِنَّ بَیْنَ الرَّجُلِ وَبَیْنَ الشِّرْکِ وَالْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوةِ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۷۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

آدمی کے درمیان اور اس کے شرک اور کفر کے درمیان فاصل نماز کا چھوڑنا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۷۸): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلاۃ .

شرح حدیث: اسلام اور کفر کے درمیان فرق و امتیاز پیدا کرنے والی نماز ہے جس نے نماز چھوڑ دی گویا اس نے کفر کیا۔ اکثر علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی مسلمان نماز کے ترک کو جائز اور روا سمجھ کر چھوڑ دے تو گویا وہ کافر ہو گیا، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر عمداً کاہلی اختیار کرے اور نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ وقت نکل جائے تو اسے توبہ کرائی جائے گی اور اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ بعض علماء نے کہا کہ تارکِ صلاۃ کو مارا جائے تا آنکہ وہ نماز پڑھنے لگے۔ بعض حضرات نے اس موضوع کی احادیث کو ظاہر پر محمول کر کے تارکِ صلوٰۃ کو مطلقاً کافر کہا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تارکِ صلاۃ کو قید کیا جائے اور تعزیری سزا دی جائے۔

صحیح رائے یہ ہے کہ تارکِ صلاۃ کافر نہیں ہے کیونکہ کافر وہ ہے جو انکار کرے اور ترکِ صلاۃ انکار نہیں ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس نے پانچوں وقت نماز ادا کی اور کوئی نماز ضائع نہیں کی تو اس کے لیے اللہ کے یہاں وعدہ ہے کہ اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور جو ان نمازوں کو ادا نہ کرے تو پھر اللہ پر کوئی عہد نہیں ہے وہ چاہے معاف کر دے اور چاہے عذاب دے۔ یہ حدیث نص ہے کہ ترکِ صلوٰۃ کفر نہیں ہے اور شرک سے کمتر گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے گا معاف فرما دے گا۔

غرض حدیث میں بہت شدید سرزنش اور تنبیہ ہے کہ ترکِ صلوٰۃ کو کوئی مسلمان معمولی بات نہ سمجھے بلکہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس کا اہتمام کرے اور ہر حالت میں نماز باجماعت مسجد میں ادا کرے۔ مزید تفصیل آئندہ حدیث میں آ رہی ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۲/۶۲۔ روضة المتقین : ۳/۱۱٤۔ نزهة المتقین : ۳/۱۱۸)

نماز چھوڑنے سے کافر ہو جاتا ہے

۱۰۷۹ . وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۱۰۷۹) حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ عہد جو ہمارے اور کافروں کے درمیان امتیاز پیدا کرتا ہے وہ نماز ہے جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۱۰۷۹): الجامع للترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی ترك الصلاۃ .

کلمات حدیث: العهد : وعہد، پیمان، معاہدہ۔

شرح حدیث: العهد الذی بيننا وبينهم . علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "ھم" کی ضمیر منافقین کی طرف اشارہ ہے اور یہاں ان کے جان و مال کے تحفظ کو اس امر سے تشبیہ دی ہے جس سے معاہدہ باقی رہتا ہے مقصد یہ ہے کہ احکامِ ظاہری کے ان پر جاری

ہونے میں مسلمانوں کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اور یہ مشابہت اسی صورت میں برقرار رہ سکتی ہے جب کہ وہ جماعت کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ نمازیں ادا کریں اور ظاہری احکام کی اسی طرح پیروی کریں جس طرح مسلمان کرتے ہیں اور اگر وہ نماز کو چھوڑ دیں تو ان کا حکم دیگر کفار کی طرح ہے۔علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ضمیر ھم عام ہو اور مسلمان اس میں داخل ہوں۔

اس موضوع سے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایات منقول ہیں۔طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عمداً نماز چھوڑی اس نے علانیہ کفر کیا۔اور ابو یعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی کڑیاں اور دین کے قواعد تین ہیں، انہی پر اسلام کی بنیادیں قائم ہیں، جس نے ان میں سے کسی ایک کو ترک کیا وہ کافر ہے اور حلال الدم ہے۔لا الہ الا اللہ کی شہادت، فرض نماز اور رمضان کے روزے۔

علاوہ بریں حضرت عبداللہ بن شقیق عقیلی سے مروی ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کسی عمل کا ترک کفر نہیں سمجھا جاتا تھا، سوائے نماز کے اس اثر کے ظاہر معنی یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ترک صلاۃ کو کفر سمجھتے تھے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب نیل الاوطار میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے باب حجة من کفر تارك الصلاة اور ترک صلوٰۃ کے موضوع پر تفصیل سے کلام کیا ہے جس کی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تلخیص کی ہے۔وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل اسلام کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر کوئی تارک صلاۃ نماز کے وجوب کا بھی منکر ہو تو وہ کافر ہے۔اور اگر سستی اور کاہلی سے ترک صلوٰۃ کا مرتکب ہوتا ہے لیکن اس کی فرضیت کا قائل ہے تو اس کے بارے میں فقہاء کی آراء میں اختلاف ہے۔جمہور سلف اور خلف اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے اگر توبہ کرلے تو درست ورنہ حداً قتل کیا جائے اور ایک جماعت کی رائے میں یہ کافر ہے اور یہ رائے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے دو اقوال میں سے بھی ایک قول ہے۔یہی رائے عبداللہ بن مبارک اور اسحاق بن راہویہ کی ہے اور بعض اصحاب شافعی رحمہ اللہ کے یہاں بھی یہ رائے مقبول ہے۔اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور جماعت اہل کوفہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب میں مزنی کی رائے یہ ہے کہ کافر نہیں ہے اور قتل نہیں کیا جائے بلکہ قید کیا جائے اور تعزیری سزا دی جائے یہاں تک کہ نماز پڑھنے لگے۔

(تحفة الأحوذي: ۷/ ۴۰۵۔ شرح صحیح مسلم للنووي: ۲/ ۶۰۔ روضة المتقین: ۳/ ۱۱۵۔ نزهة المتقین: ۲/ ۱۱۹)

صحابۂ کرام نماز کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے

۱۰۸۰. وَعَنْ شَقِيقِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ التَّابِعِيِّ الْمُتَفَقِ عَلٰى جَلَالَتِهٖ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَرَوْنَ شَيْئًا مِنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهٗ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِي كِتَابِ الْاِيْمَانِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

(۱۰۸۰) شقیق بن عبداللہ جلیل القدر تابعی کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے اصحاب کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہیں سمجھتے تھے سوائے نماز کے۔ (ترمذی نے کتاب الایمان میں بسند صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۱۰۸۰): الجامع للترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی ترك الصلاة .

شرح حدیث: صحابہ کرام کے زمانے میں یہ تصور نہیں تھا کہ مسلمان ہوتے ہوئے کوئی نماز نہ پڑھے اگر کوئی نماز کے لیے مسجد میں حاضر نہ ہوتا تو وہی ہوتا جس کا نفاق معلوم ومشہور ہوتا۔ متعدد احادیث سے نماز کا اسلام اور کفر میں فرق وامتیاز ہونا واضح ہے کہ نماز ہی بتلاتی ہے کہ یہ آدمی مسلم ہے۔

تارکِ صلوٰۃ کے بارے میں تفصیلی احکام گزشتہ احادیث کی شرح میں بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں ان کا مختصر سا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان تارک صلوٰۃ ہونے کے ساتھ فرضیتِ نماز کا منکر ہو تو وہ باجماع امت کافر ہے اور ملتِ اسلام سے خارج ہے۔ لیکن اگر تارک صلوٰۃ اس کی فرضیت کا قائل ہو اور سستی کی بناء پر نہ پڑھتا ہو تو امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک وہ کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر توبہ نہ کرے تو حداً قتل کیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ وہ کافر ہے اور یہی ایک رائے امام احمد بن حنبل سے منقول ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہ اسے کافر قرار دیا جائے گا اور نہ قتل کیا جائے گا بلکہ سزائے قید ہوگی اور تعزیری سزا ہوگی، یہاں تک کہ نماز پڑھنے لگے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ٦١/٢ ـ تحفة الأحوذي : ٤٠٦/٧)

سب سے پہلے نماز کا حساب

۱۰۸۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ اَوَّلَ مَایُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُه،، فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَتِهٖ شَیْءٌ قَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ! اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَیُکَمَّلُ بِهَا مَاانْتَقَصَ مِنَ الْفَرِیْضَةِ، ثُمَّ تَکُوْنُ سَآئِرُ اَعْمَالِهٖ عَلیٰ هٰذَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

(۱۰۸۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلا عمل جس کا روزِ قیامت حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر وہ درست ہوئی تو وہ کامیاب وکامران ہوا اور اگر وہ خراب ہوئی تو وہ ناکام ونامراد ہوا۔ اگر اس کے فرائض میں سے کوئی چیز کم ہوئی تو اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ دیکھو میرے اس بندے کے کچھ نوافل بھی ہیں کہ ان سے فرض کی کمی تلافی کر دی جائے۔ پھر اس کے تمام اعمال کا اسی طرح حساب ہوگا۔ (ترمذی)

تخریج حدیث(۱۰۸۱): الجامع للترمذی، باب ما جاء عن اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة الصلوٰة .

کلماتِ حدیث: اول ما یحاسبه علیه : اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے جس حق کا سب سے پہلے حساب ہوگا۔

شرح حدیث: اسلام میں داخل ہونے کے بعد نماز اوّل ترین اور اہم ترین فریضہ ہے اور اس امر کی علامت ہے کہ آدمی اسلام لا کر

اللہ کی بندگی میں اور اس کی عبودیت میں داخل ہو گیا کہ اللہ کو ایک معبود ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ماننے والے نے اللہ واحد کی عبودیت قبول کر لی اور عبودیت کا نمایاں ترین اظہار اور سب سے پہلا اور سب سے بے ساختہ اظہار معبود کے سامنے سر جھکا دینا ہے۔ اسی لیے روزِ قیامت سب سے پہلے جس عمل کا حساب ہوگا وہ نماز ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ روزِ قیامت سب سے پہلے حساب انسانی جان کے تلف کرنے کا ہوگا۔ الجری فرماتے ہیں کہ ان دونوں احادیث میں جمع کی صورت یہ ہے کہ نماز حق اللہ ہے اور قتلِ نفس حق العبد ہے، حق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور حق العبد میں سب سے پہلے قتلِ نفس کا حساب ہوگا۔

جس کی نماز صحیح ہوگی اور نقص سے پاک ہوگی یعنی جس کی نماز سنت کے مطابق اور آداب صلوٰۃ کے موافق ہوگی وہ مقبول ہوگی اور اگر کوئی نقص ہوگا تو وہ اس کی نوافل سے پورا کیا جائے گا اور اس شخص کو کامیاب اور سرفراز قرار دیا جائے گا۔

﴿ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾

حدیث مبارک سے نماز کی فضیلت اور اللہ کے یہاں اور یوم الحساب میں اس کی اہمیت کی وضاحت ہوتی ہے اور اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ نوافل کی کثرت اور ازدیاد چاہیے تا کہ اللہ کے یہاں حساب کے وقت نمازوں کی کمی اور نقص کی تلافی نوافل سے ہو سکے اور اس کے ساتھ ہی نوافل درجات کی بلندی کا سبب بن جائیں۔

(تحفة الأحوذي : ٢/٤٧٦ ۔ روضة المتقين : ٣/١١٦ ۔ دليل الفالحين : ٣/٥١٩)

البَابُ (۱۹٤)

بَابُ فَضْلِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ وَالْاَمْرِ بِاِتْمَامِ الصُّفُوْفِ الْاُوَلِ وَتَسْوِيَتِهَا وَالتَّرَاصِّ فِيْهَا

صفِ اوّل میں نماز کی فضیلت پہلی صفوں کے اتمام، صفوں کے برابر کرنے اور مل کر کھڑے ہونیکا حکم

۱۰۸۲۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تصُفُّ الْمَلَآئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ " فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَآئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ قَالَ : "يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوَلَ وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۸۲) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے بناتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! فرشتے اپنے رب کے سامنے کیسے صفیں بناتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۸۲): صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الامر بالسكون فی الصلاة.

کلمات حدیث: تصفون : تم صفیں بناتے ہو۔ يتراصون فی الصف : صف میں مل کر قریب قریب کھڑے ہوتے ہیں اور درمیان میں جگہ نہیں چھوڑتے۔ رص رصاً (باب نصر) باہم جوڑنا، ملانا، پیوستہ ہونا۔

شرح حدیث: فرشتے بارگاہ الٰہی میں صفیں بنا کر کھڑے ہوتے ہیں اور باہم ایک دوسرے سے مل کر اس طرح کھڑے ہوتے ہیں کہ درمیان میں جگہ اور خلا باقی نہ رہے۔ اسی طرح نمازوں کی صفوں میں چاہیے کہ تمام نمازی باہم مل کر کھڑے ہوں اور درمیان میں خلا نہ چھوڑیں۔ سب برابر ہوں آگے پیچھے نہ ہوں اور پہلے پہلی صف کو مکمل کریں اور پھر دوسری اور اسی طرح تمام صفیں درست، سیدھی اور باہم ملی ہوئی ہونی چاہئیں۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ١٢٧/٤۔ روضة المتقين : ١١٨/٣۔ دليل الفالحين : ٥٢١/٣)

صفِ اوّل میں نماز کی فضیلت

۱۰۸۳۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَوْيَعْلَمُ النَّاسُ مَافِي النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۸۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان اور صفِ اوّل کا کیا ثواب ہے پھر اگر انہیں صفِ اوّل میں کھڑے ہونے کا موقع اس کے سوا نہ ملے کہ وہ قرعہ اندازی کریں تو وہ ضرور قرعہ اندازی بھی کریں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۸۳): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الاستهام فی الاذان. صحیح مسلم، کتاب

الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف .

کلماتِ حدیث: النداء : اذان ۔ ثم لم یجدوا إلا أن یستھموا : پھر اگر وہ کوئی طریقہ نہ پائیں سوائے اس کے کہ قرعہ اندازی کریں ۔ استفھام : قرعہ اندازی ۔

شرحِ حدیث: اذان دینے اور صفِ اوّل میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کا اس قدر عظیم ثواب اور اس قدر بڑا اجر ہے کہ اگر لوگوں کو اس اجر وثواب کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو جائے تو وہ اس فضیلت کے حصول میں باہم مقابلہ اور مسابقت کریں اور اگر اس فضیلت کے حصول کا ماسوا قرعہ اندازی کے کوئی طریقہ باقی نہ رہے تو قرعہ اندازی کر کے اذان دینے اور صفِ اوّل میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا موقع حاصل کریں ۔ (دلیل الفالحین : ۵۲۲/۳ ۔ نزھۃ المتقین : ۱۲۱/۲) اس سے پہلے بھی یہ حدیث (۱۰۳۳) گزر چکی ہے ۔

مردوں کی بہترین صف پہلی صف ہے

۱۰۸۴ ۔ وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا، وَشَرُّهَا اٰخِرُهَا . وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَآءِ اٰخِرُهَا، وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۸۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مردوں کی صفوں میں سب سے بہتر سب سے پہلی صف اور سب سے بری سب سے آخری ہے اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر آخری ہے اور سب سے بری سب سے پہلی ہے ۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۸۴): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا .

شرحِ حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ مردوں کے لیے سب سے زیادہ اجر وثواب اور خیر و برکت پہلی صف میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا ہے اور اس کے بعد درجہ بدرجہ صفیں ہیں اور مردوں کے لیے سب سے کم اجر وثواب والی صف سب سے آخری صف ہے اور عورتوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کہ سب سے پچھلی صف میں ان کا کھڑا ہونا زیادہ بہتر ہے اور زیادہ باعث خیر ہے یعنی ان میں اور مردوں میں جس قدر فاصلہ ہو وہ خوب تر ہے ۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ احادیث میں صفِ اول کی جو فضیلت آئی ہے وہ اس صف کے بارے میں ہے جو امام سے متصل اور اس کے فوراً پیچھے ہوتی ہے خواہ اس صف میں کھڑا ہونے والا کوئی نمازی پہلے آیا ہو یا بعد میں ۔ غرض حدیث مبارک میں مسجد میں جلد آنے اور صفِ اوّل میں جگہ پانے کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے اور اس فضیلت کے حصول کی ترغیب دلائی گئی ہے ۔ (نزھۃ المتقین : ۱۲۱/۲ ۔ شرح صحیح مسلم : ۱۳۳/٤)

مسلسل پچھلی صف میں نماز پڑھنے والوں کے لیے وعید

۱۰۸۵ ۔ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِالْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى

فِیۡ اَصۡحَابِهٖ تَاَخُّرًا فَقَالَ لَهُمۡ : "تَقَدَّمُوۡا فَأْتَمُّوۡا بِیۡ وَلۡیَأْتَمَّ بِكُمۡ مَّنۡ بَعۡدَكُمۡ، لَايَزَالُ قَوۡمٌ يَتَاَخَّرُوۡنَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ . رَوَاهُ مُسۡلِمٌ.

(۱۰۸۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ کچھ صحابہ پیچھے ہٹ رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ آگے بڑھو اور میری اقتداء کرو تمہارے بعد آنے والے تمہاری اقتداء کریں گے اور لوگ پیچھے ہٹتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ انہیں پیچھے ہٹادے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۸۵): صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف واقامتها .

کلمات حدیث: تأخراً : نماز کی صفوں میں پیچھے ہوجانا۔ فأتموا بی : میری اقتداء میں نماز پڑھو۔

شرح حدیث: صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ مسجد کے ایک گوشے میں کچھ اصحاب دیکھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے قریب آجاؤ اور نماز میں اور حصولِ علم میں میری اقتداء کرو، تاکہ تمہارے بعد والے تمہاری اقتداء کریں اور اسی طرح دین اور نماز کا طریقہ اور علم اگلوں سے پچھلوں تک پہنچے اور پچھلے اپنے اگلوں کی اقتداء اور پیروی کریں۔

نماز کی صفیں امام کے ساتھ شروع ہوں اور پہلی صف میں اور تمام صفوں کے درمیان تین ذراع سے زیادہ فاصلہ نہ ہو اور اہل فضل و صلاح امام کے پیچھے کھڑے ہوں، پہلی صف کے لوگ حرکات وانتقالاتِ نماز میں امام کی اقتداء کریں اور پچھلی صفوں کے لوگ اگلی صفوں کے لوگوں کی اقتداء کریں۔

لوگ اگر صفِ اول کے اجر وثواب سے اور اس کی فضیلت سے پیچھے رہیں گے اور علم دین اور نورِ نبوت ﷺ سے پیچھے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں پیچھے ہٹادے گا۔ یعنی نمازوں کی صف اول میں شرکت کے لیے سبقت کرنے والے اور علم دین کے حصول اور اس پر عمل میں سبقت کرنے والے ہی اللہ کے یہاں اجرِ کثیر اور ثوابِ عظیم حاصل کریں گے اور اس کی رحمت وفضل کے مستحق ہوں گے اور جنت کے درجات حاصل کریں گے اور جو یہاں پیچھے رہ گئے وہ اللہ کے یہاں بھی پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوں گے۔

صف سیدھا نہ کرنے پر وعیدیں

۱۰۸۶ . وَعَنۡ اَبِیۡ مَسۡعُوۡدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُ قَالَ : كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَمۡسَحُ مَنَاكِبَنَا فِی الصَّلٰوةِ وَيَقُوۡلُ : "اسۡتَوُوۡا وَلَا تَخۡتَلِفُوۡا فَتَخۡتَلِفَ قُلُوۡبُكُمۡ لِيَلِيَنِیۡ مِنۡكُمۡ اُولُوا الۡاَحۡلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيۡنَ يَلُوۡنَهُمۡ" رَوَاهُ مُسۡلِمٌ.

(۱۰۸۶) حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت ہمارے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرماتے کہ برابر ہوجاؤ آگے پیچھے نہ ہو کہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہوجائے۔ تم میں سے میرے قریب وہ لوگ ہوں جو عقل وسمجھ والے ہیں پھر جو ان کے قریب ہیں اور پھر جو ان کے قریب ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۸۶): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویة الصفوف و اقامتها .

کلماتِ حدیث: یمسح مناکبنا : ہمارے کاندھوں پر دستِ مبارک رکھ کر صفوں کو برابر فرماتے کہ کوئی آگے پیچھے نہ ہو۔ مناکب جمع منکب : شانہ، کاندھا۔ لیلینی مجھ سے مل جائے۔ میرے قریب ہو جائے۔ اولوا الاحلام والنهی : تدبر اور بردباری کے حامل افراد اور وہ لوگ جو سمجھدار اور عقل والے ہوں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو صفوں کو درست فرماتے اور صحابہ کرام کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر ان کی صفوں کو برابر فرماتے کہ کوئی آگے پیچھے نہ ہو جائے اور فرماتے کہ آگے پیچھے ہو کر نہ کھڑے ہو کہ کہیں یہ ظاہری اختلاف دلوں کے بدل جانے اور قلوب میں اختلاف پیدا ہو جانے کا سبب نہ بن جائے۔

نیز فرمایا کہ میرے قریب اصحابِ علم وفضل کھڑے ہوں وہ لوگ جو حلم وتدبر والے اور عقل وفہم رکھنے والے ہیں علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس لیے فرمایا تا کہ اصحابِ علم وعقل نماز میں آپ ﷺ کے ہر عمل کو دیکھ کر اسے محفوظ کریں اور اس کو دوسروں تک پہنچائیں۔ امام کے قریب اگر اہل علم وعقل ہوں اور اس قابل ہوں کہ امام کی جگہ لے سکیں تو اگر امام کو کوئی بات پیش آجائے جس کی بناء پر اسے امامت کی جگہ سے ہٹنا پڑے تو ان میں سے کوئی امام کی جگہ لے سکے اور اگر امام کو سہو لاحق ہو تو وہ اس پر متنبہ ہو سکیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ٤/١٣٠۔ روضة المتقين : ٣/١٢١۔ دليل الفالحين : ٣/٥٢٣)

صف سیدھا کرنا نماز کے اتمام میں داخل ہے

۱۰۸۷. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ .

(۱۰۸۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی صفوں کو درست کرو کہ صف کی درستگی اتمام صلوۃ میں سے ہے۔ (متفق علیہ) اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ صفوں کی درستگی اقامت صلوۃ میں سے ہے۔

تخریج حدیث(۱۰۸۷): صحیح البخاری، کتاب صلاۃ الجماعة، باب تسویة الصفوف عند الاقامة . صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویة الصفوف و اقامتها .

کلماتِ حدیث: سووا صفوفكم : اپنی صفوں کو برابر کرو۔ سوی تسوية : (باب تفعیل) برابر کرنا۔ تسویة الصفوف سے مراد ہے کہ تمام نمازی سیدھے اور برابر کھڑے ہوں آگے پیچھے نہ ہوں۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں صفوں کے سیدھا رکھنے اور ان کو درست رکھنے کی تاکید ہے کہ صفوں کی درستگی اور برابری اتمامِ صلوۃ میں سے ہے یعنی اتمام نماز کا ذریعہ ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں فرمایا کہ اقامتِ صلوۃ میں سے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اس

فرمان میں داخل ہے: ﴿ وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ ﴾ تو جس طرح نماز کے قائم کرنے میں تعدیل ارکان اور نماز کا اس کی تمام سنتوں اور جملہ آداب کے ساتھ ادا کرنا ہے اسی طرح اقامتِ صلوٰۃ میں صفوں کی درستگی، برابری اور ان کا سیدھا ہونا بھی داخل ہے۔

(فتح الباري : ١/٥ ٥٥۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٣٢/٤)

صف سیدھا کرنے کی تاکید

١٠٨٨۔ وَعَنْهُ قَالَ : أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ: "أَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَإِنِّيْ أَرَاكُمْ مِنْ وَرَآءِ ظَهْرِيْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِلَفْظِهٖ، وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ: "وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ!

(١٠٨٨) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب نماز کی اقامت ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اپنی صفوں کو درست کو لو اور مل کر کھڑے ہو جاؤ، میں تمہیں اپنی پیٹھ پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری نے ان الفاظ کے ساتھ اور مسلم نے اسے معنی روایت کیا ہے)

اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کندھے سے کندھا ملا کر اور قدم سے قدم ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔

تخریج حدیث(١٠٨٨): صحيح البخاري، كتاب صلاة الجماعة، باب الزاق المنكب بالمنكب و القدم بالقدم. صحيح مسلم، كتاب صلاة الجماعة، باب تسوية الصفوف و اقامتها.

کلماتِ حدیث: فاني اراكم من وراء ظهري: میں تمہیں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں یعنی بطور معجزہ۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ نماز کی اقامت کے بعد صحابہ کرام کی جانب متوجہ ہوئے اور صفوں کی درستگی کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ صفیں سیدھی کرو اور مل کر کھڑے ہو کہ میں تمہیں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ میں تمہیں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پیچھے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات اور آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہوتے تھے۔

(فتح الباري : ٥٥٣/١۔ روضة المتقين : ١٢٢/٣۔ دليل الفالحين : ٥٢٤/٣)

صف سیدھا نہ کرنے سے دلوں میں اختلاف پیدا ہوتا ہے

١٠٨٩۔ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْلَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّيْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْعَقَلْنَا عَنْهُ : ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ، يُكَبِّرُ فَرَاٰى رَجُلاً بَادِيًاصَدْرُهٗ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ "عِبَادَاللّٰهِ ! لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْلَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ ."

(١٠٨٩) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم ضرور اپنی صفوں کو برابر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں اختلاف پیدا کر دے گا۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرماتے تھے کہ گویا کہ آپ ﷺ ان صفوں کی سیدھ سے تیروں کو سیدھا کریں گے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اندازہ فرمایا کہ اب ہم اس بات کی اہمیت کو سمجھ گئے ہیں۔ پھر ایک روز آپ تشریف لائے اور کھڑے ہو گئے اور آپ تکبیر کہنے ہی والے تھے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنا سینہ صف سے باہر نکالا ہوا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے بندو تم صفیں ضرور سیدھی کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں اختلاف پیدا کر دے گا۔

تخریج حدیث(١٠٨٩): صحيح البخاري، كتاب صلاة الجماعة، باب تسوية الصفوف عند الاقامة . صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف و اقامتها .

کلماتِ حدیث: القداح : جمع قدح ، ایسا تیر جس میں سامنے نوک ہو۔ تیر جب تک بالکل سیدھا نہ ہو تو وہ ہدف تک نہیں جاتا۔ رسول اللہ ﷺ صفوں کو اس قدر سیدھا فرماتے کہ جیسے ان پر رکھ کر تیر کو سیدھا کیا جانا مقصود ہو، یعنی صفیں تیر سے بھی زیادہ سیدھی اور مستقیم ہوتی تھیں اور اس قدر راست ہوتی تھیں کہ اگر کوئی ان پر تیر کو سیدھا کرنا چاہے تو وہ تیر کو سیدھا کر سکتا ہے۔

شرحِ حدیث: رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا اور فی الحقیقت خطاب پوری امت کو ہے کہ تم ضرور اور یقیناً اپنی صفوں کو درست اور سیدھا رکھو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو بدل دے گا اور فتنے پھیل جائیں گے اور باہمی اختلاف اور افتراق پیدا ہو جائے گا اور مسلمانوں کی شوکت اور عظمت جاتی رہے گی اور اس طرح دشمن کو مسلط ہونے کا موقع مل جائے گا۔ یعنی نماز کی صفوں میں مسلمان کا اتحاد اور اتفاق دلوں کے اتفاق اور قلوب کے اتحاد کی علامت اور نشانی ہے اور اسی لیے اس کا اہتمام بہت ضروری ہے کہ صفیں سیدھی ہوں اور مل کر کھڑے ہوں کہ درمیان میں خلل باقی نہ رہے۔

(فتح الباري : ١/٥٥٣ ـ ارشاد الساري : ٢/٢٦٢ ـ روضة المتقين : ٣/١٢٣ ـ دليل الفالحين : ٣/٥٢٥)

پہلی صف میں نماز پڑھنے والوں پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے

١٠٩٠ . وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ اِلٰى نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ صُدُوْرَنَا وَمَنَا كِبَنَا وَيَقُوْلُ : "لَاتَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ

قُلُوْبُكُمْ" وَكَانَ يَقُوْلُ: "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَه' يُصَلُّوْنَ عَلَى الصُّفُوْفِ الْاُوَلِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

(۱۰۹۰) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صفوں کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جاتے ہمارے سینوں اور شانوں کو دستِ مبارک سے سیدھا فرماتے اور کہتے کہ فرق نہ پیدا کرو کہ تمہارے دلوں میں فرق آجائے گا اور آپ ﷺ فرماتے کہ اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صفوں میں کھڑے ہوئے لوگوں پر رحمتیں بھیجتے ہیں۔ (ابوداؤد نے اسے بسندِ حسن روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۱۰۹۰): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف .

کلمات حدیث: يتخلل الصفّ: صف کے درمیان میں گزرتے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ صفوں کے درمیان میں سے گزرتے اور شانوں پر اور سینوں پر ہاتھ لگا کر نمازیوں کو برابر کرتے اور دیکھتے کہ کسی کا سینہ یا شانہ تو نہیں نکلا ہوا اور صف کی سیدھی ہونے میں اور اس کے باہم ملے ہوئے ہونے میں کوئی فرق تو نہیں ہے اور فرماتے کہ صفوں میں کسی طرح کا فرق واختلاف نہ پیدا ہونے دو کہیں تمہارے دلوں میں فرق واختلاف نہ پیدا ہو جائے۔ یعنی ادبِ ظاہری علامت ہے ادبِ باطنی کی کہ جس قدر دلوں میں نماز کی عظمت اور اس کی فضیلت اور اس سے متعلق سنن وآداب کے پورا کرنے کا جذبہ اور شوق ہوگا اتنا ہی وہ صفوں کے سیدھا اور درست ہونے اور شانے سے شانہ اور قدم سے قدم ملے ہوئے ہونے میں ظاہر ہوگا اور ظاہری اختلاف اور فرق دلوں کے اختلاف اور فرق کا ذریعہ بن جائے گا۔

اور فرمایا کہ پہلی صفوں میں کھڑے ہوئے نمازیوں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمتیں بھیجتے ہیں۔

(روضة المتقين : ۳/۱۲٤ ـ دليل الفالحين : ۳/٥٢٦)

****

صف کے درمیان خالی جگہ نہ چھوڑیں

۱۰۹۱. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ، وَحَاذُوْا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِيْنُوْا بِاَيْدِيْ اِخْوَانِكُمْ، وَلَاتَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ، وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ ."

(۱۰۹۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا رکھا کرو اور کاندھے برابر کرو اور صفوں کے درمیان خلا نہ چھوڑو اور اپنے بھائیوں کے لیے نرم ہو جاؤ اور شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو اور جس نے صف کو ملایا اللہ اس کو ملائے گا اور جس نے صف کو توڑا اللہ تعالیٰ اسے کاٹیں گے۔ (ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث(۱۰۹۱): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف .

کلمات حدیث: اقيموا الصفوف : صفیں قائم کرو۔ حاذو بين المناكب : شانے برابر کرو۔ سدوا الخلل : صفوں کے

درمیان خلل کو بند کرو۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں نماز کی صفوں کو برابر کرنے، سیدھا کرنے اور پیوست کرنے کا حکم ہے کہ شانے شانے سے ملے ہوں اور قدم سے قدم ملے ہوں اور درمیان میں کوئی خلا باقی نہ رہے بلکہ سب ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اور جڑ کر کھڑے ہوں اور اگر کوئی صف کے درمیان میں آنا چاہے اس کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو نرم کر کے اسے موقع دیا جائے کہ وہ صف میں شامل ہو جائے اور رکوع اور سجود میں جاتے ہوئے اپنے برابر کھڑے ہوئے لوگوں کا خیال رکھا جائے کہ انہیں زحمت نہ ہو اور صفوں کے درمیان جگہ نہ رہے کہ شیطان اس سے اندر داخل ہو جائے اور جو شخص صف کو ملائے اور اسے متصل کرے اللہ اس پر اپنی رحمت فرمائے گا اور جو صف کو منقطع کرے اور اس میں فاصلہ پیدا کرے اللہ اسے اپنی رحمت سے دور فرمادیں گے۔

(روضۃ المتقین : ۱۲۵/۳۔ دلیل الفالحین : ۵۲٦/۳)

صف کے درمیان خالی جگہ میں شیطان گھستا ہے

۱۰۹۲. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "رُصُّوْا صُفُوفَكُمْ، وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا، وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَارَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَاَنَّهَا الْحَذَفُ"، حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

"اَلْحَذَفُ" بِحَاءٍ مُهْمَلَةٍ وَذَالٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَتَيْنِ ثُمَّ فَآءٌ وَهِيَ : غَنَمٌ سُوْدٌ صِغَارٌ تَكُوْنُ بِالْيَمَنِ.

(۱۰۹۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی صفوں کو خوب اچھی طرح ملاؤ اور پیوست کرو اور قریب قریب ہو کر کھڑے ہو کر گردنوں کو برابر کر لو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں شیطان کو صف کے خلا میں گھستا ہوا دیکھتا ہوں جیسے وہ سیاہ بکری کا بچہ ہے۔ (یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ابو داؤد نے مسلم کی شرط کے مطابق سند سے روایت کیا ہے)

حذف : چھوٹی سیاہ بکری جو یمن میں ہوتی ہے۔

تخریج حدیث(۱۰۹۲): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف .

کلماتِ حدیث: حاذوا بالأعناق : گردنیں برابر کرلو۔ یعنی سب کی گردنیں ایک سیدھ میں ہوں۔

شرح حدیث: صفیں سیدھی اور درست ہونا اور نمازیوں کا باہم مل کر اور پیوست ہو کر کھڑا ہونا کہ سب کے شانے اور قدم باہم ملے ہوئے ہوں اتمام صلوٰۃ میں سے ہے۔ اسی طرح صفیں آگے پیچھے ہوں کہ سب باہم متصل ہوں یعنی دو صفوں کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ ہو اس سے زیادہ فاصلہ مکروہ ہے۔ شیطان صفوں کے درمیان گھس کر نمازیوں میں خلل ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ایک صف کے درمیان خلا نہ ہو اور نہ صفوں کی ترتیب میں فاصلہ ہو۔ (روضۃ المتقین : ۱۲٦/۳۔ دلیل الفالحین : ۵۲۷/۳)

پہلی صف پہلے مکمل کریں

۱۰۹۳. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ يَلِيْهِ، فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِی الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ". رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

(۱۰۹۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اگلی صف کو مکمل کرو پھر اس کے بعد والی صف کو اور جو کمی ہو وہ پچھلی صف میں ہونی چاہیے۔ (ابوداؤد، بسند حسن)

تخریج حدیث (۱۰۹۳): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف.

کلماتِ حدیث: اتموا الصف المقدم : پہلی صف کو مکمل کرو، اگلی صف کو پورا کرو۔

شرحِ حدیث: پہلے صف اول کو مکمل کیا جائے یعنی اگر پہلی صف میں جگہ ہو تو پہلی صف میں کھڑا ہونا چاہیے، پہلی صف کے مکمل ہونے کے بعد دوسری صف کو مکمل کرنا چاہیے۔ اگلی صف مکمل ہونے سے پہلے ہی دوسری صف میں کھڑا ہوجانا درست نہیں ہے۔

(روضة المتقين : ۳/۱۲۶۔ نزهة المتقين : ۲/۱۲۶)

امام کے دائیں جانب کھڑے ہونے والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت

۱۰۹۴. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلٰی مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ وَفِيْهِ رَجُلٌ مُخْتَلَفٌ فِیْ تَوْثِيْقِهٖ.

(۱۰۹۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمتیں بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کے دائیں جانب کھڑے ہوتے ہیں۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے ایسی سند سے جو مسلم کی شرط کے مطابق ہے روایت کیا، مگر اس سند میں ایک راوی جس کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے)

تخریج حدیث (۱۰۹۴): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الصف بين السواری.

کلماتِ حدیث: يصلون : صلوٰۃ کی نسبت اگر اللہ سبحانہٗ کی جانب ہو تو اس کے معنی رحمت کے ہیں اور فرشتوں کی جانب ہو تو استغفار کے ہوتے ہیں۔

شرحِ حدیث: سنت یہ ہے کہ امام درمیان میں ہو اور اس کے دونوں جانب نمازیوں کی تعداد مساوی ہو، اور جب کوئی نمازی آئے تو یہ دیکھے کہ صف کے دائیں بائیں دونوں طرف جگہ موجود ہے تو افضل یہ ہے کہ وہ دائیں جانب کھڑا ہو۔ بہرحال صف کے دائیں جانب کھڑا ہونا افضل ہے اور اللہ تعالیٰ صف کے دائیں طرف کھڑے ہونے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے حق میں دعاء

کرتے ہیں۔ (روضة المتقين : ۳/۱۲۷ ۔ دليل الفالحين : ۳/۵۲۸)

صحابۂ کرام رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب کھڑا ہونے کو پسند فرماتے تھے

۱۰۹۵. وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْبَبْنَا اَنْ نَّكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهِ ، يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَسَمِعْتُه‘ يَقُوْلُ : ”رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ“. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۹۵) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہمیں یہ بات پسند ہوتی تھی کہ ہم آپ ﷺ کے دائیں طرف کھڑے ہوں تا کہ آپ ﷺ اپنا چہرہ ہماری طرف کریں۔ایک مرتبہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

” رب قني عذابک يوم تبعث عبادک .“

”اے میرے رب جب تو اپنے بندوں کو اٹھائے تو مجھے عذاب سے محفوظ رکھنا۔“ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۹۵): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب يمين الامام .

شرح حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے عملِ صحابہ بیان فرمایا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات محبوب تھی کہ صف کے دائیں جانب نماز میں شریک ہوں کہ جیسے ہی رسول اللہ ﷺ نماز سے سلام پھیریں تو چہرہ انور پر نظر پڑے۔غرض نماز کی صفوں میں صف کے دائیں جانب کھڑا ہونا افضل ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۵/۱۸۶۔ روضة المتقين : ۳/۱۲۷)

صف کے درمیان خالی جگہ پُر کرنے کی تاکید

۱۰۹۶. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”وَسِّطُوا الْاِمَامَ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ“ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

(۱۰۹۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ امام کو درمیان میں رکھو اور خلا کو بند کرو۔(ابوداؤد)

تخریج حدیث(۱۰۹۶): سنن ابي داؤد، كتاب الصلاة، باب في تسوية الصفوف .

کلمات حدیث: وسطوا الامام : امام کو درمیان میں رکھو۔یعنی امام کے دائیں بائیں نمازی ہوں اور امام سامنے صف کے درمیان میں کھڑا ہو۔

شرح حدیث: امام کو سامنے اس طرح کھڑا ہونا چاہیے کہ اس کے پیچھے صفوں میں دونوں جانب لوگ برابر ہوں ایسا نہ ہو کہ صف

کے ایک حصہ میں زیادہ لوگ ہو جائیں اور ایک حصہ میں کم ہو جائیں۔صف کے دائیں جانب کھڑے ہونے کی افضلیت بھی سابقہ احادیث میں گزری ہے وہ بھی اس بات کے پیش نظر ہے کہ دائیں جانب جگہ ہو اور بائیں جانب بھی لوگ موجود ہوں۔اگر صف کے بائیں جانب لوگ کم کھڑے ہوں تو بائیں جانب کھڑے ہونے والے کے بارے میں ایک حدیث میں اجر وثواب بیان کیا گیا ہے تا کہ یہ صورت نہ ہو کہ صف کی بائیں جانب نمازی نہ ہوں اور تمام نمازی دائیں جانب کھڑے ہو جائیں۔

(روضة المتقين : ۱۲۸/۳۔ نزهة المتقين : ۱۲۷/۲)

الباب (۱۹۵)

بَابُ فَضْلِ السُّنَنِ الرَّاتِبَةِ مَعَ الْفَرَآئِضِ وَبَيَانِ اَقَلِّهَا وَاَكْمَلِهَا وَمَابَيْنَهُمَا

فرض نمازوں کے ساتھ سنن موکدہ کی فضیلت کم سے کم، زیادہ کامل اوران دونوں کے درمیان صورت کا بیان

بارہ رکعت سنتوں کی فضیلت

۱۰۹۷۔ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَمْلَةَ بِنْتِ اَبِىْ سُفْيَانَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ''مَامِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّى لِلّٰهِ تَعَالىٰ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ الْفَرِيْضَةِ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ، اَوْ اِلَّا بُنِىَ لَهُ بَيْتٌ فِى الْجَنَّةِ''۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۱۰۹۷) حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے فرض نمازوں کے علاوہ روزانہ بارہ رکعتیں نفل پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے یا اسی طرح فرمایا کہ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیا جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۹۷): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبيان عددهن.

کلمات حدیث: تطوع: فرائض کے علاوہ نوافل پڑھنا۔

شرح حدیث: جو بندہ ہر روز فرض نمازوں کے علاوہ بارہ رکعت نفل پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیں گے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ جو شخص شب وروز میں بارہ رکعت پڑھے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان نمازوں کو کبھی ترک نہیں کیا ان رکعات کی تعداد اوقات اور تفصیل اس حدیث میں آئی ہے جو ترمذی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے شب وروز میں بارہ رکعتیں پڑھیں اس کے لیے جنت میں گھر بن گیا۔ چار ظہر سے پہلے دو ظہر کے بعد۔ دو مغرب کے بعد دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔ ابن حبان نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے لیکن انہوں نے کہا کہ دو رکعت قبل عصر اور دو رکعت بعد عشاء کا ذکر نہیں ہے۔

سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ عصر سے قبل دو رکعت پڑھتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے دو رکعت پڑھے اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس نے چار رکعت قبل ظہر اور چار رکعت بعد ظہر کی محافظت کی اللہ تعالیٰ اس پر جہنم حرام کر دے گا۔

(شرح صحيح مسلم للنووي: ۸/۶۔ تحفة الاحوذي: ۲/۴۸۲۔ روضة المتقين: ۳/۱۲۸)

ظہر سے پہلے کی سنتیں

۱۰۹۸ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۹۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد پڑھیں اور دو رکعت جمعہ کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد پڑھیں ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۹۸): صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی. صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب سنن الراتبة قبل الفرائض و بعدهن.

شرح حدیث: فرض نمازوں کے علاوہ ہر نماز سے پہلے یا بعد میں نفل نمازیں پڑھی جاتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ نماز ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے مداومت فرمائی ۔ جیسے اس حدیث میں ان کی تعداد دس رکعت بیان ہوئی ہے، بعض احادیث میں ان کی تعداد بارہ یا چودہ بیان ہوئی ہے ۔ یہ سنن موکدہ یا سنن رواتب کہلاتی ہیں یعنی ایسی رکعتیں جو نبی کریم ﷺ کے طریق عمل اور فرمان سے ثابت ہیں اور جن پر آپ ﷺ نے ہمیشہ عمل فرمایا ۔ نوافل کی دوسری قسم وہ ہے جن پر آپ ﷺ کا عمل دائمی نہیں تھا انہیں نوافل یا غیر موکدہ کہتے ہیں ۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ نوافل کی بہت اہمیت ہے اور ان کا بہت اجر وثواب ہے اور جس قدر زیادہ نوافل کوئی اللہ کا بندہ پڑھ سکتا ہو اسے چاہیے کہ وہ پڑھ لے ۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے جب آپ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے جنت میں آپ ﷺ کی مرافقت مطلوب ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم کثرت سجود سے میری مدد کرو یعنی نوافل کثرت سے پڑھو ۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مذکور امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ظہر کی فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں سنت ہیں مگر احناف کے نزدیک چار ہیں ۔ احناف کی دلیل وہ احادیث ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے منقول ہیں ۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام میں سے اکثر کا عمل وہی تھا جو احناف کا مسلک ہے ۔ نیز امام شافعی اور امام احمد کا بھی ایک قول چار رکعتوں کا منقول ہے لیکن اس طرح کہ چار رکعتیں دو سلام سے پڑھی جائیں ۔ نیز جمعہ میں احناف کے نزدیک چار رکعت قبل الجمعہ اور چار رکعت بعد جمعہ سنت ہیں کیونکہ طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو جمعہ میں حاضر ہو تو چار رکعت جمعہ سے پہلے اور چار رکعت جمعہ کے بعد پڑھے ۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک تمام نمازوں کی سنتوں کی تفصیل و تعداد ذکر کر دی جائے ۔

فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت موکدہ ہیں ان کی تاکید تمام سنتوں سے زیادہ ہے ۔ بعض روایات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ان کے واجب ہونے کا قول منقول ہے ۔ ظہر کے وقت چار رکعت فرض سے پہلے ایک سلام سے اور فرض کے بعد دو رکعت سنت موکدہ

ہیں۔ جمعہ کے وقت فرض سے پہلے چار رکعت ایک سلام سے سنتِ مؤکدہ ہیں اور فرض کے بعد چار رکعت ایک سلام سے سنتِ مؤکدہ ہیں۔ عصر کے وقت کوئی سنتِ موکدہ نہیں ہے البتہ فرض سے پہلے چار رکعت ایک سلام سے مستحب ہیں۔ مغرب کے فرض کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ ہیں۔ عشاء کے وقت فرض کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ ہیں اور فرض سے پہلے چار رکعت ایک سلام سے مستحب ہیں۔ وتر کے بعد دو رکعت مستحب ہیں۔

(فتح الباري : ۱/۶۴۳۔ ارشاد الساري : ۲/۶۱۷۔ مظاهر حق : ۱/۷۳۸، ۷۵۲۔ عمدة القاري : ۷/۳۶۰)

ہر اذان واقامت کے درمیان نماز ہے

۱۰۹۹۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

اَلْمُرَادُ بِالْاَذَانَيْنِ : اَلْاَذَانُ وَالْاِقَامَةُ .

(۱۰۹۹) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے تیسری مرتبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہے۔ (متفق علیہ)

اذانین : دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے۔

تخریج حدیث (۱۰۹۹): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب بین کل اذانین صلاۃ لمن شاء. صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب بین کل اذانین صلوٰۃ .

شرح حدیث: ہر اذان اور اقامت کے نماز درمیان ہے، مقصودِ حدیث یہ ہے کہ اذان سن کر فوراً مسجد جانا چاہیے اور اذان اور اقامت کے درمیان نفل نماز پڑھنی چاہیے۔ زین الدین بن المنیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اذان کے بعد مسجد میں جلد پہنچنے کی ترغیب ہے کیونکہ نماز کے انتظار میں بیٹھنا بھی نماز ہی کے حکم میں ہے۔ بہر حال حدیث مبارک میں نفل نمازوں کی ترغیب ہے کہ نوافل بلندی درجات اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں اور ان سے فرض کے نقصان کی بھی تلافی ہوتی ہے۔ صحیح بخاری میں مروی حدیث قدسی میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: میرا بندہ نوافل سے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ اور صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں ہیں۔

(فتح الباري : ۱/۵۱۱۔ ارشاد الساري : ۲/۲۲۷۔ روضة المتقين : ۳/۱۳۰)

البَابُ (۱۹٦)

بَابُ تَاكِيدِ رَكْعَتَيْ سُنَّةِ الصُّبْحِ
صبح کی سنتوں کی تاکید

ظہر سے پہلے چار رکعت اور فجر سے پہلے دو رکعت کی پابندی

۱۱۰۰. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَايَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۱۰۰) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت اور فجر سے پہلے دو رکعت ترک نہیں فرماتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۱۰۰): صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الركعتين قبل الظهر .

کلمات حدیث: قبل الغداة : صبح سے پہلے یعنی نماز فجر سے پہلے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز سے پہلے دو سنتوں اور ظہر سے قبل چار رکعت کا التزام فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک اور حدیث میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔

اس حدیث میں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی اس حدیث میں جس میں آپ نے ظہر سے پہلے دو سنتیں ذکر کی ہیں تعارض نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب گھر میں پڑھتے تو چار پڑھتے اور مسجد میں پڑھتے تو دو رکعت پڑھتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جو عمل نبوت دیکھا وہ بیان کیا۔ یا ہوسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ بعد زوال چار رکعتیں پڑھتے ہوں اور یہ آپ ﷺ کا معمول ہو کیونکہ ثوبان سے مروی ایک حدیث میں ہے جسے بزار نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نصف نہار کے بعد نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے اور آپ ﷺ ارشاد فرماتے کہ اس وقت آسمانوں کے دروازے کھلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو بہ نظر رحمت دیکھتے ہیں۔ (فتح الباري : ۷۳۲/۱۔ ارشاد الساري : ۲۳۲/۳۔ عمدة القاري : ۳۵۵/۷)

فجر کی سنتوں کا اہتمام

۱۱۰۱. وَعَنْهَا قَالَتْ : لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلیٰ شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلیٰ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۱۰۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نوافل میں کسی نفل کا اتنا اہتمام نہیں فرماتے تھے جتنا

صبح سے پہلے کی دوسنتوں کا اہتمام فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱۰۱): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب التعاهد لرکعتی الفجر . صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ المسافرین، باب استحباب رکعتی الفجر .

کلمات حدیث: تعاهد : التزام، پابندی، محافظت.

شرح حدیث: مقصود حدیث مبارک یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ فجر سے پہلے کی دوسنتوں کا بہت اہتمام فرماتے اور سفر میں اور حضر میں ہر حال میں ان سنتوں کو ادا فرماتے تھے۔ مسلم میں ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر سے پہلے کی دوسنتوں کی شدید محافظت فرماتے تھے۔ یعنی احتیاط کے ساتھ ان کی پابندی فرماتے تھے۔

(فتح الباري : ۱/۷۲۸۔ ارشاد الساري : ۳/۳۲۲۔ عمدۃ القاري : ۷/۳۳۱)

فجر کی سنتیں دنیا و مافیہا سے بہتر

۱۱۰۲۔ وعنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : "ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَفِي رِوَايَةٍ لَّه': "اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيْعًا."

(۱۱۰۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی دو رکعتیں دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہیں۔ (مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔

تخریج حدیث(۱۱۰۲): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب رکعتي الفجر .

شرح حدیث: فجر کی سنتیں تمام دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے افضل ہیں، یعنی اگر کسی کو ساری دنیا کی دولت حاصل ہو جائے اور وہ اس ساری دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تب بھی فجر سے پہلے کی دو رکعتیں افضل ہیں۔ دنیا کی اور دنیا کی نعمتوں کی اللہ کے یہاں اسی وقت کوئی قدر و قیمت ہوتی ہے جب اس مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے ورنہ بذات خود دنیا اور متاع دنیا کی تو حیثیت اللہ کے یہاں ایک مکھی کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ (مظاهر حق : ۱/۷٤۱)

طلوع فجر کے بعد سنت و فجر کی ادائیگی

۱۱۰۳۔ وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ مُؤَذِّنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّه' اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُؤْذِنَه' بِصَلٰوةِ الْغَدَاةِ فَشَغَلَتْ عَآئِشَةُ بِلَالًا بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ

عَنْهُ حَتّٰى اَصْبَحَ جِدًّا، فَقَامَ بِلَالٌ فَاٰذَنَهٗ وَتَابَعَ اٰذَانَهٗ فَلَمْ يَخْرُجْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا خَرَجَ صَلّٰى بِالنَّاسِ، فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ عَائِشَةَ شَغَلَتْهُ بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ حَتّٰى اَصْبَحَ جِدًّا وَاَنَّهٗ اَبْطَاَ عَلَيْهِ بِالْخُرُوْجِ، فَقَالَ: يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِنِّيْ كُنْتُ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ" فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ اَصْبَحْتَ جِدًّا؟ فَقَالَ :"لَوْ اَصْبَحْتُ اَكْثَرَ مِمَّا اَصْبَحْتُ لَرَكَعْتُهُمَا وَاَحْسَنْتُهُمَا، وَاَجْمَلْتُهُمَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ!!

(۱۱۰۳) مؤذن رسول ﷺ حضرت ابوعبداللہ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہ آپ ﷺ کو صبح کی اطلاع دیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کسی کام کے بارے میں پوچھنے لگیں جوانہوں نے ان سے کہا تھا۔ یہاں تک کہ خوب صبح ہوگئی۔ بلال کھڑے رہے اور آپ ﷺ کو اذان کی اطلاع دی اور آپ کو بار بار اطلاع دی مگر رسول اللہ ﷺ باہر تشریف نہ لائے۔ پھر آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کسی کام کے بارے میں پوچھنے لگی تھیں جوانہوں نے ان سے کہا تھا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور رسول اللہ ﷺ دیر سے تشریف لائے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں دو رکعت فجر پڑھ رہا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے صبح کردی اور آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس سے بھی زیادہ صبح کردیتا تب بھی میں ان دو رکعتوں کو پڑھتا خوب اچھی طرح پڑھتا اور بہترین طریقے سے پڑھتا۔ (ابوداؤد نے بسند حسن روایت کیا)

تخریج حدیث(۱۱۰۳): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب رکعتی الفجر .

کلمات حدیث: لیوذنہ : تاکہ آپ کو اطلاع کردیں، یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بتایا کہ فجر کی اذان ہوگئی ہے۔ تابع اذانہ : بار بار آپ کو اطلاع دی کہ اذان ہوگئی ہے۔ لو اصبحت اکثر : اگر اس سے زیادہ صبح ہوجاتی تب بھی میں فجر کی سنتیں ضرور ادا کرتا۔

راوی حدیث: حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ غلام تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کردیا تھا۔ مؤذن رسول اللہ ﷺ تھے، آپ کے ساتھ متعدد غزوات میں شرکت کی۔ سابقین اسلام میں سے ہیں اور قبولِ اسلام پر کافروں کے ظلم وستم کا نشانہ بنے اور ثابت قدم رہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جہاد کے لیے شام چلے گئے اور وہیں مقیم رہے۔ آپ سے ۴۴ احادیث مروی ہیں۔ ۲۰ھ میں انتقال کیا۔ (الاصابہ في تمییز الصحابہ)

شرح حدیث: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذانِ فجر دی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لے گئے تاکہ آپ کو اطلاع دیں کہ اذانِ فجر ہوگئی ہے نماز کے لیے تشریف لائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بلال سے کوئی بات کرنی تھی اور کسی کام کے بارے میں پوچھنا تھا اس گفتگو میں حضرت بلال کو تاخیر ہوئی بہرکیف انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو سے فارغ ہوکر [رسول] اللہ ﷺ کو اطلاع دی اور کئی بار اطلاع دی لیکن آپ قدرے تاخیر سے باہر تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد حضرت

بلال رضی اللہ عنہ نے بطور معذرت آپ سے گزارش احوال کی اور فرمایا کہ آپ ﷺ بھی دیر سے باہر تشریف لائے اور خوب صبح ہوگئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں فجر سے پہلے کی دوسنتیں پڑھ رہا تھا اگر اس سے بھی زیادہ صبح ہو جاتی تب بھی میں ان دو رکعتوں کو خوب اچھی طرح اور خوب ترین طریقے پر پڑھتا۔

حدیثِ مبارک سے فجر کی دوسنتوں کی اہمیت وفضیلت اوران کی تاکید کی وضاحت ہوتی ہے۔

(روضة المتقین : ۱۳۳/۳۔ دلیل الفالحین : ۵۳۵/۳)

الْبَابُ (۱۹۷)

بَابُ تَخْفِيفِ رَكْعَتِي الْفَجْرِ وَبَيَانِ مَا يُقْرَأُ فِيهَا، وَبَيَانِ وَقْتِهِمَا

فجر کی سنتوں میں تخفیف اوران کی قراءت اوروقت کا بیان

۱۱۰۴. عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَآءِ وَالْاِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَيُخَفِّفُهُمَا حَتّٰى اَقُوْلَ هَلْ قَرَأَ فِيْهِمَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَيُخَفِّفُهُمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ.

(۱۱۰۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان دو مختصر رکعت پڑھتے تھے۔ (متفق علیہ)

بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فجر کی دو رکعتیں پڑھتے اور خفیف پڑھتے یہاں تک کہ میں سوچتی کہ آپ ﷺ نے سورۂ فاتحہ بھی پڑھ لی ہے۔

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فجر کی دو رکعتیں پڑھتے مگر جب اذان کی آواز سنتے تو ان میں تخفیف فرما لیتے تھے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب فجر طلوع ہو جاتی۔

تخریج حدیث (۱۱۰۴): صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب ما يقرأ فی ركعتی الفجر . صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب ركعتی الفجر.

کلمات حدیث: خفیفتین : تثنیہ، واحد خفیفہ: ہلکی، خفیف دو خفیف رکعتیں۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ صلاۃ التہجد میں اور دیگر نوافل میں طویل قراءت فرماتے اور طویل رکوع وسجود فرماتے۔ مگر صبح کی دو رکعتوں میں بعض اوقات تخفیف فرماتے خاص طور پر جب فجر کی اذان ہو جاتی یا آپ ﷺ کو اذانِ فجر کی اطلاع دی جاتی تو آپ ﷺ ان رکعتوں میں تخفیف فرماتے تا کہ فجر کی نماز میں قراءت طویل ہو سکے۔ (دليل الفالحين : ۵۳۸/۳۔ روضة المتقين : ۱۳٤/۳)

فجر کی سنتیں ہلکی پھلکی ادا فرماتے تھے

۱۱۰۵. وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَایُصَلِّیْ اِلَّا رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ .

(۱۱۰۵) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب مؤذن صبح کی اذان دیتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو آپ ﷺ دو خفیف رکعت پڑھتے۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر طلوع ہو جانے کے بعد کوئی نماز سوائے دو ہلکی رکعتوں کے نہ پڑھتے۔

تخریج حدیث (۱۱۰۵): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ و الاذان، باب الاذان بعد الفجر . صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب رکعتی الفجر .

کلمات حدیث: بدا الصبح : صبح رونما ہوگئی، صبح ظاہر ہوگئی، صبح صادق طلوع ہوگئی۔

شرح حدیث: صبح کی دو سنتوں کا وقت طلوع صبح صادق کا یقین ہو جانے کے بعد ہوتا ہے طلوع صبح صادق کے بعد دو سنتوں پر اکتفاء کرنا چاہیے، ان رکعتوں میں رسول اللہ ﷺ اس لیے تخفیف فرماتے تھے تاکہ فجر کی نماز کے وقت میں وسعت باقی رہے اور اس میں طویل قراءت کی جا سکے۔ (نزھة المتقین : ۲/ ۱۳۱)

طلوع فجر کے بعد سنت کی ادائیگی

۱۱۰۶. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ : کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی وَیُوْتِرُ بِرَکْعَةٍ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ، وَیُصَلِّی الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ، وَکَأَنَّ الْاَذَانَ بِاُذُنَیْہِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۱۱۰۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو دو رکعت پڑھتے اور رات کے آخری حصے میں ایک رکعت سے وتر بناتے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے گویا کہ آپ ﷺ کے کانوں میں اقامت کی آواز آرہی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۰۶): صحیح البخاری، کتاب الوتر، باب ساعات الوتر و التھجد و المساجد . صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی .

کلمات حدیث: مثنی مثنی : دو دو، یعنی دو دو رکعتیں۔ کان الاذان فی اذنیہ : گویا کانوں میں اقامت کی آواز آرہی ہے۔ یہاں اذان سے اقامت مراد ہے۔

شرح حدیث: رات کی نماز دو دو رکعت پڑھنی چاہیے، اس حدیث میں وتر کی ایک رکعت ذکر کی گئی ہے جو شافعی، حنبلی اور مالکی فقہاء کا مسلک ہے یعنی تہجد کی دو دو رکعت پڑھ کر پھر ایک رکعت پڑھ کر ان تمام رکعتوں کو وتر بنالے۔ احناف کے نزدیک وتر کی تین رکعتیں ہیں

کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ ثم او تر بثلاث کہ پھر آپ ﷺ نے تین رکعت وتر پڑھے۔
آپ ﷺ فجر کی دو سنتیں خفیف پڑھتے جیسے آپ ﷺ کے کانوں میں اقامت کی آواز آرہی ہے یعنی آپ ﷺ فجر کی سنتوں میں جلدی فرماتے اور ان رکعتوں میں قراءت کم فرماتے کہ فارغ ہو کر مسجد میں فرض نماز کی ادائیگی کے لیے تشریف لے جائیں۔

(فتح الباري : ٦٦٧/١ـ أوشاد الساري : ٨/٣ـ عمدة القاري : ١٢/٧)

فجر کی سنتوں میں قرأت

١١٠٧. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي الْاُوْلىٰ مِنْهُمَا "اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ.
وَفِيْ رِوَايَةٍ : وَفِي الْاٰخِرَةِ الَّتِيْ فِيْ اٰلِ عِمْرَانَ "تَعَالَوْا اِلىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ رَوَاهُمَا مُسْلِمٌ.

(١١٠٧) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو سنتوں میں پہلی رکعت میں پڑھتے تھے:
﴿ قُولُوٓاْ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيۡنَا ﴾ سورۃ البقرۃ کی آیات ﴿ ءَامَنَّا وَٱشۡهَدۡ بِأَنَّا مُسۡلِمُونَ ﴾
اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ دوسری رکعت میں آل عمران کی یہ آیت پڑھتے:
﴿ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ كَلِمَةٖ سَوَآءِۭ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ ﴾ (مسلم)

تخریج حدیث(١١٠٧): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر.

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ فجر کی سنتوں میں سورۃ البقرۃ کی یہ آیات قولوا آمنا باللّٰہ ونحن مسلمون تک پہلی رکعت میں تلاوت فرماتے اور دوسری رکعت میں آل عمران کی یہ آیات واشهد بأننا مسلمون تک پڑھتے اور بعض اوقات دوسری رکعت میں یہ آیات پڑھتے قل یا اهل الكتاب تعالوا سے فقولوا اشهدوا بأنا مسلمون تک تلاوت فرماتے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/٦ـ روضة المتقين : ١٣٦/٣)

فجر کی سنتوں میں سورۃ الکافرون اور اخلاص پڑھنا

١١٠٨. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ : قُلْ يَاۤاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ!!" رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(١١٠٨) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی دو رکعتوں میں ﴿ قُلۡ يَٰٓأَيُّهَا ٱلۡكَٰفِرُونَ ﴾ اور ﴿ قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴾ کی تلاوت فرمائی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۱۰۸): صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب رکعتی الفجر .

شرح حدیث: ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک صاحب نے فجر کی دو رکعتیں پہلی رکعت میں ﴿ قُلۡ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلۡكَـٰفِرُونَ ﴾ پڑھی جب ان کی تلاوت ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بندہ ہے جس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ پھر انہوں نے دوسری رکعت میں ﴿ قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴾ پڑھی یہاں تک کہ مکمل ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بندہ ہے جو اپنے رب پر ایمان لایا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے محبوب ہے کہ میں فجر کی دو رکعتوں میں یہ سورتیں پڑھوں۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/٦۔ روضه المتقين : ١٣٦/٣)

فجر کی سنتوں میں سورۃ کافرون اور اخلاص پڑھنا بہتر ہے

١١٠٩ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ : رَمَقْتُ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ: قُلْ يَآأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ!

(١١٠٩) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک مہینہ تک دیکھتا رہا کہ آپ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں ﴿ قُلۡ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلۡكَـٰفِرُونَ ﴾ اور ﴿ قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴾ پڑھتے رہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۱۰۹): الجامع للترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی تخفیف رکعتی الفجر .

کلمات حدیث: رمقت : میں دیکھتا رہا، میں بغور دیکھتا رہا۔ رمق، رمقاً (باب نصر) دیر تک دیکھنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں قراءت میں تخفیف فرماتے اور سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھتے اور اس تخفیف کی حکمت یہ تھی کہ اوّل وقت میں نمازِ فجر ادا کریں یا اس لیے کہ فجر کی فرض نماز میں زیادہ طویل قراءت فرمائیں اور فجر سے پہلے کی دو رکعتیں ہلکی ادا فرما کر پوری ہمت اور استعداد تام کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائیں۔ یہ بات حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری اور العراقی نے شرح الترمذی میں فرمائی ہے۔

سنت یہ ہے کہ ان تینوں روایات کو جمع کیا جائے کہ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورۃ البقرۃ کی آیت اور الکافرون تلاوت کرے اور دوسری رکعت میں آیات البقرۃ وآل عمران اور سورۂ اخلاص پڑھے اور یہ تخفیف کے خلاف نہیں ہے کہ تخفیف امورِ نسبیہ میں سے ہے۔ (تحفة الأحوذي : ٤٨٦/٢۔ روضة المتقين : ١٣٧/٣۔ دليل الفالحين : ٥٤٠/٣)

البَابُ (١٩٨)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْاِضْطِجَاعِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، عَلٰى جَنْبِهِ الْاَيْمَنِ، وَالْحَثِّ عَلَيْهِ سَوَآءٌ كَانَ تَهَجَّدَ بِاللَّيْلِ اَمْ لَا

فجر کی دو رکعتوں کے بعد دائیں جانب لیٹنے کا استحباب خواہ تہجد پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو

١١١٠. عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ!!

(١١١٠) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب دو رکعت فجر پڑھ لیتے تو آپ ﷺ اپنی دائیں جانب لیٹ جاتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(١١١٠): صحيح البخاري، كتاب التهجد بالليل، باب الضجعة على الشق الايمن.

کلمات حدیث: اضطجع : آپ ﷺ لیٹ گئے۔ اضطجاع (باب افتعال) لیٹنا۔ ضجع ضجعا (باب فتح) پہلو کے بل لیٹنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ فجر سے پہلے دو رکعت پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ لیٹتے اور قدرے استراحت فرماتے دائیں جانب کو بائیں جانب پر شرف وفضل حاصل ہے اور یہ بھی ہے کہ مردہ قبر میں دائیں کروٹ پر لٹایا جاتا ہے تو دائیں کروٹ لیٹنا تذکیر بالموت کا سبب بھی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دائیں کروٹ لیٹنے میں مصلحت یہ ہے کہ قلب لٹکا ہوا رہتا ہے اس لیے نیند گہری نہیں ہوتی بلکہ خفیف آتی ہے جبکہ بائیں کروٹ لیٹنے میں قلب دب جاتا ہے اور آدمی کی نیند گہری ہو جاتی ہے۔

(فتح الباري : ١/٦٦٤۔ ارشاد الساري : ٣/٦)

فجر کی سنتوں کے بعد استراحت

١١١١. وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ، فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَجَآءَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ هٰكَذَا حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُهَا : "يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ هٰكَذَا هُوَ فِيْ مُسْلِمٍ وَمَعْنَاهُ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ !

(١١١١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز عشاء سے فراغت کے بعد اور فجر سے پہلے گیارہ

رکعت پڑھتے ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت سے وتر بناتے۔ جب مؤذن اذان فجر سے فارغ ہو جاتا اور فجر واضح ہو جاتی اور مؤذن آپ ﷺ کے پاس آتا تو آپ ﷺ کھڑے ہو کر دو خفیف رکعتیں پڑھتے پھر دائیں کروٹ لیٹتے کہ پھر مؤذن اقامت کی اطلاع دینے آتا۔ (مسلم)

مسلم کی روایت میں یسلم بین کل رکعتین کے الفاظ کے معنی ہیں ہر دو رکعت کے بعد۔

تخریج حدیث(۱۱۱۱): تبین له الفجر : صبح صادق ظاہر ہو جاتی۔

شرح حدیث: نمازِ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد سے نمازِ فجر تک رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعتیں پڑھتے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے۔ صبح کی اذان کے بعد آپ ﷺ دو رکعت قبل فجر پڑھتے پھر قدرے دائیں کروٹ لے کر استراحت فرماتے اتنی دیر کہ پھر آپ ﷺ کو نمازِ صبح کی اقامت کے قریب آجانے کی اطلاع دی جاتی۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام میں استراحت کا عمل بطورِ سنت جاری نہیں رہا ہے۔

حدیث مبارک میں یہ الفاظ کہ ویوتر بواحدۃ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ﷺ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ گیارہ رکعتیں اس طرح پڑھا کرتے تھے کہ آخری دونوں رکعتوں یعنی نویں اور دسویں کے ساتھ ایک رکعت ملا کر وتر بنالیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں، ایک یہ کہ وتر ایک رکعت پڑھی جا سکتی ہے دوسرے یہ کہ نمازِ تہجد میں ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا چاہیے ائمہ ثلاثہ کا یہی مسلک ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/١٥)

فجر کی سنتوں کے بعد دائیں جانب لیٹنا

۱۱۱۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ قَالَ التِّرْمِذِيُّ . حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

(۱۱۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعت پڑھ لے وہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو باسانید صحیحہ روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۱۱۲): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الاضطجاع بعد رکعتی الفجر . الجامع للترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی الاضطجاع بعد رکعتی الفجر .

شرح حدیث: فجر کی سنتوں کے بعد دائیں کروٹ لیٹنا مستحب ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ

بعض علماء نے فرمایا کہ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کے بعد لیٹنا گھر میں مستحب ہے، مسجد میں نہیں، اس لیے کہ آپ ﷺ کا مسجد میں استراحت فرمانا منقول نہیں ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کے بعد لیٹنا مختار قول ہے اور جو روایات ترک استراحت کے بارے میں آئی ہیں وہ بیان جواز کے لیے ہیں۔

(تحفة الأحوذي: ٢/ ٤٩٠)

البَابُ (۱۹۹)

باب سنة الظهر
ظہر کی سنتوں کا بیان

۱۱۱۳. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۱۱۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد پڑھیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱۱۳): صحيح البخاری، كتاب التهجد، باب ما جاء في التطوع مثنى مثنى. صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب سنن الرواتب قبل الفرائض وبعدهن.

شرح حدیث: حنفی فقہاء کے نزدیک نمازِ ظہر سے پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ ہیں اور دو رکعت بعد نمازِ ظہر اس سے قبل (۱۰۹۸) میں تفصیل گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين: ۳/۱٤٠۔ دليل الفالحين: ۳/٥٤٤)

ظہر سے پہلے آپ ﷺ چار رکعتوں کا بہت اہتمام فرماتے تھے

۱۱۱۴. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۱۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے قبل چار رکعت ترک نہ فرماتے تھے۔

تخریج حدیث(۱۱۱۴): صحيح البخاری، كتاب التهجد، باب الركعتين قبل الظهر.

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت پر مداومت فرماتے تھے۔ اس لیے ظہر سے قبل چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔

آپ ﷺ ظہر کی سنتیں گھر میں پڑھا کرتے تھے

۱۱۱۵. وَعَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ: وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَآءَ: وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۱۱۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت ادا فرماتے، پھر تشریف لاتے اور دو رکعت ادا فرماتے۔ آپ لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر آتے اور دو رکعت پڑھتے اور آپ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور میرے گھر آتے اور دو رکعتیں پڑھتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۱۱۵): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائما وقاعداً.

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے قبل چار رکعت اور بعد ظہر دو رکعت گھر میں ادا فرماتے اور دو رکعت بعد مغرب اور دو رکعت بعد عشاء ادا فرماتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوافل راتبہ گھر میں ادا کرنی چاہئیں جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز پڑھ چکے تو اپنی نماز کا اپنے گھر میں بھی حصہ رکھے کہ اللہ اس کی گھر کی نماز سے اس کے گھر میں برکت عطا فرمائے گا۔ غرض سنن رواتب اور نفلوں کا گھر میں پڑھنا مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ مسجد سے آکر فوراً پڑھے تاکہ کسی اور کام میں مشغول نہ ہو جائے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي: ٩/٦ـ مظاهر حق: ٧٤٨/١ـ تحفة الأحوذي: ٥٢٥/٢)

ظہر کی سنتوں کا اہتمام جہنم سے خلاصی کا ذریعہ ہے

١١١٦. وَعَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ!

(۱۱۱٦) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قبل ظہر چار رکعت اور بعد ظہر چار رکعات کی محافظت کی اسے اللہ تعالیٰ آگ پر حرام فرمادے گا۔

تخریج حدیث(۱۱۱٦): سنن ابی داؤد، كتاب الصلاة، باب الاربع قبل الظهر وبعدها. الجامع للترمذی، كتاب الصلاة.

کلمات حدیث: حرمه الله على النار: اسے اللہ آگ پر حرام فرمادیں گے۔ یعنی آگ میں ہمیشہ رہنا حرام فرمادیں گے۔

شرح حدیث: چار رکعات قبل ظہر اور چار رکعات بعد ظہر کی پابندی کرنے والا اور ان کی محافظت کرنے والا جہنم پر حرام کر دیا جائے گا یعنی وہ کافر کی طرح ابدی جہنم کا سزاوار نہیں ہوگا یا اسے مطلقاً دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظہر کے بعد ان مذکورہ چار رکعات میں دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور دو رکعت مستحب اور اولیٰ یہ ہے کہ یہ چار رکعات دو دو کر کے دو سلام کے ساتھ ادا کی جائیں۔ (تحفة الأحوذي: ٥١٤/٢ـ مظاهر حق: ٧٤٢/١)

زوال کے بعد چار رکعت نفل

١١١٧. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ السَّآئِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ اَرْبَعاً بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ : "اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيْهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَاُحِبُّ اَنْ يَصْعَدَ لِيْ فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ!

(١١١٧) حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ زوال شمس کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعت ادا فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ ایسا وقت ہے جس میں آسمانوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میرا کوئی عمل صالح اوپر جائے۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (١١١٧): الجامع للترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء في الصلاۃ عند الزوال.

کلماتِ حدیث: بعد أن تزول الشمس : زوال شمس کے بعد، اس کے بعد کہ سورج زوال پذیر ہو جائے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ بعد از ان ظہر چار رکعات پڑھتے کہ وقت ظہر زوال کے بعد شروع ہو جاتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ ظہر سے پہلے کی چار سنتیں ہیں۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے، ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ یہ نماز ہمیشہ پڑھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ یہ رکعات پڑھتے اور فرماتے کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میرا عمل صالح اوپر جائے، آپ ﷺ کا یہ فرمانا اس آیت کی جانب اشارہ ہے:

﴿ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ﴾

''اسی کی جانب چڑھتا ہے پاکیزہ کلمہ اور عمل صالح اسے بلند کرتا ہے۔'' (فاطر: ١٠)

(تحفة الأحوذي ٢/٦٠٠۔ مظاهر حق: ١/٢٤٧)

ظہر کے فرض سے پہلے سنتیں رہ جائیں تو بعد میں پڑھ لے

١١١٨. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ اَرْبَعاً قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ!

(١١١٨) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اگر کسی روز ظہر سے پہلے کی چار رکعت نہ پڑھتے تو ظہر کے بعد پڑھ لیتے۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (١١١٨): الجامع للترمذی، ابواب الصلاۃ.

شرح حدیث: اس حدیث مبارک میں بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ ظہر سے قبل کی چار رکعتوں کا بہت اہتمام فرماتے اور اگر کسی

روز آپ ظہر سے پہلے نہ پڑھ پاتے تو پھر ظہر کے بعد پڑھتے۔ ظہر سے پہلے کی چار رکعات کی فضیلت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ ظہر سے قبل چار رکعات پڑھنے والے پر رحم فرماتا ہے'' اور اس رحمت کا نتیجہ وہ ہے جو اس سے قبل حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں بیان ہوا کہ یہ چار رکعات اس کے لیے جہنم سے نجات کا سبب بن جاتی ہیں اور اس بات کی علامت بن جاتی ہیں کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا۔

(دليل الفالحين : ٣/٥٤٦ - روضة المتقين : ٣/١٤٢)

الباب (۲۰۰)

بَابُ سُنَّةِ الْعَصْرِ
عصر کی سنتوں کا بیان

****

عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنے کا معمول تھا

۱۱۱۹. عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَآئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ!

(۱۱۱۹) حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ عصر سے پہلے چار رکعت ادا فرماتے تھے اور ان کے درمیان ملائکہ مقربین اور ان کے متبعین مسلمانوں اور مؤمنوں پر سلام کے ساتھ فصل فرماتے ۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۱۱۹): الجامع للترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی الاربع قبل العصر .

کلمات حدیث: یفصل بینھن : ان کے درمیان سلام سے فصل فرماتے ، یا ان کے درمیان التحیات سے فصل فرماتے جس میں یہ الفاظ ہیں۔

" السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین ."

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ عصر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے اور ان چار رکعتوں کے درمیان فصل فرماتے یعنی دو رکعت پر سلام پھیر کر پھر دو رکعات پڑھتے ، یا التشہد کے ذریعہ فصل فرماتے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر سے پہلے چار رکعات پڑھنا مستحب ہے، اور چار رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھنا افضل ہے ۔ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں وارد لفظ تسلیم سے مراد تشہد ہے۔

(تحفة الأحوذي : ۲/ ۵۱۶ ۔ روضة المتقين : ۳/ ۱٤۲)

****

۱۱۲۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعاً "رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ" وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ !

(۱۱۲۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی عصر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے والے پر رحم فرمائے ۔ (اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۱۲۰): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ قبل العصر. الجامع للترمذی، کتاب الصلاۃ،

باب ما جاء فی الاربع قبل العصر .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے اوران پر مداومت اختیار کرے۔ اس معنی کی صورت میں یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دعاء ہے۔ مگر یہ جملہ خبر یہ بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ رحم فرماتے ہیں اس بندے پر جو دائما عصر سے پہلے چار رکعات پڑھتا ہے اور جس کو اللہ کی رحمت حاصل ہو جائے اس کے گناہ بھی معاف کر دیے جائیں گے اور وہ جنت میں جائے گا۔ (تحفة الأحوذي : ٢/٥١٨ ۔ روضة المتقين : ٣/١٤٣)

عصر سے پہلے دو رکعتیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں

١١٢١ . وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ، بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(١١٢١) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصر سے پہلے دو رکعت ادا فرماتے۔ (ابوداؤد بسند صحیح)

تخریج حدیث(۱۱۲۱): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الصلاة قبل العصر .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ بعض اوقات عصر سے پہلے دو رکعت بھی پڑھتے اور اکثر اوقات چار رکعات پڑھتے تھے اس بناء پر اس روایت میں دو اور اس روایت میں چار رکعات کا ذکر ہے کوئی تعارض نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر ہیثمی فتح الالہ میں فرماتے ہیں کہ عصر سے قبل چار رکعات والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ چار رکعات پر دوام فرمایا کرتے تھے اور بعض ایام کسی مشغولیت کی بنا پر دو رکعت پڑھ لیا کرتے تھے۔ (روضة المتقين : ٣/١٤٤)

الباب (۲۰۱)

بَابُ سُنَّةِ الْمَغْرِبِ بَعْدَهَا وَ قَبْلَهَا
مغرب سے پہلے اور مغرب کے بعد کی سنتیں

تَقَدَّمَ فِيْ هٰذِهِ الْاَبْوَابِ حدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ وحدِيْثُ عائِشة وَهُما صحِيحانِ انَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عليهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَالْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ .

گزشتہ ابواب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث گزر چکی ہیں اور یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ان میں یہ بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

مغرب کے فرض سے پہلے نفل پڑھنا چاہے تو اجازت ہے

۱۱۲۲ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ : لِمَنْ شَآءَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۱۲۲) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نماز مغرب سے پہلے نماز پڑھو۔ تیسری مرتبہ میں فرمایا کہ جو چاہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۱۲۲): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب الصلاة قبل المغرب .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے پہلے دو مرتبہ فرمایا کہ مغرب سے پہلے نماز پڑھو اور تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو چاہے اور اس سے مراد مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت نماز پڑھنا ہے جیسا کہ دیگر روایات میں اس کی تصریح ہے لیکن چونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہے اس لیے یہ رکعات مستحب ہیں اور ان کی ترغیب اس لیے فرمائی کہ اذان اور اقامت کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے جو چاہے کے الفاظ اس لیے فرمائے کہ لوگ اس کو سنت نہ بنالیں۔

(فتح الباري : ۱/۷۲۹۔ ارشاد الساري : ۲/۲۳٤)

صحابہ مغرب میں فرض سے پہلے نفل پڑھا کرتے تھے

۱۱۲۳ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : لَقَدْ رَاَيْتُ كِبَارَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۱۲۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کبار کو دیکھا کہ مغرب کے وقت جلدی جلدی ستونوں کی طرف جا رہے ہوتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۱۲۳): صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة الى الاسطوانة .

کلمات حدیث: يبتدرون : جلدی کرتے ہیں، جلدی سے جاتے ہیں ۔ ابتدار (باب افتعال) جلدی کرنا ۔ السواری جمع ساریة : ستون ۔

شرح حدیث: اصحاب رسول اللہ ﷺ اذانِ مغرب کے بعد دو رکعت پڑھنے کے لیے ستونوں کی طرف جاتے تھے تا کہ ان کو سترہ بنا کر دو رکعت ادا کریں ۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جب مؤذن اذان دیتا تو کچھ لوگ جلدی سے اٹھ کر ستونوں کی طرف چلے جاتے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے آتے اور یہ حضرات مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھ رہے ہوتے اور مغرب کے وقت اذان اور اقامت کے درمیان کم وقت ہوتا تھا ۔ (فتح الباري : ١ / ٤٦١)

مغرب سے پہلے نفل پڑھنے والوں کو منع نہیں فرمایا

١١٢٤ . وَعَنْهُ قَالَ : كُنَّا نُصَلِّيْ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقِيْلَ : اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهَا؟ قَالَ : كَانَ يَرانَا نُصَلِّيْهِمَا فَلَمْ يَاْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(١١٢٤) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قبل مغرب غروب آفتاب کے بعد دو رکعات پڑھا کرتے تھے ۔ دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ بھی پڑھتے تھے ۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ ہمیں نماز پڑھتے دیکھتے تھے نہ آپ حکم فرماتے اور نہ منع کرتے ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۱۲۴): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتين قبل المغرب .

کلمات حدیث: فلم يأمرنا : آپ نے ہمیں حکم نہیں کیا ۔ ولم ينهنا : آپ ﷺ نے ہمیں منع نہیں کیا ۔

شرح حدیث: امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام غروبِ آفتاب کے بعد اور مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں پڑھتے ہوئے دیکھا اور منع نہیں فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دو رکعت آپ ﷺ کی سنتِ تقریری سے ثابت ہیں اور مستحب ہیں ۔ خصوصاً جبکہ یہ حدیثِ مبارک بھی موجود ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے ۔ سلف میں سے بہت سے لوگ مثلاً احمد اور اسحاق اس کے جواز کے قائل ہیں ۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اذانِ مغرب اور نمازِ مغرب کے درمیان دو رکعت پڑھنا مستحب ہے کیونکہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مغرب سے پہلے نماز پڑھو، مغرب سے پہلے نماز پڑھو، مغرب سے پہلے نماز پڑھو ۔ تیسری مرتبہ فرمایا جو چاہے ۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دو رکعت مستحب ہیں ۔ اب اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ یہ مستحب نہیں ہیں ۔ اور صحیح رائے یہ ہے کہ یہ مستحب ہیں ۔ سلف کے یہاں بھی یہی دو آراء ہیں صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے انہیں مستحب کہا ہے جن میں

احمد اور اسحاق بھی ہیں اور صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امام مالک اور اکثر فقہاء نے کہا ہے کہ مستحب نہیں ہے۔ حتیٰ کہ امام نخعی رحمہ اللہ نے تو بدعت کہا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/١٠٨ ـ روضة المتقين : ٣/١٤٥ ـ دليل الفالحين : ٣/٥٥٠)

مغرب کی نماز سے قبل نفل پڑھنے کا معمول

١١٢٥. وَعَنْهُ قَالَ : كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَإِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ ابْتَدَرُوْا السَّوَارِيَ فَرَكَعُوْا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى اِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسَبُ اَنَّ الصَّلٰوةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُصَلِّيْهِمَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٢٥) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں تھے جب مؤذن مغرب کی اذان دیتا تو صحابہ کرام جلدی سے مسجد کے ستونوں کی طرف جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے یہاں تک کہ اجنبی آدمی مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یہ خیال کرتا کہ نماز پڑھی جا چکی ہے کیونکہ کثرت سے لوگ یہ دو رکعت پڑھ رہے ہوتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١١٢٥): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتين قبل المغرب.

کلمات حدیث: الرجل الغريب : اجنبی آدمی، ناواقف آدمی، وہ شخص جو باہر سے آیا ہو۔

شرح حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ میں بعد اذان مغرب بکثرت صحابہ کرام دو رکعت پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی باہر سے اجنبی آتا تو وہ سب کو نماز پڑھتا ہوا دیکھ کر یہ سمجھتا کہ نماز ہو چکی ہے اور یہ لوگ مغرب کے بعد کی سنتیں پڑھ رہے ہیں۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/١٠٨ ـ روضة المتقين : ٣/١٤٦)

البَاب (۲۰۲)

بَابُ سُنَّةَ الْعَشَآءِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا
عشاء کے بعد اور اس سے پہلے کی سنتیں

اس باب سے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث گزر چکی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ اسی طرح اس سے پہلے حضرت عبداللہ بن مغفل کی حدیث سے گزر چکی ہے کہ ہر دو اذان کے درمیان نماز ہے، جو حدیث متفق علیہ ہے۔

یہ دونوں احادیث (۱۰۹۸ اور ۱۰۹۹) میں گزر چکی ہیں۔

البَابُ (۲۰۳)

بَابُ سُنَّةِ الْجُمُعَةِ
جمعہ کی سنتیں

فِيهِ حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اس باب میں بھی ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی گزر چکی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔

****

جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھیں

۱۱۲۶۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعاً"۔

(۱۱۲۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی جمعہ کی نماز پڑھے تو اس کے بعد چار رکعت پڑھے۔(مسلم)

شرح حدیث: قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کہ اگر جمعہ کے بعد نماز پڑھو تو چار رکعت پڑھو کے معنی ہیں اگر تم نفل پڑھو اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دو رکعت پر اکتفاء نہ کرو تا کہ جمعہ اور ظہر کی نماز میں التباس نہ ہو جائے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارک میں جمعہ کے بعد سنتوں کی ترغیب ہے اور یہ کہ یہ سنتیں کم اَز کم دو ہیں اور ان کی مکمل صورت چار رکعات ہیں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر چار رکعات ادا فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے چار رکعت ہی کی ترغیب دی۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۶/۱۴۰۔ روضة المتقين : ۳/۱۴۷)

****

جمعہ کے بعد گھر آ کر دو رکعتیں پڑھنا

۱۱۲۷۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۱۲۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ واپس لوٹتے اور دو رکعت اپنے گھر میں ادا فرماتے۔(مسلم)

تخریج حدیث(۱۱۲۷): صحيح مسلم، كتاب الجمعه، باب الصلاة بعد الجمعه.

کلمات حدیث: حتی ینصرف : یہاں تک کہ واپس تشریف لے جاتے۔ انصراف (باب انفعال) لوٹنا، پلٹنا، واپس ہونا۔ صرف صرفا (باب ضرب) لوٹنا، پلٹنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نماز جمعہ کے بعد گھر جا کر دو رکعت پڑھتے تھے۔ صحیحین میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو مسجد میں جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھتے دیکھا جو اسی جگہ یہ دو رکتیں پڑھ رہا تھا جہاں اس نے جمعہ پڑھا تھا اسے سرزنش کی اور فرمایا کہ کیا تم جمعہ چار رکعت پڑھ رہے ہو؟ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر میں دو رکعت پڑھتے اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا جمعہ کے بعد کی سنتوں میں اختلاف ہے، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک دو رکعتیں ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ جمعہ سے پہلے چار رکعت اور جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے۔ ابن المبارک سفیان ثوری اور حنفی فقہاء کا یہی مسلک ہے۔ اسحاق کہتے ہیں کہ اگر مسجد میں پڑھے تو چار پڑھے اور گھر آ کر پڑھے تو دو پڑھے تا کہ دونوں احادیث پر عمل ہو جائے۔

طحاوی رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھے اور امام بغوی رحمہ اللہ نے شرح السنۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حکم دیا کہ جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت پڑھی جائیں اور پھر چار رکعت پڑھی جائیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ١٤١/٦ ـ روضة المتقين : ١٤٨/٣ ـ دليل الفالحين : ٥٥٣/٣)

الباب (۲۰٤)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ جَعْلِ النَّوَافِلِ فِي الْبَيْتِ سَوَآءِ الرَّاتِبَةِ وَغَيْرِهَا وَالْأَمْرِ بِالتَّحَوُّلِ لِلنَّافِلَةِ مِنْ مَوْضِعِ الْفَرِيْضَةِ اَوِ الْفَصْلِ بَيْنَهُمَا بِكَلَامٍ

سنن راتبہ اور غیر راتبہ کی گھر میں ادائیگی کا استحباب اور نوافل کو فرائض سے جدا کرنے کے لیے جگہ بدلنا یا کلام کرنا

****

۱۱۲۸. عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "صَلُّوا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ، فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا مَكْتُوْبَةً "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!"

(۱۱۲۸) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو بے شک افضل ترین نماز وہ ہے جو آدمی اپنے گھر میں پڑھے ماسوا فرض کے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۲۸): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب صلاة الليل. صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الفاضلة فی بیتہ.

کلمات حدیث: صلوا ایہا الناس : اے لوگو! نماز پڑھو، خطاب عام ہے۔ المکتوبة: لکھی ہو، یعنی فرض نماز۔

شرح حدیث: نوافل اور سنن کا گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث عام ہے اور سنن رواتب اور غیر رواتب سب کو شامل ہے سوائے ان نوافل کے جو شعائر اسلام میں داخل ہیں جیسے عیدین اور صلاۃ کسوف اور استسقاء اور اسی طرح صلاۃ التراویح کہ صحیح یہ ہے کہ مسجد میں باجماعت پڑھی جائیں اور صلاۃ استسقاء کھلے میدان میں پڑھی جائے۔ واللہ اعلم

(فتح الباري : ۱/۵۵۷۔ ارشاد الساري : ۲/۳۷۲)

****

گھروں کو قبرستان نہ بنایا جائے

۱۱۲۹. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اجْعَلُوْا مِنْ صَلٰوتِكُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۱۲۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نمازوں کا کچھ حصہ گھر میں بھی پڑھا کرو۔ اور اپنے گھر کو قبرستان نہ بناؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۲۹): صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب کراهية الصلاة فی المقابر. صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب صلاة الفاضلة فی بتیه.

کلمات حدیث: من صلاتکم : تمہاری نماز کا کچھ حصہ، یعنی نفلی نمازوں کی کچھ مقدار۔ لا تتخذوھا قبوراً : اپنے گھروں کو قبروں کی طرح عمل سے خالی نہ رکھو، یا قبرستان کی طرح غیر آباد نہ چھوڑ دو۔

شرح حدیث: ایسے گھر جو اللہ کی یاد سے خالی ہوں قبروں کی طرح ہیں کہ قبریں بھی اعمالِ صالحہ سے خالی ہوتی ہیں۔ نماز ذکرِ الٰہی کا اعلیٰ ترین مظہر ہے اس لیے فرمایا کہ گھروں کو نمازوں سے آباد رکھو۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر ہو اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ ہو اس کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ یعنی زندہ آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے اور مردہ نہیں کرتا۔

جمہور فقہاء کے نزدیک ان نمازوں سے مراد نفل نمازیں ہیں کیونکہ گھر میں نفل نماز میں اخفاء ہے اور اسی طرح ریا سے خالی ہے اور مصلحت یہ ہے کہ گھر میں خیر و برکت نازل ہو اور اللہ کی رحمت ہو۔

(فتح الباري : ۱/۴٤۱۔ ارشاد الساري : ۲/٤۳۲۔ شرح مسلم للنووي : ٦/٦۰)

گھر میں بھی کچھ نوافل پڑھا کریں

۱۱۳۰ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا قَضٰى اَحَدُكُمْ صَلَاتَهٗ فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهٖ نَصِيْبًا مِنْ صَلَاتِهٖ ! فَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهٖ مِنْ صَلٰوتِهٖ خَيْرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۱۳۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز ادا کرے تو وہ اپنے گھر کے لیے اپنی نفل نماز کا حصہ رکھے اللہ تعالیٰ اس نماز کے سبب اس کے گھر میں خیر و برکت نازل فرمائیں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۳۰): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الفاضلة في بيته .

کلمات حدیث: نصیبا من صلاتہ : اپنی نماز کا کچھ حصہ۔

شرح حدیث: نفلی نمازوں سے اپنے گھروں کو آباد رکھنا انہیں خیر و برکت سے بھر دینے والا ہے اور یہ خیر و برکت اللہ کی رحمت سے اس کے تمام گھر والوں کو شامل ہوگی۔ اس سے ایک جانب اہلِ خانہ کو نماز کی توفیق اور رغبت ہوگی دوسری جانب ان کی عمر میں صحت میں اور رزق میں برکت ہوگی۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/٦۰۔ روضة المتقين : ۳/۱۵۰)

فرض کے بعد جگہ بدل کر سنتیں پڑھنا

۱۱۳۱ . وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَطَآءٍ اَنَّ نَافِعَ ابْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهٗ اِلَى السَّآئِبِ ابْنِ اُخْتِ نَمِرٍ يَسْئَالُهٗ عَنْ شَيْءٍ رَاٰهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ : نَعَمْ صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قُمْتُ

فِیُ مَقَامِیُ فَصَلَّیُتُ، فَلَمَّا دَخَلَ اَرُسَلَ اِلَیَّ فَقَالَ :لَاتَعُدُ لِمَا فَعَلُتَ : اِذَا صَلَّیُتَ الُجُمُعَةَ فَلَا تُصَلِّهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰی تَتَکَلَّمَ اَوُ تَخُرُجَ فَاِنَّ رَسُوُلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِذٰلِکَ اَنُ لَانُوُصِلَ صَلٰوةً بِصَلٰوةٍ حَتّٰی نَتَکَلَّمَ اَوُنَخُرُجَ ! رَوَاهُ مُسُلِمٌ .

(۱۱۳۱) حضرت عمر بن عطاء کہتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے مجھے سائب بن اخت نمر کے پاس کسی ایسی بات کے بارے میں پوچھنے کے لیے بھیجا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز میں دیکھی تھی ۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے ان کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ کی نماز ادا کی جب امام نے سلام پھیرا میں اپنی جگہ کھڑا ہو گیا اور نماز پڑھی ۔ جب وہ اندر گئے تو مجھے بلوایا اور کہا کہ جو تم نے کیا دوبارہ نہ کرنا ۔ جب تم جمعہ کی نماز پڑھ لو تو اسے کسی اور نماز کے ساتھ نہ ملاؤ ۔ یہاں تک کہ تم کوئی بات کر لو یا باہر چلے جاؤ ۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم جب تک کوئی بات نہ کر لیں یا باہر نہ چلے جائیں جمعہ کی نماز سے ملا کر کوئی نماز نہ پڑھیں ۔

تخریج حدیث(۱۱۳۱): صحیح مسلم، کتاب الجمعه، باب الصلوٰة بعد الجمعة .

کلماتِ حدیث: لا تعد : دوبارہ نہ کرنا ۔ جو کام تم نے کیا ہے اسے دوبارہ نہ کرنا ۔

شرحِ حدیث: السائب بن اخت نمر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقصورہ میں نماز پڑھی، مقصورہ امام کے ساتھ مخصوص جگہ جو امراء اور احکام کے لیے مخصوص تھی جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت بنوائی تھی جب ان پر حملہ کیا گیا تا کہ آئندہ اس طرح کے حملے سے بچا جا سکے ۔ السائب جب دو رکعت جمعہ کی نماز پڑھ چکے تو اسی جگہ سنتیں پڑھنے کھڑے ہو گئے ۔ بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا اور انہیں بتایا کہ آئندہ اس طرح نہ کرنا کہ نمازِ جمعہ سے متصل اسی جگہ پر سنتیں پڑھو بلکہ نمازِ جمعہ میں اور بعد میں سنتیں اور نوافل پڑھنے میں فصل کرنا چاہیے خواہ وہ فصل کلام سے ہو یا اس طرح ہو کہ اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ نماز پڑھ لی جائے ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسی طرح حکم فرمایا کہ ہم نمازِ جمعہ کے ساتھ کوئی اور نماز نہ ملائیں یہاں تک کہ ہم کلام کر لیں یا اس جگہ سے ہٹ جائیں، یعنی مستحب یہ ہے کہ فرض نماز کی جگہ سے ہٹ کر نوافل وسنن ادا کیے جائیں ۔ تا کہ سجدے کے مواضع مختلف ہو جائیں اور نفل کی صورت فرض سے مختلف ہو جائے ۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ١٤٨/٦ ۔ روضة المتقين : ١٥١/٣)

الباب (۲۰۵)

بَابُ الْحَثِّ عَلٰی صَلٰوۃِ الْوِتْرِ وَبَیَانِ اَنَّہٗ سُنَّۃٌ مُؤَکَّدَۃٌ وَبَیَانِ وَقْتِہٖ

نمازِ وتر کی ترغیب وتر کے سنتِ مؤکدہ ہونے اور اس کے وقت کا بیان

۱۱۳۲. عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ! اَلْوِتْرُ لَیْسَ بِحَتْمٍ کَصَلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ وَلٰکِنْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ، فَاَوْتِرُوْا یَااَھْلَ الْقُرْاٰنِ" رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ!

(۱۱۳۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وتر فرض نماز کی طرح حتمی نہیں ہے لیکن یہ رسول اللہ ﷺ کی مقرر کردہ سنت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے اے اہل قرآن وتر پڑھا کرو۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۱۳۲): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الوتر . الجامع للترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء ان الوتر لیس بحتم .

کلمات حدیث: لیس بحتم : حتمی نہیں، قطعی نہیں ہے، جس طرح کہ فرض نماز قطعی ہے۔

شرح حدیث: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات اور اپنی صفات میں یکتا اور بے مثال ہے اور وہ اعداد میں وتر کو پسند فرماتا ہے، مثلاً طواف کے سات شوط، رمی جمار میں سات کنکریاں، نماز میں تسبیحات کی تعداد طاق ہونا اور اسی طرح نمازِ وتر بھی طاق ہے۔

وتر اس نماز کو کہتے ہیں جس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے اور جو عام طور پر بعد عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے اور اس کا وقت اذانِ فجر (صبح صادق) سے پہلے تک رہتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نمازِ وتر واجب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ نیز حنفی فقہاء کے نزدیک وتر کی تین رکعات ہیں جبکہ دیگر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ وتر کی ایک ہی رکعت ہے لیکن ان کے نزدیک بھی صرف ایک رکعت پڑھنا مکروہ ہے اور صحیح طریقہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرا جائے اور پھر ایک رکعت وتر پڑھی جائے۔

(تحفة الأحوذي : ۵۵۱/۲۔ روضة المتقين : ۱۵۱/۳۔ دليل الفالحين : ۵۵۹/۳۔ مظاهر حق : ۷۹۲/۱)

وتر کی نماز رات کے بالکل آخری حصہ میں پڑھنا

۱۱۳۳. وَعَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ : مِنْ کُلِّ اللَّیْلِ قَدْ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَوَّلِ اللَّیْلِ وَمِنْ اَوْسَطِہٖ وَمِنْ اٰخِرِہٖ وَانْتَھٰی وِتْرُہٗ اِلَی السَّحَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

(۱۱۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصے میں نماز پڑھی، رات کے پہلے حصے میں درمیانی حصے میں اور آخری حصے میں اور آپ ﷺ کی وتر نماز سحر تک پہنچی۔

تخریج حدیث (۱۱۳۳): صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب ما جاء في الوتر . صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ.

کلمات حدیث: انتهى وتره الى السحر : آپ ﷺ کا وتر سحر تک پہنچا۔ انتهاء : نہایت اختتام۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے نماز وتر رات کے ہر حصہ میں ادا فرمائی اور رات کے شروع حصے میں درمیانی میں بھی اور آخر میں بھی اور کبھی بالکل آخر شب میں یعنی نماز صبح سے کچھ پہلے۔ ماوردی رحمہ اللہ نے کہا کہ سحر سے پہلے مراد رات کا آخری چھٹا حصہ ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وتر کی نماز کی ادائیگی کا یہ فرق واختلاف مواقع اور مناسبات کے اختلاف کی بناء پر تھا کہ اگر رسول کریم ﷺ بیمار ہوتے تو آغازِ شب ہی میں وتر پڑھ لیتے سفر میں ہوتے تو نصف شب میں پڑھ لیتے اور عام حالات میں آخر شب میں نمازِ تہجد کے بعد پڑھتے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/٢٢۔ روضة المتقين : ٣/١٥٢۔ تحفة الأحوذي : ٢/٥٥٧)

رات کی نمازوں میں وتر کو آخر میں پڑھو

۱۱۳۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وَتْرًا : مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۱۳۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رات کی نماز میں تم اپنی آخر نماز وتر کو بناؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۳۴): صحيح البخاري، كتاب الوتر، باب ليجعل آخر صلاته وتراً. صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة.

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جو نماز شب پڑھے تو اپنی آخری نماز صبح سے پہلے وتر کو بنائے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح حکم فرماتے تھے۔ وتر کو آخری نماز بنانے میں حکمت یہ ہے کہ وتر ان تمام رات والی نمازوں سے افضل ہے اس لیے اس کو آخر میں رکھا گیا تا کہ اس عمل کا اختتام افضل ہو۔

(روضة المتقين : ٣/١٥٣۔ نزهة المتقين : ٢/١٤٢)

صبح سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو

۱۱۳۵۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :

اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا "رَوَاهُ مُسْلِمٌ!"

(۱۱۳۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صبح سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۱۳۵): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل مثنى مثنى .

کلمات حدیث: اوترو ا: وتر کی نماز پڑھو، نماز کو وتر بناؤ۔ قبل أن تصبحوا: اس سے پہلے کہ تم صبح کرو۔

شرح حدیث: یعنی اذان صبح سے پہلے وتر پڑھ لو۔ وتر کا وقت نمازِ عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آخر شب میں فرشتے موجود ہوتے ہیں۔ یعنی فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اس بات کو دیکھتے ہیں کہ اللہ کا بندہ نمازِ وتر ادا کر رہا ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/ ٣٠۔ تحفة الأحوذي : ٢/ ٥٨٤)

وتر کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیدار فرماتے تھے

۱۱۳۶. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ صَلٰوتَهٗ بِاللَّيْلِ وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ اَيْقَظَهَا فَاَوْتَرَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ : وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ فَاِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ قَالَ : قُوْمِيْ فَاَوْتِرِيْ يَاعَائِشَةُ !

(۱۱۳۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ شب ادا فرماتے اور وہ آپ ﷺ کے سامنے لیٹی ہوئی ہوتیں، جب وتر باقی رہ جاتے تو آپ ﷺ انہیں اٹھا دیتے اور میں وتر پڑھ لیتی۔ (مسلم) اور ایک اور روایت میں ہے کہ جب وتر باقی رہ جاتے تب آپ ﷺ فرماتے کہ اے عائشہ! اٹھو اور وتر پڑھ لو۔

تخریج حدیث(۱۱۳۶): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل .

کلمات حدیث: معترضة بين يديه : آپ ﷺ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی رہتی۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ نمازِ شب ادا فرماتے اور اس دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سو رہی ہوتیں صحیح بخاری میں حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے اور وہ آپ ﷺ کے اور قبلے کے درمیان اسی طرح لیٹی ہوئی ہوتیں جیسے جنازہ رکھا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سو رہی ہوتی اور میرے پیر آپ ﷺ کے قبلے کے سامنے ہوتے جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو آپ ﷺ میرا پیر دباتے جس سے میں اپنا پاؤں سکیڑ لیتی پھر جب آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے تو میں پھر ٹانگ لمبی کر لیتی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوا کرتے تھے اور گھر چھوٹے ہوتے تھے۔

حدیث سے ثابت ہوا کہ وتر آخر شب میں افضل ہے خواہ انسان نے تہجد نہ پڑھا ہو، بشرطیکہ اسے یقین ہو کہ وہ اٹھ جائے گا یا کوئی اسے اٹھا دے گا۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/ ٢١۔ روضة المتقين : ٣/ ١٥٤۔ دليل الفالحين : ٣/ ٥٦٠)

صبح سے پہلے جلدی وتر پڑھ لیا کرو

۱۱۳۷. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : بَادِرُوْا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ"رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ! وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ !

(۱۱۳۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جلدی سے وتر پڑھ لو اس سے پہلے کہ صبح ہو۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۱۱۳۷): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة،، باب وقت الوتر . الجامع للترمذی، ابواب الصلاة، باب ما جاء فی مبادرة الصبح بالوتر .

شرح حدیث: یعنی صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے وتر کی ادائیگی میں جلدی کرو۔ یعنی جو شخص یقین رکھتا ہو کہ وہ آخر شب میں بیدار ہو جائے گا یا کوئی اسے بیدار کر دے گا تو وہ وتر آخر شب میں پڑھے لیکن طلوع صبح صادق سے پہلے ادا کرے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/٢٨ـ تحفة الأحوذي : ٢/٥٨٤)

وتر کی نماز عشاء کے بعد متصلاً پڑھنا

۱۱۳۸. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ خَافَ اَنْ لَایَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ اَوَّلَهٗ وَمَن طَمِعَ فَلیوتر اٰخِرَ اللَّیْلِ فَاِنَّ صَلٰوةَ اٰخِرِ اللَّیْلِ مَشْهُوْدَةٌ ' وَذٰلِکَ اَفْضَلُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۱۳۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ آخر شب میں نہ اٹھ سکے گا تو وہ پہلے ہی وتر پڑھ لے اور جو آخر شب میں پڑھنا چاہے تو وہ رات کے آخری حصے میں پڑھے کہ رات کے آخری حصے میں نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ زیادہ افضل ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۱۳۸): صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب من خاف ان لا یقوم .

کلمات حدیث: مشهودة : آخر شب کی نماز میں فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے جو خیر و برکت کے لیے آتے ہیں۔

شرح حدیث: جس کو یہ خیال ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں نہ اٹھ سکے گا تو وہ رات کے اوّل حصے میں وتر پڑھ لے اور جسے یہ یقین ہو کہ وہ آخر شب میں قیام لیل کے لیے اٹھ جائے گا وہ آخر شب میں وتر پڑھے کہ اس حصے میں رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اس حصے میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحب استطاعت کے لیے وتر کی تاخیر افضل ہے، ورنہ حزم و احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ وتر اوّل شب میں پڑھ لے۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب سے

روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں وتر کی بات کرنے لگے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو وتر پڑھ کر سوتا ہوں، پھر اگر میں تہجد کے لیے اٹھتا ہوں تو صبح صادق تک دو دو رکعت پڑھتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بغیر وتر پڑھے سو جاتا ہوں اور سحر سے پہلے وتر پڑھتا ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا کہ انہوں نے احتیاط پر عمل کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے ہمت کا مظاہرہ کیا۔ حدیث مبارک میں حضرت ابو بکر رضی اللہ کے عمل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی اوّل شب میں وتر پڑھ لے اور پھر آخر شب میں دو دو رکعت کر کے نماز پڑھے تو اس پر دوبارہ وتر لازم نہیں ہے۔ بلکہ وتر ایک رات میں ایک ہی ہے خواہ وہ اوّل شب میں پڑھے یا آخر شب میں پڑھے۔ چنانچہ ابوداؤد میں طلق بن علی سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔

بہر حال اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اوّل شب میں وتر افضل ہے اس شخص کے لیے جو آخر شب میں اٹھ سکتا ہو ورنہ وہ اول شب میں وتر پڑھ لے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/ ٣٠۔ تحفة الأحوذي : ٢/ ٥٥٥۔ روضة المتقين : ٣/ ١٥٥)

الباب (۲۰۶)

بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الضُّحیٰ وَبَیَانِ اَقَلِّهَا وَاَکْثَرِهَا وَاَوْسَطِهَا وَالْحَثِّ عَلَی الْمُحَافَظَةِ عَلَیْهَا

صلاۃ الضحیٰ کی فضیلت وترغیب، صلاۃ الضحیٰ کی رکعتوں کا بیان

۱۱۳۹۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِصِیَامِ ثَلاثَةِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ وَرَکْعَتَیِ الضُّحٰی، وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَرْقُدَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ!

(۱۱۳۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ ہر ماہ تین روزے رکھوں اور دو رکعت ضحیٰ پڑھوں اور سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔ (متفق علیہ)

سونے سے پہلے وتر پڑھنا اس شخص کے لیے مستحب ہے جسے آخر شب میں اٹھنے پر اعتماد نہ ہو اگر یہ اعتماد و یقین حاصل ہو تو شب کے آخری حصہ میں وتر پڑھنا افضل ہے۔

تخریج حدیث (۱۱۳۹): صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب صلاة الضحی والصوم. صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب الضحی.

کلمات حدیث: ضحی: سورج کے اچھی طرح نکل جانے کے بعد کا وقت ضحیٰ ہے۔ ضحوۃ: دن کے پہلے حصہ کا بلند ہونا۔ اضحی النهار: کے معنی ہیں کہ دن کی روشنی اچھی طرح پھیل گئی۔

شرح حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر رسول اللہ ﷺ کی حدیث ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے کہ میرے خلیل ﷺ نے فرمایا۔ خلیل اس دوست اور حبیب کو کہتے ہیں کہ جس کی محبت دل میں اتر گئی ہو۔ غرض حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تین کاموں کی نصیحت فرمائی کہ میں ہر ماہ تین دن کے روزے رکھوں تا کہ صیام دہر کے قائم مقام ہو جائے۔ تین دنوں سے یا تو مہینہ کے کوئی سے بھی دن مراد ہیں یا ایام بیض مراد ہیں ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخیں ہیں۔ رسول کریم ﷺ ایام بیض میں روزے رکھتے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہر ماہ کے شروع میں تین دن کے روزے رکھ لے اور بعض دیگر کی رائے یہ ہے کہ ہر دس دن میں ایک دن کا روزہ رکھ لے۔

صلاۃ الضحی جب آفتاب بلند ہو جائے اس وقت پڑھی جانے والی نماز کو صلاۃ الضحی کہا جاتا ہے۔ سورج کے طلوع ہو جانے اور آفتاب کے بلند ہو جانے کے بعد دراصل دو نمازیں ہیں۔ ایک صلاۃ الاشراق اور دوسری صلاۃ الضحی۔ بقدر ایک یا دو نیزہ آفتاب کے بلند ہو جانے اور وقت مکروہ ختم ہو جانے کے بعد جو نماز پڑھی جائے اسے اصطلاحاً صلاۃ الاشراق کہتے ہیں اور جب آفتاب اچھی طرح بلند ہو جائے اور دھوپ اتنی پھیل جائے کہ دوسرا پہر شروع ہو جائے تو زوال سے پہلے جو نماز پڑھی جاتی ہے وہ صلاۃ الضحیٰ ہے۔ صلاۃ الاشراق کی کم از کم دو

رکعات ہیں اور زیادہ سے زیادہ چھ اور صلاۃ الضحیٰ کی کم از کم دو رکعت ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہیں۔ لیکن علماء کے نزدیک مختار امر چار رکعات پڑھنا ہے۔ کیونکہ احادیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کا چار رکعت پڑھنا ثابت ہے۔ نماز ضحیٰ کی بہت فضیلت ہے اور اکثر علماء کے قول کے مطابق یہ نماز مستحب ہے۔ شیخ ولی الدین بن العراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صلاۃ الضحیٰ کے بارے میں بکثرت احادیث صحیحہ منقول ہیں یہاں تک کہ محمد بن جریر طبرانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ احادیث تواتر معنوی کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں۔

نماز وتر کا بیان ہو چکا ہے کہ اگر کسی کو آخر شب میں اٹھنے پر اعتماد و وثوق ہو تو آخر شب میں وتر پڑھنا افضل ہے بصورت دیگر اول شب میں پڑھنا مستحب ہے۔

(فتح الباري : ١/٧٣٢۔ ارشاد الساري : ٣/٢٣٠۔ روضة المتقين : ٣/١٥٦۔ مظاهر حق : ١/٨٢٦)

جسم کے ہر جوڑ کے بدلہ میں صدقہ کرنا

١١٤٠. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ! فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْىٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَتُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١١٤٠) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر آدمی اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے ہر جوڑ پر صدقہ ہوتا ہے، ہر تسبیح صدقہ ہے،، ہر تحمید صدقہ ہے اور ہر تہلیل صدقہ ہے اور ہر تکبیر صدقہ ہے امر بالمعروف صدقہ ہے نہی عن المنکر صدقہ ہے اور اگر آدمی صلوٰۃ الضحیٰ پڑھ لے تو وہ ان سب سے کافی ہے۔

تخریج حدیث(١١٤٠): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب الضحى.

کلمات حدیث: تسبيحة : ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا۔ تحميدة : ایک مرتبہ الحمد للہ کہنا۔ تكبيرة : ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنا۔ تهليلة : ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہنا۔

شرح حدیث: صلاۃ الضحیٰ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ آدمی جب صبح کو اٹھتا ہے تو اس کے ہر جوڑ پر صدقہ ہوتا ہے جب وہ سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اس سے یہ صدقہ ادا ہوتا ہے اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے یہ صدقہ ادا ہوتا اور اگر آدمی دو رکعت صلاۃ الضحیٰ پڑھ لے تو ان سب کی طرف سے صلاۃ الضحیٰ کافی ہو جاتی ہے۔ (دليل الفالحين : ٣/٥٦٤)

چاشت کی چار رکعتیں ہیں

١١٤١. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ

الضُّحٰی اَرْبَعًا وَیَزِیْدُ مَاشَاءَ اللّٰہُ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ!

(۱۱۴۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چار رکعات صلاۃ الضحیٰ ادا فرمایا کرتے تھے، اور پھر جتنا اللہ چاہتا اضافہ فرماتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۱۴۱): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی.

شرح حدیث: صلاۃ الضحیٰ کی فضیلت اور اس کی ترغیب میں متعدد احادیث مروی ہیں چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صلاۃ الضحیٰ کی محافظت کرنے والا اواب ہے۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں صلاۃ الضحیٰ کی فضیلت پر مفصل کلام فرمایا ہے۔ آپ ﷺ اکثر چار رکعات پڑھتے اور کبھی اس پر اضافہ بھی فرماتے تھے۔ صلاۃ الضحیٰ کی کم سے کم رکعات دو ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہیں۔ یہ حدیث اس سے پہلے بھی آچکی ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي: ۶/۱۹۴۔ دلیل الفالحین: ۳/۵۶۴)

فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے چاشت کی آٹھ رکعتیں ادا فرمائی ہیں

۱۱۴۲. وَعَنْ اُمِّ هَانِیءٍ فَاخته بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْهَا قَالَتْ! ذَهَبْتُ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُّہٗ یَغْتَسِلُ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِہٖ، صَلّٰی ثَمَانِیَ رَکْعَاتٍ وَذٰلِکَ ضُحًی" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَھٰذَا مُخْتَصَرُ لَفْظِ اِحْدٰی رِوَایَاتِ مُسْلِمٍ!

(۱۱۴۲) حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں فتح مکہ والے سال خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی آپ اس وقت غسل فرما رہے تھے، جب آپ ﷺ ں سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے آٹھ رکعات پڑھیں اور یہ صلاۃ الضحیٰ کی نماز تھی۔ (متفق علیہ) یہ مسلم کی ایک روایت کے مختصر الفاظ ہیں۔

تخریج حدیث(۱۱۴۲): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ والتھجد، باب صلاۃ الضحی فی السفر. صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی.

کلمات حدیث: عام الفتح: یعنی فتح مکہ مکرمہ ۸ھ کا سال۔

شرح حدیث: اس حدیث میں اور اس سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے صلاۃ الضحیٰ چار رکعت پڑھیں۔ یہ حدیث اس سے پہلے بھی آچکی ہے۔ (دلیل الفالحین: ۳/۵۶۵۔ روضۃ المتقین: ۳/۱۵۸)

الباب (۲۰۷)

بَابُ تَجُوْزُ صَلوٰةُ الضُّحیٰ مِنْ اِرْتِفَاعِ الشَّمْسِ اِلَی زَوَالِهَا، وَالْاَفْضَلُ اَنْ تُصَلّٰی عِنْدَ اشْتِدَادِ الْحَرِّ وَارْتِفَاعِ الضُّحیٰ

صلاۃ الضحیٰ سورج کے بلند ہونے کے وقت سے لیکر زوال سے پہلے تک جائز ہے، افضل یہ ہے کہ دن قدرے گرم ہوجائے اور سورج بلند ہونے کے بعد پڑھی جائے

۱۱۴۳. عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ رَاٰى قَوْماً يُصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰى فَقَالَ : اَمَا لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلٰوةَ فِيْ غَيْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

"تَرْمَضُ" بِفَتْحِ التَّآءِ وَالْمِيْمِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ يَعْنِیْ شِدَّةَ الْحَرِّ "وَالْفِصَالُ" جَمْعُ فَصِيْلٍ وَهُوَ الصَّغِيْرُ مِنَ الْاِبِلِ!

(۱۱۴۳) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ انہوں نے بعض اصحاب کو صلوۃ الضحیٰ پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ انہیں معلوم ہے کہ نماز اس وقت کے علاوہ افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رجوع کرنے والوں کی نماز اس وقت افضل ہے جب اونٹ کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں۔ (مسلم)

ترمض میم پرزبر ہے، سخت گرمی ہونا۔ فصال: فصیل کی جمع ہے اونٹ کا بچہ۔

تخریج حدیث (۱۱۴۳): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاوة الاوابين حين ترمض الفصال .

کلمات حدیث: اوابین: جمع اواب. توبہ اور استغفار کے ساتھ اللہ کی جانب پلٹنے والا۔

شرح حدیث: صلاۃ الضحیٰ کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج بلند ہوجائے اور اس میں تیزی آجائے، صلوۃ الاوابین سے یہاں مراد صلوٰۃ الضحیٰ ہے یعنی ان لوگوں کی نماز جو اللہ کی جانب توبہ اور استغفار سے بہت رجوع کرنے والے ہیں۔قرآن کریم میں حضرت داؤد علیہ السلام کو اواب کہا گیا ہے کہ وہ بہت توبہ اور استغفار کرنے والے تھے۔غرض حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صلاۃ الضحیٰ کا افضل وقت وہ ہے جو سورج کی دھوپ اتنی ہوجائے کہ اونٹوں کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/٢٦ـ روضة المتقين : ٣/١٥٩)

البَاب (۲۰۸)

بَابُ الْحَثِّ عَلٰى صَلٰوةِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ بِرَكْعَتَيْنِ وَكَرَاهِيَةِ الْجُلُوْسِ! قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ بِنِيَّةِ التَّحِيَّةِ اَوْ صَلٰوةِ فَرِيْضَةٍ اَوْ سُنَّةٍ رَاتِبَةٍ اَوْغَيْرِهَا

تحیۃ المسجد کی ترغیب، مسجد میں دو رکعت پڑھے بغیر بیٹھنا مکروہ ہے خواہ کسی بھی وقت مسجد میں جائے اور خواہ یہ دو رکعت فرض یا سنت راتبہ ہوں یا نفل ہوں یا تحیۃ المسجد کی نیت سے پڑھی گئی ہوں

۱۱۴۴۔ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۱۴۴) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعت پڑھ لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۴۴): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب اذا دخل المسجد فلیرکع رکعتین. صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تحیۃ المسجد.

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہے کہ جب بھی آدمی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے۔ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ عام فقہاء کے نزدیک یہ امر ترغیب اور استحباب کے لیے ہے اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ وضاحت بھی کی کہ اوقات ممنوعہ میں اگر مسجد میں جائے تو یہ دو رکعت نہ پڑھے اور امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں مسجد حرام میں پہلے طواف کرے پھر تحیۃ المسجد پڑھے اور مسجد نبوی ﷺ میں پہلے تحیۃ المسجد پڑھے پھر درود وسلام پڑھے۔

(فتح الباري : ١/٤٤٥ ـ ارشاد الساري : ٢/١٠٣ ـ روضة المتقين : ٣/١٦١ ـ شرح صحيح مسلم : ٦/١٩١)

مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعتیں پڑھنا

۱۱۴۵۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۱۴۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھ لو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۴۵): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب اذا دخل المسجد فلیرکع رکعتین . صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تحیۃ المسجد.

شرح حدیث: جو شخص مسجد میں داخل ہو وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے، اس میں تحیۃ المسجد کی نیت سے ہی دو رکعت پڑھنا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر فرض یا سنت یا نفل پڑھ لیے تب بھی درست ہے۔ جو شخص مسجد میں سے گزر رہا ہو وہ بھی تحیۃ المسجد پڑھے اور اگر کوئی مسجد میں سویا ہوا ہو اور بیدار ہو جائے تو وہ بھی پڑھے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا آپ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے آپ ﷺ نے فرمایا ابوذر تم نے نماز پڑھ لی میں نے کہا کہ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھڑے ہو اور دو رکعتیں پڑھ لو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہو کر بیٹھ جائے تب بھی وہ اٹھ کر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے۔ تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھنا مستحب ہے۔

(فتح الباري : ۱/٤٤٤۔ ارشاد الساري : ۲/۱۰۳۔ شرح صحیح مسلم : ٦/۱۹۱۔ روضة المتقین : ۳/۱٦۱)

البَاب (۲۰۹)

بَابُ اسْتِحْبَاب رَكْعَتَيْنِ بَعْدَالْوُضُوْءِ
تحیۃ الوضوء کا مستحب ہونا

****

۱۱۴۶. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ: يَابِلَالُ! حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِی الْاِسْلَامِ، فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْکَ بَيْنَ يَدَیَّ فِی الْجَنَّةِ، قَالَ: مَاعَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ اَنِّیْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طَهُوْراً فِیْ سَاعَةٍ مِّنْ لَيْلٍ اَوْنَهَارٍ اِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِکَ الطَّهُوْرِ مَاكُتِبَ لِیْ اَنْ اُصَلِّیَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ.

"الدَّفُّ" بِالْفَآءِ: صَوْتُ النَّعْلِ وَحَرْكَتُهٗ عَلَی الْاَرْضِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۱۱۴۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال! مجھے تم اپنا ایسا عمل بتاؤ جو تم نے اسلام لانے کے بعد کیا ہو اور تمہیں اس کے بہت اجر کی توقع ہو کہ میں نے جنت میں تمہارے جوتوں کی آواز اپنے آگے آگے سنی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جس کے بہت اجر کی توقع ہو سوائے اس کے کہ رات میں یا دن میں جب بھی وضوء کیا اس کے بعد جتنی نماز اللہ نے میرے مقدر میں لکھی تھی میں نے ضرور ادا کی۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

دَف : جوتے کی آواز اور اس کی زمین پر حرکت۔

تخریج حدیث(۱۱۴۶): صحيح البخاری، كتاب التهجد، باب فضل الوضوء بالليل والنهار. صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة .

کلمات حدیث: بارجى عمل عملته فى الإسلام : اسلام قبول کرنے کے بعد کوئی ایسا عمل جس کے اجر وثواب کی بہت توقع ہو۔ ارجیٰ : زیادہ امید والا۔ ایسا عمل جس کے اجر وثواب کی زیادہ امید ہو۔ رجا رجاء (باب نصر) امید رکھنا۔ توقع رکھنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم کون سا ایسا عمل کرتے ہو جس کے بہت اجر وثواب کی تمہیں زیادہ امید ہو، کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمہارے قدموں کی آواز سنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات خواب میں دیکھی کیونکہ حدیث میں عند الفجر کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ بات فجر کے وقت بیان فرمائی اور آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جو آپ ﷺ خواب دیکھتے وہ آپ صحابہ کے سامنے بیان فرماتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی ایسا خاص عمل تو نہیں جس پر اللہ سے بہت زیادہ اجر وثواب کی توقع ہو البتہ یہ کہ دن ورات میں جب بھی وضوء کرتا ہوں حسب توفیق الٰہی نماز ضرور پڑھتا ہوں۔ یعنی ہر وضوء کے ساتھ نوافل پڑھنے کا عمل اللہ کے یہاں اس قدر

مقبول ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جنت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے چلنے پھرنے کی آواز سنی۔

اس حدیث سے ہر وضوء کے بعد دو رکعت یا زیادہ نوافل پڑھنے کا استحباب معلوم ہوا اور اسی نماز کو تحیۃ الوضوء کہا جاتا ہے۔ابن الجوزی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وضوء کا مقصود نماز ہے اس لیے وضوء کے بعد نماز پڑھنی چاہیے تا کہ وضوء اپنی غرض وغایت سے خالی نہ ہو۔

(فتح الباري : ۱/۷۲۳۔ ارشا الساري : ۳/۲۰۵۔ عمدة القاري: ۶/۲۹۹۔ شرح صحيح مسلم : ۱۶/۱۱)

الباب (۲۱۰)

بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَوُجُوبِهَا وَالِاغْتِسَالِ لَهَا وَالتَّطَيُّبِ وَالتَّبْكِيرِ إِلَيْهَا وَالدُّعَآءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ وَبَيَانِ سَاعَةِ الْإِجَابَةِ وَاسْتِحْبَابِ اَكْثَرِ ذِكْرِ اللّٰهِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کا وجوب اس کے لیے غسل کرنا، خوشبو لگانا اور نماز جمعہ کے لیے جلدی جانا، جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا اور بعد جمعہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا اور روزِ جمعہ ساعتِ اجابت کا بیان

قال اللّٰہ تعالیٰ :

﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِى ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُواْ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ وَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جب نماز جمعہ پوری ہو جائے تو زمین پر پھیل جاؤ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

(الجمعۃ: ۱۰)

تفسیری نکات: نمازِ جمعہ سے پہلے حکم ہوا تھا کہ جمعہ کی اذان ہوتے ہی کاروبار چھوڑ کر اور خرید وفروخت بند کر کے اللہ کی یاد کی طرف دوڑو یعنی خطبہ جمعہ سنو اور اللہ کے احکام کا فہم حاصل کر کے ان پر عمل کرو اور پھر نمازِ جمعہ ادا کرو اور جب جمعہ کی نماز ہو جائے تو پھر تمہیں اجازت ہے کہ اللہ کی زمین میں پھیل کر اللہ کے فضل اس کی مہربانی اور اس کے رزق کی تلاش ہو اور اس دوران خوب کثرت سے اللہ کا ذکر ہو کہ کامیابی اللہ کی یاد سے وابستہ ہے۔

جمعہ کے دن کی فضیلت

۱۱۴۷ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ ، فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ، وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۱۴۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن وہ جنت میں داخل کیے گئے اور اسی روز جنت سے نکالے گئے۔

(مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۴۷): صحیح مسلم، کتاب الجمعه، باب فضل یوم الجمعه.

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں روز جمعہ کی فضیلت اور اس دن کی خیر اور برکت بیان ہوئی ہے کہ یہ ایسا بہترین دن ہے جس

میں ابوالانبیاء اور ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی روز وہ جنت میں داخل ہوئے اسی روز ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی روز وہ جنت سے نکالے گئے جو دنیا میں خیر کا اعمال صالحہ کا اور انبیاء کرام کے آنے کا سبب بنا۔ اس اعتبار سے حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے زمین پر آنا جیسے کسی مسافر کا کسی کام پر جانا اور پھر اپنے گھر واپس آ جانا۔ حضرت آدم علیہ السلام حکمت الٰہی کے تحت اور اس کے سپرد کیے ہوئے کام کے انجام دینے کے لیے جنت سے دنیا میں آئے اور اس فرض کی تکمیل کے بعد پھر واپس جنت میں چلے گئے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/١٢٤ ـ روضة المتقين : ٣/١٦٤ ـ دليل الفالحين : ٣/٥٧٣)

نمازِ جمعہ کی ادائیگی گناہ معاف ہونے کا ذریعہ ہے

١١٤٨. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ، غُفِرَلَه' مَابَيْنَه' وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١١٤٨) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے وضوء کیا اور خوب اچھی طرح وضوء کیا پھر جمعہ کی نماز کے لیے حاضر ہوا غور سے خطبہ سنا اور خاموش رہا تو اس کے پچھلے گناہ جو اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان ہوئے معاف کر دیے جاتے ہیں اور مزید تین دن کے بھی اور جو خطبہ کے دوران کنکریوں کو ادھر ادھر کرتا رہا اس نے لغو حرکت کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١١٤٨): صحيح مسلم، كتاب الجمعه، باب فضل من استمع وأنصت .

کلمات حدیث: أحسن الوضوء: خوب اچھی طرح سنن وآداب کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے وضو کیا۔ فاستمع وانصت: ارادے اور توجہ کے ساتھ خطبہ کو سنا اور اس کے دوران خاموشی اختیار کی۔ مس الحصی: کنکریوں کو چھویا یا انہیں ادھر ادھر کیا۔ فقد لغا: اس نے فضول اور بے مقصد حرکت کی، لغو ہر وہ کام ہے جس کا کوئی مقصد یا نتیجہ نہ ہو جو فضول اور باطل ہو۔ مقصد یہ ہے کہ دوران استماع خطبہ کوئی فضول حرکت نہیں کرنی چاہئے جس سے توجہ خطبہ سے ہٹ جائے جیسے اپنے کپڑوں سے کھیلنا وغیرہ۔

شرح حدیث: جس شخص نے روزِ جمعہ جملہ سنتوں اور اس کے تمام آداب کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے وضوء کیا، پھر جمعہ کو گیا اور اچھی طرح خطبہ سنا اور دورانِ خطبہ سکوت اختیار کیا تو اس کے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک تمام گناہ صغیرہ معاف کر دیے جائیں گے بلکہ اگلے تین دن کے بھی معاف کر دیے جائیں گے اور تین دن کا اضافہ اس لیے کہ الحسنة بعشر امثالها ہر نیکی کا اجر اس کا دس گنا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/١٢٧ ـ روضة المتقين : ٣/١٦٥ ـ دليل الفالحين : ٣/٥٧٤)

نمازیں گناہ معاف ہونے کا ذریعہ ہیں

١١٤٩. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ،

وَرَمَضَانُ اِلَی رَمَضَانَ مُکَفِّرَاتٌ مَابَیْنَ هُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْکَبَائِرُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۱۴۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ اگلے جمعہ تک اور رمضان اگلے رمضان تک ان گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں جوان کے درمیان سرزد ہوں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۱۴۹): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة.

کلمات حدیث: مکفرات ما بینهن : ان کے درمیان گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ ما اجتنبت الکبائر : بشرطیکہ کبائر سے بچتا رہے۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر رحمت بہت وسیع ہے اس کے فضل وکرم سے پانچوں نمازوں کے درمیان کے تمام صغیرہ گناہوں کو معاف فرما دیا جاتا ہے اور نماز اگلی نماز تک کے لیے صغیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اسی طرح جمعہ سے اگلے جمعہ تک اور رمضان سے اگلے رمضان تک گناہِ صغیرہ معاف کر دیے جاتے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے کہ کبیرہ گناہ کے لیے اللہ کے حضور میں توبہ کرنا اور آئندہ اس گناہ کے نہ کرنے کا عہد کرنا ضروری ہے۔

(روضة المتقین : ۱۶٤/۳ـدلیل الفالحین : ۵۷٤۳)

****

جمعہ ترک کرنے پر سخت وعید

۱۱۵۰ . وَعَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمْ اَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَلَی اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ : "لَیَنْتَهِیَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْلَیَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلیٰ قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَیَکُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِیْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۱۵۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو لوگ جمعہ چھوڑ دیتے ہیں وہ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ ضرور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے پھر ان کا شمار غافلوں میں ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۱۵۰): صحیح مسلم، ابواب الجمعه، باب التغلیظ فی ترك الجمعة.

کلمات حدیث: وهو علی اعواد منبره : آپ ﷺ اپنے منبر کی لکڑیوں پر تھے، آپ ﷺ اپنے منبر کی سیڑھیوں پر تھے۔ اقوام : جمع قوم یہاں مراد منافقین ہیں۔

شرح حدیث: نمازِ جمعہ کے چھوڑنے پر سخت ترین وعید بیان کی گئی کہ یا تو یہ لوگ جمعہ کی حاضری کا اہتمام کریں اور جمعہ کی نماز میں عدم حاضری سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور ان کا شمار غافلین میں فرما دے گا یعنی جو لوگ جمعہ کی نماز کی

حاضری میں سستی کرتے ہیں ان کا وہ انجام ہوگا کہ جو منافقین کا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگ جائے گی اور غفلت شعاروں میں داخل ہو جائیں گے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ١٣٣/٦۔ روضة المتقین : ١٦٥/٣)

****

جمعہ سے پہلے غسل کرنے کا حکم

١١٥١۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١١٥١) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے لیے آئے تو اسے چاہیے کہ غسل کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١١٥١): صحیح البخاری، کتاب الجمعه، باب فضل الغسل یوم الجمعة . صحیح مسلم، اول کتاب یوم الجمعة .

کلمات حدیث: فلیغتسل : اسے چاہیے کہ غسل کرے، یعنی غسل مسنون کرے۔

شرح حدیث: امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یوم جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے اور یہی اہل ظاہر کی رائے ہے خطابی رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کا بھی ایک قول اسی طرح نقل کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک غسلِ جمعہ سنت ہے اور یہی تمام اہل فتویٰ کا قول ہے۔ متعدد احادیث میں نمازِ جمعہ کے لیے وضو کر کے آنا مذکور ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اچھی طرح وضو کیا اور جمعہ کے لیے جامع مسجد آیا اور خاموشی اور توجہ سے خطبہ سنا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ لوگ اذان کے بعد مسجد میں آتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین میں نے اذان سنتے ہی وضو کیا اور مسجد میں آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صرف وضوء کیا؟ تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لیے آئے تو اسے چاہیے کہ غسل کرلے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا اس امر پر اجماع ہے کہ غسل نمازِ جمعہ کے لیے شرط نہیں۔

حضرت حسن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے لئے وضوء کیا اس نے اچھا کیا اور جس نے غسل کیا تو غسل کرنا افضل ہے۔

حدیث مذکور دلیل ہے کہ جمعہ کے روز غسل سنت اور افضل ہے۔

(فتح الباري : ٦١٤/١۔ ارشاد الساري : ٥٤٢/٢۔ روضة المتقین : ١٦٦/٣۔ دلیل الفالحین : ٥٧٥/٣)

****

جمعہ سے پہلے غسل کا اہتمام کریں

۱۱۵۲ . وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "غُسْلُ یَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

"اَلْمُرَادُ بِالْمُحْتَلِمِ: اَلْبَالِغُ وَالْمُرَادُ بِالْوُجُوْبِ : وَجُوْبُ اخْتِیَارٍ کَقَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِہٖ حَقُّکَ وَاجِبٌ عَلَیَّ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ .

(۱۱۵۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روز جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ (متفق علیہ)

محتلم سے بالغ مراد ہے اور وجوب سے مراد وجوب اختیار ہے جیسے کوئی کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث(۱۱۵۲): صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب هل علی من لم یشهد الجمعة الغسل من النساء والصبیان. صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب وجوب الغسل یوم الجمعة، علی کل بالغ من الرجال.

شرح حدیث: غسل یوم واجب ہے یعنی بطور اختیار اور بطور نظافت، تاکہ جمعہ کے روز حاضرین میں سے کسی کو پسینہ کی بو محسوس نہ ہو، نیز یہ کہ غسل سے طبیعت میں نشاط پیدا ہو جائے اور آدمی خطبۂ جمعہ کے سننے کے لیے اور اس کے سمجھنے کے لیے تیار ہو جائے۔

(فتح الباری : ۶۱۴/۱۔ ارشاد الساری : ۵۴۳/۲۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۱۶/۶)

عذر کی وجہ سے جمعہ کا غسل چھوڑا جا سکتا ہے

۱۱۵۳ . وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : مَنْ تَوَضَّأَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ !

(۱۱۵۳) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن وضوء کیا اس نے اچھا کیا اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔ (اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

کلمات حدیث(۱۱۵۳): فبها ونعمت : یہ کافی ہے اور خوب ہے۔ اسی طرح درست ہے اور اچھا ہے۔ یعنی جمعہ کے روز وضوء پر اکتفاء میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ بھی بہتر اور عمدہ ہے۔

شرح حدیث: جمہور فقہاء کے نزدیک جمعہ کے روز غسل سنت مؤکدہ ہے۔ بعض حضرات نے واجب بھی کہا ہے یعنی ان احادیث کے پیش نظر جن میں وجوب کا لفظ آیا ہے۔ مگر جمہور کے نزدیک استحباب مراد ہے اور لفظ واجب سے تاکید اور ترغیب مقصود ہے شرعی وجوب مقصود نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے وضوء کیا اس نے بھی اچھا کیا اور وضوء کافی ہے۔ نیز فرمایا کہ غسل افضل ہے یعنی مندوب اور مستحب ہے اور وضوء سے افضل ہے۔ جمعہ کا غسل ان لوگوں کے لیے ضروری ہے جن پر جمعہ کی حاضری واجب ہے یا جو

جمعہ میں حاضر ہونے کا ارادہ کریں، طلوع فجر سے لے کر نمازِ جمعہ کے لیے جانے تک جمعہ کے غسل کا وقت ہے البتہ جمعہ کے قریب غسل کرنا زیادہ افضل ہے۔ (تحفة الأحوذي : ۳/۲۱۔ نزهة المتقين : ۲/۱۵۱)

نمازِ جمعہ کے آداب

۱۱۵۴۔ وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عنه قال قال رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَايَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَااسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ، اَوْيَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهٗ، ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ، اِلَّاغُفِرَ لَهٗ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى. رواهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۱۵۴) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اور جس حد تک ہو سکے پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور تیل لگاتا ہے اور اپنے گھر میں موجود خوشبو استعمال کرتا ہے پھر جمعہ کو جاتا ہے اور دو آدمیوں کے درمیان زبردستی جگہ نہیں کرتا اور جو اللہ نے اس کے حق میں لکھ دیا ہے وہ نماز پڑھتا ہے اور خاموشی اور سکوت کے ساتھ خطبہ سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۱۵۴): صحيح البخاري، كتاب الجمعه، باب لا يفرق بين اثنين يوم الجمعة.

کلماتِ حدیث: ما استطاع من طهر : جس قدر بھی وضوء سے یا غسل سے طہارت اور پاکیزگی حاصل کر سکے۔ لا يفرق بين اثنين : دو آدمیوں کے درمیان تفریق نہ کرے، دو آدمیوں کے درمیان جگہ کر کے خود نہ بیٹھے، یا دو آدمیوں کے درمیان سے پھلانگ کر آگے نہ جائے بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے۔ فرق تفريقاً (باب تفعیل) تفریق کرنا۔ جدا کرنا، علیحدہ کرنا۔

شرحِ حدیث: نمازِ جمعہ کا اہتمام اور اس کے لیے خوب اچھی طرح طہارت و پاکیزگی حاصل کرنا کہ جسم اور کپڑے خوب صاف ہوں، ان میں کوئی بو نہ ہو اور اسی طرح تیل اور خوشبو لگا لینا جو خوشبو بھی گھر میں میسر ہو اور نمازِ جمعہ کے لیے جلد مسجد میں آ جانا یہ تمام امور مستحبات میں سے ہیں، پھر جب آدمی مسجد میں داخل ہو جائے تو آدابِ مسجد کا خیال رکھے لوگوں کو پھلانگ کر آگے نہ جائے اور نہ دو آدمیوں کے درمیان جگہ بنا کر خود بیٹھ جائے بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے۔ پھر اللہ جس قدر توفیق دے اتنی نوافل ادا کرے اور جب خطبہ جمعہ شروع ہو تو اس کو سکوت کے ساتھ اور توجہ کے ساتھ سنے، ان جملہ آداب کی جو شخص رعایت ملحوظ رکھے گا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگلے جمعہ تک اس کے گناہِ صغیرہ معاف فرما دیں گے۔ (دليل الفالحين : ۳/۵۷۷۔ نزهة المتقين : ۲/۱۵۲)

۱۱۵۵۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْاُوْلٰى فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بُدْنَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ

الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا اَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَوْلُهُ "غُسْلَ الْجَنَابَةِ" اَیْ غُسْلًا كَغُسْلِ الْجَنَابَةِ فِي الصِّفَةِ.

(١١٥٥) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسلِ جنابت کی طرح غسل کیا پھر اوّل وقت (پہلی ساعت) میں جمعہ کے لیے گیا اس نے گویا ایک اونٹ قربان کیا۔ جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گویا گائے کی قربانی دی، جو تیسری ساعت میں گیا اس نے گویا سینگوں والے دنبہ کی قربانی دی اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے گویا مرغی کی قربانی دی اور جو پانچویں ساعت میں گیا اس نے گویا انڈا قربانی میں دیا جب امام خطبے کے لیے نکل آئے تو فرشتے مسجد میں آکر خطبہ سنتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١١٥٥): صحيح البخاری، كتاب الجمعة، باب فضل الجمعة . صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب الطيب و السواك يوم الجمعة.

کلمات حدیث: بدنة : قربانی کا اونٹ۔ كبشا أقرن : سینگوں والا دنبہ۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں نمازِ جمعہ کو جلدی جانے کی ترغیب و تاکید بیان فرمائی گئی ہے کہ جو شخص خوب اچھی طرح غسل کر کے اوّل ساعت میں یا دن کے آغاز میں نمازِ جمعہ کے لیے مسجد پہنچ گیا تا کہ وہاں نوافل پڑھے اور ذکر و تسبیح میں مشغول رہے، وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے تقرب کے لیے ایک اونٹ قربان کر دیا ہو، یعنی اول ساعت میں جمعہ کی ادائیگی کے لیے مسجد پہنچنے والے کا اجر و ثواب بہت عظیم ہے اور پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ ثواب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز فرشتے مسجد میں آنے والوں کے نام لکھتے رہتے ہیں پہلے آنے والوں کے پہلے نام لکھے جاتے ہیں۔ پھر جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے مسجد میں آتے ہیں۔

حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ نمازِ جمعہ کے لیے مسجد میں جس قدر جلد ممکن ہو پہنچنا چاہیے اور جمعہ کا خطبہ شروع ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جانا چاہیے کیونکہ خطبہ جب شروع ہوتا ہے تو فرشتے نام لکھنا بند کر دیتے ہیں اور خطبہ سننے مسجد میں چلے جاتے ہیں۔ گویا جو شخص خطبہ جمعہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں گیا فرشتوں کے یہاں اس کا نام نہیں لکھا گیا۔

(فتح الباري : ٦١٨/١ـ ارشاد الساري : ٥٤٨/٢ـ دليل الفالحين : ٥٧٨/٣ـ روضة المتقين : ١٦٩/٣)

****

جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی

١١٥٦ . وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ "فِيْهَا سَاعَةٌ لَا يُوَا فِقُهَا

عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ يَسْئَالُ اللّٰهَ شَيْئاً اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاه' وَاَشَارَبِيَدِهٖ يُقَلِّلُهَا ''. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١١٥٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس میں ایک ساعت ایسی ہے جو مسلمان بندہ اس کو اس حال میں پائے کہ وہ کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ تعالیٰ سے سوال کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا فرما دیتے ہیں جس کا اس نے سوال کیا ہو اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس ساعت کے قلیل ہونے کا اشارہ فرمایا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(١١٥٦): صحيح البخاری، كتاب الجمعه، باب الساعة التی فی يوم الجمعة .

کلمات حدیث: ذكر يوم الجمعة : آپ جمعہ کا ذکر فرماتے رہے تھے یعنی جمعہ کے فضائل بیان فرما رہے تھے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ جمعہ کے محاسن اور اس کے فضائل بیان فرما رہے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے روز ایک مختصر سی ایسی ساعت ہے، جس میں اللہ کا بندہ اللہ سے جو سوال کرے اللہ اسے عطا فرما دیتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ یہ ساعت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لے کر نمازِ جمعہ کے اختتام تک ہے۔ غرض مقصودِ حدیث یہ ہے کہ جمعہ کے دن اللہ کی عبادت اور اس کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے کہ اس روز ایک ساعت جو بہت مختصر ہوتی ہے ایسی آتی ہے کہ اللہ کا بندہ اللہ سے جو سوال کرے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرما دیتے ہیں۔ جس طرح رمضان المبارک میں لیلۃ القدر کا تعین نہیں کیا گیا اسی طرح جمعہ کے روز کی ساعت کا تعین نہیں فرمایا گیا تا کہ اہل ایمان اس ساعت کی فضیلت کے حصول کے لیے سعی و کوشش کریں۔

(فتح الباري : ٦٣٨/١ ـ عمدة القاري : ٢٦٠/٦ ـ روضة المتقين : ١٧٢/٣)

قبولیت کی گھڑی کا وقت

١١٥٧. وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِيْ مُوْسىٰ الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا اَسَمِعْتَ اَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَأْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ : قُلْتُ : نَعَمْ سَمِعْتُه' يَقُوْلُ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : هِيَ مَابَيْنَ اَنْ يَجْلِسَ الْاِمَامُ اِلىٰ اَنْ تُقْضىٰ الصَّلٰوةُ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٥٧) حضرت ابو بردۃ بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اپنے والد سے وہ حدیث سنی ہے جو وہ جمعہ کی ایک ساعت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں، میں نے کہا کہ جی ہاں میں نے سنی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ ساعت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے نمازِ جمعہ کے اختتام تک ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١١٥٧): صحيح مسلم، كتاب الجمعه، باب فی الساعة التی فی يوم الجمعة .

کلمات حدیث: في شأن ساعة الجمعة : جمعہ کی ساعت کے بارے میں۔ شأن : بارے میں، حالت، کیفیت، جمع شئون .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے روز ایک مختصر سی ساعت قبولیت دعاء کی ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ ساعت باقی ہے یا نہیں اور یہ کہ یہ ساعت ہر جمعہ کو ہوتی ہے یا سال میں کسی ایک جمعہ کے دن آتی ہے اور جمعہ کے دن کس وقت ہوتی ہے کب شروع ہوتی ہے اور کب ختم ہوتی ہے اور اسی طرح مختلف پہلوؤں سے متعلق علماء کے تقریباً پینتالیس اقوال ہیں جو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ذکر کیے ہیں۔ اور امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب سطوع البدر في فضائل ليلة القدر میں بیان کیے ہیں۔

صحیح ترین رائے یہی ہے کہ یہ ساعت ہر جمعہ کو اور امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لے کر نماز جمعہ کے ختم ہونے تک ہے جیسا کہ اس حدیث میں وضاحت ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۲۲/۶۔ روضة المتقين : ۱۷۲/۳)

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے کی تاکید

۱۱۵۸۔ **وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ، فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .**

(۱۱۵۸) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے دنوں میں سب سے زیادہ افضل جمعہ کا دن ہے۔ اس دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجو! تمہارا یہ درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(ابوداؤد نے بسندِ صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۱۱۵۸): سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب فضل یوم الجمعة .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ پر درود بھیجنا باعث خیر و برکت اور باعثِ اجر و ثواب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ درود ہر وقت اور بکثرت پڑھنا چاہیے اور جمعہ کے روز زیادہ کثرت سے پڑھنا چاہیے وہ درود جو نماز میں پڑھا جاتا ہے جسے درودِ ابراہیمی کہتے ہیں پڑھنا زیادہ فضیلت کی بات ہے۔

(دليل الفالحين : ۵۸۱/۳)

البَاب (٢١١)

بَابُ اسْتِحْبَابِ سُجُوْدِ الشُّكْرِ عِنْدَ حُصُوْلِ نِعْمَةٍ ظَاهِرَةٍ اَوِ انْدِفَاعِ بَلِيَّةٍ ظَاهِرَةٍ

سجودِ شکر کا استحباب اس وقت جب کوئی ظاہری نعمت ملے یا کوئی بلا ٹل جائے

١١٥٩ . عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ نُرِيْدُ الْمَدِيْنَةَ، فَلَمَّا كُنَّا قَرِيْبًا مِنْ عَزْوَرَاءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللّٰهَ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلاً، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا . فَعَلَهُ ثَلاثًا . وَقَالَ : "اِنِّىْ سَأَلْتُ رَبِّىْ وَشَفَعْتُ لِاُمَّتِىْ فَاَعْطَانِىْ ثُلُثَ اُمَّتِىْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّىْ شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِىْ فَسَأَلْتُ رَبِّىْ لِاُمَّتِىْ فَاَعْطَانِىْ ثُلُثَ اُمَّتِىْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّىْ شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِىْ فَسَأَلْتُ رَبِّىْ لِاُمَّتِىْ فَاَعْطَانِىْ الثُّلُثَ الْآخَرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّىْ." رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ .

(١١٥٩) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے نکلے ہمارا ارادہ مدینہ منورہ کا تھا جب ہم مقام عزوراء پر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ سواری سے اترے دست مبارک بلند فرمائے کچھ وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی پھر آپ ﷺ سجدے میں چلے گئے اور دیر تک سجدے کی حالت میں رہے۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے پھر دست مبارک بلند کیے پھر سجدے میں چلے گئے۔ تین مرتبہ اسی طرح فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا اور اپنی امت کے لیے شفاعت کی تو اللہ تعالیٰ نے میری شفاعت قبول کی اور مجھے میری امت کا ایک تہائی دے دیا۔ اس پر میں نے سجدہ شکر ادا کیا، پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنی امت کے بارے میں اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تہائی امت عطا فرمادی تو میں نے سجدہ کیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنے رب سے اپنی امت کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے میری امت کا باقی تہائی بھی دیدیا اس پر میں نے رب کی بارگاہ میں سجدہ کیا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (١١٥٩): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب سجود الشكر .

کلمات حدیث: عزوراء : مکہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔ خر ساجداً : جلدی سے سجدے میں چلے گئے۔

شرح حدیث: سجدۂ شکر کا ایک سجدہ ہے اور اس سجدے کے لیے ان تمام امور کی رعایت لازمی ہے جو نماز میں لازم ہیں۔ یعنی نماز کی طرح تکبیر کہی جائے نیت ہو اور سجدہ اور سجود کے بعد سلام پھیرا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے امت کے حق میں دعاء فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعاء قبول فرمائی اور آپ ﷺ نے سجدۂ شکر ادا فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عظیم نعمت عطا ہونے کے وقت سجدۂ شکر کرنا مستحب ہے۔ (روضة المتقين : ١٧٤/٣ ۔ دليل الفالحين : ٥٨٣/٣)

☆☆☆

الباب (۲۱۲)

بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ
رات کے قیام کی فضیلت

۲۷۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَمِنَ ٱلَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِۦ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰٓ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ﴿٧٩﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اور رات کو تہجد ادا کرو یہ زائد ہے آپ ﷺ کے لیے امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔''(الاسراء:۷۹)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں رسول کریم ﷺ کو خطاب کرکے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رات کے حصے میں نیند سے بیدار ہو کر نماز میں قرآن کریم کی تلاوت کیجئے، شب کی تاریکی میں یہ نماز اور تلاوت قرآن آپ کے لیے ہمارے یہاں ایک مزید مرتبہ اور ایک مزید مقام کا باعث بنے گی۔ مقام محمود شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں کسی کو بولنے کا یارانہ ہوگا اس وقت رسول اللہ ﷺ اس مقام پر فائز ہوں گے ہر شخص کی زبان پر آپ کی حمد اور تعریف ہوگی اور حق تعالیٰ بھی آپ ﷺ کی تعریف فرمائیں گے۔ گویا شانِ محمدیت کا مکمل ظہور ہوگا اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے خلقت کو تکلیف سے چھڑائیں گے۔ مقام محمود کی یہ تفسیر صحیح حدیثوں میں آئی ہے اور صحیح بخاری اور مسلم اور دیگر کتب حدیث میں شفاعت کبریٰ کا نہایت مفصل بیان موجود ہے۔ (تفسیر عثمانی)

۲۷۹. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ ٱلْمَضَاجِعِ ﴾ الآيَةَ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

''ان کے پہلو خوابگاہوں سے الگ رہتے ہیں۔''(السجدۃ:۱۶)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں اہل ایمان کا ذکر ہے کہ وہ میٹھی نیند اور آرام دہ بستر چھوڑ کر راحت و آرام سے کنارہ کش اللہ کے حضور میں اس کی بندگی کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مراد نماز تہجد ہے۔ (معارف القرآن، تفسیر عثمانی)

۲۸۰. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ قَلِيلًا مِّنَ ٱلَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ﴿١٧﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

''وہ رات میں تھوڑا آرام کرتے ہیں۔''(الذاریات:۱۷)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں بھی اہل ایمان کا بیان ہے کہ رات کے خواب اور آرام کو ترک کرکے اللہ کے حضور میں بندگی کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور رات کا اکثر حصہ عبادت الٰہی میں گزارتے ہیں اور توبہ و استغفار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے رحمت و مغفرت کے

طالب ہوتے ہیں۔ (تفسیر عثماني)

آپ ﷺ رات کو اتنا قیام فرماتے کہ پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا تھا

١١٦٠. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقُلْتُ لَهُ : لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ غُفِرَلَکَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَأَخَّرَ؟ قَالَ : اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا، "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ نَحْوُهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(١١٦٠) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو قیام فرماتے یہاں تک کہ کھڑے کھڑے قدم مبارک پھٹ جاتے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (متفق علیہ)

حضرت مغیرہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱۶۰): صحيح البخاری، كتاب التفسير، باب قوله ليغفرلك ما تقدم من ذنبك. صحيح مسلم، كتاب المنافقين، باب اكثر الاعمال و الاجتهاد في العبادة.

کلمات حدیث: تتفطر قدماه : آپ ﷺ کے قدم مبارک کثرتِ قیام کی وجہ سے پھٹ جاتے تھے۔ افلا اکون عبدا شکوراً : کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں۔ شکور : بروزن فعول بہت شکر کرنے والا۔ شکر کے معنی ہیں اللہ کی دی ہوئی نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی حمد وثناء کرنا اور اس کی بندگی بجالانا۔

شرح حدیث: سونے کے بعد رات کے کسی حصے میں اٹھ کر خصوصاً آخر شب میں اٹھ کر صبح صادق ہونے سے پہلے نماز پڑھنا نمازِ تہجد ہے۔ قیام اللیل (رات کا قیام) کا مطلب ہے رات میں اللہ کی عبادت اور نمازِ شب جسے تہجد کہتے ہیں۔ رسولِ کریم ﷺ رات کو اٹھ کر نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے اور اس قدر طویل قیام ہوتا کہ قدم مبارک پھٹ جاتے اور ان پر ورم آ جاتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پہلے ہی خوشخبری سنا چکے ہیں کہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ اور خطائیں معاف کی جا چکی ہیں تو آپ ﷺ اس قدر زحمت کیوں فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں؟

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سب خطائیں درگزر فرما دی ہیں اور مجھے دنیا میں اور آخرت میں اعلیٰ مقام پر فائز فرما دیا ہے تو کیا میرے لیے یہ موزوں نہیں ہے کہ میں رات کو اس کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی بندگی کروں اور اس کا شکر بجالاؤں؟ جس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس قدر نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے اور اس قدر مقامات بلند سے سرفراز فرمایا ہے تو میں بھی چاہتا ہوں کہ اس کی بندگی کروں اور زیادہ سے زیادہ بندگی کروں اور اس کا شکر ادا کرنے والا بندہ بن جاؤں۔

(فتح الباري : ١/ ٨٦٠ـ ارشاد الساري : ١١/٧٣ـ عمدة القاري : ١٩/ ٢٥٤ـ مظاهر حق : ١/٧٥٧)

تہجد کی تاکید

١١٦١. وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ لَيْلاً فَقَالَ: اَلَا تُصَلِّيَانِ؟" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. طَرَقَهُ : اَتَاهُ لَيْلاً

(١١٦١) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات میرے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم دونوں تہجد نہیں پڑھتے ؟ (متفق علیہ)

طرقه : کے معنی ہیں رات کے وقت تشریف لائے۔

تخریج حدیث(١١٦١): صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب تحریض النبی ﷺ علی قیام اللیل والنوافل من غیر ایجاب. صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب ما روي فیمن نام اللیل اجمع حتی اصبح.

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات کے وقت تشریف لے گئے اور انہیں نمازِ تہجد کے لیے بیدار فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ نمازِ تہجد کے لیے کسی اور کو بیدار کرنا بھی سنتِ رسول ﷺ ہے اور اجر وثواب کا کام ہے۔ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کو تہجد کی نماز کی فضیلت اور اس کے اجر وثواب اور اس کی خیر و برکات کا علم تھا اس لیے آپ ﷺ نے اپنی بیٹی اور داماد کو اس نماز کے لیے بیدار فرمایا اور آیت پر عمل فرمایا:

﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ ﴾

"اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجیے۔" (فتح الباري : ١/٧١٣۔ ارشاد الساري : ٣/١٧٦)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تہجد کی پابندی

١١٦٢. وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُاللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ" قَالَ سَالِمٌ : فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ اِلَّا قَلِيْلاً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١١٦٢) حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ بہت اچھے آدمی ہیں مگر کاش وہ رات کو نماز بھی پڑھا کرتے۔ سالم کہتے ہیں کہ اس فرمانِ نبوی ﷺ کے بعد عبداللہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١١٦٢): صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عبد الله بن عمر. صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد الله بن عمر رضی الله عنهما.

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں اصحاب رسول خواب دیکھتے اور اپنے خواب خدمتِ اقدس میں بیان کرتے۔ میں نے بھی تمنا کی کہ میں خواب دیکھوں اور آپ ﷺ سے بیان کروں میں اس وقت تنہا نوجوان تھا اور مسجد میں سویا کرتا تھا۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ دوفرشتے آئے اور وہ مجھے جہنم کی طرف لے گئے، جہنم کنویں کی طرح گہرا تھا اور اس کے دونوں طرف اس طرح قرن بنے ہوئے تھے (کنویں کے دونوں طرف پانی کی چرخی) جیسے کنویں پر بنے ہوتے ہیں۔ میں نے اعوذ باللّٰہ من النار کہنا شروع کیا۔ تو ایک اور فرشتہ آیا اس نے مجھ سے کہا کہ خوف زدہ مت ہو۔ میں بیدار ہوا تو میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سنایا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر فرمایا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ اچھا آدمی ہے اگر وہ نمازِ شب ادا کرے۔

سالم کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رات کو بہت کم سوتے ہوئے دیکھا ہے۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ اللیل اور نمازِ تہجد اللہ کے یہاں بے حد مقبول عبادت ہے۔

(فتح الباري : ١/٧١١۔ ارشاد الساري : ٣/١٧٠)

تہجد کی عادت چھوڑنے کی مذمت

١١٦٣۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَاعَبْدَاللّٰهِ لَاتَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ ! كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١١٦٣) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ تم فلاں شخص کی طرح نہ ہوجانا وہ رات کا قیام کرتا تھا پھر اس نے ترک کردیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١١٦٣): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب ما يكره من ترك قيام الليل . صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهي عن صيام الدهر.

شرح حدیث: احادیث مبارکہ سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ جو آدمی کوئی نیک عمل کرے تو اس پر مداومت کرے یعنی اسے ہمیشہ کرتے رہے کوئی بھی عمل صالح شروع کر کے اسے چھوڑ دینا اچھا نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی کہ قیام لیل کی پابندی کرو اور اسے شروع کر کے چھوڑ نہ دو۔ بلکہ اس پر مواظبت اختیار کرو۔

(فتح الباري : ١/٧٢٤۔ روضة المتقين : ٣/١٧٨۔ دليل الفالحين : ٣/٥٨٨)

صبح تک سونے والے کے کام میں شیطان پیشاب کرتا ہے

١١٦٤۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّم رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتَّى اَصْبَحَ قَالَ : "ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي اُذُنَيْهِ اَوْقَالَ فِي اُذُنِه، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۱۶۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا کہ وہ رات کو سویا اور صبح تک سوتا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایسا آدمی جس کے کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱۶۴): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب اذا قام ولم يصل بال الشيطان في اذنه . صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب ما روي فيمن نام الليل اجمع حتى اصبح

شرح حدیث: قیام لیل ایک ایسا عمل ہے جس کی حد درجہ فضیلت بیان ہوئی ہے اور جس کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے، ساری رات سونا اور صبح تک سوتے رہنا کہ آدمی نمازِ شب کے لیے بیدار نہ ہو اس طرح ہے جیسے شیطان نے اپنا تسلط جما لیا ہو اور اس پر ایسا غلبہ کر لیا ہو کہ وہ اللہ کی بندگی اور اس کی عبادت سے غافل ہو گیا۔ خواہ شیطان نے حقیقتاً پیشاب کر دیا ہو اور اس کے کانوں کو اذان کی آواز سننے سے محروم کر دیا ہو یا اس نے اپنے غلبہ اور تسلط سے اللہ کی عبادت سے محروم کر دیا ہو۔

(فتح الباري : ۱/۷۲۰۔ عمدة القاري : ۲۸۳/۷۔ ارشاد الساري : ۱۹۷/۳)

شیطان کی طرف سے غفلت کے گرہیں

۱۱۶۵۔ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلىٰ قَافِيَةِ رَأْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ : يَضْرِبُ عَلىٰ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ، فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالىٰ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّأَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَاِنْ، صَلَّى اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ كُلُّهَا فَاَصْبَحَ نَشِيْطاً طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . "قَافِيَةُ الرَّأْسِ" : اٰخِرُهُ.

(۱۱۶۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کی گدی پر رات کو سوتے وقت تین گرہیں لگاتا ہے ہر گرہ پر یہ کہہ کر دم کرتا ہے کہ بڑی لمبی رات ہے خوب سو لے۔ جب وہ بیدار ہو کر اللہ کو یاد کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اس نے وضوء کر لیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب نماز پڑھ لی تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ خوش باش اور نشیط صبح کرتا ہے ورنہ وہ خبیث نفس اور سستی اور کاہلی کے ساتھ صبح کرتا ہے۔(متفق علیہ)

قافیه الرأس : سر کا پچھلا حصہ، گدی۔

تخریج حدیث(۱۱۶۵): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب عقد الشيطان على قافية الرأس . صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب ما روي فيمن نام الليل احمع .

کلمات حدیث: يعقد الشيطان : شیطان گرہیں لگاتا ہے۔ عقد عقداً (باب ضرب) گرہ لگانا۔ عقدة : گرہ جمع عقد۔ النفاثات في العقد : گرہوں میں پھونکیں مار کر دم کرنے والیاں۔ قافیه : گردن کا پچھلا حصہ، یعنی گدی۔

شرح حدیث: شیطان آدمی کا دشمن ہے اور نہیں چاہتا کہ وہ اللہ کی بندگی اور عبادت کرے اس لیے جب سونے لیٹتا ہے تو وہ اس کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر ایک گرہ پر دم کر دیتا ہے کہ رات طویل ہے خوب سو تا رہ۔ اب اگر صبح کو آدمی اٹھ کر اللہ کا نام لیتا ہے تو پہلی گرہ کھل جاتی ہے وضوء کرتا ہے دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور آدمی خوش باش اور نشیط اٹھتا ہے ورنہ سست اور کسلمند ہوتا ہے اور اسی حال میں اس کی صبح ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی یاد سینے میں انشراح پیدا کرتی ہے اور اس سے دل مطمئن ہو جاتا ہے اور دکھ اور رنج اور پریشانی دور ہو جاتی ہے کیونکہ بندہ ہر حال میں اور ہر وقت اپنے خالق و مالک کا محتاج ہے، وہ جب تک اس کو نہ پکارے وہ تنگ دلی، بیزاری، سستی اور ضیق نفس کا شکار رہتا ہے اور اس کی ساری دنیا کی مال و دولت بھی طبیعت کی آزردگی کو دور نہیں کر سکتی سوائے یادِ الٰہی کے کہ یہی اطمینان قلب کا اکسیر نسخہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی میں ایک طبعی اور ذاتی پہلو انبساط خوشی مسرت اور طمانیت کا موجود ہے اور اللہ سے دوری اور اس سے بغاوت و سرکشی اور غفلت کا نتیجہ خود بخود آزردگی اور افسردگی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ایسی کھلی حقیقت ہے کہ اس کا جو چاہے اور جب چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے۔

(فتح الباري : ۷۱۸/۱ـ ارشاد الساري : ۱۹٤/۳ـ نزهة المتقين : ۱۵۹/۲ـ عمدة القاري : ۲۸۳/۷)

تہجد کی پابندی بھی دخولِ جنت کا ذریعہ ہے

۱۱۶۶. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَيُّهَا النَّاسُ ! اَفْشُوا السَّلَامَ، وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(۱۱۶۶) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے لوگو سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ اور رات کو اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۱۶۶): الجامع للترمذي، ابواب صفة القيام، باب افشوا السلام واطعموا الطعام.

کلمات حدیث: افشوا السلام : سلام کو پھیلاؤ، یعنی کثرت سے سلام کرو۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین باتوں کی پابندی اور ان کا اہتمام سلامتی کے ساتھ جنت میں دخول کا سبب ہیں۔ کثرت سے سلام کرنا اور ہر ایک کو سلام کرنا خواہ تم اسے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو، کثرت سے مساکین اور مستحقین کو کھانا کھلانا اور جب لوگ رات کو سو رہے ہوں تو نماز پڑھنا۔ یعنی نماز تہجد قیامت کے دن اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے ذریعۂ نجات بن جائے گی، کیونکہ تہجد گزار اللہ کی یاد میں اور اس کے اجر و ثواب کے حصول کی امید میں اپنی نیند اور اپنا آرام ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتے

ہیں اور اسے جنت کا آرام اور راحت عطا فرماتے ہیں۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب فضل السلام میں گزر چکی ہے۔

(دليل الفالحين : ٣/ ٥٩٠ - نزهة المتقين : ٢/ ١٥٩)

فرض کے بعد سب سے زیادہ اہمیت تہجد کی ہے

١١٦٧. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ، وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١١٦٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے بعد اللہ کے یہاں افضل روزے ماہ محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١١٦٧): صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب فضل صوم المحرم.

کلمات حدیث: شهر الله المحرم : اللہ کا وہ مہینہ جس نے اسے حرام قرار دیا ہے یعنی محترم بنایا ہے۔ افضل الصيام : یعنی نفلی روزوں میں سب سے افضل۔

شرح حدیث: محرم کے مہینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے جس سے اس ماہ محرم کا شرف و امتیاز واضح ہو گیا۔ اس ماہ میں روزے رکھنا تمام نفلی روزوں سے افضل ہے۔ اسی طرح نفلی نمازوں میں سب سے افضل نماز تہجد ہے کہ آدمی اللہ کی یاد اور اس کی بندگی کے لیے اپنی راحت اور آرام ترک کرتا ہے اور رات کی تاریکی میں اپنے گھر میں اور سب کی نظروں سے چھپ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اس طرح اس نماز میں خشوع و خضوع زیادہ ہوتا ہے اور یہ ریاء سے پاک ہوتی ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٨/ ٤٤ - تحفة الأحوذي : ٢/ ٥٢٨)

تہجد کی نماز دو دو رکعتیں بھی پڑھ سکتے ہیں

١١٦٨. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى، فَاِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١١٦٨) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں جب تمہیں صبح کا خطرہ ہو تو ایک تیسری رکعت ملا کر وتر بنالو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١١٦٨): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب صلاة النبي ﷺ. صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة من آخر الليل.

شرح حدیث: رات کی نماز یعنی تہجد کی نماز دو دو رکعت پڑھنی چاہیے اور جسے اپنے بارے میں رات کو اٹھ جانے کا یقین ہو وہ وتر کی

نمازِ تہجد کے بعدادا کرے ورنہ بعد عشاء وتر پڑھ لے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب تخفیف رکعتی الفجر میں گزر چکی ہے۔

(نزهة المتقين : ٢/ ١٦٠)

١١٦٩. وَعَنْهُ قَالَ :"كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١١٦٩) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کی نماز دو دو رکعت اداء فرماتے اور ایک رکعت سے وتر بنالیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١١٦٩): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب صلاة النبي ﷺ. صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل مثنى مثنى.

شرح حدیث: نمازِ تہجد دو دو رکعتوں کی صورت میں پڑھی جائے اور نمازِ تہجد کے بعد وتر پڑھے جائیں، اگر نمازِ تہجد کے لیے اٹھنے کا یقین نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ وتر بعد عشاء پڑھ لیے جائیں۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب تخفیف رکعتی الفجر میں گزر چکی ہے۔

(دليل الفالحين : ٣/ ٥٩١)

رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں تہجد پڑھی ہے

١١٧٠. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ "كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَايَصُوْمَ مِنْهُ، وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَايُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا، وَكَانَ لَاتَشَآءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّياً اِلَّا رَاَيْتَه' وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَه' ".رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(١١٧٠) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی ماہ روزے نہ رکھتے، یہاں تک کہ یہ خیال ہوتا کہ اس ماہ روزے نہیں رکھیں گے اور کبھی اس طرح مسلسل روزے رکھتے کہ خیال ہوتا کہ اس ماہ کا کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات نماز پڑھتا ہوا دیکھو تو آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے اور اگر تم نہ چاہتے کہ آپ ﷺ کو سوتا ہوا دیکھیں مگر سوتا ہوا دیکھ لیتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(١١٧٠): صحيح البخاري، كتاب التهجد و الصيام، باب ما يذكر من صوم النبي ﷺ و افطاره.

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ روزے بھی رکھتے اور افطار بھی فرماتے اور رات کو نماز شب بھی پڑھتے اور آرام بھی فرماتے۔ حدیثِ مبارک میں نفلی روزوں اور نماز شب کی ترغیب ہے مگر اس کے ساتھ اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم بھی ہے کہ نفلی روزے اس طرح ہوں کہ کچھ روزے رکھ کر پھر افطار کرلیا جائے اور رات میں کچھ وقت نماز پڑھ لی جائے اور کچھ وقت آرام کیا جائے تا کہ طبیعت میں ملال

پیدا نہ ہو بلکہ جس قدر عبادت ہو وہ شوق اور رغبت کے ساتھ ہو۔

(فتح الباري : ١/٧١٧۔ ارشاد الساري : ٣/١٩٣۔ عمدة القاري : ٧/٢٧٨)

****

تہجد میں پچاس آیات کے برابر طویل سجدہ فرماتے تھے

١١٧١. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَانَ يُصَلِّىْ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، تَعْنِىْ فِي اللَّيْلِ. يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَايَقْرَأُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَرْفَعَ رَاْسَهٗ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ، حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُنَادِىْ لِلصَّلٰوةِ،" رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ .

(١١٧١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو گیارہ رکعت نماز ادا فرماتے اور اس میں اتنا طویل سجدہ فرماتے جتنی دیر میں سے کوئی پچاس آیتیں تلاوت کرتا ہے اس سے پہلے کہ آپ سجدے سے سر اٹھائیں اور آپ ﷺ فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت ادا فرماتے اس کے بعد آپ ﷺ دائیں کروٹ لیٹ جاتے یہاں تک کہ نماز کی اطلاع دینے والا آجاتا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (١١٧١): صحيح البخاري، باب صلاة النبي ﷺ.

کلماتِ حدیث: شقه الأيمان: آپ ﷺ اپنی داہنی کروٹ پر لیٹتے۔ شق : پہلو، جانب۔ أيمن : دائیں جانب، دائیں طرف۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ گیارہ رکعت نماز تہجد ادا فرماتے اور سجدہ اتنا طویل ہوتا کہ کوئی اگر قرآن کی تلاوت کرے تو اس عرصے میں پچاس آیات تلاوت کر لے۔ کیونکہ نماز کا سب سے اعلیٰ رکن سجدہ ہے اور سجدے میں مؤمن اللہ کے زیادہ قریب ہوتا ہے اس لیے آپ طویل سجدہ فرماتے تھے اور فجر سے پہلے کی دو رکعت پڑھ کر استراحت فرماتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو نمازِ فجر کی اطلاع دی جاتی تو آپ نمازِ فجر کے لیے تشریف لے جاتے۔ (فتح الباري : ١/٥١٣۔ ارشاد الساري : ٣/٢٦٩)

****

نبی کی آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے

١١٧٢. وَعَنْهَا قَالَتْ مَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِىْ رَمَضَانَ وَلَافِىْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً : يُصَلِّىْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَالُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ. ثُمَّ يُصَلِّىْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَالُ عَنْ حُسْنِهِنَّ، وَطُوْلِهِنَّ. ثُمَّ يُصَلِّىْ ثَلَاثًا. فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ، "يَاعَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَىَّ تَنَامَانِ وَلَايَنَامُ قَلْبِىْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١١٧٢) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں تہجد کی نماز میں گیارہ

رکعت پر اضافہ نہ فرماتے۔ چار رکعت پڑھتے ان کے حسن اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو، پھر تین رکعت پڑھتے۔ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔
(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۷۲): صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب صلاة النبی ﷺ و عدد ركعاته ﷺ.

کلمات حدیث: فلا تسأل عن حسنهن و طولهن : یہ چار رکعت اس قدر عمدہ اور اس قدر طویل ہوتیں کہ ان کے بارے میں سوال کرنے یا پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے یعنی ان رکعات کی خوبی اور ان کی طوالت اس قدر ظاہر اور نمایاں تھی کہ یہ محتاج بیان ہی نہیں ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نمازِ تہجد گیارہ رکعت پڑھتے اور رمضان یا غیر رمضان میں فرق نہ ہوتا اور چار رکعت درمیان میں ایک سلام کے ساتھ یعنی دو دو رکعات کر کے ایسی پڑھتے کہ ان کا حسن اور ان کی خوبی بڑی نمایاں اور بڑی واضح ہوتی اور یہ رکعت خوب طویل ہوتیں اور اس کے بعد وتر کی تین رکعت پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! آپ رات کو وتر پڑھے بغیر سو جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل بیدار رہتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کے خصائص اور آپ کے معجزات میں سے ہے۔

(فتح الباري : ۱/۷۲۲۔ ارشاد الساري : ۳/۲۰۲۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۶/۱۹)

آپ ﷺ کا عام معمول آخری رات میں تہجد کا تھا

۱۱۷۳. وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ اٰخِرَهٗ فَيُصَلِّيْ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۱۷۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کے شروع حصے میں سوتے اور آخر میں اٹھ جاتے اور نماز پڑھتے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث (۱۱۷۳): رسول اللہ ﷺ رات کے اول حصے میں سو جاتے اور رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر نماز پڑھتے اگرچہ اس سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی گزر چکا ہے کہ آپ نے وتر کی نماز شب کے اول حصے میں بھی پڑھی، وسط میں بھی پڑھی اور آخر میں بھی۔ لیکن زیادہ تر آپ ﷺ کا طریقہ یہی تھا کہ آپ ثلث اخیر میں نماز تہجد پڑھا کرتے تھے کیونکہ یہ وقت بہت خیر و برکت کا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا رب جب رات کا آخری تہائی رہ جاتا ہے تو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی مجھے پکارنے والا ہے کہ میں اس کی پکار کا جواب دوں کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اس کو دوں اور کوئی مجھ سے مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ میں اسے معاف کر دوں۔

(فتح الباري : ۱/۷۲۲۔ ارشاد الساري : ۳/۲۰۱۔ عمدة القاري : ۷/۲۹۳)

رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز بہت طویل ہوتی تھی

١١٧٤. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سَوْءٍ قِيْلَ : مَاهَمَمْتَ؟ قَالَ : هَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَاَدَعَه‘. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١١٧٤) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے طویل قیام فرمایا یہاں تک کہ میرے دل میں ایک غلط خیال آ گیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا خیال؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں آپ ﷺ کو کھڑا رہنے دوں اور خود بیٹھ جاؤں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١١٧٤): صحيح البخاری، كتاب التهجد، باب طول القيام فی صلوٰة الليل. صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراء ة فی صلاة الليل.

کلمات حدیث: هممت بأمر سوء : میں نے ایک بری بات کا ارادہ کیا، میرے دل میں ایک برا خیال آیا، میں نے ایک غلط بات سوچی۔ هم يهم هما (باب نصر) ارادہ کرنا۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نمازِ تہجد پڑھ رہے تھے آپ ﷺ نے حسب عادت شریفہ طویل قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہؓ نے ارادہ کیا کہ آپ ﷺ کو حالتِ قیامت میں چھوڑ کر خود بیٹھ جائیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوافل میں طویل قیام مستحب ہے اور نوافل میں امام کی اقتداء بھی جائز ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس ارادہ کے باوجود کہ بیٹھ جائیں آپ کے ساتھ کھڑے رہے کہ نبی کریم ﷺ کے ادب اور آپ کی عظمت وشان کے منافی کام نہ ہو۔

(ارشاد الساري : ١٨٥/٣ ۔ فتح الباري : ٧٢٩/١ ۔ روضة المتقين : ١٨٦/٣ ۔ دليل الفالحين : ٥٩٤/٣)

****

سورۂ بقرہ، آلِ عمران، نساء ایک رکعت میں تلاوت فرمائی

١١٧٥. وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ : يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضٰى فَقُلْتُ يُصَلِّيْ بِهَا فِيْ رَكْعَةٍ، فَمَضٰى فَقُلْتُ : يَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَآءَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَاَهَا يَقْرَأُ مُتَرَسِّلاً اِذَا مَرَّ بِاٰيَةٍ فِيْهَا تَسْبِيْحٌ سَبَّحَ، وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَاَلَ، وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ، تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ : سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمُ، فَكَانَ رُكُوْعُه‘ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِه، ثُمَّ قَالَ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه‘ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ، ثُمَّ قَامَ طَوِيْلاً قَرِيْباً مِمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ : سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى، فَكَانَ سُجُوْدُه‘ قَرِيْبًا مِّنْ قِيَامِه .رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٧٥) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی، آپ ﷺ نے سورۃ البقرۃ کی تلاوت شروع کی میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ ﷺ سو آیات پڑھ کر رکوع فرمائیں گے مگر آپ نے تلاوت جاری رکھی، میں نے سوچا کہ سورۃ البقرۃ پوری ایک رکعت میں پڑھیں گے مگر آپ ﷺ نے تلاوت جاری رکھی اور سورۃ النساء شروع کر دی وہ بھی ختم کر لی اور آل عمران شروع کر دی آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے رہے جب آیت تسبیح پڑھتے تو سبحان اللہ کہتے، جب سوال پر آتے تو سوال کرتے اور جب تعوذ پر آتے تو تعوذ فرماتے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے رکوع فرمایا اور آپ سبحان ربی العظیم کہتے رہے، آپ ﷺ کا رکوع آپ ﷺ کے قیام کے برابر تھا پھر سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد کہا اور قومہ کیا اور قومہ میں کھڑے رہے آپ کا یہ قیام بھی رکوع کے قریب تھا پھر سجدہ فرمایا اور سبحان ربي الأعلى کہنا شروع کیا اور آپ کا سجدہ بھی قیام کے قریب تھا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١١٧٥): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراء ۃ فی صلاۃ اللیل.

کلمات حدیث: مترسلاً : ٹھہر ٹھہر کر، حروف کی مکمل ادائیگی اور ترتیل کے ساتھ پڑھتے ہوئے۔

شرح حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ تہجد میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کی آپ ﷺ نے طویل قیام فرمایا اور سورۃ البقرۃ، النساء اور آلِ عمران کی تلاوت فرمائی۔ ممکن ہے کہ اولاً سورتوں کی ترتیب اسی طرح ہو اور بعد میں رسول اللہ ﷺ نے آلِ عمران کو النساء پر مقدم فرما دیا ہو اور مصحف عثمانی اسی ترتیب پر ہے۔

رسولِ کریم ﷺ نے طویل قراءت ترتیل کے ساتھ فرمائی اور جس مقام پر تسبیح کا حکم دیا وہاں تسبیح فرمائی، جہاں حکم ہوا اللہ سے مانگنے کا اور سوال کرنے کا وہاں سوال فرمایا اور جہاں عذاب اور احوالِ قیامت کا ذکر آیا وہ اللہ کی پناہ طلب فرمائی۔

یہ حدیث اس سے قبل باب المجاهدة میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين : ١٨٧/٣ ـ دليل الفالحين : ٥٩٤/٣)

****

لمبے قیام والی نماز افضل ہے

١١٧٦ . وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "طُوْلُ الْقُنُوْتِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ . اَلْمُرَادُ بِالْقُنُوْتِ : اَلْقِيَامُ .

(١١٧٦) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ کون سی نماز افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ طول قنوت۔ (مسلم) قنوت سے مراد قیام ہے۔

تخریج حدیث(١١٧٦): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب افضل الصلاۃ طول القنوت .

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قنوت سے مراد طولِ قیام ہے اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نوافلِ شب میں طویل قیام فرمایا کرتے تھے اور قرآن کی تلاوت حالتِ قیام میں ہوتی

ہے اس لیے قیام کا لمبا کرنا افضل ہے اور اس کے بعد سجدہ کو لمبا کرنا افضل ہے اور اس کے بعد رکوع۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ بندہ اپنے رب سے قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/ ٣٠۔ تحفة الأحوذي : ٢/ ٤١٠)

صلوٰۃِ داؤد اور صوم داؤد اللہ تعالیٰ کو پسند ہے

١١٧٧. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ، وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ، كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَه' وَيَنَامُ سُدُسَه' وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَ يُفْطِرُ يَوْماً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١١٧٧) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نمازوں میں سب سے محبوب نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور روزوں میں سب سے محبوب روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ وہ نصف شب سوتے تھے، ایک تہائی قیام کرتے اور پھر چھٹا حصہ سوتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١١٧٧): صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب صوم داوٗد عليه السلام . صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهى عن صوم الدهر لمن تضرربه .

کلماتِ حدیث: احب الصلاة : سب سے اچھی نماز، سب سے محبوب نماز، اللہ کے یہاں زیادہ مقبول نماز۔

شرحِ حدیث: احادیثِ طیبہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ نفلی عبادات اور اعمالِ صالحہ میں اعتدال اور میانہ روی مطلوب ہے اور دوسری اہم بات احادیثِ مبارکہ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ آدمی جو عملِ خیر شروع کرے اس کی پابندی کرے اور اس پر مداومت اختیار کرے ایسا نہ ہو کہ کچھ دن مسلسل روزے رکھے اور پھر ترک کر دیے اور چند راتیں پوری رات نماز پڑھ لی اور پھر قیامِ لیل ترک کر دیا۔ قیامِ لیل شروع کر کے ترک کر دینے کے بارے میں حدیث مبارک اس سے پہلے گزر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے فرمایا کہ اے عبداللہ تم فلاں کی طرح نہ ہو جانا اس نے نماز شروع کی اور پھر چھوڑ دی۔ غرض مسلسل روزے رکھنا اور ساری رات نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے بلکہ وہ عمل کرے جو اس حدیث مبارک میں حضرت داؤد علیہ السلام کا عمل بیان ہوا ہے۔

(فتح الباري : ١/ ٧١٥۔ ارشاد الساري : ٣/ ١٨١۔ عمدة القاري : ٧/ ٢٦٢)

ہر رات قبولیت کی ایک گھڑی ہے

١١٧٨. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُوْلُ: "إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَايُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْئَالُ اللّٰهَ تَعَالىٰ خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١١٧٨) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رات میں ایک ساعت ایسی آتی ہے کہ جو مسلمان اس کو پالے اور اس میں اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی جو خیر بھی مانگے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرما دیتے ہیں اور یہ ساعت ہر رات میں آتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١١٧٨): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب في الليل ساعة مستجاب فيها الدعاء.

کلمات حدیث: يوافقها : وہ ساعت موافق ہو جائے، مطابق ہو جائے۔ یعنی وہ ساعت بندۂ مسلم کو مل جائے۔

شرح حدیث: ہر رات ایک ساعت ایسی آتی ہے کہ اگر بندہ مسلم اس کو پالے تو وہ اللہ سے جو خیر دنیا یا آخرت کی طلب کرے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرما دیں گے۔ یہ ساعت اسی طرح جس طرح جمعہ کے روز قبولیت کی ایک ساعت ہے اسے اگر چہ غیر متعین کیا گیا لیکن اغلباً یہ آخر شب ہوتی ہے جس کے بارے میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ کیا کوئی پکارنے والا ہے کہ میں اس کی پکار کا جواب دوں کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اس کو دیدوں اور کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کی مغفرت کر دوں اور اسی لیے یہ وقت عبادت کا افضل وقت ہے اور اس کے ابہام میں بھی وہی حکمت ہے جو لیلۃ القدر کے ابہام میں ہے کہ بندۂ مومن زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی یاد اور اس کی بندگی میں گزارے۔

(روضة المتقين : ١٨٩/٣ـ دليل الفالحين : ٥٩٧/٣ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ٣٢/٦)

تہجد کے شروع میں دو مختصر رکعتیں پڑھیں

١١٧٩. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحِ الصَّلٰوةَ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١١٧٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز شب کے لیے کھڑا ہو تو نماز کا افتتاح دو خفیف رکعتوں سے کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١١٧٩): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الدعاء في صلاة الليل وقيامه.

شرح حدیث: نمازِ شب کے لیے جب آدمی اٹھے تو پہلے دو ہلکی رکعتیں پڑھے تاکہ نیند کا اثر جاتا رہے اور طبیعت میں نشاط پیدا ہو جائے اور عبادت کے لیے طبیعت تیار ہو جائے۔ (روضة المتقين : ١٨٩/٣)

١١٨٠. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ

مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلوتَه' بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٨٠) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نمازِ شب کے لیے اٹھتے تو پہلے دو ہلکی رکعتیں پڑھتے ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١١٨٠): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الدعاء في صلاة الليل وقيامه .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ جب تہجد کے لیے اٹھتے تو پہلے دو خفیف رکعت پڑھتے تا کہ بعد میں نماز کے لیے طبیعت پوری طرح تیار ہو جائے اور نشاط پیدا ہو جائے ۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/٤٧ ـ روضة المتقين : ٣/ ١٩٠)

آپ ﷺ تہجد کی بھی قضاء فرماتے تھے

١١٨١ . وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَاتَتْه' الصَّلوةُ مِنْ وَجْعٍ اَوْغَيْرِهٖ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٨١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی بیماری یا عذر کی بناء پر رسول اللہ ﷺ کی نمازِ شب رہ جاتی تو آپ ﷺ دن کے وقت بارہ رکعت پڑھتے ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١١٨١): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه او مرض .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی طبیعت ناساز ہوتی یا کوئی اہم کام درپیش ہوتا جس کی وجہ سے نمازِ شب ادا نہ کر پاتے تو آپ ﷺ دن کے وقت بارہ رکعتیں پڑھتے یا بطورِ قضاء پڑھتے ۔ اس صورت میں اس حدیث سے یہ دلیل اخذ ہوگی کہ نفل کی قضاء مستحب ہے، یا مستقل نوافل ادا فرماتے تا کہ جو رات کی نماز کا ثواب ہے یہ دن کی نماز اس کی جگہ ہو جائے اور اس کا اجر وثواب مل جائے ۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح المشکاۃ میں یہی رائے ظاہر کی ہے ۔ (دليل الفالحين : ٣/ ٥٩٨)

رات کے فوت شدہ معمولات دن میں قضاء کیے جاسکتے ہیں

١١٨٢ . وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْعَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَه، فِيْمَا بَيْنَ صَلوةِ الْفَجْرِ وَصَلوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَه' كَأَنَّمَا قَرَأَه' مِنَ اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٨٢) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص کا رات کا کوئی وظیفہ یا معمول رہ جائے اور وہ اگلے دن فجر سے لے کر ظہر تک پڑھ لے تو وہ اسی طرح لکھ لیا جاتا ہے کہ گویا اس نے رات ہی میں پڑھا ہے ۔

تخریج حدیث(١١٨٢): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه او مرض .

کلماتِ حدیث: من نام عن حزبه : جو سو گیا اور وہ حصہ جو اسے پڑھنا تھا نہیں پڑھا۔ حزب : وہ حصہ یا معمول جو انسان نے رات کو پڑھنے کا مقرر کر رکھا ہو۔ یعنی قرآن کریم کی تلاوت یا ادعیۂ ماثورہ وغیرہ۔

شرحِ حدیث: جو عملِ خیر انسان نے اپنے لیے بطورِ نفل مقرر کیا ہوا ہو اور وہ کسی عذر کی بنا پر رہ جائے تو اس کو دوسرے وقت کر لینا چاہیے تا کہ اس کا اجر و ثواب بھی مل جائے اور آدمی کی عادت بھی برقرار رہے۔ سو اگر کسی نے رات کا کوئی معمول تلاوت و قرأت کا یا درود کا یا ادعیۂ ماثورہ کا مقرر کیا ہوا ہے تو اگر وہ کسی رات رہ جائے تو اگلے دن اسے کر لینا چاہیے۔ اور فجر کے بعد سے نمازِ ظہر سے پہلے تک کر لے تو وہ اس کے حق میں ایسا ہو گا جیسے اس نے رات ہی کو کیا ہو۔ اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ نوافل کی قضاء مستحب ہے۔ (دلیل الفالحین : ۳/۵۹۹۔ نزهة المتقين : ۲/۱۶۶۔ روضة المتقين : ۳/۱۹۱)

میاں بیوی کا ایک دوسرے کو تہجد کے لیے اٹھانا باعثِ رحمت ہے

۱۱۸۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى وَاَيْقَظَ امْرَاَتَه' فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَآءَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَاَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَاِنْ اَبٰى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَآءَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

(۱۱۸۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرماتا ہے جو رات کو اٹھا اور نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو جگایا اگر وہ نہ اٹھی تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک دیا اور اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس عورت پر جو رات کو بیدار ہوئی اور اپنے شوہر کو بھی جگایا اور اگر وہ نہ اٹھا تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ (ابوداؤد نے بسندِ صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۱۱۸۳): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب قيام الليل.

کلماتِ حدیث: فإن أبت : اگر اس نے انکار کیا یعنی نہ اٹھی۔ أبى أباء (باب فتح) انکار کرنا۔

شرحِ حدیث: نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاونِ باہمی سب سے زیادہ مطلوب اور مستحسن وہ تعاون ہے جو میاں بیوی کے درمیان ہو، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رحمتیں ہوں اس شخص پر جو نمازِ تہجد کے لیے اٹھا اور بیوی کو بھی اٹھایا اور وہ نیند کے غلبے سے نہ اٹھی تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکا اور دونوں اللہ کی بندگی اور اس کے نیاز میں اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اللہ کی رحمتیں ہوں اس بیوی پر جس نے ایسا ہی عمل کیا۔

طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی رات کو بیدار ہو کر اپنی بیوی کو اٹھاتا ہے اور اگر اس پر نیند کا غلبہ ہو تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتا ہے۔ پھر دونوں اپنے گھر میں کھڑے ہو کر کچھ دیر اللہ کو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ (دليل الفالحين : ۳/۵۹۹۔ روضة المتقين : ۳/۱۹۱)

میاں بیوی دونوں کا ذاکرین میں شامل ہونا

١١٨٤. وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَا : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِذَا اَیْقَظَ الرَّجُلُ اَهْلَه' مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّیَا اَوْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ جَمِیْعًا کُتِبَ فِی الذَّاکِرِیْنَ وَالذَّاکِرَاتِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

(١١٨٤) حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے گھر والوں کو بیدار کرے اور وہ دونوں نماز پڑھیں یا وہ اکھٹے دو رکعتیں پڑھیں تو ان کو ذاکرین اور ذاکرات میں لکھ دیا جاتا ہے۔(ابو داؤد نے بسندِ صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث(١١٨٤): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب قیام اللیل .

کلمات حدیث: الذاکرین : ذاکر کی جمع، ذکر کرنے والا۔ اللہ کو یاد کرنے والا۔ الذاکرات : ذاکرۃ کی جمع، ذکر کرنے والی، اللہ کو یاد کرنے والی۔

شرح حدیث: میاں بیوی میں سے کوئی رات کو اٹھ کر اپنے دوسرے ساتھی کو بیدار کرے پھر دونوں مل کر نمازِ شب ادا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کا نام ذاکرین اور ذاکرات میں لکھ دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَٱلذَّٰكِرِينَ ٱللَّهَ كَثِيرًا وَٱلذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ ٱللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾ ﴾

''اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو بہت یاد کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے تیار کر رکھی ہے مغفرت اور اجر عظیم۔''

(الاحزاب:٣٥)

اس حدیث میں صلی جمیعا کے الفاظ آئے ہیں جس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ میاں بیوی نفل نماز باجماعت پڑھ سکتے ہیں۔ مگر یہاں جمیعاً کے معنی دونوں کے ہیں، جماعت کے نہیں ہیں یعنی مفہوم یہ ہے کہ دونوں بیک وقت نوافل ادا کریں۔

(روضة المتقين : ١٩٢/٣ ـ دليل الفالحين : ٦٠٠/٣)

جب نیند کا غلبہ ہو تو تہجد کو مؤخر کر دے

١١٨٥. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِذَا نَعِسَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْیَرْقُدْ حَتّٰی یَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا صَلّٰی وَهُوَ نَاعِسٌ لَعَلَّه' یَذْهَبُ یَسْتَغْفِرُ فَیَسُبُّ نَفْسَه'، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(١١٨٥) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو اونگھ آجائے اسے چاہیے کہ وہ سو جائے یہاں تک کہ اس کی نیند دور ہو جائے۔ کیونکہ اگر نیند کے غلبہ میں کوئی نماز پڑھے اور استغفار کرے تو بجائے استغفار

کے اپنے آپ کو برا کہنے لگے۔

تخریج حدیث(١١٨٥): صحیح البخاری، کتاب الوضوء . صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب امر من نعس فی صلاته بان یرقد .

کلمات حدیث: نعس : اونگھ آ گئی، نیند غالب آ گئی۔ نعاس : اونگھ، نیند کا غلبہ۔ ناعس : جس پر نیند کا غلبہ، جو نیند سے اونگھ رہا ہو۔ فیسب نفسه : اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگے۔ سب سباً (باب نصر) برا بھلا کہنا گالی دینا۔ سباب : گالی دینا، برا کہنا۔ ساب : برا بھلا کہنے والا۔

شرح حدیث: نماز کے لیے حضورِ قلب اور خشوع اور خضوع ضروری ہے، نماز اس وقت پڑھنی چاہیے جب آدمی نشیط اور تازہ دم ہو اور بہت تھکا ہوا اور سست نہ ہو۔ اسی لیے حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ اگر نیند کا ایسا غلبہ ہو کہ آدمی کو یہ پتہ نہ چلے کہ استغفار کر رہا ہے یا اپنے آپ کو برا کہہ رہا ہے تو بہتر یہ ہے کہ سو جائے کیونکہ اس حالت میں اللہ کے حضور عجز و نیاز کا پورا اظہار نہیں ہو سکتا جو نماز کی اصل روح ہے۔ بناء بریں ایسی حالت میں انسان کو سو کر اپنی نیند پوری کر لینی چاہیے اور اس کے بعد نماز، تلاوت قرآن اور یاد الٰہی میں مشغول ہونا چاہیے۔

(فتح الباري : ٣٥٢/١ ۔ دليل الفالحين : ٦٠٠/٣ ۔ رياض الصالحين (اردو) ترجمه صلاح الدين يوسف : ١٩٦/٢)

****

تہجد پڑھتے ہوئے نیند کا غلبہ ہو تو کچھ دیر آرام کرنا چاہیے

١١٨٦ . وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى لِسَانِهٖ فَلَمْ يَدْرِمَا يَقُوْلُ فَلْيَضْطَجِعْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٨٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بیدار ہو اور اسے نیند کے غلبہ سے قرآن کریم کی تلاوت دشوار ہو جائے اور پتہ نہ چلے کہ کیا پڑھ رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ سو جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١١٨٦): صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب امر من نعس فی صلاته و استعجم علیه القرآن .

کلمات حدیث: فاستعجم القرآن : قرآنِ کریم کی تلاوت دشوار محسوس ہو اور قراءت مشکل ہو جائے۔

شرح حدیث: ہر عملِ خیر کے لیے موزوں یہ ہے کہ نیت صالحہ اور اخلاص اور اشتیاق و رغبت کے ساتھ انجام دیا جائے اور جو کام شروع کیا جائے اس پر مداومت اختیار کی جائے اگر نیند کے غلبہ کی بناء پر خشوع و خضوع کی کیفیت پیدا نہ ہو اور تلاوت قرآن میں دشواری پیش آئے تو بہتر یہ ہے کہ کچھ دیر آرام کر لے اور جب طبیعت میں نشاط اور عبادت کی جانب رغبت و شوق پیدا ہو تو اس وقت اٹھ کر صلاة اللیل پڑھے۔ رات کے آخری حصے میں تہجد کے لیے اٹھنا مستحب ہے اور یہ وقت اللہ کی رحمتوں کے نازل ہونے کا ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦٤/٦ ۔ روضة المتقين : ١٩٣/٣ ۔ دليل الفالحين : ٦٠١/٣)

الباب (٢١٣)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ قِيَامِ رَمُضَانَ وَهُوَ التَّرَاوِيْحُ
قیام رمضان یعنی تراویح کا استحباب

رمضان میں روزے اور تراویح دونوں مغفرت کا ذریعہ ہیں

١١٨٧. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَاناً وَّاحْتِسَاباً غُفِرَلَه، مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(١١٨٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ایمان اور اجر وثواب کی نیت سے قیام رمضان کیا اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١١٨٧): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، صلاۃ التراویح، باب من صام رمضان ایمانا و احتسابا. صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان و هو التراویح.

کلماتِ حدیث: تـراویـح : ترویحہ کی جمع ہے جس کے معنی ہے ایک مرتبہ راحت، چونکہ نماز تراویح میں ہر چار رکعت بعد جلسہ استراحت ہوتا ہے اس لیے اسے صلوٰۃ التراویح کہتے ہیں اور اسی کو قیام رمضان کہتے ہیں۔ ایـمـانـا : یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کے ساتھ اور اس بات پر ایمان کہ اللہ کے یہاں نیک اعمال کی جزا اور ثواب ہے۔ احتساباً : اللہ تعالیٰ کے یہاں جزا اور ثواب کی نیت کے ساتھ۔

شرح حدیث: جس نے ایمان ویقین کے ساتھ اور اللہ کے یہاں اجر وثواب کی امید کے ساتھ قیام رمضان کیا اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے اور کرمانی نے کہا ہے کہ اس امر پر اتفاق ہے کہ قیام رمضان سے مراد صلاۃ التراویح ہے اور یہ بیس رکعات ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور بعض اصحاب کے ساتھ نماز ادا فرمائی پھر اگلی رات بھی نماز پڑھی تو لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اسی طرح لوگ تیسری اور چوتھی رات کو جمع ہوئے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف نہ لائے اور پھر جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمہارے اکٹھے ہونے کی خبر ہے مگر میں اس لیے باہر نہیں آیا کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور یہ بات رمضان میں پیش آئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیام رمضان کی ترغیب ضرور دلاتے تھے لیکن آپ ﷺ نے بتاکید حکم نہیں فرمایا، بلکہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جو رمضان المبارک میں ایمان اور اجر وثواب کی امید کے ساتھ قیام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وفات فرماگئے اور قیام رمضان کی یہی صورت رہی، یہی

صورت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے اوّل دور تک اسی طرح رہی۔

یعنی صلاۃ التراویح اور قیام رمضان کی جو صورت عہد نبوت میں تھی وہی باقی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے دوسرے سال ۱۴ ھ میں مسئلہ تراویح باقاعدہ اور منضبط ہوگیا۔ اور وہ اس طرح کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رمضان میں مسجد میں تشریف لائے تو لوگ مسجد میں متعدد جماعتوں کی صورت میں نماز تراویح پڑھ رہے تھے کوئی تنہا پڑھ رہا تھا اور کسی کی امامت میں ایک جماعت نماز پڑھ رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں ان سب کو ایک قاری کی امامت میں جمع کر دوں تو یہ زیادہ عمدہ اور زیادہ اچھی بات ہوگی اور آپ نے سب کو حضرت ابی بن کعب کی امامت میں جمع فرمادیا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ نئی بات بہت اچھی ہوگئی۔ یعنی حضرت عمر نے تراویح قائم نہیں فرمائی بلکہ تراویح رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے ہورہی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوتی رہی، لیکن صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ متعدد صحابہ کرام نماز پڑھنے کھڑے ہوجاتے اور سب کے پیچھے لوگ جمع ہوجاتے اور اس طرح صحابہ کرام متعدد جماعتوں کی صورت میں نماز تراویح پڑھتے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا کہ اگر سب مل کر ایک جماعت کے ساتھ پڑھیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ آپ نے فرمانِ نبوت ﷺ ''اقروہم ابی بن کعب'' کہ قرآن کے سب سے بہتر پڑھنے والے ابی بن کعب ہیں۔ کے تحت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمادیا اور صحابہ کرام کو ان کی امامت میں جمع فرمادیا۔ صحابہ کرام سے لیکر بعد کے زمانوں تک ہر دور میں مسلمانوں کا عمل اسی طرح قائم رہا اور تراویح شعائر ظاہرین میں سے بن گئی۔

صلاۃ التراویح سنت مؤکدہ ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک با جماعت افضل ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز تراویح با جماعت پڑھنا واجب علی الکفایۃ ہے۔

(فتح الباري:١٠٦٨/١۔ شرح صحيح مسلم للنووي:٣٥/٦۔عمدة القاري:١٧٦/١١۔ كشف المغطأ عن وجه الموطأ:٩٥)

قیام اللیل کی خصوصی ترغیب

١١٨٨ . وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ :كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَامُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ فَيَقُوْلُ: ''مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(١١٨٨) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں قیام رمضان کی ترغیب دلاتے تھے مگر آپ لازمی حکم نہ دیتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ فرماتے جس نے ایمان ویقین اور اللہ کے یہاں اجر وثواب کی امید کے ساتھ قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے گئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١١٨٨): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح.

کلمات حدیث: من غير أن يأمرهم فيه بعزيمة : بغیر اس کے کہ آپ ﷺ انہیں تاکید کے ساتھ اور لزوم کے ساتھ حکم دیں۔

شرح حدیث: رمضان المبارک میں رات کو قیام کی ترغیب دی گئی اور فرمایا گیا کہ اس سے گزشتہ تمام گناہ صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے جو بیس رکعت ہیں اور دس سلام کے ساتھ دو دو رکعت کر کے ادا کی جاتی ہیں تین رکعت وتر ان کے علاوہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود یہ نماز پڑھی اور صحابہ کرام نے بھی پڑھی لیکن چند راتیں صحابہ کرام کے ساتھ یہ نماز پڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے اس کے بعد صحابہ کرام مسجد نبوی میں متعدد جماعتوں کی صورت میں علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو تراویح کا امام مقرر فرما کر سب کو ایک امام کے ساتھ جمع کر دیا اور تمام صحابہ کرام نے ان کے اس اقدام کو قبول فرمایا اور کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا تو اس طرح صحابہ کرام کا اس امر پر اجماع ہو گیا اور اس کے بعد سے مسلمان صلاۃ التراویح پر متفق چلے آ رہے ہیں اور روافض کے سوا کسی نے بھی انکار نہیں کیا اور اس طرح صلاۃ التراویح امت مسلمہ کے شعائر ظاہرہ میں سے بن چکی ہے۔

(فتح الباري: ١٦٨/١ ـ شرح صحيح مسلم للنووي: ٣٥/٦ ـ عمدة القاري: ١٧٦/١١ ـ كشف المغطأ عن وجه الموطا: صـ ٩٥)

الباب (۲۱٤)

بَابُ فَضْلِ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَبَيَانِ أَرْجَى لَيَالِيهَا

قیام لیلۃ القدر کی فضیلت اور اس کی متوقع راتیں

۲۸۱. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ﴾ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ .

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں اتارا'' (القدر)

تفسیری نکات: ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے قرآن کریم کو لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا میں بیت العزت کی طرف لیلۃ القدر میں اتارا پھر آسمان دنیا سے واقعات اور حالات کی مناسبت کے مطابق تھوڑا تھوڑا کر کے جبریل امین علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آتے رہے۔ لیلۃ القدر کی رات ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ روایت ہے کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک غازی تھا جو اللہ کے راستے میں مسلسل ایک ہزار مہینوں تک اسلحہ بند رہا، صحابہ کرام نے اس عمل کے بالمقابل اپنے اعمال کو قلیل جانا تو رحمتِ الٰہی سے لیلۃ القدر امتِ مسلمہ کو دی گئی، جس میں ایک شب کی عبادت ایک ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اس رات اللہ کے حکم سے اللہ کے فرشتے اور حضرت جبرئیل امین علیہ السلام اللہ کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں لے کر اترتے ہیں اور ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس رات زمین پر آنے والے فرشتوں کی تعداد کنکریوں سے بھی زائد ہوتی ہے۔ رحمت و برکات کے نزول کا سلسلہ اور سلامتی کا نزول صبح تک جاری رہتا ہے اور یہ ایسی سلامتی ہوتی ہے جس میں کوئی شر اور برائی نہیں ہوتی اور نہ شیطان س میں کوئی بری بات داخل کر سکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر۔ روح المعانی)

۲۸۲. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ ﴾ اَلْاٰيَاتِ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''ہم نے اس کو مبارک رات میں اتارا'' (الدخان:۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ ہم نے قرآن کریم شب مبارک میں اتارا۔ یہ ایسی شب ہے جس پر ہر محکم بات کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور تمام اہم امور پورے سال کے لیے طے کر لیے جاتے ہیں یعنی سال بھر کے متعلق قضاء وقدر کے حکیمانہ اور اٹل فیصلے اسی عظیم الشان رات میں لوحِ محفوظ سے نقل کر کے ان فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں جو شعبہ ہائے تکوینیات میں کام کرنے والے ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے جسے شب برأت کہتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

شبِ قدر میں عبادت مغفرت کا ذریعہ ہے

١١٨٩. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَاناً وَّاحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(١١٨٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اوراجروثواب کی امید کے ساتھ قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے گئے ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱۸۹): صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب من صام رمضان ایمانا و احتساباً . صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی قیام اللیل وھو التراویح.

کلماتِ حدیث: قام لیلۃ القدر : یعنی رات کونماز پڑھی۔ لیلۃ القدر : میں قیام اللیل کیا۔

شرحِ حدیث: اللہ سبحانہٗ کا اس امر پر احسانِ عظیم ہے کہ اس نے اس امت کے لوگوں کے تھوڑے عمل پر اجر کثیر عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا اور ایسے اوقات اور ایام مقرر فرمائے جس میں مؤمن تھوڑی سی بندگی سے خیر کثیر حاصل کرسکتا ہے مثلاً جمعہ کو باقی ایام پر فضیلت تمام ایام پر رمضان المبارک کوفضیلت عطا فرمائی اور رمضان المبارک میں آخری دس ایام کو افضل قرار دیا اوران آخری دنوں میں ایک ایسی رات رکھی جس کی فضیلت ایک ہزار مہینوں سے زیادہ ہے اس لیے جوشخص اس رات میں ایمان اور احتساب کے ساتھ اللہ کی بندگی کرے اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ٣٦/٦۔ روضۃ المتقین : ١٩٦/٣۔ دلیل الفالحین : ٦٠٥/٣)

لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرنا

١١٩٠. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رِجَالاً مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْمَنَامِ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَرٰی رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَاَتْ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(١١٩٠) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بعض صحابہ کرام کو خواب میں آخری سات راتوں میں لیلۃ القدر دکھائی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم سب کے خواب آخری سات راتوں پر متفق ہو گئے اب اگر کوئی جستجو کرے تو آخری سات راتوں میں کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱۹۰): صحیح البخاری، کتاب الصیام باب التماس لیلۃ القدر فی السبع الاواخر. صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب لیلۃ القدر .

کلماتِ حدیث: أروا : دکھلائے گئے۔ رأی رویۃ: دیکھنا۔ أروا : جمع غائب مجہول دکھائے گئے۔ یعنی متعدد صحابہ کرام خواب میں

لیلۃ القدر پر مطلع کیا گیا کہ یہ رمضان المبارک کی آخری سات راتوں میں ہے۔ فمن کان متحریها : اب اگر کوئی اس کی جستجو کرنے والا ہو۔ فلیتحرها : تو وہ اس کی جستجو اور تلاش کرے۔

شرح حدیث: متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خواب میں دکھلایا گیا کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کی آخری سات راتوں میں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان اصحاب کے اسمائے گرامی کا علم نہ ہو سکا۔ ان سب صحابہ کرام نے اپنے اپنے خواب رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سب کے خواب متفق ہیں تو پھر جسے لیلۃ القدر کی جستجو ہو وہ اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

حدیث مبارک میں صحابہ کرام کی فضیلت اور ان کے مراتب ہائے بلند کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر کی جستجو اور تلاش بذات خود ایک عمل صالح اور خیر کثیر ہے اور اس کی تلاش کا طریقہ یہی ہے کہ رمضان کے آخری عشرے میں خوب عبادت کرے اور اللہ کی بندگی اور اس کے سامنے عجز و نیاز کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دے۔

(فتح الباري : ١/٧٢٤ـ ارشاد الساري : ٣/٢٠٨ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/٣٦ـ دليل الفالحين : ٣/٦٠٥)

****

آخری عشرہ کا اعتکاف

١١٩١. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُوْلُ: " تحروا ليلة القدر في العشر الا واخر من رمضان ". متفق عليه .

(١١٩١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١١٩١): صحيح البخاري، كتاب الصيام، باب تحري ليلة القدر في العشر الأواخر . صحيح مسلم، كتاب الصيام باب فضل ليلة القدر .

کلمات حدیث: كان رسول الله ﷺ يجاور: یعنی رسول اللہ ﷺ اعتکاف فرماتے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے اور آپ ﷺ ارشاد فرماتے کہ لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔

(فتح الباري : ١/١٠٧٢ـ ارشاد الساري : ٤/٥٨٩ـ عمدة القاري : ١١/١٩١)

****

طاق راتوں میں شب قدر کی تلاش

١١٩٢. وَعَنْهَا (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تَحَرَّوْا لَيْلَةَ

الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ!' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ!

(۱۱۹۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۱۹۲): صحیح البخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر.

کلمات حدیث: فی الوتر: یعنی طاق راتوں میں۔

شرح حدیث: لیلۃ القدر رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں ہوتی ہے یعنی اکیس، تئیس، پچیس، ستائیں اور انتیس۔ گویا آخری دس راتوں میں سے پانچ راتیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے شب قدر کے بارے میں صحابہ کرام اور سلف صالح کی آراء مفصل درج فرمائی ہیں۔ (فتح الباري: ۱/۱۰۷٤)

شب بیداری کے لیے گھر والوں کو بیدار کرنا

۱۱۹۳۔ وَعَنْهَا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ اَحْیَا اللَّیْلَ كُلَّه، وَاَیْقَظَ اَهْلَه، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ!

(۱۱۹۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں تمام رات بیدار رہتے اور اہل خانہ کو بھی بیدار کر دیتے اور خوب کوشش کرتے اور کمر کس لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۹۳): صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب العمل فی عشر الاواخر من رمضان. صحیح مسلم، الاعتکاف، باب الاجتہاد فی العشر والاواخر من شہر رمضان.

کلمات حدیث: جد: بہت کوشش فرماتے، اللہ کی عبادت کے لیے بڑی ہمت فرماتے۔ شد المئزر: ازار کس کر باندھ لیتے یعنی کمر ہمت کس لیتے اور عبادت کے لیے خوب تیار ہو جاتے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں تمام رات بیدار رہتے اور اہل خانہ کو اٹھاتے اور عبادت کی خوب سعی و ہمت فرماتے۔ حدیث مبارک کا مقصود یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری راتوں میں بیدار رہنا اور تمام رات عبادت اور ذکر و فکر میں مشغول رہنا مستحب ہے اور اس کی خیر و برکت سارا سال باقی رہتی ہے۔

(فتح الباري: ۱/۱۰۷٦۔ ارشاد الساري: ٤/٥٩٦)

رسول اللہ ﷺ کا آخری عشرہ میں عبادت کا اہتمام

۱۱۹۴۔ وَعَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْتَهِدُ فِیْ رَمَضَانَ مَالَا یَجْتَهِدُ فِیْ

غَيْرِه وَفِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ مَالَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِه" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۱۹۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں اتنی محنت کرتے جتنی کسی اور مہینہ میں نہ کرتے اور اس کے آخری دس دنوں میں اس قدر محنت کرتے جو ان کے علاوہ دنوں میں نہ کرتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۹۴): صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتهاد فی العشر والاواخر من من شهر رمضان

کلمات حدیث: یجتهد: کوشش کرتے، محنت کرتے، زیادہ عمل کرتے۔ اجتهاد (باب افتعال) کوشش کرنا، جدوجہد کرنا۔ رسول کریم ﷺ عبادت اور اعمالِ صالحہ کی انجام دہی کے لیے بہت سعی و کوشش فرماتے۔

شرح حدیث: رمضان المبارک میں ہر مسلمان کو چاہیے کہ اعمالِ صالحہ کی انجام دہی کی خوب کوشش کرے اور زیادہ وقت یادِ الٰہی میں تلاوت قرآن میں اور نوافل کی ادائیگی میں صرف کرے۔ عام دنوں کے علاوہ رمضان المبارک میں ان اعمال کی کثرت ہونا بہت زیادہ باعث خیر و برکت ہے اور رمضان المبارک میں بھی آخری دس دنوں میں اللہ کی یاد تلاوت اور نوافل کی زیادہ کثرت ہونی چاہیے۔ انہی دنوں میں اعتکاف بھی ایک بہت فضیلت والی عبادت ہے اور اس کا بہت اجر و ثواب ہے اور لیلۃ القدر کی جستجو میں رمضان المبارک کی آخری طاق راتوں میں کثرت نوافل اور تلاوت قرآن کی کثرت کا اہتمام اور دعاء و استغفار میں سعی و کوشش کرنی چاہیے۔

(نزهة المتقين: ۲/ ۱۷۱۔ روضة المتقين: ۳/ ۲۰۰)

شبِ قدر میں پڑھنے کی دعاء

۱۱۹۵۔ وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَااَقُوْلُ فِيْهَا؟ قَالَ: "قُوْلِيْ، اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ !

(۱۱۹۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے علم ہو جائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس میں کیا دعاء کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دعاء کرو:

" اللّٰهم إنک عفو تحب العفو فاعف عنی ."

"اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے تو مجھے معاف فرمادے۔"

ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث (۱۱۹۵): صحيح البخاري، كتاب الذكر و الدعاء، باب اي الدعاء افضل .

کلمات حدیث: أرأيت إن علمت: آپ کیا فرماتے ہیں اگر مجھے علم ہو جائے۔ رأى رأياً: دیکھنا رائے ہونا، خیال ہونا۔ أ: ہمزہ استفہام۔ ارأیت: تو نے دیکھا۔ أرأیت: کیا تو نے دیکھا، یعنی تمہاری کیا رائے ہے، یا تمہارا کیا خیال ہے؟

شرحِ حدیث: مؤمن کی شان یہ ہے کہ اس کی زبان پر ہر وقت اللہم اغفر لی ہو کیونکہ معلوم نہیں کہ کوئی ساعت قبولیت کسی بھی وقت آجائے اور مانگنے والے کی مراد پوری ہو جائے۔ غرض دعاء واستغفار مؤمن کی شان ہے جس میں وہ ہر وقت اور ہر گھڑی مصروف رہتا ہے اور خاص طور پر رمضان المبارک میں دعاء واستغفار بہت کثرت سے چاہیے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ اگر میں لیلۃ القدر پالوں تو میں کیا دعاء کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے معافی مانگو وہ معاف کرنے والا بھی اور معاف کر دینے کو پسند بھی فرماتا ہے۔

لیلۃ القدر کی متعدد علامات بیان کی گئی ہیں ان میں سے نمایاں علامت یہ ہے کہ یہ رات معتدل ہوتی ہے اور صبح کو سورج سفید نکلتا ہے اور اس کی شعاعوں میں تیزی نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم (تحفة الاحوذي : ٩/ ٤٦٠ ـ دليل الفالحين : ٣/ ٦٠٨)۔

البَابُ (٢١٥)

بَابُ فَضْلِ السِّوَاكِ وَخِصَالِ الْفِطْرَةِ
مسواک کی فضیلت اور خصالِ فطرت

مسواک کی اہمیت

١١٩٦. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ اَوْعَلَی النَّاسِ . لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاکِ مَعَ کُلِّ صَلٰوةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(١١٩٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری امت پر یا لوگوں پر دشوار ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١١٩٦): صحیح البخاری، کتاب الجمعه، باب السواك يوم الجمعة ۔ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب السواك ۔

کلماتِ حدیث: لو لا أن أشق : اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ مشقت اور دشواری پیش آئے گی۔ اگر مجھے مشقت پیش آنے کا خیال نہ ہوتا۔ لأمرتهم بالسواك : تو میں انہیں حکم دیدیتا، یعنی ان پر لازم کردیتا کہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں۔ ساك سوكاً (باب نصر) مسواک کرنا۔

شرحِ حدیث: اسلام میں انسان کی باطنی طہارت کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اس کے لیے اخلاق حسنہ اختیار کرنے نفس کو رذائل سے اور بری باتوں سے پاک کرنے اور تزکیہ نفس کا حکم دیا ہے اور اسی طرح ظاہری صفائی طہارت اور نظافت کی بھی تاکید کی گئی ہے اور فرمایا:

﴿ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴾

''اور اللہ تعالیٰ طہارت اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔''

پورے جسم کی صفائی اور طہارت اور لباس کی پاکی اور پاکیزگی کے ساتھ منہ کی صفائی اور نظافت کی تاکید متعدد احادیث میں وارد ہوئی ہے تاکہ منہ کے اندر کسی قسم کی بو باقی نہ رہے ظاہری اور محسوس بو بھی نہ ہو جس سے انسانوں کو تکلیف ہو اور غیر محسوس بو بھی منہ میں نہ ہو جس سے فرشتے تکلیف محسوس کریں۔

منہ کی اور دانتوں کی صفائی میں سب سے اہم حکم مسواک کا ہے۔ متعدد احادیث میں مسواک کی تاکید آئی ہے اور اس حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کو فرض اور لازم قرار دینے میں کہیں امت زحمت میں نہ پڑ جائے تو میں اسے ہر نماز کے ساتھ لازم کردیتا۔

ہر نماز کے ساتھ خواہ فرض ہو یا نفل مسواک کرنا افضل اور سنت ہے۔ مسواک میں بہتر وہ ہے جس کی خوشبو اچھی ہو اور رسول اللہ ﷺ

کی اتباع میں پیلو کے درخت کی لکڑی سے مسواک کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس کی خوشبو عمدہ اور اس کا ریشہ نرم ہوتا ہے۔ مسواک بہ نیت تقرب کرنا چاہیے اور اس طرح کرنا چاہیے کہ منہ سے بو کا ازالہ ہو جائے بندہ وضوء اور مسواک کر کے اللہ کے حضور حاضر ہوتا اور اس کی بندگی کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور اس کے نازل کردہ کلام کو اپنی زبان سے ادا کرتا ہے اس لیے منہ کی طہارت ونظافت ضروری ہے۔

(فتح الباري : ١/٦٢٢ ـ روضة المتقين : ٣/٢٠٠ ـ دليل الفالحين : ٣/٦١٠)

آپ ﷺ نیند سے بیدار ہو کر مسواک فرماتے تھے

١١٩٧. وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اِذَا قَامَ مِنَ النَّوْمِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ! "الشَّوْصُ": الدَّلْكُ!

(١١٩٧) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔ (متفق علیہ) شوص کے معنی ہیں ملنا۔

تخریج حدیث (١١٩٧): صحيح البخاري، كتاب الجمعه، باب السواك يوم الجمعة . صحيح مسلم، كتاب الطهارة. باب السواك .

کلمات حدیث: يشوص فاه : آپ ﷺ اپنے منہ کو مل کر صاف فرماتے۔ شوص کے معنی ملنے اور صاف کرنے کے ہیں۔ ابن درید کہتے ہیں کہ شوص کے معنی ہیں دانتوں کو نیچے سے اوپر کی طرف صاف کرنا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے کی ترغیب ہے کیونکہ سونے میں انسان کا منہ بند رہتا ہے اس لیے اس میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے اس لیے سو کر جب آدمی اٹھے تو دانت اچھی طرح صاف کرے مسواک کرے اور منہ کو اچھی طرح دھوئے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسواک ہر وقت مستحب ہے لیکن پانچ اوقات میں اس کے استحباب میں اضافہ ہو جاتا ہے وہ پانچ اوقات یہ ہیں۔ نماز کے وقت، وضوء کے وقت، تلاوتِ قرآن کے وقت، نیند سے اٹھ کر اور منہ میں تغیر پیدا ہو جانے کے وقت، جو منہ بند رہنے سے یا روزہ سے یا زیادہ بولنے سے ہو جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک روزہ دار کے لیے زوال کے بعد مسواک مکروہ ہے، کہ اس وقت مسواک سے منہ کی وہ بو زائل ہو جائے گی جو مستحب ہے۔ مسواک دائیں جانب سے اور عرضاً کرنا چاہیے تاکہ مسوڑھوں کو نقصان نہ پہنچے۔ (فتح الباري : ١/٣٦٩ ـ روضة المتقين : ٣/٢٠٢ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ٣/١٢٢)

تہجد میں بھی آپ ﷺ مسواک کا اہتمام فرماتے تھے

١١٩٨. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ : كُنَّا نُعِدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِوَاكَهُ وَطَهُوْرَهُ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَاشَآءَ اَنْ يَبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۱۹۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے مسواک اور وضوء کا پانی رکھ دیا کرتی تھیں پھر جب اللہ تعالیٰ آپ کو اٹھانا چاہتا تو اٹھا دیتا اور آپ ﷺ مسواک کرتے اور وضوء کرتے اور نماز پڑھتے ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۱۹۸): صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل .

کلمات حدیث: كنا نعد : ہم تیار کیا کرتی تھیں، ہم رکھ دیا کرتی تھیں، طہورہ آپ کے وضوء کا پانی ۔ طهور : طاء کے پیش کے ساتھ پاکی، پاکی حاصل کرنا۔ طهور : طاء کے زبر کے ساتھ پانی، وضوء کا پانی ۔

شرح حدیث: ازواجِ مطہرات رسول اللہ ﷺ کے معمولاتِ زندگی کا اہتمام فرمایا کرتی تھیں اور آپ کی راحت و آرام کا ہر طرح خیال رکھتیں، چنانچہ آپ کی نماز تہجد کے لیے مسواک اور وضوء کا پانی پہلے سے رکھ دیتیں تا کہ آپ رات میں کسی بھی وقت اٹھیں تو آپ کو زحمت نہ ہو۔ حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ عبادت کی پہلے سے تیاری افضل ہے اور سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا افضل ہے۔

(روضة المتقين : ٣ / ٢٠٢ ـ دليل الفالحين : ٣ / ٦١١)

مسواک کا تاکیدی حکم

١١٩٩ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ !

(۱۱۹۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے مسواک کے بارے میں تمہیں بکثرت تاکید کی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۱۹۹): صحيح البخاري، كتاب الجمعه، باب السواك يوم الجمعة .

کلمات حدیث: أكثرت عليكم : تمہیں بکثرت تاکید کی ہے، متعدد مرتبہ تم سے کہا ہے ۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے بار بار متعدد احادیث میں مسواک کی فضیلت بیان فرمائی اور اس کی تاکید فرمائی۔ اس لیے اس تاکید کے پیش نظر ضروری ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ (فتح الباري : ١ / ٦٢٣ ـ إرشاد الساري : ٢ / ٥٥٨)

گھر میں داخل ہو کر مسواک فرماتے تھے

١٢٠٠ . وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِيْءٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا، بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ ! بِالسِّوَاكِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۲۰۰) حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب نبی کریم ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے کون سا کام کرتے؟ انہوں نے بتایا کہ سب سے پہلے مسواک فرماتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۲۰۰): صحیح مسلم، کتاب الطهارة ؟ باب السواك .

کلمات حدیث: بأی شئی کان یبدأ : کس کام سے ابتداء کرتے،کون سا کام پہلے کرتے ؟

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نظافت وطہارت کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور گھر میں داخل ہوتے ہی پہلا کام یہ ہوتا کہ مسواک فرماتے تا کہ باہر رہنے اور گفتگو کرنے کے بعد دہن مبارک صاف ہو جائے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۲۲/۳ ۔ دليل الفالحين : ٦١٢/٣)

****

آپ ﷺ زبانِ مبارک پر بھی مسواک فرماتے تھے

١٢٠١ . وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَرَفُ السِّوَاکِ عَلیٰ لِسَانِهٖ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْمُسْلِمِ !

(۱۲۰۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ مسواک کا کنارہ آپ کی زبان پر تھا۔(متفق علیہ)اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۲۰۱): صحيح بخاری، كتاب الوضوء، باب السواك . صحيح مسلم كتاب الطهارة، باب السواك .

شرح حدیث: زبان پر مسواک پھیرنا مستحب ہے، تا کہ زبان پر غذا وغیرہ جمی ہوئی ہو تو وہ صاف ہو جائے اس کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک کو نیچے آدھے دانتوں کے درمیان رکھے پھر اس کو دائیں جانب پھیرے پھر اس کو اپنے بالائی دانتوں کی طرف لوٹائے پھر دوسری جانب والے آدھے دانتوں کی طرف لے جائے پھر نچلے دانتوں کے کناروں پر گزارے پھر اوپر والے دانتوں کی طرف لے جائے جس طرح کہ پہلے گزرا۔اس طرح مسواک کو اندر کی جانب بھی پھیرے پھر اپنے حلق کے اوپر اور پھر اپنے دانتوں پر۔

(فتح الباري : ٣٦٩/١ ۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۲۳/۳ ۔ نزهة المتقين : ۱۷٤/۲)

****

مسواک پاکی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے

١٢٠٢ . وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "السِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ" رَوَاهُ النِّسَائِیُّ، وَابْنِ خُزَيْمَةَ فِیْ صَحِيْحِهٖ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ .

(۱۲۰۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسواک منہ کو پاک کرنے والی ہے اور رب کی رضامندی کا باعث ہے۔(نسائی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث(۱۲۰۲): سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب الترغيب فی السواك ۔ صحيح ابن خزيمه .

کلماتِ حدیث: مطهرة : پاک کرنے والی۔ مرضاة للرب : رب کی رضا کا سبب بننے والی۔

شرحِ حدیث: مسواک سے منہ پاک وصاف ہو جاتا ہے اور وضوء سے اعضاء وضوء دھل جاتے ہیں پھر بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اور رب کی بارگاہ میں رب کا نازل کردہ کلام اپنی زبان سے ادا کرتا ہے۔ یہ ہمارا عمل رب کی رضا کے حصول اور اس کی خوشنودی ہی کے لیے ہوتا ہے۔ اسی لیے نماز کو معراج مؤمن کہا گیا اور فرمایا گیا کہ بندہ سجدے کی حالت میں اپنے رب سے قریب تر ہوتا ہے۔ (دلیل الفالحین : ۶۱۲/۳)

****

پانچ باتیں فطرتِ انسانی میں داخل ہیں

۱۲۰۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ. اَوْخَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ : اَلْخِتَانُ، وَالْاِسْتِحْدَادُ، وَتَقْلِیْمُ الْاَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْاِبْطِ وَقَصُّ الشَّارِبِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ! اَلْاِسْتِحْدَادُ : حَلْقُ الْعَانَةِ وَهُوَ حَلْقُ الشَّعْرِ الَّذِیْ حَوْلَ الْفَرْجِ !

(۱۲۰۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فطرت پانچ امور ہیں، یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ امورِ فطرت پانچ ہیں: ختنہ، زیرِ ناف بال کاٹنا، ناخن تراشنا، بغل کے بال اکھیڑنا، اور مونچھوں کے بال کٹوانا۔ (متفق علیہ)

استحداد کے معنی ہیں زیرِ ناف بال صاف کرنا، یہ وہ بال ہیں جو شرمگاہ کے اردگرد ہوتے ہیں۔

تخریج حدیث (۱۲۰۳): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب . صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة .

کلماتِ حدیث: الفطرة : فطرت وہ خلقی امور ہیں جن پر اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا۔ فطرة الله التی فطر الناس علیها : جن میں کوئی رد و بدل نہیں ہوتا۔ یا فطرت سے مراد وہ طریقے ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام نے اختیار فرمائے اور ہمیشہ سے چلے آتے ہیں اور تمام قدیم شریعتیں ان پر متفق ہیں اور انسان کی اصل فطرت سے ہم آہنگ ہیں۔

شرحِ حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ امورِ فطرت پانچ ہیں: یعنی وہ امور جو دین نے مقرر کیے ہیں اور ہر شریعت میں موجود رہے ہیں اور تمام انبیاء کرام کی سنت رہی ہیں امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ وہ پانچ امور وہ باتیں ہیں جن کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی گئی اور آپ ان پر پورا اترے اور آپ امام بنائے گئے۔ یہ ساری خصلتیں مجموعی طور پر پاکی اور پاکیزگی کی حفاظت کرنے والی ہیں اور انسان کو حسن ہیئت عطا کرنے والی ہیں۔ (فتح الباری : ۱۳۸/۱۔ ارشاد الساری : ۵۸۶/۱۲)

****

دس باتیں فطرت میں داخل ہیں

۱۲۰۴۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :

"عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ : قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ" قَالَ الرَّاوِي : وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةُ قَالَ وَكِيعٌ وَهُوَ أَحَدُ رُوَاتِهِ اِنْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِي الْإِسْتِنْجَاءَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

"الْبَرَاجِمُ" بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَ الْجِيمِ : وَهِيَ : عُقَدَ الْأَصَابِعِ ! "وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ" مَعْنَاهُ : لَا يَقُصُّ مِنْهَا شَيْئًا .

(١٢٠٤) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں: مونچھوں کا تراشنا، ڈاڑھی کا بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن کاٹنا، جوڑوں کا دھونا، بغل کے بال اکھاڑنا، زیر ناف بال صاف کرنا، استنجا کرنا۔ راوی نے کہا کہ یہ دسویں بات میں بھول گیا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کلی کرنا ہو اور وکیع جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں انہوں نے کہا کہ انتقاص الماء کے معنی ہیں پانی سے استنجاء کرنا۔ (مسلم)

البراجم کے معنی انگلیوں کے جوڑوں کے ہیں۔ اعفاء اللحية کے معنی ہیں کہ ڈاڑھی نہ کاٹے۔

تخریج حدیث(۱۲۰۴): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة .

کلمات حدیث: اعفاء اللحية : ڈاڑھی کو چھوڑ دینا اور اسے نہ تراشنا۔

شرح حدیث: حدیثِ سابق میں پانچ امور فطرت کا بیان ہوا تھا اس حدیث میں دس امور بیان ہوئے ہیں۔ اور فرمایا کہ عشر من الفطرة جس کا مطلب یہ ہے کہ امورِ فطرت میں سے یہاں دس باتیں بیان کی گئی ہیں تمام باتوں کا بیان نہیں ہوا اور ان کے علاوہ اور بھی باتیں امورِ فطرت ہیں۔ ابن العربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جن عادات اور عبادات کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا وہ تیس احکام تھے جن کو انہوں نے بکمالہ پورا کیا اور اللہ نے ان کو امام بنایا۔ بہر حال سورۂ بقرۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جن کلمات کا ذکر ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام پورے کیے تو کلمات کی تفسیر و تعبیر میں متعدد اقوال مروی ہیں جن میں سے طاؤس نے انہی امورِ فطرت کو ذکر کیا جو اس حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ١٢٦/٣ ۔ فتح الباري : ١٣٨/١ ۔ تفسير مظهري)

مونچھیں کاٹنے داڑھی بڑھانے کا حکم

١٢٠٥ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحَىٰ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(١٢٠٥) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مونچھیں کٹواؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٢٠٥): صحیح بخاری، کتاب اللباس باب اعفاء اللحی ۔ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فعال الفطرة ۔

شرح حدیث: احادیث سابقہ میں جن امور فطرت یا افعال فطرت کا ذکر آیا ہے۔ان سب کی تفصیل اس طرح ہے:

١- مسواک: مسواک مستحب ہے اور سنت ہے۔اور اس کی بہت فضیلت اور اجر ثواب ہے یہاں تک کہ اسے رضا الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

٢/٣- کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا: کلی خوب اچھی طرح کرنا چاہیے تا کہ منہ اچھی طرح دھل جائے اور اسی طرح ناک میں پانی ڈال کر ناک میں سے اس پانی کو ہوا کے ذریعہ صاف کر دینا چاہیے۔ان دونوں کو وضو میں تین تین مرتبہ کرنا مسنون ہے۔کلی اور ناک میں پانی ڈالنا وضو اور غسل میں دونوں مطلوب ہیں اور ضرورت کے وقت نظافت کا تقاضا ہے۔

٤- انگلیوں کی گرہوں کو دھونا، یعنی ہاتھوں کے دھوتے وقت صرف پانی بہانے پر اکتفاء کرنے کے بجائے انہیں اچھی طرح دھونا چاہیے اور انگلیوں کے درمیان خلاء اور جوڑوں کو اچھی طرح دھونا چاہیے تا کہ انگلیوں کے جوڑ کی جگہ میل باقی نہ رہے۔اسی طرح بدن کے وہ تمام جوڑ جہاں میل جمع ہو جاتا ہے جیسے کانوں کے موڑ ان کے اندرونی حصے بغلوں، کہنیوں اور گھٹنوں کے جوڑ وغیرہ ان سب جگہوں کی نظافت اور پاکیزگی کا اہتمام ضروری ہے۔

٥- استنجاء: یعنی ان مقامات کو جہاں سے نجاست خارج ہوتی ہے پانی سے خوب اچھی طرح دھونا اور اگر ڈھیلا استعمال کیا جائے تو اس کے بعد بھی بہتر ہے کہ پانی سے خوب اچھی طرح دھولیا جائے۔حصول طہارت کے لیے استنجاء واجب ہے کہ طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

٦- ختنہ: امام شافعی رحمہ اللہ ور اکثر فقہاء کے نزدیک ختنہ واجب ہے اور امام مالک کے نزدیک سنت ہے۔ولادت کے ساتویں روز ختنہ مستحب ہے۔

٧- زیر ناف اور زیرِ بغل بالوں کا ازالہ: چالیس دن سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

٨- ناخنوں کا کاٹنا: ناخنوں کے نیچے میل جمع ہو جاتا ہے اس لیے جوں ہی ناخن انگلی کے پوروں سے باہر نکلے انہیں تراشنا چاہیے۔وضو اور غسل میں ناخنوں کے نیچے کے گوشت تک پانی پہنچنا ضروری ہے اگر ناخنوں کے نیچے میل جمع ہو جائے تو پانی نہیں پہنچے گا، جو کہ فرض ہے۔

٩- مونچھیں تراشنا سنت ہے۔

١٠- داڑھی رکھنا علماء کے نزدیک واجب ہے۔حنفی فقہاء کے نزدیک ایک مشت کے برابر داڑھی رکھنا ضروری ہے اس سے بڑھ جانے کی صورت میں تراشنا جائز ہے۔

(فتح الباری : ١٤٤/١ ۔ شرح صحیح مسلم للنووی ١٤٦/٣ ۔ روضة المتقین ٣/ ٢٠٦ ۔ نزهة المتقین ١٧٦/٢)

الباب (٢١٦)

بَابُ تَاكِيدِ وُجُوبِ الزَّكَاةِ وَبَيَانِ فَضْلِهَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

وجوبِ زکوٰۃ کی تاکید اور اس کی فضیلت

۲۸۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

''نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو'' (البقرہ:۴۳)

تفسیری نکات: زکوٰۃ کے معنی نشو ونما افزائش اور بڑھنے کے ہیں اور اسی طرح اس کے معنی پاک کرنے کے ہیں، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے مال گھٹتا نہیں بڑھتا ہے اور نشو ونما پاتا ہے اور اسی طرح اس کا اجر وثواب بڑھتا رہتا ہے یہاں تک اگر کسی نے کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے اجر وثواب میں اضافہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ زکوٰۃ دینے والے اور اس کے مال کو میل کچیل سے پاک کر دیتی ہے۔

پہلی آیت کریمہ میں نماز کا حکم ہوا نماز سے انسان کو انفرادی، اخلاقی اور روحانی زندگی استوار ہوتی ہے اور زکوٰۃ سے انسان کی اجتماعی معاشی زندگی درست ہوتی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

اخلاص کے ساتھ عبادت کی جائے

۲۸۴. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ ۝ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور نہیں ان کو حکم دیا گیا مگر اس بات کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس کے لیے پکار کو خالص کریں، یکسو ہو کر نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں یہی مضبوط دین ہے۔'' (البینۃ:۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت کریمہ میں فرمایا کہ ان کو صرف ایک ہی حکم ہوا کہ صرف ایک اللہ کی بندگی کریں اور ہر قسم کے باطل جھوٹ اور ریا سے علیحدہ ہو کر خالصتاً خدائے واحد کی عبادت کریں اور ابراہیم علیہ السلام کی طرح سب سے ٹوٹ کر اسی ایک مالک کے غلام بن جائیں اور شریعت ہو یا نوامیس قدرت اور کائنات کے امور میں سے کسی میں بھی اللہ کے سوا کسی کو بااختیار نہ تصور کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں یہی کمال بندگی ہے یہی دین ہے اور یہی شریعت ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ معارف القرآن)

۲۸۵. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''تم ان کے مالوں میں سے صدقہ لو اور ان کو پاک کرو اور اس کے ذریعہ ان کا تزکیہ کرو۔'' (التوبہ:۱۰۳)

تفسیری نکات: تیسری آیت کریمہ میں فرمایا کہ ان کے اموال کو صدقہ میں قبول فرمالیجئے، اس آیت کریمہ کے سبب نزول میں بیان ہوا ہے کہ بعض صحابہء کرام جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور پھر نادم ہو کر اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ لیا تھا پھر جب ان کی توبہ قبول کر لی گئی اور وہ قید سے کھول دیئے گئے تو انہوں نے اپنا سارا مال بطور شکرانہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مال لینے کا حکم نہیں ہے۔ اس لیے ارشاد ہوا کہ ان کے اموال میں سے کچھ لے لیجئے اور ان کو پاک کر دیجئے اور اس کو ان کی پاکیزگی طہارت اور تزکیہ کا ذریعہ بنا دیجئے۔ آیت کریمہ میں اگر چہ سبب نزول بھی خاص ہے اور خطاب بھی رسول کریم ﷺ کو ہے لیکن آیت عام ہے ہر دور اور ہر زمانے کے لیے ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ معارف القرآن)

اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے

١٢٠٦. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلىٰ خَمْسٍ: شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءُ الزَّكٰوةِ، وَحَجُّ الْبَيْتِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٢٠٦) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں، اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١٢٠٦): صحيح البخاری، كتاب الايمان، باب دعاؤكم ايمانكم. صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان اركان الاسلام.

کلمات حدیث: بُني الاسلام علي خمس: اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی اسلام کو پانچ امور پر استوار کیا گیا ہے۔ بُني، بنی بناءً (باب ضرب) بنانا، کا ماضی مجہول صیغہ واحد غائب بنایا گیا۔

شرح حدیث: ارکان اسلام پانچ ہیں جن میں سے ایک زکوٰۃ ہے، اہل اسلام میں سے زکوٰۃ ہر اس شخص پر عائد ہوتی ہے جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے برابر رقم اس کی ضرورت سے زائد موجود ہو یا اس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا اس سے زائد موجود ہو۔ کم از کم اس قدر مالیت جس کے پاس موجود ہو وہ ہر سال ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرے۔ یہ فرض ہے اور حد درجہ ضروری ہے۔ قرآن کریم میں جابجا زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ:

﴿ وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ﴾

''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔''

زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ہے اور ہر صاحب استطاعت مسلمان پر واجب ہے۔ اس فرض اور واجب زکوٰۃ کے علاوہ مسلمان جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے وہ نفلی صدقات کے دائرے میں آتا ہے۔ صدقاتِ نافلہ کا بہت اجر وثواب ہے اور متعدد احادیث میں اس کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ صدقات صدقہ کی جمع ہے۔ اس کو صدقہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دینے والے کی دعوی ایمان کی صحت وصداقت پر دلیل ہوتا ہے یعنی صاحب ایمان جس دین پر ایمان لایا ہے اس نے اپنا مال دے کر اس دین کے سچا ہونے کی تصدیق کی ہے۔ جیسے شہید اپنی جان دے کر اس دین کے حق ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے الامر بالمحافظۃ علی الصلوات المکتوبۃ میں گزر چکی ہے۔

(دليل الفالحين : ٤ / ٣ ـ رياض الصالحين : (اردو ترجمه صلاح الدين يوسف) ٢ / ٢٠٦ ـ مظاهر حق ٢ / ١٦٤)

ایک دیہاتی کو بنیادی ارکان کی تعلیم

١٢٠٧ . وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلىٰ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهٖ وَلَانَفْقَهُ مَايَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "خَمْسُ صَلَوٰاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ" قَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ "قَالَ : "لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ" فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ" قَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهٗ؟ قَالَ : "لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ فَقَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: "لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ" فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللهِ لَااَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ: رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(١٢٠٧) حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اہل نجد کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس کے بال پراگندہ تھے ہم اس کی آواز کی گونج تو سن رہے تھے لیکن سمجھ نہیں رہے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے یہاں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب آ گیا وہ آپ ﷺ سے اسلام کے بارے میں دریافت کر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب وروز میں پانچ نمازیں ہیں۔ اس نے پوچھا کہ کیا میرے اوپر ان کے علاوہ بھی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں سوائے اس کے کہ تم نفل پڑھو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اور رمضان کے مہینے کے روزے۔ پھر اس نے پوچھا کہ میرے اوپر اس کے علاوہ بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم نفلی روزے رکھو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو اس نے کہا کہ نہیں مگر یہ کہ تو نفلی صدقہ کرے۔ وہ آدمی یہ کہتے ہوئے مڑا اللہ کی قسم میں اس میں نہ اضافہ کروں گا اور نہ کمی کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہوگا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۰۷): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الزکوۃ من الاسلام و الصوم باب وجوب صوم رمضان . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الصلوات التھی ھی احد ارکان الاسلام .

کلمات حدیث: ثائر الراس : سر کے بال بکھرے ہوئے۔ دوی صوتہ : اس کی آواز کی گونج۔ دوی۔ایسی آواز جو تکرار سنائی دے رہی ہو لیکن سمجھ میں نہ آئے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کے پاس یمن کا ایک شخص آیا، علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے بارے میں دریافت کیا آپ ﷺ نے بہت حکیمانہ انداز میں انہیں ارکانِ اسلام کی تعلیم دی۔اسلام کی تعلیمات اس قدر سادہ اور دلنشین ہیں کہ ایسی تعلیم سے انسانوں کے کان کبھی آگاہ نہیں ہوتے پھر رسول کریم ﷺ جس محبت وشفقت اور جس وضاحت اور تفصیل سے تعلیم دیتے تھے اس نے اشاعت اسلام کو اس قدر سہل اور آسان بنا دیا تھا کہ دور دور سے آنے والے جاہل عرب بات سمجھ بھی لیتے تھے اور مان بھی لیتے تھے اور اس قدر پختگی اور مضبوطی سے اس تعلیم کو اختیار کرتے تھے کہ یہ کہتے ہوئے پلٹتے تھے کہ نہ کوئی کمی کروں گا اور نہ زیادتی۔اور اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اپنے قول میں سچا ہے تو کامیاب ہو گیا اور نجات پا گیا۔ (فتح الباری : ۱/۲٦٤۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۱/ ۱۵۰)

اسلام کی تعلیمات کو یکے بعد دیگرے سکھلانا

۱۲۰۸. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قال : اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ : "اُدْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْكَ لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذَالِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآئِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ"

(۱۲۰۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ تم انہیں لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی دعوت دینا۔اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر شب وروز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے غرباء کو لوٹائی جائے گی۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۰۸): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء الی الشھادتین و شرائع الاسلام .

کلمات حدیث: بعث : بھیجا، روانہ کیا۔ بعث بعثاً (باب فتح) بھیجنا۔کسی کام پر روانہ کرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ وہاں جا کر سب سے

پہلے ان لوگوں کو ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی تعلیم دیں اور شہادتین کا اقرار کرائیں، کیونکہ ایمان اصل اور بنیاد ہے اور ایمان کے بغیر اعمال مقبول نہیں ہے اور پھر انہیں بالتدریج ارکان اسلام کی تعلیم دیں۔ اور انہیں تعلیم دیں کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے اغنیاء سے لے کر ان کے فقراء پر تقسیم کی جائے گی۔ اگر ان کی ضروریات پوری ہو جانے کے بعد کچھ بچ رہے تو دوسرے علاقوں میں بھیجی جا سکتی ہے۔

زکوۃ اسلام میں عبادت ہے اور فرض ہے اور اسلام کی معاشی تعلیمات کا ایک اساسی حکم ہے۔ زکوۃ اسلام کی منفرد یگانہ اور بہت اعلی خصوصیت ہے جس کی مثال دنیا کے کسی نظام میں نہیں ملتی اس لیے زکوۃ کو ٹیکس یا ویلتھ ٹیکس کہنا یا اس کے مماثل کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ زکوۃ صرف صاحب نصاب مالداروں سے ڈھائی فیصد کے حساب سے لی جاتی ہے اور آٹھ مصارف میں صرف کی جاتی ہے جو قرآن کریم میں سورۂ توبہ میں بیان ہوئے ہیں۔ زکوۃ کی جملہ تفصیلات اسلامی شریعت میں مقرر اور متعین ہیں اور ان میں کوئی رد و بدل نہیں ہو سکتا۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب المحافظ علی الصلوات المکتوبات میں آ چکی ہے۔

(دلیل الفالحین : ٤/٦۔ نزهة المتقين : ٢/١٨٠۔ رياض الصالحين (ترجمه اردو صلاح الدين يوسف) ٢/٢٠٧)

●●●●●●●●●●●●

اسلام میں پورے داخل ہونے تک قتال جاری رکھا جائے

۱۲۰۹. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتُواالزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَآءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۲۰۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اگر وہ ان باتوں کو تسلیم کرلیں تو ان کی جان اور اموال مجھ سے محفوظ ہو جائیںگے سوائے حق اسلام کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۰۹): صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب فان تابوا واقاموا الصلوٰة وآتوا الزكوٰة فخلوا سبيلهم. صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا لا اله الا الله محمد رسول الله

کلمات حدیث: الا بحق الاسلام : یعنی اسلام کے احکام نافذ کرنے کے لیے ان لوگوں پر جنھوں نے حدود اللہ میں سے کسی حد کا ارتکاب کیا ہو یا کسی کو قتل کیا ہو یا مرتد ہو گیا ہو۔

شرح حدیث: دشمن کے ساتھ اس وقت تک جہاد کیا جائے گا جب تک کہ وہ اسلام کے شعائر اور اس کے اساسی ارکان کو تسلیم کرلیں اور ان کو مان لیں اگر وہ ان سب باتوں کو مان لیں تو وہ مسلمان کے دینی بھائی ہیں۔ اور ان کے جان و مال محفوظ ہیں سوائے حق اسلام کے۔ یعنی اگر قبول اسلام کے بعد کسی نے کوئی ایسا جرم کیا جو قابل حد ہو تو وہ حد اس پر نافذ ہوگی اور اگر کسی کو ناحق قتل کیا تو اسے قتل کی

سزا میں قتل کیا جائے گا۔ اوران کا حساب اللہ کے ذمے ہیں یعنی اگر قبول اسلام میں مخلص نہ ہوں اور منافقانہ اسلام کا اظہار کریں تو ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے (حدیث ۴۹) میں گزر چکی ہے۔

(دلیل الفالحین : ٤/٤ ۔ نزهة المتقین : ۲/ ۱۸۰)

اسلام کے کسی ایک فرض کو چھوڑنے والے کے خلاف بھی جہاد ہوگا

۱۲۱۰۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى، يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَه' وَنَفْسَه' اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُه' عَلَى اللّٰهِ؟:" فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ! وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ. وَاللّٰهِ لَوْمَنَعُوْنِیْ عِقَالًا يُؤَدُّوْنَه' اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهٖ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ : فَوَاللّٰهِ مَاهُوَ اِلَّا اَنْ رَاَيْتُ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَكْرٍ لِّلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۲۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو عرب کے بعض قبائل کافر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کیسے ان لوگوں سے لڑینگے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں جس نے یہ کہدیا اس نے اپنا مال اور اپنی جان مجھ سے محفوظ کرلی مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں ضرور ان لوگوں سے لڑوں گا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا، کیونکہ زکوۃ ایک مالی حق ہے۔ قسم بخدا اگر یہ مجھے اونٹ باندھنے کی وہ رسی بھی نہیں دینگے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں وہ دیتے تھے تو میں اس پر بھی ان سے جہاد کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم بہت جلد میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ قتال کے لیے کھولدیا ہے اور میں نے سمجھ لیا کہ یہی حق ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۱۰): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقو لو الا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کلمات حدیث: کفر من کفر : جسے کفر اختیار کرنا تھا وہ کافر ہو گیا، جسے کافر ہونا تھا وہ کافر ہو گیا۔ عقال : وہ رسی جس سے اونٹ کو باندھا جاتا ہے۔

شرح حدیث: یہ ایک معلوم اور معروف حقیقت ہے کہ توحید و رسالت کی شہادت اور اقامت صلاۃ کے بعد زکوۃ اسلام کا تیسرا رکن

ہے۔ قرآن کریم میں ستر سے زیادہ مقامات پر اقامت صلاۃ اور ادائے زکوۃ کا ذکر اس طرح ساتھ ساتھ کیا گیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں نماز اور زکوۃ کا مقام مرتبہ اور اہمیت قریب قریب ایک ہی ہے کہ نماز جسمانی عبادت ہے اور زکوۃ مالی عبادت ہے اور دونوں ہی عبادتیں اللہ نے فرض اور لازم قرار دی ہیں۔ دراصل عبادت بندے کے اس عمل کو کہا جاتا ہے جس کا مقصود اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عبدیت اور بندگی کے تعلق کو ظاہر کرنا اور اس کی رضا کا حصول اور اس کے رحم و کرم کی طلب و جستجو ہو، یہ غرض و غایت جس طرح نماز میں مطلوب ہے اسی طرح زکوۃ میں بھی مطلوب ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد متعدد قبائل عرب مرتد ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے قتال کیا اور یہ مشہور جملہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اونٹ کی ایک رسی زکوۃ میں دیدیتے اور اب نہ دیں تو میں ان سے قتال کروں گا اور ارشاد فرمایا کہ جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا میں اس سے قتال کروں گا کہ زکوۃ مالی حق ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مقصود یہ ہے کہ اسلام وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ لے کر مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ کی رحلت کے بعد وہ تمام امور تسلیم کرنا ہوں گے اور وہ تمام باتیں ماننی ہوں گی جن کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے امت کو دی۔ چنانچہ یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو زیادہ مفصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ ہمارے قبلہ کو اپنا قبلہ بنائیں، ہمارا ذبح کیا ہوا کھائیں اور جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اس طرح نماز پڑھیں۔ جب وہ یہ سب کام کرلیں تو ان کے جان و مال ہمارے اوپر حرام ہوں گے سوائے حق کے ان کے لیے وہی ہوگا جو مسلمان کے لیے اور ان پر وہ تمام امور لازم ہوں گے جو تمام مسلمانوں پر لازم ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حقیقت کے پیش نظر اس بات کو سمجھا اور اللہ نے ان کا سینہ کھولدیا کہ نماز اور زکوۃ میں کوئی فرق نہیں ہے، جس طرح نماز جسمانی عبادت ہے اسی طرح زکوۃ مالی عبادت ہے اور دونوں ہی عبادت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرض قرار دیا ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ نے مانعین زکوۃ کے بارے میں تفصیل سے کلام کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

مرتدین کی تفصیلات

رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد جو قبائل مرتد ہو گئے تھے ان کی تفصیل یہ ہے کہ یہ لوگ دو قسم کے گروہ تھے ان میں سے ایک گروہ تو بالکلیہ اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو گیا تھا۔ حدیث مذکور میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کفر من کفر (اور جسے کافر ہونا تھا وہ کافر ہو گیا) یہی گروہ مراد ہے۔ پھر اس گروہ کے مزید دو فرقے تھے، ایک فرقہ ان لوگوں کا تھا جو مسیلمہ کے ساتھ ہو گئے تھے اور اس کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی تھی اور اسی طرح یمن کے لوگوں نے اسود عنسی کے دعویٰ نبوت کو تسلیم کر کیا تھا۔ یہ سارے لوگ رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے منکر ہو کر بالکل دین اسلام سے خارج ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مرتدین سے قتال کیا یہاں تک

کہ یمامہ میں مسیلمہ کذاب قتل ہوگیا اور صنعاء میں اسود عنسی مارا گیا۔ دوسرا فرقہ وہ تھا جس نے شریعت کا بالکلیہ انکار کر کے ارتداد اختیار کیا اور نماز اور زکوٰۃ اور دیگر امور دین سب ترک کر دیئے اور اپنے جاہلی طریقوں پر لوٹ آئے۔ اور یہ حال ہوگیا کہ روئے زمین پر صرف تین مسجدوں میں اللہ کو سجدہ کیا جارہا تھا، مسجد مکہ، مسجد مدینہ اور بحرین میں مسجد عبدالقیس جو جواثا کی بستی میں تھی، جواثا میں بنواز د کے لوگ اللہ کے دین پر قائم رہے اور جواثا میں محصور رہے یہاں تک کہ اللہ کی رحمت سے مسلمانوں نے یمامہ فتح کرلیا۔

دوسرا گروہ ان مذکورہ فرقوں کے علاوہ ان لوگوں کا تھا جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کی کہ نماز کو تسلیم کیا اور زکوٰۃ سے انکار کیا اور اس بات سے انکار کیا کہ زکوٰۃ امام کو دی جائے۔ اس گروہ میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو زکوٰۃ دینے کے لئے تیار تھے مگر جن سرداروں کا ان پر غلبہ تھا انہوں نے ان کو زکوٰۃ ادا کرنے سے روک دیا جیسے بنی یربوع کہ ان لوگوں نے اپنی زکوٰۃ جمع کرلی اور اسے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا تو مالک بن نویرہ نے ان کو اس سے باز رکھا اور زکوٰۃ کو دوبارہ انہی میں تقسیم کر دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تأمل کا اظہار کیا اور اس معاملہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کی اور اس حدیث کے ظاہر کو مدنظر رکھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لیں جب وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لیں تو ان کے جان و مال مجھ سے محفوظ ہیں۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ زکوٰۃ مالی حق ہے اور جان و مال کے تحفظ کی بات تمام شرائط اور جملہ لوازم کے ساتھ ہے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے تمام لوازم ماننا ضروری ہے اور ان لوازم میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ بھی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی یہ حدیث اختصار کے ساتھ روایت کی گئی ہے، جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حدیث میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی ذکر ہے۔

بہرحال حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس گروہ کے بارے میں جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا اور زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اسی طرح حکم اور مضبوط فیصلہ فرمایا جیسا کہ آپ نے مرتدین کے بارے میں فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس بات کے لیے اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ کھولدیا تھا اس پر مجھے بھی شرح صدر ہوگیا کہ یہی حق اور صحیح ہے اور میں نے سمجھ لیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتال کا فیصلہ صحیح اور درست ہے۔

(فتح الباری: ١/ ٨١٥۔ ارشاد الساری: ٣/ ٥١١۔ شرح صحیح مسلم للنووی: ١/ ١٧٨۔ معارف الحدیث: ١/ ٣٠١)

جنت میں داخل کروانے والے اعمال

١٢١١. وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِیْ الْجَنَّةَ قَالَ : "تَعْبُدُ اللّٰهَ لَاتُشْرِکُ بِهٖ شَیْئًا، وَتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِیْ الزَّکَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(١٢١١) حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل

بتلا دیجیے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو نماز قائم کرو زکوۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۱۱): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوۃ . صحیح مسلم، کتاب الایمان باب بیان الایمان الذی ید خل الجنۃ .

کلمات حدیث: تصل الرحم : تم صلہ رحمی کرو۔ یعنی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو ان کی مدد کرو اور صدقات سے ان کی اعانت کرو۔ وصل وصلا (باب ضرب) ملانا۔

شرح حدیث: اللہ کی عبادت اور اس کی بندگی اور اس کے دیئے ہوئے احکام کو ماننا اور ان پر عمل کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، نماز اپنے جملہ آداب وسنن اور شروط ولوازم کے ساتھ ادا کرنا، زکوۃ دینا اور صلہ رحمی کرنا ایسے اعمال ہیں جو جنت میں لے جانے والے ہیں۔ (فتح الباری : ۱/ ۸۱۶۔ شرح صحیح مسلم للنودی : ۱/ ۱۵٤۔ دلیل الفالحین ٤/ ۱۰)

اسلام پر مکمل عمل کی وجہ سے دنیا میں جنت کی بشارت

۱۲۱۲. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِیًا اَتیٰ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُه، دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ: "تَعْبُدُ اللّٰهَ لَاتُشْرِکُ بِهٖ شَیْئًا، وَتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِی الزَّکٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ : وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَااَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ سَرَّه، اَنْ یَنْظُرَ اِلیٰ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ هٰذَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

(۱۲۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتلایئے جسے کر کے میں جنت میں پہنچ جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، فرض زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اس نے یہ سنکر کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا۔ جب وہ واپس پلٹا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہتا ہے کہ کسی جنتی کو دیکھے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۱۲): صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان الذی ید خل الجنۃ .

کلمات حدیث: والذی نفسی بیدہ: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس جملہ میں "و" قسم کا ہے۔ الذی: وہ ذات عظیم مراد ہے اللہ تعالیٰ۔ نفسی بیدہ: جس کے قبضہ قدرت میں میرا سارا وجود ہے۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کا طریقہ دعوت یہ تھا کہ اسلام قبول کرنے والے اعراب کو توحید کی تعلیم دیتے اور ارکان اسلام بتاتے

جب وہ اسلام قبول کر کے ان بنیادی ارکان کے پابند ہو جاتے پھر ان کو مزید تعلیم دیتے۔ اسلام قبول کرتے ہی تمام تفصیلات بتانے سے ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ بوجھ محسوس کرتے اس لیے بالتدریج تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا جو حیات طیبہ کے ہر لمحے اور ہر وقت مسلسل جاری رہا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ آپ کے ہر قول اور عمل کی پیروی کرتے تھے، وہ جو کچھ آپ ﷺ فرماتے اس پر بھی عمل کرتے اور جو کچھ آپ ﷺ کو کرتا ہوا دیکھتے اس پر بھی عمل کرتے تھے اور جو لوگ اسلام قبول کرتے وہ بھی اس طریقہ پر عمل پیرا ہو جاتے۔ اسلئے رسول اللہ ﷺ اولا اسلام کے بنیادی ارکان کی تعلیم دیتے پھر جب وہ اسلام میں داخل ہوتے پھر وہ تفصیلات سیکھتے رہتے تھے اور یہ سلسلہ تعلیم مستقل جاری رہتا تھا رسول اللہ ﷺ نے اپنے دس اصحاب کو جنت کی بشارت دی جنہیں عشرۂ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بعض لوگوں کے بارے میں جنت کی بشارت دی جیسا کہ اس حدیث میں مذکور اعرابی کے بارے میں ہے اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جنت کے سردار فرمایا اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی جنت کی خوش خبری دی۔

یہ حدیث اس سے قبل باب النصیحہ میں گزر چکی ہے۔ (فتح الباری : ١/ ٨١٥۔ شرح صحیح مسلم للنووی ١/ ١٥٦)

****

ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی پر بیعت

١٢١٣ ۔ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلىٰ اِقَامِ الصَّلوٰةِ، وَاِيْتَآءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٢١٣) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی نماز قائم کرنے زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلم کی خیر خواہی پر۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١٢١٣): صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب البیعة علی ایتاء الزکوۃ . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحہ .

کلمات حدیث: بایعتُ : میں نے بیعت کی، میں نے عہد کیا، میں نے وعدہ کیا کہ میں ان کاموں کو انجام دوں گا اور ان پر عمل کروں گا۔ النصح لکل مسلم: ہر مسلمان کا بھلا چاہنا اس کی خیر خواہی کرنا دنیا اور آخرت کی جو بات اس کی بھلائی کی ہو وہ اسے بتلانا جس بات میں اس کا دنیا اور آخرت کا کوئی نقصان ہو اس سے اسے باز رکھنا۔

شرح حدیث: بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب اسلام قبول کرنے والے قبول اسلام کے لیے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرتے تو ان کی بیعت ایسے الفاظ پر ہوتی تھی جس میں دین کے تمام پہلو آجاتے تھے۔ مثلاً بیعت کرنے والے کہتے کہ میں نے سمع وطاعت پر بیعت کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بات آپ ارشاد فرمائینگے اور جو حکم آپ ﷺ دینگے میں اسے تابعداری سے سنوں گا اور اس کی تعمیل کروں گا۔ ازاں بعد آپ ﷺ بعض باتیں ارشاد فرمادیتے وہ اس پر عمل کرنا شروع کر دیتا پھر اس کے بعد بالتدریج سلسلہ تعلیم جاری رہتا۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب فی النصیحہ میں آچکی ہے۔ (نزھة المتقین : ٢/ ١٨٣۔ دلیل الفالحین ٤/ ١٠)

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر سخت وعیدیں

١٢١٣. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَامِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَّلَافِضَّةٍ لَایُؤَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ صُفِّحَتْ لَهٗ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَاُحْمِیَ عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَیُکْوٰی بِهَا جَنْبُهٗ وَجَبِیْنُهٗ وَظَهْرُهٗ کُلَّمَا بَرَدَتْ اُعِیْدَتْ لَهٗ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیَرٰی سَبِیْلَهٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ" قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْاِبِلُ؟ قَالَ: "وَلَا صَاحِبِ اِبِلٍ لَایُؤَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا یَوْمَ وِرْدِهَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَا کَانَتْ لَایَفْقِدُ مِنْهَا فَصِیْلًا وَّاحِدًا تَطَؤُهٗ بِاَخْفَافِهَا، وَتَعَضُّهٗ بِاَفْوَاهِهَا کُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ اُوْلَاهَا رُدَّ عَلَیْهِ اُخْرَاهَا فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیَرٰی سَبِیْلَهٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ" قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ؟ قَالَ: "وَلَاصَاحِبِ بَقَرٍ وَّلَاغَنَمٍ لَایُؤَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ لَایَفْقِدُ مِنْهَا شَیْئًا لَیْسَ فِیْهَا عَقْصَاءُ وَلَاجَلْحَاءُ وَلَاعَضْبَاءُ تَنْطَحُهٗ بِقُرُوْنِهَا وَتَطَؤُهٗ بِاَظْلَافِهَا کُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ اُوْلَاهَا رُدَّ عَلَیْهِ اُخْرَاهَا فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیَرٰی سَبِیْلَهٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ" قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْخَیْلُ؟ قَالَ: "اَلْخَیْلُ ثَلَاثَةٌ: هِیَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ وَهِیَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ: وَهِیَ لِرَجُلٍ اَجْرٌ فَاَمَّا الَّتِیْ هِیَ لَهٗ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِیَآءً وَّفَخْرًا وَّنِوَآءً عَلٰی اَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِیَ لَهٗ وِزْرٌ وَاَمَّا الَّتِیْ هِیَ لَهٗ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَمْ یَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِیْ ظُهُوْرِهَا وَلَارِقَابِهَا فَهِیَ لَهٗ سِتْرٌ، وَاَمَّا الَّتِیْ هِیَ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا، فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فِیْ مَرْجٍ اَوْ رَوْضَةٍ فَمَا اَکَلَتْ مِنْ ذٰلِکَ الْمَرْجِ اَوِالرَّوْضَةِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّاکُتِبَ لَهٗ عَدَدُ مَا اَکَلَتْ حَسَنَاتٌ وَّکُتِبَ لَهٗ عَدَدُ اَرْوَاثِهَا وَاَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ، وَلَاتَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْشَرَفَیْنِ اِلَّاکَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ اٰثَارِهَا وَاَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ وَّلَامَرَّبِهَا صَاحِبُهَا عَلٰی نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَایُرِیْدُ اَنْ یَّسْقِیَهَا اِلَّاکَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ مَاشَرِبَتْ حَسَنَاتٍ" قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ؟ قَالَ" مَااُنْزِلَ عَلَیَّ فِی الْحُمُرِ شَیْءٌ اِلَّاهٰذِهِ الْاٰیَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ "فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ"، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ!

(١٢١٣) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو سونے اور چاندی کا مالک ہے اور اس کا حق ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن (سونے چاندی کے) اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائینگے اور ان کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور پھر اس کے ساتھ اس کے پہلو اس کی پیشانی اور اس کی پشت کو داغا جائے گا۔ جب بھی وہ تختیاں ٹھنڈی ہوں گی انہیں

دوبارہ آگ میں تپایا جائے گا اور پھر داغا جائے گا اور اس روز یہ عذاب مسلسل جاری رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی، یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا جنت کی طرف یا جہنم کی جانب۔ کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) اونٹوں کی زکوٰۃ کا کیا معاملہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اونٹوں کا مالک ہے اور ان کا حق ادا نہیں کرتا اور ان کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ پانی پلانے کی باری والے روز ان کا دودھ ضرورت مندوں کے لیے دوہا جائے، روز قیامت ان اونٹوں کے مالک کو ایک چٹیل میدان میں ان اونٹوں کے سامنے منہ کے بل ڈال دیا جائے گا اور یہ اونٹ اس وقت اتنے تنومند ہوں گے جتنے کبھی وہ دنیا میں رہے تھے ان میں سے وہ ایک بچے کو بھی گم نہ پائے گا وہ اسے اپنے پیروں تلے روندیں گے اور اپنے منہ سے کاٹیں گے اور اول سے آخر تک سارے اونٹ برابر اسے روندتے رہینگے اور اپنے منہ سے کاٹتے رہینگے۔ اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ اپنا راستہ جنت کی طرف یا جہنم کی جانب دیکھ لے گا۔

عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول گائے اور بکریوں کا کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو بھی گائے اور بکریوں کا مالک ان کا حق ادا نہیں کرتا روز قیامت اسے ایک چٹیل میدان میں ڈالدیا جائے گا وہ ان جانوروں میں سے کسی کو بھی گم نہ پائے گا ان میں سے کوئی بھی نہ مڑے ہوئے سینگوں والی ہوگی اور نہ ایسی ہوگی کہ اسکے سینگ ٹوٹے ہوئے یا مڑے ہوئے ہوں وہ اس کو اپنے سینگوں سے مارینگی اور اپنے کھروں سے روندیں گی جب ان کا پہلا گروہ گزر جائے گا تو اس کو لوٹایا جائے گا اور یہ اس دن بار بار ہوتا رہے گا جس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا، پھر وہ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف اپنا راستہ دیکھ لے گا۔

کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) گھوڑوں کے بارے میں فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے تین قسم کے ہیں، ایک وہ جو آدمی کے لیے بوجھ ہیں، ایک وہ جو آدمی کے لیے پردہ ہیں، اور وہ جو آدمی کے لیے اجر ہیں۔ جو آدمی پر بوجھ ہیں اور گناہ ہیں وہ وہ ہیں جنھیں اس نے ریا اور فخر کے طور پر اور اہل اسلام کو تکلیف پہنچانے کے لیے باندھا ہے۔ وہ گھوڑے جو اس کے لیے پردہ ہیں وہ ہیں جن کو اس نے اللہ کی راہ میں باندھا پھر ان سے متعلق اللہ کے حق کو فراموش نہیں کیا تو وہ اس کے لیے پردہ ہیں، اور جو گھوڑے اس کے لیے اجر ہیں وہ وہ ہیں جو اس نے اہل اسلام کے اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے کسی باغ یا چراگاہ میں باندھ رکھے ہیں۔ وہ اس باغ یا چراگاہ میں سے جو چیز بھی کھاتے ہیں تو ان کے کھانے کی تعداد کے برابر اور اس کے لیے ان کے گوبر اور پیشاب کی گنتی کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور وہ اپنی رسی نہیں تڑاتے کہ کوئی ایک ٹیلے یا دو ٹیلے پر چڑھ جائیں تو اس کے بدلے بھی اللہ ان کے قدموں کے نشانات اور گوبر کی مقدار کے برابر نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔ اور ان کا مالک ان کو جس نہر کے پاس سے لے کر گزرتا ہے اور وہ اس سے پانی پیتے ہیں خواہ ان کا مالک ان کو پلانا بھی نہ چاہے مگر اللہ ان کے پانی پینے کی مقدار کے برابر نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔

کسی نے عرض کیا اور یا رسول اللہ (ﷺ) گدھوں کے بارے میں فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گدھوں کے متعلق مجھ پر کوئی حکم نہیں اتارا گیا۔ سوائے اس منفرد اور جامع آیت کے:

﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝٧ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝٨﴾

ترجمہ: ''جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔'' (متفق علیہ)

یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث (۱۲۱۴): صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب اثم مانع الزکوۃ . صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب اثم مانع الزکوۃ .

کلمات حدیث: لا یودی منها حقها: جس کے پاس سونا اور چاندی ہو اور وہ اس میں سے اللہ کا مقرر کیا ہوا حق ادا نہ کرے یعنی زکوٰۃ نہ دے۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴾ ''وہ جن کے مال میں حق مقرر ہے۔'' صفحت لہ صفائح: سونا اور چاندی کا مالک اگر زکوۃ نہیں دیتا تو روز قیامت اس کے لیے اس کے سونے اور چاندی کو تختیوں کی صورت میں ڈالا جائے گا اور انہیں جہنم کی آگ میں تپا کر اس نادہندہ کے پہلو کو پیشانی کو اور پشت کو داغا جائے گا اور جب یہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائینگی انہیں پھر تپایا جائے گا اور پھر یہ عمل اس سارے دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی دھرایا جاتا رہے گا۔ صفائح صفیحة: کی جمع وہ چادر یا تختی جو لوہے یا کسی دھات سے بنائی جائے۔ فاحمی علیها: یہ تختیاں جہنم کی دھکتی آگ پر دھکائی جائینگی یہاں تک وہ خود آگ میں بدل جائینگی۔ یوم وردها: ان کے گھاٹ پر آنے کا دن وہ دن جب انہیں گھاٹ پر پانی پلانے لایا جاتا ہے۔ قاع قرقر: چٹیل وسیع میدان۔ عقصاء: گائے، بکری جس کے سینگ مڑے ہوئے ہوں۔ جلحاء: گائے، بکری جس کے سینگ نہ ہوں۔ عضباء: وہ جانور جس کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں۔ تنطحه بقرونها: اسے اپنے سینگ ماریں گی۔ وتطئوه باظلافها: اسے اپنے کھروں سے روندیں گی۔

شرح حدیث: سونے اور چاندی، اونٹوں اور گائے بکریوں پر زکوۃ فرض ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک سائمہ گھوڑوں پر بھی زکوۃ ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صریح طور پر سونے اور چاندی پر زکوۃ واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس وجوب میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور اسی طرح اونٹوں، گائیوں اور بکریوں میں بھی بلا اختلاف زکوۃ واجب ہے۔

حدیث مبارک میں علاوہ زکوۃ کے اونٹوں کا یہ حق بھی بتایا گیا ہے کہ پانی پینے کے باری والے دن ان کو دودھ دوھ کر ضرورتمندوں کو دیا جائے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ زکوۃ کی فرضیت سے پہلے کا حکم ہے اور بعض دیگر علماء کے نزدیک یہ علاوہ زکوۃ کے نفلی صدقہ کا حکم ہے کیونکہ انسان کے مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

حدیث مبارک میں مال کا حق ادا نہ کرنے کی جو سزا بیان ہوئی ہے وہ میدان حشر کی ہے جس کا ایک دن دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا اس سزا سے گزر کر اللہ کی رحمت سے اگر اللہ کے مومن بندوں کو معافی دیدی گئی تو وہ جنت میں جائینگے ورنہ جہنم میں مومن وہاں سزا سے گزر کر بالآخر جنت میں پہنچ جائے گا اور کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۷/۵۵۔ عمدۃ القاری: ۱۲/ ۳۰۱۔ روضۃ المتقین: ۳/ ۲۱۷۔ نزھۃ المتقین: ۲/ ۱۸۳)

☆☆☆

البَابُ (۲۱۷)

بَابُ وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ وَبَيَانِ فَضْلِ الصِّيَامِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ

صیام رمضان کا وجوب، اس کی فضیلت اور متعلقات کا بیان

رمضان میں قرآن نازل ہوا ہے

۲۸۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح کہ ان لوگوں پر فرض ہوئے جو تم سے پہلے ہوئے۔''

اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى :

﴿ شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلۡقُرۡءَانُ هُدٗى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٖ مِّنَ ٱلۡهُدَىٰ وَٱلۡفُرۡقَانِۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوۡ عَلَىٰ سَفَرٖ فَعِدَّةٞ مِّنۡ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ الاٰيَةَ .

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَقَدْ تَقَدَّمَتْ فِي الْبَابِ الَّذِيْ قَبْلَهٗ!

یہاں تک کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا کہ:

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت کے دلائل اور معجزات پس جو شخص تم میں سے رمضان پالے اسے چاہیے کہ وہ روزہ رکھے اور جو بیماری اور سفر کی حالت میں ہو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔''

(البقرۃ:۱۸۳)

تفسیری نکات: صوم (روزہ) کے لفظی معنی رکنے کے ہیں اس کی جمع صیام ہے۔ اور اس کے شرعی معنی ہیں صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور بیوی کی قربت سے باز رہنا ہے۔ روزہ ان عبادات میں سے ایک ہے جو اسلام کے عمود اور ارکان ہیں۔ روزے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام امتوں میں فرض رہے ہیں اور روزہ کی غرض و غایت اور اس کا مقصود تقوی ہے۔

تمام آسمانی صحیفے رمضان میں نازل ہوتے

روزے رمضان المبارک کے مہینے میں فرض قرار دیے گئے ہیں کہ اس ماہ کی نمایاں فضیلت یہ ہے کہ اللہ نے اس ماہ کو اپنی وحی اور آسمانی کتابوں کے نزول کے لیے خاص کر رکھا ہے یعنی صرف یہی نہیں کہ قرآن کریم اس ماہ میں نازل ہوا بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے، تورات، انجیل اور زبور سب کتابیں رمضان میں نازل ہوئیں جیسا کہ ابن کثیر نے بعض مروایات کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

رمضان المبارک کی وہ رات جس میں قرآن کریم نازل ہوا خود قرآن ہی کی تصدیق کے مطابق شب قدر تھی، جو رمضان المبارک کی ۲۴ رمضان کی شب تھی۔ اب جو شخص ماہ رمضان میں موجود ہو اس پر لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اس میں مریض اور مسافر کو رخصت دی گئی ہے کہ وہ اس وقت روزہ نہ رکھیں تندرستی حاصل ہونے پر اور سفر کے ختم ہونے پر اتنے دنوں کی قضاء کر لیں (معارف القرآن) رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کا بیان اس سے پہلے بھی احادیث مبارکہ میں آ چکا ہے۔

رمضان المبارک میں گناہوں سے بچنے کا خالص اہتمام کیا جائے

١٢١٥۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: " كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَه' اِلَّا الصِّيَامَ فَاِنَّه' لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِه. وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّه' اَحَدٌ اَوْقَاتَلَه' فَلْيَقُلْ : اِنِّیْ صَآئِمٌ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطْيَبُ عِنْدَاللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ. لِلصَّآئِمِ فَرْحَتَانِ، يَفْرَحُهُمَا : اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ، وَاِذَا لَقِیَ رَبَّه' فَرِحَ بِصَوْمِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ الْبُخَارِیِّ، وَفِیْ رِوَايَةٍ لَه' : "يَتْرُكُ طَعَامَه'، وَشَرَابَه'، وَشَهْوَتَه'، مِنْ اَجْلِیْ، اَلصِّيَامُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِه، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : "كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ : اَلْحَسَنَاتُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ" اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّه' لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِه : يَدَعُ شَهْوَتَه' وَطَعَامَه' مِنْ اَجْلِیْ. لِلصَّآئِمِ فَرْحَتَانِ : فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّه. وَلَخُلُوْفُ فِيْهِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ ."

(١٢١٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدم کے بیٹے کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزے ڈھال ہیں، جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو وہ نہ کوئی بری بات کرے اور نہ شور مچائے اگر کوئی اسے برا بھلا کہے یا اس سے لڑے تو اسے کہے میں روزے میں ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ روزہ دار کو وہ خوشیاں ملتی ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے ایک روزہ کے افطار کے وقت دوسرا جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے پر خوش ہوگا (متفق علیہ) یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جو صحیح بخاری کی ہے کہ روزہ دار اپنا کھانا پینا اور خواہش میری خاطر چھوڑ دیتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ ہر نیکی کی جزاء دس گناہ ہے اور سات سو گنا تک ثواب ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ سوائے روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ روزہ دار نے اپنی شہوت اور کھانا میری خاطر چھوڑا۔ روزہ دار کو دو خوشیاں میسر ہوتی ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے یہاں مشک کی

خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ اور لطیف ہے۔

تخریج حدیث(١٢١٥): صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب وجوب صوم رمضان ۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام باب فضل الصیام ۔

کلمات حدیث: انا اجزی به : میں بذات خود اس کا اجر دوں گا۔ جُنة : ڈھال جس سے جنگ میں تیروں اور نیزوں اور تلواروں سے بچا جاتا ہے۔ گویا روزہ جہنم کی آگ سے بچانے والی ڈھال ہے۔ فلا یرفث : بری اور گندی بات زبان پر نہ لائے۔ فحش گوئی سے اجتناب کرے۔ ولا یصخب : شور نہ مچائے اور فضول باتیں نہ کرے۔ خلوف : روزہ دار کے منہ کی بو جو منہ بند رہنے اور معدہ خالی رہنے سے پیدا ہو جاتی ہے۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کچھ اس طرح فرمائی ہے کہ اس کا وجود روحانیت اور حیوانیت یا ملکوتیت اور بہیمیت کا جامع بن گیا ہے اس کی طبعیت میں وہ سارے مادی اور سفلی تقاضے بھی ہیں جو حیوان میں ہوتے ہیں اور اس کی فطرت میں روحانیت اور ملکوتیت کا وہ نورانی جوہر بھی موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق یعنی فرشتوں کی خاص دولت ہے۔ انسان کی سعادت کا مدار اسی پر ہے کہ اس کا یہ روحانی عنصر اس کے حیوانی عنصر پر غالب آ جائے۔ روزہ کی ریاضت کا مقصود یہی غرض خاص ہے کہ روزہ سے حیوانیت دب جاتی ہے اور سکڑ جاتی ہے اور روحانیت اور ملکوتیت کا غلبہ اور اس کا فیضان ہو جاتا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

وجہ یہ ہے کہ جملہ اعمال حسنہ میں سے ہر ایک کی جزا اور اس کا اجر و ثواب بیان کر دیا گیا ہے سوائے روزے کہ اس کے بارے میں کہا گیا کہ اللہ ہی اس کا اجر دے گا۔ چنانچہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''ابن آدم کے ہر عمل میں اضافہ کیا جاتا ہے کہ ہر نیکی کی جزا دس سے سات سو گنا تک دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سوائے روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا''۔ اور قرآن کریم میں ہے'' انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب '' (صابرین کا اجر بلا حساب دیا جائے گا) اور مفسرین کے قول کے مطابق اس آیت میں صابروں سے مراد روزے دار ہیں۔ روزہ مومن کے لیے گناہوں سے بچنے کی، بدگوئی اور بدزبانی سے احتراز کی اور ہر بری بات سے اجتناب کی اور جہنم کی آگ سے بچنے کی ڈھال ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جس کا روزہ ہو وہ کوئی بری بات منہ سے نہ نکالے بلکہ اگر کوئی اس کو برا بھلا بھی کہے اور اس سے لڑنے کو آمادہ ہو جائے تو صرف اتنا کہے کہ میں روزے سے ہوں۔

جب قیامت قائم ہو جائے گی اس دنیا کے سارے پیمانے بدل جائیں گے اور چیز کی ماہیت، کیفیت اور حالت مختلف ہو جائے گی یوم تبدل الارض غیر الارض وہاں ان خوشبوں کا اعتبار باقی نہیں رہے گا جو دنیا میں انسان کی قوت شامہ کے لیے مرغوب و محبوب ہیں، وہاں روزہ دار کے منہ کی بو کی لطافت و پاکیزگی مشک سے بھی درچند ہو جائے گی۔

روزدار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک دنیوی اور دوسری اخروی جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب وہ اللہ سے ملاقات کرے گا اور روزے کا اجر و ثواب اور اس کے صلے میں ملنے والے درجات بلند اور مقامات رفیع تو اس وقت وہ اپنے روزے پر خوش ہوگا۔ (فتح الباری : ١/ ١٠٠٨۔ ارشاد الساری : ٤/ ٤٤١۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ٨/ ٢٤۔ روضة

المتقین :۳/ ۲۳۴ ـ معارف الحدیث : ۱/ ۳۴۳)

روزہ داروں کے لیے باب الریان ہے

۱۲۱۶. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نُوْدِىَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ : يَاعَبْدَاللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِىَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ، وَمَنْ كَانَ وَمِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِىَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِىَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِىَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ" قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ : بِاَبِىْ اَنْتَ وَاُمِّىْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاعَلٰى مَنْ دُعِىَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا؟ فَقَالَ : "نَعَمْ وَاَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۲۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کرے گا اس کو جنت کے دروازوں میں سے آواز دی جائے گی۔ اے اللہ کے بندے یہ خیر ہے جو، نماز والوں میں سے ہوگا اسے باب الصلوۃ سے پکارا جائے گا جو اہل جہاد میں سے ہوگا اسے باب الجہاد سے پکارا جائے گا اور جو اہل صیام میں سے ہوگا اسے باب الریان سے پکارا جائے گا اور جو اہل صدقہ میں سے ہوگا اسے باب الصدقہ سے پکارا جائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ ﷺ جس کو ان دروازوں میں کسی سے پکارا جائے گا وہ تو درست ہے تو کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ان تمام دروازوں سے پکارا جائے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ تم ان میں سے ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۱۶): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الریان ۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب من جمع الصدقه و اعمال البر ۔

کلمات حدیث: زوجین: کسی چیز کا جوڑا، کسی نے دو گھوڑے صدقے میں دیئے، دو جوڑے کپڑے دیدیئے وغیرہ۔ ممکن ہے اعمال میں بھی ہو کہ دو روزے رکھ لیے یا ایک صدقہ کو دوسرے صدقہ کے ساتھ ملا لیا۔ باب الریان: سیرابی کا دروازہ، چونکہ روزہ دار پیاسا ہوتا ہے اس لیے وہ باب الریان سے داخل ہوگا۔ ری: کے معنی سیراب ہونے کے ہیں۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں جنت کے چار دروازوں کا ذکر ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جنت کے دیگر ابواب کا ذکر دیگر احادیث میں آیا ہے جو یہ ہیں۔ باب التوبہ، باب الکاظمین الغیظ والعافین الناس، باب الراضین اور الباب الایمن، الباب الایمن وہ ہے جس سے وہ اہل جنت داخل ہوں گے جن سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ ایک حدیث مبارک میں ہے کہ جس نے اچھی طرح وضو کیا اور کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ الحدیث۔ اس حدیث میں ہے کہ وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

اہل ایمان میں سے جس کا جو عمل غالب ہوگا وہ اس دروازے سے داخل ہوگا بکثرت روزے رکھنے والا باب الریان سے داخل ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ جو جس دروازے سے پکارا جائے گا وہ جنت میں اس دروازے سے داخل ہو جائے گا کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے سب دروازوں سے بلایا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان ہوئی کہ انہیں جنت کے آٹھ دروازوں میں ہر دروازے سے بلایا جائے گا۔

(فتح الباری: ۱/ ۱۰۱۰۔ شرح صحیح مسلم للنووی: ۷/ ۱۰۲۔ تحفة الاحوذی: ۱۰/ ۱۵۲۔ دلیل الفالحین: ٤/ ۱۸)

جنت کا ایک دروازہ روزہ داروں کے لیے خاص ہے

۱۲۱۷. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ''اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّآئِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَايَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ : اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ فَيَقُوْمُوْنَ لَايَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۲۱۷) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے اس سے روز قیامت روزہ دار داخل ہوں گے ان کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا جب وہ داخل ہو چکے ہوں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا اور کوئی اور اس سے داخل نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۱۷): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین . صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام .

شرح حدیث: اہل ایمان جن کے اعمال میں روزے غالب اور رائج ہوں گے اور انہوں نے فرض روزوں کے علاوہ بکثرت نفلی روزے بھی رکھے ہوں گے وہ روز قیامت جنت میں باب الریان سے داخل ہوں گے کہ جو دنیا میں انہوں نے روزوں میں پیاس کی تکلیف اٹھائی تھی ان کی وہ پیاس ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں اور وہ ابدی طور پر پیاس سے محفوظ ہو جائیں۔

باب الریان سے داخل ہونے والے صرف روزے دار ہوں گے اور جب سارے روزہ دار جنت میں پہنچ جائینگے تو اس دروازے کو بند کر دیا جائے جس کے بعد کوئی اور اس دروازے سے داخل نہیں ہوگا

مسند احمد بن حنبل میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم اور روزے دونوں روز قیامت بندہ مومن کی شفاعت کرینگے اور کہیں گے اے اللہ میں نے اس بندے کو کھانے سے اور خواہشات سے روک دیا تھا تو آپ اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمالیں اور قرآن کہے گا اے اللہ میں نے اس بندے کو رات کی نیند سے باز رکھا تھا آپ اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرمالیں۔ فرمایا کہ دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(فتح الباری : ۱/ ۱۰۱۰۔ روضة المتقین : ۳/ ۲۲٦۔ دلیل الفالحین : ٤/ ۲۳)

ایک دن کا روزہ جہنم سے ستر برس دوری کا ذریعہ ہے

١٢١٨ . وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَامِنْ عَبْدٍيَّصُوْمُ يَوْمًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِکَ الْيَوْمِ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٢١٨) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ کی رضا کے لیے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس ایک دن کے روزے کے بدلے اسے ستر سال جہنم سے دور فرما دیتے ہیں ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١٢١٨): صحیح البخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب فضل الصوم فی سبیل الله . صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام فی سبیل الله لمن یطیقه .

کلمات حدیث: مامن عبد : جو کوئی بندہ، کوئی مکلف، مرد یا عورت، یعنی مسلمان بندہ۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا ہے کہ جو مومن اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے ستر سال کی مسافت دور فرما دیتے ہیں۔ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فی سبیل اللہ کے لفظ سے جہاد فی سبیل اللہ مراد ہے یعنی بندہ مومن جہاد میں ہو اور روزہ سے بھی ہو۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ سے اللہ کی فرماں برداری اور اس کی رضا مراد ہے یعنی جو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ایک دن کا روزہ رکھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی مجاہد اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے اپنے مورچہ میں بیٹھا ہو اور وہ اللہ کی راہ میں روزہ رکھے۔ ابن دقیق العید نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ کا لفظ جہاد ہی کے لیے مستعمل ہے اور جہاد اور صوم کا اجتماع درحقیقت بہت بڑی فضیلت ہے، اس لیے حدیث میں وارد فی سبیل اللہ کے لفظ کو جہاد پر معمول کرنا زیادہ مناسب ہے۔

غرض جو اللہ کے راستے میں مصروف جہاد ہو اور روزے سے ہو یا جس نے خالصتاً رضائے الٰہی کے حصول کے لیے روزہ رکھا ہو اللہ تعالیٰ اس ایک دن کے روزے کے صلہ میں اس کے درمیان اور جہنم کے درمیان ستر برس کی مسافت کے بقدر فاصلہ پیدا فرما دیں گے۔

(فتح الباری : ١٠١٢/١ ۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ٢٦/٨)

روزہ گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے

١٢١٩ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٢١٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ایمان کے ساتھ اور اللہ کے یہاں ملنے والے اجر و ثواب کی امید پر روزہ رکھا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۱۹): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من صام رمضان ایمانا و احتسابا . صحیح مسلم کتاب الصیام، باب فضل الصیام .

شرح حدیث: ایمان اور احتساب کے ساتھ روزہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اصل محرک اور اس کی اساس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہو کہ رسول اللہ ﷺ بنی نوع انسان کے لیے ہدایت وتعلیم لے کر مبعوث ہوئے ہیں وہ سب برحق ہے اور جس عمل پر جس اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ بھی برحق ہے اس ایمان واحتساب کے ساتھ روزہ دار کا مقصود صرف اور صرف رضائے الٰہی ہو اور اس روزے پر ملنے والے اجر وثواب کی امید ہو کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنا کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا۔ یہی ایمان واحتساب ہے جس سے مؤمن کے تمام اعمال کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم ہوتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہی ایمان واحتساب تمام اعمال صالحہ کی روح ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو عمل صالح جسم بلا روح ہے جس کی اللہ کے یہاں کوئی قدر وقیمت نہیں۔ جبکہ ایمان واحتساب کے ساتھ کیا ہوا بندہ کا ایک عمل بھی اللہ کے یہاں اس قدر عزیز اور اتنا قیمتی ہے کہ اس کے طفیل انسان کے برسہابرس کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔

(فتح الباری : ۱۰۱۲/۱۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۸/ ۲۶۔ معارف الحدیث : ۳۵۲/۴)

رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں

۱۲۲۰. وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''اِذَاجَآءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتْ الشَّيَاطِيْنُ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۲۲۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان آتا ہے جنت کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۲۰): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب هل يقال رمضان او شهر رمضان . صحيح مسلم، اول کتاب الصوم .

کلمات حدیث: صفدت الشياطين : شیطان زنجیروں سے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ صفد : کے معنی قید اور بیڑی کے ہیں۔ یعنی شیاطین کے پیروں میں بیڑیاں ڈالدی جاتی ہیں اور انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

شرح حدیث: رمضان المبارک کا مہینہ بہت ہی بابرکت مہینہ ہے جب یہ مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں۔ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت آسمانوں کے اوپر ہے اور عرش اس کی چھت ہے جنت کے دروازے جب کھولدیئے جاتے ہیں تو اس کے آسمانوں کے دروازے بھی کھولدیئے جاتے ہوں گے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَٰبُهَا ﴾ (الزمر:۷۳)

''یہاں تک جب پہنچ جائیں اور اس پر کھولے جائیں گے اس کے دروازے۔''

یعنی جس طرح معزز مکرم مہمانوں کی آمد سے پہلے ہی مہمان خانہ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اسی طرح اہل جنت پہنچیں گے تو دروازے کھلے ہوئے پائینگے، چنانچہ سورۂ ص میں فرمایا: ﴿ مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ﴾ ''ان کے لیے دروازے پہلے ہی سے کھلے ہوئے ہوں گے۔'' اور اللہ کے فرشتے انتہائی اعزاز واکرام سے ان کا استقبال کرینگے، ان کے مرتبہ بلند پر ان کی مدح کرینگے اور کلمات سلام وثناء سے ان کو جنت میں آنے پر مبارکباد دینگے۔ رمضان المبارک میں جنت کے دروازے اس لیے کھول دیئے جاتے ہیں کہ مومنین کی رجاء اور امید میں اضافہ ہوجائے اور اس اضافے کے ساتھ ان کو اعمال صالحہ کی رغبت پیدا ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کر کے زیادہ سے زیادہ رحمت الٰہی کے مستحق بن جائیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی توجیہ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں جو مضمون تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے صالح اور اطاعت شعار بندے رمضان المبارک میں چونکہ طاعات وحسنات میں مشغول ہوجاتے ہیں دن کو روزہ رکھ کر تلاوت میں گزارتے ہیں اور راتوں کا بڑا حصہ تراویح تہجد اور دعاؤں اور استغفار میں بسر کرتے ہیں اور ان کے انوار وبرکات سے متاثر ہو کر عام مومنین کے قلوب بھی رمضان المبارک میں عبادات اور اعمال صالحہ کی طرف راغب اور گناہوں سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں تو اسلام اور ایمان کے حلقے میں سعادت اور تقویٰ کے اس عمومی رجحان اور نیکی اور عبادت کی اس عام فضاء کے پیدا ہوجانے کی وجہ سے وہ طبائع جن میں کچھ بھی صلاحیت ہوتی ہے اللہ کی مرضیات کی جانب مائل اور شر اور خباثت سے متنفر ہوجاتی ہیں۔ اور پھر اس ماہ مبارک میں تھوڑے سے عمل خیر کی قیمت بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے دوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ بڑھادی جاتی ہے تو ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لیے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے ان پر بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین ان کو گمراہ کرنے سے عاجز اور بے بس ہوجاتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی اس تشریح کے مطابق جنت کے دروازے کھولے جانے جہنم کے دروازے بند کر دیئے جانے اور شیاطین کے زنجیروں میں باندھ دیئے جانے کا تعلق ان اہل ایمان سے ہے جو اس ماہ صیام میں خیر وسعادت کے حصول کے لیے کوشاں ہوتے ہیں اور ماہ کی رحمتوں اور برکتوں سے مستفید ہونے کے لیے عبادتوں کو اپنا شعار بناتے ہیں باقی رہے وہ کفار اور خدا ناشناس اور خدا فراموش اور غفلت شعار لوگ جنکی زندگیوں میں ماہ رمضان کی آمد سے کوئی تبدیلی نہیں آتی، تو ان بشارتوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے جب وہ خود ہی اپنی روش پر مطمئن اور سال کے بارہ مہینے شیطان کی پیروی پر راضی ہو گئے ہیں تو پھر اللہ کے یہاں بھی ان کے لیے محرومی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (فتح الباری: ۱/ ۱۰۱۰۔ عمدۃ القاری: ۱۱/ ۲۷۹۔ ارشاد الساری: ٤/ ٤٤٨۔ روضۃ المتقین ۳/ ۲۳۰۔ معارف الحدیث ۱/ ۳٤٤)

روزہ اور افطار کا مدار چاند کی رؤیت پر ہے

۱۲۲۱۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ، فَاِنْ

غِيَ عَلَيْكُمْ فَاكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلاثِيْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ، وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ "فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُوْمُوْا ثَلاثِيْنَ يَوْماً!

(۱۲۲۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اگر تم پر مخفی ہو تو شعبان کی گنتی پوری کرو۔ (متفق علیہ) اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اگر بادل چھایا ہو تو تیس دن کے روزے رکھو۔

تخریج حدیث (۱۲۲۱): صحيح البخاري، كتاب الصيام، باب قول النبي ﷺ اذا رايتم الهلال فصوموا. صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان لر وية الهلال و الفطر لرؤية.

کلمات حدیث: فان غبی علیکم : اگر تم پر بادل چھا جائے۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے۔ فان غم علیکم : غبی اور غم دونوں الفاظ کے معنی ایک ہیں یعنی بادل چھا جانا۔ مطلع ابر آلود ہونا جس کی وجہ سے چاند نہ نظر آئے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں حکم ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کر لو اگر بادلوں کے چھا جانے یا گرد و غبار کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو حکم یہ ہے کہ تیس دن کی گنتی پوری کرو۔ ۲۹ شعبان کو اگر چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان المبارک کے روزوں کا آغاز کیا جائے اسی طرح اگر ۲۹ رمضان کو شوال کا چاند نظر نہ آئے تو رمضان المبارک کے تیس دن پورے کیئے جائیں اور اس کے بعد عید ہوگی۔ غرض روزوں کے آغاز اور رمضان کے روزوں کے افطار کا تعلق صرف اور صرف رؤیت ہلال سے ہے۔ محض فلکی حساب کافی نہیں ہے۔ اسلامی شریعت نے ان اعمال وعبادات کی تعیین کے لیے جن کا تعلق دن یا زمانے یا اوقات سے ہے اس امر کا خاص لحاظ رکھا ہے کہ اس کے وقت اور زمانے کی دریافت اور اس کا معلوم کرنا اس قدر واضح ہو کہ ہر مسلمان خواہ وہ جاہل ہو یا عالم خواہ وہ بستی میں رہتا ہو یا کسی جنگل میں اسے اپنی عبادت کا وقت معلوم کرنے میں کسی دوسرے کی احتیاج نہ ہو اور نہ اسے علم فلکیات حساب اور فلسفہ وسائنس کی مدد لینے کی ضرورت پیش آئے غرض جملہ عبادت کے اوقات کی ایسی علامات مقرر کر دی گئی ہیں جنہیں ہر شخص جان سکتا ہے اور معلوم کر سکتا ہے اور اس کو اس علم کے لیے کسی آلہ کی یا کسی خاص علم کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ نمازوں کے اوقات کی ایسی ظاہری علامتیں مقرر کر دی گئی ہیں جنکے معلوم کرنے میں کسی کو کوئی دشواری نہیں پیش آسکتی۔ اسی طرح جن عبادات کا تعلق ماہ وسال سے ہے ان کے اوقات معلوم کرنے کے لیے قمری ماہ وسال کو معیار بنایا گیا ہے۔ شمسی ماہ وسال میں ایسی کوئی ظاہری علامت موجود نہیں ہے جسے ہر شخص دیکھ سکے اور خود اس کا مشاہدہ کر سکے۔ لیکن چونکہ قمری مہینوں کا آغاز طلوع قمر سے ہوتا ہے اس لیے ہر شخص بآسانی جان سکتا ہے کہ گزشتہ مہینہ ختم ہو کر نیا مہینہ شروع ہو گیا ہے۔

رمضان المبارک کے چاند کی رؤیت کے اثبات کے لیے ایک گواہ کی گواہی کافی ہے۔ جبکہ شوال کے چاند کی رؤیت کے اثبات کے لیے دو عادل گواہوں کی گواہی ضروری ہے۔

(فتح الباري : ۱/۱۰۱۳ ـ ارشاد الساري : ٤/٤٦٠ ـ عمدة القاري : ۱۰/٤٠٠ ـ معارف الحديث : ۱/۳۵۹)

البَابُ (٢١٨)

بَابُ الْجُوْدِ وَفِعْلِ الْمَعْرُوْفِ وَالْاِكْثَارِ مِنَ الْخَيْرِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَالزِّيَادَةِ مِنْ ذٰلِكَ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ

رمضان المبارک میں جود وسخا نیکی کے کام اعمالِ خیر کی کثرت اور عشرۂ اخیر میں ان اعمال میں اضافہ

رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے

١٢٢٢۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ اَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ، فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٢٢٢) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں جب حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس کثرت سے آتے تو آپ ﷺ اور بھی زیادہ سخاوت کرنے والے ہو جاتے۔ رمضان المبارک میں حضرت جبریل علیہ السلام ہر رات کو آتے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے۔ اس طرح جب حضرت جبریل علیہ السلام کثرت سے آپ ﷺ کے پاس آتے تو آپ ﷺ تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت کرنے والے ہو جاتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١٢٢٢): صحیح البخاری، باب بدء الوحی وغیرہ . صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کان النبی ﷺ اجود الناس .

کلمات حدیث: جُود : کے معنی کرم نوازی کے ہیں اور بہت کثرت سے لوگوں کو اپنا مال دینے اور احسان کرنے کے ہیں۔ جُود کا درجہ سخاوت سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ اس سے اجود افعل التفضیل ہے یعنی سب سے زیادہ جود وکرم اور سخاوت کرنے والا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کے امت پر بے شمار روحانی اور اخلاقی احسانات ہیں آپ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ جود وسخا کرنے والے تھے۔ اللہ نے آپ ﷺ کو نور نبوت ﷺ عطا فرمایا آپ ﷺ نے اس نور سے لاکھوں انسانوں کی زندگیاں بدل دیں اوران کے سینوں کو اس نور سے منور فرمادیا، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے پاس سے علم عطا فرمایا آپ ﷺ نے اس علم کی روشنی سے کون ومکاں کو اجاگر کر دیا اور ساری دنیا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہالت کی تاریکیوں سے نکل کر روشنی میں آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے جو مال کافروں سے لے کر آپ ﷺ کو لوٹایا وہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے اللہ کے ماننے والوں میں تقسیم فرمادیا۔ آپ ﷺ نے نہ کبھی کسی سائل کو رد کیا اور نہ کبھی کسی کی بات کے جواب پر نہیں کہا۔

یہ جود وسخا تو روزمرہ کی زندگی کا شیوہ تھا مگر رمضان المبارک میں جب حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد بڑھ جاتی تو آپ ﷺ جود وکرم میں اور اعطاء و بخشش میں تیز ہوا سے بھی سبک سیر ہو جاتے تھے۔

رمضان المبارک میں قرآن کریم کا دور

رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر رات تشریف لاتے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا تدارس کرتے یعنی آپ ﷺ کو قرآن کریم سناتے اور آپ ﷺ سے قرآن سنتے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ روزے دار کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اسوۂ رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کرتے ہوئے کثرت سے تلاوت قرآن کرے اور اسے سنے اور سنائے اور کثرت سے جود وسخا کرے اور خاص طور پر ان لوگوں کی ضرورتوں کا خیال کرے جو اپنے دنیاوی اشتغال سے کنارہ کش ہو کر اور کسب معاش سے بے پرواہ ہو کر اللہ کی بندگی اور اس کی عبادت میں مصروف ہو گئے ہوں۔

(فتح الباری : ١/٢٣١۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ١٥/٥٦۔ دلیل الفالحین : ٤/٢٨۔ نزهة المتقين : ٢/١٩١)

****

آخری عشرہ میں عبادت کا زیادہ اہتمام

١٢٢٣۔ وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَا اللَّيْلَ وَاَيْقَظَ اَهْلَه، وَشَدَّ الْمِئْزَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٢٢٣) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آ جاتا تو آپ ﷺ ساری رات بیدار رہتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے اور خود کمر ہمت کس لیتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١٢٢٣): صحيح البخاری، کتاب الصوم، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان . صحيح مسلم، کتاب الاعتكاف، باب اعتكاف العشرا لاواخرمن شهر رمضان .

شرح حدیث: رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اسوۂ حسنہ کی اتباع اور پیروی میں اعتکاف اور نماز شب اور تہجد اور نوافل اور تلاوت قرآن کی خوب کثرت ہونی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اور تمام اہل خانہ مل کر عبادت کریں اور نوافل پڑھیں۔ یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ (دليل الفالحين : ٤/٢٩۔ نزهة المتقين : ٢/١٩٢)

البَابُ (٢١٩)

بَابُ النَّهيِ عَنْ تَقَدُّمِ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ بَعْدَ نِصْفِ شَعْبَانَ اِلَّا لِمَنْ وَصَلَه' بِمَا قَبْلَه' اَوْ وَافَقَ عَادَةً لَه' بِاَنْ كَانَ، عَادَتُه' صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَوَافَقَه'

رمضان المبارک سے پہلے نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت سوائے اس شخص کے جو ماقبل سے ملانے کا عادی ہو یا پیر یا جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے ہوں تو وہ پندرہ شعبان کے بعد کی پیر یا جمعرات کو روزہ رکھ سکتا ہے

١٢٢٤۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَايَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْيَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَه' فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٢٢٤) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ وہ اس دن کا روزہ رکھا کرتا ہو تو وہ روزہ رکھ لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١٢٢٤): صحيح البخاری، کتاب الصوم، باب لا يتقدم رمضان بصوم يوم ولا يو مين . صحيح مسلم، کتاب الصيام، باب لاتقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين .

شرح حدیث: نصف شعبان کے بعد اور رمضان المبارک سے قبل روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص پہلے سے نفلی روزہ رکھتا ہو یعنی ایک دن روزہ رکھتا ہو اور ایک دن چھوڑتا ہو اور روزہ رکھنے والا دن رمضان سے ایک دن قبل ہو تو روزہ رکھ سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی پیر یا جمعرات کے دن روزہ رکھنے کا عادی ہو اور یہ دن رمضان سے پہلے آ جائے تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے کیونکہ اس کا یہ روزہ اس کے مستقل معمول کا حصہ ہے۔ بعض روایات میں نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت وارد ہوئی اس صورت میں شعبان کی ١٦ اور ١٧ کو بھی روزہ نہ رکھنا چاہیے مگر یہ کہ کسی کے معمول کے روزہ کا دن ١٦ اور ١٧ کو آ جائے تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

(فتح الباری: ١٠١٧/١۔ دليل الفالحين: ٣٠/٤۔ رياض الصالحين: (اردو ترجمه صلاح الدين يوسف) ٢٢١/٢)

چاند نظر نہ آئے تو پورے تیس روزے رکھے

١٢٢٥۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَصُوْمُوْا قَبْلَ رَمَضَانَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ، فَاِنْ حَالَتْ دُوْنَه' غَيَايَةٌ فَاَكْمِلُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

"اَلْغَيَايَةُ" بِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالْيَاۤءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْتِ الْمُكَرَّرَةِ وَهِيَ: السَّحَابَةُ.

(١٢٢٥) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان سے قبل روزہ نہ رکھو، چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اگر بادل حائل ہو جائے تو تمیں دن کی گنتی پوری کرلو۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ غیابۃ کے معنی بادل کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۲۲۵): الجامع للترمذي، كتاب الصوم، باب ماجاء ان الصوم لرؤية الهلال .

شرح حدیث: ۱۵ شعبان کے بعد نفلی روزے نہ رکھنے چاہئیں بلکہ رمضان المبارک کا استقبال کرنا چاہیے اور رمضان کا چاند دیکھ کر رمضان المبارک کے روزے رکھے جائیں اگر آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہوں تو شعبان کے تمیں دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کیے جائیں۔ (دليل الفالحين : ٣١/٤ ـ روضة المتقين : ٢٣٤/٣)

شعبان کے آخری نصف میں روزہ نہیں رکھنا چاہیے

١٢٢٦ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِّنْ شَعْبَانَ فَلاَ تَصُوْمُوْا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ!

(١٢٢٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نصف شعبان باقی رہ جائے تو نفلی روزے نہ رکھو۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث(۱۲۲٦): الجامع للترمذي، كتاب الصوم، باب ماجاء في كراهية الصوم في نصف الثاني من شعبان.

شرح حدیث: اگر کسی شخص پر نذر کا روزہ لازم ہو یا کسی روزے کی قضاء اس کے ذمہ ہو یا کسی دن روزہ رکھنے کا عادی ہو، جیسے جمعرات کا روزہ اور یہ دن رمضان سے پہلے واقع ہو رہا ہے تو یہ شخص رمضان سے پہلے یہ روزہ رکھ سکتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھے بلکہ رمضان کا استقبال کرے۔ (تحفة الاحوذي : ٣/ ٤١٢ ـ دليل الفالحين : ٣١/٤)

یوم الشک میں روزہ رکھنے کی ممانعت

١٢٢٧ . وَعَنْ اَبِي الْيَقْظَانِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰى اَبَاالْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(١٢٢٧) حضرت ابوالیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث(۱۲۲۷): سنن ابی داؤد، كتاب الصيام، باب كراهية يوم الشك .

کلمات حدیث: اليوم الذي يشك فيه: وہ دن جس میں شک ہے کہ شعبان ہو یا رمضان وہ یوم شک ہے۔

شرح حدیث: یوم شک کا مطلب یہ ہے کہ بادلوں کی وجہ سے ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہیں آیا تو تمیں شعبان کے بارے میں کوئی شخص یہ شک کرے کہ ہوسکتا ہے چاند ہو گیا ہو اور رمضان کی پہلی تاریخ ہو اور وہ اس دن کا روزہ رکھ لے۔ تو یہ روزہ صحیح نہیں ہے بلکہ لازمی ہے کہ شعبان کے تمیں دن شمار کر کے روزے شروع کیئے جائیں۔ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبادت کی احتیاط یہ ہے کہ جب واجب ہو جب ہی انجام دی جائے قبل وجوب کسی عبادت کا انجام دینا صحیح نہیں ہے۔

(روضة المتقين : ٤/٢٣٥۔ دليل الفالحين : ٤/٣١۔ تحفة الاحوذى : ٣/٤٩٩)

البَابُ (٢٢٠)

بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ
چاند دیکھنے کے وقت کی دعاء

١٢٢٨ . عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْإِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ، هِلَالُ رُشْدٍ وَخَيْرٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ !

(١٢٢٨) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم چاند دیکھنے کے وقت یہ دعا فرماتے:

" اللّهم اهله علينا بالأمن والايمان والسلامة والا سلام " الخ .

''اے اللہ! اس کو ہم پر طلوع فرما امن و ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ، میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ یہ ہدایت اور خیر کا چاند ہو۔'' (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (١٢٢٨): الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب ما يقول عند روية الهلال .

کلمات حدیث: اهله : اسے طلوع فرما۔ هلال : مہینے کی پہلی، دوسری اور تیسری تاریخ کا چاند، اس سے۔ اهِلَّه : اسے طلوع کر۔ اهـلـه علينا : اسے ہم پر طلوع فرما۔ هلال رشد: ایسا ہلال جس کو دیکھ کر ہم رشد و ہدایت پر قائم رہیں اور رشد و ہدایت کے سفر میں آگے بڑھیں یعنی اس ہلال کے ساتھ شروع ہونے والے مہینے میں زیادہ اعمال صالحہ کریں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جب مہینے کی آغاز میں چاند دیکھتے تو یہ دعا فرماتے:

" اللهم اهله علينا بالأمن والايمان والسلامة والإسلام ربى وربك الله هلال خير ورشد ."

یعنی اے اللہ، تو اس چاند کو ہم پر اس طرح طلوع فرما کہ اس کے طلوع سے جب مہینے کا آغاز ہو تو ہمیں امن و سلامتی ملے اور ہم ایمان و اسلام پر قائم رہیں، اے چاند میرا رب بھی اللہ ہے اور تیرا رب بھی اللہ ہے۔ اللہ کرے کہ یہ ایسا چاند ہو کہ اس سے شروع ہونے والے مہینے میں ہم رشد و ہدایت پر قائم رہیں اور رشد و ہدایت میں ترقی کریں اور اس میں اضافہ ہو۔

چاند دیکھ کر یہ دعا کرنا سنت ہے۔ (روضة المتقين : ٢٣٦/٣ ۔ دليل الفالحين : ٣٣/٤)

الباب (٢٢١)

بَابُ فَضْلِ السُّحُوْرِ وَتَاخِيْرِهٖ مَالَمْ يَخْشَ طُلُوْعَ الْفَجْرِ
سحری کی فضیلت اوراس کی تاخیر جب تک طلوع فجر کا اندیشہ نہ ہو

۱۲۲۹ . عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۲۲۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سحری کرو کہ سحری میں برکت ہے۔(متفق علیہ)

کلمات حدیث (۱۲۲۹): سُحور : س کے پیش کے ساتھ سحر کے وقت اٹھنا اوراس وقت کی خیر و برکت حاصل کرنا اور سَحور : س کے زبر کے ساتھ سحر کے وقت کچھ کھانا تا کہ روزہ رکھنے کی قوت حاصل ہو اوراس کے لیے توانائی برقرار رہے۔

شرح حدیث: صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے اٹھ کر کچھ کھا لینا متعدد پہلوؤں سے خیر و برکت کا حامل ہے، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی سنت کی اتباع اور اہل کتاب کی مخالفت ہے اوراس سے عبادت کی قوت اور اگلے دن کے روزے کے لیے نشاط حاصل ہو جاتا ہے۔ نیز یہ کہ سحر کا وقت قبولیت دعا کا وقت ہے۔

ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اولاً سو جانے کے بعد کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فضل وکرم فرمایا اور امت محمد ﷺ کی فضیلت اور مرتبہ کے اظہار کے لیے گزشتہ تمام حلقوں میں اس کی امتیازی شان کے اظہار کے لیے سحر میں کھانا پینا مقرر فرمایا، چاہے کوئی ایک گھونٹ پانی ہی پیے اگر کوئی شخص سحری نہ کرے وہ اس امت میں سے نہیں ہے یعنی وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کا تارک اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کا چھوڑنے والا ہے۔ سحری کھانے میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے اوراس برکت کے پانچ پہلو ہیں، اللہ کی جانب سے رخصت کو قبول کرنا، سنت پر عمل کرنا، اہل کتاب کی مخالفت، عبادات کی قوت حاصل کرنا، اور دل کا کھانے کے خیال سے فارغ ہونا۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سحری کے بابرکت کھانے کی جانب سبقت کرو۔ (فتح الباري : ١٠٢٢/١ ـ عمدة القاري : ١٠ / ٤٢٧ ـ روضة المتقين : ٢٣٧/٣)

رمضان میں سحری اور نماز کے درمیان وقفہ کم ہوتا تھا

۱۲۳۰ . وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ قِيْلَ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ : خَمْسُوْنَ اٰيَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۲۳۰) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر ہم نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں کتنا فاصلہ تھا انہوں نے کہا کہ پچاس آیات کے

بقدر۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۳۰): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب قدر کم بین السحور . صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور تاکید استحباب .

شرح حدیث: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی اور پھر نماز کیلئے کھڑے ہوگئے۔ کسی نے دریافت کیا کہ سحری کے اختتام اور نماز کا درمیانی وقت کتنا تھا انہوں نے فرمایا کہ اتنا وقت جس میں کوئی آدمی قرآن کریم کی ایسی پچاس آیات تلاوت کرلے جو نہ زیادہ لمبی ہوں اور نہ زیادہ مختصر اور وہ ان کو نہ زیادہ تیز پڑھے اور نہ زیادہ آہستہ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سحری کھائی جب دونوں سحر سے فارغ ہو گئے تو اللہ کے نبی ﷺ نماز کیلئے کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ان دونوں کے سحر سے فارغ ہونے اور نماز کیلئے کھڑے ہونے کے درمیان کتنا وقت تھا اتنا جتنے وقت میں کوئی آدمی پچاس آیات تلاوت کرلے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اسوۂ رسول ﷺ کی اتباع اور عبادات کا اس قدر شوق غالب تھا کہ وہ وقت کی مقدار یا مدت بتانے کے لیے بھی عبادات میں صرف ہونے والے اوقات سے اندازہ کرکے بتایا کرتے تھے اور اس طرح مدت وقت کی تعیین میں کسی کو تامل بھی نہیں ہوتا تھا بلکہ سب بخوبی سمجھ لیتے تھے کہ قرآن کریم کی پچاس آیات کی تلاوت میں کتنا وقت لگتا ہے۔

(فتح الباری: ١/ ٤٩٠۔ شرح صحیح مسلم للنووی: ٧/ ١٨٠۔ تحفة الاحوذی: ٣/ ٤٤٠۔ روضة المتقین: ٣/ ٢٣٨)

سحری ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان پر ختم کرو

١٢٣١۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ: بِلَالٌ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ" قَالَ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا أَنْ يَنْزِلَ هٰذَا وَيَرْقَى هٰذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(١٢٣١) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے ایک بلال اور دوسرے ابن ام مکتوم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلال رات کو اذان دیتے ہیں سو تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔ راوی کا بیان ہے کہ ان دونوں کی اذانوں میں بس اتنا فرق تھا کہ ایک اترتا اور دوسرا چڑھتا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۳۱): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اذان الاعمی . صحیح مسلم، کتاب الصیام باب بیان الدخول فی الصیام یحصل بطلوع الفجر .

شرح حدیث: اس حدیث میں بیان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے، جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کے تین مؤذن تھے بلال، ابومحذورہ اور ابن ام مکتوم۔ عراقی رحمہ اللہ شرح التقریب میں

فرماتے ہیں کہ جب روایات میں دو موذن کا ذکر ہے وہاں مدینہ منورہ کے دو موذن مراد ہیں۔ اور تین کی روایت میں ابومحذورہ ہیں جو مکہ مکرمہ میں اذان دیتے تھے۔ اور ایک چوتھے موذن ہیں جن کا نام سعد القرظ ہے انہوں نے قباء میں اذان دی اور پھر بعد میں حضرت بلال کی جگہ مدینہ منورہ میں اذان دی۔ اور ایک اور موذن تھے جن کا نام زیاد بن حارث صدائی تھا لیکن یہ مستقل موذن نہ تھے۔ انہی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ بھائی صدائی اذان دے چکے ہیں اور جو اذان دے وہی اقامت کہے۔ (ابوداؤد)

غرض عہد رسالت میں دو مؤذن تھے اور دو اذانیں ہوتی تھیں پہلی اذان کا مقصد یہ تھا کہ جو سحری کھا رہے ہوں وہ متنبہ ہو جائیں کہ سحری کا وقت اب ختم ہو چلا ہے، اور اب نماز کی تیاری کرنا چاہیئے۔ اور اس کے بعد دوسری اذان دوسرا موذن دیتا جو سحری کے وقت کے ختم ہو جانے اور صبح صادق طلوع ہو جانے کا اعلان ہوتا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی معمول رمضان کے علاوہ بھی تھا۔ دونوں اذانوں کے درمیان وقفے کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ حضرت بلال اذان دینے کے بعد دعاء میں مصروف ہو جاتے اور طلوع فجر کا انتظار کرتے جب طلوع فجر کا وقت قریب ہو جاتا تو نیچے اترتے اور ابن ام مکتوم کو اطلاع کرتے وہ وضوء کرتے اور اذان دیتے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک ضرورت کے تحت ایک مسجد میں دو موذن مقرر کرنا درست ہے۔

(کشف العظاء عن وجه الموطا: ص ٥٨ ۔ فتح الباری : ١/٥٠٩ ۔ شرح صحيح مسلم للنووی : ٧/١٧٦)

سحری امتِ محمدیہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے

١٢٣٢ ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : فَصْلُ مَابَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحَرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(١٢٣٢) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١٢٣٢): صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور۔

کلمات حدیث: فَصل : فرق، امتیاز۔ فصل فصلا (باب ضرب) جدا کرنا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ۸ھ میں اسلام لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں سریہ ذات السلاسل کا امیر مقرر کیا۔ بہت عقلمند اور صاحب رائے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مصر کا والی مقرر کیا اور انہوں نے وہیں ۴۳ھ میں وفات پائی۔ آپ سے ۳۷ احادیث مروی ہیں جن میں ۳ متفق علیہ ہیں۔ (الاصابه فی تمیز الصحابة)

شرح حدیث: سحور: (سحری کھانا) اس امت کے خصائص میں سے ہے اور اس سے امت مسلمہ کے روزوں میں اور یہود و نصاریٰ کے روزوں میں فرق و امتیاز پیدا ہوتا ہے۔ (فتح الباری : ١/١٠٤٦ ۔ روضة المتقین : ٣/٢٤١ ۔ دليل الفالحين : ٤/٣٦)

الباب (۲۲۲)

بَابُ فَضْلِ تَعْجِيْلِ الْفِطْرِ وَمَا يُفْطَرُ عَلَيْهِ وَمَا يَقُوْلُهُ بَعْدَ اِفْطَارِهِ
تعجیل افطار کی فضیلت، کس چیز سے افطار کرے اور افطار کے بعد کی دعاء

۱۲۳۳. عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَايَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَاعَجَّلُوا الْفِطْرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۲۳۳) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہنگے جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۳۳): صحيح البخاری، کتاب الصيام، باب تعجيل الافطار . صحيح مسلم، کتاب الصيام باب فضل السحورو تاكيد استحبابه .

کلمات حدیث: لا يزال الناس بخير : لوگ ہمیشہ خیر کے ساتھ رہنگے لوگوں کو اس وقت تک دائمی خیر حاصل رہے گی۔ لا يزال : کے معنی ہیں زائل نہیں ہوتا، ختم نہیں ہوتا۔ زال زوالا (باب نصر) زائل ہونا، ختم ہونا۔ زوال شمس : سورج کا ڈھل جانا۔

شرح حدیث: غروب آفتاب کے بعد فوراً روزہ کھولنا چاہیے اور افطار کرنے میں جلدی کرنی چاہیے اور جب تک مسلمان اللہ کے رسول ﷺ کے قائم کردہ طریقے پر قائم اور ان کی سنت کی اتباع اور ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے رہیں گے دین و دنیا کی خیر اور بھلائی انہیں حاصل رہے گی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے الام میں فرمایا کہ افطار میں تعجیل مستحب ہے اور عمداً تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

(فتح الباری ۱/ ۱۰٤۷۔ شرح صحیح مسلم للنووی ۷/ ۱۸۰۔ روضة المتقين ۳/ ۳٤۱)

رسول اللہ ﷺ افطاری میں جلدی فرماتے تھے

۱۲۳۴. وَعَنْ اَبِيْ عَطِيَّةَ قَالَ : دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلَى عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ لَهَا مَسْرُوْقٌ : رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِلَاهُمَا لَايَأْلُوْعَنِ الْخَيْرِ ! اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ، وَالْاٰخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ ؟ فَقَالَتْ مَنْ يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ ؟ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ. يَعْنِي ابْنَ مَسْعُوْدٍ. فَقَالَتْ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

قَوْلُهُ "لَايَأْلُوْ" اِىْ لَايُقَصِّرُفِى الْخَيْرِ !

(۱۲۳۴) حضرت ابوعطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ اصحاب محمد ﷺ میں دو آدمی ہیں

دونوں ہی کار خیر میں کمی کرنے والے نہیں ہیں۔ایک ان میں سے مغرب اور افطار میں جلدی کرتا ہے اور دوسرا مغرب اور افطار میں تاخیر کرتا ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا کہ مغرب اور افطار میں جلدی کون کرتا ہے انہوں نے کہا کہ عبداللہ یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔(مسلم)

لا یالو : کے معنی ہیں خیر کے کام میں کمی نہیں کرتے۔

تخریج حدیث(۱۲۳۴): صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور .

کلمات حدیث: لا یالو : کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ الایالو : سے ہے جس کے معنی تقصیر کے ہیں۔

شرح حدیث: مغرب کی نماز میں اور روزہ کے افطار کرنے میں تعجیل رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سنت نبوی ﷺ کی اتباع اور اسوۂ حسنہ کی پیروی کی بہت سعی وکوشش کرتے تھے اور اعمال صالحہ اور امور خیر کی جانب مسابقت کرتے تھے۔ دو اصحاب جن کا ذکر حدیث مبارک میں ہوا، ایک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور دوسرے حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔امام طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک کا عمل عزیمت کا عمل ہے اور دوسرے کا عمل رخصت کا عمل ہے۔ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات اس صورت میں درست ہے جب اختلاف فعل میں ہو اور اگر اختلاف قولی ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مغرب کی نماز اور روزہ کے افطار میں تعجیل کے مبالغہ کے ساتھ قائل تھے جبکہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعجیل میں مبالغہ کے قائل نہیں تھے ورنہ رخصت سب کے یہاں متفق علیہ ہے بہتر یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کو سنت پر اور حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کو بیان جواز پر محمول کیا جائے۔

(تحفة الاحوذی: ۳/ ٤٤٠۔ شرح صحیح مسلم للنووی: ۷/ ۱۸۰۔ روضة المتقین: ۳/ ۲٤۲۔ دلیل الفالحین: ٤/ ۳۹)

جلدی افطار کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں

۱۲۳۵۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ "اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(۱۲۳۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہیں جو زیادہ جلدی افطار کرنے والے ہیں۔(ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۲۳۵): الجامع للترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی تعجیل الافطار .

کلمات حدیث: احب عبادی الی : میرے بندوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب۔

شرح حدیث: اللہ کے مومن اور روزے دار بندوں میں سے اللہ کو وہ بندے زیادہ محبوب ہیں جو اللہ کے حبیب ﷺ کی سنت کی اتباع میں روزے کے افطار میں جلدی کرتے ہیں۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور ﷺ کی اس سنت پر عمل پیرا تھے۔چنانچہ عمرو

بن میمون ازدی سے روایت ہے کہ صحابہ کرام روزے کے افطار میں جلد کرتے اور سحر کا اختتام زیادہ دیر میں کرتے ، یعنی اول وقت افطار کرتے اور آخر وقت میں سحر ختم کرتے ۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ افطار میں جلدی کی حکمت یہ ہے کہ روزہ کی دن بھر کی کلفت دور ہوکر روزہ دار اس خوشی سے جلد از جلد ہمکنار ہو جاتے جو افطار سے حاصل ہوتی ہے ۔ واللہ اعلم

(روضة المتقین : ۳/ ۲۴۲ ۔ دلیل الفالحین ٤/ ٤٠)

سورج کے غروب ہونے کا یقین ہوتے ہی افطار کر لینا چاہیے

۱۲۳۶ . وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۲۳۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب رات ادھر سے آ جائے اور دن ادھر سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار نے روزہ افطار کر لیا ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۳۶): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب متی یحل فطر الصائم . صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب بیان وقت القضاء الصوم و خروج النهار .

کلمات الحدیث: اذا اقبل اللیل من ھھنا : جب رات ادھر سے سامنے آ جائے یعنی جب رات مشرق کی طرف سے پھیلتی ہوئی آ جائے ۔ ادبر النها ر من ھھنا : دن ادھر سے پلٹ کر چلا جائے ۔ یعنی مغرب کی جانب دن پیٹھ موڑ کر چلائے جائے ۔

شرح حدیث: مشرق سے آتی ہوئی رات کا اندھیرا پھیل جائے دن پیٹھ موڑ کر مغرب کی جانب چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کا روزہ تمام ہو گیا اور مکمل ہو گیا ۔ قرآن کریم میں ارشاد الٰہی ہے ۔ ثم اتموا الصیام الی اللیل (پھر رات تک روزے پورے کرو) حکم کا تقاضہ یہ ہے کہ جب رات ظاہر ہو جائے تو روزہ پورا ہو گیا اور رات کا ظہور سورج غروب ہونے کے بعد ہو جاتا ہے ۔ مقصود حدیث مبارک یہ ہے کہ افطار میں تعجیل افضل ہے اور سورج کے غروب ہوتے ہی روزہ مکمل ہو جاتا ہے ۔

(فتح الباری ۱/ ۱۰٤٦ ۔ شرح مسلم للنووی ۷/ ۱۸۲ ، تحفة الاحوذی ۳/ ٤٣٦)

افطار کھجور کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی ہو سکتا ہے

۱۲۳۷ . وَعَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَآئِمٌ " فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ : "يَافُلَانُ اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْاَمْسَيْتَ ؟ قَالَ : اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا " قَالَ : اِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا : قَالَ "اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا" قَالَ : فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ : اِذَا رَاَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ

هٰهُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ" وَاَشَارَ بِيَدِهٖ قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

قَوْلُهٗ : "اِجْدَحْ" بِجِيْمٍ ثُمَّ دَالٍ ثُمَّ حَآءٍ مُهْمَلَتَيْنِ: اِیْ اَخْلِطِ السَّوِيْقَ بِالْمَآءِ .

(۱۲۳۷) حضرت ابوابراہیم عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور رسول اللہ ﷺ روزے سے تھے جب سورج غروب ہوا تو آپ ﷺ نے کسی سے فرمایا کہ اے فلاں اترو اور ہمارے لیے ستو تیار کرو۔ اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ شام ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اترو اور ہمارے لیے ستو تیار کرو۔ اس نے کہا کہ ابھی تو دن باقی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اترو اور ستو تیار کرو۔ چنانچہ وہ اترے اور آپ ﷺ کے لیے ستو تیار کیا جو رسول اللہ ﷺ نے پیا پھر فرمایا کہ جب تم رات کو ادھر سے آتا ہوا دیکھو تو روزہ دار کا روزہ پورا ہو گیا۔ اور آپ ﷺ نے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا۔ (متفق علیہ)

اجدح کے معنی ہیں ستو کے پانی میں ملانا، ستو کو پانی میں گھولنا۔

تخریج حدیث(۱۲۳۷): صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب متى يحل فطر الصائم . صحيح مسلم، كتاب الصيام باب حان وقت قضاء الصوم و خروج النهار۔

کلمات حدیث: سویق : ستو، گندم یا جو کے دانوں کو ابال کر پیس لیا جاتا ہے اور پھر حسب ضرورت پانی میں ملا کر یا گھی یا شہد میں ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ فقد افطر الصائم : کے معنی ہیں کہ روزہ دار کو چاہیے کہ وہ افطار کر لے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ سفر میں روزہ سے تھے جب سورج غروب ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے فلاں سواری سے اتر کر ہمارے لیے ستو بنا دو۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ مخاطب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

(فتح الباري ۱/ ۱۰۳۹ ۔ روضة المتقين ۳/ ۲٤٤)

سادہ پانی سے افطار

۱۲۳۸ . وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرِ الضَّبِّيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ ، فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَآءٍ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۱۲۳۸) حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی روزہ افطار کرے تو وہ کھجور سے کرے اگر نہ ہو تو پانی سے کرے کہ پانی پاکیزہ اور پاک کرنے والا ہے۔ (ابوداؤد اور ترمذی۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔

تخریج حدیث(۱۲۳۸): سنن ابی داؤد، كتاب الصيام، باب ما يفطر عليه . الجامع للترمذی، كتاب الصيام، باب

ما یستحب علیہ افطار۔

شرح حدیث: کھجور سے روزہ افطار کرنا سنت ہے اور مستحب ہے۔ کھجور میسر نہ ہو تو پانی پی لے۔ اور کھجور کھانے کے بعد تھوڑا تھوڑا پانی پیے۔ چنانچہ ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ تھوڑا تھوڑا پانی ٹھہر ٹھہر کر پئے کھجور پر پانی پینا طبی اعتبار سے مفید ہے۔

(دليل الفالحين ٤/ ٤٢۔ روضة المتقين ٣/ ٢٤٥۔ تحفة الاحوذی ٣/ ٣٦٨)

افطار کھجور سے کرنا افضل ہے

۱۲۳۹. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ يُصَلِّيَ عَلٰى رُطَبَاتٍ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٍ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَّآءٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۱۲۳۹) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے سے پہلے چند تر کھجوروں سے افطار فرماتے اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوریں کھاتے۔ اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پر اکتفاء فرماتے (ابوداؤد، ترمذی)

تخریج حدیث (۱۲۳۹): سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب ما یفطر علیہ. الجامع للترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء ما یستحب علیہ الافطار.

کلمات حدیث: رطبات: جمع رطب: آدھی پکی کھجور، درخت پر پکی ہوئی کھجور جو ابھی پوری طرح نہ پکی ہو۔ تمیرات: چند کھجوریں۔ جمع تمرة: وہ کھجور جو درخت سے اتارنے کے بعد خشک کر لی گئی ہے۔

شرح حدیث: ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز مغرب سے پہلے معمولی سی چیز سے افطار فرما لیتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ افطار میں تعجیل فرماتے تھے اور افطار فرما کر اپنے آپ کو نماز کے لیے فارغ فرما لیتے تھے۔ آپ ﷺ چند کھجوروں سے افطار پر اکتفاء فرماتے اگر نہ ہوتیں تو چند گھونٹ پانی پی لیتے تھے۔

(تحفة الاحوذی ٣/ ٤٣٣۔ روضة المتقين ٣/ ٢٤٦۔ دليل الفالحين ٤/ ٤٢)

الباب (۲۲۳)

بَابُ اَمْرِ الصَّائِمِ بِحِفْظِ لِسَانِهٖ وَجَوَارِحِهٖ عَنِ الْمُخَالِفَاتِ وَالْمُشَاتَمَةِ وَنَحْوِهَا

روزہ دار کو اپنے اعضاء کو اللہ کے احکام کی خلاف ورزی اور زبان کو گالی اور بری بات سے محفوظ رکھنے کا حکم

****

۱۲۴۰. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ، فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَآئِمٌ مُتَفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۲۴۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو نہ کوئی بری بات کرے اور نہ شور مچائے۔ اگر کوئی اسے برا بھلا کہے یا اس سے لڑے تو یہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۴۰): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب هل یقول انی صائم اذا شتم . صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب حفظ اللسان .

شرح حدیث: روزہ کی حالت میں صرف کھانے پینے سے احتراز ہی نہیں بلکہ ہر برائی اور ہر نامناسب کام سے اجتناب چاہیے۔ اور جہاں تک ممکن ہو روزہ دار اللہ کی یاد اور تلاوت میں مشغول رہے۔ اس سے پہلے یہ حدیث باب الصوم (حدیث ۱۲۱٦) میں آچکی ہے۔ (دلیل الفالحین ٤/ ٤٤۔ نزهة المتقین ٢/ ٢٠٠)

****

جو جھوٹ بولنا نہ چھوڑے اس کو روزے کا ثواب نہیں ملتا

۱۲۴۱. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۲۴۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جھوٹ بولنا نہ چھوڑا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کیا تو اللہ کو کوئی غرض نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۲۴۱): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور .

شرح حدیث: روزہ دار کو چاہیے کہ روزہ میں ہر برے کام اور ہر بری بات سے بچے۔ جھوٹ بولنا ایک بہت بڑی برائی ہے روزہ میں اس کی برائی بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے روزہ میں جھوٹ بولنا، جھوٹی بات تراش کر اس پر عمل کرنا اس قدر بڑی برائی ہے کہ اس سے روزے کے فوائد اور اس کا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ واجتنبوا قول الزور۔ بعض مفسرین نے لہو و لعب اور گانے وغیرہ جیسے امور کو بھی زور کے مفہوم میں شامل کیا ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غیبت اور افتراء بھی زور میں داخل ہے۔ غرض روزہ دار کے لیے لازمی ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں ہر برائی کو اور ہر بری بات کو ترک کرے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے

روزے سے مستغنی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ روزے دار ایسے ہوتے ہیں جنہیں روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ نہیں ملتا اور اور کچھ رات کو قیام کرنے والے ہیں کہ انہیں سوائے بے خوابی کے قیام اللیل سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ (فتح الباری ١ / ١٠١٢ - تحفة الاحوذی ٣ / ٤٤٥)

الباب (٢٢٤)

بَابٌ فِي مَسَائِلَ مِنَ الصَّوْمِ
روزہ کے مسائل

روزے کی حالت میں بھولے سے کھانا پینا

۱۲۴۲. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "إِذَا نَسِيَ اَحَدُكُمْ فَاَكَلَ اَوْشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَه، فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٢٤٢) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی بھول کر کھا پی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا ہے اور اس نے پلایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۴۲): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب اذا اکل او شرب ناسیاً . صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب اکل الناسی و شر به و جماع لا یفطر .

شرح حدیث: روزہ دار اگر بھول جائے کہ اس کا روزہ ہے اور وہ بھولے سے کچھ کھا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹا اور اسے چاہیئے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے خواہ رمضان کا فرض روزہ یا نفلی روزہ یا قضاء کا روزہ اور اس روزہ کا اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس نے رمضان میں بھول کر روزہ کھول لیا اس پر کوئی قضا اور کفارہ نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میرا روزہ تھا اور میں نے بھولے سے کھا پی لیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے اللہ نے کھلایا ہے اور اس نے پلایا ہے۔

(فتح الباری ١/ ١٠٢٨ ـ شرح صحیح مسلم للنووی ٨/ ٢٨ ـ تحفة الاحوذی ٣/ ٤٦٩ ـ نزهة المتقین ٢/ ٢٠١)

روزے کی حالت میں غرارہ ممنوع ہے

۱۲۴۳. وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْوُضُوْءِ؟ قَالَ: "اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْاَصَابِعِ، وَبَالِغْ فِي الْاسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(١٢٤٣) حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے وضو کے بارے میں بتائیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وضو کو مکمل طور پر کرو انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرو الا یہ کہ تمہارا روزہ ہو۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

تخریج حدیث(۱۲۴۳): سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، باب الصائم، یبالغ فی الاستنشاق . الجامع للترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی کراھة مبالغة الاستنشاق للصائم .

کلمات حدیث: اسبغ الوضوء : خوب اچھی طرح وضوء کرو، کامل وضوء کرواور ہر اعضائے وضو پر تین تین مرتبہ پانی بہاؤ۔ خلل بین الا صابع : انگلیوں کے درمیان خلال کروتا کہ انگلیوں کے درمیان پانی پہنچ جائے۔ بالغ فی الا ستنشاق : ناک میں پانی خوب اچھی طرح پانی ڈالو۔

شرح حدیث: روزہ اگر نہ ہوتو وضو کے کمال کے لیےضروری ہے کہ ناک میں اچھی طرح پانی ڈالا جائے اوراسی طرح خوب اچھی طرح کلی کی جائے لیکن روزہ کی حالت میں ناک میں پانی لینے یا کلی کرنے میں اتنا مبالغہ نہ کرے کہ پانی اندر چلے جانے کا احتمال پیدا ہو جائے، کہ یہ مبالغہ روزہ میں مکروہ ہے۔ (فتح الباری ١ / ١٠١٠ ۔ تحفة الاحوذی ٣ / ٥٧٩)

جنبی آدمی روزہ رکھ سکتا ہے

١٢٤٤ . وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُه' الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ اَهْلِهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۲۴۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں بھی فجر کا وقت آ جاتا کہ وہ اپنے اہل سے قربت کے باعث جنبی ہوتے پھر غسل فرماتے اور روزہ رکھتے ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۴۴): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب اغتسال الصائم . صحیح مسلم، کتاب الصوم باب صحة صوم من طلع علیه الفجر و هو جنب .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ رمضان المبارک کی شب میں ازواج میں کسی سے صحبت فرماتے اور صبح کو غسل فرما کر روزہ رکھ لیتے تھے۔غرض اگر رمضان کی شب کوئی شخص بیوی سے مقاربت کرے تو سحر میں اٹھ کر غسل کرے اور روزہ رکھ لے۔

(فتح الباری ١ / ١٠٢٨ ۔ روضة المتقین ٣ / ٢٤٩)

آپ ﷺ بغیر خواب کے جنبی ہوتے اور روزے رکھ لیتے

١٢٤٥ . وَعَنْ عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتَا : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ ثُمَّ يَصُوْمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۲۴۵) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں صبح کرتے کہ بغیر خواب کے جنبی ہوتے مگر آپ ﷺ روزہ رکھ لیتے تھے۔ (متفق علیہ)

کلمات حدیث (۱۲۴۵): من غیر حُلمه : یعنی آپ ﷺ کو جنابت کی حالت خواب کی وجہ سے نہیں ہوتی تھی۔

شرح حدیث: صبح صادق سے پہلے بیوی کے ساتھ صحبت سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ طلوع فجر سے پہلے غسل کر کے روزہ رکھ لیا جائے۔ بہر حال طلوع فجر سے پہلے غسل لازمی نہیں ہے بلکہ اس حالت میں روزہ کی نیت کی جاسکتی ہے اور طلوع فجر کے بعد غسل کر لے تب بھی روزہ صحیح ہے۔ (مظاهر حق : ۲/ ۳۲۰)

البَابُ (٢٢٥)

بَابُ بَيَانِ فَضْلِ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ وَشَعْبَانَ وَالْأَشْهُرِ الْحُرُمِ

محرم شعبان اور اشہر حرم کے روزوں کی فضیلت

١٢٤٦۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَالْفَرِيْضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٢٤٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد افضل ترین نماز تہجد ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١٢٤٦): صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب فضل صوم المحرم .

کلمات حدیث: شهر الله : اللہ کا مہینہ، احترام اور فضیلت کے بیان کے لیے اللہ کی طرف نسبت کی گئی ہے جیسے بیت اللہ۔

شرح حدیث: محرم کا مہینہ چار حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے یعنی رجب، ذوالقعدہ، ذوالحج اور محرم۔ محرم کے روزوں کو رمضان کے بعد دیگر نفلی روزوں میں زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ (دليل الفالحين ٤/ ٤٩ ـ روضة المتقين ٣/ ٢٥١)

رسول اللہ ﷺ شعبان میں بکثرت روزہ رکھتے تھے

١٢٤٧۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ فَاِنَّهُ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ : وَفِيْ رِوَايَةٍ : كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(١٢٤٧) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے جتنے شعبان میں، کیونکہ آپ ﷺ پورے شعبان روزے رکھتے تھے اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ چند دنوں کے سوا سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ شعبان المکرّم میں اکثر ماہ روزے سے رہتے تھے اس طرح آپ رمضان کے لیے تیاری فرماتے تھے۔ اس ماہ مکرم میں بندوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں۔ سنن نسائی میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے جتنے روزے آپ کو شعبان میں رکھتے ہوئے دیکھا اتنا کسی اور مہینہ میں نہیں دیکھا اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مہینہ ایسا ہے جس سے لوگ غافل ہیں یہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے اس میں بندوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال میرے رب کے سامنے پیش ہوں تو میں روزے سے ہوں۔

اس سے پہلے حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ شعبان کے آخری ایام میں یا نصف شعبان کے بعد روزے نہ رکھنے چاہئیں۔ یہ بات اس

کے حق میں ہے جوان روزوں کا عادی نہ ہو لیکن جس کے یہ روزے معمول ہوں اس کے لیے ممانعت نہیں ہے۔

(روضة المتقین ٣/ ٢٥١ـ دلیل الفالحین ٤/ ٥٠)

ہر ماہ تین روزہ رکھنے سے ہمیشہ روزے کا ثواب ملتا ہے

١٢٤٨ ۔ وَعَنْ مُجِيبَةَ الْبَاهِلِيَّةِ عَنْ اَبِيهَا اَوْعَمِّهَا اَنَّهُ اَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَاَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍ. وَقَدْ تَغَيَّرَتْ حَالُهُ وَهَيْئَتُهُ. فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا تَعْرِفُنِيْ؟ قَالَ : "وَمَنْ اَنْتَ؟" قَالَ اَنَا الْبَاهِلِيُّ الَّذِيْ جِئْتُكَ عَامَ الْاَوَّلِ. قَالَ :" فَمَا غَيَّرَكَ وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَيْئَةِ" قَالَ : مَااَكَلْتُ طَعَامًا مُنْذُ فَارَقْتُكَ اِلَّا بِلَيْلٍ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "عَذَّبْتَ نَفْسَكَ!" ثُمَّ قَالَ : "صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ، وَيَوْمًا مِنْ كُلِّ شَهْرٍ" قَالَ : زِدْنِيْ فَاِنَّ بِيْ قُوَّةً، قَالَ : صُمْ يَوْمَيْنِ" قَالَ زِدْنِيْ، قَالَ : "صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ" قَالَ زِدْنِيْ. قَالَ : "صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ" وَقَالَ ! بِاَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ فَضَمَّهَا ثُمَّ اَرْسَلَهَا، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ!

"شَهْرُالصَّبْرِ"! رَمَضَانُ!

(١٢٤٨) مجیبہ باھلیہ اپنے والد یا اپنے چچا سے روایت کرتی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واپس چلے آئے اور پھر ایک سال بعد حاضر ہوئے اس مرتبہ ان کی حالت بدلی ہوئی اور ہیئت مختلف تھی۔عرض کیا کہ یارسول اللہ(ﷺ) کیا آپ ﷺ مجھے نہیں پہچانتے۔آپ ﷺ نے فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں باھلی ہوں گزشتہ سال حاضر ہوا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا تم تو بہت اچھی حالت میں تھے تمہیں کس چیز نے بدل دیا۔انہوں نے کہا کہ میں جب سے آپ سے رخصت ہوا صرف رات ہی کو کھانا کھاتا ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنی جان کو تکلیف پہنچائی نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماہ صبر (رمضان) کے روزے رکھو اور ہر ماہ ایک روزہ رکھو۔اس نے کہا کہ اضافہ فرمائیے میرے اندر ہمت ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو دن کے روزے رکھ لو۔اس نے کہا کہ اضافہ کیجیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین دن کے روزے رکھ لیا کرو۔اس نے کہا کہ اور بڑھا دیجیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اشہر حرم کے کچھ روزے رکھ لو اور کچھ چھوڑ دو، آپ ﷺ نے اپنی تین انگلیوں کو ملایا اور چھوڑ دیا۔(ابوداؤد)

شہر صبر : کے معنی ہیں ماہ رمضان۔

تخریج حدیث(١٢٤٨): سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب صوم اشهر الحرم .

کلمات حدیث: قد تغيرت حاله وهيئته : ان کی حالت بدلی ہوئی اور ان کی ہیئت متغیر تھی یعنی کثرت صیام سے کمزور ہو گئے تھے۔ الحرم : یعنی اشہر حرم۔چار محترم مہینے رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔

شرح حدیث: مجیبہ باہلی بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد یا ان کے چچا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ شک راوی کی جانب سے ہے کہ مجیبہ نے اپنے والد کا واقعہ بیان کیا یا اپنے چچا کا۔ مجیبہ باہلی کے والد کا نام عبداللہ بن حارث باہلی تھا جبکہ ان کے چچا کا نام نامعلوم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے بعد وہ چلے گئے اور ایک سال بعد واپس آئے تو ان کی صحت کمزور تھی وہ بالکل بدلے ہوئے نظر آ رہے تھے، آپ ﷺ نے ان کا حال بیان کیا تو انہوں نے بتایا کہ جب سے آپ سے رخصت ہوا ہوں مسلسل روزے رکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو اپنے آپ کو سزا دے رہے ہو۔ مقصود اس فرمان نبوی ﷺ کا یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ تعذیب نفس نہیں ہے جیسا کہ گزشتہ قوموں نے خیال کیا بلکہ رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل میں اور اسوۂ رسول ﷺ کی اتباع میں ہے۔

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان المبارک کے پورے ماہ کے روزے رکھو، ہر ماہ ایک یا دو یا تین روزے رکھ لو اور حرمت والے مہینوں میں ہر مہینے تین تین دن روزے رکھ لو۔ اور جو لوگ صحت مند اور قوی ہوں وہ صوم داؤد علیہ السلام رکھ لیں یعنی ایک دن روزہ رکھ لیا اور ایک دن چھوڑ دیا۔ (روضة المتقين ٣/ ٢٥٢ - دليل الفالحين ٤/ ٥١)

البَابُ (٢٢٦)

بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ وَغَيْرِهِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَّلِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ
ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں روزے کی فضیلت

١٢٤٩ . عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''مَامِنْ اَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ'' يَعْنِيْ اَيَّامَ الْعَشْرِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ : قَالَ : ''وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ، وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ!

(١٢٤٩) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنوں میں سے کوئی سے ایام میں عمل صالح اللہ کو اس قدر محبوب نہیں ہے جس قدر ان ایام میں یعنی عشرۂ ذی الحجہ میں۔ صحابہء کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں سوائے اس کے کہ جو جان اور مال لے کر نکلا اور کچھ واپس نہ لایا۔ یعنی شہید ہو گیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (١٢٤٩): صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب فضل العمل في ايام التشريق .

کلمات حدیث: لم يرجع من ذلك بشئي : اس میں سے کوئی چیز نہیں لوٹائی۔ مجاہد فی سبیل اللہ اپنی جان اور اپنا مال جہاد میں لے کر گیا ان میں سے کچھ بھی واپس نہیں لوٹا یا یعنی شہید ہو گیا اور نہ جان واپس آئی اور نہ مال واپس آیا۔

شرح حدیث: ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ایسے ہیں کہ ان میں مناسک حج کی ادائیگی کی جاتی ہے اور حج کی فضیلت کی وجہ سے یہ ایام بھی مکرم اور محترم ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان ایام میں عمل خیر اللہ کو دیگر ایام کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہے۔ صحابہء کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ۔ سوائے اس مجاہد کے جو جان و مال کے ساتھ جہاد میں گیا اور شہید ہو گیا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس کا گھوڑا بھی جنگ میں مارا گیا اور وہ خود بھی شہید ہو گیا اور اس طرح نہ اس کی جان واپس آئی اور نہ مال واپس آیا۔

اللہ کے راستے میں جان و مال قربان کر دینا بہت عظیم نیکی ہے۔ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں وہ لوگ جو حج کو نہ جا سکیں ان کو چاہئے کہ وہ نیک اعمال کریں اور اعمال صالحہ میں سے روزہ کی امتیازی شان ہے۔ غرض ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں اعمال صالحہ دوسرے دنوں میں کئے ہوئے اعمال سے افضل ہیں کیونکہ یہ ایام انتہائی فضیلت والے ایام ہیں۔

(فتح الباری ١/٦٥٥۔ تحفة الاحوذی ٣/٥٣٠۔ روضة المتقین ٣/٢٥٢)

☆☆☆

البَابُ (٢٢٧)

بَابُ فَضْلِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُورَآءَ وَتَاسُوعَآءِ
یوم عرفہ اور نویں اور دسویں تاریخ کا روزہ

یوم عرفہ کا روزہ ایک سال کے گناہ معاف ہونے کا ذریعہ ہے

١٢٥٠. عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ؟ قَالَ : يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(١٢٥٠) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرفہ کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١٢٥٠): صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب ثلاثة ایام من کل شهر و صوم یوم عرفة.

شرح حدیث: ۹ ذی الحجہ یوم عرفہ ہے۔ عرفہ میں وقوف حج کا اہم ترین رکن ہے اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ اس دن حجاج وقوف عرفہ کرتے ہیں اور دعاء وعبادت میں مشغول ہوتے ہیں، ان کی سب سے اہم عبادت یہی ہوتی ہے اس لیے حجاج کے لیے یوم عرفہ کا روزہ مستحب نہیں ہے۔ لیکن غیر حاجیوں کے لیے اس دن کے روزے کی یہ فضیلت ہے کہ یہ دو سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ٧/ ٤١۔ تحفة الاحوذی ٣/ ٥١٨۔ روضة المتقین ٣/ ٢٠٣)

دس محرم کی روزہ کی ترغیب

١٢٥١. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(١٢٥١) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزے کا حکم فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٢٥١): صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب فی صوم یوم عاشوراء . صحیح مسلم، کتاب الصوم باب صوم عاشوراء .

کلمات حدیث: عاشوراء : یہ لفظ عاشرہ سے بنایا گیا ہے اور اس میں عظمت اور احترام کے معنی پیدا ہو گئے ہیں۔ اصل میں لفظ عاشرہ تھا جس کے معنی ہیں دسویں رات۔ اس لیے عاشوراء کے معنی ہوتے ہیں دسویں رات۔ لیکن پھر رات کا لفظ حذف کر کے دس تاریخ کا نام یوم عاشوراء کر دیا گیا۔ یعنی ١٠ محرم الحرام۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ عاشوراء کا دن ہے، اس دن کا روزہ اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض نہیں کیا ہے لیکن میں روزے سے ہوں اب جو چاہے روزہ رکھ لے اور جو چاہے نہ رکھے۔ اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشوراء کے روزے کا حکم فرمایا۔ لیکن جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہو گئے تو جو چاہتا وہ یہ روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود یوم عاشوراء کا روزہ رکھ رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ اچھا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دلائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا میں حق دار ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی حکم فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو اس کے ساتھ ۹ محرم کا بھی روزہ رکھوں گا تا کہ یہود کی مخالفت ہو جائے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم عاشوراء کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت بھی کرو اور اس کے ساتھ ایک دن قبل یا بعد کا روزہ رکھو۔ اس لیے اب دو روزے مسنون ہیں ۹ اور ۱۰ یا ۱۱ محرم صرف ۱۰ محرم کا روزہ مکروہ ہے۔

(فتح الباري : ١/ ١٠٦٦ ـ شرح صحيح مسلم للنووى ٨/٨ ـ روضة المتقين ٣/ ٢٥٤ ـ رياض الصالحين (صلاح الدين يوسف) ٢/٢٣٣ ـ بهشتى زيور)

دس محرم کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف ہونے کا ذریعہ ہے

١٢٥٢ . وَعَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ فَقَالَ "يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٢٥٢) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عاشوراء کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سال گزشتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۲۵۲): صحيح مسلم، كتاب الصوم، باب استحبا ب صيامه ثلاثة ايام .

شرح حدیث: یوم عاشوراء کے روزے کی فضیلت کا بیان ہے کہ اس سے سال گزشتہ کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مذہب اہل السنۃ والجماعۃ ہے، کیونکہ کبیرہ گناہ کی معافی کے لیے توبہ ضروری ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووى ٨/ ٤٠)

١٢٥٣ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَئِنْ بَقِيْتُ إِلَى قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(١٢٥٣) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو میں نو تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١٢٥٣): صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب ای یوم یصام فی عاشوراء .

کلمات حدیث: الی قابل : اگلے سال تک ۔یعنی الی عام قابل : آنے والے سال تک۔

شرح حدیث: محرم کے مہینے میں دس محرم اور نو محرم کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور سنت نبوی ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ٨/١٠)

البَابُ (٢٢٨)

بَابُ اِسْتِحْبَاب صَوْمِ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ
شوال المکرّم کے چھ روزے مستحب ہیں

١٢٥٤ . عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۲۵۴) حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو اس نے گویا ہمیشہ روزے رکھے (مسلم)

تخریج حدیث (۱۲۵۴): صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب استحباب صوم ستة ايام من شوال اتباعا من رمضان

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور پھر چھ روزے شوال کے مہینے میں رکھے تو گویا اس نے عمر بھر روزے رکھے۔ چنانچہ ابن حبان نے ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور چھ روزے شوال کے رکھے اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (جس نے کوئی نیکی کی اسے اللہ اس کا دس گنا عطا فرماتا ہے) تو رمضان کے روزے دس مہینوں کے برابر اور شوال کے چھ روزے دو ماہ کے برابر ہو گئے، اور یہ سال کے بارہ ماہ ہو گئے اور جس نے ہر سال رمضان کے روزے بھی رکھے اور شوال کے بھی روزے رکھے تو گویا اس نے ہمیشہ روزے رکھے۔

(شرح صحيح مسلم للنووى ٨/٤٥ ـ روضة المتقين ٣/ ٢٥٦ ـ دليل الفالحين ٤/ ٥٧)

البَابُ (۲۲۹)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ

پیر اور جمعرات کے روزے کا استحباب

۱۲۵۵۔ عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ ذٰلِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ وَيَوْمٌ بُعِثْتُ اَوْاُنْزِلَ عَلَىَّ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۲۵۵) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے دن کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی روز مبعوث ہوا یا اسی دن آپ ﷺ پر وحی کے نزول کا آغاز ہوا۔ (مسلم)

کلمات حدیث (۱۲۵۵): انزل علیه فیه : اسی روز یعنی پیر کے روز آپ ﷺ پر نزول قرآن کا آغاز ہوا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے پیر کے دن روزہ رکھنے کی یہ حکمت بیان فرمائی کہ اسی روز آپ ﷺ کی ولادت ہوئی اور اسی روز آپ ﷺ کی بعثت ہوئی یا آپ ﷺ پر نزول قرآن کا آغاز ہوا، یہ شک راوی کی طرف سے ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مفہوم حدیث یہ ہے کہ پیر کے دن تمہارے نبی ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے پیر کے دن تمہاری کتاب کے نزول کا آغاز ہوا اور پیر کے روز آپ ﷺ کو نبوت ملی۔ تو پیر کے دن سے بہتر دن اور کون سا ہوگا جس میں روزہ رکھا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے یوم ولادت اور آپ ﷺ کو نبوت ملنے پر پیر کے دن کا روزہ رکھنا چاہئے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی ۸/ ۴۰۔ روضة المتقین ۳/ ۲۵۶)

روزے کی حالت میں اعمال پیش ہونے کو پسند کرنا

۱۲۵۶۔ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَالْخَمِيْسِ فَاُحِبُّ اَنْ يُعْرَضَ عَمَلِىْ وَاَنَا صَائِمٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ بِغَيْرِ ذِكْرِصَوْمٍ.

(۱۲۵۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں میں بھی پسند کرتا ہوں کہ میرا اعمال اللہ کے یہاں پیش ہو اور میں روزے سے ہوں۔ (ترمذی نے روایت کیا اور انہوں نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ مسلم نے بھی اسے روایت کیا لیکن ان کی روایت میں روزے کا ذکر نہیں ہے)

تخریج حدیث (۱۲۵۶): الجامع للترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الصوم یوم الاثنین والخمیس ۔ صحیح مسلم، کتاب البر، باب النهی عن الفحشاء .

کلمات حدیث: تعرض الا عمال : اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔

شرح حدیث: پیراور جمعرات کے روز اللہ کی بارگاہ میں بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اس لیے ان دونوں دنوں میں روزہ رکھنا مستحب ہے اور سنت ہے۔ یہ بات اس فرمان نبوت ﷺ کے منافی نہیں ہے جس میں فرمایا ہے کہ ''رات کے اعمال دن کے اعمال سے پہلے اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے اوپر لے جائے جاتے ہیں'' اس لیے کہ اس فرمان میں اعمال کے اوپر کے جانے کا ذکر ہے اور حدیث مذکور میں اعمال کے جمعرات اور پیر کو اللہ کے حضور میں پیش کئے جانے کا ذکر ہے۔ یعنی ہفتہ بھر کے تمام اعمال جمع کر کے پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں تصریح ہے کہ لوگوں کے اعمال ہر جمعہ (ہفتہ) میں دو مرتبہ پیش کئے جاتے ہیں یعنی پیر اور جمعرات کو۔ الخ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ہفتہ بھر کے اعمال تفصیلی طور پر جمعرات اور جمعہ کو پیش کیے جاتے ہیں اور سال بھر کے اعمال شعبان میں اجتماعی طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔

(تحفة الاحوذی ٣/٥١٦۔ روضة المتقين ٣/٢٥٨)

آپ ﷺ پیراور جمعرات کے روزہ کا اہتمام فرماتے تھے

١٢٥٧۔ وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ !

(١٢٥٧) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کے روزوں کا اہتمام فرماتے تھے (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (١٢٥٧): الجامع للترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء فی یوم الا ثنین و الخمیس .

کلمات حدیث: یتحری : تلاش کرتا ہے، جستجو کرتا ہے۔ اہتمام کے ساتھ خاص خیال رکھتا ہے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ پیر اور جمعرات کے روزہ کا بہت اہتمام کرتے تھے اور اس کا پہلے سے خیال رکھتے تھے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اسی بناء پر ہفتہ کے دنوں میں آپ ﷺ پیر اور جمعرات کو ترجیح دیتے تھے۔ (تحفة الاحوذی ٣/٥١٤۔ روضة المتقين ٣/٢٥٨)

الباب (٢٣٠)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ صَوْمِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ

ہر ماہ، ایامِ بیض یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو روزے رکھے جائیں

وَالْاَفْضَلُ صَوْمُهَا فِيْ اَيَّامِ الْبِيْضِ وَهِيَ الثَّالِثُ عَشَرَ! وَالرَّابِعُ عَشَرَ وَالْخَامِسُ عَشَرَ: وَقِيْلَ الثَّانِيْ عَشَرَ وَالثَّالِثُ عَشَرَ وَالرَّابِعُ عَشَرَ وَالصَّحِيْحُ الْمَشْهُوْرُ هُوَ الْاَوَّلُ!

افضل یہ ہے کہ ایام بیض کے روزے رکھے جائیں جو ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ ہے اور کسی نے کہا کہ بارہ، تیرہ اور چودہ تاریخ ہے لیکن صحیح اور مشہور قول پہلا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تین باتوں کی وصیت

١٢٥٨. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ: صِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتِي الضُّحٰى، وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(١٢٥٨) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے تین باتوں کی نصیحت فرمائی کہ میں ہر ماہ تین دن کے روزے رکھوں دو رکعت صلاۃ الضحیٰ پڑھوں اور سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث (۱۲۵۸): رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین باتوں کی نصیحت فرمائی۔ ایک یہ کہ میں ہر ماہ تین دن کے روزے رکھوں خواہ وہ ایام بیض ہوں یا نہ ہوں۔ اگرچہ ایام بیض کی فضیلت زیادہ ہے ایام بیض ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵۔ تاریخیں ہیں یعنی وہ دن جن میں رات کو چاند زیادہ روشن ہوتا ہے۔ اور صلاۃ الضحیٰ کی نماز پڑھوں جس کی زیادہ سے زیادہ رکعات آٹھ ہیں۔ اور یہ کہ میں وتر سونے سے پہلے پڑھوں تاکہ احتیاط کے تقاضے پر عمل ہو اور نیند کے غلبہ کی بنا پر وتر کے فوت ہو جانے کا خدشہ باقی نہ رہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووی ٨/ ٢٨۔ روضة المتقين ٣/ ٢٥٨۔ دليل الفالحين ٤/ ٦٠)

رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل کرنا

١٢٥٩. وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِيْ حَبِيْبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَنْ اَدَعَهُنَّ مَاعِشْتُ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلٰوةِ الضُّحٰى، وَبِاَنْ لَا اَنَامَ حَتّٰى اُوْتِرَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(١٢٥٩) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے حبیب نے مجھے تین باتوں کی وصیت کی جن کو میں تادم حیات چھوڑنے والا نہیں ہوں، ہر ماہ تین دن کے روزے، صلاۃ الضحیٰ اور یہ کہ میں وتر پڑھنے سے پہلے نہ سوؤں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۲۵۹): صحیح مسلم۔ کتاب المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحیٰ .

کلمات حدیث: ما عشتُ : جب تک میں زندہ ہوں۔ جب تک میری زندگی برقرار ہے۔ عاش عيشاً (باب ضرب) زندہ رہنا۔ زندگی گزارنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوالدرداء کو نصیحت فرمائی کہ ہر ماہ تین دن کے روزے رکھیں۔ جو نیکی کے دس گناہ ہونے کے حساب سے پورے ماہ کے روزے ہوں گے۔ صلاۃ الضحیٰ کی پابندی اور وتر کی نماز سونے سے پہلے پڑھ لیا کریں تا کہ نیند کے غلبہ کی وجہ سے اس کے فوت ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ (روضة المتقين ۳/ ۲۰۹ ۔ دليل الفالحين ٤ / ٦١)

****

ہر ماہ تین روزے پورے سال کے برابر اجر رکھتے ہیں

۱۲۶۰. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْمُ ثَلاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(١٢٦٠) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ماہ تین دن کے روزے صوم دہر کے برابر ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۶۰): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم داؤد علیہ السلام . صحیح مسلم، کتاب الصیام۔ باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ماہ تین تین دن کے روزے رکھنا ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے۔ کیونکہ ہر نیکی کا اجر وثواب دس گنا ہے اس لیے ہر ماہ تین دن کے روزے پورے مہینہ کے برابر ہو گئے اور اس معمول پر پابندی سے عمل کرنا ایسا ہو گیا جیسے ہمیشہ روزے رکھے ہوں۔ (فتح الباری ۱/ ۷۱۵ ۔ شرح صحیح مسلم للنووی ۸/ ۳۶۔ دليل الفالحين ٤ / ٦١)

****

ہر ماہ کی کسی بھی تاریخ میں تین روزے رکھے جائیں

۱۲۶۱. وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّهَا سَأَلَتْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلاثَةَ اَيَّامٍ؟ قَالَتْ : نَعَمْ : فَقُلْتُ : مِنْ اَيِّ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ؟ قَالَتْ : لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ الشَّهْرِ يَصُوْمُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٢٦١) حضرت معاذة عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ ہر ماہ تین دن کے روزے رکھا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ مہینے کے کون سے حصے میں روزے رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ مہینے میں کون سے حصے میں روزے

رکھیں۔(مسلم)

تخریج حدیث(۱۲۶۱): صحيح مسلم، كتاب الصوم، باب استحباب صيام ثلاثة ايام من كل شهر .

کلمات حدیث: لم يكن يبالي : اہتمام نہ فرماتے ۔خیال نہ رکھتے ۔

شرح حدیث: ہر ماہ تین دن روزے رکھنے کی فضیلت ہے کوئی سے تین دن کے روزے رکھنے سے یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی البتہ ایام بیض یعنی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کے روزوں کی فضیلت مستقل بیان ہوئی ہے۔ (دليل الفالحين ٤/٦١)

ایام بیض کے روزوں کا اہتمام

۱۲۶۲ . وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلاَثاً فَصُمْ ثَلاَثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(١٢٦٢) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم ہر ماہ تین دن کے روزے رکھو تو تیرہ، چودہ اور پندرہ کے روزے رکھو۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۲۶۲): الجامع للترمذی، كتاب الصيام، باب ماجاء في صوم ثلاثة ايام من كل شهر.

شرح حدیث: حدیث مبارک سے معلوم ہوا جیسا کہ اس سے پہلے آ چکا ہے کہ ایام بیض یعنی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کے روزے افضل ہیں۔ (تحفة الاحوذی ٣/ ٥٣٨ ـ دليل الفالحين ٤/٦٢)

رسول اللہ ﷺ ایامِ بیض کے روزوں کا حکم فرماتے تھے

۱۲۶۳ . وَعَنْ قَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُنَا بِصِیَامِ اَیَّامِ الْبِیْضِ : ثَلاَثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ .

(١٢٦٣) حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ایام بیض کے روزوں کا حکم فرماتے تھے اور یہ تین دن ہیں ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ ۔(ابوداؤد)

تخریج حدیث(۱۲۶۳): سنن ابی داؤد، كتاب الصوم، باب في صوم الثلاث من كل شهر .

شرح حدیث: ایام بیض کے روزے مستحب ہیں۔انہیں ایام بیض اس لیے کہتے ہیں کہ دنوں میں چاند کی روشنی سے راتیں سفید ہوتی ہیں ۔ایام بیض کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں جو امام غزالی رحمہ اللہ نے جمع کیے ہیں۔ (دليل الفالحين ٤/٦٢)

۱۲۶۴ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ" لاَیُفْطِرُ

أَيَّامَ الْبِيْضِ فِيْ حَضَرٍ وَّلَاسَفَرٍ رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ بِاسْنَادٍ حَسَنٍ .

(١٢٦٣) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں یا حضر میں ایام بیض میں روزے سے ہوتے اور افطار نہ کرتے۔ (نسائی نے سند سے حسن روایت کیا)

تخریج حدیث(۱۲۶۳): سنن النسائی، کتاب الصیام، باب صوم النبی ﷺ.

شرح حدیث: ہر ماہ ایام بیض کے روزے مستحب اور سنت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر و حضر میں ان کا اہتمام فرماتے تھے۔

(روضۃ المتقین ٣/ ٢٦٢۔ دلیل الفالحین ٤/ ٦٢)

الباب (۲۳۱)

بَابُ فَضْلِ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا وَفَضْلُ الصَّآئِمِ الَّذِیْ یُؤکَلُ عِنْدَہٗ وَدُعَآءِ الْاٰکِلِ لِلْمَأْکُوْلِ عِنْدَہٗ

روزہ دار کا روزہ افطار کرانے کی فضیلت، اس روزہ دار کی فضیلت جس کے پاس کھایا جائے اور مہمان کی میزبان کے لیے دعا کرنا

۱۲۶۵۔ عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُھَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ فَطَّرَ صَآئِمًا کَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ غَیْرَ اَنَّہٗ لَایُنْقَصُ مِنْ اَجْرِ الصَّآئِمِ شَیْءٌ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ !

(۱۲۶۵) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس کسی نے کسی روزہ دار کا روزہ کھلوایا اس کے لیے اس روزہ دار کے مثل اجر ہے بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی ہو۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۲۶۵): الجامع للترمذی، أبواب الصوم، باب ماجاء فی الاعتکاف .

شرح حدیث: جس نے رمضان المبارک میں کسی کا روزہ کھلوایا خواہ ایک کھجور یا پانی ہی دیا تا کہ وہ روزہ کھول لے تو اس کو روزہ دار کے برابر اجر ملے گا اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے روزہ دار کا روزہ کھلوا دیا، اس کے گناہ معاف کردیے جائینگے اس کی گردن جہنم سے آزاد ہو جائی گی اور اسے روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ ہم سب کے پاس بعض اوقات اتنا نہیں ہوتا کہ ہم روزہ دار کا روزہ کھلوائیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے روزہ دار کو دودھ کے ایک گھونٹ سے یا ایک کھجور سے یا پانی کے ایک گھونٹ سے روزہ کھلوا دیا اس کو بھی اللہ تعالیٰ یہی ثواب عطا فرمائے گا اور جس نے روزے دار کو پیٹ بھر کے کھلایا اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے پانی پلائینگے جس کے بعد وہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا۔ (تحفة الاحوذی ۶۱۸/۳۔روضة المتقین ۲۶۲/۳)

روزہ دار کے لیے فرشتوں کا استغفار

۱۲۶۶۔ وَعَنْ اُمِّ عُمَارَۃَ الْاَنْصَارِیَّۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْھَا فَقَدَّمَتْ اِلَیْہِ طَعَامًا فَقَالَ : "کُلِیْ" فَقَالَتْ: اِنِّیْ صَآئِمَۃٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ

الصَّآئِم تُصلِّیُ عَلَیْهِ الْمَلَآئِکَةُ اِذا اُکِلَ عِنْدَه' حَتّٰی یَفْرَغُوْا" وَرُبَّمَا قَالَ : "حَتّٰی یَشْبَعُوْا" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ!

(۱۲۶۶) حضرت ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں تشریف لائے میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا آپ نے فرمایا کہ تم بھی کھاؤ۔ میں نے کہا کہ میں روزے سے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کے لیے فرشتے دعائیں کرتے ہیں جب اس کے پاس کھایا جائے یہاں تک کہ وہ کھانے سے فارغ ہوں۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۲۶۶): الجامع للترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء فی فضل الصائم اذا اکل عندہ۔

راوی حدیث: ام عمارہ کا نام نسیبہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا اور یہ ایک انصاری خاتون تھیں جو ستر صحابہ کرام بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے یہ بھی ان میں شامل تھیں، جنگ احد اور جنگ یمامہ میں شریک تھیں۔ اور بیعت الرضوان میں بھی شرکت کی تھی۔ جنگ یمامہ میں ان کے گیارہ زخم آئے اور ہاتھ بھی کٹ گیا تھا ان سے کتب سنن میں تین احادیث مروی ہیں۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: تصلی علیه الملائکة : فرشتے اس کے لیے دعا واستغفار کرتے ہیں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے کھانا رکھا اور کھڑی ہوگئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آؤ تم بھی کھاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میرا روزہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر روزہ دار کے سامنے کوئی کھا رہا ہو تو فرشتے روزے دار کے حق میں دعا اور استغفار کرتے ہیں یہاں تک کہ کھانے والا کھا کر فارغ ہو جائے۔

(دلیل الفالحین : ۶۵/۴)

میزبان کے حق میں دعاء

۱۲۶۷. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ اِلٰی سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَآءَ بِخُبْزٍ وَزَیْتٍ فَاَکَلَ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّآئِمُوْنَ، وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَآئِکَةُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

(۱۲۶۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے وہ روٹی اور زیتون کا تیل لے کر آئے آپ ﷺ نے تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں، نیک لوگ کھانا کھائیں اور فرشتے تم پر رحمتیں بھیجیں۔ (ابوداؤد سند صحیح)

تخریج حدیث(۱۲۶۷): سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمه، باب الدعاء.

کلمات حدیث: افطر عند کم الصائمون : روزہ دار تمہارے پاس روزہ افطار کریں۔ جملہ خبریہ ہے لیکن معنی دعا کا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے کہ تم روزہ داروں کو روزہ کھلواؤ۔ ابرار : برکی جمع نیک اور متقی۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رئیس خزرج تھے ان کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ کا روزہ تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے سامنے روٹی اور زیت (تیل) رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے افطار فرمایا اور دعا فرمائی کہ اللہ کرے کہ تمہارے پاس روزہ دار روزہ افطار کریں، متقی لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے حق میں دعا کریں۔

حدیث مبارک میں روزہ دار کو روزہ افطار کرانے کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب بیان ہوا۔ روزہ دار اگر کسی کے یہاں افطار کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے میزبان کے حق میں دعا کرے۔ (روضة المتقين ٣/٢٦٤۔ دليل الفالحين ٤/٦٦)

کتاب الاعتکاف

البَابُ (۲۳۲)

اعتکاف کی فضیلت

۱۲۶۸. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ : مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۲۶۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۶۸): صحیح البخاری، ابواب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر . صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان .

کلمات حدیث: اعتکاف کے لفظی معنی کسی جگہ ٹھہرنے اور رکنے کے ہیں۔اور اصطلاح شریعت میں اعتکاف کا مفہوم ہے اللہ کی رضا کی خاطر اعتکاف کی نیت کے ساتھ کسی ایسی مسجد میں ٹھہرنا جس میں باجماعت نمازیں ہوتی ہوں۔

شرح حدیث: رمضان المبارک اور بالخصوص اس کے آخری عشرے میں ایک اہم عبادت اعتکاف بھی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والا بندۂ مومن ہر طرف سے یکسو ہو کر اور دنیا کے تمام کاموں سے ایک طرف ہو کر سب سے الگ ہو کر مسجد کے ایک کونے میں پڑ جائے اور اس تنہائی میں اپنے تمام اوقات میں اللہ کو یاد کرے، تلاوت کرے، نوافل پڑھے اور دعائیں مانگے اور استغفار کرے۔

روح کی تربیت اور اس کی ترقی اور اس کو نفسانی قوتوں پر غالب کرنے کے لیے رمضان المبارک کے پورے ماہ کے روزے تمام امت پر فرض کئے گئے ہیں۔گویا اپنے وجود میں ملکوتیت کے غلبہ اور روحانی ارتقاء کے لیے اتنی قربانی تو ہر مسلمان پر لازم کر دی گئی کہ وہ اس مقدس اور محترم مہینے میں اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی عبادت کی نیت سے دنیا کی لذتوں سے کنارہ کش رہے اور ہر طرح کے گناہوں سے مجتنب رہے۔ یہ تو رمضان المبارک میں تزکیۂ نفس اور تربیت روحانی کا ایک عمومی نصاب ہے جو ہر مسلمان پر لازم ہے۔لیکن اس سے آگے تعلق باللہ میں ترقی اور ملا اعلیٰ سے خصوصی مناسبت پیدا کرنے کے لیے اعتکاف رکھا گیا تا کہ اللہ کا بندہ غیر اللہ سے کٹ کر اللہ کا ہو کر رہے اسی کی بندگی کرے اسی کے حضور میں حاضر رہے اسی کو پکارے اور دعاء اور استغفار کرے اور اپنے گناہوں پر شرمسار ہو کر توبہ کرے اور ندامت کے آنسو بہائے۔

رسول اللہ ﷺ ہر سال رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے۔ایک سال کسی وجہ سے آپ ﷺ اعتکاف نہ فرما سکے تو

اس سے اگلے سال آپ ﷺ نے دو عشروں کا اعتکاف فرمایا۔ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔

(فتح الباری ۱/ ۱۰۷۷۔ شرح صحیح مسلم للنووی ۸/ ٥٤۔ معارف الحدیث ۱/ ۳٥۷۔ مظاهر حق ۱/ ۳٦٥)

رسول اللہ ﷺ ہر سال آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے

۱۲٦۹. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ ثُمَّ اِعْتَكَف، اَزْوَاجُه' مِنْ بَعْدِهٖ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۲٦۹) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے وفات پائی اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج نے بھی اعتکاف کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲٦۹): صحیح البخاری، ابواب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر. صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان.

شرح حدیث: ازواج مطہرات اپنے حجروں میں اعتکاف فرماتی تھیں اور خواتین کے لیے اعتکاف کی جگہ ان کے گھر کی وہی جگہ ہے جو انہوں نے اپنی نمازوں کے لیے مقرر کر رکھی ہو۔ اگر کسی گھر میں خواتین کے لیے نماز کی ایسی جگہ نہ ہو تو انہیں چاہیے کہ وہ بنالیں۔

(معارف الحدیث ۱/ ۳٥۸)

وفات کے سال رسول اللہ ﷺ نے دو عشرے اعتکاف فرمایا

۱۲۷۰. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ اَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۲۷۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے اور جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس رمضان میں آپ ﷺ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۲۷۰): صحیح البخاری، ابواب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان.

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ ہر سال ماہ رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے لیکن جس سال حضور اقدس ﷺ نے رحلت فرمائی اس سال کے رمضان میں بیس دن اعتکاف فرمایا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطلع فرمادیا گیا تھا کہ آپ ﷺ اب دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں تو آپ ﷺ نے اپنے اعمال میں اضافہ فرمایا اور بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ نیز اس سال حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کریم دو مرتبہ دہرایا، اس لیے آپ ﷺ نے بیس

دن کا اعتکاف فرمایا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، ایک سال آپ ﷺ سفر میں تھے تو اعتکاف نہ فرما سکے اس لیے آپ ﷺ نے آئندہ سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

ہوسکتا ہے رسول اللہ ﷺ نے دو رمضان المبارک میں بیس بیس دن کا اعتکاف فرمایا ہو، ایک سفر کی قضاء کے طور پر اور ایک وفات سے پہلے آنے والے رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کے دو مرتبہ تدارس کی وجہ سے اعتکاف فرمایا۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ آدمی کو عمر کے آخری حصے میں زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ انجام دینے چاہئیں اور نیکیوں میں اضافہ کرنا چاہیے تا کہ اللہ کے یہاں سرخرو ہوکر حاضر ہوسکے۔ (فتح الباری ۱/ ۱۰۸۳۔ روضۃ المتقین ۳/۲۶۷)

کتاب الحج

الباب (۲۳۳)

حج کی فرضیت اوراس کی فضیلت

۲۸۷ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور اللہ تعالیٰ کا حق لوگوں کے ذمے اس کے گھر کا حج ہے جو ان میں سے اس کی طرف راستہ کی طاقت رکھتا ہو اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہیں۔'' (آل عمران:۹۷)

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر بیت اللہ کا حج کرنا لازم و واجب قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ بیت اللہ تک پہنچنے کی مالی اور جسمانی استطاعت رکھتے ہوں۔ اللہ کا گھر تجلی الٰہی کا مرکز ہے جس کی وجہ سے اس کا قصد وارادہ اور اس کا حج مقرر کیا گیا کیونکہ حج ایسی عبادت ہے جس میں ہر عمل بندے کے جذبہ و شوق سے عبارت ہے اس لیے ضروری ہے کہ جسے محبت و عشق کا دعوی ہو وہ کم از کم ایک مرتبہ دیار محبوب میں حاضری دے دیوانہ وار چکر لگائے۔ جو مدعی محبت میں اتنی تکلیف اٹھانے سے انکار کرے سمجھ لو کہ وہ جھوٹا عاشق ہے۔ محبوب حقیقی کو کیا پرواہ کہ کوئی یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے اللہ سب سے غنی اور بے نیاز ہے۔ (تفسیر عثمانی)

حج بھی اسلام کا ایک اہم رکن ہے

١٢٧١ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ''بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ : شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالشَّيْخَانِ وَالتِّرْمِذِيُّ.

(١٢٧١) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی اساس پانچ امور ہیں۔ اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا اور حج بیت اللہ کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٢٧١): صحيح البخاري، كتاب الايمان باب دعاؤكم ايمانكم . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان اركان الاسلام .

شرح حدیث: اساسیات اسلام پانچ امور ہیں توحید و رسالت کا اقرار و گواہی، نماز و زکوۃ اور روزہ اور حج بیت اللہ۔ حج اسی طرح

فرض ہے جس طرح نماز، روزہ اور زکوٰۃ فرض، حج ۹ھ میں فرض ہوا اور اس کے اگلے سال رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے صرف تین ماہ پہلے صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ حج فرمایا۔ جسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔

اگر اللہ کے کسی بندے کو صحیح اور مخلصانہ حج نصیب ہو جائے جس کو دین و شریعت کی زبان میں حج مبرور کہتے ہیں اور ابراہیمی و محمدی نسبت کا کوئی ذرہ عطا ہو جائے تو گویا اس کو سعادت کا اعلیٰ مقام حاصل ہو گیا اور وہ نعمت عظمیٰ اس کے ہاتھ آ گئی جس سے بڑی کسی نعمت کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

حج زندگی میں ایک ہی مرتبہ فرض ہے

۱۲۷۲۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا" فَقَالَ رَجُلٌ: أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ" ثُمَّ قَالَ: "ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَآئِهِمْ فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(۱۲۷۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو تم حج کرو۔ کسی شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہر سال حج کریں۔ آپ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ یہی بات دھرائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہوتا، اور تم اس کی استطاعت نہ رکھتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو بات میں چھوڑوں تم بھی مجھے چھوڑ دو۔ بلاشبہ تم سے پہلے لوگ کثرت سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اسے حتی الامکان انجام دو اور جب کسی بات سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۲۷۲): صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر .

کلمات حدیث: مجھے چھوڑ دو جب تک میں نے تمہیں ترک کیا ہوا ہے۔ یعنی جب تک میں خود کوئی بات نہ بتادوں تم اس کی تحقیق میں نہ لگو اور اس کے پیچھے نہ پڑو، کیونکہ اگر میں تمہارے سوال کے جواب میں ہاں کہہ دوں گا تو وہ عمل تمہارے اُوپر فرض ہو جائے گا اور پھر ہو سکتا ہے تم اس کو نہ کر سکو، مثلاً ہر سال حج۔

شرح حدیث: اس مضمون کی ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے جس میں تصریح ہے کہ رسول کریم ﷺ کی جانب سے حج کی فرضیت کا اعلان اور اس پر سوال و جواب جو مذکورہ حدیث میں آیا ہے سورۂ آل عمران کی اس آیت کے نزول کے وقت پیش آیا تھا:

﴿ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ﴾

''اللہ کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے ان لوگوں پر جو اس کی استطاعت رکھتے ہوں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے وہ حدیث جسے احمد دارمی اور نسائی نے روایت کیا ہے تصریح ہے کہ سوال کرنے والے اقرع بن حابس تمیمی تھے جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں تعلیم وتربیت حاصل کرنے کا ابھی پورا موقعہ نہیں ملا تھا، اس لیے وہ سوال کر بیٹھے اور دوبارہ اور سہ بارہ بھی اپنا سوال دھرایا۔

لسان نبوت ناطق بالوحی تھی، اور ﴿ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴾ کی ترجمان تھی، اس لیے ارشاد فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال کے لیے فرض ہو جاتا جس سے امت زحمت ومشقت میں پڑ جاتی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ دین یُسر ہے اس میں سہولت اور توسع ہے اور یہ تنگی اور حرج سے خالی ہے۔ جس حد تک تعمیل ہو سکے عمل کی سعی کرو اور جو کوتاہی بشری کمزوریوں کی وجہ سے رہ جائے اس کے لیے اللہ سے معافی مانگو اور استغفار کرو۔

لسان نبوت ناطق بالحق ہے جن امور کا حکم دیا گیا ہے انہیں حتی الوسع انجام دینا ہے اور جن سے منع کر دیا ہے ان سے باز رہنا ہے اور رک جانا ہے۔ (فتح الباری ۱/ ۸۰۰۔ روضۃ المتقین ۳/ ۲۷۰۔ معارف الحدیث ۱/ ۳۹۷)

حج مبرور بھی اسلام کے افضل ترین اعمال میں سے ہے

۱۲۷۳۔ وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "حَجٌّ مَبْرُوْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

"اَلْمَبْرُوْرُ" هُوَ الَّذِيْ لَايَرْتَكِبُ صَاحِبُهٗ فِيْهِ مَعْصِيَةً!

(۱۲۷۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان۔ کہا گیا کہ اس کے بعد فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ سوال کیا گیا کہ پھر کیا فرمایا کہ حج مبرور۔

مبرور وہ حج ہے جس میں حج کرنے والے سے کوئی معصیت سرزد نہ ہوئی ہو۔

تخریج حدیث (۱۲۷۳): صحيح البخاري، باب من قال ان الايمان هو العمل . صحيح مسلم، باب بيان كون الايمان بالله تعالى افضل الاعمال .

شرح حدیث: ایمان باللہ اور ایمان بالرسالۃ تمام اعمال کی روح ہے ایمان کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں اور نہ اس کی کوئی حقیقت ہے امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایمان اعمال کا حصہ اور اس کا جزو اساسی ہے اور اصول اعمال ہے اور ہر عمل کے صحیح ہونے کی لازمی شرط ہے۔ اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کا مرتبہ ہے اور پھر حج مبرور ہے۔

حج مبرور کے معنی امام نووی رحمہ اللہ نے یہ بیان فرمایا کہ حج کے زمانے میں کسی طرح کی کوئی معصیت سرزد نہ ہو۔اور کسی نے کہا کہ حج مبرور کے معنی حج مقبول کے ہیں اور کسی نے کہا کہ وہ سچا اور خالص حج جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کیا گیا ہے۔امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حج مبرور کے تمام معانی باہم ملتے جلتے اور قریب قریب ہیں اصل بات یہ ہے کہ حج کے جملہ احکام کی تکمیل اور اس کی اس طرح ادائیگی جس طرح کے مکلّف سے مطلوب ہے حج مبرور ہونے کی علامت ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر حج کے بعد آدمی کی زندگی دینی اعتبار سے سنور ہو جائے اور بہتر ہو جائے تو امید کی جا سکتی ہے کہ اس کا حج اللہ کے یہاں مقبول ہے۔

(فتح الباری ۱/ ۷۰۲۔ شرح صحیح مسلم للنووی ۲/ ٦٣)

حج مبرور گناہوں کی مکمل معافی کا ذریعہ ہے

۱۲۷۴. وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۲۷۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے حج کیا اور اس نے کوئی فحش گوئی اور فسق کا کوئی کام نہ کیا تو وہ حج سے اس طرح واپس ہوا جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہو۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۷۴): صحيح البخارى، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور . صحيح مسلم، كتاب الحج باب فى فضل الحج و العمرة يوم عرفة .

کلمات حدیث: فلم یرفث : کوئی بری اور گندی بات منہ سے نہیں نکالے، زبان سے کوئی برا کلمہ نہیں کہا۔علامہ ازہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رفث کا لفظ ان تمام باتوں پر مشتمل ہے جو عورت سے تعلق کے بارے میں کی جائیں۔

شرح حدیث: جس شخص نے ایسا حج کیا جو ہر برائی سے اور بری بات سے پاک ہو اور ہر گناہ سے مجتنب اور ہر معصیت سے دور رہا ہو کہ حج کرنے والا نہ کسی کی غیبت کرے نہ کسی کو عیب لگائے نہ جھگڑا کرے تو اس کے گزشتہ تمام صغیرہ گناہ معاف کر دیے جائینگے اور وہ اس طرح گناہوں سے پاک وصاف ہو جائے گا جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہو یعنی حج کے بعد وہ ایک نئی زندگی کا آغاز کرے گا اور اگر وہ چاہے تو اس زندگی کو عبادت اور بندگی والی زندگی بنا لے۔

(فتح البارى ١/ ٨٦٤۔ شرح صحيح مسلم للنووى ٦٢/٢۔ تحفة الاحوذى ٦٢٨/٣)

عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے

۱۲۷۵. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا

وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۲۷۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عمرہ دوسرے عمرے تک درمیان والے گناہوں کو مٹانے والا ہے اور حج مبرور کی کوئی جزا نہیں ہے سوائے جنت کے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۷۵): صحیح البخاری، کتاب العمرة، باب وجوب العمرة و فضلها . صحیح مسلم، کتاب الحج باب فی فضل الحج و العمرة و یوم عرفة .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فضیلت اور اس کا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے عمرہ ایک عمرے سے دوسرے عمرے کے درمیان کے تمام گناہوں کو مٹا دینے والا ہے۔ عمرہ کے معنی زیارت کے ہیں، شریعت میں عمرہ کے معنی ہیں خاص طریقے سے بیت اللہ کی زیارت کرنا یعنی میقات سے احرام باندھ کر جانا بیت اللہ کا طواف کرنا، اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا اور بال منڈوانا یا ترشوانا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عمرہ فرض ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے بکثرت عمرہ کرنا مستحب ہے۔

(فتح الباری ۱/۹۵۳۔ شرح صحیح مسلم للنووی ۹/۹۹۔ تحفة الاحوذی ۳/۶۲۸)

عورتوں کے لیے حج افضل جہاد ہے

۱۲۷۶. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَرَى الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاهِدُ؟ فَقَالَ : "لٰكِنَّ اَفْضَلُ الْجِهَادِ : حَجٌّ مَبْرُوْرٌ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ!

(۱۲۷۶) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) ہم جہاد کو افضل عمل سمجھتے ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لیے افضل ترین جہاد حج مبرور ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۲۷۶): صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور .

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ہم عورتیں جہاد کو افضل اعمال سمجھا کرتی تھیں کیونکہ ہم جانتے تھے کہ کتاب وسنت میں جہاد کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس لیے میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہم عورتیں جہاد میں شرکت نہ کریں۔ نسائی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) کیا ہم آپ کے ساتھ جہاد کے لیے نہ نکلیں کیونکہ میں دیکھتی ہوں کہ قرآن کریم میں سب سے افضل عمل جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔ اور صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا جہاد حج مبرور ہے۔ اور صحیح بخاری میں ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ ازواج مطہرات نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں شرکت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حج بہت اچھا جہاد ہے۔

رسول کریم ﷺ نے حج کو جہاد قرار دیا کہ اس میں مجاہدۂ نفس ہے کہ حج کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ جھوٹ نہ بولے غیبت نہ

کرے کوئی بری بات نہ کرے اور کوئی برائی نہ کرے اور گناہوں سے محترز اور معصیتوں سے مجتنب رہے۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر جہاد واجب نہیں ہے، ان کی جہاد میں شرکت نفل کے درجے میں ہے کیونکہ ان کے حق میں پسندیدہ بات مردوں سے دور رہنا اور پردہ کا اہتمام ہے اسی لیے ان کے لیے حج جہاد سے افضل ہے۔ (فتح الباری ۱/ ۸۲٤۔ روضة المتقين ٣/ ٢٧٤۔ دليل الفالحين ٤/ ٧٣).

عرفہ کے دن سب سے زیادہ لوگوں کو جہنم سے نجات ملتی ہے

۱۲۷۷. وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَا مِنْ يَوْمٍ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ يَعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۲۷۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کثرت سے آزاد فرماتے ہیں جتنی کثرت سے عرفہ کے دن فرماتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۲۷۷): صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فضل الحج و العمرة ويوم عرفة .

شرح حدیث: یوم عرفہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن میں تمام دنوں سے زیادہ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں حج کا سب سے اہم رکن ۹ ذی الحجہ کو میدان عرفات کا وقوف ہے اسی کو یوم عرفہ کہتے ہیں اگر چہ ایک لحظہ ہی ہو کے لیے بھی حاجی وہاں پہنچ گیا تو حج نصیب ہو گیا۔ اور اگر کسی بھی وجہ سے حاجی ۹ ذی الحجہ کے دن اور اس کے بعد والی رات کے کسی حصہ میں بھی عرفات نہ پہنچ سکا تو اس کا حج فوت ہو گیا۔ حج کے دوسرے ارکان و مناسک طواف، سعی، رمی جمرات وغیرہ اگر کسی وجہ سے فوت ہو جائیں تو ان کا کوئی نہ کوئی کفارہ اور تدارک ہے لیکن اگر وقوف عرفہ فوت ہو جائے تو اس کا کوئی تدارک نہیں ہے۔ (معارف الحديث : ١/ ٤٣٤)

رمضان کا عمرہ میں حج کے برابر ثواب ہے

۱۲۷۸. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً اَوْ حَجَّةً مَّعِيَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۲۷۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے یا آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۷۸): صحيح البخاري، كتاب العمرة، باب عمرة في رمضان . صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فضل العمرة في رمضان .

کلمات حدیث: تعدل حجة : ایک حج کے برابر ہے، یعنی اجر و ثواب میں حج کے برابر ہے۔

شرح حدیث: رمضان المبارک بہت مبارک اور مسعود مہینہ ہے اس ماہ کی ہر عبادت دیگر ایام کی عبادت سے بدرجہا افضل ہے اسی طرح رمضان المبارک میں عمرے کی فضیلت اور اس کا اجر و ثواب کسی اور ماہ میں کیے جانے والے عمرے سے افضل ہے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ جب رسول کریم ﷺ حج سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ام سنان انصاریہ سے یہ فرمایا کہ تم حج کے لیے کیوں نہیں گئیں، انہوں نے اپنے شوہر کے بارے میں بتایا کہ ان کے پاس دو اونٹ تھے ایک پر وہ حج کے لیے چلے گئے اور دوسرے اونٹ سے اپنی زمین کی سیرابی کا کام لیتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا ایسا ہے جیسا میرے ساتھ حج کرنا۔

حدیث مبارک میں رمضان المبارک میں عمرے کا ثواب رسول کریم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر بیان فرمایا گیا ہے۔

(فتح الباري : ۱/ ۹۵٦۔ روضة المتقين : ۳/ ۲۷۵۔ دليل الفالحين : ٤/ ٧٤)

معذور والد کی طرف سے حج بدل ہوسکتا ہے

۱۲۷۹۔ وَعَنْهُ اَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِي الْحَجِّ اَدْرَكَتْ اَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَايَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجَّ عَنْهُ؟ قَالَ : "نَعَمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۲۷۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے باپ نے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فریضہ حج بڑھاپے کی حالت میں پایا وہ اس قابل نہیں ہے کہ سواری پر بیٹھ سکے تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۷۹): صحيح البخاري، كتاب الحج، باب وجوب الحج وفضله . صحيح مسلم، كتاب الحج، باب الحج عن العاجز لزمانة وهرم ونحوهما .

کلمات حدیث: أدركت ابي شيخا كبيرا: میرے باپ پر اس حالت میں حج فرض ہوا کہ وہ بہت بوڑھا ہو چکا ہے۔ لا يثبت على الراحلة: وہ اس قدر بوڑھا ہے کہ وہ سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا۔

شرح حدیث: اگر کوئی شخص بہت بوڑھا ہو، یا معذور ہو یا وفات پا گیا ہو اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو تو اس کی طرف سے حج بدل کرنا چاہیے۔ دیگر احادیث سے ثابت ہے کہ حج بدل وہی شخص کر سکتا ہے جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو۔ غرض اگر کسی کا صاحب استطاعت باپ حج کے بغیر فوت ہو جائے تو اس کی طرف سے حج کرنا ضروری ہے۔ لیکن اگر والدین میں سے کوئی اس حال میں مرا کہ اس کے اوپر حج فرض نہیں تھا تو اس کی طرف سے حج کرنا نفلی حج ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دوران حج کسی کو کہتے سنا کہ لبیک عن شبرمۃ (میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوں) آپ ﷺ نے پوچھا کہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ اس کا بھائی یا رشتہ دار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنا حج کر لیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے اپنا حج کرلو پھر شبرمہ کی

طرف سے حج کرو۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ عورت مرد کی طرف سے حج کرسکتی ہے اور اولاد پر جہاں ماں باپ کی خدمت اور حسن سلوک لازم ہے اسی طرح ان پر ماں باپ کے اخراجات ومصارف بھی لازم ہیں اور اگر ماں باپ پر حج فرض ہو اور وہ بغیر حج کیے وفات پا جائے تو اس کی طرف سے حج بھی کرلے۔

(فتح الباری : ۸۶۳/۱۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۸۲/۹۔ تحفة الأحوذی : ۸۰۴/۳۔ روضة المتقین : ۲۷۵/۳)

معذور والدین کی طرف سے حج

۱۲۸۰. وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : إِنَّ أَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ، وَلَا الْعُمْرَةَ، وَلَا الظَّعَنَ ؟ قَالَ : "حُجَّ عَنْ أَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ !

(۱۲۸۰) حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے والد بہت بوڑھے ہیں اور فریضہ حج ادا کرنے یا عمرہ کرنے کے قابل نہیں ہیں اور نہ وہ سواری پر سفر کر سکتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والد کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۲۸۰): سنن ابی داؤد، کتاب المناسك، باب الرجال یحج عن غیره .

راوی حدیث: حضرت لقیط بن صبرہ ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ بنومنتفق کے وفد کے ساتھ آئے اور اسلام قبول کیا۔ ان کو لقیط بن عامر کے نام سے بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ امام ترمذی اور اکثر اہل حدیث نے کہا کہ ابن صبرہ ہی ابن عامر ہیں۔

(الاصابة في تمييز الصحابة)

شرح حدیث: اولاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندگی میں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کی ضروریات کی کفالت کرے نیز اولاد پر یہ بھی لازم ہے کہ والدین کے مرنے کے بعد ان اعمال حسنہ کی تکمیل کرے جو ان سے رہ گئے ہیں، اور ان کی طرف سے حج اور عمرہ کرے۔ (تحفة الاحوذی : ۸۰۹/۳)

نابالغ بچوں کا حج

۱۲۸۱. وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : "حُجَّ بِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ!

(۱۲۸۱) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سات سال کی عمر میں رسول اللہ

ﷺ کے ساتھ حج کرایا گیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۲۸۱): صحيح البخاري، كتاب الحج، باب حج الصبيان .

کلمات حدیث: حج بی : مجھے حج کرایا گیا۔ حج حجا (باب نصر) حج کرنا۔ حج : ماضی مجہول صیغہ واحد غائب۔ اسے حج کرایا گیا۔

شرح حدیث: اولاد کی دینی تربیت اور دین کی تعلیم والدین کے فرائض میں سے ہے، جس طرح والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچپن ہی سے بچوں کو نماز کی تعلیم دیں اور انہیں نماز پڑھنے کی تاکید کریں اسی طرح مناسک حج کی تعلیم بھی دیں اور اگر استطاعت رکھتے ہوں تو بچوں کو حج اور عمرہ کرائیں تاکہ وہ بچپن ہی سے اس روحانی فضا سے مانوس ہو جائیں اور مناسکِ حج کی تربیت ہو جائے۔ بلوغ سے قبل بچوں کے تمام اعمال نفلی اعمال ہوتے ہیں، اس لیے بچے اگر حج یا عمرہ کریں تو وہ نفلی حج یا عمرہ ہوگا اور اگر وہ بالغ ہو کر صاحبِ استطاعت ہو تو پھر اپنا فرض حج ادا کرے گا۔ (فتح الباري : ۱/۹۹۳۔ تحفة الأحوذي : ۳/۸۰۲)

بچوں کے حج کا ثواب والدین کو ملے گا

۱۲۸۲ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ : "مَنِ الْقَوْمُ؟" قَالُوْا: " اَلْمُسْلِمُوْنَ قَالُوْا: مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ "رَسُوْلُ اللّٰهِ" فَرَفَعَت امْرَاَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ: اَلِهٰذا حَجٌّ؟ قَالَ: "نعم ولک اجر" رواهُ مُسْلِمٌ !

(۱۲۸۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ روحاء کے مقام پر نبی کریم ﷺ کی ملاقات ایک قافلے سے ہوئی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں پھر ان لوگوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا رسول۔ یہ سن کر ایک عورت نے اپنا بچہ اوپر بلند کیا اور بولی کہ کیا اس کا حج صحیح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اور تیرے لیے اجر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۲۸۲): صحيح مسلم، كتاب الحج، باب صحة حج الصبي .

کلمات حدیث: الروحاء : ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر مکہ کے راستے میں واقع ہے۔

شرح حدیث: والدین اپنے چھوٹے بچے کو حج اور عمرہ کرا سکتے ہیں، بچوں کا بچپن میں کیا ہوا حج اور عمرہ نفلی ہوگا اور والدین کو اس کا اجر وثواب ملے گا۔ بچوں کی نیکیوں کا والدین کو اجر وثواب ملتا ہے جیسے بچہ نماز پڑھیں یا تلاوتِ قرآن کریں یا کوئی اور عمل صالح کریں تو والدین کو اس عمل صالح کا اجر ملے گا لیکن اگر بچہ کوئی گناہ کرے تو اس کی سزا والدین کو نہیں ملے گی۔ البتہ والدین نے اولاد کی تربیت میں کوتاہی پر باز پرس ہوگی۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۹/۸٤۔ تحفة الأحوذي : ۳/۸۰۰)

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کے پاس صرف ایک ہی سواری تھی

۱۲۸۳۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰی رَحْلٍ وَّکَانَتْ زَامِلَتَہٗ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ!

(۱۲۸۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کجاوہ پر حج کیا اور یہی آپ ﷺ کی سواری تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۲۸۳): صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الحج علی الرحل.

کلمات حدیث: الرحل : کجاوہ، رحل چمڑے کا بنا ہوا ہوتا ہے اور اس میں لکڑی نہیں ہوتی۔ زاملہ : وہ اونٹنی جس پر سامان لادا جائے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ حج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کے پاس ایک ہی اونٹ تھا جس پر آپ ﷺ خود سوار تھے اور آپ کے کجاوہ کے نیچے جس پر آپ ﷺ تشریف رکھتے تھے آپ کے کھانے پینے کا سامان بندھا ہوا تھا۔ یعنی سامان سفر لے جانے کے لیے آپ ﷺ کے پاس علیحدہ اونٹ نہیں تھا۔ (فتح الباري : ۱/ ۸۲٤)

سفر حج میں بقدرِ ضرورت تجارت کر سکتے ہیں

۱۲۸۴۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ : کَانَتْ عُکَاظُ، وَمَجِنَّۃُ وَذُوالْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَتَاَثَّمُوْا اَنْ یَّتَّجِرُوْا فِی الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ " لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ (فِیْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ . رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ!

(۱۲۸۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ عکاظ مجنہ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت کے بازار تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زمانہ حج میں ان بازاروں میں خرید وفروخت کو گناہ خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ ﴾

"تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو" یعنی موسم حج میں۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۲۸۴): صحیح البخاری، کتاب الحج، باب التجارۃ أیام الموسم.

کلمات حدیث: فتأثموا : گناہ خیال کیا، گناہ ہونے کا اندیشہ ہوا۔ أثم اثما (باب سمع) گناہ ہونا۔ اثم : گناہ جمع آثام۔ تأثم تأثما (باب تفعل) گناہ سمجھنا۔

شرح حدیث: اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں ایام حج میں مکہ مکرمہ میں تین میلے لگتے تھے جن میں کاروبار بھی ہوتا تھا اور شعر و

شاعری کی مجلسیں بھی لگتی تھیں اور کھیل کود کی محفلیں بھی منعقد ہوتی تھیں ۔ اسلام کے بعد صحابہ کرام نے خیال کیا کہ زمانہ حج میں ان بازاروں میں جا کر خرید وفروخت کرنا کہیں اس ممانعت میں داخل نہ ہو جو قرآن نے بیان فرمائی ہے کہ:

﴿ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي ٱلْحَجِّ ﴾

''حج میں بری بات فسق اور جھگڑا نہ کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں وضاحت فرما کر اس شبہ کو دور کر دیا اور خرید وفروخت کرنا اور تجارت میں حصہ لینا حج اور عمرے کے منافی نہیں ہے ۔ لیکن بہرحال یہ بیان جواز ہے اس لیے کہ اگر کوئی ایام حج میں زیادہ سے زیادہ عبادت و بندگی میں مشغول رہے اور ذکر وفکر میں لگا رہے اور نیت حسنہ اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی یاد میں مصروف رہے تو وہ زیادہ بہتر ہے۔

(فتح الباري : ۹۵۲/۱ . روضة المتقين : ۲۸۹/۳ ـ دليل الفالحين : ۷۷/٤)

سیرۃ اور سوانح پر دار الاشاعت کراچی کی مطبوعہ مستند کتب

سیرۃ حلبیہ اردو اعلیٰ ۶ جلد (کمپیوٹر)	سیرۃ النبیؐ پر نہایت مفصل و مستند تصنیف	امام برہان الدین حلبیؒ
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۷ حصص در ۲ جلد	اپنے موضوع پر ایک شاندار علمی تصنیف مستشرقین کے جوابات کے ہمراہ	علامہ شبلی نعمانیؒ / سید سلیمان ندویؒ
رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ۲ حصے یکجا (کمپیوٹر)	عشق میں سرشار ہو کر لکھی جانے والی مستند کتاب	قاضی محمد سلیمان منصور پوری
محسن انسانیت اور انسانی حقوق	خطبہ حجۃ الوداع سے استشہاد اور مستشرقین کے اعتراضات کے جواب	ڈاکٹر حافظ محمد ثانی
رسول اکرم کی سیاسی زندگی	دعوت و تبلیغ سے سرشار حضورؐ کی سیاست اور عملی تعلیم	ڈاکٹر محمد حمید اللہ
شمائل ترمذی	حضور اقدسؐ کے شمائل و عادات مبارکہ کی تفصیل پر مستند کتاب	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین	اس عہد کی برگزیدہ خواتین کے حالات و کارناموں پر مشتمل	احمد خلیل جمعہ
دور تابعین کی نامور خواتین	تابعین کے دور کی خواتین	
جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین	ان خواتین کا تذکرہ جنہوں نے حضورؐ کی زبان مبارک سے خوشخبری پائی	
ازواج مطہرات	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مستند مجموعہ	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری
ازواج الانبیاء	انبیاء علیہم السلام کی ازواج کے حالات پر پہلی کتاب	احمد خلیل جمعہ
ازواج صحابہ کرام	صحابہ کرامؓ کی ازواج کے حالات و کارنامے	عبدالعزیز الشناوی
اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	ہر شعبۂ زندگی میں آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ آسان زبان میں	ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ
اسوۂ صحابہ ۲ جلد کامل یکجا	حضور اکرمؐ سے تعلیم یافتہ حضرات صحابہ کرام کا اسوہ	شاہ معین الدین ندوی
اسوۂ صحابیات مع سیر الصحابیات	صحابیات کے حالات اور اسوہ پر ایک شاندار علمی کتاب	
حیاۃ الصحابہ ۳ جلد کامل	صحابہ کرامؓ کی زندگی کے مستند حالات، مطالعہ کے لئے راہ نما کتاب	مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ
طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات طب پر مبنی کتاب	امام ابن قیمؒ
الفاروق	حضرت عمر فاروقؓ کے حالات اور کارناموں پر محققانہ کتاب	علامہ شبلی نعمانی
حضرت عثمان ذوالنورین	حضرت عثمانؓ	معراج الحق عثمانی

اسلامی تاریخ پر چند جدید کتب

طبقات ابن سعد	اسلامی تاریخ کا مستند اور بنیادی ماخذ	علامہ ابو عبداللہ محمد بن سعد البصری
تاریخ ابن خلدون	مع مقدمہ	علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون
تاریخ ابن کثیر	اردو ترجمہ النہایۃ البدایۃ	حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل ابن کثیر
تاریخ اسلام		مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی
تاریخ ملت	[illegible]	[illegible]
تاریخ طبری	اردو ترجمہ تاریخ الامم والملوک	علامہ ابی جعفر محمد بن جریر طبریؒ
سیر الصحابہؓ	انبیاء کرام کے بعد دنیا کے مقدس ترین انسانوں کی سرگزشت حیات	الحاج مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم

دار الاشاعت ❁ اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان ۰۲۱۔۲۶۳۱۸۶۱ مستند اسلامی و علمی کتب کا مرکز

دارالاشاعت کی مطبوعہ فقہی کتب ایک نظر میں

خواتین کے مسائل اور انکا حل ۲ جلد — جمع و ترتیب مفتی ثناء اللہ محمود فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

فتاوی رشیدیہ مبوّب — حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ

کتاب الکفالۃ والنفقات — مولانا عمران الحق کلیانوی

تسہیل الضروری لمسائل القدوری — مولانا محمد عاشق الٰہی البرنیؒ

بہشتی زیور مُدلل مکمل — حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح

فتاوی رحیمیہ اردو ۱۰ حصے — مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری

فتاوی رحیمیہ انگریزی ۳ حصے — ״ ״ ״ ״

فتاوی عالمگیری اردو ۱۰ جلد مع پیش لفظ مولانا محمد تقی عثمانی — اورنگ زیب عالمگیر

فتاوی دارالعلوم دیوبند ۱۲ حصے ۱۰ جلد — مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب

فتاوی دارالعلوم دیوبند ۲ جلد کامل — مولانا مفتی محمد شفیع رح

اسلام کا نظام اراضی — ״ ״ ״

مسائل معارف القرآن (تفسیر معارف القرآن میں کردہ قرآنی احکام) ״ ״ ״

انسانی اعضا کی پیوندکاری — ״ ״ ״

پراویڈنٹ فنڈ — ״ ״ ״

خواتین کے لیے شرعی احکام — اہلیہ ظریف احمد تھانوی رح

بیمہ زندگی — مولانا مفتی محمد شفیع رح

رفیق سفر سفر کے آداب و احکام ״ ״ ״

اسلامی قانون نکاح، طلاق، وراثت — فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی

علم الفقہ — مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رح

نماز کے آداب و احکام — انشاء اللہ خان مرحوم

قانون وراثت — مولانا مفتی رشید احمد صاحب

داڑھی کی شرعی حیثیت — حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

الصبح النوری شرح قدوری اعلیٰ — مولانا محمد حنیف گنگوہی

دین کی باتیں یعنی مسائل بہشتی زیور — مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح

ہمارے عائلی مسائل — مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

تاریخ فقہ اسلامی — شیخ محمد خضری

معدن الحقائق شرح کنز الدقائق — مولانا محمد حنیف گنگوہی

احکام اسلام عقل کی نظر میں — مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح

حیلہ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح ״ ״ ״

تفاسیر و علوم قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

دارالاشاعت کی مطبوعہ مستند کتب

تفاسیر و علوم قرآنی

تفسیر عثمانی بطرز تفسیر مع عنوانات جدید کتابت ۲ جلد ــــــ علامہ شبیر احمد عثمانی / اضافہ عنوانات جناب محمود الحسن رازی
تفسیر مظہری اردو ــــــ ۱۲ جلدیں ــــــ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
قصص القرآن ــــــ ۴ حصے در ۲ جلد کامل ــــــ مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
تاریخ ارض القرآن ــــــ علامہ سید سلیمان ندوی
قرآن اور ماحولیات ــــــ انجینئر شفیع حیدر دانش
قرآن سائنس اور تہذیب و تمدن ــــــ ڈاکٹر حقانی میاں قادری
لغات القرآن ــــــ مولانا عبدالرشید نعمانی
قاموس القرآن ــــــ قاضی زین العابدین
قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی انگریزی) ــــــ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی
ملک البیان فی مناقب القرآن (عربی انگریزی) ــــــ حسان چینزن
امثال قرآنی ــــــ مولانا اشرف علی تھانوی
قرآن کی باتیں ــــــ مولانا احمد سعید صاحب

حدیث

تفہیم البخاری مع ترجمہ و شرح اردو ۳ جلد ــــــ مولانا ظہور الباری اعظمی فاضل دیوبند
تفہیم المسلم ۳ جلد ــــــ مولانا زکریا اقبال، فاضل دارالعلوم کراچی
جامع ترمذی ۲ جلد ــــــ مولانا فضل احمد صاحب
سنن ابوداؤد شریف ۳ جلد ــــــ مولانا سرور احمد صاحب، مولانا خورشید عالم قاسمی صاحب فاضل دیوبند
سنن نسائی ۳ جلد ــــــ مولانا فضل احمد صاحب
معارف الحدیث ترجمہ و شرح ۴ جلد، ۷ حصے کامل ــــــ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب
مشکوٰۃ شریف مترجم مع عنوانات ۳ جلد ــــــ مولانا عابد الرحمن کاندھلوی / مولانا عبداللہ جاوید
ریاض الصالحین مترجم ۲ جلد ــــــ مولانا شمس الرحمن نعمانی مظاہری
الادب المفرد کامل مع ترجمہ و شرح ــــــ از امام بخاری
مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف ۵ جلد کامل اعلیٰ ــــــ مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری فاضل دیوبند
تقریر بخاری شریف ــــــ ۳ حصے کامل ــــــ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
تجرید بخاری شریف ــــــ ایک جلد ــــــ علامہ حسین بن مبارک زبیدی
تنظیم الاشتات ــــــ شرح مشکوٰۃ اردو ــــــ مولانا ابوالحسن صاحب
شرح اربعین نووی ــــــ ترجمہ و شرح ــــــ مولانا مفتی عاشق الٰہی البرنی
قصص الحدیث ــــــ مولانا محمد زکریا اقبال، فاضل دارالعلوم کراچی

ناشر: دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ۱ پاکستان، فون و فیکس (۰۲۱) ۲۶۳۱۸۶۱
نور محمد اسلامی قرآن پاک
دیگر اداروں کی کتب دستیاب ہیں، بیرون ملک بھیجنے کا انتظام ہے / فہرست کتب مفت ڈاک سے طلب فرمائیں

صدر وفاق المدارس
حضرت مولانا **سلیم اللہ خان** صاحب مدظلہم
کی تقریظ کے ساتھ

سلیس اردو ترجمہ، تفصیلی عنوانات، حل لغات، تخریج، شرح حدیث اور جامع اسلوب

طریق السالکین

امام نووی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کی سلیس و جامع اردو شرح

مؤلف: امام ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی ۶۳۱ - ۶۷۶

مترجم و شارح: مولانا ڈاکٹر **ساجد الرحمٰن** صدیقی مدظلہم رئیس تخصص فی الدعوۃ جامعہ دار العلوم کراچی

ابن مولانا **محمد اشفاق الرحمٰن** رحمہ اللہ شارح مؤطا امام مالک

مقدمہ: **مفتی احسان اللہ شائق** معین مفتی دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی

دار الاشاعت
اردو بازار ۰ کراچی

طریق السالکین

امام نوویؒ کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کی سلیس و جامع اردو شرح

صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کی تقریظ کے ساتھ

سلیس اُردو ترجمہ، شرح حدیث تفصیلی عنوانات، حل لُغات، تخریج اور جامع اسلوب

طریق السالکین

امام نووی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کی سلیس و جامع اردو شرح

جلد سوئم

مؤلف : امام ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی ۶۳۱ - ۶۷۶

مترجم و شارح : مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی مدظلہم رئیس تخصص فی الدعوۃ جامعہ دار العلوم کراچی

ابن مولانا محمد اشفاق الرحمٰن رحمہ اللہ شارح موطا امام مالک

مقدمہ : مُفتی احسان اللہ شائق معین مفتی دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی

دار الاشاعت

اُردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

اردو ترجمہ و شرح اور کمپیوٹر کتابت کے جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : جنوری ۲۰۰۸ء علمی گرافکس
ضخامت : 680 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿.......... ملنے کے پتے ....﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست

کتاب الجہاد

البَابُ (٢٣٤)

فضیلت جہاد

مشرکین سے قتال کرو

۲۸۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَقَٰتِلُوا۟ ٱلْمُشْرِكِينَ كَآفَّةً كَمَا يُقَٰتِلُونَكُمْ كَآفَّةً وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلْمُتَّقِينَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

''تم تمام مشرکین سے قتال کرو، جس طرح وہ تم سے پورے (اکھٹے) لڑتے ہیں اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے۔''

(التوبۃ:٣٦)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں مشرکین سے قتال اور جنگ کا حکم ہے کہ مسلمان مجتمع ہو کر اور اپنی قوتوں کو یکجا کر کے ان سے قتال کریں جیسا کہ خود ان سے اپنی قوتیں مجتمع ہو کر برسرِ پیکار ہیں اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کے ساتھ ہے۔

جہاد کی فرضیت

۲۸۹. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُوا۟ شَيْـًٔا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰٓ أَن تُحِبُّوا۟ شَيْـًٔا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''تم پر قتال فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی شئے کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی شئے کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔'' (البقرۃ:٢١٦)

تفسیری نکات: اس دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ جہاد ایک پر مشقت کام اور ایک گراں فریضہ ہے کیونکہ یہ اہل وعیال کو چھوڑ کر جانا، مال خرچ کرنا، زخمی ہونا اور جان کی قربانی پر مشتمل ہے، لیکن جہاد کے فوائد اور اس کے دور میں مفید نتائج بے شمار اور بکثرت ہیں۔ اس میں غلبہ اور کامیابی ہے، اس میں فتح ونصرت ہے، اس میں غنیمت اور اجر ہے اور اس میں شہادت ہے جو زندگی سے بڑھ کر ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہاد کی فرضیت اور فوائد اور جہاد پر کاربند رہنے کے ملی زندگی میں ظاہر ہونے والے مفید نتائج سے انکار ممکن نہیں اور

ترکِ جہاد کے مفاسد اور اس کی خرابیاں بھی بالکل واضح اور نمایاں ہیں۔ اندلس کے مسلمانوں کا جو انجام ہوا وہ ترکِ جہاد اور عیش وطرب کی زندگی اختیار کرنے کا طبعی اور منطقی انجام تھا۔ (تفسیر القرطبي)

ہر حال میں اللہ کے راستہ میں نکلو

۲۹۰. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''تم اللہ کی راہ میں نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔'' (التوبۃ: ۴۱)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں ارشاد ہے کہ جس حال میں بھی ہو جہاد کے لیے نکلو، سامانِ جہاد ہو یا نہ ہو جس طرح بھی ہو جہاد کے لیے نکلو اور اللہ کے راستے میں جان ومال سے جہاد کرو۔

غزوۂ تبوک کا پس منظر

جہاد کا یہ عمومی حکم غزوۂ تبوک کے پس منظر میں نازل ہوا۔ فتح مکہ اور غزوۂ حنین کے بعد ۹ھ میں نبی کریم ﷺ کو علم ہوا کہ شام کا نصرانی بادشاہ (ملک غسان) قیصر روم کی مدد سے مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مناسب خیال کیا کہ خود مدینہ منورہ سے نکل کر اور شام کی سرحدوں پر پہنچ کر دشمن کا مقابلہ کریں اور آپ نے اس کے لے تمام مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیدیا۔ گرمی سخت تھی، قحط سالی کا زمانہ تھا، کھجور کی فصل پک رہی تھی اور درختوں کا سایہ خوشگوار تھا اور مسافت بعید تھی اور ملک غسان اور قیصر روم کی باقاعدہ اور سروسامان سے آراستہ کثیر فوج کا مقابلہ کوئی آسان کام نہ تھا، مخلصین مومنین کے سوا کسی کا حوصلہ نہ ہوا کہ جان کی بازی لگائے، منافقین جھوٹے بہانے کرنے لگے اور کچھ مسلمانوں کو بھی سستی اور کم ہمتی نے آلیا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ تیس ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہو گئے اور مقامِ تبوک میں ڈیرہ ڈال دیا رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم کو خط لکھا اور اسے دعوتِ اسلام دی، صداقتِ اسلام اس کے دل میں گھر کر گئی مگر اپنی قوم کی وجہ سے اعلانِ اسلام سے باز رہا، مگر بہرحال اس نے شام کے ملک غسان کی حمایت سے دست کشی اختیار کر لی۔ ان لوگوں نے بھی اطاعت تو کی مگر اسلام قبول نہ کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں تمام ملک شام فتح ہوا۔

(معارف القرآن۔ تفسیر عثماني)

جان ومال کا سودا

۲۹۱. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ نے خرید لیے ہیں مؤمنین سے ان کی جانیں اوران کے مال، کہ ان کے لیے جنت ہے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں، یہ وعدہ ہے سچا تورات میں انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟ سو تم اپنے اس سودے پر جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے خوش ہو جاؤ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (التوبۃ: ۱۱۱)

تفسیری نکات: اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے ان کے جان و مال خرید لیے ہیں کہ اس کے بدلے ان کے لیے جنت ہے اس سے زیادہ عظیم الشان کامیابی اور اس سے زیادہ منافع بخش تجارت اور کیا ہوگی کہ ہماری حقیر سی جانوں اور فانی مال کا اللہ تعالیٰ خریدار بن گیا، حالانکہ یہ جان اور یہ مال اسی کے دیئے ہوئے ہیں۔ ہماری جان و مال جو فی الحقیقت اسی کی مخلوق اور مملوک ہے محض ادنیٰ ملابست سے ہماری طرف نسبت کر کے مبیع قرار دیا جو عقدِ بیع میں خود مقصود بالذات ہوتی ہے اور جنت کے اعلیٰ ترین مقام کو اس کا ثمن قرار دیا۔ وہ جنت جس میں ایسی نعمتیں ہوں گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے ان کا ذکر سنا اور نہ کسی دل میں ان کا خیال تک گزرا۔ پھر یہ نہیں کہ جان و مال خرید لیے تو فوراً ہمارے قبضے سے نکال لیے جائیں بلکہ مطلوب صرف یہ ہے کہ جب موقعہ آئے تو جان و مال پیش کرنے کے لیے تیار رہیں پھر اس کی راہ میں کام آ جائیں یا غازی بن کر پلٹ جائیں دونوں صورتوں میں عقدِ بیع پورا ہو گیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر عثمانی)

۲۹۲۔ وَقَالَ تَعَالَىٰ:

﴿ لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٩٥﴾ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٩٦﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''برابر نہیں بیٹھے رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے بیٹھے رہنے والوں پر درجہ ہیں اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے بھلائی کا اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں جو کہ درجے ہیں اللہ کی طرف سے بخشش ہے اور مہربانی اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔'' (النساء: ۹۵، ۹۶)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ جو لوگ بغیر معذوری کے جہاد میں شریک نہیں ہوتے وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو غیر مجاہدین پر درجہ میں فضیلت اور برتری دی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اللہ دونوں فریق مجاہدین اور غیر مجاہدین سے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہوا ہے جنت اور مغفرت دونوں کو حاصل ہوگی البتہ

درجات میں فرق ہوگا۔ (معارف القرآن۔ تفسیر عثمانی)

****

جہنم کے عذاب سے بچانے والی تجارت

۲۹۳۔ وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَٰرَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿١٠﴾ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُجَٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ بِأَمْوَٰلِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ وَمَسَٰكِنَ طَيِّبَةً فِى جَنَّٰتِ عَدْنٍ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٢﴾ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”اے ایمان والو! میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک عذاب دردناک سے، ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے، یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو، بخشے گا وہ تمہارے گناہ اور داخل کرے گا تم کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں اور ستھرے گھروں میں بسنے کے باغوں کے اندر یہ ہے کہ بڑی مراد ملنی۔ ایک اور چیز جس کو تم چاہتے ہو مدد اللہ کی طرف سے اور فتح قریب اور خوشی سنا دے ایمان والوں کو۔“ (الصف: ۱۰)

تفسیری نکات: چھٹی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتلاؤں جس کے ذریعہ تم دردناک عذاب سے نجات حاصل کرلو، یہ تجارت اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور اللہ کے راستہ میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد اور یہ ایسی تجارت ہے جس میں کوئی خسارہ نہیں ہے اور کوئی تجارت اس سے بہتر اور اس سے زیادہ منافع بخش نہیں ہے کہ جان و مال کے بدلے عذاب الیم سے نجات کامل اور مغفرت اور دائمی اور ابدی جنت کی نعمتیں مل جائیں، ظاہر ہے اس سے بڑی کامیابی اور کامرانی کیا ہوسکتی ہے۔

(تفسیر عثمانی)

وَالْاٰيَاتُ فِی الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَشْهُوْرَةٌ وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فِیْ فَضْلِ الْجِهَادِ فَاَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصٰى فَمِنْ ذٰلِكَ !

جہاد کی فضیلت کے بارے میں احادیث تو شمار سے باہر ہیں، ان میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

****

جہاد اسلام کے افضل ترین اعمال میں سے ہے

۱۲۸۵۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ ! "اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ!" قِيْلَ : ثُمَّ مَاذَا؟ قال : الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ : "حَجٌّ مَبْرُوْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۲۸۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پوچھا گیا کہ پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، پوچھا گیا کہ پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حج مبرور۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۸۵): صحيح البخارى، كتاب الايمان، باب من قال ان الايمان هو العمل. صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب كون الايمان بالله تعالىٰ افضل الأعمال .

شرح حدیث: امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایمان افضل اعمال اس لیے ہے کہ وہ ہر عمل پر مقدم اور عمل کے صحیح ہونے کی شرط ہے کہ بغیر ایمان کوئی عمل مقبول نہیں ہے اور اللہ کے راستے میں جہاد کا درجہ اور اس کا مرتبہ ایمان کے بعد ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے (حدیث ۱۲۷۴) میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين : ٣/ ٢٨٤ـ دليل الفالحين : ٤/ ٨٢)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد محبوب ترین عمل ہے

١٢٨٦ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالىٰ؟ قَالَ: "الصَّلٰوةُ عَلىٰ وَقْتِهَا قُلْتُ : ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ بِرُّالْوَالِدَيْنِ. قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۲۸٦) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کون سا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وقت پر نماز ادا کرنا، میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۸٦): صحيح البخارى، كتاب الجهاد، باب فضل الجهاد. صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب كون الايمان بالله تعالىٰ افضل الاعمال .

شرح حدیث: امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث مبارک میں تین اعمال کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس اختصاص کی وجہ یہ ہے کہ نماز اسلام میں اہم ترین عمل ہے اور یہ بندے کے اللہ سے تعلق کا اظہار اور کمال بندگی ہے۔ جو اتنی عبادت کو بھی ترک کر دے وہ دوسرے اعمال بھی ضائع کر دے گا انسانوں کے حقوق میں سب سے زیادہ اور سب سے اہم حقوق والدین کے اپنی اولاد پر ہیں، جو شخص اپنے والدین کے حقوق ادا نہ کر سکے اس سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کے حق ادا کرے گا اور جس نے کفار اور دشمنان اسلام کو ترک کر دیا وہ دین کی خاطر کسی اور مشقت و تکلیف کو بھی برداشت نہیں کرے گا۔ یہ حدیث اس سے پہلے (۳۱۵) گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين : ٣/ ٢٨٤ـ دليل الفالحين : ٤/ ٨٢ـ نزهة المتقين : ٢/ ٢٢٢)

ایمان کے بعد جہاد افضل عمل ہے

۱۲۸۷ . وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَالْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِہٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ !

(۱۲۸۷) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان باللہ اور اللہ کے راستے میں جہاد ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۸۷): صحیح البخاری، کتاب العتق، باب اي الرقاب افضل . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان افضل الاعمال .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ ہر شخص کے حالات کے مطابق اور اس کی تربیت کے مقاصد کے پیش نظر جواب ارشاد فرماتے ۔ بعض اوقات آپ ﷺ ایمان باللہ کی اہمیت بیان کرنے کے لیے ایمان باللہ کو پہلے ذکر فرماتے اور کبھی پہلے جہاد کو بیان فرماتے ہیں اور کبھی بر والدین کو ترجیح دیتے تھے ۔ (فتح الباري : ۱/ ۳٤ . شرح صحیح مسلم للنووي : ۲/ ٦۸)

اللہ کی راہ میں ایک صبح یا شام دنیا مافیہا سے بہتر ہے

۱۲۸۸ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَغَدْوَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْرَوْحَۃٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۱۲۸۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام گزارنا دنیا اور دنیا کی تمام دولت سے بہتر ہے ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۸۸): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الغدوۃ و الروحة في سبیل اللہ . صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فضل الغدوۃ و الروحة في سبیل اللہ .

شرح حدیث: اللہ کے راستے میں ایک صبح نکلنا یا ایک شام نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے کیونکہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور آخرت کو دوام اور بقا حاصل ہے اور باقی رہنے والی فانی چیز سے بہتر ہے اور دائمی نعمت زائل ہونے والی نعمت سے افضل ہے ۔

جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا

۱۲۸۹ . وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : اَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "مُؤْمِنٌ یُجَاھِدُ بِنَفْسِہٖ وَمَا لِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" قَالَ : ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : "ثُمَّ مُؤْمِنٌ فِیْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ اللّٰہَ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ !

(۱۲۸۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اوراس نے عرض کیا کہ کون سا آدمی افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن جو اپنی جان سے اور اپنے مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرے، اس نے کہا کہ پھر؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ مؤمن جو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رہنے دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۸۹): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب افضل الناس مؤمن یجاهد بنفسه و ماله في سبیل الله . صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فضل الجهاد و الرباط .

شرح حدیث: جب فتنے عام ہو جائیں اور دین پر عمل دشوار ہو جائے تو عزلت نشینی اختیار کر کے اللہ کی عبادت میں ہمہ وقت مصروف ہو جانے والا اللہ کا بندہ مؤمن افضل ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے (حدیث ۵۹۸) گزر چکی ہے۔

(روضة المتقین : ۳/۲۸٦۔ دلیل الفالحین : ٤/٨٤)

جنت میں ایک کوڑے کی مقدار جگہ مل جانا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے

۱۲۹۰۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَالرَّوْحَةُ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوِالْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۲۹۰) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر پہرہ دینا، دنیا اور دنیا کی ساری نعمتوں سے بہتر ہے اور جنت میں اتنی جگہ جس میں تم میں سے کسی کا کوڑا رکھا جائے دنیا اور دنیا کی ساری نعمتوں سے بہتر ہے اور وہ ایک شام یا وہ ایک صبح جس میں اللہ کا بندہ اللہ کے راستے میں چلے دنیا اور دنیا کی ساری نعمتوں سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۹۰): صحیح البخاری، باب فضل رباط یوم في سبیل الله . صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فضل الغدوة و الروحة .

کلمات حدیث: رباط : رباط کے معنی ہیں دشمن کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے کے لئے اور اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لیے، سرحدی علاقے میں مورچہ بند ہو کر بیٹھنا۔

شرح حدیث: رباط کے معنی ہر نوع کی جنگی تیاری کے ہیں یعنی ہر وہ تیاری اور استعداد جو دشمن سے مقابلے اور دار الاسلام کی حفاظت کے لیے کی جائے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا ٱسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ ٱلْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِۦ عَدُوَّ ٱللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ ﴾

''اور تیاری کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں پر۔'' (الانفال: ٦٠)

یعنی مسلمانوں پر فرض ہے کہ جہاں تک قدرت ہو سامانِ جہاد فراہم کریں اور جہاد کی تیاری کریں اور ہر حال میں تیار رہیں اور آلاتِ حرب وضرب تیار رکھیں اور فنونِ حرب سے واقفیت رکھیں اور زمانے کی ترقی کے ساتھ ساتھ جنگی حکمتِ عملی میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں سے آگاہی حاصل کریں۔ مگر یہ بات ہر وقت پیش نظر رہے کہ ساری جنگی تیاریاں اور تمام سامانِ جنگ اسبابِ ظاہری ہیں جن کا مقصود دشمن پر رعب بٹھانا ہے تا کہ دشمن مسلمانوں کو بے سروسامان سمجھ کر ان پر حملہ آور نہ ہو اور جہاں تک فتح ونصرت کا تعلق ہے وہ تو صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

غرض ایمان ویقین کے ساتھ ایک دن اللہ کے راستے میں جہاد میں لگا دینا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے اور پھر آخرت میں اس کا صلہ جنت ہے اور جنت کا یہ حال ہے کہ اس کی اتنی زمین جس میں مجاہد فی سبیل اللہ کا کوڑا رکھا جا سکے ساری دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے افضل ہے۔ سارا دن جہاد فی سبیل اللہ میں لگا دینے کی تو بات ہی کیا ہے، اگر بندۂ مومن ایک صبح یا ایک شام اللہ کے راستے میں جہاد میں لگا دے تو یہ صبح یا شام بھی دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے افضل ہے۔

(فتح الباري : ١٤٦/١ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ٣٤/١٣ ـ ارشاد الساري : ٢٨٨/٦)

اسلامی سرحد پر ایک دن کا پہرہ دنیا ومافیہا سے افضل ہے

١٢٩١ . وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهِ، وَاِنْ مَاتَ فِيْهِ أُجْرِيَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِىْ كَانَ يَعْمَلُ وَاُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ، وَاَمِنَ الْفَتَّانَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(١٢٩١) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شب وروز اللہ کی راہ میں سرحد پر پہرہ دینا ایک ماہ کے روزوں اور اس کی راتوں میں قیام سے افضل ہے اور اگر اس کو اسی راستے میں موت آ گئی تو اس کے عمل کو جو وہ کر رہا تھا جاری کر دیا جائے گا اور اس کا رزق جاری کر دیا جائے گا اور اسے فتنہ قبر سے محفوظ کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١٢٩١): صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل الرباط فى سبيل الله .

کلماتِ حدیث: امن الفتان : یعنی قبر کے سوال اور فرشتوں کی آزمائش سے محفوظ ہو جائے گا۔

شرحِ حدیث: اللہ کے راستے میں جہاد میں مصروف بندہ مؤمن یا وہ صاحب ایمان جو سرحد پر دفاع اسلام کے لیے بیٹھا ہو اور اس کی اس حال میں طبعی موت آ جائے تو جو اعمالِ صالحہ وہ دنیا میں کرتا رہا ہے جاری کر دیے جائیں گے اور قیامت تک اس کے نامہ اعمال

میں لکھے جاتے رہیں گے اور شہداء کی طرح اسے بھی جنت میں رزق ملتا رہے گا اور قبر میں آزمائش میں ڈالنے والے فرشتوں یعنی منکر نکیر کی آزمائش سے محفوظ ہو جائے گا یعنی اس کی اللہ کے راستے میں موت آجانے کو اس کے ایمان کا ثبوت قرار دے کر اسے منکر نکیر کے سوالوں سے بچالیا جائے گا اور وہ اس سے سوال کرنے قبر میں نہیں آئیں گے یا وہ اگر آئیں گے تو اسے ان کی آمد سے کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم (شرح صحیح مسلم للنووي : ۵۲/۱۳۔ روضة المتقین : ۲۸۸/۳)

****

پہرہ دیتے ہوئے مرنے والے کا ثواب قیامت تک جاری رہتا ہے

۱۲۹۲۔ وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهِ اِلَّا الْمُرَابِطَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يُنْمٰى لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيُؤَمَّنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ!

(۱۲۹۲) حضرت فضالة بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مرنے والے کے عمل کا اجر اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے، سوائے اللہ کے راستے میں سرحد پر پہرہ دینے والے کے کہ اس کا عمل قیامت کے دن تک بڑھتا رہتا ہے اور اسے قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۲۹۲): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فضل الرباط . الجامع للترمذي، ابواب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل المرابط .

راوی حدیث: حضرت فضالة بن عبید رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد اور بعد کے تمام غزوات میں شرکت کی، پچاس احادیث روایت فرمائیں، ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ (دلیل الفالحین : ۸۶/٤)

کلمات حدیث: یختم علی عمله : ہر مرنے والے کی موت کے ساتھ اس کا سلسلۂ عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے۔

شرح حدیث: موت سے انسان کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے کہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء ہے اور مرنے کے ساتھ ہی مرنے والے کی آخرت شروع ہو جاتی ہے۔

"من مات قامت قيامته ."

"جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔"

ایک حدیث میں ارشاد ہوا کہ انسان جب مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین اعمال کے کہ وہ مرنے کے بعد بھی جاری رہتے، صدقہ جاریہ، علم جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے اور نیک اولاد جو اس کے حق میں دعاء کرے۔

اس حدیث میں فرمایا کہ ہر مرنے والے کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے اس کے کہ جو اللہ کے راستے میں سرحد پر پہرہ دے رہا ہو کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہے گا، یعنی جملہ اعمال صالحہ جو اس نے اپنی زندگی میں کیے ہوں سب کا اجر و ثواب بڑھتا رہے گا اور وہ قبر کے فتنہ

سے محفوظ رہے گا۔ (تحفة الأحوذي : ٢٤١/٥ ـ روضة المتقين : ٢٨٨/٣)

سرحد ایک دن کا پہرہ دوسری جگہوں کے ہزار دن کے پہرہ سے افضل ہے

١٢٩٣ ۔ وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ !

(١٢٩٣) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر پہرہ دینا اس کے علاوہ دوسری جگہوں کے ہزار دن پہرہ دینے سے بہتر ہے۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(١٢٩٣): الجامع للترمذي، ابواب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل المرابط .

شرح حدیث: اللہ کا مؤمن بندہ جو ایک دن سرحدی چوکی پر اپنے آپ کو پابند کر کے بیٹھا رہا، اس کا یہ عمل دیگر اعمالِ جہاد سے ایک ہزار دن سے بہتر ہے۔ امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں وارد لفظ منازل سے مراد مقامات جہاد ہیں اور اس اعتبار سے سرحدی چوکی میں سرحدوں کی حفاظت کے لیے بیٹھنے والا خود معرکۂ جہاد میں شرکت کرنے والے سے افضل ہے، کیونکہ سرحد پر حفاظت کے لیے بیٹھے رہنے میں صبر اور حبسِ نفس زیادہ ہے اور قرآن کریم میں ہے:

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ ﴾

"صبر کرنے والوں کو بغیر حساب اجر دیا جائے گا۔" (تحفة الأحوذي : ٣٠٢/٥ ـ روضة المتقين : ٢٨٨/٣)

قیامت کے دن مجاہد کے خون کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی

١٢٩٤ ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهِ لَايُخْرِجُهُ إِلَّاجِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِيْ وَإِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَيَّ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ أُرْجِعَهُ إِلَى مَنْزِلِهِ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ ، أَوْغَنِيْمَةٍ ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَامِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّاجَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ كُلِمَ : لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ ، وَرِيْحُهُ رِيْحُ مِسْكٍ : وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ مَاقَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَبَدًا ، وَلٰكِنْ لَاأَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلَهُمْ وَلَايَجِدُوْنَ سَعَةً وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ : وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنْ أَغْزُوَ فَأُقْتَلَ ، ثُمَّ أَغْزُوَ فَأُقْتَلَ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهُ !

" اَلْکَلْمُ " " الجُرْحُ !

(۱۲۹۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی ذمہ داری لیتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح نکلے کہ میرے راستے میں جہاد کے سوا اس کی کوئی غرض اور میرے اوپر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے سوا اس کا کوئی داعی نہ ہو۔ میں اس بات کا ضامن ہوں کہ اسے جنت میں داخل کروں یا اس گھر کی طرف اسے اجر اور غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں جس سے وہ نکل کر گیا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے اللہ کی راہ میں جو زخم لگتا ہے تو قیامت کے دن مجاہد اس حالت میں آئے گا کہ گویا آج زخم لگا ہے اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی خوشبو جیسی ہوگی اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر مسلمان پر دشوار ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں کسی ایسے لشکر سے پیچھے نہ بیٹھے رہتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے روانہ ہوتا لیکن میں اس بات کی گنجائش نہیں پاتا کہ تمام لوگوں کے لیے سواری کا انتظام کروں اور خود ان کے پاس بھی اتنی وسعت نہیں ہے اور یہ بات ان پر دشوار ہے کہ میں چلا جاؤں اور وہ پیچھے رہیں اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں تو چاہتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں پھر جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں اور پھر جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں۔ (مسلم، بخاری نے اس حدیث کا کچھ حصہ روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۱۲۹۴): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، تمنى المجاهدان يرجع إلى الدنيا و تمنى الشهادة. صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب فضل الجهاد و الخروج في سبيل الله .

کلمات حدیث: تضمن الله : اللہ اپنے فضل و احسان سے اس کا کفیل بن جائے گا۔ ضامن : کفیل اور ذمہ دار۔ فاحملهم : ان کو جہاد کے لیے تیار کر دوں اور سواری مہیا کر دوں۔

شرح حدیث: اللہ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان کے ساتھ اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے تو اللہ تعالیٰ اس کے جنت میں داخل ہونے کے ضامن ہو جاتے ہیں یعنی اگر اسے شہادت نصیب ہوگئی تو اللہ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے ورنہ وہ غازی بن کر اجر و ثواب کے ساتھ اور مال غنیمت لے کر اپنے گھر واپس آ جائے گا۔

جس کو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے کوئی زخم لگا وہ روزِ قیامت اسی حال میں اٹھایا جائے گا اور اس کے خون سے مشک کی خوشبو اٹھ رہی ہوگی۔

فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ مسلمان دشواری میں پڑ جائیں گے تو میں اللہ کے راستے میں لڑنے والے ہر چھوٹے بڑے لشکر کے ساتھ جاتا لیکن نہ میں سب مسلمانوں کے لیے جہاد کی تیاری اور سواری کا انتظام کر سکتا ہوں اور نہ تمام مسلمان خود کر سکتے ہیں اور نہ وہ یہ پسند کریں گے کہ میں جہاد میں چلا جاؤں اور وہ پیچھے رہ جائیں۔ حالانکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ بار بار اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلوں اور بار بار شہید ہو جاؤں۔ (فتح الباري : ۲۵۸/۱ ۔ روضة المتقين : ۲۸۹/۳ ۔ دليل الفالحين : ۸۷/٤)

زخمی مجاہد اللہ کے دربار میں حاضر ہوگا تو اس کے زخم سے مشک کی طرح خوشبو مہک رہی ہوگی

۱۲۹۵. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَامِنْ مَكْلُوْمٍ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَلْمُهُ يَدْمِيْ : اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالرِّيْحُ رِيْحُ مِسْكٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۲۹۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں جہاد میں کوئی زخم کھایا ہوگا وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے زخموں سے خون ٹپک رہا ہوگا رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۹۵): صحیح البخاری، کتاب الذبائح، باب المسك. صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فضل الجهاد و الخروج في سبيل الله .

کلمات حدیث: کلمه یدمی : اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا۔ مکلوم : زخمی، مجروح۔ یکلم فی سبیل الله : جو اللہ کے راستے میں زخم کھائے۔ کلم کلما (باب کرم) زخمی ہونا۔

شرح حدیث: اللہ کا بندہ جو اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو نیتِ حسنہ اور پورے خلوص کے ساتھ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد میں زخمی ہو گیا وہ روزِ قیامت اس طرح آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہو اور خون سے مشک کی خوشبو پھیل رہی ہوگی تاکہ اس کے اخلاص اور حسن نیت کی دلیل بن جائے اور اس کے حسن عمل کا ثبوت فراہم ہو جائے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسی لیے شہید کے زخموں سے نہ خون صاف کرنا چاہیے اور نہ اسے غسل دینا چاہیے تاکہ وہ اسی حال میں اللہ کے یہاں حاضر ہو کر اپنے اس عمل کا خود گواہ بن جائے۔ (فتح الباري : ١/٣٦٤ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٣/٢٢ ـ روضة المتقين : ٣/٢٩١)

تھوڑی دیر کا جہاد بھی دخولِ جنت کا باعث ہوگا

۱۲۹۶. وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْنُكِبَ نَكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَاَغْزَرِ مَاكَانَتْ : لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ، وَرِيْحُهَا كَالْمِسْكِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ!

(۱۲۹۶) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان نے اللہ کی راہ میں اتنی دیر جہاد کیا جتنا اونٹنی کو دوبارہ دوہنے کا وقفہ ہوتا ہے تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس کو اللہ کی راہ میں کوئی زخم لگا یا کوئی خراش آئی تو وہ قیامت کے روز اسی حال میں آئے گا کہ وہ زخم یا خراش زیادہ سے زیادہ اس حالت میں ہوگی جیسی وہ اس وقت ہوگی جس وقت لگی تھی اس کا رنگ زعفران کا اور اس کی خوشبو مشک کی ہوگی۔ (ابوداؤد، ترمذی، یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۲۹۶): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فيمن سأل الله شهادة . الجامع للترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی من يكلم في سبيل الله .

کلماتِ حدیث: فواق: دودھ دوہنے والا اونٹنی کا تھن پکڑ کر اسے دباتا ہے تو دودھ نکلتا ہے پھر دوبارہ دباتا ہے تو دودھ نکلتا ہے۔ دونوں مرتبہ دبانے کے نتیجے میں نکلنے والے دودھ کی دو دھاروں کے درمیان وقفہ فواق ہے۔ جو ظاہر ہے بہت ہی قلیل مدت اور انتہائی کم وقت ہے۔

شرحِ حدیث: ایمان باللہ اور ایمان بالرسالۃ کے ساتھ خلوصِ نیت اور خالصتاً رضائے الٰہی کے لیے اگر کسی نے بہت تھوڑے سے وقت کے لیے اللہ کے راستے میں جہاد کیا تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جسے جہاد میں کوئی زخم لگا یا کوئی خراش آئی تو روزِ قیامت یہ شخص اس طرح آئے گا کہ اس کا زخم یا اس کی خراش اسی طرح تر و تازہ ہوگی اور خون کا رنگ زعفران اور خوشبو مشک کی سی ہوگی۔

(فتح الباري : ١/٣٦٤ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٣/١٩)

ایک ساعت کا جہاد ستر سال کی عبادت سے افضل ہے

١٢٩٧ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّرَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِعْبٍ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ مِنْ مَآءٍ عَذْبَةٍ فَاَعْجَبَتْهُ فَقَالَ : لَواعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِیْ هٰذَ الشِّعْبِ وَلَنْ اَفْعَلَ حَتّٰى اَسْتَاذِنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَاتَفْعَلْ فَاِنَّ مُقَامَ اَحَدِكُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ فِیْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَامًا، اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ؟ اُغْزُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ قَاتَلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ! " وَالْفُوَاقُ" مَابَيْنَ الْحَلْبَتَيْنِ !

(١٢٩٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ اصحابِ رسول اللہ ﷺ میں سے کسی صاحب کا گزر ایک گھاٹی پر ہوا جہاں میٹھے پانی کا ایک چشمہ تھا وہ ان کو پسند آیا اور وہ کہنے لگا کہ اگر میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر اس گھاٹی میں قیام کرلوں لیکن میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا جب تک میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے لوں، چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، کیونکہ تم میں سے کسی کا اللہ کے راستے میں کہیں ٹھہرنا تمہارے گھر کی ستر سال کی نمازوں سے افضل ہے۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے اور تمہیں جنت میں داخل فرمادے۔ اس لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرو جس نے اللہ کی راہ میں اتنا جہاد کیا کہ جتنی دیر میں اونٹنی کو دوبارہ دوہا جاتا ہے تو اس کے لیے جنت واجب ہے۔ (ترمذی)

ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ فواق : دو مرتبہ دوہنے کے درمیان کا وقفہ۔

تخریج حدیث(۱۲۹۷): الجامع للترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل الغدو والرواح في سبيل الله .

کلمات حدیث: شعب: گھاٹی جمع شعاب۔ عيينة : عین کی تصغیر۔ پانی کا چشمہ۔

شرح حدیث: ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک گھاٹی سے ہوا وہاں شیریں پانی کا ایک چشمہ تھا انہوں نے کہا کہ اگر میں یہاں عزلت نشینی اختیار کرلوں اور یکسو ہو کر اللہ کی عبادت میں لگ جاؤں، پھر کہنے لگے کہ میں جب تک رسول اللہ ﷺ سے نہ دریافت کر لوں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ غرض واپسی پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کہ گھر میں ستر سال کی نمازوں سے جہاد فی سبیل اللہ میں شریک ہونا اور مجاہدین کے شانہ بشانہ کھڑا ہونا افضل ہے، بلکہ ایک دو گھڑی کی جہاد میں شرکت سے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (تحفة الأحوذي : ٥/٢٨٤۔ روضة المتقين : ٣/٢٩٤)

جہاد کے برابر اور کوئی عمل نہیں

١٢٩٨. وَعَنْهُ قَالَ قِيلَ : يَارَسُولَ اللّٰهِ مَا يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ : "لَاتَسْتَطِيْعُوْنَه"، فَاَعَادُوْا عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ اَوْثَلَاثاً كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ : "لَاتَسْتَطِيْعُوْنَه"! ثُمَّ قَالَ : "مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّآئِمِ الْقَآئِمِ الْقَانِتِ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ لَايَفْتُرُ : مِنْ صَلوٰةٍ" وَلَاصِيَامٍ، حَتّٰى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ. وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ اَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِيْ! عَلٰى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ؟ قَالَ : "لَااَجِدُه" ثُمَّ قَالَ : "هَلْ تَسْتَطِيْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ، وَتَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ؟، فقال ومن يستطيع ذٰلِكَ!؟

(١٢٩٨) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کون سا عمل ہے جو جہاد کے برابر ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ انہوں نے اپنا یہ سوال دو یا تین مرتبہ دھرایا۔ ہر مرتبہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال اس شخص کی طرح ہو جو روزے دار ہو شب بیدار ہو، اللہ کی آیات تلاوت کرنے والا ہو اور وہ نہ روزے رکھنے سے تھکے اور نہ نماز پڑھنے سے یہاں تک کہ مجاہد فی سبیل اللہ واپس آجائے۔ (متفق علیہ) اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے ایسا عمل بتلایئے جو جہاد کے برابر ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہ ہمت رکھتے ہو کہ جس وقت مجاہد اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے روانہ ہو جائے تم اپنی مسجد میں داخل ہو کر نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور ذرا سی سستی نہ کرو بلکہ مسلسل نماز پڑھتے رہو اور بغیر افطار کیے روزے رکھتے رہو۔ اس پر اس شخص نے کہا واقعی اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟

تخریج حدیث (١٢٩٨): صحیح البخاری، اول کتاب الجهاد . صحیح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل الشهادة

في سبيل الله .

کلماتِ حدیث: ما يعدل الجهاد : کون سا عمل اجر وثواب میں جہاد کے برابر ہے۔ قانت : جو ساکت وصامت ہو کر خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کے سامنے کھڑا اور مصروفِ تلاوت ہو۔ قنوت : خشوع وخضوع کی انہی کیفیت کا نام قنوت ہے۔

شرحِ حدیث: مجاہد فی سبیل اللہ جب تک جہاد میں رہتا ہے وہ بندگی رب میں حاضر ہوتا ہے اس کا ہر ہر لمحہ عبادت اور اس کی ہر ساعت بندگی ہے، اس لیے اس کے برابر اس کا عمل ہوگا جو رات کو مسلسل عبادت میں مصروف رہے اور دن کو روزہ رکھے، نہ روزہ افطار کرے اور نہ سلسلۂ نماز منقطع ہو اور خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے یا اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ (فتح الباري : ۱/۱۴۳ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ۲۳/۱۳)

ہر وقت جہاد کے لیے تیار رہنے والا بہترین شخص ہے

۱۲۹۹ . وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهِ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْفَزْعَةً طَارَ عَلٰى مَتْنِهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ اَوِ الْمَوْتَ مَظَانَّهُ، اَوْرَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ اَوْ شَعَفَةٍ مِّنْ هٰذَا الشَّعَفِ اَوْبَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذَا الْاَوْدِيَةِ يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَيَعْبُدُ رَبَّهُ، حَتّٰى يَاتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِيْ خَيْرٍ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(۱۲۹۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے بہتر زندگی گزارنے والا وہ ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامنے والا ہو، جب بھی کوئی خوف کی یا جنگ کی آواز سنتا ہے تو گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر اڑنے لگتا ہے اور شہادت کو اور موت کو اپنی جگہوں پر تلاش کرتا ہے یا وہ آدمی ہے جو کچھ بھیڑ بکریاں لے کر پہاڑ کی چوٹی میں سے کسی چوٹی پر یا وادیوں میں سے کسی وادی میں ٹھہر جاتا ہے نماز قائم کرتا ہے، زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہے، یہاں تک کہ اسے موت آجائے لوگوں سے سوائے بھلائی کے اس کا کوئی اور تعلق نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۲۹۹): صحيح مسلم، كتاب الاماره ، باب الجهاد والرباط .

کلماتِ حدیث: معاش : جس سے لوگوں کی زندگی کا گزارن ہو یعنی رزق۔ عنان فرسه : اس کے گھوڑے کی لگام۔ اليقين : موت، موت کو یقین اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سے زیادہ یقینی دنیا میں کوئی بات نہیں ہے۔

شرحِ حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ دو آدمیوں کی زندگی بہت عمدہ اور خوبصورت ہے۔

اس مجاہد کی زندگی جس کا جہاد کے لیے گھوڑا ہر وقت تیار ہے جہاں کہیں جہاد کی للکار یا ہتھیاروں کی جھنکار سنی وہ فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر تیز رفتاری سے مقامِ جہاد پر پہنچ گیا اور شوقِ شہادت میں ہر مقام پر دادِ شجاعت دکھائی۔

دوسرا وہ جو فتنوں سے گھبرا کر اپنی بکریاں لے کر کسی پہاڑ کی چوٹی یا کسی وادی کے دامن کو اپنا مستقر بنالیتا ہے اور اپنے رب کی عبادت

کر کے اپنے دین وایمان کا تحفظ کرتا ہے۔اس کی ایک امتیازی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا،اس کی ذات سے لوگوں کو فائدہ ہی پہنچتا ہے۔یہ حدیث اس سے پہلے (٦٠١) میں بھی گزر چکی ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٢٤/١٣ ـ روضة المتقين : ٢٩٦/٣ ـ دليل الفالحين : ٩٢/٤)

مجاہدین کے لیے جنت میں سو درجات ہیں

١٣٠٠ ۔ وَعَنـه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ فِى الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، مَابَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(١٣٠٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے جنت میں سو درجات تیار کر رکھے ہیں ہر دو درجات میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔(بخاری)

تخریج حدیث (١٣٠٠): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين في سبيل الله .

شرح حدیث: اللہ نے جنت میں سو درجات ان مجاہدین کے لیے تیار فرمائے ہیں جو اللہ کے راستے میں جہاد وقتال کرتے ہیں اور جان و مال کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، صحیح بخاری میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے خواہ اس نے فی سبیل اللہ جہاد کیا ہو یا اسی سرزمین میں بیٹھا رہا ہو جس میں وہ پیدا ہوا ہے۔صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم لوگوں کو خوشخبری دے دیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درجہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیا ہے۔جنت کے دو درجات کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان۔اگر تم اللہ سے مانگو تو فردوس مانگو کہ یہ جنت کا درمیانی یا جنت کا اعلیٰ حصہ ہے۔راوی نے کہا کہ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے اوپر عرشِ رحمٰن ہے اور اسی حصہ سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔یعنی وہ چار نہریں جن کا قرآن کریم میں ذکر آیا ہے:

﴿ فِيهَآ أَنْهَٰرٌ مِّن مَّآءٍ غَيْرِ ءَاسِنٍ وَأَنْهَٰرٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُۥ وَأَنْهَٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّٰرِبِينَ وَأَنْهَٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ﴾

"اس میں نہریں ہیں پانی کی جو بو نہیں کر گیا اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا مزا نہیں پھرا اور نہریں ہیں شراب کی جس میں مزا ہے پینے والوں کے واسطے اور نہریں ہیں شہد کی صاف کیا ہوا۔" (فتح الباري : ١٤٦/١ ـ ارشاد الساري : ٢٨٦/٦)

جہاد کرنے والے کو جنت میں سو درجات ملیں گے

١٣٠١ ۔ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ

رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ" فَعَجِبَ لَهَا اَبُوْسَعِيْدٍ فَقَالَ : اَعِدْهَا عَلَيَّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَعَادَهَا عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: وَاُخْرٰى يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ، مَابَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ قَالَ، وَمَا هِيَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : "اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۳۰۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور محمد (ﷺ) کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس پر اظہار تعجب کیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ بات میرے سامنے پھر دہرایئے، آپ ﷺ نے ان پر اس بات کو پھر دہرایا اور فرمایا کہ ایک اور عمل ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بندے کو جنت میں سو درجے بلند فرماتا ہے اور جنت کے دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ حضرت ابوسعید نے پوچھا کہ یارسول اللہ وہ عمل کون سا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۳۰۱): صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب ما أعده الله تعالىٰ للمجاهد في الجنة من الدرجات.

شرح حدیث: اللہ کو اپنا رب ماننا، رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا اور اسلام کے جملہ احکام کو برضا ورغبت قبول کر لینا بنیادی امور ہیں جن پر دنیا میں ایک مؤمن کی زندگی استوار ہوتی ہے اور یہی تین باتیں ہیں جن کے بارے میں قبر میں سوال ہوگا، اور یہی تین باتیں ہیں جن پر حیاتِ اخروی کا مدار ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔

جنت میں بے شمار درجات ہیں جن میں سو درجات اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کو حاصل ہوں گے، جنت کے دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔ (روضة المتقين : ۲۹۸/۳۔ دليل الفالحين : ٤/٩٥)

جنت تلواروں کے سایہ تلے

۱۳۰۲. وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ يَقُوْلُ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ "فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْهَيْئَةِ فَقَالَ : يَا اَبَا مُوْسٰى ! اَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هٰذَا؟ قَالَ نَعَمْ فَرَجَعَ اِلٰى اَصْحَابِهِ فَقَالَ : اَقْرَأُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ" ثُمَّ كَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهِ فَاَلْقَاهُ، ثُمَّ مَشٰى بِسَيْفِهِ اِلَى الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهِ حَتّٰى قُتِلَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۳۰۲) حضرت ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ

-انہوں نے بیان کیا کہ وہ دشمن کے بالقابل کھڑے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے کے نیچے ہیں۔ایک پراگندہ حال شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ اے ابوموسیٰ! کیا تم نے فی الواقع رسول اللہ ﷺ کو یہ بات فرماتے ہوئے سنا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ ہاں، وہ شخص یہ سن کر اپنے ساتھیوں کی طرف چلا اور انہیں کہا۔السلام علیکم، پھر تلوار کی نیام توڑ کر پھینک دی اور تلوار لے کر دشمن کی طرف چل دیا اور اس سے دشمن پر وار کیا یہاں تک کہ وہ خود شہید ہوگا۔(مسلم)

تخریج حدیث(١٣٠٢): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب ثبوت الجنة للشهيد .

کلمات حدیث: وهو بحضرة العدو : اور وہ دشمن کے بالقابل تھے۔وہ دشمن کے سامنے تھے۔ رث الهيئة : رث پراگندہ۔ هيئة : حالت۔ جفن السيف :تلوار کی نیام۔تلوار کا پڑتلا۔

شرح حدیث: ایک موقعہ پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان فرمائی کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہے۔سامعین میں ایک شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور پراگندہ حالت میں کھڑا تھا۔اس نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم نے یہ حدیث خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے انہوں نے کہا کہ ہاں۔اس نے اسی وقت تلوار کو نیام سے نکالی، اسے توڑ کر پھینک دیا اور ساتھیوں کو الوداعی سلام کر کے تلوار ہاتھ میں لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑا۔یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔
صحابہ کرام کے ایمان ویقین کی یہ کیفیت تھی جس نے انہیں فاتح عالم بنایا۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ١٣/ ٤٠ ـ تحفة الأحوذي : ٥/ ٢٩٣)

اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کی آگ ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے

١٣٠٣ . وَعَنْ اَبِیْ عُبَیس عَبْدِالرحمٰن بْنِ جُبَيْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَااغْبَرَّتْ قَدَ مَاعَبْدِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(١٣٠٣) حضرت ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی بندے کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں اور پھر انہیں جہنم کی آگ بھی چھوئے۔(بخاری)

تخریج حدیث(١٣٠٣): صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب من اغبرت قدماه فی سبيل الله .

راوی حدیث: حضرت ابو عبس عبدالرحمٰن بن جبیر رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں غزوۂ بدر اور بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی ٣٤ھ میں انتقال ہوا۔ (دليل الفالحين : ٤/ ٩٧)

کلمات حدیث: ما اغبرت قدما عبد : کسی بندے کے دونوں پیروں پر مٹی نہیں پڑی۔کسی بندے کے پاؤں غبار آلود نہیں ہوئے۔یعنی جو شخص بھی جہاد میں شریک ہوا۔

شرح حدیث: قدم غبار آلود ہونے سے مراد جہاد میں حصہ لینا ہے۔مقصود حدیث یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ اتنا بڑا اور عظیم عمل ہے

کہ ایسا نہیں ہوگا کہ اللہ کے راستے میں جہاد میں کسی کا پاؤں غبار آلود ہو جائے اور انہیں جہنم کی آگ چھوئے۔ یعنی مجاہد فی سبیل اللہ کے لیے جنت یقینی ہے بشرطیکہ کبائر سے پاک ہو۔ (روضة المتقين : ٢٩٨/٣ ـ دليل الفالحين : ٩٧/٤)

اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والا جہنم میں داخل نہ ہوگا

١٣٠٤ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَايَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِى الضَّرْعِ وَلَايَجْتَمِعُ عَلٰى عَبْدٍ غُبَارٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ !

(١٣٠٤) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جہنم میں نہیں جا سکتا جو اللہ کے خوف سے رویا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے اور ایک بندے پر یہ دو باتیں جمع نہیں ہو سکتیں اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں۔ (بخاری) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث(١٣٠٤): الجامع للترمذی، كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل الغبار في سبيل الله .

کلمات حدیث: لا يـلـج: داخل نہیں ہوگا، یعنی جہنم میں نہیں داخل ہوگا یہاں تک کہ تھنوں سے نکالا ہوا دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ﴾

"یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے۔"

شرح حدیث: بندہ مؤمن جو اللہ کے خوف سے اور اس کی خشیت سے رو پڑے وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ جیسا کہ اس حدیث مبارک میں ہے جس میں فرمایا گیا کہ سات آدمی وہ ہیں جو روزِ قیامت اللہ کے سائے میں ہوں گے جبکہ اللہ کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس نے اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اسی طرح اللہ کا وہ بندہ جہنم میں نہیں جائے گا جس کے پاؤں اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوئے ہوں۔ (روضة المتقين : ٣٠٠/٣ ـ دليل الفالحين : ٩٧/٤)

دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے

١٣٠٥ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "عَيْنَانِ لَاتَمَسُّهُمَا النَّارُ : عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ !

(١٣٠٥) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی اور وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے بیدار رہی۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۱۳۰۵): الجامع للترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل الحرس في سبيل الله .

شرح حدیث: اللہ کی خشیت اور اس کے خوف سے رونا اور اس کی محبت میں اسے یاد کر کے رونا بندگی اور عبادت کی روح ہے اور اس عمل سے اللہ کی شان رحمت وکرم جوش میں آتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

﴿ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ﴿٩٠﴾ ﴾

"اور وہ ہمیں پکارا کرتے رحمت کی امید اور ناراضگی کے ڈر سے اور وہ ہمارے سامنے بڑے ڈرنے والے تھے۔" (الانبیاء: ۹۰)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ رغبت وخوف یعنی راحت اور تکلیف کی ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو پکارا کرتے اور اپنی عبادت و دعاء کے وقت بیم ورجاء کے درمیان رہتے کہ اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید بھی رہتی اور اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے خوف بھی۔

جہاد فی سبیل اللہ ایمان باللہ کے بعد افضل ترین عمل ہے۔ حدیث مذکور میں ارشاد فرمایا کہ وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں سرحد کی حفاظت اور دشمن پر نظر رکھنے کی خاطر بیدار رہی وہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گی۔

(تحفة الأحوذي : ٥/٢٦١ ـ روضة المتقين : ٣/٣٠٠)

جس نے مجاہد کی مدد کی گویا کہ اس نے خود جہاد کیا

١٣٠٦ . وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ جَهَّزَ غَازِياً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِياً فِيْ اَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ"

(١٣٠٦) حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی مجاہد فی سبیل اللہ کو سامانِ جہاد تیار کر کے دیا اس نے گویا خود جہاد کیا اور جس نے بھلائی کے ساتھ مجاہد کے جانے کے بعد اس کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کی اس نے بھی گویا جہاد کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۰۶): صحيح البخاری، کتاب الجهاد، باب فضل من جهز غازياً بخير . صحيح مسلم، كتاب الاماره، باب فضل اعانة الغازی .

کلمات حدیث: جهز غازيا : اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کو سامانِ جہاد دیا۔ یعنی جنگ کے لیے مجاہد کو جن ہتھیاروں اور اسلحہ کی ضرورت تھی وہ اسے فراہم کیے یا اسے جن دیگر اسباب کی ضرورت تھی وہ اسے مہیا کر کے دیے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں مسلمانوں کے باہمی تعاون اور ایک دوسرے کی نصرت اور مدد کرنے کی اہمیت کا بیان ہے اور فرمایا ہے کہ مجاہد کو ضروریات مہیا کر کے دینا اور اس کے مصارف کی تکمیل کرنا اور اسی طرح اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں کی

دیکھ بھال کرنا اوران کی کفالت کرنا ایسا ہے جیسے یہ شخص خود اللہ کی راہ میں جہاد کرر ہا ہو جو اجر اللہ ان مجاہدین کو دے گا وہی اسکو بھی دے گا۔

مجاہدین کو سایہ فراہم کرنا افضل صدقہ ہے

١٣٠٧۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَنِیْحَةُ خَادِمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْطَرُوْقَةُ فَحْلٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ !

(١٣٠٧) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقات میں سب سے افضل صدقہ خیمہ کا سایہ فی سبیل اللہ دینا یا فی سبیل اللہ خادم کا عطیہ دینا ہے یا جوان اونٹنی کو فی سبیل اللہ دینا ہے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(١٣٠٧): الجامع للترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل الخدمة فی سبیل الله .

کلمات حدیث: فسطاط : جانوروں کی اون سے بنا ہوا خیمہ جس میں مجاہد سائے کے لیے بیٹھے۔ منحیۃ : عطیہ۔

شرح حدیث: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے لیے خیمہ دینا بہترین صدقہ ہے اسی طرح مجاہدین کو خدمت کے لیے اور ضروری کاموں کی تکمیل کے لیے خادم دینا بہترین صدقہ ہے اور صحت مند جوان اونٹنی اللہ کی راہ میں مجاہدین کو دیدینا صدقہ ہے۔

(تحفة الأحوذي : ٥/٢٤٨ ـ دليل الفالحين : ٤/٩٩)

مجاہدین کی مدد سے مال میں برکت ہوتی ہے

١٣٠٨۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ فَتًی مِنْ اَسْلَمَ قَالَ : یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْغَزْوَ وَلَیْسَ مَعِیَ مَا اَتَجَهَّزُ بِہٖ قَالَ : "اِئْتِ فُلَانًا فَاِنَّہٗ قَدْ کَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ" فَاَتَاہُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اَعْطِنِی الَّذِیْ تَجَهَّزْتَ بِہٖ : قَالَ : یَافُلَانَةُ اَعْطِیْہِ الَّذِیْ کُنْتُ تَجَهَّزْتُ بِہٖ وَلَا تَحْبِسِیْ عَنْہُ شَیْئًا فَوَاللّٰہِ لَاتَحْبِسِیْ مِنْہُ شَیْئًا فَیُبَارَکَ لَکِ فِیْہِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ!

(١٣٠٨) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسلم کے ایک نوجوان نے کہا کہ یارسول اللہ! میں جہاد کے لیے جانا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس مال نہیں ہے کہ میں تیاری کرسکوں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ اس نے تیاری کی تھی پھر وہ بیمار ہوگیا۔ وہ اس کے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو تم نے تیاری کی ہے وہ مجھے دیدو۔ اس پر اس نے کہا کہ اے فلانی اس کو وہ سارا سامان دیدو جو میں نے جہاد کے لیے تیار کیا تھا اور اس میں کوئی چیز نہ روکنا کہ اس میں تمہیں برکت دی جائے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۳۰۸): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فضل اعانۃ الغازی .

شرح حدیث: جہاد کی تیاری میں مجاہدین کے ساتھ تعاون کرنا اور ان کی اسلحہ سے ہتھیاروں سے اور اس سامان سے مدد کرنا جو دورانِ جہاد مجاہدین کے کام آئیں ایک بابرکت عمل ہے اور اجر وثواب کا حامل ہے اور جس آدمی نے جہاد کی تیاری کر رکھی ہو اور وہ کسی وجہ سے نہ جا سکے جو جہاد کے لیے جانا چاہتا ہو۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب الدلالۃ علی خیر میں گزر چکی ہے۔ (روضۃ المتقین : ۳/ ۲۰۱۔ دلیل الفالحین : ٤/ ۱۰۰)

مجاہدین کے اہل وعیال کے دیکھ بھال کرنے والے کو برابر کا اجر ملتا ہے

۱۳۰۹ . وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اِلٰى بَنِیْ لِحْيَانَ فَقَالَ لِيَنْبَعِثْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا، وَالْاَجْرُ بَيْنَهُمَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ! وَفِیْ رِوَايَةٍ لَهٗ لِيَخْرُجْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ" ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ : "اَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِیْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ بِخَيْرٍ كَانَ لَهٗ مِثْلُ نِصْفِ اَجْرِ الْخَارِجِ !

(۱۳۰۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی لحیان کی طرف ایک دستہ روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک جائے اور اجر ان دونوں کے درمیان ہوگا۔ (مسلم)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک جہاد کے لیے نکلے اور پیچھے رہ جانے والے کے بارے میں فرمایا کہ تم میں سے جو جہاد کے لیے جانے والے کے اہل خانہ کی اور اس کے مال کی اس کے پیچھے بھلائی اور خیر خواہی کے ساتھ دیکھ بھال کرے گا اس کو جہاد کے لیے جانے والے کے اجر کا نصف ملے گا۔

تخریج حدیث(۱۳۰۹): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فضل اعانۃ الغازی .

کلمات حدیث: بنی لحیان : عرب کے قبائل میں سے بنو ہذیل کی ایک شاخ۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بنو لحیان اس وقت تک کافر تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے جہاد کے لیے ایک دستہ روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک جائے اور جو پیچھے رہ جائے وہ خیر خواہی کے ساتھ جہاد کے لیے جانے والے کے اہل ومال کی دیکھ بھال کرے۔

یہ صحیح مسلم کی دو روایات میں پہلی روایت میں ہے کہ و الاجر بینھما کہ اجر ان دونوں کے درمیان ہوگا اور دوسری روایت میں ہے کہ لہ مثل نصف اجر الخارج اسے جہاد میں جانے والے کے اجر کے نصف کے برابر ملے گا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں کے مجموعی اجر وثواب کو جب دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا تو ہر ایک کے حصے میں وہی اجر آئے گا جو دوسرے کے حصہ میں آئے گا۔

حدیث کا مقصود یہ ہے کہ تمام اہل اسلام اپنے مال سے اور اپنے تعاون اور مدد سے جہاد میں شرکت کریں کہ مجاہدین کی مالی مدد کریں،

انہیں اسلحہ اور سامانِ جہاد دیں اور مجاہدین کی اہل وعیال کی کفالت اور ان کی دیکھ بھال کریں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي: ١٣/٣٦۔ دليل الفالحين: ٤/١٠٠۔ رياض الصالحين (صلاح الدين يوسف) ٢/٢٦٤)

جہاد کی برکت سے مسلمان ہوتے ہی جنت میں داخلہ مل گیا

١٣١٠. وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيْدِ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ؟

فَقَالَ : "اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ" فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "عَمِلَ قَلِيْلاً وَاُجِرَ كَثِيْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ : وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ !!

(١٣١٠) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آہن پوش شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں قتال کروں یا اسلام لاؤں آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے اسلام قبول کرو پھر قتال کرو۔ چنانچہ اس نے اسلام قبول کرلیا اور جہاد پر روانہ ہوگیا اور شہید ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ تھوڑا سا عمل کیا اور اجر کثیر حاصل کرلیا۔ (متفق علیہ) اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث (١٣١٠): صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب عمل صالح قبل القتال . صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهيد .

کلمات حدیث: مقنع بالحديد : آہن پوش۔ ہتھیاروں سے لیس، سر پر خود ڈھکے ہوئے اور جسم پر زرہ پہنے ہوئے۔

شرح حدیث: ایک شخص خدمتِ اقدس ﷺ میں حاضر ہوا جو ہتھیاروں سے لیس تھا اور زرہ اور خود پہنے ہوئے تھا کرمانی نے فرمایا کہ اس کا نام اصرم بن عبدالاشہل تھا، رسول اللہ ﷺ نے قبولِ اسلام کے بعد اس کا نام زرعہ رکھ دیا تھا۔ صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ انصاری قبیلے بنونبیت کا ایک شخص میدانِ جہاد میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا شہادتین کا اعلان کیا اور جہاد میں شامل ہوکر شہید ہوگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے تھوڑا سا عمل کیا اور اجر کثیر پایا۔

(فتح الباري : ١/١٥٢۔ ارشاد الساري : ٦/٣٠٢۔ روضة المتقين : ٣/٣٠٢۔ دليل الفالحين : ٤/١٠١)

صرف شہید ہی دنیا میں آنے کی تمنا کرے گا

١٣١١. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَااَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا وَلَهٗ مَاعَلَى الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا الشَّهِيْدُ يَتَمَنّٰى اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ" وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۳۱۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو جنت میں جا کر دنیا میں واپس آنے کی تمنا کرے خواہ اسے روئے زمین کی ساری دولت دے دی جائے سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کرے گا کہ وہ دس مرتبہ دنیا میں لوٹایا جائے اور دس مرتبہ شہید کیا جائے، اس اعزاز کی وجہ سے جو اسے شہادت پر ملا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو اس نے مرتبہ شہادت دیکھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۳۱۱): صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب تمنى المجاهد ان يرجع الى الدنيا . صحيح مسلم، كتاب الامارة ، باب فضل الشهادة في سبيل الله .

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارک میں شہید کی فضیلت اور اس کی جنت میں عزت وشرف کا بیان ہوا ہے۔ نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ شہید کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ وہ شہید ہوتے ہی جنت میں پہنچ جاتا ہے اور وہاں کی نعمتوں کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ ابن الانباری فرماتے ہیں کہ اسے شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کی جنت کی شہادت دیتے ہیں۔

دراصل شہید اپنی جان دے کر گواہی دیتا ہے کہ جس حق اور سچائی پر اور رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین پر وہ ایمان لایا تھا وہ برحق ہے۔ جس طرح صدقہ دینے والا اپنا مال دے کر تصدیق کرتا ہے کہ جس دین پر وہ ایمان لایا وہی برحق ہے۔

شہید کی جنت میں تمنا ہوگی کہ بار بار دنیا میں آئے اور بار بار شہید کیا جائے گا، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک جنتی کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے اے فرزندِ آدم! تو نے اپنا ٹھکانا کیسا پایا؟ وہ کہے گا کہ اے رب بہت اچھی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سوال کر اور تمنا کر، وہ کہے گا کہ کیا سوال کروں اور کیا تمنا کروں؟ بس یہ سوال ہے کہ آپ مجھے دنیا میں بھیج دیں اور میں تیرے راستے میں دس مرتبہ قتل ہو جاؤں، وہ جنتی یہ بات شہادت کی فضیلت اور اس کا جنت میں مرتبہ دیکھ کر کہے گا۔ (فتح الباري : ١٤٨/١ ـ ارشاد الساري : ٢٨٩/٦ ـ روضة المتقين : ٣٠٤/٣ ـ دليل الفالحين : ١٠٣/٤)

قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں

۱۳۱۲ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلشَّهِيْدِ كُلَّ شَيْءٍ، اِلَّا الدَّيْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ : وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ : "اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْنَ!

(۱۳۱۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ماسوا قرض کے اللہ تعالیٰ شہید کا ہر گناہ معاف فرما دیں گے۔ (مسلم)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ کے راستے میں شہید ہو جانا ہر بات کا کفارہ ہے سوائے قرض کے۔

تخریج حدیث(۱۳۱۲): شہید کی مغفرت اسی وقت ہو جاتی ہے جب اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے۔ چنانچہ روایت

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شہید کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اسے چھ انعامات عطا ہوتے ہیں، اس کی ہر خطا درگزر کر دی جاتی ہے، وہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے، حورعین سے اس کا نکاح کر دیا جاتا ہے، فزع اکبر اور عذابِ قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اسے حلہ ایمان پہنایا جاتا ہے۔

شہید کے تمام گناہِ صغیرہ جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو معاف کر دیے جاتے ہیں۔ انسانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کے متعلق حقوق اس میں شامل نہیں ہیں۔ ہر مسلمان کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ موت سے پہلے انسانوں کے تمام حقوق ادا کر دے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ۲۷/۱۳)

حقوق العباد کے علاوہ شہید کے ہر گناہ معاف ہو جاتے ہیں

۱۳۱۳. وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِیْهِمْ فَذَکَرَ اَنَّ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "کَیْفَ قُلْتَ:" قَالَ :" اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَتُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ، مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ ذٰلِکَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۳۱۳) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ہمیں نصیحت کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ افضل اعمال ہیں۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا میرے گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اگر تو اللہ کے راستے میں شہید ہو جائے اس حال میں کہ تو جم کر لڑے ثواب کی امید رکھے اور آگے بڑھے پیچھے نہ ہٹے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے کہا کہ تو نے کیا کہا تھا؟ اس نے کہا کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا میرے گناہ مٹا دیے جائیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اگر تو جم کر لڑے ثواب کی امید رکھے سامنے بڑھے اور پیچھے نہ ہٹے سوائے قرض کے کہ جبرئیل نے مجھے اسی طرح بتایا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۱۳): صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین .

کلمات حدیث: أرأیت : آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ کی کیا رائے ہے؟ کیف قلت : تو نے کیا کہا؟ تو نے کس طرح سوال کیا تھا؟ یعنی اس سے پوچھا کہ اس کا سوال کیا تھا۔

شرح حدیث: جہاد کی اس قدر فضیلت اور اس قدر عظیم مرتبہ ہے کہ اس حدیثِ مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے جہاد کو ایمان باللہ پر مقدم فرمایا اور اس لیے بھی کہ ایمان باللہ کے بغیر جہاد نہیں ہو سکتا۔ غرض جہاد ایسا عظیم عمل ہے جس سے مجاہد کی تمام خطائیں درگزر کر دی

جاتی ہیں بشرطیکہ مجاہد جہاد کی سختیوں اور شدتوں پر صبر کرنے والا اور جم کر اور ثابت قدمی سے دشمن کا مقابلہ کرنے والا ہو اس طرح کہ آگے تو بڑھے مگر پیچھے نہ ہٹے اور اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھے کیونکہ کوئی عمل حسن نیت اور اخلاص کے بغیر مقبول نہیں ہے۔

جہاد میں خطائیں درگزر کر دی جاتی ہیں یعنی صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے قرض کے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر آدمی قدرت کے باوجود قرض ادا نہ کرے تو وہ اس حکم میں داخل ہے لیکن اگر کسی کو قرض کی ادائیگی کی قدرت نہ ہو اور وہ جہاد میں شہید ہو جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف اس کے قرض خواہ کو راضی کر دیں گے۔

اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے اسی طرح بتایا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس علاوہ قرآن کے بھی وحی لے کر آتے تھے۔ اسی لیے وحی کی دو قسمیں کی گئی ہیں: وحی جلی جو قرآن کریم کی صورت میں موجود ہے اور وحی خفی جو سنتِ نبوی اور احادیثِ نبوی ﷺ کی صورت میں ہم تک پہنچی ہے۔

سنت نبوی ﷺ قرآنِ کریم کا بیان ہے خود قرآنِ کریم میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ جو احکام انسانوں کے لیے نازل کیے گئے ہیں آپ انہیں ان کے سامنے بیان کر دیں۔

﴿ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ﴾

اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سنت کا منکر دراصل قرآن کا منکر ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۲٦/۱۳ ۔ تحفة الأحوذي : ۳٦۷/٥)

جنت کا شوق

۱۳۱۴ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ : اَيْنَ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ قُتِلْتُ؟ قَالَ : "فِي الْجَنَّةِ :" فَاَلْقَىٰ تَمَرَاتٍ كُنَّ فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۳۱۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں شہید ہو جاؤں تو میں کہاں ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں۔ اس شخص کے ہاتھ میں چند کھجوریں تھیں اس نے وہ پھینک دیں اور کفار سے لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۱۴): صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهيد .

شرح حدیث: صحابہ کرام کو ایمان و یقین کی اس قدر عظیم دولت حاصل تھی کہ انہیں جنت کی خوش خبری سن کر ادنیٰ سا تامل نہ ہوتا بلکہ اس قدر کامل یقین ہوتا کہ چند کھجوریں ہاتھ میں تھیں وہ بھی پھینک دیں کہ اتنا وقت ان کھجوروں کے کھانے میں لگے گا تو یہ بھی ضائع ہوگا۔

(فتح الباري : ٥٤۷/۱ ۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۳۹/۳ ۔ روضة المتقين : ۳۰٥/۳)

غزوۂ بدر میں ایک صحابی کی شہادت کی تمنا

۱۳۱۵۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: اِنْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ حَتّٰی سَبَقُوا الْمُشْرِکِیْنَ اِلٰی بَدْرٍ وَجَآءَ الْمُشْرِکُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "لَایُقَدِّمَنَّ اَحَدٌ مِنْکُمْ اِلٰی شَیْءٍ حَتّٰی اَکُوْنَ اَنَا دُوْنَہٗ"، فَدَنَا الْمُشْرِکُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :"قُوْمُوْا اِلٰی جَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" قَالَ یَقُوْلُ عُمَیْرُ بْنُ الْحَمَامِ الْاَنْصَارِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ جَنَّۃٌ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ؟ قَالَ : "نَعَمْ" قَالَ : بَخٍ بَخٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : مَایَحْمِلُکَ عَلٰی قَوْلِکَ بَخٍ بَخٍ؟" قَالَ : لَاوَاللّٰہِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِلَّا رَجَآءَ اَنْ اَکُوْنَ مِنْ اَھْلِھَا قَالَ فَاِنَّکَ مِنْ اَھْلِھَا" فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِّنْ قَرَنِہٖ فَجَعَلَ یَاْکُلُ مِنْھُنَّ ثُمَّ قَالَ : لَئِنْ اَنَا حَیِیْتُ حَتّٰی اٰکُلَ تَمَرَاتِیْ ھٰذِہٖ اِنَّھَا لَحَیَاۃٌ طَوِیْلَۃٌ فَرَمٰی بِمَا کَانَ مَعَہٗ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَھُمْ حَتّٰی قُتِلَ، رَوَاہُ مُسْلِمٌ !

"اَلْقَرَنُ" بِفَتْحِ الْقَافِ وَالرَّآءِ ھُوَ جُعْبَۃُ النُّشَّابِ!

(۱۳۱۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب روانہ ہوئے اور مشرکین سے پہلے بدر کے مقام پر پہنچ گئے اور جب مشرکین بھی پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی کسی بات میں اس وقت تک آگے نہ بڑھے جب تک میں نہ کہوں یا کروں؟ مشرکین لڑائی کے لیے سامنے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس جنت کے لیے کھڑے ہو جس کی چوڑائی زمین اور آسمانوں کے برابر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمیر بن حمام انصاری کہنے لگے۔ یارسول اللہ! جنت جس کی چوڑائی زمین اور آسمانوں کے برابر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ انہوں نے کہا کہ واہ واہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے واہ واہ کس وجہ سے کہا؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم یارسول اللہ اس امید کے سوا کوئی بات نہیں کہ میں اس جنت میں جانے والوں میں سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً تو جنت میں جانے والوں میں سے ہے۔ اس پر انہوں نے اپنے ترکش میں سے چند کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے۔ پھر کہنے لگے میں یہ کھجوریں کھانے میں لگا رہا تو یہ تو لمبی زندگی ہوگی اور انہوں نے جو کھجوریں ان کے پاس تھیں وہ پھینک دیں پھر مشرکین سے جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (مسلم)

قرن، قیروان : تیر رکھنے کی جگہ۔

تخریج حدیث(۱۳۱۵): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب ثبوت الجنۃ للشھید .

کلمات حدیث: لا یقدمن منکم الی شیء : تم میں سے کوئی کسی بات میں پیش قدمی نہ کرے، کوئی کسی کام کی طرف قدم نہ بڑھائے۔ حتی اکون دونہ: یہاں تک کہ میں اس جگہ پہنچ جاؤں یہاں تک کہ میں اس بات کے قریب ہو جاؤں، یعنی میں خود اس کام کو کروں یا اس کے لیے کہوں۔ یعنی کوئی میری اجازت کے بغیر اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب تک میں آگے

بڑھ کر کوئی کام نہ کروں تم نہ کرو تا کہ جو مصالح پیش نظر ہیں وہ فوت نہ ہوں۔

شرح حدیث: صحابہ کرام کا شوق آخرت اور جذبہ ایمانی اس قدر بیدار تھا کہ اس نے ان کو دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے بے نیاز کر کے جنت کی لازوال نعمتوں کا ایسا متمنی بنا دیا تھا کہ وہ چند کھجوریں کھانے کو جنت پہنچنے کے راستے میں ایک طویل زندگی سمجھتے تھے جوان کے ارمان اور جنت کے درمیان حائل ہوگئی ہو۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہاد کے میدان میں دشمنوں کی یلغار میں اس طرح بے دھڑک گھس جانا کہ شہادت یقینی ہو جائے بلا کراہت جائز اور درست ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۲/۳۸۔ روضة المتقین : ۳/۳۰۷۔ دلیل الفالحین : ٤/۱۰۵)

****

ستر قراء کی شہادت کا واقعہ

۱۳۱۶۔ وَعَنْهُ قَالَ جَآءَ نَاسٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ ابْعَثْ مَعَنَا رِجَالاً يُعَلِّمُوْنَا الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَّةَ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ سَبْعِيْنَ رَجُلاً مِنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّآءُ فِيْهِمْ خَالِيْ حَرَامٌ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَيَتَدَارَسُوْنَهُ بِاللَّيْلِ يَتَعَلَّمُوْنَ وَكَانُوْا بِالنَّهَارِ يَجِيْئُوْنَ بِالْمَآءِ فَيَضَعُوْنَهُ فِي الْمَسْجِدِ وَيَحْتَطِبُوْنَ فَيَبِيْعُوْنَهُ وَيَشْتَرُوْنَ بِهِ الطَّعَامَ لِاَهْلِ الصُّفَّةِ وَلِلْفُقَرَآءِ، فَبَعَثَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَضُوْا لَهُمْ فَقَتَلُوْهُمْ قَبْلَ اَنْ يَبْلُغُوا الْمَكَانَ فَقَالُوْا: اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا وَاَتٰى رَجُلٌ حَرَامًا خَالَ اَنَسٍ مِنْ خَلْفِهِ فَطَعَنَهُ بِرُمْحٍ حَتّٰى اَنْفَذَهُ فَقَالَ حَرَامٌ : فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِخْوَانَكُمْ قَدْ قُتِلُوْا وَاِنَّهُمْ قَالُوْا : اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ مسلم !

(۱۳۱۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ لوگ آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ کچھ لوگ ہمارے ساتھ روانہ فرما دیجئے جو ہمیں قرآن وسنت سکھائیں۔ آپ ﷺ نے ان کی جانب ستر انصاری صحابہ روانہ فرمائے جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ ان میں میرے ماموں حرام بھی تھے یہ سب لوگ رات کو قرآن مجید پڑھتے پڑھاتے اور سیکھتے اور دن کو یہ لوگ پانی لا کر مسجد میں رکھتے اور لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتے اور انہیں فروخت کرتے اور اس سے اہل صفہ اور فقراء کے لیے سامانِ خوراک خریدتے تھے ان حضرات کو رسولِ کریم ﷺ نے ان کی جانب بھیجا۔ لیکن راستے میں ان کو لے جانے والے ان کی جان کے درپے ہو گئے اور انہیں منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا۔ انہوں نے وقت شہادت کہا کہ اے اللہ! ہمارے نبی کو ہماری طرف سے یہ بات پہنچا دے کہ ہماری تجھ سے ملاقات ہوگئی ہے ہم تجھ سے راضی ہو گئے ہیں اور تو ہم سے راضی ہو گیا ہے۔

ایک شخص حضرت انس کے ماموں حضرت حرام رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پیچھے سے ان کو ایسا نیزہ گھونپا کہ وہ جسم سے آر پار ہو گیا اور حرام نے وقتِ شہادت کہا کہ ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے بھائی قتل ہو گئے ہیں اور وقتِ

شہادت انہوں نے کہا کہ اے اللہ! ہمارے نبی ﷺ کو ہماری طرف سے یہ بات پہنچادے کہ ہماری تجھ سے ملاقات ہوگئی ہے اور ہم تجھ سے راضی اور تو ہم سے راضی ہوگیا ہے۔ (متفق علیہ)

یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۳۱۶): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب من ينكب او يطعن فی سبيل الله ۔ صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهيد .

کلماتِ حدیث: ناس: کچھ لوگ اہل نجد کی ایک جماعت جس کا سربراہ ابو براء بن ملاعب الاسنہ تھا۔ فعرضوا لهم : ان کا سامنا کیا، ان سے تعرض کیا، ان کی جان کے درپے ہوگئے۔ انفذه : تیران کے آر پار ہوگیا۔

شرحِ حدیث: اہل نجد کے کچھ لوگ جن کا سردار جو براء بن ملاعب الأسنہ تھا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کچھ لوگ روانہ کردیں جو ہمیں قرآن اور سنت کی تعلیم دیں آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ستر انصاری صحابہ روانہ فرمائے جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ یہ حضرات رات کو قرآن سیکھتے اور سکھاتے اور دن کو مسجد میں وضوء کا پانی لاکر رکھتے تاکہ مسلمان وضوء کریں اور لکڑیاں لاتے اور انہیں فروخت کر کے اس رقم سے اہل صفہ اور فقراء کے کھانے کا انتظام کرتے تھے۔

صفہ مسجدِ نبوی میں ایک چبوترہ تھا، جس پر چھپر ڈالا گیا تھا۔ یہ درس گاہِ نبوی تھی اور مسلمانوں کی سب سے پہلے دانش گاہ تھی اس میں مختلف اوقات میں ستر، بہتر صحابہ کرام رہتے تھے یہ روز وشب حضورِ اکرم ﷺ کی صحبت میں رہتے اور ارشاداتِ نبوی ﷺ سنتے اور علومِ نبوت سے استفادہ کرتے۔ ان حضرات کا نہ کوئی گھر بار تھا اور نہ ذریعہ معاش۔ صرف اللہ پر توکل اور اس پر بھروسہ ان کا واحد سہارا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام ان کی مدد واعانت کرتے اور ان کے کھانے پینے کا بندوبست فرماتے تھے۔

کافران صحابہ کرام کو سازش کر کے اپنے ساتھ لے گئے اور اپنے علاقے میں لے جا کر سب کو شہید کردیا۔ ایک دشمن خدا عامر بن طفیل نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کے ایسا نیزہ مارا کہ آر پار ہوگیا۔ انہوں نے وقتِ شہادت کہا ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔

صحابہ کرام کی یہ جماعت دشمنوں میں گھر گئی اور کوئی امیدِ زندگی کی باقی نہیں رہی تو وہ پکار اٹھے کہ اے اللہ! یہاں کوئی نہیں جو ہمارے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو مطلع کرے، اے اللہ تو ہمارے نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچادے کہ ہم تجھ سے مل چکے ہیں اور تجھ سے راضی ہوگئے اور تو ہم سے راضی ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مطلع فرمادیا اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تمہارے ساتھی شہید ہو گئے ہیں اور انہوں نے شہادت سے پہلے یہ بات کہی۔

دعوتِ دین اور تبلیغ اسلام دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس راستے میں تکالیف برداشت کیں اور مصائب سہے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر تکلیف اور ہر مصیبت کو صبر واستقامت سے برداشت کیا اور جان و مال کی قربانی دی اور اللہ کے دین کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچادیا۔ داعی کے لیے ضروری ہے کہ عالم باعمل ہو سیرت و کردار کا پیکر ہو اور

درویشی اور فقیری کا خوگر ہو۔ اسبابِ دنیا پر تکیہ کرنے اور مادی آسائشوں کو محبوب رکھنے والے دعوت دین کا کام نہیں کر سکتے۔

(فتح الباري : ٢/ ٥٦٠۔ عمدة القاري : ١٦/ ٢٢٨۔ روضة المتقين : ٣/ ٣٠٨۔ دليل الفالحين : ٤/ ١٠٦)

حضرت انس بن نضر کی بہادری اور ان کی شہادت کا واقعہ

١٣١٧. وَعَنْهُ قَالَ : غَابَ عَمِّيْ اَنَسُ ابْنُ النَّضْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِيْنَ لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِيْ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَآءِ يَعْنِيْ اَصْحَابَهٗ وَاَبْرَأُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَآءِ يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهٗ سَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ فَقَالَ : يَاسَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ الْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ. قَالَ سَعْدٌ : فَمَا اسْتَطَعْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاصَنَعَ! قَالَ اَنَسٌ : فَوَجَدْنَا فِيْهِ بِضْعاً وَثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ، اَوْطَعْنَةً بِرُمْحٍ اَوْرَمْيَةً بِسَهْمٍ وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ قَالَ اَنَسٌ : كُنَّا نَرٰى. اَوْنَظُنُّ. اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ اَشْبَاهِهٖ "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ، اِلٰى اٰخِرِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ الْمُجَاهَدَةِ !

(١٣١٧) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا انس بن النضر نے غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی تھی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی مشرکین سے پہلی مرتبہ جنگ ہوئی اور میں غیر حاضر رہا، اب اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے مشرکین سے مقابلہ کا موقعہ ملا تو اللہ دیکھ لے گا میں کیا کرتا ہوں۔ جنگ احد کے موقع پر جب مسلمان منتشر ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ میں تیری طرف اس کام کی معذرت کرتا ہوں اس کام کی جو ان لوگوں نے کیا جو ان لوگوں نے کیا یعنی ان کے ساتھیوں نے اور تیرے سامنے اس کام سے براءت کا اظہار کرتا ہوں یعنی ان مشرکوں نے کیا۔ پھر آگے بڑھے تو ان کا سامنا حضرت سعد بن معاذ سے ہوا تو ان سے کہا کہ اے سعد بن معاذ نضر کے رب کی قسم میں احد پہاڑ سے آنے والی جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔

سعد نے کہا یا رسول اللہ میں بیان نہیں کر سکتا کہ نضر نے کیا کیا؟ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کے جسم پر اسی سے زیادہ تلواروں کی کاٹ نیزوں کے زخم اور تیروں کے نشانات تھے۔ ہم نے انہیں اس حال میں مقتول پایا کہ مشرکین نے ان کا مثلہ کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی بہن کے سوا کوئی انہیں نہ پہچان پایا انہوں نے ان کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کی یہ رائے تھی کہ یہ آیت ان کے بارے میں اور ان جیسے دیگر صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے:

﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ ﴾

''مؤمنوں میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے وہ وعدہ سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا اور بعض ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنا ذمہ پورا کر دیا۔'' (الاحزاب: ۲۳) (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۱۷): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب قول الله تعالیٰ من المؤمنين رجال . صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهيد .

کلمات حدیث: لئن الله اشهدنی : اگر اللہ نے میری قسمت میں لکھا ہے کہ میں کسی غزوہ میں شرکت کروں۔ ليرين الله : امام نووی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ یہ لفظ دو طرح پڑھا جا سکتا ہے یا اور راء کے زبر کے ساتھ لیرین اس کے معنی اللہ تعالیٰ ضرور دیکھ لے گا۔ اور یاء پر پیش اور راء کے زیر کے ساتھ لیرین یعنی اللہ اس کو دکھلائے گا اور لوگوں پر ظاہر کر دے گا۔

شرح حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں کسی وجہ سے شرکت نہ کر سکے تھے جس کا انہیں بے حد ملال اور افسوس تھا۔ اسی رنج و ملال کی کیفیت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ﷺ کو پہلی مرتبہ مشرکین سے جنگ کا سابقہ پیش آیا اور میں اس میں شریک نہ ہو سکا اگر دوبارہ کبھی جنگ ہوئی اور اللہ نے میری قسمت میں اس میں شرکت کرنا نصیب کیا تو پھر اللہ لوگوں کو دکھلا دے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔

انتہائی سلیقہ سے اور بے محتاط انداز میں اپنی شجاعت اور بہادری کی جانب اشارہ کیا اور بتلایا کہ بدر میں میری عدم شرکت کوئی بزدلی اور کم ہمتی کی بناء پر نہ تھی اب اگر پھر ایسا موقع آیا تو دنیا دیکھے گی اور اللہ سب کو دکھلائے گا کہ میں کس قدر شجاع اور بہادر ہوں۔

معلوم ہوا کہ اگر آدمی کے دل میں نیکی کا کوئی کام کرنے کا ارادہ ہو تو لمبے چوڑے دعوے کرنے کی بجائے عزم و ہمت سے اور حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ اس کام کو انجام دے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا حسنِ نیت قبول ہو لوگوں میں بھی حسنِ قبول پیدا کر دے گا۔ لیکن اگر پہلے ہی دل میں شہرت و ناموری کی بات آجائے گی تو وہ عمل ہی اکارت ہو جائے گا، کیونکہ اس میں حسن نیت اور اخلاص کی جگہ ریاء و نمود کے جذبے کی شمولیت ہو جائے گی۔

غزوۂ بدر ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ میں ہوا تھا جس میں انس بن نضر شرکت نہ کر سکے تھے، پھر وہ غزوۂ احد میں شریک ہوئے، جس میں ان کو اسی سے زیادہ زخم آئے جو تلواروں کے نیزوں کے اور تیروں کے تھے اور مشرکین نے ان کی لاش کا مثلہ کر دیا تھا اور ان کی بہن نے انہیں انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب المجاہدہ (۱۰۹) میں گزر چکی ہے۔

(روضة المتقين : ۳۰۹/۳ ۔ دليل الفالحين : ۱۰۸/۴ ۔ رياض الصالحين (ترجمه صلاح الدين يوسف) ۲۷۰/۲)

رسول اللہ ﷺ نے خواب میں شہداء کا گھر دیکھا

۱۳۱۸. وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ

رَجُلَيْنِ اَتَيَانِىْ فَصَعِدَا بِىَ الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِىْ دَارًاهِىَ اَحْسَنُ وَاَفْضَلُ لَمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا، قَالَا: اَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ" : رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ وَهُوَ بَعْضٌ مِّنْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فِيْهِ اَنْوَاعٌ مِّنَ الْعِلْمِ سَيَاتِىْ فِىْ بَابِ تَحْرِيْمِ الْكِذْبِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى !

(١٣١٨) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے رات کو دیکھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے وہ مجھے لے کر درخت پر چڑھے اورانہوں نے مجھے ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو بہت ہی عمدہ اور بہت اچھا تھا کہ میں نے اس سے زیادہ اچھا گھر پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ گھر شہداء کا ہے۔ (اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے اور یہ طویل حدیث کا حصہ ہے جس میں متعدد علوم ہیں اور جو انشاء اللہ باب تحریم الکذب میں آئے گی)

تخریج حدیث(١٣١٨): صحيح بخاری، ابواب الجنائز، باب ما قيل في اولاد المشركين .

کلمات حدیث: رأيت الليلة : میں نے آج رات خواب میں دیکھا۔ رجلين : دو آدمی دو فرشتے یعنی جبرئیل اور میکائیل علیہ السلام جو انسانوں کی شکل میں آئے تھے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو خواب میں شہداء کے مقام اور مرتبہ کا مشاہدہ کرایا گیا اور آپ نے صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا کہ شہداء کا اللہ کے یہاں کس قدر بڑا مقام اور کس قدر عظیم مرتبہ ہے۔

(روضة المتقين : ٣/ ٣١٠ ۔ دليل الفالحين : ٤/ ١١٠)

حارثہ بن سراقہ جنت الفردوس میں ہے

١٣١٩ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ الْبَرَآءِ وَهِىَ اُمُّ حَارِثَةَ ابْنِ سُرَاقَةَ، اَتَتِ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَاتُحَدِّثُنِىْ عَنْ حَارِثَةَ وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ، فَاِنْ كَانَ فِى الْجَنَّةِ صَبَرْتُ، وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اِجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِى الْبُكَآءِ؟ فَقَالَ : يَا اُمَّ حَارِثَةَ اِنَّهَا جِنَانٌ فِى الْجَنَّةِ وَاِنَّ اِبْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ .

(١٣١٩) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حارثہ بن سراقہ کی والدہ ام الربیع بنت البراء رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا مجھے حارثہ جو غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے اس کے بارے میں نہیں بتائیں گے، کہ کیا وہ جنت میں ہیں کہ میں صبر کروں اور اگر کوئی اور بات ہے تو میں خوب رولوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ام حارثہ جنت میں بہت سے باغات ہیں تمہارا فرزند تو فردوس اعلیٰ میں ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(١٣١٩): صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب من اتاه سهم غرب فقتله .

کلمات حدیث: الفردوس الاعلیٰ: جنت کا بہت اعلیٰ اور درمیانی حصہ۔ جس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

" اذا سالتم الله فسئلوه الفردوس ."

"جب تم اللہ سے مانگو تو فردوس مانگو۔"

شرح حدیث: غزوۂ بدر اور شہداءِ بدر کی فضیلت کا بیان ہے۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول ﷺ تھے جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے ان کی والدہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ان کا بیٹا جنت میں ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے اعلیٰ حصے یعنی فردوس میں ہے۔ (روضة المتقين : ۳/۳۱۱۔ دليل الفالحين : ٤/١١٢)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فرشتوں کا سایہ

۱۳۲۰ . وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : جِيْءَ بِاَبِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مُثِّلَ بِهٖ فَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَذَهَبْتُ اَكْشِفُ عَنْ وَجْهِهٖ فَنَهَانِيْ قَوْمٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَازَالَتِ الْمَلَآئِكَةُ تُظِلُّهٗ بِاَجْنِحَتِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۳۲۰) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد عبداللہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا کافروں نے ان کی لاش کا مثلہ کر دیا تھا۔ لاش آپ ﷺ کے سامنے رکھ دی میں ان کے چہرے سے کپڑا اٹھانے لگا تو کچھ لوگوں نے مجھے منع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اسے اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۲۰): صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب ظل الملائكة على الشهيد . صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل عبد الله بن عمرو والد جابر.

کلمات حدیث: مثل به : ان کا مثلہ کر دیا، یعنی ناک کان کاٹ کر لاش کو بگاڑ دیا گیا۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور کافروں نے ان کا مثلہ کر دیا لاش رسول کریم ﷺ کے سامنے رکھی ہوئی تھی ان کے صاحبزادے عبداللہ نے ان کا چہرہ دیکھنا چاہا تو صحابہ کرام نے منع کر دیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے منع نہیں فرمایا بلکہ ارشاد فرمایا کہ فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایہ کیے ہوئے ہیں اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ فرشتے ان پر اپنے پروں سے ان کے اوپر سایہ فگن رہیں گے جب تک تم ان کا جنازہ نہ اٹھاؤ اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ تم انہیں دفن کر دو۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شہید کی لاش پر فرشتوں کا اپنے پروں سے سایہ فگن ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ان کی رحمت و مہربانی کی علامت ہے۔ (فتح الباري : ١/٧٥٤۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٦/٢٠۔ روضة المتقين : ٣/٣١١)

شہادت کی تمنا کرنے والا

۱۳۲۱ . وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ

سَئَالَ اللّٰهَ تَعَالىٰ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ وَاِنْ مَاتَ عَلىٰ فِرَاشِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۳۲۱) حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کی اس کو اللہ تعالیٰ مقاماتِ شہداء عطا فرمائیں گے خواہ اس کی وفات اپنے بستر پر ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۳۲۱): صحيح مسلم، كتاب الامارة ، باب استحباب طلب الشهادة .

شرح حدیث: شہادت کا اس قدر عظیم مرتبہ ہے کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے خلوص کے ساتھ شہادت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اسے مقاماتِ شہادت عطا فرما دیتے ہیں خواہ اس کی موت اپنے بستر پر واقع ہو۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب الصدق (۵۷) میں آچکی ہے۔ (روضة المتقين : ۳۱۳/۳ ـ دليل الفالحين : ۱۱۳/٤)

شہادت کی تمنا کرنے والے کو شہادت مل ہی جاتی ہے

۱۳۲۲ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا اُعْطِيَهَا وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۳۲۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے صدقِ نیت کے ساتھ اللہ سے شہادت طلب کی اللہ اسے اس کا اجر عطا فرما دیں گے اگر چہ وہ شہادت نہ پائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۳۲۲): صحيح مسلم، كتاب الامارة ، باب استحباب طلب الشهادة .

کلماتِ حدیث: أعطيها : اسے دیدیا گیا۔ وہ شئے اسے دی گئی، یعنی جو شئے مانگی وہ دیدی گئی۔ ولو لم تصبه : اگر چہ خود اسے شہادت نصیب نہ ہو۔ اصاب اصابة (باب انعال) پہنچنا۔

شرح حدیث: جو مسلمان صدقِ نیت اور اخلاص کے ساتھ اللہ سے شہادت طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شہادت کا اجر و ثواب عطا فرما دیتے ہیں اگر چہ اسے شہادت نصیب نہ ہوئی ہو کیونکہ اسلام میں تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ اور ابن العربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر نیت درست ہو تو اللہ کی مدد اور اس کی نصرت حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تین آدمی ہیں جن کی اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرتا ہے: مجاہد فی سبیل اللہ، مکاتب جو ادائیگی کی نیت رکھتا ہو اور نکاح کرنے والا جو پاکدامنی کی غرض سے نکاح کرے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٤٨/١٣ ـ روضة المتقين : ۳۱۲/۳)

شہید کو موت کی تکلیف نہیں ہوتی

۱۳۲۳ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَايَجِدُ الشَّهِيْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ .

وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ!

(۱۳۲۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شہید کو قتل ہو جانے میں اتنی تکلیف محسوس ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۱۳۲۳): الجامع للترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل الرابط .

کلمات حدیث: القرصة : چیونٹی کا کاٹنا۔ قرص اصل میں کسی چیز کو انگلی کے پوروں سے پکڑنے کو کہتے ہیں۔

شرح حدیث: شہید پر اللہ کی اس قدر عنایات ہیں اور اس پر اس قدر فضل و کرم ہوتا ہے کہ اس کی موت کو بھی اس کے اوپر آسان کر دیا جاتا ہے اور اس سہولت کے ساتھ روح جسم سے خارج ہوتی ہے جیسے چیونٹی نے کاٹ لیا ہو۔ شہید تو زندہ ہوتا ہے بس اس کی روح اس جہاں سے اس جہاں میں پرواز کر جاتی ہے اور اس لیے وہ اللہ کی رحمت سے موت کی شدت سے اور اس کی سختیوں سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ (روضة المتقين : ۳/۳۱۳۔ دليل الفالحين : ۴/۱۱۳)

جنگ کی تمنا کرنے کی ممانعت

۱۳۲۴. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَیَّامِهِ الَّتِیْ لَقِیَ فِیْهَا الْعَدُوَّ اِنْتَظَرَ حَتّٰی مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِی النَّاسِ فَقَالَ : "اَیُّهَا النَّاسُ لَاتَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ، فَاِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا، وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ" ثُمَّ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ: "وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۱۳۲۴) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی معرکہ میں جو آپ ﷺ کو دشمن کے ساتھ پیش آیا سورج کے ڈھل جانے کا انتظار فرمایا۔ پھر آپ ﷺ لوگوں کو خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو مگر جب دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو اس کے مقابلے میں ثابت قدمی اختیار کرو اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ تو کتاب کا نازل کرنے والا، بادل کا چلانے والا اور گروہوں کو شکست دینے والا ہے، دشمن کو ہزیمت دے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۳۲۴): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب لا تتمنوا لقاء العدو. صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب كراهة تمنى لقاء العدو .

کلمات حدیث: مالت الشمس : سورج مغرب کی جانب ڈھل گیا۔ مال میلا (باب ضرب) مائل ہونا، جھکنا۔

شرح حدیث: مستحب یہ ہے کہ لڑائی کا آغاز زوالِ آفتاب کے بعد کیا جائے جو اس بات کی علامت ہوگا کہ شدت اور سختی کا وقت

ڈھل گیا اور عافیت وسکون کا وقت آ گیا۔ دشمن سے مقابلہ کی تمنا یا آرزو نہیں کرنی چاہیے بلکہ اللہ سے امن وعافیت کی دعاء کرنی چاہیے لیکن اگر دشمن حملہ آور ہو جائے تو ثابت قدمی اور استقامت سے مقابلہ کرنا چاہیے اور اس یقین کامل کے ساتھ جہاد کرنا چاہیے کہ تلواروں کی جھنکار اور ان کا سایہ جنت میں لے جانے والا ہے اور دورانِ جہاد اللہ سے عاجزی اور خشوع کے ساتھ دعاء کرنی چاہیے کہ اے اللہ! اپنے دین کا نام لینے والوں کو فتح ونصرت عطا فرما اور انہیں کامیابی عطا فرما کیونکہ فتح ونصرت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب الصبر (۵۳) میں آ چکی ہے۔

(روضة المتقین : ۳/۳۱٤۔ نزهة المتقین : ۲/۲٤۳۔ دلیل الفالحین : ٤/۱۱۳)

دو دعائیں رد نہیں ہوتیں

۱۳۲۵۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَانِ لَاتُرَدَّانِ، اَوْقَلَّمَا تُرَدَّانِ : الدُّعَآءُ عِنْدَالنِّدَآءِ وَعِنْدَالْبَاْسِ حِيْنَ يَلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ !

(۱۳۲۵) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو دعائیں رد نہیں ہوتیں، یا بہت کم رد ہوتی ہیں۔ اذان کے وقت کی دعاء اور لڑائی کے وقت کی دعاء جب کہ باہم گھمسان کا رن ہو۔ (ابوداود)

تخریج حدیث(۱۳۲۵): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب الدعاء عند اللقاء.

کلمات حدیث: البأس : جنگ، قتال۔ حین یلحم بعضهم بعضاً : جب دونوں مدمقابل لشکر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو جائیں۔ دونوں جانب کے مقاتلین ایک دوسرے میں گھس جائیں۔

شرح حدیث: دو اوقات ایسے ہیں جن میں دعاء قبول ہوتی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ دو اوقات ایسے ہیں جن میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی دعا کرے اور اس کی دعاء قبول نہ ہو۔ غرض مؤمن ان دونوں اوقات میں سے کسی وقت دعاء کرے تو اس کی دعاء قبول کی جاتی ہے۔

اذان کے وقت کی دعاء مقبول ہے اور اس وقت کی دعاء مقبول ہے جب دشمن سے مقابلے میں گھمسان کا رن پڑ گیا ہو۔ غرض اذان کے وقت اور جہاد فی سبیل اللہ کے وقت دعاء کرنا مستحب ہے۔ (روضة المتقین : ۳/۳۱٤۔ دلیل الفالحین : ٤/۱۱۵)

جہاد کے لیے روانہ ہوتے وقت کی دعاء

۱۳۲۶۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا غَزَا قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِيْ وَنَصِيْرِيْ، بِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَصُوْلُ، وَبِكَ اُقَاتِلُ، : رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(١٣٢٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ یہ دعاء فرماتے: اے اللہ تو ہی میرا بازو اور مددگار ہے تیری مدد سے میں پھرتا (اپنا دفاع کرتا ہوں) اور تیری ہی توفیق سے میں دشمن پر حملہ آور ہوتا ہوں اور لڑتا ہوں۔ (ابوداود، ترمذی اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۳۲۶): سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب ما يدعى عند اللقاء. الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب فی الدعاء اذا غزا.

کلمات حدیث: عضدي: میرا مددگار، طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عضد کنایہ ہے اس ذات سے جس پر اعتماد کیا جائے اور بھروسہ کیا جائے اور اس سے خیر کی توقع رکھی جائے۔ نصیری کے معنی ہیں۔ ناصری: میری مدد کرنے والا۔ بك أحول: تیری ہی مدد سے میں دشمن کے حملے کو اور اس کے مکر و کید کو دور کرتا ہوں۔ بك اصول: تیری ہی مدد سے میں دشمن پر حملہ کرتا ہوں۔

شرح حدیث: مؤمن ہر حال میں اللہ پر بھروسہ اور اس پر توکل کرتا ہے اور اسبابِ ظاہرہ پر اس طرح کلی اعتماد نہیں کرتا کہ اسباب کو ہر معاملہ میں اور ہر وقت مؤثر سمجھے کہ اسباب کی تأثیر دراصل مشیت الٰہی کے تابع ہے اور ان کی تاثیر اسی وقت تک ہے جب تک مشیتِ الٰہی یہی ہے کہ ان کی تاثیر مرتب ہو۔ غرض اصل ذات جس پر اعتماد اور توکل ہونا چاہیے وہ مؤمن کے لیے اللہ ہی کی ذات ہے اس لیے ہر معاملے میں اور مسئلے میں اللہ سے رجوع کرے اور اسی سے مدد طلب کرے اور اسی سے مانگے۔

غرض اسبابِ ظاہرہ کی فراہمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعاء بھی ضروری ہے کہ اللہ کی طرف رجوع اس کی یاد اور اس سے استعانت مؤمن کے لیے بہت بڑا سہارا اور اس کی قوت کا باعث ہے۔

(روضة المتقين : ٣/٣١٤۔ دليل الفالحين : ٤/١١٥)

خوف کے وقت پڑھی جانے والی دعا

١٣٢٧۔ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ، وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ!

(١٣٢٧) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کسی قوم سے خطرہ محسوس فرماتے تو یہ دعاء فرماتے اے اللہ! ہم آپ کو ان کا مدمقابل قرار دیتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ (ابوداود بسند صحیح)

تخریج حدیث(۱۳۲۷): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا خاف قوماً.

کلمات حدیث: نحورهم: ان کے سینے۔ نحور: نحر کی جمع سینہ۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ سے حفاظت اور پناہ طلب کرنی چاہیے اس سے امن و سلامتی کی دعاء کرنی چاہیے اور اللہ سے ہر شر اور فتنے

سے حفظ وامان طلب کرنی چاہیے۔ یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين : ٣/٣١٥۔ دليل الفالحين : ٤/١١٥)

گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر لکھ دی گئی ہے

١٣٢٨۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ، فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٣٢٨) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر باندھ دی گئی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۳۲۸): صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب الخيل معقود . صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب الخيل في نواصيها الخير الى يوم القيامة۔

کلمات حدیث: معقود : باندھی گئی ہے۔ نواصيها : اس کی پیشانیوں میں۔ نواصی جمع ناصية : پیشانی۔ خيل : گھوڑا جمع خيول.

شرح حدیث: گھوڑوں کا باندھنا اور انہیں جہاد کے لیے تیار کرنا مستحب ہے اور قیامت تک کے لیے ان کی پیشانیوں سے خیر وابستہ کر دی گئی ہے۔ پہلے زمانے میں جنگی اعتبار سے گھوڑوں کی اہمیت محتاج بیان نہیں ہیں، مگر اس کے باوجود کہ آج کے دور میں جنگی چالیں اور تزویری تدبیریں ترقی پا گئی ہیں اور اسلحہ کے پہاڑ کھڑے ہو گئے ہیں پھر بھی گھوڑوں کی اہمیت بہر حال باقی ہے۔

(دليل الفالحين : ٤/١١٦ . رياض الصالحين (ترجمه صلاح الدين) ٢/٢٧٥)

گھوڑوں کی پیشانی میں بھلائی لکھی ہوئی ہے

١٣٢٩۔ وَعَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ : اَلْاَجْرُ، وَالْمَغْنَمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(١٣٢٩) حضرت عروہ البارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر باندھ دی گئی ہے یعنی اجر وغنیمت۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۳۲۹): صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب الجهاد ماض مع البر والفاجر . صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب الخيل في نواصيها الخير .

راوی حدیث: حضرت عروۃ البارقی رضی اللہ عنہ جہاد کا شوق رکھتے تھے اور جہاد کے لیے گھوڑے پالتے تھے ایک موقع پر ان کے پاس متعدد گھوڑے تھے جن میں سے ایک گھوڑا انہوں نے دس ہزار درہم کا خرید ا تھا۔ شبیب بن غرقد کا بیان ہے کہ میں نے ان کے گھر میں

ستر گھوڑے بندھے ہوئے دیکھے، جو سب جہاد کے لیے تھے۔ ان سے تیرہ احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔

(دليل الفالحين : ٤/١١٧)

شرح حدیث: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت تک ہمیشہ کے لیے گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر باندھ دی گئی ہے۔ جس نے ان گھوڑوں کو اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے تیار کیا ان پر اللہ کے یہاں اجر وثواب کی نیت سے خرچ کرے۔ ان کا سیر ہونا، بھوکا رہنا، سیراب ہونا، ان کا پیاسا ہونا اور ان کا لید کرنا سب کچھ اس کے لیے روزِ قیامت اس کی میزانِ اعمال میں اجر وثواب بن جائے گا۔ (فتح الباري : ١/١٦٤۔ روضة المتقين : ٣/٣١٦)

گھوڑوں کی ہر چیز میزانِ عمل میں تولی جائے گی

١٣٣٠. وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا، فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، إِيْمَانًا بِاللّٰهِ، وَتَصْدِيْقًا بِوَعْدِهٖ، فَإِنَّ شِبَعَهٗ، وَرِيَّهٗ، وَرَوْثَهٗ، وَبَوْلَهٗ فِيْ مِيْزَانِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ !

(١٣٣٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا تو اس گھوڑے کا سیراب ہونا اور سیر ہونا اور اس کی لید اور اس کا پیشاب کا اجر روزِ قیامت اس کے میزانِ عمل میں ہوگا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (١٣٣٠): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب من احتبس فرساً .

کلماتِ حدیث: احتبس : روکا، جہاد کے لیے تیار کیا۔ شبعه وريه : اس کا سیر ہونا اور اس کا سیراب ہونا، یعنی اس کا کھانا اور پینا۔ وروثه وبوله : اس کی لید اور اس کا پیشاب۔

شرح حدیث: جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر گھوڑا پالنا باعثِ اجر وثواب ہے اور اس شخص کو اس کے کھلانے پلانے اور اس کا ہر کام کرنے کا اجر ملے گا۔ حضرت ابو الدرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے پر خرچ کرنے والا جیسے کسی نے صدقہ دینے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوں اور وہ ان کو نہ بند کرتا ہو۔ (روضة المتقين : ٣/٣١٧۔ دليل الفالحين : ٤/١١٩)

جہاد کے لیے ایک اونٹ دینے پر سات سو ملیں گے

١٣٣١. وَعَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ : هٰذِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعُمِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۳۳۱) حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مہار والی اونٹنی لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے روزِ قیامت سات سو اونٹنیاں ملیں گی جو سب کی سب مہار والی ہوں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۳۳۱): صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل الصدقة في سبيل الله وتضعيفها .

کلمات حدیث: مخطومه : لگام والی۔ لگام لگی ہوئی۔ خطام : لگام۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسے روزِ قیامت سات سو مخطوم اونٹنیاں ملیں گی یا ان کا اجر ملے گا سات سو اونٹنیاں ملنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ:

﴿ مَثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِى كُلِّ سُنۢبُلَةٍ مِّا۟ئَةُ حَبَّةٍ وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦١﴾ ﴾

'' مثال ان لوگوں کی جو اپنے مال خرچ کرتے ہیں اللہ کے راستے میں ایسی ہے جیسا کہ ایک دانہ جس سے سات بالیں اگیں اور ہر بال میں سو سو دانے ہوں اور اللہ دگنا کر دیتا ہے جس کے واسطے چاہے اللہ بخشنے والا اور جاننے والا ہے۔'' (البقرة: ٢٦١)

حدیث مبارک کا مقصود اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت اور جہاد فی سبیل اللہ میں مالی امداد کرنے کا اجر و ثواب بیان ہوا کہ یہ اجر ایک کا سات سو گنا ملتا ہے۔

قوت تیراندازی میں ہے

۱۳۳۲ . وَعَنْ اَبِیْ حَمَّادٍ وَيُقَالُ اَبُوْسُعَادٍ وَيُقَالُ اَبُوْاَسَدٍ وَيُقَالُ اَبُوْعَامِرٍ، وَيُقَالُ اَبُوْعَمْرٍو وَّيُقَالُ اَبُوالْاَسْوَدِ وَيُقَالُ اَبُوْعَبْسٍ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ : "وَاَعِدُّوْالَهُمْ مَااسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ" اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۳۳۲) حضرت ابوحماد جنہیں ابوسعاد یا ابواسد یا ابوعامر یا ابوعمرو یا ابوالاسود یا ابوعبس بھی کہا جاتا ہے اور وہ عقبۃ بن عامر جہنی سے راویت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو برسرِ منبر یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا:

﴿ وَأَعِدُّوا۟ لَهُم مَّا ٱسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ ﴾

'' جہاں تک ممکن ہو ہر طرح کی طاقت دشمنوں سے مقابلہ کی تیاری کرو۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قوت تیراندازی ہے، قوت تیراندازی ہے، قوت تیراندازی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۳۳۲): صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل الرمي والحث عليه .

شرح حدیث: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم فرمایا ہے کہ کفار سے مقابلہ کے لیے ہر طرح کی قوت تیار کر رکھو، بلاشبہ فتح ونصرت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ اگر چاہے بلا اسباب ظاہری بھی کامیابی عطا فرمادے لیکن اس کے ساتھ ہی جہاد کی تیاری، اس کے لیے سامان کی فراہمی اور اس کے لیے قوت وطاقت مہیا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے آیت قرآنی میں مذکور لفظ قوت کی توضیح تیراندازی کی تعلیم سے فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اے بنی اسماعیل تیراندازی کرو کہ تمہارے باپ اسماعیل بھی تیرانداز تھے۔

غرض مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہر وقت جنگ کی مکمل تیاری رکھیں اور حسب استطاعت سامانِ جہاد اکٹھا کریں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۵٦/۱۳۔ روضة المتقین : ۳/ ۳۲۰)

تیراندازی سیکھ کر بھلا دینا گناہ ہے

۱۳۳۳۔ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : ”سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ اَرْضُوْنَ وَيَكْفِيْكُمُ اللّٰهُ، فَلَا يَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَلْهُوَ بِاَسْهُمِهٖ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(۱۳۳۳) حضرت عقبہ بن عامر جہنی سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب تم پر زمینوں کی فتح کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہو جائے گا تم میں سے کوئی شخص تیراندازی میں کوتاہی نہ کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۳۳): صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الرمي والحث علیه .

کلمات حدیث: یکفیکم الله : اللہ لڑائی میں تمہارے لیے کافی ہو جائے گا اور دشمنوں پر تمہیں غلبہ عطا فرمادے گا۔

شرح حدیث: مسلمانوں کے لیے عظیم الشان خوشخبری اور بشارت ہے کہ مستقبل میں بہت سے علاقوں میں تمہیں فتح ونصرت حاصل ہوگی اور تم اللہ کی مدد اور اس کی نصرت سے نوازے جاؤ گے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تم ظاہری اسباب بھی تیار کرو اور سامانِ حرب بھی اکٹھا کرو اور دشمن کے مقابلے کے لیے تیاری اور اس کی استعداد کے حصول میں کوتاہی نہ کرو، بلکہ ہر طرح اپنے آپ کو ہر قوت وطاقت کے ساتھ تیار رکھو۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۵٦/۱۳ . روضة المتقین : ۳/ ۳۲۰۔ ریاض الصالحین (صلاح الدین) ۲/ ۲۷۷)

جس نے تیراندازی سیکھ کر بھلادی گناہ کیا

۱۳۳۴۔ وَعَنْهُ اَنَّهٗ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ”مَنْ عَلِمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا اَوْ فَقَدْ عَصٰى“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(۱۳۳۴) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے تیری اندازی کو سیکھ کر اس کو چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں یا اس نے نافرمانی کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۳۴): صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرمی.

شرح حدیث: کسی مسلمان کا کوئی ایسا کام سیکھ کر جو جنگ میں کارآمد ہو یا فنونِ حرب میں سے کسی فن حرب کی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد اس کا ترک کر دینا اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے کیونکہ قرآن کریم میں اور متعدد احادیث میں عام مسلمانوں کو جنگی تیاری اور فنونِ حرب سیکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ کفار سے مقابلہ کے لیے اپنی پوری قوت وطاقت تیار کر رکھو اور حدیثِ مبارک میں ہے کہ تیراندازی قوت یعنی قرآن کریم میں جس قوت کے حصول کا حکم دیا گیا ہے تیراندازی اس کا ایک حصہ ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیثِ مبارک میں تیراندازی یا کوئی اور فن حرب سیکھ کر اسے بھلا دینے اور ترک کر دینے پر شدید سرزنش اور تنبیہ فرمائی کہ ایسا آدمی ہم میں سے نہیں ہے یا ایسے شخص نے اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔

ایک تیر سے تین آدمی جنت میں

۱۳۳۵۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ : صَانِعَه، يَحْتَسِبُ فِيْ صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ، وَالرَّامِيَ بِه، وَمُنْبِلَه، : وَارْمُوْا وَارْكَبُوْا، وَاَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ تَرْكَبُوْا: وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَاعَلِّمَه، رَغْبَةً عَنْهُ فَاِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا اَوْقَالَ. كَفَرَهَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ.

(۱۳۳۵) حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر پر تین آدمیوں کو جنت عطا فرماتے ہیں، بنانے والا جو اس کے بنانے میں اچھی نیت اور ثواب کی امید رکھتا ہو، اس تیر کا چلانے والا اور اس تیر کو نکال کر دینے والا۔ تیراندازی کرو اور گھڑسواری کرو اور تمہارا تیراندازی کرنا مجھے گھڑسواری سے محبوب ہے اور جس نے تیراندازی سیکھ کر بے رغبتی کے ساتھ اسے چھوڑ دیا اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا اور اس نے نعمت کی ناشکری کی۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (۱۳۳۵): سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الرمی.

کلماتِ حدیث: منبلہ : وہ شخص جو تیرانداز کو تیر واپس لا کر دے یا اس کے لیے تیار کرے۔ الرامی بہ : تیراندازی کرنے والا، تیر چلانے والا۔ رمی رمیا (باب ضرب) پھینکنا، تیر چلانا۔ رغبۃ عنہ : اس سے اعراض اور بے رخی اختیار کر لے بے رغبتی اور لاپرواہی سے۔

شرح حدیث: جہاد فی سبیل اللہ کی ہر نوع کی تیاری باعثِ اجر وثواب ہے خواہ وہ تیراندازی ہو یا گھڑسواری ہو یا گھوڑوں کو پالنا

ہے۔اس حدیث میں ارشادفرمایا کہ ایک تیر پر تین آدمیوں کو جنت عطا ہو جائے گی تیر بنانے والے کو، تیر چلانے والے کو اور تیر اٹھا کر دینے والے کو۔اس حدیثِ مبارک پر دیگر فنونِ حرب کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔

(روضة المتقين : ٣/٣٢١۔ دليل الفالحين : ٤/١٢٠)

اسماعیل علیہ السلام تیرانداز تھے

۱۳۳۶. وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ : "اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمٰعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۳۳۶) حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک جماعت کے پاس سے گزرے وہ تیراندازی کررہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اولادِ اسماعیل تم تیراندازی کرو کہ تمہارے والد حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی تیرانداز تھے۔(بخاری)

تخریج حدیث(۱۳۳۶): صحيح البخاری، کتاب الجهاد، باب التحريض على الرمی .

کلماتِ حدیث: ينتضلون : تیراندازی کا مقابلہ کررہے تھے، تیراندازی کی تربیت حاصل کررہے تھے۔

شرحِ حدیث: حضرت اسماعیل علیہ السلام تیراندازی جانتے تھے ان کی سنت پر عمل کی ترغیب دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خوب تیراندازی کرو اور اس کی اچھی طرح مشق کرو۔ (فتح الباري : ٢/١٧٨۔ ارشاد الساري : ٦/٣٨٨)

تیر چلانے کا ثواب غلام آزاد کرنے کے برابر ہے

۱۳۳۷. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهٗ عِدْلُ مُحَرَّرَةٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ!

(۱۳۳۷) حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر چلایا اس کو ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔(ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۱۳۳۷): سنن ابی داؤد، کتاب العتق، باب اي الرقاب افضل . الجامع للترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل النفقة فی سبيل الله .

شرحِ حدیث: فضیلتِ جہاد اور اس کے اجر وثواب کا بیان ہے کہ اگر کوئی اللہ کے راستے میں ایک تیر چلائے تو اس کے لیے ایک

غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے جس کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں راویت کیا ہے کہ جو مسلمان اللہ کے راستے میں ایک تیر چلاتا ہے وہ دشمن کو لگے یا نہ لگے اسے ایسا اجر ملے گا جیسا کسی نے اولادِ اسماعیل کے کسی غلام کو آزاد کیا ہو۔

(تحفة الأحوذي : ٥/٢٦٠ ۔ روضة المتقين : ٣/٣٢٣ ۔ دليل الفالحين : ٤/١٢٢)

ایک کا بدلہ سات سو گنا تک ملتا ہے

۱۳۳۸ . وَعَنْ اَبِیْ یَحْییٰ خُرَیْمِ بْنِ فَاتِکٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کُتِبَ لَهٗ سَبْعُمِائَةِ ضِعْفٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ!

(۱۳۳۸) ابو یحیٰ حریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں کچھ بھی خرچ کیا اس کے لیے سات سو گنا لکھا جاتا ہے۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (۱۳۳۸): الجامع للترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل النفقة في سبيل الله .

راوی حدیث: حضرت ابو یحیٰ حریم بن فاتک اسدی رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ تھے، حدیبیہ میں شرکت فرمائی تھی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انتقال ہوا اور آپ سے دس احادیث مروی ہیں۔ (دليل الفالحين : ٤/١٢٣)

شرح حدیث: جس شخص نے ایمان و یقین اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب کی امید کے ساتھ اللہ کے راستے میں کوئی معمولی سی معمولی چیز صرف کی تو اللہ کے یہاں اس کا سات سو گنا اجر لکھا جائے گا۔ اسی اصول کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بیان فرمایا ہے کہ جس نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا ہے وہ ایسا ہے جیسے ایک دانہ گندم جس سے سات بالیں نکل آئیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔ یعنی اللہ کے راستے میں جو کچھ بھی خرچ کیا جائے اس کا اسے سات سو گنا اجر ملے گا۔ اور اس کے بعد اللہ بھی جو بہت وسیع خزانوں کا مالک اور اپنے بندوں کے اعمال میں پوشیدہ خلوص اور حسن نیت کو خوب جاننے والا ہے اور اگر چاہے اس میں بھی اور اضافہ کر دے اور اسے دگنا کر دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کے لیے ایک گھوڑا لایا گیا وہ ایسا تیز رفتار تھا کہ جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی وہاں اس کا قدم پڑتا تھا۔ آپ ﷺ اس گھوڑے پر تشریف لے گئے اور حضرت جبرئیل بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک قوم ہے جو روز کھیتی کرتے ہیں اور روز ان کی کھیتی تیار ہو جاتی ہے اور وہ اسے جب کاٹ لیتے ہیں وہ دوبارہ اسی طرح ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ یہ مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں ان کی ایک نیکی کا اجر سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے اور جو انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا انہیں اس کی جزا ملے گی۔

(تحفة الأحوذي : ٥/٢٤٦ ۔ الترغيب والترهيب : ٢/٢١٢ ۔ دليل الفالحين : ٤/١٢٢)

سفر جہاد میں ایک روزہ ستر سال جہنم سے دوری کا باعث ہوگا

۱۳۳۹. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ عَبْدٍ یَصُوْمُ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِکَ الْیَوْمِ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ !

(۱۳۳۹) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ کے راستے میں روزہ رکھتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو آگ سے ستر سال دور کر دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۳۹): صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب فضل الصوم في سبیل الله . صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام فی سبیل الله لمن یطیقه .

کلمات حدیث: ما من عبد : جو کوئی بندہ، یعنی ہر مرد و عورت۔

شرح حدیث: فی سبیل اللہ کا لفظ عام ہے یعنی ہر وہ عمل جو اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے اور ہر وہ نیکی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل میں کی جائے اور ہر وہ عمل صالح جو آخرت کے اجر و ثواب کے حصول کے لیے کیا جائے۔ اسی طرح صوم (روزہ) بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ چنانچہ یہ حدیث باب الصوم (۱۲۱۹) میں آ چکی ہے اور جہاد بھی ایسا عمل ہے جو فی سبیل اللہ میں داخل ہے اس لیے اس حدیث کو یہاں بھی ذکر کیا گیا۔ (فتح الباري : ۲/۱۶۱ـ ارشاد الساري : ۶/۳۳٤)

سفر جہاد میں روزہ کی فضیلت

۱۳۴۰. وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ النَّارِ خَنْدَقًا کَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ " رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ !

(۱۳۴۰) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے درمیان آسمان اور زمین کے برابر خندق حائل کر دیتے ہیں۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۳۴۰): الجامع للترمذي، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل الصوم في سبیل الله .

شرح حدیث: جس شخص نے جہاد فی سبیل اللہ میں روزہ کی حالت میں حصہ لیا اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور جہنم کی آگ کے درمیان ایک خندق حائل فرما دیں گے۔ یعنی اس صورت میں جب کہ مجاہد صائم خود دشمن سے نہ لڑ رہا ہو اور اسے کمزوری اور ضعف کا اندیشہ نہ ہو، تب وہ جہاد کی حالت میں روزہ رکھے ورنہ روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

ایسا شخص جو روزہ دار ہو اور اللہ کے راستے میں جہاد میں مصروف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور جہنم کی آگ کے درمیان ایک عظیم فاصلہ حائل فرما دیں گے یعنی اسے جہنم سے انتہائی دور فرما دیں گے۔

جس نے نہ جہاد کیا نہ سوچا وہ نفاق پر مرا

۱۳۴۱. وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهٗ بِغَزْوٍ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِّنَ النِّفَاقِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۳۴۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مرا کہ نہ کبھی اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جذبۂ جہاد بیدار ہوا وہ منافقت کی ایک خصلت پر مرا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۴۱): صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ذم من مات ولم یغز .

کلمات حدیث: لم یغز : وہ جس نے غزوہ میں یا جہاد میں حصہ نہیں لیا۔ ولم یحدث نفسه بغزو : نہ اس کے دل میں یہ بات آئی کہ اسے جہاد کرنا چاہیے۔ اس کے دل میں شوقِ جہاد بھی پیدا نہیں ہوا۔

شرح حدیث: جہاد فی سبیل اللہ اسلام کا مقرر کردہ ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ اگر کوئی شخص اس حال میں مر جائے کہ نہ کبھی اس نے عملاً جہاد میں شرکت کی ہو اور نہ کبھی ارادۂ جہاد کیا ہو اور نہ شوقِ جہاد کا کبھی اس کی طرف سے اظہار ہوا ہو تو اس کی موت اس حال میں ہوئی ہے کہ اس میں نفاق کی ایک خصلت موجود تھی کیونکہ جہاد سے گریز اور اس سے پہلوتہی نفاق کی علامت ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک مؤمن کے ایمان کا مقتضا یہ ہے کہ اگر کسی عذر کی بنا پر وہ کوئی عمل صالح نہ کر سکے تو اس کا ارادہ اور اس کا شوق ضرور رکھے، مثلاً اگر حج کی استطاعت نہ ہو تو حج کا ارادہ اور شوق اور وہاں جانے کا عزم ضرور ہو کہ یہ شوق وجذبہ اس کے ایمان کی علامت ہے اگر ارادہ اور عزم ہو اور شوق اور لگن ہو اور دل میں طے کر لیا ہو کہ مجھے جب بھی موقع ملے گا میں ضرور حج کو جاؤں گا تو یہ ارادہ اور عزم اس کے ایمان کی علامت ہے اور اس پر بھی اللہ کے یہاں اجر وثواب ہے۔ اسی طرح نیتِ جہاد اور اس کا شوق ہے کہ نہ صرف یہ کہ ایمان کی علامت ہے بلکہ اس پر اجر وثواب بھی ملے گا۔ اور اس ارادہ اور اس شوق کا عملی اظہار اس طرح ہوگا کہ جہاد کی تیاری کرے اور سامانِ جہاد تیار کرے اور مجاہدین کی مدد کرے اور ان کی فتح ونصرت کے لیے دعا کرے۔

قرآن کریم کی سورۂ توبہ میں منافقین کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ اگر ان کا جہاد کا ارادہ ہوتا جیسا کہ وہ کہہ رہے ہیں تو وہ ضرور اس کی تیاری کرتے جب ان کی جہاد کی کوئی تیاری ہی نہیں ہے اور ان کے کسی قول وفعل سے جہاد کے ارادے کا اظہار ہی نہیں ہوتا تو صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں صادق نہیں ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۴۸/۱۳ ـ روضة المتقين : ۲۲۶/۳ ـ دليل الفالحين : ۱۲۴/۴)

نیت پر اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتے ہیں

۱۳۴۲. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاةٍ فَقَالَ : "اِنَّ

بِالْمَدِيْنَةِ لَرِجَالاً مَاسِرْتُمْ مَسِيْرًا، وَلَاقَطَعْتُمْ وَادِيًا اِلَّا كَانُوْامَعَكُمْ : حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ" وَفِيْ رِوَايَةٍ : "حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ" وَفِيْ رِوَايَةٍ اِلَّا شَرَكُوْكُمْ فِي الْاَجْرِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ رِوَايَةِ اَنَسٍ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ جَابِرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ'!

(۱۳۴۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے رہ گئے ہیں کہ تم نے جتنا فاصلہ طے کیا اور تم جس وادی سے گزرے وہ تمہارے ساتھ تھے انہیں بیماری نے شرکت سے روکا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اجر میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔

اس حدیث کو امام بخاری نے براویت انس رضی اللہ عنہ اور مسلم نے بروایت جابر نقل کیا ہے اور اس حدیث کے الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث (۱۳۴۲): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب من حبسه العذر عن الغزو. صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض او عذر آخر.

شرح حدیث: امام عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بیماری یا کسی عذر کی بناء پر کسی عمل خیر کو نہ کر سکے اور اس کی نیت اور ارادہ اس کو کرنے کا ہو تو اسے وہی اجر ملے گا جو اس عمل کے کرنے والے کا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی پر نیند غالب آجائے اور نمازِ شب کے لیے نہ اٹھ سکے تو اسے نماز کا اجر ملے گا اور نیند اس کا صدقہ ہوگی۔ اس حدیث میں ارشاد ہوا کہ مدینہ میں کچھ اصحاب بیماری کی وجہ سے رہ گئے اور جہاد کی اس مہم میں جسمانی طور پر شریک نہیں ہو سکے لیکن مہم میں تم نے جتنا فاصلہ طے کیا اور جس وادی سے تم گزرے وہ سارے اجر وثواب میں تمہارے ساتھ شریک رہے ہیں۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب الاخلاص واحضار النية میں بھی آچکی ہے۔ (روضة المتقين : ۳/۳۲۶۔ دليل الفالحين : ٤/١٢٥)

●●●●●●●●●●●●

صرف دین کی سربلندی کے لیے لڑنے والا ہی مجاہد ہے

۱۳۴۳. وَعَنْ اَبِيْ مُوْسىٰ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ، يَارَسُوْلَ اللّٰهِ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرىٰ مَكَانَه'؟ وَفِيْ رِوَايَةٍ: يُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَفِيْ رِوَايَةٍ يُقَاتِلُ غَضَبًا، فَمَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۳۴۳) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی حاضر خدمت ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ایک شخص غنیمت کے حصول کے لیے لڑتا ہے۔ ایک اس لیے لڑتا ہے کہ اس کی شہرت ہو، ایک اس لیے لڑتا ہے کہ اس کا مقام معلوم ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ اور ایک وہ ہے جو بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے اور ایک غیرت میں آکر لڑتا ہے اور ایک

غصہ اور غضب سے لڑتا ہے ان میں سے کون سا فی سبیل اللہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ جہاد وہ ہے جو اس لیے کیا جائے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۴۳): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العلياء . صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا .

کلمات حدیث: للمغنم ، مغنم : مفعل کے وزن پر وہ اشیاء جو غنیمت میں حاصل ہوں۔ مال غنیمت۔ حمية : قومی یا خاندانی غیرت۔

شرح حدیث: ہر عمل صالح اور اچھے کام کے مختلف اغراض و مقاصد ہو سکتے ہیں یعنی کوئی اچھا کام کسی دنیاوی غرض یعنی عزت و شہرت کے حصول یا مال ومنال کے حصول کے لیے بھی انجام دیا جاسکتا ہے لیکن اللہ کے یہاں وہی عمل مقبول ہے اور اسی پر آخرت کے دن اس کے کرنے والے کو اجر و ثواب ملے گا جو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق ہو اور اس کی غرض ومنشاء صرف اور صرف اللہ کی رضا کا حصول ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کوئی عمل اس وقت تک قبول نہیں فرماتے جب تک وہ خالصتاً صرف اللہ ہی کے لیے نہ ہو اور اس سے صرف اس کی رضا مقصود ہو۔

اسی طرح جہاد بھی مختلف اغراض اور مقاصد کے لیے ہوسکتا ہے لیکن جو جہاد اللہ کے یہاں مقبول ہے اور جس پر مجاہد اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے وہ وہ جہاد ہے جس کا مقصود اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہو۔

(فتح الباري : ۲/۱۵۳۔ ارشاد الساري : ۶/۳۰۴۔ روضة المتقين : ۳/۳۲۷۔ دليل الفالحين : ۴/۱۲۶)

شہید اور زخمی مجاہد کو پورا اجر ملے گا

۱۳۴۴ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَامِنْ غَازِيَةٍ، اَوْسَرِيَّةٍ تَغْزُوْفَتَغْنَمَ وَتَسْلَمَ اِلَّا كَانُوْا قَدْ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَيْ اُجُوْرِهِمْ، وَمَامِنْ غَازِيَةٍ اَوْسَرِيَّةٍ تُخْفِقُ وَتُصَابُ اِلَّا تَمَّ اُجُوْرُهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۳۴۴) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لڑنے والا گروہ یا لشکر جہاد کرے اور مال غنیمت لے کر صحیح سالم واپس آجائے تو انہوں نے اپنے اجر کا دوتہائی دنیا میں حاصل کرلیا اور جو گروہ یا لشکر لڑے اور غنیمت حاصل نہ کرے اور زخمی ہو جائیں تو انہیں ان کا پورا اجر ملے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۴۴): صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب بيان قدر ثواب من غزافغنم ومن لم يغنم .

کلمات حدیث: غازية : وہ جماعت جو لڑائی کے لیے جائے۔ سریہ : چار سو مجاہدین کا لشکر۔ تخفق : ناکام ہو جائے۔ اخفاق (باب افعال) یعنی مقصود حاصل نہ ہونا۔

شرحِ حدیث: ایسی جماعت مجاہدین یا ان کا دستہ جو جہاد کے لیے جائے اور غنیمت لے کر صحیح سالم واپس آ جائے اس نے جہاد میں اپنے اجر وثواب میں سے دو تہائی دنیا ہی میں لے لیا۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انہیں ایک تہائی ایک اجر جان کی سلامتی کی صورت میں اور ایک تہائی مالِ غنیمت کی صورت میں دنیا ہی میں مل گیا۔ لیکن وہ مجاہدین جو جہاد میں ہوتے ہیں اور شہید یا زخمی ہو جاتے ہیں اور مالِ غنیمت سے محروم رہ جاتے ہیں انہیں روزِ قیامت جہاد کا پورا اجر ملے گا۔ چنانچہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ ایسے حال میں اللہ کو پیارے ہو گئے کہ انہوں نے اپنے اجر کا دنیا میں کوئی حصہ نہیں لیا اور اللہ کے گھر چلے گئے اور بہت سے ایسے ہیں کہ ان کے پھل پک گئے اور وہ اس کے ثمرات چن رہے ہیں۔

مفہومِ حدیث یہ ہے کہ وہ غازی جو اللہ کے راستے میں شہید ہو گیا یا زخمی ہو گیا اور غنیمت نہ پا سکا اس کا اجر اس غازی سے زیادہ ہے جو مالِ غنیمت لے کر صحیح سالم واپس آ گیا۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو مجاہد دورانِ جہاد زخمی ہو گیا اور اسے مالِ غنیمت بھی حاصل نہ ہو سکا اسے پورا اجر ملے گا کیونکہ وہ آزمائش میں بھی مبتلا ہوا اور مال سے محروم بھی ہوا۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۳/ ٤٤۔ روضة المتقین : ۳۲۸/۳۔ دلیل الفالحین : ٤/ ۱۲٦)

میری امت کی تفریح جہاد میں ہے

۱۳۴۵۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِیْ فِی السِّیَاحَةِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ سِیَاحَةَ اُمَّتِیِ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ۔

(۱۳۴۵) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے سیاحت کی اجازت عطا فرما دیجیے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ (ابوداود بسند جید)

تخریج حدیث (۱۳۴۵): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب النهی عن السیاحة .

کلماتِ حدیث: سیاحة : رہبانیت کے طور پر اور عبادت و بندگی کے لیے زمین میں چلنا اور سفر کرنا۔

شرحِ حدیث: جہاد فی سبیل اللہ اس قدر عظیم عبادت ہے اور اس کی فضیلت اور اس کا اجر اس قدر زیادہ ہے کہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے لیے اور وطن سے اور فالتو تعلقات سے دور ہو کر اللہ کی بندگی کرنے میں مصروف ہو جانا بھی اس کے برابر نہیں ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے سائل سے فرمایا کہ اگر دنیا کی لذتوں سے کنارہ کش ہو کر اپنے آپ کو بندگی رب کے لیے وقف کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے اس کا بہترین طریقہ جہاد مقرر فرمایا ہے۔ (روضة المتقین : ۳۲۹/۳۔ دلیل الفالحین : ٤/ ۱۲۸)

جہاد سے واپسی کا ثواب جانے کے برابر ہے

۱۳۴٦۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ .

(۱۳۴۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جہاد سے لوٹنا بھی جہاد کے لیے جانے کی طرح ہے۔ (ابوداؤد بسند جید)

قفلة کے معنی ہیں جہاد سے فارغ ہو کر واپس آنا، مقصد یہ ہے کہ جہاد سے لوٹنے میں بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا جہاد کے لیے جانے میں۔

تخریج حدیث (۱۳۴۶): سنن ابی داؤد، کتاب اوائل الجهاد، باب فضل القفل في الغزو .

کلمات حدیث: قفلة : ایک مرتبہ لوٹنا، واپسی ۔ قفل قفلا (باب نصر) لوٹنا، سفر کرنا، واپس آنا۔ قافلة : جانے والی یا لوٹنے والی جماعت، جمع قوافل.

شرح حدیث: مجاہد فی سبیل اللہ کو جہاد سے واپس آتے ہوئے بھی اسی طرح ثواب ملتا ہے جس طرح جہاد کے لیے جاتے ہوئے ملتا ہے۔ یعنی تمام سفر جہاد از اول تا آخر عبادت ہے اور اس پر اجر و ثواب ہے۔

(روضة المتقين : ۳/۳۲۹ ۔ دليل الفالحين : ۴/۱۲۸)

غزوۂ تبوک سے واپسی پر بچوں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا

۱۳۴۷ . وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ فَلَقِيْتُهُ مَعَ الصِّبْيَانِ عَلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ بِهٰذَا اللَّفْظِ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ ذَهَبْنَا نَتَلَقَّى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الصِّبْيَانِ اِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ!

(۱۳۴۷) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو سب لوگوں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی اور میں بھی بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع تک آپ ﷺ کے استقبال کے لیے گیا۔ (ابوداود بسند صحیح اور یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں) صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں کہ ہم بچوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے لیے ثنیۃ الوداع تک گئے۔

تخریج حدیث (۱۳۴۷): سنن ابی داؤد، آخر كتاب الجهاد، باب في التلقي . صحيح البخاري، اول باب في كتاب النبي صلى الله عليه وسلم الى كسرىٰ و قيصر .

کلمات حدیث: ثنية الوداع : مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام۔

شرح حدیث: غزوۂ تبوک آخری غزوہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے یہ غزوہ ۹ ھ میں رجب کے مہینے میں حجۃ الوداع سے پہلے ہوا۔ تبوک مدینہ منورہ اور دمشق کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ جب آپ ﷺ کے تبوک سے واپسی کی اطلاع مدینہ

منورہ پہنچی تو جو لوگ ساتھ نہیں گئے اور پیچھے رہ گئے تھے اور وہ بچے آپ ﷺ کے استقبال کے لیے مدینہ منورہ سے باہر ثنیۃ الوداع کے مقام تک گئے ۔اس حدیث کے راوی سائب بن یزید بھی اس وقت بچوں میں شامل تھے اور بچوں کے ساتھ مل کر آپ ﷺ کے استقبال کے لیے گئے تھے ۔اس سے معلوم ہوا کہ بستی سے باہر جا کر جہاد سے واپس آنے والے مجاہدین کا استقبال کرنا سنت ہے۔

(فتح الباري : ۲/۲۱۷ ۔ ارشاد الساري : ٦/٥٥٦)

جہاد سے جی چرانے والا موت سے پہلے مصیبت میں گرفتار ہوگا

۱۳۴۸ . وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ لَمْ يَغْزُ، اَوْيُجَهِّزْ غَازِياً اَوْيَخْلُفْ غَازِياً فِيْ اَهْلِهِ بِخَيْرٍ، اَصَابَهُ اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ !

(۱۳۴۸) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نہ جہاد کیا نہ کسی غازی کو سامان تیار کر کے دیا یا کسی غازی کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بہتر دیکھ بھال نہیں کی تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت سے پہلے کسی بڑی مصیبت یا حادثہ سے دوچار کرے گا۔(ابوداؤد بسند صحیح)

تخریج حدیث (۱۳۴۸): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب کراهية ترك الغزو .

کلمات حدیث: القارعة : بڑی مصیبت یا حادثہ عظیم ۔

شرح حدیث: امت مسلمہ کا اجتماعی طور پر اور ہر مسلمان کا انفرادی طور پر یہ فرض بنتا ہے کہ وہ جہاد سے اعراض اور غفلت نہ برتیں بلکہ جہاد کرنے والے مجاہدین کی ضروریات اور ان کے تقاضوں کو پورا کریں اور ان کی تکمیل کریں ۔ایسا مسلمان جو جہاد میں بھی شرکت نہ کرے جہاد کا کوئی سامان بھی کسی مجاہد کو فراہم نہ کرے اور جہاد پر جانے والوں کے اہل خانہ کی دیکھ بھال بھی نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے جہاد سے کوئی غرض اور مطلب نہیں ہے ۔اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی اسے بے توجہی اور اعراض کی سزا دیں گے۔

(روضة المتقين : ۳/۳۳۱ ۔ دليل الفالحين : ٤/١٣٠ ۔ رياض الصالحين (صلاح الدين) ۲/۲۸۳)

جان و مال سے مشرکین کے خلاف جہاد کرو

۱۳۴۹ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ!

(۱۳۴۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مال سے اپنی جان سے اور اپنی زبان سے مشرکین سے جہاد کرو ۔(ابوداؤد بسند صحیح)

تخریج حدیث(۱۳۴۹): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب کراهية ترك الغزو .

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں جہاد کی تین قسمیں بیان ہوئی ہیں۔ جہاد بالمال، جہاد بالنفس اور جہاد باللسان۔ یعنی اللہ کے راستے اور اللہ کے دین کے فروغ واشاعت کے لیے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اپنے مال صرف کرنا۔ جہاد میں شرکت کر کے جان کا نذرانہ بلذے حضور پیش کرنا اور دین کے خلاف ہونے والے اعتراضات کو دلائل کے ساتھ تحریراً اور تقریراً رد کرنا اور دین کا صحیح علم لوگوں تک پہنچانا۔ (روضة المتقين : ۳/۳۳۲۔ دليل الفالحين : ٤/١٣٠) .

آپ ﷺ دن کے ابتدائی حصہ میں دشمن پر حملہ کرتے تھے

۱۳۵۰ . وَعَنْ اَبِیْ عَمْرٍو! وَیُقَالُ اَبُوْحَکِیْمِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ یُقَاتِلْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَخَّرَالْقِتَالَ حَتّٰی تَزُوْلَ الشَّمْسُ، وَتَهُبَّ الرِّیَاحُ، وَیَنْزِلَ النَّصْرُ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ!

(۱۳۵۰) حضرت نعمان بن مقرن جن کی کنیت ابوعمرو یا ابوحکیم ہے فرماتے ہیں کہ میں جہاد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا۔ آپ ﷺ اگر دن کے اول حصے میں لڑائی کا آغاز نہ کرتے تو پھر زوال تک لڑائی کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے، ہوائیں چلنے لگیں اور نصرت نازل ہو جائے۔ (ابوداؤد اور ترمذی، ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۱۳۵۰): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب ای وقت يستحب اللقاء . الجامع للترمذی، ابواب السير، باب ما جاء فی الساعة التي يستحب فيها القتال .

شرح حدیث: حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کے ساتھ غزوات میں شرکت کی آپ ﷺ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ اگر اوّلِ نہار قتال کا آغاز نہ کرتے تو زوالِ شمس کا انتظار فرماتے کہ ہوائیں چل جائیں اور نصرت نازل ہو جائے۔ یہ تاخیر رسول اللہ ﷺ اس لیے فرماتے کہ نمازِ ظہر کا وقت ہو جائے اور قبولیتِ دعاء کا وقت ہو جائے۔ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر وقت وقتِ قبولیتِ دعاء ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کو قبولیتِ دعاء کے خاص اوقات سے مطلع کیا گیا تھا تو آپ ﷺ ان اوقات کا انتظار فرمایا کرتے تھے اور کچھ علامات تھیں جن کو آپ ملحوظ رکھا کرتے تھے۔ مثلاً: آخر شب ہونا، بارش ہونا، دشمن کے بالمقابل ہونا، لیلۃ القدر ہونا، جمعہ کی ساعت ہونا، سجدے کی حالت میں ہونا اور ضرورت اور احتیاج کے وقت دعاء کا قبول ہونا۔

لڑائی کے وقت ثابت قدم رہو

۱۳۵۱ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ فَاِذَا لَقِیْتُمْ فَاصْبِرُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۳۵۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دشمن سے لڑنے کی تمنا نہ کرو لیکن جب آمنا سامنا ہو جائے تو ثابت قدمی اختیار کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۳۵۱): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب لاتتمنوا لقاء العدو . صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب کراهية تمني لقاء العدو .

شرح حدیث: ابن بطال فرماتے ہیں کہ انسان کو مستقبل کی کوئی خبر نہیں ہے اس لیے مسلمان کا دشمن سے مقابلے کی تمنا کرنا درست نہیں کہ یہ معلوم نہیں ہے کہ جنگ کی صورت میں کیا حالات پیش آئیں گے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کی طرف سے عافیت نصیب ہو اور میں شکر کروں یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ میں ابتلاء میں ڈالا جاؤں اور صبر کروں۔ خود اسی حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ سے عافیت طلب کرو، لیکن اگر جنگ کی آزمائش سے دو چار ہو جاؤ تو جم کر مقابلہ کرو۔ یہ حدیث اس سے پہلے (۱۳۲۵) میں آچکی ہے۔ (روضة المتقين : ۳/ ۳۳٤۔ دلیل الفالحین : ٤/ ۱۳۱)

جنگ چال بازی ہے

۱۳۵۲. وَعَنْهُ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۳۵۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنگ دھوکہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۳۵۲): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الحرب خدعة . صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب جواز الخداع في الحرب .

کلمات حدیث: خدعة : جنگی چال۔ ایک امر کا اظہار کرنا اور اس کے برخلاف بات کو چھپانا۔

شرح حدیث: سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے یہ جملہ کہ "الحرب خدعة" جنگ خندق میں فرمایا۔ خدعۃ کا مطلب ہے کہ ایسی چال چلنا جس سے دشمن مغالطہ میں پڑ جائے اور اسے مسلمانوں کے اصل مقاصد اور عزائم کا علم نہ ہو سکے نیز خود کافروں اور دشمنوں کی چالوں اور ان کے فکر کو سمجھ کر ان کے مقابلے کی مناسب تدبیر اختیار کرنا۔ غرض ایسی جنگی تدابیر جن سے فتح و کامیابی کے حصول میں سہولت اور اس کے نقصانات سے بچنے کے امکانات پیدا ہوں نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ خوب تر ہے۔

(فتح الباري : ۲/ ۲۰٤۔ شرح مسلم للنووي : ۱۲/ ٤۰۔ عمدة القاري : ١٤/ ٣٨٢)

الباب (۲۳۵)

بَابُ بَيَانِ جَمَاعَةٍ مِنَ الشُّهَدَآءِ فِي ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَيُغَسَّلُوْنَ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِمْ بِخِلَافِ الْقَتِيْلِ فِيْ حَرْبِ الْكُفَّارِ

ان شہداء کا بیان جو اخروی جزاء کے اعتبار سے شہید ہیں لیکن انہیں غسل دیا جائے گا اوران کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی برعکس اس شہید کے جو کافروں کے ساتھ جنگ میں شہید ہوا ہو

شہداء کی قسمیں

۱۳۵۳. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الشُّهَدَآءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ، وَالْغَرِيْقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۳۵۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شہید پانچ ہیں۔ طاعون سے مرنے والا، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، ڈوب کر مرنے والا، دَب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۵۳): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الشهادة سبع سوی القتل . صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب بیان الشهداء .

کلمات حدیث: مطعون : وہ آدمی جو طاعون میں مرجائے۔ مبطون : وہ آدمی جو پیٹ کی کسی بیماری میں مرجائے۔ بطن : پیٹ جمع بطون . صاحب الهدم : وہ آدمی جو کسی مکان یا عمارت کے نیچے دَب کر مرجائے۔ هدم هدما (باب ضرب) گرانا۔ انهدام : (باب انفعال) گرنا۔

شرح حدیث: شہداء شہید کی جمع ہے، شہید کو شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جنت کی گواہی دی ہے یا اس لیے کہ اس کے رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں یا اس لیے کہ وہ معرکہ کارزار میں حاضر ہوتا ہے اور جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے۔

اس حدیثِ مبارک میں پانچ شہداء کا ذکر ہے جن میں سے ایک تو شہید فی سبیل اللہ ہے اور باقی چار وہ ہیں جو آخرت کے اجر وثواب کے اعتبار سے شہید ہیں۔ ایک اور حدیث میں سات کی تعداد بتائی گئی ہے یعنی اس میں دو مردہ افراد کا ذکر کیا گیا جن کو روزِ قیامت شہداء کی طرح اجر وثواب ملے گا ایک وہ عورت جو حمل کی حالت میں یا وضع حمل میں مرجائے اور وہ آدمی جو ذات الجنب کی بیماری میں مرجائے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شہید فی سبیل اللہ کے علاوہ جن لوگوں کا بطورِ شہداء کے ذکر ہوا وہ آخرت کے اجر وثواب کے اعتبار سے شہداء میں شمار کیے گئے ہیں یعنی آخرت میں ان کو وہ اجر وثواب ملے گا جو شہیدوں کو عطا ہوگا۔ لیکن جہاں تک دنیاوی احکام کا تعلق ہے انہیں غسل بھی دیا جائے گا اوران کی نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

یہ اللہ سبحانہ کا امت مسلمہ پر انعام ہے اور اس کا فضل و احسان ہے کہ اس نے مسلمان کے لیے حادثاتی موت کو گناہوں کا کفارہ اور آخرت کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنا دیا۔

(فتح الباري : ۱/۵۲۵۔ روضة المتقين : ۳/۳۳٦۔ رياض الصالحين (صلاح الدين) ۲/۲۸٦)

شہید حکمی کی اقسام

۱۳۵۴. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَاتَعُدُّوْنَ الشُّهَدَآءَ فِيْكُمْ؟" قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ. قَالَ : "اِنَّ شُهَدَآءَ اُمَّتِيْ اِذًا لَقَلِيْلٌ! قَالُوْا فَمَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. فَهُوَ شَهِيْدٌ! وَمَنْ مَاتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ! وَمَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ! وَمَنْ مَاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ. شَهِيْدٌ وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ!!

(۱۳۵۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے لوگوں میں کسے شہید شمار کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے وہ شہید ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح تو میری امت میں شہداء کم ہوں گے، انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر شہید کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے وہ شہید ہے، جو اللہ کے راستے میں مرجائے وہ شہید ہے، جو طاعون میں مرجائے وہ شہید ہے، جو پیٹ کی بیماری میں مرجائے وہ شہید ہے، اور جو ڈوب کر مرجائے وہ شہید ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۵۴): صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب بيان الشهداء.

کلمات حدیث: ما تعدون الشهداء فيكم : تم اپنے مرنے والوں میں سے کس کس کو شہید شمار کرتے ہو، تم کن لوگوں کو شہید گنتے ہو۔ عد عداً (باب نصر) شمار کرنا۔ گننا۔

شرح حدیث: اللہ کے راستے میں مرجانے سے مراد طبعی موت مرنا ہے یعنی اگر مجاہد اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے جا رہا ہے اور جہاد سے پہلے ہی اسے طبعی موت آ گئی یا گھوڑے سے گر کر مر گیا تو وہ بھی شہید ہے۔

(روضة المتقين : ۳/۳۳۷۔ رياض الصالحين (صلاح الدين): ۲/۲۸٦۔ دليل الفالحين : ٤/۱۳۲)

جو مال کی حفاظت کرتے ہوئے مرجائے وہ بھی شہید ہے

۱۳۵۵. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۳۵۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے مال کی

حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۵۵): صحيح البخارى، كتاب المظالم، باب من قتل دون ماله . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على أن من أخذ مال غيره .

کلماتِ حدیث: دون مالہ : علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دون اصل میں ظرف مکان ہے جو تحت (نیچے) کے معنی میں آتا ہے۔ جو آدمی اپنے مال کا دفاع کرتا ہے اس وقت اس کا مال یا تو اس کے نیچے ہوتا ہے یا پیچھے ہوتا ہے۔

شرحِ حدیث: اگر کسی مسلمان کا مال کوئی ناحق لینا چاہے اور وہ مسلمان اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ اس بات کی کہ اگر کوئی شخص بغیر حق کے کسی کا مال چھینے تو اسے قتل کرنا جائز ہے، خواہ مال قلیل ہو یا کثیر۔ جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے، جبکہ بعض فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر مال تھوڑا ہو تو چھیننے والے کا قتل جائز نہیں ہے۔ (فتح الباري : ۲۴/۲۔ روضة المتقين : ۳۳۸/۳۔ دليل الفالحين : ۱۳٤/٤)

جو جان کی حفاظت کرتے ہوئے مرجائے وہ بھی شہید ہے

۱۳۵۶ . وَعَنْ اَبِی الْاَعْوَرِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، اَحَدِ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗد وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۱۳۵٦) حضرت ابوالاعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل جو ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو جنت کی خوشخبری دی گئی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے۔ جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۳۵٦): سنن ابی داؤد، كتاب السنة، باب في قتال اللصوص .

کلماتِ حدیث: العشرة المشهود لهم بالجنة : وہ دس صحابہ جن کے بارے میں جنت کی شہادت دی گئی، وہ دس صحابہ جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنتی ہیں۔ عشره مبشره بالجنة .

شرحِ حدیث: رسول کریم ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے متعدد صحابہ کرام کو جنت کی بشارت دی لیکن جن حضرات کو ایک ہی موقعہ پر جنت کی خوشخبری سنائی وہ دس ہیں، جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور اس حدیث کے راوی حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ابن الملک فرماتے ہیں کہ علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے مال پر جان پر اور اس کے بیوی بچوں پر کوئی ظالم تعدی کرے تو اسے اپنے دفاع کا حق حاصل ہے اور اگر اسے اس کے لیے لڑنا بھی پڑے تو وہ قتال بھی کرسکتا ہے اور اگر وہ مدافعت کرتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید ہے۔ (روضة المتقين : ۳۳۸/۳ ۔ دليل الفالحين : ۱۳۵/٤ ۔ رياض الصالحين (صلاح الدين) ۸۷/۲)

ڈاکو جہنمی ہے

۱۳۵۷ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ جَآءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَخْذَ مَالِیْ؟ قَالَ : "فَلَا تُعْطِهٖ مَالَکَ قَالَ : اَرَاَيْتَ اِنْ قَاتَلَنِیْ؟ قَالَ :" قَاتِلْهُ" "قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلَنِیْ؟ قَالَ : فَاَنْتَ شَهِيْدٌ" قَالَ : اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلْتُهٗ"؟ قَالَ : "هُوَ فِی النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(۱۳۵۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر کوئی آئے اور میرا مال چھیننے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اسے اپنا مال مت دے۔ اس نے دریافت کیا کہ اگر وہ مجھ سے لڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ تو بھی اس سے مقابلہ کر۔ اس نے کہا کہ اگر وہ مجھے قتل کر دے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو شہید ہے۔ اس نے کہا کہ اگر میں اسے قتل کر دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں جائے گا۔
(مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۵۷): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على ان من قصد اخذ .

شرح حدیث: اسلام نے ہر انسان کی جان، مال اور عزت و آبرو محترم قرار دیا ہے اور بغیر حق کے ان میں کسی پر کوئی زیادتی جائز نہیں ہے اور زیادتی کرنے والا ظالم ہوگا اور اللہ کے یہاں گنہگار اور دنیا میں قابل سزا ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی کا مال زبردستی چھینے اور اسے لوٹے تو اسے حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مال کا دفاع کرے اگر اس مدافعت میں وہ مارا گیا تو شہید ہے اور اگر اس نے حملہ آور کو مار دیا تو یہ حملہ آور جہنمی ہے۔

اپنی جان، مال اور عزت اور اپنے گھر والوں کی حفاظت میں مارا جانے والا حکماً شہید ہے اس لیے اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۳۸/۲ ۔ روضة المتقين : ۳۳۹/۳)

☆☆☆☆☆

الباب (۲۳۶)

بَابُ فَضْلِ الْعِتْقِ
غلاموں کو آزاد کرنے کی فضیلت

۲۹۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

''پس وہ دشوار گزار گھاٹی میں داخل نہیں ہوا اور تجھے کیا معلوم کہ گھاٹی کیا ہے؟ گردن کا آزاد کرنا ہے۔'' (البلد)

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا اور اپنے احسانات سے سرفراز فرمایا لیکن اس قدر انعام واکرام اور جملہ اسباب ہدایت کی موجودگی میں اسے توفیق نہ ہوئی کہ وہ دین کی گھاٹی پر آ دھمکتا اور مکارمِ اخلاق کے راستوں کو طے کرتا ہوا فوز وفلاح کے بلند مقامات تک پہنچ جاتا۔ دین کے احکام چونکہ انسانی خواہشات نفس کے برخلاف ہیں اس لیے ان پر عمل کرنے کو گھاٹی سے تعبیر فرمایا۔ ان احکام میں سے ایک اہم حکم غلاموں کو آزاد کرنا ہے۔

رسول کریم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی غلامی کا رواج ساری دنیا میں چھایا ہوا تھا اسلام نے اس رواج کو یکلخت ختم کرنے کی بجائے تدریجاً ختم فرمایا کہ غلاموں کی آزادی کا بہت اجر وثواب بیان فرمایا مختلف مقامات پر غلاموں کو بطور کفارہ آزادی کا حکم فرمایا اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک بہتر برتاؤ اور اچھے تعلق رکھنے کا حکم فرمایا کہ ان کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاؤ اور ان کے ساتھ محبت، مہربانی اور شفقت سے پیش آؤ۔

غرض ایسی متعدد ہدایات اور احکام جاری فرمائے جن سے رفتہ رفتہ غلامی کا خاتمہ ہو گیا بلکہ غلام اسلامی سوسائٹی میں جذب ہو کر اسلامی تہذیب وثقافت کا ایک قابل فخر حصہ بن گئے اور ان غلاموں کے سلسلے سے ایسے ماہر اور عبقری علماء پیدا ہوئے کہ آزادی بھی اس غلام پر قربان ہو جائے۔

(معارف القرآن۔ تفسیر عثماني۔ روضة المتقين: ۳۳۹/۳۔ رياض الصالحين (صلاح الدين) ۲۸۷/۲)

غلام آزاد کرنے کے بدلہ میں جہنم سے نجات ملے گی

۱۳۵۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ حَتّٰی فَرْجَهٗ بِفَرْجِهٖ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۳۵۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جس نے ایک مسلمان کی گردن آزاد کی اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے اس کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد فرما دیں گے حتیٰ کہ شرمگاہ بھی شرمگاہ کے

بدلے میں جہنم کے عذاب سے نجات پاجائے گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۵۸): صحیح البخاری، الكفارات، باب قول الله تعالىٰ او تحرير رقبة . صحيح مسلم، كتاب العتق، باب فضل العتق .

کلمات حدیث: لكل عضو منه : غلام آزاد کرنے والے کے جسم کا ہر عضو غلام کے ہر عضو کے بدلے جہنم کی آگ سے محفوظ کر دیا جائے گا۔

شرح حدیث: قرآن کریم میں غلام کے آزاد کرنے کی بڑی فضیلت بیان ہوئی اور مختلف مواقع پر غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح متعدد احادیث نبوی ﷺ میں غلاموں کو آزاد کرنے کی فضیلت اور اس عمل کا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے غلاموں کو بکثرت آزاد کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غلاموں کے مالکوں کو غلاموں کی قیمت ادا کرتے اور خریدتے ہی ان کو آزاد کر دیتے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار غلاموں کو آزاد فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہزار سے زائد غلام آزاد کیے اور بعض صحابہ کرام کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے ایک دن میں آٹھ ہزار غلاموں کو آزاد کیا۔

(فتح الباري : ۱/۳۳۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۰/۱۲۹۔ روضة المتقين : ۳/۳٤٠۔ نزهة المتقين : ۲/۲۵۷)

****

قیمتی غلام آزاد کرنے میں زیادہ فضیلت ہے

۱۳۵۹۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ، وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" قَالَ: قُلْتُ : اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا وَاَكْثَرُهَا ثَمَنًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۳۵۹) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں نے عرض کیا کون سی گردن کو آزاد کرانا افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ غلام جو مالک کی نظر میں اعلیٰ اور قیمت میں گراں ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۵۹): صحيح البخاري، كتاب العتق، باب اي الرقاب افضل . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب كون الايمان بالله تعالىٰ افضل الاعمال .

کلمات حدیث: اي الرقاب افضل : غلاموں سے کس غلام کے آزاد کرنے کی زیادہ فضیلت ہے۔ رقاب : جمع رقبة : گردن مراد غلام۔

شرح حدیث: ایمان تمام اعمال صالحہ کی اساس اور ان کی روح ہے ایمان کے بغیر نہ کوئی عمل عمل صالح بنتا ہے اور نہ ہی وہ اللہ کے یہاں مقبول ہے اس لیے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا افضل الاعمال ہونا بالکل واضح اور ظاہر ہے اور اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔ قرآن

کریم میں ارشاد ہے کہ:

﴿ لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ ﴾

''تم ہرگز نیکی حاصل نہ کر پاؤ گے یہاں تک کہ تم اپنی پسندیدہ اشیاء کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔'' (آل عمران: ۹۲)

اسی بنیاد پر فرمایا کہ غلاموں میں سے اس غلام کو آزاد کرنا زیادہ فضیلت کا کام ہے جو مالکوں کی نظر میں بہت اعلیٰ اور نفیس ہو اور بازار میں اس کی قیمت زیادہ ہو۔ جس طرح غلام کو آزاد کرنا ہے اسی طرح مقروض کا قرض ادا کر کے اس کا قرض چھڑانا اور جو کسی وجہ سے مالی بوجھ تلے دَب گیا ہو اس کی گردن سے یہ بوجھ اتار دینا بھی بہت فضیلت اور اجر و ثواب کا کام ہے اور ﴿ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝١٣ ﴾ گردن چھڑانا میں داخل ہے۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی ہے۔

(روضة المتقين : ٣/٣٤١ـ دليل الفالحين : ١٣٩/٤ـ رياض الصالحين (صلاح الدين) ٢٨٩/٢)

البَابُ (۲۴۷)

بَابُ فَضْلِ الْاِحْسَانِ اِلَى الْمَمْلُوْكِ

غلاموں سے حسن سلوک کی فضیلت

چند حقوق العباد کا ذکر

۲۹۵. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا۟ بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا وَبِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱلْجَارِ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْجَارِ ٱلْجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلْجَنۢبِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْ ﴾ .

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھراؤ اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتے دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی، پاس رہنے والے اور مسافر کے ساتھ اور ان کے ساتھ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے یعنی غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔'' (النساء:۳۶)

تفسیری نکات: ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ نیز تمام رشتہ دار پڑوسیوں اور جملہ متعلقین کے ساتھ حسن سلوک کرو اور غلاموں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرو۔ (معارف القرآن، تفسیر عثمانی)

جو خود کھائے غلام کو وہی کھلائے

۱۳۶۰۔ وَعَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ : رَاَيْتُ اَبَاذَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلٰى غُلَامِهِ مِثْلُهَا فَسَاَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَذَكَرَ اَنَّهُ سَابَّ رَجُلاً عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَيَّرَهُ بِاُمِّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ" هُمْ اِخْوَانُكُمْ، وَخَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ، فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَاتُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۳۶۰) حضرت معرور بن سوید سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک عمدہ حلہ پہنا ہوا اور ان کے غلام نے بھی انہی جیسا پہنا ہوا تھا۔ میں نے ان سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کو برا بھلا کہا اور اس کی ماں کی نسبت سے اسے عار دلائی۔ اس پر نبی کریم ﷺ

نے فرمایا کہ تم ایسے آدمی ہو کہ تمہارے اندر جاہلیت کا اثر موجود ہے۔ وہ تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے خدمت گار ہیں اللہ نے انہیں تمہارے ماتحت بنادیا ہے۔ جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو وہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو اور اگر ایسے کام ان کے سپرد کرو تو خود بھی ان کی مدد کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۶۰): صحيح البخاري، كتاب العتق، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم العبيد اخوانكم. صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب اطعام المملوك مما يأكل.

کلمات حدیث: خولكم: تمہارے مددگار۔ فتح الباری میں ہے کہ غلام کو خول اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ کاموں کی اصلاح کرتے اور انہیں درست کرتے ہیں۔

شرح حدیث: حضرت معرور بن سوید تابعی ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک حلہ پہنا ہوا ہے اور اسی طرح کا ان کے غلام نے پہنا ہوا ہے میں نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کسی کو برا بھلا کہہ دیا تھا اور اسے اس کی ماں کی نسبت عار دلائی تھی، اور یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جو مؤذن رسول ﷺ تھے، جنہیں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ابن السوداء (کالی عورت کا بیٹا) کہہ کر پکارا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر انہیں تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تمہارے اندر ابھی تک جاہلیت کا اثر موجود ہے کہ کسی کو اس کے نسب سے عار دلانا شیوۂ جاہلیت ہے اخلاقِ اسلام نہیں ہے۔ اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرۂ مبارک زمین پر رکھ دیا اور کہا کہ جب تک بلال رضی اللہ عنہ میرے چہرے پر اپنا پیر نہیں رکھ دیں گے میں اپنا رخسار زمین پر سے نہیں اٹھاؤں گا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ غلام تمہارے بھائی اور تمہارے مددگار ہیں ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ اسلام نے غلاموں اور مجبوروں کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک پر بہت زور دیا ہے۔ اس کے پیش نظر ہر طرح کے ملازمین اور خادموں کے ساتھ ہمدردی اور اخوت کا معاملہ کرنا چاہیے۔

نیز ارشاد فرمایا کہ غلاموں پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جسے برداشت کرنا ان کے لیے مشکل ہو بلکہ جو کام انہیں بتاؤ اس میں خود ان کی مدد کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملازموں اور مزدوروں پر بھی اتنا بوجھ نہ ڈالا جائے جسے وہ برداشت نہ کر سکیں اور اگر ان سے کوئی دشوار کام لیا جائے تو خود ان کا ہاتھ بٹانا چاہیے اور ان کی مدد کرنی چاہیے۔

اسلام آجر اور اجیر آقا اور غلام اور مالک اور مزدور کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیتا ہے اور ان کو باہم ہمدرد، غمگسار، معاون اور مددگار بننے کی تلقین کرتا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کو انسانی حقوق کی ادائیگی اور حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے کہ اسلام میں شرف و فضل کا معیار دنیا اور دنیاوی مسائل کی فراوانی نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف تقویٰ ہے۔

(فتح الباري: ۱/۵۵۔ شرح صحيح مسلم للنووي: ۱۱/۱۱۰۔ تحفة الأحوذي: ٦/٦٤۔ رياض الصالحين (صلاح الدين) ۲/۲۹۰۔ ارشاد الساري: ۱/۱٦۷۔ عمدة القاري: ۱/۳۲٤)

خادم کو بھی کھانے میں شریک کر لینا چاہیے

۱۳۶۱ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِذَا اَتٰی اَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ فَاِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً اَوْ لُقْمَتَيْنِ اَوْ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَيْنِ فَاِنَّهُ وَلِيَ عِلَاجَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

"اَلْاُكْلَةُ" بِضَمِّ الْهَمْزَةِ! وَهِيَ اللُّقْمَةُ!

(۱۳۶۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم کھانا لے کر آئے تو اگر وہ اسے اپنے ساتھ بٹھا کر نہ کھلائے تو کم از کم ایک دو لقمہ ہی دیدے کہ اس نے ہی اس کھانے کو لانے کی زحمت برداشت کی ہے۔ (بخاری)

اُکلہ : بمعنی لقمہ۔

تخریج حدیث (۱۳۶۱): صحیح البخاری، کتاب الاطعمہ، باب الاکل مع الخادم . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اطعام المملوك مما یأكل .

شرح حدیث: اسلام نے تمام انسانوں کو برابر قرار دیا ہے کسی عجمی کو عربی پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے سب ایک آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔ اس لیے اسلامی اخلاق یہ ہے کہ خادموں اور زیر دستوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے انہیں وہی کھانا دیا جائے جو مالک خود کھاتا ہے وہی کپڑا پہنایا جائے جو مالک خود پہنتا ہے اور جب خادم کھانا لے کر آئے تو اسے اپنے ساتھ کھلائے ورنہ ایک دو لقمہ ہی اسے دیدے۔ ترمذی رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے کہ خادم کو اپنے پاس بٹھا کر کھلائے اگر وہ نہ کھائے تو اسے وہ لقمہ دیدے جو اس کے ہاتھ میں ہو اور مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تمہارا خادم کھانا لے کر آئے تو صاحب طعام کو چاہیے کہ اسے اپنے قریب بٹھائے یا اسے ایک لقمہ دیدے، وجہ یہ ہے کہ اس خادم نے کھانا تیار کرنے کی کلفت برداشت کی ہے اسے پکایا ہے اور پکانے میں گرمی اور دھواں برداشت کیا ہے اور اگر صرف لا کر سامنے رکھا ہے تب بھی اس نے زحمت برداشت کی جو مالک کے حسن سلوک کی متقاضی ہے۔

(فتح الباري : ۲/ ۴۵۔ روضة المتقين : ۳/ ۳۴۳۔ دليل الفالحين : ۴/ ۱۴۱)

البَاب (۲۳۸)

بَابُ فَضْلِ الْمَمْلُوْكِ الَّذِیْ یُؤَدِّیْ حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِیْهِ

اللہ تعالیٰ کا اور اپنے آقا کا حق ادا کرنے والے غلام کی فضیلت

۱۳۶۲ . عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا نَصَحَ لِسَیِّدِهٖ وَاَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ، فَلَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَیْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ !

(۱۳۶۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو غلام اپنے آقا سے مخلص رہا اور اچھی طرح اللہ کی عبادت کی اس کو دھرا اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۶۲): صحیح البخاری، کتاب العتق، باب العبد اذا احسن عبادة ربه . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ثواب العبد واجره اذا نصح لسیده .

کلمات حدیث: نصح لسیده : اپنے مالک کے ساتھ خیر خواہی کا رویہ اختیار کیا۔ اس کے خلوص کے ساتھ خدمت کی اور اس کے مال کی حفاظت کی اور ہر معاملہ میں اس کی بھلائی چاہی۔ أحسن عبادة الله : اللہ کی بہت اچھی طرح بندگی کی اللہ کی عبادت خلوص اور حسن نیت کے ساتھ اس کے تمام آداب اور جملہ شرائط کے ساتھ خالصتاً رضاء الٰہی کے ساتھ کی۔

شرح حدیث: علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر غلام یا خادم نے ان دونوں فرائض کو خوش اسلوبی سے اور عمدگی سے ادا کیا جو اس پر اس کے مالک کی طرف سے اور اس کے خالق کی طرف سے عائد ہوتے ہیں اس کا اجر اس بندہ آزاد سے دگنا ہوگا جو صرف اللہ کی بندگی میں مصروف ہے۔

مقصودِ حدیث یہ ہے کہ اگر خادم اپنے مالک کی خلوص کے ساتھ اور اس کی خیر خواہی کے ساتھ اس کی اطاعت اور تابعداری کرتا ہے اور اس کے ساتھ وہ اللہ کے مقرر کردہ تمام فرائض اور جملہ واجبات کو بحسن و کمال ادا کرتا ہے تو اللہ رب العزت اسے دھرا اجر عطا فرمائیں گے۔

(عمدة القاري: ۱۵٤/۱۳ ـ فتح الباري: ۴٥/۲ ـ شرح صحيح مسلم للنووي: ۱۱۲/۱۲ ـ روضة المتقين : ۳٤٥/۳)

حقوق اداء کرنے والے غلام کو دہرا اجر ملتا ہے

۱۳۶۳ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْکِ الْمُصْلِحِ اَجْرَانِ" وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ بِیَدِهٖ لَوْلَا الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَالْحَجُّ وَبِرُّ اُمِّیْ، لَاَحْبَبْتُ اَنْ اَمُوْتَ وَاَنَا مَمْلُوْکٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ!

(۱۳۶۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس غلام کے جو اپنے آقا کا خیر خواہ ہو دو

اجر ہیں اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں ابو ہریرہ کی جان ہے اگر جہاد فی سبیل اللہ، حج اور اپنی ماں سے حسن سلوک کا معاملہ نہ ہوتا تو میں پسند کرتا کہ میں مرتے وقت کسی کا مملوک ہوتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۶۳): صحیح البخاری، کتاب العتق، باب العبد اذا احسن . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ثواب العبد و اجره .

کلمات حدیث: المصلح : صلح جو، اصلاح پسند، مالک کا کام خوش اسلوبی اور عمدگی سے کرنے والا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں مصلح کا لفظ ہے جبکہ بخاری کی روایت میں صالح کا لفظ آیا ہے اور صالح وہ ہے جس کے اللہ سے احوال درست ہوں یعنی عبادات اور فرائض کی ادائیگی اور ان کے اہتمام اور یاد الٰہی سے اللہ اور بندے کا تعلق استوار ہو۔ اور مصلح وہ ہے جس کے اپنے احوال بھی اللہ سبحانہ کے ساتھ درست ہوں اور دوسروں کے بھی اصلاح احوال کے لیے کوشاں ہو۔ ظاہر ہے کہ مصلح کا درجہ صالح سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ کار اصلاح انبیاء کا کام ہے۔

عمدہ بات یہ ہے کہ امت میں مصلحین کا عمل جاری رہے کہ ان کے کام اور ان کے وجود کی برکت سے اللہ تعالیٰ مصائب دور فرما دیتے ہیں اور آفات ٹال دیتے ہیں۔ سورۂ ہود (۱۱۷) میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی کسی بستی کو بستی والوں کے ظلم پر ہلاک نہیں فرماتے جس کے لوگ مصلح ہوں۔ اور سورۂ اعراف (۱۷۰) میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم مصلحین کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔

ایک بندۂ مملوک جو مالک کا بھی خدمت گزار ہو اور اللہ تعالیٰ کی بندگی بھی بتمام حسن اور بکمال خوبی بجالاتا ہو اس قدر اجر وثواب ملے گا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ اگر جہاد فی سبیل اللہ، حج اور میرا اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ نہ ہوتا تو میں پسند کرتا کہ میں مملوک ہوتا اور مملوک ہونے کی حالت میں مرتا۔ یعنی مملوک کا اجر اس قدر زیادہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تین باتیں نہ ہوتیں تو میں تو اس اجر عظیم کے حصول کی خاطر مملوک ہو کر مرنا پسند کرتا ایک جہاد فی سبیل اللہ جو مملوک پر واجب نہیں ہے، دوسرے حج وہ بھی مملوک پر واجب نہیں ہے اور دونوں میں مالک کی اجازت ضروری ہے تیسرے میری ماں کی خدمت اور اس کے ساتھ حسن سلوک کہ ہو سکتا ہے کہ مالک کی خدمت میں حاضر رہنے سے ماں کی خدمت میں کوتاہی ہوتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام امیمہ تھا اور وہ صحابیہ تھیں۔

(فتح الباري : ۲/ ٤٥۔ ارشاد الساري : ٥/ ٥٦۔ عمدة القاري : ۱۳/ ۱٥٥۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۱/ ۱۱۲)

حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں کی پاسداری کرنے والا غلام

۱۳۶۴ . وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْمَمْلُوْکُ الَّذِیْ یُحْسِنُ عِبَادَۃَ رَبِّہٖ وَیُؤَدِّیْ اِلٰی سَیِّدِہِ الَّذِیْ عَلَیْہِ مِنَ الْحَقِّ وَالنَّصِیْحَۃِ، وَالطَّاعَۃِ، لَہٗ اَجْرَانِ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ!

(۱۳۶۴) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو غلام بتمام حسن اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور جو اس پر اس کے مالک کا حق ہے اس کو بھی اچھی طرح ادا کرتا ہے اور اس کے ساتھ خیر خواہی اور طاعت کے ساتھ پیش آتا ہے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۳۶۴): صحیح البخاری، کتاب العتق، باب کراھیۃ التطاول علی الرقیق.

کلمات حدیث: حسن عبادة ربه : اپنے رب کی عبادت بتمام حسن اور بکمال خوبی انجام دیتا ہے در اصل احسان کے معنی ہیں حسن نیت اور خلوص قلب کے ساتھ اللہ کی عبادت تمام آداب اور جملہ سنن و مستحبات کے ساتھ اس طرح انجام دینا کہ عبادت کرنے والے بندہ کا اللہ سے تعلق استوار قائم ہو۔ حدیث مبارک میں ہے کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

شرح حدیث: ابن التین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو گنا اجر ملنے کی وجہ کہ اس نے اپنے مالک کی خیر خواہی کی اور اپنے رب کی بندگی میں حسن وخوبی اختیار کی۔ (فتح الباري : ۲/۴۷ ۔ عمدة القاري : ۱۶۰/۱۳ ۔ ارشاد الساري : ۵/۵۶۹)

تین قسم کے لوگوں کو دہرا اجر ملتا ہے

۱۳۶۵ . وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "ثَلَاثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ : رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهِ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ، وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهٗ اَمَةٌ فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهٗ اَجْرَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۳۶۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں جن کا دہرا اجر ہے۔ اہل کتاب کا وہ آدمی جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور پھر محمد ﷺ پر ایمان لایا، وہ مملوک غلام جو اپنے آقا کا حق ادا کرے اور اللہ کا بھی حق ادا کرے اور وہ آدمی جس کے پاس ایک باندی تھی اس نے اسے بہت اچھا ادب سکھایا اور بہت خوب تعلیم دی پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کیا، اس کے لیے دو اجر ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۶۵): صحیح البخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجال امة و اھله . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ.

کلمات حدیث: موالیه : اپنے آقاؤں کی خدمت کی۔ موالی : مولیٰ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں مالک اور آقا۔ وہ شخص جو کسی غلام کا مالک ہو۔ نیز مولیٰ آزاد کردہ غلام کو بھی کہتے ہیں۔

شرح حدیث: تین آدمیوں کو دہرا اجر ملے گا۔ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اگر ان میں سے کوئی اسلام لے آئے تو اسے دہرا اجر ملے گا۔ پہلا اجر اپنے نبی (حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام) پر ایمان لانے کا اور پھر محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے

کا۔ یعنی رسول کریم ﷺ کی بعثت کے بعد جو یہودی یا عیسائی اسلام قبول کرے گا اسے دھرا اجر ملے گا۔ وہ مملوک غلام جو اپنے مالک کی خدمت کا حق ادا کرے اور اللہ کی عبادت کا حق ادا کرے اسے دھرا اجر ملے گا اور وہ مسلمان جو اپنی باندی کو دین کا علم سکھائے اور دینی آداب کی تعلیم دے اور پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے اسے بھی دھرا اجر ملے گا۔

(فتح الباري : ٢/ ٤٤ ـ ارشاد الساري : ٥/ ٥٦٢ ـ روضة المتقين : ٣/ ٣٤٧ ـ دليل الفالحين : ٤/ ١٤٥)

الباب (۲۳۹)

بَابُ فَضْلِ الْعِبَادَةِ فِي الْهَرْجِ وَهُوَ الْإِخْتِلَاطُ وَالْفِتَنُ وَنَحْوُهَا

فتنے اور فساد کے زمانے میں عبادت کی فضیلت

۱۳۶۶۔ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(۱۳۶۶) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فتنے اور فساد کے دور میں اللہ کی عبادت کرنا ایسا ہے جیسے میری جانب ہجرت کرنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۶۶): صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب فضل العبادة في الهرج .

کلمات حدیث: هرج : امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہرج کے معنی فتنے کے ہیں اور لوگوں کے امور کے باہم مختلط ہو جانے کے ہیں۔احادیث مبارکہ میں ہرج کے معنی فتنہ اور قتل کے آئے ہیں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے جس طرح اپنی امت کو عقائد اور ایمانیات، اخلاق و عمل اور معاملات و معاشرت اور زندگی کے ہر ہر پہلو کے بارے میں ہدایات دی ہیں اسی طرح آپ ﷺ نے اپنی امت کو آخر زمانے میں آنے والے فتنوں سے بھی متنبہ فرمایا ہے۔ آخری زمانے میں فتنے اس طرح تیزی اور تیز رفتاری سے آئیں گے جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو اس کے دانے پے در پے گرتے ہیں اور جیسے بارش کے قطرے پے در پے آتے ہیں معاہدات اور معاملات میں دھوکہ وفریب عام ہوگا ہر جگہ دجل اور مکر کا کاروبار ہوگا ہر مقام پر جھوٹ کا چلن ہوگا، فسق و فجور عام ہوں گے اور یہ حال ہوگا کہ آدمی صبح کو مؤمن اور شام کو کافر اور شام کو مؤمن اور صبح کو کافر ہوگا۔

رسول کریم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں آنے والے فتنوں کا بیان فرمایا تاکہ مسلمان فتنوں سے دور رہنے اور ان سے بچنے کی کوشش کریں اور فتنوں میں گرفتار ہو کر اللہ کے دین سے اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے سے نہ ہٹ جائیں چنانچہ فرمایا کہ خوش نصیب ہے وہ بندہ جو فتنوں سے محفوظ کر دیا گیا۔

فتنے عام ہو جائیں معاشرے میں فساد سرایت کر جائے اور برائیاں عام ہو جائیں تو نیکی پر عمل کرنا دشوار اور اللہ کی عبادت کٹھن ہو جاتی ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کے لیے ایک وقت ایسا آئے گا کہ صبر واستقامت کے ساتھ دین پر قائم رہنے والا بندہ اس وقت اس آدمی کی مانند ہوگا جو ہاتھ میں جلتا ہوا انگارہ تھام لے۔ (ترمذی)

ایسے حال میں جب ہر طرف برائی کا غلبہ ہو اور اس کا چلن عام ہو اس کے باوجود کوئی اللہ کا بندہ اللہ کی عبادت پر اور اس کے احکام پر صبر واستقامت کے ساتھ عمل کرتا رہے تو اس کو وہ اجر و ثواب ملے گا جو مکہ میں کافروں کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر بے یار و مددگار اور بے مال و منال مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے والے صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

(شرح مسلم للنووي : ۱۸/ ۷۰۔ تحفة الأحوذي : ٦/٤٤٢ ۔ روضة المتقين : ٣/٣٤٨)

الباب (۲٤۰)

بَابُ فَضْلِ السَّمَاحَةِ فِی الْبَيْعِ وَالشِّرَآءِ وَالْاَخْذِ وَالْعَطَآءِ وَحُسْنِ الْقَضَآءِ وَالتَّقَاضِیْ وَاِرْجَاحِ الْمِكْيَالِ وَالْمِيْزَانِ، وَالنَّهْیِ عَنِ التَّطْفِيْفِ، وَفَضْلِ اِنْظَارِ الْمُوْسِرِ وَالْمُعْسِرِ، وَالْوَضْعِ عَنْهُ

خرید وفروخت اور لین دین میں نرمی اور ادائیگی اور تقاضہ کرنے میں اچھا رویہ اختیار کرنے اور ناپ اور تول میں جھکتا ہوا تولنے کی فضیلت اور کم تولنے کی ممانعت اور تنگ دست کو مہلت دینے اور قرض کو معاف کردینے کی فضیلت

۲۹۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

﴿ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٢١٥﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''تم جو بھی بھلائی کرو گے یقیناً اللہ اسے جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ:۲۱۵)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ ہر عمل خیر جو تم کرتے ہو خواہ وہ مالی ہو یا جسمانی اللہ اس سے بخوبی واقف ہے اور اس کا اجر عطا فرمانے والا ہے۔

۲۹۷. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ناپ تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔'' (ہود:۸۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ہود علیہ السلام کی زبانی قوم مدین کو حکم دیا گیا ہے کہ تمہاری زندگی کا ہر معاملہ عدل وانصاف پر استوار ہونا چاہیے اور کسی بھی موقعہ پر بے اعتدالی عدم توازن بے انصافی اور خلاف عدل کوئی کام نہ ہونا چاہیے یعنی اپنا حق جائز طریقے پر اور انصاف سے لو اور دوسرے کا حق عدل وانصاف کے ساتھ پورا پورا اس کے حوالے کردو۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قوم ہود علیہ السلام نہ صرف یہ کہ کافر تھے بلکہ بخس وتطفیف کے بھی مریض تھے جب انہیں اپنا حق لینا ہوتا تو زائد لیتے اور دوسرے پر ظلم کرتے اور ناانصافی سے پیش آتے اور جب دوسرے کو دینا ہوتا تو کم دیتے اور دوسرے کا حق مار لیتے۔ انہیں حکم دیا کہ وہ ناپ تول پورا پورا عدل وانصاف کے ساتھ کریں اور لوگوں کو ان کی اشیاء کم تول کر نہ دیا کریں۔

(معارف القرآن)

ناپ تول میں کمی کرنے پر وعید

۲۹۸. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِينَ ۝١ ٱلَّذِينَ إِذَا ٱكۡتَالُواْ عَلَى ٱلنَّاسِ يَسۡتَوۡفُونَ ۝٢ وَإِذَا كَالُوهُمۡ أَو وَّزَنُوهُمۡ يُخۡسِرُونَ ۝٣ أَلَا يَظُنُّ أُوْلَٰٓئِكَ أَنَّهُم مَّبۡعُوثُونَ ۝٤ لِيَوۡمٍ عَظِيمٍ ۝٥ يَوۡمَ يَقُومُ ٱلنَّاسُ لِرَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ۝٦ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے جو لوگوں سے خود ناپ کر پورا لیتے ہیں مگر جب ناپ کر یا تول کر دوسروں کو دیتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں کیا ان کو یقین نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں اٹھائے جائیں گے جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔'' (المطففین)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا وعید شدید ہے ان لوگوں کے لیے جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں اور دوسرے کا حق دینے میں بخل سے کام لیتے ہیں جب لوگوں سے وصول کرنا ہو تو پورا پورا وصول کرلیں گے اور ایک حبہ بھی چھوڑنے پر راضی نہ ہوں گے مگر جب دوسروں کا حق ادا کرنے کا وقت آئے گا تو ناپ تول میں کمی کریں گے اگر انہیں یہ خیال ہوتا کہ مرنے کے بعد ایک دن پھر اٹھنا اور اللہ کے سامنے تمام حقوق وفرائض کا حساب دینا ہے تو ہرگز ایسی حرکت نہ کرتے۔ (تفسير عثماني)

حق دار کو بات کرنے کا حق ہے

۱۳۶۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ فَاَغْلَظَ لَهُ، فَهَمَّ بِهِ اَصْحَابُه، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً" ثُمَّ قَالَ اَعْطُوْهُ سِنًّا مِثْلَ سِنِّهِ" قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَانَجِدُ اِلَّا اَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ قَالَ "اَعْطُوْهُ فَاِنَّ خَيْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۳۶۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر تقاضہ کرنے لگا اور آپ ﷺ سے درشت رویہ اختیار کیا۔ صحابہ کرام نے اسے منع کرنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رہنے دو صاحبِ حق کو بات کرنے کا حق حاصل ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کو اتنی عمر کا اونٹ دے دو جتنا اس کا تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہمارے پاس تو اس سے بہتر عمر کا جانور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہی دیدو کہ تم میں بہتر وہ ہے جو ادائیگی میں بہتر ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۶۷): صحيح البخاری، كتاب الوكالة، باب الوكالة فى قضاء الدين . صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب من استسلف شيئا فقضى خيراً منه

کلمات حدیث: يتقاضاه : آپ ﷺ سے اپنے کسی مال قرض کی ادائیگی کا تقاضا کیا۔ فاغلظ : بات میں شدت اختیار کی، سخت

کلامی کی۔ سنا مثل سنه : ایسا اونٹ جس کی عمر اس کے اونٹ کی عمر کے برابر ہو۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے کسی سے ایک اونٹ ادھار لیا تھا، وہ شخص مانگنے آیا اور مانگنے میں شدت اور سختی اختیار کی۔ اس شخص کا نام زید بن شعبہ کنانی ہے انہوں نے بعد میں اسلام قبول کیا۔ صحابہ کرام نے ارادہ فرمایا کہ ان صاحب کو منع کریں اور خدمتِ اقدس ﷺ میں گستاخی سے روکیں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو صاحبِ حق کو اختیار ہے کہ وہ اپنا حق طلب کرے، یعنی اگر صاحبِ حق اپنے حق کے مانگنے میں سخت لب ولہجہ بھی اختیار کرے تو اس کو برداشت کرنا چاہیے کہ وہ اپنا حق طلب کر رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس عمر کا اس کا اونٹ تھا اس کو اسی عمر کا اونٹ دے دو۔ آپ ﷺ کے خادم حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہمارے پاس اس عمر کا اونٹ نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے بہتر دیدو کہ تم میں سے اچھا وہ ہے جو ادائیگی میں اچھا ہے۔

سنن ترمذی میں حضرت ابو رافع مولی رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نوجوان سے اونٹ قرض لیا تھا جب صدقہ کے اونٹ آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ابو رافع رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس نوجوان کا اونٹ دیدو۔ انہوں نے کہا کہ سارے اونٹ بہت عمدہ اور چار سالہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہی دیدو کہ بہترین لوگ وہ ہیں جو ادائیگی میں اچھے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ہر معاملہ میں حسن معاملہ اور حسن اخلاق کی تعلیم دی ہے اور ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا اخلاق زیادہ اچھا ہے اور وہ زیادہ اچھے لوگ ہیں کہ جب ان سے کوئی اپنے حق کا مطالبہ کرے تو وہ اس کی ادائیگی میں زیادہ عمدگی اور خوبی اختیار کرتے ہیں۔ مقروض اگر اپنی مرضی سے اور خوشی کے ساتھ بغیر کسی شرط کے قرض اور حق کی ادائیگی کے وقت کچھ زائد دیدے تو مستحب ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جانور کو بطورِ قرض لینا درست ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جانور کا قرض لینا صحیح نہیں ہے۔

(فتح الباري: ١/١١٦٣۔ ارشاد الساري: ٥/٢٧٩۔ شرح صحيح مسلم للنووي: ١١/٣١۔ تحفة الأحوذي: ٤/٦٢٣)

حق وصول کرتے وقت نرمی کرنے کی فضیلت

١٣٦٨. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ، وَاِذَا اشْتَرٰى وَاِذَا اقْتَضٰى" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(١٣٦٨) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو خرید وفروخت کے وقت اور اپنے حق کے مطالبہ کے وقت نرمی اختیار کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (١٣٦٨): صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب السهولة فى الشراء والبيع .

کلماتِ حدیث: رجلا سمحاً : سمح سمحاً (باب فتح) درگزر کرنا، سخاوت کرنا۔ نرمی اختیار کرنا۔

شرح حدیث: اسلام نے حسن معاملہ کی تعلیم دی ہے اور اس امر کی تاکید کی ہے کہ مسلمان باہم معاملات میں ایمانداری، سچائی اور

دیانت پر کاربند رہیں اور وہ وعدہ خلافی سے احتراز کریں اور اگر بیع (Thing-sole) میں کوئی عیب ہو تو وہ خریدار کو پہلے بتا دیں اور اس طرح معاملہ کریں کہ وہ دھوکہ اور فریب سے بالکل پاک ہو۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

خرید و فروخت کے وقت نرمی اور مسامحت کا مفہوم یہ ہے کہ فریقین میں سے کسی کو کوئی نقصان نہ ہو اور ایک دوسرے کو باہم معاملہ کرنے سے کوئی تکلیف نہ پہنچے بلکہ دونوں ہی فریق راضی اور مطمئن ہوں اور اگر خریدار خریدی ہوئی شئے واپس کرنا چاہے تو بیچنے والا بلا تأمل واپس لے لے اور اگر کسی سے اپنے حق کا تقاضا کرنا ہو تو اس میں بھی نرمی اور مسامحت برتے اور ادب و احترام کے دائرے میں رہ کر اپنے حق کا مطالبہ کرے اگر مقروض نادار ہو تو قرض کی ادائیگی میں مہلت دیدے یا معاف کر دے۔

﴿ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾

''اور اگر بخش دو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔'' (البقرة: ۲۸۰)

(فتح الباري: ۱/۱۰۹۱ ـ ارشاد الساري: ۳۵/۵ ـ تحفة الأحوذي: ۶۲۸/٤ ـ رياض الصالحين (صلاح الدين) ۲۹۵/۲)

مقروض کو مہلت دینے کی فضیلت

۱۳۶۹۔ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُنَجِّيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْيَضَعْ عَنْهُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(۱۳۶۹) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کے لیے یہ بات خوش کن ہو کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اسے دکھوں سے نجات دے دے تو اسے چاہیے کہ وہ تنگ دست کو مہلت دے یا اسے معاف کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۶۹): صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب فضل انظار المعسر .

کلماتِ حدیث: من سره : جسے یہ بات اچھی لگے، جو اس بات سے خوش ہو۔ سر سروراً (باب نصر) خوش ہونا، مسرور ہونا۔ کرب : مصائب، آلام، تکالیف۔ کربۃ کی جمع۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کو یہ بات خوش گوار معلوم ہو کہ روزِ قیامت جب تمام انسان اس قدر مصائب اور پریشانیوں میں مبتلا ہوں گے کہ ماں اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی اللہ اس کو مصائب سے اور پریشانیوں سے نجات عطا فرما دے تو اسے چاہیے کہ مقروض کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دے اور ادائیگی کا مطالبہ کو مؤخر کر دے یا اسے بالکل معاف کر دے اور اگر وہ کسی اور کا مقروض ہے تو اس کا قرض اپنے پاس سے ادا کر دے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۹۱/۱۰ ـ روضة المتقين : ۳۵۲/۳ ـ دليل الفالحين : ۱۵۰/٤)

تنگ دست کے ساتھ نرمی کرنے کی فضیلت

۱۳۷۰. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ وَكَانَ يَقُوْلُ لِفَتَاهُ اِذَا اَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۳۷۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے ملازم سے کہہ دیا کرتا تھا کہ جب قرض لینے کسی تنگ دست کے پاس جاؤ تو اس سے درگزر کیا کرو۔ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرما دے۔ چنانچہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرما دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۷۰): صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب من انظر معسراً. صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب فضل انظار المعسر.

کلمات حدیث: فتی: نوجوان، ملازم جمع فتیان. إذا أتيت معسراً: جب تو کسی تنگ دست کے پاس جائے یعنی جب تو قرض وصول کرنے کسی کے پاس جائے اور دیکھے کہ وہ تنگدست ہے تو تو اس سے درگزر سے کام لے اور اس پر قرض کی وصولیابی کے لیے سختی نہ کر۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گزشتہ زمانے میں کوئی شخص تھا جو لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور جب وصولیابی کا وقت آتا تو وہ اپنے خادم کو کہتا کہ اگر تم کسی مقروض کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ وہ تنگ دست ہے اور اس کے پاس قرض کی ادائیگی کی گنجائش نہیں ہے تو اس سے قرض کی وصولیابی میں سختی نہ کرنا بلکہ درگزر کرنا۔ اللہ سے امید ہے کہ وہ ہم سے درگزر فرمائے گا۔ چنانچہ جب وہ مرنے کے بعد اللہ کے حضور پیش ہوا تو اللہ نے اس سے درگزر فرما دیا اور اسے معاف فرما دیا۔

درگزر کرنے کے مفہوم میں حسن مطالبہ مزید مہلت یا قرض کی معافی تینوں صورتیں شامل ہیں اور تینوں ہی شرعاً مطلوب اور محمود ہیں۔

(فتح الباري: ۱۰۹۳/۲۔ ارشاد الساري: ۳۸/۵۔ روضة المتقين: ۳۵۲/۳)

جو تنگ دست کو درگزر کرے اللہ تعالیٰ اس کو درگزر فرمائے گا

۱۳۷۱. وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حُوْسِبَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ اِلَّا اَنَّهُ كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَكَانَ مُوْسِرًا، وَكَانَ يَاْمُرُ غِلْمَانَهُ اَنْ يَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُعْسِرِ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: "نَحْنُ اَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْهُ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(۱۳۷۱) حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک

شخص کا حساب لیا گیا تو اس کے نامہ اعمال میں کوئی بھی کارِ خیر نہ نکلا۔ سوائے اس کے کہ وہ لوگوں سے میل جول رکھنے والا مالدار آدمی تھا اس نے اپنے ملازموں کو حکم دیا ہوا تھا کہ تنگ دست آدمی سے درگزر کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ درگزر کرنے کو ہم اس سے زیادہ حق دار ہیں۔ اس کے گناہوں سے درگزر کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۷۱): صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب فضل انظار المعسر۔

کلماتِ حدیث: حوسب : اس کا حساب کیا گیا۔ حسب حسبا حسبانا (باب حسب) حساب کرنا، یعنی اعمال کا حساب لیا گیا۔ یخالط الناس : لوگوں کے ساتھ مل کر رہتا، یعنی ان سے معاملات کرتا۔ موسر : مال دار یسر سے ہے جس کے معنی آسانی اور سہولت کے ہیں۔

شرح حدیث: مقصودِ حدیثِ مبارک یہ ہے کہ لوگوں سے لین دین کے معاملات میں اور قرض کی وصولی میں نرمی اور درگزر سے کام لینا بھی بہت بڑی نیکی ہے اور اس کا اللہ کے یہاں اجرِ عظیم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کسی کو مال و دولت کی فراوانی عطا کرے تو اسے چاہیے کہ کثرت سے اپنا مال راہ خیر میں خرچ کرے لوگوں کو قرضِ حسنہ دے۔ قرض کی ادائیگی میں آسانی اور سہولت پیدا کرے اور جن لوگوں پر دوسروں کا قرض ہو تو ان کا خود قرض ادا کرے قرض سے ان کی گردن چھڑائے۔ یہ ایسے اعمال ہیں جن پر اللہ کے یہاں بہت اجر و ثواب ہے اور معافی اور درگزری کی امید ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۹۱/۱۰ ۔ تحفة الأحوذي : ٦١٠/٤)

قیامت میں ایک دلچسپ مکالمہ

۱۳۷۲. وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اُتِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ بِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِهٖ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَقَالَ لَهٗ: مَاذَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا؟ قال : وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثاً۔ قَالَ. يَارَبِّ آتَيْتَنِيْ مَالَكَ فَكُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ، وَكَانَ مِنْ خُلُقِيَ الْجَوَازُ فَكُنْتُ اَتَيَسَّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ، وَاُنْظِرُ الْمُعْسِرَ : فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ "اَنَا اَحَقُّ بِذَامِنْكَ تَجَاوَزُوا عَنْ عَبْدِيْ" فَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ وَاَبُوْمَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا هٰكَذَا سَمِعْنَاهُ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۳۷۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایک بندہ لایا گیا تھا جسے اللہ نے بہت مال عطا فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے اس سے سوال کیا کہ تو نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ اس مقام پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَلَا يَكْتُمُونَ ٱللَّهَ حَدِيثًا ﴾

''وہ اللہ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔''

اس بندے نے جواب دیا کہ اے رب! تو نے مجھے مال دیا تھا۔ میں لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کرتا تھا اور میری اس

میں عادت درگزر کی تھی میں مالدار پر آسانی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیدیا کرتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں درگزر کرنے کا تجھ سے زیادہ حق دار ہوں، اے فرشتو! میرے بندے سے درگزر کرو۔

حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے اسی طرح سنی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۷۲): صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب فضل انظار المعسر .

کلمات حدیث: خلقي : میری عادت، میرا طریق۔ خلق : وہ عادت جو نفس میں جاگزیں ہو کر بسہولت انجام پانے لگے۔ اچھی عادت، جمع اخلاق۔ اخلاقِ حسنہ : اچھی عادات واطوار۔ اخلاقِ سیئہ : بری عادات واطوار۔

شرح حدیث: روزِ قیامت ہر انسان وہی کہے گا جو سچ ہوگا، وہاں سچ اور جھوٹ کھوٹا اور کھرا بالکل الگ الگ ہوں گے اور کسی انسان کی مجال نہیں ہوگی کہ کوئی بات چھپا سکے، بلکہ انسان کے کیے ہوئے اعمال کی گواہی اس کے اعضاء دیں گے اور ہاتھ پیر اور ناک، کان اور جسم کی جلد تک پکار پکار کر بتائے گا کہ اس انسان نے دنیا میں کیا کیا ہے؟ انسان پریشان ہو کر اپنے جسم سے کہے گا کہ تم ہمارے بارے میں کیسے گواہی دے رہے ہو؟ انسان کے اعضاء جواب دیں گے کہ ہمیں اسی اللہ نے گویائی عطا کی ہے جس نے ہر شے کو گویائی دی ہے۔ یعنی جس کی قوت نے ہر ناطق چیز کو بولنے کی قدرت دی آج اسی نے ہمیں بھی گویا کر دیا۔

مقصودِ حدیث یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو مال و دولت سے نوازے تو اس کو چاہیے کہ وہ شکرِ نعمت کرے اور امورِ خیر میں مال کو صرف کرے اور لوگوں کے ساتھ معاملات میں خوش اخلاقی اور نرمی اختیار کرے۔

(فتح الباري : ۱۰۹۲/۱۔ ارشاد الساري : ۳٦/٥۔ روضة المتقين : ۳٥٤/۳)

تنگ دست کے ساتھ نرمی کرنے پر عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی

۱۳۷۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا، اَوْوَضَعَ لَه، اَظَلَّهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ : وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ !

(۱۳۷۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے تنگدست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت اپنے عرش کے سائے میں جگہ عنایت فرمائیں گے اور اس روز اللہ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۳۷۳): الجامع للترمذی، ابواب البیوع، باب ما جاء فی انظار المعسر والرفق به .

شرح حدیث: قیامت کے روز جب تمام انسان میدانِ حشر میں جمع ہوں گے اور گرمی کی شدت سے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں

گے اور سخت پریشانی اور فکر میں مبتلا ہوں گے اور اس روز اللہ کی رحمت کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اس حال میں وہ بندہ بہت ہی خوش نصیب ہوگا جس کو عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا ان خوش نصیبوں میں سے ایک وہ شخص بھی ہوگا جو دنیا میں مال و دولت ملنے پر تکبر کے بجائے تواضع اختیار کرتا تھا اور اپنے مال سے لوگوں کی سہولت اور آسانی کے اسباب مہیا کرتا تھا اور ضرورتمندوں کو قرض دیتا اور پھر انہیں ادائیگی میں مہلت دیتا تھا یا بالکل معاف کر دیتا تھا۔ (فتح الباري : ۱/۱۰۹۱ ـ ارشاد الساري : ٥/ ٣٦)

وزن جھکا کر دینا

۱۳۷۴۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى مِنْهُ بَعِيْرًا (بُوقِيَّتَيْنِ وَدِرْهَمٍ اَوْدِرْهَمَيْنِ) فَوَزَنَ لَهٗ فَاَرْجَحَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۳۷۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ایک اونٹ خریدا اور اس کی قیمت جھکتی ہوئی تول کر ادا فرمائی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۷۴): صحيح البخاری، کتاب البیوع، باب شراء الدواب والحمير . صحيح مسلم، کتاب البيوع، باب من استسلف شيئا فقضى خيراً منه .

کلمات حدیث: فوزن له فارجح : اس کو وزن کر کے دیا اور جھکتا ہوا تولا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ سونا یا چاندی کی صورت میں قیمت تول کر ادا کی جائے اور جھکتی ہوئی تولی جائے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ ذات الرقاع تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس جو اونٹ تھا وہ تھک چکا تھا اور سست چل رہا تھا۔ رسولِ کریم ﷺ نے حضرت جابر سے دریافت کیا کہ تمہارے اونٹ کو کیا ہوا انہوں نے فرمایا کہ بیمار ہے۔ آپ ﷺ اس اونٹ کے پیچھے آئے سرزنش کی اور دعاء فرمائی پھر تو وہ اونٹ ایسا تیز چلا کہ کم ہی اونٹ تھے جو اس کے آگے چل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تم یہ اونٹ مجھے فروخت کرنا چاہتے ہو، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں لیکن میں مدینہ منورہ میں اسی پر واپس جاؤں گا۔

دورِ نبوت میں اشیاء کی خرید و فروخت کے لیے سونا اور چاندی کے سکوں کا استعمال ہوتا تھا اور اشیاء کی قیمت سونے اور چاندی کی صورت میں تول کر ادا کی جاتی تھی۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اونٹ کی قیمت تول کر ادا کر دیں اور جھکتا ہوا تولیں۔ روایات میں آیا ہے کہ ایک قیراط اصل قیمت سے زیادہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں قیمت لے کر پلٹا تو آپ ﷺ نے مجھے بلوایا میں نے سمجھا کہ شاید آپ اونٹ واپس کرنا چاہتے ہیں حالانکہ میں اب یہ اونٹ واپس نہیں لینا چاہتا تھا۔ غرض میں واپس آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ بھی لے جاؤ

اور قیمت بھی تمہاری ہوئی۔

(فتح الباري : ١/٤٤٤ـ روضة المتقين : ٣/٣٥٦ـ دليل الفالحين : ٤/١٥٣ـ تحفة الأحوذي : ٤/٥٢٤)

وزن کرتے وقت جھکا کر دیا کرو

١٣٧٥ . وَعَنْ اَبِيْ صَفْوَانَ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَلَبْتُ اَنَا وَمَخْرَمَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِنْ هَجَرَ، فَجَآءَ نَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاوَمَنَا سَرَاوِيْلَ وَعِنْدِيْ وَزَّانٌ يَزِنُ بِالْاَجْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِلْوَزَّانِ "زِنْ وَاَرْجِحْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(١٣٧٥) حضرت ابوصفوان سعید بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور مخرمہ عبدی ہجر سے کپڑا لے کر آئے تو نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے ایک سراویل (شلوار) کا معاملہ کیا۔ میرے پاس وزن کرنے والا تھا جو قیمت کا وزن کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے وزن کرنے والے سے فرمایا کہ جھکتا ہوا وزن کرو۔ (ابوداود، ترمذی، ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (١٣٧٥): سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی الرجحان . الجامع للترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی الرجحان فی الوزن .

کلمات حدیث: بز : کپڑا۔ بزاز : کپڑا فروش، پارچہ فروش۔ هجر : بحرین کے قریب ایک بستی۔ سراویل جمع سروال : عجمی لفظ ہے جسے معرب بنالیا گیا۔ شلوار، یا پاجامہ۔

شرح حدیث: دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ علم نہیں ہوتا کہ رسول کریم ﷺ نے سراویل (شلوار) زیب تن فرمائی لیکن بہر حال ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے پہننے ہی کے لیے خرید فرمائی تھی، بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بصراحت منقول ہے کہ انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ شلوار پہنتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں سفر اور حضر میں اور رات میں اور دن میں کیونکہ مجھے ستر کا حکم ہے اور اس سے زیادہ ستر کی اور کوئی چیز نہیں ہے۔

غرض رسول اللہ ﷺ نے شلوار خریدی اور اس کی قیمت جھکتی ہوئی تلوا کر ادا فرمائی۔ اس وقت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ آپ کو پہچانتے نہ تھے جب آپ ﷺ پلٹ کر جانے لگے تو کسی نے ان سے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

(تحفة الأحوذي : ٤/٦٠٨ـ روضة المتقين : ٣/٣٥٧ـ دليل الفالحين : ٤/١٥٤)

کتاب العلم

الباب (۲٤۱)

علم کی فضیلت

۲۹۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ:
﴿ وَقُل رَّبِّ زِدۡنِي عِلۡمٗا ﴿١١٤﴾ ﴾
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:
''آپ کہیے اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔'' (طٰہٰ:۱۱۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے کہ قرآن کریم کو جس طرح ہم آہستہ آہستہ بالتدریج نازل کرتے ہیں تم بھی اس کو جبریئل سے لینے میں جلدی نہ کرو اور یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ! تو مجھے قرآن کی اور زیادہ سمجھ اور بیش از بیش علوم و معارف عطا فرما۔ (تفسير عثماني)

عالم جاہل مرتبہ میں برابر نہیں ہو سکتے

۳۰۰. وَقَالَ تَعَالیٰ:
﴿ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي ٱلَّذِينَ يَعۡلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ ﴾
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:
''کہہ دیجئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟'' (الزمر:۹)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ استفہام انکاری ہے یعنی نہیں ہو سکتے، جو لوگ اللہ کی اور رسولوں کی اور عالم آخرت کی معرفت رکھنے والے ہیں اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں یہی لوگ یہی صاحب علم اور صاحب عقل سلیم ہیں، یہ ان کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں جنہیں نہ اپنے خالق کا علم ہے اور نہ اپنا راستہ معلوم ہے اور نہ اپنی منزل کا پتہ ہے۔ (تفسير قرطبي۔ تفسير مظهري)

۳۰۱. وَقَالَ تَعَالیٰ:
﴿ يَرۡفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمۡ وَٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ دَرَجَٰتٖ ﴾
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:
''اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان کو اور ان لوگوں کو جن کو علم سے نوازا گیا درجات میں بلند فرماتا ہے۔'' (المجادلة:۱۱)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے اور اہل علم کے درجات بلند فرماتے ہیں یعنی ایمان اور علم وادب و تمیز اور شائستگی سکھاتا ہے اور اللہ کی جناب میں تواضع اور حمد وشکر کا رویہ سکھاتا ہے اور جس قدر صاحب علم تواضع اختیار کرتا ہے صبر وشکر کرتا ہے اور اللہ کے بتائے ہوئے احکام پر عمل پیرا ہوتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرمادیتے ہیں۔

(تفسير عثماني۔ تفسير مظهری)

عالم کا خاص وصف تقویٰ ہے

۳۰۲۔ وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَٰؤُا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔'' (فاطر:۲۸)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کی عظمت وجلال سے آگہی اور اللہ کی صفات جلال وکمال سے واقفیت کے لیے خشیت الٰہی لازم ہے جو شخص جس قدر زیادہ اللہ کی ذات اور صفات کا علم رکھتا ہے وہ اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ آدمی پر اور آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَٰؤُا ﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو روتے بہت اور ہنستے کم، اس سے معلوم ہوا کہ کامل خشیت انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوتی ہے اس کے بعد اولیاء کو اس کے بعد علماء کا درجہ ہے۔ (فتح الباري : ۱/۲۸۹)

فقیہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے

۱۳۷۶۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۳۷۶) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی فہم عطا فرمادیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۷۶): صحيح البخاری، كتاب العلم، باب من يرد الله به خيراً . صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب النهى عن المسالة .

کلمات حدیث: يفقهه فی الدين : اسے دین کا فہم عطا فرمادیتے ہیں، اسے دین کی سمجھ دیدیتے ہیں۔

شرح حدیث: دین کا فہم حاصل ہو جانا ایک بہت عظیم خیر ہے اور خیر اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں۔ فقہ کے لفظی معنیٰ فہم رسا اور فکر ثاقب اور ایسی بصیرت وادراک کے ہیں جس سے اعمال وافعال کی غایت اور مقصود علم وشعور حاصل ہو سکے۔ غرض فقہ ایسی دینی بصیرت اور قلبی دانائی کا عنوان ہے جس کی روشنی میں مفید اور مبنی بر خیر امور کا شعور اور مضرت رساں امور کا ادراک حاصل ہو جاتا ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عصر صحابہ میں فقہ کا علم راہ آخرت کے علم آفات کی پہچان عمل میں فساد کا سبب بننے والے امور کا شعور خشیت الٰہی اور آخرت کی جانب کامل رجحان پر مشتمل تھا اور انہی امور کا ادراک وشعور تفقہ فی الدین مقصود ہوتا تھا۔ قرآن کریم سے بھی اسی حقیقت کی نشاندہی ہوتی ہے کہ تفقہ ایسی قلبی بصیرت کا عنوان ہے جو اپنے لیے تحذیر وتنبیہ اور دوسروں کے لیے نور اور روشنی بن جائے کہ خشیت الٰہی سے عاری اور زہد وتقویٰ سے تہی دامن ہو کر فقہی جزئیات میں مصروف رہنا قساوت قلبی کا سبب بن جاتا ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو تقسیم کرنے والا ہوں دینے والا تو اللہ ہے۔ یعنی علم وفقہ فہم ودانائی بصیرت وروشنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے وہ جس کو چاہتا ہے تفقہ فی الدین کی دولت عطا کر دیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کے علوم اور اس کے بیان کو امت کو پہنچا دیا اور انوار نبوت ﷺ کو عام کر دیا۔ اب آگے توفیق رب ہے کہ کون کتنا مستفید ہوتا ہے۔ (فتح الباری ۲۸۱/۱۔ اسلامی فقہ کے اصول و مبادی (ڈاکٹر ساجد الرحمن صدیقی) صـ ۳۱)

حسد دو آدمیوں پر جائز ہے

۱۳۷۷۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاحَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ..

وَالْمُرَادُ بِالْحَسَدِ الْغِبْطَةُ وَهُوَ اَنْ يَتَمَنّٰى مِثْلَهٗ!

(۱۳۷۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو آدمیوں کے بارے میں رشک جائز ہے ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال عطا کیا اور اسے حق کے راستے میں خرچ کرنے کی توفیق دی اور دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ نے دانائی سے نوازا وہ اس کے ساتھ لوگوں کے فیصلے کرتا ہے اور انہیں سکھاتا ہے۔ (متفق علیہ)

یہاں حسد سے مراد رشک ہے اور وہ یہ کہ آدمی اس شئے کی تمنا کرے جو دوسرے کے پاس ہے۔

تخریج حدیث (۱۳۷۷): صحيح البخارى، كتاب العلم، باب الاغتباط فى العلم و الحكمة. صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه

کلمات حدیث: فسلطه الله على هلكته فى الحق : اللہ نے اسے مقرر کر دیا کہ وہ اس مال کو حق میں خرچ کرے یعنی اللہ نے اسے یہ توفیق دیدی کہ وہ اس مال کو امور خیر میں خرچ کرے۔ حکمت، دانائی، فہم وفراست۔ وہ صحیح فہم وفراست جو علوم قرآن وسنت سے

حاصل ہو۔جس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ مؤمن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

شرح حدیث: حسد کے معنی ہیں کسی کے پاس موجود نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرنا اور رشک یہ ہے کہ اللہ سے یہ دعاء کرنا کہ تو نے فلاں کو بھی نواز دیا ہے مجھے بھی عطا فرمادے۔حسد جائز نہیں ہے اور رشک جائز ہے اور خاص طور پر ان دو باتوں میں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال و دولت سے نوازا ہے اور اس کے ساتھ ہی اسے یہ توفیق بھی عطا فرمائی ہے کہ وہ اس مال کو حق اور بھلائی کے کاموں میں صرف کرے اور دوسرے وہ جسے اللہ تعالیٰ نے علم سے نوازا اور حکمت اور دانائی عطا فرمائی وہ اپنے علم و دانش کے ذریعہ لوگوں کے معاملات ومسائل کو سلجھاتا ہے اور دوسروں کو علم و دانش سے تحریراً وتقریراً روشناس کرتا ہے اور ان تک حق اور سچائی کو پہنچاتا ہے۔

﴿ وَمَن يُؤْتَ ٱلْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ﴾

''اور جسے حکمت دیدی گئی اسے درحقیقت خیر کثیر عطا ہوگئی۔''(البقرۃ)

یہ حدیث اس سے پہلے (۵۸۰) میں آچکی ہے۔ (دليل الفالحين : ٤/١٥٧)

علم سے فائدہ اٹھانے والوں کی قسمیں

۱۳۷۸۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَثَلُ مَابَعَثَنِی اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدٰی وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَصَابَ اَرْضًا : فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ طَآئِفَةً مِنْهَا اُخْرٰی اِنَّمَا هِیَ قِيْعَانٌ : لَاتُمْسِكُ مَآءً وَلَاتُنْبِتُ كَلَاءً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ مَابَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَی اللّٰهِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۳۷۸) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے جو علم اور ہدایت دے کر مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال اس بارش کی مانند ہے جو کسی زمین پر برسی۔زمین کے ایک عمدہ حصے نے پانی جذب کر لیا اور خوب گھاس اور سبزہ اگایا۔زمین کا ایک حصہ سخت تھا اس نے پانی اکٹھا کر لیا اللہ نے اس کے ذریعے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔انہوں نے خود بھی پیا اپنے جانوروں کو پلایا اور کھیتوں کو سیراب کیا۔بارش کا پانی زمین کے ایک اور حصہ میں پہنچا جو چٹیل میدان تھا اس میں نہ پانی رکا اور نہ سبزہ اگا۔ یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے فہم دین حاصل کیا اور جو ہدایت اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اللہ نے اسے اس سے فائدہ پہنچایا۔اس نے اسے سیکھا اور سکھلایا اور یہ مثال اس کی ہے کہ جس نے اس کی طرف سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور نہ اللہ کی اس ہدایت کو قبول کیا جس کے ساتھ اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۷۸): صحيح البخاری، كتاب العلم، باب فضل من علم و علم . صحيح مسلم، كتاب

الفضائل، باب بيان مثل ما بعث النبي صلى الله عليه وسلم .

کلماتِ حدیث: غیث : بارش۔ طائفة : حصہ، جمع طوائف . طیبه : شاداب، اچھی، زرخیز۔ عشب : گھاس۔ کلأ : سبزہ۔ اجادب: جدب کی جمع، سخت زمین جو پانی جذب نہ کرے۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ افصح العرب تھے اور آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی احادیثِ مبارکہ میں متعدد امور کو مثالوں سے واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ اس حدیثِ مبارکہ میں ارشاد فرمایا کہ میری لائی ہوئی ہدایت اور علم کی مثال بارش کی ہے جو کسی سرزمین میں خوب کھل کر برسی۔ اس زمین کے تین قطعات ہیں: ایک قطعہ ایسا ہے کہ اس نے بارش کا سارا پانی جذب کر لیا زمین کا یہ حصہ اس قدر زرخیز تھا کہ اس میں خوب روئیدگی ہوئی اور خوب سبزہ اگا اور ساری زمین لہلا اٹھی۔ دوسرا قطعہ زمین چٹیل میدان تھا اس میں پانی جذب نہ ہوا بلکہ جمع ہو کر تالاب بن گیا اور پانی کا ایسا ذخیرہ بن گیا جس سے سب خوب فیض یاب ہوئے خود پانی پیا جانوروں کو پلایا اور کھیتوں میں پانی دیا۔ تیسرا قطعہ زمین ایسا بنجر اور ناہموار میدان تھا کہ اس نے نہ پانی جذب کیا نہ پیداوار ہوئی اور نہ پانی وہاں ٹھہرا بلکہ بہہ کر کسی اور زمین میں چلا گیا۔

بارش سے مراد وہ علم وہدایت ہے جو رسولِ کریم ﷺ لے کر مبعوث ہوئے اور زمین سے مراد امت دعوت یعنی ساری انسانیت ہے۔ انوارِ نبوت ﷺ اور علومِ رسالت کی بارش ساری انسانیت پر خوب جم کر اور کھل کر برسی اور انسانوں کے ایک گروہ نے اس سے خوب استفادہ کیا خود بھی علوم قرآن وسنت سے مستفید ہوئے اور ان علوم سے ہزاروں اور لاکھوں کو فیض یاب کیا خود بھی علم وعمل میں کمال حاصل کیا اور دوسروں کو بھی علم وعمل کا پیکر بنا دیا اپنے آپ بھی نورِ نبوت سے مستفید ہو کر آفتاب و ماہتاب بنے دوسروں کو بھی آسمانِ علم وعمل پر کہکشاں بنا کر سجا دیا۔ یہ مثال ہے صحابہ کرام، سلفِ صالح اور علماء وفقہاء اور محدثین امت کی جو خود بھی نورِ نبوت سے مستفیض ہوئے اور امت کو بھی فیضاب کیا۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے علم حاصل کیا اور عمل کیا لیکن ان کے علم وعمل سے امت کو بہت زیادہ فائدہ نہیں پہنچا جیسے عباد اور زہادِ امت اور ان کا فیض بہ نسبت پہلے گروہ کے کم رہا۔

تیسرا گروہ ہے جو اس علم وہدایت کی طرف سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ نہ خود سیکھتا ہے اور سکھاتا ہے اور نہ سیکھنے اور سکھانے کی رغبت رکھتا ہے۔ یہ وہ بنجر اور چٹیل میدان ہے جس میں نہ پانی ٹھہرتا ہے اور نہ روئیدگی پیدا ہوتی ہے۔

یہ حدیث (۱۶۲) میں اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے۔

(فتح الباري : ۱/۲۹۳۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۵/۳۷۔ روضة المتقين : ۳/۳۶۲)

ایک آدمی کو ہدایت ملنا سرخ اونٹ سے بہتر ہے

۱۳۷۹ . وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : "فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۳۷۹) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

تخریج حدیث (۱۳۷۹): صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخیبر. صحیح مسلم، کتاب الفضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی الله عنه.

کلماتِ حدیث: حمر النعم: سرخ اونٹ، سرخ اونٹ اہل عرب میں بہت قیمتی جانور سمجھے جاتے تھے۔ یہاں بطورِ مثال آیا ہے یعنی بہت اعلیٰ اور بہت قیمتی شئے۔

شرحِ حدیث: مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ علم دین حاصل کریں اور اس پر عمل کریں اور اس علم دین کو دوستوں تک پہنچائیں۔ دعوت دین پوری امت کا فریضہ ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ داعی عالم باعمل ہو سیرت و کردار کا پیکر ہو اور اخلاقِ حسنہ اور عاداتِ طیبہ کا مجسمہ ہو۔ کیونکہ لوگ باتوں کا اثر اتنا قبول نہیں کرتے جتنا وہ سیرت و کردار سے متاثر ہوتے ہیں۔

یہ حدیث اس سے پہلے (۱۷۹) آچکی ہے۔ (روضة المتقین: ۳/۳٦۲۔ دلیل الفالحین: ٤/۱۵۹)

دین کی تبلیغ کرتے رہو

۱۳۸۰۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْاٰيَةً، وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ وَلَاحَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ!

(۱۳۸۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف سے پہنچا دو خواہ ایک ہی آیت ہو۔ بنی اسرائیل سے نقل کرو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۳۸۰): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل.

کلماتِ حدیث: بلغوا: پہنچا دو۔ بلغ تبلیغاً (باب تفعیل) پہنچانا۔ اللہ کے دین کو دوسروں تک پہنچانا۔ ولو آیة: اگرچہ ایک آیت ہو، یعنی خواہ قرآن کریم کی آیت اور حدیث کا ایک فقرہ ہو، لوگوں تک اسے ضرور پہنچا دو، ہوسکتا ہے کہ پہنچانے والے سے زیادہ اسے فائدہ ہو جسے بات پہنچائی گئی ہے۔

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے انبیاءِ کرام کو مبعوث فرمایا تا کہ وہ انہیں نیکی اور بھلائی کی دعوت دیں اور اعمال و اخلاق کی تعلیم دیں امورِ خیر کی طرف راغب کریں اور ہر نوع کی برائیوں سے بچنے کی تلقین کریں۔ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا اور قیامت تک کے لیے اس کارِ نبوت کی ذمہ داری امت کے سپرد کر دی گئی ہے جیسا

کہ ارشاد ہوا ہے:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ظہور میں لائی گئی ہو کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔'' (آل عمران)

بہر حال سلسلۂ نبوت ختم ہو جانے کے بعد اس پیغمبرانہ کام کی پوری ذمہ داری ہمیشہ کے لیے امت محمدیہ پر عائد کر دی گئی ہے علاوہ قرآن کریم کی متعدد آیات کے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات میں ان امور کی وضاحت فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا کہ جو یہاں موجود ہے وہ اس کو یہ باتیں پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہے اور اس حدیث میں فرمایا کہ میری طرف سے پہنچا دو خواہ ایک آیت یا ایک جملہ ہی کیوں نہ ہو۔

اس حدیثِ مبارک میں فرمایا کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے بھی نقل کرو اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے ایک اور ارشاد میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو بلکہ کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف سے نازل کی گئی ہے۔

صحابہ کرام بعض اوقات ان یہود و نصاریٰ سے جو مسلمان ہو چکے تھے ان سے بعض اوقات قرآن کریم کے قصص سے متعلق کتبِ سابقہ میں وارد تفصیل معلوم کر لیا کرتے تھے، یا قدیم کلماتِ حکمت روایت کر لیا کرتے تھے لیکن عقائد و احکام سے متعلق ان سے کوئی بات نہ سنتے اور نہ اخذ کرتے اور ہر اس بات کو نظر انداز کر دیا کر دیتے جو قرآن و سنت کے خلاف ہوتی، بلکہ اگر ان سے اگر کوئی ایسی بات سنتے تو اس کی تردید کر دیا کرتے تھے، چنانچہ روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت کعب الاحبار سے اس ساعت قبولیت کے بارے میں استفسار کیا جس کے بارے میں حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن ایک ساعت ہوتی ہے اگر مسلم بندہ نماز میں ہو اور یہ ساعت آ جائے تو وہ اللہ سے جو سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرما دیتے ہیں، کہ کیا یہ ساعت ہر جمعہ کو ہے؟ کعب نے بیان کیا کہ یہ سال میں ایک جمعہ کو ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے ان کی تردید کی اور فرمایا کہ ہر جمعہ کو ہے۔ جس پر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے تورات سے مراجعت کی تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائے درست ہے۔

جھوٹ کی برائی اور اس کا گناہ ہونا قرآن کریم اور سنتِ نبوی ﷺ میں جا بجا بیان ہوا ہے۔ لیکن اگر اس جھوٹ کا تعلق رسولِ کریم ﷺ کی ذاتِ مبارک سے ہو تو اس کی سنگینی کی کوئی انتہا نہیں ہے اور یہ کام کوئی شقی اور بدبخت ہی کر سکتا ہے۔ چنانچہ یہاں ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

یہ حدیث کہ جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ متواتر ہے اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو باسٹھ صحابہ کرام نے روایت کیا ہے جس میں تمام عشرہ مبشرہ بھی ہیں اور کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس کے روایات کرنے والے صحابہ میں تمام عشرہ مبشرہ موجود ہوں۔ اور عراقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ستر صحابہ نے روایت کیا ہے۔

(فتح الباري: ۳۰٤/۱ ـ دليل الفالحين: ۱٥۹/٤ ـ التفسير والمفسرون: ۱۲٤/۱ ـ المعجم الحديث فى مصطلح الحديث

(ساجد الرحمن) صـ ۱۰٤)

علم کا طلب کرنے والا جنت کے راستہ میں ہے

۱۳۸۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "وَمَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَه' طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(۱۳۸۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص طلب علم کے کسی راستے پر چلے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمادیں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۸۱): صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن .

شرح حدیث: علم سے مراد قرآن وسنت کا علم ہے یہ وہ علم ہے جو انسان کو اندھیروں سے نکال کر روشنیوں کی طرف لاتا ہے جس سے فاسد عقائد، غلط خیالات وافکار اور مضرت رساں اعمال کی تاریکیوں سے نکال کر انسان ایمان ویقین اور عمل صالح کا سفر شروع کرتا ہے۔ اس علم سے دل میں وہ نور پیدا ہوتا ہے جس سے انسان حق وباطل میں امتیاز اور غلط اور صحیح میں فرق کرسکتا ہے۔ اور جو اس علم کے حصول کے لیے نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمادیتا ہے۔

یہ حدیث باب حوائج المسلمین میں بھی (۲۴۷) آچکی ہے۔ (نزهة المتقین : ۲/۲۷۱۔ دلیل الفالحین : ٤/١٦٠)

بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا ثواب میں برابر کا شریک ہے

۱۳۸۲۔ وَعَنْهُ اَیْضًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ دَعَا اِلیٰ هُدًی کَانَ لَه' مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَه' لَایَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۳۸۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی ویسے امر ہدایت کی دعوت دی تو اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اس ہدایت پر چلنے والوں کو ملے گا اور ان کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۸۲): صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة .

شرح حدیث: اسلام میں کسی سچائی یا کسی عمل خیر کی جانب لوگوں کو دعوت دینے کی اس قدر فضیلت اور اس قدر اجر وثواب ہے کہ داعی کی دعوت سے جتنے لوگ اس بات پر عمل کریں گے اس داعی کو ان سب کے برابر اجر ملے گا اور ان سب کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔ داعی کو دعوت کا اجر ملے گا اور عامل کو عمل کا اجر ملے گا۔

یہ حدیث مکرر ہے اور اس سے پہلے باب الدلالة علی الخیر (۱۷۴) میں آچکی ہے۔

(روضة المتقین : ۳/٣٦٤۔ دلیل الفالحین : ٤/١٦١)

موت کے بعد تین عمل کا ثواب جاری رہتا ہے

۱۳۸۳ . وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُه' اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، اَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِه، اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَه'"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۳۸۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرزند آدم جب مرتا ہے اس کا سلسلہ عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین باتوں کے صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچ رہا ہو اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۸۳): صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاته۔

کلماتِ حدیث: انقطع عمله : اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، یعنی انسان کا ہر عمل اس کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے، زندگی ختم عمل بھی ختم اور اس عمل کا اثر اور نتیجہ بھی انتہا کو پہنچے گا۔

شرحِ حدیث: آدمی کی موت کے ساتھ اس کا سلسلہ عمل بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین اعمال ایسے ہیں جن کا اجر و ثواب آدمی کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ، یعنی مسجد یا مدرسہ بنوا دینا۔ دینی درسگاہ قائم کر دینا، دینی کتابوں کی لائبریری بنا دینا، ہسپتال بنوا دینا۔ غرض ہر وہ کام جس میں عام مسلمانوں کی بھلائی ہو اور انہیں اس سے تادیر خیر اور فائدہ حاصل ہوتا رہے صدقۂ جاریہ ہے۔ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے کا مطلب یہ ہے کہ علم کو عام کرنا لوگوں کو سکھلانا شاگردوں کو تعلیم دینا اور تصنیف و تالیف کرنا جب تک اس کا سلسلۂ تلمذ قائم اور کتابیں محفوظ رہیں گی اور لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے تو ان کا اجر بھی معلم یا مصنف کو ملتا رہے گا، اولاد کی صحیح دینی تربیت کرنا تاکہ وہ مرنے کے بعد باپ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ (دليل الفالحين : ٤/١٤٣ ۔ نزهة المتقين : ٢/٢٧٣)

●●●●●●●●●●●●

دنیا ملعون ہے مگر چند چیزیں

۱۳۸۴ . وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَافِيْهَا، اِلَّاذِكْرَاللّٰهِ تَعَالٰى، وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمًا اَوْمُتَعَلِّمًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ!

قَوْلُه' "وَمَا وَالَاهُ اَیْ طَاعَةُ اللّٰهِ !!"

(۱۳۸۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا بھی ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔ سوائے اللہ کے ذکر کے اور اس سے تعلق کے اور عالم اور متعلم کے۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

وما والاہ کے معنی ہیں اللہ کی اطاعت۔

تخریج حدیث (۱۳۸۴): الجامع للترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی ھوان الدنیا علی اللہ .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی نظر میں ساری دنیا اور جو کچھ دنیا میں مال و اسباب ہیں اس کی حیثیت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ دنیا انسان کے لیے دارالامتحان ہے کہ اس کی کشش اور رونق انسان کو اللہ سے غافل انجام سے بے پرواہ اور عاقبت سے بے خوف بنا دیتی ہے اور یہی پہلو برا بھی ہے اور فتنہ بھی۔ سوائے ان لوگوں کے جو اس آزمائش میں پورے اتریں جس کا طریقہ علم دین کا حصول اور اس کی تعلیم اور اس کا تعلم ہے اور اللہ کی یاد کو دل میں بسانا اور اللہ کے رسول کے لائے ہوئے احکام پر عمل کرنا ہے۔ جو اس طریقے پر چلتا ہے وہ دنیا کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے اور اس دارالامتحان سے کامیابی سے گزر کر فوز و فلاح کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے فضل الزہد فی الدنیا (۴۷۸) میں آچکی ہے۔ (روضة المتقين : ٣/٣٦٥۔ دليل الفالحين : ٤/١٦٣)

علم طلب کرنے والا مجاہد کی طرح ہے

١٣٨٥. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ!!

(۱۳۸۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو طلب علم کے لیے گھر سے نکلا وہ واپس آنے تک اللہ کے راستے میں ہے۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۱۳۸۵): الجامع للترمذی، ابو اب العلم، باب فضل طلب العلم .

شرح حدیث: علم دین کے حصول کے لیے اپنے گھر یا وطن سے نکلنا ایسا ہے جیسے جہاد فی سبیل اللہ طالب علم کا اجر و ثواب ایسا ہے جیسا مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر و ثواب ہے کیونکہ جس طرح جہاد فی سبیل اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے ہوتا ہے اسی طرح علم دین کا حصول بھی اللہ کے احکام کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے اور دعوتِ دین کو عام کرنے کے لیے ہے۔

(روضة المتقين : ٣/٣٦٥۔ دليل الفالحين : ٤/١٦٣)

مؤمن علم سے سیر نہیں ہوتا

١٣٨٦. وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَنْ يَشْبَعَ مُؤْمِنٌ مِنْ خَيْرٍ حَتّٰى يَكُوْنَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ !

(۱۳۸۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن بھلائی اور خیر سے کبھی سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ اپنے منتہا یعنی جنت تک پہنچ جاتا ہے۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۱۳۸۶): الجامع للترمذی، ابو اب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة .

شرح حدیث: مؤمن اعمالِ صالحہ کا حریص ہوتا ہے اس کو نیک اور بھلائی کے کاموں سے کبھی طبیعت سیر نہیں ہوتی نہ کبھی وہ تھکتا یا

اکتاتا ہے یہاں تک کہ اسے موت آجاتی ہے اور وہ اپنے آخری مستقر جنت میں پہنچ جاتا ہے، علم دین کی طلب اور اس کی اشاعت اعمالِ صالحہ میں بہت مفید عمل ہے، عالم دین کی بھی کبھی علم سے طبیعت سیر نہیں تھی اور وہ حصولِ علم سے اور علم کی اشاعت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اکتاتا ہے حتیٰ کہ اسے موت آجاتی ہے اور وہ اپنی آخری منزل جنت میں پہنچ جاتا ہے۔

(تحفة الأحوذي : ۷/ ٤٩٠ ـ دليل الفالحين : ٤/ ١٦٣)

علم سکھلانے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق دعاء کرتی ہے

١٣٨٧ . وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتّٰی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِی النَّاسِ الْخَیْرَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ!

(۱۳۸۷) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سب سے ادنیٰ پر۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندر میں لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والوں کے حق میں دعاء کرتے ہیں۔

(ترمذی، یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۱۳۸۷): الجامع للترمذي، ابواب العلم، باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة .

کلماتِ حدیث: العالم : علم دین کا جاننے والا اور اپنے اوقات کو تعلیم و تعلم میں صرف کرنے والا۔ عابد : عبادت گزار جو شب و روز عبادت میں مصروف رہے۔ ادناکم : تم میں سب سے ادنیٰ، یعنی فضیلت میں سب سے کم درجہ والا مسلمان۔ لیصلون : دعاء کرتے ہیں۔ صلاۃ کی نسبت اگر اللہ کی طرف ہو تو رحمت کے ہوتے ہیں، ملائکہ کی طرف ہو تو استغفار کے اور مخلوقات کی طرف ہو تو دعاء کے ہوتے ہیں۔

شرحِ حدیث: عابد کی کثرتِ عبادت کا اجر و ثواب اور خیر و برکات اس کی ذات تک محدود ہیں، جبکہ عالم کی ذات ایک چشمۂ خیر ہے جس سے بے شمار تشنگانِ علم اور طالبانِ خیر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ارشاد فرمایا کہ عالم باعمل کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے تمہارے میں سے کسی ادنیٰ پر حاصل ہے۔ عالم دین پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، فرشتے استغفار کرتے ہیں اور ساری مخلوقات دعائیں کرتی ہیں یہاں تک کہ چیونٹیاں اور مچھلیاں بھی دعائیں کرتی ہیں۔

(تحفة الأحوذي : ۷/ ٤٧٩ ـ روضة المتقين : ۳/ ٣٦٦ ـ دليل الفالحين : ٤/ ١٦٤)

علم حاصل کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے

۱۳۸۸. وَعَنْ اَبِیْ الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: ''مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَبْتَغِیْ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَه' طَرِیْقاً اِلیٰ الْجَنَّةِ، وَاِنَّ الْمَلَآئِکَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا یَصْنَعُ، وَاِنَّ الْعَالِمَ لَیَسْتَغْفِرُ لَه' مَنْ فِی السَّمٰوٰاتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ حَتّٰی الْحِیْتَانُ فِی الْمَآءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلیٰ سَآئِرِ الْکَوَاکِبِ، وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَآءِ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ اَخَذَه' اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ'' رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ.

(۱۳۸۸) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص علم دین کی جستجو میں کسی راستے پر چلے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں اور فرشتے طالب علم کے لیے اس طلب سے خوش ہو کر اپنے پر رکھ دیتے ہیں۔ عالم کے لیے آسمانوں اور زمین کی جملہ مخلوقات حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی دعا کرتی ہیں۔ عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہے۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اس لئے کہ انبیاءؑ اپنے ورثہ میں درہم اور دینار چھوڑ کر نہیں جاتے بلکہ علم ہی اپنے ورثہ میں چھوڑ کر جاتے ہیں۔ جس نے علم حاصل کیا اس نے شرف و فضل کا بہت بڑا حصہ حاصل کیا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

تخریج حدیث (۱۳۸۸): سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم. الجامع للترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة.

کلمات حدیث: تضع أجنحتها: اپنے پر جھکاتے ہیں، یعنی فرشتے علم کے احترام میں اپنے پر جھکا دیتے ہیں، یا طالب علم کے لیے آسانی پیدا کرتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں۔

شرح حدیث: علم اور اہل علم کی فضیلت اور ان کی منقبت کا بیان ہے کہ علم ایسی روشنی ہے جس سے قلوب منور ہوتے ہیں اور آدمی تاریکی سے نکل کر روشنی میں آجاتا ہے اور آدمی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کون ہے کیا ہے اس دنیا میں کیوں آیا ہے اسے کیا کرنا ہے اور اس کی منزل کہاں ہے جہاں اسے جانا ہے اور اس کا خالق و مالک کون ہے؟ اور اس کی بندگی اور عبودیت کا کیا طریقہ ہے؟ جس آدمی کو خالق کی پہچان نہیں ہے وہ تو ایسا ہے جیسے گلے سے بچھڑی ہوئی بھیڑ جسے نہ راستہ کا پتہ اور نہ منزل معلوم۔ علم کا کمال اسوۂ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء سے حاصل ہوتا ہے بغیر عمل کے عالم کی مثال رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بیان فرمائی کہ جیسے شمع جو گرد و پیش میں روشنی تو پھیلاتی ہے لیکن خود جل کر ختم ہو جاتی ہے۔ (او کما قال علیه السلام)

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی انبیاء آئے انہوں نے انسانوں کو فلاح و کامیابی کا راستہ بتلایا انہیں یہ بتایا کہ ان کا خالق و مالک کون ہے اور اس کی بندگی کا کیا طریقہ ہے اور انسان اس دنیا میں کیوں آیا ہے اور اس کا کیا منصب ہے جسے

اسے سرانجام دینا ہے، انسانی حیات اور کائنات کے بارے میں اور معبودِ حقیقی کے بارے میں یہ علم انبیاء نے عطا کیا ہے اور علماء اسی علم کے وراث اور امین ہیں۔ اس لیے علماء وارثین انبیاء ہیں۔ یہ علم اس قدر عظیم ہے کہ جس کو اس میں ذرا سا بھی حصہ مل گیا اسے سرمایۂ عظیم حاصل ہو گیا۔

غرض حدیثِ مبارک میں علم سے مراد قرآن وسنت کا علم ہے جس کے حصول اور جس کے مطابق عمل پر اللہ کی رضا موقوف ہے۔ یہی وہ علم ہے جس میں مسلمانوں کی رفعت وترقی اور ان کی مادی اور روحانی ترقی کا راز پنہاں ہے اور یہی میراثِ محمد ﷺ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بازار سے گزر ہوا لوگ تجارت اور کاروبار میں مصروف تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم یہاں مشغول ہو اور مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے، لوگ جلدی سے مسجد پہنچے تو دیکھا کہ جا بجا درسِ قرآن کے اور ذکر کے حلقے بنے ہیں اور مجالس علم برپا ہیں۔ ان لوگوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم تو کہہ رہے تھے کہ مسجد میں میراثِ محمد ﷺ تقسیم ہو رہی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہی تو میراثِ محمد ہے جو تقسیم ہو رہی ہے۔

(دليل الفالحين : ٤/١٦٤ـ روضة المتقين : ٣/٣٦٨ـ تحفة الأحوذي : ٧/٤٨٤)

علم حدیث کا مشغلہ رکھنے والوں کے لیے خوشخبری

۱۳۸۹۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "نَضَّرَ اللّٰهُ امْرأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَه، كَمَا سَمِعَه، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوعىٰ مِنْ سَامِعٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ!

(۱۳۸۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی کو تر وتازہ رکھے جو ہم سے کوئی بات سنے پھر اسے اسی طرح دوستوں تک پہنچا دے جس طرح اس نے سنا کہ بہت سے لوگ جن کو بات پہنچائی جائے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۳۸۹): الجامع للترمذي، ابواب العلم، باب ما جاء في الحث على تبليغ السماع.

کلمات حدیث: نضر الله امرأ: اللہ اس شخص کو تر وتازہ اور شاداب رکھے۔ خوش رکھے۔ نضرة کے معنی ہیں خوبصورتی، دلکشی اور رونق۔ أوعى: زیادہ یاد رکھنے والا، زیادہ محفوظ رکھنے والا، زیادہ سمجھنے والا۔ وعی کے معنی ہیں خوب سمجھ کے سارے معانی اور مطالب کو ذہن نشین کر کے بات کو پوری طرح یاد رکھنا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر وتازہ اور شاداب رکھے اسے بہجت وسرور عطا کرے اور رونق وحسن بخشے جو کلامِ نبوت ﷺ کو سن کر اسے یاد کرے اور اس کے معانی اور مفاہیم کو پوری طرح ذہن نشین کر کے جس طرح سنا ہے بعینہٖ اسی طرح امت کو پہنچا دے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منا کا لفظ ہے اور رسولِ کریم ﷺ کے تمام اقوال و افعال اور احوال سب اس میں داخل ہیں اسی طرح جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بھی تمام آثار اس میں داخل ہیں۔

یہ حدیثِ مبارک دراصل رسولِ کریم ﷺ کی دعاء ہے ان جملہ اصحابِ علم کے حق میں جو کسی نہ کسی طرح حدیث کے علم اور اس کی تدریس اور اس کی تبلیغ سے وابستہ ہوں۔

غرض جو شخص کلامِ نبوت ﷺ سن کر سمجھ کر اور اس کے معانی و مطالب کو خوب دل نشین کر کے فرمانِ نبوت جس طرح سنا ہے اسی طرح دوسروں تک پہنچا دے اور اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جس کو اس نے حدیث پہنچائی ہے وہ زیادہ اس کے معانی کو سمجھنے والا اور زیادہ اس کے دقیق مطالب کی جانب رسائی حاصل کرنیوالا ہے اور اس میں پنہاں علوم معارف کو زیادہ اجاگر کرنے والا ہو۔

امت میں حدیثِ نبوی ﷺ کی روایت و درایت کا سلسلہ فی الواقع اسی طرح واقع ہوا ہے کہ راویانِ کرام نے احادیث مبارکہ کو جس طرح سنا بعینہٖ اسی طرح پہنچایا اور محدثین فقہاء اور علماء نے ان احادیث کے اسرار سے پردہ اٹھایا اور ان کے دقیق کلمات بیان کیے اور ان کے معانی اور مطالب کی توضیح کی۔ (تحفة الأحوذي : ٤٥٣/٧ ـ دليل الفالحين : ١٦٦/٤ ـ روضة المتقين : ٣٦٨/٣)

دین کا علم چھپانے پر وعید

۱۳۹۰۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ، اُلْجِمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ!

(۱۳۹۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی سے علم کی کوئی بات پوچھی گئی اور اس نے اسے چھپایا روزِ قیامت اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)

کلماتِ حدیث (۱۳۹۰): کتمه : اسے چھپایا۔ کتم کتما و کتمانا (باب نصر) چھپانا، بات چھپانا، علم نہ بتانا۔

شرحِ حدیث: علم سے مراد علم دین ہے۔ یعنی اگر سائل کسی عالم سے دین کی بات دریافت کرے مثلاً کسی چیز کے بارے میں دریافت کرے کہ حلال ہے یا حرام؟ یا نماز کا طریقہ اور اس کے اوقات وغیرہ دریافت کرے یعنی سوال کا تعلق علم ضروری سے ہو اور عالم جان بوجھ کر نہ بتائے اور علم کو چھپائے تو روزِ قیامت اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

(تحفة الأحوذي : ٤٤٣/٧ ـ روضة المتقين : ٣٧٠/٣ ـ دليل الفالحين : ١٦٧/٤)

دنیا کی خاطر علم حاصل کرنے پر وعید

۱۳۹۱۔ وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ

عَزَّوَجَلَّ لَایَتَعَلَّمُهُ' اِلَّالِیُصِیْبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْیَا لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" یَعْنِیْ رِیْحَهَا : رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ !

(۱۳۹۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص وہ علم جس سے اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے، اس لیے حاصل کرے کہ اس سے دنیا کمائے تو وہ قیامت کے روز جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔ (ابوداؤد بسندِ صحیح)

تخریج حدیث (۱۳۹۱): الجامع للترمذی، کتاب العلم، باب طلب العلم لغیر اللہ تعالیٰ .

کلماتِ حدیث: عرف الجنة : جنت کی خوشبو، یعنی جنت میں داخل ہونا تو کجا وہ اس کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔

شرح حدیث: علوم نبوت یعنی قرآن اور حدیث کے حصول کی غرض و غایت اللہ کی رضا ہے، اگر کوئی شخص ان علوم کو دنیا حاصل کرنے کے لیے سیکھے اور پڑھے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا، لیکن اگر علم دین کو اللہ کی رضا کے لیے حاصل کرے اور دنیا اس کے ارادے اور قصد کے بغیر مل جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ رضائے الٰہی حاصل ہو تو دنیا خود بخود آ جاتی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اپنے آپ کو آخرت کے لیے وقف کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے معاملات کو درست فرما دیں گے، اس کے دل کو غنی کر دیں گے اور دنیا مغلوب ہو کر اس کے پاس آ جائے گی۔ (روضة المتقین : ۳/ ۳۷۰۔ دلیل الفالحین : ۴/ ۱۶۷)

قیامت کے قریب علم اٹھالیا جائے گا

۱۳۹۲ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ لَایَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا یَنْتَزِعُهُ' مِنَ النَّاسِ وَلٰکِنْ یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَآءِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالاً، فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ!

(۱۳۹۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے لوگوں کے سینوں سے نکال لے لیکن وہ علم کو علماء کی وفات کے ذریعے اٹھائے گا یہاں تک کہ جب وہ کسی عالم کو باقی نہیں رکھے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے جواب دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۳۹۲): صحیح البخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم. صحیح مسلم، کتاب العلم باب رفع العلم و قبضه .

کلماتِ حدیث: انتزاعاً : کھینچنا، یکلخت نکال لینا۔ نزع نزعاً (باب فتح) نکلنا۔ نزع الروح من البدن : جسم سے روح کا نکلنا۔ انتزاع (باب افتعال) کھینچنا، نکال لینا۔

شرح حدیث: قیامت کے قریب علم دین اٹھالیا جائے گا جاہل اور بے عمل لوگ لوگوں کے سردار اور دینی راہنما ہوں گے اور صحیح علم

دین کے حامل صلحاء اور اتقیاء شاذ و نادر رہ جائیں گے اور جو ہوں گے ان کی طرف لوگوں کا رجوع نہ ہوگا۔ فرمایا کہ یہ ایسا نہیں ہوگا کہ علماء کے سینوں سے علم دین نکال لیا جائے بلکہ یہ ہوگا کہ علمائے دین وفات پا جائیں گے اور جاہل لوگ عالم اور مفتی بن بیٹھیں گے لوگ ان سے سوال کریں گے اور بغیر علم صحیح کے جواب دیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(فتح الباري : ۱/۲۰۶۔ ارشاد الساري : ۱/۲۹۳۔ روضة المتقين : ۳/۳۷۱۔ دليل الفالحين : ٤/۱٦۸)

کتاب حمد اللہ تعالیٰ والشکر

البَابُ (۲٤۲)

حمد اور شکر کی فضیلت

۳۰۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔'' (البقرة: ۱۵۲)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ذکر و شکر کا حکم دیا گیا ہے۔ ذکر اللہ اپنے وسیع معنی کے اعتبار سے نماز تلاوت قرآن دعاء واستغفار سب ہی کو شامل ہے لیکن عرف واصطلاح کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس توحید وتحمید اس کی عظمت وکبریائی اور اس کی صفات کمال وجمال کے بیان کو ذکر اللہ کہا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱذْكُرُوا ٱللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٤١﴾ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٤٢﴾ ﴾

''اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو۔'' (الاحزاب: ۴۱، ۴۲)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ:

﴿ وَٱذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً ﴾

''اور اپنے رب کا ذکر کرو اپنے دل میں گڑگڑا کر اور خوف کی کیفیت کے ساتھ۔'' (الاعراف: ۲۰۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جس طرح مجھ سے اعتقاد رکھتا ہے میں اس سے اسی طرح پیش آتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس کی مجلس سے اچھی مجلس میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میری طرف بالشت بھر آتا ہے تو اس کے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میری طرف چلتا ہے تو میں ایک گز اس کی طرف چلتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ﴿ فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ ﴾ کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندو! تم مجھ کو میری عبادت سے یاد کرو یعنی میری عبادت کرو میں تم کو مغفرت سے یاد رکھوں گا میں تمہارے گناہوں سے درگزر کروں گا۔ (تفسير مظهري۔ تفسير عثماني۔ معارف الحديث)

۳۰۴. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ لَئِن شَكَرۡتُمۡ لَأَزِيدَنَّكُمۡ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اگر تم شکر کرو تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔'' (ابراہیم:۷)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اگر احسان مان کر زبان و دل سے میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو اور زیادہ نعمتیں ملیں گی جسمانی و روحانی اور دنیوی و اخروی ہر قسم کی۔ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی نافرمانی، حرام اور ناجائز کاموں میں صرف نہ کرے اور زبان سے بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اپنے افعال و اعمال کو بھی اس کی مرضی کے مطابق بنائے۔

(معارف القرآن)

۳۰۵. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَقُلِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اور کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔'' (الاسراء:۱۱۱)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں حمد کا حکم ہے، یعنی ساری تعریفیں اور تمام خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں اور جو اپنی ہر صفت کمال میں یگانہ ہے اور ہر قسم کے عیب و قصور اور نقص و فتور سے پاک اور کلیتاً منزہ ہے۔ (تفسير عثماني)

۳۰۶. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَءَاخِرُ دَعۡوَىٰهُمۡ أَنِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ۝١٠ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی کہ تمام تعریفیں اللہ کے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔'' (یونس:۱۰)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں بیان فرمایا کہ جب اہل جنت جنت میں پہنچ جائیں گے اور دنیاوی تفکرات و کدورت سے دور ہو کر جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے تو اللہ کا شکر اور اس کی حمد کریں گے اور ان کی ہر دعاء اور ہر پکار کا خاتمہ ان کلمات پر ہوگا کہ جملہ محامد ہر طرح کی تعریف اور ہر نوع کی ثناء صرف اور صرف تمام جہانوں کے رب اللہ کے لیے ہے۔ (تفسير عثماني۔ تفسير مظهري)

آپ ﷺ نے دودھ پسند فرمایا

۱۳۹۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ فَنَظَرَ اِلَيْهِمَا فَاَخَذَ اللَّبَنَ: فَقَالَ جِبْرِيْلُ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۳۹۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس شب معراج میں دودھ اور شراب کے دو پیالے لائے گئے آپ ﷺ نے دونوں کو دیکھا اور دودھ کا پیالہ لے لیا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آپ ﷺ کی فطرت کی طرف رہنمائی فرمائی، اگر آپ شراب کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۳۹۳): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم.

کلمات حدیث: أسری به: آپ ﷺ کو رات کے وقت لے جایا گیا۔ رات کے وقت آپ کو بیت المقدس لے جایا گیا اور وہاں سے آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ هداك: آپ ﷺ کی رہنمائی کی اور آپ ﷺ کو ہدایت دی کہ آپ ﷺ نے فطرتِ سلیمہ کا انتخاب کیا جو توحید اور استقامت فی الدین کی طرف لے جانے والی ہے اور دودھ اس کی علامت ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو شب معراج دو پیالے پیش کیے گئے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب، یہ پیالے آپ ﷺ کو اس وقت پیش کیے گئے جب آپ ابھی بیت المقدس میں تھے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ یہ پیش کش آپ ﷺ کو آسمانوں میں ہوئی۔ آپ ﷺ نے دودھ کا پیالے کا انتخاب فرمایا جس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام مسرور ہوئے اور الحمد للہ کہا اور فرمایا کہ اس وقت اگر آپ ﷺ شراب کا پیالہ لے لیتے تو آپ ﷺ کی امت صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتی کہ شراب میں نشہ کا ہونا خلاف فطرت ہے اور یہ ام الخبائث جس سے بے شمار برائیاں ظاہر ہوتی ہیں جب کہ دودھ فطرت کی علامت ہے اور فطرت توحید اور دین صحیح پر استقامت ہے۔ (فتح الباري: ۲/۳۱۴ـ تحفة الأحوذي: ۸/۵۴۰ـ روضة المتقين: ۳/۳۷۴)

ہر کام، بسم اللہ سے شروع کیا جائے

۱۳۹۴. وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَايُبْدَأُ فِيْهِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ، فَهُوَ اَقْطَعُ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَغَيْرُهٗ!

(۱۳۹۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر اہم کام جس کی ابتداء اللہ کی حمد اور اس کی تعریف سے نہ کی جائے تو وہ بے برکت ہے۔ (ابوداود)

تخریج حدیث (۱۳۹۴): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الهدی فی الکلام وغیره.

کلمات حدیث: أمر ذی بال: ہر اہم کام، ہر ایسا کام جو آدمی کی توجہ اور عنایت کا مستحق ہو۔ بال کے معنی دل اور قلب کے ہیں۔ ذی بال: دل والا یعنی اہمیت والا۔ ابن الاثیر فرماتے ہیں کہ بال کے معنی حال اور شان کے ہیں یعنی ایسا کام جس کا اہتمام کیا جائے اور آدمی کا قلب اس کی طرف یا اس کے انجام کی طرف متوجہ ہو۔

شرح حدیث: کائنات میں کوئی شئے اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت کے بغیر حرکت تک نہیں کرتی ظاہر اسباب اور تدابیر اسی وقت مؤثر ہوتی ہیں جب اللہ کی مشیت اس امر کی مقتضی ہو کہ ان اسباب کے مسببات ظاہر ہوں ورنہ جملہ اسباب موجود ہوتے ہوئے بھی

مسبب کا ظہور نہیں تھا۔ اس لیے مسلمان کے لیے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اور ہر مرحلے میں اللہ کا نام لے اور اس کی حمد وثناء اور اس کی تعریف تمجید بیان کرے۔ ہر اچھے اور اہم کا آغاز بسم اللہ اور الحمدللہ سے کرے، ورنہ وہ کام بے برکت اور بے ثمر ہو کر رہ جائے گا اور اس سے وہ خیر برآمد نہ ہوگی جو مطلوب ہے۔ (روضة المتقین : ٣٧٦/٣ ۔ دلیل الفالحین : ١٧١/٤)

بچہ کی موت پر صبر کرنے کا بدلہ ''بیت الحمد''

١٣٩٥ ۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ''اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ لِمَلآئِکَتِهٖ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیَقُوْلُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ : فَیَقُوْلُ فَمَاذَا قَالَ عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالیٰ: ابْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَیْتَ الْحَمْدِ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ !

(١٣٩٥) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی اللہ کے بندے کا بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں ہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پھر میرے بندے نے کیا کہا۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ کی حمد کی اور انا للہ پڑھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے اس بندے کے لیے جنت میں گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔ (ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (١٣٩٥): الجامع للترمذی، کتاب الجنائز، باب فضل المصیبة اذا احتسب .

کلمات حدیث: قبضتم ولد عبدي : تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی۔ ثمرة فؤاده : اس کا ثمر قلب، اس کے دل کا ٹکڑا، اس کے جگر کا ٹکڑا۔ واسترجع استرجاع (باب استفعال) انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا۔

شرح حدیث: مصیبت اور آزمائش کے وقت اللہ کی مشیت اور اس کی تقدیر پر راضی رہنا اور اس حال میں بھی اللہ کا شکر کرنا اور اس کی حمد وثناء کرنا اللہ کے یہاں بہت بڑے اجر وثواب کا کام ہے اور اس موقعہ پر خصوصی انعام سے نوازا جاتا ہے، چنانچہ اگر کسی مؤمن بندہ کا بچہ مر جائے اور وہ اس پر صبر کرے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں گھر عطا فرمائیں گے جس کا نام بیت الحمد ہوگا۔ یہ حدیث اس سے پہلے (٩٣١) میں بھی آچکی ہے۔ (روضة المتقین : ٣٧٦/٣ ۔ دلیل الفالحین : ١٧٢/٤)

ہر لقمہ اور گھونٹ پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا

١٣٩٦ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : ''اِنَّ اللّٰهَ لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ یَأْکُلُ الْاَکْلَةَ فَیَحْمَدُهٗ عَلَیْهَا، وَیَشْرَبُ الشَّرْبَةَ فَیَحْمَدُهٗ عَلَیْهَا'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(١٣٩٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے بہت خوش

ہوتے ہیں جوایک لقمہ کھاتا ہےاور الحمدللہ کہتا ہےاور ایک گھونٹ پانی پیتا ہےاور الحمدللہ کہتا ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث (١٣٩٦): صحيح مسلم، كتاب الذكر، باب استحباب حمد الله تعالىٰ بعد الاكل والشرب .

کلمات حدیث: أكلة : ایک وقت کا کھانا یا ایک لقمہ۔ شربة : ایک وقت کا پینا یا ایک گھونٹ۔

شرح حدیث: کھانے پینے کے وقت الحمدللہ کہنا چاہیے چاہے کم کھانا پینا ہو یا زیادہ، اگر ایک لقمہ کھائے اور ایک گھونٹ بھی پانی پئے تو الحمدللہ کہے یا الحمدللہ رب العالمین کہے یا کہے:

" اَلْحَمْدُ لِلّٰه حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّباً مُبَارَكاً فِيهِ غَيْرَ مَكْفِيٍ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنٍي عَنْهُ رَبَّنَا ."

"اے اللہ! تیرے ہی لیے حمد ہے بہت زیادہ، بہت پاکیزہ اور بہت بابرکت حمد۔ اے اللہ یہ رزق جو آپ نے مجھے دیا ہے یہ کافی کیا ہوا نہیں ہے بلکہ مجھے اس کی پھر بھی ضرورت ہے، اس کو رخصت بھی نہیں کرنا کہ پھر بھی احتیاج ہے اور اس سے مستغنی بھی نہیں ہیں کہ پھر بھی ضرورت ہے۔"

یہ حدیث اس سے پہلے (۱۴۰) میں بھی آچکی ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٤٢/١٧)

کتاب الصلاۃ علی رسول اللہ

البَابُ (۲۴۳)

درود کی فضیلت

درود پڑھنے کا حکم

۳۰۷. قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔'' (الاحزاب: ۵۶)

تفسیری نکات: سورۃ الاحزاب کی اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ پر صلاۃ و سلام بھیجا کریں اور اس حکم میں ایک خاص اہمیت اور تاکید پیدا کرنے کے لیے فرمایا گیا کہ اللہ اور اس کے فرشتے بھی آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ صلوٰۃ و سلام دراصل اللہ تعالیٰ کے حضور میں کی جانے والی بہت اعلیٰ و اشرف دعاء ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک سے عشق و محبت کے اظہار کے لیے کی جاتی ہے۔ رسولِ کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں آپ ﷺ نے تمام انسانیت کے لیے ایک بہترین دین ایک عمدہ نظامِ حیات اور ایک اعلیٰ ترین نظام اخلاق عطا فرمایا ہے اور اہل اسلام اور اہل ایمان کو صراطِ مستقیم کی جانب راہنمائی فرمائی ہے انہیں فوز و فلاح کا راستہ دکھایا ہے اور انہیں دین حق سے بہرہ مند فرمایا ہے جس کے صلے میں ہر امتی کا فرض بنتا ہے کہ وہ صلاۃ و سلام کی صورت میں نذرانہ عقیدت پیش کرے۔

فقہائے امت اس امر پر متفق ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا امت کے ہر فرد پر فرض ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ہر نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا واجب ہے اگر درود نہ پڑھا گیا تو نماز نہ ہوگی۔ لیکن امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ اور اکثر فقہاء کے نزدیک قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود پڑھنا سنت ہے۔ جس کے چھوٹ جانے سے نماز میں بڑا نقص پیدا ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب آپ ﷺ کا ذکر آئے یا کتاب میں پڑھے یا سنے تو آپ ﷺ پر درود بھیجے متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ و سلام پڑھنے کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں بھیجتا ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتے ہیں اس کی دس

خطائیں درگزر فرمادیتے ہیں اور آخرت میں اس کے دس درجے بلند کردیے جاتے ہیں۔ (معارف الحديث : ٢/٢٢٣)

درود پڑھنے والے کے لیے دس رحمتیں

١٣٩٧ : وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا" ! رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(١٣٩٧) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١٣٩٧): صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب ما جاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم .

شرح حدیث: اللہ سبحانہ کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کی تشریف وتکریم اور آپ ﷺ پر خصوصی عنایات اور اکرام کو صلاۃ کہا جاتا ہے۔ صلاۃ دراصل رسول اللہ ﷺ کے ادنیٰ امتی کی طرف سے خدمتِ اقدس میں نذرانہ عقیدت گلدستہ محبت اور ہدیہ ممنونیت اور سپاس گزاری ہوتی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ تو رسول کریم ﷺ کو اپنی خاص عنایات اور رفع درجات سے سرفراز فرما۔

رسول اللہ ﷺ اشرف الانبیاء اور اکرم الخلائق ہیں اور حبیب رب العالمین ہیں۔ ان کا ادنیٰ امتی جب بارگاہِ الٰہی میں عرض کناں ہوتا ہے "اللھم صل علی محمد" اے اللہ! محمد ﷺ پر درود بھیج۔ تو یہ درخواست قبولیت سے سرفراز ہوتی ہے اور قبولیت کے نتیجے میں یہ گزارش کرنے والا بھی محروم نہیں رہتا اور اس پر بھی دس مرتبہ اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایتوں اور رحمتوں کے حاصل کرنے اور خود جنابِ نبی کریم ﷺ سے قربِ روحانی کی برکات سے بہرور ہونے کا خاص الخاص وسیلہ ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٤/٧٢۔ روضة المتقين : ٣/٣٧٨۔ معارف الحديث : ١/٢٢٣)

درود کی کثرت سے رسول اللہ ﷺ کا قرب نصیب ہوگا

١٣٩٨ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ !

(١٣٨٩) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ روزِ قیامت لوگوں میں مجھ سے قریب تر وہ شخص ہوگا جو مجھ پر بکثرت درود پڑھنے والا ہوگا۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (١٣٩٨): الجامع للترمذي، ابواب الصلاة، باب ما جاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه

وسلم.

کلماتِ حدیث: اولى الناس بى : میرے ساتھ خصوصیت کا تعلق رکھنے والا۔ مجھ سے زیادہ قریب اور میری شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ اشرف الخلائق اور اللہ سبحانہٗ کے حبیب ہیں اور حبیب کا چاہنے والا بھی محبوب ہوتا ہے اور رسولِ کریم ﷺ کے عشاق اور عقیدت وتعلق رکھنے والے آپ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجتے ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ جو لوگ مجھ پر کثرت سے درود بھیجتے ہیں وہ روزِ قیامت میری محبت میری نصرت اور میری شفاعت کے زیادہ مستحق ہوں گے۔

ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امت میں یہ فضیلت محدثین اور ان علماء کو حاصل ہے جو حدیث رسول اللہ ﷺ کی نقل وروایت اور اس کی درس وتدریس میں مشغول ہیں کیونکہ وہ ہر حدیث کی روایت یا قراءت یا کتابت کے وقت بار بار صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ اسی طرح ابونعیم نے نقل کیا ہے کہ خطیب بغدادی نے یہ شرف اصحاب الحدیث میں فرمایا ہے کہ کثرت سے درود پڑھنے کی فضیلت اور یہ فضیلت ان راویانِ حدیث کو حاصل ہے جو ہر روایت حدیث کے موقعہ پر کئی کئی مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔

حدیثِ مبارک دراصل افرادِ امت کے لیے ترغیب ہے کہ وہ کثرت سے درود پڑھیں کہ اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ فرمائے گا اور آدمی شفاعتِ رسول ﷺ کا مستحق قرار پائے گا۔

(تحفة الأحوذي : ٦١٩/٢۔ روضة المتقين : ٣٧٩/٣۔ دليل الفالحين : ١٧٥/٤)

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنا چاہیے

۱۳۹۹. وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ، فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ، قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرَمْتَ قَالَ يَقُوْلُ : بَلِيْتَ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ!

(۱۳۹۹) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس روز مجھ پر بکثرت درود بھیجو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے مبارک جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (ابوداؤد بسند صحیح)

تخریج حدیث (۱۳۹۹): سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة .

کلماتِ حدیث: معروضة على : مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ یعنی فرشتے آکر رسول اللہ ﷺ کو بتاتے ہیں کہ آپ کے فلاں امتی نے

آپ ﷺ پر درود بھیجا ہے۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں ارشاد ہوا ہے کہ ہفتہ کے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس لیے تم اس دن کثرت سے درود بھیجو کہ عمل صالح کے اجر وثواب میں زمان اور مکان کی فضیلت سے اضافہ ہوتا ہے چنانچہ اگر آدمی جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میں جلدی پہنچے اور وہاں درود وسلام پڑھے تو اس کا بہت اجر ملے گا جو کوئی درود پڑھتا ہے وہ رسول کریم ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے زمین میں ادھر سے ادھر جاتے رہتے ہیں یہ فرشتے میری امت کے افراد کا مجھے سلام پہنچاتے ہیں، یہ بات اس درود وسلام سے متعلق ہے جو امت محمد ﷺ کے افراد ساری دنیا میں پڑھتے رہتے ہیں لیکن وہ درود وسلام جو قبرِ مبارک میں آپ ﷺ پر پیش کیا جائے وہ آپ ﷺ خود سنتے ہیں چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے میری قبر پر آ کر درود پڑھا میں اس کو سنتا ہوں اور جو کہیں درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے جسم اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرما دیے ہیں انہیں مٹی نہیں کھا سکتی۔

(دليل الفالحين : ٤/١٧٥ ـ روضة المتقين : ٣/٣٨٠)

درود نہ پڑھنے والے کے حق میں بددعاء

١٤٠٠ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَه' فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ !

(١٤٠٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (١٤٠٠): الجامع للترمذي، ابواب الدعوات، باب قول رسول الله ﷺ رغم انف رجل.

کلماتِ حدیث: ابن الاثیر فرماتے ہیں کہ عربی محاورے میں کہا جاتا ہے ارغم اللہ انفہ اللہ اس کی ناک کو خاک آلود کرے۔ اور یہ اس موقعہ پر استعمال ہوتا ہے جب کسی آدمی کے بارے میں یہ بتانا ہو کہ وہ فلاں غلط کام کر کے پشیمان ہو گیا یا رسوا اور ذلیل ہو گیا۔

شرحِ حدیث: فرمایا کہ وہ آدمی رسوا اور ذلیل ہوا یعنی اللہ کی رحمت سے اور اس کے اجر وثواب سے محروم ہوا جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا آمین، آمین، آمین۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کس بات پر آمین کہہ رہے تھے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے والدین یا ان میں سے ایک موجود تھا اور وہ پھر بھی جنت میں نہ جا سکا۔ اس پر میں نے کہا آمین۔ جبرئیل امین نے کہا کہ اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس پر ماہِ رمضان آیا اور اس کی مغفرت نہ ہو سکی میں نے کہا آمین جبرئیل نے کہا کہ اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا میں نے کہا کہ آمین۔

اس حدیث میں تین قسم کے آدمیوں کے لیے ذلت وخواری کی بددعاء ہے ان کا جرم یہ ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و مغفرت اور فضل وکرم کے مواقع فراہم کیے مگر انہوں نے اس سے منہ موڑا اور بے اعتنائی اختیار کی اور اللہ کی رحمت ومغفرت کو حاصل کرنا ہی نہیں چاہا بلکہ اس سے محروم رہنا ہی اپنے لیے پسند کیا بے شک وہ ایسی ہی بددعاء کے مستحق ہیں۔

(روضة المتقين : ٣/٣٨٠۔ دليل الفالحين : ١٧٦/٤۔ معارف الحديث : ٢/٢٣٠)

میری قبر کو میلہ گاہ مت بنانا

۱۴۰۱. وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَجْعَلُوْا قَبْرِىْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِىْ حَيْثُ كُنْتُمْ.رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ!

(۱۴۰۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھو کہ تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے۔ (ابوداؤد بسند صحیح)

تخریج حدیث (۱۴۰۱): سنن ابى داؤد، كتاب المناسك، باب زيارة القبور.

کلماتِ حدیث: تبلغنی : مجھے پہنچتا ہے۔ بلغ بلاغا (باب نصر) پہنچنا۔

شرح حدیث: علامہ توربشتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عید میں چونکہ سب جمع ہوتے اور خوش ہوتے ہیں اس لیے فرمایا کہ میری قبر کو اس طرح زیارت گاہ نہ بناؤ جیسے کوئی عید اور میلہ ہو۔ یہ ارشاد آپ ﷺ نے اس لیے فرمایا کہ اہل کتاب اپنے انبیاء کی قبور کی زیارت کے لیے جاتے اس جیسے اہل اوثان اپنے بتوں کی پرستش کے لیے جایا کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر غفلت کا پردہ ڈال دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری قبر کو وثن (نہ بناؤ جس کی پوجا ہوتی ہو اللہ ان لوگوں سے بہت ناراض ہوتا ہے جو اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیتے ہیں۔)

قبر مبارک پر حاضری مستحب ہے لیکن ضروری ہے کہ انتہائی ادب تعظیم اور تکریم کے ساتھ حاضری ہو اور انتہائی مؤدب ہو کر درود و سلام پڑھا جائے تو جہاں بھی مسلمان ہو اور درود پڑھے وہ آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا سعادت دارین ہے خود رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کو مدینہ پہنچنے کی وسعت ہو اور وہ میری زیارت کو نہ آئے (یعنی صرف حج کر کے چلائے جائے) اس نے میرے ساتھ بڑی بے مروتی کی، نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔ (روضة المتقين : ٣/٣٨١۔ دليل الفالحين : ٤/١٧٧)

ہر سلام پڑھنے والے کو جواب ملتا ہے

۱۴۰۲. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّارَدَّاللّٰهُ عَلَيَّ

رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ!

(۱۴۰۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اسے جواب دیتا ہوں۔ (ابوداؤد بسند صحیح)

تخریج حدیث (۱۴۰۲): سنن ابی داؤد، کتاب المناسك، باب زیارة القبور .

شرح حدیث: جملہ انبیاءِ کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور خاص کر سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے۔ لیکن قبر میں آپ ﷺ کی روح پاک کی تمام تر توجہ ملاءِ اعلیٰ کی جانب اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی طرف متوجہ رہتی ہے اس لیے جب کوئی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتے کے ذریعے یا براہِ راست آپ کو پہنچتا ہے تو باذنِ الٰہی روح مبارک اس طرف متوجہ ہوتی ہے اور جواب دیتی ہے۔ اسی روحانی التفات کو حدیثِ مبارک میں رد اللہ علی روحی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(روضة المتقين : ۳/۳۸۱ ۔ دليل الفالحين : ۱۷۸/٤ ۔ معارف الحديث : ۲/۲۳۸)

دنیا کا سب سے بڑا بخیل

۱۴۰۳. وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ !

(۱۴۰۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۴۰۳): الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب قول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم رغم انف رجل .

شرح حدیث: مقصودِ حدیث یہ ہے کہ بخیل عام طور پر اس شخص کو سمجھا جاتا ہے جو مال خرچ کرنے میں بخل کرے لیکن اس سے بھی بڑا بخیل وہ ہے جس کے سامنے اس ہستی کا ذکر آئے جو رحمۃ للعالمین ہے جو ساری بنی نوع انسان کے لیے سراپا رحمت ہے اور جس نے اس امت کو دین کی اخلاق کی اور اللہ کی معرفت کی اتنی بڑی نعمت عطا فرمائی ہے اور وہ زبان سے درود پڑھنے میں بھی تساہل سے کام لے حالانکہ امت کو آپ ﷺ کی طرف سے جو دولتِ عظمیٰ عطا ہوئی ہے اگر ہر امتی اس کے شکریہ میں اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کرے تو کم ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسا شخص خود اپنے آپ کو عظیم انعام واکرام سے محروم کرتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں اشارہ ہے کہ بخیل وہ نہیں ہے جو اپنے مال میں بخل کرے بخیل وہ ہے جو دوسرے کے مال میں بخل کرے اور اس سے بھی بڑھا ہوا وہ ہے جو جود وسخاوت کا اتنا بڑا دشمن ہو کہ اسے خود اپنے اوپر سخاوت بھی ناگوار ہو۔ یقیناً وہ شخص جو ذکر رسول ﷺ سن کر بھی درود نہ پڑھے وہ ایسا ہی بخیل ہے جسے یہ بھی پسند نہیں ہے کہ خود اس پر جود وسخا کی جائے اور خود اسے انعام واکرام سے نوازا جائے۔

(دليل الفالحين : ۱۷۸/٤ ۔ روضة المتقين : ۳/۳۸۲ ۔ تحفة الأحوذي : ۹/٤۹۲)

دعاء مانگنے کا مقبول طریقہ

۱۴۰۴۔ وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُوْ فِيْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يُمَجِّدِ اللّٰهَ تَعَالٰى، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَجِلَ هٰذَا" ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ اَوْلِغَيْرِهٖ : "اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَاْ بِتَحْمِيْدِ رَبِّهٖ سُبْحَانَهٗ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَدْعُوْ بَعْدُ بِمَاشَآءَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ !

(۱۴۰۴) حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو اپنی نماز میں دعاء کرتے ہوئے سنا کہ اس نے نہ اللہ کی حمد بیان کی اور نہ رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس نے بڑی جلدی کی پھر اسے بلایا اور اس سے یا کسی اور سے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اپنے رب کی حمد وثناء سے ابتداء کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر جو چاہے دعاء کرے۔ (ابوداود، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۴۰۴): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی ثواب التسبیح۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب ادع تجب۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنے کا ادب یہ ہے کہ اولاً اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے پھر رسولِ اکرم ﷺ پر درود پڑھے اور اس کے بعد انتہائی تضرع اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعاء کرے اور آخر میں بھی دعاء کو حمد وثناء اور صلاۃ وسلام پر ختم کرے۔ انشاء اللہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوگی۔ (تحفة الأحوذي : ۹/۴۱٦۔ روضة المتقين : ۳/۳۸۲۔ دليل الفالحين : ۱۷۹/٤)

کون سا درود زیادہ افضل ہے

۱۴۰۵۔ وَعَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ كَعْبِ، بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ : "قُوْلُوْا : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ! اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۴۰۵) حضرت ابومحمد کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے تو یہ جان لیا کہ ہم آپ ﷺ پر سلام کس طرح بھیجیں یہ بتایئے کہ درود کیسے پڑھیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح کہو:

" اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی إبراھیم وعلیٰ آل إبراھیم إنک حمید مجید اللّٰھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی إبراھیم وعلیٰ آل إبراھیم إنک حمید مجید."

''اے اللہ! محمد اور آلِ محمد پر رحمت نازل فرما، جس طرح آپ نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی، بے شک آپ تعریف و بزرگی والے ہیں۔ اے اللہ! محمد اور آلِ محمد پر برکت نازل فرما جس طرح آپ نے آلِ ابراہیم پر برکت نازل فرمائی بے شک آپ تعریف و بزرگی والے ہیں۔''

تخریج حدیث (۱۴۰۵): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿ان الله وملائكته يصلون على النبي﴾. صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبي صلی الله علیه وسلم بعد التشهد.

شرحِ حدیث: صحابہ کرام کو نماز کے قعدۂ اخیرہ میں التحیات کی تعلیم دی جا چکی تھی اس لیے انہوں نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمیں آپ ﷺ پر سلام پڑھنے کا طریقہ تو معلوم ہے کہ ہم السلام علیك ایها النبي ورحمة الله وبرکاته کہتے ہیں لیکن اب جبکہ یہ حکم آگیا ہے: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ﴾ تو آپ ہمیں بتایئے کہ ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو اس حدیث میں مذکور درود کی تعلیم دی اور درود و سلام دونوں کو نماز میں جمع فرما دیا۔

لفظِ صلاۃ کی نسبت اللہ سبحانہٗ کی جانب ہو تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق اس کے معنی رحمت کے ہوتے ہیں یعنی اے اللہ اپنی رحمتیں نازل فرما اور حلیمی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں فرمایا ہے کہ اللھم صل علی محمد کے معنی ہیں اے اللہ رسول کریم ﷺ کے درجات اور مراتب بلند فرما ان کا ذکر بلند فرما ان کے دین کو رفعت عطا فرما اور کون و مکان میں ان کی لائی ہوئی شریعت جاری فرما اور ان کی ایسی تشریف اور ایسی تعظیم فرما جیسی تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرمائی کہ ہر بڑائی ہر عظمت اور ہر بزرگی کا مرجع تیری ہی ذات ہے۔

(فتح الباري: ۲/۳۰۵۔ عمدة القاري: ۱۵/۳۶۳۔ روضة المتقين: ۳/۳۸۵۔ دليل الفالحين: ۴/۱۷۹)

درودِ ابراہیمی سب سے افضل ہے

۱۴۰۶۔ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِیْ مَجْلِسِ سَعْدِبْنِ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَامَ لَهٗ بَشِيْرُبْنُ سَعْدٍ: اَمَرَنَااللّٰهُ اَنْ نُصَلِّیَ عَلَيْکَ؟ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَيْفَ نُصَلِّیْ عَلَيْکَ؟ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تَمَنَّيْنَا اَنَّهٗ لَمْ يَسْاَلْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا! اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ

مَجِيْدٌ" وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(۱۴۰۶) حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ سے بشر بن سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم فرمایا ہے ہم کیسے آپ ﷺ پر درود بھیجیں، رسول اللہ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ ہمارے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ وہ آپ ﷺ سے سوال نہ کرتے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس طرح درود پڑھو:

" اللّٰهم صلى على محمد وعلى آل محمد كما صليت على آل إبراهيم وبارك على محمد وعلى ال محمد كما باركت على إبراهيم إنك حميد مجيد ."

اور سلام کا طریقہ تمہیں معلوم ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۴۰۶): صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم .

کلمات حدیث: حتى تمنينا : یہاں تک کہ ہم نے تمنا کی ۔ رسولِ کریم ﷺ وحی کے انتظار میں کچھ دیر خاموش رہے اور نزولِ وحی کے بعد آپ ﷺ نے جواب دیا۔

شرح حدیث: حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم کس طرح آپ پر درود بھیجیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان الفاظ میں درود پڑھا کرو۔ اور سلام کا وہی طریقہ ہے جو میں پہلے تمہیں بتا چکا ہوں آل سے مراد ازواجِ مطہرات اور وہ اہل قرابت ہیں جن کا تعلق بنوعبدالمطلب اور بنو ہاشم سے تھا اور وہ اسلام لائے۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ جو بات معلوم نہ ہو اس کو اہل علم سے دریافت کرنا چاہیے، دین کی بات پر اپنے اندازے کے مطابق عمل کرنا درست نہیں ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٤/ ١٠٥ ۔ روضة المتقين : ٣/ ٣٨٦ ۔ دليل الفالحين : ٤/ ١٨٠)

●●●●●●●●●●●●

مختصر درودِ ابراہیمی

۱۴۰۷ . وَعَنْ اَبِيْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ : "قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ"!

(۱۴۰۷) حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ پر کس طرح درود بھیجیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح کہو:

" اللهم صلى على محمد وعلى ازواجه وذريته كما صليت على ابراهيم وبارك على محمد وعلى ازواجه وذريته كما باركت على ابراهيم انك حميد مجيد ." (متفق عليه)

''اے اللہ! محمد (ﷺ) پر اور آپ کی ازواج پر اور آپ کی اولاد پر رحمتیں نازل فرما جیسا کہ تو نے رحمت نازل فرمائی آلِ ابراہیم پر اور برکت نازل فرما محمد ﷺ پر آپ کی ازواج پر اور آپ کی ذریت پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر بے شک آپ تعریف اور بزرگی والے ہیں۔''

تخریج حدیث (۱۴۰۷): صحیح البخاری، احادیث الانبیاء۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ علی النبي بعد التشهد .

کلماتِ حدیث: أزواجه، أزواج : زوج کی جمع: میاں اور بیوی دونوں میں سے ہر ایک کو زوج کہا جاتا ہے۔ یہاں ازواجِ مطہرات مراد ہیں جو آل میں داخل ہیں۔ آپ ﷺ کی گیارہ ازواج تھیں ان میں دو کی وفات حیاتِ طیبہ میں ہوئی باقی آپ کی وفات کے بعد زندہ رہیں۔ وبارك : برکتہ سے ہے، جس کے معنی خیر و فضیلت میں اضافہ کے ہیں جیسا کہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا بے حد اجر و ثواب کا کام ہے اور جیسا کہ اس حدیث مبارک میں آیا ہے تمام ازواج اور ذریات کو صلاۃ میں شامل کرنا مستحب ہے۔ (فتح الباري : ۲/۳۰۵۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۴/۱۰۹)

کتاب الأذکار

الباب (۲٤٤)

ذکر کی فضیلت

۳۰۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔'' (العنکبوت:۴۵)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ذکر بہت ہی عظیم شئے ہے یہ کائنات کی سب سے بڑی شے ہے کہ اسی پر سارے کون ومکان قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس توحید وتمجید اس کی عظمت وکبریائی اور اس کی صفات کمال کے بیان کو ذکر اللہ کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی آیات مبارکہ اور احادیث طیبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز سے لے کر جہاد تک تمام اعمال صالحہ کی روح اور جان ذکر اللہ ہے اور یہی ذکر پروانہ ولایت ہے جس کو عطا ہوا وہ واصل ہوگیا اور جس کو عطا نہیں ہوا وہ دور اور مہجور رہا۔ ذکر اللہ کے بندوں کے قلوب کی غنا اور ذریعہ حیات ہے اگر وہ ان کو نہ ملے تو اجسام ان قلوب کے لیے قبور بن جائیں۔ ذکر ہی سے دلوں کی دنیا آباد ہے۔ اللہ سے تعلق رکھنے والے بندوں کو اللہ کے ذکر ہی سے چین حاصل ہوتا ہے۔

﴿ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ ﴾ (تفسير مظهري - معارف الحديث)

۳۰۹. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا'' (البقرة:۱۵۲)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس قدر نعمتوں سے نوازا تو تمہارے اوپر بھی لازم ہے کہ اسے دل سے زبان سے، فکر سے، خیال سے اور ہر گھڑی اور ہر وقت اسے یاد کرو۔ اور ایک لحظہ بھی اس سے غافل نہ ہو۔ (تفسير عثماني)

صبح وشام اللہ کو یاد کرنا

۳۱۰. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن

مِّنَ ٱلۡغَٰفِلِينَ ﴿٢٠٥﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اپنے رب کو اپنے دل میں صبح وشام گڑگڑا کر اور ڈرتے ہوئے یاد کرو نہ کہ زور سے اور غافلوں میں سے مت بنو۔''

(الاعراف:۲۰۵)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اپنے رب کا صبح وشام ذکر کرو اپنے دل میں گڑگڑا کر اور عاجزی اور خوف کے ساتھ اللہ کے ذکر کی روح یہ ہے کہ جو زبان سے کہے دل سے اس کی طرف دھیان رکھے تا کہ دل وزبان دونوں بیک وقت اللہ کی یاد میں مشغول ہوں اور وقت ذکر دل اللہ کی خشیت اور اس کے خوف سے لرز رہا ہو اور اس کی جانب سے مغفرت کی طلب اور امیدیں لگا ہوا ہو سزا کا خوف بھی ہو اور جزا کی امید بھی غرض ہیئت اور آواز اور دل سب اللہ کی طرف متوجہ ہوں آواز پست ہو اور اس سے بیم ورجاء کی کیفیت ہویدا ہو۔ (تفسیر عثماني)

ذکر اللہ کی کثرت کامیابی کی کنجی ہے

۳۱۱. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرٗا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' (الجمعہ:۱۰)

تفسیری نکات: چوتھی آیت مبارکہ میں فرمایا کہ اللہ کو خوب یاد کرو شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ، یعنی اللہ کو یاد کر اور اعمالِ صالحہ کرتے رہو کہ ایمان اور عمل صالح ہی کامیابی کی طرف لے جانے والے ہیں۔ (تفسیر عثماني)

ذاکرین کیلئے اجر عظیم کا وعدہ ہے

۳۱۲. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّ ٱلۡمُسۡلِمِينَ وَٱلۡمُسۡلِمَٰتِ ﴾ اِلیٰ قَوۡلِهٖ تَعَالیٰ ﴿ وَٱلذَّٰكِرِينَ ٱللَّهَ كَثِيرٗا وَٱلذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ ٱللَّهُ لَهُم مَّغۡفِرَةٗ وَأَجۡرًا عَظِيمٗا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں...... اس آیت تک...... اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور اور اللہ کو بہت یاد کرنے والی عورتیں اللہ نے ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔'' (الاحزاب:۳۵)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ بکثرت اللہ کی یاد کرنے والے مرد اور بکثرت اللہ کی یاد کرنے والی عورتیں۔ اور یہ بات اس وقت حاصل ہوتی ہے جب فنائے قلب حاصل ہو جائے ذکر میں دل ڈوبا رہے اور ہر وقت حضور دوامی حاصل رہے۔ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا کہ مفردون آگے بڑھ گئے عرض کیا گیا کہ مفردون کون ہیں؟ فرمایا: اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والی عورتیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے دن کون سا بندہ سب سے افضل اور عالی مرتبہ پر ہوگا فرمایا اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (تفسير مظهري)

صبح وشام تسبیح کا حکم

۳۱۴. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٤١﴾ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٤٢﴾ ﴾ الْآيَة .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو اور صبح وشام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔'' (الاحزاب: ۴۱)

__تفسیری نکات:__ چھٹی آیت میں فرمایا کہ اے ایمان والو اللہ کا ذکر کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کے علاوہ ہر فرض کی ایک حد مقرر کر دی ہے اور معذوروں کو مستثنیٰ فرما دیا ہے لیکن ذکر کی کوئی آخری حد مقرر نہیں کی اور سوائے مجنون کے کسی کو مستثنیٰ نہیں قرار دیا بلکہ تمام حالتوں میں اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے ذکر کا حکم فرمایا ہے۔ تسبیح کے لیے صبح وشام کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ ان اوقات میں رات اور دن کے ملائکہ جمع ہوتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کے ملائکہ اور دن کے ملائکہ باری باری تمہارے پاس آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نمازوں میں سب جمع ہو جاتے ہیں، پھر وہ ملائکہ جو رات کو تمہارے پاس رہے اوپر چڑھ جاتے ہیں تمہارا رب ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ خود بخوبی واقف ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتے چھوڑا اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ (تفسير مظهري)

دو کلمے زبان پر ہلکے ترازو پر بھاری

۱۴۰۸. وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ، حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۴۰۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور میزان میں بھاری ہیں اور رحمٰن کو محبوب ہیں:

'' سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم .'' (متفق عليه)

__تخریج حدیث (۱۴۰۸):__ صحيح البخاری، كتاب الايمان، باب اذا قال والله لا اتكلم اليوم . صحيح مسلم،

كتاب الذكر و الدعاء، باب فضل التهليل و التسبيح .

کلمات حدیث: كلمتان : دو کلمے، تثنیہ ہے مفرد کلمہ ہے۔ كلمة : جملہ مفیدہ ایک بامعنی فقرہ۔ خفيفتان: دو ہلکے جملے، خفیف کا تثنیہ۔ یعنی زبان پر ادائیگی میں ہلکے اور آسان۔ ایسا کلام جو زبان پر آسانی سے جاری ہو جائے۔ ثقيلتان : دو ثقیل، تثنیہ ہے ثقیل سے جس کے معنی ہیں بھاری اور وزنی، یعنی یہ دو جملے قیامت کے روز میزانِ عمل میں بھاری اور وزنی ہوں گے۔ روزِ قیامت اعمال مثل اجسام کے وزن والے ہوں گے اور ان کو وزن کیا جائے گا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ دو جملے ہیں جو کہنے میں زبان پر بہت ہلکے ہیں میزانِ عمل میں بہت بھاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔ یہ دو کلمے ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

اس دنیا کی زندگی میں تمام اعمالِ حسنہ انسان کے لیے بھاری ہیں اور ان کو انجام دینا کسی نہ کسی درجے میں دشوار ہے مگر یہ دو جملے اس قدر ہلکے اور آسان ہیں کہ ان کی ادائیگی میں کوئی دشواری نہیں ہے اور ان کا کہنا اس قدر رواں اور آسان ہے کہ جتنی مرتبہ چاہو کہتے رہو، آسانی سے زبان سے ادا ہوتے رہیں گے۔ مزید یہ کہ یہ کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں اور میزانِ عمل میں بہت بھاری ہیں۔ یا جن صحیفوں میں یہ مرقوم ہوں گے وہ میزانِ عمل میں بھاری ہوں گے۔

جب قیامت قائم ہو جائے گی تو دنیا کا سارا نظام متغیر ہو جائے گا۔ زمین اور آسمان بدل جائیں گے اور اس دنیا کی زندگی میں کارفرما تمام اصول وضابطے تبدیل ہو جائیں گے جو اشیاء یہاں بہت وزنی ہیں ان کا وزن ختم ہو جائے گا اور جن اشیاء کو یہاں بے وزن تصور کیا جاتا ہے وہ وہاں وزنی قرار پائیں گی پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے اور انسان کی نیکی اور اس کے عمل خیر کا وزن ہر شئے پر فائق اور بالاتر ہو جائے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے رب مجھے ایسے کلمات سکھا دیجئے جن سے میں آپ کو یاد کروں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرو، کہ اگر تمام آسمان اور سات زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے سب ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ الحمد للہ سے ساری میزان بھر جاتی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روزِ قیامت اعمال کا وزن ہوگا، چنانچہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میزان میں سب سے بھاری عمل حسن اخلاق ہوگا۔ سلف صالح میں سے کسی سے دریافت کیا گیا کہ یہ کیا بات ہے کہ دنیا میں انسان کو برا کام آسان لگتا ہے اور عمل صالح بھاری محسوس ہوتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ دنیا میں برے عمل کی دلکشی اور اس کی رغبت سامنے ہوتی ہے اور اس کا برا انجام نگاہوں سے اوجھل ہوتا ہے اور عمل خیر کی اچھائی اور اس کا حسن انجام پیش نظر نہیں ہوتا اور اس کی کلفت مستحضر ہوتی ہے۔ (فتح الباري : ٣/٣٣٦۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٧/١٦۔ تحفة الاحوذي : ٩/٤٠٤)

تمام کائنات سے بہتر تسبیح

۱۴۰۹. وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاَنْ اَقُوْلَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۴۰۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر مجھے ان تمام اشیاء سے زیادہ محبوب ہیں جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۴۰۹): صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء.

کلمات حدیث: مما طلعت عليه الشمس : ان تمام چیزوں سے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ یعنی دنیا کی تمام اشیاء دنیا کی ساری نعمتیں۔

شرح حدیث: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کلام یہ چار کلمات ہیں جس سے چاہو شروع کرو کوئی حرج نہیں ہے۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

یہ کلمات اللہ کو بھی محبوب ہیں اور اللہ کے حبیب کو بھی محبوب ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں جو اشیاء اور جس قدر نعمتیں ہیں ان سب سے زیادہ مجھے یہ کلمات محبوب ہیں کیونکہ یہ اعمال آخرت ہیں جو ہمیشہ باقی رہیں گے اور ان کا اجر وثواب اور ان کے صلے میں ملنے والی نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی جبکہ دنیا خود فانی ہے اور اس کے اندر موجود تمام اشیاء فانی ہیں۔ ظاہر ہے کہ لازوال باقی رہنے والے کو ہر دم فنا اور تغیر سے دوچار رہنے والی اشیاء پر فوقیت حاصل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ ٱللَّهِ بَاقٍ ﴾

''تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ باقی رہے گا۔'' (النحل:۹۶)

یعنی جو کچھ مال ومتاع دنیا تمہارے پاس ہے وہ تو فنا ہو جائے گا مگر اللہ کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہ ہوں گے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا کو پسند کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آخرت کو پسند کرتا ہے وہ اپنی دنیا کا ضرر کرتا ہے تم باقی رہنے والی چیز کو فنا ہونے والی دنیا پر ترجیح دو۔

(فتح الباري : ۳۳٦/۳۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱٦/۱۷۔ روضة المتقين : ۳۹۲/۳۔ تفسير مظهري)

شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کا ذریعہ

۱۴۱۰. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ

وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَلَمْ يَأْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهِ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْهُ، وَقَالَ: مَنْ قَالَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۴۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دن میں سو مرتبہ یہ کلمہ پڑھا:

" لا اله الا الله وحده لا شريک له له الملک وله الحمد وهو على کل شی قدير ."

''اللہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کا ملک ہے اور اس کے لیے ہر حمد ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے۔''

اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائے گا، سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور سو گناہ مٹا دیے جائیں گے اور وہ اس کے لیے شام تک سارا دن شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بن جائے گا اور کوئی بھی اس سے زیادہ فوائد نہ لے کر آئے گا مگر وہ شخص جس نے اس سے زیادہ عمل کیا ہو۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ایک دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا اس کی غلطیاں مٹا دی جاتی ہیں اگر چہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۴۱۰): صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب فضل التهليل . صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء .

کلمات حدیث: له الملك : سارے جہاں کا مالک وہی ہے اور کائنات اس کے قبضے اور گرفت میں ہے، کوئی چھوٹی یا بڑی شئے اس کے حیطۂ اقتدار سے خارج نہیں ہے۔ حرزاً : بچاؤ۔ زبد البحر : سمندر کا جھاگ۔ عدل عشر رقاب : دس گردنوں کے برابر، دس غلام آزاد کرنے کے برابر۔

شرح حدیث: اس کلمہ کی اس قدر بڑی عظمت اور اس قدر بڑی فضیلت ہے اور اس کا اس قدر اجر وثواب ہے کہ اگر اللہ کا مومن بندہ دن میں سو مرتبہ اس کلمہ کو پڑھے تو ایسا ہے جیسے اس نے دس غلام آزاد کر دیے اور اس کی سو برائیاں مٹا دی جائیں گی اور سو نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جائیں گی اور اس دن شام تک اسے شیطان سے تحفظ حاصل ہو جائے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سو کی تعداد لازمی نہیں ہے اس تعداد سے زیادہ بھی پڑھا جا سکتا ہے اور جس قدر زائد ہو اسی قدر اس کے اجر وثواب میں اضافہ ہوگا۔

بظاہر حدیث مبارک کے الفاظ عام ہیں لیکن قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ان کلمات کے پڑھنے سے اس بیان کردہ ثواب کا مستحق ایسا اللہ کا بندہ ہوگا جو دینی اعمال پر عمل کرنے والا اور بڑے گناہوں سے مجتنب ہو اور اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾

(الجاثیۃ: ۲۱)

''کیا جنہوں نے برائیاں کمائی ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے۔''

(تحفة الأحوذي:۹/۴۱۰۔شرح صحیح مسلم للنووي:۱۷/۱۴۔روضة المتقین: ۳/۳۹۳۔دلیل الفالحین: ۴/۱۸۶)

چار عرب غلام آزاد کرنے کے برابر اجر

۱۴۱۱۔ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : "مَنْ قَالَ لَآاِلٰهَ اِلاَّاللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، عَشْرَمَرَّاتٍ، کَانَ کَمَنْ اَعْتَقَ اَرْبَعَةَ اَنْفُسٍ مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِیْلَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۴۱۱) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دس مرتبہ یہ کلمہ کہا:

" لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر ."

تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے چار آدمیوں کی گردنیں آزاد کی ہوں۔

تخریج حدیث (۱۴۱۱): صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب فضل التھلیل . صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء .

شرح حدیث: اولادِ اسماعیل علیہ السلام کو تمام اہل عرب پر فضیلت ہے۔اس لیے اولاد اسماعیل علیہ السلام میں چار غلاموں کو آزاد کرنا بہت ہی فضیلت اور اجر وثواب کا حامل عمل ہے۔علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ثواب اللہ کے اس نیک بندے کے لیے ہے جو ان کلمات کو سمجھتا ہوان کے معانی اور مفاہیم سے واقف اوران کلمات میں پنہاں رموز وحدانیت پر غور وفکر کرنے والا ہو۔ظاہر ہے کہ لوگوں کے فہم اوران کے ادراک وشعور میں فرق ہوتا ہے اسی فرق کے اعتبار سے ان کے اجر وثواب میں فرق ہوگا۔

(تحفة الأحوذي:۹/۵۰۲۔شرح صحیح مسلم للنووي:۱۷/۱۶۔روضة المتقین:۳/۳۹۴۔دلیل الفالحین:۴/۱۸۷)

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب کلام

۱۴۱۲۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَلاَ اُخْبِرُکَ بِاَحَبِّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰهِ؟ اِنَّ اَحَبَّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰهِ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۱۲) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتلادوں کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کلام کون سا ہے؟ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کلام سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔

شرح حدیث: صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا کلام افضل ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کلام جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لیے یا اپنے بندوں کے لیے منتخب فرمایا ہے: یعنی سبحان اللہ وبحمدہ۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات وجودی ہیں جیسے علم اور قدرت۔ یہ صفات کمال ہیں اور بعض صفات عدمی ہیں جیسے اس کا شریک یا اس کا مثل نہ ہونا یہ صفات جلال ہیں۔ تسبیح اشارہ ہے صفات جلال کی طرف یعنی ذات باری تعالیٰ ہر نقص ہر کمی اور ہر خامی سے منزہ اور پاک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور کوئی اس جیسا نہیں ہے۔ اس طرح سبحان اللہ وبحمدہ کے معنی ہوئے کہ میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیس بیان کرتا ہوں کہ وہ ہر طرح کے نقائص سے پاک ہے اور اس کی حمد وثناء کرتا ہوں کہ وہ تمام محامد اور جملہ صفات کمال سے متصف ہے۔ (تحفة الأحوذي : ۱۰/۵۲۔ روضة المتقين : ۳/۳۹۴۔ دليل الفالحين : ۴/۱۸۸)

سبحان اللہ والحمد للہ کا اجر

۱۴۱۳۔ وَعَنْ اَبِیْ مَالِکٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَانِ. اَوْتَمْلَأُ. مَابَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۴۱۳) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طہارت ایمان کا حصہ ہے الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ آسمانوں اور زمین کے درمیان ساری فضا کو بھر دیتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۴۱۳): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء.

کلمات حدیث: الطھور : طاء کے پیش کے ساتھ پاکی اور طہارت حاصل کرنا۔ طہارت جسمانی اور طہارت روحانی، طہارت جسمانی سے مراد بدن لباس اور جائے عبادت کی طہارت اور پاکی ہے اور طہارت روحانی سے مراد قلب کی طہارت اور اس کا کفر ونفاق سے آلائشوں سے پاک ہونا اور ایمان ویقین سے لبریز ہونا۔ شطر : حصہ۔ الطہور شطر الایمان : پاکی اور پاکیزگی ایمان کا جزو اور اس کا حصہ ہے۔

شرح حدیث: اسلام میں عبادت و پاکیزگی کی حیثیت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ عبادات کی ادائیگی کی ایک لازمی شرط ہے بلکہ وہ بجائے خود بھی ایک عبادت اور دین کا ایک اہم شعبہ اور بذات خود بھی مطلوب ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلتَّوَّٰبِينَ وَيُحِبُّ ٱلْمُتَطَهِّرِينَ ﴾

''اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاک صاف رہنے والے اپنے بندوں کو محبوب رکھتا ہے۔'' (البقرة: ۲۲۲)

قبا کی بستی میں رہنے والے اہل ایمان کی تعریف میں ارشاد فرمایا کہ:

﴿ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا۟ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُطَّهِّرِينَ ﴾ (التوبة: ۱۰۸)

''اس میں ہمارے ایسے بندے ہیں جو پاکیزگی پسند ہے اور اللہ تعالیٰ خوب پاک وصاف رہنے والے بندوں سے محبت رکھتا ہے۔''

اس حدیث میں پاکی اور پاکیزگی کو ایمان کا حصہ کہا گیا ہے اور ایک اور حدیث میں نصف ایمان کہا گیا ہے۔ طہارت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ فلاح وسعادت پر مبنی صراط مستقیم کے بے شمار ابواب اور گوناگوں شعبے ہیں لیکن اصولی طور پر وہ چار عنوان کے ذیل میں آتے ہیں:

(۱) طہارت　(۲) اخبات　(۳) سماحت　(۴) عدالت

اور اس اعتبار سے طہارت ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے۔

اس کے بعد شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے طہارت کی حقیقت اور اسلام میں اس کی اہمیت وفضیلت کو اس طرح واضح فرمایا ہے۔

ایک سلیم الفطرت اور صحیح المزاج انسان جو نفس کے سفلی تقاضوں سے مغلوب نہ ہو وہ جب نجاست آلود ہو جاتا ہے اور اس کا جسم ناپاک ہو جاتا ہے تو اس کو اپنی طبیعت میں سخت قسم کی ظلمت اور شدید قسم کا انقباض ہوتا اور یہ طبیعت کی تاریکی اور نفس کا انقباض اس وقت تک دور نہیں ہوتا جب تک وہ جسم سے نجاست دور کر کے وضوء اور غسل نہ کر لے جوں ہی وہ وضوء اور غسل کرتا ہے نفس کا انقباض اور تکدر اور طبیعت کی تاریکی اور ظلمت دور ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ طبیعت میں انشراح وانبساط اور نفس میں فرحت اور سرور کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پہلی کیفیت کا نام حدث اور ناپاکی ہے اور دوسری حالت کا نام طہارت اور پاکی ہے اور ہر وہ انسان کی جس کی فطرت سلیم اور جس کا وجدان صحیح ہو وہ ان دونوں حالتوں کا فرق بخوبی محسوس کر سکتا ہے۔

نفس انسان کی یہ طہارت کی حالت ملاء اعلیٰ کی حالت سے مشابہت اور مناسب رکھتی ہے کیونکہ اللہ کے فرشتے دائمی طور پر بہیمی آلودگیوں سے پاک وصاف اور نورانی کیفیات سے شاداں وفرحاں رہتے ہیں اور اسی لیے حسب استطاعت طہارت وپاکیزگی کا اہتمام انسانی روح کو ملکوتی حاصل کرنے اور الہامات کے ذریعے ملاء اعلیٰ سے استفادہ کرنے کے قابل بنا دیتا ہے اور اس کے برعکس جب آدمی حدث اور ناپاکی کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کو شیاطین سے ایک مناسبت اور مشابہت پیدا ہو جاتی ہے اور اس میں شیطانی وساوس کی قبولیت کی ایک خاص استعداد اور صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی روح کو ظلمت اور تاریکی گھیر لیتی ہے۔

طہارت وپاکیزگی کی اہمیت اور فضیلت کے بیان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ الحمد للہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ والحمد للہ کہنا آسمانوں اور زمین کے درمیان ساری فضا کو بھر دیتا ہے۔

تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنے کا مطلب اپنے اس یقین کا اظہار اور اس کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کی مقدس ذات ہر اس بات سے پاک اور برتر ہے جو اس کی شان الوہیت کے مناسب نہ ہو اور تحمید یعنی الحمد للہ کہنے کا مطلب اپنے اس یقین کا اظہار اور اس کی شہادت دینا ہے کہ ساری خوبیاں اور سارے کمالات جن کی بناء پر کسی کی حمد وثناء کی جاسکتی ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات میں ہیں اور اس لیے ساری حمد وستائش صرف اسی کے لیے ہے۔ یہی تسبیح وتحمید حق تعالیٰ کی نورانیت اور معصوم مخلوق فرشتوں کا وظیفہ ہے۔ قرآن کریم میں فرشتوں کی زبانی نقل فرمایا گیا ہے کہ نحن نسبح بحمدك (ہم تیری ہی تسبیح اور حمد میں مصروف رہتے ہیں۔ پس انسانوں کے لیے بھی بہترین وظیفہ اور مقدس ترین شغل یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اور سارے عالم کے خالق کی تسبیح کریں اور اس کی حمد بیان کریں۔ اسی تسبیح وتحمید کی ترغیب کے

لیے اوراس کے اجر وثواب کیلئے بیان فرمایا کہ ایک کلمہ سبحان اللہ میزانِ عمل کو بھر دیتا ہے اوراس سبحان اللہ کے ساتھ الحمدللہ بھی مل جائے تو ان دونوں کا نور زمین وآسمان کی ساری فضاؤں کو معمور اور منور کر دیتا ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب الصبر (۲۷) میں آچکی ہے۔

(روضة المتقین : ۳۹۵/۳ ـ دلیل الفالحین : ۱۸۸/٤ ـ معارف الحدیث : ۲٤/۱ ـ حجة اللّٰه البالغه : ٥٤/۱)

ایک اعرابی کی دعاء

۱۴۱۴. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : عَلِّمْنِیْ کَلَامًا اَقُوْلُه، قَالَ قُلْ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَه، لَاشَرِیْکَ لَه، اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ" قَالَ فَهٰؤُلَآءِ لِرَبِّیْ فَمَالِیْ؟ قَالَ : "قُلْ! اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ، وَاهْدِنِیْ، وَارْزُقْنِیْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۱۴) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ مجھے ایسے کلمات سکھائیں جو میں پڑھا کروں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کہا کرو:

" لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اللہ اکبر کبیرا والحمدللہ کثیرا وسبحان اللہ رب العالمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم ."

" اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اللہ سب سے بڑا ہے اس کی کبریائی ہے۔ اللہ ہی کے لیے سب تعریفیں ہیں اللہ کے لیے پاکیزگی ہے جو جہانوں کا رب ہے گناہ کے چھوڑنے اور نیکی کرنے کی قوت اللہ ہی سے حاصل ہوتی ہے جو غالب حکمتوں والا ہے۔"

اس نے کہا کہ یہ کلمات تو میرے رب کے لیے ہیں میں اپنے لیے کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کہو:

" اللّٰھم اغفرلي وارحمني واھدني وارزقني ."

اے اللہ! مجھے معاف فرما مجھ پر رحم کر مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا کر۔" (مسلم)

تخریج حدیث (۱۴۱۴): صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء .

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں نہایت عمدہ اور پاکیزہ اذکار کی تعلیم دی گئی ہے یہ کلمات طیبات اللہ کو اور اللہ کے رسول ﷺ کو محبوب ہیں۔ ان کلمات میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے ساتھ اس کی وحدانیت بیان کی گئی ہے اور ان باتوں سے تنزیہ کی گئی ہے جو اس کے لائق نہیں ہیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کثرت سے دعاء کریں، عاجزی اور تضرع سے دعا کریں اور اللہ کے سامنے اپنی جملہ حاجات پیش کریں اور ماثورہ دعاؤں کا اہتمام کریں کہ انسان کی ضرورت اور اس کی احتیاج کا کوئی موضوع ایسا نہیں ہے جو قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ

میں بیان نہ ہوا ہو تو پھر یہ کہ ماثورہ دعاؤں کے روحانی اثرات بھی زیادہ اور ان کی خیر و برکت بھی بہت وسیع ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دعاء مانگنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعاء مانگو میں قبول کروں گا۔

ایک حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دعاء عین عبادت ہے۔ اور ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ دعاء ہر عبادت کا جوہر ہے اور ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے یہاں کوئی عمل دعاء سے زیادہ عزیز اور مکرم نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں اس دعاء کی تعلیم دی ہے وہ جوامع الکلم میں سے ہے کہ اس میں مغفرت کی دعاء ہے اور مغفرت کے ساتھ رحمت ہوتی ہے اور رحمت سے ہدایت حاصل ہوتی ہے اور ہدایت یافتہ آدمی سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور اسے دین و دنیا کی نعمتیں عطا فرماتے ہیں اور رزق عنایت فرماتے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۷/۱۷۔ روضة المتقین : ۳/۳۹۶۔ دلیل الفالحین : ٤/۱۸۹)

نماز کے بعد تین مرتبہ استغفار

۱۴۱۵. وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا، وَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" قِيْلَ لِلْاَوْزَاعِيِّ، وَهُوَ اَحَدُ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ، كَيْفَ الْاِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: يَقُوْلُ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۴۱۵) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعاء پڑھتے:

" اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام ."

" اے اللہ تو سلامتی عطا کرنے والا ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی مل سکتی ہے تیری ذات پاک ہے اے جلال اور اکرام والے۔"

اوزاعی رحمہ اللہ جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کے استغفار کا کیا طریقہ تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ استغفر اللہ استغفر اللہ کہتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۴۱۵): صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبیان صفته.

کلمات حدیث: السلام : اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ایک نام ہے یعنی وہ ذات جو ان تمام باتوں سے محفوظ ہے جو اس کے لائق نہیں ہیں جو سلامتی عطا کرنے والا اور سلامتی کے لیے اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ استغفر اللہ : میں اپنے گناہوں کی معافی کا

اللہ سے خواستگار ہوں۔ استغفار (باب استفعال) طلب مغفرت کرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوکر کلمات مذکورہ فرماتے اور تین مرتبہ استغفار فرماتے۔ استغفار بھی دعاء ہی کی ایک صورت ہے اور توبہ اور استغفار باہم لازم وملزوم ہیں۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ اگر بندے سے کوئی گناہ یا نافرمانی یا کوئی ناپسندیدہ عمل سرزد ہوجائے تو وہ اس کے برے انجام سے خائف ہوکر ندامت وشرمندگی کے ساتھ اس کے آئندہ نہ کرنے کا عزم کرے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کی رضاء کے حصول کا پختہ ارادہ کرے اور جو کچھ سرزد ہو چکا ہے اس پر اللہ سے صدق دل سے معافی طلب کرے یہی معافی طلب کرنا استغفار ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام اگرچہ معصوم اور گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی ہمہ تن بندگی کے باوجود محسوس کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا نہیں ہوا اس لیے وہ استغفار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں استغفار کرتا ہوں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٥/٧٦ـ تحفة الأحوذي : ٢/٢٠٨ـ معارف الحديث : ٢/١٩٧)

عطاء کرنا اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے

١٤١٦ . وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ : اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَايَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۴۱۶) حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ کلمات فرماتے:

" لا إله الا الله وحده لا شريک له له الملک وله الحمد وهو على كل شيء قدير اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذالجد منک الجد ."

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اسی کے لیے ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ! کوئی روکنے والا نہیں جب آپ عطا فرمائیں اور کوئی دینے والا نہیں اگر آپ روک لیں اور کسی صاحب حیثیت کو اس کی حیثیت نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ تجھ سے بچا سکتی ہے۔'' (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۴۱۶): صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب الذكر بعد الصلاة . صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة .

کلمات حدیث: الجد : کے معنی ہیں خوش بختی، تونگری۔ یعنی دنیا کی خوش بختی یا دنیا کا مال ودولت اللہ کے ہاں انسان کے کام نہیں آئے گا بلکہ وہاں صرف ایمان اور عمل صالح کام آئے گا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ دنیا کے تمام خزانوں کا مالک ہے وہ جس کو دینا چاہے کوئی اس کو روکنے والا نہیں ہے اور جس کو نہ دینا چاہے کوئی نہیں ہے جو اسے دینے پر آمادہ کرے، وہ مالک الملک ہے جس کو چاہے دے کوئی اور دینے والا نہیں نہ چاہے نہ دے کوئی اور دینے والا نہیں ہے۔

﴿ تُؤْتِي ٱلْمُلْكَ مَن تَشَآءُ وَتَنزِعُ ٱلْمُلْكَ مِمَّن تَشَآءُ ﴾

''تو جس کو چاہے ملک عطا کرے اور تو جس سے چاہے ملک چھین لے۔''

مال ومنال اولاد وقبیلہ یہ اس دنیا کے سکے ہیں جب یہ دنیا باقی نہیں رہے گی تو اس دنیا کا نظام بھی باقی نہ رہے گا۔

﴿ يَوْمَ تُبَدَّلُ ٱلْأَرْضُ غَيْرَ ٱلْأَرْضِ وَٱلسَّمَٰوَٰتُ ﴾

''اس دن زمین وآسمان بدل جائیں گے اور یہ زمین وآسمان باقی نہیں رہیں گے۔''

عالم آخرت دنیا کے نظام سے مختلف ہوگا وہاں کے قوانین اور اصول بھی یہاں سے مختلف ہوں گے۔ وہاں کسی صاحب حیثیت کی حیثیت کام نہ آئے گا صرف اعمال صالحہ ہی کارآمد ہوں گے۔

﴿ ٱلْمَالُ وَٱلْبَنُونَ زِينَةُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَٱلْبَٰقِيَٰتُ ٱلصَّٰلِحَٰتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ﴾

''مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بدرجہا بہتر ہیں اور امید کے لحاظ سے بھی سب سے افضل ہیں۔'' (الکہف:۴۶)

یعنی وہ مال واولاد جن پر اہل دنیا کو فخر ہے محض دنیوی رونق کی چیزیں ہیں آدمی ان پر فخر کرتا ہے پھر یہ چیزیں فنا ہو جاتی ہیں، یہ زادِ آخرت نہیں ہیں لیکن وہ اعمالِ صالحہ جن کا اچھا نتیجہ دوامی اور غیر فانی ہے وہ اللہ کے نزدیک اس دنیاوی مال سے ہزاروں درجہ افضل ہے۔ دنیاوی چیزوں کی امید اور تمنا فانی کی تمنا ہے اور اعمال صالحہ کے ثواب کی تمنا باقی کی تمنا ہے اور باقی فانی سے بدرجہا افضل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مال اور اولاد دنیا کی کھیتی ہیں اور اعمالِ صالحہ آخرت کی کھیتی ہیں۔

(فتح الباري : ۱/۰۱ ۶ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ۵/۷۷ ـ تفسير مظهري)

ہر نماز کے بعد کے مخصوص کلمات

۱۴۱۷ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ دُبُرَ كُلِّ صَلوٰةٍ حِيْنَ يُسَلِّمُ: لَاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ لَاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ، وَلَانَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَالْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ : لَاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ، مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ، قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ : وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَلِّلُ بِهِنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلوٰةٍ مَكْتُوْبَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۱۷) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد جب سلام پھیر لیتے تو یہ کلمات کہتے:

" لا الـه الا الـله وحده لا شريک له له الملک وله الحمد وهو على كل شيء قدير لا حول ولا قوة إلا بـالله لااله الاالله ولا نعبد إلا إياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون ."

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی اسی کے لیے ہے اور تمام تعریفوں کا وہی حق دار ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے گناہ سے بچنے کی توفیق اور نیکی کرنے کی توفیق اللہ ہی سے حاصل ہوتی ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم صرف اسی ایک کی عبادت کرتے ہیں اسی کے لیے نعمت اسی کے لیے حمد اور اسی کے لیے ہر طرح کی ثناء حسن ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اسی کے لیے اپنی اطاعت کو خالص کرنے والے ہیں اگر چہ کافروں پر گراں ہو۔''

حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ کلمات فرماتے تھے۔

تخریج حدیث (۱۴۱۷): صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة .

کلمات حدیث: يهـلـل بهن دبر كل صلاة مكتوبة : آپ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ يهلل : لا اله الا اللہ کہتے تھے، اللہ کی توحید بیان کرتے تھے۔ ہلل تہلیلا (باب تفعیل) لا الہ الا اللہ کہنا، اللہ کی توحید اور اس کی عظمت بیان کرنا۔ دبر : بعد میں۔ مكتوبة : فرض۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں بہت عمدہ اور جامع کلمات مذکور ہوئے ہیں ان کو ہر نماز کے بعد پڑھنا مستحب بھی ہے اور سنتِ رسول اللہ ﷺ بھی۔ جو کلمات زبانِ نبوت ﷺ سے اداء ہوتے ہوں ان کا پڑھنا ہر حال میں ایک مسلمان کے لیے باعث اجر وثواب اور سعادت دارین کے حصول کا ذریعہ ہے۔

صحابہ کرام ہر معاملے میں اسوۂ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کیا کرتے تھے اور جس وقت آپ کو جو کلمات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ان کلمات کو پڑھا کرتے اور دوسروں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ خاص طور پر ایسے کلمات جس میں بندہ کی عبودیت کا اقرار اور اللہ کی توحید اور اس کی وحدانیت اور اس کی قدرت کاملہ کا بیان ہو اور جس میں اس حقیقت کا اظہار ہو کہ جو ہستی انسان پر فضل وکرم کرنے والی ہے اور اس پر انعام واکرام کرنے والی وہی اس کی بندگی کا مستحق ہے اور وہ ذات ہر عیب اور نقص سے پاک اور ہر کمال سے متصف ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٧٨/٥ ـ روضة المتقين : ٣٩٨/٣ ـ دليل الفالحين : ١٩٢/٤)

تسبیحات سے صدقہ خیرات کا ثواب

١٤١٨ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِـيَ الـلّٰـهُ عَـنْـهُ اَنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّـمَ فَـقَالُوْا :ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلیٰ، وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ : يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّیْ، وَيَصُوْمُوْنَ

كَمَا نَصُوْمُ، وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنْ اَمْوَالٍ : يَحُجُّوْنَ، وَيَعْتَمِرُوْنَ، وَيُجَاهِدُوْنَ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ. فَقَالَ: "اَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَتَسْبِقُوْنَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَايَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَاصَنَعْتُمْ؟" قَالُوْا : بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ : تُسَبِّحُوْنَ، وَتَحْمَدُوْنَ، وَتُكَبِّرُوْنَ، خَلْفَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ" قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ الرَّاوِيْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَمَّا سُئِلَ عَنْ كَيْفِيَّةِ ذِكْرِهِنَّ قَالَ : يَقُوْلُ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَمُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَتِهِ: فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْ مِثْلَه؟

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ"

"اَلدُّثُوْرُ" جَمْعُ دَثْرٍ "بِفَتْحِ الدَّالِ وَاِسْكَانِ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ" وَهُوَ : الْمَالُ الْكَثِيْرُ .

(۱۴۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ درجات بلند اور دائمی نعمتیں تو مال دار لوگ لے گئے، وہ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم رکھتے ہیں۔ لیکن مال کی وجہ سے انہیں فضیلت حاصل ہے کہ وہ حج اور عمرہ کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتلاؤں جس کے ذریعے تم سبقت کرنے والوں کو پالو اور اپنے بعد آنے والوں سے آگے بڑھ جاؤ۔ اور پھر کوئی تم سے افضل نہ ہو سوائے اس کے کہ جو وہی کرے جو تم کر رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو۔

حضرت ابوصالح جو اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے ہیں ان سے اس ذکر کی کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کہا جائے یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک تینتیس مرتبہ ہو جائے۔

(متفق علیہ)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ یہ فقراء مہاجرین دوبارہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ جو کلمات ہم نے کہے وہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیے اور اب وہ بھی یہ کلمات پڑھتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عنایت فرمائے۔

دثور : دثر کی جمع ہے اس کے معنی مال کثیر کے ہیں۔

تخریج حدیث (۱۴۱۸): صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب الذكر بعد الصلاة . صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة .

شرح حدیث: مذکورہ حدیث میں ابوصالح راوی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کلمات کو مجموعاً پڑھا جائے لیکن صحیح اور کامل

طریقہ یہ ہے کہ ان میں ہر کلمہ کو علیحدہ علیحدہ تینتیس تینتیس مرتبہ پڑھا جائے جیسا کہ اس سے اگلی حدیث میں اس کی وضاحت آ رہی ہے۔ ایک روایت کے مطابق اللہ اکبر چونتیس مرتبہ کہا جائے تا کہ سو کا عدد مکمل ہو جائے۔ اور ایک اور روایت کے مطابق یہ تینوں کلمات سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر تینتیس، تینتیس مرتبہ کہا جائے اور سو کا عدد پورا کرنے کے لیے یہ کلمہ پڑھا جائے:

" لا اله الا اللّٰه وحده لا شريک له له الملک وله الحمد وهو على كل شئی قدير . "

یہ حدیث اس سے پہلے باب بیان کثرۃ طرق الخیر (١٢٠) میں آ چکی ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٥/ ٨٠۔ دليل الفالحين : ٤/ ١٩٣)

تسبیحات سے گناہوں کی معافی

١٤١٩ . وَعَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلوٰةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، غُفِرَتْ خَطَايَاهُ، وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٤١٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ہر نماز کے بعد سبحان اللہ تینتیس بار الحمد للہ تینتیس بار اور اللہ اکبر تینتیس بار کہا اور سو کا عدد پورا کرنے کے لیے یہ کلمہ پڑھا: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئی قدیر اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اگر چہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١٤١٩): صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل التسبيح و التهليل .

کلماتِ حدیث: زبد البحر : سمندر کا جھاگ۔ یعنی اگر کسی کے گناہ اتنے زیادہ ہوں جتنا سمندر کا جھاگ ہوتا ہے تو بھی ان کلمات کی برکت سے معاف کر دیے جائیں گے۔

شرحِ حدیث: سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر ان تینوں کلمات کو ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ کہنے کی تعلیم ہے اور حکمت اس عدد میں یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ ننانوے ہیں اور ان تینوں کا مجموعی عدد بھی ننانوے بنتا ہے اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں جو ان کا احصاء کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٥/ ٨٠)

کامیابی کا حصول

١٤٢٠ . وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مُعَقِّبَاتٌ لَايَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ . اَوْ فَاعِلُهُنَّ . دُبُرَ كُلِّ صَلوٰةٍ مَكْتُوْبَةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَسْبِيْحَةً، وَثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ

تَحْمِيْدَةً وَّاَرْبَعاً وَّثَلاثِيْنَ تَكْبِيْرَةً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۲۰) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کے بعد پڑھنے والے چند کلمات ایسے ہیں کہ ان کو پڑھنے والا یا ان کو یاد کرنے والا نامراد نہیں ہوتا۔ یعنی ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۴۲۰): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ .

کلمات حدیث: معقبات : ایسے کلمات جو نماز کے بعد پڑھے جائیں۔ معقبات : جمع مؤنث سالم، واحد۔ معقبة : مذکر معقب، یعنی تسبیحات۔ تقال اعقاب الصلاۃ :تسبیحات جو نماز کے بعد پڑھی جائیں۔

شرح حدیث: جو شخص ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھے وہ نامراد نہیں ہوگا یعنی اللہ کی رحمت اور اس کے فضل و کرم اور اس کی مغفرت سے محروم نہیں ہوگا بلکہ اللہ کی رحمتوں سے سرفراز ہوگا۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۸۱/۵۔ روضة المتقین : ۳/ ۴۰۰۔ دلیل الفالحین : ۱۹۶/۴)

کن باتوں سے پناہ مانگی جائے

۱۴۲۱ . وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ دُبُرَ الصَّلَوَاتِ بِهٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۴۲۱) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ساتھ اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے:

" اللّٰهم إني أعوذبک من الجبن والبخل وأعوذبک من أن ارد الی ارذل العمر وأعوذبک من فتنة الدنيا وأعوذبک من فتنة القبر ." (بخاري)

تخریج حدیث (۱۴۲۱): صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من البخل .

کلمات حدیث: أعوذ : میں پناہ مانگتا ہوں۔ جبن : بزدلی، کم ہمتی۔ ارذل العمر : نکمی عمر، بڑھاپے اور عمر کی زیادتی کی وجہ سے عقل رفتہ ہوجانا۔

شرح حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ کلمات پڑھتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت سعد اپنے بیٹوں کو یہ کلمات اس طرح سکھایا کرتے تھے جیسے مکتب میں معلم بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھاتا ہے۔
دنیا اور آخرت کی کوئی خیر اور بھلائی اور انسان کی کوئی حاجت اور ضرورت ایسی نہیں ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے

دعاء نہ کی ہو اور ان دعاؤں کی امت کو تلقین نہ فرمائی ہو اسی طرح دنیا اور آخرت کا کوئی شر اور برائی کوئی فتنہ اور کوئی بلا اور کوئی مصیبت اور آفت ایسی نہیں ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے پناہ نہ مانگی ہو اور پناہ مانگنے کے ان کلمات کی امت کو تلقین نہ فرمائی ہو۔ آپ ﷺ نے جس خیر اور بھلائی کو اللہ تعالیٰ سے طلب فرمایا ہے وہ دعاء ہے اور جس شر اور برائی سے اللہ سے پناہ چاہی ہے وہ استعاذہ ہے۔

اس حدیثِ مبارک میں مذکور تعوذ میں آپ ﷺ نے اللہ سے پناہ طلب فرمائی ہے، بزدلی اور بخل سے کہ دونوں اخلاقی برائیاں اور کردار کے ایسے نقائص ہیں جن سے آدمی بہت سی خیر اور فلاح سے محروم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بزدلی جہاد فی سبیل اللہ اور ان تمام امور کی انجام دہی سے مانع بن جاتی ہے جن میں جرات وشجاعت اور ہمت واستقامت کی ضرورت ہوتی ہے اور بخل ان تمام امورِ خیر میں مانع ہوتا ہے جس میں اللہ کے راستے میں مال خرچ کیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ نے پناہ مانگی ارذل عمر سے اور دنیا کے تمام فتنوں سے مصائب سے اور آلام سے، اور خواہش نفس اور جہالت اور نادانی کے فتنے میں گرفتار ہونے سے اور آپ ﷺ نے پناہ طلب فرمائی عذابِ قبر سے یعنی ان برے افعال اور اعمال سے پناہ مانگی جن کے نتیجے میں عذابِ قبر سے گزرنا پڑے۔

(فتح الباري : ۱۵۷/۲ـ ارشاد الساري : ۳۱۷/۶ـ عمدة القاري : ۱۶۷/۱٤ـ تحفة الأحوذي : ۱۶/۱۰)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت

۱۴۲۲۔ وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِهٖ، وَقَالَ : "يَامُعَاذُ، وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ" فَقَالَ : اُوْصِيْكَ يَامُعَاذُ لَاتَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ تَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۱۴۲۲) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لیا اور فرمایا کہ اے معاذ! قسم بخدا مجھے تم سے محبت ہے۔ پھر فرمایا کہ اے معاذ! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ان کلمات کا کہنا ہرگز نہ چھوڑنا:

" اللهم اعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك ."

''اے اللہ! میری مدد فرما کہ میں آپ کا ذکر کروں اور شکر کروں اور خوب بہترین بندگی کروں۔'' (ابوداود بسند صحیح)

تخریج حدیث (۱۴۲۲): سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب الاستغفار .

کلماتِ حدیث: أعني : میری مدد فرما۔ أعان إعانة (باب افعال) مدد کرنا۔ عون : مدد۔ معين : مدد کرنے والا۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ اپنے اصحاب سے محبت فرماتے تھے اور ان پر شفیق ورحیم تھے اور آپ ﷺ کے اصحاب بھی آپ ﷺ سے محبت کرتے تھے اور شدید محبت کرتے تھے اسی محبت کے طفیل ان کے لیے اسوۂ رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ کی سیرت

کے ہر امر کی اقتداء سہل اور آسان ہوگئی تھی، جس طرح محبت سے اتباع آسان ہو جاتی ہے اسی طرح اتباع سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے قسم کھا کر فرمایا کہ اے معاذ! مجھے تم سے محبت ہے اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ یا رسول اللہ! میں بھی آپ کو محبوب رکھتا ہوں۔ اور مستدرک حاکم میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان اللہ کی قسم میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہا کرو کہ اے اللہ! میری مدد فرما کہ میں تیرا کثرت سے ذکر کروں یعنی ہر گھڑی اور ہر وقت ذکر کروں، کہ کثرت سے ذکر کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ ملا اعلیٰ میں ذکر فرماتا ہے اور میری مدد فرما کہ میں تیرا کثرت سے شکر ادا کروں کہ شکر نعمت ادا کرنے والوں کو اللہ مزید نعمتیں عطا فرماتا ہے اور اے اللہ میری مدد فرما کہ میں خوب اچھی طرح تیری بندگی کروں یعنی احسان کی وہ کیفیت حاصل ہو جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی بندگی اس طرح کرو جس طرح تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (روضة المتقين : ٤٠٣/٣ ـ دليل الفالحين : ١٩٦/٤)

فتنوں سے پناہ مانگنا

١٤٢٣. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا تَشَهَّدَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ، یَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّفِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۴۲۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھ چکے تو چار باتوں سے اللہ کی پناہ مانگے، عذاب جہنم سے عذاب قبر سے زندگی کے فتنے سے اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۴۲۳): صحيح مسلم، كتاب الذكر و الدعاء، باب التعوذ من شر الفتن.

کلمات حدیث: فتنة المحيا و الممات : ان تمام آزمائشوں، مصیبتوں اور آفتوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو کسی انسان کی زندگی میں پیش آسکتی ہیں اور جن سے آدمی مرنے کے بعد دوچار ہوگا۔ یعنی دنیا اور آخرت میں پیش آنے والی تمام آفات اور بلیات سے اللہ کی پناہ۔ المسيح الدجال : وہ کانا کذاب جو قیامت کے قریب آکر لوگوں کو دجل اور فریب میں مبتلا کرے گا اور لوگ اس کے فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں عذاب جہنم اور عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی۔ اور دجال کے فتنے سے بچنے کے لیے اللہ سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی۔ دجال کا فتنہ ان فتنوں سے ہے جن سے رسول اللہ ﷺ سے کثرت سے پناہ مانگتے تھے اور اہل ایمان کو اس کی تلقین فرماتے تھے۔

رسولِ کریم ﷺ سے مروی متعدد احادیث میں قیامت کے قریب دجال کے ظہور کی اطلاع دی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ دجال کا فتنہ قیامت سے پہلے واقع ہونے والے فتنوں میں عظیم تر فتنہ ہوگا۔ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور نقلی جنت وجہنم بنا کر لوگوں کو دکھائے گا جبکہ فی الواقع جس کو وہ جنت کہے گا وہ جہنم ہوگی اور جس کو جہنم کہے گا وہ جنت ہوگی، دجال کی یہ جنت اور جہنم اس کی جادوگری اور نظر فریبی کا نتیجہ ہوگی۔ دجال ایک آنکھ سے کانا ہوگا اور صحیح روایات میں ہے کہ اس کی آنکھ میں انگور کے دانے جیسا پھولا ہوگا جو سب کو نظر آئے گا۔ ان سب علامات کے باوجود خدانا آشنا اور بعض ضعیف الایمان اس کے استدراجی کرشموں سے متاثر ہو کر اس کی خدائی کے دعوی کو مان لیں گے لیکن جن کو دولت ایمان نصیب ہوگی ان کے لیے دجال کا ظہور اور اس کے خارقِ عادت کرشمے ایمان ویقین میں مزید ترقی اور اضافہ کا سبب بنیں گے اور وہ اس کو دیکھ کر کہیں گے کہ یہی وہ دجال ہے جس کی خبر ہمارے پیغمبر صادق ﷺ نے دی تھی اس طرح دجال کا ظہور ان کے کمال ایمان اور ترقی درجات کا ذریعہ بنے گا۔ حضرت عیسیٰ دجال کو قتل کریں گے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي: ٥/٧٦)

نماز کے آخر کی دعاء

١٤٢٤۔ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ يَكُوْنُ مِنْ اٰخِرِ مَايَقُوْلُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيْمِ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَاقَدَّمْتُ وَمَااَخَّرْتُ، وَمَااَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَسْرَفْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ: اَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۴۲۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو نماز کے آخر میں تشہد اور سلام کے درمیان یہ دعاء فرماتے۔

" اللهم اغفرلي ما قدمت وأنت المؤخر لا اله الا انت ."

''اے اللہ! میرے تمام گناہ معاف فرمادے اگلے پچھلے، وہ جو میں نے چھپ کر کیے اور وہ جو میں نے علانیہ کیے اور وہ جو میں نے زیادتی کی اور وہ گناہ جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی آگے بڑھانے والا اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔''
(مسلم)

کلماتِ حدیث (۱۴۲۴): ما اسررت : جو میں نے چھپائے، جو میں نے چھپا کر کیے۔ أسرا سراراً (باب افعال) چھپانا، چھپا کر کرنا۔ ما أسرفت : جو میں نے زیادتی کی، جو میں نے حد سے تجاوز کیا۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ کی تمام دعائیں امت کی تعلیم کے لیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تمام اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادی ہیں۔ حدیثِ مبارک میں اس دعاء کے نماز کے آخر میں پڑھنے کا استحباب بیان ہوا ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/٥٤۔ روضة المتقين : ٣/٤٠٤۔ دليل الفالحين : ٤/١٩٨)

رکوع وسجود میں دعاءِ مغفرت

۱۴۲۵ . وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ : سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۴۲۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ اپنے رکوع اور سجود میں کثرت سے یہ تسبیح پڑھتے :

" سبحانک اللهم ربنا وبحمدک اللهم اغفرلي . "

" اے اللہ! اے ہمارے رب تو پاک ہے اور تمام خوبیاں اور محامد تیرے ہی لیے ہیں اے اللہ مجھے معاف فرما۔" (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۴۲۵): صحيح البخاري، كتاب صفة الصلاة، باب التسبيح والدعاء في السجود . صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود .

شرح حدیث: اے اللہ! اے ہمارے رب! آپ کی ذات پاک ہے اور مستحق جمیع محامد ہے۔ یہ آپ ہی کا فضل وکرم ہے اور آپ ہی کی دی ہوئی توفیق ہے کہ بندۂ عاجز اپنے مالک اور خالق کی طرف متوجہ ہوا اور اس کے ذکر اور اس کی عبادت میں مصروف ہوا۔

(دليل الفالحين : ۱۹۹/٤)

****

رکوع وسجود کی ایک دعاء

۱۴۲۶ . وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ : "سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَآئِكَةِ وَالرُّوْحِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۲۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ اپنے رکوع اور سجود میں یہ تسبیح پڑھتے :

" سبوح قدوس رب الملائكة والروح . "

" بہت ہی پاک اور پاکیزگی والا ہے فرشتوں کا اور روح کا رب ہے۔" (مسلم)

تخریج حدیث (۱۴۲۶): صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود .

کلمات حدیث: سبوح : پاک۔ قدوس : مبارک۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ ہیں۔ جو تنزیہ اور تقدیس بیان کرتے ہیں۔ الروح : جبرئیل علیہ السلام۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور متصف ہے تمام صفاتِ کمال سے اور بابرکت ہے وہی رب ہے فرشتوں کا اور روح کا، رکوع اور سجود میں یہ دعاء پڑھنا مسنون ہے۔ (روضة المتقين : ٤٠٦/٣ ۔ دليل الفالحين : ۱۹۹/٤)

****

سجدہ میں دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے

۱۴۲۷ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "فَاَمَّا الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ . وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَآءِ فَقَمِنٌ اَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۴۲۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رکوع میں اپنے رب کی تعظیم کرو اور سجدوں میں خوب دعاء کرو کہ امید ہے کہ یہ دعائیں قبول فرمالی جائیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۴۲۷): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود .

کلمات حدیث: قمن : مناسب ہے۔ قمن ان یستجاب لکم : مستحق ہے کہ قبول کرلی جائے۔

شرح حدیث: بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس لیے سجدے کی حالت میں خوب گڑگڑا کر خوب عاجزی اور مسکنت کے ساتھ اور تضرع وزاری کے ساتھ اللہ کی جناب میں دعاء کی جائے تو یہ دعاء قبولیت کے قریب ہوتی ہے اور اس امر کی مستحق ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ یہ حدیثِ مبارک دلیل ہے اس قول کی کہ سجدہ تمام ارکان صلاۃ میں افضل ہے۔ اس مسئلہ میں علماء کی تین آراء ہیں:

ایک یہ کہ سجود کو طویل کرنا اور رکوع اور سجود کی کثرت افضل ہے۔ یہ رائے امام ترمذی اور بغوی رحمہما اللہ کی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے۔

دوسرا قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ قیام افضل ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ افضل صلاۃ طول قنوت ہے۔ اور قنوت سے مراد قیام ہے۔ نیز یہ کہ قیام کی حالت میں قرآنِ کریم کی تلاوت کی جاتی ہے اور سجدے میں تسبیحات پڑھی جاتی ہیں اور تلاوتِ کلامِ الٰہی تسبیحات سے افضل ہے اور رسول اللہ ﷺ قیام کو سجود سے زیادہ طویل فرماتے تھے۔

تیسرا قول توقف کا ہے جو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ انہوں نے اس بارے میں کوئی قطعی رائے نہیں اختیار کی اور اسحاق بن راہویہ نے فرمایا کہ دن کے وقت کثیر رکوع اور سجود افضل ہے اور رات کے وقت تطویل قیام افضل ہے۔ سوائے اس کے کوئی شخص رات کو قرآن کریم کے کسی مقررہ حصے کی تلاوت کرتا ہو تو تکثیر رکوع اور سجود افضل ہے کہ اس طرح وہ اپنا مقررہ حصہ تلاوت کرنے کے ساتھ رکوع وسجود کی کثرت کی فضیلت بھی حاصل کرے گا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسحاق کے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے رات کے وقت طول قیام کا ذکر آیا ہے اور دن کے وقت طول قیام بیان نہیں ہوا ہے۔ واللہ اعلم

(شرح صحیح مسلم للنووی ٤/١٦٧ . روضة المتقين ٣/٤٠٨)

سجدہ میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے

۱۴۲۸ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَقْرَبُ

مَایَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ فَاَکْثِرُوْا الدُّعَآءَ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ

(۱۴۲۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود.

شرح حدیث: امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بندے کو سجدے میں جو اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہوتا ہے وہ فضل ورحمت کا قرب ہے اور قبولیت دعاء کا قرب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات زمان ومکان سے ماوراء ہے۔ غرض رکوع اور سجود میں تعظیم اور تسبیح یعنی رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ کہنا مستحب ہے سجدے میں کثرت سے تسبیح پڑھے اور کثرت سے دعائیں کرے۔ ابن الملک فرماتے ہیں کہ سجدے میں بندے کو قرب اس لیے حاصل ہوتا ہے کہ یہ بندے کے انتہائی تذلل اور عاجزی کا اظہار ہے اور اعتراف عبودیت اور اقرار ربوبیت کی اکمل ترین صورت ہے کہ بندہ اپنے اشرف ترین اعضاء یعنی ناک اور پیشانی کو ارذل ترین جگہ یعنی زمین پر ٹیک دیتا ہے۔ (شرح صحیح مسلم ۱۶۷/۴۔ روضۃ المتقین ۴۰۸/۳)

سجدہ کی ایک خاص دعاء

۱۴۲۹۔ وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ سُجُوْدِہٖ: "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ کُلَّہٗ: دِقَّہٗ وَجِلَّہٗ، وَاَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ، وَعَلَانِیَتَہٗ وَسِرَّہٗ"، رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

(۱۴۲۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سجدے میں یہ دعا فرماتے تھے:

"اللّٰھم اغفرلی ذنبی کلہ دقہ وجلہ واولہ وآخرہ وعلانیتہ وسرہ."

"اے اللہ میرے تمام گناہ معاف فرما دے چھوٹے ہوں یا بڑے پہلے ہوں یا پچھلے کھلے ہوں یا پوشیدہ۔" (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایذکر فی الرکوع والسجود.

کلمات حدیث: دقہ: اس کا چھوٹا۔ یعنی چھوٹا گناہ۔ جلہ: اس کا بڑا۔ یعنی بڑا گناہ۔

شرح حدیث: انبیاء کرام علیہ السلام معصوم ہوتے ہیں اور ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتے خاص طور پر نبی آخر الزماں ﷺ کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ ﴾ لیکن آپ ﷺ نے طلب مغفرت کی دعائیں فرمائیں تاکہ آپ ﷺ اللہ کے سامنے اپنی عبودیت اور اپنے افتقار کا اظہار فرمائیں اور تاکہ امت کو ان عمدہ اور قیمتی کلمات کی تعلیم دیں اور انہیں سکھائیں کہ رب کے سامنے معافی مانگنے کا طریقہ اور اسلوب کیا ہونا چاہیے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ۱۶۹/۴۔ روضۃ المتقین ۴۰۹/۳۔ دلیل الفالحین ۲۰۱/۴)

رسول اللہ ﷺ سجدہ میں یہ دعاء پڑھتے تھے

١٤٣٠ . وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : افْتَقَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَتَحَسَّسْتُ فَإِذَا هُوَ رَاكِعٌ. أَوْسَاجِدٌ يَقُوْلُ : سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، لَاإِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ". وَفِيْ رِوَايَةٍ، فَوَقَعَتْ يَدِيْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ وَهُوَ يَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ، لَاأُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ" (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(١٤٣٠) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک شب میں نے حضور ﷺ کو تلاش کیا، میں نے محسوس کیا کہ آپ ﷺ رکوع میں ہیں یا سجدے میں ہیں اور آپ ﷺ فرما رہے ہیں: " سبحانك وبحمدك لا اله الا أنت " (پاک ہے تیری ذات مستحق ہے تمام محامد کا تو ایک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے)

ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو ٹٹولا تو میرا ہاتھ آپ ﷺ کے قدموں کو لگا جو سجدے کی حالت میں کھڑے تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے:

" اللهم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعا فاتک من عقو بتک واعوذبک منک لا احصی ثناء علیک أنت کما أثنیت علی نفسک ."

''اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے ڈر کر تیری رضا مندی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری عافیت کی پناہ میں آتا ہوں اور تیرے قہر سے تیرے کرم کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں تیری ثنا کو اس طرح احصاء نہیں کرسکتا جس طرح تو نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے۔''

(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود .

کلمات حدیث: افتقدت : میں نے آپ ﷺ کو نہ پایا۔ فتحسست : میں نے آپ ﷺ کو تلاش کیا۔ لااحصی ثناء علیك : میں تیری ثناء کا احاطہ نہیں کرسکتا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ ایک شب سجدے کی حالت میں دعاء واستغفار میں مصروف تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیدار ہوئیں تو آپ ﷺ کو نہ پایا۔ اس زمانے میں بیت نبوت ﷺ میں چراغ نہیں جلتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کو ہاتھوں سے ٹٹولا تو ان کا ہاتھ آپ ﷺ کے کھڑے ہوئے پیروں سے لگا جس سے انہیں معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سجدے کی حالت میں ہیں۔ اور آپ ﷺ فرما رہے ہیں: " سبحانك اللهم وبحمدك " کہ اللہ تیری ذات پاک ہے اور جملہ محامد کا مستحق ہے کہ میں تیری توفیق سے سرفراز ہو کر اور تیری ہدایت سے فیضیاب ہو کر تیری تسبیح اور تیری تحمید میں مشغول ہوں، میں شکر بجالاتا ہوں کہ اس نے مجھے تسبیح وتحمید کی توفیق وہدایت نصیب فرمائی۔

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" اللھم انی اعوذبرضاک من سخطک ."

''اے اللہ تیری ناراضی سے تیری رضامندی میں پناہ ڈھونڈ تا ہوں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کا واحد ذریعہ اسی کی رضا کا حصول ہے۔ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بڑی دلکش اور روح پرور اسلوب ہے کہ بندے کے پاس اللہ کی ناراضگی سے پناہ ڈھونڈنے کا اس کے سوا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ وہ اس کی رضا کا متلاشی ہو، اس کی سزا اور گرفت سے بچنے کا کوئی طریقہ اس کے سوانہیں ہے کہ اسی سے اپنی خطاؤں اور لغزشوں کی معافی طلب کی جائے اور اس کی قہر و غضب سے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ خود اسی کی امان طلب کی جائے۔

اور فرمایا کہ اے اللہ میں تیری ثنا کا احصاء نہیں کرسکتا، یعنی تیری نعمتوں کا شمار نہیں کرسکتا اور نہ ان کا احصاء کرسکتا ہوں اور جب نعمتوں اور احسانات کا شمار اور احصاء نہیں ہوسکتا تو ان کا شکر کیوں کر ادا ہو۔ اس لیے میں تیری وہی ثنا کرتا ہوں اور تیری وہی حمد بیان کرتا ہوں جو تو نے خود اپنے لیے فرمائی ہے کہ تو نے خود ہی فرمایا ہے:

﴿ فَلِلَّهِ ٱلْحَمْدُ رَبِّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَرَبِّ ٱلْأَرْضِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٣٦﴾ وَلَهُ ٱلْكِبْرِيَآءُ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴿٣٧﴾ ﴾

فلله الحمد رب السماوات ورب الأرض رب العالمين وله الكبر يا في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم﴾

''اللہ ہی کے لیے ساری حمد جو رب ہے آسمانوں کا رب ہے زمین کا رب ہے تمام جہانوں کا اسی کی بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور بڑا غالب اور حکیم ہے۔''

(شرح صحیح مسلم للنووی ۱۷۰/٤ . تحفة الاحوذی ۴۳۱/۹ . دلیل الفالحین ۲۰۱/٤ . روضة المتقین ۳/۴۰۹)

روزانہ ہزار نیکیاں

۱۴۳۱ . وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ : "اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّكْسِبَ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَةٍ!" فَسَأَلَهٗ سَآئِلٌ مِنْ جُلَسَآئِهٖ كَيْفَ يَكْسِبُ اَلْفَ حَسَنَةٍ؟ قَالَ : "يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيْحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهٗ اَلْفُ حَسَنَةٍ، اَوْيُحَطُّ عَنْهُ اَلْفُ خَطِيْئَةٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَالَ الْحُمَيْدِیُّ : كَذَا هُوَ فِیْ كِتَابِ مُسْلِمٍ : اَوْيُحَطُّ" قَالَ الْبَرْقَانِیُّ : رَوَاهُ شُعْبَةُ، وَاَبُوْعَوَانَةَ، وَيَحْيَى الْقَطَّانُ، عَنْ مُوْسىٰ الَّذِیْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ جِهَتِهٖ فَقَالُوْ : "وَيُحَطُّ بِغَيْرِ اَلِفٍ .

(۱۴۳۱) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کمالے؟ شرکائے مجلس میں سے کسی نے عرض کیا کہ آدمی ایک ہزار نیکیاں کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سو مرتبہ سبحان اللہ کہنے پر ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں یا اس سے ایک ہزار خطائیں درگزر کر دی جاتی ہیں۔ (مسلم)

امام حمیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مسلم کی کتاب میں أو یحط کا لفظ ہے جبکہ علامہ برقانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شعبہ ابوعوانہ اور یحیی قطان نے اسی موسیٰ سے جس سے مسلم نے روایت کی ہے أو کے بغیر ویحط یعنی بغیر الف کے نقل کیا ہے۔

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء.

کلمات حدیث: أيعجز أحدكم : کیا تم میں سے کوئی شخص عاجز ہے یا اسے قدرت نہیں ہے۔ عجز عجزاً (باب ضرب) قدرت نہ ہونا۔ عاجز ہونا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ مَن جَآءَ بِٱلْحَسَنَةِ فَلَهُۥ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ﴾

''جس نے ایک نیکی کی اسے اس کا دس گنا اجر ملے گا۔''

سبحان اللہ کہنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ ہر روز سو مرتبہ سبحان اللہ کہنا ایسا ہے جیسے روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرنا کہ ہر مرتبہ سبحان اللہ کہنے کا دس گنا اجر ملے گا۔ اور یہ اضافہ بڑھ کر سات سو گناہ بھی ہو جائے گا اور صرف یہی نہیں بلکہ ایک ہزار گناہ بھی معاف فرما دیئے جائینگے۔ یا یہ کہ رحمت حق تقاضی ہوگی تو سبحان اللہ کہنے پر ایک ہزار نیکیاں لکھدی جائیں گی اور شان مغفرت جوش میں آئے گی تو ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے پر ایک ہزار گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(تحفة الأحوذي : ٩/ ٤٠٠. شرح صحيح مسلم : ١٧/ ١٧. روضة المتقين : ٣/ ٤١١)

جسم کے ہر جوڑ کا صدقہ

١٤٣٢. وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "يُصْبِحُ عَلىٰ كُلِّ سُلَامَىٰ مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحىٰ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۳۲) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر صبح کو تم میں سے ہر ایک پر اس کے ہر جوڑ کا صدقہ لازم ہے، ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تحمید صدقہ ہے، ہر تہلیل صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی عن

المنکر صدقہ ہے۔اوران سب کی طرف سے چاشت کی دورکعت کافی ہیں۔(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتب الذکر والدعاء، باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء.

شرح حدیث: آدمی جب صبح کو بیدار ہوتا ہے تو اس کے ہر ہر عضو پر اس کی صحت اور سلامتی کا صدقہ لازم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی اس نعمت اور احسان پر اس کا شکر ادا کرے۔ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے،ایک مرتبہ الحمد للہ کہنا صدقہ ہے،ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔کوئی نیکی کی بات بتانا صدقہ ہے۔کسی بری بات سے روکنا صدقہ ہے۔اور تمام اعضاء کی صحت وسلامتی پر بطور مشکور دو رکعت نماز چاشت پڑھ لینا کافی ہے۔

یہ حدیث باب کثرۃ طرق الخیر (۱۱۸) میں آچکی ہے۔ (دلیل الفالحین ٤/ ٢٠٤)

چار اہم تسبیحات

۱۴۳۳۔ وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ فَقَالَ : مَازِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟" قَالَتْ : نَعَمْ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْوُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُالْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ، وَرِضَاءَنَفْسِهٖ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ : سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَانَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ" وَفِيْ رِوَيَةِ التِّرْمِذِيِّ : "اَلَااُعَلِّمُكِ كَلِمَاتٍ تَقُوْلِيْنَهَا؟ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ.

(۱۴۳۳) حضرت ام المؤمنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک روز صبح کو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے باہر تشریف لے گئے جب آپ ﷺ نماز صبح کے بعد واپس تشریف لائے تو وہ ابھی اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔پھر جب آپ ﷺ صلاۃ الضحیٰ پڑھ کر آئے تب بھی وہ وہیں بیٹھی ہوئی تھیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ابھی تک اسی حالت میں ہو جس میں میں چھوڑ کر گیا تھا۔انہوں نے کہا کہ ہاں۔اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ کہے اگر ان کا وزن ان کلمات سے کیا جائے جو تم شروع دن سے کہہ رہی ہو تو وہ ان پر وزن میں بھاری ہوں گے:

" سبحان اللّٰه وبحمده عدد خلقه ورضىٰ نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته ."

''اللہ کی پاکیزگی اور اس کی حمد اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر اس کی ذات کی رضامندی کے مطابق، اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کے کلمات کی روشنائی کے برابر۔'' (مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ کلمات اس طرح ارشاد فرمائے:

'' سبحان الله عدد خلقه سبحان الله رضى نفسه سبحان الله زنة عرشه سبحان الله مداد كلماته.''

اور جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ میں تمہیں چند کلمات نہ سکھادوں جنہیں تم پڑھ لیا کرو۔ وہ یہ ہیں:

'' سبحان الله عدد خلقه سبحان الله عدد خلقه سبحان الله عدد خلقه سبحان الله رضى نفسه سبحان الله رضى نفسه سبحان الله رضى نفسه سبحان الله زنة عرشه سبحان الله زنة عرشه سبحان الله زنة عرشه سبحان الله مداد كلماته سبحان الله مداد كلماته سبحان الله مداد كلماته.''

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب التسبيح اول النهار وعندالنوم . الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب من ادعية المغفرة .

کلمات حدیث: وهى فى مسجدها : اور وہ اپنے گھر میں اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ مازلت على الحال التى فارقت عليها: تم ابھی تک اسی حالت میں ہو جس میں تم سے جدا ہوا تھا۔ لو وزنت بما قلت منذاليوم لو زنتهن : اگر یہ وزن کئے جائیں ان کلمات سے جو تم نے آج کے دن پڑھے تو یہ ان سب پر بھاری ہوں گے۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کے کلمات اس قدر زیادہ اور اس قدر کثیر ہیں کہ ان کو نہ شمار کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کا احاطہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر ساری دنیا کے درختوں کی شاخوں سے قلم بنا لیے جائیں اور سات سمندروں کے بقدر روشنائی مہیا کر لی جائے تو یہ سارے قلم اور یہ تمام روشنائی ختم ہو جائے گی اور اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ جس طرح ان کلمات کی وسعت اور قدرت کثرت ہے اسی طرح ان کا اجر و ثواب بھی وسیع اور بکثرت ہے اور جس طرح انسان ان کلمات کے شمار اور احاطہ سے قاصر ہے اسی طرح وہ ان پر ملنے والے اجر وثواب کی کثرت و وسعت کے تصور سے بھی عاجز ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلمات قدیم اور ان تمام اوصاف سے پاک اور منزہ ہیں جو کلمات احادث میں پائے جاتے ہیں۔ حدیث مبارک میں چار کلمات ارشاد ہوئے ہیں اور پہلے مخلوقات کے عدد کا کثیر ذکر ہوا جو خود انسان کے حصر و شمار ہے کہ کسی کو نہیں معلوم کہ اللہ کی جملہ مخلوقات کی حقیقی تعداد کیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی ذات کی رضا کا ذکر ہوا جو یقیناً مخلوقات کی کثرت اور ان کی تعداد سے زیادہ ان سب پر حاوی اور محیط ہے، اس کے بعد عرش کے وزن کا ذکر ہوا جس کی عظمت قدر و منزلت اور وسعت کا کوئی احاطہ نہیں ہوسکتا اور اس کے بعد مداد کلمات کا ذکر ہوا جو اگر تمام سمندروں کو سیاہی بنا دیا جائے تو بھی اللہ کے کلمات لکھنے کے لیے ناکافی ہوگی۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ۱۷/۲۶. روضة المتقین ۳/۴۱۳. دلیل الفالحین ۴/۲۰۵)

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا زندہ ہے

۱۴۳۴. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُهٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ فَقَالَ : مَثَلُ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُذْکَرُ اللّٰهُ فِیْهِ وَالْبَیْتِ الَّذِیْ لَا یُذْکَرُ اللّٰهُ فِیْهِ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ. (رواہ البخاری)

(۱۴۳۴) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور جو اللہ کو یاد نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ (بخاری)

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اس گھر کی مثال جس میں اللہ کو یاد کیا جاتا ہو اور اس گھر کی مثال جس میں اللہ کو نہ یاد کیا جاتا ہو زندہ اور مردہ کی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر الله عزوجل . صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب صلاة النافلة فی بیته .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے پیدا فرما کر اس میں روح ڈالی اور اس طرح انسان کا وجود مادہ اور روح سے مرکب ہوا اور اس کے نتیجے میں جہاں بہت سے مادی تقاضے ابھرے وہاں بے شمار روحانی تقاضوں نے بھی اس وجود خاکی میں جگہ پائی اور اس کے لیے لازم ٹھہرا کہ جس طرح وہ اپنے مادی تقاضوں کی تکمیل کرتا ہے اسی طرح اپنے روحانی تقاضوں کی بھی تکمیل کرے۔ اولین روحانی تقاضہ یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق اور مالک کو پہچانے اس کو زبانی یاد کرے اور اس کے نام کو ورد زبان رکھے، قلب کی گہرائیوں میں خالق اور مالک کا احساس اجاگر کریں اور قلب ونظر خالق کے اقرار واعتراف سے سرشار ہوں اور تمام اعضاء اس کی بندگی میں مشغول اور اس کی عبادت میں مصروف ہوں۔

اگر بندہ اللہ کو یاد نہ کرے تو وہ اس مردہ کی طرح ہے جس کا جسم خاکی موجود ہو اور روح پرواز کر چکی ہے اور یہ روحانی موت ایسا عظیم خسارہ ہے جس کی تلافی ساری دنیا کی دولت سے بھی نہیں ہو سکتی۔ اور جو اللہ کا بندہ ہر وقت زبان سے اور دل سے اللہ کو یاد کرتا ہو اور عملاً اس کے احکام کی تعمیل میں لگا ہوا ہو وہ درحقیقت زندہ ہے کہ اس کے جسم میں اس کی روح موجود اور زندہ ہے۔

(فتح الباری : ۳/۳۳۶. شرح صحیح مسلم للنووی : ۶/۶۰. روضة المتقین : ۳/۴۱۴. دلیل الفالحین : ۴/۲۰۶)

ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے

۱۴۳۵. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "یَقُوْلُ اللّٰهُ

تَعَالیٰ : اَنَا عِنْدَظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ، وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ : فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَکَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ، وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَأٍ ذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَأٍ خَیْرٍ مِنْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۴۳۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ذکر النبی ﷺ وروایة عن ربه . صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الحث علی ذکر الله تعالیٰ .

شرح حدیث: یہ حدیث قدسی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں یعنی جو اللہ کا بندہ اللہ پر ایمان ویقین کے ساتھ اس سے خیر وعافیت کی امید رکھتا ہے اور اس کے سامنے عاجزی اور تضرع سے توبہ کرتا ہے اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا اور اس کو دنیا کے رنج ومحن سے نجات عطا فرماتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں لیکن ان بندوں کے لیے جو ایمان ویقین کے ساتھ اس کی عبادت وبندگی کرتے ہیں اور اس کی اطاعت فرمانبرداری میں رہتے ہیں اور جب ان سے کوئی خطا ہو جاتی ہے تو اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

فرمایا کہ جب میرا بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ میرا مجلس میں ذکر کرتا ہے تو میں اس کا اس سے بہتر مجلس میں ذکر کرتا ہوں یعنی فرشتوں کی مجلس میں اور انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ (فتح الباری : ۳/ ۸۵۰. شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۷/ ٤. تحفة الاحوذی : ۱۰/ ٦٤)

اعمال میں سبقت لے جانے والے

۱۴۳۶. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ" قَالُوْا: وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : "الذَّاکِرُوْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا وَالذَّاکِرَاتِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

رُوِیَ : "الْمُفَرَّدُوْنَ" بِتَشْدِیْدِ الرَّآءِ وَتَخْفِیْفِهَا وَالْمَشْهُوْرُ الَّذِیْ قَالَهُ الْجُمْهُوْرُ التَّشْدِیْدُ .

(۱۴۳٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مفردون سبقت لے گئے صحابہء کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مفردون کون ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (مسلم)

مفردون : کا لفظ راء کے سکون اور تشدید دونوں طرح روایت کیا گیا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک تشدید کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الحث علی ذکر الله تعالیٰ.

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا درجات بلند اور فضل وکمال کی جانب مفردون سبقت کر گئے۔

یعنی وہ لوگ جو ہر طرف سے کٹ کر اور دنیا سے منہ موڑ کر صرف اللہ کی یاد اور اس کے ذکر میں ہمہ تن مشغول ہو گئے، دوست و احباب کو چھوڑ دیئے اور اسباب سے نظر ہٹا کر مسبب الاسباب سے تعلق قائم کر لیا اور دنیا سے الگ تھلگ ہو کر اور دنیا کے معاملات سے بے نیاز ہو کر اللہ کی اطاعت اور اسکی عبادت میں مصروف ہو گئے یہ مقام تفرید وہ ہے جس کی جانب اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے کہ ﴿ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴾ یعنی اللہ کے سوا اپنے دل کا رشتہ ہر شئے سے منقطع کر کے صرف اسی کی یاد میں لگ جاؤ۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا جائے اور حقوق العباد میں کوتاہی کی جائے بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ دل کی وابستگی معاملات دنیا سے باقی نہ رہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ طریق تصوف کی دو منزلیں ہیں ایک منزل مخلوق سے منقطع ہو جانے کی اور دوسری منزل ہے حق سے جڑ جانے کی دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان واؤ عاطفہ ذکر کیا ہے جو جمعیت پر دلالت کرتا ہے اور پہلے وصول حق کو واذکر اسم ربک کہہ کر ذکر کیا اور پھر مخلوق سے انقطاع یعنی تبتل کا ذکر کیا کیونکہ مخلوق سے کٹ جانے کی غرض و غایت ہی اللہ سے جڑ جانا ہے۔

ذکر اللہ کی تعبیر وصول حق سے اس لیے کی گئی کہ ایسی یاد جس میں کسی قسم کی غفلت نہ ہو وہ علم حضوری ہوگا علم حصولی کا تصور وہاں بذاتہ ممکن نہیں ہے کیونکہ علم حضوری اسی کو تو کہتے ہیں کہ جس میں عالم کے سامنے خود معلوم موجود ہو جب معلوم خود پیش نظر ہے تو یہی دوام حضور ہے یہی وصول و اتصال ہے اسی کو اتحاد اور بقاء کہتے ہیں۔ الفاظ مختلف ہیں مطلب سب کا ایک ہے۔ متقدمین کے یہاں یہی اخلاص ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وتبتل الیہ تبتیلا کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کے لیے کامل اخلاص اختیار کرو۔

(روضة المتقين : ٣/٤١٦. دليل الفالحين : ٤/٢٠٨. تفسير مظهرى : ١٢/١١٢)

لا الہ الا اللہ افضل ذکر ہے

۱۴۳۷. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۴۳۷) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء ان دعوة المسلم مستجابة .

شرح حدیث: کلمہ توحید افضل ترین کلام ہے کیونکہ اس میں اللہ کی وحدانیت کا ثبوت اور شرکاء کی نفی ہے یہ ان تمام کلاموں میں افضل ترین کلام ہے جو انبیاء علیہ السلام فرماتے اور جو ہر پیغمبر اور رسول کی زبان پر جاری ہوتے، اس علم کے نیچے انہوں نے جہاد کیا اور اسی کے راستے میں وہ شہید کیے گئے اور کلمہ کلید جنت اور جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے۔

امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ میں ایسی روحانی تاثیر ہے کہ اس سے انسان کے دل کی تہوں میں چھپے ہوئے بت بھی گر

پڑتے ہیں اور بندہ کا دل شرک کی آلودگیوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ افرایت من اتخذ الٰھه هواه (کیا تو نے دیکھا اس شخص کو جس نے خواہش نفس کو اپنا الہ بنالیا) کیونکہ لا الہ کہنے سے ہر الہ کی نفی ہو جاتی ہے خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی اور الا اللہ کہنے سے اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کا اثبات اور اس کی وحدانیت کا اقرار ہو جاتا ہے۔ (روضة المتقين : ۴۱۷/۳. دليل الفالحين : ۲۰۹/۴)

زبان ہمیشہ ذکر سے تر رکھی جائے

۱۴۳۸. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ شَرَآئِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَأَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ : "لَايَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۱۴۳۸) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے تو احکام اسلام زیادہ معلوم ہوتے ہیں آپ ﷺ مجھے کوئی ایسی بات بتلا دیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں۔ فرمایا کہ تیری زبان ہر وقت اللہ کی یاد سے تر رہنی چاہیے۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب فضل الذکر.

کلمات حدیث: شرائع الاسلام : اسلام کے احکام، واجبات اور مستحبات تمام احکام۔ أتشبث به : جسے میں مضبوطی سے تھام لوں، جسے میں اچھی طرح پکڑ لوں۔

شرح حدیث: ایک شخص نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ احکام اسلام مجھ پر غالب آ گئے اور میں ان سب کی تکمیل سے مغلوب ہو گیا ہوں۔ آپ مجھے ایک ایسا حکم بتا دیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں تاکہ وہ مجھے کثرت نوافل سے مستغنی کر دیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت یاد الٰہی سے تر رہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زبان کے تر رہنے سے مراد یہ ہے کہ ذکر الٰہی پر مشتمل کلمات ہمہ وقت زبان پر جاری رہیں اور کبھی ذکر کا سلسلہ منقطع نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾

"تم ہرگز نہ مرنا مگر یہ کہ تم مسلم ہو" (دليل الفالحين ۲۱۰/۴. روضة المتقين ۴۱۸/۳)

ذکر سے جنت میں درخت اُگتا ہے

۱۴۳۹. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ قَالَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۱۴۳۹) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سبحان اللہ وبحمدہ کہا اس کے لیے جنت میں کھجور کا درخت لگا دیا جائے گا۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اسراء ومعراج کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت میں ایسے باغات ہیں جن میں ''سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ'' سے شجر کاری کی جاتی ہے۔ اور اس حدیث میں فرمایا کہ سبحان اللہ وبحمدہ کہنے سے جنت میں کھجور کا درخت اگ جاتا ہے۔ خواہ فی الواقع کھجور کا درخت پیدا ہو جاتا ہو اور خواہ مراد یہ ہو کہ جنتی کو اس کے میوے سے لذت حاصل ہوگا۔ (دليل الفالحين ٤/٢٠٩)

جنت میں باغات لگائیں

۱۴۴۰۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقِيْتُ إِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَقْرِئْ أُمَّتَكَ مِنِّيَ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ، عَذْبَةُ الْمَآءِ وَأَنَّهَا قِيْعَانٌ وَأَنَّ غِرَاسَهَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۱۴۴۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح حسن حدیث مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ انہوں نے فرمایا اے محمد ﷺ اپنی امت کو میرا سلام کہہ دیجئے اور انہیں بتلا دیجیے کہ جنت کی زمین بہت عمدہ ہے اس کا پانی شیریں ہے اور وہ چٹیل میدان ہے۔ اس کے درخت سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذي، ابواب الدعوات، باب غراس الجنة سبحان الله .

کلمات حدیث: قيعان : قاع کی جمع ہے۔ جس کے معنی میدان کے ہیں۔

شرح حدیث: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے توسط تمام امت محمدیہ کو سلام کہلایا اور فرمایا کہ جنت میدان ہے جس کی مٹی بڑی پاکیزہ اور پاک ہے کہ یہ مٹی مشک اور زعفران کی ہے اور یہاں کا پانی بڑا عمدہ اور پاکیزہ ہے۔ زمین کے ان قطعات میں اللہ کے نزدیک بندے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کے باغات اگاتے ہیں، اور یہی وہ باقیات صالحات ہیں جن کے بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ باقیات صالحات کی خوب کثرت کرو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ یہ باقیات صالحات کیا ہیں۔ فرمایا تکبیر تہلیل تسبیح اور تحمید اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

جنت کی وسعتیں زمین اور آسمان کے برابر ہیں وہاں گھنے درخت ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جنت میں ہر جگہ درخت اور نہریں ہیں لیکن اس کے ساتھ کچھ قطعات خالی ہیں جن کا وصف اس حدیث میں بیان ہوا۔ یہ اس لیے چھوڑے

گئے ہیں کہ اللہ کے نیک بندے ان میں اعمال صالحہ کی کاشت کریں اور خاص طور پر ان کلمات کو پڑھیں جن کی اس حدیث مبارک میں تعلیم دی گئی ہے۔ (تحفة الاحوذی : ۹/۳۹۸)

ذکر اللہ بہترین اعمال میں سے ہے

۱۴۴۱۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ، وَاَزْکَاهَا عِنْدَمَلِیْکِکُمْ، وَاَرْفَعِهَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ، وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ؟" قَالُوْا: بَلٰی، قَالَ : "ذِکْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، قَالَ الْحَاکِمُ اَبُوْعَبْدُاللّٰهِ : اِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ.

(۱۴۴۱) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے اعمال میں سے اچھا سب سے بہتر عمل بتلادوں جو تمہارے مالک کے نزدیک سب سے پاکیزہ تمہارے درجات میں سب سے زیادہ اضافہ کرنے والا، تمہارے لیے اللہ کی راہ میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی بہتر اور اس سے بھی خوب تر کہ تم اپنے دشمن سے مقابلہ کرو اور تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور بتلائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ عمل اللہ کی یاد ہے۔ (ترمذی، حاکم ابوعبداللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے)

تخریج حدیث: الحامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب خیر الاعمال.

کلمات حدیث: ازکاھا : سب سے زیادہ پاکیزہ۔ ملیککم :تمہارے مالک تمہارے بادشاہ۔

شرح حدیث: علامہ عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آخرت میں اعمال کی جزا اور ثواب کا مدار دنیا میں ان اعمال کی جسامت اور بڑائی پر نہیں ہے کہ دنیا میں اس عمل کو کرنے میں انسان کو کس قدر زحمت اور مشقت پیش آتی ہے اور وہ کس قدر وقت اور توانائی اس کی انجام دہی میں صرف کرتا ہے بلکہ مدار عمل کرنے والے کی حسن نیت اور اخلاص پر اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور قبولیت پر ہے۔ آخرت میں اعمال کی جزا اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اس کی مشیت سے وابستہ ہے نیز یہ کہ حدیث مبارک میں ذکر اللہ سے مراد ذکر کامل ہے یعنی وہ ذکر جس پر آدمی ایمان ویقین کے ساتھ زندگی بھر مداومت اختیار کرے اور ہر وقت اور ہر گھڑی زبان ذکر اللہ سے تر رہے اور یہ ذکر ذکر لسانی بھی ہو ذکر قلبی بھی ہو اور اللہ تعالیٰ کے کے تمام احکام پر عمل کے ساتھ ہو اور ہر سانس کی آمد ورفت اللہ کے ذکر کے ساتھ ہو ظاہر ہے کہ اگر ایسا ہو تو ذکر ہی افضل اعمال ہے۔ (روضة المتقین : ۳/۴۲۰، دلیل الفالحین : ۴/۲۱۲)

آسان اور بہترین ذکر

۱۴۴۲۔ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

عَلٰی امْرَاَةٍ وَبَیْنَ یَدَیْهَا نَوًی. اَوْحَصًی، تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ : "اُخْبِرُکِ بِمَا هُوَ اَیْسَرُ عَلَیْکِ مِنْ هٰذَا. اَوْاَفْضَلُ" فَقَالَ : "سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَاخَلَقَ فِی السَّمَآءِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَاخَلَقَ فِی الْاَرْضِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَابَیْنَ ذٰلِکَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَاهُوَ خَالِقٌ، وَاللّٰهُ اَکْبَرُ مِثْلَ ذٰلِکَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِکَ، وَلَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِکَ، وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِکَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

(۱۴۴۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی خاتون کے پاس آئے دیکھا کہ ان کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں پڑی ہیں اور وہ ان پر تسبیح پڑھ رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلا دوں جو تمہارے لیے اس سے آسان تر یا اس سے افضل ہو۔ پھر فرمایا کہ تم یہ پڑھو: " سبحان الله عدد ماخلق فی السماء و سبحان الله عدد ما خلق فی الأرض و سبحان الله عدد ماهو بین ذلك۔ سبحان الله عددماهو خالق و الله اکبر مثل ذلك والحمد الله مثل ذلك ولا اله الا الله مثل ذلك ولا حول ولا قوة الا بالله مثل ذلك " (اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں آسمانوں میں اس کی مخلوقات کی تعداد کے مطابق اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں زمین میں اس کی مخلوقات کی تعداد کے مطابق اور اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس کی مخلوقات کے تعداد کے مطابق جو زمین و آسمان کے درمیان ہیں اور پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس کی ان مخلوقات کی تعداد کے مطابق جو وہ آئندہ پیدا کرنے والا ہے۔) اور اللہ اکبر بھی اسی طرح اور الحمد اللہ بھی اسی طرح اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ بھی اسی طرح۔ (یعنی اسی طرح پڑھنا چاہیے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب دعاء النبی ﷺ و تعوذه دبر کل صلاة.

کلمات حدیث: نویٰ : نواة کی جمع۔ کھجور کی گٹھلی۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے کسی خاتون کو جو غالباً حضرت صفیہ بنت حیی تھیں یا حضرت جویریہ تھیں، دیکھا کہ کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں سامنے پھیلی ہوئی ہیں اور وہ ان پر تسبیح پڑھ رہی ہیں آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں اس سے افضل اور اس سے آسان تسبیح بتا تا ہوں تم کہا کرو سبحان اللہ اس تعداد کے مطابق جس تعداد میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا ہے۔ کہ فرشتے اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کی تعداد کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔ وما یعلم جنود ربک الاھو۔ اور تیرے رب کے لشکروں کی تعداد اس کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسراء اور معراج کی طویل حدیث میں مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبۃ اللہ کی دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہوتے تھے اور ستر ہزار فرشتے روزانہ کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہیں اور وہ پھر دوبارہ نہیں آتے۔

غرض ان کلمات طیبات میں سے ہر کلمہ کو اس طرح کہا جائے کہ مثلاً سبحان اللہ اس تعداد کے مطابق جو اللہ نے آسمان میں مخلوقات پیدا فرمائی ہیں، اس تعداد کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے زمین میں مخلوقات پیدا فرمائی ہیں اس تعداد کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان پیدا فرمائی ہیں اور اس تعداد کے مطابق جو اللہ تعالیٰ پیدا فرمانے والا ہے۔ امام طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ وہ تمام

مخلوقات جو اللہ پیدا فرما چکا ہے اور جو آئندہ پیدا فرمائے گا ان سب کی تعداد کے مطابق سبحان اللہ۔ اسی تعداد کے مطابق الحمد اللہ، اسی تعداد کے مطابق لا الہ الا اللہ اور اسی تعداد کے مطابق، اللہ اکبر اور اسی تعداد کے مطابق لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

(دليل الفالحين : ٤/٢١٣۔ روضة الصالحين : ٣/٤٢١۔ تحفة الاحوذی : ١٠/١٨)

لاحول ولاقوۃ جنت کا خزانہ ہے

۱۴۴۳۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : "اَلاَ اَدُلُّکَ عَلٰی کَنْزٍ مِنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ؟" فَقُلْتُ: بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" قَالَ : "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

(۱۴۴۳) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے پر مطلع نہ کردوں میں نے عرض کیا کہ ضرور یارسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب قول لا حول و لا قوة الا بالله . صحيح مسلم، كتاب الدعاء والذكر، باب استحباب خفض الصوت بالذكر.

کلمات حدیث: کنز : خزانہ، مدفون مال۔ مقصود جنت کی نعمتیں اور درجات بلند جمع كنوز.

شرح حدیث: لاحول ولاقوۃ الا باللہ ایک کنز نفیس ہے جو لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ اور مستور نعمتوں کا بیش بہا خزانہ ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کلمہ کے کہنے کے صلے میں ملنے والی نعمتوں اور بیش بہا اجر و ثواب کے خزانوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کلمہ تسلیم و رضا کا ایک انتہائی بلیغ اظہار ہے اور ایک بہت ہی لطیف اسلوب ہے کہ بندہ اپنے رب کے حضور میں عرض کرے کہ اے میرے رب میرے اندر کوئی قوت نہیں ہے نہ کوئی ہمت و استطاعت ہے میں بالکل بے حیلہ اور بے سہارا اور بے بس ہوں۔ میں نہ کوئی برائی اپنے آپ سے دور کرسکتا ہوں اور نہ کوئی خیر حاصل کرسکتا ہوں میرا ہر امر اور میرا ہر معاملہ تیرے سپرد ہے اور تیری مشئیت کے تابع ہے اس لیے میں تجھ ہی سے ہر خیر کا طلب گار اور تجھ ہی خواستگار ہوں کہ مجھ سے ہر شر اور برائی کو دور فرمادے۔

(فتح الباری : ٣/٣٢٧۔ شرح صحيح مسلم للنووی : ١٧/٢٠۔ روضة المتقين : ٣/٤٢٢۔ دليل الفالحين : ٤/٢١٤)

البَابُ (۲۴۵)

بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ قَائِمًا وَّقَاعِدًا وَّمُضْطَجِعًا مُحْدِثًا وَّجُنُبًا وَّحَائِضًا إِلَّا الْقُرْاٰنَ فَلَا يَحِلُّ لِجُنُبٍ وَّلَا حَائِضٍ

اللہ کا ذکر ہر حالت میں کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے لیٹے ہوئے اور وضو ہونے کی صورت میں اور جنبی اور حائضہ ہونے کی حالت میں سوائے تلاوت قرآن کریم کہ وہ جنبی اور حائضہ کے لیے جائز نہیں ہے

۳۱۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ لَءَايَٰتٍ لِّأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ ۝١٩٠ ٱلَّذِينَ يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ قِيَٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ ﴾

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ: لَاٰيَاتٍ لِّاُوْلِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا، وَّقُعُوْدًا، وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے ادل بدل کر آنے جانے میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں وہ جو کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر ہوتے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں۔'' (آل عمران: ۱۹۰)

تفسیری نکات: آسمانوں کی تخلیق اور زمین کی اور ان کے درمیان کائنات کی تخلیق میں جو عجائب قدرت پنہاں ہیں اور رات دن کے آنے جانے اور ان کی ہر حکمت آمد ورفت خالق کے وجود اور اس کے کمال قدرت ارادہ اور حکمت کے ثبوت کی کھلی ہوئی دلیلیں موجود ہیں ان لوگوں کے جاننے اور ماننے کے لیے جن کی فہم ودانش توہمات سے پاک اور شیطانی وسوسوں سے منزہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ افسوس ہے اس پر جو یہ آیت پڑھتا ہے اور اس پر غور نہیں کرتا۔

یعنی وہ اہل فکر ودانش جو زمین وآسمان کی پیدائش اور ان کے عجیب وغریب احوال وروابط اور دن ورات کے مضبوط اور محکم نظام میں غور کرتا ہے اور اس کو یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا مرتب ومنظم سلسلہ ضرور کسی ایک مختار کل اور قادر مطلق فرماں روا کے ہاتھ میں ہے جس نے اپنی عظیم قدرت واختیار سے ہر چھوٹی بڑی مخلوق کو اپنے قانون اور ضابطہ کا پابند بنایا ہوا ہے تو وہ کسی حال اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے اس کی یاد ان کے دل میں اور زبان پر ہمہ وقت جاری رہتی ہے اور وہ اٹھتے بیٹھتے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے غرض ہر حالت میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ (تفسیر مظہری، تفسیر عثمانی)

رسول اللہ ﷺ ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے تھے

۱۴۴۴. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى

عَلیٰ کُلِّ اَحْیَانِہ، رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۴۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کو یاد کیا کرتے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب ذکر اللہ تعالیٰ فی حال حیاتہ .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ ہر حالت میں اور ہر وقت اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ بندہ ہر حالت میں اللہ کا ذکر کر سکتا ہے یعنی سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر جیسے کلمات کہہ سکتا ہے۔ البتہ جمہور فقہاء کے نزدیک حالت جنابت اور حالت حیض میں تلاوت قرآن کی ممانعت ہے حتی کہ اگر بسم اللہ اور الحمد للہ کہنے میں بھی ارادہ قرآن کریم کا ہو تو بھی ممنوع ہے اسی طرح بول و براز کی حالت میں اور حالت جماع میں ممنوع ہے لیکن بارادۂ ذکر غسل کے وقت بسم اللہ کہنا مستحب ہے۔ جو شخص قضاء حاجت کے لیے بیٹھا ہو اس کے لیے بطور ذکر بھی تسبیح یا تحمید وغیرہ مکروہ ہے، بلکہ سلام کا جواب بھی نہ دے اور نہ اذان کے کلمات دہرائے، نہ چھینک آنے پر الحمد للہ کہے، نیز قضائے حاجت کے وقت ہر طرح کا کلام مکروہ ہے الا یہ کہ کوئی شدید ضرورت ہو مثلاً کسی انسان کے قریب سانپ آ گیا ہو تو اسے مطلع کرنا ضروری ہے۔

(تحفۃ الاحوذی : ۳۰۳/۹۔ روضۃ المتقین : ۴۲۳/۳)

ہمبستری کے وقت کی دعاء

۱۴۴۵ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا اَتٰی اَھْلَہٗ قَالَ : بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا، فَقُضِیَ بَیْنَھُمَا وَلَدٌ لَمْ یَضُرَّہٗ " مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۱۴۴۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے: بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان مارزقتنا (اللہ کے نام کے ساتھ۔ اے اللہ شیطان کو ہم سے دور کر دے اور جو اولاد ہمیں عطا کرے اس سے بھی شیطان کو دور رکھ)۔ اگر اللہ نے ان کے درمیان اولاد مقدر کی ہے تو شیطان کبھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس. صحیح مسلم، کتاب النکاح باب مایستحب ان یقولہ عندالجماع.

شرح حدیث: اپنے اہل خانہ کی قربت سے پہلے یہ دعا پڑھ لینی چاہئے تا کہ دونوں میاں بیوی اور ان کے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے جو اولاد لکھی ہے سب شیطان کی مضرتوں سے اور اس کے شر سے محفوظ رہیں۔ (فتح الباری : ۳۲۲/۱۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۶/۱۰)

البَابُ (٢٤٦)

بَابُ مَايَقُولُه' عِنْدَ نَوْمِهِ وَاسْتِيْقَاظِهِ
بیدار ہونے اور سونے کے وقت کی دعائیں

۱۴۴۶۔ وَعَنْ حُذَيْفَةَ، وَاَبِىْ ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ : "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيَا وَاَمُوْتُ" وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ : "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۴۴۶) حضرت ابوذر اور حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ جب استراحت فرماہوتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

"باسمک اللهم أموت وأحيا."

"اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں۔"

اور جب آپ بیدار ہوتے تو یہ فرماتے:

"الحمدالله الذی احیا نا بعد ما أما تنا والیه النشور ."

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف سب کو اکھٹا ہونا ہے۔" (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب مایقوله اذانام .

کلمات حدیث: والیه النشور : روز قیامت مردوں کا دوبارہ زندہ ہونا اور ایک جگہ اکھٹا ہونا۔

شرح حدیث: علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نیند اور موت دونوں حالتوں میں روح بدن سے چلی جاتی ہے اور اس کا تعلق منقطع ہوجاتا ہے۔ نیند میں یہ انقطاع عارضی اور وقتی ہوتا ہے جبکہ موت میں دائمی اور ابدی، اور نیند میں روح کا انقطاع کامل نہیں ہوتا کیونکہ اسے پھر واپس آنا ہے اس لیے ایک گونہ تعلق برقرار رہتا ہے۔ جبکہ موت میں روح کا بدن سے انقطاع کامل ہوتا ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سونے کے وقت آدمی کی روح نکل جاتی ہے صرف ایک شعاع سی اس کے جسم میں باقی رہ جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سونے کے وقت بدن سے روح نکلنے سے مراد یہ ہے کہ عالم ملکوت میں روح عالم مثال کے مطالعہ کی جانب متوجہ ہوجاتی ہے اور عالم مثال بدن سے باہر ہے اور بدن کے اندر روح کی شعاع باقی رہنے سے یہ مراد ہے کہ حسب سابق بدن سے روح کا تعلق باقی رہتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ

وَيُرْسِلُ ٱلْأُخْرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾

''اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو ان کے مرنے کے وقت اور ان جانوں کو جو مرتی نہیں قبض کر لیتا ہے سونے کی حالت میں پھر ان جانوں کو روک لیتا ہے جن کی موت کا حکم دے چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعادِ معین تک کے لیے واپس کر دیتا ہے۔'' (الزمر: ۴۲)

قرآن کریم کے اس ارشاد سے یہ امر واضح ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نیند کی حالت میں بھی جان قبض فرما لیتے ہیں جان کے قبض کر لینے کی دو صورتیں ہیں، ایک دائمی اور ابدی قبض جس میں بدن اور روح کا تعلق دائمی طور پر منقطع ہو جاتا ہے اور دوسرے وقتی قبض جس میں بدن اور روح کا ایک درجے میں تعلق باقی رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس روح کو بدن میں واپس فرما دیتا ہے اور یہ نیند کی حالت ہے۔

غرض قرآن کریم نے بھی نیند کو اور حالت نوم کو موت کہا ہے اور کلام نبوت ﷺ میں بھی موت کہا گیا ہے اور اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے امت کو تعلیم فرمائی کہ سونے کے وقت یہ کہیں کہ اے اللہ میں تیرے نام کے ساتھ مرتا اور جیتا ہوں۔ یعنی میری زندگی اور موت تیرے ہی قبضے میں ہے۔ اور بیدار ہونے کے وقت کہے کہ تمام محامد اور ہر طرح کی ثنا اللہ ہی کے لیے ہے۔ جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ فرمایا اور سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ (فتح الباری: ۲۹۸/۳۔ تحفۃ الاحوذی: ۳۳۸/۹۔ تفسیر مظہری)

البَاب (۲٤۷)

بَابُ فَضْلِ حِلَقِ الذِّكْرِ وَالنُّدْبِ اِلٰى مُلَازِمَتِهَا وَالنَّهْىِ عَنْ مُفَارَقَتِهَا لِغَيْرِ عُذْرٍ

حلقہ ذکر کی فضیلت اس میں شرکت کا استحباب اور بغیر عذر ترک کردینے کی ممانعت

۳۱۵. قَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ باندھے رکھ جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضامندی کے ارادے سے اور تیری آنکھیں ان سے تجاوز نہ کریں۔'' (الکہف:۲۸)

تفسیری نکات: اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے آپ کو قائم رکھو جمائے رکھو ان لوگوں کے ساتھ جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں دعاء اور ذکر کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد صرف اپنے رب کی خوشنودی کا حصول ہوتا ہے کوئی اور غرض نہیں ہوتی اس لیے دنیاوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ ﷺ کی توجہ غریب مسلمانوں سے نہ ہٹنے پائے یعنی دولت مندوں کے ساتھ بیٹھنے اور مال دار دنیا داروں کی مصاحبت اختیار کرنے کے لیے تم ہمہ وقت اللہ کا ذکر کرنے والے نادار لوگوں سے آنکھیں پھیرلو۔ ایسا نہ کرو۔

بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مذکورہ آیت عیینہ بن حصن فزاری کے بارے میں نازل ہوئی وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کی مجلس میں کچھ فقراء صحابہ تشریف فرما تھے اس نے آپ ﷺ سے کہا کہ ہمیں آپ ﷺ کے پاس بیٹھنے سے ان لوگوں کی موجودگی روکتی ہے اگر آپ ﷺ ان کو ہٹادیں تو ہم آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک تمام امت کے لیے تعلیم عام ہے کہ صلحاء اور اولیاء کی مجالس میں بیٹھنا چاہیے اور ارباب دنیا کی مجلس میں بیٹھنے سے گریز کرنا چاہیے کہ اہل دنیا کی مجلس میں بیٹھنے سے دل میں دنیا کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اولیاء اور صلحاء کی مجلس میں بیٹھنے سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پیدا ہوتی اور بڑھتی ہے اور اعمال صالحہ کی جانب راغب کرتی ہے۔ (تفسیر مظھری ۔ تفسیر عثمانی)

مجالسِ ذکر کے بارے میں فرشتوں کا اللہ تعالیٰ سے مکالمہ

۱۴۴۷. وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالىٰ مَلَآئِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِى الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَنَادَوْ : هَلُمُّوْا اِلىٰ حَاجَتِكُمْ، فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا، فَيَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ. وَهُوَ اَعْلَمُ. : مَايَقُوْلُ عِبَادِىْ ؟ قَالَ : يَقُوْلُوْنَ : يُسَبِّحُوْنَکَ، وَيُكَبِّرُوْنَکَ، وَيَحْمَدُوْنَکَ، وَيُمَجِّدُوْنَکَ فَيَقُوْلُ : هَلْ

رَاَوْنِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ : لَاوَاللّٰہِ مَارَاَوْکَ. فَیَقُوْلُ : کَیْفَ لَوْرَاَوْنِیْ؟ قَالَ : یَقُوْلُوْنَ لَوْرَاَوْکَ کَانُوْا اَشَدَّ لَکَ عِبَادَۃً، وَاَشَدَّ لَکَ تَمْجِیْدًا وَاَکْثَرَ لَکَ تَسْبِیْحًا فَیَقُوْلُ : فَمَاذَا یَسْأَلُوْنَ؟ قَالَ : یَقُوْلُوْنَ : یَسْأَلُوْنَکَ الْجَنَّۃَ. قَالَ : یَقُوْلُ : وَھَلْ رَاَوْھَا؟ قَالَ : یَقُوْلُوْنَ لَاوَاللّٰہِ یَارَبِّ مَارَاَوْھَا قَالَ یَقُوْلُ : فَکَیْفَ لَوْ رَاَوْھَا؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ : لَوْاَنَّھُمْ رَاَوْھَا کَانُوْا اَشَدَّ عَلَیْھَا حِرْصًا، وَاَشَدَّ لَھَا طَلَبًا، وَاَعْظَمَ فِیْھَا رَغْبَۃً. قَالَ: فَمِمَّ یَتَعَوَّذُوْنَ؟ قَالَ یَتَعَوَّذُوْنَ مِنَ النَّارِ، قَالَ : فَیَقُوْلُ وَھَلْ رَاَوْھَا؟ قَالَ : یَقُوْلُوْنَ : لَاوَاللّٰہِ مَارَاَوْھَا. فَیَقُوْلُ : کَیْفَ لَوْرَاَوْھَا؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ : لَوْرَاَوْھَا کَانُوْا اَشَدَّ مِنْھَا فِرَارًا، وَاَشَدَّ لَھَا مَخَافَۃً. قَالَ : فَیَقُوْلُ: فَاُشْھِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھُمْ قَالَ : یَقُوْلُ مَلَکٌ مِنَ الْمَلَآئِکَۃِ: فِیْھِمْ فُلَانٌ لَیْسَ مِنْھُمْ اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَۃٍ قَالَ : ھُمُ الْجُلَسَآءُ لَایَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً سَیَّارَۃً فُضَلًا یَتَتَبَّعُوْنَ مَجَالِسَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِیْہِ ذِکْرٌ قَعَدُوْا مَعَھُمْ، وَحَفَّ بَعْضُھُمْ بَعْضًا بِاَجْنِحَتِھِمْ حَتّٰی یَمْلَؤُا مَابَیْنَھُمْ وَبَیْنَ السَّمَآءِ الدُّنْیَا، فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا اِلَی السَّمَآءِ فَیَسْاَلُھُمُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ. وَھُوَ اَعْلَمُ مِنْ اَیْنَ جِئْتُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَکَ فِی الْاَرْضِ : یُسَبِّحُوْنَکَ، وَیُکَبِّرُوْنَکَ، وَیُھَلِّلُوْنَکَ، وَیَحْمَدُوْنَکَ وَیَسْأَلُوْنَکَ. قَالَ : وَمَاذَا یَسْئَلُوْنِیْ؟ قَالُوْا : یَسْأَلُوْنَکَ جَنَّتَکَ. قَالَ : وَھَلْ رَاَوْا جَنَّتِیْ؟ قَالُوْا لَااَیْ رَبِّ : قَالَ فَکَیْفَ لَوْرَاَوْجَنَّتِیْ؟ قَالُوْا: وَیَسْتَجِیْرُوْنَکَ قَالَ : وَمِمَّ یَسْتَجِیْرُوْنِیْ؟ قَالُوْا : مِنْ نَارِکَ یَارَبِّ. قَالَ : وَھَلْ رَاَوْا نَارِیْ؟ قَالُوْا : لَا، قَالَ : فَکَیْفَ لَوْرَاَوْا نَارِیْ؟ قَالُوْا : وَیَسْتَغْفِرُوْنَکَ؟ فَیَقُوْلُ : قَدْ غَفَرْتُ لَھُمْ، وَاَعْطَیْتُھُمْ مَاسَاَلُوْا، وَاَجَرْتُھُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا. قَالَ : یَقُوْلُوْنَ : رَبِّ فِیْھِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ اِنَّمَا مَرَّفَجَلَسَ مَعَھُمْ. فَیَقُوْلُ : وَلَہٗ غَفَرْتُ، ھُمُ الْقَوْمُ لَایَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ"

(۱۴۴۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو اللہ کا ذکر کرنے والوں کی تلاش میں راستوں میں گھومتے ہیں جب کسی ایسی جماعت کو پاتے ہیں جو اللہ کے ذکر میں مصروف ہو تو آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آ ؤ تمہارا مطلوب یہاں موجود ہے اور وہ آسمان دنیا تک ان لوگوں کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ ان کا رب ان سے پوچھتا ہے کہ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے، فرشتے کہتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی تسبیح، تکبیر تحمید اور تمجید میں مصروف تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ نہیں اللہ کی قسم انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو اس سے بھی زیادہ تیری عبادت کریں اس سے بھی زیادہ تیری بزرگی بیان کریں اور اس سے بھی زیادہ تیری تسبیح

کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کیا مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ آپ سے جنت مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں اللہ کی قسم اے رب انہوں نے جنت نہیں دیکھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو اس کے لیے ان کی حرص اور طلب اور بڑھ جائے۔ اور ان کی رغبت میں مزید اضافہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت کی آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے۔ فرشتے فرماتے ہیں کہ نہیں اللہ کی قسم انہوں نے اسے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہو۔ فرمایا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس سے زیادہ دور بھاگیں اور اس سے بہت زیادہ ڈریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں معاف کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ ان لوگوں میں ایک شخص اور بھی تھا جو ان میں سے نہیں تھا بلکہ اپنی کسی ضرورت کے لیے آیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ایسے ہم نشیں ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو حفاظت کرنے والے فرشتوں کے علاوہ ہیں اور گھوم پھر کر ذکر کی مجالس تلاش کرتے ہیں جب وہ ذکر کی کوئی مجلس پا لیتے ہیں تو اس میں ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور ان کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے سامنے اور آسمان و زمین کے درمیان جگہ کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ جب یہ لوگ منتشر ہو جاتے ہیں تو یہ فرشتے آسمان کی جانب چڑھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ حالانکہ وہ بخوبی واقف ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین میں تیری تسبیح اور بڑائی وحدانیت عظمت اور حمد و ثناء بیان کر رہے تھے اور تجھ سے سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ وہ مجھ سے کیا سوال کر رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں نہیں اے رب۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر میری جنت دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھ سے پناہ مانگ رہے تھے اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ وہ کس چیز سے پناہ طلب کر رہے تھے وہ کہتے ہیں کہ اے رب تیری جہنم سے۔ اللہ تعالیٰ دریافت کرتے ہیں کیا انہوں نے میری جہنم کو دیکھا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں دیکھا تو نہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ میرے جہنم کو دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ اس سے زیادہ پناہ مانگے اور فرشتے عرض کرتے ہیں وہ آپ سے مغفرت طلب کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں معاف کیا اور جو انہوں نے مانگا وہ انہیں دیدیا اور جس سے انہوں نے پناہ طلب کی میں نے پناہ دیدی۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے رب ان میں فلاں خطا کار بندہ بھی وہاں سے گزر رہا تھا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے بھی معاف کیا۔ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم

نہیں رہتا۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر الله عزوجل . صحیح مسلم، کتاب الدعوات، باب فضل مجالس الذکر .

کلمات حدیث: یلتمسون : تلاش کرتے ہیں، جستجو کرتے ہیں۔ التماس (باب افتعال) تلاش کرنا، طلب کرنا۔ لمس لمساً (باب فتح) چھونا۔ تنادوا: ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں۔ ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ یتعوذون: پناہ طلب کرتے ہیں۔ عوذ تعوذاً (باب تفعل) پناہ مانگنا، پناہ چاہنا۔ سیارۃ : سیار کا مؤنث۔ بہت چلنے والا۔ سار سراً (باب ضرب) چلنا، سفر کرنا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی تعداد اور ان کی کثرت کا کسی کو علم نہیں ہے صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ ان کی تعداد کتنی ہے؟

﴿ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ﴾

''اور آپ کے رب کے لشکروں کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

فرشتوں کی کثرت کا اندازہ اس حدیث مبارک سے کیا جا سکتا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ستر ہزار فرشتے روزانہ کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہیں اور ان کا پھر دوبارہ نمبر نہیں آتا۔ فرشتے اللہ کے حکم سے متعدد امور اور فرائض انجام دیتے ہیں ان میں سے کچھ فرشتے انسان کے جملہ اعمال لکھتے رہتے ہیں انہیں الکرام الکاتبون کہتے ہیں کچھ فرشتے اللہ کے بندوں کی حفاظت پر مامور ہیں جنہیں حفظہ کہا جاتا ہے، بعض فرشتے ہیں جو ان اللہ کے بندوں کی جستجو میں گھومتے ہیں جو اللہ کی یاد اور اس کے ذکر میں مشغول ہوں۔ یہ فرشتے ان مجالس ذکر کی تفصیل اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نہ صرف مجالس ذکر میں شرکت کرنے والوں کی بلکہ ان کے ساتھ بیٹھنے والوں کی بھی معافی کا اعلان فرماتے ہیں۔

حدیث مبارک میں ذکر کی فضیلت اور ذکر کرنے والوں کے عظیم رتبے اور اعلیٰ درجات کا بیان ہوا ہے اور اس امر کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ اہل ذکر کی مجلس میں بیٹھنے والے بھی محروم نہیں رہتے بلکہ جس انعام واکرام سے اہل ذکر سرفراز ہوتے ہیں وہی انعام واکرام شرکاء مجلس کے بھی حصے میں آتا ہے۔ فرشتے سراپا خیر ہیں اس لیے وہ بھی اہل خیر سے اور اہل ذکر سے محبت رکھتے ہیں اور اسی لیے وہ ذکر کی مجلس سے اس قدر مسرور ہوتے ہیں کہ مجلس ذکر سے اوپر آسمان تک ساری فضا میں بھر جاتے ہیں۔ اور جب مجلس ذکر ختم ہو جاتی ہے تو اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو کر اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

ذکر کی مجالس عام ہیں

علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں اہل الذکر کو عمومی معنی میں لیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں نماز قرأت قرآن، تلاوت حدیث، تدریس علوم بھی شامل ہیں۔ جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عسقلانی رحمہ اللہ نے اہل الذکر کے ظاہری الفاظ کے پیش نظر فرمایا ہے کہ اس سے ذکر اللہ کی وہ مجالس مراد ہیں جو اللہ کی تسبیح وتکبیر تلاوت قرآن اور دین اور دنیا کی خیر کی دعاؤں پر مشتمل ہوں۔

(فتح الباری : ۳/۳۳۶۔ عمدۃ القاری : ۲۳/۴۰۔ ارشاد الساری : ۱۳/۴۰۵۔ تحفۃ الاحوذی : ۱۰/۱۰۔ شرح

صحیح مسلم للنووی : ۱۷/ ۱۲)

ذاکرین کا تذکرہ فرشتوں کی مجلس میں

۱۴۴۸ . وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "لَایَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّاحَفَّتْهُمُ الْمَلَآئِکَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ، وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَه" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۴۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو جماعت اللہ کے ذکر کے لیے بیٹھتی ہے تو فرشتے آ کر اسے گھیر لیتے ہیں رحمت الٰہی ان پر سایہ فگن ہو جاتی ہے اوران پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا اپنی مجلس میں موجود حاضرین سے ذکر فرماتے ہیں۔

(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر .

کلمات حدیث: حفتهم الملائكة : فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں۔ غشیتهم الرحمة ء رحمت الٰہی ان کو ڈھانپ لیتی ہیں۔ نزلت علیهم السکینة : ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔ سکینة : طمانیت اوروقار۔

شرح حدیث: ذکر الٰہی کی مجلس جہاں کہیں برپا ہو فرشتے اسے ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی ہر طرف سے ڈھانپ لیتی ہے اوران پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ملاءِ اعلیٰ میں فرماتے ہیں۔

دین کی مجالس سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے

۱۴۴۹ . وَعَنْ اَبِیْ وَاقِدِ الْحٰرِثِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا هُوَجَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَه، اِذْ اَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَاَقْبَلَ اثْنَانِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ: فَوَقَفَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَرَاٰی فُرْجَةً فِی الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِیْهَا، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَاَمَّا الثَّالِثُ فَاَدْبَرَ ذَاهِبًا. فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَلَااُخْبِرُکُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ:اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰی اِلَی اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْیٰی فَاسْتَحْیَى اللّٰهُ مِنْهُ، وَاَمَّاالْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۴۴۹) حضرت ابو واقد حارث بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ تین افراد آئے ان میں سے دو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ایک چلا گیا، وہ دونوں رسول اللہ

ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے پھر ان میں سے ایک نے حلقہ میں جگہ پائی وہ اس میں بیٹھ گیا اور دوسرا اہل مجلس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اور تیسرا واپس چلا گیا۔ جب رسول کریم ﷺ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں ان تین افراد کے بارے میں بتا دوں، ان میں سے ایک نے رحمت الٰہی میں پناہ لی اللہ نے اسے پناہ دیدی، دوسرے نے حیا اختیار کی اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرمایا اور تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ نے بھی اس سے اعراض کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من قعد حیث ینتھی به المجلس . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب من اتی مجلس فوجد فرجة .

راوی حدیث: حضرت ابو واقد حارث بن عوف لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ بدر میں شرکت فرمائی کسی نے کہا کہ یہ فتح مکہ کے وقت اسلام لائے ابن الاثیر کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ جنگ یرموک میں بھی شرکت فرمائی۔ آپ سے چوبیس احادیث مروی ہیں۔ مختصرا لتلقیح میں ہے کہ صحیحین میں ان کی ۱۲۱ حادیث ہیں جن میں سے ۱ متفق علیہ ہیں ۶۸ھ میں انتقال فرمایا۔ (دلیل الفالحین : ۴/ ۲۲۴)

کلمات حدیث: فرجة : خالی جگہ۔ حلقه : ہر گول شئے جس کے درمیان خالی ہو۔ بیان کرنے والے کے سامنے نیم دائرے کی شکل میں بیٹھے ہوئے لوگ۔ أوى الى الله : اللہ کی طرف آ گیا۔ اللہ کی طرف رجوع کیا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف فرما تھے اور صحابۂ کرام آپ ﷺ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اور آپ ﷺ کے ارشادات سن رہے تھے کہ تین افراد آئے جن میں سے ایک واپس چلا گیا ایک کو حلقہ کے درمیان جگہ ملی وہاں بیٹھ گیا اور تیسرا حلقہ کے پیچھے بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے بیان ختم ہونے کے بعد فرمایا کہ ان میں سے جو شخص چلا گیا اس نے علم نبوت ﷺ سے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض کیا یعنی وہ رحمت الٰہی اور اس کے فضل سے محروم رہا۔ دوسرے نے پناہ ڈھونڈی تو اللہ نے اسے پناہ عطا کر دی یعنی اس نے مجلس ذکر کے حلقہ میں داخل ہونا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اسے داخل فرما لیا اور تیسرے نے حیا اختیار کی اور حلقہ کے پیچھے بیٹھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اسے اپنی رحمت اور فضل سے نوازا۔

(فتح الباری : ۱/ ۲۸۵۔ تحفة الاحوذی : ۷/ ۵۴۰۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۴/ ۱۳۲)

اللہ جل شانہٗ کا ذاکرین کے ذریعہ فخر کرنا

۱۴۵۰. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجَ مُعَاوِیَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰی حَلْقَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ ما اجلسكم قالوا جلسنا نذكر الله فقال : آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاکَ؟ قَالُوْا : مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاکَ، قَالَ : اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ، وَمَا كَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِیْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقَلَّ عَنْهُ حَدِیْثًا مِنِّیْ : اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی حَلْقَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ

فَقَالَ: "مَا اَجْلَسَكُمْ؟" قَالُوْا : جَلَسْنَا نَذْكُرُاللّٰهَ وَنَحْمَدُهٗ عَلٰى مَاهَدَانَا لِلْاِسْلَامِ، وَمَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا. قَالَ! "آللّٰهِ مَااَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ؟" قَالُوْا: آللّٰهِ مَااَجْلَسَنَا اِلَّاذَاكَ. قَالَ : "اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ، وَلٰكِنَّهٗ اَتَانِیْ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰهَ يُبَاهِیْ بِكُمُ الْمَلَآئِكَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۴۵۰) حضرت ابوسعید حذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں ایک حلقہ میں تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کس لیے بیٹھے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ذکر الٰہی کے لیے بیٹھے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم کیا تم اسی لیے بیٹھے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ فی الواقع ہم اسی لیے بیٹھے ہیں۔ اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تم سے حلف کسی تہمت کی بنا پر نہیں لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو رسول اللہ سے مجھ جیسا قرب رکھنے والا ہو اور مجھ سے کم حدیثیں بیان کرنے والا ہو۔ بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ایک حلقہ میں آئے اور آپ ﷺ نے پوچھا کہ کس لیے بیٹھے ہو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اسکی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور ہم پر احسان فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم کیا تم اسی لیے بیٹھے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم ہم فی الواقع اسی لیے بیٹھے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم سے حلف کسی تہمت کی بنا پر نہیں لیا بلکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر.

کلمات حدیث: تهمة لكم : تمہارے اوپر جھوٹ کا شک کرتے ہوئے۔ يباهي بكم الملائكة : اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتے ہیں۔

شرح حدیث: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں ایک حلقہ ذکر دیکھا تو ان سے وجہ دریافت فرمائی اور فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کو رسول اللہ ﷺ سے اس قدر قریب ہو اور اس نے اس قدر کم احادیث روایت کی ہوں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتبین وحی میں سے تھے اور آپ کی ہمشیرہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات میں سے تھیں لیکن اس قرابت اور تعلق کے باوجود آپ ورع تقوی کی بناء پر روایت احادیث میں محتاط تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تم سے قسم اس لیے نہیں لی کہ مجھے تمہارے بارے میں جھوٹ بولنے کا شبہ ہے بلکہ اس لیے کہ اسی طرح سوال رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا جب آپ ﷺ نے مسجد میں اپنے اصحاب کا حلقہ دیکھا تھا اور صحابۂ کرام نے فرمایا تھا کہ ہم ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اور اس بات پر اللہ کی حمد وثناء کر رہے ہیں کہ اس نے ہمارے اوپر احسان فرمایا اور اسلام کی ہدایت سے سرفراز فرمایا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کا اظہار فرما رہے ہیں یعنی تمہاری فضیلت بیان کر رہے ہیں اور تمہارے حسن عمل کا ذکر کر رہے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ۱۹/۱۷. روضة المتقين ۴۳۳/۳. دليل الفالحين ۲۲۶/۴)

البَابُ (۲٤۸)

بَابُ الذِّكْرِ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَالْمَسَآءِ
صبح اور شام کے وقت اللہ کا ذکر

۳۱۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿ وَٱذْكُر رَّبَّكَ فِى نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ ٱلْجَهْرِ مِنَ ٱلْقَوْلِ بِٱلْغُدُوِّ وَٱلْءَاصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ ٱلْغَٰفِلِينَ ۝٢٠٥ ﴾

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ "الْاٰصَالُ" جَمْعُ اَصِيْلٍ وَهُوَ مَابَيْنَ الْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اپنے رب کو اپنے جی میں یاد کرو گڑگڑاتے ہوئے نہ کہ اونچی آواز سے صبح وشام اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔''

(الاعراف:۲۰۵)

اہل لغت کہتے ہیں کہ آصال اصیل کہ جمع ہے اور یہ عصر اور مغرب کا درمیانی وقت ہے۔

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ ذکر اللہ کی اصل روح یہ ہے کہ جو کچھ زبان سے کہے دل سے اس کی طرف دھیان رکھے تاکہ ذکر کا پورا نفع ظاہر ہو اور دل وزبان دونوں اللہ کی یاد میں مشغول ہوں ذکر الٰہی کے وقت دل میں رقت ہونی چاہیئے اور رغبت و رہبت سے اللہ کو پکارے جیسے کوئی ڈرا اور سہا ہوا آدمی عاجزی اور تضرع سے پکارتا ہے۔ذاکر کے لہجے میں آواز میں ہیئت میں تضرع اور خوف کا رنگ محسوس ہونا چاہیے کہ جس کا ذکر کیا جارہا ہے اس کی عظمت وجلال سے آواز کا پست ہونا قدرتی چیز ہے۔ ﴿ وَخَشَعَتِ ٱلْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ﴾ (اور دب جائیںگی آوازیں رحمٰن کے ڈر سے پھر تو نہ سنے گا مگر کھس کھس آواز) اسی لیے زیادہ چلانے سے منع فرمایا گیا ہے۔دہیمی آواز سے سرًا یا جہرًا اللہ کا ذکر کرے اللہ اس کا ذکر کرے گا اور اس سے زیادہ عاشق کی خوش بختی کیا ہوسکتی ہے۔اللہ کی یاد ہر وقت اور ہر گھڑی ضروری ہے مگر بطور خاص صبح وشام میں اس کی یاد سے غفلت نہ کرو۔ (تفسیر عثمانی)

۳۱۷. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ ٱلشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ پاکیزگی بیان کرو سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے قبل۔''(طٰہٰ:۱۳۰)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ صبح وشام کے اوقات اللہ کی حمد وثنا اور اس کے ذکر کے لیے بہت اہم ہیں ان دونوں اوقات میں اللہ کے فرشتے اپنے بندوں کے اعمال لے کر جاتے ہیں اور یہ نماز عبادت اور ذکر کے بہت ہی عمدہ اوقات ہیں۔

(معارف القرآن)

۳۱۸. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ ﴾

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ : اَلْعَشِيُّ مَابَيْنَ زَوَالِ الشَّمْسِ وَغُرُوْبِهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرو۔'' (غافر:۵۵)

اہل لغت کہتے ہیں کہ زوال کے بعد سے رات کا وقت عشی ہے۔

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ ہمیشہ اور ہر وقت اللہ کو یاد کرو اور صبح وشام اپنے رب کی تسبیح اور تحمید کا ورد کرو اور کسی بھی وقت ظاہر و باطن میں اس کی یاد سے غافل نہ ہو۔ اسی سے طلب مغفرت کرو اور اسی کی بارگاہ میں سر جھکاؤ۔ (تفسیر مظھری)

دنیا کا کوئی کام ذکر اللہ سے نہ روکے

۳۱۹. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ﴾ اَلْاٰيَةَ .

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''ان گھروں میں جن کو بنانے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا ذکر کیا جائے وہ اس میں صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں ایسے لوگ ہیں کہ انہیں کاروبار اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔'' (النور:۳۶)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں بیوت سے مراد مسجدیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مسجدیں زمین پر اللہ کے گھر ہیں یہ آسمان والوں کی نظر میں ایسی چمکیلی دکھائی دیتی ہیں جیسے زمین والوں کے لیے ستارے۔ غرض مسجدوں کے بلند کرنے سے ان کو بنانا مراد ہے۔ بغوی رحمہ اللہ نے حضرت بریدہ کا قول نقل کیا ہے کہ چار مسجدیں جنہیں انبیاء کرام علیہ السلام نے بنایا ہے وہ یہاں مراد ہیں یعنی بیت المقدس جسے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا کعبۃ اللہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر فرمایا اور مسجد نبوی اور مسجد قبا کو رسول اللہ ﷺ نے تعمیر فرمایا۔

اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ صبح وشام کی تسبیح سے پانچ فرض نمازیں مراد ہیں اور مسجدوں کی تعمیر انہی پانچ نمازوں کی ادائیگی کے لیے کی جاتی ہے اور فجر کی نماز صبح کی نماز ہے اور باقی چار نمازیں شام کی نمازیں ہیں کہ آصال اصیل کی جمع ہے جو زوال سے رات کا وقت ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ اس آیت کریمہ میں فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں، چنانچہ فرمان نبوت ہے کہ جس نے دونوں ٹھنڈی نمازیں یعنی فجر اور عصر پڑھیں وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ اہل ایمان ایسے ہیں کہ ان کو دنیا کے معاملات اللہ کی یاد سے غفلت میں نہیں ڈالتے۔

(تفسیر مظھری)

پہاڑوں کی تسبیحات

۳۲۰. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"بے شک ہم نے پہاڑوں کو زیر فرمان کر دیا تھا وہ صبح وشام ان کے ساتھ اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے تھے۔" (ص:۱۸)

تفسیری نکات: پانچویں آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی صبح وشام کی تسبیح ایسی وجد آفرین تھی کہ پہاڑ بھی اس تسبیح میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ نیز پرندے بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔

(تفسیر مظهری۔ تفسیر عثمانی)

سو تسبیحات پڑھنے والا

۱۴۵۱. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِيْ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَأْتِ اَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهِ اِلَّا اَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَاقَالَ اَوْزَادَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۵۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح وشام سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہے روز قیامت اس سے افضل عمل کسی کا نہ ہوگا الا یہ کہ کوئی اور بھی اس طرح کہے یا اس سے زیادہ کہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح .

شرح حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہے اور پھر شام کو سو مرتبہ اسی طرح کہے تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائینگے اگر چہ وہ سمندر کے جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔

غرض اس ذکر کی بہت فضیلت ہے اور سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام اس کا پڑھنا صغیرہ گناہوں سے نجات کا ذریعہ ہے اور اگر کوئی اس تعداد سے زیادہ پڑھے تو اس کا اجر وثواب اور زیادہ ہے اور صبح وشام کے اوقات کے ذکر کی حکمت یہ ہے کہ آدمی کا دن کا آغاز اللہ کی رحمتوں اور مغفرتوں سے اور اس کا اختتام بھی رحمت الٰہی اور اس کی مغفرت پر ہو۔

(شرح صحيح مسلم للنووی : ۱۷/۱٦۔ روضة المتقين : ۳/٤۳٥۔ دليل الفالحين : ٤/۲۲۹)

مخلوقات کے شر سے پناہ مانگنے کا طریقہ

۱۴۵۲. وَعَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَقِيْتُ مِنْ

عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِي الْبَارِحَةَ قَالَ : "اَمَالَوْ قُلْتَ حِيْنَ اَمْسَيْتَ:اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّمَاخَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۵۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ رات مجھے بچھو کے کاٹنے سے بہت تکلیف پہنچی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو نے شام کے وقت یہ کلمات کہے ہوتے تو وہ تجھے تکلیف نہ پہنچاتا۔ اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق (اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی برکت سے میں مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء .

شرح حدیث: کلمات سے مراد ہے اللہ کا کلام، اس کی صفات کاملہ اور اس کی قدرت اور اس کا فیصلہ۔ یعنی میں اللہ کے اس کلام کے توسط سے جو ہر نقص سے پاک ہے اس کے فیصلے اور اس کی قدرت کے تحت ہر ایذاء دینے والی مخلوق کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

(شرح صحيح مسلم للنووى : ۱۷/۲٦)

صبح وشام کی دعاء

۱۴۵۳ . وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا اَصْبَحَ : "اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا، وَبِكَ اَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوْتُ، وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ" وَاِذَا اَمْسٰى قَالَ : "اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوْتُ، وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

حدیث (۱۴۵۳): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ صبح کے وقت یہ کلمات پڑھتے:

" اللهم بك أصبحنا وبك امسينا وبك نحيا وبك نموت واليك النشور ."

"اے اللہ ہم تیری قدرت سے صبح کی اور تیری ہی قدرت سے شام ہوگی، تیری ہی قدرت سے ہم زندہ ہیں اور تیری ہی قدرت سے ہماری موت واقع ہوگی اور تیری ہی طرف اکٹھے ہونا ہے۔"

اور جب شام ہوتی تو آپ ﷺ یہ فرماتے:

" اللهم بك أمسينا وبك نحيا وبك نموت واليك النشور ."

اے اللہ ہم نے تیری ہی قدرت سے شام کی تیری ہی قدرت سے ہم زندہ ہیں اور تیری ہی قدرت سے ہماری موت واقع ہوگی اور تیری ہی طرف اکٹھے ہونا ہے۔" (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: سنن ابى داؤد، كتاب الادب، باب مايقول اذاأصبح . الجامع للترمذى، ابواب الدعوات، باب ماجاء فى الدعاء اذااصبح و اذاامسى .

شرح حدیث: اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان ہر کام کو اللہ کا حکم اور اس کی تقدیر سمجھے اور ہر وقت یہ یقین کامل رکھے کہ کون ومکاں میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ ہی کے حکم سے ہوتا ہے، ہمارا صبح وشام کرنا ہمارا جینا اور مرنا سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت ہے اور مرنے کے بعد ہمیں اسی کے سامنے پیش ہونا ہے۔ صبح وشام دونوں وقت مذکورہ دعا پڑھنا مستحب بھی ہے اور تجدید ایمان بھی اور اللہ کی قدرت کاملہ کا اعتراف بھی اس لیے ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان دعاؤں کا التزام کرے۔

(تحفة الأحوذی: ۳۱۱/۹۔ روضة المتقین: ۴۳۶/۳)

* * * * * * * * * * * *

نفس وشیطان کے شر سے پناہ مانگنا

۱۴۵۴۔ وَعَنْهُ اَنَّ اَبَابَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْنِيْ بِكَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ اِذَا اَصْبَحْتُ وَاِذَا اَمْسَيْتُ. قَالَ: "قُلْ: اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ، وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ" قَالَ: "قُلْهَا اِذَا اَصْبَحْتَ، وَاِذَا اَمْسَيْتَ، وَاِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(۱۴۵۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسے کلمات بتایئے جو میں صبح وشام کہہ لیا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو:

" اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ، وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ."

"اے اللہ آسمانوں کے اور زمین کے پیدا کرنے والے پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کے جاننے والے ہر چیز کے رب اور اس کے مالک میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کے شر سے شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے۔"

تم یہ کلمات صبح وشام اور جب اپنے بستر پر لیٹو پڑھا کرو۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الآداب، باب مایقول اذا أصبح ۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب ما یقال فی الصباح والمساء ۔

کلمات حدیث: فاطر: خالق۔ فطر کے معنی ابتداء اور اختراع کے ہیں۔ عالم الغیب والشهادة: ان تمام باتوں کا جاننے والا جو بندوں کے علم اور مشاہدے سے غائب ہیں اور ان تمام باتوں کا جاننے والا جو بندوں کے علم وادراک میں موجود ہیں۔ شرکه: شین کے زیر سے معنی ہیں شیطان کی دعوت شرک اور اس کو انسانوں کو مختلف طریقوں سے مشرکانہ امور میں مبتلا کرنا اور شین اور راء کے زبر سے شیطان کا جال اس کا مکر کید مراد ہے۔

شرح حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ہر وقت اعمال خیر اور کلمات خیر کے جاننے اور سیکھنے کے خواہش مند رہتے تھے اور رسول کریم ﷺ بھی ہمہ وقت اپنے اصحاب کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کلمات تعلیم فرمائے جو بہت ہی اعلیٰ اور عمدہ کلمات ہیں جنکو پڑھنے کی ہر مسلمان کو عادت بنانی چاہیے۔

(تحفة الأحوذی : ۹/۳۱۲۔ روضة المتقين : ۳/۴۳۸۔ دليل الفالحين : ۴/۲۳۱)

شام کے وقت کی دعاء

۱۴۵۵. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمْسٰى قَالَ: "أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ"، قَالَ الرَّاوِيْ: أُرَاهُ قَالَ فِيْهِنَّ: "لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، رَبِّ أَسْأَلُكَ خَيْرَمَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَابَعْدَهَا، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّمَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّمَابَعْدَهَا، رَبِّ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ، أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ" وَإِذَا أَصْبَحَ قَالَ: ذٰلِكَ أَيْضًا "أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۴۵۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ شام کے وقت یہ پڑھتے:

" أمسينا وأمسى الملك لله والحمد لله لااله الا الله وحده لا شريك له ."

" ہم نے شام کی اور اللہ کے لیے ملک نے شام کی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔"

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب التعوذ من شرما عمل و من شر مالم يعمل .

شرح حدیث: ایمان و اسلام کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر وقت بندہ کے دل میں اللہ کی یاد رہے اور قلب ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اسی کی بارگاہ سے حفاظت و عافیت اور ہدایت و نجات طلب کرے اور دنیا اور آخرت میں تکلیف پہنچانے والی تمام باتوں سے اسی کی پناہ طلب کرے۔ ان کلمات کا صبح و شام اور سونے کے وقت پڑھنا مستحب ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووی : ۱۷/۳۴)

ہر شر سے حفاظت

۱۴۵۶. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ خُبَيْبٍ "بِضَمِّ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ" رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِقْرَأْ قُلْ هُوَاللّٰهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُمْسِيْ وَحِيْنَ تُصْبِحُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(١٤٥٦) حضرت عبداللہ بن خُبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم صبح وشام تین تین مرتبہ قل ھواللہ احد اور معوذ تین پڑھا کرو۔ یہ تمہیں ہر چیز سے کافی ہو جائینگی۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الادب، مایقول اذاأصبح . الحامع للترمذی ابواب الدعوات، باب مایقال عند النوم .

کلمات حدیث: معوذتین : قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔ تعوذ (باب تفعل) اللہ کی پناہ مانگنا۔ تکفیك : یعنی سورۂ اخلاص اور معوذ تین پڑھنا تمہارے لیے دیگر اوراد سے کافی ہو جائے گا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ رات کو جب بستر پر لیٹتے تو سورۂ اخلاص اور معوذ تین پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم فرماتے اور پھر اپنے ہاتھوں کو اپنے سارے جسم پر پھیر لیتے تھے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ سونے سے پہلے ان تینوں سورتوں کو پڑھ کر اسی طرح اپنے اوپر دم کرلے۔ ان سورتوں کی برکت سے اور اللہ کے کلام کی برکت سے تمام موذی اشیاء سے اور تکلیف دہ امور سے محفوظ رہے گا اور اللہ کی پناہ میں آجائے گا۔

حضرت عبداللہ بن خبیب از والدخود بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ذکر کیا کہ ہم ایک رات رسول اللہ ﷺ کی جستجو میں نکلے رات بہت تاریک تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے نماز پڑھ لی۔ میں نے کچھ نہیں کہا آپ ﷺ نے کہا کہ کہو۔ میں نے کچھ نہیں کہا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہو۔ میں نے کچھ نہیں کہا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قل ھواللہ احد اور معوذ تین صبح وشام پڑھو تمہیں ہر شئے سے کافی ہو جائینگی۔

(روضة المتقين : ٣/٤٣٨ ـ دليل الفالحين : ٤/٢٣٣)

تکالیف اور بیماریوں سے حفاظت

١٤٥٧. وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَامِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ فِيْ صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَآءِ كُلِّ لَيْلَةٍ: (بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَايَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَافِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ،) ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اِلَّالَمْ يَضُرَّهٗ شَيْءٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(١٤٥٧) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ ہر صبح وشام یہ کلمات پڑھ لیا کرے اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

" بسم اللّٰه الذی لا یضر مع اسمه شئ فی الأرض ولا فی السماء وهو السميع العليم ."

''اس اللہ کے نام کی برکت سے جس کے نام کے ساتھ زمین اور آسمان میں موجود کوئی شئے نقصان نہیں پہنچاسکتی اور وہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔'' (ابوداؤداور ترمذی اور نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب مایقول اذاأصبح . الجامع للترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا أصبح واذا امسی.

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کے نام میں بڑی عظیم خیر وبرکت ہے کہ آسمان وزمین اللہ کے نام پر قائم ہیں اور کون ومکان اسی مالک کائنات کے نام سے استوار ہیں۔ اسی کے نام کی برکت سے اللہ کا مؤمن بندہ ہر برائی ہر تکلیف اور ہر آزار سے نجات پاتا ہے خواہ وہ انسانوں کی طرف سے ہو یا شیطان کی طرف سے ہو، جمادات کی طرف سے یا حیوانات کی طرف سے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شئے کا مالک ہے اور کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ شئے بھی اس کے حیطہ اقتدار سے باہر نہیں ہے اس کی قدرت عظیم ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے اور اس کے حکم کے بغیر درخت سے ایک پتہ نہیں گرتا وہ تمام کائنات کے حالات کو جاننے والا ہے اور ان کو جس طرح چاہے پھیرنے پر قادر ہے۔ اس لیے بندوں کی حفاظت اور ان کو ہر بلا اور مصیبت سے محفوظ رکھنا صرف اسی کا کام ہے اور اسی کے نام کی برکت سے ہر فتنے اور ہر شر سے تحفظ ملتا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد اور ابن حبان سے مروی حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ یہ کلمات کہے تو شام تک وہ ہر بلا سے محفوظ رہے گا اور اگر شام کو کہے تو اگلے دن صبح تک ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ کلمات کس قدر بابرکت ہیں اور ان کے پڑھنے سے اللہ کا بندہ تمام فتنوں اور مصیبتوں سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

(تحفة الاحوذی : ۳۱۱/۹ ۔ روضة المتقین : ۴۴۰/۳ ۔ دلیل الفالحین : ۲۳۴/۴)

البَابُ (۲۴۹)

بَابُ مَا يَقُوْلُه عِندَ النَّوْمِ
سونے کے وقت کی دعائیں

۱۳۲۱. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ لَءَايَٰتٍ لِّأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ ۝١٩٠ ٱلَّذِينَ يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ قِيَٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِى خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے ادل بدل کر آنے جانے میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں وہ جو کھڑے بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں۔''

(آل عمران: ۱۹۰)

تفسیری نکات: آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ ارباب دانش اور اصحاب عقل جب آسمان وزمین کی پیدائش ان کے عجیب وغریب حالات اور دن ورات کے محکم نظام پر غور کرتے ہیں تو انہیں یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا محکم نظام اور یہ تمام مربوط سلسلہ ضرور اور بالیقین ایک قادر مطلق اور مختار کل فرماں روا کے ہاتھ میں ہے جس نے اپنی عظیم قدرت اور اختیار سے ہر چھوٹی بڑی مخلوق کی حد بندی کر رکھی ہے کسی کی مجال نہیں ہے کہ اپنے محدود وجود اور اپنے مقرر دائرہ عمل سے باہر نکل سکے۔ اگر اس قدر عظیم کارخانہ قدرت میں ایک ذرہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اختیار سے باہر ہوتا تو عالم کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں رسول اللہ ﷺ کے گھر سویا میں نے دیکھا کہ رات کو رسول اللہ ﷺ نے بیدار ہو کر مسواک کی وضو کیا اور یہ آیت ''ان فی خلق السماوات آخر سورت تک پڑھی'' پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی جس میں قیام رکوع اور سجود طویل کیا پھر بستر پر آکر سو گئے کہ سانس کی آواز آنے لگی۔ اس طرح آپ ﷺ نے تین مرتبہ کیا اور چھ رکعتیں پڑھیں اور ہر مرتبہ مسواک بھی کیا اور وضو بھی کیا اور ان آیات کی تلاوت بھی کی پھر تین وتر پڑھے۔ (مسلم)

یہ ارباب دانش اور اصحاب عقل اللہ کے ذکر وفکر تسبیح واستغفار اور اس کی بارگاہ میں دعا تضرع اور عاجزی کے اظہار میں مشغول رہتے ہیں کہ جو ان صفات سے متصف نہیں ہے وہ جانور ہے بلکہ چوپایوں سے بھی زیادہ گمراہ ہے۔

(روضة المتقين : ۳/ ٤٤١ـ دليل الفالحين : ٤/ ٤٤١)

بستر پر یہ دعاء پڑھے

۱۴۵۸. وَعَنْ حُذَيْفَةَ، وَاَبِى ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا

اَوٰی اِلیٰ فِرَاشِہٖ قَالَ : "بِاسْمِکَ اَللّٰھُمَّ اَحْیَا وَاَمُوْتُ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۴۵۸) حضرت حذیفہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر تشریف لاتے تو فرماتے:

"باسمک اللھم أحیا وأموت."

"اے اللہ! میں تیرے نام سے مرتا اور جیتا ہوں"۔ (بخاری)

شرح حدیث: زندگی اور موت اللہ کے اختیار اور اس کی قدرت میں ہے بلکہ زندگی کا ایک ایک سانس اس کے قبضے میں ہے یہ اس قدر عظیم حقیقت ہے جو اللہ کے مؤمن بندے کے ذہن میں ہر وقت رہنی چاہئے اور رات کو سونے سے پہلے اس دعا کو پڑھ کر اس حقیقت کا استحضار چاہئے کہ اے اللہ میں تیرے ہی حکم سے اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوں اور جب مروں گا تو تیری مشیت اور تیرے ہی حکم سے مروں گا اور اس لیے میں عزم کرتا ہوں کہ میں اپنی زندگی کا ہر سانس، تیری مرضی کے مطابق گزاروں اور میں یہ عزم کرتا ہوں کہ اگر اگلی صبح میں تیرے حکم سے بیدار ہوا تو میں تیرے احکام پر عمل کروں گا اور تیری عبادت و بندگی کروں گا۔ یہ حدیث اس سے پہلے آداب النوم (۱۴۴۶) میں گزر چکی ہے۔

دن بھر کی تھکاوٹ دور کرنے کا وظیفہ

۱۴۵۹۔ وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ وَلِفَاطِمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا : "اِذَا اَوَیْتُمَا اِلیٰ فِرَاشِکُمَا اَوْاِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَکُمَا . فَکَبِّرَا ثَلاَثًا وَّثَلاَثِیْنَ وَسَبِّحَا ثَلاَثًا وَّثَلاَثِیْنَ، وَاحْمَدَا ثَلاَثًا وَّثَلاَثِیْنَ" وَفِیْ رِوَایَۃٍ التَّسْبِیْحُ اَرْبَعًا وَّثَلاَثِیْنَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ التَّکْبِیْرُ اَرْبَعًا وَّثَلاَثِیْنَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

(۱۴۵۹) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ جب تم اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ یا اپنے بستروں پر آ جاؤ تو ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر کہو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہو اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہو۔

ایک روایت میں ہے کہ ۳۴ مرتبہ سبحان اللہ کہو اور ایک روایت میں ہے کہ ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التکبیر والتسبیح عند النوم. صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب التسبیح اول النھار وعند النوم.

کلمات حدیث: اذا آویتما الی فراشکما : جب تم دونوں اپنے بستر پر آؤ۔ أو اخذ تمامضاجعکما : تم دونوں اپنے لیٹنے کی جگہ آ جاؤ۔ تم دونوں اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ۔

شرح حدیث: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سبب ورود الحدیث اس طرح مذکور ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھوں میں آٹا پینے کی چکی چلانے اور گھر کے کام کاج سے گٹے پڑ گئے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنا حال بیان

کرنے تشریف لائیں تاکہ آپ ﷺ سے کوئی خادم مانگ لیں۔ مگر جب آپ ﷺ کو نہ پایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صورت حال بیان فرمائی جوانہوں نے آپ ﷺ کی تشریف آوری پر آپ ﷺ کو بتادی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رات کو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم دونوں لیٹ چکے تھے۔ میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ لیٹے رہو۔ پھر آپ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما ہو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے قدم مبارک کی خنکی اپنے سینے پر محسوس کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم دونوں کو ایسی بات نہ بتلاؤں جو تمہارے خادم سے بھی بہتر ہو۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو یہ تسبیحات بتائیں۔ کہ روزانہ بستر پر آنے کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔ طبرانی میں بعد میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ یہ زبان سے کہنے میں سو مرتبہ ہیں لیکن میزان میں یہ ایک ہزار ہیں۔

روایات کے اختلاف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کلمات کی کل تعداد سو پوری کرنی چاہئے۔ اور ان تینوں کلمات سے کسی بھی کلمہ کو ۳۴ مرتبہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کے بارے میں مختلف احادیث میں ۳۴ کا عدد آیا ہے۔ دو روایات تو اسی مقام پر مذکور ہیں اور سنن النسائی میں ہے کہ الحمد للہ ۳۴ بار پڑھا جائے۔ اسی طرح ان کلمات کو ہر فرض نماز کے بعد پڑھنے کا بھی حکم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ جب سے میں نے نبی کریم ﷺ سے ان کلمات کے پڑھنے کا حکم سنا ہے میں نے ان کا پڑھنا کبھی ترک نہیں کیا کسی نے کہا کہ جنگ صفین کی رات بھی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صفین کی رات بھی نہیں۔ یعنی جنگ کی مصروفیت کے دوران بھی میں نے ان کلمات کو ترک نہیں کیا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے خود تمام زندگی زہد اور فقر کیساتھ گزاری اور یہی طرز زندگی صاحبزادی کے لیے بھی پسند فرمایا کہ آخرت کے درجات کی بلندی اور جنت کی نعمتیں اس فانی زندگی کی آسائشوں سے بہتر ہیں۔ اور یہی تمام انبیاء اولیاء اور صلحاء کی سنت ہے کہ سب نے اخروی درجات اور نعیم جنت کے حصول کے لیے دنیا کی کلفتیں اور مصائب برداشت کئے اور دنیا اور اسباب دنیا کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو اس ذکر کو پابندی سے پڑھے وہ تھکن سے دوچار نہیں ہوگا کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تعب اور تھکن کا شکوہ کیا تھا اور آپ ﷺ نے یہ تسبیحات بتائیں جس کا مطلب یہ ہے کہ مواظبت کے ساتھ ان کو پڑھنے والا کثرت عمل کی تھکان اور تعب سے بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہے گا۔

(فتح الباری : ۲/۲۲۷ ـ عمدة القاری : ۱۴/۴۹ ـ روضة المتقين : ۳/۴۴۱ ـ دليل الفالحين : ۴/۲۳۶)

(رياض الصالحين (صلاح الدين) : ۲/۳۵۲)

سونے سے پہلے بستر جھاڑ لے

۱۴۶۰ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا اَوٰى

اَحَدُکُمْ اِلیٰ فِرَاشِہٖ فَلْیَنْفُضْ فِرَاشَہ' بِدَاخِلَۃِ اِزَارِہٖ فَاِنَّہ' لَایَدْرِیْ مَاخَلَفَہ' عَلَیْہِ، ثُمَّ یَقُوْلُ: بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُہ' : اِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْھَا، وَاِنْ اَرْسَلْتَھَا فَاحْفَظْھَا بِمَا تَحْفَظُ بِہٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۱۴۶۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب اپنے بستر پر لیٹنے آئے تو وہ اپنے بستر کو اپنے تہبند کے اندرونی حصے کے ساتھ جھاڑے اس لیے کہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے پیچھے کون اس پر آیا، پھر یہ دعا پڑھے:

" باسمک ربی وضعت جنبی وبک أرفعه ان أمسکت نفسی فأر حمها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادک الصالحین ."

" اے میرے رب میں نے تیرے نام کیساتھ اپنا پہلو بستر پر رکھا ہے اور تیرے ہی نام کیساتھ اسے اٹھاؤں گا۔ اگر تو نے اس دوران میری روح قبض کرلی تو اسپر رحم فرما اور اگر تو اسے واپس کردے تو اس کی اس طرح حفاظت فرما جس طرح تو نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔" (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ والقرأۃ عندالمنام. صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب ما یقول عندالنوم واخذ المضجع.

شرح حدیث: رات کو بستر پر لیٹنے سے پہلے بستر جھاڑ لینا چاہئے ہوسکتا ہے اسپر کوئی کیڑا یا کوئی مضرت رساں چیز آ گئی ہو اور جب آدمی سو جائے اس وقت اس کو اس سے ضرر یا تکلیف پہنچے اس کے ساتھ ہی مذکورہ دعا پڑھے۔

(فتح الباری : ۳/۳۰۳۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۷/۳۱)

سونے سے پہلے معوذتین پڑھ کر جسم پر دَم کرنا

۱۴۶۱ . وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَہ' نَفَثَ فِیْ یَدَیْہِ، وَقَرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ. وَمَسَحَ بِھِمَا جَسَدَہ' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّھُمَا، اَنَّ النَّبِیَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَوٰی اِلیٰ فِرَاشِہٖ کُلَّ لَیْلَۃٍ جَمَعَ کَفَّیْہِ، ثُمَّ نَفَثَ فِیْھِمَا فَقَرَأَ فِیْھِمَا! قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ، ثُمَّ مَسَحَ بِھِمَا مَااسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِہٖ : یَبْدَأُ بِھِمَا عَلیٰ رَأْسِہٖ وَوَجْھِہٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِہٖ، یَفْعَلُ ذٰلِکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۱۴۶۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر میں آرام فرما ہوتے تو دونوں ہاتھوں میں پھونکتے اور معوذات پڑھتے اور ان کو اپنے جسم پر پھیر لیتے۔ (متفق علیہ)

اور ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب ہر رات اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنی دونوں ہاتھوں کو جوڑتے اور ان میں قل

ھواللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اورقل اعوذ برب الناس پڑھ کر پھونکتے اور ہاتھوں کو جہاں تک پہنچتے جسم مبارک پر پھیرتے، سر سے چہرے اورجسم کے اگلے حصے سے شروع فرماتے اورتین مرتبہ اس طرح کرتے۔ (متفق علیہ)

اہل لغت نے بیان کیا ہے کہ نفث کے معنی بغیر اس کے کہ تھوک آئے لطیف انداز سے پھونک مارنے کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ و القرأة عند المنام . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب رقیة المریض بالمعوذات و النفث .

شرح حدیث: آدمی جب سونے لگےتو سورۃ اخلاص اورسورۃ فلق اورسورۃ ناس پڑھ کراپنے دونوں ہاتھوں پردم کرے اوراپنے سر پرپھیرے پھرچہرے پراور پھر بدن کے اگلے حصےاور پشت پر جہاں تک دونوں ہاتھ پہنچے پھیرے۔

(فتح الباری : ۳/۹٥٤۔ روضة المتقین : ۳/٤٤٥۔ دلیل الفالحین : ٤/۲۳۷)

بستر پر لیٹنے کی خاص دعاء

۱۴۶۲۔ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ لِیْ : اِذَا اَتَیْتَ مَضْجِعَکَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَکَ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّکَ الْاَیْمَنِ وَقُلْ : اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِیْ اِلَیْکَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْکَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَیْکَ، لَامَلْجَاً وَلَا مَنْجَاً مِنْکَ اِلَّااِلَیْکَ، اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَبِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ، فَاِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَی الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۴۶۲) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پرآنے لگوتو اس طرح وضوکروجس طرح نماز کی وضوکی جاتی ہے پھر دائیں کروٹ لیٹ جاؤاور یہ دعاپڑھو:

" اللھم اسلمت نفسی الیک وفوضت امری الیک والجات ظھری الیک رغبة ورھبة الیک لا ملجا ولا منجاء منک الا الیک آمنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت ."

"اے اللہ میں نے اپنا نفس آپ کوسونپ دیا میں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کردیا اوراپنی ٹیک تیری طرف لگادی تیری رحمت کی امید کرتے ہوئے اور تیرے غضب سے ڈرتے ہوئے تیرے سوا کوئی ٹھکانا اور جائے پناہ نہیں میں تیری اس کتاب پرایمان لایا جوتو نے نازل کیااوراس نبی پرایمان لایا جوتو نے بھیجا۔"

اگرتم یہ کلمات پڑھ کروفات پاگئےتو تمہاری موت فطرت یعنی اسلام پر ہوگی۔اوران کلمات کورات کوجوتم پڑھتے ہوان سب کے آخر میں پڑھو۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب مایقول اذانام . صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء،

باب ما يقول عند النوم و أخذ المضجع.

کلمات حدیث: اسلمت نفسي اليك : میں نے اپنی جان کواور اپنے وجود کو آپ کے سپرد کر دیا اور اپنے آپ کو آپ کے حکم کا مطیع بنادیا۔ أسلم اسلاما (باب افعال) سپرد کرنا، بندگی اور طاعت اختیار کرنا۔ فرماں بردار ہو جانا۔ الفطرة : خالص دین۔ دین فطرت۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو پیدا کیا ہے۔ انسان کی فطرت یہی ہے کہ وہ ایک خالق کو مانے اور اس کی بندگی کرے مگر والدین اور ماحول اسے اس فطرت سے ہٹادیتے ہیں۔

شرح حدیث: رات کو سونے سے پہلے اچھی طرح وضو کر کے دائیں کروٹ لیٹ کر یہ دعا پڑھنی چاہئے اور اپنی جان اور اپنے وجود کو اللہ کے سپرد کر دینا چاہئے۔ اور ان کلمات میں تمام دعاؤں ان جملہ کلمات کے بعد سب سے آخر میں پڑھنا چاہئے اگر آدمی اسی پر مرجائے تو اس کی موت فطرت پر ہوگی اور وہ اللہ کا فرماں بردار اور مسلم بن کر مرے گا۔

فطرت کے معنی دین اسلام کے ہیں ہر آدمی دین فطرت یعنی اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ غرض سوتے وقت یہ کلمات کہنے والا اگر وفات پا جائے تو اس کی وفات دین فطرت یعنی اسلام پر ہوگی۔ سونے سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے اور اس دعا کے پڑھ لینے کے بعد کوئی دنیاوی بات نہ کرنا بہتر ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب الیقین والتوکل (۸۰) میں گزر چکی ہے۔

(دليل الفالحين : ٤/٢٣٨ ـ روضة المتقين : ٣/٤٤٥ ـ نزهة المتقين : ٢/٣١٨)

بستر پر پڑھنے کی ایک اور دعاء

۱۴۶۳ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ : "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ كَفَانَا وَ اٰوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِيَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۶۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے :

" الحمد لله الذى اطعمنا وسقانا و كفانا و آوانا فكم ممن لا كافي و لا موؤى له ."

"تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں کافی ہو گیا اور ہمیں ٹھکانا دیا بہت سے ایسے ہیں جن کی کفایت کرنے والا اور انہیں ٹھکانا دینے والا کوئی نہیں ہے۔" (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب مايقول عند النوم وأخذ المضجع.

کلمات حدیث: كفانا : جو ہمارے لیے کافی ہو گیا، جس نے ہماری کفایت کی، جو ہماری کفایت کرنے والا ہو گیا۔ كفى كفاية : (باب ضرب) کافی ہونا۔ لا كافي ولا موؤى : نہ کوئی کفایت کرنے والا اور نہ کوئی پناہ دینے والا۔

شرح حدیث: سونے سے قبل ان کلمات کا کہنا مستحب ہے کہ ان میں بندہ ان نعمتوں اور فضل واحسان کا اقرار واعتراف کرتا ہے جو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہیں اور ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اس عظیم حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ آدمی کے لیے خالق و مالک کے سوا نہ کوئی پناہ دینے والا ہے اور نہ کوئی اس کی ضرورتوں اور حاجتوں کا پورا کرنے والا ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مفہوم قرآن کریم میں اس طرح وارد ہوا ہے:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ مَوْلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَأَنَّ ٱلْكَـٰفِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿١١﴾ ﴾

''یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے کارساز ہیں اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں ہے۔'' (محمد: ۱۱)

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۷/ ۳۰۔ تحفة الاحوذی: ۹/ ۳۱٦)

سونے کا مسنون طریقہ

۱۴٦۴۔ وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَرْقُدَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، مِنْ رِوَايَةِ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَفِيْهِ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

(۱۴٦۴) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے:

'' اللهم قني عذابک یوم تبعث عبادک .''

''اے اللہ تو مجھے اپنے عذاب سے بچالے جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے۔''

اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور اسے ابوداؤد نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے اور اس روایت میں ہے کہ آپ ﷺ یہ کلمات تین مرتبہ ادا فرماتے تھے۔

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، کتاب الدعوات، باب من الادعیة عند النوم . سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب مایقوله عند النوم .

کلمات حدیث: قني : میری حفاظت کر۔ وقی وقاية (باب ضرب) حفاظت کرنا۔ ق۔ صیغہ امر۔ ن۔ وقایہ اور یا متکلم ملکر قنی بنا۔

شرح حدیث: ایمان خوف اور رجاء کے درمیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کی گرفت کا ڈر اور خوف اور اس کی رضا اور اس کے انعام واکرام کی امید، خوف اور خشیت ترک معاصی پر آمادہ کرے اور اللہ کے فضل وکرم کے سزاوار بننے اور اس کی نعمتوں کے استحقاق کی امید عمل صالح بندگی اور طاعتوں کی طرف لے جائے۔ سوتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔ رسول کریم ﷺ ان کلمات کو تین مرتبہ ادا فرماتے تھے۔ (تحفة الاحوذی: ۹/ ۳۱۸۔ روضة المتقین: ۳/ ٤٤٦۔ نزهة المتقین: ۲/ ۳۲۰)

کتاب الدعوات

الباب (۲۵۰)

دعا کا حکم اس کی فضیلت اور آپ ﷺ کی بعض دعائیں

۱۴۲۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"اور تمہارے رب نے کہا کہ مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا۔" (غافر: ٦٠)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا کہ تمہارے رب نے فرمادیا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ ہر ضرورت کی چیز اللہ ہی سے مانگنا اور کسی دوسری طرف رخ نہ کرنا ہی کمال عبودیت ہے اور اللہ کی بے نیازی اور اپنے محتاج ہونے کا اظہار ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنی ضرورت کی ہر چیز اپنے رب ہی سے مانگتے ہیں یہاں تک کہ اگر ان کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جاتا ہے تو وہ بھی اپنے رب سے مانگتے ہیں۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾. (معارف القرآن)

۱۴۲۳. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝٥٥ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"تم اپنے رب کو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے پکارو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔"

(الاعراف: ۵۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ جب عالم خلق وامر کا مالک اور تمام خیر و برکات کا منبع ذات الٰہی ہے تو اپنی دنیاوی ضروریات اور اخروی حاجات میں اسی کو پکارنا چاہئے الحاح اخلاص اور خشوع کے ساتھ آہستہ آہستہ اور چپکے چپکے ہر ریا کاری سے پاک اور ہر دکھلاوے سے منزہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں اصل اخفاء ہے اور یہی سلف کا معمول تھا۔ اور دعا میں حد ادب سے تجاوز نہ کرے کہ ایسا سوال کرے جو اللہ کی شان کے مناسب نہ ہو یا سوال معصیت کے کسی کام کا ہو۔ (تفسیر عثمانی)

۱۴۲۴. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ﴾ الآيَةَ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور جب تجھ سے میرے بندے پوچھیں تو تو بتلا دے کہ میں قریب ہوں میں پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے۔'' (البقرۃ:١٨٦)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ جب آپ میرے بندے سے میرے متعلق دریافت کریں کہ میں ان سے قریب ہوں یا دور تو آپ فرما دیجیے کہ میں قریب ہی ہوں اور مانگنے والے کی ہر درخواست قبول کرتا ہوں۔ اس آیت میں ''انی قریب'' کہکر اس طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ دعا آہستہ اور خفیہ کرنا چاہئے اور دعا میں آواز بلند کرنا بہتر نہیں ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے آیت کے شان نزول میں لکھا ہے کہ کسی اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اگر ہمارے رب قریب ہے تو ہم اسے آہستہ پکاریں اور دور ہے تو بلند آواز سے پکاریں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری)

٣٢٥. وَقَالَ تَعَالَىٰ :

﴿ أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوٓءَ ﴾ الْآيَةَ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور کون ہے جو مضطر کی پکار کو جب وہ پکارے قبول کرتا اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔'' (النمل:٦٢)

تفسیری نکات: چوتھی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ کون ایسا ہے کہ جب کوئی بےقرار اسے پکارتا ہے تو وہ اس کی دعا قبول کرتا ہے اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں ہے۔ یعنی اللہ کی مشئیت اور اس کا ارادہ ہو تو وہ بے کس اور بے قرار کی دعا کو قبول فرماتے ہیں اور اس کے سوا کوئی بندے کی پکار کو سننے والا نہیں ہے گویا دعا بھی منجملہ اسباب عادلہ کے ایک سبب ہے جس پر سبب کا ترتب بمشئیت الٰہی ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ کافر اور مشرک بھی حالت اضطرار میں اسی کو پکارتے ہیں۔ (تفسیر مظھری، تفسیر عثمانی)

دعاء عبادت ہی ہے

١٤٦٥. وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ''الدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ'' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

حدیث (١٤٦٥): حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دعا عبادت ہے۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء. الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء.

شرح حدیث: امام ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دعاء دراصل عاجزی اور فروتنی کا اظہار اور اللہ کی قوت اور قدرت کا

اعتراف ہے جو کہ عبادت کی روح اور اس کی اصل ہے کہ بندہ اپنی عاجزی اور بے بسی کا اظہار اور اللہ کی بندگی اور اس کی عبودیت کا اعتراف کرے اور اس کے مالک حقیقی ہونے کا اقرار کر کے اپنا سر تسلیم واطاعت کے لیے جھکا دے۔ غرض دعا بھی عبادت ہے بلکہ اس کی روح اور اس کی جان ہے اس لیے ضروری ہے کہ صرف اللہ ہی سے دعا کی جائے اور جو کچھ مانگنا ہے اسی سے مانگا جائے اور جب سوال کیا جائے تو اسی سے سوال کیا اسی سے مدد مانگی جائے اور اسی سے استعانت طلب کی جائے۔

(روضة المتقين : ۳/۴۴۹ ۔ دليل الفالحين : ۴/۲۴۳)

جامع دعاء کا پسندیدہ ہونا

۱۴۶۶. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَآءِ وَيَدَعُ مَاسِوٰى ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ .

(۱۴۶۶) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جامع دعاؤں کو پسند فرماتے تھے اور ان کے ماسوا کو چھوڑ دیتے تھے۔ (ابوداؤد بسند جید)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، كتاب الصلاة، باب الدعاء .

کلمات حدیث: يستحب : پسند فرماتے تھے۔ استحب استحباباً (باب استفعال) پسند کرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ ایسی دعاؤں کو پسند فرماتے ہیں جن کے الفاظ مختصر ہوں لیکن ان کے معانی بہت وسیع ہوں۔ جیسے قرآن کریم میں وارد یہ دعا:

﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِي ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي ٱلْأٓخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿٢٠١﴾ ﴾

”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا کی ہر اچھائی عطا فرما اور ہمیں آخرت کی ہر اچھائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔“

رسول کریم ﷺ رحمۃ للعالمین تھے آپ ﷺ نے اپنی امت کو اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا طریقہ سکھایا اور اس کے آداب بیان فرمائے اور اس کے لیے انتہائی عمدہ فصیح وبلیغ اور جامع کلمات تلقین فرمائے اور انسانی زندگی کا کوئی ایسا پہلو اور آدمی پر طاری ہونے والے حالات میں کوئی حال ایسا نہیں چھوڑا جس کے لیے دعا کے کلمات تعلیم نہ فرمائے ہوں اس لیے ایک مسلمان کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ ادعیہ ماثورہ کا التزام کرے کیونکہ زبان نبوت ﷺ سے نکلے ہوئے کلمات کی خیر وبرکت بھی زیادہ ہے اور ان کی تاثیر بھی بہت ہے۔

(روضة المتقين : ۳/۴۵۰ ۔ دليل الفالحين : ۴/۲۴۳)

آپ ﷺ کثرت سے یہ دعاء مانگا کرتے تھے

۱۴۶۷. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ اَكْثَرُ دُعَآءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا

فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً، وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. زَادَ مُسْلِمٌ فِیْ رِوَایَةٍ قَالَ : وَکَانَ اَنَسٌ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّدْعُوَ بِدَعْوَةٍ دَعَابِهَا، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّدْعُوَ بدعَآءٍ دَعَابِهَا فِیْهِ .

(١۴٦٧) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے:

" اللهم آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار ." (متفق علیه)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جب بھی دعا کرتے تو انہی الفاظ میں کرتے اور جب کوئی اور دعا کرتے تب بھی اس دعا کو اس میں شامل فرماتے تھے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی ﷺ ربنا آتنا فی الدنیا حسنة . صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب کراهة الدعاء بتعجیل العقوبة فی الدنیا .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کثرت سے یہ دعا فرماتے جو قرآن کریم میں وارد ہے اور دنیا کی ہر خیر اور آخرت کی ہر خیر اور بھلائی پر مشتمل ہے۔ اس میں دنیا کی ہر اچھائی اور بھلائی آ گئی یعنی عمل صالح رزق طیب وحلال علم دین اور مال واولاد غرض دنیا کی ہر نعمت لفظ حسنہ میں داخل ہے اور آخرت میں حسنہ سے مراد جنت اور نعیم جنت ہیں اور نار جہنم سے نجات۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صاحب کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے جو بیماری سے بے حد دبلے ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم کوئی دعا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تو نے مجھے آخرت میں جو سزا دینی ہے وہ دنیا ہی میں دیدے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سبحان اللہ تم اتنی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ دعا کیا کرو۔ اللھم آتنا فی الدنیا حسنہ وفی الآخرۃ حسنہ وقنا عذاب النار۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور وہ شفایاب ہو گئے۔

(فتح الباری : ٦٩٣/٢ ـ شرح صحیح مسلم للنووی : ١٤/١٧ ـ روضة المتقین : ٤٥١/٣ ـ دلیل الفالحین : ٢٤٤/٤)

اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگنا

١۴٦٨ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْهُدٰی، وَالتُّقٰی، وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١۴٦٨) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

" اللهم انی أسألک الهدی والتقی والعفاف والغنی ."

''اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت کا پرہیز گاری کا پاک دامنی اور بے نیازی کا۔'' (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب التعوذ من شرما عمل ومن شر مالم یعمل .

کلمات حدیث: الھدیٰ : راہ نمائی، خیر اور بھلائی کی توفیق۔ ارشاد الی الحق، التقی : تقویٰ شعاری اور پرہیز گاری یعنی ان تمام کاموں کو کرنا جن کے کرنے کا اللہ نے یا اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے اور ان تمام باتوں سے بچنا جن سے اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ عفاف ہر طرح کی برائیوں اور بری باتوں سے پاکدامن اور مجتنب رہنا۔

شرح حدیث: انتہائی جامع دعاء ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کی خیر کی جانب راہنمائی فرمائے امور خیر ان پر عمل کی اور استقامت کی توفیق عطا فرمائے، ایسی پرہیز گاری کی زندگی عطا فرمائے کہ زندگی بھر اللہ اور رسول ﷺ کے احکام پر عمل کی ہمت و توفیق ہو اور جن باتوں سے اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمادیا ہے ان سے مکمل اجتناب ہو، ہر برائی سے اور جملہ بری باتوں سے احتراز اور اجتناب کی توفیق ہو اور ایسا استغناء حاصل ہو کہ دنیا اور دنیا کی نعمتوں سے بے نیازی حاصل ہو کر ساری امیدیں صرف اللہ ہی وابستہ کرلی جائیں۔ (شرح صحیح مسلم للنووی : ۳٤/۱۷۔ تحفة الاحوذی : ٤۲۷/۹)

دنیا اور آخرت کی بھلائیاں

۱۴۶۹ . وَعَنْ طَارِقِ بْنِ اُشَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ الرَّجُلُ إِذَا اَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ اَمَرَهُ اَنْ يَّدْعُوَ بِهٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ : "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ، وَارْحَمْنِيْ، وَاهْدِنِيْ، وَعَافِنِيْ، وَارْزُقْنِيْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ طَارِقٍ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اَقُوْلُ حِيْنَ اَسْاَلُ رَبِّيْ؟ قَالَ: "قُلْ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ، وَارْحَمْنِيْ، وَعَافِنِيْ، وَارْزُقْنِيْ، فَاِنَّ هٰؤُلَآءِ تَجْمَعُ لَكَ دُنْيَاكَ وَاٰخِرَتَكَ"

(۱۴۶۹) حضرت طارق بن اشیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو نبی کریم ﷺ اسے نماز سکھاتے اور حکم فرماتے کہ ان کلمات کے ساتھ دعا کرے:

" اللهم اغفرلی واحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی."

''اے اللہ! تو مجھے بخش دے تو میرے اوپر رحم فرما مجھے ہدایت عطا فرما مجھے عافیت عطا فرما اور مجھے رزق عطا فرما۔'' (مسلم)

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں جو حضرت طارق سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں اپنے رب سے کس طرح سوال کروں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھو۔ اللھم اغفرلی آخر تک۔ اور ارشاد فرمایا کہ یہ دعا تیری دنیا اور آخرت کو جمع کرنے والی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الدعاء، باللهم آتنا فی الدنیا حسنة .

کلمات حدیث: تجمع لك دنياك وآخرتك : یعنی دعا کے یہ کلمات تیری دنیا کے مقاصد حسنہ اور آخرت کی صلاح وفلاح دونوں پر مشتمل ہیں۔

شرح حدیث: جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا رسول کریم ﷺ اسے سب سے پہلے نماز کی تعلیم دیتے کہ نماز دین کا ستون اور اولین فریضہ ہے اور اس کے بعد یہ دعا تعلیم فرماتے جو بڑی جامع دعا ہے جو مغفرت رحمت عافیت اور طلب رزق پر مشتمل ہے۔ مغفرت کو پہلے بیان فرمایا کہ پچھلے تمام گناہ معاف ہو کر آدمی رحمت کا مستحق ہو جائے اور مستحق رحمت کو ہدایت عطا ہو اور اس کو عافیت اور رزق سے سرفراز کیا جائے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۷/۱۷)

استقامت کی دعاء

۱۴۷۰. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۴۷۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا پڑھی:

" اللهم مصرف القلوب صرف قلوبنا على طاعتك ."

"اے اللہ دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔" (مسلم)

شرح حدیث: انتہائی اہم جامع اور بلیغ دعاء ہے۔ آدمی کے دل میں خیالات کا دریا بہتا رہتا ہے اور اس کا دل ہر وقت موج حوادث کی زد پر رہتا ہے کہ کب شیطان دل میں برا خیال ڈال دے اور آدمی اس پر عمل کر بیٹھے اور کب مال واولاد کی محبت غالب آجائے اور آدمی اس غلبہء حب دنیا اور اولاد کی محبت میں کوئی ایسا کام کر لے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف ہو، اگر اللہ کی توفیق اور مدد شامل نہ ہو تو آدمی کسی بھی وقت نفس شیطان اور حب دنیا کی لائی ہوئی آزمائش اور ان کے پیدا کیے ہوئے فتنے میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ دلوں کو برائی سے پھیر کر خیر کی طرف لانے اور نافرمانی سے رخ موڑ کر بندگی اور طاعت کی طرف لانے کی طاقت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ تمام بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں وہ انہیں جس طرح چاہے پھیرتا رہتا ہے۔ اس لیے یہ دعا امت کو تعلیم کی گئی کہ اے اللہ اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی طاعت اپنی رضا اور اپنی بندگی کی طرف پھیر دے۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا ﴾

"اے اللہ ہمیں ہدایت عطا فرمانے کے بعد ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ فرما۔" (آل عمران: ۸)

اور شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ جب رسول کریم ﷺ آپ کے پاس ہوتے تو اکثر کیا دعا فرماتے انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ اکثر یہ دعا فرماتے:

" اللهم يا مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینک ."

''اے اللہ اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنے دین پر مضبوطی سے قائم فرما دے۔''

(شرح صحیح مسلم للنووی : ١٦/ ١٦٦ - روضة المتقين : ٢/ ٤٥٤ - رياض الصالحين (صلاح الدين) : ٢/ ٣٥٩)

بری تقدیر سے پناہ مانگنا

١٤٧١. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ، وَسُوْءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ سُفْيَانُ : أَشُكُّ أَنِّي زِدْتُ وَاحِدَةً مِنْهَا .

(١٤٧١) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ کی پناہ مانگو مصیبت کی مشقت، بدبختی کے لپٹ جانے سے برے فیصلے سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ سفیان نے کہا کہ مجھے شک ہے کہ میں نے ان میں ایک بات زائد ذکر کی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب القدر، باب من تعوذ بالله من درك الشقاء . صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعا، باب في التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء .

کلمات حدیث: جهد البلاء : ایسی مصیبت جس کا برداشت کرنا کٹھن ہو جائے۔ شدید مصیبت۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے امت کو جو کلمات دعا تعلیم فرمائے وہ تمام کے تمام انتہائی فصیح و بلیغ اور بڑے جامع کلمات ہیں۔ جیسا کہ اس دعا میں امت کو تعلیم فرمائی کہ ان چار امور سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ اللہ کی پناہ مانگو ایسی کٹھن مصیبت سے جس کا برداشت کرنا اور جس سے گزرنا سخت مشکل اور دشوار ہو۔ ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''جهد البلاء'' سخت مصیبت کے یہ معنی بیان کئے کہ ایسی مصیبت جس کا برداشت کرنا آدمی پر دشوار ہو نہ اس کا برداشت کرنا اس کے بس میں ہے اور نہ اسے دور کرنا اس کے لیے ممکن ہو۔ کسی نے کہا کہ جهد البلاء کے معنی ہیں قلت مال اور کثرت عیال یہی مفہوم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ جهد البلاء کی متعدد اور متنوع صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں سے آل و اولاد کا زیادہ ہونا اور مال کا کم ہونا بھی ایک ہے۔ امام طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جهد البلاء سے مراد ایسی حالت ہے جس میں گرفتار ہونے والا زندگی پر موت کو ترجیح دے اور مرنے کی تمنا کرنے لگے۔

شقاء کے معنی بدبختی اور بدنصیبی کے ہیں جو سعادت کی ضد ہے۔ اور درک الشقاء کے معنی ہیں بدبختی اور بدنصیبی کا لپٹ جانا۔ سوء القضاء برا فیصلہ، ایسی تقدیر اور ایسی قضاء جس کا نتیجہ آدمی کے حق میں اچھا نہ نکلے۔ شماتة الاعداء۔ دشمنوں کا خوش ہونا، یعنی اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے ایسے المناک حوادث سے جن سے دشمن خوشی محسوس کریں، کیونکہ آدمی پر مصیبت آئے تو دشمن خوش ہوتے ہیں۔

حدیث مبارک میں ان چار امور سے اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم ہے۔ جھد البلاء، درک الشقاء، سوء القضاء، اور شماتۃ الاعداء۔ اس میں ایک جملہ حضرت سفیان کا اضافہ ہے اور انہیں یاد نہیں رہا کہ ان چاروں میں سے کون سا ہے، لیکن دیگر روایات سے اس کا تعین ہو گیا ہے کہ وہ شماتۃ الاعداء ہے۔ (فتح الباری : ۳/۳۱۲۔ عمدة القاری : ۲۲/۴۷۲۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۷/۲۶۔ روضة المتقين : ۳/۴۵۵۔ دليل الفالحين : ۴/۲۴۶)

دین و دنیا کی درستگی کے لیے دعاء

۱۴۷۲. وَعَنْهُ قَالَ :كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول : اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِي الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ، وَاَصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِي الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۷۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللهم اصلح لي ديني الذي هو عصمة امري واصلح لي دنياي التي فيها معاشي وأصلح لي آخرتي التي فيها معادي واجعل الحياة زيادة لي في كل خير واجعل الموت راحة لي من كل شر۔ (اے اللہ میرے دین کو درست فرما جو میرے معاملات کی حفاظت کا ذریعہ ہے میری دنیا کی اصلاح فرما جس میں مجھے زندگی گزارنی ہے، میری آخرت سنوار دے جس میں دنیا کے بعد میرا دائمی ٹھکانا ہے اور زندگی کو میرے لئے ہر بھلائی کا ذریعہ بنا دے اور موت کو میرے لئے ہر شر سے راحت کا سبب بنا دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب التعوذ من شر ما عمل و من شر ما لم يعمل .

کلمات حدیث: عصمة امري : وہ تمام معاملات اور امور جن سے میں حفاظت طلب کرتا ہوں۔ التي فيها معاشي : یعنی جس میں میرا گزر اوقات ہے اور جس میں میری زندگی ہے۔ التي فيها معادي : یعنی میرے لوٹنے کی جگہ۔

شرح حدیث: حدیث مبارک ایک جامع دعاء پر مشتمل ہے کہ اس میں دین اور دنیا کی اصلاح کی دعا ہے اور ہر خیر کی طلب اور ہر شر سے تحفظ کی درخواست ہے۔ دین آدمی کو دنیا کے اور آخرت کے تمام مہالک سے اور جملہ نقصانات سے بچاتا ہے اور ہر برائی سے امان عطا کرتا ہے، دین سے ہی آدمی کے اخلاق سنورتے ہیں اور اس کی عادت سنورتی ہیں، دین ہی سے آدمی آدمی بنتا ہے۔ دین نہ ہو تو انسان میں اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ دین کو اختیار کر کے اور اس پر عمل کر کے آدمی ہر برائی اور ہر شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی لیے یہ دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی کہ اے اللہ میرے دین کی اصلاح فرما جس میں میرے جملہ معاملات کی حفاظت اور تمام امور کا تحفظ ہے۔

اے اللہ میری دنیا کو درست فرما اور میری آخرت صحیح اور درست فرما کہ میری زندگی تیری اطاعت اور فرماں برداری میں گزرے امام طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دنیا کی اصلاح سے مراد ہے کہ آدمی کی ضروریات کی تکمیل ایسے حلال اور طیب رزق سے ہوتی ہے جو آدمی اللہ کی اطاعت اور اس کی بندگی میں معاون ہو اور اصلاح معاد سے مراد حق سبحانہ کی رضا اس کی رحمت اور مغفرت ہے۔

اور اے اللہ میری زندگی کے جو لمحات اور میری حیات کی جو ساعات باقی ہیں وہ تیری طاعات میں بسر ہوں اور روز بروز طاعات اور حسن عمل میں اضافہ ہو اور جب موت آئے تو وہ دنیا اور آخرت کی تمام تکالیف سے رہائی کا پروانہ بن جائے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ۳۳/۱۷ ۔ روضۃ المتقین : ۴۵۶/۳ ۔ دلیل الفالحین : ۲۴۷/۴)

ہدایت واستقامت کی دعاء

۱۴۷۳ . وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "قُلْ : اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ" وَفِيْ رِوَايَةٍ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْهُدٰى، وَالسَّدَادَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۷۳) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرماتے تھے:

" اللهم اهدنى وسددنى ."

''اے اللہ مجھے ہدایت دے اور مجھے سیدھا رکھ۔''

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اللھم انی أسأ لک الھدی والسداد (اے اللہ تجھ سے ہدایت طلب کرتا ہوں اور استقامت اور میانہ روی کا سوال کرتا ہوں) ۔(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب التعوذ من شرما عمل ومن شرمالم یعمل .

کلمات حدیث: سداد : میانہ روی اور اعتدال اور اس پر استقامت۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سداد کے معنی ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنے اور استقامت کے ہیں۔ اس اعتبار سے سددنی کے معنی ہوئے کہ مجھے ایسی توفیق عطا فرما کہ میرے تمام امور اعتدال پر قائم ہوں اور مجھے اعتدال اور توسط پر استقامت حاصل ہو۔ (روضۃ المتقین : ۴۵۸/۳ ۔ شرح صحیح مسلم : ۳۶/۱۷ ۔ دلیل الفالحین : ۲۴۸/۴)

آپ ﷺ دس چیزوں سے پناہ مانگتے تھے

۱۴۷۴ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : " اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، والجُبْنِ وَالْهَرَمِ، وَالْبُخْلِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ " وَفِيْ رِوَايَةٍ وَضِلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۷۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

" اللهم انى اعوذبک من العجز والكسل والجبن والهرم والبخل واعوذبک من عذاب القبر واعوذبک من فتنة المحيا والممات ."

''اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں عاجز ہو جانے سے، سستی، بزدلی اور بڑھاپے سے اور بخل سے اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں عذاب قبر سے اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں زندگی اور موت کے فتنے سے۔''

اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

'' وضلع الدين وغلبة الرجال .''

''میں پناہ چاہتا ہوں قرض کے بوجھ اور لوگوں کے مجھ پر غالب آ جانے سے۔'' (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب التعوذ من العجز والكسل .

کلمات حدیث: عجز : عمل خیر سے اور نیکی سے عاجز ہونا، کہ باوجود قدرت اور استطاعت کے نہ کر سکے۔ کسل : کسل کے معنی امام نووی رحمہ اللہ نے لکھے ہیں کہ خیر کی طرف عدم رغبت اور طبیعت کا عمل صالح پر آمادہ نہ ہونا۔ جبن : بزدلی، دل کا خوف جو شجاعت کی ضد ہے۔ هرم : بڑھاپا۔ ضلع الدين : قرض کا بوجھ۔ غلبة الرجال : لوگوں کے ظلم اور زیادتی کا نشانہ بننا۔

شرح حدیث: علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دعا جوامع کلم میں سے ہے کہ یہ بہت وسیع معانی اور کثیر مفاہیم پر مشتمل ہے۔ اس دعا میں جن امور سے اللہ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے وہ سب ایسے ہیں جن سے انسان کی زندگی میں فتور اور اختلال پیدا ہوتا ہے اور ضروری ہے کہ آدمی ان آفات سے تحفظ کی اللہ سے دعا کرے اور ان سے مجتنب ہو کر اللہ کی پناہ میں آ جائے۔ آدمی میں عاجزی اور سستی پیدا ہو جانا کہ باوجود جسمانی قدرت وصلاحیت کے کار خیر سے رہ جائے اور عمل صالح کی انجام دہی نہ کر سکے اور اصلاح احوال کو آج کل پر ٹالتا رہے۔ اور اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو آرام طلبی اور کاہلی کی نذر کر دے۔ بزدلی ایک مذموم صفت ہے کہ بزدلی سے انسان عزائم امور اور بڑے بڑے کام انجام دینے سے رہ جاتا ہے اور بے ہمتی عمل کی شاہراہ عظیم پر طویل سفر طے کرنے سے مانع بن جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔ بڑھاپا جس میں آدمی عقل رفتہ اور بے کار محض ہو کر رہ جائے کہ نہ عقل وحواس کا ساتھ دیں اور نہ اعضاء کام کے قابل ہیں۔ اسی کو قرآن کریم میں ارذل عمر کہا گیا ہے اور احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارذل عمر سے بھی پناہ مانگی ہے اور جس بات سے آپ ﷺ نے پناہ مانگی ہو امت کے لیے بھی ضروری ہے کہ اس سے پناہ مانگے۔

عذاب قبر سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے بھی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی، جس قدر آدمی اللہ کے دین سے دور ہوگا اسی قدر زندگی کے فتنوں میں گرفتار ہوگا اور جس قدر معاصی کی کثرت ہوگی اتنا ہی عذاب قبر کی ابتلاء اور آزمائش شدید ہوگی۔

قرض کی کثرت اور اس کا غلبہ کہ آدمی قرض خواہوں کے بوجھ تلے دب جائے نہ قدرت ادائیگی کی ہو اور نہ قرض خواہوں سے بھاگ نکلنے کا راستہ ملے اور آدمی لوگوں کے سامنے اس قدر مقہور اور ذلیل ہو جائے کہ وہ اس پر ظالم بن کر مسلط ہو جائیں اور اس میں نہ مدافعت کی قدرت ہو اور نہ ظلم سہنے کی ہمت۔

آدمی کی زندگی میں پیش آنے والے یہ تمام امور اور احوال ایسے ہیں جن سے نجات کے لیے اللہ کی پناہ میں آ جانے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ دانش مندی یہ نہیں ہے کہ آدمی جب کسی آفت میں یا مصیبت میں مبتلا ہو جائے جب ہی دعا مانگے اور تب ہی اللہ تعالیٰ کی

پناہ کا طلب گار رہو، بلکہ تقاضائے ایمان اور تقاضائے فہم ودانش یہ ہے کہ آدمی ان ماثور دعاؤں کو اپنی زندگی کا حصہ بنائے اور عافیت کے زمانے میں اللہ کو پکارے کہ اے اللہ میں ان تمام آفات وبلیات سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(فتح الباری : ۲/۱۵٦۱ ـ عمدة القاری : ۲۳/۷ ـ روضة المتقین : ۳/۴۵۸ ـ دلیل الفالحین : ٤/۲٤۸)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعاء

۱۴۷۵ . وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہ' قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : عَلِّمْنِیْ دُعَآءً اَدْعُوا بِہٖ فِیْ صَلَاتِیْ قَالَ : "قُلْ : اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا، وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ، وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ : "وَفِیْ بَیْتِیْ" وَرُوِیَ ظُلْماً کَثِیْرًا" وَرُوِیَ "کَبِیْرًا" بِالثَّآءِ الْمُثَلَّثَۃِ وَبِالْبَآءِ الْمُوَحَّدَۃِ، فَیَنْبَغِیْ اَنْ یُجْمَعَ بَیْنَھُمَا فَیُقَالُ: کَثِیْرًا کَبِیْرًا .

حدیث (۱۴۷۵): حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا بتا دیجئے جو میں اپنی نماز میں مانگتا رہوں۔ فرمایا کہ یہ پڑھا کرو:

" اللھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب الاأنت فاغفرلی مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور رحیم ."

"اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہوں کا معاف کرنے والا نہیں ہے تو مجھے اپنی خاص مغفرت سے معاف فرمادے اور مجھ پر رحم فرما کہ تو ہی بہت معاف کرنے والا اور بہت مہربان ہے۔" (متفق علیہ)

اور ایک اور روایت میں (وفی بیتی) کے بھی الفاظ ہیں کہ میں یہ دعا اپنے گھر میں بھی مانگا کروں اور (ظلماً کثیراً) بھی روایت ہوا ہے اور (ظلماً کبیراً) بھی روایت ہوا ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ دونوں کو ملا کر (کثیراً کبیراً) پڑھ لیا جائے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء فی الصلاۃ. صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعاء قبل السلام .

شرح حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے ایسی دعا بتایئے جو میں اپنی نماز میں پڑھا کروں یعنی تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے تو آپ ﷺ نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔ اس دعا کا نماز میں بعد تشہد پڑھنا مستحب ہے کہ یہ دعا بڑی جامع ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی معاف کردینے اور رحم فرمانے کی صفات کریم کے حوالے سے گناہوں کی معافی کی طلب اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی درخواست ہے۔

(فتح الباری : ۱/۵۹۸ ـ شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۷/۲۳ ـ روضة المتقین : ۳/۴۵۹ ـ دلیل الفالحین : ٤/۲٤۹)

ہر قسم کے گناہوں کی معافی

۱۴۷٦۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ یَدْعُوْا بِهٰذَا الدُّعَآءِ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَهْلِیْ، وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَهَزْلِیْ، وَخَطَئِیْ وَعَمَدِیْ، وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ ! اَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

(۱۴۷٦) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

" اللهم اغفرلی خطئیتی وجهلی واسرافی في أمری ومأانت اعلم به منی اللهم اغفرلی جدي وهزلی وخطئیی وعمدی وکل ذلک عندی اللهم اغفرلی ماقدمت وما أخرت وما أسررت ومأاعلنت وما أنت أعلم به منی أنت المقدم وأنت المؤخر وأنت علی کل شئی قدیر ."

"اے اللہ میری خطا میرا جہل اور میرا اپنے معاملہ میں حد سے تجاوز معاف فرمادے اے اللہ ان تمام لغزشوں کو بھی معاف فرمادے جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ جو کام میں نے ارادتا کیا اور جو میں نے بغیر سنجیدگی کے کیا، اور جو میں نے دانستہ کیا اور جو میں نے نادانستہ کیا اور جو کچھ میں نے کیا سب کو معاف فرمادے اے اللہ میرے وہ سارے گناہ معاف فرمادے جو میں نے پہلے کئے اور جو بعد میں کئے جو چھپ کر کئے اور جو اعلانیہ کیے اور وہ جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے اور تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔" (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی اللهم اغفرلی ما قدمت . صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل .

کلمات حدیث: اسرافی : میرا حد سے تجاوز کرنا۔ ما قدمت وما أخرت : جو گناہ اور خطائیں میں پہلے کر چکا اور جو مجھ سے سرزد ہو چکے اور وہ جو آئندہ پیش آنے والے ہیں۔ أنت المقدم وأنت المؤخر : آپ جسے چاہے اعمال خیر میں ایمان میں اور تقویٰ میں آگے بڑھادیں اور جسے چاہیں محروم کر کے پیچھے ہٹادیں۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو ایک بہت ہی جامع دعا کی تعلیم فرمائی کہ بندہ مؤمن اپنے رب سے اس طرح دعا مانگے کہ اے اللہ میری تمام خطائیں اور لغزشیں اور ہر طرح کے گناہ معاف فرمادے وہ جو مجھ سے بھولے سے سرزد ہو گئے وہ جن کا ارتکاب میں نے نادانی اور غفلت میں کر لیا وہ جن کے گناہ اور خطا ہونے کا مجھے احساس بھی نہ ہوا اور وہ جن کو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے، کہ بعض گناہ ایسے خفی ہوتے ہیں جو آدمی کے شعور میں پوری طرح نہیں آتے اور وہ انہیں بلائے رکھتا ہے اور ان کی طرف دھیان تک نہیں دیتا۔ اے اللہ میرے وہ گناہ معاف فرمادے جو مجھ سے یونہی ہنسی کھیل میں سرزد ہو گئے اور میں ان میں سنجیدہ نہیں تھا اور وہ تمام گناہ بھی

معاف فرمادے جو میں نے شعور اور احساس کے ساتھ کئے ۔

اے اللہ میرے وہ تمام گناہ معاف فرمادے جو میں پہلے کر چکا ہوں اور وہ گناہ معاف فرمادے جو مجھ سے آئندہ سرزد ہوں گے وہ سارے گناہ بھی معاف فرمادے جو میں نے چھپا کر کئے اور جو میں نے اعلانیہ کئے ۔

اے اللہ تو ہی جس کو دین ودنیا کی صلاح وفلاح عطا کرنا چاہے اور جس کو دنیا اور آخرت کی کامیابی عطا فرمانا چاہے تو اسے اس کی توفیق وہمت عنایت فرمادیتا ہے اور جو تیری مشیئت وتقدیر میں محروم ہو وہ توفیق عمل سے بھی محروم ہو جاتا ہے تو اے اللہ مجھے توفیق عمل عطا فرما مجھے حسن عمل کی ہمت عطا فرما اور مجھے ایسی توفیق عطا فرما جس میں میری دنیا کی بھی اصلاح ہو جائے اور میری آخرت بھی سنور جائے ۔ (آمین) (فتح الباری : ۳/ ۳۳۱ ۔ عمدة القاری : ۳/ ۲۹ ۔ روضة المتقین : ۳/ ۴۶۱ ۔ دلیل الفالحین : ۴/ ۲۵۰)

برے اعمال سے پناہ مانگنا

۱۴۷۷ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُعَآئِهٖ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّمَاعَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّمَالَمْ اَعْمَلْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۷۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی دعاؤں میں یہ کلمات بھی فرماتے تھے :

"اللهم انی أعوذبک من شر ما عملت ومن شر ما لم اعمل ."

"اے اللہ میں ہر اس عمل کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو میں نے کیا اور ہر اس عمل کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو میں نے نہیں کیا ۔" (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی اللهم اغفرلی ماقدمت . صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب التعوذمن شر ما عمل ومن شر مالم یعمل .

شرح حدیث: علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقصود حدیث مبارک یہ ہے کہ ہر وہ کام جس کا نتیجہ اللہ کی مشیئت میں اچھا نہ ہو اس سے بھی اللہ سے مغفرت طلب کرنا چاہئے اور امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث مبارک کے معنی یہ ہیں کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس کام سے جس کے نتیجے میں دنیا یا آخرت کی سزا درپیش ہو، باوجود یہ کہ میں نے اس کا ارادہ نہ کیا ہو اور ان تمام کاموں کے شر سے جو آئندہ واقع ہونے والے ہیں میں تیری پناہ میں آتا ہوں ۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۷/ ۳۲ ۔ روضة المتقین : ۳/ ۴۶۲ ۔ دلیل الفالحین : ۴/ ۲۵۱)

نعمت کے سلب ہونے سے پناہ مانگنا

۱۴۷۸ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ مِنْ دُعَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "

اَللّٰهُمَّ اِنِّیٓ اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ، وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَاءَ ةِنِقْمَتِکَ، وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۴۷۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعاؤں میں یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے:

" اللھم انی اعوذبک من زوال نعمتک وتحول عافیتک و فجاة نقمتک وجمیع سخطک."

'' اے اللہ میں تیری پناہ میں آیا ہوں تیری نعمت کے زائل ہونے سے عافیت کے پھر جانے سے تیری ناگہانی ناراضگی سے اور تیری ہر قسم کی ناراضگی سے۔'' (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اهل الجنة الفقراء .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار اور بے حساب نعمتوں سے نوازا ہے ان نعمتوں کی قدر و قیمت کا آدمی کو صحیح احساس اس وقت ہوتا ہے جب ان میں سے کوئی نعمت زائل ہو جائے، کسی کی اگر بینائی جاتی رہے تو وہ خوب اچھی طرح جان لیتا ہے کہ بینائی کی کس قدر ضرورت ہے اور اس کی زندگی میں کس قدر اہمیت ہے۔ غرض ہر نعمت کی قدر و قیمت کا شعور و احساس اس کے زائل ہو جانے کے بعد ہوتا ہے۔ اس لیے تعلیم فرمائی کہ اللہ جس قدر بھی آپ نے نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان سب کو باقی رکھ اور ان میں سے کسی سے ہمیں محروم نہ فرما۔ ہمیں عافیت عطا فرما اور اس صحت و زندگی اور جان و مال کی اس عافیت کو اس وقت تک باقی رکھ جب تک ہم اس دنیا میں موجود ہیں اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ کسی وقت عافیت پلٹ جائے اور ہم مصیبت میں مبتلا ہو جائیں اور گرداب بلاء ہمیں اپنی لپیٹ میں لے لے، اور ناگہانی اور غیر متوقع آفت میں گھر جائیں ہم تیری پناہ میں آتے ہیں تیری ہر طرح کی ناراضگی سے تو ہمیں اپنے غضب سے بچا اور ہمیں اپنے حفظ و امان میں لے لے۔ (آمین)

تقویٰ کی دعاء

۱۴۷۹ . وَعَنْ زَیْدِبْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّیٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ، وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ : اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوَاهَا، وَزَکِّهَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکَّاهَا، اَنْتَ وَلِیُّهَا وَمَوْلَاهَا : اَللّٰهُمَّ اِنِّیٓ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَایَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَاتَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَایُسْتَجَابُ لَهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۷۹) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ یہ دعا فرماتے:

اللھم انی اعوذبک من العجز والکسل والبخل والھرم وعذاب القبر اللھم آت نفسی تقواھا

وزکھا أنت خیر من زکھا أنت ولیھا ومولاھا اللھم انی اعوذبک من علم لا ینفع ومن قلب لایخشع ومن نفس لا تشبع ومن دعوۃ لا یستجاب لھا ۔"

''اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عاجزی سستی اور بخل سے بڑھاپے اور عذاب قبر سے اے اللہ تو میرے نفس کو اس کا تقوی عطا کر اور اس کو پاک کردے کہ تو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے تو ہی اس کا کارساز اور مولی ہے اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے ایسے قلب سے جو خشیت سے خالی ہو ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔'' (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب التعوذ من شر ماعمل .

کلمات حدیث: آت نفسی تقواھا : میرے نفس کو اس کا تقوی عطا فرمادے، یعنی میرے دل میں ایسی مشیت پیدا فرمادے جو مجھے آمادۂ عمل کرے اور برائیوں اور برے کاموں سے بچائے ۔ وزکھا : اور میرے نفس کو آلودگیوں اور گندگیوں سے پاک وصاف فرمادے۔

شرح حدیث: اہل ایمان پر لازم ہے کہ وہ تقوی اختیار کریں یعنی ان تمام احکام پر عمل کریں جن کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم فرمایا ہے اور ان تمام برائیوں اور برے کاموں سے اجتناب کریں جن سے بچنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اور اللہ سے دعا کریں کہ اے اللہ مجھے تقوی عطا فرما اور میرے دل میں ایسی پاکیزگی پیدا فرمادے کہ وہ خود بخود برائیوں اور برے کاموں سے نفور اور بیزار ہوجائے اور آمادۂ عمل صالح ہوجائے ۔ اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں ایسے علم سے جس سے مجھے فائدہ نہ پہنچے اور ایسے نفس سے جس کی طمع اور لالچ اور حرص کی آگ کبھی ٹھنڈی نہ ہو۔ اور ایسے دل سے جو اللہ کی مشیت اور اس کے خوف سے خالی ہو۔ یعنی اے اللہ میں دین کا جو علم حاصل کروں اس پر عمل کروں اور میرا دل تیرے خوف اور تیری خشیت سے لبریز رہے ایسی خشیت جو مجھے معصیتوں سے اجتناب پر آمادہ اور اعمال صالحہ کی جانب راغب کرے ۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس دعا سے جو قبول نہ ہو یعنی اے اللہ میری دعاؤں کو قبول فرما۔ (آمین) (شرح صحیح مسلم للنووی : ۳۴/۱۷ ۔ روضۃ المتقین : ۴۶۳/۳ ۔ دلیل الفالحین : ۲۵۲/۴)

****

توکل کی دعاء

۱۴۸۰ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ : "اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ، وَبِکَ اٰمَنْتُ، وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ، وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ، وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ، فَاغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ" زَادَ بَعْضُ الرُّوَاۃِ : "وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۱۴۸۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرماتے تھے:

" اللھم لک اسلمت وبک آمنت وعلیک توکلت والیک أنبت وبک خاصمت والیک

حاکمت فاغفرلی ماقدمت وما أخرت وما اسررت وماأعلنت انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا أنت۔"

"اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کردیا تجھ پر ایمان لایا، تیرے اوپر توکل کیا، تیری ہی جانب رجوع کرتا ہوں تیرے ہی طرف میں نے فیصلے میں رجوع کیا۔ تو مجھے بخش دے وہ گناہ جو میں نے پہلے کئے اور جو بعد میں کئے اور جو چھپ کر کئے اور جو اعلانیہ کئے تو ہی بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔"

بعض راویوں نے یہ الفاظ زائد روایت کئے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ (گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی کوئی قوت اور طاقت نہیں ہے سوائے اللہ کی توفیق کے) (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء اذاانتبه من اللیل . صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب مایقول عند النوم واخذ المضجع .

کلمات حدیث: الیك أنبت : میں صرف تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں۔ بك خاصمت : میں تیرے راستے میں تیرے دشمن سے دشمنی رکھتا ہوں اور اس پر تیری مدد سے غالب آتا ہوں۔

شرح حدیث: دعا کے ان کلمات میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں کامل حضور ہر حال میں اس کی طرف رجوع اور ہر قدم پر اس کی مدد استعانت کی طلب کی تعلیم دی گئی ہے۔ دوستی اور دشمنی اسی کی خاطر ہے اور اسی کے لیے ہے۔ اور ہر معاملہ میں اسی کا فیصلہ قبول ہے۔ یعنی دعا کا ہر لفظ تسلیم و رضا سے عبارت ہے۔

حدیث مبارک میں وارد اس دعا میں فرمایا کہ میں تیرے ہی اوپر توکل کرتا ہوں۔ توکل کے معنی ہیں کہ بندہ اسباب دنیویہ کو اختیار کرتے ہوئے یہ یقین کامل رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہی مسبب الأسباب ہے اور جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی کی مشیئت اور ارادے سے ہوتا ہے اور میں اس کی تقدیر پر راضی ہوں اور اس کے حکم کے سامنے اپنا سر جھکاتا ہوں۔ یعنی توکل کے دو اجزاء ہیں اولاً اسباب عادیہ کا اختیار کرنا اور ثانیاً اللہ کی قدرت کاملہ پر یقین کامل اور اس پر مکمل بھروسہ اور اعتماد اور اپنے آپ کو اس کی رضا اور مشیئت کے سپرد کردینا۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ۳٤/۱۷۔ روضة المتقین : ٤٦٤/۳۔ دلیل الفالحین : ۲۵۳/٤)

فتنوں سے پناہ مانگنا

۱۴۸۱ . وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَدْعُوْ بِهٰؤُلَآءِ الْکَلِمَاتِ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ، وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّالْغِنٰی وَالْفَقْرِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَهٰذَا لَفْظُ اَبِیْ دَاوٗدَ .

(۱۴۸۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا فرماتے:

" اللهم اني اعوذبک من فتنة النار وعذاب النار ومن شر الغنى والفقر ."

”اے اللہ میں جہنم کے فتنے سے اور آگ کے عذاب سے اور تونگری اور فقر کے شر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔“ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الاستعاذۃ . الجامع للترمذی، کتاب الدعوات، باب الاستعاذۃ من عذاب القبر والدجال .

شرح حدیث: جہنم کے فتنے اور وہاں کی آزمائش سے نجات اور ان امور سے اللہ کی پناہ جو جہنم کی جانب اور جہنم کے عذاب کی طرف لے جانے والے ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مال و دولت کی زیادتی اور فراوانی آدمی کے لیے بہت بڑا فتنہ بن جاتی ہے کہ کثرت مال و دولت سے مال کی محبت بڑھتی ہے جو آدمی کو مال کے جمع کرنے میں مبتلا کرتی ہے کہ وہ ہر وقت اسی دھن میں لگا رہتا ہے کہ میرے پاس زیادہ سے زیادہ مال جمع ہو جائے اور اس حب مال کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ آدمی مال کو خیر کے کاموں میں خرچ کرنے سے باز رہتا ہے اور اس طرح اسکے پاس ناپاک اور گندہ مال جمع ہو جاتا ہے جو بالآخر اللہ تعالیٰ سے اور اس کی گرفت سے غافل بنا دیتا ہے اور حد سے بڑھا ہوا فقر آدمی کو جزع وفزع میں مبتلا کر دیتا ہے اور بالآخر اسکی عزت نفس ختم ہو جاتی ہے اور حلال و حرام کی تفریق ختم ہو جاتی ہے۔

امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر فتنے سے مراد مصیبت اور تکلیف ہو تو اس کا شر آدمی کا بے صبر ہو جانا اور سختی اور شدت کو تسلیم و رضا کے ساتھ برداشت نہ کرنا ہے۔ اور اگر اس دعا میں فتنہ کے معنی آزمائش اور امتحان کے لئے جائیں تو اس معنی کے اعتبار سے شر کا پہلو یہ ہے کہ آدمی فراخی میں حمد و شکر سے محروم رہے اور فقر میں اسے صبر نصیب نہ ہو۔

(فتح الباری : ۵۹۸/۱۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۷۴/۵۔ عمدۃ القاری : ۱۴/۲۳)

برے اخلاق اور برے اعمال سے پناہ مانگنا

۱۴۸۲ . وَعَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمِّهِ، وَهُوَ قُطْبَةُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ، وَالْاَعْمَالِ، وَالْاَهْوَآءِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۴۸۲) زیاد بن علاقہ اپنے چچا حضرت قطبۃ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا فرماتے:

”اللهم انی اعوذبک من منکرات الا خلاق والأعمال والأهواء .“

”اے اللہ میں برے اخلاق اعمال اور اھواء سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب من دعاء داؤد علیه السلام .

راوی حدیث: حضرت قطبۃ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں، ان سے روایت کردہ ایک حدیث امام بخاری نے

اپنی صحیح میں اور ایک اور حدیث امام مسلم ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے تخریج کی ہے کتب ستہ میں ان سے مروی یہی دو احادیث ہیں اور دوسری مسلم وغیرہ کی روایت کہ آپ ﷺ نے نماز میں سورۂ ق تلاوت فرمائی۔ (دلیل الفالحین ٤/٢٥٥)

کلمات حدیث: منکرات الأخلاق : برے اخلاق۔ ناپسندیدہ اخلاق۔ منکرات الأعمال : برے اعمال۔ ناپسندیدہ اعمال۔ منکرات الأھواء : بری خواہشات۔ برے افکار وخیالات اور برے جذبات۔ أھواء : ھوی کی جمع ہے ہر وہ بات جو کسی کو اچھی لگے۔ جس کی طرف نفس کا میلان ہو۔

شرح حدیث: اس دعا میں تعلیم ہے کہ آدمی تمام برے اخلاق واعمال اور ہر طرح کے فاسد عقائد، باطل خیالات، غلط افکار، اور ہر طرح کے اوہام سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ اختیار کرے اور اپنے فکر و ذہن کو اور قلب ونظر کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے عقائد و افکار سے جلا بخشے۔ (روضة المتقين : ٤٦٧/٣ - دليل الفالحين : ٤/٢٥٥)

اعضاء وجوارح کے شر سے بچنے کی دعاء

١٤٨٣۔ وَعَنْ شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ دُعَآءً قَالَ : " قُلْ: اَللّٰهُـمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ، وَمِنْ شَرِّ بَصَرِيْ، وَمِنْ شَرِّلِسَانِيْ، وَمِنْ شَرِّ قَلْبِيْ، وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّيْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(١٤٨٣) حضرت شکل بن حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا تعلیم فرمائی:

" اللهم انی اعوذبک من شر سمعي ومن شر بصری ومن شر لسانی ومن شر قلبی ومن شر منیی."

''اے اللہ میں اپنے کان آنکھ زبان دل اور شرم گاہ کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔'' (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الاستعاذه . الجامع للترمذی ابواب الدعوات، باب الاستعاذة من شر السمع .

راوی حدیث: حضرت شکل بن حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ ابن الجوزی کا بیان ہے کہ ان سے یہی ایک حدیث مروی ہے۔ (دلیل الفالحین ٤/٢٥٥)

کلمات حدیث: من شر منیی : میری منی کے شر سے۔ منی : مرد کا مادۂ تولید۔ یہاں مراد شرمگاہ ہے۔

شرح حدیث: حضرت شکل بن حمید کو رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا تعلیم فرمائی کہ یہ کہا کرو کہ اے اللہ مجھے اپنی پناہ اور حفاظت میں لے

لے جو میرے کانوں سے سرزد ہوں یعنی یہ کہ میں اپنے کانوں سے غیبت جھوٹ بہتان سنوں اور نہ کوئی ایسی بات سنوں جس کے سننے سے مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اے اللہ میں تیری پناہ اور تیری حفاظت میں آتا ہوں کہ میں لوگوں کے عیب دیکھوں نامحرم عورتوں کو دیکھوں اور ایسی کوئی بات دیکھوں جس کے دیکھنے سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے۔ اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں اور تیری حفاظت طلب کروں کہ میں اپنی زبان سے غیبت کروں جھوٹ بولوں یا کسی کو تہمت لگاؤں یا کوئی ایسا کلمہ زبان سے ادا کروں جس کے کہنے سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں اور تیری حفاظت طلب کرتا ہوں کہ میرے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے سوا کوئی اور محبت جگہ لے اور میرے قلب پر غالب آئے۔ اور اے اللہ میں آپ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ میرے جسم کا کوئی حصہ اور میرے اعضاء میں سے کوئی عضو سے ایسا کوئی عمل سرزد ہو جس سے اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (دليل الفالحين : ٢٥٥/٤ ـ تحفة الاحوذی : ٤٣٠/٩)

بیماریوں سے پناہ مانگنا

۱۴۸۴. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَقُوْلُ : "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ، وَالْجُنُوْنِ، وَالْجُذَامِ، وَسَيِّءِ الْاَسْقَامِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۱۴۸۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا فرماتے:

" اللهم اني اعوذبک من البرص والجنون والجذام وسئ الأسقام ."

''اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں برص کی بیماری سے جنون سے اور جذام سے اور تمام بری بیماریوں سے۔'' (ابوداؤد بسند صحیح)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الاستعاذة .

شرح حدیث: تمام بری اور موذی بیماریوں سے اللہ کی پناہ اور عافیت طلب کرنی چاہئے برص سے جس میں جلد پر سفید داغ ہو جاتے ہیں کوڑھ کے مرض سے اور جنون اور پاگل پن سے کہ انسان کا شرف وامتیاز ہی عقل سے ہے عقل باقی نہ رہے تو انسان اور حیوان میں فرق باقی نہیں رہتا۔ اور اسی طرح تمام موذی بیماریوں سے اللہ کی پناہ اور عافیت طلب کرنی چاہئے۔

امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے موذی بیماریوں سے عافیت طلب کرنے کی تعلیم فرمائی اور ہر طرح کی بیماریوں سے طلب عافیت کا حکم نہیں فرمایا اور اس میں حکمت یہ ہے کہ بعض بیماریاں جیسے بخار اور درد وغیرہ ایسی بیماریاں ہیں جو وقتی ہوتی ہیں اور آدمی بعد میں تندرست ہو جاتا ہے نیز یہ کہ ان بیماریوں میں آدمی کی کلفت کم ہوتی ہے اور جزا اور ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ جبکہ برص اور موذی بیماریوں سے آدمی بہت کلفت اٹھاتا ہے، تیماردار پریشان ہو جاتے ہیں اور ہمدرد غمگسار ساتھ چھوڑ جاتے ہیں خاص طور پر برص و جذام جس سے سب کراہت محسوس کرتے ہیں اور جنون کہ عقل کے بغیر انسان انسان باقی نہیں رہتا۔

(روضة المتقين : ٤٦٨/٣ ـ دليل الفالحين : ٢٥٧/٤)

بھوک اور خیانت سے پناہ

۱۴۸۵ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِيْعِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ ! رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۱۴۸۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

''اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں بھوک سے بے شک وہ برا ساتھی ہے اور میں پناہ مانگتا ہوں خیانت سے کہ وہ بری باطنی خصلت ہے۔'' (ابوداؤد بسند صحیح)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الاستعاذة .

کلمات حدیث: البطانة : اندرونی خصلت ۔ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بطانۃ ۔ ظہارہ کا ضد ہے یعنی لباس کا بیرونی حصہ اور بطانۃ لباس کا اندرونی حصہ ۔ مراد وہ عادت و خصلت ہے جسے آدمی لوگوں سے چھپائے ۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں شدید بھوک سے اور خیانت سے اللہ کی پناہ مانگنے کی تعلیم ہے کیونکہ بھوک کی زیادتی حضور قلب میں مانع بنتی ہے اور خیانت ایک انتہائی بری باطنی خصلت ہے ۔ (دلیل الفالحین : ٤/٢٥٦)

۱۴۸۶ . وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ مُكَاتِبًا جَآءَهٗ فَقَالَ : اِنِّيْ عَجِزْتُ عَنْ كِتَابَتِيْ فَاَعِنِّيْ قَالَ : اَلَاۤ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ دَيْنًا اَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْكَ؟ قُلْ: "اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۴۸٦) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غلام مکاتب ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میں کتابت کی رقم ادا کرنے سے عاجز آ گیا ہوں آپ میری مدد کریں ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھادوں جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھائے تھے کہ اگر کسی پر پہاڑ جتنا بھی قرض ہو اللہ تعالیٰ اسے ادا فرما دے گا ۔ وہ کلمات یہ ہیں:

" اللّٰهم اكفنى بحلالك عن حرامك و أغننى بفضلك عمن سواك ."

''اے اللہ! حرام سے محفوظ رکھ اور اپنے حلال رزق سے میری کفایت فرما اور اپنے فضل سے مجھے ایسا غنی بنادے کہ میں تیرے سوا ہر ایک سے بے نیاز ہو جاؤں ۔'' (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابو اب الدعوات.

کلمات حدیث: مکاتب : وہ غلام جو اپنے مالک کے ساتھ تحریری معاہدہ کرے کہ وہ مقررہ رقم مالک کو ادا کرنے کے بعد آزاد ہو جائے گا۔ یعنی آزادی کی قیمت مقرر کر لی جسے غلام کما کر مالک کو بالاقساط ادا کرتا رہے اور جب پوری رقم ادا ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائے۔

شرح حدیث: قرض کی ادائیگی اور لوگوں سے بے نیازی کے حصول کے لیے بہترین دعا ہے۔ (دليل الفالحين : ٤/٢٥٧)

ہدایت کی دعاء

۱۴۸۷. وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَ اَبَاهُ حُصَيْنًا كَلِمَتَيْنِ يَدْعُوْ بِهِمَا : "اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ، وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۴۸۷) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے والد حصین کو دو کلمات دعا سکھائے جن کے ساتھ وہ دعا کیا کرتے تھے:

" اللهم الهمني رشدي وأعذني من شر نفسي ."

"اے اللہ میرے دل میں میرا رشد القاء کر دے اور مجھے میرے شر سے محفوظ فرما دے۔" (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب الدعوات .

کلمات حدیث: الهمني رشدي : مجھے ان امور کی توفیق عطا فرما جو دنیا اور آخرت میں میرے لیے مفید اور سود مند ہوں۔

شرح حدیث: ارشاد ضلال کی ضد ہے یعنی ہر وہ امر جو ہدایت پر اور انسان کے حق میں صلاح و فلاح پر مشتمل ہو۔ یہ ایک بہترین دعا ہے کہ اللہ سے ہر معاملہ میں رشد و ہدایت طلب کی جائے اور اپنے نفس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگی جائے، کہ انسان کا نفس اسے برائیوں کی طرف لے جانے والا ہے۔

عافیت کی دعاء

۱۴۸۸. وَعَنْ اَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا اَسْاَلُهُ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ : "سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ" فَمَكَثْتُ اَيَّامًا ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا اَسْاَلُهُ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِيْ : "يَاعَبَّاسُ يَاعَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ، سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۱۴۸۸) حضرت ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسی شئے سکھائیں جس کا میں اللہ سے سوال کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے عافیت طلب کرو۔ میں چند دن ٹھہرا پھر حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسی شئے سکھائیں جس کا میں اللہ سے سوال کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عباس! اللہ سے دنیا اور آخرت میں عافیت طلب کرو۔ (ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب أی الدعا، افضل .

کلمات حدیث: العافیة : اسم مصدر ہے۔ کہتے ہیں کہ عافاہ اللہ : یعنی اللہ اسے یعنی میرے نفس کو ان چیزوں سے دور رکھ جو اس کو ایذا دینے والی ہیں۔

شرح حدیث: نہایت جامع دعا ہے جس میں اللہ سے دنیا کی تمام تکلیفوں مصیبتوں اور ہر طرح کے آزار سے تحفظ اور آخرت کی ہر طرح کی ابتلاؤ آزمائش سے سلامتی کی درخواست کی گئی ہے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب عم رسول اللہ ﷺ کے مکرر سوال پر آپ کا یہ فرمانا کہ اللہ سے دنیا اور آخرت کی عافیت طلب کرو، ظاہر کرتا ہے کہ طلب عافیت اور دعا عافیت کی کس قدر اہمیت ہے۔ اور یہ مضمون اس قدر جامع ہے کہ تمام امور کا احاطہ کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ عم محترم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے والد کے درجہ میں سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ کا انہیں عافیت کی دعا کے لیے فرمانا اس امر کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ امام جزری رحمہ اللہ عدۃ الحصن الحصین میں فرماتے ہیں کہ یہ امر کہ رسول اللہ ﷺ عافیت کی دعا فرماتے تھے درجہ تواتر کو پہنچا ہوا ہے اور تقریباً پچاس روایات میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے عافیت کی دعا فرمائی۔

(تحفة الاحوذی : ۹/۴٦۱ ـ روضة المتقین : ۳/۴۷۰ ـ دلیل الفالحین : ۴/۲۵۸)

دین پر استقامت کے لیے دعاء

۱۴۸۹ ۔ وَعَنْ شَهْرِبْنِ حَوْشَبٍ قَالَ : قُلْتُ لِاُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: يَااُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَاكَانَ اَكْثَرُ دُعَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ كَانَ اَكْثَرُ دُعَآئِهٖ "يَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۴۸۹) حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس ہوتے تھے تو اکثر کیا دعا فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی اکثر دعا یہ ہوتی تھی:

" یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک."

''اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب یا مقلب القلوب ثبت قلبی .

کلمات حدیث: یا مقلب القلوب : اے دلوں کے پھیرنے والے یعنی اسے گمراہی سے ہدایت کی طرف لانے والے۔

شرح حدیث: دین پر ثابت قدمی اور استقامت اللہ کے ان اولوالعزم بندوں کا کام ہے جو اللہ کی طرف سے رشد وہدایت سے سرفراز کیے گئے ہوں کہ آدمی کی زندگی میں بے شمار ایسے موڑ آتے ہیں جن میں وہ غفلت اور تساہل میں پڑ کر اللہ کی بندگی میں کوتاہی کا مرتکب ہوجاتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ آدمی ہر وقت یہ دعا کرتا رہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ام سلمہ ہر آدمی کا دل رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جسے چاہے استقامت عطا فرمائے اور جسے چاہے زیغ میں مبتلا کردے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا ﴾

''اے اللہ ہدایت عطا فرمانے کے بعد ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا کر۔''

(تحفة الاحوذی : ۹/۴٦۸ ۔ دلیل الفالحین : ٤/۲۵۹)

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کی دعاء

۱۴۹۰ . وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَانَ مِنْ دُعَآءِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السلام : اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّکَ، وَالْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ، وَاَهْلِیْ، وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۴۹۰) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی کہ اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا اور تجھ سے محبت کرنے والے شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس عمل کا سوال کرتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے اے اللہ اپنی محبت کو میرے لیے میری جان میرے اہل خانہ اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب من دعا داؤد علیه السلام .

شرح حدیث: انتہائی بلیغ اور جامع دعا ہے جس میں اپنی ذات اہل وعیال اور ہر اس چیز پر جس کی جانب نفس مائل ہو اللہ کی اطاعت وبندگی اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری پر مقدم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اعمال صالحہ کی ترغیب وتعلیم دی گئی

ہے۔ (دلیل الفالحین : ٤/٢٦٠ ـ نزهة المتقين : ٢/٣٣٢)

اسم اعظم

۱۴۹۱. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلِظُّوْا بِيَاذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

وَرَوَاهُ النَّسَآئِيُّ مِنْ رِوَايَةِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَامِرٍ الصَّحَابِيِّ قَالَ الْحَاكِمُ : حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاَسْنَادِ: اَلِظُّوْا" بِكَسْرِ اللَّامِ وَتَشْدِيْدِ الظَّآءِ الْمُعْجَمَةِ مَعْنَاهُ : اَلْزَمُوْا هٰذِهِ الدَّعْوَةَ وَاَكْثِرُوْا مِنْهَا .

(۱۴۹۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یاذ الجلال والاکرام خوب کثرت سے کہا کرو۔(اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور نسائی نے اسے ربیعۃ بن عامر صحابی سے روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

کلمات حدیث: ألظوا : کے معنی ہیں ان کلمات کو اپنے او پر لازم کرلو اور ان کا بکثرت ورد کیا کرو۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں تعلیم دی گئی کہ یاذ الجلال والاکرام بکثرت کہنا چاہئے اور دعاؤں کے درمیان اس کا ورد کرنا چاہئے ۔ کہ ایک قول کے مطابق الجلال والاکرام اسم اعظم ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سنا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے۔یاذ الجلال والاکرام۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مانگو تمہاری دعا قبول ہوگی۔فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کلمات اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا عنوان کامل ہیں۔

(تحفة الاحوذی : ٩/٤٧٢ ـ دليل الفالحين : ٤/٢٦١)

رسول اللہ ﷺ کی تمام دعاؤں کا خلاصہ

۱۴۹۲. وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدُعَآءٍ كَثِيْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا، قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ دَعَوْتَ بِدُعَآءٍ كَثِيْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالَ : "اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَايَجْمَعُ ذٰلِكَ كُلَّه"؟ تَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَالُكَ مِنْ خَيْرِ مَاسَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَااسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ، وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۴۹۲) حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کثرت سے دعائیں فرماتے جو ہمیں یاد نہ رہیں تو ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے بہت سی دعائیں فرمائی ہیں جو ہمیں یاد نہ رہیں تو آپ ﷺ

نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ بتلادوں جو ان سب دعاؤں کی جامع ہو۔وہ دعا یہ ہے:

" اللهم انی أسالک من خير ما سألک منه نبيک محمد ﷺ واعوذبک من شر ما استعاذمنه نبيک محمد ﷺ وأنت المستعان وعليک البلاغ ولا حول ولا قوة الا بالله."

''اے اللہ میں تجھ سے ہر اس بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کا سوال تجھ سے تیرے نبی محمد ﷺ نے کیا اور ہر اس شر سے میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں جس سے تیرے نبی محمد ﷺ نے پناہ طلب کی۔تو ہی ہے جس سے مدد طلب کی جائے اور تو ہی فریاد کو پہنچنے والا ہے۔ گناہ سے بچنے کی توفیق اور نیکی کرنے کی ہمت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔'' (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب اللهم انا نسئلك بما سألك به نبيك .

شرح حدیث: دعا مذکوران جملہ ماثور دعاؤں کو شامل ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائیں، اور اس دعا کی جامعیت کے پیش نظر ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس دعا کو بطور خاص اپنی دعاؤں کا حصہ بنائے۔ (تحفة الاحوذی ۹/۴٦۷ . دليل الفالحين ٤/٢٦٢)

ایک جامع ترین دعاء

۱۴۹۳ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِکَ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ، وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ" رَوَاهُ الْحَاكِمُ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

(۱۴۹۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی:

" اللهم انی أسالک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والسلامة من كل اثم والغنيمة من كل بر والفوز بالجنة والنجاة من النار ."

''اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کو واجب کر دینے والی چیزوں کا اور ایسے اعمال کا جن سے ہمیں تیری مغفرت حاصل ہو جائے اور ہر گناہ سے سلامتی اور ہر نیکی میں حصہ پانے کا جنت کے حصول میں کامیابی اور جہنم سے نجات کا سوال کرتا ہوں۔'' (حاکم اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے)

تخریج حدیث: المستدرك للحاكم : ١/٥٢٥ .

کلمات حدیث: موجبات رحمتك : ایسے اعمال خیر جن سے تیری رحمت لازم ہو جائے۔ عزائم مغفرتك : ایسے اعمال جن کے نتیجے میں تیری مغفرت حاصل ہو جائے۔

شرح حدیث: مقصود دعا اللہ تعالیٰ سے ان اعمال کی توفیق طلب کرنا ہے جن سے اسکی رحمت و مغفرت حاصل ہو، گناہوں سے تحفظ ملے اور اعمال خیر کی رغبت پیدا ہو۔ اور بالآخر جہنم سے نجات اور جنت کی سرفرازی حاصل ہو جائے۔ (دليل الفالحين : ٤/٢٦٢)

الباب (۲۵۱)

فَضْلِ الدُّعَآءِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ
غائبانہ دعاء مانگنے کا اجر

۳۲۶. قَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَالَّذِينَ جَآءُو مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔'' (الحشر: ۱۰)

تفسیری نکات: مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والے وہ صحابۂ کرام جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے اور تابعین اور قیامت تک تمام آنے والے مسلمان ان جان نثار صحابۂ کرام کے حق میں دعا کرتے ہیں جنہوں نے صحبت رسول اللہ ﷺ کا حق ادا کیا اپنی جان اور اپنے مال کی قربانی دے کر دین اسلام کا علم بلند کیا اور اللہ کے کلمہ کو دین کو اقصائے عالم تک پہنچایا۔

۳۲۷. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ﴾

اور فرمایا

''اپنے گناہوں کی بخشش مانگ اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے۔'' (محمد: ۱۹)

تفسیری نکات: دوسری آیت مبارکہ رسول کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ بندہ کی عبادت اللہ کی عظمت کے مقابلہ میں قاصر ہے اس لیے آپ اپنے کو حق عبادت ادا کرنے سے قاصر سمجھتے ہوئے استغفار کیجئے اور مؤمن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی استغفار کیجئے اور ان کو ایسے اعمال پر آمادہ کیجئے جو ان کے لیے باعث مغفرت ہیں۔ (تفسیر مظہری)

۳۲۸. وَقَالَ تَعَالٰى إِخْبَارًا عَنْ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝٤١ ﴾

اور اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے ہمارے رب! مجھے بخش دے میرے ماں باپ کو اور مؤمن کو جس دن حساب قائم ہوگا۔'' (ابراہیم: ۴۱)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اور اپنے والد کی اور تمام مؤمنین کی مغفرت کی دعا فرمائی۔ (تفسیر عثمانی)

مسلمان بھائی کے لیے غائبانہ دعا کا فائدہ

۱۴۹۴ . وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "مَامِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ یَدْعُوْ لِاَخِیْهِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ اِلَّا قَالَ الْمَلَکُ : وَلَکَ بِمِثْلٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۹۴) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب .

شرح حدیث: کسی مسلمان کی غیر موجودگی میں اس کے لیے دعا کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ جو دعا اس نے اپنے مسلمان بھائی کے حق میں کی ہے اسے اس کے حق میں بھی قبول فرما۔ اور فرشتوں کی دعا اللہ کی بارگاہ میں قبول ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنے حق میں دعا کے ساتھ اپنے دیگر عزیز و اقارب کے حق میں اور اپنے والدین کے حق میں دعا کرنی چاہئے۔ (دلیل الفالحین : ٤/٢٦٥ ـ صحیح مسلم بشرح النووی : ١٧/٤٠ .

غائبانہ دعاء کرنے والے کے حق میں فرشتے کی دعاء

۱۴۹۵ . وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ : "دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِیْهِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ مُسْتَجَابَةٌ : عِنْدَ رَأْسِهٖ مَلَکٌ مُوَکَّلٌ کُلَّمَا دَعَا لِاَخِیْهِ بِخَیْرٍ قَالَ الْمَلَکُ الْمُوَکَّلُ بِهٖ : اٰمِیْنَ وَلَکَ بِمِثْلٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۹۵) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی کے حق میں غائبانہ دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے سرہانے ایک فرشتہ مقرر ہے وہ جب بھی اپنے بھائی کے لیے کسی خیر کی دعا کرتا ہے تو اس پر مقرر فرشتہ آمین کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی اس کے مثل ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب .

شرح حدیث: مستحب یہ ہے کہ آدمی جب بھی دعا کرے تو اپنے والدین کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرے کہ یہ دعا اس کے حق میں بھی قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم ١٧/٤٠)

الباب (۲۵۲)

بَابُ مَسَائِلَ مِنَ الدُّعَآءِ
دعاء کے چند مسائل

۱۴۹۶. عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ صُنِعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ : جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ اَبْلَغَ فِي الثَّنَآءِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۱۴۹۶) حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ساتھ کوئی اچھا برتاؤ کیا گیا ہو اور وہ ایسا کرنے والے کو کہے کہ جزاک اللہ خیراً (اللہ تعالیٰ تجھے بہتر جزادے)۔ تو اس نے اس کی خوب ثناء کی۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی الثناء بالمعروف .

شرح حدیث: جب کوئی شخص کسی کے ساتھ کوئی حسن سلوک کرے یا اس کے ساتھ کوئی نیکی کرے اور وہ اس کے جواب میں جزاک اللہ خیراً کہدے تو یہ اس کے حق میں اعلیٰ درجہ کی تعریف ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تو تیرا صلہ نہیں دے سکتا اللہ تجھے اپنے پاس سے اس کی جزا عطا کرے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ جزاء دنیا کے ہر صلے اور جزاء سے بہتر ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ محسن کی کمال درجہ کی تعریف ہے۔

(روضة المتقين : ۴۷۷/۳ ۔ رياض الصالحين : ۳۷۱/۲ صلاح الدين)

مال اور اولاد کے حق میں بددعاء کی ممانعت

۱۴۹۷. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاتَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ، وَلَاتَدْعُوْا عَلٰى اَوْلَادِكُمْ، وَلَاتَدْعُوْا عَلٰى اَمْوَالِكُمْ لَاتُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُسْاَلُ فِيْهَا عَطَآءً فَيَسْتَجِيْبَ لَكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۹۷) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے حق میں بددعا نہ کرو، اپنی اولاد کے حق میں بددعا نہ کرو۔ اور اپنے مال کے حق میں بددعا نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قبولیت دعا کی ساعت ہو جس میں اللہ سے جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقاق، باب حديث جابر الطويل وقصة الى السير .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنے بندوں کی پکار کو سنتے اور ان کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی بعض اوقات

ایسے مقرر ہیں جن میں دعائیں فوراً قبول کر لی جاتی ہیں اوران کی تاثیرفوری طور پر عالم اسباب میں مرتب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔اس لیے فرمایا کہ کسی بھی وقت کوئی مسلمان اپنی زبان سے ایسا کلمہ نہ نکالے جو اس کے حق میں یا اس کی اولاد کے حق میں یا اس کے مال کے حق میں کسی طرح کی بددعا پر مشتمل ہو کہ ہوسکتا ہے کہ اس وقت کوئی ایسی ساعت ہو کہ جوں ہی یہ بددعا منہ سے نکلے اسی وقت قبول ہو جائے۔ کسی بھی مسلمان کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اپنے حق میں یا کسی اور کے حق میں بددعا کرے۔

(روضة المتقين : ۳/۴۷۷ ـ دليل الفالحين : ۴/۲۶۶)

سجدہ میں کثرتِ دعاء کی تاکید

۱۴۹۸ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَقْرَبُ مَايَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَاَكْثِرُوْ الدُّعَآءَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۴۹۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ اپنے رب سے زیادہ سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے تو اس میں کثرت سے دعا کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب مايقال فى الركوع والسجود .

شرح حدیث: سجدے کی حالت میں دعا کی فضیلت بیان ہوئی کہ سجدے کی حالت میں بندہ دوسری حالتوں کی بہ نسبت اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔علماء نے فرمایا ہے کہ نوافل کے سجدوں میں دعا کی جائے۔اور یہی یہاں مراد ہے۔

(روضة المتقين : ۳/۴۷۷)

مایوس ہوکر دعاء نہ چھوڑنا چاہیے

۱۴۹۹ . وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَالَمْ يَعْجَلْ : يَقُوْلُ : قَدْ دَعَوْتُ رَبِّیْ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِیْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : "لَايَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ، اَوْقَطِيْعَةِ رَحِمٍ، مَالَمْ يَسْتَعْجِلْ" قِيْلَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالْاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ : "يَقُوْلُ: قَدْ دَعَوْتُ، وَقَدْ دَعَوْتُ، فَلَمْ اَرَيَسْتَجِيْبُ لِیْ، فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَآءَ ."

(۱۴۹۹) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کی دعا اسی وقت تک قبول کی جاتی ہے جب تک وہ جلد بازی نہ کرے مثلاً کہنے لگے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی لیکن قبول نہیں کی گئی۔ (متفق علیہ)
صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہیکہ بندہ جب تک گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے اس کی دعا قبول کی جاتی ہے بشرطیکہ وہ جلد بازی نہ

کرے۔ کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ استعجال سے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کہنے لگے میں نے دعا کی اور دعا کی لیکن مجھے قبول ہوتی نظر نہیں آتی۔ اس کے بعد تھک ہار کر بیٹھ جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب یستجاب للعبد مالم یعجل . صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب بیان أیستجاب للداعی مالم یعجل .

کلمات حدیث: یستحسر عند ذلك : وہ جلدی مچانے سے تھک جاتا ہے۔ حسروا ستحسر : کے معنی ہیں تھک جانا اور تھک کر کام چھوڑ دینا۔

شرح حدیث: دعا کے قبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آداب دعا کا لحاظ رکھا جائے اور آداب دعا میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ آدمی دعا پر مداومت اختیار کرے اور تھک کر اور مایوس ہو کر دعا نہ چھوڑے ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تھک کر دعا چھوڑ دینے سے مراد یہ ہے کہ دعا مانگنے والے کی طبیعت میں اکتاہٹ پیدا ہو جائے اور وہ دعا مانگنا ترک کر دے گویا وہ دعا مانگ کر کسی پر احسان کر رہا ہو یا یہ سمجھ رہا ہو کہ اس کی دعا قبولیت کی مستحق ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے بندۂ مومن پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے دعا کرتا رہے اور دعا بکثرت کرے اور اس پر مداومت اختیار کرے اور ہر ضرورت اور ہر حاجت اللہ سے مانگے کہ سارے انسان اللہ کے محتاج ہیں اور اللہ ہی غنی ہے اور سب فقیر ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ آدمی ہر وقت اور مسلسل دعا کرتا رہے اور دعا کبھی ترک نہ کرے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی : ۱۷/۴۲۔ روضۃ المتقین : ۳/۴۷۸۔ دلیل الفالحین : ۴/۲۶۷)

دعاء کی قبولیت کا بہترین وقت

۱۵۰۰. وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اَیُّ الدُّعَآءِ اَسْمَعُ؟ قَالَ : "جَوْفَ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ، وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(۱۵۰۰) حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کون سی دعا زیادہ مقبول ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا رات کے پچھلے پہر میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب العزم فی المسائة .

کلمات حدیث: جوف اللیل : رات کا درمیانی حصہ۔

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سی دعا اللہ کے یہاں زیادہ سنی جاتی ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کون سی دعا کے بارے میں زیادہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اللہ کے یہاں مقبول ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا رات کے آخری پہر میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا رب عزوجل ہر رات کے آخری ثلث میں سماء دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ

کون ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کی پکار کو سنوں کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے دوں اور کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اسے معاف کردوں۔ (تحفة الاحوذی : ۹/۴۳۷ ۔ دلیل الفالحین : ۴/۲۶۸)

دعاء ضرور قبول ہوتی ہے

۱۵۰۱ . وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ''مَا عَلَى الْاَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُو اللّٰهَ تَعَالٰى بِدَعْوَةٍ اِلَّا آتَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهَا، اَوْصَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا، مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ، اَوْقَطِيْعَةِ رَحِمٍ'' فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ : اِذًا نُكْثِرَ قَالَ : ''اَللّٰهُ اَكْثَرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ مِنْ رِوَايَةِ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَزَادَ فِيْهِ : اَوْيَدَّخِرَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلِهَا .

(۱۵۰۱) حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روئے زمین پر جو مسلمان اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرما دیتا ہے یا اس سے اس کی مثل کوئی برائی (تکلیف) دور کر دیتا ہے جب تک وہ کوئی ایسی دعا نہ کرے جو کسی گناہ یا قطع رحمی پر مشتمل ہو کسی نے عرض کیا کہ ہم تو خوب دعا کریں گے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ بھی خوب دینے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حاکم نے اسے ابوسعید سے روایت کیا اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ کیا یا اس کے لیے اس کے مثل اجر کا ذخیرہ کر دیتا ہے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب استجابة الدعاء فی غیر قطیعة رحم .

کلمات حدیث: اذاً نکثر : یعنی جب دعا کی قبولیت کا یہ عالم ہو تو ہم تو بہت کثرت سے دعا کریں گے۔ اللہ اکثر : یعنی اللہ کی رحمتوں کے خزانے تمہارے تصور وخیال سے بھی زیادہ ہیں اور جس قدر بھی تم دعائیں مانگو گے اللہ اتنا ہی زیادہ دے گا اور اس داد و دہش سے اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہ آئے گی۔

شرح حدیث: بندۂ مؤمن پر واجب ہے کہ اللہ سے مانگے اور بہت مانگے کہ اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اور اس کی رحمت ہر شئے پر وسیع اور محیط ہے دعا مانگنے میں فائدہ ہی فائدہ ہے کیونکہ یا تو اللہ تعالیٰ اسی طرح دیدیتے ہیں جس طرح اس کے بندے نے اس سے مانگا ہے یا اس کے بدلے میں اس کی کوئی مصیبت یا تکلیف دور فرما دیتے ہیں یا آخرت میں اس کی دعا کے مثل اجر وثواب کا ذخیرہ فرما دیتے ہیں یعنی دعا تو ہر حال میں قبول ہوتی ہے مگر قبولیت کی مذکورہ تین صورتیں ہیں۔

پریشانی اور تکلیف کے وقت کی دعاء

۱۵۰۲ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ

عِنْدَالْكَرْبِ : "لَاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۵:۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مصیبت اور بے چینی کے وقت فرمایا کرتے تھے۔لا اله الا الله العظيم الحليم لا اله الا الله رب العرش العظيم لا اله الا الله رب السماوات ورب الأرض ورب العرش الكريم۔ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عظمتوں والا بردبار ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا مالک ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمانوں اور زمین اور عرش کریم کا رب ہے)۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء عند الكرب . صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب دعاء الكرب .

کلمات حدیث: کرب : مصائب، تکالیف۔جمع کربة.

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بڑی عظیم حدیث ہے اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس کے پڑھنے کا اہتمام کرے اور اپنی دعاؤں میں شامل کرے۔امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلف صالح ہمیشہ یہ کلمات پڑھا کرتے تھے اور ان کو پڑھ کر دعا فرمایا کرتے تھے اور ان کو دعا کرب سے موسوم کرتے تھے۔چنانچہ ابوبکر رازی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اصفہان گیا اور وہاں میں ابونعیم کی مروی احادیث قلم بند کر رہا تھا۔وہاں شیخ ابوبکر بن علی بہت بڑے مفتی تھے،ان کے بارے میں سلطان کے پاس شکایات پہنچائی گئیں جس کے نتیجے میں وہ جیل میں ڈال دیئے گئے۔مجھے خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف فرما تھے جو مسلسل تسبیح پڑھ رہے تھے۔نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ابوبکر بن علی سے کہو کہ صحیح بخاری میں مذکور دعا کرب پڑھیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے کشادگی پیدا فرمائے۔کہتے ہیں کہ صبح ہوتے ہی میں نے انہیں اس خواب سے مطلع کیا۔انہوں نے دعا کرب پڑھنا شروع کی اور چند ہی دن میں رہائی مل گئی۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ کلمات تو ذکر کے کلمات ہیں دعا کے نہیں ہیں۔تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ ذکر ہے اور اس ذکر کے بعد دعا کی جائے۔دوسرا جواب سفیان بن عیینہ سے یہ منقول ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جو میرے ذکر میں مشغول ہو کر مجھ سے نہ مانگ سکے میں اس کو مانگنے والوں سے زیادہ اور بہتر دیدیتا ہوں۔

(فتح الباري: ۳۱۰/۳۔ شرح صحيح مسلم للنووي: ۳۹/۱۷۔ عمدة القاري: ۴۶۹/۲۲۔ دليل الفالحين: ۲۶۹/۴)

الباب (۲۵۳)

بَابُ كَرَامَاتِ الْاَوْلِيَاءِ وَفَضْلِهِمْ
کراماتِ اولیاء اور ان کے فضائل

اولیاء اللہ کو خوف نہیں ہوتا

۳۲۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝٦٢ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ۝٦٣ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْـَٔاخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَـٰتِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ۝٦٤ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''آگاہ رہو کہ اللہ کے اولیاء پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، وہ جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے ان کے لیے دنیا کی زندگی اور آخرت میں خوش خبری ہے اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں، یہ ہے بڑی کامیابی۔'' (یونس:۲۶)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے کہ اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے متعدد احادیث کے پیش نظر یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ کے دوستوں کو آخرت میں اہوال محشر کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ دنیا کے چھوٹ جانے کا کوئی غم ہوگا۔ بعض مفسرین نے آیت کا عمومی مفہوم مراد لیا ہے یعنی ان پر اندیشہ ناک حوادث کا وقوع نہ دنیا میں ہوگا اور نہ آخرت میں اور نہ کسی مطلوب کے فوت ہونے پر وہ غمگین ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہر وقت اور گھڑی اللہ پر اعتماد کرتے ہیں اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور انہیں ہر وقت یہ یقین کامل رہتا ہے کہ تمام واقعات وحوادث اللہ کے حکم سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور جملہ واقعات تکوینیہ کے ظہور میں کوئی نہ کوئی حکمت کارفرما ہوتی ہے۔ اس اعتماد اور اعتقاد کے استحضار سے ان میں تسلیم ورضا کی صفات غلبہ پالیتی ہیں جو انہیں خوف اور غم سے محفوظ رکھتی ہیں۔

اولیاء کی پہچان

اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں یعنی اہل ایمان اور اہل تقویٰ اللہ کے ولی اور اس کے دوست ہیں، لیکن جس طرح دس روپے کا مالک بھی لغتاً تو مالدار ہے لیکن عرفاً اسے مالدار نہیں کہتے اسی طرح ہر صاحب ایمان اور صاحب تقویٰ کو ولی نہیں کہتے بلکہ ولی وہ ہوتا ہے جس کو ایمان کامل حاصل ہو اور جو تقویٰ کے اعلیٰ تر درجہ پر قائم ہو۔ احادیث میں ولایت کی بعض علامات اور اس کے کچھ آثار مذکور ہوئے ہیں مثلاً یہ کہ اس کے دیکھنے سے اللہ کی یاد تازہ ہو یا اسے اللہ کی مخلوق سے بے لوث اور بے غرض

محبت ہو۔

صوفیہ کی اصطلاح میں کم سے کم درجہ جس پر لفظ ولی کا اطلاق ہوسکتا ہے اس شخص کا ہے جس کا دل اللہ کی یاد میں ہر وقت ڈوبا رہتا ہو وہ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرنے میں مشغول رہتا ہو اور اللہ کی محبت میں اس طرح سرشار رہتا ہو کہ اس کے دل میں کسی اور کی محبت کا شائبہ تک نہ ہو، اسے اگر کسی سے محبت ہو تو اللہ کے لیے اور نفرت ہو تو اللہ کے لیے، وہ کسی کو کچھ دیتا ہے تو اللہ کے لیے اور نہیں دیتا تو اللہ کے لیے، غرض اس کے تمام اعمال وافعال رضائے الٰہی کے لیے ہوتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں اس صفت کو فنائے قلب کہا جاتا ہے۔ ولی کا ظاہر وباطن تقوی سے آراستہ ہوتا ہے جو اعمال واخلاق اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں وہ ان سے پرہیز کرتا ہے۔ شرک خفی اور جلی سے پاک رہتا ہے بلکہ وہ شرک جو چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی ہوتا ہے وہ اس سے بھی بچتا ہے۔ غرور کینہ، حسد، حرص اور ہوس سے منزہ ہوتا ہے اور عمدہ اخلاق اور اعمال سے متصف ہوتا ہے۔ اس مرتبہ کو صوفیہ فنائے نفس کا مرتبہ کہتے ہیں۔

اولیاء اللہ کا مرتبہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہداء لیکن قیامت کے دن ان کے مرتبہ قرب کو دیکھ کر انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا کہ جو بندگان الٰہی سے محض اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں آپس میں ان کے باہم نہ رشتہ داریاں ہیں نہ مالی لین دین۔ اللہ کی قسم روز قیامت ان کے چہرے نور بالائے نور ہوں گے۔ جب اور لوگوں کو عذاب کا خوف ہوگا ان کو کوئی خوف نہ ہوگا۔ جب اور لوگ غم میں مبتلا ہوں گے وہ غمگین نہ ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے آیت الا ان اولیاء اللہ کا مفہوم دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔

مرتبہ ولایت کا حصول رسول اللہ ﷺ کی پرتو اندازی سے ہوتا ہے خواہ عکس رسالت براہ راست پڑے یا کسی ایک واسطے سے یا چند واسطوں سے۔ رسول اللہ ﷺ یا آپ ﷺ کے نائبوں سے محبت اور ان کی ہم نشینی واطاعت حصول ولایت کے لیے ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے قلب نفس اور جسم کا رنگ ولی کے قلب قالب اور جسم پر انہی دونوں اوصاف کی وجہ سے چڑھ جاتا ہے اور یہی صبغۃ اللہ ہے جس کے متعلق فرمایا:

﴿ صِبْغَةَ ٱللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ ٱللَّهِ صِبْغَةً ﴾

کرامت خلاف عادت واقعہ کو کہتے ہیں یعنی عام عادی اسباب سے ہٹ کر کسی واقعہ کا ظہور پذیر ہونا جیسے آگ کا نہ جلانا سوکھے درخت پر بغیر موسم کے پھل آ جانا اور بغیر کسی انسانی تدبیر کے سامنے دسترخوان بچ جانا۔ کرامت کسی کے اختیار میں نہیں ہے کہ کوئی ولی جب چاہے کوئی کرامت دکھادے اور نہ کرامت ولایت کی علامت ہے۔ بلکہ ایک متقی اور مؤمن کامل اللہ کے ولی ہے چاہے اس سے کوئی

کرامت ظاہر ہو یا نہ ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظھری، تفسیر عثمانی)

۳۳۰. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَهُزِّيٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ ٱلنَّخْلَةِ تُسَٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِي وَٱشْرَبِي ﴾ الآيَة.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اے مریم! اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف بلا تجھ پر تازہ پکی کھجوریں گرینگی پس کھا اور پی۔'' (مریم:۲۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت وہ بستی سے باہر دور چلی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک کھجور کا درخت پیدا فرمایا اور ایک نہر جاری کر دی اور حکم فرمایا کہ کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ یہ تیرے سامنے تر و تازہ پکی کھجوریں گرا دے گا۔ (تفسیر عثمانی)

مریم علیہا السلام کے پاس بغیر ظاہری سبب کے پھلوں کا رزق

۳۳۱. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا ٱلْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا قَالَ يَٰمَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ إِنَّ ٱللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''جب بھی زکریا حضرت مریم کے حجرے میں آتے تو ان کے پاس کھانے کی چیزیں پاتے انھوں نے پوچھا مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آئیں انہوں نے کہا کہ اللہ کے پاس سے بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔'' (آل عمران:۳۷)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں بھی حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر ہے وہ اپنے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کی زیر کفالت تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام ان کے پاس جاتے تو دیکھتے کہ بے موسم کے پھل ان کے سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ مریم کی برکات اور کرامات کے بار بار مشاہدہ ہونے پر حضرت زکریا علیہ السلام نے از راہ تعجب پوچھا کہ مریم یہ چیزیں تم تک کہاں سے پہنچی ہیں انہوں نے فرمایا کہ یہ اللہ کے پاس سے آتی ہیں وہ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب رزق دیتا ہے۔ (تفسیر مظھری)

اصحاب کہف کا واقعہ

۳۳۲. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَإِذِ ٱعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا ٱللَّهَ فَأْوُۥٓا۟ إِلَى ٱلْكَهْفِ يَنشُرْ لَكُمْ رَبُّكُم مِّن رَّحْمَتِهِۦ وَيُهَيِّئْ لَكُم مِّنْ أَمْرِكُم مِّرْفَقًا ﴿١٦﴾ ۞ وَتَرَى ٱلشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَٰوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ ٱلْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ ٱلشِّمَالِ ﴾ الآيَة.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''جب تم ان کافروں اوران کے معبودوں سے الگ ہوگئے جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں تو غار کی طرف ٹھکانا پکڑو تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی مہیا کردے گا۔ اور تو دیکھے گا سورج کو کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے داہنی طرف کو ہوکر نکلتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں طرف کو ان سے کترا کر نکل جاتا ہے۔'' (یعنی سورج کے نکلنے اورغروب ہونے کے وقت وہ سورج کی حدت سے محفوظ رہتے ہیں) (الکہف:۱۶)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں اصحاب کہف کا ذکر ہے کہ جب ان کو یہ معلوم ہوگیا کہ بستی میں رہ کر وہ اللہ کی عبادت نہیں کرسکتے تو وہ کافروں کو اوران کے معبودان باطل کو چھوڑ کر ایک غار میں چلے گئے جہاں اللہ تعالیٰ نے ان پر دامان رحمت پھیلا دیا اوران کے لئے جملہ امور سہل اور آسان فرمادیئے وہ غار میں کشادہ جگہ میں آرام کے لیے لیٹ گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سورج بوقت طلوع ان کے غار سے ذرا سا دائیں جانب کو جھک جاتا اور بوقت غروب ان کی بائیں جانب چلا جاتا اوراس طرح وہ دھوپ کی گرمی سے محفوظ آرام سے سوتے رہے۔ (تفسیر مظهری۔ تفسیر عثمانی)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کھانے میں برکت کا واقعہ

۱۵۰۳. وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَآءَ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً : "مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اِثْنَیْنِ فَلْیَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْیَذْهَبْ بِخَامِسٍ بِسَادِسٍ" اَوْكَمَا قَالَ : وَاَنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ جَآءَ بِثَلَاثَةٍ، وَانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ، وَاَنَّ اَبَابَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَالنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صَلَّى الْعِشَآءَ، ثُمَّ رَجَعَ فَجَآءَ بَعْدَ مَامَضٰى مِنَ اللَّیْلِ مَاشَآءَ اللّٰهُ قَالَتِ امْرَأَتُهٗ : مَاحَبَسَكَ عَنْ اَضْیَافِكَ، قَالَ : اَوَمَا عَشَّیْتِهِمْ؟ قَالَتْ :اَبَوْا حَتّٰى تَجِیْءَ وَقَدْ عَرَضُوْا عَلَیْهِمْ قَالَ : فَذَهَبْتُ اَنَا فَاخْتَبَأْتُ! فَقَالَ : یَاغُنْثَرُ! فَجَدَّعَ وَسَبَّ، وَقَالَ : كُلُوْا لَاهَنِیْئًا وَاللّٰهِ لَااَطْعَمُهٗ اَبَدًا قَالَ : وَایْمُ اللّٰهِ مَاكُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا حَتّٰى شَبِعُوْا وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ فَنَظَرَ اِلَیْهَا اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ : یَااُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ مَاهٰذَا؟ قَالَتْ لَاوَقُرَّةِ عَیْنِیْ لَهِیَ الْاٰنَ اَكْثَرُمِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ! فَاَكَلَ مِنْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ : اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّیْطَانِ، یَعْنِیْ یَمِیْنَهٗ ثُمَّ اَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ. وَكَانَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَمَضَى الْاَجَلُ، فَتَفَرَّقْنَا اثْنَیْ عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ اُنَاسٌ، اَللّٰهُ اَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَاَكَلُوْا مِنْهَا اَجْمَعُوْنَ. وَفِیْ رِوَایَةٍ فَحَلَفَ اَبُوْبَكْرٍ لَایَطْعَمُهٗ فَحَلَفَتِ الْمَرْاَةُ لَاتَطْعَمُهٗ فَحَلَفَ الضَّیْفُ. اَوِالْاَضْیَافُ. اَنْ لَایَطْعَمَهٗ اَوْیَطْعَمُوْهُ حَتّٰى یَطْعَمَهٗ. فَقَالَ - اَبُوْبَكْرٍ هٰذِهٖ مِنَ الشَّیْطَانِ! فَدَعَا بِالطَّعَامِ

فَاَکَلَ وَاَکَلُوْا فَجَعَلُوْا لَایَرْفَعُوْنَ لُقْمَۃً اِلَّا رَبَتْ مِنْ اَسْفَلِهَا اَکْثَرَمِنْهَا فَقَالَ : یَااُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ، مَاهٰذَا؟ فَقَالَتْ: وَقُرَّةِ عَیْنِیْ اِنَّهَا الْاٰنَ اَکْثَرَمِنْهَا قَبْلَ اَنْ نَاکُلَ! فَاَکَلُوْا وَبَعَثَ بِهَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ اَنَّهٗ اَکَلَ مِنْهَا. وَفِیْ رِوَایَةٍ اَنَّ اَبَابَکْرٍ قَالَ لِعَبْدِالرَّحْمٰنِ : دُوْنَکَ اَضْیَافَکَ فَاِنِّیْ مُنْطَلِقٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَافْرُغْ مِنْ قِرَاهُمْ قَبْلَ اَنْ اَجِیْءَ، فَانْطَلَقَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ فَاَتَاهُمْ بِمَاعِنْدَهٗ فَقَالَ : اِطْعَمُوْا، فَقَالُوْا : اَیْنَ رَبُّ مَنْزِلِنَا؟ قَالَ اِطْعَمُوْا، قَالُوْا: مَانَحْنُ بِاٰکِلِیْنَ حَتّٰی یَجِیْءَ رَبُّ مَنْزِلِنَا، قَالَ : اِقْبَلُوْا عَنَّا قِرَاکُمْ فَاِنَّهٗ اِنْ جَآءَ وَلَمْ تَطْعَمُوْا لَنَلْقَیَنَّ مِنْهُ فَاَبَوْا، فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ یَجِدُ عَلَیَّ، فَلَمَّا جَآءَ تَنَحَّیْتُ عَنْهُ، فَقَالَ : مَاصَنَعْتُمْ؟ فَاَخْبَرُوْهُ، فَقَالَ : یَاعَبْدَالرَّحْمٰنِ فَسَکَتُّ : ثُمَّ قَالَ : یَاعَبْدَالرَّحْمٰنِ فَسَکَتُّ، فَقَالَ یَاغُنْثَرُ: اَقْسَمْتُ عَلَیْکَ اِنْ کُنْتَ تَسْمَعُ صَوْتِیْ لَمَا جِئْتَ! فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ : سَلْ اَضْیَافَکَ، فَقَالُوْا: صَدَقَ! اَتَانَا بِهٖ : فَقَالَ : اِنَّمَا انْتَظَرْ تُمُوْنِیْ وَاللّٰهِ لَااَطْعَمُهُ اللَّیْلَةَ : فَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ : وَاللّٰهِ لَانَطْعَمُهٗ حَتّٰی تَطْعَمَهٗ فَقَالَ : وَیْلَکُمْ! مَالَکُمْ لَاتَقْبَلُوْنَ عَنَّاقِرَاکُمْ؟ هَاتِ طَعَامَکَ فَجَآءَ بِهٖ فَوَضَعَ یَدَهٗ فَقَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ الْاُوْلٰی مِنَ الشَّیْطَانِ، فَاَکَلَ وَاَکَلُوْا، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

قَوْلُهٗ "غُنْثَرُ" بِغَیْنٍ مُعْجَمَةٍ مَضْمُوْمَةٍ ثُمَّ نُوْنٍ سَاکِنَةٍ ثُمَّ ثَآءٍ مُثَلَّثَةٍ وَهُوَ : الْغَبِیُّ الْجَاهِلُ . وَقَوْلُهٗ "فَجَدَّعَ": اَیْ شَتَمَهٗ وَالْجَدْعُ الْقَطْعُ. قَوْلُهٗ "یَجِدُ عَلَیَّ" هُوَ بِکَسْرِ الْجِیْمِ : اَیْ یَغْضَبُ .

(۱۵۰۳) حضرت ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقراء تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو اپنے ساتھ لے جائے جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا وہ پانچویں، چھٹے آدمی کو لے جائے۔ یا جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین آدمیوں کو لے گئے اور نبی کریم ﷺ دس افراد کو لے گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کا کھانا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھایا اور پھر وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی پھر گھر لوٹے تو رات کا کچھ حصہ جتنا اللہ نے چاہا گزر چکا تھا۔ ان کی اہلیہ نے فرمایا کہ کیا وجہ ہوئی کہ آپ مہمانوں کی خاطر کے لیے نہ آئے؟ اس پر انہوں نے دریافت کیا تو کیا تم نے انہیں ابھی تک رات کا کھانا نہیں کھلایا۔ اہلیہ نے بتایا کہ انہوں نے آپ کے آنے تک کھانے سے انکار کر دیا ورنہ گھر والوں نے انہیں کھانا پیش کیا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں جلدی سے چھپ گیا، آپ نے فرمایا او نادان۔ اور مجھے بد دعا دی اور برا بھلا کہا اور فرمایا کہ کھاؤ تمہارے لیے خوشگوار نہ ہو۔ اللہ کی قسم میں تو یہ کبھی نہیں چکھوں گا۔

راوی حدیث حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ اللہ قسم ہم جو بھی لقمہ لیتے تھے تو نیچے سے اس سے کئی گنا بڑھ جاتا تھا یہاں تک کہ مہمان سیر ہو گئے اور اس سے کہیں زیادہ ہو گیا جتنا پہلے تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانے کے برتن کی طرف دیکھا اور اپنی بیوی سے کہا کہ اے بنی فراس کی بہن یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم یہ کھانا اب پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔

پھر اس میں کچھ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھایا اور فرمایا کہ ان کی قسم شیطان کی طرف سے تھی پھر اس سے ایک لقمہ کھایا پھر اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے وہ کھانا صبح تک آپ ﷺ کے پاس رہا ہمارے درمیان اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا جس کی مدت ختم ہو چکی تھی اور ہم بارہ آدمی متفرق ہو گئے ہر ایک کے ساتھ کچھ لوگ تھے ہر ایک کے ساتھ کتنے تھے یہ اللہ ہی جانتا ہے، اور ان سب نے وہ کھانا کھایا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ کھانا نہیں کھائینگے اور ان کی اہلیہ نے بھی قسم کھائی کہ وہ بھی نہیں کھائینگی اس پر کسی مہمان یا سب مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ اس وقت تک کھانا نہیں کھائینگے جب تک حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ نہ کھائیں۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ قسم شیطان کی طرف سے ہے اور کھانا منگوایا اور خود بھی کھایا اور مہمانوں کو بھی کھلایا۔ جو لقمہ بھی وہ اٹھاتے تھے نیچے سے اس سے زیادہ بڑھ جاتا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ اے بنو فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میری آنکھوں ٹھنڈک کی قسم یہ اب ہمارے کھانا شروع کرنے سے پہلے سے بھی زیادہ ہے غرض سب نے کھایا اور کھانا بچ گیا اسے انہوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجدیا اور راوی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے بھی اس میں تناول فرمایا۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن سے کہا کہ تم اپنے مہمانوں کی دیکھ بھال کرو۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جا رہا ہوں تم میرے آنے تک ان کی مہمان نوازی سے فارغ ہو جانا۔ عبدالرحمٰن نے جو کچھ تھا وہ لا کر مہمانوں کے سامنے رکھدیا اور کہا کہ کھاؤ۔ مہمانوں نے کہا کہ ہمارے گھر والے کہاں ہیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ آپ کھائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک نہ کھائیں جب تک ہمارے گھر والے نہ آجائیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ آپ ہماری طرف سے اپنی مہمان نوازی قبول کریں اس لیے کہ اگر آپ نے نہ کھایا اور وہ آ گئے تو ہمیں ان کی ناراضگی برداشت کرنا پڑے گی۔ مہمانوں نے پھر بھی انکار کیا۔ میں نے سمجھ لیا کہ اب ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ پر ناراض ہوں گے اس لیے جب وہ آئے میں ایک طرف ہو گیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تم نے کیا کیا تو اہل خانہ نے بتلا دیا۔ انہوں نے آواز دی اے عبدالرحمٰن، میں خاموش رہا انہوں نے پھر کہا کہ اے عبدالرحمٰن میں پھر خاموش رہا۔ انہوں نے کہا کہ اے نادان میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اگر تو میری آواز سن رہا ہے تو ادھر آ۔ اس پر میں نکل کر آیا اور کہا کہ آپ اپنے مہمانوں سے پوچھ لیں۔ مہمانوں نے بتایا کہ عبدالرحمٰن نے سچ کہا ہے یہ ہمارے پاس کھانا لایا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم میرا انتظار کرتے رہے اللہ کی قسم میں آج کی رات کھانا نہیں کھاؤں گا۔ دوسروں نے کہا کہ اللہ کی قسم جب تک آپ نہ کھائیں ہم بھی نہیں کھائیں گے تو آپ نے فرمایا کہ افسوس ہے کہ کیا تم ہماری مہمان نوازی قبول نہیں کرتے؟ لاؤ اپنا کھانا عبدالرحمٰن کھانا لائے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ بڑھا کر فرمایا بسم اللہ۔ پہلی حالت یعنی قسم شیطان کی طرف سے تھی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کھانا کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا۔ (متفق علیہ)

غنثر : کے معنی ہیں جاہل غبی۔ جدع کے معنی ہیں برا بھلا کہا اور جدع کے اصل معنی کاٹنے کے ہیں۔ یجد علی : کے معنی ہیں

مجھ پر ناراض ہوں گے۔

تخریج حدیث(۱۵۰۳): صحيح البخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب السمر مع الاهل. صحيح مسلم، كتاب الاشربة. باب اكرام الضيف وفضل ايثاره.

کلمات حدیث: جدع : ناک کان کٹنے کی دعا کی۔یعنی برا بھلا کہا۔ قرۃ العین : آنکھوں کی ٹھنڈک خوشی اور مسرت سے کنایہ ہے۔ یہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں۔بعض کی رائے ہے کہ رسول اللہ ﷺ مراد ہیں۔ فافرغ من قراهم : ان کی مہمان نوازی سے فارغ ہو جاؤ۔ تنحیت : میں ان کی ناراضگی سے ڈر کر ایک طرف ہو گیا اور چھپ گیا۔

راوی حدیث: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما صلح حدیبیہ کے وقت اسلام لائے اور اس کے بعد تمام غزوات میں شرکت فرمائی جنگ یمامہ میں اپنی بہادری کے کمالات دکھائے۔ان سے آٹھ احادیث مروی ہیں جن میں سے تین متفق علیہ ہیں۔ ۵۳ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

شرح حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ظاہرہ بیان ہوئی ہے کہ تھوڑا سا کھانا بہت سے آدمیوں کو کافی ہو گیا۔اصحاب صفہ فقراء اور مساکین تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو یعنی اصحاب صفہ میں سے اپنے ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ اپنے ساتھ ان اصحاب صفہ میں پانچویں اور چھٹے کو لے جائے۔ایک موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین آدمیوں کو اپنے ساتھ لے گئے اور رسول اللہ ﷺ دس افراد کو ساتھ لے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کھانے میں برکت ہوئی اور کھانے میں اس قدر اضافہ ہوا کہ سب نے کھایا اور سب کے کھانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کھانا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر گئے اور آپ ﷺ نے بھی تناول فرمایا۔

(فتح الباری : ۲/۲۸۳. شرح صحيح مسلم : ۱۸/۱۴. دليل الفالحين : ۴/۲۷۳)

●●●●●●●●●●●●●

امت محمدیہ ﷺ کے صاحب الہام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں

۱۵۰۴. وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَقَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ نَاسٌ مُحَدَّثُوْنَ، فَاِنْ يَكُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّهُ عُمَرُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ : عَآئِشَةَ. وَفِیْ رِوَايَتِهِمَا قَالَ ابْنُ وَهْبٍ : "مُحَدَّثُوْنَ" : اَیْ مُلْهَمُوْنَ .

(۱۵۰۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو امتیں ہوتیں ان میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔(بخاری)

مسلم نے اس روایت کو حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے اور ان دونوں کی روایت میں ہے کہ ابن وھب نے کہا کہ "محدثون" کے معنی "ملہمون" کے ہیں یعنی جنہیں اللہ کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔(بخاری)

تخریج حدیث(۱۵۰۴): صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر . صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر .

شرح حدیث: محدث : اللہ تعالیٰ کے اس خوش نصیب بندے کو کہا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بکثرت الہامات ہوتے ہوں اور اس بارے میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خصوصی معاملہ ہو اور وہ نبی نہ ہو بلکہ کسی نبی کا امتی ہو۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محدث کے معنی میں خاصا اختلاف ہے اکثر کی رائے یہی ہے کہ وہ شخص جسے بکثرت الہام ہوتا ہو وہ محدث ہے ان کا کہنا ہے کہ وہ آدمی جو صادق الظن ہو اور جس کے قلب میں ملاء اعلیٰ سے القاء کیا جاتا ہو وہ محدث ہے یعنی وہ شخص جس سے بات کی گئی۔ اور کسی نے کہا کہ محدث وہ ہے جس کے ارادے اور نیت کے بغیر اس کی زبان سے صحیح بات جاری ہو جائے۔ اور کسی نے کہا کہ محدث کے معنی مکلّم کے ہیں یعنی جس سے بات کی گئی یعنی جس سے فرشتے ہم کلام ہوں حالانکہ وہ نبی نہ ہو۔ چنانچہ حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس سے کیوں کر بات کی جاتی ہے فرمایا کہ ملائکۃ اس کی زبان سے بات کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ اگلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے اور میری امت میں اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس خصوصیت سے نوازا ہے تو وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تخصیص اور امتیاز حاصل تھا جس پر متعدد احادیث دلالت کرتی ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور اس کے قلب پر حق رکھدیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن خاص انعامات سے نوازا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو بات ان کے دل میں آتی ہے اور جو کچھ وہ زبان سے کہتے ہیں وہ حق ہی ہوتا ہے۔

امت محمدیہ ﷺ میں ایسے لوگوں کا وجود جن پر اللہ کی طرف سے الہام ہوتا ہو بطور انعام اور اکرام ہے۔ جبکہ بنی اسرائیل میں ''محدثون'' کا وجود بنائے ضرورت اور احتیاج تھا بالخصوص ان زمانوں میں جب ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوتا تھا اس دور فترت میں انہیں محدثون سے راہنمائی حاصل ہوتی تھی۔ جبکہ امت محمدیہ کے پاس قرآن وسنت اصل حالت میں اور مکمل موجود ہیں اس لیے اس امت میں محدثون کا وجود اللہ تعالیٰ کا فضل اور خاص انعام ہے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ ''محدث'' اور ''ملہم'' یہ دیکھے کہ اس کا الہام قرآن وسنت کے مطابق ہے یا نہیں ہے، اگر اس کا الہام قرآن اور سنت کے برخلاف ہو تو وہ قابل رد ہے۔

(فتح الباری : ۲/۴۲۰ . عمدة القاری : ۱۶/۲۷۵ . صحیح مسلم بشرح النووی : ۱۵/۱۳۵ .
تحفة الاحوذی : ۱۰/۱۷٤ . معارف الحدیث : ۲/۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بددعاء

۱۵۰۵ . وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : شَكَا اَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْداً، يَعْنِي ابْنَ اَبِي

وَقَاصٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهٗ لَايُحْسِنُ يُصَلِّيْ: فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ، فَقَالَ : يَا اَبَا اِسْحَاقَ، اِنَّ هٰؤُلَآءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَاتُحْسِنُ تُصَلِّيْ. فَقَالَ : اَمَّا اَنَا وَاللّٰهِ فَاِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اُخْرِمُ عَنْهَا اُصَلِّيْ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَاَرْكُدُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَاُخِفُّ فِي الْاُخْرَيَيْنِ، قَالَ: ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ وَاَرْسَلَ مَعَهٗ رَجُلاً. اَوْرِجَالاً اِلَى الْكُوْفَةِ يَسْاَلُ عَنْهُ اَهْلَ الْكُوْفَةِ فَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَاَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُوْنَ مَعْرُوْفًا، حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِّبَنِيْ عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، يُقَالُ لَهٗ اُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ، يُكَنّٰى اَبَاسَعْدَةَ، فَقَالَ: اَمَّا اِذْنَشَدْتَّنَا فَاِنَّ سَعْدًا كَانَ لَايَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَايَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ : اَمَا وَاللّٰهِ لَاَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ : اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَآءً، وَسُمْعَةً، فَاَطِلْ عُمْرَهٗ وَاَطِلْ فَقْرَهٗ وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ. وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اِذَا سُئِلَ يَقُوْلُ : شَيْخٌ كَبِيْرٌ مَفْتُوْنٌ : اَصَابَتْنِيْ دَعْوَةُ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ الرَّاوِيْ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ : فَاَنَا رَاَيْتُهٗ بَعْدُ قَدْسَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَاِنَّهٗ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِيْ فِي الطُّرُقِ فَيَغْمِزُهُنَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۵۰۵) حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص کی شکایت کی، جس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت عمار بن یاسر کو عامل مقرر کر دیا۔

اہل کوفہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت میں یہاں تک کہا کہ یہ نماز بھی اچھے طریقے سے نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ اور کہا کہ اے ابو اسحاق (یہ حضرت سعد کی کنیت ہے) ان لوگوں کا خیال ہے کہ تم نماز بھی صحیح نہیں پڑھاتے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم میں ان کو رسول اللہ ﷺ جیسی نماز پڑھاتا تھا میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا تھا۔ میں مغرب وعشاء کی نماز پڑھاتا ہوں پہلی دو رکعتوں میں قیام لمبا کرتا ہوں اور پچھلی رکعتوں میں مختصر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو اسحاق تمہارے متعلق یہی گمان تھا اور ان کے ساتھ ایک یا کئی آدمی کوفہ بھیجے تا کہ وہ سعد کی بابت اہل کوفہ کی رائے معلوم کریں۔ ان لوگوں نے کوفہ کی ہر مسجد میں جا کر ان کے بارے میں دریافت کیا سب نے ان کی تعریف کی حتی کہ وہ بنو عبس کی مسجد میں آئے تو وہاں نمازیوں میں سے اسامۃ بن قتادۃ نامی ایک شخص جس کی کنیت ابو سعدہ تھی کھڑا ہوا اور وہ بولا کہ آپ نے ہمیں قسم دلائی ہے تو میں بتاتا ہوں کہ سعد جہاد میں لشکر کے ساتھ نہیں جاتے تھے، مال غنیمت برابر نہیں تقسیم کرتے تھے اور فیصلے کے وقت انصاف نہیں کرتے تھے۔

سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں تین باتوں کی دعا کروں گا۔ اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور ریا کاری اور شہرت کی خاطر کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر دے فقر میں اضافہ کر دے اور اسے فتنوں کا نشانہ بنا دے۔

ایسا ہی ہوا اور بعد میں جب اس کا حال دریافت کیا جاتا تو وہ کہتا کہ مبتلائے فتن بوڑھا ہوں مجھے سعد کی بد دعا لگی ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنے والے راوی عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے بعد میں اسے اس حال میں دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کے دونوں ابرو اس کی آنکھوں پر گر گئے تھے اور وہ راستے میں لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا جاتا تھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۰۵): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراۃ للامام . صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب القراۃ فی الظھر والعصر .

کلمات حدیث: واستعمل علیھم عماراً : اور عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے اوپر عامل مقرر کر دیا۔ عامل : گورنر۔ جمع عمال .
لا أخرم : میں کمی نہیں کرتا۔

شرح حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔ جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ جب سعد تجھ سے دعا کرے تو اس کی دعا قبول فرما۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو ۱۴ھ میں انہوں نے کوفہ شہر بسایا اور ۲۱ھ یا ۲۰ھ تک وہاں امیر رہے۔
اس کے بعد کوفہ کے بعض لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی شکایت کی جس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بارے میں تحقیق کرائی تو وہ شکایات جھوٹ ثابت ہوئیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصلحتاً انہیں معزول کر کے ان کی جگہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرما دیا اور خلیفہ بن خیاط کا بیان ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کے لیے مقرر فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیت المال پر مقرر کیا اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیمائش ارض پر مقرر فرمایا۔

جن افراد کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تحقیق حال کے لیے روانہ فرمایا تھا وہ محمد بن مسلمہ تھے اور ان کے ساتھ ملیح بن عوف تھے۔ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کی مساجد میں لے گئے اور وہاں ان کے بارے میں دریافت کیا سب نے ان کی تعریف کی۔ سوائے اس کے جس کو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بد دعا دی اور وہ قبول ہوئی اور بعد میں لوگوں نے مشاہدہ کیا اور خود یہ شخص شدید بڑھاپے میں بری حرکات کرتا ہوا پھرتا تھا اور جب اس کا حال پوچھا جاتا تو کہتا کہ بڑھاپے کا مارا مبتلائے فتن فقیر ہوں۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بد دعاء کا اثر

۱۵۰۶۔ وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَاصَمَتْهُ اَرْوٰى بِنْتُ اَوْسٍ اِلٰى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، وَادَّعَتْ اَنَّهٗ اَخَذَ شَيْئًا مِّنْ اَرْضِهَا، فَقَالَ سَعِيْدٌ : اَنَا كُنْتُ اٰخُذُ مِنْ اَرْضِهَا شَيْئًا بَعْدَ الَّذِىْ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ! قَالَ : مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهُ اِلٰى سَبْعِ اَرْضِيْنَ" فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ : لَااَسْاَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا، فَقَالَ سَعِيْدٌ : اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَاَعْمِ بَصَرَهَا، وَاقْتُلْهَا فِيْ اَرْضِهَا، قَالَ : فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا، وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِيْ فِيْ اَرْضِهَا اِذَا وَقَعَتْ فِيْ حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ بِمَعْنَاهُ وَاَنَّهُ رَاٰهَا عَمْيَآءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُوْلُ : اَصَابَتْنِيْ دَعْوَةُ سَعِيْدٍ، وَاَنَّهَا مَرَّتْ عَلٰى بِئْرٍ فِي الدَّارِ الَّتِيْ خَاصَمَتْهُ فِيْهَا فَوَقَعَتْ فِيْهَا وَكَانَتْ قَبْرَهَا .

(۱۵۰٦) حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اروی بنت اوس نے جھگڑا کیا اوران کی شکایت لے کر مروان کے بن الحکم کے پاس گئی اور دعویٰ کیا کہ اس کی زمین سعید نے زبردستی لے لی۔سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کیا میں نے فرمان نبوی ﷺ سننے کے بعد بھی اس کی زمین لے لی۔مروان نے دریافت کیا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے کیا بات سنی؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی کی بالشت بھر زمین لے لی روز قیامت اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔یہ سن کر مروان نے کہا کہ اسکے بعد میں تم سے کوئی دلیل نہیں مانگتا۔

سعید بن زید بولے اے اللہ اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کردے اوراس کو اسی زمین میں موت دیدے حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ مرنے سے پہلے اس کی بینائی جاتی رہی اور وہ اپنی ہی زمین میں چل رہی تھی کہ ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں جو محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر سے اسی کے ہم معنیٰ منقول ہے۔اس میں ہے کہ راوی حدیث محمد بن زید نے اس عورت کو دیکھا کہ وہ نابینا ہو چکی تھی اور دیواریں ٹٹول کر چلتی تھی اور کہتی تھی کہ مجھے سعید کی بددعا لگ گئی۔بعدازاں وہ اسی گھر میں جس کے بارے میں وہ سعید سے جھگڑی تھی کنوئیں کے پاس سے گزر رہی تھی تو اس کنوئیں میں گر گئی اور وہیں اس کی قبر بن گئی۔

تخریج حدیث(۱۵۰٦): صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضين . صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم الظلم وغصب الأرض .

کلمات حدیث: تلتمس الجدر : نابینا ہونے کے باعث دیواریں ٹٹولتی پھرتی تھی۔

شرح حدیث: حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اوراس عورت کا جس نے آپ پر ناجائز الزام لگایا برا انجام ہوا۔حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو میرے دوست سے دشمنی رکھے گا میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ (فتح الباری : ۱٦/۲ . شرح صحيح مسلم : ۴۰/۱۱)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نعش بالکل صحیح سالم تھی

۱۵۰۷ . وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا حَضَرَتْ اُحُدٌ دَعَانِيْ اَبِيْ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ

: مَا اُرَانِیْ اِلَّا مَقْتُوْلًا فِیْ اَوَّلِ مَنْ یُّقْتَلُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَاِنِّیْ لَا اَتْرُکُ بَعْدِیْ اَعَزَّ عَلَیَّ مِنْکَ غَیْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَاِنَّ عَلَیَّ دَیْنًا فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِاَخَوَاتِکَ خَیْرًا، فَاَصْبَحْنَا فَکَانَ اَوَّلَ قَتِیْلٍ، وَدَفَنْتُ مَعَهٗ اٰخَرَ فِیْ قَبْرِهٖ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِیْ اَنْ اَتْرُکَهٗ مَعَ اٰخَرَ فَاسْتَخْرَجْتُهٗ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ فَاِذَا هُوَ کَیَوْمِ وَضَعْتُهٗ غَیْرَ اُذُنِهٖ فَجَعَلْتُهٗ فِیْ قَبْرٍ عَلٰی حِدَةٍ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۵۰۷) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد کی شب میرے والد نے مجھے بلایا اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ میں ان اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے ہوں جو سب سے پہلے شہید ہوں گے اور میں اپنے بعد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑ کر جا رہا جو مجھے تم سے زیادہ عزیز ہو۔ میرے ذمہ قرض ہے وہ ادا کر دینا اور بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ جب اگلی صبح آئی تو سب سے پہلے شہید ہونے والے میرے والد تھے میں نے انہیں ایک اور شخص کے ساتھ دفن کر دیا۔ پھر میری طبیعت راضی نہ ہوئی کہ وہ کسی اور کے ساتھ مدفون ہوں تو چھ ماہ بعد میں نے انہیں قبر سے نکالا تو وہ سوائے کانوں کے اسی طرح تھے جس طرح میں نے انہیں قبر میں رکھا تھا۔ میں نے ان کو ایک علیحدہ قبر میں دفن کر دیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۵۰۷): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب هل یخرج المیت من القبر .

کلمات حدیث: لم تطب نفسی : میرا دل راضی نہ ہوا، میری طبیعت مطمئن نہ ہوئی۔

شرح حدیث: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ احد کا موقعہ پیش آیا تو اس رات میرے والد نے مجھے بلایا اور کہا کہ غزوۂ احد میں جن اصحاب رسول اللہ ﷺ کو شہادت نصیب ہوگی میں ان میں سب سے پہلے ہوں گا۔ حاکم نے مستدرک میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خیال کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے خواب میں مبشر بن عبدالمنذر کو دیکھا تھا جو جنگ بدر میں شہید ہو گئے کہ وہ ان سے کہہ رہے ہیں کہ تم بھی ہمارے پاس آ رہے ہو اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رسول اللہ ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہاری شہادت کی اطلاع ہے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ غزوۂ احد میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جام شہادت نوش کر گئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اور صحابی حضرت عمرو بن الجموح کے ساتھ دفن کر دیئے گئے جو کہ حضرت عبداللہ کے دوست اور بہنوئی تھے۔ ابن اسحاق نے مغازی میں روایت کیا ہے کہ جب عبداللہ بن عمرو اور عمرو بن الجموح دونوں شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفنا دو کہ یہ دونوں دنیا میں بھی ساتھی اور رفیق تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری طبیعت اس بات پر راضی نہ ہوئی کہ میں انہیں اس طرح قبر میں رہنے دوں تو میں نے چھ ماہ بعد انہیں نکال کر دوسری قبر میں دفن کر دیا اس وقت ان کا سارا جسم محفوظ تھا سوائے اس کے کہ کان پر ذرا اثر تھا۔

امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی مؤطا میں عبدالرحمٰن بن صعصعہ سے روایت کیا ہے کہ ایک زمانے میں سیلاب آیا جس سے حضرت عمرو بن الجموح اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں کھل گئیں، یہ دونوں انصاری صحابی تھے اور دونوں غزوۂ احد میں شہید

ہوئے تھے۔ان دونوں کو وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کیا اور ان دونوں کے اجسام اسی طرح تھے اور کوئی تغیر نہ ہوا تھا ایسا لگتا تھا جیسے کل ہی وفات ہوئی ہو۔غزوۂ احد میں ان میں سے ایک کے زخم آیا تھا اور انہوں نے زخم پر ہاتھ رکھ لیا تھا تو یہ ہاتھ بھی اسی طرح تھا جب اسے ہٹایا گیا تو خون بہہ نکلا تو دوبارہ ہاتھ اسی طرح رکھدیا گیا۔غزوۂ احد میں ان کی شہادت اور ان کی اس موقعہ پر قبروں سے منتقلی کے درمیان چھیالیس برس کا عرصہ گزر چکا تھا۔

(فتح الباری : ۱/۷۹٦. روضة المتقين : ۳/٤۹٦. دليل الفالحين : ٤/۲۸٥. شرح الزرقانی : ۳/٦۸)

دوصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کرامت

۱۵۰۸. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا، فَلَمَّا افْتَرَقَاصَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى اَتٰى اَهْلَهٗ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ طُرُقٍ، وَفِيْ بَعْضِهَا اَنَّ الرَّجُلَيْنِ اُسَيْدُبْنُ حُضَيْرٍ، وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا .

(۱۵۰۸) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ دوصحابۂ کرام رات کی تاریکی میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے روانہ ہوئے تو ان کے آگے آگے دو چراغوں کے مثل روشنی چلی اور جب وہ راستے میں جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک چراغ ہوگیا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر آگئے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو کئی اسانید سے روایت کیا ہے جن میں سے بعض میں ہے کہ یہ دونوں اصحاب اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

تخریج حدیث(۱۵۰۸): صحيح البخاری، كتاب الصلاة، وهو فی باب قبل باب الخوخة والممر فی المسجد .

شرح حدیث: حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات دیر تک رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے رہے جب گھر واپس تشریف لے جانے کے لیے باہر نکلے تو تاریکی شدید تھی تو ان میں سے ایک کے ہاتھ میں موجود چھڑی یا عصا روشن ہوگئی اور جب ان کے راستے جدا ہوئے تو دوسرے کی بھی چھڑی روشن ہوگئی۔

یہ نور نبوت تھا اور ان اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت تھی۔ (فتح الباری : ۱/٤٥۳)

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت

۱۵۰۹. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ رَهْطٍ عَيْنًا سَرِيَّةً وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْهُدَاةِ، بَيْنَ

عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوْا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْلِحْيَانَ فَنَفَرُوْا لَهُمْ بِقَرِيْبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ . فَلَمَّا اَحَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَّاَصْحَابُه‘ لَجَأُوْا اِلٰى مَوْضِعٍ، فَاَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ فَقَالُوْ : اَنْزِلُوْا فَاَعْطُوْا بِاَيْدِيْكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ اَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ اَحَدًا : فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ : اَيُّهَاالْقَوْمُ اَمَّا اَنَا فَلَا اَنْزِلُ عَلٰى ذِمَّةِ كَافِرٍ : اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوْا عَاصِمًا، وَنَزَلَ اِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ، مِنْهُمْ خُبَيْبٌ وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ اٰخَرُ. فَلَمَّااسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ اَطْلَقُوْا اَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوْهُمْ بِهَا قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللّٰهِ لَا اَصْحَبُكُمْ اِنَّ لِيْ بِهٰؤُلَاءِ اُسْوَةً يُرِيْدُ الْقَتْلٰى فَجَرُّوْه‘ وَعَالَجُوْهُ فَاَبٰى اَنْ يَصْحَبَهُمْ فَقَتَلُوْهُ وَانْطَلَقُوْا بِخُبَيْبٍ، وَزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ، حَتّٰى بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ، فَابْتَاعَ بَنُوالْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِمَنَافٍ خُبَيْبًا، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ اَسِيْرًا حَتّٰى اَجْمَعُوْا عَلٰى قَتْلِهٖ. فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوْسٰى يَسْتَحِدُّبِهَا فَاَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ حَتّٰى اَتَاهُ فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَه‘ عَلٰى فَخِذِهٖ وَالْمُوْسٰى بِيَدِهٖ، فَفَزِعَتْ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فَقَالَ : اَتَخْشَيْنَ اَنْ اَقْتُلَه‘ مَاكُنْتُ لِاَفْعَلَ ذٰلِكَ! قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَارَاَيْتُ اَسِيْرًا خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ، فَوَاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُه‘ يَوْمًا يَاكُلُ قِطْفًا مِنْ عِنَبٍ فِيْ يَدِهٖ وَاِنَّه‘ لَمُوْثَقٌ بِالْحَدِيْدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ! وَكَانَتْ تَقُوْلُ : اِنَّه‘ لَرِزْقٌ رَزَقَه‘ اللّٰهُ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوْا بِهٖ مِنَ الْحَرَمِ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ : دَعُوْنِيْ اُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، فَتَرَكُوْهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ : وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنْ تَحْسَبُوْا اَنَّ مَابِيْ جَزَعٌ لَزِدْتُ : اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بِدَدًا، وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا وَقَالَ :

فَلَسْتُ اُبَالِيْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى اَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ
وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلٰوةَ، وَاَخْبَرَ يَعْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَه‘ يَوْمَ اُصِيْبُوْ خَبَرَهُمْ. وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اِلٰى عَاصِمِ ابْنِ ثَابِتٍ حِيْنَ حُدِّثُوْا اَنَّه‘ قُتِلَ اَنْ يُؤْتُوْا بِشَيْءٍ مِنْهُ يُعْرَفُ، وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ عُظَمَآئِهِمْ، فَبَعَثَ اللّٰهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا اَنْ يَقْطَعُوْا مِنْهُ شَيْئًا، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَقَوْلُه‘ "الْهَدْاَةُ": مَوْضِعٌ، وَالظُّلَّةُ : السَّحَابُ وَالدَّبْرُ: النَّحْلُ وَقَوْلُه‘ "اقْتُلْهُمْ بِدَدًا" بِكَسْرِ الْبَآءِ وَفَتْحِهَا فَمَنْ كَسَرَ قَالَ هُوَ جَمْعُ بِدَّةٍ بِكَسْرِ الْبَآءِ وَهِيَ النَّصِيْبُ وَمَعْنَاهُ : اُقْتُلْهُمْ حِصَصًا مُنْقَسِمَةً لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ نَصِيْبٌ، وَمَنْ فَتَحَ قَالَ مَعْنَاهُ :

مُتَفَرِّقِيْنَ فِي الْقَتْلِ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ مِنَ التَّبْدِيْدِ. وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ سَبَقَتْ فِيْ مَوَاضِعِهَا مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ مِنْهَا حَدِيْثُ الْغُلَامِ الَّذِيْ كَانَ يَأْتِي الرَّاهِبَ وَالسَّاحِرَ وَمِنْهَا حَدِيْثُ جُرَيْجٍ، وَحَدِيْثُ اَصْحَابِ الْغَارِ الَّذِيْنَ اُطْبِقَتْ عَلَيْهِمُ الصَّخْرَةُ، وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ الَّذِيْ سَمِعَ صَوْتًا فِي السَّحَابِ يَقُوْلُ: اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ، وَغَيْرُ ذٰلِكَ. وَالدَّلَائِلُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَشْهُوْرَةٌ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقِ.

(۱۵۰۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس آدمیوں کا ایک دستہ جاسوس بنا کر روانہ فرمایا اوران کا امیر حضرت عاصم بن ثابت انصاری کو مقرر فرمایا۔ یہ لوگ روانہ ہوئے اور جب ھداۃ کے مقام پر پہنچے جو عسفان اور مکہ کے درمیان ایک جگہ ہے تو ہذیل کی ایک شاخ بنولحیان کو ان کی اطلاع کر دی گئی وہ فوراً اس کے قریب تیر اندازوں کو لے کر ان کے مقابلے کے لیے نکل آئے اوران کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ جب حضرت عاصم اوران کے رفقاء کو احساس ہوا تو انہوں نے ایک جگہ پناہ پکڑ لی اور بنولحیان کے لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور کہا کہ نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو ہم تم سے عہد و میثاق کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہ کریں گے۔ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ لوگو! میں تو کسی کافر کے عہد پر نیچے نہیں اتروں گا اے اللہ تو ہمارے متعلق اپنے پیغمبر کو مطلع فرمادے۔ کافروں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور حضرت عاصم کو شہید کر دیا۔ تین اصحاب ان کے عہد پر نیچے اتر آئے جو خبیبؓ زید بن دثنہ اور ایک اور صاحب تھے۔

کافروں نے جب ان پر غلبہ پا لیا تو ان کی کمانوں کی تانتیں کھول کر انہیں اس سے باندھ دیا۔ تیسرے آدمی نے کہا کہ یہ پہلی بد عہدی ہے اللہ کی قسم میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا میرے لیے ان شہداء کا نمونہ ہے۔ دشمن نے ان کو کھینچا اور زبردستی کی مگر انہوں نے ساتھ جانے سے انکار کیا اس پر انہوں نے ان کو بھی شہید کر دیا۔ اور خبیب اور زید بن دثنہ کو لے کر روانہ ہوئے اور جنگ بدر کے بعد ان دونوں کو مکہ میں بیچ دیا۔ خبیب کو تو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹوں نے خرید لیا اور خبیب وہ شخص تھے جنہوں نے غزوۂ بدر کے موقعہ پر حارث کو قتل کیا تھا۔ خبیب ان کے پاس قیدی کے طور پر رہے یہاں تک کہ انہوں نے انہیں شہید کرنے کا ارادہ کر لیا۔ قید کے دوران خبیب نے حارث کی بیٹی سے زیر ناف بال صاف کرنے کے لیے استرا مانگا جو اس نے انہیں دیدیا۔ ایک موقعہ پر وہ غافل تھی اور اس کا بچہ خبیب کے پاس چلا گیا اوران کی گود میں بیٹھ گیا اور خبیب کے ہاتھ میں وہ استرا تھا۔ اس پر وہ لڑکی گھبرا گئی اور خبیب نے بھی اسے دیکھ لیا۔ بولے کیا تو ڈر رہی ہے کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا میں کبھی بھی ایسا نہیں کروں گا۔

اس لڑکی کا کہنا تھا کہ اللہ کی قسم! میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم ایک دن میں نے انہیں دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ ہے اور وہ اس میں سے کھا رہے ہیں جبکہ وہ بیڑیوں میں بندھے ہوئے تھے اوران دنوں مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا۔ وہ کہتی تھی کہ یہ رزق خبیب کو اللہ کا عطا کردہ تھا۔

جب دشمن خبیب کو حرم سے لے کر نکلے تاکہ انہیں ''حل'' میں لے جا کر شہید کر دیں تو خبیب نے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو۔ چنانچہ انہوں نے انہیں چھوڑ دیا اور انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم یہ سمجھو گے کہ میں موت

سے ڈر کر نماز پڑھ رہا ہوں تو میں اور نماز پڑھتا۔ پھر دعا فرمائی اے اللہ ان کی تعداد گن لے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مار اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ اور یہ شعر پڑھا ؎

فلست ابالی حین اقتل مسلما علی أی جنب کان للہ مصرعي

وذلك في ذات الالـه وان يشاء يبارك على اوصال شلو ممزع

''جب میں حالت اسلام میں مارا جا رہا ہوں تو مجھے پرواہ نہیں ہے کہ کس پہلو پر اللہ کے لیے میری موت واقع ہو۔ میری موت اللہ کی راہ میں ہے وہ اگر چاہے تو کٹے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت ڈال دے۔''

حضرت خبیب وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہر اس شخص کے لیے جس کو پکڑ کر اور باندھ کر مارا جائے نماز کا طریقہ جاری کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام کو ان اصحاب کے بارے میں اسی روز خبر دیدی جب کافروں کو ان پر غلبہ حاصل ہوا اور قریش نے کچھ لوگوں کو عاصم بن ثابت کی طرف بھیجا جب انہیں بتلایا گیا کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ لے آئیں جس سے انہیں پہچانا جا سکے کیونکہ انہوں نے قریش کے ایک بڑے آدمی کو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے عاصم کی لاش کی حفاظت کے لیے شہد کی مکھیوں کا غول بھیجد یا جو بادل کی طرح ان پر سایہ فگن ہو گیا اور انہیں قریش کے فرستادوں سے بچالیا اور وہ اس پر قادر نہیں ہوئے کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ قطع کر سکیں۔ (بخاری)

هداءة : ایک جگہ کا نام ہے۔ ظله کے معنی ہیں بادل۔ دبر کے معنی ہیں شہد کی مکھی۔

اقتلهم بددا : باء کے زیر اور زبر دونوں طرح ہے۔ جنہوں نے زیر کے ساتھ پڑھا ہے ان کے نزدیک۔ بددأ، بدة کی جمع ہے جس کے معنی نصیب اور حصہ کے ہیں۔ یعنی انہیں حصوں میں تقسیم کر کے مار کہ ہر ایک کے لیے اس میں حصہ ہو اور جنہوں نے زبر کے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے کہا کہ اس کے معنی ہیں ان کو یکے بعد دیگرے الگ الگ کر کے مار۔ اس صورت میں یہ تبدید سے مشتق ہے۔

اثبات کرامت کے باب میں بہت سے صحیح احادیث ہیں۔ جو اس کتاب میں مختلف مقامات پر گزر چکی ہیں۔ ان میں سے اس لڑکے کا واقعہ جو جادوگر اور راہب کے پاس جاتا تھا، حدیث جزیج، ان غار والوں کا واقعہ جن کے غار کا دہانہ چٹان نے بند کر دیا تھا اور اس شخص کا واقعہ جس نے بادلوں میں سے آواز سنی تھی کہ اے بادل فلاں کے باغ کو سیراب کر اور ان کے علاوہ دیگر واقعات۔ بہر حال کرامات اولیاء کے بارے میں بکثرت دلائل ہیں اور مشہور ہیں۔ و باللہ التوفیق

تخریج حدیث(١٥٠٩): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب هل يستأسر الرجل .

کلمات حدیث: رهط : ایک جماعت دس سے کم افراد کی جماعت۔ دس افراد پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوداؤد نے چھ نام ذکر کیے ہیں جو یہ ہیں: عاصم بن ثابت، یزید بن مرثد، خبیب بن عدی، زید بن دثنہ، عبداللہ بن طارق اور خالد بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابن سعد نے ساتواں نام بھی ذکر کیا ہے اور وہ ہیں معتب بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ عيناً : اور بعض روایات میں عيوناً عین دشمن کے بارے میں جاسوسی کرنے والا اور اس کے حالات معلوم کرنے والا۔

ھدأۃ : عسفان سے سات میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام۔ فنفروھم : تیزی سے مقابلے کے لیے نکلے۔ او تار قسیھم ، او تار جمع وتر : تانت : قسی کمانیں۔ لموثق بالحدید : زنجیروں میں بندھے ہوئے پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے۔

دس قراء صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا واقعہ

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے دس اصحاب کی ایک جماعت کو قریش مکہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ جب یہ جماعت عسفان کے قریب پہنچی تو اچانک دشمنوں کا ایک دستہ سامنے آ گیا جن میں سو تیر انداز تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ صحابۂ کرام کی یہ جماعت صبح کے وقت رجیع کے مقام پر ٹھہری تھی اور وہاں انہوں نے کھجوریں کھائی تھیں۔ یہ لوگ رات کو چلتے تھے اور دن کو چھپ جاتے تھے۔ ھذیل کی ایک عورت کا ادھر سے گزر ہوا اس نے گٹھلی دیکھی تو وہ سمجھ گئی کہ یہ یثرب کی کھجور ہے اس پر اس نے دشمنوں کے اس دستے کو پکارا۔ یہ دستہ آ گیا اور انہوں نے پہاڑ میں چھپے ہوئے صحابۂ کرام کو تلاش کر لیا۔

عاصم اور ان کے رفقاء نے دشمن کا احساس کیا تو وہ فدفد نامی پہاڑ کی ایک چوٹی پر آ گئے۔ اس کے بعد دشمنوں نے انہیں گھیر لیا اور ان سے کہا کہ تم نیچے اتر آؤ ہم تم سے قتال نہیں چاہتے اور ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رفقاء سے کہا کہ میں تو کافروں کے عہد و پیمان پر اس چوٹی سے نیچے نہیں اتروں گا۔ اے اللہ تو اپنے رسول ﷺ کو ہمارے بارے میں مطلع فرما دے۔ اس مرحلے پر دشمنوں نے تیر اندازی شروع کر دی اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔

تین صحابۂ کرام یعنی حضرت خبیب، زید بن دثنہ اور ایک اور شخص کافروں کے عہد و پیمان پر نیچے اتر آئے اور دشمنوں نے انہیں قیدی بنا کر کمانوں کے تاروں سے باندھ لیا۔ ان تینوں میں سے اس تیسرے صاحب نے کہا کہ یہ تو پہلے ہی غداری ہو گئی میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا میرے لیے میرے ساتھیوں کا نمونہ ہے یعنی شہادت۔ غرض وہ بھی شہید کر دیئے گئے اور کافروں نے حضرت خبیب اور زید بن دثنہ کو مکہ لے جا کر فروخت کر دیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیدی بنا کر رکھے گئے اور ان کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں مکہ کے بازاروں میں کہیں کوئی پھل نہیں تھا اور ان کے ہاتھوں میں انگوروں کا خوشہ تھا جس سے وہ انگور کھا رہے تھے۔ جب وہ قتل کے لیے لے جانے لگے تو انہوں نے دو رکعت نفل پڑھے جن کو رسول اللہ ﷺ نے برقرار رکھا۔

اس حدیث مبارک میں اصحاب رسول ﷺ کی متعدد کرامات کا بیان ہوا ہے۔ ایک یہ کہ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا کے مطابق ان کی شہادت کی خبر بذریعہ وحی اسی روز اپنے رسول اللہ ﷺ کو پہنچا دی جس روز وہ عروس شہادت سے ہمکنار ہوئے۔ دوسرے قید و بند کی حالت میں اللہ کی جانب سے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بے موسم پھل عطا ہوئے۔ تیسرے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے جسد کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا ایک غول روانہ فرما دیئے جس سے کافر ان کے جسم تک نہ پہنچ سکے۔ چوتھے انہوں نے ظالم قاتلوں کے بارے میں جو بد دعا کی وہ اسی کے مطابق اپنے انجام بد سے دوچار ہوئے۔

(فتح الباری : ۲۰۷/۲ . ارشاد الساری : ۵۱۶/٦ . روضۃ المتقین : ۴۹۷/۳ . دلیل الفالحین : ۲۸٦/٤ . ریاض

الصالحين (صلاح الدين) : ۲/۳۸۷)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منشاء کے مطابق حکم نازل ہونا

۱۵۱۰۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَاسَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لِشَيْءٍ قَطُّ: اِنِّيْ لَاَظُنُّهُ كَذَا اِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۵۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جس بات کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرا گمان یہ ہے کہ تو وہ بات اسی طرح ان کے گمان کے مطابق ظاہر ہوتی ۔(بخاری)

تخریج حدیث(۱۵۱۰): صحيح البخاري، كتاب مناقب الانصار، باب اسلام عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه .

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے انتہا فہم وفراست کے مالک تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اعلیٰ درجہ کی بصیرت سے سرفراز فرمایا تھا اور ان کی زبان اور قلب پر حق جاری فرمادیا تھا وہ کسی بات کے بارے میں فرماتے کہ میرا گمان (خیال) ہے کہ یہ بات اس طرح ہوگی تو وہ اسی طرح ظاہر ہوتی تھی۔ (فتح الباري : ۲/ ٤٧٢ . عمدة القاري : ۱۷/ ۸)

کتاب الأمور المنهي عنها

الباب (٢٥٤)

بَابُ تَحْرِيمِ الْغِيبَةِ وَالْأَمْرِ بِحِفْظِ اللِّسَانِ
غیبت کی حرمت اور زبان کی حفاظت کا حکم

۳۳۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴾

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتاً : فَكَرِهْتُمُوْهُ ! وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔تم اسے ناپسند کرتے ہو۔اللہ سے ڈرو اللہ تعالیٰ توبہ کا قبول کرنے والا مہربان ہے۔'' (الحجرات: ۱۲)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں غیبت کی ممانعت اور اس کی برائی بیان فرمائی گئی ہے۔غیبت یہ ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کی کوئی ایسی بات یا اس کے کسی ایسے حال یا فعل کا ذکر کیا جائے جس کے ذکر سے اسے ناگواری اور تکلیف ہو۔چونکہ غیبت سے ایک شخص کی رسوائی اور بے آبروئی ہوتی ہے اور اس کو تکلیف پہنچتی ہے اور دلوں میں فتنہ اور فساد کا بیج پڑتا ہے جس کے نتائج بعض حالات میں بڑے خطرناک اور دوررس نکلتے ہیں۔اس لیے غیبت کو سنگین ترین جرم قرار دیا گیا اور اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا گیا۔ یعنی مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندہ اور گھناؤنا کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ کر کھائے کیا کوئی انسان اسے پسند کرے گا پس سمجھ لو کہ غیبت اس سے بھی زیادہ شنیع حرکت ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ معارف الحدیث)

قیامت کے روز اعضاء کے بارے میں سوال ہوگا

۳۳۴. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اس بات کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں ہے بے شک کان آنکھ اور دل ان سب سے باز پرس ہوگی۔ (الاسراء: ٣٦)

تفسیری نکات: دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ بے تحقیق بات زبان سے نہ نکالو بلکہ آدمی کو چاہئے کہ کان آنکھ اور دل

دو ماغ سے کام لے اور بلا تحقیق بات منہ سے نہ نکالے یا عمل میں لائے۔ سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یوں ہی انکل بچو کوئی حکم نہ لگائے یا عمل درآمد نہ شروع کرے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، تہمتیں لگانا، بے تحقیق باتیں سن کر کسی کے درپے آزار ہونا یا بغض وعداوت قائم کر لینا باپ دادا کی تقلید یا رسم ورواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا ان دیکھی یا ان سنی چیزوں کو دیکھی یا سنی ہوئی بتلانا غیر معلوم اشیاء کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں یہ سب صورتیں اس آیت کے تحت داخل ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ قیامت کے روز آنکھ کان اور دل اور تمام جسمانی قوتوں اور صلاحیتوں کے بارے میں سوال ہوگا کہ انہیں کہاں کہاں استعمال کیا تھا۔

(دليل الفالحين : ٤/٢٩٥)

٣٣٥. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾ ﴾

اِعْلَمْ اَنَّهُ يَنْبَغِي لِكُلِّ مُكَلَّفٍ اَنْ يَحْفَظَ لِسَانَهُ عَنْ جَمِيعِ الْكَلَامِ اِلَّا كَلَامًا ظَهَرَتْ فِيهِ الْمَصْلَحَةُ، وَمَتَى اسْتَوَى الْكَلَامُ وَتَرْكُهُ فِي الْمَصْلِحَةِ فَالسُّنَّةُ الْإِمْسَاكُ عَنْهُ، لِاَنَّهُ قَدْ يَنْجَرُّ الْكَلَامُ الْمُبَاحُ اِلَىٰ حَرَامٍ اَوْ مَكْرُوهٍ وَذٰلِكَ كَثِيرٌ فِي الْعَادَةِ، وَالسَّلَامَةُ لَا يَعْدِلُهَا شَيْءٌ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''انسان جو لفظ بھی زبان سے نکالتا ہے اس کے پاس ہی ایک سخت نگراں موجود ہے۔'' (ق:۱۸)

ہر مکلف شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر طرح کے کلام کے وقت اپنی زبان کی حفاظت کرے اور صرف وہ بات کرے جو مصلحت کے مطابق ہو۔ اور جہاں بولنے اور نہ بولنے کی مصلحت برابر ہو وہاں خاموش رہنا سنت ہے اس لیے کہ بعض مرتبہ جائز اور صحیح گفتگو بھی حرام یا مکروہ تک پہنچا دیتی ہے اور یہ ایک عام بات اور سلامتی سے زیادہ بڑھ کر کوئی شئے نہیں ہے۔

تفسیری نکات: تیسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ دو فرشتے اللہ کے حکم سے ہر وقت انسان کی تاک میں لگے رہتے ہیں جو لفظ اس کے منہ سے نکلے وہ اسے لکھ لیتے ہیں اور جو عمل اس سے صادر ہوا سے لکھ لیتے ہیں۔

ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے

١٥١١. وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَهٰذَا صَرِيحٌ فِي اَنَّهُ يَنْبَغِي اَنْ لَا يَتَكَلَّمَ اِلَّا اِذَا كَانَ الْكَلَامُ خَيْرًا وَهُوَ الَّذِي ظَهَرَتْ مَصْلَحَتُهُ وَمَتَى شَكَّ فِي ظُهُورِ الْمَصْلَحَةِ فَلَا يَتَكَلَّمُ .

(۱۵۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر

ایمان رکھتا ہے وہ یا تو بھلائی کی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ آدمی اسی وقت بات کرے جب اس کی بات میں کوئی بھلائی اور خیر ہو اور جس کی مصلحت واضح ہو۔ اور اگر مصلحت میں شک ہو تو گفتگو ہی نہ کرے۔

تخریج حدیث (۱۵۱۱): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کان یومن باللّٰہ والیوم الآخر . صحیح مسلم، کتاب اللقطه، باب الضیافة ونحوہ .

شرح حدیث: ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جب آدمی بات کرے تو ایسی بات کرے جو اس کے حق میں اور سننے والوں کے حق میں کوئی نہ کوئی خیر اور بھلائی کا پہلو رکھتی ہو، محض بات برائے بات صاحب ایمان کا شیوہ نہیں ہے بلکہ اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ اگر اسے بات کرنے میں خیر اور بھلائی کا پہلو نہ نظر آئے تو وہ سکوت اختیار کرے۔ (دلیل الفالحین : ٤/٢٩٥)

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ وزبان کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

۱۵۱۲. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْمُسْلِمِیْنَ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۵۱۲) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں سے کون افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۱۲): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب أی الاسلام افضل . صحیح مسلم، باب بیان تفاضل الاسلام .

شرح حدیث: مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور اس کی زبان سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی کیونکہ اسے معلوم ہے کہ ہر عمل پر وہ اللہ کے یہاں جواب دہ ہے۔ اور اس کی زبان پر دو فرشتوں کا پہرہ لگا ہوا کہ زبان سے کوئی لفظ ادا ہوا اور فرشتوں نے اسے لکھ لیا ہاتھ پیروں سے کوئی عمل ہوا وہ ضبط تحریر میں آ گیا اور پھر آخرت میں آنکھ کان اور دل سب کے بارے میں سوال ہوگا کہ آدمی نے انہیں کہاں کہاں استعمال کیا۔ مسلمان اللہ سے ڈرنے والے اور اس کی سزا کا خوف رکھنے والا ہوتا ہے اس لیے وہ ہر گھڑی محتاط رہتا ہے کہ اس کی زبان سے کوئی ایسا لفظ یا اس کے ہاتھ سے کوئی ایسا کام نہ ہو جس سے کسی کو تکلیف پہنچے اور اسے اس پر اللہ کے یہاں جواب دہ ہونا پڑے۔ کیونکہ مؤمن اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ یہی مسلم کامل اور متقی فاضل ہے۔

حدیث مبارک میں زبان اور ہاتھ کا اس لئے ذکر ہوا کہ زبان دل کی ترجمان ہے اور بیشتر اعمال ہاتھوں سے انجام پاتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ مسلمان سے کسی دوسرے کو کوئی ایذا نہ پہنچے۔ (فتح الباری : ۲٤۱/۱ . شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۲/۲)

جنت کی ضمانت

۱۵۱۳. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ يَضْمَنْ لِيْ مَابَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَابَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۵۱۳) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان کی چیز اور اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز کی حفاظت کی ضمانت دیدے تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۵۱۳): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان .

کلمات حدیث: من یضمن لی : جو مجھے ضمانت دیدے، جو مجھے یقین دلا دے۔ ما بین لحییہ : اس کی چیز کی جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان اور منہ جس سے انسان کھاتا ہے۔ لحیان : منہ کے دونوں طرف کی ہڈیاں، یعنی زبان واحد لحیۃ ہے۔ ما بین رجلیہ۔ اس چیز کی جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے یعنی شرمگاہ۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دیدے کہ وہ ہمیشہ سچ اور حق بات کہے گا ہمیشہ رزق حلال کھائے گا اور کسی برے کام میں مبتلا نہیں ہوگا میں اسے جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ یعنی ہر بات اور ہر کام میں حق پر جمے رہنا اور ہر طرح کے محرمات اور حرام کاموں سے احتراز کرنا جنت میں لے جانے والا ہے۔

بولنے میں بے احتیاطی جہنم میں گرادیتی ہے

۱۵۱۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَايَتَبَيَّنُ فِيْهَا يَزِلُّ بِهَا اِلَى النَّارِ اَبْعَدَ مِمَّابَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَمَعْنىٰ : "يَتَبَيَّنُ" يُفَكِّرُ اَنَّهَا خَيْرٌ اَمْ لَا .

(۱۵۱۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ ایک بات کرتا ہے لیکن اس پر غور نہیں کرتا مگر وہ اس ایک بات سے مشرق و مغرب کے درمیان مسافت سے بھی زیادہ جہنم کی طرف گر جاتا ہے۔(متفق علیہ)

یتبین کے معنی ہیں غور وفکر کرنا کہ اس بات میں کوئی خیر ہے یا نہیں؟

تخریج حدیث(۱۵۱۴): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان . صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب حفظ اللسان .

کلمات حدیث: یزل : پھسل جاتا ہے گر جاتا ہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مقصود یہ ہے کہ اللہ کا بندۂ مؤمن بولنے سے پہلے اپنی بات پر غور کرے کہ وہ بات حق اور سچائی پر

مشتمل ہے اس کا کہہ دینا مقتضائے مصلحت ہے اور اس میں لوگوں کے لیے بھلائی اور خیر ہے تب وہ بات کرے ورنہ خاموش رہنا زیادہ بہتر ہے۔ اور اس امر کا خیال رکھے کہ کوئی ایسی بات منہ سے نکلے جس میں اللہ کی ناراضگی ہو اور جو خلاف حق ہو اور جس میں کسی کی ایذاء رسانی کا پہلو ہو کہ ایسی بات جہنم کی طرف لے جانے والی ہے۔

(روضة المتقين : ٤/٨. دليل الفالحين : ٤/٢٩٦. فتح الباری : ٣/٣٧٨)

زبان کی حفاظت نہ کرنے سے جہنم میں چلا جاتا ہے

١٥١٥. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ تَعَالىٰ مَايُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ تَعَالىٰ لَايُلْقِيْ لَهَا بَالًايَهْوِيْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(١٥١٥) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کوئی ایسی بات کہتا ہے کہ جس میں اللہ کی رضا ہو اگر چہ اسے اس کا خیال تک نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے کئی درجات بلند فرما دیتا ہے اور بندہ کوئی ایسی بات کہتا ہے کہ جس میں اللہ کی ناراضگی ہو خواہ اس کو اس کی طرف توجہ بھی نہ ہو لیکن وہ اس کی وجہ سے جہنم میں گر جاتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (١٥١٥): صحيح البخاری، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان.

کلمات حدیث: لايلقى لها بالاً : اس کی طرف دہیان تک نہیں دیتا۔ اسے توجہ تک نہیں ہوتی کہ اس نے کیا بات کہی ہے۔

شرح حدیث: ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ کلمہ خیر جس کے کہنے پر اللہ تعالیٰ بندۂ مؤمن کے درجات بلند فرماتے ہیں وہ ہے جس سے کسی مسلمان پر ہونے والے ظلم اور زیادتی کی تلافی ہو، جس سے کسی مسلمان کی کوئی مصیبت ٹل جائے اور کوئی مشکل آسان ہو جائے یا کسی مظلوم کی مدد ہو جائے اور کسی فریادی کی دادرسی ہو جائے۔ ایسا کلمۂ خیر کہنے پر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو درجات بلند فرما دیتے ہیں اگر چہ کہنے والے کو احساس تک نہ ہو کہ اس کی بات کے کیا اثرات و نتائج مرتب ہوئے ہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اسے معمولی بات سمجھ رہا ہو لیکن وہ اللہ کے یہاں عظیم جیسا کہ فرمایا:

﴿ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمٌ ۝١٥ ﴾

اسی طرح کوئی بندہ کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور یہ بات اس کو جہنم میں لے جانے کا سبب بن جاتی ہے۔ (فتح الباری : ٣/٣٧٨. روضة المتقين : ٤/٦. دليل الفالحين : ٤/٢٩٦)

زبان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی دائمی رضاء اور دائمی ناراضگی

١٥١٦. وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ تَعَالىٰ، مَا كَانَ يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَابَلَغَتْ يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا رِضْوَانَهٗ اِلىٰ يَوْمِ يَلْقَاهُ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ مَا كَانَ يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَابَلَغَتْ يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا سَخَطَهٗ اِلىٰ يَوْمِ يَلْقَاهُ" رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

(۱۵۱۶) حضرت ابوعبدالرحمن بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کوئی ایسی بات کرتا ہے جس میں اللہ کی رضا ہوتی ہے اسے گمان تک نہیں ہوتا کہ یہ بات کہاں تک پہنچے گی مگر اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لیے قیامت تک اپنی رضا لکھ دیتے ہیں۔ اور آدمی کسی وقت کوئی بات زبان سے نکالتا ہے جس میں اللہ کی ناراضگی ہوتی ہے اسے گمان تک نہیں ہوتا کہ یہ بات کہاں تک پہنچے گی مگر اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لیے قیامت تک اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔ (اسے مالک نے مؤطا میں اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۵۱۶): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب قلة الكلام.

شرح حدیث: بندۂ مؤمن بعض اوقات کسی پیشگی خیال اور توجہ کے بغیر کوئی ایسا کلمۂ خیر کہہ دیتا ہے جو رضائے الٰہی کے مطابق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لیے اس کے لیے اپنی رضا مقدر فرما دیتے ہیں۔ امام زرقانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ اس سے کبھی ناراض نہیں ہوتے۔

اور کبھی کوئی شخص ایسی بات کہہ دیتا ہے جس میں اللہ کی ناراضگی ہوتی ہے اور اسے اندازہ تک نہیں ہوتا کہ یہ بات کہاں تک پہنچے گی اور اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کے لیے اپنی ناراضگی لکھ دیتے ہیں۔

امام غزالیؒ کی نصیحت

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر قول اور فعل کے وقت غور کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ وہ رضائے الٰہی کے مطابق ہے یا نہیں ہے یہ نہ ہو کہ تمہارے اوپر اکتاہٹ اور جزع کی کیفیت طاری ہو اور تم اسے تضرع اور ابتہال سمجھ رہے ہو اور تم ریاء کاری میں مبتلا ہو اور اس کو حمد و شکر کی حالت خیال کر رہے ہو اور ریاء اور تکبر سے لوگوں کو دعوت حق دے رہے اور بڑا کار خیر تصور کر رہے ہو۔ یعنی معاصی کو طاعات تصور کر رہے ہو اور قابل سزا کاموں پر ثواب کی امید لگا کر بیٹھے ہو۔ یہ ایک بہت بڑا دھوکہ ہے اور جہنم میں لے جانے والا ہے۔

(تحفة الاحوذی ۷/۲۰. روضة المتقین ۴/۸. دليل الفالحين ۴/۲۹۸.

* * * * * * * * * * * *

سب سے خطرناک چیز زبان ہے

۱۵۱۷. وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ حَدِّثْنِيْ بِاَمْرٍ اَعْتَصِمُ بِهٖ قَالَ: "قُلْ رَبِّيَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ" قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَااَخْوَفُ مَاتَخَافُ عَلَيَّ؟ فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهٖ ثُمَّ قَالَ: "هٰذَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(۱۵۱۷) حضرت سفیان بن عبداللہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی بات ایسی بتلائیے جس پر میں مضبوطی سے قائم ہو جاؤں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کہو کہ اللہ میرا رب ہے اور اس پر مضبوطی سے جم جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرے اوپر سب سے زیادہ خطرے والی کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا کہ یہ زبان۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۱۵۱۷): الجامع للترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان.

کلمات حدیث: بأمر اعتصم به: مجھے کوئی ایسی بات بتلا دیجئے جسے میں مضبوطی سے پکڑ لوں۔

شرح حدیث: حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجیے جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں اور کبھی اس سے ادھر ادھر نہ ہوں۔صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اسلام کی ایک ایسی جامع بات بتا دیجئے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔یعنی ایسی جامع بات جو اسلام کے جملہ پہلوؤں کو مشتمل اور اس کے تمام امور کو احاطہ کئے ہوئے ہو اور اس قدر واضح ہو کہ مزید کبھی کسی توضیح کی ضرورت نہ ہو میں اس پر عمل کرتا رہوں اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھوں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو میرا رب اللہ ہے اور اس پر جم جاؤ۔صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر جم جاؤ۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد نبوی آپ ﷺ کے جوامع کلم میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا ﴾

یعنی یہ لوگ اللہ واحد پر ایمان لائے اور پھر اس ایمان پر اور اللہ کی اطاعت اور اس کی فرماں برداری پر استقامت اختیار کر لی اور مرتے دم تک اللہ کی بندگی اور اس کے احکام کی اطاعت پر قائم رہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایمان اور اسلام پر استقامت ایک دشوار امر ہے کہ اس استقامت میں عقائد اعمال اور اخلاق غرض دین کے جملہ امور داخل ہیں۔امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں صراط مستقیم پر چلنا بھی ایسا ہی ہے جیسے روز قیامت پل صراط سے گزرنا دونوں ہی بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہیں۔

ازاں بعد حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ کون سی بات ہے جس سے آپ ﷺ میرے بارے میں اندیشہ کرتے ہیں کہ وہ مجھے راہ حق سے ہٹانے والی ہوگی۔رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا کہ زبان۔

(تحفة الاحوذی: ۱۳٦/۷. شرح صحیح مسلم: ۸/۲. روضة المتقین: ۱۰/٤. دلیل الفالحین: ۲۹۸/٤)

باتوں کی کثرت دل کی سختی کی علامت ہے

۱۵۱۸. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَاتُكْثِرُوا الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ : فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالىٰ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَإِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ .

(۱۵۱۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر کے بغیر کثرت سے باتیں نہ کرو کیونکہ اللہ کے ذکر کے بغیر کثرت سے باتیں کرنا قساوت قلبی کی علامت ہے اور لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دور قسی القلب (سخت دل) ہے۔ (الترمذی)

تخریج حدیث (۱۵۱۸): الجامع للترمذی، ابو اب الزهد، باب ابعد من الله القلب القاسی .

کلمات حدیث: قسوة القلب : دل کی سختی ۔ سنگ دلی۔ قلب کا وعظ ونصیحت قبول نہ کرنا۔ حالات وواقعات سے موعظت نہ حاصل کرنا۔

شرح حدیث: اللہ کے ذکر اور اس کی یاد کے بغیر اور آدمی کے اپنے انجام اور آخرت سے بے پرواہ ہونے سے دل سخت ہو جاتے ہیں اور اس سنگ دلی اور قساوت قلبی کی بنا پر اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْقَٰسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ ٱللَّهِ ۚ ﴾

''خرابی ہو ان کے لیے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہو گئے ہیں۔'' (الزمر: ۲۲)

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے اللہ کے احکام پر چلنا چھوڑ دیا اور اللہ کے دین سے دور ہو گئے اور دنیا کے کاموں میں منہمک ہو گئے تو ان کے دل سخت ہو گئے اور پتھر بن گئے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔

﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِىَ كَٱلْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ ﴾ (البقرة: ۷۴)

اور قرآن کریم میں اہل ایمان کے بارے میں ارشاد ہے کہ:

﴿ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَٰسِقُونَ ﴿١٦﴾ ﴾

''کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت اور اس دین حق کے سامنے جھک جائیں جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ان پر (کتاب ملنے کے بعد) زمانہ دراز گزر گیا پھر ان کے دل خوب ہی سخت ہو گئے اور اب ان میں سے بہت سے لوگ فاسق ہیں۔'' (الحدید: ۱۶)

یعنی وقت آ گیا ہے کہ مؤمنین کے دل قرآن اور اللہ کی یاد اور اس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں اور نرم ہو کر گڑ گڑانے لگیں کہ ایمان کی علامت ہی یہ ہے کہ دل نرم ہو اور نصیحت اور اللہ کی یاد کا اثر فوراً قبول کرے۔

(تحفة الاحوذی : ۱۳۷/۷ . روضة المتقین : ۱۰/٤ . دلیل الفالحین : ۲۹۹/٤)

جوزبان وشرمگاہ کے شر سے بچ جائے

١٥١٩ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلَ اِللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ وَقَاهُ اللّٰهُ شَرَّ مَابَیْنَ لَحْیَیْهِ، وَشَرَّ مَابَیْنَ رِجْلَیْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(١٥١٩) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس شئے کے شر سے بچالیا جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے تو وہ جنت میں جائے گا۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(١٥١٩): الجامع للترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان .

کلمات حدیث: وقاه الله : جسے اللہ نے بچالیا۔ جس کی اللہ نے حفاظت فرمائی۔ جسے اللہ نے محفوظ رکھا۔

شرح حدیث: مقصود حدیث یہ ہے کہ مؤمن کو چاہئے کہ اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کرے اور زبان سے نہ کبھی جھوٹ بولے نہ غیبت کرے اور نہ کوئی بری بات زبان سے کہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا اپنی زبان روکے رکھو۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ کیا یا رسول اللہ ہمارا زبان پر مواخذہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ تیری ماں تجھ پر غمگین ہو، یہ جو لوگ جہنم میں منہ کے بل گرائے جائینگے یہ انہی گناہوں کا تو نتیجہ ہوگا جن کی کھیتیاں ان کی زبانوں نے کاٹی ہوں گی۔ (تحفة الاحوذی:٧/١٣٥ . روضة المتقين:٤/١١ . دليل الفالحين:٤/٢٩٩)

زبان کو قابو میں رکھنا نجات کا ذریعہ ہے

١٥٢٠ . وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالنَّجَاةُ؟ قَالَ : "اَمْسِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ وَلْیَسَعْکَ بَیْتُکَ، وَابْکِ عَلیٰ خَطِیْئَتِکَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(١٥٢٠) حضرت عقبة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نجات کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبان قابو میں رکھو تمہارا گھر تمہیں سمالے اور اپنی خطاؤں پر گریہ اور بکاء کرو۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(١٥٢٠): الجامع للترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان .

شرح حدیث: امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک رسول اللہ ﷺ کے حکیمانہ اسلوب کی شاہد ہے کہ آپ ﷺ سے حقیقت نجات کے بارے میں دریافت کیا گیا اور آپ ﷺ نے سبب نجات بیان فرمایا کہ ذریعۂ نجات یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان کو روکے رکھے اور خیر کے سوا اسے کسی بات میں استعمال نہ کرے، غیر ضروری تعلقات سے اجتناب کر کے اپنے گھر میں اعمال صالحہ میں مصروف رہے اور اپنی خطاؤں پر رو رو کر اللہ سے معافی مانگے اور توبہ و استغفار کرے۔

غرض زبان کے استعمال میں احتیاط لازمی ہے کہ جھوٹ غیبت اور ہر بری بات کے زبان سے کہنے سے احتراز کیا جائے لوگوں سے زیادہ میل جول اور اختلاط کے بجائے گھر میں اللہ کی اطاعت اور ذکر وفکر اور تلاوت میں اپنے فارغ اوقات کو صرف کرنا چاہئے اور اپنی خلوتوں میں اپنی خطاؤں اور لغزشوں پر رونا بھی اللہ کو بہت پسند ہے۔

(تحفة الاحوذی : ۱۳۲/۷. روضة المتقين : ۱۲/۴. دليل الفالحين : ۳۰۰/۴)

تمام اعضاء زبان کے شر سے پناہ مانگتے ہیں

۱۵۲۱. وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَآءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ تَقُوْلُ : اتَّقِ اللّٰهَ فِيْنَا فَاِنَّمَا نَحْنُ بِكَ : فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا، وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اِعْوَجَجْنَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، مَعْنٰى " تُكَفِّرُ اللِّسَانَ : اَيْ تَذِلُّ وَتَخْضَعُ .

(۱۵۲۱) حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان صبح کو اٹھتا ہے تو اس کے تمام اعضاء اس کی زبان سے عاجزی سے عرض کرتے ہیں کہ تو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ ہمارا معاملہ تیرے ساتھ وابستہ ہے اگر تو سیدھی ہے تو ہم بھی سیدھے ہیں اور اگر تو ٹیڑھی ہوگی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

تکفر اللسان : کے معنی ہیں کہ انسانی اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

تخریج حدیث (۱۵۲۱): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب ماجاء فی حفظ اللسان .

کلمات حدیث: اذا أصبح ابن آدم : جب فرزند آدم صبح کرتا ہے جب آدمی کی صبح ہوتی ہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مستفاد یہ ہے کہ انسانی جسم کے تمام اعضاء میں زبان کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور زبان کی ادنی سی حرکت کا اثر تمام اعضائے جسم پر پڑتا ہے لڑائی جھگڑا جو زبان کی وجہ سے ہوتا ہے اس کی زد جسم پر پڑتی ہے اور مار جسم کو برداشت کرنی پڑتی ہے اس لیے زبان کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ اس سے صرف حق اور خیر ہی ادا ہو اور کوئی بات غیر حق زبان سے نہ نکلے۔ ایک اور حدیث میں دل کو تمام جسم انسانی کی اصلاح اور فساد کا سبب بتایا گیا ہے جبکہ اس حدیث مبارک میں زبان کی اہمیت واضح کی گئی ہے، حقیقت یہ ہے کہ زبان دل کا ترجمان ہے اور آدمی کی زبان پر وہی بات آتی ہے جو اس کے دل میں ہوتی ہے، دل اگر درست ہے تو زبان بھی درست ہوگی اور دل میں اگر فساد ہے تو زبان سے بھی اس کا اظہار ہوگا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ لسان الفتى نصف ونصف فوأده۔ (آدمی کا نصف زبان ہے اور دوسرا نصف دل ہے)

زبان کی حفاظت نہ کرنے سے آدمی اوندھے منہ جہنم میں گرتا ہے

۱۵۲۲. وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِيْ الْجَنَّةَ

وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ : "لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيْمٍ، وَإِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ : تَعْبُدُاللّٰهَ لَاتُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ، اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا" ثُمَّ قَالَ : "اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَآءُ النَّارَ وَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ " ثُمَّ تَلَا : "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" حَتّٰى بَلَغَ يَعْمَلُوْنَ " ثُمَّ قَالَ: "اَلَا اُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْاَمْرِ، وَعَمُوْدِهٖ، وَذِرْوَةِ سَنَامِهٖ قُلْتُ : بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ : "رَأْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ، وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ" ثُمَّ قَالَ : "اَلَا اُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ؟" قُلْتُ : بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ قَالَ : "كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا" قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ ؟ فَقَالَ : "ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَآئِدُ اَلْسِنَتِهِمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهٗ فِيْ بَابٍ قَبْلَ هٰذَا .

(١٥٢٢) حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے دور کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے بڑی بات کا سوال کیا ہے۔ یہ اس کے لیے آسان ہے جس پر اللہ آسان فرمادے تو اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر نماز قائم کر، زکوۃ دے اور رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ کا حج کر اگر بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت ہو پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تجھے بھلائی کے دروازے نہ بتلاؤں روزہ ڈھال ہے صدقہ گناہ کی آگ سرد کر دیتا ہے جیسا کہ پانی سے آگ بجھ جاتی ہے اور آدمی کی نماز درمیان شب میں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ﴾ (ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں) یہاں تک کہ آپ ﷺ یعملون تک پہنچ گئے۔ پھر فرمایا کہ کیا میں تجھے دین کا سر اس کا ستون اور اس کے کوہان کی بلندی نہ بتلاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ ضرور یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین کا سر اسلام ہے اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسی بات نہ بتلاؤں جس پر اس سب کا مدار ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا کہ اس کو روک کے رکھ میں نے عرض کیا کہ کیا ہم زبان سے جو کچھ کہتے ہیں اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری ماں غمگین ہو جہنم میں لوگوں کو اوندھے منہ گرانے والے وہ گناہ ہوں گے جن کی کھیتیاں ان کی زبانوں نے کاٹی ہوں گی۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے اور اس کی شرح گزر چکی ہے۔)

تخریج حدیث(١٥٢٢): الجامع للترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة .

کلمات حدیث: جُنَّة : ڈھال۔ الصدقة تطفئ الخطية كما يطفئ الماء النار : صدقہ گناہ کی حدت کو اس طرح ٹھنڈا کر دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے کیونکہ گناہوں کے نتیجے ہی میں انسان جہنم کی آگ میں ڈالا جائے اس لیے صدقہ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے گناہ کی آگ سرد ہو جاتی ہے جس طرح پانی سے آگ بجھ جاتی ہے یعنی اللہ کی راہ میں صدقہ دینا گناہوں کی آگ کو بجھا دیتا

ہے اوراس کے نتیجے میں جہنم کی آ گ سے حفاظت حاصل ہو جاتی ہے۔ ثکلتك امك : یہ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے لفظی مفہوم یہ ہے کہ تیری ماں تجھے روئے یا تجھے نہ پا کر ڈھونڈتی پھرے اور یہ جملہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی نے کوئی نادانی یا نافہمی کی بات کی ہو۔

شرح حدیث: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سفر میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ نے ایک موقعہ پر اپنی سواری رسول اللہ ﷺ کی سواری کے قریب کر لی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کوئی ایسی بات بتلا دیجئے جو جنت میں لے جائے اور جہنم سے بچالے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حصول جنت اور جہنم سے نجات فی الواقع ایک بہت بڑی بات ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے لئے آسان فرمادے اور اسے اس راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے۔ تم اللہ کی عبادت اور اس کی بندگی کرو اس طرح کہ کہیں کوئی شائبہ شرک نہ ہو۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿ فَمَن كَانَ يَرْجُواْ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا ﴿١١٠﴾ ﴾

''جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے چاہئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔''

(الکہف: ۱۱۰)

ازاں بعد آپ ﷺ نے ابواب خیر ذکر فرمائے کہ روزہ شیطان سے اور جہنم سے محفوظ رہنے کے لیے ڈھال ہے، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے اور صدقہ دینے سے گناہ کی حدت اس طرح سرد ہو جاتی ہے جیسے پانی سے آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور شب کے کسی حصے میں نماز پڑھنا سب سے اہم اور افضل ترین باب خیر ہے۔

دین کا ''رأس الامر'' اور اس کی اصل اللہ کی اطاعت اور اس کی بندگی اور اس کے سامنے سرافگندی یعنی اسلام ہے اور اس دین کا عمود اور ستون نماز ہے اور اس کی اعلیٰ ترین اور بلند چوٹی جہاد ہے۔ اور ان جملہ ہدایات و احکام کے لیے ایک جامع اور اصولی ہدایت زبان کو تھام لینا اور اس کو روک لینا ہے۔ اس موقعہ پر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہمیں اپنی زبان کے بارے میں بھی جواب دہ ہونا پڑے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری ماں افسردہ ہو یہ تم نے کیا بات کہی لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں دھکیلنے والی زبان سے زیادہ اور کون ہے، زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی تو ہے جو لوگوں کو جہنم میں پھینکے گی۔

حدیث مبارک میں بہت اہم اور اصولی مضامین بیان ہوئے ہیں، کہ جہنم سے نجات اور آخرت کی فوز و فلاح کا مدار اللہ کی اطاعت اس کے احکام پر چلنے اور اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے بچنے پر ہے، عبادت و بندگی میں رات کی نماز بہت اہمیت کی حامل اور حد درجہ وقیع ہے اور جہاد اپنی جملہ انواع و اقسام کے ساتھ مطلوب ہے اور اس راستے پر چلنے میں معاون اور مددگار اپنی زبان کی حفاظت کرنا ہے۔

غیبت کی تعریف

۱۵۲۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَتَدْرُوْنَ مَاالْغِيْبَةُ؟ قَالُوْا : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ : "ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ" قِيْلَ : اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِیْ اَخِیْ

مَاأَقُوْلُ؟ قَالَ : "اِنْ کَانَ فِیْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدِاغْتَبْتَهٗ، وَاِنْ لَمْ یَکُنْ فِیْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۵۲۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جو اسے ناگوار ہو۔ عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس میں وہ بات موجود ہو جو تم کہہ رہے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات موجود نہ ہو جو تم کہہ رہے ہو تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۵۲۳): صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الغیبة .

کلمات حدیث: فقد بهته : تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔ ایسی جھوٹ اور باطل بات جس کو سن کر آدمی حیرت میں پڑ جائے۔ بهت : جھوٹ۔ بهت فلان فلانا : اس کے بارے میں جھوٹ بولا۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غیبت ایک بہت بڑی برائی ہے مگر اس کے باوجود عام طور پر لوگ اس برائی میں مبتلا ہیں۔ غیبت یہ ہے کہ کسی آدمی کا ذکر اس کی غیر موجودگی میں اس انداز سے کیا جائے کہ اگر اسے علم ہو تو اسے ناگوار ہو خواہ وہ بات اس کے جسم سے متعلق ہو یا اس کے دین سے یا اس کی دنیا سے یا اس کے اہل اور خاندان سے یا اس کے کسی فعل یا حرکت سے غرض اس سے متعلق ہر وہ بات جس کو وہ اچھا نہ سمجھے غیبت ہے، خواہ غیبت زبانی ہو یا تحریری صراحتاً ہو یا اشارۃً ہر حال میں غیبت ہے اور حرام ہے۔

(شرح مسلم للنووی : ١٦/١١٧ . روضة المتقین : ٤/١٦ . دلیل الفالحین : ٤/٣٠٣)

آدمی کی جان و مال و عزت ایک دوسرے پر حرام ہے

۱۵۲۴ . وَعَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ خُطْبَتِهٖ یَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًی" فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ : اِنَّ دِمَآءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ، وَاَعْرَاضَکُمْ، حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا، فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا، فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا، اَلَاهَلْ بَلَّغْتُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۵۲۴) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ منیٰ میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر قربانی کے روز رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تمہاری جانیں تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں جیسے اس شہر میں اس مہینہ میں اس دن کی حرمت۔ دیکھو میں نے بات پہنچادی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۲۴): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب لیبلغ منکم الشاهد . صحیح مسلم، کتاب الحج باب حجة النبی ﷺ.

کلمات حدیث: دماء کم : مضاف محذوف یعنی سفك دماء کم : تمہارا آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانا۔ دماء : دم کی

جمع ۔خون یعنی جان ۔ أعراض : عرض کی جمع ۔عزت ہر وہ قابل تعریف بات جو انسان کی ذات اس کے آباؤاجداد اور اس کی آل واولاد کے متعلق ہو۔

<u>شرح حدیث:</u> رسول کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا کہ تمام مسلمانوں کی جانیں ان کے مال اور ان کی عزتیں محترم ہیں اور انکی حرمت ایسی ہے جیسی حرمت اس شہر مکہ کو حاصل ہے جیسی حرمت اس ماہ یعنی ذوالحجہ کو حاصل ہے اور ایسی حرمت جو اس دن یعنی یوم النحر کو حاصل ہے ۔یعنی جس طرح مکہ محترم ہے جس طرح ماہ ذوالحج محترم ہے اور جس طرح یوم النحر محترم ہے اسی طرح تمام مسلمانوں کی جانیں ان کے مال اور ان کی عزتیں محترم ہے اور کسی کو اجازت نہیں ہے کہ ان پر دست درازی کرے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل عرب اسلام سے قبل مکہ مکرمہ ماہ ذوالحج اور یوم النحر کی حرمت سے واقف تھے مگر جان و مال اور عزت وآبرو کی پامالی ان کا روز کا معمول تھا رسول اللہ ﷺ نے مسلمان کی جان اس کے مال کو اور اس کی عزت کو اس طرح محترم اور مکرم قرار دیا جس طرح مکہ مکرمہ اور ماہ ذوالحجہ اور یوم النحر مکرم ومحترم ہیں۔

کسی کی نقل اتارنا بھی غیبت ہے

۱۵۲۵. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ : قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا. قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ : تَعْنِيْ قَصِيْرَةً فَقَالَ : "لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَآءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ!" قَالَتْ وَحَكَيْتُ لَهُ اِنْسَانًا فَقَالَ : "مَاأُحِبُّ اَنِّيْ حَكَيْتُ اِنْسَانًا وَاَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُد وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

وَمَعْنٰى : "مَزَجَتْهُ" خَالَطَتْهُ مُخَالَطَةً يَتَغَيَّرُ بِهَا طَعْمُه' اَوْرِيْحُه' لِشِدَّةِ نَتْنِهَا وَقُبْحِهَا، وَهٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ اَبْلَغِ الزَّوَاجِرِ عَنِ الْغِيْبَةِ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَاِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى .

(۱۵۲۵) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ کو صفیہ کا ایسا ایسا ہونا کافی ہے ۔بعض راویوں کا کہنا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اشارہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پستہ قد ہونے کی طرف تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملادیا جائے تو اس کا ذائقہ بدل جائے ۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے سامنے کسی آدمی کی نقل اتاری تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ میں کسی انسان کی نقل اتاروں خواہ اس کے بدلے مجھے اتنا اتنا مال ملے۔(ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

''مزجتہ'' کے معنی ہیں کہ اس طرح مل جائے کہ اس کا ذائقہ بدل جائے یا اس کی بو اور قباحت کی بنا پر اس کی بو بدل جائے ۔اور یہ تشبیہ غیبت کی ممانعت اور اس کی برائی بیان کرنے میں بہت مؤثر اور بلیغ ہے ۔اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ ﷺ اپنے پاس

سے کچھ نہیں کہتے جو فرماتے ہیں وہ من جانب اللہ وحی ہوتا ہے۔

تخریج حدیث(۱۵۲۵): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الغيبة. الجامع للترمذی، ابواب صفة القيامة، باب تحريم الغيبة

کلمات حدیث: لقد قلت كلمة لومزجت بماء البحر لمزجته تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر تم اس کو سمندر کے پانی میں بھی ملا دو تو اس کا ذائقہ بھی بدل جائے۔ یعنی یہ بات اس قدر بری اور خراب ہے کہ سمندر کے پانی کا ذائقہ اور اس کی بو بدل دینے کے لیے کافی ہے۔ " حكيت له انساناً " میں نے آپ ﷺ کے سامنے کسی شخص کی نقل اتاری۔ عربی زبان میں " محاكاة " کے معنی کسی کی برائی یا جسمانی عیب کی نقل اتارنے کے ہیں۔

شرح حدیث: حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اور ازواج مطہرات میں سے تھیں، ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کے سامنے حضرت عائشہ نے ان کے کوتاہ قد ہونے پر تعریض کی تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ تعریض کی غیبت ہے اور غیبت اتنی بڑی برائی اور اسکی اتنی قباحت ہے کہ اگر سمندر کے پانی میں اسے ملا دیا جائے تو اس کی قباحت سے سمندر کے پانی کی بو اور ذائقہ بدل جائے۔

اور ایک موقعہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی کی نقل اتاری تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اگر کوئی اتنا اور اتنا مال دے، یعنی بہت کثیر مال دے، تب بھی میں کسی کی نقل نہ اتاروں۔

قاضی ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ استہزاء مذاق اور حقیر سمجھ کر کسی کی نقل اتارنا حرام ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے غیبت کو ناپاک گندہ اور بدبودار قرار دیا اور اس گندگی اور بدبو کی اس قدر شدت بیان فرمائی کہ سمندر کے پانی کا بھی ذائقہ بدل جائے اور وہ بدبودار ہو جائے۔ یہ انتہائی بلیغ ترین تشبیہ ہے اور ایسی تشبیہ ہے جیسی تشبیہات قرآن کریم میں وارد ہوئی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ از خود اپنے پاس سے کوئی بات نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ ﷺ کی ہر بات وحی الٰہی کے مطابق تھی۔ (تحفة الاحوذی : ۲٤٨/٧. روضة المتقين : ٤/ ٢٠. دليل الفالحين : ٤/ ٣٠٤)

معراج کی رات غیبت کا عذاب دکھلایا گیا

١٥٢٦. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا عُرِجَ بِيْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ اَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ : مَنْ هٰؤُلَآءِ يَاجِبْرِيْلُ؟ قَالَ : هٰؤُلَآءِ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ : وَيَقَعُوْنَ فِيْ اَعْرَاضِهِمْ !" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ .

(١٥٢٦) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو زخمی کر رہے تھے میں نے کہا کہ اے

جبرئیل علیہ السلام یہ کون ہیں انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں پر حملہ کرتے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۵۲۶): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الغيبة .

کلمات حدیث: عرج بی : مجھے اوپر لے جایا گیا۔ مجھے معراج پر لے جایا گیا۔ یاکلون لحوم الناس : دنیا میں لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے یعنی ان کی غیبت کیا کرتے تھے۔

شرح حدیث: غیبت کی اس قدر بڑی سزا ہے کہ آخرت میں غیبت کرنے والوں اور دوسرے لوگوں کی عزتوں کے پامال کرنے والوں کے تانبے کے ناخن لگادئے جائیں گے جن سے وہ اپنے چہرے اور اپنے سینے کھوٹتے اور نوچتے رہیں گے۔

(روضة المتقين : ٤/ ٢٠. دليل الفالحين : ٤/ ٣٠٤)

مسلمان کی عزت وآبرو کو نقصان پہنچانا حرام ہے

۱۵۲۷ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ : دَمُهٗ وَعِرْضُهٗ وَمَالُهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۵۲۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان کی جان و مال اور عزت وآبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۵۲۷): صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحريم ظلم المسلم .

شرح حدیث: اسلام میں کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی دوسرے مسلمان کا مال ناحق لے لے، یا اس کی جان پر یا اس کی عزت وآبرو پر کوئی زیادتی کرے۔ یعنی ہر مسلمان کی جان و مال اور عزت وآبرو محترم ہیں اور کسی کو بھی اجازت نہیں ہے کہ ان کو ناحق پامال کرے اور چونکہ غیبت سے آدمی کی عزت پامال ہوتی ہے اس لیے غیبت حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ (دليل الفالحين : ٤/ ٣٠٥)

البَابُ (۲۵۵)

بَابُ تَحْرِيْمِ سِمَاعِ الْغِيْبَةِ وَأَمْرِ مَنْ سَمِعَ غِيْبَةً مُحَرَّمَةً بِرَدِّهَا وَالْإِنْكَارِ عَلٰى قَائِلِهَا فَإِنْ عَجَزَ أَوْلَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ فَارَقَ ذٰلِكَ الْمَجْلِسَ إِنْ أَمْكَنَهُ

غیبت سننے کی حرمت، اور سننے والے کو یہ حکم کہ وہ غیبت سن کر فوراً اس کی تردید کرے اور غیبت کرنے والے کو منع کرے اور اسے روکے، اگر ایسا کرنے سے عاجز ہو یا اس کی بات نہ مانی جائے تو اگر ممکن ہو تو اس مجلس سے اٹھ جائے

۳۳۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''جب وہ کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔'' (القصص:۵۵)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ اہل ایمان کا شیوہ یہ ہے کہ وہ جب کوئی بری اور فضول اور لایعنی بات سنتے ہیں تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں یعنی وہ جھوٹ مکر وفریب، بے حیائی بے ہودہ اور لایعنی باتیں نہیں سننا چاہتے اور ایسے لوگوں سے جو ان باتوں میں ملوث ہوں میل جول نہیں رکھتے بلکہ ان سے اعراض کرتے ہیں۔ (تفسیر مظھری)

۳۳۷. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝٣ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''وہ فضول باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔'' (المؤمنون:۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ان کامیاب اور کامران لوگوں کی صفات کے بیان میں جن کا ٹھکانہ جنت الفردوس قرار پائیگے ان کی ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ فضول اور نکمی بات پر دھیان نہیں دیتے اور جب کوئی فضول اور لغو بات کہتا ہے تو وہ ادھر سے منہ پھیر لیتے ہیں انہیں فرائض عبودیت سے اتنی فرصت ہی نہیں ہوتی کہ ایسے بے فائدہ امور میں اپنا وقت ضائع کریں۔ (تفسیر عثمانی)

۳۳۸. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝٣٦ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''کان، آنکھ اور دل کے بارے میں باز پرس ہوگی۔'' (اسراء:۳٦)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ بلا تحقیق کوئی بات زبان سے نہ نکالو بلکہ کان آنکھ اور دل ودماغ سے کام لے کر

بات کے درست یا غلط ہونے اور اس کے خیر و برائی پر مشتمل ہونے کا جائزہ لے کہ پھر صرف وہ بات کہو جو حق ہو اور جس میں خیر ہو اور بھلائی ہو کہ قیامت کے روز آدمی کے آنکھ کان دل ودماغ غرض تمام قوتوں اور صلاحیتوں کے بارے میں سوال ہوگا کہ انہیں کہاں کہاں استعمال کیا۔ (تفسیر مظهری۔ تفسیر عثمانی)

غیبت کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں

۳۳۹. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَإِذَا رَأَيْتَ ٱلَّذِينَ يَخُوضُونَ فِىٓ ءَايَٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِى حَدِيثٍ غَيْرِهِۦ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ ٱلشَّيْطَٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ ٱلذِّكْرَىٰ مَعَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٦٨﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جب تو ایسے لوگوں کو دیکھے جو ہمارے احکام میں طعن کر رہے ہوں تو تو ان سے اعراض کر یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مصروف ہو جائیں اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھ۔'' (الانعام:٦٨)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی آیات پر طعن کرتے ہیں اور اس کے احکام پر تنقید کرتے ہیں اور ناحق نکتہ چینی کر کے اپنے آپ کو عذاب اور اللہ کی ناراضگی کا مستحق بنا رہے ہیں تو تم ان سے کوئی تعلق نہ رکھو مبادا تم بھی ان کے زمرہ میں شامل ہو کر سزا کے مستحق قرار پاؤ۔ ایک مؤمن کی غیرت ایمانی کا تقاضہ یہ ہونا چاہئے کہ وہ ایسی مجلس سے بیزار ہو کر کنارہ کشی اختیار کرے اور کبھی بھولے سے شریک ہو گیا تو یاد آنے کے بعد وہاں سے فوراً اٹھ جائے۔ (تفسیر عثمانی، معارف القرآن)

مسلمان کی عزت کا دفاع جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے

١٥٢٨. وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ رَدَّاللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(١٥٢٨) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسکے چہرے سے جہنم کی آگ دور فرمادے گا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (١٥٢٨): الجامع للترمذی، ابواب البر و الصلة، باب ماجاء فی الذب عن عرض المسلم.

شرح حدیث: عزت کے دفاع کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مجلس میں کسی کی عیب جوئی کر رہا ہو یا اس کی توہین اور تنقیص کر رہا ہو تو سننے والا اس بات کی تردید کرے اور ایسا کہنے والے کو منع کرے اور اہل مجلس کو بتائے کہ اس شخص کے بارے میں یہ بات درست نہیں اور اس کا دامن اس بات سے پاک ہے جو کہی جا رہی ہے۔

(دليل الفالحين : ٤/٣٠٧. رياض الصالحين (صلاح الدين) : ٢/٣٩٩)

کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی بڑا گناہ ہے

۱۵۲۹. وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ الْمَشْهُوْرِ الَّذِيْ تَقَدَّمَ فِيْ بَابِ الرَّجَآءِ قَالَ : قَامَ النَّبِيُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَقَالَ : "أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُمِ؟ فَقَالَ رَجُلٌ : ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَلَا رَسُوْلَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا تَقُلْ ذٰلِكَ أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ، وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ "وَعِتْبَانُ" بِكَسْرِ الْعَيْنِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَحُكِيَ ضَمُّهَا وَبَعْدَ هَا تَآءٌ مُثَنَّاةٌ مِنْ فَوْقٍ ثُمَّ بَآءٌ مُوَحَّدَةٌ. وَالدُّخْشُمُ بِضَمِّ الدَّالِ وَإِسْكَانِ الْخَآءِ وَضَمِّ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَتَيْنِ.

(۱۵۲۹) حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جو مشہور ہے اور اس سے پہلے باب الرجاء میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ مالک بن الدخشم کہاں ہے؟ کسی نے کہا کہ منافق ہے، اسے اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح مت کہو۔ تم نے نہیں دیکھا کہ اس نے محض اللہ کی رضا کے لیے لا الہ الا اللہ کہا ہے اور جس نے صرف اللہ کی رضا کے حصول کے لیے لا الہ الا اللہ کہا ہو اللہ نے اس پر جہنم کو حرام فرما دیا ہے۔ (متفق علیہ)

عتبان عین کے زیر کے ساتھ مشہور ہے اور بعض نے عین پر پیش کیا ساتھ بھی نقل کیا ہے۔ دخشم دال کے پیش خاء کے سکون اور شین کے پیش کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث (۱۵۲۹): صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب المساجد فی البیوت. صحیح مسلم، کتاب المساجد باب الرخصة فی المتخلف عن الجماعة لعذر.

شرح حدیث: حضرت مالک بن الدخشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں جب آپ کے سامنے ان کو منافق کہا گیا تو آپ ﷺ نے اس کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ انہوں نے خالصتاً لوجہ اللہ لا الہ الا اللہ کہا ہے اور جو خالصتاً لوجہ اللہ لا الہ الا اللہ کہے اللہ اس پر جہنم کو حرام فرما دیتے ہیں۔ مؤمن پر جہنم کی آگ حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مؤمن دائمی طور پر جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر بالآخر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اور اگر اس نے مرنے سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کی فرماں برداری والی زندگی اختیار کر لی تو اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔ (روضة المتقین : ۲۳/۴. دلیل الفالحین : ۳۰۷/۴)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مدافعت

۱۵۳۰. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ فِيْ قِصَّةِ تَوْبَتِهِ وَقَدْ سَبَقَ فِيْ

بَابِ التَّوْبَةِ. قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ : "مَافَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ؟" فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سَلِمَةَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَالنَّظَرُ فِيْ عِطْفَيْهِ فَقَالَ لَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : بِئْسَ مَاقُلْتَ :

وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاعَلِمْنَا عَلَيْهِ اِلَّاخَيْرًا، فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"عِطْفَاهُ" : جَانِبَاهُ، وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلَى اِعْجَابِهِ بِنَفْسِهِ .

(۱۵۳۰) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے توبہ کے واقعہ سے متعلق ایک طویل حدیث مروی ہے جو باب التوبہ میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبکہ آپ ﷺ تبوک میں لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا کہ کعب بن مالک کا کیا ہوا؟ تو بنوسلمہ کے ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اسے اس کی دونوں چادروں اور اس کے اپنے شانوں کی طرف نظر کرنے روک لیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے بری بات کہی، اللہ کی قسم یارسول اللہ ﷺ ہم ان کے بارے میں خیر کے سوا کوئی بات نہیں جانتے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

عطفاہ کے معنی ہیں اس کے دونوں پہلو۔ اور یہ لفظ اشارہ ہے اپنے آپ کو پسند کرنے کی جانب (خود پسندی)۔

تخریج حدیث (۱۵۳۰): صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك . صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب توبة كعب بن مالك .

کلمات حدیث: حبسه برداه والنظر فی عطفیه : اسے غزوہ میں حاضری سے اس کی دونوں چادروں اور اپنے شانوں کی طرف دیکھنے نے روک لیا۔ یعنی وہ مال دار آدمی ہے اور خوش لباس ہے جب عمدہ لباس پہنتا ہے تو اپنے شانوں کی طرف دیکھتا ہے۔

شرح حدیث: مفصل حدیث باب التوبہ (۲۱) میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس حدیث کے لانے کا مقصود یہ ہے کہ جب رسول کریم ﷺ کے سامنے ایک شخص نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس بدگمانی کا اظہار کیا کہ ان کی دولت مندی اور خود پسندی نے انہیں غزوہ میں شرکت سے روک دیا ہے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا دفاع کیا اور اس بدگمانی کا اظہار کرنے والے کو سرزنش کی اور کہا کہ تم نے بری بات کہی ہے اور حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم ان کے بارے میں خیر کے سوا اور کوئی بات نہیں جانتے۔ جس پر آپ ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا۔

(روضة المتقين : ٤/٢٣ . نزهة المتقين : ٤/٣٦٢ . دليل الفالحين : ٤/٣٠٨)

الباب (٢٥٦)

بَابُ مَايُبَاحُ مِنَ الْغِيبَةِ
غیبت کی بعض جائز صورتوں کا بیان

کسی شرعی غرض کا حصول اگر غیبت پر موقوف تو اس صورت میں اس غرض کے حصول کے لیے غیبت جائز ہے اور اس کے چھ اسباب ہیں:

پہلا سبب:

کسی پر ظلم کیا گیا ہو، اس صورت میں مظلوم کے لیے جائز ہے کہ وہ سلطان یا قاضی کے سامنے یا ایسے افسر مجاز کے سامنے اپنا معاملہ لے جائے جس کے پاس اختیار اور قدرت ہو کہ وہ اسے ظالم کے ظلم سے انصاف دلا سکے اس صورت میں اس کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔

دوسرا سبب:

خلاف شریعت کاموں سے روکنے اور برائی کے مرتکب شخص کو راہ راست پر لانے کے لیے مدد حاصل کرنا۔ چنانچہ جس شخص کے بارے میں توقع ہو کہ اسے خلاف شریعت کاموں سے روکنے کی قوت حاصل ہے اس سے یہ کہنا کہ فلاں شخص ایسا کر رہا ہے تم اسے روکو۔ وغیرہ اور اس کا مقصود اس برائی کا ازالہ ہو۔ اگر برائی کا ازالہ مقصود نہ ہو تو یہ شکایت حرام ہے۔

تیسرا سبب:

استفتاء یعنی مفتی سے یہ کہنا کہ فلاں شخص نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے کیا اسے یہ حق حاصل ہے اور میرے لیے اس ظلم سے نجات حاصل کرنے اپنا حق لینے اور ظلم کی مدافعت کا کیا طریقہ ہے۔ یہ استفتاء بھی جائز ہے۔ اور اس صورت میں بھی زیادہ محتاط اور زیادہ افضل یہ ہے کہ وہ اس طرح سوال کرے کہ ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جس کی یہ روش ہو کیونکہ اس طرح بغیر تعیین بھی مقصود حاصل ہو جائے گا۔ تاہم اس کے باوجود نام لے کر اس شخص کا تعین کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ ہم عنقریب حدیث ھند ذکر کریں گے۔

چوتھا سبب:

مسلمانوں کو برائی سے ڈرانا اور انہیں نصیحت کرنا۔ اس کے متعدد طریقے ہیں۔

مثلاً حدیث کے مجروح راویوں اور گواہوں پر جرح کرنا۔ اس جرح کے جواز پر مسلمانوں کا اجماع ہے بلکہ بر بنائے ضرورت واجب ہے۔

کسی شخص سے بیاہ شادی کا تعلق قائم کرنے یا کاروبار میں شراکت کرنے یا اس کے پاس امانت رکھانے یا اس سے کوئی اور معاملہ کرنے کے لیے یا اس کا پڑوس اختیار کرنے کے لیے اس کے بارے میں مشورہ کرنا۔ جس سے مشورہ لیا جائے اسے چاہئے کہ کوئی بات نہ چھپائے بلکہ خیر خواہی کی نیت سے وہ تمام برائیاں بھی بیان کر دے جو اس میں ہوں۔

جب کوئی کسی طالب علم کو دیکھے کہ علم دین کے سیکھنے کے لیے کسی بدعتی یا فاسق کے پاس جاتا ہے اور اندیشہ ہو کہ اس طالب کو اس بدعتی یا فاسق سے دینی نقصان پہنچے گا تو ضروری ہے کہ اس کی خیر خواہی کرتے ہوئے اس کا حال بیان کردے۔ اس معاملہ میں اکثر غلطیاں ہوتی ہیں کہ انسان کبھی تو اس طرح کی بات حسد سے کرتا ہے اور شیطان اس پر معاملہ کو ملتبس کر دیتا ہے کہ وہ حسد کے جذبے سے کی ہوئی بات کو نصیحت خیال کرلیتا ہے۔ بہر حال اس بارے میں احتیاط اور توجہ کی ضرورت ہے۔

پانچواں سبب:

کوئی شخص علی الاعلان اپنے فسق اور بدعت کا اظہار کرتا ہو، جیسے کھلے عام شراب نوشی کرتا ہو لوگوں کا مال لے لیتا ہو، جبری ٹیکس لیتا ہو، ظلماً لوگوں کا مال لے لیتا ہو، باطل کاموں کی سرپرستی کرتا ہو۔ تو اس کے ان کاموں کا جن کو وہ علی الاعلان کرتا ہو ذکر کرنا جائز ہے البتہ اس کے دیگر عیوب کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان کے ذکر کا کوئی اور جواز موجود ہو۔

چھٹا سبب:

کسی کو اس نام سے پکارنا جو اس کا مشہور و معروف ہو، جیسے اعمش (چوندھا) اعرج (لنگڑا) اصم (بہرا) اعمی (اندھا) احول (بھینگا) تو ان تعارفی القاب کا استعمال جائز ہے۔ (بعض علماء اور روایات حدیث کے ناموں کے ساتھ یہ الفاظ موجود ہیں اور وہ اسی طرح معروف و مشہور ہیں)۔ البتہ توہین اور تنقیص کے طور پر ان الفاظ کا استعمال حرام ہے اور اگر ان الفاظ کے استعمال کے بغیر تعارف ممکن ہو تو ان کو ترک کر دینا بہتر ہے۔

یہ چھ اسباب ہیں جو علماء نے ذکر کئے ہیں اور ان میں سے اکثر پر اجماع ہے اور احادیث مشہورہ میں اس کے دلائل موجود ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث حسب ذیل ہیں:

اہل فساد کی غیبت کرنا جائز ہے

١۵٣١۔ وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَجُلاً اِسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "اِئْذَنُوْا لَهُ، بِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اِحْتَجَّ بِهِ الْبُخَارِيُّ فِيْ جَوَازِ غِيْبَةِ اَهْلِ الْفَسَادِ وَاَهْلِ الرِّيَبِ

(١۵٣١) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے نبی کریم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے اجازت دیدو یہ اپنے خاندان کا برا آدمی ہے۔ (متفق علیہ)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے اہل فساد اور مشکوک لوگوں کی غیبت کے جواز پر استدلال کیا ہے تا کہ لوگ ان سے بچ کر رہیں۔

تخریج حدیث (١۵٣١): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب مایجوز من اغتاب من اهل الفساد . صحیح مسلم،

كتاب البر، باب مداراة من يتقى فحشه .

کلمات حدیث: اخو العشيره : قبیلہ کا بھائی۔ قبیلے والا۔ خاندان والا۔

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور کریم ﷺ کے پاس حاضری کی اجازت طلب کی اور آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی لیکن جب آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ برا آدمی ہے لیکن جب وہ شخص آپ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھا تو آپ ﷺ اس سے خندہ روئی سے پیش آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اس شخص کے بارے میں اس طرح کی بات بھی کہی اور پھر آپ ﷺ اس خندہ روئی سے پیش آئے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ تم نے مجھے کب برے اخلاق برتتے ہوئے دیکھا تھا روز قیامت اللہ کے نزدیک سب سے برا وہ آدمی ہے جس سے لوگ اس کے شر کی بنا پر کنارہ کش ہو جائیں۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص عینیہ بن حصن فزاری تھا اور اس وقت وہ اسلام نہ لایا تھا، بعد میں وہ اسلام کا اظہار کرنے لگا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ لوگوں کو اس کے حال سے باخبر کر دیا جائے تاکہ محتاط ہو جائیں۔ عہد نبوت ﷺ میں بھی اور بعد میں بھی وہ ضعیف الایمان ہی رہا، پھر مرتدین کے ساتھ مرتد ہو گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں حالت ارتداد میں قید کر کے لایا گیا۔ اس اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کا اس کے بارے میں اپنے قبیلہ کا برا آدمی کہنا اعلام نبوت میں سے ہے جس کی بعد میں تصدیق ہوئی۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ جو شخص کھلم کھلا فاسق اور برا آدمی ہو اور بدعت کی دعوت دیتا ہو اس کی غیبت کرنا درست ہے اور اس کے ساتھ مدارات سے پیش آنا بھی درست ہے اور پھر امام قرطبی رحمہ اللہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کا کلام نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مدارات اور مداہنت میں فرق ہے۔ مدارات ہے دین کی خاطر دنیا کا نقصان کرنا اور مداہنت ہے دنیا کی خاطر دین کا نقصان برداشت کرنا۔ برے اور فاسق آدمی کے ساتھ مدارات جائز ہے مداہنت جائز نہیں ہے۔

(فتح الباری : ۱۸۸/۳ . عمدة القاری : ۱۸۴/۲۲ . شرح صحيح مسلم : ۱۱۸/۱٦ . روضة المتقين : ۲٤/٤)

منافقین کی غیبت جائز ہے

۱۵۳۲ . وَعَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَاأَظُنُّ فُلَانًا وَّفُلَانًا يَعْرِفَانِ مِنْ دِيْنِنَا شَيْئًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ : قَالَ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ اَحَدُ رُوَاةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ : هٰذَانِ الرَّجُلَانِ كَانَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ.

(۱۵۳۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے خیال میں فلاں اور فلاں ہمارے دین میں سے کچھ بھی نہیں جانتے۔ (بخاری)

حدیث کے راوی لیث بن سعد کہتے ہیں کہ یہ دو آدمی منافقین میں سے تھے،

تخریج حدیث (۱۵۳۲): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یکون من الظن .

شرح حدیث: اہل فسق اور اہل بدعت کے بارے میں لوگوں کو مطلع کرنا درست ہے تا کہ لوگ ان کے شر سے محفوظ رہیں اور ان کے ساتھ تعلق رکھ کر ان کا دین خراب نہ ہو۔ (فتح الباری : ۳/۲۰۰. روضۃ المتقین : ٤/٢٦)

خیر خواہی مقصد ہو تو غیبت کی اجازت ہے

۱۵۳۳ . وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ : اِنَّ اَبَاالْجَهْمِ وَمُعَاوِيَةَ خَطَبَانِيْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَمَّامُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوْكٌ لَامَالَ لَهُ وَاَمَّا اَبُوالْجَهْمِ فَلَايَضَعُ الْعَصَاعَنْ عَاتِقِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : "وَاَمَّا اَبُوالْجَهْمِ فَضَرَّابٌ لِلنِّسَآءِ" وَهُوَ تَفْسِيْرٌ لِرِوَايَةِ : "لَايَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهٖ" وَقِيْلَ مَعْنَاهُ : كَثِيْرُ الْاَسْفَارِ.

(۱۵۳۳) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ابوجہم اور معاویہ نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معاویہ تو فقیر ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے اور ابوجہم تو وہ اپنے کاندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ابوجہم بیویوں کو مارتا ہے گویا یہ معنی ہیں ان الفاظ کے جو سابقہ روایت میں آئے ہیں کہ لا یضع العصا عن عاتقہ : اور کسی نے کہا کہ اس کے معنی ہیں کثرت سے سفر کرنے والا۔

تخریج حدیث (۱۵۳۳): صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثاً لا نفقه لها .

کلمات حدیث: صعلوك : فقیر، تنگ دست۔ جمع صعالیك.

شرح حدیث: حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ فریقین جواز دواجی رشتہ میں منسلک ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انہیں ایک دوسرے کے حال سے باخبر کرنا جائز ہے۔ چنانچہ جب حضرت فاطمہ بنت قیس مشورہ کے لیے آپ ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا کہ انہیں ابوجہم اور معاویہ نے پیغام دیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوجہم لاٹھی اپنے کاندھے سے نہیں اتارتا۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس جملے کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں ایک یہ کہ ابوجہم مسلسل سفر میں رہتا ہے اور دوسرا یہ کہ وہ بیویوں کو مارتا ہے۔ ابن حبان کی ایک روایت میں تصریح ہے کہ ابوجہم کا رویہ عورتوں کے ساتھ سخت ہے اور وہ انہیں مارتا ہے۔ حضرت معاویہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے پاس مال نہیں ہے اور وہ تنگدست آدمی ہیں۔ (شرح مسلم للنووی : ۱۰/۸۰. تحفة الاحوذی : ٤/٣١٧)

مصلح سے دوسروں کی حالات بتانا

۱۵۳۴ . وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ

سَفَرٍ اَصَابَ النَّاسَ فِيْهِ شِدَّةٌ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اُبَيّ : لَاتُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا. وَقَالَ : لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِذٰلِكَ، فَاَرْسَلَ اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَيّ، فَاجْتَهَدَ، يَمِيْنَهٗ مَافَعَلَ : فَقَالُوْا: كَذَبَ زَيْدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ مِمَّا قَالُوْهُ شِدَّةٌ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَصْدِيْقِيْ : اِذَا جَآءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ" ثُمَّ دَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُؤُوْسَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۵۳۴) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے اس سفر میں لوگوں کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ عبداللہ بن ابی کہنے لگا جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں ان پر خرچ نہ کرو یہاں تک یہ منتشر ہو جائیں۔ اور اس نے یہ بھی کہا کہ جب ہم مدینہ واپس جائینگے تو ہم میں سے عزت والے لوگ ذلیلوں کو نکال دیں گے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو اس بات سے مطلع کیا۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو بلوایا تو اس نے پختہ قسم کھا کر کہا کہ اس نے اس طرح نہیں کہا۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ زید نے رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بولا۔ مجھے اس بات سے بہت رنج ہوا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق میں یہ سورہ نازل فرمائی اذا جاءك المنافقون۔ نبی کریم ﷺ نے ان منافقین کو بلایا تا کہ ان کے حق میں استغفار فرمائیں لیکن انہوں نے بے رغبتی سے اپنے سر پھیر دیئے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۳۴): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورة المنافقون . صحیح مسلم، اول کتاب صفات المنافقین .

کلمات حدیث: ینفضوا : منتشر ہو جائیں۔ فا جتهد یمینه : خوب قسم کھائی، بار بار مؤکد قسم کھائی۔ لووا روؤسهم : استغفار سے بے رغبتی کرتے ہوئے اپنے سر موڑ لئے۔

شرح حدیث: محمد بن اسحٰق اور دیگر علمائے سیر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنی مصطلق رسول اللہ ﷺ سے جنگ کے لیے جمع ہو رہے ہیں اور ان کا سپہ سالار ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باپ حارث بن ضرار ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ اطلاع ملنے کے بعد حضرت زید بن حارثہ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور مسلمانوں کی ایک جمعیت لے کر روانہ ہوئے۔ اور دنیاوی مال و دولت کے لالچ میں بہت سے منافق بھی ساتھ ہو گئے۔ بنی مصطلق سے رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ مریسیع کے چشمہ پر جو قدید کی طرف سمت ساحل پر تھا ہوا۔ خوب لڑائی ہوئی بنو مصطلق میں سے جن کو مارا جانا تھا وہ مارے گئے اور باقی شکست کھا کر بھاگ گئے۔

ابھی رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام اسی مقام پر موجود تھے کہ ایک حادثہ پیش آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بنی غفار کے قبیلہ کا ایک آدمی تھا جو آپ کے گھوڑے کی لگام تھام کر چلتا تھا اس کا نام جہجاہ بن سعید تھا اس کا سنان بن وبرہ جہنی سے جھگڑا ہو گیا۔ قبیلہ جہینہ عوف بن خزرج کا حلیف تھا دونوں لڑ پڑے سنان نے گروہ انصار کو مدد کے لیے پکارا اور غفاری نے گروہ مہاجرین کو بلایا طرفین کے لوگ جمع ہو گئے اور ہتھیار نکل آئے۔ قریب تھا کہ کوئی فتنہ بپا ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ

یہ کیا جاہلیت کے دور کی صدائیں بلند کر رہے ہیں، ختم کرو۔ آدمی کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہئے ظالم ہو یا مظلوم کہ ظالم کا ہاتھ روکا جائے اور مظلوم سے ظلم رفع کیا جائے۔

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین اپنے گروہ منافقین میں بیٹھا ہوا تھا اس وقت حضرت زید بن ارقم جو ابھی کم سن تھے وہاں موجود تھے۔ عبداللہ بن ابی نے کہا کہ ان لوگوں (مہاجرین) کو دیکھو کہ ہماری بستیوں میں ہم سے مقابلہ کرنے لگے اللہ کی قسم جب ہم مدینہ لوٹیں گے تو عزت والے ذلیلوں کو نکال دینگے۔ پھر اس نے اپنی قوم کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا تم نے ان لوگوں کو اپنے شہر میں پناہ دی اور ان پر اپنا مال خرچ کیا اگر تم ان کو نہ دیتے اور ان پر خرچ نہ کرتے تو آج یہ تمہارے اوپر سوار نہ ہوتے۔ اب بھی وقت ہے کہ ان پر خرچ کرنا بند کر دو تا کہ یہ محمد ﷺ کے پاس سے چھٹ جائیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان باتوں کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو پہنچا دی۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو بلا کر پوچھا تو اس نے قسمیں کھائیں کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ اس سے رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام کی نظر میں حضرت زید جھوٹے بن گئے جس کا انہیں شدید رنج اور سخت صدمہ ہوا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر ''سورہ المنافقون'' نازل فرمائی اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق اور عبداللہ بن ابی کی تکذیب کر دی گئی۔ جب عبداللہ بن ابی کا جھوٹ ثابت ہو گیا اور اس کے کذب پر قرآن نازل ہو گیا تو اس سے کہا گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے استغفار کا طلب گار ہو اور آپ ﷺ کے حضور میں توبہ کر لے اور معافی مانگ لے مگر وہ اس پر گردن موڑ کر چلا گیا۔ لیکن اس کے بعد وہ کچھ ہی زندہ رہا اور بیمار ہو کر مر گیا۔

(فتح الباری : ۲/۸۸۶. تفسیر مظهری : (المنافقون)

شریعت کا مسئلہ معلوم کرنے کے لیے دوسرے کی حالت بتانا

۱۵۳۵. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَتْ هِنْدُ اِمْرَأَةُ اَبِيْ سُفْيَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اَبَاسُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَلَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَايَكْفِيْنِيْ وَوَلَدِيْ اِلَّامَا اَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَايَعْلَمُ؟ قَالَ: "خُذِيْ مَايَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۵۳۵) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ابوسفیان کی بیوی ھند نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل ہیں وہ مجھے میری اور میرے بچوں کی ضرورت کے مطابق خرچ نہیں دیتے سوائے اس کے کہ میں ان کی لاعلمی میں ان کے مال میں سے کچھ لے لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دستور کے مطابق اتنا مال لے لیا کرو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کی ضرورت کے لیے کافی ہو جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۳۵): صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب نفقه المرأة اذا غاب عنها زوجها . صحیح

مسلم، کتاب الاقضیه، باب قضیه هند .

کلمات حدیث: شحیح : بخیل۔ حرص کے ساتھ بخل۔ بخل انسان کی طبیعت کا لازمہ نہیں ہے اور بخل صرف مال میں ہوتا ہے جبکہ شُحّ انسانی طبیعت کا حصہ ہوتا ہے اور ہر شئے میں ہوتا ہے۔

شرح حدیث: ھند، حضرت ابوسفیان کی اہلیہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں۔ حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ حکم شریعت معلوم کرنے کے لیے مفتی کے سامنے ایک دوسری کی خامی اور کمزوری بیان کر سکتے ہیں اور ایسا کرنا غیبت میں داخل نہیں ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر خاوند دستور کے مطابق بیوی اور بچوں کو اخراجات نہ دے تو بیوی شوہر کے علم کے بغیر اس کے مال میں سے اتنا لے سکتی ہے جس سے اس کی اور اس کے بچوں کی ضرورت پوری ہو جائے۔

(فتح الباری : ۱/۱۱۳۲ . شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۲/۷)

البَابُ (۲۵۷)

بَابُ تَحْرِيمِ النَّمِيمَةِ وَهِيَ نَقْلُ الْكَلَامِ بَيْنَ النَّاسِ عَلٰى جِهَةِ الْفَسَادِ
چغلی کی حرمت یعنی لوگوں کے درمیان فساد پھیلانے کے لیے کوئی بات نقل کرنا

۳۴۰. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ﴾ (۱۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''بہت طعنہ زنی کرنے والے اور چغل خور۔'' (ن: ۱۱)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں کافروں کی خصوصیات میں چند خصائص کا ذکر فرمایا ہے کہ کافر عیب لگاتا ہے اور لوگوں کے عیوب کی طرف آنکھ اور ابرو سے اشارہ کرتا ہے اور چغلی کھاتا ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں میں فساد پیدا کرنے کے لئے چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چغلخور جنت میں نہیں جائے گا۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں چغلخوری کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے کے لیے کوئی شخص کسی کے بارے میں کسی دوسرے کا کلام نقل کرے کہ فلاں شخص فلاں کے بارے میں یہ کہہ رہا تھا۔ جس شخص کے سامنے چغلخوری کی جائے اس پر چھ امور لازم ہیں۔ اس چغل خور کی تصدیق نہ کرے کیونکہ وہ فاسق ہے، اس کو اس کام سے منع کرے اور نصیحت کرے کہ وہ اس برائی کا مرتکب نہ ہو۔ اس سے اللہ کے لیے بغض رکھے۔ اس غائب شخص کے بارے میں جس کی برائی بیان کی گئی ہے برا خیال دل میں نہ لائے، اس بات کو سن کر اس کی تحقیق اور تجسس میں نہ لگے اور خود اس بات کو دوسروں کو نہ سنائے کہ اس طرح خود اس جرم کا مرتکب ہو جائے گا۔ (تفسیر مظہری، روضۃ المتقین)

۳۴۱. وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴾ (۱۸)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''انسان جو بھی لفظ منہ سے نکالتا ہے اس پر ایک نگران فرشتہ مقرر ہے۔'' (ق: ۱۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ آدمی کے دائیں بائیں دو فرشتے رہتے ہیں اور اس کی ہر بات اور ہر عمل کو محفوظ کرتے ہیں جوں ہی اس کی زبان سے کوئی لفظ نکلتا ہے کہ ایک تاک لگائے رکھنے والا فرشتہ اس کو ضبط تحریر میں لے آتا ہے۔

(تفسیر مظہری)

چغلخور جنت میں نہ جائے گا

۱۵۳۶. وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَايَدْخُلُ

الْجَنَّةَ نَمَّامٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۵۳۶) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں نمام (چغل خور) داخل نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۵۳۶): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب مایکرہ من النمیمة . صحیح مسلم، کتاب الایمان باب غلظ تحریم النمیمه .

کلمات حدیث: نمام : چغلخور جو دوسروں کے بارے میں جھوٹی باتیں نقل کرتا ہے تاکہ لوگوں میں فساد پیدا ہو اور ان کے درمیان لڑائی ہو۔ نم نمادنمیمۃ (باب ضرب) فساد کی اور لڑائی کی کوشش کرنا اور اس کے لیے دوسروں کو اکسانا۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی کی بات لڑانے کے لیے دوسروں تک پہنچانا نمیمہ ہے، اور یہ کام کرنے والا نمام ہے۔

شرح حدیث: اسلام میں اخلاق حسنہ کو بہت اہمیت حاصل ہے اسلام کی تمام تعلیم ہی انسان کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنے اس کو سیرت و کردار کا اعلیٰ پیکر بنانے اور تمام اخلاقی اور عملی برائیوں اور گندگیوں سے پاک کرنے کے لیے ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

جو شخص جان بوجھ کر چغلخوری کرے اور اسے حلال و جائز سمجھ کر لوگوں کے درمیان فساد ڈالے یقیناً ایسا شخص جنت میں نہیں جائے گا۔ جو شخص اس برائی کا مرتکب ہو اسے چاہئے کہ صدق دل سے توبہ کرے اور اس برائی سے ہمیشہ کے لیے احتراز کرے۔

جامع ترمذی کی روایت میں "نمام" کی جگہ قتات ہے۔ راوی حدیث سفیان نے کہا کہ قتات کے معنی نمام کے ہیں۔ اور کسی نے کہا کہ نمام وہ ہے جو کچھ لوگوں کی مجلس میں موجود ہو اور وہاں کی باتیں سن کر دوسروں کو پہنچائے اور غرض فساد اور لڑائی کی ہو اور قتات وہ ہے جو ان لوگوں کے درمیان موجود نہیں ہوتا بلکہ باہر سے ان کی باتیں سن لیتا ہے جبکہ انہیں اس کا علم نہیں ہوتا۔ اور قساس وہ ہے جو لوگوں سے پوچھتا ہے اور ان سے خبریں جمع کر کے پھر انہیں دوسروں تک پہنچاتا ہے۔

(فتح الباری : ۱۹٤/۳ . عمدة القاری : ۲۰۳/۲۳ . شرح صحیح مسلم : ۹۷/۲ . تحفة الاحوذی : ۱٦۳/٦)

چغلخوری کی وجہ سے قبر میں عذاب کا واقعہ

۱۵۳۷ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ: "اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ! بَلٰى اِنَّهٗ كَبِيْرٌ : اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَهٰذَا لَفْظُ اِحْدٰى رِوَايَاتِ الْبُخَارِيِّ، قَالَ الْعُلَمَآءُ : مَعْنٰى : "وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ" : اَيْ كَبِيْرٍ فِيْ زَعْمِهِمَا . وَقِيْلَ : كَبِيْرٍ تَرْكُهٗ عَلَيْهِمَا .

(۱۵۳۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس گزرے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں عذاب دیا جا رہا ہے اور انہیں کسی بڑی بات پر عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر فرمایا کیوں نہیں بڑی بات ہے۔ ان میں سے ایک چغلی کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ (متفق علیہ)

یہ صحیح بخاری کی متعدد روایات میں سے ایک روایت کے الفاظ ہیں۔

علماء نے کہا ہے کہ " وما یعذبان فی کبیر " کے معنی ہیں کہ یہ گناہ ان کی نظر میں بڑا گناہ نہیں تھا اور کسی نے کہا کہ یہ گناہ ایسا تھا کہ اگر وہ اسے چھوڑنا چاہتے تو چھوڑ سکتے تھے۔

تخریج حدیث(۱۵۳۸): صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب من الکبائر ان لا یستتر من بوله . صحیح مسلم، کتاب الطهارة. باب الدلیل علی نجاسة البول .

کلمات حدیث: لا یستتر من بوله : وہ اپنے پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ جن دو برے کاموں پر ان کو عذاب ہو رہا ہے وہ فی الواقع بہت عظیم گناہ ہیں لیکن یہ اگر ان سے بچنا چاہتے تو اتنی بڑی بات نہ تھی بلکہ یہ ان معصیتوں سے مجتنب رہ سکتے تھے۔ ایک ان دونوں میں سے چغلیاں کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔

چغلخوری اور پیشاب کی چھینٹوں سے احتراز نہ کرنا دونوں ہی کبیرہ گناہ ہیں اور ان دونوں معصیتوں سے اجتناب لازم ہے۔

(فتح الباری : ۳۵۳/۱. روضة المتقین : ۳۲/٤. دلیل الفالحین : ٤/۳۱۷)

چغلی کے ذریعہ لوگوں کے درمیان فساد کرانا مقصود ہوتا ہے

۱۵۳۸ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلاَ اُنَبِّئُكُمْ مَاالْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيْمَةُ : الْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

"اَلْعَضْهُ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالْهَآءِ عَلٰى وَزْنِ الْوَجْهِ، وَرُوِيَ الْعِضَةُ بِكَسْرِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ عَلٰى وَزْنِ الْعِدَةِ" وَهِيَ الْكَذِبُ وَالْبُهْتَانُ، وَعَلَى الرِّوَايَةِ الْاُوْلٰى : الْعَضْهُ مَصْدَرٌ يُقَالُ : عَضَهَه' عَضْهًا اَیْ رَمَاهُ بِالْعَضْهِ .

(۱۵۳۸) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ "عضہ" کیا ہے۔ یہ چغلی ہے یعنی لوگوں کے درمیان کسی کی بات نقل کرنا۔ (مسلم)

عضہ عین کے زبر اور ضاد کے سکون کے ساتھ بروزن وجہ نیز عضہ عین کے زیر اور ضاد کے زبر کے ساتھ بروزن عدة۔ یعنی کذب

اور بہتان۔ پہلی روایت کے مطابق عضہ مصدر ہے کہا جاتا ہے عضہ یعنی اس نے اس کو متہم کیا۔

تخریج حدیث(۱۵۳۸): صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم النّمیمہ .

شرح حدیث: حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ چغل خوری جھوٹ اور بہتان تراشی یہ سب کبیرہ گناہ ہیں، مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ایک مسلمان کا کردار ان عیوب سے پاک اور اس کی سیرت ان کبائر سے منزہ ہو۔

(شرح صحیح مسلم : ١٦/١٣١. دليل الفالحين : ٤/٣١٨)

البَابُ (٢٥٨)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَقْلِ الْحَدِيْثِ وَكَلَامِ النَّاسِ اِلَى وُلَاةِ الْأُمُوْرِ اِذَا لَمْ تَدْعُ اِلَيْهِ

لوگوں کی باتوں کو بلاضرورت حکام تک پہنچانے کی ممانعت الا یہ کہ کسی فساد یا نقصان کا اندیشہ ہو تو جائز ہے

گناہ کے کام میں تعاون کرنا گناہ ہے

٣٤٢. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾

وَفِي الْبَابِ الْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَه.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''گناہ اور زیادتی کے کاموں پر ایک دوسرے سے تعاون مت کرو'' (المائدۃ: ٢)

اس باب میں بھی وہی احادیث ہیں جو اس سے ماقبل کے باب میں گزر چکی ہیں۔

تفسیری نکات: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ نے اپنے مؤمن بندوں کو حکم فرمایا ہے کہ نیک اور اچھے کاموں میں باہم تعاون کریں اور برائیوں سے اجتناب کریں اور کسی بری بات میں ہرگز ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں۔

(تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری)

صحابہ کی شکایات مجھ تک نہ پہنچایا کرو

١٥٣٩. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَايُبَلِّغْنِيْ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُد، وَالتِّرْمِذِيُّ.

(١٥٣٩) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اصحاب میں سے کوئی شخص مجھ تک کسی کی بات نہ پہنچائے اس لیے کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں جب تمہارے درمیان آؤں تو میرا سینہ ہر ایک کی بابت صاف ہو۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

تخریج حدیث (١٥٣٩): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب رفع الحدیث من المجلس. الجامع للترمذی، ابواب المناقب، باب فضل ازواج النبی ﷺ.

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی مجھے کسی کی بات نہ پہنچائے بلکہ تم میں سے ہر ایک دوسرے بھائی کی پردہ پوشی کرے کہ جب میں تم سے ملوں تو میرا سینہ سب کی طرف سے صاف ہو اور کسی کی کوئی بات میرے دل میں نہ ہو۔ ابن الملک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ نے اس حدیث مبارک میں اپنی اس تمنا کا اظہار فرمایا کہ جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے جائیں تو آپ اپنے سب اصحاب سے راضی ہوں اور آپ ﷺ کے دل میں کسی کی طرف سے کوئی رنجش نہ ہو۔

حدیث مبارک میں ہر مسلمان کو غیبت سے اور کسی کی بات کسی دوسرے کو یا خاص طور پر حکمران کو پہنچانے سے منع فرمایا ہے۔

(تحفة الاحوذی : ۳٦٤/۱۰. روضة المتقین : ۳٤/٤. دلیل الفالحین : ۳۱۹/٤)

البَابُ (۲۵۹)

بَابُ ذَمِّ ذِی الْوَجْهَیْنِ

ذووجہین (دوچہرے والے) کی مذمت

۳۴۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ یَسْتَخْفُونَ مِنَ ٱلنَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُونَ مِنَ ٱللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ یُبَیِّتُونَ مَا لَا یَرْضَىٰ مِنَ ٱلْقَوْلِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا یَعْمَلُونَ مُحِیطًا ۝١٠٨ ﴾ اَلْاٰیَتَیْنِ .

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا کہ

''لوگوں سے چھپتے پھرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے تو چھپ نہیں سکتے اور وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ وہ ناپسند بات پر رات گزارتے ہیں اوراللہ تعالیٰ جوعمل وہ کرتے ہیں ان کا احاطہ کرنے والے ہیں۔'' (النساء:۱۰۸)

تفسیری نکات: یعنی لوگوں کی شرم اور رسوائی کے خوف سے لوگوں سے تو چھپاتے ہیں مگر اللہ سے نہیں چھپا سکتے یا اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ مستحق تو اللہ ہی ہے کہ اس سے شرم کی جائے اوراس کے سامنے رسوا ہونے کا خوف کیا جائے حالانکہ وہ اس وقت ان کے پاس ہوتا ہے یعنی اللہ سے ان کا کوئی راز پوشیدہ نہیں اور سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نہیں ہے کہ جو فعل اللہ کو ناپسندیدہ ہے اور قابل مؤاخذہ ہے اسے ترک کردیا جائے جبکہ وہ اللہ کی مرضی کے خلاف گفتگو کے متعلق تدبیریں کرتے ہیں یعنی رات کو آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور جو باتیں اللہ کو ناپسند ہیں ان کو بناتے گھڑتے اور آپس میں مشورہ کرتے ہیں اور اللہ ان سب کے اعمال کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے یعنی اللہ کے علم اور قدرت سے کوئی چیز چھوٹ نہیں سکتی۔ (تفسیر مظھری)

دورُخا شخص بدترین ہے

۱۵۴۰ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا وَتَجِدُوْنَ خِیَارَ النَّاسِ فِیْ هٰذَا الشَّاْنِ اَشَدَّهُمْ لَهٗ کَرَاهِیَةً ، وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَاالْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۱۵۴۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو کانوں کی طرح پاؤ گے ان میں جو جاہلیت میں بہتر تھے اسلام میں بہتر ہیں۔ جبکہ وہ دین کا فہم حاصل کرلیں اوراس حکمرانی کے معاملہ میں تم ان لوگوں کو سب سے بہتر پاؤ گے جو اس کو سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں گے اور تم لوگوں میں سب سے بدتر دورخ شخص کو پاؤ گے جو ان لوگوں کے پاس ایک رخ لے کر جائے اوران کے پاس دوسرا رخ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۴۰): صحیح البخاری، اوائل کتاب المناقب . صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب

خیار الناس۔

کلمات حدیث: تحدون الناس معادن : تم لوگوں کو اس طرح پاؤ گے جس طرح کانیں ہوتی ہیں۔ معادن جمع معدن ۔ کان : زمین چھپا ہوا خزانہ۔ ذو الوجهین : دو چہروں والا، اس کے پاس جائے تو کسی اور چہرے کے ساتھ اور اس کے پاس جائے تو دوسرے چہرے کے ساتھ۔ منافق : لوگوں میں شر اور فساد پھیلانے والا۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ذوالوجہین وہ ہے جو دو مخالف گروہوں میں سے ہر ایک کو یہ باور کرائے کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ انسانوں کے شرف و کرامت اور ان کے وقار اور ان کی اعلیٰ خصلتوں اور عمدہ سیرت کی اصل اور اساس ہوتی ہے جیسے کانوں میں سے اعلیٰ دھاتیں بھی نکلتی اور گھٹیا دھاتیں بھی نکلتی ہیں۔ چنانچہ جو اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ میں اسلام سے پہلے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے وہ اسلام قبول کرنے اور اس کا فہم حاصل کرنے کے بعد پہلے سے بھی اعلیٰ اور ارفع اور ممتاز ہو گئے اور اسلام سے ان کے اخلاق حسنہ مزید سنور گئے اور نکھر گئے اور ان کے عادات و اطوار اور بہتر اور عمدہ ہو گئے۔

وہ بہترین لوگ جنہوں نے دین کا فہم حاصل کر لیا اور اپنی سیرت و کردار کو اس کے مطابق بنا لیا عہدوں اور مناصب کے خواہاں نہیں رہتے بلکہ اس کی ذمہ داریوں سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں ان لوگوں کو جب اختیار و اقتدار ملتا ہے تو یہ لوگوں کی خدمت کرتے ہیں ان کے لیے بہتر ثابت ہوتے ہیں اور اختیار و اقتدار کی ذمہ داریوں کی پوری دیانت داری سے ادا کرتے ہیں اور لوگوں کے معاملے میں اللہ سے خائف رہتے ہیں۔

جبکہ دورخا شخص کبھی اس کے پاس جاتا ہے اور کبھی اس کے پاس، کبھی پہلے کو باور کراتا ہے کہ وہ اس کا حامی ہے اور دوسرے کا مخالف اور کبھی دوسرے کو یقین دلاتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ ﴾ (دونوں کے درمیان مذبذب نہ اسکے ساتھ اور نہ اس کے ساتھ) یعنی منافقین ظاہراً مومنوں کے ساتھ اور باطناً کافروں کے ساتھ۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ذوالوجہین کی قیامت کے روز آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ اس اثناء میں ایک موٹا شخص گزرا آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ان میں سے ہے۔

(فتح الباری : ٢/٣٥٦. شرح صحيح مسلم للنووى : ١٦/٦٤. تحفة الاحوذى : ٦/١٦٢)

جو باتیں دل کے خلاف ہوں وہ نفاق ہے

۱۵۴۱. وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ نَاسًا قَالُوْا لِجَدِّهٖ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سَلَاطِيْنِنَا فَنَقُوْلُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَانَتَكَلَّمُ اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۵۴۱) حضرت محمد بن زید سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہم اپنے حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں تو ہم ان سے وہ باتیں کرتے ہیں جو ان باتوں سے مختلف ہوتی ہیں جو ہم ان کے پاس سے آنے کے بعد آپس میں کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم اسے نفاق سمجھتے تھے۔

(بخاری)

تخریج حدیث(۱۵۴۱): صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب مایکره من ثناء السلطان .

کلمات حدیث: کنّا نعدها نفاقاً : ہم اس بات کو نفاق سمجھتے تھے۔ ہم اس بات کو نفاق شمار کرتے تھے۔

شرح حدیث: اہل اقتدار اور اختیار کی مجلس میں بیٹھ کر ان کی ثنا خوانی کرنا اور باہر نکل کر ان کی برائی کرنا منافقت ہے اور قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ فِى ٱلدَّرْكِ ٱلْأَسْفَلِ مِنَ ٱلنَّارِ ﴾ (کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے) مسلمان جہاں ہو جس جگہ ہو ہر حال میں صرف وہی بات کہتا ہے جو سچ اور صحیح ہو، اگر حکمران نیک و عادل ہو تو وہ ہر جگہ قابل ستائش ہے اور اگر ظالم و بے ایمان ہے تو ہر جگہ قابل مذمت ہے اور یہ جب ہے جب اس کی ضرورت ہو بلاضرورت ہر وقت حکمرانوں کو برا کہتے پھرنا درست نہیں ہے۔ (فتح الباری : ۲۶۲/۳ . روضة المتقین : ۳۷/٤ . دلیل الفالحین : ٤/٣٢١)

البَابُ (٢٦٠)

بَابُ تَحْرِيمِ الْكِذْبِ
جھوٹ کی حرمت

۳۴۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اس بات کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔'' (الاسراء:۳۶)

تفسیری نکات: بلا تحقیق کسی بات پر عمل نہ کرو کیونکہ کان آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کے بارے میں قیامت کے روز پوچھ ہوگی کہ انہیں کہاں کہاں اور کس کس طرح استعمال کیا۔ قیامت کے روز اللہ کی دی ہوئی ساری نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا اور کان آنکھ اور دل ان نعمتوں میں سب سے زیادہ اہم ہیں۔ (معارف القرآن)

منہ سے نکلنے والی ہر بات لکھنے کے لیے فرشتہ مقرر ہے

۳۴۵. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''جو لفظ بھی انسان بولتا ہے اس پر نگران ایک نگران مقرر ہے۔'' (ق:۱۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ انسان کی زبان سے جوں ہی کوئی لفظ ادا ہوتا ہے ایک نگران فرشتہ اس کو محفوظ کر لیتا ہے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اور قتادہ نے فرمایا کہ یہ فرشتے اس کا ایک ایک لفظ لکھتے ہیں خواہ اس پر کوئی گناہ یا ثواب ہو یا نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صرف وہ کلمات لکھے جاتے ہیں جن پر کوئی ثواب یا عقاب ہو۔ ابن کثیر نے یہ دونوں قول نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ آیت عام ہے اور ہر ہر بات لکھی جاتی ہے۔

سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے

۱۵۴۲. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ''اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا .

وَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ، وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۵۴۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف راہنمائی کرتی ہے آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے یہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔ جھوٹ برائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے یہاں کذاب لکھدیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۴۲): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول اللّٰہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین. صحیح مسلم، کتاب البر، باب قبح الکذب و حسن الصدق .

کلمات حدیث: بر : نیکی ہر خیر کا کام اور ہر بھلائی کی بات بر ہے۔ فجور : گناہ، برائی۔ کھلم کھلا گناہوں میں مبتلا ہونا۔

شرح حدیث: ہمیشہ اور ہر حال میں سچ بولنا اور ہر معاملے میں صدق اور سچائی کی جستجو میں لگے رہنا نیکی کی طرف لے جانا والا ہے اور بر اور نیکی جنت کی طرف لے جانے والی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ان الأبرار لفی نعیم۔ اور جب انسان ہمیشہ اور دائما سچ بولتا رہتا ہے اور سچائی کے راستے پر استقامت سے چلتا رہتا ہے وہ اللہ کے یہاں "صدیق" لکھدیا جاتا ہے۔ اسی طرح جھوٹ فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کی طرف اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذاب لکھدیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کی جستجو میں رہتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے اور اسی طرح اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کے یہاں کذابین میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (دلیل الفالحین : ۴/۳۲۳)

منافقوں کی چار نشانیاں

۱۵۴۳ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْ نِفَاقٍ حَتّٰى يَدَعَهَا: اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُه' مَعَ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِنَحْوِهٖ فِيْ بَابِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ .

(۱۵۴۳) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چار باتیں جس شخص میں موجود ہوں وہ خالص منافق ہے۔ جس شخص میں ان میں سے ایک ہو، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھائی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے بدعہدی کرے اور جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث اس سے پہلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اسی مضمون کی حدیث کے ساتھ باب الوفاء بالعہد میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث(۱۵۴۳): صحيح البخاری، كتاب الايمان، باب لا يد خل الجنة الا المؤمنون .

کلمات حدیث: أربع من كن فيه : جس میں یہ چار باتیں ہوں۔ جس شخص میں یہ چار خصلتیں پائی جائیں۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں نفاق کی چار علامات بیان فرمائی گئی ہیں اگر یہ چاروں علامتیں کسی شخص میں موجود ہوں تو وہ منافق خالص ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک علامت موجود ہو تو نفاق کی ایک علامت موجود ہے یہاں تک کے وہ اسے ترک کر دے۔ اور اس بری عادت سے توبہ کر لے۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب الوفاء بالعہد میں گزر چکی ہے۔ (دليل الفالحين : ٤/٣٢٣)

جھوٹا خواب بیان کرنے پر وعید

۱۵۴۴. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلُمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ اَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيْرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ، وَمَنِ اسْتَمَعَ اِلىٰ حَدِيْثِ قَوْمٍ وَّهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ صُبَّ فِيْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ اَنْ يَنْفُخَ فِيْهِ الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ."

"تَحَلَّمَ" : اَيْ قَالَ اِنَّهٗ حَلَمَ فِيْ نَوْمِهٖ وَرَاٰى كَذَا وَكَذَا وَهُوَ كَاذِبٌ .

"وَالْاٰنُكُ" بِالْمَدِّ وَضَمِّ النُّوْنِ وَتَخْفِيْفِ الْكَافِ : وَهُوَ الرَّصَاصُ الْمُذَابُ .

(۱۵۴۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایسا خواب بیان کیا جو اس نے نہیں دیکھا تو اسے روز قیامت جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگانے کے لیے کہا جائے گا جو وہ نہیں کر سکے گا۔ جس نے ان لوگوں کی بات کی طرف کان لگایا جو اسے پسند نہیں کرتے تو روز قیامت اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ اور جس نے کوئی تصویر بنائی اسے عذاب دیا جائے گا اور حکم دیا جائے گا کہ وہ اس تصویر میں روح پھونکے اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔ (بخاری)

تحلم : یعنی یہ کہا کہ میں نے خواب میں اس طرح دیکھا حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ آنُك : نون کے پیش اور الف کے مد کے ساتھ پگھلایا ہوا سیسہ۔

تخریج حدیث(۱۵۴۴): صحيح البخاری، كتاب التعبير، باب من كذب فی حلمه .

کلمات حدیث: من تحلم بحلم لم يره : جس نے ایسا خواب بیان کیا جو اس نے نہیں دیکھا۔ جس نے جھوٹا خواب بیان کیا۔ حُلُم معنی خواب جمع احلام۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں تین برائیاں بیان کی گئی ہیں جو بہت بڑی اخلاقی کمزوری اور سیرت و کردار کی گراوٹ کی

علامت بھی ہیں اور اللہ کے یہاں سخت گناہ ہیں جن پر روز قیامت انتہائی سخت سزا ہوگی یہ تین برے کام ہیں جھوٹا خواب بیان کرنا، چھپ کر دوسروں کی باتیں سننا اور تصویر بنانا۔

صحیح بخاری میں سعید بن الحسن سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں تصاویر بنا کر روزی کماتا ہوں۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کوئی تصویر بنائی اللہ تعالیٰ اسے عذاب دے گا اور سلسلۂ عذاب اس وقت تک جاری رہے گا جب تک وہ اس میں روح نہ پھونکے اور وہ کبھی بھی اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔ یہ حدیث سن کر وہ شخص اچھل پڑا اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر تجھے تصویر ہی بنانی ہے تو درخت کی بنالے یا کسی بے جان چیز کی بنالے۔

(فتح الباری : ١/١١٣٦. تحفة الاحوذی : ٦/٥٦٢. روضة المتقین : ٤/٣٩. دلیل الفالحین : ٤/٣٢٣)

''بڑا جھوٹ'' جھوٹا خواب بیان کرنا ہے

۱۵۴۵۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَفْرَى الْفِرٰى اَنْ يُرِيَ الرَّجُلُ عَيْنَيْهِ مَالَمْ تَرَيَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَمَعْنَاهُ يَقُوْلُ : رَاَيْتُ فِيْمَا لَمْ يَرَهُ

(۱۵۴۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کو وہ کچھ دکھائے جو انہوں نے نہیں دیکھا ہے۔ (بخاری)

اس کے معنی ہیں کہ جو کچھ اس نے دیکھا نہیں ہے اس کے بارے میں کہے کہ اس نے دیکھا ہے۔

تخریج حدیث(۱۵۴۵): صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمه .

کلمات حدیث: افری الفریة : سب سے بڑا جھوٹ۔ سب سے عظیم جھوٹ۔ فریة۔ جھوٹ۔ فری فریاً (باب ضرب) جھوٹ بولنا۔ جھوٹ گھڑنا۔ جھوٹ تراشنا۔ ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا کہ فریہ کے معنی ہیں قابل تعجب بہت بڑا جھوٹ۔

شرح حدیث: جھوٹا خواب بیان کرنا گناہ عظیم ہے امام طبری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جھوٹا خواب بیان کرنا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے کہ اللہ نے اسے یہ دکھایا حالانکہ اللہ نے اسے کچھ نہیں دکھایا۔ کیونکہ حدیث مبارک میں ہے کہ خواب نبوت کا جزء ہے۔ اور ظاہر ہے کہ نبوت اللہ کی عطا کردہ ہوتی ہے۔

حضرت واثلة بن الاسقع سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین جھوٹ بہت عظیم جھوٹ ہیں، آدمی یہ کہے کہ میں نے خواب میں کہ دیکھا حالانکہ نہ دیکھا، آدمی اپنے حال پر جھوٹ گھڑے اور اپنے آپ کو کسی اور کی طرف منسوب کرے اور آدمی یہ کہے کہ اس نے مجھ سے سنا ہے حالانکہ اس نے مجھ سے نہیں سنا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ کے

رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی بات کی نسبت کرے جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائی۔

(فتح الباری : ۳/۶۸٤ . روضة المتقين : ٤/٤١ . دليل الفالحين : ٤/٣٢٥)

رسول اللہ ﷺ کا لمبا خواب

۱۵۴۲۔ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّايُكْثِرُاَنْ يَقُوْلَ لِاَصْحَابِهٖ : "هَلْ رَاٰى اَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْ رُؤْيَا؟" فَيَقُصُّ عَلَيْهِ مَنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَقُصَّ، وَاِنَّهٗ قَالَ لَنَا ذَاتَ غَدَاةٍ اِنَّهٗ اَتَانِيَ اللَّيْلَةَ اٰتِيَانِ، وَاِنَّهُمَا قَالَالِيْ: اِنْطَلِقْ وَاِنِّيْ اِنْطَلَقْتُ مَعَهُمَا، وَاِنَّا اَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ، وَاِذَا اٰخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِصَخْرَةٍ وَاِذَا هُوَ يَهْوِيْ بِالصَّخْرَةِ لِرَاْسِهٖ، فَيَثْلَغُ رَاْسَهٗ، فَيَتَدَهْدَهُ الْحَجَرُ هَاهُنَا، فَيَتْبَعُ الْحَجَرَ فَيَاْخُذُهٗ فَلَايَرْجِعُ اِلَيْهِ حَتّٰى يَصِحَّ رَاْسُهٗ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُوْدُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَافَعَلَ الْمَرَّةَ الْاُوْلٰى!" قَالَ : قُلْتُ لَهُمَا : سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَاهٰذَا؟ قَالَالِيْ : اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُسْتَلْقٍ لِقَفَاهُ وَاِذَا اٰخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوْبٍ مِنْ حَدِيْدٍ، وَاِذَا هُوَ يَاْتِيْ اَحَدَ شِقَّيْ وَجْهِهٖ فَيُشَرْشِرُ شِدْقَهٗ اِلٰى قَفَاهُ، وَمَنْخِرَهٗ اِلٰى قَفَاهُ، وَعَيْنَهٗ اِلٰى قَفَاهُ، ثُمَّ يَتَحَوَّلُ اِلَى الْجَانِبِ الْاٰخَرِ، فَيَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَافَعَلَ بِالْجَانِبِ الْاَوَّلِ فَمَايَفْرُغُ مِنْ ذٰلِكَ الْجَانِبِ حَتّٰى يَصِحَّ ذٰلِكَ الْجَانِبُ كَمَاكَانَ ثُمَّ يَعُوْدُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ مِثْلَ مَافَعَلَ فِي الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى" قَالَ : "قُلْتُ : سُبْحَانَ اللّٰهِ ! مَاهٰذَانِ؟ قَالَا لِيْ اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا عَلٰى مِثْلِ التَّنُّوْرِ فَاَحْسِبُ اَنَّهٗ قَالَ : "فَاِذَا فِيْهِ لَغَطٌ، وَاَصْوَاتٌ، فَاطَّلَعْنَا فِيْهِ. فَاِذَا فِيْهِ رِجَالٌ وَّنِسَآءٌ عُرَاةٌ، وَاِذَا هُمْ يَاْتِيْهِمْ لَهَبٌ مِنْ اَسْفَلَ مِنْهُمْ فَاِذَا اَتَاهُمْ ذٰلِكَ اللَّهَبُ ضَوْضَوْا. قُلْتُ مَاهٰؤُلَاءِ ؟ قَالَ لِيْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا عَلٰى نَهْرٍ حَسِبْتُ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اَحْمَرُ مِثْلَ الدَّمِ، وَاِذَا فِي النَّهْرِ رَجُلٌ سَابِحٌ يَسْبَحُ، وَاِذَا عَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهٗ حِجَارَةً كَثِيْرَةً، وَاِذَا ذٰلِكَ السَّابِحُ يَسْبَحُ مَايَسْبَحُ ثُمَّ يَاْتِيْ ذٰلِكَ الَّذِيْ قَدْجَمَعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةَ فَيَفْغَرُلَهٗ فَاهُ فَيُلْقِمُهٗ حَجَرًا، فَيَنْطَلِقُ فَيَسْبَحُ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلَيْهِ، كُلَّمَا رَجَعَ اِلَيْهِ فَغَرَلَهٗ فَاهُ فَاَلْقَمَهٗ حَجَرًا، قُلْتُ لَهُمَا: مَاهٰذَانِ ؟ قَالَا لِيْ اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ كَرِيْهِ الْمَرْاٰةِ اَوْكَاَكْرَهِ مَااَنْتَ رَآءٍ رَجُلاً مَرْاًى فَاِذَا هُوَ عِنْدَهٗ نَارٌ يَحُشُّهَا وَيَسْعٰى حَوْلَهَا قُلْتُ لَهُمَا مَاهٰذَا؟ قَالَالِيْ : اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا عَلٰى رَوْضَةٍ مُعْتَمَّةٍ فِيْهَا مِنْ كُلِّ نَوْرِ الرَّبِيْعِ، وَاِذَا بَيْنَ ظَهْرَيِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ طَوِيْلٌ لَااَكَادُ اَرٰى رَاْسَهٗ طُوْلاً فِي السَّمَآءِ، وَاِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ اَكْثَرِ وِلْدَانٍ مَارَاَيْتُهُمْ قَطُّ قُلْتُ: مَاهٰذَا؟ وَمَا هٰؤُلَآءِ؟ قَالَالِيْ : اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَآ اِلٰى دَوْحَةٍ عَظِيْمَةٍ لَّمْ اَرَدَوْحَةً قَطُّ اَعْظَمَ مِنْهَا وَلَا اَحْسَنَ! قَالَا لِيْ : اِرْقَ فِيْهَا، فَارْتَقَيْنَا

فِيْهَا اِلٰى مَدِيْنَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ، فَاَتَيْنَا بَابَ الْمَدِيْنَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا فَفُتِحَ لَنَا فَدَخَلْنَاهَا، فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِّنْ خَلْقِهِمْ كَاَحْسَنِ مَااَنْتَ رَآءٍ! وَشَطْرٌ مِنْهُمْ كَاَقْبَحِ مَااَنْتَ رَآءٍ! قَالَا لَهُمْ : اِذْهَبُوْا فَقَعُوْا فِىْ ذٰلِكَ النَّهْرِ، وَاِذَا هُوَ نَهْرٌ مُعْتَرِضٌ يَجْرِىْ كَاَنَّ مَآءَهُ الْمَحْضُ فِى الْبَيَاضِ، فَذَهَبُوْا فَوَقَعُوْا فِيْهِ، ثُمَّ رَجَعُوْا اِلَيْنَا قَدْذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوْٓءُ عَنْهُمْ فَصَارُوْا فِىْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ" قَالَ : قَالَا لِىْ : هٰذِهٖ جَنَّةُ عَدْنٍ وَهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ فَسَمَا بَصَرِىْ صُعُدًا فَاِذَا قَصْرٌ مِّثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَيْضَآءِ قَالَا لِىْ : هٰذَاكَ مَنْزِلُكَ؟ قُلْتُ لَهُمَا: بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمَا، فَذَرَانِىْ فَاَدْخُلَهٗ قَالَا: اَمَّا الْاٰنَ فَلَا وَاَنْتَ دَاخِلُهٗ . قُلْتُ لَهُمَا : فَاِنِّىْ رَاَيْتُ مُنْذُ اللَّيْلَةِ عَجَبًا؟ فَمَا هٰذَا الَّذِىْ رَاَيْتُ؟ قَالَا لِىْ : اَمَا اِنَّا سَنُخْبِرُكَ : اَمَّا الرَّجُلُ الْاَوَّلُ الَّذِىْ اَتَيْتَ عَلَيْهِ يُثْلَغُ رَاْسُهٗ بِالْحَجَرِ فَاِنَّهُ الرَّجُلُ يَاْخُذُ الْقُرْاٰنَ فَيَرْفُضُهٗ، وَيَنَامُ عَنِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الَّذِىْ اَتَيْتَ عَلَيْهِ يُشَرْشَرُ شِدْقُهٗ اِلٰى قَفَاهُ وَمَنْخِرُهٗ اِلٰى قَفَاهُ وَعَيْنُهٗ اِلٰى قَفَاهُ فَاِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُوْمِنْ بَيْتِهٖ فَيَكْذِبُ الْكَذِبَةَ تَبْلُغُ الْاٰفَاقَ وَاَمَّا الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ الْعُرَاةُ الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ مِثْلِ بِنَآءِ التَّنُّوْرِ فَاِنَّهُمُ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِىْ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الَّذِىْ اَتَيْتَ عَلَيْهِ يَسْبَحُ فِى النَّهْرِ وَيُلْقَمُ الْحِجَارَةَ فَاِنَّهٗ اٰكِلُ الرِّبَا، وَاَمَّاالرَّجُلُ الْكَرِيْهُ الْمَرْاٰةِ الَّذِىْ عِنْدَالنَّارِ يَحُشُّهَا وَيَسْعٰى حَوْلَهَا فَاِنَّهٗ مَالِكٌ خَازِنُ جَهَنَّمَ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيْلُ فِى الرَّوْضَةِ فَاِنَّهٗ اِبْرَاهِيْمُ، وَاَمَّاالْوِلْدَانُ الَّذِيْنَ حَوْلَهٗ فَكُلُّ مَوْلُوْدٍ مَّاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَفِىْ رِوَايَةِ الْبَرْقَانِىْ : "وُلِدَ عَلَى الْفِطْرَةِ" فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ :

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ" وَاَمَّا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَانُوْا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنٌ وَّشَطْرٌ مِّنْهُمْ قَبِيْحٌ فَاِنَّهُمْ قَوْمٌ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَاللّٰهُ عَنْهُمْ" رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ. وَفِىْ رِوَايَةٍ لَهٗ "رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِىْ فَاَخْرَجَانِىْ اِلٰى اَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ" ثُمَّ ذَكَرَهٗ وَقَالَ" : فَانْطَلَقْنَا اِلٰى نَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ اَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَّاَسْفَلُهٗ وَاسِعٌ يَتَوَقَّدُ تَحْتَهٗ نَارًا، فَاِذَا ارْتَفَعَتْ اِرْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادُوْا اَنْ يَخْرُجُوْا وَاِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِيْهَا، وَفِيْهَا رِجَالٌ وَّنِسَآءٌ عُرَاةٌ" وَفِيْهَا "حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى نَهْرٍ مِّنْ دَمٍ" وَلَمْ يَشُكَّ "فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى وَسَطِ النَّهْرِ وَعَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ وَبَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِىْ فِى النَّهْرِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِىْ فِيْهِ فَرَدَّهٗ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَآءَ لِيَخْرُجَ جَعَلَ يَرْمِىْ فِىْ فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ" وَفِيْهَا : "فَصَعِدَا بِىَ الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِىْ دَارًا لَمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا، فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ" وَفِيْهَا :"الَّذِىْ رَاَيْتَهٗ يُشَقُّ شِدْقُهٗ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذِبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" وَفِيْهَا : "اَلَّذِىْ رَاَيْتَهٗ يُشْدَخُ رَاْسُهٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ فَيَفْعَلُ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ،

وَالـدَّارُ الْأُوْلَى الَّتِيْ دَخَلْتَ دَارُعَامَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ، وَاَنَا جِبْرِيْلُ، وَهٰذَا مِيكَائِيْلُ، فَارْفَعْ رَاْسَكَ، فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا فَوْقِيْ مِثْلُ السَّحَابَةِ، قَالَا : ذَاكَ مَنْزِلُكَ، قُلْتُ : دَعَانِيْ اَدْخُلُ مَنْزِلِيْ، قَالَا : اِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ . لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَهُ اَتَيْتَ مَنْزِلَكَ" . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

قَوْلُهُ "يَثْلَغُ رَاسَهُ"، هُوَ بِالثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ : اَيْ يَشْدَخُهُ وَيَشُقُّهُ . قَوْلُهُ "يَتَدَهْدَهُ"، : اَيْ يَتَدَحْرَجُ، وَالْكَلُّوْبُ" بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّ اللَّامِ الْمُشَدَّدَةِ وَهُوَ مَعْرُوْفٌ . قَوْلُهُ "فَيُشَرْشِرُ" اَيْ يُقَطِّعُ : قَوْلُهُ "ضَوْضَوْا" وَهُوَ بِضَادَيْنِ مُعْجَمَتَيْنِ : اَيْ صَاحُوْا . قَوْلُهُ "فَيَفْغَرُ" هُوَ بِالْفَآءِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ : اَيْ يَفْتَحُ . قَوْلُهُ : "الْمَرْآةِ هُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ : اَيِ الْمَنْظَرِ قَوْلُهُ "يَحُشُّهَا" هُوَ بِفَتْحِ الْيَآءِ وَضَمِّ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ : اَيْ يُوْقِدُهَا "قَوْلُهُ"، رَوْضَةٍ مُعْتَمَّةٍ" هُوَ بِضَمِّ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ التَّآءِ وَتَشْدِيْدِ الْمِيْمِ : اَيْ وَافِيَةِ النَّبَاتِ طَوِيْلَتِهِ . قَوْلُهُ "دَوْحَةٌ" هِيَ بِفَتْحِ الدَّالِ وَاِسْكَانِ الْوَاوِ وَبِالْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ : وَهِيَ الشَّجَرَاةِ الْكَبِيْرَةُ قَوْلُهُ "الْمَحْضُ" هُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ : وَهُوَ اللَّبَنُ : قَوْلُهُ : فَسَمَا بَصَرِيْ" اَيِ ارْتَفَعَ، "وَصُعُدًا بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ : اَيْ مُرْتَفِعًا . "وَالرَّبَابَةُ"، بِفَتْحِ الرَّآءِ وَبِالْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ مُكَرَّرَةً : وَهِيَ السَّحَابَةُ .

(۱۵۴۶) حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر صحابہ کرام سے دریافت فرماتے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ آپ ﷺ کے سامنے صحابہ میں سے کوئی جو اللہ چاہتا بیان کرتا ایک روز صبح کے وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رات میرے پاس خواب میں دو آنے والے آئے انہوں نے مجھ سے کہا کہ چلئے۔ میں ان کے ساتھ چلا۔ ہمارا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو لیٹا ہوا تھا اور دیکھا کہ اس کے پاس ایک آدمی پتھر لیے کھڑا ہے وہ پتھر اس کے سر پر مارتا ہے جس سے اس کا سر پھٹ جاتا ہے اور پتھر لڑھک کر دور چلا جاتا ہے اور وہ شخص پتھر کے پیچھے جاتا ہے اور اسے اٹھا کر لاتا ہے اور اس کے دوبارہ آنے تک اس کا سر صحیح ہو جاتا ہے اور پھر وہ اس کی طرف لوٹتا ہے اور جس طرح پہلے مارا تھا پھر مارتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے سبحان اللہ کہا اور ان آدمیوں سے پوچھا کہ ان دونوں کا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ چلئے چلئے ہم چلے تو اب ہمارا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو گدی کے بل چت لیٹا ہوا تھا اور اس کے پاس ہی ایک دوسرا شخص لوہے کا زنبور لیے اس کے سر پر کھڑا ہے وہ اس کے چہرے کے ایک طرف آتا ہے اور اس کے جبڑے کو گدی تک چیر دیتا ہے اس کے نتھنے اور اس کی آنکھ کو بھی گدی تک چیر دیتا ہے۔ پھر وہ اس کے چہرے کی دوسری جانب آتا ہے اور وہی کرتا ہے جو اس نے پہلی جانب کیا تھا۔ ابھی وہ اس طرف سے فارغ نہیں ہوتا کہ دوسری طرف اس کا صحیح ہو جاتا ہے اور پہلے کی طرح ہو جاتا ہے اور وہ پھر اس طرف آتا ہے اور وہی کرتا ہے جو اس نے پہلے کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے سبحان اللہ کہا اور ان دونوں آدمیوں سے پوچھا کہ ان دونوں کا کیا معاملہ ہے؟ وہ دونوں بولے

چلئے چلئے۔ہم چلے اور ایک تنور جیسے گڑھے پر آئے۔راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں بہت شور تھا اور آوازیں تھیں۔ ہم نے اس میں جھانکا تو اس میں ہمیں برہنہ مرد اور عورتیں نظر آئیں،ان کے نیچے سے آگ کا ایک شعلہ اٹھتا تھا اور جب وہ ان کو جھلستا تو وہ چیخیں مارتے تھے۔

میں نے کہا کہ یہ کون لوگ ہیں ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ چلیئے چلیئے۔ہم چلے اور ایک نہر پر آئے راوی کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ خون کی طرح سرخ تھی دیکھا کہ اس میں ایک تیراک تیر رہا ہے اور نہر کے کنارے ایک آدمی ہے جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کرر کھے ہیں۔یہ تیرنے والا تیرتا ہے اور پھر تیرتا ہوا اس شخص کی طرف آتا ہے جس نے پتھر جمع کرر کھے ہیں وہ اس کے سامنے آکر منہ کھولتا ہے اور وہ اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا ہے۔وہ پھر تیرنے لگتا ہے اور پھر اس کی طرف لوٹ کر آتا ہے جب بھی اس کی طرف لوٹ کر آتا ہے اس کے سامنے اپنا منہ کھولتا ہے اور وہ اس کے منہ میں پتھر ڈالتا ہے۔

میں نے ان دونوں سے کہا کہ ان دونوں کا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے مجھ سے کہا کہ چلیئے چلیئے۔ہم چلے اور ایک بہت ہی بدمنظر آدمی کے پاس آئے یا سب سے بدصورت آدمی کی طرف جو تم نے کبھی دیکھا ہو۔دیکھا ہے کہ اس کے پاس آگ ہے جسے وہ دھکاتا ہے اور اس کے گرد دوڑتا ہے۔

میں نے ان دونوں سے کہا کہ یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ چلیئے چلیئے،ہم چلے اور ایک ایسے باغ میں پہنچے جس میں بکثرت درخت تھے اور ہر قسم کے بہار کے پھول کھلے ہوئے تھے اس باغ کے درمیان میں ایک طویل القامت آدمی تھا مجھے اس کی لمبائی کی وجہ سے اس کا سر آسمان میں دکھائی دے رہا تھا اس کے ارد گرد ایسے بچے تھے جو میں نے کبھی نہیں دیکھے۔

میں نے کہا کہ یہ کون ہیں ان دونوں نے کہا کہ چلئے چلئے،ہم چلے ہم ایک عظیم درخت کے قریب آئے اس سے زیادہ بڑا اور اس سے زیادہ اچھا درخت میں نے کبھی نہیں دیکھا،ان دونوں نے کہا کہ اس پر چڑھیئے۔ہم اس پر چڑھے تو ایک ایسا شہر نظر آیا جو سونے چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا،ہم اس شہر کے دروازے پر آئے اور اسے کھولنے کے لیے کہا وہ ہمارے لیے کھولا گیا اور ہم اس میں داخل ہوئے ہمیں بہت سے آدمی ملے،جن کا آدھا جسم تو بہت خوبصورت ترین آدمی کا تھا جو تم نے کبھی دیکھا ہو اور آدھا جسم اس بدترین آدمی جیسا جو تم نے کبھی دیکھا ہو۔ان دونوں آدمیوں نے ان سے کہا کہ جاؤ اور اس نہر میں کود جاؤ۔وہاں چوڑائی میں ایک نہر بہہ رہی تھی اس کا پانی دودھ کی طرح سفید تھا وہ گئے اور اس میں کود گئے پھر وہ ہماری طرف واپس آئے تو وہ بہترین صورت میں تھے۔ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ جنت عدن ہے اور یہ آپ ﷺ کا مقام ہے۔میری نظر اوپر اٹھی تو سفید بادل کی طرح محل نظر آیا ان دونوں نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کا مقام ہے۔میں نے ان دونوں سے کہا کہ اللہ تمہیں برکت دے مجھے چھوڑ دو میں اس میں جاؤں۔انہوں نے کہا کہ اس وقت نہیں بہر حال آپ اس میں آئیں گے۔

میں نے کہا کہ میں نے آج رات عجیب مناظر دیکھے ہیں۔میں نے جو دیکھا وہ کیا ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ اب ہم تمہیں بتاتے ہیں۔پہلا آدمی جس کے پاس آپ گزرے اور جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ شخص ہے جو قرآن حاصل کرے اور پھر اسے چھوڑ دے

اور فرض نماز پڑھے بغیر سوجائے اور وہ آدمی جس کے پاس سے آپ گزرے جس کے جبڑے کو اس کے نتھنے کو اور جس کی آنکھ کو گدی تک چیرا جارہا تھا یہ ایسا شخص ہے جو صبح کو گھر سے نکلتا ہے اور ایسا جھوٹ بولتا ہے جو دنیا کے کناروں تک پھیل جاتا ہے۔ اور وہ برہنہ مرد اور برہنہ عورتیں جو تنور جیسے گڑھے میں تھیں وہ بدکار مرد اور بدکار عورتیں تھیں اور وہ آدمی جس کے پاس آئے اور وہ نہر میں تیر رہا تھا اور جس کے منہ میں پتھر ڈالا جاتا تھا۔ وہ سود خور شخص ہے اور وہ بدمنظر آدمی جو آگ کے پاس تھا جو اس کو دھکا تا تھا اور اس کے گرد دوڑتا تھا وہ جہنم کا خازن مالک ہے۔ اور طویل القامت آدمی جو باغ میں تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور جو بچے ان کے گرد تھے وہ وہ بچے ہیں جو فطرت پر فوت ہوئے۔

برقانی کی روایت میں ہے کہ وہ وہ بچے ہیں جو فطرت پر پیدا ہوئے۔ مسلمانوں میں سے کسی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اور مشرکین کی اولاد؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اولاد مشرکین بھی۔ اور وہ لوگ جن کا آدھا جسم خوبصورت اور آدھا جسم بدصورت تھا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ملے جلے عمل کئے کچھ اچھے عمل اور کچھ برے عمل۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا۔ (بخاری)

صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے رات کو دیکھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے پاک سرزمین کی طرف لے گئے۔ اس کے بعد وہ واقعہ ذکر فرمایا۔ اور کہا کہ ہم چلتے ہوئے ایک گڑھے پر پہنچے جو تنور کی مثل تھا اس کا اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے سے کشادہ تھا اور اس کے نیچے آگ دھک رہی تھی جب وہ آگ اوپر کو آتی تو اس میں پڑے ہوئے لوگ بھی اوپر آتے یہاں تک کہ باہر تک آجاتے اور جب آگ کے شعلے دھیمے ہوکر نیچے جاتے تو لوگ بھی نیچے چلے جاتے ان میں برہنہ مرد اور عورتیں تھیں۔

اور اس روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ ہم خون کی ایک نہر پر آئے، راوی نے یہاں شک نہیں کیا۔ اس میں ایک آدمی نہر کے درمیان کھڑا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک اور شخص ہے جس کے سامنے پتھر ہیں۔ جب وہ نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو کنارہ والا شخص اس کو پتھر مارتا ہے اور وہ وہیں لوٹ جاتا ہے جہاں پہلے تھا۔

اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ دو دونوں مجھے لے کر درخت پر چڑھے اور مجھے ایسے گھر میں داخل کیا جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں کبھی نہیں دیکھا اس میں کچھ مرد تھے بوڑھے اور جوان۔

اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ شخص جس کو میں نے دیکھا کہ اس کا جبڑا چیرا جارہا ہے وہ جھوٹا ہے جو جھوٹ بولتا ہے اور اس سے یہ جھوٹ نقل کی جاتی ہے اور دنیا کے کونے کونے میں پہنچ جاتی ہے اس کے ساتھ قیامت تک یہی ہوتا رہے گا جو آپ ﷺ نے دیکھا۔

اور اس روایت میں ہے کہ جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جارہا ہے تو یہ وہ ہے جس کو اللہ نے قرآن کا علم عطا فرمایا تو وہ رات کو اسے چھوڑ کر سوتا رہا اور دن میں بھی اس پر عمل نہیں کیا اس کے ساتھ بھی قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ اور پہلا گھر جس میں آپ ﷺ داخل ہوئے یہ عام مؤمنین کا گھر ہے اور یہ گھر دار الشہداء ہے اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔ اب آپ ﷺ اپنا سر اٹھایئے میں نے سر اوپر اٹھایا تو اپنے اوپر ایک بادل سا دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کا مسکن ہے میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں اپنے اس گھر میں چلا جاؤں۔ انہوں نے کہا کہ ابھی آپ ﷺ کی کچھ عمر باقی ہے جو مکمل نہیں ہوئی، جب آپ ﷺ کی عمر پوری

ہوجاؤ گی تب آپ اس گھر میں آجائیں گے۔ (بخاری)

یثلغ رأسه کے معنی ہیں کہ وہ اس کے سر کو چیرتا اور پھاڑتا تھا۔ یتدھدہ کے معنی ہیں لڑھکتا تھا۔ کلوب: آنکڑا۔ یشرشر: شر کا ٹایا کچلا جاتا ہے۔ ضوضوا: وہ چیخے اور چلائے۔ یفغر۔ کھولتا ہے۔ المرأۃ۔ منظر۔ یحشھا۔ دھکا تا اور بھڑکا تا ہے۔ روضۃ معتمۃ۔ لمبا اور زیادہ درختوں والا باغ۔ دوحۃ۔ بڑا درخت۔ محض۔ دودھ۔ سما بصری۔ میری نگاہ اوپر اٹھی۔ صعد أبلند ہوتی ہوئی۔ ربابۃ۔ بادل۔

تخریج حدیث(۱۵۴۶): صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب تعبير الرؤيا بعد صلاة الصبح .

کلمات حدیث: ذات غداۃ: ایک صبح۔ حتی یصبح رأسہ کما کان: یہاں تک کہ اس کا سر اسی طرح ہوجاتا جیسے پہلے تھا۔ شدقہ: اس کے منہ کی ایک جانب۔ لغط: شوروشغب۔ زھرالربیع: موسم بہار کے پھول۔ جنۃ عدن: باغ دوام، ہمیشہ رہنے والا باغ۔ فذرانی: تم دونوں مجھے چھوڑ دو۔ الآفاق: زمین کے کنارے جہاں آسمان وزمین باہم ملتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ واحد افق.

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ خواب نبوت کا ایک حصہ اور چونکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول اور نبی تھے اس لیے آپ ﷺ خواب کی تعبیر بھی بہت خوب بیان فرمایا کرتے تھے اور اسی وجہ سے آپ ﷺ اکثر صحابۂ کرام سے پوچھ لیا کرتے تھے کہ کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے۔ اور کبھی آپ ﷺ اپنا خواب بیان فرماتے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کئی مرتبہ بیداری میں اور خواب میں ''اسراء'' ہوئی اور آپ ﷺ کو آخرت اور قیامت کے اور جنت دوزخ کے مناظر دکھائے گئے تا کہ آپ ﷺ اپنی امت کو غیب کی باتیں علی وجہ الیقین بتا سکیں اسی لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں وہ باتیں معلوم ہوجائیں جو مجھے معلوم ہیں تو تم بہت کم ہنسو اور بہت زیادہ گریہ وزاری کرو۔

(فتح الباري : ۸۱۱/۱. روضة المتقين : ٤١/٤. دليل الفالحين : ٣٢٥/٤)

الباب (۲۶۱)

بَابُ بیان مَا يَجُوزُ مِنَ الْكِذْبِ

کذب کی وہ صورت جو جائز ہے

اِعْلَمْ اَنَّ الْكَذِبَ وَاِنْ كَانَ اَصْلُه' مُحَرَّمًا، فَيَجُوزُ فِي بَعْضِ الْاَحْوَالِ بِشُرُوطٍ قَدْ اَوْضَحْتُهَا فِي كِتَابِ، "اَلْاَذْكَارِ" وَمُخْتَصَرُ ذٰلِكَ : اَنَّ الْكَلَامَ وَسِيلَةٌ اِلَى الْمَقَاصِدِ، فَكُلُّ مَقْصُودٍ مَحْمُودٍ يُمْكِنُ تَحْصِيلُه' بِغَيْرِ الْكَذِبِ يَحْرُمُ الْكَذِبُ فِيهِ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ تَحْصِيلُه' اِلَّا بِالْكَذِبِ جَازَ الْكَذِبُ ثُمَّ اِنْ كَانَ تَحْصِيلُ ذٰلِكَ الْمَقْصُودِ مُبَاحًا كَانَ الْكَذِبُ مُبَاحًا، وَاِنْ كَانَ وَاجِبًا كَانَ الْكَذِبُ وَاجِبًا : فَاِذَا اخْتَفٰى مُسْلِمٌ مِنْ ظَالِمٍ يُرِيدُ قَتْلَه' اَوْ اَخْذَ مَالِه' وَاَخْفٰى مَالَه' وَسُئِلَ اِنْسَانٌ عَنْهُ وَجَبَ الْكَذِبُ بِاِخْفَائِهِ. وَكَذَا لَوْ كَانَ عِنْدَه' وَدِيعَةٌ وَاَرَادَ ظَالِمٌ اَخْذَهَا وَجَبَ الْكَذِبُ بِاِخْفَآئِهَا. وَالْاَحْوَطُ فِي هٰذَا كُلِّهِ اَنْ يُوَرِّيَ. وَمَعْنَى التَّوْرِيَةِ اَنْ يَقْصِدَ بِعِبَارَتِهِ مَقْصُودًا صَحِيحًا لَيْسَ هُوَ كَاذِبًا بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ وَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فِي ظَاهِرِ اللَّفْظِ وَبِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَايَفْهَمُه' الْمُخَاطَبُ، وَلَوْ تَرَكَ التَّوْرِيَةَ وَاَطْلَقَ عِبَارَةَ الْكَذِبِ فَلَيْسَ بِحَرَامٍ فِي هٰذَا الْحَالِ. وَاسْتَدَلَّ الْعُلَمَآءُ بِجَوَازِ الْكَذِبِ فِي هٰذَا الْحَالِ بِحَدِيثِ اُمِّ كُلْثُومٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِي خَيْرًا اَوْيَقُولُ خَيْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ : زَادَ مُسْلِمٌ فِي رِوَايَةٍ : "قَالَتْ اُمُّ كُلْثُومٍ وَلَمْ اَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ اِلَّا فِي ثَلَاثٍ، تَعْنِي الْحَرْبَ، وَالْاِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيثَ الرَّجُلِ امْرَأَتَه' وَحَدِيثَ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا .

جھوٹ اصلاً بالکلیہ حرام ہے لیکن بعض حالات میں چند شرائط کے ساتھ جائز ہے جس کی تفصیل میں نے ''کتاب الاذکار'' میں بیان کی ہے۔ اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ کلام اور گفتگو درحقیقت حصول مقاصد کا ایک وسیلہ ہے ہر وہ مقصود جس کا حصول پسندیدہ ہو اور اس کا حصول بغیر جھوٹ کے ممکن ہو اس میں جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر اس مقصود کا حصول جھوٹ کے بغیر ممکن نہ ہو تو اس صورت میں جھوٹ جائز ہے۔ ازاں بعد اگر اس مقصود کا حصول مباح امور میں سے ہو تو جھوٹ مباح ہے اور اگر اس مقصود کا حصول واجب ہو تو جھوٹ بھی واجب ہے۔

اگر کوئی ظالم کسی مسلمان کی جان کے درپے ہو اور وہ جان بچانے کے لیے اس سے چھپا ہوا ہو۔ یا کوئی ظالم کسی کا مال لینا چاہتا ہو اور اس نے اس کے ڈر سے اپنا مال چھپا دیا ہو۔ اب اگر کسی سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا جائے تو اس پر آدمی کے چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس کوئی امانت ہے جو کوئی ظالم اس سے چھیننا چاہتا ہے تو اس کو مخفی رکھنے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔

اس طرح کے معاملات میں تقاضائے احتیاط یہ ہے کہ توریہ کرے۔ توریہ کے معنی ہیں کہ ایسی عبارت اختیار کرے جس سے اس کی مراد ایک صحیح مقصود ہو جس میں وہ جھوٹا نہ ہو اور ظاہری الفاظ کے اعتبار سے اور مخاطب کے فہم کے اعتبار سے وہ جھوٹ ہو۔ بہر حال اس صورت میں اگر توریہ نہ کرے اور جھوٹ پر مشتمل جملہ بولے تو بھی اس صورت میں حرام نہیں ہے۔

علماء نے اس طرح کی صورت میں جواز کذب پر حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے اور بھلائی کی بات دوسروں تک پہنچاتا ہے یا اچھی بات کہتا ہے۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو سوائے تین مواقع کے لوگوں کی گفتگو سے متعلق رخصت دیتے ہوئے نہیں سنا، یعنی جنگ، لوگوں کے درمیان صلح کرانا اور مرد کا اپنی بیوی سے اور بیوی کا اپنے شوہر سے بات کرنا۔

تخریج حدیث: صحيح البخاری، كتاب العلم باب ليس الكاذ ب الذى يصلح بين الناس . صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الكذب وبيان المباح منه .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رخصت کے لفظ سے مراد جھوٹ بولنے کی رخصت ہے اور مراد یہ ہے کہ جو شخص دو مسلمان بھائیوں میں صلح کی غرض سے ایک دوسرے کی طرف سے اچھی بات پہنچاتا ہے خواہ وہ اچھی بات خلاف واقعہ ہی کیوں نہ ہو، تو چونکہ اس کی غرض دو مسلمان بھائیوں کے درمیان صلح کرانا اور ان کی آپس کی دشمنی کو دوستی اور رفاقت میں تبدیل کرنا ہے جو بجائے خود عظیم مقصد ہے تو اسے جھوٹا متصور نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح جنگ کے موقع پر لشکر اسلام اور مسلمانوں کے رازوں کے اخفاء کے لیے جھوٹ بولنے کی رخصت ہے۔ نیز میاں بیوی کی باہمی گفتگو میں بعض موقعوں پر اخفائے حال کی ضرورت کے پیش نظر جھوٹ بولنا درست ہے۔ اس رخصت کا مطلب جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ یہ رخصت انہی حالات تک محدود رہنی چاہئے جن میں رخصت دی گئی ہے۔ میاں بیوی کی باہمی زندگی اور معاشرت بھی سچائی پر مبنی ہونی چاہئے اور دونوں کا کردار ایک دوسرے کے لیے آئینہ کی طرح شفاف ہونا چاہئے تا کہ ایک دوسرے پر اعتماد قائم ہو اور اس اعتماد سے ان کا باہمی تعلق مضبوط و استوار ہو۔

(روضة المتقين : ٤/ ٤٧ . رياض الصالحين (صلاح الدين) : ٢ / ٤٢٠)

الباب (٢٦٢)

بَابُ الْحَثِّ عَلَى التَّثَبُّتِ فِيمَا يَقُولُهُ وَيَحْكِيهِ

مسلمان کو چاہیے کہ بات نقل کرنے اور کہنے سے پہلے اس کی تحقیق کرے

٣٤٦. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اس بات کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔'' (الاسراء:٣٦)

٣٤٧. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''انسان جو بھی لفظ بولتا ہے اس کے پاس ہی ایک نگران فرشتہ تیار ہوتا ہے۔'' (ق:١٨)

تفسیری نکات: آدمی کے دائیں بائیں فرشتے مقرر ہیں جو ہر عمل اور ہر بات کو لکھتے رہتے ہیں اور ایک نگران فرشتہ ہر اس بات کو لکھ لیتا ہے جو آدمی کے منہ سے نکلتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان جب بات کرے تو یہ دیکھ لے کہ وہ حق اور صواب ہے یا نہیں اور صرف اسی وقت بات کرے جب اسے یقین ہو جائے کہ جو بات وہ کرنے والا ہے وہ سچ ہے اور خیر اور بھلائی کی بات ہے۔

(تفسیر مظہری)

بلا تحقیق سنی سنائی بات بتلانا گناہ ہے

١٥٤٧. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٥٤٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے بیان کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١٥٤٧): صحیح مسلم، المقدمه، باب النهی عن الحدیث بکل ماسمع .

شرح حدیث: آدمی جو باتیں سنتا ہے ان میں سچ اور جھوٹ ملا ہوتا ہے اس لیے بلا تحقیق جس طرح کوئی بات سنی ہے اسی طرح نقل کر دینا آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ جھوٹ کے معنی ہی کسی خلاف واقعہ بات کہنے کے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ١/٦٨. دلیل الفالحین : ٤/٣٣٧)

جھوٹی حدیث بیان کرنے والا بھی جھوٹا ہے

۱۵۴۸ . وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يَرٰى اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُالْكَاذِبِيْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۵۴۸) حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص میری طرف منسوب کر کے کوئی بات بیان کرے اور وہ جانتا ہو کہ یہ بات جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۵۴۸): صحیح مسلم، المقدمه، باب وجوب الرواية عن الثقات وترك الكذابين .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ سے مروی احادیث کی علمائے حدیث نے انتہائی جانفشانی سے جانچ پڑتال کی ہے اور موضوع احادیث کو علیحدہ کر کے بیان کر دیا ہے یہ محدثین کرام کا امت پر احسان عظیم ہے۔ احادیث کی صحت اور ان کے ضعف کے بارے میں لازمی ہے کہ محدثین نے جو تنقیح فرمائی ہے اسی پر اعتماد کیا جائے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ۱/ ٦٢. دليل الفالحين : ٤/ ٣٣٧)

سوکن کا سوکن کو جلانے کے لیے جھوٹ بولنا

۱۵۴۹ . وَعَنْ اَسْمَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ اِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِيْ غَيْرَالَّذِيْ يُعْطِيْنِيْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلْمُتَشَبِّعُ" هُوَ الَّذِيْ يُظْهِرُ الشِّبَعَ وَلَيْسَ بِشَبْعَانٍ وَمَعْنَاهُ هُنَا اَنْ يُظْهِرَ اَنَّهٗ حَصَلَ لَهٗ فَضِيْلَةٌ وَلَيْسَتْ حَاصِلَةً "وَلَابِسُ ثَوْبَيْ زُوْرٍ" اَيْ ذِيْ زُوْرٍ، وَهُوَ الَّذِيْ يُزَوِّرُ عَلَى النَّاسِ : بِاَنْ يَتَزَيَّ بِزِيِّ اَهْلِ الزُّهْدِ وَالْعِلْمِ اَوِالثَّرْوَةِ لِيَغْتَرَّ بِهِ النَّاسُ وَلَيْسَ هُوَ بِتِلْكَ الصِّفَةِ. وَقِيْلَ غَيْرُ ذٰلِكَ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۱۵۴۹) حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری ایک سوکن ہے کیا مجھے اس بات پر گناہ ہوگا اگر میں اس کے سامنے یہ ظاہر کروں کہ مجھے خاوند سے خوب مل رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو نہ دیا گیا ہو اور وہ اس کا جھوٹا اظہار کرے وہ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔ (متفق علیہ)

متشبع: وہ شخص ہے جو یہ ظاہر کرے کہ اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے حالانکہ وہ پیٹ بھرا ہوا نہ ہو۔ یہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ ظاہر کرے کہ اسے کوئی فضیلت یا ترجیح حاصل ہے حالانکہ نہیں ہے۔ اور لابس ثوبی زور کے معنی ہیں ذی زور۔ یعنی جھوٹ کے دو کپڑے اور اس سے مراد ایسا شخص ہے جو لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو وہ ظاہر کرے جو وہ نہیں ہے یعنی مثلاً اپنے آپ کو اہل زہد، یا اہل علم یا اہل

ثروت میں سے ظاہر کرے حالانکہ ان میں سے نہ ہو اور اس طرح لوگوں کو دھوکہ دے بعض نے اس کے علاوہ بھی معنی بیان کئے ہیں۔

تخریج حدیث (۱۵۴۹): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب المتشبع بمالم ینل . صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة. باب النهی عن التزویر فی اللباس .

کلمات حدیث: ضرة : سوکن۔ جمع ضرائر . جناح۔ گناہ۔

شرح حدیث: مسلمان کا اخلاق سادگی انکساری اور تواضع ہے اپنے آپ کو وہ ظاہر کرنا جو وہ فی الواقع نہیں بدترین اخلاقی گراوٹ اور گناہ ہے اور عنداللہ اس پر مؤاخذہ ہوگا، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جو اپنے آپ کو وہ ظاہر کرے جو وہ فی الحقیقت نہیں ہے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے جھوٹ کے دو کپڑے پہنے ہوئے ہوں۔

اسی طرح سوکن کا اپنی سوکن کے سامنے یہ ظاہر کرنا کہ شوہر کی داد و دہش اس پر زیادہ ہے یا اسے اس سے زیادہ تعلق خاطر ہے حالانکہ فی الواقع ایسا نہ ہو تو یہ بہت گناہ اور ایک سماجی برائی ہے جس کے بہت نقصانات ہیں بلکہ اگر فی الواقع کسی بیوی پر شوہر کی عنایات زیادہ ہوں تب بھی دوسری بیویوں کے سامنے اس کا اظہار نہ کرنا چاہئے کہ اس سے ان کی آتش حسد بھڑک اٹھے گی اور بے جا تکلیف ہوگی۔

(فتح الباری : ۲/۱۰۹۰ . شرح صحیح مسلم للنووی : ۹۳/۱۴ . روضة المتقین : ۴۹/۴ . دلیل الفالحین : ۳۳۸/۴)

البَابُ (٢٦٣)

بَابُ بَيَانِ غِلَظِ تَحْرِيمِ شَهَادَةِ الزُّوْرِ
جھوٹی گواہی کی شدید حرمت

٣٤٨. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَٱجْتَنِبُواْ قَوْلَ ٱلزُّورِ ﴿٣٠﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اور تم جھوٹی بات سے بچو۔'' (الحج: ٣٠)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ قول الزور (جھوٹی بات) سے بچو۔ جھوٹی بات زبان سے نکالنا، جھوٹی گواہی دینا جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا کسی چیز کو بلا دلیل شرعی حلال یا حرام کہنا سب قول الزور میں داخل ہے۔ قول الزور کی برائی اور سنگینی کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ اس مقام پر اسے اللہ تعالیٰ نے مشرک کے ساتھ بیان کیا ہے اور احادیث مبارکہ میں بہت شدت کے ساتھ قول الزور سے منع فرمایا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

٣٤٩. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''تم اس بات کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔'' (الاسراء: ٣٦)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ بلا تحقیق کوئی بات زبان سے نہ نکالو اور نہ اس بات کے پیچھے لگو جس کا تمہیں صحیح علم نہیں ہے تاکہ غلط بات کہنے سے اجتناب کرسکو ایک مسلمان کو وہی بات اپنی زبان سے کہنی چاہئے جو حق اور صحیح ہو اور جو کسی نہ کسی خیر پر مشتمل ہو، اور ہر ایسی بات سے احتراز کرنا چاہئے جو ناحق ہو جھوٹ ہو اور خیر سے خالی ہو۔ (تفسیر مظھری)

٣٥٠. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''آدمی جو بات منہ سے نکالتا ہے اس پر ایک نگراں فرشتہ تیار ہوتا ہے۔'' (ق: ١٨)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں بیان ہوا ہے کہ ہر آدمی پر دو فرشتے کراماً کاتبین مقرر ہیں جو اس کے تمام اعمال واقوال قلمبند کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اسکی زبان سے جو لفظ ادا ہوتا ہے وہ اسی وقت قلمبند کرلیا جاتا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ کے مطابق زبان سے نکلنی والی ناحق باتیں حصائد السنہ (زبان کی کاٹی ہوئی وہ کھیتیاں) ہیں جو آدمی کو اوندھے منہ جہنم میں گرانے والی ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

۳۵۱. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ ﴾

اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''تیرارب گھات میں ہے۔''(الفجر:۱۴)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر سب بندوں کے چھوٹے بڑے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے اوراپنے بندوں کے تمام افعال کا جائزہ لے رہا ہے کوئی حرکت وسکون اس سے مخفی نہیں ہے۔اسے سزا دینے کی کوئی جلدی نہیں ہے بلکہ اس کے تمام بندے جب حساب کے دن اس کے سامنے پیش ہوں گے اسی وقت ہرایک کی جزااورسزا کا فیصلہ ہے۔ یہ مہلت عمل ہی بندوں کا امتحان ہے جس میں غافل بندے یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ بس جو چاہے کئے جاؤ کوئی پوچھنے والانہیں حالانکہ جب وقت آئے گا سب کے اعمال سامنے آجائینگے اور ہرایک کواس کے کئے کے مطابق جزااورسزا ملے گی۔ (تفسیر عثمانی)

۳۵۲. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ ﴾

اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''وہ لوگ جو جھوٹ کی مجلسوں میں حاضرنہیں ہوتے۔''(الفرقان:۷۲)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں اللہ کے ان نیک بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے جو سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں فرمایا کہ یہ کسی جھوٹی بات میں شامل نہیں ہوتے، یہ باطل اور گناہ کی جگہ پرنہیں جاتے اور یہ کسی ایسی جگہ نہیں کھڑے ہوتے جہاں کوئی جھوٹ اور برائی کا ارتکاب ہورہا ہو۔ (تفسیر عثمانی)

****

چار بڑے گناہوں کا تذکرہ

۱۵۵۰. وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلاَ اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟" قُلْنَا : بَلٰی يَارَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ : "اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ" وَكَانَ مُتَّكِأً فَجَلَسَ فَقَالَ "اَلاَ وَقَوْلُ الزُّوْرِ!

فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا : لَيْتَهٗ سَكَتَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۵۵۰) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ نہ بتلادوں ہم نے عرض کیا کہ ضرور یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا خبردار جھوٹی بات۔ آپ ﷺ اس کو دھراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ

کاش آپ ﷺ خاموش ہو جائیں ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۵۰): صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان الكبائر و اكبرها .

کلمات حدیث: أنبئكم : میں تمہیں بتلاتا ہوں۔ میں تمہیں خبر دیتا ہوں۔ نبأ : خبر جمع انباء . نبأ : خبر دی، اطلاع دی۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں انتہائی تاکید سے تین باتوں سے منع فرمایا گیا ہے، اللہ کے ساتھ شرک، والدین کی نافرمانی اور جھوٹی بات ۔ والدین کی نافرمانی اس قدر بڑا گناہ ہے کہ اسے اللہ کے شرک کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا۔ اور جھوٹ بولنا اور جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا اس قدر عظیم برائی اور اس قدر ہولناک گناہ ہے کہ آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے اور اس بات کی اہمیت کے پیش نظر آپ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور بار بار فرماتے رہے کہ دیکھو قول زور سے بچو یہاں تک صحابۂ کرام کے دلوں میں یہ بات آئی کہ کاش اب آپ سکوت فرمائیں ۔ یہ حدیث اس سے پہلے " تحريم العقوق وقطيعة الرحم " میں گزر چکی ہے۔

(دليل الفالحين : ٤ / ٣٤٠ . نزهة المتقين : ٢ / ٣٦٤)

البَابُ (٢٦٤)

بَابُ تَحْرِيْمِ لَعْنِ اِنْسَان بعَيْنِه اَوْ دَآبَّةٍ

کسی معین آدمی یا جانور پر لعنت کی ممانعت

۱۵۵۱. وَعَنْ اَبِیْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَاكِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ. قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ : وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَيْسَ عَلٰى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيْمَا لَايَمْلِكُهٗ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۵۵۱) حضرت ابوزید ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اہل بیعت رضوان میں سے تھے ان سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جان بوجھ کر اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم کھائے تو وہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے کہا۔ اور جس شخص نے خودکشی کی تو قیامت کے روز اس کو یہی عذاب دیا جائے گا۔ آدمی پر اس نذر کا پورا کرنا لازم نہیں ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے۔ اور کسی مؤمن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے برابر ہے۔

تخریج حدیث (۱۵۵۱): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قاتل النفس. صحیح مسلم کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسه.

کلمات حدیث: بیعة الرضوان : ہجرت کے چھٹے سال حدیبیہ کے موقعہ پر یہ بیعت ہوئی۔ ملة : دین اور شریعت ایک نبی کو ماننے والے امت ہیں اور ایک دین اور ایک شریعت کی ماننے والے ملت ہیں۔

شرح حدیث: کوئی شخص اگر یہ جھوٹی قسم کھائے کہ اگر وہ فلاں کام کرے تو وہ یہودی یا نصرانی ہو جائے اگر اس کا واقعتاً بھی ارادہ یہی ہو تو وہ اسی وقت اسی طرح ہو گیا جیسا کہ اس نے کہا ہے کہ عزم کفر بھی کفر ہے اور اگر اس کا مقصود اس بات کا محال ظاہر کرنا مقصود ہے اور یہ بتانا ہے کہ جس طرح میرا یہودی یا نصرانی ہو جانا ناممکن اور متعذر ہے اسی طرح میرا یہ کام کرنا بھی دشوار ہے تب بھی یہ قسم معصیت ہے اور اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ چنانچہ ابن المنذر رنے نقل کیا ہے کہ اگر اس کے دل میں کفر کی نیت نہ ہو تو حضرت عبداللہ بن عباس اور جمہور فقہاء کے نزدیک وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس پر کفارہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ یمین ہے اور اس پر کفارہ ہے۔ ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلی رائے زیادہ صحیح ہے کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ جس نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی وہ لا الہ الا اللہ کہے۔ اس حدیث میں نہ کفارہ کا ذکر ہے اور نہ اس شخص کی طرف کفر کی نسبت کی گئی ہے۔

انسان اپنی جان کا مالک نہیں ہے مالک اللہ تعالیٰ ہے اس لیے کوئی آدمی خود اپنے وجود میں کسی طرح کا تصرف نہیں کر سکتا اور نہ اپنی جان لے سکتا ہے۔ اسلام نے خودکشی کو حرام قرار دیا ہے اور اس حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ جس نے جس طرح اپنے آپ کو مارا ہوگا

اس کو یہی عذاب دیا جائے گا کہ وہ اپنے آپ کو اسی طرح مارتا رہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے آپ کو گلا گھونٹ کر مارے وہ جہنم میں اسی طرح اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جو کسی دھاردار چیز سے اپنے آپ کو قتل کرے وہ جہنم میں اسی طرح اپنے آپ کو قتل کرتا رہے گا۔

کسی نے اگر کسی ایسی شئے کی نذر مانی جس کا وہ مالک نہیں ہے تو اس پر اس نذر کی وفا لازم نہیں ہے۔ امام طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جیسے کسی نے کہا کہ وہ فلاں بکری ذبح کرے گا لیکن وہ اس بکری کا مالک نہیں ہے تو اس نذر کا پورا کرنا اس پر لازم نہیں ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان پر لعنت کرنا گناہ ہونے اور معصیت ہونے میں قتل کے برابر ہے کیونکہ لعنت کے معنی اللہ کی رحمت سے دور ہونے کے ہیں۔ گویا اس نے اس مسلمان کو اللہ کی اس رحمت سے دور کر دیا جو اہل اسلام کے لیے خاص ہے اور اس طرح اس نے قتل کے برابر گناہ کا ارتکاب کیا۔

(فتح الباري : ۸۰۱/۱. شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۰۲/۲. تحفة الاحوذي : ۱۰۸/۵. روضة المتقين : ۵۲/۴)

سچا آدمی کے لیے لعن طعن زیب نہیں دیتا

۱۵۵۲. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَايَنْبَغِیْ لِصِدِّيْقٍ اَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۵۵۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدیق کے لیے موزوں نہیں ہے کہ وہ لعان ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۵۵۲): صحيح مسلم، كتاب البر، باب النهى عن لعن الدواب وغيرها .

کلمات حدیث: صدیق : خوب سچ بولنے والا۔ راست باز مسلمان۔ لعان : بات بات پر لعنت کرنے والا، کثرت سے لعنت کرنے والا۔

شرح حدیث: اسلام سچ بولنے اور سچائی اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے ایک مسلمان سچا اور راست باز ہوتا ہے اپنے آپ کے ساتھ اپنے خالق اور مالک کے ساتھ اور اس کی مخلوق کے ساتھ وہ رحمت حق کا طالب ہوتا ہے اپنے لیے اور تمام مخلوق کے لیے، اس لیے یہ بات مسلمان ہونے کے منافی ہے کہ آدمی مسلمان ہوتے ہوئے کسی پر لعنت کرے کیونکہ لعنت کے معنی رحمت سے دور ہونے کے ہیں طالب رحمت خود رحمت سے دور ہونے کی بددعا کیسے دے سکتا ہے۔

امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صدیقین کا ذکر انبیاء کے ذکر کے بعد فرمایا ہے:

﴿ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ ﴾

"یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے انبیاء اور صدیقین۔" (النساء: ٦٩)

انبیاء تو سراپا رحمت ہوتے ہیں تو صدیقین بھی سراپا رحمت ہوتے ہیں ان سے لعنت کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۲۲/۱۶)

لعنت کرنے والا قیامت کے دن شفاعت کا حقدار نہ ہوگا

۱۵۵۳. وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَايَكُوْنُ اللَّعَّانُوْنَ شُفَعَآءَ وَلَاشُهَدَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۵۵۳) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لعنت کرنے والے قیامت کے روز نہ شفیع ہوں گے اور نہ گواہ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۵۵۳): صحیح مسلم، کتاب البر، باب النهی عن لعن الدواب وغیرها .

شرح حدیث: کسی پر لعنت کرنا ایمان اور تصدیق کے منافی ہے اس لیے لعنت کرنے والے قیامت کے روز نہ سفارشی ہوں گے اور نہ شہداء۔ یعنی اپنے مؤمن بھائیوں کے حق میں شفاعت نہ کر سکیں گے۔ مظہری نے فرمایا کہ لعنت کرنے والا دنیا میں فاسق ہو جاتا ہے اس لیے اس کی شفاعت اور شہادت قابل قبول نہیں رہتی اور اسی طرح روز قیامت بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔

بہر حال کسی معین شخص پر یا کسی شئے پر لعنت کرنا شیوۂ ایمان نہیں ہے اس لیے اس برائی سے احتراز ضروری ہے۔

(دلیل الفالحین : ۳۲۳/٤)

کسی کو بددعا نہ دیا کرو

۱۵۵۴. وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاتَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ . وَلَا بِغَضَبِهٖ وَلَا بِالنَّارِ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۱۵۵۴) حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایک دوسرے کو اللہ کی لعنت اس کے غضب اور جہنم کی آگ سے لعن طعن نہ کرو۔ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۱۵۵۴): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی اللعن . الجامع للترمذی، ابواب البر، باب ماجاء فی اللعنة .

کلمات حدیث: لا تلاعنوا : آپس میں ایک دوسرے پر لعنت نہ بھیجو۔ لا عن ملاعنة : (باب مفاعلة) ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا۔

شرح حدیث: اسلامی معاشرہ امن اور سلامتی کا ہے، محبت واخوت اور بھائی چارہ کا ہے، ایک دوسرے کی خیر خواہی کا ہے اور صلح

وآشتی کا ہے۔ اس سوسائٹی میں یہ گنجائش ہی نہیں کہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجی جائے ایک دوسرے کو اللہ کے غضب میں مبتلا ہونے اور جہنم میں جانے کی بددعا دی جائے۔ مسلمان کا شیوہ بددعا کرنا نہیں دعا دینا ہے رحمت سے دور کرنا نہیں آشنائے رحمت بنانا ہے۔

(تحفة الاحوذی : ٦/١٠٠. روضة المتقین : ٤/٥٥. دلیل الفالحین : ٤/٣٤٣)

مؤمن فحش گوئی نہیں کرتا

١٥٥٥. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ : رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(١٥٥٥) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مؤمن طعن کرنے والا لعنت کرنے والا، فحش گو اور بد زبان نہیں ہوتا۔ (ترمذی اور انہوں نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(١٥٥٥): الجامع للترمذی، ابواب البر، باب ماجاء فی اللعنة .

کلمات حدیث: لعان : کثرت سے لعنت کرنے والا۔ لعنت کرنے کا عادی۔ لعنت کے معنی کسی کو رحمت الٰہی سے دور ہونے کی بد دعا دینا۔ فاحش : فحش بات یا حرکت کرنے والا۔ بری بات اور برا کام کرنے والا۔ فحش اور فاحشہ جمع فواحش ہر وہ کام جو گناہ اور معصیت میں بڑھا ہوا ہو۔ ہر بری خصلت ہر بری بات فاحشہ ہے۔ بذی۔ بذاء سے جس کے معنی بدگوئی اور بدزبانی کے ہیں۔

شرح حدیث: ایمان اور اسلام سے صاحب ایمان مسلمان میں جو اوصاف اور جو خصائل پیدا ہوتے ہیں اور جن اخلاق حسنہ اور صفات حمیدہ کی آبیاری ہوتی ہے لعن طعن کرنا، بدگوئی اور بدزبانی کرنا ان کی ضد ہے اس لیے فرمایا کہ جو ان بری عادتوں میں مبتلا ہو وہ مؤمن نہیں ہوتا۔ ایمان سے ایسے شخص کے قلب میں وہ رسوخ اور اس کے دل میں وہ ارتکاز حاصل ہی نہیں کیا جو ان برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتا اور صحیح ایمانی صفات سے متصف بنا دیتا۔ جو مسلمان ان برائیوں میں مبتلا ہو اسے چاہئے کہ وہ صدق دل سے توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے۔ (روضة المتقین : ٤/٥٦. دلیل الفالحین : ٤/٣٤٤)

لعنت کبھی لعنت کرنے والے پر اتر آتی ہے

١٥٥٦. وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَى السَّمَآءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ دُوْنَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ اِلَى الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا، ثُمَّ تَاْخُذُ يَمِيْنًا وَشِمَالاً، فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَى الَّذِيْ لُعِنَ، فَاِنْ كَانَ اَهْلاً لِذٰلِكَ وَاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰى قَآئِلِهَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ .

(١٥٥٦) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا

ہے تو لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے لیکن آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں تو یہ لعنت دائیں بائیں جاتی ہے جب کوئی راستہ نہیں پاتی تو اس شخص کی طرف لوٹتی ہے جس پر اگر وہ چیز لعنت کا مستحق ہو تو لعنت اس کو لگ جاتی ہے ورنہ لعنت کرنے والے کو لگ جاتی ہے۔(ابوداؤد)

تخریج حدیث(۱۵۵۶): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الطعن .

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مستفاد یہ ہے کہ کسی پر لعنت بھیجنا اور اس کو رحمت الٰہی سے دور ہو جانے کی بددعا دینا بہت برا فعل ہے اور ممکن ہے کہ خود ہی اس بددعا کا ہدف بن جائے اور لوٹ کر یہ بددعا اسی کی طرف آ جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث زیادہ واضح ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی کو لعنت کی جاتی ہے تو لعنت اس کی طرف جاتی ہے اگر وہ مستحق ہو تو اسے لگ جاتی ہے ورنہ کہتی ہے کہ اے رب مجھے فلاں شخص کی طرف بھیجا گیا جو اس کا مستحق نہیں ہے اور اب میرے پاس راستہ نہیں ہے کہ میں کہاں جاؤں تو اسے کہا جاتا ہے کہ اسی کو لگ جا جس نے تجھے بھیجا ہے۔

(روضة المتقين : ٤/٥٦ . دليل الفالحين : ٤/٣٤٤)

لعنت کی ہوئی اونٹنی کو آزاد چھوڑ دیا

١٥٥٧ . وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ، وَامْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ عَلٰى نَاقَةٍ فَضَجِرَتْ فَلَعَنَتْهَا فَسَمِعَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : "خُذُوْا مَا عَلَيْهَا وَدَعُوْهَا فَاِنَّهَا مَلْعُوْنَةٌ" قَالَ عِمْرَانُ : فَكَاَنِّيْ اَرَاهَا الْاٰنَ تَمْشِيْ فِي النَّاسِ مَا يَعْرِضُ لَهَا اَحَدٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۵۵۷) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے ایک انصاری عورت اونٹنی پر سواری سے تھک گئی اور اس نے اس پر لعنت بھیجی۔ رسول اللہ ﷺ نے سن لیا اور فرمایا کہ اس اونٹنی پر جو سامان لدا ہوا ہے وہ اتار لو اور اس کو چھوڑ دو کہ اس پر لعنت کی گئی ہے۔ عمران کہتے ہیں کہ یہ منظر میرے سامنے ہے اور میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ وہ اونٹنی لوگوں کے درمیان چل رہی ہے اور کوئی اس سے تعرض نہیں کر رہا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۵۵۷): صحيح مسلم، كتاب البر، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها .

کلمات حدیث: ضجرت : اونٹنی پر بیٹھنے سے یا اس کے آہستہ چلنے سے اکتا گئی۔ خذوا ما عليها : جو سامان اس کے اوپر ہے وہ اتار لو۔

شرح حدیث: کسی مسلمان پر تو لعنت کرنا بہت بڑی بات ہے کسی جانور پر بھی لعنت کرنا بری بات ہے اور اس کی ممانعت ہے بلکہ اس کے برعکس جانوروں سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۲۱/۱۶ . روضة المتقین : ۵۸/٤ . دلیل الفالحین : ۳٤٥/٤)

جانوروں پر لعنت کرنا بھی بری بات ہے

۱۵۵۸ . وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ نَضْلَةَ بْنِ عُبَیْدِالْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَیْنَمَا جَارِیَةٌ عَلیٰ نَاقَةٍ عَلَیْهَا بَعْضُ مَتَاعِ الْقَوْمِ اِذْ بَصُرَتْ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَضَایَقَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَقَالَتْ : حَلْ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهَا، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "لَاتُصَاحِبْنَا نَاقَةٌ عَلَیْهَا لَعْنَةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قَوْلُهٗ "حَلْ" بِفَتْحِ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْکَانِ اللَّامِ : وَهِیَ کَلِمَةٌ لِزَجْرِ الْاِبِلِ وَاعْلَمْ، اَنَّ هٰذَا الْحَدِیْثَ قَدْ یُسْتَشْکَلُ مَعْنَاهُ وَلَااِشْکَالَ فِیْهِ بَلِ الْمُرَادُ النَّهْیُ اَنْ تُصَاحِبَهُمْ تِلْکَ النَّاقَةُ وَلَیْسَ فِیْهِ نَهْیٌ عَنْ بَیْعِهَا وَذَبْحِهَا وَرُکُوْبِهَا فِیْ غَیْرِ صُحْبَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَلْ کُلُّ ذٰلِکَ وَمَاسِوَاهُ مِنَ التَّصَرُّفَاتِ جَائِزٌ لَامَنْعَ مِنْهُ، اِلَّامِنْ مُصَاحَبَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهَا لِاَنَّ هٰذِهِ التَّصَرُّفَاتِ کُلَّهَا کَانَتْ جَائِزَةً فَمُنِعَ بَعْضٌ مِنْهَا فَبَقِیَ الْبَاقِیْ عَلیٰ مَاکَانَ . وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۱۵۵۸) حضرت ابوبرزۃ نضلۃ بن عبید اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک نوجوان لڑکی ایک اونٹنی پر سوار تھی اس پر کچھ لوگوں کا سامان بھی تھا۔ اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ پہاڑ کی وجہ سے راستہ تنگ ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ "حل" اے اللہ اس اونٹنی پر لعنت فرما۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اونٹنی ہمارے ساتھ نہ رہے جس پر لعنت کی گئی ہو۔ (مسلم)

حل : اونٹ کو سرزنش کرنے کے لیے ایک لفظ ہے۔

اس حدیث کے مفہوم کے تعین میں اشکال کیا جاتا ہے حالانکہ کوئی اشکال نہیں ہے بلکہ مراد صرف اس اونٹنی کو ساتھ رکھنے سے منع کرنا ہے، اس کو فروخت کرنے یا اسے ذبح کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ کی غیر موجودگی میں اس پر سوار ہونے کی بھی ممانعت نہیں ہے بلکہ یہ تمام تصرفات جائز ہیں اور کوئی ممانعت نہیں ہے سوائے اس کے اس کو اس سفر میں ساتھ نہ رکھا جائے۔ کیونکہ یہ سارے تصرفات جائز تھے اس لیے ان میں سے صرف ایک یعنی اس سفر میں ساتھ رکھنے سے منع کیا گیا اور باقی صورتیں بدستور جائز رہیں۔

تخریج حدیث (۱۵۵۸): صحیح مسلم، کتاب البر، باب النهی عن لعن الدواب وغیرها .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں ایک نوجوان عورت تھی، جس نے اونٹنی کی سست روی اور راستے کی تنگی پر اس پر لعنت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ وہ اونٹنی نہ رہے جس پر لعنت کی گئی ہو۔ یعنی آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ جس اونٹنی پر لعنت بھیجی گئی ہے وہ آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں موجود رہے، ہوسکتا ہے وہ استجابت دعا کا وقت ہو اور رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم ہو اور اس لیے آپ ﷺ نے قافلے میں اس اونٹنی کے ساتھ رکھنے سے منع فرمایا ہو۔

جس اشکال کی طرف امام نووی رحمہ اللہ نے اشارہ فرما کر اس کا جواب دیا ہے وہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کسی اونٹ کو آزاد چھوڑ دیتے تھے اور انہیں بتوں کے نام وقف کر دیتے تھے پھر انہیں نہ سواری کے کام میں لاتے تھے اور نہ کسی اور کام میں ایسے اونٹ کو ''سائبہ'' کہا جاتا ہے۔ یہاں بعض لوگوں کو یہ اشکال ہوا کہ یہ تو زمانہ جاہلیت کی ایک رسم تھی جو ختم ہوگئی پھر رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی کو چھوڑنے کے لیے کیوں حکم فرمایا۔ اس کا جواب امام نووی رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس اونٹنی کو اس سفر میں ساتھ رکھنے سے منع فرمایا اور اس پر لعنت کیے جانے کی وجہ سے اس قابل نہ سمجھا کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں رہے۔

اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ایک اونٹنی ایک عورت کے لعنت کرنے سے اس قابل نہ رہی کہ اسے ساتھ رکھا جائے تو وہ لوگ کس طرح ایک مسلمان کی صحبت اور تعلق کے لیے موزوں ہو سکتے ہیں جن پر خود اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہو۔ (شرح صحيح مسلم للنووى : ١٢٢/١٦ . روضة المتقين : ٥٩/٤ . رياض الصالحين : (صلاح الدين) ٤٢٨/٢)

البَابُ (٢٦٥)

بَابُ جَوَازِ لَعْنِ اَصْحَابِ الْمَعَاصِی غَیْرَ الْمُعَیَّنِیْنَ
نام لیے بغیر گناہ گاروں کو لعنت کرنا جائز ہے

۳۵۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ أَلَا لَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ ۝١٨ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' (ھود:۱۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ظلم اور ناانصافی سے اللہ کے کلام کو جھٹلاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آخرت کے منکر ہیں اور دوسروں کو اللہ کی راہ پر چلنے سے روکتے اور ان کو راہ حق سے بھٹکانے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ (تفسیر مظهری، تفسیر عثمانی)

۳۵۴. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيۡنَهُمۡ أَن لَّعۡنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ ۝٤٤ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو'' (الاعراف:۴۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ جب اہل جنت جنت میں اور اہل جہنم جہنم میں پہنچ جائیں گے تو اللہ کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اللہ کی لعنت ہو ان ظالموں پر جو گمراہ ہوئے اور آخرت کے انجام سے بے پرواہ ہو کر دوسروں کو بھی راہ حق سے روکتے رہے اور اپنی کج بحثیوں سے رات دن اس فکر میں لگے رہے کہ حق کو ناحق بنا دیں۔ (تفسیر عثمانی)

وَثَبَتَ فِی الصَّحِیْحِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ" وَاَنَّه قَالَ : "لَعَنَ اللّٰهُ اٰکِلَ الرِّبَا" وَاَنَّه لَعَنَ الْمُصَوِّرِیْنَ، وَاَنَّه قَالَ : "لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَیَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ" اَیْ حُدُوْدَهَا، وَاَنَّه قَالَ : "لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ یَسْرِقُ الْبَیْضَةَ" وَاَنَّه قَالَ : "لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَیْهِ."

"وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰهِ" وَاَنَّه قَالَ : "مَنْ اَحْدَثَ فِیْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰی مُحْدِثًا فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَآئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" وَاَنَّه قَالَ : "اَللّٰهُمَّ الْعَنْ رِعْلاً، وَذَکْوَانَ، وَعُصَیَّةَ : عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَه"، وَهٰذِهٖ ثَلَاثُ قَبَائِلَ مِنَ الْعَرَبِ. وَاَنَّه قَالَ : "لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِهِمْ مَسَاجِدَ وَاَنَّه لَعَنَ الْمُتَشَبِّهِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ، وَجَمِیْعُ هٰذِهِ الْاَلْفَاظِ فِی الصَّحِیْحِ: بَعْضُهَا فِیْ صَحِیْحَیِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ وَبَعْضُهَا فِیْ اَحَدِهِمَا، وَاِنَّمَا قَصَدْتُ الْاِخْتِصَارَ بِالْاِشَارَةِ اِلَیْهَا،

وَسَاذْكُرُ مُعْظَمَهَا فِيْ اَبْوَابِهَا مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

متعدد صحیح اور ثابت احادیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے واصلہ اور مستوصلہ (بال ملانے والی اور بال ملوانے والی) پر لعنت فرمائی۔ آپ ﷺ نے سود کھانے والے پر لعنت فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر لعنت ہو جو زمین کی حدود میں ردوبدل کرے۔ آپ ﷺ نے لعنت فرمائی اس شخص پر جو اپنے ماں باپ پر لعنت بھیجے۔ اس پر لعنت بھیجی جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مدینہ منورہ میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ رعل ذکوان اور عصیہ قبیلوں پر لعنت فرما آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔ اور آپ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

یہ تمام الفاظ صحیح احادیث میں آئے ہیں، بعض ان میں سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آئے ہیں اور بعض ان دونوں میں سے کسی ایک میں آئے ہیں۔ میں نے بہ نیت اختصار صرف ان احادیث کی جانب اشارہ کردیا ہے اور ان احادیث میں سے اکثر اس کتاب کے مختلف ابواب میں ذکر کروں گا۔ (انشاء اللہ)

الباب (٢٦٦)

بَابُ تَحْرِيمِ سَبِّ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ
ناحق کسی مسلمان کو برا بھلا کہنا حرام ہے

۳۵۵. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿۵۸﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''وہ لوگ جو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بغیر ان کے قصور کے تکلیف پہنچاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔'' (الاحزاب:۵۸)

تفسیری نکات: منافقین مسلمان عورتوں کو ایذاء پہچانے میں پیش پیش رہتے تھے یہ مسلمان کی پیٹھ پیچھے بدگوئی کرتے اور ازواج مطہرات اور مسلمان خواتین پر طعنہ زنی کرتے۔ روایات میں ہے کہ مسلمان خواتین جب اپنی کسی ضرورت کے لیے باہر نکلتیں تو منافقین تاک میں رہتے اور چھیڑ چھاڑ کرتے اور پکڑے جاتے تو کہتے کہ ہم نے سمجھا ہی نہیں کہ کوئی شریف عورت ہے ہم سمجھے کہ کوئی لونڈی باندی ہے اس لیے چھیڑ دیا۔ (تفسیر عثمانی)

مسلمان کو گالی دینا فسق، قتل کرنا کفر ہے

١٥٥٩. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَّقِتَالُهُ كُفْرٌ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۵۵۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۵۹): صحيح البخاري، كتاب الادب، باب ما ينهى من السباب و اللعان . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب قول النبي، سباب المسلم فسوق .

کلمات حدیث: سباب المسلم : مسلمان کو گالی دینا اسے برا بھلا کہنا۔ سب سباً (باب نصر) گالی دینا۔

شرح حدیث: مسلمان کو گالی دینا باجماع امت حرام ہے اور ایسا شخص فاسق ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شریعت میں فسوق معصیت سے زیادہ شدید ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ﴾ (اللہ نے تمہارے لیے کفر فسوق اور عصیان کو ناپسند فرمایا ہے)

اور مسلمان کو قتل کرنا یا مسلمان سے جنگ کرنا کفر ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کسی مسلمان کے قتل کو حلال سمجھ کر اس سے جنگ کرے اور اسے مار ڈالے تو وہ کافر ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہاں کفر سے ''خروج عن الملۃ'' مراد نہیں ہے بلکہ تحذیر شدید کے لیے کفر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ (فتح الباری : ۱۹۲/۳ . شرح صحیح مسلم للنووی : ۴۶/۲)

کسی مسلمان پر کفر اور فسق کی تہمت لگانا حرام ہے

۱۵۶۰ . وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "لَايَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلاً بِالْفِسْقِ اَوِ الْكُفْرِ، اِلَّاارْتَدَّتْ عَلَيْهِ، اِنْ لَّمْ يَكُنْ صَاحِبُهٗ كَذٰلِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۵۶۰) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی آدمی کسی آدمی پر کفر یا فسق کی تہمت نہ لگائے ورنہ یہ تہمت خود اسی پر لوٹے گی اگر وہ دوسرا اس کا حقدار نہ ہوا۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۵۶۰): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ماینھی من السباب و اللعان .

کلمات حدیث: ارتدت : لوٹتی ہے، لوٹ جاتی ہے۔

شرح حدیث: جو شخص کسی مسلمان کو کافر یا فاسق کہے حالانکہ وہ ایسا نہ ہو تو کہنے والا خود ہی عنداللہ فاسق اور کافر بن جاتا ہے۔ اس لیے کسی ذات کے بارے میں متعین کر کے نہیں کہنا چاہئے بلکہ برے عمل یا برے کام کو کہنا چاہئے کہ یہ فعل کفر کا فعل ہے یا یہ فعل فسق ہے۔

(فتح الباری : ۱۹۲/۳ . عمدة القاری : ۱۹۴/۲۲)

گالی کی ابتداء کرنے سے دہرا گناہ گار ہوگا

۱۵۶۱ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَلْمُتَسَابَّانِ مَاقَالَا فَعَلَى الْبَادِیْ مِنْهُمَا حَتّٰى يَعْتَدِیَ الْمَظْلُوْمُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۵۶۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دوسرے کو گالی دینے والوں نے جو کچھ کہا اس کا سارا گناہ ابتداء کرنے والے پر ہے الا یہ کہ مظلوم بھی حد سے تجاوز کر جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۵۶۱): صحیح مسلم، کتاب البر، باب النھی عن السباب .

کلمات حدیث: المتسابان : دو آدمی جو ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے ہوں۔ البادی : شروع کرنے والا۔ ابتداء کرنے والا۔ بدأ بدأ (باب فتح) شروع کرنا۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مفہوم حدیث یہ ہے کہ اگر دو آدمی ایک دوسرے کو گالیاں دیں تو اصل گناہ ابتداء کرنے والے کو ہوگا الا یہ کہ مظلوم حد سے تجاوز کر جائے۔ اسلامی شریعت میں بدلہ لینا جائز ہے مگر معاف کرنا اور درگزر کرنا افضل ہے البتہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴾

''جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ عزیمت کے کاموں میں سے ہے۔''

(دليل الفالحين: ٤/٣٥١. نزهة المتقين: ٢/٣٩١)

مسلمان بھائی کو رسوا کر کے شیطان کو خوش مت کرو

١٥٦٢. وَعَنْهُ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ قَالَ: اضْرِبُوْهُ" قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: أَخْزَاكَ اللّٰهُ، قَالَ: "لَاتَقُوْلُوْا هٰذَا، لَاتُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(١٥٦٢) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے مارو ہم میں سے کوئی ہاتھ سے مارنے والا تھا کوئی جوتے سے اور کوئی کپڑے سے۔ جب وہ جانے لگا تو کسی نے کہا کہ اللہ تجھے رسوا کرے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح نہ کہو اور اس طرح کہہ کر اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۵۶۲): صحيح البخاري، باب مايكره من لعن شارب الخمر.

کلمات حدیث: لاتعينوا عليه الشيطان: اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔ شیطان کی مدد یہ ہے کہ شیطان آدمی سے معصیت کرا کے اسے رسوا کرانا چاہتا ہے، جب کسی نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تجھے رسوا کرے تو گویا اس نے شیطان کی مدد کی اور اس کے مقصد کی تکمیل کی کہ وہ اس عاصی کو رسوا کرانا چاہتا تھا اور اسے یہ بددعا دی گئی کہ اللہ تجھے رسوا کرے۔

شراب نوشی کی سزا اسی (۸۰) کوڑے ہیں

شرح حدیث: حدیث مبارک میں شرابی کو کپڑوں جوتوں اور ہاتھوں سے مارنے کا ذکر ہے اور یہ مے نوشی کی حد مقرر ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے شراب پینے والے پر چالیس کوڑے حد کی سزا جاری فرمائی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جاری رہی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اولین دور خلافت میں بھی جاری رہی لیکن جب شراب نوشی کے واقعات بڑھ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سزا کے بارے میں صحابۂ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں حد کی کم سے کم سزا اسی کوڑے بیان ہوئی ہے اس لیے مے نوشی کی سزا اسی کوڑے ہونی چاہئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مے نوش نشہ کے عالم میں ہذیان بکتا ہے عین ممکن ہے کہ وہ اس حالت میں کسی پر قذف بھی لگا دے، اس لیے شراب نوشی کی سزا وہی ہو جو قذف کی ہے۔ غرض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مے نوشی کی سزا اسی کوڑے مقرر فرما دی۔

(فتح الباری : ۵۳۲/۳. عمدة القاری : ۴۲۰/۲۳. ریاض الصالحین (صلاح الدین) : ۴۳۱/۲)

غلام پر تہمت لگانا بھی بڑا گناہ ہے

۱۵۶۳. وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ، "مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهُ بِالزِّنَا يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ كَمَا قَالَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۵۶۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے مملوک (غلام باندی) پر تہمت لگائے روز قیامت اسے حد کی سزا دی جائے گی الا یہ کہ اسی طرح ہو جس طرح اس نے کہا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۵۶۳): صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب قذف العبید. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب التغلیظ علی من قذف مملوکه بالزنا.

کلمات حدیث: قذف : تہمت۔ قاذف : تہمت لگانے والا۔ قذف قذفاً (باب ضرب) کسی پر تہمت لگانا۔ قذف (تہمت زنا) کی سزا اسی کوڑے ہے۔ حد: ایسا جرم جس کی سزا قرآن اور سنت میں مقرر کر دی گئی ہو۔ قرآن اور سنت کی مقرر کردہ سزا۔ جمع حدود.

شرح حدیث: دنیا دار العمل اور آخرت عالم جزا ہے، دنیا میں ہر اچھی بری بات کی جزا اور سزا جاری نہیں ہوسکتی اور نہ کل عدل وانصاف اس دار فانی میں ممکن ہے۔ پورا پورا عدل وانصاف اور ہر بات کی جزا اور سزا کا فیصلہ دار الجزاء میں ہوگا۔ آدمی اپنے زیر دستوں پر زیادتی کرتا ہے جس کی دنیا میں دادرسی نہیں ہوتی لیکن آخرت میں اس شخص پر حد کی سزا جاری ہوگی جو اپنے زیر دست مملوک اور خادم پر نامناسب تہمت لگائے۔ الا یہ کہ وہ اس تہمت میں سچا ہو۔ آخرت میں چھوٹا طاقتور اور کمزور غالب اور مغلوب سب برابر ہو جائیںگے اور سب کو اپنا حساب دینا ہوگا جس کے پاس ذرہ برابر بھی نیک عمل ہوگا اسے اس کا صلہ ضرور ملے گا جس کے نامۂ اعمال میں ایک ذرہ کے برابر بھی برائی ہوگی وہ اس کی بھی سزا پائے گا۔

(فتح الباری : ۵۸۲/۳. شرح صحیح مسلم : ۱۰۹/۱۱. روضة المتقین : ۶۴/۴)

الباب (۲٦٧)

بَابُ تَحْرِيمِ سَبِّ الْأَمْوَاتِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَمَصْلِحَةٍ شَرْعِيَّةٍ

ناحق اور کسی شرعی مصلحت کے بغیر مردے کو برا بھلا کہنا حرام ہے

شرعی مصلحت یہ ہے کہ مرنے والا فاسق یا بدعتی ہے اور اس کی یہ بات بتا کر لوگوں کو متنبہ کرنا کہ وہ اس فسق اور بدعت میں اس کی پیروی نہ کریں۔ اس باب سے متعلق آیات اور احادیث وہی ہیں جو پچھلے باب میں گزر چکی ہیں۔

مردوں کو برا بھلا مت کہو

۱۵٦۴۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاتَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَاقَدَّمُوْا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۵٦۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ انہوں نے جو اعمال کئے ہیں وہ آگے جا چکے ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۵٦۴): صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب ما ينهى عن سب الاموات.

شرح حدیث: جو شخص مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی اور اس کے اعمال بھی عالم آخرت میں پہنچ گئے اب دنیا سے اور دنیا والوں سے اس کا رابطہ اور تعلق بھی منقطع ہے اور اس کا سلسلۂ عمل بھی ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے بغیر کسی مصلحت اور ضرورت شرعی کے کسی مرے ہوئے شخص کو برا کہنا خلاف عقل بھی ہے اور خلاف دین وشریعت بھی۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مردے کو برا کہنا غیبت کے حکم میں ہے۔ اگر زندہ آدمی ایسا ہو جس میں خیر کا پہلو غالب ہو تو اس کی غیبت کرنا حرام ہے اور ممنوع ہے اسی طرح اگر مرنے والا علی العموم خیر پر مرا ہو تو اس کو برا کہنا حرام اور ممنوع ہے لیکن اگر مرنے والا فاسق اور بدعتی تھا تو اس احتیاط کے پیش نظر کہ کہیں کوئی اس کی بدعت اور فسق کو اختیار نہ کرے اس کی اس بات کو بتا دینا درست ہے وہ بھی تدفین سے پہلے بعد تدفین سکوت ہی بہتر ہے۔ بعض روافض کا شیوہ ہے کہ وہ صحابۂ کرام کو برا کہتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ میرے اصحاب میں سے کسی کو برا نہ کہو، اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر دو گے تو اس کا وہ اجر ثواب نہیں ہو سکتا جو ان کے مد یا نصف مد خرچ کرنے کا ہے، نیز ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو انہیں میرے بعد نشانہ (تنقید) نہ بناؤ جو ان سے محبت رکھتا وہ میری محبت کی وجہ سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ میرے بغض کی وجہ سے رکھتا ہے جو انہیں تکلیف پہنچاتا ہے اس نے دراصل مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی قریب ہے کہ اللہ اسے اپنی گرفت میں لے لے گا۔

جملہ صحابۂ کرام کی تعظیم وتکریم ایمان کا حصہ ہے اور ان کے بارے میں کسی طرح کی بھی تنقید درست نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ (فتح الباري : ۱/۸۱٤. روضة المتقين : ٤/٦٦. دليل الفالحين : ٤/٣٥٣)

الباب (۲٦٨)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِيْذَآءِ
کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت

۳٥٦. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''جولوگ بغیر کسی قصور کے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں انہوں نے یقیناً بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔''(الاحزاب:۵۸)

تفسیری نکات: ایذاء مسلم حرام ہے اور جو کسی مسلمان کو ایذاء پہنچاتے ہیں وہ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سروں پر لادتے ہیں۔ (تفسير عثمانی)

حقیقی مسلمان وہ جس کی ایذاء سے دوسرے مسلمان محفوظ رہے

١٥٦٥. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَمَانَهَى اللّٰهُ عَنْهُ.

(۱۵٦۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان کاموں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔

(متفق علیہ)

شرح حدیث: کمال اسلام یہ ہے کہ مسلمان کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے تمام مسلمان محفوظ رہیں اور اس کے کسی فعل یا اس کی کسی بات سے کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ بلکہ اس کا وجود سب کے لیے باعث رحمت اور سراپا خیر ہو۔ اور مہاجر کامل وہ ہے جو صرف اپنا وطن اور اپنا گھر ہی نہیں چھوڑتا بلکہ ہر اس کام کو اور ہر اس بات کو ترک کر دیتا ہے جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب تحریم الظلم میں آچکی ہے۔ (روضة المتقين : ٤/٦٦. دليل الفالحين : ٤/٣٥٤)

جہنم سے نجات کے لیے ایمان کے ساتھ ایذاء مسلم سے بچنا بھی ضروری ہے

١٥٦٦. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ

وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِيْ يُحِبُّ أَنْ يُؤْتٰى إِلَيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَهُوَ بَعْضُ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ سَبَقَ فِيْ بَابِ طَاعَةِ وُلَاةِ الْأُمُوْرِ.

(١٥٦٦) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ جہنم سے دور کر دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو اسے اس حال میں موت آنی چاہئے کہ وہ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ معاملات میں وہ برتاؤ کرتا ہو جو وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہو۔ (مسلم)

یہ ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جو اس سے پہلے "باب طاعۃ ولاۃ الامور" میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث(۱۵۶۶): صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب الامر بالوفاء ببیعة الخلفاء.

کلمات حدیث: يزحزح : دور کر دیا جائے۔قرآن کریم میں ہے: ﴿ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ﴾ (جو جہنم سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا)

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ایمان پر استقامت اور عمل صالح پر مداومت کی تاکید ہے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٣٢﴾ ﴾

"اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔"

اسلام اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری اور اطاعت کا نام ہے اور یہ اطاعت زندگی بھر کا شیوہ ہونی چاہئے کہ اسی حال میں موت آ جائے اور آدمی ایمان اور اسلام پر قائم ہو۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب وجوب طاعۃ ولاۃ الأمر فی غیر معصیۃ میں گزر چکی ہے۔

(روضة المتقين : ٤/٦٦. دليل الفالحين : ٤/٣٥٥)

البَابُ (٢٦٩)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّبَاغُضِ وَالتَّقَاطُعِ وَالتَّدَابُرِ
ایک دوسرے سے بغض رکھنے قطع تعلق کرنے اور منہ پھیر لینے کی ممانعت

۳۵۷. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''سارے مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' (الحجرات: ۱۰)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان کے درمیان معاملات اس طرح ہونے چاہیے جس طرح بھائیوں کے درمیان ہوتے ہیں کہ باہم ایک دوسرے کی راحت کا اہتمام کریں اور ایک دوسرے کے لیے سراپا خیر بن جائیں۔ (تفسیر مظھری)

۳۵۸. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''مؤمنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہیں۔'' (المائدۃ: ۵۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اہل ایمان کا شیوہ ہے کہ وہ باہم بڑے نرم خو اور نرم مزاج ہیں مگر اہل کفر کے سامنے سے سراپا عزم وقوت اور پیکر ہمت واستقلال بنے رہتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

۳۵۹. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔'' (الفتح: ۲۹)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں صحابۂ کرام کی شان بیان کی گئی ہے کہ وہ کافروں کے مقابلہ میں بہت قوی اور مضبوط ہیں جس سے کافروں پر رعب پڑتا ہے اور ان کے کفر وشرک سے نفرت اور بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔ یعنی دین کے معاملہ میں کفار کا مقابلہ قوت اور اولوالعزمی سے کیا جائے لیکن عام معاشرتی زندگی میں ان کے ساتھ احسان اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے اور فرمایا کہ اپنے بھائیوں کے معاملے میں بڑے مہربان اور ان کے سامنے نرمی سے جھکنے والے اور بے حد تواضع سے پیش آنے والے ہیں۔

تین دن سے زیادہ تعلق منقطع رکھنا حرام ہے

۱۵۶۷. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَاتَبَاغَضُوْا، وَلَاتَحَاسَدُوْا وَلَاتَدَابَرُوْا، وَلَاتَقَاطَعُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَاللّٰهِ اِخْوَانًا، وَلَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۵۶۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، باہم حسد نہ کرو اور ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھاؤ اور باہمی تعلق منقطع نہ کرو اور آپس میں سب اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔ اور کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ کے لیے چھوڑ دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۶۷): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما ینهی من التحاسد. صحیح مسلم، کتاب البر، باب النهی عن التحاسد.

کلمات حدیث: لاتباغضوا : آپس میں بغض نہ رکھو۔ تباغض (باب تفاعل) باہم بغض رکھنا۔ بغض : نفرت اور دشمنی۔ لا تحاسدو : باہم حسد نہ کرو۔ حسد کے معنی ہیں کسی کے پاس موجود نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرنا۔ لا تدابروا : آپس میں ایک دوسرے سے پشت پھیر کر نہ جاؤ۔ ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے اعراض اور کنارہ کشی نہ کرو۔ لاتقاطعوا : ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں اہل اسلام کو حکم ہے کہ سب اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر ایمان اتنا عظیم اور مضبوط رشتہ اخوت ہے کہ کوئی بھائی چارہ اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا اس لیے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایک دوسرے کی نفرت وعداوت کو اپنے دل میں جگہ نہ دیں اور نہ ایسے رویے اختیار کریں جو نفرت کو پروان چڑھانے والے اور دشمنی کی آگ کو ہوا دینے والے ہوں۔ باہم ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حسد کسی کے پاس موجود نعمت پر کڑھنا اور اس کے زوال کی تمنا کرنے کو کہتے ہیں جو حرام ہے۔ اور باہم ایک دوسرے سے منہ موڑ کر نہ جاؤ کہ اہل اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر سلامتی بھیجتے ہیں خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں اور تبسم چہرے کے ساتھ ملتے ہیں۔ سامنے سے آتے ہوئے شخص کو دیکھ کر پیٹھ موڑ کر چلے جانا مسلمانوں کا طریقہ نہیں کافروں کا شیوہ ہے۔ اور ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو بلکہ صلہ رحمی کرو اور لوگوں کے حقوق ادا کرو۔

اور سب مسلمان اللہ کے بندے اور اس کے فرماں بردار بن کر آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شفقت ورحمت محبت ومواسات اور معاونت ونصیحت میں ایسے ہو جاؤ جیسے نسبی بھائی ہوتے ہیں۔

اور کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی کو چھوڑے رکھے، یہ تین دن کی اجازت بھی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اسے بندوں کا حال معلوم ہے کہ ان کے قلوب میں تغیر پیدا ہوتا ہے اور ان کے مزاج میں تبدیلی آتی رہتی ہے تاکہ لوگ ان تین دنوں میں جائزہ لے لیں اور صورت حال پر غور کر کے کوئی فیصلہ کر لیں اور اپنے بھائی کے ساتھ صلح کر لیں۔

(فتح الباری : ۱۹۸/۳. شرح صحیح مسلم للنووی : ۹۴/۱۶. تحفة الاحوذی : ۴۶/۶)

پیر اور جمعرات کو قطع تعلق رکھنے والوں کے علاوہ سب کی مغفرت ہو جاتی ہے

١٥٦٨ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الْخَمِیْسِ فَیُغْفَرُ لِکُلِّ عَبْدٍ لَّایُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَیْئًا، اِلَّارَجُلاً کَانَتْ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ اَخِیْهِ شَحْنَآءُ فَیُقَالُ : اَنْظِرُوْ هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا! اَنْظِرُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا!" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ "تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِیْ کُلِّ یَوْمِ خَمِیْسٍ وَاثْنَیْنِ" وَذَکَرَ نَحْوَهٗ .

(١٥٦٨) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو سوائے اس کے جس کے اور کسی مسلمان بھائی کے درمیان دشمنی ہو۔ پس کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دیدی جائے کہ یہ آپس میں صلح کر لیں۔ ان دونوں کو مہلت دیدی جائے یہاں تک کہ یہ آپس میں صلح کر لیں۔ (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ ہر جمعرات اور پیر کو اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اس کے بعد پھر اسی طرح ہے۔

تخریج حدیث (١٥٦٨): صحیح مسلم، کتاب البر، باب ماینهی عن الفحشاء والتهاجر .

کلمات حدیث: شحناء : دشمنی۔ انظروا : مہلت دیدو۔

شرح حدیث: امام باجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت کے دروازے کے کھولے جانے سے مراد اللہ تعالیٰ کا کثرت سے اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنا ہے اور ان کو ثواب جزیل عطا کرنا اور ان کے درجات بلند کرنا ہے اور اس بخشش وعطا اور فضل وکرم سے اللہ کے وہ تمام بندے جو اس پر ایمان رکھتے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے مستفید ہوتے ہیں سوائے اس شخص کے جس کی کسی مسلمان سے دشمنی ہو اور اس کے بارے میں یہ اعلان ہوتا ہے کہ اسے کچھ مہلت دیدی جائے کہ اس عرصے میں یہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ صلح کر لے اور اپنے دل سے اس کی دشمنی ختم کر دے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ١٦/٩٩ . روضة المتقین : ٤/٦٩ . دلیل الفالحین : ٤/٣٥٧)

الباب (۲۷۰)

بَابُ تَحْرِيمِ الْحَسَدِ

حسد حرام ہونے کا بیان

وَهُوَ تَمَنِّيْ زَوَالِ النِّعْمَةِ عَنْ صَاحِبِهَا سَوَآءٌ كَانَتْ نِعْمَةُ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا.

حسد کے معنی ہیں کہ اگر کسی پاس کوئی نعمت ہو خواہ دین کی ہو یا دنیا کی اس کے زوال کی تمنا کرنا۔

۳۶۰. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ أَمْ يَحْسُدُونَ ٱلنَّاسَ عَلَىٰ مَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''کیا وہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس نعمت پر جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے۔'' (النساء: ۵۴)

تفسیری نکات: ارشاد فرمایا کہ کیا یہ یہود رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب پر اللہ کے فضل وکرم اور اسکے انعام کو دیکھ کر حسد میں مرے جاتے ہیں، سو یہ ان کے بے ہودگی ہے کیونکہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے میں کتاب اور علم اور سلطنت عظیم عنایت کی ہے۔ پھر یہ آپ ﷺ کی نبوت پر اور اللہ تعالیٰ کے آپ ﷺ پر فضل وکرم پر کیسے حسد کرتے ہیں اب بھی تو یہ فضل وکرم اور انعام واکرام ابراہیم علیہ السلام ہی کے گھر میں ہے۔

وفِيْهِ حَدِيْثُ اَنَسٍ السَّابِقُ فِي الْبَابِ قَبْلَه .

اس باب میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی وہ حدیث بھی ہے جو اس سے پہلے باب میں گزری ہے۔

حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو

۱۵۶۹ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَاِنَّ الْحَسَدَ يَاكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَاتَاكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ اَوْقَالَ الْعُشْبَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ .

(۱۵۶۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو حسد سے بچو حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح خشک گھاس کو کھا جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (۱۵۶۹): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الحسد .

کلمات حدیث: ایاکم والحسد : حسد سے بچو، حسد سے دور رہو۔ یاکل الحسنات : حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے اور ان کو ضائع کر دیتا ہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں حسد کی برائی اور اس کی تباہ کاری اور اس سے پہنچنے والے نا قابل تلافی نقصان کو مثال کے

ذریعے واضح فرمایا گیا ہے کہ حسد آدمی کی نیکیوں اوراس کے اعمال حسنہ کواس طرح ضائع کر دیتا ہے جس طرح آگ سوکھی ہوئی لکڑی یا سوکھی ہوئی گھاس کوجلا کرخاکستر کر دیتی ہے اور راکھ کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہتا اور پھراس راکھ کو ہوااڑا کر لے جاتی ہے۔

(روضة المتقين : ٤/ ٧٠. دليل الفالحين : ٤/ ٣٥٨)

الباب (۲۷۱)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّجَسُّسِ وَالتَّسَمُّعِ لِكَلَامِ مَنْ تَكْرَهُ اسْتِمَاعَه

تجسس کی ممانعت اوراس آدمی کی بات سننے کی ممانعت جو پسند نہیں کرتا کہ اس کی بات سنی جائے

۳۶۱. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَلَا تَجَسَّسُوا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جاسوسی نہ کرو۔'' (الحجرات:۱۲)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ لوگوں کے معاملات کی کھود کرید میں نہ لگو اور نہ ان کے عیوب تلاش کرو اور نہ ان کی پوشیدہ باتیں معلوم کرنے کے درپے ہو جاؤ۔ (تفسیر مظھری)

مسلمان مردوں اور عورتوں پر الزام تراشی حرام ہے

۳۶۲. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور وہ لوگ جو مؤمن مردوں اور عورتوں کو بلاقصور ایذا دیتے ہیں تحقیق انہوں نے بھاری بوجھ اٹھایا اور بہتان باندھا۔''

(الاحزاب:۵۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بغیر اس کے کہ ان کا کوئی قصور ہو ایذاء نہ دو اور تکلیف نہ پہنچاؤ۔ کہ مسلمان کو ایذاء دینا اور اسے تکلیف پہنچانا حرام ہے۔ (تفسیر عثمانی)

دل کی تمام بیماریوں سے بچنے کی تاکید

۱۵۷۰. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ''اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ، وَلَا تَحَسَّسُوْا، وَلَاتَجَسَّسُوْا وَلَاتَنَافَسُوْا، وَلَاتَحَاسَدُوْا وَلَاتَبَاغَضُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا كَمَا اَمَرَكُمْ. اَلْمُسْلِمُ اَخُوالْمُسْلِمِ : لَايَظْلِمُهٗ وَلَايَخْذُلُهٗ وَلَايَحْقِرُهٗ التَّقْوٰى هٰهُنَا، التَّقْوٰى هٰهُنَا'' وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ : دَمُهٗ، وَعِرْضُهٗ، وَمَالُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَايَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَادِكُمْ، وَلَااِلٰى صُوَرِكُمْ،

وَاَعْمَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَسَّسُوْا، وَلَا تَجَسَّسُوْا، وَلَاتَنَاجَشُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَاللّٰهِ اِخْوَانًا" وَفِيْ رِوَايَةٍ، لَاتَقَاطَعُوْ، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَاللّٰهِ اِخْوَاناً ." وَفِيْ رِوَايَةٍ : وَلَا تَهَاجَرُوْا وَلَايَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

بِكُلِّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ اَكْثَرَهَا .

(١٥٧٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی کرنا سب سے بڑا جھوٹ ہے اور کسی کے عیبوں کی ٹوہ نہ لگاؤ اور نہ جاسوسی کرو اور نہ دوسرے کا حق غصب کرنے کی حرص کرو اور نہ حسد کرو اور نہ باہمی نفرت رکھو اور نہ منہ موڑ کر جاؤ۔ سب اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ جیسا کہ تمہیں حکم دیا ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو رسوا کرتا ہے اور نہ اس کو حقیر گردانتا ہے تقویٰ یہاں ہے تقویٰ یہاں ہے۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ آدمی کے شر کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کی جان اس کا مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ باہم حسد نہ کرو ایک دوسرے سے بغض نہ کرو نہ جاسوسی کرو نہ عیبوں کی تلاش میں لگے رہو۔ اور نہ گرانی پیدا کرنے کے لیے چیزوں کی قیمتیں بڑھاؤ اور سب اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھاؤ نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ حسد کرو اور سب اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ ایک دوسرے کو نہ چھوڑو اور نہ ایک دوسرے کی بیع پر بیع کرو۔

مسلم نے یہ تمام روایات بیان کی ہیں اور بخاری نے اس میں سے اکثر کو ذکر کیا ہے۔

تخریج حدیث (١٥٧٠): صحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم ظلم المسلم وخذله . صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لا يخطب على خطبة أخيه .

کلمات حدیث: لا تحسسوا : جاسوسی نہ کرو۔ تحسس (باب تفعل) جاسوسی کرنا۔ لاتجسسوا : لوگوں کے عیوب کی ٹوہ میں نہ لگو۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں کے عیوب نہ تلاش کرو۔ نجش کے معنی ہیں بغیر اس کے کہ خریدنے کا ارادہ ہو چیز کی قیمت زیادہ لگانا تاکہ دوسرے دھوکہ کھا کر زیادہ میں لے لیں۔

شرح حدیث: کسی کے بارے میں بلا جواز اور بغیر تحقیق کے کوئی برا گمان قائم کر لینا گناہ ہے کیونکہ بلا دلیل برا گمان قائم کر لینا سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غلط گمان کو اکذب الحدیث کہنے کی وجہ یہ ہے کہ کسی بارے میں غلط اور غیر صحیح گمان قائم کرنا اور پھر اس پر یقین کر لینا جھوٹ پر یقین کرنا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا کہ نہ کسی کی جاسوسی کرو اور نہ کسی کے عیبوں کی تلاش میں لگو اور نہ ایک دوسرے کے ساتھ منافست کرو۔ امام نوری رحمہ

اللہ نے فرمایا کہ تنافس اور منافست کے معنی ہیں باہم چھین جھپٹ کرنا اور دوسروں کے پاس موجود اچھی چیزوں کی رغبت اور خواہش کرنا۔
اور فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اسے نہ ذلیل ورسوا کرے اور نہ اس کی تحقیر کرے۔ تقویٰ کا مرکز آدمی کا دل ہے اور اللہ کے یہاں اعمال اور نیتیں دیکھی جاتی ہیں۔ (فتح الباری : ۲/۱۰۱۰. شرح صحيح مسلم للنووی : ۹۷/۱٦)

عیب جوئی سے لوگوں میں فساد پیدا ہوگا

۱۵۷۱. وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّکَ اِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ اَفْسَدْتَهُمْ اَوْ كِدْتَ اَنْ تُفْسِدَهُمْ، حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۱۵۷۱) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تو مسلمانوں کے عیبوں کی تلاش میں رہے گا تو ان کے اندر فساد پیدا کر دے گا یا قریب ہے کہ تو ان کے اندر فساد پیدا کر دے۔
(یہ حدیث صحیح ہے اور ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۱۵۷۱): صحيح سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب النهی عن التجسس .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فرمایا کہ لوگوں کے عیوب تلاش کرنا، ان کے رازوں کو معلوم کرنا اور ان کی مخفی باتوں کی جستجو میں رہنا ایک اخلاقی اور معاشرتی برائی ہے جس سے معاشرے میں فساد پھیلتا ہے اور سب لوگ ایک دوسرے کی ٹوہ میں لگ جاتے ہیں اور ان کے عیوب اچھالتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بر سر منبر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے بآواز بلند ارشاد فرمایا کہ اے لوگو جو زبان سے تو اسلام لائے ہو مگر اسلام ابھی تک دلوں میں جاگزیں نہیں ہوا مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچاؤ، ان کو عیب نہ لگاؤ اور ان کی پوشیدہ باتوں کی جستجو میں نہ لگو کیونکہ جو کسی مسلمان کی پوشیدہ باتوں کی جستجو میں لگے تو اللہ بھی اسکے عیوب ظاہر فرمادے گا اور جب اللہ اس کے عیوب ظاہر فرمائے گا تو وہ رسوا ہو جائے گا اگر چہ اپنے کجاوے میں بیٹھا ہوا ہو۔

ایک روز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر کعبۃ اللہ پر پڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو کس قدر عظیم ہے اور تیری حرمت کس قدر زیادہ ہے لیکن ایک مؤمن کی حرمت اللہ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ ہے۔

(روضة المتقين : ٤/٧٤. دليل الفالحين : ٤/٣٦٢)

رسول اللہ ﷺ نے عیب جوئی سے منع فرمایا

۱۵۷۲. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ اُتِيَ بِرَجُلٍ فَقِيْلَ لَهٗ : هٰذَا فُلَانٌ تَقْطُرُ لِحْيَتُهٗ خَمْرًا

فَقَالَ إِنَّا قَدْ نُهِيْنَا عَنِ التَّجَسُّسِ، وَلٰكِنْ إِنْ يَظْهَرْ لَنَا شَيْءٌ نَأْخُذْ بِهِ، حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

(۱۵۷۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ اس کے ڈاڑھی سے شراب کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں ٹوہ لگا کر عیب تلاش کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر ہمارے سامنے کوئی واضح بات آئے گی تو ہم اسپر مؤاخذہ کرینگے۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس کو ابوداؤد نے بسند صحیح بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق روایت)

تخریج حدیث (۱۵۷۲): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب النهی عن التجسس.

کلمات حدیث: نهينا عن التحسس : ہمیں جاسوسی سے منع کیا گیا ہے۔ ان يظهر لنا شئ نأخذبه : ہمارے سامنے کوئی بات کھل کر آئے گی تو ہم اس پر گرفت کرینگے۔ یعنی جرم کا ثبوت موجود ہونے پر اس پر گرفت کی جائے گی۔

شرح حدیث: یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جاسوسی سے اور لوگوں کے عیوب تلاش کرنے سے منع فرمایا ہے اس لیے جب تک کسی جرم کا واضح ثبوت موجود نہ ہو اس پر حد یا تعزیز کی سزا نہیں دی جائے گی۔

(روضة المتقين : ٤/٧٤. دليل الفالحين : ٤/٣٦٢)

الباب (۲۷۲)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ سُوْءِ الظَّنِّ بِالْمُسْلِمِيْنَ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ

بلاضرورت مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی کی ممانعت

۳۶۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱجْتَنِبُوا۟ كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اے ایمان والو بہت زیادہ بدگمانی سے بچو کہ بے شک بہت سے گمان گناہ ہیں۔'' (الحجرات: ۱۲)

تفسیری نکات: آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے سوء ظن سے اجتناب کرنے کا حکم فرمایا ہے یعنی اہل واقارب کسی بھی مسلمان کے بارے میں کسی عیب یا بری بات کا گمان کیا جائے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہر وہ ظن جس کی کوئی دلیل اور ظاہری علامت موجود نہ ہو وہ حرام ہے اور اس سے اجتناب لازم ہے۔ (تفسیر عثمانی)

بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے

۱۵۷۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۱۵۷۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۷۳): صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لا يخطب على خطبة اخيه حتى ينكح أو يدع. صحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم الظلم وخذله.

شرح حدیث: مسلمان کے بارے میں بدگمانی گناہ اور سب سے بڑی جھوٹ بات ہے کہ اس بات کو ایسی بات کا گمان کر لیا جو فی الواقع موجود نہیں ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ہر مسلمان کے بارے میں اچھا گمان کرنا چاہئے اور جب تک اس کے برعکس ہونے کا کوئی ثبوت موجود نہ ہو کسی مسلمان کے بارے میں برا گمان نہ کرنا چاہئے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

(روضة المتقين: ٤/٧٥. دليل الفالحين: ٤/٣٦٣)

الباب (۲۷۳)

بَابُ تَحْرِيمِ احْتِقَارِ الْمُسْلِمِينَ
مسلمان کی تحقیر کی حرمت

برے لقب سے پکارنے کی ممانعت

۳۶۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُوا۟ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا۟ بِٱلْأَلْقَـٰبِ بِئْسَ ٱلِٱسْمُ ٱلْفُسُوقُ بَعْدَ ٱلْإِيمَـٰنِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّـٰلِمُونَ ﴿١١﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اے ایمان والو! تم میں سے کوئی قوم دوسری قوم کے ساتھ تمسخر نہ کرے ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ کوئی عورت دوسری عورت سے تمسخر کرے ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور طعنہ مت دو اور دوسرے کو برے لقب سے مت پکارو گناہ والا نام ایمان کے بعد بہت برا ہے جس نے توبہ نہ کی پس وہی ظالم ہیں۔'' (الحجرات: ۱۱)

تفسیری نکات: پہلی آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ایک جماعت دوسری جماعت کا مذاق نہ اڑائے اور اس کا استہزاء نہ کرے نہ دوسرے پر کوئی طعنہ زنی کرے اور نہ کسی کو ایسے لقب سے یاد کرے جس کو وہ برا مانے اور اس سے اس کی توہین ہوتی ہو۔ یہ تین باتیں ہیں جن کی اس آیت مبارکہ میں ممانعت کی گئی ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی شخص کی تحقیر اور توہین کے لیے اس کے عیب کو اس طرح ذکر کرنا جس سے لوگ ہنسنے لگیں اس کو تمسخر اور استہزاء کہا جاتا ہے اور یہ جس طرح زبان سے ہوتا ہے اسی طرح حرکات سے بھی ہوتا ہے اور نقل اتارنے اور اشارے سے بھی ہوتا ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ کسی کے سامنے کسی کا اس انداز سے ذکر کرنا کہ سننے والے ہنس پڑیں تمسخر اور استہزاء ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے جسم اور ان کی صورتوں کو نہیں دیکھتے بلکہ ان کے دلوں اور ان کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے ظاہری اعمال اور ظاہری حالت پر اس کا مذاق اڑانا درست نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ اس کا عملی قلب اور اس کی باطنی کیفیت عند اللہ مقبول ہو۔

لمز کے معنی کسی میں عیب نکالنے اور اس کے عیب پر اسے طعنہ دینے کے ہیں۔ علماء نے فرمایا ہے کہ آدمی کی سعادت اور خوش نصیبی یہ ہے کہ اپنے عیوب پر نظر کرے اور ان کی اصلاح کی فکر میں لگا رہے، جو ایسا کرنے گا اسے دوسروں کے عیوب کی جستجو اور ان کے ذکر کرنے کی فرصت ہی نہ رہے گی۔

تیسری بات جس سے اس آیت میں منع فرمایا گیا ہے وہ کسی کو برے لقب سے پکارنا ہے، ایسا لقب کہ اگر وہ سنے تو اسے برا معلوم ہوا جیسے کسی کو لنگڑا کہنا۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کا حق دوسرے مؤمن پر یہ ہے اس کو ایسے نام ولقب سے یاد کرے جو اسے پسند ہے۔

سبحان اللہ کیسی بیش بہا ہدایات ہیں آج اگر مسلمان سمجھیں تو ان کے تمدنی امراض اور معاشرتی بیماریوں کا علاج اسی سورۃ الحجرات میں بیان ہوا ہے۔ (تفسیر عثمانی، معارف القرآن)

٣٦٥. وَقَالَ تَعَالىٰ:

﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝١ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''ہر طعنہ دینے والے عیب جو کے لیے ہلاکت ہے۔'' (الہمزۃ: ۱)

تفسیری نکات: دوسری آیت کریمہ ''سورۂ ہمزہ'' کی پہلی آیت ہے اس سورۂ مبارکہ میں بھی تین بہت بڑے گناہوں پر سخت وعید اور عذاب شدید بیان ہوا ہے۔ وہ تین گناہ یہ ہیں ھمز لمز اور جمع مال۔ ھمز کے معنی کسی کی غیر موجودگی میں اس کے عیوب بیان کرنا اور لمز کے معنی آمنے سامنے طعنے دینے کے ہیں۔ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ ہلاکت اور تباہی ہے اس شخص کے لیے جو طعنہ دیتا اور لوگوں کے عیب جوئی کرتا ہے۔ (دليل الفالحين ٤/ ٣٦٥)

کسی کی حقارت بڑا گناہ ہے

١٥٧٤. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَقَدْ سَبَقَ قَرِيْبًا بِطُوْلِهِ.

(۱۵۷۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ (مسلم)

اس سے قبل یہ حدیث مفصل بیان ہو چکی ہے۔

تخریج حدیث (۱۵۷۴): صحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم المسلم وخذلهٔ.

شرح حدیث: انسان تمام آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے اس لیے کسی بھی انسان کی تحقیر کرنا یا اس کو کم تر سمجھنا غیر معقول بات ہے اور خاص طور پر مسلمان جو باہم ایک مضبوط رشتۂ اُخوت ومودت میں جڑے ہوئے ہیں ان کے لیے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کی تحقیر کریں یا اسے کم تر سمجھیں۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب النہی عن التجسس میں گزر چکی ہے۔ (دليل الفالحين: ٤/ ٣٦٥)

تکبر کی تعریف

۱۵۷۵. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ : إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُه' حَسَنًا، وَنَعْلُه' حَسَنَةً فَقَالَ : "إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ : اَلْكِبْرُ بَطَرُالْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَمَعْنىٰ "بَطَرُالْحَقِّ" دَفْعُه' .

"وَغَمْطُهُمْ" : اِحْتِقَارُهُمْ .

وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُه' اَوْضَحَ مِنْ هٰذَا فِيْ بَابِ الْكِبْرِ .

(۱۵۷۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کسی آدمی کو اچھا کپڑا پہننا اور اچھا جوتا پہننا پسند ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر کے معنی ہیں حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔ (مسلم)

بطر الحق کے معنی ہیں حق سے گریز کرنا اور اسے رد کرنا۔ اور غمطہم کے معنی ہیں لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

اس حدیث کا مفصل بیان اس سے پہلے باب الکبر میں آچکا ہے۔

تخریج حدیث (۱۵۷۵): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب تحريم الكبر وبيانه .

شرح حدیث: خوش لباس اور خوش وضع ہونا تکبر نہیں ہے۔ تکبر یہ ہے کہ آدمی کے حق بات کو رد کرے اور اس کو قبول کرنے سے گریز کرے اور دوسرے انسانوں کو حقیر سمجھے، یعنی اعراض عن الحق اور دوسروں کو حقیر سمجھنا تکبر ہے۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب تحریم الکبر والاعجاب میں آچکی ہے۔ (دليل الفالحين : ٤/ ٣٦٥. روضة المتقين : ٤/ ٧٧)

حقارت کرنے والے کا عمل برباد ہو جاتا ہے

۱۵۷۶. وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ رَجُلٌ وَاللّٰهِ لَايَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ. فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : مَنْ ذَالَّذِيْ يَتَأَلّٰي عَلَيَّ اَنْ لَااَغْفِرَ لِفُلَانٍ اِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَه'، وَاَحْبَطْتُ عَمَلَكَ" . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۵۷۶) حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ اللہ فلاں آدمی کی مغفرت نہیں کرے گا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ کون ہے جو مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں شخص کو نہیں بخشوں گا۔ میں نے

اسے معاف کر دیا اور تیرے عمل برباد کر دیئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۵۷۶): صحیح مسلم، کتاب البر، باب النهی عن تقنیط الانسان من رحمة اللّٰه.

کلمات حدیث: یتالی : قسم اٹھانے۔ أحبطت عملك : میں تیرا عمل برباد کر دیا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ ملتوں میں سے کسی ملت کے کسی شخص کا ذکر فرمایا کہ اس نے کہا کہ فلاں شخص کو اللہ معاف نہیں کرے گا گویا اس نے قضاء وقدر سے تجاوز کیا اور علم غیب کا ادعاء کیا اور مشیت الٰہی میں دخل دیا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے تم میں سے ایک شخص جنت کے کام کرتا رہتا ہے اور جب اس کے اور جنت کے درمیان گز بھر فاصلہ رہ جاتا ہے تو لکھا ہوا (تقدیر) غالب آ جاتا ہے اور وہ کوئی ایسا کام کر لیتا ہے جو جہنم میں لے جانے والا ہوتا ہے تو وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی اہل جہنم کے عمل کرتا رہتا ہے اور جب اس میں اور جہنم میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو تقدیر غالب آ جاتی ہے اور وہ کوئی اہل جنت کا عمل کر کے جنت میں پہنچ جاتا ہے

علم غیب کا دعوی اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بتایا ہی نہیں ہے کہ کون جنت میں جائے گا اور کون جہنم میں جائے گا بلکہ فرمایا ہے کہ:

﴿ عَـٰلِمُ ٱلْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِۦٓ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ ﴾

''وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا۔''

اسی طرح مشیت الٰہی میں دخل دینے کا کسی کو اختیار نہیں ہے کہ فرمایا ہے:

﴿ يُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَن يَشَآءُ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤٠﴾ ﴾

''جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کون ہے جو اس کی طرف سے یہ دعوی کرے کہ وہ فلاں کو معاف نہیں کرے گا۔ جا میں نے اس کو معاف کر دیا اور تیرا عمل ضائع کر دیا۔ یعنی جس عمل پر تجھے غرور تھا اور جس نیکی کے نشہ میں تو کہہ رہا تھا کہ اللہ فلاں کو معاف نہیں کرے گا اس عمل کی یہاں کوئی جزا اور ثواب نہیں ہے کہ نیک عمل پر تکبر نے اس کا ثواب ضائع کر دیا۔ (شرح صحیح مسلم للنووی : ١٦/١٤٣)

الباب (۲۷۴)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِظْهَارِ الشَّمَاتَةِ بِالْمُسْلِمِ
مسلمان کی تکلیف پر خوش ہونے کی ممانعت

۳۶۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ .

﴿ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''مؤمن سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' (الحجرات: ۱۰)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ اہل ایمان اس تعلق ایمان واسلام اور اس روحانی اور معنوی تعلق کی اساس پر آپس میں بھائی بھائی ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ رشتہ ایمان نسبی تعلق سے بہت زیادہ مضبوط اور پیوست ہونے کی بنا پر یہ اخوت نسبی بھائی چارہ پر فائق ہے۔

(تفسیر عثمانی، معارف القرآن)

بے حیائی کی اشاعت بڑا گناہ ہے

۳۶۷. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْـَٔاخِرَةِ ﴾

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''بے شک وہ لوگ جو اہل ایمان کے اندر بے حیائی کے پھیلانے کو پسند کرتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔'' (النور: ۱۹)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ کسی مؤمن کے بارے میں کسی بری بات کی اشاعت کرنا اور اسے لوگوں میں پھیلانا ایک سنگین جرم ہے۔ قرآن کریم نے برائی کی خبر بیان کرنے کی اجازت صرف اس صورت میں دی ہے جو وہ ثابت ہو چکی ہو اور محقق ہو چکی ہو بغیر تحقیق وثبوت برائیوں کا پھیلانا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ (معارف القرآن)

کسی مسلمان کی مصیبت پر خوشی کا اظہار کرنا گناہ ہے

۱۵۷۷. وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''لَاتُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

وَفِي الْبَابِ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ السَّابِقُ فِيْ بَابِ التَّجَسُّسِ : ''كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ'' اَلْحَدِيْثُ .

(۱۵۷۷) حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی تکلیف پر خوشی کا اظہار نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ اس پر رحم فرمائے اور تمہیں مبتلا کر دے۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اور اس موضوع سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث کہ مسلمان پر مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو حرام ہے باب التجسس میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث (۱۵۷۷): الجامع للترمذی، ابواب صفة القيامة، باب لا تظهر الشماتة لا خيك فيعا فيه الله و يبتليك.

کلمات حدیث: الشماتة : کسی کی تکلیف پر خوش ہونا۔

شرح حدیث: مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اس اخوت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان دکھ اور تکلیف میں ہے تو دوسرے مسلمان کو بھی اس پر دکھ اور رنج ہو اور اس کی کوشش ہو کہ جس طرح بھی ہو اس کی تکلیف دور کرے، اور اسے اس دکھ سے نجات دلا دے۔ اس کے برعکس کسی کے دکھ اور تکلیف پر خوش ہونا بد اخلاقی قساوت قلبی اور سنگدلی ہے، جس کی سزا اللہ کی طرف سے یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مبتلائے مصیبت کو عافیت عطا فرما دے اور اس کی تکلیف پر خوش ہونے والے کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے۔

(تحفة الاحوذی : ۲۵۲/۷)

الباب (۲۷۵)

بَابُ تَحْرِيمِ الطَّعْنِ فِي الْأَنْسَابِ الثَّابِتَةِ فِي ظَاهِرِ الشَّرْعِ
شرعاً ثابت شدہ نسب پر طعن کرنے کی حرمت

۳۶۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿۵۸﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بے قصور تکلیف پہنچاتے ہیں یقیناً انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔''

(الاحزاب:۵۸)

تفسیری نکات: آیت مبارکہ میں عام مؤمنین کو ایذاء پہنچانے سے منع فرمایا گیا خواہ یہ ایذاء جسمانی ہو یا روحانی اور اخلاقی۔ غرض کسی مسلمان کو بغیر کسی شرعی ثبوت اور بغیر کسی قانونی استحقاق کے تکلیف پہنچانا ممنوع ہے اور حرام ہے۔ (معارف القرآن)

کفر تک پہنچانے والی باتیں

۱۵۷۸. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ .'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۵۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں دو باتیں ایسی ہیں جو کفر کا سبب بنتی ہیں۔ نسب پر طعن اور میت پر نوحہ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۵۷۸): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اطلاق اسم الکفر علی الطعن .

کلمات حدیث: نیاحة : مرنے والے پر چیخ کر اور چلا کر رونا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ دو بہت بری خصلتیں ہیں جو لوگوں میں موجود ہیں اور کفر کی طرف لے جانے والی ہیں، ایک نسب پر طعن کرنا اور دوسرے نوحہ کرنا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت کی دو عادتیں ہیں ایک نسب پر طعن اور دوسرے نوحہ۔ یعنی یہ دونوں باتیں جاہلیت کے اعمال اور کافرانہ عادات ہیں۔

نسب میں طعنہ زنی کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو اس کی تحقیر اور توہین کی نیت سے کہا جائے کہ تیرا باپ فلاں کام کرتا ہے اور تیری ماں ایسی ہے یا تو جولاہا یا لوہار ہے۔ یعنی پیشوں کی بنا پر کسی کو حقیر سمجھنا بھی طعن فی النسب میں آتا ہے۔ نوحہ اور ماتم کا مطلب یہ ہے کہ مرنے والے پر چیخ کر اور چلا کر رونا اور واویلا کرنا۔ (شرح صحیح مسلم للنووی : ۲/۵۰. روضة المتقین : ۴/۷۹)

البَابُ (۲۷۶)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْغِشِّ وَالْخِدَاعِ

دھوکہ اور فریب کی ممانعت

۳۶۹. قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ :

﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿۵۸﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر قصور تکلیف دیتے ہیں انہوں نے یقیناً بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔''

(الاحزاب:۵۸)

تفسیری نکات: آیت کریمہ عام ہے اور وسیع معانی پر مشتمل ہے۔ مقصود یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کو کسی طرح ایذاء اور تکلیف پہنچانا منع ہے خواہ یہ ایذاء جسمانی ہو یا روحانی، مالی ہو یا اخلاقی دینی ہو یا دنیاوی۔ اس اعتبار سے مسلمان کو دھوکہ دینا اور اس کے ساتھ فریب کرنا اسے ایذاء پہنچانا ہے حرام ہے۔ (تفسیر مظهری)

دھوکہ باز ہم میں سے نہیں

۱۵۷۹. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَفِیْ رِوَايَةٍ لَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِيْهَا فَنَالَتْ اَصَابِعُهٗ بَلَلاً. فَقَالَ : "مَاهٰذَا يَاصَاحِبَ الطَّعَامِ؟" قَالَ اَصَابَتْهُ السَّمَآءُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ : قَالَ : "اَفَلاَ جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ! مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا .

(۱۵۷۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں اور جو ہمیں دھوکہ اور فریب دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غلے کا ڈھیر دیکھا تو آپ ﷺ نے اس میں ہاتھ ڈالا تو آپ ﷺ کی انگلیوں کو تری محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے غلے والے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ بارش سے نمی آ گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے بھیگے ہوئے حصے کو اوپر کیوں نہ کر دیا تا کہ لوگ دیکھ لیں۔ جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

تخریج حدیث(۱۵۷۹): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من غشنا فلیس منا .

کلمات حدیث: حمل علینا السلاح : ہم پر ہتھیار اٹھائے ۔یعنی مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی۔ فلیس منا : ہم میں سے نہیں یعنی ہمارے طریقہ پر نہیں ہے۔ غشنا : جس نے ہمیں دھوکہ دیا۔ غش غشا (باب نصر) دھوکہ دینا۔ غش : دھوکہ فریب، خیانت۔ غاش : دھوکہ دینے والا۔ صبرۃ : غلہ کا ڈھیر۔

شرح حدیث: امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس نے مسلمانوں کے قتال کے لیے ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے ہم سے لڑنے کے لیے ہتھیار اٹھائے، اور آپ ﷺ کی مراد آپ ﷺ کی اپنی ذات اور مسلمان ہیں صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہتھیار اٹھانے والا تو کافر ہی ہے اور اس صورت میں ہم میں سے نہیں ہے سے مراد یہی ہے کہ کافر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص مسلمانوں کے قتال کو بغیر کسی تأویل کے حلال سمجھتے ہوئے ان کے خلاف ہتھیار اٹھائے تو وہ بھی کافر ہے اور اگر کسی تاویل کے ساتھ قتال کرے تو مرتکب کبیرہ ہے۔ اور اہل حق کا مسلک یہ ہے کہ شرک کے علاوہ کسی بھی شخص کو جو کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو کافر قرار نہیں دیا جائے گا اس اعتبار سے لیس منا (ہم میں سے نہیں ہے) کے معنی ہوں گے کہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے یا ایسا کرنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا طریقہ ایک دوسرے پر رحم کرنا اور ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ قطع تعلق اور قتال باہم مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے۔

اسی طرح دھوکہ دینا اور فریب کرنا مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے اپنے سامان کا عیب چھپائے کہ اگر اسے علم ہو جائے تو وہ اسے نہ خریدے۔

بہر حال اشیاء فروخت کے کسی عیب کو چھپانا، اس میں ملاوٹ کرنا یا خریدار کو کسی طرح دھوکہ دینا حرام اور گناہ ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ۹۳/۲. تحفة الاحوذی : ٦٢١/٤)

نجش کی ممانعت

۱۵۸۰ . وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَاتَنَاجَشُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۵۸۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خریدنے کی نیت کے بغیر بولی میں اضافہ نہ کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۵۸۰): صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب النجش . صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب النهی عن النجش .

کلمات حدیث: لاتناجشوا : نجش نہ کرو۔ نجش کے معنی ہیں کہ کوئی آدمی خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور وہ کسی چیز کی قیمت زیادہ لگاتا کہ دوسرا آدمی دھوکہ میں آ کر اس کو خرید لے۔ اس آدمی کو جو اس طرح قیمت بڑھاتا ہے ناجش کہتے ہیں اور یہ فروخت کنندہ ہی کا

آدمی ہوتا ہے، جو اس کی طرف سے اپنے آپ کو خریدار ظاہر کر کے قیمت بڑھاتا ہے۔

شرح حدیث: تناجش (یعنی خریدار بن کر اشیاء کی قیمت بڑھانا) دھوکہ ہے اور حرام ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خداع یعنی دھوکہ باطل ہے اور حرام ہے۔ عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ ناجش خائن اور سود خوار ہے۔

(فتح الباري : ١/١١١٢. شرح صحيح مسلم للنووي : ١٠/١٣٨)

دھوکہ دینے کے لیے ایجنٹ بننا بڑا گناہ ہے

١٥٨١. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ النَّجْشِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٥٨١) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نجش سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١٥٨١): صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب النجش. صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب النهي عن النجش.

شرح حدیث: کسی کی خریدنے کی نیت نہ ہو اور اس کے باوجود وہ کسی شئے کی قیمت بڑھا کے بتائے تا کہ دوسرا خریدار دھوکہ کھا کر اسے زیادہ قیمت میں خرید لے تو یہ حرام اور گناہ ہے کہ یہ بھی دھوکہ اور فریب ہے اور کسی مسلمان کو دھوکہ دینا گناہ ہے اور حرام ہے۔

(فتح الباري : ١/١١١٢. شرح صحيح مسلم : ١٠/١٣٨)

دھوکہ کھانے کا اندیشہ ہو تو خیارِ شرط رکھے

١٥٨٢. وَعَنْهُ قَالَ : ذَكَرَ رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ بَايَعْتَ فَقُلْ لَاخِلَابَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلْخِلَابَةُ" بِخَاءٍ مُعْجَمَةٍ مَكْسُوْرَةٍ وَبَاءٍ مُوَحَّدَةٍ وَهِيَ الْخَدِيْعَةُ.

(١٥٨٢) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ ان کے ساتھ خرید و فروخت میں دھوکہ کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ساتھ تم خرید و فروخت کا معاملہ کرو اس سے کہہ دیا کرو کہ لاخلابة یعنی کوئی دھوکہ بازی نہیں ہونی چاہئے۔ (متفق علیہ)

حلابة کے معنی خدیعہ کے ہیں یعنی دھوکہ۔

تخریج حدیث (١٥٨٢): صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب ما يكره من الخداع. صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب من يخدع في البيوع.

کلمات حدیث: یخدع : دھوکہ دیا جاتا ہے۔ خداع : دھوکہ دینا۔ اور خدیعہ۔ دھوکہ۔ خلابۃ : دھوکہ۔ خلابۃ کا لفظ خلب سے بنا ہے جس کے معنی اچکنے اور دبوچنے کے ہیں، دھوکہ دے کر اچانک نقصان پہنچا دینا خلابۃ ہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ایک شخص کا ذکر ہے۔ روایات میں اختلاف ہے کہ یہ صاحب حبان بن منقذ یا ان کے والد منقذ بن عمرو میں سے کون ہیں؟ حبان بن منقذ بن عمرو بن عطیہ صحابی رسول ہیں منقذ بن عمرو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں شریک تھے کہ ان کے دماغ میں ایسی چوٹ آئے کہ زبان میں سقم اور عقل میں فتور پیدا ہو گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ انہیں یہ چوٹ اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں لگی تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت چار مقامات پر ذکر فرمائی ہے سب جگہ ان رجلا کے الفاظ ہیں۔ جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب التاریخ الکبیر میں تصریح کی ہے کہ صاحب واقعہ منقذ بن عمرو ہیں۔

قرآن وسنت میں متعدد مقامات پر دھوکہ اور فریب کی ممانعت وارد ہوئی ہے اور کسی دوسرے کو کسی طرح کا نقصان پہنچانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ زیر نظر حدیث میں ''لاخلابۃ'' کہنے کا حکم اس لیے ہے تا کہ فروخت کنندہ کو تنبیہ ہو جائے کہ یہ شخص خرید وفروخت کے معاملے میں کمزور ہے اور اس کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کا معاملہ کرنا چاہئے تا کہ اسے کسی طرح کا نقصان نہ ہو بلکہ اسے یہ اختیار حاصل ہو جائے کہ اگر بعد میں اسے کسی فریب یا دھوکہ پر تنبیہ ہو تو وہ اس معاملے کو ختم کر دے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صاحب واقعہ کو لاخلابۃ کہنے کے ساتھ تین دن کا اختیار عطا فرما دیا تھا کہ وہ ان تین دنوں میں اس معاملہ پر نظر ثانی کر کے اسے برقرار رکھ سکتے یا ختم کر سکتے ہیں۔ اسی حدیث کے ذیل میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ کیا معاملہ خرید وفروخت میں دھوکہ ہونا خیار (اختیار) کا سبب بنتا ہے یا نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خرید وفروخت میں دھوکہ ہو جانا یہ اختیار نہیں دیتا کہ فریقین میں سے کوئی معاملہ کو ختم کر دے جبکہ اس حدیث کے پیش نظر بغداد کے بعض مالکی فقہاء نے کہا ہے کہ فریقین کو یہ اختیار حاصل ہے۔

(فتح الباری : ۱/ ۱۰۰٤. شرح صحیح مسلم : ۱۰/۱۵۱.

حدیث خلابہ اور فقہی اجتہادات (ڈاکٹر ساجد الرحمن صدیقی) منہاج جولائی ۸۸ء)

کسی کی بیوی کو ورغلانا بڑا گناہ ہے

۱۵۸۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''مَنْ خَبَّبَ زَوْجَةَ امْرِئٍ، اَوْمَمْلُوْكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا'' رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ .

''خَبَّبَ بِخَآءٍ مُعْجَمَةٍ ثُمَّ بَآءٍ مُوَحَّدَةٍ مُكَرَّرَةٍ : اَیْ اَفْسَدَهٗ وَخَدَعَهٗ .

(۱۵۸۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی کی بیوی یا اس کے غلام کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

خبب کے معنی ہیں فساد ڈالا اور دھوکہ دیا۔

تخریج حدیث(۱۵۸۳): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب من خبب مملو کا علی مولاه .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فرمایا کہ جس نے میاں بیوی کے درمیان نفرت واختلاف کا بیج بویا اور بیوی کو شوہر کی نافرمانی پر ابھارا اور ان کی معاشرتی زندگی میں فساد ڈالا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

امام ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب شارع علیہ السلام نے عورت کے پیغام پر پیغام دینے سے منع فرمایا ہے۔تو کسی بیوی کو شوہر کے برخلاف بھڑکانا تو اس سے کہیں زیادہ سنگین جرم ہے بلکہ میرے نزدیک تو یہ اکبر کبائر ہے اور اس کا گناہ بدکاری سے بھی زیادہ ہے۔ (روضة المتقين : ٤/ ٨٤۔ دليل الفالحين : ٤/ ٣٧٢)

البَابُ (۲۷۷)

بَابُ تَحْرِيْمِ الْغَدْرِ
بدعہدی کی حرمت

۳۷۰. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَوْفُوا۟ بِٱلْعُقُودِ ۚ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔'' (المائدۃ:۱)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو عہدوں کو پورا کرو، ایمان والو کہکر بتادیا کہ عہد ومعاہدات اور مواثیق کی خواہ کوئی بھی نوعیت ہو ان سب کا پورا کرنا عین تقاضائے ایمان ہے۔امام راغب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک عہد تو وہ ہے جو بندے نے اپنے اللہ سے کیا ہے کہ وہ اس کی اطاعت وبندگی کرے گا اور اس کے احکام پر چلے گا۔اور اس کی بھیجی ہوئے ہدایات کے مطابق اپنی زندگی گزارے گا اور دوسرا وہ عہد ہے جو آدمی دوسرے انسانوں سے کرتا ہے اس میں تمام وعدے، عہد معاہدات اور مواثیق شامل ہیں اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کو بھی پورا کرنا فرض ہے اور بندوں سے کئے ہوئے عہد کو بھی پورا کرنا لازم ہے۔ (معارف القرآن)

۳۷۱. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَأَوْفُوا۟ بِٱلْعَهْدِ ۖ إِنَّ ٱلْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔولًا ﴿٣٤﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''عہد کو پورا کرو کہ عہد کی بابت سوال ہوگا۔'' (الاسراء:۳۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت کریمہ میں بھی عہد کے پورا کرنے کی تاکید ہے اور فرمایا ہے کہ عہد اللہ سے ہو یا اللہ کے بندوں سے اس کی تکمیل بہرحال لازم ہے اور روز قیامت ان پر دو قسم کے عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی، یعنی یہ بھی پوچھا جائے گا کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے احکام پورے کئے یا نہیں اور اللہ کے رسول ﷺ کے لائے ہوئے طریقہ پر چلے یا نہیں؟ اور یہ بھی سوال ہوگا کہ زندگی میں جو لوگوں کے ساتھ عہد ومعاہدات مواثیق کئے انہیں بھی پورا کیا ہے یا نہیں؟ یہاں صرف اتنا کہہ کر چھوڑ دیا گیا کہ پوچھا جائے گا لیکن پوچھنے کے بعد کیا ہوگا اسے اس کی ہولناکی اور پرخطر اور عظیم ہونے کی بنا پر بیان نہیں فرمایا، یعنی خود ہی سمجھ لو کہ جب کائنات کا مالک تم سے سوال کرے گا اور تم جواب نہ دے سکو گے تو پھر کیا ہوگا۔؟ (معارف القرآن)

جس میں چار خصلتیں ہوں گی وہ منافق ہوگا

۱۵۸۴. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ : ''اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا : اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۵۸۴) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو وہ نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھائے تو خیانت کرے جب بولے تو جھوٹ بولے جب معاہدہ کرے تو معاہدہ کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا ہو تو بدزبانی کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۵۸۴): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب لایدخل الجنة الاالمؤمنون .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں چار عادتوں یا خصلتوں کا بیان ہوا ہے جو منافقانہ عادتیں ہیں جس میں یہ چاروں موجود ہیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک موجود ہے تو اس میں ایک منافقانہ عادت یہاں تک کہ وہ اس سے توبہ کر لے اور اس بری عادت کو چھوڑ دے۔ یہ چار عادتیں یہ ہیں۔ امانت میں خیانت، جھوٹ، بدعہدی اور بدزبانی۔ ہر مسلمان کو اپنی زندگی کا جائزہ لے کر دیکھنا چاہئے کہ ان میں سے کوئی عادت تو اس میں موجود نہیں ہے اگر ہو تو اس سے توبہ کرے اور اس عادت کو اسی وقت ترک کرے۔ یہ حدیث اس سے پہلے (۱۵۴۴) میں گزر چکی ہے۔ (دلیل الفالحین : ٤/٣٧٣)

بدعہدی کرنے والے کے لیے جھنڈا ہوگا

۱۵۸۵ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَاَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالُوْا : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ : هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانٍ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۵۸۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز ہر عہد شکن کا جھنڈا ہوگا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی بدعہدی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۵۸۵): صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب تحریم الغدر . صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب تحریم الغدر .

کلمات حدیث: غادر : بدعہدی کرنے والا، عہد شکنی کرنے والا۔

شرح حدیث: اہل عرب میں طریقہ تھا کہ جب کوئی کسی سے بدعہدی کرتا یا کسی قبیلے سے عہد شکنی کرتا تو ایک جھنڈا گاڑ دیا جاتا اور لوگوں میں اعلان کر دیا جاتا کہ فلاں شخص نے غداری کی ہے یہ اس کا جھنڈا ہے۔ روز قیامت بھی ہر بدعہدی اور عہد شکنی کرنے والے کا جھنڈا لگا کر اعلان کر دیا جائے گا کہ یہ فلاں شخص کی بدعہدی کی علامت ہے اور اس طرح اس کی تمام مخلوقات میں رسوائی ہوگی۔

(فتح الباری : ۲/ ۲۵۵ . شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۲/ ۳۹)

غدار کے سرین پر جھنڈا گاڑا جائے گا

۱۵۸۶ . وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ عِنْدَ اِسْتِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یُرْفَعُ لَهٗ بِقَدْرِ غَدْرِهٖ اَلاَ وَلاَغَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِّنْ اَمِیْرِعَآمَّةٍ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۵۸۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت ہر عہد شکن کے ایک جھنڈا اس کے سرین پر نصب ہوگا جو اس کے غدر کے مطابق اونچا ہوگا اور کوئی غداری امیر عام کے ساتھ غداری سے بڑھ کر نہیں ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۵۸۶): صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب تحریم الغدر .

کلمات حدیث: امیر عامة سے مراد، حکمران، بادشاہ، یا خلیفہ۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ ہر عہد شکنی خواہ وہ کسی فرد کے ساتھ ہو یا کسی جماعت کے ساتھ انتہائی اخلاقی گراوٹ سنگین جرم اور گناہ ہے اور اللہ کے یہاں اس کی سخت سزا ہے اور قیامت کے دن کی رسوائی ہے اور روز قیامت اس کی رسوائی کے لیے اس کے سرین پر جھنڈا نصب کر دیا جائے گا تا کہ سب انسان دیکھ لیں کہ یہ غدار ہے اور اس کا جھنڈا اس کی غداری کی نسبت سے اونچا ہوگا کہ جس قدر بڑی عہد شکنی ہوگی اسی قدر اونچا جھنڈا ہوگا اور اس عہد شکنی کی تحقیر اور تذلیل اور رسوائی کے لیے اس جھنڈے کو اس کے سرین پر نصب کر دیا جائے گا۔

متعدد احادیث مبارکہ میں اطاعت امیر کا حکم دیا گیا ہے اور خروج اور بغاوت سے منع فرمایا گیا ہے اس حدیث مبارک میں بھی ارشاد ہوا کہ سب سے بڑی غداری اور سب سے بڑی عہد شکنی وہ ہے جو آدمی اپنے حکمران اور صاحب اقتدار سے کرے۔ کہ اس کی اطاعت قبول کرنے کے بعد اس کی اطاعت سے نکل جائے اور اس سے عہد کرنے کے بعد اس عہد کو توڑ دے۔ کلمۂ حق کہنے کا ضرور حکم ہے اور حکمرانوں کو نصیحت اور خیر خواہی کی بھی تعلیم ہے مگر خروج و بغاوت کی اجازت نہیں۔ اسلامی تاریخ میں خروج و بغاوت کے جتنے بھی واقعات ہوئے ہیں ان سے ہمیشہ امت مسلمہ کو نقصان پہنچا ہے فائدہ کبھی نہیں پہنچا۔ انسانوں کی اصلاح اور معاشروں کی درستگی کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ وہ ہے جو انبیاء کرام نے اختیار کیا یعنی دعوت و تبلیغ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ داعی سب سے پہلے اپنی سیرت و کردار کو مثالی بنائے اور لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو قدرے صالح بنا کر پیش کرے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۲/ ۳۹. روضة المتقین : ۴/ ۸۲. ریاض الصالحین (صلاح الدین) : ۲/ ۴۴۵)

تین آدمی کا مقدمہ اللہ تعالیٰ خود لڑیں گے

۱۵۸۷ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

تَعَالٰی: "ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ: رَجُلٌ اَعْطٰی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَکَلَ ثَمَنَهٗ، وَرَجُلٌ اِسْتَاجَرَ اَجِیْرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْهُ وَلَمْ یُعْطِهٖ اَجْرَهٗ"، رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

(۱۵۸۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں جن کا روز قیامت میں مدمقابل ہوں گا، جس نے مجھ سے عہد کیا پھر توڑ دیا۔ کسی نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی اور جس نے کسی کو اجیر بنا کر اس سے پورا کام لے لیا مگر اس کی اجرت نہیں دی۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۵۸۷): صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب اثم من باع حراً.

کلمات حدیث: ثلاثة أنا خصمهم: تین آدمی ایسے ہوں گے کہ جن کا روز قیامت میں مدمقابل ہوگا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین ظالم ایسے ہیں کہ روز قیامت انہیں ان کے ظلم کی سزا دلوانے کے لیے میں ان کا خصم ہوں گا۔ ایک وہ جو اللہ کے نام پر کوئی عہد یا معاہدہ کرے پھر اسے توڑ دے دوسرے وہ جو کسی آزاد کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالے، اور تیسرے وہ جو اجیر سے خدمت لے کر اس کی اجرت ادا نہ کرے۔

(فتح الباری: ۱۱۲۷/۱. روضة المتقین: ۸۸/۲. دلیل الفالحین: ۳۷٤/٤)

الباب (٢٧٨)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمَنِّ بِالْعَطِيَّةِ وَنَحْوِهَا

عطیہ وغیرہ پراحسان جتانے کی ممانعت

٣٧٢. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُبْطِلُوا۟ صَدَقَـٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اے ایمان والو! تم اپنے صدقات کواحسان جتلا کراورایذاء دے کرضائع مت کرو۔'' (البقرة:٢٦٤)

صدقہ کرنے کا صحیح طریقہ

٣٧٣. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَآ أَنفَقُوا۟ مَنًّا وَلَآ أَذًى لَّهُمْ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''وہ لوگ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کر کے احسان نہیں جتلاتے اور نہ دکھ دیتے ہیں۔''

(البقرة:٢٦٢)

تفسیری نکات: پہلی آیت اور دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور صدقات کی قبولیت کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ دینے کے بعد نہ احسان جتلاؤ اور نہ کسی صورت میں اس شخص کو ایذاء پہنچاؤ جس کو دیا ہے مثلاً مجلس میں ذکر کرو کہ فلاں کو فلاں چیز میں نے دی ہے کہ اس طرح احسان جتلانے اور اس شخص کو کسی طرح کی قلبی یا ذہنی تکلیف پہنچانے سے صدقہ کا ثواب باطل ہو جاتا ہے اور یہ عمل خیر بے ثمر بن جاتا ہے۔ (معارف القرآن)

تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ بات نہیں فرمائیں گے

١٥٨٨. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" قَالَ : فَقَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ اَبُوْذَرٍّ! خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَفِیْ رِوَايَةٍ لَهٗ : " اَلْمُسْبِلُ اِزَارَهٗ " يَعْنِی الْمُسْبِلَ اِزَارَهٗ وَثَوْبَهٗ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ لِلْخُيَلَاءِ ".

(١٥٨٨): حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ

روز قیامت کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کی جانب نظر رحمت فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ رسول کریم ﷺ نے آیت کا یہ حصہ تین مرتبہ تلاوت فرمایا۔ اس پر ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہ لوگ تو نامراد اور ناکام ہوگئے کون ہیں یہ لوگ یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑ الٹکانے والے، احسان کر کے جتانے والا اور اپنا سامان جھوٹی قسم کے ذریعے فروخت کرنے والا۔ (مسلم)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اپنی ازار کو نیچے لٹکانے والا۔ یعنی اپنی ازار اور اپنے کپڑے کو تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔

تخریج حدیث(۱۵۸۸): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم اسبال الازار والمن .

کلمات حدیث: المسبل : کپڑ الٹکانے ولا۔ اسبال (باب افعال) کپڑ الٹکانا۔ المنان : احسان جتانے والا۔ من مناً (باب نصر) احسان رکھنا۔ احسان جتانا۔

شرح حدیث: مردوں کے لیے شلوار وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی ممانعت ہے اور حرام ہے۔ اسی طرح کسی کے ساتھ حسن سلوک کر کے اسے جتلانا اور احسان کرنا حرام ہے۔ جھوٹی قسم کھانا بھی حرام ہے لیکن تاجر کا اپنا سودا بیچنے کے لیے جھوٹی قسم کھانا اور بھی زیادہ بڑا گناہ ہے کہ اس میں جھوٹی قسم اور دھوکہ دہی دونوں جمع ہوگئے۔

یہ حدیث اس سے پہلے کتاب اللباس میں آچکی ہے۔ (روضة المتقين : ٤/ ٨٩. دليل الفالحين : ٤/ ٣٧٦)

البَابُ (۲۷۹)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِفْتِخَارِ وَالْبَغْيِ
فخر کرنے اور زیادتی کرنے کی ممانعت

اپنی پارسائی مت بیان کرو

۳۷۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ فَلَا تُزَكُّوٓا۟ أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ ٱتَّقَىٰٓ ﴿٣٢﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اپنی پاکیزگی نہ بیان کرو اللہ جانتا ہے کہ کون زیادہ پرہیزگار ہے۔'' (النجم: ۳۲)

تفسیری نکات: پہلی آیات میں ارشاد فرمایا کہ اپنے نفس کی پاکی اور پاکیزگی کا دعوی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہر کو نہیں دیکھتا نیتوں کو اور اعمال کو دیکھتا ہے اور دلوں کے بھیدوں سے واقف اس لیے وہی جانتا ہے کہ کون پاکباز ہے اور کون تقوی شعار ہے اور تقوی بھی وہ معتبر ہے جو تمام عمر اور مرتے دم تک قائم رہے۔ (معارف القرآن)

ناحق کسی پر ظلم کرنا بڑا گناہ ہے

۳۷۵. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّمَا ٱلسَّبِيلُ عَلَى ٱلَّذِينَ يَظْلِمُونَ ٱلنَّاسَ وَيَبْغُونَ فِى ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''بے شک ملامت کے لائق وہ لوگ ہیں جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (الشوریٰ: ۴۲)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ الزام ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں از خود زیادتی کرتے ہیں یا بوقت انتقام کرتے ہیں اور ناحق دنیا میں سرکشی کرتے اور فساد پھیلاتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں اور یہی رویہ ظلم و زیادتی کا سبب بنتا ہے ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (معارف القرآن)

تواضع اختیار کرے ظلم نہ کرے

۱۵۸۸. وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ اَوْحیٰ اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَبْغِيَ اَحَدٌ عَلیٰ اَحَدٍ وَلَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلیٰ اَحَدٍ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ : اَلْبَغْیُ التَّعَدِّیْ وَالْاِسْتِطَالَةُ .

(۱۵۸۹) حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی ہے کہ تواضع اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر فخر کرے۔ (مسلم)

اہل لغت کہتے ہیں کہ بغی کے معنی تعدی اور دست درازی کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۵۸۹): صحیح مسلم، کتاب الجنة باب الصفات التی یعرف بها اهل الجنة .

کلمات حدیث: أن تواضعو : یہ کہ تم سب تواضع اختیار کرو، یعنی آپس میں ایک دوسرے کے لیے محبت و نرمی اور انکسار اور خوش خلقی کا اظہار کرو اور ان پر بڑائی نہ جتاؤ۔ لا یفخر : کوئی فخر نہ کرے۔ تفاخر : اپنے آپ کو دوسرے سے بڑا سمجھنا۔ اور تفخر اپنے آپ کو بڑا سمجھنا۔ یعنی ظلم اور زیادتی۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ اگر کسی مؤمن کو اپنے فضل و کرم سے علم و فضل کی مال و دولت کی اور خاندان اور اولاد کی اور منصب اور مرتبہ کی کوئی نعمت عطا کرے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کرے اور شکر کا لازمی اثر یہ ہے کہ اس میں تواضع و انکساری پیدا ہو اور عاجزی اور خوش خلقی میں اضافہ ہو۔ اگر وہ ان نعمتوں پر فخر و غرور کرتا ہے اور دوسروں پر بڑائی جتاتا ہے تو گویا وہ اللہ کا شکر گزار نہیں ہے اور نعمتوں پر شکر گزار نہ ہونا مستوجب سزا ہے۔ (روضة المتقین : ۴/ ۹۰. دلیل الفالحین : ۴/ ۳۷۸)

لوگوں کے عیوب پر نظر کرنا اپنے عیوب پر نظر نہ کرنا بڑی تباہی ہے

۱۵۹۰ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ: هَلَکَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَکُهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَالرِّوَایَةُ الْمَشْهُوْرَةُ "اَهْلَکُهُمْ" بِرَفْعِ الْکَافِ وَرُوِیَ بِنَصْبِهَا، وَذٰلِکَ النَّهْیُ لِمَنْ قَالَ ذٰلِکَ عُجْبًا بِنَفْسِهٖ، وَتَصَاغُرًا لِلنَّاسِ وَارْتِفَاعًا عَلَیْهِمْ، فَهٰذَا هُوَالْحَرَامُ وَاَمَّا مَنْ قَالَهٗ لِمَا یَرٰی فِی النَّاسِ مِنْ نَقْصٍ فِیْ اَمْرِ دِیْنِهِمْ، وَقَالَهٗ تَحَزُّنًا عَلَیْهِمْ، وَعَلَی الدِّیْنِ فَلَا بَأْسَ بِهٖ، هٰکَذَا فَسَّرَهُ الْعُلَمَآءُ وَفَصَّلُوْهُ وَمِمَّنْ قَالَهٗ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْاَعْلَامِ: مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالْخَطَّابِیُّ، وَالْحُمَیْدِیُّ وَاٰخَرُوْنَ وَقَدْ اَوْضَحْتُهٗ فِیْ کِتَابِ: "اَلْاَذْکَار."

(۱۵۹۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ لوگ تباہ ہو گئے تو وہ ان میں سب سے زیادہ تباہ ہونے والا ہے۔ (مسلم)

مشہور روایت میں لفظ "اَهْلَکُهُمْ" ہے یعنی کاف کے پیش کے ساتھ، جبکہ کاف کے زبر کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ یہ جب ہے جب آدمی یہ جملہ تکبر کے طور پر کہے کہ دیکھو میں کتنا بڑا آدمی ہوں اور اس طرح اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور دوسروں کو چھوٹا سمجھے اور اپنے

آپ کو بلند ظاہر کرے اور یہ حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس لیے یہ جملہ کہتا ہے کہ اسے لوگوں پر افسوس ہے اور وہ ان کی دینی حالت کی کمزوری پر غمگین ہے تو اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ علماء نے یہی تفسیر اور تفصیل بیان کی ہے اور یہ علماء ہیں۔ حضرت مالک بن انس خطابی اور حمیدی وغیرہ۔ اور میں نے یہ مضمون مفصل طریقے پر کتاب الاذکار میں بیان کیا ہے۔

تخریج حدیث (۱۵۹۰): صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب النهي عن قول هلك الناس .

کلمات حدیث: أهلكهم : ان سے زیادہ ہلاک ہونے والا۔

شرح حدیث: لوگوں کو حقیر سمجھنا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہر حالت میں برا ہے اور گناہ ہے اگر کوئی شخص اس طرح کے جملے کہے جس سے اس کی بڑائی کا اظہار ہو اور دوسروں کی حقارت ظاہر ہو تو یہ بھی تکبر ہے اور گناہ ہے۔ اور اگر اس لیے کہے کہ لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس کرے تو یہ بھی درست نہیں ہے کہ اللہ کی رحمت سے کسی بھی حال میں مایوس نہ ہونا چاہئے۔ اور اگر لوگوں کی دینی حالت میں کمی اور انحطاط پر بطور اظہار غم کہے کہ اب پہلے جیسے دیندار لوگ باقی نہیں رہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(شرح صحيح مسلم للنووي : ١٦/ ١٤٤ . روضة المتقين : ٤/ ٩٢)

الباب (۲۸۰)

بَابُ تَحْرِيمِ الْهِجْرَانِ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِلَّا لِبِدْعَةٍ فِي الْمَهْجُورِ أَوْ تَظَاهُرٍ بِفِسْقٍ أَوْ نَحْوِ ذَٰلِكَ

کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کی حرمت الا یہ کہ وہ بدعتی ہو یا کھلے فسق میں مبتلا ہو

۳۷۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''تمام مؤمنین آپس میں بھائی بھائی ہیں تو تم اپنے بھائیوں میں صلح کر دیا کرو۔'' (الحجرات: ۱۰)

تفسیری نکات: اسلام تمام مسلمانوں کو ایک رشتۂ اخوت میں منسلک کرتا ہے اور سب کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیتا ہے یہی نہیں بلکہ دین اور عقیدے کا رشتہ مضبوط ترین رشتہ ہے اور اس وجہ سے اہل ایمان کی اخوت بھی نسبی اخوت سے جڑی ہوئی ہے اس برادری اور اخوت کا تقاضا ہے کہ دو مسلمان بھائیوں کے درمیان کوئی اختلاف یا نزاع پیدا ہو جائے تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان کے درمیان صلح کرا دیں۔ (تفسیر مظهری)

۳۷۷. وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔'' (المائدۃ: ۲)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ گناہ اور زیادتی کے کام میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو، کیونکہ مسلمان تو سراپا خیر اور سراپا امن وسلامتی ہے اس لیے اس سے یہ توقع بھی نہیں کی جا سکتی وہ گناہ اور زیادتی کے کاموں میں مدد کرنے والا بنے گا۔

(تفسیر عثمانی)

قطع تعلق کی ممانعت

۱۵۹۱. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَاتَقَاطَعُوْا، وَلَاتَدَابَرُوْا، وَلَاتَبَاغَضُوْا، وَلَاتَحَاسَدُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَاللّٰهِ إِخْوَانًا، وَلَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۵۹۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایک دوسرے سے تعلق نہ توڑو،

ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو بلکہ سب اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ کے لیے چھوڑ دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٥٩١): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ماینھی عن التحاسد و التدابر . صحیح مسلم، کتاب البر، باب النھی عن التحاسد .

کلمات حدیث: أن یھجر أخاہ : کہ اپنے بھائی کو چھوڑ دے۔ ھجر ھجراً و ھجراناً : (باب نصر) بات اور کلام بند کر دینا قطع تعلق کر لینا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق، اس سے منہ موڑنے بغض رکھنے اور حسد کرنے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے لیے کسی دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنا جائز نہیں ہے، سب مسلمان اللہ کے بندے ہیں اور اس حوالے سے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یہ حدیث اس سے پہلے آ چکی ہے۔

(روضة المتقین ٤٦/٢، ٩٢. دلیل الفالحین : ٣٨١/٤)

تعلق منقطع کر کے ایک دوسرے سے منہ موڑنے کی ممانعت

١٥٩٢ . وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَایَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ : یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا. وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(١٥٩٢) حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین راتوں سے زیادہ تعلق منقطع رکھے اور دونوں جب ملیں تو یہ اس سے منہ پھیرے اور وہ اس سے منہ پھیر لے اور ان دونوں میں اچھا وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٥٩٢): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الھجرة . صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الھجر فوق ثلاث .

کلمات حدیث: فیعرض ھذا ویعرض ھذا. یہ اس سے اور وہ اس سے اعراض کرے۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر منہ پھیر لیں۔

شرح حدیث: اسلام دین فطرت ہے، اس میں فطری امور و معاملات اور آدمی کے جذبات کی پوری رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اصولاً تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور یہ رشتہ اخوت زیادہ محکم زیادہ قوی اور زیادہ مضبوط ہے، اس اخوت کا تقاضہ ہے کہ مسلمان باہم ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی اور حسن سلوک سے پیش آئیں لیکن کسی وقت باہمی اختلاف و نزاع بھی فطری ہے اور اس اختلاف

سے طبیعت میں انقباض اور تکدر پیدا ہونا بھی فطری ہے۔ اس لیے فرمایا گیا کہ اگر بعض حالات میں قطع تعلق کی نوبت بھی آجائے تو اس کی مدت تین راتوں سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے کہ اس عرصے میں طبعی تکدر میں کمی آجائے گی اور آدمی اختلاف اور نزاع کے برے نتائج پر بھی غور کر کے اصلاح احوال پر آمادہ ہو جائے گا جس کا بہترین طریقہ سلام میں پہل کرنا ہے۔ اور دونوں میں بہتر وہی ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (فتح الباری : ۳/۲۰٤. عمدة القاری : ۲۲٤/۲۳. شرح صحیح مسلم للنووی : ۹٤/۱٦)

قطع تعلق رکھنے والوں کی مغفرت نہیں ہوتی

۱۵۹۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِیْ کُلِّ اثْنَیْنِ وَخَمِیْسٍ، فَیَغْفِرُ اللّٰهُ لِکُلِّ امْرِیٍٔ لَایُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَیْئًا، اِلَّا امْرَأً کَانَتْ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ اَخِیْهِ شَحْنَآءُ فَیَقُوْلُ اُتْرُکُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۵۹۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن بندوں کے اعمال اللہ کے حضور میں پیش کیے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر اس بندے کو معاف فرما دیتے ہیں جس نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو الا یہ کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان دشمنی ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ صلح کر لیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۵۹۳): شحناء : کسی دنیاوی معاملہ کی وجہ سے آپس میں دشمنی ہونا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ اپنے ہر اس بندے کو معاف فرما دیتے ہیں جو شرک سے مبرا ہو لیکن جس کی اپنے کسی مسلمان بھائی سے دشمنی ہو اس کی مغفرت نہیں فرماتے بلکہ اس کے بارے میں حکم ہوتا ہے کہ ان کو چھوڑ دو تا کہ یہ دونوں صلح کر لیں۔

(روضة المتقین : ۹۳/٤. دلیل الفالحین : ۳۸۲/٤)

قطع تعلق کروانے میں شیطان کامیاب ہو جاتا ہے

۱۵۹٤. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "اِنَّ الشَّیْطَانَ قَدْ یَئِسَ اَنْ یَعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِیْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ، وَلٰکِنْ فِی التَّحْرِیْشِ بَیْنَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

" التَّحْرِیْشُ" : اَلْاِفْسَادُ وَتَغْیِیْرُ قُلُوْبِهِمْ وَتَقَاطُعِهِمْ.

(۱۵۹٤) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان اس امر سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرہ عرب میں اہل صلاۃ اس کی بندگی کریں گے لیکن وہ ان کے درمیان دشمنی پیدا کرنے میں لگا رہتا ہے۔ (مسلم)

تحریش کے معنی فساد ڈالنے، دلوں میں رخنہ ڈالنے اور تعلقات منقطع کرنے کے ہیں۔

تخریج حدیث (۱۵۹۴): صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة و الجنة و النار، باب تحریش الشیطان.

کلمات حدیث: یئس : مایوس ہوگیا۔ أیس ایاساً (باب سمع) مایوس ہونا۔ نا امید ہونا۔ آیسه : وہ عورت جس کے ایام بند ہوگئے۔ پچاس سال سے زائد عمر کی عورت۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرۃ العرب میں کبھی اس کی یعنی بتوں کی پرستش کی جائے گی۔ یہ خبر رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے کہ اس کا وقوع اسی طرح ہوا ہے جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ غلبۂ اسلام کے بعد سے آج تک جزیرہ نمائے عرب میں بت پرستی نہیں ہوئی اور اس کی وجہ اس علاقے کا مہبط وحی ہونا اور مسکن رسول اللہ ﷺ ہونا ہے۔ لیکن شیطان اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان باہمی عداوت و نفرت ڈال دے اور ان کے دلوں میں دشمنی پیدا کردے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۲۸/۱۷. روضة المتقین : ٤/٩٤)

تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھنے والا جہنم میں داخل ہوگا

۱۵۹۵. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "لَایَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ" فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ.

(۱۵۹۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے۔ اگر کسی نے تین دن سے زیادہ تعلق منقطع رکھا اور اسی حال میں مر گیا تو وہ جہنم میں گیا۔ (ابوداؤد نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جو بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے)

تخریج حدیث (۱۵۹۵): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فیمن یهجر اخاه المسلم.

کلمات حدیث: فوق ثلاث : تین دن سے زیادہ، یعنی تین دن سے زیادہ دونوں کے درمیان سلام و کلام منقطع رہے۔

شرح حدیث: مسلمان مسلمان کا بھی بھائی ہے اور اس اخوت کا تقاضا محبت اور حسن سلوک ہے ترک تعلق نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی نے کسی وجہ سے کسی مسلمان بھائی سے ترک تعلق کر لیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ تین دن کے اندر اس سے مصالحت کرے۔ اگر مصالحت نہیں کی اور اسی طرح ترک تعلق پر قائم رہا اور اسی حال میں موت آ گئی تو جہنم میں داخل ہوا۔

تورپشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر جہنم کی سزا لازم ہوگئی کیونکہ جس پر گناہ لازم ہوگیا اس پر گناہ کی سزا بھی لازم ہوگئی الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دیں۔

مسند احمد بن حنبل میں حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

فرماتے ہوئے سنا کہ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ اگر یہ دونوں اس ترک تعلق پر تین راتوں سے زیادہ جمے رہیں تو یہ حق سے روگردانی کرنے والے ہیں جب تک اپنی اس روش پر قائم رہیں۔ ان میں سے جو بھی مراجعت کرے تو اس کی یہ مراجعت ہی اس کا کفارہ ہے۔ پس اگر سلام کرلیا اور اس نے سلام کا جواب نہیں دیا تو اس کے سلام کا جواب فرشتے دینگے اور دوسرے کا جواب شیطان دے گا۔ اگر دونوں اس قطع تعلق پر برقرار رہے تو دونوں جنت میں کبھی جمع نہ ہوسکیں گے۔

ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت میں داخل نہ ہونے اور جنت میں مجتمع نہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی عفوو درگزر سے محروم رہے تو جنت میں نہیں جائینگے، کیونکہ دخول جنت اور عذاب جہنم اللہ تعالیٰ کی مشیئت پر موقوف ہے۔
(روضة المتقين : ٤/٩٥. دليل الفالحين : ٤/٣٨٣)

سال بھر قطع تعلق رکھنا قتل کے برابر گناہ ہے

١٥٩٦. وَعَنْ اَبِیْ خِرَاشٍ حَدْرَدِبْنِ اَبِیْ حَدْرَدٍ الْاَسْلَمِیِّ وَيُقَالُ السُّلَمِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ ." رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(١٥٩٦) حضرت ابوخراش حدرد بن ابی حدرد اسلمی، سلمی بھی کہا جاتا ہے (صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی سے ایک سال تک ترک تعلق کیئے رکھا تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے اس کا خون بہایا۔
(ابوداؤد بسند صحیح)

تخریج حدیث(۱۵۹۶): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب من هجراخاه سنة .

کلمات حدیث: كسفك دمه : گویا اس نے اس کا خون بہایا۔ سفك سفكا : پانی یا خون بہانا۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔ سفاك (صیغہ مبالغہ بروزن فعال) بہت خون گرانے والا۔ بہت قتل کرنے والا۔ قرآن میں ہے ويسفك الدماء . یہ کثرت سے خون بہائے گا۔

شرح حدیث: جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق کیا اور اس کو سال بھر تک برقرار رکھا اور باہم صلح نہیں کی اور رشتۂ اخوت دوبارہ استوار نہیں کیا تو گویا اس نے جرم قتل کا ارتکاب کیا۔ امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین دن سے زائد تعلق منقطع رکھنا حرام اور گناہ ہے اور تین دن کے بعد جس قدر ایام گزرتے جائینگے گناہ کی شدت میں اضافہ ہوتا جائے گا تا آنکہ یہ گناہ بڑھتے بڑھتے سال بھر میں قتل کے گناہ کے برابر ہوجائے گا۔ واللہ اعلم (روضة المتقين : ٤/٩٥. دليل الفالحين : ٤/٣٨٤)

تین دن کے بعد سلام کا جواب نہ دینا گناہ ہے

١٥٩٧. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَايَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلَاثٌ فَلْيَلْقَهُ وَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَاِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْاَجْرِ، وَاِنْ لَّمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْبَآءَ بِالْاِثْمِ، وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ. قَالَ اَبُوْدَاؤدَ : اِذَاكَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰى فَلَيْسَ مِنْ هٰذَا فِيْ شَيْءٍ .

(١٥٩٧) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مؤمن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مؤمن بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلق منقطع رکھے۔ اگر تین دن گزر جائیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس سے ملاقات کرے اور اسے سلام کرے اگر اس نے سلام کا جواب دیا تو اجر میں دونوں شریک ہیں اور اگر اس نے سلام کا جواب نہیں دیا تو سارا گناہ اس کے حصہ میں آیا اور سلام کرنے والا ترک تعلق کے گناہ سے خارج ہوگیا۔ (ابوداؤد نے اسے بسند صحیح روایت کیا اور ابوداؤد نے کہا کہ اگر ترک تعلق اللہ کی خاطر ہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے)

تخریج حدیث(١٥٩٧): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فيمن يهجرا خاه المسلم .

کلمات حدیث: فقد باء بالاثم : وہ گناہ لے کر لوٹا۔ گناہ اس کے حصہ میں آیا۔ اور وہ اس گناہ کے ساتھ اس مقام سے پلٹا۔ باء بوءاً (باب نصر) لوٹنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ تین دن سے زائد کسی مسلمان سے ترک تعلق حرام اور گناہ ہے تین دن اگر گزر جائیں تو خود اپنے مسلمان بھائی سے ملنے کے لیے جانا چاہیے اور اس کو سلام کرنا چاہیے اگر وہ سلام کا جواب دے تو دونوں اجر میں شریک ہوگئے اور اگر وہ جواب نہ دے تو اس کے سلام کا جواب فرشتے دینگے اور گناہ اس فریق کو ہوگا جس نے سلام کا جواب نہیں دیا، اور جس نے سلام کہا ہے وہ ترک تعلق کے گناہ سے نکل جائے گا۔

اس حدیث مبارک کی روایت کے بعد امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ترک تعلق کا گناہ اس صورت میں ہے جب یہ دنیاوی اسباب کے تحت ہو لیکن اگر کوئی رضائے الہی کے لیے ترک تعلق کرے مثلاً بدعتی اور فاسق سے تعلق نہ رکھے تو نہ صرف یہ کہ گناہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ (روضة المتقين : ٤/ ٩٦. دليل الفالحين : ٤/ ٣٨٤)

الباب (۲۸۱)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَنَاجِي اثْنَيْنِ دُوْنَ الثَّالِثِ بِغَيْرِ اِذْنِهِ اِلَّا لِحَاجَةٍ وَهُوَ اَنْ يَتَحَدَّثَا سِرًّا بِحَيْثُ لَايَسْمَعُهُمَا، وَفِيْ مَعْنَاهُ مَااِذَا تَحَدَّثَا بِلِسَانٍ لَايَفْهَمُهُ

بلاضرورت دوآدمیوں کی تیسرے آدمی کے بغیر باہم سرگوشی کی ممانعت مگر بوقت ضرورت اسی طرح رازداری سے بات کرنا کہ تیسرا نہ سن سکے ناجائز ہے اور دو افراد کا ایسی زبان میں بات کرنا جسے تیسرا نہیں جانتا اسی حکم میں ہے

۳۷۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ إِنَّمَا ٱلنَّجْوَىٰ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''سرگوشی کرنا شیطان کی طرف سے ہے۔'' (المجادلہ: ۱۰)

تفسیری نکات: دو سے زیادہ افراد کے ساتھ ہونے کی صورت میں دو آدمیوں کا باہم رازدارانہ طریقہ پر گفتگو کرنا نجویٰ ہے جو حرام ہے کہ یہ شیطان کا کام ہے کیونکہ اس سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے۔

تین آدمیوں میں دوآدمیوں کی سرگوشی کی ممانعت

۱۵۹۸. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :''اِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَزَادَ، قَالَ اَبُوْصَالِحٍ : قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ : فَاَرْبَعَةً ؟ قَالَ لَايَضُرُّكَ'' رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوْطَا عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ ! كُنْتُ اَنَا وَابْنُ عُمَرَ عِنْدَ دَارِ خَالِدِبْنِ عُقْبَةَ الَّتِيْ فِي السُّوْقِ، فَجَاءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يُنَاجِيَهٗ وَلَيْسَ مَعَ ابْنِ عُمَرَ اَحَدٌ غَيْرِيْ فَدَعَا ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا اٰخَرَ حَتّٰى كُنَّا اَرْبَعَةً فَقَالَ لِيْ وَلِلرَّجُلِ الثَّالِثِ الَّذِيْ دَعَا : اسْتَاخِرَا شَيْئًا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ : ''لَايَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ وَاحِدٍ .''

(۱۵۹۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تین آدمی ہوں تو ان میں سے دو تیسرے کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں۔ (متفق علیہ)

اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ابوصالح راوی نے یہ بات مزید بیان کی کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اگر چار افراد ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی موطا میں عبداللہ بن دینار سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں اور حضرت عبداللہ بن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ خالد بن عقبہ کے بازار والے مکان کے پاس تھے۔ایک شخص آیا اور اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرگوشی کرنا چاہا جبکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس وقت میرے سوا اور کوئی نہ تھا۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور شخص کو بلایا اور اس طرح ہم چار ہوگئے۔اس کے بعد انہوں نے مجھ سے اور اس آدمی سے جس کو انہوں نے بلایا تھا فرمایا کہ تم دونوں تھوڑا سا پیچھے ہٹ جاؤ اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی کو چھوڑ کر دو آدمی باہم سرگوشی نہ کریں۔

تخریج حدیث(۱۵۹۸): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب لا یتناجی اثنان دون الثالث . صحیح مسلم، باب تحریم مناجاۃ الاثنین دون الثالث .

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تین آدمی ہوں تو ان میں سے تیسرے کو تنہا چھوڑ کر باہم سرگوشی نہ کریں اسی طرح اگر چار ہوں تو تین آدمی چوتھے کو چھوڑ کر باہم سرگوشی نہ کریں، کیونکہ آداب رفاقت کے خلاف ہے اور اس میں اس شخص کی دل آزاری بھی ہے جسے گفتگو سے علیحدہ کر دیا گیا۔اور یہ جب ہے جبکہ یہ باہم سرگوشی جائز امور میں ہو اور اگر کوئی ناجائز مشورہ ہو تو ہر حال میں اسی طرح سرگوشی ممنوع ہے کہ یہ عہد نبوت ﷺ میں منافقین کا طریقہ تھا اور ان کا مقصود مسلمانوں کی دل آزاری ہوتا تھا۔

(فتح الباری : ۲۸٤/۳ . عمدۃ القاری : ٤١٤/٢٣ . شرح صحیح مسلم : ١٤٠/١٤)

دو آدمیوں کی سرگوشی تیسرے کو غمگین کرتی ہے

۱۵۹۹ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَاكُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَايَتَنَاجَىٰ اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ ! مِنْ اَجَلِ اَنَّ ذٰلِکَ يُحْزِنُهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۵۹۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم تین ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی سرگوشی نہ کریں یہاں تک کہ لوگوں میں مل جاؤ۔اس لیے کہ اس عمل سے اس کی دل آزاری ہوگی۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۵۹۹): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب اذا کانوا اکثر من ثلاثۃ فلاباس . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم مناجاۃ الاثنین دون الثالث ,

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کو علیحدہ چھوڑ کر دو یا دو سے زائد آدمیوں کا باہم سرگوشی کرنا حرام ہے الا یہ کہ اس سرگوشی سے پہلے اس آدمی سے اجازت لے لی جائے، یا بہت سے لوگ جمع ہو جائیں اور سب آپس میں گفتگو کریں۔

ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسلام نے ہمیں ایک بہت بہترین معاشرتی اصول دیا ہے کہ ہم لوگوں کے درمیان ہوتے ہیں باہم دو افراد سرگوشی میں نہ لگ جائیں کہ اس سے جو اکیلا باقی رہ گیا ہے کہ اس کی دل آزاری بھی ہوگی اور اسے یہ خیال بھی ستائے گا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ میرے بارے میں بات کر رہے ہیں۔اس طرح ایک آدمی کو چھوڑ کر دو آدمیوں کا باہم سرگوشی سے احتراز کرنا ایک انتہائی

اہم اخلاقی ضابطہ ہے جس کی رعایت ہر وقت ملحوظ رکھنی چاہئے۔

اسی طرح اگر دو آدمی پہلے سے مصروف گفتگو ہوں تو تیسرے آدمی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ ان کی بات سنے اور جاننے کی کوشش کرے کہ وہ کیا بات کر رہے ہیں۔ حضرت سعید المقبری سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی سے بات کر رہے تھے میں بھی ان کے پاس چلا گیا تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر کہا جب دو آدمی بات کر رہے ہوں تو تم ان کی اجازت کے بغیر ان کے قریب نہ آؤ۔ کیا تم نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ جب دو آدمی باہم مصروف گفتگو ہوں تو تیسرا آدمی ان کی اجازت کے بغیر ان کے درمیان داخل نہ ہو۔

غرض تیسرے آدمی کی موجودگی میں دو آدمیوں کا سرگوشی کرنا یا چوتھے کی موجودگی میں تین آدمیوں کا سرگوشی کرنا منع ہے کہ حدیث مبارک میں ہے کہ اس سے مسلمان کو ایذاء پہنچتی اور ایذاء مسلم سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو دو آدمی باہم آہستہ آہستہ بات کر رہے ہوں تو کسی اور کو ان کے قریب نہیں آنا چاہئے کہ اس طرح ان کی گفتگو کا سننا جائز نہیں ہے۔

(فتح الباری : ۲۸۵/۳. عمدة القاری : ٤١٧/٢٣. روضة المتقين : ٩٩/٤. دليل الفالحين : ٣٨٤/٤)

البَابُ (۲۸۲)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَعْذِيبِ الْعَبْدِ وَالدَّابَّةِ وَالْمَرْأَةِ وَالْوَلَدِ بِغَيْرِ سَبَبٍ شَرْعِيٍّ اَوْزَائِدٍ عَلٰى قَدْرِ الْاَدَبِ

بلا کسی شرعی سبب کے یا حد ادب سے زائد غلام کو، جانور کو، بیوی کو اور اولاد کو سزا دینے کی ممانعت

۳۷۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿٣٦﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اور رشتہ داروں یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار یا قریب کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی ہم نشیں ساتھی اور مسافر کے ساتھ اور ان کے ساتھ جو تمہارے غلام ہیں بے شک اللہ تعالیٰ تکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔'' (النساء: ۳۶)

تفسیری نکات: آیت کریمہ میں درجہ بدرجہ حقوق العباد کا بیان ہوا ہے سب سے پہلے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے کہ آدمی پر سب سے زیادہ احسانات اللہ کے بعد والدین ہی کے ہوتے ہیں اور اس کے بعد رشتہ داروں اور دیگر اہل تعلق کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا اور آخر میں فرمایا کہ جس کے مزاج میں تکبر اور خود پسندی ہوتی ہے کہ کسی کو اپنے برابر نہ سمجھے اپنے مال پر مغرور اور عیش میں مشغول ہو وہ ان حقوق کو ادا نہیں کرتا۔ (تفسیر عثمانی . معارف القرآن)

ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا

۱۶۰۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ''عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ : حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ لَاهِيَ اَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا اِذْهِيَ حَبَسَتْهَا، وَلَاهِيَ تَرَكَتْهَا تَاْكُلُ مَنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

''خَشَاشُ الْاَرْضِ'' بِفَتْحِ الْخَآءِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ الْمُكَرَّرَةِ وَهِيَ : هَوَامُّهَا وَحَشَرَاتُهَا.

(۱۶۰۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہوا، اس عورت نے ایک بلی کو باندھ دیا تھا یہاں تک کہ وہ مرگئی اور اس وجہ سے وہ جہنم میں گئی کیونکہ اس نے اسے قید کر دیا اور نہ کھلایا اور نہ پلایا اور نہ اسے آزاد چھوڑا کہ وہ خود زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی۔ (متفق علیہ)

''خشاش'' خاء کے زبر کے ساتھ زمین کے کیڑے مکوڑے۔

تخریج حدیث(۱۶۰۰): صحیح البخاری، کتاب المساقاة، باب فضل سقی الماء۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم قتل الهرة .

شرح حدیث: اسلام کی پاکیزہ تعلیمات میں جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ بغیر کسی سبب اور وجہ کے کسی جانور کو تکلیف پہنچانا اور اسے ایذاء پہنچانا جائز نہیں ہے بلکہ جانور پر ترس کھا کر اس کے کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہئے اور بالخصوص اگر جانور پالتو ہو تو اس کے مالک پر حقوق عائد ہیں اور ان میں کوتاہی پر وہ اللہ کے یہاں جوابدہ ہے کیونکہ اب وہ جانور اس کی تحویل اور اس کی کفالت میں آ گیا ہے اس لیے اب اس کے کھانے پینے اور آرام وراحت کا اہتمام مالک کی ذمہ داری ہے اور اس کا فریضہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص کہیں جا رہا تھا اسے راستہ میں شدید پیاس لگی اس نے کنوئیں میں اتر کر پانی پیا۔ باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا بھی پیاس کی شدت سے ہانپ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ بے چارا بھی اسی طرح پیاس کا مارا ہے جس طرح میں تھا۔ وہ پھر کنوئیں میں اترا اور اپنے جوتے میں پانی بھر کر اسے دانتوں سے پکڑا اور اوپر آ کر اس کتے کو پلایا۔ اللہ نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا اور اس کی مغفرت فرما دی صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا جانوروں سے حسن سلوک پر بھی اجر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ذی حیات کے ساتھ حسن سلوک پر اجر ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ جانور کو باندھے رکھنا یہاں تک کہ وہ مر جائے حرام ہے اور اس کی سزا عذاب جہنم ہے۔

(فتح الباری : ١١٨٤/١. صحیح مسلم بشرح النووی : ٦٠١/١٤. روضة المتقین : ٩٩/٤. دلیل الفالحین : ٣٨٨/٤)

کسی جاندار کو نشانہ بنانا موجب لعنت ہے

١٦٠١ . وَعَنْهُ أَنَّهُ مَرَّ بِفِتْيَانٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ نَصَبُوا طَيْرًا وَهُمْ يَرْمُوْنَهُ، وَقَدْ جَعَلُوا لِصَاحِبِ الطَّيْرِ كُلَّ خَاطِئَةٍ مِنْ نَبْلِهِمْ، فَلَمَّا رَأَوُا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوْا فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلْغَرَضُ" بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالرَّآءِ وَهُوَ الْهَدَفُ وَالشَّيْءُ الَّذِيْ يُرْمٰى إِلَيْهِ .

(١٦٠١) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے گزرے انہوں نے ایک پرندے کو نشانہ کی جگہ پر رکھ دیا تھا اور اس پر تیر اندازی کر رہے تھے اور یہ طے کر لیا تھا جو تیر خطا ہوگا وہ پرندے کے مالک کو ملے گا۔ جب انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو منتشر ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ کس نے کیا۔ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے یہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرمائے جو کسی جاندار شئے کو ھدف بنائے۔ (متفق علیہ)

غرض: کے معنی ھدف کے ہیں اور اس شئے کے ہیں جس پر تیر اندازی کی جائے۔

تخریج حدیث(۱۶۰۱): صحیح البخاری، کتاب الذبائح، باب مایکره من المثلة . صحیح مسلم، کتاب الصید، باب النهی عن صید البهائم .

کلمات حدیث: نصبوا طیراً : ایک پرندے کونشانہ پر رکھا۔ خاطئة : ہروہ تیر جونشانہ خطا کر جائے۔

شرح حدیث: کسی بھی جانور یا پرندے کونشانہ بنا کراس پر تیراندازی کرنا یا اسے کسی اور طرح ایذاء پہنچانا حرام ہےاور گناہ کبیرہ ہے۔ (فتح الباری ۲۱۹٤/۳ . شرح صحیح مسلم ۹۱/۱٤)

جانوروں باندھ کرنشانہ بنانے کی ممانعت

۱٦۰۲ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُصْبَرَ الْبَهَآئِمُ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَمَعْنَاهُ : تُحْبَسَ لِلْقَتْلِ .

(۱٦۰۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ جانور کو باندھ کر مارا جائے۔ (متفق علیہ)

مطلب یہ ہے کہ ان کو مارنے کے لیے قید کر دیا جائے۔

تخریج حدیث(۱۶۰۲): صحیح البخاری، کتاب الذبائح، باب مایکره من المثلة . صحیح مسلم، کتاب الصید، باب النهی عن صبر البهائم .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں کسی جانور کو باندھ کر پھر اسے تیر وغیرہ سے مارنے سے منع فرمایا گیا ہے یعنی جانور کو باندھ کر مارنا منع ہے۔ (فتح الباری : ۱۱۹٤/۲ . شرح صحیح مسلم للنووی : ۹۰/۱٤)

خادم کوناحق مارنے کی ممانعت

۱٦۰۳ . وَعَنْ اَبِيْ عَلِيٍّ سُوَيْدِ بْنِ مُقْرِنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مِّنْ بَنِيْ مُقْرِنٍ مَالَنَا خَادِمٌ اِلَّا وَاحِدَةٌ لَطَمَهَا اَصْغَرُنَا فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُعْتِقَهَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ "سَابِعَ اِخْوَةٍ لِّيْ".

(۱٦۰۳) حضرت ابوعلی سوید بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مقرن کے سات بیٹوں میں سے ساتواں تھا اور ہمارا ایک ہی خادم تھا ہم میں سے ایک چھوٹے بھائی نے اسے تھپڑ مار دیا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اسے آزاد کر دیں۔ (مسلم)

صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ میں اپنے بھائیوں میں ساتواں تھا۔

کلمات حدیث: خـــادم : عربی زبان میں خادم مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے اور اس حدیث میں دراصل خادمہ کا ذکر ہے۔
سابع سبعة : سات میں کا ساتواں۔

شرح حدیث: مقرن کے سات بیٹے تھے اور ساتوں مہاجر اور اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے تھے۔ ان کے گھر میں ایک غلام بطور خادم تھا ان میں سب سے چھوٹے بھائی نے اس کو تھپڑ مار دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی آزادی کا حکم فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ غلاموں اور خادموں کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی کی اجازت نہیں اور اگر غلام ہو تو اس زیادتی کا کفارہ اس کو آزاد کرنا ہے۔

(شرح صحيح مسلم : ١١/١٠٦. روضة المتقين : ٤/١٠٢. دليل الفالحين : ٤/٣٩٠)

غلام کو ناحق مارنے کی سزا جہنم ہے

(١٦٠٤) وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّیْ بِالسَّوْطِ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ خَلْفِیْ : "اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ" فَلَمْ اَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ فَلَمَّا دَنَا مِنِّیْ اِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ يَقُوْلُ : "اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَنَّ اللّٰهَ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلٰی هٰذَا الْغُلَامِ" فَقُلْتُ لَا اَضْرِبُ مَمْلُوْكًا بَعْدَهٗ اَبَدًا. وَفِیْ رِوَايَةٍ: فَسَقَطَ السَّوْطُ مِنْ يَدِیْ مِنْ هَيْبَتِهٖ وَفِیْ رِوَايَةٍ : فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَقَالَ "اَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذِهِ الرِّوَايَاتِ .

(١٦٠٤) حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی۔ اے ابو مسعود جان لے۔ میں غصہ کی وجہ سے آواز نہ پہچان سکا۔ جب قریب ہوئے تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے اے ابو مسعود جان اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا جتنی تو اس غلام پر رکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں آج کے بعد کسی غلام کو نہیں ماروں گا۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی ہیبت سے میرے ہاتھ سے کوڑا گر گیا۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ غلام اللہ کے لیے آزاد ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ کرتے تو آگ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی یا تمہیں آگ چھوتی۔ (یہ روایات مسلم کی ہیں)۔

تخریج حدیث (١٦٠٤): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب صحبة المماليك .

کلمات حدیث: فلم أفهم الصوت : میں آواز نہ پہچان سکا۔ میں بات نہ سمجھ سکا۔

شرح حدیث: صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم پر اسی وقت اور بلا تأمل لبیک کہتے تھے جوں ہی حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تم اس غلام پر قادر

ہو۔ تو اسی وقت اس غلام کو آزاد کر دیا اور عہد فرمایا کہ آئندہ میں کبھی کسی غلام کو نہیں ماروں گا۔

مقصود حدیث یہ ہے کہ غلاموں، خادموں اور زیردستوں سے نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہئے اور ان کے ساتھ کسی طرح کی کوئی زیادتی نہیں کرنی چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو ان کے آرام وراحت کا خیال رکھا جائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۱/۱۰۸. روضة المتقین: ۴/۱۰۳. دلیل الفالحین: ۴/۳۹۱)

غلام کو ناحق مارنے کی سزاء غلام کو آزاد کرنا ہے

۱۶۰۵۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهٗ حَدًّا لَمْ يَاْتِهٖ، اَوْلَطَمَهٗ، فَاِنَّ كَفَّارَتَهٗ اَنْ يُعْتِقَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۶۰۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے غلام کو کسی ایسے جرم کی حد لگائی جو اس نے نہیں کیا یا اسے تھپڑ مارا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۶۰۵): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب صحبة الممالیك و كفارة من لطم عبده.

کلمات حدیث: حداً لم یاته: ایسا جرم جو اس نے نہیں کیا۔ حد وہ جرم جس کی سزا قرآن وسنت میں مقرر کر دی گئی ہو۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس امر پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ اگر کسی نے غلام کو ایسے جرم کی حد لگا دی جو اس نے نہیں کیا ہے یا اس کے تھپڑ مار دیا تو اس کا کفارہ آزاد کر دینا ہے اور یہ بطور استحباب ہے بطور وجوب نہیں ہے اور امید ہے کہ اس طرح آزاد کرنے سے مالک نے جو زیادتی کی ہے وہ رفع ہو جائے گی اور اس زیادتی کا گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔

یہ حکم صرف غلام کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنے کسی زیردست یا خادم سے ناجائز زیادتی کرے تو اس سے معافی مانگے اور اس کے ساتھ مالی حسن سلوک کرے۔

ناحق سزا دینے والوں کو اللہ تعالیٰ سزا دے گا

۱۶۰۶۔ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ مَرَّ بِالشَّامِ عَلٰى اُنَاسٍ مِنَ الْاَنْبَاطِ، وَقَدْ اُقِيْمُوْا فِي الشَّمْسِ، وَصُبَّ عَلٰى رُؤُسِهِمُ الزَّيْتُ: فَقَالَ: مَاهٰذَا؟ قِيْلَ يُعَذَّبُوْنَ فِي الْخَرَاجِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ: حُبِسُوْا فِي الْجِزْيَةِ فَقَالَ هِشَامٌ: اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا" فَدَخَلَ عَلَى الْاَمِيْرِ فَحَدَّثَهٗ فَاَمَرَ بِهِمْ فَخُلُّوْا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْاَنْبَاطُ" اَلْفَلَّاحُوْنَ مِنَ الْعَجَمِ.

(۱۶۰۶) حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شام گئے اور دیکھا کہ

کچھ نبطی لوگ ہیں جنہیں دھوپ میں کھڑا کیا گیا ہے اور ان کے سروں پر تیل ڈال دیا گیا ہے انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ بتایا گیا کہ خراج نہ دینے پر سزا دی جارہی ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ جزیہ نہ دینے پر محبوس کئے گئے ہیں۔ ہشام نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ہشام امیر کے پاس گئے اور ان سے بات کی اس نے حکم دیا اور وہ چھوڑ دیئے گئے۔ (مسلم)

انباط : عجمی فلاح۔ عجم کے کاشتکار۔

تخریج حدیث (۱۶۰۶): صحیح مسلم، کتاب البر، باب الوعید الشدید لمن عذب الناس بغیر حق.

راوی حدیث: حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا رسول اللہ ﷺ نے انہیں قرآن کریم کی چند سورتوں کی تعلیم دی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں شدید تھے یہاں تک کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ جب تک عمر اور ہشام موجود ہیں کوئی غلط کام نہیں ہوسکتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چند احادیث مروی ہیں۔ بعض کے قول کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال ہوا۔ (الاصابه فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: خـــراج : کافروں کی زمین پر عائد ہونے والا ٹیکس۔ جزیہ وہ ٹیکس جو غیر مسلموں سے ان کی حفاظت کے طور پر لیا جاتا ہے۔

شرح حدیث: حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول اللہ ﷺ شام گئے وہاں انہوں نے ایک مقام پر دیکھا کہ کچھ غیر مسلموں کو دھوپ میں کھڑا کیا اور ان کے سروں پر تیل مل دیا گیا ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایسی سخت سزا اور اس درجہ کی تعذیب صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور انسانوں کو اس کی اجازت نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں لوگوں کو عذاب دے گا اللہ روز قیامت اس کو عذاب دے گا۔ پھر اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر سے بات کی اور اس طرح وہ لوگ رہا ہوئے اور ان کی سزا موقوف ہوئی۔ (شرح صحیح مسلم ۱۶/۱۳۷)

چہرے پر داغنے کی ممانعت

۱۶۰۷. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا مَوْسُوْمَ الْوَجْهِ فَاَنْكَرَ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ : وَاللّٰهِ لَا اَسِمُهٗ اِلَّا اَقْصٰى شَيْءٍ مِّنَ الْوَجْهِ، وَاَمَرَ بِحِمَارِهٖ فَكُوِيَ فِيْ جَاعِرَتَيْهِ، فَهُوَ اَوَّلُ مَنْ كَوَى الْجَاعِرَتَيْنِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلْجَاعِرَتَانِ" نَاحِيَةُ الْوَرِكَيْنِ حَوْلَ الدُّبُرِ.

(۱۶۰۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گدھا دیکھا کہ اس کے منہ پر داغ لگایا گیا تھا آپ ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا یہ ارشاد سن کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

فرمایا کہ اللہ کی قسم میں اپنے گدھے کو داغ نہ لگاؤں گا سوائے اس حصہ کے جو چہرے سے زیادہ سے زیادہ دور ہو اور انہوں نے اپنے گدھے کے بارے میں حکم دیا تو اس کے سرین کے کناروں پر داغ لگایا گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شخص تھے جس نے جانور کے کولہوں کے کناروں کو داغ لگوایا۔ (مسلم)

جاعر تان : مقعد کے گرد سرینوں کے کنارے۔

تخریج حدیث(۱۶۰۷): صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب النهی عن ضرب الحیوان فی وجهه ووسمه فيه .

کلمات حدیث: موسوم الوجه : چہرے پر داغ لگا ہوا۔

شرح حدیث: رسول اکرم ﷺ نے جہاں انسان کے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا اور غلام کے چہرے پر مارنے پر اس کا کفارہ اس کی آزادی مقرر فرمایا وہاں نبی رحمت ﷺ نے جانور کے چہرے پر داغ لگانے سے منع فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت قسم کھا کر فرمایا کہ میں تو جانور کو اگر داغ لگاؤں گا تو اس کے جسم کے اس حصے پر لگاؤں گا جو اس کے چہرے سے سب سے زیادہ دور ہو چنانچہ اپنے گدھے کے کولہوں کے کناروں پر داغ لگوایا۔ اس طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے شخص ہیں جس نے سب سے پہلے اپنے گدھے کے سرین پر داغ لگوایا۔ (شرح صحیح مسلم ۱٤/۸۱)

چہرے پر داغنا موجب لعنت ہے

۱۶۰۸ . وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ قَدْ وُسِمَ فِيْ وَجْهِهِ فَقَالَ : "لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِيْ وَسَمَه"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ اَيْضًا : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ .

(۱٦۰۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا کسی جگہ سے گزر ہوا آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک گدھے کے چہرے کو داغا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے اسے داغا ہے۔ (مسلم)

اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور چہرے پر داغ لگانے سے منع فرمایا ہے۔

تخریج حدیث(۱۶۰۸): صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب النهی عن ضرب الحیوان فی وجهه ووسمه فيه .

شرح حدیث: امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جانور کے چہرے پر داغ لگانا حرام ہے اسی طرح آدمی ہو یا جانور اس کے چہرے پر مارنا حرام ہے اور ظاہر ہے کہ خادم یا زیردست ملازم کے چہرے پر مارنا زیادہ شدید گناہ ہے۔ کیونکہ انسان کا چہرہ مکرم اور زیادہ محترم ہے اور چہرے پر مارنا انسانیت کی توہین ہے۔ (تحفة الاحوذی : ٥/٣٦٥)

الباب (۲۸۲)

بَابُ تَحْرِيمِ التَّعْذِيبِ بِالنَّارِ فِي كُلِّ حَيَوَانٍ حَتَّى الْقُمْلَةِ وَنَحْوِهَا

ہر جاندار کو یہاں تک کہ چیونٹی کو بھی آگ میں جلانا منع ہے

١٦٠٩. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ فَقَالَ: "إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا" لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا "فَأَحْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ" ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ: "إِنِّي كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوا فُلَانًا وَفُلَانًا، وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ فَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(١٦٠٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ قریش کے دو آدمیوں فلاں اور فلاں کو پاؤ تو ان کو آگ میں جلا دو۔ جب ہم نکلنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں اور فلاں کو آگ میں جلا دینا۔ آگ کا عذاب تو صرف اللہ ہی دے گا اس لیے اگر تم ان کو پاؤ تو انہیں قتل کر دینا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۶۰۹): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب لا یعذب بعذاب اللّٰہ.

کلمات حدیث: بعثنارسول اللّٰہ ﷺ فی بعث: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک مہم پر روانہ فرمایا۔ بعث بعثا (باب فتح) بھیجنا روانہ کرنا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہ کے حالات

شرح حدیث: حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں اور بعثت نبوی ﷺ سے دس سال قبل جب حضور ﷺ کی عمر مبارک میں تیس سال تھی پیدا ہوئی تھی ان کی شادی ان کے خالہ زاد ابو العاص سے ہوئی تھی اور شادی کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ایک ہار دیا تھا۔

غزوۂ بدر میں ابو العاص قیدی بنکر آئے ان کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہی ہار جو انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہیز میں دیا تھا فدیہ کی ادائیگی کے لیے بھیجدیا رسول اللہ ﷺ اس ہار کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور صحابۂ کرام سے فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو اس کی ماں کی یادگار واپس کر دو سب نے سر تسلیم خم کیا اور ہار واپس کر دیا۔

ابو العاص رہا ہوئے تو ان سے وعدہ لیا گیا کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ بھیج دیں، انہوں نے اپنے بھائی کنانہ کے ساتھ صاحبزادی رسول ﷺ کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا لیکن کفار قریش نے تعاقب کیا اور ھبار بن اسود نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزہ مار کر سواری سے نیچے گرا دیا وہ حاملہ تھیں ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ بعد میں ابو العاص کے بھائی کنانہ انہیں رات کے وقت لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور راستے میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کیا وہ ان کو مدینہ منورہ لے کر آئے۔ ابو

العاص بھی کچھ وقت کے بعد مدینہ منورہ آگئے اور اسلام قبول کرلیا۔

بعد میں رسول اللہ ﷺ نے جب ایک لشکر روانہ فرمایا تو اس وقت اہل لشکر کو حکم فرمایا کہ اگر تمہیں ہبار بن اسود اور نافع بن عبدالقیس ملیں تو ان کو زندہ جلا دینا۔ جب لشکر روانہ ہونے والا ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب یہ دونوں ملیں انہیں قتل کر دینا کیونکہ مجھے اللہ سبحانہ سے حیا محسوس ہوتی ہے کہ کسی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی کو آگ سے عذاب دے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس لشکر کو ہبار بن الاسود نہیں ملا اور وہ قتل ہونے سے بچ گیا اور اسلام لے آیا اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگیا اور غالباً اس کے ساتھی نے اسلام قبول نہیں کیا اور مر گیا۔

(فتح الباری : ۱۸۸/۲ . تحفة الاحوذی : ۱۸۲/۵)

رسول اللہ ﷺ جانوروں اور پرندوں پر بھی شفیق تھے

۱۶۱۰ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ فَرَاَيْنَا حُمَّرَةً مَّعَهَا فَرْخَانِ فَاَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَآءَتِ الْحُمَّرَةُ تَعْرِشُ فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : "مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا، وَرَاٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا فَقَالَ : "مَنْ حَرَّقَ هٰذِهِ؟" قُلْنَا : نَحْنُ قَالَ : "اِنَّهٗ لَايَنْبَغِيْ اَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

قَوْلُهٗ "قَرْيَةَ نَمْلٍ" مَعْنَاهُ: مَوْضِعُ النَّمْلِ مَعَ النَّمْلِ .

(۱۶۱۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس دوران ہم نے ایک سرخ چڑیا دیکھی اس کے دو بچے تھے ہم نے یہ بچے پکڑ لیئے وہ چڑیا ان بچوں کے گرد منڈلانے لگی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اس پرندے کو اس کے بچوں کا دکھ کس نے پہنچایا ہے اس کے بچے واپس رکھدو۔

اور ہم نے چیونٹیوں کا گھروندا جلا دیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ گھروندا کس نے جلایا ہے؟ ہم نے کہا کہ ہم نے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ آگ کا عذاب دینا آگ کے رب کے لیے ہی موزوں ہے۔ (ابوداؤد بسند صحیح)

قریة النمل : چیونٹیوں کا گھروندا جس میں چیونٹیاں موجود ہوں۔

تخریج حدیث (۱۶۱۰): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب کراهية حرق العدو بالنار .

کلمات حدیث: حمرة : چڑیا جیسا پرندہ۔ سرخ چڑیا۔ تعریش : پرندہ کے تکلیف اور پریشانی میں اوپر نیچے منڈلانے کے ہیں۔
فرخان : دو بچے۔ دو چوزے۔ واحد فرخ : پرندے کا بچہ۔

شرح حدیث: جانوروں کو اور ہر ذی حیات کو کسی طرح اور کسی شکل میں ایذاء پہنچانا ممنوع ہے، جانوروں کے یا پرندوں کے چھوٹے بچوں کو اٹھالینا اور پکڑ لینا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔حتی کہ پرندے کے انڈے اٹھالینے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔اسی طرح کسی بھی ذی روح کو خواہ وہ چیونٹی ہی کیوں نہ ہو آگ میں جلانا جائز نہیں ہے۔

(روضة المتقين : ٤/ ١٠٨ . دليل الفالحين : ٤/ ٣٩٤)

الباب (۲۸٤)

بَابُ تَحْرِيمِ مَطْلِ الْغَنِيِّ بِحَقِّ طَلَبَهُ صَاحِبُه

مالدار آدمی کا صاحب حق کے اپنے حق کے مطالبہ کرنے پر ٹال مٹول کرنے کی ممانعت

۳۸۰. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کردو۔'' (النساء:۵۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں حکم فرمایا کہ امانتیں ان کے مستحقین کو ادا کردیا کرو یہ حکم عام ہے اور امانت کے لفظ میں ہر طرح کی امانتیں، حقوق اور عہود و میثاق اور عہدے اور مناصب داخل ہیں اور اس کا مخاطب جس طرح عام مسلمان ہیں اسی طرح امراء اور حکام بھی ہیں۔حکومت کے عہدے اور مناصب سب کے سب امانتیں ہیں اور جن کے ہاتھ میں ہیں وہ اس حکم کے پابند ہیں کہ وہ انہیں ان کے اہل افراد کے سپرد کریں اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو وہ خیانت کے مرتکب ہیں۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی اور تعلق کی بناء پر بغیر اہلیت معلوم کیے ہوئے دیدیا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہے نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہوجائے۔ (معارف القرآن)

۳۸۱. وَقَالَ تَعَالىٰ:

﴿ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور تم میں سے کوئی دوسرے پر اعتبار کرے تو جس کے پاس امانت رکھائی گئی ہے اسے چاہئے کہ وہ امانت واپس کردے۔''

(البقرة:۲۸۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص دوسرے شخص پر بھروسہ کرکے بلا رہن اور بغیر گواہ اپنی امانت رکھوادے تب بھی امین پر لازم ہے کہ وہ صاحب کو اس کا حق ادا کردے۔اور ٹال مٹول سے کام نہ لے اور نہ صاحب حق کا حق دبائے۔

(معارف القرآن)

حق کی واپسی میں ٹال مٹول کرنا بڑا گناہ ہے

۱۶۱۱. وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''مَطْلُ الْغَنِيِّ

ظُلْمٌ، وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَىٰ مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، مَعْنَىٰ "أُتْبِعَ" : أُحِيلَ .

(۱۶۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مال دار آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کوئی کسی مالدار کے سپرد کیا جائے تو اسے اس کے پیچھے لگ جانا چاہئے۔ (متفق علیہ)

اتبع۔ سپرد کیا جائے۔

تخریج حدیث (۱۶۱۱): صحیح البخاری، فی اوئل الحوالات . صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم مطل الغنی.

کلمات حدیث: مطل الغنی : مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہے یعنی مالدار آدمی کا حق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا۔ فلیتبع : اسے چاہئے کہ اس کے پیچھے لگ جائے۔

شرح حدیث: اگر کسی شخص پر کسی حق ہو اور وہ مالدار ہونے کے باوجود اور اس حق کی ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود ادائیگی نہ کرے اور آج کل پر صاحب حق کو ٹالتا رہے تو اس کا یہ فعل ظلم ہے اور مرتکب کبیرہ ہے، پس اگر صاحب حق اپنا حق کسی اور مالدار شخص سے لے اور اپنا قرض اس کے حوالے کر دے تو اسے چاہئے کہ وہ اس مالدار شخص کے پیچھے لگ کر اس سے حق وصول کرے۔

(فتح الباری : ۱۱۵٦/۱ . شرح صحیح مسلم : ۱۹۲/۱۰)

البَابُ (۲۸۵)

بَابُ كَرَاهَةِ عَوْدَةِ الْإِنْسَان فِيْ هِبَةٍ لَمْ يُسَلِّمْهَا اِلَى الْمَوْهُوْب لَه' وَفِيْ هِبَةٍ وَهَبَهَا لِوَلَدِه' وَسَلَّمَهَا اَوْ لَمْ يُسَلِّمْهَا وَكَرَاهَةِ شَرَائِهِ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهٖ مِنَ الَّذِيْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ اَوْ اَخْرَجَه' عَنْ زَكَاةٍ اَوْ كَفَّارَةٍ وَنَحْوِهَا وَلَا بَأْسَ بِشَرَائِهٖ مِنْ شَخْصٍ اٰخَرَ قَدِ انْتَقَلَ اِلَيْهِ

جو ھبہ موھوب کو سپرد نہیں کیا اس کے واپس لینے کی کراہت، نیز جو ھبہ اپنی اولاد کو کیا، سپرد کیا یا نہیں، اس کی واپسی کی حرمت، صدقہ کی ہوئی شئے کو اس شخص سے خریدنے کی جس شخص کو صدقہ کیا ہے کراہت نیز جو مال بصورتِ کفارہ یا زکوۃ دیا ہے، اس کے واپس لینے کی کراہت البتہ اگر وہ مال کسی اور شخص تک منتقل ہو گیا ہے تو اس کا خریدنا جائز ہے

۱۶۱۲۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلَّذِيْ يَعُوْدُ فِيْ هِبَتِه كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِيْ قَيْئِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ :"مَثَلُ الَّذِيْ يَرْجِعُ فِيْ صَدَقَتِهٖ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيْءُ ثُمَّ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ فَيَاكُلُه."

وَفِيْ رِوَايَةٍ : "اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهٖ"

(۱٦۱۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی ھبہ دے کر اسے لوٹائے وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ اس شخص کی مثال جو صدقہ دے کر واپس لے اس کتے جیسی ہے جو قے کر کے اسے چاٹتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اپنے ھبہ کو لوٹانے والا ایسا ہے جیسے اپنی کی ہوئی قے کی طرف لوٹنے والا۔

تخریج حدیث (۱٦۱۲): صحیح البخاری، کتاب الهبة، باب هبة الرجل امرأته . صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم الرجوع فی الصدقة و الهبة .

کلمات حدیث: یعود فی هبة : جو اپنے کیا ہو ھبہ لوٹائے اور اسے واپس لے۔

شرح حدیث: ھبہ یا صدقہ دے کر اسے واپس لینا ایسا ہے جیسے کتا قے کر کے پھر اسے چاٹ لیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ھبہ یا صدقہ دے کر اسے واپس لینا مکروہ ہے۔ سوائے اس ھبہ کے جو باپ اپنی اولاد کو کرے کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو غلام ہدیۃً دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے واپس لے لو۔

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ھبہ یا عطیہ دے کر اسے واپس لینا انتہائی برا ہے جس کی شدت بیان فرمانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے واپس لینے والے کو کتے سے اور واپس لینے کے عمل کو قے چاٹنے سے تشبیہ دی اور دونوں ہی باتیں انتہائی شدید ہیں۔

(فتح الباری : ۲/ ٦٩. شرح صحیح مسلم : ۱۱/ ٥٤)

اپنے ہدیہ کو خریدنا بھی ممنوع ہے

١٦١٣. وَعَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهُ فَاَرَدتُّ اَنْ اَشْتَرِيَهُ وَظَنَنْتُ اَنَّهُ يَبِيْعُهُ بِرَخْصٍ، فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : "لَاتَشْتَرِ، وَلَا تَعُدْفِيْ صَدَقَتِكَ وَاِنْ اَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ، فَاِنَّ الْعَآئِدَ فِيْ صَدَقَتِهِ كَالْعَآئِدِ فِيْ قَيْئِهِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَوْلُهُ : "حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَعْنَاهُ: تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلٰى بَعْضِ الْمُجَاهِدِيْنَ .

(۱٦۱۳) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو میں نے فی سبیل اللہ جہاد کے لیے گھوڑا دیا لیکن اس نے اس کی دیکھ بھال نہیں کی میں نے ارادہ کیا کہ میں اس سے خرید لیتا ہوں کیونکہ میرا خیال تھا کہ وہ اسے کم قیمت پر فروخت کر دے گا۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ اسے خریدو اور نہ اپنا صدقہ واپس لو اگر چہ وہ ایک درہم ہی میں دے اس لیے کہ صدقہ دے کر واپس لینے والا ہے ایسا ہے جیسے کوئی قے کر کے اسے چاٹ لے۔

(متفق علیہ)

حملت علی فرس فی سبیل اللہ کے معنی ہیں کہ میں نے جہاد کے لیے کسی مجاہد کو صدقہ کر دیا۔

تخریج حدیث(۱٦۱۳): صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب هل یشتری صدقة . صحیح مسلم، کتاب الهبات، باب کراهة شراء الانسان ما تصدق به .

کلمات حدیث: فأضاعه الذی کان عنده : اس نے اس عرصے میں جس میں گھوڑا اس کے پاس رہا اسے ضائع کر دیا یعنی اس کے کھانے پینے وغیرہ امور کا خیال نہیں رکھا جس سے گھوڑا کمزور ہو گیا اور اس کی وہ پھرتی اور تیزی جاتی رہی جو جنگ میں ضروری ہے۔

شرح حدیث: حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک انتہائی عمدہ اور نفیس گھوڑا رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا اس گھوڑے کا نام ورد تھا اور یہ بڑا سبک سیر اور عمدہ خوبیوں والا گھوڑا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ گھوڑا فی سبیل اللہ جہاد کے لیے کسی مجاہد کو دیدیا۔ وہ صاحب مالی استطاعت نہ رکھتے تھے اور انہیں اس گھوڑے کی قدر و قیمت کا اندازہ بھی نہ تھا تو وہ اس کی وہ خدمت نہ کر سکے جو اس طرح نفیس گھوڑے کے لیے ضروری تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ گھوڑا کمزور ہو گیا اور اس کی وہ خوبیاں بھی ماند پڑنے لگیں جو اس میں تھی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ اگر وہ اسے دوبارہ خرید لیں تو ان کے پاس آ کر وہ گھوڑا پھر سے اپنی اصل حالت پر

آ جائے گا۔ جن صاحب کے پاس وہ گھوڑا تھا وہ اسے کم قیمت پر بھی دینے کے لیے تیار تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے اس کے خریدنے سے منع فرمایا کہ اگر ایک درہم کا بھی ملے تب بھی مت خریدو کہ یہ صدقہ واپس لینے کی ایک صورت ہے جو ایسی بات ہے جیسے آدمی اپنی قے چاٹ لے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت تحریمی نہیں تنزیہی ہے یعنی جس نے صدقہ کیا ہو اس کا اپنی صدقہ کی ہوئی شئے کا خریدنا مکروہ ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو زکوۃ میں کچھ دیا ہے یا نذر مانی تھی اس نذر کو پورا کرنے کے لیے دیا ہے یا قسم کھائی تھی اس کا کفارہ دیا ہے تو ان میں سے ہر شئے کا خریدنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر یہ دی ہوئی شئے کسی تیسرے شخص کے پاس منتقل ہو جائے تو اس سے بلا کراہت کے خرید سکتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارا اور جمہور فقہاء کا مسلک ہے۔

(فتح الباری : ١/٨٥٢، شرح صحیح مسلم : ١١/٥٣، روضة المتقین : ٤/١١٣)

الباب (٢٨٦)

بَابُ تَاكِيدِ تَحْرِيمِ مَالِ الْيَتِيمِ
یتیم کے مال کو ناجائز طریقہ پر کھانے کی ممانعت

یتیم کا مال ناحق کھانے پر وعید

٣٨٢. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلْيَتَـٰمَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِى بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''بے شک وہ لوگ جو یتیم کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔'' (النساء: ١٠)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں یتیموں کے مال میں ناجائز تصرف کرنے والوں کے بارے میں وعید شدید کا بیان ہے کہ جو شخص ناجائز طور پر یتیم کا مال کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے۔ اس آیت نے یتیم کے مال کو جہنم قرار دیا ہے اور وہ حقیقت میں آگ ہی ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ یتیم کا مال ناحق کھانے والا قیامت کے روز اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ پیٹ کے اندر سے آگ کی لپیٹیں اس کے منہ ناک کانوں اور آنکھوں سے نکل رہی ہوں گی۔ اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک قوم اس طرح اٹھائی جائے گی کہ ان کے منہ آگ سے بھڑک رہے ہوں گے صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کون لوگ ہوں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلْيَتَـٰمَىٰ ظُلْمًا ﴾ (معارف القرآن ۔ ابن کثیر)

یتیم کے مال بڑھانے کی تدبیر کرنا درست ہے

٣٨٣. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا۟ مَالَ ٱلْيَتِيمِ إِلَّا بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''تم یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اس طریقے سے جو بہت اچھا ہو۔'' (الانعام: ١٥٢)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ سوائے اس کے کہ کوئی ایسا طریقہ ہو جو بہت مستحسن ہو اس آیت میں خطاب یتیم کے ولی اور سرپرست کو ہے کہ وہ ان کے مال کو آگ سمجھیں اور اس کے قریب بھی نہ جائیں سوائے اس کے کہ وہ یہ چاہیں کہ یتیم کے مال کی حفاظت کی جائے اور اسے کاروبار میں لگا کر ترقی دی جائے تا کہ جب یتیم بالغ ہو تو اسے اس کا مال

مع فائدے اور منافع کے دیدیا جائے۔ یعنی یتیم کے مال میں کوئی تصرف اسی وقت درست ہوگا جب حسن نیت سے اور یتیم کی خیر خواہی کے لیے کیا جائے اور اس کے بالغ ہوتے ہی سارا مال اس کے سپرد کردیا جائے۔ (معارف القرآن)

یتیم کو بھائی سمجھ کر معاملہ کیا جائے

۳۸۴. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْيَتَـٰمَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَٰنُكُمْ ۚ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ ٱلْمُفْسِدَ مِنَ ٱلْمُصْلِحِ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور آپ ﷺ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتیں ہیں آپ کہدیں کہ ان کی اصلاح ہی سب سے بہتر ہے اگر تم ان کو اپنے ساتھ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ بگاڑنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون ہے۔'' (البقرة: ۲۲۰)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں یتیم کے مال کے بارے میں مزید احتیاط کا حکم دیا گیا۔ پہلے تو یہ وعید سنائی کہ یتیم کا مال کھانا ایسا ہے جیسے جہنم کے انگارے پیٹ میں بھرنا تو سننے والے ڈر کے مارے اس قدر احتیاط کرنے لگے کہ یتیم کا کھانا بھی الگ پکتا اور اگر بچ جاتا تو کوئی اس کو ہاتھ نہ لگاتا اور اس طرح وہ ضائع ہوتا اور اس طرح ضائع ہونے پر بھی پریشانی ہوتی کہ کیوں ضائع ہوگیا۔ کیونکہ صدقہ کرنے کا بھی اختیار نہ تھا۔ اس لیے فرمایا کہ یتیم کا مال کھانے کی ممانعت کا اصل مقصود یتیم کی مصالح کو محفوظ رکھنا ہے۔ اس لیے اگر یتیم کی مصلحت کا مقتضایہ ہے کہ اس کے مصارف کو تم اپنے مصارف کے ساتھ ملا کر کرو اور تم ان کا خرچ اپنے ساتھ ملالو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ کس کی نیت یتیم کے مصالح کو ضائع کرنے کی ہے اور کس کی نیت یہ ہے کہ یتیم کی مصالح کو مدنظر رکھ کر اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ (تفسیر عثمانی. معارف القرآن)

سات بڑے گناہ

۱۶۱۴. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ!" قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَاهُنَّ؟ قَالَ : "الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، "اَلْمُوْبِقَاتُ" الْمُهْلِكَاتُ.

(۱۶۱۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ کیا ہیں۔ فرمایا اللہ کے ساتھ شرک، جادو، اس شخص کی جان لینا جسکی جان لینا اللہ کے حق کے علاوہ حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جہاد سے بھاگنا، اور مؤمنہ بے خبر محض عورتوں کو تہمت لگانا۔ (متفق علیہ)

موبقات: کے معنی ہیں ہلاک کرنے والی باتیں۔

تخریج حدیث (۱۶۱۴): صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب قوله تعالیٰ ان الذین یأ کلون اموال الیتامی.
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اکبر الکبائر.

کلمات حدیث: التولی یوم الزحف: مقابلے کے دن جنگ سے فرار ہونا۔ تولی هارباً: پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔ زحف۔ دشمن سے آمنا سامنا ہونا۔ مقابلہ کے وقت۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ سات بڑے گناہ ہیں جو آدمی کو اس دنیا میں تباہ کر دینے والے اور آخرت میں ہلاک کر دینے والے ہیں ان سے بچو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِن تَجْتَنِبُواْ كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ ﴾

''اگر تم بچتے رہو گے ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کر دینگے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے۔'' (النساء: ۳۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ گناہ کے دو درجے ہیں ایک صغیرہ اور دوسرے کبیرہ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر صاحب ایمان تمام فرائض ادا کرے اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے صغیرہ گناہ معاف فرما دینگے۔

آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وضو اور نماز اور دیگر اعمال صالحہ کے ذریعے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ کبائر کا ارتکاب نہ کیا ہو اور اگر کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہو تو اس سے توبہ کر چکا ہو۔ دراصل گناہ نام ہے اللہ کی معصیت کا اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا، یعنی ہر نافرمانی اور ہر حکم عدولی معصیت ہے اور گناہ ہے اور اس اعتبار سے کہ معصیت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا نام ہے کوئی بھی معصیت چھوٹی یا صغیرہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی بڑی معصیت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کل ما نهی عنه فهو کبیرة (جس بات سے اللہ نے منع فرما دیا وہ کبیرہ ہے) خلاصہ یہ ہے کہ کہ جس گناہ کو گناہ صغیرہ کہا جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے ارتکاب میں لاپرواہی برتی جائے اور معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے کیونکہ اس صورت میں گناہ صغیرہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے۔

بہرحال گناہ کبیرہ وہ کام ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بڑا اور عظیم کہا ہو، اس کام سے بہت شدت اور تاکید سے منع فرمایا ہو اور اس پر آخرت کی شدید سزا بیان فرمائی ہو اور دنیا کی کوئی بڑی سزا مقرر کی ہو۔

اس حدیث مبارک میں گناہ کبیرہ (کبائر) سات بیان فرمائے گئے ہیں جن میں سے ایک یتیم کا مال کھانا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا کبائر سات ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ستر ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ سات سو کے قریب ہوں۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''کتاب الزواجر'' میں کبائر کو جمع کیا ہے اور ان کے بیان کردہ کبائر کی تعداد چار سو زائد ہے۔
رسول کریم ﷺ نے مختلف مواقع پر بہت سے گناہوں کا کبائر ہونا بیان فرمایا اور کہیں تین کہیں چھ اور کہیں سات کا ذکر فرمایا اور کسی

حدیث میں اس سے بھی زائد بیان فرمائے ہیں جس سے علماء کرام نے یہ سمجھا کہ کسی خاص عدد میں انحصار مقصود نہیں ہے بلکہ حالات کی مناسبت سے جس موقع پر جو مناسب سمجھا وہ بیان فرمادیا اور پاکدامن عورتوں کو تہمت لگانے کو کبائر میں ذکر فرمایا ہے۔

(فتح الباری : ۱۳٤/۲ . شرح صحیح مسلم : ۷۲/۲. معارف القرآن)

الباب (٢٨٧)

بابتغلیظ تحریم الربا
سود کی شدید حرمت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے

٣٨٥. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ ٱلرِّبَوٰاْ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِى يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَٰنُ مِنَ ٱلْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوٓاْ إِنَّمَا ٱلْبَيْعُ مِثْلُ ٱلرِّبَوٰاْ وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰاْ فَمَن جَآءَهُۥ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ فَٱنتَهَىٰ فَلَهُۥ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُوْلَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٢٧٥﴾ يَمْحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰاْ وَيُرْبِى ٱلصَّدَقَٰتِ ﴾

اِلیٰ قَوْلِهٖ تَعَالیٰ :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِىَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓاْ ﴾ اَلْآيَةَ .

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مَشْهُوْرَةٌ . مِنْهَا حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ السَّابِقُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ .

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر بے حواس کر دیا ہو یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ سود تو کاروبار ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ نے کاروبار کو تو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ پس جس کے پاس اسکے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور وہ باز آ گیا تو اس کے لیے وہ ہے جو وہ لے چکا اور معاملہ اس کا اللہ کے حوالے ہے اور جو کوئی پھر لیوے تو وہی لوگ دوزخ والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہینگے ۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقوں کو بڑھاتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک ۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پچھلا سود چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہو۔'' (البقرۃ: ٢٧٨)

ربا سے متعلق بکثرت احادیث مروی ہیں اور مشہور ہیں چنانچہ اس سے پہلے باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث آ چکی ہے۔

تفسیری نکات: آیات مبارکہ چھ آیات ہیں جو سود کی حرمت اور سودی لین دین کی شدید اور سخت ممانعت اور اس کی سخت سزا کے بیان پر مشتمل ہیں کہ جو لوگ دنیا میں سود کھاتے ہیں وہ روز قیامت اپنی قبروں سے اس طرح اٹھینگے جیسے شیطان نے انہیں چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو اور ان کی عقل ضبط کر دی ہے ۔ اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ انہوں نے دہرے جرم کا ارتکاب کیا کہ ایک تو سود کھایا اور دوسرے اس کو حلال سمجھا کہ سود اور بیع میں فرق ہی کیا ہے جس طرح ربا کے ذریعہ نفع حاصل کیا جاتا ہے اسی طرح بیع وشراء کا مقصود بھی نفع حاصل کرنا ہے ۔ تو

اگر سود حرام ہے تو بیع بھی حرام ہونی چاہئے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام، وہ مالک الملک ہے وہی انسان کا خالق اور اس کا مالک ہے اسی کو علم ہے کہ کیا بات انسان کے حق میں مفید ہے اور کون سی بات اس کے حق میں باعث مضرت، اور اس نے اپنے علم کی بنیاد پر بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے پھر دونوں برابر کیسے ہوسکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے اس لیے اے ایمان والو تم جو سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ آیت کے اس حصہ کا شان نزول یہ ہے کہ اہل عرب میں سودی لین دین کا عام رواج تھا اور ذاتی ضرورت کے قرض سے لے کر تجارتی قرض تک ہر معاملہ میں سود کا عمل دخل تھا۔ جب آیات گزشتہ میں سود (ربا) کی حرمت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے سود کے معاملات ترک کر دیئے لیکن کچھ لوگوں کے دوسروں پر سود کی بقایا رقموں کے باقی تھے جیسا کہ بنوثقیف اور بنومخزوم کے درمیان سود کے بقایا جات موجود تھے بنومخزوم مسلمان ہوگئے تو انہوں نے کہا کہ ہم سود نہیں دینگے لیکن بنوثقیف جن کا بقایا سود بنومخزوم کے ذمہ تھا انہوں نے اپنا سود لینے کا مطالبہ کیا کیونکہ بنوثقیف مسلمان نہ ہوئے تھے البتہ انہوں نے مسلمانوں سے مصالحت کر لی تھی۔ یہ معاملہ فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ میں پیش آیا اور مکہ کے عامل حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کو لکھ کر بھیجا۔ اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی کہ جو پچھلا سود ہے وہ بھی نہ لیا جائے صرف رأس المال وصول کیا جائے۔ خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے اس قانون کا اعلان فرمایا اور خود اپنے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لوگوں کے ذمہ عائد سود کو ساقط فرما دیا۔

رسول کریم ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن کے وقت عرب میں ربا (سود) ہر طرف رائج بھی تھا اور لوگ اسے بخوبی جانتے تھے چنانچہ جب ۸ھ میں سورۃ البقرہ کی ربا کی حرمت سے متعلق آیات نازل ہوئیں تو کسی کو لفظ ربا کی حقیقت سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی اور نہ کسی نے ربا کی حقیقت جاننے کے لیے رسول اللہ ﷺ سے مراجعت کی۔ بلکہ ان آیات کے نازل ہوتے ہی سب نے اسی وقت تمام سودی معاملات ترک کر دیئے۔

سود کی تعریف

ابن عربی رحمہ اللہ احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ ربا کے معنی زیادتی کے ہیں اور اس سے مراد وہ زیادتی ہے جس کے بالمقابل کوئی مال یا عرض نہ ہو بلکہ محض ادھار اور اس کی میعاد ہو۔ امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ ربا کی دو قسمیں ہیں ایک معاملات بیع وشراء میں ربا۔ دوسرے ادھار کا ربا۔ اسلام سے پہلے دوسری قسم ہی متعارف اور رائج تھی کہ اہل عرب اپنا مال معین مدت کے لیے کسی کو دیتے اور ہر مہینہ اس کا نفع لیتے تھے اگر وہ میعاد معین پر ادائیگی نہ کر سکا تو میعاد اور بڑھا دی جاتی اور اس کے ساتھ ہی سود کی رقم بھی مزید بڑھا دی جاتی تھی۔ یہی جاہلیت کا ربا تھا جسے اسلام نے حرام قرار دیا اور جس کی حرمت قرآن کریم میں بیان ہوئی۔

امام جصاص رحمہ اللہ نے احکام القرآن میں ربا کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کسی میعاد متعین کے لیے اس شرط پر قرض دینا کہ مقروض اصل مال سے زائد قرض دہندہ کو ادا کرے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ ہر وہ قرض جو نفع حاصل کرے وہ ربا ہے۔

ربا کی دوسری قسم ربا الفضل ہے اس کا بیان سنت میں ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چھ اشیاء یعنی سونا، چاندی، گیہوں، جوء، کھجور اور

انگور کی بیع وشراء میں کمی بیشی اور ادھار کو ربا میں داخل کر کے صراحتاً حرام قرار دیدیا۔

لیکن یہ بات محل اجتہاد تھی کہ حضور کا مقصود صرف یہی چھ چیزیں ہیں یا یہ حکم کسی مشترکہ علت کی بنا پر دوسری اشیاء میں جاری ہوسکتا ہے۔اسی بنا پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کاش رسول اللہ ﷺ خود ہی اس کے بارے میں کوئی ضابطہ بیان فرمادیتے۔اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر ربا کا شبہ بھی ہو تو اس سے بھی احتراز ضروری ہے۔

ربا کی یہ دوسری قسم نہ تو عام ہے اور نہ بیع وشراء میں ربا کی اس قسم کی ایسی ناگزیر ضرورت پیش آتی ہے کہ اس سے مفر نہ ہو۔اور جو ربا بالعموم محل بحث ہوتا ہے اور جس کے بارے میں تصور کیا جاتا ہے کہ اس پر موجودہ دور کی معاشیات کا مدار ہے وہ وہی ربا ہے جس کی قرآن نے حرمت بیان کی ہے اس ربا کی حقیقت بھی واضح ہے اور اس کی حرمت بھی یقینی ہے۔ (معارف القرآن)

سود کھانا کھلانا دونوں موجب لعنت ہے

١٦١٥ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :"لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُؤْكِلَه"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ زَادَالتِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُه: "وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَه".

(١٦١٥) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھلانے والے اور کھانے والے دونوں پر لعنت فرمائی۔(مسلم)

ترمذی اور دیگر نے بیان کیا کہ حدیث میں دونوں گواہ اور لکھنے والے کو بھی اس لعنت میں شامل کیا ہے۔

تخریج حدیث(١٦١٥): صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب لعن آکل الربا . الجامع للترمذی، ابواب البیوع باب ماجاء فی آکل الربا .

کلمات حدیث: آکل الربا : سود لینے والا خواہ اسے نہ کھائے بلکہ کسی اور استعمال میں لائے۔ مؤکلہ : سود کا دینے والا۔

شرح حدیث: باطل اور ناحق میں اعانت کرنا اور کسی طرح مدد کرنا بھی حرام ہے۔سود اس قدر بڑی برائی اور اس قدر بڑا گناہ ہے کہ سود لینے والا اور دینے والا تو اللہ کی رحمت سے دور ہے ہی معاملہ سود کو لکھنے والا اور اس کا گواہ بننے والا بھی رحمت الٰہی سے دور قرار دیئے گئے ہیں۔غرض ہر ایسا عمل جو سود پر منتج ہو یا اس میں مدد واعانت ہو وہ حرام ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ٢٢/١١ . روضة المتقين : ١٢٠/٤)

الباب (۲۸۸)

بَابُ تَحْرِيمِ الرِّيَآءِ
ریاکاری کی حرمت کا بیان

عبادت میں اخلاص پیدا کرو

۳۸۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعْبُدُواْ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ ﴾ ٱلْآيَةَ .

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور انہیں نہیں حکم دیا گیا مگر اس کا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لیے اطاعت کو خالص کر کے یکسو کر۔'' (البینۃ:۵)

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم فرمایا ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اسی ایک کی بندگی کریں ہر باطل اور غلط بات سے اور ہر جھوٹ سے منقطع ہو کر خالص اسی بندگی جس میں کسی شرک کا کوئی شائبہ نہ ہو اور ابن حنیف سے تعلق جوڑ کر باقی سب سے تعلق توڑ کر اور سب سے بے نیاز ہو کر اور اسی کی بندگی پر مطمئن اور یکسو ہو کر اسی غلام بن جائیں۔ (تفسیر عثمانی)

ریاکاری کا ذریعہ

۳۸۷. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ لَا تُبْطِلُواْ صَدَقَٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ كَٱلَّذِي يُنفِقُ مَالَهُۥ رِئَآءَ ٱلنَّاسِ ﴾ ٱلْآيَةَ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر ضائع مت کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال دکھلاوے کے لیے خرچ کرتا ہے۔''

(البقرۃ:۲۶۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور جسے دیا ہو اسے ایذاء پہنچا کر ضائع مت کرو یعنی صدقہ دے کر محتاج پر احسان کرنے اور اسے ستانے سے صدقہ کا ثواب جاتا رہتا ہے اور صدقہ دینے والا خالی ہاتھ ہو جاتا ہے کہ اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھلانے کے لیے خرچ کرتا ہے کہ لوگ اسے سخی سمجھیں اور اس کی تعریف ہو۔ غرض جس طرح من اور اذی سے صدقہ کا اجر وثواب ضائع ہو جاتا ہے اسی طرح ریا سے بھی خرچ کرنے کا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

۳۸۸. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ يُرَآءُونَ ٱلنَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٤٢﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''وہ لوگوں کو دکھلاتے ہیں اور نہیں یاد کرتے اللہ کو مگر بہت تھوڑا۔'' (النساء: ۱۴۲)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ منافقین نماز کو سمجھتے اور نہ ان کے دلوں میں اس کی اہمیت وعظمت ہے وہ تو صرف دکھانے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ لوگ ان کو بھی مؤمن اور مسلمان سمجھیں۔ اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت کم۔ (معارف القرآن)

اللہ تعالیٰ شرک سے بے نیاز ہے

١٦١٦. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَكَآءِ عَنِ الشِّرْكِ. مَنْ عَمِلَ عَمَلاً اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِیَ غَيْرِیْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١٦١٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمام شریکوں میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں اگر کوئی ایسا عمل کرے جس میں وہ میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو بھی شریک کرے تو میں اس کو اس کے شرک سمیت چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۶۱۶): صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب من اشرك فی عمله غیر اللّٰه .

شرح حدیث: اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہر طرح کے شرک سے بے نیاز ہے خواہ شرک خفی ہو یا جلی اور خواہ معمولی شرک ہو اور خواہ بڑا شرک ہو اور خواہ ریا کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں۔ اللہ کا بندہ وہی ہے جو اللہ کی بندگی صرف اسی کی رضا کے لیے کرے اور اس میں کسی اور کی رضا کا شائبہ تک نہ ہو بلکہ عبادت خالصتاً لوجہ اللہ ہو۔ اخلاص قول میں بھی ہو اور عمل میں بھی ہو ارادے میں بھی ہو اور نیت میں بھی ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی، نہ کسی کی رضا مقصود ہو اور نہ کسی کو دکھانا علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ایک ہے یکتا ہے اور بے مثال ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح اس کی عبادت بھی ہو جو صرف اسی کے لیے ہو اور کوئی اس میں شریک نہ ہو کیونکہ وہ جس طرح الٰہ ہونے میں ایک ہے اسی طرح وہ عبودیت میں بھی ایک ہے اور جس طرح اس کی الوہیت میں شرک، شرک فی الالوہیت ہے اسی طرح اس کی عبادت میں شرک شرک فی العبودیت ہے۔ اللہ کے یہاں مقبول ہونے والا عمل وہ ہے جو خالصتاً اسی کی رضا کے لیے ہو اور ریا سے بالکل پاک ہو اور سنت نبوی ﷺ کے مقرر کردہ حدود وشرائط پر پورا اترتا ہو۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا یعنی غیر اللہ کی رضا کا طالب ہو اور اسے کھانے اور خوش کرنے کے لیے کیا تا کہ وہ اس کی تعریف کرے تو اس نے شرک کیا اور میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑتا ہوں۔

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمل لغیر اللہ کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ پورا عمل لغیر اللہ ہو جیسے منافقین کی نماز۔ اس طرح کا عمل کا ظہور مسلمانوں سے نماز اور روزے میں مشکل ہے البتہ حج اور صدقہ وغیرہ میں ہو سکتا ہے اگر ایسا ہو تو بلاشبہ یہ عمل باطل اور غیر مقبول ہے اور اللہ کی ناراضگی کا باعث ہے۔

ایک صورت یہ ہے کہ عمل تو خالصتاً اللہ کے لیے کیا لیکن دوران عمل کوئی خیال ریا کا بھی آ گیا۔ اگر اس خیال کو فوراً دور کر دیا تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر اسے جاری رکھا تو اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا یہ عمل باطل ہو گیا یا اصل نیت پر برقرار رہا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ اصل نیت پر برقرار رہے گا۔ واللہ اعلم۔

غرض حدیث مبارک میں ریا اور سمعہ کی ممانعت ہے۔ (ریا لوگوں کو دکھلانا سمعہ اس امید پر نیک کام کرنا کہ لوگوں میں شہرت ہوگی)

حضرت ابوسعید بن ابی فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ اس دن جس میں کوئی شبہ نہیں تمام پہلے لوگوں اور پچھلے لوگوں کو جمع فرمائینگے تو ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جس نے اللہ کے لیے کوئی عمل کیا اور اس میں کسی اور کو شریک کیا تو وہ اپنا ثواب اس سے طلب کرے جس کو اس نے شریک کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہے۔ (شرح صحیح مسلم : ۱۸/ ۹۰۔ روضۃ المتقین : ٤/ ۱۲۱۔ دلیل الفالحین : ٤/ ٤٠٤)

تین آدمی سب سے پہلے جہنم میں داخل ہوں گے

۱٦۱۷۔ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَتَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ : فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ : قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُ. قَالَ : كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُقَالَ : جَرِيْءٌ! فَقَدْ قِيْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ، وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ، فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا. قَالَ : فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ، وَقَرَاْتُ فِيْكَ الْقُرْاٰنَ، قَالَ: "كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ لِيُقَالَ: قَارِئٌ! فَقَدْ قِيْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، قَالَ : فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ : مَاتَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ اَنْ يُنْفَقَ فِيْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ. قَالَ : كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ : جَوَادٌ! فَقَدْ قِيْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "جَرِيْءٌ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَبِالْمَدِّ: اَيْ شُجَاعٌ حَاذِقٌ.

(۱٦۱۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ روز قیامت جن لوگوں کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا ان میں ایک شہید ہوگا اسے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا جنہیں وہ پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے ملنے کے بعد کیا عمل کیا وہ عرض کرے گا کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا تو اس لیے لڑا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے جو کہا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

دوسرا وہ شخص ہوگا جس نے دین کا علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھلایا اور قرآن پڑھا اسے لایا جائیگا اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے جنہیں وہ پہچان لے گا (اعتراف کرے گا) اللہ تعالیٰ پوچھیں گے تو نے یہ نعمتیں ملنے پر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھلایا اور تیری رضا کے لیے قرآن پڑھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے تو نے اس لیے علم حاصل کیا تھا تا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا تا کہ قاری کہا جائے گا جو کہا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈالدیا جائے گا۔

تیسرا وہ شخص ہوگا جس پر اللہ نے وسعت فرمائی تھی اور اسے مال و دولت سے نوازا تھا اسے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائینگے جنہیں وہ پہچان لیگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے ان کی وجہ سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے کوئی ایسا راستہ جس میں خرچ کرنے کو تو پسند کرتا تھا نہیں چھوڑا مگر اس میں تیری خاطر ضرور خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو اس لیے کیا تھا کہ تجھے سخی کہا جائے جو کہا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔ (مسلم)

جری: بہادر اور ہوشیار

تخریج حدیث (۱۶۱۷): صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب من قاتل الریا، والسمعة استحق النار .

کلمات حدیث: فعرفه نعمته فعرفها : اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ ان کا اعتراف کرے گا۔ فسحب علی وجهه : اسے منہ کے بل گھسیٹا جائیگا۔ سحب سحباً (باب فتح) زمین پر گھسیٹا۔ سحب : واحد غائب ماضی مجہول، گھسیٹا گیا۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ میں اکثر مقامات پر عالم آخرت میں پیش آنے والے احوال و واقعات کو ماضی کے صیغوں میں بیان کیا گیا ہے یعنی ان کا وقوع پذیر ہونا اتنا حتمی اور اس قدر یقینی ہے جیسے وہ ہو چکے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مستفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں کے احوال سے واقف ہے اور اس پر کوئی پوشیدہ امر مخفی نہیں ہے۔ اور ریاء کاری سے اچھے سے اچھا عمل ضائع ہو جاتا ہے اور آدمی اسکے اجر و ثواب سے محروم ہو جاتا ہے، یہی نہیں بلکہ ایسا شخص جس نے دین کا کوئی عمل دنیا کے حصول کے لیے کیا ہو وہ جہنم میں جائے گا۔ اور اس کا ریا کاری سے کیا ہوا عمل بے کار جائے گا۔

(شرح صحیح مسلم : ۹٤/۱۳)

غلط بات کی تائید کرنا بھی نفاق ہے

۱۶۱۸ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ نَاسًا قَالُوْا لَه' : اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سَلَاطِيْنِنَا فَنَقُوْلُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ؟ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۶۱۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے سلاطین کے پاس

جاتے ہیں اور ہم ان کے سامنے اس بات سے مختلف بات کرتے ہیں جو ہم ان کے پاس سے آنے کے بعد کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس کو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں نفاق میں شمار کرتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۶۱۸): صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب مایکره من ثناء السلطان .

شرح حدیث: اہل اقتدار اور ارباب اختیار کی مجلس میں بیٹھ کر ایسی باتیں کرنا جس سے وہ خوش ہوں اور ان کی مجلس کے باہر ان کا مذاق اڑانا یا ان پر طنز کرنا اور تنقید کرنا منافقت ہے۔ صاحبان اقتدار کے سامنے وہی کرنی چاہئے جو حق بات اور مبنی برصدق ہو اور جس میں ان کی اور محکومین کی خیر اور بھلائی ہو اور مجلس کی باتیں بغیر شرکاء مجلس کی اجازت کے افشا نہیں کرنی چاہئے کہ مجالس میں کی گئی باتیں امانت ہیں اور ان کی حفاظت امانت کی حفاظت کی طرح لازمی ہے۔ یہ حدیث باب ذم ذی الوجہین میں گزر چکی ہے۔

(روضة المتقين : ٤/ ١٢٤، دليل الفالحين : ٤/ ٤٠٦)

ریا کار کو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں رسوا فرماتے ہیں

۱۶۱۹. وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ، وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللّٰهُ بِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ" وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا .

"سَمَّعَ" بِتَشْدِيْدِ الْمِيْمِ. وَمَعْنَاهُ اَظْهَرَ عَمَلَه' لِلنَّاسِ رِيَاءً "سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ : اَىْ فَضَحَه' يَوْمَ الْقِيَامَةِ . وَمَعْنٰى : "مَنْ رَاءَ ى رَاءَ ى اللّٰهُ بِهِ" اَىْ مَنْ اَظْهَرَ لِلنَّاسِ الْعَمَلَ الصَّالِحَ لِيَعْظُمَ عِنْدَهُمْ "رَاءَ ى اللّٰهُ بِهِ" : اَىْ اَظْهَرَ سَرِيْرَتَه' عَلٰى رُؤُسِ الْخَلَآئِقِ .

(١٦١٩) حضرت جندب بن عبداللہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دکھلاوے کے لیے کوئی کام کیا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کو رسوا کر دینگے اور جس نے لوگوں کی نظر میں بڑا بننے کے لیے کوئی عمل کیا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کے رازوں کو لوگوں کے سامنے ظاہر فرما دینگے۔ (متفق علیہ)

امام مسلم نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

سمّع : میم کی تشدید کے ساتھ ریا کے طور پر لوگوں کے سامنے اپنا عمل ظاہر کرنا۔ سمع اللہ به یعنی اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت رسوا کر دینگے۔ من رائی جس نے اپنا عمل صالح لوگوں کے سامنے ظاہر کیا تا کہ وہ ان کی نظروں میں بڑا ہو جائے۔ اور رائی اللہ بہ کا مطلب ہے اس کے پوشیدہ عیبوں کو تمام مخلوق کے سامنے ظاہر کر دے گا۔

تخریج حدیث(۱۶۱۹): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة . صحیح مسلم کتاب الزهد، باب تحريم الرياء.

شرح حدیث: امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خلوص سے عاری عمل خواہ وہ بظاہر کتنا ہی وقیع ہو اللہ کے یہاں بے حقیقت ہے اور ایسا عمل جو لوگوں کو دکھانے اور حصول شہرت کے لیے کیا گیا ہو روز قیامت اس سے سوائے ندامت اور عذاب کے کچھ حاصل نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے علی وجہ الخلائق رسوا فرمادینگے۔ مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابوھند داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے کوئی عمل لوگوں کو دکھلانے اور حصول شہرت کے لیے کیا اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت اس کو ذلیل اور رسوا فرمادینگے۔

حافظ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ عمل صالح کا اخفاء اور چھپانا مستحب ہے لیکن بعض اوقات اس نیت سے اس کا اظہار مستحب ہے کہ دیکھنے والے اس کی اقتدا کریں۔ یعنی جب اس امر کا اطمینان ہو کہ لوگ عمل صالح کو دیکھ کر اس کی اقتدا کرینگے۔ جیسے والد کا اپنی اولاد کے سامنے نیک اعمال کرنا تا کہ انہیں رغبت اور شوق ہو اور وہ بھی کریں۔ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تہجد پڑھتے تھے اور اپنے محاسن اعمال کا اظہار کرتے تھے تا کہ لوگ ان کی اقتداء کریں اس لیے اگر کوئی شخص ایسا امام یا مرشد ہو جس کی لوگ اقتداء کرتے ہوں اور وہ اپنے ظاہری اور پوشیدہ عمل میں اس امر پر قادر ہو کہ اس کی نیت خالصتاً رضائے الٰہی کی برقرار رہے اور اسے یہ قدرت حاصل ہو کہ وہ شیطان کو اپنے اوپر غلبہ نہ پانے دے تو اس کا اپنے اعمال حسنہ کا اظہار کرنا تا کہ لوگ اس کی اقتداء کریں مستحب ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہر صورت میں اخفاء مستحب ہے۔

(فتح الباری : ۳/۳۹۰. عمدة القاری : ۲۳/۱۳۱. شرح صحیح مسلم : ۱۸/۹۰. روضة المتقین : ٤/١٢٥)

دنیا کی خاطر علم حاصل کرنے والا جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوگا

١٦٢٠. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لَایَتَعَلَّمُهٗ اِلَّالِیُصِیْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْیَا لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ'' یَعْنِیْ رِیْحَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ. وَالْاَحَادِیْثُ فِی الْبَابِ كَثِیْرَةٌ مَشْهُوْرَةٌ .

(١٦٢٠) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس علم کو جس کے ذریعہ اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہے اس لیے سیکھتا ہے کہ اس سے دنیا حاصل کرے وہ روز قیامت جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ عرف کے معنی خوشبو کے ہیں۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

اس موضوع سے متعلق اور بھی متعدد مشہور احادیث ہیں۔

تخریج حدیث (١٦٢٠): سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی طلب العلم لغیر اللّٰه .

کلمات حدیث: عرضا من الدنیا : دنیا کا سامان۔ اسباب دنیا۔

شرح حدیث: علم دین کے حصول اور اس کی تعلیم واشاعت میں اخلاص اور حسن نیت لازمی ہے نیز علم دین کے حصول کے ساتھ

اس پر عمل اور تقوی اختیار کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ بغیر عمل علم بے کار ہے اور بغیر تقوی علم دین حاصل کرنے والا معرفت الٰہی سے محروم رہتا ہے۔ صحابۂ کرام علم و عمل ساتھ حاصل کرتے تھے۔ غرض علم دین کو حصولِ دنیا کا ذریعہ بنانا ثواب اخروی سے محرومی کا باعث ہے اور اتنا بڑا جرم ہے کہ ایسا شخص جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہو جائے گا۔ یہ حدیث اس سے پہلے کتاب العلم میں آ چکی ہے۔

(روضة المتقين : ٤/١٢٦. دليل الفالحين : ٤/٤٠٨)

البَابُ (۲۸۹)

باب مَا يُتَوَهَّمُ اَنَّه' رِيَآءٌ وَلَيْسَ بِرِيَآءً

کسی بات کے بارے میں ریا کا وہم ہونا حالانکہ وہ ریا نہ ہو

۱۶۲۱. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قِيلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ الرَّجُلَ الَّذِیْ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمِدُہُ النَّاسُ عَلَيْہِ؟ قَالَ : تِلْکَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ'' رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(۱۶۲۱) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی شخص کوئی خیر کا کام کرے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کریں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کے لیے خوشخبری ہے جو اسے پہلے دیدی گئی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۶۲۱): صحيح مسلم، كتاب البر، باب اذا اثنى على الصالح .

کلمات حدیث: عاجل بشری المؤمن : یہ مؤمن کو جلد ملنے والی بشارت ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا ﴾ (ان کو دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے)

شرح حدیث: اگر کسی نے خالصتاً لوجہ اللہ عمل صالح کیا اور اس کی نیت بھی صحیح ہے اور اس کا عمل بھی محض رضائے الٰہی کے لیے ہو اور اس پر لوگ اس کی تعریف کریں تو یہ وہ محبت ہے جو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور زبان سے اس کا اظہار کروا دیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں تو حضرت جبرئیل کو فرماتے ہیں کہ فلاں بندہ میرا محبوب ہے تم بھی اسے محبوب بنالو، جبرئیل علیہ السلام اسے اپنا محبوب بنالیتے ہیں اور آسمان دنیا پر پکارتے ہیں کہ اللہ نے فلاں بندہ کو محبوب بنالیا ہے تم بھی اسے محبوب بنالو۔ اس پر آسمان والے اسے اپنا محبوب بنالیتے اور پھر یہ قبولیت دنیا میں اتار دی جاتی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات جب ہے کہ نیک عمل کرنے والا اس طرف دھیان تک نہ دے کہ لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں یا نہیں اور اس کا عمل خالص اللہ کے لیے ہو۔

(شرح صحيح مسلم للنووى : ۱۵۵/۱۶ . روضة المتقين : ۱۲۶/٤ . دليل الفالحين : ٤٠٩/٤)

البَابُ (۲۹۰)

باب تحريم النظر الى المراة الا جنبية و الا مرد الحسن لغير حاجة شرعية

اجنبی عورت اور خوبصورت بے ریش بچے کی طرف بغیر شرعی ضرورت دیکھنا حرام ہے

۳۸۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَـٰرِهِمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''آپ مؤمنوں کو فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں۔'' (النور: ۳۰)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ آپ اہل ایمان کو حکم فرمادیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ نیچی نگاہ رکھنے سے مراد نگاہ کو ان چیزوں سے پھیر لینا ہے جن کی طرف دیکھنا شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے۔ غیر محرم عورت کو نگاہ غلط سے دیکھنا حرام اور بغیر کسی نیت کے دیکھنا مکروہ ہے اور اسی طرح مرد یا عورت کے ستر کی طرف دیکھنا بھی ممنوع ہے، کسی کے گھر کا راز معلوم کرنے کے لیے اس کے گھر میں جھانکنا اور وہ تمام کام جن میں اسلامی شریعت نے نگاہ ڈالنے سے منع فرمایا ہے اس میں داخل ہیں۔

(معارف القرآن. تفسير مظهری)

کان آنکھ دل کے بارے میں خصوصی سوال ہوگا

۳۹۰. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَـٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''کان، آنکھیں اور دل سب کے بارے میں باز پرس ہوگی۔'' (الاسراء: ۳۶)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ کان آنکھ اور دل کے بارے میں ہر شخص سے روز قیامت باز پرس ہوگی کہ انہیں کہاں کہاں استعمال کیا اور کیا کیا خیال دل میں جمایا۔ اگر کان سے ایسی باتیں سنیں جن کا سننا ناجائز تھا یا آنکھ سے ایسی چیزیں دیکھیں جن کا دیکھنا شرعاً ناجائز تھا یا دل میں کوئی غلط عقیدہ اور کوئی بری بات جمائی جو اللہ کے بتائے ہوئے احکام کے خلاف تھی تو ان سب کے بارے میں روز قیامت سوال ہوگا۔ (معارف القرآن)

۳۹۱. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴿١٩﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور ان باتوں کو جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہیں۔'' (غافر: ۱۹)

تفسیری نکات: تیسری آیات میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حالات سے واقف ہے جس میں کسی نے کسی کی طرف نظر چرا کر دیکھا اور ان تمام باتوں سے بھی واقف ہے جو لوگوں نے اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی ہیں۔ یعنی مخلوق سے نظر بچا کر چوری چھپے کسی پر نگاہ ڈالی یا کن انکھیوں سے دیکھا یا دل میں کچھ نیت کی یا کسی بات کا ارادہ اور خیال آیا ان میں سے ہر چیز کو اللہ جانتا اور انصاف کرتا ہے۔

(تفسیر عثمانی)

۳۹۲۔ وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴾ ۱۴

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''تمہارا رب البتہ تمہاری گھات میں ہے۔'' (الفجر: ۱۴)

تفسیری نکات: چوتھی میں ارشاد فرمایا کہ تیرا رب تیری گھات میں ہے یعنی جس طرح کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے کہ فلاں کیونکر اور کیا کرتا ہوا گزرا اور فلاں کیا لایا اور کیا لے گیا پھر وقت آنے پر اپنی ان معلومات کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اسی طرح سمجھو کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ کر تمام بندوں کے تمام اعمال وافعال اور احوال کو دیکھتا ہے کوئی حرکت وسکون اس سے مخفی نہیں ہے ہاں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ غافل لوگ سمجھتے ہیں کہ کوئی پوچھنے والا نہیں جو چاہو کرو حالانکہ وقت آنے پر ہر چھوٹے بڑے عمل کا حساب ہوگا اور سارے اعمال سامنے لا کر رکھ دیئے جائیں گے اس وقت معلوم ہوگا کہ یہ سب ڈھیل تھی اور بندوں کا امتحان تھا کہ کن حالات میں کیا کچھ کرتے ہیں اور عارضی حالت پر نظر کر کے آخری انجام کو تو نہیں بھولتے۔ (تفسیر عثمانی)

آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں کا زنا

۱۶۲۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : کُتِبَ عَلٰی ابْنِ اٰدَمَ نَصِیْبُهٗ مِنَ الزِّنَا مُدْرِکٌ ذٰلِکَ لَامَحَالَةَ : الْعَیْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْاُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهَا الْکَلَامُ، وَالْیَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ یَهْوٰی وَیَتَمَنّٰی، وَیُصَدِّقُ ذٰلِکَ الْفَرْجُ اَوْیُکَذِّبُهٗ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

هٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَرِوَایَةُ الْبُخَارِیِّ مُخْتَصَرَةٌ .

(۱۶۲۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم کے لیے اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جو لامحالہ اسے پہنچے گا، آنکھوں کا زنا نظر ہے کانوں کا زنا سننا ہے زبان کا زنا بات کرنا ہے ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے پاؤں کا زنا چل کر جانا ہے اور دل خواہش کرتا اور آرزو کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ (متفق علیہ)

یہ الفاظ مسلم کے ہیں اور بخاری کی روایت مختصر ہے۔

تخریج حدیث(۱۶۲۲): صحيح البخاری، كتاب الاستيذان، باب زنا الجوارح . صحيح مسلم، كتاب القدر، باب قدر على ابن آدم خطه من الزنا .

کلمات حدیث: كتب : تقدیر میں لکھدیا گیا۔ مدرك ذلك لامحالة : اسے ضرور حاصل کرنے والا ہے۔ ادرك ادراكاً (باب افعال) پالیا۔ القلب يهوى ويتمنى : دل میں میلان پیدا ہوتا ہے اور تمنا ابھرتی ہے۔ دل میں خواہش اور آرزو پیدا ہوتی ہے۔

شرح حدیث: قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یعنی زنا کے تمام دواعی سے بچو اس کے جملہ اسباب سے اجتناب کرو اور ان تمام کاموں سے احتراز کر جو زنا کا پیش خیمہ بنتے ہیں، کسی کو بری نظر سے دیکھنا، بری بات زبان پر لانا اور اس کا سننا اور برائی کے لیے قدم اٹھانا اور دل میں میلان اور خواہش کا بیدار ہونا سب دواعی زنا اور اس کی طرف لے جانے والے امور ہیں ان سب سے احتراز کرنا لازم ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے معنی ہیں کہ انسان کے لیے زنا کا کوئی نہ کوئی حصہ مقدر کر دیا گیا ہے کہ وہ یا تو حقیقی زنا کا مرتکب ہوتا ہے یا زنا کے دواعی اور ان کے اسباب میں سے کسی سبب میں گرفتار ہو جاتا ہے کہ کہیں برا خیال دل میں آ گیا، کبھی کہیں بری نظر ڈال لی اور کبھی کسی غیر محرم عورت سے بات کر لی اور اسے ہاتھ لگا لیا، وغیرہ یہ سب مجازی زنا کی صورتیں ہیں۔

(فتح الباری : ۲۶۲/۳ . عمدة القاری : ۲۷۳/۲۲ . شرح صحيح مسلم : ۱۶۸/۱٦)

راستہ کے حقوق میں سے نظر کی حفاظت بھی ہے

۱۶۲۳ . وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ فِى الطُّرُقَاتِ!" قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ : نَتَحَدَّثُ فِيْهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوْا الطَّرِيْقَ حَقَّه"، قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : "غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْاَذٰى، وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىُ عَنِ الْمُنْكَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٦٢٣) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ راستوں میں بیٹھنے سے احتراز کرو۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ہمارے لیے بیٹھے بغیر چارہ نہیں کہ ہم وہاں باتیں کرتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم بیٹھے بغیر نہیں رہ سکتے تو راستے کا حق ادا کرو۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ راستے کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ ارشاد فرمایا کہ نگاہ نیچی رکھنا، تکلیف وہ چیزوں کو ہٹا دینا، سلام کا جواب دینا اور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۶۲۳): صحيح البخاری، كتاب المظالم، باب أفنية الدور والجلوس على الصعدات . صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب النهى عن الجلوس فى الطرقات .

کلمات حدیث: مالنا من مجالسنا بد : ہمارے لیے ان مجالس سے گریز کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ غض البصر : نگاہ پست رکھنا۔

کف الآذی : ایذا کا دور کرنا اور اس کے وقوع کو روکنا۔

شرح حدیث: گھروں کے سامنے جگہوں پر اور راستوں میں بیٹھنا جائز ہے لیکن اس کے حقوق وآداب ہیں جو یہ ہیں کہ نگاہ نیچی رہے اور کسی نامحرم پر نظر نہ پڑے نہ خود کسی کو تکلیف پہنچائے اور نہ کسی کو تکلیف پہنچانے دے، سلام کا جواب دے اور اچھائیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر میں آچکی ہے۔

(روضة المتقين : ٤/١٢٩ . دليل الفالحين : ٤/٤١١ . نزهة المتقين : ٢/٤٣٠)

نظر کی حفاظت سلام کا جواب بھی راستے کے حقوق میں سے ہیں

۱۶۲۴. وَعَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ زَيْدِ بْنِ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا قُعُوْدًا بِالْاَفْنِيَةِ نَتَحَدَّثُ فِيْهَا فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَقَالَ : "مَالَكُمْ وَلِمَجَالِسِ الصُّعُدَاتِ اِجْتَنِبُوْا مَجَالِسَ الصُّعُدَاتِ" فَقُلْنَا: اِنَّمَا قَعَدْنَا لِغَيْرِ مَابَأْسٍ : قَعَدْنَا نَتَذَاكَرُ وَنَتَحَدَّثُ. قَالَ : "اِمَّا لَافَادُّوْا حَقَّهَا : غَضُّ الْبَصَرِ، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَحُسْنُ الْكَلَامِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

" اَلصُّعُدَاتِ " بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعِيْنِ : اَيِ الطُّرُقَاتِ .

(۱۶۲۴) حضرت ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم گھر کے باہر دیوڑھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے اور باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ تم نے راستوں میں مجالس کیوں لگالیں۔ تم مجالس لگانے سے بچو؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم اس طرح بیٹھے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ہم صرف باتیں کر رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر راستے کا حق ادا کرو یعنی نگاہ نیچی رکھو، سلام کا جواب دو اور اچھی بات کرو۔ (مسلم)

صعدات کے معنی راستوں کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۶۲۴): صحيح مسلم، كتاب السلام، باب من حق الحلوس على الطريق رد السلام .

کلمات حدیث: أفنية : جمع فناء : گھر کے سامنے کی جگہ۔ فقام علينا : ہمارے پاس آ کھڑے ہوئے۔

شرح حدیث: راستوں کے کناروں پر اور گزرگاہوں پر بیٹھنا جائز ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ راستے کے حقوق اور آداب کا خیال رکھا جائے اور ان کی رعایت ملحوظ رکھی جائے، مثلاً نگاہ نیچی رکھنا، سلام کا جواب، اچھی گفتگو کرنا اور اچھائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا اور کسی کو تکلیف نہ پہنچانا اور نہ کسی کو تکلیف پہنچانے دینا۔ (شرح صحيح مسلم ١٤/ ١٢٠)

اچانک نظر پڑ جائے یہ معاف ہے

۱۶۲۵. وَعَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ

فَقَالَ: "اصْرِفْ بَصَرَكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١٦٢٥) حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک پڑ جانے والی نظر کے بارے میں سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنی نظر کو فوراً پھیر لے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۶۲۵): صحیح مسلم، کتاب الادب، باب نظر الفجاۃ.

کلمات حدیث: الفجاءۃ: اچانک بلا قصد نگاہ پڑنا۔

شرح حدیث: حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر کسی اجنبی عورت پر اچانک نظر پڑ جائے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی نظر ہٹالو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اچانک نظر پڑ گئی اور فوراً ہٹالی تو کوئی گناہ نہیں ہے لیکن اگر نظر وہیں رہی اور بالارادہ بھی دیکھا تو وہ جائز نہیں ہے۔

جامع ترمذی رحمہ اللہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے علی ایک دفعہ دیکھنے کے بعد دوبارہ نظر نہ ڈالو کہ پہلی نظر تو معاف ہے دوسری نہیں۔

(شرح صحیح مسلم: ۱۱۷/۱٤. تحفة الاحوذی: ۶۳/۸. روضة المتقین: ۱۲۹/٤)

عورتوں کو نابینا مردوں سے بھی پردہ کرنا چاہیے

١٦٢٦. وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدَهُ مَيْمُوْنَةُ، فَاَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ، وَذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ اُمِرْنَا بِالْحِجَابِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "احْتَجِبَا مِنْهُ" فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى: لَايُبْصِرُنَا، وَلَايَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ!" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(١٦٢٦) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس وقت آپ ﷺ کے پاس تھیں۔ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور یہ واقعہ ہمیں حجاب کا حکم ملنے کے بعد کا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں اس سے پردہ کرلو۔ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا وہ نابینا نہیں ہے نہ وہ ہمیں دیکھتا ہے اور نہ پہچانتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کیا تم دونوں اسے نہیں دیکھو گی۔ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۶۲۶): أبو داؤد، اللباس، باب فی قوله تعالیٰ ﴿قل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن﴾. الجامع للترمذی، ابواب الادب، باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال.

کلمات حدیث: أفعمیاوان أنتما : کیا تم دونوں بھی نابینا ہو۔ أعمی : اندھا۔ عمیاء : اندھی۔ اس کا تثنیہ عمیاوان۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کو نابینا سے پردہ کا حکم دیا جس سے معلوم ہوا کہ جس طرح مردوں کا نامحرم عورت کو دیکھنا ناجائز ہے اسی طرح عورت کا بھی نامحرم مرد کو دیکھنا جائز نہیں ہے قرآن کریم میں سورہ نور کی آیت حجاب میں عورتوں کو پس پردہ رہنے کا حکم ہوا ہے اور مردوں کو یہ حکم ہوا ہے کہ اگر ان سے کوئی چیز مانگنا ہے تو پردہ کے پیچھے سے مانگیں اس حکم میں بھی پردہ کی خاص تاکید ہے کہ بلاضرورت تو مردوں کو عورتوں سے الگ رہنا ہی ہے ضرورت کے وقت ان سے بات کرنا ہو تو پس پردہ کر سکتے ہیں۔

مسئلہ حجاب یا پردہ نسواں کے بارے میں قرآن کریم کی متعلقہ سات آیات اور ستر کے قریب احادیث کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود اور درجۂ اول میں جو امر مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ عورتوں کا وجود اور ان کا سراپا مکمل طور پر مردوں کی نگاہوں سے مستور رہے جو گھروں کی چار دیواری ہی میں ہو سکتا ہے اس کے سوا حجاب کی جتنی صورتیں ہیں وہ بر بنائے ضرورت ہیں اور قدر ضرورت کے ساتھ مقید ہیں۔ غرض پردہ کا اصل مطلوب شرعی ان کے وجود اور سراپا کا حجاب ہے جس کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے گھر کے اندر رہیں۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اگر ناگزیر ضرورت کے تحت عورتیں باہر نکلیں تو اپنے سارے وجود کو سر سے پاؤں تک برقع یا لمبی چادر میں ڈھانپ لیں اور چادر میں سے صرف ایک آنکھ کھولیں تاکہ راستہ دیکھ سکیں۔ یہ دونوں درجہ علماء اور فقہاء کے یہاں متفق علیہ ہیں۔

ایک تیسرا درجہ بھی بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے جس میں صحابہ و تابعین اور فقہاء امت کی آراء مختلف ہیں۔ وہ یہ کہ جب عورتیں کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلیں تو وہ اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں بھی کھول سکتی ہیں بشرطیکہ سارا جسم مستور ہو۔ لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ خوف فتنہ کی وجہ سے عورت پر لازم ہے کہ چہرہ کا بھی پردہ کریں، اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا جائز نہیں۔ (ابن شائق)

(تحفة الاحوذی : ٦٤/٨. معارف القرآن)

* * *

١٦٢٧. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَایَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلیٰ عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَاالْمَرْأَةُ اِلیٰ عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَایُفْضِیْ الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، وَلَاتُفْضِیْ الْمَرْأَةُ اِلَی الْمَرْأَةِ فِیْ الثَّوْبِ الْوَاحِدِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١٦٢٧) حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مرد مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور عورت عورت کے ستر کو نہ دیکھے اور نہ مرد مرد کے ساتھ برہنہ ایک کپڑے میں لیٹے اور نہ عورت عورت کے ساتھ برہنہ ایک کپڑے میں لیٹے۔

(مسلم)

تخریج حدیث (۱۶۲۷): صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب تحریم النظر الی العورات.

کلمات حدیث: لایفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد : مرد مرد کے قریب ایک کپڑے میں برہنہ نہ لیٹے۔

شرح حدیث: مرد اور عورت کا وہ حصہ بدن جو ستر کہلاتا ہے اس کا سب سے چھپانا اور پوشیدہ رکھنا شرعی عقلی اور طبعی فریضہ ہے اور

تمام انبیاء کی شریعتوں میں فرض رہا ہے حتی کہ جنت میں جب آدم وحوا کا ستر کھل گیا تو وہ اپنے جسم کو پتوں سے چھپانے لگے۔ستر کی تحدید میں اختلاف ہوسکتا ہے کہ ستر کہاں سے کہاں تک ہے لیکن خود ستر کے چھپانے اور پوشیدہ رکھنے میں تمام اقوام وملل اور تمام ادیان و مذاہب متفق ہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ستر کا دیکھنا حرام ہے ماسوا شوہر اور بیوی کے۔اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مرد اور عورت کی شرمگاہ ستر میں داخل ہے۔مرد کا زیر ناف سے لے کر گھٹنوں تک جسم ستر ہے۔عورت کا عورت کے لیے زیر ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ جسم ستر ہے۔عورت کا ستر اس کے محارم کے لیے اس کی پیٹھ پیٹ زیر ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ ہے۔اور محرم مرد عورت کے سر چہرہ بازو کو بغیر شہوت کے دیکھ سکتا ہے۔اور غیر محرم کے لیے عورت کا سارا جسم ستر ہے حتی کہ چہرہ اور ہتھیلیاں بھی ستر میں داخل ہیں۔

حدیث مبارک میں مرد کا مرد کے ستر کو دیکھنا اور عورت کا عورت کے ستر کو دیکھنا حرام قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح اس سے بھی منع کیا گیا ہے کہ مرد مرد کے پاس برہنہ لیٹے اور عورت کے عورت کے پاس برہنہ لیٹے کہ یہ حرکت بے حیائی اور بے شرمی کی ہے اور دین اسلام میں حیا اور شرم کی بہت تاکید کی گئی ہے اور یہاں تک کہا گیا ہے کہ حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔

(تحفة الاحوذی : ۸/۸۱. شرح صحیح مسلم : ۴/۲۶)

الباب (۲۹۱)

بَابُ تَحْرِيمِ الْخَلْوَةِ بِالْاَجْنَبِيَّةِ
اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کی حرمت

۳۹۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَـٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے سوال کرو۔'' (الاحزاب:۲۵)

تفسیری نکات: اسلام نے انسانی معاشرے سے فواحش بدکاری اور اخلاقی برائیوں کے سدباب کے لیے بہت وسیع اور ہمہ گیر احکام جاری فرمائے ہیں اور جہاں بہت سے اخلاقی جرائم کو سنگین گناہ اور حرام قرار دیا ہے وہاں بہت سے ایسے امور سے بھی منع کر دیا ہے جو فواحش اور برائیوں کی طرف لے جانے والے ہیں جیسے شراب کو حرام کرنے کے ساتھ شراب کے بنانے اور اس کی خرید وفروخت کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح اسلام نے زنا کو حرام قرار دینے کے ساتھ ان ذرائع کا بھی سدباب کیا ہے جو زنا اور بے حیائی اور فحاشی کی طرف لے جانے والے ہیں چنانچہ اختلاط مرد وزن کی اجازت نہیں دی اور اجنبی عورت کے ساتھ خلوت (تنہائی) میں بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اجنبی عورت پر نظر ڈالنے کو آنکھوں کا زنا قرار دیا اس کو چھونے کو ہاتھوں کا زنا قرار دیا اور اس کی طرف چل کر جانے کو پیروں کا زنا قرار دیا۔ یہ سارے امور حرام ہیں خواہ یہ فی الواقع اور عملاً زنا پر منتج ہوں یا نہ ہوں اور ان تمام جرائم سے احتراز کے لیے عورتوں کے حجاب کا حکم ہے۔

آیت مذکورہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ اگر مرد عورتوں سے کوئی استعمال کی چیز برتن یا کپڑا مانگیں تو پردہ کے پیچھے سے مانگیں۔ قرآن وسنت کی رو سے یہی پردہ مطلوب ومقصود ہے کہ عورتیں اپنے وجود کو مردوں کی نظروں سے چھپائیں اور مرد ان کو نہ دیکھیں اور اگر کوئی چیز مانگنے لگیں تو وہ بھی پردے کے پیچھے ہو کر مانگیں کہ پردہ کا یہ حکم مردوں اور عورتوں دونوں کو نفسانی وساوس سے پاک رکھنے کے لیے دیا گیا ہے۔ (معارف القرآن)

شوہر کے قریبی رشتہ دار تو موت ہیں

۱۶۲۸. وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَآءِ!" فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ: اَفَرَاَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ : "اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ!" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلْحَمْوُ": قَرِيْبُ الزَّوْجِ كَاَخِيْهِ وَابْنِ اَخِيْهِ وَابْنِ عَمِّهِ .

(۱۶۲۸) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو اپنے آپ کو عورتوں

کے پاس جانے سے بچاؤ۔اس پر انصار میں سے کسی شخص نے کہا کہ دیور کا کیا حکم ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیور تو موت ہے۔
(متفق علیہ)

حمو : شوہر کا قریبی رشتہ دار، مثلاً بھائی، بھتیجا اور چچا زاد وغیرہ۔

تخریج حدیث(۱۶۲۸): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لایخلون رجل بامرأة . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الخلوة الاجنبیه .

کلمات حدیث: ایاکم والد خول علی النساء : عورتوں کے پاس تنہائی میں جانے سے احتراز کرو۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ کبھی کسی اجنبی عورت کے پاس تنہائی میں نہ جاؤ، اور کسی تنہا عورت کے ساتھ خلوت میں نہ بیٹھو، کیونکہ تنہا مرد اور عورت کے درمیان تیسرا شیطان ہے۔ بہر حال خلوت بالاجنبیہ حرام ہے اور گناہ ہے اور اس سے احتراز بے حد ضروری ہے اور بالخصوص اس صورت جبکہ مرد شوہر کا قریبی رشتہ دار ہو کہ عزیز قریب ہونے کی وجہ سے گھر میں آمد ورفت بھی رہتی ہے اور تنہائی کے مواقع بھی پیدا ہو جاتے ہیں اس لیے بہ نسبت دوسرے لوگوں کے ان قریبی رشتہ داروں سے احتیاط زیادہ ضروری ہے، کہ اس صورت میں فتنہ کے مواقع زیادہ ہیں اور اسی لیے ان قریبی رشتہ داروں کو موت کہا گیا یعنی دین اور اخلاق کی موت۔

(فتح الباری : ۲/۱۰۶۵. شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۴/۱۲۹)

اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا حرام ہے

۱۶۲۹. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَايَخْلُوَنَّ اَحَدُكُمْ بِامْرَأَةٍ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱٦۲۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی کسی اجنبی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ بیٹھے الا یہ کہ اس کا محرم موجود ہو۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۶۲۹): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لایخلون رجل بامرأة . صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم .

شرح حدیث: اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا حرام اور گناہ ہے اور کسی مرد کو ہرگز کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھنا چاہئے الا یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔تنہا کسی عورت کے ساتھ ہونا جہاں بہت سی برائیوں کا پیش خیمہ بن سکتا ہے وہاں اس عورت کے محارم کے دلوں میں شکوک وشبہات بھی پیدا کر سکتا ہے جو بالعموم معاشرتی فساد پر منتج ہوتے ہیں۔اس لیے فرمایا ہے کہ عورت اور مرد کے درمیان تیسرا شیطان ہے کہ کچھ بھی نہ کرے تو دونوں کے اعزاء کے درمیان اور دیکھنے والوں کے دلوں میں بدگمانی تو ضرور پیدا کر دے گا۔ (دلیل الفالحین ۴/۴۱۶) .

مجاہدین کی عورتوں کے ساتھ خیانت کرنا زیادہ بڑا گناہ ہے

۱۶۳۰ . وعنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُرْمَةُ نِسَآءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ اُمَّهَاتِهِمْ، مَا مِنْ رَجُلٍ مِّنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخْلُفُ رَجُلاً مِّنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ اَهْلِهِ فَيَخُوْنُهُ فِيْهِمْ اِلاَّ وَقَفَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَاْخُذُ مِنْ حَسَنَاتِهِ مَاشَآءَ حَتّٰى يَرْضٰى" ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَقَالَ مَاظَنُّكُمْ؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۶۳۰) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مرد جہاد میں شرکت کے لیے نہ جائیں ان پر جہاد میں جانے والوں کی عورتوں کی حرمت ماؤں کی حرمت کے برابر ہے۔ جہاد میں شرکت نہ کرنے والا شخص جو مجاہد کے اہل خانہ کے لیے اس کا نائب ہو اور پھر ان کے حق میں خیانت کرے اسے روز قیامت کھڑا کر دیا جائے گا اور وہ اس کی نیکیوں میں سے جس قدر چاہے گا لے لے گا یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۶۳۰): صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب حرمة نساء المجاهدين .

کلمات حدیث: يخلف : خلیفہ بنتا ہے۔ نائب بنتا ہے۔ یعنی مجاہد کے جہاد پر جانے کے بعد کوئی شخص اس کے گھر کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ خلف خلافة (باب نصر) نائب ہونا۔ جانشین ہونا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فرمایا گیا ہے کہ جو مجاہد جہاد کے لیے چلا جائے اور کوئی شخص اس کی غیر موجودگی میں اس کے اہل خانہ کی دیکھ بھال سنبھالے تو اس مجاہد کے گھر کی عورتوں کی حرمت اس شخص کے لیے ایسی ہے جیسی حرمت اس کی اپنی ماں کی ہے یعنی ان کی خدمت ماں سمجھ کر کرے اور ان کو اس طرح محترم و مکرم خیال کرے جیسے آدمی اپنی ماں کو کرتا ہے۔

اور اگر اس نائب نے مجاہد کے گھر میں کسی خیانت کا ارتکاب کیا تو قیامت کے دن اسے مجاہد کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اور مجاہد کو اجازت دی جائے گی کہ جس قدر چاہے اس کے نامۂ اعمال میں سے نیکیاں لے لے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ اس کے نامۂ اعمال میں کوئی نیکی باقی چھوڑ دے گا۔

(شرح صحيح مسلم : ۱۳/ ۳٦. دليل الفالحين : ٤/ ٤١٦)

الباب (۲۹۲)

بَابُ تَحْرِيمِ تَشَبُّهِ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَتَشَبُّهِ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ فِي لِبَاسٍ وَحَرْكَةٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

لباس میں حرکت وادا میں اور اسی طرح دیگر امور میں مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے

۱۶۳۱. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَآءِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(١٦٣١) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر جو عورتوں والا حلیہ اختیار کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں والا حلیہ اختیار کریں لعنت فرمائی ہے۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۶۳۱): صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب نفی اهل المعاصی والمخنثین.

کلمات حدیث: مخنثین: جمع مخنث. خنث خنثا (باب سمع) عورتوں کے انداز واطوار اختیار کرنا۔ متر جلات: جمع مترجلة: وہ عورت جو مردوں کے انداز واطوار اختیار کرے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں مردوں کو منع فرمایا گیا ہے کہ وہ حرکات وسکنات اور کلام کی نرمی اور نوح اور زینت ولباس میں عورتوں کے طور طریقے اختیار کریں اور اسی طرح عورتوں کو مردوں کی حرکات وسکنات لباس اعمال اور اطوار میں مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ تشبہ بالنساء اور تشبہ بالرجال حرام ہے اور گناہ ہے۔

ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حرمت کی حکمت یہ ہے کہ مشابہت اختیار کرنے والا مرد یا عورت گویا اس خلقت پر راضی نہیں جس پر اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے اور اللہ کے کار تخلیق میں تغیر کے درپے ہیں۔

(فتح الباری: ۱۳۹/۳. روضة المتقین: ١٣٧/٤. دلیل الفالحین: ٤١٧/٤)

عورت و مرد کا لباس میں ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا ممنوع ہے

۱۶۳۲. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

(١٦٣٢) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر جو عورتوں کا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مردوں کا لباس پہنے لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد بسند صحیح)

تخریج حدیث (۱۶۳۲): سنن ابی داؤد، كتاب اللباس، باب لباس النساء.

کلمات حدیث: لبسة المرأة : عورتوں کا ملبوس۔ عورتوں کا لباس، زنانہ کپڑے۔

شرح حدیث: عورتوں کے ساتھ مخصوص لباس اور زنانہ کپڑے پہننا مردوں پر حرام ہے اور مردوں کے ساتھ مخصوص لباس اور مردانہ کپڑے پہننا عورتوں کو حرام ہے اور گناہ ہے کیونکہ لباس میں مرد وعورت کا ایک دوسرے کی نقل کرنا اس ساخت اور فطرت سے انحراف کرنا ہے جس پر اللہ نے انہیں پیدا فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ فلاں عورت مردوں جیسے جوتے پہنتی ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو کسی بات میں مردوں کی مشابہت اختیار کرے۔

(روضة المتقين : ٤/ ١٣٨)

جہنمی عورتوں کی صفات

۱۶۳۳. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَآءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُؤُسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَايَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَايَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مَعْنٰى "كَاسِيَاتٌ": اَىْ مِنْ نِعْمَةِ اللّٰهِ "عَارِيَاتٌ" مِنْ شُكْرِهَا. وَقِيْلَ مَعْنَاهُ: تَسْتُرُ بَعْضَ بَدَنِهَا وَتَكْشِفُ بَعْضَهُ اِظْهَارًا لِجَمَالِهَا وَنَحْوِهِ وَقِيْلَ: تَلْبَسُ ثَوْبًا رَقِيْقًا يَصِفُ لَوْنَ بَدَنِهَا. وَمَعْنٰى "مَائِلَاتٌ" قِيْلَ عَنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَمَا يَلْزَمُهُنَّ حِفْظُهُ "مُمِيْلَاتٌ" اَىْ يُعَلِّمْنَ غَيْرَهُنَّ فِعْلَهُنَّ الْمَذْمُوْمَ. وَقِيْلَ مَائِلَاتٌ يَمْشِيْنَ مُتَبَخْتِرَاتٍ، مُمِيْلَاتٌ لِاَكْتَافِهِنَّ. وَقِيْلَ: مَائِلَاتٌ يَمْتَشِطْنَ الْمِشْطَةَ الْمَيْلَآءَ، وَهِىَ مِشْطَةُ الْبَغَايَا "وَمُمِيْلَاتٌ": يُمَشِّطْنَ غَيْرَهُنَّ تِلْكَ الْمِشْطَةَ، "رُؤُسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ" اَىْ يُكَبِّرْنَهَا وَيُعَظِّمْنَهَا بِلَفِّ عِمَامَةٍ اَوْعِصَابَةٍ اَوْنَحْوِهِ.

(١٦٣٣) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو قسمیں اہل جہنم کی ایسی ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا۔ ایک وہ گروہ جن کے پاس گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے ان سے لوگوں کو ماریں گے۔ اور عورتوں کا وہ گروہ جو لباس کے باوجود برہنہ ہوں، لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود مائل ہونے والی ان کے سر بختی اونٹ کی جھکی ہوئی

کوہانوں جیسے ہوں گے۔ نہ وہ جنت میں جائینگی اور نہ اس کی خوشبو پائینگی۔ حالانکہ اس کی خوشبو اتنے اور اتنے فاصلے تک پہنچے گی۔

(مسلم)

کاسیات: اللہ کی نعمت کا لباس پہنے ہوئے۔ عاریات: نعمت شکر سے عاری، کسی نے کہا کہ اس کے معنی ہیں اپنے جسم کے کچھ حصے کو چھپائے ہوں گی اور کچھ خوبصورتی کے اظہار کے لیے کھلا رکھیں گی۔ بعض نے کہا کہ اتنا باریک لباس پہنینگی جس سے ان کے جسم کا رنگ جھلکے گا۔ مائلات: کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ کی اطاعت سے ہٹی ہوئی ہوں گے اور اس کی حفاظت سے گریز کرنے والی ہوں گی۔ ممیلات: کے معنی ہیں اپنے اس مذموم فعل سے دوسری عورتوں کو واقف کرائینگی۔ کسی نے کہا کہ ''مائلات'' کے معنی ہیں نازو انداز سے چلنے والی اور ممیلات اپنے شانوں کو مٹکانے والی۔ بعض نے کہا کہ ممیلات کے معنی ہیں کہ وہ ایسی کنگھی پٹی کریں گی جس سے دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں اور وہ بدکار عورتوں کی کنگھی پٹی ہے اور ممیلات کے معنی ہیں جو دوسری عورتوں کی بھی اسی طرح کنگھی پٹی کرے۔

رؤوسھن کأسنمة البخت: کے معنی ہیں اپنے سروں کو کوئی چیز لپیٹ کر اونچا کرنے والی ہوں گی۔

تخریج حدیث (۱۶۲۳): صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینة، باب النساء الکاسیات العاریات.

کلمات حدیث: من اھل النار: اہل جہنم۔ جہنمی لوگ۔ وہ لوگ جنہیں جہنم میں بھیجا جائے گا۔ لم أرھما: دو گروہ اہل جہنم ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا یعنی میرے زمانے میں موجود نہیں ہیں۔ سیاط: جمع سوط. کوڑا۔ یضربون بھا الناس: ان کوڑوں سے ناحق لوگوں کو مارینگے۔ کاسیات عاریات: نیم برہنہ عورتیں، امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر عورت کا لباس اس کا مکمل ساتر نہیں ہے تو وہ بھی عریانی ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جہنم کے دو گروہ ہیں جو ابھی میں نے نہیں دیکھے اور آئندہ ہوں گے ان میں سے ایک گروہ ان ظالم اور جابر لوگوں کا ہے جو لوگوں پر مسلط ہو جائینگے اور ان کو ناحق مارینگے اور پیٹینگے۔

دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو لباس پہنے ہوئے ہونے کے باوجود برہنہ ہوں گی اور ایسا لباس پہنے ہوئے ہونگی جس سے جسم کے نشیب و فراز واضح ہوں گے، جسم کے کچھ حصے نظر آئیں گے یا کپڑوں میں سے جھلملاتے نظر آئیں گے یہ عورتیں مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور انہیں اپنی طرف مائل کرینگی اور اپنے سر کے بالوں کو اس طرح بنائینگی جیسے بختی اونٹوں کے کوہان ہوں۔ یہ عورتیں نہ جنت میں جائینگی اور نہ اس کی خوشبو پائینگی حالانکہ جنت کی خوشبو دور دور تک پہنچے گی۔

(شرح صحیح مسلم: ۹۲/۱٤. روضة المتقین: ۱۳۹/٤)

البَابُ (۲۹۳)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّشَبُّهِ بِالشَّيْطَانِ وَالْكُفَّارِ
شیطان اور کفار سے مشابہت کی ممانعت

الٹے ہاتھ سے کھانے کی ممانعت

۱۶۳۴. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاتَاكُلُوا بِالشِّمَالِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَاكُلُ وَيَشْرَبُ بِالشِّمَالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۶۳۴) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۶۳۴): صحیح مسلم، الاشربه، باب آداب الطعام و الشرب و احكامها .

شرح حدیث: شیطان خسیس ذلیل اور مردود ہے اس لیے ہر وہ کام جو شیطان کرتا ہے وہ بھی خسیس ذلیل اور مردود ہے، شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے اس لیے ہر گز کوئی شخص کبھی کھانے اور پینے میں بایاں ہاتھ استعمال نہ کرے بلکہ مسلمان کو چاہیے ہر اچھے پاکیزہ اور عمدہ کام میں دایاں ہاتھ استعمال کرے۔ (شرح صحيح مسلم : ۱۶۰/۱۳. تحفة الاحوذی : ۵/۵۲۵)

شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے

۱۶۳۵. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَايَاْكُلَنَّ اَحَدُكُم بِشِمَالِهِ، وَلَايَشْرَبَنَّ بِهَا، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَاكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۶۳۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہرگز اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے پیئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۶۳۵): صحیح مسلم، کتاب الاشربه، باب آداب الطعام و الشرب و احکام مهما .

شرح حدیث: کھانے پینے کے اسلامی آداب میں سے ایک اہم ادب دائیں ہاتھ سے کھانا پینا ہے اور بائیں ہاتھ سے کھانے یا پینے میں شیطان کی مشابہت ہے جو ممنوع ہے۔ اسی بنا پر اس حدیث مبارک میں تاکید شدید کے ساتھ ارشاد ہوا ہے کہ تم میں سے کوئی ہرگز بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ ہرگز بائیں ہاتھ سے پیئے کہ یہ عمل شیطان ہے۔

(شرح صحيح مسلم : ۱۶۱/۱۴. روضة المتقين : ۱۴۱/۴. تحفة الاحوذی : ۲۵/۵)

خضاب استعمال کر کے یہود ونصاریٰ کی مخالفت کرو

١٦٣٦ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَايَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

اَلْمُرَادُ : خِضَابُ شَعْرِ اللِّحْيَةِ وَالرَّأْسِ الْاَبْيَضِ بِصُفْرَةٍ اَوْحُمْرَةٍ، وَاَمَّاالسَّوَادُ فَمَنْهِیٌّ عَنْهُ كَمَا سَنَذْكُرُه فِی الْبَابِ بَعْدَه، اِنْشَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی .

(١٦٣٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ بالوں کونہیں رنگتے تو تم ان کی مخالفت کرو۔ (متفق علیہ)

مراد ہے ڈاڑھی اور سر کے سفید بالوں کو پیلا یا سرخ رنگنا۔ سیاہ رنگ لگانا منع ہے۔ جیسا کہ ہم اگلے باب میں بیان کرینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تخریج حدیث (۱۶۳۶): صحیح البخاری، اللباس، باب الخضاب . صحیح مسلم، اللباس و الزینة باب مخالفة الیهود فی الصبغ .

کلمات حدیث: خضاب : مہندی وغیرہ سے سفید بالوں کو رنگنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی ڈاڑھی اور سر کے سفید بالوں کو مہندی سے رنگ لیا کرو، مہندی سے سفید بالوں کو رنگنا مستحب ہے اور سنت نبوی ﷺ ہے۔ (دلیل الفالحین : ٤/٤٢١)

البَابُ (٢٩٤)

بَابُ نَهْيِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ عَنْ خِضَابِ شَعْرِهِمَا بِسَوَادٍ

مرد اور عورت دونوں کے لیے اپنے بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگنا منع ہے

(١٦٣٧) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ وَالِدِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "غَيِّرُوْا هٰذَا وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٦٣٧) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لایا گیا ان کا سر اور ان کی داڑھی ثغامہ کی طرح تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفید بالوں کو بدل دو اور سیاہ کرنے سے اجتناب کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١٦٣٧): صحيح مسلم، كتاب اللباس و الزينة۔ باب صبغ الشعر و تغيير الشيب .

کلمات حدیث: ثغامہ : ایک پودے پر کھلنے والی سفید کلی۔

خضاب کی تفصیلات

شرح حدیث: فتح مکہ کے روز حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابو قحافہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں لائے گئے ان کے سر اور داڑھی کے بال بے حد سفید تھے آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ انہیں خضاب لگا دیا جائے لیکن وہ خضاب کالا نہ ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ نے قاضی عیاض رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین میں خضاب کے بارے میں اور اس کی نوع کے بارے میں اختلاف رہا ہے چنانچہ بعض کے نزدیک خضاب نہ لگانا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بڑھاپے کی تغییر سے منع فرمایا۔ یہ رائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ خضاب کا استعمال افضل ہے چنانچہ ان احادیث کی بنا پر جو صحیح مسلم میں آئی ہیں متعدد صحابہ اور تابعین نے خضاب استعمال کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیلا رنگ استعمال کیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دیگر حضرات نے مہندی اور کتم سے بال رنگے اور بعض دیگر نے زعفران استعمال کیا چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسن اور حسین وغیرہ ہم سے زعفران کا استعمال منقول ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض احادیث خضاب کی اجازت کے بارے میں ہے اور بعض اس کی ممانعت میں مروی ہیں لیکن ان میں تناقض نہیں ہے بلکہ خضاب لگانے کی احادیث ان لوگوں کے بارے میں جن کی سفیدی ابو قحافہ جیسی ہو اور ممانعت ان کے لیے ہے جنکے بال کالے اور سفید ملے جلے ہوں۔ بہر حال اس امر پر اجماع ہے کہ خضاب کا حکم یا اس کی ممانعت دونوں وجوب کے لیے نہیں ہیں بلکہ بیان جواز کے لیے ہیں اور اسی لیے ایک دوسرے پر رد اور انکار منقول نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس کے بال ابوقحافہ کی طرح سفید ہوں اس کے لیے خضاب اولی ہے ورنہ عدم تخضیب بہتر ہے۔لیکن مطلقاً خضاب اولی ہے کہ اس میں اہل کتاب کی مخالفت ہے۔

ترمذی میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بڑھاپے کی تغییر کا سب سے اچھا طریقہ مہندی اور کتم (وسمہ) ہے۔ (شرح صحیح مسلم : ۶۸/۱٤. روضة المتقین : ٤/١٤٣)

البَابُ (۲۹۵)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقَزَعِ وَهُوَ حَلْقُ بَعْضِ الرَّأْسِ دُوْنَ بَعْضٍ وَإِبَاحَةِ حَلْقِهِ كُلِّهِ لِلرَّجُلِ دُوْنَ الْمَرْأَةِ

قزع، یعنی سر کا کچھ حصہ مونڈے اور کچھ چھوڑ دینے کی ممانعت اور مرد کو سارا سر مونڈنے کی اجازت اور عورت کو ممانعت

قزع کی ممانعت

۱۶۳۸۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱٦۳۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قزع سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۶۳۸): صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب القزع . صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب كراهة القزع .

کلمات حدیث: قزع جمع قزعه : بادل کا ٹکڑا مراد ہے سر کے کچھ حصہ کو مونڈنا اور باقی سر کے بال چھوڑ دینا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے قزع سے منع فرمایا۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قزع سے منع فرمایا اور قزع یہ ہے کہ بچے کا سارا سر مونڈ کر ایک لٹ چھوڑ دی جائے یعنی چاروں طرف سے سر مونڈ کر درمیان میں بال چھوڑ دیئے جائیں جو بعد میں چوٹی یا لٹ بن جائیں۔ امام خطابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قزع یہی ہے۔ جیسا کہ ہندوستان میں ہنود کا طریقہ ہے۔ (فتح الباري : ۱۵۱/۳ . شرح صحيح مسلم : ۸۵/۱٤)

سر کے بعض حصے مونڈھنے کی ممانعت

۱۶۳۹۔ وَعَنْهُ قَالَ : رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِ رَأْسِهٖ وَتُرِكَ بَعْضُهٗ فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ : "اِحْلِقُوْهُ كُلَّهٗ اَوِ اتْرُكُوْهُ كُلَّهٗ"، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ .

(۱٦۳۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کے سر کے کچھ بال مونڈ دیئے گئے ہیں اور کچھ چھوڑ دیئے گئے ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یا تو سارے بال مونڈ دو یا سارے چھوڑ دو۔ (ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا جو بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے)

تخریج حدیث(۱۶۳۹): سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب الذؤابة .

شرح حدیث: بچے کے سر کے بال سارے مونڈنے چاہیے یا سارے چھوڑنے چاہیے کچھ مونڈنے اور کچھ رکھنے سے منع فرمایا اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اہل کتاب مشرکین اور بت پرستوں کی مشابہت ہے۔

(روضة المتقين : ١٤٦/٤ . دليل الفالحين : ٤٢٣/٤ . نزهة المتقين : ٤٤٠/٤)

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچوں کے سر مونڈوائے

١٦٤٠ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْهَلَ اٰلَ جَعْفَرَ ثَلٰثًا ثُمَّ اَتَاهُمْ فَقَالَ : "لَاتَبْكُوْا عَلٰى اَخِيْ بَعْدَالْيَوْمِ" ثُمَّ قَالَ : "اُدْعُوْالِيْ بَنِيْ اَخِيْ" فَجِيْءَ بِنَا كَاَنَّنَا اَفْرُخٌ فَقَالَ : "اُدْعُوْا لِيَ الْحَلَّاقَ" فَاَمَرَهٗ فَحَلَقَ رُؤُسَنَا، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ .

(١٦٤٠) حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آل جعفر کو تین دن کا موقعہ دیا اور پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا، پھر فرمایا کہ میرے بھتیجوں کو میرے پاس بلاؤ۔ ہمیں لایا گیا جیسے ہم چھوٹے چوزے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حلاق کو بلاؤ آپ ﷺ نے حلاق کو حکم دیا اس نے ہمارے سروں کے بال مونڈ دیئے۔ (ابوداؤد بسند صحیح علی شرط بخاری ومسلم)

تخریج حدیث(۱۶۴۰): سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب حلق الرأس .

کلمات حدیث: فجيئ بنا كأنا افرخ : ہمیں لایا گیا اور ہم اتنے چھوٹے تھے جیسے چوزے ہوں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر جو غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے تھے ان کے گھر والوں کو تین دن ان کا سوگ کرنے کی اجازت دی اور اس کے بعد رونے سے منع فرمادیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت جعفر کے بچوں کو بلوایا جو ابھی کم عمر تھے اور حجام کو بلا کر ان کے سر منڈوا دیئے۔

حج اور عمرے سے فارغ ہو کر سر منڈانا افضل ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ حج اور عمرے کے علاوہ بھی سر منڈانا بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ بال رکھنا افضل ہے۔ (روضة المتقين : ١٤٨/٤ . دليل الفالحين : ٢٢٤/٤)

عورت کے لیے سر کے بال مونڈوانا ممنوع ہے

١٦٤١ . وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَةُ رَاْسَهَا" رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ .

(۱۶۴۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کا سر مونڈنے سے منع فرمایا۔ (نسائی)

تخریج حدیث (۱۶۴۱): سنن النسائی، کتاب الزینة باب النهی عن حلق المرأة راسها .

شرح حدیث: عورت کو سر مونڈنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور حج میں بھی تقصیر (بال چھوٹے کرانے) کا حکم ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اثر مروی ہے کہ عورت کے لیے انگلی کے پورے کے برابر بال کاٹ لینا کافی ہے۔

(روضة المتقين : ٤/١٤٨)

البَابُ (۲۹٦)

بَابُ تَحْرِيمِ وَصْلِ الشَّعْرِ وَالْوَشْمِ وَالْوَشْرِ وَهُوَ تَحْدِيدُ الْاَسْنَانِ
بال ملانے گودنے اور دانت باریک کرنے کی حرمت کا بیان

اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورتیں بگاڑنا شیطانی عمل ہے

۳۹۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ إِنَٰثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَٰنًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾ لَّعَنَهُ ٱللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿١١٨﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَءَامُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ ءَاذَانَ ٱلْأَنْعَٰمِ وَلَءَامُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ ٱللَّهِ ﴾ اَلْآيَةَ .

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''یہ اللہ کے سوا مونث چیزوں کو پکارتے ہیں اور یہ شیطان سرکش کو پکارتے ہیں اللہ نے اس پر لعنت فرمائی ، اور کہا کہ میں تیرے بندوں میں سے ضرور مقررہ حصہ لوں گا اور ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور ان کو آرزوؤں میں مبتلا کروں گا اور انہیں حکم دوں گا پس وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور میں انہیں حکم دوں گا وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں میں تغیر کریں گے۔'' (النساء:۱۱۷)

تفسیری نکات: یہ لوگ یعنی کفار اور مشرکین اللہ کی بندگی اور اس کی عبادت چھوڑ کر بت پرستی میں مبتلا ہیں اور بتوں کے نام بھی عورتوں کے نام پر رکھے ہیں جیسے ''عزیٰ ، منات اور نائلہ'' اس سے بڑھ کر جہالت اور نادانی کیا ہوگی کہ اپنے ہی ہاتھوں سے بت تراشے خود ہی ان کے زنانہ نام رکھے اور خود ہی ان کی پرستش شروع کردی ۔ اسی پر بس نہیں یہ اس شیطان کی بندگی کرتے ہیں جس نے ذلیل ورسوا ہوکر کہا تھا کہ میں ضرور اولاد آدم کو گمراہ کروں گا اور ان کو اپنے ساتھ جہنم میں لے جاؤں گا اور ان کو راہ حق سے بھٹکانے کے تمام طریقے آزماؤں گا ان کے دلوں میں خواہشوں کی ایک دنیا بسا دوں گا سینوں میں آرزوؤں کا ایک تلاطم برپا کردوں گا انہیں دنیا کی رنگینی کا گرویدہ بنا کر موت اور موت کے بعد کے انجام سے غافل کردوں گا میں ان سے کہوں گا تو یہ جانوروں کے کان چیر کر انہیں بتوں کی نذر کرینگے اور چڑھاوے چڑھائینگے اور اللہ کی تخلیق میں دخل دے کر اس نے جس طرح بنایا ہے اس میں تغیر کرینگے بدن کو گود کر اس میں رنگ بھر کر تصویر بنائیں گے ، بچوں کے سروں پر غیر اللہ کے نام کی چوٹیاں رکھیں گے اللہ کے احکام بدل کر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرینگے۔

مصنوعی بال لگانے کی ممانعت

۱۶۴۲. وَعَنْ اَسْمَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَتِيْ اَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا ، وَاِنِّيْ زَوَّجْتُهَا ، اَفَاَصِلُ فِيْهِ؟ فَقَالَ : "لَعَنَ اللّٰهُ

الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُوْلَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ "الْوَاصِلَةَ، وَالْمُسْتَوْصِلَةَ"

قَوْلُهَا "فَتَمَرَّقَ" هُوَ بِالرَّآءِ وَمَعْنَاهُ : انْتَثَرَ وَسَقَطَ . وَالْوَاصِلَةُ : الَّتِيْ تَصِلُ شَعْرَهَا اَوْشَعْرَ غَيْرِهَا بِشَعْرٍ اٰخَرَ ."

"وَالْمَوْصُوْلَةُ": الَّتِيْ يُوْصَلُ شَعْرُهَا، "وَالْمُسْتَوْصِلَةُ": الَّتِيْ تَسْأَلُ مَنْ يَفْعَلُ لَهَا ذٰلِكَ .

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَحْوَه، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۶۴۲) حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ حصبہ (بیماری) سے میری بیٹی کے بال جھڑ گئے ہیں اور میں نے اس کی شادی کردی ہے کیا میں اس کے سر میں مصنوعی بال لگا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بال جوڑنے والی اور جس کے بال جوڑے جائیں دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (متفق علیہ)

اور ایک اور روایت میں واصلہ اور مستوصلہ کے الفاظ ہیں۔

فتمرق : کے معنی ہیں بال جھڑ گئے اور گر گئے۔ واصلہ وہ عورت جو اپنے بال یا کسی اور کے بال دوسرے بالوں سے جوڑتی ہے۔

موصولہ : جس کے بال جوڑے جائیں۔ مستوصلۃ : بال جڑوانے والی، جو کسی سے کہے کہ میرے بال لگا دو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک روایت اسی طرح منقول ہے۔

تخریج حدیث (۱۶۴۲): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الموصولة . صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینة۔ باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة .

کلمات حدیث: حصبہ : کھسرا یا چیچک کی بیماری جس میں سر کے بال جھڑ جاتے ہیں۔

شرح حدیث: عورت کے سر کے بالوں میں دوسرے بال کسی طریقے سے ملانا یا لگانا یا چپکانا ممنوع ہے اور لگانے والی اور لگوانے والی دونوں گنہگار ہیں۔ (فتح الباری : ۱۵۵/۳ . شرح صحیح مسلم للنووی : ۸۶/۱۴ . روضة المتقین : ۱۵۰/۴)

مصنوعی بال لگانے پر بنی اسرائیل کی پکڑ ہوئی تھی

۱۶۴۳ . وَعَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّه، سَمِعَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعْرٍ كَانَتْ فِيْ يَدِحَرْسِيٍّ فَقَالَ يَااَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَآؤُكُمْ؟! سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذِهٖ وَيَقُوْلُ : "اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْآ اِسْرَآئِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَهٰذِهٖ نِسَآؤُهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۶۴۳) حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حج والے سال بر سر منبر یہ بات سنی۔ ان کے ہاتھ میں ایک بالوں کا گچھا تھا جو انہوں نے پہرے دار سے لیا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اہل مدینہ

تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس قسم کے کام سے منع کرتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ بنو اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے ان کاموں کو اختیار کر لیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۶۴۳): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الوصل فی الشعر. صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینة باب تحریم فعل الواصلة و المستو صلة.

کلمات حدیث: عام حج علی المنبر : عام حج سے مراد **۵۱** ھ ہے اور منبر رسول ﷺ ہے۔ قصه : بالوں کا گچھا۔ پیشانی کے بالوں کی لٹ۔

شرح حدیث: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کے ان کاموں کے ذکر فرمایا جن سے رسول اللہ ﷺ سے منع فرمایا یعنی بال ملانا وغیرہ اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ہلاکت کا سبب منجملہ دیگر معاصی کے ایک یہ بھی تھا کہ ان کی عورتوں نے اس طرح کے کام شروع کر دیئے تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ مطلب یہ ہے کہ وہ ان کاموں سے کیوں نہیں روکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارباب اختیار جب کسی برائی کو پھیلتے ہوئے دیکھیں تو خود اس کے تدارک کی فکر کریں اور علماء کو بھی متوجہ کریں کہ وہ دعوت تبلیغ کے ذریعے اس برائی کو روکیں اور لوگوں کو نصیحت کریں۔

(فتح الباری : ۲/ ۳۵۰. شرح صحیح مسلم : ۹۱/۱٤. تحفة الاحوذی : ۶۸/۸)

گودنے والی گودوانے والی دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت

۱۶۴۴. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَا شِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۶۴۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بال جوڑنے والی، جڑوانے والی اور گودنے والی اور گودوانے والی پر لعنت فرمائی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۶۴۴): صحیح البخاری، اللباس، باب المستوشمه . صحیح مسلم، اللباس و الزینة، باب تحریم الواصلة و المستوصلة .

کلمات حدیث: الواشمة : گودنے والی۔ وشم : جسم میں سوئی چبھا کر رنگ یا نیل بھرنا اور اس طرح جسم پر کوئی نقش یا تصویر بنانا۔ وشم وشما (باب ضرب) گودنا۔ مستوشمة : وہ عورت جس کے جسم پر گودا جائے یا وہ عورت جو کسی اور عورت کو گدوانے پر آمادہ کرے۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک انسان کے بالوں کے ساتھ دوسرے بالوں کا ملانا حرام ہے کیونکہ کسی انسان کے بال ہوں یا اس کے دیگر اجزاء ان کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اگر بال انسان کے علاوہ کسی پاک جانور کے ہوں تو

شوہر کی اجازت کے ساتھ عورت کے لگوا لینے میں جواز کی گنجائش ہے۔اسی طرح فتاوی عالمگیری میں ہے کہ انسان کے بال دوسرے انسان سے ملانا حرام ہے۔علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جسم کو گودنا یا گودوانا حرام ہے اور اگر کسی نے گودوالیا تو اسے چاہئے کہ وہ اسے کسی طرح ختم کرائے۔ (فتح الباری ۳/۱۵۵ ۔عمدۃ القاری ۲۳/۱۰۲ ۔ شرح صحیح مسلم ۱۴/۸۸)

ملعون عورتوں کا ذکر

۱۶۴۵. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ!

فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَةٌ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ: وَمَالِيْ لَاأَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلْمُتَفَلِّجَةُ" هِيَ: الَّتِيْ تَبْرُدُ مِنْ اَسْنَانِهَا لِيَتَبَاعَدَ بَعْضُهَا عَنْ بَعْضٍ قَلِيْلًا وَتُحَسِّنُهَا وَهُوَ الْوَشْرُ وَالنَّامِصَةُ: الَّتِيْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِ حَاجِبِ غَيْرِهَا وَتُرَقِّقُهُ لِيَصِيْرَ حَسَنًا. وَالْمُتَنَمِّصَةُ: الَّتِيْ تَأْمُرُ مَنْ يَفْعَلُ بِهَا ذٰلِكَ.

(۱۶۴۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گودنے والی گودوانے والی، پلکوں کے بال اکھڑوانے والی اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کروانے والیوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تغیر کرتی ہیں لعنت فرمائی ہے۔کسی عورت نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بارے میں کچھ کہا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کیوں اس پر لعنت نہ کروں جس پر اللہ کے رسول نے لعنت کی اور جبکہ اللہ کی کتاب میں موجود ہے کہ جو رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز آجاؤ۔ (متفق علیہ)

المتفلجه: وہ عورت جو اپنے دانتوں کو گھس کر ان کے درمیان جگہ بنالے اور انہیں خوبصورت بنالے اور یہی وشر ہے اور نامصہ وہ عورت ہے جو بھوؤں کے یا چہرے کے بال اکھاڑے اور خوبصورتی کے لیے بھوئیں باریک بنائے۔متنمصہ وہ ہے جو دوسری عورت سے اپنی بھوئیں بنوائے۔

تخریج حدیث(۱۶۴۵): صحيح البخارى، كتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن . صحيح مسلم كتاب اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصله والمستوصلة .

کلمات حدیث: الواشمات : گودنے والیاں جمع الواشمه : المستوشمات گودوانے والیاں جمع المستوشمه : المتنمصات : چہرے سے یا پلکوں سے بال نچوانے والیاں جمع المتنمصه . المتفلجات للحسن : حسن کے لیے دانتوں کے درمیان جگہ کروانے والیاں۔جمع المتفلجة.

شرح حدیث: اصل اصول یہ ہے کہ ایک مسلمان کا شیوہ یہ ہونا چاہئے کہ وہ ہر کام میں اور ہر بات میں اللہ کی تقدیر پر راضی رہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو پیدا فرمایا ہے اور اسی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے وہ بہت خوب بہت عمدہ اور بہت بہترین پیدا کیا ہے:

﴿ ٱلَّذِىٓ أَحۡسَنَ كُلَّ شَىۡءٍ خَلَقَهُۥ ﴾

''اور اس کی بنائی ہوئی چیزوں میں نہ کوئی نقص ہے اور نہ کمی۔''

'' هل ترى من تفاوت .''

''اور نہ اس کی خلق کی ہوئی چیزوں میں کوئی ردوبدل اور تغیر روا اور درست ہے۔''

﴿ لَا تَبۡدِيلَ لِخَلۡقِ ٱللَّهِۚ ﴾

کسی مسلمان مرد یا عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم میں کوئی تغیر کرے اور کوئی ردوبدل کرے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اسے جس طرح پیدا فرمایا ہے وہ اس پر راضی نہیں ہے اور وہ اللہ کی خلق میں تغیر چاہتا ہے۔ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جس طرح اللہ نے اسے پیدا فرمایا ہے وہ اس میں کوئی تغیر کرے کہ کچھ اضافہ کرے یا کمی کرے، خواہ شوہر کے لیے کرے یا لوگوں کو دکھانے کے لیے کرے۔ مثلاً اگر بھوئیں ملی ہوئی ہیں تو ان کے درمیان جگہ پیدا کرے، پلکوں کے بال نچوائے یا انہیں باریک کمان دار بنائے۔ بال چھوٹے ہوں تو بال لگوا کر لمبے کرائے دانت ملے ہوئے ہوں تو ان میں کشادگی پیدا کرائے۔ یہ سارے کام تغیر خلق اللہ میں داخل ہیں اور گناہ ہیں اور شیطانی کام ہیں کیونکہ شیطان نے کہا ہے کہ میں ان انسانوں کو حکم دوں گا کہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں میں تغیر کریں۔ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے کاموں میں تغیر خلق اللہ کے ساتھ دھوکہ بھی ہے کہ عورت وہ نظر آتی ہے جو وہ درحقیقت نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات کسی عورت نے سنی تو اس نے تامل ظاہر کیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے امت کو جو احکام دیئے ہیں اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے ان سب کو ماننا اور ان پر عمل کرنا لازم ہے اس لیے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ تمہیں جو حکم دیں اسے قبول کرو اور جس بات سے منع کریں اس سے باز آجاؤ۔

کسی عورت نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر اس طرح کی کوئی بات آپ کی بیوی میں ہو؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جاؤ دیکھ کر آؤ وہ دیکھنے گئی اور اسے کوئی بات نظر نہ آئی۔ اس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میری بیوی ان میں سے کوئی بات کرے تو میں اسے طلاق دیدوں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی کی بیوی معصیت کی مرتکب ہو تو اسے چاہئے کہ اسے طلاق دیدے (فاسقہ عورت کو طلاق دینا مستحب ہے۔: ابن شائق)

(فتح الباری : ۲/ ۸۸۰. شرح صحیح مسلم : ۱۴/ ۹۰. تحفة الاحوذی : ۸/ ۷۰. روضة المتقین : ۴/ ۱۵۴)

☆☆☆

الباب (۲۹۷)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ مِنَ اللِّحْيَةِ وَالرَّأْسِ وَغَيْرِهِمَا وَعَنْ نَتْفِ الْاَمْرَدِ شَعْرِ لِحْيَتِهِ عِنْدَ اَوَّلِ طُلُوْعِهٖ

مرد کے داڑھی اور سر کے سفید بال اکھاڑنے کی ممانعت بے ریش مرد کا اپنی داڑھی کے نئے نئے نکلنے والے بالوں کو اکھاڑنا منع ہے

سفید بال مؤمن کا نور ہے

۱۶۴۶. عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَاتَنْتِفُوا الشَّيْبَ، فَاِنَّهٗ نُوْرُ الْمُسْلِمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنَّسَآئِيُّ بِاَسَانِيْدَ حَسَنَةٍ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ : هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۱۶۴۶) حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفید بالوں کو نہ اکھاڑو یہ روز قیامت مسلمان کا نور ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی با سانید حسنہ اور ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۱۶۴۶): سنن ابی داؤد، الترجل، باب نتف الشیب. الجامع للترمذی، ابواب الادب.

کلمات حدیث: نور المسلم : یعنی مسلمان کی داڑھی کے بال روز قیامت نور ہوں گے۔

شرح حدیث: داڑھی کے سفید بالوں کو نہ اکھاڑنا چاہئے کہ یہ روز قیامت نور بن کر چمکیں گے بالوں کی سفیدی آخرت کی یاد دلانے اور اعمال صالحہ کرنے اور آخرت کی تیاری کی جانب متوجہ کرنے والی ہے۔ "الجامع الکبیر" میں ہے کہ ارشاد فرمایا رسول ﷺ نے کہ بڑھاپے کے بال نہ اکھاڑو کہ یہ نور اسلام ہے اور جو مسلمان حالت اسلام میں بوڑھا ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے نیکی لکھ دیتے ہیں اس کا درجہ بلند فرما دیتے اور اس سے خطا درگزر فرما دیتے ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ مرد اپنی داڑھی یا سر کے سفید بال اکھاڑے۔ (تحفة الاحوذی : ۸/۱۱۲. روضة المتقین : ۴/۱۵۶. دلیل الفالحین : ۴/۴۲۹)

جو دین میں نئی بات ایجاد کرے وہ مردود ہے

۱۶۴۷. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۶۴۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کے

بارے میں ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ کام مردود ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۶۴۷): صحيح مسلم، كتاب الاقضيه، باب نقض الاحكام الباطله وردمحدثات الامور.

کلمات حدیث: ليس عليه امرنا : ایسا کوئی کام جس کے بارے میں ہمارا حکم موجود نہیں ہے یعنی قرآن وسنت کی دلیل اس کے کام کے حق میں موجود نہیں ہے۔ فهو رد : وہ کام رد اور غیر مقبول ہے۔

شرح حدیث: کوئی ایسا نیا کام کرنا جسکے بارے میں اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا حکم موجود نہ ہو وہ قابل رد اور غلط ہے اور ایسا کرنے والا اللہ یہاں جواب دہ ہوگا۔ اور اگر کوئی نیا کام دین کا کام اور حکم سمجھ کر کیا جائے تو وہ بدعت ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب النہی عن البدع ومحدثات الامور میں گزر چکی ہے۔ (دليل الفالحين : ٤/ ٤٣٠)

الباب (۲۹۸)

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْإِسْتِنْجَآءِ بِالْيَمِيْنِ وَمَسِّ الْفَرْجِ بِالْيَمِيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ

داہنے ہاتھ سے استنجاء اور بلاعذر شرمگاہ کو دایاں ہاتھ لگانے کی کراہت

۱۶۴۸. عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَابَالَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَه' بِيَمِيْنِه وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِيْنِه، وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْاِنَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ .

(۱۶۴۸) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنے عضو کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ برتن میں سانس لے۔ (متفق علیہ)

اور اس باب میں بہت سی صحیح احادیث ہیں۔

تخریج حدیث(۱۶۴۸): صحيح البخاری، كتاب الوضوء، باب لايمسك ذكره بيمينه اذابال . صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب النهی عن الاستنجاء باليمين .

شرح حدیث: دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا یا شرمگاہ کو دایاں ہاتھ لگانا مکروہ ہے کیونکہ داہنا ہاتھ کھانا کھانے اور محترم کاموں کے لیے ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنا ممنوع ہے۔ اسی طرح برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے اور ادب یہ ہے کہ برتن سے باہر سانس لے اور پینے کے دوران تین مرتبہ سانس لے۔

(فتح الباری : ۱۵۳/۱ . شرح صحیح مسلم : ۱۳٦/٤ . روضة المتقين : ۱۵۷/٤)

البَابُ (۲۹۹)

باب كَرَاهَة الْمَشْيِ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ اَوْ خُفٍّ وَاحِدٍ لِغَيْرِ عُذْرٍ وَ كَرَاهَةِ لُبْسِ النَّعْلِ وَالْخُفِّ قَآئِمًا لِغَيْرِ عُذْرٍ

بغیر عذر ایک جوتا یا ایک موزہ پہن کر چلنے کی کراہت اور بلا عذر کھڑے ہوکر جوتا یا موزہ پہننے کی کراہت

ایک جوتا پہن کر چلنا ممنوع ہے

۱۶۴۹. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَایَمْشِ اَحَدُکُمْ فِیْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ لِیَنْعَلْهُمَا جَمِیْعًا اَوْلِیَخْلَعْهُمَا جَمِیْعًا ."

وَفِیْ رِوَایَةٍ : اَوْلِیُحْفِهِمَا جَمِیْعًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۶۴۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک جوتا پہن کر نہ چلے یا دونوں پہنے یا دونوں اتار دے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یا دونوں پاؤں کو ننگا کر لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۶۴۹): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب لایمشی فی نعل واحد . صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة. باب اذا انتعل فلیبدأبالیمین .

کلمات حدیث: ینعلهما جمیعا۔ دونوں پاؤں میں جوتا پہنے۔ لیخلعهما : دونوں پاؤں سے جوتا یا موزہ اتار دے۔

شرح حدیث: جب آدمی جوتا یا موزہ پہنے تو یا دونوں پیروں میں پہنے یا دونوں پیروں سے نکال دے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو پہلے اس کی اصلاح کرائے پھر اس کو پہنے۔ (فتح الباری : ۳/۱۲۸ . عمدة القاری : ۲۹/۲۳ . شرح مسلم : ۱۳٦/٤)

ایک جوتا یا موزہ میں نہ چلے

۱۶۵۰. وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِ اَحَدِکُمْ فَلَایَمْشِ فِی الْاُخْرٰی حَتّٰی یُصْلِحَهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱٦۵۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کے ایک جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو دوسرے جوتے میں اس وقت تک نہ چلے جب تک اس کی مرمت نہ کرا لے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۶۵۰): مسلم، کتاب اللباس والزینة. باب اذا انتعل فلیبدأ بالیمین.

شرح حدیث: ایک پاؤں میں جوتا ہو اور دوسرے پاؤں میں نہ ہو یہ بدنما بھی لگتا اور آدمی کے وقار کے بھی خلاف ہے اور اس کے

ساتھ ہی گرنے اور پھسلنے کا اندیشہ بھی موجود ہے اس لیے اس طرح کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ (شرح صحیح مسلم : ۱۴/ ۶۴)

جوتا کھڑے ہو کر نہ پہنے

۱۶۵۱. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَآئِمًا، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

(۱۶۵۱) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد بسند حسن)

تخریج حدیث(۱۶۵۱): سنن ابی داؤد، كتاب اللباس، باب الانتعال.

شرح حدیث: اسلام نے ہمیں زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں مفصل تعلیم دی ہے اور ہر کام کے آداب سکھائے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کھڑے کھڑے جوتا نہ پہننا چاہئے بلکہ آرام سے بیٹھ کر جوتا پہننا چاہئے خاص طور پر بند جوتا یا موزہ وغیرہ کھڑے کھڑے پہننا باعث زحمت ہوتا ہے اس لیے بیٹھ کر جوتا یا موزہ پہننا زیادہ بہتر ہے۔

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو پہلے دائیں پیر میں پہنے اور جب جوتا اتارے تو پہلے بائیں پیر کا جوتا اتارے تاکہ سیدھے پیر میں جوتا پہلے پہنا جائے اور بعد میں اتارا جائے۔ (روضة المتقين : ۴/ ۱۶۰. دليل الفالحين : ۴/۴۳۳)

البَابُ (۳۰۰)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَرْكِ النَّارِ فِي الْبَيْتِ عِنْدَ النَّوْمِ وَنَحْوِهِ سَوَآءٌ كَانَتْ فِي سِرَاجٍ اَوْغَيْرِهٖ

رات کوسونے سے قبل گھر میں آگ کوجلتا ہوا چھوڑنے کی ممانعت خواہ وہ چراغ ہو یا کوئی اور شئے

سوتے وقت آگ بجھا دیا کرو

۱۶۵۲۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَاتَتْرُكُوا النَّارَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ حِيْنَ تَنَامُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۶۵۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رات کو سوتے وقت آگ کو جلتا ہوا نہ چھوڑو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۶۵۲): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب لا تترك النار فی البیت عندالنوم . صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب الامر بتغطیة الاناء وایکاء السقاء .

شرح حدیث: رات کو سونے سے قبل ہر طرح کی آگ بجھا دینی چاہیے، خاص طور پر گیس کے چولھے اور گیس کے ہیٹر وغیرہ کو بند کر کے سونے کے لیے لیٹنا چاہیے۔ (روضة المتقين : ٤/١٦١)

آگ دشمن ہے سونے سے پہلے بجھا دیا کرو

۱۶۵۳۔ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِحْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَهْلِهٖ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا حُدِثَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَأْنِهِمْ قَالَ : "اِنَّ هٰذِهِ النَّارَ عَدُوٌّ لَّكُمْ فَاِذَا نِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۶۵۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک گھر میں آگ لگ گئی اور اہل خانہ بھی اس میں موجود تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو ان کے بارے میں بتلایا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب تم سونے لگو تو بجھا دیا کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۶۵۳): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب لاتترك النار فی البیت عندالنوم . صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب الامر بتغطیة الاناء وایکاء السقاء .

کلمات حدیث: بشأنهم : ان کے بارے میں۔ اس واقعہ کے بارے میں جوان پر گزرا۔

شرح حدیث: آگ انسان کی دشمن ہے یعنی جو کام دشمن کرتا ہے کہ وہ انسان کی جان اور مال کو نقصان پہنچاتا ہے اسی طرح آگ سے بھی یہ خطرہ موجود ہے کہ اگر غفلت کے وقت بھڑک اٹھے تو آدمی کے جان و مال کے ضیاع کا سبب بنے گی۔ اس لیے تقاضائے احتیاط یہ ہے کہ سونے سے پہلے آگ بجھادی جائے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حکم کی دنیاوی مصلحت تو واضح ہے اور وہ ہے جان و مال کا تحفظ لیکن یہ حکم اپنے اندر دینی مصلحت بھی رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جان و مال کی حفاظت آدمی کا ایک دینی فریضہ ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے سونے سے قبل آگ بجھا دینا مستحب ہے۔ اگر گھر میں ایک ہی فرد ہو تو وہ لازماً آگ بجھا کر سونے لیٹے اور اگر کئی افراد ہوں تو آگ وہ بجھائے جو سب سے آخر میں لیٹنے والا ہو۔

(فتح الباری : ۲۸۶/۳ . عمدة القاری : ۴۱۹/۲۳ . شرح صحیح مسلم : ۱۵۸/۱۴)

سونے سے پہلے کے آداب

۱۶۵۴. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "غَطُّوا الْإِنَآءَ، وَاَوْكِئُوا السِّقَآءَ، وَاَغْلِقُوا الْبَابَ، وَاَطْفِؤُا السِّرَاجَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَايَحِلُّ سِقَآءً، وَلَايَفْتَحُ بَابًا، وَلَايَكْشِفُ اِنَآءً، فَاِنْ لَمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا اَنْ يَعْرُضَ عَلٰى اِنَآئِهٖ عُوْدًا، وَيَذْكُرَاسْمَ اللّٰهِ فَلْيَفْعَلْ : فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ . "اَلْفُوَايسِقَةُ" : اَلْفَارَةُ . وَ"تُضْرِمُ" : تَحْرِقُ .

(۱۶۵۴) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ برتنوں کو ڈھانپ دو، مشکیزے کا منہ باندھ دو، دروازہ بند کردو، چراغ بجھادو، کہ شیطان بند مشکیزے، بند دروازے کو اور بند برتن کو نہیں کھولتا۔ اگر تم میں سے کسی کو کچھ نہ ملے تو برتن پر لکڑی آڑی رکھ دو اور اللہ کا نام لے لے کہ ایک چوہا بھی گھر کو گھر والوں سمیت جلا سکتا ہے۔ (مسلم)

فویسقه : چوہا۔ تضرم : جلادینا ہے۔

تخریج حدیث(۱۶۵۴): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب الامر بتغطیة الاناء وایکاء السقاء . صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب لاتترك النار فی البیت عند النوم .

کلمات حدیث: غطوا : امر کا صیغہ ہے ڈھک دو۔ ڈھانپ دو۔ غطی تغطیة (باب تفعیل) ڈھانپنا۔ أوکا : امر کا صیغہ ہے پانی کے مشکیزے کا منہ باندھ دو۔ وکاء کے معنی باندھنے کے ہیں اور اس بند یا دوڑی کے ہیں جس سے مشکیزہ باندھا جاتا ہے۔

شرح حدیث: رات کے وقت گھر میں کسی جلتی ہوئی چیز کو جلتا ہوا نہ چھوڑا جائے بلکہ ہر طرح کی آگ بجھا دی جائے، پانی کے مشکیزے کو باندھ دیا جائے اور پانی کی ٹونٹیوں کو بند کر دیا جائے تا کہ بلا وجہ پانی ضائع نہ ہو، دروازے بند کر دیئے جائیں اور چراغ بجھا دیئے اور گھر کے کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانپ دیا جائے اور بسم اللہ پڑھ کر سب اشیاء کو رکھ دیا جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک میں جو آداب بیان فرمائے گئے ہیں وہ دنیا اور آخرت دونوں کی صلاح اور فلاح پر

مشتمل ہیں کیونکہ یہ سب انسان کی جان اوراس کے مال کے تحفظ کی تدابیر ہیں اوراسے شیطان سے اور شیطانی مخلوقات کے شر سے محفوظ رکھنے والی ہیں۔اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا پڑھ لینا تو حفاظت کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔چنانچہ حدیث مبارک میں ہے کہ آدمی شام کو یا رات کو گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھ لےتو وہ اوراس کا گھر شیطان کے ضرر سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

(فتح الباری : ۲/۲۷۶. شرح صحیح مسلم : ۱۴/۱۵۷. روضة المتقین : ۴/۱۶۲. دلیل الفالحین : ۴/۴۳۵)

الباب (۳۰۱)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّكَلُّفِ وَهُوَ فِعْلٌ وَقَوْلٌ مَالَا مَصْلَحَةَ فِيهِ بِمَشَقَّةٍ

تکلف کی ممانعت یعنی خالی از مصلحت بتکلف کہی جانے والی بات یا کام

۳۹۵. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ قُلْ مَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔'' (ص:۸٦)

تفسیری نکات: آیت میں رسول کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں جو تمہیں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کے لیے تمہیں بھلائی کا راستہ دکھلا رہا ہوں اس نصیحت اور خیر خواہی کا میں تم سے کوئی صلہ اور معاوضہ نہیں مانگتا۔ نہ خواہ مخواہ اپنی طرف سے کوئی بات کہتا ہوں اللہ کی جانب سے مجھے جو حکم ملا وہ میں نے تم تک پہنچا دیا۔ کچھ وقت کے بعد تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ تمہیں جو نصیحت کی گئی تھی وہ کس قدر سچی اور تمہارے حق میں کس قدر مفید تھی۔ (تفسیر عثمانی)

رسول اللہ ﷺ نے تکلف سے منع فرمایا

١٦٥٥ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: نُهِينَا عَنِ التَّكَلُّفِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(١٦٥٥) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۶۵۵): صحيح البخاري، كتاب الاعتصام، باب مايكره من السوال و تكلف مالا يعنيه .

شرح حدیث: یہ اثر ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جو اگر چہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے طور پر نہیں بیان کیا لیکن پھر بھی یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ صحابۂ کرام میں سے اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا یا ہمیں فلاں بات سے منع کیا گیا تو ان کا یہ کہنا حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے کیونکہ حکم دینے والی ذات اور منع کرنے والی شخصیت رسول کریم ﷺ ہی تھے۔

یہ اثر ابو نعیم نے اپنی مستدرک میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے جو قمیص پہنا ہوا تھا اس کی پشت پر چار پیوند لگے ہوئے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وفاكهة وأبا ﴾ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ''فاکہہ'' تو ہم جانتے ہیں کہ کیا ہے لیکن یہ اَب کیا ہے؟ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ہی فرمایا کہ ٹھہرو ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اَب ایک گھاس ہے جسے جانور کھاتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کا مقصود یہ ہے کہ آیت کریمہ میں اللہ کی نعمتوں کا بیان ہے اور یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خوش ذائقہ خوش رنگ اور خوش شکل پھل سے لے کر اَب گھاس تک ہر چیز پیدا فرمائی ہے اور ہر چیز اللہ کی نعمت ہے جس پر شکر نعمت چاہئے۔ اس مضمون کے واضح ہونے کے بعد اَب (گھاس) کی تحقیق محض تکلف ہے۔

غرض قول ہو یا عمل غیر ضروری تکلف صحیح نہیں ہے۔ تصنع اور بناوٹ سے کوئی بات کرنا یا کوئی کام کرنا بھی تکلف ہے اور اسی طرح غیر ضروری طور پر کسی بات میں الجھنا بھی تکلف ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آدمی کے اسلام کی عمدگی اور اس کا حسن یہ ہے کہ وہ ہر اس بات کو ترک کر دے جو اس سے غیر متعلق ہے۔ (فتح الباری : ۸۰۱/۳. روضة المتقین : ۱۶۴/۴. دلیل الفالحین : ۴۳۶/۴)

جس بات کا علم نہ ہو لاعلمی کا اظہار کر دے

۱۶۵۶. وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ : دَخَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ : يَآأَيُّهَاالنَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهٖ، وَمَنْ لَّمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُ اَعْلَمُ، فَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ تَقُوْلَ الرَّجُلُ لِمَا لَاتَعْلَمُ : اَللّٰهُ اَعْلَمُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "قُلْ مَآ اَسْئَالُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ" وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۶۵۶) حضرت مسروق کا بیان ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس موقعہ پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو جس کو کسی بات کا علم ہو تو وہ اس بات کو کہے اور اگر علم نہ ہو تو کہہ دے کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ تمہارا یہ کہنا کہ اللہ بہتر جانتا ہے یہ بھی علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۶۵۶): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ ص. باب قوله تعالیٰ ﴿ وما انا من المتكلفين ﴾ .

شرح حدیث: ایک مسلمان کی اور بالخصوص عالم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صرف وہ بات لوگوں کو بتائے جو اسے علی وجہ الیقین معلوم ہو، اگر اس طرح صحیح اور واضح علم نہ ہو تو تکلف کر کے اپنے پاس سے بتانے کی کوشش نہ کرے اور نہ کسی کو فتویٰ دے۔ بلکہ اگر صحیح اور یقینی علم نہ ہو تو یہ کہہ دینا چاہئے کہ اللہ بہتر جانتا ہے اور یہ کہنا کہ اللہ بہتر جانتا ہے خود علم ہے۔

اس حدیث مبارک سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو امور غیب سے متعلق ہیں ان میں تعمق اور تکلف نہ کرنا چاہئے بلکہ جتنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتا دیا اسی پر ایمان کامل رکھے اور جو تفصیل قرآن وحدیث میں مذکور نہیں ہے اس کے بارے میں یقین رکھے کہ اللہ نے کسی حکمت کے تحت اور انسان کی کسی مصلحت کے تحت اس کو تفصیل پر مطلع نہیں فرمایا ہے۔

(فتح الباری : ۶۷۰/۱. روضة المتقین : ۱۶۴/۴)

البَابُ (۳۰۲)

بَابُ تَحْرِيمِ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَلَطْمِ الْخَدِّ وَشَقِّ الْجَيْبِ وَنَتْفِ الشَّعْرِ وَحَلْقِهِ وَالدُّعَاءِ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ

میت پر بین کرنا، رخسار پیٹنا، گریبان چاک کرنا، بالوں کو اکھاڑنا اور منڈوانا اور ہلاکت اور بردباری کی دعا کرنا حرام ہے

نوحہ سے میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے

۱۶۵۷ . عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهِ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ : "مَانِيْحَ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۶۵۷) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میت پر نوحہ کیے جانے کی وجہ سے اسے قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر نوحہ کیئے جانے تک میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۶۵۷): صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب مايكره من النياحة على الميت . صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء اهله .

کلمات حدیث: بمار نيح : نوحہ کرنے کی وجہ سے۔ ناح نوحاً (باب نصر) میت پر واویلا کرنا، مرنے والے پر چیخ چیخ کر رونا، اس کی خوبیاں بیان کرنا اور اس کے مرنے سے پہنچنے والا نقصان کا ذکر کرنا۔ نائحة : نوحہ کرنے والی عورت۔ جمع نائحات . مانيح عليه: جب تک اس پر نوحہ ہوتا رہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ میت پر نوحہ کرنے سے اس پر عذاب ہوتا ہے اور جب تک نوحہ ہوتا رہے اسے عذاب ہوتا رہتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگر مرنے والے نے نوحہ کرنے کی وصیت کی ہو جیسا کہ قبل اسلام جاہلیت کے زمانے میں طریقہ تھا، یا اس کے گھر اور خاندان میں نوحہ کرنے کا رواج ہو اور اس نے اس سے منع نہ کیا اور بظاہر اس سے راضی رہا ہو تو اس کے مرنے کے بعد اس پر اگر نوحہ ہوگا تو اسے عذاب دیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نوحہ کی وجہ سے میت کو عذاب دینے کے معنی یہ ہیں کہ فرشتے اس شخص (مردہ) کو تنبیہ اور سرزنش کرینگے اور اس کو ڈانٹینگے جیسا کہ مسند احمد بن حنبل میں مروی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جب نائحہ کہتی ہے کہ ہائے میرا مددگار مر گیا اور مجھے کپڑا پہنانے والا مر گیا تو فرشتے اس مردے سے کہتے ہیں کیا تو اس کا مددگار تھا کیا تو اس کو لباس پہنانے والا تھا۔ اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ پرغشی طاری ہوگئی تو ان کی بہن رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ ہائے کیسا تھا ہائے کیسا تھا۔ کچھ دیر بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ کو افاقہ ہوا تو انہوں نے بہن سے کہا کہ جو تم نے کہا اس کے بارے میں مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا تم ایسے تھے۔

متقدمین میں سے امام ابو جعفر طبری رحمہ اللہ اور متاخرین میں سے ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ نوحہ کرنے سے میت کو عذاب نہیں ہوتا بلکہ اس نوحہ سے اسے تکلیف پہنچتی ہے۔ جیسا کہ طبرانی میں مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ کے بندو مرنے والے کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔

غرض جس مرنے والے کے گھر اور خاندان میں نوحہ کرنے کا رواج ہو اور اس شخص نے کبھی اس پر ناگواری نہ ظاہر کی ہو تو اسے اس پر نوحہ کیے جانے کا عذاب ہوگا، اسی طرح اگر مرنے والے نے ظلم وزیادتی کی ہے اور اس پر رونے والے اس کے مظالم کی تعریف کر رہے ہیں اور اس کے ان کارناموں کو بیان کر رہے ہیں تو اس کو بھی عذاب ہوگا۔ اور جو مرنے والے ان باتوں سے پاک ہوگا اور اس نے اپنی زندگی میں نوحہ کرنے کی برائی بیان کی ہو اور اس معصیت سے منع کیا ہو تو اسے نوحہ کرنے سے عذاب نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

(فتح الباری : ۱/ ۷۷۰. شرح صحیح مسلم : ۶/ ۲۰۶. روضة المتقین : ۴/ ۱۶۵. دلیل الفالحین : ۴/ ۴۳۷)

نوحہ کرنے والے ہم میں سے نہیں

۱۶۵۸. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۶۵۸) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے رخساروں کو پیٹا اور گریبانوں کو چاک کیا اور جاہلیت کے زمانے کے جملے کہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۶۵۸): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب لیس منامن شق الجیوب. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم ضرب الخدود.

کلمات حدیث: الجیوب : جیب کی جمع۔ گریبان۔ جاب جیبا (باب ضرب) گریبان بنانا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا ہے کہ مرنے والے پر بین کرنا اور نوحہ کرنا اور رخساروں کو پیٹنا اور گریبان چاک کرنا اور جاہلیت کے زمانے کے الفاظ اور کلمات دہرانا کہ ہائے کتنا بہادر تھا، کیسا ہمارا سہارا تھا اور کیسا ہمیں کھلاتا اور پلاتا تھا، اور اب ہمارا کیا بنے گا، یہ سب باتیں ہمارے طریقے اور ہماری سنت کے خلاف ہیں اور جو ایسا کرے وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے۔

اسلام کا بتایا ہوا طریقہ اور رسول کریم ﷺ کا بیان کردہ اسوۂ حسنہ یہ ہے کہ کہ مرنے والے پر صبر کیا جائے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا جائے اور یہ یقین کامل رکھا جائے کہ جس کے مرنے کا جو وقت مقرر ہے اسے اسی وقت دنیا سے جانا ہے جو ایک لمحہ بھی ادھر سے ادھر نہیں ہوسکتا۔ اور رازق و مالک اللہ تعالیٰ ہے کسی کے مرنے سے باقی رہ جانے والوں کا رزق بند نہیں ہوگا کیونکہ جو رزق دینے والا ہے وہ

حی وقیوم ہے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ بلاشبہ طبعی رنج وغم کے اظہار کی اجازت ہے لیکن اس اظہار غم کو بھی پابند حدود رکھا جائے۔

(فتح الباری : ۱/۷۷٤. شرح صحیح مسلم : ٦/٢٠٨. روضة المتقين : ٤/١٦٧)

نوحہ کرنے والوں سے برأت کا اظہار

١٦٥٩. وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ : وَجِعَ اَبُوْمُوْسٰی فَغُشِیَ عَلَیْهِ. وَرَأْسُه فِیْ حِجْرِ امْرَأَةٍ مِّنْ اَهْلِهٖ فَاَقْبَلَتْ تَصِیْحُ بِرَنَّةٍ فَلَمَّا یَسْتَطِعْ اَنْ یَرُدَّعَلَیْهَا شَیْئًا. فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ : اَنَا بَرِیْءٌ مِمَّنْ بَرِیْءَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَرِیْءَ مِنَ الصالِقَةِ، وَالْحَالِقَةِ، وَالشَّاقَّةِ ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

" اَلصَّالِقَةُ" اَلَّتِیْ تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالنِّیَاحَةِ وَالنَّدْبِ "وَالحَالِقَةُ" : اَلَّتِیْ تَحْلِقُ رَأْسَهَا عِنْدَ الْمُصِیْبَةِ. "وَالشَّاقَّةُ" اَلَّتِیْ تَشُقُّ ثَوْبَهَا .

(١٦٥٩) حضرت ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوگئے اوران پر غشی طاری ہوگئی ان کا سران کے اہل خانہ کی کسی خاتون کی گود میں تھا۔ وہ زور سے رونے لگی لیکن آپ اسے بیماری کی وجہ سے نہ روک سکے۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ہراس بات سے بری ہوں جس سے اللہ کے رسول ﷺ نے برات کا اظہار فرمایا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے نوحہ کرنے والی، حلق کرنے والی اور گریبان چاک کرنے والی عورت سے براءت کا اظہار فرمایا۔ (متفق علیہ)

صالقه : وہ عورت جو نوحہ اور بین کے لیے اپنی آواز بلند کرنے والی۔ حالقه : وہ عورت جو کسی کے مرنے پر اپنا سر منڈ وادے۔ اور شاقه : وہ عورت جو اپنے کپڑوں کو پھاڑ دے۔

تخریج حدیث(۱۶۵۹): صحیح البخاری، الجنائز، باب ماینهی من الحلق عند المصيبة . صحیح مسلم، الایمان، باب تحريم ضرب الخدود .

کلمات حدیث: الرنة : رونے کی اور چیخنے کی بلند آواز۔ رن رنیناً (باب ضرب) رونے میں آواز بلند کرنا۔ رنین : غم کی آواز۔ رونے کی آواز۔ صالقه : چیخ کر رونے والی۔ صلق صلقا (باب نصر) مصیبت کے وقت چیخنا اور چلانا۔ ندب : میت کے اوصاف گنوانا اوراس کی خوبیاں بیان کرنا۔ ندب ندباً (باب نصر) میت کی خوبیاں شمار کرنا۔ حالقه : مرنے والے کے غم میں اپنا سر منڈوادینے والی۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے زمانہ جاہلیت کے ان کاموں سے براءت کا اظہار فرمایا کہ مرنے والے کے غم میں چیخ چیخ کر روئیں، گریبان چاک کردیں اور سر منڈوادیں۔ اور جب اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے برات کا اظہار فرمایا تو صحابی رسول ﷺ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اظہار برات فرمایا حالانکہ آپ اس وقت بیمار تھے اور آپ پر غشی طاری تھی لیکن جوں ہی ہوش آیا تو سب

سے پہلے آواز کے ساتھ رونے سے منع فرمایا۔ (فتح الباری : ۱/۷۷٦. شرح صحیح مسلم : ۲/۹۲)

نوحہ کرنے کی حرمت

۱٦٦۰۔ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : مَنْ نِيْحَ عَلَيْهِ فَإِنَّه يُعَذَّبُ بِمَانِيْحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱٦٦۰) حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس پر نوحہ کیا گیا روز قیامت اسے اس نوحہ کے سبب عذاب ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱٦٦۰): صحیح البخاری، الجنائز، باب مایکرہ من النیاحۃ . صحیح مسلم، الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اھلہ .

شرح حدیث: روز قیامت اس شخص کو عذاب ہوگا جس کے مرنے پر نوحہ کیا گیا ہو۔ یعنی اس صورت میں جب کہ اس شخص کے گھر میں نوحہ ہوتا ہو اور اس نے اس سے کبھی منع نہ کیا ہو یا اس نے اپنے مرنے کے بعد نوحہ کرنے کی وصیت کی ہو۔ ابن المرابط رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مرنے والے کو زندگی میں اس بات کا علم تھا کہ اس کے گھر یا خاندان میں مرنے والے پر نوحہ کیا جاتا ہے اور اسے دین اسلام میں اس کی ممانعت کا بھی علم تھا مگر اس کے باوجود اس نے اس فعل سے منع نہیں تو اسے اس منع نہ کرنے پر اور بظاہر اس برائی سے راضی ہونے پر عذاب ہوگا۔ واللہ اعلم

(فتح الباری : ۱/۷۷٤. شرح صحیح مسلم : ٦/۲۰۸. تحفۃ الاحوذی : ٤/٥۸. روضۃ المتقین : ٤/۱٦۹)

رسول اللہ ﷺ نے نوحہ چھوڑنے کی بیعت لی

۱٦٦۱۔ وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ نُسَيْبَةَ "بِضَمِّ النُّوْنِ وَفَتْحِهَا" رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : اَخَذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَالْبَيْعَةِ اَنْ لَانَنُوْحَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱٦٦۱) حضرت ام عطیہ نسیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سے بیعت کے وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ وعدہ لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱٦٦۱): صحیح البخاری، الجنائز، باب ماینهی عن النوح والبکاء . صحیح مسلم، الجنائز باب التشدید فی البیعہ .

شرح حدیث: حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ نوحہ کرنا کس قدر گناہ اور برا کام ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے ایمان واسلام کی بیعت لیتے وقت یہ عہد بھی لیا کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی۔ (فتح الباری : ۱/۷۸۰. شرح صحیح مسلم : ٦/۲۱۰)

میت کی تعریف میں مبالغہ کرنا ممنوع ہے

۱۶۶۲۔ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : اُغْمِيَ عَلَىٰ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَعَلَتْ اُخْتُه تَبْكِيْ وَتَقُوْلُ : وَاجَبَلَاهُ، وَكَذَا، وَاكَذَا تُعَدِّدُ عَلَيْهِ، فَقَالَ حِيْنَ اَفَاقَ : مَاقُلْتِ شَيْئًا اِلَّا قِيْلَ لِيْ آاَنْتَ كَذٰلِكَ؟ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۶۶۲) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ بیمار ہوئے اوران پر بے ہوشی طاری ہوگئی ان کے بہن رونے لگیں اور کہنے لگیں ہائے میرا پہاڑ جیسا بھائی اور ایسا ایسا یعنی ان کی خوبیاں بیان کرنے لگیں۔ ان کوافاقہ ہواتو انہوں نے کہا کہ تو نے جو کہا، مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا تو ایسا ہی ہے۔ (بخاری)

کلمات حدیث: تعدد علیه : ان کی خوبیاں گنانے لگیں اوران کے محاسن بیان کرنے لگیں۔ أأنت کذلك : کیا تو اسی طرح ہے جس طرح بیان کیا جارہا ہے۔

شرح حدیث: اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں عورتیں مرنے والے پر بین کرتیں اوراس کی خوبیاں گنواتیں تھیں کہ وہ ایسا تھا اور ایسا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جاہلیت کے ان تمام طریقوں کو مٹادیا اوران سے اپنی امت کو منع فرمایا۔ اور صحابۂ کرام نے آپ ﷺ کے فرامین پر پوری پوری طرح عمل کیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رحمہ اللہ بیماری کی شدت سے بے ہوش تھے لیکن ہوش میں آتے ہی بہن کواس کام سے منع فرمایا اور کہا کہ تم یہ کہہ رہی تھیں کہ میرا بھائی ایسا ایسا تھا اور فرشتے مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ کیا تو ایسا ہی تھا۔

(فتح الباری : ۲/۶۱۴. روضة المتقین : ۴/۱۷۰. عمدة القاری : ۱۷/۳۶۲)

میت پر آنسو بہانا غم کا اظہار کرنا جائز ہے

۱۶۶۳۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ شَكْوٰى فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ مَعَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ، وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ وَجَدَهُ فِيْ غَشْيَةٍ فَقَالَ : "اَقَضٰى؟" قَالُوْا لَايَارَسُوْلَ اللّٰهِ. فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا قَالَ : "اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ اللّٰهَ لَايُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَابِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا، وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ "اَوْيَرْحَمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۶۶۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوگئے رسول کریم ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جب ان کے پاس پہنچے تو وہ مدہوشی کی حالت میں تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا انتقال ہوگیا؟ لوگوں نے بتایا نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ رسول اللہ ﷺ انہیں دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے جب لوگوں نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا تو سب رونے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں سنتے کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر کسی کو عذاب نہیں دیتا، اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۶۶۳): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب البکاء عند المریض . صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ اپنے بعض اصحاب کی معیت میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے وہ شدید بیمار تھے رسول اللہ ﷺ ان کی تکلیف دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے وہاں پر جو صحابہ کرام موجود تھے وہ بھی رونے لگے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دل کے غمگین ہوجانے اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلنے میں اللہ کے یہاں کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ جو مؤاخذہ ہوگا وہ زبان سے ادا ہونے والے کلمات پر ہوگا کہ اگر حالت غم میں آدمی نے انا للہ پڑھی اور صبر وشکر کیا اور اللہ کی تقدیر پر راضی برضا رہا وہ اللہ کی رحمت کا مستحق ہے اور اگر جزع وفزع میں مبتلا ہوگیا اور واویلا کیا تو گنہ گار ہوگا اور اللہ کے یہاں مؤاخذہ ہوگا۔

(فتح الباری : ۱/ ۷۸۰. شرح صحیح مسلم : ۶/ ۲۱۰)

نوحہ کرنے والیوں کے خاص عذاب کا ذکر

۱۶۶۴. وَعَنْ اَبِیْ مَالِکٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "النَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَعَلَیْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۶۶۴) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نوحہ کرنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے روز قیامت اس حال میں کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کی قمیص اور خارش کی زرہ ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۶۶۴): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحة .

کلمات حدیث: سربال : قمیص، کرتا، ہر وہ لباس جو پہنا جائے۔ جمع سرابیل . قطران : سیاہ رنگ کا بدبودار مواد جسے بہت جلد آگ لگتی ہے۔ ابن عباس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قطران کے معنی ہیں پگھلا ہوا تانبا۔

شرح حدیث: امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روز قیامت نوحہ کرنے والی عورت قطران میں اس طرح لتھڑی ہوئی ہوگی جیسے اس کا لباس پہن لیا ہو اور اس طرح جب آگ میں ڈالی جائے گی تو آگ کی شدت اور اس کا احتراق شدید تر ہوگا اور اس کی بدبو شدید

ترین ہوگی۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ مرنے والے پر نوحہ کرنا حرام ہے لیکن اگر توبہ کرلے تو توبہ قبول کی جائے گی۔

(شرح صحیح مسلم : ۲۰۸/٦. روضة المتقين : ١٧٢/٤. دليل الفالحين : ٤٤٠/٤)

کسی کی موت پر رسومات ادا نہ کرنے پر بیعت

١٦٦٥. وَعَنْ أُسَيْدِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ التَّابِعِيِّ عَنِ امْرَأَةٍ مِنَ الْمُبَايِعَاتِ قَالَتْ : كَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْمَعْرُوفِ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ لَا نَعْصِيَهُ فِيهِ، أَنْ لَا نَخْمُشَ وَجْهًا، وَلَا نَدْعُوَ وَيْلًا، وَلَا نَشُقَّ جَيْبًا، وَأَنْ لَا نَنْشُرَ شَعْرًا، رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ .

(١٦٦٥) حضرت اسید بن ابی اسید تابعی ایک خاتون سے روایت کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے والیوں میں سے تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ وہ بھلائی کے کام جن کے کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے ہم سے عہد لیا تھا ایک یہ بھی تھا کہ ہم اللہ کی نافرمانی نہیں کرینگے، اپنا چہرہ نہیں نوچیں گے، ہلاکت کی بددعا نہیں کرینگے اور اپنا گریبان نہیں چاک کرینگے اور اپنے بال نہیں بکھیرینگے۔

(ابوداؤد بسند حسن)

تخریج حدیث(۱۶۶۵): سنن ابی داؤد، كتاب الجنائز، باب في النوح .

کلمات حدیث: المبايعات : جمع ہے المبايعة کی۔ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے والی صحابیات۔ ان لا نخمش : ہم اپنے ناخنوں سے اپنے چہروں کو نہ نوچیں۔ خمش خمشا (باب نصر وضرب) چہرے پر ناخنوں سے خراش ڈالنا۔ لاندعوویلا : ہم واویلا نہ کہیں۔ یعنی ہم یہ نہ کہیں کہ ہم تباہ ہوگئے یا فلاں نہیں رہا تو ہم بھی مر جائیں اور ہم بھی ہلاک ہو جائیں۔ وأن لا ننشر شعراً : ہم بال نہ کھولیں اور بال نہ پھیلائیں۔

شرح حدیث: رسول اکرم ﷺ اسلام قبول کرنے والی خواتین سے بیعت لیتے وقت اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے عہد کے ساتھ ان سے یہ وعدہ بھی لیتے کہ جاہلیت کے ان کاموں میں سے کوئی کام نہیں کرینگے کہ اگر کوئی مر جائے تو ہم چہرہ نوچ لیں، بددعائیں دیں، کپڑے پھاڑیں گریبان چاک کردیں اور بال بکھرالیں۔ آپ ﷺ ان تمام کاموں سے اجتناب کا وعدہ لیتے تھے۔

امام ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی مر جاتا اس کے خاندان کی عورتیں آمنے سامنے کھڑی ہو جاتیں اپنے رخسار پیٹتیں، سر پر خاک ڈالتیں، چہرہ نوچتی اور سر کے بال منڈواتیں، غم کرنے کے یہ اور اسی طرح کے دوسرے طریقے تھے اسلام آیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان تمام طریقوں کی یکسر ممانعت فرمادی۔

(روضة المتقين : ١٧٣/٤. دليل الفالحين : ٤٤١/٤)

میت پر بین کی وجہ سے میت کی پٹائی

۱۶۶۶. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :"مَامِنْ مَیِّتٍ یَمُوْتُ فَیَقُوْمُ بَاکِیْھِمْ فَیَقُوْلُ : وَاجَبَلَاہُ، وَاسَیِّدَاہُ، اَوْنَحْوَ ذٰلِکَ اِلَّا وُکِّلَ بِہٖ مَلَکَانِ یَلْھَزَانِہٖ اَھٰکَذَا کُنْتَ"رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

" اَللَّھْزُ": الدَّفْعُ بِجُمْعِ الْیَدِ فِی الصَّدْرِ .

(١٦٦٦) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مرجاتا ہے اور اس کے پیچھے رونے والے کہتے ہیں کہ ہائے پہاڑ جیسے جوان، ہائے سردار وغیرہ تو اس پر دو فرشتے مقرر کردیے جاتے ہیں کہ جو اس کے سینے پر مکے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو ایسا ہی تھا۔ (ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

اللّھز : کے معنی ہیں سینہ پر ہاتھ ملا کر مکے مارنا۔

تخریج حدیث(۱۶۶۶): الجامع للترمذی، الجنائز، باب ما جاء فی کراهية البكاء على الميت .

کلمات حدیث: واجبلاہ، واسیداہ : والطور ندبہ ہے بمعنی ہائے میرا پہاڑ ہائے میرا سردار اور آخر میں ھاء پر سکتہ ہے۔

شرح حدیث: دور جاہلیت میں مرنے والے کے محاسن شمار کرتے وقت اس طرح کہتی تھیں اور روتی پیٹتی تھیں کہ ہائے میرا پہاڑ جیسا سردار مر گیا۔ اور مردے کو اس نوحہ اور ندبہ پر عذاب ہوگا اور فرشتے اس کے سینے پر مکے مار کر اسے سرزنش کریں گے کہ کیا تو ایسا ہی تھا۔

(تحفة الاحوذی : ٦٢/٤. روضة المتقين : ١٧٣/٤. دليل الفالحين : ٤٤١/٤)

کفر تک پہنچانے والے دو عمل

۱۶۶۷. وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : "اِثْنَتَانِ فِی النَّاسِ ھُمَا بِھِمْ کُفْرٌ : الطَّعْنُ فِی النَّسَبِ، وَالنِّیَاحَۃُ عَلَی الْمَیِّتِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(١٦٦٧) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں کفر کی دو باتیں ہیں، نسب میں طعن اور میت پر نوحہ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۶۶۷): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اطلاق اسم الکفر علی الطعن فی النسب والنیاحة .

شرح حدیث: کسی کے نسب پر طعن کرنا اور مرنے والے پر نوحہ کرنا جاہلیت کے زمانے کے کافرانہ کام ہیں جو شخص مسلمان ہوتے ہوئے ان کاموں کو کرے وہ گنہگار ہے اور اگر حلال سمجھ کر کرے تو کافر ہے۔ (تحفة الاحوذی : ٦٢/٤)

الباب (۳۰۳)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِتْيَانِ الْكُهَّانِ، وَالْمُنَجِّمِيْنَ وَالْعَرَّافِ وَاَصْحَابِ الرَّمْلِ وَالطَّوَارِقِ بَالْحَصٰى وَبَالشَّعِيْرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ

کاہنوں، نجومیوں، قیافہ شناسوں اوراصحاب رمل اور کنکریوں اور جو وغیرہ کے ذریعے شگون لینے والوں کے پاس جانے کی ممانعت

۱۶۶۸. عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ. فَقَالَ: "لَيْسُوْا بِشَيْءٍ" فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَا اَحْيَانًا بِشَيْءٍ فَيَكُوْنُ حَقًّا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِيْ اُذُنِ وَلِيِّهِ، فَيَخْلِطُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ الْمَلَآئِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ" وَهُوَ السَّحَابُ "فَتَذْكُرُ الْاَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَآءِ، فَيَسْتَرِقُ الشَّيْطَانُ السَّمْعَ فَيَسْمَعُهُ فَيُوْحِيْهِ اِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ".

قَوْلُهُ "فَيَقُرُّهَا" هُوَبِفَتْحِ الْيَآءِ وَضَمِّ الْقَافِ وَالرَّآءِ: اَيْ يُلْقِيْهَا، وَالْعَنَانُ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ.

(۱۶۶۸) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ بعض اوقات ہمیں ایسی باتیں بھی بتاتے ہیں جو بعد میں سچ ثابت ہوتی ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سچی بات وہ ہوتی ہے جو کوئی جن اچک لیتا ہے اور اسے اپنے دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے اور وہ اس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کر دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ فرشتے بادلوں میں اترتے ہیں اس فیصلے کا ذکر کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہوتا ہے شیطان چوری چھپے اسے سنتا ہے اور کاہنوں کو پہنچا دیتا ہے اور وہ اس میں اپنے پاس سے سو جھوٹ ملا کر بیان کر دیتا ہے۔

فیقرها : یعنی ڈالدیتا ہے۔ اور عنان۔ عین کے زبر سے اس کے معنی بادل کے ہیں۔

تخریج حدیث (۱۶۶۸): صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة. صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة و ایتان الکهان.

کلمات حدیث: کهان : کاہن کی جمع، مستقبل کی باتیں بتانے والا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ سے پہلے اہل عرب جاہلیت کی زندگی گزار رہے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف کو فراموش کر کے بت پرستی میں مبتلا ہو گئے اور صحیح فکری اور دینی اور روحانی راہنمائی کے مفقود ہونے کی بناء پر وہ کہانت نجوم اور عرافہ پر بھروسہ کرنے لگے تھے اور مستقبل کے حالات اور پیش آمدہ واقعات معلوم کرنے کے لیے کاہنوں کے پاس جاتے جو کبھی کبھار کوئی ایسی بات بھی بتا دیتے جو سچ ثابت ہوتی لیکن اکثر ان کی بتائی ہوئی باتیں جھوٹ ہی ہوتی تھیں۔

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے شیاطین اور جنوں کو یہ موقعہ مل جاتا ہے کہ وہ آسمانوں کے پاس جا کر فرشتوں کی کوئی بات سن لیتے اور پھر آ کر زمین پر اپنے دوست کاہنوں کو بتلا دیتے وہ اس میں سیکڑوں جھوٹ ملا کر لوگوں کو بتاتے لیکن بعثت نبوی ﷺ کے بعد آسمانوں پر پہرا سخت کر دیا گیا اور شیاطین کے لیے یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ فرشتوں کی کوئی بات سن سکیں۔ اور رسول اللہ ﷺ نے کاہنوں، نجومیوں اور عراف کے پاس جانے اور ان کی باتیں سننے سے منع فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کی تصدیق کی وہ اس دین سے بری ہو گیا جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔

(شرح صحیح مسلم: ۱۹۰/۱٤. روضة المتقین: ۱۷٤/٤. دلیل الفالحین: ٤٤٤/٤)

کاہنوں کی بات ماننے والوں کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی

۱۶۶۹ ۔ وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ اَتىٰ عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَهُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلوٰةُ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۶۶۹) حضرت صفیہ بنت ابی عبید سے روایت ہے کہ ازواج مطہرات میں سے کسی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی عراف کے پاس جائے اس سے کچھ پوچھے اور اس کی تصدیق کرے اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۶۶۹): صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة و اتیان الکهان.

کلمات حدیث: عـــرّاف : امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عراف بھی کاہنوں کی ایک نوع ہے۔ اور خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عراف وہ ہے جو لوگوں کو بتائے کہ مسروقہ مال کہاں ہے اور گمشدہ چیز کس جگہ ہے۔

شرح حدیث: مجمع الزوائد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے اس نے اس دین کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک موقوف روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص عراف ساحر یا کاہن کے پاس گیا اور اس کی

بات کو سچ جانا اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والے دین کا انکار کیا۔

(شرح صحیح مسلم : ۱۹۰/۱٤ . روضة المتقين : ۱۷۷/٤ . دليل الفالحين : ٤٤٥/٤)

زمانۂ جاہلیت کے چند غلط عقائد کا بیان

۱٦۷۰ . وَعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ، "الْعِيَافَةُ، وَالطِّيَرَةُ، وَالطَّرْقُ، مِنَ الْجِبْتِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ، وَقَالَ الطَّرْقُ : هُوَ الزَّجْرُ : اَيْ زَجْرُ الطَّيْرِ وَهُوَ اَنْ يَتَيَمَّنَ اَوْيَتَشَاءَمَ بِطَيَرَانِهٖ فَاِنْ طَارَ اِلَى جِهَةِ الْيَمِيْنِ تَيَمَّنَ وَاِنْ طَارَ اِلَى جِهَةِ الْيَسَارِ تَشَاءَمَ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ: "وَالْعِيَافَةُ" الْخَطُّ قَالَ الْجَوْهَرِيُّ فِي الصِّحَاحِ : اَلْجِبْتُ كَلِمَةٌ تَقَعُ عَلَى الصَّنَمِ وَالْكَاهِنِ وَالسَّاحِرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ .

(۱٦۷۰) حضرت قبیصہ بن المخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ پرندوں کو اڑانا، بدفالی لینا اور طرق شیطانی کام ہیں۔

(اسے ابوداؤد نے سند صحیح روایت کیا ہے)

اور ابوداؤد نے بیان کیا کہ طرق: کے معنی پرندے کو اڑا کر یہ دیکھنے کے ہیں کہ وہ دائیں طرف جاتا ہے یا بائیں طرف جاتا ہے اگر دائیں طرف اڑا تو نیک فال ہے اور اگر بائیں طرف اڑا تو بدفال ہے۔ابوداؤد نے کہا کہ ''عیافہ'' کے معنی لکیر کھینچنے کے ہیں۔

جوھری نے صحاح میں بیان کیا ہے کہ ''جبت'' کے لفظ کا اطلاق کاہن اور ساحر وغیرہ پر ہوتا ہے۔

تخریج حدیث(۱٦۷۰): سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الخط .

راوی حدیث: حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک وفد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔ان سے کتب حدیث میں چھ احادیث مروی ہیں۔آخر عمر میں بصری میں قیام کیا اور وہیں انتقال فرمایا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: عیافۃ : کے معنی ہیں پرندے کو اڑا کر اس سے فال لینا، اور اس فلل میں پرندے کے ناموں کو بھی پیش نظر رکھنا کہ اگر عقاب (باز) ہے تو اس میں عقاب یعنی سزا کا مفہوم ہے اور اگر غراب (کوا) ہے تو اس میں غربت (اجنبیت) کا مفہوم ہے وغیرہ۔کسی نے کہا کہ زمانہ ء جاہلیت میں عیافہ: یہ ہوتا تھا کہ ایک شخص بہت جلدی جلدی بہت سی لکیریں کچھ زمین پر کرتا تا کہ یہ نہ معلوم ہو سکے کہ کتنی لکیریں ہوگئی ہیں پھر ان میں سے دو دو کو مٹانا شروع کرتا آخر میں اگر دو بچ گئیں تو اچھی بات ہے اور اگر ایک بچی تو بری بات ہے۔النہایہ میں عیافہ: کے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ پرندوں کو اڑا کر اور ان کے ناموں اور ان کی آوازوں اور ان کے گزرنے سے اچھا یا برا شگون لینا۔طیرہ۔پرندوں جانوروں یا کسی بھی چیز سے اچھا یا برا شگون لینا طرق کنکری پھینک کر اس کے گرنے سے شگون لینا۔جبت۔ہر وہ شے جس کی اللہ کے سوا بندگی کی جائے۔شیطانی کام۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے عیافہ طیرہ اور طرق کو باطل قرار دیا ہے اور ان کو شیطانی کام قرار دیا ہے۔ یہ اور اس طرح کے سارے کام شرک اور گمراہی ہیں اس لیے ان امور سے اور اس طرح کے دیگر امور سے اجتناب ضروری ہے۔

علم نجوم جادو کا ایک حصہ ہے

۱۶۷۱. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النُّجُوْمِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَمَازَادَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۱۶۷۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے علم نجوم کا کچھ حصہ حاصل کیا اس نے سحر کا ایک حصہ حاصل کیا اور جس قدر نجوم زیادہ سیکھا اسی قدر سحر زیادہ سیکھا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (۱۶۷۱): سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی النجوم .

کلمات حدیث: اقتبس : حاصل کیا، سیکھا، اخذ کیا۔ اقتباس : (باب افتعال) استفادہ کرنا۔ قبس قبسا : (باب ضرب) آگ لینا۔ سحر : جس شے کے اسباب مخفی ہوں اسے خلاف حقیقت تصور وخیال میں اجاگر کر دینا کہ جب سحر کا اثر زائل ہو تو کچھ بھی نہ ہو۔ یعنی باطل کو بصورت حق ظاہر کرنا۔ زاد مازاد : جتنا علم نجوم میں اضافہ کیا اتنا ہی سحر میں اضافہ کیا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں مذکور علم نجوم سے مراد وہ علم ہے جس میں ستاروں کی روئے زمین اور یہاں رونما ہونے والے واقعات وحوادث اور انسانی زندگیوں پر تاثیر تسلیم کی گئی ہے کہ ستاروں کی اپنے بروج میں حرکت انسانی زندگی پر اس طرح اثر انداز ہوتی ہے اور جس وقت کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے اس وقت ستاروں کا محل وقوع اس کی پوری زندگی اور اس کی عادات وخصائل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں اوھام باطلہ ہیں اور حقائق سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور جس طرح سحر میں ایسی بات اور ایسا امر مسحور کے ذہن میں اور اس کے دل میں پیدا کر دیا جاتا ہے جو حقیقتاً موجود نہیں ہے اسی طرح نجوم کے تصورات انسانی ذہن پر چھا جاتے ہیں حالانکہ ان کا حقیقت اور امر واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

غرض یہ خیال کہ ستاروں کی عالم سفلیات میں کوئی تاثیر ہے دعویٰ غیب دانی ہے اور شرک ہے اور اسلام کے بتائے ہوئے اس عقیدے کے برخلاف ہے کہ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے اور دنیا میں اور ساری کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اور کسی درخت کا ایک پتہ بھی اس کے حکم کے بغیر زمین پر نہیں گرتا اور زمین کی تہوں میں پوشیدہ ایک ایک دانہ بھی کتاب مبین میں لکھا ہوا ہے۔ (روضة المتقين : ٤/ ١٨٠. دليل الفالحين : ٤/ ٤٤٦)

علم رمل سیکھنا حرام اور گناہ ہے

۱۶۷۲. وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ

بِـالْجَاهِلِيَّةِ، وَقَدْ جَآءَ اللّٰهُ تَعَالىٰ بِالْاِسْلَامِ، وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَاتُوْنَ الْكُهَّانَ؟ قَالَ : "فَلاَ تَاْتِهِمْ" قُلْتُ : وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُوْنَ؟ قَالَ : "ذٰلِكَ شَيْءٌ يَجِدُوْنَهٗ فِيْ صُدُوْرِهِمْ فَلاَ يَصُدُّهُمْ" قُلْتُ : وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ؟ قَالَ : "كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهٗ فَذَاكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۶۷۲) حضرت معاویہ بن الحکم سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں زمانہء جاہلیت سے قریب تر ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے نعمت اسلام سے سرفراز فرمایا ہے ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں کے پاس جایا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان کے پاس نہ جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ ہم میں سے بعض لوگ بدشگونی لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس یہ ایک بات ہے جو دلوں میں آ گئی ہے یہ انہیں کاموں سے نہ روکے، میں نے عرض کیا کہ ہم میں سے کچھ لکیریں کھینچتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک نبی تھے جو لکیریں بناتے تھے جس کی لکیر ان کی لکیر کے موافق ہوگئی وہ درست ہوگئی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۶۷۲): صحيح مسلم، كتاب الجمعه، باب تخفيف الصلاة و الخطبة .

کلمات حدیث: انی حديث عهد بالجاهلية : میں ابھی اسلام میں داخل ہوا ہوں اور جاہلیت کے زمانے سے قریب تر ہوں یعنی تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں کہ میں جاہلیت سے نکل کر اسلام میں داخل ہوا ہوں۔

شرح حدیث: حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ تھوڑا وقت گزرا ہے کہ میں نے جاہلیت کو ترک کر کے اسلام کو قبول کیا ہے۔ اس لیے زمانہ جاہلیت کے بعض کاموں کے بارے میں آپ ﷺ سے دریافت کرنا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نہ جایا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ ہم میں سے کچھ لوگ شگون لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسی بات جو کبھی انسان کے دل میں آ جاتی ہے کہ کسی بات کو دیکھ کر اس کا ذہن شگون کی طرف چلا جاتا ہے لیکن اس پر عمل نہ کرنا چاہئے۔ اور جو کرنا ہے وہ کام کرنا چاہیے۔ میں نے عرض کیا کہ ہم میں سے کچھ لوگ لکیریں کھینچتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک نبی تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی کوئی علم عطا فرمایا تھا جس میں وہ لکیریں کھینچ کر لوگوں کو کچھ بتاتے اور ان کی راہنمائی کرتے تھے، اب اگر کسی کی لکیر کبھی ان کی لکیر کے مطابق ہوگئی تو وہ بات صحیح ہوگئی ورنہ غلط ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اب کوئی علم یقینی موجود نہیں ہے کہ وہ کیا علم تھا اور اس کے کیا اصول وقواعد تھے تو اب یہ حرام ہے اور گناہ ہے اور کسی کے لیے یہ جواز نہیں بنتا کہ فلاں نبی نے کیا تھا اس لیے میں بھی کرتا ہوں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ نبی جن کا اس حدیث میں ذکر آیا ہے وہ حضرت دانیال علیہ السلام تھے اور ایک رائے یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم عطا فرمایا تھا۔

دین اسلام میں ہر وہ بات اور ہر وہ کام ممنوع ہے جس میں کسی طرح غیب دانی کا دعویٰ کیا گیا ہو کیونکہ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کے

پاس نہیں۔ لا یعلم الغیب الا اللّٰہ. (روضة المتقین : ٤/ ١٨٠. دلیل الفالحین : ٤/٤٤٧)

کاہن اور بدکردار عورت کی کمائی حرام ہے

۱۶۷۳. وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِیِّ وَحُلْوَانِ الْکَاهِنِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(١٦٧٣) حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، بدکار عورت کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۶۷۳): صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب، صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم ثمن الکلب.

شرح حدیث: کتے کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے اور اس کی قیمت لینا حرام ہے۔ یہ حکم عام کتوں کے بارے میں ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سدھائے ہوئے کتے جن کو شکار کی یا حفاظت وغیرہ کی با قاعدہ تعلیم دی گئی ہے (کلب معلم) اس سے مستثنیٰ ہیں اور اس کی قیمت لینا جائز ہے کہ وہ قیمت دراصل اس کے سدھانے اور اس کو تربیت دینے میں وقت اور محنت اور ہنر صرف کرنے کی ہے۔ بدکار عورت کی کمائی اور کاہن کی کمائی حرام ہے اور اسی طرح نجومی عراف وغیرہ جو لوگوں کو مستقبل کی باتیں بتانے کی قیمت لیتے ہیں ان کی کمائی حرام ہے اور اسی طرح انہیں دینا بھی حرام ہے ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کاہن کی اجرت کے حرام ہونے پر اجماع ہے کیونکہ کہانت کفر ہے اور کفر کی کسی بات کی اجرت حرام ہے۔

(فتح الباری : ٢/ ١١٤٠. شرح صحیح مسلم : ١٠/١٩٥)

الباب (۳۰٤)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّطَيُّرِ
بدشگونی لینے کی ممانعت

فِيهِ الْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ.

اس موضوع سے متعلق احادیث اس سے پہلے باب میں بھی آ چکی ہیں۔

کیا بیماری متعدی ہوتی ہے؟

۱۶۷۴۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاعَدْوٰى وَلَاطِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِيْ الْفَالُ" قَالُوْا وَمَا الْفَالُ؟ قَالَ : "كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۶۷۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ بیماری ایک سے دوسرے کو لگتی ہے اور نہ بدشگونی کوئی چیز ہے البتہ فال مجھے پسند ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ فال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھی بات۔

تخریج حدیث: صحيح البخاری، کتاب الطب، باب الفال . صحيح مسلم، کتاب السلام، باب الطيرة و الفال وما يكون فيه الشوم .

کلمات حدیث: لا عدوی : بیماری بیمار آدمی سے صحیح اور تندرست آدمی کو نہیں لگتی یعنی یہ اس کا سبب نہیں ہے۔

شرح حدیث: امام ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب زاد المعاد میں فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کا عقیدہ یہ تھا کہ متعدی بیماریاں طبعی طور پر دوسروں کو لگتی ہیں یعنی وہ کسی کے بیمار ہونے یا صحت مند ہونے کو اللہ کے حکم کے تحت نہیں سمجھتے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے ان کے اس عقیدے اور تصور کو باطل قرار دیا اور آپ ﷺ نے اس تصور کی عملی تردید بھی فرمائی کہ آپ ﷺ نے مجذوم شخص کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا، تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے دلوں میں یہ حقیقت اجاگر فرما دیں کہ شفا اور مرض اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے متعدد امراض میں گرفتار مریضوں کی قربت سے بھی منع فرمایا تاکہ اس حقیقت کو واضح فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو عالم الاسباب بنایا ہے اور اسباب میں اپنے نتیجہ تک پہنچنے کی تاثیر بھی رکھی ہے لیکن اسباب کی یہ تاثیر از خود نہیں ہے بلکہ حکم الٰہی سے ہے اور جب تک حکم الٰہی نہ ہو سبب کے موجود ہونے کے باوجود اس کا نتیجہ مرتب نہیں ہو سکتا، اور اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ جب چاہے اسباب کی تاثیر ختم کر دے اور انہیں بے اثر اور بے نتیجہ بنا دے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ فال اچھی چیز ہے اور فال اچھی بات اور اچھا کلمہ ہے۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں اچھی بات اور اچھے کلمہ کی محبت القاء فرما دی ہے اور یہ ایسا ہی ہے

جیسے انسان کو کوئی حسین وجمیل منظر اچھا لگتا ہے اور جیسے خوشنما اور خوش رنگ پھول اچھے لگتے ہیں اور جیسے صاف اور شفاف پانی اچھا لگتا ہے اگر چہ اسے پینے کا ارادہ بھی نہ ہو۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فال کے بارے میں جو پسندیدگی کا اظہار فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی طبعاً ہر خوشگوار اور اچھی بات سے خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کو حلوہ اور شہد پسند تھا، آپ ﷺ قرآن کی تلاوت اور اذان میں حسن صوت کو پسند فرماتے تھے آپ اعلیٰ اخلاق اور عمدہ صفات کو پسند فرماتے تھے اور آپ ﷺ ہر کمال کو اور خیر کو پسند فرماتے تھے۔

غرض کوئی اچھی بات سن کر آدمی یہ حسن ظن قائم کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہتر فرمانے والا ہے کہ ہر بات اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے تو اس فال میں حرج نہیں ہے اور یہ جائز ہے۔ گویا یہ اس امر کی ترغیب ہے کہ آدمی کو ہمیشہ اچھی ہی بات کرنی چاہئے اور ہمیشہ کلمہ خیر ہی کہنا چاہیے۔ (فتح الباری : ۸۹/۳۔ شرح صحیح مسلم : ۱۸۴/۱۴۔ روضۃ المتقین : ۱۸۳/۴۔ دلیل الفالحین : ۴۴۹/۴)

نحوست ہوتی تو تین چیزوں میں ہوتی

۱۶۷۵. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاعَدْوٰى وَلَاطِيَرَةَ. وَاِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالْفَرَسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۶۷۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مرض متعدی نہیں ہے اور نہ کوئی بدشگونی ہے اگر نحوست ہوتی تو گھر میں عورت اور گھوڑے میں ہوتی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الطیرۃ، صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطیرۃ و الفال.

کلمات حدیث: الشوم : برائی۔ التشاؤم : بدشگونی لینا۔

شرح حدیث: صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہے کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہو سکتی ہے تو وہ گھوڑے عورت اور گھر میں ہو سکتی ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ عورت کی نحوست اس کا بانجھ ہونا، گھوڑے کی نحوست اسے جہاد کے کام میں نہ لانا اور گھر کی پڑوسیوں کا برا ہونا۔ طبرانی نے کہا ہے کہ گھر کی نحوست اس کے صحن کا چھوٹا ہونا اور پڑوسیوں کا برا ہونا ہے، گھوڑے کی نحوست اس کا سواری کے قابل نہ ہونا اور عیب دار ہونا ہے اور عورت کی نحوست اس کا بانجھ پن اور بداخلاق ہونا ہے۔

حاکم سے مروی ایک روایت میں ہے کہ تین چیزیں بدبختی کی علامت ہیں عورت جس کو دیکھنا برا معلوم ہو اور جو بدزبان ہو، گھوڑا جو نکما ہے کہ اس پر سوار تھک جائے اور قافلہ کا ساتھ نہ دے سکے اور گھر جو تنگ اور بے رونق ہو۔ غرض بدفالی اور نحوست سے مراد طبیعت کی عدم موافقت اور سوء طبیعت ہے، جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین باتیں آدمی کی سعادت کی ہیں اور تین باتیں آدمی کی بدبختی کی ہیں۔ جو باتیں سعادت کی ہیں وہ یہ ہیں، نیک عورت، اچھا گھر اور عمدہ سواری، اور جو باتیں بدبختی کی ہیں وہ یہ ہیں بری عورت، برا گھر اور بری سواری۔

(فتح الباری : ۹۸۴/۲. شرح صحیح مسلم : ۱۸۴/۱۴. تحفة الاحوذی : ۱۱۵/۹. روضة المتقین : ۱۸۴/۴)

اسلام میں بدشگونی نہیں

١٦٧٦. وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَايَتَطَيَّرُ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۱۶۷۶) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ بدشگونی نہیں لیتے تھے۔ (ابوداؤد سند صحیح)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرة .

کلمات حدیث: لا یتطیر : بدشگونی نہیں لیتے تھے۔ یہ لفظ تطیر سے ہے جس کے بارے میں علامہ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں کہ تطیر کے معنی دل میں کسی بات کے بارے میں حسن ظن پیدا ہونا ہے اور طیرہ کے معنی اس ظن پر عمل کرنے کے ہیں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کبھی کسی بات سے بدشگونی نہیں لیتے تھے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے ہر پہلو پر عمل کریں۔ (روضة المتقین : ۱۸۷/۴. دلیل الفالحین : ۴۵۰/۴)

برے خیالات کو دور کرنے کا وظیفہ

١٦٧٧. وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : "أَحْسَنُهَا الْفَالُ. وَلَاتَرُدُّ مُسْلِمًا فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَايَكْرَهُ فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ لَايَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَايَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِكَ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ أَبُوْدَاوُد بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۱۶۷۷) حضرت عروة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے شگون لینے کا ذکر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فال لینا اچھا ہے اور بدفالی کسی مسلمان کو کسی کام سے نہ روکے اور جب تم میں سے کوئی ناگوار بات دیکھے تو یہ دعا پڑھے کہ اے اللہ تیرے سوا کوئی بھلائی کا لانے والا نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی بری بات کو دفع کرنے والا نہیں ہے اور برائی سے بچنا اور اچھائی کو حاصل کرنا تیری توفیق کے بغیر کسی کی قدرت میں نہیں ہے۔ (ابوداؤد سند صحیح)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرہ .

کلمات حدیث: لا ترد مسلماً : فال یا بدفال مسلمان کو وہ کام کرنے سے نہیں روکتی جو اس نے کرنے کا ارادہ کرلیا ہے کہ مسلمان کا عقیدہ اور اس کا ایمان یہ ہے کہ ہر کام اللہ کے حکم اور اس کی مشیت سے ہوتا اور اللہ کے سوا کوئی شے کسی کام میں موثر نہیں ہے۔

شرح حدیث: مسلمان احکام الٰہی کا پابند ہے وہ جب کسی کام کا عزم کر لیتا ہے تو کوئی شگون اس کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتا، کیونکہ اسے یہ یقین کامل ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے اور اگر کوئی ایسی بات پیش آ جاتی ہے جس سے اسے ناگواری ہو تو وہ اللہ سے خیر اور بھلائی کا طالب ہوتا ہے۔

اگر کسی وقت مسلمان کا دل کسی بات سے برا ہو جائے تو اسے یہ دعا پڑھنی چاہئے۔

اللّٰھم لا یاتی بالحسنات الا انت ولا یدفع السیأت الا انت ولا حول ولا قوۃ الابک .

''اے اللہ تیرے سوا کوئی بھلائی کا لانے والا نہیں اور تیرے سوا کوئی برائی کو دور کرنے والا نہیں اور تیری توفیق کے بغیر کوئی نہ اچھائی حاصل کر سکتا ہے اور نہ برائی سے بچ سکتا ہے۔'' (روضة المتقين : ٤/١٨٦ . دليل الفالحين : ٤/٤٥١)

البَابُ (۳۰۵)

بَابُ تَحْرِيْمِ تَصْوِيْرِ الْحَيَوَانِ فِيْ بِسَاطٍ اَوْ حَجَرٍ اَوْ ثَوْبٍ اَوْ دِرْهَمٍ اَوْ دِيْنَارٍ وَمُخَدَّةٍ اَوْ وِسَادَةٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَتَحْرِيْمِ اتِّخَاذِ الصُّوْرَةِ فِيْ حَآئِطٍ وَسَقْفٍ وَسِتْرٍ وَعَمَامَةٍ وَثَوْبٍ وَنَحْوِهَا وَالْاَمْرِ بِاتِّلَافِ الصُّوْرَةِ

بستر، کپڑے، درہم اور تکیہ پر جاندار کی تصویر بنانے کی ممانعت، اسی طرح دیوار، پردے، عمامہ اور کپڑے وغیرہ پر تصویر بنانے کی حرمت اور تصویروں کو ضائع کرنے کا حکم

تصویر بنانے والوں کے لئے خاص عذاب

۱۶۷۸. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ الَّذِيْنَ يَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَةَ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ : اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۶۷۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں انہیں قیامت کے دن عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو تصویریں بنائی ہیں انہیں زندہ کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس باب لا تد خل الملا ئکة بیتا فیه کلب.

شرح حدیث: حدیث مبارک میں تصاویر بنانے کی شدید ممانعت کی گئی ہے اور تاکید کے ساتھ اس کی حرمت بیان کی گئی ہے اور روز قیامت مصور کو عذاب ہوگا اور اس کو کہا جائے گا کہ تم نے اللہ کی صفت خلق کی مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کی تو اب اس میں جان ڈال کر دکھاؤ۔ وہ ہرگز جان نہ ڈال سکے گا تو اسے عذاب دیا جائے گا۔

تصویر بنانا اور تصویر رکھنا حرام اور صرف ناگزیر ضرورتوں میں تصویر کا استعمال جائز ہے۔

(فتح الباری : ۱۵۸/۳. شرح صحیح مسلم : ۷۷/۱٤)

تصویر سازوں کو قیامت کے دن بڑا عذاب ہوگا

۱۶۷۹. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِّيْ بِقِرَامٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ، فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَوَّنَ وَجْهُهٗ ! وَقَالَ : يَا عَآئِشَةُ : اَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ : قَالَتْ : فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَا مِنْهُ وِسَادَةً اَوْ وِسَادَتَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

"اَلْقِرَامُ" بِكَسْرِ الْقَافِ هُوَ : اَلسِّتْرُ" وَالسَّهْوَةُ "بِفَتْحِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَهِيَ : الصُّفَّةُ تَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيِ الْبَيْتِ وَقِيْلَ هِيَ : الطَّاقُ النَّافِذُ فِي الْحَائِطِ .

(١٦٧٩) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ ایک سفر سے تشریف لائے۔ اس وقت میں نے گھر کے ایک طاق پر ایک پردہ ڈالا ہوا تھا جس میں تصاویر تھیں رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ قیامت کے روز اللہ کے ہاں شدید عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی تخلیق میں مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ہم نے اس پردہ کو پھاڑ کر ایک تکیہ یا دو تکیے بنا لیے۔ (متفق علیہ)

قرام : ق کے زیر کے ساتھ پردے کو کہتے ہیں۔ سھوۃ۔ گھر کے سامنے چبوترہ۔ اور کہا گیا کہ دیوار میں کھلا ہوا روشن دان۔

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب ما وطئى من التصاوير. صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب لا تدخل الملائكة بيتا فية كلب.

کلمات حدیث: تلون وجهه : آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ يضاهون بخلق الله : اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مشابہت اختیار کرتے ہیں یعنی اللہ کی مخلوقات (جاندار) کی تصویر بنانا اللہ کی صفت تخلیق میں مشابہت اختیار کرنا ہے۔

شرح حدیث: تصویر بنانا اور انہیں گھروں میں آویزاں کرنا حرام ہے اگر انہیں پھاڑ کر یا کاٹ کر کوئی چیز بنالی جائے جس سے اس کی اہانت ہو تو جائز ہے۔ (نزهة المتقين : ٢/٤٥٤)

غیر جاندار کی تصویر بنانا جائز ہے

١٦٨٠. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ فَيُعَذِّبُهُ فِيْ جَهَنَّمَ"

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : فَإِنْ كُنْتَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَارُوْحَ فِيْهِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٦٨٠) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی اسے روز قیامت مجبور کیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے مگر وہ نہیں پھونک سکے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب من صور صورة كلف . صحيح مسلم، باب لاتدخل الملا ئكة بيتا.

شرح حدیث: روح پھونکنے کا حکم زجر اور توبیخ کے لیے دیا جائے گا ورنہ کون اس پر قادر ہو سکتا ہے اور جب نہیں پھونک سکے گا تو

سخت عذاب دیا جائے گا۔ (فتح الباری : ۱۵۸/۳ . شرح صحیح مسلم : ۷۸/۱۴)

تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا

۱۶۸۱ . وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ اَنْ يَنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

۱۶۸۲ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۶۸۲): حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ روز قیامت سب سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا مصور ہوں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة . صحيح مسلم كتاب اللباس، باب لاتدخل الملائكة بيتا.

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جاندار کی تصویر بنانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے خواہ تصویر کسی بھی مقصد کے لیے بنائی گئی ہو۔ البتہ غیر جاندار کی تصویر بنانا جائز ہے۔ (فتح الباری ۱۵۸/۳ . شرح صحيح مسلم۷۸/۱۴)

تصویر بنانے والے سب سے بڑے ظالم ہیں

۱۶۸۳ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ : وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِيْ! فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً اَوْلِيَخْلُقُوْا حَبَّةً، اَوْلِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۶۸۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو میری مخلوق جیسی مخلوق بنانے لگا ہے۔ ان کو چاہئے کہ ایک ذرہ بنا کر دکھائیں ایک دانہ بنا کر دکھائیں یا ایک جو کا دانہ ہی بنا کر دکھائیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاری، کتاب اللباس، باب نقض الصور . صحيح مسلم، کتاب اللباس والزينة، باب لا تدخل الملائكة .

کلمات حدیث: يخلق كخلقي : ایسی چیز بناتا ہے جو میری مخلوق کے مشابہ ہے۔ جس طرح میں پیدا کرتا ہوں اس طرح پیدا کرنا چاہتا ہے۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ خالق کون ومکاں ہے ایک حقیر ذرہ سے لے کر آفتاب ومہتاب تک ایک چیونٹی سے لے کر عقل وبصیرت والے انسان تک ہر شئے اسی کی تخلیق ہے، جب یہ حقیقت ہر ایک کے سامنے ہے اور کوئی اس سے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا بلکہ ایک کافر بت پرست سے بھی پوچھا جائے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ بھی بلا تامل یہی کہے گا کہ اللہ! پھر اس انسان سے بڑا ظالم کون ہوگا کہ وہ اس برہان کامل کے موجود ہونے کے باوجود اللہ کی صفت خلق میں مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کرے، وہ کیوں نہیں ایک ذرہ بنالیتا ایک جو کا دانہ بنالیتا۔ بلکہ اگر ساری دنیا کے انسان اور سارے جن جمع ہو جائیں کہ ایک مکھی بنالیں تو نہیں بنا سکتے بلکہ انسان کی مجبوری اور بے بسی کا تو یہ عالم ہے کہ اگر مکھی اس کے کھانے میں سے کچھ لے جائے تو وہ اسے واپس نہیں لے سکتا۔

(فتح الباری ۳/ ۱۶۰. شرح صحیح مسلم ۱۴/ ۷۹. روضة المتقین ٤/ ۱۹۰)

تصویر والے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

۱۶۷۴۔ وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَاتَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَاصُوْرَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۶۸۴): حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب التصاویر . صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب لا تد خل الملائكة بیتا.

شرح حدیث: فرشتے معصوم ہیں وہ کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور نہ وہ معصیت کو پسند کرتے ہیں اس لیے وہ اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں معصیت کا ارتکاب ہوتا ہو اور تصویر گھر میں رکھنا معصیت ہے۔ اسی طرح فرشتے نجاست گندی اور بدبو سے دور رہتے ہیں اور کتے میں یہ سب باتیں موجود ہیں اس لیے وہ وہاں نہیں جاتے جہاں کتا ہو۔

اس حدیث میں فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے جو انسان کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں اور جو انسان کی حفاظت پر مقرر ہیں وہ ہر وقت انسان کے ساتھ ہیں کبھی جدا نہیں ہوتے۔ (فتح الباری ۳/ ۱۶۰. شرح صحیح مسلم ۱٤/ ۷۰)

کتے کی وجہ سے جبرائیل علیہ السلام گھر میں داخل نہیں ہوئے

۱۶۷۵۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: وَعَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جِبْرِيْلُ اَنْ يَّاْتِيَهُ، فَرَاثَ عَلَيْهِ حَتّٰی اشْتَدَّ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ فَلَقِيَهُ جِبْرِيْلُ فَشَكَا اِلَيْهِ، فَقَالَ : اِنَّا لَانَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَاصُوْرَةٌ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

"رَاثَ" اَبْطَأَ، وَهُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ .

(۱۶۸۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے آنے کا وعدہ فرمایا انہیں تاخیر ہوگئی اور یہ انتظار رسول اللہ ﷺ پر گراں گزرا۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے دیر سے آنے کی شکایت کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (بخاری) راث کے معنی ہیں تاخیر کی۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب التصاویر . صحیح مسلم، کتاب اللباس باب لاتدخل الملائکۃ بیتا .

شرح حدیث: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے آنے کا وعدہ کیا لیکن ان کے آنے میں تأخیر ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کو شدید زحمت انتظار ہوئی یہاں تک کہ آپ باہر تشریف لے آئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، آپ ﷺ نے تاخیر کا شکوہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں کتا اور تصویر ہوں۔ (فتح الباری ۲/ ۲۶۶)

●●●●●●●●●●●●

کتے نے آپ ﷺ کے پاس آنے سے روکا

۱۶۸۶ . وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : وَاعَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ سَاعَةٍ اَنْ يَاتِيَه، فَجَآءَ تْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَأْتِهِ قَالَتْ : وَكَانَ بِيَدِهٖ عَصًا فَطَرَحَهَا مِنْ يَدِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ "مَايُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَه، وَلَا رُسُلَه،"، ثُمَّ الْتَفَتَ فَاِذَا جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيْرِهٖ فَقَالَ : "مَتٰى دَخَلَ هٰذَا الْكَلْبُ؟

فَقُلْتُ : وَاللّٰهِ مَادَرَيْتُ بِهٖ، فَاَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ، فَجَآءَ ه، جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "وَعَدْتَنِيْ فَجَلَسْتُ لَكَ وَلَمْ تَأْتِنِيْ" فَقَالَ : مَنَعَنِيْ الْكَلْبُ الَّذِيْ كَانَ فِيْ بَيْتِكَ اِنَّا لَانَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَاصُوْرَةٌ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حدیث (۱۶۸۶): حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک وقت مقررہ پر آنے کا وعدہ کیا جب وہ وقت آیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نہیں آئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں لاٹھی تھی وہ آپ ﷺ نے ہاتھ سے پھینک دی اور فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ چار پائی کے نیچے ایک کتے کا بچہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کتا کب اندر آ گیا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم۔ آپ ﷺ نے اس کو نکالنے کا حکم دیا تو اس کو نکالدیا گیا اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا میں انتظار میں بیٹھا رہا اور آپ نہیں آئے۔

انہوں نے کہا کہ مجھے اس کتے نے روکے رکھا جو آپ کے گھر میں تھا کیونکہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصویر ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینة. باب لاتدخل الملائکة بیتا .

کلمات حدیث: مایخلف الله وعده ولا رسله : اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول یعنی فرشتے وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ جرو کلب۔ کتے کا بچہ۔

شرح حدیث: فرشتے ہر گندی اور نجس شئے سے اور اس جگہ سے جہاں اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب ہو دور رہتے ہیں کتا نجس ہے اس لیے جس گھر میں کتا ہو فرشتے اس میں داخل نہیں ہوتے۔ (شرح صحیح مسلم ۱۴/ ۶۹)

ہر تصویر اور ہر اونچی قبر مٹانے کا حکم

۱۶۸۷ . وَعَنْ اَبِی الهَیَّاجِ حَیَّانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ: قَالَ لِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَلاَاَبْعَثُکَ عَلٰی مَابَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ اَنْ لَاتَدَعَ صُوْرَةً اِلَّاطَمَسْتَهَا، وَلَاقَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَه، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۶۸۷) حضرت ابو الہیاج حیان بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا تمہیں اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا، کہ جو تصویر دیکھو اسے مٹا دو اور جو اونچی قبر دیکھو اسے برابر کر دو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویة القبور .

شرح حدیث: تصویر حرام ہے اور حرام کے مٹانے کا حکم ہے اسی طرح قبریں پکی اور اونچی بنانا جائز نہیں ہے بلکہ ایسی قبریں مسمار کر کے انہیں شریعت کے مطابق رکھا جائے اور ایک بالشت اونچا رکھا جائے۔

(شرح صحیح مسلم ۷/ ۳۰. تحفة الاحوذی ۴/ ۱۴۰)

البَابُ (۳۰۶)

بَابُ تَحْرِيمِ اتِّخَاذِ الْكَلْبِ اِلَّا لِصَيْدٍ اَوْمَاشِيَةٍ اَوْزَرْعٍ
کتا رکھنے کی حرمت، سوائے اسکے شکار مویشی یا زراعت کے لیے ہو

کتا پالنے سے ہر روز دو قیراط ثواب کم ہو جاتا ہے

۱۶۸۸. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ اَوْمَاشِيَةٍ فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ : "قِيْرَاطٌ".

(۱۶۸۸): حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ جس نے شکار یا مویشی کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کے علاوہ کتا پالا تو اس کے اجر میں روزانہ دو قیراط کم ہو جاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ایک قیراط ہے۔

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب الذبائح، باب من اقتنى كلبا ليس بكلب صيد . صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب الامر بقتل الكلاب .

کلمات حدیث: اقتنى : رکھا، حاصل کیا۔ اقتناء (باب افتعال) رکھنا، ذخیرہ کے طور پر کسی شئے کو سنبھال کر رکھنا۔ قیراط : اجر و ثواب کی مقدار۔

شرح حدیث: بلاضرورت کتا پالنے کی ممانعت ہے۔ شکار مویشی کی حفاظت اور کھیت اور گھر کی حفاظت کے لیے پالنے کی اجازت ہے۔ حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ جو ان ضرورتوں کے علاوہ کتا پالے اس کے اجر و ثواب میں کمی واقع ہو جائے گی۔

(فتح الباری ۱۱۸۰/۲ . روضة المتقين ۱۹۴/۴ . دليل الفالحين ۴۵۸/۴)

بعض صورتوں میں کتا رکھنے کی اجازت ہے

۱۶۸۹. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ اَمْسَكَ كَلْبًا فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ اِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ اَوْمَاشِيَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : "مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ، وَلَامَاشِيَةٍ، وَلَااَرْضٍ، فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ قِيْرَاطَانِ كُلَّ يَوْمٍ.

(١٦٨٩) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے پالنے کی نیت سے کتے کو باندھا اس کے عمل سے روزانہ ایک قیراط کم ہوتا رہے گا سوائے اس کے کھیت یا مویشی کی حفاظت کے لیے کتا رکھا ہو۔ (متفق علیہ)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے کتا پالا، جو شکار کے لیے اور زمین اور مویشی کی حفاظت کے لیے نہ ہو تو اس کے اجر میں سے روزانہ دو قیراط کی کمی ہوتی رہے گی۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب المزارعه، باب اقتناء الکلب للحرس . صحیح مسلم، کتاب المزارعة، باب الأمر بقتل الکلاب.

شرح حدیث: شکار کے لیے اور کھیت اور مویشی کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی اجازت ہے اس کے علاوہ کسی اور غرض کے لیے کتا پالنا منع ہے ایسے شخص کے اعمال کے اجر میں روزانہ کمی ہوتی رہے گی۔

(فتح الباری ١/١١٦٨. شرح صحیح مسلم ١٠/٢٠٠)

الباب (۳۰۷)

بَابُ كَرَاهِيَةِ تَعْلِيقِ الْجَرَسِ فِي الْبَعِيرِ وَغَيْرِهٖ مِنَ الدَّوَابِ وَكَرَاهِيَةِ اسْتِصْحَابِ الْكَلْبِ وَالْجَرَسِ فِي السَّفَرِ

اونٹ اور دیگر جانوروں کی گردن میں گھنٹی باندھنے کی کراہت اور سفر میں کتے اور گھنٹی ساتھ رکھنے کی کراہت

۱۶۹۰. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاتَصْحَبُ الْمَلَآئِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا كَلْبٌ اَوْجَرَسٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۶۹۰): حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں کتا اور گھنٹی ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینة، باب کراهیة الکلب و الجرس فی السفر .

کلمات حدیث: جرس : وہ گھنٹی جو قافلے میں جانوروں کی گردن میں باندھی جاتی ہے۔

شرح حدیث: رحمت کے فرشتے اس کارواں کیساتھ نہیں چلتے جس میں گھنٹی کی آواز ہو اور کتا ہو۔ فرشتے جس طرح کتے سے دور رہتے ہیں اسی طرح وہ گھنٹی کی آواز سے بھی دور رہتے ہیں۔ (شرح صحیح مسلم ۱۴/ ۷۸)

بانسری شیطان کا جادو ہے

۱۶۹۱. وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْجَرَسُ مِنْ مَزَامِيْرِ الشَّيْطَانِ" رَوَاهُ مسلم

(۱۶۹۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گھنٹی کی آواز مزامیر شیطان میں سے ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب کراهیة الکلب و الجرس فی السفر .

کلمات حدیث: مزامیر : مزمار کی جمع ہے۔ گانے بجانے کا ایک آلہ ہے، یعنی بانسری۔

شرح حدیث: شیطان موسیقی اور آلات موسیقی اور گھنٹیوں کی آوازوں سے رغبت رکھتا ہے اور فرشتوں کو ہر وہ بات اور کام ناپسند ہے جس کی طرف شیطان کا میلان ہو۔ اس لیے سفر میں اگر کتا ساتھ ہو اور جانوروں کی گردنوں میں گھنٹیاں پڑی ہوئی ہوں تو رحمت کے فرشتے اس کاروان کے قریب نہیں آتے۔ (شرح صحیح مسلم ۱۴/ ۸۰. روضة المتقین ۴/ ۱۹۶)

البَابُ (۳۰۸)

بَابُ كَرَاهَةِ رُكُوبِ الجَلَّالَةِ وَهِيَ البَعِيرُ اَوِ النَّاقَةُ الَّتِي تَاكُلُ العَذِرَةَ فَاِنْ اَكَلَتْ عَلَفاً طَاهِرًا فَطَابَ لَحْمُهَا زَالَتِ الْكَرَاهَةُ !

جلالہ پر سواری کی کراہت ”جلالہ“ وہ اونٹ یا اونٹنی ہے جو گندگی کھائے اگر وہ پاک چیزیں کھانے لگے جس سے گوشت پاک ہو جائے تو اس کی سواری کی کراہت ختم ہو جائے گی

۱۶۹۲. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَلَّالَةِ فِي الْاِبِلِ اَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا .(رواہ ابوداؤد باسناد صحیح)

(۱۶۹۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گندگی کھانے والے اونٹوں پر سواری سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد بسند صحیح)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب ركوب الجلاله .

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد وہ اونٹ ہے جسے گندگی کھانے کی عادت پڑ جائے جو اس کے گوشت پر اثر انداز ہو جائے ایسے اونٹ پر سواری کرنا مکروہ ہے۔ (روضة المتقين ٤/١٩٧. دليل الفالحين ٤/٤٦٢)

البَابُ (۳۰۹)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُصَاقِ فِي الْمَسْجِدِ وَالْاَمْرِ بِاِزَالَتِهٖ مِنْهُ اِذَا وَجَدَفِيْهِ، وَالْاَمْرِ بِتَنْزِيْهِ الْمَسْجِدِ عَنِ الْاَقْذَارِ

مسجد میں تھوکنے کی ممانعت اور اسے دور کرنے کا حکم

مسجد کو ہر طرح کی گندگی سے پاک رکھنے کا حکم

۱۶۹۳. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَالْمُرَادُ بِدَفْنِهَا اِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ تُرَابًا اَوْ رَمْلًا وَنَحْوَهٗ، فَيُوَارِيْهَا تَحْتَ تُرَابِهٖ. قَالَ اَبُو الْمَحَاسِنِ الرُّوْيَانِيُّ مِنْ اَصْحَابِنَا فِي كِتَابِهِ الْبَحْرِ: وَقِيْلَ الْمُرَادُ بِدَفْنِهَا اِخْرَاجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ اَمَّا اِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ مُبَلَّطًا اَوْ مُجَصَّصًا فَدَلَكَهَا عَلَيْهِ بِمَدَاسِهٖ اَوْ بِغَيْرِهٖ كَمَا يَفْعَلُهٗ كَثِيْرٌ مِنَ الْجُهَّالِ فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِدَفْنٍ بَلْ زِيَادَةٌ فِي الْخَطِيْئَةِ وَتَكْثِيْرٌ لِلْقَذَرِ فِي الْمَسْجِدِ وَعَلٰى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ اَنْ يَمْسَحَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ بِثَوْبِهٖ اَوْ بِيَدِهٖ اَوْ غَيْرِهٖ اَوْ يَغْسِلَهٗ.

(۱۶۹۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد میں تھوکنا منع ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کرنا ہے۔ (متفق علیہ)

دفن کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسجد کچی ہو تو اس کو مٹی میں دبا دے۔ ہمارے اصحاب میں سے ابوالمحاسن رویانی اپنی کتاب ''البحر'' میں کہتے ہیں کہ کسی نے کہا کہ دفن سے مراد اسے مسجد سے نکالدینا ہے لیکن اگر مسجد پتھر کی بنی ہو یا چونے کی ہو تو اسے جوتے وغیرہ سے مل دینا جیسا کہ بعض جاہل لوگ کرتے ہیں تو یہ دبا دینا نہیں ہے بلکہ یہ تو گناہ میں زیادتی اور مسجد میں گندگی بڑھانا ہے۔ اگر کوئی ایسا کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے اپنے کپڑے یا ہاتھ سے یا کسی اور چیز سے صاف کرے اور اسے دھو ڈالے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب کفارہ البزاق فی المساجد. صحیح مسلم، کتاب المساجد باب النھی عن البصاق فی المسجد.

کلمات حدیث: بصاق اور بزاق: تھوک۔

شرح حدیث: مسجد میں تھوکنا خطیۂ (خطاً) ہے۔ اور خطیۂ کے یہاں معنی سیۂ (برائی) کے ہیں۔ چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابوامامہ سے مروی حدیث میں ہے کہ مسجد میں تھوکنا برائی ہے اور اس کا دفن کر دینا نیکی ہے۔ ابن المکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسجد میں تھوکنا اس وقت برائی ہے جب اسے دفن نہ کرے کیونکہ اس طرح مسجد میں گندگی ہوگی اور گندگی سے فرشتوں کو اذیت پہنچتی ہے اور

انسان کو بھی ایذاء پہنچے گی کہ ہوسکتا ہے کہ کسی کے جسم کو یا کپڑوں کو لگ جائے ۔ بہر حال اگر آدمی مسجد میں ہو اور اسے تھوکنے کی ضرورت پیش آجائے تو وہاں جائے جہاں تھوکنا درست ہو اور وہاں اسے دھو سکے، اگر ایسا نہ کر سکے تو پھر مسجد سے باہر چلا جائے۔

(فتح الباری ۱/٤٣٤. شرح صحیح مسلم٥/٣٦. روضة المتقین٤/١٩٨)

مسجد کی دیوار کی صفائی

۱۶۹۴ . وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا اَوْبُزَاقًا، اَوْنُخَامَةً، فَحَكَّهُ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٦٩۴): حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جانب قبلہ دیوار پر رینٹھ یا تھوک یا بلغم دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کو کھرچ دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب حك البزاق بالید . صحیح مسلم، کتاب المساجد باب النهی عن البصاق فی المسجد .

کلمات حدیث: نخامة : ناک سے نکلنی والی ریزش۔

شرح حدیث: قاضی ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں زمین کے بہترین اور افضل ترین مقامات مساجد ہیں یہ اللہ کے گھر ہیں جن میں اللہ کا نام بلند کیا جاتا ہے۔ جو جگہیں اور جو مقامات اللہ کا نام بلند کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں ان کی کسی درجے میں بھی توہین ان کے اس مقصد کے برخلاف ہے اس لیے ضروری ہے کہ مساجد کا احترام ملحوظ رکھا جائے اور کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے مسجد کے احترام میں فرق یا کمی آئے ۔ نبی کریم ﷺ نے جب مسجد میں تھوک وغیرہ دیکھا تو آپ ﷺ نے اسے ایک پتھر سے صاف فرمادیا۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہئے کہ مسجد کی صفائی اور نظافت کا خیال رکھے اور ہر صورت میں مسجد میں تھوکنے اور گندگی سے گریز کرے حتیٰ کہ اگر حالت نماز میں تھوکنا پڑ جائے تو اپنے کپڑے میں تھوک لے

(فتح الباری ۱/٤٣٢ـ. شرح صحیح مسلم٥/٣٤. روضة المتقین٤/١٩٩. دلیل الفالحین٤/٤٦٤)

مساجد کے مقاصد

۱۶۹۵ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَاتَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَاالْقَذَرِ اِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَقِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ، اَوْكَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٦٩٥) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یہ مسجدیں پیشاب، گندگی یا اس طرح کی کسی بھی چیز کے لیے

موزوں نہیں ہیں یہ تو یاد الٰہی اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں۔جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔(مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسة اذا حصلت في المسجد.

کلمات حدیث: لا تصلح: موزوں نہیں ہیں،مناسب نہیں ہے۔

شرح حدیث: مساجد روئے زمین کے بہترین اور افضل ترین مقامات ہیں کیونکہ مساجد اس لیے بنائی جاتی ہیں کہ ان میں اللہ کی عبادت کی جائے اسے یاد کیا جائے اور تلاوت قرآن کی جائے۔ یہ تمام امور اس قدر ارفع اور اعلیٰ ہیں کہ کسی کے لیے یہ بات موزوں نہیں ہے کہ مسجد میں کسی طرح کی گندگی کرے بلکہ ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ مسجد کی نظافت کا خیال رکھے اور پاکیزگی کا اہتمام کرے۔اگر غلطی سے کہیں کوئی تھوک یا لعاب لگ جائے تو فوراً صاف کرے جب تک صاف نہیں کرے گا گناہ گار رہے گا۔مسجد میں جھاڑو دینا اور صفائی کرنا مستحب ہے اور بہت ثواب ہے۔ (شرح صحيح مسلم ۳/۱۶۳. روضة المتقين ٤/۲۰۰)

البَابُ (۳۱۰)

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْخُصُوْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِيهِ وَنَشْدِ الضَّالَةِ وَالْبَيْعِ وَالشَّرَاءِ وَالْإِجَارَةِ وَنَحْوِهَا مِنَ الْمُعَامَلَاتِ

مسجد میں جھگڑنا یا آواز بلند کرنا مکروہ ہے

مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا ممنوع ہے

۱۶۹۶. عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يقول "مَنْ سَمِعَ رَجُلاً يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ : لَارَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ، فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۶۹۶) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی شخص کسی کو مسجد میں کسی گمشدہ شئے کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو کہدے کہ اللہ کرے کہ تجھے نہ ملے۔ کیونکہ مساجد اس کام کے لیے نہیں بنائی گئی ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النھی عن نشد الضالة فی المسجد .

کلمات حدیث: ینشد ضالة : گم شدہ چیز کے بارے میں اعلان کرے۔ ضالة : گم شدہ شئے۔

شرح حدیث: مساجد اللہ کے ذکر کو بلند کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں اس لیے نہیں بنائی گئی ہیں کہ لوگ اپنی گمشدہ شئے کا اعلان کریں، اگر کوئی ایسا کرے تو سننے والا کہدے کہ اللہ کرے کہ واپس نہ ملے۔ (شرح صحیح مسلم ۴٦/٥)

مسجد میں خرید وفروخت جائز نہیں ہے:

۱۶۹۷. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَبِيْعُ اَوْيَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا : لَااَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ، وَاِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ ضَالَّةً فَقُوْلُوْا، لَارَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱٦۹۷) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ مسجد میں کوئی چیز خرید رہا ہے یا فروخت کر رہا ہے تو یہ کہو کہ اللہ تیری تجارت کو سودمند نہ بنائے اور جب تم دیکھو کہ کوئی گمشدہ شئے کا اعلان کر رہا ہے تو کہد و کہ اللہ کرے نہ ملے۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب البیو ع، باب النھی عن البیع فی المسجد .

شرح حدیث: امام بغوی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اہل علم کے نزدیک مسجد میں خرید وفرخت مکروہ ہے۔ حضرت عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ انہوں نے کسی کو مسجد میں کوئی شئے فروخت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ دنیا کے بازار میں جاؤ مسجد تو بازار آخرت ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسجد میں ہر اس کام سے احتراز مطلوب ہے جس کے لیے مسجد نہیں بنائی گئی اسی لیے مسجد میں مانگنے سے بھی منع کیا گیا ہے اور سلف میں بعض حضرات اس سائل کو صدقہ دینا پسند نہیں فرماتے تھے جو مسجد میں سوال کر رہا ہو۔

غرض مسجد میں خرید وفروخت، مانگنا، گمشدہ شئے کا اعلان کرنا، یا اس طرح کا دنیا کا کوئی کام کرنا مناسب نہیں ہے۔

(تحفة الاحوذی ٤/٦٢٨. روضة المتقین ٤/٢٠٢)

مسجد میں گم شدہ چیز کے اعلان کی مخالفت

١٦٩٨ . وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً نَشَدَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ : مَنْ دَعَا اِلَى الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاوَجَدْتَ، اِنَّما بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٦٩٨) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ کسی نے مسجد میں اعلان کیا کہ کوئی ہے جو مجھے سرخ اونٹ کے بارے میں بتادے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس کو نہ پائے، مسجدیں ان کاموں کے لیے ہیں جن کے لیے انہیں بنایا گیا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن نشد الضالة فی المسجد .

کلمات حدیث: دعا إلى : مجھے بتادے۔ مجھے خبر لادے۔ لما بنيت له : مسجدیں صرف انہی اغراض ومقاصد کے لیے ہیں جن کے لیے انہیں بنایا جاتا ہے۔

شرح حدیث: مساجد اس لیے ہیں کہ ان میں اللہ کا ذکر بلند ہو، اس کی عبادت ہو نماز اور اعتکاف ہو اور تلاوت قرآن ہو، اللہ کے دین کے فہم کی سعی وکوشش اور اس کا ابلاغ ہو۔ اس کے علاوہ جو کام دنیا کے ہیں ان کا مسجد میں کرنا موزوں نہیں ہے اسی وجہ سے جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ 'تو نہ پائے'۔ یعنی جس اونٹ کا اعلان تو مسجد میں کر رہا ہے تجھے نہ ملے۔

(شرح صحیح مسلم ٥/٤٦. روضة المتقین ٤/٢٠٢)

مسجد میں ممنوع کاموں کا ذکر

١٦٩٩ . وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّرَآءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ، وَاَنْ تُنْشَدَ فِيْهِ ضَالَّةٌ، اَوْيُنْشَدَ فِيْهِ شِعْرٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱٦۹۹) حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مسجد میں خرید وفروخت سے منع فرمایا۔ اور اس بات سے منع فرمایا کہ مسجد میں گمشدہ شئے کا اعلان کیا جائے یا مسجد میں شعر پڑھا جائے۔ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب التحلق یوم الجمعة قبل الصلاۃ .

شرح حدیث: مسجد میں ایسے اشعار بھی نہ پڑھنے چاہیں جن میں عشق کے اور لہولعب کے مضامین ہوتے ہیں البتہ ایسے اشعار پڑھنا جائز ہے جن میں اللہ کی حمد وثنا اور رسول کریم ﷺ کی مدح ہو۔ جیسا کہ روایت ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں چند اشعار پڑھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ان کے سامنے بھی اشعار پڑھے ہیں جو آپ ﷺ سے بہتر تھے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میری جانب سے ان کافروں کا جواب دو اور فرمایا کہ اے اللہ اس کی روح القدس سے تائید فرما۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہاں۔

(تحفة الاحوذی ۲/۲۸۱ . روضة المتقین ٤/۲۰۳ . دلیل الفالحین ٤/٤٦۷)

مسجد میں زور سے باتیں کرنے کی مخالفت

۱۷۰۰ . وَعَنِ السَّآئِبِ ابْنِ يَزِيْدَ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ : "اذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ، فَجِئْتُه' بِهِمَا، فَقَالَ : مِنْ اَيْنَ اَنْتُمَا؟ فَقَالَا : مِنْ اَهْلِ الطَّائِفِ فَقَالَ : لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِلَاوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِد رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۷۰۰) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری دیکھا تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ جاؤ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں ان دونوں کو لے کر آیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو انہوں نے کہا کہ ہم طائف کے لوگ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ منورہ کے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آواز بلند کر رہے ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب رفع الصوت فی المساجد .

کلمات حدیث: فحصبني : میری طرف کنکری پھینکی۔ حصب حصباً (باب نصر وضرب) کنکری مارنا۔

شرح حدیث: مسجد میں آواز بلند کرنا درست نہیں ہے خواہ یہ آواز ذکر اور تلاوت قرآن ہی کی کیوں نہ ہو کیونکہ اس سے دوسروں کی عبادت میں خلل پڑے گا اور ان کی طبیعت میں تشویش پیدا ہوگی اور دنیا کی بات میں تو آواز بلند کرنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ غرض مسجد میں بآواز بلند گفتگو کرنا آداب مسجد کے خلاف ہے اور مسجد نبوی ﷺ میں بطور خاص آواز کو پست رکھنا چاہیے اور مسجد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا بھی ادب ملحوظ رکھنا چاہیے۔ (فتح الباري ١/٤٥٤. ارشاد الساري ١/١٣١. روضة المتقين ٤/٢٠٤)

الباب (۳۱۱)

بَابُ نَهْيِ مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْبَصَلًا، اَوْ كُرَّاثًا اَوْغَيْرِهٖ مِمَّالَهٗ رَائِحَةٌ كَرِيْهَةٌ عَنْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ قَبْلَ زَوَالِ رَائِحَتِهٖ اِلَّا لِضُرُوْرَةٍ

لہسن، پیاز، گندنا یا کوئی اور بدبودار چیز کھا کر بدبو زائل کیے بغیر مسجد میں داخل ہونے کی ممانعت سوائے کہ ضرورت ہو

۱۷۰۱. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّوْمَ . فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ . "مَسَاجِدَنَا"

(۱۷۰۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس پودے یعنی لہسن کو کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہماری مسجد کے بجائے ہماری مساجد کا لفظ آیا ہے۔

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب ماجاء في الثوم النيئ . صحيح مسلم، كتاب المساجد باب نهي من اكل ثوماً أو بصلا.

شرح حدیث: حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے اگر لہسن سالن وغیرہ میں پکایا گیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص لہسن کھائے وہ اسے پکا کر اس کی بو مار دے۔

فرشتوں کو بو سے تکلیف پہنچتی ہے اس لیے ہرگز بو کے ساتھ مسجد میں نہ آنا چاہیے اور مسجد میں آنے سے پہلے منہ کو اچھی طرح صاف کر لینا چاہیے۔ چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے مولی کھائی ہو اور اسے اس کی ڈکار آ رہی ہو تو وہ مسجد میں اس حال میں نہ آئے یا مسجد میں ڈکار نہ لے۔ ابن المرابط نے فرمایا کہ اگر کسی کے منہ میں بو ہو تو اسے بھی چاہیے کہ خوب اچھی طرح منہ دھو کر کہ منہ سے بو زائل ہو جائے تب مسجد میں آئے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حکم میں عیدگاہ نماز جنازہ کی حاضری اور ان تمام مجالس میں جانا جو عبادت اور ذکر اللہ کے ہوں بھی داخل ہیں۔

(ارشاد الساری ۵۱۹/۲ . فتح الباری ۶۰۶/۱ . شرح صحیح مسلم ۴۱/۵ . روضة المتقين ۲۰۶/۴)

لہسن اور پیاز کھا کر فوراً نماز میں شریک نہ ہوا کریں

۱۷۰۲. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّا، وَلَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۰۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اس پودے (لہسن) سے کھایا ہو وہ ہمارے قریب نہ آئے، وہ ہمارے ساتھ ہرگز نماز نہ پڑھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی الثوم النیئی . صحیح مسلم کتاب المساجد، باب نھی من اکل ثوما او بصلا.

شرح حدیث: امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز اور مجلس علم اور ولیمہ وغیرہ کی مجلس میں جہاں مسلمانوں کا اجتماع ہو اس طرح نہ جانا چاہیے کہ منہ میں لہسن کی بو ہو یا کوئی اور بو ہو جو لوگوں کو ناگوار گزرے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آدمی مسجد میں جانے سے پہلے منہ صاف کر کے منہ سے بو دور کرلے اور اس وقت تک مسجد میں نہ جائے جب تک منہ سے بو جاتی نہ رہے۔

(ارشاد الساری ۲/۵۲۳ ۔ فتح الباری ۱/۶۰۷ ۔ شرح صحیح مسلم ۵/۴۱ ۔ روضۃ المتقین ۴/۲۰۶)

جس نے کچی پیاز اور لہسن کھایا وہ مسجد سے دور رہا کریں

۱۷۰۳۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا، اَوْ بَصَلاً فَلْيَعْتَزِلْنَا اَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : "مَنْ اَكَلَ الْبَصَلَ، وَالثُّوْمَ، وَالْكُرَّاثَ، فَلاَ يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلاَئِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا يَتَاَذّٰى مِنْهُ بَنُوْ اٰدَمَ"

(۱۷۰۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو وہ ہم سے الگ ہو جائے یا ہماری مسجد سے الگ ہو جائے۔ (متفق علیہ)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو پیاز، لہسن اور گندنا کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اس لیے کہ فرشتوں کو بھی انسانوں کی طرح بدبو سے تکلیف پہنچتی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، ابواب صفۃ الصلاۃ، باب ماجاء فی الثوم النیئی . صحیح مسلم کتاب المساجد، باب نھی من اکل ثوما او بصلا.

شرح حدیث: کراث بھی ایک سبزی ہے جس میں بو ہوتی ہے۔ غرض لہسن، پیاز، کراث، وغیرہ کچی صورت میں کھا کر فوراً مسجد میں نہ جائے بلکہ اس کی بو دور کر کے پھر مسجد میں جانا چاہیے۔ یہ سبزیاں اگر پکالی جائیں تو ان کی بو جاتی رہتی ہے۔

لہسن اور پیاز پکا کر کھایا کریں

۱۷۰۴۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيْ خُطْبَتِهِ : ثُمَّ اِنَّكُمْ

أَيُّهَا النَّاسُ تَأْكُلُوْنَ شَجَرَتَيْنِ لَا أَرَاهُمَا إِلَّا خَبِيْثَتَيْنِ الْبَصَلَ، وَالثُّوْمَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ رِيْحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ أَمَرَ بِهٖ فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيْعِ، فَمَنْ أَكَلَهُمَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷۰۴) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جمعہ کے روز خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو تم ایسی دو سبزیاں کھاتے ہو جو میں سمجھتا ہوں کہ سخت بد بودار ہیں یعنی پیاز اور لہسن۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ مسجد میں اگر کسی آدمی میں ان دو چیزوں کی بو محسوس فرماتے تو اس کی بابت حکم دے کر اسے بقیع تک باہر نکلوا دیتے۔ اس لیے اگر کوئی انہیں کھائے تو پکا کر ان کی بو ختم کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب نهى من اكل ثوما او بصلاً.

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لہسن اور پیاز کو خبیث فرمایا یعنی یہ کہ ان کی بو نا گوار اور ناپسندیدہ ہے اور ان کو کھا کر مسجد میں آنا کہ منہ سے بو آتی ہو مناسب نہیں ہے بلکہ یا تو انہیں پکا کر کھایا جائے یا یہ کہ مسجد میں آنے سے پہلے بو کو دور کیا جائے۔

استنجاء خانے مسجد سے فاصلے پر بنانے چاہئیں اور ان کی صفائی کا انتظام ایسا ہونا چاہیے کہ بو باقی نہ رہے۔

(شرح صحیح مسلم ٥/٤٢)

البَابُ (۳۱۲)

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْاِحْتِبَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامِ يَخْطُبُ لِاَنَّه‘ يَجْلِبُ النَّوْمَ فَيَفُوْتُ اسْتِمَاعُ الْخُطْبَةِ وَيُخَافُ انْتِقَاضُ الْوُضُوْءِ

جمعہ کے روز دوران خطبہ گھٹنوں کو پیٹ کے ساتھ ملا کر انہیں باندھ لینے کی کراہت کہ اس سے نیند آ جاتی ہے اور خطبہ سننے سے رہ جاتا ہے اور وضوء کے ٹوٹنے کا بھی اندیشہ ہے

خطبہ کے دوران حبوۃ سے منع فرمایا ہے

۱۷۰۵. عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْحَبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۷۰۵) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے روز خطبہ کے دوران حبوۃ سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد اور ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الاحتباء والامام یخطب . الجامع للترمذی، ابواب الصلوۃ، باب ماجاء فی کراھۃ الاحتباء .

کلمات حدیث: حبوۃ : احتباء کا اسم مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں دونوں گھٹنوں کو ملا کر بیٹھنا اور انہیں چادر وغیرہ سے باندھ لینا۔

شرح حدیث: جمعہ کے روز خطبہ کے دوران اس طرح بیٹھنا کہ نیند غالب ہو جائے اور اونگھ آ جائے اور اس طرح خطبہ سننے سے محروم ہو جائے مناسب نہیں ہے خطبہ سننے کا بہت اجر وثواب ہے۔ نیز نیند کے غلبہ میں وضو جاتے رہنے کا بھی اندیشہ موجود ہے۔

(تحفة الاحوذی ۳/ ٦٢. روضة المتقين ٤/ ٢٠٨)

البَابُ (۳۱۳)

بَابُ نَهْيِ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ عَشْرُ ذِي الْحِجَّةِ وَاَرَادَ اَنْ يُضَحِّيَ عَنْ اَخْذِ شَيْءٍ مِنْ شَعْرِهِ اَوْ اَظْفَارِهِ حَتّٰى يُضَحِّيَ

قربانی کا ارادہ رکھنے والے شخص کیلئے ذوالحجہ کے چاند دیکھنے سے لیکر قربانی سے فارغ ہونے تک اپنے بال یا ناخن کاٹنے کی ممانعت

عشرۂ ذی الحجہ کے احکام

۱۷۰۶۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كَانَ لَهٗ ذِبْحٌ يَذْبَحُه، فَاِذَا اَهَلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِهٖ شَيْئًا حَتّٰى يُضَحِّيَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷۰۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس قربانی کا جانور ہو جسے وہ ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو جب ذوالحجہ کا چاند ہو جائے تو وہ قربانی ہونے تک وہ اپنے بال نہ کاٹے اور ناخن نہ تراشے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الاضاحى، باب من دخل عليه عشر ذى الحجة .

شرح حدیث: جس شخص کا قربانی کا ارادہ ہو وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے سے لے کر قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ تراشے بلکہ دس ذوالحجہ کو حجامت کرائے اور ناخن تراشے، البتہ اگر ضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کہ ان دس ایام میں بال تراشنے اور ناخن کاٹنے کی ممانعت مکروہ تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے۔ (صحيح مسلم بشرح النووى ۱۳/۱۱۷ . روضة المتقين ۴/۲۱۰)

البَابُ (٣١٤)

بَابُ النَّهيِ عَنِ الحَلفِ بِمَخلُوقٍ كَالنَّبِيِّ وَالكَعبَةِ وَالمَلَائِكَةِ وَالسَّمَاءِ وَالآبَاءِ وَالحَيَاةِ وَالرُّوحِ وَالرَّاسِ وَنِعمَةِ السُّلطَانِ وَتُربَةِ فُلَانٍ وَالأَمَانَةِ، وَهِيَ مِن اَشَدِّهَا نَهيًا

مخلوقات میں سے کسی کی قسم کھانے کی ممانعت جیسے رسول ﷺ، کعبہ، فرشتے، آسمان، باپ، زندگی، روح، سر، بادشاہ کی داد و دھش، فلاں کی قبر، امانت وغیرہ امانت اور قبر کی قسم کھانے کی ممانعت شدید تر ہے

باپ، دادا کی قسم کھانا منع ہے

١٧٠٧. عَنِ ابنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ يَنهَاكُم اَن تَحلِفُوا بِاٰبَآئِكُم، فَمَن كَانَ حَالِفاً فَليَحلِف بِاللّٰهِ اَو لِيَصمُت" مُتَّفَقٌ عَلَيهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحِ: "فَمَن كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحلِف اِلَّا بِاللّٰهِ، اَو لِيَسكُت"

(١٧٠٧) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے آباء کی قسم کھاؤ۔ اگر کسی کو قسم کھانی ہی ہے تو اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

اور صحیح کی ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص قسم کھائے تو اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھائے یا خاموش رہے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب لاتحلفوا بآبائکم. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب النهی عن الحلف بغیر الله.

شرح حدیث: باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اگر قسم کھانا ناگزیر ہو تو صرف اللہ کے نام یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی قسم کھائی جائے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان جب قسم کھاتا ہے تو کسی ایسی چیز کی قسم کھاتا ہے جو اس کی نظر میں بڑی اور اہم ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے بڑا کوئی نہیں ہے اس لیے غیر اللہ کی قسم کھانا صحیح نہیں ہے۔ (فتح الباری ٢/ ٩٠. روضة المتقین ٤/ ٢١١)

بتوں کی قسم کھانا منع ہے

١٧٠٨. وَعَن عَبدِالرَّحمٰنِ بنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ "لَاتَحلِفُوا بِالطَّوَاغِي، وَلَا بِاٰبَآئِكُم" رَوَاهُ مُسلِمٌ. "الطَّوَاغِي": جَمعُ طَاغِيَةٍ، وَهِيَ الاَصنَامُ. وَمِنهُ الحَدِيثُ: "هٰذِهِ طَاغِيَةُ دَوسٍ: "اَي صَنَمُهُم وَمَعبُودُهُم وَرُوِيَ فِي غَيرِ مُسلِمٍ. "بِالطَّوَاغِيتِ" جَمعُ

طَاغُوتٍ، وَهُوَ الشَّيْطَانُ وَالصَّنَمُ .

(۱۷۰۸) حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طواغی کی اور اپنے باپ دادا کے ناموں کی قسمیں نہ کھاؤ۔ (مسلم)

طواغی ء طاغیة: کی جمع ہے، جس کے معنی اصنام کے ہیں۔ جیسے ایک حدیث میں ہے کہ یہ قبیلہ دوس کا طاغیہ ہے یعنی ان کا صنم اور ان کا معبود ہے۔ صحیح مسلم کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں طواغی کے بجائے طواغیت ہے جو طاغوت کی جمع ہے یعنی شیطان اور بت۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من حلف باللات والعزیٰ .

کلمات حدیث: طاغیة : کفر اور سرکش میں بڑھا ہوا، سرکش و نافرمان۔ طاغوت : جس کی حد سے زیادہ تعظیم کی جائے، جیسے بت وغیرہ۔

شرح حدیث: باپ دادا، سردار، بت اور جو اشیاء ان کے مشابہ ہوں اگر ان کی قسم تعظیم کی نیت سے ہو تو کفر ہے، بالخصوص اس صورت میں جبکہ انہیں مقدس قرار دے کر ان کی بندگی کی جاتی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ۹۱/۱۱ . روضة المتقین ۲۱۲/٤)

لفظ امانت کی قسم کھانا منع ہے

۱۷۰۹ . وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۱۷۰۹) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، الایمان و النذر، باب کراهية الحلف بالامانة .

کلمات حدیث: الامانة : سے مراد قرآن کریم اور اللہ کے نازل کردہ احکام و فرائض ہیں۔

شرح حدیث: امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امانت کی قسم اٹھانے سے اس لیے منع فرمایا گیا کہ قسم اللہ کے نام یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ قسم کھانے سے منعقد ہوتی ہے۔ امانت اللہ کی صفت نہیں ہے بلکہ اس کا حکم ہے اور ایک فریضہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ فرماتے ہیں کہ امانت کی قسم کھانے پر قسم منعقد ہو جائے گی اور اس کے توڑنے پر کفارہ لازم آئے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امانت کی قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی اور نہ اس کے توڑنے پر کفارہ لازم آتا ہے۔

(نزهة المتقين ۴۷۹/۲ . روضة المتقين ۲۱۲/٤ . شرح صحيح مسلم ۹۱/۱۱)

اسلام سے بری ہونے کی قسم کھانا منع ہے

۱۷۱۰. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ حَلَفَ فَقَالَ : اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ، فَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الْاِسْلَامِ سَالِمًا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

(۱۷۱۰) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے یہ حلف اٹھایا کہ میں اسلام سے بری ہوں تو اگر وہ جھوٹا ہے تو اسی طرح ہو گیا اور اگر سچا ہے تو پھر اسلام کی جانب کبھی صحیح سالم نہیں لوٹے گا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الایمان و النذور، باب ماجاء فی الحلف بالبراء ة .

شرح حدیث: اگر کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ میں اسلام سے بری ہوں، یا میرا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے یا اسی طرح کے الفاظ کہے تو اگر وہ جھوٹا ہے یعنی اس نے جھوٹی قسم کھائی ہے تو واقعی اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور گروہ سچا ہے تو وہ کافر ہے۔ مقصود حدیث مبارک کا یہ ہے کہ اس طرح کی قسم کھانا بہت بری بات ہے اور اس سے احتراز بہت ضروری ہے اور اگر کوئی یہ حرکت کر بیٹھے تو اسے دعاؤ استغفار کرنا چاہیے اور شہادتین پڑھے تا کہ تجدید ایمان ہو۔ یعنی کلمہ شھادت پڑھ کر ایمان کی تجدید کرے۔

(روضة المتقین ٤/٢١٣ . دلیل الفالحین ٤/٤٧٧ . نزهة المتقین ٢/٤٧٩)

غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے

۱۷۱۱. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ : لَا وَالْكَعْبَةِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللّٰهِ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَفَسَّرَ بَعْضُ الْعُلَمَآءِ قَوْلَهُ، كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ" عَلَى التَّغْلِيْظِ، كَمَا رُوِيَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الرِّيَآءُ شِرْكٌ"

(۱۷۱۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کسی شخص کو کعبہ کی قسم کہتے ہوئے سنا، تو انہوں نے فرمایا کہ غیر اللہ کی قسم نہ کھاؤ۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی تو اس نے کفر کیا یا اس نے شرک کا ارتکاب کیا۔ ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ اس نے کفر کیا یا اس نے شرک کا ارتکاب کیا، بطور تغلیظ ہے یعنی بطور شدید اور سخت تاکید کے ہے، اور اس طرح ہے جیسے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ریا شرک ہے۔

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب الایمان و النذور، باب جاء فی کراهية الحلف بغير الله .

شرح حدیث: غیر اللہ کی قسم کھانا منع ہے اور گناہ ہے۔ اور جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اور وہ اس غیر اللہ کی تعظیم بھی کرتا ہو تو یہ کفر ہے اور اسے توبہ واستغفار کے ساتھ شہادتیں پڑھنا چاہیے۔ (تحفة الاحوذی ٥/١١٨ . روضة المتقین ٤/٢١٤)

الباب (۳۱۵)

بَابُ تَغْلِيظِ الْيَمِينِ الْكَاذِبَةِ عَمدًا
قصداً جھوٹی قسم کھانے کی ممانعت

جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی کا مال لینے پر وعید

۱۷۱۲۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهٖ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ" قَالَ : ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهٗ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ : "اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ، وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا، اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۷۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ناحق کسی مسلمان آدمی کا مال کھانے کے لیے قسم کھائی تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ کر سنائی جس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں۔ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور نہ روز قیامت اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخارى، كتاب المساقاة، باب الخصومة فى البئر . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار .

کلمات حدیث: بغير حقه : بغیر حق، ناجائز۔ تاکہ اس طرح جھوٹی قسم کھا کر دوسرے مسلمان کا مال لے لے۔ مصداقه : جس پر وہ صادق، یعنی آیت تلاوت فرمائی جو اس مضمون پر صادق آتی ہے۔

شرح حدیث: جھوٹی قسم کھانا گناہ ہے اور خاص طور پر جھوٹی قسم اس لیے کھانا کہ اس طرح قسم کھا کر دوسرے مسلمان کا مال ناحق لے لیے جائے تو یہ گناہ در گناہ ہے اور روز قیامت اللہ تعالیٰ اس شخص پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمائینگے۔

(فتح البارى ۱/ ۱۱۸۰. شرح صحيح مسلم۲/ ۱۳٤)

جو ناحق کسی کا مال لے اسکے لئے جہنم واجب ہوتی ہے

۱۷۱۳۔ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اِيَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِيْنِهٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ، وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ" فَقَالَ لَهٗ

رَجُلٌ : وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : "وَاِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِنْ اَرَاكٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷۱۳)؛ حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق لے لے اللہ نے اس کے لیے جہنم کی آگ واجب کردی اور اس پر جنت حرام کردی۔ کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر چہ چھوٹی سی چیز ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر چہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب و عیدمن اقتطع حق مسلم بیمین فاجرة بالنار.

شرح حدیث: ایک مسلمان کی جان اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے اگر کوئی کسی کا مال ناحق لے لے تو یہ گناہ ہے اور اگر جھوٹی قسم کھا کر لے لے تو گناہ در گناہ ہے اور اس حدیث مبارک میں جہنم کی وعید ہے۔ خواہ وہ چیز جو جھوٹی قسم سے ناحق لے لی ہے وہ ایسی حقیر اور بے قیمت ہو جیسے درخت اراک کی شاخ۔ (روضة المتقين ٤/٢١٦. دليل الفالحين ٤/٤٨٠)

جھوٹی قسم کبیرہ گناہوں میں سے ہے

۱۷۱۴ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " اَلْكَبَآئِرُ: اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسِ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ اَعْرَابِيًّا جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالْكَبَائِرُ؟ قَالَ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، قَالَ. ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ "اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ" قُلْتُ: وَمَاالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ؟ قَالَ : "اَلَّذِيْ يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ !" يَعْنِيْ بِيَمِيْنٍ هُوَ فِيْهَا كَاذِبٌ .

(۱۷۱۴): حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک، والدین کی نافرمانی، قتل نفس اور جھوٹی قسم۔ (بخاری)

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کبیرہ گناہ کون سے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک، اس نے کہا کہ پھر، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹی قسم۔ اس نے پوچھا کہ یمین غموس کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال لے لے یعنی وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الأیمان و النذور، باب الیمین الغموس .

کلمات حدیث: الیمین الغموس : یعنی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا، غموس کے معنی ڈوبنے کے ہیں جھوٹی قسم کھا کر آدمی گناہ میں غرق ہو جاتا ہے۔

شرح حدیث: یمین غموس ان کبیرہ گناہوں میں سے ہے جو اللہ کی طرف سے سخت عذاب کا باعث ہیں یعنی اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی انسان کی ناحق جان لے لینا ان سب سے اجتناب بے حد ضروری ہے۔

شافعی فقہا کے نزدیک یمین غموس پر کفارہ لازم ہے اور حنفی فقہا کے نزدیک کفارہ نہیں بلکہ ان کے نزدیک لازمی ہے کہ آدمی توبہ و استغفار کرلے اور جس کا کوئی حق اس جھوٹی قسم کے ذریعہ لے لیا ہے اسے صاحب حق کو واپس کرے۔

(فتح الباری۳/٤٨٢ . روضة المتقین٤/٢١٦ . دلیل الفالحین٤/١٧١٥)

البَابُ (۳۱٦)

بَابُ نُدُبِ مَنُ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ فَرأى غَيُرَهَا خَيُرًا مِّنُهَا اَنُ يَّفُعَلَ ذٰلِكَ الْمَحْلُوفَ عَلَيُهِ ثُمَّ يُكَفِّرُ عَنُ يَمِينِهِ

اس امر کا استحباب کہ اگر آدمی نے قسم کھانے کے بعد یہ سمجھا کہ جس بات پر قسم کھائی ہے اس کے بر خلاف بات اس سے زیادہ بہتر ہے تو اسے اختیار کر لے اور قسم کا کفارہ دیدے

****

قسم توڑ کر کفارہ ادا کریں

۱۷۱۵. عَنُ عَبُدِالرَّحُمٰنِ بُنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنُهُ قَالَ : قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ: "وَإِذَا حَلَفُتَ عَلٰى يَمِينٍ فَرَأَيُتَ غَيُرَهَا خَيُرًا مِّنُهَا فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيُرٌ وَّ كَفِّرُ عَنُ يَمِينِكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيُهِ.

(۱۷۱۵) حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی بات پر قسم کھاؤ۔ اور بعد میں دیکھو کہ جس پر قسم کھائی ہے اس کے علاوہ کام زیادہ بہتر ہے تو اس کام کو کرو جو بہتر ہے اور قسم کا کفارہ دیدو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب قول الله تعالىٰ لايوأخذكم الله باللغو . صحيح مسلم كتاب الايمان، باب ندب من حلف يمينا فرأى غيرها .

کلمات حدیث: كفر : صیغہ امر، کفر۔ چھپانا۔ مٹانا۔ کفارہ سے گناہ مٹ جاتا ہے اس لیے اسے کفارہ کہتے ہیں۔ كفر كفراً (باب نصر) چھپانا۔ کفر ایمان کی ضد۔ کافر حق کو چھپاتا ہے اور اللہ کی نعمتوں کا اقرار اور اعتراف نہیں کرتا اس لیے وہ کافر ہے۔

شرح حدیث: اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ مثلاً فلاں کام نہیں کروں گا اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کام کرنا بہتر ہے تو قسم کھانے والے کو چاہئے کہ اس کام کو کرے اور اسکے بعد قسم کا کفارہ ادا کر دے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر تھے واپسی میں دیر ہوگئی۔ گھر پہنچے تو دیکھا کہ بچے سو چکے تھے اہلیہ کھانا لے کر آئیں تو انہوں نے بچوں کی وجہ سے قسم کھائی کہ وہ کھانا نہیں کھائینگے بعد میں انہیں مناسب معلوم ہوا کہ کھانا کھالیں تو انہوں نے کھالیا۔ اگلے روز رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور یہ بات عرض کی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص قسم کھائے کہ فلاں کام نہیں کرے گا پھر وہ کام کرنا بہتر معلوم ہو تو اس کام کو کر لے اور قسم کا کفارہ دیدے۔

(تحفة الاحوذي ٥/١١٢ . روضة المتقين ٤/٢١٨ . دليل الفالحين ٤/٤٨٢)

****

قسم کھانے کے بعد توڑنے میں بھلائی ہو تو توڑ دیں

۱۷۱۶۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنٍ فَرَاٰی غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلْيَفْعَلِ الَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

(۱۷۱۶) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی بات پر قسم اٹھائی پھر دوسری بات کو اس سے بہتر پایا تو اسے چاہیے کہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور وہ کام کرے جو زیادہ بہتر ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قوله تعالیٰ لایو أخذ کم الله باللغو .

شرح حدیث: قسم کھانے کے بعد احساس ہو کہ جس کام پر قسم کھائی ہے اس کے بالمقابل دوسرا کام زیادہ خیر اور بھلائی کا ہے تو اسے چاہئے کہ یہ کام کرے اور قسم کا کفارہ دیدے۔ ابن الھمام فرماتے ہیں کہ اس قسم کھانے والے پر لازم ہے قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے۔ کیونکہ وہ کام جس پر قسم کھائی ہے اگر کوئی فعل معصیت ہے یا اس کے ترک سے فرض کا ترک لازم آتا ہے تو اس صورت میں قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنا فرض و واجب ہے۔ اور اگر وہ کام جس پر قسم کھائی ہے ترک اولیٰ کے درجے کا ہے تو قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنا افضل ہے۔

(شرح صحیح مسلم۱۱/۹۵. روضة المتقين۴/۲۱۷. دنيل الفالحين۴/۴۸۳)

کفارہ کے خوف سے قسم پر جمانہ رہے

۱۷۱۷۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنِّیْ وَاللّٰهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَحْلِفُ عَلٰی يَمِيْنٍ ثُمَّ اَرٰی خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِيْنِیْ وَاَتَيْتُ الَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۱۷۱۷) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کی قسم ان شاء اللہ کسی کام کی قسم اٹھاؤں گا اور پھر دیکھوں گا کہ اس کام کے علاوہ جس پر قسم کھائی زیادہ بہتر صورت موجود ہے تو میں اپنی قسم کا کفارہ دے کر اس کام کو کروں گا جو زیادہ خیر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاري، باب فرض الخمس، باب و من الدليل على . صحيح مسلم، كتاب الايمان باب مذب من حلف يميناً .

شرح حدیث: یہ حدیث مبارک ایک طویل حدیث کا ایک حصہ ہے مفصل حدیث صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جیش عسرت یعنی غزوۂ تبوک کے موقعہ پر میرے چند ساتھیوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا کہ میں آپ ﷺ سے سواری کے جانور کی درخواست کروں، کیونکہ یہ میرے ساتھی بھی اس جیش عسرت میں آپ ﷺ کے ساتھ جانے والے تھے میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی میرے ساتھیوں نے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ﷺ انہیں

سواری دیدیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں انہیں سواری نہیں دوں گا، میں جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ ناراض تھے لیکن مجھے احساس نہ ہوا۔ میں غمگین پلٹا کہ آپ ﷺ نے مجھے انکار فرمادیا ہے اور یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں آپ ﷺ مجھ سے ناراض تو نہیں ہو گئے۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور انہیں مطلع کیا۔ ابھی مجھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ میں نے سنا کہ بلال مجھے پکار رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچو تمہیں بلا رہے ہیں۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ ﷺ نے وہ اونٹ مجھے عنایت فرمادیئے جو اسی وقت حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خریدے تھے۔ اور فرمایا کہ جاؤ یہ اونٹ اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ اللہ نے یا اللہ کے رسول ﷺ نے یہ اونٹ تمہیں سواری کے لیے دیئے ہیں تم ان پر سوار ہو جاؤ میں وہ اونٹ لے کر اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ہم دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہم نے آپ ﷺ سے سواری کے لیے اونٹ مانگے تھے تو آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا تھا کہ آپ سواری کے لیے اونٹ نہیں دینگے تو کیا آپ ﷺ بھول گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں سواری کے لیے اونٹ نہیں دیئے ہیں اللہ نے دیئے ہیں اور میں تو انشاء اللہ اگر قسم کھاؤں گا اور پھر بعد میں اس سے بہتر بات دیکھوں گا تو اس بہتر بات کو اختیار کروں گا اور اپنی قسم کا کفارہ دیدوں گا۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور سیرت طیبہ کا ایک روشن پہلو ہے ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس کی اتباع کرے۔

(فتح الباری ۲/۲۳٦. شرح صحیح مسلم ۱۱/۹۱)

اچھی صورت نظر آئے تو قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے

۱۷۱۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَاَنْ يَلَجَّ اَحَدُكُمْ فِیْ يَمِيْنِهٖ فِیْ اَهْلِهٖ اٰثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ اَنْ يُعْطِىَ كَفَّارَتَهُ الَّتِیْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُهٗ "يَلَجَّ" بِفَتْحِ اللَّامِ وَتَشْدِيْدِ الْجِيْمِ : اَیْ يَتَمَادٰى فِيْهَا وَلَايُكَفِّرَ.

وَقَوْلُهٗ : "اٰثَمُ" هُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ : اَیْ اَكْثَرُ اِثْمًا.

(۱۷۱۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کا اپنے اہل خانہ کے بارے میں قسم کھا کر اس پر جمے رہنا اس سے زیادہ گناہ کی بات ہے کہ قسم کا جو کفارہ اللہ نے مقرر فرمایا ہے وہ ادا کردے۔

(متفق علیه)

یلَجّ: لام کے زبر اور جیم کی تشدید کے ساتھ کے معنی ہیں کہ قسم پر جما رہے اور کفارہ نہ دے۔ اور آثم۔ کے معنی ہیں زیادہ گناہ کی بات۔

تخریج حدیث: صحيح البخاری، اوائل كتاب الايمان و النذور. باب قول الله تعالىٰ لا يوأخذ كم الله .
صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الاصر ار على اليمين .

کلمات حدیث: یلجّ۔ لج لجاً (باب ضرب وسمع) لازم ہونا اور باز آنے سے انکار کرنا۔ یلج کے معنی ہیں قسم کھا کر اس پر جم جائے اور باوجود یہ کہ قسم کے علاوہ کام میں خیر اور بھلائی نظر آ رہی ہے پھر بھی اپنی قسم پر اڑا رہے اور قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنے پر تیار نہ ہو۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنے اہل خانہ کے بارے میں کوئی ایسی قسم کھالی جس سے انہیں تکلیف پہنچے اور ان کا نقصان ہو اور پھر اس قسم پر جما رہے اور یہ خیال کرے کہ قسم کا توڑنا گناہ ہے تو ایسا کرنا درست نہیں ہے بلکہ اسے چاہیے کہ قسم توڑ کر اور کفارہ دے کر وہ کام کرے جس میں اس کے اہل خانہ کی بہتری اور ان کی خیر خواہی ہے کہ اس صورت میں قسم پر جمے رہنا اور قسم توڑ کر کفارہ نہ دینا۔ بنسبت قسم کی توڑنے کے زیادہ گناہ ہے۔ حالانکہ خود اس کی یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ قسم پر جمے رہنا زیادہ تورع کی بات ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس صورت میں قسم پر جمے رہنا اور اپنے گھر والوں کی تکلیف اور ان کی پریشانی کا خیال نہ کرنا ہی اصل گناہ ہے اس کے لیے لازم ہے کہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے کہ اس صورت میں ایسا کرنا معصیت نہیں ہے۔ (پہلے کفارہ دینا بعد میں قسم توڑنا یہ شوافع کے نزدیک ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قسم پہلے توڑے اور کفارہ بعد میں ادا کرے پہلے کفارہ ادا کرنے کا اعتبار نہیں۔ ابن شائق)

(فتح الباری ۴٦٦/۳. عمدة القاری ۲۵٦/۲۳. شرح صحیح مسلم ۱۰۳/۱۱. روضة المتقین ۲۱۹/٤)

البَابُ (۳۱۷)

بَابُ الْعَفْوِ عَنْ لَغْوِ الْيَمِيْنِ وَاِنَّهُ لَا كَفَّارَةَ فِيهِ، وَهُوَ مَايَجْرِيْ عَلَى اللِّسَانِ بِغَيْرِ قَصْدِ الْيَمِيْنِ كَقَوْلِهِ عَلَى الْعَادَةِ، لَاوَاللّٰهِ، وَبَلٰى، وَاللّٰهِ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ

لغوقسمیں معاف ہیں اوران میں کوئی کفارہ نہیں ہے

اور لغوقسم وہ ہے جوزبان پر بلاارادہ قسم آجائے لاواللہ اور بلی واللہ وغیرہ

قصداً قسم کھانے پر کفارہ ہے

۳۴۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ لغو قسموں کے بارے میں تمہارا مؤاخذہ نہیں فرمائے گا لیکن ان قسموں کے بارے میں وہ مؤاخذہ فرمائینگے جوتم مضبوطی سے باندھ لو۔ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا درمیانہ درجے کا جوتم کھاتے ہو یا ان کے کپڑے یا گردن کا آزاد کرنا، جو شخص نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں اٹھالو اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔'' (المائدۃ:۸۹)

تفسیری نکات: یمین لغو یہ ہے کہ یوں ہی بلا ارادہ اور بغیر نیت عادتاً واللہ باللہ زبان پر آجائے اس میں نہ کفارہ ہے اور نہ گناہ۔ البتہ اگر بالقصد اور بالا رادہ کوئی الفاظ قسم کہے جیسے واللہ اور باللہ اور محض تاکید مقصود ہو قسم کا قصد نہ ہو تو اس پر بھی کفارہ لازم ہوگا۔

قسم کا کفارہ

قسم توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، خواہ دس مساکین کو گھر بیٹھا کر کھانا کھلادے یا صدقۂ فطر کی برابر ہر مسکین کو غلہ یا اس کی قیمت دیدے۔ یا کپڑا دیدے اس قدر کہ بدن کا اکثر حصہ ڈھک جائے، مثلاً کرتا اور پاجامہ یا ایک غلام آزاد کردے اور اس میں مؤمن ہونے کی شرط نہیں ہے۔ اگر مذکورہ کفارہ کی استطاعت نہ ہو یعنی صاحب نصاب نہ ہو تو تین دن کے روزے مسلسل رکھے۔

قسموں کی حفاظت یہ ہے کہ غیر ضروری طور پر بات بات پر قسم نہ کھائے اور اگر قسم کھالے تو حتی الوسع پوری کرنے کی کوشش کرے اور کسی وجہ سے قسم توڑ دے تو اس کا کفارہ ادا کرے اور یہ سب باتیں حفاظت یمین میں داخل ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

یمین لغو میں مواخذہ نہیں

۱۸۱۹. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ : "لَايُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ" فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ : لَاوَاللّٰهِ، وَبَلٰى وَاللّٰهِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۸۱۹) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت (لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم) اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو لا واللہ اور بلی واللہ کہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المائدہ، باب یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك .

شرح حدیث: قسم کی تین قسمیں ہیں:

(۱) یمین غموس یعنی جھوٹی قسم

(۲) یمین لغو عادتاً بلا ارادہ قسم جس پر نہ گناہ ہے اور نہ کفارہ

(۳) یمین منعقدہ جو آدمی کسی کام کے مستقبل میں کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے اگر یہ قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ ہے۔

جو یہ ہے دس مساکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا، یا دس مساکین کے کپڑے یا ایک گردن کا آزاد کرنا۔ ان تینوں صورتوں میں اختیار ہے جس صورت میں چاہے کفارہ ادا کردے اگر ان تینوں کام سے عاجز ہو تو تین دن کے روزے رکھے۔ جمہور فقہاً کے نزدیک ان تین روزوں میں تسلسل شرط نہیں ہے لیکن حنفی فقہاً کے نزدیک شرط ہے۔ نیز کپڑے میں حنفی فقہاً کے نزدیک اتنا کپڑا ہونا ضروری ہے جس سے جسم کا اکثر حصہ ڈھک جائے۔ (فتح الباری ۲/ ۷۳۰. روضة المتقین ٤/ ۲۲۱. دلیل الفالحین ٤/ ٤٨٥)

الباب (۳۱۸)

بَابُ كَرَاهَةِ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا

خرید وفروخت میں قسم کھانے کی کراہت خواہ سچی ہی کیوں نہ ہو

قسم کھانے سے مال تو بکتا ہے لیکن برکت نہیں رہتی

۱۷۲۰. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اَلْحَلْفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۱۷۲۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قسم سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن برکت جاتی رہتی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب یمحق اللہ الربا . صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب النهی عن الحلف فی البیع .

کلمات حدیث: منفقه للسلعة : سامان کے بکنے کا ذریعہ۔ سامان تجارت کا نکاسی کا سبب۔ ممحقه : مٹانے والی، برکت مٹانے والی۔

شرح حدیث: تاجر کے لیے تنبیہ ہے کہ سامان تجارت کی فروخت کے لیے قسمیں نہ کھائے کہ قسموں سے متاثر ہو کر خریدار سامان خرید لے گا اور اس طرح سامان زیادہ بک جائے گا مگر اس سے حاصل ہونے والے منافع میں برکت نہیں ہوگی اور جس طرح سے مال میں اضافہ ہوگا اسی تیزی سے جاتا رہے گا۔ اور اگر تاجر نے جھوٹی قسمیں کھا کر مال بیچا ہے تو مال کی برکت اس طرح مٹ جائے گی جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ربا کو مٹا دیتا ہے۔ جھوٹی قسموں کے ذریعے کمایا ہوا مال نہ صرف یہ کہ دنیا میں زوال پذیر ہوگا بلکہ آخرت کا اجر و ثواب بھی جاتا رہے گا۔

(فتح الباری ۱۰۹۴/۱. شرح صحیح مسلم ۳۶/۱۱. روضة المتقین ۲۲۱/۴. دلیل الفالحین ۴۸۶/۴)

تجارت میں زیادہ قسم کھانے سے اجتناب کرو

۱۷۲۱. وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "اِیَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلْفِ فِی الْبَیْعِ فَاِنَّهُ یُنَفِّقُ ثُمَّ یَمْحَقُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷۲۱) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تجارت میں کثرت سے قسمیں کھانے سے احتراز کرو کہ اس سے سامان تو بک جاتا ہے مگر برکت اٹھ جاتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب النهی عن الحلف فی البیع .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اس کا نام بھی بہت بڑا ہے، اس کے نام کی قسم کھا کر سامان تجارت فروخت کرنا ایک مسلمان کے شایان شان نہیں ہے اس سے سامان تو ضرور بک جائے گا مگر برکت بھی جاتی رہے گی اور یہ بات اس صورت سے متعلق ہے جب قسم سچی ہو۔ اگر جھوٹی قسم کھائی تو جھوٹی قسم کا گناہ بھی ہوا۔ (شرح صحیح مسلم ۳۶/۱۱ .روضة المتقین ۲۲۲/٤)

البَابُ (۳۱۹)

بَابُ كَرَاهَةِ اَنْ يَسْأَلَ الْاِنْسَانُ بِوَجْهِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ غَيْرَالْجَنَّةِ وَكَرَاهَةِ مَنْعِ مَنْ سَأَلَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَتَشَفَّعَ بِهٖ

اس بات کی کراہت کہ انسان جنت کے علاوہ اللہ کے واسطے سے کسی اور چیز کا سوال کرے اوراس امر کی کراہت کہ اللہ کے نام پر مانگنے والے اوراسکے ذریعے سے سفارش کرنے والے کوانکار کردیا جائیگا

۱۷۲۲۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَايُسْأَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ اِلَّاالْجَنَّةُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ .

(۱۷۲۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی ذات کا واسطہ دیکر جنت کے سوا کسی چیز کا سوال نہ کیا جائے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ. باب کراھیة المسئلة بوجه الله تعالیٰ .

کلمات حدیث: بوجه الله : اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرنا، مثلاً یہ کہنا کہ میں اللہ کا واسطہ دے کر فلاں چیز مانگتا ہوں۔

شرح حدیث: امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کوئی دنیا کی چیز نہ مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام عظیم ہے اوراس کے عظیم نام کے ساتھ دنیا مانگنا مناسب نہیں ہے۔ (دليل الفالحين ٤/٤٨٧ . روضة المتقين ٤/٢٢٣ . نزهة المتقين ٢/٤٨٦)

جو اللہ کے نام پر پناہ مانگے اس کو پناہ دیدو

۱۷۲۳۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَأَعِيْذُوْهُ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوْهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِيْبُوْهُ، وَمَنْ صَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ، فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا مَاتُكَافِئُوْنَهٗ بِهٖ فَادْعُوْالَهٗ حَتّٰى تَرَوْا اَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوْهُ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالنَّسَائِيُّ بِاَسَانِيْدِ الصَّحِيْحَيْنِ .

(۱۷۲۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ کے واسطے پناہ چاہے اسے پناہ دیدو اور جو شخص اللہ کے نام پر مانگے اسے دیدو جو تمہیں دعوت دے اسے قبول کرلو۔ اور جو تمہارے ساتھ احسان کرے اس کا بدلہ دو اوراگر تم بدلہ دینے کی طاقت نہ پاؤ تو اس کے لیے دعائے خیر کرو یہاں تک کے تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اسے بدلہ دیدیا ہے (اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے صحیحین کی اسانید سے روایت کیا ہے۔)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، اواخر کتاب الزکاة، باب عطية من سأل لله عزوجل .

کلمات حدیث: من استعاذ بالله فأعيذوه : جو اللہ کے نام پر پناہ مانگے اسے پناہ دیدو۔ كافؤه : اسے بدلہ دیدو۔ كافئ مكافأة (باب مفاعلہ) بدلہ دینا۔

شرح حدیث: امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ جو تم سے اللہ کے نام پر یہ چاہے کہ تم اپنے شرکو یا کسی اور کے شرکو اس سے دور کردو تو تم ضرور اس سے اس شرکو دور کرو اور اللہ کے نام کی عظمت کا خیال کرو۔ اور اگر کوئی تمہیں ولیمہ کی دعوت میں یا کھانے کی دعوت میں بلائے تو تم اس کی دعوت قبول کرو۔ اور جو تمہارے ساتھ کوئی حسن سلوک کرے اس کے اس احسان کا صلہ دو اور اگر تمہارے پاس اسے دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو اس کے حق میں دعا کرو اور اس وقت تک دعا کرو جب تک تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے۔ (روضة المتقين ٤/ ٢٢٤. دليل الفالحين ٤ /٤٨٧)

البَابُ (۳۲۰)

بَابُ تَحْرِيمِ قَوْلِ شَاهِنْشَاهِ لِلسُّلْطَانِ وغيرهٖ لِاَنَّ مَعْنَاهُ مَلِكُ الْمُلُوكِ وَلَا يُوصَفُ بِذٰلِكَ غَيْرُاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى

بادشاہ کو یا کسی اور کو شہنشاہ کہنے کی ممانعت کیونکہ اس لفظ کے معنی ہیں بادشاہوں کا بادشاہ اور اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں کہا جا سکتا

۱۷۲۴. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ اَخْنَعَ اِسْمٍ عِنْدَاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رَجُلٌ تَسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ : مَلِکُ الْاَمْلَاکِ مِثْلُ شَاهِنْشَاهِ.

(۱۷۲۴) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے یہاں سب سے ذلیل نام اس کا ہے جسے بادشاہوں کا بادشاہ کہکر پکارا جائے۔ (متفق علیہ)

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ملک الاملاک شہنشاہ کے مترادف ہے۔

تخریج حدیث: أخنع : بہت ذلیل۔ خنوع کا افعل التفضیل۔ خنع خنوعاً (باب فتح) انکساری اختیار کرنا۔ خنع : ذلت، خنوع ذلت و مسکنت۔

کسی انسان کو شہنشاہ کہنا حرام ہے

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی کو شہنشاہ کہنا حرام ہے اور اسی طرح دیگر الفاظ کا استعمال بھی ممنوع ہے مثلاً احکم الحاکمین، سلطان السلاطین، اور امیر الامراء وغیرہ۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کو تعجب ہوا ہے کہ سفیان بن عیینہ کو یہ علم تھا کہ ملک الاملاک کا مترادف فارسی زبان میں شہنشاہ ہے حالانکہ صدر اسلام میں شاہ، شاہان کا لفظ معروف و متعارف تھا اور ظاہر کے مقصود اس کے معنی ہیں بلکہ ترمذی کی روایت میں شاہ شاہان کا لفظ بھی آیا ہے۔

(فتح الباری ۳/۲۴۲. شرح صحیح مسلم۱۳/۱۰۲. روضة المتقین۴/۲۲۵)

الباب (۳۲۱)

بابُ النَّهْيِ عَنْ مُخَاطَبَةِ الْفَاسِقِ وَالْمُبْتَدِعِ وَنَحْوِهِمَا بِسَيِّدٍ وَنَحْوِهِ
فاسق اور بدعتی کو سید (سردار) کہنے کی ممانعت

۱۷۲۵. عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاتَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ فَإِنَّهُ إِنْ يَكُنْ سَيِّدًا فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۱۷۲۵) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کو سید (سردار) نہ کہو کیونکہ اگر یہ سید ہوا تو تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کرلیا۔ (ابوداؤد نے سند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب لا یقول المملوك ربی وربتی .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں عزت واحترام صرف اسی کو حاصل ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا اور اللہ کے احکام پر عمل کرنے والا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو فاسق ہے تو اس کے فسق کی وجہ ہی اللہ کے احکام کی خلاف ورزی اور ارتکاب معصیت ہے تو وہ کیسے معزز ومکرم قرار پاسکتا ہے۔ اس کو سید کہنا اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا ہے۔

(روضة المتقين : ٤/٢٢٦ . دليل الفالحين : ٤/٤٩٠)

الباب (۳۲۲)

بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الْحُمّٰى
بخار کو برا کہنے کی ممانعت

۱۷۲۶. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ السَّائِبِ اَوْ اُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ : "مَالَكِ يَا اُمَّ السَّائِبِ. اَوْ يَا اُمَّ الْمُسَيَّبِ. تُزَفْزِفِيْنَ؟" قَالَتِ: الْحُمّٰى لَابَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا! فَقَالَ : "لَاتَسُبِّى الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْ اٰدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تُزَفْزِفِيْنَ" اَيْ تَتَحَرَّكِيْنَ حَرَكَةً سَرِيْعَةً، وَمَعْنَاهُ : تَرْتَعِدُ. وَهُوَ بِضَمِّ التَّآءِ وَبِالزَّايِ الْمُكَرَّرَةِ وَالْفَآءِ الْمُكَرَّرَةِ، وَرُوِيَ اَيْضًا بِالرَّآءِ الْمُكَرَّرَةِ وَالْقَافَيْنِ .

(۱۷۲۶) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ ام السائب یا ام المسیب کے پاس آئے۔ اور فرمایا کہ اے ام السائب یا ام المسیب تمہیں کیا ہوا کپکپا رہی ہو وہ بولیں بخار ہے اللہ اس میں برکت نہ دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بخار کو برا نہ کہو اس سے بنی آدم کی خطائیں اس طرح دور ہو جاتی ہیں جیسے بھٹی میں لوہے کا زنگ دور ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تزفزین : یعنی تم حرکت کر رہی ہو، کانپ رہی ہو۔ یہ لفظ دوز ا اور دو فا کے ساتھ ہے اور کسی نے دو را اور دو قاف کے ساتھ بھی پڑھا ہے یعنی ترقرقین۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم۔ کتاب البر والصلة، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه .

کلمات حدیث: کما تذھب الکیر خبث الحدید : جس طرح بھٹی لوہے کا زنگ اور اس کا میل کچیل دور کر دیتی ہے۔ خبث الحدید : لوہے کا زنگ اور اس کا میل۔ کیر : بھٹی۔ آہن گر کی آگ دھکانے کی پھونکنی۔

شرح حدیث: مصائب و آلام اور تکلیف و بیماری سے آدمی کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لیے کسی تکلیف یا بیماری کو برا کہنے کے بجائے اس پر صبر کرنا چاہیے تا کہ اللہ کے یہاں اجر و ثواب میں اضافہ ہو اور گناہ معاف ہو جائیں۔

(شرح صحیح مسلم ۱۵/۱۰۶)

البَابُ (۳۲۳)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الرِّيْحِ، وَبَيَان مَايُقَالُ عِنْدَ هُبُوبِهَا
ہوا کو برا کہنے کی ممانعت اور ہوا چلنے کے وقت کی دعاء

آندھی چلنے وقت کی دعاء

۱۷۲۷. عَنْ اَبِی الْمُنْذِرِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَاتَسُبُّواالرِّيْحَ، فَاِذَا رَاَيْتُمْ مَّاتَكْرَهُوْنَ فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَخَيْرِ مَافِيْهَا وَخَيْرِمَا اُمِرَتْ بِهٖ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٰذِهِ الرِّيْحِ وَشَرِّ مَافِيْهَا وِشَرِّمَااُمِرَتْ بِهٖ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۱۷۲۷) حضرت ابوالمنذر ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہوا کو برامت کہو اگر ناپسندیدہ صورت حال ہو تو یہ کہا کرو۔

اللّٰهم إنا نسألک من خير هذه الريح وخير مافيها وخير ماأمرت به ونعوذبک من شر هذه الريح و شر ماأمرت به .

"اے اللہ! ہم سے اس ہوا کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور جو خیر اس میں ہے اور جس خیر کا اس کو حکم دیا گیا ہے اور ہم پناہ مانگتے ہیں اس ہوا کے شر سے اور جو شر اس میں ہے اور جس شر کا اسے حکم دیا گیا ہے۔"

ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی فضل القدر .

کلمات حدیث: فاذا رأیتم ماتکرھون : جب تم ایسی بات دیکھو جو تمہیں پسند نہ ہو یعنی تیز ہوا یا آندھی ہو اور اس سے اتلاف مال کا اندیشہ ہو تو تم یہ دعا پڑھو۔

شرح حدیث: کائنات کی ہر شئے تابع حکم الٰہی ہے اسی طرح ہوا بھی حکم الٰہی کے تحت چلتی ہے کبھی وہ بشارتیں لے کر آتی ہے اور اس کے پیچھے بادل آتے اور بارش برستی ہے جس سے زمین سرسبز وشاداب ہوتی ہے اور کبھی ہوا اپنے دامن میں زرخیزی لے کر آتی ہے کہ شجر و نباتات ثمر دار ہو جاتے ہیں اور کبھی ہوا نوید عذاب ہوتی ہے اور باد صرصر لیے ہوتی ہے جو انسان کے جان و مال کا اتلاف کا سبب ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ حکم الٰہی کے ماتحت ہوتا ہے اس لیے ہوا کو برا کہنے کے بجائے اس کے شر سے پناہ مانگنی چاہیے اور خیر اور بھلائی طلب کرنی چاہیے۔ (روضة المتقین ٤/ ٢٢٨. دلیل الفالحین ٤/ ٤٩٣)

بخار کو برا مت کہو

۱۷۲۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : الرِّیْحُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ، تَأْتِیْ بِالرَّحْمَةِ وَتَاْتِیْ بِالْعَذَابِ، فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهَا فَلاَ تَسُبُّوْهَا، وَاسْئَلُوا اللّٰهَ خَیْرَهَا وَاسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ" هُوَبِفَتْحِ الرَّآءِ : اَیْ رَحْمَتِهِ بِعِبَادِهِ .

(۱۷۲۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہوا اللہ کی رحمت ہے رحمت لاتی ہے اور تم ہوا کو برا نہ کہو بلکہ اللہ سے اس میں پنہاں خیر طلب کرو اور اس میں چھپے ہوئے شر سے پناہ مانگو۔ (ابوداؤد نے بسند حسن روایت کیا)

روح اللہ : رأ کے زبر کے ساتھ ہے یعنی اللہ کی رحمت۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب مایقول اذا ھا جت الریح .

کلمات حدیث: روح اللہ کے معنی ہیں بندوں پر اللہ کی رحمت چنانچہ ارشاد فرمایا کہ: ﴿ وَلَا تَاْیْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ﴾ (اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو)

شرح حدیث: علامہ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مبارک دراصل توحید کی تعلیم ہے کیونکہ انسان بعض اوقات جہل اور غفلت کی بنا پر امور وواقعات اور حوادث کو ان کے قریبی اسباب کی طرف منسوب کر کے یہ گمان کر لیتا ہے کہ شاید یہ سبب ہی اس امر کے ظہور کا سبب ہے۔ حالانکہ ہر سبب کے پیچھے ایک سلسلۂ اسباب کارفرما ہے اور جملہ اسباب اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔ اس لیے چاہیے کہ کائنات میں جو امور ظاہر ہوں ان کے بارے میں یقین کامل رکھنا چاہیے کہ یہ سب اللہ کے حکم سے وجود میں آ رہے ہیں۔ اور اسی کے حکم سے ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ (روضة المتقین ٤/ ٢٢٩، دلیل الفالحین ٤/ ٤٩٣)

تیز ہوا چلے تو اللہ سے خیر مانگی جائے

۱۷۲۹. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَصَفَتِ الرِّیْحُ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَافِیْهَا وَخَیْرَمَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّمَافِیْهَا، وَشَرِّمَااُرْسِلَتْ بِهٖ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۷۲۹) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب تیز ہوا چلتی تو یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ میں اس کے خیر کا طالب ہوں اور اس خیر کا جو اس میں ہے اور اس خیر کا جس کے لیے یہ چلائی گئی ہے اور میں پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے اور اس شر سے جو اس میں ہے اور اس شر سے جس کے لیے یہ چلائی گئی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الاستسقاء، باب التعوذ عند رویة الریح .

کلمات حدیث: إذا عصفت الریح : جب تیز ہوا چلتی ۔ (باب ضرب) ہوا کا تیز چلنا ۔ اسم صفت عاصفة ۔ جمع عاصفات ۔

شرح حدیث: ہوا کے تیز چلنے یا آندھی آنے پر یہ دعا پڑھنا مسنون اور مستحب ہے کیونکہ ہوا میں بہت سے فوائد پنہاں ہیں اور بہت سی مضرتیں اور نقصانات پوشیدہ ہیں، اس لیے اللہ سے دعا کرنا چاہیے کہ ہمیں اس ہوا کی خیر و برکت حاصل ہو اور ہم اس کے شر اور نقصان سے محفوظ رہیں ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب بادل دیکھتے یا ہوا چلتی تو آپ ﷺ کے چہرے پر پریشانی کے آثار نظر آتے ۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ لوگ تو بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ بارش ہوگی لیکن میں آپ ﷺ کے چہرے پہ پریشانی کے آثار دیکھتی ہوں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ مجھے یہ اطمینان نہیں ہوتا کہ اس میں عذاب نہیں ہے، ایک قوم کو ہوا سے عذاب دیا گیا اور اس قوم نے بھی اس عذاب کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ بادل ہمارے لیے بارش لے کر آئی ہے ۔ (تحفة الاحوذی ۹/۳۸۱. روضة المتقین ٤/۲۳۰. دلیل الفالحین ٤/٤۹٤)

الباب (۳۲٤)

بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الدِّيْكِ
مرغ کو برا کہنے کی ممانعت

۱۷۳۰. عَنْ زَيْدِ ابْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَسُبُّوا الدِّيْكَ فَإِنَّه' يُوْقِظُ لِلصَّلٰوةِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۱۷۳۰) حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مرغ کو برا نہ کہو کہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔(اسے ابوداؤد نے سند صحیح سے روایت کیا ہے)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ماجاء فی الدیك و البهائم .

شرح حدیث: مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز سے خوش ہوتا ہے جس سے اسے اللہ کی اطاعت میں مدد ملے۔دمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مرغ صبح صادق سے پہلے اور صبح ہونے کے بعد بانگ دیتا ہے،اس لیے اسے برا نہ کہنا چاہئے۔

(روضة المتقين ٤/ ٢٣١ . نزهة المتقين ٢/ ٤٩٠)

البَابُ (۳۲۵)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ قَوْلِ الْإِنْسَانِ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا

یہ کہنا منع ہے کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے

بارش کے بارے میں غلط عقائد کی تردید

۱۷۳۱. عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ فِيْ اِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ : "هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟" قَالُوْا : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ. قَالَ : اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِيْ، فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوَاكِبِ، وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فذلك كافر بی مؤمن بالكواكب .

(۱۷۳۱) حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں رات کی بارش کے بعد ہمیں صبح کی نماز پڑھائی آپ ﷺ سلام پھیر کر لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی کہ ان میں کچھ مجھ پر ایمان رکھنے والے ہیں اور کچھ نے کفر کی حالت میں صبح کی ہے۔ جس نے کہا کہ آج اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا ہے اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہے اور جس نے یہ کہا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی وہ میرا انکار کرنے والا اور ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے۔ (متفق علیہ)

سماء : سے اس حدیث میں مراد بارش ہے۔

تخریج حدیث: صحيح البخارى، كتاب الأذان، باب يتقبل الامام الناس. صحيح مسلم، كتاب الايمان.

کلمات حدیث: في اثر سماء كانت من الليل : رات میں ہونے والی بارش کے بعد، اس بارش کے بعد جو اس رات ہوئی تھی۔

نوء۔ : ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نوء مغرب سے ستارے کے سقوط کو کہتے ہیں جو منازل قمر کی اٹھائیسویں منزل سے ساقط ہوتا ہے۔ یہ ناء سے ماخوذ ہے جس کے معنی گرنے کے ہیں۔ حدیبیہ مکہ مکرمہ سے ایک مرحلے کے فاصلے پر ایک بستی ہے۔ ایک ٹیڑھے درخت کے ہونے کی بنا پر اس کا نام حدیبیہ پڑ گیا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ ۶ھ کی ذوالقعدہ کے آغاز میں عمرے کے ارادے سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے مگر کافر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے درمیان حائل ہو گئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو عمرے کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے نہیں دیا۔ قریب تھا کہ جنگ ہو جاتی لیکن جنگ کے بجائے حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں اور مکہ کے کفار کے درمیان صلح ہو گئی۔ اسی مقام پر ایک درخت کے

نیچے بیعت رضوان منعقد ہوئی۔

ایک رات کو بارش ہوئی تو آپ ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد فرمایا کہ آج کی صبح کچھ لوگ اللہ پر ایمان لانے والے اور ستاروں کا انکار کرنے والے ہیں اور کچھ لوگ ستاروں پر ایمان لانے والے اور اللہ کا انکار کرنے والے ہیں پہلے لوگ وہ ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی اور دوسرے لوگ وہ ہیں جنہوں نے کہا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی، یعنی ان کا اس طرح کہنا اہل کفر کے کلام کے مشابہ ہے۔

مقصود حدیث مبارک یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اور کائنات میں جو حوادث اور واقعات رونما ہوتے ہیں وہ سب کے سب اللہ کے حکم سے ہوتے ہیں اللہ کے حکم کے بغیر پتہ تک نہیں ہلتا، اس لیے اہل ایمان کا شیوہ ہونا چاہئے کہ وہ ہر بات کو اللہ کی طرف منسوب کریں کہ کسی بھی بات کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا اہل کفر کا طریقہ ہے۔

(فتح الباری : ۱/۶۰۵. شرح صحیح مسلم : ۲/۵۲. روضة المتقین : ٤/۲۳۱)

الباب (٣٢٦)

بَابُ تَحْرِيْمِ قَوْلِهِ لِمُسْلِمٍ يَا كَافِرُ
کسی مسلمان کو اے کافر کہہ کر پکارنے کی ممانعت

۱۷۳۲. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِيْهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَآءَ بِهَا اَحَدُهُمَا، فَاِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۷۳۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو اے کافر کہتا ہے تو اس دونوں میں سے کوئی ایک اس کلمہ کو لے کر پلٹتا ہے اگر مخاطب فی الواقع ایسا ہی ہے تو وہ کافر ہے ورنہ کہنے والے کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کفر اخاه من غیر تأ ویل. صحیح مسلم کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من قال لاخیه المسلم یا کافر.

کلمات حدیث: باؤٌ (باب نصر) لوٹنا۔ شر اور برائی کے ساتھ پلٹنا۔

شرح حدیث: بلاوجہ کسی مسلمان کو کافر کہنا بہت گناہ ہے اور اس سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے

(فتح الباری ٣/٢١٢. شرح صحيح مسلم ٢/٤٢. تحفة الاحوذی ٧/٤٢٧)

کافر یا اللہ کا دشمن کہنے کا وبال

۱۷۳۳. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ دَعَا رَجُلاً بِالْكُفْرِ اَوْقَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ اِلَّاحَارَ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "حَارَ": رَجَعَ.

(۱۷۳۳) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی مسلمان کو کافر کہہ کر پکارا یا اللہ کا دشمن کہا اور وہ ایسا نہ ہو تو یہ کلمہ اسی پر لوٹ آئے گا۔ (متفق علیہ)

حار کے معنی لوٹنے کے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ماینهی من السباب واللعن.

شرح حدیث: کسی مسلمان کو کافر کہنا یا اس طرح کا کوئی اور لفظ کہنا حرام اور گناہ ہے اور اگر وہ ایسا نہ ہو جیسا کہا ہے تو یہ کلمہ کہنے والے کی طرف لوٹ جائے گا۔ (فتح الباری ٣/١٩٢. شرح صحيح مسلم ٢/٤٢)

☆☆☆

البَابُ (۳۲۷)

اَلنَّهْيِ عَنِ الْفُحْشِ وَبَذَاءِ لِلِّسَانِ
فحش گوئی اور بدکلامی کی ممانعت

لعن طعن کرنا مسلمان کا شیوہ نہیں

۱۷۳۴. عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۱۷۳۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن طعن کرنے والا، لعنت کرنے والا، بدگوئی کرنے والا اور فحش گوئی کرنے والا نہیں ہوتا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے۔)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی اللعنة .

کلمات حدیث: طعان : فعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت طعنے دینے والا۔ لعان بھی اسی طرح مبالغہ کا صیغہ ہے بہت لعنت کرنے والا۔ لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے دور ہونا۔ فاحش فحش سے اسم فاعل ہے بری بات کہنا۔ بذی بذأ سے ہے فحش بری اور گندی بات کہنا۔ بذیٔ اللسان بد زبان : فحش گو۔ حیا سے خالی انسان جو بے ہودہ گفتگو کرے۔

شرح حدیث: ایمان اخلاق حسنہ کی آبیاری کرتا ہے مؤمن ہمیشہ اخلاق عالیہ اور صفات حمیدہ کا پیکر ہے۔ صاحب ایمان سے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ لعن طعن کرے طعنے دے بدزبانی اور بدکلامی کرے کہ یہ صفات منافق اور فاسق و فاجر آدمی کی ہوتی ہیں۔ غرض تقاضائے ایمان یہ ہے کہ آدمی جملہ اخلاق رذیلہ سے مجتنب رہے۔ (روضة المتقین ۲۳۵/٤. دلیل الفالحین ٤٤٩/٤)

فحش گوئی عیب اور حیاء زینت ہے

۱۷۳۵. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَاكَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّاشَانَه، وَمَاكَانَ الْحَيَآءُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّازَانَه"، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۱۷۳۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فحش گوئی ہر بات کو عیب دار بنا دیتی ہے اور حیاء ہر بات کو زینت عطا کر دیتی ہے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔)

کلمات حدیث: شانه : اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔ شان شينا (باب ضرب) عیب دار بنا دینا۔ عیب دینا۔ زانه : اسے زینت اور خوبصورتی عطا کر دیتی ہے۔ زان زينا (باب ضرب) زینت دینا، زین کرنا۔

شرح حدیث: حیا تو ایمان کا ایک حصہ ہے، یہ ایسی بڑی نعمت ہے کہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے وہ بہت سی برائیوں اور

بری باتوں سے بچ جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نرمی ہر بات کو زینت اور خوبصورتی عطا کردیتی ہے اور جو بات نرمی سے خالی ہو وہ عیب دار ہو جاتی ہے۔ امام راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حیا ایک وصف ہے جس سے انسان میں ہر برائی سے ایک طبعی انقباض پیدا ہوتا ہے اور ایک طبعی گریز پیدا ہوتا ہے، حیا دراصل جبن اور عفت کا مرکب ہے اس لیے حیا والا آدمی فاسق نہیں ہوتا۔ حیا ایمان کا جزء اور مؤمن کی سرشت ہے اس لیے صاحب ایمان کو ہر برائی بدگوئی اور فحش سے محترز رہنا چاہیے۔ (تحفة الاحوذی ٦/٩٨. روضة المتقين ٤/٢٣٥. دليل الفالحين ٤/٤٤٩)

الباب (۳۲۸)

بَابُ كَرَاهَةِ التَّقْعِيرِ فِي الْكَلَامِ بَالتَّشَدُّقِ وَتَكَلُّفُ الْفَصَاحَةِ وَاِسْتِعْمَالِ وَحْشِيِّ اللُّغَةِ وَدَقَائِقِ الْاَعْرَابِ فِيْ مُخَاطَبَةِ الْعَوَامِ وَنَحْوِهِمْ

گفتگو میں تصنع کرنے، باچھیں کھولنے، تکلف سے وضاحت کا اظہار کرنے اور عوام وغیرہ سے تخاطب میں اجنبی الفاظ استعمال کرنے اور اعراب کی باریکیاں بیان کرنے کی کراہت

۱۷۳۶ . عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ" قَالَهَا ثَلَاثاً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

"اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ : الْمُبَالِغُوْنَ فِي الْاُمُوْرِ .

(۱۷۳۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مبالغہ اور تکلف سے کام لینے والے ہلاک ہوگئے۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ (مسلم)

متنطعون : کے معنی ہر بات میں مبالغہ کرنے والے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب العلم باب هلك المتنطعون .

کلمات حدیث: متنطعون : جمع ہے اس کا واحد متنطع ہے۔ نطع تالو کا اگلا حصہ جس میں شکن سا ہوتا ہے۔ جمع نطوع اور اسی سے حروف نطعیہ ہیں یعنی ت۔ د۔ ط۔ متنطع وہ ہے جو الفاظ کو تالو سے چپکا کر ادا کرے اور ایسا وہ تکبر کے ساتھ لوگوں پر رعب جمانے کے لیے کرے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ہلاگ ہوگئے جو کلام میں مبالغہ آرائی کرتے بات کو گھما پھرا کر اور پیچیدہ بنا کر کرتے ہیں اور الفاظ کو مزین کر کے ادا کرتے ہیں کہ ان کی بات میں رعب ودبدبہ اور ایک شان پیدا ہو جائے۔ یہ حدیث اس سے پہلے کتاب المأمورات میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقین ٤ /۲۳۷. دلیل الفالحین٤ /٥٠٥)

مبالغہ امیز باتوں کو اللہ پسند نہیں کرتا

۱۷۳۷ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِىْ يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهٖ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۷۳۷) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی کو برا

جانتے ہیں جو بلاغت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی زبان کو اس طرح حرکت دیتا ہے جیسے گائے حرکت دیتی ہے۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ماجاء فی المتشدق فی الکلام . الجامع للترمذی، ابواب الادب، باب ماجاء فی وضاحة البیان .

کلمات حدیث: یتخلل بلسانه کمایتخلل البقرة : گفتگو کرتے ہوئے اس طرح باچھیں کھولتا اور زبان کو گھماتا ہے جس طرح گائے چارہ کھاتے ہوئے گھاس کے پتوں کو زبان پر لپیٹتی ہے۔

شرح حدیث: گفتگو میں تصنع کرنا اور بتکلف وضاحت و بلاغت کا اظہار کرنا اور الفاظ کو گھما پھرا کر ادا کرنا ممنوع ہے۔

(تحفة الاحوذی ۸/۱۵۱ . دلیل الفالحین ۴/۵۰۱ . نزهة المتقین ۴/۴۹۳)

اچھے اخلاق والے کو رسول اللہ ﷺ کا قرب نصیب ہوگا

۱۷۳۸ . وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ، وَاَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا، وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ، وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ، وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهٗ فِيْ بَابِ حُسْنِ الْخُلُقِ .

(۱۷۳۸) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے میرے لیے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مجھ سے سب سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو باچھیں کھول کر باتیں کرتے ہیں بہ تکلف باتیں کرتے ہیں اور منہ بھر کر اور کلے پھلا کر باتیں کرتے ہیں۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کی شرح اس سے پہلے باب حسن الخلق میں گزر چکی ہے۔)

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب البر و الصلة. باب ماجاء فی معالی الاخلاق .

کلمات حدیث: الثرثارون : جمع ثرثار . ثرثرة : الکلام۔ بہت زیادہ بولنا اور اس طرح طویل کلام کرنا کہ اس میں معنی اور مطلب کم اور الفاظ زیادہ ہوں۔ ثرثار : بہت بولنے والا۔ زیادہ گو۔ المتشدقون : اس کا واحد المتشدق ہے۔ متشدق وہ ہے جو بغیر کسی احتیاط کے بلا تکان بولتا چلا جائے جو لوگوں کا مذاق اڑائے اور اپنے گال کو تیڑھا کرے جس سے مخاطب کی تحقیر ظاہر ہو۔ شدق منہ کا کنارہ۔ متفیهقون : وہ لوگ جو لمبی بات کریں اور اپنے منہ کو ضرورت سے زیادہ کھول کر الفاظ ادا کریں۔ "فهق" کے معنی ہیں منہ بھر کر لفظ کو ادا کرنا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب حرکتیں تکبر کی بنا پر کی جاتی ہیں۔

شرح حدیث: اہل ایمان اخلاق حسنہ کے پیکر ہوتے ہیں، وہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور خشیت الٰہی سے ان کے دل لرزرہے ہوتے ہیں، ان پر آخرت کی جواب دہی کا خوف غالب رہتا ہے وہ اس سے کسی وقت غافل نہیں ہوتے ان میں تواضع اور مسکنت غالب ہوتی ہے اس لیے ان کی گفتگو مختصر اور ان کا کلام قلیل مگر جامع ہوتا ہے ان کا دل حرارت ایمانی سے لبریز ہوتا ہے اس لیے وہ دلسوزی سے اور پُر تأثیر کلام کرتے ہیں۔

اہل ایمان اور صاحبان عمل اور اخلاق عالیہ رکھنے والے روز قیامت رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوں گے اور دنیا دار اور متکبر رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے دور رہوں گے۔ (نزهة المتقين : ٤/٤٩٤ . دليل الفالحين : ٤/٥٠١)

البَابُ (٣٢٩)

بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِهِ خَبُثَتْ نَفْسِيْ
میرا نفس خبیث ہو گیا کہنے کی کراہت

١٧٣٩. عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَايَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِيْ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَالَ الْعُلَمَآءُ: مَعْنٰى خَبُثَتْ غَثَتْ، وَهُوَ مَعْنٰى "لَقِسَتْ" وَلٰكِنْ كَرِهَ لَفْظَ الْخُبْثِ.

(١٧٣٩) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہو گیا بلکہ یوں کہے کہ میرا نفس غافل ہو گیا۔ (متفق علیہ)

علماء نے فرمایا کہ خبثت کے معنی ہیں غثت اور یہی معنی لقست کے ہیں لیکن آپ ﷺ نے خبث کے لفظ کو ناپسند فرمایا۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الادب، باب لایقل خبثت نفسی. صحیح مسلم، کتاب الادب باب کراهة قول الانسان خبثت نفسی.

کلمات حدیث: خبث کا لفظ عقیدے، قول اور عمل کی برائی بیان کرنے کے لیے بولا جاتا ہے یعنی تمام صفات مذمومہ اور تمام برے افعال خبث میں داخل ہیں۔ خبثت اور لقست کے معنی ایک ہی ہیں لیکن لفظ خبث میں کراہت غالب ہے اس لیے اس لفظ کے استعمال سے منع فرمایا۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ لقست کے معنی تنگ ہونے کے ہیں، یعنی لقست نفسی کے معنی ہیں میرا دل تنگ ہو گیا۔

شرح حدیث: معلم انسانیت ﷺ نے انسانی زندگی کے ہر ہر پہلو کی اصلاح فرمائی ہے اور اس کے ہر گوشۂ زندگی کو سنوارا اور نکھارا ہے اور انسانی زندگی کے ہر ہر پہلو میں اور ہر ہر بات میں خوب تر اور عمدہ تر پہلو کی جانب راہنمائی فرمائی ہے۔ حتی کہ بات کہنے میں الفاظ کے حسن انتخاب کی بھی تعلیم دی ہے۔ (روضة المتقين ٤/٢٣٨. دليل الفالحين ٤/٥٠٢)

البَابُ (۳۳۰)

بَابُ كَرَاهَةِ تَسْمِيَةِ الْعِنَبِ كَرْماً
عنب (انگور) کو کرم کہنے کی کراہت

۱۷۴۰. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ فَاِنَّ الْكَرْمَ الْمُسْلِمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ. وَفِیْ رِوَايَةٍ : "فَاِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ" وَفِیْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ : "يَقُوْلُوْنَ الْكَرْمَ اِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ".

(۱۷۴۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انگور کو کرم نہ کہو کہ "کرم" تو مسلمان ہے۔ (متفق علیہ)

حدیث کے مذکورہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کرم مؤمن کا دل ہے۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ لوگ کرم کہتے ہیں کرم تو قلب مؤمن ہے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ انما الکرم قلب المؤمن . صحیح مسلم، کتاب الادب من الالفاظ، باب کراهة تسمية العنب کرماً .

شرح حدیث: اہل عرب انگور کی بیلوں اور انگور کے باغ کو کرم کہتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کرم تو قلب مؤمن ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ تم میں سے کوئی کرم نہ کہے کرم تو مسلمان ہے تم انگور کا باغ کہا کرو۔ اور طبرانی اور بزار نے حضرت سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کتابوں میں مؤمن کا نام کرم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے تمام مخلوقات پر مکرم بنایا ہے اور تم انگور کے باغ کو کرم کہتے ہو۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل عرب انگور کو کرم اس لیے کہتے تھے کہ انگور سے شراب بنتی تھی اور عرب کے لوگ شراب پی کر جود و سخا کرتے اور کرم نوازی کرتے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے انگور کو کرم کہنا ناپسند فرمایا یعنی ایسی شئے جس سے ایک حرام چیز تیار ہوتی ہے اسے کرم کہنا مناسب نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے حرمت شراب کی تاکید کے لیے اس چیز کو کرم کہنے سے منع فرمادیا جس سے شراب تیار ہوتی ہے مبادا شراب کے ساتھ یا اس کے وسائل کے ساتھ آدمی کے ذہن میں کوئی اچھی بات آجائے۔ اور صاحب ایمان کو کرم اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے) اور ایمان اور تقویٰ کا مرکز قلب مؤمن ہے اس لیے قلب مؤمن کرم ہے۔

(فتح الباری : ۲۳۲/۳. شرح صحیح مسلم : ۴/۱۵)

انگور کو "عنب" کہا کرو

۱۷۴۱۔ وَعَنْ وَآئِلِ بْنِ حَجَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَاتَقُوْلُوْا اَلْكَرْمُ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا: اَلْعِنَبُ وَالْحَبَلَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلْحَبَلَةُ" بِفَتْحِ الْحَآءِ وَالْبَآءِ، وَيُقَالُ اَيْضًا بِاِسْكَانِ الْبَآءِ.

(۱۷۴۱) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم کرم مت کہو انگور (عنب) کہو اور حبلہ کہو۔ (مسلم)

حبلہ: انگور کی بیل کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الادب من الالفاظ. باب کراھة تسمیة العنب کرما.

شرح حدیث: انگور کو یا انگور کی بیل کو کرم کہنا درست نہیں ہے اس لیے اسے عنب یا حبلہ کہنا چاہیے۔

(شرح صحیح مسلم: ۵/۱۵)

الباب (۳۳۱)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ وَصْفِ مَحَاسِنِ الْمَرْأَةِ لِرَجُلٍ اِلَّااَنْ يُحْتَاجَ اِلٰى ذٰلِكَ لِغَرَضٍ شَرْعِيٍّ كَنِكَاحِهَا وَنَحْوِهٖ

مرد کے سامنے کسی عورت کے محاسن بیان کرنے کی ممانعت الا یہ کہ نکاح وغیرہ کی غرض شرعی موجود ہو

۱۷۴۲. عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاتُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَصِفَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهَا . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۴۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت دوسری عورت سے ملکر اس کے اوصاف اپنے خاوند کے سامنے نہ بیان کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لاتباشر المرأۃ.

کلمات حدیث: لاتباشر المرأۃ المرأۃ : کوئی عورت کسی عورت سے نہ ملے۔ باشر مباشرۃ (باب مفاعلہ) کے معنی ہیں اختلاط اور لمس۔ بشر کے معنی انسان کی ظاہری کھال کے ہیں، مباشرت کے معنی جسم کے جسم سے ملنے کے ہیں۔

شرح حدیث: عورت کسی عورت کے جسم کو نہ دیکھے اور نہ بغیر کپڑے کے ساتھ اپنا جسم ملائے اور پھر اپنے شوہر کے سامنے اس کے جسم کی نرمی اور گداز کی ایسی تصویر نہ کھینچے کہ جیسے وہ اسے دیکھ رہا ہے جس سے وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائے۔

عورت کا عورت کے جسم کو دیکھنا یا برہنہ جسم ایک دوسرے کے قریب ہونا حرام ہے۔

(فتح الباری ۲/۱۰۶۸. تحفة الاحوذی ۸/۸۰)

البَابُ (۳۳۲)

بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ الْإِنْسَانِ فِي الانسان اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ اِنْ شِئْتَ بَلْ يَجْزِمُ بِالطَّلَبِ

یہ کہنے کی کراہت کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے معاف کر دے
بلکہ یقین کے ساتھ کہے کہ اے اللہ مجھے معاف کر دے

۱۷۴۳۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَايَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ اِنْ شِئْتَ : اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ اِنْ شِئْتَ لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ فَاِنَّهٗ لَامُكْرِهَ لَهٗ".

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : "وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَايَتَعَاظَمُهٗ شَيْءٌ اَعْطَاهُ."

(۱۷۴۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے معاف کر دے اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما۔ پختہ یقین کے ساتھ اللہ سے طلب کرے کہ اللہ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ پختہ عزم کے ساتھ اور پوری رغبت کے ساتھ طلب کرے اس لیے کہ اللہ کے لیے کوئی بھی شئے عطا فرما دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب لیعزم المسألة ۔ صحیح مسلم، کتاب الدعأ باب العزم بالدعأ.

کلمات حدیث: لیعزم المسألة : جب اللہ کا بندہ اللہ سے مانگے تو عزم و یقین کے ساتھ مانگے اس یقین کے ساتھ مانگے کہ وہی دینے والا ہے اور جب اس کا کوئی بندہ اس سے مانگتا ہے تو وہ ضرور دیتا ہے۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ خالق اور رازق ہے وہ چٹان کی تہہ میں پوشیدہ کیڑے کو بھی روزی پہنچاتا ہے۔ عبودیت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اسی سے مانگے اور اسی سے طلب کرے اور اس کے سوا کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے لیکن مانگنے اور اللہ تعالیٰ سے طلب کرنے کے آداب ہیں جن کی رعایت ملحوظ رکھنا ضروری ہے انہی آداب میں سے ایک یہ ہے کہ جب بندہ اللہ سے مانگے تو عزم اور جزم کے ساتھ اور صدق دل سے مانگے اور حسن قبولیت کا یقین رکھے اور اس طرح نہ مانگے جس طرح انسان سے مانگا جاتا ہے کہ اور نہ اپنی طلب کو کسی امر پر معلق کرے۔ کہ کوئی شئے ایسی نہیں ہے جس کا اللہ کا اپنے بندہ کو عطا فرما دینا کوئی بڑی بات ہو۔

(فتح الباري : ۸۷٦/۳. شرح صحيح مسلم : ٦/١٧. روضة المتقين : ٢٤٤/٤)

دعاء یقین کے ساتھ مانگنے کا حکم

(۱۷۴۴) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِذَا

دَعَا اَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، وَلَا يَقُوْلَنَّ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ فَاَعْطِنِيْ فَاِنَّهٗ لَامُسْتَكْرِهَ لَهٗ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۴۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی دعا کرے تو پختہ یقین کے ساتھ کرے اور یہ ہرگز نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو دیدے کہ اسے کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب ليعزم المسألة . صحيح مسلم كتاب الدعاً باب العزم بالدعاً.

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ سے دعاً مانگتے وقت چاہئے کہ یقین کامل ہو کہ اللہ ہی دینے والا ہے اور اس کے سوا کوئی دینے والا نہیں اور نہ کوئی اسے دینے پر مجبور کرنے والا ہے اور یہ کہ جو بندہ اس سے عاجزی اور تضرع سے مانگتا ہے وہ اسے ضرور عطا فرماتا ہے۔ بندہ کو چاہئے کہ دنیا اور آخرت کی ہر خیر اللہ ہی سے طلب کرے اور دعا میں خوب عاجزی اور تضرع اور زاری اختیار کرے اور اس یقین کامل کے ساتھ مانگے کہ اللہ ضرور دینے والا ہے۔ (فتح الباری ۷٤٦٤/۳. شرح صحیح مسلم ۱۷/٦)

الباب (۳۳۳)

باب كَرَاهَةِ قَوْلِ مَاشَآءَ اللّٰهُ وَشَآءَ فُلَانٌ

جو اللہ چاہے اور جو فلاں چاہے کہنے کی کراہت

۱۷۴۵. عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَاتَقُوْلُوْا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَشَآءَ فُلَانٌ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

(۱۷۴۵) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے البتہ یہ کہہ سکتے ہو کہ جو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے۔ (ابوداؤد نے سند صحیح سے روایت کیا ہے)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب لایقال خبثت نفسی .

اللہ کی مشیت کے ساتھ غیر اللہ کی مشیت کو ملانا ممنوع ہے

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی مشیت اور غیر اللہ کی مشیت کو ساتھ ملا کر ذکر کرنے کی ممانعت فرمائی۔ کیونکہ کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ ہی کی مشیت اور اس کے حکم سے ہوتا ہے اس کے سوا نہ کسی کی مشیت ہے اور نہ کسی کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ محکم جاری ہونے والا اور نافذ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ جو اللہ چاہے اور جو آپ ﷺ چاہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے مجھے اللہ کے برابر بنا دیا۔ نہیں بلکہ وہ جو صرف اللہ نے چاہا۔ البتہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ جو اللہ چاہے اور پھر آپ ﷺ چاہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن سلیمان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ قرآن کریم میں آیا "من يطع الله ورسوله". (جو اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے) تو یہاں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو ملا کر بیان کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ہی نے اپنے بندوں پر اپنے رسول کی اطاعت کو فرض اور لازم قرار دیا ہے اس بنا پر رسول ﷺ کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔ (روضة المتقين ٤/ ٢٤٤. دليل الفالحين : ٤/ ٥٠٨)

الباب (۳۳٤)

بَابُ كَرَاهَةِ الْحَدِيْثِ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ

بعدنمازِعشاء(دنیوی)گفتگوکی ممانعت

وَالْمُرَادُ بِهِ الْحَدِيْثُ الَّذِىْ يَكُوْنُ مُبَاحًا فِىْ غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ وَفِعْلُه' وَتَرْكُه' سَوَآءٌ، فَاَمَّا الْحَدِيْثُ الْمُحَرَّمُ اَوِالْمَكْرُوْهُ فِىْ غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ فَهُوَ فِىْ هٰذَاالْوَقْتِ اَشَدُّ تَحْرِيْمًا وَكَرَاهَةً وَّاَمَّا الْحَدِيْثُ فِى الْخَيْرِ كَمُذَا كَرَاةِ الْعِلْمِ وَحِكَايَاتِ الصَّالِحِيْنَ، وَمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ، وَالْحَدِيْثِ مَعَ الضَّيْفِ، وَمَعَ طَالِبِ حَاجَةٍ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، فَلَا كَرَاهَةَ فِيْهِ بَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ، وَكَذَاالْحَدِيْثُ لِعُذْرٍ وَّعَارِضٍ لَاكَرَاهَةَ فِيْهِ وَقَدْ تَظَاهَرَتِ الْاَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ عَلٰى كُلِّ مَاذَكَرْتُه'.

اس مقام پر گفتگو سے مردوہ بات چیت ہے جو اس وقت کے علاوہ مباح ہو اور اس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہوں۔لیکن اگر کوئی حرام یا مکروہ بات ہے تو عشاء کے بعد اس کی حرمت اور اس کی کراہت میں شدت آ جائیگی اگر خیر کی بات ہو کہ علمی مذاکرہ ہو نیک لوگوں کے واقعات کا بیان ہو اہل اخلاق کی باتیں ہوں اور مہمان اور کسی ضرورتمند کے ساتھ بات کرنا ہو تو اس میں کراہت نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔اسی طرح اگر کسی عذر کی بنا پر یا کوئی بات پیش آ جانے کی بنا پر بات کرنا ہو تب بھی کراہت نہیں ہے۔یہ مذکورہ متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

عشاء سے پہلے سونے اور بعد میں گفتگو ممنوع ہے

۱۷۴۶. عَنْ اَبِىْ بَرْزَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَآءِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا.مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۷۴٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونا اور نماز کے بعد بات فرمانا ناپسند کرتے تھے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب مایکرہ من النوم قبل العشاء . صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التکبیر بالصبح.

شرح حدیث: علماء کرام فرماتے ہیں کہ نماز عشاء سے قبل سونے کی کراہت سونے کی وجہ سے نماز باجماعت فوت ہو جائے یا نماز کے افضل وقت کے فوت ہونے کی بناء پر ہے۔امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک نماز عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے اور بعض علماء کے یہاں رخصت بھی ہے خاص طور پر رمضان المبارک میں بشرطیکہ نماز کے لیے متنبہ کرنے کا انتظام موجود ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عشاء کے بعد بات کرنے کی کراہت اس وجہ سے ہے کہ آدمی جاگنے کی بناء پر قیام لیل اور تہجد سے

محروم نہ ہو جائے اور نماز فجر بروقت ادا کرنے سے قاصر نہ ہو جائے۔ علماء فرماتے ہیں کہ عشاء کے بعد جو بات مکروہ ہے وہ وہ ہے جس میں کوئی مصلحت نہ ہو، اگر طلب علم اور کار خیر کے لیے ہو تو حرج نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد عشاء باتیں کرنے والوں کو سرزنش فرماتے اور کہتے کہ اچھارات کے پہلے حصے میں باتیں کرتے ہو اور آخر شب میں سوئے رہتے ہو۔ یعنی آرام کے وقت باتیں کرو اور عبادت کے وقت سوتے رہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عروہ سے فرماتیں کہ اپنے کاتب کو راحت پہنچاؤ۔ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سوتے نہیں تھے اور عشاء کے بعد باتیں نہیں فرماتے تھے۔

امام زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کلام میں کاتب سے منکر نکیر مراد ہیں دائیں طرف کا فرشتہ اعمال صالحہ لکھتا ہے تو وہ خوشی محسوس کرتا ہے بائیں طرف کا فرشتہ برائیاں لکھتا ہے تو ناخوشی محسوس کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سو جاؤ تاکہ یہ فرشتہ اس ناگوار فریضہ کی ادائیگی سے راحت پائے۔

(فتح الباری۱/۴۸۸. شرح صحیح مسلم۵/۱۲۲. تحفة الاحوذی۱/۵۳۳. روضة المتقین۴/۲۴۵)

رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی

۱۷۴۷. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعِشَآءَ فِيْ اٰخِرِ حَيَاتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: "اَرَاَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ؟ فَاِنَّ عَلٰى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَايَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ الْيَوْمَ اَحَدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۷۴۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حیات طیبہ کے آخری ایام میں عشاء کی نماز پڑھائی جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے خیال میں یہ کونسی رات ہے پھر فرمایا کہ سو برس گزرنے کے بعد آج جو زمین پر موجود ہے ان میں سے کوئی بھی نہیں رہے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب العلم، باب السمر فی العلم. صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة باب قوله ﷺ لاتأتی مئة سنة وعلی الأرض نفس.

کلمات حدیث: آخر حیاته: آپ ﷺ کی زندگی کے آخر ایام بعض روایات میں ہے کہ یہ ایک ماہ قبل کی بات ہے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری ایام میں صحابہ کرام کو نماز عشاء پڑھائی اور نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اس رات کی اہمیت کا کچھ اندازہ ہے جو لوگ آج زندہ ہیں ان میں سے کوئی بھی سو برس کے بعد زندہ نہیں رہے گا یعنی اصحاب رسول ﷺ کی جماعت اور وہ نفوس قدسیہ جن کی آپ ﷺ نے تعلیم و تربیت فرمائی آج سے سو برس بعد موجود نہ ہوں گے۔ آپ ﷺ کی یہ خبر معجزانہ طور پر درست ہوئی اور اصحاب کی جماعت میں حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سب سے آخر میں وفات پانے والے ہیں اوران کی وفات اس ارشاد کے سوسال بعد ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے فرمان کا مقصود یہ ہے کہ اصحاب کی جو جماعت اس وقت موجود ہے ان میں سے کوئی سو برس گزرنے کے بعد زندہ نہیں رہے گا۔ یعنی اس امت کے لوگوں کی عمریں گزشتہ ملتوں کی طرح طویل نہیں ہیں بلکہ قصیر ہیں اس لیے اس امت کے لوگوں کو چاہیے کہ اللہ کی عبادت میں خوب وقت لگائیں اور کوشش وسعی سے اپنے لیے اعمال صالحہ کا ذخیرہ جمع کریں اور زاد آخرت اکٹھا کریں۔

حضور اکرم ﷺ نے بعد نماز عشاء یہ وعظ نصیحت فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز عشاء دین کی بات کرنا اور وعظ وارشاد کرنا درست ہے۔ (روضة المتقین ٤ /٣٤٧. دلیل الفالحین ٤ /٥١٠)

جماعت کے انتظار میں بیٹھنے والے کو نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے

١٧٤٨. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُمُ انْتَظَرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ هُمْ قَرِيْبًا مِّنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى بِهِمْ، يَعْنِي الْعِشَآءَ قَالَ: ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ: "اَلَا اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوْا، وَاِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مَاانْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(١٧٤٨) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ کا انتظار کیا آپ ﷺ رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد تشریف لائے اور انہیں عشاء کی نماز پڑھائی پھر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا کہ اور کہا کہ لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے اور تم اس وقت سے مسلسل نماز میں ہو جب سے تم انتظار کر رہے ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، باب مواقیت الصلاۃ و فضلها.

شرح حدیث: نماز کے انتظار میں بیٹھنا اپنے اجر وثواب اور اپنی فضیلت کے اعتبار سے ایسا ہے جیسے آدمی مستقل حالت نماز میں ہو۔ (دلیل الفالحین ٤ /٥١١)

الباب (۳۳۵)

بَابُ تَحْرِيمِ امْتِنَاعِ الْمَرْأَةِ مِنْ فِرَاشِ زَوْجِهَا إِذَا دَعَاهَا وَلَمْ يَكُنْ لَهَا عُذْرٌ شَرْعِيٌّ

مرد عورت کو بلائے تو بلا عذر شرعی اس کے بستر پر نہ جانے کی حرمت

شوہر کو ناراض کرنے والی عورت پر فرشتوں کی لعنت

۱۷۴۹. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اِذَادَعَاالرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَیْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَآئِکَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ "حَتّٰی تَرْجِعَ"

(۱۷۴۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کرے اور شوہر اس سے ناراضگی کی حالت میں رات گزارے تو اس عورت پر فرشتے صبح تک لعنت کرتے ہیں۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ یہاں تک کہ بیوی شوہر کے پاس آ جائے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، بدألخلق، باب اذاقال احدکم آمین. صحیح مسلم، کتاب النکاح باب تحریم امتناعها من فراش زوجها.

شرح حدیث: اگر شوہر اپنی بیوی کو اپنے پاس لیٹنے کے لیے بلائے اور وہ انکار کرے اور اس کے پاس نہ جائے تو فرشتے اسے صبح تک رحمت حق سے دور رہنے کی بددعا دیتے ہیں یا اس وقت تک بددعا دیتے ہیں جب تک وہ شوہر کے پاس نہ آئے۔ الا یہ کہ کوئی شرعی عذر موجود ہو یعنی ایام سے ہو یا فرض نماز میں مشغول ہو یا بیمار ہو۔ وغیرہ

الباب (۳۳۶)

بَابُ تَحْرِيمِ صَوْمِ الْمَرْأَةِ تَطَوُّعًا وَزَوْجُهَا حَاضِرٌ اِلَّا بِاِذْنِهِ
عورت کو شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا حرام ہے

(۸۵۹)　عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَايَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهِ، وَلَاتَأْذَنَ فِيْ بَيْتِهِ اِلَّا بِاِذْنِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۵۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی عورت کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھے اور نہ شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے دے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب لأتاذن المرأة فی بيت زوجها . صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب ماانفق العبد من مال مولاه.

کلمات حدیث: وزوجها شاهد اور اس کا شوہر موجود ہو یعنی سفر پر کہیں گیا ہوا نہ ہو۔

شرح حدیث: بیوی کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی عبادت میں مشغولیت جائز نہیں ہے کیونکہ شوہر کے حقوق نفلی عبادت پر مقدم ہیں اور شوہر کی خدمت کرنا بھی ثواب ہے اس لیے نفلی روزہ یا نوافل شب کے لیے شوہر سے اجازت لینی چاہئے۔ بیوی کو کسی بھی فرد کو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر میں آنے کی اجازت نہیں دینا چاہئے۔ (دليل الفالحين ٤/ ٥١٣ . نزهة المتقين ٢/ ٥٠١)

الباب (۳۳۷)

باب تَحْرِيْمِ رَفْعِ الْمَأْمُوْمِ رَأْسَه' مِنَ الرَّكُوْعِ اَوِ السُّجُوْدِ قَبْلَ الْاِمَامِ

امام سے پہلے مقتدی کو اپنا سر رکوع اور سجدے سے اٹھانے کی حرمت

۱۷۵۱. عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَمَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَأْسَه' قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَه' رَأْسَ حِمَارٍ، اَوْيَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَه' صُوْرَةَ حِمَارٍ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۷۵۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے وہ آدمی اللہ سے نہیں ڈرتا جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنا دے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، ابو اب صلاۃ الجماعۃ، باب اثم من رفع رأسه قبل الامام. صحیح مسلم کتاب الصلاۃ، باب النهی عن سبق الامام برکوع او سجود أو بنحوها.

شرح حدیث: نماز باجماعت میں نماز کے ہر رکن میں امام کی اتباع لازم بھی ہے اور کمال صلاۃ میں سے بھی ہے اس لیے لازمی ہے کہ رکوع اور سجود میں مقتدی امام سے پہلے سر نہ اٹھائے۔ اس حدیث مبارک میں اس پر سخت وعید بیان ہوئی ہے جس میں خلاف عقل اور خلاف امکان کوئی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ کی قدرت سے کوئی بھی بات بعید نہیں ہے۔ آدمی کو جو استبعاد محسوس ہوتا ہے وہ صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کی حس سے ماورا ہے جبکہ علامہ ابن ہیثمی رحمہ اللہ نے اپنی معجم میں بعض واقعات تحریر کئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ ایسا ہونا مستبعد نہیں ہے۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر چہ رکوع اور سجود میں امام سے پہلے سر اٹھانا گناہ ہے اور اس پر حدیث مبارک میں وعید ہے مگر اگر کوئی ایسا کرے تو نماز ہو جائے گی جبکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی نماز نہیں ہوگی۔

(فتح الباری ۵۴۳/۱. ارشاد الساری ۳۳۷/۲. شرح صحیح مسلم ۱۲۷/۴. روضۃ المتقین ۲۴۸/۴)

البَابُ (۳۳۸)

بَابُ کَرَاهَةِ وَضعِ الْیَدِ عَلیٰ الْخَاصِرَةِ فِی الصَّلوٰةِ
نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت

۱۷۵۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْخَصْرِ فِی الصَّلوٰةِ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

(۱۷۵۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، ابواب العمل فی الصلاۃ، باب الخصر فی الصلاۃ۔ صحیح مسلم کتاب المساجد، باب کراهة الاختصار فی الصلاۃ۔

کلمات حدیث: خصر: کمر، کوکھ۔ خاصرہ۔ پہلو، کوکھ، اختصار پہلو پر ہاتھ رکھنا۔ متخصر اور مختصر۔ ہم معنی ہیں یعنی وہ شخص جس نے پہلو پر ہاتھ رکھا ہوا ہو۔ ابن سیرین وہ جس نے دونوں ہاتھ دونوں پہلوؤں پر رکھے ہوئے ہوں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے نماز کے دوران ہاتھ کوکھ پر رکھنے سے منع فرمایا۔ زیاد بن صبیح سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر میں نماز پڑھ رہا تھا میں نے اپنا ہاتھ اپنی کوکھ پر رکھ لیا آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اس طرح نہ کرو جب میں نماز سے فارغ ہوا تو میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں۔ اس نے بتایا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(فتح الباری ۱/۷۴۵۔ شرح صحیح مسلم ۵/۳۱۔ روضة المتقین ۴/۲۵۰)

البَابُ (۳۳۹)

بَابُ كَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَنَفْسُه تَتُوقُ اِلَيْهِ اَوْمَعَ مُدَافَعَةِ الْاَخْبَثَيْنِ وَهُمَا الْبَوْلُ وَالْغَائِطُ

کھانے کے اشتیاق اور اس کی موجودگی میں اور پیشاب اور قضائے حاجت کی شدید حاجت کے وقت نماز کی کراہت

۱۷۵۳ . عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَاصَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ، وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷۵۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں اور اس وقت نماز نہیں جب آدمی کو بول و براز کی شدید حاجت ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب کراهة الصلاة بحضرة الطعام .

کلمات حدیث: يدافعه الأخبثان : اسے دو خبیث مجبور کر رہے ہوں یعنی اسے پیشاب کی شدید حاجت یا رفع حاجت کا تقاضا ہو تو اس وقت نماز نہ پڑھے۔ أخبثان : بول و براز یعنی پیشاب اور پاخانہ۔

کھانا چھوڑ کر نماز پڑھنے کا حکم

شرح حدیث: کھانے کی خواہش ہونے اور کھانا سامنے آجانے کے بعد بہتر یہ ہے کہ آدمی پہلے کھانا کھائے اور پھر نماز پڑھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب رات کا کھانا سامنے آجائے اور عشاء کی نماز کھڑی ہو جائے تو کھانا پہلے کھاؤ، اور جلدی نہ کرو جب تک فارغ نہ ہو جاؤ۔ اس حدیث سے یہ حقیقت بھی آشکارا ہو رہی ہے کہ دو چار لقمے کھا کر اور بھوک کی شدت دبا کر نماز کی طرف نہ دوڑے بلکہ جس قدر کھانا کھانا ہے اچھی طرح کھا کر پھر نماز کی جانب متوجہ ہو۔

اسی طرح اگر کسی کو بول و براز کا دباؤ ہو تو پہلے اس ضرورت کو پورا کرے ہلکا ہو جائے پھر نماز پڑھے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کے لیے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اس حال میں نماز پڑھے کہ وہ بول و براز کو روکے ہوئے ہو۔ یہاں تک کہ وہ اس دباؤ سے ہلکا ہو جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کھانے کی رغبت ہوتے ہوئے اور کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ اس طرح اس کا قلب کھانے کی جانب متوجہ رہے اور اسے خشوع و خضوع حاصل نہ ہوگا۔ اسی طرح بول و براز کے دباؤ کی حالت میں نماز پڑھنا یا کسی ایسی ہی بات کی موجودگی میں نماز پڑھنا کہ دھیان اس طرف لگا رہے اور قلب سے خشوع و خضوع اور توجہ الی اللہ جاتی رہے، مکروہ ہے۔

(شرح صحیح مسلم ۵/ ۴۰ . روضة المتقین ۴/ ۲۵۱ . دلیل الفالحین ۴/ ۵۱۶)

البَابُ (۳٤۰)

بَابُ النَّهْیِ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَی السَّمَآءِ فِی الصَّلوٰۃِ
حالتِ نماز میں آسمان کی جانب نظر کرنے کی ممانعت

۱۷۵۴. عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : "مَابَالُ اَقْوَامٍ یَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَھُمْ اِلَی السَّمَآءِ فِیْ صَلوٰتِھِمْ!" فَاشْتَدَّ قَوْلُہٗ فِیْ ذٰلِکَ حَتّٰی قَالَ: "لَیَنْتَھُنَّ عَنْ ذٰلِکَ، اَوْلَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُھُمْ! رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۷۵۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوا کہ نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی جانب لے جاتے ہیں۔ اس امر کی بابت آپ ﷺ کا لہجہ شدید ہوگیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ یا تو اس بات سے باز آجائیں ورنہ ان کی آنکھیں اچک لی جائینگی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصرالی السمأ فی الصلاۃ .

کلمات حدیث: لینتھین عن ذلك : ضرور اور بالتاکید اس بات سے باز آجائیں۔ انتھی انتھا : (باب افتعال) باز آجانا۔ رک جانا۔ لتُخطفن ابصا رھم : ان کی نگاہیں ضرور اور یقیناً اچک لی جائینگی۔

شرح حدیث: قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر کرنا قبلہ سے رخ پھیرنا اور نماز کی ہیئت سے خارج ہوتا ہے۔ ایک حدیث مبارک میں دعاء کے وقت بھی آسمان کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے، امام طبری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ نماز سے باہر بھی دعاء کے وقت آسمان کی طرف دیکھنا مکروہ ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آسمان کی طرف نظر قبلہ سے رخ پھیر لینا اور نماز کی ہیئت سے نکلنا ہے اور اس پر وعید ہے کہ اس کی نگاہ واپس نہیں آئے گی اور اس وعید میں دعا اور غیر دعا کا فرق نہیں ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ اپنی رحمت اور اپنے فضل سے اپنے بندے کی طرف التفات فرماتے ہیں جبکہ وہ نماز میں کسی اور طرف متوجہ نہ ہو جب وہ کسی اور طرف متوجہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے اپنی توجہ ہٹالینگے۔

(فتح الباری ۱/ ۵٦٤. ارشاد الساری ۲/ ۳۹۵. روضۃ المتقین ٤/ ۲۵۱. دلیل الفالحین ٤/ ۵۱۷)

البَابُ (۳۴۱)

بَابُ كَرَاهَةِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلوٰةِ لِغَيْرِ عُذْرٍ
بغیر کسی وجہ کے نماز میں کسی اور جانب ملتفت ہونے کی کراہت

نماز میں دائیں بائیں دیکھنا منع ہے

۱۷۵۵. عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلوٰةِ فَقَالَ: "هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلوٰةِ الْعَبْدِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۷۵۵) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شیطان کی جھپٹ ہے اس کے ذریعے وہ بندے کی نماز کا کچھ حصہ اچک لیتا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الالتفات فی الصلوۃ.

کلمات حدیث: اختلاس (باب افتعال) کسی کو غافل پا کر اس کی کوئی چیز اچک لینا۔ خلس خلساً (باب ضرب) اچکنا۔ اچک لینا۔ خُلسة: جھپٹ جھپٹی ہوئی شئے۔ مختلس وہ ہے جو مالک کو غافل پا کر چپکے سے اس کی کوئی چیز چھین کر بھاگ جائے اگر چہ چھیننے کے بعد مالک دیکھ لے کہ کون جا رہا ہے۔ ناھب۔ وہ ہے جو زبردستی اور قوت اور غلبہ کے ساتھ کسی کی کوئی چیز لے لے۔ اور سارق۔ وہ ہے جو چھپا کر چوری کرے۔

شرح حدیث: نماز مؤمن کی معراج ہے یہ "عماد الدین" ہے اور یہ بندے کی اللہ کے حضور میں حاضری ہے اس لیے ضروری ہے کہ از اول تا آخر نماز ہی کی طرف التفات رہے اور تمام نماز میں خشوع خضوع کی اور حضور کی کیفیت برقرار رہے۔ نماز میں ادھر ادھر متوجہ ہونا خشوع وخضوع کی کیفیت کا منقطع ہو جاتا اور عدم حضور پیدا ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نماز میں نقص ہے اور شیطان ہی چاہتا ہے کہ کسی طرح نماز میں نقص اور کمی پیدا کر دے اس لیے اگر اس کا کوئی بس نہیں چلتا تو وہ نمازی کی نماز سے توجہ ہٹا کر اور اسے غافل بنا کر خشوع و خضوع کی ان کیفیات کو اچک لیتا ہے اور نمازی کو ان کے اجر وثواب سے محروم کرا دیتا ہے۔

(فتح الباری ۱/ ٥٦٤. ارشاد الساری ۲/ ۳۹٥. روضة المتقين ٤/ ۲٥۳. دليل الفالحين ٤/ ٥١٨)

نماز کی حالت میں دوسری طرف دیکھنا ہلاکت ہے

۱۷۵۶. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِيَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلوٰةِ، فَاِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلوٰةِ هَلَكَةٌ، فَاِنْ كَانَ لَابُدَّ فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الْفَرِيْضَةِ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

(١٧٥٦) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو نماز میں ادھر ادھر متوجہ نہ ہوا کرو کیونکہ نماز سے کسی اور طرف ملتفت ہونا ہلاکت ہے اگر اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو نفل میں اجازت ہے فرض میں نہیں۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

شرح حدیث: شیطان آدمی کو نماز سے غافل کرنا چاہتا ہے اور جب آدمی نماز میں کسی اور طرف متوجہ ہوتا ہے تو گویا وہ شیطان کا کہنا مان لیتا ہے اور شیطان کا کہنا ماننا ہلاکت ہے۔ اگر آدمی کو نماز میں کسی اور طرف متوجہ ہوئے بغیر چارہ نہ ہو تو نفل نماز میں کر سکتا ہے فرض نماز میں نہ کرے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد مبارک اس امر کی اجازت نہیں ہے کہ نفل نماز میں ادھر ادھر دیکھ سکتے ہیں اور نماز کے علاوہ کسی اور بات کی طرف ملتفت ہو سکتے ہیں بلکہ یہ فرض نماز میں نماز کے علاوہ کسی اور طرف متوجہ ہونے کی ممانعت کی مزید تاکید ہے۔ کہ فرض نماز کی اہمیت بھی زیادہ ہے اور اس کا اجر وثواب بھی زیادہ ہے۔

(تحفة الاحوذی ٣/ ٢٣٥. روضة المتقين ٤/ ٢٥٣)

الباب (۳٤۲)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَى الْقُبُوْرِ
قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت

۱۷۵۷. عَنْ اَبِیْ مَرْثَدٍ كَنَّازِبْنِ الْحُصَيْنِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :"لَاتُصَلُّوْا اِلَى الْقُبُوْرِ، وَلَاتَجْلِسُوْا عَلَيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷۵۷) حضرت ابو مرثد کناز بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الجنائز . باب النهی عن الجلوس علی القبر و الصلاة علیه .

قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم

شرح حدیث: قصداً قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا حرام ہے اور اگر قصد وارادہ نہ ہو تب بھی مکروہ ہے۔ جبکہ قبر اور نماز پڑھنے والے کے درمیان کوئی شئے حائل نہ ہو۔ اگر نمازی اور قبر کے درمیان کوئی دیوار وغیرہ ہو اور نمازی کا ارادہ قبر کی طرف رخ کرنے کا نہ ہو تو بلا کراہت نماز درست ہے۔ انسان مرنے کے بعد بھی محترم ہے اس لیے قبر پر بیٹھنا یا کوئی اور ایسی بات کرنا جس سے قبر کی توہین ہو جائز نہیں ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ قبر کو پختہ بنانا مکروہ ہے اور اس پر بیٹھنا ٹیک لگانا اور اس کو تکیہ بنانا حرام ہے۔ (نزهة المتقين ۲/۵۰۵ . روضة المتقين ٤/۲٥٤ . شرح صحيح مسلم ۷/۳۳ . تحفة الاحوذی ٤/۱٤۳)

البَابُ (۳۴۳)

بَابُ تَحْرِيمِ الْمُرُوْرِ بَيْنَ يَدَي الْمُصَلِّيْ
نمازی کے سامنے سے گزرنے کی حرمت

نمازی کے سامنے سے گذرنا بڑا گناہ ہے

۱۷۵۸ . عَنْ اَبِي الْجُهَيْمِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَوْيَعْلَمُ الْمَارُّبَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَهٗ مِنْ اَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ" .

قَالَ الرَّاوِيْ : لَاَاَدْرِيْ قَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا، اَوْ اَرْبَعِيْنَ شَهْرًا، اَوْاَرْبَعِيْنَ سَنَةً، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۵۸) حضرت ابوجہیم عبداللہ بن حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا آدمی یہ جان لے کہ اس کا کس قدر گناہ ہے تو وہ چالیس (دن) کھڑا رہنا بہتر سمجھے اس بات سے کہ وہ نمازی کے سامنے سے گزرے۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب اثم المار بین یدی المصلی . صحیح مسلم، کتاب الصلاة،باب منع المار بین یدی المصلی .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن حارث بن الصمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھانجے ہیں ان سے دو احادیث مروی ہیں اور دونوں متفق علیہ ہیں۔ (دلیل الفالحین ٤/ ٥٢٣)

شرح حدیث: نمازی کے سامنے سے گزرنے کا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر گزرنے والے کو علم ہو جائے تو چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال کھڑا رہے مگر سامنے سے نہ گزرے۔ غرض نمازی کے سامنے سے گزرنا حرام ہے اگر مسجد ہو تو نمازی کے اور اس کے سجدے کے درمیان کی جگہ سے گزرنا حرام ہے اور اگر مسجد نہ ہو اور نمازی سترہ نصب کر کے نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے اور سترہ کے درمیان سے گزرنا حرام ہے۔ (فتح الباری ١/ ٤٦٤)

الباب (۳۴٤)

بَابُ كَرَاهَةِ شُرُوْعِ الْمَامُوْمِ فِيْ نَافِلَةٍ بَعْدَ شُرُوْعِ الْمُؤَذِّنِ فِيْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ سَوَآءٌ كَانَتِ النَّافِلَةُ سُنَّةً تِلْكَ الصَّلٰوةِ اَوْ غَيْرِهَا

مؤذن کے اقامت کے آغاز کے بعد مقتدی کے لیے نفل پڑھنا مکروہ ہے خواہ نفل اس نماز کی سنت ہو یا اور کوئی ہو

۱۷۵۹. عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷۵۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کی اقامت ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی اور نماز نہیں ۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم. كتاب المسافرين. باب كراهة الشروع فى نافلة بعد شروع المؤذن .

جماعت کھڑی ہونے کے بعد سنن ونوافل کے مسائل

شرح حدیث: فقہا کے نزدیک جب فرض نماز کی اقامت ہو جائے تو اس کے بعد نفلی نماز پڑھنا مکروہ ہے ۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر صبح کی نماز سے پہلے کی دو سنتیں نہ پڑھی ہوں اور اقامت ہو جائے تو یہ دو رکعتیں مسجد میں پڑھ لے بشرطیکہ صبح کی نماز کی دوسری رکعت فوت نہ ہو ۔ امام ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس شرط کے ساتھ فجر سے پہلے کی دو سنتیں پڑھ لے کہ فجر کی نماز کی پہلی رکعت کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہے ۔ (تحفة الاحوذى ٢/٤٩٧. شرح صحيح مسلم ٦/١٨٨. روضة المتقين ٤/٢٥٧)

البَابُ (۳٤٥)

بَابُ كَرَاهَةِ تَخْصِيصِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ اَوْلَيْلَتَه بِصَلوٰةٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي

جمعہ کے دن کو روزے کے لیے اور جمعہ کی رات کو نماز کے لیے خاص کرنے کی کراہت

۱۷٦۰. عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَاتَخُصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي، وَلَاتَخُصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ فِي صَوْمٍ يَصُوْمُهُ اَحَدُكُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷٦۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمام راتوں میں جمعہ کی رات کو نفل نماز کے لیے اور تمام دنوں میں جمعہ کے دن کو روزے کے لیے مخصوص نہ کرو۔ سوائے اس کے کہ جمعہ ان ایام میں آ جائے جن میں تم سے کوئی روزہ رکھتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب كراهة صيام يوم الجمعة منفرداً.

شرح حدیث: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے بندگی کا تقاضہ ہے کہ آدمی ہر روز عبادت کرے اور ہر شب عبادت کرے، کہ عبادت تو ہر روز اور ہر شب اور ہر گھڑی مطلوب ہے۔ اس لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ آدمی کسی خاص دن کو یا کسی خاص رات کو عبادت کے لیے مخصوص کرے کہ صرف جمعہ کو روزہ اور صرف جمعہ کی رات تہجد پڑھے۔ الا یہ کہ جمعہ ان دنوں میں آ جائے جن میں روزہ رکھنا کسی کا معمول ہو مثلاً اگر کوئی شخص ایام بیض کے روزے رکھتا ہو یا شوال کے چھ روزے رکھتا ہو تو ان دنوں میں جو جمعہ آئے گا اس دن بھی روزہ رکھے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظاہر حدیث کی دلالت یہ ہے کہ روزہ کے لیے جمعہ کے دن کو خاص کرنا مکروہ ہے الا یہ کہ جمعہ ان دنوں کے درمیان آ جائے جن میں روزہ رکھتا ہو یا جس دن کی روزہ کی نیت کی ہو اس دن جمعہ آ جائے جیسے کسی نے نذر مانی ہو کہ بیماری سے صحت یابی کے بعد یا فلاں کام ہو جانے کے بعد روزہ رکھوں گا اور صحت یابی کے بعد یا کام ہو جانے کے بعد جمعہ کا دن آیا تو اس صورت میں بلا کراہت روزہ رکھ سکتا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن مخصوص کر کے روزہ رکھنے کی کراہت کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے روز کے لیے عبادات مقرر فرمائی ہیں، مثلاً دعاء اور ذکر میں مشغول ہونا رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا غسل کرنا نماز جمعہ کے لیے جلدی جانا اور خطبہ سننا وغیرہ، اس لیے بہتر یہ ہے کہ ان عبادات کو زیادہ اہتمام اور نشاط کے ساتھ انجام دے اور یہ ایسا ہے جیسے عرفہ کے دن روزہ نہ رکھنا مسنون ہے۔ (شرح صحيح مسلم ١٦/٨. روضة المتقين ٢٥٩/٤. دليل الفالحين ٥٢٤/٤)

البتہ امام مالک و امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تنہا جمعہ کا روزہ رکھنا بھی جائز ہے۔ (عمدة القاري ١٠٤/١١)

صرف جمعہ کے دن کو روزے کیلئے خاص نہ کرے

۱۷۶۱ ۔ وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "لَايَصُوْمَنَّ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّايَوْمًا قَبْلَهُ اَوْبَعْدَهُ" . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۶۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی ہرگز جمعہ کے دن کا روزہ اس دن کو خاص کر کے نہ رکھے بلکہ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ ملا کر رکھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الجمعة . صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب کراهة صیام الجمعة منفرداً .

کلمات حدیث: الا یوما قبله أو بعده : جمعہ کے دن کو خاص کر کے روزہ نہ رکھے لیکن اگر ایک دن پہلے کا یا بعد کا ملائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یعنی جمعرات اور جمعہ کا دو دن کا روزہ رکھ لے یا جمعہ اور ہفتہ کے دن کا روزہ رکھ لے۔

شرح حدیث: مقصود حدیث روزہ کے لیے جمعہ کے دن کی تخصیص کی ممانعت ہے، الا یہ کہ جمعہ ان دنوں میں آ جائے جن میں کوئی شخص روزہ رکھا کرتا ہو جیسے ایام بیض، یا کسی کام سے فارغ ہو کر روزہ رکھنے کی نذر کی ہے اور اس کام کے ہو جانے کے بعد جمعہ کا دن آ جائے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر جمعہ سے پہلے کے دن یا جمعہ کے بعد کے دن کا بھی روزہ رکھ لے تا کہ جمعہ کی تخصیص نہ ہو۔

(شرح صحیح مسلم ۱٦/۸ ـ تحفة الاحوذی ۳/ ۸۰۹ ـ روضة المتقین ٤/ ۲٦۰ ـ دلیل الفالحین ٤/ ٥۲٥)

جمعہ کے دن کے روزہ کا حکم

۱۷۶۲ ۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ : سَاَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ : نَعَمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۶۲) محمد بن عبادہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جمعہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الجمعة . صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب کراهة صوم یوم الجمعة منفرداً .

شرح حدیث: جمعہ کے دن کو خاص کر کے صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس ممانعت کا علماء کرام نے متعدد حکمتیں بیان فرمائی ہیں، جن میں سب سے عمدہ حکمت یہ ہے کہ جمعہ کا دن عید کا دن ہے اور عید کے دن روزہ نہیں رکھا جاتا۔ چنانچہ مسند احمد

بن حنبل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کا دن عید کا دن ہے اس لیے تم عید کے دن روزہ نہ رکھو سوائے کے جمعہ سے پہلے دن کا یا جمعہ کے بعد کے دن کا روزہ ساتھ ملالو۔ اسی طرح ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی مصنف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص کسی مہینہ چند دن کے روزے رکھے تو وہ جمعرات کے دن رکھ لے اور جمعہ کے دن نہ رکھے کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے اور اللہ کو یاد کرنے کا دن ہے۔ اگر جمعرات کا روزہ رکھے گا تو اسے دو مبارک دن مل جائینگے ایک روزہ کا دن اور ایک عبادت کا دن۔

(مسند الامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۱۰۸۹۲/۳. فتح الباری ۱۰۶۱/۱. شرح صحیح مسلم ۱۵/۸)

***

اگر کسی نے جمعہ کے دن روزہ رکھ لیا

۱۷۶۳. وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ قَالَ: "اَصُمْتِ اَمْسِ؟" قَالَتْ : لَا قَالَ : "تُرِيْدِيْنَ اَنْ تَصُوْمِيْ غَدًا؟" قَالَتْ : لَا قَالَ : "فَافْطِرِيْ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۷۶۳) ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے جمعہ کا دن تھا اور میرا روزہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کل بھی روزہ رکھا تھا میں نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آیندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے میں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ افطار کرلو۔ (بخاری)

أمس : کل گزشتہ۔ غداً : کل آئندہ۔

شرح حدیث: علامہ تورپشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن کو خاص کر کے روزہ رکھنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے فضائل بیان فرمادیے ہیں اور جمعہ کی عبادات بھی بیان فرمادی ہیں۔ اس لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ جمعہ کے دن کو منفرداً روزہ کے لیے خاص کرلیا جائے جیسا کہ یہود نے تعظیم کے لیے یوم السبت کو اور نصاریٰ نے یوم الاحد کو خاص کرلیا۔ (فتح الباری ۱۰۶۱/۱. روضۃ المتقین ۲۶۱/٤)

البَابُ (٣٤٦)

بَابُ تَحْرِيْمِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ وَهُوَ اَنْ يَصُوْمَ يَوْمَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ وَلَا يَاكُلُ وَلَا يَشْرَبُ بَيْنَهُمَا

صوم وصال کی حرمت یعنی بغیر کھائے پیئے دو دن یا زیادہ مسلسل روزے رکھنا

بغیر افطار کے مسلسل روزہ رکھنا ممنوع ہے

۱۷۶۴. عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْوِصَالِ.

(۱۷۶۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخارى، كتاب الصوم، باب الوصال . صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهى عن الوصال فى الصوم .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا یعنی یہ کہ کوئی شخص دو یا اس سے زیادہ دن کے روزے رات کھائے پیئے بغیر رکھے۔ فتح الباری میں فرمایا ہے کہ طبرانی وغیرہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ بشیر بن الخصاصیہ کی اہلیہ نے بیان کیا کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ دو دن کا صوم وصال رکھیں، بشیر نے انہیں منع کیا اور کہا کہ نبی کریم ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا ہے۔ نیز انہوں نے کہا کہ یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے تم اس طرح روزہ رکھو جس طرح اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ثم أتموا الصيام الى الليل. (رات تک روزہ پورا کرو) ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ ابوالعالیہ تابعی سے کسی نے صوم وصال کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کا حکم ہے کہ رات تک پورا کرو۔

(فتح البارى ١/١٠٦١ . روضة المتقين ٤/٢٦١ . دليل الفالحين ٤/٥٢٧)

صوم وصال رسول اللہ ﷺ کیلئے جائز تھا

۱۷۶۵. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ، قَالُوْا: اِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: "اِنِّيْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ اِنِّيْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

(۱۷۶۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال سے

منع فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ بھی وصال فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے مثل نہیں ہوں مجھے تو کھلایا بھی جاتا اور پلایا بھی جاتا ہے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ حدیث صحیح بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الوصال. صحیح مسلم کتاب الصوم، باب النهی عن الوصال فی الصوم.

کلمات حدیث: انك تواصل: آپ ﷺ بھی تو وصال فرماتے ہیں پھر ہمیں منع کرنے کی کیا حکمت ہے؟ لست مثلکم: میں تمہار ے جیسا نہیں ہوں یعنی مکلف ہونے کے اعتبار سے اور ان خصائص کے اعتبار سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائے ہیں تمہارے جیسا نہیں ہوں۔ انی اطعم و أسقی: مجھے کھلایا بھی جاتا ہے اور پلایا بھی جاتا ہے، یعنی وہ قوت جو کسی کو کھانے پینے سے حاصل ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ مجھے بغیر کھائے پیئے عطا فرما دیتا ہے۔

شرح حدیث: الزین بن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو اللہ سبحانہ کی آیات اور آخرت کی جانب توجہ میں ایسا استغراق ہوتا تھا کہ اس عالم میں بھوک و پیاس کا احساس نہ ستاتا تھا۔ جیسے اگر کوئی کھا پی کر سو جائے تو جب تک وہ سوتا رہے گا اسے بھوک اور پیاس کی تکلیف محسوس نہیں ہوگی۔ (فتح الباری ۱/۱۰۶۱. روضة المتقین ۴/۲۶۲)

الباب (۳٤۷)

بَابُ تَحْرِيمِ الْجُلُوْسِ عَلىٰ قَبْرٍ
قبر پر بیٹھنے کی حرمت

۱۷٦٦. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاَنْ يَجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلىٰ جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَه' فَتَخْلُصَ اِلىٰ جِلْدِهٖ خَيْرٌ لَّه' مِنْ اَنْ يَجْلِسَ عَلىٰ قَبْرٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۷٦٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے کہ تم میں سے کوئی انگاروں پر بیٹھ جائے جس سے اس کے کپڑے جل جائیں اور جلنے کا اثر اس کی کھال تک پہنچ جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر و الصلاة الیه .

شرح حدیث: قبر پر بیٹھنا حرام اور گناہ ہے۔ اس لیے قبر پر بیٹھنے اور چلنے اور ٹیک لگانے اور اس جیسے دیگر امور جن سے مردے کی توہین ہوتی ہو احتراز کرنا چاہیے۔ (شرح صحیح مسلم ۷/۳۲)

البَابُ (۳٤۸)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَجْصِيْصِ الْقَبْرِ وَ الْبَنَآءِ عَلَيْهِ
قبروں کو پکا کرنے اوران پر تعمیر کرنے کی ممانعت

۱۷٦۷. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَاَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ، وَاَنْ يُبْنٰى عَلَيْهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷٦۷) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے ان پر بیٹھنے اوران پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب النهى عن تجصيص القبر و البنا عليه .

کلمات حدیث: ان يجصص القبر. الجص والجص : چونا، گچ۔ جصص البناء : مضبوط پکی عمارت بنانا۔ گچ کرنا۔ الجصاص : گچ کرنے والا۔ گچ بنانے والا، گچ بیچنے والا۔

شرح حدیث: قبر کو پختہ بنانا اس پر قبہ بنانا یا عمارت بنانا اور قبر پر بیٹھنا ممنوع ہے۔سندی فرماتے ہیں کہ قبر پر گندگی کرنا اس کے پاس بیٹھ کر ماتم کرنا یا میت کی تعظیم وتکریم کرنا یا بطور اہانت بیٹھنا منع ہے۔

(شرح صحيح مسلم ۷/ ۳۱. روضة المتقين ٤/ ۲٦٥. نزهة المتقين ۲/ ۵۱۰)

الباب (۳۴۹)

بَابُ تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ اِبَاقِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهٖ
غلام کے اپنے آقا سے بھاگنے کی شدید حرمت

غلام کیلئے آقا سے بھاگنا حرام ہے

۱۷۶۸ . عَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " اَيُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷۶۸) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو غلام بھاگ جائے وہ ذمہ سے نکل گیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تسمیه العبد آلابق کافراً .

کلمات حدیث: عبد : غلام جمع عبید . أبق اباقاً (باب سمع) بھاگنا۔ آبق : بھگوڑا۔

شرح حدیث: غلام کے مالک سے بھاگنے سے اس کا ذمہ ختم ہو جاتا ہے یعنی اس کی حرمت ختم ہو جاتی ہے یا یہ کہ ضمان وامان ختم ہو جاتا ہے۔ اور امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایمان کا ذمہ اور اس کا عہد ختم ہو جاتا ہے۔ بہر حال غلام کا بھاگ جانا گناہ اور حرام ہے۔

(شرح صحیح مسلم ۲/ ۵۰ . روضة المتقین ۴/ ۲۶۶)

بھگوڑے غلام کی نماز قبول نہیں ہوتی

۱۷۶۹ . وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةٌ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .
وَفِيْ رِوَايَةٍ : "فَقَدْ كَفَرَ".

(۱۷۶۹) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غلام اگر بھاگ جائے تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کافر ہو گیا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تسمیه العبد آلابق کافراً .

شرح حدیث: بھاگے ہوئے غلام کی نماز قبول نہ ہوگی اور وہ کافر ہو گیا کہ اس کا بھاگنا وعدہ کا توڑنا اور احسان کا انکار کرنا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی معاہدہ کے ذریعہ کوئی ذمہ داری قبول کر لے تو اسے اس کو پورا کرنا چاہیے۔

(نزهة المتقین ۲/ ۵۱۰ . روضة المتقین ۴/ ۲۶۶)

☆☆☆☆

الباب (۳۵۰)

بَابُ تَحْرِيمِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُودِ
حدود میں سفارش کی حرمت

زنا کرنے والے مرد وعورت کی سزاء

۳۴۷. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللّٰهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''زانی مرد اور زانیہ عورت ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں اللہ کی اس حد کے نافذ کرنے میں ان کے متعلق نرمی نہیں آنی چاہیے۔ اگر تم اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔'' (النور: ۲)

تفسیری نکات: قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ میں چار بڑے جرائم کی سزا مقرر کر دی گئی ہے یہ جرائم حدود کہلاتے ہیں اور ان کے علاوہ دیگر تمام جرائم تعزیرات ہیں۔ چار جرائم حدود یہ ہیں۔ چوری، پاکدامن عورت کو تہمت لگانا، شراب پینا اور زنا کرنا۔ قرآن کریم میں زانی غیر محصن کی سزا سو کوڑے بیان ہوئی ہے اور سنت نبوی ﷺ میں زانی محصن کی سزا رجم (سنگسار کرنا) بیان ہوئی ہے۔ ان آیات میں ارشاد ہوا کہ زانی مرد اور زانی عورت دونوں کا حکم یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہیے کہ رحم کھا کر چھوڑ دو یا سزا میں نرمی کر دو۔ اگر تم اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ (معارف القرآن)

حد جاری کرنے سے روکنے کی سفارش پر اظہار برہمی

۱۷۷۰. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا : مَنْ يُكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوْا : وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ ابْنُ زَيْدٍ، حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى؟'' ''ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ : ''اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ : ''فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' فَقَالَ : ''اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ!''

فَقَالَ أُسَامَةُ : اسْتَغْفِرْلِی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ . قَالَ ثُمَّ أَمَرَ بِتِلْکَ الْمَرْأَةِ فَقُطِعَتْ یَدُهَا .

(۱۷۷۰) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتی ہیں کہ قریش کو اس مخزومی عورت کا معاملہ اہم محسوس ہوا جس نے چوری کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے گا دوسروں نے کہا کہ اس بات کی رسول اللہ ﷺ کے محبوب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی بھی جرأت نہیں کرسکتا۔ غرض حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے بارے میں سفارش کررہے ہو۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے خطاب فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے کہ ان میں سے اگر کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کردیتے اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہوگیا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش کرتے ہو؟ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے لیے استغفار فرمائیے اس کے بعد آپ ﷺ نے اس عورت کے بارے میں حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، اواخر کتاب الانبیاء، باب کراهة الشفاعة فی الحد . صحیح مسلم، کتاب الحدود. باب قطع السارق و الشریف .

کلمات حدیث: أهمهم شان المرأة المخزومیة : انہیں مخزومی عورت کے معاملے نے فکرمند بنادیا۔ انہوں نے مخزومی عورت کے واقعہ کو بہت اہم سمجھا۔ هم هماً (باب نصر) رنجیدہ کرنا۔ اهم الشیخ : بہت بوڑھا ہونا۔ هم : غم، جمع هموم . مخزومیة : بنو مخزوم کی طرف نسبت جو قریش کی ایک شاخ تھا۔

شرح حدیث: اسلام عدل وانصاف پر زور دیتا اور اس کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے۔ اسلام کا نظام عدل ایک ہمہ گیر اور وسیع نظام ہے جو عدل اجتماعیت کی اساس پر قائم ہے اور معاشرتی اور سماجی عدل اور معاشی اور اقتصادی عدل اور قانون اور عدالتی عدل کے جملہ پہلوؤں کو مشتمل ہے۔ اسلام نے تمام انسانوں کے درمیان مساوات کا درس دیا ہے اور کہا کہ سوائے تقویٰ کے کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہیں ہے اور سب انسان اس طرح برابر ہیں جیسے کنگھی کے دانے برابر ہوتے ہیں، جو کوئی عمل خیر اور کوئی اچھائی کرے گا اسے اس کا صلہ ملے گا اور جو کوئی برا کام کرے یا کسی کے ساتھ برائی کرے گا اسے اس کی سزا ملے گی۔ اس لیے سزا کے معاملے میں بڑے چھوٹے امیر و غریب اور طاقتور اور کمزور کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ عدل اتنا بے داغ، یہ انصاف اس قدر بے لاگ اور یہ قانون اس قدر مضبوط اور جاندار ہے کہ اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا اور اللہ کی حدود کے نفاذ اور اس کے احکام کے اجرا میں رسول اللہ ﷺ کے محبوب کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی۔ یہ حدیث اس سے پہلے کتاب الامورات میں گزر چکی ہے۔

(روضة المتقین ۴/ ۲۶۹. نزهة المتقین ۲/ ۵۱۱. دلیل الفالحین ۴/ ۵۳۱)

الباب (۳۵۱)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّغَوُّطِ فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ وَظِلِّهِمْ وَمَوَارِدِ الْمَآءِ وَنَحْوِهَا

لوگوں کے گزرنے کے راستے اوران کے سائے کے مقامات اور پانی کے گزرگاہوں وغیرہ میں رفع حاجت کی ممانعت

۳۴۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''وہ لوگ جو کہ مؤمن مردوں اور عورتوں کو بغیر قصور کے ایذا پہنچاتے ہیں انہوں نے گناہ اور کھلے بہتان کو اٹھایا۔''

(الاحزاب:۵۸)

تفسیری نکات: رسول اللہ ﷺ نے مسلمان کا وصف یہ بیان فرمایا کہ اس کے ہاتھ اور اس کی زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ یعنی کسی مسلمان کو اس کے قول یا فعل سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو کسی بھی طرح کی ایذا اور تکلیف پہنچانا گناہ ہے اور اس سے اجتناب لازم ہے۔ راستے میں ان سایوں کی جگہوں میں جہاں لوگ سائے کی بنا پر ذرا دیر ٹھہر جائیں یا رک جائیں اور پانی کے ذخیروں اور پانی کی گزرگاہوں کو گندہ اور آلودہ کر دینا مسلمانوں کی ایذا اور تکلیف کا باعث ہے اس لیے ممنوع ہے۔

(معارف القرآن)

دو لعنت والے کام

۱۷۷۱. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ قَالُوْا : وَمَا اللَّاعِنَانِ؟ قَالَ : "اَلَّذِیْ يَتَخَلّٰى فِیْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ ظِلِّهِمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷۷۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو طرح کے اسباب لعنت سے بچو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ وہ دو اسباب لعنت کیا ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کے راستے میں اور ان کے سائے کے مقامات پر رفع حاجت کرنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الطهاره، باب النهی عن التخلی فی الطریق .

کلمات حدیث: یتخلی۔ خلی خلوا و خلاءً (باب نصر) خالی ہونا۔ خلا خلوۃ (باب نصر) تنہائی میں ہونا۔ الخلوۃ : تنہائی کی جگہ۔ جمع خلوات . یتخلی : تنہا ہو گیا۔ کنایہ ہے رفع حاجت سے کہ آدمی رفع حاجت کے لیے تنہائی اختیار کرتا ہے۔ اتقو اللا

عنین : دولعنت کا سبب بننے والے امور سے احتراز کرو۔

شرح حدیث: جمہور فقہاء کے نزدیک یہ کراہت تنزیہی ہے۔ غرض ایسی جگہوں پر جہاں سے لوگ گزرتے ہوں یا اس مقامات سے کسی طرح کا انتفاع کرتے ہوں تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ ان کی نظافت کا خاص اہتمام رکھیں اور گندگی پھیلانے سے گریز کریں۔

(شرح صحيح مسلم۳/۱۳۸. روضة المتقين٤/۲۷۰. دليل الفالحين٤/۵۳۳)

البَابُ (۳۵۲)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ وَنَحْوِهٖ فِي الْمَآءِ الرَّاكِدِ
ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت

۱۷۷۲. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُبَالَ فِي الْمَآءِ الرَّاكِدِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷۷۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الراكد .

کلمات حدیث: الماء الراكد : ٹھہرا ہوا پانی، جیسے حوض وغیرہ کا پانی۔

شرح حدیث: ٹھہرے ہوئے پانی میں یعنی جو جاری نہ ہو پیشاب کرنا منع ہے اور یہ ممانعت حرام ہونے کی ممانعت ہے کیونکہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اگرچہ مستحب یہ ہے کہ ماء جاری میں بھی پیشاب نہ کرے کیونکہ بہتا ہوا پانی ناپاک نہیں ہوتا لیکن یہ حرکت اخلاق حسنہ کے منافی ہے اس لیے اس سے بھی احتراز کرنا چاہیے۔

(شرح صحيح مسلم ۳/ ۱٦٠ . روضة المتقين ٤/ ٢٧٠)

الباب (۳۵۳)

بَابُ كَرَاهَةِ تَفْضِيلِ الْوَالِدِ بَعْضَ اَوْلَادِهِ عَلٰى بَعْضٍ فِى الْهِبَةِ
اپنی اولاد کو ھبہ دینے میں ایک دوسرے پر ترجیح دینے کی کراہت

اولاد میں برابری کا حکم

۱۷۷۳ ۔ عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّىْ نَحَلْتُ ابْنِىْ هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِىْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهٗ مِثْلَ هٰذَا؟" فَقَالَ . لَافَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "فَارْجِعْهُ" وَفِىْ رِوَايَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ :"اَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟" قَالَ : لَاقَالَ : "اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِىْ اَوْلَادِكُمْ" فَرَجَعَ اَبِىْ فَرَدَّتِلْكَ الصَّدَقَةَ. وَفِىْ رِوَايَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَابَشِيْرُ اَلَكَ وَلَدٌ سِوٰى هٰذَا؟" فَقَالَ : نَعَمْ، قَالَ :اَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهٗ مِثْلَ هٰذَا قَالَ : لَا قَالَ : : "فَلَا تُشْهِدْنِىْ اِذًا فَاِنِّىْ لَااَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ .

وَفِىْ رِوَايَةٍ : لَاتُشْهِدْنِىْ عَلٰى جَوْرٍ" وَفِىْ رِوَايَةٍ: "اَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِىْ!" ثُمَّ قَالَ : "اَيَسُرُّكَ اَنْ يَكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِى الْبِرِّ سَوَآءً؟" قَالَ بَلٰى، قَالَ : "فَلَا اِذًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۷۳) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد انہیں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے بیٹے کو اپنا ایک غلام عطیہ دیا ہے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو اسی جیسا عطیہ دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے واپس لے لو۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اپنی تمام اولاد کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔ میرے والد لوٹے اور انہوں نے وہ عطیہ واپس لے لیا۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے بشیر کیا تیرے اس کے سوا اور بھی لڑکے ہیں انہوں نے کہا کہ جی ہاں آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تو نے سب کو اس جیسا حصہ دیا ہے انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر مجھے گواہ نہ بناؤ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنالو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ وہ سب بھی تیرے ساتھ احسان میں برابر ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس طرح نہ کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخارى، كتاب الهبه، باب الهبة للولد . صحيح مسلم، كتاب الهبات باب كراهة تفضيل بعض الاولاد فى الهبة .

کلمات حدیث: انی نحلتُ : میں نے عطیہ دیدیا۔ نحل نحلاً (باب فتح) دینا۔ النحلة : عطیہ۔

شرح حدیث: مقصود حدیث یہ ہے کہ آدمی کو چاہئیے کہ اپنی اولاد کے ساتھ بھی عدل کرے اور ساری اولاد کے ساتھ یکساں سلوک کرے اور اگر کسی کو کوئی عطیہ یا ہدیہ دے تو سب کو اسی جیسا دے۔ باپ اگر اپنی اولاد کے ساتھ مساوی سلوک کرے اور ان کے ساتھ حسن سلوک میں برابری اختیار کرے تو اولاد بھی باپ کے ساتھ حسن سلوک میں ایک جیسے ہوں گے کہ سب باپ کے ساتھ حسن سلوک کریں گے اس کے برعکس اگر باپ کا اولاد کے ساتھ سلوک غیر مساوی اور عدل سے خالی ہوگا تو اولاد کا سلوک بھی باپ کے ساتھ یکساں نہ ہوگا۔

(فتح البارى ٢/ ٧٩. شرح صحيح مسلم ١١/ ٥٥. روضة المتقين ٤/ ٢٧١. دليل الفالحين ٤/ ٥٣٥)

البَابُ (۳۵٤)

بَابُ تَحرِيمِ اِحْدَادِالْمَرْأَةِ عَلٰى مَيِّتٍ فَوقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّاعَلٰى زَوْجِهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشَرَةَ اَيَّامٍ

عورت کسی مرنے والے کا تین دن سے زیادہ سوگ نہیں کرسکتی سوائے اس کے شوہر کے کہ اس کا غم چار ماہ دس دن تک کرسکتی ہے

۱۷۷۴۔ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ اَبُوْهَا اَبُوْسُفْيَانَ ابْنُ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فِيْهِ صُفْرَةُ خَلُوْقٍ اَوْغَيْرِهِ فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً، ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَالِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ : "لَايَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِاَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلَّاعَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" قَالَتْ زَيْنَبُ : ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حِيْنَ تُوُفِّيَ اَخُوْهَا فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ : اَمَاوَاللّٰهِ مَالِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ : "لَايَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِاَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍوَّعَشْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۷۴) حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی جب ان کے والد حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔ انہوں نے ایک خوشبو منگائی جس میں خلوق یا کسی اور خوشبو کی زردی تھی اور اس میں سے کچھ ایک جاریہ کو لگائی اور پھر اپنے رخساروں پر ملی۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ کسی ایسی عورت کو جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین راتوں سے زیادہ افسوس کرے سوائے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن افسوس کرے۔ زینب بیان کرتی ہیں کہ پھر جب زینب بنت جحش کے بھائی کا انتقال ہوا تو میں ان کے پاس گئی انہوں نے خوشبو منگائی اور اس میں سے کچھ لگائی اور پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ کسی عورت کے لیے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں ہے کہ وہ کسی میت کا تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے شوہر کے کہ اس کا سوگ چار ماہ دس دن ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب حد المرأة علی زوجها . صحیح مسلم کتاب الطلاق، باب

وجوب الاحدادفی عدة الوفاة.

کلمات حدیث: خلوق : مخلوط مائع خوشبو جس کا رنگ پیلا ہوتا ہے۔ ان تحد علی میت : کسی پر افسوس کرے۔ احداد اور حداد : حد سے مشتق ہے جس کے معنی رکھنے کے ہیں۔ یعنی عورت زینت سے اور خوشبو کے استعمال سے رک جاتی ہے۔ اور شریعت میں احداد کے معنی خوشبو نہ لگانے اور زینت نہ کرنے کے ہیں۔

شرح حدیث: عورت کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مرنے والے کا تین دن سے زائد سوگ کرے اور اس سوگ میں زیب وزینت ترک کرے اور خوشبو نہ لگائے۔ البتہ عورت اپنے مرنے والے شوہر کا افسوس چار ماہ دس دن کرے کہ بچہ میں جان ایک سو بیس دن میں پڑتی ہے اس لیے اس کے سوگ کے چار ماہ دس دن رکھے گئے اور اس میں کسر کو شمار نہیں کیا گیا تا کہ معلوم و متیقن ہو جائے کہ اس عورت کے پیٹ میں مرنے والے شوہر کا بچہ ہے یا نہیں اور اس مدت کے دوران کوئی اسے پیغام نہ دے۔

(فتح الباری ۱/۷٦۸. شرح صحیح مسلم ۱۰/۹٤. روضة المتقین ٤/۲۷۳. دلیل الفالحین ٤/۵۳۷)

البَاب (۳۵۵)

بَابُ تَحْرِيمِ بَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِيْ وَتَلَقِّي الرُّكْبَانِ وَالْبَيْعِ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَالْخِطْبَةِ عَلٰى خِطْبَتِهِ اِلَّا اَنْ يَّأْذَنَ اَوْ يَرُدَّ

شہری کا دیہاتی کے لیے خریداری کرنا، تجارتی قافلے سے آگے جا کر ملنا، اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرنا اور اس کے خطبہ پر خطبہ دینا حرام ہے الا یہ کہ وہ اجازت دے یا رد کر دے

۱۷۷۵. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَاِنْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۷۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری دیہاتی کے لیے سودا کرے اگر چہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب یشتری حاضر لباد بالسمسرة . صحیح مسلم کتاب البیوع، باب تحریم بیع الحاضر للبادی .

کلمات حدیث: ان یبیع حاضر لباد : یہ کہ سودا کرے شہری دیہاتی کے لیے۔ اسے بیع الحاضر للبادی کہتے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ اگر شہر کے باہر سے کوئی دیہاتی لوگوں کی ضرورت کا سامان تجارت لے کر آئے تو کوئی شہری باشندہ کہے کہ یہ سب سامان میرے پاس چھوڑ دیں اس کو زائد قیمت پر فروخت کر دوں گا۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک میں مذکور شرائط کے ساتھ اس نوع کی بیع حرام ہے اور یہی رائے امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر فقہاً کی ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس بیع کے جواز کے قائل ہیں۔

(فتح الباری ۱/۱۱۱۸۔ شرح صحیح مسلم ۱۰/۱٤۱)

شہر سے باہر جا کر تجارتی قافلہ سے مال خریدنے کی ممانعت

۱۷۷٦. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " لَاتَتَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰى يُهْبَطَ بِهَا اِلَى الْاَسْوَاقِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۷٦) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سامان تجارت سے باہر جا کر نہ ملو یہاں تک کہ انہیں بازاروں میں اتار دیا جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب النهی عن تلقی الر کبان . صحیح مسلم کتاب البیوع، باب

تحریم تلقی الحلب .

کلمات حدیث: لا تتلقو السلع : اس سامانِ تجارت کے حصول کے لیے جو برائے تجارت ارہا ہے باہر جا کر نہ ملو۔ اسے اصطلاحاً تلقی رکبان کہتے ہیں یعنی تاجر جو سامان تجارت لے کر آ رہے ہیں اس سامان کے شہر میں آنے سے پہلے ہی شہر کے تاجر باہر جا کر اس سامان کا معاملہ کر لیں۔

شرح حدیث: شہر کے تاجر شہر سے باہر جا کر اس سامان کو جو کسی جگہ سے برائے تجارت آ رہا ہے کم قیمت پر خرید لیں اور اسے خود شہر میں لا کر مہنگے داموں فروخت کریں کیونکہ اس طرح سامان لانے والوں کے نقصان کا اندیشہ ہے کہ شہر کے تاجران کو شہر کے نرخ کے بارے میں مغالطہ میں رکھ کر ان کا سامان خرید لیں اور اہل شہر کا یہ نقصان ہوگا کہ ان کی ضرورت کی اشیاً کی قیمتیں گراں ہو جائینگی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حکم کا شہری آدمی بادیہ والے سے سامان تجارت نہ خریدے کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ ان کا دلال نہ بنے کہ دلالی سے لوگوں کی ضرورت کی اشیاً کی قیمتیں بڑھ جائینگی اور دلال انہیں گراں قیمت پر فروخت کرے گا۔ چنانچہ یہ حکم بھی فرمایا گیا ہے کہ باہر سے سامان تجارت لانے والے خود بستی میں پہنچ کر سامان فروخت کرے تا کہ دلالی کا بنا پر وسائط میں اضافہ نہ ہو اور گرانی نہ پیدا ہو البتہ اگر شہر کا آدمی بغیر دلالی کے باہر سے آنے والے سامان کو مناسب قیمت میں فروخت کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتح الباری ۱/۱۱۱۹. شرح صحیح مسلم ۱۰/۱۳۹. روضة المتقین ٤/٢٧٥)

ایجنٹ بننے کی مخالفت

۱۷۷۷. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَتَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، وَلَايَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ" فَقَالَ لَهُ طَاوُسٌ: مَالَايَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ :"لَايَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۷۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تجارتی قافلے کو آگے جا کر نہ ملو اور کوئی شہری دیہاتی کے لیے سودا نہ کرے۔

طاؤس نے کہا کہ شہری کے دیہاتی کے لیے سودا نہ کرے کا کیا مطلب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ وہ اس کا دلال نہ بنے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب هل یبیع حاضر لباد بغیر اجر . صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الحاضر للباوی .

کلمات حدیث: سمسار : دلال، جمع سماسرة. سمسرة : دلالی۔ دلالی کا پیشہ۔

شرح حدیث: مطلب یہ ہے کہ دور سے سامان تجارت لے کر آنے والے قافلہ سے باہر جا کر نہ ملو اور وہاں اس کا سامان نہ خریدو تا

کہ اہل قافلہ کے بستی میں آ کر ان کے یہاں کا نرخ معلوم ہونے سے پہلے تم ان سے کم نرخ پر خرید لو کیونکہ یہ طریقہ ضرر اور خداع پر مشتمل ہے۔ (فتح الباری ۱/۱۱۱۷. شرح صحیح مسلم ۱۰/۱۳۹. روضة المتقین ٤/۲۷٦)

دھوکہ دہی کیلئے درمیان میں قیمت بڑھانا حرام ہے

۱۷۷۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَبِیْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَاتَنَاجَشُوْا وَلَایَبِیْعِ الرَّجُلُ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْهِ، وَلَایَخْطُبُ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِیْهِ، وَلَاتَسْاَلُ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْفَاَ مَافِیْ اِنَائِهَا .

وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّیْ، وَاَنْ یَبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلْاَعْرَابِیِّ، وَاَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا، وَاَنْ یَسْتَامَ الرَّجُلُ عَلٰی سَوْمِ اَخِیْهِ، وَنَهٰی عَنِ النَّجْشِ وَالتَّصْرِیَةِ . مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

(۱۷۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس امر سے منع فرمایا کہ کوئی شہری دیہاتی کے لیے سودا کرے دھوکہ دینے کے لیے قیمت بڑھائے اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے اور اس کے خطبہ پر خطبہ دے اور کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے تا کہ جو اس کے برتن میں ہے وہ خود انڈیل لے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تلقی سے منع فرمایا اور اس بات سے منع فرمایا کہ شہری دیہاتی کے لیے خریدے اور عورت اپنی بہن کی طلاق کی شرط کرے اور یہ کہ آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے اور دھوکہ دینے کے لیے قیمت زائد بتائے اور جانور کے تھنوں میں کئی وقتوں کا دودھ جمع کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب لایبیع علی بیع أخیه . صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الرجل علی بیع أخیه .

کلمات حدیث: نجش : دوسرے کو دھوکہ دینے کے لیے کسی چیز کی قیمت زیادہ بتانا جبکہ خود خریدنا مقصود نہ ہو بلکہ یہ مقصود ہو کہ دوسرا دھوکہ کھا کر زیادہ قیمت ادا کردے۔ لتکفأ مافی انائها : تا کہ اس کے برتن میں جو ہے وہ خود انڈیل لے۔ یہ کنایہ ہے اور مراد یہ ہے کہ کوئی عورت کسی دوسری عورت کو اس لیے طلاق دلوائے کہ اس کے شوہر سے خود نکاح کرلے۔ یا ایک سوکن شوہر کی حسن معاشرت کا رخ صرف اپنی طرف کرنے کے لیے اس سے دوسری سوکن کی طلاق کا مطالبہ کرے۔ تصریہ۔ جانوروں کو فروخت کرنے سے پہلے ان کا دودھ نہ دوھنا جس سے خریدار کو یہ مغالطہ ہو کہ جانور زیادہ دودھ دینے والا ہے۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نجش کے معنی ہیں کہ کوئی شخص بغیر اس کے کہ اس کی خریدنے کی نیت ہو کسی شئے کی اس لیے زائد قیمت لگائے کہ دوسرا شخص دھوکہ کھا کر اس شئے کو زائد قیمت میں لے لے یہ طریقہ بالاجماع حرام ہے۔ اور بیع صحیح ہوگی اور

گناہ اس ناجش کو ہوگا بشرطیکہ بائع کو معلوم نہ ہو اور اگر بائع کے ساتھ اتفاق کر کے یہ کام ہوا ہے تو دونوں گنہگار ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ سے ایک قول یہ مروی ہے کہ یہ بیع فاسد ہے۔

اسی طرح علماء فرماتے ہیں کہ بیع پر بیع اور شراء پر شراء حرام ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مدت خیار کے عرصے میں خریدار سے کہے کہ اس بیع کو فسخ کر دو میں تمہیں یہ شئے کم قیمت میں فروخت کر دوں گا یا بائع سے کہے کہ یہ بیع فسخ کر دو میں تم سے زیادہ قیمت میں لے لوں گا۔

کوئی شخص دوسرے شخص کے خطبہ (پیغام نکاح) پر خطبہ نہ دے جبکہ دونوں فریق اس پر متفق ہو چکے ہوں۔

کوئی عورت دوسری عورت کے شوہر سے طلاق کا مطالبہ نہ کرے اور نہ اپنے شوہر سے سوکن کی طلاق کا مطالبہ کرے تا کہ اس آدمی کے پاس جو معاشی سہولت اور جو حسن معاشرت ہے وہ اپنے لیے خاص کر لے۔

(فتح الباری ۱/ ۱۱۱۰. شرح صحیح مسلم ۱۰/ ۱۳۶. روضة المتقین ٤/ ۲۷۷. دلیل الفالحین ٤/ ٥٤٠)

دوسرے کا سودا خراب مت کرو

۱۷۷۹. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَايَبِعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَايَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ اِلَّا اَنْ يَّأْذَنَ لَهٗ"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

(۱۷۷۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے خطبہ پر خطبہ دے مگر یہ کہ وہ اجازت دیدے۔ (متفق علیہ) اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب لایبیع حاضر لباد بالسمسرة. صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیه.

کلمات حدیث: لایخطب علی خطبة أخیه : اپنے بھائی کے خطبہ پر خطبہ نہ دے۔ خطبہ کے معنی پیغام نکاح کے ہیں یعنی جب کسی نے کسی عورت کو پیغام نکاح دیا ہو تو دوسرا شخص اس پیغام پر پیغام نہ دے۔

شرح حدیث: اگر کسی شخص نے کسی عورت کو پیغام نکاح دیا ہے تو جب تک خاطب اول وہاں نکاح کا ارادہ ترک نہ کر دے اس وقت تک کوئی اور شخص اس عورت کو پیغام نہ دے۔

(فتح الباری ۱/ ۱۱۱۰. شرح صحیح مسلم ۹/ ۱٦۸. روضة المتقین ٤/ ۲۷۹. دلیل الفالحین ٤/ ٥٤٠)

کسی کے خطبہ نکاح پر اپنا خطبہ دینا

۱۷۸۰. وَعَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْمُؤْمِنُ

اَخُوْ الْمُؤْمِنِ، فَلَايَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَبْتَاعَ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَايَخْطُبَ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى يَذَرَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷۸۰) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن مؤمن کا بھائی ہے اس لیے کسی مؤمن کے لیے حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے اور اپنے بھائی کے خطبہ پر خطبہ دے یہاں تک کہ وہ چھوڑ دے۔ (مسلم)

کلمات حدیث: حتی یذر : یہاں تک کہ وہ چھوڑ دے یعنی وہ اس جگہ نکاح کا ارادہ ترک کر دے۔

شرح حدیث: اسلام اخوت اور بھائی چارہ کی تعلیم دیتا ہے اور ہر اس بات سے منع کرتا ہے جس سے اہل اسلام کے درمیان کسی طرح کی رنجش اوران کے باہمی تعلق میں بال پڑنے کا اندیشہ ہو۔ اس لیے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے کسی گھر میں پیغام نکاح دیا ہے تو اس وقت تک وہاں پیغام نہ بھیجے جب تک پہلے شخص نے جو پیغام بھیجا ہے اس کا فیصلہ نہ ہو جائے یعنی اس کا نکاح ہو جائے یا وہ وہاں نکاح کا ارادہ ترک کر دے اور اس دوسرے شخص کو بتا دے کہ اب میرا وہاں نکاح کا ارادہ نہیں رہا ہے اور تم وہاں پیغام دے سکتے ہو۔

(شرح صحيح مسلم ۱۰/۱۳۶. روضة المتقين ٤/٢٧٩)

الباب (۲۵٦)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِضَاعَةِ الْمَالِ فِيْ غَيْرِ وُجُوْهِهِ الَّتِيْ اَذِنَ الشَّرْعُ فِيْهَا

شریعت نے جن کاموں میں مال صرف کرنے کی اجازت دی ہے ان کے علاوہ امور میں مال صرف کرنے کی ممانعت

بے جا سوالات اور مال ضائع کرنے کو اللہ ناپسند کرتے ہیں

۱۷۸۱. عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَرْضٰى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا: فَيَرْضٰى لَكُمْ اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَاتُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَاَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلَاتَفَرَّقُوْا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَاِضَاعَةَ الْمَالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَتَقَدَّمَ شَرْحُهٗ.

(۱۷۸۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین باتیں پسند فرماتا ہے اور تین باتیں ناپسند فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو اور متفرق نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ یہ باتیں ناپسند فرماتا ہے کہ تم بے فائدہ بحث و تکرار کرو، کثرت سے سوال کرو اور مال ضائع کرو۔ (مسلم) اس حدیث کی شرح گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الاقضیہ، باب النهي عن كثرة المسائل من غير حاجة .

کلمات حدیث: قيل و قال : کہا گیا اور اس نے کہا۔ فلاں بات کی کہی گئی اور فلاں نے یہ بات کہی۔ یعنی بحث و مباحثہ کے دوران غیر مصدقہ باتوں کا نقل کرنا کہ یہ بھی کہا جاتا ہے اور فلاں یہ کہتا ہے۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تین باتیں پسند فرماتے ہیں، خالص اسی کی بندگی، "مخلصین لہ الدین" اور صرف اسی کی عبادت، اور اس کے ساتھ شرک نہ کرنا اور ملت اسلامیہ کا اتحاد و اتفاق جیسے سب کے سب اللہ کی حبل المتین تھامے ہوئے کھڑے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ تین باتیں ناپسند فرماتے ہیں، غیر مفید بحث و تکرار، کثرت سوال، اور مال کا ضیاع۔

حضرت مغیرہ کا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام خط

۱۷۸۲. وَعَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ: اَمْلٰى عَلَيَّ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِيْ كِتَابٍ اِلٰى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَامُعْطِيَ

لِمَا مَنَعْتَ، وَلَايَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" وَكَتَبَ اِلَيْهِ اَنَّهُ كَانَ يَنْهٰى عَنْ قِيْلَ وَقَالَ، وَاِضَاعَةِ الْمَالِ، وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ، وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقُوْقِ الْاُمَّهَاتِ، وَوَاْدِالْبَنَاتِ، وَمَنْعٍ وَهَاتِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَبَقَ شَرْحُهُ.

(۱۷۸۲) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاتب ورادروایت کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف خط میں یہ لکھوایا کہ نبی کریم ﷺ ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے:

لا اله الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئى قدير اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذاالجد منك الجد .

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی اسی کی ہے تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ اے اللہ جو کچھ تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے اور کسی مرتبہ والے کو اس کا مرتبہ تیرے مقابلہ میں کوئی کام نہیں دے سکتا۔''

نیز ان کی طرف لکھا کہ رسول اللہ ﷺ منع فرماتے تھے بحث وتکرار سے اضاعت مال سے اور کثرت سوال سے۔ اور آپ ﷺ منع فرماتے تھے ماؤں کی نافرمانی سے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے اور خرچ کے مقام پر بخل کرنے سے اور بلا استحقاق مانگنے سے۔ (متفق علیہ) اس کی شرح گزر چکی ہے۔ (شرح صحيح مسلم ١٢/ ١٠. روضة المتقين ٤/ ٢٨١. دليل الفالحين ٤/ ٥٤٣)

تخریج حدیث: صحيح البخارى، كتاب الرقاق، باب مايكره من قيل و قال. صحيح مسلم، كتاب الاقضيه، باب النهى عن كثرة المسائل.

کلمات حدیث: ذاالجد : نصیب والا، حصہ والا، غنی اور مالدار۔ وأدالبنات : لڑکیوں کو زندہ زمین میں دفن کرنا۔ وأد وأداً (باب ضرب) لڑکی کو زندہ زمین میں دفن کر دینا۔ موؤدة : وہ لڑکی جسے زندہ دفن کر دیا گیا ہو۔ عقوق الامهات : ماؤں کی نافرمانی۔ منع وھات۔ دینے کے وقت ہاتھ روک لینے اور لینے کے وقت بلا استحقاق ہاتھ آگے بڑھا دینا۔

شرح حدیث: ماؤں کی نافرمانی کرنے سے منع کیا گیا یعنی اولاد کو چاہیے کہ وہ کوئی ایسا کام یا بات نہ کریں جس سے ماں یا باپ کو تکلیف پہنچے۔ یہاں ماں کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ ماں بہ نسبت باپ کے اولاد کے حسن وسلوک کی زیادہ محتاج ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی ممانعت فرمائی کہ آدمی مالی حقوق اور واجبات کی ادائیگی سے باز رہے اور ہر وقت طلب مال میں لگا رہے اور ہر موقعہ پر خواہ حق ہو یا نہ ہو دست سوال دراز نہ کرتا رہے اور کہتا رہے کہ لاؤ مجھے بھی دو۔ (دليل الفالحين ٤/ ٥٤٤. نزهة المتقين ٢/ ٥٢٠)

الباب (۳۵۷)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِشَارَةِ إِلىٰ مُسْلِمٍ بِسِلَاحٍ وَنَحْوِهٖ، سَوَآءٌ كَانَ جَادًّا أَوْ مَازِحًا وَالنَّهْيِ عَنْ تَعَاطِي السَّيْفِ مَسْلُوْلًا

کسی مسلمان کی طرف کسی ہتھیار وغیرہ سے خواہ مزاح سے یا ارادتاً ہو اشارہ کرنے کی ممانعت اور اسی طرح ننگی تلوار سامنے کرنیکی ممانعت

اسلحہ کے بارے میں احتیاط کا حکم

۱۷۸۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَايُشِرْ أَحَدُكُمْ إِلىٰ أَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَإِنَّهُ لَايَدْرِيْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهٖ فَيَقَعُ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَشَارَ إِلىٰ أَخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ، حَتّٰى يَنْزِعَ وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيْهِ وَأُمِّهٖ" قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَنْزِعُ" ضُبِطَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ مَعَ كَسْرِ الزَّايِ وَبِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ مَعَ فَتْحِهَا وَمَعْنَاهُمَا مُتَقَارِبٌ وَمَعْنَاهُ بِالْمُهْمَلَةِ يَرْمِيْ، وَبِالْمُعْجَمَةِ أَيْضًا يَرْمِيْ وَيُفْسِدُ. وَأَصْلُ النَّزْعِ الطَّعْنُ وَالْفَسَادُ.

(۱۷۸۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے چلوادے اور وہ آگ کے گڑھے میں جا گرے۔

(متفق علیہ)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ کیا اس پر فرشتے اس وقت تک لعنت کرتے ہیں جب تک وہ چل جائے اگر چہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہو۔

ینزع: عین کے ساتھ اور زاء کے زیر کے ساتھ، نیز غین کے ساتھ اور اس کے فتحہ کے ساتھ (یعنی يَنْزِعُ اور يَنْزَغُ) دونوں کے معنی ایک ہیں۔ یعنی عین کے ساتھ معنی پھینکنے کے ہیں اور غ کے ساتھ چلانے اور فساد کرنے کے ہیں۔ اور نزع کے اصل معنی چلانے اور فساد کرنے کے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ من حمل علینا السلاح فلیس منا. صحیح مسلم، کتاب البر، باب النهی عن الاشارة بالسلاح الی مسلم.

کلمات حدیث: سلاح: ہتھیار جمع اسلحہ۔ تسلح: ہتھیار بند ہونا۔ مسلح: وہ شخص جس کے پاس ہتھیار ہو۔

شرح حدیث: کسی بھی انسان کے سامنے ہتھیار نکالنا یا ہتھیار سے کسی کی طرف اشارہ کرنا منع ہے۔ خواہ وہ شخص مسلمان ہو یا ذمی

ہو یا معاہد ہو۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ شیطان اس سے وہ ہتھیار چلوادے اور وہ جہنم میں چلا جائے۔

(فتح الباری ۳/۱۰۰۷. شرح صحیح مسلم ۱۶/۱۴۰. روضة المتقین ۴/۲۸۳. دلیل الفالحین ۴/۵۴۵)

ننگی تلوار کسی کو دینے کی ممانعت

۱۷۸۴. وَعَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُوْلاً، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۷۸۴) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ننگی تلوار کسی کے ہاتھ میں دینے سے منع فرمایا۔ (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب النهی ان یتعاطی السیف مسلولاً .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ معلم انسانیت ہیں آپ ﷺ نے انسان کو عام طور پر اور امت مسلمہ کو بطور خاص زندگی کے ہر پہلو میں اس قدر مفید اور عمدہ تعلیم دی ہے جس کی مثال دنیا کے کسی مذہب میں موجود نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی کے ہاتھ میں برہنہ تلوار نہ دی جائے کہ ہوسکتا ہے لینے والے سے پکڑنے میں بے احتیاطی ہو جائے اور اس بے احتیاطی سے کوئی نقصان ہو جائے۔ چاقو اور چھری کا بھی یہی حکم ہے کہ اسے اگر کسی کو دینا ہو تو اس طرح دے کہ اس کا دستہ والا اس شخص کی جانب ہو جسے دے رہا ہے تاکہ اسے کوئی گزند پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔ (نزهة المتقین ۲/۵۲۲. فتح الباری ۳/۷۰۰. صحیح مسلم النووی ۱۶/۱۴۰)

الباب (۳۵۸)

بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوْجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْاَذَانِ اِلَّا لِعُذْرٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْمَكْتُوْبَةَ

اذان ہونے کے بعد بلا عذر فرض نماز پڑھے بغیر مسجد سے جانے کی کراہت

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت

۱۷۸۵۔ عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ : كُنَّا قُعُوْدًا مَعَ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْمَسْجِدِ، فَاَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِيْ فَاَتْبَعَهُ اَبُوْهُرَيْرَةَ بَصَرَهُ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ : اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى اَبَاالْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۷۸۵) ابوالشعثاء سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ مؤذن نے اذان دیدی ایک شخص کھڑا ہوا اور مسجد سے جانے لگا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ مسجد سے نکل گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب النهي عن الخروج من المسجد اذاأذن مؤذن .

کلمات حدیث: فاتبعه ابو هريرة بصره : حضرت ابو ہریرہ کی نگاہوں نے اس کا پیچھا کیا۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اذان کے بعد بغیر فرض نماز پڑھے مسجد سے جانا مکروہ ہے سوائے اس کے کہ کوئی عذر ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ جب تم مسجد میں ہو اور اذان ہو جائے تو تم میں سے کوئی اس وقت تک مسجد سے باہر نہ جائے جب تک وہ نماز نہ پڑھ لے۔ (شرح صحيح مسلم ۱۳۲/۶ . المرقاة ۱۶۲/۳ . تحفة الاحوذی ۶۳۲/۱)

البَابُ (۳۵۹)

بَابُ كَرَاهَةِ رَدِّ الرَّيْحَانِ لِغَيْرِ عُذْرٍ
بلا عذر ریحان (خوشبو) کو رد کرنے کی کراہت

خوشبو کا ہدیہ رد نہ کرے

١٧٨٦. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدُّهُ، فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمَلِ، طَيِّبُ الرِّيحِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷۸۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو ریحان پیش کیا جائے وہ اسے واپس نہ کرے کہ ہلکی پھلکی شئے ہیت اور خوشبو والی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الالفاظ، باب استعمال المسك وانه أطيب الطيب و كراهة رد الريحان و الطيب

کلمات حدیث: ریحان: ایک خوشبودار پھول۔ خفيف المحمل: اٹھانے میں ہلکا۔

شرح حدیث: خوشبو کا قبول کرنا مستحب ہے کہ نہ اس میں اٹھانے کا بوجھ ہے اور نہ بار احسان ہے محض دینے والے کی محبت اور خلوص کا اظہار ہے۔ امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ اگر ہدیہ کم ہو اور اس سے فائدہ بھی ہو جیسا کہ خوشبو یا پھول ہے تو اسے قبول کر لینا چاہیے تا کہ دینے والے کو خوشی حاصل ہو اور مسلمان کی خوشی کا خیال رکھنا ثواب ہے۔

(شرح صحيح مسلم ۸/۱۵)

رسول اللہ ﷺ خوشبو کا ہدیہ رد نہ فرماتے تھے

١٧٨٧. وَعَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۷۸۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ خوشبو کو واپس نہیں کرتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب الهبه، باب مالا يرد من الهبه.

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ اخلاق حسنہ اور صفات حمیدہ میں اعلیٰ درجہ پر تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس اعلیٰ اخلاق کی تمیم کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔ آپ ﷺ اپنے اخلاق عالیہ کی بنا پر خوشبو کا تحفہ قبول کرتے اور اسے رد نہ فرماتے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں جب کسی کو پیش کی جائیں تو انہیں رد نہ کیا جائے تکیہ، خوشبو اور دودھ۔ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ خوشبو پسند فرماتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری

اس دنیا میں مجھے تین چیزیں پسند ہیں خوشبو اور عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھدی گئی ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو خوشبو اس لیے پسند تھی کہ آپ ﷺ کے پاس مستقل فرشتوں کی آمد و رفت تھی اور فرشتوں کو خوشبو پسند ہے اور انہیں بدبو سے کراہت ہے۔ اور اسی لیے آپ ﷺ پیاز وغیرہ استعمال نہ فرماتے تھے۔

(فتح الباری ۲/۵۹. تحفة الاحوذی ۸/۷۷. روضة المتقین ٤/۲۸۱. ارشاد الساری ٦/۱۹)

البَابُ (۳٦۰)

بَابُ كَرَاهَةِ الْمَدْحِ فِي الْوَجْهِ لِمَنْ خِيفَ عَلَيْهِ مُفْسِدَةٌ مِنْ إِعْجَابٍ وَنَحْوِهٖ وَجَوَازِهٖ لِمَنْ أَمِنَ ذٰلِكَ فِي حَقِّهٖ

جس شخص کے بارے میں غرور وغیرہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اس کے سامنے اس کی تعریف کرنے کی کراہت اور جس کے بارے میں یہ اندیشہ نہ ہو اس کی تعریف کا جواز

کسی کے منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت

۱۷۸۸. عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یُثْنِیْ عَلٰی رَجُلٍ وَیُطْرِیْهِ فِی الْمَدْحِ، فَقَالَ: "اَهْلَکْتُمْ اَوْقَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، "وَالْاِطْرَآءُ": اَلْمُبَالَغَةُ فِی الْمَدْحِ.

(۱۷۸۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کسی آدمی کو سنا کہ وہ کسی کی تعریف کر رہا ہے اور اس کی تعریف میں مبالغہ کر رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ہلاک کر دیا تم نے اس آدمی کی کمر توڑ دی۔ (متفق علیہ)

اطرأ: کے معنی مدح میں مبالغہ کرنے کے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب مایکره من الاطناب فی المدح. صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب النهی عن المدح.

شرح حدیث: ہلاکت سے مراد دینی ہلاکت ہے کہ حد سے زیادہ تعریف آدمی میں عُجب پیدا کرتی ہے اور عجب سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر سے اعمال حسنہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ غرض کسی شخص کی تعریف میں مبالغہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

(فتح الباری ۲/۸٦. ارشاد الساری ٦/۱۲۰. روضة المتقین ٤/۲۸۸. شرح صحیح مسلم ۱۸/۱۰۰)

ساتھی کی گردن کاٹ دی

۱۷۸۹. وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا ذُکِرَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَثْنٰی عَلَیْهِ رَجُلٌ خَیْرًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "وَیْحَکَ! قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِکَ" یَقُوْلُهٗ مِرَارًا "اِنْ کَانَ اَحَدُکُمْ مَادِحًا لَامَحَالَةَ فَلْیَقُلْ: اَحْسِبُ کَذَا وَکَذَا اِنْ کَانَ یَرٰی اَنَّهٗ کَذٰلِکَ وَحَسِیْبُهُ اللّٰهُ، وَلَایُزَکِّیْ عَلَی اللّٰهِ اَحَدٌ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(١٧٨٩) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی شخص کا ذکر ہوا۔ حاضرین میں سے کسی نے اس کی تعریف کی اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر افسوس ہے کہ تم نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی۔ آپ ﷺ نے اس بات کو کئی مرتبہ فرمایا کہ تم میں سے اگر کسی کو کسی کی تعریف ہی کرنا ہو تو یہ کہے کہ میرا گمان ہے کہ وہ ایسا اور ایسا ہے، یعنی اگر وہ اس کو ایسا سمجھتا ہو اور اس کا حساب اللہ کے سپرد ہے اور اللہ کے سامنے کوئی آدمی پاکبازی کا دعویٰ نہ کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب اذا زکی رجل رجلا کفاه . صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب النهی عن المدح .

کلمات حدیث: ویحك : افسوس ہے تجھ پر۔ لامحالة : ضرور، ہر حال میں۔ حسيبه الله : اللہ اس کا محاسبہ کرنے والا ہے۔

شرح حدیث: ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی کی حد سے زیادہ تعریف کرنے سے منع فرمایا گیا کہ اس سے جس شخص کی تعریف کی جائے گی اس کے اندر تکبر پیدا ہوگا جو اس کے اعمال صالحہ کے لیے مضرت رساں ہوگا اور اس طرح اس کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔ زیادہ سے زیادہ آدمی یہ کہے کہ میرے گمان کی حد تک فلاں شخص ہے بشرطیکہ وہ شخص ایسا ہی ہو جیسا اس کے بارے میں گمان ظاہر کر رہا ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی مدح و تعریف میں اصل فتنہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ مدح کرنے والا جھوٹ بول رہا ہو اور جس کی وہ تعریف کر رہا ہے وہ فی الحقیقت ایسا نہ ہو، اور ممدوح اس تعریف کو سن کر تکبر میں مبتلا ہو جائے۔ اور اللہ ہی ہر شخص کے اعمال سے واقف اور اس کا حساب کرنے والا ہے اور کسی کی عاقبت اور انجام کے بارے میں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

(فتح الباری : ٢/٨٥ . ارشاد الساری : ٦/١١٩ . روضة المتقين : ٤/٢٨٩ . دليل الفالحين : ٤/٥٥١)

تعریف کرنے والے کے منہ پر مٹی ڈالنے کا واقعہ

١٧٩٠ . وَعَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً جَعَلَ يَمْدَحُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَجَعَلَ يَحْثُوْ فِيْ وَجْهِهِ الْحَصْبَآءَ : فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ : مَاشَأْنُكَ؟ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْ فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

فَهٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ فِى النَّهْيِ، وَجَآءَ فِى الْاِبَاحَةِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ. قَالَ الْعُلَمَآءُ : وَطَرِيْقُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْاَحَادِيْثِ اَنْ يُقَالَ : اِنْ كَانَ الْمَمْدُوْحُ عِنْدَهٗ كَمَالُ اِيْمَانٍ وَيَقِيْنٍ، وَرِيَاضَةُ نَفْسٍ، وَمَعْرِفَةٌ تَامَّةٌ بِحَيْثُ لَايَفْتَتِنُ وَلَايَغْتَرُّ بِذٰلِكَ، وَلَاتَلْعَبُ بِهٖ نَفْسُهٗ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ، وَلَامَكْرُوْهٍ، وَاِنْ خِيْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ كُرِهَ مَدْحُهٗ فِيْ وَجْهِهٖ كَرَاهَةً شَدِيْدَةً، وَعَلٰى هٰذَا التَّفْصِيْلِ تُنَزَّلُ الْاَحَادِيْثُ

الْمُخْتَلِفَةُ فِیْ ذٰلِکَ. وَمِمَّا جَآءَ فِی الْاِبَاحَةِ قَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ بَکْرٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: "اَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ" اَیْ مِنَ الَّذِیْنَ یُدْعَوْنَ مِنْ جَمِیْعِ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ لِدُخُوْلِهَا. وَفِی الْحَدِیْثِ الْاٰخَرِ: "لَسْتَ مِنْهُمْ": اَیْ لَسْتَ مِنَ الَّذِیْنَ یُسْبِلُوْنَ اُزُرَهُمْ خُیَلَآءَ، وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: "مَارَاٰکَ الشَّیْطَانُ سَالِکًا فَجًّا اِلَّا سَلَکَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّکَ" وَالْاَحَادِیْثُ فِی الْاِبَاحَةِ کَثِیْرَةٌ، وَقَدْ ذَکَرْتُ جُمْلَةً مِّنْ اَطْرَافِهَا فِیْ کِتَابِ: الْاَذْکَارِ.

(۱۷۹۰) ہمام بن الحارث حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقداد گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اس کے منہ میں کنکریاں ڈالنے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ تمہیں کیا ہوا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم تعریف میں مبالغہ کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈالدو۔ (مسلم)

مذکورہ احادیث تعریف کی ممانعت میں ہیں لیکن متعدد صحیح احادیث جواز کے بارے میں بھی ہیں۔ اور علماء نے فرمایا ہے کہ ان احادیث میں جمع کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ شخص جس کی تعریف کی جارہی ہے ایمان و یقین میں کامل ہو ریاضت نفس میں تام ہو اور معرفت بھی اسے حاصل ہو کہ تعریف سے اس کے فتنہ اور دھوکہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور نہ یہ اندیشہ ہو کہ اس کا نفس اس فتنہ میں پڑ جائے گا تو اس صورت میں تعریف نہ حرام ہے اور نہ مکروہ ہے۔ اور اگر ممدوح کے بارے میں مذکورہ باتوں کا اندیشہ ہو تو اس کے سامنے اس کی تعریف کرنا شدید مکروہ ہے اور تمام احادیث کا مفہوم اسی اصول کے مطابق متصور ہوگا۔

جو روایات جواز کے بارے میں ہیں ان میں رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ فرمانا ہے کہ مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہوگے۔ یعنی ان اہل جنت میں سے جن کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا اور ایک حدیث میں فرمایا کہ تم ان میں سے نہیں ہو۔ یعنی ان لوگوں میں سے جو تکبر سے ازار کو نیچے تک لٹکاتے ہیں۔ اور آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتا دیکھتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔

غرض جواز کے بارے میں کثیر احادیث ہیں ان میں سے کچھ احادیث میں نے کتاب الاذکار میں جمع کردی ہیں۔

تخریج حدیث: حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث کے ظاہر پر عمل فرمایا اور متعدد علماء نے یہی رائے اختیار کی ہے اور بعض دیگر علماء نے فرمایا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ ان کی تعریف پر توجہ نہ دی جائے بلکہ کہا جائے کہ تم بھی اور ہم سب بھی مٹی کے بنے ہوئے فانی انسان ہیں، ایسی مخلوق کی کیا تعریف اور کیا ستائش۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مداحین سے مراد وہ ہیں جو کسی کی تعریف کر کے اس سے کسی فائدے کی امید رکھتے ہیں اور اس طرح اس کو فتنہ میں مبتلا کرتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کے اچھے عمل کی اس لیے تعریف کی جائے کہ اس سے دوسروں کو بھی حسن عمل کی ترغیب ہو تو پھر حرج نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء نے اس حدیث کے پانچ مفاہیم بیان کیے ہیں۔ایک یہ کہ یہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے، جیسا کہ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خود حدیث کے راوی ہیں، انہوں نے یہی مفہوم سمجھا۔دوسرے یہ کہ اس کے معنی محروم ہونے اور ناکام ہونے کے ہیں۔تیسرے معنی یہ ہیں کہ تیرے منہ میں خاک اور اہل عرب میں یہ کہنے کا رواج تھا، چوتھا مفہوم یہ ہے کہ اس کا تعلق ممدوح سے ہے کہ وہ اپنے سامنے مٹی ڈالے اور اس مٹی سے اپنے انجام کو یاد کرے تا کہ تعریف سن کر وہ تکبر میں مبتلا نہ ہو اور پانچویں معنی یہ ہیں کہ جو شخص ممدوح کی تعریف اس سے کسی غرض کے حصول کے لیے کر رہا ہے اس کے آگے مٹی ڈالدی جائے تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ دنیا کی ہر شئے مٹی ہے اور مٹی میں مل جانے والی ہے۔یعنی دنیا کی کسی بھی شئے کی حقیقت خاک سے زیادہ نہیں ہے کہ اس کے حصول کی خاطر کسی کی تعریف کی جائے

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مدح و تعریف میں چھ خرابیاں ہیں، چار تعریف کرنے والے میں اور دو ممدوح میں۔تعریف کرنے والا اگر تعریف میں حد سے گزر گیا اور اس نے ممدوح کے بارے میں وہ بات کہی جو فی الواقع اس میں نہیں ہے تو وہ کذب (جھوٹ) کا مرتکب ہوا۔اور اگر اس نے ممدوح کی ایسی محبت ظاہر کی جو اس کے دل میں نہیں ہے تو اس نے منافقت کا ارتکاب کیا اور اگر اس نے بلا تحقیق بات کہی تو وہ اٹکل پچو بات کرنے والا ہو گیا۔اور اگر ممدوح ظالم ہے اور اس نے اس کی تعریف کر کے اس کو خوش کر دیا تو گناہ گار ہو گیا کہ عاصی اور ظالم کو خوش کرنا گناہ ہے۔اور دو خرابیاں جو ممدوح میں پیدا ہوتی ہیں وہ یہ کہ وہ خود پسندی اور تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم۱۸/ ۱۰۰. تحفة الاحوذی۷/۱۱۸، روضة المتقین٤/ ۲۹۰)

الباب (۳۶۱)

بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوْجِ مِنْ بَلَدٍ وَقَعَ فِيهَا الْوَبَاءُ فِرَارًا مِنْهُ وَكَرَاهَةِ الْقُدُوْمِ عَلَيْهِ

جس شہر میں کوئی وبا پھیل جائے اس وبا سے فرار اختیار کرتے ہوئے شہر سے نکلنے کی کراہت اور جہاں وبا پہلے سے موجود ہو وہاں آنے کی کراہت

موت ہر حال میں آ کر رہے گی

۳۴۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جہاں بھی تم ہو گے موت تمہیں پالے گی خواہ تم مضبوط قلعے میں ہو۔'' (النساء:۷۸)

تفسیری نکات: موت اس عالم کن فیکون کی سب سے بڑی سب سے ہولناک اور سب سے اٹل حقیقت ہے جس کا کوئی بھی منکر نہیں مگر یہی وہ حقیقت ہے جس سے انسان سب سے زیادہ غافل ہے۔ حالانکہ انسان کے پاس اس سے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے جہاں بھی انسان جائے گا اس کی موت اس کے ساتھ جائے گی اور اگر کوئی بہت پختہ اور بہت مضبوط قلعہ بنا کر اس میں قلعہ بند ہو جائے وہاں بھی اجل اس کو آلے گی۔ (تفسیر عثمانی)

۳۵۰. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''تم اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔'' (البقرۃ:۱۹۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد ترک جہاد ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری آخر عمر تک جہاد کرتے رہے اور آخر میں قسطنطنیہ میں وفات پا کر وہیں مدفون ہوئے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد گناہوں کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جانا ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر معلوم و متعین ہو کہ دشمن کا مقابلہ نہ کر سکیں گے پھر از خود قتال کے لیے اقدام کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

(معارف القرآن)

طاعون والی جگہ پر جانا منع ہے

۱۷۹۱. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ اِلَى الشَّامِ، حَتّٰى اِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ اُمَرَآءُ الْاَجْنَادِ اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَاَصْحَابُهُ. فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّ الْوَبَآءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: فَقَالَ لِيْ عُمَرُ: اُدْعُ لِيَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ، فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَاَخْبَرَهُمْ اَنَّ الْوَبَآءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفُوْا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ خَرَجْتَ لِاَمْرٍ وَّلَانَرٰى اَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَانَرٰى اَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَآءِ. فَقَالَ: اِرْتَفِعُوْا عَنِّيْ ثُمَّ قَالَ: اُدْعُ لِيَ الْاَنْصَارَ فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ فَسَلَكُوْا سَبِيْلَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاخْتَلَفُوْا كَاخْتِلَافِهِمْ فَقَالَ: اِرْتَفِعُوْا عَنِّيْ. ثُمَّ قَالَ: اُدْعُ لِيْ مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِّنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنْهُمْ رَجُلَانِ فَقَالُوْا: نَرٰى اَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَاتُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَاالْوَبَآءِ، فَنَادٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي النَّاسِ: اِنِّيْ مُصْبِحٌ عَلٰى ظَهْرٍ فَاَصْبِحُوْا عَلَيْهِ، فَقَالَ اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لَوْغَيْرُكَ قَالَهَا يَااَبَاعُبَيْدَةَ! وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُ خِلَافَهُ، نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ" اَرَاَيْتَ لَوْكَانَ لَكَ اِبِلٌ فَهَبَطْتَ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ اِحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ؟ وَالْاُخْرٰى جَدْبَةٌ؟ اَلَيْسَ اِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ، وَاِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ؟ قَالَ: فَجَآءَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِيْ بَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَ: اِنَّ عِنْدِيْ مِنْ هٰذِهِ عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِذَاسَمِعْتُمْ بِهِ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ، وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ" فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَانْصَرَفَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَالْعُدْوَةُ: جَانِبُ الْوَادِيْ.

(۱۷۹۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام تشریف لے گئے تو راستے میں سرغ کے مقام پر آپ کو لشکروں کے امراء ابوعبیدہ اور ان کے اصحاب ملے انہوں نے آپ کو بتایا کہ شام میں وبا پھوٹ پڑ گئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ مہاجرین اولین کو بلاؤ۔ میں نے ان کو بلایا تو آپ نے ان سے مشورہ کیا اور انہیں بتایا کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے۔ اس بارے میں اصحاب میں اختلاف ہوا۔ کسی نے کہا کہ آپ ایک کام کے لیے نکلیں ہیں ہم نہیں سمجھتے کہ واپس ہونا مناسب ہے۔ دوسروں نے کہا کہ آپ کے ساتھ بچے ہوئے لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں اس لیے ہماری رائے نہیں ہے کہ آپ انہیں وبا کے سامنے لے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اب آپ اٹھ جائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے کہا کہ میرے پاس انصار صحابہ کو لے کر آؤ میں نے انہیں بلایا آپ نے اس سے مشورہ کیا وہ بھی مہاجرین کے طریقے پر چلے اور ان میں بھی اسی طرح اختلاف ہوا۔ ان سے بھی کہا کہ اچھا آپ اٹھ جائیں پھر مجھ سے کہا کہ میرے پاس قریش کے ان معمر حضرات کو لے کر آؤ جنہوں نے فتح مکہ کے وقت ہجرت کی ۔ میں نے انہیں بلایا تو ان کے درمیان دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہوا اور انہوں نے متفقہ رائے دی کہ لوگوں کو لے کر واپس جائیں اور انہیں لے کر وبا کے مقام پر نہ جائیں۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منادی کرادی کہ ہم صبح واپسی کے لیے سوار ہوں گے سب تیاری کرلیں۔ حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ اللہ کی تقدیر سے فرار حاصل کر رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابو عبیدہ کاش یہ بات تمہارے علاوہ کوئی اور کہتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے اختلاف کو ناپسند کرتے تھے۔ فرمایا ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر ہی کی طرف جارہے ہیں۔ بتلاؤ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور وہ ایسی وادی میں اتریں جس کے دو کنارے ہوں ایک ان میں شاداب ہو دوسرا بنجر کیا ایسا نہیں ہے کہ اگر آپ اونٹوں کو شاداب حصہ میں چرائیں تو بھی اللہ کی تقدیر ہوگی اور اگر انہیں بنجر حصہ میں لے جائیں تب بھی اللہ کی تقدیر ہوگی۔ اس دوران حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے جو کسی ضرورت کے لیے گئے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ اس معاملے کے بارے میں میرے پاس علم ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم کسی علاقے کے بارے میں سنو کہ وہاں وبا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر اس علاقہ میں وبا پھیل جائے جس میں تم ہو تو وہاں سے فرار حاصل کرکے باہر نہ جاؤ۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کی حمد وثناء کی۔ اور آپ وہاں سے واپس لوٹ آئے۔ (متفق علیہ)

العدوۃ : وادی کا کنارہ۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الطب، باب مایذکر فی الطاعون . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرۃ والکہانۃ .

کلمات حدیث: سرغ : مدینہ منورہ سے تیرہ مرحلہ کے فاصلے پر ایک بستی کا نام علامہ دمانی نے فرمایا کہ یہ بستی شام کے قریب ہے۔ اجناد : جند کی جمع ۔لشکر، یا لشکر گاہ یعنی چھاؤنی ۔ اس وقت لشکر کے پڑاؤ کے پانچ مقامات تھے فلسطین، اردن، دمشق، حمص اور قنسرین۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء نے اسی طرح بیان کیا ہے اور ان کا اس تشریح پر اتفاق ہے۔ انی مصبح علی ظھر : میں صبح سوار ہو جاؤں گا۔ میں سواری کی پشت پر صبح کروں گا۔

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرزمین شام کے قریب مقام سرغ پر پہنچ گئے وہاں شام کے مختلف لشکری مراکز سے امراء لشکر نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین صحابہ انصار صحابہ اور قریش کے ان معمر حضرات سے مشورہ کیا جو فتح مکہ کے وقت اسلام لائے۔ مشورہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام جانے کا ارادہ ترک کرکے مدینہ منورہ واپسی کا ارادہ فرمالیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکرام فرماتے تھے اوران کی بات رد نہ فرماتے تھے۔انہوں نے فرمایا کہ کیا ہم اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوعبیدہ اگر تمہارے علاوہ کوئی اور یہ بات کہتا تو بہتر تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عمدہ اور دلنشین مثال سے اپنے موقف کی وضاحت فرمائی کہ اگر کوئی شخص اونٹ لے کر جا رہا ہو اور راستے میں ایک ایسی وادی سے گزرے جس کی ایک جانب سرسبز وشاداب ہو اور دوسری جانب خشک اور بے آب وگیاہ ہو، تو اونٹوں کا مالک اپنے اونٹوں کو جس حصہ میں بھی لے کر جائے گا وہ اللہ کی تقدیر ہوگی لیکن ظاہر ہے کہ اونٹوں کا مالک یہی پسند کرے گا کہ اپنے اونٹوں کو اس حصہ میں لے جائے جو سرسبز وشاداب ہے۔

اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انہوں نے فرمایا کہ اس مسئلہ کے بارے میں مجھے حدیث رسول ﷺ معلوم ہے کہ جہاں وبا پھیلی ہوئی ہو وہاں نہ جاؤ اور اگر اس علاقے میں وبا پھیل جائے جس میں تم ہو تو وہاں سے باہر نہ جاؤ۔

اس حدیث مبارک سے متعدد فوائد اور اہم مسائل مستنبط ہوتے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں۔مشورہ کی اہمیت اور اس کی افادیت معلوم ہوتی ہے اور یہ کہ امراء اور حکام عام لوگوں کے حالات کے بارے میں بذات خود واقفیت حاصل کریں اور ان کی تکالیف دور کرنے کا اہتمام کریں۔اور یہ کہ نئے پیدا ہونے والے معاملات میں اجتہاد کیا جائے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اجتہاد کو ایک خوبصورت مثال سے بیان فرمایا۔اور یہ کہ خبر واحد حجت ہے کیونکہ حدیث رسول ﷺ سنانے والے صرف حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور کوئی اور نہ تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور تمام صحابۂ کرام نے یہ حدیث سن کر اپنے سر تسلیم خم کر دیئے۔

(فتح الباری ٣/٧٥. شرح صحیح مسلم ١٤/١٧٤. روضة المتقین ٤/٢٩٣. دلیل الفالحین ٤/٥٥٤)

طاعون والی جگہ سے نکلنا منع ہے

١٧٩٢. وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا سَمِعْتُمُ الطَّاعُوْنَ بِاَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْهَا، وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ فِيْهَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٧٩٢) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سنو کہ کسی علاقے میں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر اس جگہ طاعون آجائے جہاں تم رہتے ہو تو اس جگہ سے باہر نہ جاؤ۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الطب، باب مایذ کر فی الطاعون . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرة والکهانة .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ایک اعلیٰ طبی اصول کا بیان ہے جس پر جدید اطباء بھی متفق ہیں۔یعنی جہاں طاعون یا وبا پھیل گئی ہو وہاں نہ جایا جائے اور اگر اس جگہ پھیل جائے جہاں آدمی رہتا ہے تو اس بستی سے باہر نہ جائے۔

(فتح الباری ٢/٣٥١. عمدة القاری ١٦/٨١. روضة المتقین ٤/٢٩٦)

البَابُ (۳۶۲)

بَابُ التَّغْلِيظِ فِيْ تَحْرِيمِ السِّحْرِ
جادو کرنے سیکھنے کی حرمت

۱۳۵۱. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَٰنُ وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحْرَ ﴾ الأيَة .

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''سلیمان علیہ السلام نے کفرنہیں کیا بلکہ شیطان کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔'' (البقرۃ:۱۰۲)

تفسیری نکات: حضرت سلیمان علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر تھے یہودیوں نے ان کی طرف سحر کو منسوب کیا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اس کی مذمت ظاہر فرمائی کہ سلیمان علیہ السلام نے کفرنہیں کیا بلکہ شیاطین کفر کرتے تھے اور لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔

ایک زمانے میں دنیا میں اور بالخصوص بابل نامی شہر میں جادو کا بڑا چرچا تھا اور بعض جاہلوں کو سحر کی حقیقت اور انبیاءٔ کرام کے معجزات کی حقیقت میں اشتباہ پیدا ہونے لگا اور لوگ سحر کو بھی اچھا کام سمجھ کر سیکھنے لگے اور جادوگروں کی عزت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے بابل میں دو فرشتے ہاروت اور ماروت بھیجے کہ وہ لوگوں کو سحر کی حقیقت اور اس کی خرابیوں سے آگاہ کریں اور انہیں نصیحت کریں کہ وہ سحر اور ساحروں سے اجتناب کریں۔ یہ فرشتے لوگوں کو سحر کی حقیقت سے آگاہ کرتے وقت انہیں تنبیہ کرتے کہ اس شر اور برائی سے مجتنب رہو۔ اور اس کے قریب بھی نہ جاؤ کہ کہیں تم اس میں مبتلا ہو کر کافر نہ ہو جاؤ۔ (معارف القرآن)

سات مہلک چیزیں

۱۷۹۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ " قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ : "الشِّرْكُ بِاللّٰهِ" وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَكْلُ الرِّبَا، وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّیْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۹۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاک کردینے والی باتوں سے بچو۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک، سحر، کسی جان کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام قرار دیا سوائے حق کے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے بھاگنا اور بھولی بھالی پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب قول الله تعالیٰ ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلما .

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اکبر الکبائر .

کلمات حدیث: موبقات : ہلاک کردینے والی باتیں ۔جمع موبقه . وبق وبقا (باب ضرب) ہلاک ہونا۔ التولی یو م الزحف : میدان کارزار سے بھاگنا۔ جنگ میں مقابلہ کے وقت راہ فرار اختیار کرنا۔

شرح حدیث: حدیث میں مذکور تمام امور حرام ہیں۔ انہی ہلاک کردینے والی حرام باتوں میں سے ایک سحر بھی ہے۔ اس سے قبل یہ حدیث باب تحریم اموال الیتیم (۱۶۱۶) میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقین ٤/٢٩٧ . دلیل الفالحین ٤/٥٥٨)

الباب (۳۶۳)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمُسَافِرَةِ بِالْمُصْحَفِ اِلىٰ بِلَادِ الْكُفَّارِ اِذَا خِيفَ وُقُوعُهُ بِاَيْدِي الْعَدُوِّ

کفار کے علاقوں میں قرآن کریم کے ساتھ سفر کی ممانعت جبکہ قرآن کریم کے دشمنوں کے ہاتھ لگ جانے کا اندیشہ ہو

۱۷۹۴ . عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُسَافِرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلَى اَرْضِ الْعَدُوِّ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۷۹۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دشمن کی سرزمین میں قرآن کریم کے ساتھ سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب السفر بالمصاحف الی ارض العدو . صحیح مسلم كتاب الامارة، باب النهي ان يسافر بالمصحف الى أرض الكفار .

شرح حدیث: قرآن کریم کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے اور احترام کا یہ تقاضہ بھی ہے کہ کوئی مسلمان قرآن کریم کو کسی ایسی جگہ نہ لے جائے جہاں اس بات کا اندیشہ ہو کہ قرآن کریم کی توہین کی جائے یا اس کے احترام اور تکریم میں کمی آئے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے اس حدیث مبارک میں قرآن کریم کو دشمنوں کی سرزمین میں لے جانے سے منع فرمایا مبادا ان کے ہاتھ لگ جائے اور وہ اس کی توہین کریں۔ غرض یہ حکم سدالذریعہ کے طور پر ہے اس لیے اگر مسلمان غالب ہوں اور قرآن کریم کی عدم تکریم کا اندیشہ نہ ہو تو قرآن کریم ساتھ لے جانا درست ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی یہی رائے ہے۔ البتہ اس امر پر علماء کا اتفاق ہے کہ کفار سے مراسلت کی صورت میں مکاتیب وغیرہ میں قرآن کریم کی آیات لکھی جاسکتی ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہرقل کے نام اپنے مکتوب میں قرآنی آیات تحریر فرمائی۔ (فتح الباری ۱۹۵/۲ ؛ ارشاد الساری ٤٦٣/٦ . شرح صحیح مسلم ۱۳/۱۲)

الباب (٣٦٤)

بَابُ تَحْرِيْمِ اِسْتِعْمَالِ اِنَآءِ الذَّهَبِ وَاِنَآءِ الْفِضَّةِ فِي الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوْهِ الْاِسْتِعْمَالِ

سونے اور چاندی کے برتن کھانے پینے طہارت اور دیگر امور میں استعمال کرنے کی حرمت

سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے پر وعید

١٧٩٥. عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَلَّذِيْ يَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ اِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : "اِنَّ الَّذِيْ يَاْكُلُ اَوْ يَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ" .

(١٧٩٥) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ (متفق علیہ)

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ جو آدمی چاندی اور سونے کے برتن میں کھاتا یا پیتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الأشربه، باب آنية الفضه . صحيح مسلم، كتاب اللباس و الزينة. باب تحريم استعمال اوانى الذهب و الفضة .

کلمات حدیث: یجرجر : جرجر جرجرۃً (باب فعلل) غٹ غٹ آواز کے ساتھ پانی کا حلق سے اتارنا۔ اس طرح پانی کا پیٹ میں جانا کہ اس سے آواز ہو رہی ہے۔ سونے، چاندی کے برتن میں کھانے اور پینے والا اسی طرح نار جہنم اپنے پیٹ میں اتارتا ہے۔

شرح حدیث: سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال حرام ہے خواہ کھانے پینے کے لیے ہو یا محض آرائش اور تزئین کے لیے ہو کیونکہ اس سے تکبر کا اور دنیا پرستی کا مظاہرہ اور حب دنیا کا اظہار ہوتا ہے۔ سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ اس پر شدید وعید وارد ہوئی ہے۔ (نزهة المتقين ٢/ ٥٣٠. دليل الفالحين ٤/ ٥٦٠)

سونا اور ریشم دنیا میں کفار کیلئے ہے

١٧٩٦. وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَالشُّرْبِ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَقَالَ : "هُنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهِيَ لَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوْا فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَاْكُلُوْا فِيْ صِحَافِهَا ."

(۱۷۹۶) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں حریر اور دیباج سے اور سونے اور چاندی کے برتن میں پینے سے منع فرمایا۔ اور کہا کہ یہ چیزیں ان (کفار) کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے جنت میں ہوں گے۔

(متفق علیہ)

اور صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حریر اور دیباج نہ پہنو اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان کے پیالوں میں کھاؤ۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الاشربہ، باب الشرب فی آنیۃ الفضۃ . صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینۃ، باب تحریم استعمال اناء الذھب .

کلمات حدیث: حریر : ریشم۔ دیباج : موٹا ریشم جس کا تانا بانا ریشم کا ہو۔ صحاف جمع صحفہ : کھانے کا بڑا برتن۔ پیالہ۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے اہل کفر اور اہل دنیا کو دنیا ہی میں نعمتیں عطا فرمادی ہیں اور اہل ایمان کے لیے جنت کو دار النعیم بنایا ہے۔ (دلیل الفالحین ۵۶۲/٤ . روضۃ المتقین ۲۹۹/٤)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا چاندی کے برتن میں کھانے سے انکار

۱۷۹۷ . وَعَنْ اَنَسِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ : كُنْتُ مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ نَفَرٍ مِّنَ الْمَجُوْسِ، فَجِيْءَ بِفَالُوْذَجٍ عَلٰى اِنَاءٍ مِّنْ فِضَّةٍ فَلَمْ يَاْكُلْهُ فَقِيْلَ لَهٗ حَوِّلْهُ، فَحَوَّلَهٗ عَلٰى اِنَاءٍ مِّنْ خَلَنْجٍ وَجِيْءَ بِهٖ فَاَكَلَهٗ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ . " اَلْخَلَنْجُ " اَلْجَفْنَةُ .

(۱۷۹۷) انس بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں انس بن مالک کے ساتھ چند مجوسی لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس دوران چاندی کے برتن میں فالودہ لایا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہیں کھایا۔ کسی نے کہا کہ دوسرے برتن میں ڈال لو۔ اس نے اسے لکڑی کے پیالہ میں ڈال دیا اور پھر آپ کے لیے لایا گیا تو آپ نے کھالیا۔ (بیہقی نے بسند صحیح روایت کیا) خلنج پیالہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: السنن الکبریٰ .

کلمات حدیث: فالوذج : فالودہ۔ خلنج : لکڑی کا بنا ہوا پیالہ۔

شرح حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاندی کے برتن میں کھانے سے احتراز کیا اور جب تک برتن کو تبدیل نہیں کر دیا گیا اس وقت تک اس کھانے کی شئے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر اسی طرح عمل فرماتے تھے اور سنت نبوی ﷺ کا اسی طرح اتباع کرتے تھے اور علم وعمل کی یہی ہم آہنگی تھی جس سے غیر مسلم متاثر ہوتے تھے۔

(روضۃ المتقین ۲۹۹/٤)

البَابُ (۳٦٥)

بَابُ تَحْرِيمِ لُبْسِ الرَّجُلِ ثَوْباً مُزَعْفَرًا
مرد کے لیے زعفران میں رنگا ہوا کپڑا پہننا حرام ہے

۱۷۹۸. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ: مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۷۹۸) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مرد کو زعفران میں رنگا ہوا کپڑا پہننے سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب التزعفر للرجال. صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب النهی عن التزعفر للرجال.

کلمات حدیث: تزعفر: زعفران میں رنگا ہوا کپڑا پہنے۔ زعفران۔ ایک خوشبودار اور رنگ دار پودا۔ زعفر: (بروزن فعلل) زعفران سے کپڑا رنگنا۔ تزعفر: زعفران کی خوشبو سے معطر ہونا۔

شرح حدیث: مرد کے لیے اپنے جسم پر زعفران ملنا اور زعفران میں معطر کیا ہوا لباس پہننا مکروہ ہے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جسم پر زعفران ملنے کی کراہت زعفران میں معطر کپڑا پہننے سے زیادہ ہے۔

(فتح الباری ۱۲۷/۳. عمدة القاری ۳۳/۲۲. تحفة الاحوذی ۱۰۴/۸. شرح صحیح مسلم ۶٦/۱٤)

مردوں کیلئے زرد رنگ کا استعمال درست نہیں

۱۷۹۹. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ فَقَالَ: اُمُّکَ اَمَرَتْکَ بِهٰذَا؟ قُلْتُ: اَغْسِلُهُمَا؟ قَالَ: "بَلِ احْرِقْهُمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ، فَقَالَ: "اِنَّ هٰذَا مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلاَ تَلْبَسْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۷۹۹) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے دو معصفر (زرد رنگ) کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا کہ کیا تمہاری والدہ نے یہ کپڑے پہننے کو کہا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں انہیں دھولوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلکہ انہیں جلا دو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کافروں کا لباس ہے تم مت پہنو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب النهی عن لبس الرجل الثوب المعصفر.

كلمات حديث: ثوبين معصفرين : معصفر میں رنگے ہوئے دو کپڑے۔ عصفر ایک رنگ دار پودا ہے۔

شرح حديث: زرد رنگ کا لباس کفار کا لباس ہے اس وجہ سے ممانعت فرمائی۔ نیز زرد رنگ کا لباس عورتوں کا لباس ہے۔ اور مردوں کے لیے کافروں کی مشابہت اور عورتوں کی مشابہت منع ہے۔

(شرح صحيح مسلم ١٤/ ٤٦ . روضة المتقين ٤/ ٣٠٠ . دليل الفالحين ٤/ ٥٦٤)

البَابُ (٣٦٦)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ صَمْتِ يَوْمٍ اِلَى اللَّيْلِ
پورا دن رات تک خاموش رہنے کی ممانعت

خاموش رہنا کوئی عبادت نہیں

١٨٠٠. عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : حَفِظْتُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَايُتْمَ بَعْدَاحْتِلَامٍ وَلَاصُمَاتَ يَوْمٍ اِلَى اللَّيْلِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

قَالَ الْخَطَّابِيُّ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ: كَانَ مِنْ نُسُكِ الْجَاهِلِيَّةِ الصُّمَاتُ فَنُهُوْا فِي الْاِسْلَامِ عَنْ ذٰلِكَ وَاُمِرُوْا بِالذِّكْرِ وَالْحَدِيْثِ بِالْخَيْرِ .

(١٨٠٠) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد یاد ہے کہ نہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی باقی رہتی ہے اور نہ دن سے رات تک خاموش رہنے کی کوئی حقیقت ہے۔ (ابوداؤد بسند حسن)

خطابی اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں خاموشی عبادت سمجھی جاتی تھی اسلام میں اس سے منع کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ اللہ کو یاد کرو اور اچھی بات کرو۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء متی ینقطع الیتم .

کلمات حدیث: لایتم : یتیمی نہیں ہے۔ یتیم بچہ جس کا باپ یا والدین نہ ہو۔ یتیمی کی حد بلوغ ہے بالغ ہو جانے کے بعد یتیم نہیں رہتا۔ نسك الجاهلية : زمانۂ جاہلیت کی وہ عبادت جس کو اہل جاہلیت تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

شرح حدیث: امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بلوغ کے ساتھ یتیمی کے احکام ختم ہو جاتے ہیں اور اس یتیم کو اپنے تصرفات خود کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ بلوغ کے ساتھ رشد بھی حاصل ہو، یعنی تصرفات کا اختیار دو امور یعنی بلوغ اور رشد پر موقوف ہے اگر بالغ ہو گیا مگر "سفیہ" ہے (یعنی عقل پوری نہیں) تو اس کے تصرفات پر پابندی باقی رہے گی یہاں تک کہ رشد حاصل ہو جائے۔

اسلام سے قبل بعض شریعتوں میں خاموش رہنا بھی روزہ کی ایک قسم تھی جیسا کہ حضرت مریم ﷺ کو حکم ہوا کہ یہ کہہ دیں کہ میں نے آج کے روزے کی نذر مانی ہے اس لیے آج میں بھولے سے بھی بات نہیں کر سکتی۔ زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب میں بھی یہ خیال موجود تھا کہ خاموش رہنا بھی عبادت ہے، اسلام نے اس کے برعکس یہ تعلیم دی کہ ایک مسلمان کے لیے مناسب یہ ہے کہ اس کی زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہے وہ ہر وقت اپنی زبان سے اللہ کا شکر اور اس کی حمد و ثناء کرتا رہے، اور جب لوگوں سے ہم کلام ہو تو وہ بات کرے جس میں تکلم اور مخاطب دونوں کی بھلائی اور دونوں کے لیے خیر کا پہلو ہو۔ (روضة المتقين ٤/ ٣٠٢. دليل الفالحين ٤/ ٥٦٥)

خاموشی کو عبادت سمجھنا جاہلیت کی رسم ہے

۱۸۰۱. وَعَنْ قَيْسِ ابْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ : دَخَلَ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى اِمْرَأَةٍ مِنْ اَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ، فَرَاهَا لَاتَتَكَلَّمُ فَقَالَ : مَالَهَا لَاتَتَكَلَّمُ؟ فَقَالُوْا حَجَّتْ مُصْمِتَةً فَقَالَ لَهَا "تَكَلَّمِيْ فَاِنَّ هٰذَا لَايَحِلُّ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ! فَتَكَلَّمَتْ . (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۸۰۱) قیس بن ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ احمس قبیلے کی ایک عورت کے پاس آئے جس کا نام زینب تھا آپ نے دیکھا کہ وہ بات نہیں کر رہی۔ آپ نے فرمایا کہ اسے کیا ہوا یہ بات کیوں نہیں کرتی لوگوں نے بتایا کہ اس نے خاموش رہنے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ نے اس عورت سے کہا کہ بات کر یہ اسلام میں جائز نہیں ہے بلکہ یہ زمانۂ جاہلیت کا عمل ہے اس پر اس نے بولنا شروع کیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب بذالخلق، باب ایام الجاهلية .

کلمات حدیث: احمس : سرزمین حجاز میں رہنے والا قبیلہ کا ایک خاندان۔

شرح حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا کہ اس نے چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ عمل جاہلیت ہے اور اسلام نے اس سے منع کیا ہے۔ اس عورت کا نام زینب بنت جابر احمسی تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا تھا اور اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بعض احادیث بھی روایت کی ہیں۔

بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے بات نہ کرنے کی قسم کھائی تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ یہ قسم توڑ دے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے ان علماء نے اس مسئلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ اسلام میں خاموش رہنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اگر کوئی بات نہ کرنے کی نذر کرے تو اس کی نذر منعقد نہیں ہوگی۔ اس کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ابو اسرائیل نے نذر مانی کہ وہ پیدل چلینگے سواری پر سوار نہ ہوں گے نہ سائے میں آئینگے اور نہ بات کرینگے اور انہیں نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ سواری پر سوار ہوں سائے میں آئیں اور بات کریں۔

ابن قدامہ "المغنی" میں فرماتے ہیں کہ احادیث سے بنیت ثواب اور عبادت کی نیت سے خاموش رہنے کی حرمت معلوم ہوتی ہے اس لیے اگر کوئی خاموش رہنے کی نذر مانے تو اس نذر کا پورا کرنا اس پر لازم نہیں ہے، یہی امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر فقہاء کی رائے ہے اور ہمیں اس مسئلہ میں کسی اختلاف رائے کا علم نہیں ہے۔

اور جن احادیث میں خاموش رہنے کی فضیلت مذکور ہوئی ہے جیسے جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی۔ تو اس کا مطلب مطلق خاموش رہنا نہیں ہے بلکہ باطل اور غلط کلام سے خاموش رہنا ہے۔ اور ایسے کلام مباح سے خاموش رہنا ہے جس سے کسی شر کا یا نقصان کا اندیشہ ہو۔

(فتح الباری ۲/۴٦۱. روضة المتقين ۴/۳۰۳. دليل الفالحين ۴/۵٦٦)

البَابُ (٣٦٧)

بَابُ تَحْرِيمِ انْتِسَابِ الْإِنْسَانِ إِلٰى غَيْرِ أَبِيهِ وَتَوَلِّيهِ غَيْرَ مَوَالِيهِ

اپنے باپ کے علاوہ اپنے آپ کو کسی اور سے منسوب کرنا اور اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کو اپنا مولی بتانا حرام ہے

غیر باپ کی طرف نسبت کرنے والے پر جنت حرام ہے

١٨٠٢ . عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٨٠٢): حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے منسوب کیا جبکہ وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب الفرائض، باب من ادعى الى غير أبيه . صحيح مسلم، كتاب الايمان باب حال ايمان من رغب عن ابيه .

کلمات حدیث: ادعی : دعوی کیا۔ جھوٹا دعوی کیا۔ ادعى ادعا (باب افتعال) ادعى الى غير أبيه : اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے منسوب کرنا۔ دعوی جمع دعاوی۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں کسی کے اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنے کی شدید وعید بیان ہوئی ہے۔ (شرح صحيح مسلم ٢/ ٤٥ . روضة المتقين ٤/ ٣٠٤)

نسب بدلنا کفر ہے

١٨٠٣ . وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ فَهُوَ كُفْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٨٠٣) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو۔ جس نے اپنے باپ سے اعراض کیا اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب الفرائض، باب من ادعى الى غير أبيه . صحيح مسلم كتاب الايمان، باب مال ايمان من رغب عنه .

کلمات حدیث: رغب عن أبيه : اپنے باپ کو چھوڑ کر اپنے آپ کو کسی اور شخص کی جانب منسوب کیا۔

شرح حدیث: امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل جفا جاہل اور متکبر اس طرح کی ناشائستہ حرکت کرتے ہیں کہ اپنے باپ کو اور اپنے نسب کو خسیس اور حقیر سمجھ کر اپنے آپ کو کسی ذی حیثیت آدمی سے منسوب کرلیں تا کہ اس طرح دنیا میں عزت کا کوئی مقام حاصل کر سکیں۔ اگر کسی نے یہ حرکت حلال اور جائز سمجھ کر کی تو فی الواقع کفر ہے ورنہ کفران نعمت تو ضرور ہے اور اللہ کی تقدیر پر راضی نہ ہونا اور اپنے باپ کو حقیر سمجھنا ہے اور اس کے احسان کے بدلے اس کے ساتھ برائی کرنا ہے۔

(فتح الباری ۳/۵۸٦. شرح صحیح مسلم ۲/٤٥. دلیل الفالحین ٤/٥٦٨)

نسب بدلنے والوں پر فرشتوں کی لعنت

۱۸۰۴. وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ شَرِيْكِ بْنِ طَارِقٍ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ : لَاوَاللّٰهِ مَاعِنْدَنَا مِنْ كِتَابٍ نَقْرَؤُهُ اِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ، وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ فَنَشَرَهَا فَاِذَا فِيْهَا اَسْنَانُ الْاِبِلِ وَاَشْيَآءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ وَفِيْهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَابَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ : لَايَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفاً وَّلَا عَدْلًا، ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ، فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِماً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَايَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا : وَمَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوِانْتَمٰى اِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَآئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ " لَايَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَاعَدْلًا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

" ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ : اَيْ عَهْدُهُمْ وَاَمَانَتُهُمْ. "وَاَخْفَرَهُ"،، : نَقَضَ عَهْدَهُ. "وَالصَّرْفُ" : " التَّوْبَةُ" وَقِيْلَ الْحِيْلَةُ.

" وَالْعَدْلُ " : اَلْفِدَآءُ.

(۱۸۰۴) یزید بن شریک بن طارق سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ منبر پر خطبہ دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ نہیں اللہ کی قسم ہمارے پاس کوئی اور کتاب نہیں ہے جو ہم پڑھتے ہوں سوائے کتاب اللہ کے اور اس صحیفے کے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس صحیفہ کو کھول کر دکھایا، اس میں ''دیت'' کے اونٹوں کی عمریں اور زخموں کی دیت سے متعلق احکام تھے اور اس میں تحریر تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ بھی حرم ہے عیر سے لے کر ثور تک جس نے اس میں کوئی نئی بات ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی فرض عبادت اور نفلی عبادت بھی قبول نہیں فرمائینگے۔ مسلمان کا ذمہ ایک ہے جس کی ان کا ایک ادنی آدمی کوشش کرتا ہے۔ جس نے کسی مسلمان کا عہد توڑ دیا اس پر اللہ اس کے تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی فرض یا نفلی عبادت قبول نہیں فرمائینگے اور جس

نے اپنے باپ کے علاوہ اپنے آپ کو کسی اور کی طرف منسوب کیا یا اپنے موالی کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی اس پر اللہ کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت۔ روز قیامت اللہ تعالیٰ اس کی فرض یا نفلی عبادت قبول نہیں فرمائینگے۔ (متفق علیہ)

ذمۃ المسلمین سے مراد عہد اور امانت ہے۔ ''أخفر'' اس نے وعدہ توڑا۔ صرف کے معنی توبہ کے ہیں اور کسی نے کہا کہ حیلہ کے ہیں۔ اور عدل کے معنی فدیہ کے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب اثم من تبرأمن موالیه . صحیح مسلم کتاب العتق، باب تحریم العتق غیر موالیه .

کلمات حدیث: أسناد الابل: دیت کے اونٹوں کی عمریں، أشیاء من الجرحات۔ زخموں کی دیت سے متعلق احکام۔ عیر: مدینہ کے ایک پہاڑ کا نام۔ ثور: مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام۔ انتمی الی غیر موالیه: اپنے آپ کو اپنے آقا کے سوا کسی اور طرف منسوب کیا۔ یعنی کسی آزاد شدہ غلام نے اپنے آپ کو اس مولی کی طرف منسوب کرنے کے بجائے جس نے اسے آزاد کیا ہے اپنے آپ کو کسی اور کی جانب منسوب کیا۔ صرفا ولا عدلا امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صرف کے معنی کے توبہ کے اور عدل کے معنی فدیہ کے ہیں۔ اصمعی نے کہا کہ صرف کے معنی فرض کے اور عدل کے معنی نفل کے ہیں۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ باتیں کہیں کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دین کے اسرار اور شریعت کے ایسے امور بطور خاص بتا گئے تھے جو آپ ﷺ نے کسی اور کو نہیں بتائے جب یہ باتیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم میں آئیں تو آپ نے متعدد مرتبہ اور بر سر منبر تردید فرمائی کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب یعنی قرآن کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور ایک صحیفہ ہے جس میں کچھ احادیث ہیں پھر آپ نے یہ صحیفہ کھول کر بھی لوگوں کو دکھایا کہ اس میں دیت کے احکام ہیں اور دیت میں دیئے جانے والے اونٹوں کی عمروں کا بیان ہے اور کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ہمارے لیے خاص ہو اور عام مسلمان کو اس کا علم نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا اور اس کی حدود جبل عیر سے جبل ثور تک بیان فرمائیں صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یا اللہ میں نے مدینہ منورہ کو اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان حرم قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا۔ اب اس میں کوئی شریعت کے خلاف کوئی نئی بات ایجاد نہ کرے نہ اس شہر میں معصیت کا یا ظلم کا ارتکاب کرے اگر کوئی ایسا کرے یا کسی نئی بات ایجاد کرنے والے کو پناہ دے تو وہ اللہ کی رحمت اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی رحمت سے دور ہو جائے۔

تمام مسلمانوں کا ذمہ یعنی امان ایک ہے یعنی اگر کوئی ایک مسلمان کسی کو امان دیدے تو وہ تمام مسلمانوں پر لازم ہوگی اور سب اس کو پورا کرینگے اور کسی مسلمان کو اجازت نہیں ہے کہ اس عہد امان کی خلاف ورزی کرے۔

کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص کی جانب منسوب کرے اور نہ کسی آزاد شدہ غلام کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس شخص کے علاوہ جس نے اسے آزاد کیا ہے کسی اور کی طرف منسوب کرے۔

یہ وہ احکام اوراحادیث نبویہ تھیں جو اس صحیفہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں درج تھیں اور جس کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھول کر لوگوں کو دکھایا اور برسر منبر قسم کھا کر فرمایا ہمارے پاس قرآن کریم اور اس صحیفہ میں مذکور احادیث کے علاوہ کوئی خاص علم نہیں ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسی کوئی بات ارشاد فرمائی جو اور مسلمانوں سے مخفی رکھی ہو۔

(فتح الباری ۱/۱۱۱. شرح صحیح مسلم ۹/۱۲۲. تحفة الاحوذی ۶/۳۲۲)

جس نے غیر باپ کی طرف نسبت کی وہ ہم میں سے نہیں

۱۸۰۵. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "لَیْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعٰی لِغَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُهٗ اِلَّا كَفَرَ، وَمَنِ ادَّعٰی مَالَیْسَ لَهٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ. وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ اَوْقَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَیْسَ كَذٰلِكَ اِلَّا حَارَ عَلَیْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ.

(۱۸۰۵) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جانتے ہوئے اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور شخص کے بارے میں اپنے باپ ہونے کا دعوی کیا اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ اور جس نے اس چیز کا دعوی کیا جو اس کی نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور وہ جہنم کو اپنا ٹھکانا بنالے۔ اور جو شخص کسی کو کافر کہہ کر پکارے یا اللہ کا دشمن کہے اور وہ ایسا نہ ہو تو یہ بات اسی کی طرف لوٹ آئے گی۔ (متفق علیہ) اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب حدثنا ابو معمر عن ابی ذر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ . صحیح مسلم کتاب الایمان، باب بیان حال من رغب عن أبیه .

شرح حدیث: اپنا نسب اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے جوڑنا۔ کسی ایسی شئے کا دعوی دار ہونا جو اس کی نہ ہو اور کسی کو کافر یا دشمن خدا کہنا حرام ہے۔ (نزهة المتقین ۲/۵۳۴)

البَابُ (٣٦٨)

بَابُ التَّحْذِيرِ مِنْ اِرْتِكَابِ مَانَهَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه‘ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ

جس بات سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہو اس کے ارتکاب سے بچنا

۳۵۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

”چاہیے کہ وہ لوگ ڈرتے رہیں جو اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو اللہ کی طرف سے آزمائش یا دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔“ (النور:٦٣)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان کے دلوں میں کفر ونفاق کا فتنہ ہمیشہ کے لیے جڑ نہ پکڑ جائے اور اس طرح دنیا کی کسی سخت آفت یا آخرت کے دردناک عذاب میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ (تفسیر عثمانی)

۳۵۳. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُۥ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔“ (آل عمران:٢٨)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ مؤمن کو ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور ہرگز کوئی ایسی بات نہ کرے جس میں اس کی ناراضگی کا اندیشہ ہو۔ (معارف القرآن)

۳۵۴. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔“ (البروج:١٢)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتے ہیں اس مہلت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چھوٹ گئے بلکہ جب ظالم اور نافرمان باز نہیں آتے تو اس کی پکڑ بڑی شدید اور المناک ہوتی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

اللہ کی پکڑ دردناک ہے

۳۵۵. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ ٱلْقُرَىٰ وَهِىَ ظَٰلِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُۥٓ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ﴿١٠٢﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اسی طرح تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے جبکہ وہ بستیوں کو پکڑتا ہے اس حال میں کہ وہ ظالم ہوں بے شک تیرے رب کی پکڑ سخت دردناک ہے۔'' (ھود: ۱۰۲)

حرام کے ارتکاب سے اللہ کو غیرت آتی ہے

۱۸۰۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللّٰهِ اَنْ يَاْتِیَ الْمَرْءُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۰۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور اللہ کی غیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ آدمی وہ کام کرے جو اللہ نے اس پر حرام قرار دیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ . صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللّٰہ .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ فواحش اور برائیوں کے ارتکاب اور اللہ تعالیٰ کے جاری کردہ احکام کی خلاف ورزی پر ناراض ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ۲/ ۱۰۶۰ . شرح صحیح مسلم ۱۷/ ۶۵)

الباب (۳۶۹)

بَابُ مَايَقُوْلُه‘ وَيَفْعَلُه‘ مَنِ ارْتَكَبَ مَنْهِيًّا عَنْهُ

کسی حرام بات کا ارتکاب کرنے والے کو کیا کہنا چاہیے اور کیا کرنا چاہیے

۳۵۶. قَالَ اللّٰه تَعَالىٰ :

﴿ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"اگر تمہیں شیطانی انگیخت اللہ کی نافرمانی پر ابھارے تو تم اللہ کی پناہ مانگو۔ (فصلت: ۳۶)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ شیطان کی انگیخت اور اس کا دل میں ڈالا ہوا وسوسہ اگر تمہیں کسی وقت اللہ کی نافرمانی کی جانب مائل کرے تو اللہ کی پناہ مانگو کہ اللہ کی حفاظت اور اس کی پناہ میں آ کر تم شیطان کے اثر سے محفوظ ہو جاؤ گے اور ارتکاب معصیت سے باز رہو گے کہ اللہ کی نافرمانی سے وہ ہی محفوظ رہتے ہیں جو اللہ کی پناہ میں آ جاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

۳۵۷. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْاْ إِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ ٱلشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُواْ فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے وسوسہ پہنچتا ہے تو وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت کو دیکھ لیتے ہیں۔" (الاعراف: ۲۰۱)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اہل تقویٰ وہ ہیں جن سے شیطان گریز کرتا ہے اور کبھی شیطان ان کے پاس سے گزر جاتا ہے یا انہیں چھو جاتا ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ وہ طویل غفلت میں پڑ جائیں بلکہ وہ اسی وقت متنبہ ہو جاتے ہیں اور اللہ کی یاد سے سرشار ہو جاتے ہیں اور حقیقت کھل کر ان کے سامنے آ جاتی ہے اور نیکی اور بدی کا انجام ان کی نظروں کے سامنے آ جاتا ہے۔ (تفسیری عثمانی)

مسلمان سے جب گناہ ہو جاتا ہے فوراً توبہ کر لیتا ہے

۳۵۸. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَٱلَّذِينَ إِذَا فَعَلُواْ فَٰحِشَةً أَوْ ظَلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمْ ذَكَرُواْ ٱللَّهَ فَٱسْتَغْفَرُواْ لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ إِلَّا ٱللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّواْ عَلَىٰ مَا فَعَلُواْ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ أُوْلَٰٓئِكَ جَزَآؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّٰتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ ٱلْعَٰمِلِينَ ﴿١٣٦﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"وہ لوگ جو کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر لیتے ہیں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی مغفرت طلب

کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخش سکتا ہے۔ اور اپنے کیے پر وہ اصرار نہیں کرتے جبکہ وہ جانتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہینگے اور عمل کرنے والوں کے لیے اچھا اجر ہے۔'' (آل عمران: ۱۳۵)

تفسیری نکات: تیسری آیات میں اہل تقوی کے بارے میں فرمایا کہ اگر کبھی ان سے کوئی برا کام سرزد ہو جاتا ہے یا کوئی بری بات زبان سے نکل جاتی ہے یا اپنے حق میں کسی زیادتی کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو فوراً ہی وہ اللہ کی عظمت وجلال اس کی جزا اور سزا اور اس کے وعد و وعید کو یاد کر کے اپنے گناہوں پر اس کے عفو و درگزر کے طالب ہوتے ہیں اور اللہ کے سامنے عاجزی کے ساتھ توبہ اور استغفار کرتے ہیں اور اس خطا پر جمع نہیں رہتے جو ان سے سرزد ہوگئی بلکہ یہ جان کر کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی سچی توبہ قبول کرتا ہے ندامت کے ساتھ اس کے حضور میں توبہ کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔ ان متقین کے لیے جنت تیار کی گئی ہے وہ اس جنت میں ہمیشہ رہینگے اور اللہ ان کو اپنے انعام واکرام سے سرفراز فرمائینگے۔ (معارف القرآن، تفسیر عثمانی)

۳۵۹. وَقَالَ تَعَالٰی:

﴿ وَتُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾ ﴾

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''تم سب کے سب اللہ کی طرف رجوع کرو اے ایمان والو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (النور: ۳۱)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں تمام اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم سب کے سب اللہ کے حضور میں توبہ کرو، اور توبہ کر کے اللہ کی فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرو، کہ یہی کامیابی کا راستہ ہے اور اسی میں تمہاری فلاح ہے۔ (معارف القرآن)

لات وعزیٰ کی قسم کھانے کا کفارہ

۱۸۰۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلْفِهِ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ : لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۸۰۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے لات اور عزی کی قسم کھائی اسے چاہیے کہ وہ لا الہ الا اللہ کہے اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آ ؤ جوا کھیلیں تو اسے چاہیے کہ وہ صدقہ کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورة النجم . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من حلف بالات و العزی .

کلمات حدیث: الات : یہ طائف میں ثقیف کا بت تھا۔ العزیٰ : وادی نخلہ میں قریش اور بنی کنانہ کا بت تھا۔

<u>**شرح حدیث:**</u> بتوں کی قسم اٹھانا حرام ہے ایسی قسم کھانے والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور اس صورت میں تجدید ایمان کی ضرورت ہے۔ جوا کھیلنے کی دعوت دینا بھی گناہ ہے اس پر صدقہ دینا چاہیے اور توبہ کرنی چاہیے۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سارے مال کا صدقہ کرے جس سے جوا کھیلنے کا ارادہ کیا تھا۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جتنے مال کا صدقہ کرنا چاہے کرے پورے مال کا ضروری نہیں ہے۔ (نزهة المتقين ۲/ ۵۳۸ ـ روضة المتقين ٤/ ۳۱۱)

کتاب متفرق احادیث و علامات قیامت

الباب (۳۷۰)

باب کتاب المنثورات والملح
دجال سے متعلق احادیث اور علامات قیامت

۱۸۰۸۔ عَنِ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ فَخَفَّضَ فِيْهِ وَرَفَّعَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِيْ طَآئِفَةِ النَّخْلِ، فَلَمَّا رُحْنَا اِلَيْهِ عَرَفَ ذٰلِكَ فِيْنَا! فَقَالَ : "مَاشَأْنُكُمْ؟" قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ الْغَدَاةَ فَخَفَّضْتَ فِيْهِ وَرَفَّعْتَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِيْ طَآئِفَةِ النَّخْلِ فَقَالَ : "غَيْرُ الدَّجَّالِ اَخْوَفُنِيْ عَلَيْكُمْ : اِنْ يَخْرُجْ وَاَنَا فِيْكُمْ فَاَنَا حَجِيْجُه' دُوْنَكُمْ، وَاِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيْكُمْ فَامْرُؤٌ حَجِيْجُ نَفْسِه، وَاللّٰهُ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ : اِنَّه' شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُه' طَافِيَةٌ كَاَنِّيْ اُشَبِّهُه' بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ، فَمَنْ اَدْرَكَه' مِنْكُمْ فَلْيَقْرَاْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ، اِنَّه' خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِيْنًا وَعَاثَ شِمَالاً، يَاعِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوْا قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا لُبْثُه' فِي الْاَرْضِ؟ قَالَ : "اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا : يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ اَيَّامِهٖ كَاَيَّامِكُمْ" قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَسَنَةٍ اَتَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلٰوةُ يَوْمٍ؟ قَالَ : "لَااُقْدُرُوْا لَه' قَدْرَه'"، قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا اِسْرَاعُه' فِي الْاَرْضِ قَالَ "كَالْغَيْثِ اِسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيْحُ فَيَاْتِيْ عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوْهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ بِه وَيَسْتَجِيْبُوْنَ لَه' فَيَاْمُرُ السَّمَآءَ فَتُمْطِرُ وَالْاَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ اَطْوَلَ مَاكَانَتْ ذُرًى وَاَسْبَغَه' ضُرُوْعًا وَاَمَدَّه' خَوَاصِرَ، ثُمَّ يَاْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوْهُمْ فَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ قَوْلَه' فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِيْنَ لَيْسَ بِاَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّبِالْخَرِبَةِ فَيَقُوْلُ لَهَا : اَخْرِجِيْ كُنُوْزَكِ فَتَتْبَعُه' كُنُوْزُهَا كَيَعَا سِيْبِ النَّحْلِ، ثُمَّ يَدْعُوْ رَجُلاً مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُه' بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُه' جِزْ لَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوْهُ فَيُقْبِلُ، وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُه' يَضْحَكُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْبَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ عليه السلام فَيَنْزِلُ عِنْدَالْمَنَارَةِ الْبَيْضَآءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ، وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ، اِذَاطَأْطَأَ رَاْسَه' قَطَرَ وَاِذَا رَفَعَه' تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ، فَلَايَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُرِيْحَ نَفْسِهٖ اِلَّامَاتَ، وَنَفَسُه' يَنْتَهِيْ اِلٰى حَيْثُ يَنْتَهِيْ طَرْفُه'، فَيَطْلُبُه' حَتّٰى يُدْرِكَه' بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُه' ثُمَّ يَاْتِيْ عِيْسٰى عليه السلام قَوْمًا قَدْعَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوْهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِيْ

لَايَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِيْ اِلَى الطُّوْرِ، وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ، فَيَمُرُّ اَوَائِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُوْنَ مَافِيْهَا وَيَمُرُّ اٰخِرُهُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَآءٌ وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ رَأْسُ الثَّوْرِهِم خير من مائة دينـار لِاَحَدِكُمُ الْيَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِيْ رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اِلَى الْاَرْضِ فَلَايَجِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ اِلَّا مَلَاَهٗ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى طَيْرًا كَاَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَطَرًا لَايَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَاوَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْاَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَقَةِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلْاَرْضِ اَنْبِتِيْ ثَمَرَتَكِ، وَرُدِّيْ بَرَكَتَكِ، فَيَوْمَئِذٍ تَاْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّوْنَ بِقِحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى اَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْاِبِلِ لَتَكْفِيْ الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ و اللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيْلَةَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَمَاهُمْ كَذٰلِكَ اِذْبَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى رِيْحاً طَيِّبَةً فَتَاْخُذُهُمْ تَحْتَ اٰبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ، وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فِيْهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُهٗ "خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ" : اَيْ طَرِيْقًا بَيْنَهُمَا. وَقَوْلُهٗ "عَاثَ" بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ، وَالْعَيْثُ : اَشَدُّ الْفَسَادِ. "وَالذُّرٰى" :بِضَمِّ الزَّالِ..... اَلْاَسْنِمَةُ "والْيَعَاسِيْبُ" ذُكُوْرُالنَّحْلِ "وَجِزْلَتَيْنِ": اَيْ قِطْعَتَيْنِ. "وَالْغَرَضُ" : اَلْهَدَفُ الَّذِيْ يُرْمٰى اِلَيْهِ بِالنَّشَّابِ اَيْ يَرْمِيْهِ رَمْيَةً كَرَمْيَةِ النَّشَّابِ اِلَى الْهَدَفِ. "وَالْمَهْرُوْدَةُ" بِالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْمُعْجَمَةِ وَهِيَ : الثَّوْبُ الْمَصْبُوْغُ. قَوْلُهٗ : لَايَدَانِ" : اَيْ لَاطَاقَةَ . "وَالنَّغَفُ" دُوْدٌ "وَفَرْسٰى" جَمْعُ فَرِيْسٍ، وَهُوَالْقَتِيْلُ. "وَالزَّلَقَةُ":بِفَتْحِ الزَّايِ وَاللَّامِ وَالْقَافِ وَرُوِيَ الزُّلْفَةُ بِضَمِّ الزَّايِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ وَبِالْفَاءِ، وَهِيَ : الْمِرْاٰةُ .

"وَالْعِصَابَةُ" : اَلْجَمَاعَةُ .

"وَالرِّسْلُ" بِكَسْرِ الرَّآءِ : اللَّبَنُ .

"وَاللِّقْحَةُ" اللَّبُوْنُ .

وَالْفِئَامُ" بِكَسْرِ الْفَآءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ : الْجَمَاعَةُ. وَالْفَخِذُ" مِنَ النَّاسِ : دُوْنَ الْقَبِيْلَةِ .

(۱۸۰۸) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے

دجال کا ذکر فرمایا، اس کی حقارت ذکر کی اور اس کے خطرے کی عظمت کو بیان فرمایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ وہ یہیں کہیں کھجوروں کے جھنڈ میں ہے۔ دوبارہ جب ہم آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ہمارے دلوں میں پوشیدہ خوف کو جان لیا اور دریافت کیا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آج صبح آپ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا اور اس کو حقیر اور اس کے خطرے کو عظیم کر کے بیان فرمایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ وہ یہیں کہیں کھجوروں کے جھنڈ میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے علاوہ اور باتوں کا مجھے تمہارے بارے میں زیادہ اندیشہ ہے کیونکہ اگر دجال نکل آیا اور میں تمہارے درمیان ہوا تو تمہاری جگہ میں خود اس سے نمٹ لوں گا اور اگر میرے بعد نکلا تو ہر آدمی اپنے نفس کا خود دفاع کرے گا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میری جانب سے نگران ہے۔

دجال نوجوان گھنگھریالے بالوں والا ہوگا اس کی ایک آنکھ ابھری ہوئی ہوگی گویا میں اسے عبدالعزیٰ بن قطن سے تشبیہ دیتا ہوں۔ تم میں سے جو شخص اس کو پائے تو اس پر ''سورۃ الکہف'' کی ابتدائی آیات پڑھے وہ شام اور عراق کے درمیانی راستہ پر ظاہر ہوگا اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو اس وقت ثابت قدم رہنا۔

ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ دنیا میں اس کا قیام کتنا ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چالیس دن، ایک دن ایک سال کے برابر ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی دن تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ دن جو سال کے برابر ہوگا کیا اس میں ہمیں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تم اس میں وقت کا اندازہ کر کے نماز پڑھنا۔ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اس کی زمین میں تیز رفتاری کا کیا عالم ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا کہ بارش کی طرح جس کو ہوا پیچھے سے دھکیل رہی ہو۔ وہ لوگوں کے پاس آئیگا اور انہیں دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لائینگے اور اس کے حکم کو مانیں گے۔ وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ نباتات اگائے گی۔ ان کے چرنے والے جانور جب شام کو ان کے پاس لوٹیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے کہیں زیادہ لمبے ہونگے اور ان کے تھن پہلے سے زیادہ بھرے ہوئے ہوں گے اور ان کی کوکھیں پہلے سے زیادہ کشادہ ہوں گی۔

پھر وہ کچھ لوگوں کے پاس آئے گا اور انہیں اپنے ماننے کی دعوت دے گا مگر وہ اس کی بات کو رد کر دینگے وہ ان سے پلٹے گا تو وہ قحط سالی میں مبتلا ہو جائینگے اور ان کے پاس مال باقی نہیں رہے گا۔ اور وہ کسی ضرابے سے گزرے گا اور کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دے تو اس زمین کے خزانے شہد کی مکھیوں کے سرداروں کی طرح اس کے پیچھے لگ جائینگے۔ پھر وہ ایک بھرپور نوجوان کو بلائے گا اور اس پر تلوار سے وار کرے گا جو اسے تیر انداز کے نشانے کی طرح دو ٹکڑے کر دے گا۔ پھر اسے پکارے گا تو وہ اس کے سامنے اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ دمک رہا ہوگا اور وہ ہنس رہا ہوگا۔

دجال ابھی اسی حالت میں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مسیح بن مریمؑ کو مبعوث فرمائینگے اور آپ آسمان سے دمشق کی مشرقی جانب سفید مینار پر زرد رنگ کا جوڑا پہنے ہوئے اپنی ہتھیلیاں دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے اترینگے جب آپ سر جھکائیں گے تو پانی کے قطرے گرینگے اور جب آپ سر اٹھائینگے تب بھی موتی کی طرح چاندی کی بوندیں گرینگی۔ جس کافر کو بھی آپ کے سانس کی گرمی پہنچے گی وہ

مرجائے گا اور آپ کا سانس آپ کی حدنظر تک جائے گا۔ آپ دجال کو تلاش کرینگے یہاں تک کہ اسے باب لُد کے پاس پالیں گے اور اسے قتل کردینگے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے پاس آئینگے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے فتنے سے محفوظ رکھا ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے چہروں پر ہاتھ پھیرینگے اور انہیں ان درجات کی خوش خبری دینگے جو انہیں جنت میں ملیں گے۔ ابھی وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائے گا کہ میں نے اپنے کچھ ایسے بندے نکالے ہیں جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں پس تو میرے ان بندوں کو کوہ طور پر لے جا کر ان کی حفاظت فرما۔

اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر بلندی سے پستی کی جانب تیزی سے دوڑیں گے ان کا پہلا حصہ بحرۂ طبریہ سے گزرے گا اور اس کا سارا پانی پی جائے گا اور پچھلا گروہ آئے گا تو کہے گا کہ یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی محصور ہوں گے یہاں تک کہ ایک بیل کا سر ان کے نزدیک تمہارے آج کے سو دینار سے زیادہ بہتر ہوگا اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کی طرف متوجہ ہونگے۔ اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کردے گا جس سے وہ دفعتاً ایک جان کی طرح مرجائینگے۔ پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین کی طرف اتریں گے تو وہ زمین میں ایک بالشت بھی جگہ ایسی نہیں پائینگے جو ان کی لاشوں کی گندگی اور بدبو سے خالی ہو۔ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کچھ پرندے بھیجیں گے جن کی گردن بختی اونٹ کی طرح ہوگی وہ ان کو اٹھا کر اس جگہ پھینک دیں گے جہاں اللہ چاہے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائینگے جس سے کوئی گھر اور کوئی خیمہ نہیں بچے گا اور وہ بارش ساری زمین کو دھودے گی یہاں تک کہ زمین کو چکنے میدان کی طرح بنادے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا کہ اپنے پھل اگا اور اپنی برکت واپس لا۔ اس وقت ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے سے سایہ پائے گا اور دودھ میں اتنی برکت ڈالی جائے گی کہ ایک دودھ دینے والی اونٹنی ایک جماعت کو کافی ہوگی اور ایک دودھ دینے والی گائے لوگوں کے ایک قبیلے کو کافی ہوگی اور دودھ دینے والی ایک بکری لوگوں کے ایک گھرانے کو کافی ہوگی۔

لوگ ابھی اس حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ان کو ان کے بغلوں کے نیچے سے لگے گی اور ہر مؤمن اور ہر مسلمان کی روح قبض کرے گی، صرف شریر لوگ باقی رہ جائینگے وہ آپس میں اس طرح جماع کرینگے جیسے گدھے سرعام کرتے ہیں اور ان پر قیامت قائم ہوگی۔ (مسلم)

خلة بين الشام : شام اور عراق کا درمیانی راستہ۔ عاث : فساد کیا۔ والذری : کوہان۔ یعاسیب : شہد کی مکھیاں۔ جزلتین : دو ٹکڑے۔ الغرض وہ نشانہ جس کو تیر مارا جائے یعنی اس کو اس طرح تلوار مارے گا جس طرح تیر کو نشانہ پر مارتے ہیں۔ المهرودة : دال اور ذال دونوں کے ساتھ صحیح ہے، زرد رنگ کا کپڑا۔ لایدان : طاقت نہیں ہے۔ النغف : کیڑا۔ فرسی : فریس کی جمع، فضول۔ الزلقة : چکنی چٹان اور فاء کے ساتھ زلفة بھی ہے۔ آئینہ۔ العصابة جماعت۔ الرسل : دودھ۔ اللبون : دودھ دینے والا جانور۔

الفئام : جماعت ۔ الفخذ من الناس : قبیلے سے کم جماعت یعنی خاندان یا گھرانہ۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال وصفة ومامعه .

کلمات حدیث: الدجال : بہت مکر وفریب کرنے والا اور دھوکہ دینے والا ۔ دجال اعظم جو قیامت سے پہلے ظاہر ہوگا۔ فخفض فیہ ورفع : آپ ﷺ نے دجال کو بہت حقیر اور اس کے فتنے کو بہت بڑا بتایا۔ یا آپ ﷺ نے دوران گفتگو اپنا لہجہ پست فرمایا اور اونچا فرمایا۔ فامرؤ حجیج نفسہ : ہر آدمی اپنے نفس کا خود دفاع کرے گا۔ شاب قطط : نوجوان جس کے بال شدت سے گھنگھریالے ہوں گے۔ عینہ طافئة : اس کی ایک آنکھ ابھری ہوئی ہوگی اور جس سے بینائی نہ ہوگی۔ وأسبغه ضروعا : ان کے تھن لبریز ہونگے۔ امدہ خواصر : کھا پی کر اور سیر ہو کر ان کی کوکھیں خوب بھری ہونگی۔ جزلتین : دو ٹکڑے۔ وهم من كل حدب ينسلون : وہ ہر بلند جگہ سے تیز دوڑتے ہوتے نیچے آ رہے ہوں گے۔ حدب : زمین کا بلند حصہ۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم کی یہ حدیث اور دیگر احادیث جن میں دجال کے ظہور اور دیگر علامات قیامت کا ذکر آیا ہے اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک برحق ہیں۔ دجال کا ظہور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور یاجوج ماجوج کا ظہور یہ تمام امور جس طرح رسول کریم ﷺ نے بیان فرمائے ہیں اسی طرح رونما ہوں گے۔

(شرح صحیح مسلم ۱۸/ ۵۰. دلیل الفالحین ۴/ ۵۷۴. روضة المتقین ۴/ ۳۱۳)

دجال کے ساتھ آگ اور پانی ہوگا

۱۸۰۹. وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ : اِنْطَلَقْتُ مَعَ اَبِي مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ اِلٰى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْمَسْعُوْدٍ حَدِّثْنِيْ مَاسَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدَّجَّالِ قَالَ : (اِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ، وَاِنَّ مَعَهٗ مَآءً وَنَارًا. فَاَمَّا الَّذِيْ يَرَاهُ النَّاسُ مَآءً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَاَمَّا الَّذِيْ يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا. فَمَآءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ، فَمَنْ اَدْرَكَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِيْ يَرَاهُ نَارًا فَاِنَّهٗ عَذْبٌ طَيِّبٌ" فَقَالَ اَبُوْمَسْعُوْدٍ : وَاَنَا قَدْ سَمِعْتُهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۰۹) ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے ابو مسعود نے کہا کہ آپ ہمیں دجال کے بارے میں وہ حدیث سنائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ آگ اور پانی ہوگا جس کو لوگ دیکھنے میں پانی سمجھیں گے وہ جلانے والی آگ ہوگی اور جس کو لوگ آگ سمجھیں گے وہ عمدہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہوگا۔ اس پر ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے بھی یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل . صحیح مسلم کتاب الفتن، باب

ذکر الدجال وصفة .

شرح حدیث: قیامت سے پہلے دجال کا ظہور ایک عظیم فتنہ اور لوگوں کے لیے ایک بڑی آزمائش ہوگی، صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ دجال کے پاس ایک نہر پانی کی ہوگی اور ایک آگ کی، جو لوگوں کو آگ نظر آئے گی وہ درحقیقت پانی ہوگا اور جو پانی ہوگا وہ حقیقت میں آگ ہوگی۔ غرض دجال کے پاس بڑے بڑے فتنے ہوں گے جن سے اللہ اپنے بندوں کی آزمائش کرے گا۔

(فتح الباری ۲/۳۴۳. شرح صحیح مسلم ۱۸/۴۸)

دجال کا قیام چالیس تک ہوگا

• ۱۸۱۰. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِيْ أُمَّتِيْ فَيَمْكُثُ اَرْبَعِيْنَ، لَااَدْرِيْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْاَرْبَعِيْنَ شَهْرًا اَوْاَرْبَعِيْنَ عَامًا، فَيَبْعَثُ اللّٰهُ تَعَالىٰ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَطْلُبُهٗ فَيُهْلِكُهٗ، ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِيْنَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ رِيْحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَايَبْقٰى عَلىٰ وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ اَوْاِيْمَانٍ اِلَّاقَبَضَتْهُ حَتّٰى لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ دَخَلَ فِيْ كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِيْ خِفَّةِ الطَّيْرِ وَاَحْلَامِ السِّبَاعِ لَايَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا، وَلَا يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا، فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُوْلُ : اَلَا تَسْتَجِيْبُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَيَاْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ، وَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ، حَسَنٌ عَيْشُهُمْ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَلَايَسْمَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا اَصْغىٰ لِيْتًا وَرَفَعَ لِيْتًا وَاَوَّلُ مَنْ يَسْمَعُهٗ رَجُلٌ يَلُوْطُ حَوْضَ اِبِلِهٖ فَيَصْعَقُ وَيُصْعَقُ النَّاسُ ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ. اَوقَالَ يُنْزِلُ اللّٰهُ. مَطَرًا كَاَنَّهُ الطَّلُّ اَوِالظِّلُّ فَتَنْبُتُ مِنْهُ اَجْسَادُ النَّاسِ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَاهُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ، ثُمَّ يَقُوْلُ : يَااَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ اِلىٰ رَبِّكُمْ، وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ، ثُمَّ يُقَالُ : اَخْرِجُوْا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ : مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ فَذٰلِكَ يَوْمٌ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا، وَذٰلِكَ يَوْمٌ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

"اللِّيْتُ" صَفْحَةُ الْعُنُقِ، وَمَعْنَاهُ يَضَعُ صَفْحَةَ عُنُقِهٖ وَيَرْفَعُ صَفْحَتَهُ الْاُخْرٰى .

(۱۸۱۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں دجال نکلے گا اور چالیس تک رہے گا میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا وہ اسے تلاش کریں گے اور اسے ہلاک کردیں گے۔ اس کے بعد لوگ سات سال اس طرح رہیں گے کہ ان کے دو آدمیوں کے درمیان کوئی دشمنی نہ ہوگی۔ پھر شام کی جانب سے ایک سرد ہوا آئے گی اور روئے ارض پر کوئی آدمی ایسا نہیں بچے گا جس کے دل میں ایک ذرہ کے

برابر خیر یا ایمان ہوگا، مگر وہ ہوا اس کی روح قبض کر لے گی حتیٰ کہ اگر تم میں سے کوئی آدمی پہاڑ کی تہہ میں اترا ہوا ہوگا تو وہ ہوا وہاں پہنچ کر اس کی روح قبض کر لے گی۔ اور صرف بدترین لوگ باقی رہ جائینگے جن میں شہوت کے اعتبار سے پرندوں جیسی تیزی اور درندوں جیسی خوں خواری ہوگی وہ نہ کسی نیکی کو نیکی جانتے ہوں گے اور نہ کسی برائی کو برائی سمجھتے ہوں گے شیطان ان کے سامنے انسانی شکل میں آئے گا اور کہے گا کہ کیا تم میری بات مانو گے۔ وہ کہیں گے کہ تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے وہ انہیں بت پرستی کا حکم دے گا، اور ان کے پاس رزق فراواں ہوگا ان کی زندگی پر آسائش ہوگی۔ پھر صور پھونکا جائے گا۔ جو بھی اس کی آواز سنے گا اپنی گردن اس کی طرف جھکائے گا اور پھر اٹھائے گا۔ اس آواز کو جو شخص سب سے پہلے سنے گا وہ وہ ہوگا جو اپنے اونٹوں کے حوض کی لپائی کر رہا ہوگا۔ وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو جائے گا اور لوگ بھی چیخ مار کر بے ہوش ہو جائینگے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا یا فرمایا کہ بارش نازل فرمائے گا جو پھوار جیسی ہوگی جس سے انسانی جسم نباتات کی طرح اگیں گے پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے لوگو اپنے رب کی طرف چلو۔ اب انہیں ٹھہراؤ اور اب ان سے سوال ہوگا۔ پھر کہا جائے گا کہ ان میں سے جہنمیوں کو نکالو پوچھا جائے گا کتنوں میں سے کتنے، حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ یہ وہ دن ہوگا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور یہی وہ دن ہوگا جب پنڈلی کھولی جائے گی۔ (مسلم)

لیت : گردن کی ایک جانب، گردن کا ایک کنارہ رکھے گا اور ایک اٹھائے گا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی الدجال و هو اهون علی الله عزو جل.

کلمات حدیث: فی خفة الطیر و احلام السباع : فساد اور شر کی طرف دوڑنے میں پرندوں کی طرح ہلکے اور ظلم و زیادتی میں درندوں کی طرح خوں خوار ہوں گے۔

شرح حدیث: قیامت سے پہلے دجال کا ظہور ہوگا جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کرینگے، پھر سات سال ایسے گزرینگے جن میں لوگوں کے درمیان عداوت اور دشمنی نہ ہوگی۔ پھر شام کی طرف سے ایک ہوائے سرد چلے گی جس سے تمام اہل ایمان مر جائینگے اور دنیا میں صرف برے لوگ رہ جائینگے اور پھر صور پھونکا جائے گا اور پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو تمام انسان اٹھ کر کھڑے ہو جائینگے اور ان کو اکھٹا کیا جائے گا اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ انہیں یہاں ٹھہراؤ اب ان سے سوال ہوگا۔ اور اہل جہنم کو الگ کر دیا جائے گا۔ یہی وہ سخت ترین دن ہوگا جس میں غم اور پریشانی کی شدت سے بچے بوڑھے ہو جائینگے اور اسی دن پنڈلی کھولی جائیگی۔

یعنی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے گا جس طرح بھی اس کی شان کے لائق ہے تو تمام مؤمن مرد اور عورت اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائینگے البتہ وہ لوگ باقی رہ جائینگے جو دکھلاوے اور شہرت کے لیے سجدے کرتے تھے وہ سجدہ کرنا چاہینگے لیکن ان کی ریڑھ کی ہڈی سخت ہو کر تختے کی طرح ہو جائیگی اور وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے اور ان کے لیے جھکنا اور سجدہ کرنا ناممکن ہو جائے گا۔

(شرح صحیح مسلم ۱۸/ ۶۰. روضة المتقین ۴/ ۳۲۱. دلیل الفالحین ۴/ ۵۸۳)

مکہ اور مدینہ میں دجال داخل نہ ہو سکے گا

۱۸۱۱۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ اِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ، وَلَيْسَ نَقْبٌ مِّنْ اَنْقَابِهِمَا اِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ تَحْرُسُهُمَا، فَيَنْزِلُ بِالسَّبَخَةِ فَيَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ يُخْرِجُ اللّٰهُ مِنْهَا كُلَّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۸۱۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے قدموں تلے ہر شہر روندا جائے گا سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے۔ ان دونوں کے ہر پہاڑی راستے پر فرشتے صفیں باندھے ان کی حفاظت کر رہے ہوں گے۔ پس دجال مدینہ کے قریب زمین شور پر اترے گا تو مدینہ منورہ تین مرتبہ زلزلوں سے لرز اٹھے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو باہر نکال دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب في الدجال وهو اهون على الله.

کلمات حدیث: السبخة : ایسی ریتیلی زمین جس میں شوریدگی کی وجہ سے کوئی پیداوار نہ ہو۔

شرح حدیث: دجال کا فتنہ ایک عظیم فتنہ ہوگا کوئی بستی اور کوئی شہر اس کے فتنے سے محفوظ نہ رہے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے کہ ان دونوں شہروں کی فضیلت اور عظمت کی بنا پر اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے گا اور ان دونوں شہروں کے تمام راستوں پر فرشتے مقرر کر دیئے جائیں گے۔ دجال مدینہ منورہ کے باہر زمین شور کے قریب تک پہنچے گا تو مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلے آئینگے اور اللہ تعالیٰ وہاں موجود ہر کافر اور منافق کو باہر نکالدے گا۔ (فتح الباري ۱۰۰۳/۱ . ارشاد الساري ٤٢٥/٤ . شرح صحيح مسلم ٦٧/١٨)

ستر ہزار یہودی دجال کے پیروکار ہونگے

۱۸۱۲۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُوْدِ اَصْبَهَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفاً عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۸۱۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اصفہان کے ستر ہزار یہودی جو طیالسہ پہنے ہوں گے وہ دجال کے ساتھ ہوں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب في بقية من احاديث الدجال.

کلمات حدیث: اصفهان : ایران کے ایک شہر کا نام۔ طيالسہ جمع طیلسان : سبز رنگ کی چادر۔ عجم کے مشائخ کا لباس۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہ کبھی کوئی فتنہ دجال کے فتنہ سے بڑا ہوا اور نہ قیامت تک کوئی ہوگا۔ ہر نبی نے اپنی امت کو دجال کے فتنے سے ڈرایا ہے اور میں تمہیں وہ بات بھی بتلاتا ہوں جو کسی نے نہیں بتائی کہ دجال کانا ہے۔ ستر ہزار یہودی مشائخ اور علماء جو طیلسان پہنے ہوئے ہوں گے اس کے ساتھ ہوں گے۔ (شرح صحيح مسلم ٦٨/١٨)

دجال کے خوف سے لوگ پہاڑوں میں پناہ لیں گے

۱۸۱۳　وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : لَيَنْفِرَنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ" فِي الْجِبَالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۸۱۳) حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ دجال کے خوف سے بھاگ کر پہاڑوں میں جا کر پناہ لیں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی بقیة من احادیث الدجال .

کلمات حدیث: لینفرن : ضرور بھاگیں گے لوگ دجال سے ڈر کر اور اس سے نفرت کی بناء پر۔

راوی حدیث: حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ ہیں۔ ان کا نام غزیہ یا غزیلہ تھا۔ قبیلہ دوس سے تعلق تھا۔ ان کی مرویات صحیحین ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں موجود ہیں۔ (دليل الفالحين ٤ /٥٨٧)

شرح حدیث: دجال کے خوف اور اس کے فتنے سے ڈر کر نیک لوگ بھاگیں گے اور پہاڑوں میں پناہ لینگے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس وقت عرب کہاں ہوں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اس وقت قلیل ہوں گے۔ (شرح صحيح مسلم ١٨ /٦٨ . روضة المتقين ٤ /٣٢٥ . دليل الفالحين ٤ /٥٨٧)

دجال کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہوگا

۱۸۱۴　وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَابَيْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اَمْرٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۸۱۴) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت کے دن تک کوئی فتنہ دجال کے فتنہ سے بڑا نہ ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی بقیة من احادیث الدجال .

شرح حدیث: تخلیق آدم سے لے کر اس دنیا کے اختتام تک سب سے بڑا فتنہ جو رونما ہوگا وہ دجال کا ہوگا کیونکہ اس کے فتنے سے بچ جانے والے بہت تھوڑے ہوں گے۔ ابونعیم نے حلیہ میں بسند صحیح حضرت حسان بن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ دجال کے فتنے سے بچ جانے والوں کی تعداد بارہ ہزار مرد اور سات ہزار عورتیں ہوں گی۔ احتمال ہے کہ حضرت حسان بن عطیہ کا یہ قول حدیث مرفوع ہوا جو مرسل روایت ہوا ہے۔ (شرح صحيح مسلم ١٨ /٦٨ . دليل الفالحين ٤ /٥٨٧)

ایک کامل مؤمن کا دجال سے مقابلہ ہوگا

۱۸۱۵ . وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "یَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَیَتَوَجَّهُ قِبَلَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَیَتَلَقَّاهُ الْمَسَالِحُ: مَسَالِحُ الدَّجَّالِ. فَیَقُوْلُوْنَ لَهٗ : اِلٰی اَیْنَ تَعْمِدُ فَیَقُوْلُ : اَعْمَدُ اِلٰی هٰذَا الَّذِیْ خَرَجَ. فَیَقُوْلُوْنَ لَهٗ : اَوَمَاتُؤْمِنُ بِرَبِّنَا؟ فَیَقُوْلُ : مَابِرَبِّنَا خَفَآءٌ! فَیَقُوْلُوْنَ : اقْتُلُوْهُ فَیَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : اَلَیْسَ قَدْنَهَاکُمْ رَبُّکُمْ اَنْ تَقْتُلُوْا اَحَدًا دُوْنَهٗ. فَیَنْطَلِقُوْنَ بِهٖ اِلَی الدَّجَّالِ، فَاِذَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ : یَااَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ هٰذَا الدَّجَّالُ الَّذِیْ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَیَأْمُرُ الدَّجَّالُ بِهٖ فَیُشَبَّحُ فَیَقُوْلُ: خُذُوْهُ وَشُجُّوْهُ، فَیُوْسَعُ ظَهْرُهٗ وَبَطْنُهٗ ضَرْبًا : فَیَقُوْلُ : اَوَمَاتُؤْمِنُ بِیْ فَیَقُوْلُ اَنْتَ الْمَسِیْحُ الْکَذَّابُ! فَیُؤْمَرُ بِهٖ فَیُؤْشَرُ بِالْمِنْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهٖ حَتّٰی یُفَرِّقَ بَیْنَ رِجْلَیْهِ، ثُمَّ یَمْشِی الدَّجَّالُ بَیْنَ الْقِطْعَتَیْنِ، ثُمَّ یَقُوْلُ لَهٗ قُمْ فَیَسْتَوِیْ قَآئِمًا، ثُمَّ یَقُوْلُ لَهٗ : اَتُؤْمِنُ بِیْ؟ فَیَقُوْلُ : مَاازْدَدْتُ فِیْکَ اِلَّابَصِیْرَةً، ثُمَّ یَقُوْلُ یَااَیُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَایَفْعَلُ بَعْدِیْ بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ، فَیَأْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِیَذْبَحَهٗ فَیَجْعَلُ اللّٰهُ مَابَیْنَ رَقَبَتِهٖ اِلٰی تَرْقُوَتِهٖ نُحَاسًا فَلَا یَسْتَطِیْعُ اِلَیْهِ سَبِیْلًا فَیَأْخُذُهٗ بِیَدَیْهِ وَرِجْلَیْهِ فَیَقْذِفُ بِهٖ فَیَحْسَبُ النَّاسُ اَنَّهٗ قَذَفَهٗ اِلَی النَّارِ وَاِنَّمَا اُلْقِیَ فِی الْجَنَّةِ" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "هٰذَا اَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَرَوَاهُ الْبُخَارِیُّ بَعْضَهٗ بِمَعْنَاهُ "اَلْمَسَالِحُ" اَلْخُفَرَآءُ وَالطَّلَآئِعُ .

(۱۸۱۵) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دجال کا خروج ہوگا اور اہل ایمان میں سے کوئی مؤمن اس کی طرف جائے گا اس کو دجال کے ہتھیار لگے ہوئے محافظ کہیں گے کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ کہے گا کہ میں اس شخص کی طرف جارہا ہوں جو نکلا ہے۔ تو وہ کہینگے کہ تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا؟ وہ کہے گا کہ ہمارے رب کی ذات تو مخفی نہیں ہے۔ تو وہ آپس میں کہینگے کہ اسے قتل کردو، پھر ان میں سے کچھ لوگ دوسروں سے کہیں گے کہ کیا تمہارے رب نے اس کی اجازت کے بغیر قتل کرنے سے منع نہیں کیا۔ وہ اسے لے کر دجال کے پاس لے آئینگے۔ وہ مؤمن اسے دیکھ کر کہے گا اے لوگو یہی دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ دجال حکم دے گا کہ اس کو پیٹ کے بل لٹا دیا جائے۔ پھر وہ کہے گا کہ اسے پکڑو اور اس کے سر اور چہرے پر ضرب لگاؤ۔ اس پر اسے مار مار کر اس کی پشت اور پیٹ کو کشادہ کر دیا جائے گا۔ پھر دجال پوچھے گا کہ کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ تو وہ مؤمن کہے گا کہ تو مسیح کذاب ہے۔ اس پر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا کہ آرے سے اس کو درمیان سے چیر دیا جائے اور اس کی ٹانگوں کے درمیان سے اس کے دو حصے کر دیئے جائیں۔ دجال ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا اور اسے کہے گا کہ کھڑا ہو جا تو وہ مؤمن سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ دجال اس سے پھر کہے گا کہ کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ کہے گا کہ تیرے بارے میں میری بصیرت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ پھر وہ مؤمن کہے گا اے لوگو اب میرے بعد یہ کسی کے ساتھ اس طرح نہیں کر سکے گا۔ اس پر دجال اسے پکڑ کر ذبح

کرنا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی گردن اور ہنسلی کے درمیانی حصے کو تانبے کا بنا دے گا اور دجال اس کو قتل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں پائے گا تو دجال اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو پکڑ کر پھینک دے گا۔ لوگ سمجھیں گے کہ اس نے اسے آگ میں پھینکا ہے لیکن درحقیقت اسے جنت میں ڈالدیا گیا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کی شہادت عظیم ترین شہادت ہوگی۔ (مسلم) امام بخاری نے اس مفہوم کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔

المسالح : پہرے دار اور جاسوس۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب لاید خل الدجال المدینة . صحیح مسلم کتاب الفتن، باب صفة الدجال و تحریم المدینة علیه .

کلمات حدیث: مسالح الدجال : دجال کے مخالفین اور اس کے فوجی جو اسلحہ سے مسلح ہوں گے۔ فیشبح : اسے پیٹ کے بل لٹا دیا جائے گا۔ فیوشر بالمنشار من مفرقه : آرا اس کے سر پر رکھ کر اسے سر سے لے کر ٹانگوں کے درمیان تک دو حصوں میں چیر دیا جائے گا۔

شرح حدیث: دجال ساری دنیا میں تیزی سے سفر کرتا ہوا اور زمین کے ہر حصہ کو روندتا ہوا چلا جائے گا مگر مکہ اور مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اس کے پاس اس دور کا صالح ترین انسان جائے گا دجال کے لوگ اسے پکڑ کر دجال کے پاس پہنچا دینگے وہ دجال کو دیکھتے ہی پکار کر کہے گا کہ اے لوگو یہی وہ دجال ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی ہے۔ اس پر اسے خوب مارا پیٹا جائے گا پھر اس سے دجال کہے گا کہ کیا اب تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ اس پر بھی یہ مؤمن شخص برملا کہے گا کہ تو مسیح کذاب ہے۔ اس کے بعد دجال کے حکم سے آرا اس شخص کے سر پر رکھ کر اسکے سارے جسم کو ٹانگوں کے درمیان تک چیر دیا جائے گا اور دجال اس کی لاش کے دونوں ٹکڑے کے درمیان چلے گا اور ان ٹکڑوں کو کہے گا کہ کھڑا ہو جا تو وہ کھڑا ہو جائے گا دجال پھر پوچھے گا کہ اب تو مجھ پر ایمان لاتا ہے۔ تو یہ شخص کہے گا کہ اب تو میری تیرے بارے میں بصیرت میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔ پھر یہ مؤمن شخص لوگوں سے کہے گا کہ اب یہ کسی اور کے ساتھ وہ سلوک نہیں کر سکے گا جو اس نے میرے ساتھ کیا ہے۔ دجال اسے پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا تو اس کا جسم تانبے کا بن جائے گا اور دجال اس کو قتل کرنے پر قادر نہ ہوگا اس پر وہ اسے آگ میں پھینک دے گا اور یہ آگ نہ ہوگی درحقیقت جنت ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی شہادت اللہ رب العالمین کے یہاں تمام شہدا کی شہادت سے بڑھ کر ہوگی۔

(فتح الباری ۱/۳ ۱۰۰ .ارشاد الساری ٤/٤٢٦ . شرح صحیح مسلم ١٨/٥٧ .روضة المتقین ٤/٣٢٦)

پختہ ایمان والے فتنہ دجال سے محفوظ رہیں گے

١٨١٦ . وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَاسَأَلَ اَحَدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ اَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُه، وَاِنَّه، قَالَ لِيْ : "مَايَضُرُّكَ" قُلْتُ : اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ : اِنَّ مَعَه، جَبَلُ

خُبْزٍ وَنَهْرُ مَآءٍ! قَالَ : "هُوَ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۱۶) حضرت مغیرة بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ دجال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کسی نے نہیں کئے۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل ایمان کو اس کے شر سے بچانا اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال . صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب الدجال وهو اهون علی الله من ذلك .

شرح حدیث: حضرت مغیرة بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دجال کے بارے میں کثرت سے سوال کئے۔ آپ ﷺ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں اس سے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ بلکہ کسی بھی صاحب ایمان کو اندیشہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اہل ایمان کی حفاظت فرمائیںگے اور دجال کا سحر اس کی جادوگری اور اس کا مکروفریب ان پر اثر انداز نہ ہو سکے گا۔ (فتح الباری ۱۰۰۳/۳ . ارشاد الساری ۴۲٦/٤ . روضة المتقین ۳٦۸/٤)

دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان، ک،ف،ر ہوگا

۱۸۱۷ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَامِنْ نَبِيِّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهٗ الْاَعْوَرَ الْكَذَّابَ، اَلَا اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ لَيْسَ بِاَعْوَرَ، مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كفر" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۱۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو نبی آیا اس نے اپنی امت کو کانے کذاب دجال سے ڈرایا۔ سن لو دجال کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک،ف،ر لکھا ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال . صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال وصفة ومامعه .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے منزہ اور صفت کمال سے متصف ہے اور دجال جھوٹا ہوگا اور ایک آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کے باوجود ربوبیت کا دعویٰ دار ہوگا۔ قاضی ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دجال کے کذاب ہونے اور اس کے ناقص ہونے کا بیان ہے اور جو ناقص ہو وہ رب نہیں ہوسکتا اور اس کی آنکھوں کے درمیان کفر لکھا ہوا ہوگا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محققین کے نزدیک اس کی آنکھوں کے درمیان کفر کا لفظ لکھا ہوا ہونا اپنے ظاہر کے مطابق ہے اور

حقیقتاً یہ لفظ لکھا ہوا ہوگا تا کہ یہ اس کے کفر کی ظاہری علامت ہو اور لوگ اس کو دیکھ کر اس کے فتنے میں گرفتار ہونے سے محفوظ رہیں۔

(فتح الباری ۳/ ۷۳۰ . شرح صحیح مسلم ۱۸/ ٤٧ . روضة المتقين ٤/ ٣٢٩)

دجال کانا ہوگا

۱۸۱۸ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اَلاَ اُحَدِّثُكُمْ حَدِیْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَاحَدَّثَ بِهٖ نَبِیٌّ قَوْمَهٗ : اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّهٗ یَجِیْءُ مَعَهٗ بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِیَ النَّارُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۸۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں دجال کے بارے میں ایسی بات نہ بتلا دوں جو کسی نبی نے اپنی امت کے لوگوں کو نہیں بتائی۔ دجال کانا ہوگا اور اس کے پاس جنت اور دوزخ جیسی کوئی چیز ہوگی اور جسے وہ جنت بتائے گا در اصل وہ جہنم ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاری، کتاب الانبياء، باب قوله تعالى ولقدارسلنا نوحاً الى قومه . صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب ذكر الدجال وصفته ومامعه .

شرح حدیث: دجال کو دجال اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا جھوٹ اور اس کا مکر و فریب اور اس کا دھوکہ بہت زیادہ ہوگا۔ اس سے بہت سے خلاف عادت امور ظاہر ہوں گے اور زمین کے غلات پر اور ارزاق پر اسے قدرت حاصل ہوگی۔ جس کی بنا پر بہت سے لوگ اس کے ساتھ ہو جائینگے جن میں اکثریت یہود کی ہوگی اور وہ خود بھی یہودی ہوگا۔ وہ اپنی الوہیت کا دعوی دار ہوگا لیکن اہل ایمان اس سے دور رہینگے اور اس سے بچ کر پہاڑوں پر چلے جائینگے کیونکہ وہ اسے اس کی علامتوں سے پہچان لینگے اور ان علامتوں میں سے سب سے بڑی علامت یہ ہوگی کہ وہ کانا ہوگا اور یہ ایسی علامت ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لوگوں کو بتائی اور آپ ﷺ سے قبل کسی نبی نے نہیں بتائی اور اس کے ساتھ جنت اور دوزخ کے مثل کوئی چیز ہوگی اور جس کو وہ جنت کہے گا وہ در حقیقت جہنم ہوگی۔

(نزهة المتقين ٢/ ٥٤٩ . فتح الباری ٢/ ٢٩١ . صحيح مسلم : ١٨/ ٤٩)

دجال خدائی کا دعویٰ کرے گا

۱۸۱۹ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الدَّجَّالَ بَیْنَ ظَهْرَانَیِ النَّاسِ فَقَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِاَعْوَرَ اِلَّا اِنَّ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی كَاَنَّ عَیْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِیَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۸۱۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے دجال کا ذکر فرمایا

اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے مگر یاد رکھو کہ مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہے جیسے اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ذکر المسیح بن مریم و المسیح الدجال .

کلمات حدیث: بین ظھر انی الناس : لوگوں کے درمیان۔

شرح حدیث: دجال یہودی ہوگا اور فتنہ پردازی اور دجل وفریب کے منتہا پر ہونے کی وجہ سے اس کو دجال کہا جاتا ہے جو احادیث دجال کے بارے میں کتب احادیث اور خاص طور پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آئی ہیں ان کی صحت اور قطعیت پر علماء امت کا اتفاق ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول بھی ایسی متواتر احادیث سے ثابت ہے جن کی صحت میں شبہ کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیامت سے پہلے دجال کا ظہور ہوگا وہ الوہیت کا مدعی ہوگا اور یہودیوں کا ایک بڑا گروہ اس کے ساتھ ہوگا۔ اس کو احادیث میں مسیح الدجال کہا گیا ہے اور یہ اس لیے کہ اس کی ایک آنکھ ممسوح ہوگی یا وہ مکہ اور مدینہ کے علاوہ روئے ارض کے ہر علاقے میں پھرے گا اس لیے اسے مسیح کہا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیمار پر ہاتھ پھیر دیتے تھے اور اسے شفاء حاصل ہو جاتی تھی اس لیے انہیں بھی مسیح کہا جاتا ہے۔ (فتح الباری ۲۱۰/۲ . شرح صحیح مسلم ۲۰۱/۲ . روضة المتقین ۳۳۲/٤ . ریاض الصالحین (صلاح الدین) ۲ /٥٨٦)

قیامت کے قریب یہودیوں کی پناہ گاہ صرف غرقد درخت ہوگا

١٨٢٠ . وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْیَھُوْدَ حَتّٰی یَخْتَبِیَٔ الْیَھُوْدِیُّ مِنْ وَرَآءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَیَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ : یَامُسْلِمُ ھٰذَا یَھُوْدِیٌّ خَلْفِیْ تَعَالَ فَاقْتُلْہُ اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّہٗ مِنْ شَجَرِ الْیَھُوْدِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(١٨٢٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمان کی یہودیوں سے جنگ نہ ہوگی، یہاں تک کہ اگر کوئی یہودی درخت اور پتھر کے پیچھے بھی چھپے گا تو وہ پتھر اور درخت بول اٹھے گا۔ اے مسلم آ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اس کو آکر مار دے سوائے غرقد کے درخت کے کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب قتال الیھود . صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتی یمر الرجل .

کلمات حدیث: غرقد : ایک کانٹے دار درخت جو بیت المقدس کے علاقے میں پایا جاتا ہے۔

شرح حدیث: قیامت سے پہلے یہود اور مسلمانوں کے درمیان جنگ ہوگی جس میں اہل اسلام کو فتح ہوگی اور یہود کثرت سے قتل

کئے جائینگے اور اللہ کے حکم سے شجر وحجر کو گویائی ملے گی اور وہ مسلمان کو پکار کر کہیں گے کہ اے مسلم ادھر میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہوا ہے سوائے غرقد کے درخت کے کہ وہ کلام نہیں کرے گا اور یہودی کا پتہ نہیں دے گا۔ یہ غیب کی خبریں ہیں اور جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے یقیناً اسی طرح ہوگا اور قولِ صادق ومصدوق ﷺ پر ایمان رکھنا لازمی ہے۔

(فتح الباری ٢/١٨٣. شرح صحیح مسلم ١٨/٣٦. دلیل الفالحین ٤/٥٩٣)

قیامت کے قریب مصائب کی وجہ سے قبر کی زندگی کو ترجیح دے گا

١٨٢١. وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاتَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِالْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغُ، عَلَيْهِ وَيَقُوْلُ: يَالَيْتَنِيْ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ، مَابِهٖ اِلَّا الْبَلَآءُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٨٢١) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی کہ آدمی قبر کے پاس سے گزرے گا تو اس پر لوٹ پوٹ جائے گا اور کہے گا اے کاش اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا۔ اور یہ بات وہ دین کے خاطر نہیں کہے گا بلکہ اس ابتلاء اور آزمائش کی بناء پر کہے گا جس سے وہ دنیا میں گزر رہا ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب الفتن، باب لاتقو الساعة حتى يغبط اهل القبور. صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل.

کلمات حدیث: یتمرغ: قبر پر لپٹ جائے گا۔ قبر کا کنارہ تھام لے گا۔ قبر کی مٹی سے لپٹ جائے گا۔

شرح حدیث: جیسے جیسے قیامت قریب آتی جائے گی دنیا سے امن وسکون رخصت ہوتا جائے گا اضطراب اور بے چینی بڑھتی جائے گی اور آلام ومصائب کی اس قدر کثرت ہو جائے گی کہ آدمی زمین کی تہہ کو زمین کی سطح پر ترجیح دے گا اور قبر سے لپٹ کر کہے گا کہ اے کاش اس قبر میں میں پڑا ہوا ہوتا۔ تا کہ ان مصائب وآلام سے تو نجات پا تا جو میں زندگی میں بھگت رہا ہوں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فتنوں کی کثرت مصائب کی شدت اور آزمائشوں میں گھر کر آدمی دین سے بے گانہ ہو جائے گا اور دنیا کی محبت اس قدر غالب آجائے گی کہ اس کے سوا کوئی فکر وخیال باقی نہیں رہے گا، اس کی ذات بھی مبتلائے آزار ہوگی اولاد کی نافرمانی اور بے راہ روی بھی بلائے جان ہوگی اور انسانوں کے درمیان زندگی گزارنا ایسا ہوگا جیسے جنگل میں درندوں کے درمیان رہنا اس موقعہ پر یہ آدمی کہے گا کہ زمین کی تہہ زمین کی سطح سے کتنی اچھی ہے اے کاش میں اپنی قبر میں لیٹا ہوا ہوتا۔

(فتح الباری ٣/٧٢٣. روضة المتقين ٤/٣٣٣. دليل الفالحين ٤/٥٩٣)

دریافرات سے سونے کا پہاڑ نکلے گا

۱۸۲۲ . وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ يُقْتَتَلُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ. فَيَقُوْلُ كُلُّ وَاحِدٍمِنْهُمْ : لَعَلِّيْ اَنْ اَكُوْنَ اَنَاانْجُوْ" وَفِيْ رِوَايَةٍ "يُوْشِكُ اَنْ يَحْسِرَالْفُرَاتُ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهٗ فَلَايَاخُذْ مِنْهُ شَيْئًا . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۲۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ فرات خشک ہوکر اس سے سونے کا پہاڑ نہ نکل آئے جس پر آپس میں قتال ہوگا اور ہر سو میں سے ننانوے مارے جائینگے اور ان میں سے ہر ایک کہے گا کہ شاید میں بچ جاؤں۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ قریب ہے کہ دریائے فرات خشک ہوکر سونے کے خزانے کو ظاہر کردے۔ جو شخص وہاں موجود ہو وہ اس میں سے کچھ نہ لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاری، كتاب الفتن، باب خروج النار . صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يحسر الفرات عن جبل من ذهب .

کلمات حدیث: یحسر : ہٹ جائے۔کھل جائے۔ حسر حسراً (باب نصروضرب) کھل جانا، پانی نیچے اتر جانا۔

شرح حدیث: حضرت مہدی رحمہ اللہ کے ظہور کے وقت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور خروج نار سے قبل دریا خشک ہوجائے گا اور اس میں عظیم خزانہ برآمد ہوگا جسکے حصول کے لیے لوگوں کے درمیان اس قدر شدید لڑائی ہوگی کہ ہر سو آدمیوں میں سے صرف ایک باقی رہ جائے گا۔ اگر اہل اسلام میں کوئی اس موقعہ پر موجود ہوتو وہ اس خزانے میں سے نہ لے اور دنیاوی حرص و طمع سے اپنے آپ کو بچالے۔ (فتح الباری۷۲۵/۳ . شرح صحیح مسلم۱۵/۱۸ . تحفة الاحوذی ۳۲۹/۷)

قیامت کے قریب لوگ مدینہ منورہ چھوڑ کر چلے جائیں گے

۱۸۲۳ . وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "يَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ لَايَغْشَاهَا اِلَّا الْعَوَافِيْ يُرِيْدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ، وَاٰخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيْدُ اَنِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وُحُوْشًا، حَتّٰى اِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّ عَلٰى وُجُوْهِهِمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۲۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ مدینہ منورہ کو اچھی حالت میں ہوتے ہوئے بھی چھوڑ جائینگے سوائے وحشی درندوں اور پرندوں کے کوئی رخ نہیں کرے گا اور آخر میں جن کا حشر ہوگا وہ مزینہ قبیلے کے دو چرواہے ہوں گے جو اپنی بکریاں ہنکاتے ہوئے مدینہ منورہ جارہے ہوں گے تو اسے

وحشیوں کامسکن پاکر لوٹیں گے جب ثنیۃ الوداع پر پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑینگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینۃ. باب من رغب عن المدینۃ . صحیح مسلم کتاب الحج، باب فی المدینۃ حتی یتر کھا اھلھا .

کلمات حدیث: ولا یغشاھا الا العوافی : اس کا کوئی ارادہ اور قصد نہیں کرے گا سوائے پرندوں اور درندوں کے۔ ینعقان بغنمھا : اپنی بکریوں کو ہانک کرلے جارہے ہوں گے۔

شرح حدیث: مدینہ منورہ اپنی بہترین حالت میں ہوگا اور لوگ اسے چھوڑ کر چلے جائینگے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ پیش گوئی پوری ہوچکی ہے یعنی اس وقت جب دارالخلافہ مدینہ منورہ سے عراق اور شام منتقل ہوا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ بات آخر زمانے میں پیش آئے گی کیونکہ اس حدیث کے باقی حصے اس امر کی دلیل ہیں کہ حدیث میں مذکور پیش گوئی ابھی ظہور پذیر نہیں ہوئی ہے۔

(فتح الباری ۱/۱۰۰۱. ارشاد الساری ۴/۴۱۸. روضۃ المتقین ۴/۳۲۷)

قیامت کے قریب مال کی کثرت ہوگی

۱۸۲۴. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَال : "یَکُوْنُ خَلِیْفَةٌ مِنْ خُلَفَائِکُمْ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ یَحْثُو الْمَالَ وَلَایَعُدُّه"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۸۲۴) حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانے میں تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں کو لپ بھر بھر کر مال دے گا اور اسے شمار نہیں کرے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب لاتقوم الساعۃ حتی یمر الرجل بقبر الرجل فیتمنی.

شرح حدیث: آخر زمانے میں مال و دولت کی کثرت ہوگی اور اس وقت لوگوں کو مال لپ لپ بھر بھر کر دے گا اور شمار نہیں کرے گا۔ یمن کے ایک محدث ابن الخیاط نے اس سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ مراد لیا ہے۔

(شرح صحیح مسلم ۱۸/۳۱. روضۃ المتقین ۴/۳۳۸. دلیل الفالحین ۴/۵۹۴)

قیامت کے قریب صدقہ قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا

۱۸۲۵. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَیَأْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَطُوْفُ الرَّجُلُ فِیْهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ فَلَایَجِدُ اَحَدًا یَاخُذُهَا مِنْهُ، وَیُرَی الرَّجُلُ الْوَاحِدُ یَتْبَعُه' اَرْبَعُوْنَ امْرَاَةً یَلُذْنَ بِهٖ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَکَثْرَةِ النِّسَآءِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۸۲۵): حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی سونا لے کر گھومے گا کہ اسے صدقہ کر دے اور اسے کوئی لینے والا نہیں ملے گا اور ایک آدمی کی نگرانی میں چالیس عورتیں ہونگی جو اس کی پناہ میں ہوں گی اور یہ مردوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت کی بناء پر ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ،باب الترغیب فی الصدقة قبل ان یو جد من لا یقبلها .

کلمات حدیث: یلذن به : اس کے ساتھ وابستہ ہوں گی اور وہ ان کی ضروریات پوری کرے گا۔ایک آدمی تنہا چالیس عورتوں کی کفالت کرے گا۔

شرح حدیث: زمانۂ آخر میں مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے اور لوگوں کے آفات و مصائب میں مبتلا ہونے کی وجہ سے یہ حال ہوگا کہ اگر آدمی سونا صدقہ کرنا چاہے تو وہ اسے لے کر پھرے گا مگر کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دنیا میں مال و دولت کی کثرت نہ ہو جائے یہاں تک کہ مال کے مالک چاہے کہ کوئی اس کا صدقہ قبول کر لے تو وہ کسی کو مال پیش کرے تو وہ کہے گا کہ مجھے ضرورت نہیں ہے۔اور ایک روایت میں ہے کہ صدقہ دینے والا کسی کو دینا چاہے گا تو وہ کہے گا کہ کل دیتے تو میں لے لیتا آج مجھے ضرورت نہیں ہے۔

قیامت سے پہلے عورتوں کی اس قدر کثرت ہو جائے گی کہ مرد چالیس عورتوں کا کفیل اور ان کا نگران ہوگا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علامات قیامت یہ ہیں علم کی کمی، جہالت کا انتشار، زنا کی کثرت، عورتوں کی زیادتی اور مردوں کی کمی۔

یہ پانچ امور انسانی زندگی میں اس قدر اہم ہیں کہ ان میں اختلال اور فساد پیدا ہو جانے سے حیات انسان کا تمام نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور آدمی کا دین اور اس کی دنیا دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔

(فتح الباری ۸۲۳/۱. ارشاد الساری ۵۳۱/۳. شرح صحیح مسلم ۸۳/۷. روضة المتقین ۳۳۸/٤)

بنی اسرائیل کا ایک واقعہ

۱۸۲۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"اشْتَرٰی رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عَقَارًا فَوَجَدَ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ فِیْ عَقَارِهٖ جَرَّةً فِیْهَا ذَهَبٌ، فَقَالَ لَهُ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ : خُذْ ذَهَبَکَ، اِنَّمَا اشْتَرَیْتُ مِنْکَ الْاَرْضَ وَلَمْ اَشْتَرِ الذَّهَبَ، وَقَالَ الَّذِیْ لَهُ الْاَرْضُ :اِنَّمَا بِعْتُکَ الْاَرْضَ وَمَافِیْهَا، فَتَحَاکَمَا اِلٰی رَجُلٍ، فَقَالَ الَّذِیْ تَحَاکَمَا اِلَیْهِ : اَلَکُمَا وَلَدٌ؟ قَالَ اَحَدُهُمَا لِیْ غُلَامٌ، وَقَالَ الْاٰخَرُ: لِیْ جَارِیَةٌ قَالَ :اَنْکِحَا الْغُلَامَ الْجَارِیَةَ وَاَنْفِقَا عَلٰی اَنْفُسِهِمَا مِنْهُ فَتَصَدَّقَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۸۲۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے

زمین خریدی، زمین کے خریدار کو اس زمین میں ایک سونے کا بھرا ہوا مٹکا ملا۔ اس نے جس سے زمین خریدی تھی اس سے کہا کہ یہ تمہارا سونا تم لے لو میں نے تو تم سے زمین خریدی تھی سونا نہیں خریدا تھا جس کی زمین تھی اس نے کہا کہ میں نے تمہیں زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ فروخت کر دیا اب ان دونوں نے ایک شخص سے اپنا فیصلہ چاہا۔ اس فیصلہ کرنے والے نے کہا کہ کیا تمہارے اولاد ہے۔ ایک نے کہا میرا لڑکا ہے دوسرے نے کہا کہ میری لڑکی ہے اس پر اس نے کہا کہ تم دونوں اس لڑکے اور لڑکی کا نکاح کر دو اور اس سونے کو ان پر خرچ کر دو اور ان پر صدقہ کر دو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الانبیاء،قبیل کتاب المناقب . صحیح مسلم، کتاب الاقضیه، باب استحباب اصلاح الحاکم بین الخصمین .

کلمات حدیث: عقار : زمین، خواہ خالی زمین ہو یا باغ ہو یا مکان ہو۔ غیر منقولہ املاک۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں پچھلی امتوں میں سے کسی امت کے دو افراد کا ذکر ہے جو بہت متقی تھے اور زہد اور صفائے قلب کی بناء پر ان کے دل دنیا کی محبت سے خالی اور اللہ کی محبت میں سرشار تھے اور جس کے پاس فیصلہ کرنے گئے وہ بھی انہی کی طرح کوئی صاحب تقویٰ اور روشن ضمیر شخص تھا جس نے اپنے فیصلے میں نہ صرف یہ کہ ان دونوں کی مصالح کو بلکہ ان کی اولاد کی مصالح کو بھی مدنظر رکھا۔

ازروئے شریعت اگر زمین میں ملنے والے خزانے کا اصل مالک مدعی ہو کہ یہ اس کا ہے تو اس کو ملے گا ورنہ اس کا حکم رکاز کا ہوگا کہ بیت المال کا پانچواں حصہ نکال کر باقی حصہ مالک کا ہوگا۔ رکاز کے معنی اس دفینہ کے ہیں کہ جو زمین میں دبا ہوا کہیں سے نکلے۔

(فتح الباری : ۶۷۹/۲. شرح صحیح مسلم : ۱۸/۱۲. دلیل الفالحین : ۵۹۶/٤. ریاض الصالحین (صلاح الدین) : ۵۹۰/۲)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا حکیمانہ فیصلہ

۱۸۲۷. وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "كَانَتِ امْرَاَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَآءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدَاهُمَا. فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا : اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ. وَقَالَتِ الْاُخْرٰى : اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، فَتَحَا كَمَا اِلٰى دَاوُدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى، فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ : ائْتُوْنِىْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهٗ بَيْنَهُمَا. فَقَالَتِ الصُّغْرٰى : لَاتَفْعَلْ، رَحِمَكَ اللّٰهُ، هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۲۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو عورتیں تھیں ان کے دو بیٹے تھے۔ بھیڑیا آیا اور ایک کا بیٹا لے گیا۔ ایک نے دوسری سے کہا کہ تیرا بیٹا لے گیا ہے دوسری نے کہا کہ تیرا بیٹا لے گیا ہے۔ دونوں حضرت داؤد علیہ السلام سے فیصلے کی طلب گار ہوئیں حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی کے حق میں فیصلہ دیا۔ پھر دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئیں اور انہیں بتایا کہ انہوں نے فرمایا کہ چھری لاؤ میں اس بچے کو دونوں کے درمیان تقسیم کر دوں گا۔

چھوٹی نے کہا کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ ایسا نہ کریں یہ بڑی کا بیٹا ہے۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ دیدیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب اذادعت المرأة ابنا . صحیح مسلم، کتاب الاقضیه باب اختلاف المجتهدین .

شرح حدیث: فیصلے کے وقت فیصلہ کرنے والا شخص مختلف قرائن سے بھی مدد لے سکتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خداداد صلاحیت اور وھبی فطانت کے ذریعہ صحیح بات معلوم کرلی کہ چھوٹی یہ سنکر کہ بچے کو چھری سے کاٹ کر دونوں کے درمیان تقسیم کردیا جائے پریشان ہوگئی اور اس نے کہا کہ نہیں کاٹنے کی ضرورت نہیں ہے بڑی کو دیدیجئے۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے معلوم کرلیا کہ بچہ دراصل چھوٹی کا ہے کہ جو اضطراب ماں ہونے کے ناطے اس پر طاری ہوا وہ بڑی پر نہیں ہوا۔

(فتح الباری ٢/٣٢٨. شرح صحیح مسلم ١٢/١٧. روضة المتقین ٤/٣٤١. دلیل الفالحین ٤/٥٩٧)

قیامت کے قریب بدترین لوگ دنیا میں رہ جائیں گے

١٨٢٨ . وَعَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ، وَيَبْقٰى حُثَالَةٌ كَحُثَالَةِ الشَّعِيْرِ، اَوِالتَّمْرِ لَايُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(١٨٢٨) حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نیک لوگ ایک ایک کرکے چلے جائیں گے اور جو یا کھجور کے بھوسے کی طرح کے لوگ رہ جائیں گے جن کی اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی پرواہ نہیں ہوگی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب المغازی، غزوة الحديبيه.

راوی حدیث: حضرت مرداس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں۔ اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ (دلیل الفالحین ٤/٥٩٨)

کلمات حدیث: حثالة : کسی چیز کا بچا کچا ردی حصہ۔ ابن التین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حثالہ کے معنی ہیں گرے پڑے لوگ۔ لا یبالیهم الله بالة : اللہ کے یہاں ان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی اور ان کا کوئی وزن نہ ہوگا۔

شرح حدیث: ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صلحائے امت کی موت علامات قیامت میں سے ہے کہ ایک ایک کرکے لوگ دنیا سے رخصت ہوتے جائینگے اور آخر میں ایسے لوگ باقی رہ جائینگے جیسے جو یا کھجور کا بچا ہوا کچرا۔ جن کی اللہ کو کوئی پرواہ نہ ہوگی اور نہ ان کی اللہ کے یہاں کوئی اہمیت ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیک لوگ اس طرح چن چن کر موت کا شکار ہوں گے جیسے اچھی کھجوریں چنی جاتی ہیں اور فرمایا ﷺ نے کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب دنیا میں صرف شریر لوگ باقی رہ جائینگے۔

(فتح الباری ٢/٥٨٤. عمدة القاری ١٧/٢٨٨. روضة المتقین ٤/٣٤٢. دلیل الفالحین ٤/٥٩٨)

شرکاء بدر کی فضیلت

۱۸۲۹ . وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرَقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ جِبْرِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَاتَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ؟ قَالَ : "مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ" اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ : وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلَآئِكَةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۸۲۹) حضرت رفاعۃ بن رافع رزقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور دریافت فرمایا کہ تم اہل بدر کو اپنے درمیان کیسا شمار کرتے ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب مسلمانوں میں افضل۔ یا آپ ﷺ نے اسی طرح کی کوئی بات فرمائی۔ اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اسی طرح غزوہ بدر میں حاضر ہونے والے فرشتے بھی افضل ہیں۔ (البخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب شھود الملائکۃ بدراً .

راوی حدیث: حضرت رفاعۃ بن رافع رزقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدر واحد خندق اور بیعت رضوان اور دیگر غزوات میں شرکت فرمائی، آپ سے چوبیس احادیث مروی ہیں جن میں تین صحیح بخاری میں ہیں۔

(فتح الباری ۲/۵۲۹ . روضۃ المتقین ۴/۳۴۳ . دلیل الفالحین ۴/۵۹۹)

دنیوی عذاب عمومی ہوتا ہے

۱۸۳۰ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِذَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِقَوْمٍ عَذَابًا اَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيْهِمْ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى اَعْمَالِهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۳۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو عذاب اس قوم میں موجود تمام لوگوں کو محیط ہوتا ہے پھر سب لوگ روز قیامت اپنے اپنے اعمال کے مطابق اٹھائے جائینگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب اذا انزل بقوم عذاباً . صحیح مسلم، کتاب الجنۃ باب اثبات الحساب .

شرح حدیث: جب کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے تو وہ محیط ہوتا ہے اور اچھے اور برے سب طرح کے لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پھر روز قیامت تمام لوگ اپنی اپنی نیتوں اور اپنے اپنے اعمال کے مطابق اٹھائے جائینگے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر بندہ اسی عمل پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا ہے یعنی مؤمن ایمان پر اور

منافق نفاق پر اٹھایا جائے گا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر لوگ برا کام ہوتے ہوئے دیکھیں اور اس کو بدلنے کے لیے کوشاں نہ ہوں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔

اللہ کے دین کی خلاف ورزی ہوتے ہوئے دیکھ کر اس پر خاموش رہنا اور بری باتوں سے لوگوں کو منع نہ کرنا اور ان کو اعمال حسنہ کی جانب رغبت نہ دلانا اس حالت پر راضی ہونے کے مترادف ہے اور گناہ پر راضی ہو جانا گناہ ہے ابن حمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اچھے برے سب لوگوں کو عذاب محیط ہونے کی وجہ اچھے لوگوں کا دوسروں کو نیک اعمال کی ترغیب اور برے اعمال سے روکنے کی کوشش کو ترک کر دینا ہے۔ جو نیک لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہے انہیں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ أَنجَيۡنَا ٱلَّذِينَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلسُّوٓءِ ﴾

''جو برائیوں سے منع کیا کرتے تھے ہم نے انہیں نجات دی۔''

(فتح الباری ۳/ ۷۱۷. شرح صحیح مسلم ۱۷/ ۱۷۳. روضة المتقین ۴/ ۳۴۴)

اسطوانہ حنانہ کا ذکر

۱۸۳۱. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ فِي الْخُطْبَةِ. فَلَمَّا وُضِعَ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ صَوْتِ الْعِشَارِ حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهِ فَسَكَنَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ : فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِيْ كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتّٰى كَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ : فَصَاحَتْ صِيَاحَ الصَّبِيِّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَخَذَهَا فَضَمَّهَا اِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِيْ يُسَكَّتُ حَتّٰى اسْتَقَرَّتْ قَالَ : "بَكَتْ عَلٰى مَاكَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۸۳۱) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ کھجور کا ایک تنا تھا رسول اللہ ﷺ دوران خطبہ اس کا سہارا لیا کرتے تھے۔ جب منبر رکھ دیا گیا تو ہم نے تنے سے دس ماہ کی اونٹنی کے رونے جیسی آواز سنی۔ نبی کریم ﷺ منبر سے اترے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ جب جمعہ کا دن آیا اور رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو کھجور کا وہ تنا جس کا سہارا لے کر آپ خطبہ دیا کرتے تھے اس طرح رویا گویا پھٹ جائے گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ وہ تنا بچے کی طرح چیخ کر رونے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نیچے اترے اور اسے پکڑ کر اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ وہ اس بچے کی طرح سسکیاں لینے لگا جس کو چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے سکون آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس لیے رویا کہ یہ ذکر سنتا تھا۔ (البخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام .

کلمات حدیث: العشار : حاملہ اونٹنی جو ولادت کے قریب ہو۔ الجذع : کھجور کا تنا۔ تئن أنين الصبی : بچہ کی طرح رونے لگا۔ بچہ کی طرح بلکنے لگا۔ اس میں ایسی آواز آئی جیسے روتے ہوئے بچے کو چپ کرتے وقت بچے کی رونے کی آواز ہوتی ہے۔

شرح حدیث: مسجد نبوی ﷺ میں کھجور کا ایک تنا رکھدیا گیا تھا رسول اللہ ﷺ دوران خطبہ اس کا سہارا لے لیا کرتے تھے۔ اصحاب رسول ﷺ کو کسی نے مشورہ دیا کہ حضور ﷺ کے لیے منبر بنوادیا جائے۔ چنانچہ منبر بنا کر مسجد میں رکھدیا۔ یہ ۸ھ کا واقعہ ہے۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اس تنے کا سہارا نہ لیا تو اس سے رونے کی آواز بلند ہوئی آپ ﷺ نے اس پر اپنا دست مبارک رکھا یا اسے اپنے ساتھ چمٹایا تو وہ خاموش ہو گیا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اسے چمٹا کر خاموش نہ کراتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا اور پھر بعد میں اس کو دفن کر دیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو کھجور کا تنا تو حضور کے فراق پر رو دیا تم کیوں حضور کے فراق پر نہیں روتے۔ (فتح الباری ۱/۴۴۷ . ارشاد الساری ۲/۱۰۹ . روضة المتقین ۴/۳۴۵ . دلیل الفالحین ۴/۱۲۳)

شریعت کے واضح احکام پر عمل کیا جائے

۱۸۳۲ . وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ جُرْثُوْمِ بْنِ نَاشِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ فَرَضَ فَرَآئِضَ فَلاَ تُضَيِّعُوْهَا، وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلاَ تَعْتَدُوْهَا، وَحَرَّمَ اَشْيَآءَ فَلاَ تَنْتَهِكُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَآءَ رَحْمَةً لَّكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلاَ تَبْحَثُوْا عَنْهَا" حَدِيْثٌ حَسَنٌ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُ .

(۱۸۳۲): حضرت ابو ثعلبہ خشنی جرثوم بن ناشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض امور کو فرض قرار دیا ہے انہیں ضائع نہ کرو اور بعض حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور بعض اشیاء کو حرام قرار دیا ہے ان کی حرمت پامال نہ کرو اور بغیر کسی نسیان کے تمہارے اوپر رحم کرتے ہوئے بعض امور سے سکوت اختیار فرمایا ہے ان کی بحث و کرید میں نہ لگو۔ (یہ حدیث حسن ہے اسے دارقطنی وغیرہ نے روایت کیا ہے)

تخریج حدیث: سنن الدارقطنی، کتاب الرضاع .

کلمات حدیث: فرائض : جمع فریضة اور فریضہ مفروضہ کے معنی میں ہے یعنی وہ امر یا کام جسے فرض قرار دیا گیا ہو۔ حدود : حد کی جمع ہے۔ حد کے معنی اس شئے جو دو باتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے والی ہو۔ اور حدود اللہ وہ تمام امور مراد ہیں جن کو اللہ نے حرام قرار

دیا ہے اور وہ سزائیں بھی حدود ہیں جو ان معاصی کے ارتکاب پر مقرر کی گئی ہیں۔

شرح حدیث: امام سمعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مبارک اپنے معانی اور مفاہیم کے اعتبار سے بے حد اہم ہے کہ اس میں وضاحت سے بتا دیا گیا کہ جن امور کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے ان کی پابندی کرنا اور انہیں پورا کرنا لازم اور جو حدود متعین کی ہے ان سے تجاوز نہ کرنا بھی لازم ہے۔ اور بعض امور سے منع فرمادیا ہے تو ہرگز ان امور کا ارتکاب نہ کیا جائے اور جن امور سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے سکوت اختیار کیا ہے ان کے بارے میں بحث وجستجو نہ کی جائے۔ جو شخص اپنی زندگی ان امور کے مطابق گزارے گا وہ کامیاب وکامران ہوگا۔ (روضة المتقين ٤/٣٤٧. دليل الفالحين ٤/٦٠١)

سات غزوات میں صرف ٹڈیاں کھائیں

١٨٣٣. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، غَزَوْ نَامَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ الْجَرَادَ . وَفِیْ رِوَايَةٍ : نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٨٣٣) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی ہم ان میں ٹڈیاں کھاتے تھے۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ٹڈیاں کھایا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب الذبائح، باب اكل الجراد . صحيح مسلم، كتاب الصيد باب اباحة الجراد .

کلمات حدیث: جراد : ٹڈی اس کا واحد جرادة ہے اور مذکر ومؤنث مساوی ہے جیسے حماقہ۔

شرح حدیث: ٹڈی حلال ہے اور اس کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے لیے دو مردار حلال ہیں مچھلی اور ٹڈی۔ (فتح الباري ٢/١١٨٤ . شرح صحيح مسلم ١٣/٨٧)

مسلمان کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا ہے

١٨٣٤. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَايُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٨٣٤): حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب الادب، باب لايلدغ المؤمن من حجر مرتين . صحيح مسلم، كتاب

الزھد، باب لایلدغ المؤمن .

کلمات حدیث: لایلدغ : نہیں ڈسا جاتا۔ لدغ لدغاً (باب فتح) ڈسنا۔ لدیغ : ڈسا ہوا۔ حجر : سوراخ جمع احجار۔ حجر حجراً (باب فتح) سوراخ میں داخل ہونا۔

شرح حدیث: مؤمن بیدار اور متنبہ ہوتا ہے اور غافل یا مغفل نہیں ہوتا کہ بار بار دھوکہ کھاتا رہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی کو دھوکہ نہیں دیتا مگر میں کسی کے دھوکہ میں بھی نہیں آتا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا سبب وارد یہ ہے کہ ابوغزہ نامی ایک شاعر حضور ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا، یہ غزوہ بدر میں اسیر ہو کر آ گیا تو اس نے حضور سے عفو ودر گزر اور احسان کی درخواست کی آپ ﷺ نے اس پر احسان فرمایا اور اس شرط پر رہا فرمادیا کہ آئندہ وہ ہجو نہیں کرے گا اس نے وعدہ کر لیا لیکن جب اپنی قوم میں واپس گیا پھر ہجو شروع کر دی اور اپنے اشعار کے ذریعہ کافروں کو آپ ﷺ کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ پھر دوبارہ غزوہ احد میں قید ہو کر آیا اور اب پھر آپ سے معافی اور درگزر کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ غرض مؤمن کو ہمیشہ عاقبت اور انجام پر نظر رکھنی چاہیئے اور بری عاقبت سے ڈرتے رہنا چاہیئے خواہ سوء عاقبت دنیا کی ہو یا آخرت کی۔ چنانچہ ایک اور حدیث مبارک میں ہے کہ مؤمن محتاط اور زیرک ہوتا ہے۔ (فتح الباری ٣/٢١٨. شرح صحیح مسلم ١٨/٩٧. روضة المتقین ٤/٣٤٩)

تین اہم گناہگاروں کی سزاء

١٨٣٥. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "ثَلَاثَةٌ لَايُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَايَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَايُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ . "رَجُلٌ عَلٰى فَضْلِ مَآءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهٗ مِنِ ابْنِ السَّبِيْلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا سِلْعَةً بَعْدَالْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَاَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهٗ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ، وَرَجُلٌ بَايَعَ اِمَامًا لَايُبَايِعُهٗ اِلَّا لِدُنْيَا فَاِنْ اَعْطَاهُ مِنْهَا وَفٰى وَاِنْ لَمْ يُعْطِهٖ مِنْهَا لَمْ يَفِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٨٣٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں جن سے روز قیامت نہ اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا نہ ان کی طرف بنظر رحمت دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ایک وہ آدمی ہے جو جنگل میں ہے اور اس کے پاس اس کے ضرورت سے زائد پانی موجود ہے مگر وہ مسافر کو نہیں دیتا۔ دوسرا وہ آدمی جو بعد عصر کسی سے اپنے سامان کو سودا کرے اور قسم کھا کر کہے کہ اس نے یہ سامان اتنے کا لیا تھا۔ اور دوسرا اس کی تصدیق کرے حالانکہ اس نے جھوٹی قسم کھائی ہے اور تیسرا آدمی جو کسی امام سے دنیا کی غرض کے لیے بیعت کرے اگر اسے دنیا مل جائے تو اس کی بیعت باقی رہے ورنہ وہ بیعت پوری نہ کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الاحکام. باب من بایع رجلا لایبایعه الا للدنیا .

شرح حدیث: پانی ہوتے ہوئے صحرا میں مسافر کو پانی نہ دینا، عصر کے وقت جھوٹی قسم کھا کر سودا فروخت کرنا اور دنیا کے حصول کی خاطر امام سے بیعت کرنا کہ دنیا ملی تو خوش ورنہ بیعت وفا نہ کی. یہ سب بدترین اخلاقی برائیاں اور معصیت کے کام ہیں۔ عصر کے وقت جھوٹی قسم کھانا زیادہ بڑی برائی اور زیادہ بڑی معصیت ہے کہ شب و روز کے فرشتے اس وقت موجود ہوتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیعت توڑ دینا اور امام سے کیے ہوئے عہد کو پورا نہ کرنا معصیت ہے اور اس پر سخت وعید آئی ہے۔

(فتح الباری ١/١١٨١. شرح صحیح مسلم ٢/١٠٠. روضة المتقین ٤/٣٥٠)

قیامت کے دو صور کے درمیان کا فاصلہ

١٨٣٦. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ" قَالُوا: يَااَبَا هُرَيْرَةَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا؟ قَالَ اَبَيْتُ، قَالُوْا: اَرْبَعُوْنَ سَنَةً؟ قَالَ: اَبَيْتُ قَالُوْا! اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَيْتُ وَيَبْلٰى كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْاِنْسَانِ اِلَّاعَجْبَ الذنب فِيْهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ، ثُمَّ يُنَزِّلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٨٣٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو نفخوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا اے ابوہریرہ چالیس دن کا؟ انہوں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔ انہوں نے کہا کہ چالیس سال؟ انہوں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔ انہوں نے کہا چالیس مہینے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔ اور انسان کی ہر چیز بوسیدہ ہو جاتی ہے سوائے دم کی ہڈی کے اس ہڈی سے انسان کو دوبارہ جوڑ کر پیدا کیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح زمین سے سبزی اگتی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاری، كتاب التفسير، تفسير سورة الزمر. صحيح مسلم كتاب الفتن، باب بين النفختين.

کلمات حدیث: عجب الذنب: پشت کی نچلی جانب نرم ہڈی یہ ریڑھ کی ہڈی کا آخری مہرہ ہے سارا انسان گل سڑ جائے گا اور صرف یہ ہڈی باقی رہ جائے گی جس پر اس کی خلق کا دوبارہ اعادہ ہوگا۔

شرح حدیث: حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے جس سے سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے یہ نفخہ اولی ہوگا۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا جس سے لوگ قبروں میں سے زندہ ہو کر باہر نکل آئیں گے یہ دوسرا نفخہ ہے اسے نفخۃ الصعق اور نفخۃ البعث بھی کہتے ہیں۔ ان دو نفخوں کے درمیان کس قدر مدت ہوگی چالیس دن، چالیس ماہ یا چالیس سال اس سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لاعلمی کا اظہار کیا لیکن دوسری روایات میں چالیس سال کی صراحت موجود ہے۔

(فتح الباری ٢/٨٤٧. شرح صحیح مسلم ١٨/٧٢. روضة المتقین ٤/٣٥٢)

نااہل لوگوں کا ذمہ دار بننا قیامت کی نشانی ہے

١٨٣٧۔ وَعَنْهُ قَالَ : بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَآءَهُ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ. فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : سَمِعَ مَاقَالَ فَكَرِهَ مَاقَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : بَلْ لَمْ يَسْمَعْ، حَتّٰى اِذَا قَضٰى حَدِيْثَهُ قَالَ : "اَيْنَ السَّآئِلُ عَنِ السَّاعَةِ ؟"

قَالَ : هَااَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ .

قَالَ : "اِذَضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ" قَالَ : كَيْفَ اِضَاعَتُهَا؟ قَالَ : "اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(١٨٣٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک مجلس میں بیان فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ حسب سابق بیان فرماتے رہے۔ لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ آپ ﷺ نے بات سن لی کہ پسند نہیں فرمائی اور کسی نے کہا کہ آپ ﷺ نے بات نہیں سنی۔ جب آپ ﷺ نے بات مکمل فرمالی تو دریافت فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے جس نے قیامت کے بارے میں پوچھا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں یہاں موجود ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کر۔ اس نے دریافت کیا کہ امانت کیسے ضائع کی جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب معاملہ نااہل لوگوں کے سپرد کیا جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من سئل علما وهو مشتغل فی حدیثه فأتم الحدیث فأجاب السائل.

کلمات حدیث: اذا وسد الامر : جب معاملہ خواہ دین کا ہو یا دنیا کا نااہل کے سپرد کیا جانے لگے۔

شرح حدیث: قیامت سے پہلے امانتیں ضائع ہوں گی دیانت و امانت کا فقدان ہوگا، فسق و فجور عام ہوگا اور دین کے اور دنیا کے معاملات نااہلوں کے سپرد کیے جائیں تو تم قیامت کا انتظار کرو اور سمجھ لو کہ قیامت قریب آ گئی ہے یعنی دنیا کی سیادت و قیادت پر بھی بد کردار اور نااہل لوگ قابض ہوں گے اور مسند دعوت و ارشاد پر بے علم تقوی سے عاری اور دنیا کے حریص فائز ہوں گے۔

(فتح الباری ١/٦٧٩. روضة المتقین ٤/٣٥٣. دلیل الفالحین ٤/٦٠٦)

جائز امور میں حاکم کی اطاعت واجب ہے

١٨٣٨۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "يُصَلُّوْنَ لَكُمْ : فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ وَاِنْ اَخْطَؤُا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(١٨٣٨) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حکمران تمہیں نماز پڑھائینگے اگر صحیح

پڑھائیں تو تمہارے لیے اجر ہے اور اگر خطا کریں تو تمہارے لیے اجر ہے اور غلطی کا وبال ان پر ہے۔ (البخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اذالم یتم الامام و اتم من خلفه .

شرح حدیث: امام جب نماز پڑھائے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کی امامت میں نماز پڑھیں اگر اس نے صحیح اور اچھی نماز پڑھائی تو تمہیں اور اس کو دونوں کو اجر ملے گا اور اگر امام نے نماز میں غلطی کی یا سنت کی خلاف ورزی کی تو مقتدیوں کی نماز صحیح ہے اور جو کچھ نماز میں غلطی کرنے کا وبال ہے وہ امام پر ہے۔ (فتح الباری ١/٥٤٥. روضة المتقين ٤/٣٥٣)

اُمت محمدیہ کی فضیلت

١٨٣٩ . وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" قَالَ : خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ يَأْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْا فِي الْإِسْلَامِ .

(١٨٣٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اس آیت كنتم خير أمة اخرجت للناس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ لوگوں کے لیے سب سے بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو اس کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ (البخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب التفسير، تفسير سورة آل عمران .

شرح حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت مبارکہ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ بہترین افراد امت وہ ہیں جو لوگوں کو زنجیروں میں جکڑ کر لاتے ہیں اور انہیں اللہ کے دین میں داخل کرتے ہیں یعنی مجاہدین کے کفار سے جہاد کر کے ان کو قیدی بنا کر لاتے ہیں اور یہ قیدی اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر اظہار تعجب فرماتے ہیں جو زنجیروں میں بندھے ہوئے جنت میں لائے جاتے ہیں۔ یعنی مسلمانوں کی قید میں آ کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔

(فتح الباری ٢/١٩٩. روضة المتقين ٤/٣٥٦. دليل الفالحين ٤/٦٠٧)

زنجیروں میں جنت کا داخلہ

١٨٤٠ . وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "عَجِبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ" رَوَاهُمَا الْبُخَارِيُّ، مَعْنَاهُ : يُؤْسَرُوْنَ وَيُقَيَّدُوْنَ ثُمَّ يُسْلِمُوْنَ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ .

(١٨٤٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر تعجب کا اظہار فرماتا ہے جو جنت میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے داخل ہوں گے۔ (البخاری)

معنی حدیث یہ ہیں کہ قید ہوتے ہیں، بیڑیاں ڈالی جاتی ہیں اور پھر اسلام قبول کر کے جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الاساری فی السلاسل.

شرح حدیث: اگر جنگ کے نتیجہ میں مسلمانوں کی قید میں کافر آ جائیں تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ انہیں دعوت دین دیں اور قبول اسلام کی جانب راغب کریں کیونکہ جہاد کا مقصود ہی اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلام کی اشاعت ہے۔

(فتح الباری ٢/١٩٩. روضة المتقین ٤/٣٥٦)

مساجد محبوب ترین جگہیں ہیں

١٨٤١. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا، وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١٨٤١) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک بستیوں کے سب سے اچھے حصے مساجد اور سب سے ناپسندیدہ حصے ان کے بازار ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاهٔ بعد الصبح.

کلمات حدیث: أحب البلاد : یعنی أحب بیوت البلاد : بستیوں اور شہروں میں سب سے اچھے گھر۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ شہروں اور آبادیوں میں سب سے اچھے گھر مساجد ہیں، اس لیے کہ اللہ کا ذکر اللہ کی یاد اور اللہ کی عبادت سے سب کاموں سے بہترین اور جملہ مشاغل سے افضل ترین اور انسان کی ہر مصروفیت سے خوب تر ہے اور مساجد بنتی ہی اس لیے ہیں کہ ان میں اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کا ذکر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ گھر جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کو بلند کیا جائے اور ان میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔

اور سب سے بری جگہیں بازار ہیں۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بازار اس لیے ناپسندیدہ ہیں کہ یہ طلب دنیا کے مراکز ہیں اور شیطان کی درسگاہیں ہیں کہ شیطان لوگوں کو اکساتا ہے کہ جھوٹی قسمیں کھا کر مال فروخت کریں اور خریداروں کے دلوں میں دنیا کی اشیاء کی محبت جگائے اور ان کے سینوں میں خواہش اور تمنائیں بیدار کرے۔ غرض بازاروں میں جھوٹ ہے، جھوٹی قسمیں ہیں، حرص وطمع ہے لالچ ہے اور خیانت ہے۔ (شرح صحیح مسلم ٥/١٤٦. روضة المتقین ٤/٣٥٦. دلیل الفالحین ٤/٦٠٨)

بازار شیطان کے اڈے ہیں

١٨٤٢. وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهٖ قَالَ : لَاتَكُوْنَنَّ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ السُّوْقَ وَلَا اٰخِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا، فَاِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيْطَانِ وَبِهَا يَنْصِبُ رَايَتَه، رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا، وَرَوَاهُ الْبَرْقَانِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَاتَكُنْ اَوَّلَ مَنْ

يَدْخُلُ السُّوْقَ، وَلَا اٰخِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا فِيْهَا بَاضَ الشَّيْطَانُ وَفَرَّخَ .

(١٨٤٢) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر تم سے ہو سکے تو ایسا کرو کہ نہ تو تم سب سے پہلے بازار میں داخل ہونے والے ہو اور نہ سب سے آخر میں وہاں سے نکلنے والے ہو کہ بازار شیطان کا معرکۂ کارزار ہے اور وہاں اسی کا جھنڈا نصب ہوتا ہے۔ (مسلم نے اس طرح روایت کیا ہے)

اور برقانی نے اپنی صحیح میں حضرت سلمان سے روایت کرتے ہوئے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ تم سب سے پہلے بازار میں نہ جاؤ اور نہ سب سے آخر میں واپس نکلو کہ شیطان بازار ہی میں انڈے اور بچے دیتا ہے۔

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ام سلمه،ام المؤ منين رضى الله تعالىٰ عنه .

کلمات حدیث: فيها باض الشيطان وفرخ : بازار میں ہی شیطان انڈے اور بچے دیتا ہے۔ یعنی بازار ہی وہ جگہ ہے جہاں سے شیطان کی ذریت پروان چڑھتی ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں سے برائیوں کا سیلاب اٹھتا ہے اور معصیتوں کا طوفان اٹھتا ہے۔

شرح حدیث: بعجلت تمام بازار جانا اور وہاں زیادہ وقت صرف کرنا حب دنیا کی علامت ہے اور یہ کہ جتنا وقت آدمی رہے گا اللہ سے غافل رہے گا اور غافل کو شیطان بڑی آسانی سے اچک لیتا ہے۔ کیونکہ بازار میں دھوکہ اور فریب ہوتا خیانت اور بدعہدی ہوتی ہے اور جھوٹی قسمیں ہوتی ہیں۔ (روضة المتقين ٤/ ٣٥٨. دليل الفالحين ٤/ ٦٠٩)

****

مسلمان بھائی کیلئے دعائے مغفرت

١٨٤٣ . وَعَنْ عَاصِمِ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ. قَالَ : "وَلَكَ" قَالَ عَاصِمٌ فَقُلْتُ لَهٗ : اَسْتَغْفَرَلَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : نَعَمْ وَلَكَ، ثُمَّ تَلَاهٰذِهِ الْاٰيَةَ : "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ، وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٨٤٣) عاصم الاحول سے روایت ہے اور وہ عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اور تمہاری بھی۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے ان (عبداللہ) سے پوچھا کہ کیا آپ کیلئے رسول اللہ ﷺ نے طلب مغفرت فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ ہاں اور تیرے لیے بھی اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور آپ ﷺ اپنے لیے اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے مغفرت طلب فرمایئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب اثبات ختم النبوة وصفة .

شرح حدیث: عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے خدمت اقدس ﷺ میں درخواست کی کہ اللہ آپ ﷺ کی مغفرت فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری بھی۔ اس پر عاصم الاحول نے حضرت عبداللہ مکرر سے دریافت کیا کہ کیا

رسول اللہ ﷺ نے تمہارے لیے طلب مغفرت فرمائی۔ انہوں نے کہا۔ بلکہ آپ ﷺ نے تمہارے لیے بھی طلب مغفرت فرمائی ہے اس لیے کہ اللہ نے آپ ﷺ کو فرمایا ہے کہ آپ ﷺ اپنے لیے مغفرت طلب فرمایئے اور تمام مؤمنوں کے لیے بھی مغفرت طلب فرمایئے اور مؤمنین میں تم بھی داخل ہو۔ (شرح صحیح مسلم ۱۵/ ۸۰. روضة المتقین ٤/ ٣٥٨)

بے حیائی کا انجام برا ہوتا ہے

۱۸۴۴. وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ”اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ کَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰی: اِذَا لَمْ تَسْتَحِی فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ“ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۸۴۴) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء سابقین کے کلام سے جو باتیں لوگوں نے اخذ کی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم میں حیا باقی نہ رہے پھر جو چاہو کرو۔ (البخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب اذالم تستحی فاصنع ماشئت .

شرح حدیث: اولین دور کی نبوتوں کی تعلیم میں سے جو بات باقی رہے یا انبیاء سابقین کے جن ارشادات کو لوگوں نے محفوظ رکھا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ شرم وحیا جاتی رہے تو پھر انسان آزاد ہے جو چاہے سو کرے۔ ظاہر ہے کہ حیا کی اہمیت اور اس کی فضیلت پر تمام انبیاء کا اتفاق ہے اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے حیا اختیار کرنے کی تاکید نہ کی ہو اور بے حیائی کی سوء عاقبت سے نہ ڈرایا ہے۔ اور حدیث مبارک میں ہے کہ حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

حیا اللہ تعالیٰ سے بھی کرنی چاہیے اور اللہ کے بندوں سے بھی، اللہ سے حیا کرنے والا اس کے تمام احکام کی پابندی کرے گا اور ان تمام باتوں سے احتراز کرے گا جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے اور اللہ کے بندوں سے حیا کرنے والا اپنے اخلاق و اعمال درست کرے گا جن میں اسے دوسرے لوگوں سے واسطہ پیش آتا ہے۔

(فتح الباری ۲/ ٤٠٧ .عمدة القاری ١٦/ ٨٦. روضة المتقین ٤/ ٣٥٩. دلیل الفالحین ٤/ ٦١٠)

قیامت کے دن سب سے پہلے ناحق خون کا فیصلہ ہوگا

۱۸۴۵. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اَوَّلُ مَایُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِی الدِّمَآءِ“ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۸۴۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ روز قیامت لوگوں کے درمیان سب سے پہلے انسانی جانوں کے اتلاف کے بارے میں فیصلے کیے جائینگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، الدیات، باب القصاص یوم القیامه. صحیح مسلم، کتاب القیامه .

شرح حدیث: اسلام نے انسانی جان کو محترم قرار دیا ہے اور ایک آدمی کے قتل کر دینے کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا خطبہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ تمہاری جانیں تمہارے مال اور تمہاری عزتیں اسی طرح محترم ہیں جس طرح یہ آج کا دن تمہارے اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر میں محترم ہے۔

اس حدیث میں ارشاد فرمایا کہ انسانوں کے درمیان سب سے پہلے حساب اور فیصلہ انسانی جانوں کے اتلاف کا ہوگا اور جس حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے پرسش نماز کے بارے میں ہوگی، ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ نماز حق اللہ ہے اس کا ہر ہر فرد سے جدا جدا محاسبہ ہوگا کہ نماز قائم کی یا نہیں جبکہ قتل نفس حق العبد ہے اور اس کا فیصلہ دو آدمیوں کے درمیان ہوگا۔ نسائی نے ان دونوں امور کو جمع کر کے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اس طرح بیان کیا ہے کہ بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور لوگوں کے درمیان سب سے پہلے فیصلہ قتل نفس کا ہوگا۔

(فتح الباری٣/٤١٤. عمدۃ القاری٢٣/١٧١. روضۃ المتقین٤/٣٦٠)

فرشتے، جنات اور انسان کا مادۂ تخلیق

١٨٤٦. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "خُلِقَتِ الْمَلَآئِكَةُ مِنْ نُوْرٍ، وَخُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١٨٤٦) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں، جن آگ کے شعلے سے پیدا کئے گئے ہیں اور آدم اس چیز سے پیدا ہوئے جو تمہارے سامنے بیان کر دی گئی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب فی احادیث متفرقة .

کلمات حدیث: الملائكة : ملائك کی جمع فرشتے۔ فرشتے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ نورانی مخلوق ہونے کی بنا پر وہ مختلف صورتوں میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ جن : شعلۂ آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ مارج : شعلہ نار جس میں دھواں نہ ہو۔

شرح حدیث: فرشتے نورانی مخلوق ہیں جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو انہیں حکم ملتا ہے اسی وقت اس کی تعمیل کرتے ہیں، جن ناری مخلوق ہیں جبکہ آدمی مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ غرض عالم ملائک اور عالم جن اور عالم انسان اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی عظیم قدرت کا اظہار ہیں۔ اور جب وہ خالق انسان ہیں تو انسان کا فرض اطاعت اور بندگی اور اس کے سامنے سر جھکا دینا ہے۔

(شرح صحیح مسلم١٨/٩٦. دلیل الفالحین٤/٦١١)

آپ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا

١٨٤٧. وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ خُلُقُ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ، رَوَاهُ.

مُسْلِمٌ فِيْ جُمْلَةِ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ .

(۱۸۴۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے نبی کا اخلاق قرآن تھا۔ (مسلم نے اسے ایک لمبی حدیث میں بیان کیا ہے)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل و من نام عنه او مرض .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ خیر الخلائق ہیں اور آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ آپ ﷺ کی صفات رفیعہ اور آپ کی شیم حمیدہ تمام تمام قرآن کے مطابق اس سے ہم آہنگ اور اس کا پرتو ہیں۔ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ میں مکارم اخلاق کی تتمیم کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اہل ایمان کے لیے بطور خاص اور تمام انسانیت کے لیے نمونۂ حسن اور اعلیٰ مثال قرار دیا، اور آپ ﷺ کو تمام انسانیت کے لیے سراج منیر اور ہدایت مجسم بنایا اور آپ ﷺ پر اللہ کے دین کا اتمام اور اس کی نعمتوں کا اکمال ہوا اور جو دین آپ ﷺ لے کر تشریف لائے اسے ساری انسانیت کے لیے طریقۂ حیات منتخب فرمالیا۔

عارف باللہ حضرت شیخ سہروردی رحمہ اللہ اپنی کتاب عوارف المعارف میں فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمانا کہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا، اپنے اندر معانی کا ایک دریا سمیٹے ہوئے اور انتہائی دقیق مفاہیم اور لطیف نکات پر مشتمل ہے۔ قرآن کلام الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات حمیدہ کا جلوہ نما ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت دقیق بیں اور دوررس عالمہ تھیں انہوں نے یہ عنوان اختیار کرنے کے بجائے کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق عالیہ درحقیقت اوصاف الٰہی کا پرتو ہیں۔ انہوں نے اللہ سبحانہٗ کی عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے اور حضرت باری تعالیٰ میں مؤدبانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ آپ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔ اب جس طرح قرآن کریم کے معانی لامتناہی اور اس کے اندر پنہاں نکات علم و معرفت حد و شمار سے ماورا ہیں اسی طرح حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ اور آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ احصاء اور استقصاء سے ماوراء ہیں۔ (دليل الفالحين ٤ / ٦١٢ . شرح صحيح مسلم ٦ / ٢٣)

جو اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے

١٨٤٨ . وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآئَه، وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَه"، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ فَكُلُّنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ؟ قَالَ : "لَيْسَ كَذٰلِكِ، وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهٖ وَجَنَّتِهٖ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ فَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآئَه، وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَسَخَطِهٖ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَه" . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۸۴۸) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کو محبوب رکھتے ہیں اور جو اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند فرماتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یا رسول اللہ موت سے ناگواری مراد ہے ہم تو سب ہی موت سے ناگواری محسوس کرتے ہیں۔ آپ ﷺ

نے ارشادفرمایا کہ یہ مطلب نہیں ہے مراد یہ ہے کہ مؤمن کو جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی رضا اوراس کی جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اوراسے محبوب سمجھتا ہے۔اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اوراس کی ناراضگی کی خبر سنائی جاتی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب من احب لقاء الله احب الله لقائه.

شرح حدیث: مؤمن کو وقت موت جنت کی خوشخبری سنادی جاتی ہے جس سے اس کا شوق لقاء اللہ بڑھ جاتا ہے اور اللہ کے گھر جانے کا اشتیاق شوق ہوجاتا ہے۔اور کافر کواپنی موت میں دائمی ہلاکت اور ابدی خسران نظر آتا ہے اس لیے اس کے دل میں حسرت پیدا ہوتی ہے کہ اے کاش موت نہ آئے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر موت کے وقت آدمی پر علامات سرور طاری ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے اللہ کے یہاں حسن جزاء اور ثواب جزیل کی بشارت دیدی گئی ہے اور اگر صورت اس کے برعکس ہوتو وہ دوسری صورت ہے۔

مرض الموت میں مبتلا ہونے سے پہلے زندگی میں موت کو ناگوار سمجھنے کے بارے میں اصول یہ ہے کہ اگر آدمی موت کواس لیے ناگوار سمجھتا ہے کہ طبعی طور پراس پر حب حیات کا جذبہ غالب ہے تو یہ ایک امر طبعی ہے اور اگر زندگی کو موت پراس لیے ترجیح دیتا ہے کہ دنیا کی عیش وآرام اس کے لیے نعیم آخرت سے زیادہ پرکشش ہے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ مذموم ہے اور اہل ایمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ یہ بات نہ ہو،اور اگر موت کی ناگواری آخرت کے حساب سے اور وہاں کے مؤاخذ کے ڈر سے ہے تو یہ امر برا تو نہیں ہے لیکن اس کا مقتضاء یہ ہے کہ جلد توبہ کر کے اعمال صالحہ کی جانب رجوع کرے اور رضائے الٰہی کے حصول کی سعی کرے۔

(فتح الباری۳/۳۹۹. عمدة القاری۲۳/۱۴۲.روضة المتقین۴/۳۶۳)

شیطان سرعت کے ساتھ انسان میں وسوسہ ڈالتا ہے

۱۸۴۹. وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا فَاَتَيْتُه' اَزُوْرُه' لَيْلًا فَحَدَّثْتُه' ثُمَّ قُمْتُ لِاَنْقَلِبَ فَقَامَ مَعِيَ لِيَقْلِبَنِيْ، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْرَعَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَلٰى رِسْلِكُمَا اِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ" فَقَالَا : سُبْحَانَ اللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ : "اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ، وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَرًّا، اَوْقَالَ شَيْئًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۴۹) ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ معتکف تھے میں ایک رات آپ ﷺ کو دیکھنے آئی میں نے آپ ﷺ سے کچھ دیر باتیں کیں پھر میں واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ بھی مجھے رخصت کرنے کے لیے میرے ساتھ کھڑے ہوگئے۔اسی دوران دو انصاری اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادھر سے گزرے

جب انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو وہ ذرا جلدی جانے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں ذرا رکو۔ یہ صفیہ بنت حیی ہے، انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ سبحان اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان کے وجود میں خون کی طرح گزرتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ کہیں تمہارے دلوں میں برائی یا کوئی بات نہ ڈال دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الاعتکاف، باب هل یخرج المعتکف لحاجة الی باب المسجد . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب بیان انه یستحب لمن روی خالیا بامراة و کانت زوجة او محرما ان یقول هذه فلانة لیدفع ظن السوء به .

کلمات حدیث: ثم قمت لانقلب : میں واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئی۔ فقام لیقلبنی : آپ ﷺ میرے ساتھ کھڑے ہوئے تاکہ مجھے میرے مسکن تک پہنچادیں اور اس زمانے میں حضرت صفیہ اسامہ بن زید کے گھر میں رہتی تھیں۔ قلب قلبا (باب ضرب) پلٹ دینا۔ لوٹا دینا۔ پھیر دینا۔ اندر کا باہر کر دینا۔ قلب دل جمع قلوب۔ انقلب (باب انفعال) الٹا ہو جانا۔ واپس ہونا۔ علی سلکما : تم دونوں رک جاؤ۔

شرح حدیث: حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رہائش اسامہ بن زید کے گھر میں تھی یعنی اس گھر میں رہتی تھی جو بعد ازاں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مل گیا تھا۔ ازواج مطہرات کے گھر (حجرات) مسجد نبوی ﷺ کے دروازے کے پاس تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں وارد ایک حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول کریم ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں مسجد نبوی ﷺ میں معتکف تھے میں اعتکاف میں آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے آئی کچھ وقت آپ ﷺ سے باتیں کیں پھر میں اٹھنے لگی تو آپ ﷺ بھی انہیں رخصت کرنے ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے جب مسجد کے دروازے پر باب ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آئے تو دو انصاری صحابہ ملے اور آپ ﷺ کو سلام کیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک متعدد فقہی مسائل اور علمی نکات پر مشتمل ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ اگر آدمی کو کسی کے دل میں بدگمانی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کی وضاحت کر کے بدگمانی کے امکان کو دور کر دے۔ اور یہ بات بطور خاص علماء اور مشائخ کے لیے زیادہ اہمیت کی حامل ہے کیونکہ ان کے بارے میں بدگمانی پیدا ہو جانے سے لوگوں کا نقصان ہے کہ وہ ان سے مستفید ہونے سے رک جائیں اور ان سے علمی اور دینی فائدہ اٹھانے میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔

یہ نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے بارے میں یہ شک فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کے بارے میں کوئی بدگمانی کریں گے بلکہ ان کے ذریعے تمام امت کو تعلیم دی کہ شیطان کو انسان پر اثر انداز ہونے کی کس قدر قوت حاصل ہے کہ وہ کسی بھی موقعہ پر آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالنے سے نہیں چوکتا۔ اور اس طرح رسول اللہ ﷺ نے رہتی دنیا تک تمام امت کو تعلیم دیدی کہ اس طرح کے مواقع پر کیا کرنا چاہئے اور بدگمانی کا اندیشہ پیدا ہو تو اسے اسی وقت رفع کرنا چاہئے۔

(فتح الباری ۱/۱۰۸۰ . شرح صحیح مسلم ۱۴/۱۳۱ . روضة المتقین ۴/۳۶۴ . دلیل الفالحین ۴/۶۱۴)

غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کی شجاعت

١٨٥٠ . وَعَنْ اَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ حُنَیْنٍ فَلَزِمْتُ اَنَا وَاَبُوْسُفْیَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَغْلَةٍ لَهٗ بَیْضَآءَ فَلَمَّا الْتَقَی الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَلَّی الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِیْنَ، فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْكُضُ بَغْلَتَهٗ قِبَلَ الْكُفَّارِ، وَاَنَا اٰخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكُفُّهَا اِرَادَةَ اَنْ لَّاتُسْرِعَ وَاَبُوْسُفْیَانَ اٰخِذٌ بِرِكَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اَیْ عَبَّاسُ نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَةِ قَالَ الْعَبَّاسُ وَكَانَ رَجُلًا صَیِّتًا فَقُلْتُ بِاَعْلٰی صَوْتِیْ اَیْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَةِ، فَوَاللّٰهِ لَكَاَنَّ عَطْفَتَهُمْ حِیْنَ سَمِعُوْا صَوْتِیْ عَطْفَةُ الْبَقَرِ، عَلٰی اَوْلَادِهَا . فَقَالُوْا : یَالَبَّیْكَ یَالَبَّیْكَ فَاقْتَتَلُوْهُمْ وَالْكُفَّارُ، وَالدَّعْوَةُ فِی الْاَنْصَارِ، یَقُوْلُوْنَ یَامَعْشَرَ الْاَنْصَارِ یَامَعْشَرَ الْاَنْصَارِ ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَةُ عَلٰی بَنِی الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلٰی بَغْلَتِهٖ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَیْهَا اِلٰی قِتَالِهِمْ فَقَالَ : "هٰذَا حِیْنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ" ثُمَّ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَصَیَاتٍ فَرَمٰی بِهِنَّ وُجُوْهَ الْكُفَّارِ ثُمَّ قَالَ: "اِنْهَزَمُوْا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ" فَذَهَبْتُ اَنْظُرُ فَاِذَا الْقِتَالُ عَلٰی هَیْئَتِهٖ فِیْمَا اَرٰی، فَوَاللّٰهِ مَاهُوَ اِلَّا اَنْ رَمَاهُمْ بِحَصَیَاتِهٖ، فَمَا زِلْتُ اَرٰی حَدَّهُمْ كَلِیْلًا وَاَمْرَهُمْ مُدْبِرًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

"اَلْوَطِیْسُ" : اَلتَّنُّوْرُ . وَمَعْنَاهُ اشْتَدَّتِ الْحَرْبُ . وَقَوْلُهٗ : "حَدَّهُمْ" هُوَ بِالْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ اَیْ بَاْسَهُمْ.

(١٨٥٠) حضرت ابوالفضل العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھا میں اور ابوسفیان بن حارث رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے اور آپ ﷺ سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ رسول کریم ﷺ اس وقت ایک سفید خچر پر سوار تھے۔ جب مسلمانوں اور مشرکین کا مقابلہ ہوا تو اول اول مسلمانوں نے پسپائی اختیار کی رسول اللہ ﷺ کفار کی طرف بڑھنے کے لیے اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے اور میں نے خچر کی لگام تھامی ہوئی تھی میں اسے تیز دوڑنے سے روک رہا تھا۔ اور ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عباس درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں کو آواز دو۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی آواز خوب بلند تھی، کہتے ہیں کہ میں نے اونچی آواز میں پکارا درخت کے نیچے بیعت کرنے والے کہاں ہیں۔ اللہ کی قسم انہوں نے جیسے ہی میری آواز سنی تو وہ اس قدر تیزی سے متوجہ ہوئے جیسے گائے اپنی اولاد کی آواز پر متوجہ ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ لبیک لبیک۔ پھر ان کی اور کافروں کی خوب لڑائی ہوئی۔

اس وقت انصار کی پکار تھی کہ اے انصار کی جماعت اے انصار کی جماعت! پھر یہ پکار بنو حارث بن خزرج پر مقتصر ہوگئی۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے خچر پر بیٹھے ہوئے میدان جنگ کی طرف دیکھا گویا کہ آپ ﷺ اپنی گردن بلند کر کے معرکہ آرائی کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی وقت ہے جنگ کے زور پکڑنے کا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے تھوڑی سی کنکریاں لیں اور انہیں کافروں کے چہروں کی طرف پھینکا پھر ارشاد فرمایا کہ رب محمد ﷺ کی قسم شکست کھا گئے۔ میں نے بھی دیکھا تو میرے خیال میں جنگ میں اسی طرح تیزی تھی لیکن اللہ کی قسم جوں ہی آپ ﷺ نے وہ کنکریاں کفار کی طرف پھینکیں تو میں نے دیکھا کہ ان کی تیزی میں کمی آتی جارہی ہے اور وہ پلٹ کر بھاگنے والے ہیں۔ (مسلم)

الوطیس : تنور۔ معنی ہیں جنگ نے شدت اختیار کرلی۔ حدھم : یعنی ان کی قوت۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب المغازی، باب فی غزوہ حنین .

کلماتِ حدیث: ضیتاً : بلند آواز جو دور سے سنی جائے۔ کلیلا : کمزور اور کند۔ حمی الوطیس : تنور گرم ہوگیا یعنی لڑائی شدت اختیار کرگئی۔

غزوۂ حنین کا واقعہ

شرح حدیث: حنین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے دس میل سے کچھ زیادہ فاصلے پر واقع ہے۔ رمضان المبارک ۸ھ میں مکہ فتح ہوا اور قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت قبول کرلی تو عرب کا ایک جنگجو اور دولت مند قبیلہ بنو ہوازن میں ہلچل مچ گئی اسی قبیلے کی ایک شاخ طائف کے رہنے والے بنو ثقیف بھی تھے۔ اس قبیلے کے بڑے بڑے سردار جمع ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اب محمد مکہ سے فارغ ہوکر ہماری طرف رخ کریں گے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم جنگ میں پہل کریں تاکہ مسلمانوں کو تیاری کا موقعہ نہ مل سکے۔ ان کے سرداروں میں سب سے زیادہ پرجوش مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جنہوں نے بعد میں اسلام قبول کیا۔

غرض اس قبیلے نے جنگی تیاریاں شروع کیں اور اپنی تمام شاخوں کو جو مکہ سے طائف تک پھیلی ہوئی تھیں اس جنگ کے لیے جمع کرلیا اور یہ طے کرلیا کہ سب اپنا مال واسباب اور بیوی بچوں کو ساتھ لے کر جائیں گے تاکہ پسپائی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ اس قبیلے کی دو شاخیں بنو کعب اور بنو کلاب اس جنگی پروگرام سے متفق نہ ہوئے ان کا کہنا تھا کہ محمد کے ساتھ کوئی غیبی قوت ہے اور ہم انہیں شکست نہیں دے سکتے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بنو ہوازن کے اس لشکر کی تعداد چوبیس یا اٹھائیس ہزار بتائی ہے اور بعض حضرات نے چار ہزار کی تعداد بتائی ہے ممکن ہے کہ عمومی تعداد چوبیس یا اٹھائیس ہزار ہو اور ان میں مسلح جنگجو چار ہزار ہوں۔

رسول کریم ﷺ کو مکہ مکرمہ میں یہ اطلاع ملیں تو آپ ﷺ نے حضرت عتاب بن اسید کو مکہ مکرمہ کا امیر مقرر کیا۔ قریش سے کچھ اسلحہ بطور عاریت لیا اور آپ ﷺ چودہ ہزار کا لشکر لے کر دشمن کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ان میں سے دو ہزار وہ تھے جو فتح مکہ کے وقت اسلام لائے جنہیں طلقاء کہا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر مکہ کے کچھ ایسے لوگ بھی ساتھ ہولیے جن کا مسلمانوں کے خلاف جذبۂ انتقام ہنوز سرد نہ ہوا تھا ان کا خیال تھا کہ اگر مسلمان شکست کھا گئے تو ہمیں بھی بدلہ چکانے کا موقعہ مل جائے گا۔ انہی لوگوں میں ایک شیبہ بن عثمان رضی

اللہ تعالیٰ عنہ تھے جنکے باپ اور چچا غزوۂ بدر میں مارے گئے تھے، یہ بھی ساتھ ہو لیے کہ کہیں موقعہ ملجائے تو رسول اللہ ﷺ پر وار کردیں، دوران جنگ موقعہ پا کر حضور ﷺ کے قریب ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیبہ یہاں آؤ اور پاس بلا کر دست مبارک ان کے سینہ پر رکھدیا۔ ہاتھ اٹھایا تو شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل ایمان سے اور حب رسول ﷺ سے معمور تھا۔

چودہ ہزار کا لشکر اور جنگی ساز و سامان دیکھ کر بعض مسلمانوں نے کہا کہ ہم تو جب تین سو تیرہ تھے اس وقت ایک لشکر جرار پر فتح پائی اب تو مغلوب ہونے کا سوال ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ناپسند فرمائی کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مادی قوت پر اعتماد کریں۔ سبق یہ ملا کہ قبیلہ ہوازن نے یکبارگی ایک زبردست حملہ کیا اور گھاٹیوں میں چھپے ہوئے ان کے تیراندازوں نے مسلمانوں پر تیروں کی بارش کردی اور گرد وغبار ایسا اٹھا کہ دن رات بن گئی۔ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور بھاگنے لگے لیکن رسول کریم ﷺ میدان کارزار میں آگے بڑھتے رہے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ پکاریں کہ وہ کہاں ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اور وہ انصار کہاں ہیں جنہوں نے جان و مال کی بازی لگانے کے وعدے کئے تھے۔ اس للکار کا پڑنا تھا کہ سب صحابۂ کرام واپس میدان جنگ میں جمع ہو گئے اور معرکۂ کارزار گرم ہو گیا۔

اس موقعہ پر رسول کریم ﷺ نے ہاتھ میں کنکریاں لیں اور دشمن کی طرف پھینکدیں۔ کافروں کے لشکر میں کوئی آنکھ ایسی نہیں بچی جس میں یہ مٹی نہ پہنچ گئی ہو۔ اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مدد بھیج دی کفار کو شکست ہوئی، ستر سردار مارے گئے چھ ہزار قید ہوئے اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔

حدیث مبارک بہت سے فوائد اور لطیف نکات پر مشتمل ہے جن میں سے ایک تو یہ کہ جب مسلمان دشمن کی یلغار سے وقتی طور پر پسپا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کوہ گراں بنکر اسی طرح ثابت قدم رہے اور اسی طرح آپ ﷺ تن تنہا میدان جنگ میں استقامت کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ آپ ﷺ کے معجزہ کا اظہار ہوا کہ تھوڑی سے کنکریاں آپ ﷺ نے پھینکی جو ہر کافر کی آنکھوں میں داخل ہو گئیں اور لمحوں میں غالب قوت پسپا ہوئی اور شکست کھا گئی۔ نیز معلوم ہوا کہ وسائل و اسباب کی کثرت کی حیثیت ثانوی ہے اور مسلمان کا حقیقی اعتماد اللہ تعالیٰ ہی پر ہوتا ہے نہ کہ اسباب و وسائل پر کہ اللہ کا حکم اور اسی کی مشیت فیصلہ کن ہے جو اسباب کی محتاج نہیں ہے۔

(شرح صحیح مسلم ۱۲/ ۹۶. معارف القرآن. روضة المتقين ٤/ ٣٦٧)

حلال خوری کی ترغیب

۱۸۵۱. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَایَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا، وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ. فَقَالَ تَعَالٰی :"یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا" وَقَالَ تَعَالٰی : "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَآءِ: یَا رَبِّ یَا رَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهٗ

حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٨٥١) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ پاک ہے اور صرف پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے اور اللہ نے اہل ایمان کو وہی حکم دیا ہے جو اپنے رسولوں کو دیا ہے اور فرمایا کہ اے پیغمبر پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔ اور فرمایا کہ اے ایمان والوان پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو طویل سفر میں ہے پراگندہ حال ہے اور گرد وغبار میں اٹا ہوا ہے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور پکارتا ہے یارب یارب، حالانکہ اس کا کھانا بھی حرام ہے پینا بھی حرام ہے لباس بھی حرام ہے اور اسے حرام غذا ملی ہے تو اس کی دعا کیوں کر قبول ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب .

کلمات حدیث: یطیل السفر : لمبے سفر عبادت میں ہے۔ أشعث : پراگندہ بال۔ أغبر : غبار آلود۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی ذات تمام نقائص سے منزہ اور جملہ اوصاف کمال کا منبع ہے۔ اس کی ذات پاک ہے اس لیے پاکیزہ عمل اور پاکیزہ شئے ہی اس کی بارگاہ میں مقبول ہوسکتی ہے اور ایسی شئے اس کی بارگاہ میں شرف قبول نہیں پاسکتی جس میں کسی طرح کی معنوی یا حسی ظاہری یا باطنی آلودگی موجود ہو۔

دعاء بھی وہی شرف قبول پاتی ہے جو عجز وانکساری کے ساتھ ہو جو اس بندے کے قلب کی گہرائیوں سے نکلی ہو جو احکام الٰہی کا پابند اور اس کے نواہی سے مجتنب ہو اور جو حرام سے پرہیز کرنے والا اور معاصی سے مجتنب ہو۔ ایسا شخص جس کا لباس حرام ہو اور جس کی غذا حرام ہو اس کی دعا کیوں کر قبول ہوگی۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی دعاء قبول ہو وہ پہلے معاصی سے توبہ کرے اور اعمال صالحہ کا عزم کرے اور برائیوں سے اجتناب کا ارادہ کرے پھر اللہ سے قبولیت دعا کی امید قائم کرے۔

(شرح صحیح مسلم ٨٨/٧ . روضة المتقین ٣٦٩/٤ . دلیل الفالحین ٦١٨/٤)

تین آدمی اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے

١٨٥٢ . وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "ثَلَاثَةٌ، لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَآئِلٌ مُسْتَكْبِرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ، "اَلْعَآئِلُ": اَلْفَقِيْرُ .

(١٨٥٢) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نہ کلام فرمائینگے نہ ان کو پاک کرینگے اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائینگے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر۔ (مسلم)

کلمات حدیث: عذاب الیم : دردناک عذاب، عذاب وہ تکلیف جو انسان پر شدید ہو۔ عائل : فقیر۔

شرح حدیث: قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک میں ان تین آدمیوں کے بارے میں جو شدید وعید بیان کی گئی ہے اس کا منشاء یہ ہے کہ انہوں نے جس وقت اور جن حالات میں معصیت کا ارتکاب کیا ہے وہاں کوئی داعیہ موجود نہیں ہے۔ گویا ان کا معصیت کرنا ایک طرح کا عناد اور ایک نوع کی جسارت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس حق کا جو اس کا انسانوں پر ہے استخفاف ہے۔ بوڑھا آدمی جو دنیا کے تجربات سے گزر کر عملاً برے اعمال کے نتائج سے آگاہ ہو چکا اور اس میں عورت سے قربت کا داعیہ کمزور پڑ چکا اور اس کی فنا کی منزل قریب آ چکی اب بھی اگر وہ زنا کرتا ہے تو اس کی شناعت میں اور اس کے اس فعل کی قباحت میں اس قدر زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے کہ وہ اس وعید شدید کا مستحق ہو جاتا ہے۔ آدمی جھوٹ کسی مصلحت کی خاطر یا کسی مضرت سے بچنے کے لیے بولتا ہے، بادشاہ اور حاکم کے سامنے جھوٹ کا یہ داعیہ موجود نہیں ہے اور اس کے باوجود وہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی قباحت بڑھ جاتی ہے نیز یہ کہ ایک عام آدمی کے جھوٹ کے مضر اثرات ایک محدود دائرے میں محدود ہوتے ہیں جبکہ حاکم کے جھوٹ کے اثرات ہمہ گیر ہوتے ہیں اس لیے بھی اس کا جھوٹ اسے اس وعید کا مستحق بنا دیتا ہے۔ اور وہ کثیر العیال آدمی جو تنگ دست ہے اس کے پاس بھی تکبر کا کوئی جواز نہیں ہے اس لیے اس کا تکبر اسے اس وعید کا مستحق بنا دیتا ہے۔ (روضة المتقين ٤/ ٣٧٠. دليل الفالحين ٤/ ٦١٩)

دنیا میں جنت کی نہریں

١٨٥٣۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ كُلٌّ مِّنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٨٥٣) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سیحون جیحون اور فرات اور نیل انہار جنت میں سے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الجنة. باب مافي الدنيا من انحار الجنة .

کلمات حدیث: سيحان و جيحان : یا سیحون اور جیحون : خراسان کے علاقے کے دریا ہیں۔

شرح حدیث: امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث کا ظاہر ہی مراد ہے اور ان دریاؤں کی اصل جنت میں ہے اور بعض کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت کی نہروں کی طرح یہ نہریں بھی باعث برکت اور ذریعہ شادابی ہیں اور ان کے اطراف و جوانب میں اسلام کی خوب اشاعت ہوئی ہے۔ (دليل الفالحين ٤/ ٦١٩. روضة المتقين ٤/ ٣٧٠)

کائنات کی تخلیق کی مدت

١٨٥٤۔ وَعَنْهُ قَالَ : اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِيْ فَقَالَ : "خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيْهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْاَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَخَلَقَ الْمَكْرُوْهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَخَلَقَ

النُّوْرَ يَوْمَ الْاَرْبِعَآءِ، وَبَثَّ فِيْهَا الدَّوَآبَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، وَخَلَقَ اٰدَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِيْ اٰخِرِ الْخَلْقِ فِيْ اٰخِرِ سَاعَةٍ مِّنَ النَّهَارِ فِيْمَا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٨٥٤) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ تھاما اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا، پہاڑوں کو اتوار کے دن، درختوں کو پیر کے دن، ناپسندیدہ امور کو منگل کے دن، اور روشنی کو بدھ کے دن پیدا فرمایا اور جمعرات کے دن تمام جانور پیدا فرمائے اور حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے روز بعد عصر یعنی دن کے آخری حصے میں پیدا فرمایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب صفة القيامه والجنة و النار، باب ابتداء الخلق و خلق آدم عليه السلام .

شرح حدیث: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب التاریخ الکبیر میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث حضرت کعب کا قول ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے اور یہ موقوف ہے مرفوع نہیں ہے۔ (روضة المتقين ٤/ ٣٧١)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شجاعت

١٨٥٥ . وَعَنْ اَبِيْ سُلَيْمَانَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِيْ يَدِيْ يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ اَسْيَافٍ فَمَا بَقِيَ فِيْ يَدِيْ اِلَّا صَحِيْفَةٌ يَمَانِيَةٌ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(١٨٥٥) حضرت ابوسلیمان خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ موتہ میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں اور صرف ایک چھوٹی یمنی تلوار میرے ہاتھ میں باقی رہ گئی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة موتة .

جنگ موتہ کا تذکرہ

شرح حدیث: موتہ بیت المقدس سے دو مرحلے کے فاصلے پر ایک مقام ہے اور بلقاء سے بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ شرحبیل بن عمرو غسانی جو قیصر روم کی طرف سے شام کا حاکم تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کے سفیر حضرت حارث بن عمیر کو قتل کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حارث بن عمیر کو صاحب بصریٰ کے پاس بھیجا تھا۔

۸ ھ میں رسول اللہ ﷺ نے تین ہزار کا ایک لشکر ترتیب دیا اور زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ یہ لشکر روانہ ہوا اور جب بلقاء کی سرحدوں کے قریب پہنچا تو قیصر روم کے ایک بڑے لشکر کو مقابلہ کے لیے تیار پایا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقابلہ کیا اور شہید ہوئے اس کے بعد جعفر بن ابی طالب امیر لشکر مقرر ہوئے وہ بھی شہید ہو گئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے ان کی جگہ لی اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر کی قیادت کی۔

اسی غزوۂ موتہ کے بارے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نو تلواریں میرے ہاتھ میں کند ہو گئیں اور آخر میں

ایک چھوٹی سی یمنی تلوار باقی رہ گئی۔ (فتح الباری ٢/ ٦١٥. روضة المتقين ٤/ ٣٧٣)

مفتی اور قاضی کے اجر وثواب

١٨٥٦. وَعَنْ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِذَاحَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ، وَاِذَا حَكَمَ وَاجْتَهَدَ فَاَخْطَاَ فَلَهٗ اَجْرٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٨٥٦) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حاکم فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد درست ہو تو اس کے دو اجر ہیں اور اگر فیصلہ کرے اور اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاری، كتاب الاعتصام، باب اجر الحكم . صحيح مسلم، الاقضيه، باب بيان اجر الحاكم .

شرح حدیث: مجتہد اگر اہل اجتہاد میں سے ہو یعنی اس کی قرآن وسنت پر گہری نظر ہو اور اسے فقہی بصیرت حاصل ہو وہ اگر ان مسائل میں اجتہاد کرے جن میں اجتہاد روا ہے تو اسے اس اجتہاد کا ثواب ملے گا۔ اگر اس کا اجتہاد درست ہے تو اس کا ثواب دگنا ہے اور اگر درست نہیں ہے تب بھی اجتہاد کا اجر ہے۔

(فتح الباری ٣/ ٨٢٤. روضة المتقين ٤/ ٣٧٤. شرح صحيح مسلم ١٢/ ١٣. دليل الفالحين ٤/ ٦٢١)

بخار کا علاج پانی سے

١٨٥٧. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٨٥٧) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بخار جہنم کی لپٹ ہے اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاری، كتاب بذالخلق. باب صفة النار . صحيح مسلم، كتاب السلام، باب لكل داء دواء .

کلمات حدیث: فيح جهنم : جہنم کی گرمی۔ فتح الباری میں ہے کہ مراد گرمی کی لپٹ اور اس کی شدت ہے۔

شرح حدیث: جس طرح خوشی اور مسرت اور لذت وسرور دنیا میں جنت کی نعمتوں کی ایک جھلک ہے اسی طرح دنیا میں مصائب اور ان کی شدت جہنم کی تیزی اور اس کی گرمی کا نمونہ ہے۔ بخار کی بعض اقسام میں پانی کا چھینٹا دینا یا جسم پر پانی ڈالنا بخار کا علاج ہے۔

(فتح الباری۲/۲۷۵. شرح صحیح مسلم۱۴/۱۶۵. روضة المتقین۴/۳۷۵. دلیل الفالحین ۴/۶۲۱)

میت کے روزوں کا مسئلہ

١٨٥٨. وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّه"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَالْمُخْتَارُ جَوَازُ الصَّوْمِ عَمَّنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَالْمُرَادُ بِالْوَلِيِّ : اَلْقَرِيْبُ وَارِثًا كَانَ اَوْغَيْرَ وَارِثٍ.

(۱۸۵۸) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مرجائے اور اس کے ذمہ روزہ ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھے۔ (متفق علیہ)

قول مختار یہ ہے کہ اگر کوئی مرجائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزہ رکھنا جائز ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور ولی سے مراد قریبی رشتہ دار ہے خواہ مرنے والے کا وارث ہو یا نہ ہو۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من مات و علیه صوم . صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب قضاء الصوم علی المیت .

شرح حدیث: جمہور یہ فقہاء کے نزدیک یہ امر واجب کے لیے نہیں ہے البتہ اگر کوئی مرنے والے کی طرف سے روزے رکھ لے تو درست ہے اور یہ رائے ابو ثور اور اہل ظاہر کی ہے جبکہ بعض علماء نے اس حکم کو نذر کے روزے کے ساتھ خاص کیا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے عرض کیا کہ میری ماں پر نذر کا روزہ تھا اب اس کا انتقال ہو گیا تو کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھ لوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس پر قرض ہوتا تو تم ادا کرتیں تو اللہ کا قرض اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ ادا کیا جائے۔ رمضان کے روزوں کے بارے میں فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مرنے والے کی طرف سے روزوں کا فدیہ دیا جائے۔ امام طبری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ نذر کا روزہ مرنے والے کی طرف سے کوئی بھی شخص رکھ سکتا ہے جیسے مرنے والے کا قرض کوئی بھی ادا کر سکتا ہے اور حدیث کے ظاہر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

(فتح الباری۱/۴۴ ۱۰. شرح صحیح مسلم۴/۱۶۵. روضة المتقین۴/۳۷۷. دلیل الفالحین۴/۶۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنے بھانجے سے ناراضگی

١٨٥٩. وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ بْنِ الطُّفَيْلِ اَنَّ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حُدِّثَتْ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فِيْ بَيْعٍ اَوْعَطَآءٍ اَعْطَتْهُ عَآئِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا : وَاللّٰهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَآئِشَةُ

اَوْلَاحْجُرَنَّ عَلَيْهَا، قَالَتْ : اَهُوَ قَالَ هٰذَا؟ قَالُوْا : نَعَمْ : قَالَتْ: هُوَ لِلّٰهِ عَلَيَّ نَذْرٌ اَنْ لَااُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ اَبَدًا، فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ اِلَيْهَا حِيْنَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ فَقَالَتْ : لَاوَاللّٰهِ لَااُشَفِّعُ فِيْهِ اَبَدًا، وَلَا اَتَحَنَّثُ اِلٰى نَذْرِيْ فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ الْمِسْوَرَبْنَ مَخْرَمَةَ. وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ وَقَالَ لَهُمَا : اَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ لِمَا اَدْخَلْتُمَانِيْ عَلٰى عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاِنَّهَا لَايَحِلُّ لَهَا اَنْ تَنْذِرَ قَطِيْعَتِيْ فَاَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ،حَتّٰى اِسْتَاْذَنَا عَلٰى عَآئِشَةَ فَقَالَا : اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَنَدْخُلُ؟ قَالَتْ عَآئِشَةُ اُدْخُلُوْا . قَالُوْا : كُلُّنَا؟ قَالَتْ : نَعَمْ اُدْخُلُوْا كُلُّكُمْ، وَلَاتَعْلَمُ اَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ فَلَمَّا دَخَلُوْا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحِجَابَ فَاعْتَنَقَ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِيْ، وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ يُنَاشِدَانِهَا اِلَّا كَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ، وَيَقُوْلَانِ : اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ، وَلَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ. فَلَمَّا اَكْثَرُوْا عَلٰى عَآئِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيْجِ طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِيْ، وَتَقُوْلُ : اِنِّيْ نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيْدٌ فَلَمْ يَزَالَابِهَا حَتّٰى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِوَاعْتَقَتْ فِيْ نَذْرِهَا ذٰلِكَ اَرْبَعِيْنَ رَقَبَةً، وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَتَبْكِيْ حَتّٰى تَبُلَّ دُمُوْعُهَا خِمَارَهَا، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۸۵۹) حضرت عوف بن مالک بن الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ ان کے کسی معاملہ کے بارے میں یا کسی عطیہ کے بارے میں جو انہوں نے کسی کو دیا تھا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم یا تو عائشہ رک جائیں یا میں ان پر ضرور پابندی لگا دوں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا کہ کیا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح کہا ہے لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں بھی اللہ کے نام کی نذر مانتی ہوں کہ میں ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کبھی بات نہیں کروں گی۔

قطع کلامی کا یہ سلسلہ دراز ہوا تو ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفارش کرائی۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نہیں اللہ کی قسم میں ابن الزبیر کے بارے میں کوئی سفارش نہیں مانوں گی اور نہ اپنی نذر توڑوں گی۔ جب یہ سلسلہ مزید دراز ہوا تو انہوں نے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث سے بات کی اور ان سے کہا کہ میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم مجھے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے چلو۔ کیونکہ ان کے لیے مجھ سے قطع تعلق کی نذر پر قائم رہنا حلال نہیں ہے۔

غرض مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود ابن زبیر کو لے کر گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور کہا۔ السلام علیک ورحمۃ اللہ کیا ہم اندر آ جائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آ جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم سب۔ انہوں نے فرمایا کہ سب آ جاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان دونوں کے ساتھ ابن الزبیر بھی ہیں۔ جب سب داخل ہو گئے تو ابن الزبیر پردہ اٹھا کر اندر چلے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گلے لگ گئے اور روتے گئے اور

انہیں قسمیں دیتے گئے اور مسور اور عبدالرحمٰن نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قسمیں دلائیں کہ ضرور ابن الزبیر سے بات کریں اور ان کی معذرت قبول کرلیں۔

ان دونوں نے یہ بھی کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ترک تعلق سے منع فرمایا اور کسی مسلمان کے لیے تین رات سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے ترک تعلق جائز نہیں ہے جب جب انہوں نے کثرت سے حضرت عائشہ کو وعظ و نصیحت کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی انہیں نصیحتیں کیں اور ساتھ ہی وہ روتی بھی جاتی تھیں اور کہتی تھیں کہ میں نے نذر مانی تھی اور نذر کا معاملہ بڑا سخت ہے۔مگر یہ دونوں برابر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہم کلام ہوگئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی نذر توڑنے کے فدیہ میں چالیس غلام آزاد فرمائے۔ بعد میں بھی آپ کو جب اپنی یہ نذر یاد آجاتی تو آپ رویا کرتی تھیں، اور اس قدر روتیں کہ دوپٹہ بھی بھیگ جاتا۔ (البخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الھجرة وقول رسول الله ﷺ لا یحل لرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلاث

کلمات حدیث: لأ حجرن علیھا : میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مالی تصرفات پر پابندی لگادوں گا۔ و لا أتحنث الی نذری : میں اپنی نذر نہیں توڑوں گی۔ أنشد کما بالله : میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں۔میں تم دونوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عالمہ اور فاضلہ اور اللہ سے بہت ڈرنے والی اور اللہ کے احکام پر بہت شدت سے عمل کرنے والی تھیں آپ کثرت سے صدقات کرتیں اور عطایا دیتیں اور انفاق فی سبیل اللہ کے جملہ پہلوؤں پر عمل فرمائیں۔کسی موقعہ پر ذرا آپ کا ہاتھ تنگ ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مکان کو فروخت کر کے اس سے حاصل ہونے والی قیمت صدقہ کردی۔حضرت عبداللہ بن زبیر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سگے بھانجے تھے انہیں آپ کا یہ اقدام خلاف مصلحت محسوس ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ میں حضرت عائشہ کو روکوں گا اور اگر وہ نہ رکیں تو میں ان کے مالی تصرفات پر پابندی لگادوں۔ یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک پہنچی تو انہوں نے گرانی محسوس کی اور نذر مان لی کہ میں کبھی عبداللہ بن الزبیر سے بات نہیں کروں گی۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہیں بہت ملال ہوا، کچھ روز صبر کیا لیکن جب اس قطع کلامی پر کچھ وقت گزر گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سفارش کے لیے لوگوں کو بھیجا۔مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی نذر توڑنے کیلئے تیار نہ تھیں پھر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنوزھرہ کے بعض اصحاب کو لیکر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے کیونکہ ان اصحاب سے رسول اللہ ﷺ کی قرابت تھی۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کی قرابت کا خاص خیال رکھتی تھیں، لیکن اس طرح بھی کامیابی نہ ہوئی تو حضرت عبداللہ بن الزبیر مسور بن مخرمہ کو اور عبدالرحمٰن بن الاسود کو لے کر گئے اور ان دونوں حضرات کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لاعلمی میں گھر کے اندر داخل ہوگئے اور پردہ اٹھا کر اندر گئے اور خالہ سے لپٹ گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانا تھا کہ میں نے نذر مانی ہے اور اللہ کے نام کی نذر کا پورا کرنا ضروری ہے جبکہ یہ حضرات کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین دن سے زیادہ ترک تعلق سے منع کیا ہے۔ غرض حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راضی کر لیا اور وہ آپ سے ہم کلام ہو گئیں۔

نذر توڑنے کا کفارہ وہ ہی ہے جو قسم توڑنے کا ہے یعنی ایک غلام آزاد کرنا یا دس مساکین کو کھانا کھلانا یا تین دن کے روزے رکھنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی نذر کے کفارے کو طور پر چالیس غلام آزاد کیے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس دس غلام بھیجے جو انہوں نے اسی وقت آزاد کر دیئے اور اس کے بعد بھی وہ غلام آزاد کرتی رہیں یہاں تک کہ انہوں نے چالیس غلام آزاد کیے۔

بعد ازاں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب بھی یہ واقعہ یاد آ جاتا تو آپ اس قدر روتیں کہ دوپٹہ بھیگ جاتا۔ یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ورع و تقویٰ تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تعالیٰ کے کسی حق کے تلف ہو جانے یا اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی پوری طرح تعمیل نہ ہونے سے اللہ تعالیٰ سے بہت خائف ہوتیں اور خشیت الٰہی کا طبیعت پر شدید اثر رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نذر کے توڑنے پر ایک کے بجائے چالیس غلام آزاد کیے۔

(فتح الباری ٢٠٣/٣ . عمدة القاری ٢٢١/٢٢ . روضة المتقین ٣٧٧/٤)

رسول اللہ ﷺ کا شہداء احد کے حق میں دعاء

١٨٦٠ . وَعَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ فَصَلّٰى عَلَيْهِمْ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَآءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ اِلَى الْمِنْبَرِ قَالَ : "اِنِّىْ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ، وَاِنِّىْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ مِنْ مَقَامِىْ هٰذَا اَلَآ وَاِنِّىْ لَسْتُ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْهَا، قَالَ فَكَانَتْ اٰخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِىْ رِوَايَةٍ : "وَلٰكِنِّىْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا، وَتَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِكُوْا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ" قَالَ عُقْبَةُ فَكَانَ اٰخِرَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ. وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ : "اِنِّىْ فَرَطٌ لَكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّىْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِىَ الْاٰنَ، وَاِنِّىْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْمَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّىْ وَاللّٰهِ مَااَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِىْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا" وَالْمُرَادُ بِالصَّلٰوةِ عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ: الدُّعَآءُ لَهُمْ، لَا الصَّلٰوةُ الْمَعْرُوْفَةُ .

(١٨٦٠) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ احد کے

مقتولین کی قبروں پر تشریف لے گئے اور آٹھ سال بعد ان کے لیے اس طرح دعا فرمائی جیسے کوئی زندوں اور مردوں کو الوداع کہتا ہے پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں گا اور تمہارے ساتھ وعدے کی جگہ حوض ہے۔ مجھے تمہارے بارے میں شرک کا اندیشہ نہیں ہے بلکہ میں تمہارے بارے میں دنیا اور اس کے حصول کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے سے ڈرتا ہوں۔ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آخری نگاہ تھی جو میں نے آپ ﷺ پر ڈالی۔ (متفق علیہ)

اور ایک اور روایت میں ہے کہ تمہارے بارے میں دنیا کی مزاحمت سے ڈرتا ہوں، کہ تم آپس میں جھگڑو اور اسی طرح ہلاکت میں پڑ جاؤ جس طرح تم سے پہلے لوگ ہلاکت میں پڑے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی منبر پر آخری زیارت تھی۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں گا۔ اللہ کی قسم اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں یا زمین کی چابیاں دی گئیں۔ اور اللہ کی قسم میں تمہارے بارے میں اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن اندیشہ یہ ہے کہ حصول دنیا میں مسابقت کرو گے۔

احد کے مقتولین پر صلاۃ کے معنی ان کے لیے دعاء کے ہیں نہ کہ معروف نماز جنازہ کے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الشهید . صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا صلی الله علیه وصفاته .

کلمات حدیث: فرط: سبقت کرنے والا۔ استقبال کرنے والا۔ فرط فروطاً (باب نصر) مقدم ہونا۔ آگے بڑھنا۔ ولكنني أخشى عليكم الدنيا أن تنافسوا فيها: لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ اندیشہ ہے کہ تم طلب دنیا میں لگ جاؤ گے اور اس کے حصول میں باہم مزاحمت کرو گے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو گے۔ تنافس: (باب تفاعل) تنافس مرغوب اشیاء کے حصول میں باہم مقابلہ اور مسابقت۔ منافست (باب مفاعلہ) باہمی تفاخر اور تقابل۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ حیات طیبہ کے آخری ایام میں غزوۂ احد کے شہداء کے لیے دعا کے لیے تشریف لے گئے اور ان کو اس طرح رخصت کیا جس طرح کوئی جانے والا زندہ اور مردہ سب کو الوداع کہتا ہے۔ پھر آپ تشریف لائے اور منبر پر متمکن ہو کر وعظ و نصیحت فرمائی جس کے بارے میں صحابۂ کرام نے سمجھا کہ یہ ایسی نصائح ہیں۔ جیسے رخصت ہونے والا شخص ان لوگوں کو کرتا ہے جنہیں وہ پیچھے چھوڑ کر جا رہا ہو۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے پہلے جا رہا ہوں اور روز قیامت حوض کوثر پر تمہارا استقبال کروں گا، مجھے اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم طلب دنیا میں مصروف ہو جاؤ گے اور اس کے حصول میں باہم مقابلہ اور منافست کرو گے اور دنیا کی محبت کا ایسا غلبہ ہوگا کہ تم آخرت کو بھول جاؤ گے اور اسی طرح تباہ ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے اقوام تباہ ہوئی ہیں۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل ایمان کو دنیا کی رنگینی اس کے فتنہ اور اس کے برے انجام پر متنبہ رہنا چاہئے اور اس میں تنافس

اور مزاحمت سے بچنا چاہیے، کہ دنیا میں ضرورت سے زیادہ مصروف اور دنیا کی محبت کا غالب آ جانا ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔

(فتح الباری ١/٧٩٤. ارشاد الساری ٣/٤٣٢. دليل الفالحين ٤/٦٢٤)

رسول اللہ ﷺ کا طویل خطبہ

١٨٦١. وَعَنْ أَبِي زَيْدٍ عَمْرِو بْنِ أَخْطَبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَ حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرَنَا مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ، فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١٨٦١) حضرت ابوزید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور منبر پر چڑھے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔ آپ ﷺ منبر پر سے اترے نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوگیا۔ آپ ﷺ منبر سے اترے عصر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا آپ ﷺ نے ہمیں ماضی کے واقعات اور مستقبل کے امور کے بارے میں بتایا۔ ہم میں سب سے زیادہ عالم وہ ہے جو ان باتوں کو زیادہ محفوظ رکھنے والا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب اخبار النبى ﷺ فيما يكون الى قيام الساعة.

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے امت کی تعلیم کی بہت کوشش وسعی فرمائی اور وہ تمام باتیں بتائیں جو امت کے لیے کسی بھی طریقے سے مفید اور اس کے صراط مستقیم پر گامزن رہنے میں کام آنے والی تھیں۔ آپ ﷺ نے ماضی کے حوادث اور امم سابقہ کے احوال بالتفصیل بیان فرماتے تا کہ اس سے موعظت اور نصیحت حاصل کی جائے اور مستقبل میں پیش آنے والے حوادث اور فتنوں سے آگاہ فرمایا تا کہ امت کے لوگ ان فتنوں سے بچ سکیں اور دنیا کے فتنوں میں مبتلا ہونے سے اپنے آپ کو بچا سکے۔ سو عالم وہی ہے جو قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کا جاننے والا اور ان کو سمجھ کر ان پر عمل کرنے والا ہے۔

(شرح صحيح مسلم ١٨/١٢. روضة المتقين ٤/٣٨١. دليل الفالحين ٤/٦٦٢).

گناہ کی نذر پوری کرنا جائز نہیں

١٨٦٢. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(١٨٦٢) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایسے کام کی نذر مانے جو اللہ کی

اطاعت کا ہوتو اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے اور جس نے ایسے کام کی نذر مانی جس میں اللہ کی نافرمانی ہوتو اسے چاہیئے کہ وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے۔ (البخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب النذر فی الطاعة .

شرح حدیث: نذر اگر عبادت اور طاعت کی ہو مثلاً نفلی نماز یا نفلی روزے کی نذر یا صدقہ کرنے کی نذر ہو ایسی نذر کو ضرور پورا کرنا چاہیئے لیکن اگر کسی نے کسی ایسے کام کی نذر مانی جس میں اللہ کی معصیت لازم آتی ہو تو وہ اس نذر کو پورا کرنے کے بجائے نذر کا کفارہ ادا کرے۔ کیونکہ حدیث نبوی ﷺ میں ارشاد ہے کہ کسی ایسے کام کی جو معصیت کا ہو نذر ماننا صحیح نہیں ہے اسی طرح اس مال کو دینے کی نذر ماننا جس کا مالک نہ ہو صحیح نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے آپ ﷺ نے ایک شخص کو کھڑا ہوا دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ اس کا نام ابواسرائیل ہے۔ اس نے نذر مانی ہے کہ یہ اس حال میں روزہ رکھے گا کہ یہ کھڑا رہے اور بالکل نہیں بیٹھے گا اور بات نہیں کرے گا اور سائے میں نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو حکم دو کہ یہ بات کرے اور سائے میں بیٹھے اور روزہ پورا کرے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابواسرائیل کے واقعہ سے متعلق یہ حدیث جمہور فقہاء کی دلیل ہے کہ معصیت کے کام کی نذر توڑ دینے پر کفارہ نہیں ہے۔ (فتح الباری ۳/۴۹۲ . عمدة القاری ۲۲/۳۲۳ . روضة المتقین ٤/۳۸۱)

گرگٹ اور چھپکلی مارنے کا ثواب

۱۸۶۳ . وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ وَقَالَ : "كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۶۳) حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں چھپکلیوں کے مارنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دھکائی گئی آگ میں پھونکیں مار رہی تھی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنم. یتبع بها شعف الجبال . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب قتل الوزغ .

کلمات حدیث: اوزاغ :۔ جمع وزغ . ایک موذی جانور۔

شرح حدیث: چھپکلی کے مارنے کا حکم فرمایا کیونکہ یہ ایک موذی جانور ہے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو تمام حیوانات اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کی تدبیر کر رہے تھے جبکہ چھپکلی اس میں پھونکیں مار رہی تھی۔

(فتح الباری ۲/۲۸۲ . شرح صحیح مسلم ١٤/١٩٥)

ایک دفعہ میں گرگٹ کے قتل پر سونیکیاں

١٨٦٤. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِیْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهٗ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، وَمَنْ قَتَلَهَا فِی الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ فَلَهٗ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً دُوْنَ الْاُوْلٰى، وَاِنْ قَتَلَهَا فِی الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ فَلَهٗ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً" وَفِیْ رِوَايَةٍ "مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِیْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَفِی الثَّانِيَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ، وَفِی الثَّالِثَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ : الْوَزَغُ الْعِظَامُ مِنْ سَامِ اَبْرَصَ .

(١٨٦٤) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص پہلی چوٹ میں چھپکلی کو مار دے اس کے لیے اتنی اتنی نیکیاں ہیں اور جو اس کو دو چوٹوں میں مار دے اس کے لیے اتنی اتنی نیکیاں ہیں اور جو اس کو تین چوٹوں میں مار دے اس کے لیے اتنی اتنی نیکیاں ہیں۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص چھپکلی کو ایک چوٹ میں مار دے اس کے لیے سو نیکیاں لکھدی جاتی ہیں دوسری چوٹ میں مارنے پر اس سے کم اور تیسری چوٹ میں مارنے پر اس سے کم۔ (مسلم)

اہل لغت کہتے ہیں کہ وزغ سام ابرص سے بڑا جانور ہے۔

شرح حدیث: چھپکلی کو مارنا مستحب ہے اور اس طرح مارنا چاہیے کہ ایک ہی چوٹ میں مر جائے اسی طرح دیگر حشرات الارض مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ کا قتل کرنا مستحب ہے۔ (شرح صحیح مسلم ١٤/١٩٩. روضة المتقین ٤/٣٨٤)

نیک ارادے پر ثواب

١٨٦٥. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ يَدِ سَارِقٍ فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَارِقٍ : فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ يَدِ زَانِيَةٍ" فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ! فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ، لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ يَدِ غَنِیٍّ فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى غَنِیٍّ ! فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ وَعَلٰى زَانِيَةٍ وَعَلٰى غَنِیٍّ، فَاُتِیَ فَقِيْلَ لَهٗ : اَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ" وَاَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعِفُّ عَنْ زِنَاهَا وَاَمَّا الْغَنِیُّ فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَعْتَبِرَ فَيُنْفِقَ مِمَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ بِلَفْظِهٖ وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ .

(١٨٦٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے کہا کہ میں آج

ضرور صدقہ کروں گا وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک چور کے ہاتھ میں دیدیا۔ اگلی صبح لوگ باتیں کر رہے تھے کہ آج کی رات ایک چور کو صدقہ دیدیا گیا۔ اس نے کہا کہ اے اللہ تمام محامد تیرے لیے ہیں میں ضرور صدقہ کروں گا وہ نکلا اور اس نے صدقہ زانیہ کو دیدیا۔ اگلی صبح پھر لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک زانیہ کو صدقہ کیا گیا۔ اس نے کہا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے میں ضرور صدقہ کروں گا وہ نکلا اور اس نے کسی مالدار کو صدقہ کر دیا۔ اگلی صبح پھر لوگوں نے باتیں کی کہ آج رات ایک مالدار کو صدقہ دیدیا گیا۔ اس نے کہا کہ اے اللہ تمام تعریفیں آپ کے لیے ہیں میں نے صدقہ کیا تو وہ چور کے ہاتھ میں زانیہ کے ہاتھ میں اور مالدار کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ رات کو اسے خواب میں مطلع کیا گیا کہ تیرا صدقہ چور کے ہاتھ میں پہنچا شاید وہ چوری سے باز آجائے، زانیہ کے پاس پہنچا شاید وہ توبہ کرلے اور غنی کے ہاتھ میں پہنچا شاید اسے بھی انفاق کی توفیق ہو جائے۔ (بخاری نے ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے اور مسلم نے اس معنی میں روایت کیا ہے)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب اذا تصدق علی غنی وھولا یعلم . صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ. باب ثبوت اجر المتصدق .

کلمات حدیث: لأتصدق بصدقة : میں ضرور صدقہ کروں گا۔ قيل له : اسے خواب میں بتلایا گیا۔

شرح حدیث: اسلام میں اعمال کا مدار نیت پر ہے، اگر آدمی اخلاص کے ساتھ اور نیت حسنہ کے ساتھ کوئی کام سرانجام دے جو بظاہر معلوم ہوا کہ درست نہیں ہوا یا اس میں کوئی خامی رہ گئی یا کوئی نقص رہ گیا لیکن نیت کی صحت اور اخلاص سے کیا گیا عمل اللہ کے یہاں شرف قبولیت پائے گا اور نیت کا اجر و ثواب ضرور ملے گا اور اس کے اچھے نتائج ظاہر ہوں گے۔

(فتح الباری ١/٨٣٥. ارشاد الساری ٣/٥٣٩. روضة المتقين ٤/٣٨٥)

قیامت کے دن شفاعت کبریٰ کا حق آپ ﷺ کو حاصل ہوگا

١٨٦٦. وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَعْوَةٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَقَالَ : "اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ ذَاكَ؟ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَيَنْظُرُهُمُ النَّاظِرُ، وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ، وَتَدْنُوْ مِنْهُمُ الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَالَايُطِيْقُوْنَ وَلَايَحْتَمِلُوْنَ، فَيَقُوْلُ النَّاسُ : اَلَا تَرَوْنَ مَااَنْتُمْ فِيْهِ اِلٰى مَابَلَغَكُمْ، اَلَاتَنْظُرُوْنَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ : اَبُوْكُمْ اٰدَمُ فَيَاْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُوْنَ : يَاٰاٰدَمُ اَنْتَ اَبُوالْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُوْحِهِ، وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ وَاَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ، اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ؟ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَانَحْنُ فِيْهِ وَمَا بَلَغَنَا؟ فَقَالَ : اِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَايَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَاِنَّهُ نَهَانِيْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ : نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ،

اِذْهَبُوْا اِلیٰ غَیْرِیْ : اِذْهَبُوْا اِلیٰ نُوْحٍ. فَیَاتُوْنَ نُوْحًا فَیَقُوْلُوْنَ یَانُوْحُ : اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلَی الْاَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاکَ اللّٰهُ عَبْدًا شَکُوْرًا، اَلَاتَرٰی اِلیٰ مَانَحْنُ فِیْهِ، اَلَا تَرٰی اِلیٰ مَابَلَغْنَا؟ اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلیٰ رَبِّکَ؟ فَیَقُوْلُ : اِنَّ رَبِّیْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَّمْ یَغْضَبْ قَبْلَه' مِثْلَه' وَلَنْ یَغْضَبَ بَعْدَه' مِثْلَه'، وَاِنَّه' قَدْ کَانَتْ لِیْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلیٰ قَوْمِیْ، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ، اِذْهَبُوْ اِلیٰ غَیْرِیْ : اِذْهَبُوْا اِلیٰ اِبْرَاهِیْمَ...... فَیَقُوْلُوْنَ : یَااِبْرَاهِیْمُ اَنْتَ نَبِیُّ اللّٰهِ وَخَلِیْلُه' مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ، اِشْفَعْ لَنَا اِلیٰ رَبِّکَ، اَلَا تَرٰی اِلیٰ مَانَحْنُ فِیْهِ؟ فَیَقُوْلُ لَهُمْ : اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَّمْ یَغْضَبْ قَبْلَه' مِثْلَه' وَلَنْ یَغْضَبَ بَعْدَه' مِثْلَه'، وَاِنِّیْ کُنْتُ کَذَبْتُ ثَلَاثَ کَذَبَاتٍ، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ، اِذْهَبُوْا اِلیٰ غَیْرِیْ : اِذْهَبُوْا اِلیٰ مُوْسٰی، فَیَاتُوْنَ مُوْسٰی فَیَقُوْلُوْنَ : یَامُوْسٰی، اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَضَّلَکَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهٖ وَبِکَلَامِهٖ عَلَی النَّاسِ، اشْفَعْ لَنَا اِلیٰ رَبِّکَ، اَلَا تَرٰی اِلیٰ مَانَحْنُ فِیْهِ؟ فَیَقُوْلُ : اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَباً لَّمْ یَغْضَبْ قَبْلَه' مِثْلَه' وَلَنْ یَغْضَبَ بَعْدَه' مِثْلَه' وَاِنِّیْ قَدْقَتَلْتُ نَفْسًالَّمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِهَا، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلیٰ غَیْرِیْ : اِذْهَبُوْا اِلیٰ عِیْسٰی. فَیَاتُوْنَ عِیْسٰی فَیَقُوْلُوْنَ : یَاعِیْسٰی اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَکَلِمَتُه' اَلْقَاهَا اِلیٰ مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِنْهُ، وَکَلَّمْتَ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ اشْفَعْ لَنَا اِلیٰ رَبِّکَ، اَلَا تَرٰی اِلیٰ مَانَحْنُ فِیْهِ؟ فَیَقُوْلُ عِیْسٰی : اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَّمْ یَغْضَبْ قَبْلَه' مِثْلَه' وَلَنْ یَغْضَبَ بَعْدَه' مِثْلَه'، وَلَمْ یَذْکُرْ ذَنْبًا، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ، اِذْهَبُوْ اِلیٰ غَیْرِیْ، اِذْهَبُوْا اِلیٰ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ" وَفِیْ رِوَایَةٍ : "فَیَاتُوْنِیْ فَیَقُوْلُوْنَ یَامُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَکَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَاَخَّرَ، اشْفَعْ لَنَا اِلیٰ رَبِّکَ اَلَا تَرٰی اِلیٰ مَانَحْنُ فِیْهِ؟

فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِیْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ، ثُمَّ یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَیَّ مِنْ مَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَآءِ عَلَیْهِ شَیْئًا لَّمْ یَفْتَحْهُ عَلیٰ اَحَدٍ قَبْلِیْ ثُمَّ یُقَالُ : یَامُحَمَّدُارْفَعْ رَاْسَکَ سَلْ تُعْطَه'، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَاَرْفَعُ رَاْسِیْ فَاَقُوْلُ اُمَّتِیْ یَارَبِّ، اُمَّتِیْ یَارَبِّ، اُمَّتِیْ یَارَبِّ، فَیُقَالُ : یَامُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِکَ مَنْ لَاحِسَابَ عَلَیْهِمْ مِّنَ الْبَابِ الْاَیْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَکَاءُ النَّاسِ فِیْمَا سِوٰی ذٰلِکَ مِنَ الْاَبْوَابِ. ثُمَّ قَالَ : وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِه' اَنَّ مَابَیْنَ الْمِصْرَاعَیْنِ مِنْ مَصَارِیْعِ الْجَنَّةِ کَمَا بَیْنَ مَکَّةَ وَهَجَرَ، اَوْکَمَا بَیْنَ مَکَّةَ وَبُصْرٰی " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۱۸۶۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دعوت میں تھے۔ آپ ﷺ کی جانب بکری کی ران کا گوشت پیش کیا گیا اور یہ گوشت آپ ﷺ کو پسند تھا آپ ﷺ نے اس میں کچھ دانتوں سے کھایا اور پھر ارشاد فرمایا کہ میں روز قیامت لوگوں کا سردار ہوں گا تمہیں معلوم ہے کہ کس طرح ؟ دراصل اللہ تعالیٰ تمام اگلے پچھلوں کو

ایک میدان میں جمع فرمائینگے تا کہ دیکھنے والا ان سب کو دیکھ سکے اور داعی انہیں اپنی بات سنا سکے۔ سورج لوگوں کے قریب ہوگا اور لوگوں کے بے چینی اور غم اس قدر زیادہ ہوگی جس کی نہ ان میں طاقت ہوگی اور نہ برداشت۔ لوگ کہیں گے تم دیکھ رہے ہو کہ کس تکلیف میں مبتلا ہو اور یہ کس قدر شدید ہے۔ کسی ایسے شخص کے بارے میں سوچو جو تمہارے رب کے سامنے تمہاری سفارش کر سکے۔ بعض لوگ کہیں گے کہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام ہیں۔ یہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئینگے اور کہیں گے کہ اے آدم آپ ابوالبشر ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور تمہارے اندر اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آپ کو سجدہ کریں، فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا اور اللہ نے آپ کو جنت میں ٹھہرایا۔ کیا آپ ہمارے لیے اپنے رب سے سفارش نہیں کر سکتے؟ کیا آپ اس تکلیف کو نہیں دیکھ رہے جس میں ہم مبتلا ہیں اور جس حد تک ہم پہنچے ہوئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائینگے آج میرا رب اس قدر ناراض ہے کہ اس سے پہلے اس قدر ناراض نہیں ہوا اور نہ آج کے بعد اس سے زیادہ ناراض ہوگا۔ اس نے مجھے درخت کا پھل کھانے سے منع کیا تھا اور مجھ سے اس کے حکم کی نافرمانی ہوگئی تھی اب مجھے اپنی جان کی فکر ہے، تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ جاؤ نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ اب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئینگے اور کہیں گے اے نوح علیہ السلام آپ زمین پر اللہ کے پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندہ فرمایا ہے کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ کس حالت میں ہیں اور یہ حالت کس حد تک پہنچی ہوئی ہے کیا آپ اپنے رب سے ہماری سفارش نہیں کرینگے۔ وہ کہیں گے کہ آج میرا رب اس قدر ناراض ہے کہ اس سے پہلے اس قدر ناراض نہیں ہوا اور نہ آج کے بعد اس سے زیادہ ناراض ہوگا مجھے ایک دعاء کا حق تھا جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کرلی تھی اب مجھے اپنی جان کی فکر ہے تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئینگے اور ان سے کہیں گے کہ اے ابراہیم علیہ السلام آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں اور یہ حالت کس حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائینگے کہ آج کے دن میرا رب اس قدر ناراض ہے کہ اس سے پہلے اس قدر ناراض نہیں ہوا اور نہ آج کے بعد اس سے زیادہ ناراض ہوگا میں نے تین باتیں خلاف واقعہ کی تھیں۔ اب مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئینگے اور کہیں گے۔ اے موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور اپنے پیغام سے آپ کو فضیلت عطا فرمائی۔ آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائینگے کہ آج کے دن میرا رب اس قدر ناراض ہے کہ اس سے پہلے اس قدر ناراض نہیں ہوا اور نہ آج کے بعد اس سے زیادہ ناراض ہوگا۔ میں نے ایک قتل کر دیا تھا اب مجھے اپنی جان کی فکر ہے تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئینگے اور کہیں گے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی طرف سے آئی ہوئی روح ہیں اور آپ نے بچپن میں لوگوں سے کلام کیا۔ آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کریں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں اور یہ حالت کس حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی خطا کا ذکر نہیں کریں گے لیکن کہیں گے کہ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ میرے پاس آئینگے اور کہیں گے اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں آپ ہمارے لیے اپنے رب کے پاس سفارش فرمائیں کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ میں جاؤں گا اور عرش کے نیچے اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت مجھ پر اپنی ایسی محامد اور اس قدر بہترین ثناء کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولی گئی۔ پھر کہا جائے گا کہ اے محمد سر اٹھاؤ اور سوال کرو سوال پورا کیا جائے گا سفارش کرو سفارش قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا کہ اے رب میری امت اے رب میری امت۔ اس پر کہا جائے گا کہ اے محمد ﷺ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں ہے جنت کے دروازوں میں سے دائیں دروازے سے داخل کر دیجیے۔ اور میری امت کے لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ جنت کے دوسرے دروازوں میں بھی شریک ہوں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم جنت کے دروازے کے دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا مکہ اور ہجر کے درمیان یا مکہ اور بصری کے درمیان ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الاسرأ . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها .

کلمات حدیث: تعجبه : دستی کا گوشت آپ ﷺ کو مرغوب تھا۔ آپ کو اچھا لگتا تھا۔ فنهس منها نهسة : آپ ﷺ نے اس میں سے دانتوں سے کچھ کھایا۔ نهس اور نهش : سامنے کے دانتوں سے کسی چیز کو کاٹ کر کھانا۔

شرح حدیث: قیامت کا دن بڑا سخت دن ہوگا سارے انسان اولین و آخرین ایک میدان میں جمع اپنے حساب کتاب کے اور اپنے بارے میں فیصلے کے منتظر ہونگے اضطراب اور پریشانی اور رنج و غم حد سے زیادہ ہوگا اس حالت میں لوگ انبیاء کرام کے پاس جائینگے کہ اللہ رب العزت سے ہماری سفارش فرمادیں کہ ہم اس دن کی سختی اور شدت سے نجات پائیں۔ تمام انبیاء معذرت کرینگے اور بالآخر لوگ سفارش کے لیے خاتم الانبیاء ﷺ کے پاس آئینگے اور آپ ﷺ سے اللہ کی بارگاہ میں سفارش کی التماس کرینگے۔ آپ ﷺ اس درخواست کو قبول فرمالینگے اور عرش الٰہی کے نیچے سجدہ ریز ہو کر اللہ کی ایسی حمد و ثنا بیان کرینگے جو اس سے پہلے کبھی بیان نہیں کی گئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو شفاعت کی اجازت عطا فرمائینگے اور پہلے مرحلے میں ایسے تمام اہل ایمان جن کے ذمہ کوئی حساب کتاب نہ ہوگا جنت کے دروازوں میں سے باب الایمن سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ جنت کے دروازوں میں سے ہر دروازے کے دونوں کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا مکہ اور ہجر کے درمیان ہے۔ ہجر بحرین کا ایک شہر ہے اور بصری دمشق کے جنوب میں واقع حوران کی ایک بستی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کئی مراحل میں ہوگی، سب سے پہلا مرحلہ شفاعت یہ ہوگا کہ لوگوں کا حساب کتاب شروع کیا جائے تاکہ انہیں میدان حشر کی ہولناکیوں سے نجات ملے۔ دوسری سفارش آپ ﷺ اپنی امت کے حق میں فرمائینگے جس کے پہلے مرحلے میں وہ اہل ایمان جن کا حساب کتاب نہیں ہوگا جنت میں داخل ہو جائینگے اور دوسرے مرحلے میں آپ ﷺ اپنی امت کے ان لوگوں کے بارے میں سفارش فرمائینگے جو جہنم میں اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے بھیج دیئے گئے ہوں گے آپ ﷺ کی سفارش پر وہ سب جہنم

سے نکال کر جنت میں داخل کر دیئے جائینگے۔ (فتح الباری ۲/۲۹۱. روضة المتقين ٤/٣٨٧. شرح صحيح مسلم٣/٥٧)

حضرت حاجرہ علیہا السلام کا بیابان میں اللہ پر توکل

١٨٦٧. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَآءَ اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُمِّ اِسْمَاعِيْلَ وَبِابْنِهَا اِسْمَاعِيْلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتّٰى وَضَعَهَا عِنْدَالْبَيْتِ، عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِي اَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَآءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَاكَ وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَاباً فِيْهِ تَمْرٌ وَسِقَآءً فِيْهِ مَآءٌ، ثُمَّ قَفّٰى اِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ فَقَالَتْ: يَااِبْرَاهِيْمُ اَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهٰذَا الْوَادِيْ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ اَنِيْسٌ وَلَا شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ لَهُ ذٰلِكَ مِرَارًا وَجَعَلَ لَايَلْتَفِتُ اِلَيْهَا. قَالَتْ لَهُ: آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَتْ اِذًا لَّايُضَيِّعُنَا، ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَاكَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَايَرَوْنَهُ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَآءِ الدَّعْوَاتِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: رَبِّ اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ" حَتّٰى بَلَغَ "يَشْكُرُوْنَ" وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تُرْضِعُ اِسْمَاعِيْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَآءِ حَتّٰى اِذَا نَفِدَ مَافِي السِّقَآءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ. اِلَيْهِ يَتَلَوّٰى. اَوْقَالَ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْاَرْضِ يَلِيْهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيْ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى اَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَاَحَدًا، فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيْ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيْ، ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا فَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى اَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَاَحَدًا، فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَلِذٰلِكَ سَعَى النَّاسُ بَيْنَهُمَا" فَلَمَّا اَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتاً فَقَالَتْ: صَهْ. تُرِيْدُ نَفْسَهَا. ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ اَيْضًا فَقَالَتْ: قَدْ اَسْمَعْتَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ فَاِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ. اَوْقَالَ بِجَنَاحِهِ. حَتّٰى ظَهَرَ الْمَآءُ فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ الْمَآءَ فِيْ سِقَآئِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ، وَفِيْ رِوَايَةٍ: بِقَدْرِ مَاتَغْرِفُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَحِمَ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمَاعِيْلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ. اَوْقَالَ لَوْلَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَآءِ. لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِيْنًا" قَالَ فَشَرِبَتْ وَاَرْضَعَتْ وَلَدَهَا فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ: لَا تَخَافُوْا الضَّيْعَةَ فَاِنَّ هٰهُنَا بَيْتًا لِلّٰهِ يَبْنِيْهِ هٰذَا الْغُلَامُ وَاَبُوْهُ، وَاِنَّ اللّٰهَ لَايُضِيْعُ. اَهْلَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْاَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَاتِيْهِ السُّيُوْلُ فَتَاخُذُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمْ اَوْاَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمْ مُقْبِلِيْنَ مِنْ طَرِيْقِ

كَـدَآءٍ، فَـنَـزَلُـوْا فِيْ اَسْفَلِ مَكَّةَ، فَرَاَوْ طَآئِرًاهُمْ عَآئِفاً فَقَالُوْا اِنَّ هٰذَا الطَّآئِرَ لَيَدُوْرُ عَلىٰ مَآءٍ لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِيْ وَمَا فِيْهِ مَآءٌ فَاَرْسَلُوْا جَرِيًّا اَوْجَرِيَّيْنِ فَاِذَا بِالْمَآءِ، فَرَجَعُوْا فَاَخْبَرُوْهُمْ، فَاَقْبَلُوْا وَاُمُّ اِسْمَاعِيْلَ عِنْدَ الْـمَـآءِ. فَقَالُوْا : اَتَاْ ذَنِيْنَ لَنَا اَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ! نَعَمْ، وَلٰكِنْ لَاحَقَّ لَكُمْ فِي الْمَآءِ. قَالُوْا ! نَعَمْ" قَالَ ابْـنُ عَبَّـاسٍ قَـالَ الـنَّـبِـيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"فَاَلْفٰى ذٰلِكَ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ، وَهِيَ تُحِبُّ الْاُنْسَ، فَنَزَلُوْا فَـاَرْسَـلُـوْا اِلـىٰ اَهْـلِهِـمْ فَـنَـزَلُـوْا مَعَهُمْ، حَتّٰى اِذَاكَانُوْابِهَا اَهْلَ اَبْيَاتٍ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ وَاَنْـفَسَهُـمْ وَاَعْجَبَهُمْ حِيْنَ شَبَّ، فَلَمَّا اَدْرَكَ زَوَّجُوْهُ امْرَاَةً مِنْهُمْ. وَمَاتَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ، فَجَآءَ اِبْرَاهِيْمُ بَـعْـدَ مَاتَزَوَّجَ اِسْمَاعِيْلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهٗ فَلَمْ يَجِدْ اِسْمَاعِيْلَ، فَسَاَلَ امْرَاَتَهٗ عَنْهُ فَقَالَتْ : خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا. وَفِـيْ رِوَايَةٍ : يَـصِـيْـدُ لَـنَـا. ثُـمَّ سَاَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِشَرٍّ، نَحْنُ فِيْ ضِيْقٍ وَشِدَّةٍ، وَشَـكَـتْ اِلَـيْـهِ. قَـالَ : فَـاِذَا جَـآءَ زَوْجُكِ اَقْـرَئِـيْ عَـلَـيْـهِ السَّلَامَ وَقُـوْلِيْ لَهٗ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهٖ. فَلَمَّا جَآءَ اِسْـمَـاعِـيْـلُ كَـاَنَّـهٗ اٰنَسَ شَيْئًا فَقَالَ : هَلْ جَآءَ كُمْ مِنْ اَحَدٍ؟ قَالَتْ : نَعَمْ جَآءَ نَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا فَسَاَلَنَا عَـنْـكَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَسَاَلَنِيْ :كَيْفَ عَيْشُنَا فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّا فِيْ جَهْدٍ وَشِدَّةٍ قَالَ: فَهَلْ اَوْصَاكِ بِشَيْءٍ ؟ قَالَتْ نَعَمْ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ: غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ، قَالَ : ذَاكَ اَبِيْ وَقَدْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُفَارِقَكِ، اِلْحَقِيْ بِاَهْلِكِ. فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ اُخْرٰى، فَلَبِثَ عَنْهُمْ اِبْرَاهِيْمُ مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ فَـدَخَـلَ عَلىٰ امْرَاَتِهٖ فَسَاَلَ عَنْهُ، قَالَت : خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا. قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ، وَسَاَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ. فَـقَـالَـتْ : نَـحْـنُ بِـخَيْرٍ وَسِعَةٍ وَاَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ، فَقَالَ: مَاطَعَامُكُمْ؟ قَالَتِ: اللَّحْمُ. قَالَ : فَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَـالَـتِ :الْـمَـآءُ. قَالَ : اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَآءِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "وَلَمْ يَكُنْ لَهُـمْ يَـوْمَـئِذٍ حَبٌّ وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَالَهُمْ فِيْهِ : قَالَ : فَهُمَا لَايَخْلُوْا عَلَيْهِمَا اَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ اِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ. وَفِـيْ رِوَايَةٍ فَجَآءَ فَقَالَ : اَيْنَ اِسْمَاعِيْلُ؟ فَقَالَتِ امْرَاَتُهٗ : ذَهَبَ يَصِيْدُ، فَقَالَتِ امْرَاَتُهٗ : اَلَا تَنْزِلُ فَتَطْعَمَ وَتَشْـرَبَ؟ قَـالَ : وَمَـا طَـعَامُكُمْ وَمَاشَرَابُكُمْ! قَالَتْ : طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَآءُ. قَالَ : اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ قَالَ : فَقَالَ اَبُوْالْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "بَرَكَةُ دَعْوَةِ اِبْرَاهِيْمَ"قَالَ فَاِذَا جَآءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيْهِ يُثَبِّتْ عَتَبَةَ بَابِهٖ. فَلَمَّا جَآءَ اِسْمَاعِيْلُ قَالَ: هَلْ اَتَاكُمْ مِّنْ اَحَدٍ؟ قَـالَـتْ : نَـعَـمْ اَتَـانَـا شَيْـخٌ حَسَـنُ الْهَيْـئَةِ وَاَثْنَتْ عَلَيْهِ، فَسَاَلَنِيْ عَنْكَ فَاَخْبَرْتُهٗ، فَسَاَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا فَـاَخْـبَـرْتُـهٗ اَنَّـابِـخَيْرٍ. قَالَ : فَاَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ: نَعَمْ يَقْرَاُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَامُرُكَ اَنْ تُثَبِّتَ عَتَبَةَ بَـابِـكَ. قَالَ : ذَاكَ اَبِيْ، وَاَنْتِ الْعَتَبَةُ اَمَرَنِيْ اَنْ اُمْسِكَكِ، ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَآءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِسْـمَـاعِـيْـلُ يَبْـرِيْ نَبْلًا لَهٗ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيْبًا مِنْ زَمْزَمَ، فَلَمَّا رَاٰهُ قَامَ اِلَيْهِ فَصَنَعَ كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ

وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ قَالَ يَااِسْمَاعِيْلُ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ بِاَمْرٍ، قَالَ : فَاصْنَعْ مَااَمَرَكَ رَبُّكَ؟ قَالَ: وَتُعِيْنُنِيْ، قَالَ: وَاُعِيْنُكَ. قَالَ : فَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَبْنِيَ بَيْتًا هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلٰى اَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلٰى مَاحَوْلَهَا، فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ، فَجَعَلَ اِسْمَاعِيْلُ يَاْتِيْ بِالْحِجَارَةِ وَاِبْرَاهِيْمُ يَبْنِيْ حَتّٰى اِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَآءَ جَآءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهٗ لَهٗ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِيْ وَاِسْمَاعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُوْلَانِ :رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، وَفِيْ رِوَايَةٍ : اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَرَجَ بِاِسْمَاعِيْلَ وَاُمِّ اِسْمَاعِيْلَ مَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيْهَا مَآءٌ، فَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ ثُمَّ رَجَعَ اِبْرَاهِيْمُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاتَّبَعَتْهُ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ حَتّٰى لَمَّا بَلَغُوْا كَدَآءَ نَادَتْهُ مِنْ وَرَآئِهٖ : يَااِبْرَاهِيْمُ اِلٰى مَنْ تَتْرُكُنَا؟ قَالَ : اِلَى اللّٰهِ، قَالَتْ: رَضِيْتُ بِاللّٰهِ فَرَجَعَتْ وَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا حَتّٰى لَمَّا فَنِيَ الْمَآءُ قَالَتْ : لَوْذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّيْ اُحِسُّ اَحَدًا. قَالَ : فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تَحِسُّ اَحَدًا فَلَمْ تُحِسَّ اَحَدًا فَلَمَّا بَلَغَتْ الْوَادِيَ وَسَعَتْ وَاَتَتِ الْمَرْوَةَ وَفَعَلَتْ ذٰلِكَ اَشْوَاطاً ثُمَّ قَالَتْ : لَوْذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَافَعَلَ الصَّبِيُّ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَاِذَا هُوَ عَلٰى حَالِهٖ كَاَنَّهٗ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ، فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا فَقَالَتْ : لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّيْ اُحِسُّ اَحَدًا قَالَ : فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ، فَلَمْ تُحِسَّ اَحَدًا حَتّٰى اَتَمَّتْ سَبْعًا. ثُمَّ قَالَتْ : لَوْذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَافَعَلَ، فَاِذَا هِيَ بِصَوْتٍ فَقَالَتْ اَغِثْ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ، فَاِذَا جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بِعَقِبِهٖ هٰكَذَا، وَغَمَزَ بِعَقِبِهٖ عَلَى الْاَرْضِ فَانْبَثَقَ الْمَاءُ فَدُهِشَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ فَجَعَلَتْ تَحْفِنُ. وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

" الدَّوْحَةُ " الشَّجَرَةُ الْكَبِيْرَةُ .

قَوْلُهٗ " قَفّٰى " اَيْ : وَلّٰى .

" وَالْجَرِيُّ " : الرَّسُوْلُ .

" وَاَلْفٰى " مَعْنَاهُ : وَجَدَ .

قَوْلُهٗ " يَنْشَغُ " : اَيْ يَشْهَقُ .

(۱۸۶۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کو اور ان کے شیر خوار بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر آئے اور انہیں بیت اللہ کے نزدیک مسجد حرام کے بالائی حصہ میں زمزم کے اوپر واقع ایک درخت کے پاس ٹھہرا دیا۔ اس وقت مکہ میں کوئی آدمی آباد نہ تھا اور نہ پانی تھا۔ ان دونوں کو وہاں اتارا ان کے پاس کھجوروں کا ایک تھیلا اور ایک پانی کا مشکیزہ رکھدیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس جانے کے لیے پلٹے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کے پیچھے گئیں اور کہنے لگیں کہ اے ابراہیم ہمیں اس وادی میں تنہا چھوڑ کر جہاں نہ کوئی ساتھی ہے اور نہ کوئی چیز ہے کہاں جا رہے ہو؟ یہ بات وہ بار بار کہتی رہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف التفات نہ کرتے تھے۔ اس پر وہ بولیں کہ کیا آپ کو اللہ نے یہ حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ اگر اللہ کا حکم ہے تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اور یہ کہہ کر اپنی جگہ واپس آ گئیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس چلے جب ثنیہ کے مقام پر پہنچے کہ وہاں انہیں ان کے اہل نہیں دیکھ رہے تھے بیت اللہ کی طرف رخ کیا اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی کہ اے میرے رب میں نے اپنی اولاد کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں آباد کر دیا ہے۔ اے ہمارے رب تا کہ وہ نماز قائم کریں۔ تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل فرما دے اور انہیں ثمرات سے رزق عطا فرما تا کہ وہ شکر کریں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ انہیں دودھ پلاتیں اور خود اس مشکیزہ کا پانی پیتیں یہاں تک کہ یہ مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا تو آپ پیاسی ہو گئیں اور آپ کا بیٹا بھی پیاسا ہو گیا اور وہ اسے زمین پر لوٹتے ہوئے دیکھنے لگیں۔ یہ منظر چونکہ ان کے لیے ناقابل دید تھا اس لیے پانی کی تلاش میں چل پڑیں صفا کو انہوں نے اپنے مقام سے زیادہ قریب پایا تو وہ صفا پر چڑھ گئیں اور وادی کی طرف رخ کر کے کھڑی ہوئیں کہ شاید وہ کسی کو دیکھ سکیں لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ صفا سے اتر کر پھر وادی میں آئیں اور اپنی قمیص کا دامن اوپر اٹھایا اور اس طرح دوڑیں جیسے کوئی گرفتار مصیبت دوڑتا ہے یہاں تک کہ وادی پار کر گئیں اور مروہ پر آئیں اور وہاں آ کر کھڑی ہوئیں اور دیکھا کہ شاید کوئی نظر آ جائے مگر کوئی نظر نہیں آیا اور اس طرح سات مرتبہ دوڑیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسی وجہ سے لوگ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

حضرت حاجرہ علیہا السلام جب مروہ پر آئیں تو آپ نے ایک آواز سنی اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ خاموش پھر کان لگائے تو آواز سنی۔ اور کہا کہ تیری آواز تو پہنچ گئی ہے کیا تیرے پاس کوئی مدد ہے دیکھا تو زمزم کے پاس ایک فرشتہ کھڑا ہے اور اس نے اپنی ایڑی یا اپنے پر کے ساتھ زمین کو کریدا یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ حضرت حاجرہ اس کے لیے حوض بنانے لگیں اور کہتیں کہ اس طرح۔ اور ہاتھوں میں پانی لے کر مشکیزے میں بھرنے لگیں اور جتنا چلو میں پانی لیتیں اتنا ہی ابلتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چلو کی مقدار میں پانی ابلتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اسماعیل کی والدہ پر رحم کرے اگر وہ زمزم کو اسی طرح چھوڑ دیتیں یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ چلو سے پانی نہ لیتیں تو زمزم ایک بڑا چشمہ ہوتا۔ حضرت حاجرہ نے پیا اور بچے کو پلایا۔ فرشتے نے ان سے کہا کہ ہلاکت کا اندیشہ نہ کرو یہاں اللہ کا گھر ہوگا جو یہ بچہ اور اس کا باپ بنائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے لوگوں کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔

اس وقت بیت اللہ کی جگہ ٹیلے کی طرح بلند تھی، سیلاب آتے تو دائیں بائیں سے گزر جاتے۔ ایک عرصے تک یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ جرہم کا قافلہ یا جرہم کا گھرانہ کداء کے راستے سے آتے ہوئے ان کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے مکہ کے زیریں حصہ میں قیام

کیا۔ انہوں نے ایک منڈلاتا ہوا پرندہ دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ پرندہ یقیناً پانی کے لیے گھوم رہا ہے ہم تو اس وادی سے گزرے ہیں پہلے تو یہاں پانی نہیں تھا۔ انہوں نے ایک یا دو قاصد بھیجے انہوں نے پانی کا پتہ لگا کر اہل قبیلہ کو اطلاع دی۔ وہ لوگ یہاں آ گئے۔ حضرت اسماعیل کی والدہ پانی کے پاس تھیں ان لوگوں نے حضرت ہاجرہ سے کہا کہ کیا تم ہمیں یہاں اترنے کی اجازت دیتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ لیکن پانی پر تمہارا حق نہیں ہوگا انہوں نے کہا کہ ہاں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کی مرضی کے مطابق ہوئی کیونکہ انہیں انسانوں کا قرب پسند تھا۔ غرض وہ وہاں اتر گئے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کو بھی بلا لیا وہ بھی وہاں آ کر مقیم ہو گئے۔ اور اس طرح وہاں کئی گھر ہو گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہو گئے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان لوگوں سے عربی زبان سیکھ لی اور جب خوب بڑے ہو گئے تو ان سب میں سب سے نفیس اور سب کے محبوب تھے۔ اور انہوں نے اپنی ایک عورت سے ان کا نکاح کر دیا۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ انتقال کر گئیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے شادی کر لینے کے بعد ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تا کہ ان سے ملیں جن کو چھوڑ کر گئے تھے انہوں نے اسماعیل علیہ السلام کو نہ پا کر ان کی اہلیہ سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے لیے کچھ لینے گئے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے لیے شکار کرنے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے گزر بسر اور حال احوال کے بارے میں دریافت کیا وہ بولی ہم بڑی سختی اور شدت میں ہیں۔ غرض اس نے شکوہ کیا اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تیرا شوہر آئے تو اسے سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل دو۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو انہیں گھر میں کوئی بات محسوس ہوئی تو انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کوئی آیا تھا اس نے بتایا کہ ایسے ایسے ایک بزرگ آئے تھے تمہارے بارے میں پوچھا میں نے بتا دیا پھر ہماری گزر اوقات کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتایا کہ ہم مشقت اور تکلیف میں ہیں۔ اس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کیا انہوں نے تمہیں کوئی نصیحت بھی کی اس نے کہا کہ ہاں انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں سلام کہوں اور یہ کہوں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل لیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے والد تھے انہوں نے مجھے تمہارے جدا کرنے کا حکم دیا ہے تو تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس اہلیہ کو طلاق دی اور بنو جرہم میں ایک اور شادی کر لی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ عرصہ بعد پھر آئے اور پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گھر پر نہ پا کر اس کے بارے میں دریافت کیا۔ اہلیہ نے کہا کہ ہمارے لیے کچھ لینے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تمہارا کیا حال ہے اور تمہاری زندگی کیسی ہے اور کیا حالات ہیں۔ اس نے کہا کہ ہم اچھی طرح ہیں اور خوش حال ہیں اور خوب اللہ کا شکر ادا کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تم کیا کھاتے ہو؟ اس نے کہا گوشت۔ انہوں نے پوچھا کیا پیتے ہو۔ اس نے کہا کہ پانی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کے پاس اس وقت غلہ نہیں تھا اگر ہوتا تو حضرت ابراہیم

علیہ السلام اس میں بھی برکت کی دعا فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ اگر کوئی صرف ان دو چیزوں پر اکتفاء کرے تو اسے موافق نہیں آئینگی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے اور پوچھا کہ اسماعیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ ان کی اہلیہ نے کہا کہ شکار کے لیے گئے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ بیٹھیے اور کچھ کھانا تناول کیجیے اور پانی پی لیجیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا پیتے ہو؟ اس نے کہا کہ ہمارا کھانا گوشت ہے اور پانی پیتے ہیں۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مکہ میں ان دو چیزوں کی فراوانی ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ برقرار رکھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو انہوں نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا۔ اہلیہ نے کہا کہ ہاں بہت اچھی حالت میں ایک بزرگ آئے تھے اس نے ان بزرگ کی تعریف کی اور انہوں نے تمہارے بارے میں دریافت کیا میں نے انہیں بتلا دیا انہوں نے ہمارے گزر بسر کے بارے میں دریافت کیا میں نے کہا کہ ہم اچھی طرح ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا وہ تمہیں کچھ وصیت کر کے گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ جی ہاں انہوں نے تمہیں سلام کہا اور کہا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو برقرار رکھو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے والد تھے اور دروازے کی چوکھٹ سے مراد تم ہو انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جتنا وقت اللہ نے چاہا ٹھہرے رہے اور پھر آئے دیکھا تو اسماعیل علیہ السلام زم زم کے قریب ایک درخت کے تیر بنا رہے تھے جوں ہی انہوں نے باپ کو دیکھا کھڑے ہو کر ان سے ملے اور اس طرح پیش آئے جس طرح بیٹے کو باپ کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔ اور جس طرح باپ بیٹے سے ملتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اسماعیل علیہ السلام اللہ نے مجھے ایک بات کا حکم دیا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کے رب نے آپ کو جس بات کا حکم دیا ہے آپ وہ کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم میری مدد کرو گے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ میں آپ کی مدد کروں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ یہاں ایک گھر تعمیر کروں اور ایک ٹیلے کی طرف اشارہ فرمایا جو اردگرد کی زمین سے قدرے بلند تھا۔ اس وقت انہوں نے بیت اللہ کی دیواریں اٹھائیں، اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے تھے، جب دیواریں اونچی ہوگئیں تو یہ پتھر (مقام ابراہیم علیہ السلام) لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے رکھ دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام انہیں پتھر دیتے جاتے تھے اور دونوں کہتے جاتے تھے۔ اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسماعیل اور ان کی والدہ کو لے کر روانہ ہوئے ان کے ساتھ ایک مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اس مشکیزے سے پانی پیتیں تو ان کی چھاتی میں بچے کے لیے خوب دودھ اترتا۔

یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے اور انہیں یہاں ایک درخت کے نیچے بٹھا کر ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر والوں کی طرف واپس جانے لگے تو اسماعیل کی والدہ بھی ان کے پیچھے چلنے لگیں یہاں تک کہ جب وہ کداء کے مقام پر پہنچے تو حضرت حاجرہ نے ان کو آواز دی اے ابراہیم علیہ السلام ہمیں کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے۔ وہ بولیں کہ اللہ کے سہارے پر میں راضی ہوں اور یہ کہہ کر واپس پلٹ گئیں اور مشکیزے سے پانی پی کر وقت گزراتی رہیں اور بچے کے لیے ان کی چھاتی میں دودھ اترتا رہا۔ یہاں تک کہ جب پانی ختم ہو گیا تو سوچا کہ میں جا کر ادھر ادھر دیکھوں شاید کوئی نظر آ جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ گئیں اور صفا پر چڑھ گئیں اور خوب ادھر ادھر نظر دوڑائی کہ کوئی نظر آ جائے لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ جب وادی میں پہنچیں تو پھر دوڑیں اور مروہ پر چڑھ گئیں اور اس طرح کئی چکر لگائے۔ پھر کہنے لگیں کہ اب میں جا کر بچے کو دیکھوں کہ وہ کس حال میں ہے۔ وہ گئیں اور دیکھا کہ بچہ اسی حال میں ہے جیسے وہ آخری سانس لے رہا ہو۔ انہیں قرار نہیں آیا اور کہنے لگیں اگر میں جا کر دیکھوں کہ شاید کوئی نظر آ جائے گئیں اور پھر صفا پر چڑھ گئیں اور پھر ادھر ادھر نظر دوڑائی اور کوئی نظر نہیں آیا یہاں تک کہ سات چکر پورے کر لیے۔ پھر سوچا کہ جاؤں اور بچے کو دیکھوں کہ کس حال میں ہے۔ وہاں آئیں تو اچانک ایک آواز کان میں پڑی۔ وہ بولیں کہ اگر تیرے پاس کوئی بھلائی ہے تو مدد کر۔ دیکھا تو وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے انہوں نے اپنی ایڑی زمین پر ماری تو پانی پھوٹ پڑا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ متحیر ہو گئیں اور اپنی ہتھیلیوں سے پانی مشکیزے میں ڈالنے لگیں۔

اس کے بعد راوی تمام حدیث بیان کی۔ صحیح بخاری میں یہ تمام روایات مذکور ہیں۔

دوحہ: کے معنی بڑے درخت کے ہیں۔ قفی: کے معنی پلٹنے کے ہیں۔ جری: قاصد۔ ألفی: کے معنی ہیں پایا۔ ینشغ: سانس اوپر نیچے لے رہے تھے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی.

کلمات حدیث: ام اسماعیل: یعنی حضرت حاجرہ علیہ السلام جو قبطی تھیں اور جنہیں مصر کے باشاہ نے حضرت سارہ کی خدمت کے لیے دیا تھا۔ جرابا: چمڑے کا تھیلا، مشکیزہ۔ تلبط: لت پت ہو رہا ہے۔ لبط لبطاً (باب نصر وضرب) زمین پر ڈال دینا۔ تلبط (باب تفعل) زمین پر لوٹنا۔ المجھود: تھکا ہوا۔ صه: خاموش ہو جا۔ تحوضه: اس کی منڈیر بنانے لگیں اسے حوض کی صورت دینے لگیں۔ یغور: ابلنے لگا، تیزی سے نکلنے لگا۔ رابیه: زمین سے بلند جگہ، ٹیلہ۔ اکمة: ٹیلہ۔ القواعد: بنیادیں۔ شنة: چمڑے کا بنا ہوا چھوٹا مشکیزہ۔

شرح حدیث: حضرت ابراہیم علیہ السلام بحکم الٰہی اپنی بیوی حضرت حاجرہ اور اپنے شیر خوار بچہ کو ایک بے آب و گیاہ زمین میں چھوڑ کر چلے گئے جہاں نہ کوئی انسان تھا اور نہ کہیں پانی تھا حضرت حاجرہ علیہ السلام پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑیں جو اللہ سبحانہٗ کے ہاں ان کی ایک محبوب ادا قرار پائی اور یہی محبوب ادا قیامت تک کے لیے اللہ کی عبادت اور اس کے حکم پر عمل کرنے کی علامت بن گئی۔ اسی ادائے اطاعت شعاری کے صلہ میں زمزم کا چشمہ پھوٹ آیا جو قیامت تک امت مسلمہ کی روحانی زندگی کے لیے آب حیات کا

درجہ رکھتا ہے۔

تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ میں ائمہ تفسیر حضرت مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ کے حوالے سے بیان ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شام میں مقیم تھے اللہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی حاجرہ علیہ السلام اور اپنے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر مکہ کی اس سرزمین میں جائیں جہاں پہلے بیت اللہ تھا اور انہیں بیت اللہ کے آثار کے قریب چھوڑ کر آجائیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں ان دونوں کو یہاں لاکر چھوڑ دیا اور خود واپس پلٹے تو حضرت حاجرہ علیہ السلام نے پوچھا کہ اے ابراہیم علیہ السلام تم ہمیں یہاں کیوں چھوڑ کر جارہے ہو کیا یہ اللہ کا حکم ہے انہوں نے جواب دیا کہ بیشک یہ اللہ کا حکم ہے اس پر حضرت حاجرہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اللہ کا حکم ہے تو وہ ہمیں ضائع نہ ہونے دے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ اور اپنے صاحبزادے سے ملنے تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ آئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام درخت کے نیچے بیٹھے تیر سیدھے کررہے تھے۔ ملاقات کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس ٹیلہ پر مجھے بیت اللہ کی تعمیر کا حکم ہوا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس کام میں آپ کے ساتھ شریک اور آپ کا مددگار رہوں اور اس طرح دونوں نے اللہ کے گھر کی تعمیر کی جو طوفان نوح علیہ السلام کے وقت منہدم ہوگیا تھا اور اس کی بنیادیں موجود تھیں جن پر ان دو جلیل القدر پیغمبروں نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو قیامت تک تمام لوگوں کے لیے مرجع اور مرکز قرار دیدیا اور مثابۃ للناس لوگ بار بار اور پلٹ پلٹ کر اس گھر کی زیارت کے لیے جاتے ہیں اور ہمیشہ پھر جانے کے آرزومند رہتے ہیں بلکہ جتنا جاتے ہیں اسی قدر اشتیاق بڑھتا ہے۔ اور یہ بیت اللہ کی خصوصیت اور اہل ایمان کے لیے اس کی نہ ختم ہونے والی کشش ہے۔

(فتح الباری ۱/ ۱۱۸۵ .فتح الباری ۲/ ۳۰۰ .روضۃ المتقین ٤/ ۳۹۰)

کھمبی کا پانی آنکھوں کیلئے شفاء ہے

۱۸۶۸ . وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَآؤُهَا شِفَآءٌ لِلْعَيْنِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۶۸) حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کماۃ (کھمبی) من کی قسم ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الطب، باب المن شفاء للعین . صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب فضل الکمأۃ .

کلمات حدیث: الکمأۃ : حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ یہ ایک نبات ہے جس میں نہ شاخیں ہوتی ہیں اور نہ پتے اور یہ بغیر

زراعت خود بخو داگتی ہے۔ مـــــن : ایک غذا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کو بلا تکلف اور بغیر محنت حاصل ہوتا تھا اسی طرح ''کمأ ۃ''بغیر کسی زحمت کے حاصل ہوتا ہے،اس لیے اس کو من سے تشبیہ دی گئی ہے۔اور کمأ ۃ کے پانی میں آنکھوں کے لیے شفا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اور ہمارے دور کے لوگوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نابینا ہو گیا تھا اس نے کمأ ۃ کا پانی استعمال کیا تو اس کی آنکھوں کی بینائی بحال ہو گئی۔ان صاحب کا نام کمال بن عبداللہ دمشقی تھا اور انہوں نے کمأ ۃ کا استعمال حدیث نبوی پر یقین اور ارشاد نبوی ﷺ پر ایمان کے ساتھ کیا تھا۔

''روضۃ المتقین'' کے مؤلف لکھتے ہیں کہ ''ریاض الصالحین'' کی اس شرح کی تالیف کے دوران میں میری آنکھوں میں شدید تکلیف ہوئی اور کسی دوا سے کوئی فائدہ نہیں ہوا یہ تکلیف اتنی زیادہ تھی کہ مجھے نابینا ہو جانے کا خوف ہو گیا لیکن میں اس شرح کی تألیف میں مصروف رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری موت آ جائے اور میں اس کی تکمیل نہ کر سکوں۔اسی اثنا میں میرے ایک دوست نے دمشق سے چند کھمبیاں (کمأ ۃ)لا کر دی میں نے اس کا پانی آنکھوں میں ڈالا اور میری آنکھیں بالکل صحیح ہو گئیں۔

(فتح الباری : ٢/ ٦٨٤ . شرح صحیح مسلم : ١٤/ ٤ . روضة المتقین : ٤/ ٣٩٨)

کتاب الاستغفار

الباب (٣٧١)

بَابُ الْاِسْتِغْفَارِ

٣٦٠. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَٱسْتَغْفِرْ لِذَنۢبِكَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

''آپ بخشش مانگیے اپنی کوتاہی کی۔'' (محمد:١٩)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ آپ اپنی خطا پر استغفار کیجیے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر آدمی کا گناہ اور اس کی خطا اس کے مرتبہ کے مطابق ہوتی ہے کسی کام کے عمدہ اور اچھے پہلو کو ترک کر کے کسی کم اچھے پہلو کو اختیار کرنا گو حدود جواز اور استحسان میں ہو بعض اوقات مقربین کے حق میں گناہ قرار پاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دن میں سو سو مرتبہ استغفار کرتے تھے۔

(تفسیر عثمانی۔ تفسیر مظہری)

٣٥١. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَٱسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ١٠٦ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اللہ سے استغفار کریں کہ اللہ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں۔'' (النساء:١٠٦)

تفسیری نکات: دوسری آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ سے استغفار طلب کیجیے کہ وہ بہت معاف کرنے والا اور بے حد مہربان ہے۔ (تفسیر مظہری)

٣٥٢. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًۢا ٣ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''تسبیح کیجیے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور اس سے استغفار کیجیے بے شک وہ رجوع فرمانے والا ہے۔'' (النصر:٣)

تفسیری نکات: تیسری آیت مبارکہ میں آپ کو حکم فرمایا کہ اپنے رب کی حمد بیان کیجئے اور بیان حمد کے ساتھ طلب مغفرت کیجیے چنانچہ رسول کریم ﷺ کثرت سے یہ الفاظ کہتے کہ:

'' سبحانک اللهم وبحمدک اللهم اغفرلی.''

''اے اللہ! آپ کی ذات پاک ہے اور ستودہ صفات ہے آپ میری مغفرت فرما دیجیے۔'' (تفسیر عثمانی. تفسیر مظہری)

۳۵۳. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ ﴾ اِلىٰ قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''ان لوگوں کے لیے جنہوں نے تقوی اختیار کیا ان کے رب کے ہاں باغات ہیں۔ اس فرمان الٰہی تک۔ اور وہ سحر کے وقت استغفار کرنے والے ہیں۔'' (آل عمران:۱۵)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ اہل تقوی کے لیے اللہ کے یہاں باغات ہیں جنکے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں کیونکہ یہ اہل تقوی رات کو اٹھ کر بوقت سحر اللہ سے طلب مغفرت کرتے ہیں اور یہ وقت خاص استجابت دعا کا وقت ہے۔ (تفسیر عثمانی)

جو اللہ سے معافی مانگے اللہ معاف کر دیتا ہے

۳۵۴. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَمَن يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١١٠﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جو آدمی برائی کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر وہ اللہ سے معافی مانگے تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا۔''

(النساء:۱۱۰)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ جس سے کوئی برائی سرزد ہو یا وہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے پھر وہ اللہ سے طلب مغفرت کرے تو وہ اللہ کو پائے گا بخشنے والا اور رحم کرنے والا۔ یہاں برائی اور ظلم سے چھوٹے بڑے گناہ مراد ہیں یا برائی سے مراد ایسا گناہ ہے جس میں دوسرے شخص کی ایذاء کا پہلو ہو اور ظلم وہ گناہ ہے کہ جس کا دنیا اور آخرت کا وبال اس کی ذات تک محدود ہو۔ غرض گناہ کیسا بھی ہو چھوٹا ہو یا بڑا گناہ کے اثر سے اپنے وجود کو پاک کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے یعنی طلب مغفرت اور استغفار اور خلوص دل کے ساتھ توبہ اور اللہ توبہ کا قبول کرنے والا ہے اور بہت معاف کرنے والا اور اپنے بندوں پر بہت رحم کرنے والا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

عذاب سے بچنے کے دو اسباب

۳۵۵. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣٣﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ آپ ان کے درمیان موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک کہ وہ بخشش مانگنے والے ہیں۔'' (الانفال:۳۳)

توبہ کرنے سے کبیرہ گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں

۳۵۶. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَٱلَّذِينَ إِذَا فَعَلُواْ فَٰحِشَةً أَوْ ظَلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمْ ذَكَرُواْ ٱللَّهَ فَٱسْتَغْفَرُواْ لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ إِلَّا ٱللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّواْ عَلَىٰ مَا فَعَلُواْ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور وہ لوگ جب ان سے کوئی برائی ہوجائے یا اپنے اوپر ظلم کر بیٹھے تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے اور انہوں نے اصرار نہیں کیا جو کچھ انہوں نے کیا اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں۔''

(آل عمران:۱۳۵)

وَالْاٰیَاتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ مَعْلُوْمَۃٌ .

قرآن کریم میں استغفار سے متعلق متعدد آیات ہیں۔

روزانہ سومرتبہ استغفار

۱۸۶۹. وَعَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ : ''اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلیٰ قَلْبِیْ، وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُاللّٰہَ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃً'' رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(۱۸۶۹) حضرت اغر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دل پر بھی بعض اوقات پردہ سا آجاتا ہے اور میں دن میں سومرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب استحباب الاستغفار و الاستکثار منہ .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی ذات مبارکہ مہبط انوار آلہیہ اور آئینہ تجلیات آلہیہ تھی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ کثرت اعمال و اشغال اور شدت اشتغال باموار المسلمین آئینہ تجلیات پر ایک بادل سا چھا جاتا جو طبع نبوی ﷺ پر بار خاطر ہوتا اور آپ ﷺ اس کے لیے کثرت سے استغفار فرماتے۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ذات نبوت ﷺ ہمہ وقت متوجہ بذات الٰہی رہتی ہے جس کے نتیجہ میں وجود نبوی ﷺ پر سکینت سایہ فگن رہتی اور جب اس سکینت کے احاطے میں قدرے کمی ہوتے تو آپ ﷺ استغفار فرماتے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے درجات میں ہروقت بلندی ہوتی رہتی ہے اور جب رفعت درجات کے بعد پچھلے درجہ کی طرف نظر فرماتے تو اس سے تنگی محسوس ہوتی اسی کو غین سے تعبیر فرمایا۔ اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کو کثرت سے استغفار کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے پچھلے تمام خطایا اور فروگزاشتیں معاف فرمادی ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ یعنی آپ ﷺ کا کثرت استغفار حضرت حق سبحانہٗ کی جناب میں آپ

ﷺ کا اظہار تشکر تھا۔ (دلیل الفالحین ٤ /٦٤٨. روضة المتقین ٤ /٤٠٣)

روزانہ ستر سے زائد مرتبہ استغفار

١٨٧٠. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

(١٨٧٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ کے حضور میں توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔ (البخاری)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی ﷺ فی الیوم واللیلة.

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ تمام اہل ایمان کے لیے اسوہ حسنہ ہے جس کا مقتضا یہ ہے کہ مسلمان آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے کثرت سے استغفار کریں اور اللہ کے حضور میں خالص توبہ کریں اور اپنی پوری زندگی کو اسوۂ حسنہ کے مطابق گزارنے کی سعی کریں۔ (دلیل الفالحین ٤ /٦٤٨. روضة المتقین ٤ /٤٠٣)

اللہ تعالیٰ کی صفت عبودیت کا مظاہرہ

١٨٧١. وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِكُمْ وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰی فَیَغْفِرُ لَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١٨٧١) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ختم کر کے ایسے لوگ لے آئے جو گناہ کریں اور پھر اللہ سے استغفار کریں۔ اور اللہ انہیں معاف فرمادے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار.

کلمات حدیث: والذی نفسی بیده: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ الفاظ زبان مبارک سے ادا فرماتے کیونکہ یہ اللہ کی عظمت اور بندے کی عبودیت کے اظہار پر مشتمل ہے۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی طرف سے توبہ اور استغفار کرنا بے حد محبوب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور ہیں اور رحیم ہیں اور تواب ہیں۔ انسان خطا اور نسیان سے محفوظ نہیں ہے اور انسان معصوم نہیں ہے اس لیے اللہ کو وہ بندے محبوب ہیں جو گناہ پر جمے رہنے کے بجائے توبہ و استغفار کرتے ہیں اور اللہ کی طرف رجوع اور انابت کرتے ہیں کہ توبہ اور استغفار کی کثرت سے تعلق مع اللہ قائم ہوتا ہے۔

(دلیل الفالحین ٤ /٦٤٩. روضة المتقین ٤ /٤٠٣)

رسول اللہ ﷺ ایک ہی مجلس میں سومرتبہ استغفار فرماتے

۱۸۷۲ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا نَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِائَةَ مَرَّةٍ : "رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ" رواه أبُوْداؤد، والترمذيُّ وقَالَ : حديثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۱۸۷۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں گنتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے سومرتبہ فرمایا کہ " رب اغفرلی وتب علی انك انت التواب الرحيم. " (اے اللہ مجھے بخش دے مجھ پر رجوع فرما بے شک تو رجوع فرمانے والا نہایت مہربان ہے) (ابوداؤد، ترمذی، امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الاستغفار . الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی مایقول اذارأ ع مبتلیٰ .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی ذات بابرکات امت کے لیے اسوۂ حسنہ اور عملی نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے ان تمام اعمال جن کی امت کو تعلیم دی عملاً کر کے دکھائے اور فرمایا کہ "صلوا کما رائیتمونی اُصلی۔" "اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔" اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے عمل سے امت کو کثرت استغفار اور توبہ اور انابت اور رجوع الی اللہ کی تعلیم دی اور توبہ اور استغفار کے لیے امت کو بہت خوبصورت انتہائی بلیغ اور بے حد جامع کلمات تعلیم فرمائے۔ جیسے اس حدیث مبارک میں مذکور ہوئے ہیں۔

(تحفة الاحوذی ۹/ ۳۶۵ دلیل الفالحین ۴/ ۶۰۵)

استغفار وسعت رزق کا نسخہ ہے

۱۸۷۳ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ لَزِمَ الْإِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ مَخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَايَحْتَسِبُ" رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ .

(۱۸۷۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی استغفار کی پابندی کرے تو اللہ تعالیٰ س کے لیے تنگی سے نکلنے کا راستہ پیدا فرمادیتا ہے اور اسے غم سے نجات عطا فرمادیتا ہے اور اسے اس جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الاستغفار .

کلمات حدیث: لزم الاستغفار : استغفار کو لازم پکڑ لے یعنی کثرت سے استغفار کرے۔ من کل ضیق مخرجاً : ہر تنگی اور

دشواری سے نکلنے کا راستہ پیدا فرما دیتا ہے۔ ضيق: تنگی خواہ مالی ہو یا نفسیاتی اور ذہنی۔ ضاق ضيقا (باب ضرب) تنگی میں ہونا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ کا اپنے بندوں پر کس قدر انعام ہے اور کتنا بڑا احسان ہے کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ مسلسل استغفار کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کثرت استغفار کے صلے میں تین انعامات عطا فرماتے ہیں اگر کسی دشواری میں مبتلا ہے اور کسی تنگی میں گرفتار ہے تو اس تنگی سے نکلنے کا راستہ پیدا فرما دیتے ہیں، رنج وغم سے نجات عطا فرما دیتے ہیں اور اس کے گمان اور حسبان سے ماوراء رزق عطا فرماتے ہیں اور رزق کا ماوراء حسبان ہونا نوعیت کمیت اور کیفیت تینوں حالتوں پر مشتمل ہوتا ہے یعنی رزق کی قسم اور اس کی تعداد اور اس کا ذریعہ حصول تینوں ماوراء حسبان ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد الٰہی ہے۔

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا ۝٢ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾

"جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے نکلنے کا راستہ پیدا فرما دیتے ہیں اور اسے اس کے گمان سے ماوراء رزق عطا فرماتے ہیں۔" (الطلاق: ٢)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے سامنے کسی شخص نے خشک سالی کا شکوہ کیا انہوں نے فرمایا کہ اللہ سے استغفار کرو۔ ایک اور شخص نے تنگدستی اور فقر کا ذکر کیا۔ آپ نے کہا کہ اللہ سے استغفار کرو۔ کسی نے اولاد نہ ہونے کا شکوہ کیا۔ آپ نے کہا کہ اللہ سے استغفار کرو۔ اور کسی نے زمین کی پیداوار کی کمی بیان کی انہوں نے کہا کہ اللہ سے استغفار کرو۔ کسی عرض کیا کہ آپ نے مختلف قسم کی شکایت کرنے والے سب لوگوں سے ایک ہی بات کہہ دی کہ اللہ سے استغفار کرو۔ اس پر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿ فَقُلْتُ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارًا ۝١٠ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ۝١١ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّـٰتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَـٰرًا ۝١٢ ﴾

"میں نے کہا کہ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو وہ بہت معاف کرنے والا ہے برسائے گا آسمان سے مسلسل بارش اور مال اور اولاد دے کر تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے باغات اور نہریں بنا دے گا۔" (نوح: ١٠، ١١، ١٢)

غم و پریشانی سے نجات کا نسخہ

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "زاد المعاد" میں تکلیف و مصیبت رنج وغم اور فکر و پریشانی کے علاج کے لیے پندرہ اقسام کی دعائیں ذکر فرمائی ہیں اور ان دعاؤں کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر ان دعاؤں سے بھی کسی کا رنج فکر اور حزن و ملال دور نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ داغ غم وہم دل میں پیوست ہو چکی ہے اور اس کے اسباب انسان کے سارے وجود میں سرایت کر گئے ہیں، اس لیے کہ اب اس کا ایک مکمل اور جامع علاج ہے۔ جو اس بیماری کو جڑ سے اکھاڑے، یہ مکمل اور جامع نسخہ علاج پندرہ امور پر مشتمل ہے۔

(١) بندہ اپنے قلب ونظر میں توحید ربوبیت کا عقیدہ مستحکم کرے وہ یہ کہ رب ایک ہی ہے اور کوئی نہیں ہے وہی ہر شئے کا دینے والا اور عطا کرنے والا ہے اس کے سوا کہیں سے نہیں مل سکتی اور نہ اس کی مشئیت اور اس کے بغیر کسی انسان کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی اور

نہ مسبب الاسباب کے حکم کے بغیر کوئی سبب نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے۔

(۲) توحید الوہیت، یعنی اللہ ایک ہے وہی معبود ہے وہی خالق اور مالک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۳) توحید علمی اعتقادی، یعنی اللہ کی توحید الوہیت اور توحید ربوبیت کا عقیدہ دل کے نہاں خانے میں پڑا ہوا نہ ہو بلکہ یہ انسان کی سوچ اور فکر پر غالب اس کے افعال واعمال میں مؤثر ہو اور وہ اس حقیقت کا علمی اور شعوری ادراک رکھتا ہو۔

(۴) اللہ سبحانہ کے بارے میں یہ عقیدہ یقین کامل کے ساتھ رکھنا کہ وہ رائی کے دانے کے برابر بھی اپنے بندوں پر کوئی ظلم اور زیادتی نہیں کرتا۔

(۵) بندہ کا اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ اعتراف کرنا کہ اس نے اللہ کی نافرمانی کر کے خود اپنے وجود پر اور اپنی زندگی پر ظلم کیا ہے۔ وہ خود ہی ظالم لنفسہ ہے اور اس کے اوپر جو کچھ ابتلاء اور مصیبت آتی ہے اس کا سبب یہی ظلم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بلا سبب اور بلا وجہ ماٗخوذ نہیں فرماتا۔

(٦) اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعاء اور التجاء کرنا، اور اس کے اسماء حسنیٰ کو وسیلہ بنانا۔ خاص طور پر الحی القیوم کو وسیلہ بنانا۔ یعنی دعاء کے وقت اللہ کی حمد وثنا کرنا اور اس کے اسماء حسنیٰ کے ذکر کے ساتھ دعا کرنا۔

(۷) صرف اور صرف اللہ ہی سے مدد طلب کرنا جو ایاک نعبد وایاک نستعین کا تقاضا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب مانگو تو اللہ ہی سے مانگو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ ہی سے کرو۔

(۸) اللہ کے سامنے عاجزی اور تضرع کے ساتھ اقرار واعتراف کرے کہ اس کی ہر امید صرف اور صرف اسی سے وابستہ ہے۔

(۹) صرف اللہ پر بھروسہ رکھے اپنے سارے معاملات اللہ کے سپرد کر دے۔ دل کی گہرائیوں سے اعتراف کر کے کہ اس کی پیشانی اسی اللہ واحد کے قبضہ میں ہے اور اس کی جان اسی کے قبضہ میں ہے وہ جو چاہے کرے اور اس کا حکم عادلانہ اور اس کی قضاء نافذ ہے۔

(۱۰) قرآن کریم کی تلاوت کرے اس کے معانی پر غور کرے اور اس میں پنہاں اسرار میں تدبر کرے اس سے اپنے شکوک و شبہات دور کرے اور تاریکی سے نکل کر قرآن کریم کی روشنی میں آ جائے، ہر مصیبت میں تسلی اور ہر مرض کا علاج اور ہر رنج و پریشانی سے شفاء قرآن کریم کو بنالے۔ قرآن کریم سے قلبی، ذہنی اور فکری وابستگی سے شکوک وشبہات رفع ہو جائینگے، قلب روشن سینہ منور اور وجود سراپا نور بن جائے گا اور جب ایسا ہوگا تو ہر آزار جاتا رہے گا۔ ہر غم دور ہو جائے گا۔ اور ہر پریشانی دور ہو جائے گی۔

(۱۱) کثرت استغفار۔ شب وروز میں ہر وقت کثرت سے استغفار کرے۔

(۱۲) توبہ تضرع اور زاری کے ساتھ اللہ کے حضور میں خالص توبہ کرے۔

(۱۳) جہاد، اللہ کی رضا کے حصول کی جو جہد کرے اور اللہ کے دین کی اشاعت اور اعلائے کلمہ۔ اللہ کے لیے جہاد کرے۔

(۱۴) نماز، فرائض کی پابندی کے ساتھ نوافل کی کثرت کرے۔ حدیث میں ہے کہ کسی صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ

میں جنت میں آپ کا ساتھ ہونا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کثرت سجود سے میری مدد کرو۔ یعنی بکثرت نوافل پڑھو۔ اس لیے نماز مؤمن کی معراج ہے۔

(۱۵) اپنے آپ کو ہر قوت اور طاقت سے بری قرار دے کہ اللہ کے سوا کسی کے پاس نہ کوئی قوت ہے اور نہ کوئی طاقت ہے۔

(دليل الفالحين ٤/٦٤٩ . روضة المتقين ٤/٤٠٥ . زادالمعادفي هدى خير العباد ٤/١٥٨)

استغفار سے ہر گناہ معاف ہوتا ہے

۱۸۷۴. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ قَالَ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ، غُفِرَتْ ذُنُوْبُهُ وَاِنْ كَانَ قَدْ فَرَّمِنَ الزَّحْفِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

(۱۸۷۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے یہ کلمات کہے:

" استغفر الله الذي لااله الاهو الحى القيوم وأتوب اليه."

''میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جو ایک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ حی اور قیوم ہے اور میں اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا اگر چہ وہ جنگ کے وقت دشمن کے مقابلے سے فرار ہو گیا ہے۔ (اسے ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الاستغفار . الجامع للترمذی، کتاب الصلاة، باب فی الاستغفار

کلمات حدیث: القیوم: اللہ تعالیٰ جو جملہ مخلوقات کا خالق اور مالک ہے ہمیشہ اپنے مخلوقات کی تدبیر کرنے والا اور ان کی حفاظت کرنے والا اور انہیں برقرار رکھنے والا ہے۔

شرح حدیث: جو یہ کلمات پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے تمام صغیرہ گناہ معاف فرمادیتے ہیں اگر چہ وہ میدان جہاد سے دشمن کے مقابلے کے وقت بھاگا ہو۔ (تحفة الاحوذی ١٠/٣١ . دليل الفالحين ٤/٦٥٠ . روضة المتقين ٤/٤٠٦)

سید الاستغفار

۱۸۷۵. وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ يَقُوْلَ الْعَبْدُ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ: لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ، وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ

مَـاسْتَـطَـعْـتُ، : اَعُوذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَاصَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ، وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ، فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ" مَنْ قَالَهَا فِی النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ يُمْسِیَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَمُوْقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُصْبِحَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

" اَبُوْءُ " بِبَآءٍ مَضْمُوْمَةٍ ثُمَّ وَاوٍ وَهَمْزَةٍ مَّمْدُوْدَةٍ وَّمَعْنَاهُ : اَقِرُّ وَاَعْتَرِفُ .

(١٨٧٥) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کلمات سید الاستغفار ہیں:

" اللھم أنت ربی لا الہ الا أنت خلقتنی وأنا عبدک وأنا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذبک من شر ما صنعت أبوء لک بنعمتک علی وأبوء بذنبی فاغفرلی انہ لا یغفر الذنوب الاأنت ."

"اے اللہ تو میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں جہاں تک طاقت رکھتا ہوں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں اور میں اپنے کئے ہوئے عمل کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں ان نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں جو تو نے مجھ پر کی ہیں اور میں اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں تو مجھے معاف کر دے بے شک تیرے سوا کوئی گناہوں کا معاف کرنے والا نہیں ہے۔"

جو شخص دن میں یہ کلمات یقین قلب کے ساتھ پڑھے اور اس روز شام ہونے سے پہلے اسے موت آ جائے تو وہ جنتی ہے۔ اور جو شخص رات کو یہ کلمات یقین قلب کے ساتھ پڑھے اور صبح ہونے سے پہلے اسے موت آ جائے تو وہ جنتی ہے (البخاری) ابوء کے معنی ہیں میں اقرار اور اعتراف کرتا ہوں۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب افضل الاستغفار .

شرح حدیث: علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کلمات استغفار انتہائی جامع ہیں اس لیے انہیں سید الاستغفار کہا گیا ہے۔ اور ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کلمات بہت عمدہ اور انتہائی شاندار الفاظ پر مشتمل ہیں اور انتہائی بلیغ معانی کے حامل ہیں اور بلا شبہ اس لائق ہیں کہ انہیں سید الاستغفار کہا جائے۔ ان کلمات میں اللہ وحدہ کی الوہیت کا اقرار ہے اور اس کی خالقیت کا اعتراف ہے اور اس وعدے کا اقرار ہے جو اللہ نے اپنے بندوں سے لیا ہے، اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جس انعام کا وعدہ فرمایا ہے اس کے حصول کی امید اور رجاء ہے۔ گناہوں پر اللہ سے پناہ طلب کی گئی ہے اور نعمتوں کی نسبت ان کے خالق اور موجد کی طرف کی گئی ہے اور اللہ کی مغفرت کی طلب ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی گناہوں کا معاف کرنے والا نہیں ہے۔

(فتح الباری ٣/ ٢٩١. عمدة القاری ٢٣/ ٤٣٢. دلیل الفالحین ٤/ ٦٥١. روضة المتقین ٤/ ٤٠٦)

ہر فرض نماز کے بعد تین مرتبہ استغفار

١٨٧٦ . وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ

صَلاتِـه اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ ثَلاَ ثاً وَقَالَ : "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَاذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" قِيْلَ لِلْاَوْزَاعِيِّ، وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهِ كَيْفَ الْاِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ : يَقُوْلُ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٨٧٦) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ کلمات کہتے:

" اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت ياذا الجلال والاكرام ."

''اے اللہ! تو سلامتی دینے والا ہے اور تیری طرف سے سلامتی ملتی ہے اے جلال واکرام والے تو بڑی برکتوں والا ہے۔''

امام اوزاعی جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں ان سے کہا گیا کہ آپ ﷺ کا استغفار کس طرح تھا انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے۔ استغفر اللہ استغفر اللہ۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة .

کلمات حدیث: اذا انصرف من صلاته : جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے۔ أنت السلام : **اللہ** سلام ہے، اسی سے سلامتی کا حصول ہے اور وہی سلامتی عطا فرمانے والا ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد استغفر اللہ تین مرتبہ فرماتے اور کلمات مذکورہ پڑھتے۔ سلام پھیرنے کے فوراً بعد یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔ (روضة المتقين ٤/ ٤٠٩. دليل الفالحين ٤/ ٦٥٣)

موت سے پہلے کثرت استغفار کا اہتمام

١٨٧٧ . وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ قَبْلَ مَوْتِه : "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٨٧٧) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ وفات سے پہلے کثرت سے ان کلمات کو پڑھتے سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔ (اللہ کی ذات پاک ہے حمد وثنا اسی کے لیے ہے میں اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی جانب رجوع کرتا ہوں) (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب التفسير، تفسير سورة اذاجاء . صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب مايقال في الركوع والسجود .

شرح حدیث: اللہ کے حضور میں ساری زندگی توبہ اور استغفار کرنا چاہیے لیکن جب آدمی سفر حیات طے کر کے بڑھاپے کی سرحد میں داخل ہو جائے تو سفر آخرت کے لیے زادراہ تیار کرے اور کثرت سے توبہ واستغفار کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حیات طیبہ کے آخری ایام میں کثرت سے استغفار فرماتے اور دراصل آپ اس فرمان الٰہی پر عمل فرماتے تھے:

" فسبح بحمد ربک واستغفرہ ."

"اپنے رب کی حمد کی تسبیح کیجیے اور طلب مغفرت کیجیے۔" (روضة المتقین ٤/٤٠٩ . نزهة المتقین ٢/٥٩٢)

گناہ معاف کرنے سے اللہ کا کوئی نقصان نہیں ہوتا

١٨٧٨ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ : يَاابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَادَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلىٰ مَاكَانَ مِنْكَ وَلَااُبَالِيْ يَاابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَااُبَالِيْ، يَاابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ لَوْاَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَاتُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَا تَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

"عَنَانَ السَّمَآءِ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ : قِيْلَ هُوَ السَّحَابُ، وَقِيْلَ هُوَ مَاعَنَّ لَكَ مِنْهَا : اَيْ ظَهَرَ، "وَقُرَابُ الْاَرْضِ" بِضَمِّ الْقَافِ، وَرُوِيَ بَكَسْرِهَا، وَالضَّمُّ اَشْهَرُ : وَهُوَ مَا يُقَارِبُ مِلْئَهَا .

(١٨٧٨) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے فرزند آدم تو جب تک مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید قائم رکھے گا تو تو جس حالت میں بھی ہوگا میں تجھے معاف کرتا رہوں گا اور میں کوئی پرواہ نہیں کروں گا۔ اے فرزند آدم تیرے گناہوں کی کثرت آسمان کے کنارے تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی طلب کرے تو میں تجھے معاف کردوں گا اور میں کوئی پرواہ نہیں کروں گا۔ اے فرزند آدم اگر تو زمین بھر کر گناہ میرے پاس لیکر آیا اس حال میں کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو میں اتنی ہی زیادہ مغفرت کے ساتھ تجھ سے ملوں گا۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔)

عنان السماء : عین کے زبر کے ساتھ یعنی بادل۔ کسی نے کہا کہ جو تمہارے سامنے ظاہر ہے وہ عنان السماء ہے۔ قراب الأرض: ق کے پیش اور زیر کے ساتھ لیکن پیش کے ساتھ زیادہ مشہور ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ زمین کے لبریز ہونے کے بقدر۔

تخریج حدیث: الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب غفران الذنوب مهما عظمت .

کلمات حدیث: مادعوتنی : جب تک تو مجھے پکارتا ہے۔ ورجوتنی : اور جب تک تیری امید مجھ سے وابستہ رہے۔ یعنی جب تک بندہ یقین رکھے کہ اللہ ہی میرا رب اور میرا مالک ہے اور مجھے اسی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے اور میری ہر طلب اور ہر درخواست کو پورا کرنے والا وہی ہے۔ لا اُبالی۔ مجھے کچھ پرواہ نہیں ہے کہ کس بندے نے کس قدر زیادہ گناہ کئے ہیں وہ جب مجھ سے طلب مغفرت کرے گا میں اسے معاف کردوں گا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں اور وہ اپنے بندوں پر بڑے مہربان ہیں ان کی رحمت ہر شئے کو محیط ہے وہ خالق اور مالک ہیں

اور کوئی شئے ان کی قدرت اور اختیار سے باہر نہیں ہے۔ وہ اللہ سبحانہٗ کا یہ اپنے بندوں پر احسان عظیم اور فضل عمیم ہے کہ وہ اپنے بندوں کی خطائیں اور ان کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں، خواہ گناہوں کی کثرت کا یہ عالم ہو کہ ان کا ڈھیر آسمان کے کناروں تک پہنچ جائے یا روئے زمین لبریز ہو جائے لیکن جب بندہ پلٹ کر مالک کی طرف آتا ہے اور عاجزی و زاری سے توبہ کرتا ہے اور تضرع اور خشوع کے ساتھ اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوتا ہے وہ اسے معاف فرما دیتے ہیں۔ (روضۃ المتقین ٤/٤٠. دلیل الفالحین ٤/٦٥٤)

عورتوں کو کثرت صدقہ کی ترغیب

١٨٧٩. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "يَامَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ، وَاَكْثِرْنَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ فَاِنِّيْ رَاَيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ" قَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ : مَالَنَا اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ : "تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ مَارَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ اَغْلَبَ لِذِيْ لُبٍّ مِنْكُنَّ" قَالَتْ : مَانُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ؟ قَالَ : شَهَادَةُ امْرَاَتَيْنِ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ، وَتَمْكُثُ الْاَيَّامَ لَا تُصَلِّيْ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٨٧٩) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو کیونکہ میں جہنم میں عورتوں کو کثرت سے دیکھتا ہوں۔ ایک عورت نے عرض کیا۔ ہم عورتوں کے زیادہ جہنم میں جانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو۔ شوہر کی ناشکر گزاری کرتی ہو، میں نے تم عورتوں کے عقل و دین میں ناقص ہونے کے باوجود تم عورتوں سے زیادہ کسی عقل مند آدمی کی عقل پر غالب ہوتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ اس عورت نے عرض کیا کہ ہماری عقل اور دین کا نقصان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو عورتوں کی گواہی کا ایک مرد کے برابر ہونا اور تمہارا کئی کئی دن نماز سے رکے رہنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب نقص الايمان بنقص الطاعات . صحيح البخاري، كتاب الحيض، باب ترك الحائض الصوم .

کلمات حدیث: يا معشر النساء : اے عورتوں کی جماعت۔ معشر : جماعت یا گروہ جو کسی خاص وصف میں مشترک ہوں۔ جیسے معشر العلماء اور معشر الفقهاء.

شرح حدیث: عورتیں بکثرت جہنم میں جائینگی کیونکہ عورتیں لعن طعن کرتی ہیں شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اس لیے انہیں چاہئے وہ کثرت سے صدقہ کریں اور خوب استغفار کریں۔ عقل اور دین کے نقصان اور ان دونوں میں کمی کے باوجود وہ ایک عقلمند اور ذہین آدمی کی عقل ضبط کر دیتی ہیں اور اس کو فکر و دانائی سے عاری بنا دیتی ہیں۔

عورتیں مردوں کی بہ نسبت جسمانی طور پر کمزور ہیں اور ان کی ساخت فطرتاً اور خلقتاً مردوں کی ساخت سے مختلف ہے اس لیے شریعت میں عورت کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف ہے اور شریعت نے ان پر کسی کی کفالت کی ذمہ داری عائد نہیں کی ہے یعنی اگر عورت

مالدار ہو یا اکتساب مال کرتی ہو پھر بھی بچوں کی یا ماں باپ کی یا کسی اور کی کفالت عورتوں کے ذمہ لازم نہیں ہے وہ اگر کچھ کرتی ہیں تو وہ صرف حسن معاشرت کے درجے میں ہے۔ اور چونکہ ان کے ذمہ کسی عورت مرد یا بچے کی کفالت نہیں ہے اس لیے میراث میں ان کا حصہ آدھا ہے اور مرد کو جو حصہ پورا ملتا ہے اس میں چونکہ وہ دیگر افراد کی کفالت کا مکلف ہے اور ان افراد میں عورتیں بھی داخل ہیں اس لیے وہ اس حصہ کو بھی دوبارہ عورتوں ہی پر صرف کرتا ہے۔ عورتوں کا دینی نقصان یہ ہے کہ وہ اپنے مخصوص ایام میں نماز سے محروم رہتی ہیں۔

(روضة المتقين ٤: ١١٦، شرح صحيح مسلم ٢: ٥٧، دليل الفالحين ٤: ٦٥٥)

الباب (٣٧٢)

بَابُ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ تَعَالىٰ لِلْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْجَنَّةِ

جنت کی نعمتوں کا بیان جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے تیار کر رکھی ہیں

جنت میں حسد کینہ نہ ہوگا

٣٦٧. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ:

﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٤٥﴾ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴿٤٨﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''بے شک پرہیزگار لوگ باغوں اور چشموں میں کہا جائے گا کہ تم امن وسلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ اور جو بغض وکینہ ان کے سینوں میں ہوگا وہ ہم نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ ان میں ان کو کوئی تھکاوٹ نہیں ہوگی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔'' (الحجر: ۴۵)

تفسیری نکات: اہل ایمان جو اپنی پوری زندگی میں کفر وشرک سے مجتنب رہے اور معاصی سے بچتے رہے اور اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانیوں سے احتراز کرتے رہے وہ حسب مراتب جنت کے باغوں میں رہینگے جہاں بڑے قرینے سے چشمے اور نہریں بہتی ہوں گی وہ تمام مشاکل اور ہر طرح کے فکر وتردد سے ہمیشہ کے لیے آزاد اور بے فکر ہوں گے اور آپس میں دنیا کی کوئی کدورت باقی نہ رہے گی بلکہ سب باہم اخوت کے ساتھ آمنے سامنے سریر آرا ہونگے۔ اور ہمیشہ یہیں رہینگے اب یہاں سے کبھی نہیں نکالے جائینگے۔

جنت میں ہر خواہش پوری ہوگی

٣٦٨. وَقَالَ تَعَالىٰ:

﴿ يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٦٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٦٩﴾ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٧٣﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں ہوگا نہ تم غمگین ہوگے۔ وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ مسلمان تھے ان سے کہا جائے گا کہ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ، تمہارے لیے سامان مسرت بہم پہنچا دیئے گئے ہیں۔ ان پر سونے کے

رکابیاں اور پیالوں کا دور چلایا جائے گا اور اس میں وہ ہوگا جو ان کے نفس چاہیں گے اور جن کو دیکھ کر وہ لذت و مسرت محسوس کرینگے اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی وہ جنت ہے جس کا تمہارے اعمال کے بدلے وارث بنایا گیا ہے۔ تمہارے لیے اس میں میووں کی فراوانی ہوگی جن میں سے تم کھاؤ گے۔'' (الزخرف: ٦٨)

تفسیری نکات: ان آیات میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندے جو اللہ پر ایمان لائے اور عمل صالح کیے وہ اللہ کے یہاں پہنچیں گے تو انہیں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا ان سے کہا جائے گا کہ تم اپنی بیویوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ وہاں تمہاری آسائش اور آرام کے سارے سامان مہیا کر دیئے گئے ہیں، یہاں تمہیں ہر وہ چیز ملے گی جس کی تمہیں خواہش ہو اور تمہاری آنکھوں کو بھلی لگے اور یہاں تمہارے واسطے انواع واقسام کے میوے ہیں اور تمہیں یہ جنت تمہارے اعمال کے صلہ میں ملی ہے۔

جنت میں ریشمی لباس ہوں گے

٣٦٩. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ ٱلْمُتَّقِينَ فِى مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِى جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَٰبِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَٰهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَٰكِهَةٍ ءَامِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا ٱلْمَوْتَ إِلَّا ٱلْمَوْتَةَ ٱلْأُولَىٰ ۖ وَوَقَىٰهُمْ عَذَابَ ٱلْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''بیشک پرہیزگار لوگ امن کی جگہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے اس میں وہ باریک اور دبیز ریشم پہنیں گے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے اور اسی طرح رہینگے اور ہم ان کی شادی بڑی آنکھوں والی عورتوں سے کرینگے اس میں وہ ہر قسم کے پھل امن اور اطمینان سے منگوائیں گے۔ وہاں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے سوائے اس موت کے جس کا مزہ وہ پہلی مرتبہ چکھ چکے ہوں گے۔ اللہ نے ان کو جہنم کے عذاب سے بچالیا تیرے رب کے فضل سے یہی ہے بڑی کامیابی۔'' (الدخان: ٥١)

تفسیری نکات: ان آیات میں فرمایا کہ اہل تقویٰ کا گھر ابدی امن وسلامتی کا مقام ہوگا اور کسی طرح کا کوئی خوف وغم نہ ہوگا، باریک اور دبیز زر ریشمی لباس زیب تن کئے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے جس میوے کا ان کا دل چاہے گا وہ سامنے حاضر کر دیا جائے گا اور اب وہ موت کا ذائقہ بھی نہیں چکھیں گے بلکہ ہمیشہ جنت میں رہینگے اور یہ وہ عظیم کامیابی ہے جو انہیں حاصل ہوئی ہے۔

جنتیوں کے چہرے تر و تازہ ہونگے

٣٧٠. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِى وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ ٱلنَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَٰمُهُۥ مِسْكٌ ۚ وَفِى ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ ٱلْمُتَنَٰفِسُونَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهُۥ مِن تَسْنِيمٍ

﴿ ٢٧ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ٢٨ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہونگے تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے۔ تو ان کے چہروں پر تروتازگی اور رونق و بہجت محسوس کرے گا ان کو سر بمہر شراب پلائی جائے گی جس پر مشک کی مہر ہوگی اور یہی وہ چیز ہے جس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے اور اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔ یہ وہ چشمہ ہے جس سے بندگان مقرب پئیں گے۔ (المطففین: ٢٢)

تفسیری نکات: اور ان آیات میں ارشاد فرمایا کہ ابرار نعمتوں میں ہوں گے اور دیدار الٰہی سے سرفراز ہو رہے ہوں گے اور ان کے چہروں سے ان کی خوشی اور ان کی راحت و آرام اور ان کی سرفرازی اور کامیابی دمکتی ہوگی یعنی جنت کے عیش و آرام سے ان کے چہرے ایسے پررونق اور تروتازہ ہونگے کہ ہر ایک دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان جائے کہ یہ لوگ بہت آرام و راحت میں ہیں مشک کی مہریں لگی ہوئی شراب پیش کی جائے گی اور ہر گوشہ مشک کی خوشبو سے معطر ہو جائے گا یہ ہے شرب طہور جس کے لیے رغبت کرنی چاہیے۔ یہ وہ شراب ہے جس میں تسنیم کی آمیزش ہے یہ وہ چشمہ ہے جس سے اللہ کے مقرب بندے سرفراز ہوں گے۔

(تفسیر عثمانی، تفسیر مظهری)

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّعْلُومَةٌ.

جنت کی نعمتوں کی تفاصیل قرآن کریم میں متعدد آیات میں بیان ہوئی ہیں۔

جنت میں گندگی نہ ہوگی

١٨٨٠۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَأْكُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فِيهَا، وَيَشْرَبُونَ، وَلَا يَتَغَوَّطُونَ، وَلَا يَمْتَخِطُونَ، وَلَا يَبُولُونَ، وَلٰكِنْ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ جُشَاءٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ. يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ، وَالتَّكْبِيرَ كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(١٨٨٠) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنتی جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے مگر ان کو قضائے حاجت کی ضرورت نہ ہوگی اور نہ ان کی ناک سے ریزش نکلے گی اور نہ وہ پیشاب کریں گے ان کا کھانا ایک ڈکار ہوگا جو مشک کے پسینہ کی مانند خوش گوار ہوگی اور ان کے اندر تسبیح و تکبیر کو اس طرح ڈالدیا جائے گا جس طرح سانس ان کے اندر ڈالا جائے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب فی صفات الجنة و أهلها.

کلمات حدیث: لایتغوطون: وہ قضائے حاجت نہیں کریں گے۔ غائط: وہ مکان یا وہ جگہ جہاں آدمی لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو کر تنہا ہو جائے۔ تغوط (باب تفعل) غائط کیلئے جانا۔ کنایہ ہے قضائے حاجت سے۔ جشاء: ڈکار۔ جشاء تجشئة: ڈکار لینا۔

شرح حدیث: اہل جنت کی نعمتوں اوران کو ملنے والی راحتوں کا بیان ہے کہ ان کی غذا اس قدر لطیف ہوگی جو محض ایک خوشبودار ڈکار سے تحلیل ہوجائے گی اوراس مشک کی خوشبو سے گردوپیش معطر ہوجائے گا اوران کے وجود میں اللہ کی حمدوثنا اوراللہ کی کبریائی کا بیان اس طرح ڈالدیا جائے گا جس طرح آدمی سانس لیتا ہے، کیونکہ اہل جنت کے قلوب معرفت ربانی سے منور ہوں گے اس لیے اللہ کی حمدوثنا ان کے سانس کی آمدورفت کے ساتھ بغیر کسی تکلف کے جاری ہوگی اوراس کے لیے کسی اہتمام کی ضرورت نہ ہوگی۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل جنت ہرنوع کی نعمتوں سے سرفراز ہونگے وہ کھائیں گے اور پئیں گے اوران کی نعمتوں میں کوئی انقطاع اورکوئی عدم تسلسل نہیں ہوگا اور جنت کی نعمتیں اپنی نفاست اپنی لطافت اوراپنی لذت میں دنیا کی نعمتوں سے ہزار گنا زیادہ ہوں گی۔ (شرح صحیح مسلم١٨/١٤٣. روضة المتقين٤/٤١٦. دليل الفالحين٤/٦٥٩)

جنت کی نعمتیں وہم وخیال سے بہتر ہونگی

١٨٨١. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَاَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ. وَاقْرَءُ وْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٨٨١) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جنہیں کبھی کسی آنکھ نے نہیں دیکھا کسی کان نے ان کا ذکر نہیں سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال ہی گزرا ہے۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے اعمال کے صلہ میں ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا سامان چھپا کر رکھا گیا ہے۔ (السجدۃ:١٧)(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة. صحيح مسلم. اوائل كتاب الجنة.

کلمات حدیث: اعددت: میں نے تیار کیا۔ اعداد (باب افعال) تیار کرنا۔ مہیا کرنا۔ ولا خطر علی قلب بشر: اور کسی انسان کے دل میں اس کا خیال تک نہیں گزرا۔

شرح حدیث: جنت کی نعمتوں کا ادراک آدمی اس دنیا میں رہتے ہوئے نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کے لیے وہاں ایسی نعمتیں عطاء فرمادی ہیں کہ جن کو کسی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا کسی کان نے کبھی ان کا ذکر نہیں سنا اور کسی دل میں ان کا خیال تک نہیں آیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سبحانہ سے عرض کیا کہ جنت کا سب سے نچلا درجہ کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تمام اہل جنت جنت میں جاچکے ہوں اور وہاں اپنے مقامات عالیہ اور درجات رفیعہ پر متمکن ہوچکے ہوں، سب سے آخر میں ایک اللہ کا ایک بندہ لایا جائے گا جس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہوجاؤ۔ وہ کہے گا یارب جنت میں تو لوگ اپنی اپنی منازل میں اتر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائینگے کہ کیا تو اس پر راضی ہے کہ دنیا کے کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے

مثل تجھے دیدیا جائے بلکہ اس سے چار گناہ زیادہ دیدیا جائے وہ کہے گا کہ اے رب میں راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائینگے تجھے دنیا کے کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے مثل دیدیا گیا بلکہ اس سے دس گناہ زیادہ دیدیا گیا۔

(فتح الباری ٢/٢٦٩. ارشاد الساری ٧/١٦٥. عمدۃ القاری ١٥/٢١٠. شرح صحیح مسلم ١٧/١٣٧)

جنتیوں کے مختلف درجات ہونگے

١٨٨٢. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَوَّلُ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلٰى اَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَآءِ اِضَاءَةً : لَايَبُوْلُوْنَ، وَلَايَتَغَوَّطُوْنَ، وَلَايَتْفُلُوْنَ، وَلَايَمْتَخِطُوْنَ. اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ. عُوْدُ الطِّيْبِ. اَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ، عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ : اٰنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَّرَآءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ. لَااخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ، وَلَاتَبَاغُضَ : قُلُوْبُهُمْ قَلْبُ رَجُلٍ وَاحِدٍ، يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ."

قَوْلُهُ :"عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ" رَوَاهُ بَعْضُهُمْ بِفَتْحِ الْخَآءِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ وَبَعْضُهُمْ بِضَمِّهِمَا وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ .

(١٨٨٢) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوں گے ان کے چہرے ایسے چمکتے ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے پھر ان کے بعد داخل ہونے والوں کے چہرے آسمان پر سب سے زیادہ روشن ستاروں کی طرح ہوں گے۔ وہ نہ پیشاب کرینگے اور نہ قضائے حاجت کرینگے اور نہ وہ تھوکیں گے اور نہ ان کی ناک میں ریزش آئے گی۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوں گے۔ ان کی انگھیٹیوں میں جلانے کے لیے خوشبودار لکڑی ہوگی، ان کی بیویاں بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ سب آدمی ایک ہی طرح کے اپنے باپ آدم کی صورت پر ہونگے ساٹھ ذراع بلندی میں جیسے آدم تھے۔

اور بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے برتن سونے کے اور ان کا پسینہ مشک کی طرح خوش بودار ہوگا اور ہر ایک کی دو بیویاں ہونگی اور ان کے حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں کا گودا ان کے گوشت میں سے نظر آئے گا۔ ان کے درمیان نہ کوئی اختلاف ہوگا نہ کوئی باہمی نفرت۔ ان کے دل قلب واحد کی طرح ہوں گے اور وہ صبح وشام اللہ کی تسبیح کرینگے۔

علی خلق رجل واحد : بعض راویوں نے اسے خ کے زبر سے اور بعض نے پیش سے روایت کیا ہے اور دونوں صحیح ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، باب صفة الجنة۔ صحیح مسلم، کتاب صفات الجنه .

کلمات حدیث: زمرة : جماعت۔ جمع زمر . کوکب دری : انتہائی روشن ستارہ۔ مجامرهم : ان کی انگیٹھیاں۔ واحد مجمر. جمرة : انگارہ۔ حُور : حوراء کی جمع۔ سرخ اور سفید آنکھوں والی۔

شرح حدیث: امت محمد ﷺ میں ستر ہزار ایسے اہل ایمان جن کا حساب کتاب نہیں ہوگا وہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے اوران کے چہرے چودہویں کے چاند کی طرح منور ہونگے اوران کے بعد جولوگ جنت میں جائینگے ان کے چہرے کوکب دری کی طرح چمک رہے ہونگے۔

اہل جنت دنیاوی حاجات سے منزہ ہوں گے وہ کھائینگے اور پیئں گے اورایک ہلکی سی خوشبودار ڈکار کے ساتھ غذا ہضم ہوجائے گی۔

اہل جنت صورت شکل میں اپنے باپ آدم علیہ السلام کی طرح سب ایک جیسے ہوں گے۔ یہ اس صورت میں جبکہ حدیث میں آنے والا لفظ خلق خاء کے زبر کے ساتھ پڑھا جائے۔ پیش کی صورت میں معنی ہوں گے کہ سب کے اخلاق باہم ملتے جلتے ہوں گے کیونکہ نہ جنت میں کوئی برائی ہوگی اور نہ برے اخلاق کا وجود ہوگا اورسب کے اخلاق اوراوصاف اچھے اور بہترین ہوں گے اس لیے سب اخلاق میں ملتے جلتے ہوں گے۔

اہل جنت میں سے ہرایک کو دو بیویاں ملیں گی جبکہ احادیث میں شہید کے لیے ۷۲ حوروں کا ذکر آیا ہے۔ حوران جنت انتہائی حسین وجمیل ہونگی یہاں تک کہ ایک روایت میں ہے کہ اگران میں سے کوئی اہل زمین کی طرف جھانک کر دیکھ لے تو آسمان وزمین کے درمیان ساری فضا نور سے چمک اٹھے اور خوشبو سے لبریز ہوجائے نیز بیان ہوا ہے کہ ان کے سر کا دوپٹہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے زیادہ قیمتی ہوگا۔ (فتح الباری ۲/۲۲۹. ارشاد الساری ۷/۱٦۷. عمدة القاری ۱۵/۲۱۱. شرح صحیح مسلم ۱۸/۱٤۱. تحفة الاحوذی ۷/۲۸٤)

ادنیٰ ترین جنتی کا مقام

۱۸۸۳. وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سَأَلَ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ، مَاأَدْنٰى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً؟ قَالَ : هُوَ رَجُلٌ يَجِيْءُ بَعْدَ مَاأُدْخِلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَيُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ. فَيَقُوْلُ : أَىْ رَبِّ كَيْفَ وَقَدْنَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ، وَأَخَذُوْا أَخَذَاتِهِمْ؟ فَيُقَالُ لَهُ : أَتَرْضٰى أَنْ يَكُوْنَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِنْ مُلُوْكِ الدُّنْيَا؟ فَيَقُوْلُ : رَضِيْتُ رَبِّ. فَيَقُوْلُ : لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ فَيَقُوْلُ فِى الْخَامِسَةِ : رَضِيْتُ رَبِّ، فَيَقُوْلُ : هٰذَالَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ وَلَكَ مَااشْتَهَتْ نَفْسُكَ، وَلَذَّتْ عَيْنُكَ فَيَقُوْلُ : رَضِيْتُ رَبِّ، قَالَ : رَبِّ فَأَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً؟ قَالَ أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ أَرَدْتُ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِىْ وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا فَلَمْ تَرَعَيْنٌ، وَلَمْ

تَسْمَعْ اُذُنٌ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۸۸۳) حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے پوچھا کہ اہل جنت میں سے ادنی درجہ کس کا ہوگا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ وہ ایک شخص ہوگا جو تمام اہل جنت کے جنت میں پہنچ جانے کے بعد لایا جائے گا۔ اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا وہ کہے گا کہ اے رب میں کیسے داخل ہوں جبکہ سب لوگ اپنی اپنی منازل میں پہنچ گئے ہیں اور اپنی اپنی جگہوں پر فروکش ہو چکے ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تجھے دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ جیسا دیدیا جائے وہ کہے گا کہ اے رب میں راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائینگے تجھے ہم نے یہ دیدیا، اور اس کے مثل اور اس کے مثل اور اس کے مثل اور اس کے مثل۔ پانچویں مرتبہ وہ کہے گا کہ اے رب میں راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائینگے تجھے اس بادشاہ جیسی بادشاہت اور اس کا دس گناہ عطا ہوا۔ اور تجھے جو تیرا دل چاہے وہ بھی ملا۔ اور تجھے جو تیری آنکھوں کو اچھا لگے وہ بھی دیدیا گیا۔ وہ پھر کہے گا کہ اے رب میں راضی ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب جنتیوں میں سب سے اعلیٰ درجہ والا کون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو میرے محبوب نے ان کی سرفرازی کی درخت اپنے ہاتھوں سے لگایا اور میں نے اس پر مہر لگادی اسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ کسی کان نے اس کے بارے میں نہیں سنا اور کسی آدمی کے دل میں اس کا خیال تک نہیں گزرا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح الایمان، کتاب الایمان، باب ادنی اھل الجنة منزله فیھا .

کلمات حدیث: نزل الناس منازلھم : لوگ جنت میں اپنے قصور اور منازل میں فروکش ہو چکے۔ وأخذوا أخذاتھم : اور جنت کی جو نعمتیں ان کے لیے تیار کی گئی تھیں وہ ان سب کو اپنی تحویل میں لے چکے۔ غرست کرامتھم بیدی : میں نے جنت میں ان کے فضل و کمال کا درخت اپنے ہاتھوں سے لگایا ہے۔

شرح حدیث: اہل جنت میں سے سب سے کم تر درجے کا جنتی جو سب اہل جنت کے داخل ہونے کے بعد لایا جائے گا اس کا درجہ اور اس کا مقام یہ ہوگا کہ اسے دنیا کے ایک بادشاہ جیسی بادشاہت عطا فرما کر اس کا دس گناہ اور دیدیا جائے گا اور اس کے بعد بھی اس کو کہہ دیا جائے گا کہ اس کے بعد بھی جو شئے آنکھوں کو بھلی لگے اور جس کی خواہش اور رغبت دل میں پیدا ہو جائے وہ بھی مل جائے۔

جنت میں اعلیٰ ترین درجوں اور مقامات پر فائز ہونے والے اہل جنت اللہ کے وہ محبوب ہوں گے جنکے فضل و کمال اور رفع درجات کی جنت میں اساس خود اللہ نے اپنے ہاتھ سے قائم فرمائی ہوگی اور ان کو جو کچھ وہاں عطا ہوگا اس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے اس کے بارے میں کوئی خبر سنی ہوگی اور نہ اس کا خیال تک کسی کے دل میں گزرا ہوگا۔

(شرح صحیح مسلم ٣/ ٣٩ . روضة المتقین ٤/ ٤٢١ . دلیل الفالحین ٤/ ٦٦٢)

جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والا

۱۸۸۴ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنِّيْ لَاَعْلَمُ

اٰخِر اَھْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْھَا، اَوْ اٰخِرَ اَھْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ : رَجُلٌ یَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا. فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لَہٗ : اِذْھَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَیَأْتِیْھَا فَیُخَیَّلُ اِلَیْہِ اَنَّھَا مَلْاٰی، فَیَرْجِعُ فَیَقُوْلُ : یَا رَبِّ وَجَدْتُھَا مَلْاٰی؟ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لَہٗ : اذْھَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَیَاْتِیْھَا فَیُخَیَّلُ اِلَیْہِ اَنَّھَا مَلْاٰی. فَیَرْجِعُ. فَیَقُوْلُ : یَارَبِّ وَجَدْتُھَا مَلْاٰی؟ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لَہٗ : اذْھَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَاِنَّ لَکَ مِثْلَ الدُّنْیَا وَعَشْرَةَ اَمْثَالِھَا اَوْ اِنَّ لَکَ مِثْلَ عَشْرَةِ اَمْثَالِ الدُّنْیَا. فَیَقُوْلُ : اَتَسْخَرُ بِیْ، اَوْ تَضْحَکُ بِیْ وَاَنْتَ الْمَلِکُ، قَالَ : فَلَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ فَکَانَ یَقُوْلُ. ذٰلِکَ اَدْنٰی اَھْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

(۱۸۸۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس آدمی کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا اور سب کے بعد جنت میں داخل ہوگا یہ آدمی گھٹنوں کے بل جہنم سے باہر آئے گا۔ اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جا جنت میں داخل ہو جا وہ چلے گا لیکن اسے خیال آئے گا کہ جنت تو اب بھر چکی ہوگی۔ وہ واپس آئے گا اور کہے گا کہ اے رب جنت کو میں نے بھرا ہوا پایا۔ اللہ تعالیٰ پھر فرمائیں گے جا جنت میں داخل ہو جا وہ پھر چلے گا اور پھر خیال آئے گا کہ جنت بھری ہوئی ہوگی۔ وہ پھر واپس آئے گا اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جا اور جنت میں داخل ہو جا۔ تیرے لیے وہاں دنیا اور اس سے دس گنا زیادہ جگہ ہے یا تیرے لیے دنیا کا دس گناہ ہے۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب آپ میرے ساتھ مذاق فرما رہے ہیں یا آپ میرے ساتھ ہنسی کر رہے ہیں اور آپ بادشاہ ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ہنس رہے ہیں اور آپ ﷺ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں ہیں۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب سے ادنیٰ درجہ کا جنتی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة و النار. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب آخر اھل النار خروجاً.

کلمات حدیث: ضحك حتی بدت نواجذہ : آپ ﷺ ہنسے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پچھلے دانت ظاہر ہوگئے رسول اللہ ﷺ اکثر تبسم فرمایا کرتے تھے لیکن بعض اوقات آپ ﷺ ہنستے جس سے دیکھنے والے کو آپ ﷺ کے پچھلے دانت نظر آجاتے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو جہنم سے سب سے آخر میں باہر آئے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔ جہنم سے وہ گھٹنوں کے بل باہر آئے گا اور جب اس کو دنیا اور دنیا سے دس گناہ حصہ جنت میں عطا کیا جائے تو وہ جہنم کی سختیاں جھیلنے کے بعد اس عطاء و کرم پر وارفتہ ہو جائے گا اور از خود رفتہ ہو کر کہے گا کہ میرے رب آپ تو بادشاہ ہیں کیا آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر اس قدر ہنسے کہ آپ ﷺ کے پچھلے دانت نظر آئے اور بعد ازاں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جنت

کا سب سے آخری درجہ اور یہ اس کا سب سے آخری مکیں ہے۔

(شرح صحیح مسلم ٣/ ٣٤. روضة المتقین ٤/ ٤٢٣ . دلیل الفالحین ٤/ ٦٦٤)

جنتی خیمہ کا تذکرہ

١٨٨٥. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِی الْجَنَّةِ لَخَیْمَةً مِّنْ لُؤْلُؤَةٍ وَّاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ طُوْلُهَا فِی السَّمَآءِ سِتُّوْنَ مِیْلًا، لِلْمُؤْمِنِ فِیْهَا اَهْلُوْنَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمُ الْمُؤْمِنُ وَلَایَرٰی بَعْضُهُمْ بَعْضًا. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

"اَلْمِیْلُ" سِتَّةُ اٰلَافِ ذِرَاعٍ .

(١٨٨٥): حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں مؤمن کو ایک موتی کا بنا ہوا خیمہ ملے گا جس کی لمبائی بلندی میں ساٹھ میل ہوگی اس میں اس مؤمن کے اہل خانہ ہوں گے مؤمن ان کے پاس باری باری جائے گا اور وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ (متفق علیہ)

میل چھ ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الجنة. صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب صفة خیام الجنة.

کلمات حدیث: خیمہ : مربع شکل کا اہل عرب کا گھر۔ مجوفہ : جوف دار، اندر سے کھوکھلا۔ جوف ہر وہ شئے جو اندر سے خالی ہو۔ جوف البطن : پیٹ کا خالی حصہ۔ أهلون : اہل کی جمع۔ اہل خانہ۔

شرح حدیث: موتی سیپی میں ہوتا ہے اور سیپی سمندر کی تہہ میں ہوتی ہے جس تک رسائی آسان نہیں ہے اور ہر متلاشی کو گوہر نایاب ملتا بھی نہیں ہے۔ جنت میں اہل جنت کو موتیوں کا محل ملنا بھی ان خوش نصیبوں کا حصہ ہوگا جو دریائے معرفت کے غواص ہوں گے اور جنہوں نے دنیا کی کلفتیں خندہ پیشانی سے برداشت کر کے اعمال صالحہ کا زادراہ رکھنا کیا ہوگا۔ جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ جنت ناگوار باتوں سے گھری ہوئی ہے۔ یعنی جنت کا راستہ دنیا کی لذتوں سے بے نیاز ہو کر اللہ کے احکام پر چلنے اور عمل صالح کی کلفتیں برداشت کرنے کا ہے۔ جنت کے طلبگار کے لیے لازم ہے کہ وہ ساری زندگی اس کی جستجو میں لگا رہے اور اس کے حصول کی سعی و کوشش میں مصروف رہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ أَرَادَ ٱلْأَخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ ﴾

"جو آخرت کا ارادہ کرے اور جو سعی و کوشش حصول آخرت کی مقرر کی گئی ہے وہ سعی کرے اور وہ مؤمن ہو۔" (الاسراء:١٩)

یعنی آخرت کی صلاح وفلاح کے حصول کا عزم بھی ہو اور جو کوشش اور سعی اس صلاح وفلاح کے حصول کے لیے اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر فرمائی ہے اس کو اختیار کرے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کامل بھی رکھتا ہو اسے یہ گوہر مقصود ہاتھ آئے گا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کا سامان تجارت بہت گراں بہا ہے اور اس کا سامان تجارت جنت ہے۔"

(فتح الباری٢/٢٦٩. ارشاد الساری٧/١٦٥. شرح صحیح مسلم١٨/١٤٥)

جنت کا ایک درخت

١٨٨٦. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِیْعَ مِائَةَ سَنَةٍ مَایَقْطَعُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

وَرَوَیَاهُ فِی الصَّحِیْحَیْنِ اَیْضًا مِنْ رِوَایَةِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ مَایَقْطَعُهَا.

(١٨٨٦) حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ تضمیر شدہ تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو سال بھی چلے تو یا اسے قطع نہ کر سکے۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک گھوڑا سوار اس کے سائے میں سو سال بھی چلے تو اس کا سایہ نہ طے کر سکے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة و النار، صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب صفة الجنة و النار.

کلمات حدیث: جواد : تیز رفتار گھوڑا۔ جمع جیاد و أجیاد . مضمر : تضمیر کیا ہوا۔ گھوڑے کی تربیت کر کے اور اس کی غذا کو تدریجاً زیادہ کر کے اور پھر بالتدریج کم کر کے اسکو تیز رفتار اور سبک سیر بناتے ہیں، اسے تضمیر کہتے ہیں اور ایسے گھوڑے کو مضمر کہتے ہیں۔

شرح حدیث: جنت کی وسعتیں ناپیدا کنار ہیں، اس میں درخت بھی ہیں کہ اگر کوئی سوار بہترین تربیت یافتہ تیز رفتار گھوڑے پر اس درخت کی شاخوں اور اس کے سائے کے نیچے چلنا شروع کرے اور سو سال تک چلتا رہے جب بھی وہ قطع نہیں ہوگا۔

جنت میں نہ سورج ہوگا اور نہ دھوپ ہوگی، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا ﴿١٣﴾ ﴾

"نہیں دیکھتے وہاں نہ دھوپ اور نہ ٹھر۔"

اور جب دھوپ نہیں ہوگی تو سایہ بھی نہیں ہوگا۔ لیکن یہاں مقصود بیان یہ ہے کہ وہ درخت بہت وسیع اور عریض ہوگا اور اس کے محیط کی مسافت اس قدر زیادہ ہوگی کہ اس میں تیز رفتار گھوڑا سو سال تک چلے گا تو اس احاطہ کے کنارے تک نہ پہنچ سکے گا۔

مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت میں ہے کہ یہ درخت شجر طوبیٰ ہے جیسا کہ حضرت ابو سعید حذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (طوبی) خوش بخت ہے وہ شخص جس نے آپ ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ پر ایمان لایا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (طوبیٰ) خوش بخت ہے وہ شخص جس نے مجھے دیکھا اور میرے اوپر ایمان

لایااورخوش بخت ہےخوش بخت ہےخوش بخت ہے وہ شخص ہے جو مجھ پرایمان لایااوراس نے مجھے نہیں دیکھا۔کسی نے عرض کیا کہ طوبیٰ کیا ہے۔فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کی مسافت سوسال ہےاوراہل جنت کے لباس اس کی شاخوں سے تیار ہوتے ہیں۔

(فتح الباری ٣/٤٢٤ . عمدة القاری ٢٣/١٨٦ . شرح صحیح مسلم ١٧/١٣٨ . تحفة الاحوذی ٧/٢٦٨)

ادنیٰ جنتی اعلیٰ جنتیوں کی زیارت کرے گا

١٨٨٧ . وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَآئَوْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَرَآئَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِالْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَابَيْنَهُمْ" قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، تِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِيَآءِ لَايَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ : قَالَ : بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوْا الْمُرْسَلِيْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٨٨٧) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت اپنے سے بلند درجات والے اہل غرف کواس طرح دیکھیں گے جیسےتم مشرق یامغرب کے افق پر چمکدار ستارے کودیکھتے ہواور یہ فرق ان کے درمیان باہمی فضیلت کے فرق سے ہوگا۔صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ مراتب بلند تو انبیاء علیہ السلام ہی کو حاصل ہوں گے دوسرے ان تک کہاں پہنچ سکیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ ان کوبھی حاصل ہوں گے جواللہ پرایمان لائے اوررسولوں کی تصدیق کی۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الجنة .

کلمات حدیث: لیتراؤن : دیکھ رہے ہوں گے۔ رأی رؤیةً : دیکھنا۔ أهل الغرف : بلندمحلوں والے۔قصورھائے بلندوالے۔ غرف جمع غرفة۔جنت کامکان عالی۔

شرح حدیث: اہل جنت کے درجات مختلف اوران کے منازل عالیہ درجہ بدرجہ مختلف ہوں گے بعض ان میں اس قدر مقام بلند پر فائزاوراس قدرمقام رفیع کے حامل ہوں گےان سے نیچے کے درجے کے لوگ ان کے قصورہائے بلند کی جانب نظر کرینگےتو وہ اس قدر بلند نظر آئینگے جیسےاس دنیامیں کوئی افق پرروشن کوکب دری کودیکھتا ہے۔صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اتنامقام بلندتو انبیاء ہی کو حاصل ہوسکتا ہے۔آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ قسم ہےاس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ بلند مقام ان اہل ایمان کوبھی حاصل ہوگا جوایمان کامل کے ساتھ اللہ کے رسولوں کی تصدیق کرینگے۔اللہ تعالیٰ نے از آدم علیہ السلام تا خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ جتنے انبیاءاوررسول مبعوث فرمائے ہیں ان سب کی تصدیق صرف امت محمد ﷺ کا طیرۂ امتیاز ہے۔

(فتح الباری ٢/٢٧٠ . ارشاد الساری ٧/١٧٣ . روضة المتقین ٤/٤٢٥)

جنت میں کمان برابر جگہ دنیا مافیھا سے بہتر ہے

١٨٨٨ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٨٨٨) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک کمان کے بقدر جگہ اس پوری دنیا سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة.

کلمات حدیث: قاب قوس : قاب القوس کمان کا اسے پکڑنے کی جگہ سے اس کے منخنی کنارے تک ہے۔ یعنی ہر کمان کے دو قاب ہوتے ہیں۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں اس امر کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ جنت کا راستہ جہاد اور مجاہدہ سے گزرتا ہے اور اعلاً کلمۃ اللہ کی جدوجہد سے سر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مبارک انتہائی نفیس اور حد درجہ جامع کلام ہے جو مختصر مگر شیریں الفاظ کے باوجود بلاغت کے متعدد پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ اس میں یہ لطیف اشارہ بھی موجود ہے کہ جنت کا راستہ جہاد وقتال سے ہو کر گزرتا ہے۔

حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک کمان کے قاب کے بقدر حصہ بھی ساری دنیا سے بہتر ہے۔ فتح الباری میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس میں دو صورتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ کمان کے برابر جگہ کو دنیا کے برابر قرار دینا دراصل تقریب ذہن کے لیے ہے کیونکہ دنیا کا تعلق انسان کے دائرہ محسوسات سے ہے اس لیے اس کو حسی مثال سے بیان فرمادیا ورنہ تو یہ کہ دنیا جنت کے ایک قاب کے برابر وہ اس ثواب سے زیادہ ہوگا جو ساری دنیا اللہ کی راہ میں صدقہ کر دینے سے حاصل ہو۔ اس دوسری توجیہ کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو ابن المبارک نے کتاب الجہاد میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا جس میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کی خاطر قدرے متاخر ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر دو تو تمہیں وہ فضیلت حاصل نہیں ہوگی جو مجاہدین کو صبح سویرے جہاد پر روانگی سے حاصل ہوئی ہے۔ مقصود ارشاد مبارک کا یہ ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلے میں حقیر اور بے وزن ہے اور جنت میں ایک کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا اور دنیا کی ساری دولت سے بہتر ہے۔

(فتح الباری ٢/ ١٤٧ . روضة المتقين ٤/ ٤٢٨ . دليل الفالحين ٤/ ٦٦٨)

جنت کے ایک بازار کا تذکرہ

١٨٨٩ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ فِي الْجَنَّةِ سُوْقًا يَأْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ، فَتَهُبُّ رِيْحُ الشَّمَالِ فَتَحْثُوْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَجَمَالًا،

فَيَرْجِعُوْنَ اِلىٰ اَهْلِيْهِمْ، وَقَدِازْدَادُوْا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُوْلُ لَهُمْ اَهْلُوْهُمْ : وَاللّٰهِ لَقَدِازْدَدْتُمْ حُسْنًا وَّجَمَالًا فَيَقُوْلُوْنَ وَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْ تُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا :" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۸۸۹) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہوگا جس میں اہل جنت ہر جمعہ کو آئینگے شمال سے ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں میں خوشبو بکھیر دے گی جس سے ان کے حسن و جمال میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ جب وہ واپس اپنے گھر والوں کے پاس آئینگے تو ان کے بڑھتے ہوئے حسن و جمال کو دیکھ کر ان کے اہل خانہ کہیں گے کہ اللہ کی قسم تم تو پہلے سے بھی زیادہ حسن و جمال میں بڑھ گئے ہو تو وہ کہیں گے کہ تم بھی واللہ ہمارے بعد حسن و جمال میں اور بڑھ گئے ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الجنة. باب فی سوق الجنة .

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت میں روز و شب کی یہ صورت نہیں ہے جو دنیا میں ہے اس لیے جمعہ سے مراد وقت کی ایک مقدار ہے اسی طرح بازار سے مراد اجتماع گاہ ہے۔ چنانچہ دارمی میں ہے کہ ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ وہ کیسا بازار ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشک کا ایک ٹیلہ ہے اہل جنت یہاں آئینگے اور یہاں جمع ہونگے۔ اہل جنت جنت میں عمر رسیدگی سے آزاد ہوں گے اور لحظہ بلحظہ ان کے حسن میں اضافہ ہوتا رہے گا اور اس کے ساتھ ہی ان کی محبت و سرور میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ (روضة المتقين ٤/٤٢٩ . دليل الفالحين ٤/٦٦٨)

جنت کے بالا خانوں کا ذکر

۱۸۹۰. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَآئَوْنَ الْغُرَفَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَآئَوْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَآءِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۹۰) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت اوپر بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان پر ستارے کو دیکھتے ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار . صحيح مسلم، كتاب الجنة. باب ترائي اهل .

شرح حدیث: اس سے قبل بھی اس مضمون کی حدیث آچکی ہیں وہاں اہل غرف (بالا خانوں والوں) کو دیکھنے کو ذکر ہے اور یہاں بالا خانوں کو دیکھنے کا ذکر ہے۔ (روضة المتقين ٤/٤٣٠ . دليل الفالحين ٤/٦٦٩)

جنت کی نعمتوں کا ذکر

۱۸۹۱. وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسًا وَصَفَ فِيْهِ الْجَنَّةَ حَتّٰى انْتَهٰى ثُمَّ قَالَ فِيْ اٰخِرِ حَدِيْثِهِ : "فِيْهَا مَالَاعَيْنٌ رَاَتْ وَلَااُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَاخَطَرَ عَلٰى قَلْبِ

بَشَرٍ" ثُمَّ قَرَأَ "تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" اِلَى قَوْلِهٖ تَعَالَى "فَلَاتَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاأُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

(۱۸۹۱) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ایک مجلس میں موجود تھا آپ ﷺ جنت کا ذکر فرما رہے تھے آپ ﷺ نے آخر میں فرمایا کہ اس میں ایسی نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں ہیں کسی کان نے ان کا ذکر نہیں سنا ہے اور ان کا خیال کسی دل میں نہیں گزرا ہے۔ از اں بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ اور یہ آیت یہاں تک پڑھی کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار.

کلمات حدیث: حتی انتهی: یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنی بات کے آخر تک پہنچے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے ایک مجلس میں جنت کا ذکر فرمایا اور آخر میں آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ﴾

"ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں اور وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں خوف سے اور اس کی نعمتوں کی جانب رغبت سے اور جو ہم نے دیا ہے اسے خرچ کرتے ہیں۔ کسی نفس کو نہیں معلوم کہ ان کے لیے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔" (السجدة:۱۵)

یعنی میٹھی نیند کو چھوڑ کر رات کے آخری پہر میں عبادت کے لیے اور تہجد کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور عالم خوف ورجا میں اللہ کو پکارتے ہیں کہ ایک جانب اس کی گرفت کا خوف دامن گیر ہوتا ہے اور دوسری طرف اس کی نعمتوں کے ملنے کی امید ہوتی ہے۔ جس طرح انہوں نے رات کی تاریکی میں چھپ کر ریا اور دکھاوے سے پاک اور خشوع اور خضوع سے عبادت کی اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے لیے ایسی نعمتیں چھپا کر رکھی ہوئی ہیں جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

(شرح صحيح مسلم ١٧/١٣٧. روضة المتقين ٤/٤٣٠. دليل الفالحين ٤/٦٦٩)

جنت کی نعمتیں دائمی ہونگی

۱۸۹۲. وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُنَادِيْ مُنَادٍ: اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْاَسُوْا اَبَدًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

۱۸۹۲) حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اہل جنت، جنت

میں پہنچ جائینگے تو ایک منادی پکار کر کہے گا کہ تمہارے لیے اب حیات ابدی اب کبھی نہ مروگے تمہارے لیے صحت ہے۔ اب کبھی بیمار نہ ہوگے اور تمہارے لیے شباب ہے اب تم کبھی بوڑھے نہیں ہوگے۔ تمہارے لیے نعمتیں ہیں اب کوئی تکلیف نہیں آئے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب دوام نعیم اھل الجنة .

کلمات حدیث: ان لکم أن تشبوا فلا تھرموا أبدا: تمہارا شباب دائمی ہے اب کبھی بوڑھے نہیں ہوگے۔ ھرم: بڑھاپا۔ ھرم ماھرماً: (باب سمع) کمزور ہونا۔ بہت بوڑھا ہونا۔

شرح حدیث: دنیا دار الفنا ہے اور آخرت دار البقاء ہے۔ دنیا کی ہر شئے فانی اور ہمہ وقت مائل بہ زوال ہے شباب ہے تو بڑھاپے کی طرف بڑھ رہا ہے صحت ہے تو بیماری بھی اس کے ساتھ ہے اور زندگی ہے تو سانس کی ہر آمد ورفت موت کی طرف لے جارہی ہے۔ لیکن جنت میں نہ شباب کو زوال ہے نہ صحت کی جگہ بیماری آنے والی ہے اور نہ وہاں کی نعمتوں کو زوال ہے اور نہ وہاں موت آنے والی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ١٧/١٤٤ . دلیل الفالحین ٤/٦٦٩)

ہر جنتی کی تمنا پوری ہوگی

١٨٩٣ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَدْنٰی مَقْعَدِ اَحَدِکُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اَنْ یَقُوْلَ لَه' تَمَنَّ فَیَتَمَنّٰی وَیَتَمَنّٰی. فَیَقُوْلُ لَه'، هَلْ تَمَنَّیْتَ؟ فَیَقُوْلُ: نَعَمْ، فَیَقُوْلُ لَه': فَاِنَّ لَکَ مَاتَمَنَّیْتَ وَمِثْلَه' مَعَه'"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٨٩٣) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ادنی جنتی کا یہ مرتبہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائینگے کہ تمنا کرو وہ تمنا کرے گا اور اور تمنا کرے گا اور تعالیٰ اس سے پھر پوچھیں گے کہ کیا تو نے تمنا کرلی وہ کہے گا کہ ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائینگے جو کچھ تمنا کی وہ بھی تجھے ملا اور اس کے مثل اور دیا گیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفة طریق الرؤیة .

کلمات حدیث: مقعد احدکم: تم میں سے کسی ایک کا جنت میں ٹھکانا، اس کا مرتبہ اور مقام۔ تمن: تمنا کر۔ منی تمنیة: آرزو کرنا۔ تمنا کرنا۔ تمنی۔ تمنا کرنا۔ ارادہ کرنا۔

شرح حدیث: جنت کی نعمتیں لامتناہی اور لانہایت ہیں۔ ادنی جنتی سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تو تمنا کرسکتا ہے کرلے اور پھر اسے اس کی تمنا سے دگنا دیدیا جائے گا۔ (شرح صحیح مسلم ١/٢٣ . دلیل الفالحین ٤/٤٧٠)

ہر جنتی کو اللہ کی رضاء حاصل ہوگی

١٨٩٤ . عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ

اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ : يَااَهْلَ الْجَنَّةِ : فَيَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ. فَيَقُوْلُ : هَلْ رَضِيْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : وَمَا لَنَا لَانَرْضیٰ يَارَبَّنَا وَقَدْاَعْطَيْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ. فَيَقُوْلُ: اَلَا اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُ : وَاَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۹۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائینگے اے اہل جنت، وہ کہیں گے ہم حاضر ہیں اے ہمارے رب ہر خیر وسعادت آپ ہی کے پاس ہے اللہ سبحانہٗ دریافت فرمائینگے کیا تم راضی ہو، وہ کہینگے ۔ اے ہمارے رب ہم کیوں راضی نہ ہوں آپ نے تو ہمیں وہ ساری نعمتیں دیدیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائینگے کیا میں تمہیں اس سے بھی افضل شئے نہ دیدوں وہ کہینگے اس سے افضل اور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائینگے میں تمہیں اپنی دائمی رضامندی سے سرفراز کرتا ہوں اب میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحيح البخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة و النار. صحيح مسلم، كتاب الجنة باب احلال الرضوان.

کلمات حدیث: لبيك : ہم آپ کی فرمانبرداری کے لیے حاضر ہیں ہم آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے موجود ہیں۔ یہ لب سے ماخوذ ہے اَلبَّ بالمکان کے معنی ہیں فلاں جگہ ٹھہرا اور قیام کیا۔ لبیک تثنیہ ہے معنی ہیں میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں اور پھر حاضر ہوں۔ مکرر حاضر ہوں۔ سعديك : سعادت کے بعد سعادت۔ یعنی آپ کے حکم کی تعمیل میرے لیے اولاً بھی باعث سعادت ہے اور پھر دوبارہ بھی باعث سعادت ہے۔

شرح حدیث: اللہ تبارک وتعالیٰ اہل جنت سے خطاب فرمائینگے اور ان سے دریافت فرمائینگے کہ جو نعمتیں تمہیں عطا ہوئی ہیں تم ان سے راضی ہو؟ وہ جواب میں کہیں گے کہ ہم کیوں نہ راضی ہوں ہم یقیناً راضی ہیں کہ آپ نے ہم پر فضل فرمایا اور ہمیں جنت کی لازوال نعمتوں سے سرفراز فرمایا اور ہمیں حیات ابدی اور جنات مقیم عطا فرمائیں اللہ تعالیٰ فرمائینگے کہ میں تمہیں ان تمام نعمتوں سے افضل نعمت عطا کرتا ہوں اور وہ ہے میری رضا ورضوان من اللہ اکبر (اور اللہ کی رضا ہر شئے سے بڑی اور عظیم ہے) کہ رضائے منعم سے نعمتوں کا لطف ہزار گنا زیادہ ہوجاتا ہے۔ (فتح الباری ٤٢٣/٣ . عمدة القاری ١٨٤/٢٢ . شرح صحیح مسلم ١٣٩/١٧)

ہر جنتی کو اللہ کا دیدار نصیب ہوگا

١٨٩٥ . وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَقَالَ : اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا كَمَاتَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَاتُضَامُوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۸۹۵) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف نظر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم اپنے رب کو اسی طرح عیاناً دیکھو گے جیسے تم

اس چاند کو دیکھ رہے ہو تمہیں اس کو دیکھنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب فضل صلاة العصر. صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاة الصبح و العصر.

کلمات حدیث: عیاناً : اللہ سبحانہ کی تجلی اور اس کا ظہور ایسا ہوگا کہ تمہیں اس کو بالکل سامنے دیکھو گے۔ لا تضامون : یعنی بلا زحمت اور دشواری کے دیکھو گے۔

شرح حدیث: اہل ایمان عالم آخرت میں دیدار الٰہی سے سرفراز ہوں گے اور رؤیت الٰہی کے برحق ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندہلوی رحمہ اللہ نے التعلیق الصبیح فی شرح مشکوۃ المصابیح میں تحریر فرمایا ہے کہ ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور تقریباً ۲۷ صحابہ کرام سے یہ احادیث مروی ہیں۔

(دلیل الفالحین ٤/٦٧٢. فتح الباری ١/٤٨١. ارشاد الساری ٢/٢٠٤)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام پردے ہٹا دیں گے

١٨٩٦. وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى : تُرِيْدُوْنَ شَيْئاً اَزِيْدُكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا؟ اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا اُعْطُوْا شَيْئاً، اَحَبَّ اِلَيْهِمْ، مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١٨٩٦) حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اہل جنت جنت میں پہنچ جائینگے اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے فرمائینگے۔ اگر تمہیں مزید کچھ چاہیے تو میں تمہیں عطا کردوں تو وہ کہیں گے کہ کیا آپ نے ہمارے چہروں کو منور نہیں کیا کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور جہنم سے نجات نہیں دی اس پر اللہ تعالیٰ پردہ ہٹا دینگے اور وہ جان جائینگے کہ انہیں کوئی ایسی شیئ نہیں دی گئی جو انہیں اپنے رب کو دیکھنے سے زیادہ محبوب ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رؤیة المؤمنین ربھم فی الآخرۃ.

کلمات حدیث: فیکشف الحجاب : وہ حجاب جو خالق اور مخلوق کے درمیان ہے وہ ہٹا دیا جائے گا۔

شرح حدیث: جنت میں اہل ایمان دیدار الٰہی سے سرفراز ہوں گے اور یہ اس قدر بڑا انعام اور مؤمنین کی اس قدر تکریم اور ان کے لیے اتنا بڑا اعزاز ہوگا کہ جو تمام نعیم جنت پر فائق ہوگا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے وجوہ یومئذ ناضرة الی ربھا ناظرة (اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے) جنت میں دیدار الٰہی اس لیے ممکن ہوگا کہ وہاں اہل جنت کی آنکھیں دائمی ہوں گی۔ (شرح صحیح مسلم ٣/١٤. تحفة الاحوذی ٨/٥٠٢. روضة المتقین ٤/٤٣٤. دلیل الفالحین ٤/٦٧٢)

ایمان پر خاتمہ جنت کی امید

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ يَهۡدِيهِمۡ رَبُّهُم بِإِيمَٰنِهِمۡۖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهِمُ ٱلۡأَنۡهَٰرُ فِي جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ۝٩ دَعۡوَىٰهُمۡ فِيهَا سُبۡحَٰنَكَ ٱللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمۡ فِيهَا سَلَٰمٞۚ وَءَاخِرُ دَعۡوَىٰهُمۡ أَنِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ۝١٠ ﴾

﴿ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِي هَدَىٰنَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهۡتَدِيَ لَوۡلَآ أَنۡ هَدَىٰنَا ٱللَّهُ ﴾

" اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰى اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰى اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ."

قَالَ مُؤَلِّفُہٗ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ : " فَرَغْتُ مِنْہُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنَ رَابِعَ شَھْرِ رَمَضَانَ سَنَةَ سَبْعِیْنَ وَسِتِّمِائَةٍ ."

یارب صل وسلم دائما ابدا .

تَمَّ الْکِتَابُ بِعَوْنِ اللّٰہِ تَعَالٰى وَجَمِیْلِ تَوْفِیْقِہٖ وَصَلَّى اللّٰہُ عَلٰى سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰى اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ .

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"بیشک جولوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے ان کا رب ان کی راہنمائی ان کے ایمان کی وجہ سے ان جنات کی طرف کرے گا جو نعمتوں والی ہیں جہاں ان کی پکار ہوگی کہ اے اللہ آپ کی ذات پاک ہے اور اس میں ان کا تحیہ سلام ہوگا۔ اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہماری اس طرف راہنمائی فرمائی اور ہم ایسے نہ تھے کہ راہ پا سکیں اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔"

اے اللہ! محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما جو آپ کے بندے اور آپ کے رسول نبی امی ہیں اور محمد ﷺ کی آل پر ان کی ازواج پر اور ان کی اولاد پر بھی رحمت نازل فرما۔ اور برکتیں نازل فرما محمد ﷺ پر جو نبی امی ہیں اور ان کی آل پر ان کی ازواج پر اور ان کی اولاد پر جس طرح آپ نے اپنی برکتیں نازل فرمائیں ابراہیم اور آل ابراہیم پر تمام جہانوں میں بے شک آپ تعریفوں والے اور بزرگیوں والے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بروز پیر ۴ رمضان المبارک ۶۷۰ھ کو دمشق میں اس تصنیف سے فارغ ہوا۔

تمت بالخیر